صراط الجنان
في
تفسیر القرآن

صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القُرآن

جلد اوّل

پارہ 1..تا..3

بفیضانِ نظر

سِراجُ الاُمّہ، کاشِفُ الغُمّہ، امامِ اعظم، فَقیہِ اَفخم حضرتِ سیّدُنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مجدّدِ دین وملّت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس ومسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف وخصوصیات، اہلسنت کے نظریات ومعمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

کَنْزُ الْاِیْمَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن

اور

کَنْزُ الْعِرْفَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی اَبُو الصَّالِح مُحَمَّد قَاسِم اَلْقَادِرِی مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحه	عنوان	صفحه

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب	:	صراط الجنان فی تفسیر القرآن
مصنف	:	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی
طباعتِ اوّل	:	رجب المرجب ۱۴۳۴ھ، مئی 2013
تعداد	:	25000
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

۞……کراچی	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
۞……لاھور	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
۞……سردار آباد	:	(فیصل آباد) امین پور بازار	041-2632625
۞……کشمیر	:	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
۞……حیدر آباد	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
۞……ملتان	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
۞……اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
۞……راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
۞……خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
۞……نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
۞……سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
۞……گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
۞……پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ’’صراط الجنان فی تفسیر القرآن‘‘ کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: ’’نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِه‘‘ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الكبير للطبراني ٦/ ١٨٥ حديث: ٥٩٤٢)

دو مدنی پھول

بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ’’اپنی رائے سے تفسیر کرنے‘‘ کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ’’اللہ‘‘ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ’’سرکار‘‘ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

(از: شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ)

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنزالایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قدس سرّہ السّامی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہو گئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قدّس سرّہ السّامی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مدّظلہ العالی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُربہار فضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جواب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابِق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس، **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین مَدَنی** سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنزُ الْاِیْمَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰن وَصِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !　　صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

۹ جمادَی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

مُقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۙ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ

یہ مقدمہ قرآن مجید اوراس کی تفسیر سے متعلق چند اہم اور ضروری باتوں پر مشتمل ہے اوراسے تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا باب:

قرآنِ کریم کا تعارف،اس کی عظمت و فضیلت اور تلاوت کے فضائل و آداب وغیرہ کا بیان

قرآنِ مجید کا مختصر تعارف

قرآنِ کریم اس ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ کا بے مثل کلام ہے جو اکیلا معبود، تنہا خالق اور ساری کائنات کا حقیقی مالک ہے، وہی تمام جہانوں کو پالنے والا اور پوری کائنات کے نظام کو مربوط ترین انداز میں چلانے والا ہے، دنیا و آخرت کی ہر بھلائی حقیقی طور پر اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ جسے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے جس چیز سے چاہے محروم کر دیتا ہے، وہ جسے چاہے عزت دیتا اور جسے چاہے ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیتا ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اوراس نے اپنا یہ کلام رسولوں کے سردار، دوعالم کے تاجدار، حبیبِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمایا تاکہ اس کے ذریعے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور دینِ حق کی پیروی کرنے کی طرف بلائیں اور شرک و کفر و نافرمانی کے انجام سے ڈرائیں، لوگوں کو کفر و شرک اور گناہوں کے تاریک راستوں سے نکال کر ایمان اور اسلام کے روشن اور مستقیم راستے کی طرف ہدایت دیں اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی کی راہیں آسان فرمائیں۔

قرآنِ مجید نازل ہونے کی ابتداء رمضان کے بابرکت مہینے میں ہوئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

کی بارگاہ میں اسے لانے کا شرف روحُ الامین حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام کو حاصل ہوا اور شبِ معراج کچھ آیات بلا واسطہ بھی عطا ہوئیں......قرآنِ مجید کو دنیا کی فصیح ترین زبان یعنی عربی زبان میں نازل کیا گیا تا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں اور عرب کے رہنے والوں اور کفارِ قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو سن کر کیا کریں گے جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے......قرآن مجید کو تورات و انجیل کی طرح ایک ہی مرتبہ نہیں اتارا گیا بلکہ حالات و واقعات کے حساب سے تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً 23 سال کے عرصے میں اسے نازل کیا گیا تا کہ اس کے احکام پر عمل کرنا مسلمانوں پر بھاری نہ پڑے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے قلب اطہر کو مضبوطی حاصل ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت پر بہت بڑا احسان ہے......قرآنِ عظیم کے کثیر اسماء ہیں جو کہ اس کتاب کی عظمت و شرف کی دلیل ہیں، ان میں سے چھ مشہور اسماء یہ ہیں:

(1) قرآن۔ (2) برہان۔ (3) فرقان۔ (4) کتاب۔ (5) مُصْحَف۔ (6) نور۔

قرآنِ عظیم کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے جو عظمت و شان قرآنِ مجید کو عطا کی ہے وہ کسی اور کلام کو حاصل نہیں، یہاں اس کی 11 عظمتیں ملاحظہ ہوں۔

(1)......قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی واضح دلیل اور اس کا نازل کیا ہوا نور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ (النساء: ۱۷۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اس کلام کو اپنی طرف سے نہیں بنا سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۷﴾ (یونس: ۳۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، ہاں یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

(3)......تمام جن و انس مل کر اور ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی قرآنِ عظیم جیسا کلام نہیں لا سکتے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (۸۸) (بنی اسرائیل: ۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

(4)...... یہ قرآن باطل کی رسائی سے دور ہے کہ اس کے پاس کسی طرف سے باطل نہیں آ سکتا، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ (۴۲) (حم السجدہ: ۴۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آ سکتا۔ وہ قرآن اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق ہے۔

(5)...... یہ کلام سیدھا اور مستقیم ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کجی، ٹیڑھا پن نہیں ہے بلکہ نہایت مُعتدل اور مَصالحِ عِباد پر مشتمل کتاب ہے چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاؐ (۱) قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ (۲) (کہف: ۱، ۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔ لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔

(6)...... یہ محفوظ کتاب ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالٰی نے لیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۹) (حجر: ۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(7)...... یہ جامعُ العلوم کتاب ہے کہ اَولین و آخرین کا علم اِس کتاب میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (نحل: ۸۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام:۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعنی ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

ترمذی کی حدیث میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کتابُ اللّٰہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے، تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ٤/٤١٤، الحدیث: ٢٩١٥)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''قرآن مجید ہر نافع علم پر مشتمل ہے یعنی اس میں گزشتہ واقعات کی خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم موجود ہے، ہر حلال و حرام کا حکم اس میں مذکور ہے، اور اس میں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی لوگوں کو اپنے دنیوی، دینی، معاشی اور اُخروی معاملات میں ضرورت ہے۔

(ابن کثیر، النحل، تحت الآیۃ: ٨٩، ٥١٠/٤)

(8)...... یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل: ۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔

(9)...... یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت، بشارت، نصیحت اور شفاء ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ (نحل: ۸۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ (ال عمران ۱۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا(۸۲) (بنی اسرائیل:۸۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے۔

(10)...... یہ خاص طور پر اہلِ عرب کے لئے اور عمومی طور پر پوری امت کے لئے عظمت و ناموری کا سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ (زخرف:۴۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) بیشک یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے عظمت کا سبب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۱۰) (انبیاء:۱۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

(11)...... یہ انتہائی اثر آفرین کتاب ہے جسے سن کر خوف وخَشْیَّت کے پیکر لوگوں کے دل دہل جاتے ہیں اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ﳓ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ(۲۳) (زمر:۲۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔اس سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

الغرض یہ بڑی برکت والی کتاب ہے اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کی پیروی کریں اور پرہیزگار بن جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (انعام: ۱۵۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والا ہے تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیز گار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کے فضائل

احادیث میں قرآنِ مجید کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے **3** احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کی کتاب، جس میں تمہارے اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں، قرآن فیصلہ کن ہے اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ جو ظالم اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اسے تباہ کر دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور وہ حکمت والا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے، قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خواہشات بگڑتی نہیں اور جس کے ساتھ دوسری زبانیں مل کر اسے مُشتبہ و مشکوک نہیں بنا سکتیں، جس سے علماء سیر نہیں ہوتے، جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا، جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے، قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جِنّات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو اچھائی کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے، جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے، جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب پائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ منصف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ۴/۴۱۴، الحدیث: ۲۹۱۵)

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "جس کو قرآن نے میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا، اُسے میں اُس سے بہتر دوں گا، جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور کلامُ اللہ کی فضیلت دوسرے کلاموں پر ایسی ہی ہے، جیسی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۲۵-باب، ۴/۴۲۵، الحدیث: ۲۹۳۵)

(3)......حضرت **عبداللّٰه** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن قرآن کو ایک شخص کی صورت عطا کی جائے گی، پھر اسے ایک ایسے شخص کے پاس لایا جائے گا جو قرآن کا عالم ہونے کے باوجود اس کے حکم کی مخالفت کرتا رہا، قرآن اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اس نے میرا علم حاصل کیا لیکن یہ بہت برا عالم ہے، اس نے میری حدود کی خلاف ورزی کی، میرے فرائض کو ضائع کیا، میری نافرمانی میں لگا رہا اور میری اطاعت کو چھوڑ دیا۔ قرآن اس پر دلائل کے ساتھ الزامات لگاتا رہے گا یہاں تک کہ کہا جائے گا: اس کے بارے میں تیرا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ قرآن اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں ایک چٹان پر اوندھے منہ گرا دے گا۔ پھر قرآن کو ایک ایسے نیک شخص کے پاس لایا جائے گا جو قرآن کا عالم تھا اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتا رہا۔ قرآن اس کے بارے میں کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اس نے میرا علم حاصل کیا اور یہ بہترین عالم ہے، اس نے میری حدود کی حفاظت کی، میرے فرائض پر عمل کیا، میری نافرمانی سے بچتا رہا اور میری اطاعت کرتا رہا۔ قرآن دلائل کے ساتھ اس کی حمایت کرتا رہے گا یہاں تک کہ کہا جائے گا: اس کے بارے میں تیرا معاملہ تیرے سپرد ہے، قرآن اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جائے گا اور اسے موٹے ریشم کا حُلّہ پہنائے گا، اس کے سر پر بادشاہی کا تاج سجائے گا اور اسے (جنتی) شراب کے جام پلائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب فضائل القرآن، من قال: یشفع القرآن لصاحبه یوم القیامة، ١٦٩/٧، الحدیث: ١)

قرآنِ کریم کے مقاصد

یہاں تک قرآنِ مجید کا تعارف، اس کی عظمتیں اور فضائل بیان ہوئے، اب قرآن پاک نازل کرنے کے 4 مقاصد ملاحظہ ہوں۔

(1)......**پوری امت کو اللّٰه تعالٰی کے عذاب سے ڈرانا۔** چنانچہ **اللّٰه** تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَاؕ (انعام: ٩٢)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس لئے (اتری) تاکہ تم اس کے ذریعے مرکزی شہر اور اس کے اردگرد والوں کو ڈر سناؤ۔

(2)......**لوگوں کو کفر و جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے نور کی طرف نکالنا۔** چنانچہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ﴿۱﴾ (ابراهیم: ١)

ترجمۂ کنزالعِرفان: یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللہ) کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔

(3)......لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانا اور ان کے اختلاف کا تَصْفِیَہ کرنا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴿۴۴﴾ (نحل: ٤٤)

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تا کہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴿۶۴﴾ (نحل: ٦٤)

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(4)......اس کی آیتوں میں غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرنا۔ چنانچہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴿۲۹﴾ (ص: ٢٩)

ترجمۂ کنزالعِرفان: (یہ قرآن) ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

قرآن کے آداب

علماءِ کرام نے قرآنِ عظیم کے بہت سے آداب بیان کئے ہیں، ان میں سے 6 آداب یہ ہیں:

(1)...... قرآن مجید کی کتابت نہایت خوش خط اور واضح حرفوں میں کی جائے، کاغذ بھی بہت اچھا، روشنائی بھی خوب اچھی ہو کہ دیکھنے والے کو بھلا معلوم ہو۔ بعض مکتبوں والے نہایت معمولی کاغذ پر بہت خراب کتابت و روشنائی سے چھپواتے ہیں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

(2)......فی زمانہ قرآنِ مجید کے تراجم بھی چھاپنے کا رواج ہے، اگر ترجمہ صحیح ہو تو قرآنِ مجید کے ساتھ چھاپنے میں حرج نہیں، اس لیے کہ اس سے آیت کا ترجمہ جاننے میں سہولت ہوتی ہے مگر تنہا ترجمہ طبع نہ کیا جائے۔

(3)......قرآنِ مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے۔ مثلاً آج کل بعض مکتبوں والے تعویذی قرآنِ مجید چھپواتے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی نہیں آتا، بلکہ گلے میں لٹکانے کے لئے بھی قرآنِ پاک نہ چھپوایا جائے کہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے۔

(4)......قرآنِ مجید پرانا بوسیدہ ہوگیا اور اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اَوراق مُنتشر ہو کر ضائع ہوں گے، تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لَحد بنائی جائے، تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے۔

(5)......قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے، نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔

(6)......قرآنِ مجید کو جُزدان و غلاف میں رکھنا ادب ہے۔ صحابہ و تابعین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کے زمانے سے اس پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۴۹۴-۴۹۶، ملخصاً)

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور پڑھانے کے فضائل

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور پڑھانے کے بہت سے فضائل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَ یَزِیۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۳۰﴾

(فاطر: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور احادیث میں اس کے جو فضائل بیان ہوئے ان میں سے 6 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه، ۳/۴۱۰، الحدیث: ۵۰۲۷)

(2)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے اصحاب کے لیے شفیع ہو کر آئے گا۔

(مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، ص۴۰۳، الحدیث: ۲۵۲(۸۰۴))

(3)......حضرت عبیدہ مُلَیکی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ یعنی سستی اور غفلت نہ برتو اور رات اور دن میں اس کی تلاوت کرو جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور تَغَنّی کرو یعنی اچھی آواز سے پڑھو یا اس کا معاوضہ نہ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر غور کرو تا کہ تمہیں فلاح ملے، اس کے ثواب میں جلدی نہ کرو کیونکہ اس کا ثواب بہت بڑا ہے۔''

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ۲/۳۵۰-۳۵۱، الحدیث: ۲۰۰۷ و۲۰۰۹)

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتی ہے، جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگتی ہے۔ عرض کی گئی، یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس کی صفائی کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا: ''کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوت قرآن کرنے سے۔ (شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴)

(5)......حضرت ایفع بن عبد الکلاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: کسی نے پوچھا، یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآن میں سب سے بڑی سورت کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' ۔ اس نے عرض کی: قرآن میں سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا: آیۃ الکرسی ''اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' اس نے کہا، یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سی آیت (کا فائدہ و ثواب) آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچنا محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا ''سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیت کہ وہ رحمتِ الٰہی کے خزانہ سے عرشِ الٰہی کے نیچے سے ہے، اللّٰہ تعالٰی نے وہ آیت اس اُمت کو دی، دنیا و آخرت کی کوئی خیر نہیں مگر یہ اس پر مشتمل ہے۔

(دارمی، ومن کتاب فضائل القرآن، باب فضل اول سورة البقرة وآیة الکرسی، ۲/۵۴۰، الحدیث: ۳۳۸۰)

(6)......حضرت جندب بن عبد اللّٰه رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قرآن کو اس وقت تک پڑھو، جب تک تمہارے دل کو الفت اور لگاؤ ہو اور جب دل اچاٹ ہو جائے، کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی تلاوت بند کر دو۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اقرؤا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم، ۴۱۹/۳، الحدیث: ۵۰۶۱)

قرآنِ مجید حفظ کرنے کے فضائل

قرآنِ کریم کو حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ صحابہ وتابعین اور علمائے دین متین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن کی سنت ہے اور اس کے فضائل حصر و شمار سے باہر ہیں، ترغیب کے لئے یہاں تین فضائل درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قرآن والا قیامت کے روز آئے گا اور قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اسے خِلْعَت عطا فرما، تو اس شخص کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اور زیادہ کر، تو اسے بزرگی کا حُلَّہ پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اس سے راضی ہو جا، تو اللّٰه تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس شخص سے کہا جائے گا: پڑھتے رہو اور (درجات) چڑھتے جاؤ، اور ہر آیت پر ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۱۸-باب، ۴۱۹/۴، الحدیث: ۲۹۲۴)

(2)......حضرت عبد اللّٰه بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’صاحبِ قرآن کو حکم ہو گا کہ پڑھتے رہو اور (درجات) چڑھتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جیسے تم اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ تمہارا مقام اس آخری آیت کے نزدیک ہے جسے تم پڑھو گے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۱۸-باب، ۴۱۹/۴، الحدیث: ۲۹۲۳)

اس حدیثِ پاک کا حاصل یہ ہے کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اس کا جنت میں بلند ہوتا جائے گا اور جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اسی قدر درجے اسے ملیں گے۔

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ ’’حافظِ قرآن اگر رات کو تلاوت کرے تو اس کی مثال اس توشہ دان کی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو تمام مکانوں میں مہکے اور جو رات کو سو رہے اور قرآن اس کے سینے میں ہو تو اس کی مثال اس توشہ دان کی مانند ہے جس میں مشک ہے اور اس کا منہ باندھ دیا جائے۔ (ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضل من تعلّم القرآن وعلمہ، ۱۴۱/۱، الحدیث: ۲۱۷)

یہ قرآنِ مجید حفظ کرنے کے فضائل ہیں لہٰذا جس مسلمان سے بن پڑے وہ قرآن مجید حفظ کر کے ان فضائل کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور جنہوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا ہے انہیں چاہئے کہ اسے روزانہ یاد کرتے رہیں تاکہ حفظ بھول نہ جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’یعنی جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چھوٹنا چاہتے ہیں اور اگر ان کی محافظت واحتیاط نہ کی جائے تو رہا ہو جائیں اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے، اگر اسے یاد نہ کرتے رہو گے تو وہ تمہارے سینوں سے نکل جائے گا، پس تمہیں چاہئے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو، اس دولت بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’یعنی اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنالو کہ پڑھ کے یاد کر کے رکھ چھوڑا، پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو، لوگوں کو پڑھاؤ، یاد کراؤ، اس کے پڑھنے، یاد کرنے کی ترغیب دو نہ یہ کہ جو پڑھے اور خدا اسے حفظ کی توفیق دے اس کو روکو اور منع کرو۔

پھر فرماتے ہیں ’’اس سے زیادہ نادان کون ہے جسے خدا ایسی ہمت بخشے (کہ وہ قرآن پاک حفظ کرلے) اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھودے؟ اگر قدر اس کی جانتا اور جو ثواب اور درجات اس پر مَوعود ہیں ان سے واقف ہوتا تو اسے جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۳/۶۴۲-۶۴۵)

تلاوتِ قرآن کے آداب

جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس سے پہلے ان آداب اور شرعی احکام کا لحاظ رکھا جائے:

(1)......قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا، زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب چیزیں عبادت ہیں۔

(2)......مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور تلاوت کے شروع میں ’’اَعُوْذُ‘‘ پڑھنا مستحب ہے اور سورت کی ابتداء میں ’’بِسْمِ اللّٰہِ‘‘ پڑھنا سنت ہے ورنہ مستحب ہے۔ (بہار شریعت، حصہ سوم، ۱/۵۵۰)

(3)......قرآن مجید کونہایت اچھی آواز سے پڑھنا چاہیےاوراگر(پڑھنے والے کی) آواز اچھی نہ ہوتو اچھی آواز بنانے کی کوشش کرے۔لَحن کے ساتھ پڑھنا کہ حروف میں کمی بیشی ہوجائے جیسے گانے والے کیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، بلکہ پڑھنے میں قواعدِ تجوید کی رعایت کرے۔ (بہارِشریعت،حصہ شانزدہم،۳/۴۹۶)

(4)......لیٹ کرقرآن مجید پڑھنے میں حرج نہیں، جب کہ پاؤں سمٹے ہوں اور منہ کھلا ہو، یونہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے،جبکہ دل نہ بٹے،ورنہ مکروہ ہے۔

(5)......جب قرآن مجید ختم ہوتو تین بار'' قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ '' پڑھنا بہتر ہے،اگرچہ تراویح میں ہو،البتہ اگر فرض نماز میں ختم کرے،تو ایک بار سے زیادہ نہ پڑھے۔ (بہارِشریعت،حصہ سوم،۱/۵۵۱)

(6)......مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اگر اٹھ کر کہیں جاتے ہیں تو بند کردیتے ہیں کھلا ہوا چھوڑ کر نہیں جاتے،یہ ادب کی بات ہے،مگر بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اگر کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے گا تو شیطان پڑھے گا،اس کی اصل نہیں،ممکن ہے کہ بچوں کو اس ادب کی طرف توجہ دلانے کے لیے یہ بات بنائی گئی ہو۔(بہارِشریعت،حصہ شانزدہم،۳/۴۹۶)

(7)......جب بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جب کہ وہ مجمع قرآن مجید سننے کی غرض سے حاضر ہو ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ باقی لوگ اپنے کام میں مصروف ہوں۔

(8)......مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے۔اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں۔

(9)......بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے،لوگ اگر نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے اگرچہ کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کردیا ہو اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لیے مقرر نہ ہو تو اگر پہلے پڑھنا اس نے شروع کیا اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ اور اگر کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا،تو اس پر گناہ ہے۔

(10)......جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتادے،بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ وحسد پیدا نہ ہو۔اسی طرح اگر کسی کا مُصْحف شریف اپنے پاس عاریت ہے،اگر اس میں کتابت کی غلطی دیکھے تو بتادینا واجب ہے۔

(بہارِشریعت،حصہ سوم،۱/۵۵۲-۵۵۳)

دوسرا باب:

قرآنِ مجید کے جمع و ترتیب اور اس کی تفسیر سے متعلق چند اہم باتیں

جمعِ قرآن کی تاریخی حیثیت

حقیقی طور پر قرآنِ عظیم کو جمع فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ (قیامه: ۱۷) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔

حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے مقدس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے بیان کے مطابق قرآنِ مجید کو لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام کو بیان فرمایا اور اس کی صورت یہ تھی کہ قرآنِ مجید 23 سال کے عرصے میں حالات و واقعات کے حساب سے جدا جدا آیتیں ہو کر نازل ہوا، کسی سورت کی کچھ آیتیں نازل ہوتیں پھر دوسری سورت کی کچھ آیتیں اترتیں، پھر پہلی سورت کی آیتیں نازل ہوتیں، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر بار ارشاد فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں لہٰذا اسے فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھا جائے، چنانچہ وہ آیات اسی سورت میں اور اسی جگہ پر رکھ دی جاتیں۔ اسی ترتیب کے مطابق حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سن کر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نماز میں اور تلاوت کے دوران قرآنِ مجید پڑھتے۔

اس دور میں سارا قرآنِ عظیم کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہیں تھا بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے سینوں میں محفوظ تھا اور مُتفرق کاغذوں، پتھر کی تختیوں، بکری دنبے کی کھالوں، اونٹوں کے شانوں اور پسلیوں کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ جب حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے زمانے میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار ملعون مُسیلمہ کذّاب سے جنگ ہوئی تو اس میں بہت سے حفاظ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم شہید ہو گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس لڑائی میں بہت سے وہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم شہید ہو گئے ہیں جن کے سینوں میں قرآنِ عظیم تھا، اگر اسی طرح جہادوں میں حفاظ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم شہید ہوتے گئے اور قرآنِ عظیم کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تو قرآنِ مجید کا بہت سا حصہ مسلمانوں

کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس بات کا حکم دیں کہ قرآن مجید کی سب سورتیں ایک جگہ جمع کر لی جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جو کام حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اگرچہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ کام نہ کیا لیکن خدا کی قسم! یہ کام بھلائی کا ہے۔ آخر کار حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان کی رائے پسند آ گئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت زید بن ثابت انصاری اور دیگر حفاظ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اس عظیم اور اہم ترین کام کا حکم دیا اور کچھ ہی عرصے میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سارا قرآنِ عظیم ایک جگہ جمع ہو گیا، ہر سورت ایک جدا صحیفے میں تھی اور وہ صحیفے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حینِ حیات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس رہے، ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے بعد اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس رہے۔

عرب میں چونکہ بہت سے قبیلے رہتے تھے اور ہر قوم اور قبیلے کی زبان کے بعض الفاظ کا تلفظ اور لہجے مختلف تھے اور حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے میں قرآنِ عظیم نیا نیا اترا تھا اور ہر قوم وقبیلہ کو اپنے مادری لہجے اور پرانی عادات کو یکدم بدلنا دشوار تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر یہ آسانی فرما دی گئی تھی کہ عرب میں رہنے والی ہر قوم اپنی طرز اور لہجے میں قرآنِ مجید کی قراءت کرے اگرچہ قرآنِ مجید ''لغت قریش'' پر نازل ہوا تھا۔ زمانۂ نبوت کے بعد چند مختلف قوموں کے بعض افراد کے ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ جس لہجے اور لغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآنِ کریم نازل ہوا ہے، اس طرح کوئی کہنے لگا کہ قرآن اس لہجہ میں ہے اور کوئی کہنے لگا نہیں بلکہ دوسرے لہجے میں ہے یہاں تک کہ امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں یہ نوبت آ گئی کہ لوگ اس معاملے میں ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''ابھی سے تم میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے تو آئندہ تم سے کیا امید ہے؟ چنانچہ امیرُ المؤمنین حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اور دیگر اکابر صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مشورے کے مطابق یہ طے پایا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب ولہجہ کی اجازت میں مصلحت نہ رہی بلکہ اس سے فتنہ اٹھ رہا ہے لہٰذا پوری امت کو خاص ''لغتِ قریش'' پر جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغتوں سے باز رکھنا چاہئے اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو صحیفے جمع فرمائے تھے وہ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے منگوا کر ان کی نقلیں لی جائیں اور تمام

سورتیں ایک مصحف میں جمع کر دی جائیں، پھر وہ مَصاحف اسلامی شہروں میں بھیج دیئے جائیں اور سب کو حکم دیا جائے کہ وہ اسی لہجے کی پیروی کریں اور اس کے خلاف اپنے اپنے طرزِ ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں فتنہ ختم کرنے کے لئے وہ تلف کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اسی درست رائے کی بناء پر امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے وہ صحائف منگوائے اور ان کی نقلیں تیار کر کے تمام شہروں میں بھیج دی گئیں۔ اسی عظیم کام کی وجہ سے امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ''جامعُ القرآن'' کہا جاتا ہے۔
(فتاوی رضویہ، ۲۶/۴۳۹-۴۵۲، ملخصاً)

تفسیر قرآن کی تاریخ

تفسیرِ قرآن کی تاریخ تقریباً چار ادوار پر مشتمل ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا دور:

قرآنِ مجید روشن عربی زبان میں اور لغتِ عرب کے اسلوب اور بیان کے مطابق نازل ہوا، اس لئے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اس عظیم کلام کو سمجھ لیتے اور انہیں اس کے اغراض و مقاصد معلوم ہو جاتے لیکن چونکہ تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم علمی اور عقلی اعتبار سے ایک جیسے نہ تھے بلکہ علم وفہم کے لحاظ سے ان کے مَراتب میں فرق تھا اس لئے جب کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قرآنِ مجید کے کسی لفظ کے معنی سمجھنے میں دشواری ہوتی تو وہ بارگاہ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کر دیتے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے معنی بیان فرما کر ان کی تَشَفّی فرما دیتے، اسی طرح بعض اوقات سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود ہی قرآنی آیات کے معنی بیان فرما دیتے اور یہی وہ دور ہے جس میں قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرنے کی ابتداء ہوئی۔

اس مرحلے میں سب سے پہلے قرآنِ مجید کی تفسیر اور اس کے معانی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیان فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی مراد کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سامنے قرآنِ عظیم کی تفسیر بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس منصب کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل: ٤٤)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ(۲) (سورۂ جمعه:۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی (اللہ) ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

دوسرا دور

جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وصال فرمایا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا مقدس زمانہ آیا اور یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے براہِ راست سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآنِ عظیم کی تعلیم حاصل کی، ان میں سے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم ایسے تھے جنہوں نے اس کام کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ انہوں نے اہلِ زبان ہونے اور نزولِ قرآن کے ماحول سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود اپنی زبان دانی پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآنِ مجید سیکھا اور اس کے اَسرار و رُموز کی معلومات حاصل کیں۔ مشہور تابعی عالم حضرت ابوعبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم میں سے جو حضرات ہمیں قرآنِ عظیم کی تعلیم دیا کرتے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دس آیتیں سیکھتے اور اس وقت تک ان سے آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ہم ان آیات کی تمام علمی اور عملی باتوں کا علم حاصل نہ کرلیں۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب فضائل القرآن، فی تعلیم القرآن کم آیة، ۱۵۲/۷، الحدیث: ۱)

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب کوئی شخص (نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے) سورۂ بقرہ اور سورۂ اٰلِ عمران پڑھ لیتا تو وہ ہماری نظروں میں بہت قابلِ احترام ہو جاتا تھا۔

(شرح السنه، کتاب الفضائل، باب علامات النبوة، ۷٦/۷، الحدیث: ۳٦۱۹)

اس دور میں جب لوگوں کو قرآنی آیات کے معنی سمجھنے میں مشکل ہوئی تو انہوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی بارگاہ میں حاضری دی اور چشمۂ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیضیاب ہونے والی ان ہستیوں سے مطالب

قرآنی سیکھے ، البتہ یہاں ایک بات یاد رہے کہ نہ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر بیان فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے مکمل قرآن عظیم کی تفسیر ذکر کی بلکہ ان کی تفسیر کا محور کسی لفظ کی وضاحت، لغت سے اِستِشہاد، شانِ نزول کا بیان اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کا ذکر تھا اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود اہل زبان تھے اور لغتِ عرب کے اسلوب و بیان سے پوری طرح واقف تھے اس لئے انہیں پورے قرآن کی تفسیر کی حاجت نہ تھی۔

مفسر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے چند مشہور مفسرین کے اسمائے گرامی یہ ہیں **(1)** حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ **(2)** حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ۔ **(3)** حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔ **(4)** حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ **(5)** حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ **(6)** حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ **(7)** حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔ **(8)** حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ **(9)** حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔

تیسرا دور:

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بعد تابعین کا زمانہ آیا، ان کے پاس اگرچہ تفسیرِ قرآن کا ایک معتد بہا ذخیرہ تھا لیکن وہ پورے قرآنِ عظیم کی تفسیر نہ تھی بلکہ بعض آیات کی تفسیر تھی۔ اس دور میں اسلام اطرافِ عالم میں پھیل چکا تھا اور جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم موجود تھے وہ مختلف شہروں میں دینِ اسلام کی خدمت میں مصروف تھے، اسی دور میں مختلف فتنے اٹھے، لوگوں کی آراء میں اختلاف ہوا اور فتاویٰ کی کثرت ہوئی تو تابعین نے حدیث، فقہ اور قرآن مجید کے علوم کی تدوین کی طرف توجہ فرمائی۔ تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں انہوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے طریقے کی پیروی کی کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر قرآنی آیات سے بیان کی، پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے بیان کی اور مزید یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں انہیں قرآن مجید کی آیات اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے قرآنی آیات کی تفسیر نہ ملی وہاں قرآنِ مجید کی تفسیر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے آثار سے بیان کی اور جہاں انہیں تفسیرِ قرآن سے متعلق صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے آثار نہیں ملے وہاں انہوں اِجتہاد و اِستِنباط سے کام لیا اور اسی دور میں کتب تفسیر کا ایک ذخیرہ معرض وجود میں آیا۔

مفسرین تابعین

تابعین میں سے چند مشہور مفسرین کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (1) حضرت ابن المُسَیَّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (2) حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (3) حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (4) حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (5) حضرت سلیمان بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (6) حضرت عطاء بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (7) حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (8) حضرت ابن شہاب زہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (9) حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (10) حضرت مجاہد بن جُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (11) حضرت سعید بن جُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (12) حضرت علقمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (13) حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (14) حضرت امام ابن سیرین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (15) حضرت ابراہیم نخعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ (16) حضرت امام شعبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔

چوتھا دور:

تابعین کے بعد اموی اور عباسی خلفاء کے دور میں تفسیرِ قرآن پر بہت کام ہوا اور اس وقت سے لے کر اب تک مختلف زبانوں میں اور مختلف اقسام میں کثیر تفاسیر لکھی گئی ہیں ۔ ان میں سے عربی زبان میں چند مشہور تفاسیر یہ ہیں:

نمبر شمار	تفسیر کا نام	مصنف کا نام
1	جَامِعُ الْبَیَان فِیْ تَأوِیْلِ الْقُرْآن	ابو جعفر محمد بن جریر طبری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
2	بَحْرُ الْعُلُوْم	فقیہ ابو لیث نصر بن محمد سمرقندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
3	تَفْسِیْرُ الْقُرْآنِ الْعَظِیْم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد، ابن ابی حاتم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
4	تَاْوِیْلَاتُ اَھْلِ السُّنَّۃ	ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
5	اَلنُّکَتُ وَالْعُیُوْن	ابو الحسن علی بن محمد ماوردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
6	اَلْوَجِیْزُ فِیْ تَفْسِیْرِ الْکِتَابِ الْعَزِیْز	ابو الحسن علی بن احمد واحدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ
7	اَحْکَامُ الْقُرْآن	ابو بکر احمد بن علی جصاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

8	اَحْكَامُ الْقُرْآن	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
9	اَحْكَامُ الْقُرْآن	ابوبکر محمد بن عبداللّٰہ، ابنِ عربی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
10	مَعَالِمُ التَّنْزِيْل فِیْ تَفْسِيْرِ الْقُرْآن	ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
11	زَادُ الْمَسِيْرفِیْ عِلْمِ التَّفْسِيْر	امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بغدادی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
12	اَلتَّفْسِيْرُ الْكَبِيْر	ابوعبداللّٰہ محمد بن عمر رازی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
13	اَلْجَامِعُ لِاَحْكَامِ الْقُرْآن	ابوعبداللّٰہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
14	اَنْوَارُ التَّنْزِيْل وَاَسْرَارُ التَّأْوِيْل	ناصرالدین ابوسعید عبداللّٰہ بن عمر بیضاوی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
15	مَدَارِكُ التَّنْزِيْل وَحَقَائِقُ التَّأْوِيْل	ابوالبرکات عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
16	لُبَابُ التَّأْوِيْل فِیْ مَعَانِی التَّنْزِيْل	علاءالدین علی بن محمد خازن رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
17	اَلْبَحْرُ الْمُحِيْط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
18	تَفْسِيْرُ اللُّبَاب فِیْ عُلُوْمِ الْكِتَاب	ابوحفص سراج الدین عمر بن علی دمشقی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
19	تَفْسِيْرُ الْقُرْآنِ الْعَظِيْم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
20	اَلدُّرُّ الْمَنْثُوْر فِی التَّأْوِيْلِ بِالْمَأْثُوْر	عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
21	تَفْسِيْرُ الْجَلَالَيْن	جلال الدین محلی وجلال الدین سیوطی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِمَا
22	اِرْشَادُ الْعَقْلِ السَّلِيْم	ابوسعود محمد بن محمد عمادی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
23	رُوْحُ الْبَيَان	شیخ اسماعیل حقی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
24	رُوْحُ الْمَعَانِی	شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
25	حَاشِيَةُ الْجَمَل عَلَى الْجَلَالَيْن	شیخ سلیمان جمل رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ
26	حَاشِيَةُ الصَّاوِی عَلَى الْجَلَالَيْن	علامہ احمد صاوی رَحْمَةُاللّٰهِ تعالٰی عَلَیْہِ

تفسیر اور تاویل کی تعریف

مفسرین نے تفسیر اور تاویل کی مختلف تعریفات کی ہیں، ان میں سے تفسیر کی ایک تعریف یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے وہ احوال بیان کرنا جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں بلکہ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شانِ نزول یا آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا بیان کرنا۔ تاویلِ قرآن کی ایک تعریف یہ ہے کہ قرآنی آیات کے مضامین اور ان کی باریکیاں بیان کی جائیں اور صرفی و نحوی قواعد اور دیگر علوم کے ذریعے قرآنی آیات سے طرح طرح کے نکات نکالے جائیں۔

تفسیر اور تاویل کا شرعی حکم

قرآنِ مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرنا حرام ہے اور اپنے علم و معرفت سے قرآن کی جائز تاویل بیان کرنا اہل علم کے لئے جائز اور باعث ثواب ہے۔ حضرت علامہ سلیمان جمل رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''شرائط کے ساتھ تاویل بالرّائے یعنی رائے سے تاویل کے جواز جبکہ تفسیر بالرائے یعنی رائے سے تفسیر کے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو اللہ تعالیٰ پر گواہی دینا اور اس بات کا یقین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کے یہ ہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں، اسی لئے امام حاکم رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو یقین کے بغیر ترجیح دینے کا نام ہے (اس لئے یہ بغیر بتائے اہل علم کے لئے جائز ہے۔) (جمل، مقدمۃ، ۳/۱)

مفسر کے لئے ضروری علوم

علماءِ کرام نے مفسر کے لئے جن علوم کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(1) لغت کا علم۔ **(2)** نحو کا علم۔ **(3)** صرف کا علم۔ **(4)** اشتقاق کا علم۔ **(5،6،7)** معانی، بیان اور بدیع کا علم۔ **(8)** قرائتوں کا علم۔ **(9)** اصولِ دین کا علم۔ **(10)** اصولِ فقہ کا علم۔ **(11)** اسبابِ نزول کا علم۔ **(12)** ناسخ اور منسوخ کا علم۔ **(13)** مُجمَل اور مُبہَم کی تفسیر پر مبنی احادیث کا علم۔

اِن علوم کو سامنے رکھتے ہوئے اُن خواتین و حضرات کو اپنے طرزِ عمل پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی حاجت ہے جو قرآن مجید کا صرف اردو ترجمہ اور تفاسیر کی اردو کتب پڑھ کر ترجمہ و تفسیر کرنا اور اس کے معانی و مطالب بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک اقدام ہے۔ اسے یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص از خود میڈیکل کی کتابیں پڑھ کے اپنا کلینک کھول لے اور مریضوں کا علاج کرنا اور ان کے آپریشن کرنا شروع کر دے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اسی طرح بلکہ

اس سے کہیں زیادہ نازک قرآنِ مجید کے ترجمہ وتفسیر کا معاملہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کا معنی ومفہوم اوراس کی مراد بیان کرنی ہوتی ہے اور یہ کام سیکھے بغیر کرنا اور علم کے بغیر کرنا جہنم میں پہنچادے گا۔ اس لئے اگر کسی کو تفسیر بیان کرنے کا شوق ہے تو اسے چاہیے کہ باقاعدہ علومِ دینیہ سیکھ کر اس کا اہل بنے۔ امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: عجمیوں کو اس بات نے ہلاک کردیا کہ ان میں سے کوئی قرآنِ مجید کی آیت پڑھتا ہے اور وہ اس کے معانی سے جاہل ہوتا ہے تو وہ اپنی اس جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا شروع کردیتا ہے۔

(البحر المحیط، مقدمة المؤلف، الترغیب فی تفسیر القرآن، ۱/۱۱۸-۱۱۹)

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **فرماتے ہیں ''جس شخص نے قرآنِ مجید میں بغیر علم کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ سمجھ لینا چاہئے۔** (ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، ۴/۴۳۹، الحدیث: ۲۹۵۹)

تفسیرِ قرآن کے متعدد درجات ہیں، مثلاً

(1)...... تَفْسِیْرُ الْقُرْآنْ بِالْقُرْآنْ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی تفسیر قرآنی آیات سے کی جائے کیونکہ قرآنِ مجید میں بعض جگہ ایک حکم بیان کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ اس حکم کی مدت کے اختتام کا ذکر ہوتا ہے، اسی طرح ایک مقام پر کوئی بات مُبہم ذکر کی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس اِبہام کو دور کردیا جاتا ہے، اس لئے تفسیرِ قرآن کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی تفسیر خود اس کی آیات سے کی جائے۔

(2) تَفْسِیْرُ الْقُرْآن بِالْحَدِیث۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی تفسیر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ مجید کے معانی، احکام اور تمام اسرار و رموز سکھا دیئے ہیں، اس لئے جب قرآنِ مجید کی تفسیر قرآنی آیت سے نہ ملے تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے ان کی تفسیر بیان کی جائے۔

(3) تَفْسِیْرُ الْقُرْآنْ بِآثَارِ الصَّحَابَه۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی تفسیر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اقوال سے کی جائے کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے براہِ راست حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآنِ عظیم کی تعلیم حاصل کی اس لئے جب قرآنِ مجید کی تفسیر قرآنی آیات اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے نہ ملے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اقوال کی روشنی میں آیاتِ قرآنی کی تفسیر بیان کی جائے۔

(4) تَفْسِیْرُ الْقُرْآنْ بِآثَارِ التَّابِعِیْنْ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تفسیر تابعین کے اقوال کی روشنی میں کی جائے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے قرآنِ مجید کی تفسیر سیکھی اس لئے جب قرآنی آیات، احادیث اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اقوال سے تفسیر نہ ملے تو تابعین کے اقوال سے تفسیر بیان کی جائے البتہ اس میں یہ لحاظ رہے کہ تابعی اگر کسی صحابی سے تفسیر نقل کر رہے ہیں تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی بیان کردہ تفسیر کا ہے اور اگر تابعین کا اجماعی قول ہے تو وہ حجت ہے ورنہ نہیں۔

(5) تَفْسِیْرُ الْقُرْآنْ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِیَّه۔ قرآنِ مجید کی بعض آیات ایسی ہیں جن کے مفہوم میں کوئی الجھن اور پیچیدگی نہیں بلکہ ان کا مفہوم بالکل واضح ہے، ایسی آیات کی تفسیر کے لئے عربی لغت اور عربی قواعد ہی کافی ہیں البتہ وہ آیات جن کا مفہوم واضح نہیں یا جن سے فقہی احکام اخذ کئے جا رہے ہوں تو ان آیات کی تفسیر ماقبل مذکور چاروں ماخذ سے کی جائے گی اور ان کے بعد لغت عرب کو بھی سامنے رکھا جائے گا کیونکہ عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ اس میں ایک لفظ کے بسا اوقات کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔

قرآنِ مجید کا ماخذ

قرآنِ مجید کا اصلی ماخذ اور سرچشمہ اللّٰہ تعالٰی کا علم اور اس کی وحی ہے، چنانچہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ (اعراف: ۵۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا، (وہ) ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ﴿۴﴾ (نجم: ۳،۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

اس لئے قرآنِ مجید کی وہ اصطلاحات جن کے معنی و مفہوم کو قرآن اور صاحبِ قرآن کی وضاحت کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے جیسے ایمان، اسلام، نفاق، شرک، کفر، روح، نفس، بَعث، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، صوم، رِبا، صدقہ اور انفاق وغیرہ،

ان سب کا معنی نہ تو عربی لغت سے متعین کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی سمجھا جا سکتا ہے بلکہ ان کے معنی و مفہوم کے تعین کے لئے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کرنا بہر صورت لازمی ہے اور ان کا جو معنی و مفہوم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمایا ہے اسے بلا ترَدُّد تسلیم کرنا ضروری ہے اور جو لوگ قرآنِ مجید کی ان اصطلاحات کے معاملے میں صراطِ مستقیم سے بہک گئے ان کے بہکنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے وحیِ ربانی کی بجائے لغتِ عرب کو قرآنِ عظیم کا اصلی ماخذ قرار دیا اور لغت میں ان اصطلاحات کا جو معنی مذکور تھا وہی ان کے لئے متعین کر دیا۔

تفسیر کی ضرورت و اہمیت

امام جلال الدین سیوطی شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جس زمانے میں قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اس وقت عربی کی فصاحت و بلاغت کے ماہرین موجود تھے، وہ اس کے ظاہر اور اس کے احکام کو تو جانتے تھے لیکن اس کی باطنی باریکیاں ان پر بھی غور و فکر کرنے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوالات کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوتی تھیں جیسے جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی ’’ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ‘‘ تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی ’’ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی تفسیر بیان کی کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور اس پر اس آیت ’’ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ‘‘ سے استدلال فرمایا۔ اسی طرح جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ ارشاد فرمایا ’’مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ ‘‘ یعنی جس سے اعمال کے حساب کے معاملے میں جرح کی گئی تو وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ان آیات ’’ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ(۸) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۹) ‘‘ کے بارے میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ تو صرف اعمال کا پیش ہونا ہے۔ (یعنی یہ وہ مناقشہ نہیں ہے جو حدیث میں فرمایا گیا ہے) (جب میدانِ فصاحت و بلاغت کے شہسواروں کو قرآن کے معانی سمجھنے کے لئے الفاظِ قرآنی کی تفسیر کی حاجت ہوئی) تو ہم تو اُس چیز کے زیادہ محتاج ہیں جس کی انہیں ضرورت پڑی بلکہ ہم تو سب لوگوں سے زیادہ اس چیز کے محتاج ہیں کیونکہ ہمیں بغیر سیکھے لغت کے اسرار و رموز اور اس کے مراتب معلوم نہیں ہو سکتے۔

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع والسبعون، فصل وامّا وجه الحاجة اليه... الخ، ۲/ ۵۴۶-۵۴۷، ملخصاً)

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت وسعادت ہے، لہٰذا تلاوتِ قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانیِ قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت اِیاس بن معاویہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: جولوگ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

(تفسیر قرطبی، باب ما جاء فی فضل تفسیر القرآن واهله، ١/٤١، الجزء الاول، ملخصاً)

اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو قرآنِ مجید سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

تیسرا باب:

”صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْآن“ پر کام اور اس کی خصوصیات کا بیان

دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے سب مسلمانوں کی زبان عربی نہیں بلکہ مختلف علاقوں میں رہنے والے مسلمان اپنی اپنی علاقائی اور مادری زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں اور قرآنِ مجید کی تفاسیر کا زیادہ تر ذخیرہ چونکہ عربی زبان میں ہے اس لئے اہلِ عرب کے علاوہ دیگر علاقوں میں مقیم مسلمانوں کی اکثریت عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان تفاسیر سے استفادہ نہیں کرسکتی، اسی ضرورت وحاجت کے پیشِ نظر معتبر علماءِ کرام نے اکابرین کی لکھی ہوئی عربی تفاسیر اور علومِ اسلامیہ پر مشتمل دیگر قابلِ اعتماد کتابوں سے کلام اخذ کر کے دیگر زبانوں میں تفاسیر کی کتابیں ترتیب دیں تاکہ وہاں کے مسلمان بھی قرآنِ مجید کی روشن تعلیمات اور اس کے احکامات سے آگاہی حاصل کریں اور انہی حالات کی وجہ سے پاک و ہند میں بھی فارسی اور اردو میں بیشتر علماءِ کرام نے تفاسیر لکھیں جن میں سے شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی فارسی زبان میں لکھی گئی تفسیر ”فتحُ العزیز“، صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی اردو زبان میں لکھی گئی مختصر تفسیر ”خزائنُ العرفان“ اور حکیمُ الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُ اللهِ

تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تفسیر ''نورُ العرفان'' سرِفہرست ہیں، اور اب اسی فہرست میں ایک خوبصورت اور اہم اضافہ **"صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْآن"** کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی چند خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

(1)......قرآنِ مجید کی ہر آیت کے تحت دو ترجمے ذکر کئے گئے ہیں، ایک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا بے مثل اور شاہکار ترجمہ ''کنزالایمان'' ہے اور دوسرا موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق آسان اردو میں کیا گیا ترجمہ ''کنزالعرفان'' ہے جس میں زیادہ تر ''کنزالایمان'' سے ہی استفادہ کیا گیا ہے۔

(2)......قدیم وجدید تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل معتبر اور قابلِ اعتماد علماءِ کرام بالخصوص اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی لکھی ہوئی کثیر کتابوں سے کلام اخذ کر کے سوائے چند ایک مقامات کے باحوالہ کلام لکھا گیا، نیز ان بزرگوں کے ذکر کردہ کلام کی روشنی میں بعض مقامات پر اپنے انداز اور الفاظ میں کلام ذکر کیا گیا ہے۔

(3)......کتبِ تفاسیر سے حوالہ جات ڈالنے میں ہر جگہ بِعَیْنِہٖ عبارتوں کا ترجمہ کرنے کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ بہت سی جگہوں پر خلاصۂ کلام نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور جہاں ایک بات کئی تفسیروں سے نقل کی گئی ہے وہاں اس تفسیر کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے زیادہ تر مواد لیا گیا ہو۔

(4)......صدرُالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا شاہکار تفسیری حاشیہ ''خزائن العرفان'' تقریباً پورا ہی اس تفسیر میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس کے مشکل الفاظ کو آسان الفاظ میں بدل کر کلام کی تخریج اور تحقیق بھی کر دی گئی ہے۔ نیز مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حاشیہ ''نورالعرفان'' سے بھی بہت زیادہ مدد لی گئی ہے اور اس کے بھی اکثر و بیشتر حصے کو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

(5)......فی زمانہ عوامُ الناس بہت طویل اور علمی وفنی ابحاث پر مشتمل تفاسیر پڑھنے اور سمجھنے میں بہت دشواری محسوس کرتے ہیں، اسی طرح مختصر حواشی سے بھی انہیں قرآنی آیات کا معنی و مفہوم سمجھنے میں بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے، ان کی اس پریشانی کو سامنے رکھتے ہوئے **"صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْآن"** میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے

کہ تفسیر نہ زیادہ طویل ہو اور نہ ہی بہت مختصر بلکہ متوسط اور جامع ہو، نیز اس میں ان علمی اور فنی ابحاث سے گریز کیا گیا ہے جنہیں جاننے میں عوام الناس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں البتہ جہاں آیت کی تفہیم کے لئے جس علمی اور فنی بحث کی ضرورت تھی وہاں اسے حتَّی الامکان آسان انداز میں ذکر کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔

(6)......اردو کی مشکل تراکیب کی بجائے آسان الفاظ وتراکیب کا استعمال کیا گیا ہے تاکہ کم پڑھے لکھے حضرات بھی اس سے آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکیں اور قرآنِ مجید کی تعلیمات اور احکام کو سمجھ کر ان پر عمل کر سکیں۔

(7)......قرآنِ مجید میں جہاں شرعی احکام ومسائل کا بیان ہوا وہاں تفسیر میں ضروری مسائل آسان انداز میں بیان کئے گئے، جہاں اعمال کی اصلاح کا ذکر ہوا وہاں اصلاحِ اعمال کی ترغیب وترہیب، جہاں معاشرتی برائیوں کا تذکرہ ہوا وہاں ان سے متعلق اور جہاں جہنم کے عذابات اور جنت کے انعامات کا ذکر ہوا وہاں عذابِ جہنم سے بچنے اور جنتی نعمتوں کے حصول کی ترغیب پر مشتمل مضامین لکھے گئے ہیں، نیز باطنی امراض سے متعلق بھی قدرے تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

(8)......اسلامی حسنِ معاشرت سے متعلق امور جیسے والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور پڑوسیوں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے سے متعلق بھی بہت سا اصلاحی مواد شامل کیا گیا ہے۔

(9)......مختلف مقامات پر عقائدِ اہلسنّت اور معمولاتِ اہلسنّت کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے اور موقع ومقام کی مناسبت سے معاشرے میں رائج برائیوں کی قرآن وحدیث کی روشنی میں مذمت بیان کی گئی ہے۔

(10)......حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ خاص طور پر بیان کی گئی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی سیرت وواقعات بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

(11)......آیات سے حاصل ہونے والے نکات اور معلوم ہونے والی اہم اور ضروری باتوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے تمام مسلمانوں کے لئے دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے نفع بخش بنائے اور اسے مصنف ومعاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ امین

پہلا پارہ

(الٓمّٓ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پارہ نمبر...... 1

سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

سورۂ فاتحہ کا تعارف

مقامِ نزول

اکثر علماء کے نزدیک ''سورۂ فاتحہ'' مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ امام مجاہد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ ''سورۂ فاتحہ'' مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے: ''سورۂ فاتحہ'' دو مرتبہ نازل ہوئی، ایک مرتبہ ''مکہ مکرمہ'' میں اور دوسری مرتبہ ''مدینہ منورہ'' میں نازل ہوئی ہے۔ (خازن، تفسیر سورة الفاتحة، ۱۲/۱)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **7** آیتیں، **27** کلمے اور **140** حروف ہیں۔ (خازن، تفسیر سورة الفاتحة، ۱۲/۱)

سورۂ فاتحہ کے اسماء اور ان کی وجہ تسمیہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں اور ناموں کا زیادہ ہونا اس کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے، اس کے مشہور **15** نام یہ ہیں:

(1)...... ''سورۂ فاتحہ'' سے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی جاتی ہے اور اسی سورت سے قرآن پاک لکھنے کی ابتداء کی جاتی ہے اس لئے اسے ''فَاتِحَةُ الْكِتَابِ'' یعنی کتاب کی ابتداء کرنے والی کہتے ہیں۔

(2)...... اس سورت کی ابتداء ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' سے ہوئی، اس مناسبت سے اسے ''سُوْرَةُ الْحَمْد'' یعنی وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی ہے، کہتے ہیں۔

(4،3)...... ''سورۂ فاتحہ'' قرآن پاک کی اصل ہے، اس بناء پر اسے ''اُمُّ الْقُرْاٰن'' اور ''اُمُّ الْكِتَاب'' کہتے ہیں۔

(5)...... یہ سورت نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے یا یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے اس وجہ سے اسے ''**اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ**'' یعنی بار بار پڑھی جانے والی یا ایک سے زائد مرتبہ نازل ہونے والی سات آیتیں، کہا جاتا ہے۔

(6 تا 8)...... دین کے بنیادی امور کا جامع ہونے کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کو ''**سُوْرَۃُ الْکَنْز**، **سُوْرَۃُ الْوَافِیَۃ**'' اور ''**سُوْرَۃُ الْکَافِیَۃ**'' کہتے ہیں۔

(9، 10)...... ''شفاء'' کا باعث ہونے کی وجہ سے اسے ''**سُوْرَۃُ الشِّفَاءُ**'' اور ''**سُوْرَۃُ الشَّافِیَۃ**'' کہتے ہیں۔

(11 تا 15)...... ''دعا'' پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے ''**سُوْرَۃُ الدُّعَاءُ**، **سُوْرَۃُ تَعْلِیْمِ الْمَسْئَلَۃ**، **سُوْرَۃُ السُّوَال**، **سُوْرَۃُ الْمُنَاجَاۃ**'' اور ''**سُوْرَۃُ التَّفْوِیْض**'' بھی کہا جاتا ہے۔

(خازن، تفسیر سورۃ الفاتحۃ، ۱/۱۲، مدارک، سورۃ فاتحۃ الکتاب، ص۱۰، روح المعانی، سورۃ فاتحۃ الکتاب، ۱/۵۱، ملتقطاً)

سورۂ فاتحہ کے فضائل

احادیث میں اس سورت کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت ابو سعید بن مُعلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نماز پڑھ رہا تھا تو مجھے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بلایا لیکن میں نے جواب نہ دیا۔ (جب نماز سے فارغ ہو کر بارگاہ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا تو) میں نے عرض کی: ''**یا رسول اللہ!** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تاجدار رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''**اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ**'' اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔ (انفال: ۲۴) پھر ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت نہ سکھاؤں؟ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے فرمایا تھا کہ میں ضرور تمہیں قرآن مجید کی سب سے عظمت والی سورت سکھاؤں گا۔ ارشاد فرمایا: ''وہ سورت ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ**'' ہے، یہی ''سبع مثانی'' اور ''قرآن عظیم'' ہے جو مجھے عطا فرمائی گئی۔

(بخاری، کتاب فضائل القراٰن، باب فاتحۃ الکتاب، ۳/۴۰۴، الحدیث: ۵۰۰۶)

(2)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے سید

المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سلام پیش کر کے عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو اُن دونوروں کی بشارت ہو جو آپ کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے اور وہ دونور یہ ہیں: (۱) ''سورۂ فاتحہ'' (۲) ''سورۂ بقرہ'' کی آخری آیتیں۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الفاتحۃ...الخ، ص٤٠٤، الحدیث: ٢٥٤(٨٠٦))

(3)......حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالٰی نے تورات اور انجیل میں ''اُمُّ الْقُرْاٰنْ'' کی مثل کوئی سورت نازل نہیں فرمائی۔''

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ (الحجر)، ٥/٨٧، الحدیث: ٣١٣٦)

(4)......حضرت عبدالملک بن عُمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سورۂ فاتحہ ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔''

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان...الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ٢/٤٥٠، الحدیث: ٢٣٧٠)

سورۂ فاتحہ کے مضامین

اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت میں اللّٰہ تعالٰی کی حمد وثنا کا بیان ہے۔

(2)......اللّٰہ تعالٰی کے رب ہونے، اس کے رحمٰن اور رحیم ہونے، نیز مخلوق کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کی جزاء ملنے کا ذکر ہے۔

(3)......صرف اللّٰہ تعالٰی کے عبادت کا مستحق ہونے اور اس کے حقیقی مددگار ہونے کا تذکرہ ہے۔

(4)......دعا کے آداب کا بیان اور اللّٰہ تعالٰی سے دینِ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت ملنے، نیک لوگوں کے حال سے موافقت اور گمراہوں سے اجتناب کی دعا مانگنے کی تعلیم ہے۔

یہ چند وہ چیزیں بیان کی ہیں جن کا ''سورۂ فاتحہ'' میں تفصیلی ذکر ہے البتہ اجمالی طور پر اس سورت میں بے شمار چیزوں کا بیان ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''اگر میں چاہوں تو ''سورۂ فاتحہ'' کی تفسیر سے ستر اونٹ بھروادوں۔

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والسبعون...الخ، ٢/٥٦٣)

اعلٰی حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا یہ قول نقل

کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''ایک اونٹ کے (یعنی کتنے ہی) من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کے (یعنی کتنے) ہزار اجزاء (ہوتے ہیں، ان کا حساب لگایا جائے تو یہ) حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جز بنتے ہیں، یہ فقط ''سورۂ فاتحہ'' کی تفسیر ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۲/۶۱۹)

سورۂ فاتحہ سے متعلق شرعی مسائل

(1)......نماز میں ''سورۂ فاتحہ'' پڑھنا واجب ہے، امام اور تنہا نماز پڑھنے والا اپنی زبان سے ''سورۂ فاتحہ'' پڑھے گا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہے گا اور جہری نماز میں اس کی قراءت بھی سنے گا اور اس کا یہی عمل پڑھنے کے حکم میں ہے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں تلاوت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے اور قراءت سننے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ (اعراف: ۲۰۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور حضرت ابوموسٰی اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ۱/۴۶۲، الحديث: ۸۴۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

(ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ۱/۴۶۴، الحديث: ۸۵۰)

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں امام کے پیچھے مقتدی کے خاموش رہنے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مناظرہ

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ کے چند علماء امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اس غرض سے آئے کہ وہ امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کرنے کے معاملے میں ان سے مناظرہ کریں۔ امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: سب سے مناظرہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں، آپ ایسا کریں کہ مناظرے کا معاملہ اس کے سپرد کر دیں جو آپ سب سے زیادہ علم والا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ مناظرہ کروں۔ انہوں نے ایک عالم کی طرف اشارہ کیا تو امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیا یہ تم سب سے زیادہ علم والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

’’ہاں۔‘‘امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیا میرا اس کے ساتھ مناظرہ کرنا تم سب کے ساتھ مناظرہ کرنے کی طرح ہے؟انہوں نے کہا:’’ہاں۔‘‘امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:اس کے خلاف جو دلیل قائم ہوگی وہ گویا کہ تمہارے خلاف قائم ہوگی؟انہوں نے جواب دیا:’’ہاں۔‘‘امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:اگر میں اس کے ساتھ مناظرہ کروں اور دلیل میں اس پر غالب آجاؤں تو وہ دلیل تم پر بھی لازم ہوگی؟انہوں نے کہا:’’ہاں۔‘‘امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دریافت کیا:وہ دلیل تم پر کیسے لازم ہوگی؟انہوں نے جواب دیا:’’اس لئے کہ ہم اسے اپنا امام بنانے پر راضی ہیں تو اس کی بات ہماری بات ہوگی۔‘‘امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جب ہم نے ایک شخص کو نماز میں اپنا امام مان لیا تو اس کا قراءت کرنا ہمارا قراءت کرنا ہے اور وہ ہماری طرف سے نائب ہے۔

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ بات سن کر سب نے اقرار کرلیا(کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہیں کرے گا)

(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٣٠، ٤١٢/١)

(2)......’’نماز جنازہ‘‘ میں خاص دعا یاد نہ ہو تو دعا کی نیت سے ’’سورۂ فاتحہ‘‘ پڑھنا جائز ہے جبکہ قراءت کی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔ (عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل الخامس، ١٦٤/١)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ: اللہ کے نام سے شروع۔﴾ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قرآن مجید کی ابتداء ’’**بِسْمِ اللّٰهِ**‘‘ سے اس لئے کی گئی تاکہ **اللہ** تعالیٰ کے بندے اس کی پیروی کرتے ہوئے ہر اچھے کام کی ابتداء ’’**بِسْمِ اللّٰهِ**‘‘ سے کریں۔(صاوی، الفاتحۃ، ١٥/١) اورحدیث پاک میں بھی (اچھے اور) اہم کام کی ابتداء ’’**بِسْمِ اللّٰهِ**‘‘ سے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:’’جس اہم کام کی ابتداء ’’**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**‘‘ سے نہ کی گئی تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب السابع فی تلاوۃ القران وفضائلہ، الفصل الثانی...الخ، ٢٧٧/١، الجزء الاول، الحدیث: ٢٤٨٨)

لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر نیک اور جائز کام کی ابتداء'' **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** '' سے کریں، اس کی بہت برکت ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنی ذات کو رحمٰن اور رحیم فرمایا تو یہ اس کی شان سے بعید ہے کہ وہ رحم نہ فرمائے۔ مروی ہے کہ ایک سائل نے بلند دروازے کے پاس کھڑے ہوکر کچھ مانگا تو اسے تھوڑا سا دے دیا گیا، دوسرے دن وہ ایک کلہاڑا لے کر آیا اور دروازے کو توڑنا شروع کر دیا۔ اس سے کہا گیا کہ تو ایسا کیوں کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: تو دروازے کو اپنی عطا کے لائق کر یا اپنی عطا کو دروازے کے لائق بنا۔ اے ہمارے **اللّٰہ!** عَزَّوَجَلَّ، رحمت کے سمندروں کو تیری رحمت سے وہ نسبت ہے جو ایک چھوٹے سے ذرے کو تیرے عرش سے نسبت ہے اور تو نے اپنی کتاب کی ابتداء میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت کی صفت بیان کی اس لئے ہمیں اپنی رحمت اور فضل سے محروم نہ رکھنا۔

(تفسیر کبیر، الباب الحادی عشرفی بعض النکت المستخرجۃ...الخ، ۱/۱۵۳)

بسم اللّٰہ سے متعلق چند شرعی مسائل

علماء کرام نے ''**بِسْمِ اللّٰه**'' سے متعلق بہت سے شرعی مسائل بیان کئے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1)......جو '' **بِسْمِ اللّٰه** '' ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی ہے، یہ پوری آیت ہے اور جو'' سورۂ نمل'' کی آیت نمبر **30** میں ہے وہ اُس آیت کا ایک حصہ ہے۔

(2)......'' **بِسْمِ اللّٰه** '' ہر سورت کے شروع کی آیت نہیں ہے بلکہ پورے قرآن کی ایک آیت ہے جسے ہر سورت کے شروع میں لکھ دیا گیا تاکہ دو سورتوں کے درمیان فاصلہ ہو جائے، اسی لئے سورت کے اوپر امتیازی شان میں '' **بِسْمِ اللّٰه** '' لکھی جاتی ہے آیات کی طرح ملا کر نہیں لکھتے اور امام جہری نمازوں میں '' **بِسْمِ اللّٰه** '' آواز سے نہیں پڑھتا، نیز حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام جو پہلی وحی لائے اس میں '' **بِسْمِ اللّٰه** '' نہ تھی۔

(3)......تراویح پڑھانے والے کو چاہیے کہ وہ کسی ایک سورت کے شروع میں '' **بِسْمِ اللّٰه** '' آواز سے پڑھے تاکہ ایک آیت رہ نہ جائے۔

(4)......تلاوت شروع کرنے سے پہلے ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھنا سنت ہے، لیکن اگر شاگرد استاد

سے قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے سنت نہیں۔

(5)......سورت کی ابتداء میں ''**بِسْمِ اللّٰه**'' پڑھنا سنت ہے ورنہ مستحب ہے۔

(6)......اگر ''سورۂ توبہ'' سے تلاوت شروع کی جائے تو ''**اَعُوْذُ بِاللّٰه**'' اور ''**بِسْمِ اللّٰه**'' دونوں کو پڑھا جائے اور اگر تلاوت کے دوران سورۂ توبہ آجائے تو **بِسْمِ اللّٰه** پڑھنے کی حاجت نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان:	سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔
ترجمۂ کنزُالعِرفان:	سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔﴾ یعنی ہر طرح کی حمد اور تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کمال کی تمام صفات کا جامع ہے۔

حمد اور شکر کی تعریف

حمد کا معنی ہے کسی کی اختیاری خوبیوں کی بنا پر اُس کی تعریف کرنا اور شکر کی تعریف یہ ہے کہ کسی کے احسان کے مقابلے میں زبان، دل یا اعضاء سے اُس کی تعظیم کرنا اور ہم چونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد عام طور پر اُس کے احسانات کے پیش نظر کرتے ہیں اس لئے ہماری یہ حمد ''شکر'' بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے فضائل

احادیث میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 3 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔**'' (مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللّٰہ...الخ، ص١٤٦٣، الحدیث: ٨٩(٢٧٣٤))

(2)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

فرمایا: ''سب سے افضل ذکر '' **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ** '' ہے اور سب سے افضل دُعا '' **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** '' ہے۔

(ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل الحامدين، ٤/٢٤٨، الحديث: ٣٨٠٠)

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی نعمت نازل فرماتا ہے اور وہ (نعمت ملنے پر) '' **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** '' کہتا ہے تو یہ حمد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دی گئی نعمت سے زیادہ افضل ہے۔

(ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل الحامدين، ٤/٢٥٠، الحديث: ٣٨٠٥)

خطبے میں حمد ''واجب''، کھانے کے بعد ''مستحب''، چھینک آنے کے بعد ''سنت''، حرام کام کے بعد ''حرام'' اور بعض صورتوں میں ''کفر'' ہے۔

﴿ **لِلّٰهِ: اللہ کے لئے۔** ﴾ ''اللہ'' اس ذاتِ اعلیٰ کا عظمت والا نام ہے جو تمام کمال والی صفتوں کی جامع ہے اور بعض مفسرین نے اس لفظ کے معنیٰ بھی بیان کیے ہیں جیسے اس کا ایک معنی ہے: ''عبادت کا مستحق'' دوسرا معنی ہے: ''وہ ذات جس کی معرفت میں عقلیں حیران ہیں'' تیسرا معنی ہے: ''وہ ذات جس کی بارگاہ میں سکون حاصل ہوتا ہے:'' اور چوتھا معنی ہے: ''وہ ذات کہ مصیبت کے وقت جس کی پناہ تلاش کی جائے۔'' (بيضاوى، الفاتحة، ١/٣٢)

﴿ **رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: جو سارے جہان والوں کا مالک ہے۔** ﴾ لفظ ''رب'' کے کئی معنی ہیں: جیسے سید، مالک، معبود، ثابت، مصلح اور بتدریج مرتبہ کمال تک پہنچانے والا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود چیز کو عالَم کہتے ہیں اور اس میں تمام مخلوقات داخل ہیں۔ (صاوى، الفاتحة، تحت الآية: ١، ١/١٦، خازن، الفاتحة، تحت الآية: ١، ١/١٧، ملتقطاً)

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بہت مہربان رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت مہربان رحمت والا۔

﴿ **اَلرَّحْمٰنِ: بہت مہربان۔** ﴾ رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام ہیں، رحمٰن کا معنیٰ ہے: نعمتیں عطا کرنے والی وہ ذات جو بہت زیادہ رحمت فرمائے اور رحیم کا معنی ہے: بہت رحمت فرمانے والا۔

یاد رہے کہ حقیقی طور پر نعمت عطا فرمانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہی تنہا ذات ہے جو اپنی رحمت کا بدلہ طلب نہیں فرماتی، ہر چھوٹی، بڑی، ظاہری، باطنی، جسمانی، روحانی، دنیوی اور اخروی نعمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے اور دنیا میں جس شخص تک جو نعمت پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے کیونکہ کسی کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا کرنا، رحم کرنے پر قدرت دینا، نعمت کو وجود میں لانا، دوسرے کا اس نعمت سے فائدہ اُٹھانا اور فائدہ اٹھانے کے لئے اَعضاء کی سلامتی عطا کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت دیکھ کر گناہوں پر بے باک نہیں ہونا چاہئے

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ''رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کے بعد اپنے دو اوصاف رحمٰن اور رحیم بیان فرمائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے، تو اس سے (سننے اور پڑھنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے اس کا) خوف پیدا ہوا، تو اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے دو اوصاف رحمٰن اور رحیم ذکر کر دیئے گئے جن کے ضمن میں (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی) ترغیب ہے یوں ترہیب اور ترغیب دونوں کا بیان ہو گیا تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی طرف اچھی طرح راغب ہو اور اس کی نافرمانی کرنے سے رکنے کی خوب کوشش کرے۔ (قرطبی، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱۲۹/۱، الجزء الاول)

قرآن مجید میں اور مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب دونوں کو واضح طور پر ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ (حجر: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ (مومن: ۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے انعام (عطا فرمانے) والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پھرنا ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر مومن جان لیتا کہ اللّٰہ تعالٰی کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللّٰہ تعالٰی کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی نا امید نہ ہوتا۔

(مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ...الخ،ص١٤٧٣،الحدیث:٢٣(٢٧٥٥))

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان رہے اور اللّٰہ تعالٰی کی رحمت کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک نہ ہو اور نہ ہی اللّٰہ تعالٰی کے عذاب کی شدت دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس ہو۔

کسی کو رحمٰن اور رحیم کہنے کے بارے میں شرعی حکم

اللّٰہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور کو رحمٰن کہنا جائز نہیں جبکہ رحیم کہا جاسکتا ہے جیسے قرآن مجید میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی رحیم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ: ١٢٨)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: روزِ جزا کا مالک۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جزا کے دن کا مالک۔

﴿ **مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ: جزا کے دن کا مالک۔** ﴾ جزا کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس دن نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو ثواب ملے گا اور گناہگاروں اور کافروں کو سزا ملے گی جبکہ ’’مالک‘‘ اُسے کہتے ہیں جو اپنی ملکیت میں موجود چیزوں میں جیسے چاہے تصرف کرے۔ اللّٰہ تعالٰی اگرچہ دنیا وآخرت دونوں کا مالک ہے لیکن یہاں ’’قیامت‘‘ کے دن کو

بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا تاکہ اس دن کی اہمیت دل میں بیٹھے۔ نیز دنیا کے مقابلے میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا ظہور زیادہ ہوگا کیونکہ اُس دن کسی کے پاس ظاہری سلطنت بھی نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لوگوں کو عطا فرمائی تھی، اس لئے یہاں خاص طور پر قیامت کے دن کی ملکیت کا ذکر کیا گیا۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُؕ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ ہر طرح کی حمد وثنا کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے جو کہ سب جہانوں کا پالنے والا، بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور اس آیت سے بندوں کو سکھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے اور تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے۔ تیری اجازت و مرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔

عبادت اور تعظیم میں فرق

عبادت کا مفہوم بہت واضح ہے، سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے اُس کی کسی قسم کی تعظیم کرنا ''عبادت'' کہلاتا ہے اور اگر عبادت کے لائق نہ سمجھیں تو وہ محض ''تعظیم'' ہوگی عبادت نہیں کہلائے گی، جیسے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عبادت ہے لیکن یہی نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اُستاد، پیر یا ماں باپ کے لئے ہو تو محض تعظیم ہے عبادت نہیں اور دونوں میں فرق وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

آیت میں جمع کے صیغے ہیں جیسے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے اور دوسروں کو بھی عبادت کرنے میں شریک کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ گناہگاروں کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

کے محبوب اور مقبول بندوں کی عبادتوں کے ساتھ جمع ہو کر قبولیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنی بندگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: عبادت کو مدد طلب کرنے سے پہلے ذکر کیا گیا کیونکہ حاجت طلب کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (مدارك، الفاتحة، تحت الآية: ٤، ص ١٤)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کی برکت

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی حاجات کے لئے دعا کیا کرے تا کہ اُس وسیلے کے صدقے دعا جلد مقبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ وسیلے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (مائدہ: ٣٥)

اور ''سُنَنِ ابنِ ماجہ'' میں ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اس طرح دعا مانگنے کا حکم دیا:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبیِ رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں اے محمد! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، پس تو میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ما جاء في صلاة الحاجة، ١٥٧/٢، الحديث: ١٣٨٥)

[illegible]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''علماء تصریح فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔ اور (یہ بات) واقعی محلِ انصاف ہے، جسے اس کا مالک و مولیٰ

تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے (تو) غلام کی کیا مجال کہ (وہ) راہِ ادب سے تجاوز کرے، بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تعلیم فرمائی (ہو) جیسے دعائے ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ''۔ تاہم اس کی جگہ یَارَسُوْلَ اللّٰہُ، یَا نَبِیَّ اللّٰہُ (کہنا) چاہیے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حَتَّی الْوَسْعَ تغییر نہیں کی جاتی۔ یہ مسئلہ مہمہ (یعنی اہم ترین مسئلہ) جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں واجب الحفظ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۵۷-۱۵۸)

﴿وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ : اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت میں بیان کیا گیا کہ مدد طلب کرنا خواہ واسطے کے ساتھ ہو یا واسطے کے بغیر ہو ہر طرح سے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے جس سے حقیقی طور پر مدد طلب کی جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''حقیقی مدد طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس سے مدد طلب کی جائے اسے بالذات قادر، مستقل مالک اور غنی بے نیاز جانا جائے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات سے اس کام (یعنی مدد کرنے) کی قدرت رکھتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان کے نزدیک ''شرک'' ہے اور کوئی مسلمان اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ایسا ''عقیدہ'' نہیں رکھتا اور اللّٰہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے بارے میں مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے واسطہ اور حاجات پوری ہونے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو جس طرح حقیقی وجود کہ کسی کے پیدا کئے بغیر خود اپنی ذات سے موجود ہونا اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود کسی کو موجود کہنا اس وقت تک شرک نہیں جب تک وہی حقیقی وجود مراد نہ لیا جائے، یونہی حقیقی علم کہ کسی کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات سے ہو اور حقیقی تعلیم کہ کسی چیز کی محتاجی کے بغیر از خود کسی کو سکھانا اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا اس وقت تک شرک نہیں ہوسکتا جب تک وہی اصلی معنی مقصود نہ ہوں تو اسی طرح کسی سے مدد طلب کرنے کا معاملہ ہے کہ اس کا حقیقی معنی اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وسیلہ و واسطہ کے معنی میں اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ کے لئے ثابت ہے اور حق ہے بلکہ یہ معنی تو غیرِ خدا ہی کے لئے خاص ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ وسیلہ اور واسطہ بننے سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا۔ بدمذہبوں کی طرف سے ہونے والا ایک اعتراض ذکر کرکے اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنایا جائے، اس وسیلہ بننے کو ہم اولیاء کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربار الٰہی میں ہمارا وسیلہ، ذریعہ اور قضائے حاجات کا واسطہ

ہو جائیں، اُس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء: ٦٤)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر کیوں یہ فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تُو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ **(فتاوی رضویہ، ۲۱/ ۳۰۴-۳۰۵، ملخصاً)**

زیرِ تفسیر آیت کریمہ کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاوی رضویہ کی 21ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ ''بَرَکَاتُ الْاِمْدَادُ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَادْ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کا مدد کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا مدد کرنا ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوسروں کی مدد کرنے کا اختیار دیتا ہے اور اُس اختیار کی بنا پر اُن بندوں کا مدد کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا مدد کرنا ہوتا ہے، جیسے غزوۂ بدر میں فرشتوں نے آکر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی مدد کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ (ال عمران: ۱۲۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔

یہاں فرشتوں کی مدد کو اللہ تعالیٰ کی مدد کہا گیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ فرشتوں کو مدد کرنے کا اِختیار اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے تو حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہوئی۔ یہی معاملہ انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عِظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ کا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور حقیقتاً وہ مدد اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، جیسے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے تخت لانے کا فرمایا اور انہوں نے پلک جھپکنے میں تخت حاضر کر دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا: ''هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ'' **ترجمۂ کنزالعرفان:** یہ میرے رب کے فضل

سے ہے۔(نمل:۴۰)اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ میں مدد کرنے کی تو اتنی مثالیں موجود ہیں کہ اگر سب جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے،ان میں سے چند مثالیں یہ ہیں:

(1)......صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تھوڑے سے کھانے سے پورے لشکر کو سیر کیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق... الخ، ۳/۵۱-۵۲، الحدیث: ۴۱۰۱، الخصائص الکبری، باب معجزاته صلی اللّٰہ علیه وسلم فی تکثیر الطعام غیر ما تقدّم، ۲/۸۵)

(2)......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دودھ کے ایک پیالے سے ستر صحابہ کو سیراب کر دیا۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی... الخ، ۴/۲۳۴، الحدیث: ۶۴۵۲، عمدة القاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی... الخ، ۱۵/۵۳۶)

(3)......انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے چودہ سو(1400)یا اس سے بھی زائد اَفراد کو سیراب کر دیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة، ۳/۶۹، الحدیث: ۴۱۵۲-۴۱۵۳)

(4)......لُعابِ دہن سے بہت سے لوگوں کو شفا عطا فرمائی۔

(الخصائص الکبری، باب آیاته صلی اللّٰہ علیه وسلم فی ابراء المرضی... الخ، ۲/۱۱۵-۱۱۸)

اور یہ تمام مددیں چونکہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے تھیں لہٰذا سب اللّٰہ تعالیٰ کی ہی مددیں ہیں۔اس بارے میں مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت،مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کے رسالے ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی'' کا مطالعہ فرمائیے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان:	ہم کو سیدھا راستہ چلا۔
ترجمۂ کنزُالعِرفان:	ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ : ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے بعد اس کی عبادت اور حقیقی مددگار ہونے کا ذکر کیا گیا اور اب یہاں سے ایک دعا سکھائی جارہی ہے کہ بندہ یوں عرض کرے: اے اللّٰہ !عَزَّوَجَلَّ، تو نے اپنی توفیق سے ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیا اب ہماری اس راستے کی طرف ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔

صراطِ مستقیم

صراطِ مستقیم سے مراد ''عقائد کا سیدھا راستہ'' ہے، جس پر تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چلے یا اِس سے مراد ''اسلام کا سیدھا راستہ'' ہے جس پر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، بزرگانِ دین اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ چلے جیسا کہ اگلی آیت میں موجود بھی ہے اور یہ راستہ **اہلسنّت** کا ہے کہ آج تک اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ صرف اِسی مسلکِ اہلسنّت میں گزرے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہی کے راستے پر چلنے اور انہی کے ساتھ ہونے کا فرمایا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ(۱۱۹) (التوبۃ: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اور جب تم (لوگوں میں) اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سوادِ اعظم (یعنی مسلمانوں کے بڑے گروہ) کے ساتھ ہو جاؤ۔ (ابن ماجه، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٣٩٥٠)

حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمر و رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: **یارسول اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''(وہ اس طریقے پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق... الخ، ٤/٢٩١-٢٩٢، الحدیث: ٢٦٥٠)

ہدایت حاصل کرنے کے ذرائع

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہدایت حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع عطا فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(1)...... انسان کی ظاہری باطنی صلاحیتیں جنہیں استعمال کر کے وہ ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

(2)...... آسمانوں، زمینوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں جن میں غور و فکر کر کے انسان

ہدایت پا سکتا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں، ان میں سے تورات، انجیل اور زبور قرآن پاک نازل ہونے سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث تھیں اور اب قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے خاص بندے انبیاء کرام اور مرسلینِ عظام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، یہ اپنی اپنی قوموں کے لئے ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ تھے اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

آیت ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے حاصل ہونے والے احکام

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے پر ثابت قدمی کی دعا مانگنی چاہئے کیونکہ سیدھا راستہ منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور ٹیڑھا راستہ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ عقل والے اس طرح دعا مانگتے ہیں:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ (ال عمران: ۸)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبُ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ'' اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ پر اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں تو کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی خوف ہے؟ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! بے شک دل اللہ تعالیٰ کی (شان کے لائق اس کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔ (ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء انّ القلوب... الخ، ۴/۵۵، الحدیث: ۲۱۴۷)

(2)......عبادت کرنے کے بعد بندے کو دعا میں مشغول ہونا چاہیے۔

(3)......صرف اپنے لئے دعا نہیں مانگنی چاہئے بلکہ سب مسلمانوں کے لئے دعا مانگنی چاہئے کہ اس طرح دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا نہ کہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ: **ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔**﴾ یہ جملہ اس سے پہلی آیت کی تفسیر ہے کہ صراطِ مستقیم سے مراد ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر **اللہ** تعالیٰ نے احسان و انعام فرمایا اور جن لوگوں پر **اللہ** تعالیٰ نے اپنا فضل و احسان فرمایا ہے ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء: ٦٩)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو **اللہ** اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر **اللہ** نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

آیت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جن امور پر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہو وہ صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔

(2)......امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' کے بعد ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرید ہدایت اور مُکاشَفہ کے مقامات تک اسی صورت پہنچ سکتا ہے جب وہ کسی ایسے (کامل) پیر کی پیروی کرے جو درست راستے کی طرف اس کی رہنمائی کرے، غلطیوں اور گمراہیوں کی جگہوں سے اسے بچائے کیونکہ اکثر لوگوں پر نقص غالب ہے اور ان کی عقلیں حق کو سمجھنے، صحیح اور غلط میں امتیاز کرنے سے قاصر ہیں تو ایک ایسے کامل شخص کا ہونا ضروری ہے جس کی ناقص شخص پیروی کرے یہاں تک کہ اس کامل شخص کی عقل کے نور سے اُس ناقص شخص کی عقل بھی مضبوط ہو جائے تو اس صورت میں وہ سعادتوں

کے درجات اور کمالات کی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الفاتحۃ، الباب الثالث، ۱/۱۶۴)

﴿ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ : نہ کہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔﴾ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ان سے مراد یہودی اور بہکے ہوؤں سے مراد عیسائی ہیں جیسا کہ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 444، حدیث نمبر 2964 میں ہے اور امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن پر غضب ہوا ان سے مراد بدعمل ہیں اور بہکے ہوؤں سے مراد بدعقیدہ لوگ ہیں۔ (تفسیر کبیر، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۱/۲۲۲-۲۲۳)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ عقائد، اعمال، سیرت، صورت ہر اعتبار سے یہودیوں، عیسائیوں اور تمام کفار سے الگ رہے، نہ ان کے طور طریقے اپنائے اور نہ ہی ان کے رسم و رواج اور فیشن اختیار کرے اور ان کی دوستیوں اور صحبتوں سے دور رہتے ہوئے اپنے آپ کو قرآن و سنّت کے سانچے میں ڈھالنے میں ہی اپنے لئے دونوں جہان کی سعادت تصور کرے۔

آیت ”وَلَا الضَّآلِّیْنَ“ سے متعلق شرعی مسئلہ

بعض لوگ ”وَلَا الضَّآلِّیْنَ“ کو ”وَلَا الظَّآلِّیْنَ“ پڑھتے ہیں، ان کا ایسا کرنا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: ض، ظ، ذ، ز سب حروف متبائنہ، متغائرہ (یعنی ایک دوسرے سے جدا جدا حروف) ہیں، ان میں سے کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصداً بدلنا، اس کی جگہ اُسے پڑھنا، نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز، حرام قطعی و گناہِ عظیم، اِفْتِرَاء عَلَی اللّٰه و تحریفِ کتابِ کریم ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۶/۳۰۵)

اس مسئلے کے بارے میں دلائل کے ساتھ تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاوی رضویہ کی چھٹی جلد میں موجود ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں: (۱) نِعَمَ الزَّادُ لِرَوْمِ الضَّادُ۔ (۲) اَلْجَامُ الصَّادُ عَنْ سُنَنِ الضَّادُ۔

﴿ اٰمین ﴾ اس کا ایک معنی ہے: اے اللہ! عَزَّ وَجَلَّ، تو قبول فرما۔ دوسرا معنی ہے: اے اللہ! عَزَّ وَجَلَّ، تو ایسا ہی فرما۔

آمین سے متعلق شرعی مسائل

(1)...... یہ قرآن مجید کا کلمہ نہیں ہے۔

(2)...... نماز کے اندر اور نماز سے باہر جب بھی ”سورۂ فاتحہ“ ختم کی جائے تو اس کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔

(3)...... احناف کے نزدیک نماز میں آمین بلند آواز سے نہیں بلکہ آہستہ کہی جائے گی۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

سورۂ بقرہ کا تعارف

مقامِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے فرمان کے مطابق مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی ’’سورۂ بقرہ‘‘ نازل ہوئی۔ (اس سے مراد ہے کہ جس سورت کی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔) (خازن، تفسیرسورۃ البقرۃ، ١/١٩)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **40** رکوع، **286** آیتیں، **6121** کلمات اور **25500** حروف ہیں۔

(خازن، تفسیرسورۃ البقرۃ، ١/١٩-٢٠)

’’بقرہ‘‘ نام رکھنے کی وجہ

عربی میں گائے کو ’’بَقَرَۃٌ‘‘ کہتے ہیں اور اس سورت کے آٹھویں اور نویں رکوع کی آیت نمبر **67** تا **73** میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اُس کی مناسبت سے اِسے ’’سورۂ بقرہ‘‘ کہتے ہیں۔

سورۂ بقرہ کے فضائل

احادیث میں اس سورت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے **5** فضائل درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابواُمامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنی تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا اور دو روشن سورتیں (یعنی) ’’سورۂ بقرہ‘‘ اور ’’سورۂ اٰل عمران‘‘ پڑھا کرو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی، ’’سورۂ بقرہ‘‘ پڑھا کرو کیونکہ اس کو پڑھتے رہنے میں برکت ہے اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص٤٠٣، الحدیث: ٢٥٢(٨٠٤))

(2)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

’’اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی اپنے گھروں میں عبادت کیا کرو) اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں ’’سورۂ بقرہ‘‘ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ... الخ، ص۳۹۳، ۲۱۲(۷۸۰))

(3)......حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا تو وہ اسے (ناگہانی مصائب سے) کافی ہوں گی۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل البقرۃ، ۳/۴۰۵، الحدیث: ۵۰۰۹)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی ’’سورۂ بقرہ‘‘ ہے، اس میں ایک آیت ہے جو قرآن کی (تمام) آیتوں کی سردار ہے اور وہ (آیت) آیت الکرسی ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ... الخ، ۴/۴۰۲، الحدیث: ۲۸۸۷)

(5)......حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے دن کے وقت اپنے گھر میں ’’سورۂ بقرہ‘‘ کی تلاوت کی تو تین دن تک شیطان اس کے گھر کے قریب نہیں آئے گا اور جس نے رات کے وقت اپنے گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی تو تین راتیں اس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ (شعب الایمان، التاسع من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر سورۃ البقرۃ... الخ، ۲/۴۵۳، الحدیث: ۲۳۷۸)

سورۂ بقرہ کے مضامین

یہ قرآن پاک کی سب سے بڑی سورت ہے اور اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات، ان انعامات کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی ناشکری، بنی سرائیل کے جرائم جیسے بچھڑے کی پوجا کرنا، سرکشی اور عناد کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے طرح طرح کے مطالبات کرنا، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرنا، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ناحق شہید کرنا اور عہد توڑنا وغیرہ، گائے ذبح کرنے کا واقعہ اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں موجود یہودیوں کے باطل عقائد و نظریات اور ان کی خباثتوں کو بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہودیوں کی دھوکہ دہی سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ’’سورۂ بقرہ‘‘ میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......قرآن پاک کی صداقت، حقانیت اور اس کتاب کے ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

(2)......قرآن پاک سے حقیقی ہدایت حاصل کرنے والوں اور ان کے اوصاف کا بیان، ازلی کافروں کے ایمان سے محروم رہنے اور منافقوں کی بری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(3)......قرآن پاک میں شک کرنے والے کفار سے قرآن مجید کی سورت جیسی کوئی ایک سورت بنا کر لانے کا مطالبہ کیا گیا اور ان کے اس چیز سے عاجز ہونے کو بھی بیان کر دیا گیا۔

(4)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کا واقعہ بیان کیا گیا اور فرشتوں کے سامنے ان کی شان کو ظاہر کیا گیا ہے۔

(5)......خانۂ کعبہ کی تعمیر اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(6)......اس سورت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پسند کی وجہ سے قبلہ کی تبدیلی اور اس تبدیلی پر ہونے والے اعتراضات و جوابات کا بیان ہے۔

(7)......عبادات اور معاملات جیسے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان کے روزے رکھنے، خانۂ کعبہ کا حج کرنے، اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے، دینی معاملات میں قمری مہینوں پر اعتماد کرنے، اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے، والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے، یتیموں کے ساتھ معاملات کرنے، نکاح، طلاق، رضاعت، عدت، بیویوں کے ساتھ اِیلاء کرنے، جادو، قتل، لوگوں کے مال ناحق کھانے، شراب، سود، جوا اور حیض کی حالت میں بیویوں کے ساتھ صحبت کرنے وغیرہ کے بارے میں مسلمانوں کو ایک شرعی دستور فراہم کیا گیا ہے۔

(8)......تابوت سکینہ، طالوت اور جالوت میں ہونے والی جنگ کا بیان ہے۔

(9)......مردوں کو زندہ کرنے کے ثبوت پر حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

(10)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چار پرندوں کے ذریعے مردوں کو زندہ کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کروانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(11)......اس سورت کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنے، گناہوں سے توبہ کرنے اور کفار کے خلاف مدد طلب کرنے کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے اور مسلمانوں کو قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے ساتھ مناسبت

’’سورۂ بقرہ‘‘ کی اپنے سے ماقبل سورت ’’فاتحہ‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ’’سورۂ فاتحہ‘‘ میں مسلمانوں کو یہ دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی تھی ’’ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ‘‘ یعنی اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ چلا۔(فاتحہ: ۵) اور ’’سورۂ بقرہ‘‘ میں کامل ایمان والوں کے اوصاف، مشرکین اور منافقین کی نشانیاں، یہودیوں اور عیسائیوں کا طرزِ عمل، نیز معاشرتی زندگی کے اصول اور احکام ذکر کرکے مسلمانوں کے لئے ’’صراطِ مستقیم‘‘ کو بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾

﴿ الٓمّٓ ﴾ قرآن پاک کی **29** سورتوں کے شروع میں اس طرح کے حروف ہیں، انہیں ’’حروفِ مُقَطَّعات‘‘ کہتے ہیں، ان کے بارے میں سب سے قوی قول یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے راز ہیں اور متشابہات میں سے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہم ان کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/ ۲۰، الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثالث والاربعون، ۲/ ۳۰۸، ملتقطاً)

حروفِ مُقَطَّعات کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے رسولِ اکرم کو بھی حاصل ہے

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھی حروفِ مقطعات کا علم عطا فرمایا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: قاضی بیضاوی (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ) ’’اَنْوَارُ التَّنْزِیْل‘‘ میں سورتوں کے ابتدائیہ یعنی حروف مقطعات کے بارے میں فرماتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک راز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ تقریباً ایسی ہی روایات خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے بھی (منقول) ہیں، اور ممکن ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے یہ مراد لیا ہو کہ یہ

حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان راز و نیاز ہیں اور یہ ایسے اسرار و رموز ہیں جنہیں دوسرے کو سمجھانا مقصود نہیں۔ اگر یہ راز حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم نہ ہوں تو پھر غیر مفید کلام سے خطاب کرنا لازم آئے گا اور یہ بعید ہے۔ (تفسیر بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۹۳)

امام خفاجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''(اَنْوَارُ التَّنْزِیْل کے) بعض نسخوں میں ''اِسْتَأْثَرَہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ'' ہے اور (اِسْتَأْثَرَہُ کی) ضمیر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ہے اور ''با'' مقصور پر داخل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے علم سے (خاص کر کے) معزز و مکرم فرمایا یعنی مقطعات کا علم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہے۔ اس معنی کو اکثر سلف اور محققین نے پسند فرمایا ہے۔ (عنایۃ القاضی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۱۷۸، مختصراً، انباء الحی، مطلب المتشابھات معلومۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ص ۵۲-۵۳)

علامہ محمود آلوسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''غالب گمان یہ ہے کہ حروف مقطعات مخفی علم اور سربستہ راز ہیں جن کے ادراک سے علماء عاجز ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا، اور خیالات اس تک پہنچنے سے قاصر ہیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہر کتاب کے راز ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے راز سورتوں کی ابتداء میں آنے والے حروف ہیں۔ اور امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ حروف اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں تو ان کا کھوج نہ لگاؤ کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد ان کی معرفت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علوم کے وارث اولیاء کرام کو ہے، انہیں اسی بارگاہ سے (ان اسرار کی) معرفت حاصل ہوتی ہے اور کبھی یہ حروف خود انہیں اپنا معنی بتا دیتے ہیں جیسے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے تسبیح کے ذریعے کلام کیا اور گوہ اور ہرن حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہم کلام ہوئے جیسا کہ ہمارے آباؤ اجداد یعنی اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے یہ بات (حروفِ مقطعات کا علم ہونا) صحت سے ثابت ہے بلکہ جب کوئی بندہ قربِ نوافل کے درخت کا پھل چنتا ہے تو وہ ان حروف کو اور اس کے علاوہ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ذریعے جان لیتا ہے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر ان کا کوئی مفہوم نہ ہو تو ان کے ساتھ خطاب مہمل خطاب کی طرح ہوگا'' یہ بات ہی مہمل ہے اگرچہ اسے کہنے والا کوئی بھی ہو کیونکہ اگر تمام لوگوں کو سمجھانا مقصود ہو تو یہ ہم تسلیم نہیں کرتے اور اگر صرف ان حروف کے مخاطب کو سمجھانا مقصود ہو اور

وہ یہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں تو اس میں کوئی مومن شک نہیں کر سکتا (کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کا معنیٰ جانتے ہیں) اور اگر اس سے بعض لوگوں کو سمجھانا مقصود ہے تو اربابِ ذوق کو ان کی معرفت حاصل ہے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ امتِ محمدیہ میں کثیر ہیں اور ہم جیسوں کا ان کی مراد نہ جاننا نقصان دہ نہیں کیونکہ ہم تو ان بہت سے افعال کی حکمت بھی نہیں جانتے جن کے ہم مکلّف ہیں جیسے جمرات کی رمی کرنا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، رمل اور اضطباع وغیرہ اور ان جیسے احکام میں اطاعت کرنا سرِ تسلیم خم کرنے کی انتہا پر دلالت کرتا ہے۔

(روح المعانی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۱۳۶-۱۳۷)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۚۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ بلند رتبہ کتاب جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴿لَا رَیْبَ: کوئی شک نہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں قرآن مجید کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ یہ ایسی بلند شان اور عظمت و شرف والی کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ شک اس چیز میں ہوتا ہے جس کی حقانیت پر کوئی دلیل نہ ہو جبکہ قرآن پاک اپنی حقانیت کی ایسی واضح اور مضبوط دلیلیں رکھتا ہے جو ہر صاحبِ انصاف اور عقلمند انسان کو اس بات کا یقین کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ یہ کتاب حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو جیسے کسی اندھے کے انکار سے سورج کا وجود مشکوک نہیں ہوتا ایسے ہی کسی بے عقل مخالف کے شک اور انکار کرنے سے یہ کتاب مشکوک نہیں ہو سکتی۔

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ: ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں قرآن مجید کا ایک اور وصف بیان کیا گیا کہ یہ کتاب ان تمام لوگوں کو حق کی طرف ہدایت دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ نہیں ڈرتے، انہیں قرآن پاک سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ قرآن پاک کی ہدایت و رہنمائی اگرچہ مومن اور کافر ہر شخص کے لیے عام ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 185 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "هُدًى لِّلنَّاسِ" یعنی قرآن مجید تمام لوگوں کیلئے ہدایت ہے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید سے حقیقی نفع صرف متقی لوگ حاصل کرتے ہیں اس لیے یہاں "هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ" یعنی "متقین کیلئے ہدایت" فرمایا گیا۔

(ابو سعود، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۳۲)

تقویٰ کا معنی

تقویٰ کا معنی ہے: ''نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔'' اور شریعت کی اصطلاح میں تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ نفس کو ہر اس کام سے بچانا جسے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی شخص عذاب کا مستحق ہو جیسے کفر وشرک، کبیرہ گناہوں، بے حیائی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا، حرام چیزوں کو چھوڑ دینا اور فرائض کو ادا کرنا وغیرہ اور بزرگانِ دین نے یوں بھی فرمایا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تیرا خدا تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا ہے۔

(مدارك، البقرة، تحت الآية: ٢، ص١٩، خازن، البقرة، تحت الآية: ٢، ١/٢٢، ملتقطاً)

تقویٰ کے فضائل

قرآن مجید اور احادیث میں تقویٰ حاصل کرنے اور متقی بننے کی ترغیب اور فضائل بکثرت بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (ال عمران: ١٠٢)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

اور ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ (احزاب: ٧٠-٧١)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

حضرت عطیہ سعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بندہ اُس وقت تک متقین میں شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ نقصان نہ دینے والی چیز کو کسی دوسری نقصان والی چیز کے ڈر سے نہ چھوڑ دے۔ (یعنی کسی جائز چیز کے ارتکاب سے ممنوع چیز تک نہ پہنچ جائے۔)

(ترمذی، کتاب صفة القيامة، ١٩-باب، ٤/٢٠٤-٢٠٥، الحديث: ٢٤٥٩)

حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے، نہ

گورے کو کالے پر فضیلت ہے، نہ کالے کو گورے پر فضیلت ہے مگر صرف تقویٰ سے۔
(معجم الاوسط، ۳/۳۲۹، الحدیث: ۴۷۴۹)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اس بات کا مستحق میں ہی ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور جو مجھ سے ڈرے گا تو میری شان یہ ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (دارمی، کتاب الرقاق، باب فی تقوی اللّٰہ، ۲/۳۹۲، الحدیث: ۲۷۲۴)

تقویٰ کے مراتب

علماء نے ''تقویٰ'' کے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں جیسے عام لوگوں کا تقویٰ ''ایمان لاکر کفر سے بچنا'' ہے، متوسط لوگوں کا تقویٰ ''احکامات کی پیروی کرنا'' اور ''ممنوعات سے رکنا'' ہے اور خاص لوگوں کا تقویٰ ''ہر ایسی چیز کو چھوڑ دینا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ سے غافل کرے۔'' (جمل ، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۱۷)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے فرمان کے مطابق تقویٰ کی سات قسمیں ہیں: (۱) کفر سے بچنا۔ (۲) بدمذہبی سے بچنا۔ (۳) کبیرہ گناہ سے بچنا۔ (۴) صغیرہ گناہ سے بچنا۔ (۵) شبہات سے پرہیز کرنا۔ (۶) نفسانی خواہشات سے بچنا۔ (۷) اللّٰہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہر چیز کی طرف توجہ کرنے سے بچنا، اور قرآنِ عظیم ان ساتوں مرتبوں کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ (خزائن العرفان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص ۴، ملخصاً)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں متقی اور پرہیزگار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۙ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ: وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔﴾ یہاں سے لے کر ''اَلْمُفْلِحُوْنَ'' تک کی 3 آیات مخلص مومنین کے بارے میں ہیں جو ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے ایمان والے ہیں، اس کے بعد دو آیتیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے کافر ہیں اور اس کے بعد 13 آیتیں منافقین

کے بارے میں ہیں جو کہ باطن میں کافر ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ آیت کے اس حصے میں متقی لوگوں کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ **وہ لوگ بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔** یعنی وہ ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، قیامت کا قائم ہونا، اعمال کا حساب ہونا اور جنت وجہنم وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں غیب سے قلب یعنی دل مراد ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ دل سے ایمان لاتے ہیں۔

(مدارك، البقرة، تحت الآية: ٣، ص ٢٠، تفسير بيضاوى، البقرة، تحت الآية: ٣، ١/١١٤، ملتقطاً)

ایمان اور غیب سے متعلق چند اہم باتیں

اس آیت میں ''ایمان'' اور ''غیب'' کا ذکر ہوا ہے اس لئے ان سے متعلق چند اہم باتیں یاد رکھیں!

(1)...... ''ایمان'' اسے کہتے ہیں کہ بندہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین (میں داخل) ہیں اور کسی ایک ضرورتِ دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں۔ **(بہارِ شریعت، ۱۷۲/۱)**

(2)...... ''عمل'' ایمان میں داخل نہیں ہوتے اسی لیے قرآن پاک میں ایمان کے ساتھ عمل کا جداگانہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے اس آیت میں بھی ایمان کے بعد نماز وصدقہ کا ذکر علیحدہ طور پر کیا گیا ہے۔

(3)...... ''غیب'' وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اپنے حواس جیسے دیکھنے، چھونے وغیرہ سے اور بدیہی طور پر عقل سے اسے معلوم نہ کر سکیں۔

(4)......غیب کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس کے حاصل ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یہ علمِ غیب ذاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور جن آیات میں غیرُ اللہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں یہی علمِ غیب مراد ہوتا ہے۔ **(۲)** جس کے حاصل ہونے پر دلیل موجود ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، گزشتہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قوموں کے احوال نیز قیامت میں ہونے والے واقعات وغیرہ کا علم۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہیں اور جہاں بھی غیرُ اللہ کیلئے غیب کی معلومات کا ثبوت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے ہی سے ہوتا ہے۔

(تفسير صاوى، البقرة، تحت الآية: ٣، ٢٦/١، ملخصاً)

(5)......اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کیلئے ایک ذرے کا علمِ غیب ماننا قطعی کفر ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں جیسے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم پر "غیب" کے دروازے کھولتا ہے جیسا کہ خود قرآن و حدیث میں ہے۔اس موضوع پر مزید کلام سورۂ الِ عمران کی آیت نمبر **179** کی تفسیر میں مذکور ہے۔

﴿وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ : اور نماز قائم کرتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں متقی لوگوں کا دوسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ظاہری اور باطنی حقوق ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔نماز کے ظاہری حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ،ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور نماز کے فرائض، سنن اور مستحبات کا خیال رکھا جائے اور تمام مفسدات و مکروہات سے بچا جائے جبکہ باطنی حقوق یہ ہیں کہ آدمی دل کو غیرُ اللہ کے خیال سے فارغ کرکے ظاہر و باطن کے ساتھ بارگاہِ حق میں متوجہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض و نیاز اور مناجات میں محو ہو جائے۔

(بیضاوی، البقرة، تحت الآیة: ٣، ١/١١٥-١١٧، جمل، البقرة، تحت الآیة: ٣، ١/١٨، ملتقطاً)

نماز قائم کرنے کے فضائل اور نہ کرنے کی وعیدیں

قرآنِ مجید اور احادیث میں نماز کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے فضائل بیان کئے گئے اور نہ پڑھنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے چنانچہ سورۂ مومنون میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَۙ(۱) الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَۙ(۲) (مؤمنون: ١-٢)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک (وہ) ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

اسی سورت میں ایمان والوں کے مزید اوصاف بیان کرنے کے بعد ان کا ایک وصف یہ بیان فرمایا کہ

وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَۘ(۹) (مؤمنون: ٩)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور ان اوصاف کے حامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَۙ(۱۰) الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَؕ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۱۱) (مؤمنون: ١٠-١١)

ترجمۂ کنزالعرفان: یہی لوگ وارث ہیں۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

نماز میں سستی کرنے والوں اور نمازیں ضائع کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا۠ﭪ (النساء: ١٤٢)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّاۙﮃ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْــٴًـاۙﮄ (مریم: ٥٩-٦٠)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غَی سے جاملیں گے مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے اِس وضو کی طرح وُضو کیا پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ ان میں خیالات نہ آنے دے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ٧٨/١، الحدیث: ١٥٩)

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المُرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی مسلمان اچھے طریقے سے وُضو کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر اس طرح دو رکعت نماز پڑھتا ہے کہ اپنے دل اور چہرے سے متوجہ ہو کر یہ دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحبّ عقب الوضوء، ص١٤٤، الحدیث: ١٧(٢٣٤))

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نماز پر مداومت کی تو قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور، برہان اور نجات ہوگی اور جس نے نماز کی محافظت نہ کی تو اس کے لیے نہ نور ہے، نہ برہان، نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ٥٧٤/٢، الحدیث: ٦٥٨٧)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو جہنم کے اُس دروازے پر اِس کا نام لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ داخل ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء، ۷/۲۹۹، الحدیث: ۱۰۵۹۰)

﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ: اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں متقی لوگوں کا تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسے کئی جگہوں پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ ہی کا تذکرہ ہے یا اس سے مراد تمام قسم کے صدقات ہیں جیسے غریبوں، مسکینوں، یتیموں، طلبہ، علماء اور مساجد و مدارس وغیرہا کو دینا نیز اولیاء کرام یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کیلئے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی اس میں داخل ہے کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں۔

مال خرچ کرنے میں میانہ روی سے کام لیا جائے

آیت میں فرمایا گیا کہ جو ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ اتنا زیادہ مال خرچ کر دیا جائے کہ خرچ کرنے کے بعد آدمی پچھتائے اور نہ ہی خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیا جائے بلکہ اس میں اعتدال ہونا چاہئے۔ اس چیز کی تعلیم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ۔

(بنی اسرآئیل: ۲۹)

اور کامل ایمان والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ (فرقان: ٦٧)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ : اور وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا۔﴾ اس آیت میں اہلِ کتاب کے وہ مومنین مراد ہیں جو اپنی کتاب پر اور تمام پچھلی آسمانی کتابوں پر اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہونے والی وحیوں پر ایمان لائے اور قرآن پاک پر بھی ایمان لائے۔ اس آیت میں ''مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ'' سے تمام قرآن پاک اور پوری شریعت مراد ہے۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ٤، ١/١٩، مدارك، البقرة، تحت الآية: ٤، ص ٢١، ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم

یاد رکھیں کہ جس طرح قرآن پاک پر ایمان لانا ہر مکلّف پر ''فرض'' ہے اسی طرح پہلی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جو گزشتہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئیں البتہ ان کے جو احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے ان پر عمل درست نہیں مگر پھر بھی ایمان ضروری ہے مثلاً پچھلی کئی شریعتوں میں بیت المقدس قبلہ تھا لہٰذا اس پر ایمان لانا تو ہمارے لیے ضروری ہے مگر عمل یعنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں، یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ قرآن کریم سے پہلے جو کچھ **اللہ** تعالیٰ نے اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل فرمایا ان سب پر اجمالاً ایمان لانا ''فرض عین'' ہے یعنی یہ اعتقاد رکھا جائے کہ **اللہ** تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کتابیں نازل فرمائیں اور ان میں جو کچھ بیان فرمایا سب حق ہے۔ قرآن شریف پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ ہمارے پاس جو موجود ہے اس کا ایک ایک لفظ **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے بقیہ تفصیلاً جاننا ''فرضِ کفایہ'' ہے لہٰذا عوام پر اس کی تفصیلات کا علم حاصل کرنا فرض نہیں جب کہ علماء موجود ہوں جنہوں نے یہ علم حاصل کر لیا ہو۔

﴿وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ :اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔﴾ یعنی متقی لوگ قیامت پر اور جو کچھ اس میں جزاوحساب وغیرہ ہے سب پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ اس میں انہیں ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا آخرت کے متعلق عقیدہ درست نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ سورہ بقرہ آیت **111** میں ہے اور خصوصا یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہم اگر جہنم میں گئے تو چند دن کیلئے ہی جائیں گے، اس کے بعد سیدھے جنت میں جیسا کہ سورہ بقرہ آیت **80** میں ہے۔

(جمل، البقرۃ،تحت الآیۃ: ٤، ١/ ١٩، مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٤، ص ٢١، ملتقطاً)

اس طرح کے فاسد اور من گھڑت خیالات جب ذہن میں جم جاتے ہیں تو پھر ان کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے۔

اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْۗ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

﴿هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: وہی فلاح پانے والے ہیں۔﴾ یعنی جن لوگوں میں بیان کی گئی صفات پائی جاتی ہیں وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کی گئی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ جہنم سے نجات پا کر اور جنت میں داخل ہو کر کامل کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٥، ١/ ٢٥)

اصل کامیابی ہر مسلمان کو حاصل ہے

یاد رہے کہ اس آیت میں فلاح سے مراد ''کامل فلاح'' ہے یعنی کامل کامیابی متقین ہی کو حاصل ہے ہاں اصلِ فلاح ہر مسلمان کو حاصل ہے اگرچہ وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو کیونکہ ایمان بذاتِ خود بہت بڑی کامیابی ہے جس کی برکت سے بہرحال جنت کا داخلہ ضرور حاصل ہوگا اگرچہ عذابِ نار کے بعد ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ : بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے ان کے لئے برابر ہے۔﴾ چونکہ ٹھنڈک کی پہچان گرمی سے، دن کی پہچان رات سے اور اچھائی کی پہچان برائی سے ہوتی ہے اسی لئے اہل ایمان کے بعد کافروں اور منافقوں کے افعال اور ان کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ ان کی پہچان بھی واضح ہو جائے اور آدمی کے سامنے تمام راہیں نمایاں ہو جائیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کفار، ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں **اللّٰه** تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرنے کے عذاب سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان کے بارے میں اللّٰه تعالیٰ کو پہلے سے ہی معلوم ہے کہ یہ لوگ ایمان سے محروم ہیں۔

(جلالین مع جمل، البقرة، تحت الآية: ٦، ١/ ٢٠-٢١)

ضروریاتِ دین اور کفار کو تبلیغ کرنے کا حکم [illegible] کی وجہ

یہاں دو باتیں ذہن نشین رکھیں:

(1)......ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار یا تحقیر و استہزاء کرنا کفر ہے اور ضروریاتِ دین، اسلام کے وہ احکام ہیں، جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے **اللّٰه** تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نبوت، نماز، روزے، حج، جنت، دوزخ، قیامت میں اُٹھایا جانا وغیرہا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علماء کے طبقہ میں شمار نہ کئے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے ہوں اور علمی مسائل کا ذوق رکھتے ہوں، اس سے وہ لوگ مراد نہیں جو دور دراز جنگلوں پہاڑوں میں رہنے والے ہوں جنہیں صحیح کلمہ پڑھنا بھی نہ آتا ہو کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اِس دینی ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا، البتہ ایسے لوگوں کے مسلمان ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والے نہ ہوں اور یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے اور ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔ **(بہارِ شریعت، ۱/ ۱۷۲-۱۷۳، ملخصاً)**

(2)......ایمان سے محروم کفار کے بارے میں معلوم ہونے کے باوجود انہیں تبلیغ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ ان پر حجت پوری ہو جائے اور قیامت کے دن ان کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ **اللّٰه** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا(۱۶۵) (النساء: ۱۶۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللّٰہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللّٰہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى(۱۳۴) (طٰہٰ: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟

نیز انہیں تبلیغ کرنے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ وہ اگرچہ ایمان نہیں لائے لیکن حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو انہیں تبلیغ کرنے کا ثواب ضرور ملے گا اور یہ بات ہر مبلغ کو پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس کا کام تبلیغ کرنا اور رضائے الٰہی پانا ہے، لوگوں کو سیدھی راہ پر لاکر ہی چھوڑنا نہیں لہٰذا مبلغ نیکی کی دعوت دیتا رہے اور نتائج اللّٰہ تعالیٰ کے حوالے کردے اور لوگوں کے نیکی کی دعوت قبول نہ کرنے سے مایوس ہونے کی بجائے اس ثواب پر نظر رکھے جو نیکی کی دعوت دینے کی صورت میں اسے آخرت میں ملنے والا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۠(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

﴿خَتَمَ اللّٰهُ: اللّٰہ نے مہر لگادی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان کافروں کا ایمان سے محروم رہنے کا سبب یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے

ع ۱

ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے جس کی بناء پر یہ حق سمجھ سکتے ہیں نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی وحدانیت کے دلائل دیکھ نہیں سکتے اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۷، ۱/۲۶)

مُہرِ الٰہی کے حقدار

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ جو کافر ایمان سے محروم رہے ان پر ہدایت کی راہیں شروع سے بند نہ تھیں ورنہ تو وہ اس بات کا بہانہ بنا سکتے تھے بلکہ اصل یہ ہے کہ ان کے کفر و عناد، سرکشی و بے دینی، حق کی مخالفت اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عداوت کے انجام کے طور پر ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگی اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص طبیب کی مخالفت کرے اور زہرِ قاتل کھالے اور اس کے لیے دوا فائدہ مند نہ رہے اور طبیب کہہ دے کہ اب یہ تندرست نہیں ہوسکتا تو حقیقت میں اس حال تک پہنچانے میں اس آدمی کی اپنی کرتوتوں کا ہاتھ ہے نہ کہ طبیب کے کہنے کا لہٰذا وہ خود ہی ملامت کا مستحق ہے طبیب پر اعتراض نہیں کرسکتا۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾ (وقف لازم)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مخلص ایمان والوں کا ذکر کیا گیا جن کا ظاہر و باطن درست اور سلامت تھا، پھر ان کافروں کا ذکر کیا گیا جو سرکشی اور عناد پر قائم تھے اور اب یہاں سے لے کر آیت نمبر 20 تک منافقوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو کہ اندرونِ خانہ کافر تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنی زبانوں سے اس طرح کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ ان کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ منافق ہیں۔ (روح البيان، البقرة، تحت الآية: ۸، ۱/۵۱)

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... جب تک دل میں تصدیق نہ ہواس وقت تک ظاہری اعمال مؤمن ہونے کے لیے کافی نہیں۔

(2)...... جولوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں سب منافقین ہیں۔

(3)...... یہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کھلے کافروں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ : اور کچھ لوگ۔﴾ منافقوں کو ''کچھ لوگ'' کہنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ گروہ بہتر صفات اور انسانی کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر کسی وصف وخوبی کے ساتھ نہیں کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ہیں۔ اسی لئے انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو محض انسان یا صرف بشر کے لفظ سے ذکر کرنے میں ان کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔ اگر آپ قرآن پاک مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صرف بشر کے لفظ سے ذکر کرنا کفار کا طریقہ ہے جبکہ مسلمان انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تذکرہ عظمت وشان سے کرتے ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فریب دیا چاہتے ہیں اللّٰہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ لوگ اللّٰہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ : وہ اللّٰہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی دھوکا دے سکے، وہ تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ منافقوں کے طرزِ عمل سے یوں لگتا ہے کہ وہ خدا کو فریب دینا چاہتے ہیں یا یہ کہ خدا کو فریب دینا یہی ہے کہ وہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں اور انہیں دھوکہ دینے کی کوشش گویا خدا کو دھوکہ دینے کی طرح ہے لیکن چونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو منافقین کے اندرونی کفر پر مطلع فرمایا تو یوں ان

بے دینوں کا فریب نہ خدا پر چلے، نہ رسول پر اور نہ مومنین پر بلکہ درحقیقت وہ اپنی جانوں کو فریب دے رہے ہیں اور یہ ایسے غافل ہیں کہ انہیں اس چیز کا شعور ہی نہیں۔

ظاہر و باطن کا تضاد بہت بڑا عیب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا تضاد بہت بڑا عیب ہے۔ یہ منافقت ایمان کے اندر ہو تو سب سے بدتر ہے اور اگر عمل میں ہو تو ایمان میں منافقت سے تو کم تر ہے لیکن فی نفسہ سخت خبیث ہے، جس آدمی کے قول و فعل اور ظاہر و باطن میں تضاد ہوگا تو لوگوں کی نظر میں وہ سخت قابلِ نفرت ہوگا۔ ایمان میں منافقت مخصوص لوگوں میں پائی جاتی ہے جبکہ عملی منافقت ہر سطح کے لوگوں میں پائی جا سکتی ہے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًاۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔

﴾فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔﴿ اس آیت میں قلبی مرض سے مراد منافقوں کی منافقت اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بغض کی بیماری ہے۔ معلوم ہوا کہ بدعقیدگی روحانی زندگی کے لیے تباہ کن ہے نیز حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان سے جلنے والا مریضُ القلب یعنی دل کا بیمار ہے۔

روحانی زندگی کے خطرناک امراض

جس طرح جسمانی امراض ہوتے ہیں اسی طرح کچھ باطنی امراض بھی ہوتے ہیں، جسمانی امراض ظاہری صحت و تندرستی کے لئے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں اور باطنی امراض ایمان اور روحانی زندگی کے لئے زہرِ قاتل ہیں۔ ان باطنی امراض میں سب سے بدتر تو عقیدے کی خرابی کا مرض ہے اور اس کے علاوہ تکبر، حسد، کینہ اور ریاکاری وغیرہ بھی

انتہائی برے مرض ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ باطنی امراض سے متعلق معلومات حاصل کر کے ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے بطور خاص امام غزالی رَحْمَةُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور کتاب احیاء العلوم کی تیسری جلد کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿ **فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا : تواللّٰہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کردیا۔** ﴾ مفسرین نے اس اضافے کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں، ان میں سے 3 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)......ریاست چھن جانے کی وجہ سے منافقوں کو بہت قلبی رنج پہنچا اور وہ دن بہ دن حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ثابت قدمی اور غلبہ دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنے لگے تو جتنا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا غلبہ ہوتا گیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں میں مقبول ہوتے گئے اتنا ہی اللّٰہ تعالیٰ نے منافقوں کے رنج وغم میں اضافہ کر دیا۔

(2)......منافقوں کے دل کفر، بدعقیدگی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت و دشمنی سے بھرے ہوئے تھے، اللّٰہ تعالیٰ نے اُن کی اِن چیزوں میں اس طرح اضافہ کردیا کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی تاکہ کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر انداز نہ ہوسکے۔

(3)......جیسے جیسے شرعی احکام اور نزول وحی میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی مدد و نصرت بڑھتی گئی ویسے ویسے ان کا کفر بڑھتا گیا بلکہ ان کا حال تو یہ تھا کہ کلمہ شہادت پڑھنا ان پر بہت دشوار تھا اور اوپر سے عبادات میں اضافہ ہوگیا اور جرموں کی سزائیں بھی نازل ہوگئیں جس کی وجہ سے یہ لوگ بہت بے چین ہوگئے تھے۔ (روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰، ۱/۵۵)

﴿ **وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ : اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔** ﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

(مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۲۶)

جھوٹ کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا حرام ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے

کہ وہ اس سے بچنے کی خوب کوشش کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سچائی کو (اپنے اوپر) لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب البر والصلة... الخ، باب قبح الكذب... الخ، ص۱٤۰۵، الحديث: ۱۰۵(۲٦۰۷))

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور وہ باطل ہے (یعنی جھوٹ چھوڑنے کی چیز ہی ہے) اس کے لیے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، ۳/۴۰۰، الحديث: ۲۰۰۰)

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو: بیشک یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) شعور نہیں۔

﴿ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ: زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ جب ایمان والوں کی طرف سے ان منافقوں کو کہا جائے کہ باطن میں کفر رکھ کر اور صحیح ایمان لانے میں پس وپیش کر کے زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیں اس طرح نہ کہو کیونکہ ہمارا مقصد تو صرف اصلاح کرنا ہے۔ اے ایمان والو! تم جان لو کہ اپنی اُسی روش پر قائم رہنے کی وجہ سے یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں اس بات کا شعور نہیں کیونکہ ان میں وہ حس باقی نہیں رہی جس سے یہ اپنی اس خرابی کو پہچان سکیں۔

منافقوں کے طرزِ عمل سے یہ بھی واضح ہوا کہ عام فسادیوں سے بڑے فسادی وہ ہیں جو فساد پھیلائیں اور اسے اصلاح کا نام دیں۔ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اصلاح کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں اور بدترین کاموں کو اچھے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ آزادی کے نام پر بے حیائی، فن کے نام پر حرام افعال، انسانیت کے نام پر اسلام کو مٹانا اور تہذیب و تَمَدُّن کا نام لے کر اسلام پر اعتراض کرنا، توحید کا نام لے کر شانِ رسالت کا انکار کرنا، قرآن کا نام لے کر حدیث کا انکار کرنا وغیرہا سب فساد کی صورتیں ہیں۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ سنتا ہے! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اسی طرح ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں: کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ سن لو: بیشک یہی لوگ بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں۔

﴿ كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ: جیسے اور لوگ ایمان لائے۔﴾ یہاں "اَلنَّاسُ" سے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان کے بعد ان کی کامل اتباع کرنے والے مراد ہیں۔

نجات والے لوگ کون؟

اس آیت میں بزرگانِ دین کی طرح ایمان لانے کے حکم سے معلوم ہوا کہ ان کی پیروی کرنے والے نجات والے ہیں اور ان کے راستے سے ہٹنے والے منافقین کے راستے پر ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرنے والے بہت پہلے سے چلتے آرہے ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں صحابہ وائمہ اور بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے متعلق اپنا طرزِ عمل دیکھ کر ہر کوئی اپنا راستہ سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کے راستے پر ہے یا منافقوں کے راستے پر؟ نیز علماء و صلحاء اور دیندار لوگوں کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی بدزبانیوں سے بہت رنجیدہ نہ ہوں بلکہ سمجھ لیں کہ یہ اہلِ باطل کا قدیم دستور ہے۔ نیز دینداروں کو بیوقوف یا دقیانوسی خیالات والا کہنے والے خود بے وقوف ہیں۔

صحابۂ کرام اور اولیاء کی عظمت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے ایسے مقبول بندے ہیں کہ ان کی گستاخی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو گالی گلوچ نہ کرو، (ان کا مقام یہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے ایک مُد (ایک چھوٹی سی مقدار) بلکہ آدھا مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلاً، ۲/۵۲۲، الحدیث: ۳۶۷۳)

اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، الحدیث: ۶۵۰۲)

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے بارے میں غلط عقائد و نظریات رکھتے ہیں۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے ہیں۔

﴿وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں۔﴾ منافقین کا مسلمانوں کو بے وقوف کہنا اور کفار سے

اظہار یجہتی کرنا اپنی نجی محفلوں میں تھا جبکہ مسلمانوں سے تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہم مخلص مومن ہیں، اسی طرح آج کل کے گمراہ لوگ مسلمانوں سے اپنے فاسد خیالات کو چھپاتے ہیں مگر اللّٰہ تعالٰی ان کی کتابوں اور تحریروں سے ان کے راز فاش کر دیتا ہے۔

بے دینوں کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہا جائے

یاد رہے کہ اس آیت سے مسلمانوں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ وہ بے دینوں کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہیں اور ان کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھائیں۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۱۲۰﴾

(ال عمران: ۱۱۸-۱۲۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللّٰہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکروفریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللّٰہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اِیَّاكُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَكُمْ'' ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، المقدمة، باب النهی عن الروایة... الخ، ص۹، الحدیث: ۷(۷))

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں، (اور اللہ ورسول) جَلَّ وَعَلَا وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے، اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہ سراسر ضرر و بلا ہے۔ مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو اِن کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے، اس کی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو، رہزن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لے جانا چاہتا ہے ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا، مال لوٹے گا، شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی (یعنی چرانے والے) کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے، ارے! مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں: ''حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ'' تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلبِ اقدس پر گراں ہے: '' عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ '' واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر: ''بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ''۔ ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ۔

(فتاوی رضویہ، ۱۰۵/۱۵)

﴿وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ :اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں۔﴾ یہاں شیاطین سے کفار کے وہ سردار مراد ہیں جو دوسروں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ منافق جب اُن سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے ملنا محض استہزاء کے طور پر ہے اور ہم ان سے اس لیے ملتے ہیں تاکہ ان کے راز معلوم ہوں اور ان میں فساد انگیزی کے مواقع ملیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنّات میں شیاطین ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ: ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے ہیں۔﴾ منافقین صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے سامنے ان کی تعریفیں کرتے اور بعد میں ان کا مذاق اڑاتے تھے، اسی بات کو بیان کرنے کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

صحابۂ کرام اور دینی پیشواؤں کا مذاق اڑانا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور پیشوایانِ دین کا مذاق اڑانا منافقوں کا کام ہے۔ آج کل بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنی مجلسوں اور مخصوص لوگوں میں ''علماء و صلحاء'' اور ''دینداروں'' کا مذاق اُڑاتے اور

ان پر پھبتیاں کستے ہیں اور جب ان کے سامنے آتے ہیں تو منافقت سے بھرپور ہو کر خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہیں اور تعریفوں کے پل باندھتے ہیں، یونہی ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جنہیں مذہب اور مذہبی نام سے نفرت ہے اور مذہبی حلیہ اور وضع قطع دیکھ کر ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ یاد رہے کہ انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دین کا مذاق اڑانا کفر ہے، یونہی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُم کی بے ادبی گمراہی ہے، اسی طرح علم کی وجہ سے علماءِ دین کا مذاق اڑانا کفر ہے ورنہ حرام ہے۔

اَللّٰهُ یَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ وَ یَمُدُّهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ان کی ہنسی مذاق کا انہیں بدلہ دے گا اور (ابھی) وہ انہیں مہلت دے رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

﴿ **اَللّٰهُ یَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ: اللہ ان کی ہنسی مذاق کا انہیں بدلہ دے گا۔** ﴾ اللہ تعالیٰ استہزاء اور تمام عیوب سے پاک ہے یہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف استہزاء کی نسبت ہے اس سے مراد منافقوں کے استہزاء کا بدلہ دینا ہے اور بدلے کے وقت عربی (اور اردو) میں اسی طرح کا لفظ دہرا دیا جاتا ہے جیسے کہا جائے کہ برائی کا بدلہ برائی ہی ہوتا ہے حالانکہ برائی کا بدلہ تو عدل وانصاف اور آدمی کا حق ہوتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، البقرة، تحت الآیة: ۱۵، الجزء الاول، ۱۸۳/۱)

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰی ۪ فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ وَمَا کَانُوۡا مُهۡتَدِیۡنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی تو ان کی تجارت نے کوئی نفع نہ دیا اور یہ لوگ راہ جانتے ہی نہیں تھے۔

﴿ **اِشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰی: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔** ﴾ ہدایت کے بدلے

گمراہی خریدنا یعنی ''ایمان کی بجائے کفر اختیار کرنا'' نہایت خسارے اور گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ آیت یا تو ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے یا یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو پہلے تو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھتے تھے مگر جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری ہوئی تو منکر ہو گئے، یا یہ آیت تمام کفار کے بارے میں نازل ہوئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرت سلیمہ عطا فرمائی، حق کے دلائل واضح کئے، ہدایت کی راہیں کھولیں لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور گمراہی اختیار کی تو وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے تاجر ہیں کہ انہوں نے نفع ہی نہیں بلکہ اصل سرمایہ بھی تباہ کر لیا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًاۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ(۱۷) صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَۙ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔ بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب اس آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس یہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔﴾ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ ہدایت دی یا اُس پر قدرت بخشی پھر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور ابدی دولت کو حاصل نہ کیا، ان کا انجام حسرت و افسوس اور حیرت و خوف ہے اس میں وہ منافق بھی داخل ہیں جنہوں نے اظہارِ ایمان کیا اور دل میں کفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کر دیا اور وہ بھی جو مومن ہونے کے بعد مرتد ہو گئے اور وہ بھی جنہیں فطرتِ سلیمہ عطا ہوئی اور دلائل کی روشنی نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور گمراہی اختیار کی اور جب حق کو سننے، ماننے، کہنے اور دیکھنے سے محروم ہو گئے تو کان، زبان، آنکھ سب بیکار ہیں۔

اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِؕ وَ اللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ(۱۹) یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ﳓ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْاؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۠(۲۰)

ع ۲ ۱۳/۲

ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اور اللّٰہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللّٰہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا بیشک اللّٰہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا (ان کی مثال) آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں اور گرج اور چمک ہے۔ یہ زوردار کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں حالانکہ اللّٰہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کرلے جائے گی۔ (حالت یہ کہ) جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنے لگے اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے اور اگر اللّٰہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کرلیتا۔ بیشک اللّٰہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ: یا جیسے آسمان سے بارش۔﴾ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والوں کی یہ دوسری مثال بیان کی گئی ہے اور یہ ان منافقین کا حال ہے جو دل سے اسلام قبول کرنے اور نہ کرنے میں متردد رہتے تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ جس طرح اندھیری رات اور بادل و بارش کی تاریکیوں میں مسافر متحیر ہوتا ہے، جب بجلی چمکتی ہے تو کچھ چل لیتا ہے جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑا رہ جاتا ہے اسی طرح اسلام کے غلبہ اور معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت

منافق اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جب کوئی مشقت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے ہیں اور اسلام سے ہٹنے لگتے ہیں اور یہی مقام اپنے اور بیگانے مخلص اور منافق کے پہچان کا ہوتا ہے۔ منافقوں کی اسی طرح کی حالت سورۂ نور آیت نمبر 48 اور 49 میں بھی بیان کی گئی ہے۔

﴿عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ :اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔﴾ شے اسی کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ چاہے اور جو مشیت یعنی چاہنے کے تحت آسکے۔ ہر ممکن چیز شے میں داخل ہے اور ہر شے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور جو ممکن نہیں بلکہ واجب یا محال ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور قدرت کا تعلق ہی نہیں ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات واجب ہیں اس لیے قدرت کے تحت داخل نہیں مثلاً یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنا علم ختم کر کے بے علم ہو جائے یا معاذ اللہ جھوٹ بولے۔ یاد رہے کہ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت نہ آنا اس کی قدرت میں نقص و کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ ان چیزوں کا نقص ہے کہ ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے متعلق ہوسکیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے (عبادت کرو) کہ تمہیں پرہیزگاری مل جائے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ :اے لوگو!۔﴾ سورۂ بقرہ کے شروع میں بتایا گیا کہ یہ کتاب متقین کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی، پھر متقین کے اوصاف ذکر فرمائے، اس کے بعد اس سے منحرف ہونے والے فرقوں کا اور ان کے احوال کا ذکر فرمایا تاکہ سعادت مند انسان ہدایت وتقویٰ کی طرف راغب ہو اور نافرمانی وبغاوت سے بچے، اب تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے اور وہ طریقہ عبادت اور اطاعتِ الٰہی ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ'' کے ذریعے تمام انسانوں سے خطاب ہے اور

اس بات کا اشارہ ہے کہ انسانی شرافت اسی میں ہے کہ آدمی تقویٰ حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ بنے۔

عبادت کی تعریف

عبادت اُس انتہائی تعظیم کا نام ہے جو بندہ اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے اور معبود کی اُلوہیت یعنی معبود ہونے کے اعتقاد اور اعتراف کے ساتھ بجالائے۔ یہاں عبادت توحید اور اس کے علاوہ اپنی تمام قسموں کو شامل ہے۔ کافروں کو عبادت کا حکم اس معنیٰ میں ہے کہ وہ سب سے بنیادی عبادت یعنی ایمان لائیں اور اس کے بعد دیگر اعمال بجالائیں۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا فائدہ عابد ہی کو ملتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو عبادت یا اور کسی چیز سے نفع حاصل ہو۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے تو تم جان بوجھ کر اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً: جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔﴾ اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے:

(1)......مخلوق کو عدم سے وجود میں لانا۔

(2)......آسمان و زمین کو پیدا کرنا۔

(3)......آسمان و زمین سے مخلوق کے رزق کا مہیا کرنا۔

(4)......آسمان سے بارش اتارنا اور زمین سے نباتات اُگانا۔

جب آدمی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک پل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے تو اُس مالکِ حقیقی کو چھوڑ کر کسی اور کا عبادت گزار بننا کس قدر ناشکری ہے؟ یونہی ایسے کریم خدا کی یاد سے غفلت بھی کتنی بڑی ناشکری ہے۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آ ؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا بیان ہوا اور یہاں سے حضور سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی بے مثل کتاب ہونے کی وہ قاہر دلیل بیان فرمائی جارہی ہے جو طالبِ صادق کو اطمینان بخشے اور منکروں کو عاجز کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں اور محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل قرآن ہے لہٰذا اس رکوع میں ترتیب سے ان سب کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿عَلٰى عَبْدِنَا: اپنے خاص بندے پر۔﴾ اس آیت میں خاص بندے سے حضور پر نور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۳، ص ۳۵)

یہاں اس اندازِ تعبیر میں نبی رحمت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شانِ محبوبیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ کیا خوب فرماتے ہیں:

خالق کا بندہ خَلق کا آقا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ: تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں قرآن کے بے مثل ہونے پر دو ٹوک الفاظ میں ایک کھلی دلیل دی جارہی ہے کہ اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرنے والوں کو چیلنج ہے

کہ اگر تم قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں بلکہ کسی انسان کی تصنیف سمجھتے ہو تو چونکہ تم بھی انسان ہو لہٰذا اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ جو فصاحت و بلاغت، حسنِ ترتیب، غیب کی خبریں دینے اور دیگر امور میں قرآن پاک کی مثل ہو اور اگر ایسی کوئی سورت بلکہ آیت تک نہ بنا سکو تو سمجھ لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کرنے والوں کا انجام دوزخ ہے جو بطورِ خاص کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

نوٹ: یہ چیلنج قیامت تک تمام انسانوں کیلئے ہے، آج بھی قرآن کو محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصنیف کہنے والے کفار تو بہت ہیں مگر قرآن کی مثل ایک آیت بنانے والا آج تک کوئی سامنے نہیں آیا اور جس نے اس کا دعویٰ کیا، اس کا پول خود ہی چند دنوں میں کھل گیا۔

اعجاز قرآن کی وجوہات

قرآن مجید وہ بے مثل کتاب ہے کہ لوگ اپنے تمام تر کمالات کے باوجود قرآن پاک جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں اور جن و انس مل کر بھی اس کی آیات جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق میں کسی کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی مثل کلام بنا سکے اور یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج تک کوئی بھی قرآن مجید کے دیئے ہوئے چیلنج کا جواب نہیں دے سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی دے سکے گا۔ قرآن پاک کے بے مثل ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں جنہیں علماء و مفسرین نے اپنی کتابوں میں بہت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے، ہم یہاں پر ان میں سے صرف تین وجوہات بیان کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے بڑی تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں۔

(1)......فصاحت و بلاغت

عرب کے لوگ فصاحت و بلاغت کے میدان کے شہسوار تھے اور ان کی صفوں میں بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو کہ بلاغت کے فن میں اعلیٰ ترین منصب رکھنے والے، عمدہ الفاظ بولنے والے، چھوٹے اور بڑے جملوں کو بڑی فصاحت سے تیار کرنے والے تھے اور تھوڑے کلام میں بہترین تصرف کر لیتے تھے، اپنی مراد کو بڑے عمدہ انداز میں بیان کرتے، کلام میں فصاحت و بلاغت کے تمام فنون کی رعایت کرتے اور ایسے ماہر تھے کہ فصاحت و بلاغت کے جس دروازے

سے چاہتے داخل ہوجاتے تھے، الغرض دنیا میں ہر طرف ان کی فصاحت و بلاغت کا ڈنکا بجتا تھا اور لوگ فصاحت و بلاغت میں ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔

ان اہلِ عرب کو فصاحت و بلاغت کے میدان میں اگر کسی نے عاجز کیا ہے تو وہ کلام قرآن مجید ہے، اس مقدس کتاب کی فصاحت و بلاغت نے اہلِ عرب کی عقلوں کو حیران کر دیا اور اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔

(2)......تلاوتِ قرآن کی تاثیر

قرآن مجید کے بے مثل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اسے پڑھنے اور سننے والا کبھی سیر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے اکتاتا ہے بلکہ وہ اس کی جتنی زیادہ تلاوت کرتا ہے اتنی ہی زیادہ شیرینی اور لذت پاتا ہے اور بار بار اس کی تلاوت کرنے سے اس کی محبت دل میں راسخ ہوتی جاتی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور کلام اگرچہ وہ کتنی ہی خوبی والا اور کتنا ہی فصیح و بلیغ کیوں نہ ہو اسے بار بار پڑھنے سے دل اکتا جاتا ہے اور جب اسے دوبارہ پڑھا جائے تو طبیعت بیزار ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی اس شان کے بارے میں حضرت حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خواہشات بگڑتی نہیں اور جس کے ساتھ دوسری زبانیں مل کر اسے مُشتَبہ و مشکوک نہیں بنا سکتیں، جس سے علماء سیر نہیں ہوتے، جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا، اور جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ٤/٤١٤-٤١٥، الحدیث: ٢٩١٥)

نیز قرآن مجید کی آیات میں رعب، قوت اور جلال ہے کہ جب کوئی ان کی تلاوت کرتا ہے یا انہیں کسی سے سنتا ہے تو اس کے دل پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے حتی کہ جسے قرآن پاک کی آیات کے معانی سمجھ میں نہ آ رہے ہوں اور وہ آیات کی تفسیر بھی نہ جانتا ہو، اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے، جبکہ قرآن مجید کے علاوہ اور کسی کتاب میں یہ وصف نہیں پایا جاتا اگرچہ وہ کیسے ہی انداز میں کیوں نہ لکھی گئی ہو۔

(3)......غیب کی خبریں

قرآن پاک میں مستقبل کے متعلق جو خبریں دی گئیں وہ تمام کی تمام پوری ہوئیں مثلاً زمانہ نبوی میں رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے کی خبر دی گئی اور وہ سو فیصد پوری ہوئی۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور تم ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴾ **وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ:** اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔﴿ اس آیت میں آدمی سے کافر اور پتھر سے وہ بت مراد ہیں جنہیں کفار پوجتے ہیں اور ان کی محبت میں قرآنِ پاک اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کرتے ہیں۔ پتھروں کا جہنم میں جانا اُن پتھروں کی سزا نہیں بلکہ اُن کے پجاریوں کی سزا کے لئے ہوگا یعنی پجاریوں کو ان پتھروں کے ساتھ سزا دی جائے گی۔

﴾ **اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ:** وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔﴿ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ پیدا ہوچکی ہے کیونکہ یہاں ماضی کے الفاظ ہیں نیز ''کافروں کیلئے'' فرمانے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہنم میں ہمیشہ داخلے سے محفوظ رہیں گے کیونکہ جہنم بطورِ خاص کافروں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے

نہریں رواں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا صورت دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے، یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا حالانکہ انہیں ملتا جلتا پھل (پہلے) دیا گیا تھا اور ان (جنتیوں) کے لئے ان باغوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ قرآن میں ترہیب یعنی ڈرانے کے ساتھ ترغیب بھی ذکر فرماتا ہے، اسی لیے کفار اور ان کے اعمال وعذاب کے ذکر کے بعد مومنین اور ان کے اعمال وثواب کا ذکر فرمایا اور انہیں جنت کی بشارت دی۔ **صالحات** یعنی نیکیاں وہ عمل ہیں جو شرعاً اچھے ہوں، ان میں فرائض ونوافل سب داخل ہیں۔ یہاں بھی ایمان اور عمل کو جدا جدا بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ عمل ایمان کا جزو نہیں ہیں۔ (تفسیر مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۵، ص۳۸)

﴿وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا: اور انہیں ملتا جلتا پھل دیا گیا۔﴾ جنت کے پھل رنگت میں آپس میں ملتے جلتے ہوں گے مگر ذائقے میں جدا جدا ہوں گے، اس لیے ایک دفعہ ملنے کے بعد جب دوبارہ پھل ملیں گے تو جنتی کہیں گے کہ یہ پھل تو ہمیں پہلے بھی مل چکا ہے مگر جب وہ کھائیں گے تو اس سے نئی لذت پائیں گے اور ان کا لطف بہت زیادہ ہو جائے گا۔ اس کا یہ بھی معنیٰ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں دنیوی پھلوں سے ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے تاکہ وہ ان پھلوں سے مانوس رہیں لیکن جنتی پھل ذائقے میں دنیوی پھلوں سے بہت اعلیٰ ہوں گے۔

﴿اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : پاکیزہ بیویاں۔﴾ جنتی بیویاں خواہ حوریں ہوں یا اور سب کی سب تمام ناپاکیوں اور گندگیوں سے مبرا ہوں گی، نہ جسم پر میل ہوگا نہ کوئی اور گندگی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بدمزاجی اور بدخلقی سے بھی پاک ہوں گی۔
(تفسیر مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۵، ص۳۹)

﴿وَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ : وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔﴾ جنتی نہ کبھی فنا ہوں گے اور نہ جنت سے نکالے جائیں گے۔ لہٰذا جنت اور اہلِ جنت کے لیے فنا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَاؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًاۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًاۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًاؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَۙ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے رہے کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں اللّٰہ کا کیا مقصود ہے، اللّٰہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لئے کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔ بہرحال ایمان والے تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے کافر تو وہ کہتے ہیں، اس مثال سے اللّٰہ کی مراد کیا ہے؟ اللّٰہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ اس کے ذریعے صرف نافرمانوں ہی کو گمراہ کرتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ: بیشک اللّٰہ اس سے حیا نہیں فرماتا۔﴾ جب اللّٰہ تعالیٰ نے ''سورۂ بقرہ'' (کے دوسرے رکوع) میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ ایسی مثالیں بیان فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ جب اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کے معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جالوں وغیرہ کی مثالوں سے بیان فرمایا تو کافروں نے اس پر اعتراض کیا۔ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآیة: ۲۶، ۱/۳۶۱، طبری، البقرة، تحت الآیة: ۲۶، ۱/۲۱۳-۲۱۴، ملتقطاً)

چونکہ مثالوں کا بیان حکمت کے مطابق اور مضمون کو دل نشین کرنے والا ہوتا ہے اور ماہرینِ کلام کا یہ طریقہ ہے اس لیے مثال بیان کرنے پر اعتراض غلط ہے۔

وقف لازم

﴿ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا : اللہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے۔﴾ ان الفاظ سے کافروں کو جواب دیا گیا کہ مثالیں بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے نیز مومنوں اور کافروں کے مقولے اس کی دلیل ہیں کہ قرآنی مثالوں کے ذریعے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں جن کی عقلوں پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور جن کی عادت صرف ضد، مقابلہ بازی، انکار اور مخالفت ہوتی ہے اور کلام کے بالکل معقول، مناسب اور موقع محل کے مطابق ہونے کے باوجود وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور انہی مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو غور و تحقیق کے عادی ہوتے ہیں اور انصاف کے خلاف بات نہیں کہتے، جو جانتے ہیں کہ حکمت یہی ہے کہ عظیم المرتبہ چیز کی مثال کسی قدر و قیمت والی چیز سے اور حقیر چیز کی مثال کسی ادنیٰ شے سے دی جاتی ہے جیسا کہ اوپر آیت نمبر 17 میں حق کی مثال نور سے اور باطل کی مثال تاریکی سے دی گئی ہے۔ نزولِ قرآن کا اصل مقصد تو ہدایت ہے لیکن چونکہ بہت سے لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے قرآن کو سن کر گمراہ بھی ہوتے ہیں لہٰذا اس اعتبار سے فرمایا کہ قرآن کے ذریعے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

﴿ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ : اور وہ اس کے ذریعے صرف نافرمانوں ہی کو گمراہ کرتا ہے۔﴾ شریعت میں ''فاسق'' اس نافرمان کو کہتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔ فسق کے تین درجے ہیں **ایک تَغَابِی** وہ یہ کہ آدمی اتفاقیہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جائے اور اس کو برا ہی جانتا رہا۔ **دوسرا اِنْهِمَاک** کہ کبیرہ گناہوں کا عادی ہو گیا اور اس سے بچنے کی پروا نہیں کرتا۔ **تیسرا جُحُوْد** کہ حرام کو اچھا جان کر ارتکاب کرے اس درجہ والا ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ پہلے دو درجوں میں جب تک سب سے بڑے کبیرہ گناہ یعنی کفر و شرک کا ارتکاب نہ کرے وہ مومن و مسلمان ہے۔ مذکورہ آیت میں فاسقین سے وہی نافرمان مراد ہیں جو ایمان سے خارج ہو گئے۔ (روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۲۶، ۱/۸۸)

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اللہ کے وعدے کو پختہ ہونے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اوراس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴾اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ: وہ جو اللہ کا عہد توڑتے ہیں۔﴿ اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آسمانی کتابوں میں حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کے متعلق فرمایا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ عہد تین ہیں:

پہلا عہد وہ جو اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ آدم سے لیا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار کریں،اس کا بیان سورہ اعراف، آیت 172 میں ہے۔**دوسرا عہد** انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مخصوص ہے کہ رسالت کی تبلیغ فرمائیں اور دین قائم کریں،اس کا بیان سورہ احزاب آیت 7 میں ہے۔**تیسرا عہد** علماء کے ساتھ خاص ہے کہ حق کو نہ چھپائیں،اس کا بیان سورہ آل عمران آیت 187 میں ہے۔

﴾مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ: جس چیز کا اللہ نے حکم دیا۔﴿ جن چیزوں کے ملانے کا حکم دیا گیا وہ یہ ہیں:(۱) رشتے داروں سے تعلقات جوڑنا،(۲) مسلمانوں کے ساتھ دوستی و محبت کرنا،(۳) تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ماننا،(۴) تمام کتابوں کی تصدیق کرنا اور حق پر جمع ہونا۔ان کو قطع کرنے کا معنیٰ ہے رشتے داروں سے تعلق توڑنا، انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ ماننا اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تصدیق نہ کرنا۔ (تفسیر بیضاوی، البقرة، تحت الآية: ۲۷، ۱/۲۶٦)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہوگے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جِلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جِلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کیسے اللہ کے منکر ہوسکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ :تم کیسے اللہ کے منکر ہوسکتے ہو۔﴾توحید ونبوت کے دلائل اور کفر وایمان کی جزاوسزا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص وعام نعمتوں کا اور قدرت کی عجیب نشانیوں کا ذکر فرمایا اور کفر کی خرابی اور برائی کو کافروں کے دلوں میں بٹھانے کیلئے انہیں خطاب کیا کہ تم کس طرح خدا کے منکر ہوتے ہو حالانکہ تمہارا اپنا حال اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ تم بدن میں روح ڈالے جانے سے پہلے تمام مراحل میں مردہ تھے یعنی کچھ نہ تھے یا بے جان جسم تھے پھر اس نے تم میں روح ڈال کر تمہیں زندگی دی پھر زندگی کی مدت پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا، اس سے یا تو قبر کی زندگی مراد ہے جو سوال کے لیے ہوگی یا قیامت کی، پھر تم حساب کتاب اور جزا کے لیے اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو اپنے اس حال کو جان کر تمہارا کفر کرنا نہایت عجیب ہے۔ اس آیت میں غور کریں تو ہم مسلمانوں کیلئے بھی نصیحت ہے کہ ہم بھی کچھ نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی عطا کی اور زندگی گزارنے کے لوازمات اور نعمتوں سے نوازا تو اس کی عطاؤں سے فائدہ اٹھا کر اس کی یاد سے غافل ہونا اور ناشکری اور غفلت کی زندگی گزارنا کسی طرح ہمارے شایانِ شان نہیں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ (۲۹)

ع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف اِسْتِوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا پھر اس نے آسمان کے بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ :وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا۔﴾تمام انسانوں کو فرمایا گیا کہ زمین میں جو کچھ دریا، پہاڑ، کانیں، کھیتی، سمندر وغیرہ ہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دینی و دنیاوی فائدہ کے لیے بنایا ہے۔ دینی فائدہ تو یہ ہے کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کی معرفت نصیب ہو اور دنیاوی فائدہ یہ کہ دنیا کی

چیزوں کو کھاؤ پیو اور اپنے کاموں میں لاؤ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہو۔تو ان نعمتوں کے باوجود تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرسکتے ہو؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا وہ ہمارے لئے مُباح وحلال ہے۔

(تفسیر روح المعانی، البقرة، تحت الآیة: ۲۹، ۱/۲۹۱)

﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ: اور وہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے۔﴾ کائنات کی تخلیق اور اسے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے کامل علم کی دلیل ہے کیونکہ ایسی حکمت سے بھری مخلوق کا پیدا کرنا ایک ایک شے کا علم رکھے بغیر ممکن اور متصور نہیں۔کافر مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے تھے، ان آیتوں میں کافروں کے اس عقیدے کے غلط و باطل ہونے پر ایک عظیم دلیل قائم کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قدرت وعلم والا ہے اور جسم حیات کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کیسے ناممکن ہوسکتا ہے؟

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔فرمایا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ: اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔﴾ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کے واقعات پر ضمنی تبصرے سے پہلے ایک مرتبہ آیات کی روشنی میں واقعہ ذہن نشین کرلیں۔ **واقعے کا خلاصہ:** اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اس پر فرشتوں نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو زمین میں اس کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم ہر وقت تیری تسبیح وتحمید کرتے ہیں (یعنی تیری خلافت کے مستحق ہم ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے بعد انہیں تمام چیزوں کے نام سکھا دیے اور پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ تم ہی خلافت کے مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے یہ سن کر عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، ساری علم وحکمت تو تیرے پاس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: اے آدم! تم انہیں اِن تمام اشیاء کے نام بتادو۔ جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فرشتو! کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں تمہاری ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں۔

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔﴾ خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو احکامات جاری کرنے اور دیگر اختیارات میں اصل کا نائب ہوتا ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں لیکن یہاں خلیفہ سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد ہیں اور فرشتوں کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خلافت کی خبر اس لیے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی حکمت دریافت کریں اور ان پر خلیفہ کی عظمت وشان ظاہر ہو کہ اُن کو پیدائش سے پہلے ہی خلیفہ کا لقب عطا کر دیا گیا ہے اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

فرشتوں سے مشورے کے انداز میں کلام کرنے کا سبب

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی سے مشورہ کی حاجت ہو، البتہ یہاں خلیفہ بنانے کی خبر فرشتوں کو ظاہری طور پر مشورے کے انداز میں دی گئی۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہم کام کرنے سے پہلے

اپنے ماتحت افراد سے مشورہ کرلیا جائے تاکہ اس کام سے متعلق ان کے ذہن میں کوئی خلش ہو تو اس کا ازالہ ہو جائے یا کوئی ایسی مفید رائے مل جائے جس سے وہ کام مزید بہتر انداز سے ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مشورہ کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ'' اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔
(ال عمران: ۱۵۹)

اور انصار صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ'' اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے (ہوتا) ہے۔ (شوریٰ: ۳۸)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا اور جس نے میانہ روی کی وہ کنگال نہیں ہوگا۔ (معجم الاوسط، من اسمه محمد، ۵/۷۷، الحدیث: ٦٦٢٧)

﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا۔﴾ اس کلام سے فرشتوں کا مقصد اعتراض کرنا نہ تھا بلکہ اس سے اپنے تعجب کا اظہار اور خلیفہ بنانے کی حکمت دریافت کرنا تھا اور انسانوں کی طرف فساد پھیلانے کی جو انہوں نے نسبت کی تو اس فساد کا علم انہیں یا تو صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا یا انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھا تھا اور یا انہوں نے جنّات پر قیاس کیا تھا کیونکہ وہ زمین پر آباد تھے اور وہاں فسادات کرتے تھے۔ (بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیة: ۳۰، ۱/۲۸۲، ملتقطاً)

فرشتے نوری مخلوق ہیں، گناہوں سے معصوم ہیں، اللہ تعالیٰ کے معزز و مکرم بندے ہیں، کھانے پینے اور مرد یا عورت ہونے سے پاک ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے بہارِ شریعت جلد نمبر 1 کے صفحہ 90 سے ''ملائکہ کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِنِّيْۤ اَعْلَمُ: بیشک میں زیادہ جانتا ہوں۔﴾ فرشتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے کیونکہ خلیفہ بنانے میں میری حکمتیں تم پر ظاہر نہیں۔ بات یہ ہے کہ انہی انسانوں میں انبیاء بھی ہوں گے، اولیاء بھی اور علماء بھی اور یہ حضرات علمی و عملی دونوں فضیلتوں کے جامع ہوں گے۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا : اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تمام اشیاء پیش فرمائیں اور بطورِ الہام کے آپ کو ان تمام چیزوں کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علوم اور صنعتیں سکھا دیں۔ (بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۱، ۱/۲۸۵-۲۸۶)

﴿اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ : مجھے ان کے نام بتاؤ۔﴾ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان سے فرمایا گیا کہ اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق نہیں اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ کیونکہ خلیفہ کا کام اختیار استعمال کرنا، کاموں کی تدبیر کرنا اور عدل و انصاف کرنا ہے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خلیفہ کو ان تمام چیزوں کا علم ہو جن پر اسے اختیار دیا گیا ہے اور جن کا اسے فیصلہ کرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرشتوں پر افضل ہونے کا سبب "علم" ظاہر فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ علم خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا "اے ابوذر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تمہارا اس حال میں صبح کرنا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سیکھی ہو، یہ تمہارے لئے 100 رکعتیں نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اس حال میں صبح کرنا کہ تم نے علم کا ایک باب سیکھا ہو جس پر عمل کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، تو یہ تمہارے لئے 1000 نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب فی فضل من تعلّم القرآن وعلّمہ، ۱/۱۴۲، الحدیث: ۲۱۹)

حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ ہے اور تمہارے دین کی بھلائی تقویٰ (اختیار کرنے میں) ہے۔

(معجم الاوسط، من اسمہ علی، ۳/۹۲، الحدیث: ۳۹۶۰)

انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں

واقعہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں، اور یہ عقیدہ کئی دلائل سے ثابت ہے، ان میں سے 6 دلائل درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ ہر شخص یہ بات اچھی طرح جانتا ہے بادشاہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بڑے مرتبے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ولایت اور تصرف میں بادشاہ کا قائم مقام ہو۔

(2)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور جسے زیادہ علم ہو وہ افضل ہوتا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (زمر: ۹) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

(3)......اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کریں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ سجدے میں انتہائی تواضع ہوتی ہے اور کسی کے سامنے انتہائی تواضع وہی کرے گا جو اس سے کم مرتبے والا ہو۔

(4)......اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ (ال عمران: ۳۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تمام مخلوقات پر چن لیا اور چونکہ مخلوقات میں فرشتے بھی داخل ہیں اس لئے اِن پر بھی اُن انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چنا گیا لہٰذا وہ فرشتوں سے افضل ہوئے۔

(5)......اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء: ۱۰۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

اور چونکہ عالمین میں فرشتے بھی داخل ہیں اس لئے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے لئے بھی رحمت ہوئے اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرشتوں کے لئے رحمتِ مطلق ہیں تو یقیناً ان سے افضل بھی ہیں۔

(6)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے دو وزیر آسمانوں میں ہیں اور دو وزیر زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں میرے دو وزیر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام ہیں اور زمین میں میرے دو وزیر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہیں۔

(مستدرك، كتاب التفسير، من سورة البقرة، ٢/٦٥٣-٦٥٤، الحديث: ٣١٠٠-٣١٠١)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بادشاہ کی طرح ہیں اور حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام دونوں ان کے وزیروں کی طرح ہیں اور چونکہ بادشاہ وزیر سے افضل ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرشتوں سے افضل ہیں۔ (تفسیر كبير، البقرة، تحت الآية: ٣٤، ١/٤٤٥)

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بے شک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا: ہمیں صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا۔﴾ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علمی فضل و کمال کو دیکھ کر فرشتوں نے بارگاہِ الٰہی میں اپنے عجز کا اعتراف کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ ان کا سوال اعتراض کرنے کیلئے نہ تھا بلکہ حکمت معلوم کرنے کیلئے تھا اور اب انہیں انسان کی فضیلت اور اس کی پیدائش کی حکمت معلوم ہو گئی جس کو وہ پہلے نہ جانتے تھے۔ اس آیت سے انسان کی شرافت اور علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تعلیم کی نسبت کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کو معلم نہ کہا جائے گا کیونکہ معلم پیشہ ور تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

لَكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ-وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

﴿ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ : میں تمہاری ظاہری و پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں۔﴾ فرشتوں نے جو بات ظاہر کی تھی وہ یہ تھی کہ انسان فساد انگیزی اور خون ریزی کرے گا اور جو بات چھپائی تھی وہ یہ تھی کہ خلافت کے مستحق وہ خود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ علم و فضل والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علوم و کمالات میں زیادتی ہوتی ہے۔ (بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۳، ۱/۲۹۰-۲۹۱)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ﱪ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔

﴿ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ: آدم کو سجدہ کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تمام موجودات کا نمونہ اور عالَم

روحانی وجسمانی کا مجموعہ بنایا اور فرشتوں کے لیے حصولِ کمالات کا وسیلہ بنایا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کریں کیونکہ اس میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فضیلت کا اعتراف اور اپنے مقولہ ''اَتَجْعَلُ فِیْهَا'' کی معذرت بھی ہے۔ بہرحال تمام فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور ملائکہ مقربین سمیت تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور تکبر کے طور پر یہ سمجھتا رہا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہے اور اس جیسے انتہائی عبادت گزار، فرشتوں کے استاد اور مقربِ بارگاہِ الٰہی کو سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اپنے اس باطل عقیدے، حکمِ الٰہی سے انکار اور تعظیم نبی سے تکبر کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ قرآن پاک کی سات سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

سجدے کے شرعی احکام

اس آیت میں سجدے کا ذکر ہے اس مناسبت سے یہاں سجدے سے متعلق چند احکام بیان کئے جاتے ہیں:

(1)...... سجدے کی دو قسمیں ہیں: (۱) عبادت کا سجدہ (۲) تعظیم کا سجدہ۔ ''عبادت کا سجدہ'' کسی کو معبود سمجھ کر کیا جاتا ہے اور ''تعظیم کا سجدہ'' وہ ہوتا ہے جس سے مسجود (یعنی جسے سجدہ کیا جائے اس) کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔

(2)...... یہ قطعی عقیدہ ہے کہ ''سجدۂ عبادت'' اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کسی اور کے لیے نہیں ہوسکتا اور نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔

(3)...... فرشتوں نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تعظیمی سجدہ کیا تھا اور وہ باقاعدہ پیشانی زمین پر رکھنے کی صورت میں تھا، صرف سر جھکانا نہ تھا۔

(4)...... تعظیمی سجدہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کردیا گیا اب کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا کسی پیر یا ولی یا مزار کو تعظیمی سجدہ کرنا حرام ہے لیکن یہ یاد رہے کہ تعظیمی سجدہ کرنے والوں پر یہ بہتان باندھنا کہ یہ معبود سمجھ کر سجدہ کرتے ہیں یہ اس تعظیمی سجدہ سے بڑا جرم ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کو مشرک وکافر کہنا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے غیرُ اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنے کے حرام ہونے پر ایک عظیم کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: ''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃُ فِی تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃِ'' یہ کتاب فتاویٰ رضویہ کی 22ویں جلد میں موجود ہے اور اس کا مطالعہ کرنا انتہائی مفید ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ تکبر ایسا خطرناک عمل ہے کہ یہ بعض اوقات بندے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ تکبر کرنے سے بچے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تکبر حق کی مخالفت کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔‘‘

(مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه، ص ٦١، الحدیث: ١٤٧(٩١))

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تکبر سے بچتے رہو کیونکہ اسی تکبر نے شیطان کو اس بات پر ابھارا تھا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرے۔

(ابن عساکر، حرف القاف، ذکر من اسمه قابیل، ٤٩/٤٠)

حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’آدمی دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اپنی ذات کو بلند سمجھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے تکبر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے، پھر اسے وہی عذاب پہنچے گا جو تکبر کرنے والوں کو پہنچا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الکبر، ٤٠٣/٣، الحدیث: ٢٠٠٧)

وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۳۵) فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ (۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہوجاؤ گے۔ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کردیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا

دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے لغزش دی پس انہیں وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن بنوگے اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور (زندگی گزارنے کا) سامان ہے۔

﴿ **يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ : اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔** ﴾ یہاں سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابلیس کے واقعے کا خلاصہ

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان مردود ہوا تھا لہٰذا وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نقصان پہنچانے کی تاک میں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا کہ جنت میں رہو اور جہاں دل کرے بے روک ٹوک کھاؤ البتہ اِس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا کہ تمہیں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے اس درخت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اس کے ساتھ شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ اس پر انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے، اس خیال سے حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اس میں سے کچھ کھایا پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا تو انہوں نے بھی کھالیا اور یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ممانعت تحریمی نہ تھی بلکہ تنزیہی تھی یعنی حرام قرار دینے کیلئے نہ تھی بلکہ ایک ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ یہاں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی گناہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ شیطان کے دھوکے کی وجہ سے انہوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا اور پھل کھاتے ہی ان کے پردے کے مقام بے پردہ ہوگئے اور وہ اسے چھپانے کیلئے ان پر پتے ڈالنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اس کے بعد حکمِ الٰہی ہوا کہ تم زمین پر اتر جاؤ۔ اب تمہاری اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگی اور تم ایک خاص وقت تک زمین میں رہو گے۔ زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

ایک عرصے تک اپنی لغزش کی معافی مانگتے رہے حتّٰی کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند کلمات سکھائے گئے، پھر جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان کلمات کے ساتھ توبہ ومعافی کی درخواست کی تو وہ قبول ہوئی۔

یہاں ایک اہم مسئلہ یادرکھنا ضروری ہے کیونکہ آج کل بیبا کی کا دور ہے اور جس کا جو جی چاہتا ہے بول دیتا ہے یہاں تک کہ مذہبی معاملات میں اور اہم عقائد میں بھی زبان کی بے احتیاطیاں شمار سے باہر ہیں، اس میں سب سے زیادہ بے باکی جس مسئلے میں دیکھنے میں آتی ہے وہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا جنتی ممنوعہ درخت سے پھل کھانا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: غیرِ تلاوت میں اپنی طرف سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا (ہے)۔ (فتاوی رضویہ، ۱/۸۲۳)

لہٰذا اپنے ایمان اور قبر وآخرت پر ترس کھاتے ہوئے اِن معاملات میں خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھیں۔

﴿وَلَا تَقْرَبَا: اور قریب نہ جانا۔﴾ آیت میں اصل ممانعت درخت کا پھل کھانے کی ہے لیکن اس کیلئے فرمایا کہ قریب نہ جانا۔ اس طرزِ خطاب سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کیلئے اس کے قریب جانے سے بھی روکنا چاہیے جیسے بچے کے سیڑھیوں سے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اسے صرف سیڑھیوں پر کھڑا ہونے سے منع نہیں کرتے بلکہ سیڑھیوں کے قریب بھی نہیں جانے دیتے۔ اسی طرح بیسیوں کاموں میں علماءِ کرام اسی اندیشے سے منع فرماتے ہیں کہ کوئی فعل بذاتِ خود منع نہیں ہوتا لیکن اگر لوگ اس کے قریب جائیں گے تو ممنوع کا ارتکاب کر بیٹھیں گے جیسے عورتوں کو قبرستان جانے سے منع کرنے میں یہی حکمت ہے۔ اسی سے پیر اور مشائخ کے فعل کا استدلال ہوسکتا ہے کہ وہ مریدوں کی تربیت کیلئے بعض اوقات کسی جائز کام سے بھی روک دیتے ہیں کیونکہ وہ جائز کام کسی برائی تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ: ورنہ تم زیادتی کرنے والوں سے ہوجاؤ گے۔﴾ ''ظلم'' کا معنی ہے ''کسی شے کو اس کی اپنی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا'' اور یہاں آیت میں ظلم خلافِ اَولیٰ کے معنی میں ہے۔

یادرہے کہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ظالم کہنا گستاخی اور توہین ہے اور جو انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

کو ظالم کہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک اور مولیٰ ہے، وہ اپنے مقبول بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کی کیا مجال کہ وہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے اور اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے خطابات کو اپنی جراءت و بیباکی کی دلیل بنائے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ بادشاہ کے ماں باپ بادشاہ کو ڈانٹیں اور یہ دیکھ کر شاہی محل کا جمعدار بھی بادشاہ کو انہی الفاظ میں ڈانٹنے لگے تو اس احمق کا کیا انجام ہوگا؟ ہمیں تو انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور محبوبانِ خدا کی تعظیم و توقیر اور ادب و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ہم پر یہی لازم ہے۔

انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت کا بیان

یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا، ان کے معصوم ہونے پر بیسیوں دلائل ہیں۔ یہاں پر صرف 3 دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

(1)......انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور مخلص بندے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ (ص: ۴۶)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔

اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ (یوسف: ۲۴)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں شیطان انہیں گمراہ نہیں کرسکتا، جیسا کہ اس کا یہ اعتراف خود قرآن مجید میں موجود ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ (ص: ۸۲-۸۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کرا دے۔

(2)......گناہ کرنے والا مذمت کئے جانے کے لائق ہے، جبکہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اللہ تعالیٰ

نے مطلقاً ارشاد فرما دیا کہ

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۷﴾ (ص: ۴۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

(3)......انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں اور جب فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتا تو ضروری ہے کہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھی گناہ صادر نہ ہو کیونکہ اگر انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھی گناہ صادر ہو تو وہ فرشتوں سے افضل نہیں رہیں گے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ: پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے۔﴾ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں یہ کلمات عرض کئے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تُو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

اور اس کے ساتھ یہ روایت بھی ہے جو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جب حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجتہادی خطا ہوئی تو (عرصۂ دراز تک حیران و پریشان رہنے کے بعد) انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقے میں معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی تو میں نے اسے پیدا بھی نہیں کیا؟ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کر کے میرے اندر روح ڈالی اور میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ‘‘ لکھا دیکھا، تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ تمام مخلوق میں میری بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تم اس کے وسیلے سے مجھ سے دعا کرو میں تمہیں معاف کردوں گا اور اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(مستدرك،ومن كتاب آيات رسول اللّٰهصلى اللّٰه عليه وسلمالتى فى دلائل النبوة، استغفارآدم عليه السلام بحق محمدصلى اللّٰه عليه وسلم،٥١٧/٣، الحديث:٤٢٨٦، معجم الاوسط، من اسمه محمد،٣٦/٥، الحديث: ٦٥٠٢، دلائل النبوة للبيهقى، جماع ابواب غزوة تبوك، باب ماجاء فى تحديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم... الخ، ٤٨٩/٦)

بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ مقبولان بارگاہ کے وسیلہ سے، بَحق فلاں اور بَجاہِ فلاں کے الفاظ سے دعا مانگنا جائز اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل و کرم سے حق دیتا ہے اور اسی فضل و کرم والے حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔ اس طرح کا حق صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسے بخاری میں ہے ’’ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ‘‘ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔

(بخاری، كتاب الجهادو السير، باب درجات المجاهدين فى سبيل اللّٰه... الخ، ٢٥٠/٢، الحديث: ٢٧٩٠)

توبہ کا مفہوم اور اس کے ارکان

آیت میں توبہ کا لفظ ہے۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کیلئے آئے تو اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کے ساتھ بندے پر رجوع کرنا ہے یا بندے کی توبہ قبول کرنا ہے اور یہ لفظ جب بندے کیلئے آئے تو دوسرے مفہوم میں ہے۔ توبہ کا اصل مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ ہے کہ توبہ کی تین شرائط ہیں: (۱) گناہ سے رک جانا، (۲) گناہ پر شرمندہ ہونا، (۳) گناہ کو چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرنا۔ اگر گناہ کی تلافی اور تدارک ہوسکتا ہو تو وہ بھی ضروری ہے۔ (رياض الصالحين، باب التوبة، ص٥)

جیسے اگر کسی نے نمازیں چھوڑی ہوں تو اس کی توبہ کیلئے پچھلی نمازوں کی قضا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ یونہی کسی

نے دوسرے کا مال چوری یا غصب یا رشوت کے طور پر لیا ہے تو توبہ کیلئے مال واپس کرنا بھی ضروری ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًاۚ-فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(۳۸) وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۳۹)

ع۴

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور وہ جو کفر کریں گے اور میری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴾ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ: تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں۔﴿ ہدایتِ الٰہی کے پیروکاروں کیلئے بشارت ہے کہ انہیں نہ تو قیامت کی بڑی گھبراہٹ کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے بلکہ بے غم جنت میں داخل ہوں گے۔ یہاں جمع کے صیغے کے ساتھ سب کو اترنے کا فرمایا، اس میں حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت حواء رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ساتھ ان کی اولاد بھی مراد ہے جو ابھی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پشت میں تھی۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْۚ-وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ(۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ڈرو۔

﴿یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اے بنی اسرائیل۔﴾ ''اسراء'' کا معنیٰ ''عبد'' یعنی بندہ اور ''اِیل'' سے مراد ''اللّٰه'' تو اسرائیل کا معنیٰ ہوا ''عبداللّٰه'' یعنی اللّٰه کا بندہ۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ہے۔

(مدارك، البقرة، تحت الآية: ٤٠، ص٤٨)

عروج وزوال اور عزت وذلت کا فلسفہ

یہاں آیت نمبر **40** سے لے کر آیت نمبر **150** تک کی اکثر آیات میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال، عزت و ذلت، اِقبال و اِدبار، جزاوسزا اور قومی واجتماعی اچھے برے کردار کا تذکرہ ہے۔ پھر اسی بیان کو قرآن پاک میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ اس بار بار کے تکرار میں ایک بڑی حکمت قوموں کے عروج وزوال اور عزت وذلت کا فلسفہ سمجھانا اور مسلمانوں کو اس سے عبرت دلانا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل پیغمبروں کی اولاد ہونے، جلیل القدر انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امت ہونے اور تورات جیسی کتاب رکھنے کے باوجود اپنے اعتقاد وعمل کے بگاڑ پر ذلیل ورسوا اور مغلوب ومقہور ہوئی جبکہ توبہ ورجوع اور نبی و کتاب کی تعلیمات پر عمل کرنے کی صورت میں معزز وغالب ہوئی اسی طرح امتِ مسلمہ بھی اپنے عروج وزوال کے اسباب کو اسی آئینے میں دیکھ سکتی ہے۔ آج سب پوچھتے ہیں کہ مسلمان مغلوبیت، ذلت اور پستی کا شکار کیوں ہیں؟ قرآن میں بیان کردہ بنی اسرائیل کا قومی اور اجتماعی کردار اور موجودہ دور کے مسلمانوں کا قومی اور اجتماعی کردار سامنے رکھ کر موازنہ کرلیں۔ خود ہی سمجھ آجائے گا کہ اگر بنی اسرائیل کو کانٹے بونے پر کانٹے ملتے تھے تو ہمیں کانٹے بونے کے بدلے آم کیوں ملیں گے؟

﴿اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ: میرا احسان یاد کرو۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے یہودیوں کو مخاطب کرکے ان سے فرمایا گیا: اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تمہارے آباؤ اجداد پر کئے جیسے انہیں فرعون سے نجات دی، ان کیلئے دریا میں گزرگاہ بنادی، بادل کو ان پر سائبان بنادیا، کھانے کیلئے ان پر مَن وسَلْویٰ اتارا، ان کے لئے پانی کے چشمے جاری کئے، انہیں طاقتور قوموں پر فتح عطا فرمائی اور توریت جیسی عظیم کتاب انہیں عطا فرمائی اور میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا کہ تمہیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا زمانہ عطا کیا جن کی آمد کی بشارت تورات اور انجیل میں دی گئی ہے۔ (جلالين مع صاوى، البقرة، تحت الاية: ٤٠، ١/٥٦-٥٧، مدارك، البقرة، تحت الآية: ٤٠، ص٤٨، ملتقطاً)

خیال رہے کہ یہاں یاد کرنے سے مراد صرف زبان سے تذکرہ کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کر کے ان نعمتوں کا شکر بجالائیں کیونکہ کسی نعمت کا شکر نہ کرنا اس کو بھلا دینے کے مترادف ہے۔

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ : اور میرا عہد پورا کرو۔ ﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لا کر وہ عہد پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا اور میں اس کے ثواب کے طور پر تمہیں جنت میں داخل کر کے تمہارے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کروں گا اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے معاملے میں کسی اور سے ڈرنے کی بجائے صرف مجھ سے ڈرو۔''

اس آیت میں جس عہد کا ذکر ہے اس کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عہد ہے جو سورہ مائدہ میں یوں مذکور ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ⑫ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۲)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے بنی اسرائیل سے لیا کہ میں آخری زمانے میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں ایک نبی کو بھیجنے والا ہوں تو جس نے ان کی پیروی کی اور اس نور کی تصدیق کی جسے وہ لے کر آئے تو میں اس کے گناہ بخش دوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا اور اسے دگنا ثواب عطا کروں گا۔ (جلالین، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٤٠، ص٨-٩، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٤٠، ١/٤٨، ملتقطاً)

وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ۪ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا٘ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو میں نے اتاری ہے وہ تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ وصول کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

﴿وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ: اس پر ایمان لاؤ جسے میں نے نازل کیا۔﴾ یعنی اے بنی سرائیل کے علماء! اس قرآن پر ایمان لاؤ جو میں نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا ہے اور وہ تمہارے پاس موجود کتاب تورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور تم اہل کتاب میں سے قرآن مجید اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سب سے اَوّلین منکر نہ بنو ورنہ جو لوگ تمہارے پیچھے لگ کر کفر اختیار کریں گے تو ان کا وبال بھی تم پر ہوگا۔

نیکی اور برائی کی ابتداء کرنے والے کے بارے میں ایک اصول

یاد رہے کہ نیکی اور بدی کے ہر کام میں یہی اصول نافذ ہے کہ اس کی ابتداء کرنے والوں کو پیروی کرنے والوں کے عمل کا ثواب یا عذاب بھی ملے گا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس طریقے کو ایجاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے بعد جو لوگ اُس طریقے پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اس (ایجاد کرنے والے) کو ملے گا اور ان (عمل کرنے والوں) کے اپنے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا تو اُس پر اِس کا گناہ ہوگا اور اِس کے بعد جو لوگ اُس پر عمل کریں گے اُن کا گناہ بھی اِسے ہوگا اور اِن (عمل کرنے والوں) کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سیّئة... الخ، ص۱۴۳۷، الحدیث: ۱۵(۱۰۱۷))

﴿وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت وصول نہ کرو۔﴾ اس آیت میں دنیا

کے حقیر و ذلیل مال کے بدلے اللہ تعالٰی کی آیات بیچنے سے منع کیا گیا ہے اور یہاں اُن آیات سے توریت وانجیل کی وہ آیات مراد ہیں جن میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف وعلامات کا بیان ہے۔قرآن پاک کی یہ آیات ان یہودیوں کے متعلق نازل ہوئیں جنہیں اپنی قوم سے نذرانے اور وظائف ملتے تھے اور انہیں ڈر تھا کہ اگر قوم کومعلوم ہوگیا کہ توراۃ میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں تو وہ ان سرداروں کو چھوڑ کر محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں گے اور یوں ان کے نذرانے بند ہوجائیں گے۔اسی کو فرمایا جارہا ہے کہ دنیا کے قلیل مال کے بدلے اللہ تعالٰی کی آیتیں بیچتے ہیں۔

عظمتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چھپانے والے علماء

اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت سے معلوم ہوا کہ یہودی علماء اپنے باطل مفادات،نفسانی خواہشات اور جاہلانہ توہُّمات کی بناپراپنی کتابوں میں موجودان آیات کو چھپاتے تھے جن میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اوران کے اوصاف بیان کئے گئے اور اگرکبھی کوئی آیت بیان بھی کی تو اس کے ساتھ بعض باطل باتیں ملاکر بیان کرتے تھے حالانکہ علماء کا منصب تو حق بات کا اعلان کرنا،حق اور باطل کوجدا کرنا، مالی وذاتی مفادات کودین پرقربان کرنااوردین کا محافظ بننا ہے۔یہودیوں کے بیان کردہ طرزِ عمل اورعلماء کے منصب کوسامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کواپنی حالت پرغور کرنے کی حاجت ہے جن کا حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان بیان کرنے کے معاملے میں سلسلہ کہیں اورہی جاکر ملتا ہے۔

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق نہ چھپاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔

﴿**وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ:** اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔﴾ یہودی علماء نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت ونبوت سے متعلق توراۃ کی آیتیں چھپاتے بھی تھے اور کبھی کچھ بیان کرتے تو ان کے ساتھ اپنی طرف سے کچھ باطل باتیں بھی ملادیا کرتے تھے مثلاً اپنے پیروکاروں سے کہتے کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبی تو ہیں لیکن ہمارے لئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے ہیں۔یہودی علماء نے اس طرح کی کئی باتیں گھڑی ہوئی تھیں جن کے ذریعے وہ جان بوجھ کر حق چھپانے اور حق وباطل

کو ملا کر دھوکہ دینے کے طریقے اختیار کئے ہوئے تھے۔ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کو چاہئے کہ وہ حق کو باطل سے نہ ملائے اور نہ ہی حق کو چھپائے کیونکہ اس میں فساد اور نقصان ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق بات جاننے والے پر اسے ظاہر کرنا واجب ہے اور حق بات کو چھپانا اس پر حرام ہے۔
(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۲، ۱/۴۹)

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم رکھو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں یہودیوں کو ایمان لانے کا حکم دیا گیا، پھر انہیں حق کو باطل کے ساتھ ملانے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے دلائل چھپانے سے منع کیا گیا، اب ان کے سامنے وہ شرعی احکام بیان کئے جا رہے ہیں جو ایمان قبول کرنے کے بعد ان پر لازم ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے یہودیو! تم ایمان قبول کرکے مسلمانوں کی طرح پانچ نمازیں ان کے حقوق اور شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جس طرح مسلمان اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اسی طرح تم بھی اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اور میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۳، ۱/۴۸۵، روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۳، ۱/۱۲۱، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۲، ۱/۴۹، ملتقطاً)

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے فضائل

اس آیت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی ترغیب بھی ہے اور احادیث میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے کثیر فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''
(بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ۱/۲۳۲، الحدیث: ۶۴۵)

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت حمران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کامل وضو کیا، پھر فرض نماز کے لیے چلا اور امام کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے گناہ

بخش دیئے جائیں گے۔'' (شعب الایمان، باب العشرون من شعب الایمان وهو باب فی الطهارة، ۹/۳، الحدیث: ۲۷۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو اچھی طرح وضو کر کے مسجد کو جائے اور لوگوں کو اس حالت میں پائے کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جماعت سے نماز پڑھنے والوں کی مثل ثواب دے گا اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔

(ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن خرج یرید الصلاة فسبق بها، ۱/۲۳٤، الحدیث: ۵٦٤)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''منافقین پر سب سے زیادہ بھاری عشا اور فجر کی نماز ہے اور وہ جانتے کہ اس میں کیا ہے؟ تو گھسٹتے ہوئے آتے اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں، جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر اُن پر آگ سے جلا دوں۔

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة... الخ، ص۳۲۷، الحدیث: ۲۵۲(٦۵۱))

بزرگانِ دین کے نزدیک باجماعت نماز اداء کرنے کی اہمیت کس قدر تھی اس کا اندازہ ان دو حکایات سے لگایا جاسکتا ہے:

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے، جب واپس ہوئے تو لوگ نمازِ عصر ادا کر چکے تھے، یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ** پڑھا اور ارشاد فرمایا: ''میری عصر کی جماعت فوت ہو گئی ہے، لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مساکین پر صدقہ ہے تاکہ یہ اس کام کا کفارہ ہو جائے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، باب صلاة الجماعة، الکبیرة الخامسة والثمانون، ۱/۳۱۱)

(2)......حضرت حاتم اَصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میری باجماعت نماز فوت ہو گئی تو حضرت ابو اسحاق بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علاوہ کسی نے میری تعزیت نہ کی اور اگر میرا بچہ فوت ہو جاتا تو دس ہزار (10,000) سے زیادہ افراد مجھ سے تعزیت کرتے کیونکہ لوگوں کے نزدیک دینی نقصان دنیوی نقصان سے کم تر ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاة و مهماتها، الباب الاول فی فضائل الصلاة والسجود... الخ، ۱/۲۰۳)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟﴾ یہ آیت مبارکہ ان یہودی علماء کے بارے میں ہے جن سے ان کے مسلمان رشتہ داروں نے دینِ اسلام کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: تم اس دین پر قائم رہو، محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین حق اور کلام سچا ہے۔ یا ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مشرکینِ عرب کو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے کی ہدایت کی تھی، پھر جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مبعوث ہوئے تو یہ ہدایت کرنے والے حسد سے خود کافر ہو گئے تو انہیں فرمایا گیا کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھلاتے ہو۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۴، ۱/ ۵۰)

یاد رہے کہ اس آیت کا شانِ نزول خاص ہونے کے باوجود حکم عام ہے اور ہر نیکی کا حکم دینے والے کیلئے اس میں تازیانہ عبرت ہے۔

قول و فعل کے تضاد کا نقصان

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ معمولی فساد اس وقت بہت بڑے فتنے اور تباہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جب اس کا ارتکاب کرنے والے خود وہ لوگ ہوں جو دوسروں کو تو بھلائی کا حکم دیتے ہوں لیکن جب ان کے عمل سے پردہ اُٹھے تو معلوم ہو کہ گناہوں کے سب سے بڑے مریض یہی ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ قول و فعل کا تضاد اور خلوت و جلوت کا فرق دنیا و آخرت دونوں لئے بہت نقصان دہ ہے، دنیا میں تو یہ اس قدر نقصان دہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی کے متعلق یہ تضاد ثابت ہو جائے تو لوگ زندگی بھر اسے منہ لگانا پسند نہیں کرتے بلکہ ایسوں کے عمل کو دیکھ کر نجانے کتنے لوگ ہمیشہ کیلئے دین ہی سے متنفر ہو جاتے ہیں، اور آخرت میں اس کا نقصان کتنا زیادہ ہے اس کا اندازہ اس روایت اور حکایت سے خود ہی لگا لیجئے، چنانچہ

حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

فرمایا ’’قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا، یہاں تک کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچ کر اس کی خوشبو سونگھیں گے، اس کے محلات اور اس میں اہل جنت کے لئے اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ نعمتیں دیکھ لیں گے، تو ندا دی جائے گی: انہیں جنت سے لوٹا دو کیونکہ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں۔ (یہ ندا سن کر) وہ ایسی حسرت کے ساتھ لوٹیں گے کہ اس جیسی حسرت کے ساتھ ان سے پہلے لوگ نہ لوٹیں ہوں گے، پھر وہ عرض کریں گے: ’’یارب عَزَّوَجَلَّ! اگر تو اپنا ثواب اور اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ نعمتیں دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں داخل کر دیتا تو یہ ہم پر زیادہ آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’میں نے ارادۃً تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ) جب تم تنہائی میں ہوتے تو بڑے بڑے گناہ کر کے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کرتے اور جب لوگوں سے ملتے تو عاجزی و انکساری کے ساتھ ملتے تھے، تم لوگوں کو اپنی وہ حالت دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں میں میرے لئے نہیں ہوتی تھی، تم لوگوں سے ڈرتے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کی عزت کرتے اور میری عزت نہ کرتے تھے، تم لوگوں کی وجہ سے برا کام کرنا چھوڑ دیتے لیکن میری وجہ سے برائی نہ چھوڑتے تھے، آج میں تمہیں اپنے ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عذاب کا مزہ بھی چکھاؤں گا۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۴/۱۳۵-۱۳۶، الحدیث: ۵۴۷۸)

اور حضرت ابراہیم تیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں موت اور (مرنے کے بعد ہڈیوں کی) بوسیدگی کو یاد کرنے کے لئے کثرت سے قبرستان میں آتا جاتا تھا، ایک رات میں قبرستان میں تھا کہ مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سو گیا تو میں نے خواب میں ایک کھلی ہوئی قبر دیکھی اور ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا ’’یہ زنجیر پکڑو اور اس کے منہ میں داخل کر کے اس کی شرمگاہ سے نکالو۔ تو وہ مردہ کہنے لگا: ’’یارب عَزَّوَجَلَّ! کیا میں نے قرآن نہیں پڑھا؟ کیا میں نے تیرے حرمت والے گھر کا حج نہیں کیا؟ پھر وہ اسی طرح ایک کے بعد دوسری نیکی گنوانے لگا تو میں نے سنا ’’تو لوگوں کے سامنے یہ اعمال کیا کرتا تھا لیکن جب تو تنہائی میں ہوتا تو نافرمانیوں کے ذریعے مجھ سے مقابلہ کرتا اور تم نے میرا کچھ خیال نہ کیا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، خاتمۃ فی التحذیر من جملۃ المعاصی... الخ، ۱/۳۱)

یاد رہے کہ اس آیت کی مراد وعظ و نصیحت کرنے والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری پر ابھارنا ہے، بے عمل کو وعظ سے منع کرنا مقصود نہیں، یعنی یہ فرمایا ہے کہ جب دوسروں کو وعظ و نصیحت کرتے ہو تو خود بھی عمل کرو، یہ نہیں فرمایا کہ جب عمل

نہیں کرتے تو وعظ و نصیحت کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ عمل کرنا ایک واجب ہے اور دوسروں کو برائی سے روکنا دوسرا واجب ہے۔ اگر ایک واجب پر عمل نہیں تو دوسرے سے کیوں رُکا جائے۔ (بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٤٤، ١/٣١٦)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ہم نے عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم اس وقت تک (دوسروں کو) نیک اعمال کرنے کی دعوت نہ دیں جب تک ہم خود تمام نیک اعمال نہ کرنے لگ جائیں اور ہم اس وقت تک (لوگوں کو) برے کاموں سے منع نہ کریں جب تک ہم خود تمام برے کاموں سے رک نہ جائیں؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' (ایسا نہ کرو) بلکہ تم نیک اعمال کرنے کا حکم دو اگرچہ تم خود تمام نیک اعمال نہیں کرتے اور برے اعمال کرنے سے منع کرو اگرچہ تم تمام برے اعمال سے باز نہیں آئے۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ٥/٧٧، الحدیث: ٦٦٢٨)

وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

رکوع ٥ / ٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

﴿وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل کو سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے، ان کی شریعت پر عمل کرنے، سرداری ترک کرنے اور منصب و مال کی محبت دل سے نکال دینے کا حکم دیا گیا اور اس آیت میں ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل! اپنے نفس کو لذتوں سے روکنے کے لئے صبر سے مدد چاہو اور اگر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل کرو تو سرداری اور منصب و مال کی محبت دل سے نکالنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا، بیشک نماز ضرور بھاری ہے البتہ ان لوگوں پر بھاری نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم رضائے الٰہی کے حصول اور اپنی حاجتوں

کی تکمیل میں صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٤٥، ١/٥٠)

سبحان اللہ! کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ صبر کی وجہ سے قلبی قوت میں اضافہ ہے اور نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پریشانیوں کو برداشت کرنے اور انہیں دور کرنے میں سب سے بڑی معاون ہیں۔

﴿اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ: بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں اور خواہشات سے بھرے ہوئے دلوں پر نماز بہت بوجھل ہوتی ہے اور عشق و محبتِ الٰہی سے لبریز اور خوفِ خدا سے جھکے ہوئے دلوں پر نماز بوجھ نہیں بلکہ نماز ان کیلئے لذت و سرور اور روحانی و قلبی معراج کا سبب بنتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات پر یقین رکھتے ہیں اور اُس مولیٰ کریم کے دیدار کی تڑپ رکھتے ہیں۔

اس میں بشارت ہے کہ آخرت میں مؤمنین کو دیدارِ الٰہی کی نعمت نصیب ہوگی، نیز اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی طرف رجوع میں ترغیب و ترہیب دونوں ہیں اور ان دونوں کو پیشِ نظر رکھنا نماز میں خشوع پیدا ہونے کا ذریعہ ہے، گویا نماز میں خشوع و خضوع قائم رکھنے کا حکم بھی دیا اور اس کے حصول کا طریقہ بھی بتا دیا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں اس سارے زمانے پر فضیلت عطا فرمائی۔

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ: اے یعقوب کی اولاد! میرا احسان یاد کرو۔﴾ یہاں سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ترک کرنے سے ڈریں اور ان پر حجت پوری ہو جائے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٤٥، ١/٥٠)

یادرہے کہ ان آیات میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں سے خطاب کیا جارہا ہے جو سیدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے میں موجود تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں یاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے وہ یہ ہیں:

(1)......تمام اہلِ زمانہ پر فضیلت و برتری، (2)......دریا میں راستہ بن جانا، (3)......فرعون سے نجات، (4)...... تورات کا عطا ہونا، (5)......بچھڑے کی پوجا پر معافی مل جانا، (6)......ایک گروہ کا مرنے کے بعد زندہ کیا جانا، (7)......بادلوں سے سایہ ملنا، (8)......مَن وسَلویٰ نازل ہونا، (9)...... پانی کے بارہ چشمے جاری ہو جانا، (10)......زمینی اناج عطا کیا جانا وغیرہ، یہ تمام نعمتیں ان کے آباؤ اجداد کو عطا کی گئی تھیں اور چونکہ جو نعمت آباؤ اجداد کو ملی ہو وہ ان کی اولاد کے حق میں بھی نعمت ہوتی ہے اس لئے ان سے فرمایا جارہا ہے کہ اے یعقوب کی اولاد! میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کر کے اور ان کے دین میں داخل ہو کر میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔'' بنی اسرائیل کی نعمتوں کو سامنے رکھ کر امتِ محمدیہ پر ہونے والے انعامات کو شمار کریں تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ شکر گزاری کا تقاضا ہم سے کس قدر مطلوب ہے۔

﴿ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ : میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی، اور جب حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آمد ہوئی تو یہ فضیلت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کی طرف منتقل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو سب امتوں سے افضل بنا دیا جیسا کہ ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ال عمران: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ کافر کے لئے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی اور نہ کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا: کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی۔﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! قیامت کے اس دن سے ڈرو جس دن کوئی بھی شخص کسی کافر کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کافر کے بارے میں کسی کی کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس کافر سے جہنم کے عذاب سے نجات کے بدلے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کفار سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور کر کے ان کی مدد کی جائے گی۔ (روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۸، ۱/۱۲۶-۱۲۷)

شفاعت کی امید پر گناہ کرنے والا کیسا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کافر کو نہ کوئی کافر نفع پہنچا سکے گا اور نہ کوئی مسلمان، اس دن شفاعت صرف مسلمان کیلئے ہوگی جیسا کہ دیگر آیات میں بیان ہوا البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شفاعت کی امید پر گناہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اچھے ڈاکٹر کے مل جانے کی امید پر کوئی زہر کھالے یا ہڈیوں کے ماہر ڈاکٹر کے ملنے کی امید پر گاڑی کے نیچے آ کر سارے بدن کی ہڈیاں تڑوالے۔

وَ اِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ (۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بُرا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت برا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

﴿وَ اِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کا اجمالی طور پر ذکر ہوا اور اب یہاں سے ان نعمتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون کی پیروی کرنے والوں سے نجات دی

جو تمہیں بہت برا عذاب دیتے تھے۔فرعون نے بنی اسرائیل پر نہایت بے دردی سے محنت و مشقت کے دشوار کام لازم کر رکھے تھے، پتھروں کی چٹانیں کاٹ کر ڈھوتے ڈھوتے ان کی کمریں اور گردنیں زخمی ہوگئی تھیں،غریبوں پر ٹیکس مقرر کئے ہوئے تھے جو غروب آفتاب سے قبل جبراً وصول کئے جاتے تھے اور جو ٹیکس نہ دے پاتا اسے سخت سزائیں ملتی تھیں۔

(تفسیرکبیر، البقرة، تحت الآية: ۴۹، ۱/۵۰۴-۵۰۵)

اس فرعونیت کا کچھ نمونہ ان مسلمان ممالک میں دیکھا جاسکتا ہے جہاں کفار نے پنجے گاڑ کر مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں اور مسلمانوں کیلئے عقوبت خانے اور خصوصی جیلیں بنارکھی ہیں۔

فرعون کا تعارف

جس طرح فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ، روم کے بادشاہ کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا اسی طرح قِبطی اور عَمالِقہ قوم سے تعلق رکھنے والے، مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوتا تھا۔حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مُصْعَب بن رَیان تھا اور اس آیت میں اُسی کا ذکر ہے۔اس کی عمر چار سو سال سے زیادہ ہوئی ، نیز اس آیت میں آلِ فرعون سے اس کے پیروکار مراد ہیں۔

﴿ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ :وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے۔﴾ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور اس نے مصر کو گھیر کر تمام قبطیوں کو جلا ڈالا جبکہ بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔اس خواب سے اسے بڑی وحشت ہوئی، کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری ہلاکت اور تیری سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا۔یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو، اُسے قتل کر دیا جائے۔ (روح البيان، البقرة، تحت الآية: ۴۹، ۱/۱۲۹)

یوں ہزاروں کی تعداد میں بچے قتل کئے گئے۔قدرتِ الٰہی سے اس قوم کے بوڑھے جلد مرنے لگے تو قبطی سرداروں نے گھبرا کر فرعون سے شکایت کی کہ ایک طرف بنی اسرائیل میں موت کی کثرت ہوگئی ہے اور دوسری طرف ان کے بچے بھی قتل کئے جا رہے ہیں، اگر یہی صورت حال رہی تو ہمیں خدمتگار کہاں سے ملیں گے؟ اس پر فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں تو جو سال چھوڑنے کا تھا اس میں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے اور قتل کے سال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہوئی۔یہ واقعہ سورۂ قصص کے پہلے رکوع میں کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ :اور اس میں آزمائش تھی۔﴾ ''بلا'' امتحان و آزمائش کو کہتے ہیں اور آزمائش نعمت سے بھی ہوتی ہے اور شدت و محنت سے بھی۔نعمت سے بندے کی شکر گزاری اور محنت و مشقت سے اس کے صبر کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

اس آیت میں اگر "ذٰلِكُمْ" کا اشارہ فرعون کے مظالم کی طرف ہو تو "بلا" سے محنت و مصیبت مراد ہوگی اور اگر ان مظالم سے نجات دینے کی طرف اشارہ ہو تو "بلا" سے نعمت مراد ہوگی۔

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا۔

﴿ **وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ:** اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا۔﴾ یہ دوسری نعمت کا بیان ہے جو بنی اسرائیل پر فرمائی کہ انہیں فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نجات دی اور فرعون کو اس کی قوم سمیت ان کے سامنے غرق کر دیا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حکمِ الٰہی پر رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے۔ صبح کو فرعون ان کی جستجو میں ایک بھاری لشکر لے کر نکلا اور انہیں دریا کے کنارے پر پالیا، بنی اسرائیل نے فرعون کے لشکر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فریاد کی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا پر اپنا عصا مارا۔ اس کی برکت سے عین دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہوگئے اور پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا اور ان آبی دیواروں میں جالی کی مثل روشندان بن گئے۔ بنی اسرائیل کی ہر جماعت ان راستوں میں ایک دوسری کو دیکھتی اور باہم باتیں کرتی گزر گئی۔ فرعون بھی اپنے لشکر سمیت ان دریائی راستوں میں داخل ہو گیا لیکن جب اس کا تمام لشکر دریا کے اندر آ گیا تو دریا اپنی اصلی حالت پر آیا اور تمام فرعونی اس میں غرق ہو گئے اور بنی اسرائیل دریا کے کنارے فرعونیوں کے غرق کا منظر دیکھ رہے تھے۔

(قرطبی، البقرة، تحت الآیة: ۵۱، ۱/۳۱۸-۳۱۹، بیضاوی، البقرة، تحت الآیة: ۵۱، ۱/۳۲۲، ملتقطاً)

انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ہونے والے انعام کی یادگار قائم کرنا سنت ہے

فرعونیوں کا غرق ہونا محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: جب حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے عرض کی: یہ نیک دن ہے، یہ وہ دن ہے

جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمہاری نسبت موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۱/ ۶۵۶، الحدیث: ۲۰۰۴، مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، ص ۵۷۲، الحدیث: ۱۲۸ (۱۱۳۰))

البتہ صرف دس محرم کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک روزہ ملایا جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، عاشوراء کے دن سے پہلے یا بعد میں ایک دن کا روزہ رکھو۔

(مسند امام احمد، ۱/ ۵۱۸، الحدیث: ۲۱۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جو انعامِ الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجا لانا سنت ہے اگرچہ کفار بھی اس یادگار کو قائم کرتے ہوں۔

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے موسٰی سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم واقعی ظالم تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی عطا فرمائی تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً: اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں بنی اسرائیل پر کی گئی جو نعمت بیان ہوئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے تو ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا اور اس کیلئے تیس دن اور پھر دس دن کا اضافہ کر کے چالیس دن کی مدت مقرر ہوئی جیسا کہ سورۂ اعراف آیت 142 میں ہے۔ ان چالیس دنوں میں ذوالقعدہ کا پورا مہینہ اور دس دن ذوالحجہ کے شامل تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم پر حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا نائب بنا کر تورات حاصل کرنے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، چالیس دن رات وہاں ٹھہرے اور اس عرصہ میں کسی سے بات چیت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے تختیوں پر تحریری صورت میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تورات عطا فرمائی۔

دوسری طرف سامری نے جواہرات سے مزین سونے کا ایک بچھڑا بنا کر قوم سے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے۔ وہ لوگ ایک مہینے تک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انتظار کرنے کے بعد سامری کے بہکانے سے بچھڑے کی پوجا کرنے لگے، ان پوجا کرنے والوں میں تمام بنی اسرائیل شامل تھے، صرف حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور آپ کے بارہ ہزار ساتھی اِس شرک سے دور ونفور رہے۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام واپس تشریف لائے تو قوم کی حالت دیکھ کر انہیں تنبیہ کی اور انہیں ان کے گناہ کا کفارہ بتایا، چنانچہ جب انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ ان مُرتَد ہونے والوں کی توبہ کا بیان آیت نمبر 53 کے بعد آ رہا ہے۔

وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں فرق کرنا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿اَلْفُرْقَانَ: فرق کرنا۔﴾ فرقان کے کئی معانی کئے گئے ہیں: (۱) فرقان سے مراد بھی تورات ہی ہے۔ (۲) کفر و ایمان میں فرق کرنے والے معجزات جیسے عصا اور ید بیضاء وغیرہ۔ (۳) حلال و حرام میں فرق کرنے والی شریعت مراد ہے۔

(مدارك، البقرة، تحت الآية: ۵۳، ص ۵۲)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا

کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم تم نے بچھڑے (کو معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا (اب) اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو (یوں) کہ تم اپنے لوگوں کو قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: کہ تم اپنے لوگوں کو قتل کرو۔﴾ بنی اسرائیل کو بچھڑا پوجنے کے گناہ سے یوں معافی ملی کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: تمہاری توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی ہے وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم راضی خوشی سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے، تب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گڑگڑاتے ہوئے بارگاہِ حق میں ان کی معافی کی التجاء کی۔ اس پر وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے وہ شہید ہوئے اور باقی بخش دیئے گئے، قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔

(تفسیر عزیزی(مترجم)، البقرۃ، تحت الآیۃ:٥٤، ١/٤٣٩-٤٤٢، ملخصاً)

مرتد کی سزا قتل ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا باغی ہو اسے قتل کر دینا ہی حکمت اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں یہ قانون نافذ ہے کہ جو اس ملک کے بادشاہ سے بغاوت کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس قانون کو انسانیت کے تمام علمبردار تسلیم کرتے ہیں اور اس کے خلاف کسی طرح کی کوئی آواز بلند نہیں کرتے، جب دنیوی بادشاہ کے باغی کو قتل کر دینا انسانیت پر ظلم نہیں تو جو سب بادشاہوں کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہو جائے اسے قتل کر دیا جانا کس طرح ظلم ہو سکتا ہے۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا فضل

بچھڑا بنا کر پوجنے میں بنی اسرائیل کے کئی جرم تھے:

(1)......مجسمہ سازی جو حرام ہے۔

(2)......حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی۔

(3)......بچھڑے کی پوجا کر کے مشرک ہوجانا۔

یہ ظلم آلِ فرعون کے مظالم سے بھی زیادہ شدید ہیں کیونکہ یہ افعال ان سے بعدِ ایمان سرزد ہوئے، اس وجہ سے وہ مستحق تو اس کے تھے کہ عذاب الٰہی انہیں مہلت نہ دے اور فی الفور ہلاک کر کے کفر پر ان کا خاتمہ کردے لیکن حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے طفیل انہیں توبہ کا موقع دیا گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ قتل ان کے لیے کفارہ تھا۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تمہیں کڑک نے پکڑ لیا۔ پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ : ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے۔﴾ جب بنی اسرائیل نے توبہ کی اور کفارے میں اپنی جانیں بھی دیدیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں اِس گناہ کی معذرت پیش کرنے کیلئے حاضر کریں چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان میں سے ستر آدمی منتخب کر کے طور پر لے گئے، وہاں جا کر وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ہم آپ کا یقین نہ کریں گے جب تک خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں، اس پر آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس کی ہیبت سے وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان ستر افراد کو زندہ فرما دیا۔

(جمل، البقرة، تحت الآية: ۵۵، ۸۰/۱، تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۵۵، ۵۱۹/۱، ملتقطاً)

اس واقعہ سے شانِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی ظاہر ہوئی کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ”ہم آپ

کا یقین نہیں کریں گے'' کہنے کی شامت میں بنی اسرائیل ہلاک کئے گئے اور اسی سے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جناب میں ترکِ ادب غضبِ الٰہی کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اس سے ڈرتے رہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے مقبولانِ بارگاہ کی دعا سے مردے بھی زندہ فرما دیتا ہے۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰىؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اَبر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر مَنّ اور سَلْویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کو سایہ بنا دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا (کہ) ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے۔

﴿وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ: اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کو سایہ بنا دیا۔﴾ فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر میں آباد ہوگئے۔ کچھ عرصے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں حکمِ الٰہی سنایا کہ ملکِ شام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی اولاد کا مدفن ہے اور اسی میں بیت المقدس ہے، اُسے عمالِقہ قبیلے سے آزاد کرانے کے لیے جہاد کرو اور مصر چھوڑ کر وہیں وطن بناؤ۔ مصر کا چھوڑنا بنی اسرائیل کیلئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ شروع میں تو انہوں نے ٹال مٹول کی لیکن جب مجبور ہوکر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَعِیَّت میں روانہ ہونا ہی پڑا تو راستے میں جو کوئی سختی اور دشواری پیش آتی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے شکایتیں کرتے۔ جب اُس صحرا میں پہنچے جہاں نہ سبزہ تھا، نہ سایہ اور نہ غلہ، تو وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دھوپ کی، گرمی اور بھوک کی شکایت کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی اور اللّٰہ تعالیٰ نے اُس دعا کی برکت سے ایک سفید بادل کو ان پر سائبان بنا دیا جو رات دن ان کے ساتھ چلتا اور ان پر ایک نوری ستون نازل فرمایا جو کہ آسمان کی جانب سے ان کے قریب ہوگیا اور ان کے ساتھ چلتا اور جب رات کے وقت چاند کی روشنی نہ ہوتی تو وہ ان کے لئے چاند کی طرح روشن

ہوتا۔ ان کے کپڑے میلے اور پرانے نہ ہوتے، ناخن اور بال نہ بڑھتے ۔

(تفسیر جمل ، البقرة، تحت الآیة: ۵۷، ۸۱/۱، روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۵۷، ۱/۱۴۱-۱۴۲)

﴿وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى: اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔﴾ اُس صحرا میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی برکت سے ان کے کھانے کا انتظام یوں ہوا کہ انہیں مَن وسَلْویٰ ملنا شروع ہوگیا۔ من وسلوی کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

''مَن'' کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز تھی جو روزانہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہر شخص کے لیے ایک صاع (یعنی تقریباً چار کلو) کی بقدر اترتی اور لوگ اس کو چادروں میں لے کر دن بھر کھاتے رہتے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ''مَن'' سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی مشقت اور کاشتکاری کے بغیر عطا کر کے ان پر احسان فرمایا۔ ''سلویٰ'' کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا پرندہ تھا، اور اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ پرندہ بھنا ہوا بنی اسرائیل کے پاس آتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ جنوبی ہوا اس پرندے کو لاتی اور بنی اسرائیل اس کا شکار کر کے کھاتے ۔ یہ دونوں چیزیں ہفتے کو بالکل نہ آتیں، باقی ہر روز پہنچتیں، جمعہ کو دگنی آتیں اور حکم یہ تھا کہ جمعہ کو ہفتے کے لیے بھی جمع کرلو مگر ایک دن سے زیادہ کا جمع نہ کرو۔ بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور ذخیرے جمع کیے، وہ سڑ گئے اور ان کی آمد بند کردی گئی۔ یہ انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا کہ دنیا میں نعمت سے محروم ہوئے اور آخرت میں سزا کے مستحق ہوئے۔

(خازن، البقرة، تحت الآیة: ۵۷، ۱/۵۶، روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۵۷، ۱/۱۴۲)

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم نے انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہونا اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔

﴿وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ: اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو جاؤ۔﴾ اس شہر سے ''بیتُ المقدس'' مراد ہے یا

اَرِیحا جو بیت المقدس کے قریب ہے جس میں عمالقہ آباد تھے اور وہ اسے خالی کر گئے تھے، وہاں غلے میوے بکثرت تھے۔اس بستی کے دروازے میں داخل ہونے کا فرمایا گیا اور یہ دروازہ ان کے لیے کعبہ کی طرح تھا اور اس میں داخل ہونا اور اس کی طرف سجدہ کرنا گناہوں کی معافی کا سبب تھا۔ بنی اسرائیل کو حکم یہ تھا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے ''حِطَّةٌ'' کہتے جائیں (یہ کلمہ استغفار تھا۔) انہوں نے دونوں حکموں کی مخالفت کی اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور توبہ واستغفار کا کلمہ پڑھنے کی بجائے مذاق کے طور پر ''حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ'' کہنے لگے جس کا معنیٰ تھا: بال میں دانہ۔ اس مذاق اور نافرمانی کی سزا میں ان پر طاعون مسلط کیا گیا جس سے ہزاروں اسرائیلی ہلاک ہوگئے۔

(تفسیرخازن، البقرة، تحت الآیة: ۵۸، ۱/۵۶، مدارك، البقرة، تحت الآیة: ۵۸، ص۵۳، تفسیر عزیزی (مترجم)، ۱/۴۵۶-۴۵۷، ملتقطاً)

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان ظالموں نے جو اُن سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب نازل کر دیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے۔

﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ: تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب نازل کر دیا۔﴾ بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب مسلط کیا گیا اور اس کی وجہ سے ایک ساعت میں ان کے 70,000 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

(خازن، البقرة، تحت الآیة: ۵۹، ۱/۵۶)

طاعون کے بارے میں 3 احادیث

یہاں طاعون کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے طاعون سے متعلق 3 احادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک یہ طاعون ایک عذاب ہے جسے تم سے پہلے لوگوں پر مسلط کیا گیا تھا لہٰذا جب کسی جگہ طاعون ہو (اور تم

وہاں موجود ہو) تو تم طاعون سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو اور جب کسی جگہ طاعون ہو تو تم وہاں نہ جاؤ۔

(مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا، ص۱۲۱۶، الحدیث: ۹۴-۹۵(۲۲۱۸))

(2)......ایک اور روایت میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''طاعون پچھلی امتوں کے عذاب کا بقیہ ہے جب تمہارے شہر میں طاعون واقع ہو تو وہاں سے نہ بھاگو اور دوسرے شہر میں واقع ہو تو وہاں نہ جاؤ۔

(مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا، ص۱۲۱۷، الحدیث: ۹۷(۲۲۱۸))

(3)......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے طاعون کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے یہ عذاب بھیج دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اہل ایمان کے لئے رحمت بنایا ہے، کوئی مومن ایسا نہیں جو طاعون میں پھنس جائے لیکن اپنے شہر ہی میں صبر سے ٹھہرا رہے اور یہ سمجھے کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے اس کے سوا کوئی تکلیف مجھے نہیں پہنچ سکتی، تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۵۶ باب، ۲/۴۶۸، الحدیث: ۳۴۷۴)

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو، جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ پتھر پر اپنا عصا مارو، تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے (اور) ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو پہچان لیا (اور ہم نے فرمایا کہ) اللہ کا رزق کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

﴿وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا۔﴾ جب میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل نے پانی نہ پایا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں فریاد کی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے حکم ہوا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا مارا تو اس پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں نے اپنے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا۔

[illegible]

یہاں ایک نکتہ قابل ذکر ہے کہ پتھر سے چشمہ جاری کرنا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عظیم معجزہ تھا جبکہ ہمارے آقا، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے اور یہ اس سے بھی بڑھ کر معجزہ تھا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ معجزہ کہ وہ پتھر سے پانی رواں فرما دیتے اور پتھر سے چشمہ برآمد کرتے تو ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگشت ہائے مبارک سے چشمہ جاری فرما دیا۔ پتھر تو زمین ہی کی جنس سے ہے اور اس سے چشمے بہا کرتے ہیں لیکن اس کے برخلاف گوشت پوست سے پانی کا چشمہ جاری کرنا حد درجہ عظیم ہے۔ (مدارج النبوة، باب پنجم درذکر فضائل وی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۱۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر — ندیاں پنج آب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

[illegible]

اس آیت میں لوگوں کا انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں استعانت کرنے اور انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ان کی مشکل کشائی فرمانے کا ثبوت بھی ہے۔ تاجدار رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت مبارکہ میں ایسے کئی واقعات ہیں جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر لوگوں نے اپنی مشکلات عرض کیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی مشکل کشائی فرمائی، ان میں سے دو واقعات درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں (میرے والد) حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو بن حرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وفات پا گئے اور ان پر قرض تھا ''فَاسْتَعَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی غُرَمَائِہٖ اَنْ یَضَعُوْا مِنْ دَیْنِہٖ'' تو میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ان کے قرض خواہوں سے متعلق مدد طلب کی کہ وہ ان کا قرضہ کچھ کم کر دیں۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس بارے میں ان سے بات کی تو انہوں نے ایسا نہ کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کی الگ الگ ڈھیریاں بناؤ اور پھر مجھے پیغام بھیج دینا۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے ڈھیریاں بنادیں اور بارگاہ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں پیغام بھیج دیا، آپ ان ڈھیریوں کے پاس تشریف فرما ہوگئے اور ارشاد فرمایا: تم ماپ کر لوگوں کو دیتے جاؤ۔ میں نے کھجوریں ماپ کر لوگوں کو دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ سب کا قرضہ اتر گیا اور میری کھجوریں ایسے لگ رہی تھیں جیسے ان میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب الکیل علی البائع والمعطی، ۲/۲۶، الحدیث: ۲۱۲۷)

(2)......حضرت سالم بن ابی جعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت جابر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے چمڑے کا ایک تھیلا تھا جس (میں موجود پانی) سے وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گرد حلقہ ڈال کر کھڑے ہو گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا بات ہے؟ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: **یارسول اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں اور اسے پی سکیں، صرف وہی پانی ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا دست مبارک اس تھیلے میں رکھ دیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح جوش مارنے لگا، پھر ہم نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ حضرت سالم بن ابی جعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: آپ اس وقت کل کتنے آدمی تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کفایت کر جاتا لیکن ہم اس وقت صرف 1500 تھے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/۴۹۳-۴۹۴، الحدیث: ۳۵۷۶)

انسانوں کے علاوہ حیوانات نے بھی اپنی تکالیف عرض کیں تو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی تکالیف دور فرمائیں اور جمادات نے بھی اپنی مرادیں عرض کیں تو سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی مرادیں بھی پوری فرمائیں جیسا کہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد، ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد ہاں اسی در پر شترانِ ناشاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

﴿ **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا**: کھاؤ اور پیو۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے فرمایا گیا کہ آسمانی طعام مَن و سلوٰی کھاؤ

اور اس پتھر کے چشموں کا پانی پیو جو تمہیں فضلِ الٰہی سے بغیر محنت کے میسر ہے اور اس بات کا خیال رکھو کہ فتنہ و فساد سے بچو اور گناہوں میں نہ پڑو۔ ہر امت کو یہی حکم تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ لیکن فساد نہ پھیلاؤ۔ یعنی رزق کے استعمال سے منع نہیں فرمایا بلکہ حرام کمانے، حرام کھانے، کھا کر خدا کی ناشکری و نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَاؕ-قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌؕ-اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْؕ-وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُۗ-وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِؕ-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۠(۶۱)

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعاء کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے۔ لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے جیسے ساگ اور ککڑی اور گندم اور مسور کی دال اور پیاز۔ فرمایا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں گھٹیا چیزیں مانگتے ہو۔ (اچھا پھر) ملکِ مصر یا کسی شہر میں قیام کرو، وہاں تمہیں وہ سب کچھ

ملے گا جو تم نے مانگا ہے اوران پر ذلت اور غربت مسلط کردی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہوگئے۔ یہ ذلت وغربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے تھے۔ (اور) یہ اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ مسلسل سرکشی کررہے تھے۔

﴿ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ: ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔﴾ بعض لوگوں کی طبیعت میں کم ہمتی، نالائقی اور نیچ پن ہوتا ہے۔ آپ انہیں پکڑ کر بھی اوپر کرنا چاہیں تو وہ کم تر اور نیچے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً زندگی کی لذتوں اور نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھاپاتے۔ بلند ہمت اور بہتر سے بہتر کے طالب ہی خالق ومخلوق کے ہاں پسندیدہ ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر نعمتوں کے ذکر کے بعد یہاں سے ان کی کم ہمتی اور نالائقی ونافرمانی کے کچھ واقعات بیان فرمائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے: بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مطالبہ کیا کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہیں کرسکتے، آپ دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں اور دالیں وغیرہ ملیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں اتنا اچھا کھانا بغیر محنت کے مل رہا ہے، کیا اس کی جگہ ادنیٰ قسم کا کھانا لینا چاہتے ہو؟ لیکن جب وہ نہ مانے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ اِس پر حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہارا یہی مطالبہ ہے تو پھر مصر جاؤ وہاں تمہیں وہ چیزیں ملیں گی جن کا تم مطالبہ کررہے ہو۔ مصر سے مراد یا تو ملکِ مصر یا مطلقاً کوئی بھی شہر ہے۔

[illegible]

یہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ ساگ ککڑی وغیرہ جو چیزیں بنی اسرائیل نے مانگیں ان کا مطالبہ گناہ نہ تھا لیکن ''مَن وسلویٰ'' جیسی نعمت بے محنت چھوڑ کر ان کی طرف مائل ہونا پست خیالی ہے۔ ہمیشہ ان لوگوں کا میلانِ طبع پستی ہی کی طرف رہا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایسے جلیل القدر، بلند ہمت انبیاء کے بعد تو بنی اسرائیل کے نیچ پن اور کم حوصلگی کا پورا ظہور ہوا۔ جب بڑوں سے نسبت ہو تو دل ودماغ اور سوچ بھی بڑی بنانی چاہئے اور مسلمانوں کو تو بنی اسرائیل سے زیادہ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ان کی نسبت سب سے بڑی ہے۔

﴿ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ: ان پر ذلت وغربت مسلط کردی گئی۔﴾ یعنی یہودیوں پر ان کے گھٹیا کردار کی وجہ سے ذلت وغربت مسلط کردی گئی۔ ان پر غضبِ الٰہی کی صورت یہ ہوئی کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صلحاء کی بدولت جو

رتبے انہیں حاصل ہوئے تھے وہ ان سے محروم ہوگئے، اس غضب کا باعث صرف یہی نہیں تھا کہ انہوں نے آسمانی غذاؤں کے بدلے زمینی پیداوار کی خواہش کی یا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں اُسی طرح کی اور خطائیں کیں بلکہ عہدِ نبوت سے دور ہونے اور زمانہ دراز گزرنے سے ان کی دینی صلاحیتیں باطل ہوگئیں، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کا راستہ اختیار کیا، انہوں نے حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت شعیا عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا اور ایسا ناحق قتل کیا کہ اس کی وجہ خود یہ قاتل بھی نہیں بتا سکتے، انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا۔ الغرض ان کے عظیم جرائم اور قبیح ترین افعال کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی، ان پر ذلت و غربت مسلط کی گئی اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔

بنی اسرائیل کی ذلت سے مسلمان بھی نصیحت حاصل کریں

بنی اسرائیل بلند مراتب پر فائز ہونے کے بعد جن وجوہات کی بنا پر ذلت و غربت کی گہری کھائی میں گرے، کاش ان وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے عبرت اور نصیحت کے لئے ایک مرتبہ مسلمان بھی اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لیں اور اپنے ماضی و حال کا مشاہدہ کریں کہ جب تک مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کی پیروی کو اپنا سب سے اہم مقصد بنائے رکھا اور اس راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو جڑ سے اکھاڑ کر چھوڑا تب تک دنیا کے کونے کونے میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا رہا اور جب سے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکامات سے نافرمانی اور سرکشی والا راستہ اختیار کیا تب سے دنیا بھر میں جو ذلت و رسوائی مسلمانوں کی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ایمان والے نیز یہود یوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان والوں نیز یہودیوں اور عیسائیوں اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں میں سے جو بھی سچے دل سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھامو اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ : اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا۔﴾ اس آیت میں یہودیوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ وقت یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ توریت کو مانیں گے اور اس پر عمل کریں گے لیکن پھر انہوں نے اس کے احکام کو بوجھ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ انہوں نے خود بڑی التجاء کر کے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ایسی آسمانی کتاب کی درخواست کی تھی جس میں قوانینِ شریعت اور آئینِ عبادت مفصل مذکور ہوں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے بار بار اس کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا عہد لیا تھا اور جب وہ کتاب عطا ہوئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عہد پورا نہ کیا۔ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑا تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر ہوا میں معلق کر دیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: تم یا تو عہد قبول کر لو ورنہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا اور تم کچل ڈالے جاؤ گے۔'' اس میں صورۃً عہد پورا کرنے پر مجبور کرنا پایا جارہا ہے لیکن درحقیقت پہاڑ کا سروں پر معلق کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی قوی دلیل ہے جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ بے شک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہ اطمینان ان کو ماننے اور عہد پورا کرنے کا اصل سبب ہے۔

یادر ہے کہ دین قبول کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا البتہ دین قبول کرنے کے بعد اس کے احکام پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی کو اپنے ملک میں آنے پر حکومت مجبور نہیں کرتی لیکن جب کوئی ملک میں آجائے تو حکومت اسے قانون پر عمل کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔

[illegible]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مقصود ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا ہے نہ فقط زبان سے بِالتَّرتیب ان کی تلاوت کرنا۔اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ اپنی سلطنت کے کسی حکمران کی طرف کوئی خط بھیجے اوراس میں حکم دے کہ فلاں فلاں شہر میں اس کے لئے ایک محل تعمیر کردیا جائے اور جب وہ خط اس حکمران تک پہنچے تو وہ اس میں دیئے گئے حکم کے مطابق محل تعمیر نہ کرے البتہ اس خط کو روزانہ پڑھتا رہے،تو جب بادشاہ وہاں پہنچے گا اور محل نہ پائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ حکمران عتاب بلکہ سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے بادشاہ کا حکم پڑھنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا تو قرآن بھی اسی خط کی طرح ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ دین کے ارکان جیسے نماز اور روزہ وغیرہ کی تعمیر کریں اور بندے فقط قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کریں تو ان کا فقط قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا حقیقی طور پر فائدہ مند نہیں۔

(روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ٦٤، ١/١٥٥، ملخصاً)

یہی بات امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی متعدد جگہ ارشاد فرمائی ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ (۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہوجاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے بعد پھر تم نے روگردانی اختیار کی تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاتے۔

﴿فَضْلُ اللّٰهِ:اللہ کا فضل۔﴾ یہاں فضل ورحمت سے یا تو توبہ کی توفیق مراد ہے کہ انہیں توبہ کی توفیق مل گئی اور یا عذاب کو

مؤخر کرنا مراد ہے یعنی بنی اسرائیل پر عذاب نازل نہ ہوا بلکہ انہیں مزید مہلت دی گئی۔(مدارك، البقرة، تحت الآية:٦٤، ص٥٦)

ایک قول یہ ہے کہ فضلِ الٰہی اور رحمتِ حق سے حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات پاک مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں خاتم المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وجود کی دولت نہ ملتی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہدایت نصیب نہ ہوتی تو تمہارا انجام ہلاک و خسران ہوتا۔

(بیضاوی، البقرة،تحت الآية: ٦٤، ١ /٣٣٦، روح المعانی، البقرة، تحت الآية: ٦٤، ١ /٣٨٢، ملتقطاً)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕیْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہوجاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

﴿اَلَّذِیْنَ اعْتَدَوْا: جنہوں نے سرکشی کی۔﴾ شہر اَیلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے انہیں حکم تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں اور اس روز شکار نہ کریں اور دنیاوی مشاغل ترک کر دیں۔ان کے ایک گروہ نے یہ چال چلی کہ وہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودتے اور ہفتہ کے دن ان گڑھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعہ پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہوجاتیں اور اتوار کے دن انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو پانی سے ہفتے کے دن تو نہیں نکالتے ، یہ کہہ کر وہ اپنے دل کو تسلی دے لیتے۔چالیس یا ستر سال تک ان کا یہی عمل رہا اور جب حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کا زمانہ آیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ قید کرنا ہی شکار ہے جو تم ہفتے ہی کو کر رہے ہو۔جب وہ باز نہ آئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ نوجوان بندروں کی شکل میں اور بوڑھے خنزیروں کی شکل میں مسخ ہوگئے،ان کی عقل اور حواس تو باقی رہے مگر قوت گویائی زائل ہوگئی اور بدنوں سے بدبو نکلنے لگی، وہ اپنے اس حال

پر روتے رہے یہاں تک کہ تین دن میں سب ہلاک ہوگئے، ان کی نسل باقی نہ رہی اور یہ لوگ ستر ہزار کے قریب تھے۔

(روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٦٥، ١/١٥٦-١٥٧، تفسیر عزیزی (مترجم)، ٢/٤٩٢-٤٩٤، ملتقطاً)

اس واقعہ کی مزید تفصیل سورہ اعراف کی آیت 163 تا 166 میں آئے گی۔

یادر ہے کہ حکمِ شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا اور حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا جائز ہے جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس طرح کا عمل سورہ ص آیت 44 میں مذکور ہے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کردیا اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے بعد والوں کے لیے عبرت اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنادیا۔

﴿ نَكَالًا : عبرت۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں عذاب کے واقعات ہماری عبرت و نصیحت کیلئے بیان کئے گئے ہیں لہٰذا قرآن پاک کے حقوق میں سے ہے کہ اس طرح کے واقعات و آیات پڑھ کر اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کی جائے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًاؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۗ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔ بولے اپنے رب سے دعاء کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے گائے کیسی کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے دعاء کیجئے ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی دیکھنے والوں کو خوشی دیتی۔ بولے اپنے رب سے دعاء کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کرے وہ گائے کیسی ہے بیشک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا، ''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بالکل کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان ہو۔ تو وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے، اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ کی گائے ہے جس کا رنگ بہت گہرا ہے۔ وہ گائے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے۔ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے واضح طور پر بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ کیونکہ بیشک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو یقیناً ہم راہ پالیں گے۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى :اور جب موسیٰ نے فرمایا۔﴾ ان آیات میں یہودیوں کو جو واقعہ یاد دلایا جارہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص عامیل کو اس کے عزیز نے خفیہ طور پر قتل کر کے دوسرے محلّہ میں ڈال دیا تا کہ اس کی

میراث بھی لے اور خون بہا بھی اور پھر دعویٰ کر دیا کہ مجھے خون بہا دلوایا جائے۔ قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال ظاہر فرمائے، اس پر حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کو ماریں، وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتا دے گا۔ لوگوں نے حیرانی سے کہا کہ کیا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہم سے مذاق کر رہے ہیں کیونکہ مقتول کا حال معلوم ہونے اور گائے کے ذبح کرنے میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جواب دیا، ''میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں مذاق کر کے جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا مذاق نہیں بلکہ باقاعدہ حکم ہے تو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس کے اوصاف دریافت کیے اور بار بار سوال کر کے وہ لوگ قیدیں بڑھاتے گئے اور بالآخر یہ حکم ہوا کہ ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بہت کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو، بدن پر کوئی داغ نہ ہو، ایک ہی رنگ کی ہو، رنگ آنکھوں کو بھانے والا ہو، اس گائے نے کبھی کھیتی باڑی کی ہو نہ کبھی کھیتی کو پانی دیا ہو۔ آخری سوال میں انہوں نے کہا کہ اب ہم ان شآء اللہ راہ پالیں گے۔ بہر حال جب سب کچھ طے ہو گیا تو ان کی تسلی ہو گئی پھر انہوں نے گائے کی تلاش شروع کر دی۔

ان کے اطراف میں ایسی صرف ایک گائے تھی، اس کا حال یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک صالح شخص تھے ان کا ایک چھوٹا بچہ تھا اور ان کے پاس ایک گائے کے بچے کے علاوہ اور کچھ نہ رہا تھا، انہوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہِ حق میں عرض کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ میں اس بچھیا کو اس فرزند کے لیے تیرے پاس ودیعت رکھتا ہوں تاکہ جب یہ فرزند بڑا ہو تو یہ اس کے کام آئے۔ اس نیک شخص کا تو انتقال ہو گیا لیکن وہ بچھیا جنگل میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں پرورش پاتی رہی، یہ لڑکا جب بڑا ہوا تو صالح و متقی بنا اور ماں کا فرمانبردار تھا۔ ایک دن اس کی والدہ نے کہا: اے نورِ نظر! تیرے باپ نے تیرے لئے فلاں جنگل میں خدا کے نام ایک بچھیا چھوڑی تھی وہ اب جوان ہو گئی ہو گی، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تجھے عطا فرمائے اور تو اسے جنگل سے لے آ۔ لڑکا جنگل میں گیا اور اس نے گائے کو جنگل میں دیکھا اور والدہ کی بتائی ہوئی علامتیں اس میں پائیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر بلایا تو وہ حاضر ہو گئی۔ وہ جوان اس گائے کو والدہ کی خدمت میں لایا۔ والدہ نے بازار میں لے جا کر تین دینار پر فروخت کرنے

کا حکم دیا اور یہ شرط کی کہ سودا ہونے پر پھر اس کی اجازت حاصل کی جائے ، اس زمانہ میں گائے کی قیمت ان اطراف میں تین دینار ہی تھی ۔ جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی صورت میں آیا اور اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگادی مگر یہ شرط رکھی کہ جوان اپنی والدہ سے اجازت نہیں لے گا ۔ جوان نے یہ منظور نہ کیا اور والدہ سے تمام قصہ کہا ، اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دی مگر بیچنے میں پھر دوبارہ اپنی مرضی دریافت کرنے کی شرط لگادی ۔ جوان پھر بازار میں آیا ، اس مرتبہ فرشتہ نے بارہ دینار قیمت لگائی اور کہا کہ والدہ کی اجازت پر موقوف نہ رکھو ۔ جوان نے نہ مانا اور والدہ کو اطلاع دی وہ صاحب فراست عورت سمجھ گئی کہ یہ خریدار نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آزمائش کے لیے آتا ہے ۔ بیٹے سے کہا کہ اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ آپ ہمیں اس گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں ؟ لڑکے نے یہی کہا تو فرشتے نے جواب دیا کہ ابھی اس کو روکے رہو ، جب بنی اسرائیل خریدنے آئیں تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال میں سونا بھر دیا جائے ۔ جوان گائے کو گھر لایا اور جب بنی اسرائیل جستجو کرتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے تو یہی قیمت طے کی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے سپرد کی ۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٦٧، ١/٦٠-٦١)

[illegible]

اس واقعہ سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں :

(1)...... نبی کے فرمان پر بغیر ہچکچاہٹ عمل کرنا چاہیے اور عمل کرنے کی بجائے عقلی ڈھکوسلے بنانا بے ادبوں کا کام ہے ۔

(2)...... پیغمبر جھوٹ ، دل لگی اور کسی کا مذاق اڑانا وغیرہ عیبوں سے پاک ہیں البتہ خوش طبعی ایک محمود صفت ہے یہ ان میں پائی جاسکتی ہے ۔

(3)...... شرعی احکامات سے متعلق بے جا بحث مشقت کا سبب ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر بنی اسرائیل بحث نہ نکالتے تو جو گائے ذبح کر دیتے وہی کافی ہو جاتی ۔ (در منثور، البقرة، تحت الآية: ٧٠، ١/١٨٩)

(4)...... ان شآء اللہ کہنے کی بہت برکت ہے ۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا : اگر بنی اسرائیل وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ نہ کہتے تو کبھی وہ گائے نہ پاتے ۔ (كشف الخفاء، حرف الشين المعجمة، ٢/٧، رقم: ١٥٢٨)

(5)...... جو اپنے عیال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اللہ تعالیٰ اس کی عمدہ پرورش فرماتا ہے ۔

(6)...... جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اس کی امانت میں دے اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیتا ہے۔

(7)...... والدین کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

(8)...... ماں باپ کی خدمت واطاعت کرنے والوں کو دونوں جہانوں میں ملتا ہے۔

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَاؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (موسیٰ نے) فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جس سے یہ خدمت نہیں لی جاتی کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ بالکل بے عیب ہے، اس میں کوئی داغ نہیں۔ (یہ سن کر) انہوں نے کہا: اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

﴿وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ: اور وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔﴾ بنی اسرائیل کے مسلسل سوالات اور اپنی رسوائی کے اندیشہ اور گائے کی گرانی قیمت سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ذبح کرنے کا قصد نہیں رکھتے مگر جب ان کے سوالات شافی جوابوں سے ختم کر دیئے گئے تو انہیں ذبح کرنا ہی پڑا۔

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَاؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَۚ (۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا جو تم چھپاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر اس کا الزام کسی دوسرے پر ڈالنے لگے حالانکہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس کو جسے تم چھپا رہے تھے۔

﴿وَ اِذْ قَتَلْتُمْ: اور جب تم نے قتل کیا۔﴾ یہاں اسی پہلے قتل کا بیان ہے جس کا اوپر واقعہ گزرا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَاؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰىۙ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے فرمایا (کہ) اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

﴿ فَقُلْنَا: تو ہم نے فرمایا۔﴾ بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرکے اس کے کسی عضو سے مردہ کو مارا وہ بحکمِ الٰہی زندہ ہوگیا، اس کے حلق سے خون کا فوارہ جاری تھا، اس نے اپنے چچازاد بھائی کے بارے میں بتایا کہ اس نے مجھے قتل کیا اب اس کو بھی اقرار کرنا پڑا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مردے کو زندہ کرنے کے اس واقعے سے قیامت کے دن اٹھائے جانے پر دلیل قائم کی کہ تم سمجھ لو کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ فرمائے گا کیونکہ وہ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور روزِ جزا مردوں کو زندہ کرنا اور حساب لینا حق ہے۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں۔

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ: پھر تمہارے دل سخت ہوگئے ۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں موجود یہودیوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے عبرت انگیز واقعات سننے کے بعد تمہارے دل حق بات کو قبول کرنے کے معاملے میں سخت ہوگئے اور وہ شدت وسختی میں پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر بھی اثر قبول کرتے ہیں کہ کچھ پتھروں سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اوپر سے نیچے گر پڑتے ہیں جبکہ تمہارے دل اطاعت کے لئے جھکتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں بلکہ وہ تمہیں ایک خاص وقت تک کے لئے مہلت دے رہا ہے۔

(روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۷۴، ۱/۱۶۳-۱۶۴، جلالین، البقرة، تحت الآیة: ۷۴، ص۱۲، ملتقطاً)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں بنی اسرائیل کے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں موجود تھے، ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ بڑی بڑی نشانیاں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر بھی انہوں نے عبرت حاصل نہ کی، ان کے دل پتھروں کی طرح ہوگئے بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت کیونکہ پتھر بھی اثر قبول کرتے ہیں کہ ان میں کسی سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں، کوئی پتھر پھٹ جاتا ہے تو اس سے پانی بہتا ہے اور کوئی خوفِ الٰہی سے گر جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے لیکن انسان جسے بے پناہ اِدراک وشعور دیا گیا ہے، حواس قوی ہیں، عقل کامل ہے، دلائل ظاہر ہیں، عبرت ونصیحت کے مواقع موجود ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی کی طرف نہیں آتا۔

دل کی سختی

اس سے معلوم ہوا کہ دل کی سختی بہت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾ (زمر: ۲۲)

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (اس جیسا ہوجائے گا جو سنگدل ہے) تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں ۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔

(ترمذی، کتاب الزھد، ٦٢-باب منه، ٤/١٨٤، الحدیث: ٢٤١٩)

دل کی سختی سے متعلق مزید کلام سورۂ حدید کی آیت نمبر 16، 17 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ(۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے مسلمانو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری وجہ سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ وہ تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے تھے۔

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ: کیا تمہیں یہ امید ہے۔﴾ انصار صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اس بات کی بہت حرص تھی کہ یہودی اسلام قبول کرلیں کیونکہ وہ یہودیوں کے حلیف تھے اور ان کے پڑوسی بھی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارا یقین کریں گے یا تمہاری تبلیغ کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ وہ تھا جو صرف علماء پر مشتمل تھا، وہ اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی تورات سنتے تھے اور پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے تھے، اسی طرح ان یہودیوں نے بھی تورات میں تحریف کی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت بدل ڈالی، تو ایسے لوگ کہاں ایمان لائیں گے؟ لہٰذا تم ان کے ایمان کی امید نہ رکھو۔

(قرطبی، البقرة، تحت الآیة: ٧٥، ١/٣-٤، الجزء الثانی، بیضاوی، البقرة، تحت الآیة: ٧٥، ١/٣٤٧-٣٤٨، ملتقطاً)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا بگڑنا عوام کے بگڑنے سے زیادہ تباہ کن ہے کیونکہ عوام علماء کو اپنا ہادی اور رہنما سمجھتے ہیں، وہ علماء کے اقوال پر عمل کرتے اور ان کے افعال کو دلیل بناتے ہیں اور جب علماء ہی کے عقائد و اعمال میں بگاڑ پیدا

ہو جائے تو عوام راہ ہدایت پر کس طرح چل سکتی ہے، اور کئی جگہ پر شاید یہ عالم کہلانے والوں کی بدعملی کا نتیجہ ہے کہ آج لوگ دیندار طبقے سے متنفر ہو رہے ہیں اور ان کے خلاف اپنی زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ائمہ دین فرماتے ہیں: ''اے گروہ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے (تو) عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کرو گے (تو) عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے (تو) عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔ یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد فرمایا'' بھائیو! لِلّٰہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو (تو) اُمت مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحم کرو، چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو۔ (فتاوی رضویہ، ۲۴/۱۳۲-۱۳۳)

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو کہیں وہ علم جو اللّٰہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کئے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں کیا تمہیں عقل نہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب آپس میں اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا ان کے سامنے وہ علم بیان کرتے ہو جو اللّٰہ نے تمہارے اوپر کھولا ہے؟ تاکہ اس کے ذریعے یہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہارے اوپر حجت قائم کریں۔ کیا تمہیں عقل نہیں؟۔ کیا یہ اتنی بات نہیں جانتے کہ اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

﴿وَ اِذَا لَقُوْا: اور جب وہ ملتے ہیں۔﴾ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: یہودی منافق جب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ملتے تو ان سے کہتے کہ جس پر تم ایمان لائے اس پر ہم بھی ایمان لائے، تم حق پر ہو اور تمہارے آقا محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے ہیں، ان کا قول حق ہے، ہم ان کی نعت وصفت اپنی کتاب توریت

میں پاتے ہیں۔ جب یہ اپنے سرداروں کے پاس جاتے تو وہ ان منافقوں کو ملامت کرتے ہوئے کہتے: کیا تم مسلمانوں کے سامنے ان کے آقا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے وہ باتیں بیان کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتاب میں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے دنیا و آخرت میں تمہارے اوپر حجت قائم کر دیں کہ جب ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نبی برحق ہونا تمہاری کتابوں میں موجود ہے تو تم نے ان کی پیروی کیوں نہ کی؟ کیا تمہیں عقل نہیں کہ تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ (خازن، البقرة، تحت الآیة: ۷۶، ۱/۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حق پوشی اور سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کو چھپانا اور ان کے کمالات کا انکار کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور یہ صرف خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿ اُمِّیُّوْنَ: ان پڑھ۔﴾ یہاں سے یہودیوں کے دوسرے گروہ کا تذکرہ ہے، فرمایا گیا کہ اب یہودیوں کے دوسرے گروہ کی سنئے کہ ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب یعنی تورات کو خود تو نہیں جانتے بلکہ اپنے مفاد پرست سرداروں کے بیانات پر ہی الٹے سیدھے خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی تو بخشش ہو ہی جائے گی۔ یہ انہی من گھڑت خیالات میں خوش ہیں۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس

کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے۔

﴿فَوَیْلٌ: تو بربادی ہے۔﴾ جب سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو علماءِ توریت اور سردارانِ یہود کو قوی اندیشہ ہوگیا کہ ان کی روزی جاتی رہے گی اور سرداری مٹ جائے گی کیونکہ توریت میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حلیہ اور اوصاف مذکور ہیں، جب لوگ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کے مطابق پائیں گے تو فوراً ایمان لے آئیں گے اور اپنے علماء اور سرداروں کو چھوڑ دیں گے، اس اندیشہ سے انہوں نے توریت میں تحریف و تغییر کرڈالی اور حلیہ شریف بدل دیا۔ مثلاً توریت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف یہ لکھے تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوب صورت ہیں، بال خوب صورت، آنکھیں سرمگیں، قد درمیانہ ہے۔ اس کو مٹا کر انہوں نے یہ بتایا کہ وہ بہت دراز قد ہیں، آنکھیں کُنجی نیلی، بال الجھے ہوئے ہیں۔ یہی عوام کو سناتے یہی کتاب الٰہی کا مضمون بتاتے اور سمجھتے کہ لوگ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کے خلاف پائیں گے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ ہمارے گرویدہ رہیں گے اور ہماری کمائی میں فرق نہ آئے گا۔

(جمل، البقرة، تحت الآية: ۷۹، ۱/۱۰۳-۱۰۴، خازن، البقرة، تحت الآية: ۷۹، ۱/۶۶)

اس پر فرمایا گیا کہ بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے تورات میں من گھڑت باتیں لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے، اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں۔ تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے اور ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةًؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرمادو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بولے: ہمیں تو آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن ۔اے حبیب !تم فرمادو: کیا تم نے خدا سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے؟ (اگر ایسا ہے، پھر) تواللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ: ہمیں تو ہرگز آگ نہ چھوئے گی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مروی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر صرف اتنی مدت کے لیے جتنے عرصے ان کے آباؤ اجداد نے بچھڑے کو پوجا تھا (اس کے بعد وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے) اوروہ مدت چالیس دن ہیں۔ بعض یہودیوں کے نزدیک سات دن ہیں۔ (قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۱۰، الجزء الثانی، ابو سعود، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۱۴۵، ملتقطاً)

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چنانچہ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ کیا تم نے اللہ تعالٰی سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے کہ وہ تمہیں چند دن کیلئے ہی جہنم میں ڈالے گا؟ اگر ایسا کوئی عہد ہے، پھر تو اللہ تعالٰی ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا لیکن ایسا کچھ ہے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور اللہ تعالٰی تم سے ایسا وعدہ کیوں کرے گا کہ تم جہنم میں زیادہ عرصے کیلئے نہیں رہو گے حالانکہ اللہ تعالٰی کا قانون یہ ہے کہ جس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کے گناہ نے اسے ہر طرح سے گھیر لیا یعنی وہ کفر میں جا پڑا تو وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓــٴَـتُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۸۱) وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠(۸۲)

ع ۹ ۱۱ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیوں نہیں، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کرلیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓــٴَـتُهٗ : کیوں نہیں، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کرلیا۔﴾ اس آیت میں گناہ سے شرک و کفر مراد ہے اور احاطہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ نجات کی تمام راہیں بند ہوجائیں اور کفر و شرک ہی پر اس کو موت آئے کیونکہ مومن خواہ کیسا بھی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا نہیں ہوتا اس لیے کہ ایمان جو سب سے بڑی نیکی ہے وہ اس کے ساتھ ہے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے اور تم روگردان ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ : اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔﴾ یعنی اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو لیکن اسے قبول کرنے کے بعد ان میں سے چند آدمیوں کے علاوہ

سب اس عہد سے پھر گئے اور تم بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑنے والے ہو۔

(جلالین مع صاوی، البقرة، تحت الآیۃ: ۸۳، ۱/۸۱-۸۲، ملخصاً)

اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی عادت ہی اللہ تعالیٰ کے احکام سے اعراض کرنا اور اس کے عہد سے پھر جانا ہے۔

﴿وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا: اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہ کہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جو اُن کیلئے باعثِ تکلیف ہو اور اپنے بدن اور مال سے ان کی خوب خدمت کرے، ان سے محبت کرے، ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے، ان سے گفتگو کرنے اور دیگر تمام کاموں میں ان کا ادب کرے، ان کی خدمت کیلئے اپنا مال انہیں خوش دلی سے پیش کرے، اور جب انہیں ضرورت ہو ان کے پاس حاضر رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کیلئے ایصالِ ثواب کرے، ان کی جائز وصیتوں کو پورا کرے، ان کے اچھے تعلقات کو قائم رکھے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بد مذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو نرمی کے ساتھ اصلاح و تقویٰ اور صحیح عقائد کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہے۔

(تفسیر خازن، البقرة، تحت الآیۃ: ۸۳، ۱/۶۶، تفسیر عزیزی (مترجم)، ۲/۵۵۷-۵۵۸، ملتقطاً)

حقوقِ والدین کی تفصیل جاننے کیلئے فتاویٰ رضویہ کی 24 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا رسالہ ''اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوق'' کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَذِی الْقُرْبٰی: اور رشتے داروں سے۔﴾ حقوق العباد میں سب سے مقدم ماں باپ کا حق ہے پھر دوسرے رشتے داروں کا اور پھر غیروں کا۔ غیروں میں بے کس یتیم سب سے مقدم ہے پھر دوسرے مساکین۔

اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت

اس آیت میں والدین اور دیگر لوگوں کے حقوق بیان کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے، بلکہ احادیث میں یہاں تک ہے کہ حقوقُ اللہ پورا کرنے کے باوجود بہت سے لوگ حقوق العباد میں کمی کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' کیا تم جانتے ہو کہ مُفلِس کون ہے؟ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم

نے عرض کی: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور ساز وسامان نہ ہو۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ اعمال) لے کر آئے اور اس کا حال یہ ہو کہ اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا تھا تو اِن میں سے ہر ایک کو اُس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اُن کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو گئیں تو اُن کے گناہ اِس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ص١٣٩٤، الحدیث: ٥٩ (٢٥٨١))

﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔﴾ اچھی بات سے مراد نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنا ہے۔ نیکی کی دعوت میں اس کے تمام طریقے داخل ہیں، جیسے بیان کرنا، درس دینا، وعظ ونصیحت کرنا وغیرہ۔ نیز اچھی بات کہنے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان، اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مقام ومرتبہ کا بیان اور نیکیوں اور برائیوں کے متعلق سمجھانا سب شامل ہیں۔

﴿ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ: مگر تم میں سے تھوڑے۔﴾ بنی اسرائیل کی اکثریت اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان کرنے کے بعد اپنے عہد سے پھر گئی اور گناہوں کے راستے پر چل پڑی، البتہ کچھ لوگ صحیح راستے پر ثابت قدم رہے اور اسی گروہ والے ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زمانہ پا کر ایمان لے آئے۔

بنی اسرائیل کی بد عملی اور آج کے مسلمانوں کی حالت پر ایک نظر

اس آیت میں بنی اسرائیل کی جو حالت بیان کی گئی افسوس کہ فی زمانہ مسلمانوں کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔ کاش کہ ہم بھی غور کریں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کلمہ پڑھ کر ہم نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اطاعتِ الٰہی، اطاعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حقوقُ اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی پابندی کا جو عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا ہے کیا ہم بھی اسے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اقرار بھی کرلیا اور تم (خود اس کے) گواہ ہو۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا۔﴾ یعنی اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہارے آباؤ اجداد سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم آپس میں کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا، پھر انہوں نے اس عہد کا اقرار کرلیا اور تم خود بھی اپنے آباؤ اجداد کے اس اقرار کے گواہ ہو۔ (روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۴، ۱/۱۷۴)

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ٘ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(۸۵) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ٘ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۠(۸۶)

ع ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ یہ

ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا اور نہ ان کی مدد کی جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر یہ تم ہی ہو جو اپنے لوگوں کو قتل (بھی) کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے (بھی) نکالنے لگے، تم ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد (بھی) کرتے ہو اور اگر وہی قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم معاوضہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ تمہارے اوپر تو ان کا نکالنا ہی حرام ہے۔ تو کیا تم اللہ کے بعض احکامات کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿ **ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ: پھر یہ جو تم ہو۔** ﴾ اس آیت میں حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے میں موجود یہودیوں کے عجیب و غریب طرزِ عمل کا بیان ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ تورات میں بنی اسرائیل کو تین حکم دیئے گئے تھے: (۱) ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ (۲) ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کرنا۔ (۳) اگر وہ اپنی قوم کے کسی مرد یا عورت کو اس حال میں پائیں کہ اسے غلام یا لونڈی بنالیا گیا ہے تو اسے خرید کر آزاد کر دیں۔ نسل در نسل یہ عہد چلتا رہا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں آباد یہودیوں کے دو قبائل بنی قُرَیْظَہ اور بنی نَضِیر میں منتقل ہوا، اس وقت مدینہ شریف میں مشرکوں کے دو قبیلے اَوْس اور خَزْرَج رہتے تھے، بنی قُرَیْظَہ اوس قبیلے کے حلیف تھے اور بنی نَضِیر خزرج قبیلے کے حلیف تھے اور ہر ایک قبیلہ نے اپنے حلیف کے ساتھ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر ہم میں سے کسی پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ جب اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو بنی قُرَیْظَہ اوس کی اور بنی نَضِیر خزرج کی مدد کے لیے آتے تھے اور اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلاتے اور بنی قُرَیْظَہ بنی نَضِیر کو اور وہ بنی قُرَیْظَہ کو قتل کرتے، ان کے گھر ویران کر دیتے اور انہیں ان کی رہائش گاہوں سے نکال دیتے تھے، لیکن جب ان کی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کر لیتے تو وہ ان کو مال دے کر چھڑا لیتے تھے، مثلاً اگر بنی نَضِیر کا کوئی شخص اوس قبیلے کے ہاتھ میں گرفتار ہوتا تو بنی قُرَیْظَہ اوس قبیلے کو مالی معاوضہ دے کر اس کو چھڑا لیتے حالانکہ اگر وہی شخص لڑائی کے وقت ان کے ہاتھ آجاتا تو اسے قتل کرنے میں ہرگز دریغ نہ کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم بھی عجیب لوگ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہو اور فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے ہو۔ یہودیوں نے کہا: ہمیں تورات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیں، اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر تم ایک دوسرے کو قتل کیوں کرتے

ہو حالانکہ تورات میں تمہیں اس چیز سے بھی تو منع کیا گیا ہے۔ یہودیوں نے کہا: جنگ کے دوران ایک دوسرے کو قتل کرنے سے اگرچہ ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد ٹوٹ جاتا ہے لیکن ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہمارے حلیف ذلیل ہوں کیونکہ اگر ہم نے ایک دوسرے کو قتل اور جلاوطن نہ کیا تو اس میں ہمارے حلیفوں کی ذلت ہے اور چونکہ فدیہ دے کر چھڑا لینے میں ان کی ذلت نہیں ہے اس لئے ہم اس عہد کو پورا کر دیتے ہیں۔ یہودیوں کی اس حرکت پر انہیں اس آیت میں ملامت کی جارہی ہے کہ جب تم نے اپنوں کی خونریزی نہ کرنے، ان کو بستیوں سے نہ نکالنے اور ان کے اسیروں کو چھڑانے کا عہد کیا تھا تو یہ کیا دورنگی ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل اور جلاوطن کرنے میں تو ہرگز دریغ نہیں کرتے اور جب کوئی گرفتار ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور جن باتوں کا تم نے عہد کیا تھا ان میں سے کچھ باتوں کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے! جب تم ایک دوسرے کو قتل اور جلاوطن کرنے سے باز نہ رہے تو تم نے عہد شکنی کی اور حرام کے مرتکب ہوئے۔

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ: کیا کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو؟﴾ بنی اسرائیل کا عملی ایمان ناقص تھا کہ کچھ حصے پر عمل کرتے تھے اور کچھ پر نہیں اور اس پر فرمایا گیا کہ کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت کے تمام احکام پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور تمام ضروری احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص کسی وقت بھی شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور خود کو طریقت کا نام لے کر یا کسی بھی طریقے سے شریعت سے آزاد کہنے والے کافر ہیں۔ اس کی تفصیل جاننے کیلئے فتاوی رضویہ کی 21 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی کتاب ''مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءٍ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ یاد رہے کہ عظمتِ توحید کو ماننا لیکن عظمتِ رسالت سے انکار کرنا بھی اسی زُمرے میں آتا ہے کہ کیا تم کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔

﴿خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: دنیا کی زندگی میں رسوائی۔﴾ بنی اسرائیل کی دنیا میں تو یہ رسوائی ہوئی کہ بنی قُرَیظہ 3 ہجری میں مارے گئے اور بنی نَضیر اس سے پہلے ہی جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی طرفداری میں دین کی مخالفت کرنا اخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے معاملات کو اِس آیت کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی گناہوں کی شامت سے دنیاوی آفات بھی آجاتی ہیں۔

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ: اور اللہ غافل نہیں۔﴾ اس طرح کی آیات جن میں یہ مفہوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ان میں نافرمانوں کے لئے شدید وعید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے افعال سے بے خبر نہیں ہے، تمہاری نافرمانیوں پر شدید

عذاب دے گا۔ یونہی ایسی آیات میں مؤمنین وصالحین کے لئے خوشخبری ہوتی ہے کہ انہیں اعمالِ حسنہ کی بہترین جزاء ملے گی۔

(تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ٨٥، ٥٩٤/١، روح البيان، البقرة، تحت الآية: ٨٥، ١٧٥/١-١٧٦، ملتقطاً)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بےشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بےشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی تو (اے بنی اسرائیل!) کیا (تمہارا یہ معمول نہیں ہے؟ کہ) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہیں کرتے تھے تو تم تکبر کرتے تھے پھر ان (انبیاء میں سے) ایک گروہ کو تم جھٹلاتے تھے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔﴾ یہاں سے بنی اسرائیل کو دی گئی مزید نعمتیں بیان کی جارہی ہیں، اس آیت میں کتاب سے توریت مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے تمام عہد مذکور تھے۔ ان میں سب سے اہم عہد یہ تھے کہ ہر زمانہ کے پیغمبروں کی اطاعت کرنا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنا جیسا کہ سورہ مائدہ آیت 21 میں مذکور ہے۔

﴿وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ: اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تک متواتر انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آتے رہے، ان کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے، یہ سب حضرات حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی شریعت کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے اور چونکہ ہمارے آقا، خاتَمُ الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی اس لیے شریعتِ محمدیہ کی حفاظت واشاعت کی خدمت علماء ربانی اور مجددین کو عطا ہوئی۔

﴿ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ : عیسیٰ بن مریم کو ہم نے نشانیاں دیں۔ ﴾ ان نشانیوں سے مراد حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے معجزات ہیں جیسے مردوں کو زندہ کرنا، اندھوں اور برص والوں کو صحت دینا، پرندوں کی صورتوں میں جان ڈال دینا، غیب کی خبریں دینا وغیرہ جیسا کہ سورہ آلِ عمران آیت 49 میں ہے۔

﴿ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ: اور پاک روح کے ذریعے اس کی مدد کی۔ ﴾ روح القدس سے حضرت جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام مراد ہیں کہ وہ روحانی ہیں اور ایسی وحی لاتے ہیں جس سے دلوں کو حیات یعنی زندگی ملتی ہے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام کو حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ رہنے کا حکم تھا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے آسمان پر اٹھائے جانے تک حضرت جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام سفر و حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے اور حضرت جبریل امین عَلَیْهِ السَّلَام کی تائید حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقہ میں آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بعض امتیوں کو بھی روح القدس کی تائید میسر ہوئی چنانچہ بخاری، ابوداؤد اور معجم کبیر کی حدیث ہے کہ حضرت حسان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے لیے منبر بچھایا جاتا اور وہ نعت شریف پڑھتے۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ان کے لیے دعا فرماتے '' اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ '' اے اللہ! روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرما۔ (بخاری، کتاب الصلاة، باب الشعر فی المسجد، ۱/۱۷۲، الحدیث: ۴۵۳، ابو داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، ۴/۳۹۴-۳۹۵، الحدیث: ۵۰۱۵، معجم الکبیر، ۴/۳۷، الحدیث: ۳۵۸۰، واللفظ للمعجم)

غیرِ خدا کی مدد شرک نہیں

اس تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرِ خدا کی مدد شرک نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی مدد حضرت جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام کے ذریعہ فرمائی اور جب حضرت جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام مدد کر سکتے ہیں تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت وقدرت سے یقیناً مدد فرما سکتے ہیں، حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں مدد فرمانے کا تو کثیر احادیث میں ذکر ہے، البتہ ہم یہاں 2 ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے وصالِ ظاہری کے بعد اپنی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کرنے والوں کی مدد فرمائی۔

(1)......مشہور محدثین امام ابوبکر بن مقری، ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اور امام ابوشیخ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ نے مزار پر انوار پر حاضر ہوکر بھوک کی فریاد کی تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک علوی کے ذریعے انہیں کھانا بھجوایا اور اس علوی نے کہا: آپ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں فریاد کی تھی تو مجھے خواب میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوئی اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ لوگوں تک کھانا پہنچادوں۔

(وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زيارة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۱۳۸۰/۲، الجزء الرابع)

(2)......ابوقاسم ثابت بن احمد بغدادی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے تاجدار رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر اقدس مدینہ منورہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روضہ انور کے قریب صبح کی اذان دی اور جب اس نے ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ'' کہا تو یہ سن کر مسجد نبوی کے خادموں میں سے ایک خادم آیا اور اِس نے اُسے تھپڑ مار دیا۔ وہ شخص رونے لگا اور اس نے فریاد کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی موجودگی میں اس شخص نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ (اس کی فریاد جیسے ہی ختم ہوئی) تو اس خادم پر فالج گرا اور لوگ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے، تین دن بعد وہ خادم مرگیا۔ (ابن عساکر، حرف الثاء، ذکر من اسمہ ثابت، ۱۰۴/۱۱)

یاد رہے کہ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی مشہور کتاب ''وَفَاءُ الْوَفَاءِ بِاَخْبَارِ دَارِ الْمُصْطَفٰی'' کے چوتھے حصے میں صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور اولیاء عظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ کے ایسے کئی واقعات بیان فرمائے ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روضہ انور پر حاضر ہوکر اپنی حاجت بیان کی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی مدد کرتے ہوئے ان کی حاجت پوری فرمادی اور امام محمد بن موسیٰ بن نعمان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تو اس موضوع پر ''مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامْ'' کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

﴿ لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ: تمہارے دل پسند نہیں کرتے۔﴾ یہودی لوگ، پیغمبروں کے احکام اپنی خواہشوں کے خلاف پا کر انہیں جھٹلاتے اور موقع پاتے تو ان انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کر ڈالتے تھے جیسا کہ انہوں نے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے علاوہ بہت سے انبیاء کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا، حتّٰی کہ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھی درپے رہے، کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا، کبھی زہر دیا اور ان

کے علاوہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کیلئے طرح طرح کے فریب کرتے رہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احکامِ الٰہی پر اپنی خواہشات کو ترجیح دینا یہودیوں کا جبکہ حکمِ الٰہی کے سامنے اپنے نفس کو کچل دینا کامل الایمان لوگوں کی نشانی ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں نے کہا: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کردی ہے تو ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

﴿ **قُلُوْبُنَا غُلْفٌ** :ہمارے دلوں پر پردے ہیں۔﴾ یہودیوں نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا تھا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہدایت ان کے دلوں تک نہیں پہنچتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ یہ جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دلوں کو فطرت پر پیدا فرمایا اور ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ یہودیوں کا ایمان نہ لانا ان کے کفر کی شامت ہے کہ انہوں نے سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پہچان لینے کے بعد انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی، اس کا یہ اثر ہے کہ وہ قبولِ حق کی نعمت سے محروم ہوگئے۔

(جلالین مع جمل، البقرة، تحت الآية: ۸۸، ۱/۱۱٤-۱۱۵)

آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کے دلوں پر عظمتِ رسالت سمجھنے سے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ

جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہو گئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر۔

﴿ **مُصَدِّقٌ: تصدیق کرنے والی۔** ﴾ قرآن پاک گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے کہ وہ کتابیں اللہ تعالٰی کی طرف سے ہیں۔ نیز ان کتابوں نے قرآن کے نازل ہونے کی خبر دی تھی، قرآن کے آنے سے وہ خبریں سچی ہو گئیں۔

﴿ **مَا عَرَفُوْا: جانا پہچانا نبی۔** ﴾ **شانِ نزول:** امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اور قرآن کریم کے نزول سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ ''**اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ**'' یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ نبی تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے۔

(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱/۵۹۸-۵۹۹، جلالین مع جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱/۱۱۵، ملتقطاً)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی تھیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے پہلے ہی مخلوق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی جاری رہا کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے بلکہ اپنے وسیلے سے دعا مانگنے کی تعلیم خود حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو دی، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا یہ معمول رہا اور سلف و صالحین کا یہ طریقہ تب سے اب تک جاری ہے اور ان شآء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ؎

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا　　　ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں اس کی جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کررہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ: انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا۔﴾ یہودیوں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی بجائے کفر اختیار کیا اور ایمان کی جگہ کفر خریدنا خسارے کا سودا ہے۔ اسی سے ہر آدمی نصیحت حاصل کرے کہ ایمان کی جگہ کفر، نیکیوں کی جگہ گناہ، اطاعت کی جگہ نافرمانی، رضائے الٰہی کی جگہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا سودا بہت خسارے کا سودا ہے۔

﴿بَغْیًا: حسد کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کی خواہش تھی ختمِ نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی کو ملتا، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس منصب سے محروم رہے اور بنی اسماعیل کو یہ منصب مل گیا تو وہ حسد کی وجہ سے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان پر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے منکر ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منصب و مرتبے کی طلب انسان کے دل میں حسد پیدا ہونے کا ایک سبب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حسد ایسا خبیث مرض ہے جو انسان کو کفر تک بھی لے جاسکتا ہے۔

حسد ایمان کے لئے خطرہ ہے

حسد کی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو ملنے والی نعمت چھن جانے کی آرزو کی جائے، اور ایسی آرزو کی برائی محتاجِ بیان نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔ (سنن نسائی، کتاب الجهاد، فضل من عمل فی سبیل اللّٰه... الخ، ص٥٠٥، الحدیث: ٣٦١٠)

حضرت معاویہ بن حیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حسد ایمان کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے صَبِر (یعنی ایک درخت کا انتہائی کڑوا نچوڑ) شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔
(جامع صغیر، حرف الحاء، ص٢٣٢، الحدیث: ٣٨١٩)

یاد رہے کہ حسد حرام ہے اور اس باطنی مرض کے بارے میں علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' کی تیسری جلد میں موجود حسد سے متعلق بیان مطالعہ فرمائیں۔

﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ : تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: یہودی تورات کو ضائع کرنے اور اس کے احکامات کو تبدیل کرنے کی وجہ سے پہلے غضب کے مستحق ہوئے اور حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے دوسرے غضب کے حقدار ٹھہرے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور انجیل کا انکار کرنے کی وجہ سے یہودی پہلے غضب کے مستحق ہوئے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن مجید کا انکار کر کے دوسرے غضب کے مستحق ہو گئے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٩٠، ١/٦٩)

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور وہ تورات کے علاوہ دیگر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق

ہے ان کے پاس موجود (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اے محبوب! تم فرمادو کہ (اے یہودیو!) اگر تم ایمان والے تھے تو پھر پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں شہید کرتے تھے؟۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کا ایک اور قبیح فعل بیان کیا جارہا ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں: ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے جو کہ ہم پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے ان کا مقصد دیگر آسمانی کتابوں اور قرآن مجید کا انکار کرنا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن بھی حق ہے اور یہ ان یہودیوں کے پاس موجود تورات کی تصدیق کرنے والا ہے اور جب تورات میں حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے بارے میں خبریں موجود ہیں اور تم تورات پر ایمان لانے کے دعویدار ہو تو پھر محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور ان پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کا انکار کیوں کرتے ہو اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان یہودیوں سے فرمائیں کہ اگر تم تورات پر ایمان لانے کے اتنے ہی بڑے دعویدار ہو تو یہ بتاؤ کہ پہلے تم انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کیوں شہید کرتے تھے حالانکہ تورات میں تو انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ٩١، ١/٦٠٢-٦٠٤، خازن، البقرة، تحت الآية: ٩١، ١/٦٩-٧٠، ملتقطاً)

آیت " وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ " سے حاصل ہونے والی معلومات

(1)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمانی کتابوں پر اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمانوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے، یونہی تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔

(2)......انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم ایمان کا رکنِ اعلیٰ ہے اور ان کی توہین کرنا کفر ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا کفر ہے۔

(4)......کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے کیونکہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے بنی اسرائیل نے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید نہ کیا تھا مگر چونکہ وہ قاتلوں کی اِس حرکت سے راضی تھے اور ان کو اپنا بڑا مانتے تھے اور انہیں عظمت سے یاد کرتے تھے اس لئے انہیں بھی قاتلوں میں شامل کیا گیا۔ آج کل بھی اگر کوئی بذاتِ خود گستاخی نہ بھی

کرے لیکن گستاخوں کو اچھا سمجھے، انہیں اپنا بڑا مانے تو وہ انہیں میں شامل ہے اور وہ بھی گستاخ ہی ہے۔ حضرت عُرس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔ (ابو داود، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ٤/١٦٦، الحدیث: ٤٣٤٥)

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔

﴿اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ: بچھڑے کو معبود بنالیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے پاس روشن معجزات لے کر تشریف لائے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے بہکانے سے گائے کو معبود بنالیا اور گائے کی پوجا کر کے انہوں نے کفر کیا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی روشن نشانیاں دیکھ کر بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا میں مبتلاء ہو گئے تو ان یہودیوں کا سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کرنا ان کے لئے کونسی بڑی بات ہے؟

(جلالین مع جمل، البقرة، تحت الآیة: ٩٢، ١/١١٨، ملتقطاً)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گائے کی عبادت قدیم عرصے سے چلتی آرہی ہے۔ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہے، اس کی تعظیم کی اجازت نہیں کہ اس میں کافروں سے مشابہت ہے اور کافروں سے مشابہت ممنوع ہے۔ نیز یاد رہے کہ اس سے پہلے آیت نمبر 51 میں اس واقعے کا اجمالی ذکر گزر چکا ہے اور یہاں دوبارہ اجمالی طور پر اس لئے ذکر کیا گیا تاکہ یہودیوں پر قائم کی گئی حجت مؤکد ہو جائے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت 85 تا 98 میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

وَ اسْمَعُوْاؕ-قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَاۗ-وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ-قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا، لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کردیا (اور فرمایا) مضبوطی سے تھام لو اس کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور سنو۔ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑا رچا ہوا تھا۔ اے محبوب! تم فرمادو: اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا ایمان تمہیں کتنا برا حکم دیتا ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ: اور جب ہم نے تم سے عہد لیا۔﴾ یعنی اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا لیکن انہوں نے حسبِ عادت نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہِ طور کو ہوا میں بلند کردیا اور ان سے فرمایا کہ چلو اب مضبوطی سے اس تورات کو تھام لو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ہمارے احکام دھیان سے سنو۔ بنی اسرائیل نے ڈر کے مارے دوبارہ اطاعت کا اقرار تو کرلیا لیکن ان کے دل کی حالت پہلے جیسی ہی رہی اور شریعت کا حکم چونکہ ظاہر پر ہوتا ہے دل پر نہیں، اس لئے بنی اسرائیل کے زبانی اقرار کرنے پر ان سے کوہِ طور کو ہٹالیا گیا اگرچہ ان کے دل میں وہی انکار تھا اور درحقیقت ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھسی ہوئی تھی۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ اے یہودیو! تم اپنے اسلاف کی اس حرکت کو جانتے ہو لیکن تم نہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہو تو خود بتاؤ کہ کیا تورات پر ایمان لانے کے یہ تقاضے ہیں؟ اگر اس کے یہی تقاضے ہیں تو تمہارا ایمان تمہیں کتنا برا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام اور سب تقاضوں پر عمل کیا جائے اور ان کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو غور کرنا چاہئے کہ

وہ اپنی زبان سے قرآن مجید پر ایمان لانے کا جو دعویٰ کر رہا ہے، کیا اس کی عملی حالت اس دعوے کی تصدیق کر رہی ہے یا نہیں۔ ذرا غور کریں کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے، رمضان کے روزے رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا لیکن آج مسلمانوں کی اکثریت نمازوں سے دور ہے، فرض روزے نہ رکھنے کے مختلف حیلے بہانے تراش رہی ہے اور اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا ان پر بہت بھاری ہے۔ قرآن پاک میں مسلمانوں کو باطل اور ناجائز طریقے سے کسی مسلمان کا مال کھانے سے منع کیا گیا، لیکن آج مال بٹورنے کا کونسا ایسا ناجائز طریقہ ہے جو مسلمانوں میں کسی نہ کسی طرح رائج نہیں۔ قرآن حکیم نے کسی کو ناحق قتل کرنے سے منع کیا لیکن آج مسلمانوں میں ناحق قتل وغارت گری ایسی عام ہے کہ نہ مرنے والے کو پتا ہے کہ مجھے کیوں مارا گیا اور نہ مارنے والے کو پتا ہے کہ میں نے کیوں مارا۔ قرآن شریف میں مسلمان عورتوں کو گھروں میں رہنے اور پردہ کرنے کا حکم دیا گیا لیکن آج ہمارے معاشرے کا وہ کونسا طبقہ جس میں مسلمان عورت سج سنور کر اجنبی مردوں کے سامنے نہیں آرہی بلکہ آج مسلمانوں میں ہی کچھ لوگ عورت کے پردہ کرنے کو دقیانوسی سوچ اور تنگ ذہنی قرار دے رہے ہیں۔ اے کاش کہ ہم بھی اپنے زبانی ایمان ومحبت کے دعووں اور بے عملی و بدعملی کے درمیان کا تضاد اور فرق سمجھنے میں کامیاب ہوجائیں اور ہمیں بھی اس بات پر غور کرنا نصیب ہوجائے کہ ہمارے جیسے اعمال ہیں کیا ہمارا ایمان ہمیں ان اعمال کا حکم دیتا ہے یا ہمارے ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں؟

ایمانی قوت معلوم کرنے کا طریقہ

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک دل میں برائی کی لذت وحلاوت موجود رہتی ہے تب تک ایمان اور نیک اعمال کی شیرینی اس میں داخل نہیں ہوسکتی اور گناہوں پر اصرار ایمان کی مٹھاس اور عبادت کی لذت محسوس نہیں ہونے دیتا۔ یاد رہے کہ نیکوں اور نیکیوں سے محبت ایمان کی علامت ہے جبکہ بروں اور برائیوں سے محبت ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی ایمانی قوت کو اپنے قلبی میلان سے معلوم کرے کیونکہ جن دلوں میں فلموں، ڈراموں، بے حیائیوں اور گانوں کی محبت ہو ان دلوں میں نماز، ذکر، درود اور تلاوت کی محبت نہیں سما سکتی۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللّٰہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم فرمادو: اگر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آخرت کا گھر اللّٰہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا تو کرو۔

﴿خَالِصَةً : خالص تمہارے لئے۔﴾ یہودیوں کا ایک باطل دعویٰ یہ تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت 111 میں یہ دعویٰ مذکور ہے۔ اس کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اگر تمہارے گمان میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے، اعمال کی حاجت نہیں تو جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو، موت کی تمنا کرو تا کہ عیش وآرام والی جنت میں پہنچ جاؤ اور اگر تم نے موت کی تمنا نہ کی تو یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ (البحر المحیط، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۴-۹۵، ۱/۴۷۸)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو سب ہلاک ہوجاتے اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔
(تفسیر بغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۴، ۱/۶۰)

﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ : تو موت کی تمنا کرو۔﴾ موت کی محبت اور اللّٰہ تعالٰی کی ملاقات کا شوق مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ہر نماز کے بعد) دعا فرماتے ’’**اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ‘‘ یارب! مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے وفات نصیب فرما۔
(بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، ۱۳-باب، ۱/۶۲۲، الحدیث: ۱۸۹۰)

عمومی طور پر تمام اکابر صحابہ اور بالخصوص شہدائے بدر واحد واصحابِ بیعت رضوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم راہِ خدا میں موت سے محبت رکھتے تھے، حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایران والوں کو جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا: ’’**اِنَّ مَعِیَ قَوْماً یُّحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَا یُحِبُّ الْفَارِسُ الْخَمْرَ** ‘‘یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللّٰہ تعالٰی کی راہ میں شہید ہوجانے کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا ایرانی لوگ شراب سے محبت رکھتے ہیں۔
(معجم الکبیر، باب من اسمہ خالد، ۴/۱۰۵، الحدیث: ۳۸۰۶)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس طرح کا خط حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایرانی لشکر کے

سپہ سالار رستم بن فرخ زاد کے پاس بھیجا تھا اور اس میں تحریر فرمایا تھا: ''اِنَّ مَعِیَ قَوْماً یُّحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّ الْفَارِسُ الْخَمْرَ'' یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا عجمی شراب کو مرغوب رکھتے ہیں۔

(تفسیر عزیزی (مترجم)، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۴، ۲/۶۰۳)

اس میں لطیف اشارہ تھا کہ شراب کی ناقص مستی کو محبتِ دنیا کے دیوانے پسند کرتے ہیں اور اللّٰہ والے موت کو محبوب حقیقی کے وصال کا ذریعہ سمجھ کر محبوب جانتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اہلِ ایمان آخرت کی رغبت رکھتے ہیں اور اگر لمبی عمر کی تمنا بھی کریں تو وہ اس لیے ہوتی ہے کہ نیکیاں کرنے کے لیے کچھ اور عرصہ مل جائے جس سے آخرت کے لیے ذخیرۂ سعادت زیادہ کرسکیں اور اگر گزشتہ زندگی میں گناہ ہوئے ہیں تو ان سے توبہ واستغفار کرلیں البتہ دنیوی مصائب سے تنگ آکر وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کرتے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کوئی دنیوی مصیبت سے پریشان ہوکر موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یوں دعا کرے کہ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، جب تک زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے وفات بہتر ہو اس وقت مجھے وفات دیدے۔ (بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی الموت، ۴/۱۳، الحدیث: ۵۶۷۱)

اور درحقیقت دنیوی پریشانیوں سے تنگ آکر موت کی دعا کرنا صبر و رضا و تسلیم و توکل کے خلاف ہے اور ناجائز ہے۔

وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللّٰہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے اور اللّٰہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

﴿وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ: اور ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے۔﴾ یہ غیب کی خبر اور معجزہ ہے کہ یہودی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اسلام کی شدید مخالفت کے باوجود بھی موت کی تمنا کا لفظ زبان پر نہ لاسکے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ یَوَدُّ

اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۠ (۹۶)

ع ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں سے ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیے اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کوتک دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک (گروہ) تمنا کرتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی زندگی دیدی جائے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے عذاب سے دور نہ کر سکے گا اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿ **اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَیٰوةٍ :لوگوں میں سب سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں۔** ﴾ مشرکین کا ایک گروہ مجوسی ہے آپس میں سلام کے موقع پر کہتے ہیں ”زِہ ہزار سال “یعنی ہزار برس جیو۔ ان کے اس قول کے پیشِ نظر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجوسی مشرک ہزار برس جینے کی تمنا رکھتے ہیں اور یہودی ان سے بھی بڑھ گئے کہ انہیں جینے کی ہوس سب سے زیادہ ہے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے جہنم کے عذاب سے دور نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے اور ان کا کوئی حال اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۹۶، ۱/۷۱)

لمبی زندگی کے خواہشمند

یاد رہے کہ کفار دنیاوی زندگی پر حریص ہوتے ہیں اور موت سے بہت بھاگتے ہیں جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اگر زندگی چاہتا ہے تو صرف اس لئے کہ زیادہ نیکیاں کرے، آخرت کا توشہ جمع کرے اور آخرت کا زادِراہ جمع کرنے کے لئے زندگی چاہنا اچھا ہے کہ یہ زندگی کی ہوس نہیں بلکہ آخرت کی تیاری ہے۔ نیز لمبی عمر اور زیادہ مال اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت نہیں بلکہ یہ تو بعض اوقات وبال کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے بہترین کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو۔ اس شخص نے پھر عرض کی: لوگوں میں سب سے برا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برا ہو۔
(ترمذی، کتاب الزهد عن رسول اللّٰه، باب منه، ۱۴۸/۴، الحديث: ۲۳۳۷)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم فرمادو: جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہو) پس بیشک اس نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ اتارا ہے، جو اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا : جو دشمن ہو۔﴾ **شانِ نزول:** یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے پاس حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آتے ہیں۔ ابنِ صوریا یہودی پیشوا نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب، شدت اور زمین میں دھنسانا وہی اتارتا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ ہم سے دشمنی کر چکا ہے اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس حضرت میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام آتے تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آتے۔

(قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۷، ۱ / ۲۸، الجزء الثانی، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۷، ۱ / ۷۱)

یہودیوں کی یہ بات سراسر جہالت تھی کیونکہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام تو جو چیز بھی لائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی تھی، بلکہ اگر یہودی انصاف کرتے تو حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے محبت کرتے اور ان کے شکر گزار ہوتے کہ وہ ایسی کتاب لائے جس سے ان کی کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا : جوکوئی دشمن ہو۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور فرشتوں سے دشمنی کفر اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے اور محبوبانِ حق سے دشمنی خدا عَزَّوَجَلَّ سے دشمنی کرنا ہے۔ حضرتِ جبریل عَلَيْهِ السَّلَام انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے خادم ہیں، ان کا دشمن رب تعالیٰ کا دشمن ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک فرشتے سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے۔ یہی حال انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِم سے عداوت رکھنے کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان کر دیا۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، الحدیث: ۶۵۰۲)

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍۚ-وَ مَا یَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ(۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کیں اور ان کا انکار صرف نافرمان ہی کرتے ہیں۔

﴿ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ : اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کیں۔﴾ ابنِ صوریا نے نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جسے ہم پہچانتے ہوں اور آپ پر ایسی کوئی روشن آیت نازل نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ہم آپ کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں جن میں حلال، حرام اور حدود وغیرہ کے احکام واضح اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور ان آیتوں کا انکار وہی کرتا ہے جو ہمارے احکامات کی اطاعت نہیں کرتا۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۹۹، ۱/۷۲)

یاد رہے کہ یہاں فاسقوں سے مراد کافر اور منافق ہیں۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْؕ-بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں ان میں ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے بلکہ ان میں بہتیروں کو ایمان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو پھینک دیا بلکہ ان

میں سے اکثر مانتے ہی نہیں۔

﴿عٰهَدُوْا عَهْدًا: انہوں نے عہد کیا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: جب حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے وہ عہد یاد دلائے جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کے متعلق تھے تو مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! آپ کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ یہودیوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو ویسے ہی پیٹھ پیچھے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر یہودیوں کو تورات پر ایمان ہی نہیں اسی لئے وہ عہد توڑنے کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس بات کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔ (خازن، البقرة، تحت الآية:۱۰۰، ۱ /۷۲، روح البيان، البقرة، تحت الآية:۱۰۰، ۱/۱۸۹، ملتقطاً)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہودیوں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ظہور ہوگا تو ہم ان پر ضرور ایمان لائیں گے اور عرب کے مشرکوں کے خلاف ہم ضرور ان کے ساتھ ہوں گے، لیکن جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو یہودیوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی بجائے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی، البقرة، تحت الآية: ۱۰۰، ۱/۳۱، الجزء الثاني)

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول تشریف لایا جو ان کی کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے تو اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے یوں پھینک دیا گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔

﴿جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ: ان کے پاس رسول آیا۔﴾ یہاں رسول سے مراد سرکارِ دوعالم، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ توریت، زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور

پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف واحوال کا بیان تھا اس لیے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے، لہٰذا اس بات کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔ مشہور مفسر سُدی کا قول ہے کہ جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری ہوئی تو یہودیوں نے توریت اور قرآن کا تقابل کیا اور جب دونوں کو ایک دوسرے کے مطابق پایا تو انہوں نے توریت کو بھی چھوڑ دیا۔

(در منثور، البقرة، تحت الآية: ۱۰۱، ۱/۲۳۳)

﴿وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ: اپنی پشتوں کے پیچھے۔﴾ پیٹھ پیچھے پھینکنے سے مراد ہے اس کتاب کی طرف بے التفاتی کرنا۔ حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے کہ یہودیوں نے توریت کو ریشمی غلافوں میں سونے چاندی کے ساتھ مزین کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔ (تفسیر جمل، البقرة، تحت الآية: ۱۰۱، ۱/۱۲۷)

قرآنِ مجید سے متعلق مسلمانوں کی حالتِ زار

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل نہ کرنا اسے پیٹھ پیچھے پھینکنے کے مترادف ہے اگرچہ اسے روز پڑھے اور اچھے کپڑوں میں لپیٹ کر رکھے جیسے یہودی توریت کی بہت تعظیم کرتے تھے مگر حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے تو اس پر عمل نہ کیا گیا گویا اسے پسِ پشت ڈال دیا۔ آج کے مسلمانوں کا حال بھی اس سے بہت مشابہ ہے کہ قرآن پاک کے عمدہ سے عمدہ اور نفیس نسخے گھروں اور مسجدوں میں الماریوں کی زینت تو ہیں، ریشمی غلاف بھی ان پر موجود ہیں لیکن پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی حالت یہ ہے کہ ان الماریوں اور ریشمی غلافوں پر گرد کی تہہ جم چکی ہے اور حقیقتاً وہ گرد ان غلافوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے دلوں پر جمی ہوئی ہے۔ آج کہاں ہیں وہ مسلمان جنہیں قرآن کے حلال و حرام کا علم ہو؟ جنہیں اسلامی اخلاق کا پتہ ہو؟ جن کے دل اللّٰہ تعالیٰ کی آیات سن کر ڈر جاتے ہوں اور ان کے اعضا اللّٰہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ اٹھتے ہوں؟ جن کے دل و دماغ پر قرآن کے انوار چھائے ہوئے ہوں۔ افسوس!

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہیے کہ یہ بے رخی اور بے توجُّہی کی

علامت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بے عمل آدمی جاہل کی طرح ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ۫ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ سلیمان کے عہدِ حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو

صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو! تم) اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقیناً انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جانتے۔

﴿وَاتَّبَعُوْا: وہ جادو کے پیچھے پڑ گئے۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جاہل لوگ جادو کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم مان کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ملامت شروع کی۔ ہمارے آقا محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے تک یہی حال رہا اور اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جادو سے براءت کا اظہار فرمایا۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۰۲، ۱/۷۳)

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ: اور سلیمان نے کفر نہ کیا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں سے دشمنوں کے الزام دور کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جادوگری کی تہمت لگائی اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس تہمت کو دور فرمایا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو کرنا کبھی کفر بھی ہوتا ہے جبکہ اس میں کفریہ الفاظ ہوں۔

﴿هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ: ہاروت اور ماروت۔﴾ ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۰۲، ۱/۷۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ہاروت اور ماروت کا واقعہ جس طرح عوام میں مشہور ہے آئمہ کرام اس کا شدید اور سخت انکار کرتے ہیں، اس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروحات میں موجود ہے، یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''ہاروت اور ماروت کے بارے میں یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہیں۔ اور راجح یہی ہے کہ ہاروت

اور ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا کہ جو جادو سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ ”اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ“ ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔ اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اپنے پاؤں پہ چل کے خود جہنم میں جائے، یہ فرشتے اگر اسے جادو سکھاتے ہیں تو وہ فرمانبرداری کر رہے ہیں نہ کہ نافرمانی کر رہے ہیں۔

(الشفاء، فصل فی القول فی عصمة الملائكة، ص۱۷۵-۱۷۶، الجزء الثانی، فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، ۳۹۷/۲۶)

فرشتوں کی عصمت کا بیان

فرشتوں کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ یہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (تحریم: ٦)

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ (فرشتے) اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (نحل: ۴۹-۵۰)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے اور بنانے والے کے اطاعت گزار ہیں اور وہ کسی بات اور کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۵۰، ۲۱۷/۷-۲۱۸)

﴿ فَلَا تَكْفُرْ: تو کفر نہ کر۔﴾ ہاروت و ماروت کے پاس جو شخص جادو سیکھنے آتا تو یہ سکھانے سے پہلے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے کہ جادو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اور اس کو جائز و حلال سمجھ کر اپنا ایمان ضائع نہ کر۔ اگر وہ ان کی بات نہ مانتا تو یہ اسے جادو سکھا دیتے۔

جادو کی تعریف اور اس کی مذمت

علماء کرام نے جادو کی کئی تعریفیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شریر اور بدکار شخص کا مخصوص عمل کے

ذریعے عام عادت کے خلاف کوئی کام کرنا جادو کہلاتا ہے۔ (شرح المقاصد، المقصد السادس، الفصل الاول فی النبوة، ۷۹/۵)

جادو فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کے درمیان امتیاز کرنے اور لوگوں کی آزمائش کے لیے نازل ہوا ہے، جو اس کو سیکھ کر اس پر عمل کرے کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اُس جادو میں ایمان کے خلاف کلمات اور افعال ہوں اور اگر کفریہ کلمات و افعال نہ ہوں تو کفر کا حکم نہیں ہے۔

یہاں مزید تین مسئلے یاد رکھیں:

(1)......جو جادو کفر ہے اس کا عامل اگر مرد ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(2)......جو جادو کفر نہیں مگر اس سے جانیں ہلاک کی جاتی ہیں تو اس کا عامل ڈاکو کے حکم میں ہے مرد ہو یا عورت۔ یعنی اس کی سزا بھی قتل ہے۔

(3)......اگر جادوگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱۰۲، ص ۶۹)

احادیث میں جادو کی بہت مذمت کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن ابی عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے سنا: ''اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام رات کی ایک گھڑی اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے اور ارشاد فرماتے: ''اے آلِ داؤد! اٹھو اور نماز پڑھو کیونکہ اس گھڑی اللہ تعالیٰ جادوگر اور (ناحق) ٹیکس لینے والے کے علاوہ ہر ایک کی دُعا قبول فرماتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المدنيين، حديث عثمان بن ابی العاص الثقفی، ۴۹۲/۵، الحديث: ۱۶۲۸۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شراب کا عادی، جادو پر یقین رکھنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الكهانة والسحر، ۶۴۸/۷، الحديث: ۶۱۰۴)

یاد رہے کہ یہاں جادوگر کے بارے میں جو سزائیں بیان کی گئیں یہ سزائیں دینا صرف اِسلامی حکومت کا کام ہے، عوامُ النّاس کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں، البتہ ہر ایک کو چاہئے کہ جادو کرنے والوں سے دور رہے۔ نیز جادو سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے کتاب ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' کی دوسری جلد کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ: اور وہ نقصان پہنچانے والے نہیں۔﴾ اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(1)......مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت یعنی چاہنے کے تحت ہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو ہی کوئی شے اثر کرسکتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو آگ جلانہ سکے، پانی پیاس نہ بجھا سکے اور دوا شفا نہ دے سکے۔

(2)......جادو میں اثر ہے اگرچہ اس میں کفریہ کلمے ہوں۔

(3)...... جب جادو میں نقصان کی تاثیر ہے تو قرآنی آیات میں ضرور شفا کی تاثیر ہے۔ یونہی جب کفار جادو سے نقصان پہنچاسکتے ہیں تو خدا کے بندے بھی کرامت کے ذریعہ نفع پہنچ سکتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیماروں، اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشنا خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۠ (۱۰۳)

ع ۱۲/۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا: اگر وہ ایمان لاتے۔﴾ فرمایا گیا کہ اگر یہودی حضور، سیدِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک پر ایمان لاتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا ثواب ان کیلئے بہت اچھا ہوتا کیونکہ آخرت کی تھوڑی سی نعمت دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے اعلیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا: راعنا نہ کہو۔﴾ شانِ نزول: جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحابہ کرام

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے۔ ”رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہ“ اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ کلمہ بے ادبی کا معنی رکھتا تھا اور انہوں نے اسی بری نیت سے کہنا شروع کردیا۔ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے۔ آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں جبکہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں، اس پر آپ رنجیدہ ہو کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ”رَاعِنَا“ کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ ”اُنْظُرْنَا“ کہنے کا حکم ہوا۔ (قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۴۴-۴۵، الجزء الثانی، تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۶۳۴، تفسیر عزیزی(مترجم) ۲/۶۶۹، ملتقطاً)

آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ جس لفظ کے دو معنی ہوں اچھے اور برے اور لفظ بولنے میں اس برے معنیٰ کی طرف بھی ذہن جاتا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے استعمال نہ کئے جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کا ادب ربُّ العالمین خود سکھاتا ہے اور تعظیم کے متعلق احکام کو خود جاری فرماتا ہے۔

﴿وَاسْمَعُوْا: اور غور سے سنو۔﴾ یعنی حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ توجہ فرمائیں کیونکہ دربارِ نبوت کا یہی ادب ہے۔

﴿وَلِلْكٰفِرِیْنَ: اور کافروں کیلئے۔﴾ یعنی جو یہودی سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں بے ادبی والے الفاظ استعمال کر رہے ہیں ان یہودیوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔
(روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۹۷)

یاد رہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ-وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ(۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) نہ تو اہلِ کتاب کے کافر چاہتے ہیں اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿مَا یَوَدُّ: کافر نہیں چاہتے۔﴾ شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور خیر خواہی کا اظہار کرتی تھی ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ یہ کفار خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَاؕ-اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا لوگوں کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔ (اے مخاطب!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿مَا نَنْسَخْ: ہم جو منسوخ فرمائیں۔﴾ نسخ کا معنیٰ ہے: سابقہ حکم کو کسی بعد والی دلیلِ شرعی سے اٹھا دینا۔
(خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۰۶، ۱/ ۷۷)

اور یہ حقیقت میں سابقہ حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہوتا ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ فرمایا تو کفار کو بڑی وحشت ہوئی اور انہوں نے اس پر اعتراضات

کئے، اس پر یہ آیت ِمبارکہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی، دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ آسان اور نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا قدرتِ الٰہی پر یقین رکھنے والے کو اس میں تَرَدُّد کی کوئی گنجائش نہیں۔ کائنات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن سے رات کو، گرما سے سرما کو، جوانی سے بچپن کو، بیماری سے تندرستی کو، بہار سے خزاں کو منسوخ فرماتا ہے۔ یہ تمام نسخ وتبدیل اس کی قدرت کے دلائل ہیں تو ایک آیت اور ایک حکم کے منسوخ ہونے میں کیا تعجب؟ نسخ حقیقت میں سابقہ حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لیے تھا اور اب وہ مدت پوری ہوگئی۔ صرف یہ تھا کہ ہمیں وہ مدت معلوم نہ تھی اور ناسخ کے آنے سے معلوم ہوگئی۔ کفار کا اعتراض تو جہالت و ناسمجھی کی وجہ سے تھا لیکن اہلِ کتاب کو تو کسی بھی صورت یہ اعتراض نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کے بہت سے احکام تو وہ بھی منسوخ مانتے ہیں جیسے بہن بھائی کا آپس میں نکاح، یونہی یہودیوں سے پہلے ہفتہ کے دن دنیوی کام حرام نہ تھے، ان پر حرام ہوئے، نیز توریت میں ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امت کے لئے تمام جانور حلال تھے جبکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بہت سے حرام کردیئے گئے۔ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے نسخ کا انکار کس طرح ممکن ہے۔

(1)......جس طرح کوئی آیت دوسری آیت سے منسوخ ہوتی ہے اسی طرح حدیثِ متواتر سے بھی آیت منسوخ ہوتی ہے۔

(2)......کبھی صرف تلاوت منسوخ ہوتی ہے اور کبھی صرف حکم منسوخ ہوتا ہے اور کبھی تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوتے ہیں۔ بیہقی شریف میں ہے کہ ایک انصاری صحابی رات کو تہجد کے لیے اٹھے اور سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی اور سوائے بِسْمِ اللہِ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ صبح کو دوسرے اصحاب سے اس کا ذکر کیا تو ان حضرات نے فرمایا: ہمارا بھی یہی حال ہے، وہ سورت ہمیں بھی یاد تھی اور اب ہمارے حافظہ میں بھی نہ رہی۔ سب نے بارگاہِ رسالت میں واقعہ عرض کیا تو حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: آج رات وہ سورت اٹھالی گئی۔ اس کے حکم وتلاوت دونوں منسوخ ہوئے جن کاغذوں پر وہ لکھی گئی تھی ان پر نقش تک باقی نہ رہے۔

(دلائل النبوه للبیهقی، باب ما جاء فی تألیف القرآن... الخ، ۷/۱۵۷، ملخصاً)

﴿ نَاْتِ بِخَیْرٍ: ہم بہتر لے آئیں گے۔﴾ فرمایا کہ ہم کسی آیت کو منسوخ فرمادیں یا بھلادیں تو اس کی جگہ زیادہ آسان

اور زیادہ ثواب والا یا کم از کم پہلے والے حکم کے برابر حکم لے آئیں گے۔ پہلے سے زیادہ سہولت والے کی مثال ہے جیسے پہلے دس گنا تک کے لشکر سے جہاد کا حکم تھا پھر صرف دو گنا تک کے لشکر سے جہاد میں ڈٹے رہنے کا حکم نازل ہوا۔ زیادہ ثواب کی مثال ہے جیسے پہلے ایک قول کے مطابق روزے کی طاقت رکھنے والے کو بھی فدیہ دینے کی اجازت تھی لیکن بعد میں اس پر روزے کا حکم ہی متعین کر دیا جو فدیہ سے زیادہ ثواب والا حکم ہے۔ سہولت میں برابر کے حکم کی مثال ہے جیسے بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا حالانکہ دونوں کی طرف منہ کر نماز پڑھنے میں برابر درجے کی سہولت ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تجھے خبر نہیں کہ اللّٰہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللّٰہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللّٰہ ہی کے لئے ہے اور اللّٰہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ ہی مددگار۔

﴿ لَهُ مُلْكُ :اسی کی بادشاہی ہے۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں جو چاہے جب چاہے قانون جاری کرے، جب کائنات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، دن جاتا ہے رات آتی ہے اور سارے جہان میں ہر طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو شرعی قانون میں بھی تبدیلی ہوسکتی ہے اور یہ تبدیلی مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے ہے۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ :اللّٰہ کے مقابلے میں۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔ ہاں اللّٰہ تعالیٰ کی اجازت اور اختیار دینے سے مدد ہوسکتی ہے، قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جیسے حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیماروں، کوڑھیوں اور نابیناؤں کی مدد کرتے تھے۔ فرشتوں نے غزوہ بدر اور غزوہ حُنین میں مسلمانوں کی مدد کی۔ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر نے تختِ بلقیس لا کر مدد کی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے سینکڑوں مرتبہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم کی کھانے، پینے، بیماریوں اور پریشانیوں میں مدد کی۔ حضور غوث پاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اور اولیاء کرام رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم کا مدد کرنا لاکھوں لوگوں کے تجربات اور تواتر سے ثابت ہے۔

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْــٴَـلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُؕ-وَ مَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ(۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو پہلے موسٰی سے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ بہک گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کئے گئے اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

﴿ كَمَا سُىٕلَ مُوْسٰى : جیسے موسیٰ سے سوال کیا گیا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کیا: جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تورات لے کر آئے تھے اسی طرح آپ بھی ہمارے پاس ایک ہی مرتبہ سارا قرآن لے آئیں۔ بعض نے یوں کہا کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لے آتے۔ ان کے سوالات کے جواب میں ان سے فرمایا گیا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ویسے ہی سوال کرو جیسے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کئے گئے تھے۔ اے یہودیو! جب میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا درست ہونا دلائل اور معجزات سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے لایعنی سوال کیوں کر رہے ہو اور اے ایمان والو! بے شک یہودی دھوکے باز اور تم سے حسد کرنے والے ہیں اور ان کی تمنا یہ ہے کہ مسلمان کسی نہ کسی مشکل میں مبتلا ہوں لہٰذا ان کی کوئی ایسی بات قبول نہ کرو جو بظاہر نصیحت لگ رہی ہو اور یاد رکھو کہ جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرکے اپنے دین سے پھر گیا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۱/۷۹)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ سارا قرآن ایک ہی مرتبہ لے آئیں، کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ (اور فرشتے) ہمارے سامنے اعلانیہ آجائیں، کسی نے کہا کہ وہ صفا کو سونے کا بنا دیں۔ ان کے سوالات کے جواب میں ان سے فرمایا گیا کہ تم بھی اپنے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اسی طرح

فضول سوال کررہے ہو جس طرح ان سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں اعلانیہ خدا دکھا دو، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ کے نزول کے بعد دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرنا سیدھے راہ سے بھٹکنا ہے۔(طبری، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۵۳۰/۱، در منثور، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۲۶۰/۱-۲۶۱، جلالین مع صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۹۹/۱-۱۰۰، ملتقطاً)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح مقصد کے بغیر سوال کرنا ممنوع ہے نیز فضول سوال کرنا بھی ممنوع ہے۔لہٰذا عوام الناس کو چاہیے کہ اس بات کو پیشِ نظر رکھیں کہ علماء اور مفتیانِ کرام سے وہی سوال کئے جائیں جن کی حاجت ہو، زمین پر بیٹھ کر خواہ مخواہ چاند پر رہائش کے سوال نہ کئے جائیں۔بعض لوگ علماء کو پریشان کرنے یا ان کا امتحان لینے یا ان کی لاعلمی ظاہر کرنے کیلئے سوال کرتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے۔حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہیں جس کام سے منع کروں اس سے رک جاؤ اور جس کام کا حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق کرو، تم سے پہلے لوگوں کو محض ان کے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اختلاف کرنے نے ہلاک کیا۔(مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ص ۱۲۸۲، الحدیث: ۱۳۰(۱۳۳۷))

[illegible]

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ معلوم کرکے عمل کرنے کی بجائے خواہ مخواہ بال کی کھال اتارتے رہنا اور اپنے من پسند حکم کا مطالبہ کرنا یہودیوں اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔ہمارے معاشرے میں بھی لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ معاملات یا عبادات میں جو صورت انہیں درپیش ہے اس میں فتویٰ ان کی مرضی اور پسند کے عین مطابق ملے اور اگر انہیں کہیں سے کوئی ایک ایسی دلیل مل جاتی ہے جو ان کے مقصد و مفاد کو پورا کررہی ہوتی ہے تو وہ اسی پر اڑ جاتے ہیں اگرچہ اس کے خلاف ہزار دلائل موجود ہوں لیکن وہ چونکہ ان کی مراد کے خلاف ہوتے ہیں اس لئے انہیں قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے اور ان کے بارے میں طرح طرح کی الٹی سیدھی تاویلیں پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے تو تم چھوڑو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ تو تم (انہیں) چھوڑ دو اور (ان سے) درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: بہت سے اہلِ کتاب نے چاہا۔﴾ جنگِ احد کے بعد یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو معاذ اللہ مرتد ہونے کی دعوت دی۔ ان بزرگوں نے سختی سے رد کر دیا اور پھر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم نے بہتر کیا اور فلاح پائی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۰۹، ۱/۷۹)

﴿حَسَدًا: حسد کی وجہ سے۔﴾ اسلام کی حقانیت جاننے کے بعد یہودیوں کا مسلمانوں کے کفر و ارتداد کی تمنا کرنا اور یہ چاہنا کہ وہ ایمان سے محروم ہو جائیں حسد کی وجہ سے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد بہت بڑا عیب ہے اور اس کی وجہ سے انسان نہ صرف خود بھلائی سے رک جاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی بھلائی سے روکنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس سے بچنے کی خوب کوشش کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو'' یا فرمایا: ''گھاس کو کھا جاتی ہے۔'' (ابو داؤد، كتاب الادب، باب في الحسد، ۳۶۱/۴، الحديث: ۴۹۰۳)

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حسد سے بچو، کیونکہ یہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعے آسمان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی اور یہی پہلا گناہ ہے جس کے ذریعے زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔

(تنبيه المغترين، الباب الثالث في جملة اخرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم رضي الله تعالى عنهم عدم الحسد لاحد من المسلمين... الخ، ص۱۸۸)

یادرہے کہ حسد حرام ہے البتہ اگر کوئی شخص اپنے مال و دولت یا اثر و وجاہت سے گمراہی اور بے دینی پھیلاتا ہوتو اس کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے اس کی نعمت کے زوال کی تمنا حسد میں داخل نہیں اور حرام بھی نہیں۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۰۹، ۱/۷۹-۸۰)

﴿فَاعْفُوْا: تو تم معاف کرو۔﴾ کفار کے ساتھ جنگ کے ذریعے بدلے لینے کی بجائے نرمی کی تمام آیات کا یہ حکم ہے کہ وہ جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہیں جیسا اس حکم کے آخر میں خود فرما دیا ''یہاں تک کہ **اللہ** اپنا حکم لائے'' اور وہ حکم جہاد و قتال کا ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے **اللہ** کے یہاں پاؤ گے بیشک **اللہ** تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے **اللہ** کے یہاں پاؤ گے بیشک **اللہ** تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم کرو۔﴾ یہاں مسلمانوں کو اپنی اصلاحِ نفس کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کسی بھی دینی یا دنیوی اہم کام میں مصروف ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ عین حالتِ جہاد میں بھی نمازِ خوف کا حکم موجود ہے۔ طلاق کے مسائل بیان کرتے ہوئے بھی **اللہ** تعالیٰ نے نماز اور تقویٰ کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی نیکی کی دعوت میں یا علمِ دین کے حصول یا کسی دوسرے اہم دینی کام میں مشغول ہے تو اسے اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

وَ قَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اہلِ کتاب بولے، ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیال

بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اہل کتاب نے کہا: ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہو یا عیسائی۔ یہ ان کی من گھڑت تمنائیں ہیں۔ تم فرمادو: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

﴿لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ: ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا۔﴾ یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف وہی جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ گفتگو مسلمانوں کو بہکانے کے لئے تھی، ان کی تردید میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ ان کی یہ بات ان کی اپنی رائے سے ہے، توریت وانجیل میں ایسا کچھ نہیں فرمایا گیا، اگر وہ سچے ہیں تو اپنی اس بات پر کوئی دلیل لائیں۔

﴿اَمَانِیُّهُمْ: ان کی من گھڑت تمنائیں۔﴾ بغیر کسی بنیاد کے جنت میں داخلے کے زبانی دعوے کرنا جہالت وحماقت ہے۔ ایک امید ہے جسے عربی میں ''رَجا'' کہتے ہیں اور ایک خام خیالی ہے جسے عربی میں ''اُمْنِیَّہ'' کہتے ہیں۔ امام غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے اس موضوع پر بڑا پیارا کلام ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: رجا یعنی امید دل کی اس راحت کا نام ہے جو محبوب چیز کے انتظار سے حاصل ہوتی ہے لیکن یہ محبوب جس کی توقع کی جارہی ہے اس کا کوئی سبب ہونا چاہئے لہٰذا اگر اس کا انتظار اکثر اسباب کے ساتھ ہے تو اسے ''رجا'' یعنی امید کہتے ہیں اور اگر اسباب بالکل نہ ہوں یا اضطراب کے ساتھ ہوں تو اسے امید نہیں بلکہ دھوکہ اور بیوقوفی کہا جائے گا اور اگر اسباب کے ہونے یا نہ ہونے کا علم نہ ہو تو اس انتظار کو ''تمنا'' کہتے ہیں۔ اہلِ دل حضرات جانتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل زمین کی طرح ہے، ایمان اس میں بیج کی حیثیت رکھتا ہے اور عبادت زمین کو الٹ پلٹ کرنے، صاف کرنے اور نہریں کھودنے اور ان زمینوں میں پانی جاری کرنے کی طرح ہیں اور دل جو دنیا میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے اس بنجر زمین کی طرح ہے جس میں بیج کوئی پھل نہیں لاتا اور قیامت کا دن فصل کاٹنے کا دن ہے اور ہر شخص وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا اور کھیتی کا بڑھنا ایمان کے بیج کے بغیر ناممکن ہے اور جب دل میں خباثت اور برے اخلاق ہوں تو ایمان بہت کم نفع دیتا ہے جیسے بنجر زمین میں بیج سے فصل پیدا نہیں ہوتی تو مناسب یہی ہے کہ آدمی کے مغفرت کی امید رکھنے کو کھیتی والے پر قیاس کیا جائے یعنی جو شخص اچھی زمین حاصل کرتا ہے اور اس میں عمدہ بیج ڈالتا ہے جو نہ تو خراب ہوتا ہے اور نہ ہی بدبودار اور پھر اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ ضروریات سے مراد وقت پر پانی

دینا، زمین کو کانٹوں اور گھاس پھونس نیز ان تمام خرابیوں سے پاک کرنا جو بیج کو بڑھنے سے روکتی ہیں یا خراب کر دیتی ہیں۔ تو جو یہ سب کام کرے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کا منتظر ہو کر بیٹھ جائے کہ وہ زمین کو بجلی کی گرج اور دیگر آفات سے بچائے گا یہاں تک کہ کھیتی اپنی تکمیل کو پہنچ جائے تو اس انتظار کو رجا یعنی امید کہتے ہیں اور اگر سخت زمین میں بیج ڈالے جو شور زیادہ ہو اور بلندی پر ہو جس تک پانی نہیں پہنچ سکتا اور بیج کی پروا بھی نہ کرے اور پھر اس کے کٹنے کا انتظار کرے تو اس انتظار کو بیوقوفی اور دھوکہ کہتے ہیں امید نہیں کہتے اور اگر اچھی زمین میں بیج ڈالا لیکن اس میں پانی نہیں ہے اب وہ بارش کے انتظار میں ہے اور یہ ایسا وقت ہے جس میں عام طور پر بارش نہیں برستی تو اس انتظار کو تمنا کہتے ہیں ''رجا'' نہیں کہتے تو گویا رجا کا لفظ کسی ایسی پسندیدہ چیز کے انتظار پر صادق آتا ہے جس کے لئے وہ تمام اسباب تیار کر دیئے گئے ہوں جو بندے کے اختیار میں ہیں، صرف وہی اسباب باقی رہ گئے جو بندے کے اختیار میں نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کی وجہ سے تمام نقصان دہ اور فاسد کرنے والے اسباب کھیتی سے دور ہو جاتے ہیں پس جب بندہ ایمان کا بیج ڈالتا ہے اور اس کو عبادات کا پانی پلاتا ہے، دل کو بد اخلاقی کے کانٹوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا مرتے دم تک منتظر رہتا ہے، مغفرت تک پہنچانے والے اچھے خاتمے کا انتظار کرتا ہے تو یہ انتظار حقیقی رجا (امید) ہے یہ ذاتی طور پر قابلِ تعریف ہے اور اگر ایمان کے بیج کو عبادات کا پانی نہ دیا جائے یا دل کو برے اخلاق سے ملوث چھوڑ دیا جائے اور دنیاوی لذت میں منہمک ہو جائے اور پھر مغفرت کا انتظار کرے تو اس کا انتظار ایک بیوقوف اور دھوکے میں مبتلا شخص کا انتظار ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اَلْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ'' بے وقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لاتا ہے اور (اس کے باوجود) اللہ تعالیٰ سے تمنائیں کرتا ہے (کہ وہ بڑا کریم اور غفور رحیم ہے، اس سے اور اس کے اعمال سے بے پرواہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اسے کوئی سزا نہیں دے گا بلکہ جنت میں داخل کر دے گا اور وہ اس کی من چاہی چیزیں اسے دے گا)۔

(فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۶۴۵، تحت الحدیث: ۲۰۲۵، احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان حقیقة الرجاء، ۴/ ۱۷۵)

بَلٰىۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۠(۱۱۲)

ع ۱۳ / ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لئے اور وہ نکوکار ہے تو اس کا نیگ اس کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں کیوں نہیں؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿ بَلٰى : کیوں نہیں۔ ﴾ جنت میں داخلے کا حقیقی معیار ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے اور کسی بھی زمانے اور کسی بھی نسل و قوم کا آدمی اگر صحیح ایمان و عمل رکھتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی نبوت نہ ماننے والے کا ایمان قطعاً صحیح نہیں ہوسکتا اور کوئی بھی عمل ایمان کے بغیر صالح نہیں ہوسکتا، گویا جو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھے اور عملِ صالح کرے وہ جنت کا مستحق ہے۔ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا تھا کہ ان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا تو اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں کیوں داخل نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو بھی ایمان صحیح اور عمل صالح لے کر آئے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ ۙ وَّهُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں نے کہا: عیسائی کسی شے پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا: یہودی کسی شے پر نہیں حالانکہ یہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان (پہلوں) جیسی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔

﴿ قَالَتِ الْیَهُوْدُ: یہودی بولے۔﴾ ایک بار نجران کے عیسائیوں اور (مدینہ منورہ) کے یہودیوں کے علماء کی بارگاہ مصطفوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں آپس میں بحث ہوگئی۔ بحث کے دوران دونوں نے خوب شور مچایا۔ یہودی کہتے تھے کہ عیسائیوں کا دین کچھ نہیں اور عیسائی کہتے تھے کہ یہودیوں کا دین کچھ نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۱۱۳، ۹/۲)

﴿ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ: وہ کتاب پڑھتے ہیں۔﴾ یعنی علم ہونے کے باوجود یہود ونصاریٰ نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل شریف جس کو نصاریٰ مانتے ہیں اس میں توریت شریف اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نبوت کی تصدیق ہے اور توریت جس کو یہودی مانتے ہیں اس میں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نبوت اور ان تمام احکام کی تصدیق ہے جو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی اس روش کے بیان میں سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت کے ان مسلمانوں کے لئے بھی تنبیہ ہے کہ جو قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس میں بیان کئے گئے احکام سے آگاہ بھی ہیں اور اس کے باوجود ان احکام پر عمل نہیں کرتے اور اگر عمل کرتے بھی ہیں تو فقط ان احکام پر جو ان کی خواہشات کے موافق ہوں اور جو احکام ان کی خواہش کے موافق نہیں اُن پر عمل نہیں کرتے۔

حضرت زیاد بن لبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں "حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کسی بات کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا" یہ اس وقت ہوگا جب کہ علم اٹھ جائے گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، علم کیسے اٹھ جائے گا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے، اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اے زیاد! تیری ماں تجھے گم پائے، میں تمہیں مدینہ کے فہیم لوگوں میں شمار کرتا تھا کیا یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل نہیں پڑھتے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ (اسی طرح مسلمان قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے اور جو اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ اور جاہل دونوں برابر ہیں) (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، ۳۸۳/۴، الحديث: ۴۰۴۸)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اس کے احکام وتعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

﴿ كَذٰلِكَ قَالَ: اسی طرح کہا۔﴾ اہلِ کتاب کے علماء کی طرح جاہل بت پرستوں اور آتش پرستوں نے ہر دین کو

جھٹلانا شروع کردیا اور کہنے لگے کہ دین کچھ نہیں۔ انہیں جاہلوں میں سے مشرکین عرب بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے دین کے بارے ایسے ہی کلمات کہے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ۬ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ(۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللّٰہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللّٰہ کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ انہیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

﴾وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون۔﴿ یہ آیت بیت المقدس کی بے حرمتی کے متعلق نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ روم کے عیسائیوں نے یہودیوں پر حملہ کر کے ان کے جنگجوؤں کو قتل کردیا، ان کے بیوی بچوں کو قید کرلیا، توریت کو جلادیا، بیت المقدس کو ویران کردیا، اس میں نجاستیں ڈالیں، خنزیر ذبح کیے، یوں بیت المقدس خلافتِ فاروقی تک اسی ویرانی میں رہا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عہد مبارک میں مسلمانوں نے اسے بنایا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور صلح حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے منع کیا تھا۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ١١٤، ١/٨١)

﴾اَنْ یُّذْكَرَ: کہ ذکر کیا جائے۔﴿ ذکر میں نماز، خطبہ، تسبیح، وعظ، نعت شریف اور صالحین کے حالات کا بیان سب داخل

ہیں۔ ذکراللّٰہ کو منع کرنا ہر جگہ ہی برا ہے لیکن مسجدوں میں خصوصاً زیادہ برا ہے کہ وہ تو اسی کام کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ مسجد کو کسی بھی طرح ویران کرنے والا ظالم ہے۔ بلا وجہ لوگوں کو مسجد میں آنے یا مسجد کی تعمیر سے روکنے والا، مسجد یا اس کے کسی حصے پر قبضہ کرنے والا، مسجد کو ذاتی استعمال میں لے لینے والا، مسجد کے کسی حصے کو مسجد سے خارج کرنے والا یہ سب لوگ اس آیت کی وعید میں داخل ہیں۔ تفصیل کیلئے فتاویٰ رضویہ شریف کے کتاب الوقف کا مطالعہ کریں۔ البتہ یہ یاد رہے کہ جنبی (یعنی جس پر غسل فرض ہو)، منہ کی بدبو والے لہسن پیاز وغیرہ بدبودار چیزوں کی بو جس کے منہ سے آرہی ہو اسے روکنا اس میں داخل نہیں کہ یہ حقیقت میں مسجد سے تکلیف دہ یا نامناسب چیزوں کو دور کرنے کے حکم میں آتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مسجد کے نزدیک دوسری مسجد اس نیت سے بنانا کہ پہلی مسجد ویران ہو جائے حرام ہے کہ یہ بھی مسجد کی ویرانی میں کوشش کرنا ہے البتہ اگر کوئی مسجد بنائے تو اس کی نیت پر ہم حکم نہیں لگا سکتے ہیں کہ اس نے بری نیت سے ہی مسجد بنائی ہے۔

﴿اِلَّا خَآىٕفِیْنَ : مگر ڈرتے ہوئے۔﴾ مسجد میں ادب و تعظیم اور خوفِ خدا کے ساتھ داخل ہونا چاہیے، نڈر و بیباک ہو کر اور آدابِ مسجد کو پامال کرتے ہوئے داخل ہونا مسلمان کا کام نہیں۔

﴿فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ : دنیا میں رسوائی۔﴾ بیت المقدس ویران کرنے والوں کو دنیا میں یہ رسوائی پہنچی کہ قتل کئے گئے، گرفتار ہوئے، جلاوطن کئے گئے۔ خلافتِ فاروقی و عثمانی میں ملکِ شام ان کے قبضہ سے نکل گیا اور بیت المقدس سے ذلت کے ساتھ نکالے گئے۔ مسجدوں اور مسجدوں سے تعلق رکھنے والوں سے نفرت کرنے والوں کو یہ وعید اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پورب پچھّم سب اللّٰہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللّٰہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے بیشک اللّٰہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرق و مغرب سب اللّٰہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر ہی اللّٰہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ بیشک اللّٰہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ: اور اللّٰہ ہی کیلئے ہے۔﴾ اس آیت کے بہت سے شانِ نزول بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......ایک مرتبہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تاریک رات میں سفر میں تھے، قبلہ کی سمت معلوم نہ ہوسکی، ہر شخص نے

جس طرف اس کا دل جما، نماز پڑھ لی، صبح کو بارگاہِ رسالت میں حال عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔
(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، ٤/٤٤٥، الحدیث: ٢٩٦٨)

(2)......حضرت **عبداللہ بن عمر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں یہ اس مسافر کے حق میں نازل ہوئی جو سواری پر نفل ادا کرے، اس کی سواری جس طرف متوجہ ہو جائے (اس طرف اس کی نماز درست ہے)۔ (خازن، البقرة، تحت الآیة: ١١٥، ١/٨٢)

(3)......جب خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو یہودیوں نے مسلمانوں پر اعتراضات کئے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ مشرق و مغرب سب **اللہ** تعالٰی کا ہے جس طرف چاہے قبلہ معین فرمائے کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔
(خازن، البقرة، تحت الآیة: ١١٥، ١/٨٢)

(4)......جب آیتِ دعا **اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ** (پ ٢٤، المؤمن: ٦٠) نازل ہوئی تو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا گیا کہ کس طرف منہ کر کے دعا کی جائے؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔
(الطبری، البقرة، تحت الآیة: ١١٥، ١/٥٥٣، رقم: ١٨٤٩)

شانِ نزول کے متعلق ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔

﴿فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا: تو تم جدھر منہ پھیرو۔﴾ معلوم ہوا کہ قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دل جمے کہ خانہ کعبہ اسی سمت ہوگا تو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ اس بارے میں تفصیلی احکام جاننے کیلئے بہارِ شریعت حصہ 3 کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ یاد رہے کہ خانہ کعبہ ہی قبلہ ہے، یہاں جو اجازت ہے وہ مخصوص صورتوں میں ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۙ سُبْحٰنَهٗؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے خدا نے اپنے لیے اولاد رکھی پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرکوں نے کہا: **اللہ** نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ذات ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت میں ہے۔ سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

﴿سُبْحٰنَهٗ: اللہ پاک ہے۔﴾ یہودیوں نے حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا مانا جبکہ مشرکینِ عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا جیسا کہ تینوں چیزیں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ ان سب کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ :اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے۔﴾ کسی کی اولاد اس کی ملکیت نہیں ہوسکتی اور جب آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ نیز اولاد حقیقت میں ماں باپ کا جز ہوتی ہے اور آدمی اپنے جز کا مالک نہیں ہوتا۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ) بغیر کسی سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو نیا پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

﴿ بَدِیْعُ: بغیر مثال کے بنانے والا۔﴾ بدیع کا معنیٰ ہے کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال کے نئے طور پر بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے نہ کوئی آسمان تھا اور نہ زمین تو اللہ تعالیٰ نئے طور پر اسے عدم سے وجود میں لایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے اعتبار سے ہی بدیع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خود ہی وجود بخشا ہے، پہلے کسی شے کی مثال موجود نہ تھی۔

﴿ وَ اِذَا قَضٰۤی :اور جب فیصلہ فرماتا ہے۔﴾ فیصلہ فرمانے سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (یٰس: ۸۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے، ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

اور اس آیت سے اصل مراد یہ ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرمائے اور وہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قطعی طور پر نافذ ہوتا ہے اور کسی شے کو وجود میں لانے کیلئے اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح محنت ومشقت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس چیز کے وجود کا ارادہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی کام

میں کسی کا محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا مختلف کاموں کیلئے فرشتوں کو مقرر کرنا حکمت ہے حاجت نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جاہل بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آجاتی۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی تو اِن کے دل آپس میں ایک جیسے ہوگئے۔ بیشک ہم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کردیں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: جونہیں جانتے۔﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ یہودیوں نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ اگر آپ اپنے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے فرمایئے کہ وہ ہم سے کلام کرے تا کہ ہم خود اس کا فرمان سن لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پہلے یہودیوں نے بھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام فرماتا ہے اس طرح خود ان سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے متعلق کیوں کلام نہیں فرماتا تا کہ ہمیں یقین ہوجائے کہ آپ نبی ہیں اور ہم آپ پر ایمان لے آئیں یا ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں آجاتی جس سے ہمیں آپ کی صداقت معلوم ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مشرکوں سے پہلے کفار نے بھی اپنے رسولوں سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ (در منثور، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۲۷۱، روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۲۱۵، قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۷۱، الجزء الثانی، ملتقطاً)

یہ ان کا کمال تکبر اور نہایت سرکشی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملائکہ کے برابر سمجھا۔

﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ: ان کے دل آپس میں مل گئے۔﴾ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے اقوال کا گزشتہ منکرین کے اقوال کے مطابق ہونا ان کے دلوں کی سختی اور کفر کے ایک دوسرے سے مشابہ ہونے کی علامت ہے۔ اس میں نبی کریم صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی کہ آپ جاہلوں کی سرکشی اور معاندانہ انکار سے رنجیدہ نہ ہوں۔ پچھلے کفار بھی اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے، جیسے یہودیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا تھا کہ ہم آپ کی بات نہ مانیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ نہ دیکھ لیں۔ یاد رہے کہ کفار سے معاشرت، لباس اور وضع قطع میں بھی مشابہت کرنا منع ہے کہ ظاہر باطن کی علامت ہوتا ہے اور ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا کفار کے طور طریقے سے بالکل دوری اختیار کی جائے تا کہ ان کا ظاہر مسلمان کے باطن کو متاثر نہ کرے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر کی خبریں دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

﴿ اَرْسَلْنٰكَ : ہم نے آپ کو بھیجا۔ ﴾ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنت کی خوشخبری دینے والے اور دوزخ سے ڈرانے کی خبریں دینے والے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تبلیغ کے باوجود اگر کوئی جہنم کی راہ جاتا ہے تو اس کے متعلق آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال نہ ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہ لایا، اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا فرضِ تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا۔

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾

وقف منزل

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرما دو

اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آ چکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں۔ تم فرمادو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔

﴿وَلَنْ تَرْضٰى :اور ہرگز راضی نہ ہوں گے۔﴾ فرمایا جارہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں اور یقیناً یہ بات ناممکن ہے کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں کیونکہ وہ باطل ہیں۔ ان کے مقابلے میں آپ جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو اس نے مجھے عطا فرما رکھی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ کفار بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہوسکتے اگرچہ ظاہری طور پر کبھی حالات مختلف ہوجائیں۔ افسوس کہ ہزاروں تجربات کے بعد بھی مسلمان سبق نہیں سیکھتے۔

﴿وَلَىٕنِ اتَّبَعْتَ :اور اگر تم نے پیروی کی۔﴾ یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذابِ الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۲۰، ۱/۸۴)

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۠ (۱۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کریں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿یَتْلُوْنَهٗ: وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمانے فرمایا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، ان کی تعداد چالیس تھی، بتیس اہلِ حبشہ اور آٹھ شامی راہب تھے، ان میں بحیرا راہب بھی تھے جنہوں نے بچپن میں سفرِ شام میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانا تھا۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۱/۸۴-۸۵)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف و تبدیل کئے پڑھتے ہیں اور اس کے معنیٰ کو سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت و صفت دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔

قرآن مجید کے حقوق

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے بہت سے حقوق بھی ہیں۔ قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس کی تلاوت کی جائے، اسے سمجھا جائے، اس پر ایمان رکھا جائے، اس پر عمل کیا جائے اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ ترغیب کے لئے یہاں ہم تلاوت قرآن کے چند ظاہری اور باطنی آداب ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمان قرآنِ عظیم کی اس طرح تلاوت کریں جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے۔

تلاوتِ قرآن کے ظاہری آداب

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے کو درجِ ذیل 6 ظاہری چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(1)...... باوضو ہو کر، قبلہ رو ہو کر، مؤدب ہو کر اور عجز و انکساری کے ساتھ بیٹھے۔

(2)...... آہستہ پڑھے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرے، تلاوت قرآن کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔

(3)...... دورانِ تلاوت رونا بھی چاہئے اور اگر رونا نہ آئے رونے جیسی شکل بنالے۔

(4)...... ہر آیت کی تلاوت کا حق بجالائے۔

(5)...... اگر قراءت سے ریاکاری کا اندیشہ ہو یا کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ آہستہ تلاوت کرے۔

(6)...... جہاں تک ممکن ہو قرآنِ پاک کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھے۔

تلاوتِ قرآن کے باطنی آداب

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کو درجِ ذیل 6 باطنی چیزوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

(1)......قرآنِ مجید کی عظمت دل میں بٹھائے۔

(2)......قرآنِ مجید پڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں بٹھائے اور خیال کرے کہ یہ کس عظیم ذات کا کلام ہے اور میں کس بھاری کام کے لئے بیٹھا ہوں۔

(3)......قرآنِ کریم کے تلاوت کرتے وقت دل کو حاضر رکھے، اِدھر اُدھر خیال نہ کرے، برے خیالات سے دل کو آلودہ نہ کرے اور جو بے خیالی میں پڑھ چکا اسے ازسرِ نو توجہ سے پڑھے۔

(4)...... ہر حکم کے معنی میں غور وفکر کرے، اگر سمجھ میں نہ آئے تو اسے بار بار پڑھے اور اگر کسی آیت کے پڑھنے سے لذت محسوس ہو تو اسے پھر پڑھے کہ یہ دوبارہ پڑھنا زیادہ تلاوت کرنے سے بہتر ہے۔

(5)......جس طرح آیات کا مضمون تبدیل ہوتا رہے اسی طرح مضمون کے مطابق دل کی کیفیت بھی بدلتی رہے اور قرآن کے رنگ میں رنگتی جائے۔

(6)......قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرے کہ گویا یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سن رہا ہے اور خیال کرے کہ ابھی اس ذات کی جانب سے سن رہا ہوں۔

(کیمیاء سعادت، کتاب ارکانِ مسلمانی، اصل ہشتم قرآن خواندن، آدابِ تلاوت، ۲۴۱-۲۴۷، ملخصاً)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یعقوب کی اولاد! میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت عطا فرمائی۔

﴿ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ : اے بنی اسرائیل۔﴾ یہاں سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جارہی ہیں تاکہ ان پر قائم کی گئی حجت مزید مضبوط ہو جائے۔ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... نبی کی اولاد ہونا باعث عزت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(2)...... اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا کرنا، ذکر کرنا شکر کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ کا تذکرہ کرنا یا اس کی محفل کرنا اسی قسم میں داخل ہے۔

﴿ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ : بیشک میں نے تمہیں فضیلت دی۔﴾ بنی اسرائیل اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے افضل تھے کیونکہ یہ نبیوں کی اولاد تھے اور ان میں صالحین بہت تھے، اب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کرکے اور سرکشی کرکے ذلیل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عزت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدم سے وابستہ ہے، جو ان کا ہو گیا عزت پا گیا اور جو ان سے پھر گیا ذلیل ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (۱۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جب کوئی جان کسی دوسری جان کی طرف سے کوئی بدلہ نہ دے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافر کو سفارش نفع دے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ : نہ کافر کو سفارش نفع دے گی۔﴾ یہاں بنیادی طور پر ان یہودیوں کا رد ہے جو کہتے تھے ہمارے باپ دادا بڑے بزرگ تھے وہ ہمیں شفاعت کرکے چھڑا لیں گے۔ انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ شفاعت کافر کے لیے نہیں ہے۔ گویا یہاں کافر کا بیان ہے کہ کافر کی طرف سے کوئی بدلہ نہ بنے گا اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لے کر اسے چھوڑا جائے اور نہ کوئی اس کی شفاعت کرے گا اور بالفرض اگر کوئی کرے تو کافر کے حق میں شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ کافروں کی مدد کی جائے

گی۔کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی شفاعت بھی ہوگی جیسے قرآن میں بیسیوں جگہ ہے اور مسلمانوں کی مدد بھی ہوگی جیسے بخاری و مسلم کی حدیثوں میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت میں جگہ جگہ اپنے امتیوں کی مدد فرمائیں گے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دیا (اللہ نے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰۤى: اور جب آزمایا۔﴾ یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب سب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضل و شرف کے معترف اور آپ کی نسل میں ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وہ حالات بیان فرمائے ہیں جن سے سب پر اسلام کا قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر واجب کیں وہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔ ابتلاء آزمائش کو کہتے ہیں، خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آزمائش میں بہت سے شرعی احکام بھی تھے اور راہِ خدا میں آپ کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا، فرزند کی قربانی وغیرہ سب شامل ہیں۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۴، ۱ / ۸۵-۸۶)

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمام امتحانوں میں پورا اترے اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لوگوں کا پیشوا بنا دیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خلیلُ اللہ قرار پائے، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ ہوئے، تمام دینوں میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تذکرہ ہوا، سب کے نزدیک محبوب ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اور تکالیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں اور جو اِن آزمائشوں میں پورا اترتا ہے وہ دنیا و آخرت کے انعامات کا مستحق قرار پاتا ہے۔

﴿ لِلنَّاسِ اِمَامًا: لوگوں کیلئے پیشوا۔ ﴾ یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں۔ کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ تب ہی تو آپ کا امتحان لیا گیا بلکہ اس امامت سے مراد دینی پیشوائی ہے جیسا کہ جلالین میں اس کی تفسیر ''قُدْوَةً فِي الدِّيْنِ'' یعنی دین میں پیشوائی'' سے کی گئی ہے۔ (جلالین مع جمل، البقرة، تحت الآية: ۱۲۴، ۱/۱۵۳)

﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ: اور میری اولاد میں سے۔ ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو امامت کا مقام عطا فرمایا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کیلئے بھی عرض کیا۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی اولاد میں جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔ کافر ہوئے تو دینی پیشوائی نہ ملے گی اور فاسق ہوئے تو نبوت نہ ملے گی اور قابل ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جسے جو چاہے گا عطا فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں کا پیشوا نہیں ہوسکتا اور مسلمانوں کو اس کی اتباع جائز نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لئے دعاء خیر کرنا سنتِ انبیاء ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے تو اولاد کیلئے بھی اس کی خواہش کرنی چاہیے۔

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو۔

﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ: اور جب ہم نے اس گھر کو بنایا۔ ﴾ بیت سے کعبہ شریف مراد ہے اور اس میں تمام حرم شریف داخل

ہے۔ ''مَثَابَةً'' سے مراد بار بار لوٹنے کی جگہ ہے۔ یہاں مسلمان بار بار لوٹ کر حج وعمرہ وزیارت کیلئے جاتے ہیں اور جو نہ جاسکے وہ اس کی تمنا ضرور کرتے ہیں اور امن بنانے سے یہ مراد ہے کہ حرم کعبہ میں قتل وغارت حرام ہے یا یہ کہ وہاں شکار تک کو امن ہے یہاں تک کہ حرم شریف میں شیر بھیڑیے بھی شکار کا پیچھا نہیں کرتے بلکہ چھوڑ کر لوٹ جاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مومن اس میں داخل ہو کر عذاب سے مامون ہو جاتا ہے۔ حرم کو حرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں قتل، ظلم اور شکار حرام وممنوع ہے، اگر کوئی مجرم بھی داخل ہو جائے تو وہاں اسے کچھ نہ کہا جائے گا۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۲۵، ۱/۸۷، مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱۲۵، ص۷۷، ملتقطاً)

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى: اور تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔﴾ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کعبہ معظّمہ کی تعمیر فرمائی اور اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا، اسے نماز کا مقام بنانا مستحب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کے بعد پڑھی جانے والی دو واجب رکعتیں مراد ہیں۔

(بیضاوی، البقرة، تحت الآية: ۱۲۵، ۱/۳۹۸-۳۹۹)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے وہ عظمت والا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم توحید کے منافی نہیں کیونکہ مقام ابراہیم کا احترام تو عین نماز میں ہوتا ہے، لہٰذا عین نماز میں حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم نماز کو ناقص نہ کرے گی بلکہ کامل بنائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پتھر نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عظمت کا کیا کہنا۔ اس سے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ بزرگانِ دین کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور ان کی زیارت کے سلسلے میں تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 21 ویں جلد میں موجود رسالہ ''بَدْرُ الْاَنْوَارْ فِیْ آدَابِ الْآثَارْ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿اَنْ طَهِّرَا: کہ پاک صاف رکھو۔﴾ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیتُ اللہ شریف کو پاک وصاف رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کیلئے پاک وصاف رکھا جائے، یہی حکم مسجدوں کو پاک وصاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنتِ انبیاء ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت ہے اور گزشتہ امتوں میں

رائج تھا نیز پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع سجود دونوں تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا متولی ہونا چاہیے اور متولی صالح انسان اور مسجد کی صحیح خدمت کرنے والا ہو۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ-قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ-وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ(۱۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کردے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذابِ دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ (اللہ نے) فرمایا: اور جو کافر ہو تو میں اسے بھی تھوڑی سی مدت کے لئے نفع اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کردوں گا اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ: اور جب ابراہیم نے کہا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تعمیرِ کعبہ کے بعد متعدد دعائیں مانگیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کر کے قبولیت کی دعا کرنا سنتِ خلیل ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اولاد کیلئے امامت مانگی تھی تو فرمایا گیا کہ ظالموں کو نہیں ملے گی اس لیے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بعد میں جب یہ دعا کی تو اس میں مومنین کو خاص فرمایا کہ مومنوں کو رزق دے اور یہی ادب کا تقاضا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ رزق سب کو دیا جائے گا مومن کو بھی اور کافر کو بھی لیکن کافر کا رزق تھوڑا ہے یعنی صرف دنیوی زندگی میں اسے ملے گا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خانہ کعبہ کیلئے رزق کی فراوانی کی دعا مانگی تھی، اُس دعا کی قبولیت ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور کھانے یہاں بکثرت ملتے ہیں۔

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُؕ-رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ-

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کررہے تھے (یہ دعا کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ: اور جب بلند کررہے تھے۔﴾ پہلی مرتبہ خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے رکھی اور طوفانِ نوح کے بعد پھر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمایا۔ یہ تعمیر خاص آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستِ مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی خدمت وسعادت حضرت اسمٰعیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میسر ہوئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، ہماری یہ طاعت وخدمت قبول فرما۔ علامہ قَسْطَلَانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے بخاری کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر دس مرتبہ کی گئی۔

(ارشاد الساری، کتاب الحج، باب فضل مکة وبنیانها... الخ، ۱۰۳/٤، تحت الحدیث: ۱۵۸۲)

اسے نقل کرنے کے بعد علامہ سلیمان جمل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ ۱۰۳۹ ہجری کے بعد بھی بعض بادشاہوں نے تعمیرِ کعبہ کی جیسا کہ اسے بعض تاریخ دانوں نے نقل کیا ہے۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ۱۲۷، ۱/۱٦۰)

مسجد تعمیر کرنا اعلیٰ عبادت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر نہایت اعلیٰ عبادت اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر میں بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔

(بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه الی المدینة، ۵۹۵/۲، الحدیث: ۳۹۰٦)

مسجد تعمیر کرنے کے فضائل سورۂ توبہ آیت نمبر 18 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب: اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ: اور ہمیں فرمانبردار رکھ۔﴾ سبحان اللہ، وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے مطیع و مخلص بندے تھے پھر بھی یہ دعا اس لیے مانگ رہے ہیں کہ مزید اطاعت وعبادت واخلاص اور کمال نصیب ہو۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں، آپ کی طرف سے توبہ تواضع یعنی عاجزی ہے اور اللہ والوں کے لیے تعلیم ہے۔ خانہ کعبہ اور اس کا قرب قبولیت کا مقام ہے، یہاں دعا اور توبہ کرنا سنتِ ابراہیمی ہے۔

﴿وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا: اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا۔﴾ معلوم ہوا کہ عبادت کے طریقے سیکھنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ اس کیلئے دعا بھی کرنی چاہیے اور کوشش بھی۔ بغیر طریقہ سیکھے عبادت کرنا اکثر عبادت کو ضائع کرتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”ہر مسلمان پر علم سیکھنا فرض ہے۔ (ابن ماجه، كتاب السنّة، باب فضل العلماء... الخ، ١/١٤٦، الحديث: ٢٢٤)

فرض عبادت کا طریقہ و مسائل سیکھنا بھی اسی میں داخل ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

ع ۱۵/۸/۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے

اورانہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما وے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! اوران کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو اِن پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اورانہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اورانہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ: اے ہمارے رب! اور بھیج۔﴾ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دُعا سیدِانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے تھی۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ واستغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اپنے حبیب، نبی آخرالزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اوران دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری ہوئی۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالٰی کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا حالانکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خمیر تیار ہورہا تھا، میں تمہیں اپنے ابتدائے حال کی خبر دوں، میں دعائے ابراہیم ہوں، بشارت عیسٰی ہوں، اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جوانہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھی اوران کے لیے ایک بلند نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے ایوان اور محلات ان کے لیے روشن ہوگئے۔

(شرح السنة، کتاب الفضائل، باب فضائل سيد الاولين والآخرين محمد صلى الله عليه وسلم، ۷/ ۱۳، الحديث: ۳۵۲۰)

اس حدیث میں دعائے ابراہیم سے یہی دعا مراد ہے جواس آیت میں مذکور ہے، اللہ تعالٰی نے یہ دعا قبول فرمائی اور آخر زمانہ میں حضور سیدالانبیاء محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۲۹، ۱/۹۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

﴿وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ: اورانہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔﴾ آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور اس کی تعلیم سے اس کے حقائق و معانی کا سکھانا مراد ہے۔ اور حکمت میں سنت، احکامِ شریعت اور اسرار وغیرہ سب داخل ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق بہت سی دعائیں مانگیں جو رب تعالٰی نے لفظ بلفظ قبول فرمائیں۔ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مومن جماعت میں، مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے، رسول ہوئے، صاحبِ کتاب ہوئے، آیات کی تلاوت فرمائی، امت کو کتابُ اللہ سکھائی، حکمت عطا فرمائی، ان کے نفسوں کا تزکیہ کیا اور اسرارِ الٰہی پر مطلع کیا۔

آیت ”وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ“ سے حاصل ہونے والے نکات

اس آیت سے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی بھی شان معلوم ہوئی کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جن کو کتاب وحکمت سکھائی اور جنہیں پاک وصاف کیا ان کے اولین مصداق صحابہ ہی تو تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پورا قرآن آسان نہیں ورنہ اس کی تعلیم کے لئے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ بھیجے جاتے۔ جو کہے کہ قرآن سمجھنا بہت آسان ہے اسے کسی بڑے عالم کے پاس لے جائیں، پندرہ منٹ میں حال ظاہر ہو جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے۔ ”اَلْحِكْمَةَ“ کا ایک معنیٰ سنت بھی کیا گیا ہے جیسا کہ مشہور مفسر حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ حکمت سنت ہی ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۲۹، ۱/۹۲)

﴿وَ یُزَكِّیْهِمْ: اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔﴾ ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو گناہوں کی آلودگیوں، شہوات و خواہشات کی آلائشوں اور ارواح کی کدورتوں سے پاک وصاف کر کے آئینۂ دل کو تجلیات وانوارِ الٰہیہ دیکھنے کے قابل کردیں تاکہ اسرارِ الٰہی اور انوارِ باری تعالیٰ اس میں جلوہ گر ہوسکیں۔ تمام غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اصفیاء، صوفیاء، فقہاء وعلماء کا تزکیہ اسی مقدس بارگاہ سے ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

آسمان خوان، زمین خوان، زمانہ مہمان — صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے آقا تیرا

وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔

﴿وَ مَنْ یَّرْغَبُ: اور جو منہ پھیرے۔﴾ علماءِ یہود میں سے حضرت عبد اللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے توریت میں

فرمایا ہے کہ میں اولادِ اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا، جو اُن پر ایمان لائے گا وہ کامیاب ہے اور جو ایمان نہ لائے گا وہ ملعون ہے۔ یہ سن کر سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ظاہر کردیا کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود اس رسول معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو اُن کے دین سے پھرے وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے پھرا۔ اس میں یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب پر اشارۃً کلام ہے جو اپنے آپ کو فخر کے طور پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب کرتے تھے کہ جب یہ لوگ دین ابراہیمی سے پھر گئے تو پھر ان کی عظمت و شرافت کہاں رہی۔ (جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۱/۱۶۱-۱۶۲)

یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے دین کی پہچان یہ ہے کہ وہ سلف صالحین کا دین ہو، یہ حضرات ہدایت کی دلیل ہیں، اللہ تعالیٰ نے حقانیت اسلام کی دلیل یہاں دی کہ وہ ملت ابراہیمی ہے۔

﴿اِصْطَفَیْنٰهُ : ہم نے اسے چن لیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رسالت وخُلت کیلئے چن لیا یعنی آپ کو اپنا رسول اور خلیل بنایا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۳۱) وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَؕ(۱۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

﴿ وَ وَصّٰى: اور وصیت کی۔﴾ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی۔

اولاد کو صحیح عقائد و نیک اعمال کی وصیت کرنی چاہیے

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو صرف مال کے متعلق ہی وصیت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔ اولاد کو دین سکھانا اور ان کی صحیح تربیت کرتے رہنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔ (ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات، ۱۸۹/٤-۱۹۰، الحدیث: ۳٦۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک شخص سے فرمایا: ''اپنے بچے کی اچھی تربیت کرو کیونکہ تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کی کیسی تربیت کی اور تم نے اسے کیا سکھایا۔

(شعب الایمان، الستون من شعب الایمان وهو باب فی حقوق الاولاد والاهلین، ٤۰۰/٦، الحدیث: ۸٦٦۲)

حضرت ایوب بن موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کسی باپ نے اپنے بچے کو ایسا عطیہ نہیں دیا جو اچھے ادب سے بہتر ہو۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی ادب الولد، ۳۸۳/۳، الحدیث: ۱۹۵۹)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار، متقی، پرہیزگار بنانا ہے۔ اولاد کے لئے اس سے اچھا عطیہ کیا ہوسکتا ہے کہ یہ چیز دین و دنیا میں کام آتی ہے۔ ماں باپ کو چاہئے کہ اولاد کو صرف مالدار بنا کر دنیا سے نہ جائیں انہیں دیندار بنا کر جائیں جو خود انہیں بھی قبر میں کام آوے کہ زندہ اولاد کی نیکیوں کا ثواب مردہ کو قبر میں ملتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی، ٤۲۰/٦، تحت الحدیث: ٤۷۵٦)

نیز وفات کے وقت اپنی اولاد کو صحیح عقائد اور نیک اعمال کی وصیت کرنا ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے، چنانچہ حضرت عطا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں صحابی رسول حضرت ولید بن عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے ملا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے والد نے وصال کے وقت کیا وصیت فرمائی؟ حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

’’(میرے والد نے) مجھے بلا کر فرمایا: ’’اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور یہ بات جان لے کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس وقت تک ڈرنے والا نہیں بنے گا جب تک اللہ تعالیٰ پر اور ہر خیر وشر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہونے پر ایمان نہ لائے گا اگر تو اس کے خلاف پر مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور پھر فرمایا: ’’لکھ۔ قلم نے عرض کی: کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا: ’’تقدیر کو لکھ جو ہو چکا اور جو ابد تک ہوگا۔ (ترمذی، کتاب القدر، ۱۷- باب، ۴/۶۲، الحدیث: ۲۱۶۲)

جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، زیادہ وقت اپنے گھر میں رہو، اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔
(شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان وھو باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/۵۰۳، الحدیث: ۸۴۴)

حضرت علقمہ عطاردی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ’’اے بیٹے! جب تمہیں لوگوں کی مجلس اختیار کرنا پڑے تو ایسے آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری حفاظت کرے، اگر تو اس کی مجلس اختیار کرے تو وہ تجھے زینت دے، اگر تجھے کوئی مشقت پیش آئے تو وہ برداشت کرے، اس آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو بھلائی کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلائے تو وہ بھی اسے پھیلائے، اگر وہ تم میں کوئی اچھائی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اسے روکے۔ اس آدمی سے دوستی اختیار کر کہ جب تو اس سے مانگے تو وہ تجھے دے اور اگر خاموش رہے تو خود بخود دے، اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہو تو وہ غمخواری کرے۔ اُس آدمی کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم بات کہو تو وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے، اگر تم کسی کام کا ارادہ کرو تو وہ اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری بات کو ترجیح دے۔ (احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ... الخ، ۲/۲۱۴)

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے یہودیو!) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے وصال کا وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ : کیا تم موجود تھے؟﴾ یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۱/۹۳)

آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے بنی اسرائیل! کیا تمہارے پہلے لوگ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آخری وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر ان سے اسلام و توحید کا اقرار لیا تھا اور یہ اقرار لیا تھا جو آیت میں مذکور ہے۔

﴿وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ: اور تمہارے باپ دادا کے معبود۔﴾ حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آباء یعنی باپوں میں داخل کیا حالانکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حقیقی والد نہ تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے ذکر فرمانا دو وجہ سے ہے، ایک تو یہ کہ آپ حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے چودہ سال بڑے ہیں دوسرا اس لیے کہ آپ سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آباء میں سے ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور

ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے۔ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے اُن کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ :وہ ایک امت ہے۔﴾ جب یہودی دلائل میں عاجز ہوجاتے تو آخر کار کہہ دیتے تھے کہ اگر ہمارے عقائد واعمال غلط بھی ہوئے تو ہمارے باپ داداؤں کے اعمال ہمارے کام آجائیں گے اوران سے ہماری نجات ہوجائے گی، ان کی تردید میں یہ آیت آئی کہ وہ سب گزر چکے۔ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔تمہیں ان کے اعمال کام نہ آئیں گے۔اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں اپنے اعمال کام آئیں گے اور اگر عقیدہ خراب ہو تو کسی کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہ ہوگا۔

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْاؕ-قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(۱۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہوجاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اہلِ کتاب نے کہا: یہودی یا نصرانی ہوجاؤ ہدایت پاجاؤ گے۔تم فرماؤ:(ہرگز نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین اختیار کرتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿ كُوْنُوْا:ہوجاؤ۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما نے فرمایا کہ یہ آیت مدینہ کے یہودی سرداروں اور نجران کے عیسائیوں کے جواب میں نازل ہوئی۔یہودیوں نے تو مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سب سے افضل ہیں اور توریت تمام کتابوں سے افضل ہے اور یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے،اس کے ساتھ انہوں نے حضرت سیدِ کائنات محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،انجیل شریف اور قرآن شریف کے ساتھ کفر کر کے مسلمانوں سے کہا تھا کہ یہودی بن جاؤ اسی طرح نصرانیوں نے بھی اپنے ہی دین کو حق بتا کر مسلمانوں سے

نصرانی ہونے کو کہا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی، البقرة، تحت الآية: ۱۳۵، ۱/۵۳۵-۵۳۶)

﴿ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ: بلکہ ابراہیم کا دین۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ یہودیوں اور عیسائیوں کو جواب دے دیں کہ جب کسی کی پیروی ضروری ہے تو ہم حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دین کی پیروی کرتے ہیں جو کہ تمام فضائل کا جامع ہے اور حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اس میں اشارۃً یہودیوں، عیسائیوں اور ان تمام لوگوں کا رد کر دیا گیا جو مشرک ہونے کے باوجود ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ابراہیمی بھی کہتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں حالانکہ ابراہیمی وہ ہے جو حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دین پر ہو اور حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مشرک نہ تھے جبکہ تم مشرک ہو تو ابراہیمی کیسے ہو گئے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۳۵، ۱/۹۴، ملخصاً)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو رب تعالیٰ نے وہ مقبولیتِ عامہ بخشی ہے کہ ہر دین والا ان کی نسبت پر فخر کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ صرف بڑوں کی اولاد ہونا کافی نہیں جب تک بڑوں کے سے کام نہ کرے۔

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسیٰ و عیسیٰ اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔

﴿قُوْلُوْا: تم کہو۔﴾ یہاں انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق چند باتیں یاد رکھیں:

(1)......تمام انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جو کسی ایک نبی عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یا ایک کتاب کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے، البتہ انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعداد مقرر نہ کی جائے کیونکہ انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔

(2)......انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درجوں میں فرق ہے جیسا کہ تیسرے پارے کے شروع میں ہے مگر ان کی نبوت میں فرق نہیں۔

(3)......انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں فرق کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ بعض نبیوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔

(4)......یہ بھی معلوم ہوا کہ سارے نبی نبوت میں یکساں ہیں، کوئی عارضی، ظلی یا بروزی نبی نہیں جیسے قادیانی کہتے ہیں بلکہ سب اصلی نبی ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب **اللہ** ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ: تمہارے ایمان کی طرح۔﴾ یہودیوں کو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُم کی طرح ایمان لانے کا فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُم کا ایمان بارگاہِ الٰہی میں معتبر اور دوسروں کیلئے مثال ہے۔

﴿فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ: تو عنقریب اللہ تمہیں ان کی طرف سے کفایت فرمائے گا۔﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمہ ہے کہ وہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اس میں غیب کی خبر بھی ہے کہ آئندہ حاصل ہونے والی فتوحات کا پہلے سے اظہار فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ذمہ پورا ہوا اور یہ غیبی خبر صادق ہو کر رہی، کفار کے حسد و دشمنی اور ان کی مکاریوں سے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتح نصیب ہوئی، بنی قُرَیْظَہ قتل ہوئے جبکہ بنی نَضِیر جلاوطن کئے گئے اور یہود و نصاریٰ پر جزیہ مقرر رہوا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً٘ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (۱۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے اللہ کی رینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی اور ہم اسی کو پوجتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے اللہ کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ: اللہ کا رنگ۔﴾ جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے سچے عقائد ہمارے رگ و پے میں سما گئے ہیں، ہمارا ظاہر و باطن اس کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ ہمارا رنگ ظاہری رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار ہمارے اعمال سے نمودار ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کا طریقہ تھا کہ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے کہ اب یہ سچا عیسائی ہو گیا۔ اس کا اس آیت میں رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ (۱۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک اور تمہارا بھی اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم نرے اسی کے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی

اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور ہم خالص اسی کے ہیں۔

﴿اَتُحَآجُّوْنَنَا : کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو۔﴾ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم پہلی کتاب والے ہیں، ہمارا قبلہ پرانا ہے، ہمارا دین قدیم ہے، انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہم میں سے ہوئے ہیں لہٰذا اگر محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبی ہوتے تو ہم میں سے ہی ہوتے۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی،

(خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۳۹، ۱/۹۶، روح المعانی، البقرة، تحت الآية: ۱۳۹، ۱/۵۴۲، ملتقطاً)

اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ان سے فرمایا گیا کہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب اللّٰہ تعالیٰ ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے، عرب میں سے ہو یا دوسروں میں سے۔

﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ : اور ہم خالص اسی کے ہیں۔﴾ یعنی ہم کسی دوسرے کو اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور عبادت و طاعت خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تو عزت کے مستحق ہیں۔ نیز خالص اللّٰہ تعالیٰ کا وہی ہوتا ہے جو اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہو جائے اور جو رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہو گیا وہ اللّٰہ تعالیٰ کا ہو گیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

جو کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
جو کہ اس در سے پھرا اللّٰہ ہی سے پھر گیا

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم تو یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے، تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللّٰہ کو اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللّٰہ کی طرف کی گواہی ہو اور وہ اسے

چھپائے اور خدا تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے اہلِ کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللّٰہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللّٰہ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللّٰہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ: کیا تم کہتے ہو۔﴾ یہودی کہتے تھے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی تھے ان کی تردید میں یہ آیت اتری کہ یہودیت وعیسائیت تو ان کے بعد دنیا میں آئیں وہ کیسے اس دین پر ہوئے؟

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ :اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟﴾ اللّٰہ تعالیٰ کی گواہی کو چھپانے والا بڑا ظالم ہے اور یہ یہودیوں کا حال ہے جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی شہادتیں چھپائیں جو توریت شریف میں مذکور تھیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اس کے نبی ہیں اور ان کے یہ اوصاف ہیں اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسلمان ہیں اور دینِ مقبول اسلام ہے نہ کہ یہودیت ونصرانیت۔ اب بھی بہت سے لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں لیکن حضورِ انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کی آیتوں کو چھپاتے ہیں، اور انہیں عوام کے سامنے بیان نہیں کرتے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ع ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لئے ان کی کمائی اور تمہارے لئے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے۔ ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے اُن کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ : وہ ایک امت ہے۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کو ایک بار پھر تنبیہ کی گئی کہ تم اپنے اسلاف کی فضیلت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ ہر ایک سے اسی کے اعمال کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۴۱، ۱ / ۹۶)

اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو اپنے ماں باپ یا پیر و مرشد وغیرہ کے نیک اعمال پر بھروسہ کر کے خود نیکیوں سے دور اور گناہوں میں مصروف ہیں۔

دوسرا پارہ

(سَيَقُوۡلُ)

پارہ نمبر...... 2

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے بیوقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر تھے؟ تم فرما دو کہ پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے، جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اب بیوقوف لوگ کہیں گے، اِن مسلمانوں کو اِن کے اُس قبلے سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ تم فرمادو: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ :اب بیوقوف لوگ کہیں گے۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو اس پر انہوں نے اعتراض کیا کیونکہ یہ تبدیلی انہیں ناگوار تھی۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ یہ آیت مکہ کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب قبلہ تبدیل ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) اپنے دین کے بارے میں تَرَدُّد کا شکار ہیں اور ابھی تک ان کے دل میں اپنی ولادت گاہ یعنی مکہ مکرمہ کا اشتیاق موجود ہے، لہٰذا جب انہوں نے تمہارے شہر کی طرف توجہ کرلی ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کیا تھا۔ **چوتھا قول** یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین، منافقین اور یہودی تینوں کے بارے میں ہوسکتی ہے کیونکہ قبلہ کی تبدیلی پر طعن و تشنیع کرنے میں سب شریک تھے۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۴۲، ۹۶/۱)

اس آیتِ مبارکہ میں غیب کی خبر بھی ہے کہ پہلے سے فرما دیا گیا کہ بیوقوف و جاہل لوگ قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کریں گے، چنانچہ ویسا ہی واقع ہوا کہ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔

﴿اَلسُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ : بیوقوف لوگ۔﴾ قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کرنے والوں کو بے وقوف اس لیے کہا گیا کہ وہ ایک

واضح بات پر اعتراض کررہے تھے کیونکہ سابقہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نبی آخرالزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خصائص میں آپ کا لقب ''ذُو الۡقِبۡلَتَیۡنِ'' یعنی دو قبلوں والا ہونا بھی ذکر فرمایا تھا اور قبلہ کی تبدیلی تو اس بات کی دلیل تھی کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی پہلے انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خبر دیتے آئے ہیں تو صداقت کی دلیل کو تسلیم کرنے کی بجائے اسی پر اعتراض کرنا حماقت ہے اس لئے انہیں بے وقوف کہا گیا، جیسے کوئی دھوپ کے روشن ہونے کو سورج کے طلوع ہونے کی دلیل بنانے کی بجائے، طلوع نہ ہونے کی دلیل بنائے تو اسے بیوقوف کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔

دینی مسائل پر بے جا اعتراضات کرنے والے بیوقوف ہیں

اس آیت میں بیت المقدس کے بعد خانہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے پر اعتراض کرنے والوں کو بیوقوف کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دینی مسائل کی حکمتیں نہ سمجھ سکے اور ان پر بے جا اعتراض کرے وہ احمق اور بیوقوف ہے اگرچہ دنیوی کاموں میں وہ کتنا ہی چالاک ہو۔ آج کل بھی ایسے بیوقوفوں کی کمی نہیں ہے چنانچہ موجودہ دور میں بھی مسلمان کہلا کر شراب، سود، پردے، حیا، اسلامی نظامِ وراثت اور حدودِ اسلام پر اعتراضات کرنے والے لوگ موجود ہیں اور ایسے افراد قرآن مجید کے حکم کے مطابق بیوقوف ہیں۔

﴿مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِیۡ كَانُوۡا عَلَیۡهَا: اِن مسلمانوں کو ان کے اُس قبلے سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟﴾ قبلہ اس جہت کو کہتے ہیں جس کی طرف انسان منہ کرتا ہے اور چونکہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔

خانہ کعبہ اور بیت المقدس کن ادوار میں قبلہ رہے

یاد رہے کہ حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک کعبہ ہی قبلہ رہا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک بیت المقدس قبلہ رہا اور مسلمان بھی مدینہ منورہ میں آنے کے بعد تقریباً سولہ، سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور اس کے بعد نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران مسجدِ قِبۡلَتَین میں قبلہ کی تبدیلی کا واقعہ ہوا۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ حج ہمیشہ کعبہ ہی کا ہوا ہے، بیت المقدس کا حج کبھی نہیں ہوا۔

﴿قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ: تم فرمادو: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔﴾ قبلہ پر اعتراض کرنے والے تمام لوگوں کو ایک ہی جواب دیا کہ انہیں کہہ دو: مشرق و مغرب سب اللہ تعالٰی کا ہے، اسے اختیار ہے جسے چاہے قبلہ بنائے،

کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ بندے کا کام فرمانبرداری کرنا ہے۔ گویا فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دو: ہم مشرق و مغرب کے پجاری نہیں کہ سمتوں پر اڑے رہیں بلکہ ہم تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے والے ہیں، وہ جدھر منہ کرنے کا ہمیں حکم فرمائے ہم ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور پڑھتے رہیں گے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے، بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان، مہر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں اور اے حبیب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی ان کے علاوہ (لوگوں) پر یہ بہت بھاری تھی اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردے بیشک اللہ لوگوں پر بہت مہربان، رحم والا ہے۔

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔﴾ یعنی اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمہیں ہدایت دی اور خانہ کعبہ کو تمہارا قبلہ بنایا اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت زمانہ کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے آگے یعنی افضل ہے۔ افضل کیلئے یہاں ''وسط'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور عربی میں ''بہترین'' کیلئے بھی ''وسط'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ: تاکہ تم گواہ ہو جاؤ۔﴾ مسلمان دنیا وآخرت میں گواہ ہیں، دنیا میں تو اس طرح کہ مسلمان کی گواہی مومن و کافر سب کے بارے میں شرعاً معتبر ہے اور کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف معتبر نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے مُردوں کے حق میں بھی اس امت کی گواہی معتبر ہے اور رحمت وعذاب کے فرشتے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''واجب ہوگئی۔ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اس کی برائی بیان کی۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے دریافت کیا: یا رسول **اللہ**! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا چیز واجب ہوگئی؟ ارشاد فرمایا: پہلے جنازے کی تم نے تعریف کی، اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کی تم نے برائی بیان کی، اُس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم زمین میں **اللہ** تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۱/۴٦٠، الحدیث: ۱۳٦۷)

اور آخرت میں اس امت کی گواہی یہ ہے کہ جب تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے؟ تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ کوئی نہیں آیا۔ حضراتِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریافت فرمایا جائے گا تو وہ عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں، ہم نے انہیں تبلیغ کی ہے۔ اس بات پر انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کافروں پر حجت قائم کرنے کیلئے دلیل طلب کی جائے گی، وہ عرض کریں گے کہ امتِ محمدیہ ہماری گواہ ہے۔ چنانچہ یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی۔ اس پر گزشتہ امت کے کفار کہیں گے، امت محمدیہ کو کیا معلوم؟ یہ تو ہم سے بعد میں آئے تھے۔ چنانچہ امت محمدیہ سے دریافت فرمایا جائے گا کہ ''تم کیسے جانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے، یا رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا، قرآن پاک نازل فرمایا، ان کے ذریعے سے ہم قطعی ویقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کامل طریقے سے فرضِ تبلیغ ادا کیا، پھر سید الانبیاء صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے آپ کی امت کے متعلق دریافت فرمایا جائے گا تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ان کی تصدیق فرمائیں گے۔ (بغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱٤۳، ۱/۳۸)

زبان کی حفاظت نہ کرنے کا نقصان

یہاں یہ بات یاد رہے کہ یہ تمام گواہیاں امت کے صالحین اور اہلِ صدق حضرات کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے معتبر ہونے کے لیے زبان کی نگہداشت شرط ہے، جو لوگ زبان کی احتیاط نہیں کرتے اور بے جا خلافِ شرع کلمات ان کی زبان سے نکلتے ہیں اور ناحق لعنت کرتے ہیں صحیح حدیثوں کے مطابق روزِ قیامت نہ وہ شفاعت کریں گے اور نہ وہ گواہ ہوں گے۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، ص ۱۴۰۰، الحديث: ۸۵(۲۵۹۸))

﴿وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا: رسول تم پر گواہ ہوں گے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی یہ ہے کہ آپ ہر ایک کے دینی رتبے اور اس کے دین کی حقیقت پر مطلع ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس چیز سے واقف ہیں جو کسی کا دینی رتبہ بڑھنے میں رکاوٹ ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کے گناہ معلوم ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ایمان کی حقیقت، اعمال، نیکیاں، برائیاں، اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نورِ حق سے جانتے ہیں۔ (روح البيان، البقرة، تحت الآية: ۱۴۳، ۱/۲۴۸)

ایسا ہی کلام شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی تفسیر ''فَتْحُ الْعَزِیْز'' میں بھی ذکر فرمایا ہے۔
یاد رہے کہ ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے تاکہ روزِ قیامت ان پر گواہی دے سکیں اور چونکہ ہمارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہادت سب امتوں کو عام ہوگی اس لیے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہیں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی قطعی ہے

یہ بات حقیقت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی قطعی و حتمی ہے۔ ہمارے پاس قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی ہے اور جیسے یہ گواہی قطعی طور پر مقبول ہے اسی طرح حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی دنیا میں اپنی امت کے حق میں مقبول ہے، لہٰذا حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے زمانہ کے حاضرین کے متعلق جو کچھ فرمایا مثلاً: صحابۂ کرام، ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیتِ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے فضائل و مناقب یا غیر موجود لوگوں جیسے حضرت اویس قرنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یا بعد

والوں کے لیے جیسے حضرت امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ کیلئے جو کچھ فرمایا ان سب کو تسلیم کرنا لازم ہے۔

﴿لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ : تاکہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔﴾ قبلہ کی تبدیلی کی ایک یہ حکمت ارشاد ہوئی کہ اس سے مومن وکافر میں فرق وامتیاز ہوجائے گا کہ کون حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم پر قبلہ تبدیل کرتا ہے اور کون آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرتا ہے۔ چنانچہ قبلہ کی تبدیلی پر بہت سے کمزور ایمان والے اسلام سے پھر گئے، منافقین نے اسلام پر اعتراض شروع کردیئے جبکہ پختہ ایمان والے اسلام پر قائم رہے۔

(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۹۰)

﴿وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً : اگرچہ یہ تبدیلی بڑی گراں ہے۔﴾ قبلہ کی تبدیلی کو کاملُ الایمان لوگوں نے تو بڑی خوشدلی سے قبول کیا لیکن منافقوں پر یہ تبدیلی بڑی گراں گزری۔

منافقت کی علامت

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہونے کے بعد قبول کرنے سے دل میں تنگی محسوس کرنا منافقت کی علامت ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن میں یہ مرض بڑی شدت اختیار کئے ہوئے ہے اور اسی مرض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ان کے لئے بہت دشوار ہو چکا ہے حالانکہ کامل مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ جب اسے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم معلوم ہوجائے تو وہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے اور اپنے نفس سے اٹھنے والی وہ آواز وہیں دبا دے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے معاملے میں اسے روک رہی ہو یا اس کے دل میں تنگی پیدا کر رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ : اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردے۔﴾ قبلہ کی تبدیلی یہودیوں کو ہضم نہیں ہو رہی تھی اور یہ طرح طرح سے مسلمانوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوششیں کر رہے تھے، چنانچہ کچھ یہودیوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں مسلمانوں کے سامنے چند اعتراضات کئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے وفات پائی ان کی نمازوں کے درست ہونے پر مسلمانوں سے دلیل مانگی تو ان کے رشتہ داروں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا کہ وہ نمازیں ہوئیں یا نہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اطمینان دلایا گیا کہ ان صحابہ کرام رَضِیَ

اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں، ان پر انہیں ثواب ملے گا۔ یاد رہے کہ اس آیت مبارکہ میں ایمان سے مراد نماز ہے۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۱/۹۸، ملخصاً)

اصل الاصول چیز نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع ہے

قبلہ کی تبدیلی سے پہلے مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جتنی نمازیں پڑھی تھیں انہیں صحیح قرار دیا گیا، کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جو نمازیں پڑھی گئیں وہ بھی اتباعِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ہی تھیں اور اب جو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں یہ بھی اطاعتِ رسول میں پڑھتے ہیں لہٰذا ان سب کی نمازیں درست ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور کوئی اس وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ بھی مردود ہے اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور کوئی اس وقت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھے وہ بھی مردود ہے کہ اصلُ الاصول چیز تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع ہے۔ اسی کو فرمایا:

لِنَعۡلَمَ مَنۡ یَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تاکہ دیکھیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں:

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں

نماز کی اہمیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کی بہت اہمیت ہے کہ قرآن میں اسے ایمان فرمایا گیا ہے کیونکہ اسے ادا کرنا اور باجماعت پڑھنا کامل ایمان کی دلیل ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ۴/۲۸۱، الحدیث: ۲۶۲۷)

حضرت بُریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان عہد نماز ہی ہے، جس نے اسے چھوڑا تو اس نے کفر کیا۔

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ۴/۲۸۱، الحدیث: ۲۶۳۰)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

''اسلام کی نشانی نماز ہے، تو جس نے نماز کے لئے دل کو فارغ کیا اور نماز کے تمام ارکان وشرائط، اس کے وقت اور اس کی سنتوں کے ساتھ اس پر مداومت کی تو وہ (کامل) مؤمن ہے۔

(کنز العمال، حرف الصاد، کتاب الصلاۃ، الباب الاول، الفصل الاول، ۴/۱۱۳، الجزء السابع، الحدیث: ۱۸۸۶۶)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرلو اور بیشک وہ لوگ جنہیں کتاب عطا کی گئی ہے وہ ضرور جانتے کہ یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ: بیشک ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔﴾ جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں۔ البتہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب اطہر کی خواہش یہ تھی کہ خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ بیت المقدس کو قبلہ بنایا جانا حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو

ناپسند تھا بلکہ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کے علاوہ کثیر انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبلہ تھا اور ایک وجہ یہ تھی بیت المقدس کی طرف منہ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے یہودی فخر وغرور میں مبتلاء ہوگئے اور یوں کہنے لگے تھے کہ مسلمان ہمارے دین کی مخالفت کرتے ہیں لیکن نماز ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن نماز کی حالت میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجائے، اس پر نماز کے دوران یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کو رضائے الٰہی قرار دیتے ہوئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرہ انور کے حسین انداز کو قرآن میں بیان کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خواہش اور خوشی کے مطابق خانہ کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز ہی میں خانہ کعبہ کی طرف پھر گئے، مسلمانوں نے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اسی طرف رُخ کیا اور ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف ہوئیں اور دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا کی گئیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کو پورا فرماتا ہے۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وجہ سے قبلہ تبدیل فرمایا اور اس آیت میں یوں نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں میری رضا ہے بلکہ یوں ارشاد فرمایا:

فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا — **ترجمۂ کنزالعرفان:** تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

تو گویا کہ ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہر کوئی میری رضا کا طلبگار ہے اور میں دونوں جہاں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۸۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بلاشبہہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں اور بلاشبہہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہیں

فرماتے اور بلاشبہہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا چاہتا ہے۔(جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ تشریف لائے تو) اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تابع فرمان تھے اور یہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھی مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلبِ اقدس یہ چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی مبارک کے لئے اپناوہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی ہے، ان میں سے جس کا انکار ہوگا تو وہ قرآن عظیم کا انکار ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کرتی ہیں "مَا اُرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِی ھَوَاکَ" میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتی ہوں کہ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب ترجی من تشاء منهن... الخ، ۳/ ۳۰۳، الحدیث: ٤٧٨٨)

حدیث روزِ محشر میں ہے، رب عَزَّوَجَلَّ اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمائے گا: "کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ یَامُحَمَّدُ" یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۲۷۵-۲۷۶، ملخصاً)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

نیز جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے تا قیامت کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنادیا، اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے آپ کی امت پر پچاس نمازوں کو کم کرکے پانچ فرض کی گئیں۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے بدر و حنین میں فرشتے اترے۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے معراج کی سیر کرائی گئی۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے امتیوں کے گناہ معاف ہوں گے۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حوضِ کوثر عطا ہوا۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کے لئے امتیوں کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، پل صراط سے سلامتی سے گزریں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ (والضحی:۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں ||| کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

اور فرماتے ہیں:

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریے ||| کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمد

﴿ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ : اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرلو۔﴾ یعنی اے مسلمانو! تم زمین کے جس حصے میں بھی ہو اور وہاں نماز پڑھنے لگو تو اپنا منہ خانہ کعبہ کی طرف کرلو۔

(مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱٤٤، ص ۸٤)

استقبالِ قبلہ سے متعلق چند ضروری مسائل

اس آیت میں مسلمانوں کو قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا، اس لئے یہاں نماز میں استقبالِ قبلہ سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

(1)......نماز میں کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔

(2)......جو شخص عین کعبہ کی سمتِ خاص معلوم کرسکتا ہے، اگرچہ کعبہ آڑ میں ہو جیسے مکہ معظّمہ کے مکانوں میں جب کہ مثلا چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں تو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے، جہت (کی طرف منہ کرنا) کافی نہیں اور جو شخص عین کعبہ کی سمتِ خاص معلوم نہیں کرسکتا اگرچہ وہ خاص مکہ معظّمہ میں ہو اس کے لئے کعبہ کی جہت کی طرف منہ کرنا کافی ہے۔

(3)......کعبہ کی جہت کی طرف منہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو۔

(4)......اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو، نہ کوئی ایسا مسلمان ہو جو بتادے، نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں، نہ چاند، سورج، ستارے نکلے ہوں یا نکلے تو ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے قبلہ کی سمت معلوم کرسکے، تو ایسے کے لئے حکم ہے کہ وہ سوچے اور جدھر قبلہ ہونا دل پر جمے ادھر ہی منہ کرے، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ **(بہار شریعت، نماز کی شرطوں کا بیان، ۱/۴۸۷-۴۸۹)**

مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت کے تیسرے حصے کا مطالعہ کریں۔

﴿ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ : وہ ضرور جانتے کہ یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔﴾ یعنی قبلہ کی اس تبدیلی کے بارے میں اہلِ کتاب جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ بھی مذکور تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھریں گے اور ان کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بشارتوں کے ساتھ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ نشانی بتائی تھی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیت المقدس اور کعبہ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔

وَلَىِٕنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آ ؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے آ ؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں اور (اے سننے والے!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو ان کی خواہشوں پر چلا تو اس وقت تو ضرور زیادتی کرنے والا ہوگا۔

﴿ وَلَىِٕنْ اَتَیْتَ : اور اگر تم لے آ ؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن اہل کتاب کے دلوں میں عناد اور سرکشی ہے، آپ ان کے پاس قبلہ کی تبدیلی کے معاملے میں اپنی سچائی پر دلالت کرنے والی ہر نشانی لے آئیں تو بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے کیونکہ ان کا آپ کی پیروی نہ کرنا کسی شبہے کی وجہ سے نہیں جسے دلیل بیان کر کے زائل کیا جا سکے بلکہ وہ آپ سے عناد رکھنے اور حسد کرنے کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں حالانکہ وہ اپنی کتابوں میں موجود آپ کی یہ شان جانتے ہیں کہ (قبلہ کی تبدیلی کے معاملے میں) آپ حق پر ہیں۔

(روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۱۴۵، ۱/۲۵۱-۲۵۲، مدارك، البقرة، تحت الآیة: ۱۴۵، ص۸۵، ملتقطاً)

اس سے معلوم ہوا کہ حسد بڑی خبیث شے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے آدمی حق سے اندھا ہو جاتا ہے اور جس کے سینہ میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کینہ ہے وہ اس کے ہوتے ہوئے تو کبھی مرکر بھی ہدایت نہیں پا سکتا، ایسے شخص کو قرآن وحدیث، معجزات اور عقلی ونقلی دلائل کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتے کیونکہ دل کا دروازہ کھلتا ہی تب ہے جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں دل صاف ہو اور جس کا دل ہی اس چیز سے صاف نہ ہو تو اسے ہدایت کس طرح مل سکتی ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ : اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے قبلے کی پیروی سے منع کیا گیا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب قبلہ منسوخ نہ ہو گا لہٰذا اہل کتاب کو اب یہ امید نہیں رکھنی چاہیے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان میں سے کسی کے قبلہ کی طرف رخ کریں گے۔

﴿وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ :اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اہل کتاب آپ کی مخالفت کرنے میں تو متفق ہیں لیکن قبلہ کے معاملے میں یہ خود بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور جس طرح ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ آپ سے متفق ہو جائیں اسی طرح ان کے آپس میں متفق ہونے کی بھی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱۴۵، ص۸۵)

یاد رہے کہ یہود ونصاریٰ دونوں بیت المقدس کو قبلہ مانتے ہیں مگر یہودی صَخرہ کو اور عیسائی اس کے مشرقی مکان کو قبلہ مانتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی (مترجم)، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۲/۸۶۱-۸۶۲)

﴿وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ :اور اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا۔﴾ یہ امت کو خطاب ہے کہ خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کے بعد اگر کسی نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا تو وہ ظالم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ یہاں بطورِ خاص علم کے بعد نافرمانی پر وعید بیان کی گئی ہے۔ حضرت زیاد بن حُدَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''کیا جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز ڈھاتی (یعنی اسلام کی عزت لوگوں کے دل سے دور کرتی) ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’اسلام کو عالم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔‘‘

(دارمی، باب فی کراهية اخذ الرأی، ١/٨٢، الحديث: ٢١٤)

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’جب علماء آرام طلبی کی بنا پر کوتاہیاں شروع کردیں، مسائل کی تحقیق میں کوشش نہ کریں اور غلط مسئلے بیان کریں، بے دین علماء کی شکل میں نمودار ہو جائیں، بدعتوں کو سنتیں قرار دیں، قرآن کریم کو اپنی رائے کے مطابق بنائیں اور گمراہ لوگوں کے حاکم بنیں اور لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں تب اسلام کی ہیبت دلوں سے نکل جائے گی جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے۔‘‘ (مراۃ المناجیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، ١/٢١١، تحت الحدیث: ٢٥٠)

جاہلوں کی خوشامد تباہی کا باعث ہے

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کا جاہلوں کی خوشامد کرنا اور ان کا تابع بن جانا تباہی کا باعث ہے۔ علماء کو امراء سے دور ہی رہنا چاہیے تاکہ ان کی خوشامد نہ کرنی پڑے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’میری امت کے کچھ لوگ دین سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس جائیں گے اور ان کی دنیا لے آئیں گے البتہ اپنا دین بچالیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسے ببول کے درخت سے کانٹے ہی چنے جاتے ہیں ایسے ہی امیروں کے قرب سے نقصان ہی ہوگا۔‘‘

(ابن ماجه، كتاب السنة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ١/١٦٦، الحديث: ٢٥٥)

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْؕ-وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ(۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

﴿یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ: وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔﴾ مراد یہ ہے

وقف منزل

کہ گزشتہ آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں، حضور سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف ایسے واضح اور صاف بیان کیے گئے ہیں جن سے علماءِ اہل کتاب کو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا اور وہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس منصبِ عالی کو کامل یقین کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہودی علماء میں سے حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مشرف با سلام ہوئے تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے دریافت کیا کہ اس آیت میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میں نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا تو بغیر کسی شک وشبہ کے فوراً پہچان لیا اور میرا حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچاننا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے زیادہ کامل و مکمل تھا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا، وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف تو ہماری کتاب توریت میں اللّٰہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں جبکہ بیٹے کو بیٹا سمجھنا تو صرف عورتوں کے کہنے سے ہے۔ (یعنی حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پہچان تو اللّٰہ تعالیٰ نے کرائی لہٰذا وہ تو قطعی ویقینی ہے جبکہ اولاد کی پہچان تو عورتوں کے کہنے سے ہوتی ہے۔) حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ سن کر ان کا سر چوم لیا۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ١٤٦، ١/١٠٠)

اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرِ محلِ شہوت میں دینی محبت سے پیشانی چومنا جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صرف پہچان ایمان نہیں بلکہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ماننا ایمان ہے۔ جیسے یہودی پہچانتے تو تھے لیکن مانتے نہ تھے اس لئے کافر ہی رہے۔

﴿وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ: اور بیشک ان میں ایک گروہ حق چھپاتے ہیں۔﴾ اہلِ کتاب علماء کا ایک گروہ توریت وانجیل میں مذکور حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت کو اپنے بغض وحسد کی وجہ سے جان بوجھ کر چھپاتا تھا، یہاں انہی کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق کو چھپانا معصیت وگناہ ہے اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کو چھپانا یہودیوں کا طریقہ ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: (اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے سننے والے!) حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو۔ پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ: حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو۔﴾ قبلہ کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا حق ہے تو اس میں شک نہ کیا جائے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہر حکم حق ہے اگرچہ اس کی حکمت ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن حق وہی ہوگا اور مسلمان کا کام اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے، کسی بھی طرح کے حالات میں اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں۔

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے تو تم نیکیوں میں آگے نکل جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو اکٹھا کرلائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ: اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے۔﴾ اس آیت میں تبدیلیِ قبلہ کی ایک اور حکمت بیان کی گئی ہے کہ ہر امت کیلئے ایک قبلہ مقرر کیا گیا تو جب امتِ محمدیہ ایک امت ہے اور سب سے افضل امت ہے تو ان کے خصوصی امتیاز کیلئے ان کا قبلہ دوسروں سے جداگانہ بنایا گیا اور اس میں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا یہ قبلہ ہمیشہ کے لئے رہے گا کبھی تبدیل نہ ہوگا۔

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ: تو نیکیوں میں آگے نکل جاؤ۔﴾ یعنی قبلہ کا موضوع طے ہوگیا لہٰذا اب صرف اسی بحث میں نہ رہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔

مقابلے کی چیز نیکیاں ہیں

یہاں آیتِ مبارکہ میں ایک بڑی ہی پیاری بات سمجھائی گئی ہے کہ مال و دولت، عہدہ و منصب، شہرت و مقبولیت اور دنیاداری ایسی چیز نہیں کہ اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے بلکہ یہ سب تو آزمائش اور محض دنیاوی زندگی کی زینت، دھوکے کا سامان اور فنا ہونے والی کمائی ہے، جبکہ باقی رہنے والی اور مقابلے کے قابل چیز تو اللہ تعالیٰ کی عبادت،

اس کی اطاعت، جنت اور اس کی رضا ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے بار بار بلایا ہے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت میں نیکیوں میں مقابلے اور سبقت لے جانے کے بکثرت نظارے دیکھے جاسکتے ہیں جیسے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوہ تبوک میں گھر کا آدھا مال خیرات کرنے کیلئے لائے تو حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گھر کا سارا سامان لے آئے۔ (شرح الزرقانی، کتاب المغازی، ثم غزوة تبوک، ٦٩/٤)

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں باپ بیٹے میں جہاد میں شرکت کیلئے بحث ہوتی، ہر کوئی کہتا کہ میں شرکت کروں گا تم گھر پر رہو، حتّٰی کہ معذور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی راہِ خدا میں شہادت کیلئے بے قرار رہتے،
(مدارج النبوه، کارزارهائے صحابه در جنگ احد، الجزء الثانی، ص١٢٤)
غربت و بے کسی کی وجہ سے راہِ خدا میں سفر نہ کرسکنے والے روتے تھے۔ (سوره توبه: ٩٢) ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اگر آدھی رات عبادت کرتا تو دوسرا پوری رات، ایک اگر تہائی قرآن کی تلاوت کرتا تو دوسرا آدھے قرآن کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی توفیق اور جذبہ عطا فرمائے۔

﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا: تم جہاں کہیں بھی ہوگے۔﴾ یعنی اے مسلمانو اور اہل کتاب! تم جہاں کہیں بھی ہوگے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو اکٹھا کرلائے گا اور وہ اطاعت گزار بندوں کو ثواب دے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کردے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے تو وہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے، اطاعت گزاروں کو ثواب دینے اور سزا کے مستحق افراد کو عذاب دینے پر بھی قادر ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ١٤٨، ١٠١/١)

وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ-وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَؕ-وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(۱۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور بیشک یہ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

﴿وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ :اورتم جہاں سے آؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خواہ کسی شہر سے سفر کے لیے نکلیں بہرحال نماز میں اپنا منہ مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف کریں، کیونکہ جس طرح حالت اقامت میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے اسی طرح سفر میں بھی یہی حکم ہے اور بے شک کعبہ کو قبلہ بنایا جانا ضرور آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حق اور حکمت کے عین موافق ہے اور اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں، اس لئے وہ تمہیں اس عمل کی بہترین جزا دے گا۔ (روح البیان، البقرة، تحت الآیة: ۱۴۹، ۱/۲۵۴)

وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗۙ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌۗۙ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَۙۛ(۱۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو ان میں ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو تاکہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو اُن میں سے ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر مکمل کردوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

﴿وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ :اورتم جہاں سے آؤ۔﴾ اس رکوع میں تین مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو مسجد حرام یعنی کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ تکرار ہے لیکن درحقیقت یہ تکرار نہیں کیونکہ ہر بار کے حکم کی علت جدا ہے، **پہلی بار** جب نماز میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس کی علت یہ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی کے لئے مسجد حرام کو قبلہ بنایا اور

نماز میں اس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ **دوسری مرتبہ** جب مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ **اللہ** تعالیٰ نے ہر امت کا الگ الگ قبلہ بنایا ہے جس کی طرف منہ کرکے وہ نماز پڑھتے ہیں، اور جب امتِ محمدِیَّہ بھی ایک امت ہے تو ان کا قبلہ مسجد حرام کو بنایا اور اس کی طرف منہ کرکے انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ **تیسری مرتبہ** جب یہ حکم دیا گیا تو اس کی یہ علت بیان فرمائی کہ قبلہ کے معاملے میں یہودی مسلمانوں کے خلاف حجت قائم نہ کرسکیں۔

(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۲/۱۱۹، ملخصاً)

﴿ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ : اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔ ﴾ اس آیت میں مجموعی طور لوگوں سے فرمادیا گیا کہ تم حالتِ سفر میں ہو یا حالتِ اقامت میں، جنگل و بیابان میں ہو یا شہر میں، ہر جگہ ہر حالت میں اور ہر وقت تم سب نے نماز میں خانہ کعبہ ہی کی طرف منہ کرنا ہے تاکہ یہودیوں کو اس اعتراض کا حق نہ رہے کہ ان کی کتابوں میں تو قبلہ کی تبدیلی کا لکھا ہوا تھا لیکن اِس نبی نے تو ایسا کیا ہی نہیں، یا وہ یہ اعتراض نہ کرسکیں کہ یہ نبی ہمارے دین کی تو مخالفت کرتے ہیں لیکن قبلہ ہمارے والا ہی مانتے ہیں اور مشرکین کو یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قریش کی مخالفت میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبلہ بھی چھوڑ دیا حالانکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی عظمت و بزرگی مانتے بھی ہیں۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱/۱۰۱)

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ : مگر جو ان میں ناانصافی کریں۔ ﴾ یعنی **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے تو حجت پوری ہوچکی، اب بھی اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ خود ظالم ہے۔ یاد رہے کہ دین کی راہ میں طعنے سننا انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت رہی ہے۔

﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ : تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ ﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم کعبہ کی طرف منہ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار کی طرف سے ہونے والے اعتراضات سے نہ ڈرو، ان کے طعنے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور تم میرے حکم کو پورا کرنے کے معاملے میں مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو، بے شک میں تمہارا مددگار ہوں۔

(روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱/۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کا عذاب ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر وقت **اللہ** تعالیٰ کا عذاب پیش نظر رکھنا چاہئے اور کسی بھی کام کو کرنے یا نہ کرنے سے پہلے اس بات پر غور ضرور کرلینا چاہئے کہ یہ کام کرنے یا نہ کرنے سے **اللہ** تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی یا اس کا

نتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ مروی ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز نے رُلایا؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نہ تو موت کی گھبراہٹ سے رو رہا ہوں اور نہ ہی دنیا سے رخصتی کے غم میں آنسو بہا رہا ہوں، بلکہ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ میں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا کہ دو مٹھیاں ہیں، ایک جہنم میں جائے گی اور دوسری جنت میں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کون سی مٹھی میں ہوں گا۔

(شعب الایمان، الحادی عشرمن شعب الایمان وھو باب فی الخوف من اللّٰہ تعالی، ۱/۵۰۲، الحدیث: ۸۴۱)

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ’’قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جو آج دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا مُحاسبہ کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ انہیں جب بھی کوئی کام درپیش ہوتو پہلے اس پر غور کرتے ہیں، پھر اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتو اسے کر گزرتے ہیں اور اگر اس کے برخلاف نظر آئے تو اس سے رک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا: ’’اور بروزِ قیامت ان لوگوں کا حساب کٹھن ہوگا جو آج دنیا میں عمل کرتے وقت غور وفکر نہیں کرتے اور کسی قسم کا محاسبہ کئے بغیر وہ کام کر ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگ دیکھیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا چھوٹے سے چھوٹا عمل شمار کر رکھا ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا (کہف:۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے۔

(ذم الھوی، الباب الثالث فی ذکر مجاھدۃ النفس ومحاسبتھا وتوبیخھا، ص۵۱، رقم: ۱۲۲-۱۲۳)

﴿وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ: اور تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمہارا رسول بنایا جو کہ تمہارے سامنے حق کی طرف ہدایت دینے والی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں، رشد وہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عظیم قدرت پر قطعی دلائل قائم کرتے ہیں، تمہیں بت پرستی کی نجاست سے پاک کرتے ہیں اور تمہیں وہ چیز سکھاتے ہیں جن سے تم اپنے نفسوں کو پہچان سکو اور ان کا تزکیہ کرسکو، اسی طرح مستقل طور پر تمہارے لئے بیتُ اللہ کو قبلہ بنا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت پوری کرے۔ (تفسیر منیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱/۳۳، الجزء الثانی)

گویا جیسے مسلمانوں کا نبی جداگانہ تھا ایسے ہی ان کا قبلہ بھی جداگانہ ہوگیا۔

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا۔

﴿ كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ: جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا۔﴾ خانہ کعبہ کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی اب اس سے بڑی نعمت یعنی حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیان ہے۔ جیسے خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت ہے ایسے ہی ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت ہے۔ کعبہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعمیر کا نتیجہ ہے اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس تعمیر کے بعد کی دعا کا ثمرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت

یاد رہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ خود اپنا احسان قرار دیتا ہے جیسے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔ (ال عمران: ۱۶۴)

اور وہ رسول بھی کیسے ہیں؟ قرآن، علمِ قرآن، فہمِ قرآن، اسرارِ قرآن، حکمت، طہارتِ نفس، تزکیہ قلب، اصلاحِ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں دینے والے ہیں۔ اسی تطہیر و تزکیہ کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔ (التوبہ: ۱۰۳)

﴿وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ : اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔﴾ قرآن اور احکامِ الٰہیہ جو ہم نہیں جانتے تھے وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں سکھاتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ صرف ظاہری مضامینِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہی نہیں بلکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب کچھ سکھاتے ہیں۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اولین وآخرین کے علوم کے جامع ہیں۔ قصیدہ بُردہ میں امام بُوصیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَ فِيْ خُلُقٍ　　　وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَلَا كَرَمِ

یعنی آپ حسن وجمال اور اخلاق میں تمام نبیوں پر فائق ہیں اور علم وکرم میں کوئی آپ کے برابر نہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک مرتبہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہم کو (مخلوق کی) ابتداءِ پیدائش کی خبریں دینے لگے حتّٰی کہ یہاں تک بیان کیا کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں، جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (یعنی تمام کائنات کی خبریں ارشاد فرمادیں۔)

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالی: وھو الذی یبدء الخلق... الخ، ۳۷۵/۲، الحدیث: ۳۲۹۲)

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہر قول وفعل میں وہ علم وحکمت ہے کہ دنیا آج تک وہ تمام علم وحکمت معلوم نہیں کرسکی۔

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

۱۸ ع ۵ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

﴿فَاذْكُرُوْنِیْ: تو تم میری یاد کرو۔﴾ کائنات کی سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کرنے کے بعد اب ذکرِ الٰہی اور نعمتِ الٰہی پر شکر کرنے کا فرمایا جارہا ہے۔

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے:۔ (۱) زبانی۔ (۲) قلبی۔ (۳) اعضاءِ بدن کے ساتھ۔ زبانی ذکر میں تسبیح وتقدیس، حمد و

ثناء، توبہ واستغفار، خطبہ ودعا اور نیکی کی دعوت وغیرہ شامل ہیں۔ قلبی ذکر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی عظیم قدرت کے دلائل میں غور کرنا داخل ہے نیز علماء کا شرعی مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ اعضاءِ بدن کے ذکر سے مراد ہے کہ اپنے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ اعضاء کو اطاعتِ الٰہی کے کاموں میں استعمال کیا جائے۔ (صاوی، البقرة، تحت الآیة: ۱۵۲، ۱/۱۲۸)

ذکر کے فضائل

بکثرت احادیث میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 10 احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1)......اللہ کا ذکر ایمانِ کامل کی نشانی ہے۔(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۶۶، الحدیث: ۲۲۱۹۱)

(2)......ذکر اللہ دنیا وآخرت کی ہر بھلائی پانے کا ذریعہ ہے۔

(مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب القصد فی العمل، الفصل الثانی، ۱/ ۲۴۵، الحدیث: ۱۲۵۰)

(3)......ذکرِ الٰہی عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا ہے۔

(مؤطا امام مالك، کتاب القرآن، باب ما جاء فی ذکر اللّٰہ تبارك وتعالی، ۱/ ۲۰۰، الحدیث: ۵۰۱)

(4)......ذکر کرنے والے قیامت کے دن بلند درجے میں ہوں گے۔

(شرح السنّہ، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللّٰہ عزوجلّ ومجالس الذکر، ۳/۶۷، الحدیث: ۱۲۳۹)

(5)......ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۲-باب، ۵/۳۰۴، الحدیث: ۳۵۲۱)

(6)......ذکر کرنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی القوم یجلسون... الخ، ۵/۲۴۶، الحدیث: ۳۳۸۹)

(7)......شب قدر میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دعائیں دیتے ہیں۔

(شعب الایمان، الباب الثالث والعشرون، فی لیلة العید ویومهما، ۳/۳۴۳، الحدیث: ۳۷۱۷)

(8)......ذکر کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

(مسند امام احمد، مسند المکثرین من الصحابة، مسند ابی هریرة، ۳/۵۶، الحدیث: ۷۴۲۸)

(9)......اللہ کا ذکر کرنے سے شیطان دل سے ہٹ جاتا ہے۔(بخاری، کتاب التفسیر، سورة قل اعوذ برب الناس، ۳/۳۹۵)

(10)......اللہ کے ذکر سے دل کی صفائی ہوتی ہے۔

(مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والقرب الیه، الفصل الثالث، ۱/ ۴۲۷، الحدیث: ۲۲۸۶)

﴿اَذْكُرْكُمْ: میں تمہیں یاد کروں گا۔﴾ اللہ تعالیٰ اطاعت سے یاد کرنے والوں کو اپنی مغفرت کے ساتھ، شکر کے ساتھ یاد کرنے والوں کو اپنی نعمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ یاد کرنے والوں کو اپنے قرب کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلا ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں گز بھر اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں (یعنی جیسے اللہ کی شایانِ شان ہے یا مراد یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اس کی طرف زیادہ تیزی سے متوجہ ہوتی ہے۔)

(بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: ویحذرکم اللّٰہ نفسہ، ٤/٥٤١، الحدیث: ٧٤٠٥)

﴿وَاشْكُرُوْا لِیْ: اور میرا شکر کرو۔﴾ جب کفر کا لفظ شکر کے مقابلے میں آئے تو اس کا معنی ناشکری اور جب اسلام یا ایمان کے مقابل ہو تو اس کا معنی بے ایمانی ہوتا ہے۔ یہاں آیت میں کفر سے مراد ناشکری ہے۔

شکر کی تعریف

شکر کا مطلب ہے کہ کسی کے احسان و نعمت کی وجہ سے زبان، دل یا اعضاء کے ساتھ اس کی تعظیم کی جائے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: یا اللہ! میں تیرا شکر کیسے ادا کروں کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تو نے یہ جان لیا کہ ہر نعمت میری طرف سے ہے اور اس پر راضی رہا تو یہ شکر ادا کرنا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الصبر والشکر، الشطر الثانی، بیان طریق کشف الغطاء... الخ، ٤/١٠٥)

شکر کے فضائل اور ناشکری کی مذمت

قرآن و حدیث میں شکر کے کثیر فضائل بیان کیے گئے اور ناشکری کی مذمت کی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (ابراھیم: ٧)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

’’جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی نعمت نازل فرماتا ہے اور وہ کہتا ہے: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ‘‘ تو یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے نعمت دینے سے بہتر ہوتا ہے۔ (ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل الحامدين، ٤/٢٥٠، الحديث: ٣٨٠٥)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کی عمر دراز کرتا ہے اور انہیں شکر کا الہام فرماتا ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الالف، جماع الفصول منه فى معانى شتى... الخ، ١/١٤٨، الحديث: ٩٥٤)

حضرت کعب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی بندے پر انعام کرے پھر وہ اس نعمت کا اللہ تعالیٰ کے لئے شکر ادا کرے اور اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس نعمت سے نفع دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے آخرت میں درجات بلند فرماتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انعام فرمایا اور اس نے شکر ادا نہ کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے تواضع کی تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس نعمت کا نفع اس سے روک لیتا ہے اور اس کے لئے جہنم کا ایک طبق کھول دیتا ہے، پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے (آخرت میں) عذاب دے گا یا اس سے درگزر فرمائے گا۔

(رسائل ابن ابى الدنيا، التواضع والخمول، ٣/٥٥٥، رقم: ٩٣)

شکر سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر 7 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ذکر اور شکر کا بیان ہوا اور اس آیت میں صبر اور نماز کا ذکر کیا جا رہا ہے کیونکہ نماز، ذکر اللہ اور صبر و شکر پر ہی مسلمان کی زندگی کامل ہوتی ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ صبر سے مدد طلب کرنا یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی، گناہوں سے رکنے اور نفسانی خواہشات کو پورا نہ کرنے پر صبر کیا جائے اور نماز چونکہ تمام عبادات کی اصل اور اہلِ ایمان کی معراج ہے اور صبر کرنے میں بہترین معاون ہے اس لئے اس سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور ان دونوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ بدن پر باطنی اعمال میں سب سے سخت صبر اور ظاہری اعمال میں سب سے مشکل نماز ہے۔ (روح البيان، البقرة، تحت الآية: ١٥٣، ١/٢٥٧، ملخصاً)

حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بھی نماز سے مدد چاہتے تھے جیسا کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نماز میں مشغول ہوجاتے۔(ابو داؤد، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من اللیل، ۲/۵۲، الحدیث: ۱۳۱۹)

اسی طرح نمازِ اِستِسقا اور نمازِ حاجت بھی نماز سے مدد چاہنے ہی کی صورتیں ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ: بیشک اللّٰه صابروں کے ساتھ ہے۔﴾ حضرت علامہ نصر بن محمد سمرقندی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''اللّٰه تعالیٰ (اپنے علم وقدرت سے) ہر ایک کے ساتھ ہے لیکن یہاں صبر کرنے والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا تا کہ انہیں معلوم ہوجائے کہ اللّٰه تعالیٰ ان کی مشکلات دور کر کے آسانی فرمائے گا۔

(تفسیر سمرقندی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۱/۱۶۹)

صبر کی تعریف

اس آیت میں صبر کا ذکر ہوا، صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز پر روکنا جس پر رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو یا نفس کو اس چیز سے باز رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو۔(مفردات امام راغب، حرف الصاد، ص٤٧٤)

صبر کی اقسام

بنیادی طور پر صبر کی دو قسمیں ہیں: (۱)......بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا (۲)......طبعی خواہشات اور خواہش کے تقاضوں سے صبر کرنا۔ پہلی قسم کا صبر جب شریعت کے موافق ہو تو قابلِ تعریف ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل صبر کی دوسری قسم ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الصبر والشکر، بیان الاسامی التی تتجدد للصبر...الخ، ٤/٨٢)

صبر کے فضائل

قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال میں صبر کے بے پناہ فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے ان میں سے 10 فضائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1)......اللّٰه تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (پ ۱۰، الانفال: ٤٦)

(2)......صبر کرنے والے کو اس کے عمل سے اچھا اجر ملے گا۔ (پ ١٤، النحل: ٩٦)

(3)......صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔ (پ۲۳، الزمر: ۱۰)

(4)......صبر کرنے والوں کی جزاء دیکھ کر قیامت کے دن لوگ حسرت کریں گے۔ (معجم الکبیر، ١٤١/١٢، الحدیث: ١٢٨٢٩)

(5)......صبر کرنے والے رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے درود و ہدایت اور رحمت پاتے ہیں۔ (پ۲، البقرۃ: ١٥٧)

(6)......صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ (پ٤، آل عمران: ١٤٦)

(7)......صبر آدھا ایمان ہے۔ (مستدرك، كتاب التفسير، الصبر نصف الايمان، ٢٣٧/٣، الحديث: ٣٧١٨)

(8)......صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔(احياء العلوم، كتاب الصبر والشكر، بيان فضيلة الصبر، ٧٦/٤)

(9)......صبر کرنے والے کی خطائیں مٹا دی جاتی ہیں۔

(ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر على البلاء، ١٧٩/٤، الحديث: ٢٤٠٧)

(10)......صبر ہر بھلائی کی کنجی ہے۔ (شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، فصل فی ذکر ما فی الاوجاع... الخ، ٢٠١/٧، رقم: ٩٩٩٦)

غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''خدارا انصاف! اگر آیۂ کریمہ ''اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'' میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جَلَّ وَعَلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں، جب مطلقاً ذات اَحدِیّت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، اَحیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ رب جَلَّ وَعَلا فرماتا ہے:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرۃ: ٤٥) استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے؟ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (مائدہ: ٢) آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔ حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ (۱) صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۲) شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۳) کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۴) علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ (۵) سحری کے کھانے سے استعانت کرو۔ (۶) دوپہر کے سونے سے استعانت کرو۔ (۷) حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۳۰۵-۳۰۶)

مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی 21ویں جلد میں موجود رسالہ ''بَرَکَاتُ الْاِمْدَادُ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَادُ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ: اور جو اللّٰہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔﴾ صبر کے ذکر کے بعد اب صبر کرنے والوں کی ایک عظیم قسم یعنی شہیدوں کا بیان کیا جارہا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ شہداء کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض لوگ شہداء کی شہادت پر افسوس کرتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ لوگ شہید ہو کر نعمتوں سے محروم ہوگئے۔ تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۴، ۱/۱۰۳)

جس میں فرمایا گیا کہ انہوں نے فانی زندگی اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے دائمی زندگی حاصل کر لی ہے۔

حیاتِ شہداء

اس آیت میں شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، نہ زبان سے انہیں مردہ کہنے کی اجازت ہے اور نہ دل میں انہیں مردہ سمجھنے کی اجازت ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (ال عمران: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

موت کے بعد اللہ تعالیٰ شہداء کو زندگی عطا فرماتا ہے، ان کی ارواح پر رزق پیش کیا جاتا ہے، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں، ان کے عمل جاری رہتے ہیں، ان کا اجروثواب بڑھتا رہتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے بدن میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، ۱۱۵/۷، الحدیث: ۹٦۸٦)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے ابنِ آدم! تو نے اپنی منزل ومقام کو کیسا پایا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بہت اچھی منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’تو مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا: میں تجھ سے اتنا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے اور میں دس مرتبہ تیری راہ میں شہید کیا جاؤں۔ (وہ یہ سوال اس لئے کرے گا) کہ اس نے شہادت کی فضیلت ملاحظہ کر لی ہوگی۔

(سنن نسائی، کتاب الجهاد، ما یتمنی اهل الجنة، ص۵۱٤، الحدیث: ۳۱۵۷)

شہید کی تعریف اور اس کے احکام

شہید وہ مسلمان، مُکَلَّف، طاہر ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو اور اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو یا معرکہ جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا اور اس نے کچھ آسائش نہ پائی۔ اس پر دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے نہ کفن، اسے اس کے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے۔

(بہارشریعت، شہید کا بیان، ۸٦۰/۱)

بعض شہداء وہ ہیں کہ ان پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لیے شہادت کا درجہ ہے جیسے ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طلبِ علم اور سفرِ حج غرض راہ خدا میں مرنے والا یہ سب شہید ہیں۔ حدیثوں میں ایسے شہداء کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ مکمل تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ: لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔ ﴾ یعنی یہ بات تو قطعی ہے کہ شہداء زندہ ہیں لیکن ان کی حیات کیسی ہے اس کا ہمیں شعور نہیں اسی لئے ان پر شرعی احکام عام میت کی طرح ہی جاری ہوتے ہیں جیسے قبر، دفن، تقسیمِ میراث، ان کی بیویوں کا عدت گزارنا، عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر سکنا وغیرہ۔

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ-وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَۙ(۱۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔

﴾وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ: اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔﴿ آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کے حال کا ظاہر کرنا مراد ہے۔ امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بقول خوف سے اللہ تعالیٰ کا ڈر، بھوک سے رمضان کے روزے، مالوں کی کمی سے زکوٰۃ وصدقات دینا، جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ اموات ہونا، پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے کیونکہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: ''تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ''ہاں، یارب! عَزَّوَجَلَّ، پھر فرماتا ہے: ''تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں، یارب! عَزَّوَجَلَّ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد کی اور ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام بیتُ الحمد رکھو۔''

(ترمذی، کتاب الجنائز، باب فضل المصیبۃ اذا احتسب، ۲/۳۱۳، الحدیث: ۱۰۲۳)

یاد رہے کہ زندگی میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی مرض سے، کبھی جان و مال کی کمی سے، کبھی دشمن کے ڈر خوف سے، کبھی کسی نقصان سے، کبھی آفات و بَلِیّات سے اور کبھی نت نئے فتنوں سے آزماتا ہے اور راہِ دین اور تبلیغِ دین تو خصوصاً وہ راستہ ہے جس میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، اسی سے فرمانبردار و نافرمان، محبت میں سچے اور محبت کے صرف دعوے کرنے والوں کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اکثر قوم کا ایمان

نہ لانا، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آگ میں ڈالا جانا، فرزند کو قربان کرنا، حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیماری میں مبتلا کیا جانا، ان کی اولاد اور اموال کو ختم کر دیا جانا، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مصر سے مدین جانا، مصر سے ہجرت کرنا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ستایا جانا اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شہید کیا جانا یہ سب آزمائشوں اور صبر ہی کی مثالیں ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی آزمائشیں اور صبر ہر مسلمان کے لئے ایک نمونے کی حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اسے جب بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کسی تکلیف یا اَذِیَّت میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے۔ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب (اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ کسی مصیبت اور) مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ (وہ) تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا (استقبال کرتے ہیں) مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ (جب کوئی مصیبت یا تکلیف آئے تو) صبر و استقلال سے کام لیں اور جَزع وفَزع (یعنی رونا پیٹنا) کرکے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ (جانے) دیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی پھر اس بڑے ثواب (جو احادیث میں بیان کیا گیا ہے) سے محرومی دوہری مصیبت ہے۔ (بہارِ شریعت، کتاب الجنائز، بیماری کا بیان، ۱/۷۹۹)

اور کثیر احادیث میں مسلمان پر مصیبت آنے کا جو ثواب بیان کیا گیا ہے ان میں سے چند احادیث یہ ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔

(بخاري، كتاب المرضى، باب شدة المرض، ٤/٤، الحديث: ٥٦٤٦)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مروی ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کو جو تکلیف، رنج، ملال اور اَذِیَّت و غم پہنچے، یہاں تک کہ اس کے پیر میں کوئی کانٹا ہی چبھے تو اللہ تعالیٰ ان کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (بخاري، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض، ٤/٣، الحديث: ٥٦٤١)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان مرد و عورت کے جان و مال اور اولاد میں ہمیشہ مصیبت رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں

ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۷)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام و سکون والے تمنا کریں گے، کاش! دنیا میں ان کی کھالیں قینچیوں سے کاٹ دی گئی ہوتیں۔ (ترمذی، کتاب الزهد، ۵۹-باب، ۱۸۰/۴، الحدیث: ۲۴۱۰)

اَلَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَؕ(۱۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ: وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ صبر کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ ہی کے مملوک اور اسی کے بندے ہیں وہ ہمارے ساتھ جو چاہے کرے اور آخرت میں ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (جلالین، البقرة، تحت الآیة: ۱۵۶، ص۲۲)

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کے فضائل

احادیث میں مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 5 فضائل یہ ہیں:

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: میں نے سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' (پڑھے اور یہ دعا کرے) ''اَللّٰھُمَّ أْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِنْھَا'' اے اللہ! میری اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: جب حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

سے بہتر کون ہوگا؟ وہ تو پہلے گھر والے ہیں جنہوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہجرت کی۔ بہرحال میں نے یہ دعا کہہ لی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عطا فرما دیئے (جو کہ حضرت ابوسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بہت بہتر تھے)(مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبۃ، ص٤٥٧، الحدیث: ٣(٩١٨))

(2)......حضرت امام حسین بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس مسلمان مرد یا عورت پر کوئی مصیبت پہنچی اور وہ اسے یاد کر کے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' کہے، اگرچہ مصیبت کا زمانہ دراز ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس پر نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور ویسا ہی ثواب دیتا ہے جیسا اس دن دیا تھا جس دن مصیبت پہنچی تھی۔ (مسند امام احمد، حدیث الحسین بن علی رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ٤٢٩/١، الحدیث: ١٧٣٤)

(3)......ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چراغ بجھ گیا تو آپ نے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا۔ عرض کی گئی کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اور ہر وہ چیز جو مومن کو اَذِیَّت دے وہ اس کے لئے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ (در منثور، البقرۃ، تحت الآیۃ: ١٥٦، ٣٨٠/١)

(4)......ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنا رحمت الٰہی کا سبب ہوتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ١٢٢/٢، الجزء الثالث، الحدیث: ٦٦٤٦)

(5)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو پہلی امتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی، وہ چیز مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنا ہے۔ (معجم الکبیر، ٣٢/١٢، الحدیث: ١٢٤١١)

اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۗ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت۔﴾ صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں، ان کیلئے بخشش اور ہدایت و رحمت ہے۔

مصیبت پر صبر کے آداب

مصیبت پر صبر کرنے کے کئی آداب ہیں، ان میں سے 4 آداب یہ ہیں جنہیں علامہ ابن قدامہ مقدسی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''مختصر منهاج القاصدین'' کے صفحہ 277 پر ذکر فرمایا ہے۔

(1)...... جب مصیبت پہنچے تو اسی وقت صبر و اِستقلال سے کام لیا جائے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صبر صدمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ۱/۴۳۳، الحدیث: ۱۲۸۳)

(2)...... مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا جائے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا عمل او پر گزرا ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال پر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا۔

(3)...... مصیبت آنے پر زبان اور دیگر اعضا سے کوئی ایسا کلام یا فعل نہ کیا جائے جو شریعت کے خلاف ہو جیسے زبان سے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں شکوہ و شکایت کے کلمات بولنا، سینہ پیٹنا اور گریبان چاک کر لینا وغیرہ۔

(4)...... صبر کی سب سے بہترین صورت یہ ہے کہ مصیبت زدہ پر مصیبت کے آثار ظاہر نہ ہوں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بطن سے حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا۔ حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اپنے گھر والوں سے کہا: حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان کے بیٹے کے انتقال کی خبر اس وقت تک نہ دینا جب تک میں خود انہیں نہ بتادوں۔ جب حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے انہیں شام کا کھانا پیش کیا، انہوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا، پھر حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے پہلے کی بہ نسبت زیادہ اچھا بناؤ سنگھار کیا۔ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے ازدواجی عمل کیا جب حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور اپنی فطری خواہش بھی پوری کر لی ہے تو پھر انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، یہ بتائیں کہ اگر کچھ لوگ کسی کو عاریت کے طور پر کوئی چیز دیں پھر وہ اپنی چیز واپس لے لیں تو کیا وہ ان کو منع کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: نہیں۔ حضرت ام سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا تو پھر آپ اپنے بیٹے کے متعلق یہی گمان کر لیں (کہ وہ ہمارے پاس اللّٰہ تعالٰی کی امانت تھا جو اس نے واپس لے لی یعنی اس کا انتقال ہو چکا ہے) (مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی طلحة الانصاری رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ص۱۳۳۳، الحدیث: ۱۰۷(۲۱۴۴))

اورحضرت مطرف رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا بیٹا فوت ہوگیا۔لوگوں نے انہیں بڑا خوش وخرم دیکھا تو کہا کہ کیابات ہے کہ آپ غمزدہ ہونے کی بجائے خوش نظر آرہے ہیں۔فرمایا:جب مجھے اس صدمے پر صبر کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی طرف سے درود ورحمت اور ہدایت کی بشارت ہے تو میں خوش ہوں یا غمگین؟

(مختصرمنهاج القاصدين، كتاب الصبر والشكر، فصل في آداب الصبر، ص٢٧٧)

اورامام محمدغزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ’’احیاء العلوم‘‘میں فرماتے ہیں:’’حضرت فتح موصلی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی زوجہ پھسل گئیں تو ان کا ناخن ٹوٹ گیا،اس پر وہ ہنس پڑیں،ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو درد نہیں ہورہا؟انہوں نے فرمایا:’’اس کے ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی کو زائل کردیا ہے۔

(احياء العلوم، كتاب الصبر والشكر، بيان مظان الحاجة الى الصبر... الخ، ٩٠/٤)

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے چکر لگائے اور جو کوئی اپنی طرف سے بھلائی کرے تو بیشک اللہ نیکی کا بدلہ دینے والا، خبردار ہے۔

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ : بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔﴾ صبر اور صابرین کے اِجمالی بیان کے بعد اب صبر کا ایک مشہور اور عظیم واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ صفا و مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے بالمقابل مشرقی جانب واقع ہیں،حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم کا کنواں ہے حکمِ الٰہی سے سکونت اختیار فرمائی۔اس وقت یہ مقام سنگلاخ بیابان تھا،نہ یہاں سبزہ تھا نہ پانی،نہ خورد ونوش کا کوئی سامان۔رضائے الٰہی کے لیے ان مقبول بندوں نے صبر کیا۔حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت کم عمر تھے،انہیں پیاس لگی اور جب پیاس کی شدت بہت زیادہ ہوگئی تو حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بے تاب ہوکر کوہِ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اُتر کر نیچے کے میدان

میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں۔ اس طرح سات چکر لگائے۔ (صاوی، ابراھیم، تحت الایۃ: ۳۷، ۳/۱۰۲۷-۱۰۲۸)

اور اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ'' ''اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' کا جلوہ اس طرح ظاہر فرمایا کہ غیب سے ایک چشمہ زمزم نمودار کیا اور ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان کے اتباع میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنے والوں کو مقبولِ بارگاہ قرار دیا اور ان دونوں پہاڑوں کو قبولیتِ دعا کا مقام بنا دیا۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ ابراہیم آیت 13 میں بھی مذکور ہے۔

﴿ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ: اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔﴾ شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، عرفات، مُزدلفہ، تینوں جَمرات (جن پر رمی کی جاتی ہے)، صفا، مروہ، منیٰ، مساجد یا وہ شعائر زمانے ہوں جیسے رمضان، حرمت والے مہینے، عید الفطر و عید الاضحیٰ، یومِ جمعہ، ایّامِ تشریق یا وہ شعائر کوئی دوسری علامات ہوں جیسے اذان، اقامت، نمازِ باجماعت، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدَین، ختنہ یہ سب شعائرِ دین ہیں۔ (تفسیر بغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۸، ۱/۹۱ ملخصاً)

نیک لوگوں سے نسبت کی برکت

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ چیز عظمت والی بن جاتی ہے، جیسے صفا مروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے قدم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی نشانی بن گئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مُعَظَّم چیزوں کی تعظیم و توقیر دین میں داخل ہے اسی لئے صفا مروہ کی سعی حج میں شامل ہوئی۔

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ: تو اس پر کوئی حرج نہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ پر دو بت رکھے تھے، صفا پر جو بت تھا اس کا نام اُساف اور جو بت مروہ پر تھا اس کا نام نائلہ تھا۔ کفار جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تو ان بتوں پر تعظیماً ہاتھ پھیرتے، زمانۂ اسلام میں یہ بت تو توڑ دیئے گئے لیکن چونکہ کفار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے اس لیے مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا گراں محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت بنتی ہے، اس آیت میں ان کا اطمینان فرما دیا گیا۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۸، ۲/۱۳۸)

کہ چونکہ تمہاری نیت خالص عبادت الٰہی کی ہے لہٰذا تمہیں مشابہت کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اور جس طرح خانہ کعبہ کے اندر زمانہ جاہلیت میں کفار نے بت رکھے تھے اب عہد اسلام میں بت اٹھا دیئے گئے اور کعبہ شریف کا طواف درست رہا اور وہ شعائرِ دین میں سے رہا اسی طرح کفار کی بت پرستی سے صفا و مروہ کے شعائرِ دین ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ حج میں سعی (یعنی صفا مروہ کے سات چکر) واجب ہے۔اس کے ترک کرنے سے دم دینا یعنی قربانی واجب ہوتی ہے۔اس کے بارے میں تفصیلی احکام کیلئے بہارِ شریعت حصہ 6 کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ(۱۵۹) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(۱۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کردیں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادیا ہے تو ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں اور (چھپی ہوئی باتوں کو) ظاہر کردیں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہوں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى: بیشک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں۔﴾ یہ آیت ان علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو توریت شریف کے احکام اور اس میں موجود نعت مصطفٰی کی آیتیں چھپاتے تھے۔ (صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/۱۳۳)

دینی مسائل کو چھپانا گناہ ہے خواہ اس طرح کہ ضرورت کے وقت بتائے نہ جائیں یا اس طرح کہ غلط بتائے جائیں بلکہ غلط بتانے پر تو بہت سخت وعیدیں ہیں۔یہ دونوں گناہ علماء یہود کرتے تھے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت بتاتے نہ تھے اور زنا کی سزا بدل دیتے تھے کہ بجائے رجم کے منہ کالا کراتے تھے۔(تفسیر قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/۱۴۰)

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 79 میں بھی یہودیوں کی اس طرح کی حرکتوں کا بیان گزر چکا ہے۔

دینی مسائل چھپانے کی وعید

احادیث میں دینی مسائل چھپانے کی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے لیکن وہ اسے چھپاتا ہے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔''

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۴/۲۹۵، الحدیث: ۲۶۵۸)

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو علم کے بغیر فتویٰ دے اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (ابن عساکر، محمد بن اسحاق بن ابراهیم... الخ، ۵۲/۲۰)

غلط مسائل بیان کرنے والوں، بغیر پڑھے عالم ومفتی ومحدث ومفسر کہلانے والوں اور قرآن وحدیث کی غلط تشریحات وتوضیحات کرنے والوں کی آج کل کمی نہیں اور یہ سب مذکورہ آیت واحادیث کی وعید میں داخل ہیں۔ اسی وعید میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہیں تو محض کوئی آرٹیکل یا کالم لکھنے والے لیکن دین کو بھی اپنے قلم سے تختۂ مشق بناتے ہیں۔

﴿یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ: اللّٰہ ان پر لعنت فرماتا ہے۔﴾ اسلام کی حقانیت، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور شریعت کے احکام چھپانے والوں پر اللّٰہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور دیگر حضرات یعنی ملائکہ ومومنین کی بھی لعنت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللّٰہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر اللّٰہ اور فرشتوں اور انسانوں کی، سب کی لعنت ہے۔

﴿وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ: اور جو حالتِ کفر میں مرے۔﴾ سب سے بدبخت آدمی کفر پر مرنے والا ہے اگرچہ اس کی ساری زندگی اعلیٰ درجے کی عبادت وریاضت اور تبلیغ وخدمتِ دین میں گزری ہو۔ کفر پر مرنے والوں پر اللّٰہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

برے خاتمے کا ڈر

اس آیت سے معلوم ہوا مرتے وقت ایمان کی دولت سے محروم رہ جانا سب سے بڑی بدبختی ہے اور اس وقت ایمان کا سلامت رہ جانا بہت بڑی سعادت ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اگرچہ کتنا ہی نیک و پارسا، عبادت گزار اور پرہیزگار کیوں نہ ہو اپنے برے خاتمے سے خوفزدہ رہے۔ ہمارے بزرگانِ دین کا بھی یہی طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ سب سے زیادہ برے خاتمے کے بارے میں خوفزدہ رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا وقت وصال آیا تو آپ نے رونا شروع کر دیا، ان سے کہا گیا: آپ امید رکھئے، اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر گناہوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: (تم کیا سمجھتے ہو کہ) کیا میں اپنے گناہوں کی وجہ سے آنسو بہا رہا ہوں؟ اگر میں جانتا کہ اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر قائم رہتے ہوئے مروں گا تو پھر مجھ پر پہاڑوں کے برابر بھی گناہ ڈال دیئے جاتے تو مجھے کوئی پروا نہ ہوتی۔ (یعنی ایمان پر موت ہو جائے تو مجھے کچھ ڈر نہیں۔) (احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان الدواء الذی بہ یستجلب... الخ، ۴/۲۱۱)

حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کے وقت جب آپ کے صاحبزادے نے طبیعت دریافت کی تو فرمایا، ''ابھی جواب کا وقت نہیں ہے، بس دعا کرو کہ اللہ تعالٰی میرا خاتمہ ایمان پر کر دے کیونکہ ابلیس لعین اپنے سر پر خاک ڈالتے ہوئے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ''تیرا دنیا سے ایمان سلامت لے جانا میرے لئے باعثِ ملال ہے۔ اور میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی نہیں، جب تک ایک بھی سانس باقی ہے میں خطرے میں ہوں، میں (تجھ سے) پر امن نہیں ہو سکتا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ذکر امام احمد حنبل، ص۱۹۹، الجزء الاول)

حضور غوث اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اولیاء کے سردار ہیں لیکن خوفِ خدا کا جو عالم تھا اس کا اندازہ آپ کی طرف منسوب ان اشعار سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عید کے دن فرمایا:

خلق گوید کہ فردای روز عید است | خوشی در روح ہر مومن پدید است

دراں روزے کہ باایماں بمیرم | مرا در ملک خود آں روز عید است

یعنی لوگ کہہ رہے ہیں کہ کل عید ہے! کل عید ہے! اور سب خوش ہیں لیکن میں تو جس دن اس دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے کر گیا میرے لئے تو وہی دن عید ہوگا۔

یہاں آیت میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس شخص کے کفر پر مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت نہ کی جائے نیز فاسق کا نام لے کر لعنت جائز نہیں جیسے کہا جائے ''فلاں شخص پر لعنت ہو'' البتہ وصف کے ساتھ لعنت کر سکتے ہیں جیسے احادیث میں جھوٹوں، سود خوروں، چوروں اور شرابیوں وغیرہ پر لعنت کی گئی ہے۔ نیز وصف کے اعتبار سے لعنت قرآن پاک میں بھی کی گئی ہے جیسے جھوٹوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران:۶۱) ترجمۂ کنزُالعِرفان: جھوٹوں پر اللّٰہ کی لعنت۔

﴿وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ: اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔﴾ مومن تو کافروں پر لعنت کریں گے ہی، بروزِ قیامت کافر بھی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

﴿لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ: ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔﴾ کفار کو کبھی عذاب سے چھٹکارا نہ ملے گا اور نہ انہیں نیک اعمال کی یا توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ کافر کا عمل اسے کچھ نفع نہیں دیتا البتہ علماء نے فرمایا ہے اور احادیث سے سمجھ آتا ہے کہ جس عمل کا تعلق نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی سے ہو اس سے کافر کو بھی فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابو طالب کے عذاب میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت سے کمی ہوئی اور یونہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب نے اپنی لونڈی ثُوَیبہ کو آزاد کیا تو جس انگلی کے اشارے سے اس نے آزاد کیا تھا اس سے اسے کچھ سیراب کیا جاتا ہے۔ یہی کلام علامہ عینی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ابولہب والی حدیث کے تحت عمدۃ القاری جلد نمبر 14 صفحہ 45 پر فرمایا ہے۔

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑی رحمت والا، مہربان ہے۔

﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔﴾ کفار نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اللّٰہ تعالیٰ کی شان وصفت معلوم کی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ١٦٣، ١٠٨/١)

نہ اس کے اجزاء ہیں، نہ کوئی اس کی مثل ہے، معبود و رب ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے، مخلوق کو تنہا اسی نے بنایا، وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔

اسمِ اعظم والی آیات

حضرت اسماء بنت یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے، ایک یہ آیت:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

دوسری سورۂ اٰل عمران کی ابتدائی آیت:

الٓمّٓ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

(ترمذی، كتاب الدعوات، ٦٤-باب، ٢٩١/٥، الحديث: ٣٤٨٩)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش (میں نشانیاں ہیں)۔﴾ کعبہ معظّمہ کے گرد مشرکین کے تین سو ساٹھ بت تھے جنہیں وہ معبود مانتے تھے انہیں یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ معبود صرف ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لیے انہوں نے حضور سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسی آیت طلب کی جس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مدارك، البقرة، تحت الآية: ١٦٤، ص٨٩، ملتقطاً)

اور انہیں یہ بتایا گیا کہ آسمان و زمین کی تخلیق، آسمان کی بلندی، اس میں چمکتے ہوئے ستارے، اس کا بغیر ستونوں کے قائم ہونا، سورج چاند، ستاروں کے ذریعے اس کی زینت سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یونہی زمین اور اس کی وسعت، اس میں موجود پہاڑ، معدنیات، جواہرات، اس میں رواں سمندر، دریا، چشمے، اس سے اگنے والے درخت، سبزہ، پھل، پھول، نباتات، شب و روز کا آنا جانا، دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا، سمندر میں بھاری بوجھ کے باوجود کشتیوں کا تیرنا، لوگوں کا اس میں سوار ہونا، سمندری عجائبات، ہواؤں کا چلنا، سمندر کے ذریعے مشرق و مغرب میں تجارت کرنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، بارش کی صورت میں برسنا، بارش سے خشک اور مردہ زمین کا سرسبز و شاداب ہو جانا، اس پانی اور اس کے ثمرات سے زندگی میں باغ و بہار آنا، زمین میں کروڑوں قسم کے حیوانات کا ہونا، ہواؤں کی گردش، ان کے خواص و عجائبات، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت اور اس کی قدرت و وحدانیت پر عظیم دلیلیں ہیں۔ یہ سارا تو ایک قسم کا اجمالی بیان ہے۔ مذکورہ بالا چیزوں میں ہر ایک پر جدا گانہ غور و فکر کریں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے حیرت انگیز کرشمے نظر آتے ہیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ کائنات میں انتہائی کثرت سے پائی جانے والی ہوا پر ہی غور کر لیں تو اس میں

نجانے کتنی گیسیں، کتنی تاثیرات اور ضروریاتِ انسانی کی کتنی بنیادی چیزیں ہیں۔ صرف یہی دیکھ لیں کہ اگر ہوا نہ ہو تو تمام انسان دس منٹ کے اندر اندر مر جائیں، زمین کے اوپر اور ہوا میں پائے جانے والے جانوروں کی حیات ختم ہو جائے۔ یہ تو قدرتِ الٰہی کی ایک قسم کی صرف ایک تاثیر ہے جبکہ قدرتِ الٰہی کی کھربوں سے زائد قسموں میں ایک ایک چیز میں کروڑوں عجائبات ہیں۔ کسی زمانے میں آنکھ کو صرف دیکھنے کا ایک آلہ سمجھا جاتا تھا اور علمی ترقی کے ساتھ ساتھ آنکھ کے ایسے ایسے ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی عجائبات سامنے آرہے ہیں کہ اب صرف آنکھ سے متعلقہ علوم کی اقسام نہ جانے کتنی ہیں اور لاکھوں لوگ اس علم کے ماہر ہونے کے باوجود اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم نے آنکھ سے متعلق ہر چیز کا علم حاصل کر لیا ہے۔

سائنسی علوم بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہیں

اس آیت مبارکہ اور اس کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سائنسی علوم بھی معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جتنا سائنسی علم زیادہ ہوگا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی پہچان زیادہ ہوگی، لہٰذا اگر کوئی دینِ اسلام کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نیت سے سائنسی علوم سیکھتا ہے تو یہ بھی عظیم عبادت ہوگی نیز اللہ تعالیٰ نے جو کائنات میں غور و فکر کا حکم دیا ہے یہ اس حکم کی تعمیل بھی قرار پائے گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اگر ظالم دیکھتے جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے کیونکہ تمام قوت اللہ

ہی کی ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا : اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں۔﴾ مشرکین اپنے باطل معبودوں سے اسی طرح محبت کرتے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے۔ بتوں کی عبادت کرتے، ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے، جو معاملات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہیں وہ اپنے بتوں کے ساتھ کرتے، ان کی خاطر کٹ مرنے کو تیار رہتے، یہ سب باطل و مردود تھا۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے محبت اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے لہٰذا اس محبت کو جدا شمار نہیں کیا جاسکتا جیسے ہمیں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت ہے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ : اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ محبتِ الٰہی میں جینا اور محبتِ الٰہی میں مرنا ان کی حقیقی زندگی ہوتا ہے۔ اپنی خوشی پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دینا، نرم و گداز بستروں کو چھوڑ کر بارگاہِ نیاز میں سربسجود ہونا، یادِ الٰہی میں رونا، رضائے الٰہی کے حصول کیلئے تڑپنا، سردیوں کی طویل راتوں میں قیام اور گرمیوں کے لمبے دنوں میں روزے، اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرنا، اسی کی خاطر دشمنی رکھنا، اسی کی خاطر کسی کو کچھ دینا اور اسی کی خاطر کسی سے روک لینا، نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر، ہر حال میں خدا پر توکل، اپنے ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، احکامِ الٰہی پر عمل کیلئے ہمہ وقت تیار رہنا، دل کو غیر کی محبت سے پاک رکھنا، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے نفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نیاز مند رہنا، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول و محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دل و جان سے محبوب رکھنا، اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اپنے دلوں کے قریب رکھنا، ان سے محبت رکھنا، محبتِ الٰہی میں اضافے کیلئے ان کی صحبت اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعظیم سمجھتے ہوئے ان کی تعظیم کرنا، یہ تمام امور اور ان کے علاوہ سینکڑوں کام ایسے ہیں جو محبتِ الٰہی کی دلیل بھی ہیں اور اس کے تقاضے بھی ہیں۔

﴿وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا : اور اگر ظالم دیکھتے۔﴾ آیت کے اس حصے میں کافروں سے متعلق کہا جارہا ہے کہ قیامت کے دن کے عذاب کا منظر اگر دیکھ لیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کتنا خوفناک منظر ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیرووں سے اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گی ان کی سب ڈوریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور عذاب دیکھیں گے اور ان کے سب رشتے ناتے کٹ جائیں گے۔

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا: جب پیشوا بیزار ہوں گے۔﴾ یہاں قیامت کے دن کی منظر کشی ہے جب مشرکین اور ان کے پیشوا جنہوں نے انہیں کفر کی ترغیب دی تھی ایک جگہ جمع ہوں گے اور عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے بیزاری و نفرت کا اظہار کریں گے۔ پیروکار تو کہیں گے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم نے اپنے ان سرداروں کی پیروی کی اور انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر، جبکہ پیشوا اپنے پیروکاروں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے۔ یہ مضمون قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر بیان کیا گیا ہے مثلاً سورۂ احزاب آیت 66 تا 68 اور سورۂ سبا آیت 31 تا 33 وغیرہ۔

﴿وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ: اور سب رشتے ناتے کٹ جائیں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن کافروں کے وہ تمام تعلقات جو دنیا میں ان کے مابین تھے خواہ وہ دوستیاں ہوں یا رشتہ داریاں یا باہمی موافقت کے عہد وہ سب ختم ہو جائیں گے اور ہر کوئی اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا، کوئی کسی کا مددگار نہ بن سکے گا۔ یاد رہے کہ قیامت کے دن کفار کے رشتے تو ٹوٹ جائیں گے لیکن اولیاء و متقین و صالحین کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ باقی رہے گا جیسے قرآن پاک میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ (الزخرف: ٦٧)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّاؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

ع ۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے پیرو کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی، یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں ہو کر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پیروکار کہیں گے اگر ہمیں ایک مرتبہ لوٹ کر جانا مل جائے تو ہم ان پیشواؤں سے ایسے ہی بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔ اللہ اسی طرح انہیں ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

﴿ لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً : اگر ہمیں ایک مرتبہ لوٹ کر جانا مل جاتا۔﴾ کافر انتہائی تمنا کریں گے کہ کاش انہیں ایک مرتبہ دنیا میں لوٹ کر جانا مل جائے تو اولاً اپنے پیشواؤں سے بیزاری کا اظہار کرلیں، مزید اپنے باطل معبودوں سے بیزار ہو جائیں اور تیسرا ایمان لا کر نیک اعمال کرلیں۔ کافروں کی موت کے وقت بھی ایسی ہی تمنائیں ہوتی ہیں جیسا کہ سورۂ مومنون آیت **99** اور **100** میں ہے کہ کافر کہے گا، اے اللہ مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں کچھ تو نیکی کرلوں۔ یونہی سورۂ زُمر آیت **58** میں ہے کہ کافر کہے گا، اے کاش کہ مجھے ایک مرتبہ واپسی مل جائے تاکہ میں نیکیاں کرلوں۔ اس طرح کا مضمون پارہ **24** سورۂ زمر اور سورۂ مومن میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔

[illegible]

یاد رہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی اصل حسرت تو کافر ہی کو ہوگی لیکن مسلمان بھی نیکیوں کی کمی اور گناہوں میں ملوث ہونے پر حسرت کا اظہار کریں گے، جیسے حدیث مبارک ہے ’’نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کو افسوس و ندامت ہوگی۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ندامت ہوگی؟ فرمایا: اگر نیک ہوگا تو زیادہ نیکیاں نہ کرنے پر نادم ہوگا اور اگر گنہگار ہوگا تو گناہوں سے باز نہ آنے پر نادم ہوگا۔

(ترمذی، کتاب الزھد، ٥٩-باب، ١٨١/٤، الحدیث: ٢٤١١)

حسرت کی اور بھی صورتیں ہوں گی جیسے دوسروں پر ظلم کرنے اور انہیں تکلیف دینے والوں کو ڈھیروں ڈھیر نیکیوں کے باوجود حسرت ہوگی کیونکہ ان کی نیکیاں دوسروں کو دیدی جائیں گی۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ص١٣٩٤، الحدیث: ٥٩(٢٥٨١))

جسے طلب علم کا موقع ملا لیکن علم حاصل نہ کیا اسے حسرت ہوگی۔

(ابن عساکر، حرف المیم، محمد بن احمد بن جعفر... الخ، ١٣٧/٥١)

کسی جگہ جمع ہونے والے لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کئے بغیر اٹھ گئے تو وہ مجلس ان کے لئے حسرت ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، کلام عبد الله بن عمرو رضی الله عنه، ۱۸۹/۸، الحدیث: ٤)

﴿ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ : اللہ اسی طرح انہیں ان کے اعمال دکھائے گا۔﴾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں کے برے اعمال ان کے سامنے کرے گا تو انہیں نہایت حسرت ہوگی کہ انہوں نے یہ کام کیوں کئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت کے مقامات دکھا کر ان سے کہا جائے گا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے تو یہ تمہارے لیے تھے، پھر جنت کی وہ عالیشان منزلیں مؤمنین کو دیدی جائیں گی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۶۷، ۱/۱۱۰)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگوں کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا : جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ۔﴾ مشرکین نے اپنی طرف سے بہت سے جانوروں کو حرام قرار دیا ہوا تھا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ زمین میں پیدا شدہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں اور لوگوں کے نفع کیلئے ہی انہیں پیدا کیا ہے لہٰذا صرف ان چیزوں سے بچو جنہیں اللہ تعالیٰ نے خود منع فرما دیا اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا وہ سب حلال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا کیسا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رَزّاقِیَّت سے بغاوت ہے مسلم شریف کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو مال میں اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہوں وہ ان کے لیے حلال ہے۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ "میں نے اپنے بندوں کو باطل سے بے تعلق پیدا کیا پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے

لوگوں کو دین سے بہکایا اور جو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا اس کو حرام ٹھہرایا۔(مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب صفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار، ص١٥٣٢، الحدیث: ٦٣(٢٨٦٥))

حلال و طیب رزق سے کیا مراد ہے؟

حلال وطیب سے مراد وہ چیز ہے جو بذاتِ خود بھی حلال ہے جیسے بکرے کا گوشت، سبزی، دال وغیرہ اور ہمیں حاصل بھی جائز ذریعے سے ہو یعنی چوری، رشوت، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے نہ ہو۔

رزقِ حلال کے فضائل اور حرام رزق کی مذمت

احادیث مبارکہ میں رزق حلال کی بہت فضیلت اور رزق حرام کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے۔ان میں 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، دعا فرمایئے کہ اللّٰہ تعالیٰ مجھے مُستجَابُ الدَّعْوات کردے یعنی میری ہر دعا قبول ہو۔حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے سعد! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اپنی خوراک پاک کرو، مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان ہے آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندے کا گوشت سود اور حرام خوری سے اُگا اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔
(معجم الاوسط، من اسمه محمد، ٥/٣٤، الحدیث: ٦٤٩٥)

(2)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے حلال مال کمایا پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اپنے علاوہ اللّٰہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق (جیسے اپنے اہل وعیال اور دیگر لوگوں) کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کے لئے برکت و پاکیزگی ہے۔(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرضاع، باب النفقة، ذکر کتبة اللّٰه جلّ وعلا الصدقة للمنفق... الخ، ٤/٢١٨، الحدیث: ٤٢٢٢، الجزء السادس)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دنیا میٹھی اور سرسبز ہے، جس نے اس میں حلال طریقے سے مال کمایا اور اسے وہاں خرچ کیا جہاں خرچ کرنے کا حق تھا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے (آخرت میں) ثواب عطا فرمائے گا اور اسے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے دنیا میں حرام

طریقے سے مال کمایا اور اسے ناحق جگہ خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت وحقارت کے گھر (یعنی جہنم) میں داخل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مال میں خیانت کرنے والے کئی لوگوں کے لئے قیامت کے دن جہنم ہوگی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (بنی اسرائیل: ۹۷) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔

(شعب الایمان، الثامن والثلاثون من شعب الایمان، ۳۹۶/۴، الحدیث: ۵۵۲۷)

ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ حلال روزی کمائے اور حلال روزی سے ہی کھائے اور پہنے اسی طرح دوسروں کو بھی جو مال دے وہ حلال مال میں سے ہی دے۔ ہمارے بزرگانِ دین رزق کے حلال ہونے میں کس قدر احتیاط کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے، چنانچہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا غلام آپ کی خدمت میں دودھ لایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے پی لیا۔ غلام نے عرض کی، میں پہلے جب بھی کوئی چیز پیش کرتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے لیکن اِس دودھ کے بارے میں کچھ دریافت نہیں فرمایا؟ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا، یہ دودھ کیسا ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بیمار پر منتر پھونکا تھا جس کے معاوضے میں آج اس نے یہ دودھ دیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ سن کر اپنے حلق میں اُنگلی ڈالی اور وہ دودھ اُگل دیا۔ اِس کے بعد نہایت عاجزی سے دربارِ الٰہی میں عرض کیا ''یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جس پر میں قادر تھا وہ میں نے کر دیا، اس دودھ کا تھوڑا بہت حصہ جو رگوں میں رہ گیا ہے وہ معاف فرما دے۔

(منہاج العابدین، العقبة الثالثة، تقوی الاعضاء الخمسة، الفصل الخامس، ص۹۷)

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ: وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا۔﴾ سُوْء اور فَحْشَاء کو مُترادف یعنی

ہم معنیٰ بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سُوْء سے مراد مطلقاً گناہ ہے اور فَحْشَاء سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔
(صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۶۹، ۱/۱٤٠)

شیطان کا کام

شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برائی کی طرف بلائے ،کفروشرک کی طرف، اللہ تعالٰی کے متعلق غلط عقائد منسوب کرنے کی طرف یا اس کے حلال کردہ کو حرام کہنے اور اس کے حرام کردہ کو حلال کہنے کی طرف، برے کاموں مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، بہتان، لڑائی فساد، حسد، بغض وکینہ، تکبر وانانیت، نفرت وعداوت، جنگ وجدل، تذلیل وتحقیر، استہزاء والزام تراشی وغیرہ چیزوں کی طرف بلائے۔ یونہی بے حیائی کے کام گانے، باجے، فلمیں، ڈرامے، ناچ، مُجرے، بدنگاہی، فحش گفتگو، گندی باتیں، ناجائز تعلقات، بری نیت سے دیکھنا، چھونا، بدکاری وغیرہ گناہوں کی طرف بلانا شیطان کا کام ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ آج کل ان برائیوں میں سے بہت سی چیزوں کی طرف بلانے میں گھر والوں اور دوست احباب، گھر، بازار، معاشرہ، افسر وغیرہ کا تعاون یا ترغیب ہوتی ہے۔ کوئی آدمی نیکیوں کی طرف آنے کا سوچتا بھی ہے تو مذکورہ بالا افراد اسے کھینچ کر گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ اے کاش ہمیں اچھی صحبت، اچھا مطالعہ، اچھا گھرانہ اور اچھے دوست مل جائیں۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ(۱۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں؟

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: **اور جب ان سے کہا جائے۔** ﴾ جب کافروں سے کہا جاتا کہ توحید وقرآن پر ایمان لاؤ اور پاک چیزوں کو حلال جانو جنہیں اللہ تعالٰی نے حلال کیا تو مشرکین اس کا ایک ہی جواب دیتے کہ ہم تو اسی راہ ورسم اور طور طریقے پر چلیں گے جس پر ہمارے باپ دادا چلتے آئے ہیں۔ انہیں فرمایا گیا کہ جب باپ دادا دین کے امور کو نہ سمجھتے ہوں اور

راہِ راست پر نہ ہوں تو ان کی پیروی کرنا حماقت و گمراہی ہے۔ باپ دادا چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر خودکشی کرتے ہوں تو کیا اولاد بھی چالیس سال کی عمر میں خودکشی کرے؟ وہ روزانہ کیچڑ میں چھلانگ مارتے ہوں تو کیا اولاد بھی یہی شروع کر دے؟ سیدھی بات ہے کہ صحیح بات میں پیروی کی جائے اور غلط میں ہرگز نہیں۔

شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کی پیروی کرنا کیسا؟

شریعت کے مقابلہ میں گمراہ باپ دادا کی پیروی کرنا حرام ہے۔ یونہی گناہ کے کاموں میں باپ دادا کی پیروی ناجائز ہے کہ بحکمِ حدیث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

(مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية... الخ، ص١٠٢٤، الحديث: ٣٩(١٨٤٠))

ہمارے ہاں شادی مرگ اور دیگر کئی مواقع پر شریعت پر چلنے کا کہا جائے تو لوگ آگے سے یہی باپ دادا، خاندان اور برادری کے رسم و رواج کا عذر پیش کرتے ہیں یہ بھی سراسر غلط و باطل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بروں کی پیروی بری ہے اور اچھوں کی پیروی اچھی جیسے ہم بزرگانِ دین، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء و صالحین کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بہت اچھی ہے کہ اس کا حکم خود قرآن نے دیا ہے چنانچہ فرمایا:

وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:۱۱۹) **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ہر نماز میں بزرگوں کی پیروی کی دعا مانگنے کا فرمایا چنانچہ فرمایا:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴰ (الفاتحہ:۷) **ترجمۂ کنزالعرفان:** ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے انعام کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھوں کی پیروی کرنے اور بروں کی پیروی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءًؕ-صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ(۱۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے، بہرے گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ (یہ کفار) بہرے، گونگے، اندھے ہیں تو یہ سمجھتے نہیں۔

﴿وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں کی مثال۔﴾ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کو مسلسل دینِ حق کی دعوت دیتے رہتے۔ کافر سنتے تو تھے لیکن اس سے کچھ نفع حاصل نہ کرتے یعنی ایمان نہ لاتے۔ ان کے اس سننے کی مثال بیان کی گئی کہ جس طرح جانوروں کا ایک ریوڑ ہو اور ان کا مالک انہیں آواز دے تو وہ محض ایک آواز تو سنتے ہیں لیکن مالک کے کلام کا مفہوم نہیں سمجھتے، یونہی کافروں کا حال ہے کہ حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں، یہ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن جواب میں جانوروں جیسا طرزِ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے آنکھ، کان، زبان کا کیا فائدہ جس سے کوئی نفع نہ اٹھایا جا سکے۔ اس اعتبار سے تو یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ اس آیت میں کچھ درس ہمارے لئے بھی ہے کہ دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، قرآن و حدیث، اصلاح و تفہیم کے باوجود جو طرزِ عمل ہمارا ہے وہ بھی کچھ سوچنے کا تقاضا کرتا ہے کہ اِس اعتبار سے ہمارے آنکھ، کان بھی کھلے ہوئے ہیں یا نہیں؟

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

﴿وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ: اور اللہ کا شکر ادا کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کئی مقامات پر رزقِ الٰہی کھانے کا بیان کیا'' جیسے سورۂ بقرہ آیت 168، سورۂ مائدہ 87، 88، سورۂ اعراف آیت 31، 32 اور سورۂ نحل آیت 114 وغیرہ'' الغرض اس طرح کے بیسیوں مقامات ہیں جہاں رزقِ الٰہی سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ صرف یہ شرط لگائی ہے کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ، حرام ذریعے سے حاصل کر کے نہ کھاؤ، کھا کر غافل نہ ہو جاؤ، یہ چیزیں تمہیں اطاعتِ الٰہی سے دور نہ کر دیں، کھا پی کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو۔ چنانچہ فرمایا: اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جس کے ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام بلند کیا گیا تو جو مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ: تم پر یہی حرام کئے۔﴾ کفار نے چونکہ اپنی طرف سے بہت سے جانوروں کو حرام قرار دے رکھا تھا جن کا بیان سورۂ مائدہ آیت 103 میں آئے گا۔ کفار کی اس حرکت پر فرمایا گیا کہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے جیسے بَحیرہ وغیرہ وہ حرام نہیں، حرام صرف وہ ہیں جو ہم نے فرما دیئے۔ یہی مضمون مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ مائدہ آیت 3 میں بھی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کی تفصیل

یہاں آیت میں چار چیزوں کا بیان ہے: (۱) مردار، (۲) خون، (۳) خنزیر کا گوشت، (۴) غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(1)……مردار: جو حلال جانور بغیر ذبح کئے مر جائے یا اس کو شرعی طریقے کے خلاف مارا گیا ہو مثلاً مسلمان اور کتابی کے علاوہ کسی نے ذبح کیا ہو یا جان بوجھ کر تکبیر پڑھے بغیر ذبح کیا گیا ہو یا گلا گھونٹ کر یا لاٹھی پتھر، ڈھیلے، غلیل کی گولی سے مار کر ہلاک کیا گیا ہو یا وہ بلندی سے گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے اسے سینگ مار کر مار دیا ہو یا کسی درندے نے ہلاک کیا ہو اسے مردار کہتے ہیں اور اس کا کھانا حرام ہے البتہ مردار کا دباغت کیا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال سینگ ہڈی، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ص۴٤)

زندہ جانور کا وہ عضو جو کاٹ لیا گیا ہو وہ بھی مردار ہی ہے۔

(2)......**خون:** خون ہر جانور کا حرام ہے جبکہ بہنے والا خون ہو۔ سورہ انعام آیت **145** میں فرمایا: ’’ **اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا** ‘‘ ’’یا بہنے والا خون‘‘ ذبح کے بعد جو خون گوشت اور رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔

(3)......**خنزیر:** خنزیر (یعنی سور) نَجس العین ہے اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں چونکہ آیت میں اُوپر سے کھانے کا بیان ہو رہا ہے اس لیے یہاں صرف گوشت کا ذکر ہوا۔

(4)...... **غیرُ اللّٰه کے نام کا ذبیحہ:** اس کا معنی یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللّٰه تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے اور جس جانور کو غیرُ اللّٰه کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ حرام و مردار ہے البتہ اگر ذبح فقط اللّٰه تعالیٰ کے نام پر کیا اور اس سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ اپنے ماں باپ کی طرف سے ذبح کر رہا ہوں یا جن اولیاء کے لیے ایصال ثواب مقصود ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں اور اس فعل کو حرام کہنا اور ایسے جانور کو مردار کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد غیر کی طرف منسوب کرنا ایسا فعل نہیں جو کہ حرام ہو جیسے ہم اپنی عام گفتگو میں بہت سی عبادات کو غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار کی نماز، پیر کا روزہ، اونٹوں کی زکوٰۃ اور کعبہ کا حج وغیرہ، جب یہ نسبتیں حرام نہیں اور ان نسبتوں کی وجہ سے نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ میں کفر و شرک اور حرمت تو درکنار نام کو بھی کراہت نہیں آتی تو کسی ولی یا بزرگ یا کسی اور کی طرف منسوب کر کے فلاں کی بکری کہنا کیسے حرام ہو گیا اور اس سے یہ خدا کے حلال کئے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار اور سور ہو گئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ انہیں مردار کہتے ہیں وہ شریعت مطہرہ پر سخت جرأت کرتے ہیں۔ **یاد رکھیں** کہ کوئی مسلمان اللّٰه تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر جانور ذبح نہیں کرتا اور کسی مسلمان کے بارے میں شرعی ثبوت کے بغیر یہ کہنا کہ اس نے غیرُ اللّٰه کا نام لے کر جانور ذبح کیا تو یہ بدگمانی ہے اور کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے اور حتی الامکان اس کے قول اور فعل کو صحیح وجہ پر محمول کرنا واجب ہے اور ذبح کے معاملے میں دل کے ارادے پر اس وقت تک کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک قائل اپنے ارادے کی تصریح نہ کر دے اور اگر بالفرض بعض ناسمجھ احمقوں پر شرعی ثبوت کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے کہ انہوں نے غیرُ اللّٰه کا نام لے کر ذبح کیا اور اس ذبح سے **معاذ اللّٰه** ان کا مقصود غیر خدا کی عبادت ہے تو کفر کا حکم صرف انہیں پر ہوگا، اُن کی وجہ سے عام حکم لگا دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لینا باطل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے ربّ تعالیٰ کا نام لے کر

ذبح کرر ہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و ناروا ہے اور خود سے بنائے ہوئے ذہنی تصوُّرات پر کسی مسلمان کو مَعَاذَ اللہ کفر کا مُرتکب سمجھنا اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام کہہ دینا ہے اور تکبیر کے وقت جو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اسے باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز صحیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ (انعام:۱۱۹)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ہمیں شریعت مطہرہ نے ظاہر پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی تو جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نامِ پاک لے کر ذبح کیا تو جانور کا حلال ہونا واجب ہے کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ۲/۲۰۱)

اس مسئلے کے بارے میں مزید تفصیل اور دلائل جاننے کیلئے فتاویٰ رضویہ کی 20 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ '' سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ ذَبَائِحِ لِلْاَوْلِیَاءِ'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ :تو جو مجبور ہو جائے۔﴾ مُضْطَر یعنی مجبور جسے حرام چیزیں کھانا حلال ہے وہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہو اور اس کو نہ کھانے سے جان چلی جانے کا خوف ہو اور کوئی حلال چیز موجود نہ ہو خواہ بھوک یا غربت کی وجہ سے یہ حالت ہو یا کوئی شخص حرام کے کھانے پر مجبور کرتا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا اندیشہ ہو ایسی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کا قدرِ ضرورت یعنی اتنا کھا لینا جائز ہے کہ ہلاکت کا خوف نہ رہے بلکہ اتنا کھانا فرض ہے۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ۱/۱۱۳)

﴿ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: بخشنے والا، مہربان۔﴾ حالتِ مجبوری میں حرام کھانے کی اجازت دینا اور اسے معاف رکھنا اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کی دلیل ہے اس لئے آیت کے آخر میں مغفرت و رحمت والی صفات کا تذکرہ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًاۙ اُولٰٓىٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو چھپاتے ہیں اللّٰہ کی اتاری کتاب اوراس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللّٰہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے، اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اوراس کے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللّٰہ قیامت کے دن ان سے نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں۔﴾ کافروں کے ایک گروہ مشرکین کے اعمال کا ذکر کرنے کے بعد اب دوسرے گروہ یعنی یہودیوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ پہلا گروہ اللّٰہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کرنے والا تھا اور دوسرا گروہ مصطفٰی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں کوتاہی کرنے والا ہے۔ **شانِ نزول:** یہودیوں کے سرداراور علماء یہ امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان میں سے مبعوث ہوں گے،لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دوسری قوم میں سے مبعوث فرمائے گئے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ توریت وانجیل میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف دیکھ کر آپ کی فرمانبرداری کی طرف جھک پڑیں گے اور اِن یہودی سرداروں اور علماء کے نذرانے، ہدیئے، تحفے تحائف سب بند ہوجائیں گے،حکومت جاتی رہے گی تو اس خیال سے انہیں حسد پیدا ہوا اور توریت وانجیل میں جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت اور آپ کے وقتِ نبوت کا بیان تھا انہوں نے اس کو چھپادیا۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۷۳، ۱۱۳/۱)

یہودیوں کے اس طرح کے طرزِ عمل پرفرمادیا گیا کہ ذاتی مفادات، مالِ دنیا اور عیش و آرام کی خاطر اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب اوراس کے احکام، عظمت وشانِ مُصطَفوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چھپانے والے مال دولت سے اپنے خزانے نہیں بھر رہے بلکہ حقیقت میں اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں کہ یہ حرکات انہیں جہنم میں لے جانے کا سبب ہوں گی، قیامت کے دن یہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے شرف سے محروم ہوں گے، رحمتِ الٰہی ان سے دور ہوگی، کفر ومعصیت کی گندگی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور انہیں کسی بھی طرح گناہوں سے پاک نہیں کیا جائے گا بلکہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ یاد رہے کہ چھپانا یہ بھی ہے کہ کتاب کے مضمون پر کسی کو مطلع نہ ہونے دیا جائے، نہ وہ کسی کو پڑھ کر سنایا جائے اور نہ

دکھایا جائے اور یہ بھی چھپانا ہے کہ غلط تاویلیں کر کے معنی بدلنے کی کوشش کی جائے اور کتاب کے اصل معنی پر پردہ ڈالا جائے۔ یہودی ہر طرح کی تاویلیں کرتے تھے اور ابھی تک بہت سے لوگوں میں اس طرح کا طرزِ عمل جاری ہے قرآن پڑھ کر توحیدِ الٰہی کی غلط تشریح کرنا، عظمتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آیات کو چھپانا، ان کے معانی بدلنا، پردے اور سود وغیرہ کے متعلق آیات کے معانی میں تحریف کرنا سب اسی فعلِ حرام میں داخل ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے عذاب، تو کس درجہ انہیں آگ کی سہار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خرید لیا تو یہ کتنا آگ کو برداشت کرنے والے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى: جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔﴾ یعنی جو ہدایت و مغفرت یہ لوگ اختیار کر سکتے تھے اس کے چھوڑنے کو یہاں فرمایا گیا کہ انہوں نے ہدایت و مغفرت کی جگہ ضلالت و عذاب خرید لیا۔ یہ نہیں کہ ان کے پاس ہدایت و مغفرت تھی اور پھر انہوں نے اسے بیچ دیا۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ’’دنیا میں سب سے بہترین چیز ہدایت اور علم ہے اور سب سے بری چیز گمراہی اور جہالت ہے تو جب یہودی علماء نے دنیا میں ہدایت اور علم کو چھوڑ دیا اور گمراہی و جہالت پر راضی ہو گئے تو اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ وہ دنیا میں (اپنی جانوں کے ساتھ) انتہائی خیانت کر رہے ہیں۔ نیز آخرت میں سب سے بہترین چیز مغفرت ہے اور سب سے زیادہ نقصان دہ چیز عذاب ہے تو جب انہوں نے مغفرت کو چھوڑ دیا اور عذاب پر راضی ہو گئے تو بلا شبہ وہ آخرت میں انتہائی نقصان اٹھانے والے ہیں اور جب ان کا حال یہ ہے تو لامحالہ دنیا و آخرت میں سب سے بڑے خسارے میں یہ لوگ ہیں۔ اس آیت میں یہودی علماء کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہوں نے مغفرت کے بدلے عذاب خرید لیا، کیونکہ وہ حق بات کو جانتے تھے اور انہیں یہ

بھی علم تھا کہ سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف ظاہر کرنے میں اوران کے بارے میں شبہات زائل کرنے میں عظیم ثواب ہے اورتاجدار رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان چھپانے میں اوران سے متعلق لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنے کی صورت میں بڑا عذاب ہے،اس کے باوجود جب انہوں نے حق کو چھپایا تو لامحالہ انہوں نے مغفرت کے بدلے عذاب خرید لیا۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۱۷۵، ۲/۲۰۶)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۠(۱۷۶)

ع ۵ ۲۱

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ (سزا) اس لئے ہے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور بے شک کتاب میں اختلاف کرنے والے دور کی مخالفت وضد میں ہیں۔

﴿ فِی الْكِتٰبِ: کتاب میں۔﴾ کتاب سے مراد قرآن شریف ہے یا توریت شریف،پہلی صورت میں اختلاف سے مراد ہوگا نہ ماننا اور دوسری صورت میں اس سے مراد ہوگا صحیح طور پر نہ ماننا کیونکہ یہودی قرآن کو تو بالکل نہ مانتے تھے اور توریت کو ماننے کے دعویدار تھے،مگر صحیح طور پر نہ مانتے تھے،ورنہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آتے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی، اس صورت میں کتاب سے قرآن ہی مراد ہوگا اوران کا اختلاف یہ تھا کہ ان میں سے بعض قرآن کو شعر کہتے تھے،بعض جادو اور بعض کہانت کہا کرتے تھے۔ (تفسير قرطبی، البقرة، تحت الآية: ۱۷۶، ۱/۱۸۱، الجزء الثانی)

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ

فِی الرِّقَابِۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْاۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللّٰہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللّٰہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اصل نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیک وہ ہے جو اللّٰہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللّٰہ کی محبت میں عزیز مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور (غلام لونڈیوں کی) گردنیں آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور وہ لوگ جو عہد کرکے اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

﴾ **لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ:** اصل نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔﴿ مفسرین نے اس آیت کا خاص شانِ نزول بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ خطاب اہلِ کتاب اور مؤمنین سب کو ہے اور معنی یہ ہیں کہ صرف قبلہ کی طرف منہ کرلینا اصل نیکی نہیں جب تک عقائد درست نہ ہوں اور دل اخلاص کے ساتھ ربِّ قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ضروری اعمال کو بجالاتے ہوئے اور دوسروں کے عمل کو حقیر اور معمولی نہ سمجھتے ہوئے کسی خاص عمل کو زیادہ رغبت و محبت اور کثرت کے ساتھ کرنا تو درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ضروری عمل مثلاً فرائض و واجبات ترک کرنے کی صورت میں یا اپنے عمل اور طریقے کے علاوہ دوسروں کے عمل اور طریقے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کسی ایک عمل کو ہی اچھا سمجھنا سراسر باطل اور غلط ہے۔ مثلاً ایک آدمی روزوں کی کثرت کرتا ہے تو وہ روزے نہ رکھنے والے کو حقیر نہ سمجھے، یونہی ذکر و درود کی کثرت کرنے والا تبلیغِ دین میں مشغول آدمی

کو کم تر نہ سمجھے، یونہی وعظ و نصیحت کرنے والا تحریر و تصنیف اور تدریس سے دین کی خدمت کرنے والے کو کم تر نہ سمجھے۔ یہودیوں کا رد اسی وجہ سے کیا گیا کہ ایمان صحیح اور اعمالِ صالحہ کی طرف تو آتے نہ تھے، رشوت، حرام خوری، سود، فیصلہ کرنے میں ناانصافی، بغض و کینہ اور دیگر گناہوں میں تو دلیر تھے اور قبلہ کے مسئلہ میں حق بات معلوم ہونے کے باوجود بلاوجہ جھگڑتے تھے اور ایک خاص قبلے والا ہونے کو کافی سمجھتے تھے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال سے ایمان مقدم ہے، پہلے ایمان لاؤ، پھر نیک عمل کرو کیونکہ جڑ شاخوں سے پہلے ہوتی ہے۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال شاخیں، ایمان میں سب سے اول اللہ تعالٰی پر ایمان ہے۔

﴿**مَنْ اٰمَنَ: جو ایمان لائے۔**﴾ آیت کے اس حصے سے لے کر آخر تک نیکی کے چھ اہم طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں: (۱) ایمان لانا۔ (۲) اللہ تعالٰی کی محبت میں مستحق افراد کو اپنا پسندیدہ مال دینا۔ (۳) نماز قائم کرنا۔ (۴) زکوٰۃ دینا۔ (۵) عہد پورا کرنا۔ (۶) مصیبت، سختی اور جہاد میں صبر کرنا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ایمان کی تفصیل

ایمان کی تفصیل یہ ہے کہ **ایک تو اللہ تعالٰی** پر ایمان لائے کہ وہ حی و قیوم، علیم و حکیم، سمیع و بصیر، غنی و قدیر، ازلی و ابدی، واحد، لاشریک لہ ہے۔

دوسرا قیامت پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے، اس میں بندوں کا حساب ہوگا، اعمال کی جزا دی جائے گی، مقبولانِ بارگاہِ الٰہی شفاعت کریں گے، حضور سیدِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سعادت مندوں کو حوضِ کوثر پر سیراب فرمائیں گے، پلِ صراط پر گزر ہوگا اور اس روز کے تمام احوال جو قرآن میں آئے یا سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمائے سب حق ہیں۔

تیسرا فرشتوں پر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالٰی کی مخلوق اور فرمانبردار بندے ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، ان کی تعداد اللہ تعالٰی جانتا ہے۔ چار ان میں سے بہت مقرب ہیں: (1) حضرت جبرئیل۔ (2) حضرت میکائیل۔ (3) حضرت اسرافیل۔ (4) حضرت عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام۔

چوتھا کتب الٰہیہ پر ایمان لانا کہ جو کتاب **اللہ** تعالٰی نے نازل فرمائی حق ہے ان میں چار بڑی کتابیں ہیں: (1) توریت جو حضرت موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔ (2) انجیل جو حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔ (3) زبور جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔ (4) قرآن، جو کہ حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی اور اس کے علاوہ حضرت شِیث، حضرت ادریس، حضرت آدم اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بہت سے صحیفے نازل ہوئے۔

پانچواں تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور معصوم یعنی گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۷، ص۴۷-۴۸)

یادر ہے کہ ایمان مفصل جو بچوں کو سکھایا جاتا ہے، اس کی اصل یہ آیت بھی ہے اور اس کے علاوہ دوسری آیات بھی ہیں۔

﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ : اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ ﴾ اس سے پہلے ایمان کا بیان ہوا اور اب اعمال کا ذکر کیا جارہا ہے اور آیت کے اس حصے میں نیکی کا دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق افراد کو اپنا پسندیدہ مال دیا جائے۔

مال کے مستحق افراد کو مال دینے کے فضائل کا بیان

اس آیت میں مال دینے کے 6 مَصرف ذکر فرمائے گئے ہیں:۔

(1)......رشتہ داروں پر خرچ کرنا۔ حضرت سلمان بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''رشتہ دار کو صدقہ دینے میں دو ثواب ہیں ایک صدقہ کرنے کا اور ایک صلہ رحمی کرنے کا۔

(ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ۱۴۲/۲، الحدیث: ۶۵۸)

حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے افضل صدقہ کنارہ کشی اختیار کرنے والے مخالف رشتہ دار پر صدقہ کرنا ہے۔

(معجم الکبیر، حکیم بن بشیر عن ابی ایوب، ۱۳۸/۴، الحدیث: ۳۹۲۳)

(2)......یتیموں پر خرچ کرنا۔ جس نابالغ شخص کے باپ کا انتقال ہو چکا ہو اسے یتیم کہتے ہیں۔ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کہ ''جو شخص یتیم کی کفالت کرے، میں اور وہ کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔

(بخاری، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیماً، ۱۰۱/۴، الحدیث: ۶۰۰۵)

(3)......مسکینوں پر خرچ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں گھومتا رہتا ہے اور ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر چلا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یا رسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر مسکین کون ہے؟ ارشاد فرمایا جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضروریات سے اسے مستغنی کر دے اور نہ اس کے آثار سے مسکینی اور فقر کا پتا چلے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی... الخ، ص۵۱۷، الحدیث: ۱۰۱(۱۰۳۹))

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا '' ایک لقمہ روٹی اور ایک مُٹھی خُرما اور اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے، اُن کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے، ایک صاحب خانہ جس نے حکم دیا، دوسری زوجہ کہ اسے تیار کرتی ہے، تیسرے خادم جو مسکین کو دے کر آتا ہے، پھر حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حمد ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا۔ (یعنی رحمت سے محروم نہ چھوڑا۔) (معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۸۹/۴، الحدیث: ۵۳۰۹)

(4)...... مسافروں پر خرچ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا '' مومن کو اس کے عمل اور نیکیوں سے مرنے کے بعد بھی یہ چیزیں پہنچتی رہتی ہیں۔ علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اشاعت کی۔ نیک اولاد جسے چھوڑ کر مرا ہے یا مُصحف جسے میراث میں چھوڑا یا مسجد بنائی یا مسافر کے لیے مکان بنا دیا نہر جاری کر دی یا اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال میں سے صدقہ نکال دیا جو اس کے مرنے کے بعد اس کو ملے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب ثواب معلّم الناس الخیر، ۱۵۷/۱، الحدیث: ۲۴۲)

(5)......سائلوں کو دینا۔ یاد رہے کہ صرف اس سائل کو اپنا مال دے سکتے ہیں جسے سوال کرنا شرعی طور پر جائز ہو جیسے مسکین، جہاد اور علم دین حاصل کرنے میں مشغول افراد وغیرہ، اور جسے سوال کرنا جائز نہیں اس کے سوال پر اسے دینا بھی ناجائز ہے اور دینے والا گناہگار ہوگا، البتہ بعض لوگوں کو سوال کرنا جائز نہیں ہوتا لیکن ضرورت مند ہوتے ہیں انہیں بغیر مانگے دینا جائز ہے جیسے فقیر۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں '' آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت

جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ وعار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے مایۂ عزت جانتے ہیں اور بہت ساروں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں، سود کا لین دین کرتے، زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔ (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، سوال کسے حلال ہے اور کسے نہیں، ۱/۹۴۰-۹۴۱)

(6)......گردنیں چھڑانے میں خرچ کرنا۔ گردنیں چھڑانے سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنا مراد ہے۔حضرت ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمان مرد کسی مسلمان مرد کو آزاد کرے گا، اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے نجات دے گا۔حضرت سعید بن مرجانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: جب میں نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ حدیث سنی اور میں نے جا کر اس کا ذکر حضرت علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے کیا تو انہوں نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا جس کی حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے۔

(مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق، ص۸۱۲، الحدیث: ۲۴(۱۵۰۹))

یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اگر صدقاتِ واجبہ ہوں تو اس کے دیگر احکام کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر پیارا مال دینا چاہیے نیز زندگی وتندرستی میں دے جب خود اسے بھی مال کی ضرورت ہو کیونکہ اس وقت مال زیادہ پیارا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا(۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا(۹) (دھر: ۸، ۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ (سورۂ ال عمران ۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک آدمی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کونسا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’جب کہ تم تندرستی کی حالت میں صدقہ دو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تنگدستی کا خوف بھی ہو اور مالداری کا اشتیاق بھی۔ یہ نہ ہو کہ جان گلے میں آ پھنسے اور کہے کہ اتنا فلاں کے لئے اور اتنا فلاں کے لئے حالانکہ اب تو وہ فلاں کا ہو چکا۔
(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ایّ الصدقۃ افضل... الخ، ۱/۴۷۹، الحدیث: ۱۴۱۹)

﴿ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ: اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نیکی کا تیسرا اور چوتھا طریقہ بیان کیا گیا کہ فرض نمازیں ان کے ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرے اور اس کے مال میں جو زکوٰۃ واجب ہوا سے ادا کرے۔

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ: اور اپنے عہد پورا کرنے والے۔﴾ یہاں نیکی کے پانچویں طریقے کا بیان ہے اور اس آیت میں عہد سے سارے جائز وعدے مراد ہیں خواہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوں یا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یا اپنے شیخ سے یا نکاح کے وقت بیوی سے یا کسی اور سے جیسے حکمرانوں کے وعدے عوام سے، بشرطیکہ جائز وعدے ہوں، ناجائز وعدوں کو پورا کرنے کی اجازت نہیں۔

﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ: اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نیکی کے چھٹے طریقے کا بیان ہے کہ فقر وفاقہ اور بیماری وغیرہ کی مصیبت وسختی میں اور راہ خدا میں ہونے والی جنگ میں قتال کے وقت صبر کیا جائے۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۷، ۱/۱۱۵)

یاد رہے کہ اس آیت میں صبر کے چند مقامات بیان ہوئے، ان کے علاوہ بھی صبر کے بہت سے مقامات ہیں، نیز صبر کے فضائل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 153 کے تحت گزر چکے ہیں۔

﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ: یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔﴾ یعنی صحیح عقائد رکھنے والے اور نماز، زکوٰۃ، صدقات کے عامل، صبر کے عادی، وعدے کے پابند اور نیک اعمال کرنے والے ہی اپنے

دعویٰ ایمان میں کامل طور پر سچے ہیں جو کفر اور دیگر تمام گناہوں سے بچنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایمان کا دعویٰ پرکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے تو اچھے طریقے سے مطالبہ ہو اور وارث کو اچھے طریقے سے ادائیگی ہو۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى: تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا۔﴾ یہ آیت اَوس اور خزرج کے بارے میں نازل ہوئی، ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت، تعداد، مال و شرف میں زیادہ تھا۔ اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا، زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی زیادتیوں کے عادی تھے۔ عہد اسلام میں یہ معاملہ حضور سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور عدل و مساوات کا حکم دیا گیا۔اس پر وہ لوگ راضی ہوئے۔

(جمل، البقرة، تحت الآية: ۱۷۸، ۱/ ۲۱۳)

قرآن کریم میں قصاص کا مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے،اس آیت میں قصاص اور معافی دونوں مسئلے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص اور معافی میں اختیار دیا ہے۔اس آیتِ مبارکہ اور اس کے شانِ نزول سے اسلام کی نظر میں خونِ انسان کی حرمت کا بھی علم ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قتلِ عمد کی صورت میں قاتل پر قصاص واجب ہے خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مرد کو قتل کیا ہو یا عورت کو کیونکہ آیت میں "قَتْلٰی" کا لفظ جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔البتہ کچھ افراد اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔نیز اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا کہ جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نہیں کیا جائے گا، ان میں رائج تھا کہ آزادوں میں لڑائی ہوتی تو وہ ایک کے بدلے دو کو قتل کرتے ، غلاموں میں ہوتی تو بجائے غلام کے آزاد کو مارتے ، عورتوں میں ہوتی تو عورت کے بدلے مرد کو قتل کرتے اور محض قاتل کے قتل پر اکتفانہ کرتے بلکہ بعض اوقات بہت بڑی تعداد میں قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری رکھتے۔ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔

﴿ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ :تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جس قاتل کو مقتول کے اولیاء کچھ معاف کریں جیسے مال کے بدلے معاف کرنے کا کہیں تو یہاں قاتل اور اولیاءِ مقتول دونوں کو اچھا طریقہ اختیار کرنے کا فرمایا گیا ہے۔مقتول کے اولیاء سے فرمایا کہ اچھے انداز میں مطالبہ کریں، شدت و سختی نہ کریں اور قاتل سے فرمایا کہ وہ خون بہا کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرے۔آیت میں قاتل اور مقتول کے وارث کو بھائی کہا گیا اس سے معلوم ہوا کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے ایمانی بھائی چارہ ختم نہیں ہوجاتا۔اس میں خارجیوں کے مذہب کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہوتا ہے کافر نہیں۔

قصاص سے متعلق چند مسائل

(1)......مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بغیر عوض معاف کر دے یا مال پر صلح کرے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص چاہے تو قصاص ہی فرض رہے گا۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ۱۷۸، ۱/ ۲۱۳)

(2)......اگر مال پر صلح کریں تو قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور مال واجب ہوتا ہے۔

(تفسیرات احمدیه، البقرة، تحت الآية: ۱۷۸، ص ۵۲)

مزید تفصیلات کیلئے بہارِ شریعت حصہ **17** کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ : تو جو اس کے بعد زیادتی کرے۔﴾ یعنی دستورِ جاہلیت کے مطابق غیر قاتل کو قتل کرے یا دِیَت قبول کرنے اور معاف کرنے کے بعد قتل کرے تو اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔

(تفسير مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱۷۸، ص ۹۵)

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم بچو۔

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ : خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔﴾ قصاص میں قوموں اور لوگوں کی حیات بیان کی گئی ہے۔ جس قوم میں ظالم کی پردہ پوشی اور حمایت کی جائے وہ تباہ و برباد ہوجاتی ہے اور جہاں ظالم اور مجرم کو سزا دی جائے وہاں جرائم خود بخود کم ہوجاتے ہیں۔ ایک محلے سے لے کر عالمی سطح تک کے مجرموں میں یہی ایک فلسفہ کارفرما ہے۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوجائے گا کہ جن ممالک میں جرائم پر سخت سزائیں نافذ ہیں وہاں کے جرائم کی تعداد اور جہاں مجرموں کو سزائیں نہیں دی جاتیں وہاں جرائم کی تعداد کتنی ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ۭ

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے (تو) اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے اچھے طریقے سے وصیت کر جائے۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ :تم پر فرض کیا گیا ہے۔﴾ جب تک اسلام میں میراث کے احکام نہیں آئے تھے اس وقت تک مرنے والے پر اپنے مال کے بارے میں وصیت کرنا واجب تھا کیونکہ اس وقت صرف وصیت کے مطابق مال تقسیم ہوتا تھا جب میراث کے احکام آ گئے تو وصیت کا حکمِ وجوب منسوخ ہو گیا۔ (تفسیرات احمدیه، البقرة، تحت الآية: ۱۸۰، ص ۵٤)

یاد رہے کہ وصیت واجب ہونے کا حکم اگرچہ منسوخ ہو چکا لیکن وصیت کا جواز اب بھی باقی ہے چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس کچھ مال ہو اور وہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: وصية الرجل... الخ، ۲/۲۳۰، الحدیث: ۲۷۳۸)

البتہ ایک تہائی تک وصیت ہو سکتی ہے چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’وصیت مال کے تہائی حصے میں ہے اور تہائی بہت ہے۔ (بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصية بالثلث، ۲/۲۳۲، الحدیث: ۲۷٤۳)

اور یہ بھی یاد رہے کہ وارث کیلئے وصیت درست نہیں۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے، خبردار! وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں۔ (ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب لا وصية لوارث، ۳/۳۱۰، الحدیث: ۲۷۱۳)

البتہ اگر وُرثاء راضی ہوں تو تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت ہو سکتی ہے اور وارث کیلئے بھی وصیت ہو سکتی ہے۔ وصیت کرتے ہوئے بھی ورثاء کا خیال رکھنا چاہیے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تمہارا اپنے عیال کو غنی چھوڑ نا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ (بخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترك ورثته اغنیاء خیر... الخ، ۲/۲۳۲، الحدیث: ۲۷٤۲)

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر مال کثیر ہو تو وصیت کرنا افضل ہے اور اگر مال قلیل ہو تو وصیت نہ کرنا افضل ہے۔ یونہی وصیت کرنے کی صورت میں تہائی سے کم ہی کرنا افضل ہے۔ (عالمگیری، کتاب الوصایا، الباب الاول، ٦/٩٠)

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴿۱۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جو وصیت کو سننے کے بعد اسے تبدیل کردے تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ: پھر جو وصیت کو سننے کے بعد اسے تبدیل کردے۔﴾ وصیت کرنے کے بعد زندگی کے اندر اندر وصیت کرنے والے کو تو وصیت تبدیل کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن فوت ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص کو وصیت میں تبدیلی کی اجازت نہیں خواہ وصی تبدیل کرے یا گواہ یا کوئی اور۔ یونہی وصیت کے کاغذات میں تبدیلی کی جائے یا مال کی تقسیم میں۔ افسوس کہ مال کی محبت میں لوگ وصیتوں میں بہت ہیر پھیر کرتے ہیں، وصیت چھپا دیتے ہیں، جعلی وصیت نامے بنا لیتے ہیں، وصیت میں تبدیلی کر دیتے ہیں، وصیت پر عمل نہیں کرتے۔ ایک اہم مسئلہ یہ بھی یاد رہے کہ وصیت کے بارے میں ضروری ہے کہ شریعت نے جو قوانین بنائے ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ ان سے ہٹ کر عمل کی اجازت نہیں مثلاً ورثاء راضی نہ ہوں پھر بھی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کردی جائے اور اس پر عمل کر لیا جائے۔ یہ سب ناجائز و حرام ہے۔

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۱۸۲﴾ع

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرادی اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری یا گناہ کا اندیشہ ہو تو وہ ان کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَمَنْ خَافَ: تو جسے اندیشہ ہو۔﴾ اگر کسی عالم یا حاکم یا وصی یا رشتے دار وغیرہ کو معلوم ہو کہ مرنے والا وصیت میں کسی پر زیادتی کر رہا ہے یا شرعی احکام کی پابندی نہیں کر رہا تو مرنے والے کو سمجھا بجھا کر وصیت درست کرادے تو یہ شخص گنہگار

ع ۲۲

نہیں بلکہ اپنے نیک عمل کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوگا۔ یونہی اگر فوت ہونے والا تو غلط وصیت کر گیا لیکن بعد میں کوئی حاکم یا عالم یا رشتے دار وغیرہ یہ لوگ مُوصٰی لہ یعنی جس کے حق میں وصیت کی گئی اس میں اور وارثوں میں شرع کے موافق صلح کرا دے تو گنہگار نہیں بلکہ مستحقِ ثواب ہوسکتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ(۱۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

﴿ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ: تم پر روزے فرض کیے گئے۔﴾ اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے۔ ’’شریعت میں روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچا جائے۔‘‘ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۳، ۱/۱۱۹)

روزہ بہت قدیم عبادت ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ’’جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت قدیم عبادت ہے۔ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے۔ یاد رہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے تھے۔ (در مختار، کتاب الصوم، ۳/۳۸۳)

روزے کا مقصد

آیت کے آخر میں بتایا گیا کہ روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) (نازعات: ۴۰،۴۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ۳/۴۲۲، الحدیث: ۵۰۶۶)

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۱۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گنتی کے چند دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو اُن پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم جانو تو روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ: گنتی کے چند دن ہیں۔﴾ فرض روزے گنتی کے دن ہیں یعنی صرف رمضان کا ایک مہینہ ہے جو انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا۔ لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ذہن میں رکھو کہ جس رب عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں گیارہ ماہ کھلایا پلایا، وہ اگر ایک ماہ صرف دن کے وقت کھانے پینے سے منع فرمادے اور اس فاقے میں بھی تمہارے جسم وروح، ظاہر و باطن، دنیا وآخرت کا فائدہ ہو تو ضرور اس کی اطاعت کرو۔

﴿ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا : تو تم میں جو کوئی بیمار ہو۔﴾ حیض ونفاس والی عورت کو تو روزہ رکھنے کی اجازت ہی نہیں وہ تو بعد میں قضا کرے گی۔ اس کے علاوہ بھی چند افراد ہیں جنہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ آیت میں بطورِ خاص بیمار اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سفر سے مراد تین دن کی مسافت یعنی ساڑھے ستاون میل یعنی بانوے کلو میٹر ہے۔ اس سے کم سفر ہے تو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

(درّ مختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم، ۳/۴۶۲-۴۶۳)

مریض کو بھی رخصت ہے جبکہ اسے روزہ رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو یہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں ممنوع ایام کے علاوہ اور دنوں میں روزہ رکھ لے۔

البتہ یہ یاد رہے کہ مریض کو محض زیادہ بیماری کے یا ہلاکت کے صرف وہم کی بنا پر روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ کسی دلیل یا سابقہ تجربہ یا کسی ایسے طبیب کے کہنے سے غالب گمان حاصل ہو جو طبیب ظاہری طور پر فاسق نہ ہو۔

(رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم، ۳/۴۶۴)

روزے کی رخصت کے چند مسائل

(1)......جو فی الحال بیمار نہ ہو لیکن مسلمان ماہر طبیب یہ کہے کہ وہ روزے رکھنے سے بیمار ہو جائے گا وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

(2)......حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر روزہ رکھنے سے اپنی یا بچے کی جان کا یا اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی افطار جائز ہے۔

(3)......جس مسافر نے طلوعِ فجر سے قبل سفر شروع کیا اس کو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن جس نے طلوعِ فجر کے بعد سفر کیا اس کو اُس دن کا روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ پنجم، ۱/۱۰۰۳)

﴿فِدۡیَةٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ : ایک مسکین کا فدیہ۔﴾ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے اور نہ آئندہ ہی اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہو کہ روزہ رکھ سکے' اس کے لیے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیے کے طور پر نصف صاع یعنی اسی گرام کم دو کلو گندم یا اس کا آٹا دیدے یا اس کی قیمت دیدے اور اگر فدیہ جَو سے دینا ہو تو گندم سے دُگنا دینا ہوگا۔

(درّ مختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم، ۳/۴۷۱-۴۷۲)

یہ بھی یادرہے کہ اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی قوت آ گئی تو روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا۔
(عالمگیری، کتاب الصوم، الباب الخامس، ۱/۲۰۷)

مسئلہ: اگر کوئی شیخ فانی غریب ونادار ہو اور فدیہ دینے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔
(درّ مختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم، ۳/۴۷۲)

﴿ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ : پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔﴾ فدیہ کی مقدار تو مخصوص ہے لیکن اگر کوئی زیادہ دینا چاہے تو بخوشی دے سکتا ہے۔ جتنا زیادہ دے گا اتنا ہی ثواب بڑھتا جائے گا۔ جیسے بعض صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق پڑنے پر پورا باغ صدقہ کردیا۔ یہاں یہ مسئلہ بھی یادرہے کہ مسافر ومریض کو روزہ نہ رکھنے کی اگرچہ اجازت ہے لیکن زیادہ بہتر وافضل روزہ رکھنا ہی ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں فرمایا:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ　　**ترجمۂ کنزالعرفان:** اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

روزے کے طبی فوائد

طبی لحاظ سے روزوں کے بے شمار فوائد ہیں، ان میں سے 6 فوائد درج ذیل ہیں:

(1)......روزہ رکھنے سے معدے کی تکالیف اور اس کی بیماریاں ٹھیک ہوجاتی ہیں اور نظام ہضم بہتر ہوجاتا ہے۔

(2)......روزہ شوگر لیول، کولیسٹرول اور بلڈ پریشر میں اعتدال لاتا ہے اور اس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے کا خطرہ نہیں رہتا۔

(3)......روزے کے دوران خون کی مقدار میں کمی ہوجاتی ہے اور اس کی وجہ سے دل کو انتہائی فائدہ مند آرام پہنچتا ہے۔

(4)......روزے سے جسمانی کھچاؤ، ذہنی تناؤ، ڈپریشن اور نفسیاتی امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(5)......روزہ رکھنے سے موٹاپے میں کمی واقع ہوتی اور اضافی چربی ختم ہوجاتی ہے۔

(6)......روزہ رکھنے سے بے اولاد خواتین کے ہاں اولاد ہونے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔

روزے کی برکت سے شفا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ابھی چند سال ہوئے ماہِ رجب میں حضرت والد ماجد قَدَّسَ اللہُ سِرَّہُ الشَّرِیْف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا، روزہ نہ چھوڑنا۔ ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے

بفضلہٖ تعالٰی شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے: ''صُوْمُوْا تَصِحُّوْا'' روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ موسی، ۶/۱۴۶، الحدیث: ۸۳۱۲، ملفوظات، حصہ دوم، ص۲۰۶)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ٘ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں۔ اللّٰہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللّٰہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں (پر مشتمل ہے۔) تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اللّٰہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور (یہ آسانیاں اس لئے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کرلو اور تاکہ تم اس بات پر اللّٰہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ: رمضان کا مہینہ۔﴾ اس آیت میں ماہِ رمضان کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے اور اس کی دو اہم ترین فضیلتیں ہیں، پہلی یہ کہ اس مہینے میں قرآن اترا اور دوسری یہ کہ روزوں کے لئے اس مہینے کا انتخاب ہوا۔ اس مہینے میں قرآن اترنے کے یہ معانی ہیں:

(1)......رمضان وہ ہے جس کی شان وشرافت کے بارے میں قرآن پاک نازل ہوا۔

(2)......قرآن کریم کے نازل ہونے کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔(تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۲/۲۵۲-۲۵۳)

(3)......مکمل قرآن کریم رمضان المبارک کی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا، (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۱/۱۲۱)

یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق جتنا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلام لاتے رہے اور یہ نزول تیئیس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔

عظمت والی چیز سے نسبت کی برکت

رمضان وہ واحد مہینہ ہے کہ جس کا نام قرآن پاک میں آیا اور قرآن مجید سے نسبت کی وجہ سے ماہِ رمضان کو عظمت وشرافت ملی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت کو کسی شرف وعظمت والی چیز سے نسبت ہوجائے وہ قیامت تک شرف والا ہے۔ اسی لئے جس دن اور گھڑی کو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت اور معراج سے نسبت ہے وہ عظمت وشرافت والے ہوگئے، جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی روزِ جمعہ پیدائش پر جمعہ کا دن عظمت والا ہوگیا۔

(مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، ص۴۲۵، الحدیث: ۱۷(۸۵۴))

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش، وصال اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر قرآن میں سلام فرمایا گیا۔ (مریم: ۱۵) اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی پیدائش، وصال اور زندہ اٹھائے جانے کے دن پر سلام فرمانا قرآن میں مذکور ہے۔ (مریم: ۳۳)

﴿وَالْفُرْقَانِ: اور حق وباطل میں فرق کرنے والا۔﴾ زیرِ تفسیر آیت میں قرآن مجید کی تین شانیں بیان ہوئیں:

(۱)......قرآن ہدایت ہے، **(۲)**......روشن نشانیوں پر مشتمل ہے اور **(۳)**......حق وباطل میں فرق کرنے والا ہے۔ قرآن شریف کے 23 نام ہیں اور یہاں قرآن مجید کا دوسرا مشہور نام فرقان ذکر کیا گیا ہے۔

﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ہم پر فرض فرمائی لیکن اپنی رحمت سے ہم پر تنگی نہیں کی بلکہ آسانی فرماتے ہوئے متبادل بھی عطا فرمادیئے۔ روزہ فرض کیا لیکن رکھنے کی طاقت نہ ہو تو بعد میں رکھنے کی اجازت دیدی، بعض صورتوں میں فدیہ کی اجازت دیدی، کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر اشارے سے پڑھنے کی اجازت دیدی، ایک مہینہ روزہ کا حکم فرمایا تو گیارہ مہینے دن میں کھانے کی اجازت

دیدی اور رمضان میں بھی راتوں کو کھانے کی اجازت دی بلکہ سحری وافطاری کے کھانے پر ثواب کا وعدہ فرمایا۔ گنتی کے چند جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا تو ہزاروں جانوروں، پرندوں کا گوشت حلال فرما دیا۔ کاروبار کے چند ایک طریقوں سے منع کیا تو ہزاروں طریقوں کی اجازت بھی عطا فرما دی۔ مرد کو ریشمی کپڑے سے منع کیا تو بیسیوں قسم کے کپڑے پہننے کی اجازت دیدی۔ الغرض یوں غور کریں تو آیت کا معنیٰ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ ہم پر تنگی نہیں چاہتا۔

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ :اور تاکہ تم گنتی پوری کرو۔﴾ گنتی پوری کرنے سے مراد رمضان کے انتیس یا تیس دن پورے کرنا ہے اور تکبیر کہنے سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین کے طریقے سکھائے تو تم اس پر اللّٰہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور ان چیزوں پر اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے تو انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ :اور اے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں۔﴾ اس آیت میں طالبانِ حق کی طلبِ مولیٰ کا بیان ہے۔ جنہوں نے عشقِ الٰہی میں اپنی خواہشات کو قربان کر دیا، وہ اُسی کے طلبگار ہیں۔ ان حضرات کو قرب ووصالِ الٰہی کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ **شانِ نزول:** صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ کہاں ہے؟ اس پر بتایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۸۶، ۱/۱۲۳)

کیونکہ جو چیز کسی سے مکان کے اعتبار سے قرب رکھتی ہو وہ اس کے دور والے سے ضرور دوری پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے۔ قربِ الٰہی کی منازل تک رسائی بندے کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ فارسی کا شعر ہے:

دوست نزدیک تر از من بمن ست ویں عجب تر کہ من از وے دورم

ترجمہ: میرا دوست مجھ سے بھی زیادہ میرے نزدیک ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔

﴿ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ : میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔﴾ دعا کا معنیٰ ہے اپنی حاجت پیش کرنا اور اجابت یعنی قبولیت کا معنیٰ یہ ہے کہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کی دعا پر ''لَبَّیْکَ عَبْدِیْ'' فرماتا ہے البتہ جو مانگا جائے اسی کا حاصل ہو جانا دوسری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے کبھی مانگی ہوئی چیز فوراً مل جاتی ہے اور کبھی کسی حکمت کی وجہ سے تاخیر سے ملتی ہے۔ کبھی بندے کی حاجت دنیا میں پوری کر دی جاتی ہے اور کبھی آخرت میں ثواب ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور کبھی بندے کا نفع کسی دوسری چیز میں ہوتا ہے تو مانگی ہوئی چیز کی بجائے وہ دوسری عطا ہو جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ قبولیت کی شرائط نہیں ہوتیں اس لئے منہ مانگی مراد نہیں ملتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے تاکہ ان کی دعا کے صدقے گناہگاروں کی بگڑی بھی سنور جائے۔ دعا کے بارے میں تفصیل جاننے کیلئے ''فیضانِ دعا'' کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىٕكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ

فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کردیا گیا، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمادیا تو اب ان سے ہم بستری کرلو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے اسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر سے سفیدی (صبح) کا ڈورا سیاہی (رات) کے ڈورے سے ممتاز ہوجائے پھر رات آنے تک روزوں کو پورا کرو اور عورتوں سے ہم بستری نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یونہی لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہوجائیں۔

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ: تمہارے لئے حلال کردیا گیا۔﴾ **شانِ نزول:** شروع اسلام میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماع کرنا نمازِ عشاء تک حلال تھا، نمازِ عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد یہ سب چیزیں بھی حرام ہوجاتی تھیں، یونہی سونے کے بعد بھی یہ چیزیں حرام ہوجاتی تھیں اگرچہ ابھی عشاء کا وقت شروع نہ ہوا ہو۔ بعض صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے رمضان کی راتوں میں ہم بستری کا فعل سرزد ہوا۔ اس پر وہ حضرات نادم ہوئے اور بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں صورتِ حال عرض کی تو آیت اتری۔ (جلالین وصاوی، البقرة، تحت الآیة: ۱۸۷، ۱/۱۵۶-۱۵۷)

اورفرمادیا گیا کہ آئندہ تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کردیا گیا نیز اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا اور آئندہ کیلئے اجازت بھی عطا فرمادی۔ آیت میں خیانت سے وہ ہم بستری مراد ہے جو اجازت سے پہلے رمضان کی راتوں میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی تھی۔

﴿وَابْتَغُوْا: اور تلاش کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کو طلب کرنے سے مراد یا تو یہ ہے کہ عورتوں سے ہم بستری اولاد حاصل کرنے کی نیت سے ہونی چاہیے جس سے مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ ہو اور دین قوی ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرعی طریقے کے مطابق یہ فعل کرنا ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، البقرة، تحت الآية: ۱۸۷، ص۶۹)

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھا اس کو طلب کرنے کے معنی ہیں رمضان کی راتوں میں کثرت سے عبادت کرنا اور بیدار رہ کر شب قدر کی جستجو کرنا۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۱۸۷، ۲/۲۷۲)

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا: اور کھاؤ اور پیو۔﴾ یہ آیت حضرت صرمہ بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ محنتی آدمی تھے، ایک دن روزے کی حالت میں دن بھر اپنی زمین میں کام کر کے شام کو گھر آئے، بیوی سے کھانا مانگا، وہ پکانے میں مصروف ہوگئیں اور یہ تھکے ہوئے تھے اس لئے ان کی آنکھ لگ گئی، جب بیوی نے کھانا تیار کر کے انہیں بیدار کیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کردیا کیونکہ اس زمانہ میں سوجانے کے بعد روزہ دار پر کھانا پینا ممنوع ہوجاتا تھا۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دوسرا روزہ رکھ لیا جس سے کمزوری انتہا کو پہنچ گئی اور دوپہر کے وقت بیہوش ہوگئے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ان کا حال بیان کیا گیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۸۷، ۱/۱۲۶، بخاری، کتاب الصوم، باب قول اللہ جل ذکرہ: احلّ لکم... الخ، ۱/۶۳۱، الحدیث: ۱۹۱۵)

اور رمضان کی راتوں میں کھانا پینا مباح فرمادیا گیا۔ آیت میں سفید اور سیاہ ڈورے کا تذکرہ ہے۔ اس سے رات کو سیاہ ڈورے سے اور صبح صادق کو سفید ڈورے سے تشبیہ دی گئی ہے اور معنی یہ ہیں کہ تمہارے لیے کھانا پینا رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک جائز کردیا گیا۔

صومِ وصال کا حکم

یاد رہے کہ بغیر افطار کئے اگلا روزہ رکھ لینا اور یوں مسلسل روزے رکھنا صومِ وصال کہلاتا ہے اور یہ ممنوع ہیں۔ اس کی اجازت صرف حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تھی اور یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں سے ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے: رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو صومِ وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی: آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: تم میں میرے جیسا کون ہے مجھے تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(بخاری، کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ، باب کم التعزیر والادب، ۴/۳۵۲، الحدیث: ۶۸۵۱)

﴿ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَۙ فِی الْمَسٰجِدِ : جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔﴾ اس میں بیان ہے کہ رمضان کی راتوں میں روزہ دار کے لیے بیوی سے ہم بستری حلال ہے جبکہ وہ معتکف نہ ہو لیکن اعتکاف میں عورتوں سے میاں بیوی والے تعلقات حرام ہیں۔

اعتکاف کے فضائل

اس آیت میں اعتکاف کرنے والے کے بارے میں ایک شرعی مسئلے کا بیان ہوا، اسی مناسبت سے ہم یہاں اعتکاف کے بارے میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل مبارک، اعتکاف کے فضائل اور اعتکاف سے متعلق مزید مسائل بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وفات دی اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ اعتکاف کیا کرتیں۔

(بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر... الخ، ۱/۶۶۴، الحدیث: ۲۰۲۶)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا، پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا اور لوگوں سے فرمایا: ''میں اس رات (یعنی لیلۃ القدر) کی تلاش میں پہلے عشرے کا اعتکاف کرتا تھا، پھر میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھا، پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا تو میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے، تم میں

سے جس شخص کو پسند ہو وہ اعتکاف کرے، چنانچہ لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اعتکاف کیا۔
(مسلم، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر... الخ، ص٥٩٤، الحديث: ٢١٥(١١٦٧))

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، ایک سال اعتکاف نہ کرسکے، جب اگلا سال آیا تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء في الاعتكاف اذا خرج منه، ٢١٢/٢، الحديث: ٨٠٣)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔ (ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في ثواب الاعتكاف، ٣٦٥/٢، الحديث: ١٧٨١)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کردے گا اور ہر خندق مشرق و مغرب کے مابین فاصلے سے بھی زیادہ دور ہو گی۔
(معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٢٧٩/٥، الحديث: ٧٣٢٦)

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرلیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔
(شعب الايمان، الرابع والعشرين من شعب الايمان، ٤٢٥/٣، الحديث: ٣٩٦٦)

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اعتکاف کرنے والے کو روزانہ ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔
(شعب الايمان، الرابع والعشرين من شعب الايمان، ٤٢٥/٣، الحديث: ٣٩٦٨)

اعتکاف کے چند مسائل

(1)......مردوں کے اعتکاف کے لیے باقاعدہ شرعی مسجد ضروری ہے۔

(2)......معتکف کو مسجد میں کھانا، پینا، سونا جائز ہے۔

(3)......عورتوں کا اعتکاف ان کے گھروں میں مسجدِ بیت میں جائز ہے اور فی زمانہ انہیں مسجدوں میں اعتکاف کی اجازت نہیں۔

(4)......واجب اور سنت اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ نفلی اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں اور نفلی اعتکاف چند منٹ کا بھی

ہوسکتا ہے۔ جب مسجد میں جائیں، نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں۔

(5)......واجب وسنت اعتکاف میں ایک لمحے کیلئے بلا اجازتِ شرعی مسجد سے نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(بہارِ شریعت، حصہ پنجم، اعتکاف کا بیان، ۱/۱۰۲۰-۱۰۲۶ ملخصاً)

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠(۱۸۸)

ع ۲۳ ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔﴾ اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ لوٹ کر ہو یا چھین کر، چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی سے یہ سب ممنوع وحرام ہے۔ (احکام القرآن، باب ما یحله حکم الحاکم وما لا یحله، ۱/۳۰٤)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدہ کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اس کو حکام تک لے جانا ناجائز وحرام ہے۔ اسی طرح اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا، رشوتیں دینا حرام ہے۔ حکام تک رسائی رکھنے والے لوگ اس آیت کے حکم کو پیشِ نظر رکھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ملعون ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ کرے۔ (تاریخ بغداد، باب محمد، محمد بن احمد بن محمد بن جابر... الخ، ۱/۳٦۰، رقم: ۲٦۲)

یہ بھی معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی، جھوٹی وکالت، جھوٹے مقدمہ کی پیروی وکوشش کی اجرتیں حرام ہیں۔ حرام کے بارے میں آگے تفصیل سے بیان آئے گا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰىۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے، اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور **اللہ** سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو، یہ لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ، ہاں اصل نیک تو پرہیزگار ہوتا ہے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور **اللہ** سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ: تم سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ایک دوسرے صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جواب میں نازل ہوئی، ان دونوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال کیا، اس کے جواب میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کے سبب کی بجائے اس کے فوائد بیان فرمائے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں (تفسیر قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۹، ۲۶۳/۱، الجزء الثانی)

اور آدمیوں کے ہزار ہا دینی ودنیوی کام اس سے متعلق ہیں، زراعت، تجارت، لین دین کے معاملات، روزے اور عید کے اوقات، عورتوں کی عدتیں، حیض کے ایام، حمل اور دودھ پلانے کی مدتیں اور دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۹، ۱۲۹/۱)

کیونکہ شروع میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ ابتدائی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم پر ہے، پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔ یہ وہ قدرتی جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ملک

اور ہر زبان کے لوگ پڑھے بھی اور بے پڑھے بھی سب اس سے اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ بہت سے احکام میں چاند کا حساب رکھنا ضروری ہے جیسے بالغ ہونے کی عمر کے اعتبار سے، یونہی روزہ، عیدین، حج کے مہینوں اور دنوں کے بارے میں، یونہی زکوٰۃ میں جو سال گزرنے کا اعتبار ہے وہ بھی چاند کے اعتبار سے ہے۔

﴿وَ لَيْسَ الْبِرُّ: اور یہ کوئی نیکی نہیں۔﴾ **شانِ نزول:** زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حج کے لیے احرام باندھ لیتے تو اپنے مکان میں اس کے دروازے سے داخل نہ ہوتے، اگر ضرورت ہوتی تو پچھلی دیوار توڑ کر آتے اور اس کو نیکی جانتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں کے پیچھے سے آؤ۔ اصل نیکی تقویٰ، خوفِ خدا اور احکامِ الٰہی کی اطاعت ہے۔ (تفسیر مدارك، البقرة، تحت الآية: ۱۸۹، ص ۱۰۱)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو بغیر ممانعت کے ناجائز سمجھنا جُہلاء کا کام ہے۔ اپنی طرف سے غلط قسم کی رسمیں اور پابندیاں لگا لینا جائز نہیں۔ بہت سے کام ویسے جائز ہوتے ہیں لیکن اپنی طرف سے شرعاً ضروری سمجھ لینے سے ناجائز ہو جاتے ہیں جیسے مسلمان فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کیلئے سوئم، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں کہ ویسے کریں تو جائز ہیں لیکن اگر یہ سمجھ کر کریں کہ یہ کرنا ضروری ہے یا دوسرے اور چالیسویں دن ہی کرنا ضروری ہے تو ناجائز ہے، یونہی سوئم اور چالیسواں وغیرہ جائز ہے تو انہیں اپنی طرف سے ناجائز کہنا بھی حرام ہے کفار کے طرزِ عمل کی نقالی ہے۔ بہر حال افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے اور اس طرح کی چیزوں کی طرف غور کرنا چاہیے، شادی، مَرگ اور زندگی کے دیگر معاملات میں نجانے کیسی کیسی رسمیں کہاں سے گھس آئی ہیں۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اللہ کی راہ میں لڑو۔﴾ 6ہجری میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس سال حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ سے عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، مشرکین نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا اور اس پر صلح ہوئی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آئندہ سال تشریف لائیں تو آپ کے لیے تین روز کیلئے مکہ مکرمہ خالی کر دیا جائے گا، چنانچہ اگلے سال 7ہجری میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عمرے کی قضاء کے لیے تشریف لائے۔ اب حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک ہزار چار سو صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم تھے۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کفار نے اگر وعدہ پورا نہ کیا اور حرم مکہ میں حرمت والے مہینے ذی القعدہ میں جنگ کی تو مسلمان چونکہ حالتِ احرام میں ہوں گے اس لئے اس حالت میں جنگ کرنا ان کیلئے بڑا مشکل تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت سے ابتدائے اسلام تک نہ حرم میں جنگ جائز تھی اور نہ حرمت والے مہینوں میں، لہٰذا انہیں تَرَدُّد ہوا کہ اس وقت جنگ کی اجازت ملتی ہے یا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۱۸۹، ۱/ ۱۳۰)

آیت میں اجازت کا معنی یا تو یہ ہے کہ جو کفار تم سے لڑیں یا جنگ کی ابتداء کریں تم ان سے دین کی حمایت اور اعزاز کے لیے لڑو یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ کیا گیا اور کفار سے قتال کرنا واجب ہوا خواہ وہ ابتداء کریں یا نہ کریں یا یہ معنی ہے کہ ان سے لڑو جو تم سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ بات سارے ہی کفار میں ہے کیونکہ وہ سب دین کے مخالف اور مسلمانوں کے دشمن ہیں خواہ انہوں نے کسی وجہ سے جنگ نہ کی ہو لیکن موقع پانے پر چُوکنے والے نہیں۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو کافر میدان جنگ میں تمہارے مقابلے پر آئیں اور وہ تم سے لڑنے کی قدرت اور اہلیت رکھتے ہوں تو ان سے لڑو۔ اس صورت میں ضعیف، بوڑھے، بچے، مجنون، اپاہج، اندھے، بیمار اور عورتیں وغیرہ جو جنگ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے (اور وہ جنگ میں نہ تو شریک ہیں اور نہ ہی جنگ کرنے والوں کی کسی قسم کی مدد کر رہے ہیں تو یہ افراد) اس حکم میں داخل نہ ہوں گے اور انہیں قتل کرنا جائز نہیں۔ (تفسيرات احمديه، البقرة، تحت الآية: ۱۹۰، ص ۸۰)

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا: اور زیادتی نہ کرو۔﴾ اس سے مراد ہے کہ جو جنگ کے قابل نہیں ان سے نہ لڑو یا جن سے تم نے عہد کیا ہو یا بغیر دعوت کے جنگ نہ کرو کیونکہ شرعی طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کیا جائے اور اگر اس سے بھی انکار کریں تب جنگ کی جائے۔ اس معنی پر آیت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں۔
(تفسيرات احمديه، البقرة، تحت الآية: ۱۹۰، ص ۸۱)

وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (دورانِ جہاد) کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَ اقْتُلُوْهُمْ :اور انہیں قتل کرو۔﴾ آیت مبارکہ میں اوپر بیان کئے گئے سِیاق وسِباق میں فرمایا گیا کہ چونکہ کافروں نے تمہیں مکہ مکرمہ سے بے دخل کیا تھا اور اب بھی تمہارے ساتھ آمادۂ قتال ہیں تو تمہیں دورانِ جہاد ان سے لڑنے، انہیں قتل کرنے اور انہیں مکہ مکرمہ سے نکالنے کی اجازت ہے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول نہ کرنے والوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ان کے قتل کا حکم ان کے جرم سے زیادہ بڑا نہیں کیونکہ وہ لوگ فتنہ برپا کرنے والے ہیں اور ان کا فتنہ شرک ہے یا مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکالنا

(تفسیرات احمدیہ، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۱، ص ۸۱)

تو ان کا فتنہ ان کو قتل کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہاں یہ حکم نہیں دیا جا رہا ہے کہ کافروں کو قتل کرنے میں لگے رہو، امن ہو یا جنگ، صلح ہو یا لڑائی ہر حال میں انہیں قتل کرو بلکہ یہاں صرف دورانِ جہاد قتل کرنے کا حکم ہے۔ بہت

سے اسلام دشمن لوگ اس طرح کی آیات سے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگوں کی مکاریوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو۔﴾ مسجدِ حرام شریف کے اردگرد کئی کلومیٹر کا علاقہ حرم کہلاتا ہے۔حرم کی حدود میں مسلمانوں کو لڑنے سے منع کر دیا گیا کیونکہ یہ حرم کی حرمت کے خلاف ہے لیکن اگر کفار ہی وہاں مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کریں تو انہیں جواب دینے کیلئے وہاں پر بھی ان سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کی اجازت ہے۔البتہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو اللّٰہ تعالٰی اپنے فضل وکرم سے انہیں معاف فرما دے گا کہ اسلام تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللّٰہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور عبادت اللّٰہ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو صرف ظالموں پر سختی کی سزا باقی رہ جاتی ہے۔

﴿حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ: یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔﴾ عرب کے کافروں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان سے تب تک لڑو کہ ان کا فتنہ یعنی شرک ختم ہو جائے اور ان کا دین بھی دینِ اسلام ہو جائے اور سرزمینِ عرب پر صرف ایک اللّٰہ کی عبادت ہو۔ لہٰذا اگر وہ کفر و باطل پرستی سے باز آجاتے ہیں تو پھر ان پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ادب والے مہینے کے بدلے ادب والا مہینہ ہے اور تمام ادب والی چیزوں کا بدلہ ہے۔ تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿ **اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ** :ادب والے مہینے کے بدلے ادب والا مہینہ ہے۔﴾ مسلمانوں کو چونکہ حرمت والے مہینوں میں لڑنا نہایت بھاری لگ رہا تھا اس لئے ان کی مزید تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حرمت والے مہینے میں جنگ کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ اجازت کفار کی طرف سے حرمت پامال کرنے کی وجہ سے دی گئی ہے۔ انہوں نے تمہیں عمرہ کرنے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا لہٰذا اب اگر تم ان سے لڑتے ہو اور ان کا خون بہاتے ہو تو یہ حرم اور ماہ حرام کی بے حرمتی نہیں ہوگی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کے ساتھ ہوگا اور یہ سب لڑائی اصل میں حرمتوں کا بدلہ ہوگا یعنی کافروں کا حرمت والے مہینے میں فتنہ وفساد کرنا حرمتوں کو پامال کرنا ہے اور تمہارا جواب دینا اصل میں حرمتوں کا بدلہ لینا ہے نہ کہ حرمتوں کو پامال کرنا۔ یوں سمجھ لیں کہ ڈاکو کی گولی کے جواب میں اگر پولیس گولی چلائے تو پولیس کو مجرم نہیں کہیں گے بلکہ ان کے فعل کو حفاظت و ذمہ داری کہا جائے گا۔ قاتل کے قتل کو زیادتی نہیں کہیں گے بلکہ اسے قصاص کہا جائے گا۔

﴿ **فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ** :تو جو تم پر زیادتی کرے۔﴾ کافر مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتے رہے، شروع اسلام میں دن رات، صبح وشام ہر وقت مسلمانوں کو ستانے میں لگے رہے، کسی کو شہید کیا، کسی کو تپتی ریت پر گھسیٹا، کسی کو انگاروں پر لٹایا، کسی کو کوڑے مارے، کسی کا راہ چلتے مذاق اڑایا، مسلمانوں کو ان کے گھروں سے ہجرت پر مجبور کر دیا، ان کے کاروبار ختم کر دیئے، انہیں ان کے رشتے داروں سے جدا کر دیا۔ ان تمام واقعات کی تلخیاں مسلمانوں کے دلوں میں موجود تھیں، اب جبکہ مسلمانوں کو بدلہ لینے کا موقع مل رہا تھا تو اس بات کا امکان تھا کہ مسلمان بھی بدلہ لینے میں اپنے جذبہ انتقام کو بھرپور طریقے سے پورا کرتے اور بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ تم پر جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں تمہیں ان سے بدلہ لینے کا اختیار تو دیا جا رہا ہے لیکن تم اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو جتنی انہوں نے تم پر زیادتی کی، اس سے زائد کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں۔ لہٰذا بدلہ لینے میں بھی تقویٰ اور خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور مَعِیَّت اسی کو نصیب ہوگی جو ہر حال میں تقویٰ اختیار کرے گا۔

کیا حسین تعلیم ہے اور کیا پاکیزہ تربیت ہے جس وقت جذبات مچل رہے ہوں، جذبہ انتقام جوش مار رہا ہو، دشمن قبضے میں آنے ہی والا ہو، غلبہ حاصل ہوا ہی چاہتا ہو اس وقت بھی تقویٰ کا عدل وانصاف کا درس دیا جا رہا ہے، زیادتی کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ کیا روئے زمین پر کوئی دوسرا ایسا دین، قانون ہے جو اپنے ماننے والوں کو اس طرح کے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار کا درس دیتا ہو؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً یہ صرف اسلام ہی ہے۔

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ- وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ- اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

مع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔﴾ راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اصل حکم تو مال کے حوالے سے ہے لیکن علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس کے معنیٰ کی مزید وسعت کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی رضا کے کاموں میں اپنے جان و مال کو صرف کرو خواہ جہاد ہو یا رشتے داروں سے حسنِ سلوک یا اللہ تعالیٰ کے کمزور اور غریب بندوں کی مدد کی صورت میں ہو۔ (صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۱/۱۶۳)

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ: اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔﴾ خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی بہت سی صورتیں ہیں:۔

(1)...... صحیح بخاری میں ہے ''یہ آیت خرچ کرنے سے متعلق نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب وانفقوا فی سبیل اللّٰہ... الخ، ۳/۱۷۸، الحدیث: ۴۵۱۶)

یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا بند کرکے یا کم کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(2)...... حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''یہ آیت ہم انصار صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے

بارے میں نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا اور اس کے مددگار کثیر ہو گئے تو ہم میں سے بعض نے بعض سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: (جہاد کی مصروفیت میں) ہمارے مال ضائع ہو گئے لہٰذا اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے تو (کیا ہی اچھا ہو کہ) اگر ہم اپنے اموال میں ٹھہریں اور جو ضائع ہوا اس کی درستی کر لیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جو ہم نے کہا اس کا رد فرمایا، کہ ہلاکت تو جہاد چھوڑ کر اپنے اموال کی درستی میں لگ جانا ہے۔

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، ٤/٤٥٤، الحديث: ٢٩٨٣)

(3)......انصار جتنا اللہ تعالیٰ توفیق دیتا صدقہ وخیرات کرتے رہتے۔ ایک سال انہیں تنگدستی کا سامنا ہوا تو انہوں نے یہ عمل روک دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٤/١٨٩، الحديث: ٥٦٧١)

(4)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ کوئی شخص گناہ کرتا اور کہتا میری بخشش نہ ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٤/١٨٩، الحديث: ٥٦٧٢)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ترک کرنا بھی ہلاکت کا سبب ہے، فضول خرچی بھی ہلاکت ہے، جہاد ترک کرنا بھی ہلاکت ہے یونہی اس طرح کی ہر وہ چیز جو ہلاکت کا باعث ہو ان سب سے باز رہنے کا حکم ہے حتّٰی کہ بے ہتھیار میدان جنگ میں جانا یا زہر کھانا یا کسی طرح خودکشی کرنا سب حرام ہے۔ چونکہ خودکشی خود کو ہلاک کرنے کی نہایت ہی نمایاں صورت ہے لہٰذا یہاں اس کی وعید بیان کی جاتی ہے، چنانچہ خودکشی کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ مسلسل جہنم میں گرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کی (قیامت کے دن) وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں اسے ہمیشہ کھاتا رہے گا اور جس نے چھری کے ذریعے خود کو قتل کیا، (قیامت کے دن) وہ چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ وہ چھری اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔

(بخاری، کتاب الطب، باب شرب السمّ والدواء به... الخ، ٤/٤٣، الحديث: ٥٧٧٨)

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ

اٰمِنْتُمْ ۟ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک دیا جائے تو (حرم میں) قربانی کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو روزے یا خیرات یا قربانی کا فدیہ دے پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔﴾ آیت میں مراد یہ ہے کہ حج و عمرہ دونوں کو ان کے فرائض وشرائط کے ساتھ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر سستی اور کوتاہی کے مکمل کرو۔

حج کی تعریف اور [illegible]

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کا۔ اس کے لیے خاص وقت

مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ حج 9ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے، اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (بہارشریعت، حصہ ششم، ۱/۱۰۳۵-۱۰۳۶)

حج کے فرائض یہ ہیں: (۱)......احرام (۲)......وقوفِ عرفہ (۳)......طواف زیارت۔

حج کی تین قسمیں ہیں: (۱)......اِفراد یعنی صرف حج کا احرام باندھا جائے۔ (۲)......**تَمَتُّع** یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھا جائے پھر عمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد اسی سفر میں حج کا احرام باندھا جائے۔ (۳)......قِران یعنی عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھا جائے، اس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں بلکہ برقرار رہتی ہیں۔ عمرہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عمرہ میں صرف احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرکے حلق کروانا ہوتا ہے۔ حج وعمرہ دونوں کے ہر ہر مسئلے میں بہت تفصیل ہے۔ اس کیلئے بہارِ شریعت کے حصہ 6 کا مطالعہ کریں۔

﴿ **فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ : تو اگر تمہیں روک دیا جائے۔** ﴾ یہاں سے حج کے ایک اہم مسئلے کا بیان ہے جسے اِحصار کہتے ہیں۔ آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرہ کی ادائیگی میں تمہیں کوئی رکاوٹ پیش آجائے جیسے دشمن کا خوف ہو یا مرض وغیرہ تو ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آجاؤ اور اس صورت میں حدودِ حرم میں قربانی کا جانور اونٹ یا گائے یا بکری کا ذبح کروانا تم پر واجب ہے اور جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے تب تک تم سر نہ منڈواؤ۔

﴿ **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا : پھر جو تم میں بیمار ہو۔** ﴾ اِحصار کے بعد ایک اور مسئلے کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ حالتِ احرام میں بال منڈوانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یونہی لباس، خوشبو وغیرہ کے اعتبار سے کافی پابندیاں ہوتی ہیں۔ اگر ان کا خلاف کریں تو دَم یا صدقہ لازم آتا ہے لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ مجبوری کی وجہ سے احرام کی پابندیوں کی مخالفت کرنا پڑتی ہے۔ بغیر عذر کے اور عذر کی وجہ سے کئے گئے افعال میں شریعت نے کچھ فرق کیا ہے۔ آیت میں اس کی کچھ صورتوں کا بیان ہے۔ جان بوجھ کر احرام کی پابندیوں کی مخالفت کرے گا تو گناہگار بھی ہوگا اور فدیہ دینا بھی لازم آئے گا اور مجبوری کی وجہ سے مخالفت کرے تو گناہگار نہ ہوگا لیکن فدیہ دینا پڑے گا البتہ مجبوری والے کو فدیے میں کچھ رخصتیں بھی دی گئی ہیں چنانچہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جہاں دَم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کی سخت ایذا کے باعث ہوگا تو اُسے جُرمِ غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار رہوگا کہ دَم (قربانی) کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پیٹ بھر کھلائے یا تین روزے رکھ لے۔ اور

اگراس (جرم) میں صدقہ کا حکم ہے اور بمجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔
(بہارِ شریعت، حصہ ششم، جرم اوران کے کفارے کا بیان، ۱/۱۱۶۲)

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ: تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے۔﴾ جو شخص ایک ہی سفر میں شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرے اس پر شکرانے کے طور پر قربانی لازم ہے اور یہ قربانی عید کے دن والی قربانی نہیں ہوتی بلکہ جداگانہ ہوتی ہے اور اگر قربانی کی قدرت نہ ہو تو اسے حکم ہے کہ دس روزے رکھے، ان میں سے تین روزے حج کے دنوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد کسی بھی تین دن میں رکھ لے، اکٹھے رکھے یا جدا جدا دونوں کا اختیار ہے اور سات روزے 13 ذی الحجہ کے بعد رکھے۔ مکہ مکرمہ میں بھی رکھ سکتے ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ گھر واپس لوٹ کر رکھے۔ (بہارِ شریعت، حصہ ششم، ۱/۱۱۴۰-۱۱۴۱، ملخصاً)

﴿حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: مکہ کے رہنے والے۔﴾ حجِ تمتع یا حجِ قِران کا جائز ہونا صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر والوں کے لئے ہے۔ حدودِ میقات میں اور اس سے اندر رہنے والوں کے لئے نہ تمتع کی اجازت ہے اور نہ قران کی، وہ صرف حجِ اِفراد کرسکتے ہیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حج چند معلوم مہینے ہیں تو جو اِن میں حج کی نیت کرے تو حج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو اور نہ کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے لو پس سب سے بہتر زادِ راہ یقیناً پرہیزگاری ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ : حج چند معلوم مہینے ہیں۔﴾ حج کے چند احکام بیان کرنے کے بعد یہاں مزید حج کے احکام وآداب بیان کئے جارہے ہیں۔ فرمایا گیا کہ حج کے چند مشہور ومعروف مہینے ہیں یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن۔ حج کے ارکان صرف ساتویں ذی الحجہ سے بارھویں تک ادا ہوتے ہیں۔ مگر شوال، ذیقعدہ کو بھی حج کے مہینے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان میں احرام باندھنا بلا کراہت جائز ہے اور ان سے پہلے حج کا احرام باندھنا مکروہ ہے۔

﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ : تو جو ان میں حج کو لازم کرلے۔﴾ یعنی جو شخص احرام باندھ کر یا ہَدی کا جانور چلا کر حج کو اپنے اوپر لازم کرلے اس پر یہ چیزیں لازم ہیں:۔

(1)......**رفث سے بچنا**۔ رَفَث سے مراد ہے، ہم بستری کرنا یا عورتوں کے سامنے اس کا ذکر کرنا یا فحش کلام کرنا۔

(هدايه، كتاب الحج، باب الاحرام، ١/١٣٥)

البتہ نکاح کرسکتا ہے۔

(2)......**فسوق سے بچنا**۔ فِسق کا معنیٰ ہے گناہ اور برائی کے کام۔

(3)......**جدال سے بچنا**۔ جِدال سے مراد ہے، اپنے ہم سفروں سے یا خادموں سے یا غیروں کے ساتھ جھگڑنا۔

(تفسيرات احمديه، البقرة، تحت الآية: ١٩٧، ص٩٥)

یاد رہے کہ گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑا تو ہر جگہ ہی ممنوع ہے لیکن چونکہ حج ایک عظیم اور مقدس عبادت ہے اس لئے اس عبادت کے دوران ان سے بچنے کی بطورِ خاص تاکید کی ہے۔

﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ : اور تم جو بھلائی کرو۔﴾ برائیوں کی ممانعت کے بعد نیکیوں کی ترغیب دی گئی ہے کہ بجائے فِسق کے تقویٰ اور بجائے لڑائی جھگڑا کے اخلاقِ حمیدہ اختیار کرو۔

﴿ وَتَزَوَّدُوْا : اور زادِ راہ لو۔﴾ **شانِ نزول**: بعض یمنی لوگ حج کے لیے بغیر سامانِ سفر کے روانہ ہوتے تھے اور اپنے آپ کو متوکل یعنی ''توکل کرنے والا'' کہتے تھے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر لوگوں سے مانگنا شروع کر دیتے اور کبھی غصب اور خیانت کے مرتکب بھی ہوتے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ١٩٧، ١/١٣٩)

اور حکم ہوا کہ سفر کا سامان لے کر چلو، دوسروں پر بوجھ نہ ڈالو اور سوال نہ کرو کہ یہ تمام چیزیں توکل اور تقویٰ کے خلاف ہیں اور تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے۔ نیز یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ جس طرح دنیوی سفر کے لیے سامانِ سفر ضروری ہے ایسے ہی سفرِ آخرت کے لیے پرہیزگاری کا سامان لازم ہے۔

﴿وَاتَّقُوْنِ: اور مجھ سے ڈرو۔﴾ عقل والے کہہ کر اس لئے مخاطب کیا تا کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے کہ عقل کا تقاضا خوفِ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے وہ بے عقلوں کی طرح ہے۔ عقل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے خوف پیدا کرے اور جس عقل سے آدمی بے دین ہو وہ عقل نہیں بلکہ بے عقلی ہے۔ ابوجہل بے عقل تھا اور حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عقلمند تھے۔

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْۚ وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ(۱۹۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بیشک تم اس سے پہلے بہکے ہوئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے۔

﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔﴾ شانِ نزول: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اس کا حج ہی ضائع ہو گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الکریّ، ۱۹۸/۲، الحدیث: ۱۷۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک تجارت سے افعالِ حج کی ادا میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت کی اجازت ہے۔ نیز یہاں مال کو رب عَزَّوَجَلَّ کا فضل قرار دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مال فی نفسہ بری چیز نہیں بلکہ اس کا غلط استعمال برا ہے۔ ہزاروں نیکیاں صرف مال کے ذریعے ہی کی جا سکتی ہیں جیسے زکوٰۃ و صدقات و حج و عمرہ وغیرہ۔

﴿فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ: تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو۔﴾ عرفات ایک مقام کا نام ہے جو حج میں وقوف (یعنی ٹھہرنے) کی جگہ ہے۔ مشہور مفسر ضحاک کا قول ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا جدائی کے بعد 9 ذی الحجہ کو عرفات کے مقام پر جمع ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اس لیے اس دن کا نام عرفہ اور مقام کا

نام عرفات ہوا۔ (تفسیر قرطبی، البقرۃ، تحت الایۃ: ۱۹۸، ۱/ ۳۲۰، الجزء الثانی)

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس روز بندے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اس لئے اس دن کا نام عرفہ ہے۔
(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۱/ ۱٤۰)

حاجی کیلئے 9 ذی الحجہ کے زوالِ آفتاب سے لے کر 10 ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک کم از کم ایک لمحے کیلئے عرفات میں وقوف فرض ہے۔ (بہارشریعت، حصہ ششم، ۱/ ۱۱۴۷)

اور 9 تاریخ کو اتنی دیر وقوف کرنا کہ وہیں سورج غروب ہوجائے یہ واجب ہے۔
(عالمگیری، کتاب المناسک، الباب الخامس، ۱/ ۲۲۹)

﴿عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: مشعرِ حرام کے پاس۔﴾ مَشْعَرِ حرام مُزدلفہ میں وہ جگہ ہے جہاں امامِ حج وقوفِ مزدلفہ کرتا ہے۔ مزدلفہ میں واقع وادی مُحَسِّر کے سوا تمام مزدلفہ وقوف کا مقام ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے اور فجر کا وقت شروع ہونے سے لے کر طلوعِ آفتاب کے دوران کم از کم ایک لمحے کیلئے وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ بغیر عذر وقوفِ مزدلفہ ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے اور مشعرِ حرام کے پاس وقوف افضل ہے۔ مزدلفہ میں وقوف کے دوران تَلْبِیَہ، تہلیل و تکبیر اور ثناء و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیے۔ 9 ذو الحجہ کو مزدلفہ میں نمازِ مغرب و عشاء کو ملا کر عشاء کے وقت میں پڑھنا ہوتا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْهُ: اور اسے یاد کرو۔﴾ فرمایا گیا کہ تم ذکر و عبادت کا طریقہ نہ جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے تمہیں عبادت کے طریقے سکھائے لہٰذا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بات یہ ہے کہ اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر (اے قریشیو!) تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے دوسرے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ: پھر تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے دوسرے لوگ پلٹتے ہیں۔﴾ قریش مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور سب لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف نہ کرتے، جب لوگ عرفات سے پلٹتے تو یہ مزدلفہ سے پلٹتے اور اس

میں اپنی بڑائی سمجھتے ، اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ عرفات میں وقوف کریں اور ایک ساتھ واپس لوٹیں۔
(خازن، البقرة، تحت الآية: ١٩٩، ١٤١/١)

یہی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

اسلامی احکام سب کے لئے برابر ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی احکام برادریوں کے اعتبار سے نہیں بدلتے اور نہ ہی کسی کے رتبے اور مقام کی وجہ سے ان میں تبدیلی ہوتی ہے بلکہ امیر و غریب، گورے کالے، عربی عجمی سب کے لئے اسلام کے احکام برابر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا فرماتی ہیں: قریش ایک مخزومی عورت کے بارے میں بہت ہی پریشان تھے جس نے چوری کی تھی ،لوگ کہنے لگے کہ اس بارے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کون کرے؟ بعض آدمیوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے سواء ایسی جرأت اور کون کرسکتا ہے کیونکہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہیتے ہیں۔ جب حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے اس بارے میں حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا: ’’کیا تم اللّٰہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کررہے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: ’’بے شک تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے تھے کہ جب کوئی مالدار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردیتے۔ خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ٥٦-باب، ٤٦٨/٢، الحدیث: ٣٤٧٥)

تاریخ اسلام میں مسلمان قاضیوں کے ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جس میں انہوں نے کسی کے رتبے اور قرابت داری کی پرواہ کئے بغیر شریعت کے احکام کو نافذ کیا، انہی واقعات میں سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابراہیم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ خلیفہ ولید بن یزید کی طرف سے مدینہ منورہ کے قاضی مقرر تھے۔ ایک مرتبہ ولید نے آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کو اپنے پاس ملک شام میں بلایا، چنانچہ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ ایک بااعتماد شخص کو مدینہ منورہ میں قاضی بنا کر خود ملک شام کی جانب چل دیئے۔ جب آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ شام کی سرحد پر پہنچے تو آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کو شہر سے باہر ہی روک دیا گیا اور کافی عرصہ تک داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ ایک رات آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ مسجد میں مصروف عبادت تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ نشے کی حالت میں بدمست ہے اور مسجد میں گھوم رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ

نے پوچھا: ''یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ خلیفہ ولید بن یزید کا ماموں ہے، اس نے شراب پی ہے اور اب نشے کی حالت میں مسجد کے اندر گھوم پھر رہا ہے۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو بہت جلال آیا کہ یہ کتنی دیدہ دِلیری سے اللّٰہ تعالٰی کی نافرمانی کررہا ہے اور اس کے پاک دربار میں ایسی گندی حالت میں بے خوف گھوم پھر رہا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے غلام کو دُرّہ لانے کا حکم فرمایا۔ غلام نے درہ (کوڑا) دیا۔ درہ لے کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''مجھ پر لازم ہے کہ میں اس پر شرعی سزا نافذ کروں چاہے یہ کوئی بھی ہو، اسلام میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور مسجد میں ہی اس کو 80 کوڑے مارے۔ وہ شخص 80 کوڑے کھانے کے بعد نہایت زخمی حالت میں خلیفہ ولید بن یزید کے پاس پہنچا۔ خلیفہ نے جب اپنے ماموں کی یہ حالت دیکھی تو بہت غضبناک ہوا اور پوچھا ''تمہاری یہ حالت کس نے کی؟ کس نے تمہیں اِتنا شدید زخمی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ایک شخص مدینہ منورہ سے آیا ہوا تھا، اس نے مجھے 80 کوڑے سزا دی اور کہا: ''یہ سزا دینا اور حد قائم کرنا مجھ پر لازم ہے۔ خلیفہ نے جب یہ سنا تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ہماری سواری تیار کی جائے، اسی وقت حکم کی تعمیل ہوئی اور خلیفہ کچھ سپاہیوں کو لے کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس پہنچ گیا اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا: ''اے ابو اسحاق! تو نے میرے ماموں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا، اسے اتنی دردناک سزا کیوں دی؟ حضرت سعد بن ابراہیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''اے خلیفہ! تو نے مجھے قاضی بنایا تاکہ میں شریعت کے احکام نافذ کروں اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دوں۔ چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ سرعام اللّٰہ تعالٰی کی نافرمانی کی جارہی ہے اور یہ شخص نشے کی حالت میں اللّٰہ تعالٰی کے دربار میں گھوم پھر رہا ہے اور کوئی اسے پوچھنے والا نہیں تو میری غیرت ایمانی نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ میں اللّٰہ تعالٰی کی نافرمانی ہوتی دیکھوں اور تمہاری قرابت داری کی وجہ سے چشم پوشی کروں اور شرعی حدود قائم نہ کروں۔ (عیون الحکایات، الحکایۃ الرابعۃ والاربعون بعد المائۃ، ص۱۶۳-۱۶۴، ملتقطاً)

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللّٰہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ذکر کرو) اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ: تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔﴾ زمانہ جاہلیّت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ (صاوی، البقرة، تحت الآية: ۲۰۰، ۱/۱۷۰)

اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت وخودنمائی کی بیکار باتیں ہیں، اس کی بجائے ذوق وشوق کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرو۔ اس آیت سے بلند آواز سے ذکر کرنا اور لوگوں کا اکٹھے مل کر ذکر کرنا دونوں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ عرب لوگ اپنے باپ دادا کا ذکر بلند آواز سے کرتے تھے اور مجمع میں کرتے تھے۔

﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ: کچھ لوگ کہتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں دعا کرنے والوں کی دو قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک وہ کافر جن کی دعا میں صرف طلبِ دنیا ہوتی تھی اور آخرت پر ان کا اعتقاد نہ تھا ان کے بارے میں ارشاد ہوا کہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ دوسرے وہ ایمان دار جو دنیا و آخرت دونوں کی بہتری کی دعا کرتے ہیں۔

دنیا کی بہتری طلب کرنا

یاد رہے کہ مومن اگر دنیا کی بہتری طلب کرتا ہے تو وہ بھی جائز ہے اور یہ طلبِ دنیا اگر دین کی تائید وتقویت کے لئے ہو تو یہ دعا بھی امورِ دین سے شمار ہوگی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ آخرت کو اصلاً فراموش کرکے صرف دنیا مانگنا بہرحال مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ دنیا کے طلبگاروں اور آخرت کے طلبگاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

نیز ایک اور مقام پر صرف دنیا کی رنگینیوں میں مگن رہنے والوں سے اور اس کے بعد جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور افضل چیز ہے اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ (ال عمران: ١٤، ١٥)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کردیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کردیا گیا) یہ سب دنیوی زندگی کا ساز وسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ، (اے لوگو!) کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے اور (وہاں) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں کے لئے ان کے کمائے ہوئے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ: اور کوئی یوں کہتا ہے۔﴾ اس آیت میں مذکور مسلمان کی دعا بہت جامع دعا ہے اور تھوڑے الفاظ میں دین ودنیا کی تمام بھلائیاں اس میں مانگی گئی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:۔

النصف

"اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ"

(بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة... الخ، ۲۱۴/۴، الحدیث: ۶۳۸۹)

دنیا کی بھلائی میں ہر اچھی اور مفید شے داخل ہے خواہ وہ کفایت کرنے والا رزق ہو یا اچھا گھر یا اچھی بیوی یا اچھی سواری یا اچھا پڑوس وغیرہا۔

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِۙ لِمَنِ اتَّقٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(۲۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جو جلدی کرکے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیزگار کے لئے اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گنتی کے دنوں میں اللّٰہ کا ذکر کرو تو جو جلدی کرکے دو دن میں (منیٰ سے) چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں۔ (یہ بشارت) پرہیزگار کے لئے ہے اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

﴿ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ: اور گنتی کے دنوں میں اللّٰہ کا ذکر کرو۔﴾ گنتی کے دنوں سے مراد اَیّامِ تَشریق ہیں اور ذکر اللّٰہ سے نمازوں کے بعد اور جَمرات کی رمی کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے۔ (صاوی، البقرة، تحت الآیة: ۲۰۳، ۱۷۱/۱)

اور مراد یہ ہے کہ منیٰ میں قیام کے دوران اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔

﴿ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ: تو جو جلدی کرکے دو دن میں چلا جائے۔﴾ دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحج، ان چار دنوں میں منیٰ میں جمرات پر رمی کی جاتی ہے۔ دس تاریخ کو صرف ایک جمرہ کی اور بقیہ تاریخوں میں تینوں جمرات کی۔ تیرہ تاریخ کو بھی رمی تو ہے لیکن اگر کوئی شخص بارہ تاریخ کی رمی کرکے منیٰ سے واپس آجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اگرچہ تیرہ کو رمی کرکے واپس آنا افضل ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، البقرة، تحت الآیة: ۲۰۳، ص۹۸)

یہاں دو دنوں میں رمی کرکے چلے جانے سے مراد دس ذوالحجہ کے بعد دو دن ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تمہیں بہت اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

﴿مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ: جس کی گفتگو تجھے اچھی لگتی ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت اَخْنَس بن شَرِیْق منافق کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت لجاجت سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور اپنے اسلام اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کا دعویٰ کرتا اور اس پر قسمیں کھاتا اور در پردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے مویشیوں کو ہلاک کیا اور ان کی کھیتیوں کو آگ لگائی تھی۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۱/۱۴۴-۱۴۵)

یہاں مجموعی طور پر جو خرابیاں بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

(1)......ظاہری طور پر بڑی اچھی باتیں کرنا، **(2)**......اپنی غلط باتوں پر اللہ کو گواہ بنانا، **(3)**......جھگڑالو ہونا، **(4)**......فساد پھیلانا، **(5)**......لوگوں کے اموال برباد کرنا، **(6)**......نصیحت کی بات سن کر قبول کرنے کی بجائے تکبر کرنا۔

یہاں آیت مبارکہ میں اگرچہ ایک خاص منافق کا تذکرہ ہے لیکن یہ آیت بہت سے لوگوں کو سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی زبان بڑی میٹھی ہے، گفتگو بڑی نرمی سے کرتے ہیں،

بڑی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں لیکن در پردہ دین کے مسائل میں یا لوگوں میں یا خاندانوں میں فساد برپا کرتے ہیں اور ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ (۲۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرتو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ : اور جب اس سے کہا جائے۔﴾ منافق آدمی کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اسے سمجھایا جائے تو اپنی بات پر اڑ جاتا ہے، دوسرے کی بات ماننا اپنے لئے توہین سمجھتا ہے، نصیحت کئے جانے کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے، گھروں میں دیکھ لیں تو لڑکی والے لڑکے یا اس کے گھر والوں کو نہیں سمجھا سکتے، چھوٹے خاندان والے بڑے خاندان والوں کو نہیں سمجھا سکتے، عام آدمی کسی چودھری کو نہیں سمجھا سکتا، عوام کسی دنیوی منصب والے کو نہیں سمجھا سکتے، مسجدوں میں کوئی نوجوان عالم یا دینی مُبلغ کسی پرانے بوڑھے کو نہیں سمجھا سکتا، جسے سمجھایا وہی گلے پڑ جاتا ہے۔ دینی شعبے میں بھی اس خرابی کی کچھ کمی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال کی اصلاح فرمائے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (۲۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

﴿مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ : جو اپنی جان بیچتا ہے۔﴾ شانِ نزول: حضرت صُہیب رومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مشرکین قریش کی ایک جماعت

نے آپ کا تعاقب کیا تو آپ سواری سے اترے اور ترکش سے تیر نکال کر فرمانے لگے کہ اے قریش! تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں آسکتا جب تک کہ میں تیر مارتے مارتے تمام ترکش خالی نہ کردوں اور پھر جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے اس سے ماروں گا اور اگر تم میرا مال چاہو جو مکہ مکرمہ میں مدفون ہے تو میں تمہیں اس کا پتا بتا دیتا ہوں، تم میرا راستہ نہ روکو۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے تمام مال کا پتا بتا دیا، جب آپ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ جاں فروشی بڑی نفع بخش تجارت ہے۔ (ابن عساکر، صهيب بن سنان بن مالك... الخ، ٢٢٨/٢٤)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۲۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً: اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔﴾ **شانِ نزول:** اہلِ کتاب میں سے حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے اصحاب، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کے بعد شریعتِ مُوسَوی کے بعض احکام پر قائم رہے، ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے، اس روز شکار سے لازماً اِجتناب جانتے اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے بھی پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں صرف مُباح یعنی جائز ہیں، ان کا کرنا ضروری تو نہیں جبکہ توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعتِ مُوسَوی پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہو گئے اب ان کی طرف توجہ نہ دو۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٠٨، ١/١٤٧)

یاد رکھیں کہ داڑھی منڈوانا، مشرکوں کا سا لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا بھی سب ایمانی کمزوری

کی علامت ہے جب مسلمان ہو گئے تو سیرت و صورت ، ظاہر و باطن ، عبادات و معاملات ، رہن سہن ، میل برتاؤ ، زندگی موت ، تجارت و ملازمت سب میں اپنے دین پر عمل کرو ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کا دوسرے مذاہب یا دوسرے دین والوں کی رعایت کرنا شیطانی دھوکے میں آنا ہے ۔ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں فرض نہیں مگر یہودیت کی رعایت کے لئے نہ کھانا بڑا سخت جرم ہے ۔ کافروں کو راضی کرنے کیلئے گائے کی قربانی بند کرنا بھی اسی میں داخل ہے ۔ یونہی کسی جگہ اذان بند کرنا یا اذان آہستہ آواز سے دینا سب اسی میں داخل ہے ۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔

﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ: پھر اگر تم پھسلو ۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ واضح دلیلوں کے باوجود اسلام میں پورے پورے داخل ہونے سے دور رہو اور اسلام کی راہ کے خلاف روش اختیار کرو تو یہ تمہارا سخت جرم ہے ۔ علم کے باوجود بے عملی جہالت ہے ۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

ع ۱۴/۲۵ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ تو اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ کا عذاب اور فرشتے آجائیں اور فیصلہ کر دیا جائے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں ۔

﴿هَلْ یَنْظُرُوْنَ: کس چیز کا انتظار کرتے ہیں ۔﴾ فرمایا جارہا ہے کہ دینِ اسلام چھوڑنے اور شیطان کی فرمانبرداری کرنے والے کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ؟ کیا اس کا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عذاب کے فرشتے اتر آئیں اور ان کا قصہ تمام کر دیا جائے ۔

سَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍؕ-وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(۲۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

﴿ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ: ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں۔﴾ فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں عطا فرمائیں، ان کے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے معجزات کو ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل بنایا، ان کے ارشاد اور ان کی کتابوں کو دین اسلام کی حقانیت کا گواہ بنایا۔ یادر ہے کہ یہ پوچھنا حقیقت میں انہیں قائل کرنے اور شرمندہ کرنے کے لئے ہے اور ان کی اپنی نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا اقرار کرانے کے لئے ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی نعمت کو بدل دے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آیاتِ الٰہیہ مراد ہیں جو ہدایت کا سبب ہیں اور ان کی بدولت گمراہی سے نجات حاصل ہوتی ہے انہیں میں سے وہ آیات ہیں جن میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کا بیان ہے اور یہود ونصاریٰ کا اپنی کتابوں میں تحریف کرنا اس نعمت کو تبدیل کرنا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۘ-وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ(۲۱۲)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بےگنتی دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی کو خوشنما بنا دیا گیا اور وہ مسلمانوں پر ہنستے ہیں اور (اللہ سے) ڈرنے

والے قیامت کے دن ان کافروں سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

﴿زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا : کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی کو خوشنما بنادیا گیا۔﴾ کافروں کیلئے دنیا کی زندگی آراستہ کردی گئی یعنی انہیں یہی زندگی پسند ہے، وہ اسی کی قدر کرتے اور اسی پر مرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں صرف ہو اور جو توشہ آخرت جمع کرنے میں خرچ ہو وہ بفضلہٖ تعالیٰ دینی زندگی ہے۔ اس آیت میں وہ لوگ داخل ہیں جو آخرت سے غافل ہیں۔

﴿وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : اور وہ مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔﴾ کفار غریب مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور دنیاوی ساز وسامان سے ان کی بے رغبتی دیکھ کر ان کی تحقیر کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب اور حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو دیکھ کر کفار مذاق اڑایا کرتے تھے اور دولتِ دنیا کے غرور میں اپنے آپ کو اونچا سمجھتے تھے۔ (خازن، البقرة، تحت الآیة: ۲۱۲، ۱/۱۵۰)

ان کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے دن ایماندار اِن کافروں سے بلند و بالا ہوں گے کیونکہ بروزِ قیامت مومنین قربِ الٰہی میں ہوں گے اور کفار جہنم میں ذلیل وخوار ہوں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا یا کسی مومن کو ذلیل یا کمینہ جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔ فاسق وکافر اگرچہ مالدار ہو ذلیل ہے اور مومن اگرچہ غریب ہو، کسی بھی قوم سے ہو عزت والا ہے بشرطیکہ متقی ہو۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے، اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کردے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض وحسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً : تمام لوگ ایک دین پر تھے۔﴾ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ سے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عہد تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمایا، یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں، (خازن، البقرة، تحت الآية: ۲۱۳، ۱/۱۵۰)

رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا سلسلہ شروع ہوا۔ نیز لوگوں کی ہدایت کیلئے بہت سے انبیاء اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتابیں اور صحیفے عطا کئے گئے جیسے حضرت آدم، حضرت شیث اور حضرت ادریس عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر صحیفے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر توریت، حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زبور، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انجیل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر قرآن نازل فرمایا۔ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہدایات آجانے کے بعد بھی لوگوں نے اختلاف کیا جیسے یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا اور آپس کے حسد کی وجہ سے کتاب اللہ کو بھی مشقِ ستم بنانے سے باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے حق کی ہدایت فرمائی چنانچہ یہود ونصاریٰ کو جن باتوں میں اختلاف تھا ان میں جو حق تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ سمجھا دیا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی، پہنچی انہیں سختی اور شدت اور ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہہ اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔﴾ یہ آیت غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں (قرطبی، البقرة، تحت الآية: ۲۱۵، ۲/۲۷، الجزء الثالث)

اس میں انہیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے۔ ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت خبّاب بن ارت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر مبارک سے تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، ہم نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے؟ ہماری کیوں مدد نہیں کرتے؟ ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگ گرفتار کیے جاتے تھے، زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے، آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے لیکن ان میں سے کوئی مصیبت انہیں ان کے دین سے روک نہ سکتی تھی۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۲/۵۰۳، الحدیث: ۳۶۱۲)

﴿وَ زُلْزِلُوْا: اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا۔﴾ سابقہ امتوں کی تکلیف وشدت اس انتہاء کو پہنچ گئی کہ فرمانبردار مومن بھی مدد طلب کرنے میں جلدی کرنے لگے اور اللہ کے رسولوں نے بھی اپنی امت کے اصرار پر فریاد کی حالانکہ رسول بڑے صابر ہوتے ہیں اور ان کے اصحاب بھی لیکن باوجود ان انتہائی مصیبتوں کے وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور کوئی مصیبت ان کے حال کو مُتغیّر نہ کرسکی چنانچہ ان کی فریاد پر بارگاہِ الٰہی سے جواب ملا کہ سن لو، بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے، اس جواب سے انہیں تسلی دی گئی اور یہی تسلی حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو دی گئی۔ اس آیت اور تفسیر میں مبلغین کیلئے اور نئے مسلمان ہونے والوں کے لئے اور نئے نئے کسی نیکی کے ماحول اپنانے والوں کیلئے تسلی اور بشارت ہے کہ وہ صبر واستقامت کے ساتھ اپنی تبلیغ، دین اور نیکی پر چلتے رہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ: جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لئے ہے اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ: آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟۔﴾ یہ آیت حضرت عمرو بن جموح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جواب میں نازل ہوئی جو بوڑھے شخص تھے اور بڑے مالدار تھے، انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا تھا کہ کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں؟ اس آیت میں انہیں بتادیا گیا (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۱۵، ۱/۱۵۲)

کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور خرچ کرنے کی جگہیں یہ ہیں یعنی والدین، رشتے دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ یہاں دو مسائل ذہن نشین رکھیں:

(۱)......اس آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ۲۱۵، ۱/۲۵۶)

(۲)......ماں باپ کو زکوۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔ (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ۳/۳۴۴)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

ع ۱۰ ۲۶

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔﴾ جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں اور اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کر دیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ فرمایا گیا کہ تم پر جہاد فرض کیا گیا اگرچہ یہ تمہیں طبعی اعتبار سے ناگوار ہے اور تمہارے اوپر شاق ہے لیکن تمہیں طبعی طور پر کوئی چیز ناگوار ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ وہ چیز ناپسندیدہ اور نقصان دہ ہے جیسے کڑوی دوائی، انجکشن اور آپریشن طبعی طور پر ناپسند ہوتے ہیں لیکن نقصان دہ نہیں بلکہ نہایت فائدہ مند ہیں۔ یونہی کسی چیز کا تمہیں پسند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اچھی اور مفید ہے۔ بچے کو پڑھائی کی جگہ ہر وقت کھیلتے رہنا پسند ہوتا ہے، شوگر کے مریض کو مٹھائی پسند ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں یہ چیزیں اس کیلئے مفید بھی ہیں بلکہ نقصان دہ ہیں۔ لہٰذا اے مسلمانو! اچھا یا برا ہونے کا مدار اپنی سوچ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا وہ بہر حال ہمارے لئے بہتر ہے اور جس سے منع فرمایا وہ بہر حال ہمارے لئے بہتر نہیں ہے۔ اسی سے ملتا جلتا مضمون سورہ نساء آیت 19 میں بھی ہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِؕ-قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌؕ-وَ صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِۗ-وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِۚ-وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِؕ-وَ لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْاؕ-وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ-وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۲۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللّٰہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللّٰہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے ماہِ حرام میں جہاد کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس مہینے میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللّٰہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللّٰہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ : آپ سے ماہِ حرام میں جہاد کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ **﴾**

شانِ نزول: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت **عبداللہ** بن جَحْش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی تھی جس نے مشرکین سے جہاد کیا۔ان کا خیال تھا کہ لڑائی کا دن جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے مگر حقیقت میں چاند 29 تاریخ کو ہوگیا تھا اور رجب کی پہلی تاریخ شروع ہوگئی تھی۔اس پر کفار نے مسلمانوں کو شرم دلائی کہ تم نے ماہ حرام میں جنگ کی۔حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کے متعلق سوال ہونے لگے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۱۸، ۲/۲۳، الجزء الثالث)

کہ ماہِ حرام میں لڑائی کرنا اگرچہ بہت بڑی بات ہے لیکن مشرکوں کا شرک، مسلمانوں کو ایذائیں دینا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ستانا یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور کر دینا، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے سے روکنا، دورانِ نماز طرح طرح کی ایذائیں دینا یہ ماہِ حرام میں لڑائی سے بہت بڑھ کر ہے۔لہٰذا پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے کرتوت دیکھ لو پھر مسلمانوں پر اعتراض کرنا۔ تمہارے یہ افعال مسلمانوں کے فعل سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ کفر و ظلم تو کسی حالت میں جائز نہیں ہوتے جبکہ لڑائی تو بعض صورتوں میں جائز ہو ہی جاتی ہے نیز مسلمانوں نے جو ماہِ حرام میں لڑائی کی تو وہ ان کی غلط فہمی کی وجہ سے تھی کہ چاند کی تاریخ ان پر مشکوک ہوگئی لیکن کفار کا کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں تو کوئی قابلِ شک فعل نہیں، یہ تو واضح طور پر ظلم و سرکشی تھی۔یاد رہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت کا حکم سورۂ توبہ آیت نمبر **5** سے منسوخ ہے۔

آیت ”یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

(1)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ خود بڑے بڑے عیبوں میں مبتلا ہونا اور دوسروں پر طعن کرنا کافروں کا طریقہ ہے۔یہ بیماری ہمارے ہاں بھی عام ہے کہ لوگ ساری دنیا کی برائیاں اور غیبتیں بیان کرتے ہیں اور خود اس سے بڑھ کر عیبوں کی گندگی سے آلودہ ہوتے ہیں۔ایک حدیث پاک میں بھی اس بیماری کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا تو نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں شہتیر نظر نہیں آتا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الغیبۃ، ذکر الاخبار عمّا یجب علی المرء... الخ، ۷/۵۰۶، الحدیث: ۵۷۳۱)

(2)......فتنہ انگیزی قتل سے بڑھ کر جرم ہے۔بعض لوگوں کو فتنہ و فساد کا شوق ہوتا ہے، آیت میں تو فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے لیکن اس سے ہٹ کر بھی فتنہ انگیزی کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

(3)......اس آیت سے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی شان بھی معلوم ہوئی کہ کفار نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم پر اعتراض کیا اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی طرف سے کفار کو جواب دیا۔

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ: اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے۔﴾ اس آیت میں خبر دی گئی کہ کفار مسلمانوں سے ہمیشہ عداوت رکھیں گے اور جہاں تک ان سے ممکن ہوگا وہ مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے چنانچہ آج دنیا میں یہی ہو رہا ہے، کفار کی ہزاروں تنظیمیں مسلم اور غیر مسلم ممالک میں اپنا دین، اپنا کلچر، اپنی تہذیب پھیلانے میں مشغول ہیں۔ جہاں اصل اسلام سے پھیر سکیں وہاں اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتی ہیں، جہاں یہ نہ ہو سکے وہاں لوگوں کو قرآن کی من مانی تاویلوں میں لگا دیتی ہیں، حدیثوں کے انکار میں لگا دیتی ہیں، نت نئے فتنوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اگر ایمانیات پر حملہ نہ کر سکیں تو اخلاقیات تباہ کر کے ایمان کمزور کرنے میں لگی ہوئی ہیں الغرض آیت کی حقانیت واضح ہے کہ کفار تمہیں ہمیشہ دین سے پھیرنے کی کوششوں میں لگے رہیں گے۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے۔﴾ مرتد ہونے سے تمام عمل باطل ہو جاتے ہیں، آخرت میں تو اس طرح کہ ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں اور دنیا میں اس طرح کہ شریعت حکومتِ اسلامیہ کو مُرتد کے قتل کا حکم دیتی ہے، مرد مرتد ہو جائے تو بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، مرتد شخص اپنے رشتے داروں کی وراثت پانے کا مستحق نہیں رہتا، مرتد کی تعریف کرنا اور اس سے تعلق رکھنا جائز نہیں ہوتا۔ چونکہ مرتد ہونے سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں لہٰذا اگر کوئی حاجی مرتد ہو جائے پھر ایمان لائے تو وہ دوبارہ حج کرے، پہلا حج ختم ہو چکا۔ اسی طرح زمانہ اِرتداد میں جو نیکیاں کیں وہ قبول نہیں۔ جو حالتِ اِرتداد میں مر گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا جیسا کہ آیت کے آخر میں "هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتمہ بالخیر نصیب کرے۔ یاد رکھیں کہ مرتد ہونا بہت سخت جرم ہے، افسوس کہ آج کل مسلمانوں کی اکثریت دین کے بنیادی عقائد سے لاعلم ہے، شادی و مرگ اور ہنسی مذاق کے موقع پر کفریہ جملوں کی بھرمار ہے، گانے، فلمیں، ڈرامے خصوصاً مزاحیہ ڈرامے کفریات کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، ان چیزوں سے بچانے والے علوم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت میں ایمان، ہجرت اور جہاد تین بڑے اعمال کا ذکر ہے اور یہ تینوں اعمال بجالانے والوں کے بارے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(۲۰) یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌۙ(۲۱) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ(۲۲) (توبہ: ۲۰ تا ۲۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ : وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ پر اجر دینا واجب نہیں ہوجاتا بلکہ ثواب دینا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاؕ وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَۙ(۲۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم

سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں ۔تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں ؟تم فرماؤ: جو زائد بچے۔اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔

﴿ **یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ: آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔**﴾ یاد رہے کہ اِس آیت میں شراب کو حرام قرار نہیں دیا گیا بلکہ حرمت کی آیات سورۂ مائدہ میں بعد میں نازل ہوئیں اور **3** ہجری میں غزوۂ احزاب سے چند روز بعد شراب حرام کی گئی۔

شراب اور جوئے کی مذمت

اس آیت میں شراب اور جوئے کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ جوئے اور شراب کا گناہ اس کے نفع سے زیادہ ہے، نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ سُرور پیدا ہوتا ہے یا اس کی خرید وفروخت سے تجارتی فائدہ ہوتا ہے اور جوئے میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے کبھی مفت کا مال ہاتھ آجاتا ہے لیکن شراب اور جوئے کی وجہ سے ہونے والے گناہوں اور فسادات کا کیا شمار۔ شراب سے عقل زائل ہوجاتی ہے، غیرت وحَمِیَّت کا جنازہ نکل جاتا ہے، ماں ،بہن ،بیٹی کی تمیز ختم ہوجاتی ہے، عبادت سے دل اکتا جاتا ہے، عبادت کی لذت دل سے نکل جاتی ہے۔ جوئے کی وجہ سے لوگوں سے دشمنیاں پیدا ہوجاتی ہیں، آدمی سب کی نظر میں ذلیل وخوار ہوجاتا ہے، جوئے باز، سٹے باز کے نام سے بدنام ہوتا ہے، کبھی کبھار اپنا سب مال واسباب جوئے میں ہار دیتا ہے، زندگی تباہ وبرباد ہوجاتی ہے، محنت سے جی چرانا شروع ہوجاتا ہے اور مفت خورہ بننے کی عادت پڑ جاتی ہے وغیرہا۔ ایک روایت میں ہے کہ جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اللہ تعالٰی کو جعفر طیار کی چار خصلتیں پسند ہیں۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جعفر طیار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی کہ **ایک خصلت** تو یہ ہے کہ میں نے کبھی شراب نہیں پی، یعنی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ اس سے عقل زائل ہوتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ عقل اور بھی تیز ہو۔ **دوسری خصلت** یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی بت کی پوجا نہیں کی کیونکہ

میں جانتا تھا کہ یہ پتھر ہے نہ نفع دے سکے نہ نقصان۔ **تیسری خصلت** یہ ہے کہ میں کبھی زنا میں مبتلا نہ ہوا کیونکہ میں اس کو بے غیرتی سمجھتا تھا۔ **چوتھی خصلت** یہ تھی کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اس کو کمینہ پن خیال کرتا تھا۔
(تفسیرات احمدیه، البقرة، تحت الآية: ۲۱۹، ص ۱۰۱ ملتقطاً)

سبحان اللّٰہ، کیا سلیم الفطرت تھے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں گا اور اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑ جائے پھر دریا خشک ہو جائے اور وہاں گھاس پیدا ہو تو میں اس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۱۹، ص ۱۱۳)

سبحان اللّٰہ! گناہ سے کس قدر نفرت ہے۔ "اللّٰہ تعالٰی ہمیں ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جوئے کے احکام

(1)......جوا کھیلنا حرام ہے۔

(2)......جوا، ہر ایسا کھیل ہے جس میں اپنا کل یا بعض مال چلے جانے کا اندیشہ ہو یا مزید مل جانے کی امید ہو۔

(3)......شطرنج تاش، لڈو، کیرم، بلیئرڈ، کرکٹ وغیرہ ہار جیت کے کھیل جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں۔ یونہی کرکٹ وغیرہ میں میچ یا ایک ایک اوور یا ایک ایک بال پر جو رقم لگائی جاتی ہے یہ جوا ہے، یونہی گھروں یا دفتروں میں چھوٹی موٹی باتوں پر جو اس طرح کی شرطیں لگتی ہیں کہ اگر میری بات درست نکلی تو تم کھانا کھلاؤ گے اور اگر تمہاری بات سچ نکلی تو میں کھانا کھلاؤں گا یہ سب جوئے میں داخل ہیں۔ یونہی لاٹری وغیرہ جوئے میں داخل ہے۔ آج کل موبائل پر کمپنی کو میسج کرنے پر ایک مخصوص رقم کٹتی ہے اور اس پر بھی انعامات رکھے جاتے ہیں یہ سب جوئے میں داخل ہیں۔

﴿ وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ : آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟﴾ تفسیر خازن میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: صدقہ کی مقدار ارشاد فرما دیں کہ کتنا مال راہِ خدا میں دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، البقرة، تحت الآية: ۲۱۹، ۱۵۹/۱)

اور فرمایا گیا کہ جتنا تمہاری حاجت سے زائد ہو۔ ابتدائے اسلام میں حاجت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اپنے مال میں سے اپنی ضرورت کی مقدار لے کر باقی سب راہ خدا میں تصدُّق کر دیتے تھے۔ یہ حکم اگر بطورِ فرض کے تھا تو زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے منسوخ ہو گیا اور اگر نفلی حکم تھا تو آج بھی مستحب طور پر باقی ہے۔

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰىؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۲۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا و آخرت کے کام سوچ کر کرو اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے، اور اللّٰہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا، بیشک اللّٰہ زبردست حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا اور آخرت کے کاموں میں (غور وفکر کرلیا کرو) اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر ان کے ساتھ اپنا خرچہ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللّٰہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے جدا خوب جانتا ہے اور اگر اللّٰہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک اللّٰہ زبردست حکمت والا ہے۔

﴿فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ: دنیا و آخرت کے کاموں میں۔﴾ اس حصے کا تعلق پچھلی آیت کے آخری جملے سے ہے اور اس کا معنیٰ یہ بنے گا ”تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملے میں غور وفکر کرو۔ یعنی جتنا تمہاری دنیوی ضرورت کے لیے کافی ہو وہ لے کر باقی سب مال اپنی آخرت کے نفع کے لیے خیرات کردو۔ اس سے جدا گانہ بھی دنیا و آخرت کے کام سوچ سمجھ کر ہی کرنے چاہئیں۔

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰى: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔﴾ جب یہ آیت: ”اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا“ (النساء: ۱۰) نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنے والا ہے تو لوگوں نے یتیموں کے مال جدا کر دیئے اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا اس میں یہ صورتیں بھی پیش آئیں کہ جو کھانا یتیم کے لیے پکایا جاتا اس میں سے کچھ بچ جاتا اور خراب ہو جاتا اور کسی کے کام نہ آتا، اس میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبداللّٰہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کی نیت سے اس کا کھانا اس کے سرپرست اپنے کھانے کے ساتھ ملا لیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیموں کے فائدے کے لیے ملانے کی اجازت دی گئی۔

(ابو داود، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، ۳/۱۵۷، الحدیث: ۲۸۷۱، تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآیة: ۲۲۰، ۲/۴۰۴)

لیکن ساتھ ہی تنبیہ فرمادی کہ تمہیں یتیموں کے فائدے کیلئے مال ملانے کی اجازت تو دیدی گئی ہے لیکن کون اچھی نیت سے یتیموں کا مال ملاتا ہے اور کس کی نیت میں فساد ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ظاہراً تو یتیموں کا فائدہ کررہے ہو اور حقیقت میں ان کا مال ہڑپ کرنے کا ارادہ ہو۔ آیت مبارکہ کا یہ حصہ ’’ **وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ** ‘‘ کہ اللہ تعالیٰ اصلاح کی نیت والے اور فساد کی نیت والے دونوں کو جانتا ہے، یہ فرمان نہایت جامع ہے اور زندگی کے ہزاروں شعبوں کے لاکھوں معاملات میں رہنمائی کیلئے کافی ہے جہاں ایک ہی چیز میں اچھی اور بری دونوں نیتیں ہوسکتی ہیں وہاں دوسرے لوگ اگرچہ بری نیت کو نہ جانتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔

یتیموں سے متعلق 2 احکام

(1)......یتیم وہ نابالغ بچہ یا بچی ہے جس کا باپ فوت ہوگیا ہو، اگر اس کے پاس مال ہو اور اپنے کسی ولی کی پرورش میں ہو اس کے احکام اس آیت میں مذکور ہیں کہ ولی خواہ اس یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر اس پر خرچ کرے یا علیحدہ رکھ کر جس میں یتیم کی بہتری ہو وہ کرسکتا ہے لیکن ملانا خراب نیت سے نہیں ہونا چاہیے۔

(2)......اگرچہ اس آیت کا نزول یتیموں کی مالی اصلاح کے بارے میں ہوا مگر اصلاح کے لفظ میں ساری مصلحتیں داخل ہیں۔ یتیموں کے اخلاق، اعمال، تربیت، تعلیم سب کی اصلاح کرنی چاہیے۔ یوں سمجھیں کہ یتیم ساری مسلم قوم کیلئے اولاد کی طرح ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہوجائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ

سے اچھی اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور (مسلمان عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک تمہیں پسند ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ: اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔﴾ یہ آیت حضرت مرثد غَنَوی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ ایک بہادر شخص تھے۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تاکہ وہاں سے کسی تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو نکال لائیں۔ وہاں عَناق نامی ایک مشرکہ عورت تھی جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ محبت کرتی تھی، وہ حسین اور مالدار تھی جب اُس کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئی اور اپنی طرف دعوت دی۔ آپ نے خوفِ الٰہی کی وجہ سے اس سے اِعراض کیا اور فرمایا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا تب اس نے نکاح کی درخواست کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ بھی رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت پر موقوف ہے۔ چنانچہ پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر جب آپ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو صورتِ حال عرض کر کے نکاح کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۲۱، ۱/۱۶۰)

اور فرمایا گیا کہ مشرکہ عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں اگرچہ وہ تمہیں پسند ہوں۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اہلِ کتاب یعنی یہودی، عیسائی عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ اس کی تفصیل سورہ مائدہ آیت 5 میں آئے گی۔

﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ: اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے۔﴾ شانِ نزول: ایک روز حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کسی خطا پر اپنی باندی کے طمانچہ مارا پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی ایمانی حالت کے متعلق دریافت کیا۔ عرض کیا کہ وہ اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دیتی

ہے، رمضان کے روزے رکھتی ہے، اچھی طرح وضو کرتی ہے اور نماز پڑھتی ہے۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وہ مومنہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سچا نبی بنا کر مبعوث فرمایا، میں اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کروں گا، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس پر لوگوں نے طعنہ زنی کی کہ تم نے ایک سیاہ فام باندی کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ فلاں مشرکہ آزاد عورت تمہارے لیے حاضر ہے، وہ حسین بھی ہے، مالدار بھی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٢١، ١/١٦١)

کہ مسلمان باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرکہ آزاد ہو اور حسن و مال کی وجہ سے اچھی معلوم ہوتی ہو۔

﴿وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا: اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔﴾ یہ عورت کے سرپرستوں سے خطاب ہے کہ اپنی مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو۔ مسلمان عورت کا نکاح مشرک و کافر کے ساتھ باطل و حرام ہے۔ مشرک و کافر لوگ تو تمہیں جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں نصیحت فرمانے کیلئے تم پر اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ اس آیت میں آج کل کے مسلمانوں کے لئے بہت واضح حکم موجود ہے۔ انتہائی افسوس ہے کہ قرآن میں اتنی صراحت و وضاحت سے حکم آنے کے باوجود مسلمان لڑکوں میں مشرکہ لڑکیوں کے ساتھ اور یونہی کافر لڑکوں اور مسلمان لڑکیوں میں باہم شادیوں کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں کفار و مسلم اکٹھے رہتے ہیں۔ مغربی طرزِ زندگی نیز لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم سے جہاں اور تباہیاں مچی ہوئی ہیں اور بے حیائی کا طوفان اُمڈ آیا ہے وہیں باہم ایسی حرام شادیوں کے ذریعے زندگی بھر کی بدکاری کے سلسلے بھی جاری و ساری ہیں۔ اس تمام صورتحال کا وبال اُن لڑکوں لڑکیوں پر بھی ہے جو اس میں مُلَوَّث ہیں اور ان والدین پر بھی جو راضی خوشی اولاد کو اس جہنم میں جھونکتے ہیں اور ان حکمرانوں اور صاحبِ اختیار پر بھی ہے جو ایسی تعلیم کو رواج دیتے ہیں یا باوجودِ قدرت اس کا اِنسداد کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور یونہی اس کا وبال اُن نام نہاد جاہل دانشوروں، لبرل اِزم کے مریضوں اور دین دشمن قلمکاروں پر بھی ہے جو اس کی تائید و حمایت میں ورق سیاہ کرتے ہیں۔

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِؕ-قُلْ هُوَ اَذًىۙ-فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِۙ

وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَۚ-فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ

اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپا کی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرماؤ: وہ ناپاکی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہوجائیں پھر جب خوب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ :اور تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: عرب کے لوگ یہودیوں اور مجوسیوں کی طرح حیض والی عورتوں سے بہت نفرت کرتے تھے، ان کے ساتھ کھانا پینا، ایک مکان میں رہنا انہیں گوارا نہ تھا بلکہ یہ شدت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام سمجھتے تھے جبکہ عیسائیوں کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس تھا یعنی وہ ان دنوں میں عورتوں سے ملاپ میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے تھے۔ مسلمانوں نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حیض کا حکم دریافت کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی، البقرة، تحت الآية: ٢٢٣، ٢/٦٤، الجزء الثالث)

اور اِفراط وتفریط کی راہیں چھوڑ کر اعتدال کی تعلیم فرمائی گئی اور بتادیا گیا کہ حیض کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہے۔ اور چونکہ یہ قرآن کی واضح آیت سے ثابت ہے لہٰذا ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے۔ **(بہار شریعت، حصہ دوم، نفاس کا بیان، ۱/۳۸۲)**

یونہی ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کی جگہ سے لذت حاصل کرنا منع ہے۔ (رد المحتار، كتاب الطهارة، ١/٥٣٤)

بقیہ ان سے گفتگو کرنا، ان کے ساتھ کھانا پینا حتّٰی کہ ان کا جوٹھا کھانا بھی جائز ہے، گناہ نہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی گندگی کا مقام ہے۔

﴿ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ : پھر جب خوب پاک ہوجائیں۔﴾ خوب پاک ہونے سے مراد ایامِ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرلینا ہے۔

(1)......حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

(2)......حیض کے دنوں میں عورت کیلئے تلاوتِ قرآن، نماز، روزہ، مسجد میں داخلہ، قرآن کو چھونا اور خانہ کعبہ کا طواف حرام ہوجاتا ہے۔

(3)......ذکرو درود وغیرہ میں کوئی حرج نہیں البتہ اس کیلئے وضو کرلینا مستحب ہے۔

(4)......ایامِ حیض کے روزوں کی قضا عورت پر لازم ہے جبکہ نمازیں معاف ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ 2 کا مطالعہ فرمائیں۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ(۲۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے فائدے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور اے حبیب! ایمان والوں کو بشارت دو۔

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔﴾ عورتوں سے متعلق فرمایا کہ وہ تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی عورتوں کی قربت سے نسل حاصل کرنے کا ارادہ کرو، نہ کہ صرف اپنی خواہش پوری کرنے کا۔ نیز عورت سے ہر طرح ہم بستری جائز ہے لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے کھڑے، بشرطیکہ صحبت اگلے مقام میں ہو کیونکہ یہی راستہ کھیتی یعنی اولاد کا ثمرہ حاصل کرنے کا ہے۔

﴿وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ: اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔﴾ اس سے مراد ہے کہ اعمال صالحہ کرو یا جماع سے قبل بسم اللہ پڑھو نیز بیویوں میں مشغول ہو کر عبادات سے غافل نہ ہوجاؤ۔

اولاد کو شیطان سے محفوظ رکھنے کی دعا

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو کہے:

''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ''

اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا اور اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھنا جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ پس (یہ دعا پڑھنے کے بعد صحبت کرنے سے) جو بچہ انہیں ملا اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(بخاری، کتاب الوضوء، باب التسمیۃ علی کلّ حال وعند الوقاع، ۷۳/۱، الحدیث: ۱۴۱)

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴿۲۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیز گاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو احسان کرنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ: اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو آڑ نہ بنالو۔﴾ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنے بہنوئی حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نہ کلام کروں گا نہ ان کے گھر جاؤں گا اور نہ ان کے مخالفین سے ان کی صلح کراؤں گا۔ جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تو وہ کہتے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لیے یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۲۴، ۱۶۴/۱) اور نیک کام نہ کرنے کی قسم کھانے سے منع کر دیا گیا۔

نیکی سے باز رہنے کی قسم کھانے والا کیا کرے؟

یہاں ایک اہم مسئلہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی شخص نیکی سے باز رہنے کی قسم کھالے تو اس کو چاہیے کہ قسم کو پورا نہ کرے

بلکہ وہ نیک کام کرے اور قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس شخص نے کسی امر پر قسم کھالی پھر معلوم ہوا کہ خیر اور بہتری اس کے خلاف میں ہے تو چاہیے کہ اس امرِ خیر کو کرلے اور قسم کا کفارہ دے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمیناً... الخ، ص ۸۹۸، الحدیث: ۱۲(۱۶۵۰))

یہی حکم سورہ نور آیت نمبر 22 میں بھی مذکور ہے۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِکُمْ وَلٰکِنۡ یُّؤَاخِذُکُمۡ بِمَا کَسَبَتۡ قُلُوۡبُکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿۲۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دل نے کئے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جن کا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے۔

﴿ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِکُمْ: اور اللہ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے۔﴾ قسم تین طرح کی ہوتی ہے: (۱) لغو۔ (۲) غموس۔ (۳) مُنعقدہ۔

(1)......لغو یہ ہے کہ کسی چیز کو اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھائی اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔

(2)......غموس یہ ہے کہ کسی گزری ہوئی چیز پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے، یہ حرام ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں ہیں۔

(3)......منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ چیز پر قسم کھائے، اس قسم کو اگر توڑے تو بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہیے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصد و بے قصد زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی، یہ سخت معیوب ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۸)

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھیں ان کیلئے چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں وہ رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ: اور وہ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھیں۔﴾ یہ قسم کھانا کہ میں اپنی بیوی سے چار مہینے تک یا کبھی صحبت نہ کروں گا اسے اِیلاء کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دے اور چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تب تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ کے بعد عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائیگی اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ایلاء کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت، حصہ 8 سے ''ایلاء کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کرلیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ: اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں۔﴾ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے، اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال، دو سال، تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھالیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے نہ تو وہ بیوہ ہوتیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیتیں اور نہ شوہر دار کہ شوہر سے کچھ سکون حاصل کرتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لیے یا غیر معین مدت کے لیے ترکِ صحبت کی قسم کھالے جس کو ایلا کہتے ہیں تو اس کے لیے چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لیے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ یہ حکم بھی عورتوں پر اسلام کے احسانات میں سے ایک احسان اور حقوقِ نسواں کی پاسداری کی علامت ہے۔

وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍؕ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًاؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠(۲۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک روکے رکھیں اور انہیں حلال نہیں کہ اس کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ: اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک روکے رکھیں۔﴾ اس آیت میں مُطَلَّقہ عورتوں کی عدت کا بیان ہے جن عورتوں کو ان کے شوہروں نے طلاق دی ہو اگر وہ شوہر کے پاس نہ گئی تھیں اور ان سے خَلْوَتِ صحیحہ بھی نہ ہوئی تھی جب تو ان پر طلاق کی عدت ہی نہیں ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت **49** میں ہے اور جن عورتوں کو کم سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جو حاملہ ہوں ان کی عدت بچہ جننا ہے جیسا کہ ان دونوں کی عدتوں کا بیان سورہ طلاق کی آیت **4** میں ہے اور جس کا شوہر فوت ہو جائے اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ جننا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر فوت شدہ کی بیوی حاملہ نہ ہو تو اس عورت کی عدت **4** ماہ، **10** دن

ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت **234** میں ہے۔ مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ باقی جو آزاد عورتیں ہیں یہاں ان کی عدت اور طلاق کا بیان ہے کہ ان کی عدت تین حیض ہے۔

﴿ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ :اور انہیں حلال نہیں ۔﴾ جس چیز کا چھپانا حلال نہیں وہ حمل اور حیض کا خون ہے۔

(جلالین، البقرة، تحت الآية: ٢٢٨، ص٣٤)

ان کا چھپانا اس لئے حرام ہے کہ ان کے چھپانے سے رجوع کرنے اور اولاد کے بارے میں جو شوہر کا حق ہے وہ ضائع ہوگا۔

﴿ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ :اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں۔﴾ یہاں بطورِ خاص ایمان کا تذکرہ کرکے یہ سمجھایا ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کیا جائے۔ لہٰذا ہر نیک عمل کو ایمان کا تقاضا کہہ سکتے ہیں۔

﴿ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ :اور ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں۔﴾ شوہروں کو رجعی طلاق میں عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ آیت میں "اَرَادُوْا" کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق رجعی میں رجوع کیلئے عورت کی مرضی ضروری نہیں صرف مرد کا رجوع کافی ہے، ہاں ظلم کرنے اور عورت سے اپنے انتقام کی آگ بجھانے کیلئے رجوع کرنا سخت برا ہے۔ رجوع اصلاح کی نیت سے ہونا چاہیے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں اِس جہالت کی بھی کمی نہیں، بیویوں کو ظلم و ستم اور سسرال سے انتقام لینے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے حتّٰی کہ بعض اوقات تو شادی ہی اس نیت سے کی جاتی ہے اور بعض اوقات رجوع اس نیت سے کیا جاتا ہے۔ یہ سب زمانہ جاہلیت کے مشرکوں کے افعال ہیں۔

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ :اور عورتوں کیلئے بھی شریعت کے مطابق مردوں پر ایسے ہی حق ہے جیسا عورتوں پر ہے۔﴾ یعنی جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورے کرنا لازم ہے۔ آیت کی مناسبت سے یہاں ہم شوہر اور بیوی کے چند حقوق بیان کرتے ہیں۔

شوہروں کے حقوق

شوہر پر بیوی کے چند حقوق یہ ہیں: (1) خرچہ دینا، (2) رہائش مہیا کرنا، (3) اچھے طریقے سے گزارہ کرنا، (4) نیک باتوں، حیاء اور پردے کی تعلیم دیتے رہنا، (5) ان کی خلاف ورزی کرنے پر سختی سے منع کرنا، (6) جب تک شریعت منع نہ کرے ہر جائز بات میں اس کی دلجوئی کرنا، (7) اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنا اگرچہ یہ عورت کا حق نہیں۔

بیوی پرشوہر کے چند حقوق یہ ہیں: (1) ازدواجی تعلقات میں مُطْلَقاً شوہر کی اطاعت کرنا، (2) اس کی عزت کی سختی سے حفاظت کرنا، (3) اس کے مال کی حفاظت کرنا، (4) ہر بات میں اس کی خیر خواہی کرنا، (5) ہر وقت جائز امور میں اس کی خوشی چاہنا، (6) اسے اپنا سردار جاننا، (7) شوہر کو نام لے کر نہ پکارنا، (8) کسی سے اس کی بلاوجہ شکایت نہ کرنا، (9) اور خدا توفیق دے تو وجہ ہونے کے باجود شکایت نہ کرنا، (10) اس کی اجازت کے بغیر آٹھویں دن سے پہلے والدین یا ایک سال سے پہلے دیگر محارم کے یہاں نہ جانا، (11) وہ ناراض ہو تو اس کی بہت خوشامد کرکے منانا۔
(فتاوی رضویہ، ۲۴/۳۷۱، ملخصاً)

﴿ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ : اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔﴾ مرد وعورت دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں لیکن مرد کو بہر حال عورت پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللّٰہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللّٰہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کرسکیں گے تو ان پر اُس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کرلے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ: طلاق دو بار تک ہے۔﴾ یہ آیت ایک عورت کے متعلق نازل ہوئی جس نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اس کو طلاق دیتا رہے گا اور رجوع کرتا رہے گا اور ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی تو رجوع کرلے گا اور پھر طلاق دیدے گا، اسی طرح عمر بھر اس کو قید رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (البحر المحیط، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۲۹، ۲/۲۰۲)

اور ارشاد فرمادیا کہ طلاق رَجعی دو بار تک ہے اس کے بعد طلاق دینے پر رجوع کا حق نہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار دو بار تک ہے۔ اگر تیسری طلاق دی تو عورت شوہر پر حرام ہوجائے گی اور جب تک پہلے شوہر کی عدت گزار کر کسی دوسرے شوہر سے نکاح اور ہم بستری کرکے عدت نہ گزار لے تب تک پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی۔ لہٰذا ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد رجوع کرکے اچھے طریقے سے اسے رکھ لو اور یا طلاق دے کر اسے چھوڑ دو تاکہ عورت اپنا کوئی دوسرا انتظام کرسکے۔ اچھے طریقے سے روکنے سے مراد رجوع کرکے روک لینا ہے اور اچھے طریقے سے چھوڑ دینے سے مراد ہے کہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے دے کہ اس طرح ایک طلاق بھی بائنہ ہوجاتی ہے۔ شریعت نے طلاق دینے اور نہ دینے کی دونوں صورتوں میں بھلائی اور خیر خواہی کا فرمایا ہے۔ ہمارے زمانے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد دونوں صورتوں میں الٹا چلتی ہے، طلاق دینے میں بھی غلط طریقہ اور بیوی کو رکھنے میں غلط طریقہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

﴿وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ: اور تمہیں حلال نہیں۔﴾ یہاں بوقتِ طلاق عورت سے مال لینے کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ شوہر اپنا دیا ہوا مہر واپس لے اور یہ بطورِ خلع نہ ہو، یہ صورت تو سراسر ناجائز و حرام ہے، یہ مضمون سورہ نساء کی آیت 20، 21 میں بھی ہے، وہاں فرمایا کہ تم بیویوں کو ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو طلاق کے وقت اس سے لینے کی اجازت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عورت مرد سے خلع لے اور خلع میں عورت مال ادا کرے، اس صورت کی اجازت ہے

اور آیت میں جو فرمایا کہ عورت کے فدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس سے یہی صورت مراد ہے لیکن اس صورت میں بھی یہ حکم ہے کہ اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو خلع میں مال لینا مکروہ ہے اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو مال لینا درست ہے لیکن مہر کی مقدار سے زیادہ لینا پھر بھی مکروہ ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الثامن، الفصل الاول، ۱/۴۸۸)

خلع کے احکام

(1)...... بلاوجہ عورت کیلئے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے۔ ایسی عورتیں اور وہ حضرات درج ذیل 3 احادیث سے عبرت حاصل کریں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکاتے ہیں:

(۱) حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:'' جو عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، ۲/۳۹۰، الحدیث: ۲۲۲۶)

(۲) حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:'' وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔

(ابو داود، کتاب الطلاق، باب فیمن خبب امرأۃ علی زوجھا، ۲/۳۶۹، الحدیث: ۲۱۷۵)

(۳) حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:'' ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے، اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے۔ اس کے لشکر میں سے ایک آ کر کہتا ہے: میں نے ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص آ کر کہتا ہے: میں نے ایک شخص کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کروا دی۔ ابلیس اس کو اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تم نے کام کیا ہے۔ (مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب تحریش الشیطان وبعث سرایاہ لفتنۃ الناس... الخ، ص ۱۵۱۱، الحدیث: ۶۷(۲۸۱۳))

(2)...... **خلع کا معنی:** مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ خلع میں شرط ہے کہ عورت اسے قبول کرے۔

(3)...... اگر میاں بیوی میں نا اتفاقی رہتی ہو تو سب سے پہلے میاں بیوی کے گھر والے ان میں صلح صفائی کی کوشش کریں جیسا کہ سورۂ نساء آیت 35 میں ہے کہ مرد و عورت دونوں کی طرف سے پنچ مقرر کیا جائے جو ان کے درمیان صلح صفائی کروا

دے لیکن اگر اس کے باوجود آپس میں نہ بنے اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے تو خلع میں کوئی مضائقہ نہیں اور جب خلع کر لیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال طے کیا ہو عورت پر اُس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔
(ھدایہ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ۲۶۱/۱)

خلع کی آیت حضرت جمیلہ بنت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بارے میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنے شوہر حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شکایت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں کی اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں تب حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارا نہیں کرتیں اور مجھ سے علیحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں میں ان کو آزاد کر دوں گا۔ حضرت جمیلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اس بات کو منظور کر لیا چنانچہ حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے باغ لے لیا اور انہیں طلاق دے دی۔
(در منثور، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۲۹، ۶۷۱/۱)

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے، پھر وہ دوسرا شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں کچھ گناہ نہیں اگر وہ یہ سمجھیں کہ (اب) اللہ کی حدوں کو قائم رکھ لیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ دانش مندوں کے لئے بیان کرتا ہے۔

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا: پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے۔﴾ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر حرمتِ غلیظہ کے ساتھ حرام

ہوجاتی ہے، اب نہ اس سے رجوع ہوسکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح جب تک یہ نہ ہو کہ عورت عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے یا وہ فوت ہوجائے اور عورت پھر اس دوسرے شوہر کی عدت گزارے۔

تین طلاقوں کے بارے میں ایک اہم مسئلہ

تین طلاقیں تین مہینوں میں دی جائیں یا ایک مہینے میں یا ایک دن میں یا ایک نشست میں یا ایک جملے میں بہر صورت تینوں واقع ہوجاتی ہیں اور عورت مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر شرعی طریقے کے مرد وعورت کا ہم بستری وغیرہ کرنا صریح حرام وناجائز ہے اور ایسی صلح کی کوشش کروانے والے بھی گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ تفصیل کیلئے علماءِ اہلسنّت کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ٞ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾

ع ۲۹ ۳ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللّٰہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنالو اور یاد کرو اللّٰہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب وحکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی (عدت کی اختتامی) مدت (کے قریب) تک پہنچ جائیں تو اس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہ روک رکھو تا کہ تم (ان

پر) زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور اس نے تم پر جو کتاب اور حکمت اتاری ہے (اسے یاد کرو) اس کے ذریعے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو۔﴾ یہ آیت ایک انصاری کے بارے میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی اور جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تھی تو رجوع کرلیا کرتے تھے تاکہ عورت قید میں پڑی رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (در منثور، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۱، ۱/۶۸۲)

جس کا خلاصہ ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کی اختتامی مدت کے قریب پہنچ جائیں تو اس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ تمہیں رجوع کا اختیار تو دیا گیا ہے لیکن اس اختیار کو ظلم وزیادتی کا حیلہ نہ بناؤ کہ انہیں نقصان پہنچانے اور ایذاء دینے کی نیت سے رجوع کرتے رہو۔ یہ فعل سراسر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق بنانے کے مُتَرادِف ہے کہ جیسے مذاق میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کی جاتی اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو اس طرح کرتا ہے وہ اپنی جان پر ہی ظلم کرتا ہے کہ حکمِ الٰہی کی مخالفت کرکے گنہگار ہوتا ہے۔ تمہیں تو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں اسلام کی دولت عطا کی اور سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا امتی بنایا، تمہیں تمہاری عبادات، معاملات اور معاشرت کے طریقے سکھائے، تمہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب اور حکمت کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے، زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کائنات میں تمہارے اپنی بیویوں پر ظلم وستم اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کو اور کوئی نہ بھی جانتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی بارگاہ میں تو جواب دینا ہی پڑے گا۔ سُبحانَ اللہ، کتنی پیاری نصیحت ہے، کتنا پیارا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے گھروں کے معاملات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوجائیں۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضا مند ہو جائیں یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی (عدت کی) مدت پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں شریعت کے موافق رضا مند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ کام ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ : اور جب تم عورتوں کو طلاق دو۔﴾ حضرت مَعْقِل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بہن کا نکاح عاصم بن عدی کے ساتھ ہوا تھا انہوں نے ایک طلاق دیدی لیکن عدت گزرنے کے بعد پھر عاصم نے نکاح کی درخواست کی تو حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مانع ہوئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری ، كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح الّا بولیّ، ۴۴۲/۳، الحديث: ۵۱۳۰)

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی عورت کی عدت گزر جائے اور عدت کے بعد وہ عورت کسی سے نکاح کا ارادہ کرے خواہ وہ کوئی نیا آدمی ہو یا وہی ہو جس نے طلاق دی تھی تو اگر وہ مرد و عورت باہم رضا مند ہیں تو عورت کے سرپرستوں کو بلاوجہ منع کرنے کا حق نہیں۔ اس حکم کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے فرمایا کہ یہ ہر اس آدمی کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس حکم پر عمل کرنا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی و طہارت کا باعث ہے کیونکہ بعض اوقات سابقہ تعلقات کی وجہ سے عورتیں غلط قدم بھی اٹھا لیتی ہیں جو بعد میں سب کیلئے پریشانی کا باعث بنتا ہے، اس لئے عورتوں کو مزید نکاح سے بلاوجہ منع نہ کرو۔ تمہاری حقیقی حکمت و مصلحت کو تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ اگر عورت غیرِ کُفو میں بغیر اجازتِ ولی نکاح کرے تو وہاں اولیاء کا حق ہوتا ہے۔ تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ 7 میں ''کفو کا بیان'' مطالعہ کریں۔

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَؕ-وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ-لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَاۚ-لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖۗ-وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَۚ-فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاؕ-وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۲۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کردو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں ، (یہ حکم) اس کے لئے (ہے) جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور بچے کے باپ پر رواج کے مطابق عورتوں کے کھانے اور پہننے کی ذمہ داری ہے۔ کسی جان پر اتنا ہی بوجھ رکھا جائے گا جتنی اس کی طاقت ہو۔ ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ تکلیف دی جائے اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی (حکم) ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی

رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ (دوسری عورتوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی مضائقہ نہیں جب کہ جو معاوضہ دینا تم نے مقرر کیا ہو وہ بھلائی کے ساتھ ادا کر دو اور **اللّٰہ** سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ **اللّٰہ** تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں۔﴾ طلاق کے بیان کے بعد یہ سوال طبعاً سامنے آتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہو تو اس کی جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا طریقہ ہوگا اس لیے حکمت کا تقاضا تھا کہ بچہ کی پرورش کے متعلق ماں باپ پر جو احکام ہیں وہ اس موقع پر بیان کر دیئے جائیں لہٰذا یہاں ان مسائل کا بیان ہوا۔ آیت کا خلاصہ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں۔ دوسال مکمل کرانے کا حکم اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے کیونکہ دوسال کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز ہوتا ہے اگرچہ اڑھائی سال تک دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اگر وہ میاں بیوی باہمی مشورے سے کسی اور سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں البتہ اس صورت میں دودھ پلانے والی عورت کو اس کی اجرت صحیح طریقے سے ادا کی جائے گی۔ ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد سے تکلیف دی جائے۔ ماں کو ضرر دینا یہ ہے کہ جس صورت میں اس پر دودھ پلانا ضروری نہیں اس میں اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے اور باپ کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس کی طاقت سے زیادہ اس پر ذمہ داری ڈالی جائے۔ یا آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ نہ ماں بچے کو تکلیف دے اور نہ باپ۔ ماں کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ نہ دے اور اس کی نگرانی نہ رکھے یا اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ کا بچے کو ضرر دینا یہ ہے کہ مانوس بچہ کو ماں سے چھین لے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دودھ پلانے کے حوالے سے جو باپ کا قائم مقام ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

بچے کو دودھ پلانے کے متعلق چند احکام

(1)......ماں خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلوانے کی قدرت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہ کرے اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچہ کی پرورش خاص ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔(جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۳، ۱/۲۸۳)

(2)......دودھ پلانے میں دوسال کی مدت کا پورا کرنا لازم نہیں۔ اگر بچہ کو ضرورت نہ رہے اور دودھ چھڑانے میں اس کے لیے خطرہ نہ ہوتو اس سے کم مدت میں بھی چھڑانا، جائز ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٣٣، ١٧٣/١)

(3)......بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے اس کے لیے وہ دودھ پلانے والی مقرر کرے لیکن اگر ماں اپنی رغبت سے بچہ کو دودھ پلائے تو مستحب ہے۔

(4)......شوہر اپنی بیوی کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے مجبور نہیں کرسکتا اور نہ عورت شوہر سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرسکتی ہے جب تک کہ اس کے نکاح یا عدت میں رہے۔

(5)......اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو اور عدت گزر چکی ہو تو وہ اس سے بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

(6)......بچے کے اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے نہ کہ ماں کے ذمہ۔

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کا نسب باپ کی طرف شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''مَوْلُوْدٌ''یعنی ''بچے'' کو''لَهٗ''یعنی مذکر کی ضمیر کی طرف منسوب کر کے بیان فرمایا، لہٰذا اگر باپ سید ہو اور ماں غیر سید ہو تو بچہ سید ہے اور اگر باپ غیر سید اور ماں سیدانی ہو تو بچہ غیر سید ہی شمار ہوگا۔

﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ :اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی ہے۔﴾ یعنی اگر باپ فوت ہو گیا ہو تو جو ذمہ داریاں باپ پر ہوتی ہیں وہ اب اُس کے قائم مقام پر ہوں گی۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو اے والیو تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کرلیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ: اور تم میں سے جو مر جائیں۔﴾ سورہ بقرہ آیت **229** کی تفسیر میں عورتوں کی عدتوں کا بیان گزر چکا ہے۔ یہاں آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ فوت شدہ کی بیوی کی عدت **4** ماہ **10** دن ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت **130** دن پورے کرے گی۔ **(فتاوی رضویہ، ۱۳/ ۲۹۴-۲۹۵)**

یہ بھی یاد رہے کہ یہ عدت غیر حاملہ کی ہے، اگر عورت کو حمل ہے تو اس کی عدت ہر صورت میں بچہ جننا ہی ہے۔

عدت کے 3 مسائل

(1)......شوہر کی وفات کی یا طلاقِ بائن کی عدت گزارنے والی دورانِ عدت نہ گھر سے باہر نکل سکتی اور نہ بناؤ سنگھار کرسکتی ہے خواہ زیور سے کرے یا رنگین وریشمی کپڑوں سے یا خوشبو، تیل اور مہندی وغیرہ سے۔ اگر کوئی عورت عدت کی پابندیاں پوری نہ کرے تو جو اسے روکنے پر قادر ہے وہ اسے روکے، اگر نہیں روکے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔

(2)......جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اس کو زینت اور سنگار کرنا مستحب ہے۔

(3)......وفات کی عدت گزارنا بیوی پر مُطلقاً لازم ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغہ، یونہی عورت کی رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ مزید تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ **8** کا مطالعہ کریں۔

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ: تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کرلیں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور وہ خود بھی اپنا نکاح کرسکتی ہیں البتہ مشورے سے چلنا بہرحال بہتر ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا

اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۬ؕ وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ

الْكِتٰبُ اَجَلَهٗؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُۚ

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۠(۲۳۵)

ع ۳۰ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں جو اشارے کنائے سے تم عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اب تم ان کا تذکرہ کرو گے لیکن ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ شریعت کے مطابق کوئی بات کہہ لو اور عقدِ نکاح کو پختہ نہ کرنا جب تک (عدت کا) لکھا ہوا (حکم) اپنی (اختتامی) مدت کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے۔

﴿وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ: اور تم پر کوئی گناہ نہیں۔﴾ آیت میں عدتِ وفات گزارنے والی عورت کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرنا یا نکاح کا کھلا پیغام دینا یا نکاح کا وعدہ کرلینا تو حرام ہے لیکن پردے کے ساتھ خواہشِ نکاح کا اظہار گناہ نہیں مثلاً یہ کہے کہ تم بہت نیک عورت ہو یا اپنا ارادہ دل ہی میں رکھے اور زبان سے کسی طرح نہ کہے۔

اہم مسئلہ: دورانِ عدت نکاح حرام ہے اور جو اسے حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۶۶/۱۱)

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

فَرِیْضَةًۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗۚ مَتَاعًا

بِالْمَعْرُوْفِۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ(۲۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کرلیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو تو جب تک تم نے ان کو چھوا نہ ہو یا کوئی مہر نہ مقرر کرلیا ہو تب تک تم پر کچھ مطالبہ نہیں اور ان کو (ایک جوڑا) برتنے کو دو۔ مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی طاقت کے مطابق دینا لازم ہے۔ شرعی دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچاؤ، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔

﴿مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ: جب تک تم نے انہیں نہ چھوا ہو۔﴾ آیت میں مہر کے چند مسائل کا بیان ہے: جس عورت کا مہر مقرر کئے بغیر نکاح کردیا گیا ہو، اگر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو کوئی مہر لازم نہیں، ہاتھ لگانے سے ہم بستری کرنا مراد ہے اور خَلْوتِ صحیحہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح درست ہے مگر اس صورت میں اگر خَلْوتِ صحیحہ ہوگئی یا دونوں میں سے کوئی فوت ہوگیا تو مہرِ مثل دینا واجب ہے بشرطیکہ نکاح کے بعد انہوں نے آپس میں کوئی مہر طے نہ کرلیا ہو اور اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی تو تین کپڑوں یعنی کرتا، شلوار اور دوپٹے پر مشتمل ایک جوڑا سوٹ دینا واجب ہوتا ہے، یہاں آیت میں اسی کا بیان ہے اور اگر جوڑے کی جگہ اس کی قیمت دیدے تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ نیز جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دیدی ہو اس کو تو جوڑا دینا واجب ہے اور اس کے سوا ہر مطلقہ کے لیے مستحب ہے۔

﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ: مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق دینا لازم ہے۔﴾ امیر و غریب پر ان کی حیثیت کے مطابق جوڑا دینے کا حکم ہے یعنی اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجے کا ہو اور اگر دونوں محتاج ہوں تو جوڑا معمولی درجے کا اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو جوڑا درمیانے درجے کا ہو۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثانی، ۱/۳۰۴)

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مَردو تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بُھلا نہ دو بیشک اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو اور تم ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ مہر معاف کر دیں یا وہ (شوہر) زیادہ دیدے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری کے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا نہ بھولو بیشک اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ: اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو۔﴾ اس آیت میں **6** چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اگر مہر مقرر ہو اور عورت کے قریب جائے بغیر اسے طلاق دیدی ہو تو مقرر کردہ مہر کا نصف یعنی آدھا دینا پڑے گا، مثلاً دس ہزار مہر تھا تو پانچ ہزار دینا ہو گا۔

(2)......اگر عورت اس آدھے میں سے بھی کچھ معاف کر دے تو جائز ہے۔

(3)......شوہر اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ دیدے تو بھی جائز ہے۔

(4)......شوہر کا اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ دینا تقویٰ و پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے باوجود کوئی زیادتی کرنے کی بجائے احسان سے پیش آ رہا ہے۔

(5)......اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگرچہ میاں بیوی میں جدائی ہو رہی ہو تب بھی آپس میں احسان کرنا نہ بھولو یعنی طلاق کے بعد آپس میں کینہ و عداوت نہ ہو، اسلامی اور قرابت کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔ اس میں حسنِ سلوک و مَکارم اخلاق کی ترغیب ہے۔

(6)......آیت کے آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے یعنی اس تصور و اعتقاد کو ہر وقت ذہن نشین رکھو تا کہ تم ظلم و زیادتی سے بچو اور فضل و احسان کی طرف مائل رہو۔ سُبحانَ اللّٰہ کتنی پیاری تعلیم ہے۔ طلاق کا

معاملہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ عموماً دونوں فریق جذبہ انتقام میں اندھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو جان سے مار دینے کے خواہشمند ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یہاں پر بھی آپس میں حُسنِ سلوک کا حکم فرما رہا ہے اور اس میں بھی خصوصاً مرد کو زیادہ تاکید ہے کیونکہ زیادہ ایذاء عام طور پر مرد اور اس کے خاندان کی طرف سے ہوتی ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام نمازوں کی پابندی کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔

﴿ **حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ : تمام نمازوں کی پابندی کرو۔** ﴾ نکاح و طلاق کے مسائل بیان کرنے کے دوران نماز کی تاکید فرمادی، گویا یہ سمجھانا مقصود ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے خالق و مالک کے حقوق سے غافل نہ ہو جانا، پنجگانہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرتے رہو کیونکہ شریعت کے دیگر معاملات میں حکمِ الٰہی پر عمل اسی صورت میں ہوگا جب دل کی اصلاح ہوگی اور دل کی اصلاح نماز کی پابندی سے ہوتی ہے۔ نیز فرمایا کہ تمام نمازوں کی پابندی و نگہبانی کرو، اس نگہبانی میں ہمیشہ نماز پڑھنا، باجماعت پڑھنا، درست پڑھنا، صحیح وقت پر پڑھنا سب داخل ہیں۔ درمیانی نماز کی بالخصوص تاکید کی گئی ہے، درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے جیسا کہ بخاری میں ہے "نمازِ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔ (بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، ۴/۲۱۶، الحدیث:۶۳۹۶، ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة البقرة،۴/۴۶۱، الحدیث: ۲۹۹۴)

نمازِ عصر کی تاکید کی ظاہری وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ ایک تو اس وقت دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: تعرج الملائکة والروح الیه، ۴/۵۴۹، الحدیث:۷۴۲۹،شرح السنه، کتاب الامارة والقضاء، باب تغلیظ الیمین، ۵/۳۷۰، تحت الحدیث: ۲۵۱۰)

دوسرا یہ کہ اس وقت کاروبار کی مصروفیت کا وقت ہوتا ہے تو اس غفلت کے وقت میں نماز کی پابندی کرنا زیادہ اہم ہے۔

﴿ **وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ : اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔** ﴾ بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ ادب سے کھڑا ہوا جائے لہٰذا کھڑے ہونے کے ایسے طریقے ممنوع ہوں گے جس میں بے ادبی کا پہلو نمایاں ہو۔ اس سے چند

مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ ہے کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں کھانا پینا، بات چیت کرنا حرام ہے جیسا کہ ''قٰنِتِیْنَ'' سے معلوم ہوا۔ نماز میں گفتگو کرنا اسی آیت سے منسوخ ہے۔

(بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب ما ینھی من الکلام فی الصلاۃ، ۱/۴۰۵، الحدیث: ۱۲۰۰)

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیدل یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لو) پھر جب حالتِ اطمینان میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ : پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو۔﴾ یہاں دشمن یا درندے وغیرہ کے خوف کی حالت میں نماز کا حکم اور طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خوف کی ایسی صورت ہو کہ ایک جگہ ٹھہرنا ناممکن ہو جائے تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لو اور اس نماز کو دہرانا بھی نہ پڑے گا اور جدھر جا رہے ہوں ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھ لیں، قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط نہیں ہے اور جب حالتِ امن ہو تو پھر معمول کے مطابق نماز پڑھی جائے البتہ اگر خوف کی ایسی حالت ہو کہ اس میں ٹھہرنا ممکن ہو جیسے جنگ کے موقع پر دشمنوں کے حملے کا ڈر بھی ہے لیکن کسی جگہ ٹھہرے ہوئے بھی ہیں تو اس کا با جماعت نماز پڑھنے کا طریقہ سورۂ نساء آیت 102 میں مذکور ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مؤاخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو تم میں مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے (انہیں گھروں سے) نکالے بغیر سال بھر تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گرفت نہیں جو وہ اپنے بارے میں شریعت کے مطابق کریں اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ: اور جو تم میں مرجائیں۔﴾ ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور اُس ایک سال میں وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان ونفقہ پانے کی مستحق ہوتی تھی، پھر ایک سال کی عدت تو سورۂ بقرہ کی آیت 234 "یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" سے منسوخ ہوئی جس میں بیوہ کی عدت چار ماہ، دس دن مقرر فرمائی گئی اور سال بھر کا نفقہ سورۂ نساء کی آیت نمبر 12 یعنی آیتِ میراث سے منسوخ ہوا جس میں عورت کو شوہر کی وراثت میں حصہ دار مقرر کر دیا گیا لہٰذا اب اِس وصیت کا حکم باقی نہ رہا۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور طلاق والیوں کے لئے بھی مناسب طور پر نان ونفقہ ہے، یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور طلاق والی عورتوں کے لئے بھی شرعی دستور کے مطابق خرچہ ہے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ: اور طلاق والی عورتوں کے لئے بھی خرچہ ہے۔﴾ یہاں آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلاق کی عدت میں شوہر پر عورت کا نان نفقہ دینا لازم ہے۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۴۲، ص۱۲٦)

ع ۱۵ ۳۱

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تو اللہ نے ان سے فرمایا: مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ: اے حبیب! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا جو اپنے گھروں سے نکلے۔﴾ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جس کے علاقے میں طاعون پھیل گیا تو وہ موت کے ڈر سے اپنی بستیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے اور جنگل میں جا پڑے۔ یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے، حکمِ الٰہی سے سب وہیں مرگئے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت حزقیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے۔ (در منثور، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۳، ۱/۷۴۱)

موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچ سکتی

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آدمی موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا تو بھاگنا بے کار ہے، جو موت مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گی۔ آدمی کو چاہیے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہے، یونہی مجاہدین کو بھی سمجھنا چاہیے کہ جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو دفع نہیں کرسکتا لہٰذا دل مضبوط رکھنا چاہیے۔ سورۂ آلِ عمران آیت 168 اور سورۂ احزاب آیت 16 میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ: بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، کچھ لوگوں پر تو کوئی خصوصی فضل ہوتا ہے جیسے مذکورہ بالا لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا فرمادی جبکہ اللہ تعالیٰ کا عمومی فضل و کرم تو پوری کائنات کے ایک ایک فرد پر ہے۔ ہر انسان دن رات اپنے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے کروڑہا کروڑ احسانات لئے چل رہا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اس کی شکر گزار نہیں ہے۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(۲۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اللہ کی راہ میں لڑو۔﴾ زندگی کی بے ثباتی اور موت کے بیان کے بعد سمجھایا جارہا ہے کہ جب زندگی ایسی ہی ناپائیدار ہے اور کسی بھی صورت موت سے فرار ممکن نہیں تو جہاد سے منہ پھیر کر موت سے نہ بھاگو جیسا بنی اسرائیل بھاگے تھے کیونکہ موت سے بھاگنا کام نہیں آتا۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ(۲۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گُنا بڑھادے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پھر جانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھادے اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے۔﴾ راہِ خدا میں اِخلاص کے ساتھ خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا کمال درجے کا لطف وکرم ہے کیونکہ بندہ اُس کا بنایا ہوا اور بندے کا مال اُس کا عطا فرمایا ہوا، حقیقی مالک وہ جبکہ بندہ اُس کی عطا سے مجازی ملک رکھتا ہے مگر قرض سے تعبیر فرمانے میں یہ بات دل میں بٹھانا مقصود ہے کہ جس طرح قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوتا اور وہ اس کی واپسی کا مستحق ہے ایسا ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ اس خرچ کرنے کا بدلہ یقیناً پائے گا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ کئی گنا بڑھا کر پائے گا۔ سات سو گنا بھی ہوسکتا ہے اور اس سے لاکھوں گنا زائد بھی جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت 261 میں ہے۔ صدقہ سے دنیا میں بھی مال میں برکت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اجر وثواب ملتا ہے۔ دنیا کے اگر لاکھوں امیر لوگوں کا سروے کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی اکثریت صدقہ وخیرات بکثرت کرتی ہے اور لاکھوں غریبوں کو دیکھ

لیں کہ ان کی اکثریت صدقہ وخیرات سے دور بھاگتی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ :اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی، چونکہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے تو اس شبہے کا ازالہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے روزی تنگ کردے اور جس کے لیے چاہے، وسیع فرمادے، تنگی وفراخی تو اس کے قبضہ میں ہے اور وہ اپنی راہ میں خرچ کرنے والے سے وسعت کا وعدہ کرتا ہے تو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مت ڈرو، جس کی راہ میں خرچ کررہے ہو وہ کریم ہے اور اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور جود و بخشش کے خزانے لٹانا اس کریم کی شان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''رحمٰن کا دستِ قدرت بھرا ہوا ہے، بے حد و حساب رحمتیں اور نعمتیں یوں برسانے والا ہے کہ دن رات (کے عطا فرمانے) نے اس میں کچھ کم نہ کیا اور دیکھو تو کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے اب تک اللہ تعالیٰ نے کتنا خرچ کردیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دستِ قدرت میں جو خزانے ہیں اس میں کچھ کمی نہیں آئی۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ۵/۳۴، الحدیث: ۳۰۵۶)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ(۲۴۶)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں، نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی

اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہ دیکھا جو موسیٰ کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، اس نبی نے فرمایا: کیا ایسا تو نہیں ہوگا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو؟ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے وطن اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ (بقیہ) نے منہ پھیر لیا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اے حبیب! کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہ دیکھا۔﴾ جہاد کا حکم دینے کے بعد اب جہاد کا ہمت و حوصلہ پیدا کرنے والا ایک واقعہ بہت سی دلچسپ تفصیلات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جب بنی اسرائیل کی اعتقادی اور عملی حالت نہایت خراب ہوگئی اور انہوں نے عہدِ الٰہی کو فراموش کر دیا، بت پرستی میں مبتلا ہو گئے اور سرکشی اور بدافعالی انتہا کو پہنچ گئی تو ان پر قومِ جالوت مسلّط کر دی گئی جس کو عَمالِقہ کہتے ہیں۔ جالوت ایک نہایت جابر بادشاہ تھا، اس کی قوم کے لوگ مصر اور فلسطین کے درمیان بحرِ روم کے ساحل پر رہتے تھے، انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لیے، ان کے لوگ گرفتار کر لئے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہ تھے، خاندانِ نبوت میں صرف ایک بی بی باقی رہی تھیں جو حاملہ تھیں، ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی جن کا نام شمویل رکھا گیا، جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں توریت کا علم حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک بزرگ عالم کے سپرد کیا گیا۔ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بڑی شفقت کرتے اور آپ کو اپنا بیٹا کہتے۔ جب حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلوغت کی عمر کو پہنچے تو ایک رات آپ اُس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اُسی عالم کی آواز میں ''یا شمویل'' کہہ کر پکارا، آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے۔ عالم نے اس خیال سے کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں یہ کہہ دیا کہ بیٹا! تم سو جاؤ، پھر دوبارہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اسی طرح پکارا اور حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عالم کے پاس گئے۔ عالم نے کہا کہ بیٹا! اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جواب نہ دینا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ میں حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا ہے، لہٰذا آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب تعالیٰ کے احکام پہنچائیے۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قوم کی طرف تشریف لائے تو انہوں نے

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبی ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اتنی جلدی کیسے نبی بن گئے، اچھا اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں تو ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کریں۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۶، ۱/۱۸۶)

[illegible]

اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قوم کی اعتقادی اور عملی حالت خراب ہوجاتی ہے تو ان پر ظالم و جابر قوموں کو مسلط کردیا جاتا ہے۔ اس آیت کو سامنے رکھ کر پوری دنیا کے مسلم ممالک کی اعتقادی و عملی حالت کو دیکھا جائے تو اوپر کا نقشہ بڑا واضح طور پر نظر آئے گا۔ قرآن کے اس طرح کے واقعات بیان کرنے کا مقصد صرف تاریخی واقعات بتانا نہیں بلکہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی طرف لانا ہے۔

﴿اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا: ہمارے لئے بادشاہ مقرر کردیجئے۔﴾ جب بنی اسرائیل نے حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ ہم راہِ خدا میں جہاد کریں تو حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم پر بادشاہ مقرر کیا جائے تو تم جہاد کرنے سے انکار کردو اور منہ پھیرو۔ اس پر قوم نے جذبات میں آکر کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم جہاد سے منہ پھیریں جبکہ قومِ جالوت نے ہماری قوم کے لوگوں کو ان کے وطن سے نکالا ہے، ان کی اولاد کو قتل کیا ہے، ان کی نسلوں کو تباہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کردیا اور انہیں جہاد کا حکم دیا لیکن بعد میں وہی ہوا جس کا اندیشہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے ظاہر فرمایا تھا یعنی بنی اسرائیل کی ایک بہت معمولی تعداد یعنی اہلِ بدر کے برابر صرف تین سو تیرہ افراد جہاد کیلئے تیار رہے اور بقیہ سب نے منہ پھیرلیا۔ (جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۴۶، ۱/۳۰۱-۳۰۲)

بزدل قوموں کا وطیرہ

یاد رکھیں کہ نعرے مارنے میں آگے آگے ہونا اور عملی میدان میں پیٹھ دکھا دینا بزدل قوموں کا وطیرہ ہے اور کامل لوگ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ

الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللّٰہ نے طالوت کوتمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللّٰہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللّٰہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللّٰہ وسعت والاعلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللّٰہ نے طالوت کوتمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے لگے: اسے ہمارے اوپر کہاں سے بادشاہی حاصل ہوگئی حالانکہ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ اس نبی نے فرمایا: اسے اللّٰہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور اللّٰہ جس کو چاہے اپنا ملک دے اور اللّٰہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ :اوران سے ان کے نبی نے فرمایا۔﴾ بنی اسرائیل نے چونکہ بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست دی تھی چنانچہ حضرت شمویل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے ایک عصا ملا اور بتایا گیا کہ جو شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہوگا اُس کا قد اِس عصا کے برابر ہوگا۔ چنانچہ لوگوں کی پیمائش کرنے پر طالوت کا قد اس عصا کے برابر نکلا تو حضرت شمویل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں تمہیں حکمِ الٰہی سے بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں اور بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللّٰہ تعالٰی نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ۲۴۷، ۱/۳۰۳)

بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے نبی حضرت شمویل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ نبوت تو لاوی بن یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں چلی آتی ہے اور سلطنت یہود بن یعقوب کی اولاد میں جبکہ طالوت ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں ہے، نیز یہ غریب آدمی ہے، کوئی مال و دولت اس کے پاس ہے نہیں تو یہ بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس سے زیادہ تو بادشاہت کے حقدار ہم ہیں۔ اِس معاملے میں یہ بنی اسرائیل کی پہلی نافرمانی تھی کہ اللّٰہ تعالٰی کے حکم کے مقابلہ میں اپنا قیاس کیا اور بلاوجہ کی بحث کی۔ انہیں بتایا گیا کہ سلطنت کوئی وراثت نہیں کہ کسی نسل اور خاندان کے ساتھ خاص ہو، اِس کا دار و مدار صرف فضلِ الٰہی پر ہے۔ طالوت کو تم پر اللّٰہ تعالٰی نے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ نیز وہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے

اور چونکہ علم اور قوت سلطنت کے لیے بڑے معاون ہوتے ہیں اور طالوت اس زمانہ میں تمام بنی اسرائیل سے زیادہ علم رکھتا تھا اور سب سے جسیم اور توانا تھا اس لئے وہی بادشاہت کا مستحق ہے اور اللّٰہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٤٧، ١/١٨٧)

طالوت کو بادشاہ بنانے کے واقعے سے حاصل ہونے والے نکات

اس واقعہ سے بہت سی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

(1)......حکمِ الٰہی کے مقابلے میں اپنے اندازے، تخمینے قائم کرنا ناجائز ہے۔

(2)......علم مال سے افضل ہے۔

(3)......حکمران ہونے کا معیار مال و دولت نہیں بلکہ علم وقوت اور قابلیت وصلاحیت ہے۔

(4)......بغیر استحقاق کے نسل در نسل بادشاہت غلط ہے، ہر آدمی کو اس کی صلاحیت پر پرکھا جائے۔ یہاں جسے بادشاہ مقرر کیا گیا اسے قد کے طول یعنی لمبائی کی وجہ سے طالوت کا نام دیا گیا۔ یہ بنیامین بن حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے تھے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع

ع ۳۲ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖ: بیشک اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے۔﴾ بنی اسرائیل نے چونکہ طالوت کی بادشاہت پر کوئی نشانی مانگی تھی اس پر حکمِ الٰہی سے حضرت شمویل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور ومعروف بابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی اور جس میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تبرکات تھے۔ یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل فرمایا تھا، اس میں تمام انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصویریں تھیں، ان کے مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اور حضور پر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے مقدس گھر کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی جس میں آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نماز کی حالت میں قیام میں ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اردگرد آپ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم موجود ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا، یہ صندوق نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک پہنچا، آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں توریت کی تختیوں کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا مَن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جنگ کے مواقع پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے، اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں چلتا آیا، جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے عمالقہ کے لوگ طرح طرح کے امراض ومصائب میں مبتلا ہوگئے، ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ تابوت کی توہین وبے ادبی ہی ان کی بربادی کا باعث ہے چنانچہ انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اسے بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور چونکہ اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا لہٰذا بنی اسرائیل نے یہ دیکھ کر طالوت کی بادشاہی کو تسلیم کرلیا اور بلا تاخیر جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے کیونکہ تابوت کے آنے سے انہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار

جوان منتخب کیے جن میں حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی تھے۔(جلالین، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۸، ص۳۸، جمل، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۸، ۱/۳۰۴، خازن، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۸، ۱/۱۸۷-۱۸۹، مدارك، البقرة، تحت الآیة: ۲۴۸، ص۱۲۹، ملتقطاً)

[illegible]

اس واقعے سے کئی مسائل معلوم ہوئے:۔

(1)...... بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز واحترام لازم ہے،ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

(2)...... تبرکات کی تعظیم گزشتہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے چلتی آرہی ہے۔سورۂ یوسف میں بھی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کُرتے کی برکت سے حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھوں کی روشنی درست ہونے کا واقعہ مذکور ہے۔

(3)...... تبرکات کی بے ادبی وگستاخی گمراہ لوگوں کا طریقہ ہے اور بربادی کا سبب ہے۔

(4)...... جب تبرکات کی گستاخی گمراہی اور تباہی ہے تو جن ہستیوں کے تبرکات ہوں ان کی بے ادبی اور گستاخی کس قدر سنگین اور خطرناک ہوگی۔

(5)...... اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے جیسے تابوت میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نعلین شریفین یعنی پاؤں میں پہننے کے جوڑے بھی برکت کا ذریعہ تھے۔یاد رہے کہ مذکورہ بالا تابوت میں انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲۴۹﴾

وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چُلو اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے پاؤں جمے رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا تو اس نے کہا: بیشک اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے تو جو اس نہر سے پانی پئے گا وہ میرا نہیں ہے اور جو نہ پئے گا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے بھر لے تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے اس نہر سے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ والے مسلمان نہر سے پار ہوگئے تو انہوں نے کہا: ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (لیکن) جو اللہ سے ملنے کا یقین رکھتے تھے انہوں نے کہا: بہت دفعہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آئے تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ: پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا۔﴾ اب جس جہاد کا تذکرہ چلتا آرہا ہے اس کے واقعات کا بیان ہے۔ طالوت اپنے لشکر کو لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوا چونکہ بنی اسرائیل کا یہ سفرِ جہاد سخت گرمی میں تھا، لہٰذا جب گرمی کی وجہ سے ان مجاہدین کو سخت پیاس لگی تو طالوت نے انہیں خبر دی کہ عنقریب ایک نہر آئے گی مگر یہ تمہارے امتحان کا وقت ہے اس میں سے پانی نہ پینا، طالوت یہ سب کچھ حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وحی کی بنا پر کہہ رہے تھے۔ چنانچہ کہا کہ اس نہر سے پیٹ بھر کر پانی نہ پینا کیونکہ جو اس نہر سے زیادہ پانی پئے گا وہ میری جماعت

میں نہیں رہے گا کیونکہ یہ ان کیلئے امتحان مقرر فرمایا گیا تھا کہ شدید پیاس کے وقت جو حکم کی تعمیل پر ثابت قدم رہے گا وہ آئندہ بھی ثابت قدم رہے گا اور سختیوں کا مقابلہ کر سکے گا اور جو اس وقت اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر نافرمانی کرے گا وہ آئندہ کی سختیوں کو کیسے برداشت کرے گا۔ صرف چلو بھر چند گھونٹ پی لینے کی اجازت تھی، سیر ہو کر پینا منع تھا۔ پھر جب وہ نہر آ گئی تو لوگوں کی اکثریت امتحان میں ناکام ہو گئی اور انہوں نے جی بھر کر پانی پیا، صرف تین سو تیرہ افراد ثابت قدم رہے، انہوں نے صبر کیا اور انہوں نے ایک چلو پر گزارا کر لیا، اس سے ان کے دل اور ایمان کو قوت حاصل ہوئی اور وہ سلامتی سے نہر سے گزر گئے جبکہ جنہوں نے خوب پیا تھا ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، ان کی پیاس اور بڑھ گئی اور وہ بزدل ہو گئے اور جب انہوں نے جالوت کے لشکر کی کثرت وطاقت کو دیکھا تو کہنے لگے کہ آج تو ہم ان جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں لڑ سکتے لیکن اِن لوگوں کے برعکس لقائے ربانی اور رضائے الٰہی کے مشتاق بندوں نے عرض کی کہ ایسا تو کتنی مرتبہ ہوا کہ چھوٹا گروہ اپنے سے بڑے گروہ پر اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ جاتا ہے، اللّٰہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ پھر جب لشکر آمنے سامنے آئے تو لشکرِ مومنین کے ثابت قدم مجاہدوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے اللّٰہ! ہمیں دشمن کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں صبر کی توفیق دے اور ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہمیں اپنی حمایت ونصرت عطا فرما۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ۲۴۹، ۱/۱۸۹-۱۹۰)

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللّٰہ کے حکم سے، اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللّٰہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا اور اگر اللّٰہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللّٰہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اللّٰہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللّٰہ نے اسے سلطنت اور

حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا اور اگر اللہ لوگوں میں ایک کے ذریعے دوسرے کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔

﴿ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ: تو انہوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا۔﴾ جب دونوں لشکر میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ کرنے والا طلب کیا۔ وہ اس کی قوت و جسامت دیکھ کر گھبرا گئے کیونکہ وہ بڑا جابر، قوی، شہ زور، عظیم الجثہ اور قد آور تھا۔ طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دیدوں گا اور آدھا ملک اسے دیدوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ طالوت نے حضرت شمویل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جالوت کو قتل کریں گے۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد ''ایشا'' طالوت کے لشکر میں تھے اور ان کے ساتھ ان کے تمام فرزند بھی تھے، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان میں سب سے چھوٹے تھے اور بیمار تھے، رنگ زرد تھا اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب طالوت نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دیدوں گا اور آدھا ملک آپ کو پیش کردوں گا تو آپ نے اس پیشکش کو قبول فرما لیا اور جالوت کی طرف روانہ ہوگئے۔ لڑائی کی صفیں بندھ گئیں اور حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے دست مبارک میں گوپھن یعنی پتھر پھینکنے والی رسی لے کر جالوت کے سامنے آگئے۔ جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا، آپ نے اپنی اُس رسی میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے لاکر طالوت کے سامنے ڈال دیا، تمام بنی اسرائیل بڑے خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حسبِ وعدہ نصف ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کردیا۔ ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی اور تمام ملک پر حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سلطنت ہوئی۔ (جمل، البقرة، تحت الآية: ۲۵۱، ۱/۳۰۸-۳۰۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکومت اور حکمت یعنی نبوت دونوں عطا فرما دیئے اور آپ کو جو چاہا سکھایا، اس میں زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا دونوں شامل ہیں جیسا کہ سورۂ انبیاء آیت 79، 80 میں ہے۔

طالوت وجالوت اور حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پورے واقعہ میں بہت سے درس ہیں:۔

(1)......ثابت قدمی کم لوگوں ہی کو نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ بہت عظیم خوبی ہے۔

(2)......جہاد سے پہلے آزمائش کرلینا بہتر ہوتا ہے۔عین وقت پر کوئی بزدلی دکھائے تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔حالتِ امن میں فوج کی تربیت اور محنت ومشقت اسی مقصد کیلئے ہوتی ہے۔

(3)......یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے امتحان سے پہلے چھوٹے امتحان میں سے گزر لینا چاہیے اس سے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے۔گرمیوں میں روزے رکھنا تکلیف دہ ہے تو ہلکے گرم موسم میں روزے رکھتے رہنا چاہیے تاکہ مشق ہوجائے۔ بڑی چیزوں پر صبر کرنا مشکل ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر صبر کا خود کو عادی بنائیں، سخاوت کرنے سے دل رُکتا ہو تو روزانہ تھوڑا تھوڑا مال صدقہ کرتے رہیں۔الغرض یہ قرآن کا ایک اصول ہے جو علمِ نفسیات میں بھرپور طریقے سے استعمال ہوتا ہے،اس کے ذریعے اپنے سینکڑوں معمولات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(4)......مومن کو اسباب مہیا کرنے چاہئیں لیکن بھروسہ اپنے رب تعالیٰ پر ہی ہونا چاہیے۔

﴿ **لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ: تو ضرور زمین تباہ ہوجائے۔** ﴾ یہاں جہاد کی حکمت کا بیان ہے کہ جہاد میں ہزاروں مصلحتیں ہیں، اگر گھاس نہ کاٹی جائے تو کھیت برباد ہوجائے، اگر آپریشن کے ذریعے فاسد مواد نہ نکالا جائے تو بدن بگڑ جائے، اگر چور ڈاکو نہ پکڑے جائیں تو امن برباد ہوجائے۔ایسے ہی جہاد کے ذریعے مغروروں، باغیوں اور سرکشوں کو دبایا نہ جائے تو اچھے لوگ جی نہ سکیں۔کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمتیں جاری وساری ہیں، ان کو سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں۔

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّؕ-وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ(۲۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب! تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں، اور تم بیشک رسولوں میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب! ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔

﴿ **تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔** ﴾ گم شدہ تاریخی حالات اور علومِ غَیْبِیَہ کا عطا ہونا حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے کہ نہ تو آپ نے علم تاریخ حاصل کیا اور نہ مؤرخین کی صحبت میں بیٹھے پھر بھی ایسے درست حالات بیان فرمائے۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے رسول اور صاحبِ وحی ہیں۔

تیسرا پارہ

(تِلْكَ الرُّسُلُ)

پارہ نمبر...... 3

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ
وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۲۵۳﴾

وقف لازم

ع ۳۳ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکیں لیکن وہ تو مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے جبکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکی تھیں لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا تو ان میں کوئی مومن رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿**تِلْكَ الرُّسُلُ** : یہ رسول ہیں۔﴾ اس آیت میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمت وشان کا بیان ہے اور یاد رہے کہ نبی ہونے میں تو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام برابر ہیں اور قرآن میں جہاں یہ آتا ہے کہ ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے اس سے یہی مراد ہوتا ہے کہ اصلِ نبوت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں البتہ ان کے مَراتب جداگانہ

ہیں، خصائص و کمالات میں فرق ہے، ان کے درجات مختلف ہیں، بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے اعلیٰ ہیں، یہی اس آیت کا مضمون ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٥٣، ١/١٩٣، مدارك، البقرة، تحت الآية: ٢٥٣، ص ١٣٠، ملتقطاً)

یہاں آیت میں بعض کو بعض سے افضل فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ یوں نہیں کہنا چاہیے کہ بعض بعض سے ادنیٰ ہیں کہ یہ ادب کے مطابق نہیں۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضائل بیان کرنے میں احتیاط

جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باہمی فضائل بیان کئے جائیں تو صرف وہ فضائل بیان کریں جو قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ یا اولیاء و مُحقّق علماء سے ثابت ہوں، اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی فضیلت بیان نہ کی جائے اور ان فضائل کو بھی اس طرح بیان نہ کیا جائے جس سے معاذ اللّٰہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔

تین انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خصوصی فضائل

اس آیت میں جملہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے بطورِ خاص تین انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا گیا۔ ایک حضرتِ موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جن سے اللّٰہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا جبکہ یہی شرف سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معراج میں حاصل ہوا۔ دوسرے نبی جن کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ حضرتِ عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جنہیں روشن نشانیاں عطا ہوئیں، جیسے مردے کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندہ بنانا، غیب کی خبریں دینا وغیرہ، نیز روحُ القُدُس یعنی حضرتِ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تائید کی گئی جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ تیسری وہ ہستی ہے جن کے بارے میں فرمایا کہ کسی کو ہم نے درجوں بلندی عطا فرمائی اور وہ ہمارے آقا و مولا، ملجاء و ماوٰی، حضور پرنور، سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کہ آپ کو کثیر درجات کے ساتھ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت عطا فرمائی، اس عقیدے پر تمام امت کا اجماع ہے اور یہ عقیدہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِس رفعتِ مرتبہ کا بیان فرمایا گیا اور نامِ مبارک کی تصریح نہ کی گئی اس سے بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بلندیِ شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذاتِ والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت کا بیان

کیا جائے تو سوائے ذاتِ اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کسی اور طرف گمان ہی نہ جائے ،حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ خصائص وکمالات جن میں آپ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فائق وافضل ہیں اوران میں آپ کا کوئی شریک نہیں ، بے شمار ہیں کیونکہ قرآنِ کریم میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ درجوں بلند کیا اوران درجوں کا کوئی شمار قرآنِ کریم میں ذکر نہیں فرمایا گیا تو اب ان درجوں کی کون حد لگا سکتا ہے؟ ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی اور مختصر بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے یعنی تمام کائنات آپ کی امت ہے، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا: ٢٨)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ (فرقان: ١)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو۔

مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا ’’اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً ‘‘ میں (اللّٰہ تعالیٰ کی) تمام مخلوق کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص٢٦٦، الحدیث: ٥(٥٢٣))

نیز آپ پر نبوت ختم کی گئی ،قرآنِ پاک میں آپ کو خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمایا گیا۔ (احزاب: ٤٠)

حدیث شریف میں ارشاد ہوا ’’خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ‘‘ مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص٢٦٦، الحدیث: ٥(٥٢٣))

نیز آپ کو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ معجزات عطا فرمائے گئے ، آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا، حوضِ کوثر ، مقامِ محمود، شفاعتِ کُبریٰ آپ کو عطا ہوئی ، شبِ معراج خاص قربِ الٰہی آپ کو ملا، علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے علاوہ بے انتہا خصائص آپ کو عطا ہوئے۔ (مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ص١٣٠-١٣١، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ١/٣١٠ ، خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ١/١٩٣-١٩٤، بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٥٣، ١/٥٤٩-٥٥٠، ملتقطاً)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی افضلیت اپنی کتاب ’’تَجَلِّیُ الْیَقِین بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِین ‘‘ میں دس آیتوں اور ایک سو حدیثوں سے ثابت کی ہے۔

یہ فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود ہے، اس کا مطالعہ فرمائیں آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں

خَلق سے اولیاء اولیاء سے رُسُل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

مُلک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ :اور اگر اللہ چاہتا۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات کے بعد بھی ان کی امتیں ایمان و کفر میں مختلف رہیں، یہ نہ ہوا کہ تمام امت مطیع وفرمانبردار ہو جاتی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ حکمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی آپس میں نہ لڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے ملک میں اس کی مَشِیَّت کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور یہی خدا کی شان ہے۔ ہمیں صرف یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کریں اور جو اس نے فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید فروخت ہے، نہ کافروں کے لئے دوستی، نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں۔

﴿ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ: ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرلو۔﴾ فکرِ آخرت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال خرچ کرلو۔ قیامت کا دن بڑی ہیبت والا ہے، اس دن مال کسی کو بھی فائدہ نہ دے گا اور دنیوی دوستیاں بھی بیکار ہوں گی بلکہ باپ بیٹے بھی ایک دوسرے سے جان چھڑا رہے ہوں گے اور کافروں کو کسی کی سفارش کام نہ دے گی اور نہ دنیوی انداز میں کوئی کسی کی سفارش کر سکے گا۔ صرف اِذنِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے شفاعت کریں گے جیسا کہ اگلی آیت یعنی آیتُ الکرسی میں آرہا ہے اور مال کا فائدہ بھی

آخرت میں اسی صورت میں ہے جب دنیا میں اسے نیک کاموں میں خرچ کیا ہو اور دوستیوں میں سے بھی نیک لوگوں کی دوستیاں کام آئیں گی جیسا کہ سورۂ زُخْرُف میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (زخرف:۶۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ: اور کافر ہی ظالم ہیں۔﴾ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو غلط جگہ استعمال کرنا۔ کافروں کا ایمان کی جگہ کفر اور طاعت کی جگہ معصیت اور شکر کی جگہ ناشکری کو اختیار کرنا ان کا ظلم ہے اور چونکہ یہاں ظلم کا سب سے بدتر درجہ مراد ہے اسی لئے فرمایا کہ کافر ہی ظالم ہیں۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۬ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَۚ وَ لَا یَـٴُـوْدُهٗ حِفْظُهُمَاۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ(۲۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ ہے، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے ہاں اس کی اجازت

کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم میں سے اتنا ہی حاصل کرسکتے ہیں جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمان اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان کی حفاظت اسے تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان والا، عظمت والا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اُلوہیّت اور اس کی توحید کا بیان ہے اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجبُ الوجود اور عالَم کو ایجاد کرنے اور تدبیر فرمانے والا ہے، اسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ کیونکہ یہ چیزیں عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ نقص و عیب سے پاک ہے۔ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا وہی مالک ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے تو جب سارا جہان اس کی ملک ہے تو کون اس کا شریک ہوسکتا ہے، مشرکین یا تو ستاروں اور سورج کو پوجتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں یا دریاؤں، پہاڑوں، پتھروں، درختوں، جانوروں، آگ وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں تو جب آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے تو یہ چیزیں کیسے پوجنے کے قابل ہوسکتی ہیں اور مشرکین جو یہ گمان کرتے ہیں کہ بُت شفاعت کریں گے تو وہ جان لیں کہ کفار کے لیے کوئی شفاعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اجازت یافتگان حضرات کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرسکتا اور اجازت والے حضرات انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ملائکہ عَلَیْهِمُ السَّلَام، اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اور مؤمنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے خواہ اس کا تعلق لوگوں سے ماقبل کا ہو یا مابعد کا، امورِ دنیا کا ہو یا امورِ آخرت کا۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی کو کچھ نہیں مل سکتا جب تک وہ نہ چاہے اور وہ عطا نہ فرمائے۔ ذاتی علم اسی کا ہے اور اس کے دینے سے کسی کو عطائی علم ہوسکتا ہے جیسے وہ اپنی مَشِیّت سے لوگوں کو اَسرارِ کائنات پر اور انبیاء و رُسُل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت بے نہایت ہے۔
(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۵، ۱/۱۹۶)

تنبیہ: اس آیت میں اِلٰہِیّات کے اعلیٰ مسائل کا بیان ہے، جتنا اس میں غور کرتے جائیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے بارے میں عقائد اتنا ہی واضح ہوتے جائیں گے۔

آیت الکرسی کے فضائل

اس آیت کو آیۃُ الکرسی کہتے ہیں، احادیث میں اس کی بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)......آیۃُ الکرسی قرآنِ مجید کی سب سے عظیم آیت ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص۴۰۵، الحدیث: ۲۵۸(۸۱۰))

(2)......جو سوتے وقت آیۃُ الکرسی پڑھے تو صبح تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آسکے گا۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، ۴۰۵/۳، الحدیث: ۵۰۱۰)

(3،4)......نمازوں کے بعد آیۃُ الکرسی پڑھنے پر جنت کی بشارت ہے۔ رات کو سوتے وقت پڑھنے پر اپنے اور پڑوسیوں کے گھروں کی حفاظت کی بشارت ہے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۵۸/۲، الحدیث: ۲۳۹۵)

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﳜ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰىۗ لَا انْفِصَامَ لَهَاؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ زبردستی نہیں دین میں بیشک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہوگئی ہے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جس سہارے کو کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿ **لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ: دین میں کوئی زبردستی نہیں۔** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا اور یہ ٹوٹنے والا نہیں اِلّا یہ کہ بندہ خود ہی اسے چھوڑ دے۔

آیت ’’لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

(1)......صفاتِ اِلٰہِیَّہ کے بعد ’’لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ‘‘ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ اب عقلمند آدمی کے لیے قبولِ حق میں تاخیر کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ کسی کافر کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دینِ اسلام کی توہین اور دوسروں کیلئے بغاوت کا راستہ ہے جسے بند کرنا ضروری ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو مُرتَد ہونے کی

اجازت نہیں دی جاسکتی یا تو وہ اسلام لائے یا اسے قتل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مرتدین سے فرمایا تھا

فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (بقرہ: ۵۴) ترجمۂ کنزالعرفان: اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کردو۔

(2)......اس آیت میں ''کفر'' کا لفظ لغوی معنی میں ہے یعنی انکار کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے ضروری ہے کافر پہلے اپنے کفر سے توبہ کرے اور بیزار ہو، اس کے بعد ایمان لانا صحیح ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرتد ہوجائے تو وہ بھی صرف کلمہ پڑھ لینے یا مسلمانوں والا کوئی دوسرا کام کرلینے سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اپنے اس ارتداد سے توبہ نہ کرے۔

(3)......اس آیت میں طاغوت سے بچنے کا جو فرمایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام پر مضبوطی سے وہ ہی قائم رہ سکتا ہے جو بے دینوں کی صحبت، ان کی الفت، ان کی کتابیں دیکھنے، ان کے وعظ سننے سے دور ہے اور جو اپنے ایمان کی رسی پر خود ہی چھریاں چلائے گا اس کی رسی کا کٹنے سے بچنا مشکل ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ع ۳۴ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اللہ مسلمانوں کا والی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے کہ انہیں کفر وضلالت کی تاریکیوں سے ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے، انہیں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین کے طریقے کی طرف لاتا ہے جبکہ کافروں کا دوست شیطان ہے جو انہیں فطرتِ صحیحہ کی روشنی سے کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ حق کا راستہ ایک ہے اور باطل کے بہت سارے راستے ہیں، اس لئے یہاں ''نور'' کو واحد اور ''ظلمات'' کو جمع ذکر کیا گیا۔

یاد رہے کہ مومنوں کے نور کی طرف جانے کا سب سے بڑا ذریعہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں چنانچہ سورۂ ابراہیم آیت نمبر 1 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی ’’ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ ‘‘ تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالیں۔

وقف لازم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جِلاتا اور مارتا ہے بولا میں جِلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے تو اس کو پچھّم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش اڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ : ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔﴾ گزشتہ آیت میں نور اور تاریکی والوں کا بیان ہوا تھا اب انہیں کی مثال بیان کی جارہی ہے۔ نور والوں کے پیشوا سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے اور تاریکی

والوں کا پیشوا نمرود تھا۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت عطا فرمائی لیکن اس نے اس پر شکر و طاعت کی بجائے تکبر وغرور اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا حتّٰی کہ اپنی رَبُوبِیَّت یعنی رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ سب سے پہلے سر پر تاج رکھنے والا یہی ہے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور نمرود کا مناظرہ

جب حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آگ میں ڈالے جانے سے پہلے یا بعد اسے توحید کی دعوت دی تو وہ کہنے لگا کہ تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ اس پر حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جواب دیا کہ میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے یعنی اجسام میں موت وحیات پیدا کرتا ہے۔ خدا کو نہ پہچاننے والے کے لیے یہ بہترین رہنمائی تھی اور اس میں بتایا گیا تھا کہ خود تیری زندگی اس کے وجود کی گواہ ہے کہ تو ایک بے جان نطفہ تھا جسے اس کریم نے انسانی صورت دی اور حیات عطا فرمائی نیز میرا خدا وہ ہے جو زندگی کے بعد پھر زندہ اجسام کو موت دیتا ہے۔ اس کی قدرت کی شہادت خود تیری اپنی موت وحیات میں موجود ہے لہٰذا اس خداوندِ قدوس کے وجود سے بے خبر رہنا کمال درجے کی جہالت وحماقت اور انتہائی بدنصیبی ہے۔ یہ دلیل ایسی زبردست تھی کہ اس کا جواب نمرود سے بن نہ پڑا اور اس خیال سے کہ مجمع کے سامنے اس کو لاجواب اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے اس نے خواہ مخواہ کی بحث شروع کردی چنانچہ نمرود نے دو شخصوں کو بلایا ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ میں بھی زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کرکے چھوڑ دینا اس کو زندہ کرنا ہے، یہ اس کی نہایت احمقانہ بات تھی، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت وحیات پیدا کرنا؟ قتل کیے ہوئے شخص کو زندہ کرنے سے عاجز رہنا اور بجائے اس کے زندہ کو چھوڑ دینے کو ''زندہ کرنا'' کہنا ہی اس کی ذلت کے لیے کافی تھا، عقل وشعور رکھنے والوں پر اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو دلیل وحجت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قائم فرمائی وہ ہر شک وشبہ کو کاٹ دینے والی ہے اور اس کا جواب ممکن نہیں لیکن چونکہ نمرود نے شرم مٹانے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب دے ہی دیا تھا اگرچہ وہ سراسر باطل تھا لہٰذا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس پر مناظرانہ گرفت فرمائی کہ موت وحیات کا پیدا کرنا تو تیری قدرت میں نہیں، اے ربوبیت کے جھوٹے دعویدار! تو اس سے آسان کام ہی کر کے دکھا اور وہ یہ کہ ایک متحرک جسم کی حرکت کو بدل دے یعنی سورج جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اسے مغرب سے طلوع کر دے۔ یہ سن کر نمرود ہَکّا بَکّا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

عقائد میں مناظرہ کرنے کا ثبوت

اس آیت سے عقائد میں مناظرہ کرنے کا ثبوت ہوتا ہے اور یہ سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے، اکثر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے مُنکِرین سے مناظرہ فرمایا، بلکہ خود حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی نجران کے عیسائیوں سے مناظرہ کیا، لہٰذا مناظرہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ سنتِ انبیاء ہے البتہ اس میں جو تکبر و سرکشی اور حق کو قبول نہ کرنے کا پہلو داخل ہوگیا ہے وہ برا ہے اور علماء کرام میں سے جنہوں نے اس کی مذمت بیان کی ہے وہ اسی صورت سے متعلق ہے چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی مشہور کتاب ''احیاءُ العلوم'' میں مناظرے کے بارے میں اسی طرح کی چند اہم باتیں سمجھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''جو مناظرہ غلبہ حاصل کرنے، دوسروں کو لاجواب کر دینے، اپنے فضل و شرف کو ظاہر کرنے، لوگوں کے سامنے منہ کھول کھول کر باتیں کرنے، فخر و تکبر نیز دوسروں کو ذلیل و رسوا کرنے کی غرض سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام بری عادات کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان کے نزدیک قابلِ تعریف ہے۔ باطنی برائیوں مثلاً تکبر، خود پسندی، حسد، بغض، پاکباز بننے اور حُبِّ جاہ وغیرہ کے ساتھ مناظرے کو وہی نسبت ہے جو شراب کو ظاہری برائیوں مثلاً زنا، الزام تراشی، قتل اور چوری وغیرہ کے ساتھ ہے اور جس طرح وہ شخص جسے شراب نوشی اور بے حیائی کے باقی کاموں کا اختیار دیا جائے تو وہ شراب نوشی کو معمولی سمجھ کر اختیار کرتا ہے، پھر وہ نشے کی حالت میں باقی بے حیائیوں کا بھی مُرتکِب ہو جاتا ہے اسی طرح جس آدمی پر دوسروں کو نیچا دکھانے اور مناظرہ میں غالب آنے کی خواہش غالب ہو اور وہ جاہ و مرتبہ کا طالب ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں تمام خَباثتیں پوشیدہ ہیں اور یہ تمام مذموم اخلاق اس میں ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم، کتاب العلم، بیان آفات المناظرۃ... الخ، ۱/۶۹)

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر، بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا، فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا (کیا تم نے) اس شخص کو (نہ دیکھا) جس کا ایک بستی پر گزر ہوا اور وہ بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی تو اس شخص نے کہا: اللہ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو سال موت کی حالت میں رکھا پھر اسے زندہ کیا، (پھر اس شخص سے) فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ اس نے عرض کی: میں ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں تو جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا تو وہ بول اُٹھا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ: یا اس کی طرح جس کا گزر ایک بستی پر ہوا۔﴾ اکثر مفسرین کے بقول اس آیت میں بیان کیا گیا واقعہ حضرتِ عُزَیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے اور بستی سے بیتُ المقدس مراد ہے۔

حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ

جب بُخت نصر بادشاہ نے بیتُ المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کو قتل و غارتگری کر کے تباہ کر ڈالا تو ایک مرتبہ

حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہاں سے گزر ہوا، آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے، تمام بستی میں پھرے لیکن کسی شخص کو وہاں نہ پایا، بستی کی عمارتیں گری ہوئی تھیں، آپ نے تعجب سے کہا ''اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا'' اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی سواری کے جانور کو وہاں باندھ دیا اور خود آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے، اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے ایران کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو غلبہ دیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیتُ المقدس پہنچا، اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ دوبارہ یہاں آکر بیتُ المقدس اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس پورے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا، جب آپ کی وفات کو سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا، پہلے آنکھوں میں جان آئی، ابھی تک تمام جسم میں جان نہ آئی تھی۔ بقیہ جسم آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا۔ یہ واقعہ شام کے وقت غروبِ آفتاب کے قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ آپ نے اندازے سے عرض کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت۔ آپ کا خیال یہ ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم یہاں ایک سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے رس کو دیکھو کہ ویسا ہی صحیح سلامت باقی ہے، اس میں بو تک پیدا نہیں ہوئی اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کا کیا حال ہے، چنانچہ آپ نے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے، اس کا بدن گل گیا اور اعضاء بکھر گئے ہیں، صرف سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے اس کے اعضاء جمع ہوئے، اعضاء اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز نکالنے لگا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عینُ الْیَقِین حاصل ہو گیا۔ پھر آپ اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلّہ میں تشریف لائے سرِاقدس اور داڑھی مبارک کے بال سفید تھے، عمر وہی چالیس سال کی تھی، کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے، ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں رہ گئے تھے، وہ نابینا ہو گئی تھی، وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا ہوا تھا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عُزیر کا مکان ہے اس نے کہا ہاں، لیکن عُزیر کہاں، انہیں تو غائب ہوئے

سوسال گزر گئے ۔ یہ کہہ کر وہ خوب روئی ۔آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں عُزیر ہوں،اس نے کہا، سُبْحَانَ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سوسال موت کی حالت میں رکھ کر پھر زندہ کیا ہے۔ اس نے کہا، حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات تھے، جو دعا کرتے قبول ہوتی، آپ دعا کیجئے کہ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنا شروع کردیں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں ۔آپ نے دعا فرمائی اور وہ عورت بینا ہوگئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، خدا کے حکم سے اٹھ۔ یہ فرماتے ہی اس کے معذور پاؤں درست ہوگئے ۔اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں ۔وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی، وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہوچکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہوچکے تھے ۔ بڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے ہیں ۔اہلِ مجلس نے اس عورت کو جھٹلایا۔ اس نے کہا، مجھے دیکھو، ان کی دعا سے میری حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے، آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے کندھوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال یعنی چاند تھا، جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا، نیز اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ باقی نہ رہا تھا، کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام توریت زبانی پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بُخت نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کر دی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے اس پتہ پر جستجو کر کے توریت کا وہ دفن شدہ نسخہ نکالا گیا اور حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۲۰۲-۲۰۳، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۱/۳۲۵، ملتقطاً)

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ (۲۶۰)

ع ۳ ۳۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے جلائے گا، فرمایا کیا تجھے یقین نہیں، عرض کی یقیں کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! تو مجھے دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر یہ (چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ اللہ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے کوئی چار پرندے پکڑلو پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر ان سب کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ: اور جب ابراہیم نے عرض کی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی کی عظیم قدرت پر دلالت کرنے والا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور چار پرندے

مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا ہوا پڑا تھا، سمندر کا پانی چونکہ چڑھتا اترتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب پانی چڑھا تو مچھلیوں نے اس لاش کو کھایا اور جب پانی اترا تو جنگل کے درندوں نے کھایا اور جب درندے چلے گئے تو پرندوں نے کھایا۔ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو شوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مردے کس طرح زندہ کیے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ فرمائے گا اور ان کے اجزاء دریائی جانوروں اور درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا تو حضرتِ ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالٰی کے اِذن و اجازت سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ بشارت سنانے آئے۔ آپ نے بشارت سن کر اللہ تعالٰی کی حمد کی اور ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا کہ اس خُلَّت یعنی خلیل بنائے جانے کی نشانی کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور آپ کے

سوال پر مردے زندہ کرے گا، تب آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں اِس پر یقین نہیں؟ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اسے حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کمالِ ایمان ویقین کا علم ہے۔ اس کے باوجود یہ سوال فرمانا کہ ''کیا تجھے یقین نہیں'' اس لیے ہے کہ سامعین کو سوال کا مقصد معلوم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ یہ سوال کسی شک وشبہ کی بناء پر نہ تھا۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی، یقین کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ چیز آنکھوں سے دیکھوں تاکہ میرے دل کو قرار آجائے اور خلیل بنائے جانے والی صورت پر معنی یہ ہوں گے کہ اس علامت سے میرے دل کو تسکین ہو جائے کہ تو نے مجھے اپنا خلیل بنایا۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۰، ۱/۲۰۳-۲۰۴)

حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فرمائش پر حکمِ خداوندی ہوا کہ تم چار پرندے لے لو اور انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کر لو پھر انہیں ذبح کر کے ان کا قیمہ آپس میں ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ دو اور پھر انہیں آواز دو۔ ان میں ہر ایک اپنی پہلی والی شکل وصورت میں بن کر تمہارے پاس آجائے گا۔ چنانچہ حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چار پرندے لیے۔ ایک قول کے مطابق وہ مور، مرغ، کبوتر اور کوّا تھے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں بحکمِ الٰہی ذبح کیا، ان کے پَر اکھاڑے اور قیمہ کر کے ان کے اجزاء باہم ملا دیئے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور سب کے سر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ پھر ان پرندوں کو آواز دے کر بلایا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بلاتے ہی حکمِ الٰہی سے وہ اجزاء اُڑے اور ہر ہر جانور کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بِعَیْنِہٖ پہلے کی طرح مکمل ہو گئے، سُبْحَانَ اللہ۔

(تفسیر قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۶۰، ۲/۲۲۸، الجزء الثالث)

حضرت عزیر اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سے حاصل ہونے والے مسائل

حضرتِ عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سے کئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

(2)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعاؤں سے مردے بھی زندہ ہوتے ہیں۔

(3)......اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خواہشات کو پورا فرماتا ہے۔

(4)...... جتنا یقین کامل ہوتا ہے اتنا ہی ایمان بڑھ جاتا ہے۔

(5)...... مشاہدے سے معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(6)...... یہ واقعات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی عظیم دلیلیں ہیں۔

(7)...... یہ واقعات مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی بہت بڑی دلیل ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۲۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔﴾ راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت ایک مثال کے ذریعے بیان کی جارہی ہے کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں ایک دانہ بیج ڈالتا ہے جس سے سات بالیاں اُگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا ایک دانہ بیج کے طور پر ڈالنے والا سات سو گنا زیادہ حاصل کرتا ہے، اسی طرح جو شخص راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے اخلاص کے اعتبار سے سات سو گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی کوئی حد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور وہ کریم وجواد ہے جس کیلئے چاہے اسے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمادے چنانچہ کئی جگہ پر اس سے بھی زیادہ نیکیوں کی بشارت ہے جیسے پیدل حج کرنے پر بعض روایتوں کی رو سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ملتی ہیں۔

(مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما، طاوس عن ابن عباس، ۱۱/۵۲، الحدیث: ۴۷۴۵)

نیکی کی تمام صورتوں میں خرچ کرنا راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے

اس آیت میں خرچ کرنے کا مُطْلَقاً فرمایا گیا ہے خواہ خرچ کرنا واجب ہو یا نفل، نیکی کی تمام صورتوں میں خرچ

کرنا شامل ہے خواہ وہ کسی غریب کو کھانا کھلانا ہو یا کسی کو کپڑے پہنانا، کسی غریب کو دوائی وغیرہ لے کر دینا ہو یا راشن دلانا، کسی طالب علم کو کتاب خرید کر دینا ہو یا کوئی شِفا خانہ بنانا یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کیلئے فُقراء ومساکین کو تیجے، چالیسویں وغیرہ پر کھلا دیا جائے۔

﴿ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ: دانے نے سات بالیاں اگائیں۔﴾ یہاں فرمایا گیا کہ بیج کے طور پر ڈالے جانے والے دانے نے بالیاں اگائیں حالانکہ اگانے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، دانہ کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے۔

مجازی نسبت کرنا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مجازی نسبت کرنا جائز ہے جب کہ یہ نسبت کرنے والا غیرِ خدا کو تَصَرُّف واختیار میں مستقل نہ سمجھے۔ اسی لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ دوا نافع ہے اور یہ مضر ہے، یہ درد کی دافع ہے، ماں باپ نے پالا، عالم نے گمراہی سے بچایا، بزرگوں نے حاجت روائی کی وغیرہ۔ ان سب میں مجازی نسبت ہے اور مسلمان کے اعتقاد میں فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی سب وسائل ہیں۔

نیک اعمال میں یکسانیت کے باوجود ثواب میں فرق ہوتا ہے

نیز یہ بھی یاد رہے کہ نیک اعمال تو یکساں ہوتے ہیں مگر ثواب میں بعض اوقات بہت فرق ہوتا ہے یا تو اس لئے کہ اخلاص اور حسنِ نیت میں فرق ہوتا ہے یا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت کی وجہ سے تھوڑا عمل زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے کسی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ایک مُد (ایک چھوٹی سی مقدار) بلکہ آدھا مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی: لو کنت متخذاً خلیلاً، ۲/۵۲۲، الحدیث: ۳۶۷۳)

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًی ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیئے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا

نیک ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت حضرتِ عثمانِ غنی اور حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے حق میں نازل ہوئی، حضرتِ عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکرِ اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ بمع ساز و سامان کے پیش کئے اور حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چار ہزار درہم صدقہ کے طور پر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے، ان میں سے آدھے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ لیے اور آدھے راہِ خدا میں پیش کر دیئے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو تم نے دیئے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٦٢، ١/٢٠٦)

﴿مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى: نہ احسان جتائیں اور نہ تکلیف دیں۔﴾ صدقہ دینے کے بعد احسان جتلانا اور جسے صدقہ دیا اسے تکلیف دینا ناجائز و ممنوع ہے اور اس سے صدقے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت 264 میں فرمایا کہ احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ احسان جتلانا تو یہ ہے کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کریں کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور یوں اس کا دل میلا کریں اور تکلیف دینا یہ ہے کہ اس کو عار دلائیں کہ تو نادار تھا، مفلس تھا، مجبور تھا، نکما تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور طرح اُس پر دباؤ ڈالیں۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٦٢، ١/٢٠٦)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ، حلم والا ہے۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ: اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا بہتر ہے۔﴾ اگر سائل کو کچھ نہ دیا جائے تو اس سے اچھی بات

کہی جائے اور خوش خُلقی کے ساتھ جواب دیا جائے جو اسے ناگوار نہ گزرے اور اگر وہ سوال میں اصرار کرے یا زبان درازی کرے تو اس سے درگزر کیا جائے۔ سائل کو کچھ نہ دینے کی صورت میں اس سے اچھی بات کہنا اور اس کی زیادتی کو معاف کردینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اسے عار دلائی جائے یا احسان جتایا جائے یا کسی دوسرے طریقے سے اسے کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔

﴿وَاللّٰهُ غَنِیٌّ: اور اللہ بے پرواہ ہے۔﴾ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا بیان ہوا کہ وہ بندوں کے صدقات سے بے پرواہ اور گناہگاروں کو جلد سزا نہ دے کر حِلم فرمانے والا ہے۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٦٣، ١/٢٠٧)

اپنے ماتحتوں کی خطاؤں سے درگزر کریں

اس آیت میں بھی ہمیں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی و بے پرواہ ہو کر بھی حلیم ہے کہ بندوں کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور تم تو ثواب کے محتاج ہو لہٰذا تم بھی فقراء و مساکین اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں سے درگزر کیا کرو۔ حلم سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور سنتِ مُصْطَفَوِیَّہ بھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہ ، کیسے پاکیزہ اخلاق کی کیسی نفیس تعلیم دینِ اسلام میں دی گئی ہے۔ ذیل میں مسکینوں اور ماتحتوں کے بارے میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرتِ اُمِّ بُجَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، میں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ایک مسکین میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا (تو میں کیا کروں) رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر تیرے پاس جلے ہوئے کُھر کے سوا کچھ نہ ہو تو وہی اسے دیدے۔ (ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی حق السائل، ٢/١٤٦، الحدیث: ٦٦٥)

(2)......حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ غلام نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اسے مارنا شروع کر دیا۔ غلام نے کہا: میں اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خدا کی قسم! اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس پر قادر ہو۔ حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب صحبة الممالیك... الخ، ص٩٠٥، الحدیث: ٣٦(١٦٥٩))

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

''جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مار رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے تو اس سے اپنے ہاتھ اٹھا لو۔

(ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی ادب الخادم، ۳۸۲/۳، الحدیث: ۱۹۵۷)

اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے خدمت گاروں سے کیسا سلوک فرماتے تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کوئی خادم نہیں رکھا ہوا تھا (میرے سوتیلے والد) حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، انس سمجھدار لڑکا ہے اس لئے یہ آپ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کرے گا۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے (دس سال تک) سفر و حضر میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی، لیکن جو کام میں نے کیا اس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہ کیا اس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ''تم نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا؟

(بخاری، کتاب الوصایا، باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر... الخ، ۲۴۳/۲، الحدیث: ۲۷۶۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ(۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے، تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کراور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللّٰہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللّٰہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ : اپنے صدقے برباد نہ کردو۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتلا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کردو کیونکہ جس طرح منافق آدمی لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اپنی واہ واہ کروانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے لیکن اس کا ثواب برباد ہوجاتا ہے اسی طرح فقیر پر احسان جتلانے والے اور اسے تکلیف دینے والے کا ثواب بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی پڑی ہوئی ہو، اگر اس پر زوردار بارش ہوجائے تو پتھر بالکل صاف ہوجاتا ہے اور اس پر مٹی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہ تھے یا یوں کہہ لیں کہ منافق کا دل گویا پتھر کی چٹان ہے، اس کی عبادات خصوصاً صدقات اور ریا کی خیراتیں گویا وہ گردوغبار ہیں جو چٹان پر پڑ گئیں، جن میں بیج کی کاشت نہیں ہوسکتی، رب تعالیٰ کا ان سب کو رد فرمادینا گویا وہ پانی ہے جو سب مٹی بہا کرلے گیا اور پتھر کو ویسا ہی کر گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صدقہ ظاہر کرنے سے فقیر کی بدنامی ہوتی ہو تو صدقہ چھپا کر دینا چاہیے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی سفید پوش یا معزز آدمی یا عالم یا شیخ کو کچھ دیا جائے تو چھپا کر دینا چاہیے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو علمِ دین سکھایا ہو تو اس کی جزا کی بھی بندے سے امید نہ رکھے اور نہ اسے طعنے دے کیونکہ یہ بھی علمی صدقہ ہے۔

آیت "لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے ہمیں یہ باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......ریاکاری سے اعمال کا ثواب باطل ہوجاتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کیلئے احیاءُ العلوم جلد 3 میں سے ''ریاکاری کا بیان'' مطالعہ کریں۔

(2)......فقیر پر احسان جتلانا اور اسے ایذاء دینا ممنوع ہے اور یہ بھی ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔

(3)......کافر کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔

(4)...... جہاں ریاکاری یا اس طرح کی کسی دوسری آفت کا اندیشہ ہو وہاں چھپا کر مال خرچ کیا جائے۔

(5)......اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح صدقہ دینے کی اجازت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت **271** اور **274** میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان ہے، لیکن اپنی قلبی حالت پر نظر رکھ کر عمل کیا جائے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں ریاکاری، احسان جتلانا اور ایذاء دینا تینوں بداعمال کی بھرمار ہے۔ مالدار پیسہ خرچ کرتا ہے تو جب تک اپنے نام کے بینر نہ لگوالے یا اخبار میں تصویر اور خبر نہ چھپوالے اسے چین نہیں آتا، خاندان میں کوئی کسی کی مدد کرتا ہے تو زندگی بھر اُسے دباتا رہتا ہے، جب دل کرتا ہے سب لوگوں کے سامنے اسے رسوا کر دیتا ہے، جہاں رشتے دار جمع ہوں گے وہیں اپنے مدد کرنے کا اعلان کرنا شروع کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دُونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینھ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے اور اپنے دلوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچی زمین پر ہو اس پر زوردار بارش پڑی تو وہ باغ دگنا پھل لایا پھر اگر زوردار بارش نہ پڑے تو ہلکی سی پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ: جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے

جو خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول اور اپنے دلوں کو استقامت دینے کیلئے اخلاص کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ، ایسے ہی با اخلاص مومن کا صدقہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے نہ کہ فقط مال کی مقدار، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله... الخ، ص١٣٨٧، الحديث: ٣٤(٢٥٦٤))

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۠ (۲۶۶)

ع ۳۶ / ۴

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے ندیاں بہتیں اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجور اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے ندیاں بہتی ہوں، اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آجائے اور حال یہ ہو کہ اس کے کمزور وناتواں بچے ہوں پھر اس پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو تو سارا باغ جل جائے۔ اللہ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

﴿اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ: کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص یہ پسند کرے گا، مراد یہ ہے کہ کوئی یہ پسند نہ کرے گا کیونکہ یہ بات کسی عاقل کیلئے قابلِ قبول نہیں کہ اس کا باغ ہو جس میں قسم قسم کے درخت ہوں،

پھلوں سے لدا ہوا ہو، وہ باغ فرحت انگیز ودلکشا بھی ہو اور نافع اور عمدہ بھی، آدمی اسے اپنے بڑھاپے کا سہارا سمجھتا ہو جو انسان کی حاجت کا وقت ہوتا ہے اور آدمی کمانے کے قابل نہیں رہتا اور اُس بڑھاپے میں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں جو کمانے کے قابل نہ ہوں اور وہ پرورش کے محتاج ہوں۔ الغرض وہ وقت انتہائی شدید محتاجی کا ہوتا ہے لیکن اس بڑھاپے اور حاجت کے وقت شدید قسم کی آندھی چلے جس میں بگولے ہوں اور ان بگولوں میں آگ ہو اور وہ آگ آدمی کے مستقبل کے اِس واحد سہارے یعنی باغ کو جلا کر راکھ کردے تو اس وقت آدمی کے رنج وغم اور حسرت ویاس کا کیا عالم ہوگا؟ اَللّٰہُ اَکْبَر، یہی حال اس شخص کا ہے جس نے اعمالِ حسنہ تو کیے ہوں مگر رضائے الٰہی کے لیے نہیں بلکہ ریاکاری کی غرض سے کیے اور وہ اس گمان میں ہو کہ میرے پاس نیکیوں کا ذخیرہ ہے مگر جب شدتِ حاجت کا وقت یعنی قیامت کا دن آئے تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کو نامقبول کردے اور اس وقت اس کو کتنا رنج اور کتنی حسرت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ آیات اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ اے لوگو! تم غور وفکر کرو اور سمجھو کہ دنیا فانی ہے اور آخرت ضرور آنی ہے تو اُس آخرت کیلئے عمل کرو اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو۔ اَللّٰہُ اَکْبَر، کس قدر دل دہلا دینے والی مثال ہے۔ اے کاش کہ ہم سمجھ جائیں اور اپنے تمام اعمال، نماز، ذکر و درود، تلاوت و نعت خوانی، حج و عمرہ، زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کو ریاکاری کی تباہ کاری سے بچالیں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا شروع کردیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو حالانکہ (اگر وہی تمہیں

دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کئے بغیر قبول نہیں کرو گے اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۔

﴿ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ : اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ خرچ کرو۔﴾ بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ناقص، گھٹیا اور ردی مال نہ دیا کرو، جب تم اللہ تعالیٰ سے اچھی جزا چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اعلیٰ درجے کا دیا کرو۔ غور کرو کہ جس طرح کا گھٹیا مال تم راہِ خدا میں دیتے ہو اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کرو گے! پہلے تو قبول ہی نہ کرو گے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوشدلی سے نہ لو گے بلکہ دل میں برا مناتے ہوئے لو گے تو جب اپنے لئے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو۔ بہت سے لوگ خود تو اچھا استعمال کرتے ہیں لیکن جب راہِ خدا میں دینا ہوتا ہے تو ناقابلِ استعمال اور گھٹیا قسم کا دیتے ہیں۔ ان کیلئے اِس آیت میں عبرت ہے۔ اگر کوئی چیز فی نَفْسِہٖ تو اچھی ہے لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو اس کے دینے میں کوئی حرج نہیں البتہ حرج وہاں ہے جہاں چیز اچھی نہ ہونے کی وجہ سے ناپسند ہو۔

آیت ’’اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اِس آیت سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔

(1)......اس سے کمانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔

(2)......آیت میں نفلی اور فرض صدقات دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔

(3)......اپنی کمائی سے خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ فرمایا اپنی کمائیوں سے۔

(4)...... مالِ حلال سے خیرات کیا جائے۔

(5)......سارا مال خیرات نہ کرے بلکہ کچھ اپنے خرچ کے لئے بھی رکھے جیسا کہ ’’مِمَّا‘‘ ’’میں سے‘‘ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

(6)......زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں دیا جائے خواہ وہ غلے ہوں یا پھل نیز پیداوار کم ہو یا زیادہ بہر صورت دیا جائے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًاؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌۖۚ(۲۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ : شیطان تمہیں محتاج ہوجانے کا اندیشہ دلاتا ہے۔﴾ بغیر کسی دنیاوی مفاد کے رضائے الٰہی کیلئے خرچ کرنے کے فضائل کے بیان کے بعد اِس راہ میں پیش آنے والے سب سے بڑے وسوسے کا بیان کیا جارہا ہے کہ شیطان طرح طرح سے وسوسے دلاتا ہے کہ اگر تم خرچ کرو گے، صدقہ دو گے تو خود فقیر و نادار ہو جاؤ گے لہٰذا خرچ نہ کرو۔ یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے وقت اس طرح کے اندیشے دلاتا ہے حالانکہ جن لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا جارہا ہوتا ہے وہی لوگ شادی بیاہ میں جائز و ناجائز رسومات پر اور عام زندگی میں بے دریغ خرچ کررہے ہوتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ شیطان تو تمہیں بخل و کنجوسی کی طرف بلاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اپنے فضل اور مغفرت سے نوازے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ وہ پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ بڑی وسعت والا ہے، وہ صدقہ سے تمہارے مال کو گھٹنے نہ دے گا بلکہ اس میں اور برکت پیدا کردے گا۔

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

﴿یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ : اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔﴾ حکمت سے قرآن، حدیث اور فقہ کا علم، تقویٰ اور نبوت مراد ہوسکتے ہیں۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ۲۶۹، ص۱۳۹، خازن، البقرة، تحت الآية: ۲۶۹، ۱/۲۱۱، ملتقطاً)

کیونکہ قرآن وحدیث سراپا حکمت ہیں اور فقہ اسی سرچشمہ حکمت وہدایت سے فیض یافتہ علم ہے اور تقویٰ حکمت کا تقاضا ہے جبکہ نبوت سراسر حکمت ہے البتہ یہ بات قطعی ہے کہ ہمارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعداب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو خرچ کرو یا منت مانو اللّٰہ کو اس کی خبر ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم جو خرچ کرو یا کوئی نذر مانو اللّٰہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ: اور تم جو خرچ کرو۔﴾ یہاں آیت میں وعدہ اور وعید دونوں بیان کئے گئے ہیں کیونکہ فرمایا گیا کہ تم جو خرچ کرو خواہ نیکی میں، خواہ بدی میں یونہی تم جو نذر مانو، اچھے کام کی یا گناہ کے کام کی، ان تمام چیزوں کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے، تو اچھے عمل، خرچ اور نذر پر ثواب دے گا جبکہ گناہ کے عمل، خرچ اور نذر پر سزا دے گا۔

نذر کی تعریف اور اس کے چند احکام

یاد رہے کہ عرف میں ہدیہ اور پیش کش کو نذر کہتے ہیں جیسے کسی بڑے کو کوئی چیز پیش کریں تو کہتے ہیں کہ جناب یہ آپ کی نذر کی۔ نذر کی دو قسمیں ہیں

(1)......نذرِ شرعی۔ شرع میں نذر عبادت اور قربتِ مقصودہ ہے اسی لئے اگر کسی نے گناہ کرنے کی نذر مانی تو وہ صحیح نہیں ہوئی۔ نذر خاص اللّٰہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے لیے نذر کرے اور کسی ولی کے آستانہ کے فُقَراء کو نذر کے صَرف کرنے کی جگہ مقرر کرے مثلاً کسی نے یہ کہا یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصد پورا کردے کہ فلاں بیمار کو تندرست کردے تو میں فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیسہ دوں یا ان کی مسجد کے لیے فلاں سامان مہیا کروں گا تو یہ نذر جائز ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات... الخ، ۳/۴۹۱)

شرعی نذر صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوسکتی ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں غیر لازم عبادت کو لازم کرلینا، ہاں اس

نذر کا مَصرَف اَولیاءُ اللّٰہ کے غریب مُجاوِر بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(2)......نذر کی دوسری قسم یعنی لغوی نذر جسے عرفی نذر بھی کہتے ہیں جو نذرانہ کے معنیٰ میں ہے وہ مخلوق کے لئے بھی ہو سکتی ہے، جیسے بزرگانِ دین کیلئے نذر و نیاز کی جاتی ہے، مزارات پر چادر چڑھانے کی نذر مانی جاتی ہے۔اس طرح کی نذروں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے۔اس بارے میں تفصیل جاننے کیلئے فتاویٰ رضویہ کی 20ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے ''سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِیَاءِ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم اعلانیہ خیرات دو گے تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللّٰہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں مٹا دے گا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ :اگر تم اعلانیہ خیرات دو گے۔﴾ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کے لئے دیا جائے اور ریا سے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر دونوں بہتر ہیں۔لیکن صدقہ فرض کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے اور نفل کو چھپا کر اور اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کے لیے ظاہر کر کے دے تو یہ اِظہار بھی افضل ہے جیسے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مجمعِ عام میں صدقہ کی ترغیب دیتے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سب کے سامنے صدقات پیش کرتے۔سیدُنا صدیقِ اکبر، سیدُنا عمر فاروق اور سیدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اعلانیہ صدقات میں یہی حکمت تھی۔صدقات کی مزید فضیلت یہ بیان فرمائی کہ اس سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں۔احادیث میں صدقہ کے بے پناہ فضائل مذکور ہیں، جیسے صدقہ غضبِ الٰہی کو بجھاتا اور بری موت دور کرتا ہے۔ گناہ مٹاتا ہے۔ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے اور بری قضا ٹال دیتا ہے۔صدقہ دینے سے روزی اور مدد ملتی ہے۔عمر بڑھتی ہے۔آفتیں دور ہوتی

ہیں، نیز بلا صدقے سے آگے قدم نہیں بڑھاتی۔ (فتاوی رضویہ،۲۳/۱۳۷-۱۴۰، ملخصاً)

اکثر و بیشتر اعمال میں یہی قاعدہ ہے کہ وہ خفیہ اور اعلانیہ دونوں طرح جائز ہیں لیکن ریاکاری کیلئے اعلانیہ کرنا حرام ہے اور دوسروں کی ترغیب کیلئے کرنا ثواب ہے۔ مشائخ وعلماء بہت سے اعمال اعلانیہ اسی لئے کرتے ہیں کہ ان کے مریدین و متعلقین کو ترغیب ہو۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لئے اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا اور نقصان نہ دیئے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کو ہدایت دے دینا تم پر لازم نہیں، ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم جو اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ: لوگوں کو ہدایت دے دینا تم پر لازم نہیں۔﴾ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بشیر و نذیر اور داعی یعنی دعوت دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ کا فرض دعوت دینے سے پورا ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ جدوجہد آپ پر لازم نہیں۔ یہ مضمون قرآن پاک میں بکثرت بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ: اور تم جو اچھی چیز خرچ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ تم جو خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہوگا کہ دنیا میں مال میں برکت اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ ہوگا۔ لہٰذا جب اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو جس پر خرچ کرتے ہو اس پر احسان نہ جتاؤ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے خرچ کرو اور ایک ذرہ برابر دنیوی نفع حاصل کرنے کی تمنا نہ کرو، اخلاص کے ساتھ کئے گئے عمل کا ایک ذرہ بھی ضائع نہیں ہوگا بلکہ بارگاہِ الٰہی سے برابر کا صلہ تو ضرور دیا جائے

گا اور فضلِ الٰہی سے وہ صلہ سات سو گنا سے لے کر کروڑوں گنا تک ہوسکتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ٘ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْۚ لَا یَسْــٴَـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۠(۲۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لئے جو راہِ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تو نگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑ گڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللّٰہ اسے جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان فقیروں کے لئے جو اللّٰہ کے راستے میں روک دیئے گئے، وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انہیں سوال کرنے سے بچنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں ۔تم انہیں ان کی علامت سے پہچان لو گے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو اللّٰہ اسے جانتا ہے۔

﴿ **لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: ان فقیروں کے لئے جو اللّٰہ کے راستے میں روک دیئے گئے۔** ﴾ گزشتہ آیات میں صدقہ دینے کی ترغیب دی گئی یہاں بتایا گیا کہ ان کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو جہاد اور طاعتِ الٰہی کیلئے روک رکھا ہے۔ یہ آیت اہلِ صُفّہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی، یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ یہاں نہ ان کا مکان تھا اور نہ کنبہ قبیلہ اور نہ ان حضرات نے شادی کی تھی، ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے، رات میں قرآنِ کریم سیکھنا دن میں جہاد کے کام میں رہنا ان کا شب و روز کا معمول تھا۔

(خازن، البقرة، تحت الآية: ۲۷۳، ۱/۲۱۳)

[illegible]

انہی حضرات کی صف میں وہ مشائخ وعلماء وطلبہ ومبلغین وخادمینِ دین داخل ہیں جو دینی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ یہ لوگ اپنی عزت ووقار اور مروت کی وجہ سے لوگوں سے سوال بھی نہیں کرپاتے اور اپنے فقر کو چھپانے کی بھی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا گزارا بہت اچھا ہو رہا ہے لیکن حقیقتِ

حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔ اگر کچھ غور سے دیکھا جائے تو ان لوگوں کی زندگی کا مشقت سے بھرپور ہونا بہت سی علامات و قرائن سے معلوم ہو جائے گا۔ ان کے مزاج میں تواضع اور انکساری ہوگی، چہرے پر ضعف کے آثار ہوں گے اور بھوک سے رنگ زرد ہوں گے۔ درس: ہمارے ہاں دین کے اس طرح کے خادموں کی کمی نہیں اور ان کی غربت و محتاجی کے باوجود انہیں مالدار سمجھنے والے ناواقفوں اور جاہلوں کی بھی کمی نہیں۔ شاید ہمارے زمانے کا سب سے مظلوم طبقہ یہی ہوتا ہے۔ اس چیز کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو عالم اس لئے نہیں بناتے کہ یہ کھائیں گے کہاں سے؟ جب اس بات کا علم ہے تو یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ جو علماء و خادمینِ دین موجود ہیں وہ کیسے گزارا کر رہے ہوں گے؟ اصحابِ صفہ کی حالت پر مذکورہ آیت مبارکہ کا نزول صرف کوئی تاریخی واقعہ بیان کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ ہمیں سمجھانے، نصیحت کرنے اور ترغیب دینے کیلئے ہے۔ علماء و مُبلّغین کی گھروں کی پریشانیاں ختم کر دیں پھر دیکھیں کہ دین کا کام کیسی تیزی سے ہوتا ہے۔ سمجھنے کیلئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ان دس نکات کو پڑھ لیں جن میں بار بار علماء کی معاشی حالت سدھارنے کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ''مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا، یا کم از کم بہ لقمہ دوختہ بہ تو ہوگا۔ دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ ''آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا۔ (معجم الکبیر، ۲۰/۲۷۹، الحدیث: ٦٦٠) اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام ہے، عالم ما کان وما یکون صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۵۹۹-۶۰۰)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیگ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

وقف منزل

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو رات میں اور دن میں، پوشیدہ اور اعلانیہ اپنے مال خیرات کرتے ہیں ان کے لئے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ: وہ لوگ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں۔﴾ یہاں ان لوگوں کا بیان ہے جو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا نہایت شوق رکھتے ہیں اور ہر حال میں یعنی دن رات، خفیہ اعلانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کیے تھے۔ دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر۔ (صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۴، ۱/۲۳۲)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے حق میں نازل ہوئی، جب آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا، اور آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا، ایک رات میں، ایک دن میں، ایک کو پوشیدہ اور ایک کو ظاہر۔ (ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمه علی، ۴۲/۳۵۸)

آیتِ کریمہ میں رات کے خرچ کو دن کے خرچ سے اور خفیہ خرچ کو اعلانیہ خرچ سے پہلے بیان فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ چھپا کر دینا ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے۔ ان سب خرچ کرنے والوں کیلئے بارگاہِ الٰہی سے اجر و ثواب اور قیامت کے دن غم و خوف سے نجات کی بشارت ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۷۵)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللّٰہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود

تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کے کھڑے ہونے کی طرح جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ **اللہ** نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی پھر وہ باز آ گیا تو اس کیلئے حلال ہے وہ جو پہلے گزر چکا اور اس کا معاملہ **اللہ** کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا: جو لوگ سود کھاتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیات میں مال خرچ کر کے رضائے الٰہی اور جنت کمانے والوں کا بیان تھا، اب اسی مال کے ذریعے **اللہ** تعالیٰ کا غضب اور جہنم کمانے والوں کا بیان ہے، چنانچہ ان لوگوں کے ایک بڑے طبقے یعنی سود خوروں کا بیان اور انجام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

سود حرام ہونے کی حکمتیں

سود کو حرام فرمانے میں بہت سی حکمتیں ہیں، ان میں سے **بعض** یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ مالی معاوضے والی چیزوں میں بغیر کسی عوض کے مال لیا جاتا ہے اور یہ صریح ناانصافی ہے۔ سود کی حرمت میں **دوسری حکمت** یہ ہے کہ سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خور کو بے محنت مال کا حاصل ہونا، تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔ **تیسری حکمت** یہ ہے کہ سود کے رواج سے باہمی محبت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرضِ حَسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔ **چوتھی حکمت** یہ ہے کہ سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خور اپنے مقروض کی تباہی و بربادی کا خواہش مند رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی سود سے ممانعت عین حکمت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سود دینے والے، لینے والے، اس کے کاغذات تیار کرنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

(مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب لعن آکل الربا ومؤکلہ، ص٨٦٢، الحدیث: ١٠٦(١٥٩٨))

سودخور قیامت میں ایسے مَخبوطُ الحَواس ہوں گے اور ایسے گرتے پڑتے کھڑے ہوں گے، جیسے دنیا میں وہ شخص جس پر بھوت سوار ہو کیونکہ سود خور دنیا میں لوگوں کے لئے بھوت بنا ہوا تھا۔ آج کل سودی قرضہ لینے دینے کا ابتدائی انداز تو بڑا مُہذّب ہوتا ہے۔ اچھے اچھے ناموں سے اور خوش کُن ترغیبات سے دیا جاتا ہے لیکن کچھ ہی عرصے بعد قرض دینے والوں کی خوش اخلاقی ، ملنساری اور چہرے کی مسکراہٹ سب رخصت ہو جاتی ہے اور اصل چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے جو گالیاں دے رہا ہوتا ہے، غنڈے بھیج رہا ہوتا ہے، گھر کے باہر کھڑے ہو کر ذلیل ورسوا کر رہا ہوتا ہے، دکان، مکان، فیکٹری سب پر قبضہ کر کے فقیر و کنگال اور محتاج وقَلّاش کر کے بے گھر اور بے زر کر رہا ہوتا ہے۔

﴿اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا : تجارت سود ہی کی طرح ہے۔﴾ یہاں سودخوروں کا وہ شبہ بیان کیا جا رہا ہے جو زمانۂ اسلام سے پہلے سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔ وہ یہ کہ تجارت اور سود میں کیا فرق ہے؟ دونوں ایک جیسے تو ہیں۔ تجارت میں کوئی سامان دے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے اور سود میں رقم دے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ غور کریں کہ تجارت کرنے سے حسنِ سلوک میں فرق نہیں آتا، آدمی سست، کاہل اور مشقت سے جی چرانے والا نہیں بنتا، اپنے مال کو خطرے پر پیش کرتا ہے، نفع ونقصان دونوں کی امید ہوتی ہے، وہ دوسرے کی بربادی ومحتاجی کا آرزومند نہیں ہوتا جبکہ سود والا بے رحم ہو جاتا ہے، وہ مفت میں کسی کو رقم دینے کا تصور نہیں کرتا، انسانی ہمدردی اس سے رخصت ہو جاتی ہے، قرض لینے والا ڈوبے، مرے، تباہ ہو یہ بہرصورت اُسے نچوڑنے پر تُلا رہتا ہے۔ آخر یہ سب فرق کیا ہیں؟ تجارت اور سود کو ایک جیسا کہنے والے کو کیا یہ فرق نظر نہیں آتا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

﴿فَانْتَهٰى : تو جو رک گیا۔﴾ چونکہ سود کا لین دین ایک عرصے سے چلتا آ رہا تھا تو فرمایا گیا کہ جب حکمِ الٰہی نازل ہو گیا تو اب اس پر عمل کرتے ہوئے جو آئندہ سود لینے سے باز آ گیا تو حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے جو وہ لیتا رہا اس پر اس کی کوئی گرفت نہ ہو گی اور اس کی معافی کا معاملہ بلکہ ہر امر و نہی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو حرمت کا حکم اترنے کے بعد بھی سود کھائے گا تو وہ جہنم کا مستحق ہے اور اگر حلال سمجھ کر کھایا تو کافر ہے، ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ کسی بھی حرامِ قطعی کو حلال جاننے والا کافر ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو، نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے، بڑے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا: اللہ سود کو مٹاتا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور سود خور کو برکت سے محروم کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سود خور کا نہ صدقہ قبول کرے، نہ حج، نہ جہاد، نہ رشتے داروں سے حسنِ سلوک۔ (تفسیر قرطبی، البقرة، تحت الآية: ۲۷۶، ۲/۲۷۴، الجزء الثالث)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے جبکہ صدقہ وخیرات کو زیادہ کرتا ہے، دنیا میں اس میں برکت پیدا فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا اجر وثواب بڑھاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ (روم: ۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کھجور برابر حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ حلال ہی کو قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس صدقے کو قبول فرماتا ہے پھر اسے اُس کے مالک کے لئے پرورش کرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے بچھڑے کی تربیّت کرتا ہے یہاں تک کہ

وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیّب، ۴۷۶/۱، الحدیث: ۱۴۱۰)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں ایمان والے کہہ کر مخاطب کیا اور ایمان کے ایک اہم تقاضے یعنی تقویٰ کا حکم دیا پھر تقویٰ کی روح یعنی حرام سے بچنے کا فرمایا اور حرام سے بچنے میں ایک کبیرہ گناہ سود کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر سود کے حرام ہونے سے پہلے مقروض پر سود لازم ہو گیا تھا اور اب تک کچھ سود لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ یہ سود کے حرام ہونے کا حکم آ گیا تو جو سود اس سے پہلے لیا تھا وہ واپس نہ کیا جائے گا لیکن آئندہ بقایا سود نہ لیا جائے گا۔

شانِ نزول: یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی بھاری سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں اس میں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابقہ بقیہ سود لینے کی بھی اجازت نہیں۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۸، ۲۱۷/۱)

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین کر لو اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اپنا اصل مال لینا جائز ہے۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔

﴿ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین کر لو۔﴾ سود کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا، اس کے بعد بھی جو سودی لین دین جاری رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کا یقین کرلے۔ یہ شدید ترین وعید ہے، کس کی مجال کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے لڑائی کا تصور بھی کرے چنانچہ جن اصحاب کا سودی معاملہ تھا انہوں نے اپنے سودی مطالبات چھوڑ دیئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب۔ یہ کہہ کر وہ تائب ہوگئے۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٧٩، ١/٢١٢)

لیکن آج کل کے نام نہاد مسلمان دانشوروں کا حال یہ ہے کہ وہ توبہ کی بجائے آگے سے خود اللہ تعالیٰ کو اعلانِ جنگ کررہے ہیں اور سود کی اہمیت وضرورت پر کتابیں، آرٹیکل، مضامین اور کالم لکھ کر ورق سیاہ کررہے ہیں۔

دو گناہوں پر اعلانِ جنگ دیا گیا

خیال رہے کہ دو گناہوں پر اعلانِ جنگ دیا گیا ہے۔ **(1)** سود لینے پر جیسا کہ یہاں آیت میں بیان ہوا۔ **(2)** اللہ تعالیٰ کے ولی سے عداوت رکھنے پر، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے تو میں نے اس سے جنگ کا اعلان کردیا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ٤/٢٤٨، الحدیث: ٦٥٠٢)

﴿ وَ اِنْ تُبْتُمْ: اور اگر تم توبہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم توبہ کرو تو جو تمہارا اصل دیا ہوا قرض ہے وہ لینا تمہارے لئے جائز ہے اور اس کا مطالبہ کرسکتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود حرام ہونے سے پہلے جو سود لیا گیا وہ حلال تھا، وہ رقم اصلِ قرض سے نہ کٹے گی بلکہ اب پورا قرض لینا جائز ہوگا۔

﴿ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ: نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔﴾ یعنی نہ تو مقروض سے زیادہ لے کر اس پر تم ظلم کرو اور نہ اصل قرضے کی رقم سے محروم ہو کر خود مظلوم بنو۔

[illegible]

یہ آیت اگرچہ سود کے حوالے سے ہے لیکن عمومی زندگی میں بھی شریعت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نہ ظلم کیا جائے اور نہ ظلم برداشت کیا جائے یعنی ظلم کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ظلم کو برداشت کرنا ظالم کو مزید جَری کرتا ہے۔ ہاں جہاں عفو ودرگزر کی صورت بنتی ہو وہاں اسے اختیار کیا جائے۔ شریعت کا قاعدہ ہے'' لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ'' نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان برداشت کرو۔ (ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقه ما یضرّ بجاره، ٣/١٠٦، الحدیث: ٢٣٤٠)

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ-وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے اگر جانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو۔

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ: اور اگر مقروض تنگدست ہو۔﴾ یعنی تمہارے قرضداروں میں سے اگر کوئی تنگ دستی کی وجہ سے تمہارا قرض ادا نہ کر سکے تو اسے تنگ دستی دور ہونے تک مہلت دو اور تمہارا تنگ دست پر اپنا قرض صدقہ کر دینا یعنی معاف کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم یہ بات جان لو کیونکہ اس طرح کرنے سے دنیا میں لوگ تمہاری اچھی تعریف کریں گے اور آخرت میں تمہیں عظیم ثواب ملے گا۔ (خازن، البقرة، تحت الآية: ٢٨٠، ١/٢١٨)

قرضدار کو مہلت دینے اور قرض معاف کرنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرضدار اگر تنگ دست یا نادار ہو تو اس کو مہلت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرضہ معاف کر دینا اجرِ عظیم کا سبب ہے۔ احادیث میں بھی اس کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، چنانچہ اس کے 5 فضائل درجِ ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے وہ کسی مُفلِس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔''

(مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل انظار المعسر، ص٨٤٥، الحديث: ٣٢(١٥٦٣))

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عرش کے سائے میں رکھے گا جبکہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔'' (ترمذی، كتاب البيوع، باب ما جاء في انظار المعسر... الخ، ٣/٥٢، الحديث: ١٣١٠)

(3)......حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو بیچنے اور خریدنے اور تقاضا کرنے میں آسانی کرے۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحه فی الشراء والبیع، ۲/۱۲، الحدیث: ۲۰۷٦)

(4)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’گزشتہ زمانے میں ایک شخص کی روح قبض کرنے جب فرشتہ آیا تو مرنے والے سے سوال کیا کہ کیا تجھے اپنا کوئی اچھا کام یاد ہے؟ اس نے کہا، میرے علم میں کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ اس سے کہا گیا: غور کر کے بتا۔ اُس نے کہا: صرف یہ عمل تھا کہ دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا، اگر مالدار بھی مہلت مانگتا تو اسے مہلت دے دیتا تھا اور تنگدست سے درگزر کرتا یعنی معاف کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (فرشتے سے) فرمایا: تم اس سے درگزر کرو۔ (مسند امام احمد، حدیث حذیفة بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳٤۱۳، مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل انظار المعسر، ص۸٤۳، الحدیث: ۲٦(۱۵٦۰))

(5)......اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں حاضر اُس معاف کرنے والے، مالدار پر آسانی کرنے اور تنگدست کو مہلت دینے والے شخص سے فرمایا ’’میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار ہوں، اے فرشتو! میرے اس بندے سے درگزر کرو۔ (مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل انظار المعسر، ص۸٤٤، الحدیث: ۲۹(۱۵٦۰))

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’منقول ہے کہ ایک مجوسی پر امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کچھ مال قرض تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے قرض کی وصولی کے لئے اس مجوسی کے گھر کی طرف گئے۔ جب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو (اتفاق سے) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جوتے پر نجاست لگ گئی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (نجاست چھڑانے کی غرض سے) اپنے جوتے کو جھاڑا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس عمل کی وجہ سے کچھ نجاست اڑ کر مجوسی کی دیوار کو لگ گئی۔ یہ دیکھ کر آپ پریشان ہو گئے اور فرمایا کہ اگر میں نجاست کو ایسے ہی رہنے دوں تو اس سے اُس مجوسی کی دیوار خراب ہو رہی ہے اور اگر میں اسے صاف کرتا ہوں تو دیوار کی مٹی بھی اکھڑے گی۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دروازہ بجایا تو ایک لونڈی باہر نکلی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: اپنے مالک سے کہو کہ ابو حنیفہ دروازے پر موجود ہے۔ وہ مجوسی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا اور اس نے یہ گمان کیا کہ آپ اپنے قرض کا مطالبہ کریں گے، اس لئے اس نے آتے ہی ٹال مٹول کرنا شروع کر دی۔ امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: مجھے یہاں تو قرض سے بھی بڑا معاملہ درپیش ہے، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیوار پر نجاست لگنے والا واقعہ بتایا اور پوچھا کہ اب دیوار صاف کرنے کی کیا صورت ہے؟ (یہ سن کر) اس مجوسی نے عرض کی: میں (دیوار کی صفائی کرنے کی)

ابتداء اپنے آپ کو پاک کرنے سے کرتا ہوں اور اس مجوسی نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔
(تفسیر کبیر، الفصل الرابع فی تفسیر قوله: مالك يوم الدين، ۱/۲۰۴)

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور عرض کی میں اپنی کتابت (کا مال) اداکرنے سے عاجز آ گیا ہوں، میری کچھ مدد فرمائیے۔ آپ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمے نہ سکھا دوں جو مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سکھائے تھے (اور ان کلمات کی برکت یہ ہے کہ) اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تجھ سے ادا کرا دے۔ تم یہ پڑھا کرو ''اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ'' یعنی اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے تو کافی ہو جا، اور مجھے اپنی مہربانی سے اپنے سوا سے بے پرواہ کر دے۔ (ترمذی، احادیث شتی، ۱۱۰-باب، ۵/۳۲۹، الحدیث: ۳۵۷۴)

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿ وَاتَّقُوْا یَوْمًا: اور اس دن سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں قیامت کے دن سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا اور اس دن لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، نہ بلا وجہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں اور نہ بدیاں بڑھائی جائیں گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت سب سے آخری آیت ہے جو حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی، اس کے بعد حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **21** روز دنیا میں تشریف فرما رہے اور اس کے علاوہ ایک قول یہ ہے کہ **9** راتیں اور ایک قول یہ ہے کہ **7** دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔ (بیضاوی، البقرة، تحت الآیة: ۲۸۱، ۱/۵۷۷، خازن، البقرة، تحت الآیة: ۲۸۱، ۱/۲۱۹، ملتقطاً)

البتہ امام شعبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے آخری آیت ''آیتِ رِبا'' نازل ہوئی۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۱، ۱/۲۱۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــٴًـا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دَین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کرلو اپنے مَردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دَین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کرلو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سردست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہئے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس شخص پر حق لازم آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس حق میں سے کچھ کمی نہ کرے پھر جس پر حق آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند کرو تاکہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلا دے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تم (بعد میں) شک میں نہ پڑو (ہر معاہدہ لکھا کرو) مگر یہ کہ کوئی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو جس کا تم آپس میں لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو اور نہ کسی لکھنے والے کو کوئی نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا کوئی نقصان پہنچائے اور نہ گواہ) اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو۔﴾ اس آیت میں تجارت اور باہمی لین کے دین کا اہم اصول بیان کیا گیا ہے اور مجموعی طور پر آیت میں یہ احکام دیئے گئے ہیں:

(1)......جب ادھار کا کوئی معاملہ ہو، خواہ قرض کا لین دین ہو یا خرید وفروخت کا، رقم پہلے دی ہو اور مال بعد میں لینا ہے یا مال ادھار پر دیدیا اور رقم بعد میں وصول کرنی ہے، یونہی دکان یا مکان کرایہ پر لیتے ہوئے ایڈوانس یا کرایہ کا معاملہ ہو، اس طرح کی تمام صورتوں میں معاہدہ لکھ لینا چاہیے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں تو اس حکم پر عمل کرنا انتہائی اہم ہو چکا ہے کیونکہ دوسروں کا مال دبا لینا، معاہدوں سے مکر جانا اور کوئی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اصل رقم کے لازم ہونے سے انکار کرنا ہر طرف عام ہو چکا ہے۔ لہٰذا جو اپنی عافیت چاہتا ہے وہ اس حکم پر ضرور عمل کرلے ورنہ بعد میں صرف پچھتانا ہی نصیب ہوگا۔ اسی لئے آیت کے درمیان میں فرمایا کہ ''اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔

(2)......معاہدہ انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے، کسی قسم کی کوئی کمی بیشی یا ہیرا پھیری نہ کی جائے۔ اَن پڑھ آدمی کے ساتھ اس چیز کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

(3)......اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا، بچہ ہے، یا انتہائی بوڑھا یا نابینا وغیرہ تو دوسرے سے لکھوالے اور جسے لکھنے کا کہا جائے اسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لکھنا لوگوں کی مدد کرنا ہے اور لکھنے والے کا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں تو مفت کا ثواب کیوں چھوڑے؟

(4)......لکھنے میں یہ چاہیے کہ جس پر ادائیگی لازم آرہی ہے وہ لکھے یا وہ لکھوائے۔

(5)......لین دین کا معاہدہ لکھنے کے بعد اس پر گواہ بھی بنالینے چاہئیں تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔

(6)......گزشتہ احکام قرض اور ادھار کے حوالے سے تھے، اگر ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہے یعنی رقم دی اور سودا لے لیا تو اس میں لکھنے کی حاجت نہیں جیسے عموماً دکانوں پر جا کر ہم رقم دے کر چیز خرید لیتے ہیں اور وہاں لکھا نہیں جاتا۔ ہاں اپنے حساب کتاب کیلئے بل وغیرہ بنالینا مناسب ہے۔ یونہی کوئی چیز وارنٹی پر ہوتی ہے تو بل بنوایا جاتا ہے کہ بعد میں اُسی کی بنیاد پر وارنٹی استعمال ہوتی ہے۔

(7)......آیت میں لفظ ''یُضَآرَّ'' آیا ہے۔ عربی کے اعتبار سے اسے معروف اور مجہول دونوں معنوں میں لیا جاسکتا ہے۔

ایک صورت یعنی مجہول کے اعتبار سے معنیٰ ہوگا کہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر یعنی نقصان نہ پہنچایا جائے ۔اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کاتب اور گواہ اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں اس وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے ،ان سے ان کا کام چھڑوایا جائے یا کاتب کو لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے یا گواہ دوسرے شہر سے آیا ہو اور اسے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے ۔دوسری صورت یعنی معروف پڑھنے میں معنیٰ یہ ہوگا کہ کاتب اور گواہ لین دین کرنے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں ۔اس کی صورت یہ ہوگی کہ فرصت اور فراغت کے باوجود نہ آئیں یا لکھنے میں کوئی گڑبڑ کریں ۔

(8)......آیت کے اس حصے ”وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ“ میں خرید وفروخت کرتے ہوئے گواہ بنالینے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے ۔

گواہی کے احکام

یہاں آیت میں گواہ کا مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے، اس کی مناسبت سے گواہی کے چند احکام بیان کئے جاتے ہیں ۔

(1)......گواہ کے لیے آزاد، عاقل، بالغ، اور مسلمان ہونا شرط ہے ۔کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے ۔

(2)......تنہا عورتوں کی گواہی معتبر نہیں خواہ وہ چار ہی کیوں نہ ہوں مگر وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہوسکتے جیسا کہ بچہ جننا اور عورتوں کے خاص معاملات ان میں ایک عورت کی گواہی بھی مقبول ہے ۔

(3)......حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے، اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے ۔ (مدارك، البقرة، تحت الآية: ٢٨٢، ص ١٤٤)

گواہی دینا فرض اور چھپانا ناجائز ہے

اس آیت میں فرمایا گیا کہ **”جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں“** اس سے معلوم ہوا کہ گواہی دینا فرض ہے، لہٰذا جب مُدَّعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں ۔ یہ حکم حدود کے سوا اور معاملات میں ہے، حدود میں گواہ کو بتانے اور چھپانے دونوں کا اختیار ہے بلکہ چھپانا افضل ہے ۔حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث شریف میں ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللّٰہ تبارک وتعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا ۔(ابن ماجه، كتاب الحدود، باب الستر على المؤمن... الخ، ٢١٨/٣، الحديث: ٢٥٤٤)

لیکن چوری کے معاملے میں مال لینے کی گواہی دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو، البتہ گواہ اتنی احتیاط کرسکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے اور گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا ۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع

ع ۲ / ۳۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (قرض خواہ کے) قبضے میں گروی چیز ہو اور اگر تمہیں ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ (مقروض) جسے امانت دار سمجھا گیا تھا وہ اپنی امانت ادا کردے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ: اور اگر تم سفر میں ہو۔﴾ یہاں گروی رکھنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم حالتِ سفر میں ہو اور قرض کی ضرورت پیش آجائے اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے یا لکھنے کا موقع نہ ملے کہ اوپر بیان کئے گئے حکم پر عمل ہوسکے تو مقروض قرض خواہ کے قبضے میں کوئی چیز رہن رکھوا دے۔ ہاں اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو اور اس وجہ سے تم کوئی تحریر وغیرہ نہ لکھو تو اب مقروض کو چاہیے کہ جب اسے امانت دار سمجھا گیا ہے تو وہ اس حسنِ ظن کو پورا کرے اور اپنی امانت یعنی قرض وقت پر ادا کردے اور اس ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

رہن کے مسائل

(1)......قرض وغیرہ ادھار کے معاملات میں رہن رکھنے کا حکم استحبابی ہے۔

(2)......حالتِ سفر میں رَہن یعنی گروی رکھنا آیت سے ثابت ہوا اور غیر سفر کی حالت میں حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی رکھ کر بیس صاع جو لئے تھے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی صلی اللہ علیه وسلم بالنسیئة، ۲/۱۰، الحدیث: ۲۰۶۹، ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الرخصة فی الشراء الی الاجل، ۳/۸، الحدیث: ۱۲۱۹)

(3)......جس چیز کو گروی رکھا جائے وہ قرض خواہ کے قبضہ میں دینا ضروری ہے۔ بغیر قبضہ کے رہن نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۵/۲۴۷)

رہن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت جلد 3 حصہ 17 سے رہن کا بیان مطالعہ فرمائیں۔

رکوع کی آیت نمبر 282 اور 283 سے متعلق اہم نوٹ

اس رکوع کی دونوں آیات پر غور کریں اور سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے خالصتاً دنیاوی مالی معاملات میں بھی ہمیں کتنے واضح حکم ارشاد فرمائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا دین کامل ہے کہ اس میں عقائد و عبادات کے ساتھ معاملات تک کا بھی بیان ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوقُ العباد نہایت اہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ان کا بیان فرمایا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں بے پناہ حکمتیں ہیں اور ان میں ہماری بہت زیادہ بھلائی ہے، چنانچہ اس آیت میں جتنا غور کریں اتنا ہی واضح ہوگا کہ کہاں کہاں اور کس کس طرح ہمیں اس حکم سے فائدہ ہوسکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لکھنا اور حساب کتاب کا علم سیکھنا بہت مفید ہے لہٰذا اگر کوئی حسنِ نیت سے اکاؤنٹنگ کا علم سیکھتا ہے تو مستحقِ اجر ہے جبکہ سود وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے سے احتراز کرے۔

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ :اور گواہی نہ چھپاؤ۔﴾ گواہی سے متعلق چند احکام اوپر بیان ہوئے۔ یہاں صراحت سے بیان فرمایا کہ گواہی نہ چھپاؤ کیونکہ گواہی کو چھپانا حرام اور دل کے گناہگار ہونے کی علامت ہے کیونکہ اس میں صاحبِ حق کے حق کو ضائع کرنا پایا جاتا ہے۔ گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک حدیث مروی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور گواہی کو چھپانا ہے۔ (شعب الایمان، الثامن من شعب الایمان، ۱/۲۷۱، الحدیث: ۲۹۱)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ :اور جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اسے ظاہر کرو۔﴾ انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں ایک بطورِ وسوسہ کے اور ایک بطورِ عزم وارادہ کے۔ وسوسوں سے دِل کو خالی کرنا انسان کی قدرت میں نہیں لیکن آدمی انہیں برا سمجھتا ہے اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، ان کو حدیثِ نفس اور وسوسہ کہتے ہیں، اس پر مؤاخذہ نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت کے دلوں میں جو وسوسے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے تجاوُز فرماتا ہے جب تک کہ وہ انہیں عمل میں نہ لائیں یا انہیں اپنے کلام میں نہ لائیں۔ (بخاری، کتاب العتق، باب الخطأو النسیان فی العتاقة... الخ، ۱۵۳/۲، الحدیث: ۲۵۲۸)

یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں۔ دوسرے وہ خیالات جن کو انسان اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور ان کو عمل میں لانے کا قصد وارادہ کرتا ہے ان پر مؤاخذہ ہوگا اور انہی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اپنے دلوں میں موجود چیز کو تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا ان پر محاسبہ فرمائے گا۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جو برا خیال دل میں بے اختیار اور اچانک آجاتا ہے، اسے ہاجِس کہتے ہیں، یہ آنی فانی ہوتا ہے، آیا اور گیا۔ یہ پچھلی امتوں پر بھی معاف تھا اور ہمیں بھی معاف ہے لیکن جو دل میں باقی رہ جائے وہ ہم پر معاف ہے پچھلی امتوں پر معاف نہ تھا۔ اگر اس (برے خیال) کے ساتھ دل میں لذت اور خوشی پیدا ہو تو اسے ''ھَمّ'' کہتے ہیں، اس پر بھی پکڑ نہیں اور اگر ساتھ ہی کر گزرنے کا پختہ ارادہ بھی ہو تو وہ عَزم ہے، اس کی پکڑ ہے۔ (اشعة اللمعات، کتاب الایمان، باب الوسوسة، الفصل الاول، ۸۵/۱-۸۶)

یاد رہے کہ کفر کا عزم کرنا کُفر ہے۔ **(فتاوی رضویہ، ۲۹۳/۱۵)**

لہٰذا اگر کسی نے سو سال بعد بھی کفر کرنے کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرتے ہی کافر ہو جائے گا۔اور گناہ میں حکم یہ ہے کہ گناہ کا عزم کر کے اگر آدمی اس پر ثابت رہے اور اس کا قصد و ارادہ رکھے لیکن اس گناہ کو عمل میں لانے کے اسباب اس کو مُیَسَّر نہ آسکیں اور مجبوراً وہ اس کو نہ کر سکے تو اکثر علماء کے نزدیک اس سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔امام ابو منصور ماتُرِیدی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہی موقف ہے۔اس کی ایک دلیل یہ آیت ہے،:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ (سورۂ نور: ۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

نیز اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ بندہ جس گناہ کا قصد کرتا ہے اگر وہ عمل میں نہ آئے جب بھی اس پر عقاب کیا جاتا ہے۔ (در منثور، البقرة، تحت الآية: ۲۸۴، ۲/۱۳۱)

ہاں اگر بندے نے کسی گناہ کا ارادہ کیا پھر اس پر نادم ہوا اور استغفار کیا تو اللّٰہ تعالٰی اس کو معاف فرمائے گا۔

شیطان انسان کا دشمن

یاد رہے کہ انسان کے دل میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور بعض اوقات یہ وسوسے اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ انسان کے لئے اپنا دین و ایمان بچانا مشکل ہو جاتا ہے جیسے شیطان کبھی اللّٰہ تعالٰی کے بارے میں، کبھی تقدیر کے بارے میں، کبھی ایمانیات کے بارے میں، کبھی عبادات کے بارے میں، کبھی طہارت و پاکیزگی کے معاملات کے بارے میں اور کبھی طلاق کے بارے میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''شیطان فارغ ہے اور تم مشغول و مصروف ہو۔ شیطان تمہیں دیکھتا ہے مگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔تم شیطان کو بھولے بیٹھے ہو مگر وہ تمہیں برائی میں مبتلاء کرنے سے نہیں بھولا۔تمہارا نفس خود تمہارا دشمن و مخالف ہے اور شیطان کا مددگار ہے،اس لئے شیطان اور اس کے حامیوں سے جنگ کرنا اور انہیں مغلوب کرنا بہت ضروری ہے ورنہ اس کے فتنہ و فساد اور اس کی ہلاکت و بربادی سے بچنا بہت مشکل ہے۔

(منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الثالثة، ص ۵۵)

سرورِ دیں لیجئے اپنے ناتوانوں کی خبر
نفس و شیطاں سیدا کب تک دباتے جائیں گے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے، سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور مسلمان بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے سنا اور مانا، (ہم پر) تیری معافی ہو اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿ كُلٌّ اٰمَنَ: سب ایمان لائے۔﴾ اصول وضروریاتِ ایمان کے چار مرتبے ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا۔

(2)......فرشتوں پر ایمان لانا اور وہ یہ ہے کہ یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں، معصوم ہیں، پاک ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام وپیغام کے واسطے ہیں۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس وحی کے ذریعے بھیجیں وہ بے شک وشبہ سب حق اور سچ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغییر، تبدیل اور تحریف سے محفوظ ہے اور مُحکَم ومُتَشابہ پر مشتمل ہے۔

(4)......رسولوں پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جنہیں اُس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا، تمام رسول اور نبی، اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین ہیں، گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں، ساری مخلوق سے افضل ہیں، ان میں

بعض حضرات بعض سے افضل ہیں البتہ نبی ہونے میں سب برابر ہیں اور اس بات میں ہم ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کریں گے۔ نیز ہم اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو سنیں گے، مانیں گے اور اس کی پیروی کریں گے۔ یاد رکھیں کہ ایمان مُفَصَّل کی بنیاد یہی آیتِ مبارکہ ہے۔

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ وَ اعْفُ عَنَّاٙ وَ اغْفِرْ لَنَاٙ وَ ارْحَمْنَاٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۠ (۲۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر تو ہمارا مولیٰ ہے، تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔ کسی جان نے جو اچھا کمایا وہ اسی کیلئے ہے اور کسی جان نے جو برا کمایا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھولیں یا خطا کریں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا، اے ہمارے رب! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر مہربانی فرما، تو ہمارا مالک ہے پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، لہٰذا غریب پر زکوٰۃ نہیں، نادار پر حج نہیں، بیمار پر نماز میں قیام فرض نہیں، معذور پر جہاد نہیں الغرض اس طرح کے بہت سے احکام معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ: کسی جان نے جو (نیک عمل) کمایا وہ اسی کیلئے ہے۔﴾ آدمی کے اچھے عمل کی جزا اور اس کے برے عمل کی سزا اسی کو ملے گی۔ یہ آیتِ مبارکہ آخرت کے ثواب وعذاب کے بارے میں ہے لیکن اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ دنیا میں بھی پیش آتا رہتا ہے کہ ہر آدمی اپنی محنت کا پھل پاتا ہے، محنت والے کو اس کی محنت کا صلہ ملتا ہے جبکہ سست وکاہل اور کام چور کو اس کی سستی کا انجام دیکھنا پڑتا ہے۔ لوگوں سے بھلائی کرنے والا بھلائی پاتا ہے اور ظلم کرنے والا خود بھی زیادتی کا شکار ہو جاتا ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا: اے ہمارے رب! ہماری گرفت نہ فرما۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو ایک اہم دعا کی تلقین فرمائی کہ وہ اس طرح اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے عرض کریں۔ دعا کا مفہوم ترجمے سے واضح ہے۔ اس دعا کو زبانی یاد کر لینا چاہیے۔ سورۂ بقرہ کی ان آخری دو آیتوں کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت جُبیر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس کے عرش کے خزانہ سے عطا ہوئیں لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ نماز (یعنی نماز میں ان کی قراءت کی جاتی ہے) اور قرآن و دعا ہیں۔ (دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل اول سورة البقرة... الخ، ۲/۵۴۲، الحدیث: ۳۳۹۰)

﴿كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا: جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔﴾ بنی اسرائیل پر کئی احکام ہم سے زیادہ سخت تھے جیسے بعض گناہوں کی توبہ میں خودکشی کرنا، ناپاک کپڑے کا جلانا، گندی کھال کاٹنا اور زکوٰۃ میں چوتھائی مال دینا۔ ان کے مقابلے میں ہم پر نہایت آسانیاں ہیں۔ (خازن، البقرة، تحت الآیة: ۲۸۶، ۱/۲۲۷)

لہٰذا اعترافِ نعمت کے طور پر یہاں دعا میں عرض کیا جا رہا ہے کہ اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ یاد رہے کہ امتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ پر یہ کرم نوازیاں حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقے میں ہیں جیسا کہ سورۂ اعراف آیت 157 میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

سورۂ آلِ عمران کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ آلِ عمران مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ (خازن، ال عمران، ۱/۲۲۸)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **20** رکوع، **200** آیتیں، **3480** کلمات اور **14520** حروف ہیں۔ (خازن، ال عمران، ۱/۲۲۸)

’’آلِ عمران‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

آل کا ایک معنی ’’اولاد‘‘ ہے اور اس سورت کے چوتھے اور پانچویں رکوع میں آیت نمبر **33** تا **54** میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے والد عمران کی آل کی سیرت اور ان کے فضائل کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ آلِ عمران‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران کے فضائل

اس سورت کے مختلف فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے **3** فضائل درجِ ذیل ہیں۔

(1)......حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن قرآنِ مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، ان کے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران ہوں گی۔ حضرت نواس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سورتوں کے لئے تین مثالیں بیان فرمائیں جنہیں میں آج تک نہیں بھولا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ دونوں سورتیں ایسی ہیں

جیسے دو بادل ہوں یا دو ایسے سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں، یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ص٤٠٣، الحدیث: ٢٥٣(٨٠٥))

(2)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا تو اس کے لیے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

(دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل ال عمران، ٢/٥٤٤، الحدیث: ٣٣٩٦)

(3)......حضرت مکحول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کرتا ہے تو رات تک فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ (دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل ال عمران، ٢/٥٤٤، الحدیث: ٣٣٩٧)

سورۂ آلِ عمران کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی ولادت، ان کی پرورش، جس جگہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا وہاں کھڑے ہو کر حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اولاد کے لئے دعا کرنا، حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی بشارت ملنا، اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات و واقعات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر دلائل دیئے گئے ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول دین صرف اسلام ہے۔

(3)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان کے بارے جھگڑنے والے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کو جھٹلانے والے اور قرآن مجید کا انکار کرنے والے نجران کے عیسائیوں سے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہونے والی گفتگو بیان کی گئی ہے۔

(4)......میثاق کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے عہد لینے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(5)......مکہ مکرمہ اور خانۂ کعبہ کی فضیلت اور اس امت کے باقی تمام امتوں سے افضل ہونے کا بیان ہے۔

(6)......یہودیوں پر ذلت وخواری مُسَلَّط کئے جانے کا ذکر ہے۔

(7)......جہاد کی فرضیت اور سود کی حرمت سے متعلق شرعی احکام اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

(8)......غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد کا تذکرہ اور اس سے حاصل ہونے والی عبرت ونصیحت کا بیان ہے۔

(9)......امت کی خیر خواہی میں مال خرچ کرنے، لوگوں پر احسان کرنے اور بخل نہ کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

(10)......شہیدوں کے زندہ ہونے، انہیں رزق ملنے اور ان کا اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہونے پر خوش ہونے کا بیان ہے۔

(11)......اور اس سورت کے آخر میں زمین وآسمان اور ان میں موجود عجائبات اور اَسرار میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، نیز جہاد پر صبر کرنے اور اسلامی سرحدوں کی نگہبانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ آلِ عمران کی اپنے سے ماقبل سورت ''بقرہ'' کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، جیسے دونوں سورتوں کے شروع میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں قرآنِ پاک نازل ہونے کا اِجمالی طور پر ذکر ہے اور سورۂ آلِ عمران میں قرآن مجید کی آیات کی تقسیم بیان کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ میں جہاد کا اجمالی طور پر ذکر ہے اور سورۂ آلِ عمران میں غزوۂ اُحد کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں جن شرعی احکام کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے انہیں سورۂ آلِ عمران میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں یہودیوں کا ذکر ہے اور سورۂ آلِ عمران میں عیسائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (تناسق الدرر، سورۃ آل عمران، ص ۷۰-۷۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

﴿الٓمّٓ:﴾ ان حروف کو ''حروفِ مُقَطَّعات'' کہتے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ مفسرین نے فرمایا کہ ''یہ آیت نجران نامی علاقے کے وفد کے متعلق نازل ہوئی جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا، اس میں چودہ سردار تھے اور تین قوم کے بڑے مقتدا و پیشوا آدمی تھے۔ ان تین میں سے ایک ''ابو حارثہ بن علقمہ'' تھا جو عیسائیوں کے تمام علماء اور پادریوں کا پیشوائے اعظم تھا، عیسائی حکمران بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ یہ تمام لوگ عمدہ اور قیمتی لباس پہن کر بڑی شان و شوکت سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے آئے۔ جب یہ مسجدِ نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں داخل ہوئے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت نمازِ عصر ادا فرما رہے تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت بھی آ گیا اور انہوں نے بھی مسجدِ نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی میں مشرق یعنی بیتُ المقدس کی طرف منہ کر کے اپنی نماز شروع کر دی۔ نماز کے بعد نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو شروع کی۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تم اسلام لے آؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ''ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تمہارا اسلام کا دعویٰ غلط ہے اور تمہارے اسلام کے غلط ہونے کا سبب یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اولاد ہے، نیز تمہارا صلیب کی پوجا کرنا بھی اسلام سے مانع ہے اور تمہارا خنزیر کھانا بھی اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ''اگر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خدا کے بیٹے نہ ہوں

تو بتائیے ان کا باپ کون ہے؟ پھر وہ سب بولنے لگے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ یعنی ملتا جلتا ہوتا ہے؟ انہوں نے اقرار کیا۔ پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ’’حَیٌّ لَایَمُوْتُ‘‘ ہے، اس کے لیے موت ناممکن ہے اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پر موت آنے والی ہے؟ انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا۔ پھر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ بندوں کا کارساز، ان کی حقیقی حفاظت کرنے والا اور روزی دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ’’کیا حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی ایسے ہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ’’نہیں۔ اس پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ اللّٰہ تعالٰی پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں؟ انہوں نے اقرار کیا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بتائے بغیر اس میں سے کچھ جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حمل میں رہے اور پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے اور بچوں کی طرح انہیں غذا دی گئی اور وہ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بھی بشری تقاضے تھے؟ عیسائیوں نے اس کا اقرار کیا۔ اس گفتگو پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ان تمام چیزوں کے باوجود پھر حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیسے خدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے؟ اس پر وہ سب خاموش رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پر سورۂ آلِ عمران کی شروع سے لے کر تقریباً اسّی 80 آیتیں نازل ہوئیں۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۲۲۸)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحیح عقائد کو ثابت کرنے اور ان کے دفاع کیلئے مناظرہ کرنا سنت ہے۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی کی دو صفات ’’حَیّ‘‘ اور ’’قَیُّوم‘‘ کا بیان ہے۔ اللّٰہ تعالٰی کی صفات میں ’’حَیّ‘‘ ’’دائم و باقی‘‘ کے معنیٰ میں ہے، یعنی اس کا معنیٰ ہے کہ ’’ایسا ہمیشہ رہنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو۔ جبکہ ’’قَیُّوم‘‘ وہ ہے جو قائم بِالذّات یعنی بغیر کسی دوسرے کی محتاجی اور تَصَرُّف کے خود قائم ہو اور مخلوق کی دنیا اور آخرت کی زندگی کی حاجتوں کی تدبیر فرمائے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری۔ لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔ لوگوں کو ہدایت دیتی اور (اللہ نے) حق و باطل میں فرق اتارا۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ: اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں اور نہ کوئی نیا نبی تشریف لانے والا ہے کیونکہ قرآن مجید نے گزشتہ کتابوں کی تصدیق کی ہے، بعد میں نہ کسی کتاب کے آنے کا تذکرہ کیا اور نہ اس کی بشارت دی جبکہ قرآن پاک کو چونکہ تورات و انجیل کے بعد آنا تھا اس لئے ان کتابوں میں قرآن کی بشارت پہلے سے دیدی گئی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ؕ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ: بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔﴾ آسمان و زمین کی ہر چیز، ہر وقت، تمام تر تفصیلات کے ساتھ بغیر کسی کی تعلیم و خبر کے جاننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، یہ وصف کسی بندے میں نہیں، کیونکہ مخلوق کو جو علم ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بتانے سے ہے اور وہ بھی مُتَناہی اور قابلِ فنا ہے، یعنی اس کی کوئی نہ کوئی انتہاء ہے اور وہ ختم بھی ہو سکتا ہے، نیز وہ

تب سے ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے بتایا اور تب تک ہے جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے۔ ایسے علم کو **علمِ عطائی** کہتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے ہیں۔ (سورۂ انعام:۷۵)

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مشاہدہ ارض وسماء کے ذریعے علم عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿ **هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ: وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورت بناتا ہے۔** ﴾ ایک بے قدر چیز کو انسانی شکل میں ڈھال دینا، اسے مرد یا عورت، گورا یا کالا، خوب صورت یا بدصورت بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل بنانا، اس میں روح پھونکنا، اس کی تقدیر لکھنا یہ سب کچھ فرشتہ کرتا ہے لیکن فرشتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اختیار سے کرتا ہے لہٰذا فرمایا کہ ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے ہر ایک کی خِلْقَت اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رکھی جاتی ہے، پھر وہ خون کے لوتھڑے کی صورت ہو جاتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی کی طرح ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار چیزوں کا حکم ہوتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، دنیا میں رہنے کی مدت اور بدبخت یا سعادت مند ہونا لکھو۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/۳۸۱، الحدیث: ۳۲۰۸)

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖۚۘ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ﳕ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ(۷)

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — وقف لازم — وقف منزل

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنیٰ میں اِشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اِشتباہ ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنیٰ تلاش کرنے کے لئے ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

﴿ **اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ** : صاف معنیٰ رکھنے والی آیتیں۔﴾ قرآن پاک میں دو طرح کی آیات ہیں:

(1)...... **مُحکَم**، یعنی جن کے معانی میں کوئی اِشتِباہ نہیں بلکہ قرآن سمجھنے کی اَہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آجاتے ہیں۔

(2)...... **مُتَشَابِہ**، یعنی وہ آیات جن کے ظاہری معنیٰ یا تو سمجھ ہی نہیں آتے جیسے حروفِ مقطعات، یعنی بعض سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں ''الٓمّٓ'' ہے اور یا متشابہ وہ ہے جس کے ظاہری معنیٰ سمجھ تو آتے

ہیں لیکن وہ مراد نہیں ہوتے جیسے اللّٰہ تعالیٰ کے ’’یَدْ‘‘ یعنی ’’ہاتھ‘‘ اور ’’وَجْہٌ‘‘ یعنی ’’چہرے‘‘ والی آیات۔ان کے ظاہری معنیٰ معلوم تو ہیں لیکن یہ مراد نہیں، جبکہ ان کے حقیقی مرادی معنیٰ میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں اور ان میں سے کون سا معنیٰ اللّٰہ تعالیٰ کی مراد ہے یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے یا وہ جسے اللّٰہ تعالیٰ اس کا علم دے۔پہلی قسم یعنی مُحکَم کے بارے میں فرمایا کہ ’’یہ کتاب کی اصل ہیں، یعنی احکامِ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور حلال وحرام میں انہیں پر عمل کیا جاتا ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ :وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے۔﴾ یہاں سے دوگروہوں کا تذکرہ ہے۔پہلا گروہ گمراہ اور بدمذہب لوگوں کا ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے پابند ہیں اور متشابہ آیات کے ظاہری معنیٰ لیتے ہیں جو کہ صریح گمراہی بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہوتا ہے یا ایسے لوگ متشابہ آیات کی غلط تاویل کرتے ہیں۔دوسرا گروہ سچے مومنوں کا ہے جو متشابہ آیات کے معانی کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محکم و متشابہ سارے کا سارا قرآن ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو معنی متشابہ کی مراد ہیں وہ حق ہیں اور اس کا نازل فرمانا حکمت ہے۔

[illegible]

اللّٰہ تعالیٰ کسی کو متشابہات کا علم عطا فرماتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں محققین علماء نے فرمایا ہے کہ ’’حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان اس سے اَرفَع و اعلیٰ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اس کا علم عطا نہ فرمائے بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت کے اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو بھی اس کا علم ملتا ہے۔

﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ :اور علم میں پختہ لوگ۔﴾ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رَاسِخ فِی الْعِلْم وہ عالمِ باعمل ہے جو اپنے علم کی پیروی کرنے والا ہو۔مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ رَاسِخ فِی الْعِلْم وہ ہیں جن میں یہ چار صفتیں ہوں: (1) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا تقویٰ، (2) لوگوں کے ساتھ تواضع، (3) دنیا سے زُہد، (4) نفس سے مجاہدہ۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷، ۱/۲۳۲)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے تھے کہ ’’میں رَاسِخِیْنُ فِی الْعِلْم سے ہوں اور حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی فرمایا کہ ’’میں ان میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷، ۲/۱۵، الجزء الرابع)

﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ: عقل والے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ’’عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقل بہت بڑی فضیلت اور خوبی ہے، عقل کے ذریعے ہدایت ونصیحت ملتی ہے۔ لیکن یہ یادر ہے کہ جس عقل سے ہدایت نہ ملے وہ بدترین حماقت ہے، جیسے طاقت اچھی چیز ہے لیکن جو طاقت ظلم کیلئے استعمال ہو وہ کمزوری سے بھی بدتر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہے بڑا دینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔﴾ ہدایت ملنا بہت بڑی چیز ہے لیکن اس کا فائدہ تبھی ہے جب یہ باقی بھی رہے۔ اگر ساری زندگی کوئی ہدایت پر رہے لیکن مرتے وقت ہدایت چھن جائے تو ایسی ہدایت کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ‘‘ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔

(بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، ٤/٢٧٤، الحدیث: ٦٦٠٧)

اسی لئے بڑے سے بڑا مومن بھی اپنے خاتمے کے بارے میں خوف کرتا رہے اور لمحہ بھر کے لئے بھی برے خاتمے سے بے خوف نہ ہو۔ اس آیتِ مبارکہ کا بکثرت پڑھتے رہنا یعنی یہ دعا مانگتے رہنا بھی خاتمہ بالخیر کیلئے مفید ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے بیشک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہہ نہیں بیشک اللّٰہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ : بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔﴾ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ ''جھوٹ بول سکتا ہے'' یہ بھی کفر ہے۔ تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی کتاب ''سُبْحٰنُ السُّبُوح'' اور ''دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنُ السُّبُوح'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِۙ(۱۰) كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْؕ وَ اللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔ جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا طریقہ، انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کافروں کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں کچھ بھی بچا نہ سکیں گے اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا، انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا۔﴾ یعنی نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کافروں کا طریقہ ویسا ہی ہے جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا کہ انہوں نے بھی ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اِن کافروں نے بھی ہماری آیات کو جھٹلایا، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اسی طرح اِن کے گناہوں پر اِن کی بھی پکڑ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ

کی آیتوں اور اس کے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِہَادُ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرما دو، کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہوجاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

﴿سَتُغۡلَبُوۡنَ: عنقریب تم مغلوب ہوجاؤ گے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شکست دے کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو یہودیوں نے کہا کہ ”قریش تو فُنونِ حَرب (جنگی طریقوں) سے ناآشنا ہیں، (اسی لئے شکست کھاگئے۔) اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو معلوم ہوجائے گا کہ لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی (در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲/۱۵۸)

اور انہیں یہ غیبی خبر دی گئی کہ ”وہ دنیا میں مغلوب ہوں گے، قتل کئے جائیں گے، گرفتار کئے جائیں گے اور ان پر جزیہ مقرر کیا جائے گا اور آخرت میں دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کچھ ہی عرصے میں یہودی قتل بھی ہوئے، گرفتار بھی کئے گئے اور اہلِ خیبر پر جزیہ بھی مقرر کیا گیا اور قیامت کے دن انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

قَدۡ کَانَ لَکُمۡ اٰیَۃٌ فِیۡ فِئَتَیۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَاُخۡرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوۡنَہُمۡ مِّثۡلَیۡہِمۡ رَاۡیَ الۡعَیۡنِ ؕ وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے لئے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے ایک جتھا اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں بڑی نشانی ہے جنہوں نے آپس میں جنگ کی۔ (ان میں) ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید فرماتا ہے۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ : بیشک تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔﴾ یہ آیت غزوۂ بدر کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں یہودیوں یا تمام کافروں یا مسلمانوں یا مذکورہ بالا سب کو خطاب ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور کافروں سب کیلئے عبرت و نصیحت تھی۔ غزوہ بدر **17** رمضان **2** ہجری بروز جمعہ ہوا۔ اس میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ سامان جنگ تھا جبکہ مسلمان تین سو تیرہ (**313**) تھے اور ان میں سے بھی اکثر نہتے تھے، مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں، آٹھ تلواریں اور ستر اونٹ تھے۔ (جمل، ال عمران، تحت الآیة: ۱۳، ۱/۳۷۶)

اس کے باوجود مسلمانوں کو کامل فتح ہوئی اور کفار کو شکستِ فاش، لہٰذا یہ فتح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے بڑی نشانی ہے۔

﴿ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ: وہ انہیں خود سے دگنا دیکھ رہے تھے۔﴾ جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کئی اعتبار سے مدد فرمائی ایک تو فرشتے نازل فرمائے، دوسرا یہ ہوا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظروں میں کافروں کو اور کافروں کی نظروں میں مسلمانوں کو کم کر کے دکھایا تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے اور کافر مسلمانوں کو قلیل دیکھ کر لڑائی کے لئے آگے بڑھیں اور مسلمانوں سے جنگ شروع کرنے میں بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ یہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہوا پھر جب لڑائی شروع ہوگئی تو اِس آیت میں مذکور واقعہ رونما ہوا۔ (جمل علی الجلالین، ال عمران، تحت الآیة: ۱۳، ۱/۳۷۷)

کہ انہوں نے ان کو دگنا دیکھا۔ اِس جملے کے کئی معنیٰ کئے گئے ہیں۔ (**1**) کفار نے مسلمانوں کو خود سے دگنا دیکھا یعنی مسلمانوں کی تعداد کفار کو دو ہزار نظر آئی۔ (**2**) کفار نے مسلمانوں کو مسلمانوں کی تعداد سے دگنا دیکھا یعنی مسلمانوں کی تعداد انہیں **626** نظر آئی حالانکہ وہ **313** تھے۔ (**3**) مسلمانوں نے کفار کو خود سے دگنا دیکھا یعنی مسلمانوں کو کفار کی تعداد **626** نظر آئی حالانکہ وہ ایک ہزار تھے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیة: ۱۳، ۳/۱۵۷-۱۵۸)

بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی تائید تھی۔ اسی پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید فرماتا ہے خواہ اس کی تعداد قلیل ہی ہو اور سر و سامان کی کتنی ہی کمی ہو۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کردیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کردیا گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا ساز وسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ :لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کردیا گیا۔﴾ لوگوں کیلئے من پسند چیزوں کی محبت کو خوشنما بنادیا گیا، چنانچہ عورتوں، بیٹوں، مال واولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات کی محبت لوگوں کے دلوں میں رچی ہوئی ہے اور اس آراستہ کئے جانے اور ان چیزوں کی محبت پیدا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں اور خدا پرستوں کے درمیان فرق ظاہر ہوجائے، چنانچہ سورۂ کہف، آیت 7 میں صراحت سے ارشاد فرمایا

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو اس لئے زینت بنایا تا کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔

چنانچہ یہ چیزیں ایسی مرغوب ہوئیں کہ کافر تو بالکل ہی آخرت سے غافل ہوگئے اور کفر میں جاپڑے جبکہ دوسرے لوگ بھی انہی چیزوں کی محبتوں کے اسیر ہوگئے حالانکہ یہ تو دنیاوی زندگی گزارنے کا سامان ہے کہ اس سے کچھ عرصہ نفع پہنچتا ہے پھر یہ سامانِ دنیا فنا ہوجاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ دنیا کے سامان کو ایسے کام میں خرچ کرے جس میں اس کی عاقبت کی درستی اور آخرت کی سعادت ہو۔ یہ تمام چیزیں اگر دنیا کے لئے رکھی جائیں تو دنیا ہیں اور اگر اطاعتِ الٰہی میں

مددومعاونت کے لئے رکھی جائیں تو دین بن جاتی ہیں جیسے بیوی، اولاد، مال، سواری، زمین وغیرہ تمام چیزیں اگر اپنے دین کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں معاونت کیلئے ہوں تو یہی چیزیں قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں جیسے حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مال دنیا نہیں، دین تھا۔ اس کے ساتھ فرمایا کہ'' دنیا کا سامان تو محض ایک سامان ہی ہے، رغبت و محبت اور حرص وطلب کے قابل تو رضائے الٰہی کا مقام یعنی جنت ہے لہٰذا اس کی رغبت کرنی چاہیے اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے لئے اس آیت میں بہت اعلیٰ درس ہے۔ ہم مسلمانوں کی اکثریت بھی انہی دنیاوی چیزوں کی محبت میں مبتلا ہے، اہلِ خانہ اور اولاد کی وجہ سے حرام کمانا، مال و دولت کو اپنا مقصودِ اصلی سمجھنا، اسی کیلئے دن رات کوشش کرنا، بینک بیلنس بڑھانا، اپنے اثاثوں میں اضافہ کرنا، بہترین لباس، عمدہ مکانات اور شاندار گاڑی ہی تقریباً ہر کسی کا نصبُ العین اور مقصود و مطلوب ہے۔ اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر ہمیں بھی اپنی زندگی پر کچھ غور کرنا چاہیے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِۚ(۱۵) اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِۚ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہیں،

تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ: تم فرماؤ، کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟﴾ سُبْحَانَ اللہ! دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد کتنے دلنشین اور حسین انداز میں جنت اور رضائے الٰہی کی طرف دعوت دی جارہی ہے چنانچہ اس فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، دنیا کی حقیقت اور فنائیت سمجھانے کے بعد تم لوگوں سے فرمادو کہ کیا میں تمہیں عورتوں، بیٹوں، مال واولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات سے اچھی، عمدہ اور بہتر چیز بتادوں؟ سنو، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا گھر یعنی جنت ہے جس میں دودھ، شہد، شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ بیویاں ہوں گی جو ہر قسم کے زنانہ عوارض اور ہر ناپسند وقابلِ نفرت چیز سے پاک ہوں گی، اور اس جنت میں پرہیزگاروں کو ہمیشہ رہنا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اللہ تعالٰی کی رضا اور خوشنودی ہے جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ دعا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال کر اپنی محبت ڈال دے، دنیا کی حرص نکال کر آخرت کی طلب داخل کردے۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: صبر والے اور سچے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہرے معافی مانگنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صبر کرنے والے اور سچے اور فرمانبردار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں مغفرت مانگنے والے (ہیں)۔

﴿اَلصّٰبِرِیْنَ: صبر کرنے والے۔﴾ دنیا کے طالبوں کا ذکر کرنے کے بعد مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی طلب رکھنے والے مُتَّقِین کا بیان کیا گیا تھا۔ یہاں ان کے کچھ اوصاف بیان کئے جارہے ہیں۔

(1)......متقی لوگ عبادت و ریاضت کے باوجود اپنی اطاعت پر ناز نہیں کرتے بلکہ اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ سے گناہوں کی مغفرت اور عذابِ جہنم سے نجات کا سوال کرتے ہیں۔

(2)......متقی لوگ طاعتوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں نیز گناہوں سے بچنے پر ڈٹے رہتے ہیں۔

(3)......متقی لوگوں کے قول، ارادے اور نیتیں سب سچی ہوتی ہیں۔

(4)......متقی لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار ہوتے ہیں۔

(5)......متقی لوگ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔

(6)......متقی لوگ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، توبہ واستغفار کرتے ہیں، رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور مناجات کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ رات کا آخری پہر نہایت فضیلت والا ہے، یہ وقت خَلْوَت اور دعاؤں کی قبولیت کا ہے۔ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے فرزند سے فرمایا تھا کہ ''مرغ سے کم نہ رہنا کہ وہ تو سَحری کے وقت ندا کرے اور تم سوتے رہو۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٦، ١/٢٣٦)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُؕ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر، اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ شانِ نزول: ملکِ شام کے علماء میں سے دو افراد سرورِکائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب انہوں نے مدینہ طیبہ کو دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ''نبیِّ آخرالزّمان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر کی یہی صفت ہے جو اس شہر میں پائی جاتی ہے۔ پھر جب حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صورتِ مبارکہ اور اوصافِ کریمہ کو تورات کے مطابق دیکھ کر فوراً آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچان لیا اور عرض کیا: کیا آپ محمد ہیں؟ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''ہاں۔ انہوں نے پھر عرض کی: کیا آپ احمد ہیں؟ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ

النصف

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک سوال کریں گے، اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے درست جواب دیدیا تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں گے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''سوال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ''کتابُ اللّٰہ میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اِسے سن کر وہ دونوں شامی علماء مسلمان ہوگئے۔ (جمل، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸، ۱/۳۸۳)

اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالٰی اور فرشتے اور اہلِ علم یعنی انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے گواہی دی کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ علم بڑی عزت والے ہیں کہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی توحید کا گواہ اپنے ساتھ بنایا، لیکن علماءِ دین سے مراد علماءِ ربانی ہیں یعنی صحیحُ العقیدہ اور صالحین علماء۔ علماءِ ربانی وہ ہیں جو خود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ والے ہیں اور لوگوں کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ والا بناتے ہیں، جن کی صحبت سے خدا عَزَّوَجَلَّ کی کامل محبت نصیب ہوتی ہے، جس عالم کی صحبت سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں کمی آئے وہ عالم نہیں، ظالم ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللّٰہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بیشک اللّٰہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف نہ کیا مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللّٰہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ: بیشک اللّٰہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔﴾ ہر نبی کا دین اسلام ہی تھا لہٰذا اسلام کے سوا کوئی اور دین بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مقبول نہیں لیکن اب اسلام سے مراد وہ دین ہے جو حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لائے، چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کیلئے رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی بنایا، تو اب اگر کوئی کسی دوسرے آسمانی دین کی پیروی کرتا بھی ہو لیکن چونکہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس قطعی اور حتمی دین اور نبی کو مکمل طور پر نہیں مان رہا لہٰذا اس کا آسمانی دین پر عمل بھی مردود ہے۔ یہود ونصاریٰ وغیرہ کفار جو اپنے دین کو افضل ومقبول کہتے ہیں اس آیت میں ان کے دعویٰ کو باطل فرمایا گیا ہے۔

﴿وَمَا اخْتَلَفَ: اور انہوں نے اختلاف نہ کیا۔﴾ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری جنہوں نے اسلام کو چھوڑا اور سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی علم کے بعد کیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں سیدِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت دیکھ چکے تھے اور انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی کتبِ الٰہیہ میں خبریں دی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ماننے سے انکار کیا اور اس انکار و اختلاف کا سبب ان کا حسد اور دنیاوی منافع کی طمع تھی۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

ع ۱۰ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اے محبوب اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرما دو میں اپنا منہ اللّٰہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیرو ہوئے اور کتابیوں اور اَن پڑھوں سے فرماؤ کیا تم نے گردن رکھی پس اگر وہ گردن رکھیں جب تو راہ پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر تو یہی حکم پہنچا دینا ہے اور اللّٰہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اے حبیب! اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو تم فرما دو: میں تو اپنا منہ اللّٰہ کی بارگاہ میں جھکائے ہوئے ہوں اور میری پیروی کرنے والے بھی۔ اور اے حبیب! اہلِ کتاب اور اَن پڑھوں سے فرما دو کہ کیا تم (بھی) اسلام قبول کرتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کر لیں جب تو انہوں نے بھی سیدھا راستہ پا لیا اور اگر یہ منہ پھیریں تو تمہارے اوپر تو صرف حکم پہنچا دینا لازم ہے اور اللّٰہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿ فَاِنْ حَآجُّوْكَ : پھر اگر وہ تم سے جھگڑا کریں۔﴾ دینِ اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ تم سے تمہارے یا اسلام کے حق ہونے کے بارے میں جھگڑا کریں تو تم انہیں فرما دو کہ تم مانو یا نہ مانو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں اور میرے پیروکار تو اللّٰہ تعالیٰ کے فرمانبردار و مطیع ہیں۔ نیز ان اہلِ کتاب یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور ان پڑھوں یعنی اَن پڑھ اہلِ کتاب اور مشرکوں سے مزید یہ بھی فرما دو کہ کیا ہماری طرح تم بھی اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر یہ اسلام قبول کرلیں تب تو یہ بھی سیدھی راہ والے ہوجائیں گے لیکن اگر یہ اسلام قبول کرنے سے منہ پھیریں تو تمہاری شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ تمہارے اجر وثواب میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ تمہارے اوپر تو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم انہیں پہنچادو۔ بقیہ ان کا معاملہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کردو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اور اپنے سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللّٰہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ : بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔﴾ یہاں بنی اسرائیل کے تین جرائم کا بیان کیا گیا ہے: (1) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات کا انکار کرنا۔ (2) انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا۔ (3) انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرنا۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے ایک مرتبہ صبح کے وقت تینتالیس نَبِیُّوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا پھر جب ان میں سے ایک سو بارہ عابدوں نے اٹھ کر انہیں نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے منع کیا تو اسی روز شام کو انہیں بھی قتل کردیا۔ (مدارك، ال عمران، تحت الآية: ٢١، ص ١٥٤)

اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ کے یہودیوں کی مذمت اس لئے ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے ایسے بدترین فعل سے راضی تھے۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کے عمل اکارت گئے دنیا و آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال برباد ہو گئے۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے اور یہ بھی کہ کفر سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں کیونکہ یہودیوں نے اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا تھا جو سخت ترین بے ادبی ہے اور اس پر ان کے اعمال برباد کر دیئے گئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا کتابُ اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا (کہ جب انہیں) اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کا فیصلہ کردے تو پھر ان میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو توریت شریف عطا کی گئی اور اس کے علوم و احکام سکھائے گئے۔ اسی توریت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف و احوال اور دینِ اسلام کی حقانیت کا بیان بھی تھا تو اس سے لازم

آ تا تھا کہ جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائیں اور بنی اسرائیل کو قرآن کریم کی طرف دعوت دیں تو وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور قرآن شریف پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں لیکن ان میں سے اکثر نے ایسا نہیں کیا۔ آیت میں **کتابُ اللّٰہ** کی طرف بلانے کا ذکر ہے۔ جو تفسیر اوپر ذکر کی گئی اس کے مطابق یہاں ''**کتابُ اللّٰہ**'' سے مراد ''قرآن'' ہے اور اگر ''**کتابُ اللّٰہ**'' سے مراد ''توریت'' ہو تو معنیٰ یوں ہوں گے کہ جب یہودیوں کو توریت کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ توریت ہی ان کے درمیان نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کی حقانیت کا فیصلہ کردے تو وہ توریت سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ : اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ ایک مرتبہ رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک جگہ تشریف لے گئے اور وہاں یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا، اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ کس دین پر ہیں؟ فرمایا، ملتِ ابراہیم پر۔ وہ کہنے لگے، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو یہودی تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''توریت لاؤ، ابھی ہمارے، تمہارے درمیان فیصلہ ہوجائے گا۔ وہ اس مطالبے پر نہ ٹھہر سکے اور منکر ہو گئے۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۳، ۲/۱۷۰)

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس آیت کے شانِ نزول کی دوسری روایت یہ ہے کہ ''خیبر کے یہودیوں میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا۔ توریت میں ایسے گناہ کی سزا پتھر مار مار کر ہلاک کردینا ہے لیکن چونکہ یہ لوگ یہودیوں میں اونچے خاندان کے تھے اس لئے انہوں نے ان کو سنگسار کرنا گوارہ نہ کیا اور اس معاملہ کو اس امید پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس لائے کہ شاید آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سنگسار کرنے کا حکم نہ دیں مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان دونوں کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، اس پر یہودی طیش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ''اس گناہ کی یہ سزا نہیں ہے، آپ نے ظلم کیا ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''فیصلے کا دارو مدار توریت پر رکھ لو۔ انہوں نے کہا: یہ انصاف کی بات ہے۔ چنانچہ توریت منگوائی گئی اور یہودیوں کے بڑے عالم **عبداللّٰہ** بن صوریا نے توریت پڑھنی شروع کی، جب رجم کی آیت آئی جس میں سنگسار کرنے کا حکم تھا تو **عبداللّٰہ** بن صوریا نے اس پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا ہاتھ ہٹا کر آیت پڑھ

دی۔ یہودی اس حرکت پر ذلیل و رسوا ہوئے اور وہ یہودی مرد و عورت جنہوں نے زنا کیا تھا حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے سنگسار کئے گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۲۳، ۱/ ۲۳۹)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۪ وَّ غَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں اور ان کے دین میں انہیں فریب دیا اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں: ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن اور انہیں ان کی (ایسی ہی) من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا: یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ یہودیوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب اور اس کے احکام سے منہ پھیرنے کی یہ جرأت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنی نجات و بخشش کے من گھڑت خیالات پال رکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں: ہمیں جہنم کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن یعنی چالیس دن یا ایک ہفتہ پھر کچھ غم نہیں۔ یا یہودی کہتے تھے کہ ''ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے ہیں (المائدہ: ۱۸) **اللہ تعالٰی** نے اس طرزِ عمل پر فرمایا کہ ''ان کی ایسی ہی من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔

عمل سے منہ پھیر کر امیدوں کی دنیا میں گم رہنے کا انجام

ہمارے لئے اس میں درسِ عبرت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی قوم کی تباہی اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ عمل سے منہ پھیر کر صرف آرزو اور امید کی دنیا میں گھومتی رہتی ہے۔ جو شخص لاکھوں روپے کمانے کی تمنا رکھتا ہے لیکن اس کیلئے محنت کرنے کو تیار نہیں وہ کبھی ایک روپیہ بھی نہیں کما سکتا۔ جو قوم ترقی کرنے کی خواہشمند ہو لیکن اپنی بداعمالیاں، کام چوریاں اور خیانتیں چھوڑنے کو تیار نہیں وہ کبھی ترقی کی شاہراہ پر قدم نہیں رکھ سکتی۔ یونہی جو لوگ اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب بھی نہ آئیں اور اپنی نسبتوں پر پھولتے پھریں وہ بھی احمقوں کی دنیا

کے باسی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسوں کی کثرت ہے۔ ہمارے واعظین ، خطباء اور پیر صاحبان جو کچھ بیان فرماتے ہیں سب کے سامنے ہے۔ خوفِ خدا، قبر کی تیاری، آخرت کی فکر، بارگاہِ الٰہی کی جواب دہی پر شاید ہی کبھی کلام ہو اور رحمت کے موضوع پر اس قدر بیان کہ لوگ جَری ہو چکے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں قوم کی عملی حالت کہاں پہنچی ہوئی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس حوالے سے امت کے حکیم، امام غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا حقیقت شناس کلام پڑھئے۔ آپ نے کیمیائے سعادت میں تحریر فرمایا ہے: (اگر) علماء بھی وعظ و نصیحت کی بجائے بازاری مقررین کا انداز اختیار کرلیں، لغویات و واہیات، بیہودہ گوئی اور بیکار باتوں سے دل بہلانا شروع کر دیں جو عموماً دیکھا گیا ہے تو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کوئی بات نہیں ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں رحمتِ خداوندی ہمارے شاملِ حال رہے گی تو قوم کا حال غافلین سے بدتر ہو جائے گا۔ ظاہر ہے جب عام آدمی مجلسِ وعظ میں ایسی خرافات سنے گا لازماً ویسی ہی صفات اس میں پیدا ہوں گی، آخرت کے خطرات سے ڈرنا تو در کنار، اس کے دل سے آخرت کا خیال بھی نکل جائے گا، پھر اسے جو کچھ بھی کہا جائے وہ یہی کہتا رہے گا: اللّٰه عَزَّوَجَلَّ بڑا رحیم و کریم ہے، میرے گناہوں سے اس کا کیا بگڑتا ہے؟ اور اس کی جنت کوئی تنگ و تاریک معمولی سی کوٹھڑی تھوڑی ہے بلکہ وہ تو زمین و آسمان سے بھی زیادہ وسیع و کشادہ ہے وہاں تو کروڑوں انسان بآسانی سما جائیں گے تو مجھ جیسے گناہگار سے اللّٰه تعالیٰ کا تنگ آجانا خدا کی رحمت سے بعید ہے۔ ایسی ایسی لغویات اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو جاتی ہیں۔ (کیمیائے سعادت، رکن سوم: مہلکات، اصل دھم، علاج غفلت و نادانی، ۷۳۲/۲)

ذرا غور کریں کہ کیا امام غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا فرمان ہمارے آج کے معاشرے پر صادق نہیں آتا۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کے لئے جس میں شک نہیں اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ :تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے۔﴾ یہاں من گھڑت امیدوں کی سواری پر بیٹھ کر خیالات کی دنیا میں سیاحت کرنے والوں کی بات ہو رہی ہے جو عقیدۂ صحیحہ سے لاتعلق اور اعمالِ صالحہ سے دور ہونے کے باوجود خواب وخیال میں اپنے آپ کو جنت کے بلند و بالا محلات میں قیام پذیر سمجھتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کی کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں جمع کریں گے اور جب انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے، اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوں عرض کرو، اے اللہ! مُلک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ : یوں عرض کرو، اے اللہ! مُلک کے مالک!﴾ فتحِ مکہ کے وقت سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کو ایران و روم کی سلطنت کی بشارت دی کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ اس پر یہود و منافقین کو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے، کہاں محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کہاں فارس و روم کے ملک؟ یہ تو بڑے زبردست اور نہایت محفوظ ملک ہیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور آخر کار حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ (خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۲۶، ۱/۲٤۰)

سلطنت و حکومت بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالٰی کی ملک ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ کتنی بڑی بڑی سلطنتیں گزریں جن کے زمانے میں کوئی تصور بھی نہ کرسکتا تھا کہ یہ بھی کبھی فنا ہوں گی لیکن اللہ، مالکُ الملک کی زبردست قوت و

قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ آج ان کے نام ونشان مٹ گئے ۔ یونان کا سکندرِ اعظم، عراق کا نمرود، ایران کا کسریٰ ونوشیرواں، ضحاک، فریدوں، جمشید، مصر کے فرعون، منگول نسل کے چنگیز اور ہلاکو خان بڑے بڑے نامور حکمران اب صرف قصے کہانیوں میں رہ گئے اور باقی ہے تو ربُّ العالمین کا نام اور حکومت باقی ہے اور اسی کو بقا ہے۔ یونہی عزت وذلت دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ دور دراز کے گاؤں، بستیوں سے، چھوٹے اور غریب خاندانوں سے اٹھا کر تختِ حکومت پر بٹھا دینا، غلاموں کو بادشاہت عطا کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور معاشرے کے معزز ترین بلکہ دوسروں کو عزتیں اور خلعتیں بخشنے والوں کو ذلت وگمنامی کے عمیق گڑھوں میں پھینک دینا اُسی اَحکمُ الحاکمین مولیٰ تعالیٰ کی قدرت ہے۔

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ٘ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ٘ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو رات کا حصہ دن میں ڈالے اور دن کا حصہ رات میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

﴿ **تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ: تو رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کردیتا ہے۔** ﴾ گرمیوں میں رات چھوٹی اور دن بڑے کر دینا، سردیوں میں دن چھوٹے اور رات لمبی کر دینا اللہ تعالیٰ ہی کے نظام کی وجہ سے ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں اتنا بڑا انظام ہے اس کیلئے فارس وروم سے ملک لے کر غلامانِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کر دینا کیا بعید ہے۔

﴿ **وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ: اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔** ﴾ مردہ سے زندہ کا نکالنا یوں ہے جیسے زندہ انسان کو بے جان نطفے سے اور پرندے کے زندہ بچے کو بے روح انڈے سے اور زندہ دل مؤمن کو مردہ دل کافر سے۔ یونہی زندہ سے مردہ نکالنا اس طرح جیسے کہ زندہ انسان سے بے جان نطفہ اور زندہ پرندے سے بے جان انڈا اور زندہ دل ایمان دار سے مردہ دل کافر۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔﴾ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنگِ اَحزاب کے موقع پر سیدِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ پانچ سو یہودی ہیں جو میرے حلیف ہیں، میری رائے ہے کہ میں دشمن کے مقابلے میں ان سے مدد حاصل کروں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور کافروں کو دوست اور مددگار بنانے کی ممانعت فرمائی گئی۔

(جمل، ال عمران، تحت الآیة: ۲۸، ۱/۳۹۳)

کفار سے دوستی ومحبت ممنوع وحرام ہے، انہیں راز دار بنانا، ان سے قلبی تعلق رکھنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر جان یا مال کا خوف ہو تو ایسے وقت صرف ظاہری برتاؤ جائز ہے۔ یہاں صرف ظاہری میل برتاؤ کی اجازت دی گئی ہے، یہ نہیں کہ ایمان چھپانے اور جھوٹ بولنے کو اپنا ایمان اور عقیدہ بنالیا جائے بلکہ باطل کے مقابلے میں ڈٹ جانا اور اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرنا افضل وبہتر ہوتا ہے جیسے سیدنا امامِ حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جان دے دی لیکن حق کو نہ چھپایا۔ آیت میں کفار کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے اسی سے اس بات کا حکم بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں سے اتحاد کرنا کس قدر برا ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی

السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲۹) یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ-وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛۚ-تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًاؕ-وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ-وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(۳۰)

منزل ۱ ع ۱۰ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللّٰہ کو سب معلوم ہے، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز پر اللّٰہ کا قابو ہے۔ جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللّٰہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور اللّٰہ بندوں پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللّٰہ کو سب معلوم ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہوجائے اور اللّٰہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللّٰہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

﴿ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ : جس دن ہر شخص پائے گا۔﴾ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر 29، 30 ہر شخص کی اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اس آیت پر جتنا زیادہ غور کریں گے اتنا ہی دل میں خوفِ خدا پیدا ہوگا اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوگی۔ چنانچہ فرمایا کہ تم فرمادو کہ اگر تم اپنے دل کی باتیں چھپاؤ یا ظاہر کرو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو سب معلوم ہے۔ تمہارے دلوں کا ایمان ونفاق، قلوب کی طہارت وخباثت، اچھے برے خیالات، نیک وبد ارادے، صحیح وفاسد منصوبے ساری دنیا سے چھپ سکتے ہیں مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ عالمُ الغیب والشہادۃ کے حضور سب ظاہر ہے۔ وہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب جانتا ہے۔ وہ تمہیں فرماتا ہے کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو سب معلوم ہے اور اس دن کو یاد رکھو جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا۔ خَلْوَتوں، جَلْوَتوں میں کئے ہوئے اعمال، پہاڑوں، سمندروں، غاروں، صحراؤں، جزیروں اور کائنات کے کسی بھی کونے میں کئے گئے

اعمال کا ایک ایک ذرہ آدمی کے سامنے موجود ہوگا اور اس وقت برے اعمال والا تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت حائل ہو جائے اور کسی طرح ان اعمال سے چھٹکارا ہو جائے مگر ایسا نہ ہو سکے گا۔ آیتِ مبارکہ کے حوالے سے سلف و صالحین کے طرزِ عمل کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ذیل کے واقعات کا مطالعہ فرمائیں:

روزانہ محاسبہ کرنے والے بزرگ

حضرت توبہ بن صمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے ایک دن حساب لگایا تو ان کی عمر 60 سال تھی، دنوں کا حساب کیا تو وہ 21500 تھے، انہوں نے چیخ ماری اور فرمایا: ہائے افسوس! (اگر میں نے روزانہ ایک گناہ کیا ہو تو) میں حقیقی بادشاہ سے 21500 گناہوں کے ساتھ ملاقات کروں گا اور جب روزانہ 10,000 گناہ ہوں، تو کیا صورت حال ہوگی یہ سوچ کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ غش کھا کر گر پڑے اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم، کتاب المراقبۃ والمحاسبۃ، بیان حقیقۃ المحاسبۃ بعد العمل، ۵/۱۳۹)

عورت نے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا

ایک شخص کسی عورت پر فریفتہ ہو گیا۔ جب وہ عورت کسی کام سے قافلے کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئی تو یہ آدمی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب جنگل میں پہنچ کر سب لوگ سو گئے تو اس آدمی نے اس عورت سے اپنا حالِ دل بیان کیا۔ عورت نے اس سے پوچھا: کیا سب لوگ سو گئے ہیں؟ یہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ شاید یہ عورت بھی میری طرف مائل ہو گئی ہے، چنانچہ وہ اٹھا اور قافلے کے گرد گھوم کر جائزہ لیا تو سب لوگ سو رہے تھے۔ واپس آکر اس نے عورت کو بتایا کہ ہاں! سب لوگ سو گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی: اللہ تعالیٰ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، کیا وہ بھی اس وقت سو رہا ہے؟ مرد نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے، نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔ عورت نے کہا: جو نہ کبھی سویا اور نہ سوئے گا اور وہ ہمیں بھی دیکھ رہا ہے اگرچہ لوگ نہیں دیکھ رہے تو ہمیں اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ یہ بات سن کر اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب اس عورت کو چھوڑ دیا اور گناہ کے ارادے سے باز آ گیا۔ جب اس شخص کا انتقال ہوا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا ’’مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ

فرمایا؟ تو اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے گناہ چھوڑ دینے اور اپنے خوف کے سبب بخش دیا۔
(مکاشفة القلوب، الباب الثانی فی الخوف من اللّٰہ تعالٰی... الخ، ص ۱۱)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ
وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴾قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔﴿ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرنے والا ہو اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اختیار کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قریش کے پاس تشریف لائے جنہوں نے خانۂ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اے گروہِ قریش! خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم، تم اپنے آباء واجداد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے ہٹ گئے ہو۔ قریش نے کہا: ہم ان بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قریب کریں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۱/۲۴۳)

اور بتایا گیا کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ حضور سیدِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع اور فرماں برداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہتا ہے وہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی اختیار کرے اور چونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بت پرستی سے منع فرمایا ہے تو بت پرستی کرنے والا سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نافرمان اور محبتِ الٰہی کے دعوے میں جھوٹا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مدینہ کے یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم کو

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تب یہ آیت اتری۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۱/۲۴۳)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہی قول قوی ہے کیونکہ سورۂ آلِ عمران مدنی ہے۔

ہر شخص پر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع اور پیروی کرنا ضروری ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ﰳالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(۱۵۸) (اعراف: ۱۵۸)

ترجمۂ کنز العرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو تاکہ تم ہدایت پالو۔

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے اور عرض کی: ہم یہودیوں کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو! میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا اور اگر آج حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

(شعب الایمان، الرابع من شعب الایمان، ذکر حدیث جمع القرآن، ۱/۱۹۹، الحدیث: ۱۷۶)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کے جذبے کا اندازہ ان واقعات سے لگایا جا سکتا ہے:

(1)...... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حجرِ اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دے کر فرمایا ''خدا کی قسم! میں جانتا ہوں

کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

(مسلم، كتاب الحج، باب استحباب تقبيل الحجر الاسود فی الطواف، ص٦٦٢، الحديث: ٢٥١(١٢٧٠))

اور سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔

(نسائی، كتاب مناسك الحج، تقبيل الحجر، ص٤٧٨، الحديث: ٢٩٣٤)

(2)......حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک بار پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر آپ مسکرانے لگے اور ساتھیوں سے فرمایا ''کیا تم مجھ سے اس چیز کے بارے میں پوچھو گے نہیں جس نے مجھے مسکرایا؟ انہوں نے عرض کی: اے امیرُ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کس چیز کی وجہ سے مسکرائے تھے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''ایک بار حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس جگہ کے قریب ہی وضو فرمایا تھا اور فراغت کے بعد مسکرائے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا تھا ''کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ کس چیز نے مجھے مسکرایا؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس چیز نے آپ کو مسکرایا؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بندہ جب وضو کا پانی منگوائے پھر اپنا چہرہ دھوئے تو اللّٰہ تعالٰی اس کے چہرے کے گناہ مٹا دیتا ہے، پھر اپنی کہنیاں دھوئے تو کہنیوں کے، سر کا مسح کرے تو سر کے اور اپنے قدموں کو دھوئے تو قدموں کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (تو میں نے انہی کی ادا کو اداء کیا ہے۔)

(مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان، ١/١٣٠، الحديث: ٤١٥)

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک جگہ اپنی اونٹنی کو چکر لگوا رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میں (اس کی حکمت) نہیں جانتا، مگر اس جگہ میں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسا کرتے دیکھا تھا اس لئے میں بھی ایسا کر رہا ہوں۔

(شفا شريف، الباب الاول: فرض الايمان به، فصل واما ماورد عن السلف فی اتباعه، ص١٥، الجزء الثانی)

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ حکم مانو اللّٰہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللّٰہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو کہ اللّٰہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللّٰہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ: اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' نازل ہوئی تو عبد اللہ بن اُبی منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح قرار دے رہے ہیں اور یہ حکم کر رہے ہیں کہ ہم ان سے اسی طرح محبت کریں جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (البحر المحیط، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۲، ۲/۴۴۹)

اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری اطاعت اس لئے واجب کی کہ میں اس کی طرف سے رسول ہوں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ اس کے رسول ہی ہیں اس لئے ان کی اطاعت وفرمانبرداری لازمی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اطاعت سے منہ پھیریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا۔

(تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۱۹۸، جلالین، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۴۹، ملتقطاً)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اہمیت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہی محبتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی دلیل ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا حصول، اپنی خوشنودی اور قرب کو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا۔ اب کسی کو رضا وقربِ الٰہی ملے گا تو محبوبِ رب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی کے صدقے ملے گا ورنہ دنیا جہاں کے سارے اعمال جمع کر کے لے آئے، اگر اس میں حقیقی اطاعتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ موجود نہ ہوگی وہ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں یقیناً قطعاً مردود ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، انکار کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۴۹۹، الحدیث: ۷۲۸۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ”بے شک میری مثال اوراس کی جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے اس شخص جیسی ہے جس نے اپنی قوم کے پاس آ کر کہا: اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں لہٰذا اپنے آپ کو بچا لو۔ چنانچہ اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور راتوں رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور ہلاکت سے بچ گئے جبکہ ایک گروہ نے اسے جھٹلایا اور صبح تک اپنے مقامات پر ہی رہے، صبح سویرے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٤/٥٠٠، الحدیث: ٧٢٨٣)

حضرت مقدام بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ”سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب (کافی ہے) ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور اسے حرام سمجھیں گے جسے قرآن میں حرام پائیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما نهی عنه انّه یقال عند حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٤/٣٠٢، الحدیث: ٢٦٧٣)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ: بیشک اللہ نے آدم کو چن لیا۔﴾ یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ہیں اور انہیں کے دین پر ہیں، اس پر یہ آیت ِکریمہ نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اسلام کے ساتھ برگزیدہ کیا تھا اور اے یہودیو! تم اسلام پر نہیں ہو تو تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اس

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، چنے ہوئے منتخب بندوں کی عظمت وشان کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، جیسے یہاں پر برگزیدہ بندوں کا تذکرہ ہوا اور اس کے آگے کی آیتوں میں مُقربینِ بارگاہِ الٰہی کا تفصیل سے تذکرہ ہوا۔

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۚ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک نسل ہے جو ایک دوسرے سے ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿ ذُرِّیَّةً : یہ ایک نسل ہے۔﴾ یعنی ان برگزیدہ بندوں میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں اور دین کے اندر یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون ومددگار بھی ہیں۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لئے مَنّت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تُو مجھ سے قبول کرلے بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہو کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے آزاد (وقف) ہے تو تو مجھ سے (یہ) قبول کرلے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ: جب عمران کی بیوی نے عرض کی۔﴾ عمران دو ہیں ایک عمران بن یَصْہُر بن قاہِث بن لاوی بن یعقوب یہ تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد ہیں اور دوسرے عمران بن ماثان یہ حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے والد ہیں ان دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے، یہاں دوسرے عمران مراد ہیں

(خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۳۵، ۱/۲۴۳، جمل، ال عمران، تحت الآیة: ۳۵، ۱/۴۰۰، ملتقطاً)

ان کی بیوی یعنی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی والدہ کا نام حَنّہ بنت فاقوذا ہے۔ یہاں آیت میں انہی کا

واقعہ بیان ہورہا ہے۔کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی تھی کہ اے اللہ! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے وقف ہے۔ تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو اور بیتُ المقدس کی خدمت اس کے ذمہ ہو۔علماء نے واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اور حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دونوں ہم زُلف تھے۔فاقوذا کی دُختر اِیشاع حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی زوجہ تھیں اور یہ حضرت یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی والدہ ہیں اور ان کی بہن حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیوی تھیں اور یہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی والدہ ہیں۔ایک زمانہ تک حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہاں اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا اور مایوسی ہوگئی، یہ صالحین کا خاندان تھا اور یہ سب لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندے تھے۔ایک روز حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی یعنی دانہ کھلا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بناؤں گی اور اس خدمت کے لیے حاضر کر دوں گی۔ چنانچہ جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی تو ان کے شوہر نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی ہوگی تو وہ اس قابل کہاں ہوگی؟ اس زمانہ میں بیتُ المقدس کی خدمت کے لیے لڑکوں کو دیا جاتا تھا اور لڑکیاں اپنے مخصوص معاملات، زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لیے حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شدید فکر لاحق ہوئی۔حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہاں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی ولادت سے پہلے حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوگیا تھا۔(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ٣٥، ١/٢٤٤)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اُسے جَنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ

وہ جنی، اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب عمران کی بیوی نے بچی کو جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے حالانکہ **اللہ** بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور وہ لڑکا (جس کی خواہش تھی) اس لڑکی جیسا نہیں (جو اسے عطا کی گئی) اور (اس نے کہا کہ) میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا : تو جب عمران کی بیوی نے بچی کو جنم دیا۔﴾ چونکہ حضرت عمران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پہلے ہی اپنے خدشے کا اظہار کر چکے تھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کہ بیٹے کی بجائے بیٹی کی ولادت ہوئی اس پر حضرت حَنَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اظہارِ افسوس کے طور پر یہ کلمہ کہا۔ انہیں حسرت و غم اس وجہ سے ہوا کہ چونکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے لہٰذا نذر پوری نہیں ہو سکے گی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا یہ عرض کرنا منت کے پورا نہ کر سکنے پر افسوس کی وجہ سے تھا، اس وجہ سے نہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو لڑکی پیدا ہونے کا افسوس تھا کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ لیکن **اللہ** تعالیٰ نے جو لڑکی عطا فرمائی تھی اس کے بارے میں فرمایا کہ کوئی لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہو گی، روحُ اللہ، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ماں ہوں گی، یہ رب عَزَّوَجَلَّ کی خاص عطا ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اپنے زمانے میں تمام جہان کی عورتوں سے افضل تھیں، یہ نہیں کہ ان کا مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت خدیجۃُ الکبریٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے بھی بڑھ کر ہو۔ مریم کے معنی عابدہ اور خادمہ ہیں۔ (بغوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۶، ۱/۲۲۷)

﴿ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ : اور میں اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔﴾ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی والدہ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور ان کی اولاد کیلئے شیطان کے شر سے پناہ مانگی اور **اللہ** تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ لہٰذا یہ مقبول الفاظ ہیں، اپنی اولاد کیلئے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہیے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرم ہو گا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًاۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّاؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًاۚ

قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنا دیا، جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ: تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو قبول فرما لیا اور انہیں احسن انداز میں پروان چڑھایا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا دوسرے بچوں کی بنسبت بہت تیزی کے ساتھ بڑھتی رہیں۔ حضرت حَنّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ولادت کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیتُ المقدس کے علماء کے سامنے پیش کر دیا تا کہ وہ انہیں اپنی کفالت میں لے لیں۔ ان علماء کو بہت معزز شمار کیا جاتا تھا، یہ علماء حضرت ہارون عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی اولاد میں سے تھے اور بیتُ المقدس کی خدمت پر مقرر تھے۔ چونکہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیٹی تھیں جو ان علماء میں ممتاز تھے اور ان کا خاندان بھی بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور صاحبِ علم خاندان تھا اس لئے اُن سب علماء نے جن کی تعداد ستائیس تھی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اپنی پرورش میں لینے میں رغبت ظاہر کی۔ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں، معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے چنانچہ قرعہ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام ہی کے نام پر نکلا اور

یوں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی کفالت میں چلی گئیں۔
(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ٣٧، ص١٥٨)

﴿وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا: ان کے پاس نیا پھل پاتے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بہت عظمت عطا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس بے موسم کے پھل آتے جو جنت سے اترتے اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔ جب حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس جاتے تو وہاں بے موسم کے پھل پاتے۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے سوال کیا کہ یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ تو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے بچپن کی عمر میں جواب دیا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے یہ کلام اس وقت کیا جب وہ پالنے یعنی جُھولے میں پرورش پا رہی تھیں جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اسی حال میں کلام فرمایا۔ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے جب یہ دیکھا تو خیال فرمایا، جو پاک ذات حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بے وقت بے موسم اور بغیر ظاہری سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئی تندرستی دیدے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں اولاد کی امید ختم ہو جانے کے بعد فرزند عطا فرما دے۔ اس خیال سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی جس کا اگلی آیت میں بیان ہے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ٣٧، ٢٤٦/١)

یہ واقعہ مزید تفصیل کے ساتھ سورہ مریم آیت 2 تا 15 میں مذکور ہے۔ مذکورہ بالا آیت سے اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی کرامات بھی ثابت ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں پر خوارق یعنی خلافِ عادت چیزیں ظاہر فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ

اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ: وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی۔﴾ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے جب اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھی تو وہیں یعنی بیتُ المقدس کی محراب میں دروازے بند کرکے پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی۔

آیت ”هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں۔

(1)......جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہیے جیسے جس مقام پر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو غیب سے رزق ملتا تھا وہیں حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے دعا مانگی۔ اسی وجہ سے خانہ کعبہ اور تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے روضہ اقدس اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔

(2)......علماءِ کرام نے اس جگہ کو مقبولیت کے مقامات سے شمار کیا جہاں کسی کی دعا قبول ہوئی ہو۔ لہٰذا جہاں اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں وہاں دعا کرنی چاہیے کیونکہ اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو جہاں وہ رہے ہوں گے وہاں دعائیں ضرور قبول ہوئی ہوں گی۔

(3)......حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی۔ معلوم ہوا کہ صرف اولاد کی دعا نہیں کرنی چاہیے کہ اولاد تو زبردست آزمائش بھی بن سکتی ہے۔ لہٰذا پاکیزہ کردار وعمل والی اولاد کی دعا کرنی چاہیے تاکہ اس سے دنیا وآخرت کا سکھ ملے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ هُوَ قَآىٕمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا

ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ: تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا۔﴾ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام بڑے عالم تھے، بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں قربانیاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی پیش کیا کرتے تھے اور مسجد شریف میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا، جس وقت محراب میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نماز میں مشغول تھے اور باہر آدمی داخلے کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے، دروازہ بند تھا، اچانک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک سفید پوش جوان کو دیکھا، وہ حضرتِ جبریل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے، انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند کی بشارت دی جو ''اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ'' میں بیان فرمائی گئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱/۲۴۶)

یہ غیب کی خبر حضرت جبرئیل اور حضرت زکریا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں کو معلوم ہوگئی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بشارت ملی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسا بیٹا عطا کیا جائے گا جس کا نام ''یحییٰ'' ہوگا اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کرے گا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو **کَلِمَةُ اللّٰه** اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ ''کُن'' فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام ہیں جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے ملیں تو انہیں اپنے حاملہ ہونے پر مطلع کیا، حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: میں بھی حاملہ ہوں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے کہا: اے مریم! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔
(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱/۲۴۷)

﴿سَیِّدًا: سردار۔﴾ آیتِ مبارکہ میں حضرت یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے چار اوصاف بیان فرمائے،

(1)……مُصَدِّقْ: تصدیق کرنے والا۔اس کا بیان اوپر گزرا۔

(2)……سیّد یعنی سردار: سید اس رئیس کو کہتے ہیں جو مخدوم ومُطاع ہو یعنی لوگ اس کی خدمت واطاعت کریں۔ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام مؤمنین کے سرداراور علم وحلم اور دین میں ان کے رئیس تھے۔

(3)……حَصُوْرًا :عورتوں سے نچنے والا۔حصور وہ شخص ہوتا ہے جو قوت کے باوجود عورت سے رغبت نہ کرے۔

(4)……صالحین میں سے ایک نبی۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ فرمایا اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا: اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ : میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا!﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کو جب بیٹے کی بشارت دی گئی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے تعجب کے طور پر عرض کیا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس وقت حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی عمر ایک سوبیس سال کی ہو چکی تھی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی زوجہ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔ سوال سے مقصود یہ تھا کہ بیٹا کس طرح عطا ہوگا ؟ آیا میری جوانی واپس لوٹائی جائے گی اور زوجہ کا بانجھ ہونا دور کیا جائے گا یا ہم دونوں اپنے حال پر رہیں گے؟ فرمایا گیا کہ بڑھاپے میں فرزند عطا کرنا اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں لہٰذا اس بڑھاپے کی حالت میں فرزند ملے گا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا

رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ۠(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی کر دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے اور اپنے رب کی بہت یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً : عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام نے حمل ٹھہر جانے کی صورت میں علامت ظاہر ہونے کا عرض کیا تاکہ اس وقت اور زیادہ شکر و عبادت میں مصروف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام کی زوجہ کو حمل ٹھہرا تو آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین روز تک بند رہی اور تسبیح و ذکر پر آپ قادر رہے اور یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ جس میں اعضاء صحیح و سالم ہوں اور زبان سے تسبیح و تقدیس کے کلمات ادا ہوتے رہیں مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکے اور یہ علامت اس لیے مقرر کی گئی کہ اس نعمتِ عظیمہ کے ادائے حق میں زبان ذکر و شکر کے سوا اور کسی بات میں مشغول نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالح فرزند ملنے پر رب عَزَّوَجَلَّ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، عقیقہ، صدقہ، خیرات، نوافل سب اسی نعمت کا شکریہ ہے اور چونکہ ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِین اور کائنات کی سب سے عظیم ترین نعمت ہیں اس لئے اس نعمت کا شکریہ ہم میلاد کی صورت میں ہمیشہ ادا کرتے رہتے ہیں۔

﴿وَ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ : اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔﴾ اگرچہ ہر وقت تسبیح و تہلیل بہتر ہے لیکن صبح شام خصوصیت سے زیادہ بہتر ہے کہ اس وقت دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز آدمی کی صبح کی ابتداء اور انتہاء اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہونی چاہیے۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللّٰہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم، بیشک اللّٰہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ : بیشک اللّٰہ نے تمہیں چن لیا ہے۔﴾ اس آیت میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی شان کا بیان ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے فضائل کیلئے منتخب فرمالیا مثلاً: عورت ہونے کے باوجود بیتُ المقدس کی خدمت کے لیے انہیں نذر میں قبول فرمالیا حالانکہ صرف مردوں کو ہی منتخب کیا جاتا تھا۔ لہٰذا یہ بات ان کے سوا کسی عورت کو مُیَسَّر نہ ہوئی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کیلئے جنتی رزق بھیجا گیا، حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کو ان کا کفیل بنایا گیا، نیز اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ فضیلتیں فرشتوں کی زبان سے سنائی گئیں۔ مزید حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اللّٰہ تعالیٰ نے گناہوں سے اور مردوں کے ان پر قدرت پانے سے پاکیزہ بنایا اور انہیں سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی کہ بغیر باپ کے بیٹا دیا اور ملائکہ کا کلام سنوایا۔

یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِیْ وَ ارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ (۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

﴿یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ : اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو۔﴾ قنوت کا معنیٰ فرمانبرداری کرنا بھی ہوتا ہے اور

ادب سے کھڑا ہونا بھی۔ جب فرشتوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو آیت میں مذکور حکم سنایا تو حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے قدم مبارک پر ورم آ گیا اور پاؤں پھٹ کر خون جاری ہو گیا۔

(خازن، آل عمران، تحت الآية: ٤٣، ١/٢٤٩)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ: یہ غیب کی خبریں ہیں۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیب کے علوم عطا فرمائے ہیں۔ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات جو قرآن و حدیث میں آئے سب غیب کی خبریں ہیں۔

﴿اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ: جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈال رہے تھے۔﴾ چونکہ بہت سے لوگ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی پرورش کے امیدوار تھے۔ اس لئے آپس میں بحث و مباحثہ کے بعد انہوں نے قرعہ اندازی پر فیصلہ چھوڑ دیا چنانچہ جن قلموں سے تورات لکھا کرتے تھے ان کے ذریعے قرعہ اندازی کی اور طے یہ پایا کہ ہر کوئی اپنا قلم پانی میں رکھے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف بہنا شروع کر دے وہ کفالت کا حق دار ہو گا۔ سب نے اپنی اپنی قلم پانی میں ڈالی تو حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قلم الٹی طرف بہنا شروع ہو گیا اس طرح حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کفالت میں آ گئیں۔

(تفسیر کبیر، آل عمران، تحت الآية: ٤٤، ٣/٢١٩)

اس سے معلوم ہوا کہ عام معاملات میں قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے جیسے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سفر میں ساتھ لے جانے کیلئے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﳓ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رُو دار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا وآخرت میں بڑی عزت والا ہوگا اور اللہ کے مُقرّب بندوں میں سے ہوگا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ : بیشک اللہ تجھے بشارت دیتا ہے۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کلمۃُ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے جسم شریف کی پیدائش کلمہ ''کُن'' سے ہوئی، باپ اور ماں کے نطفہ سے نہ ہوئی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ (آل عمران:۵۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ اُسے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے فرمایا ''ہوجا'' تو وہ ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلمہ ہیں، نام مبارک عیسیٰ ہے، لقب مسیح ہے کیونکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مَس کر کے یعنی چھو کر شفا دیتے تھے، دنیا وآخرت میں عزت ووجاہت والے ہیں اور رب کریم عَزَّوَجَلَّ کے مقرب بندے ہیں۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نسبت باپ کی بجائے ماں کی طرف کی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ اگر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا کوئی باپ ہوتا تو یہاں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نسبت ماں کی طرف نہ ہوتی بلکہ باپ کی طرف ہوتی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (سورۂ احزاب: ۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کے زیادہ قریب ہے۔

وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہوگا۔

﴿وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ: اور وہ لوگوں سے جھولے میں کلام کرے گا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تین شانیں یہاں بیان ہوئیں۔

(1)......بات کرنے کی عمر سے پہلے ہی کلام کریں گے چنانچہ سورۂ مریم آیت **29** تا **33** میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام مذکور ہے۔

(2)...... پکی عمر میں لوگوں سے کلام فرمائیں گے اور وہ یوں کہ آسمان سے اترنے کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوگوں سے کلام فرمائیں گے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آسمان سے زمین کی طرف اتریں گے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور دَجال کو قتل کریں گے۔لہٰذا جیسے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بچپن میں کلام کرنا معجزہ ہے،ایسے ہی پکی عمر میں اس طرح کلام کرنا معجزہ ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات

مجموعی طور پر سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر **45** اور **46** میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہت سی صفات بیان ہوئیں:

(1)...... کلمۃُ اللہ ہونا۔

(2)......مسیح ہونا۔

(3)......حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا بیٹا ہونا۔

(4)......بغیر باپ کے پیدا ہونا۔

(5)......دنیا میں عزت والا ہونا کہ قرآن کے ذریعے سارے عالَم میں ان کے نام کی دھوم مچا دی گئی۔آخرت میں خصوصی عزت والا ہونا بہت سے طریقوں سے ہوگا،ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیامت میں انہی کے ذریعہ مخلوق کو

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک رہنمائی ملے گی۔

(6)...... بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں بہت زیادہ قرب و منزلت رکھنے والا ہونا وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نعت خوانی سنت اِلٰہیہ ہے، اللہ تعالٰی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌؕ-قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ-اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بولی اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا، فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے، جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہوجا وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (مریم نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اللہ نے فرمایا: اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام فوراً ہوجاتا ہے۔

﴿ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ: میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا؟﴾ جب فرشتوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹے کی بشارت دی تو انہوں نے حیرت سے عرض کیا: یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دستور یہ ہے کہ بچہ عورت و مرد کے ملاپ سے ہوتا ہے تو مجھے بچہ کس طرح عطا ہوگا، نکاح سے یا یوں ہی بغیر مرد کے؟ جواب ملا کہ اسی حالت میں یعنی تم کنواری ہی رہو گی اور فرزند پیدا ہوجائے گا، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑی قدرت والا ہے اور اس کی شان یہ ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام فوراً ہوجاتا ہے۔

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ(۴۸)ۚ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﳔ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙۚ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ اسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہوجاتی ہے اللّٰہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللّٰہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔ اور (وہ عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللّٰہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللّٰہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴾وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ : اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔﴿ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور دلیل کے طور پر اس زمانے کے حالات کے موافق بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ یہی بات موجودہ بائبل میں بھی موجود ہے۔ آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے پانچ معجزات کا بیان ہے۔ (1) مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر پھونک مارنا اور اس سے حقیقی پرندہ بن جانا، (2) پیدائشی اندھوں کو آنکھوں کا نور عطا فرما دینا، (3) کوڑھ کے مریضوں کو شفایاب کر دینا، (4) مُردوں کو زندہ کر دینا، (5) غیب کی خبریں دینا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل

(1)...... پرندے پیدا کرنا: جب حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے تو لوگوں نے

درخواست کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک چمگادڑ پیدا کریں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔ (خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۲۵۱)

چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے جانوروں میں بہت عجیب ہے اور قدرت پر دلالت کرنے میں دوسروں سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ بغیر پروں کے اُڑتی ہے اور دانت رکھتی ہے اور ہنستی ہے اور اس کی مادہ کے چھاتی ہوتی ہے اور وہ بچہ جنتی ہے حالانکہ اُڑنے والے جانوروں میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ (جمل، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۴۱۸)

(2)......کوڑھیوں کو شفایاب کرنا۔ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس مریض کو بھی شفا دیتے جس کا برص بدن میں پھیل ہو گیا ہو اور اَطِبّاء اس کے علاج سے عاجز ہوں چونکہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں طب کا علم انتہائی عروج پر تھا اور طب کے ماہرین علاج کے معاملے میں انتہائی مہارت رکھتے تھے اس لیے ان کو اسی قسم کے معجزے دکھائے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے اس کو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی کی نبوت کی دلیل ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا، ان میں جو چل سکتا تھا وہ حاضر خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی اس کے پاس خود حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اس کو تندرست کرتے اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے۔ (خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۲۵۱)

(3)......مردوں کو زندہ کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چار شخصوں کو زندہ کیا، ایک عازر جس کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مُخلصانہ محبت تھی، جب اس کی حالت نازک ہوئی تو اس کی بہن نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اطلاع دی مگر وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تین روز میں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کے انتقال کو تین روز ہو چکے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کی بہن سے فرمایا، ہمیں اس کی قبر پر لے چل۔ وہ لے گئی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی جس سے عازر حکمِ الٰہی سے زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا اور مدت تک زندہ رہا اور اس کے ہاں اولاد ہوئی۔ **دوسرا ایک بڑھیا کا لڑکا تھا** جس کا جنازہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے جا رہا تھا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے لیے دعا فرمائی وہ زندہ ہو کر جنازہ اٹھانے والوں کے کندھوں سے اتر پڑا اور کپڑے پہنے، گھر

آ گیا، پھر زندہ رہا اور اس کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ **تیسری ایک لڑکی تھی** جو شام کے وقت مری اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے اس کو زندہ کیا۔ **چوتھے سام بن نوح تھے** جن کی وفات کو ہزاروں برس گزر چکے تھے۔ لوگوں نے خواہش کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کو زندہ کریں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سام نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ ''**اَجِبْ رُوْحَ اللّٰہ**'' یعنی ''حضرت عیسیٰ روحُ اللہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن'' یہ سنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوگئی، اس کی دہشت سے ان کے سر کے آدھے بال سفید ہوگئے پھر وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکراتِ موت کی تکلیف نہ ہو، اس کے بغیر انہیں واپس کیا جائے چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہوگیا۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۲/۷۴، الجزء الرابع، جمل، ال عمران، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱/۴۱۹-۴۲۰، ملتقطاً)

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جسے زندہ فرماتے اسے ''**بِاِذْنِ اللّٰہ**'' یعنی ''اللہ کے حکم سے'' فرماتے۔ اس فرمان میں عیسائیوں کا رد ہے جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُلُوہِیَّت یعنی خدا ہونے کے قائل تھے۔

(4)......غیب کی خبریں دینا۔ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیماروں کو اچھا کیا اور مردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور کوئی معجزہ دکھائیے، تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو جمع کر رکھتے ہو میں اس کی تمہیں خبر دیتا ہوں اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آدمی کو بتادیتے تھے جو وہ کل کھا چکا اور جو آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہوتا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس بہت سے بچے جمع ہو جاتے تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے، تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے، فلاں چیز تمہارے لیے بچا کر رکھی ہے، بچے گھر جاتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے، تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آنے سے روکا اور کہا کہ وہ جادوگر ہیں، اُن کے پاس نہ بیٹھو اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: وہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون

ہے؟ انہوں نے کہا: سور ہیں۔ فرمایا، ایسا ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولا تو سب سور ہی سور تھے۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ٤٩، ٢/٧٤، الجزء الرابع، جمل، ال عمران، تحت الآیۃ: ٤٩، ١/٤٢٠، ملتقطاً)

سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر 49 سے حاصل ہونے والے مسائل

اس آیتِ مبارکہ سے بہت سے عقائد و مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

(1)......حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معجزات عطا ہوئے۔

(2)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات عطا ہوتے ہیں۔

(3)......بہت سے معجزات انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اختیار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ان معجزات میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

(4)......معجزات بہت سی قسموں کے ہوسکتے ہیں حتّٰی کہ مُردوں کو زندہ کرنے کا بھی معجزہ ہوتا ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اختیارات اور قدرتیں عطا فرماتا ہے۔

(6)......محبوبانِ خدا لوگوں کی حاجت روائی پر قدرت رکھتے ہیں اور ان کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

(7)......محبوبانِ خدا عام عادت سے ہٹ کر مشکل کشائی کرتے ہیں۔

(8)......محبوبانِ خدا کی قدرتیں عام مخلوق کی قدرتوں سے بڑھ کر اور بالاتر ہوتی ہیں۔

(9)......محبوبانِ خدا شفا بھی بخشتے ہیں۔

(10)......اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اسی لئے بطورِ خاص اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور محبوبانِ خدا کی بارگاہ میں عرض کی جاتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمادیں اور ہمارے لئے دعا کردیں۔

(11)......محبوبانِ خدا کے تمام اختیارات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا اور اجازت سے ہوتے ہیں۔

(12)......محبوبانِ خدا کے اختیارات کا انکار کرنا سیدھا قرآن کا انکار کرنا ہے۔

(13)......محبوبانِ خدا کیلئے قدرت و اختیار ماننا شرک نہیں ورنہ معاذ اللہ قرآن پاک کی تعلیمات کو کیا کہیں گے؟

(14)......شِفا دینے، مشکلات دور کرنے وغیرہ کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کیلئے استعمال کرنا شرک نہیں لہٰذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مشکل کشا اور دافعُ البلاء ہیں، یا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے اولاد

دیتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں مردے زندہ کرتا ہوں، میں لاعلاج بیماروں کو اچھا کرتا ہوں، میں غیبی خبریں دیتا ہوں، حالانکہ یہ تمام کام رب عَزَّوَجَلَّ کے ہیں۔

(15)......محبوبانِ خدا غیب کی خبریں جانتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گھروں میں رکھی ہوئی چیزوں کو بھی جانتے تھے۔

(16)......محبوبانِ خدا کیلئے علومِ غَیْبِیَہ ماننا توحید کے منافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا انکار کرنا توحید کے منافی ہے۔ اس آیت میں جتنا غور کرتے جائیں اتنا زیادہ عقائدِ اہلسنّت واضح ہوتے جائیں گے۔

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھ سے پہلے جو توریت کتاب ہے اس کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے کہ تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَ مُصَدِّقًا: اور تصدیق کرنے والا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت کے کتابُ اللہ اور حق ہونے کی تصدیق کیلئے بھی تشریف لائے تھے اور اس کے بعض احکام کو منسوخ فرمانے بھی چنانچہ بعض وہ چیزیں جو شریعتِ موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حرام تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور کچھ پرندے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں حلال فرمادیا۔ آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اذنِ خداوندی سے حلال و حرام فرمانے کے مختار ہیں کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں حلال کرتا ہوں۔ حلال و حرام کرنے کی نسبت انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اور بھی کئی جگہوں پر کی گئی ہے چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں سورۂ اعراف آیت 157 میں یہی نسبت موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل جاننے کیلئے فتاوی رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی کتاب ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میرا تمہارا سب کا رب اللّٰہ ہے تو اسی کو پوجو، یہ ہے سیدھا راستہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ : بیشک اللّٰہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔﴾ حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا یہ فرمانا اپنی عَبْدِیَّت یعنی بندہ ہونے کا اقرار اور اپنی ربوبیت یعنی رب ہونے کا انکار ہے اس میں عیسائیوں کا رد ہے۔ گویا فرمایا کہ میں اتنی قدرتوں اور علم کے باوجود بھی خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کے معجزات یا کرامات ماننا شرک نہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم نے انہیں رب مان لیا۔ اس سے مسلمانوں کو مشرک کہنے والوں کو عبرت پکڑنی چاہیے۔

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللّٰہ کی طرف، حَواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں ہم اللّٰہ پر ایمان لائے، اور آپ گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب عیسٰی نے ان (بنی اسرائیل) سے کفر پایا تو فرمایا: اللّٰہ کی طرف ہو کر کون میرا مددگار ہوتا ہے؟ مخلص ساتھیوں نے کہا: ''ہم اللّٰہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللّٰہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہوجائیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے رسول کی اِتّباع کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ: پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا۔﴾ یعنی جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ یہودی اپنے کفر پر قائم ہیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اور اتنی روشن آیات اور معجزات سے بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی وہ مسیح ہیں جن کی توریت میں بشارت دی گئی ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے دین کو منسوخ کریں گے، تو جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعوت کا اظہار فرمایا تو یہ ان پر بہت شاق گزرا اور وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ایذا اور قتل کے درپے ہوئے اور انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفر کیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس وقت فرمایا کہ کون ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے۔ اس پر حواریوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد کا وعدہ کیا۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۵۲، ۱/۲۵۳)

حواری وہ مخلصین ہیں جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین کے مددگار تھے اور آپ پر اوّل ایمان لائے، یہ بارہ اَشخاص تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ مصیبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں سے مدد مانگنا سنتِ پیغمبر ہے۔ حواریوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور پھر کہا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے مسلمان ہونے پر گواہ بن جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان و اسلام ایک ہی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین اسلام تھا، یہودیت و نصرانیت نہیں۔ اسی لئے ایمان لانے والوں نے اپنے آپ کو مسلمان کہا، عیسائی نہیں۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے خفیہ منصوبہ بنایا اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

﴿وَمَكَرُوْا: اور انہوں نے خفیہ منصوبہ بنایا۔﴾ یعنی بنی اسرائیل کے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکر کیا کہ دھوکے کے ساتھ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کا انتظام کیا اور اپنے ایک شخص کو اس کام پر مقرر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آسمان پر اٹھا لیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَام کی شَباہت اس شخص پر ڈال دی جوان کے قتل کے لیے آمادہ ہوا تھا چنانچہ یہودیوں نے اس کو اسی شبہ پر قتل کر دیا۔ (صاوی، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۵۴، ۱/۲۷۶)

لفظ مَکر لغت عرب میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنی میں ہے اسی لئے خفیہ تدبیر کو بھی مَکر کہتے ہیں اور وہ تدبیر اگر اچھے مقصد کے لیے ہو تو محمود اور کسی قبیح غرض کے لیے ہو تو مذموم ہوتی ہے مگر اردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اس لیے ہرگز شانِ الٰہی میں نہ کہا جائے گا اور اب چونکہ عربی میں بھی دھوکے کے معنیٰ میں معروف ہو گیا ہے اس لیے عربی میں بھی شانِ الٰہی میں اس کا اطلاق جائز نہیں آیت میں جہاں کہیں مذکور ہوا ہے وہاں وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرما دوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا۔

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى : جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چار باتیں فرمائی گئیں: (1) تَوَفّی یعنی پوری عمر کو پہنچانا، (2) اپنی طرف اٹھالینا، (3) کافروں سے نجات دینا، (4) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیروکاروں کو غلبہ دینا۔ اب ہم ان کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

پہلی بات تَوَفّی ہے۔ مرزائیوں نے آیتِ پاک کے ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہود و نصاریٰ کی پیروی میں

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کا دعویٰ کیا اور یہ سراسر غلط ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تَوَفّٰی کا حقیقی معنی ہے ''پورا کرنا'' جیسے قرآن پاک میں ہے:

وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ (النجم:۳۷) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور ابراہیم جو پورے احکام بجالایا۔

اور یہ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے اور جب تک کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو اس وقت تک لفظ کا حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا، اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں کہ تَوَفّٰی کا معنی موت کیا جائے بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینے پر واضح قرائن بھی موجود ہیں اور وہ قرائن احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قربِ قیامت میں واپس تشریف لائیں گے۔ لہٰذا اس آیت سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے نمبر پر بالفرض اگر تَوَفّٰی کا معنیٰ ''وفات دینا'' ہی ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پا چکے ہیں۔ صرف یہ فرمایا ہے کہ ''اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دوں گا۔ تو یہ بات تو ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی وفات پائیں گے، یہ معنی نہیں ہے کہ ہم نے تجھے فوت کر دیا۔ اب یہ بات کہ آیت میں تَوَفّٰی یعنی وفات دینے کا پہلے تذکرہ ہے اور اٹھائے جانے کا بعد میں اور چونکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اٹھائے جا چکے ہیں لہٰذا ان کی وفات بھی پہلے ثابت ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں '' **مُتَوَفِّیْكَ** '' اور '' **رَافِعُكَ** '' کے درمیان میں ''واؤ'' ہے اور عربی زبان میں ''واؤ'' ترتیب کیلئے نہیں آتی کہ جس کا مطلب یہ نکلے کہ وفات پہلے ہوئی اور اٹھایا جانا بعد میں، جیسے قرآن پاک میں حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا گیا:

وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ (آلِ عمران:۴۳) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور سجدہ اور رکوع کر۔

یہاں سجدے کا پہلے تذکرہ ہے اور رکوع کا بعد میں، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا رکوع بعد میں کرتی تھیں اور سجدہ پہلے، ہرگز نہیں۔ لہٰذا جیسے یہاں ''واؤ'' کا آنا ترتیب کیلئے نہیں ہے ایسے ہی مذکورہ بالا آیت میں ''واؤ'' ترتیب کیلئے نہیں ہے۔

دوسری بات حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اٹھایا جانا ہے۔ فرمایا گیا کہ ہم تمہیں بغیر موت کے اٹھا کر آسمان پر عزت کی جگہ اور فرشتوں کی جائے قرار میں پہنچا دیں گے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حضرت

عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میری امت پر خلیفہ ہو کر نازل ہوں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، چالیس سال رہیں گے، نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی اور پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصال ہوگا۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کا اوّل میں ہوں اور آخر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور وسط میں میرے اہلِ بیت میں سے حضرت مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ۵۵، ص۱۶۳، ابن عساكر، ذكر من اسمه عيسیٰ، عيسى بن مريم، ۴۷/۵۲۲)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام منارۂ شرقی دمشق پر نازل ہوں گے۔

(مسلم ، كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه، ص۱۵۶۸، الحديث: ۱۱۰(۲۹۳۷))

یہ بھی حدیث میں ہے کہ ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حجرہ میں مدفون ہوں گے۔ (الوفاء باحوال المصطفى، ابواب بعثه وحشره وما يجرى له صلى الله عليه وسلم، الباب الثانی فی حشر عيسى بن مريم مع نبينا، ص۳۲۵، الجزء الثانی)

تیسری بات کہ کفار سے نجات دلاؤں گا۔ اس طرح کہ کفار کے نرغے سے تمہیں بچالوں گا اور وہ تمہیں سولی نہ دے سکیں گے۔

چوتھی بات ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دینا۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ماننے والوں سے مراد ہے ''ان کو صحیح طور پر ماننے والے'' اور صحیح ماننے والے یقیناً صرف مسلمان ہیں کیونکہ یہودی تو ویسے ہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دشمن ہیں اور عیسائی انہیں خدا مانتے ہیں تو یہ ''ماننا'' تو بدترین قسم کا ''نہ ماننا'' ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرمائیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اور یہ کہیں نہیں، ہم تو آپ کو بھی معبود مانیں گے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ(۵۶) وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ(۵۷) ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو کافر ہوئے میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللّٰہ ان کا نیگ انہیں بھرپور دے گا اور ظالم اللّٰہ کو نہیں بھاتے۔ یہ ہم تم پر

پڑھتے ہیں کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو اللہ انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ جو ہم تمہارے سامنے پڑھتے ہیں کچھ نشانیاں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے۔

﴿فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا: تو میں انہیں سخت عذاب دوں گا۔﴾ کافر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں سزا کے مستحق ہیں۔ دنیا میں سزا تو قتل، قید اور جزیہ لازم ہونا ہے اور آخرت کا عذاب دوزخ ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو گیا۔

﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى: بیشک عیسیٰ کی مثال۔﴾ علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور وہ لوگ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگے کہ ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں۔ فرمایا: ''ہاں، اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو عطا فرمایا۔ عیسائی یہ سن کر بہت غصہ میں آئے اور کہنے لگے: اے محمد! کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے ہیں۔ (معاذاللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو صرف بغیر باپ کے پیدا ہوئے جبکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے تو جب انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مخلوق و بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے؟

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۵۹، ۱/۲۵۷، تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲/۷۹-۸۰، الجزء الرابع، ملتقطاً)

لہٰذا جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بغیر نطفہ کے بنے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ تو جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خدا کے بیٹے نہ ہوئے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خداعَزَّوَجَلَّ کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے سننے والے! حق تیرے رب کی طرف سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ: حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔﴾ آیت کا معنیٰ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ جو واقعہ بیان ہوا یہ حق ہے اور تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر حق تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرو اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بھی اسی حق میں سے ہے جو تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے لہٰذا اس میں بھی شک نہ کرو۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللّٰہ کی لعنت ڈالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اے حبیب! تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں تو تم ان سے فرمادو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلالیتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللّٰہ کی لعنت ڈالتے ہیں۔

﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ : جوتم سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں۔﴾ یہاں مباہلے کا ذکر ہو رہا ہے اس کا معنیٰ سمجھ لیں، مُباہلہ کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ دو مدمقابل افراد آپس میں یوں دعا کریں کہ اگر تم حق پر اور میں باطل ہوں تو اللّٰہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اور اگر میں حق پر اور تم باطل پر ہو تو اللّٰہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ پھر یہی بات دوسرا فریق بھی کہے۔ اب واقعہ پڑھئے۔ جب سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کر لیں، کل آپ کو جواب دیں گے۔ جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ ''اے عبدُالمسیح ! مباہلہ کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے نصاریٰ کی جماعت ! تم پہچان چکے ہو کہ محمد نبی مُرسَل تو ضرور ہیں۔ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھروں کو لوٹ چلو۔ یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گود میں تو امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں اور دستِ مبارک میں امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ ہے اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے ہیں اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب سے فرما رہے ہیں کہ ''جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے عیسائی پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: اے جماعتِ نصاریٰ ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللّٰہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر نصاریٰ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ ''مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے۔ آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لیے تیار نہ ہوئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۶۱، ۱/۲۵۸)

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (ابوسعود، ال عمران، تحت الآیۃ: ۶۱، ۱/۳۷۳)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے **ایک** یہ کہ مناظرہ سے اوپر درجہ مباہلہ کا ہے یعنی مخالفِ دین کے ساتھ بددعا کرنی۔ دوسرے یہ کہ مباہلہ دین کے یقینی مسائل میں ہونا چاہیے نہ کہ غیر یقینی مسائل میں لہٰذا اسلام کی حقانیت پر تو مباہلہ ہوسکتا ہے۔ حنفی شافعی اختلافی مسائل میں نہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہی بیشک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فسادیوں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ: بیشک یہی سچا بیان ہے۔﴾ یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس میں نصاریٰ کا بھی رد ہے اور تمام مشرکین کا بھی۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ، اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تم فرمادو، اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللّٰہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک اللّٰہ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر (بھی) اگر وہ منہ پھیریں تو اے مسلمانو! تم کہہ دو: ''تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں''۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ، اے اہلِ کتاب!۔﴾ اہلِ کتاب کو تین چیزوں کی طرف دعوت دی پہلی یہ کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور یہ وہ چیز ہے جس میں قرآن، توریت اور انجیل سب متفق ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسری یہ کہ ہم کسی کو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں نہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور نہ حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ اور کسی کو اور یہ بات یقیناً پہلی بات ماننے کے مُترادِف ہے۔ تیسری بات یہ کہ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور پادریوں کو بنا رکھا تھا کہ ان کے احکام کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے برابر سمجھتے۔

اختلاف ختم کرنے کا عمدہ طریقہ

اس آیت میں اختلاف ختم کرنے کا ایک عمدہ طریقہ بیان کیا ہے کہ جو مشترکہ اور متفقہ چیزیں ہیں انہیں طے کرلیا جائے تاکہ اختلافی امور ممتاز ہوجائیں اور ان کی تعداد کم ہوجائے اور بحث صرف انہی پر منحصر رہے۔ ورنہ ہوتا یہ ہے کہ جب بحث کی جاتی ہے تو کبھی اختلافی موضوع زیرِ بحث آتا ہے اور کبھی اتفاقی پر بحث شروع ہوجاتی ہے۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو توریت و انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ توریت اور انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ: تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟﴾ نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں کے علماء میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق مناظرہ ہوا۔ یہودی کہتے تھے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہودی تھے

لٰہذا ہمارا دین بڑا ہے۔عیسائی کہتے تھے،آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عیسائی تھے لٰہذا ہمارا دین بڑا ہے۔آخر کار ان دونوں نے سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنا حاکم بنایا، اس پر آیت اتری۔(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ٦٥، ١/ ٢٦٠)

جس میں ان بیوقوفوں کی انتہائی جہالت ظاہر فرمائی گئی کہ یہودیت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور نصرانیت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جاری ہوئیں اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان دونوں بزرگوں سے کئی سو سال پہلے ہوئے ہیں تو وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہوسکتے ہیں؟ چنانچہ فرمایا: اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو کہ وہ یہودی یا عیسائی تھے؟ حالانکہ توریت اور انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہے۔تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟ کہ کئی سو سال پہلے والا شخص بعد والے گروہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔

بزرگوں پر ہونے والے اعتراضات دور کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے لوگوں کے الزام دور کرنا سنتِ الٰہیہ ہے، ان کی عظمت کی حمایت کرنا محبوب چیز ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت سلیمان اور دیگر بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ہونے والے اعتراضات کو دور فرمایا ہے۔

علمِ تاریخ کی اہمیت

اس آیتِ مبارکہ سے علمِ تاریخ کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ یہاں تاریخ پر ہی حقیقت کا مدار ہے۔فی زمانہ علمِ تاریخ کی ویسے بھی بہت ضرورت ہے کیونکہ ہمارے زمانے کے بہت سے گمراہ لوگ تاریخ کو مسخ کرکے ہی لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں۔یونہی علمِ اَسماءُ الرِّجال حقیقتاً تاریخ پر ہی دارومدار رکھتا ہے نیز قوموں کے عروج وزوال اور اس کے اسباب تاریخ ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔البتہ اپنے طور پر ہر ایک کو تاریخ کی اجازت نہیں کیونکہ موجودہ تاریخ میں بہت سی گمراہ کن باتیں شامل ہیں۔بے علم آدمی پڑھے گا تو مارا جائے گا۔کسی مُستنَد عالم کی رہنمائی میں تاریخ پڑھنی چاہیے۔

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًاؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا تو اس میں مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو: تم وہی لوگ ہو جو پہلے اس معاملے میں جھگڑتے تھے جس کا تمہیں علم تھا تو (اب) اس میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ: سن لو: تم وہی لوگ ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تم ہی ہو کہ تمہاری کتابوں میں نبیِّ آخر الزّمان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ظہور اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت کا بیان موجود ہے اس کے باوجود تم حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے اور تم نے اس میں جھگڑا کیا تو جب معلوم باتوں میں تم جھگڑا کرتے ہو تو ان باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں، یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہودی یا نصرانی کہتے ہو حالانکہ تمہیں اس کا علم ہی نہیں ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی یا مشرک کا اپنے آپ کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پیروکار کہنا درست نہیں کیونکہ وہ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ ہر باطل سے جدا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مسلمان بندے تھے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم کے حق دار وہ ہیں جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں اور یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ: بیشک سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم کے حق دار وہ ہیں۔﴾ اوپر کی آیات میں بیان ہوا کہ کسی یہودی یا نصرانی یا مشرک کا اپنے آپ کو حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پیروکار کہنا درست نہیں کیونکہ وہ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ ہر باطل سے جدا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مسلمان بندے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگوں میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو ان کے زمانۂ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے اور پھر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قریب یہ نبی محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے امتی ہیں۔

آیت "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... نبی سے قرب ان کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ محض ان کی اولاد ہونے سے، چنانچہ کنعان حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے قریب نہ ہو سکا کیونکہ وہ کافر تھا۔

(2)...... مسلمان ہی سچے ابراہیمی ہیں چنانچہ اسی لئے تمام ابراہیمی سنتیں اسلام میں موجود ہیں جیسے: حج، قربانی، ختنہ، داڑھی وغیرہ۔ یہ سب ابراہیمی سنتیں ہیں اور ان یہود و نصاریٰ کے دین میں نہیں ہیں تو صرف مسلمان ابراہیمی ہوئے۔

(3)...... بزرگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت ہے۔ جیسے یہاں آیت میں حقانیت کی علامت حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے صحیح نسبت و تعلق کو بیان فرمایا ہے۔

وَدَّتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَ مَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ (۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ صرف خود کو گمراہ کررہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

﴿وَدَّتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے۔﴾ یہ آیت حضرت معاذ بن جبل، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے حق میں نازل ہوئی جن کو یہودی اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے اور یہودیت کی دعوت دیتے تھے، اس میں بتایا گیا کہ ''یہ ان کی ہوس خام ہے، وہ ان کو گمراہ نہ کرسکیں گے۔ (تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآية: ٦٩، ٢/٨٤، الجزء الرابع)

اس میں مذکورہ بالا صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی عظمت و شان بھی واضح ہوتی ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ کفار کے گروہ مسلمانوں کو اپنے دین میں داخل کرنے کیلئے کوششیں ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً کفر و ارتداد کی تحریکیں چلتی رہتی ہیں اور اب تو فلموں، ڈراموں، مزاحیہ پروگراموں اور خصوصاً گانوں نے تو تباہی مچا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتابیو اللہ کی آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتابیو! اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔

﴿لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟﴾ اہلِ کتاب سے فرمایا گیا کہ ''اے کتابیو! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود اپنی کتابوں توریت و انجیل سے پڑھ کر قرآن اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حقانیت کے گواہ ہو اور تمہاری کتابوں میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت و صفت موجود ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ نبی برحق ہیں اور ان کا دین سچا دین ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

ع ٨ ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتابیو! حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

﴿ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ: حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟﴾ فرمایا کہ ’’اے کتابیو! اپنی کتابوں میں تحریف و تبدیل کرکے حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ اور ذاتی مفادات کیلئے حق کیوں چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ نبی حق ہیں اور تم غلطی پر ہو۔

وَ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَۚۖ(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتابیوں کا ایک گروہ بولا وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتابیوں کے ایک گروہ نے کہا: جو ایمان والوں پر نازل ہوا ہے صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو انکار کردو۔ ہوسکتا ہے (کہ اس طرح مسلمان بھی اسلام سے) پھر جائیں۔

﴿ وَ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: اور کتابیوں کے ایک گروہ نے کہا۔﴾ یہودی اسلام کی مخالفت میں رات دن نئی نئی سازشیں کیا کرتے تھے۔ خیبر کے بارہ یہودی علماء نے آپس میں مشورہ کرکے یہ سازش تیار کی کہ ان کی ایک جماعت صبح کے وقت اسلام لے آئے اور شام کو مرتد ہو جائے اور لوگوں سے کہے کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جو دیکھا تو ثابت ہوا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہ نبی نہیں ہیں جن کی ہماری کتابوں میں خبر ہے تاکہ اس حرکت سے مسلمانوں کو اپنے دین میں شبہ پیدا ہو جائے اور یہ اپنے دین سے پھر جائیں (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷۲، ۱/۲۶۲-۲۶۳)

لیکن اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا یہ راز فاش کردیا اور ان کا یہ مکر نہ چل سکا اور مسلمان پہلے سے خبردار ہوگئے۔ اس بات سے باخبر رہنا چاہیے کہ کافروں کی طرف سے سازشوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ آج بھی ایسی سازشیں پکڑی جاتی ہیں کہ جھوٹی فلموں، جھوٹی رپورٹوں اور جھوٹی تصویروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے مُتَنَفِّر کیا جاتا ہے۔ اس وقت کفار میڈیا کو اس مقصد کیلئے بطورِ خاص استعمال کررہے ہیں۔

وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْؕ-قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِۙ-اَنْ یُّؤْتٰۤى

اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌۚۙ(۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یقین نہ لاؤ مگراس کا جوتمہارے دین کا پیرو ہے تم فرمادو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے (یقین کا ہے کانہ لاؤ) اس کا کہ کسی کو ملے جیسا تمہیں ملا یا کوئی تم پر حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس، تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مزید آپس میں کہا کہ) صرف اسی کا یقین کرو جوتمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ ہدایت تو صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ (اور یہ سازشی آپس میں کہتے ہیں کہ اس کا بھی یقین نہ کرو) کہ کسی اور کو بھی ویسا مل سکتا ہے جو تمہیں دیا گیا یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ: اور صرف اسی کا یقین کرو جوتمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو۔﴾ یہودی ایک تو آپس میں سازشیں بناتے رہتے تھے اور دوسرا ایک دوسرے سے کہتے کہ صرف اسی کا یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو اور اس بات پر ہرگز یقین نہ کرو کہ کسی اور کو بھی ویسی ہدایت، دین، کتاب وحکمت اور شرافت وفضیلت مل سکتی ہے جو تمہیں ملی ہوئی ہے۔ یہودیوں کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ نبوت صرف بنی اسرائیل کو ملی ہے، ان کے سوا کسی اور قبیلہ کو نہیں ملی اور چونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی اسماعیل میں سے ہیں لہٰذا یہ نبی نہیں ہیں۔ یہودی اس بہانے سے لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔ یونہی ان کے علماء کا کہنا تھا کہ تم زبان سے اسلام کی حقانیت کا اقرار کر لینا مگر دل سے نہ کرنا۔ یہودیوں کے یہ دعوے سراسر جھوٹے تھے کہ نبوت ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی کیونکہ اس بات کا ذکر کسی آسمانی کتاب میں نہیں تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے، یعنی وہ جسے چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے، تو جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے قید نہ لگائی تم لگانے والے کون ہوتے ہو؟ نبوت میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کروں، میں نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے خاص نہ فرمایا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت اعمال

سے نہیں ملتی، یہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کے ساتھ جسے چاہے خاص فرمالیتا ہے اور نبوت جس کسی کو ملتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے ملتی ہے اس میں ذاتی استحقاق کا دخل نہیں۔ ہاں اب اللہ تعالیٰ نے چونکہ نبوت کا دروازہ بند کردیا تو اب کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِی الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کردے گا اور ان میں کوئی وہ ہے کہ اگر ایک اشرفی اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اہلِ کتاب میں کوئی تو وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں (پورا پورا) ادا کردے گا اور انہی میں سے کوئی وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے نہیں رہو گے وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا۔ (ان کی) یہ بددیانتی اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملے میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ: اور اہلِ کتاب میں کوئی تو وہ ہے۔﴾ یہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی اور اس

میں ظاہر فرمایا گیا کہ ’’ان میں دو قسم کے لوگ ہیں: امانت دار اور بد دیانت۔ بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی امانت کے طور پر رکھ دیا جائے تو وہ بغیر کسی کمی بیشی کے وقت پر ادا کر دیں گے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جن کے پاس ایک قریشی نے بارہ سو اوقیہ یعنی تقریباً 147 کلو سونا امانت رکھا تھا، آپ نے اس کو ویسا ہی ادا کیا اور بعض اہلِ کتاب اتنے بد دیانت ہیں کہ تھوڑے سے مال پر بھی ان کی نیت بگڑ جاتی ہے۔ جیسے کہ فَنْحَاص بِنْ عَازُوراء نامی یہودی جس کے پاس کسی نے ایک اشرفی امانت رکھی تھی لیکن وہ واپسی کے وقت اس سے بھی مُکَر گیا۔

(بیضاوی، ال عمران، تحت الآیة: ۷۵، ۲/۵٤)

تو ان دونوں قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اہلِ کتاب میں کوئی تو وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں پورا پورا واپس ادا کر دے گا اور انہی میں سے کوئی وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے نہیں رہو گے اور بار بار تقاضا نہیں کرتے رہو گے وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ڈر سے نہیں بلکہ لوگوں کے ڈر سے اور بار بار کے تقاضے پر ہی امانت ادا کرے گا اور ایسی امانت داری قابلِ تعریف نہیں جو بلند اخلاق اور خوفِ خدا کی وجہ سے نہ ہو بلکہ لوگوں کے ڈر سے ہو۔ یہودی اس طرح بد دیانتی کی حرکتیں کرتے اور اپنے نفس کو اس حیلے بہانے سے راضی کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں دوسرے دین والوں کے مال ہضم کر جانے کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں کوئی ایسا حکم نہیں اور ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دھوکے اور ظلم کے طور پر کسی کا مال دبا لینا حرام ہے اگرچہ وہ کسی دوسرے مذہب کا ہو۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کی رات حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو ان لوگوں کی امانتوں کی ادائیگی کی ذمہ داری دے کر گئے جو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور جن سے تنگ آ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کر رہے تھے۔ سُبْحَانَ اللہ۔

(السیرة النبویه لابن هشام، هجرة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم، ص۱۹۲-۱۹۳)

اے کاش کہ ہمارے مسلمان بھائی غور فرمائیں کہ وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت پر عمل پیرا ہیں یا یہودیوں کے طریقے پر؟ اس وقت عمومی طور پر مسلمان دنیا میں نیک نام نہیں ہیں۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری کی اور بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیوں نہیں، جو اپنا وعدہ پورا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ بَلٰى : کیوں نہیں۔﴾ یہودیوں کی بات کہ ''دوسرے مذہب والوں سے بد دیانتی کرنے پر ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی'' بیان کی گئی۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمادیا کہ دوسروں سے بد دیانتی کرنے پر پوچھ گچھ کیوں نہیں ہوگی؟ وعدہ پورا کرنا اور امانت کا ادا کرنا دونوں چیزیں پرہیزگاری کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی پسند پر چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند کی مخالفت کرے گا اس پر ضرور مواخذہ کیا جائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ جو کسی سے وعدہ کیا جائے اسے ضرور پورا کیا جائے خواہ رب عَزَّوَجَلَّ سے کیا ہو یا عام انسانوں سے یا نبی سے یا اپنے پیر سے یا بوقت نکاح بیوی سے یا کسی اور عزیز سے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿ثَمَنًا قَلِیْلًا : تھوڑی سی قیمت۔﴾ یہ آیت یہودیوں کے علماء اور ان کے کچھ سرداروں مثلاً ابو رافع، کعب بن اشرف اور حی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا تھا جو نبیِّ آخر الزّمان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کے متعلق ان سے توریت میں لیا گیا تھا، انہوں نے اس کو بدل دیا اور بجائے اس کے اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے کیا۔ ان کیلئے یہ شدید وعید بیان کی گئی کہ جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، اِن لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

[illegible]

اس وعید میں جھوٹی قسم کھا کر مال لے لینے والے، رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے والے یا رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرنے والے یا جھوٹی وکالت کرنے والے سب ہی داخل ہیں۔

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی مسلم شریف کی حدیث میں ہے، سرورِ کائنات صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: تین لوگ ایسے ہیں کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت کرے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت کو تین مرتبہ پڑھا، اس پر حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ ''وہ لوگ بہت نقصان میں رہے۔ یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (یعنی تکبر کے طور پر) اور احسان جتانے والا اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار... الخ، ص٦٧، الحدیث: ١٧١(١٠٦))

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے قسم کھائے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اور دوزخ لازم کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔
(مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم... الخ، ص٨٢، الحدیث: ٢١٨(١٣٧))

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِۚ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں، اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں، اور اللہ پر دیدہ ودانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یقیناً ان اہلِ کتاب میں سے کچھ وہ ہیں جو زبان کو مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ یہ بھی کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا: اور یقیناً ان اہلِ کتاب میں سے کچھ وہ ہیں۔﴾ یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ ’’وہ توریت پڑھتے ہوئے گڑبڑ کرتے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ مفہوم ملا کر اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے حالانکہ وہ کتابُ اللہ کا حصہ نہیں ہوتا۔ یہ تأثُّر دینے کے ساتھ بعض اوقات صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہوتا ہے۔ آج کل بھی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو توحید کی آیتیں پڑھ کر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی شان کا انکار کرتے ہیں اور یہ تأثُّر دیتے ہیں کہ یہ شانِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انکار بھی قرآن میں ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ یونہی بہت سے لوگوں کو سود، پردے، اسلامی سزاؤں اور دیگر کئی چیزوں کے بارے میں کلام کرتے سنا ہے وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں اور درمیان میں اصل اسلامی احکام میں ردوبدل کرتے ہوئے اپنی بات اس انداز میں شامل کرتے ہیں کہ سننے والا سمجھے کہ شاید یہ بھی قرآن میں ہی ہے حالانکہ یہ واضح طور پر دھوکہ اور فریب ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ع ۸ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم وپیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہوجاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہوجاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھیرالو کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہولیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہوجاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہیں تمہارے مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم دے گا؟

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ : کسی آدمی کو یہ حق نہیں۔﴾ یہاں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان کا بیان اور ان پر ہونے والے اعتراض کا جواب ہے جیسا کہ آیت کے شانِ نزول سے واضح ہے۔ فرمایا گیا کہ ’’کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کمالِ علم وعمل عطا فرمائے اور اسے گناہوں سے معصوم بنائے اور وہ پھر لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے۔ یہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ناممکن ہے اور ان کی طرف ایسی نسبت بہتان ہے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ربانی یعنی اللہ والے بننے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ ’’ہمیں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حکم دیا ہے کہ ہم انہیں رب مانیں۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷۹، ۱/۲۶۶)

جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ابورافع یہودی اور ایک عیسائی نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ کہ میں غیرُ اللہ کی عبادت کا حکم کروں۔ نہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھے اس لیے بھیجا ہے۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷۹، ۲/۵۶)

آیت میں رَبّانی کا لفظ مذکور ہے۔ ربّانی کے معنی نہایت دیندار، عالم باعمل اور فقیہ کے ہیں۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۷۹، ۲/۹۳، الجزء الرابع)

اس سے ثابت ہوا کہ علم وتعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہیے کہ آدمی اللہ والا ہو جائے، جسے علم سے یہ فائدہ نہ ہو اس کا علم ضائع اور بے کار ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو گا تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اللہ نے) فرمایا: (اے انبیاء!) کیا تم نے (اس حکم کا) اقرار کر لیا اور اس (اقرار) پر میرا بھاری ذمہ

لے لیا؟ سب نے عرض کی، ''ہم نے اقرار کر لیا'' (اللہ نے) فرمایا، ''تو (اب) ایک دوسرے پر (بھی) گواہ بن جاؤ اور میں خود (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد روگردانی کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ: اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا۔﴾ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی، ان سے سیدُ الانبیاء، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق عہد لیا اور ان انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مبعوث ہوں تو وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد و نصرت کریں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۸۱، ۱/۲۶۷-۲۶۸)

عظمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیان

اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولا، حبیبِ خدا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سب سے افضل ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عظیم فضائل بیان ہوئے ہیں۔ علماءِ کرام نے اس آیت کی تفسیر میں پوری پوری کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس سے عظمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بے شمار نکات حاصل کئے ہیں۔ چند ایک نکات یہ ہیں:

(1)...... حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ محفل قائم فرمائی۔

(2)...... خود عظمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بیان کیا۔

(3)...... عظمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامعین کیلئے کائنات کے مقدس ترین افراد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو منتخب فرمایا۔

(4)...... کائنات وجود میں آنے سے پہلے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر جاری ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت کا بیان ہوا۔

(5)...... آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام نبیوں کا نبی بنایا کہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بطورِ خاص آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔

(6)......انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوفرمانے کے بعد باقاعدہ اس کا اقرار لیا حالانکہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی حکمِ الٰہی سے انکار نہیں کرتے۔

(7)......انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس اقرار کا باقاعدہ اعلان کیا۔

(8)......اقرار کے بعد انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک دوسرے پر گواہ بنایا۔

(9)......اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ تمہارے اس اقرار پر میں خود بھی گواہ ہوں۔

(10)......انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مُتَصَوَّر نہیں لیکن پھر بھی فرمایا کہ اس اقرار کے بعد جو پھرے وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ اس آیتِ مبارکہ پر انتہائی نفیس کلام پڑھنے کیلئے فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی تصنیف ''تَجَلِّیُ الْیَقِین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اُسی کی طرف پھریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے ہوئے ہیں اور سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

﴿ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ: کیا اللہ کے دین کے علاوہ دین چاہتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ'' کیا لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے فرشتے، انسان اور جنات وہ سب کے سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔ فرشتے تو یوں خوشی سے فرمانبردار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا ہی معصومیت پر کیا ہے اور مسلمان جن اور انسان اس طرح کہ دلائل میں نظر کر کے اور انصاف اختیار کر کے فرمانبردار ہیں اور یہ اطاعت و فرمانبرداری مفید بھی ہے جبکہ کافر کسی خوف یا موت کے وقت عذاب دیکھ لینے کے وقت گردن جھکا دیتا ہے لیکن اس وقت کا ایمان قیامت میں نفع نہ دے گا۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسٰی اور عیسٰی اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم یوں کہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا (اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ نیز) ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

﴿ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ: اور تم یوں کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ یہودیوں اور عیسائیوں نے تو یہ کیا کہ کچھ نبیوں اور کتابوں پر ایمان لائے اور کچھ پر نہیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ''تم سب نبیوں اور سب کتابوں پر ایمان لاؤ خواہ وہ ابراہیمی صحیفے ہوں یا حضرت موسیٰ و عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتابیں یا دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفے۔ ہمیں سب کو ماننے کا حکم ہے البتہ ہمارا عمل صرف قرآن پر ہوگا اور ہماری اطاعت واتباع صرف حضور پرنور، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہوگی۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ٘ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا :اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح طور قرآن پاک میں کئی جگہ فرما دیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِس زمانے میں معتبر نہیں۔ اسلام کے علاوہ کوئی کسی دین کی اخلاقی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے جب تک مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اس کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں اور اب اسلام سے مراد وہ دین ہے جسے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لے کر آئے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیونکر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لاکر کافر ہوگئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور وہ اس بات کی گواہی دے چکے تھے کہ (یہ) رسول سچا ہے اور ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ :اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ”یہ آیت ان یہودی اور عیسائی علماء کے متعلق نازل ہوئی جو نبیِ آخرالزّمان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو خوشخبریاں دیتے تھے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل سے دعائیں کرتے تھے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف

آوری کے بعد اپنے مفادات اور حسد کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مخالف ہوگئے۔

(خازن، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۸۶، ۱/۲۷۰)

ان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیوں ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا حالانکہ پہلے وہ اس بات کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ایمان کی توفیق دے جو جان پہچان کر منکر ہوگئی ہو یعنی ایسوں کو ہدایت نہیں ملتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے کی بہت نحوست ہے نیز معلوم ہوا کہ حسد نہایت خبیث بیماری ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی جانتے بوجھتے انکار کر دیتا ہے اور یہ حسد بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی۔ ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: مگر جنہوں نے کفر کے بعد توبہ کر لی۔﴾ حارث بن سُوَید انصاری کو کفار کے ساتھ جا ملنے کے بعد ندامت ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کے پاس پیغام بھیجا کہ سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، تب وہ مدینہ منورہ میں تائب ہو کر حاضر ہوئے

اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲/۲۵۷)

یاد رہے کہ توبہ ہر گناہ سے مقبول ہے حتّٰی کہ اِرْتِداد سے بھی توبہ قبول ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو ایمان لاکر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے۔﴾ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا، پھر کفر میں اور بڑھے اور سیدُ الانبیاء محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کے ساتھ کفر کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے تو اپنی کتابوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت و صفت دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ظہور کے بعد کافر ہوگئے اور پھر کفر میں اور شدید ہوگئے۔
(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۰، ۱/۲۷۰)

ایمان و کفر میں شدت کی کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے، جیسے قرآن پاک میں بکثرت ایمان میں اضافہ ہونے کی آیات ہیں، اسی طرح کفر میں شدت کی آیات بھی ہیں۔ یہ آیات اس معنیٰ میں ہے کہ کسی کا ایمان زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے جبکہ کسی کا ایمان کمزور ہوتا ہے یونہی کسی کا کفر زیادہ شدید ہوتا ہے اور کسی کا کم شدت والا ہوتا ہے۔ آیت میں فرمایا کہ ''جو کفر کرے اور اس میں بڑھتا جائے اس کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی'' اس کا یا تو یہ معنیٰ ہے کہ ''ان کی معافی نہیں، کیونکہ یہ توبہ ہی نہیں کرتے یا یہ معنیٰ ہے کہ ''ان کی توبہ مقبول نہیں، کیونکہ ان کی توبہ دل سے نہیں بلکہ

منافقانہ ہوتی ہے، دل میں کفر بھرا ہوتا ہے اور زبان سے توبہ کر رہے ہوتے ہیں ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں۔ البتہ جو توبہ دل سے کی جائے وہ ضرور مقبول ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۠(۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے، ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مر گئے ان میں سے کوئی اگرچہ اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں پوری زمین کے برابر سونا بھی دے تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

﴿وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ: اور کافر ہی مرے۔﴾ آخرت کی نجات ایمان پر خاتمے پر ہے۔ کفر پر مرنے والا زمین بھر سونا بھی اپنے فدیے میں دیدے تب بھی اس کی نجات نہیں ہوسکتی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نجات کا دارومدار ایمان پر خاتمہ ہونے پر ہے۔ اگر کوئی شخص تمام عمر مومن رہا اور مرتے وقت کافر ہوگیا تو اس آیت میں شامل ہے اور اگر کوئی شخص ساری عمر کافر رہا لیکن مرتے وقت مومن ہوکر مرا تو وہ اس آیت سے خارج ہے۔ اسی لئے صالحین سب سے زیادہ فکر ایمان پر خاتمے ہی کی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ حضرتِ یوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرتِ سفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ساری رات روتے رہے۔ میں نے دریافت کیا: کیا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ گناہوں کے خوف سے رو رہے ہیں؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِس تنکے سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں، مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایمان کی دولت نہ چھن جائے۔

(منهاج العابدين، العقبة الخامسة، اصول سلوك طريق الخوف والرجاء، الاصل الثالث، ص۱۶۹)

فکر معاش بد بلا ہولِ معاد جانگزا لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ١٣٤٠ھ	رضا اکیڈمی، ہند
3	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر و علوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ٣١٠ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢٠ھ
2	احکامُ القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص، متوفی ٣٧٠ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ٣٧٥ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤١٣ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ٥١٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤١٤ھ
5	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ٦٠٦ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ١٤٢٠ھ
6	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ٦٧١ھ	دار الفکر، بیروت ١٤٢٠ھ
7	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ٦٨٥ھ	دار الفکر، بیروت ١٤٢٠ھ
8	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ٧١٠ھ	دار المعرفہ، بیروت ١٤٢١ھ
9	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ٧٤١ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ١٣١٧ھ
10	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ٧٤٥ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٢٢ھ
11	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ٨٦٣ھ و امام جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ	باب المدینہ کراچی
12	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ٩١١ھ	دار الفکر، بیروت ١٤٠٣ھ
13	الإتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ٩١١ھ	دار الفکر، بیروت ١٤٢٣ھ

14	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
15	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
16	عنایةُ القاضی	شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دار صادر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیه	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ عزیزی (مترجم)	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
24	تفسیر منیر	وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	پشاور

كتب الحديث و متعلقاته

1	مؤطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابو عبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابنِ ماجه	امام ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

10	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
11	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
12	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	معجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
14	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
15	حلیة الأولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
16	شعب الإیمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
17	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
18	فردوس الأخبار	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	شرح السنة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
20	ابن عساکر	ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
21	ریاض الصالحین	ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی دمشقی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالسلام ریاض ۱۴۲۰ھ
22	الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
23	مشکاة المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
24	جامع صغیر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
25	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
26	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

کتب شروح الحدیث

1	عمدة القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ

2	ارشاد الساری	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	اشعة اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
5	مرآة المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتب العقائد

1	شرح المقاصد	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	عالم الکتب، بیروت ۱۴۱۹ھ
2	انباء الحی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مؤسسۃ رضا، لاہور ۱۴۲۳ھ

کتب الفقه

1	ھدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
2	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
4	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
6	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	کیمیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
4	منہاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ

5	مكاشفة القلوب	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
6	ذم الهوى	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	پشاور
7	تذكرة الاولياء	شیخ فریدالدین عطار، متوفی ۶۳۷ھ	انتشارات گنجینہ ۱۳۷۹ھ
8	مختصرمنهاج القاصدين	احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن قدامہ مقدسی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الخیر، بیروت ۱۴۱۸ھ
9	تنبيه المغترين	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
10	الزواجرعن اقتراف الكبائر	احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب السيرة

1	السيرة النبوية لابن هشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	دلائل النبوة للبيهقي	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
3	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند
4	الوفاء باحوال المصطفى	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتبۃ العصریۃ، بیروت ۱۴۳۲ھ
5	الخصائص الكبرى	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
6	وفاء الوفاء	نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ	دار احیاء التراث، بیروت
7	مدارج النبوة	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند
8	شرح الزرقاني	محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ

الكتب المتفرقة

1	عيون الحكايات	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
2	ملفوظات	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

لغت

1	مفردات امام راغب	علامہ راغب اصفہانی متوفی فی حدود ۴۲۵ھ	دار القلم، دمشق ۱۴۱۶ھ

ضمنی فہرست

معانی، تعریفات اور اقسام

فضائل وثواب اور وعیدیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآنِ مجید کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت، رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا ”اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ”جس کو قرآن نے میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا، اُسے میں اُس سے بہتر دوں گا، جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور کلامُ اللہ کی فضیلت دوسرے کلاموں پر ایسی ہی ہے، جیسی اللہ عزَّوَجلَّ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۲۵-باب، ۴/۴۲۵، الحدیث: ۲۹۳۵)

ISBN 978-969-631-135-5

0101658

MC 1286

فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجنان فی تفسیرِ القرآن

جلد دوم

پارہ 4..تا..6

بفیضانِ نظر

سِراجُ الْاُمَّہ، کاشِفُ الْغُمَّہ، امامِ اعظم، فَقیہِ اَفْخَم حضرتِ سیِّدُنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مجدِّدِ دین وملّت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

جدید و قدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرۂ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب و معانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس و مسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف و خصوصیات، اہلسنت کے نظریات و معمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن و حدیث، اقوالِ صحابہ و تابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین و ملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

اور

کنز العرفان فی ترجمۃ القرآن

مع

صراط الجنان فی تفسیر القرآن

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب	:	صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد دوم)
مصنف	:	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی
پہلی بار	:	محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، نومبر 2013ء
تعداد	:	12000 (بارہ ہزار)
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شہر		پتہ	فون
کراچی	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
لاہور	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
حیدر آباد	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
ملتان	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-4436214‍5
سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

❁ بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

❁ جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تعوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حق کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِیَه
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی "چل مدینہ" کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تَبَرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کردیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ العِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس، **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین مَدَنی** سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (کے بعد اب پارہ نمبر 4، 5 اور 6 پر مبنی دوسری جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ
و بقیع و مغفرت و
بے حساب جنّت
الفردوس میں آقا
کا پڑوس

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
20-04-2013

فہرست

عنوان	صفحہ

چوتھا پارہ

(لَن تَنَالُوا)

پارہ نمبر...... 4

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔﴾ اس آیت میں بھلائی سے مراد تقویٰ اور فرمانبرداری ہے اور خرچ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ''یہاں خرچ کرنے میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اسے رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرنے والا اس آیت کی فضیلت میں داخل ہے خواہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱/۲۷۲)

راہِ خدا میں اپنا پیارا مال خرچ کرنے کے 5 واقعات

اس آیتِ مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں ہمارے اَسلاف کے 5 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)...... صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینے میں بڑے مالدار تھے، انہیں اپنے اموال میں بَیْرُحَاء نامی ایک باغ بہت پسند تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں کھڑے ہو کر عرض کی: مجھے اپنے اموال میں ''بَیْرُحَاء'' باغ سب سے پیارا ہے، میں اسی کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر حضرت ابوطلحہ رَضِیَ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اشارے پر وہ باغ اپنے رشتے داروں میں تقسیم کردیا۔
(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، ۱/۴۹۳، الحدیث: ۱۴۶۱، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین۔۔۔ الخ، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۲(۹۹۸))

(2)……حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لکھا کہ ’’میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو۔ جب وہ آئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت پسند آئی، لیکن پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت پڑھ کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس کو آزاد کردیا۔ (بغوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱/۲۵۳)

(3)……حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے اس آیت ’’ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ‘‘ کی تلاوت کی تو میں نے اللّٰہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں غور کیا (کہ کون سی نعمت مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے، جب غور کیا) تو میں نے اپنی باندی کو اپنے نزدیک سب سے زیادہ پیارا پایا، اس پر میں نے کہا کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جس چیز کو میں نے اللّٰہ تعالیٰ کے لئے کردیا، اس کی طرف نہ لوٹوں گا تو میں اس باندی سے نکاح کرلیتا۔ (مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہم، ذکر عبد اللّٰہ بن عمر۔۔۔ الخ، کان ابن عمر ازھد القوم واصوبہ رأیاً، ۴/۷۲۸، الحدیث: ۶۴۳۵)

(4)……حضرت عمرو بن دینار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ’’لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ‘‘ نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے (پسندیدہ) گھوڑے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس گھوڑے کو صدقہ فرمادیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ گھوڑا ان کے بیٹے حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا فرمادیا تو حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں نے اس گھوڑے کو محض (اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں) صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے! نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک تیرا صدقہ قبول کرلیا گیا ہے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسمہ زید، زید بن حارثہ بن شراحیل، ۱۹/۳۶۷)

(5)……حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا: اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کردیتے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے، میں چاہتا ہوں کہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں اپنی پیاری چیز خرچ کروں۔ (مدارک، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ص ۱۷۲)

اللّٰہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزیں راہِ خدا میں دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین [1]

---

1 ……صدقات کے فضائل و احکام اور ان سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’ضیائے صدقات‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ : اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ، نفیس اور اپنی پسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو یا ردی، ناکارہ اور اپنی ناپسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو، تو جیسی چیز تم خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے گا۔ (روح البیان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/۶۳)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ : تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔﴾ **شانِ نزول:** مدینہ منورہ کے یہودیوں نے سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراض کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے آپ کو ملّتِ ابراہیمی پر خیال کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اونٹ کا گوشت اور دودھ نہیں کھاتے تھے جبکہ آپ کھاتے ہیں، تو آپ ملّتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حلال تھیں۔ یہودی کہنے لگے کہ یہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی حرام تھیں، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں بتایا گیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے، بلکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حلال تھیں۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

فرمایا کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو تورات لاؤ اور اس میں سے نکال کر دکھادو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حرام تھیں۔ اس پر یہودیوں کو اپنی ذلت ورسوائی کا خوف ہوا اور وہ تورات نہ لاسکے، ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہوگیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۳، ۱/ ۲۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔ لہٰذا قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر تفصیلی کلام سورۂ بقرہ کی آیت 106 میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا سے ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تورات و انجیل سے خبردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: پھر جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ یعنی اس بات کی وضاحت تو ہوگئی کہ بنی اسرائیل پر جو کچھ کھانے حرام ہیں یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نہیں ہیں بلکہ بعد میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حرام کرنے سے ہوئے، تو جو اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ "ملتِ ابراہیمی میں اونٹوں کے گوشت اور دودھ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے تھے" وہ ظالم ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے، نیز حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفتراء کرنا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا: لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔﴾ اس آیت میں دینِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ''دینِ محمدی کی پیروی کرو، کیونکہ اس کی پیروی ملتِ ابراہیمی کی پیروی ہے، دینِ محمدی اُس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔﴾ یہودیوں نے کہا تھا کہ ''ہمارا قبلہ یعنی بیتُ المقدس کعبہ سے افضل ہے کیونکہ یہ گزشتہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا قبلہ رہا ہے، نیز یہ خانہ کعبہ سے پرانا ہے۔ ان کے رد میں یہ آیتِ کریمہ اتری (خازن، ال عمران، تحت الآية: ٩٦، ٢٧٤/١)

اور بتا دیا گیا کہ روئے زمین پر عبادت کیلئے سب سے پہلے جو گھر تیار ہوا وہ خانہ کعبہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''کعبہ معظّمہ بیتُ المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ١١- باب، ٤٢٧/٢، الحدیث: ٣٣٦٦)

اور فرشتوں کا قبلہ بیتُ المعمور ہے جو آسمان میں ہے اور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فی فضائل الامکنة، ٤٩/٧، الجزء الرابع عشر، الحدیث: ٣٨٠٨١)

کعبۂ معظّمہ کی خصوصیات

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کعبۂ معظّمہ کی بہت سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

(1)......سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔

(2)......تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ بیتُ المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔

(3)......مکہ معظّمہ میں واقع ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

(4)......اس کا حج فرض کیا گیا۔

(5)......حج ہمیشہ صرف اسی کا ہوا، بیتُ المقدس قبلہ ضرور رہا ہے لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔

(6)......اسے امن کا مقام قرار دیا۔

(7)......اس میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقامِ ابراہیم ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

﴿ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ: اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔﴾ خانۂ کعبہ کی عظمت وشان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں فرمایا کہ ’’ خانۂ کعبہ میں بہت سی فضیلتیں اور نشانیاں ہیں جو اس کی عزت وحرمت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے

آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرندے بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں، اسی سے انہیں شِفا ہوتی ہے اور وحشی جانور ایک دوسرے کو حرم کی حدود میں ایذا نہیں دیتے، حتّٰی کہ اس سرزمین میں کتے ہرن کے شکار کیلئے نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے نیز لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شبِ جمعہ کو ارواحِ اَولیاء اس کے اردگرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی و بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ انہیں آیات میں سے مقامِ ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔

(خازن، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۱/۲۷٦،تفسيرات احمديه، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص ۲۰۱-۲۰۲، ملتقطاً)

﴿مَقَامُ اِبْرٰهِیْمَ: ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔﴾ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوئے تھے۔ یہ پتھر خانہ کعبہ کی دیواروں کی اونچائی کے مطابق خود بخود اونچا ہوتا جاتا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے قدمِ مبارک کے نشان تھے جو طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھوں سے مَس ہونے کے باوجود ابھی تک کچھ باقی ہیں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۱/۲۷٦، ملتقطاً)

بزرگوں سے نسبت کی برکت

اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر سے پیغمبر کے قدم چھو جائیں وہ مُتَبَرَّک اور **شَعَائِرُ اللّٰہ** اور **آیَۃُ اللّٰہ** یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانی بن جاتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک صفا اور مروہ اللّٰہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

(سورہ بقرہ:۱۵۸)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں پہاڑ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے قدم پڑ جانے سے **شَعَائِرُ اللّٰہ** بن گئے۔

﴿وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا: اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔﴾ خانہ کعبہ کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے پورے حرم کی حدود کو امن والا بنا دیا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل و جرم کر کے حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ’’اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔ (مدارك، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص۱۷٤)

حرم سے کیا مراد ہے؟

حرم سے مراد خانہ کعبہ کے اردگرد کئی کلومیٹر پھیلا ہوا علاقہ ہے جہاں باقاعدہ نشانات وغیرہ لگا کر اسے ممتاز کردیا گیا ہے۔ جو لوگ حج وعمرہ کرنے جاتے ہیں انہیں عموماً اس کی پہچان ہوجاتی ہے کیونکہ وہاں جا کر جب لوگوں کا عمرہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو عمرہ کرنے کے لئے حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آنا ہوتا ہے۔

﴾وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔﴿ اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ اِستِطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی تفسیر ''زادِراہ'' اور ''سواری'' سے فرمائی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ال عمران، ۶/۵، الحدیث: ۳۰۰۹)

حج فرض ہونے کے لئے زادِراہ کی مقدار

کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے۔ راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (1)

﴾وَ مَنْ كَفَرَ: اور جو منکر ہو۔﴿ ارشاد فرمایا کہ ''حج کی فرضیت بیان کردی گئی، اب جو اس کا منکر ہو تو اللہ تعالٰی اس سے بلکہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ اس سے اللہ تعالٰی کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر گواہ ہے؟

---

1 ......آسان انداز میں حج کے مسائل سیکھنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف رفیق الحرمین (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں سے مراد توریت کی وہ آیات ہیں جن میں سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کا بیان ہے اور وہ عقلی دلائل مراد ہیں جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب!﴾ اس آیت میں بھی اہلِ کتاب ہی سے خطاب ہے کہ ”اے اہلِ کتاب! تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ابھی ایمان مضبوط نہیں ہوا، انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں توریت کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کیوں بہکاتے ہو کہ ”یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر توریت و انجیل میں ہے۔ یہ کہہ کر تم انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ سیدِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان توریت میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جو دین مقبول ہے وہ صرف دینِ اسلام ہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔

﴿اِنْ تُطِیْعُوْا: اگر تم اطاعت کرو۔﴾ مرشاس بن قیس یہودی مسلمانوں کی مجلس کے قریب سے گزرا جس میں انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج نہایت محبت سے باتیں کر رہے تھے، اسلام سے پہلے ان کی آپس میں بہت جنگ تھی اس یہودی کو ان کے اتفاق سے بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی سے کہا کہ تم اِن کی گزشتہ جنگیں یاد دلا کر اِنہیں لڑا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ قصیدے پڑھے جن میں ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر تھا۔ ان قصائد کو سن کر انصار کو اپنی گزشتہ جنگیں یاد آگئیں اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ قریب تھا کہ خون ریزی ہو جائے، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فوراً موقع پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۲/۲۷۸-۲۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں آیت میں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی ''انا'' کیلئے آپس میں جنگ کرنا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا یہودیوں کا کام اور آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا سراپا رحمت، مجسمِ شفقت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔

وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۠ (۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ایمان والو! اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھا دیا گیا۔

﴿وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ: اور تم کیوں کفر کرو گے۔﴾ یہاں ابتداءً صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے خطاب ہے کہ اے جماعتِ صحابہ! (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم) تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم حضور رحمۃٌ للعالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحبت یافتہ ہو اور ان کی زبانِ مبارک سے قرآنِ مجید سنتے ہو۔ اس آیت میں عام مسلمانوں کو بھی اس اعتبار سے نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن موجود ہے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کس طرح ہو سکتی ہے؟

﴿وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ: اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا۔﴾ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سہارا تھاما یعنی اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بقدرِ طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۂ تغابن: ۱۶) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔

نیز آیت کے آخری حصے میں فرمایا کہ اسلام پر ہی تمہیں موت آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے زندگی کے ہر لمحے میں اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تا کہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا) اور اللّٰہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کردیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچادیا اللّٰہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سب مل کر اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تَفَرُّقہ مت ڈالو اور اللّٰہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کردیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللّٰہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا: اور تم سب مل کر اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔﴾ اس آیت میں اُن افعال وحرکات کی مُمانَعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''تم سب مل کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقے بنالئے۔

صلح کلیت کا رد

یاد رہے کہ اصل راستہ اور طریقہ مذہبِ اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے

اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنّت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہلِ سنت و جماعت تو سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق واتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے اِنتشار پیدا کرے تو اُس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا نہ کہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ بِعَیْنِہٖ یہی صورتِ حال اہلسنّت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صلح کُلّیَّت کی رٹ لگانا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا سراسر جہالت ہے۔

’’حَبْلُ اللّٰہِ‘‘ کی تفسیر

’’**حَبْلُ اللّٰہِ**‘‘ کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآنِ پاک حَبْلُ اللّٰہِ ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ، ص۱۳۱۳، الحدیث: ۳۷(۲۴۰۸))

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ’’حَبْلُ اللّٰہِ سے جماعت مراد ہے
(معجم الکبیر، ۲۱۲/۹، الحدیث: ۹۰۳۳)

اور فرمایا کہ ’’تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ حَبْلُ اللّٰہِ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔
(معجم الکبیر، ۱۹۹/۹، الحدیث: ۸۹۷۳)

جماعت سے کیا مراد ہے؟

یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر ’’جماعۃ المسلمین‘‘ نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام ’’رسول‘‘ رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لہٰذا میری اطاعت کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ جَھْلِ الْجَاھِلِیْنَ. میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ : اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔﴾ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتّٰی کہ اوس اور خَزرَج میں ایک لڑائی ایک سوبیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل وغارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت ودشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹادیں اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کردی اور جنگجو قبیلوں میں الفت ومحبت کے جذبات پیدا کردیئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنادیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مرجاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچالیا۔

جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے لئے دوزخ سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں، چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہٰذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس کی دعوت قبول کرلی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھاسکا۔ فرشتوں میں سے ایک نے کہا: اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں تو جس نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٤/٤٩٩، الحدیث: ٧٢٨١)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے اردگرد کی جگہ کو روشن کر دیا تو اس میں پتنگے اور حشرات الارض گرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آ کر آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر (پتنگوں کے آگ میں گرنے کی طرح) جہنم میں گرے چلے جا رہے ہو۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ... الخ، ص ۱۲۵٤، الحدیث: ۱۸(۲۲۸٤))

سب سے اعلیٰ نعمت

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی سب سے اعلیٰ نعمت ہیں۔ آیت کے شروع میں فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو یاد کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ لہٰذا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یاد کیلئے جو محفل منعقد کی جائے خواہ وہ میلاد شریف کی ہو یا معراج کی یا کوئی اور وہ سب بہت عمدہ ہیں اور حکمِ الٰہی پر عمل ہی کی صورتیں ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہیے

کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں نیکی کی دعوت دے، اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے۔

تبلیغِ دین کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر تبلیغِ دین فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے مصنفین کا تصنیف کرنا، مقررین کا تقریر کرنا، مبلغین کا بیان کرنا، انفرادی طور پر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا وغیرہ، یہ سب کام تبلیغِ دین کے زمرے میں آتے ہیں اور بقدرِ اخلاص ہر ایک کو اس کی فضیلت ملتی ہے۔ تبلیغ قولی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی اور بسا اوقات عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان... الخ، ص ٤٤، الحدیث: ٧٨(٤٩))

تبلیغِ دین سے متعلق 5 اَحادیث

(1)...... حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، تم یا تو ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تم پر عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا مانگو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ٦٩/٤، الحدیث: ٢١٧٦)

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر تم ہی میں سے برے لوگوں کو مُسَلَّط کر دے گا، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ٣٧٧/١، الحدیث: ١٣٧٩)

(3)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کسی مقام پر کھڑے ہو کر حق بات کہہ سکتا ہے تو اس کیلئے درست نہیں کہ حق بات نہ کہے کیونکہ حق بات

کہنا اس کی موت کو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کے لکھے ہوئے رزق سے اسے محروم کر سکتا ہے۔

(شعب الایمان، الثانی والخمسون من شعب الایمان، ۹۲/٦، الحدیث: ۷۵۷۹)

(4)......حضرت عُرس بن عَمیرہ کندی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔

(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ١٦٦/٤، الحدیث: ٤٣٤٥)

(5)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ١٠٤، ص١٧٨)

ہمارے معاشرے میں نیک کام کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورتِ حال انتہائی افسوس ناک ہے، حکام اپنی رعایا کے اعمال سے صَرفِ نظر کئے ہوئے ہیں۔ عدل وانصاف کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کے منصب پر فائز حضرات عدل وانصاف کی دھجیاں اڑانے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین اپنی اولاد، اَساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم پوشی کرتے نظر آرہے ہیں، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو، بھائی، بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود انہیں برے افعال سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں جس ذلت ورسوائی کا شکار ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ قوم تباہی کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس حقیقت کو درج ذیل حدیث میں انتہائی احسن انداز کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، چنانچہ

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالٰی کی حدود میں مداہنت کرنے والے (یعنی خلافِ شرع چیز دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے والے) اور حدودُ اللّٰہ میں واقع ہونے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم نے جہاز کے بارے میں قرعہ ڈالا، بعض اوپر کے حصہ میں رہے بعض نیچے کے حصہ میں، نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے اور پانی لے کر ان کے پاس سے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی (انہوں نے اس کی شکایت کی تو) نیچے والے نے کلہاڑی لے کر نیچے کا تختہ کاٹنا شروع کر دیا۔ اوپر والوں نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کہ تختہ توڑ رہے ہو؟ اس نے کہا میں پانی لینے جاتا ہوں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی لینا مجھے ضروری ہے۔

(لہٰذا میں تختہ توڑ کر یہیں سے پانی لے لوں گا اور تم لوگوں کو تکلیف نہ دوں گا) پس اس صورت میں اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور تختہ کاٹنے سے روک دیا تو اسے بھی نجات دیں گے اور خود کو بھی بچالیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الشھادات، باب القرعۃ فی المشکلات، ٢/٢٠٨، الحدیث: ٢٦٨٦) (1)

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت ۔۔۔ سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت ۔۔۔ شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں ۔۔۔ بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُؕ وَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌۙ(۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آ چکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں مُتَفَرِّق ہوگئے اور انہوں نے اپنے پاس روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہوگئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آپس میں تَفَرُّقہ بازی اور اختلافات میں نہ پڑ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں اختلافات میں پڑ گئے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ عناد اور دشمنی راسخ ہوگئی یا آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ آپس میں اُس طرح اختلاف و اِفتراق میں نہ پڑ جانا جیسے تم زمانہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے وقت میں مُتَفَرِّق تھے اور تمہارے درمیان بُغض و عِناد تھا۔

1 ......تبلیغ دین کی ضرورت و اہمیت اور اس سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف ”نیکی کی دعوت“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، ۶۸/۴، الحدیث: ۲۱۷۳)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑلو۔
(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۵۰)

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کرکے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مُرتکب ہوتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ شیطان کا شکار ہے۔ (معجم الکبیر، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ... الخ، ۱۸۶/۱، الحدیث: ۴۸۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۟ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ: جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے۔﴾ یہاں آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہلِ ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ ''کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ یہاں فرمایا کہ ''ایمان کے بعد کافر ہوئے تھے'' اس سے اگر تمام کفار کو خطاب ہے تو اس صورت میں ایمان سے روزِ میثاق کا ایمان مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' تو سب نے ''بَلٰی'' یعنی ''کیوں نہیں'' کہا تھا اور ایمان لائے تھے۔ اب جو دنیا میں کافر ہوئے تو اُن سے فرمایا جاتا ہے کہ ''روزِ میثاق ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا تھا اور ان کے دل منکر تھے۔ حضرت عِکْرِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں جو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور ظہور کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب مُرتَدّین ہیں جو اسلام لا کر پھر گئے اور کافر ہو گئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱/۲۸۶)

ان سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جن کے منہ اونجالے (روشن) ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴿فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ: تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱/۲۸۷)

اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار اہلِ ایمان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۗ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ (یونس:۲٦)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اوران کے منہ پرنہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ (عبس: ۳۸،۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے۔

قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ

روشن چہرے والوں سے مراد کون لوگ ہیں، درج ذیل روایات کی روشنی میں دیکھیں۔

تفسیر دُرِ منثور میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیتِ کریمہ ’’ **تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ** ‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں ’’ **تبيض وجوه اهل السنة والجماعة و تسود وجوه اهل البدع والضلالة** ‘‘ یعنی قیامت کے دن اہلسنّت کے چہرے چمکتے ہوں گے اور بدعتی وگمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے‘‘ اور اسی میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک حدیث شریف روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ’’ **تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ** ‘‘ کے بارے میں فرمایا ’’ **تبيض وجوه اهل السنة و تسود وجوه اهل البدع** ‘‘ قیامت کے دن اہلسنّت والجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیتِ کریمہ ’’ **تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ** ‘‘ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا ’’ **تبيض وجوه اهل الجماعات والسنة، و تسود وجوه اهل البدع والاهواء** ‘‘ یعنی قیامت کے دن اہلسنّت وجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور بدعتی وگمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۲/۲۹۱)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۱۰۹)

ع ۸ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللّٰہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللّٰہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللّٰہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللّٰہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللّٰہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ: اور اللّٰہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔﴾ یعنی لوگ جہنم میں لے جانے والے اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو بے جرم عذاب نہیں دیتا اور کسی کی نیکی کا ثواب کم نہیں کرتا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِؕ-وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْؕ-مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ: تم بہترین امت ہو۔﴾ یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللّٰہ

بن مسعود وغیرہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے کہا کہ ’’ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۱/۲۸۷)

اور اللہ تعالیٰ نے امتِ مُحَمَّدِیَّہ کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، مجھے زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، میرے لئے مٹی کو پاکیزہ کرنے والی بنا دیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنا دیا گیا۔ (مسند امام احمد، ومن مسند علی بن ابی طالب، ۱/۲۱۰، الحدیث: ۷۶۳)

اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے

چونکہ یہ بہترین امت ہے، اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیلِ شرعی ہے۔ جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۠(۱۱۵) (النساء: ۱۱۵)

ترجمۂ کنز العرفان: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘

ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۸، الحدیث: ۲۱۷۳)

بنی اسرائیل اور امتِ محمدیہ کی افضلیت میں فرق

اس آیت میں ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالَمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، لیکن ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔

نیکی کی دعوت دینے کی ترغیب

یاد رہے کہ نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرمادیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدرِ توفیق نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔ احادیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس سے متعلق 2 احادیث درج ذیل ہیں

(1)......ایک حدیث میں ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرنے والا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی زیادہ کرنے والا، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا اور سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا (سب سے بہتر ہے)۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۰/۶، الحدیث: ۷۹۵۰)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو نہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے ہیں نہ شہداء میں سے، لیکن قیامت کے دن انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہداء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر رشک کریں گے، وہ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا ”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے زمین پر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آرہی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ کیسے بناتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ”وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں تو جب لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے۔[1]

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۲۷۳/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۸۴۵۵)

---

[1] ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کا جذبہ و ترغیب پانے اور اس کے فضائل حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ”دعوتِ اسلامی“ کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے۔

﴿ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ :اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے۔﴾ یعنی اگر اہلِ کتاب بھی سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آتے تو ان کیلئے بھی بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان والے ہوئے، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ-وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۫-ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ(۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى : یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے۔﴾ یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم، یہودیوں کے سرداران کے دشمن ہو گئے تھے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ١١١، ١٣٥/٢، الجزء الرابع)

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کردیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ اِن مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچاسکیں گے اور غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا اور یہودیوں کا انجام ذلت و رسوائی ہوگا۔ اور اگر یہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے۔ یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں۔ بعد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی اور یوں یہ غیبی خبر پوری ہوئی۔

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ

النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید یہ اس لئے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مُسَلَّط کردی گئی سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کردی گئی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے، اور اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے۔

﴿ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ :ان پر ذلت مسلط کردی گئی۔﴾ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کردی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے ''اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ'' سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ اِستثناء کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ (یہودی) ذلت وخواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہوجائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کرسکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہدو پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ فی زمانہ اگر دنیا کے کسی خطے میں کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت وجود میں آئی ہے تو اس حکومت کا قائم ہونا قرآنِ کریم

یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآنِ کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے کہ بحسب اِستثناء ''وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ'' صدیوں سے ذلیل وخوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی۔ (فتاوی نوریہ، ۵/۱۹۴، ملخصاً)

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ سب ایک جیسے نہیں، اہلِ کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

﴿لَیْسُوْا سَوَآءً: یہ سب ایک جیسے نہیں۔﴾ جب حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودی علماء نے جل کر کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہم میں سے جو ایمان لائے ہیں وہ برے لوگ ہیں، اگر یہ برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۲/۱۳۶، الجزء الرابع)

اور بتادیا گیا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی میں آنے والے ہی تو کام کے آدمی ہیں بقیہ کا حال تو انتہائی بدتر ہے۔ حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ یہاں جن لوگوں کی تعریف کی گئی ہے اس سے علاقہ نجران کے 40 آدمی، حبشہ کے 32 آدمی اور روم کے 8 آدمی مراد ہیں کہ جو دینِ عیسوی پر تھے، پھر حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۱/۲۹۰-۲۹۱)

آیتِ مبارکہ '' یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ '' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد بہت اعلیٰ عبادت ہے کہ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطورِ خاص تعریف کی گئی ہے، اس سے نمازِ عشاء و تہجد دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان

میں سجدہ بہت افضل ہے کہ سجدے کا بھی بطورِ خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی اِن عبادات سے افضل ہے کیونکہ جو دل کی یکسوئی رات میں مُیَسَّر ہوتی ہے، دن میں نصیب نہیں ہوتی۔ ہمارے بزرگانِ دین اپنی راتیں عبادت و تلاوت میں گزارا کرتے تھے، چنانچہ حضرت حسین بن علی کرابیسی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: میں نے کئی بار حضرت امام شافعی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے ساتھ رات گزاری اور میں نے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے اور پچاس آیات سے زیادہ تلاوت نہ کرتے، اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو بھی 100 آیات تک پہنچتے۔ جب کسی آیتِ رحمت کی تلاوت کرتے تو بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے رحمت ملنے کی دعا کرتے اور جب آیتِ عذاب پڑھتے تو اس سے پناہ طلب کرتے اور اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات کی دعا کرتے۔

(تاریخ بغداد، ذکر من اسمه محمد و اسم ابیه ادریس، محمد بن ادریس بن العباس ابو عبد الله الشافعی، ۶۱/۲)

حضرت فاطمہ بنت عبدالملک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهَا فرماتی ہیں "ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے زیادہ نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہو لیکن میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص کبھی نہیں دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے زیادہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہو۔ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ (رات کے وقت) جب گھر تشریف لاتے تو سجدے میں سر رکھ کر روتے اور دعا کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی آنکھوں پر غالب آجاتی اور رات میں پھر جب بیدار ہوتے تو اسی طرح کرتے۔ (حلیة الاولیاء، عمر بن عبد العزیز، ۲۹۴/۵، رقم: ۷۱۷۴)[1]

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

1 ......عبادت کی لگن و شوق پانے اور اس میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کے تحریر کردہ مدنی انعامات پر عمل کرنا اور دعوتِ اسلامی کے مدنی قافلوں میں سفر کرنا انتہائی مفید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں۔

﴿یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت اور اِس آیت میں مجموعی طور پر ایمان والوں کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (1) رات کو عبادت میں قیام کرنا، (2) نماز پڑھنا، (3) رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارنا، (4) رات کے وقت قرآن کی تلاوت کرنا، (5) اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل ایمان رکھنا، (6) نیکی کا حکم دینا، (7) برائی سے منع کرنا، (8) نیکیوں میں سبقت لیجانا، (9) نیکی کو اختیار کرنا۔ ایک کامل ایمان والے کے بھی یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کاملین میں داخل فرمائے۔

وَ مَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اِن کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔

﴿فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ: ہرگز اِن کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔﴾ یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم دینِ اسلام قبول کر کے خسارے میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ تو بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور وہ تو اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے جبکہ یہودیوں کی گفتگو بے معنیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچا نہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا: ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچا نہ سکیں گے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت بنی قُرَیظہ اور بنی نَضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہودی سرداروں نے مال و دولت کی خاطر سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ دشمنی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سرکارِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۱/۲۹۱)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ابو جہل کو اپنی دولت پر بڑا فخر تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے متعلق عام ہے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۳/۳۳۵-۳۳۶)

ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذابِ الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ صرف رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامن سے وابستہ ہونا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ

ہوا کسی ایسی قوم کی کھیتی کو جا پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کردے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

﴿مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرنے والوں کی مثال۔﴾ اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریاکاری ایسے تباہ کردیتی ہے جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کردیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ کوئی ظلم و زیادتی نہیں بلکہ یہ ان کے کفر یا نفاق یا ریاکاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ اس خرچ سے یہودیوں کا وہ خرچ مراد ہے جو وہ اپنے علماء اور سرداروں پر کرتے تھے، وہ خرچہ بے فائدہ ہے، اس کا انہیں کوئی ثواب نہ ملے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس سے کفار کے تمام صدقات مراد ہیں کہ ان کا کوئی ثواب نہیں اور وہ صدقات ضائع ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں ریاکار کا خرچ کرنا مراد ہے (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۱/۲۹۱-۲۹۲)

کیونکہ اس کا خرچ کرنا یا دنیاوی نفع کے لئے ہوگا یا آخرت کے نفع کے لئے۔ اگر صرف دنیاوی نفع کے لئے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریاکار کو تو آخرت اور رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا عمل تو دکھاوے اور نمائش کے لئے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع ہوگا جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ اگرچہ آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پا سکتا، ان لوگوں کے لئے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو اس آیت میں ذکر فرمائی جارہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بُغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

﴿ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ: غیروں کو رازدار نہ بناؤ۔﴾ بعض مسلمان اپنے قرابت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قرابت یا پڑوس کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔

(صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۳۰۶)

کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات

اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت و اخلاص حرام ہے اور انہیں اپنا رازدار بنانا بھی ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکمران کافروں اور مرتدوں کو اہم ترین عہدوں پر نہ لگائے جس سے یہ لوگ غداری کرنے کا موقعہ پائیں کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں نیز ان کی دشمنیاں ان کے الفاظ اور کردار سے ظاہر ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتا رہتا ہے۔ جب زبانی دشمنی بھی سامنے آتی رہتی ہے تو جو دشمنی اور مسلمانوں سے بُغض و عداوت ان کے دلوں میں ہوگی وہ کس قدر ہوگی؟ یقیناً ان کے دلوں میں موجود دشمنی ظاہری دشمنی سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! اِن سے دوستی نہ کرو۔ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔ قرآنِ پاک کی جامعیت اور حقانیت کو اگر سمجھنا ہو تو ان آیات کو سامنے رکھ کر تمام دنیا کے مسلمان اور کافر ممالک کے حالات کا جائزہ لیں۔ کیا اللّٰہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ نہیں ہے؟ یقیناً سچ ہے۔ تاریخِ عالم، تاریخِ اسلام اور موجودہ حالات تمام کے تمام قرآن کی ان آیات کی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ابھی بھی ہماری آنکھیں خوابِ غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مان رہے ہیں جنہیں اپنے راز بتانے سے بھی اللّٰہ تعالیٰ ہمیں منع فرما رہا ہے۔

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا

لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن (قلبی جلن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو، اپنے غصے میں مرجاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔

﴿ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ: تم انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بناء پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہو اور ان کی کتابوں پر بھی لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے جو منافقین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو اے مسلمانو! تم ان سے بچو۔ ان کے اِس غیظ وغضب پر اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اِس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو کہ اس وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہارے لئے یہ غصہ عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ٘ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَاؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۠ (۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کیے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بیشک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکروفریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے۔﴾ کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو کافروں سے محبت و دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔ ان کے مقابلے میں مسلمان اگر صبر اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیں تو کافروں کا کوئی داؤ مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۙ (۱۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔﴾ یہاں سے غزوۂ احد کا بیان ہو رہا ہے اور اس کے بعد غزوۂ بدر کا تذکرہ ہے۔

جنگِ احد کا بیان

یہاں رکوع کی ابتداء میں جنگِ اُحد کا بیان ہے۔جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا، اس لئے اُنہوں نے انتقام کے ارادے سے مسلمانوں سے جنگ کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کرلیا۔ جب سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر ملی کہ لشکرِ کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مشورہ فرمایا، اس مشورے میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے پہلے کبھی کسی مشورے کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اکثر انصار کی اور عبداللہ بن ابی کی یہ رائے تھی کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی تھی لیکن بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اس پر انہوں نے اصرار کیا۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر ان صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ندامت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ ''حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی، اس کو معاف فرمائیے اور جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارادہ ہو وہی کیجئے، ہم حاضر ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر جنگ سے پہلے اُتار دے۔

مشرکین دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ سلطانِ عَرَب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پر سے آکر حملہ کرے، اس لئے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن جُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرمادیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ دفع کردیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست ہو۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کیے جانے کی وجہ سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نوعمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پروا نہ کی۔ اس عبداللہ بن اُبی کے ساتھ تین سو منافق تھے اُن سے اِس نے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آجائے اُس وقت بھاگ جانا تا کہ لشکرِ اسلام میں ابتری پھیل جائے

اور تمہیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد ان منافقین سمیت ایک ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار تھے۔ مقابلہ شروع ہوتے ہی عبداللہ بن اُبی منافق اپنے تین سو منافقوں کو لے کر بھاگ نکلا اور حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سات سو صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ثابت قدم رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی۔ مسلمان مشرکوں کے پیچھے بھاگے تو پہاڑی درے پر موجود صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی جبکہ یہاں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رُعب وہیبت دور کر دی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک جماعت رہ گئی جس میں حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم تھے۔ اسی جنگ میں دندانِ اقدس شہید ہوئے اور چہرۂ اقدس پر زخم آیا۔ اسی کے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۱/۲۹۴-۲۹۵)

اِذْ هَمَّتْ طَّآىٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ وَ اللّٰهُ وَلِیُّهُمَاؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآىٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں۔﴾ یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خَزرَج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اَوس سے تھا۔ یہ دونوں لشکر کے بازو تھے، جب عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق بھاگا تو ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم

فرمایا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا اور یہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہاں اس نعمت واحسان کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کے آخر میں تَوَکُّل کی عظمت کو بھی بیان فرمایا۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کرکے اس پر اعتماد کرنا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ (احیاء العلوم، کتاب التوحید و التوکل، الشطر الثانی، بیان حال التوکل، ٤/٣٢١، ملخصاً)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے عظیم احسان کو بیان فرما رہا ہے کہ غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ہتھیاروں اور سواروں کی بھی کمی تھی جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گناہ زیادہ تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کفار پر فتح وکامرانی عطا فرمائی۔ جنگ بدر **17** رمضان **2** ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان **313** تھے جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار۔ بدر ایک کنواں ہے جو ایک شخص بدر بن عامر نے کھودا تھا، اس کے نام پر اس علاقے کا نام "بدر" ہو گیا۔ (یہ علاقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے) (صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٢٣، ١/٣١٠)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا مدد کرنا ہے

اس آیتِ مبارکہ سے اہلسنّت کا ایک عظیم عقیدہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتے نازل ہوئے جیسا کہ اگلی آیتوں میں موجود ہے، جنگ میں فرشتے لڑے، انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی لیکن ان کی مدد کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے جب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدد فرماتے ہیں تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی مدد ہوتی ہے۔ لہٰذا انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ جو مدد فرمائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد قرار پائے گی اور اسے کفر وشرک نہیں کہا جائے گا۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤىۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرواے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔

﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ: جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے۔﴾ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو حوصلہ دیتے ہوئے اور ان کی ہمت بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”تم اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔ اس کے بعد فرمان ہے کہ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر وتقویٰ اختیار کرو اور اس وقت دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ ایک غیبی خبر تھی جو بعد میں پوری ہوئی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے صبر وتقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کو نازل فرمایا جنہوں نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔

واقعۂ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت اور واقعہ سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بدر میں شرکت کرنے والے تمام مہاجرین وانصار صابر اور متقی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اتارنے کیلئے

صبر اور تقویٰ کی شرط رکھی تھی اور چونکہ فرشتے بعد میں نازل ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ شرط پائی گئی تھی، یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے صبر وتقویٰ کا مظاہرہ کیا تھا، لہٰذا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے صبر اور تقویٰ پر قرآن گواہ ہے۔

(2)...... بدر میں تشریف لانے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے **افضل** ہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ نے ان پر خاص نشان لگا دیئے تھے جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوگئے اور احادیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ بدر میں اترنے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

(3)...... سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت اور مجاہدین کی مدد اعلیٰ عبادت ہے کہ یہ فرشتے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی مدد کیلئے نازل ہوئے اور دوسرے فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ لہٰذا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تمام مسلمانوں سے افضل ہیں کہ یہ وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت نصیب ہوئی۔ حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں فرمایا "تم جو چاہے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً، ۱۲/۳، الحدیث: ۳۹۸۳)

شہداءِ بدر ہی کی فضیلت پر ضمناً دلالت کرنے والی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "غزوہ بدر کے دن حضرت حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہوگئے تو ان کی والدہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے حارثہ کتنا پیارا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اور اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "تجھ پر افسوس ہے، کیا تو پگلی ہوگئی ہے؟ کیا خدا کی ایک ہی جنت ہے؟ اس کی جنتیں تو بہت ساری ہیں اور بے شک حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنت الفردوس میں ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً، ۱۲/۳، الحدیث: ۳۹۸۲)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِۙ(۱۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ فتح اللّٰہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللّٰہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللّٰہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ: اور اللّٰہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا۔﴾ فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر جو تمہاری مدد فرمائی وہ صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو اور دشمن کی کثرت اور اپنی قِلَّت سے تمہیں پریشانی اور بے قراری نہ ہو۔ مسلمانوں کو ویسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ بندہ صرف اَسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الاسباب پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عظمت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی خوشی اللّٰہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ ان کی خوشی کیلئے ان کی مدد کی گئی۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل و رسوا کردے تو وہ نامراد ہوکر لوٹ جائیں۔

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کئے جائیں اور اس کے ذریعے کافروں کی قوت ختم ہو، چنانچہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔﴾ ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ستر قاری صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُم کو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ بئر معونہ کی طرف بھیجا تاکہ وہاں لوگوں کو قرآنِ پاک اور دینی مسائل کی تعلیم دیں، عامر بن طفیل نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا، ان کافروں کے خلاف حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بربادی کی دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو روک دیا، اس کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔''

(صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۱/۳۱۱-۳۱۲، مدارک، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ص ۱۸۴، ملتقطاً)

اور فرما دیا گیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ان کیلئے کوئی دعا نہ کریں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے۔ یہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی وہ مبارک تربیت ہے جو ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی کامل رہنمائی فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ ج

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللّٰہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللّٰہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔

﴿ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً: دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ۔﴾ اس آیت میں سود کھانے سے منع کیا گیا اور اسے حرام قرار دیا گیا۔ زمانۂ جاہلیت میں سود کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ جب سود کی ادائیگی کی مدت آتی، اگر اس وقت مقروض ادا نہ کر پاتا تو قرضخواہ سود کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہتا۔ اسے دُگنا دَر دُگنا کہا جا رہا ہے۔

سود سے متعلق وعیدیں

سود حرامِ قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت 275، 276، 278 میں بھی سود کی حرمت کا بیان موجود ہے اور حدیث میں ہے۔

(1)...... حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب لعن آكل الربا ومؤكله، ص ۸۶۲، الحديث: ۱۰۶(۱۵۹۹))

(2)...... حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سود کا گناہ 73 درجے ہے، ان میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔''

(مستدرك، كتاب البيوع، انّ اربى الربا عرض الرجل المسلم، ۲/۳۳۸، الحديث: ۲۳۰۶)

(3)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سود کا ایک درہم جو آدمی کو ملتا ہے اس کے 36 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔''

(شعب الايمان، الثامن والثلاثون من شعب الايمان، ۴/۳۹۵، الحديث: ۵۵۲۳)

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند بڑے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر

سے نظر آ رہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب التغليظ فی الربا، ۷۱/۳، الحدیث: ۲۲۷۳)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ کر لینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے ''اے ایمان والو'' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔(1)

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۚ(۱۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَ اتَّقُوا النَّارَ: اور اس آگ سے بچو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اس آیت میں ایمانداروں کو تہدید (دھمکی) ہے کہ سود وغیرہ جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرام فرمائی ہیں ان کو حلال نہ جانیں کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۳۱، ۱/۳۰۰)

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ(۱۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ: اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو۔﴾ فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو کہتے ہیں، رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔

---

1 ...... سود سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے رسالہ ''سود اور اس کا علاج'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَۙ(۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔﴾ فرمایا گیا کہ گناہوں سے توبہ کر کے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کو ادا کر کے، نیکیوں پر عمل پیرا ہو کر اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز دیکھتے ہیں وہ آسمان و زمین ہی ہے، اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ترتیب سے ایک لائن میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اُس سے جنت کی چوڑائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں؟ فرمایا: کون سی زمین اور کون سا آسمان ایسا ہے جس میں جنت سما سکے۔ عرض کیا گیا: پھر کہاں ہے؟ فرمایا: آسمانوں کے اوپر، عرش کے نیچے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۱/۳۰۱)

جنت نہایت عظیم الشان جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیدار کا مقام ہے۔ قرآنِ پاک میں جنت کی عظمت کو بکثرت بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں جنتُ الفردوس میں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پڑوس نصیب فرمائے۔ یہ بات بھی سامنے رکھیں کہ اس آیت اور اس سے اوپر کی آیت ”وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ“ سے ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور دونوں موجود ہیں کیونکہ دونوں آیتوں میں ماضی کے زمانے میں جنت و دوزخ کے تیار ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں متقین کے چار اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (1) خوشحالی اور تنگدستی دونوں حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، (2) غصہ پی جانا، (3) لوگوں کو معاف کر دینا، (4) احسان کرنا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ (سبا: ۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ۙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ (فاطر: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’خرچ کروتم پر خرچ کیا جائے گا۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب و کان عرشه علی الماء، ۲۴۵/۳، الحدیث: ٤٦٨٤، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف، ص٤٩٨، الحدیث: ٣٦(٩٩٣))

یعنی تم خداعَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرو، تمہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ملے گا۔

غصے پر قابو پانے کے چار فضائل

احادیث میں غصے پر قابو پانے کے کثیر فضائل مذکور ہیں ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ١٣٠/٤، الحدیث: ٦١١٤)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے غصے کو روکے گا، قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک دے گا اور جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے عذر کرے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔ (شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ٣١٥/٦، الحدیث: ٨٣١١)

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جو اپنے غصہ میں مجھے یاد رکھے گا میں اسے اپنے جلال کے وقت یاد کروں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اسے ہلاک نہ کروں گا۔ (فردوس الاخبار، باب القاف، ١٣٧/٢، الحدیث: ٤٤٧٦)

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بندے نے غصہ کا گھونٹ پیا، اس سے بڑھ کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔[1] (شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ٣١٤/٦، الحدیث: ٨٣٠٧)

---

[1]......غصے کی عادت ختم کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ’’غصے کا علاج‘‘ پڑھنا بہت فائدہ مند ہے۔

عفوودرگزر کے فضائل

احادیث میں عفوودرگزر کے بھی کثیر فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے دو فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کئے جائیں تو اسے چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے یہ اسے معاف کرے اور جو اسے محروم کرے یہ اسے عطا کرے اور جو اس سے قطع تعلق کرے یہ اس سے ناطہ جوڑے۔

(مستدرك، كتاب التفسير، شرح آية: كنتم خير امّة... الخ، ١٢/٣، الحديث: ٣٢١٥)

(2)...... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب لوگ حساب کے لئے ٹھہرے ہوں گے تو اس وقت ایک مُنادی یہ اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر دوسری بار اعلان کرے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ منادی کہے گا: ان کا جو لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری بار منادی اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ٥٤٢/١، الحديث: ١٩٩٨)

حلم وعفو کے دو عظیم واقعات

(1)...... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے، اچانک ایک دیہاتی نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر اتنے زبردست جھٹکے سے کھینچا کہ آپ کی مبارک گردن پر خراش آ گئی۔ وہ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ہے آپ حکم فرمائیے کہ اس میں سے کچھ مجھے مل جائے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا دیئے، پھر اسے کچھ مال عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (بخاری، كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبی صلى الله عليه وسلم يعطى المؤلفة قلوبهم...الخ، ٣٥٩/٢، الحديث: ٣١٤٩)

(2)...... امام زینُ العابدین علی بن حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی لونڈی وضو کرواتے ہوئے ان پر پانی ڈال رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چہرے پر گر گیا جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس نے عرض کی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ ”اور غصہ پینے والے“ امام زین العابدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ”اور لوگوں سے درگزر کرنے والے“ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ پھر عرض گزار ہوئی: وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ”اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“ ارشاد فرمایا: جا! تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

(ابن عساکر، ذکر من اسمه علی، علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ۴۱/۳۸۷)

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیگ (انعام، حصہ) ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا اِرتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

﴿ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ: اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔﴾ پرہیزگاروں کے اوصاف

کا بیان جاری ہے اور یہاں ان کا مزید ایک وصف بیان فرمایا، وہ یہ کہ اگر اُن سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس سے باز رہنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں اور اپنے گناہ پر اِصرار نہیں کرتے اور یہی مقبول توبہ کی شرائط ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ''تیہان نامی ایک کھجور فروش کے پاس ایک حسین عورت کھجوریں خریدنے آئی۔ دکاندار نے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں، بہترین کھجوریں گھر میں ہیں، یہ کہہ کر اس عورت کو گھر لے گیا اور وہاں جا کر اس کا بوسہ لے لیا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ اس عورت نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر۔ یہ سنتے ہی تیہان نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ ''دو شخصوں میں بڑا پیار تھا، ان میں سے ایک جہاد کے لئے گیا اور اپنا گھر بار دوسرے کے سپرد کر گیا۔ ایک روز اُس مجاہد کی بیوی نے اُس انصاری سے گوشت منگایا، وہ آدمی گوشت لے آیا، جب اُس مجاہد کی بیوی نے گوشت لینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ چوم لیا لیکن چومتے ہی اسے سخت شرمندگی ہوئی اور وہ جنگل میں نکل گیا اور منہ پر طمانچے مارنا اور سر پر خاک ڈالنا شروع کر دی۔ جب وہ مجاہد اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے اپنے اُس دوست کا حال پوچھا۔ عورت بولی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے دوست سے بچائے۔ وہ مجاہد اُس کو تلاش کر کے حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لایا۔ اس کے حق میں یہ آیات اتریں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۵، ۱/۳۰۲)

ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے اس آیت کا شانِ نزول ہوں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے لوگو! کافروں کو شروع میں مہلت دینے اور پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے تم سے پہلے بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی حرص اور اس کی لذّات کی طلب میں انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر بھی مہلتیں عطا فرمائیں۔ اس کے باوجود وہ راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں ان کے اعمال کے سبب مختلف عذابوں کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا۔ تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے کفار آباد تھے جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان پر عذابِ الٰہی آیا اور وہ تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی اجڑی بستیاں دیکھ کر عبرت پکڑو اور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ۔ یاد رہے کہ عبرت و نصیحت اور صحیح مقصد کیلئے سیر و سیاحت کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسے عذاب کی جگہ جا کر عبرت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کسی ولی کے مزار پر جائیں تو جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دنیا میں ہی کیسی عزت افزائی فرماتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کیسی محبت ڈال دیتا ہے؟ اس لئے ایسی رحمت والی جگہوں پر بھی برکت و نصیحت کیلئے جانا چاہیے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے۔﴾ قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور نصیحت کیلئے نازل فرمایا لہٰذا قرآن کا حق ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت اس پہلو کو بھی سامنے رکھا جائے اور اس میں مذکور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے والی قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کے بارے میں پڑھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

﴿وَلَا تَهِنُوْا : اور سستی نہ کرو۔﴾ غزوۂ اُحد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ جنگِ اُحد میں جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اس کی وجہ سے غم نہ کرو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جنگِ بدر میں شکست کے باوجود ان کافروں نے ہمت نہ ہاری اور تم سے مقابلہ کرنے میں سُستی سے کام نہ لیا تو تمہیں بھی سُستی اور کم ہمتی نہیں کرنی چاہئے لہٰذا تم ہمت جواں رکھو۔ اگر تم سچے ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارکہ میں مسلمانوں کو ہر طرف فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِۚ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَۙ (۱۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرا دے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اے مسلمانو! یادرکھو کہ اگر اِس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی۔ نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کبھار جو کافروں کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر واستقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے تو کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، لہٰذا ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہو۔ درس: یہاں آیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو بار بار بلند ہمت، باحوصلہ، چست اور ہوشیار ہونے کا فرمایا ہے اور کم ہمتی، سستی و کاہلی سے منع فرمایا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ(۱۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کردے اور کافروں کو مٹادے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھاردے اور کافروں کو مٹادے۔

﴿وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ: اور اس لئے کہ اللہ نکھاردے۔﴾ کافروں سے جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جارہی ہے کہ کافروں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمان جن کفار کو قتل کرتے ہیں تو یہ کفار کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ(۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ : کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟﴾ یہاں مسلمان پر آنے والی آزمائشوں کی حکمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار اور حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو کہ تمہارا امتحان کیا جائے گا، تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کیسے زخم کھاتے اور تکلیف اُٹھاتے ہو اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف پر چلاّ اٹھنا اور دہائی دینا شروع کر دینا ایمان والوں کا شیوہ نہیں۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قربانی دینا پڑے گی اور ہر حال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔

زباں پہ شکوۂ رنج و اَلَم لایا نہیں کرتے　　　نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

اِس میں اُن لوگوں کو سرزنش (تنبیہ) ہے جو اُحد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگ گئے تھے۔ نیز اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اعمال اور اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر ہمیں راہِ خدا میں اپنا مال یا وقت دینا پڑے تو ہم اس میں کتنا پورا اترتے ہیں؟ افسوس کہ ہماری حالت کچھ اچھی نہیں۔ فضولیات میں خرچ کرنے کیلئے پیسہ بھی ہے اور وقت بھی لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ پیسہ باقی رہتا ہے اور نہ وقت۔

تنبیہ: آیت میں علم کا لفظ ہے، یہاں اس سے مراد آزمائش کرنا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔

﴿ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ: اور تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔﴾ جب بدر کے شہداء کے درجے اور مرتبے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان بیان فرمائے گئے تو جو مسلمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں حسرت ہوئی اور انہوں نے آرزو کی کہ کاش کسی جہاد میں انہیں حاضری میسر آئے اور شہادت کے درجات ملیں، انہی لوگوں نے حضور سید المرسلین صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے اُحد پر جانے کے لئے اِصرار کیا تھا اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی،

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ١٤٣، ص١٨٨)

کہ پہلے تو شہادت کی موت کی تمنا کرتے تھے مگر جب میدانِ جنگ میں پہنچے تو بھاگنے لگے، یہ کیا ہے؟ یہ گویا ان کی تفہیم ہے یعنی انہیں سمجھایا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ : اور محمد تو ایک رسول ہی ہیں۔﴾ شانِ نزول: جنگِ اُحد میں جب کافروں نے شور مچایا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی اَفواہ مشہور کر دی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بہت اِضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے لیکن پھر جب ندا کی گئی کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحیح سلامت تشریف رکھتے ہیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت واپس آ گئی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں یوں بھاگ جانے پر ملامت کی تو اُنہوں نے عرض کیا: ہمارے ماں، باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فدا ہوں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٤٤، ٣/٣٧٦)

اور فرمایا گیا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بھی امتوں پر اُن کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تو بھی حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کی پیروی اور اس کی حمایت لازم رہتی کیونکہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں لیکن ان کے پیروکار اُن کے بعد اُن کے دین پر قائم رہے۔ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بِعثَت کا مقصد تو رسالت کی تبلیغ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا، تو جیسے پہلے رسول گزر گئے اسی طرح حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین پر ثابت قدم رہو۔ یہ کیا بات ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تشریف لے جانے کے بعد ان کے دین ہی سے پھر جاؤ۔ جو ایسا کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تو کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا جبکہ جو دینِ اسلام سے نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ اُنہوں نے اپنی ثابت قدمی سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالٰی سے ثواب و جزا کے امیدوار ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے۔

﴿کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا: سب کا وقت لکھا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو دُشمن کے مقابلہ پر جَری بنایا جارہا ہے کہ کوئی شخص بغیر حکمِ الٰہی کے مر نہیں سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدانِ جنگ میں داخل ہوجائے، جبکہ اس کے برعکس جب موت کا وقت آتا ہے تو کوئی تدبیر نہیں بچاسکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کرلے اور قلعوں میں جاچھپے کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے، وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

﴿وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا: اور جو دنیا کا انعام چاہتا ہے۔﴾ یہاں سے لوگوں کے دو گروہوں کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے اور اس کے عمل سے صرف دنیا کا حصول مقصود ہوتا ہے ہم اسے دنیا دیدیتے ہیں یعنی اُس کے عمل پر اُسے دنیا کا فائدہ مل جاتا ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں لہٰذا آخرت کے ثواب سے وہ محروم رہتا ہے۔ جبکہ جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے اُخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے اور دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے۔

اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے

اس سے معلوم ہوا اعمال میں دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ۱/۵، الحدیث: ۱)

جیسے یہاں جہاد کی بات چل رہی ہے تو جس کا مقصد جہاد سے صرف شہرت، دولت اور مالِ غنیمت ہوگا،

ہوسکتا ہے کہ اسے یہ چیزیں مل جائیں لیکن آخرت کا ثواب ہرگز نہیں ملے گا جبکہ اگر وہ آخرت کا طلبگار ہو تو آخرت کا ثواب تو اسے ملے گا، اس کے ساتھ وہ عزت و شہرت اور مالِ غنیمت سے بھی محروم نہیں رہے گا۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَۙ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْاؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ(۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللّٰہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللّٰہ کو محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللّٰہ والے تھے تو انہوں نے اللّٰہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللّٰہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔﴾ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جارہا ہے اور انہیں بتایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد کی تکالیف کے باوجود ہمت نہ ہاری اور کمزوری نہ دکھائی اور کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں ڈٹے رہے اور مردانہ وار تمام تکالیف ومصائب کو برداشت کرتے رہے اور صبر واستقامت کے پیکر بنے رہے تو اے مسلمانو! تم تو وہ ہو کہ تمہارے نبی اُن تمام نبیوں کے سردار ہیں اور تم اُن تمام امتوں سے افضل ہو تو چاہیے کہ تمہاری بہادری اور استقامت ان سے زیادہ ہو، تمہاری ہمت اور حوصلہ ان سے بڑھ کر ہو، تم میں صبر کا مادہ ان سے زیادہ ہو، لہٰذا تم بھی اپنے اندر وہی اوصاف پیدا کرو۔ اس آیت کے شروع میں بیان ہوا کہ بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ رَبّانی لوگ تھے۔ دونوں چیزوں کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے شروع ہوا، سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد فرمایا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے

پہلے کسی نبی نے جہاد نہ کیا تھا۔ البتہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بہت سے پیغمبروں کی شریعت میں جہاد تھا جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داوٗد، حضرت یوشع عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وغیرہا اور ربانی لوگوں سے مراد علماء، مشائخ اور متقی لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٤٦، ٢/١٠٠)

آیت "وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ" سے حاصل ہونے والا درس

اس آیتِ مبارکہ میں بہت سے درس ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں:

(1)...... افضل کو افضل نیکیاں کرنی چاہئیں، وہ تمام ماتحتوں سے عمل میں بڑھ کر ہونا چاہیے، لہٰذا سیدوں، عالموں اور پیروں کو دوسروں سے زیادہ نیک ہونا چاہیے۔

(2)...... دوسروں کے اعمال دکھا کر، سنا کر کسی کو جوش دلانا سنتِ الٰہیہ ہے بلکہ تاریخی حالات کا جاننا اس نیت سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے مختلف محفلوں، عرسوں، بزرگانِ دین کے ایام میں ان کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ عمل کا جذبہ پیدا ہو۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب!۔﴾ یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں اُن کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ

نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور تزلزل (ڈگمگانے) کا شائبہ بھی ہوتا بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور فتح ونصرت کی دُعا کرتے۔ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحابہ کی جو دعا بیان کی گئی ہے اس میں انہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کہا ہے، یہ عاجزی، انکساری اور بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے آداب میں سے ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو گنہگار کہہ رہے ہیں اور ان کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ انہیں رَبّانی یعنی اللہ والے فرما رہا ہے۔ اور حقیقت میں لطف کی بات یہی ہے بندہ خود کو گنہگار کہے اور اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اسے ابرار (نیکوکار) فرمائے۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ ''ساری دنیا مجھے مردود کہے اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں، میں مقبول قرار پاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ ساری دنیا مجھے مقبول کہے اور رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں، میں مردود قرار پاؤں۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے توبہ واستغفار کرنا آدابِ دعا میں سے ہے۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۠(۱۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَعِیَّت میں دینِ خدا عَزَّوَجَلَّ کیلئے جدوجہد کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی حسنِ نیت اور حسنِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہان کی کامیابیاں عطا فرمائیں، دنیا میں انہیں فتح ونصرت سے نواز اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کیلئے مغفرت، جنت اور رضائے الٰہی کا انعام رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا ثواب دنیا کے انعام سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ آخرت کے ثواب پر لفظ ''حُسْنَ'' زیادہ فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے۔

﴿اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے۔﴾ یہاں مسلمانوں کو بہت واضح الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر چلو گے یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا منافق یا مشرک، جس کے کہنے پر بھی چلو گے وہ تمہیں کفر، بے دینی، بدعملی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہی لے کر جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ کتنے واضح اور کھلے الفاظ میں فرمادیا کہ کافروں سے ہدایات لے کر چلو گے تو وہ تمہاری دنیا و آخرت تباہ کر دیں گے اور آج تک کا ساری دنیا میں مشاہدہ بھی یہی ہے لیکن حیرت ہے کہ ہم پھر بھی اپنا نظام چلانے میں، اپنے کردار میں، اپنے کلچر میں، اپنے گھریلو معاملات میں، اپنے کاروبار میں ہر جگہ کافروں کے کہنے پر اور ان کے طریقے پر ہی چل رہے ہیں، جس سے ہمارا ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ ہمیں بار بار منع فرما رہا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ-وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔﴾ کافروں کی بات ماننے سے روکنے کے بعد فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ

کافرتمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے، لہٰذا تم اس کی اطاعت کرو کیونکہ ہر ایک اپنے مولا کی اطاعت کرتا ہے تو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا مولا ہے تو تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًاۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ(۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا ناانصافوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

﴿سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔﴾ اس آیت میں غیب کی خبر ہے، جب ابوسفیان وغیرہ جنگِ احد کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں خیال کیا کہ کیوں لوٹ آئے، سب مسلمانوں کو ختم کیوں نہ کر دیا حالانکہ یہ اچھا موقعہ تھا۔ جب واپس ہونے پر آمادہ ہوئے تو قدرتی طور پر ان تمام کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مکہ چلے گئے اور یہ خبر پوری ہوئی۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۱، ۲/۱۰۲)

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار ہے۔ پھر اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ: اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔﴾ یہاں غزوۂ احد کی بات ہو رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنگِ اُحد میں اپنا وعدہ پورا فرما دیا کہ '' وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' یعنی تم ہی غالب ہوگے اگر تم سچے ایمان والے ہو۔ تو تم غالب تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے لیکن جب تم نے بزدلی دکھائی اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو ایک پہاڑی درے پر جمے رہنے کا حکم دیا تھا اس میں آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا لیکن تم میں سے بعض نے مالِ غنیمت حاصل کرنے کی خاطر دنیا طلبی کیلئے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ **واقعے کا خلاصہ** یہ ہے کہ کفار کی شکست کے بعد حضرت عبد اللہ بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ جو تیر انداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشرکین کو شکست ہو چکی ہے، لہٰذا اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔ چلو، کچھ مالِ غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض حضرات نے یہ سن کر کہا کہ یہ جگہ مت چھوڑو کیونکہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تاکید کے ساتھ حکم فرمایا تھا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور کسی حال میں یہ جگہ نہ چھوڑنا، جب تک میرا حکم نہ آجائے، مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ دس سے کم صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم رہ گئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۱/۳۱۱)

دنیا طلب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے اور آخرت کے طلبگاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے امیر حضرت عبداللّٰہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے حتّٰی کہ شہید ہوگئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوۂ احد میں اِس مقام پر جن لوگوں نے خطا کی اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ لہٰذا یاد رہے کہ جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کرے وہ بد بخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ خود فرما چکا۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۱۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو اللّٰہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنادی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللّٰہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ: تو اللّٰہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا۔﴾ جنگِ احد میں جب کفار پیچھے سے آپڑے تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور ثابت

قدم رہے۔ ثابت قدم رہنے والی جماعت سے دوسری جماعت کو آوازیں دی جارہی تھیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! ادھر آؤ مگر گھبراہٹ اور شور میں یہ لوگ نہ سن سکے۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور اسی کے حوالے سے فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکاررہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہیں معافی کی بشارت بھی سنادی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تم اس پر غم نہ کرو اور چونکہ تمہارے بہت سے ساتھی اس جنگ میں شہید ہوئے اور تمہیں بھی بہت سے زخم آئے تو اللہ تعالیٰ کے معافی کا اعلان کردینے کی وجہ سے تمہارے دلوں پر مرہم ہوجائے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا اور خوشی کس قدر عزیز ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی صدمے میں مبتلا کیا اور پھر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی جاں نثاری اور اخلاص کی بھی کتنی قدر فرمائی کہ چونکہ ان کی خطا بری نیت سے نہ تھی بلکہ اِجتہادی طور پر وہاں خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کی معافی کا اعلان بھی فرمادیا۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر غم کے بعد تم پر چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کرتے تھے، جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا: پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری۔﴾ غزوۂ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلص مومنوں پر خاص کرم نوازی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو صرف مخلص صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر ہی اتری، اس کی برکت سے مسلمانوں کے دلوں میں جو رعب اور ہیبت طاری تھا وہ ختم ہوگیا اور مسلمان سکون واطمینان کی کیفیت میں

آ گئے ۔ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ روزِ اُحد نیند ہم پر چھا گئی ہم میدان میں تھے تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اُٹھاتا تھا پھر چھوٹ جاتی تھی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب امنۃ نعاساً، ۳/۱۹۵، الحدیث: ۴۵۶۲)

دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں صرف اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر معاذ اللہ بدگمانیاں کررہے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہوگئے لہٰذا اب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین باقی نہ رہے گا۔(صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۴، ۱/۳۲۵)

یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں اپنا کفر، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ نہ ہونا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر افسوس کرنا چھپائے ہوئے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وعدے معاذ اللہ سچے نہیں ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوتی اور جنگ اُحد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانیوں اور بدکلامیوں کے رد میں فرمایا کہ ’’اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے کیونکہ جیسے موت کا وقت مقرر ہے ایسے ہی موت کی جگہ بھی مُتَعَیَّن ہے۔ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے، وہ وہاں ویسے ہی مرے گا۔ گھروں میں بیٹھ رہنا کچھ کام نہیں آتا اور تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں اور حیلے بے کار ہوجاتے ہیں۔ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ احد میں پیش آنے والے واقعات کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوہ اُحد میں جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

آیت ’’ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً‘‘ سے حاصل ہونے والا درس

اس آیت میں مذکور واقعے میں بہت سے درس ہیں۔

(1)......آزمائش کے وقت ہی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔

(2)......مسلمان صابر جبکہ منافق بے صبرا ہوتا ہے۔

(3)......مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین کی ہوتی ہے جبکہ منافق کو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔

(4)......مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ کے وعدے پر کامل یقین رکھنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔

(6)......موت سے کوئی شخص فرار نہیں ہو سکتا، جس کی موت جہاں لکھی ہے وہاں آ کر ہی رہے گی لہٰذا جہاد سے فرار مسلمان کی شان لائق نہیں۔

(7)......غزوۂ اُحد میں منافقین کے علاوہ جتنے مسلمان تھے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پیارے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم نوازی فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۠ (۱۵۵)

ع ۷ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے۔﴾ جنگِ احد میں چودہ اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سوا جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی شامل ہیں جو حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہے باقی تمام اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے قدم اکھڑ گئے تھے اور خصوصاً وہ

حضرات جنہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا تھا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ جب پہلے حملے ہی میں کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان غالب آئے، تب ان دَرّے والوں نے کہا کہ چلو ہم بھی مالِ غنیمت جمع کریں۔ حضرت عبداللّٰہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منع فرمایا مگر یہ لوگ سمجھے کہ فتح ہو چکی، اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دَرّہ چھوڑ دیا، بھاگتے ہوئے کفار نے درہ کو خالی دیکھا تو پلٹ کر درہ کی راہ سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ان حضرات سے یہ لغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ ان کے ایمان کامل تھے اور وہ مخلص مومن اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سچے غلام تھے اور آگے پیچھے کئی مواقع پر یہی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اپنی جانیں قربان کرنے والے تھے، اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرما دیا تاکہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والوان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللّٰہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللّٰہ جلاتا (زندہ رکھتا) اور مارتا ہے اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ

سفر میں یا جہاد میں گئے کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تا کہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کافروں کی طرح نہ ہونا۔﴾ یہاں کافروں سے مراد اصلی کافر بھی بیان کئے گئے ہیں اور منافق بھی۔ ہم منافقین والا معنیٰ سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبد اللہ بن اُبی اور ان جیسے کافروں منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی بھائی یا منافقت میں بھائی بند سفر میں گئے اور مر گئے یا جہاد میں گئے اور مارے گئے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ جانے والے ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس پر ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح کی کوئی بات نہ کہنا تا کہ ان کی بات اور ان کا یہ عقیدہ کہ اگر سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے۔ کیا گھروں میں بیٹھا رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے کب موت لازم ہے اور اگر آدمی جہاد میں مارا جائے تو وہ موت گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔ لہٰذا منافقین کا یہ قول باطل اور فریب ہے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ لَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

﴿ وَلَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ۔ ﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ یا تمہیں طبعی موت ہی آئے لیکن تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہو تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہوگی اور ایسی موت دنیا کے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں موت آئے اور اسی حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ عبادت کرتے ہوئے یا ذکر کرتے ہوئے یا علمی خدمت کرتے ہوئے یا تبلیغِ دین کرتے ہوئے موت آجائے اس حال میں موت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں موت ہے اور اس کا نتیجہ بھی ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور مغفرت ہے۔

وَلَىٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ ہی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ (بہرحال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔

﴿ وَلَىٕنْ مُّتُّمْ: اور اگر تم مرجاؤ۔ ﴾ صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ یہاں نہایت پُر لطف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہاں مقاماتِ عَبدِیَّت کے تینوں مقاموں کا بیان فرمایا گیا پہلا مقام تو یہ ہے کہ بندہ بخوفِ دوزخ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی عبادت کرے تو اُس کو عذابِ نار سے امن دی جاتی ہے، اس کی طرف "لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ" میں اشارہ ہے۔ دُوسری قسم وہ بندے ہیں جو جنت کے شوق میں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی عبادت کرتے ہیں اس کی طرف "وَرَحْمَةٌ" میں اشارہ ہے کیونکہ رحمت بھی جنت کا ایک نام ہے۔ تیسری قسم وہ مخلص بندے ہیں جو عشقِ الٰہی اور اس کی ذاتِ پاک کی محبت میں اِس کی عبادت کرتے ہیں اور اُن کا مقصود اُس کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں ہے اِنہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے دائرۂ کرامت میں اپنی تجلّی سے نوازے گا اِس کی طرف "لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ" میں اشارہ ہے۔

(خزائن العرفان، ال عمران، تحت الآیة: ۱۵۸، ص ۱۴۱)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِی الْاَمْرِۚ-فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ(۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ: تو اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔﴾ اس آیت میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزاج میں اِس درجہ لُطف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوہ اُحد جیسے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس دن کس قدر اَذِیَّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور ہوجاتے۔ تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کردیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرمادیں تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرمادے۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمانہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تورات و انجیل میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: میں نے جب حضورِ اقدس صَلَّی

اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم دیکھ سکوں۔ ایک دن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے کہ دیہاتی جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور مُعَیَّن مقدار میں کھجوریں تمہیں بیچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دے دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا ''یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دامنِ اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبد المطلب کے خاندان

والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو! اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پرسکون انداز میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا ''ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم اسے اس کا حق دے دو اور بیس صاع کھجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دینا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے زیادہ کھجوریں دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مجھے زیادہ کھجوریں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کھجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''نہیں۔ میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعنہ ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''پھر تم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں پالی ہیں، تو اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر صدقہ کر دیا۔ پھر حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ذكر اسلام زيد بن سعنة... الخ، ۷۹۲/۴، الحديث: ۶۶۰۶)

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ : اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔﴾ یعنی اہم کاموں میں ان سے مشورہ بھی لیتے رہیں کیونکہ اِس میں اِن کی دِلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہوجائے گا اور آئندہ امت اِس سے نفع اُٹھاتی رہے گی، پھر جب مشورے کے بعد آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اپنے کام کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ تَوَکُّل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔

مشورہ اور تَوَکُّل کے معنی اور توکل کی ترغیب

مشورہ کے معنی ہیں کسی معاملے میں دوسرے کی رائے دریافت کرنا۔ مشورہ لینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ”مشورے کے بعد جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کا پختہ ارادہ کرلیں تو اسی پر عمل کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کریں۔ توکل کے معنی ہیں اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اُس کے سپرد کردینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد تمام کاموں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہونا چاہئے، صرف اسباب پر نظر نہ رکھے۔

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرے تو ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد فرمادیتا ہے۔

(معجم الاوسط، باب الجيم، من اسمه جعفر، ۳۰۲/۲، الحديث: ۳۳۵۹)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، كتاب الزهد، باب في التوكل على الله، ۱۵۴/۴، الحديث: ۲۳۵۱)

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ : اگر اللہ تمہاری مدد کرے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ورحمت کا امیدوار رہتا ہے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔ غزوۂ بدر و حُنَین سے دونوں باتیں واضح ہوجاتی ہیں۔ غزوۂ بدر میں کفار کا لشکر تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت کے اعتبار سے مسلمانوں سے بڑھ کر تھا لیکن مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی شکل میں ظاہر ہوا اور فرشتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی جبکہ غزوۂ حُنَین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ پورا واقعہ سورۂ توبہ آیت 25 میں مذکور ہے۔

وَ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّؕ-وَ مَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِۚ-ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(۱۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں۔﴾ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوّت کے خلاف ہے، نیز انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لہٰذا اُن سے ایسا ممکن نہیں۔ وہ نہ تو وحی کے معاملے میں خیانت کرتے ہیں اور نہ کسی اور معاملے میں۔ **شانِ نزول:** ایک جنگ میں مالِ غنیمت میں ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔

(جمل علی الجلالین، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۶۱، ۱/۵۰۵)

اس سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ **ایک** یہ کہ غنیمت کی تقسیم کے بغیر ناجائز طریقہ پر کچھ لینا سخت حرام ہے۔ **دوسرا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام گناہوں سے معصوم ہیں۔ گناہ اور نبوت میں وہی نسبت ہے جو اندھیرے اور اجالے میں ہے۔ **تیسرا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر بدگمانی منافقوں کا کام ہے اور کفر ہے۔ **چوتھا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے ایسے پیارے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تہمتیں دور فرماتا ہے۔

خیانت کی مذمت

اس آیت میں خیانت کی مذمت بھی بیان فرمائی کہ جو کوئی خیانت کرے گا وہ کل قیامت میں اس خیانت والی چیز کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ احادیث میں بھی خیانت کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جہنمیوں میں ایسے شخص کو بھی شمار فرمایا جس کی خواہش اور طمع اگرچہ کم ہی ہو مگر وہ اسے خیانت کا مرتکب کردے۔

(مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اہل الجنۃ واہل النار، ص۱۵۳۲، الحدیث: ۶۳(۲۸۶۵))

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند امام احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند انس بن مالک بن النضر، ۴/۲۷۱، الحدیث: ۱۲۳۸۶)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مومن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہیں ہوسکتا۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی، ۸/۲۷۶، الحدیث: ۲۲۲۳۲)

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ(۱۶۲) هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ(۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا۔﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ کہاں وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سچی محبت کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا، اس کی خوشنودی کیلئے سب کچھ قربان کردینے والا جیسے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان کے بعد کے صالحین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور کہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا، اس کے احکام سے منہ موڑنے والا، اس کی ناراضی کی پرواہ نہ کرنے والا اور اپنی خواہش کو رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر ترجیح دینے والا جیسے کفار و منافقین اور ان کے پیروکار نافرمان لوگ، یہ دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان لوگوں کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں، ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جداگانہ ہیں۔ بروں کے الگ مقام اور اچھوں کے الگ جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۱۶۴)

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا۔﴾ عربی میں مِنَّت عظیم نعمت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا۔ کیسا عظیم رسول عطا فرمایا کہ اپنی ولادتِ مبارکہ سے لے کر وصالِ مبارک تک اور اس کے بعد کے تمام زمانہ میں اپنی امت پر مسلسل رحمت و شفقت کے دریا بہا رہے ہیں بلکہ ہمارا تو وجود بھی حضور سید دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقہ سے ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں بسنے والے بھی وجود میں نہ آتے۔ پیدائشِ مبارکہ کے وقت ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم امتیوں کو یاد فرمایا، شبِ معراج بھی ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یاد فرمایا، وصال شریف کے بعد قبرِ انور میں اتارتے ہوئے بھی دیکھا گیا تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لب ہائے مبارکہ پر امت کی نجات و بخشش کی دعائیں تھیں۔ آرام دہ راتوں میں جب سارا جہاں مَحوِ استراحت ہوتا وہ پیارے آقا حبیب کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنا بستر مبارک چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے ہیں۔ عمومی اور خصوصی دعائیں ہمارے حق میں فرماتے رہتے۔ قیامت کے دن سخت گرمی کے عالم میں شدید پیاس کے وقت ربِّ قہار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہمارے لئے سر سجدہ میں رکھیں گے اور امت کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ کہیں امتیوں کے نیکیوں کے پلڑے بھاری کریں گے، کہیں پل صراط سے سلامتی سے گزاریں گے، کہیں حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے، کبھی جہنم میں گرے ہوئے امتیوں کو نکال رہے ہوں گے، کسی کے درجات بلند فرما رہے ہوں گے، خود روئیں گے ہمیں ہنسائیں گے، خود غمگین ہوں گے ہمیں خوشیاں عطا فرمائیں گے، اپنے نورانی آنسوؤں سے امت کے گناہ دھوئیں گے اور دنیا میں ہمیں قرآن دیا، ایمان دیا، خدا کا عرفان دیا اور ہزارہا وہ چیزیں جن کے ہم قابل نہ تھے اپنے سایہ رحمت کے صدقے ہمیں عطا

فرمائیں۔ الغرض حضور سید دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسانات اس قدر کثیر در کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے الفاظ کی وضاحت کیلئے سورہ بقرہ آیت نمبر 129 کی تفسیر دیکھیں۔

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے۔

﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی۔﴾ یہاں غزوہ اُحد کا بیان ہے۔ اسی پیرائے میں یہاں بیان کیا جارہا ہے کہ تمہیں میدانِ اُحد میں تکلیف پہنچی کہ تم میں سے ستر شہید ہوئے جبکہ میدانِ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے تو کفار کا نقصان تو دُگنا ہوا۔ اس پر فرمایا کہ جب تمہیں میدانِ احد میں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو میدانِ بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آ گئی؟ جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہیں۔ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کہ تم نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی

کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اِصرار کیا، پھر وہاں پہنچنے کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا۔ یہی بات تمہارے قتل اور نقصان کا سبب بنی ہے۔ مزید اگلی آیت میں فرمایا کہ میدانِ اُحد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایمان والوں کی پہچان کرادے لہٰذا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی رہو۔

وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَىٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللّٰہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللّٰہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے (پہنچی) کہ اللّٰہ منافقوں کی پہچان کرادے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے دفاع کرو تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، یہ لوگ اس دن ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللّٰہ بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپا رہے ہیں۔

﴿ وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا: اور تاکہ منافقوں کی پہچان کروادے۔﴾ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کی حکمتوں کو مُتَعَدَّد مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جس میں بہت بڑی حکمت مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنا تھا چنانچہ یہاں پر بھی فرمایا گیا کہ مسلمان لشکر کو میدانِ اُحد میں اس لئے تکلیف پہنچی تاکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو منافقوں کی پہچان کرادے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگِ اُحد شروع ہونے سے پہلے عبداللّٰہ بن اُبی وغیرہ منافقوں

سے کہا گیا کہ آؤ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرو یا صرف ہمارے ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے ایک قسم کا دفاع مضبوط ہوگا تو یہ منافق کہنے لگے کہ ''اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے'' یا کہنے لگے کہ ''اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ ان منافقین کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ درحقیقت اس دن اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی یہ منہ سے تو یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے لیکن دل میں یہ کہتے ہیں کہ ''کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ، مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرمادو تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھادو۔

﴿اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ: جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا۔﴾ منافقین نے اُحد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ یقیناً موت تو بہر حال آ کر ہی رہے گی خواہ آدمی گھر میں چھپ کر بیٹھ جائے، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ''اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

روزی پاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔﴾ شانِ نزول اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداءِ احد کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اَرواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، سونے کی اُن قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الشهادة، ۲۲/۳، الحدیث: ۲۵۲۰)

شہداء کی شان

اس سے ثابت ہوا کہ اَرواح باقی ہیں جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ یہاں آیت میں شہداء کی کئی شانیں بیان ہوئی ہیں: فرمایا کہ وہ کامل زندگی والے ہیں، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں، انہیں رب کریم کی طرف سے روزی ملتی رہتی ہے، وہ بہت خوش باش ہیں۔ شہداء کرام زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ آیتِ مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہیدوں کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے زمانے میں اور اس کے بعد اس بات کا بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۱۶۹، ۱/۳۲۳)

فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ :اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔﴾ شہداءِ کرام کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، انعام و احسان، اعزاز و اکرام اور موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی دیئے جانے پر خوش ہیں نیز اس پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں اور جنت کی منزلیں حاصل کرنے کے لئے شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوشی منا رہے ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی دنیا میں ایمان اور تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر اِن کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی اِن کرم نوازیوں کو پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منا رہے ہیں اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

﴿ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ :وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منا رہے ہیں۔﴾ شہداء اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر خوشیاں مناتے ہیں اور ان کے ہر زخم کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں ان پر نازل ہوتی ہیں۔

شہداء کے چھ فضائل

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس کسی کے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں زخم لگا وہ روزِ قیامت ویسا ہی آئے گا جیسا زخم لگنے کے وقت تھا، اس کے خون میں خوشبو مشک کی ہوگی اور رنگ خون کا۔ (بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ عزوجل، ۲/۲۵۴، الحدیث: ۲۸۰۳)

(2)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی مگر ایسی جیسی کسی کو ایک خراش لگے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، ۳/۲۵۲، الحدیث: ۱۶۷۴)

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفرت خطایاه الا الدّین، ص۱۰۴۶، الحدیث: ۱۱۹(۱۸۸۶))

(4)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے کے بعد شہید یہ تمنا کرے گا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور دس بار (اللّٰہ کے راستے میں) قتل کیا جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰہ تعالی، ص۱۰۴۳، الحدیث: ۱۰۹(۱۸۷۷))

(5)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: میری یہ تمنا ہے کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰہ، ص۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۳(۱۸۷۶))

(6)......حضرت اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ دعا مانگی ’’اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ، وَاجْعَلْ مَوْتِی فِی بَلَدِ رَسُوْلِکَ‘‘ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ، مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر میں وفات نصیب فرما۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینة، ۱۳- باب، ۱/۶۲۲، الحدیث: ۱۸۹۰)

أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر زخمی ہونے کے باوجود (فوراً) حاضر ہوگئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ: وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہوگئے۔﴾ **شانِ نزول:** جنگِ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ابوسفیان، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ''رَوحاء'' نامی جگہ پہنچا تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آ گئے، مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کردیا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابوسفیان کے تعاقب کے لئے روانگی کا اعلان فرمادیا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگِ احد کے زخموں سے چور ہورہے تھے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان پر حاضر ہوگئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس جماعت کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ جب حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ''حَمْرَاءُ الْاَسَد'' نامی جگہ پر پہنچے جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین خوفزدہ ہوکر بھاگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ١٧٢، ص١٩٧)

اس آیت میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت و ہمت کا بیان بھی ہے کہ زخموں سے چُور چُور ہونے کے باوجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم پر فوراً حاضر ہوگئے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراَسرار بندے | جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے دریا و صحرا | سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

اِیۡمَانًا ۖ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللّٰہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ تو پلٹے اللّٰہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللّٰہ کی خوشی پر چلے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کرلیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور کہنے لگے: ہمیں اللّٰہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ اللّٰہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللّٰہ کی رضا کی پیروی کی اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ : یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا۔﴾ شانِ نزول: جنگِ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقامِ بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''اِنْ شَآءَ اللّٰہ'' جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہلِ مکہ کو لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نُعَیم بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نُعَیم! اِس زمانہ میں میری لڑائی مقامِ بدر میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ طے ہوچکی ہے اور اس وقت مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں بلکہ واپس چلا جاؤں۔ لہٰذا تم مدینے جاؤ اور حکمت و تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں جانے سے روک دو۔ اس کے عِوض میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نُعَیم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا کہ مسلمان جنگ کی تیاری کررہے ہیں، یہ دیکھ کر اُن سے کہنے لگا کہ تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو، اہلِ مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''خدا کی قسم، میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ ستر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ساتھ لے کر '' حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ '' پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچے، وہاں آٹھ دن قیام کیا، مال تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا اور پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہیں ہوئی۔ چونکہ ابوسفیان اور اہلِ مکہ خوف زدہ ہو کر مکہ مکرمہ کو واپس ہو گئے تھے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۱/۳۲۵-۳۲۶)

اس واقعہ کو بدرِ صغریٰ کا واقعہ کہتے ہیں۔ اِس واقعہ سے بھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کافروں کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جارہا ہے تو بجائے ڈرنے اور بزدلی دکھانے کے ان کی ہمت اور جواںمَردی اور بڑھ جاتی ہے، ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان کی زبانوں پر ایک ہی وظیفہ جاری ہوتا ہے کہ ہمیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ　　　　مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَه۪ٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے۔﴾ یہاں پچھلے واقعے ہی کا بیان ہے کہ وہ تو شیطان ہے جو مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نُعَیم بن مسعود نے کیا کہ وہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین اور مشرکین کا خوف نہ کرو جو شیطان کے دوست ہیں، بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ بندے کو خدا عَزَّوَجَلَّ ہی کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی دوسرے کا خوف باقی نہیں رہتا۔ اس آیتِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا، مسلمانوں کے حوصلے پست کرنا، ان کے سامنے کافروں

کی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا تاکہ مسلمان ہمت ہار بیٹھیں اور کفار سے مقابلے کا نام تک نہ لیں یہ سب حرکتیں کفار ومنافقین کی ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمارے زمانے میں کمی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو ہمت وحوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن وہ کفار کی طاقت کو ایسا بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے کہ مسلمان ان سے مقابلے کا نام لینے سے بھی گھبرائیں۔ اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

وَ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِۚ-اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـاؕ-یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ(۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں۔﴾ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کیلئے یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں اور اس کیلئے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفارِ قریش ہوں یا منافقین یا یہودیوں کے سردار یا مُرتَدین، یہ سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کرلیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اسی لئے اس نے انہیں ان کے کفر وسرکشی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور ان کے لئے اخروی ثواب سے مکمل طور پر محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہو چکا ہے ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گےاور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ: بے شک وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو کلمہ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا۔

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْؕ-اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ(۱۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہوجائیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں۔﴾ اللہ تعالیٰ عموماً فوری طور پر کسی گناہ پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے اور دنیاوی آسائشوں کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اس سے بہت سے لوگ اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں کہ ان کا کفر اور ان کی حرکتیں کچھ نقصان دہ نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو لمبی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور انہیں مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں کہ جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور ان کی تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ لہٰذا اِس مہلت کو اپنے حق میں ہرگز بہتر نہ سمجھیں۔

لمبی عمر پانا کیسا ہے؟

لمبی عمر پانا اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا: اور بدتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب ہوں۔
(ترمذی، کتاب الفتن، ۲۲-باب منه، ۴/۱۴۸، الحدیث: ۲۳۳۷)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "قضاعہ قبیلے کے دو شخص نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، ان میں ایک تو شہید ہوگیا اور دوسرا مزید ایک سال تک زندہ رہا، حضرت طلحہ بن عبید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ بعد میں مرنے والا شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوگیا، مجھے اس پر تعجب ہوا تو صبح میں نے یہ واقعہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا تو ارشاد فرمایا: کیا اس نے اس کے بعد ایک رمضان کے روزے نہ رکھے تھے اور چھ ہزار رکعت نماز اور اتنی اتنی سنتیں نہ پڑھی تھیں؟ (مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/۲۲۹، الحدیث: ۸۴۰۷)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللّٰہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللّٰہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللّٰہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللّٰہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللّٰہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللّٰہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللّٰہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم، یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق ومومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''میری امت کی پیدائش سے پہلے جب میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے اِستہزاء کے طور پر کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن (اعتراض) کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیّت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام وپیشوا ہونے پر راضی ہوئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معافی چاہتے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تم باز آ ؤ گے؟ کیا تم باز آ ؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(خازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۷۹، ۱/۳۲۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسے سوالات کئے گئے جو ناپسند تھے جب زیادہ کئے گئے تو آپ ناراض ہوگئے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہارا باپ حُذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''سالم مولیٰ شیبہ ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ انور کی حالت دیکھی تو عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری، كتاب العلم، باب الغضب فى الموعظة والتعليم... الخ، ۱/۵۱، الحديث: ۹۲)

دوسری روایت یوں ہے: حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھلنے پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لائے اور نمازِ ظہر پڑھی، پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے امور ہیں۔ پھر فرمایا ”جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ بتا دوں گا، پس لوگ بہت زیادہ روئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزار ہوئے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا ”ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئیں، میں نے ایسی بھلی اور بری چیز نہیں دیکھی۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظھر عند الزوال، ۱/۲۰۰، الحدیث: ۵۴۰)

ان اَحادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب میں اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ ”اے عام لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء، حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطانِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور غیبوں کا علم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ”اے لوگو! تمہیں غیب کا علم نہیں دیا جاتا، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔

علمِ غیب سے متعلق 10 احادیث

(1)...... حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۵/۱۶۰، الحدیث: ۳۲۴۶)

(2)......سنن ترمذی میں ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ۵/۱۵۸، الحدیث: ۳۲۴۴)

(3)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”بے شک میرے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے روشن کی تھی۔
(حلیة الاولیاء، حدیر بن کریب، ۶/۱۰۷، الحدیث: ۷۹۷۹)

(4)......حضرت حذیفہ بن اُسید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”گزشتہ رات مجھ پر میری اُمت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔ (معجم الکبیر، حذیفہ بن اسید... الخ، ۳/۱۸۱، الحدیث: ۳۰۵۴)

(5)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتّٰی کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہوگئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالی: وھو الذی یبدء الخلق... الخ، ۲/۳۷۵، الحدیث: ۳۱۹۲)

(6)......مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے ایک دن حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ ارشاد فرمایا، بیچ میں ظہر وعصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا اس میں وہ سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اور ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب اخبار النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعة، ص ۱۵۴۶، الحدیث: ۲۵ (۲۸۹۲))

(7)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی تھے، ناگاہ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔
(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ۲/۵۲۴، الحدیث: ۳۶۷۵)

(8)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر سے ایک دن پہلے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں اہلِ بدر کے گرنے یعنی مرنے کی جگہیں دکھائیں اور فرمایا: کل فلاں شخص کے گرنے یعنی مرنے کی یہ جگہ ہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: جو نشان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس کے لئے لگایا تھا وہ اسی پر گرا۔ (مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه... الخ، ص١٥٣٦، الحديث: ٧٦(٢٨٧٣))

(9)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو ارشاد فرمایا: ''انہیں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو، ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔
(بخاری، کتاب الوضوء، ٥٩-باب، ١/٩٦، الحديث: ٢١٨)

(10)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ سے واپسی پر ایک جگہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اونٹ مُنْتَشِر ہو گئے، سب اپنے اپنے اونٹ واپس لے آئے لیکن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اونٹنی نہ ملی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے اونٹنی لے آؤ، تو میں نے اونٹنی کو اسی حال میں پکڑ لیا جیسا مجھ سے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا۔
(معجم الكبير، ١٠/٢٢٥، الحديث: ١٠٠٥٤٨)

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ (۱۸۰)

ع ۱۸ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللّٰہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللّٰہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللّٰہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے

گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللّٰہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور اللّٰہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ: وہ جو بخل کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید بیان کی گئی ہے اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید

اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ(۳۴) یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ(۳۵) (توبہ: ٣٤، ٣٥)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللّٰہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جس کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، روزِ قیامت وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ١/٤٧٤، الحدیث: ١٤٠٣)

بخل کی تعریف

بخل کی تعریف یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف و عادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف و عادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذمّ البخل وذمّ حبّ المال، بیان حدّ السخاء والبخل وحقیقتھما، ٣/٣٢٠، ملخصاً)

بخل کی مذمت

قرآنِ مجید اور کثیر احادیث میں بخل کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ (سورۂ محمد:۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ جو تم لوگ ہو تم بلائے جاتے ہو تا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’آدمی کی دو عادتیں بری ہیں (1) بخیلی جو رلانے والی ہے۔(2) بزدلی جو ذلیل کرنے والی ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الجرأة والجبن، ۱۸/۳، الحدیث: ۲۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مالدار بخل کرنے کی وجہ سے بلا حساب جہنم میں داخل ہوں گے۔(فردوس الاخبار، باب السین، ۴۴۴/۱، الحدیث: ۳۳۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کوئی بخیل جنت میں نہیں جائے گا۔ (معجم الاوسط، باب العین، من اسمه علی، ۱۲۵/۳، الحدیث: ۴۰۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بخیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور ہے، جنت سے اور آدمیوں سے دور ہے جبکہ جہنم سے قریب ہے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی السخاء، ۳۸۷/۳، الحدیث: ۱۹۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

(شعب الایمان، الرابع والسبعون من شعب الایمان، ۴۳۵/۷، الحدیث: ۱۰۸۷۷)

بخل کا علمی اور عملی علاج

بخل کا علاج یوں ممکن ہے کہ بخل کے اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے، جیسے بخل کا بہت بڑا سبب مال کی محبت ہے، مال سے محبت نفسانی خواہش اور لمبی عمر تک زندہ رہنے کی امید کی وجہ سے ہوتی ہے، اسے قناعت اور صبر کے ذریعے اور بکثرت موت کی یاد اور دنیا سے جانے والوں کے حالات پر غور کر کے دور کرے۔ یونہی بخل کی مذمت اور سخاوت کی فضیلت، حُبِّ مال کی آفات پر مشتمل اَحادیث و روایات اور حکایات کا مطالعہ کر کے غور و فکر کرنا بھی اس مُہلِک مرض سے نجات حاصل کرنے میں مُمِد و مُعاون ثابت ہوگا۔

(کیمیائے سعادت، رکن سوم، اصل ششم، علاج بخل، ۶۵۰/۲-۶۵۱، ملخصاً)

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سنا جنھوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے: جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ: بیشک اللہ نے سن لیا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ اتری۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۳/۴۴۶)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے ان کا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن اِن کی اِن گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ "اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کو ساتھ ساتھ بیان کر کے عذاب کی ایک ہی وعید بیان کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں جرم بہت عظیم ترین ہیں اور قباحت میں برابر ہیں اور شانِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں گستاخی کرنے والا شانِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے کیونکہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۱۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہی (معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟۔

﴿اَلَّذِیْنَ قَالُوْا: وہ جو کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا جو شخص ایسی قربانی پیش نہ کرسکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے، اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جمل، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۳، ۱/۵۲۳)

اور اُن کے اِس خالص جھوٹ اور بہتان کو باطل قرار دیا گیا کیونکہ اِس شرط کا توریت میں نام ونشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ کافی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو، جب نبی نے کوئی معجزہ دکھا دیا تو اس کے سچا ہونے پر دلیل قائم ہوگئی، اب اُس کی تصدیق کرنا اور اُس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا۔ نبوت کی صداقت ثابت ہوجانے کے بعد پھر کسی خاص معجزے کا اصرار کرنا حقیقت میں نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔ پھر یہ بات بھی بیان فرمادی کہ گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بعض اوقات وہی معجزات لے کر آئے جس کا تم نے ان سے مطالبہ کیا، جیسے بعض انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قربانی لانے والا معجزہ بھی دکھا دیا لیکن اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کردیا، اگر تم سچے تھے تو ان کو کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے

کر کے اسلام قبول کرنے سے بچنا اور اپنے جاہلوں کو ورغلانا ہے ورنہ دلیل نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں۔

ایک اہم نکتہ

اوپر کی پوری گفتگو سے ایک بہت مفید بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی چیز کسی معقول دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسے مان لینا لازم ہے۔ دلیل سے ثابت ہو جانے کے بعد خواہ مخواہ مخصوص قسم کی دلیل کا مطالبہ کرنا یہودیوں کا کام ہے اور اس میں بھی ایسے لوگوں کا مقصد ماننا نہیں ہوتا بلکہ مفت کی بحث کرنا ہوتا ہے۔ جیسے مسلمانوں میں رائج بہت سے معمولات ایسے ہیں جو معقول شرعی دلیل سے ثابت ہیں لیکن بعض لوگوں کا خواہ مخواہ اِصرار ہوتا ہے کہ نہیں، اسے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے ثابت کرو، اسے بخاری سے ثابت کرو۔ یہ طرزِ عمل سراسر جاہلانہ ہے اور ایسے لوگوں کو سمجھانا بے فائدہ ہوتا ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ(۱۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ: تو اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔﴾ یہاں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جارہی ہے کیونکہ جب کوئی حق پر ہو اور اس کی حقانیت سورج سے زیادہ روشن ہو لیکن پھر بھی ایک گروہ اسے جھٹلائے اور اس کی حقانیت تسلیم نہ کرے تو اسے قلبی رنج ضرور ہوتا ہے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی اِسی کا بیان ہوا اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی ان کی طرح صبر و اِستقامت سے تبلیغِ دین فرماتے رہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِؕ-وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ-وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔﴾ یعنی انسان ہوں یا جن یا فرشتہ، غرض یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر زندہ کو موت آنی ہے اور ہر چیز فانی ہے۔

موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار پر موت مقرر فرمادی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا ملے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں جاسکے گا۔ موت روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے اور یہ جدائی انتہائی سخت تکلیف اور اذیت کے ساتھ ہوگی اور اس کی تکلیف دنیا میں بندے کو پہنچنے والی تمام تکلیفوں سے سخت تر ہوگی۔ موت اور اس کی سختی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّؕ-ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ(۱۹) (ق:۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، (اس وقت کہا جاتا ہے) یہ وہ (موت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ''اے کعب! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے امیر المومنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ،

موت ایک ایسی کانٹے دار ٹہنی کی طرح ہے جسے کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور اس کا ہر کانٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے، پھر کوئی طاقتور شخص اس ٹہنی کو اپنی پوری قوت سے کھینچے تو اس ٹہنی کی زد میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زد میں نہ آئے وہ بچ جائے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۱۰/۵)

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مومن پر دنیا اور آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں، یہ خوف آروں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی سختیاں بتادے تو وہ نہ زندگی سے نفع اٹھا سکیں گے اور نہ نیند سے لذت حاصل کر سکیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے خلیل! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کی: جس طرح گرم سیخ کو تر روئی میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے، پھر انہیں چہرۂ انور پر ملتے اور کہتے: بے شک موت میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر دستِ مبارک اٹھا کر فرماتے ''رفیقِ اعلیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی روح قبض کر لی گئی اور دستِ مبارک جھک گیا۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۲۵۰/٤، الحدیث: ٦٥١٠)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا ''میں نے حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے وقت جو سختی دیکھی اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ۲۹۵/۲، الحدیث: ۹۸۱)

جب حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا: اے باباجان! آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی عقلمند انسان مجھے نزع کے عالَم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کروں، تو آپ سے زیادہ عقل مند کون ہوگا، برائے مہربانی آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اے بیٹے! خدا کی قسم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کے نکے کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹے دار شاخ میرے قدموں کی طرف سے سر کی جانب کھینچی جا رہی ہے۔

(التذکرہ للقرطبی، باب ما جاء انّ للموت سکرات... الخ، ص۲٤)

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم تو سرتا پا گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر موت کی سختیوں کے علاوہ نجانے اور کتنی مصیبتیں آئیں گی اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ موت کو بکثرت یاد کیا جائے اور دنیا میں رہ کر موت اور اس کے بعد کی تیاری کی جائے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنا لے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات پر چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی کرتا ہو۔ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۲۵-باب، ۲۰۷/۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا کہ ایک انصاری آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سلام کیا اور عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کونسا مومن افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ''جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ اس نے عرض کی: سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی اچھی طرح تیاری کرتا ہو تو وہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔ (ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۴۹۶/۴، الحديث: ۴۲۵۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں وہاں موجود افراد میں سے دسواں تھا۔ اسی دوران ایک انصاری شخص آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط کون ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ لوگ جو موت آنے سے پہلے اسے زیادہ یاد کرتے اور اس کے لئے زیادہ تیاری کرتے ہیں وہی عقلمند ہیں، وہ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ (معجم الكبير، ۳۱۸/۱۲، الحديث: ۱۳۵۳۶)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''جب اس دارِ فنا سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہاں کی تیاری کرے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا، دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا۔ (بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: كن في الدنيا كأنك غريب... الخ، ۲۲۳/۴، الحديث: ۶۴۱۶)

تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہ گیر راستے کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکامی ہوگی اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونے سے روکے گی، حدیث میں ہے: لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

(ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت، ۱۳۸/۴، الحديث: ۲۳۱۴)

مگر کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور ناچار کرنی ہی پڑے تو یوں کہے، یا اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور موت دے جب میرے لئے بہتر ہو۔
(بخاری، کتاب المرضی، باب تمنّی المریض الموت، ۱۳/٤، الحدیث: ٥٦٧١)

یونہی مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ ارشاد فرمایا: تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر۔ ارشاد فرمایا: ''یہ دونوں خوف اور امید اس موقع پر جس بندے کے دل میں ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے وہ دے گا جس کی امید رکھتا ہو اور اس سے امن میں رکھے گا جس سے خوف کرتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، ۱۱-باب، ۲۹٦/۲، الحدیث: ۹۸۵)

یاد رکھئے! رُوح قبض ہونے کا وقت بہت ہی سخت وقت ہے کہ اسی پر سارے اعمال کا دارومدار ہے بلکہ ایمان کے اُخروی نتائج اسی پر مُرَتَّب ہوں گے کہ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اور شیطان لعین ایمان لینے کی فکر میں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے مکر و فریب سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے وہ ہی مراد کو پہنچا۔
(بہار شریعت، موت آنے کا بیان، حصہ چہارم، ۸۰٦/۱-۸۰۷، ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہم سب کا خاتمہ اچھا فرمائے اور ہم پر موت کی سختیاں آسان فرمائے۔ (1)

﴿وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا قیامت کے دن تمہیں پوری پوری دی جائے گی، تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچالیا گیا اور اس سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی۔
(روح البیان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۱۳۸/۲)

یاد رہے کہ برے اعمال کی وجہ سے دنیا میں جو عذاب آتا ہے یا مرنے کے بعد قبر میں جو عذاب ہوتا ہے، یونہی نیک اعمال پر قبر میں جو راحتیں نصیب ہوتی ہیں یہ اعمال کی پوری جزا نہیں بلکہ آخرت میں ملنے والی جزا کا ایک نمونہ ہے جبکہ اعمال کی پوری جزا قیامت کے دن ہی ملے گی۔

حقیقی کامیابی کیا ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حقیقی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل

1 ......اپنے دل میں موت کی یاد کو مضبوط کرنے کے لئے رسالہ ''موت کا تصور'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔

کردیا جائے جبکہ دنیا میں کامیابی فی نفسہ کامیابی تو ہے لیکن اگر یہ کامیابی آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے تو حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔ اور خصوصاً وہ لوگ کہ دنیا کی کامیابی کے لئے سب کچھ کریں اور آخرت کی کامیابی کیلئے کچھ نہ کریں وہ تو یقیناً نقصان ہی میں ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے اعمال کی طرف زیادہ توجہ دے اور ان کے لئے زیادہ کوشش کرے جن سے اسے حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور ان اعمال سے بچے جو اس کی حقیقی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

﴿وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔﴾ یعنی دنیا کی لذتیں، اس کی خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن ان کا باطن فساد سے بھرپور ہے۔

دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں، لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے، ذلیل دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت کو ہرگز تباہ نہ کرے، اسی کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝۳۳ (لقمان:۳۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچالیتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، لہٰذا تم فنا ہو جانے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔

(مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری، ۱۶۵/۷، الحدیث: ۱۹۷۱۷)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک بزرگ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''اے لوگو! اس فرصت کے وقت میں نیک عمل کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امیدوں پر پھولے مت سماؤ اور اپنی موت کو نہ بھولو۔ دنیا کی طرف مائل نہ ہو جاؤ، بے شک یہ دھوکے باز ہے اور دھوکے کے ساتھ بن ٹھن کر تمہارے سامنے آتی ہے اور اپنی خواہشات کے ذریعے تمہیں

فتنے میں ڈال دیتی ہے، دنیا اپنی پیروی کرنے والوں کے لیے اس طرح سجتی سنورتی ہے جیسے دلہن سجتی ہے۔ دنیا نے اپنے کتنے ہی عاشقوں کو ہلاک کر دیا اور جنہوں نے اس سے اطمینان حاصل کرنا چاہا انہیں ذلیل و رسوا کر دیا، لہٰذا اسے حقیقت کی نگاہ سے دیکھو کیونکہ یہ مصیبتوں سے بھرپور مقام ہے، اس کے خالق نے اس کی مذمت کی، اس کا نیا پرانا ہو جاتا ہے اور اسے چاہنے والا بھی مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے نیند سے آنکھیں کھول لو کہ یوں اعلان کیا جائے: فلاں شخص بیمار ہے اور اس کی بیماری نے شدت اختیار کر لی ہے، کیا کوئی دوا ہے؟ یا کسی ڈاکٹر تک جانے کی کوئی صورت ہے؟ اب تمہارے لیے حکیموں (اور ڈاکٹروں) کو بلایا جاتا ہے، لیکن شفا کی امید ختم ہو جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے: فلاں نے وصیت کی اور اپنے مال کا حساب کیا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: اب اس کی زبان بھاری ہو گئی، اب وہ اپنے بھائیوں سے بات نہیں کرتا اور پڑوسیوں کو نہیں پہچانتا، اب تمہاری پیشانی پر پسینہ آ گیا، رونے کی آوازیں آنے لگیں اور تمہیں موت کا یقین ہو گیا، تمہاری پلکیں بند ہونے سے موت کا گمان یقین میں بدل گیا، زبان تھرتھرا رہی ہے، تیرے بہن بھائی رو رہے ہیں، تمہیں کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا فلاں بیٹا ہے، یہ فلاں بھائی ہے، لیکن تو کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے، پس تو بول نہیں سکتا، تمہاری زبان پر مہر لگ گئی جس کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی، پھر تمہیں موت آ گئی اور تیری روح اعضاء سے پوری طرح نکل گئی، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا گیا، اس وقت تمہارے بھائی جمع ہوتے ہیں، پھر تمہارا کفن لاتے ہیں اور تمہیں غسل دے کر کفن پہناتے ہیں۔ اب تمہاری عیادت کرنے والے خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور تجھ سے حسد کرنے والے بھی آرام پاتے ہیں، گھر والے تمہارے مال کی طرف متوجہ ہو جاتے اور تمہارے اعمال گروی ہو جاتے ہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب ذمّ الدنیا، بیان المواعظ فی ذم الدنیا و صفتها، ۳/۲۶۰ ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دنیا کی حقیقت کو پہچاننے، اس کے دھوکے اور فریب کاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بیشک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿لَتُبْلَوُنَّ: تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔﴾ مسلمانوں سے خطاب فرمایا گیا کہ تم پر فرائض مقرر ہوں گے، تمہیں حقوق کی ادائیگی کرنا پڑے گی، زندگی میں کئی معاملات میں نقصان اٹھانا پڑے گا، جان و مال کے کئی معاملات میں تکلیفیں برداشت کرنا ہوں گی، بیماریاں، پریشانیاں اور بہت قسم کی مصیبتیں زندگی میں پیش آئیں گی، یہ سب تمہارے امتحان کیلئے ہوگا لہٰذا اس کیلئے تیار رہنا اور اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کے ثواب پر نظر رکھ کر ان تمام امتحانات میں کامیاب ہوجانا کیونکہ ان امتحانات کے ذریعے ہی تو کھرے اور کھوٹے میں فرق کیا جاتا ہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ دینی معاملات میں مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں سے تمہیں بہت تکالیف پہنچیں گی۔ ان معاملات میں اور زندگی کے دیگر تمام معاملات میں اگر تم صبر کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو اور پرہیزگاری اختیار کئے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کیے تو کتنی بری خریداری ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ: اور جب اللہ نے عہد لیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کے علماء پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں

کتابوں میں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے رشوتیں لے کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُن اوصاف کو چھپایا جو توریت و انجیل میں مذکور تھے۔

علمِ دین چھپانا گناہ ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علمِ دین کو چھپانا گناہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اس کو چھپایا روزِ قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۴/۲۹۵، الحدیث: ۲۶۵۸)

علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرضِ فاسد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا: ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ ﴾ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان اور جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ۱/۳۳۴)

خود پسندی اور حبِ جاہ کی مذمت

اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور ان کے لئے جو حبِ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت

کے حصول کی تمنا میں مبتلا ہیں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، ہر زبان اس کی تعریف میں تر ہو، سب میرے کمال کے مُعترف ہوں، مجھے ہر جگہ عزت سے نوازا جائے، عالم نہیں ہوں پھر بھی علامہ صاحب کہا جائے، ملک وقوم کی کوئی خدمت نہیں کی پھر بھی معمارِ قوم کہا جائے، نجات دَہندہ سمجھا جائے، مُحسنِ قوم قرار دیا جائے، میرا تعارف بہترین القابات کے ساتھ ہو، ملاقات پرتپاک انداز میں کی جائے، سلام جھک کر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے دل پر غور کرلے کہ کہیں وہ حبِّ جاہ کا شکار تو نہیں ہو چکا، اگر ایسا ہو تو اس آیت سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوراً سے پیشتر اُس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔ یاد رکھئے خود پسندی اور حب جاہ کے مرض میں مبتلا شخص اخروی انعامات سے محرومی کا شکار ہوتا ہے اور دل میں مُنافقت کی زیادتی، قلبی نورانیت سے محرومی، دین کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز برائی سے منع کرنے اور نیکی کی دعوت دینے سے محرومی، ذلت ورسوائی کا سامنا، اخروی لذت سے محرومی، قلبی سکون کی بربادی اور دولت اخلاص سے محرومی جیسے نقصانات کا سامنا کر سکتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی، تعریف پسندی کی مذمت، منصب ومرتبہ کے تعلق سے اخروی معاملات اور بزرگان دین کے حالات واقوال کا بکثرت مطالعہ کرے تا کہ ان مذموم امراض سے نجات کی کوئی صورت ہو۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں خود پسندی اور حب جاہ سے متعلق چند احادیث اور بزرگان دین کے احوال واقوال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شہرت طلب کرے گا (قیامت کے دن) اس کے عیبوں کی تشہیر ہوگی اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، ۲۴۷/۴، الحدیث: ۶۴۹۹)

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دِہ ہے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، ۴۳-باب، ۱۶۶/۴، الحدیث: ۲۳۸۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو وہ سب سے بدصورت انسان ہوتی۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب اللام، ۱۹۳/۲، الحدیث: ۵۰۶۴)

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خود پسندی 70 سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف العین، ۲۰۵/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۶۶)

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود پسندی سے بہت زیادہ ڈرتے تھے اور جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ دعا مانگتے: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اس سے بہتر بنادے جو کچھ یہ کہتے ہیں اور جو کچھ یہ نہیں جانتے میرا وہ عمل بخش دے۔

اسی طرح جب لوگ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تعریف کرتے تو وہ دعا مانگتے: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو کچھ یہ کہتے ہیں اور تجھ سے اس عمل کی بخشش چاہتا ہوں جس کا انہیں علم نہیں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، و من اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۱-۲۴۲)

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب منبر پر خطبہ دیتے تو خود پسندی سے ڈرتے ہوئے گفتگو چھوڑ کر اس عمل کی طرف منتقل ہو جاتے جس میں خود پسندی نہ ہو اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ خط لکھتے وقت خود پسندی کے خوف سے پھاڑ دیتے اور کہتے: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، و من اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۳۹-۲۴۰)

حضرت بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو شہرت کا طالب ہوا ور اس کا دین برباد نہ ہوا ہو اور اس کے حصے میں رسوائی نہ آئی ہو۔ (کیمیائے سعادت، رکن سوم، اصل ھفتم، اندر علاج دوستی جاہ و حشمت، ۲/۶۵۹)

حضرت محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے زمانے کے عبادت گزاروں سے فرماتے تھے: تم پر افسوس ہے، تمہارے اعمال کم ہونے کے باوجود ان میں خود پسندی داخل ہو گئی اور تم سے پہلے لوگ اپنے اعمال کی کثرت کے باوجود ان پر تکبر نہیں کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! پہلے لوگوں کی عبادت کو دیکھا جائے تو (اس کے مقابلے میں) تم محض کھیلنے والے ہو۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، و من اخلاقهم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۲)

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

ع ۱۹ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔﴾ اس آیت میں ان گستاخوں کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فقیر ہے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا کہ جو زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۱۸۹، ۱/۳۳۵)

اللہ تعالیٰ کی شان

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان سے متعلق ایک حدیثِ قدسی ذکر کرتے ہیں جس سے ان گستاخوں کی جہالت اور اللہ تعالیٰ کی شان مزید ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! جسے میں ہدایت دوں اس کے علاوہ تم سب گمراہ ہو، اس لئے تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں کھلاؤں اس کے سوا تم سب بھوکے ہو، تو تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں لباس پہناؤں اس کے علاوہ تم سب بے لباس ہو لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب رات دن گناہ کرتے ہو اور میں گناہ بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہو گا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تمہیں ان کی پوری پوری جزاء دوں گا تو جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (جیسے آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ص۱۳۹۳، الحدیث: ۵۵(۲۵۷۷))

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ: عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، میں حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر رات میں ٹھہرا اور اس دن سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اُن کے ہاں آرام فرما تھے، جب رات کا تہائی حصہ گزرا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہوئے پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ان آیاتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رفع البصر الی السماء، ۱۵۹/۴، الحدیث: ۶۲۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: ''اس پر افسوس ہے جو یہ آیت پڑھے اور اس میں غور نہ کرے۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبۃ، ۸/۲، الحدیث: ۶۱۹)

سائنسی علوم حاصل کرنا کب باعثِ ثواب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ جغرافیہ اور سائنس حاصل کرنا بھی ثواب ہے جبکہ اچھی نیت ہو جیسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم حاصل کرنے کیلئے، لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔ اِس آیت مبارکہ میں آسمان وزمین کی تخلیق میں قدرتِ الٰہی کی نشانیوں کا فرمایا گیا ہے لہٰذا اسی کے پیشِ نظر اِس تفکُّر کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں: امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قدرتِ الٰہی کی چھٹی نشانی آسمانوں، ستاروں کی مملکت اور ان کے عجائب میں ہے، کیونکہ جو کچھ زمین کے اندر اور روئے زمین پر ہے وہ سب کچھ اس کے مقابلے میں کم ہے۔ آسمان اور ستاروں کے عجائب میں تفکر کرنے کے لئے قرآنِ پاک میں تنبیہ فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ (انبیاء: ۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ (مومن ۵۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

تو تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرو۔ آسمان کی نیلاہٹ اور ستاروں کی ٹمٹماہٹ کو دیکھ لینا غور نہیں کہ یہ تو جانور بھی کر لیتے ہیں بلکہ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ تو اپنے عجائب اور اپنی ذات کو جو تیرے پاس ہیں اور وہ

زمین وآسمان کے عجائب کی بہ نسبت ایک ذرہ بھی نہیں جس کوتو پہچان سکتا تو پھر زمین وآسمان کے عجائب کو کیسے پہچان سکے گا۔ تجھے بتدریج معرفت کے درجات پر ترقی کرنی چاہئے۔ تجھے پہلے اپنی ذات کو پہچاننا چاہئے، پھر زمین اوراس کی تمام اَشیاء کاعرفان حاصل کرنا چاہئے، پھر ہوا، بادل وغیرہ کے عجائب کی پہچان کرنی چاہئے، پھر آسمان اور ستاروں کی معرفت حاصل کرنی چاہئے، پھر کرسی اور عرش کو پہچاننا چاہئے، پھر عالَمِ اَجسام سے نکل کر عالمِ ارواح کی سیر کرنی چاہئے، پھر فرشتوں، جنوں اور شیطانوں کو جاننا چاہئے، پھر فرشتوں کے درجات اور مقامات کا عرفان حاصل کرنا چاہئے، آسمان اور ستاروں کی گردش، ان کی حرکت اوران کے مَشارق ومَغارب کو دیکھنا چاہئے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ستاروں کی کثرت پر غور وفکر کرنا چاہئے۔ انہیں کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا، ان میں ہر ستارے کا رنگ مختلف ہے، کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی شکل مختلف ہے مثلاً کچھ بیل کی شکل کے ہیں اور کچھ بچھو کی شکل کے۔ پھر انسان ان کی مختلف حرکات پر غور کرے، کئی ایک ماہ میں سارے آسمان کو طے کرجاتے ہیں۔ کچھ سال بھر لگاتے ہیں، کئی انہیں طے کرنے میں بارہ سال لگاتے ہیں، کئی ستارے تیس سالوں میں سارے آسمانوں کی گردش پوری کرتے ہیں، اکثر ستارے 30,000 سال میں سارے آسمانوں کی مساحت طے کرتے ہیں۔ جب تو نے زمین کے کچھ عجائبات کو جان لیا تو یہ بھی سمجھ لے کہ عجائبات کا فرق ہر ایک چیز کی شکل کے اختلاف کے مطابق ہوتا ہے، کیونکہ زمین اگرچہ اتنی وسیع ہے کہ کوئی اس کی حد کو نہیں چھو سکتا مگر سورج زمین سے بڑا ہے۔ اس سے معلوم ہو جانا چاہئے کہ آفتاب کتنا دور ہے جو اتنا چھوٹا نظر آتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کتنی تیزی سے حرکت کرتا ہے کہ آدھی ساعت میں آفتاب کا تمام گھیر ازمین سے نکلتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی آسمان پر ایک ستارہ ہے جو زمین سے سو گُنا بڑا ہے۔ وہ بلندی کی وجہ سے چھوٹا نظر آتا ہے، ایک ستارہ اگر اتنا بڑا ہے تو سارے آسمان کا اندازہ لگائیں کہ وہ کتنا بڑا ہوگا۔ ان سب کی عظمت و بزرگی کے باوجود تیری نگاہوں میں چھوٹا کردیا گیا تاکہ تو اس سے مالکِ حقیقی کی عظمت وفضیلت سے آگاہی حاصل کرسکے۔ (کیمیائے سعادت، رکن چہارم، اصل ہفتم، ۹۱۷/۲-۹۱۸)

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ-رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًاۚ-سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ(۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ: وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔﴾ یہاں عقلمند لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ہیں کون؟ اور ان کے چند اہم کام بیان فرمائے گئے ہیں۔

عقلمند لوگوں کے اہم کام

(1)...... عقلمند لوگ کھڑے، بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ مولیٰ کریم کی یاد ہر وقت ان کے دلوں پر چھائی رہتی ہے۔

(2)...... عقلمند لوگ کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا ہے۔

(3)...... کائنات میں غور وفکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت ان پر آشکار ہوتی ہے اور ان کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی زبانیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے ترانے پڑھتی ہیں۔

(4)...... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں کاملُ الایمان لوگوں کے اوصاف ہیں، ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے اَسلاف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں بہت رَغبت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت سری سقطی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جرجانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے پاس ستو دیکھے جس سے وہ بھوک مٹا لیتے تھے۔ میں نے کہا: آپ کھانا اور دوسری اشیاء کیوں نہیں کھاتے؟ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے فرمایا: میں نے چبانے اور یہ ستو کھا کر گزارہ کرنے میں نوے تسبیحات کا فرق پایا ہے، لہٰذا چالیس سال سے میں نے روٹی نہیں چبائی تاکہ ان تسبیحات کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کا معمول یہ تھا کہ آپ بازار جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے

پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آ جاتے۔
(مکاشفة القلوب، الباب الحادی عشر فی طاعة اللّٰہ ومحبة رسوله صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص۳۸)

کائنات میں تفکُّر کی ضرورت

جس طرح کسی کی عظمت، قدرت، حکمت اور علم کی معرفت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اس کی بنائی ہوئی چیز ہوتی ہے کہ اس میں غور وفکر کرنے سے یہ سب چیزیں آشکار ہو جاتی ہیں اسی طرح اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے، اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی اور اس کے جلال و کبریائی کی مَظہر ہیں اور ان میں تفکُّر اور تدَبُّر کرنے سے خالقِ کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اس کائنات میں موجود مختلف چیزوں جیسے انسانوں کی تخلیق، زمین و آسمان کی بناوٹ، زمین کی پیداوار، ہوا اور بارش، سمندر میں کشتیوں کی روانی، زبانوں اور رنگوں کا اختلاف وغیرہ بے شمار اَشیاء میں غور وفکر کرنے کی دعوت اور ترغیب دی گئی تاکہ انسان ان میں غور وفکر کے ذریعے اپنے حقیقی رب عَزَّوَجَلَّ کو پہچانے، صرف اسی کی عبادت بجالائے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرے۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع وغروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نَباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں جیسے بادل، بارش، برف، گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور تیز ہوائیں۔ یہ وہ اَجناس ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں، پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی اَنواع ہیں، ہر نَوع کی کئی اقسام ہیں، ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، ہَیئت اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات، نباتات، حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللّٰہ تعالیٰ کے حرکت دیئے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دو، دس ہوں یا ہزار، یہ سب اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں اور اس کے جلال و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں اور یہی اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں۔ (احیاء العلوم، کتاب التفکر، بیان کیفیة التفکر فی خلق اللّٰہ تعالی، ۵/۱۷۵)

فی زمانہ مسلمان اللّٰہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں غور وفکر کرنے اور اس کے ذریعے اپنے رب تعالیٰ کے

کمال و جمال اور جلال کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور ان کے علم کی حد صرف یہ رہ گئی ہے جب بھوک لگی تو کھانا کھالیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا، جب کام کاج سے تھک گئے تو سو کر آرام کرلیا، جب شہوت نے بے تاب کیا تو حلال یا حرام ذریعے سے اس کی بے تابی کو دور کرلیا اور جب کسی پر غصہ آیا تو اس سے جھگڑا کر کے غصے کو ٹھنڈا کرلیا الغرض ہر کوئی اپنے تن کی آسانی میں مست نظر آرہا ہے۔

امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اندھا وہ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام صَنعتوں کو دیکھے لیکن انہیں پیدا کرنے والے خالق کی عظمت سے مدہوش نہ ہو اور اس کے جلال و جمال پر عاشق نہ ہو۔ ایسا بے عقل انسان حیوانوں کی طرح ہے جو فطرت کے عجائبات اور اپنے جسم میں غور وفکر نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اسے ضائع کردے اور اس سے زیادہ علم نہ رکھے کہ جب بھوک لگے تو کھانا کھالیا، کسی پر غصہ آئے تو جھگڑا کرلیا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چهارم، اصل هفتم، پیدا کردن تفکر در عجایب خلق خدای تعالی، ۲/۹۱۰)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(۱۹۲) رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ﳓ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ(۱۹۳)ۚ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ(۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا اسے تونے ضرور رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا (یوں) دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹادے اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تونے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب۔﴾ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سے لے کر اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کرلینا چاہیے۔

﴿رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا﴾ اس منادی سے مراد سید الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جن کی شان میں "دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ" وارد ہوا ہے یا اس سے قرآنِ کریم مراد ہے۔

﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ: اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔﴾ یہاں اللہ تعالٰی نے سکھایا ہے کہ دعا کرو کہ موت بھی نیک لوگوں کے ساتھ ہو یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آئے اور ان کی مَعِیَّت نصیب ہوجائے۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ نیک لوگوں کی صحبت بہت عظیم چیز ہے۔ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ (توبہ:۱۱۹) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو صحبت نے ہی عظیم ترین مرتبے پر فائز کیا۔ زندگی میں نیک لوگوں کا ساتھ تو نعمت ہے ہی، مرنے کے بعد بھی نیکوں کا ساتھ اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے چنانچہ پسندیدہ بندے کو موت کے وقت فرمایا جاتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (سورہ فجر ۲۷تا۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

دیکھیں، فوت ہونے والی روح سے کہا جاتا ہے کہ میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے

کہ وہ اپنی زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے فیضیاب ہو اور موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ میت برے پڑوسی سے اسی طرح اَذِیَّت پاتی ہے جس طرح زندہ انسان برے پڑوسی سے اذیت پاتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الموت، قسم الاقوال، الفصل السادس، ۸/۲۵٤، الجزء الخامس عشر، الحدیث: ٤٢٣٦٤)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو دیکھیں تو دو اژدہے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھَنوں سے اس کا منہ بھَموڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدہا ہی تھے مگر ایک ولیُّ اللّٰہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے پھَن گلاب کے پھول۔ اِس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص۲۷۰)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰىۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ(۱۹۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اَکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کردیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ : تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۹۵، ۱/۳۳۸)

دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل

یہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہاں دعا میں پانچ بار ''رَبَّنَا'' آیا ہے اور اس کے بعد دعا کی قبولیت کی بات ہو رہی ہے، تو اگر دعا میں پانچ مرتبہ ''یَا رَبَّنَا'' کہہ دیا جائے تو قبولیتِ دعا کی امید ہے۔

﴿ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : تم آپس میں ایک ہی ہو۔ ﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی اولاد ہی ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۹۵، ۱/۳۳۸)

﴿ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا : پس جنہوں نے ہجرت کی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں کے سبب اپنے

ان گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے جہاں وہ پلے بڑھے تھے اور مجھ پر ایمان لانے اور میری وحدانیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

(روح البیان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۲/۱۵۱)

ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث

اس آیت میں ہجرت اور جہاد کے ثواب کا بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں ہجرت اور جہاد سے متعلق 3 احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، تو جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسی چیز کی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء انّ الاعمال بالنیة و الحِسبة... الخ، ۱/۳۴، الحدیث: ۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جسے راہِ خدا میں کوئی زخم آئے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے زخم سے سرخ رنگ کا خون بہہ رہا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (بخاری، کتاب الذبائح و الصید... الخ، باب المسک، ۳/۵۶۶، الحدیث: ۵۵۳۳)

حضرت شداد بن ہاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، پھر عرض کی: میں ہجرت کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اسے ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور) اپنے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اس (کے رہن سہن وغیرہ کا انتظام کرنے) کے بارے میں کچھ حکم فرمایا۔ جب ایک غزوہ میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چند قیدی بطورِ غنیمت

حاصل ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان قیدیوں کو تقسیم فرما دیا اور اس اعرابی کا حصہ نکال کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سپرد کر دیا۔ وہ اعرابی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے پیچھے پہرہ دیا کرتے تھے (تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کردے)۔ جب وہ (پہرے کی جگہ سے) آیا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے فرمایا ''یہ تمہارا حصہ ہے، جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عطا فرمایا ہے۔ وہ اعرابی اپنے حصے کو لے کر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ اس نے عرض کی ''یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے مال کے حصول کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی نہیں کی بلکہ میں نے تو اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کی ہے تاکہ مجھے یہاں گلے پر تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم (اپنی بات میں مخلص اور) سچے ہو تو اللّٰہ تعالیٰ تمہاری یہ خواہش ضرور پوری فرمائے گا۔ اس کے بعد لوگ کچھ دیر کے لئے ٹھہرے رہے، پھر دشمن کے ساتھ جہاد کے لئے اٹھے تو (جہاد کے دوران) کچھ آدمی اُس اعرابی کو اِس حال میں سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں لائے کہ اسے وہیں تیر لگا ہوا تھا جہاں تیر لگنے کا اس نے اشارہ کیا تھا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا یہ وہی شخص ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''یہ اپنی بات میں مخلص تھا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرما دی۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (برکت کے لئے) اسے اپنے جبہ مبارکہ میں کفن دیا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا اور اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس کی نماز جنازہ میں جو دعا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمائی وہ یہ تھی

''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُکَ خَرَجَ مُھَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِکَ فَقُتِلَ شَھِیْدًا اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ذٰلِکَ''

اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، یہ تیرا وہی بندہ ہے جس نے تیری راہ میں ہجرت کی اور شہید ہو گیا اور میں اس چیز کا گواہ ہوں۔

(نسائی، کتاب الجنائز، الصلاۃ علی الشهداء، ص۳۳۰، الحدیث: ۱۹۵۰)

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ (یہ تو زندگی گزارنے کا تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لَا یَغُرَّنَّكَ: تجھے ہرگز دھوکہ نہ دے۔﴾ شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و مشرکین اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں لیکن یہ تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم تنگی اور مشقت میں مبتلا ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۶، ۲/۱۳۵)

اور انہیں بتایا گیا کفار کا یہ عیش و آرام دنیوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے جبکہ ان کا انجام بہت برا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ کسی کو کہا جائے بھائی آپ دس منٹ دھوپ میں کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد اُسے ہمیشہ کیلئے ایئر کنڈیشنڈ بنگلہ دیدیا جائے اور دوسرے شخص کو دس منٹ سائے دار درخت کے نیچے بٹھانے کے بعد ہمیشہ کیلئے تپتے ہوئے صحرا میں رکھا جائے تو دونوں میں فائدے میں کون رہا؟ یقیناً پہلے والا۔ مسلمان کی حالت پہلے شخص کی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر ہے اور کافروں کی حالت دوسرے شخص سے بھی بدتر ہے۔

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللّٰہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے سب سے بھلا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللّٰہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے اور جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے۔

﴿ لَهُمْ جَنّٰتٌ: ان کیلئے جنتیں ہیں۔﴾ کافروں کی دنیاوی، عارضی اور فانی راحت وآرام کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے آخرت کے دائمی، اَبدی راحت وآرام یعنی جنت کا بیان ہو رہا ہے۔

دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دَرِ رحمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطانِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک بوریئے پر آرام فرما رہے ہیں، سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں ناریل کے ریشے بھرے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر بوریئے کے نشانات نقش ہوگئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رو پڑے۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا کہ ’’یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیصر وکسریٰ تو عیش وآرام میں ہوں اور آپ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہو کر اس حالت میں۔ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاة ازواجك... الخ، ۳۵۹/۳، الحدیث: ۴۹۱۳)

حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ایک دن سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اونٹ کے بالوں سے بنا موٹا لباس پہنے چکی میں آٹا پیس رہی تھیں، جب نَبیوں کے سلطان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ان پر نظر پڑی تو آنکھوں سے سَیلِ اشک رواں ہوگیا، رحمت عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا کی تنگی وسختی کا گھونٹ پی لو تا کہ جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں۔ (احیاء العلوم، کتاب الفقر والزھد، بیان تفضیل الزھد فیما ھو من ضروریات الحیاة، ۲۸۷/۴)

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ پانی طلب فرمایا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہد کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ’’اگر میں اسے پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی لیکن اس کا حساب (میرے ذمے) باقی رہے گا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، پھر وہ پیالہ ایک شخص کو دے دیا اور اس نے وہ شہد پی لیا۔

(اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمر بن الخطاب، ۱۶۷/۴)

حضرت ابن ابی ملیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے سامنے

کھانا رکھا ہوا تھا، اس دوران ایک غلام نے آکر عرض کی: حضرت عتبہ بن ابی فرقد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کھانے میں سے کچھ انہیں دیا۔ حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے کھایا تو وہ ایسا بدمزہ تھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے نگل نہ سکے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا آپ کو حواری نامی کھانے میں رغبت ہے (تاکہ آپ کی بارگاہ میں وہ کھانا پیش کیا جائے)۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''کیا وہ کھانا ہر مسلمان کو مُیَسَّر ہے؟ حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: خدا کی قسم! نہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اے عتبہ! تم پر افسوس ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں دُنْیَوی زندگی میں مزیدار کھانا کھاؤں اور آسودگی کے ساتھ زندگی گزاروں۔ (اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمر بن الخطاب، ۱۶۸/۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانّھا مخلوقۃ، ۳۹۱/۲، الحدیث: ۳۲۴۴)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانّھا مخلوقۃ، ۳۹۲/۲، الحدیث: ۳۲۵۰)

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللّٰہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللّٰہ کے حضور جھکے ہوئے اللّٰہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللّٰہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اُس پر اور جواُن کی طرف نازل کیا گیا اُس پر اِس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ : اور بیشک کچھ اہلِ کتاب۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کی وفات کے دن سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا، چلو اور اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بقیع شریف تشریف لے گئے اور حبشہ کی سرزمین آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چار تکبیروں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی اور اس کے لئے اِستغفار فرمایا۔ (سُبْحَانَ اللہ، کیا نظر ہے اور کیا شان ہے کہ سرزمینِ حبشہ مدینہ منورہ میں سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔) منافقین نے اِس پر اعتراض کیا اور کہا کہ دیکھو، حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۹، ۱/۳۳۹)

اور اُن کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جن کو عیسائی کہہ رہے ہیں حقیقت میں وہ مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی و اِنکساری اور تواضُع واخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور یہودی سرداروں کی طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا خزانہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

﴿ اِصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا : صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔﴾ صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے روکنا جو شریعت اور عقل کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ اور مُصَابَرہ کا معنی ہے دوسروں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا۔ صبر کے تحت اس کی تمام اقسام داخل ہیں جیسے توحید، عدل، نبوت اور حشر و نشر کی معرفت حاصل کرنے میں نظر و استدلال کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرنا۔ واجبات اور مُستَحَبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرنا۔ ممنوعات سے بچنے کی مشقت پر صبر کرنا۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں جیسے بیماری، محتاجی، قحط اور خوف وغیرہ پر صبر کرنا اور مُصَابرہ میں گھر والوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی بد اخلاقی برداشت کرنا اور برا سلوک کرنے والوں سے بدلہ نہ لینا داخل ہے، اسی طرح نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی مُصَابرہ میں داخل ہے۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۱/۳۴۰، تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۳/۴۷۳، ملتقطاً)

﴿وَرَابِطُوۡا: اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو۔﴾ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (1) سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو۔ (2) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ رہو۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۲/۱۳۷)

اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل

اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں رکنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”راہِ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللّٰہ، ۲/۲۷۹، الحدیث: ۲۸۹۲)

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا تو اس کے اِس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰہ عزوجل، ص ۱۰۵۹، الحدیث: ۱۶۳(۱۹۱۳))

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سورۂ نساء کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (خازن، النساء، ۱/ ۳۴۰)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں 24 رکوع، 176 آیتیں، 3045 کلمے اور 16030 حروف ہیں۔ (خازن، النساء، ۱/ ۳۴۰)

''نساء'' نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں عورتوں کو ''نساء'' کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے اس لئے اسے ''سورۂ نساء'' کہتے ہیں۔

سورۂ نساء کے فضائل

(1)......سورۂ نساء کی ایک آیتِ مبارکہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''مجھے قرآنِ مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ تو آپ پر نازل فرمایا گیا ہے! ارشاد فرمایا ''ہاں (تم پڑھ کر سناؤ)۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھی حتّٰی کہ جب میں اس آیت پر پہنچا

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾ (نساء: ۴۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بس کرو، اب تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف مُتوجّہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقرىء للقارىء: حسبك، ۴۱۶/۳، الحدیث: ۵۰۵۰)

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة النور، ۱۵۸/۳، الحدیث: ۳۵۴۵)

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جس نے سورۂ نساء پڑھی تو وہ جان لے گا کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الفرائض، ما قالوا فی تعليم الفرائض، ۳۲۴/۷، الحدیث: ۵)

(4)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جس نے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حکمت والے لوگوں میں سے لکھا جائے گا۔

(شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان، فصل فی فضائل السور والآيات، ۴۶۸/۲، الحدیث: ۲۴۲۴)

سورۂ نساء کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں جیسے یتیم بچوں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھا جانے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ ناسمجھ یتیم بچوں کا مال ان کے حوالے کرنے سے منع کیا گیا اور جب وہ شادی کے قابل اور سمجھدار ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینے کا حکم دیا گیا۔ یتیموں کے مال ناحق کھا جانے پر وعید بیان کی گئی۔ اسی طرح عورتوں کا مہر انہیں دینے کا حکم دیا گیا اور مہر سے متعلق چند اور مسائل بیان کئے گئے۔ میراث کے مال میں عورتوں کے باقاعدہ حصے مقرر کئے گئے۔ ان عورتوں کا ذکر کیا گیا جن سے نسب، رَضاعت اور مُصاہَرت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے کسی سبب کی وجہ سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے احکام بیان کئے گئے اور نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ ذکر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سورۂ نساء میں یہ مَضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(2)...... میراث کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے۔

(3)...... کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے اور کن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(4)...... شوہر، بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق اور ازدواجی زندگی کے رہنما اصول بیان کئے ہیں۔

(5)...... مال اور خون میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے احکام بیان کئے گئے۔

(6)...... کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت بیان کی گئی، حسد سے بچنے کا حکم دیا گیا نیز تکبر، بخل اور ریاکاری کی مذمت بھی بیان کی گئی۔

(7)...... جہاد کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے۔

(8)...... قاتل کے بارے میں احکام، ہجرت کے بارے میں احکام اور نمازِ خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

(9)...... نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے

(10)...... اخلاقی اور ملکی معاملات کے اصول اور جنگ کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔

(11)...... منافقوں، عیسائیوں اور بطورِ خاص یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔

(12)...... اس سورت کے آخر میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں عیسائیوں کی گمراہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران کے ساتھ مناسبت

سورۂ نساء کی اپنے سے ماقبل سورت ''آلِ عمران'' کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، جیسے سورۂ آلِ عمران کے آخر میں مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور سورۂ نساء کے ابتداء میں تمام لوگوں کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں غزوۂ اُحد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اور اس سورت کی آیت نمبر 88 میں بھی غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں غزوۂ احد کے بعد ہونے والے غزوہ، حمراءُ الاسد کا ذکر ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 104 میں بھی اس غزوے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں باطل نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ (تناسق الدرر، سورۃ النساء، ص۷۶-۷۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءًۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے اور سب کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ کافروں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں اور مسلمانوں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ ہر ایک کو اس کے مطابق تقویٰ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد یہاں چند چیزیں بیان فرمائیں:

(1)...... اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا کیا۔

(2)...... حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو پیدا کیا۔

(3)...... انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد وعورت کا سلسلہ جاری ہوا۔

(4)...... چونکہ نسلِ انسانی کے پھیلنے سے باہم ظلم اور حق تلفی کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہٰذا خوفِ خدا کا حکم دیا گیا تا کہ ظلم سے بچیں اور چونکہ ظلم کی ایک صورت اور بدتر صورت رشتے داروں سے قطع تعلّقی ہے لہٰذا اس سے بچنے کا حکم دیا۔

انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ابتداء حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہوئی اور اسی لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ابوالبشر یعنی انسانوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے انسانیت کی ابتداء ہونا بڑی قوی دلیل سے ثابت ہے مثلاً دنیا کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح ماضی کی طرف چلتے چلتے اس کمی کی انتہاء ایک ذات قرار پائے گی اور وہ ذات حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں یا یوں کہئے کہ قبیلوں کی کثیر تعداد ایک شخص پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں مثلاً سیّد دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر اُن کی انتہا رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک ذات پر ہوگی، یونہی بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا اختتام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک ذات پر ہوگا۔ اب اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام کنبوں، قبیلوں کی انتہا ایک ذات پر ہوگی جس کا نام تمام آسمانی کتابوں میں آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص پیدائش کے موجود طریقے سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں باپ سے پیدا ہوا ہو کیونکہ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے اور پھر جسے باپ مانا وہ خود کہاں سے آیا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین وہ اِس طریقے سے ہٹ کر پیدا ہوا اور وہ طریقہ قرآن نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے پیدا کیا جو انسان کی رہائش یعنی دنیا کا بنیادی جز ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ایک انسان یوں وجود میں آ گیا تو دوسرا ایسا وجود چاہیے جس سے نسلِ انسانی چل سکے تو دوسرے کو بھی پیدا کیا گیا لیکن دوسرے کو پہلے کی طرح مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے کی بجائے

جوایک شخص انسانی موجود تھا اسی کے وجود سے پیدا فرمادیا کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی تھی چنانچہ دوسرا وجود پہلے وجود سے کچھ کم تر اور عام انسانی وجود سے بلند تر طریقے سے پیدا کیا گیا یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک بائیں پسلی ان کے آرام کے دوران نکالی اور اُن سے اُن کی بیوی حضرت حوّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو پیدا کیا گیا۔ چونکہ حضرت حوّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا مرد وعورت والے باہمی ملاپ سے پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے پاس حضرت حوّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دیکھا تو ہم جنس کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔ مخاطب کر کے حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت۔ فرمایا: کس لئے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تسکین کی خاطر، چنانچہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن سے مانوس ہو گئے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۳۴۰)

یہ وہ معقول اور سمجھ میں آنے والا طریقہ ہے جس سے نسلِ انسانی کی ابتداء کا پتہ چلتا ہے۔ بقیہ وہ جو کچھ لوگوں نے بندروں والا طریقہ نکالا ہے کہ انسان بندر سے بنا ہے تو یہ پرلے درجے کی نامعقول بات ہے۔ یہاں ہم سنجیدگی کے ساتھ چند سوالات سامنے رکھتے ہیں۔ آپ ان پر غور کرلیں، حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسان بندر ہی سے بنا ہے تو کئی ہزار سالوں سے کوئی جدید بندر انسان کیوں نہ بن سکا اور آج ساری دنیا پوری کوشش کر کے کسی بندر کو انسان کیوں نہ بنا سکی؟ نیز بندروں سے انسان بننے کا سلسلہ کب شروع ہوا تھا؟ کس نے یہ بنتے دیکھا تھا؟ کون اس کا راوی ہے؟ کس پرانی کتاب سے یہ بات مطالعہ میں آئی ہے؟ نیز یہ سلسلہ شروع کب ہوا اور کب سے بندروں پر پابندی لگ گئی کہ جناب! آئندہ آپ میں کوئی انسان بننے کی جرأت نہ کرے۔ نیز بندر سے انسان بنا تو دُم کا کیا بنا تھا؟ کیا انسان بنتے ہی دُم جھڑ گئی تھی یا کچھ عرصے بعد کاٹ دی گئی یا گھسٹ گھسٹ کر ختم ہو گئی اور بہر حال جو کچھ بھی ہوا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ دُم والے انسان پائے جاتے تھے۔ الغرض بندروں والی بات بندر ہی کر سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ دنیا بھر میں جس بات کا شور مچایا ہوا ہے اس کی کوئی کَل سیدھی نہیں، اس کی کوئی کڑی سلامت نہیں، اس کی کوئی تاریخ نہیں۔ بس خیالی مفروضے قائم کر کے اچھے بھلے انسان کو بندر سے جا ملایا۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔﴾

ارشاد فرمایا کہ اس اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔

رشتے داری توڑنے کی مذمت

قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۲۵ (رعد: ۲۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جس قوم میں رشتہ داری توڑنے والا ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں اترتی۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان، ۶/۲۲۳، الحدیث: ۷۹۶۲)

اور حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دیدی جائے اور اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب رہے وہ بغاوت اور قَطعِ رَحمی سے بڑھ کر نہیں۔

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۵۷-باب، ۴/۲۲۹، الحدیث: ۲۵۱۹)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ رشتے داری توڑنے سے بچے اور رشتہ داروں سے تعلقات جوڑ کر رکھنے کی بھرپور کوشش کرے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

﴿وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ: اور یتیموں کو ان کا مال دو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص کی نگرانی میں اُس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا، جب وہ یتیم بالغ ہوا اور اس نے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے دینے سے انکار کر دیا اِس پر یہ آیت نازل ہوئی جسے سن کر اُس شخص نے یتیم کا مال اُس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیة: ۲، ۲/۱۴۱)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جب کہ دیگر شرعی تقاضوں کو پورا کر لیا ہے اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ یہ تمہارا گھٹیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا عمدہ مال تمہارے لئے گھٹیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر کھانا حرام ہوا یعنی گھٹیا معاوضہ دے کر کھانا بھی حرام ہے تو بغیر معاوضہ کے کھا لینا تو بطریقِ اَولیٰ حرام ہوا۔ ہاں شریعت نے جہاں ان کا مال ملا کر استعمال کی اجازت دی وہ جدا ہے جس کا بیان سورۂ بقرہ آیت **220** میں ہے۔

یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل

یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل بیان کئے جاتے ہیں:

(1)...... یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔

(2)......کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثاء میں یتیم بچے بھی ہوں تو اس ترکے سے تیجہ، چالیسواں، نیاز، فاتحہ اور خیرات کرنا سب حرام ہے اور لوگوں کا یتیموں کے مال والی اُس نیاز، فاتحہ کے کھانے کو کھانا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آنے والا ہے لیکن افسوس کہ لوگ بے دھڑک یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔

(3)......ایسے موقع پر جائز نیاز کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ ورثاء خاص اپنے مال سے نیاز دلائیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں وہ دعوت مراد نہیں ہے جو تدفین کے بعد یا سوئم کے دن کی پکائی جاتی ہے کیونکہ وہ دعوت تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ اپنے مال سے کریں۔ مسئلہ: تیجہ، فاتحہ کا ایصالِ ثواب جائز ہے لیکن رشتے داروں اور اہلِ محلہ کی جو دعوت کی جاتی ہے یہ ناجائز ہے، وہ کھانا صرف فقراء کو کھلانے کی اجازت ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9ویں جلد سے ان دو رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) اَلْحُجَّةُ الْفَائِحَهْ لِطِيْبِ التَّعْيِيْنِ وَالْفَاتِحَهْ۔ (دن متعین کرنے اور مروجہ فاتحہ، سوئم وغیرہ کا ثبوت) (2) جَلِيُّ الصَّوْتِ لِنَهْيِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ مَوْتٍ۔ (کسی کی موت پر دعوت کرنے کی ممانعت کا واضح بیان)

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو صرف ایک (سے نکاح

کرو) یالونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ: اور اگر تمہیں ڈر ہو۔﴾ اِس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں۔

(1)......امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیرِ سرپرستی یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے حالانکہ اُن کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی تھی، پھر اُن یتیم لڑکیوں کے حقوق پورے نہ کرتے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے اور اُن کے مال کے وارث بننے کے لئے اُن کی موت کے منتظر رہتے، اِس آیت میں اُنہیں اِس حرکت سے روکا گیا۔ (صاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۲/۳۵۹)

(2)......دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے تو ناانصافی ہو جانے کے ڈر سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، اِنہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۴۸۵)

(3)......تیسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو ناانصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن بہت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، اُنہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں ناانصافی کرنے سے ڈرتے ہو اور اُتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔
(مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ص۲۰۹)

(4)......حضرت عِکْرِمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کیا کہ قریش دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو جو یتیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۳۴۰)

اِس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرو تا کہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔

نکاح سے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)......اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔

(2)......تمام امت کا اِجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسولِ

کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اور یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں سے ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا، اس کی آٹھ بیویاں تھیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اِن میں سے صرف چار رکھنا۔ (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعنده نساء... الخ، ۲/۳۹۶، الحدیث: ۲۲۴۱)

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا: پھر اگر تمہیں عدل نہ کرسکنے کا ڈر ہو۔﴾ آیت میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کرسکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چار میں عدل نہیں کرسکتا لیکن تین میں کرسکتا ہے تو تین شادیاں کرسکتا ہے اور تین میں عدل نہیں کرسکتا لیکن دو میں کرسکتا ہے تو دو کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے، اس میں نئی، پرانی، کنواری یا دوسرے کی مُطَلَّقہ، بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس میں، کھانے پینے میں، رہنے کی جگہ میں اور رات کو ساتھ رہنے میں لازم ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ-فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے اپنے مہر میں سے انہیں کچھ تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دُنیوی یا اُخروی نقصان نہیں ہے۔
(خازن، النساء، تحت الآیة: ۴، ۱/۳۴۴، جلالین مع صاوی، النساء، تحت الآیة: ۴، ۲/۳۶۰، ملتقطاً)

مہر سے متعلق چند مسائل

اس آیت سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے سرپرست، لہٰذا اگر سرپرستوں نے مہر وصول کرلیا ہو تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچادیں۔

(2)......مہر بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہیے بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہیے۔

(3)......مہر دینے کے بعد زبردستی یا انہیں تنگ کر کے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

(4)......اگر عورتیں خوشی سے پورا یا کچھ مہر تمہیں دیدیں تو وہ حلال ہے اسے لے سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں لوگ عورتوں کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے پر باقاعدہ تو مجبور نہیں کرتے لیکن کچھ اپنی چرب زبانی سے اور کچھ اپنے رویے کو بگاڑ کر اور موڈ آف کر کے اور میل برتاؤ میں انداز تبدیل کر کے مہر کی معافی یا واپسی پر عورت کو مجبور کرتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ممنوع ہیں بلکہ بعض اعتبار سے اِس میں زیادہ خباثت اور کمینگی ہے۔ ایسے لوگ مہر معاف بھی کروالیتے ہیں اور اپنے نفس کو بھی راضی رکھتے ہیں کہ ہم نے کون سا مجبور کیا ہے؟ اِنہیں اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ : اور کم عقلوں کو ان کے مال نہ دو۔﴾ اس آیت میں چند احکام بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ ہے اوران کا مال تمہارے پاس ہے اور وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مَصرَف پہچانیں بلکہ وہ اسے بے محل خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کا مال اُن پر چھوڑ دیا جائے تو وہ جلد ضائع کر دیں گے حالانکہ مال کی بہت اہمیت ہے کہ اسی کے ساتھ زندگی کی بقا ہے لہٰذا جب تک مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ انہیں حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات وغیرہ اِن کے مال سے پورے کرتے رہو۔ البتہ ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے اِن کے دل کو تسلی رہے اور وہ پریشان نہ ہوں مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے اور جب تم ہوشیار، سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

(مدارك، النساء، تحت الآية: ٥، ص ٢١٠)

اچھی بات کہنے کا معنیٰ یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہے کہ ان کو آدابِ زندگی سکھاؤ، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہوجائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى : اور یتیموں کو آزماتے رہو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں یتیموں کے حوالے سے بہت واضح احکام دیئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ جن یتیموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری کو آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھتے رہو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں۔ یوں انہیں آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہوجائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کرلیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔ یہاں تک ان کے بارے میں حکم دینے کے بعد اب سرپرستوں کو بطورِ خاص چند ہدایات دی ہیں چنانچہ فرمایا کہ یتیموں کے مال کو فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور ان کا مال جلدی جلدی نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ جب وہ بڑے ہوجائیں گے تو چونکہ تمہیں اُن کے مال واپس کرنا پڑیں گے لہٰذا جتنا زیادہ ہوسکے ان کا مال کھا جاؤ، یہ حرام ہے۔ مزید ہدایت یہ ہے کہ یتیم کا سرپرست اگر خود مالدار ہو یعنی اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہیں تو وہ اُس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو۔ اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کم سے کم کھائے۔ (جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۶، ۱۳/۲)

آیت کے آخر میں مزید پہلے والے حکم کے بارے میں فرمایا کہ جب تم یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اِس بات پر گواہ بنالو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ یہ حکم مستحب ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ مقرر حصہ (بنایا ہے۔)

﴿ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ : اور عورتوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔ ﴾ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے، اِس آیت میں اُس رسم کو باطل کیا گیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹے کو میراث دینا اور بیٹی کو نہ دینا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے دونوں میراث کے حقدار ہیں اور اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی اہمیت کا بھی پتہ چلا۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى : اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار آجائیں۔ ﴾ جن افراد کا وراثت میں حصہ ہے ان کا بیان تو تفصیل کے ساتھ بعد کی آیتوں میں مذکور ہے ان کے علاوہ دیگر رشتے داروں اور محتاج افراد کے بارے میں فرمایا کہ انہیں بھی وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو درحقیقت وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے، یونہی ان کیلئے دعا کردی جائے۔

وراثت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا

اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ دینا مستحب ہے۔ امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے حضرت عبیدہ سلمانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے میراث تقسیم کی تو اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوایا پھر یتیموں میں تقسیم کر دیا اور کہا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں یہ سب خرچہ اپنے مال سے کرتا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۱/۳۴۸)

تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ ''یہ عمل عبیدہ سلمانی اور امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں نے کیا۔
(قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۳۶، الجزء الخامس)

در منثور میں ایک روایت یہ ہے کہ ''حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جب اپنے والد کی میراث تقسیم کی تو اُسی مال سے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوایا، جب یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قرآن پر عمل کیا۔ (در منثور، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۲/۴۴۰)

اس مستحب حکم پر یوں بھی عمل ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہیے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کر کے مال کا مستحق بنا دے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہیے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے اسے کچھ دے دیں۔ اس حکم پر عمل کرنے میں مسلمانوں میں بہت سستی پائی جاتی ہے بلکہ اس حکم کا علم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ ۪ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ اللہ

سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے۔ تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

﴿وَلْيَخْشَ: اور چاہیے کہ ڈریں۔﴾ یتیموں کے سرپرستوں کو فرمایا جارہا ہے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اُن کی یہ سمجھ کر پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں، تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے یتیموں کی کریں۔ یہ آیتِ کریمہ اخلاق کی بہترین تعلیم ہے۔ ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو اپنے ساتھ پسند ہے اور جو اپنے لئے پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں ہونا چاہیے۔ حدیثِ مبارک میں بھی فرمایا گیا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیه... الخ، ۱/۱۶، الحدیث: ۱۳)

لہٰذا یتیموں کے سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔

(خازن، النساء، تحت الآیة: ۹، ۱/۳۴۹، مدارک، النساء، تحت الآیة: ۹، ص ۲۱۲، ملتقطاً)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾

ع ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا: بیشک وہ لوگ جوظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یتیموں کا مال ناحق کھانے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اور یہ سب یتیموں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ وہ انتہائی کمزور اور عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مزید لطف وکرم کے حقدار تھے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ کے عذاب کا سبب ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۵۰۶)

یتیموں کا مال ناحق کھانے کی وعیدیں

احادیثِ مبارکہ میں بھی یتیموں کا مال ناحق کھانے پر کثیر وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھا ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا'' بیشک وہ لوگ جوظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۹/۲، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۷۹)

(2)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: ''یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔ (تھذیب الآثار، مسند عبد اللہ بن عباس، السفر الاول، ذکر من روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ رأی، ۲/۴۲۷، الحدیث: ۷۲۵)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''چار

شخص ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور اس کی نعمتیں نہ چکھانا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔(1) شراب کا عادی۔(2) سود کھانے والا۔(3) ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔(4) والدین کا نافرمان۔

(مستدرک، کتاب البیوع، انّ اربی الربا عرض الرجل المسلم، ۲/۳۳۸، الحدیث: ۲۳۰۷)

یتیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟

یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔قرآنِ پاک میں نہایت شدت کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔افسوس کہ لوگ اس میں بھی پرواہ نہیں کرتے۔عموماً یتیم بچے اپنے تایا، چچا وغیرہ کے ظلم وستم کا شکار ہوتے ہیں،انہیں اِس حوالے سے غور کرنا چاہیے۔یہاں ایک اور اہم مسئلے کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ یتیم کا مال کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باقاعدہ کسی بری نیت سے کھائے تو ہی حرام ہے بلکہ کئی صورتیں ایسی ہیں کہ آدمی کو حرام کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ یتیموں کا مال کھانے کے حرام فعل میں مُلَوَّث ہوجاتا ہے جیسے جب میت کے ورثاء میں کوئی یتیم ہے تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ تیجہ وغیرہ کا کھانا حرام ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے،لہٰذا یہ کھانے صرف فقراء کیلئے بنائے جائیں اور صرف بالغ موجود ورثاء کے مال سے تیار کئے جائیں ورنہ جو بھی جانتے ہوئے یتیم کا مال کھائے گا وہ دوزخ کی آگ کھائے گا اور قیامت میں اس کے منہ سے دھواں نکلے گا۔

یتیم کی اچھی پرورش کے فضائل

جس کے زیرِ سایہ کوئی یتیم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس یتیم کی اچھی پرورش کرے،اَحادیث میں یتیم کی اچھی پرورش کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں،ان میں سے **4** فضائل درجِ ذیل ہیں۔

(1)......حضرت سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔پھر اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کشادہ کیا۔

(بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۳/۴۹۷، الحدیث: ۵۳۰۴)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے،امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:''جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کے کھانے پینے کی ذمہ داری لی،اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جس کی معافی نہ ہو۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الیتیم، و کفالته، ۳/۳۶۸، الحدیث: ۱۹۲۴)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱۹۳/۴، الحدیث: ۳۶۷۹)

(4)...... حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے یتیم کے سر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے ہاتھ رکھا تو اس کے لئے ہر بال کے بدلے جن پر اس کا ہاتھ گزرا نیکیاں ہیں۔
(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی، ۳۰۰/۸، الحدیث: ۲۲۳۴۷)

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت (کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثاء کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔

﴿یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔﴾ وراثت کے احکام میں کافی تفصیل ہے، انہیں جب تک باقاعدہ کسی کے پاس بیٹھ کر مشق کے ذریعے حل نہ کیا جائے تب تک سمجھنا مشکل ہے اس لئے انہیں سمجھنے کیلئے باقاعدہ کسی علمِ میراث کے عالم کے پاس بیٹھ کر سمجھیں۔ یہاں آیات مبارکہ کی تفسیر کے پیشِ نظر آیات میں مذکور ورثاء کی مکمل صورتیں تحریر کردی ہیں۔ انہیں دیکھ لیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہاں بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول

وقواعد کوملا کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے لہٰذا مزید تفصیلات کیلئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ نیز یہاں تفسیر میں تمام ورثاء کے حالات بیان نہیں کئے گئے بلکہ صرف ان کے بیان کئے ہیں جن کی صورت یہاں آیات میں مذکور ہے۔

ورثا میں وراثت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں

(1)...... باپ کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا بھی ہو تو باپ کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا نہ ہو بلکہ صرف بیٹی ہو تو باپ کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا اور بقیہ ورثاء کو دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ باپ کو بطورِ عَصبہ کے ملے گا۔ (۳) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ کوئی بیٹی ہو تو باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔

(2)...... ماں شریک بھائی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اَخیافی بھائی اگر ایک ہو تو اخیافی بھائی کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اخیافی بھائی اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں خواہ بھائی ہو یا بہنیں یا دونوں مل کر تو انہیں 1/3 ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اخیافی بہن کے بھی یہی تین احوال ہیں۔

(3)......شوہر کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والی کی اولاد ہے تو شوہر کو 1/4 ایک بٹا چار ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والی کی اولاد نہیں تو شوہر کو 1/2 ایک بٹا دو ملے گا۔

(4)...... بیوی کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والے کی اولاد ہے تو بیوی کو 1/8 ایک بٹا آٹھ ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والے کی اولاد نہیں ہے تو بیوی کو 1/4 ایک بٹا چار ملے گا۔

(5)...... بیٹی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر بیٹی ایک ہو تو 1/2 ایک بٹا دو یعنی آدھا مال ملے گا۔ (۲) اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو 2/3 دو بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو بیٹیاں عصبہ بن جائیں گی اور لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دیا جائے گا۔

(6)...... ماں کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی یا کسی بھی قسم کے دو بہن بھائی ہوں تو ماں کو کل مال کا 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کوئی نہ ہو اور بہن بھائیوں میں سے دو افراد نہ ہوں خواہ ایک ہو تو ماں کو کل مال کا 1/3 ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر میت نے (بیوی اور ماں باپ) یا (شوہر اور ماں باپ)

چھوڑے ہوں تو بیوی یا شوہر کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی بچے اس کا 1/3 ایک بٹا تین ماں کو دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ دو اہم اصول

(1)...... بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے اور جہاں بھائی عصبہ بنتے ہوں وہاں انہیں بہنوں سے دگنا ملتا ہے اور کئی جگہ بہنیں بھی عصبہ بن جاتی ہیں اور اصحابِ فرائض کو دینے کے بعد بقیہ سارا مال لے لیتی ہیں۔

(2)...... ایک اور اہم قاعدہ ہے کہ قریبی کے ہوتے ہوئے دور والا محروم ہو جاتا ہے جیسے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، باپ کے ہوتے ہوئے دادا، بھائی کے ہوتے ہوئے بھائی کی اولاد وغیرہ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾

ع ۲ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کُن عذاب ہے۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ: یہ اللہ کی حدیں ہیں۔﴾ وراثت کے مسائل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود قرار دیا اور ان کے توڑنے کو اللہ کی حدیں توڑنا قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میراث کی تقسیم میں ظلم کرنا عذابِ الٰہی کا باعث ہے۔ اس سے ان مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو لڑکیوں یا دوسرے وارثوں کو وراثت سے محروم کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے" جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کردے گا۔

(ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، ۳/۳۰۴، الحديث: ۲۷۰۳)

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ: اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا۔﴾ اس آیت میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت پر جنت کا وعدہ ہے اور اگلی آیت میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی پر جہنم کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت فرض ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی حرام ہے۔ نیز کسی بھی حدِ شرعی کو توڑنا حرام ہے لیکن تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہی ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دیتا ہے اور اگلی آیتوں میں یہی مراد ہے کیونکہ وہاں نافرمان کیلئے ہمیشہ جہنم میں داخلے کی وعید ہے اور جہنم میں ہمیشہ کافر ہی رہے گا مسلمان نہیں۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرلیں ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر

وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کردو یہاں تک کہ موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے۔

﴿فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ: ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو۔﴾ مسلمانوں میں سے جو عورتیں زنا کا اِرتِکاب کریں ان کے بارے حکم دیا گیا کہ ان پر زنا کے ثبوت کیلئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے جو عورتوں کے زنا پر گواہی دیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں حکام سے خطاب ہے یعنی وہ چار مردوں سے گواہی سنیں۔
(خازن، النساء، تحت الآية: ۱۵، ۱/۳۵۷)

زنا کے ثبوت کے لئے گواہی کی شرائط

زنا کا ثبوت گواہی سے ہو تو ضروری ہے کہ زنا کے گواہ چار عاقل، بالغ، مسلمان مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو، چاروں نیک اور متقی ہوں، اور انہوں نے ایک وقتِ مُعَیَّن میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی نیز یہ چاروں گواہ حلفِ شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۳/۶۲۳، ملخصاً)

﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ: ان عورتوں کو گھر میں بند کردو۔﴾ زانیہ عورتوں کو موت آنے تک گھروں میں قید رکھنے کا حکم زنا سے متعلق کوڑوں اور رَجم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے تھا جب زنا کی حد کے بارے میں احکام نازل ہوئے تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ (تفسيرات احمديه، النساء، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۴۰)

زنا اور قَذف کی سزا کا بیان سورۂ نور آیت نمبر 2 اور 4 میں بیان ہوا ہے۔

زنا کی مذمت

اس آیت میں زنا کرنے والوں کی سزا سے متعلق بعض احکام بیان ہوئے، اس مناسبت سے ہم یہاں زنا کی مذمت پر 4 اَحادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر زنا کی قَباحت و برائی مزید واضح ہو اور وہ اس برے فعل سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

’’جو عورت کسی قوم میں اس کو داخل کردے جو اس قوم سے نہ ہو (یعنی زنا کرایا اور اُس سے اولاد ہوئی) تو اُسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا حصہ نہیں ملے گا اور اللّٰہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

(ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء، ۲/۴۰۶، الحدیث: ۲۲۶۳)

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو اُنہوں نے اپنے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کو حلال کرلیا۔

(مستدرك، کتاب البیوع، اذا ظھر الزنا والربا فی قریة... الخ، ۲/۳۳۹، الحدیث: ۲۳۰۸)

(3)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا، وہ رُعب میں گرفتار ہوگی۔

(مشکوة المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث، ۱/۶۵۶، الحدیث: ۳۵۸۲)

(4)......حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنم والوں کو ایذا دے گی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحدود والدیات، باب ذم الزنا، ۶/۳۸۹، الحدیث: ۱۰۵۴۱)

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَاۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بیشک اللّٰہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللّٰہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

﴾فَاٰذُوْهُمَا: ان دونوں کو تکلیف پہنچاؤ۔﴿ بے حیائی کا اِرتکاب کرنے والوں کے متعلق سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا

کہ انہیں ایذاء دو جیسے جھڑک کر، برا بھلا کہہ کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو۔ زنا کی سزا پہلے ایذا دینا مقرر کی گئی، پھر قید کرنا، پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ١٦، ص٢١٧)

یہ آیت بھی حدِ زنا کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی آیت میں فاحشہ سے مراد خود عورت کا عورت سے بے حیائی کا کام کرنا ہے اور ''وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا'' سے مرد کا مرد سے لواطت کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مُحکم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لواطت اور مُساحقت (عورتوں کی عورتوں سے بے حیائی) میں حد مقرر نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ یعنی قاضی کی صوابدید پر ہے وہ جو چاہے سزا دے۔ یہ ہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔
(تفسير كبير، النساء، تحت الآية: ١٦، ٥٢٨/٣، تفسيرات احمديه، النساء، تحت الآية: ١٦، ص٢٤٢، ملتقطاً)

یہی وجہ ہے کہ لواطت کے مُرتکِب کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے مختلف سزائیں دیں اگر لواطت میں حد ہوتی تو ایک ہی سزا دی جاتی اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ ''حد'' مخصوص ہوتی ہے جیسے سو کوڑے، اسی کوڑے وغیرہ۔ جبکہ تعزیر وہاں ہوتی ہے جہاں شرعی حد مقرر نہ ہو بلکہ قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، چاہے تو دس کوڑے مارنے کا فیصلہ کردے اور چاہے تو بیس کا اور چاہے تو کوئی اور سزا دیدے۔

﴿فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا: پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔﴾ فرمایا گیا کہ بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے اگر پچھلے گناہوں پر نادم ہو جائیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیر کا مستحق مجرم اگر تعزیر سے پہلے صحیح معنی میں توبہ کرلے تو اس پر خواہ مخواہ تعزیر لگانا ضروری نہیں۔

توبہ کے معنی

توبہ کے معنی ہوتے ہیں رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے گناہ یا ارادۂ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ: پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں۔﴾ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرما دیتا ہے اور موت کے وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو گناہ کر کے تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں تو یہاں تھوڑی دیر سے مراد ایک آدھ گھنٹا یا دو چار سال نہیں بلکہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کرلی وہ قریب ہی شمار ہوگی۔ ہاں جب موت کا عالَم طاری ہوجائے اور غیب کا معاملہ ظاہر ہوجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا: اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔﴾ اسلام میں توبہ کا قانون بنانا عین حکمت و علم پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دلیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کر دیتی ہے اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔ جس شخص کو پھانسی کی سزا سنادی گئی ہو اسے سب سے جدا قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ کسی اور کو قتل نہ کر دے کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہے اور جسے ایک مقررہ مدت تک سزا کے بعد رہائی کا حکم ہو اسے دیگر مجرموں کے ساتھ قید میں رکھا جاتا ہے، اس سے یہ خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ اسے رہائی کی امید ہے۔ (1)

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْــٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾

(1)......توبہ کی ترغیب اور فضائل واحکام وغیرہ جاننے کے لئے کتاب ''توبہ کی روایات وحکایات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر مریں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ : اور توبہ قبول نہیں۔ ﴾ اوپر والی آیت میں توبہ کی قبولیت کا جو وعدہ گزرا اس کی وضاحت کر دی گئی، اب ان افراد کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آیت میں '' سَیِّـَٔات '' سے مراد گناہ ہوں تو معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں مُلَوَّث رہے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے، عذاباتِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیا اور روح حَلق تک آپہنچی، اب توبہ کریں تو مقبول نہیں لیکن یہ وقت آنے سے ایک لمحہ پہلے بھی اگر توبہ کر لی تو قبول ہے اور اگر ان مسلمانوں کی توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ افراد ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، چاہے تو سزا دے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ جو کافر مرے قیامت کے دن ان کی توبہ قبول نہیں یعنی کسی صورت نجات نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں '' سَیِّـَٔات '' سے مراد کفر ہے، اس صورت معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو موت کے آثار دیکھ کر یعنی غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے کفر سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کا اقرار کریں تو ان کی یہ توبہ اور اقرار ایمان قابل قبول نہیں، ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی یونہی وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائیں گے۔

(تفسير قرطبي، النساء، تحت الآية: ١٨، ٦٦/٣، الجزء الخامس، تفسير كبير، النساء، تحت الآية: ١٨، ٨/٤، ملتقطاً)

کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا شرعی حکم

جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکنٹھ باشی (یعنی جنتی) کہے وہ خود کافر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱۸۵/۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴿۱۱۳﴾ (توبہ: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًاؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

﴿لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا: تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔﴾ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ لوگ مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کے ساتھ شادی کردیتے اور ان کا مہر خود لے لیتے یا انہیں آگے

شادی نہ کرنے دیتے بلکہ اپنے پاس ہی رکھتے تاکہ انہیں جو مال وراثت میں ملا ہے وہ اِن لوگوں کو دیدیں اور تب یہ ان کی جان چھوڑیں یا عورتوں کو اس لئے روک رکھتے کہ یہ مرجائیں گی تو یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض وہ عورتیں ان کے ہاتھ میں بالکل مجبور ہوتیں اور اپنے اختیار سے کچھ بھی نہ کرسکتی تھیں اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔(بخاری، کتاب التفسیر، باب لا یحلّ لکم ان ترثوا النساء کرهاً، ٢٠٣/٣، الحدیث: ٤٥٧٩، تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیة: ١٩، ٦٧/٣، الجزء الخامس، ملتقطاً)

﴿لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ: تاکہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا یہ آیت اُس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اُس کے ساتھ بدسلوکی اس لئے کرتا ہو کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس کردے یا مہر معاف کردے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کرلیتے پھر طلاق دیتے اس طرح عورت کو مُعَلَّق (لٹکا ہوا) رکھتے تھے، وہ نہ ان کے پاس آرام پاسکتی نہ دوسری جگہ شادی کرکے گھر بسا سکتی، اس کو منع فرمایا گیا۔ (خازن، النساء، تحت الآیة: ١٩، ٣٦٠/١)

بیویوں پر ظلم وستم کرنے والے غور کریں

یہاں جو حالات زمانۂ جاہلیت کے بیان کئے جارہے ہیں ان پر غور کریں کہ کیا انہی حالات پر اِس وقت ہمارا معاشرہ نہیں چل رہا۔ بیویوں کو تنگ کرنا، جبری طور پر مہر معاف کروانا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، ذہنی اَذیتیں دینا، کبھی عورت کو اس کے ماں باپ کے گھر بٹھا دینا اور کبھی اپنے گھر میں رکھ کر بات چیت بند کردینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا، لتاڑنا، جھاڑنا وغیرہ۔ عورت بیچاری شوہر کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہوتی ہے اور شوہر صاحب فرعون بنے آگے آگے جارہے ہوتے ہیں، عورت کے گھر والوں سے صراحتاً یا بیوی کے ذریعے نت نئے مطالبے کئے جاتے ہیں، کبھی کچھ دلانے اور کبھی کچھ دلانے کا۔ الغرض ظلم وستم کی وہ کون سی صورت ہے جو ہمارے گھروں میں نہیں پائی جارہی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے کہ قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آجائیں اور وہ اپنی اس بری رَوِش سے باز آجائیں۔ نیز ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ بھی کچھ غور کریں جو اسلام سے شرمندہ شرمندہ سے رہتے ہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

﴿فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا: تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو۔﴾ گھروں کو امن کا گہوارا بنانے کیلئے ایک بہت عمدہ نفسیاتی طریقہ بیان کیا جارہا ہے۔ بیوی کے حوالے سے فرمایا کہ اگر بد خُلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے عورت تمہیں پسند نہ ہو تو صبر کرو اور بیوی کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک اور فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔

مثبت ذہنی سوچ کے فوائد

یہ طریقہ صرف میاں بیوی کے تعلقات میں نہیں بلکہ زندگی کے ہزاروں معاملات میں کام آتا ہے۔اس طریقے کو ''مثبت ذہنی سوچ'' کہتے ہیں یعنی اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی کوئی صورت پائی جارہی ہے تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کرلو۔ ہوسکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو مثلاً کسی کی بھی بیوی بدصورت ہے لیکن اسی سے آدمی کو نیک اولاد حاصل ہے، یہاں اگر بدصورتی کو گوارا کرلے تو اس کی زندگی امن سے گزرے گی لیکن اگر طلاق دیدے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بیوی تو چھوٹ ہی جائے گی لیکن اس کے ساتھ بچے بھی چھوٹ جائیں گے اور ساری زندگی ایسی تلخیوں، ذہنی اذیتوں، اولاد کے حصول کی جنگ اور حقوق کی لڑائی میں گزرے گی کہ چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔ یونہی کسی آدمی کو ادارے میں رکھا ہوا ہے جو کسی وجہ سے ناپسند ہے لیکن اسی کی وجہ سے نظام بہت عمدہ چل رہا ہے، اب اُس آدمی کو رکھنا اگرچہ پسند نہیں لیکن صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے اُسے نکال دینا پورے نظام کو تباہ کردے گا تو ایسی جگہ فوائد پر نظر رکھتے ہوئے اُسے برداشت کرلینا ہی بہتر ہے۔ یہ دو مثالیں عرض کی ہیں، اِن کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کے بہت سے معاملات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ صرف ''مثبت ذہنی سوچ'' پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ہماری زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔ اِسی ''مثبت ذہنی سوچ'' کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی پریشانیوں کی بجائے نعمتوں کو سامنے رکھے یعنی آدمی اگر ایک تکلیف میں ہے تو اُسی وقت میں وہ لاکھوں نعمتوں اور سینکڑوں کامیابیوں میں بھی ہوتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ پریشانی اور ناکامی کی یاد تو اپنا وظیفہ بنالے اور خوشی اور کامیابی کو بھولے سے بھی نہ سوچے۔ اِس نسخے پر عمل کرکے دیکھیں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں بھر جائیں گی۔

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ-اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لوگے۔

﴿وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا: اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔﴾ چونکہ عورتوں کے حقوق کا بیان چل رہا ہے۔ یہاں مزید ان کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ بیوی کو چھوڑنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو مال تم اسے دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اہلِ عرب میں یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت انہیں پسند آجاتی تو اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگاتے تا کہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس کر دے اور طلاق حاصل کرلے۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/۱۶۳)

اسی کو فرمایا کہ کیا تم بہتان اور گناہ کے ذریعے ان سے مال لینا چاہتے ہو، یہ حرام ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 کی تفسیر میں وضاحت سے ہم خُلع اور دیگر صورتوں میں مال لینے اور نہ لینے کی صورتیں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی یہاں کرلینا چاہیے۔

زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے

اس آیت میں ڈھیروں مال دینے کا تذکرہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا مہر کہ جس کی ادائیگی آسان ہو۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ بر سرِ منبر فرمایا: عورت کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ ایک عورت نے یہی آیت پڑھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا اے عمر! تم سے ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے، (اے لوگو!) تم جو چاہو مہر مقرر کرو۔

(مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ص ۲۱۹)

سُبْحَانَ اللّٰہ! حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ انصاف اور طہارتِ نفس کس قدر اعلیٰ تھی، اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیونکر اسے واپس لوگے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہولیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں۔

﴿ وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو۔﴾ مہر کی واپسی کا بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ وہ عہد اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

"فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ" (سورہ بقرہ: ۲۲۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: کہ اچھے طریقے سے انہیں رکھو گے اور اگر چھوڑو گے تو اچھے طریقے سے چھوڑو گے۔

خَلْوَتِ صحیحہ کی تعریف اور اس کا حکم

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوتِ صحیحہ ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے۔) بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

﴿ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ : اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔﴾ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سگی ماں کو چھوڑ کر باپ کی دوسری بیوی سے شادی کر لیتا تھا، اس آیت میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔ (تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۷۳، الجزء الخامس)

یہاں اگر نکاح سے مراد عَقدِ نکاح ہے تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی ہو اور اگر نکاح سے مراد صحبت ہے تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ صحبت کرے خواہ نکاح کر کے یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔

﴿ مَا قَدْ سَلَفَ : جو ہو گزرا۔﴾ یعنی جاہلیت کے زمانہ میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں مر بھی چکیں تم پر اس کا گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ اگر مجوسی اسلام لائے اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن اس نے زمانہ کفر میں جو نکاح کئے ہوں، ان سے جو اولاد ہو چکی ہو وہ اولاد حلالی ہو گی، کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ

الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘-فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘-وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ-وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کرچکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہوگزرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (جو اُن بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کرچکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں۔﴾ نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں

(1) ماں، اسی طرح وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے سے نسب بنتا ہو یعنی دادیاں ونانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔ سوتیلی ماؤں کی حرمت کا ذکر پہلے ہو چکا۔ **(2)** بیٹی، پوتیاں اور نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔ **(3)** بہن **(4)** پھوپھی **(5)** خالہ **(6)** بھتیجی **(7)** بھانجی، اس میں بھانجیاں، بھتیجیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اولاد اور اپنے اصول حرام ہیں۔ اس کی تصریح خود اسی آیت میں آگے آ رہی ہے۔

﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ : تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔﴾ رضاعی رشتے دودھ کے رشتوں کو کہتے ہیں۔ رضاعی ماؤں اور رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نکاح حرام ہے بلکہ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ، ماموں وغیرہ سب سے نکاح حرام ہے۔ حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة علی الانساب... الخ، ۱۹۱/۲، الحدیث: ۲٦٤٥)

﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ : اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔﴾ چار طرح کی عورتیں مُصاہَرت کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں **(1)** وہ بیوی جس سے صحبت کی گئی ہو اس کی لڑکیاں۔ **(2)** بیوی کی ماں، دادیاں، نانیاں۔ **(3)** باپ دادا وغیرہ اصول کی بیویاں۔ **(4)** بیٹے پوتے وغیرہ فُروع کی بیٹیاں۔

﴿وَرَبَآىٕبُكُمُ: اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں۔﴾ جن بیویوں سے صحبت کر لی ہو ان کی دوسرے شوہر سے جو بیٹی ہو اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو کیونکہ پرورش کی قید اتفاقی ہے مگر یہ سوتیلی لڑکی صرف شوہر کیلئے حرام ہے، شوہر کی اولاد کے لئے حلال اور شوہر کیلئے بھی جب حرام ہے جبکہ بیوی سے صحبت کر لی ہو اور اگر بغیر صحبت طلاق دی یا وہ فوت ہو گئی تو اس کی بیٹی حلال ہے۔

﴿وَحَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ: تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے اور پوتے پرپوتے بھی بیٹوں میں داخل ہیں۔

﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ: اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا۔﴾ یعنی ایک بہن نکاح میں موجود ہے اور دوسری سے نکاح کر لینا، یہ حرام ہے اور حدیث شریف میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

(بخاری، کتاب النكاح، باب لا تنكح المرأة علی عمّتها، ۴۳۵/۳، الحدیث: ۵۱۰۹)

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے فتاوی رضویہ جلد نمبر 11 سے اور بہارِ شریعت حصہ 7 سے ”محرمات کا بیان“ پڑھئے۔

پانچواں پارہ

(وَالْمُحْصَنٰتُ)

پارہ نمبر...... 5

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةًؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللّٰہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضا مندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللّٰہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے کے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ: اور شوہر والی عورتیں۔﴾ ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، یہاں بتایا جا رہا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر ہو وہ دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا اس کی عدت میں ہو البتہ کافروں کی وہ عورتیں جن کے مسلمان مالک بن جائیں وہ ان کے لئے حلال ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ میدانِ جنگ سے کفار کی عورتیں گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دارُ الحَرب میں ہوں تو بادشاہِ اسلام یا لشکر کا مجاز امیر ان

عورتوں کو مجاہدین میں تقسیم کردے اور جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہو گیا، وہ عورت اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری کرسکتا ہے۔

جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات

فی زمانہ جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، ان پر جو ظلم وستم ڈھائے جاتے ہیں ان کا تَصَوُّر تک لرزا دینے والا ہوتا ہے۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے مسئلے میں ایسا بہترین حل پیش کیا کہ جس کی مثال کہیں نہیں ملتی، وہ یہ کہ جنگ میں قید ہونے والے مردوں کو غلام بنالیا جائے اور عورتوں کو لونڈیاں، پھر انہیں بھوکا پیاسا رکھنے، طرح طرح کی اذیتیں دینے یا دن رات ان سے جبری مزدوری لینے کی بجائے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کی، بلکہ فِدیہ لئے بغیر یا فدیہ لے کر ہی سہی انہیں چھوڑ دینے کی ترغیب بھی دی، آزاد کرنے پر ثواب کی بے شمار بشارتیں سنائیں، جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانا لازمی قرار نہیں دیا بلکہ مُکافاتِ عمل کے طور پر صرف اجازت دی کیونکہ اس دور میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کا رواج تھا جس کو اوپر بیان کردہ طریقوں کے مطابق تدریجاً ختم کیا گیا۔

﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ: ان کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال ہیں۔﴾ یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مزید کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ نہیں مگر ان سے نکاح حرام ہے جیسے چار عورتوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح، مُشرِکہ عورت سے نکاح، تین طلاقیں دینے کے بعد حلالہ سے پہلے اسی عورت سے دوبارہ نکاح، اسی طرح پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا یونہی طلاق یا وفات کی عدت میں نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں، نکاح میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہونے کے بعد ان سے نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ: تم اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو۔﴾ عورت سے نکاح مہر کے بدلے کیا جائے اور اس نکاح سے مقصود محض لذت نفس اور شہوت پورا کرنا نہ ہو بلکہ اولاد کا حصول، نسل کی بقا اور اپنے نفس کو حرام سے بچانا مقصود ہو۔ یہاں زانی کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے نطفہ اور مال کو ضائع کر کے دین و دنیا کے خسارے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

مہر کے چند ضروری مسائل

اس آیت میں مہر کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں مہر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

(1)......مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے، اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔

(2)......مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھا دے گا تو اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔

(3)......نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہو گئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا اور نکاح کے بعد میاں بیوی میں کوئی مہر طے نہیں پایا تھا تو مہرِ مثل واجب ہے ورنہ جو طے پایا تھا وہ واجب ہے۔ مہر سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ: تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو۔﴾ یعنی جن عورتوں سے تم شرعی نکاح کرکے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔

عورت سے نفع اٹھانے کی جائز صورتیں

یاد رہے کہ اسلام میں عورت سے نفع اٹھانے کی صرف دو صورتیں جائز ہیں جو قرآنِ پاک میں بیان کی گئی ہیں:

(1) شرعی نکاح کے ذریعے۔ (2) عورت جس صورت میں لونڈی بن جائے۔ لہٰذا اس کے علاوہ ہر صورت حرام ہے۔ شروعِ اسلام میں کچھ وقت کیلئے نکاح سے کچھ ملتا جلتا معاہدہ کرکے فائدہ اٹھانے کی اجازت تھی لیکن بعد میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام فرما دیا۔ جیسا کہ حضرت سَبُرَہ جُہَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے (متعہ کی صورت میں) نفع اٹھانے کی اجازت دی تھی اور اب اللّٰہ تعالٰی نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے تو جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے اور جو انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ نہ لو۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ... الخ، ص۷۲۹، الحدیث: ۲۱(۱۴۰۶))

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے متعہ سے منع فرمادیا۔ (ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح المتعۃ، ۲/۳۶۵، الحدیث: ۱۱۲۴)

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۵﴾

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی مِلک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرسکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلے جو تمہاری مِلک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح

کرنے والی ہوں، نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہو جائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اِرتِکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت آدھی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا : اور تم میں سے جو کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔﴾ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کی مومنہ کنیز سے اس کے مالک کی اجازت کے ساتھ نکاح کرلے۔ اپنی کنیز سے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مالک کے لئے نکاح کے بغیر ہی حلال ہے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱/۳۶۷)

باندی سے نکاح کرنے کے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)...... جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح کرنا جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱/۳۶۸)

(2)...... احناف کے نزدیک کِتابیہ لونڈی سے نکاح بھی کرسکتا ہے جبکہ مومنہ کنیز کے ساتھ مستحب ہے۔
(مدارك، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۲۲۲)

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ : اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔﴾ اہلِ عرب اپنے نسب پر فخر کرتے اور لونڈیوں سے نکاح کو باعثِ عار سمجھتے تھے، ان کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ نسب میں تم سب برابر ہو کہ سبھی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اولاد ہو لہٰذا لونڈیوں سے نکاح کرنا باعثِ شرم نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مُشتَرَک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے اور ایمان والا ہونا بڑی فضیلت کا حامل ہے بلکہ فضیلت کا دارومدار تو ایمان اور تقویٰ پر ہے اس لئے جب لونڈیوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۴/۴۹، جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۲/۳۹، ملتقطاً)

﴿فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ : تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اِرتِکاب کریں۔﴾ نکاح کے بعد اگر لونڈی زنا کرے تو آزاد عورت کے مقابلے میں اس کی سزا آدھی ہے یعنی آزاد کنواری عورت زنا میں مُلَوَّث ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور لونڈی کی سزا اس سے آدھی یعنی پچاس کوڑے ہے۔ لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہی ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح رَجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم میں تَنصِیف یعنی اس سزا کو آدھا کرنا ممکن نہیں۔
(قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۱۰۲، الجزء الخامس)

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ : یہ اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے زنا کا اندیشہ ہے۔﴾ یعنی آزاد عورت کی بجائے باندی سے نکاح کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے غلبۂ شہوت کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور اگر وہ اس خوف کے باوجود صبر کرے اور پرہیزگار رہے تو یہ بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہو لونڈی سے نکاح نہ کرے کیونکہ کنیز سے نکاح کرنے کی صورت میں جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کی غلام بنے گی اور لونڈی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شوہر کی خدمت کے لئے بھی نہ آسکے گی۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیة: ۲۵، ۲/۱۷٤)

پھر اگر صبر نہیں کرسکتا تو لونڈی سے نکاح کرلے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ بین الاقوامی طور پر مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

نکاح کا شرعی حکم

مرد کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور وہ نامرد بھی نہ ہو، نیز مہر اور نان نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ لیکن اگر اسے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور وہ زوجیت کے حقوق پورے کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے نکاح کرنا واجب ہے اور اگر اسے زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر اسے زوجیت کے حقوق پورے نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو اس کا نکاح کرنا مکروہ اور حقوق پورے نہ کرسکنے کا یقین ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ہفتم، ۲/۴-۵، ملخصا)

عورت کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ جس عورت کو اپنے نفس سے اس بات کا خوف ہو کہ غالباً وہ شوہر کی اطاعت نہ کر سکے گی اور شوہر کے واجب حقوق اس سے ادا نہ ہوسکیں گے تو اسے نکاح کرنا ممنوع و ناجائز ہے، اگر کرے گی تو گناہگار ہوگی۔ اگر اسے ان چیزوں کا خوف یقینی ہو تو اسے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔ جس عورت کو اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو اسے اگر نکاح کی شدید حاجت ہے کہ نکاح کے بغیر مَعَاذَ اللّٰہ گناہ میں مبتلاء ہو جانے کا ظنِ غالب ہے تو ایسی عورت کو نکاح کرنا واجب ہے اور اگر نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا یقین کلی ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی ہو، نہ اس شدت کا شوق ہو کہ نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا ظنِ غالب ہو تو ایسی حالت میں اس کے لئے نکاح کرنا سنت ہے جبکہ وہ اپنے آپ پر اس بات کا کافی اطمینان رکھتی ہو کہ اس سے شوہر کی اطاعت ترک نہ ہوگی اور وہ شوہر کے حقوق اصلاً ضائع نہ کرے گی۔ (فتاوی رضویہ، ۱۲/۲۹۱-۲۹۳، ملخصا)

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کردے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ: اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ماقبل آیات میں تمہارے لئے جو عورتیں حرام یا حلال ہیں بیان ہوئیں یہی عورتیں پچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللّٰہ تعالیٰ وہ بیان کردے جیسا کہ پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔(جمل، النساء، تحت الآیة: ۲۶، ۲/۴۱، خازن، النساء، تحت الآیة: ۲۶، ۱/۳۶۹، ملتقطاً)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں تردید کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائقِ عمل ہیں اور جو ممانعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْكُمْ- وَ یُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہوجاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔

﴿وَ یُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ: اور جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہود ونصاریٰ اور مجوسی بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح حلال سمجھتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا تو وہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جس طرح آپ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی سے نکاح جائز سمجھتے ہو جبکہ خالہ اور پھوپھی تم پر حرام ہے اسی طرح تم بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے بھی نکاح کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح زنا میں پڑ جاؤ۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۲۷، ص۲۲۳، تفسير كبير، النساء، تحت الآية: ۲۷، ٤/٥٤-٥٥، جلالين، النساء، تحت الآية: ۲۷، ص۷۵، ملتقطاً)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے اسی لئے انہیں نرم احکام عطا فرماتا ہے اور کئی جگہ رخصتیں عطا فرماتا ہے، لوگوں کی طاقت کے مطابق ہی انہیں حکم دیتا ہے اور ان کے فطری تقاضوں کی رعایت فرماتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اسی فطری کمزوری کا یہ نتیجہ ہے کہ مرد عورت کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتا ہے، اس کے لئے عورت اور شہوت سے صبر دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے مردوں کے لئے عورتوں سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں فسادِ عظیم اور بڑے نقصان کا خدشہ تھا۔ اسی لئے مُتّقی، پرہیزگار اور گناہوں کا تقاضا اور موقع موجود ہونے کے باوجود گناہوں سے بچ رہنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اپنی کمزوری کا مقابلہ کیا اور اپنی خواہشات کو پسِ پشت ڈالا۔ ترغیب کیلئے ایک ایسے ہی متقی بزرگ کا واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

مشک کی خوشبو میں بسے ہوئے بزرگ

بصرہ میں ایک بزرگ مِسکی یعنی ’’مشک کی خوشبو میں بسا ہوا‘‘ کے نام سے مشہور تھے، کسی نے بَا صُرار اس خوشبو سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ’’میں کوئی خوشبو نہیں لگاتا، میرا قصہ بڑا عجیب ہے، میں بغدادِ معلّٰی کا رہنے والا ہوں، جوانی میں بہت حسین وجمیل تھا اور صاحبِ شرم وحیاء بھی۔ ایک کپڑے والے کی دوکان پر میں نے ملازمت اختیار کی، ایک روز ایک بڑھیا آئی اور اس نے کچھ قیمتی کپڑے نکلوائے اور دوکاندار سے کہا: میں ان کپڑوں کو گھر لے جانا چاہتی ہوں، اس نوجوان کو میرے ساتھ بھیج دیں، جو کپڑے پسند آئیں گے وہ رکھ لیں گے پھر ان کی قیمت اور بقیہ کپڑے اس نوجوان کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ مالکِ دکان کے کہنے پر میں بڑھیا کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے ایک عالیشان کوٹھی پر لے آئی اور مجھے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک نوجوان عورت کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا، پھر میرے قریب بیٹھ گئی، میں گھبرا کر نگاہیں نیچی کئے فوراً وہاں سے ہٹ گیا مگر اس پر شہوت سوار تھی وہ میرے پیچھے پڑ گئی، میں نے بہت کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، وہ ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن وہ میرے ساتھ منہ کالا کرنے پر مُصِر تھی۔ میرے ذہن میں اس گناہ سے بچنے کی ایک تجویز آئی تو میں نے اس سے کہا: مجھے بیتُ الْخَلاء جانے دو، اس نے اجازت دے دی۔ میں نے بیت الخلاء میں جا کر دل مضبوط کر کے وہاں کی نجاست اپنے ہاتھ منہ اور کپڑوں پر مل لی، اب جوں ہی باہر آیا تو میری عاشقہ گھبرا کر بھاگی اور کوٹھی میں ’’پاگل، پاگل‘‘ کا شور اٹھا۔ میں نے وہاں سے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی، غسل کیا اور کپڑے پاک کر کے وہاں سے چل دیا۔ رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے اور میرے چہرے اور لباس پر اپنا ہاتھ پھیر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ سنو! میں جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور لباس میں خوشبو آ رہی تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ سب حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ کی برکت ہے۔ (روض الریاحین، الحکایۃ السابعۃ عشرۃ بعد الاربع مائۃ، ص۳۳۴-۳۳۵)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی

رضامندی کا ہواور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللّٰہ تم پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہواور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللّٰہ تم پر مہربان ہے۔

﴿لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔﴾ نکاح کے ذریعے نفس میں تَصَرُّف کی وضاحت کے بعد اب مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بیان کیا جارہا ہے، اس آیت میں باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت نے حرام قرار دیا ہے جیسے سود، چوری، اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے بجانے کی اجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہ و نافرمانی میں خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱/ ۳۷۰)

اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سودا بیچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا، قرض دبا لینا، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری اور پرچیاں بھیج کر ہراساں کر کے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

حرام مال کمانے کی مذمت

حرام کمانا اور کھانا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور احادیث میں اس کی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے، اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۲/ ۳۳، الحدیث: ۳۶۷۲)

(2)...... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ نے اُس جسم پر جنت حرام فرما دی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔

(کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۲/ ۸، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۵۷)

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''اے سعد! اپنی غذا پاک کرلو! مُستَجابُ الدَّعوات ہوجاؤ گے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/۳۴، الحدیث: ۶۴۹۵)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پَراگندہ اور بدن غبار آلود ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتہا، ص۵۰۶، الحدیث: ۶۵(۱۰۱۵))

﴿اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ: مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔﴾ یعنی باہمی رضامندی سے جو تجارت کرو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ باہمی رضامندی کی قید سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی وہ تمام صورتیں جن میں فریقین کی رضامندی نہ ہو درست نہیں جیسے اکثر ضبط شدہ چیزوں کی نیلامی خریدنا کہ اس میں مالک راضی نہیں ہوتا یونہی کسی کی دکان، مکان زمین یا جائیداد پر جبری قبضہ کرلینا حرام ہے۔ یاد رہے کہ مال کا مالک بننے کے تجارت کے علاوہ اور بھی بہت سے جائز اَسباب ہیں جیسے تحفے کی صورت میں، وصیت یا وراثت میں مال حاصل ہو تو یہ بھی جائز مال ہے۔ تجارت کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ مالک بننے کی اختیاری صورت ہے۔

تجارت کے فضائل

احادیث میں تجارت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سچا اور امانت دار تاجر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۲)

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو گفتگو کے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدیں تو اس کی برائی بیان نہیں کرتے اور جب کچھ

بیچیں تو اس کی تعریف نہیں کرتے، جب ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں پس و پیش نہیں کرتے اور جب انہوں نے کسی سے لینا ہو تو اس پر تنگی نہیں کرتے۔ (در منثور، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۲/۴۹۵)

(3)......حضرت رفاعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، بھلائی کرے اور سچ بولے۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاھم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۴)

(4)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا: میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا گیا: غور تو کر۔ کہنے لگا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے (اپنی رقم کا) تقاضا کرتا تو امیر کو مہلت دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ''اے فرشتو! اس سے درگزر کرو۔ (مسند امام احمد، حدیث حذیفۃ بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳۴۱۳، مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر، ص۸۴۳، الحدیث: ۲۶(۱۵۶۰))

تجارت کے آداب

اس سے پہلے تجارت کے فضائل بیان کئے گئے اور ذیلی سطور میں تجارت کے 14 آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر آداب ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ہر تاجر کے لئے شرعاً لازم ہے۔

(1)......تاجر کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت اچھے ارادے یعنی نیتیں دل میں تازہ کرے کہ بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ حلال کمائی سے اپنے اہل وعیال کی شکم پروری کروں اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور مجھے اتنی فراغت مل جائے کہ میں اللّٰہ تعالٰی کی بندگی کرتا رہوں اور راہِ آخرت پر گامزن رہوں۔ نیز یہ بھی نیت کرے کہ میں مخلوق کے ساتھ شفقت، خلوص اور امانت داری کروں گا، نیکی کا حکم دوں گا، برائی سے منع کروں گا اور خیانت کرنے والے سے باز پُرس کروں گا۔

(2)......تجارت کرنے والا جعلی اور اصلی نوٹوں کو پہچاننے کا طریقہ سیکھے اور نہ خود جعلی نوٹ لے نہ کسی اور کو دے تاکہ مسلمانوں کا حق ضائع نہ ہو۔

(3)......اگر کوئی جعلی نوٹ دے جائے (اور دینے والے کا پتہ نہ چلے) تو وہ کسی اور کو نہیں دینا چاہئے (اور اگر دینے والے کا پتا چل جائے تو اسے بھی وہ جعلی نوٹ واپس نہیں دینا چاہئے) بلکہ پھاڑ کے پھینک دے تاکہ وہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔

(4)......اپنے مال کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے کہ یہ جھوٹ اور فریب ہے اور اگر خریدار اس مال کی صفات سے پہلے ہی آگاہ ہو تو اس کی جائز اور صحیح تعریف بھی نہ کرے کہ یہ فضول ہے۔

(5)......عیب دار مال ہی نہ خریدے اگر خریدے تو دل میں یہ عہد کرے کہ میں خریدار کو تمام عیب بتادوں گا اور اگر کسی نے مجھے دھوکہ دیا تو اس نقصان کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا دوسروں پر نہ ڈالوں گا کیونکہ جب یہ خود دھوکہ باز پر لعنت کر رہا ہے تو اپنی ذات کو دوسروں کی لعنت میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔

(6)......اگر اپنے پاس موجود صحیح مال میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اسے گاہک سے نہ چھپائے ورنہ ظالم اور گناہگار ہوگا۔

(7)......وزن کرنے اور ناپنے میں فریب نہ کرے بلکہ پورا تولے اور پورا ناپے۔

(8)......اصل قیمت کو چھپا کر کسی آدمی کو قیمت میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔

(9)......بہت زیادہ نفع نہ لے اگرچہ خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے اس زیادتی پر راضی ہو۔

(10)......محتاجوں کا مال زیادہ قیمت سے خریدے تاکہ انہیں بھی مسرت نصیب ہو جیسے بیوہ کا سُوت اور وہ پھل جو فقراء کے ہاتھ سے واپس آیا ہو کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(11)......قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے اس کا قرض ادا کردے اور اسے اپنے پاس بلا کر دینے کی بجائے اس کے پاس جا کر دے۔

(12)......جس شخص سے معاملہ کرے، اگر وہ معاملہ کے بعد پریشان ہو تو اس سے معاملہ فسخ کردے۔

(13)......دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مساجد ہیں۔

(14)......بازار میں زیادہ دیر رہنے کی کوشش نہ کرے مثلاً سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم در معاملات، اصل سوم آداب کسب، ۱/۳۲۶-۳۴۰، ملتقطاً)

﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔﴾ یعنی ایسے کام کرکے جو دنیا وآخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱/۳۷۰)

خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں

خود کو ہلاک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور ان میں سے 4 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)......مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ احادیث میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند فرمایا گیا

ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم مسلمانوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوں گے چنانچہ جسم کے جب کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم جاگنے اور بخار وغیرہ میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۱۰۳/٤، الحدیث: ۶۰۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ص۱۳۹۶، الحدیث: ۶۷(۲۵۸۶))

جب مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ایسا ہی جیسے اس نے خود کو قتل کیا۔

(2)......ایسا کام کرنا جس کی سزا میں اسے قتل کر دیا جائے جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا یا مُرتَد ہونا بھی خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں ہیں۔ یاد رہے کہ زنا کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، زنا کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللّٰہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور مُرتَد ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِۚ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (بقرہ: ۲۱۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(3)......خود کو ہلاک کرنے کی تیسری صورت خود کشی کرنا ہے۔ خود کشی بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا گلا گھونٹا تو وہ جہنم کی آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جس نے خود کو نیزہ مارا وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قاتل النفس، ٤٦٠/٤، الحدیث: ١٣٦٥)

ان ہی سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو پہاڑ سے گر کر خود کشی کرے گا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جو شخص زہر کھا کر خود کشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خود کشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔ (بخاری، کتاب الطب، باب شرب السمّ والدواء به... الخ، ٤٣/٤، الحدیث: ٥٧٧٨)

(4)......ایسا کام کرنا جس کے نتیجے میں کام کرنے والا دنیا یا آخرت میں ہلاکت میں پڑ جائے جیسے بھوک ہڑتال کرنا یا باطل طریقے سے مال کھانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ ذاتُ السلاسل کے وقت ایک سرد رات میں احتلام ہو گیا، مجھے غسل کرنے کی صورت میں (سردی سے) ہلاک ہونے کا خوف لاحق ہوا تو میں نے تیمّم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اے عمرو! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ لی کہ تم جنبی تھے۔ میں نے غسل نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور عرض کی: میں نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا(۲۹) ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللّٰہ تم پر مہربان ہے۔

یہ سن کر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرا دیئے اور کچھ نہ فرمایا۔

(ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد... الخ، ١٥٣/١، الحدیث: ٣٣٤)

وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًاؕ-وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا۔﴾ یہاں ظلم وزیادتی کی قید اس لئے لگائی کہ جن صورتوں میں مومن کا قتل جائز ہے اس صورت میں قتل کرنا جرم نہیں جیسے مُرْتَد کو سزا میں یا قاتل کو قصاص میں یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے میں یا ڈاکو کو مقابلے یا سزا میں یا باغیوں کو لڑائی میں قتل کرنا یہ سب حکومت کیلئے جائز ہے بلکہ حکومت کو اس کا حکم ہے۔ قتل کے بارے میں مزید تفصیل سورہ مائدہ کی متعدد آیات کے تحت آئے گی۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بعض کبیرہ گناہ کرنے پر وعید بیان کی گئی اور اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر (صغیرہ گناہ بخشنے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا) وعدہ ذکر کیا گیا ہے۔

(البحر المحیط، النساء، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۲۴۳)

کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد

کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ جس کا مُرتکِب قرآن وسنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔

(الزواجر، مقدمة فی تعریف الکبیرة، ۱/۱۲)

کبیرہ گناہوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے چنانچہ 7، 10، 17، 40 اور 700 تک بیان کی گئی ہے۔

گناہوں سے متعلق 3 احادیث

(1)......حضرت ابو ثعلبہ خُشَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں لہٰذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہلکا نہ جانو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے تجاوز نہ کرو، اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے جان بوجھ کر کچھ چیزوں کے متعلق کچھ نہیں فرمایا تو ان کی جستجو نہ کرو۔ (دار قطنی، کتاب الرضاع، ٤/٢١٧، الحدیث: ٤٣٥٠)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، جب وہ اس گناہ سے باز آ جاتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔
(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ویل للمطففین، ٥/٢٢٠، الحدیث: ٣٣٤٥)

(3)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اے گناہ گار! تُو گناہ کے انجامِ بد سے کیوں بے خوف ہے؟ حالانکہ گناہ کی طلب میں رہنا گناہ کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا دائیں، بائیں جانب کے فرشتوں سے حیا نہ کرنا اور گناہ پر قائم رہنا بھی بہت بڑا گناہ ہے یعنی توبہ کئے بغیر تیرا گناہ پر قائم رہنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کر لینے پر خوش ہونا اور قہقہہ لگانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والا ہے، اور تیرا گناہ میں ناکامی پر غمگین ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرتے ہوئے تیز ہوا سے دروازے کا پردہ اٹھ جائے تو تُو ڈر جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نظر سے نہیں ڈرتا جو وہ تجھ پر رکھتا ہے تیرا یہ عمل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔
(الزواجر، مقدمۃ فی تعریف الکبیرۃ، ١/٢٧)

کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث

بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث یہ ہے: حضرت عمرو بن حزم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔ (3) جنگ کے دن راہِ خدا

عَزَّوَجَلَّ میں جہاد سے فرار ہونا۔(4) والدین کی نافرمانی کرنا۔(5) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔(6) جادو سیکھنا۔(7) سود کھانا اور(8) یتیم کا مال کھانا۔ (سنن الکبری للبیھقی، کتاب الزکاۃ، باب کیف فرض الصلقۃ، ۱۴۹/۴، الحدیث: ۷۲۵۵)

چالیس گناہوں کی فہرست

یہاں مسلمانوں کے فائدے کیلئے ہم چالیس گناہوں کی ایک فہرست بیان کرتے ہیں جن میں اکثر کبیرہ ہیں تاکہ کم از کم یہ تو علم ہو کہ یہ گناہ ہیں اور ہمیں ان سے بچنا ہے۔(1) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہرانا۔(2) ریاکاری۔(3) کینہ۔(4) حسد۔(5) تکبر۔(6) اور خود پسندی میں مبتلا ہونا۔(7) تکبر کی وجہ سے مخلوق کو حقیر جاننا۔(8) بدگمانی کرنا۔ (9) دھوکہ دینا۔(10) لالچ۔(11) حرص۔(12) تنگدستی کی وجہ سے فقراء کا مذاق اڑانا۔(13) تقدیر پر ناراض ہونا۔ (14) گناہ پر خوش ہونا۔(15) گناہ پر اصرار کرنا۔(16) نیکی کرنے پر تعریف کا طلبگار ہونا۔(17) حیض والی عورت سے صحبت کرنا۔(18) جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔(19) صف کو سیدھا نہ کرنا۔(20) نماز میں امام سے سبقت کرنا۔ (21) زکوۃ ادا نہ کرنا۔(22) رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا۔(23) قدرت کے باوجود حج نہ کرنا۔(24) ریشمی لباس پہننا۔(25) مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا۔(26) عورتوں کا باریک لباس پہننا۔(27) اترا کر چلنا۔(28) مصیبت کے وقت چہرہ نوچنا، تھپڑ مارنا یا گریبان چاک کرنا۔(29) مقروض کو بلاوجہ تنگ کرنا۔(30) سود لینا دینا۔(31) حرام ذرائع سے روزی کمانا۔(32) ذخیرہ اندوزی۔(33) شراب بنانا، پینا، بیچنا۔(34) ناپ تول میں کمی کرنا۔(35) یتیم کا مال کھانا۔(36) گناہ کے کام میں مال خرچ کرنا۔(37) مشترکہ کاروبار میں ایک شریک کا دوسرے سے خیانت کرنا۔(38) غیر کے مال پر ظلماً قابض ہو جانا۔(39) اجرت دینے میں تاخیر کرنا۔(40) اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ چند باطنی اور ظاہری گناہ ذکر کئے ہیں، ان سب گناہوں کی معلومات حاصل کرنا اور ان کے احکام سیکھنا ضروری ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان گناہوں کی تعریفیں تک یاد نہیں کہ یہ ہوتے کیا ہیں؟[1]

﴿ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ : ہم تم سے دوسرے گناہ مٹا دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے اور اس کے ساتھ دیگر عبادات بجالاتے رہو گے تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما

---

1 ......کبیرہ گناہوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ یعنی جنت میں داخل کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ معاملہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور مرضی پر ہے۔ یہ بیان صغیرہ گناہوں کے متعلق ہے، کبیرہ گناہ توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، البتہ حجِ مقبول پر بھی یہ بشارت ہے۔ اس کی مزید تحقیق کیلئے فتاویٰ رضویہ شریف کی چوبیسویں جلد میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی نہایت تحقیقی کتاب ”اَعْجَبُ الْاِمْدَاد فِیْ مُکَفِّرَاتِ حُقُوْقِ الْعِبَاد“ (بندوں کے حقوق کے معاف کروانے کے طریقے) کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْاؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَؕ وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

﴿وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے بڑائی دی۔﴾ جب ایک انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت دیکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں تو اس کا دل تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کی حالت دو طرح کی ہوتی ہے (1) وہ انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت دوسرے سے چھن جائے اور مجھے حاصل ہو جائے۔ یہ حسد ہے اور حسد مذموم اور حرام ہے۔ (2) دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے

---

1 ...... اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ کتاب تسہیل وتخریج کے ساتھ بنام ”حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟“ مکتبۃ المدینہ نے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

بھی مل جائے، اسے غِبطہ کہتے ہیں یہ مذموم نہیں۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶۵/۴)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو دین یا دنیا کی جہت سے جو نعمت عطا کی اسے اس پر راضی رہنا چاہئے۔ **شانِ نزول:** جب آیتِ میراث میں ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' والا حصہ نازل ہوا اور میت کے ترکہ میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا مقرر کیا گیا تو مردوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ آخرت میں نیکیوں کا ثواب بھی ہمیں عورتوں سے دگنا ملے گا اور عورتوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ گناہ کا عذاب ہمیں مردوں سے آدھا ہو گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اِس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو فضیلت دی وہ عین حکمت ہے بندے کو چاہئے کہ وہ اُس کی قضا پر راضی رہے۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳۷۲/۱)

دل کے صبر و قرار کا نسخہ

دل کے صبر و قرار کا نسخہ ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنا ہے ورنہ دنیا میں کوئی شخص کسی نعمت کی انتہاء کو نہیں پہنچا ہوا اور اگر بالفرض کوئی پہنچا بھی ہو تو کسی دوسری نعمت میں ضرور کم تر ہو گا تو اگر دل کو انہی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنا کر رکھا تو ہزاروں نعمتوں کا مالک ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا، جیسے ایک آدمی ایک ارب روپے کا مالک ہے لیکن خوبصورت نہیں تو اگر وہ خوبصورتی کی تمنا کرتا رہے گا تو جینا دوبھر ہو جائے گا اور اگر ایک آدمی خوبصورت ہے لیکن جیب میں پیسہ نہیں اور وہ پیسے کو روتا رہے گا تو بھی بے قرار رہے گا اور جس کے پاس پیسہ اور خوبصورتی کچھ نہ ہو لیکن وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی ہوں اور پھر وہ صبر کر کے آخرت کے ثواب کو پیشِ نظر رکھے تو یقیناً ایسا آدمی دل کا سکون پالے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس تیسری وادی بھی ہو اور اس کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔

(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، ص۱۵۸۴، الحدیث: ۹(۲۹۶۳))

﴿ **لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا:** مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔﴾ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، دونوں کا نیک اور پرہیزگار ہونا انہیں اعمال سے بے نیاز نہ کرے گا۔

شانِ نزول: اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہانے فرمایا کہ ہم بھی اگر مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثوابِ عظیم پاتے۔ (جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۷۲)

اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اِنہیں تسکین دی گئی کہ مرد جہاد سے ثواب حاصل کرسکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کرسکتی ہیں۔

﴿وَسْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ: اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔﴾ سُبْحَانَ اللہ، دلوں کے قرار کا کتنا پیارا بیان فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اللہ کریم کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو دوسرے سے لاکھ گنا زیادہ بھی ثواب ملتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ہی کا محتاج ہے کیونکہ اس کا جنت میں داخلہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ہی سے ہوگا۔ بغیر فضل کے اپنے عمل سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ع ۸/۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنادیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو، بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اُس مال میں) مستحق بنادیے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہوچکا ہے انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ: اور جن سے تمہارا معاہدہ ہوچکا ہے۔﴾ اس سے عَقْدِ مُوالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب مجہول ہو وہ دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دِیَت دینی ہوگی۔ دوسرا کہے: میں نے قبول کیا۔ اِس صورت میں یہ عقد صحیح ہوجاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور دِیَت بھی اُس پر آجاتی ہے اور دوسرا بھی اِسی کی طرح سے مجہولُ النَّسب ہو اور ایسا

ہی کہے اور یہ بھی قبول کرلے تو اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور اُس کی دِیَت کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ عقد ثابت ہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اِس کے قائل ہیں۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۳۳، ص ۲۲۵)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔﴾ عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب

سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تَسَلُّط حاصل ہے گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ، اس لئے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے، اس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں اور ایسا ہونا عورت کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ **شانِ نزول:** حضرت سعد بن ربیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی بیوی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے حاضر ہوئیں۔ سرورِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قصاص لینے سے منع فرمادیا۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۱/۳۳۵)

لیکن یہ یاد رہے کہ عورت کو ایسا مارنا ناجائز ہے۔

﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ : اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ ﴾ مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں، ان سب کا حاصل دو چیزیں ہیں علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے فائق ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال سرانجام دینے پر انہیں قدرت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں سے فَوقِیَّت رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ جتنے بھی انبیاء، خُلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیراندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامت کبریٰ یعنی حکومت وسلطنت اور امامتِ صُغریٰ یعنی نماز کی امامت یونہی اذان، خطبہ، حدود وقصاص میں گواہی بالاتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق مرد کے پاس ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ سب قرائن مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے ان پر حاکم ہیں۔ خیال رہے کہ مجموعی طور پر جنسِ مرد جنسِ عورت سے افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل۔ بعض عورتیں علم ودانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں جیسے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، ہم جیسے لاکھوں مرد اُن کے نعلین کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابیہ عورتیں غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔

﴿فَالصّٰلِحٰتُ : نیک عورتیں۔﴾ نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔

نیک بیوی کے اوصاف اور فضائل

کثیر احادیث میں نیک اور پارسا بیویوں کے اوصاف اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 2 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اُسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کردے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کردے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔

(ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۴، الحديث: ۱۸۵۷)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا وآخرت کی بھلائی ملی۔(1) شکر گزار دل۔(2) یادِ خدا کرنے والی زبان۔ (3) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (4) ایسی بیوی کہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی مُتلاشی (یعنی اس میں خیانت کرنے والی) نہ ہو۔

(معجم الكبير، طلق بن حبيب عن ابن عباس، ۱۱/۱۰۹، الحديث: ۱۱۲۷۵)

نکاح کیسی عورت سے کرنا چاہئے؟

نکاح کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت اس کی دینداری دیکھ لی جائے اور دین والی ہی کو ترجیح دی جائے۔ جو لوگ عورت کا صرف حسن یا مالداری یا عزت و منصب پیش نظر رکھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کرلیں، حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی ذلت میں زیادتی کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو اس کے حسب (خاندانی مرتبے) کے سبب نکاح کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے کمینہ پن میں زیادتی کرے گا۔

(معجم الاوسط، من اسمه ابراهيم، ۲/۱۸، الحديث: ۲۳۴۲)

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو۔﴾ اس آیت میں نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ

سب سے پہلے نافرمان بیوی کو اپنی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات بتاؤ نیز قرآن و حدیث میں اس تعلق سے منقول فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ان سے اپنے بستر الگ کرلو پھر بھی نہ مانیں تو مناسب انداز میں انہیں مارو۔ اس مار سے مراد ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ وہ مار مراد نہیں جو ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، مکّوں، گھونسوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا یا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لہولہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام و ناجائز، گناہِ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت اور کمینگی ہے۔

شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں

عورت اور مرد دونوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں، اس سلسلے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عمرو بن احوص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ تمہارے پاس مُقَیَّد ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مُرتَکِب ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو، (اگر نہ مانیں تو) ہلکی مار مارو، پس اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو تمہارے ناپسندیدہ لوگوں سے پامال نہ کرائیں اور ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ ان سے بھلائی کرو، عمدہ لباس اور اچھی غذا دو۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حقّ المرأۃ علی زوجھا، ۲/۳۸۷، الحدیث: ۱۱۶۶)

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں: خدا عَزَّوَجَلَّ تجھے قتل کرے، اِسے ایذا نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، ۱۹-باب، ۲/۳۹۲، الحدیث: ۱۱۷۷)

(3)......اُمُّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس پر راضی تھا وہ جنت میں داخل ہو گئی۔

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ۲/۳۸۶، الحدیث: ۱۱۶۴)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر ویسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی باقی رہے گی۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ۳/۴۵۷، الحدیث: ۵۱۸۵)

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔ (مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص۷۷۵، الحدیث: ۶۱(۱۴۶۸))

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ : پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں۔﴾ یعنی جب گناہ کے بعد توبہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالیتا ہے تو تمہیں بھی چاہئے کہ تمہاری زیر دست عورت جب قصور کرنے کے بعد معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور توبہ کے بعد اسے تنگ نہ کرو۔

بیوی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کردیا جائے

اِس آیت سے اُن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑا کر پاؤں پڑنے، طرح طرح کے واسطے دینے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنفِ نازک کو مشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن بہادروں کو عاجزی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَاۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ

عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تواللہ ان میں میل کردے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک مُنْصِف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک مُنْصِف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کردے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا، خبردار ہے۔

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔﴾ جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے، نہ عورت خُلع کے مطالبے پر اِصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو مُنصِف مقرر کرلیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ چونکہ رشتے دار ایک دوسرے کے خانگی معاملات سے واقف ہوتے ہیں، فریقین کو ان پر اطمینان ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک بھی نہیں ہوتی، یہ منصف مناسب طریقے سے ان کے مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر منصف، میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کردے گا اس لئے حتَّی المقدور صلح کے ذریعے اس معاملے کو حل کیا جائے لیکن یہ یاد رکھیں کہ انہیں میاں بیوی میں جدائی کروادینے کا اختیار نہیں لیعنی یہ جدائی کا فیصلہ کریں تو شرعاً ان میں جدائی ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بیشک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ : اور اللہ کی عبادت کرو۔﴾ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالٰی اور بندوں دونوں کے حقوق کی تعلیم دی گئی ہے، اللہ تعالٰی کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور بندوں کے آپس میں حقوق یہ ہیں:

بندوں کے باہمی حقوق

(1)......والدین کے ساتھ احسان کرنا: ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ والدین کا ادب اور اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے، ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بقدرِ توفیق واستطاعت کمی نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو۔ کسی نے پوچھا: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب رغم من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر... الخ، ص ۱۳۸۱، الحديث: ۹(۲۵۵۱))

(2)......رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا: ان سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرے اور قطع تعلقی سے بچے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری، كتاب البيوع، باب من احبّ البسط فی الرزق، ۲/۱۰، الحديث: ۲۰۶۷)

حضرت جُبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

(مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، ص ۱۳۸۳، الحديث: ۱۸(۲۵۵۶))

صلہ رحمی کا مطلب بیان کرتے ہوئے صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صلۂ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا، ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، سلوک کرنے کا بیان، ۵۵۸/۳)

(4،3)...... یتیموں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک کرنا: یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے۔ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یتیم کی کفالت کرے میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۴۹۷/۳، الحدیث: ۵۳۰۴)

اور مسکین سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی امداد کرے اور انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بیوہ اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۵۱۱/۳، الحدیث: ۵۳۵۳)

(5)...... ہمسائیوں سے حسنِ سلوک کرنا: قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلّہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآیۃ: ۳۶، ص۲۷۵)

امُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، ۱۰۴/۴، الحدیث: ۶۰۱۴)

(6)...... پاس بیٹھنے والوں سے حسنِ سلوک کرنا: اس سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیقِ سفر، ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھے حتّٰی کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

(7)...... مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا: اس میں مہمان بھی داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت

ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اِکرام کرے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار... الخ، ص۴۳، الحدیث: ۷۴(۴۷))

(8)......لونڈی غلام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ ان سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ انہیں اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے اور کھانا کپڑا وغیرہ بقدرِ ضرورت دے۔ حدیث میں ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تو جو تم کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھلاؤ، جو لباس تم پہنتے ہو، ویسا ہی انہیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسا ہو تو تم بھی ساتھ میں ان کی مدد کرو۔ (مسلم، کتاب، باب اطعام المملوک مما یاکل... الخ، ص۹۰۶، الحدیث: ۳۸(۱۶۶۱))

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴾: بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔ کسی کو خود سے حقیر سمجھنا اور حق بات قبول نہ کرنا تکبر ہے، یہ انتہائی مذموم وصف اور کبیرہ گناہ ہے، حدیث میں ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے ''بُولَس'' نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں ''طِیْنَۃُ الْخَبَالْ'' یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔[1] (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۴۷-باب، ۴/۲۲۱، الحدیث: ۲۵۰۰)

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاۚ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[1] ......تکبر کی اقسام، ان کے احکام اور اس کے علاج سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں۔﴾ لغتِ عرب میں بخل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال دیا اس میں سے سائل کو نہ دینا اور بخل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہوا سے ادا نہ کرنا۔
(بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱/۳۳۹)

اور صدرُ الا فاضِل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بُخل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے کو نہ دے۔ شُحّ یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھلائے۔ سخا یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، جُود یہ ہے کہ آپ نہ کھائے دوسرے کو کھلائے۔ (خزائن العرفان، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۱۶۶، مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۲۲۷)

یہاں بخل سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توریت میں مذکور اوصاف بیان کرنے میں بخل کرنا اور اس کا حکم دینا۔ شانِ نزول: یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو توریت میں مذکور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱/۳۷۹)

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال خرچ کرنے میں بخل کرنا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۴/۷۸)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بد خلقی۔
(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی البخل، ۳/۳۸۷، الحدیث: ۱۹۶۹)

تنبیہ: اس سے موجودہ زمانے کے ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصافِ حمیدہ خود بھی بیان نہیں کرتے اور بیان کرنے والوں کو بھی طرح طرح کے حیلے بہانے کرکے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مَردَک کہ ہوں امت رسولُ اللہ کی

نوٹ: بخل کے بارے میں کافی تفصیل سورۂ آلِ عمران آیت 180 میں گزر چکی ہے۔

﴿وَیَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ: اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو نعمت عطا فرمائے اسے اچھی نیت کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے ظاہر کرنا چاہیے۔

حضرت ابو الاحوص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میرے والد پَراگندہ بال اور ناپسندیدہ ہیئت میں سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس مال

نہیں؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا اثر بندے پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المكيين، حديث مالك بن نضلة ابى الاحوص رضى الله تعالى عنه، ۳۸۴/۵، الحديث: ۱۵۸۹۲)

مسئلہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا اظہار اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہننا مستحب ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو کتنا برا مصاحب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا۔

﴿ وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔﴾ بخل کی برائی بیان فرمانے کے بعد اب ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جو محض دکھاوے اور شہرت کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا حصول ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں جو اوپر گزرا۔

ریاکاری کی مذمت

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ جو نیک کاموں میں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن مقصد صرف واہ واہ کروانا ہوتا ہے، بکثرت خیرات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ اخبار میں خبر اور تصویر ضرور آنی چاہیے، اسی طرح شادیوں کی فضول رسومات میں لاکھوں روپے اڑا دینے والے بھی عبرت حاصل کریں جو صرف اس لئے رسمیں کرتے ہیں کہ اگر یہ رسمیں بھرپور انداز میں نہ کی گئیں، تو لوگ کیا کہیں گے، فلاں نے اتنا خرچ کیا تھا، میں کیوں پیچھے رہوں

وغیرہ۔ حضرت محمود بن لَبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر یعنی دکھاوے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے حساب کے وقت ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں تم دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟ (مسند امام احمد، حدیث محمود بن لبید رضی اللہ عنہ، ۱۶۱/۹، الحدیث: ۲۳۶۹۷)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے یہ وادی اُمتِ مُحمَّدِیَہ کے ان ریاکاروں کے لئے تیار کی ہے جو قرآنِ پاک کے حافظ، راہِ خدا میں صدقہ کرنے والے، اللّٰہ تعالیٰ کے گھر کے حاجی اور راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں نکلنے والے ہوں گے (لیکن یہ سارے کام صرف ریاکاری کیلئے کر رہے ہوں گے۔)[1]

(معجم الکبیر، الحسن عن ابن عباس، ۱۳۶/۱۲، الحدیث: ۱۲۸۰۳)

﴿وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا: اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے۔﴾ دنیا میں شیطان کا ساتھی اس طرح ہوگا کہ وہ شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے کیونکہ جو شیطان کو خوش کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتّٰی کہ کھانے پینے، رات بسر کرنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے اسی لئے یہ حکم ہے کہ ہر جائز کام بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یوں ہوگا کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشی زنجیر میں جکڑا ہوگا۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳۷۹/۱)

یہ وعید خاص گناہوں کے ذریعے شیطان کا ساتھی بننے والے کے بارے میں ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیسا ہوگا۔

شیطان کے بہکانے کا انداز

شیطان مختلف انداز سے انسان کو بہکانے اور اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت و فرمانبرداری کرنے سے روکتا ہے جیسے شیطان پہلے انسان کو اللّٰہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت سے روکتا ہے، اگر اللّٰہ تعالیٰ انسان کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دور کر دیتا ہے کہ مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی بہت سخت ضرورت ہے کیونکہ مجھے اس دارِ فانی سے آخرت کے لئے توشہ اور زادِ راہ تیار کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر آخرت کا سفر ممکن نہیں۔

1 ......ریاکاری کے بارے میں مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''ریاکاری'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

جب انسان شیطان کے اس مکر سے بچ جاتا ہے تو شیطان اسے اس طرح بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسے عبادت کرنے میں کاہلی اور سستی کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آج رہنے دو کل کر لینا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے بھی محفوظ کر لیتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے کہ میری موت میرے قبضے میں نہیں، نیز اگر میں آج کا کام کل پر چھوڑوں گا تو کل کا کام کس دن کروں گا کیونکہ ہر دن کے لئے ایک کام ہے۔

جب شیطان اس حیلے سے بھی ناامید ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے انسان! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت جلدی جلدی کرو تاکہ فلاں فلاں کام کے لئے فارغ ہو سکو۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس حیلے سے بھی بچا لے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دفع کر دیتا ہے کہ تھوڑی اور کامل عبادت زیادہ مگر ناقص عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

اگر شیطان اس حیلے میں بھی ناکام و نامراد ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو ریاکاری کے ساتھ عبادت کرنے کی ترغیب دیتا اور اسے ریاکاری میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس حیلے سے محفوظ ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر ریاکاری کے وسوسے کو ٹھکرا دیتا ہے کہ میں کسی اور کی نمائش اور دکھاوے کے لئے عبادت کیوں کروں، کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھ لینا میرے لئے کافی نہیں۔

جب شیطان اپنے اس ہتھکنڈے سے بھی ناکام ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو خود پسندی میں مبتلاء کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کتنا عمدہ کام کیا اور تم نے کتنی زیادہ شب بیداری کی۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بار بھی محفوظ رہا اور خود پسندی میں مبتلاء ہونے سے بچ گیا تو وہ شیطان کے اس وسوسے کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھ میں کوئی خوبی اور بزرگی نہیں، یہ تو سب اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہگار کو خاص توفیق عطا فرمائی اور یہ بھی اسی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے میری حقیر اور ناقص عبادت کو شرف قبولیت عطا فرمایا، اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو میرے گناہوں کے مقابلے میں میری ان عبادتوں کی حیثیت ہی کیا تھی۔

جب لعین شیطان ان تمام تدبیروں سے ناکام ہو جاتا ہے تو پھر یہ حربہ استعمال کرتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اور شیطان کے اس حربے سے بہت عقلمند اور ہوشیار دل شخص کے علاوہ کوئی اور نہیں بچ سکتا، چنانچہ شیطان کہتا ہے کہ اے نیک بخت انسان! تم لوگوں سے چھپ چھپ کر نیکیاں کرنے میں کوشاں ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ان نیکیوں کو عنقریب تمام لوگوں میں مشہور کر دے گا تو لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ کہہ کر یاد کیا کریں گے۔ اس طرح شیطان اسے ریا

کاری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وعنایت سے انسان کو شیطان کے اس حربے سے بھی محفوظ فرمادے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ذلیل وخوار اور نامراد کردیتا ہے کہ اے ملعون! ابھی تک تو تو میرے پاس میرے اعمال کو فاسد و بے کار کرنے آیا کرتا تھا اور اب ان اعمال کی اصلاح و درستی کے لئے آتا ہے تاکہ میرے اعمال کو بالکل ختم کردے، چل دفع ہو جا، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، وہی میرا آقا و مولیٰ ہے، میں اپنی نیکیوں کی شہرت کا مشتاق اور طلبگار نہیں ہوں، میرا پروردگار چاہے میرے اعمال ظاہر و مشہور کردے چاہے پوشیدہ رکھے، چاہے مجھے عزت و مرتبہ عطا فرمائے چاہے مجھے ذلیل ورسوا کردے۔ سب کا سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے میرے اعمال کا اظہار فرمائے یا نہ فرمائے۔ انسانوں کے قبضے میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر انسان شیطان کے اس وار سے بھی بچ جائے تو وہ انسان کے پاس آکر کہتا ہے کہ تجھے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ انسان کے نیک اور بد ہونے کا فیصلہ تو روزِ اول میں ہو چکا ہے، اس دن جو برا ہو گیا وہ برا ہی رہے گا اور جو اچھا اور نیک ہو گیا وہ نیک ہی رہے گا اس لئے اگر تجھے نیک بخت پیدا کیا گیا ہے تو اعمال کو چھوڑنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں اور اگر تجھے بد بخت وشقی پیدا کیا گیا ہے تو تمہارا عمل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انسان کو شیطان کے اس وار سے بچالیا تو انسان شیطان مردود سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے احکام بجالائے اور اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پروردگار ہے، جو چاہتا ہے حکم کرتا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یقیناً اعمال میرے لئے فائدہ مند ہیں کسی صورت میں بھی نقصان دہ نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک بخت ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ ثواب کا محتاج ہوں اور اگر خدانخواستہ علمِ الٰہی میں میرا نام بدبختوں میں ہے تو بھی عبادت کرنے سے اپنے آپ پر ملامت تو نہیں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعت وعبادت کرنے پر سزا نہ دے گا اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ نافرمان ہو کر دوزخ میں جانے سے فرمانبردار ہو کر دوزخ میں جانا بہتر ہے اور پھر یہ کہ سب محض اِحتمالات ہیں ورنہ اس کا وعدہ بالکل حق ہے اور اس کا فرمان بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت پر ثواب عطا فرمانے کا بے شمار مقامات پر وعدہ فرمایا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان اور طاعت کے ساتھ حاضر ہو گا وہ ہرگز ہرگز جہنم میں داخل نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے سچے ومقدس وعدے کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

لہٰذا (اے لوگو!) تم خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ، شیطان کے حیلوں سے ہوشیار رہو، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگتے رہو کیونکہ تمام معاملات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے، گناہوں سے بچنے اور طاعت و عبادت کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتی ہے۔
(منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الثالث: الشيطان، ص ٦١-٦٢)

وَ مَا ذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ انہیں جانتا ہے۔

﴿ وَ مَا ذَا عَلَیْهِمْ: اور ان کا کیا نقصان تھا۔﴾ نامُوری اور دکھاوے کے طور پر مال خرچ کرنے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے تو اِس میں سراسر اُن کا نفع ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں خرچ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہئے، بصورتِ دیگر عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر سزا بھی ملے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا۔﴾ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ایک ذرے جتنا بھی ظلم فرمائے۔ یہاں یہ بات اس معنیٰ میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے نیک اعمال بغیر کسی وجہ کے ضائع فرما کر ان کی جزا سے محروم کردے یا کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دیدے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے مومن نیکی کرتا ہے تو دنیا میں رزق اور آخرت میں جنت کی صورت میں ثواب پاتا ہے اور کافر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے بدلے دنیا میں ہی اسے رزق دے دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس پر اسے کوئی جزا ملے۔

(مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة... الخ، ص۱۵۰۸، الحدیث: ۵۶(۲۸۰۸))

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں۔﴾ اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ جب قیامت کے دن تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امت کے ہر نیک اور بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گواہ بنایا جائے گا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔ قیامت کے دن دی جانے والی اس گواہی کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 143 کے تحت گزر چکی ہے۔

یَوْمَىٕذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُؕ وَ لَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا۠ (۴۲)

ع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

﴿یَوْمَىٕذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اس دن کافر تمنا کریں گے۔﴾ قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔ کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں۔ کاش! ہمیں بھی جانوروں کی طرح مٹی کر دیا جاتا پھر جب ان کی خطاؤں پر بازپُرس ہوگی تو قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم مشرک نہ تھے، تب ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی پھر ان کے اعضاء بول اٹھیں گے اور سب اعمال بیان کر دیں گے، اس طرح یہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے

یہ آیت تو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی لیکن بہر حال دنیا میں تو ہر آدمی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یہی وجہ ہے قیامت کی ہولناکی اور عذابِ جہنم کی شدت کے پیشِ نظر ہمارے اَکابر اَسلاف اور بزرگانِ دین بھی تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ امیرُ المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک بار پرندے کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے پرندے! کاش! میں تمہاری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔ امیرُ المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے: میری تمنا ہے کہ میں ایک مینڈھا ہوتا جسے میرے اہلِ خانہ اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کر دیتے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے: کاش! میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ امیرُ المؤمنین حضرت

عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے وفات کے بعد نہ اٹھایا جائے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرمایا کرتیں: کاش! میں کوئی بھولی بسری چیز ہوتی۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے کاش! میں راکھ ہوتا۔ (قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الخوف ووصف الخائفین... الخ، ۱/۴۵۹-۴۶۰، ملخصاً)

یہ کلمات ان ہستیوں کے ہیں جو زبانِ رسالت سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت سے بہرہ مند ہوئے، جبکہ اب کے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ عمل نام کی کوئی چیز پلے نہیں اور بے حساب مغفرت کا یقین دل میں سجائے بیٹھے ہیں۔ اے کاش! ہمیں بھی حقیقی معنوں میں ایمان پر خاتمے کی فکر، قبر و حشر کے پُر ہَول لمحات کی تیاری کی سوچ، عذابِ جہنم سے ڈر اور جبار و قہار رب عَزَّوَجَلَّ کا خوف نصیب ہو جائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللّٰہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو اور نہ

ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالتِ سفر میں ہو (تو تیمم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ شانِ نزول: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی دعوت کی، جس میں کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، بعض حضرات نے شراب پی لی کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی پھر مغرب کی نماز پڑھی، امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی اور کلمہ ''لَا'' چھوڑ گئے جس سے ''نہ'' کی جگہ ''ہاں'' کا معنی بن گیا۔ اس سے معنی غلط ہوگئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا، (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ٤٣، ٣٨٢/١)

چنانچہ مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کردی، اس کے بعد سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کردیا گیا۔

نشے کی حالت میں کلمۂ کفر بولنے کا حکم

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر نشے کی حالت میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں دونوں جگہ ''لَا'' کا ترک کفر ہے کیونکہ اس سے معنیٰ بنے گا کہ اے کافرو! جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں۔ اور یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے لیکن چونکہ یہاں نشے کی حالت تھی اس لئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر کفر کا حکم نہ فرمایا بلکہ قرآنِ پاک میں اُن کو ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے خطاب فرمایا گیا۔ (1)

﴿وَلَا جُنُبًا: اور نہ حالتِ جنابت میں۔﴾ آیت میں پہلا حکم تھا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کرلو تب تک نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی پہلے غسل کرنا فرض ہے۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو۔ یہاں سفر کی قید اس لئے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر ہی میں ہوتا ہے ورنہ نہ تو سفر میں تیمم کی کلی اجازت ہے اور نہ تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر سفر میں پانی مُیَسَّر ہو تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی اور یونہی اگر سفر کی حالت نہیں لیکن بیماری وغیرہ ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دِہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔

(1)...... کفریہ جملوں اور الفاظ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى :اور اگر تم بیمار ہو۔﴾ آیت میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی گئی اس میں تیمم کے حکم میں تفصیل بیان کر دی گئی جس میں یہ بھی داخل ہے کہ تیمم کی اجازت جس طرح بے غسل ہونے کی صورت میں ہے اسی طرح بے وضو ہونے کی صورت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہے یا تم بیتُ الخَلاء سے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور تمہیں وضو کی حاجت ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم پر غسل فرض ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی موجود نہ ہونے کے باعث یا دور ہونے کے سبب یا اس کے حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے کے سبب یا سانپ، درندہ، دُشمن وغیرہ کے ڈر سے تو تیمم کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ جب عورت کو حَیض و نِفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی حاجت ہو اور اگر اس وقت پانی پر قدرت نہ پائے تو اس صورت میں اسے بھی تیمم کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

﴿ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا: تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔﴾ آیت کے آخر میں تیمم کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ اور چند احکام یہ ہیں:

تیمم کا طریقہ

تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ، اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ پھیر کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔

تیمم کے 2 احکام

(1)......ایک تیمم سے بہت سے فرائض و نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

(2)......تیمم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

نوٹ: تیمم کے بارے میں مزید احکام جاننے کے لئے بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ نمبر 2 ''تیمم کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

آیتِ مبارکہ کے آخری جز کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مُصْطَلَق میں جب لشکرِ اسلام رات کے وقت ایک بیابان میں ٹھہرا جہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لئے سیّدِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں قیام فرمایا، صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت اُسَید بن حُضَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ’’اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں ہوئیں اور بہت فوائد پہنچے۔ پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ (بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱/۱۳۳، الحدیث: ۳۳۴)

ہار گم ہونے اور رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہار کی وجہ سے نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہاں قیام فرمانا حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی فضیلت و مرتبے کو ظاہر کرتا ہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ حضورتاجدارِ انبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کی خدمت مؤمنین کی سعادت ہے، نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہوگیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۔

﴿ اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی توراۃ ملی جس سے اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن اِمامُ الْاَنْبِیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق جو کچھ توراۃ میں بیان کیا تھا اس حصہ سے محروم رہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہوگئے۔ اس لئے فرمایا کہ انہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب رکھنے کے باوجود ہدایت کی بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کا دارومدار

ہی حضور سیدِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کامل ایمان لانے پر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِیًّا٘ۗ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْ: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اُس نے تمہیں بھی اُن کی عداوت (دشمنی) پر خبردار کر دیا ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اُن دشمنوں سے بچتے رہو۔ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہٰذا جسے وہ دشمن فرما دے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا وَ اسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور ''راعنا'' کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر اور دین میں طعنہ کے لئے ، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی تو وہ بہت تھوڑا یقین رکھتے ہیں۔

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا : یہودیوں میں کچھ وہ ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے یہودیوں کی خصلت و عادت نہایت ہی بری اور قبیح ہے، ان میں کئی بری عادتیں ہیں: **پہلی یہ** کہ توریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شان میں جو بیان فرمایا ہے، یہودی ان کلمات کو بدل دیتے ہیں۔ **دوسری بات یہ** کہ جب تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ انہیں کچھ حکم فرماتے ہیں تو یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے قبول نہیں کیا۔ **تیسری بات یہ** کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کئی طرح سے منافقت کرتے ہیں جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے سامنے ایسے جملے بولتے ہیں جن کے دو معنی بنتے ہوں، ایک اچھے اور دوسرے برے۔ اور ان یہودیوں کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہراً تو اچھے معنی کا تأثر دیتے ہیں لیکن دل میں وہی خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ ''نہ سنایا جائے'' سے ظاہری معنی یہ نکلتا کہ کوئی ناگوار بات آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہوتا کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو سننا نصیب نہ ہو۔ اور اسی کی دوسری مثال ''رَاعِنَا'' کا کلمہ ہے۔ جس کا ظاہری معنی ''ہماری رعایت فرمایئے'' ہے اور یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شانِ مبارک کے لائق نہ ہو حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھی یہودی اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ ہم تو محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو آپ اِس کو جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندر کی خباثت کو یہاں ظاہر فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے علم پر طعن کرنا درحقیقت دینِ اسلام پر طعن کرنا ہے اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہلِ ادب کا طریقہ اختیار کرتے اور انہی کی طرح کہتے کہ ''**یارسولَ اللہ!** ہم نے سنا اور دل و جان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظرِ کرم فرمائیں'' تو یہ ان کیلئے دنیا و آخرت ہر اعتبار سے بہتر ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہٰذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتاب والو! جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، اِس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ: اے کتاب والو!﴾ یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! ہم نے قرآن اتارا ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرنے والا ہے اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم تمہارے چہرے سے آنکھ، ناک کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہاری شکلیں بگاڑ دیں اور تمہارے چہرے کو آگے سے بھی ایک ایسی کھال کی طرح کر دیں جیسے سر کا پچھلا حصہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ آنکھیں رہیں، نہ ناک منہ وغیرہ اور یا اِن یہودیوں پر بھی ہم ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر لعنت کی گئی تھی۔ لعنت تو یہودیوں پر ایسی پڑی کہ دنیا انہیں ملعون کہتی ہے۔ اس آیت کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض اسے آخرت کے اعتبار سے قرار دیتے ہیں نیز بعض کہتے ہیں کہ لعنت ہو چکی ہے اور وعید واقع ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں ابھی انتظار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ چہرے بگڑنے کی یہ وعید اس صورت میں تھی جبکہ یہودیوں میں سے کوئی ایمان نہ لاتا اور چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے شرط نہیں پائی گئی اور وعید اُٹھ گئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو بہت بڑے یہودی عالم تھے، اُنہوں نے ملکِ شام سے واپس آتے ہوئے راستے میں یہ آیت سنی اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے اسلام لا کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولَ اللہ! میں نہیں خیال کرتا تھا کہ میں اپنا منہ پیٹھ کی طرف پھر جانے سے پہلے اور چہرے کا نقشہ مٹ جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوسکوں گا یعنی اس خوف سے اُنہوں نے ایمان لانے میں جلدی کی کیونکہ توریت شریف سے اُنہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رسولِ برحق ہونے کا یقینی علم تھا۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۴۷، ۱/۳۹۰-۳۹۱)

حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو علماءِ یہود میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے انہوں نے ایک رات کسی شخص سے یہی آیت سنی تو خوفزدہ ہوئے اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔

(فتوح الشام، ذکر فتح مدینۃ بیت المقدس، ص۲۳۴-۲۳۵، الجزء الاول)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا (۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

﴿ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔** ﴾ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی

گنہگار اور کبیرہ گناہوں میں مُلَوَّث ہو اور بے توبہ بھی مرجائے تب بھی اُس کے لئے جہنم میں ہمیشہ کا داخلہ نہیں ہوگا بلکہ اُس کی مغفرت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت (یعنی اس کے چاہنے) پر ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرمادے اور چاہے تو اُس بندے کو اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے۔ اس آیت میں یہودیوں کو ایمان لانے کی ترغیب ہے۔

مغفرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے

یہ یاد رہے کہ کفر کے علاوہ قیامت کے دن ہر گناہ کے بخشے جانے کا امکان ضرور ہے مگر اس امکان کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ بعض صورتوں میں گناہ کو ہلکا سمجھنے کی صورت میں خود کفر ہو جائے گا۔ کتنا کریم ہے وہ خدا عَزَّوَجَلَّ جو لاکھوں گناہ کرنے والے بندے کو معافی کی امید دلا رہا ہے اور کتنا گھٹیا ہے وہ بندہ جو ایسے کریم کے کرم ورحمت پر دل وجان سے قربان ہو کر اس کی بندگی میں لگنے کی بجائے اس کی نافرمانیوں پر کمربستہ ہے۔

حضرت وحشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وحشی جس نے حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کیا تھا وہ سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے امان دیجئے تاکہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خدا کا کلام سنوں کہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے یہ پسند تھا کہ میری نظر تم پر اس طرح پڑتی کہ تو امان طلب نہ کررہا ہوتا لیکن اب تو نے امان مانگی ہے تو میں تمہیں امان دیتا ہوں تاکہ تو خدا عَزَّوَجَلَّ کا کلام سن سکے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ (الفرقان: ۶۸)

وحشی نے کہا: میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان گناہوں کے ہوتے حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا؟ اس پر سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی کلام نہ فرمایا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔ (الفرقان: ۷۰)

وحشی نے کہا: اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے حاصل ہوگی جو توبہ کرلے اور نیک عمل کرے، جبکہ میں نیک عمل نہ کرسکا تو میرا کیا ہوگا؟ تب یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

اب وحشی نے کہا: اس آیت میں مَغفرت مَشِیَّتِ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے، ممکن ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت مغفرت وابستہ نہ ہو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (الزمر: ۵۳)

یہ آیت سن کر وحشی نے کہا: اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھتا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

(مدارج النبوہ، قسم سوم، باب هفتم: ذکر سال هفتم وفتح مکه، ۲/۳۰۲)

مدارج کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ عرض معروض نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں نہ ہوئی بلکہ دوسرے ذریعے سے ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا (۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزہ

بنا دیتا ہے۔اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ: جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔﴾ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا اور اُس کا پیارا بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ داخل ہوگا اور یوں اپنی تعریف آپ کرتے تھے اور وہ بھی جھوٹی۔

خود پسندی کی مذمت

اس آیتِ کریمہ میں خود پسندی کی مذمت کا بیان ہے۔خود پسندی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دینی یا دنیاوی کوئی نعمت عطا کی ہو وہ یہ تصوُّر کرے کہ اس نعمت کا ملنا میری ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس پر ناز کرنے لگے۔ (کیمیائے سعادت، رکن سوم: مہلکات، اصل نہم، حقیقت عجب و ادلال، ۲/ ۷۲۵)

خود پسندی ایک مذموم باطنی مرض ہے اور فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں مبتلا نظر آتی ہے۔اپنے علم وعمل پر ناز کرنا، کثرتِ عبادت پر اترانا، عزت، منصب اور دولت پر نازاں ہونا، فنی مہارت پر کسی کی انگشت نمائی برداشت نہ کرسکنا، کسی اور کو خاطر میں ہی نہ لانا بہت عام ہے۔ایسے حضرات کو چاہئے کہ اِن روایات کا بغور مطالعہ کریں:

(1)......رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، العجب، ۲/ ۲۰۶، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۷۴)

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (1) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (2) خواہش جس کی پیروی کی جائے (3) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۴/ ۲۱۲، الحدیث: ۵۷۵۴)

(3)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے سراقہ! کیا میں تمہیں جنتی اور جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا: ’’ہر سختی کرنے والا، اِترا کر چلنے والا، اپنی بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے جبکہ کمزور اور مغلوب لوگ جنتی ہیں۔ (معجم الکبیر، علی بن رباح عن سراقۃ بن مالک، ۷/ ۱۲۹، الحدیث: ۶۵۸۹)

اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَؕ-وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠(۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ : دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں۔﴾ جو لوگ اپنے آپ کو بے گناہ اور مقبولِ بارگاہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو کہ یہ کیسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا(۵۱) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُؕ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًاؕ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کردے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ : کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔﴾ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھ مزید ستر یہودی مشرکینِ مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش بولے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ تم بھی کتابی ہو اور ان سے قریب تر ہو۔ اگر ہم نے ان سے جنگ کی اور تم ان سے مل گئے تو ہم کیا کریں گے؟ اگر ہمیں اطمینان دلانا ہو تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو، ان بدنصیبوں نے سجدہ کرلیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بتاؤ ہم ٹھیک راستہ پر ہیں یا محمد (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ)؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۵۱، ۱۰۱/۴، خازن، النساء، تحت الآية: ۵۱، ۳۹۲/۱، ملتقطاً)

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے حضور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت میں مشرکین کے بتوں تک کو پوجا۔

طاغوت کا معنی

اس آیت میں ''طاغوت'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ ''طَغٰی'' سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے ''سرکشی''۔ جو رب عَزَّوَجَلَّ سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے وہ طاغوت ہے خواہ شیطان ہو یا انسان۔ قرآنِ کریم نے سردارانِ کفر کو بھی طاغوت کہا ہے۔ چونکہ طاغوت کے لفظ میں سرکشی کا مادہ موجود ہے اس لئے مُقَرَّبِینِ بارگاہِ الٰہی کیلئے یہ لفظ ہرگز استعمال نہیں ہوسکتا بلکہ جو اُن کیلئے یہ لفظ استعمال کرے وہ خود ''طاغوت'' ہے۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے ایسا ہو تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ ایسا ہو تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

﴿ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟﴾ یہودی کہتے تھے کہ ہم ملک اور نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس دعوے کو جھٹلا دیا کہ اُن کا ملک میں کیسے حصہ ہے یعنی کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ان کا سلطنت میں کچھ حصہ ہوتا تو اِن کا بخل اس درجہ کا ہے کہ یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو

کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی۔

﴿ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ: بلکہ یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے اصل مرض کو بیان فرمایا کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو نبوت عطا فرمائی اور ان کے ساتھ ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر یہ لوگ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اہلِ ایمان سے حسد کرتے ہیں حالانکہ یہودیوں کا یہ فعل سراسر جہالت وحماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد پر فضل فرمایا تھا کہ کسی کو کتاب عطا فرمائی، کسی کو نبوت اور کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں جیسے حضرت یوسف، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نوازا تو پھر اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب، امامُ الانبیاء، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے کرم سے کتاب اور نبوت ورسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو؟

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے۔

﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا۔﴾ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کا فضل جاری وساری رہا، اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سر پر رسالت کا تاج سجایا، کتاب عطا فرمائی اور انہیں عزت وغلبہ سے نوازا۔ پھر کسی کو تو ایمان لانے کی توفیق مل گئی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے ساتھ والے ایمان لے آئے اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ۔ تو جو نبی آخر الزمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لایا اس کیلئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ: جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی۔﴾ یہاں کافروں کے سخت عذاب کا تذکرہ ہے اور جہنم کے عذاب کی شدت کا بیان ہے کہ جہنم میں ایسا نہیں ہوگا کہ عذاب کی وجہ سے جل کر آدمی چھوٹ جائے بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تا کہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ یہ ایسے ہی ہوگا جیسے دنیا میں کسی کی کھال جل جائے تو کچھ عرصے بعد صحیح ہوجاتی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ٘ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے

نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے عنقریب ہم اُنہیں اُن باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ایمان والے۔﴾ کافروں کے عذاب اور جہنم کے ذکر کے بعد ایمان والوں پر کرم نوازیوں اور جنتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ قرآنِ پاک کا ایک انداز ہے کہ کافروں کے افعال وعذاب کے ذکر کے ساتھ اہلِ ایمان کے اعمال و جزا کا ذکر عموماً ہوتا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گے اور وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ رب کریم عَزَّوَجَلَّ کے نور کی تَجَلّی کی روشنی ہوگی اور درخت ہوں گے اور ایسی رحمت ہوگی کہ اس کی راحت و آسائش انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے۔﴾ یہاں آیت میں دو حکم بیان کئے گئے۔ پہلا حکم یہ کہ امانتیں ان کے

حوالے کردو جن کی ہیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

اسلامی تعلیمات کے شاہکار

یہ دونوں حکم اسلامی تعلیمات کے شاہکار ہیں اور امن وامان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

(1)......امانت کی ادائیگی: امانت کی ادائیگی میں بنیادی چیز تو مالی معاملات میں حقدار کو اس کا حق دیدینا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں امانت کی ادائیگی میں داخل ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمانوں کا حاکم بنا پھر اس نے ان پر کسی ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا جس کے بارے میں یہ خود جانتا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے زیادہ کتاب وسنت کا عالم مسلمانوں میں موجود ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

(معجم الکبیر، عمرو بن دینار عن ابن عباس، ۱۱/۹۴، الحدیث: ۱۱۲۱۶)

(2)......انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا: نظامِ عدل وعدالت کی روح ہی یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ فریقین میں سے اصلاً کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے۔ **(1)** اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے، دوسرے کو بھی دے۔ **(2)** نشست دونوں کو ایک جیسی دے۔ **(3)** دونوں کی طرف برابر مُتَوَجِّہ رہے۔ **(4)** کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ **(5)** فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دِلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل... الخ، ص۱۰۱۵، الحدیث: ۱۸(۱۸۲۷))

قاضی شریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عادلانہ فیصلہ

مسلمان قاضیوں نے اسلام کے عادلانہ نظام اور برحق فیصلوں کی ایسی عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتی، اس موقع پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے: جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی ایک زِرَہ گم ہوگئی، بعد میں جب آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کوفہ تشریف لائے تو وہ زِرہ ایک یہودی کے

پاس پائی، اسے فرمایا: یہ زِرہ میری ہے، میں نے تمہیں بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ فرمایا: ہم قاضی صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ یہ قاضی شُریح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عدالت میں پہنچے، حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اے امیرُ المؤمنین! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: اس یہودی کے قبضے میں جو زِرہ ہے وہ میری ہے، میں نے اسے نہ بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہودی سے فرمایا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی بولا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں، قنبر اور حسن دونوں اس بات کے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: (کہ حسن آپ کے بیٹے ہیں اور شرعی اصول یہ ہے کہ) بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ جب اس یہودی نے قاضی صاحب کا عادلانہ فیصلہ سنا تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لے کر آئے اور قاضی صاحب نے آپ ہی کے خلاف فیصلہ کر دیا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی مذہب حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ زِرہ آپ ہی کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے، وہ زِرہ اور ایک گھوڑا اُسے تحفے میں دے دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ابو السبطین: علی بن ابی طالب، فصل فی نبذ من اخبار علی... الخ، ص۱۸۴-۱۸۵، الکامل فی التاریخ، سنة اربعین، ذکر بعض سیرته، ۳/۲۶۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حکم مانو اللّٰہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں

کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

﴿وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ: اور رسول کی اطاعت کرو۔﴾ یہاں آیت میں رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲۹۷/۲، الحدیث: ۲۹۵۷)

رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی سابقہ حدیث میں ہی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲۹۷/۲، الحدیث: ۲۹۵۷)

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت فرض ہے

حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے، قرآنِ پاک کی مُتَعَدَّد آیات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی پر عذاب جہنم کا مژدہ سنایا، لہٰذا جس کام کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا اسے کرنا اور جس سے منع فرمایا اس سے رک جانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِۘ(۷) (سورۂ حشر:۷)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے، میں واضح طور پر تمہیں اُس سے ڈرا رہا ہوں، اپنی نجات کی راہ تلاش کرلو۔ اب ایک گروہ اس کی بات مان کر مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راتوں رات وہاں سے چلا گیا وہ تو نجات پا گیا اور ایک گروہ نے اس کی بات نہ مانی اور وہیں رکا رہا تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ تو جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا اس پر عمل پیرا ہوا وہ اس گروہ جیسا ہے جو نجات پا گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لایا اسے جھٹلایا تو وہ اس گروہ کی طرح ہے جو نہ مان کر ہلاکت میں پڑا۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ... الخ، ص۱۲۵۳، الحدیث: ۱۶(۲۲۸۳))

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں اور تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔ آیت میں ''اُولِی الْاَمْر'' کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علماء سب داخل ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖؕ-وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اُس پر ایمان لے آئے ہیں جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکا تا رہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا : کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں ﴾ شانِ نزول: بِشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ منافق نے خیال کیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو کسی کی رعایت نہیں کریں گے اور اس سے میرا مطلب حاصل نہ ہو گا، اس لئے اُس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بناؤ (یہاں آیت میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے، اِس لئے اُس نے یہودی ہونے کے باوجود اُس کو پنچ تسلیم نہ کیا، ناچار منافق کو فیصلہ کے لئے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے حضور آنا پڑا۔ رسولِ صادق و امین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے خلاف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق اُس یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس لے آیا، یہودی نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طے فرما چکے لیکن یہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کہ ہاں میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں، یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اُس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اُس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ اس منافق کے ورثاء حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے لیکن اِن آیات میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کی تائید نازل ہو گئی تھی لہٰذا ورثاء کے مطالبے کو مُسترد کر دیا گیا۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ٦٠، ١/٣٩٧)

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَیْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ یَحْلِفُوْنَ ﳓ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری کتاب اور رسول کی طرف آ ؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں، اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا ان کے دلوں کی تو بات اللہ جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں ان سے رسا بات کہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آ ؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ تو کیسی (حالت) ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا تھا۔ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو اور ان کے بارے میں ان سے پُر اثر کلام کرتے رہو۔

﴿فَكَیْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ: تو کیسی ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے﴾ یہاں منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ویسے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے جیسے بِشر منافق پر آپڑی تو کیا پھر بھی

یہ آپ سے اعراض کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وقت اپنی کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دو فریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کیلئے جانے لگا تھا۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا(۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔﴾ یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اَنبیاء و رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معصوم بناتا ہے کیونکہ اگر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود گناہوں کے مُرتکِب ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اِتّباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس سے ہٹ کر اطاعتِ الٰہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔﴾ آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام فرمایا گیا۔ البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ کی بارگاہ میں آجائیں کہ یہ بارگاہ، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ ہے، یہاں کی رضا، رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے اور یہاں کی حاضری، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی حاضری ہے، یہاں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ حبیبِ ربُّ العٰلَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھی شفاعت کیلئے عرض کریں اور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کیلئے سفارش فرمادیں تو ان لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’بندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سمع (یعنی سننا)، اس کا شُہود (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالٰی:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾	اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالمِ حیاتِ ظاہری میں حضور (یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضورِ مزارِ پُر انوار ہے اور جہاں یہ بھی مُیَسَّر نہ ہو تو دل سے حضورِ پُر نور کی طرف توجہ، حضور سے تَوَسُّل، فریاد، اِستغاثہ، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْبَارِی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں ’’رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ‘‘ ترجمہ: نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵/۶۵۴)

یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اور وصالِ ظاہری کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے، اپنی مغفرت و نجات کی اِلتجاء کرنے اور اپنی مشکلات کی دوری چاہنے کا سلسلہ صحابۂ

کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے چلتا آرہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات

(1)......حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر ایک خطا سرزد ہوگئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس قدر نادم ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللّٰہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک نہ میں کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز چکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا اللّٰہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللّٰہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھولوں گا۔ سات دن تک حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نہ کوئی چیز کھائی، نہ پی، نہ چکھی، حتّٰی کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، جب انہیں توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک خود کو نہیں کھولوں گا جب تک کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لا کر اپنے دستِ اقدس سے مجھے نہیں کھولتے۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور اپنے پیارے صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بندشوں سے آزاد فرما دیا۔ (دلائل النبوه للبیهقی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من الاحزاب ومخرجه الی بنی قریظة... الخ، ۱۳/۴-۱۴، خازن، الانفال، تحت الآیة: ۲۷، ۲/۱۹۰)

(2)......بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں توبہ و رُجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا بستر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہوگئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھ سے جو نافرمانی ہوئی میں اس سے اللّٰہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہ گدا یہاں کیوں ہے؟ عرض کی: میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے خریدا تھا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس پر تشریف فرما ہوں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں (کو بنانے) والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا انہیں زندہ کرو۔'' اور ارشاد فرمایا: ''جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب التجارة فیما یکره لبسه للرجال والنساء، ۲/۲۱، الحدیث: ۲۱۰۵)

(3)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ چالیس صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے جمع ہو کر جبر وقدر میں بحث کرنے لگے تو روحُ الْاَمین حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ غصہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے بازو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی "تُبْنَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" ہم نے اللّٰہ تعالیٰ اور رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں توبہ پیش کی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قریب تھا کہ تم اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر امت کے پاس تشریف لے جائیں، انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے۔ (معجم الکبیر، ثوبان مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۲/۵۹، الحدیث: ۱۴۲۳)

مزار پرانوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری کا یہ طریقہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں نہ تھا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ مبارک کے بعد بھی یہ عرض ومعروض باقی رہی اور آج تک ساری امت میں چلتی آرہی ہے۔ چنانچہ

(1)......امیر المومنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور پر حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا: تم حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ حضرت بلال بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ خلافت میں

حاضر ہوئے اور خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا: یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ، ۷/۴۸۲، الحدیث: ۳۵، وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زیارۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۲/۱۳۷۴، الجزء الرابع)

(2)......ایک مرتبہ مدینۂ منورہ میں شدید قحط پڑا، اہلِ مدینہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور دیکھو اور چھت میں ایک روشندان بناؤ حتّٰی کہ روضۂ منور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، اہلِ مدینہ نے جیسے ہی روشندان بنایا تو اتنی کثیر بارش ہوئی کہ سبز گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے ہو گئے یہاں تک کہ گوشت سے بھر گئے۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللّٰہ تعالی نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد موتہ، ۱/۵۶، الحدیث: ۹۲)

(3)......بادشاہ ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مسجدِ نبوی شریف میں مناظرہ کیا، دورانِ مناظرہ ابو جعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: اے امیرُ المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ”تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آواز سے بلند مت کرو۔“ اور دوسری جماعت کی تعریف فرمائی کہ ”بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پست کرتے ہیں۔“ اور ایک قوم کی مذمت بیان کی کہ ”بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔“ بے شک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر خاموش ہو گیا، پھر دریافت کیا: اے ابو عبداللّٰہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف متوجہ ہو کر؟ فرمایا: تم کیوں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بروزِ قیامت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی طرف متوجہ ہو کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے شفاعت مانگو پھر اللّٰہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شفا شریف، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم انّ حرمۃ النبی... الخ، ص۴۱، الجزء الثانی)

(4)......مروان نے اپنے زمانۂ تَسَلُّط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے (ان کی گردن مبارک پکڑ کر) کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب

نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں، میں کسی اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، میں تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور حاضر ہوا ہوں، ۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔ یہ صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ (مسند امام احمد، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۱۴۸/۹، الحدیث: ۲۳۶۴۶)

(5)...... حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ انور کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا، اس میں یہ آیت بھی ہے ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا '' میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب عَزَّوَجَلَّ سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔
(مدارك، النساء، تحت الآية: ٦٤، ص٢٣٦)

الغرض یہ آیتِ مبارکہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم مدح وثنا پر مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بہت سے اشعار فرمائے ہیں۔ چنانچہ ''حدائقِ بخشش'' میں فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْكَ ہے گواہ   پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر   جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا   ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

آیت ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا '' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)...... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنے کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(2)...... قبرِ انور پر حاجت کے لئے حاضر ہونا بھی '' جَآءُوْكَ '' میں داخل اور خَیْرُ الْقُرُون کا معمول ہے۔

(3)...... بعدِ وفات مقبولانِ حق کو ''یا'' کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

(4)...... مقبولانِ بارگاہِ الٰہی مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم۔ ﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ مدینہ پہاڑ سے آنے والے پانی سے باغوں میں آبپاشی کرتے تھے۔ وہاں ایک انصاری کا حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے کھیت کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ حبیبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور پیش کیا گیا۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہلے پانی کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، اس کے باوجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انصاری کے ساتھ بھی احسان کرنے کا فرمادیا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجود اس کے کہ فیصلہ میں حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح... الخ، ۲/۲۱۵، الحدیث: ۲۷۰۸)

اور بتادیا گیا کہ حبیبِ خدا، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو تسلیم کرنا فرضِ قطعی ہے۔ جو شخص تاجدارِ

رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے، ایمان کا مدار ہی اللّٰہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو تسلیم کرنے پر ہے۔

آیت" فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیتِ مبارکہ سے 7 مسائل معلوم ہوئے۔

(1)...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رب ہونے کی نسبت اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف فرمائی اور فرمایا اے حبیب! تیرے رب کی قسم۔ یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم شان ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی پہچان اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے سے کرواتا ہے۔

(2)...... حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ماننا فرض قرار دیا اور اس بات کو اپنے رب ہونے کی قسم کے ساتھ پختہ کیا۔

(3)...... حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ماننے سے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا۔

(4)...... تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حاکم ہیں۔

(5)...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بھی حاکم ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی البتہ دونوں میں لامتناہی فرق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی صفات جو اللّٰہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتی ہیں اگر وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے استعمال کی جائیں تو شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ شرک کی حقیقت نہ پائی جائے۔

(6)...... رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم دل وجان سے ماننا ضروری ہے اور اس کے بارے میں دل میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا کہ پھر اپنے دلوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے متعلق کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل وجان سے تسلیم کرلیں۔

(7)...... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی احکام کا ماننا فرض ہے اور ان کو نہ ماننا کفر ہے نیز ان پر اعتراض کرنا، ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کافروں کے قوانین کو اسلامی قوانین پر فوقیت دیتے ہیں۔

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْهُمْؕ-وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا

لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔ اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ ہر وہ کام کرلیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا۔ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے۔ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے۔

﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ :اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے۔ ﴾ یہاں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے اور توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اس آیت کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک یہودی نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر خود کو قتل کرنا اور گھر بار چھوڑنا فرض کیا تھا، ہم اس کو بجالائے تھے۔ اس پر حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر فرض کرتا تو ہم بھی ضرور بجالاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، النساء، تحت الآیۃ: ۶۶، ۱۶۳/۴)

کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن اگر واقعی ایسا حکم دیدیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی۔ اس میں بطورِ خاص منافقین یا نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہوں گے جیسے منافقین اکثر جہاد سے فرار کی راہ ہی اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کئی جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔ جہاں تک مُخلِصین یعنی جلیلُ القدر صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ایسے ہیں جنہوں نے مختلف جنگوں میں خود کو سرکارِ دوعالم صَلَّی

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آگے کھڑا کر دیا اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں خود کو قتل کرنے یا اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا تو تم میں سے تھوڑے لوگ ہی کرتے لیکن اگر وہ ہر اُس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے ماردینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا بہرصورت یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر وثواب عطا فرماتے اور انہیں صراطِ مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ : اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالٰی نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۱/۴۰۰)

اور انہیں تسکین دی گئی کہ منزلوں کے فرق کے باوجود فرمانبرداروں کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری اور مَعِیَّت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخلص فرمانبردار جنت میں اُن کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔

(ابو داؤد، كتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه، ٤/٤٢٩، الحديث: ٥١٢٧)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا شوقِ رفاقت

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رفاقت صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بہت محبوب تھی اور دنیا کی رفاقت کے ساتھ ساتھ اُخروی رفاقت کا شوق بھی ان کے دلوں میں رچا بسا تھا اور وہ اس کے لئے بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔ ذیلی سُطور میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے شوقِ رفاقت کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں رات کو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: سَلْ (مانگو) میں نے عرض کیا "**اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ**" میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کی: میرا مقصود تو وہی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "تو پھر زیادہ سجدے کرکے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، ص٢٥٢، الحديث: ٢٢٦(٤٨٩))

جنگِ اُحد کے موقع پر حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ دعا فرمائیے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ "**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ**" یااللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا زندگی بھر عَلَانِیَہ یہ کہتی رہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد، ومن نساء بنى النجار ... الخ، امّ عمارة بنت كعب، ٨/٣٠٥)

عاشقوں کے امام حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ شدتِ غم سے فرمانے لگیں: ہائے غم۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: واہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل ہم اپنے محبوب آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے ملاقات کریں گے۔

(سیرت حلبیہ، باب استخفائہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فی دار الارقم... الخ، ۱/۴۲۲)

ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ہاشم بن عتبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا "اے ہاشم! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم جنت سے بھاگتے ہو حالانکہ جنت تو تلواروں (کے سائے) میں ہے۔ آج میں اپنی محبوب ترین ہستیوں محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ اسی جنگ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شہادت پائی۔ (اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمار بن یاسر، ۴/۱۴۴)

جب حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار ہوئے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے (جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے) تو فرمایا "تم خوش ہو جاؤ، کل تم محبوب ترین ہستی محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے ملاقات کرو گے۔

(البدایہ والنہایہ، ثمّ دخلت سنة سبع وثلاثین، ذکر من توفی فیھا من الاعیان، ۵/۴۱۷)

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے شوقِ رفاقت کے صدقے ہمیں بھی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبر و حشر اور جنت میں رفاقت نصیب فرمائے۔ اٰمین۔

صدق کے معنی اور اس کے مراتب

اس آیت میں صِدِّیقین کا لفظ آیا ہے۔ صدیقین انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے مُتَّبِعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اُن کی راہ پر قائم رہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم اس کے معانی اور اس کے درجات بیان کرتے ہیں چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صدق 6 معانی میں استعمال ہوتا ہے: (1) گفتگو میں صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) عزم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔ ان معانی کے اعتبار سے صادقین کے بہت سے درجات ہیں اور جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے تو وہ اسی چیز کی نسبت سے صادق کہلائے گا، چنانچہ:

پہلا صدق "زبان کا صدق" ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل

ہوں اوران سے آگاہی ہواوراس میں وعدے کو پورا کرنا اوراس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے، لہٰذا ہر بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے اور (ہمیشہ) سچی بات ہی کہے۔

دوسرا صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوٹتا ہے، یعنی بندے کی حرکات وسَکَنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے، اگر اس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدقِ نیت باطل ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے لہٰذا ہر صادق کا مخلص ہونا ضروری ہے۔

تیسرا صدق ''عزم کا صدق'' ہے کیونکہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کردوں گا یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا دشمن سے مقابلہ ہوا تو میں اس سے لڑوں گا اور اس لڑائی میں اگر میں قتل بھی ہوجاؤں تو مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے اور مخلوق کی طرف میلان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ یہ عزم وارادہ دل میں ہوتا ہے اور انتہائی پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور تَرَدُّد ہوتا ہے، نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو صادق اور صدیق وہ شخص ہے جس کا پختہ ارادہ تمام نیکیوں میں قوتِ تامہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے۔

چوتھا صدق ''عزم کو پورا کرنے کا صدق'' ہے کیونکہ بعض اوقات نفس فی الحال عزم کرلیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہوجاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہوجاتا ہے اور خواہشات غالب آجاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ عزم کو پورا نہیں کرسکتا اور یہ بات صدق کے خلاف ہے۔

پانچواں صدق ''اعمال کا صدق'' ہے، یعنی انسان کوشش کرے حتّٰی کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے۔ یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات تَرکِ ریا سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ریاکار تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں البتہ کئی نمازی نماز میں خُشوع وخُضوع کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور

ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہوتا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے اور جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے جبکہ باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے، اس طرح یہ اعمال زبانِ حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور اس سے اعمال میں صدق کی باز پُرس ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص سکون ووقار سے چل رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا باطن سکون ووقار سے موصوف نہیں ہوتا تو یہ بھی اپنے عمل میں سچا نہیں اگرچہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کو دکھا رہا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا قصد وارادے سے ہو تو وہ ریا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور قصد وارادے کے بغیر ہو تو اس سے صدق فوت ہو جاتا ہے اور اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن ظاہر سے بہتر ہو۔

چھٹا اور سب سے اعلیٰ و مُعَزَّز درجے کا صدق ''مقامات دین میں صدق'' ہے، جیسے خوف، امید، تعظیم، زُہد، رضا، تَوَکُّل، محبت اور باقی اُمورِ دِینِیہ میں صدق پایا جانا۔ ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جن کے ظاہر ہونے سے یہ نام بولے جاتے ہیں، پھر ان کے کچھ مقاصد اور حقائق ہیں تو حقیقی صادق وہ ہے جو ان امور کی حقیقت کو پالے اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب النیة والاخلاص والصدق، الباب الثالث، بیان حقیقة الصدق ومعناه ومراتبه، ۵/۱۱۷-۱۲۲)

یاد رہے کہ اس آیت میں صدیقین سے سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَکابِر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں اور صالحین سے مراد وہ دیندار لوگ ہیں جو حقُ العِباد اور حقُّ اللّٰہ دونوں ادا کریں اور اُن کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ: یہ اللہ کا فضل ہے۔﴾ معلوم ہوا کہ جنت میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قرب جنت کی بہت بڑی نعمت ہوگی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے بطورِ خاص فضیلت میں شمار فرمایا اور اسے اپنا فضل قرار دیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ: ہوشیاری سے کام لو۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے احکام سے محروم نہیں رکھا بلکہ ہر جگہ ہماری رہنمائی فرمائی۔ ماں باپ، بیوی بچے، رشتے دار، پڑوسی، اپنے بیگانے سب کے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی سلسلے میں ہماری بھلائی کیلئے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دُشمن کی گھات سے بچو اور اُسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لے رکھو پھر موقع محل کی مناسبت سے دُشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات وعقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ یہ آیت مبارکہ جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر اسباب لڑنا مرنے کے مُتَرادِف ہے، تَوَکُّل ترکِ اَسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔

جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات

جنگی تیاری کیلئے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

(1)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس آیت) ’’وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ‘‘ اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے۔ (کی تفسیر میں)

فرمایا ’’خبردار وہ قوت تیراندازی ہے، خبردار وہ قوت تیراندازی ہے، خبردار وہ قوت تیراندازی ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ... الخ، ص ۱۰۶۱، الحدیث: ۱۶۷(۱۹۱۷))

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مشرکین سے، اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرو (یعنی دینِ حق کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ)

(نسائی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، ص ۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳)

(3)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللّٰہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا (1) ثواب کی نیت سے تیر بنانے والے کو (2) تیر پھینکنے والے کو (3) تیر پکڑوانے والے کو۔ اور تیراندازی اور گھڑ سواری میں مقابلہ کیا کرو، تمہارا تیراندازی میں مقابلہ کرنا شہسواری میں مقابلہ کرنے سے زیادہ مجھے پسند ہے اور جو تیراندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو گنوا دیا۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، ۱۹/۳، الحدیث: ۲۵۱۳)

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اہلِ شام کو خط لکھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔

(در منثور، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۸۶/۴)

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّۚ-فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا(۷۲) وَ لَىٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا(۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللّٰہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گویا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو دیر لگانے

والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی (جبکہ اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔

﴿وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے۔﴾ یہاں منافقوں کا بیان ہے کہ منافقوں کی حالت یہ ہے کہ حتَّی الامکان میدانِ جنگ میں جانے میں دیر لگائیں گے تا کہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے اور اگر پھر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آپہنچے اور یہ منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو بڑی خوشی سے کہیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا۔ اور اگر اس کی جگہ مسلمانوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خصوصی فضل ہو جائے کہ انہیں فتح حاصل ہو جائے اور مالِ غنیمت مل جائے تو پھر وہی جو تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بن گئے تھے اب کہیں گے کہ اے کاش کہ ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ گویا منافقین کا اول و آخر صرف مال کی ہوس ہے۔ انہیں نہ مسلمانوں کی فتح سے خوشی اور نہ شکست سے رنج بلکہ شکست پر خوش اور فتح پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔

خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔ مفاد پرست اور خود غرض آدمی کچھ عرصہ تک تو اپنی منافقت چھپا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آجائے تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ: تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔﴾ یہاں اہلِ ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں آخرت کی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں لڑنا چاہیے اور اس میں دُنیوی نفع کا ہرگز خیال نہ کریں بلکہ ان کا مطلوب ومقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا، دینِ اسلام کی سربلندی اور حق کا بول بالا ہونا چاہیے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے گا تو وہ شہید ہو جائے یا بچ کر آ جائے دونوں صورتوں میں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عظیم اَجر کا مُستحق ہوگا۔

حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جذبۂ شہادت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میرے چچا حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر میں نہ جاسکے، انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ کی تھی میں اس میں حاضر نہ ہوسکا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا جو میں کروں گا، پھر جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا تو کچھ لوگ بھاگنے لگے، حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! ان بھاگنے والوں میں جو مسلمان ہیں، میں ان کی طرف سے معذرت خواہ ہوں اور جو مشرک ہیں، میں اُن سے بری ہوں۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تلوار لے کر میدانِ جنگ کی طرف دیوانہ وار بڑھے۔ راستے میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ''اے سعد! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، جنت۔ اس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں اُحد پہاڑ کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جیسا کارنامہ انہوں نے سرانجام دیا ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے انہیں شہیدوں میں اس حال میں پایا کہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسّی (80) سے زائد زخم تھے، اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اعضاء جگہ جگہ سے کاٹ دیئے گئے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہچاننا بہت مشکل ہو چکا تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہمشیرہ نے آپ کو اُنگلیوں کے نشانات سے پہچانا۔

(بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: من المؤمنين رجال صدقوا... الخ، ۲/۲۵۵، الحديث: ۲۸۰۵، عيون الحكايات، الحكاية العاشرة، ص۲۷، ملتقطاً)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ؕ(۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ :اور تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ جہاد فرض ہے اور اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد وعورت اور بچے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں اور وہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم ان کو بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو کیوں ان کی مدد کیلئے نہیں اٹھتے۔

آیت ” وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... جہاد فرض ہے، بلاوجہ جہاد نہ کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے نماز چھوڑنے والا بلکہ کئی صورتوں میں اِس سے بھی بڑھ کر ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ جہاد کی فرضیت کی کچھ شرائط ہیں جن میں ایک اہم شرط اِستطاعت یعنی جنگ کی

طاقت ہونا بھی ہے۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ طاقت ہو نہیں اور چند مسلمانوں کو لڑائی میں جھونک کر مروا دیا جائے۔ جہاد کبھی فرضِ عین ہوتا ہے اور کبھی فرضِ کِفایہ۔

(2)......آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی مَظلومیّت کا بیان کرنا بہت مفید ہے۔ آیت میں جن کمزوروں کا تذکرہ ہے اس سے مراد مکہ مکرمہ کے مسلمان ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی تا کہ وہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے پنجۂ ظلم سے چھڑائیں جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے قید کرلیا تھا اور طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے اور اُن کی عورتوں اور بچوں تک پر بے رحمانہ مَظالم کرتے تھے اور وہ لوگ اُن کے ہاتھوں میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خلاصی اور مددِ الٰہی کی دعائیں کرتے تھے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کا ولی وناصر کیا اور انہیں مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا اور مکہ مکرمہ فتح کرکے اُن کی زبردست مدد فرمائی۔

(3)......آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کو ولی اور ناصر (یعنی مددگار) کہہ سکتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۠(۷۶) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا (۷۷)

ع ۱۰ ۷

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا، تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو بیشک شیطان کا مکروفریب کمزور ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کردی؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ دنیا کا سازوسامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یوں ہے کہ مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے۔ ہجرت سے پہلے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذائیں دی ہیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے سے ابھی ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اسی کے متعلق فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروعِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روکے رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۷۷، ۱/۴۰۳)

لیکن پھر جب مدینہ منورہ میں ان پر جہاد فرض کیا گیا تو وہ اس وقت طبعی خوف کا شکار ہوگئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

یہ سوال حکمت دریافت کرنے کے لئے تھا، اعتراض کرنے کیلئے نہیں۔ اسی لئے اُن کو اس سوال پر تو بیخ و زجر نہ فرمایا گیا بلکہ تسلی بخش جواب عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ دنیا کا ساز وسامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کیلئے بہتر ہے۔ لہٰذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور اُنہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللّٰہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرمادو سب اللّٰہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللّٰہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو: سب اللّٰہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

﴿ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ: تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی۔﴾ لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اس سے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں اور جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرجانے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کہ یہ سعادتِ آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔

﴿ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ: اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔﴾ یہاں سے منافقین کا بیان ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں فراوانی آجائے، کاروبار اچھا ہوجائے، پیداوار زیادہ ہوجائے تو کہتے ہیں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط پڑجائے یا کوئی اور مصیبت آجائے تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں ایسی ہی سختیاں پیش آرہی ہیں۔ محبوبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دفاع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں یعنی ہر راحت و مصیبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے سے آتی ہے، ہاں ہم اس کے اسباب مہیا کرلیتے ہیں نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ نیکی راحت کا ذریعہ ہے اور گناہ مصیبت کا سبب ہے۔

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ٘ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

﴿ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ: تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مخاطب! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کریم کا فضل و رحمت ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ تو اس کا مستحق ہوا۔ یہاں بھلائی کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی ہے جب کہ اوپر کی آیت میں سب کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مُؤثِرِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اُسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامتِ نفس کے سبب سے سمجھے۔

﴿ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا: اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔﴾ رسولِ کائنات

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام عرب وعجم اور ساری مخلوق کے لئے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا اُمّتی کیا گیا۔ یہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیلُ القدر منصب اور عظیمُ المرتبت قدرومنزلت کا بیان ہے۔ اَوّلین وآخرین سارے انسانوں کے آپ نبی ہیں، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر یوم قیامت تک سب انسان آپ کے اُمتی ہیں، اسی لئے تمام نبیوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہ وَسَلَّمَ کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًاؕ(۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ : جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا۔﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی، اِس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسٰی بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رب مانا ہے۔ اس پر اللّٰہ تعالٰی نے اُن کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللّٰہ کی اطاعت ہے۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۳۶۲)

تو جس نے ان کی اطاعت سے اِعراض کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے انہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کیلئے بھیجا ہے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ٘ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُؕ-وَ اللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَۚ-فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ-وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا(۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللّٰہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللّٰہ پر بھروسہ رکھو اور اللّٰہ کافی ہے کام بنانے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللّٰہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب! تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللّٰہ پر بھروسہ رکھو اور اللّٰہ کافی کارساز ہے۔

﴿وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ: اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی۔﴾ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر اس کے خلاف کرتے تھے۔ (خازن، النساء، تحت الآیة: ۸۱، ۱/۴۰۵)

ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور اِنہیں اُس کا بدلہ بھی ملے گا۔ لیکن چونکہ یہ ظاہراً کلمہ پڑھتے تھے اور ظاہری طور پر کفر نہیں کرتے تھے اس لئے ان کے بارے میں کہا گیا کہ ان سے چشم پوشی کرو یعنی ان کے کافروں کی طرح دنیوی احکام نہیں ہیں۔ ہاں چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا جاتا ہے تو اس میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھو، ان کی طرف سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو کفایت کرے گا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ-وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔﴾ یہاں قرآن کی عظمت کا بیان ہے اور لوگوں کو اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ قرآنِ حکیم میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم اور حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اِس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلے سے عاجز کر دیا ہے اور غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور ان کے مکروفریب کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اوّلین و آخرین کی خبریں دی ہیں۔ اگر قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور اسے لانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہے۔

قرآنِ مجید میں غور وفکر کرنا عبادت ہے لیکن!

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں غور وفکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ احیاءُ العُلوم میں فرماتے ہیں کہ ایک آیت سمجھ کر اور غور وفکر کر کے پڑھنا بغیر غور وفکر کئے پورا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب التفکر، بیان مجاری الفکر، ۵/۱۷۰)

قرآن کا ذکر کرنا، اسے پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ قرآن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ قرآن میں وہی غور وفکر مُعْتَبَر اور صحیح ہے جو صاحبِ قرآن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرامین اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحبت یافتہ صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان سے تربیت حاصل کرنے والے تابعین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے علوم کی روشنی میں ہو کیونکہ وہ غور وفکر جو اُس ذات کے فرامین کے خلاف ہو جن پر قرآن اترا اور اس غور وفکر کے خلاف ہو جو وحی کے نزول کا مُشاہدہ کرنے والے بزرگوں کے غور وفکر کے خلاف ہو، وہ یقیناً معتبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دورِ جدید کے اُن نت نئے مُحققین سے بچنا ضروری ہے جو چودہ سو سال کے علماء، فُقہاء، محدثین

ومفسرین اور ساری امت کے فَہم کو غلط قرار دے کر قولاً یا عملاً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قرآن اگر سمجھا ہے تو ہم نے ہی سمجھا ہے، پچھلی ساری امت جاہل ہی گزر گئی ہے۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ: اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا۔﴾ یہاں قرآنِ پاک کی حقانیت پر ایک نہایت آسان اور واضح دلیل دی جارہی ہے کہ اگر قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، اس میں جو غیب کی خبریں دی گئی ہیں وہ سو فیصد پوری نہ ہوتیں بلکہ کوئی بات تو پوری ہوجاتی اور کوئی نہ ہوتی لیکن جب ایسا نہ ہوا بلکہ قرآنِ پاک کی تمام غیبی خبریں بالکل سچی ثابت ہورہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یقیناً یہ کتاب، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے نیز اس کے مضامین میں بھی باہم اختلاف نہیں کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف کوئی دوسری بات کہہ دی۔ اسی طرح فصاحت وبلاغت میں بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ مخلوق کا کلام فصیح بھی ہو تو سب یکساں نہیں ہوتا کچھ بلاغت سے بھرپور ہوتا ہے تو کچھ رکیک وگھٹیا قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ شُعراء اور زباندانوں کے کلام میں دیکھا جاتا ہے کہ بڑے سے بڑے شاعر کا کوئی کلام بڑا شاندار ہوتا ہے اور کوئی بالکل گیا گزرا۔ لیکن قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی شان ہے کہ اس کا تمام کلام فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر ہے۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس

بات کو رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور اُن میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے اُس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

﴿وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے۔﴾ یہاں اگرچہ ایک خاص سیاق وسباق میں ایک چیز بیان کی گئی ہے لیکن اِس میں جو حکم بیان کیا گیا ہے یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کیلئے کافی ہے۔ خلاصہ کلام یہ فرمایا گیا کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اُسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اپنے بااختیار لوگوں جیسے اکابر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم جو صاحبِ رائے اور صاحبِ بصیرت ہیں کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھدار لوگ ضرور اپنی عقل ودانش یا اپنی تحقیق کی روشنی میں اُس خبر کی حقیقت کو جان لیتے اور یوں بات کا بتنگڑ بننے کی بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجاتی۔

زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول

اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں کے معاملات بلکہ ملکی وبین الاقوامی معاملات اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کا حال یہ ہے کہ ایک بات کو کوئی شخص اچھالتا ہے اور پھر وہ موجودہ میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں گردش کرنے لگتی ہے اور کچھ عرصے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس بات کا کوئی سر پیر ہی نہیں اور وہ سراسر جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے ایسی سازشیں، افواہیں اور خبریں دن رات پھیلائی جارہی ہیں حتّٰی کہ بعض جگہوں پر یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک وہ کسی ایک کافر کو قتل نہیں کرلے گا۔ اَلْاَمان وَالْحفیظ، کیسا جھوٹ اور کیسی دیدہ دلیری ہے۔ کفار کے ممالک میں مسلمانوں کا جو تشخص پھیلایا جارہا ہے وہ بھی اسی طرح کی جھوٹی افواہوں کے ذریعے ہے اور پھر ایسی ہی باتیں سن کر مغرب سے مرعوب کچھ پڑھے لکھے سمجھے جانے والے ہمارے لوگ اِن باتوں کو اسلام کے نام پر پیش کرکے اِسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلتے پھیلتے دس مرتبہ اضافوں کے ساتھ ایسی ہوگئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں اور تباہیاں مچ گئیں۔ ایسی سینکڑوں باتوں کا ہم سب کو تجربہ ہوگا۔ ان سب کیلئے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب ایسی کوئی بات پہنچے تو اہلِ دانش اور سمجھدار لوگوں تک پہنچادی جائے وہ غور وفکر اور تحقیق سے اس کی حقیقتِ حال معلوم

کرلیں گے اور یوں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔ حضرت حفص بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔ (مسلم، باب النهی عن الحدیث بکلّ ما سمع، ص۸، الحدیث: ۵(۵))

ایک اہم مسئلہ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ قیاس جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہے جو قرآن وحدیث سے صراحت سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے اِستِنباط وقیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمورِ دِینیّہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں جو اِس کا اہل ہو وہی اِس میں غور کرے۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آنچ سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے رہو۔ عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔

﴿فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بدرِ صُغریٰ (چھوٹا غزوہ بدر، اُس) کی جنگ جو ابوسفیان سے طے تھی جب اس کا وقت آ پہنچا تو سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی، بعض لوگوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تنہا ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا ناصر و مددگار ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ

کا وعدہ سچا ہے۔ یہ حکم پا کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بدرِ صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور صرف ستر سوار ہمراہ تھے۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ٨٤، ص٢٤٢)

چنانچہ فرمایا گیا کہ آپ جہاد کیلئے جائیں اور آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے اور اگرچہ آپ اکیلے رہ جائیں، ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور بس۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اللہ کریم کافروں کی سختی کو روک دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کے اس چھوٹے سے لشکر سے کفار ایسے مرعوب ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں نہ آسکے۔

سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شجاعت

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شجاعت میں سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہوگئے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام لوگوں سے زیادہ شُجاع اور بہادر تھے۔ (مسلم، كتاب الفضائل، باب في شجاعة النبي عليه السلام وتقدّمه للحرب، ص١٢٦٢، الحديث: ٤٨(٢٣٠٧))

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفاء، القسم الاول، الباب الثاني، فصل وامّا الشجاعة والنجدة، ص١١٦، الجزء الاول)

حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے مثل شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے: جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پتھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

(الشفاء، القسم الاول، الباب الثاني، فصل وامّا الشجاعة والنجدة، ص١١٦، الجزء الاول)

غزوۂ حُنین کے دن جب ابتداءً مسلمان کفار کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے میدانِ جنگ سے فرار ہوئے تو ایسے نازک وقت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی جانب پیش قدمی فرماتے رہے۔ (مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب في غزوة حنين، ص٩٧٨، الحديث: ٧٦(١٧٧٥))

غزوۂ اَحزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوئی جو کسی سے نہ ٹوٹ سکی، سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وار سے وہ چٹان پارہ پارہ ہوگئی۔

(نسائی، کتاب الجهاد، غزوة الترك والحبشة، ص٥١٧، الحديث: ٣١٧٣)

ایک رات اہلِ مدینہ ایک خوفناک آواز سن کر دہشت زدہ ہوگئے تو اس آواز کی سمت سب سے پہلے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے گئے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء... الخ، ٤/١٠٨، الحديث: ٦٠٣٣)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

تم ہو حفیظ و مُغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث — تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿٨٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً: جو اچھی سفارش کرے۔﴾ اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے جیسے کوئی نوکری کا واقعی مستحق ہے اور کسی دوسرے کی حق تلفی نہیں ہو رہی تو سفارش کرنا جائز ہے یا کوئی مظلوم ہے اور پولیس سے انصاف دلوانے میں مدد کیلئے سفارش کی جائے۔ بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے جیسے کسی غیر مستحق کو نوکری دلانے کیلئے سفارش کی جائے یا کسی کو شراب یا سینما کے لائسنس دلوانے کیلئے سفارش کی جائے، یہ حرام ہے۔

النصف

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے۔﴾ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کی عادت یہ تھی کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے "حَیَّاکَ اللّٰہُ" یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے اور جب دینِ اسلام آیا تو اُس میں اس کلمے کو "سلام" سے تبدیل کر دیا گیا اور یہ کلمہ "حَیَّاکَ اللّٰہُ" کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے کیونکہ جو شخص سلامت ہو گا تو وہ لازمی طور پر زندہ ہو گا اور صرف زندہ شخص سلامت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی زندگی مصیبتوں اور آفات سے ملی ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۸۶، ۴/۱۶۱)

سلام سے متعلق شرعی مسائل

اس آیت میں سلام کے بارے میں بیان ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں سلام سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں:

(1)...... سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو دوسرا شخص وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَةُ اللّٰہِ بھی کہا تھا تو یہ وَبَرَکَاتُہٗ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام و جواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے۔

(2)...... کافر، گمراہ، فاسق اور اِستنجا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ یونہی جو شخص خطبہ، تلاوتِ قرآن، حدیث، مذاکرۂ علم، اذان اور تکبیر میں مشغول ہو، اس حال میں ان کو بھی سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کر دے تو اُن پر جواب دینا لازم نہیں۔

(3)...... جو شخص شطرنج، چوسر، تاش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا

غسل خانہ میں ہو یا بَرہنہ ہو اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(4)......آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے، بعض جگہ یہ بڑی غلط رسم ہے کہ میاں بیوی کے اتنے گہرے تَعَلُّقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محروم کرتے ہیں حالانکہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔

(5)......بہتر سواری والا، کمتر سواری والے کو اور کمتر سواری والا، پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا، بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ سلام سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ 16 کا مطالعہ کیجئے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جھوٹ بولنا ناممکن ومحال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے محال ہے، وہ جملہ عُیوب سے پاک ہے۔

اِمکانِ کِذب کا رد

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کلام میں جھوٹ کا ممکن ہونا ذاتی طور پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مکمل طور پر صفاتِ کمال ہیں اور جس طرح کسی صفتِ کمال کی اس سے نفی ناممکن ہے اسی طرح کسی نقص و عیب کی صفت کا ثبوت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴿۸۷﴾ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔''

اس عقیدے کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اِستِفہام اِنکاری ہے یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ تو بِالذّات محال ہے کیونکہ جھوٹ خود اپنے معنی ہی کی رو سے قبیح ہے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینے کا نام ہے۔
(مدارك، النساء، تحت الآية: ٨٧، ص٢٤٣)

علامہ بیضاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس سے انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی جھوٹ کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیة: ٨٧، ٢/٢٢٩)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ (بقرہ: ٨٠) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے، ہمارے اصحاب اہلِ سنت و جماعت اس دلیل سے کذبِ الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کیونکہ جھوٹ صفتِ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور مُعتَزِلہ اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو مُمتَنِع مانتے ہیں کیونکہ جھوٹ فِیْ نَفْسِہٖ قبیح ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اصلاً ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ٨٠، ١/٥٦٧، ملخصاً)

شاہ عبدُ العزیز محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کی خبر اَزلی ہے، کلام میں جھوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔ (تفسیر عزیزی(مترجم)، البقرة، تحت الآية: ٨٠، ٢/٥٤٧، ملخصاً)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴿۱۱۵﴾ (انعام: ١١٥)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات مکمل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ''یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت سی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے، ان میں سے ایک صفت اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے دلائل کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کذب کو محال مانا جائے۔ (تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۱۲۵/۵)

نیز جھوٹ فِی نَفْسِہٖ دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نقص ہوگا یا نہیں ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جھوٹ ضرور نقص ہے اور جب یہ نقص ہے تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہوگیا کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ دوسری صورت میں اگر جھوٹ کو نقص وعیب نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کیونکہ اگر جھوٹ نقص نہیں تو کمال بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف نقص وعیب سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس شئے سے بھی پاک ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص وعیب میں سے نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت صفتِ کمال ہے اور جس میں کوئی کمال ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کس طرح ہوسکتا ہے۔

یاد رہے کہ لوگوں کے جھوٹ بولنے پر قادر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ناممکن ومحال ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ لوگوں کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی یعنی یہ کہنا کہ **بندہ جھوٹ بول سکے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہ بول سکے**، اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت **مَعَاذَ اللہ**، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی، یہ بات سراسر غلط ہے نیز اگر یہ بات سچی ہو کہ آدمی جو کچھ کرسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ بھی کرسکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح نکاح کرنا اور بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ انسان کی قدرت میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی **مَعَاذَ اللہ** یہ کرسکتا ہے، یونہی اگر وہ بات سچی ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح آدمی کھانا کھانے، پانی پینے، اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دینے، آگ سے جلانے، خاک اور کانٹوں پر لٹانے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ بھی اپنے لئے کرسکتا ہوگا۔ ان صورتوں میں انسان ہر طرح خدائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہو تو وہ ناقص ومحتاج ہوا اور ناقص ومحتاج خدا نہیں ہوسکتا اور اگر نہ کرسکا تو عاجز ٹھہرے گا اور کمالِ قدرت میں آدمی سے کم ہو جائے گا اور عاجز خدا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے اور محال پر قدرت کی تہمت سے پاک اور مُنَزَّہ ہے،

نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر ہے نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب ونقص پر قادر ہونا اس کی قدُّوسی شان کے لائق ہے۔

نوٹ: اس مسئلے پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں۔ (1) سُبْحٰنُ السُّبُّوْح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْح (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔ (2) دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنِ السُّبُّوْح۔ (رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُّوح کے باغ کا دامن) (3) اَلْقَمْعُ الْمُبِیْن لِاٰمَالِ الْمُکَذِّبِیْن (اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن ماننے والوں کے استدلال کا رد)۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہوگئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کردیا ان کے کوتکوں کے سبب کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہوگئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کردیا اور جسے اللہ گمراہ کردے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہوگئے؟﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی۔ ان کے بارے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک فرقہ ان کو قتل کرنے پر اصرار کررہا تھا اور ایک اُن کے قتل سے انکار کرتا تھا۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۸۸، ص ۲۴۳)

اور فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جا ملنے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو تم اس کیلئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲/۲۵۶)

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کی اپنی سرکشی کا بیان ہوا اور اس آیت میں ان کے کفر و سرکشی میں حد سے بڑھنے کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! جو منافق ایمان چھوڑ کر کفر و ارتداد کی طرف پلٹ گئے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ اور جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے

کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اس سے اُن کے ایمان کا ثبوت نہ مل جائے کہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کے لئے ہے کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں ہے، پھر اگر وہ ہجرت کرنے سے منہ پھیریں اور کفر پر قائم رہنے کو اختیار کریں تو اے مسلمانو! تم انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور اگر وہ تمہاری دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں تو ان کی مدد نہ قبول کرو کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔(روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲/۲۵۶، خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱/۴۱۱، ملتقطاً)

آیت "وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ" سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(1)......دوسرے کو کافر کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔

(2)......کافر، مرتد، بد مذہب کو دوست بنانا اور ان سے دلی محبت رکھنا حرام ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہو جیسے اُس زمانے کے منافق تھے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کفار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرامِ قطعی ہے قرآنِ عظیم کی نُصوص اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ

مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ

واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۲۲۹)

(3)......دینی امور میں مشرک سے مدد نہ لی جائے۔ حضرت ابو حُمید ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "ہم مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔

(مستدرك، کتاب الجهاد، لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین، ۲/۴۵۶، الحدیث: ۲۶۱۰)

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو) جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تم سے لڑائی کرنے سے تنگ آچکے ہوں یا (تمہارے ساتھ مل کر) اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ: مگر جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔﴾ گزشتہ آیت میں قتل کا حکم دیا گیا تھا، اب فرمایا جارہا ہے کہ کچھ لوگ اس حکم سے خارج ہیں، وہ یہ ہیں:

(1)......وہ لوگ جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو۔

(2)......وہ لوگ جو تم سے لڑائی نہ کریں۔

(3)......وہ لوگ جو تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں۔ ان سب لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید احسان بیان فرمایا کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مُسَلَّط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ: پھر اگر وہ تم سے دور رہیں۔﴾ یہاں فرمایا کہ اگر کفار تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں بلکہ صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں اجازت نہیں کہ تم ان سے جنگ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب اسلامی سلطان کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(جمل، النساء، تحت الآية: ۹۰، ۲/۹۹، خازن، النساء، تحت الآية: ۹۰، ۱/۴۱۲، ملتقطاً)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَاۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْؕ وَ اُولٰٓىٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۠ (۹۱)

ع ۱۲ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اسد و غطفان دو قبیلوں کے لوگ ریاکاری کے طور پر کلمہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے؟ تو یہ کہتے کہ بندروں بچھوؤں وغیرہ پر (یعنی اسلام کا مذاق اڑاتے)۔ اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۱، ۱/۴۱۲)

اور ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن حقیقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مزید ان کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ کر ایک

طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر اور غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کے قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے، تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کردے تو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس

کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا: اور کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا واقعہ یوں ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ ان کی ماں کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابوجہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے یہ کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کھانا چکھوں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے کر آؤ۔ وہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر تلاش کے لیے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پالیا اور ان کو ماں کے جَزع فَزع کرنے، بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے متعلق تجھ سے کچھ نہ کہیں گے، بس تم مکہ مکرمہ چلو۔ اس طرح وہ عیاش کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو باندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے گا پھر عیاش کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ اس پر حارث بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسلام پر تھا، اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا۔ یہ بات عیاش کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش نے حارث سے کہا کہ میں تجھے اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم، ضرور تمہیں قتل کر دوں گا اس کے بعد عیاش اسلام لے آئے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کر لی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لے آئے اور وہ بھی ہجرت کر کے رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچ گئے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے اور نہ انہیں حارث کے اسلام کی اطلاع ہوئی۔ قباء شریف کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ لیا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا، اے عیاش! تم نے بہت برا کیا، حارث اسلام لا چکے تھے۔ اس پر عیاش کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے رحمتِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے قتل کے وقت تک ان کے اسلام کی خبر ہی نہ ہوئی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور کفارے کی صورت بیان کی گئی۔ (بغوی، النساء، تحت الآية: ٩٢، ١/٣٦٨)

﴿ وَمَنْ قَتَلَ: اور جو قتل کرے۔﴾ یہاں آیت میں قتل کی چار صورتوں کا بیان ہے اور پھر تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔

پہلی صورت یہ کہ مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے جیسے شکار کو مار رہا ہو مگر گولی مسلمان

کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا لیکن قتل کے بعد معلوم ہوا کہ مقتول تو مسلمان ہے۔ اس صورت میں قاتل پر ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے ساتھ وہ دِیَت بھی ادا کرے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی اور وہ اسے میراث کی طرح تقسیم کرلیں۔ دِیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ ہاں اگر مقتول کے وُرثاء دیت معاف کردیں تو وہ معاف ہوجائے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ مقتول دشمن قوم سے ہو لیکن وہ مقتول بذاتِ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور دیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول ذِمّی ہو یا مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلمان ملک میں آیا ہو جسے مُستامن کہتے ہیں تو اس کو قتل کرنے کی صورت میں اس کے گھر والوں کو دیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا البتہ اگر غلام لونڈی نہ ملے جیسے ہمارے زمانے میں غلام لونڈی ہیں ہی نہیں تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ قتل خطا کے کفارہ میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفّارات میں حنفی مذہب میں ہر طرح کا غلام آزاد کرسکتے ہیں جیسے روزے کا یا ظِہار کا کفارہ ہو۔

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ مَنْ یَّقْتُلْ: اور جو قتل کرے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کردینے کا حکم بیان کیا گیا اور اس آیت میں جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کی اُخروی وعید بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیة: ۹۳، ۱۸۲/۴)

مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت

کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور کثیر احادیث میں اس کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔

(بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالی: و من احیاھا، ٣٥٨/٤، الحدیث: ٦٨٧١)

(2)......کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا قیامت کے دن بڑے خسارے کا شکار ہوگا۔ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر زمین و آسمان والے کسی مسلمان کے قتل پر جمع ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔ (معجم صغیر، باب العین، من اسمہ علی، ص ٢٠٥، الجزء الاول)

(3)......حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر مُصِر تھا۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا... الخ، ٢٣/١، الحدیث: ٣١)

(4)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک حرف جتنی بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ’’یہ **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہے۔**

(ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ٢٦٢/٣، الحدیث: ٢٦٢٠)

افسوس کہ آج کل قتل کرنا بڑا معمولی کام ہوگیا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جان سے مار دینا، غنڈہ گردی، دہشت گردی، ڈکیتی، خاندانی لڑائی، تعصب والی لڑائیاں عام ہیں۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، گروپ اور جتھے اور عسکری وِنگ بنے ہوئے ہیں جن کا کام ہی قتل و غارتگری کرنا ہے۔

مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق کیسا ہونا چاہیے، اس بارے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون... الخ، ١٥/١، الحدیث: ١٠)

(2)...... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
(بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیہ... الخ، ۱/۱٦، الحدیث: ۱۳)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے حقیر جانے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا۔ انسان کے لیے یہ برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس کی آبرو۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ... الخ، ص۱۳۸٦، الحدیث: ۳۲(۲۵٦٤))

(4)...... حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳٦۹، الحدیث: ۱۹۲۸)

(5)...... حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سباب المسلم... الخ، ص۵۲، الحدیث: ۱۱٦(٦٤))

مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟

اگر مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا تو یہ خود کفر ہے اور ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور قتل کو حرام ہی سمجھا لیکن پھر بھی اس کا ارتکاب کیا تب یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ آیت میں ''خَالِدًا'' کا لفظ ہے اس کا ایک معنیٰ ہمیشہ ہوتا ہے اور دوسرا معنیٰ عرصہ دراز ہوتا ہے یہاں دوسرے معنیٰ میں مذکور ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہتیری غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا : جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ مِرْدَاس بن نَہِیک جو فدک کے رہنے والے تھے اور اُن کے سوا اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ لشکرِ اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مِرْدَاس ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی غیر مسلم جماعت نہ ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے۔ جب لشکر آیا اور انہوں نے اَللّٰهُ اَكْبَر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو یہ خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، السّلام علیکم۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہلِ فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا اظہار کر رہا ہے۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان کو قتل کردیا اور بکریاں لے آئے۔ جب تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہلِ خانہ کو واپس کردو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۴، ۱/۴۱۷)

یہ روایت الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ بخاری اور دیگر کتبِ حدیث میں بھی موجود ہے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت ونشانی پاؤ تو اس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، ۳/۶۰، الحدیث: ۲۶۳۵، ترمذی، کتاب السیر، ۲-باب، ۳/۱۹۴، الحدیث: ۱۵۵۴)

﴿ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ: پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔﴾ مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیئے گئے تھے اور تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ قرار دیا گیا تھا ایسا ہی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اِسلام پر اِستقامت بخشی اور تمہارا مؤمن ہونا مشہور کیا، لہٰذا خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی ایمان دار قتل نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جو مسلمان کافروں میں رہتا ہو اور اس کے ایمان کی مسلمانوں کو خبر نہ ہو تو اس کے قتل سے نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ دیت۔ یاد رہے کہ پچھلی آیت میں وہ صورت مذکور ہوئی جہاں مسلمان کا اسلام سب کو معلوم ہو مگر اندھیرے وغیرہ کی وجہ سے پتہ نہ لگے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے اور اس آیت میں وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں مسلمان کا ایمان کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیات میں تعارض نہیں۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۹۵﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿ لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ: عذروالوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کے لیے بڑے درجات وثواب ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے یا ناطاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے جبکہ اچھی نیت رکھتے ہوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا کہ مجاہدین اور غیر مجاہدین برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو نابینا صحابی تھے عرض کرنے لگے کہ ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نابینا ہوں، جہاد میں کیونکر جاؤں اس پر آیت '' غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ '' نازل ہوئی یعنی معذوروں کو مُستثنیٰ کر دیا گیا۔

(بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب قول اللّٰہ: لا یستوی القاعدون... الخ، ۲/۲۶۳، الحدیث: ۲۸۳۲)

اور بخاری شریف میں ہی حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت) فرمایا: کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ (بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من حبسہ العذر عن الغزو، ۲/۲۶۵، الحدیث: ۲۸۳۹)

نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب

اس سے معلوم ہوا کہ نیت بہت عظیم عمل ہے کہ حقیقتاً عمل کئے بغیر بھی سچی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔ ہاں یہ ہے جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی کتنی عظیم فضیلت ہے اس کیلئے ذیل کی 4 احادیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

(1)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

(بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب افضل الناس مؤمن یجاھد بنفسہ... الخ، ۲/۲۴۹، الحدیث: ۲۷۸۶)

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اس کی اِستطاعت نہیں رکھتے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے سوال پھر دہرایا، یا تین بار پوچھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہر بار فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح

ہے جو روزے دار ہو، قیام کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر عمل کرنے والا ہو، روزے اور نماز سے تھکتا یا اُکتا تا نہ ہو۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰه تعالی، ص۱۰۴٤، الحدیث: ۱۱۰(۱۸۷۸))

(3)......حضرت خُریم بن فاتک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل اللّٰه، ۲۳۳/۳، الحدیث: ۱۶۳۱)

(4)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں (نکل کر) ذکر کرنے کا ثواب مال خرچ کرنے سے سات لاکھ گُنا زیادہ ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجهنی رضی اللّٰه تعالی عنه، ۳۱٤/۵، الحدیث: ۱۵۶٤۷)

ع ۱۴ | ۱۰

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف سے بہت سے درجات اور بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿دَرَجٰتٍ مِّنْهُ: اس کی طرف سے بہت سے درجات۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر بیان فرمایا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہے اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ (تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآیة: ۹۶، ۳۸۰/۱)

جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش

احادیث میں مجاہدین کے جنتی درجات کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق 3 احادیث درج ذیل ہیں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل اللّٰه... الخ، ۲۵۰/۲، الحدیث: ۲۷۹۰)

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے ابو سعید! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہوگیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ بات اچھی لگی تو عرض کرنے لگے: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا، پھر ارشاد فرمایا ''ایک بات اور بھی ہے، جس کی وجہ سے بندے کے سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان جتنا فاصلہ ہے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب بیان ما اعدّ اللّٰہ تعالی للمجاهد فی الجنّة من الدرجات، ص١٠٤٥، الحدیث: ١١٦(١٨٨٤))

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کا گھر سے نکلنا صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ (اگر وہ شہید ہوگیا تو) اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کو اس کے مَسکن میں واپس کردے گا جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰہ، ص١٠٤٢، الحدیث: ١٠٤(١٨٧٦))

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرجاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ : اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔﴾ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگِ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب انّ الذین توفّاهم الملائکة... الخ، ۲۰۹/۳، الحدیث: ۴۵۹۶،سنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر، باب فرض الهجرة، ۲۲/۹، الحدیث: ۱۷۷۴۹)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کر کے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جھڑکتے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور (کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے) دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور انہیں ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم کفر کی سرزمین سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن لوگوں کے برے احوال یہاں بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

(جلالین، النساء، تحت الآیة: ۹۷، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۹۷، ۲۶۸/۲-۲۶۹، ملتقطاً)

ہجرت کب واجب ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکتا ہو اور یہ جانے کہ دوسری جگہ جانے سے اپنے فرائضِ دینی ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ اس حکم کو سامنے رکھ کر کافروں کے درمیان رہنے والے بہت سے مسلمانوں کو غور کرنے کی حاجت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔ حدیث میں ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا اگرچہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور اس کو حضرت ابراہیم اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رَفاقت مُیَسَّر ہو گی۔

(تفسیر سمرقندی، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۶، ۵۴۲/۲)

ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ہجرت کی اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک قسم کہ دارُ الاسلام سے ہجرت ہو، اس بارے میں فرماتے ہیں:

رہا دارُ الاسلام، اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبورِ مسلمین کی بربادی،

عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرتِ خاصہ میں تین صورتیں ہیں،

(1)......اگر کوئی شخص کسی خاص وجہ سے کسی خاص مقام میں اپنے دینی فرائض بجانہ لاسکے اور دوسری جگہ انہیں بجالانا ممکن ہوتو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے تو اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلّہ میں معذور ہو تو دوسرے محلّہ میں چلا جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں چلا جائے۔

(2)...... یہاں اپنے مذہبی فرائض بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے وہ بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دارُالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے،

حدیث میں ہے: کسی آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا۔"

یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی وہاں سے ہجرت کرنا حرام ہے۔

(3)......نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت ہے، اسے اختیار ہے کہ یہاں رہے یا چلا جائے، جو اس کی مصلحت سے ہو وہ کرسکتا ہے، یہ تفصیل دارُالاسلام میں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۱۳۱-۱۳۲، ملخصاً)

> اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو دبالیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں۔ تو عنقریب اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے۔﴾ اس آیت اور اس کے

بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ ہی وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز اور مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابلِ گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔
(جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۹۸، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۲/۲۶۹، ملتقطاً)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوا نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے۔﴾ شانِ نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو حضرت جُنْدَع بن ضَمرہ لَیْثی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِسے سنا، یہ بہت بوڑھے شخص تھے، کہنے لگے کہ میں مُستَثنیٰ لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کرکے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم، اب میں مکہ مکرمہ میں ایک رات نہ ٹھہروں گا، مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چارپائی پر لے کر چلے لیکن مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہی مقامِ تنعیم میں آکر ان کا انتقال ہوگیا۔ آخری وقت انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا، یارب! عَزَّوَجَلَّ، یہ تیرا ہے اور یہ تیرے رسول کا ہے، میں اُس چیز پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت لی۔ سُبْحَانَ اللّٰہ، یہ خبر پا کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے فرمایا، کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۱/۳۷۵)

اوران کی عظمت وشان کو بہترین انداز میں بیان فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر اسے منزل تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کریم کے وعدے اور اس کے فضل وکرم سے اس کے ذمۂ کرم پر ہے، یوں نہیں کہ اس پر بطورِ معاوضہ واجب ہے کیونکہ اس طور پر کوئی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان اس سے بلند ہے۔

نیکی کا ارادہ کرکے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا اس نیکی کا ثواب پائے گا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس نیکی کا ثواب پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جس نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کرلے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھمّ العبد بحسنة کتبت... الخ، ص۷۹، الحدیث: ۲۰۶(۱۳۰))

کن کاموں کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے

صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ طلبِ علم، جہاد، حج وزیارتِ مدینہ، نیکی کے کام، زہد وقناعت اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترکِ وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جسے علم حاصل کرتے ہوئے موت آگئی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان صرف درجۂ نُبُوَّت کا فرق ہوگا۔

(معجم الاوسط، باب الیاء، من اسمه یعقوب، ۶/۴۷۵، الحدیث: ۹۴۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مرگیا، قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مرگیا، اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابو یعلی، مسند ابی ھریرة، ۵/۴۴۱، الحدیث: ۶۳۲۷)

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا

مِنَ الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ: اور جب تم زمین میں سفر کرو۔﴾ اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔

نمازِ قصر کے بارے میں 4 مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے نمازِ قصر سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(2)......کافروں کا خوف قصر کے لیے شرط نہیں، چنانچہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں (پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب صلاۃ المسافرین وقصرها، ص۳۴۷، الحدیث: ٤(٦٨٦))

آیت کے نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لیے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے، نیز صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا بھی یہی عمل تھا کہ امن کے سفروں میں بھی قصر فرماتے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے۔

(3)......جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی کم سے کم مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی مُتَوَسّط

رفتار سے طے کی جاتی ہو اور اس کی مقداریں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے فی زمانہ اس کی مسافت بانوے کلومیٹر بنتی ہے۔

(4)......قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی۔ (ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب التطوع فی السفر، ۵۶۱/۱، الحديث: ۱۰۷۲)

نمازِ قصر کے بارے میں مزید مسائل جاننے کے بہار شریعت حصہ 4 سے "نماز مسافر کا بیان" مطالعہ فرمائیں

وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا (۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور

اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور (انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کردیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿ وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ :اور جب تم ان میں ہو۔﴾ اس آیت میں نمازِ خوف کی جماعت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ ذاتُ الرِّقاع میں جب رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین نے دیکھا کہ آپ نے تمام صحابہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُم کے ساتھ نمازِ ظہر باجماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت میں کیوں نہ حملہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا موقع تھا۔ ان میں بعضوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نمازِ عصر، لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کرکے انہیں قتل کردو۔ اس وقت حضرت جبریلِ امین عَلَيْهِ السَّلَام نازل ہوئے اور انہوں نے حضور سیدُ المرسلین صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا: یارسولَ اللہ! یہ نمازِ خوف ہے یعنی اب یوں نماز پڑھیں۔
(خازن، النساء، تحت الآية: ١٠٢، ١/٤٢٣)

آیت میں بیان کیا گیا نمازِ خوف کا طریقہ

اس آیت میں نمازِ خوف کا طریقہ یہ بیان کیا گیا کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا جائے، ان میں سے ایک آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہے اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ انہیں نماز پڑھائیں اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے مقابل چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت

پڑھ لیں اور جن کی دو باقی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مُسلّح رہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز کی جماعت ایسی اَہم ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلا وجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے۔

﴿ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا :اور کافر چاہتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہیں حفاظت کا سامان اور ہتھیار ساتھ رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر ہتھیار تمہارے پاس ہوں گے تو دشمن تم پر اچانک حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ آیت کے اس حصے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوہ ذاتُ الرِّقاع سے جب فارغ ہوئے اور دشمن کے بہت آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموالِ غنیمت ہاتھ آئے اور کوئی دشمن مقابلے میں باقی نہ رہا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قضائے حاجت کے لیے جنگل میں تنہا تشریف لے گئے، دشمن کی جماعت میں سے غورث بن حارث یہ خبر پا کر تلوار لیے ہوئے چھپ چھپ کر پہاڑ سے اترا اور اچانک تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس پہنچا اور تلوار کھینچ کر کہنے لگا یا محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ۔ اور ساتھ ہی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی۔ جب اُس نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو اوندھے منہ گر پڑا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کوئی بچائے گا؟ کہنے لگا، میرا بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا '' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھ تو تیری تلوار تجھے دے دوں گا، اس نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میں کبھی آپ سے نہ لڑوں گا اور زندگی بھر آپ کے کسی دشمن کی مدد نہ کروں گا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی تلوار اس کو دے دی کہنے لگا، یا محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ مجھ سے بہت بہتر ہیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، ہاں! ہمارے لائق یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(ابو سعود، النساء، تحت الآية: ۱۰۲، ۵۷۹/۱)

﴿ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى :اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو۔﴾ حکم تھا کہ اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت ساتھ رکھو لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ زخمی تھے اور اس وقت ہتھیار رکھنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حالتِ عذر میں ہتھیار کھول رکھنے کی اجازت دی گئی۔ (قرطبی، النساء، تحت الآية: ۱۰۲، ۲۰۶/۳، الجزء الخامس)

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ : تو اللہ کو یاد کرو۔﴾ یعنی ذکرِ الٰہی کی ہر حال میں ہمیشگی کرو اور کسی حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مُعَیَّن فرمائی سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہ رکھی بلکہ فرمایا کہ ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غناء میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

(تفسیر طبری، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۴/۲۶۰)

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد جو کلمہ توحید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ جائز ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور بخاری و مسلم کی احادیثِ صحیحہ سے بھی یہ ذکر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا

مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ''یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت نفع نہیں دے گی۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/۲۹٤، الحدیث: ۸٤٤)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ''اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر نماز کے بعد یہ کلمات بلند آواز سے فرماتے تھے۔

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ، ص۲۹۹، الحدیث: ۱۳۹(۵۹٤))

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہوجاتے یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب میں اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا تو اسی سے لوگوں کے (نماز سے) فارغ ہونے کو جان لیتا تھا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/۲۹۳، الحدیث: ۸٤۱، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ص۲۹۹، الحدیث: ۱۲۲(۵۸۳))

البتہ یہ یاد رہے کہ ذکر کرتے وقت اتنی آواز سے ذکر کیا جائے کہ کسی نمازی یا سونے والے کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

(2)......ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثناء، دعا سب داخل ہیں۔

﴿ **کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا: مقررہ وقت پر فرض ہے۔**﴾ نماز کے اوقات مقرر ہیں لہٰذا لازم ہے کہ ان اوقات کی رعایت کی جائے۔

سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ احادیث میں بھی سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع کرنے کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے

نمازِ مغرب ہے جسے مُزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پہلے تاریکی میں پڑھی تھی۔

(مسلم، کتاب الحج، باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلاۃ الصبح... الخ، ص ٦٧١، الحدیث: ٢٩٢(١٢٨٩))

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بار کے سوا کبھی کسی سفر میں مغرب وعشاء ملا کر نہ پڑھی۔

(ابو داؤد، کتاب صلاۃ المسافر، باب الجمع بین الصلاتین، ٩/٢، الحدیث: ١٢٠٩)

یاد رہے کہ جس سفر میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا وہ حجۃُ الوداع کا سفر تھا اور نویں ذی الحجہ کو مزدلفہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا تھا اور دیگر جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع صُوری مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت میں اور دوسری نماز اول وقت میں ادا کی گئی جیسا کہ درج ذیل دو روایات سے واضح ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہنچنے کی جلدی ہوتی تو (آخری وقت سے کچھ دیر پہلے) مغرب کی اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیتے، سلام پھیر کر کچھ دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت ہوتی اور نماز عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے۔

(بخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر، ٣٧٤/١، الحدیث: ١٠٩٢)

حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''چلتے رہو، یہاں تک کہ جب شَفَق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اتر کر نمازِ مغرب پڑھی، پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی، اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ عشاء پڑھی، پھر فرمایا ''حضور سیّد عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب (کسی کام کی وجہ سے) جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔

(ابو داؤد، کتاب صلاۃ المسافر، باب الجمع بین الصلاتین، ١٠/٢، الحدیث: ١٢١٢)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاوی رضویہ کی پانچویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''حَاجِزُ الْبَحْرَیْنِ الْوَاقِیْ عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَیْن'' (دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کی ممانعت پر رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِؕ-اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَۚ-وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۠(۱۰۴)

ع ۱۵ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿وَ لَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ:اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اُحد کی جنگ سے جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اُحد میں حاضر ہوئے تھے انہیں مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم دیا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم زخمی تھے، انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۴۲۶)

اور فرمایا گیا کہ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی پہنچی ہے نیز تمہیں تو تکلیفیں اٹھانے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں تو تم پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُؕ-وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًاۙ(۱۰۵) وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۚ(۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ اور اللہ سے معافی چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تا کہ تم لوگوں میں اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طُعْمَہ بن اُبَیرِق نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر آٹے کی بوری میں ایک یہودی کے ہاں چھپادی جب زرہ کی تلاش ہوئی اور طعمہ پر شُبہ کیا گیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا۔ بوری پھٹی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرتا جاتا تھا، اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہنچے اور بوری وہاں پائی گئی، یہودی نے کہا کہ طعمہ اس کے پاس رکھ گیا ہے اور یہودیوں کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی اور طعمہ کی قوم بنی ظفر نے یہ عزم کرلیا کہ یہودی کو چور قرار دیں گے اور اس پر قسم کھالیں گے تا کہ ہماری قوم رسوا نہ ہو اور ان کی خواہش تھی کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طعمہ کو بری کردیں اور یہودی کو سزا دیں۔ اسی لیے انہوں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی۔ تب یہ آیتِ کریمہ اتری۔
(بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۲/۲۴۸)

حکام فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں

اس آیت میں بظاہر خطاب حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن درحقیقت قیامت تک کے حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کیا کریں اور صحیح ملزم کو بغیر رُو رعایت سزا پوری دیا کریں۔ طعمہ بظاہر مومن تھا اور یہودی کافر تھا مگر فیصلہ اس موقعہ پر یہودی کے حق میں ہوا۔

تعصُّب کا رد

اسی آیت سے تعصب کا رد بھی ہوتا ہے کہ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ آدمی اپنی قوم یا خاندان کی ہر معاملے میں تائید کرے اگرچہ وہ باطل پر ہوں بلکہ حق کی اِتّباع کرنا ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک وصوبہ، زبان و ثقافت کے ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔ کثیر احادیث میں بھی تعصب کا شدید رد کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت فُسیلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: میرے والد نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نے ارشاد فرمایا ''نہیں، بلکہ اپنی قوم کی ظلم میں مدد کرنا تعصب ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۴/۳۲۷، الحدیث: ۳۹۴۹)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو بلا وجہ جنگ کرے یا تعصب کی جانب بلائے یا تعصب کی وجہ سے غصہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۴/۳۲۶، الحدیث: ۳۹۴۸)

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جس نے کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، ۴/۳۳۹، الحدیث: ۳۹۶۶)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغا باز گنہگار کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا اُسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو۔

﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ: اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑنا۔﴾ گزشتہ آیت میں اور اِس آیت میں فرمایا کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت

اس سے وکالت کا پیشہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مؤکل مجرم

وخائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیتا ہے اور ظالم کی طرف داری کرتا ہے، اس کی طرف سے دلائل پیش کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دوسرے فریق کا حق مارتا ہے اور نہ جانے کن کن حرام کاموں کا مُرتکِب ہوتا ہے۔ کورٹ کچہری سے تعلق رکھنے والے حضرات ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کو بغور پڑھیں، نیز اللہ تعالٰی کے ان فرامین پر غور کریں، چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ (بقرہ:۴۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (بقرہ:۱۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ (ال عمران:۱۶۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ان ارشادات پر غور کریں اور اپنے برے افعال سے توبہ کریں، چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو خیانت کرنے والے کی پردہ پوشی کرے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب النهی عن الستر علی من غلّ، ۳/۹۳، الحدیث: ۲۷۱۶)

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص ملعون ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ کرے۔

(تاریخ بغداد، ۲۶۲-محمد بن احمد بن محمد بن جابر... الخ، ۱/۳۶۰)

یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویزتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں۔﴾ یعنی طعمہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کرنے کی بنا پر اور ان کی طرف سے نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو شرماتے اور چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے احوال کو جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں حتی کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ اپنے دل میں ایسی بات تجویز کرتے ہیں اور رات میں ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (جلالین، النساء، تحت الآية: ۹۷، ص۸۶، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۰۸، ۲/۲۷۹-۲۸۰، ملتقطاً)

تقویٰ وطہارت کی بنیاد

یہ آیتِ مبارکہ تقویٰ وطہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ عَزَّوَجَلَّ سے چھپا ہوا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی شخص مراقبہ کر لے اور اسے اپنے دل ودماغ میں بٹھا لے تو گناہوں کا علاج نہایت آسان ہو جائے گا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تُستری رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: میں تین سال کی عمر کا تھا کہ

رات کے وقت اٹھ کر اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو نماز پڑھتے دیکھتا۔ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو اس اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: جب لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں یہ کلمات کہو:

"اَللّٰهُ مَعِیَ، اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰهُ شَاهِدٌ"

اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ساتھ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے۔

(حضرت سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں) میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے اور پھر ان کو بتایا، انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ یہ کلمات پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا اور پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا تو مجھے اپنے دل میں اس کی لذّت معلوم ہوئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے کہا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھنا، یہ تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو میں نے اپنے اندر اس کا مزہ پایا، پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے سہل! اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، کیا وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے؟ تم اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر رکھو۔ (احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاخلاق... الخ، بیان الطریق فی ریاضۃ الصبیان... الخ، ۹۱/۳)

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا کارساز ہوگا؟

﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا : سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔﴾ یہاں عام لوگوں سے اور بطورِ خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! سن لو، تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والا مجرم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذاب کا فیصلہ فرمادے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا؟ یعنی جیسے دنیا میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جھگڑنا ناممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

شفاعت کا ثبوت

یاد رہے کہ اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ محبوبوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے رب تعالیٰ سے ناز کے طور پر جھگڑنا آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ترجمۂ کنزالعرفان: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرسکے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جب کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا ''اَیُّهَا السَّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ'' اے کچے بچے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا، تب وہ انہیں اپنے ناف سے کھینچے گا حتّٰی کہ انہیں جنت میں داخل کردے گا۔

(ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن اصیب بسقط، ۲/۲۷۳، الحدیث: ۱۶۰۸)

مگر یہ جھگڑا رب کریم کی بارگاہ میں ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓــٴًـا

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کمار ہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگادے تو یقیناً اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا :اور جو برا عمل کرے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی کا طلبگار رہو اور سچی توبہ کرے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو غفور و رحیم پائے گا۔ سُبْحَانَ اللہ۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو گناہ کرے گا وہی اس گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔

گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو کسی گناہ جاریہ کا سبب بنا تو اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما کھولا یا شراب خانہ کھولا یا بے حیائی کا اڈا کھولا یا اپنی دکان وغیرہ پر فلمیں چلائیں جہاں لوگ بیٹھ کر دیکھیں یا کسی کو غلط راہ پر لگادیا یا کسی کو شراب، جوا یا نشے کا عادی بنادیا تو اس صورت میں گناہ کا کام کرنے والے اور اُسے اِس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ احادیث میں یہ مضمون بکثرت ملتا ہے، چنانچہ ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ جان جسے ظُلماً قتل کیا جائے تو اُس کے خون کا گناہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ نکالا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ و ذرّیتہ، ۴۱۳/۲، الحدیث: ۳۳۳۵)

(2)...... حضرت جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا پھر اس کے بعد اُس پرعمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے ثواب کی مثل ثواب اِس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اُس پرعمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے گناہ کی مثل گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اِن عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيئة... الخ، ص۱۴۳۷، الحديث: ۱۵(۲۶۷۳))

(3)...... حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی بھلائی کے کام پر رہنمائی کی تو اس کے لئے وہ کام کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔

(مسلم، كتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازى فى سبيل الله.. الخ، ص۱۰۵۰، الحديث: ۱۳۳(۱۸۹۳))

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: جو ہدایت کی طرف بلائے تو اسے ویسا ثواب ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيئة... الخ، ص۱۴۳۸، الحديث: ۱۶(۲۶۷۴))

﴿وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓــٴَـةً اَوْ اِثْمًا: اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا اِرتکاب کرے۔﴾ اس آیت میں تیسری بات ارشادفرمائی گئی کہ جس نے کسی بے گناہ پر الزام لگایا تو اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ آیت میں گناہ سے مراد گناہِ کبیرہ اور خطا سے مراد گناہِ صغیرہ ہے۔

بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے وہ بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ طعمہ نے یہودی کافر کو بہتان لگایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ احادیث میں بھی بے گناہ پر تہمت لگانے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: جس

نے کسی کی کوئی ایسی بات ذکر کی جو اس میں نہیں تاکہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے گا)
(معجم الاوسط، من اسمه مقدام، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۶)

حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس مرد یا عورت نے اپنی لونڈی کو "اے زانیہ" کہا جبکہ اس کے زنا سے آگاہ نہ ہو تو قیامت کے دن وہ لونڈی انہیں کوڑے لگائے گی، کیونکہ دنیا میں ان کے لئے کوئی حد نہیں۔ (مستدرک، کتاب الحدود، ذکر حد القذف، ۵/۵۲۸، الحدیث: ۸۱۷۱)

اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول

اس آیت سے ایک تو کسی پر بہتان لگانے کا حرام ہونا واضح ہوا اور دوسرا اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا علم ہوا کہ اسلام میں انسانی حقوق کا کس قدر پاس اور لحاظ ہے، حتّٰی کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعہ اور آیاتِ مبارکہ کفار کے سامنے پیش کرنے کی ہیں کہ دیکھو اسلام کی تعلیمات کتنی حسین اور عمدہ ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ

کو (صحیح فیصلہ کرنے سے) ہٹانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کررہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

﴿لَهَمَّتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ: ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کیا تھا۔﴾ یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار ہی سے کلام چل رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ تمہیں نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگارِ عالم نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور آپ پر تمام علوم ظاہر نہ کردیئے ہوئے تو یہ آپ کو بہکا دیتے۔ یہاں بہکانے سے مراد دھوکہ دے کر غلط فیصلہ کروالینا ہے۔ وہ لوگ جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ تو اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں کیوں کہ اس کا وبال انہیں پر ہے، یہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ اُن کی حفاظت ان کا ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہمیشہ کے لئے معصوم بنایا ہے۔

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ: اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم مدح پر مشتمل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو دین کے اُمور، شریعت کے احکام اور غیب کے وہ علوم عطا فرما دیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں

یہاں حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین رکھیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے۔ یہ باتیں پیشِ نظر رہیں تو اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ کوئی گمراہ بہکا نہ سکے گا، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

(1)...... بے شک غیرِ خدا کے لیے ایک ذرہ کا علمِ ذاتی نہیں اس قدر (یعنی اتنی بات) خود ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(2)...... بے شک غیرِ خدا کا علم اللہ تعالیٰ کی معلومات کو حاوی نہیں ہوسکتا، برابر تو درکنار۔ تمام اَوّلین و آخرین، انبیاء

ومُرسلین، ملائکہ ومُقرّبین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیّہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو ہے کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں مُتناہی ہیں (یعنی ان کی ایک انتہا ہے)، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علوم وہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں (یعنی ان کی کوئی انتہا ہی نہیں)۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، مشرق ومغرب، روزِ اول تا روزِ آخر جملہ کائنات کو محیط ہو جائیں پھر بھی متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں۔ روزِ اول وروزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

(3)...... بالفعل غیر متناہی کا علمِ تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علومِ خَلق کو علمِ الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی محالِ قطعی ہے نہ کہ مَعَاذَاللہ تَوَہُّمِ مساوات۔

(4)...... اس پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اِس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(5)...... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمدٌ رَّسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حصہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وتمام جہان سے اَتَم واعظم ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے حبیبِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔ **(فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۵۰-۴۵۱ ملخصاً)**

یاد رہے کہ یہاں ''مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' میں وہ سب کچھ داخل ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہیں جانتے۔ معتبر تفاسیر میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل پانچ تفاسیر میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(1)......تفسیر البحر المحیط، النساء، تحت الایۃ: ۱۱۳، ۳/۳۶۲ (2)......تفسیر طبری، النساء، تحت الایۃ: ۱۱۳، ۴/۲۷۵، (3)......نظم الدرر، النساء، تحت الایۃ: ۱۱۳، ۲/۳۱۷، (4)......زاد المسیر فی علم التفسیر، النساء، تحت الایۃ: ۱۱۳، ص۳۲۴، (5)......روح المعانی، النساء، تحت الایۃ: ۱۱۳، ۳/۱۸۷

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم عطا فرمایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرآئیل: ۸۵) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اسی طرح پوری دنیا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌۚ (النساء: ٧٧) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے حبیب! تم فرمادو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے۔

تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرمادے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ١١٣، ٤/٢١٧)

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (١١٤)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں۔﴾ یہاں عام لوگوں کے حوالے سے بیان فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ عوامی کلام زیادہ تر فضولیات پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کے مشورے بے فائدہ مغز ماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کی بجائے وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں کیلئے کلام یا مشورہ کرتے ہیں جیسے صدقہ دینے کا حکم دیتے ہیں یا لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں یا نیکی کی دعوت عام کرنے کیلئے مشورے کرتے ہیں یا لوگوں میں صلح کروانے کیلئے مل بیٹھتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مشوروں میں خیر اور بھلائی ہے۔

آیت "لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ" کے چند پہلو

اس آیتِ مبارکہ میں اُس گروہ کے لئے نصیحت ہے، جن کے مشورے فضولیات پر مشتمل ہوتے ہیں یا جو مَعَاذَ اللہ

گناہ کو پروان چڑھانے کیلئے مشورے کرتے ہیں جیسے سینما بنانے، بے حیائی کے سینٹر بنانے، فلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں یہ مشورے صرف خیر سے خالی نہیں بلکہ شَر سے بھر پور ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ان کے مقابلے میں آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے بشارت ہے جو نیکی کے کام کیلئے مشورے کرتے ہیں، ملک کے مسائل حل کرنے کیلئے، قوم کی پریشانیاں دور کرنے کیلئے، عوام کے معاملات سلجھانے کیلئے، لڑنے والوں کے درمیان صلح کرنے والے کیلئے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کروانے کیلئے، دوستوں میں ناراضگی ختم کر کے جائز دوستی کروانے کیلئے مشورے کرنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یونہی بطورِ خاص اِس آیت میں جن حضرات کا تذکرہ ہے وہ ہے نیکی کی دعوت کیلئے مشورے کرنے والے۔ ایسے تمام لوگوں کے مشورے خیر اور بھلائی سے بھر پور ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کی دعوت عام ہو، مسلمانوں کا بچہ بچہ نمازی بنے، لوگ سنتوں کے پابند ہوں، ان میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پیدا ہو، بے حیائی کا خاتمہ ہو، لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں، مسلمان باعمل بن جائیں، لوگوں کے گھر امن کا گہوارہ بن جائیں، گھروں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیاروں کا ذکر ہو۔ الغرض جو لوگ ان کاموں کیلئے مشورے کرتے ہیں وہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے ہیں۔ آیتِ مبارکہ کے چند پہلوؤں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ آیت نجی معاملات سے لے کر صوبائی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات سب کو شامل ہے۔

﴿ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ : اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے۔﴾ اچھے مشوروں پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرما دیا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے کئے جائیں تب اجرِ عظیم ہے ورنہ اگر ریا کاری کیلئے، اپنی واہ واہ کروانے کیلئے، خود کو بڑا لیڈر، یا مُصلح کہلوانے کیلئے، لوگوں میں عزت و شہرت و دولت حاصل کرنے کیلئے، نیک نامی کیلئے، بڑا عالم یا مُبلِّغ یا مُتَحَرِّک کہلوانے کیلئے یہ عمل کئے تو سراسر تباہی اور خسارہ ہے۔

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہوچکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ: اور جو رسول کی مخالفت کرے۔﴾ اس آیت میں دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو حقیقت میں ایک ہیں۔ پہلی چیز کہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت جائز نہیں اور دوسری بات کہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعتِ رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعتِ رسول سے ہٹنا ہوگا۔

مسلمانوں کا اجماع حجت اور دلیل ہے

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کا اجماع واتفاق حجت و دلیل ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔ (مدارک، النساء، تحت الآية: ١١٥، ص٢٥٣)

نیز اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جماعت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہاتھ ہے (نسائی، كتاب تحريم الدم، قتل من فارق الجماعة... الخ، ص٦٥٦، الحديث: ٤٠٢٧)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سوادِ اعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس گروہ سے جدا ہوا وہ جہنم میں گرا۔ (مستدرك، كتاب العلم، من شذّ شذّ فی النار، ٣١٧/١، الحديث: ٤٠٣)

اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہلِ سنت و جماعت ہے کیونکہ یہی مسلمانوں کی اکثریت کا ہے اور یہی بڑی جماعت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللّٰہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ: اللّٰہ شرک کو نہیں بخشے گا۔﴾ اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے کہ یہ آیت ایک بوڑھے اَعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے سیّدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا نبیَّ اللّٰہ! میں بوڑھا ہوں، گناہوں میں غرق ہوں، اس کے سوا کہ جب سے میں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا ہوں اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اس کے سوا کسی اور کو کارسازِ حقیقی نہیں بنایا اور جرأت و دلیری کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھاگ سکتا ہوں، میں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں میرا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۱/۴۳۰)

آیت ” اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

(1)...... یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ شرک نہیں بخشا جائے گا جبکہ مشرک اپنے شرک پر مرے اور یہی حکم کفر کا ہے بلکہ علماء نے یہاں شرک سے مراد کفر لیا ہے۔ ہاں کافر و مشرک زندگی میں توبہ کرے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔

(2)...... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ، حقوقُ اللّٰہ اور حقوقُ العِباد تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں اگرچہ حقوقُ العِباد کی مغفرت کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ حقُّ العبد صاحبِ حق سے معاف کرادے گا۔

(3)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر و شرک کے علاوہ گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ امید ہے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ جسے چاہے بخشے۔ اب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کسے چاہے گا یہ معلوم نہیں لہٰذا یہ آیت گناہ پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًاۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاۙ ﴿۱۱۷﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی۔

﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی۔﴾ مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ کچھ عورتوں کو پوجتے ہیں یعنی مُؤَنَّث بتوں کو پوجتے ہیں جیسے لات، عُزّٰی، مَنات وغیرہ یہ سب مؤنث نام ہیں۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۱/۳۸۴)

یونہی عرب کے ہر قبیلے کا ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی اُنثٰی یعنی عورت کہتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکینِ عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اس لئے آیت میں فرمایا کہ مشرک عورتوں کو پوجتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے۔ اس لئے انہیں عورتیں فرمایا گیا ہے۔ (ابو سعود، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۱/۵۸۵)

ان مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے ہی یہ بت پرستی کرتے ہیں۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔

﴿لَعَنَهُ اللّٰهُ: جس پر اللہ نے لعنت کی۔﴾ یہاں شیطان مراد ہے، اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لعنت کی اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔

وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ-وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ(۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انھیں بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔

﴿ وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا۔﴾ یہ شیطان کا کہنا تھا کہ میں ضرور لوگوں کو طرح طرح کی چیزوں کی، کبھی لمبی عمر کی، کبھی لذّاتِ دنیا کی، کبھی باطل خواہشات اور کبھی اور قسم کی امیدیں دلاؤں گا اور وہ ان امیدوں کی دنیا میں پھرتے رہیں گے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے غافل رہیں گے۔

لمبی امید رکھنے کی مذمت

شیطان مردود کا بڑا مقصد لوگوں کو بہکانا اور عملی اعتبار سے ایسا کر دینا ہے کہ نجات و مغفرت کا کوئی راستہ باقی نہ رہے، اس کے لئے وہ مختلف طریقے اپناتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ انسان کے دل، دماغ میں بٹھا کر موت سے غافل رکھتا ہے، حتّٰی کہ اسی آس امید پر جیتے جیتے اچانک وہ وقت آ جاتا ہے کہ موت اپنے دردناک شکنجے میں کس لیتی ہے پھر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، ناچار اپنے کئے اعمال کے انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی اکثریت موت کو بھول کر دنیا کی لمبی امیدوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ امام غزالی

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''لمبی زندگی کی امید دل میں باندھ لینا جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر دنیا کی محبت کی وجہ سے۔ جہالت اور نادانی تو یہ ہے کہ آدمی اپنی جوانی پر بھروسہ کر بیٹھے اور بڑھاپے سے پہلے مرنے کا خیال ہی دل سے نکال دے، اسی طرح آدمی کی ایک نادانی یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں ناگہانی موت کو ناممکن سمجھے۔ لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان باتوں میں غور کرے ''کیا لاکھوں بچے جوانی کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے ہی راہیِ عدم نہ ہوئے؟ کیا ہزاروں انسان چڑھتی جوانی میں موت سے ہم آغوش نہ ہوئے؟ کیا سینکڑوں نوجوان بھری جوانی میں لقمۂ اَجل نہ بنے؟ کیا دَسیوں نوجوان بیماریوں کا شکار نہ ہوئے؟ ان باتوں میں غور وفکر کے ساتھ ایک اور بات دل میں بٹھا لے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں کہ جب یہ چاہے گا تو اسی وقت آئے گی، اس طرح جوانی یا کسی اور چیز پر بھروسہ کرنا خود ہی ایک نادانی نظر آئے گی۔ لمبی زندگی کی امید کی دوسری وجہ دنیا کی محبت ہے، انسان اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو زمانہ پڑا ہے، ابھی کس نے مرنا ہے میں پہلے یہ مکان بنالوں، فلاں کاروبار شروع کرلوں، اچھی گاڑی خریدلوں، سہولیات سے اپنی زندگی بھرلوں جب بڑھاپا آئے گا تو اللہ اللہ کرنے لگ جائیں گے اس طرح ہر کام سے دس کام نکلتا چلا جاتا ہے حتّٰی کہ ایک دن پیغامِ اجل آپہنچتا ہے اب پچھتانے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ اس میں مبتلا شخص کو چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کرے کیونکہ جس پر دنیا کی حقیقت آشکار ہوجائے کہ دنیا کی لذت چندروزہ ہے اور موت کے ہاتھوں اسے ایک دن ختم ہونا ہی ہے وہ اسے عزیز نہیں رکھ سکتا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چہارم: منجیات، اصل دھم، اسباب طول امل، ۲/۹۹۵-۹۹۶، ملخصاً)

دِلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے ۔۔۔ باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ: اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا۔﴾ یہ شیطان کا قول ہے کہ اس نے کہا میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں یا اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بچہ جن دیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کرلیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کردیتے اور اس کو بَحیرہ کہتے تھے۔ شیطان نے اُن کے دِل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔

اللہ تعالٰی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں کرنے کا شرعی حکم

شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالٰی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔

یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔ احادیث میں اس کی کافی تفصیل موجود ہے۔ ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا لباس پہنے۔

(ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ۸۳/۴، الحدیث: ۴۰۹۸)

(2)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب اخراج المتشبّھین بالنساء من البیوت، ۷۴/۴، الحدیث: ۵۸۸۶)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''عورتوں سے مُشابہت اختیار کرنے والے مرد اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں صبح شام اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے غضب میں ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان، السابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۳۵۶/۴، الحدیث: ۵۳۸۵)

(4)...... حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں '' تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانے والی اور لگوانے والی اور بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی۔

(مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ... الخ، ص۱۱۷۵، الحدیث: ۱۱۹(۲۱۲۴))

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۖ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۖ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب

کے اُن کاٹھکانا دوزخ ہے اوراس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔اور جوایمان لائے اوراچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔ان کاٹھکانا دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔اور جوایمان لائے اوراچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،(یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

﴿ یَعِدُهُمْ: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا طریقۂ واردات بیان فرمایا کہ یہ لوگوں کو طرح طرح کی اُمیدیں دلاتا اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ انسان گمراہی میں پڑے جیسے مشرکوں کو ان کا شرک اچھا کرکے دکھاتا ہے، منافقوں کو ان کی منافقت پسند کرواتا ہے، گناہ کے کام کرنے والوں مثلاً فلمیں بنانے، گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، آزادی اور روشن خیالی جیسے ناموں سے مرغوب کرکے دکھاتا ہے، یونہی ریاکاری، شادی بیاہ کی غلط رسومات اور فضول خرچی کے کام لوگوں سے مقام ومرتبہ اور اسٹیٹس وغیرہ کے نام پر کرواتا ہے لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے کیونکہ وہ جس چیز کے نفع اور فائدہ کی تَوَقُّع دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت ضَرَر اور نقصان ہوتا ہے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ: ان کاٹھکانا دوزخ ہے۔﴾ یعنی جو لوگ شیطان کو اپنا دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کاٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ جہنم سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ یہ جہنم میں ضرور داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ۱۲۱، ۱/۴۳۲)

﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : اور جوایمان لائے۔﴾ کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں ایمان والوں کے لئے جنت کے وعدہ کا بیان فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں۔

(خازن، النساء، تحت الآية: ۱۲۲، ۱/۴۳۲-۴۳۳، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۲۲، ۲/۲۹۰، ملتقطاً)

لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖۙ وَ لَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا(۱۲۳) وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا(۱۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ: جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔﴾ یہاں لوگوں سے فرمایا گیا کہ نجات کا دارومدار نہ تو تمہاری جھوٹی امیدیں ہیں کہ اے مشرکو! تم نے سوچ رکھا ہے کہ بت تمہیں نفع پہنچائیں گے اور نہ ہی نجات اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند روز سے زیادہ نہ جلائے گی یہود و نصاریٰ کا یہ خیال بھی مشرکین کی طرح باطل ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور وہ ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

﴿ وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ : اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ﴾ کفار و مشرکین کے مذاہب کا باطل ہونا بیان کرنے کیلئے ایمان والوں کا بیان کیا گیا اور اب ایمان والوں کے امام و پیشوا اور قائد و رہنما حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیان کیا جارہا ہے کہ اچھا دین تو تابعِ فرمان مسلمان کا ہے جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے اور دینِ ابراہیمی کی پیروی کرے جو کہ دینِ اسلام کے مُوافق ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت و ملت سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ملت میں داخل ہے اور دینِ محمدی کی خصوصیات اس کے علاوہ ہیں۔ دینِ محمدی کی اتباع کرنے سے شریعتِ ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی بھی ہوجاتی ہے۔ چونکہ عرب اور یہود و نصاریٰ سب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت پر فخر کرتے تھے اور آپ کی شریعت ان سب کو مقبول تھی اور شریعتِ محمدی اس پر حاوی ہے تو ان سب کو دینِ محمدی میں داخل ہونا اور اس کو قبول کرنا لازم ہے۔

﴿ خَلِیْلًا : گہرا دوست۔ ﴾ خُلَّت کے معنی ہیں غیر سے مُنْقَطع ہوجانا، یہ اس گہری دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں دوست کے غیر سے اِنْقِطاع ہوجائے۔ ایک معنیٰ یہ ہے کہ خلیل اس مُحِب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خَلَل اور نقصان نہ ہو۔ یہ معنیٰ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالٰی کے خلیل و حبیب

یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو کمالات ہیں وہ سب کے سب سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہیں۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل بھی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور... الخ، ص ۲۷۰، الحدیث: ۲۳(۵۳۲))

اور اس سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حبیب ہوں اور یہ فخراً نہیں کہتا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱-تابع باب، ۵/۳۵۴، الحدیث: ۳۶۳۶)

خلیل اور حبیب کا فرق

بزرگانِ دین نے خلیل وحبیب کے فرق کو یوں بیان فرمایا ہے۔

(1)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کی دعا مانگی۔ (سورۃ الشعراء:۸۷)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صدقے ان کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو قیامت کی رسوائی سے بچانے کا مژدہ سنایا۔ (سورۃ التحریم:۸)

(2)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا کی۔ (سورۃ الصافات:۹۹)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خود بلا کر شرف ملاقات سے سرفراز فرمایا۔ (سورۂ بنی اسرائیل:۱)

(3)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کی آرزو فرمائی۔ (سورۃ الصافات:۹۹)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ (سورۃ الفتح:۲)

(4)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس فرشتے معزز مہمان بن کر آئے۔ (سورۃ الذاریات:۲۴)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے۔ (سورۃالتوبہ:۱۰، ال عمران:۱۲۵، التحریم:۴)

(5)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امت کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (سورۂ ابراھیم:۴۱)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''اپنی امت کی مغفرت مانگو۔ (سورۂ محمد:۱۹)

(6)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بعد والوں میں اپنا ذکرِ جمیل باقی رہنے کی دعا کی۔ (الشعراء:۸۴)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خود ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا

ذکر بلند کر دیا۔ (الم نشرح:٤)

(7)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے قومِ لُوط سے عذاب دور کئے جانے میں بہت کوشش کی۔ (ھود: ٧٤، ٧٦۔ عنکبوت: ٣٢)

اور حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ربِّ غَفّار عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمتِ عالم تو ان میں تشریف فرما ہے۔ (انفال: ٣٣)

(8)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ (ابراھیم: ٤٠)

اور حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ماننے والوں سے اللہ ربُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ (المؤمن: ٦٠)

(فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۷۸-۱۸۲، ملخصاً)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

ع ۱۸ / ۱۱ / ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا: اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو محیط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم اور قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہیں کوئی اس سے خارج نہیں۔ یہاں علمی اِفادے کے طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک عبارت پیشِ خدمت ہے، فرماتے ہیں ''علم وقدرتِ الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ مُتَمَکِّن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے مُتَعالی، بلکہ اِحاطۂ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا مُمتنِع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے۔ احاطۂ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۶۲۰)

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي

الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللّٰہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللّٰہ کو اس کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ اللّٰہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتوی دیتا ہے) ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم یہ کام نہ کرو۔) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتوی دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللّٰہ اسے جانتا ہے۔

﴿ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث قرار نہیں دیتے تھے۔ جب آیتِ میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن کو اِس آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحبِ مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسنِ صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح

میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔
(خازن، النساء، تحت الآیة: ۱۲۷، ۱/۴۳۵)

عورتوں اور کمزور لوگوں کو ان کے حقوق دلانا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

قرآنِ پاک میں یتیموں، بیواؤں اور معاشرے کے کمزور و محروم افراد کیلئے بہت زیادہ ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں، بیواؤں، عورتوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سنت ہے اور اس کیلئے کوشش کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)...... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، ایک شخص نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: تیرے پاس کوئی یتیم آئے تو اس کے سر پہ ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلاؤ، تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری حاجتیں بھی پوری ہوں گی۔
(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب اصحاب الاموال، ۱۰/۱۳۵، الحدیث: ۲۰۱۹۸)

(2)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تین یتیموں کی پرورش کی وہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تلوار سونتنے والے کی طرح ہے اور میں اور وہ جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے جیسا کہ یہ دو بہنیں ہیں۔'' اور اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔ (ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۴/۱۹۴، الحدیث: ۳۶۸۰)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے والے اور رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ۳/۶، الحدیث: ۲۱۴۰)

(4)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ اِس کے ذریعے اُس امتی کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۶/۱۱۵، الحدیث: ۷۶۵۳)

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ

اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ-وَ الصُّلْحُ خَیْرٌؕ-وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّؕ-وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے اور دل کو لالچ کے قریب کردیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی کا اندیشہ ہو۔﴾ قرآن نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے اسی لئے جو گناہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اور جو چیزیں خاندانی نظام میں بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہیں ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو، زیادتی تو اس طرح کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے پہننے کو نہ دے یا اس میں کمی کرے یا مارے یا بدزبانی کرے اور **اعراض یعنی منہ پھیرنا** یہ کہ بیوی سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک کردے یا کم کردے۔ تو ان پر کوئی حَرَج نہیں کہ آپس میں اِفہام وتفہیم سے صلح کرلیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مُطالبات کچھ کم کردے اور اپنے کچھ حقوق کا بوجھ کم کردے اور شوہر یوں کرے کہ باوجود رغبت کم ہونے کے اس بیوی سے اچھا برتاؤ بہ تکلُّف کرے۔ یہ نہیں کہ عورت ہی کو قربانی کا بکرا بنایا جائے۔ مرد وعورت کا یوں آپس میں صلح کرلینا زیادتی کرنے اور جدائی ہوجانے دونوں سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں نہایت ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسند چیز طلاق دینا ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب کراهية الطلاق، ۲/۳۷۰، الحديث: ۲۱۷۸)

دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں

میاں بیوی کے اعتبار سے بھی اور اس سے ہٹ کر بھی معاملہ یہ ہے کہ دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی راحت وآسائش چاہتا ہے اور اپنے اوپر کچھ مشقت گوارا کر کے دوسرے کی آسائش کو ترجیح نہیں دیتا۔ لہٰذا جو شخص دوسرے کی راحت کو مقدم رکھتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو سکون پہنچاتا ہے وہ بہت باہمت ہے، اسی طرح کی چیزوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں فرمایا:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﯼ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ (سورۂ حشر:۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶ (ال عمران:۱۸۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۳۵ (سورۂ حم السجدہ ۳۴،۳۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اس سے درگزر کرو۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۲/۶، الحدیث: ۷۹۵۷)

﴿وَ اِنْ تُحْسِنُوْا: اور اگر تم نیکی کرو۔﴾ یہاں بطورِ خاص عورتوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اے مَردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو اور باوجود نامرغوب ہونے کے اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انہیں ایذا و رنج دینے سے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے میں نیک سلوک کرو اور یہ جانتے رہو کہ وہ تمہارے پاس امانتیں ہیں اور یہ جان کر حُسنِ سلوک کرتے رہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اگرچہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو۔﴾ یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ ہر چیز میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی چیز میں ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہونے دو، نہ میلان و محبت میں اور نہ خواہش و رغبت میں اور نہ نظر و توجہ میں، تم کوشش کر کے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہاری قدرت میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تمہارے اوپر نہیں رکھا گیا اور قلبی محبت اور طبعی مَیلان جو تمہارے اختیار میں نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تو یہ تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسنِ اخلاق، کھانے، پہننے، پاس رکھنے اور ایسے امور جن

میں برابری کرنا اختیار میں ہے ان امور میں دونوں کے ساتھ ضرور یکساں سلوک کرو۔

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور اللہ وسعت والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں۔﴾ یعنی اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہوسکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کریں، اللہ کریم، عورت کو اچھا خاوند اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرمادے گا اور وسعت بھی بخشے گا۔

عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے محتاج نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نہ عورت بالکل مرد کی محتاج ہے اور نہ مرد بالکل عورت کا حاجت مند، سب رب عَزَّوَجَلَّ کے حاجت مند ہیں، ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ عام طور پر طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر یہ آیتِ مبارکہ بار بار پڑھی جائے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دل کو تسکین ملے گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مناسب حل بھی عطا فرمادے گا۔ اس میں شوہروں کو بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے آپ کو بیویوں کے مالک ومختار نہ سمجھیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اگر انہوں نے چھوڑ دیا تو اب کائنات میں کوئی ان عورتوں کا سہارا نہیں رہے گا۔ نہیں نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو سہارا دے گا۔ اسی سلسلے میں یہاں ایک مفید وظیفہ پیشِ خدمت ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا'' تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت پر ثواب عطا فرمائے گا اور اس سے بہتر چیز اسے عطا کرے گا۔ فرماتی ہیں: جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا تو میں نے یہی دعا پڑھی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہترین شوہر یعنی رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عطا فرمادیئے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبۃ، ص۴۵۷، الحدیث: ۴(۹۱۸))

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا(۱۳۱) وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا(۱۳۲) اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا(۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللّٰہ کو اس کی قدرت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللّٰہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ کافی کارساز ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللّٰہ اس پر قادر ہے۔

﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔﴾ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کائنات سے غنی ہے۔ ساری کائنات اس کی عبادت کرنے لگے تو اس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوجاتا اور ساری دنیا اس کی نافرمان ہوجائے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ غنی، بے پرواہ ہے وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور دوسرے لوگوں کو لے

آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم کو یہاں آباد کردے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوائے اس کے جسے میں غنی کردوں لہٰذا مجھ سے مانگو، میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوائے اس کے جسے میں سلامت رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندہ مردے، تر وخشک سب میرے بندوں میں سے سب سے نیک بندے کے دل پر ہو جائیں (یعنی سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں) تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر برابر اضافہ نہ کرے گی اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے تر وخشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین آدمی کے دل کے مطابق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندہ مردے تر وخشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر مانگنے والے کو دیدوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسے ہی کم ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے (یعنی کچھ بھی کم نہ ہوگا۔) یہ اس لیے ہے کہ میں عطا کرنے والا ہوں، بہت دینے والا ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا کیلئے صرف میرا فرما دینا کافی ہے اور میرے عذاب کیلئے صرف میرا فرما دینا ہی کافی ہے۔ میرا حکم کسی شئے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں تو صرف اتنا فرماتا ہوں ''ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ٤٨-باب، ٤/٢٢٢، الحديث: ٢٥٠٣)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

ع ۱۹ ۸ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

﴿ مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا: جو دنیا کا انعام چاہے۔﴾ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کو اپنے عمل سے دنیا مقصود ہو تو وہ دنیا ہی پا سکتا ہے لیکن وہ ثوابِ آخرت سے محروم رہتا ہے اور جس نے عمل رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کے لئے کیا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے تو جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے فقط دنیا کا طالب ہو وہ نادان، خسیس اور کم ہمت ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس دنیا وآخرت سب کچھ ہے تو اس سے دنیا وآخرت کی بھلائی مانگو، مانگنے والے میں ہمت چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ تو دنیا کو اپنا اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کردے اور نہ بالکل ترکِ دنیا ہی کردینی چاہیے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ ۚ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو۔ اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿ كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ: انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عدل وانصاف کے تقاضے پورا کرنے کا

اہم حکم بیان کیا گیا اور جو چیزیں آدمی کو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا کہ یہ چیزیں انصاف کرنے میں آڑے نہ آئیں۔ اَقرِبا پَروَری، رشتے داروں کی طرف داری کرنا، تعلق والوں کی رعایت کرنا، کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کرنا یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کردینا، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں رکاوٹ ہیں ان سب کو شمار کروا کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فیصلہ کرتے ہوئے اور گواہی دیتے ہوئے جو صحیح حکم ہے اس کے مطابق چلو اور کسی قسم کی تعلق داری کا لحاظ نہ کرو حتّٰی کہ اگر تمہارا فیصلہ یا تمہاری گواہی تمہارے سگے ماں باپ کے بھی خلاف ہو تو عدل سے نہ ہٹو۔

حق فیصلے کی عظیم ترین مثال

اس کی عظیم ترین مثال اس حدیثِ مبارک کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان والوں نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے لئے کہا: حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردیتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا) بھی چوری کرلیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ٥٦-باب، ٢/٤٦٨، الحدیث: ٣٤٧٥)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (۱۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری

اوراس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اوراس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول پر اوراس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اوراس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اوراس کے فرشتوں اوراس کی کتابوں اوراس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اللہ اوراس کے رسول پر ایمان رکھو۔﴾ یہاں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا ''اٰمِنُوْا'' ''ایمان لاؤ'' اگر یہ خطاب حقیقی مسلمانوں کو ہے تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور اگر یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہو تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! تم مکمل ایمان لاؤ یعنی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جن میں قرآن اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی داخل ہیں۔ اور اگر یہ خطاب منافقین سے ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ تو رسول سے سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کتاب سے قرآنِ پاک مراد ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہلِ ایمان کا لفظ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے موجودہ زمانے میں صرف مسلمانوں پر بولا جا سکتا ہے، کسی اور مذہب والے پر خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اس لفظ کو نہیں بول سکتے۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اوراس کے رسول، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور قرآن پر اوراس سے پہلی ہر کتاب اور رسول پر ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگر عمل صرف قرآن شریف پر ہی ہوگا۔ ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے

اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جو ایمان لائے۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کی پوجا کرکے کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور انجیل کا انکار کرکے کافر ہوگئے پھر محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کا انکار کرکے اور کفر میں بڑھ گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر ایمان کے بعد کافر ہوگئے پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مؤمنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۳۷، ۱/ ۴۴۰)

ان کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں نہیں بخشے گا یعنی جبکہ یہ کفر پر رہیں اور کفر پر مریں کیونکہ کفر بخشا نہیں جاتا مگر جب کہ کافر توبہ کرے اور ایمان لائے تو بخشش کا مستحق ہوگیا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (انفال: ۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہوگزرا وہ انہیں معاف فرمادیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے ''اسلام سارے سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔''

(مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم ما قبله... الخ، ص۷۴، الحدیث: ۱۹۲(۱۲۱))

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَاۙ ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًاؕ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیتِ مبارکہ میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے اور پھر منافقوں کی ایک کرتوت بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا اور اس لئے وہ کُفّار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے تھے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع ہے اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے محبت اور دوستی رکھنا منافقوں کی علامت ہے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ ایسے سب لوگوں کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ کیا یہ لوگوں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے تو وہی خداوندِ کریم ہی عزت والا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے وہ عزت والے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت دے جیسے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور مومنین۔ منافقوں کے مذکورہ بالا طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر آج دنیا کے حالات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ مرض آج کل بکثرت پایا جارہا ہے، اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد سے عزت حاصل کرنے کی بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مسلمان قوم میں کس طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاﰳ (۱۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرماچکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہوجائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہوجاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرماچکا ہے۔﴾ اِس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر فرمادیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اِس خبیث فعل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ پر جاؤ ہی نہیں اور اگر جانا پڑ جائے تو جب ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکو اور اگر زبان سے روک سکتے ہو تو زبان سے روکو اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جاؤ اور ان کی ہم نشینی ہرگز اختیار نہ کرو کیونکہ جب قرآن، شریعت یا دین کا مذاق اڑایا جارہا ہو اور اس کے باوجود کوئی آدمی وہاں بیٹھا رہے تو یا تو یہ خود اِس فعل میں مبتلا ہوجائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہوگا یا کم از کم اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اِس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآنِ مجید اور دینِ مبین سے محبت ہوتی تو جہاں اِن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہاں ہرگز نہ بیٹھتا کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جہاں آدمی کے پیارے کو برا کہا جائے وہاں وہ نہیں بیٹھتا جیسے کسی کے ماں باپ کو جس جگہ گالی دی جائے وہاں بیٹھنا آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔ تو جب ماں باپ کی توہین اور گالی والی جگہ پر بیٹھنا آدمی کو گوارا نہیں تو جہاں اللہ تعالیٰ، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن و دین کا مذاق اڑایا جارہا ہو وہاں کوئی مسلمان کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ کیا مَعَاذَ اللہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قدر ماں باپ کے بھی برابر نہیں ہے۔

بری صحبت کی مذمت

اس آیت سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو فلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپوں اور بدمذہبوں کی صحبتوں میں دین کا مذاق اڑتا ہوا دیکھتے ہیں اور پھر بھی وہاں بیٹھتے رہتے ہیں بلکہ مَعَاذَ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔ بری صحبت کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔ ان میں سے 5 احادیث درج ذیل ہیں

(1)...... رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’برے ساتھی سے بچ کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا (یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔)

(ابن عساکر، الحسین بن جعفر بن محمد بن حمدان... الخ، ٤٦/١٤)

(2)...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نیک اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے خرید لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسك، ٢٠/٢، الحدیث: ٢١٠١)

(3)...... حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو تو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اتاری۔

(تاریخ بغداد، ٥٣٧٨-عبد الرحمن بن نافع، ابوزیاد المخرّمی... الخ، ٢٦٢/١٠)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلها، ص٩، الحدیث: ٧(٧))

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے: ’’آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزهد، ٤٥-باب، ١٦٧/٤، الحدیث: ٢٣٨٥)

مولانا معنوی قدس سرّہ فرماتے ہیں:

صحبت صالح تُرا صالح کُند   صحبت طالح تُرا طالح کند

یعنی اچھے آدمی کی صحبت تجھے اچھا کردے گی اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا بنادے گی۔ (1)

الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ جو تمہارے اوپر (گردشِ زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟ تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ: وہ جو تم پر انتظار کرتے ہیں۔﴾ یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں پھر اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی مالِ غنیمت دو۔ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو جائے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہٰذا ہمارا حصہ دو۔ الغرض منافقوں کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں۔

1 ......اچھی صحبت اور نیک ماحول پانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستہ ہوجائیے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ-وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ-یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کوفریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کوفریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہوکر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کوفریب دینا چاہتے ہیں۔﴾ یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حقیقتاً تو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کو فریب دینا ممکن نہیں۔ ان کے اس فریب کا جواب انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ دے گا کہ انہیں غافل کرکے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا کرے گا اور قیامت میں انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی علامت یہ ہے کہ جب مؤمنین کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے نہیں جس سے عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف انہیں حاصل ہوسکے، محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ نماز نہ پڑھنا یا صرف لوگوں کے سامنے پڑھنا جبکہ تنہائی میں نہ پڑھنا یا لوگوں کے سامنے خشوع وخضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا یا نماز میں ادھر ادھر خیال لیجانا، دلجمعی کیلئے کوشش نہ کرنا وغیرہ سب سستی کی علامتیں ہیں۔

نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ

کسی نے حضرت حاتم اصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو میں کامل وضو کرتا ہوں پھر جس جگہ نماز ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں آ کر اتنی دیر بیٹھ جاتا ہوں کہ میرے اَعضا اکٹھے ہوجائیں، اس کے بعد یہ تَصَوُّر باندھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ کعبہ معظمہ میرے سامنے ہے، پل صراط میرے قدموں کے نیچے ہے، جنت میرے دائیں طرف اور جہنم بائیں طرف ہے، مَلَکُ الْموت عَلَیْہِ السَّلَام میرے پیچھے کھڑے ہیں اور میرا یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر میں امید اور خوف کے درمیان قیام کرتا ہوں اور جیسے تکبیر کہنی چاہئے ویسے تکبیر کہتا ہوں اور ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، ڈرتے ہوئے سجدہ کرتا ہوں، بائیں پنڈلی پر بیٹھ کر اپنے قدم کا پچھلا حصہ بچھا دیتا ہوں اور دایاں قدم انگوٹھے پر کھڑا کر دیتا ہوں، پھر اخلاص کے ساتھ باقی افعال ادا کرتا ہوں اب میں نہیں جانتا کہ میری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتہا، الباب الاول، فضیلۃ الخشوع، ۱/۲۰۶)

مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ﳓ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

﴿مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ: درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں۔﴾ یعنی منافقین کفر اور ایمان کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو یہ حقیقی طور پر مومن اور مخلص ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح طور پر کافر اور صریح شرک کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان منافقین کے راہِ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللّٰہ تعالٰی گمراہ کردے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا راستہ نہ پائیں گے جس پر چل کر

وہ حق تک پہنچ سکے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۱/۴۴۲، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۳۰۸، ملتقطاً)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللّٰہ کے لئے صریح حجت کرلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللّٰہ کے لئے صریح حجت قائم کرلو۔

﴿اَوْلِيَآءَ : دوست۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے، لہٰذا تم اس سے بچو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللّٰہ تعالیٰ کی حُجت قائم کرلو۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہر گز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہر گز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تو ہر گز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا جو انہیں عذاب سے بچا سکے اور جہنم کے سب سے نچلے طبقے سے انہیں باہر نکال سکے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۲/۳۰۹)

یاد رہے کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں خود کو مسلمان کہہ کر کے مجاہدین کے ہاتھوں

سے بچا رہا ہے اور کافر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اسلام کے ساتھ اِستہزاء کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ اٰمَنۡتُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفاق سے توبہ کرلی اور اپنے فاسد احوال کی اصلاح کرلی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیا اور اس کی اطاعت میں صرف اسی کی رضا چاہی تو ایسے لوگ جنت کے بلند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور انہیں ان کا سابقہ نفاق کوئی نقصان نہ دے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں یہ نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے اور اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر کرنے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۶-۱۴۷، ۲/۳۰۹-۳۱۱)

چھٹا پارہ

(لَا یُحِبُّ اللّٰہُ)

پارہ نمبر...... 6

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرنا ہے جیسے کسی کی غیبت کرنا یا کسی کی چغلی کھانا وغیرہ۔
(جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ۲/۱۴۴)

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی شخص کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد گالی دینا ہے۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ص۲۶۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو گالی دے۔

ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت

گالی دینا گناہ اور مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اس کے بارے میں 3 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے گالی دیتا ہے۔
(شرح السنہ، کتاب البر والصلۃ، باب الستر، ۶/۴۸۹، الحدیث: ۳۴۱۲)

(2)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا ترجعوا بعدی کفّاراً... الخ، ۴/۴۳۴، الحدیث: ۷۰۷۶)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: آپس میں گالی دینے والے دو آدمی جو کچھ کہیں تو وہ (یعنی اس کا وَبال) ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن السباب، ص۱۳۹۶، الحديث: ٦٨(٢٥٨٧))

بری بات کا اعلان اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لہٰذا وہ چور یا غاصب کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس نے میرا مال چرایا یا غصب کیا ہے۔ (جمل، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ١٤٥/٢)

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا اور انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی، جب وہ وہاں سے نکلا تو اُن کی شکایت کرتا ہوا نکلا۔ (بيضاوى، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ٢٧٢/٢)

اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک شخص سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا، حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خاموش رہے مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو جواب دیدیا، اس پر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کچھ نہ فرمایا اور میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا ''ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ٤٤٤/١)

مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت

پہلے یعنی مہمان نوازی والے شانِ نزول کو لیں تو اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو میزبان کی مہمان نوازی سے خوش نہیں ہوتے اگرچہ گھر والے نے کتنی ہی تنگی سے کھانے کا اہتمام کیا ہو۔ خصوصاً رشتے داروں میں اور بالخصوص سسرالی رشتے داروں میں مہمان نوازی پر شکوہ شکایت عام ہے۔ ایک کھانا بنایا تو اعتراض کہ دو کیوں نہیں بنائے؟ دو بنائے تو اعتراض کہ تین کیوں نہیں بنائے؟ نمکین بنایا تو اعتراض کہ میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ میٹھا بنایا تو اعتراض کہ فلاں میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ الغرض بہت سے مہمان ظلم و زیادتی اور ایذاء رَسانی سے باز نہیں آتے اور ایسے رشتے داروں

کو دیکھ کر گھر والوں کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ حدیثِ مبارک میں مہمان کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان شخص کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس اتنا عرصہ ٹھہرے کہ اسے گناہ میں مبتلا کردے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ اسے گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ ارشاد فرمایا: وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا ہوگا اور حال یہ ہوگا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے وہ اس کی مہمان نوازی کر سکے۔

(مسلم، کتاب اللقطة، باب الضیافة ونحوها، ص۹۵۱، الحدیث: ۱۵(۱۷۲۶))

ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے

آیت میں مظلوم کو ظلم بیان کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم، حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کرسکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں۔ اس سے ہزارہا مسائل معلوم ہوسکتے ہیں۔ حدیث کے راویوں کا فسق یا عیب وغیرہ بیان کرنا، چور یا غاصِب کی شکایت کرنا، ملک کے غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا سب جائز ہے۔ غیبت کے جواز کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب کسی نہ کسی بڑے فائدے کی وجہ سے ہیں۔

إِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوْهُ أَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر و تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اِعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح سے قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم وستم کرنے والوں کو معاف کردو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔

(تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآیة: ۱۴۹، ۱/۴۰۱، روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۱۴۹، ۲/۳۱۲، ملتقطاً)

معاف کرنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود اس کے ظلم پر صبر کرنا اور اسے معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی چیز کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (نحل: ۱۲۶)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ (شوریٰ: ۴۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ (شوریٰ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ (نور: ۲۲)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرما دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

(مستدرك، كتاب الحدود، اول سارق قطعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ٥/٥٤٦، الحديث: ٨٢١٦)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیرے بندوں میں سے کون تیری بارگاہ میں زیادہ عزت والا ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’وہ بندہ جو بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کردے۔

(شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۳۱۹/۶، الحدیث: ۸۳۲۷)

مخلوقِ خدا پر شفقت کے فضائل

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوقِ خدا پر شفقت ورحم کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے۔ اَحادیث میں لوگوں پر شفقت ومہربانی اور رحم کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں کی بادشاہت کا مالک تم پر رحم کرے گا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ المسلمین، ۳۷۱/۳، الحدیث: ۱۹۳۱)

(2)...... حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے کی کوشش) میں ہو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت پوری فرمادیتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلمُ المسلمَ ولا یسلمہ، ۱۲۶/۲، الحدیث: ۲۴۴۲)

(3)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ دے اور بری بات سے منع نہ کرے۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(4)...... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کے شر سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی، کتاب الفتن، ۷۶-باب، ۱۱۶/۴، الحدیث: ۲۲۷۰)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًاۙ(۱۵۰) اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّاۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا(۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کردیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ: اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہودی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر ایمان لائے لیکن حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اور امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر ایمان لائے لیکن انہوں نے سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کیا۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱/۴۴۴)

ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق کرتے ہیں اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر نہ لائیں اور انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ پکے کافر ہیں

کیونکہ صرف بعض رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانا کفر سے نہیں بچاتا بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری اور ایک نبی کا انکار بھی تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انکار کے برابر ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۠(۱۵۲)

ع ۲۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔﴾ یہاں آیت میں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں کا مُرتکب بھی داخل ہے کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔

کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں

مُعتزلہ فرقے والے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کے عذابِ جہنم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس آیت سے ان کے اس عقیدہ کا بُطلان (یعنی غلط ہونا) ثابت ہوگیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا (حجرات: ۹) **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا اِرتکاب کفر نہیں کیونکہ جنگ و جدال گناہ ہے لیکن دونوں گروہوں کو مومن فرمایا گیا۔ نیز صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سفید کپڑے پہن کر آرام فرما رہے تھے، پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہو چکے تھے، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو بندہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی وعدے پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ’’خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ میں نے پھر عرض کی: اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے! ارشاد فرمایا ’’اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے، میں نے پھر عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ’’خواہ اس نے زنا یا چوری کی، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ۴/۵۷، الحدیث: ۵۸۲۷)

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب ہوں۔

(ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۱۱-باب منه، ۴/۱۹۸، الحدیث: ۲۴۴۴)

ان اَحادیث سے بھی معلوم ہوا کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں کیونکہ کافر نہ تو کبھی جنت میں جائے گا اور نہ ہی سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی شفاعت فرمائیں گے بلکہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت بھی صرف مسلمانوں کو نصیب ہوگی اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔

یاد رہے کہ اہلِ سنت کا اِجماع ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، چنانچہ شرح عقائدِ نَسفِیَہ میں ہے ’’نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے جو شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لئے دعا و اِستغفار بھی کی جائے گی اگر چہ اس کا گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہونا معلوم ہو حالانکہ اس بات پر پہلے ہی امت کا اتفاق ہے کہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لئے نمازِ جنازہ اور دعاء و استغفار جائز نہیں۔ (شرح عقائد نسفیه، مبحث الکبیرة، ص ۱۱۰)

شرح فِقہِ اکبر میں ہے ’’ہم خارجیوں کی طرح کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کریں گے اگر چہ وہ گناہِ کبیرہ ہو البتہ اگر وہ کسی ایسے گناہ کو حلال جانے جس کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہو تو وہ کافر ہے، اور ہم معتزلہ کی طرح کسی کبیرہ گناہ کرنے والے سے ایمان کا وصف ساقط نہیں کریں گے اور کبیرہ گناہ کرنے والے کو حقیقی مومن کہیں گے کیونکہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے جبکہ عمل کا تعلق کمالِ ایمان سے ہے (شرح فقه اکبر، الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان، ص ۷۱ و ۷۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مُستقِل بالذّات وواجب الوجود نہ جانے۔ بعض نُصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ ومقارنت باعتقادِ منافی توحید وامثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکارِ ضروریاتِ دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاقِ کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفرِ مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کردیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنّت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیلِ اسلام، اور اہلسنّت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر وشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۳۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آدمی صرف دو چیزوں سے مشرک ہوتا ہے (1) غیرِ خدا کو معبود ماننے سے، (2) اللہ کے علاوہ کسی کو مستقل بالذّات ماننے سے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کسی تیسری چیز سے آدمی حقیقتاً مشرک نہیں ہوتا۔ اور بعض اَحادیث وغیرہ میں جو کچھ کاموں کو بغیر کسی قید کے شرک یا کفر کہا گیا ہے ان کی تاویلات وتَوجیہات علماء میں مشہور ہیں یعنی یا تو وہاں کفر وشرک سے تشبیہ مراد ہوتی ہے یا اس کام پر شریعت نے شدت ظاہر کرنے کیلئے لفظِ شرک استعمال کیا ہوتا ہے یا وہاں شرک سے مراد وہ صورت ہوتی ہے کہ جب اس فعل کے ساتھ کوئی ایسا ارادہ یا اعتقاد ملا ہو جو توحید کے منافی ہو۔ (جیسے غیر خدا کو سجدہ کرنا مطلقاً شرک نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ ارادۂ شرک موجود ہو تو یقیناً شرک ہے۔) تو غیر شرک کو جہاں شرک کہا گیا ہو وہاں وہ حقیقی کفر وشرک مراد نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج اور بغیر توبہ کے مرنے پر دائمی جہنمی قرار پائے کیونکہ اہلسنّت کا اجماع ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا قسم کی تصریحات کو ہماری بیان کردہ تفصیل کے ملحوظ رکھے بغیر حقیقی کفر وشرک قرار دینا خارجیوں کا مردود مذہب ہے۔

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب اہلِ کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو تو انہیں کڑک نے آ لیا ان کے گناہوں پر پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آ چکیں تو ہم نے یہ معاف فرما دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان کے پاس روشن نشانیاں آجانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔

﴿یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ: اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف اور فنحاص بن عازوراء نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لائیے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت لائے تھے۔ ان کا یہ سوال ہدایت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی و بغاوت کی وجہ سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۱/۴۴۵)

اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی کے طور پر فرمایا گیا کہ آپ ان کے سوالوں پر تعجب نہ کریں کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یکبارگی قرآن نازل ہونے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ یہ سوال ان کی کمال درجے کی جہالت کی وجہ سے ہے اور اس قسم کی جہالتوں میں ان کے باپ دادا بھی گرفتار تھے۔ اگر ان کا سوال طلبِ ہدایت کے لئے ہوتا تو پھر دیکھا جاتا مگر وہ تو کسی حال میں ایمان لانے والے نہ تھے۔ ان کے باپ داداؤں کے ایسے کردار کی وضاحت کیلئے ان کی دو حرکتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور دوسری بات یہ کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ

کا اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہمیں خدا اعلانیہ دکھا نہ دیں۔ اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے تو یہ مطالبہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یکبارگی کتاب نازل کروائیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کریں گے لیکن جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یکبارگی تورات نازل ہوئی تو بجائے اطاعت کرنے کے اُنہوں نے خدا عَزَّوَجَلَّ کے دیکھنے کا سوال کر دیا اور اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ نہ کرنے کے سو بہانے ہوتے ہیں۔

﴿ وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا : اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو روشن غلبہ وتسلُّط عطا فرمایا گیا کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے خود ان کے اپنے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی۔

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

﴿ وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ : پھر ہم نے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا۔﴾ یہودیوں کے متعلق مزید تین باتوں کا بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلی یہ کہ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لینے کیلئے کوہِ طور کو ان کے سروں پر مُعلَّق کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ بیتُ المقدس یا اَرِیْحا نامی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔ تیسری بات یہ کہ انہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن انہوں نے تینوں باتوں میں خلاف ورزی کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌؕ-بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا۪(۱۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللّٰہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللّٰہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللّٰہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔﴾ یہاں سے اہلِ کتاب کے جرائم کی ایک فہرست اور اس پر غضبِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا بیان شروع ہے۔ یہودیوں کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیات میں ان کے نصف درجن سے زائد جرائم بیان کئے گئے ہیں:

(1)...... یہودیوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے کئے ہوئے عہد کو توڑا۔ اس کی تفصیل اس سے گزشتہ آیت میں گزر چکی۔

(2)...... یہودیوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کا انکار کیا جو انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے معجزات۔

(3)...... یہودیوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا اور یہودی خود سمجھتے تھے کہ ان کا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا ناحق ہی تھا۔

(4)...... یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، چونکہ

یہ بھی ان کا جھوٹ اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت کو ٹھکرانا تھا لہٰذا یہ بھی سببِ عذاب ہوا۔ پانچواں اور چھٹا جرم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا : بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔﴾ ارشادفرمایا کہ یہودی کہتے ہیں ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے لہٰذا کوئی وعظ ونصیحت ان کے دلوں پر کارگر نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر اور بدکاریاں دل پر مہر لگ جانے کا باعث ہوجاتی ہیں۔

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًاۙ(۱۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے۔

﴿ وَ بِكُفْرِهِمْ : اور ان کے کفر کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کا پانچواں جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفر کیا اور ان کا چھٹا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور خصوصاً کسی مقدس عورت پر اور مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا اور بھی زیادہ سنگین ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِۚ-وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْؕ-وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُؕ-مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّۚ-وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًاۙ(۱۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے

نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔

﴿وَ قَوْلِهِمْ: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے ساتویں سنگین جرم کا بیان کیا گیا کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تکذیب فرما دی۔ کیونکہ واقعہ یوں ہوا کہ جو منافق شخص یہودیوں کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پتہ دینے کے لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر میں داخل ہوا وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہم شکل ہو گیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دھوکے میں سولی دے دی لیکن پھر خود بھی حیران تھے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا نیز اس کا چہرہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جیسا تھا اور ہاتھ پاؤں مختلف۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۱۵۷، ص۲۶۳-۲۶۴)

اس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول کون ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ مقتول حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نہیں، لہٰذا یہ وہ نہیں۔ یہودیوں کی پیروی میں آج کل قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار ہیں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق بکثرت اَحادیث وارد ہیں۔ اس کا کچھ بیان سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 55 کے تحت تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ۚ﴿۱۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے۔

﴿اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ: مگر وہ اس پر ایمان لائے گا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنی موت کے وقت جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آتے ہیں اور اس وقت کا ایمان مقبول و معتبر نہیں۔

(قرطبی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۲۹۸/۳، الجزء الخامس، جلالین، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ص ۹۱، ملتقطاً)

لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں، اور اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

(بغوی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۳۹۷/۱)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے پہلے ہر یہودی اور عیسائی اور وہ افراد جو غیرِ خدا

کی عبادت کرتے ہوں گے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئیں گے حتی کہ اس وقت ایک ہی دین، دینِ اسلام ہوگا۔اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب آخری زمانے میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شریعتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مطابق حکم کریں گے اور دینِ محمدی کے اماموں میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور عیسائیوں نے ان کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں باطل فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اشاعت کریں گے اور اس وقت یہود ونصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے، جزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نزول کرنے کے وقت تک ہے۔(بغوی، النساء، تحت الآیة: ١٥٩، ١/٣٩٧، خازن، النساء، تحت الآیة: ١٥٩، ١/٤٤٨-٤٤٩، صاوی، النساء، تحت الآیة: ١٥٩، ١/٤٥٦، ملتقطاً)

اس قول سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے پہلے سارے اہلِ کتاب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائیں گے۔حالانکہ ابھی یہودی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان نہیں لائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قریبِ قیامت زمین پر تشریف لائیں گے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس آمد پر سارے یہودی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئیں گے اس طرح کہ سب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک کلمہ ہونے کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔

﴿ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا: وہ ان پر گواہ ہوں گے۔﴾ یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قیامت کے دن یہودیوں پر تو یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں زبانِ طعن درازکی اور نصاریٰ پر یہ گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رب ٹھہرایا اور خدا عَزَّوَجَلَّ کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے ان کے ایمان کی بھی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہادت دیں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر

حرام فرما دیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال تھیں۔

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا : تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کی کرتوتیں اوپر بیان کی گئیں اور اس آیت میں ان کے جرائم کی سزا کی ایک صورت یہ بیان فرمائی گئی کہ ان کی زیادتیوں کی وجہ سے ان پر کئی حلال چیزیں بھی حرام کردی گئیں۔

وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے (حرام کیں) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا : اور ان کے سود لینے کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں میں اعتقادی خرابیوں کے ساتھ عملی برائیاں بھی موجود تھیں چنانچہ سود کھانا اور رشوت لینا ان میں عام تھا۔ فیصلہ کرنے میں رشوت لیتے حتّٰی کہ رشوت کی خاطر شرعی احکام بھی بدل دیتے۔

سود اور رشوت کی مذمت

اس آیت سے سود کی حرمت اور رشوت کی قباحت و خباثت بھی معلوم ہوئی۔ سود لینا شدید حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک سود ستر

گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ فى الربا، ۷۲/۳، الحديث: ۲۲۷٤)

سود سے متعلق مزید کلام سورۂ بقرہ آیت نمبر 275 تا 278 اور سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 130 کے تحت گزر چکا ہے، اور رشوت کے بارے میں حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ’’سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رشوت لینے والے، دینے والے اور اُن کے مابین لین دین میں مدد کرنے والے پر لعنت فرمائی۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، ومن حديث ثوبان رضى الله تعالى عنه، ۳۲۷/۸، الحديث: ۲۲٤٦۲)

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ اُولٰٓىٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ (۱۶۲)

ع ۲۲ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اُن میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اُس پر جو، اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ: لیکن ان میں علم میں پختگی والے۔﴾ یہودیوں کی اکثریت گمراہ اور بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دینِ اسلام کی حقانیت کو جانا اور سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔

راسخ فی العلم کی تعریف

رَاسِخٌ فِی الْعِلْمِ وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالمِ باعمل کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ باعمل عالم خود بھی نیک ہے اور وہ دوسروں کو بھی نیک بنا دیتا ہے۔ چاہیے کہ عالم کا عمل سنتِ نبوی کا نمونہ ہو اور اس کی ہر ادا تبلیغ کرے۔ اس سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب بھی دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کُن بھی اور اس کی بدعملی دوسروں کو بھی بدعمل بنا دے گی۔

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًاۚ(۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿**اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ: بیشک ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی۔**﴾ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا تھا کہ اُن کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان پر حُجت قائم کی گئی کہ

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوا بکثرت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جن میں سے گیارہ کے اَسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں، اہلِ کتاب اُن سب کی نبوت کو مانتے ہیں، تو جب اس وجہ سے ان میں سے متعدد کی نبوت تسلیم کرنے میں اہلِ کتاب کو کچھ پس وپیش نہ ہوا تو امامُ الانبیاء، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟ نیز رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت اوران کو اللہ تعالیٰ کی توحید ومعرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے اور کتاب کے مُتَفَرِّق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بڑے کامل طریقے سے حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے، اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال درجے کی حماقت ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! کیسا دل نشین اور پیارا جواب ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

﴾وَرُسُلًا: اور بہت سے رسول۔﴿ ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن شریف میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآنِ پاک میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ان سب رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں وہ کتنے ہیں جن پر یکبارگی کتاب اتری۔ تو جب سب نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو نبیِ آخر الزّمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کیلئے کیوں باعثِ اعتراض بنا ہوا ہے؟

﴾وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا: اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔﴿ یہ بھی یہودیوں کے اعتراض کے جواب کا حصہ ہے کہ

جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بے واسطہ کلام فرمانا دوسرے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کیلئے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا گیا تو ایسے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کتاب کا یکبارگی نازل ہونا بھی دوسرے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱٦٤، ۱/۴٥۲)

آیت کے اس حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انبیاءِ بنی اسرائیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بہت شان والے ہیں کہ ان کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے جیسے ہر نبی کَلِیْمُ اللہ نہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ: رسول بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔﴾ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کا مقصد نیک اعمال پر ثواب کی بشارت اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرانا ہے اور ایک حکمت یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مطیع و فرمانبردار ہوتے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بِعْثَت سے پہلے مخلوق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن اے محبوب اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اے حبیب! اللہ گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ: لیکن اللہ گواہی دیتا ہے۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں دو طرح کے اقوال ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے

(1)...... مَشْهُوْدٌ لَهٗ یعنی جس کے حق میں گواہی دی جارہی ہے وہ قرآنِ پاک ہے کیونکہ یہودیوں نے آسمان سے یکبارگی کتاب اتارنے کا مطالبہ کیا تھا (النساء، آیت ۱۵۳)

اس آیت میں ان کے مطالبے کا جواب ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی طرف اترنے والے قرآن کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل ہونے کے فرشتے بھی گواہ ہیں، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گواہی کافی ہے۔

(2)...... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مَشْهُوْدٌ لَهٗ یعنی جس کے حق میں گواہی ہے وہ خاتَمُ الْمُرْسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ہے اور جس کے ذریعے گواہی دی جارہی ہے وہ قرآنِ پاک ہے اور معنیٰ یہ بنا کہ یہودیوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی گواہی قرآن کے ذریعے دی اور فرشتے بھی نبوت پر گواہ ہوئے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۶۶، ۴/۲۶۸-۲۶۹، صاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۶۶، ۲/۴۶۰، ملتقطاً)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گواہی یہ ہے کہ اس نے گزشتہ کتابوں میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر دی اور سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معجزات عطا فرمائے جیسے وزیر یا حاکم کا شاہی تمغہ بادشاہ کی گواہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جاپڑے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کیا اور حضور تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے روکا، بے شک وہ ان حرکتوں کی وجہ سے دور کی گمراہی میں جا پڑے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہوگئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔ مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا۔ مگر جہنم کے راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں بھی یہودیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر اور کتابِ الٰہی یعنی تورات میں موجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بدل کر اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کر کے ظلم کیا تو ایسے لوگ جب تک اپنے کفر پر قائم رہیں اور کفر پر مریں ان کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ انہیں کسی صحیح راہ کی ہدایت ملے گی البتہ جہنم کا راستہ ان کیلئے ضرور کھلا ہوا ہے اور وہ بالکل واضح ہوگا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْؕ-وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۱۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ: بیشک تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لے آئے۔﴾ تمام بنی نوعِ انسان کو عظیم خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اے لوگو! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق کے ساتھ تشریف لا چکے، وہ خود بھی حق ہیں اور ان کا ہر قول، ہر ادا حق ہے، ان کی شریعت حق ہے، ان کی طبیعت حق ہے، ان کی تعلیم حق ہے، وہاں باطل کا گزر نہیں۔ لہٰذا ان پر ایمان لے آؤ، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم خاتَمُ الْمُرْسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ-اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗۚ-اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ٘-فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۚ-وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌؕ

اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللّٰہ پر نہ کہو مگر سچ، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللّٰہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللّٰہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللّٰہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ کافی کارساز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللّٰہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللّٰہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللّٰہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللّٰہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللّٰہ کافی کارساز ہے۔

﴿یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے اہلِ کتاب۔﴾ اس سے پہلے والی آیات میں یہودیوں کی دین میں زیادتیوں اور ان کے جرائم کو بیان فرمایا، اب عیسائیوں کے دین میں غُلُو اور حد سے بڑھنے کے بارے میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔

عیسائیوں کے فرقے اور ان کے عقائد

عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) ملکانیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ یعقوبیہ اور ملکانیہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کہتے تھے۔ نسطوریہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ مرقوسیہ فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین

اُقْنُوم (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روحُ القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور روحُ القدس سے ان میں حُلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کہ اُن کے نزدیک اِلٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نَاسُوتِیَّت (یعنی انسانیت) اور اُلوہیت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی ''تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا'' (اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے) یہ فرقہ بندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بُولَس تھا، اُس نے اُنہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ١٧١، ١/٤٥٤)

اس آیت میں اہلِ کتاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اِفراط و تفریط سے باز رہیں، انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور حلول و اِتّحاد کے عیب لگا کر ان کی تَنْقیص بھی نہ کریں، بلکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک ہے، بیٹے اور اولاد سے پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں اور اس کی کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں میں سے ہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ: اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔﴾ بعض عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، بعض انہیں تیسرا خدا مانتے تھے اور بعض انہیں کو خدا مانتے تھے، ان تینوں فرقوں کی تردید کے لئے یہ آیتِ کریمہ اتری۔ لفظ ''اللّٰهُ'' میں ایک فرقے کی تردید ہے۔ ''وَاحِدٌ'' میں دوسرے کی اور ''سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ'' میں تیسرے کی۔ عقل مند انسان خود ہی غور کرلے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں انہی میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے مُتَصَوَّر ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب بیہودہ باتوں سے پاک اور مُنَزَّہ ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ

وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

﴿ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ : مسیح اللہ کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہیں کرتا۔﴾ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عیب لگاتے ہیں کہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ کہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۲/۲۸۴)

جس میں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہونا باعثِ فخر ہے نہ کہ باعثِ شرم۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے نفرت کرنا اور اس میں شرم محسوس کرنا کافر کا کام ہے مسلمان کا نہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو جو ایمان والے ہیں۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی کو اپنا اعزاز اور اپنے سر کا تاج سمجھنے والوں یعنی مومنین صالحین کو بشارت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی سے نفرت وتکبر کرنے والوں کو وعید بیان کی گئی ہے۔ پہلے گروہ کو بھرپور اجر ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضلِ الٰہی کی مزید بارش برسے گی جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار بھی شامل ہے۔ اس کے برعکس عبادتِ الٰہی کے منکروں اور اس سے تکبر کرنے والوں کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!۔﴾ یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، وہ کہیں کے ہوں اور کبھی بھی ہوں۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ عام اعلان فرما دیا گیا، اے لوگو! تمہارے پاس وہ تشریف لائے جو سرتاپا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی دلیل ہیں جن کی صداقت پر اُن کے معجزے گواہ ہیں اور وہ منکرین کی عقلوں کو حیران کردیتے ہیں۔ جس قدر معجزے پہلے پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملے ان سے زائد حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا ہوئے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ از سرتا قدمِ پاک خود اللہ تعالیٰ کی وَحدانیت اور ذات وصفات کی دلیل ہیں چنانچہ

سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا **بال شریف معجزہ** کہ حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ٹوپی میں رہا تو ان کو ہمیشہ دشمنوں پر فتح ہوتی رہی۔ ہرقل کی پگڑی میں رہا تو اس کے سر کے درد کو آرام رہا۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بال شریف رکھ دیئے جائیں تاکہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میری آنکھوں اور لبوں پر سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ناخن اور بال شریف رکھ دیئے جائیں تاکہ حسابِ قبر میں آسانی ہو۔ معلوم ہوا کہ بال مبارک قبر کی مشکل آسان کرتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بیماروں کو بال مبارک کا غسل شدہ پانی پلایا کرتے تھے۔ حضرت طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر ایک بار بال مبارک پہنچ گئے تو انہوں نے ساری رات ملائکہ کی تسبیح وتہلیل سنی۔

چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو	سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
سایہ اَفگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو	ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں

آنکھ شریف کا معجزہ کہ قیامت تک کے واقعات کو دیکھا، جنت ودوزخ، عرش وکرسی کو ملاحظہ فرمایا، بلکہ خود رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔ نمازِ کسوف میں جنت ودوزخ کو مسجد کی دیوار میں دیکھا۔ پیچھے مقتدی جو کچھ کریں اس کو ملاحظہ فرمادیں۔ **ناک مبارک کا معجزہ** کہ جس نے محبت کی خوشبو یمن سے آتی ہوئی سونگھی۔ **زبان کا معجزہ** کہ جن کی ہر بات وحیِ خدا اور وہ زبان جو کہ کُن کی کُنجی ہے۔ **منہ کالُعاب معجزہ** کہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر ہانڈی میں ڈال دیا تو ہانڈی کی ترکاری میں برکت ہوئی۔ آٹے میں ڈال دیا تو چار سیر آٹا ہزاروں آدمیوں نے کھایا پھر بھی اُتنا ہی رہا۔ خیبر میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی دکھتی آنکھ میں لگادیا تو آنکھ کو آرام ہوگیا۔ حضرت صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاؤں میں غار میں سانپ نے کاٹا اس پر لگادیا تو اس کو آرام۔ کھاری کنویں میں ڈال دیا تو اس کا پانی میٹھا ہوگیا۔ **ہاتھ مبارک** بھی دلیل کہ بدر کے دن ایک مٹھی کنکر کفار کو مارے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ”آپ نے نہ پھینکے بلکہ ہم نے پھینکے۔ اسی ہاتھ میں آکر کنکروں نے کلمہ شریف پڑھا۔ اس ہاتھ سے بیعت لی گئی تو رب عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ ”ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ ہے۔ **انگلیاں معجزہ** کہ ایک پیالہ پانی میں انگلیاں رکھ دیں، اس سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ انگلی ہی کے اشارے سے چاند چیر دیا۔

پاؤں مبارک بھی معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھر ان کا اثر لے لے اور فرش پر بھی چلیں اور عرش پر بھی۔ غرض کہ ان کا ہر ہر عُضْوِ پاک اور ہر ہر بال مبارک ربِّ عَزَّوَجَلَّ کے پہچاننے کی دلیل ہے۔ پسینہ مبارک معجزہ کہ جس میں گلاب کی بے مثل خوشبو۔ جاگنا اور سونا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑ دے مگر سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ تمام جسم پاک سایہ سے محفوظ کہ سایہ بھی کسی کے قدم کے نیچے نہ آئے غرض کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر وصف معجزہ اور ہر حالت ربِّ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا: اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔﴾ روشن نور سے مراد قرآنِ پاک ہے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ہمیں ملا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاؕ﴿۱۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

﴿فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ: تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا۔﴾ ایمان والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے۔ رحمت جنت ہے اور فضل جنت میں کرم بالائے کرم والے اُمور ہیں اور سیدھا راستہ دینِ اسلام ہے جو سیدھا قربِ الٰہی تک لیجاتا ہے۔

یَسْتَفْتُوْنَكَؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ

وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَیْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع

ع ۲۴ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللّٰہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللّٰہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللّٰہ ہر چیز جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللّٰہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی بہن ہوں (جن میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللّٰہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اور اللّٰہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿ یَسْتَفْتُوْنَكَ: تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں کَلالَہ کی وراثت کا بیان کیا گیا ہے۔ کَلالَہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے، نہ اولاد۔ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار تھے تو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے ہوش تھے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وضو فرما کر اس کا پانی اُن پر ڈالا تو انہیں اِفاقہ ہوا (آنکھ کھول کر دیکھا تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما تھے)۔ عرض کیا، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب الفرائض، باب قول اللّٰہ تعالی: یوصیکم اللّٰہ... الخ، ۳۱۲/۴، الحدیث: ۶۷۲۳، مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ص ۸۷۲، الحدیث: ۵(۱۶۱۶))

ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا، اے جابر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے۔
(ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب من کان لیس له ولد وله اخوات، ۱۶۵/۳، الحدیث: ۲۸۸۷)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...... بزرگوں کا وضو کا پانی تبرُّک ہے اور اس کو حُصولِ شِفا کے لئے استعمال کرنا سنت ہے۔

(2)...... مریضوں کی عیادت سنت ہے۔

(3)...... نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے علومِ غیب عطا فرمائے ہیں اس لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم تھا کہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موت اس مرض میں نہیں ہے۔

کلالہ کی وراثت کے احکام

آیت میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ و وضاحت یہ ہے:

(1)...... اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے ورثاء میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی اور باپ شریک بہن کو وراثت سے مال کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ صرف ایک ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔

(2)...... اور اگر بہن فوت ہوئی اور ورثاء میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اُس کے کل مال کا وارث ہوگا۔

(3)...... اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔

اہم تنبیہ: وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہوتی ہیں۔ آیت میں جو صورتیں موجود تھیں ان کو بیان کر دیا لیکن اگر وراثت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بغیر کسی ماہرِ میراث عالم کے خود حل نہ نکالیں۔

سُوْرَةُ الْمَآئِدَة

سورۂ مائدہ کا تعارف

مقام نزول

سورۂ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ آیت ''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ'' حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔
(خازن، تفسير سورة المائدة، ۱/۴۵۸)

آیات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **16** رکوع، **120** آیتیں، **12464** حروف ہیں۔

''مائدہ'' نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں دسترخوان کو ''مائدہ'' کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 112 تا 115 میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کے ایک دسترخوان کے نزول کا مطالبہ کیا اور حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے مائدہ کے نازل ہونے کی دعا کی، اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ مائدہ'' رکھا گیا۔

سورۂ مائدہ کے فضائل

(1)......اس سورت کی ایک آیتِ مبارکہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا ''اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ اپنی کتاب میں ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوئی ہوتی تو (جس دن یہ نازل ہوتی) ہم اس دن کو عید بناتے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''وہ کون سی آیت ہے؟ اس یہودی نے عرض کی (وہ یہ آیت ہے)

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ:۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''ہم اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جس میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی، (جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت) حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں مقیم تھے (اور جمعہ وعرفہ دونوں مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔)

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، ۲۸/۱، الحدیث: ۴۵)

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سورۂ مائدہ نازل ہوئی اور اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی سواری پر سوار تھے تو سواری میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رہی اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنہما، ۵۸۹/۲، الحدیث: ۶۶۵۴)

(3)......حضرت مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۶۹/۲، الحدیث: ۲۴۲۸)

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سورۂ مائدہ میں چونکہ مردوں کے لئے بہت (زجر وتوبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے اس لئے انہیں سورہ مائدہ سکھانے کا حکم دیا گیا اور سورۂ نور میں عورتوں کے لئے بہت (زجر وتوبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اس میں واقعہ اِفک اور زینت کے مقام ظاہر کرنے کی حرمت وغیرہ ان چیزوں کا بیان ہے جو عورتوں سے متعلق ہیں، اس لئے انہیں سورۂ نور سکھانے کا حکم دیا گیا۔ (فیض القدیر، حرف العین، ۴۳۳/۴، تحت الحدیث: ۵۴۸۲)

سورۂ مائدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد ونظریات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......مسلمانوں کو تمام جائز معاہدے پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور ان جانوروں کے بارے میں بتایا گیا جو مسلمانوں

پر حرام ہیں اور جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔

(2)...... وضو، غسل اور تیمم کے احکام بیان کئے گئے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے اور ناانصافی کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(3)...... بنی اسرائیل سے عہد لینے، ان کے عہد کی خلاف ورزی کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا۔

(4)...... بنی اسرائیل کا جبّارین سے جہاد نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(5)...... چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کی سزا کا بیان، شراب اور جوئے کی حرمت کا بیان، قسم کے کفّارے کا بیان، احرام کی حالت میں شکار کے احکام۔ قرآن کے احکامات پر عمل کو ترک کرنے کی وعید، یہودیوں، عیسائیوں، منافقوں اور مشرکوں سے ہونے والی بحث کا بیان ہے۔

(6)...... مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ وسرکشی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون حرام ہے، کفار کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے نیز گواہی کے متعلق فرمایا کہ گواہی دینے والا عادل ہو اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اور مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے۔

(7)...... اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے اگرچہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت اور ان کے طریقے مختلف تھے۔

(8)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پوری مخلوق کو عام ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عام تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(9)...... عبرت اور نصیحت کے لئے اس سورت میں یہ تین واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل کا واقعہ۔ (2) حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ۔ (3) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزے ''کھانے کے دسترخوان'' کے نازل ہونے کا واقعہ۔

سورۂ نساء کے ساتھ مناسبت

سورہ مائدہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''نساء'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نساء میں مختلف صریح اور ضمنی معاہدے بیان کئے گئے تھے جیسے نکاح اور مہر کے معاہدے، وصیت، امانت، وکالت، عارِیَت، اجارہ وغیرہ کے معاہدے اور سورۂ مائدہ میں ان معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تناسق الدرر، سورة المائدة، ص ٨١)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بیشک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کردیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔

﴿ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ: تمام عہد پورے کرو۔﴾ عقود کا معنیٰ عہد ہیں، انہیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد کون سے عہد ہیں اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1)......امام ابن جریج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ یہاں اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ اے اہلِ کتاب کے مومنو! میں نے گزشتہ کتابوں میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔

(2)......بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب مؤمنین کو ہے، انہیں اپنے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ان عقود یعنی عہدوں سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام وحلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔

(4)......بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں مومنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۴۵۸)

﴿ اُحِلَّتْ لَكُمْ :تمہارے لئے حلال کردیئے گئے۔﴾ یہاں سے حلال جانوروں کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے سوا تمام چوپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے۔اس میں ان کفار کا رد ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور بَحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ حرام صرف وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حرام فرمادیں۔حلال کے لئے خاص دلیل کی ضرورت نہیں، کسی چیز کا حرام نہ ہونا ہی حلال کی دلیل ہے جس طرح اس آیت میں واضح طور پر فرمادیا گیا۔اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمانوں کے پاکیزہ کھانوں کو حیلے بہانوں سے حرام بلکہ شرک قرار دیتے رہتے ہیں۔

﴿وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ :اور تم حالتِ احرام میں ہو۔﴾ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔
(بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل واما بیان انواعہ، ۲/۴۲۷)

خیال رہے کہ مُحرِم (یعنی احرام والے) کا شکار کیا ہوا نہ مُحرِم کو حلال ہے نہ غیر کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔اس سورۃ کے آخر میں بھی مُحرِم کے شکار کے مسائل کا بیان آئے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

وقف لازم

الربع

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور (نہ حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال وعزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کرسکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ : اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔﴾ اس آیت میں دین کی نشانیوں کی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ نیز جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں قرار پا جائیں ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے لہٰذا دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کیا جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ(۳۲) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ (الحج:۳۲)

اس شَعَائِرَ اللّٰہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآنِ پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب ہی داخل ہیں بلکہ جس چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی شَعَائِرَ اللّٰہ بن جاتی ہے جیسے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے قدم صفا و مروہ پہاڑوں پر پڑے تو وہ پہاڑ شَعَائِرَ اللّٰہ بن گئے اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے فرما دیا:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸) ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔

﴿وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ : اور نہ حرمت والے مہینوں کو۔﴾ فرمایا گیا کہ حرمت والے مہینوں کو حلال نہ ٹھہرالو۔ محترم مہینے چار ہیں، رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کفار ان کا ادب کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام

باقی رکھا۔ یاد رہے کہ اولاً اسلام میں ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت جہاد ہو سکتا ہے، لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔ اس کی تفصیل سورۂ توبہ، آیت نمبر 36 میں آئے گی۔

﴿ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآىٕدَ: اور نہ حرم کی قربانیاں اور نہ علامتی پٹے والی قربانیاں۔﴾ عرب کے لوگ قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ سے ہار بُن کر ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور ان سے چھیڑ خوانی نہ کریں۔ حرم شریف کی اُن قربانیوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَلَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ: اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال وعزت) کو﴾ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں سے مراد حج وعمرہ کرنے کے لئے آنے والے ہیں۔ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ شُریح بن ہند ایک مشہور بدبخت تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوقِ خدا کو کیا دعوت دیتے ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا، بہت اچھی دعوت ہے، میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانی زبان بولے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ’’ کافر کا چہرہ لے کر آیا اور غدار و بدعہد کی طرح پیٹھ پھیر کر گیا، یہ اسلام لانے والا نہیں۔ چنانچہ اس نے فریب کیا اور مدینہ شریف سے نکلتے ہوئے وہاں کے مویشی اور اموال لے گیا۔ اگلے سال وہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی قَلَادَہ پوش یعنی مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادہ سے نکلا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اسی شُریح کو دیکھا اور چاہا کہ مویشی اس سے واپس لے لیں لیکن نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع فرما دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۵۹) اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔

﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ: اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔﴾ احرام سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے باہر شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم درحقیقت ایک اجازت ہے مگر یہ اِباحت (جائز ہونا) ایسی قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ: اور تمہیں برانگیختہ نہ کرے۔﴾ مراد یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو حُدَیْبِیَہ کے دن عمرہ کرنے سے روکا لیکن تم ان کے اس مُعانِدانہ فعل کا انتقام نہ لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اب کافر کو مسجدِ حرام سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں ممانعت کا حکم نازل ہوگیا تھا، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (التوبہ:۲۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

﴿وَتَعَاوَنُوْا: اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے (1) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (2) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ بِر سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اِثْم سے مراد گناہ ہے اور عُدْوَان سے مراد اللّٰہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔ (جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص۹۴)

ایک قول یہ ہے کہ اِثْم سے مراد کفر ہے اور عُدْوَان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۶۱)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں نیکی سے مراد سنت کی پیروی کرنا ہے۔
(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۲/۴۶۹)

حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔
(ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی البرّ والاثم، ۴/۱۷۳، الحدیث: ۲۳۹۶)

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم

یہ انتہائی جامع آیتِ مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام اَنواع واَقسام داخل ہیں اور اِثْم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ علمِ دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس وتدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دینِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک وملت

کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰه ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گروں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ افسوس، فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جاچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ

کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور وہ جسے کسی درندے نے کھالیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کرلیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر ناامید ہوگئے تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ: تم پر حرام کردیا گیا ہے۔﴾ سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چوپائے حلال ہیں سوائے ان چوپایوں کے جو آگے بیان کئے جائیں گے۔ یہاں انہیں کا بیان ہے اور گیارہ چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے:

(1)......مردار یعنی جس جانور کے لیے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مرجائے۔

(2)......بہنے والا خون۔

(3)......سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء۔

(4)......وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیرِ خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسا کہ عبداللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیمہ کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو اُن کو ذبح کے وقت کے علاوہ اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح اُن کا فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر ہو، اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال وطیّب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے

جس کو ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو، جو لوگ ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنیٰ میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام معتبر تفاسیر اور خود مفہومِ قرآن کے خلاف ہے۔

(5)......گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔

(6)......وہ جانور جو لاٹھی پتھر، ڈھیلے، گولی چھرے یعنی بغیر دھار دار چیز سے مارا گیا ہو۔

(7)......جو گر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں۔

(8)......وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو۔

(9)......وہ جسے کسی درندہ نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مر نہ گئے ہوں اور ایسے واقعات کے بعد زندہ بچ گئے ہوں پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں۔

(10)......وہ جو کسی بت کے تھان پر بطورِ عبادت کے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ اہلِ جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نَصب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے اُن کی تعظیم وتَقَرُّب کی نیت کرتے تھے۔ اس صورت کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ طریقہ بطورِ خاص ان میں رائج تھا۔

(11)......کسی کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے پانسہ ڈالنا، زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام درپیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ''ہاں'' یا ''نہ'' نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکمِ الٰہی جانتے۔ ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

﴿ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ : آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔﴾ تکمیلِ دین سے متعلق یہ آیتِ مبارکہ حِجَّۃُ الوداع میں عرفہ کے روز، جمعہ کے دن، عصر کے بعد نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حرام وحلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے، اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیانِ حلال وحرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' نازل ہوئی جو وعظ ونصیحت پر مشتمل ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حِجَّۃُ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی، ایک قول یہ ہے کہ دین کا اِکمال یعنی مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۴٦٤)

دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے

اس آیت کے متعلق بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا ''کون سی آیت؟ اس یہودی نے یہی آیت ''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ'' پڑھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۱/۲۸، الحدیث: ۴۵، مسلم، کتاب التفسیر، ص۱۶۰۹، الحدیث: ۵(۳۰۱۷))

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ نیز ترمذی شریف میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ اور عرفہ۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۳۳، الحدیث: ۳۰۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر اور عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عیدِ میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی سب سے عظیم نعمت کی یادگار و شکر گزاری ہے۔

﴿ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ :اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔﴾ مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ مکہ مکرمہ کی فتح اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمت تھی۔

﴿وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا :اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔﴾ یعنی میں نے تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کرلیا کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔

آیت ''وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا'' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے کئی احکام معلوم ہوئے:

پہلا یہ کہ صرف اسلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے یعنی جو اَب دینِ محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین اب ناقابلِ قبول ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد قیامت تک اسلام کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔

تیسرا یہ کہ اصولِ دین میں زیادتی کمی نہیں ہوسکتی۔ اجتہادی فروعی مسئلے ہمیشہ نکلتے رہیں گے۔

چوتھا یہ کہ سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا، سورج نکل آنے پر چراغ کی ضرورت نہیں، لہٰذا قادیانی جھوٹے، بے دین اور خدا عَزَّوَجَلَّ کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔

پانچواں یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا عَزَّوَجَلَّ کو پیارا نہیں کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے اور جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ : تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو۔ ﴾ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز مُیَسَّر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے بقدرِ ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْؕ-قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُۙ-وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ٘-فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ۪-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اوران شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھادیا ہے۔ تم اُنہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کرکے تمہارے لئے روک دیں اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ: اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟﴾ یہ آیت حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہلہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''زَیْدُ الْخَیْر'' رکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں تو کیا ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۲/۸)

آیت میں ''طَیِّبَاتُ'' کو حلال فرمایا گیا ہے اور ''طَیِّبَاتُ'' وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن وحدیث اور اِجماع وقیاس میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طَیِّبَاتُ وہ چیزیں ہیں جن کو سلیمُ الطَّبع لوگ پسند کرتے ہیں اور خبیث وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ (بیضاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۲/۲۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کے لئے کافی ہے۔

﴿اَلْجَوَارِحِ: شکاری جانور۔﴾ شکاری جانوروں سے کیا ہوا شکار بھی حلال ہے خواہ وہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتے اور چیتے کے شکار یا شکاری جانور کا تعلق پرندوں سے ہو جیسے شکرے، باز، شاہین وغیرہ کے شکار۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کردی جائے کہ وہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور جب شکاری ان کو چھوڑے تب شکار پر جائیں اور جب بلائے واپس آجائیں ایسے شکاری جانوروں کو معلَّم (یعنی سکھایا ہوا) کہتے ہیں۔

﴿مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ: جو وہ شکار کرکے تمہارے لئے روک دیں۔﴾ یعنی تمہارے سدھائے ہوئے شکاری کتے یا جانور جب شکار کرکے لائیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ کھائیں تو اگرچہ جانور مرگیا ہو، تب بھی حلال ہے اور اگر کتے نے کچھ کھالیا ہو تو حرام ہے کہ یہ اس نے اپنے لئے شکار کیا، تمہارے لئے نہیں۔

آیت کا خلاصہ: آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کتا یا شکرہ وغیرہ کوئی شکاری جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔

(1)......شکاری جانور مسلمان یا کتابی کا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔

(2)......اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔

(3)......شکاری جانور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔

(4)......اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو تو اس کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہہ کر ذبح کرے اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہوگا۔ مثلاً اگر شکاری جانور مُعَلَّم (یعنی سکھایا ہوا) نہ ہو یا اس نے زخم نہ کیا ہو یا شکار پر چھوڑتے وقت جان بوجھ کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ نہ پڑھا ہو یا شکار زندہ پہنچا ہو اور اس کو ذبح نہ کیا ہو یا مُعَلَّم (یعنی سکھائے ہوئے جانور) کے ساتھ غیر مُعَلَّم (یعنی نہ سکھایا ہوا جانور) شکار میں شریک ہو گیا ہو یا ایسا شکاری جانور شریک ہو گیا ہو جس کو چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ نہ پڑھا گیا ہو یا وہ شکاری جانور مجوسی کافر کا ہو، ان سب صورتوں میں وہ شکار حرام ہے۔

شکار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم

تیر سے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہہ کر تیر مارا اور اس سے شکار مجروح (یعنی زخمی) ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر نہ مرا تو دوبارہ اس کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ پڑھ کر ذبح کرے اگر اس پر بِسْمِ اللّٰه نہ پڑھی یا تیر کا زخم اس کو نہ لگا یا زندہ پانے کے بعد اس کو ذبح نہ کیا ان سب صورتوں میں حرام ہے۔

نوٹ: شکار کے مسائل کی مزید تفصیل کیلئے بہارِ شریعت حصہ 17 کا مطالعہ فرمائیں۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۠ ﴿۵﴾

ع ۱ | ۵

ترجمۂ کنزالایمان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کردی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو، نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

﴿ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ : آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں۔﴾ اہلِ کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمانوں کیلئے حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا عیسائی، یونہی مرد ذبح کرے یا عورت یا سمجھدار بچہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اُن اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جو واقعی اہلِ کتاب ہوں، موجودہ زمانے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد دَہریہ اور خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہٰذا نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ عورتیں۔

اہلِ کتاب سے نکاح کے چند اہم مسائل

(1)...... اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔

(2)...... یہ اجازت بھی دارُالاسلام میں رہنے والی ذِمِّیَہ اہلِ کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہلِ کتاب ہیں یہ حَربی ہیں اور حَربِیَّہ اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(3)...... ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔

(4)...... اہلِ کتاب عورتوں میں سے اچھے کردار والی سے نکاح کیا جائے یہ حکم مستحب ہے۔

(5)......اہلِ کتاب عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کئے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا یا پوشیدہ یا اعلانیہ بدکاری کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔

(6)......اہلِ کتاب عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔

﴿غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ: نہ کہ مستی نکالتے ہوئے۔﴾ ناجائز طریقہ پر مستی نکالنے سے بے دھڑک زنا کرنا اور آشنا بنانے سے پوشیدہ زنا مراد ہے۔

﴿وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے۔﴾ آیتِ مبارکہ کے آخر میں مُرتَد کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں اس کیلئے کوئی اجر و ثواب باقی نہیں رہتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہولو اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے

حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اوران صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہوجاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم شکرادا کرو۔

﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : جب نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو۔﴾ آیتِ مبارکہ میں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔

وضو کے فرائض

وضو کے چار فرض ہیں: (1) چہرہ دھونا۔ (2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (3) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (4) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

وضو کے چند احکام

(1)...... جتنا دھونے کا حکم ہے اس سے کچھ زیادہ دھو لینا مستحب ہے کہ جہاں تک اَعضائے وضو کو دھویا جائے گا قیامت کے دن وہاں تک اعضاء روشن ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغرّ المحجّلون... الخ، ۱/۷۱، الحدیث: ۱۳۶)

(2)...... رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے جبکہ اکثر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا اسی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے، ایک وضو سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کا عمل تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی ثابت ہے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۱/۹۵، الحدیث: ۲۱۴-۲۱۵، عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۲/۵۹۰، تحت الحدیث: ۲۱۴)

(3)......اگر چہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض ونوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت وثواب کا ذریعہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا (اور جب تک بے وضو کرنے والی کوئی چیز واقع نہ ہوا یک ہی وضو سے فرائض ونوافل سب کا ادا کرنا جائز ہو گیا۔)

(مدارك، المائدة، تحت الآية: ٦، ص٢٧٤)

(4)......یاد رہے کہ جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے وہاں مسح نہیں کرسکتے جیسے پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے مسح کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر موزے پہنے ہوں تو اس کی شرائط پائے جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا: اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو۔﴾ جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی کا خارج ہونا۔

جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم

جنابت کے کئی اسباب ہیں: (1) جاگتے میں شہوت کے ساتھ اچھل کر منی کا خارج ہونا۔ (2) سوتے میں احتلام ہو جانا۔ (3) ہم بستری کرنا اگر چہ منی خارج نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ غسل کئے بغیر نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا، قرآنِ پاک کو چھونا اور مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ جو کام جنابت کی حالت میں منع ہیں حیض ونفاس کی حالت میں بھی منع ہوں گے لیکن جب تک عورت حائضہ یا نفاس کی حالت میں ہے غسل کرنے سے پاک نہ ہوگی جبکہ جُنُبی غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا بھی منع ہے جبکہ جنابت کی حالت میں صحبت کرنا منع نہیں۔

(احكام القرآن، سورة المائدة، باب الغسل من الجنابة، ٢/٤٥٧)

حیض ونفاس سے بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ حیض کا مسئلہ سورۂ بقرہ آیت نمبر 222 میں گزر گیا اور نفاس سے غسل لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور تیمم کا بیان سورۂ نساء آیت نمبر 43 میں تفصیل سے گزر چکا۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ

1......وضو، غسل اور تیمم کے بارے میں شرعی مسائل جاننے کیلئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی تصنیف ''نماز کے احکام'' کا مطالعہ کرنا بھی بہت مفید ہے۔

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ :اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔﴾ اس آیت میں بیعتِ عقبہ یا بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷، ص۲۷۶)

مجموعی طور پر آیتِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا اور تمہارے لئے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا۔ نیز اس میثاق و معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت کرتے وقت بیعتِ عقبہ کی رات اور بیعتِ رضوان میں کیا۔ اس معاہدے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کیا تھا کہ ہم تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر حکم ہر حال میں سنیں گے اور مانیں گے۔

آیت ”وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(1)...... انسان ہر نیکی رب عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے کرتا ہے لہٰذا اس پر فخر نہ کرے بلکہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔

(2)...... بیعتِ عقبہ اور بیعتِ رضوان والے سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے اور مقبول بندے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس بیعت کا شرف بخشا۔ اُسی بیعت کو یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔

(3)...... ان سارے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ان بیعتوں کے سارے وعدے پورے کئے اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم وعدے کے سچے تھے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں ان کے وعدے بغیر تردید ذکر فرمائے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ: انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ۔﴾ آیتِ مبارکہ میں عدل و انصاف کا حکم فرمایا گیا ہے اور واضح فرما دیا کہ کسی قسم کی قرابت یا عداوت کا کوئی اثر تمہیں عدل سے نہ ہٹا سکے۔

عدل وانصاف کے دو اعلیٰ نمونے

یہاں عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے پیشِ خدمت ہیں جس سے اسلام کی تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

(1)......ملک غَسّان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا، کچھ دنوں بعد امیرُ المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حج کے ارادے سے نکلے تو جبلہ بن ایہم بھی اس قافلے میں شریک ہو گیا۔ مکۂ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایک دن دورانِ طواف کسی دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تو چادر کندھے سے اتر گئی۔ جبلہ بن ایہم نے اس سے پوچھا: تو نے میری چادر پر قدم کیوں رکھا؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر قدم نہیں رکھا غلطی سے پڑ گیا تھا۔ یہ سن کر جبلہ نے ایک زوردار تھپڑ ان کے چہرے پر رسید کر دیا،

تھپڑ کی وجہ سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے اور ناک بھی زخمی ہوگئی۔ یہ دیہاتی مسلمان حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جبلہ بن ایہم کے سلوک کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جبلہ بن ایہم کو طلب فرمایا اور پوچھا: کیا تو نے اس دیہاتی کو تھپڑ مارا ہے؟ جبلہ نے کہا: ہاں میں نے تھپڑ مارا ہے، اگر اس حرم کے تقدس کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے جبلہ! **تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے، اب یا تو تو اس دیہاتی سے معافی مانگ یا میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔** جبلہ نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس غریب دیہاتی کی وجہ سے مجھ سے قصاص لیں گے حالانکہ میں تو بادشاہ ہوں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اسلام قبول کرنے کے بعد حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔ جبلہ نے عرض کی: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے پھر مجھ سے قصاص لے لیجئے گا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس دیہاتی سے دریافت فرمایا: کیا تم اسے مہلت دیتے ہو؟ دیہاتی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے مہلت دے دی، مہلت ملنے کے بعد راتوں رات جبلہ بن ایہم غسانی ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ (فتوح الشام، ذکر فتح حمص، ص ۱۰۰، الجزء الاول)

(2)...... ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوا، دونوں نے یہ طے کیا کہ ہمارے معاملے کا فیصلہ حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کریں۔ چنانچہ یہ فیصلے کے لئے حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے معاملے کا فیصلہ کر دو۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بستر کے درمیان سے جگہ خالی کرتے ہوئے عرض کی: اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **یہ تمہارا پہلا ظلم ہے جو تم نے فیصلے کے لئے مقرر ہونے کے بعد کیا، میں تو اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔** یہ فرما کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیٹھ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی، حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا انکار کیا (حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے تو اب شرعی اصول کے مطابق حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر قسم کھانا لازم آتا تھا) حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شخصیت اور رتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ امیر المومنین رَضِیَ

اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے قسم لینے سے درگزر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً حلف اٹھالیا اور قسم کھاتے ہوئے فرمایا: زید اس وقت تک منصبِ قضاء (یعنی جج بننے) کا اہل نہیں ہوسکتا جب تک کہ عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) اور ایک عام شخص اس کے نزدیک (مقدمے کے معاملے میں) برابر نہیں ہوجاتے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسمه زید، زید بن ثابت بن الضحاك... الخ، ۳۱۹/۱۹)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۹﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے نیکو کاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں۔

﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور انہوں نے اچھے عمل کئے۔﴾ اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الٰہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض و واجبات، سنتیں، مُسْتَحَبّات، جانی و مالی عبادتیں، حقوقُ اللہ، حقوقُ العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔

نیک اعمال کی ترغیب

ترغیب کیلئے ایک حدیثِ مبارک پیش کی جاتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں ایک سفر میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ تھا، ایک روز چلتے چلتے میں آپ کے قریب ہوگیا اور عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور رکھے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات کا سوال کیا البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرمادے اس کے لئے آسان ہے، تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیتُ اللہ شریف کا حج کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کے

دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھا (یعنی مٹا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور رات کے درمیانی حصے میں انسان کا نماز پڑھنا (بھی گناہوں کو مٹا دیتا ہے) پھر یہ آیت "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" (ترجمہ: ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں) سے لے کر "یَعْمَلُوْنَ" تک تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کی: ہاں یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ارشاد فرمایا: تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: "اسے روکو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا زبانی گفتگو پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا "تیری ماں تجھے روئے! لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) گراتی ہے۔[1]

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ، ۴/۲۸۰، الحدیث: ۲۶۲۵)

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جنہوں نے کفر کیا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دائمی جہنمی صرف کافر ہیں جبکہ مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ع۲

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے

[1] ……نیک اعمال میں رغبت اور زبان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے "دعوتِ اسلامی" کے ساتھ وابستہ ہو جانا چاہیے۔

ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ: جب ایک قوم نے ارادہ کیا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک منزل میں قیام فرمایا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا دی۔ ایک اَعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ''۔ اس اعرابی نے دو یا تین مرتبہ یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، ہر بار اسے یہی جواب ملا کہ ''اللہ'' پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادی اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے پکڑ کر فرمایا ''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی'' مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بلوایا اور انہیں (اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے) اس اعرابی کی حرکت کے بارے میں خبر دی، پھر رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے معاف فرمادیا۔

(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۳۲۲)

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ

کو قرضِ حسن دو تو بیشک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک اللّٰہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللّٰہ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللّٰہ کو قرضِ حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹادوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ: اور بیشک اللّٰہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔﴾ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ واقعہ سمجھ لینا مفید ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو مقدس سرزمین یعنی شام کا وارث بنائے گا جس میں کنعانی جبّار رہتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو اَرضِ مُقَدَّسہ (بیتُ المقدس) کی طرف لے جائیں، میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش بنایا ہے، تو وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں اُن سے جہاد کرو، میں تمہاری مدد فرماؤں گا اور اے موسیٰ! تم اپنی قوم کے ہر ہر گروہ میں سے ایک ایک سردار بناؤ، اس طرح بارہ سردار مقرر کرو جن میں سے ہر ایک اپنی قوم کے حکم ماننے اور عہد پورا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارہ سردار منتخب کر کے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب اَریحاء کے قریب پہنچے تو ان نقیبوں (سرداروں) کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا، وہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ بہت عظیمُ الجُثّہ (عظیم جسامت والے)، نہایت قوی و توانا اور صاحبِ ہیبت و شوکت ہیں، یہ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور آ کر انہوں نے اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن سب نے عہد شکنی کی سوائے دو آدمیوں کے ایک: کالب بن یوقنا اور دوسرے یوشع بن نون۔ یہ دونوں عہد پر قائم رہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۲۷۷)

اس سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور توریت کے احکام کی پیروی کریں۔ پھر قوم جبّارین سے جہاد کیلئے ان میں بارہ سردار بنائے گئے اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں تمہاری مدد کروں

گا اور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو قرضِ حَسن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تم سے تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ آیت میں رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بُھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر رو بیشک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ : تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔﴾ بنی اسرائیل نے عہدِ الٰہی کو توڑا اور حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کیا اور توراۃ کے احکام کی مخالفت کی نیز ان آیات کو بدل دیا جن میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت کا بیان تھا جو توریت میں بیان کی گئیں ہیں نیز انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت سی ہدایات کو فراموش کر دیا جو توریت میں دی گئی تھیں کہ

وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں اوران پر ایمان لائیں توان حرکتوں کے نتیجے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر لعنت فرمائی اوران کے دل سخت کردیئے۔

گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہوجاتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ بداعمالیوں کی وجہ سے بھی دل سخت ہوجاتے ہیں۔حضرت یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آنسودلوں کی سختی کی وجہ سے خشک ہوتے ہیں اوردلوں کی سختی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اورعیب زیادہ ہونے کی وجہ سے گناہ کثیر ہوتے ہیں۔

(شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فی الطبع علی القلب او الرین، ٥/٤٤٦، الحدیث: ٧٢٢١)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سخت دل آدمی اللہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔(ترمذی، کتاب الزھد، ٦٢-باب منه، ٤/١٨٤، الحدیث: ٢٤١٩)

اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین

﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ: اورآپ ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے۔﴾ سرورِعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوفرمایا گیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغابازی، خیانت، عہد توڑنا اور رسولوں کے ساتھ بدعہدی اُن کی اوراُن کے آباءواجداد کی قدیم عادت ہے۔ہاں ان میں سے جوایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے یہ خائن نہیں ہیں اوران لوگوں سے جوکچھ پہلے سرزد ہوا اس پر گرفت نہ کرو۔(بیضاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٣، ٢/٣٠٦)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عہد کیا پھر توڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٣، ١/٤٧٦)

اس صورت میں معنیٰ یہ ہیں کہ اُن کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بَیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔﴾ یہودیوں کے بعد اب عیسائیوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دینِ خدا کے مددگار ہیں ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور اُنہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا چنانچہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتابِ الٰہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے اور حدودِ الٰہی کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۴، ۱/۴۷۷)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے لگے چنانچہ دو عالمی عظیم جنگیں اور ان کی تباہیاں انہی صاحبان کی برکت سے ہوئیں۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ

مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌۙ (۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپاڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپاڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا اور ایک روشن کتاب۔

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے اہلِ کتاب۔﴾ یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے۔ فرمایا گیا کہ اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے چھپاڈالی تھیں جیسے رَجم کی آیات اور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف جو تم نے چھپادیئے تھے لیکن حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمادیئے اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ ہے۔ تمہاری چھپائی ہوئی چیزیں بیان کرنے کے ساتھ بہت سی باتیں یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معاف فرمادیتے ہیں اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نہ ان پر مُؤاخذہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مَصلحت ہو۔ یہ سب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کا بیان ہے۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نور سے کیا مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات والاصفات ہے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "وَهُوَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وآله وسلم وَالْقُرْآنُ" یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن ہیں۔ (سمرقندی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۱/۴۲۴)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں '' یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَقِیْلَ اَلْاِسْلَامُ ''یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

(تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۷/۲)

علامہ خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اِنَّمَا سَمَّاہُ اللہُ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا یُھْتَدٰی بِالنُّوْرِ فِی الظَّلَامِ '' یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو نور اس لیے فرمایا کہ جس طرح اندھیرے میں نور کے ذریعے ہدایت حاصل ہوتی ہے اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴۷۷/۱)

علامہ جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لفظ ''نُوْرٌ'' کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں'' وَھُوَ النَّبِیُّ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ''نور سے مراد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ (جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۹۷)

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''وَ سُمِّیَ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَ یَھْدِیْھَا لِلرَّشَادِ وَ لِاَنَّہٗ اَصْلُ کُلِّ نُوْرٍ حِسِّیٍّ وَ مَعْنَوِیٍّ ''یعنی حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام اس آیت میں نور رکھا گیا اس لیے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رُشد وہدایت فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر نورِ حِسّی (وہ نور جسے دیکھا جاسکے) اور مَعْنَوِی (جیسے علم وہدایت) کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴۸۶/۲)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اَلنُّوْرُ وَالْکِتَابُ ھُوَ الْقُرْآنُ، وَھٰذَا ضَعِیْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ یُوْجِبُ الْمُغَایَرَۃَ بَیْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ ''یعنی یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ حرف عَطف مَعطوف ومعطوف علیہ میں مُغایَرت (یعنی ایک دوسرے کا غیر ہونے) کو مُسْتَلْزِم ہے۔

(تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳۲۷/۴)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:'' وَھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِیُّ الْمُخْتَارُ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم '' یعنی اس نور سے مراد تمام نوروں کے نور، نبی مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات ہے۔

(روح المعانی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳۶۷/۵)

علامہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''وَ اَیُّ مَانِعٍ مِنْ اَنْ یُّجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرَّسُوْلِ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فَاِنَّہٗ نُوْرٌ عَظِیْمٌ لِکَمَالِ ظُھُوْرِہٖ بَیْنَ الْاَنْوَارِ وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ حَیْثُ اَنَّہٗ جَامِعٌ لِجَمِیْعِ الْاَسْرَارِ

وَمُظْهِرٌ لِلْاَحْكَامِ وَالْاَحْوَالِ وَالْاَخْبَارِ" یعنی اور کون سی رکاوٹ ہے اس بات سے کہ دونوں نعتیں یعنی نور اور کتابِ مبین رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے ہوں بے شک حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نورِ عظیم ہیں انوار میں ان کے کمال ظہور کی وجہ سے اور حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کتاب مبین ہیں اس حیثیت سے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمیع اسرار کے جامع ہیں اور احکام واحوال واخبار کے مُظْہر ہیں۔

(شرح شفا، القسم الاول، الباب الاول في ثناء الله تعالى عليه... الخ، الفصل الاول، ۱/۵۱)

بلکہ خود رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا نور ہونا بیان فرمایا، چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ کے استاذ امام عبدالرزاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں "قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى؟ فَقَالَ هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللّٰهُ" یعنی حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ ارشاد فرمایا" اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

(الجزء المفقود من المصنف عبد الرزاق، كتاب الايمان، باب في تخليق نور محمد صلى الله عليه وسلم، ص۶۳، الحديث: ۱۸)

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ: اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔﴾ یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن کے ذریعے اسے ہدایت عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور جو اپنے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفر وشرک اور معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نور میں داخل فرما دیتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''بہ'' کی ضمیر سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی مراد ہیں۔ اس اعتبار سے معنیٰ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کرسکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کردے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرمادو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے اور نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ وملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ وہ حضرت

عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ بتاتے ہیں کیونکہ وہ حُلول کے قائل ہیں اور ان کا اعتقادِ باطل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے، مَعَاذَ اللّٰه ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰه۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکمِ کفر دیا اور اس کے بعد اُن کے مذہب کا فساد بیان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُلُوہیَّت کی تردید

اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

(1)......حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

(2)......آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔

(3)......اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ از خود خالق ہے، اگر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اُلُوہیت ہوتی تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی از خود خالق ہوتے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللّٰہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى : یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس اہلِ کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو شروع کی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی اور اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللّٰہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٨، ١/٤٧٨)

یہودیوں کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم خدا عَزَّوَجَلَّ کو ایسے پیارے ہیں جیسے بیٹا باپ کو کیونکہ بیٹا کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی ہم ہیں۔ یہاں بیٹے سے مراد اولاد نہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کو اس معنی میں خدا کا بیٹا نہ کہتے تھے۔

خود کو اعمال سے مُستَغنی جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اعمال سے مُستَغنی جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بعض اہلِ بیت سے محبت کے دعوے دار حضرات اور بعض جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ کفر ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر فرمایا۔

﴿فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ : پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟﴾ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے یعنی بچھڑے کی پوجا کی مدت کے برابر۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم بیٹوں کی طرح اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو پیارے ہو تو تمہیں یہ سزا بھی کیوں ملے گی یعنی اس بات کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ گنتی کے دن تم جہنّم میں رہو گے تو سوچو کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے! جب ایسا نہیں تو تمہارے دعوے کا جھوٹا اور باطل ہونا تمہارے اقرار سے ثابت ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے ، وہ رسولوں کی تشریف آوری بند ہوجانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرمارہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لاچکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے اہلِ کتاب!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ تک پانچ سو انہتر (569) برس کی مدت کسی بھی نبی کی تشریف آوری سے خالی رہی، اس کے بعد سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری تو ایسی نعمت ہے جیسے شدید پیاس میں خوشگوار، جاں بخش ٹھنڈا پانی یا شدید گرمی، تپش اور حَبس میں خوشگوار بارش، تو ایسی انتہائی حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی تو تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ اب تو تمہارے پاس یہ کہنے کا موقع بھی نہیں رہا کہ ہمارے پاس کوئی تنبیہ کرنے والے تشریف نہیں لائے تھے۔

زمانۂ فترت سے کیا مراد ہے؟

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیانی زمانے کا نام ''زمانہ فترت'' ہے، اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدۂ توحید کافی تھا جیسے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کریمین۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا اور بطورِ خاص تین نعمتیں یہاں بیان فرمائیں:

(1)...... بنی اسرائیل میں انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام تشریف لائے۔

(2)...... بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور فرعونیوں کے ہاتھوں میں قید ہونے کے بعد اُن کی غلامی سے نجات پائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مُلُوک یعنی بادشاہ سے مراد ہے خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا۔ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ مَلِک کہلایا جاتا ہے۔ (در منثور، المائدة، تحت الآية: ٢٠، ٣/٤٦)

(3)...... بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں ملیں جو کسی دوسری قوم کو نہ ملیں جیسے من وسلویٰ اترنا، دریا کا پھٹ جانا، پانی سے چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہا۔

میلاد منانے کا ثبوت

اس آیت میں بیان کی گئی پہلی نعمت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ بَرَکات و ثمرات کا سبب ہے۔ اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّى

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا میلاد مبارک منانے اور اس کا ذکر کرنے کی واضح طور پر دلیل ملتی ہے کہ جب انبیاءِ بنی اسرائیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری نعمت ہے اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے کہ اسے تو اللہ تعالٰی نے خود فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران: ١٦٤)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں عظیم رسول مبعوث فرمایا۔

لہٰذا اسے یاد کرنے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

اِقتدار ملنے پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ

اس آیت میں بیان کی گئی دوسری نعمت سے معلوم ہوا کہ حکومت و سلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالٰی کی نعمت ہے اور اس کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حکومت و سلطنت اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق چلائی جائے، غریبوں کی مدد کی جائے، لوگوں کے حقوق ادا کئے جائیں، ظلم کا خاتمہ کیا جائے اور ملک کے باشندوں کو امن و سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

حکمرانوں کے لئے نصیحت آموز 4 اَحادیث

یہاں حکمرانی کرنے والوں کے لیے نصیحت آموز 4 احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جس شخص کو اللہ تعالٰی نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ٤/٤٥٦، الحدیث: ٧١٥٠)

(2)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مسلمانوں کو جس والی کی رعایا بنایا جائے، پھر وہ والی ایسی حالت میں مرے کہ اس نے مسلمانوں کے حقوق غصب کئے ہوں تو اللہ تعالٰی اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ٤/٤٥٦، الحدیث: ٧١٥١)

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ”اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری امت کا جو شخص بھی کسی پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس

پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر... الخ، ص۱۰۱۶، الحدیث: ۱۹(۱۸۲۸))

(4)......حضرت ابو مریم ازدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنائے اور وہ ان کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں ان سے کنارہ کشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں اسے چھوڑ دے گا۔

(ابو داؤد، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ... الخ، ۳/۱۸۸، الحدیث: ۲۹۴۸)

اقتدار کے بوجھ سے اَشکبار

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں ’’جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مرتبۂ خلافت پر فائز ہوئے تو گھر آکر مصلے پر بیٹھ کر رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’میری گردن پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جب میں نے بھوکے فقیروں، مریضوں، مظلوم قیدیوں، مسافروں، بوڑھوں، بچوں اور عیالداروں، الغرض پوری سلطنت کے مصیبت زدوں کی خبر گیری کے بارے میں غور کیا اور مجھے معلوم ہے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ان کے بارے مجھ سے باز پُرس فرمائے گا تو مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے ان کے بارے میں جواب نہ بن پڑے! (بس اس بھاری ذمہ داری اور اس کے بارے میں باز پُرس کی فکر کی وجہ سے) میں رو رہا ہوں۔(تاریخ الخلفاء، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ، ص۱۸۹)

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

﴿ یٰقَوْمِ: اے میری قوم!۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ان کو اپنے دشمنوں پر جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ۔ اِس زمین کو مقدس اِس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَسکَن (رہائش گاہ) تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتی ہے۔ کلبی سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوہِ لبنان پر چڑھے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا گیا: دیکھئے جہاں تک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظر پہنچے وہ جگہ مقدس ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کی میراث ہے، یہ سر زمین طُور اور اس کے گرد وپیش کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ملک شام اس میں داخل ہے۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۱، ۲/۱۹)

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سر زمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے۔

﴿ اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ: بیشک اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو شہر میں داخلے کا حکم دیا تو قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انہیں نوازا بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

﴿قَالَ رَجُلٰنِ: دو آدمیوں نے کہا۔﴾ بنی اسرائیل نے بزدلی دکھادی تھی مگر دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں حضرات اُن سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جبّارین قوم کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمان کے مطابق جبارین کا حال صرف حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا تھا اور دوسروں کو نہ بتایا تھا۔ ان دونوں حضرات نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا کہ اے لوگو! شہر کے دروازے سے ان جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ تم جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ہم نے اُنہیں دیکھا ہے اُن کے جسم بڑے ہیں اور دِل کمزور ہیں ان دونوں نے جب یہ کہا تو بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے اُلٹا انہی کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ ان پر پتھر برسا دیں۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

﴿اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا: بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے۔﴾ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی افضلیت

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ والوں سے کہیں افضل ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی سخت موقعہ پر بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا رُوکھا جواب نہ دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان کر دیا جیسے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی جانثاری کے بارے میں جاننے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مشورہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة البدر، ص ٩٨١، الحدیث: ٨٣(١٧٧٩))

انصار کے ایک معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کا خدا عَزَّوَجَلَّ جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی: اذ تستغیثون ربکم... الخ، ٥/٣، الحدیث: ٣٩٥٢)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا

وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے عرض کی کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے جواب سے غمزدہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ ”مولا! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا اور یہ کہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

آیت ” قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی۔

(2)...... بروں کی برائی سے نیک بھی بعض اوقات مشقت میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی مقامِ تیہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے سہولت مُیَسَّر فرما دی تھی۔

(3)...... اچھوں کی صحبت سے برے بھی فیض حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقامِ تیہ میں مَن و سلویٰ ملا، پتھر سے پانی کے بارہ چشمے ملے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصہ تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو۔

﴿فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے۔﴾ بنی اسرائیل کی بزدلی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سرزمین چالیس سال تک کیلئے حرام کردی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سرزمین میں نہ داخل ہوسکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے تقریباً ستائیس میل تھی اور قوم کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے، جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اُن پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی جیسا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی والا بنایا اور اتنی بڑی جماعتِ عظیمہ کا اتنے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خلافِ عادات میں سے ہے۔ جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دُعا سے اُن کو آسمانی غذا ''مَنّ وَسَلْوٰی'' عطا فرمایا اور لباس خود اُن کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سفید پتھر کوہِ طور کا عنایت کیا کہ جب رَخْتِ سفر اُتارتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس پتھر پر عصا مارتے، اس سے بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے لئے بارہ چشمے جاری ہوجاتے اور سایہ کرنے کیلئے ایک بادل بھیجا اور میدانِ تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مرگئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوسکا اور کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٢٦، ١/٤٨٢، بغوی، المائدة، تحت الآية: ٢٦، ٢/٢٢، ملتقطاً)

وقف لازم

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ(۲۷) لَىٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ(۲۸) اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ(۲۹)ۚ

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔ بیشک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کرلی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (وہ دوسرا) بولا: میں ضرور تجھے قتل کردوں گا۔ (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑجائیں تو تو دوزخی ہوجائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

﴿وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَيۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ: اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ۔﴾ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِن دو بیٹوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ اس واقعہ کو سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

ہابیل اور قابیل کا واقعہ

تاریخ کے علماء کا بیان ہے کہ حضرت حوّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور چونکہ انسان صرف حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں مُنْحَصِر تھے تو آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ''قابیل'' کا نکاح ''لیودا'' سے جو ''ہابیل'' کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار رہا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''کیونکہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا ''یہ تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کے دل میں بہت بُغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ ''میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا: کیوں؟ قابیل نے کہا: اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری قبول نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ ہابیل کے اس مقولہ کا یہ مطلب ہے کہ ''قربانی کو قبول کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں

بڑھاؤں گا، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے قوی و توانا ہوں یہ صرف اس لئے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا یعنی میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے کیا کہ والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ کو نہ مانا یہ دونوں قسم کے گناہ تیرے اوپر ہی پڑجائیں تو تو دوزخی ہو جائے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿ۚۛ۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کرلیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کرلیا۔﴾ قابیل تمام گفتگو کے بعد بھی ہابیل کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اسے اِس ارادے پر راضی کر لیا، چنانچہ قابیل نے ہابیل کو کسی طریقے سے قتل کر دیا لیکن پھر حیران ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے! کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت

تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ پھر جب اسے لاش چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا، چنانچہ یوں ہوا کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر زندہ کوے نے اپنی مِنقار یعنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

(جلالین، المائدة، تحت الآية: ۳۰، ص۹۸، مدارك، المائدة، تحت الآية: ۳۰، ص۲۸۲، ملتقطاً)

ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اَسباق

یہ واقعہ بہت سی عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک یہ کہ انسان نے جو سب سے پہلے جرائم کئے ان میں ایک قتل تھا، اور دوسری یہ ہے کہ حسد بڑی بری چیز ہے، حسد ہی نے شیطان کو برباد کیا اور حسد ہی نے دنیا میں قابیل کو تباہ کیا۔

حسد، قتل اور حُسن پرستی کی مذمت

اس واقعے سے تین چیزوں کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

(1)...... **حسد۔** حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کرگئی، حسد اور بغض۔ یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

(ترمذی، کتاب صفة القيامة، ٥٦-باب، ٢٢٨/٤، الحديث: ٢٥١٨)

(2)...... **قتل۔** حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے اُن اُمور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔

(بخاری، کتاب الديات، باب قول الله تعالى: ومن يقتل مؤمناً... الخ، ٣٥٦/٤، الحديث: ٦٨٦٣)

(3)...... **حسن پرستی۔** حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

(نوادر الاصول، الاصل الرابع والثلاثون، ١٤٧/١، الحديث: ٢١٣)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ

وقف النبی

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ٘ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا یا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا۔﴾ بنی اسرائیل کو یہ فرمایا گیا اور یہی فرمان ہمارے لئے بھی ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کے جو احکام بغیر تردید کے ہم تک پہنچے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہیں۔ بہرحال بنی اسرائیل پر لکھ دیا گیا کہ جس نے بلا اجازتِ شرعی کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حق، بندوں کے حق اور حدودِ شریعت سب کو پامال کردیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی جیسے کسی کو قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اَسبابِ ہلاکت سے بچالیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔

قتلِ ناحق کی 2 وعیدیں

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

’’کسی مومن کو قتل کرنے میں اگر زمین و آسمان والے شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں دھکیل دے۔

(ترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء، ۳/۱۰۰، الحدیث: ۱۴۰۳)

(2)......حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ سہل ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۳/۲۶۱، الحدیث: ۲۶۱۹)

امن وسلامتی کا مذہب

یہ آیتِ مبارکہ اسلام کی اصل تعلیمات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام کس قدر امن وسلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اسلام کی اصل تعلیمات کو پس پُشت ڈال کر دامنِ اسلام پر قتل وغارت گری کے حامی ہونے کا بدنما دھبا لگاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمان کہلا کر بے قصور لوگوں کو بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے موت کی نیند سلا کر یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمت سر انجام دے دی۔

قتل کی جائز صورتیں

قتل کی شدید ممانعت کے ساتھ چند صورتوں کو اس سے جدا رکھا ہے اور آیتِ مبارکہ میں بیان کردہ وہ صورتیں یہ ہیں:

(1)......قاتل کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔

(2)......زمین میں فساد پھیلانے والے کو قتل کرنا جائز ہے اس کی تفصیل اگلی آیت میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ مزید چند صورتوں میں شریعت نے قتل کی اجازت دی ہے۔

(1) شادی شدہ مرد یا عورت کو زنا کرنے پر بطورِ حد رجم کرنا، **(2)** مرتد کو قتل کرنا۔ **(3)** باغی کو قتل کرنا۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ

فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کردیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا (ملک کی سر) زمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ ﴾ اس سے پچھلی آیات میں قتل کی ایک نَوعِیَّت یعنی ناجائز قتلوں کا ذکر کیا گیا اب دوسری نوعیت یعنی جائز قتلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول: عُرَینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینۂ منورہ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا: صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہوگئے۔ پھر وہ مرتد ہوگئے، چرواہوں پر حملہ کرکے انہیں قتل کردیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا جو انہیں گرفتار کرکے لے آئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں پھر انہیں تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عکل وعرینة، ۳ / ۷۸، الحدیث: ۴۱۹۲، تفسیرات احمدیه، المائدة، تحت الآیة: ۳۳، ص ۳۵۰)

ڈاکو کی سزا کی شرائط

اس آیتِ کریمہ میں راہزن یعنی ڈاکو کی سزا کا بیان ہے۔ راہزن جس کے لئے شریعت کی جانب سے سزا مقرر ہے اس میں چند شرطیں ہیں:

(1)......ان میں اتنی طاقت ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کرسکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکہ ڈالا یا لاٹھی لے کر یا پتھر وغیرہ سے۔

(2)......بیرونِ شہر راہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکہ ڈالا۔

(3)......دارُ الاسلام میں ہو۔

(4)......چوری کی سب شرائط پائی جائیں۔

(5)......توبہ کرنے اور مال واپس کرنے سے پہلے بادشاہِ اسلام نے ان کو گرفتار کرلیا ہو۔

(عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ۲/۱۸۶)

ڈاکو کی 4 سزائیں

جن میں یہ سب شرطیں پائی جائیں ان کے لئے قرآنِ پاک میں چار سزائیں بیان کی گئی ہیں

(1)......انہیں قتل کردیا جائے۔

(2)......سولی چڑھا دیا جائے۔

(3)......دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

(4)......جلاوطن کردیا جائے، ہمارے ہاں اس سے مراد قید کرلینا ہے۔

اس سزا کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا تو انہیں قتل کیا جائے۔ اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو بادشاہِ اسلام کو اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرڈالے یا سولی دیدے یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دے یا صرف قتل کردے یا قتل کرکے سولی پر چڑھا دے یا فقط سولی دیدے۔ اگر قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر نہ مال لوٹا نہ قتل کیا صرف ڈرایا دھمکایا تو اس صورت میں انہیں قید کرلیا جائے یہاں تک کہ صحیح توبہ کرلے۔ (عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ۲/۱۸۶، در مختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ۶/۱۸۱-۱۸۳، ملخصاً)

اسلامی سزاؤں کی حکمت

اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت سزا نافذ کی ہے تاکہ زمین میں امن قائم ہو اور لوگ بے خوف ہو کر سکون اور چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ ایک اس ڈاکہ زنی کی سزا ہی کو لے لیجئے کہ جب تک اس پر عمل رہا تو تجارتی قافلے اپنے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کرتے تھے جس کی وجہ سے تجارت کو بے حد فروغ ملا اور لوگ معاشی اعتبار سے بہت مضبوط ہو گئے اور جب سے اس سزا پر عمل نہیں ہو رہا تب سے تجارتی سرگرمیاں سب کے سامنے ہیں، جس ملک میں تجارتی ساز و سامان کی نَقل وحَمل کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہیں وہاں کی بَرآمدات اور دَرآمدات انتہائی کم ہیں جس کی وجہ سے ان کی معیشت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اب تو حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ بینک سے کوئی پیسے لے کر نکلا تو راستے میں لٹ جاتا ہے، کوئی پیدل جا رہا ہے تو اس کی نقدی اور موبائل چھن جاتا ہے، کوئی بس کا مسافر ہے تو وہاں بھی محفوظ نہیں، کوئی اپنی سواری پر ہے تو وہ خود کو زیادہ خطرے میں محسوس کرتا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری اَملاک ڈاکوؤں کی دست بُرد سے محفوظ نہیں۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آ جائے گا اور ہر انسان پر امن ماحول میں زندگی بسر کرنا شروع کر دے گا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی۔﴾ گرفتاری سے پہلے اگر ڈاکو توبہ اور اس کے تقاضے پورے کر لے تو ڈاکہ زنی کی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق چونکہ بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اب اس کے اولیاء چاہیں تو معاف کر دیں، چاہیں تو اس کا تقاضا کر لیں۔ (تفسیرات احمدیہ، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ص۳۵۲)

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ: اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔﴾ آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ ''جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادات چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے مُطْلَقاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حُصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صِلہ رَحمی کرنا اور بکثرت ذِکْرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی عموم میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کر دے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہِ الٰہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔
(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۲/۴۹۷)

نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے

یاد رکھئے! ربِ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے تَوَسُّل سے بارگاہِ ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے اِلتجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(1)...... صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر

بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے "اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا جان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۳۴۶/۱، الحدیث: ۱۰۱۰)

(2)...... حضرت اوس بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور کی طرف غور کرو، اس کے اوپر (چھت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتّٰی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام عَامُ الْفَتْق یعنی پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ... الخ، ۵۶/۱، الحدیث: ۹۲)

(3)...... بلکہ خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیھا، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۱۵۶/۲، الحدیث: ۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیثِ پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ "یَا مُحَمَّدُ" کی جگہ "یَا نَبِیَّ اللّٰہ" یا "یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۳۶ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝۳۷

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور اگر ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو دوامی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ (ملا کر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

﴿ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ: تاکہ فدیہ دے کر جان چھڑائیں ۔﴾ یعنی اگر کافر دنیا کا مالک ہو اور اس کے ساتھ اس کے برابر دوسری دنیا کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اپنی جان کو قیامت کے دن کے عذاب سے چھڑانے کے لئے فدیہ کر دے تو اس کا یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن کافروں کو عذاب ضرور ہو گا، اس دن ان کے پاس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہو گی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۶، ۱/۴۹۱)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ اس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنے بدلے میں دینے کو تیار ہو جاتا؟ وہ اِثبات میں جواب دے گا تو اس سے کہا جائے گا: تم سے

اس کی نسبت بہت ہی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا (یعنی ایمان کا)۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذّب، ٤/٢٥٧، الحدیث: ٦٥٣٨)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے کم عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا تو انہیں اپنے بدلے میں دے دیتا۔ وہ جواب دے گا: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شرک کرتا رہا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦١، الحدیث: ٦٥٥٧)

ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ہوگا تو ہی قیامت کے دن اعمال کا اجر ملے گا، تبھی شفاعت کا فائدہ ہوگا، تبھی رحمتِ الٰہی متوجہ ہوگی اور تبھی جہنم سے چھٹکارا ملے گا، اس لئے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود ہمیشہ برے خاتمے سے ڈرتے رہتے تھے، چنانچہ:

جب حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بے حد بے قرار اور مُضْطَرِب ہوئے اور زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! ایسی گریہ وزاری نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت آپ کے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جواب دیا: مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ میرا خاتمہ بالخیر ہوگا، اگر یہ پتا چل جائے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو مجھے پہاڑوں کے برابر گناہوں کی بھی پرواہ نہ ہوگی۔

حضرت امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا گیا: آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جس شخص کی کشتی دریا کے درمیان جا کر ٹوٹ جائے، اس کے تختے بکھر جائیں اور ہر شخص ہچکولے کھاتے تختوں پر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی گئی: بے حد پریشان کُن۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میرا بھی یہی حال ہے۔

ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ کئی سال تک ہنسی نہ آئی۔ لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایسے دیکھتے جیسے کوئی قیدِ تنہائی میں ہے اور اسے سزائے موت سنائی جانے والی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس غم و حزن کا سبب دریافت کیا گیا کہ آپ اتنی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے باوجود فکر مند کیوں رہتے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’ مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہوجائے جس کی وجہ سے اللہ تعالٰی ناراض ہو جائے اور وہ فرمادے کہ ’’تم جو چاہے کرو مگر میری رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔ بس اسی وجہ سے میں اپنی جان پگھلا رہا ہوں۔ [1] (کیمیاء سعادت، رکن چہارم: منجیات، اصل سیم در خوف ورجا، ۲/۸۲۵-۸۳۲)

ایمان پہ موت بہتر او نفس تیری ناپاک زندگی سے

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا: تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔﴾ اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ شرعی اعتبار سے جب چوری ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں

چوری گناہِ کبیرہ ہے اور چور کے لئے شریعت میں سخت وعیدیں ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی... الخ، ص۴۸، الحدیث: ۱۰۰(۵۷))

انہی سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر اس نے ایسا کیا (یعنی چوری

---

[1] ......ایمان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف ’’کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب‘‘ کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

کی) تو بے شک اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اُتار دیا پھر اگر اس نے توبہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔
(نسائی، کتاب قطع السارق، تعظیم السرقة، ص۷۸۳، الحدیث: ۴۸۸۲)

چوری کی تعریف

سَرِقَةٌ یعنی چوری کا لغوی معنی ہے خفیہ طریقے سے کسی اور کی چیز اٹھالینا۔ (هدایه، کتاب السرقة، ۳۶۲/۱)
جبکہ شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص کا کسی ایسی محفوظ جگہ سے کہ جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو دس درہم یا اتنی مالیت (یا اس سے زیادہ) کی کوئی ایسی چیز جو جلدی خراب ہونے والی نہ ہو چھپ کر کسی شبہ و تاویل کے بغیر اٹھالینا۔
(فتح القدیر، کتاب السرقة، ۱۲۰/۵)

چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)...... چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں (1) چور خود اقرار کرلے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (2) دو مرد گواہی دیں، اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
(2)...... قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے، کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چرائی؟ جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کی تمام شرائط پائی جائیں تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔
تنبیہ: حدود و تعزیر کے مسائل میں عوام النّاس کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ چوری کے مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ 9 کا مطالعہ کیجئے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَمَنْ تَابَ: تو جو توبہ کرلے۔﴾ توبہ نہایت نفیس شے ہے۔ کتنا ہی بڑا گناہ ہو اگر اس سے توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کو عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کیلئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ: جسے چاہے سزا دیتا ہے۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہے، وہ مالک ہے جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ اس سے قَدَرِیَہ (یعنی تقدیر کے منکر) اور معتزلہ فرقے کا رد ہو گیا جو نیک پر رحمت اور گناہگار پر عذاب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب کہتے ہیں کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۱/۴۹۴)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ

مع ۳ الوقف علی الاول اجوز۔ ۱۲

تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں) جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں، اُن دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لینا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

﴿ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ : جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں۔﴾ یہاں سے منافقین کی حرکتوں کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ'' کے مبارک خطاب سے عزت عطا فرمائی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ قلب کا سامان مہیا فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کا ناصرو معین (یعنی مددگار) ہوں۔ منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی اُن

کے کفر ظاہر کرنے اور کفار کے ساتھ دوستیاں کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر منافقین کی منافقت کا بیان فرمایا کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ: اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سننے ہیں۔﴾ یہاں سے یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا کہ وہ اپنے سرداروں کا جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان کے اِفتراؤں کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیبر کے یہودیوں کی باتوں کو بھی خوب مانتے ہیں جن کے حالات آیت میں آگے بیان ہو رہے ہیں۔

﴿یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ: یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ خیبر کے معزز شمار کئے جانے والے یہودیوں میں سے ایک شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت نے زنا کیا۔ اس کی سزا توریت میں سنگسار کرنا تھی، یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرائیں، چنانچہ اُن دونوں مجرموں کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حد یعنی کوڑے مارنے کا حکم دیں تو مان لینا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو نہ ماننا۔ وہ لوگ بنی قُرَیظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس آئے اور سمجھے کہ یہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم وطن ہیں اور اُن کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صلح بھی ہے لہٰذا اُن کی سفارش سے کام بن جائے گا، چنانچہ یہودی سرداروں میں سے کعب بن اشرف، کعب بن اسد، سعید بن عمرو، مالک بن صیف اور کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہا انہیں لے کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''کیا میرا فیصلہ مانو گے؟'' انہوں نے اقرار کیا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تم میں ایک نوجوان اِبنِ صُوریا ہے، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے، ہاں۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''وہ کیسا آدمی ہے؟ یہودی کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہودیوں میں اس کے پائے کا کوئی عالم نہیں، توریت کا یکتا ماہر ہے۔ ارشاد فرمایا ''اس کو بلاؤ۔ چنانچہ اسے بلایا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، کیا تو ابن صوریا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا، کیا یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تو ہی ہے؟ اس نے عرض کی: لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہودیوں سے

فرمایا ''کیا اس معاملہ میں تم اس کی بات مانو گے؟ سب نے اقرار کیا۔ تب سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابنِ صوریا سے فرمایا ''میں تجھے اُس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر توریت نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مصر سے نکالا اور تمہارے لئے دریا میں راہیں بنائیں اور تمہیں نجات دی، فرعونیوں کو غرق کیا اور تمہارے لئے بادل کو سائبان بنایا، ''مَنّ وسلوٰی'' نازل فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں حلال وحرام کا بیان ہے، کیا تمہاری کتاب میں شادی شدہ مرد وعورت کے لیے سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ ابنِ صوریا نے عرض کی: بے شک یہ حکم توریت میں ہے، اسی کی قسم جس کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ذکر کیا۔ اگر مجھے عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اقرار نہ کرتا اور جھوٹ بول دیتا، مگر یہ فرمائیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب چار عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا صراحت کے ساتھ ثابت ہوجائے تو سنگسار کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ ابنِ صوریا نے عرض کی: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم، بالکل ایسا ہی توریت میں ہے۔ پھر حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابنِ صوریا سے دریافت فرمایا کہ: حکمِ الٰہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟ اس نے عرض کیا کہ ''ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی امیر کو پکڑتے تو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے، اس طرزِ عمل سے امراء میں زنا کی بہت کثرت ہوگئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچازاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اس کو سنگسار نہ کیا، پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنا چاہا، اس کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا جب تک بادشاہ کے بھائی کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو ہرگز سنگسار نہ کیا جائے گا۔ تب ہم نے جمع ہو کر غریب اور امیر سب کے لیے بجائے سنگسار کرنے کے یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر شہر میں گشت کرایا جائے۔ یہ سن کر یہودی بہت بگڑے اور ابنِ صوریا سے کہنے لگے ''تو نے انہیں یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی جلدی خبر دیدی اور ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں۔ ابنِ صوریا نے کہا کہ ''حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے توریت کی قسم دلائی، اگر مجھے عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر نہ دیتا۔ اس کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ان دونوں زناکاروں کو سنگسار کیا گیا اور یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۱، ۱/۴۹۴-۴۹۵)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیرلو اور اگر تم ان سے منہ پھیرلو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور ہیں تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیرلو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیرلو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ : بہت جھوٹ سننے والے۔﴾ سابقہ آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی عوام تھی جو پادریوں اور سرداروں کے جھوٹ سن کر اس پر عمل کرتے تھے اور اِس آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی حکمران اور پادری ہیں جو رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام کو بدل دیتے تھے۔

رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں

رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہیں اور لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے (وہ) رشوت ہے یونہی جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اوپر سے دفعِ ظلم (یعنی ظلم دور کرنے) کے لئے جو کچھ دیا جائے (وہ) دینے والے کے حق میں رشوت نہیں، یہ دے سکتا ہے، لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۹۷)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”رشوت لینا مطلقاً گناہِ کبیرہ ہے، لینے والا حرام خوار ہے، مستحق سخت عذاب نار ہے، دینا اگر بمجبوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہوتو حرج نہیں اور اپنا آتا وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو سخت تر حرام اور مستحق اَشد غضب و انتقام ہے۔
(فتاوی رضویہ، ۴۶۹/۱۸)

اَحادیث میں رشوت لینے، دینے والے کے لئے شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو حمید ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو بنی سلیم سے زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل مقرر کیا جسے اِبْنِ لُتْبِیَہ کہا جاتا تھا۔ جب اس نے آ کر حساب دیا تو کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”اچھا! تم اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور دیکھتے کہ تمہارے لئے (وہاں سے) کتنے تحفے آتے ہیں اور تم اپنے بیان میں کتنے سچے ہو۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے خطاب کیا اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا ”جب میں تم میں سے کسی کو کسی جگہ کا عامل بناتا ہوں جس کا اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے تو وہ میرے پاس آ کر کہتا ہے: یہ آپ کا مال ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے تحفۃً دیا گیا ہے۔ یہ کیوں نہ کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا یہاں تک کہ اس کے پاس تحفے آتے۔ خدا کی قسم! تم میں سے جو کوئی بغیر حق کے کسی چیز کو لے گا وہ اسے اٹھائے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ میں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس نے اونٹ اٹھایا ہوا ہوگا جو بلبلاتا ہوگا یا گائے جو ڈکراتی ہوگی یا بکری جو ممیاتی ہوگی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا دستِ مبارک بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور کہنے لگے: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا میں نے (تیرا حکم) پہنچا دیا؟

(بخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیهدی له، ۳۹۸/٤، الحدیث: ٦٩٧٩)

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ١/٥٥٠، الحدیث: ٢٠٢٦)

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو گوشت سُحت سے پلا بڑھا تو آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ عرض کی گئی: سُحت سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔ (جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الکاف، ٣٩١/٥، الحدیث: ١٥٩٠٤)

رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم

جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا ہو تو اس پر فرض ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کردے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو وہ مال دیدے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو وہ مال فقیروں پر صدقہ کردے۔ خرید وفروخت وغیرہ میں اس مال کو لگانا حرامِ قطعی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ مالِ رشوت کے وبال سے سبکدوش ہونے کا نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۵۱، ملخصاً)

یہاں چونکہ رشوت پر کچھ تفصیلی کلام کیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے کچھ مزید فقہی وضاحت کردی جائے چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ رشوت شاید وہی ہے جو سرکاری محکموں میں دی جاتی ہے یا جو غلط کام کروانے کیلئے دی جاتی ہے یا جو رشوت کا نام لے کر دی جائے حالانکہ مذکورہ بالا صورتیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں رشوت میں ہی داخل ہیں خواہ رشوت کا نام لیا جائے یا نہیں۔ ایک آدھ صورت مُستَثنیٰ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ رشوت کے بارے میں اسی طرح کی غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے یہاں فتاویٰ رضویہ سے ایک اہم فتویٰ نقل کیا جاتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جو شخص بذاتِ خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا قَہر وتَسلُّط (دوسروں پر اختیار) رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نَفسِہ ان پر جَبر وتَعَدِّی نہ کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کوتوال، تھانہ دار، جمعدار یا دہقانیوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پنچایتی قوموں یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوتِ خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ ودعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روا (جائز) نہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ ودعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت (زیادہ قیمتی)، پرتکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفقود، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہوگیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم

اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد، بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انہیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سغناقی نے نہایہ پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ ودعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصولِ منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحبِ مال ہوگئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدمِ ہدیہ ودعوت بربنائے فقر سمجھا جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت وبعد منصب شروع یا کثرت بربنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں مستثنیٰ رہیں پھر بہر حال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہا دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت واندیشہ رعایت پر ہے حقیقۃً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت وہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر مجرب ومشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر کبھی ہوگی، اور یہ حیلہ کہ اس کا ہدیہ ودعوت بربنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب، اس کا رد خود حضورِ اقدس سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انہوں نے اموالِ زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جدا رکھے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفاصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بعونہ تعالیٰ خلاصہ تنقیح وصالح تحویل ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۸/۱۷۰-۱۷۱)

﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ: تو اگر وہ تمہارے پاس آئیں۔﴾ یہاں سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا گیا کہ اہلِ کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ

بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے، حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بایں ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

﴿ وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے اور یہ حکم تورات میں موجود ہے اور یہ لوگ توریت پر ایمان لانے کے دعوے دار بھی ہیں اور اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ توریت میں رجم کا حکم ہے اُس حکم کو نہ ماننا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیصلہ چاہنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتابُ اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو

اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے خود گواہ تھے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں توریت شریف کی عظمت اور اس کے مطابق انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فیصلہ فرمانا اور اسی کے مطابق سچے علماء وفقہاء کا فیصلہ کرنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد دورِ رسالت اور اس کے بعد کے یہودیوں کو اصلی توریت پر عمل کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے توریت کو نازل فرمایا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد کے کثیر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء وفقہاء توریت کے مطابق ہی فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سے تورات کے متعلق یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ وہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔

(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٤، ٢/٤٥، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٤، ١/٤٩٨، ملتقطاً)

تو اے یہودیو! تم تورات میں مذکور حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مراد یہ ہے کہ احکامِ الٰہیہ کی تبدیلی بہر صورت ممنوع ہے خواہ لوگوں کے خوف اور اُن کی ناراضی کے اندیشہ سے ہو یا مال وجاہ اور رشوت کی لالچ میں ہو۔ اس آیت میں علماء کیلئے بھی ایک حکم موجود ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی حفاظت کریں اور اس کی آیات کے بدلے دنیا کی ذلیل دولت حاصل نہ کریں اور لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

پہلی شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے متعلق اہم مسئلہ

توریت کے مطابق انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم دینا جو اس آیت میں مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمائے ہوں اور

ان کے ترک کا حکم ہمیں نہ دیا ہو اور نہ وہ منسوخ کیے گئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوتے ہیں۔

(ابو سعود، المائدة، تحت الآية: ٤٤، ٢/٤٥، ملخصاً)

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کراوے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کردیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کردے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ: اور ہم نے ان پر لازم کردیا تھا۔﴾ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ توریت میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں اُن کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ سابقہ شریعتوں کے جو احکام اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بیان سے ہم تک پہنچے اور منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اُوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔ آیت میں زخموں کے، اعضاء کے اور جان کے قصاص کا حکم بیان فرمایا گیا، اَعضاء اور زخموں کے قصاص میں کافی تفصیل ہے جس کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں لی جائے گی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا

عورت، آزاد ہو یا غلام، مسلم ہو یا ذمی ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مدارك، المائدة، تحت الآية: ٤٥، ص٢٨٧)

﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ: تو جو خود کو قصاص کے لئے پیش کردے۔﴾ یعنی جو قاتل یا جرم کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکمِ شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہوجائے گا اور آخرت میں اُس پر عذاب نہ ہوگا۔ (جمل مع جلالين، المائدة، تحت الآية: ٤٥، ٢٢٨/٢)

بعض مفسرین نے اس کے معنیٰ یہ بیان کئے ہیں کہ جو صاحبِ حق قصاص کو معاف کردے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہے۔ (مدارك، المائدة، تحت الآية: ٤٥، ص٢٨٧)

دونوں تفسیروں کے اعتبار سے ترجمہ مختلف ہوجائے گا۔ تفسیرِ احمدی میں ہے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہونگے جب کہ صاحبِ حق معاف نہ کرے اگر وہ معاف کردے تو قصاص ساقط ہوجائے گا۔
(تفسير احمدى، المائدة، تحت الآية: ٤٥، ص٣٥٩)

وَ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَؕ (۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشانِ قدم پر عیسٰی بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلی تھی اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر عیسٰی بن مریم کو بھیجا اُس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

﴿ وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ :اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر بھیجا۔﴾ توریت کے احکام بیان کرنے کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت کی تصدیق فرمانے والے تھے کہ تورات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازل کردہ کتاب ہے اور توریت کے منسوخ ہونے سے پہلے اس پر عمل واجب تھا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں توریت کے بعض احکام منسوخ کر دیئے گئے۔اس کے بعد انجیل کی شان بیان فرمائی گئی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اور ہدایت اور نصیحت تھی۔ پہلی جگہ ہدایت سے مراد ضلالت و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا ہے اور دوسری جگہ ہدایت سے سیدُ الانبیاء، حبیب کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے جو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا سبب ہے۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٤٦، ١/ ٥٠٠)

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ : اور انجیل والوں کو حکم کرنا چاہیے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے یعنی سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا چاہیے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ انجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی تو اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٤٧، ١/ ٥٠٠، ملخصاً)

انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآنِ مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(1)......انجیل میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے جو دلائل موجود ہیں اہلِ انجیل کو چاہئے کہ وہ ان دلائل کے مطابق ایمان لے آئیں۔

(2)......اہلِ انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔

(3)......انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یہودیوں نے تورات میں تحریف کردی تھی۔ (تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٧، ٣٧١/٤)

لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللّٰہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں ہے، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں ہے۔

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِـعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللّٰہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ

کرہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (اہلِ کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی۔﴾ تورات وانجیل کا تذکرہ کرنے کے بعد اب قرآنِ عظیم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو سابقہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر نگہبان ہے تو جب اہلِ کتاب اپنے مُقَدَّمات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کریں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ پاک کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا: ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد اور اس طرح کے احکام جدا جدا ہیں لیکن اصل دین سب کا ایک ہے یعنی توحید و رسالت، عقیدہ آخرت، یونہی بنیادی اَخلاقیات سب کی مُشْتَرَک ہیں۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ایمان حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ سے یہی ہے کہ ’’ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ‘‘ کی شہادت اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آیا اس کا اقرار کرنا جبکہ شریعت ہر اُمت کی خاص ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٨، ١/٥٠١)

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ

تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے اور امتحان میں ڈالے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ ہر زمانہ کے مناسب جو احکام دیئے کیا تم اُن پر اس یقین و اعتقاد کے ساتھ عمل کرتے ہو کہ ان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت (مرضی) سے ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں اور دنیاوی اور اُخروی فوائد و منافع ہیں اور یا تم حق کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ (ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٨، ٢/٥١)

﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ: تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ۔﴾ قرآنِ پاک کا حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی دنیا و آخرت کا کوئی قابلِ قبول فائدہ متعلق نہیں ہے ان میں بحث و مقابلہ کرنے کی بجائے انہیں رضائے الٰہی اور بھلائی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی انداز کی ایک جھلک ہے کہ شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے اور بال کی کھال اتارنے کی بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اس میں ہماری بہت سی چیزوں کی اصلاح ہے۔ آج کل حالت یہ ہے کہ ہر محاذ اور میدان میں فضولیات پر بحث و مباحثہ اور پانی سے مکھن نکالنے کی کوششیں جاری رہتی ہیں اور کرنے کے کاموں کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت اور قابلیت شمار کیا جاتا ہے اگرچہ عملی طور پر ایسے آدمی کی حالت نہایت گری ہوئی ہو۔ بحث وہاں کی جائے جہاں اس سے کوئی فائدہ نظر آئے، صرف وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ رکھنے، طلبِ شہرت اور قابلیت دکھانے کیلئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا اور عملی دنیا میں تنکا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ اس نصیحت کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر نظر کرنے کی حاجت ہے۔ سمجھنے کیلئے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک فرمان ہی کافی ہے "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ" آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، ١١-باب، ٤/١٤٢، الحدیث: ٢٣٢٤)

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ : اور یہ کہ اے مسلمان ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔﴾ یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں کو فرمایا کہ اہلِ کتاب کے درمیان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اس بات سے بچتے رہو کہ یہ لوگ تمہیں کسی غلطی کے مُرتَکِب نہ کروادیں اور اگر یہ اہلِ کتاب لوگ قرآن سے اِعراض کریں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل و گرفتاری اور جلاوطنی کے ساتھ ہوگی۔ جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۠(۵۰) ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہوسکتا ہے؟

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بنی نَضِیر اور بنی قُرَیظَہ یہودیوں کے دو قبیلے تھے، ان میں آپس میں قتل و غارتگری جاری رہتی تھی۔ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لائے اور

بنی قُرَیظَہ نے کہا کہ ''بنی نَضِیر ہمارے بھائی ہیں،ہم وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے ہیں اور ایک کتاب (توریت کو) مانتے ہیں لیکن اگر بنی نَضِیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں ہمیں ستر وَسق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی اُن کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس وسق لیتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کا فیصلہ فرما دیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں حکم دیتا ہوں کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر بنی نَضِیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٠، ١/٥٠٢)

اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیت کی گمراہی اور ظلم کا حکم چاہتے ہیں۔ جو حکم حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دیا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللّٰہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللّٰہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔﴾
یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور مشہور منافق عبد اللّٰہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی

جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِس پر عبداللّٰہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہوسکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا کہ ’’یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ١/٥٠٣)

کفار سے دوستی ومُوالات کا شرعی حکم

اس آیت میں یہود ونصارٰی کے ساتھ دوستی وموالات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں ’’اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ‘‘ کفر ایک ملت ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ص٢٨٩)

لہٰذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود ونصارٰی اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ص٢٨٩، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ١/٥٠٣، ملتقطاً)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیتِ مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز تبھی سے ہوا جب آپس میں نفرت ودشمنی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنوں پر ترجیح دی۔ اللّٰہ تعالٰی ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَؕ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پچھتائیں گے جو اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔

﴿ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے۔﴾ مسلمانوں کو تو فرما دیا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو لیکن منافقین کے بارے میں فرما دیا کہ ان کی یہود و نصاریٰ سے دوستیاں بڑی مُستحکم ہیں کیونکہ یہ دل کے مریض ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے میں دوڑے جاتے ہیں اور ان لوگوں کی نظر میں اُن سے دوستی کرنے کا فائدہ یہ ہے اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر کبھی حالات بدل جائیں، مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہو جائیں تو کفار سے دوستی لگانا انہیں اس وقت فائدہ دے گا۔ لیکن یہ سب منافقت کی وجہ سے تھا کیونکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسلام کے غلبے کی جو باتیں فرماتے تھے انہیں اس پر یقین نہیں تھا اور نہ اگر ان باتوں پر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے اور اپنے رسول، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کامیاب و کامران فرمائے اور اُن کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردے اور مسلمانوں کو اُن کے دشمن یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار پر غلبہ دیدے چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے

کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۲، ۱/۵۰۳)

اس آیت میں پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ فتح لے آئے اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمینِ حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا اور وہاں اُن کا نام ونشان باقی نہ رکھنا یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۲، ۱/۵۰۳-۵۰۴، جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۲، ص ۱۰۲، ملتقطاً)

تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس وقت منافقین اپنی منافقت پر یا اس خیال پر نادم ہو جائیں گے کہ سرورِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا: اور ایمان والے کہیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب منافقین کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت آشکار ہو جائے گی تو اس وقت مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

﴿حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ: تو ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے۔﴾ یعنی ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہوگئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب سے محروم ہونے اور جہنم کا دائمی عذاب پانے کے سبب نقصان اٹھائیں گے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۳، ۱/۵۰۴)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٘ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والوتم میں جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا توعنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم میں جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا توعنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ: تم میں جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا۔﴾ کفار کے ساتھ دوستی یاری اور محبت وقلبی تعلق چونکہ بعض اوقات بے دینی اور اِرتِداد کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد مُرتَدّین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے پہلے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔

﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ: توعنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کچھ لوگ مرتد بھی ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے اور وہ عظیم صفات کے حامل ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی چند صفات بیان فرمائی گئیں:

(1)......وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

(2)......وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں۔

(3)......مسلمانوں کے ساتھ نرمی وشفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔

(4)......کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہیں۔

(5)......راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔

(6)......حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ حق گواور حق گوئی میں بیباک ہیں۔

یہ صفات جن حضرات کی ہیں وہ کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں۔

(1)......حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے کہا کہ یہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

(2)......حضرت عیاض بن غنم اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کی نسبت فرمایا کہ یہ اُن کی قوم ہے۔

(3)......ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری ومسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔

(4)......مفسر سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کی۔

ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ مُتَّصِف ہونا صحیح ہے۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٥٤، ١/٥٠٤-٥٠٥)

کامل مسلمان کا نمونہ

اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کردیا گیا کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کرلینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابوعبداللہ خیاط رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اجرت میں

ایک کھوٹا سکہ دے جاتا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کو لے لیتے ۔ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبداللہ خیاط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ واپس تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تو نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔

(احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس وتھذیب الاخلاق... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۳/۸۷-۸۸)

یہ مسلمانوں پر نرمی ہے۔اور حدیثِ مبارک ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیے بہتر ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے اچھے ہوں۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حق الجوار، ۳/۳۷۹، الحدیث: ۱۹۵۱)

اور حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق یہ حکایت ملاحظہ فرمائیں: قاضی ابو خازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ انصاف کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے۔ایک مرتبہ خلیفۂ وقت ''مُعْتَضِد باللّٰہ'' نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی طرف پیغام بھیجا: فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے اور نقد رقم ادا نہیں کی۔وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرضخواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کئے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کر دیا ہے۔مجھے اس مال سے کچھ بھی نہیں ملا حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا اسی طرح میرا بھی تھا، لہٰذا میرا حصہ بھی دیا جائے۔ پیغام پا کر قاضی ابو خازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قاصد سے کہا: خلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، وہ وقت یاد کرو جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اُتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔اے خلیفہ! اب میں فیصلہ کرنے کا مختار ہوں اور میرے لئے جائز نہیں کہ گواہوں کے بغیر کسی مُدَّعی کے حق میں فیصلہ کروں۔قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا، شہادت کے تقاضوں پر پورے اُترے تو ان کی گواہی قبول کرلوں گا ورنہ وہی فیصلہ قابلِ عمل رہے گا جو میں کر چکا ہوں۔جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت آنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا قاضی صاحب نے خلیفہ مُعْتَضِد باللہ کا دعویٰ رد کرتے ہوئے اسے کچھ بھی نہ بھجوایا۔ (عیون الحکایات، الحکایۃ السادسۃ والثمانون بعد المائتین، ص ٢٦١-٢٦٢)

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ع ٨ | ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

﴿ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ ﴾ گزشتہ آیات میں ان لوگوں کا بیان ہوا جن کے ساتھ دلی دوستیاں لگانا حرام ہے، ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ مُوالات واجب ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے متعلق حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھا کریں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے دوست ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا ''اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے

نبی ہونے پر اور مؤمنین کے دوست ہونے پر ہم راضی ہیں۔ (قرطبی، المائدة، تحت الآية: ٥٥، ١٣١/٣، الجزء السادس)

آیتِ مبارکہ میں بیان کردہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محبّ ہیں۔

﴿وَهُمْ رٰكِعُوْنَ: اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔﴾ عربی گرامر کے اعتبار سے آیتِ مبارکہ کے اس جملے کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں:

(1)...... پہلا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہونا مومنوں کی ایک مزید صفت ہے۔

(جمل، المائدة، تحت الآية: ٥٥، ٢٤٢/٢)

(2)...... دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ مومنین نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے دونوں کام خُشوع اور تواضع کے ساتھ کرتے ہیں۔

(ابو سعود، المائدة، تحت الآية: ٥٥، ٥٩/٢)

(3)...... تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تواضع اور عاجزی کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جمل، المائدة، تحت الآية: ٥٥، ٢٤٢/٢)

(4)...... چوتھا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حالتِ رکوع میں راہِ خدا میں دیتے ہیں۔

پہلا معنیٰ سب سے قوی اور چوتھا معنیٰ سب سے کمزور ہے بلکہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شدّ و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بُطلان پر بہت سے دلائل قائم کئے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافران میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

﴿اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا : وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور سُوید بن حارث نامی دو آدمی اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہو گئے۔ بعض مسلمان اُن سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ زبان سے اسلام کا اظہار کرنا اور دل میں کفر چھپائے رکھنا دین کو ہنسی اور کھیل بنانا ہے اور ایسے لوگوں اور ان کے علاوہ مشرکوں کافروں کو دوست بنانے سے بھی منع کر دیا گیا کیونکہ خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان دار کا کام نہیں۔ اس پر مزید تفصیل اگلی آیت کے تحت موجود ہے۔

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔

﴿وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو۔﴾ اس آیت کے بارے میں کلبی کا قول ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مؤذن نماز کے لئے اذان کہتا اور مسلمان اُٹھتے تو یہودی ہنستے اور تَمَسْخُر کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسر سدی نے بیان کیا کہ مدینہ طیبہ میں جب مؤذن اذان میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " اور "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہتا تو ایک نصرانی یہ کہا کرتا کہ "جل جائے جھوٹا" ایک رات اس کا خادم آگ لایا وہ اور اس کے گھر کے لوگ سو رہے تھے آگ سے ایک شرارہ اُڑا اور وہ نصرانی اور اس کے گھر کے لوگ اور تمام گھر جل گیا۔
(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۸، ۱/۵۰۷)

آیت " وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......نماز پنج گانہ کے لئے اذان ہونی چاہیے، اذان کا ثبوت اس آیت سے بھی ہے۔

(2)......دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ایسے ہی عالم، مسجد، خانہ کعبہ، نماز، روزہ وغیرہا میں سے کسی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

(3) دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والے احمق و بے عقل ہیں جو ایسے سَفیہانہ اور جاہلانہ حرکات کرتے ہیں۔

دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد

اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس کہ جو کام یہودی اور منافق کیا کرتے تھے وہی کام مسلمان کہلانے والوں میں آتے جارہے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فرشتے، جنت، حوریں، دوزخ، اس کے عذاب، قرآنی آیات، احادیثِ نبوی، دینی کتابوں، دینی شعائر، عمامہ، داڑھی، مسجد، مدرسے، دیندار آدمی، دینی لباس، دینی جملے، مقدس کلمات الغرض وہ کونسی مذہبی چیز ہے کہ جس کا اِس زمانے میں کھلے عام فلموں، ڈراموں، خصوصاً مزاحیہ ڈراموں، عام بول چال، دوستوں کی مجلسوں، دنیاوی تقریروں، ہنسی مذاق کی نشستوں اور باہمی گپ شپ میں مذاق نہیں اُڑایا جاتا۔ افسوس کہ مسلمان کہلانے والے اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں کو داڑھی، عمامہ، مذہبی حُلیے سے نفرت ہے۔ مسلمان کہلانے والے کو اذان سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث کی باتیں اسے پرانی باتیں لگتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ دینی شعائر کا مذاق اڑانا کفر ہے اور دین کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًـا اتَّخَذَهَا هُزُوًاؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۹ (الجاثیہ: ۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے تو اسے مذاق بناتا ہے ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (التوبہ: ٦٥، ٦٦)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

اور فرماتا ہے:

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا (انعام: ۷۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کرنے اور اپنی اس روش کو تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو تمہیں ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب!۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت فرمایا کہ آپ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے کس کس کو مانتے ہیں؟ اس سوال سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ مانیں تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں لیکن حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو اُس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی اولاد پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا یعنی توریت و انجیل اور جو اور نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دیا گیا سب

کو مانتا ہوں۔ ہم انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ جب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کو بھی مانتے ہیں تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے جو حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲/۳۹)

اور فرمایا گیا کہ اے کتابیو! ہم تمہارے تمام پیغمبروں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تمہاری تمام کتابوں کو حق مانتے ہیں تو کیا تمہیں یہی برا لگ رہا ہے۔ اس چیز کی وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے خلاف۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کردیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے محبوب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنادیا اور انہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

﴿قُلْ: اے محبوب! تم فرماؤ۔﴾ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو اور ذرا اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کرلو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں،

سور، بندر تم بنائے گئے، بچھڑے کو تم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضب ِالٰہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بدنصیب اور بدتر تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ(۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔﴾ یہ آیت یہودیوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان واخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کے حال کی خبر دی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦١، ١/٥٠٨)

منافق بداعتقادی کے ساتھ آتے تھے تو جیسے آتے ویسے ہی جاتے اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بداعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

وَ تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بیشک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ: اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے۔﴾ یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم اِن یہودیوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں گناہ سے مراد توریت کی وہ آیات چھپانا ہے جن میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کا بیان تھا اور زیادتی سے مراد توریت میں اپنی طرف سے بڑھا دینا ہے اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جو یہ لے کر توریت کے احکام بدل دیتے تھے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٢، ١/٥٠٨)

یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالت زار

ویسے ''اِثْم'' ہر گناہ اور نافرمانی کو شامل ہے اور یہاں یہودیوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ ظاہری لفظی معنیٰ کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ کر جانا ان کی صفت بیان کی گئی ہے لیکن اب ہمارے ہاں کتنے ایسے لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تو تاخیر بلکہ ترک کریں گے لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے۔ کسی کی مدد کرنے اور اسے ظلم سے بچانے میں کنی کترا کر گزر جائیں گے لیکن ظلم و زیادتی میں اپنی قوم یا علاقے یا تحریک کے جھنڈے نیچے تَعَصُّب کے ساتھ موجود ہوں گے۔ حلال تو ان کے گلے میں اٹکے گا لیکن جہاں حرام کی تَوَقُّع ہو گی، رشوت ملے گی، سود ملے گا، خوب ناجائز تجارت کا فائدہ نظر آئے گا وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدُّن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور اپنی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرو کہ

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ — مَصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ — ہو گئی کس کی نِگہ طرزِ سَلف سے بیزار؟

اور اب تمہارا حال یہ ہے کہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بیشک بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔

﴿ لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ : انہیں کیوں نہ روکا پادریوں نے ؟ ﴾ حضرت حسن بصری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اس آیت میں ’’اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ‘‘ سے عیسائیوں کے علماء مراد ہیں اور ’’اَلْاَحْبَارُ‘‘ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ یہودیوں کے بارے میں ہیں کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآیة: ٦٣، ٤/٣٩٣)

اور ایک لفظ سے یہودیوں کے درویش مراد ہیں اور دوسرے لفظ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں۔

علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے

یہاں یہودی درویشوں اور علماء کے متعلق فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالمِ دین کی اس بات پر بھی پکڑ ہوگی کہ وہ گناہ ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدرت کے باوجود منع نہ کریں کیونکہ ایسا عالم گناہ کرنے والے کی طرح ہے۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’گناہ روحانی مرض ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی، اس کی صفات کی اور اس کے احکام کی معرفت ہے اور یہ علم حاصل ہونے

کے باوجود گناہ ختم نہ ہوں تو یہ اس مرض کی طرح ہے جو کسی شخص کو ہو اور دوائی کھانے کے باوجود وہ مرض ختم نہ ہو اور عالم کا گناہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا یہ قلبی مرض انتہائی شدید ہے۔ (تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ٦٣، ٣٩٣/٤)

عالم پر واجب ہے کہ خود بھی سنبھلے اور دوسروں کو بھی سنبھالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں (علماء کے لئے) اس آیت سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ والی کوئی آیت نہیں۔
(خازن، المائدة، تحت الآية: ٦٣، ٥٠٩/١)

اور فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دینے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارك، المائدة، تحت الآية: ٦٣، ص٢٩٢-٢٩٣)

امام ضحاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوف دلانے والی قرآنِ پاک میں کوئی آیت نہیں، افسوس کہ ہم برائیوں سے نہیں روکتے۔ (تفسیر طبری، المائدة، تحت الآية: ٦٣، ٦٣٨/٤)

وقف لازم

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْاۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًاؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ(۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال

دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ: اور یہودیوں نے کہا۔ ﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہودی بہت خوش حال اور نہایت دولت مند تھے۔ جب انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب و مخالفت کی تو اُن کی روزی کم ہوگئی۔ اس وقت فنحاص یہودی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہے یعنی مَعَاذَ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔ اُس کے اِس قول پر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ راضی رہے، اسی لئے یہ سب کا مقولہ قرار دیا گیا اور یہ آیت اُن کے بارے میں نازل ہوئی

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ١/٥٠٩، مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ص ٢٩٣)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جواد و کریم ہے، ہاں ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ اِس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ یہودی دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہوگئے یا اِس جملے کا یہ معنیٰ ہے کہ اُن کی اس بے ہودہ گوئی اور گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں اور اس طرح انہیں آتش دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جیسے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ وہ کسی کو امیر اور کسی کو غریب کرتا ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی یا کرم میں کچھ نقصان ہے بلکہ بندوں کے حالات کا تقاضا ہی یہ ہے اور اس میں ہزارہا مصلحتیں ہیں۔

﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ :اور ضرور ان میں سے بہت سے لوگوں (کی سرکشی اور کفر) میں اضافہ کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جتنا قرآنِ پاک اُترتا جائے گا اتنا ہی یہودیوں کا حسد و عِناد بڑھتا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے جیسے مُقَوِّی غذا کمزور معدے والے کو بیمار کر دیتی ہے، اس میں غذا کا قصور نہیں بلکہ مریض کے معدے کا قصور ہے یا جیسے سورج کی روشنی چمگادڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چمگادڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔

آیت "وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......جس کے دل میں سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت نہ ہو اس کے لئے قرآن و حدیث کفر کی زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بے دینوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ دین کی عظمت، دین لانے والے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت سے ہے۔

(2)......کفر میں زیادتی کمی ہوتی ہے یعنی کوئی کم شدید کافر ہوتا ہے اور کوئی زیادہ شدید۔ کمی زیادتی کسی مقدار کے اعتبار سے نہیں ہوتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔

﴿وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ :اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔﴾ یعنی وہ ہمیشہ باہم مختلف رہیں گے اور اُن کے دِل کبھی نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔

﴿كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ :جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔﴾ جب بھی یہودیوں نے فساد، شرانگیزی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی ایسے شخص کو ان پر مُسَلَّط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کر دیا، پہلے جب انہوں نے فتنہ و فساد شروع کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان کی طرف بھیج دیا جس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا، کچھ عرصے بعد پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیطوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں شرانگیزی شروع کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا، پھر کچھ عرصے بعد جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تَسَلُّط اور غلبہ عطا فرما دیا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ١/٥١٠-٥١١)

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی یہودی نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنادے گا۔(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ٢/٦٦)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا: اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے۔﴾ اہلِ کتاب کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو ان کے گناہ بخش دیئے جاتے اور یہ جنت کے مستحق قرار پاتے۔ اِس آیت میں ایمان لانے کی اُخروی جزا کا بیان ہے اور اگلی آیت میں ایمان لانے کی دُنیوی جزا کا بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق

ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ: اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کر لیتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور اگر وہ تورات اور انجیل اور دیگر کتابوں پر عمل کرتے اس طرح کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرتے کیونکہ توریت وانجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور دیگر تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں سب میں امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا حکم ہے تو اگر وہ اس حکم پر عمل کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا یعنی رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے انہیں رزق پہنچتا۔

دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وُسعتِ رزق کا ذریعہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری سے رزق میں وُسعت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابو اسحاق ہمدانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے عمر میں اضافہ ہونا اور رزق میں زیادتی ہونا پسند ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ٦/٢١٩، الحدیث: ٧٩٤٧)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! جو چیز تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر سکتی ہے اس کا میں نے تمہیں حکم دے دیا اور جو چیز تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور کر سکتی ہے اس سے میں نے تمہیں منع کر دیا۔ بے شک رُوحُ الْاَمین عَلَیْہِ السَّلَام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک مرے گی نہیں جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق طلب کرو۔ رزق کا آہستہ پانا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کے ذریعے رزق طلب کرنے لگو کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (شرح السنہ، کتاب الرقاق، باب التوکل علی اللہ عزوجل، ۳۲۹/۷، الحدیث: ٤٠٠٦)

﴿مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ: ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ سارے اہلِ کتاب یکساں نہیں ہیں بلکہ بعض اعتدال پسند ہیں اور وہ حد سے تجاوز نہیں کرتے، یہ یہودیوں میں سے وہ لوگ ہیں جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ جبکہ بقیہ اکثریت نافرمان ہے جو کفر پر جمے ہوئے ہیں۔

يَاۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿يَاۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ: اے رسول۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسول کے لقب سے خطاب فرمایا، یہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیت ہے ورنہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے اَسماءِ مبارکہ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچائیں اور کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خطرے کی وجہ سے دورانِ سفررات کے وقت سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت

کیلئے پہرہ دیا جاتا تھا، جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ٥/٣٥، الحدیث: ٣٠٥٧)

حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت کے لئے پہرہ دینے کا شرف جنہیں سب سے پہلے حاصل ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ آتے وقت ایک رات بے خواب رہے، پھر فرمایا کاش کوئی نیک شخص ہماری حفاظت کرتا۔ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا ''یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں سعد ہوں۔ ارشاد فرمایا ''تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ عرض کی: میرے دل میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر خطرہ گزرا تو میں ان کی حفاظت کرنے آیا۔ ان کے لیے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سو گئے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰہ تعالی عنہم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ، ص١٣١٤، الحدیث: ٤٠(٢٤١٠))

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْؕ-وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ-فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ(۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور بیشک اے محبوب وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرما دو اے کتابیو! جب تک تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرلیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرمادو اے کتابیو!﴾ اہلِ کتاب سے فرمایا گیا کہ جب تک تم نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لے آتے تب تک تم کسی دین وملت پر نہیں ہو کیونکہ اگر حقیقی طور پر تم تورات وانجیل پر عمل کرو تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی ایمان لے آؤ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا حکم تورات وانجیل میں موجود ہے۔

﴿مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ: اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو قرآن آپ کی طرف آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، یہ اہلِ کتاب کے علماء اور سرداروں کی پرانی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا کیونکہ آپ پر جب قرآنِ مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ اس کا انکار کردیتے ہیں اور اس طرح یہ اپنے کفر و سرکشی میں اور زیادہ سخت ہوجاتے ہیں اس لئے اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو یہودی آپ کی نبوت کا انکار کررہے اور آپ پر ایمان نہیں لارہے ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے اس کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

(روح البیان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٨، ٢/٤١٩، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٨، ١/٥١١-٥١٣، ملتقطاً)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِــٴُـوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ وقیامت پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ

اہلِ کتاب اس وقت تک کسی دین وملت پر نہیں جب تک وہ ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ حکم صرف اہلِ کتاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ملت والا اس حکم میں داخل ہے اور کسی کو بھی تب تک کوئی فضیلت اور منقبت حاصل نہیں جب تک وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا اور ایسے نیک اعمال نہیں کرتا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور نیک عمل میں سے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا بھی ہے کیونکہ جب تک کوئی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۶۹، ۱/۵۱۳)

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 62 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًاؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ۠ (۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند نہ تھی تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے توریت میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکمِ الٰہی کے مطابق عمل کریں لیکن انہوں نے یہ کیا کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات کے برخلاف حکم لے کر آتے تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کسی گروہ کو تو یہ جھٹلاتے اور کسی کو شہید کر دیتے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب میں تو یہود و نصاریٰ سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہ خاص یہودیوں کا کام ہے، اُنہوں نے بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام جہاد میں کافروں کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے۔

وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس گمان میں رہے کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ (انہیں اس پر) کوئی سزا نہ ہوگی۔﴾ یہود و نصاریٰ اتنے سنگین جرائم کے مُرتکِب ہوئے کہ دونوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور بطورِ خاص یہودیوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید بھی کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ گمان کیا کہ ایسے شدید جرموں پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے یعنی حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہوگئے اور ویسے بھی وہ عقل و شعور سے اندھے بہرے تھے کہ ایسے جرائم کے باوجود بھی خود کو سزا سے محفوظ سمجھتے رہے۔ پھر جب اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اسی سابقہ روش پر چل پڑے۔ دو مرتبہ اندھا اور بہرہ ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1)...... یہودی حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں عقل کے اعتبار سے اندھے اور بہرے ہوگئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ مُبارکہ میں ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہوگئے۔

(2)...... پہلی مرتبہ تب دل کے اندھے اور بہرے ہوئے جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی پھر اس سے انہوں نے توبہ

کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی پھر دوسری مرتبہ ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے تب ہوئے جب انہوں نے فرشتوں کے نزول اور رویتِ باری تعالیٰ کا مطالبہ کیا۔

(3)......دو مرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کی 4 سے لے کر 7 تک وہ آیات ہیں جن میں یہ خبر دی گئی کہ یہودی دو مرتبہ زمین میں فساد کریں گے۔ (تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧١، ٤٠٧/٤)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَؕ-وَ قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْؕ-اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُؕ-وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔﴾ عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں: ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے اِلٰہ یعنی معبود کو جنا اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اِلٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حُلول کرلیا اور وہ اُن کے ساتھ مُتَّحِد ہوگیا تو عیسیٰ اِلٰہ (معبود) ہوگئے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧٢، ٥١٤/١)

مَعَاذَ اللّٰہ ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰہ۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھی توہین کی

کہ وہ تو اپنے کو رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو اِن میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔﴾ عیسائیوں میں فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الٰہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس، اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو رُوحُ القُدُس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا روحُ القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔ مَعَاذَ اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے نہ ثالِث۔ وہ وحدانیت کے ساتھ مَوصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تَثلیث (تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور توحید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ(۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہیں۔﴾ یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خدا نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک رسول ہے۔ خدا نہیں ہے لہٰذا اُن کو خدا ماننا غلط، باطل اور کفر ہے۔ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات اُن کی نُبُوَّت کی صداقت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی رسول ہیں اُن کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں نہ کہ خدا ہونے کی، لہٰذا اُنہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جب دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو اِن کو بھی خدا نہ مانو۔

﴿وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ: اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔﴾ یعنی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا بہت سچی ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو۔ نیز حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے جبکہ معبود کھانے سے پاک ہوتا ہے اور کھانا کھانا بھی معبود نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ معبود

غذا کا محتاج نہیں ہوسکتا تو جو غذا کھائے ، جسم رکھے اور اُس جسم میں تَحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہوسکتا ہے؟

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًاؕ-وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللّٰہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللّٰہ ہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ، کیا تم اللّٰہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللّٰہ ہی سننے والا ، جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں شرک کو باطل کرنے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مُستَحقِ عبادت وہی ہوسکتا ہے جو نفع نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نفع وضَرر کے بِالذّات مالک نہ تھے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو اُن کی نسبت اُلوہِیَّت کا اعتقاد باطل ہے۔ (ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۶، ۲/۷۶)

اسی لئے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاں مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفایاب کرنے، اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن یعنی اجازت سے کرتا ہوں۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۠(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی) نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔

﴿ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ، اے کتاب والو! ﴾ یہاں تمام اہلِ کتاب کو ناحق زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ یہودیوں کی زیادتی تو یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت ہی نہیں مانتے تھے اور نصاریٰ کی زیادتی یہ تھی کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان سب سے فرمایا گیا کہ دین میں زیادتی نہ کرو اور گمراہ لوگوں کی پیروی نہ کرو یعنی اپنے بددین باپ دادا وغیرہ کے پیچھے نہ چلو بلکہ حق کی پیروی کرو۔

اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے غُلُوّ

اولیاءِ کرام کی تعظیم کرنا اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے ان کے مزارات پر حاضری دینا جائز اور پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور ان کے مزارات رحمتِ الٰہی اترنے کے مقامات ہیں لیکن فی زمانہ اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ بعض حضرات ان کی جائز تعظیم کو ناجائز و حرام کہتے اور ان کے مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض نادان ان کی تعظیم کرنے میں شرعی حد پار کر جاتے اور ان کے مزارات پر ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں جیسے تعظیم کے طور پر مزار کا طواف کرنا اور صاحبِ مزار کو سجدہ تعظیمی کرنا، مزارات پر مزامیر کے ساتھ قوالیاں پڑھنا، عورتوں کا مزارات پر مخلوط حاضر ہونا اور عرس وغیرہ کے موقع پر لہو و لعب کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ تعظیمِ اولیاء کو ناجائز و حرام کہنے والوں اور مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سمجھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کریں اور شرعاً جائز عمل کو اپنی طرف سے ناجائز و حرام کہہ کر دین میں زیادتی نہ کریں بلکہ حق کی پیروی کریں اور مزارات پر ناجائز و حرام کام کرنے والوں کو چاہئے وہ بھی اپنے ان افعال سے باز آجائیں تاکہ دشمنانِ اولیاء ان کی نادانیوں کی وجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے دور کرنے کی سعی نہ کر سکیں۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی۔﴾ ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا، انہوں نے جب اس حکم کی مخالفت کی اور شکار کرنے سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے خلاف دعا فرمائی چنانچہ ان سب کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ سورۂ اعراف میں اس قصے کی تفصیل مذکور ہے اور اصحابِ مائدہ نے جب نازل شدہ دستر خوان کی نعمتیں کھانے کے بعد ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن کے خلاف دعا فرمائی تو وہ خنزیر اور بندر بن گئے، اس وقت اُن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ (جمل، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧٨، ٢/٢٦٠-٢٦١)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہودی اپنے آباء واَجداد پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتا دیا گیا کہ اُن انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧٨، ١/٥١٦)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی نقصان کی دعا دنیا وآخرت میں رسوائی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ : یہ (لعنت) ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔﴾ اس میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ لوگ تو عادی مجرم اور پرانے سرکش ہیں، حتّٰی کہ اس سرکشی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں، اس وقت ان کا امن

میں رہنا صرف اس وجہ سے ہے کہ تم تمام عالَمین کے لئے رحمت ہو، تمہاری موجودگی میں عذاب نہ آئے گا۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

﴿ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے۔﴾ یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علماء نے پہلے تو انہیں منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی اُن سے مل گئے اور کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اُن کی اسی نافرمانی اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان سے اُن پر لعنت اُتاری۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۳۵، الحدیث: ۳۰۵۸)

گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور گناہ سے منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے ان علماء کو اور بطورِ خاص ان پیروں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ جو اپنے ماننے والوں میں یا مریدین ومعتقدین میں اِعلانِیَہ گناہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے منع کرنے سے لوگ گناہ سے باز آجائیں گے پھر بھی ''یا شیخ اپنی اپنی دیکھ'' کا نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے اور وہ غُلُوّ کرنے والوں کی تحریفیں،

اہلِ باطل کے جھوٹے دعوؤں اور جاہلوں کی غلط تاویل وتشریح کو دین سے دور کرتے رہیں گے۔
(سنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب الرجل من اھل الفقه... الخ، ۱۰/۲۵۳، الحدیث: ۲۰۹۱۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس میں غیبی بشارت ہے کہ تا قیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو علمِ دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سَلَف اور پچھلوں کو خَلَف کہا جاتا ہے لہٰذا ہر جماعتِ صالحین اگلوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۔ حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہو کر قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں اور معنوی تحریفیں کر دیں گے، وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! آج تک ایسا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہو گا، دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور خدمتِ دین برابر کر رہی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ۱/۲۰۱، تحت الحدیث: ۲۳۰)

تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

﴿یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔﴾ پچھلی آیات میں گزشتہ زمانے کے یہودیوں کی مذموم صفات اور ان کے عُیوب ونقائص کا بیان تھا اب حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ مبارکہ کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **شانِ نزول:** کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بغض وعناد کی وجہ سے مشرکینِ مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کرنے پر ابھارا، لیکن یہ لوگ اپنی اس کوشش میں ناکام ونامراد ہوئے، اس واقعے سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منافقین میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ وہ یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۵۱۷)

کفار سے دوستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اور آخرت میں دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت

معلوم ہوا کے کفار سے دوستی اور مُوالات حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ ان مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی اپنی روشن آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود، صرف اپنے منصب کی بقا کی خاطر ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی ناراضی سے خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر اور اُس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر ایمان لاتے۔﴾ کفار ومشرکین سے دوستی اور محبت کا رشتہ اُستوار کرنے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآنِ

پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت بھی ان کے ساتھ دوستی کا سلسلہ قائم نہ کرتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔ ان آیات کے پسِ منظر پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا اصل مقصود ریاست کی حکمرانی اور منصب کا حصول تھا اور اس کے لئے انہیں کوئی بھی طریقہ اپنانا پڑا، کسی بھی ذریعے کو اختیار کرنا پڑا وہ کر گزرے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال فی زمانہ ہم مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے۔ اپنی کرسی کو بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے اور ایڑیاں گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے۔

﴿وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے۔﴾ اس آیتِ کریمہ میں اُن عیسائیوں کی تعریف بیان کی گئی ہے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ اقدس تک حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین پر قائم رہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت معلوم ہونے کے بعد

سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے۔ **شانِ نزول:** ابتدائے اسلام میں جب کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ تمام حضرات اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں بَحری سفر کرکے حبشہ پہنچے۔ اس ہجرت کو ہجرتِ اُولیٰ کہتے ہیں۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ گئے پھر اور مسلمان روانہ ہوتے رہے یہاں تک کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ مہاجرین کی تعداد بیاسی (82) مَردوں تک پہنچ گئی، جب قریش کو اس ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے چند افراد کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے دربارِ شاہی میں باریابی حاصل کرکے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو نادان بناڈالا ہے اُن کی جماعت جو آپ کے ملک میں آئی ہے وہ یہاں فساد انگیزی کرے گی اور آپ کی رعایا کو باغی بنائے گی، ہم آپ کو خبر دینے کے لئے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے، نجاشی بادشاہ نے کہا: پہلے ہم ان لوگوں سے گفتگو کرلیں باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور ان سے دریافت کیا کہ ''تم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول، کَلِمَۃُ اللہ اور روحُ اللہ ہیں اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کنواری پاک ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی، (یعنی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد کلامِ عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بالکل مطابق ہے) یہ دیکھ کر مشرکینِ مکہ کے چہرے اتر گئے۔ پھر نجاشی نے قرآن شریف سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم تلاوت کی، اس وقت دربار میں نصرانی عالم اور درویش موجود تھے، قرآنِ پاک سن کر بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں مشرکینِ مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس پلٹے اور مسلمان نجاشی کے پاس، بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجاشی کو دولتِ ایمان کا شرف حاصل ہوا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۲، ۱/۵۱۸)

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی، ہند
3	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	احکامُ القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی بصاص، متوفی ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	زاد المسیر	ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۳ھ
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	نظم الدرر	برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی، متوفی ۸۸۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ عزیزی (مترجم)	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

كتب الحديث و متعلقاته

1	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

12	تهذيب الآثار	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	مطبعۃ المدنی، قاہرہ
13	نوادر الاصول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
14	معجم الكبير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الأوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
18	مستدرك	امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	حلية الأولياء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
20	شعب الإيمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	سنن الكبرى	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	فردوس الأخبار	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
23	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
24	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
25	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
26	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
27	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

2	عمدة القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	مراٰۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتب العقائد

1	شرح عقائد نسفیہ	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ، کراچی
2	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی

کتب الفقہ

1	بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	ھدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
3	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام، متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ
4	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
6	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
8	فتاوی نوریہ	ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۴۰۳ھ	دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور اوکاڑہ ۱۴۲۳ھ

کتب التصوف

1	قوت القلوب	ابو طالب محمد بن علی مکی، متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند ۱۴۲۳ھ
2	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	مکاشفة القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
4	کیمیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
5	منہاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
6	التذکرة	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار السلام، قاہرہ ۱۴۲۹ھ

7	تنبیه المغترین	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
8	الزواجر عن اقتراف الکبائر	احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب السيرة

1	دلائل النبوة للبيهقي	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	وفاء الوفاء	نورالدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث، بیروت
4	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
5	سیرت حلبیہ	ابوالفرج نورالدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	مدارج النبوة	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند

كتب التاريخ

1	فتوح الشام	ابوعبد اللہ محمد بن عمر اسلمی واقدی، متوفی ۲۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	ابن عساکر	ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
4	الكامل في التاريخ	ابوالحسن علی بن ابوالکرم محمد بن محمد شیبانی جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
5	البداية والنهاية	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
6	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ، کراچی

الكتب المتفرقة

1	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری معروف بہ ابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	عيون الحكايات	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
3	اسد الغابة	ابوالحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
4	روض الرياحين	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
5	ملفوظات	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ہونے والے مسائل	390	**راہِ خدا میں خرچ کرنا**	
آیت ” قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ “ سے معلوم ہونے		راہِ خدا میں اپنا پیارا مال خرچ کرنے کے 5 واقعات	10
والے مسائل	413	راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب	54
آیت ” وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ “ سے معلوم ہونے		**اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر**	
ہونے والے مسائل	456	تبلیغِ دین کا حکم	25
آیت ” وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ “ سے معلوم ہونے		تبلیغِ دین سے متعلق 5 احادیث	25
والے مسائل	465	نیکی کی دعوت دینے کی ترغیب	33
آیات سے حاصل ہونے والا درس		علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے	462
آیت ” وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ “ سے حاصل ہونے والا درس	67	نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ	
آیت ” ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً “ سے		کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم	378
حاصل ہونے والا درس	75	نیک اعمال کی ترغیب	393
مقدس ایام		گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے	479
دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے	382	**نیت**	
میلاد منانے کا ثبوت	407	اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے	65
مزارات پر حاضری اور اس کی برکات		نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب	280
بارگاہِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں حاضر		نیکی کا ارادہ کر کے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا	
ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات	235	اس نیکی کا ثواب پائے گا	286
مزارِ پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے		**توکل**	
کے 5 واقعات	236	مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی ترغیب	83
اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے غلو	477	**عفو و درگزر**	
خوفِ خدا		غصے پر قابو پانے کے 4 فضائل	55
اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے	210	عفو و درگزر کے فضائل	56
اقتدار کے بوجھ سے اشکبار	409	معاف کرنے کے فضائل	342

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآنِ مجید سمجھ کر پڑھنے والوں کی مثال

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت وسعادت ہے، لہٰذا تلاوتِ قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانیِ قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت اِیاس بن معاویہ رَحمۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: جولوگ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اوران کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں توان کے دل ڈر گئے اورانہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اوراس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا توانہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اورانہیں معلوم ہوگیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

(تفسیر قرطبی، باب ما جاء فی فضل تفسیر القرآن واھلہ، ۱/۴۱، الجزء الاول، ملخصاً)

ISBN 978-969-631-135-5
0101658
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صراط الجنان فی تفسیر القرآن

جلد سوم

پارہ 7..تا..9

بفیضانِ نظر

سراج الاُمّہ، کاشف الغُمّہ، امام اعظم، فقیہ افخم حضرت سیدنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس ومسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف وخصوصیات، اہلسنت کے نظریات ومعمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

کَنْزُ الْاِیْمَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن

اور

کَنْزُ الْعِرْفَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القراٰن (جلد سوم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شہر	پتہ	فون
کراچی	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
لاهور	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
حیدر آباد	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
ملتان	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

- بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تعوُّذ و (2) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقَّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراطُ الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ١٨ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِنو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجَمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجَمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین** مَدَنی سلَّمہُ الغَنِی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (اور دوسری جلد کے بعد اب پارہ نمبر 7، 8 اور 9 پر مبنی تیسری جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدّظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !　　صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

ساتواں پارہ

(وَاِذَا سَمِعُوْا)

پارہ نمبر...... 7

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب یہ سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پڑتی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں (حق کے) گواہوں کے ساتھ لکھ دے۔

﴾ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ: اور جب یہ لوگ اُس کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا۔﴿ جب حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نجاشی کے دربار میں جمع تھے اور مشرکینِ مکہ کا وفد بھی وہاں موجود تھا تو اس وقت نجاشی نے حضرت جعفر طیار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: کیا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کتاب میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ذکر ہے؟ حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: قرآنِ پاک میں ایک مکمل سورت حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف منسوب ہے، پھر **سورۂ مریم** اور **سورۂ طٰہٰ** کی چند آیات تلاوت فرمائیں تو نجاشی کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا۔ اسی طرح جب پھر حبشہ کا وفد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں **70** آدمی تھے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین کی تلاوت فرمائی تو اسے سن کر وہ لوگ بھی زار و قطار رونے لگے۔ اس آیت میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔[1] انہی سب کے متعلق فرمایا گیا کہ جب یہ لوگ اُس کو سنتے ہیں جو رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پڑتی ہیں کیونکہ وہ حق کو پہچان گئے اور وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم محمد مصطفٰی

1 ......مدارك، المائدة، تحت الآية: ۸۳، ص۲۹۹.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کے برحق ہونے کی شہادت دی، پس تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دے اور ہمیں اُس حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت میں داخل فرما جو روزِ قیامت تمام اُمتوں کے گواہ ہوں گے۔ (اور یہ بات انہیں انجیل سے معلوم ہو چکی تھی۔) اِس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکرِ الٰہی کے وقت عشق و محبت میں رونا اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح عذابِ الٰہی کے خوف اور رحمتِ الٰہی کی امید میں رونا بھی عبادت ہے۔ بہت سے **عاشقانِ قرآن**، قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جھومتے ہیں، یہ قرآن کریم سے لذت وسُرور حاصل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ صبح کی خوشگوار ہوا سے نرم شاخیں حرکت کرتی ہیں اور تلاوت کرنے والا رحمتِ الٰہی کی نسیم سے ہلتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کے 2 فضائل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی اچھا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، وہ کھجور کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں مگر مزہ شیریں ہے۔ اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے، وہ پھول کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو ہے مگر مزہ کڑوا اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا، وہ اندرائن کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور مزہ کڑوا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی ہے، **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو قرآن پڑھنے میں ماہر ہے، وہ کراماً کاتبین کے ساتھ ہے اور جو شخص رک رک کر قرآن پڑھتا ہے اور وہ اُس پر شاق ہے یعنی اُس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی، تکلیف کے ساتھ ادا کرتا ہے، اُس کے لیے دو اجر ہیں۔ [2][3]

تلاوتِ قرآن کے وقت رونے کی ترغیب

تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کے جلیلُ القدر بندوں کا طریقہ ہے کہ بلند مراتب پر پہنچنے کے باوجود بھی ان کی دلی کیفیات یہ ہوتی ہیں کہ جب ان کے سامنے کلامِ الٰہی کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انہیں سن کر وہ اللّٰہ تعالیٰ کے خوف سے رونے لگتے ہیں جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر 58 میں بیان ہوا، اسی طرح ان کی ایک

---

1 ......بخاری، کتاب الاطعمة، باب ذکر الطعام، ۳/۵۳۵، الحدیث: ۵۴۲۷.

2 ......مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل الماهر بالقرآن والذی یتتعتع فیه، ص ۴۰۰، الحدیث: ۲۴۴(۷۹۸).

3 ......تلاوتِ قرآن کے مزید فضائل جاننے کے لئے امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ’’تلاوت کی فضیلت‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اور کیفیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ﳓ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا تھا، جب تم اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رو نہ سکو تو رونے کی شکل بنالو۔[2]

حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قرآن کو غم کے ساتھ پڑھو کیونکہ یہ غم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جب تم سورۂ سبحان میں سجدہ کی آیت پڑھو تو سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم روؤ اور اگر تم میں سے کسی کی آنکھ نہ روئے تو دل کو رونا چاہئے (اور تکلف کے ساتھ رونے کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں حزن وملال کو حاضر کرے کیونکہ اس سے رونا پیدا ہوتا ہے)۔[4]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’غم ظاہر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کے ڈرانے، وعدہ اور عہد و پیمان کو یاد کرے پھر سوچے کہ اِس نے اُس کے احکامات اور ممنوعات میں کتنی کوتاہی کی ہے تو اس طرح وہ ضرور غمگین ہوگا اور روئے گا اور اگر غم اور رونا ظاہر نہ ہو جس طرح صاف دل والے لوگ روتے ہیں تو اس غم اور رونے کے نہ پائے جانے پر روئے کیونکہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔[5]

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا

---

1 ......زمر: ٢٣.

2 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ١٢٩/٢، الحديث: ١٣٣٧.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه ابراهيم، ١٦٦/٢، الحديث: ٢٩٠٢.

4 ......تفسير كبير، مريم، تحت الآية: ٥٨، ٥٥١/٧.

5 ......احياء العلوم، كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثانی فی ظاهر آداب التلاوة، ٣٦٨/١.

رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے۔ تو اللہ نے ان کے اس کہنے کے بدلے انہیں باغ دیئے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بدلہ ہے نیکوں کا۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخ والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ (جنت میں) داخل کردے۔ تو اللہ نے اُن کے اِس کہنے کے بدلے انہیں وہ باغات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ نیک لوگوں کی جزا ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ والے ہیں۔

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ: اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں۔﴾ جب حبشہ کا وفد اسلام سے مشرف ہو کر واپس گیا تو یہودیوں نے اُنہیں اِس پر ملامت کی۔ اس کے جواب میں انہوں نے یہ کہا کہ جب حق واضح ہوگیا تو ہم کیوں ایمان نہ لاتے [1] یعنی ایسی حالت میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے نہ کہ ایمان لانا کیونکہ ایمان لانا تو فلاحِ دارین کا سبب ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

[1] ......خازن، المائدة، تحت الآية: ٨٤، ١/٥٢٠.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

﴿ لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ : پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ایک جماعت سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وعظ سن کر ایک روز حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاں جمع ہوئی اور اُنہوں نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور اس پر اتفاق کیا کہ وہ ٹاٹ پہنیں گے اور ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزارا کریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے اور گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے اور عورتوں سے جدا رہیں گے نیز خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس ارادہ سے روک دیا گیا۔ (1)

اعمال میں اعتدال کا حکم

احادیثِ مبارکہ میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعتدال کا حکم فرمایا اور عبادت کرنے میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا۔ اس کے لئے درج ذیل 3 احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(1)......اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ’’رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت حولاء بنتِ تُوَیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا ان کے پاس سے گزریں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: ’’یہ حولاء بنت تُوَیت (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا)

1......تفسير قرطبی، المائدة، تحت الآية: ۸۷، ۳/۱۵۶، الجزء السادس.

ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کرسکو، بخدا! اللہ تعالیٰ نہیں اکتائے گا لیکن تم اکتا جاؤ گے۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجد میں تشریف لائے، اس وقت مسجد کے دوستونوں کے درمیان رسی تانی ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یہ حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور جب ان پر تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔[2]

(3)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور ہر رات قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا تھا، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلوایا، میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات قرآنِ مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، یارسول اللہ! لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا ارادہ کیا ہے۔ سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم مہینے میں صرف تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی! حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے کس طرح تھے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور فرمایا ’’ہر ماہ میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ’’پھر بیس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کرلو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ’’پھر دس دن میں ایک

1......مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره، ص٣٩٤، الحديث: ٢٢٠(٧٨٥).
2......مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره، ص٣٩٤، الحديث: ٢١٩(٧٨٤).

قرآنِ پاک ختم کرلو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا'' پھر سات دن میں قرآنِ پاک ختم کرلو اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔''[1]

حلال چیزوں کو ترک کرنے کا شرعی حکم

حلال چیزوں کو ترک کرنا جائز ہوتا ہے کہ ان کا کرنا کوئی فرض و واجب نہیں ہوتا لیکن جس طرح حرام کو گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کیا جاتا ہے اس طرح حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ نیز کسی حلال چیز کے متعلق بطورِ مبالغہ یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ ہم نے اس کو اپنے اُوپر حرام کرلیا ہے۔ صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے جو بہت سی چیزوں کو ترک کرنے کے واقعات ملتے ہیں وہ بطورِ علاج ہیں یعنی جس طرح بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتے ہوئے کئی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی طرح صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نفس کے علاج کیلئے بعض حلال چیزوں کو حلال سمجھنے کے باوجود ترک کردیتے ہیں، لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت تو ہے لیکن یہ اجازت نہیں کہ ان کے ساتھ حرام جیسا سلوک کیا جائے۔

حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کے بارے میں ایک اہم مسئلہ

اس آیتِ مبارکہ میں پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دینے سے منع فرمایا، اس سے ان لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی طرف منسوب ہر چیز پر حرام کے فتوے دینے پر لگے رہتے ہیں اور ہر چیز میں انہیں شرک ہی سوجھتا ہے۔

لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ

[1] ......مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر... الخ، ص۵۸۵، الحدیث: ۱۸۲(۱۱۵۹).

اَیَّامٍؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْؕ وَ احْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم مضبوط کرلو تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا اُن دس کو کپڑے دینا ہے یا ایک مملوک (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا ہے تو جو نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ: اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت نے کھانے پینے کی چند حلال چیزیں اور کچھ لباس اپنے اوپر حرام کرلئے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی، مزید یہ کہ اس پر انہوں نے قسمیں بھی کھالیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس چیز سے منع کیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں قسم کے احکام بیان کئے گئے۔ (1)

قسم کی اقسام

قسم کی تین قسمیں ہیں:

(1) ......تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۴/۴۱۸-۴۱۹.

(1)......**یمینِ لَغْو یعنی غلط فہمی کی قسم**، یہ وہ قسم ہے کہ آدمی کسی واقعہ کو اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھالے اور حقیقت میں وہ ایسا نہ ہو، ایسی قسم پر کفارہ نہیں۔

(2)......**یمینِ غَمُوس یعنی جھوٹی قسم**، کسی گزشتہ واقعے کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، یہ حرام ہے۔

(3)......**یمینِ مُنعقدہ**، جو کسی آئندہ کے معاملے پر اسے پورا کرنے یا پورا نہ کرنے کیلئے کھائی جائے، کسی صحیح معاملے پر کھائی گئی ایسی قسم توڑنا منع بھی ہے اور اس پر کفارہ بھی لازم ہے۔ قسم کی تیسری صورت پر ہی کفارہ لازم آتا ہے۔

قسم کا کفارہ

یہاں آیتِ مبارکہ میں قسم کا کفارہ بیان کیا گیا ہے اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اگر کوئی قسم توڑے تو ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر درمیانے درجے کا کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے۔ ان تینوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے کی اجازت ہے اور اگر تینوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین روزے رکھنا کفارہ ہے۔

قسم کے کفارے کے چند مسائل

قسم کے کفارے سے متعلق چند مسائل یاد رکھیں:

(1)......مسکینوں کو کھانا کھلانے کی بجائے انہیں صدقہ فطر کی مقدار بھی دے سکتا ہے۔

(2)......یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسکین کو دس روز دیدے یا کھلا دیا کرے۔

(3)......بہت گھٹیا قسم کا کھانا کھلانے کی اجازت نہیں، درمیانے درجے کا ہونا چاہیے۔

(4)......مسکینوں کو کپڑے پہنائے تو وہ بھی درمیانے درجے کے ہونے چاہئیں اور درمیانے درجے کے وہ ہیں جن سے اکثر بدن ڈھک سکے اور درمیانے درجے کے لوگ پہنتے ہوں یعنی سوٹ بہت گھٹیا نہ ہو اور تین مہینے تک چل سکتا ہو۔

(5)......روزہ سے کفارہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے جب کہ کھانا کھلانے، کپڑا دینے اور غلام آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو۔

(6)......روزے رکھنے کی صورت میں ضروری ہے کہ یہ روزے مسلسل رکھے جائیں۔

(7)......کفارہ قسم توڑنے سے پہلے دینا درست نہیں۔

مشورہ: قسم کے بارے میں کچھ کلام سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 224 اور 225 کے تحت تفسیر میں گزر چکا ہے وہاں سے اس کا مطالعہ فرمائیں، نیز قسم اور اس کے کفارے کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کیلئے بہارِ شریعت حصہ 9 سے ''**قسم کا بیان**'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْ: اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔﴾ قسم کی حفاظت کا حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیں پورا کرو اگر اس میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو اور یہ بھی حفاظت ہے کہ قسم کھانے کی عادت ترک کی جائے۔ [1][2]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ: ناپاک شیطانی کام ہیں۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں چار چیزوں کے نجاست وخباثت اور ان کا شیطانی کام ہونے کے بارے میں بیان فرمایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں: **(1)** شراب۔ **(2)** جوا۔ **(3)** اَنصاب یعنی بت۔ **(4)** اَزلام یعنی پانسے ڈالنا۔ ہم یہاں بالترتیب ان چاروں چیزوں کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(1)......**شراب۔** صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شراب پینا حرام ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر اس کو معاصی (یعنی گناہوں) اور بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے۔ [3]

حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔ [4]

---

1 ......تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲/۵۱.

2 ......قسم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے رسالہ ''قسم کے بارے میں مدنی پھول'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بھی مفید ہے۔

3 ......بہارِ شریعت، حصہ نہم، شراب پینے کی حد کا بیان، ۲/۳۸۵۔

4 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۴۹، الحدیث: ۲۲۱۳۶.

شراب پینے کی وعیدیں

احادیث میں شراب پینے کی انتہائی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے **3** احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت کی: (1) شراب بنانے والے پر۔ (2) شراب بنوانے والے پر۔ (3) شراب پینے والے پر۔ (4) شراب اٹھانے والے پر۔ (5) جس کے پاس شراب اٹھا کر لائی گئی اس پر۔ (6) شراب پلانے والے پر۔ (7) شراب بیچنے والے پر۔ (8) شراب کی قیمت کھانے والے پر۔ (9) شراب خریدنے والے پر۔ (10) جس کے لئے شراب خریدی گئی اس پر۔[1]

(2)......حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور سور بنا دے گا۔[2]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قسم ہے میری عزت کی! میرا جو بندہ شراب کی ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اس کو اُتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے اُسے چھوڑے گا میں اس کو حوضِ قدس سے پلاؤں گا۔[3]

شراب حرام ہونے کا 10 انداز میں بیان

اس آیت اور اس سے بعد والی آیت میں شراب کے حرام ہونے کو **10** مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے:

(1)......شراب کو جوئے کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

(2)......بتوں کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

(3)......شراب کو ناپاک قرار دیا ہے۔

(4)......شیطانی کام قرار دیا ہے۔

1......ترمذی، کتاب البیوع، باب النهی ان یتخذ الخمر خلاً، ۴۷/۳، الحدیث: ۱۲۹۹.

2......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۳۶۸/۴، الحدیث: ۴۰۲۰.

3......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامة الباهلی، ۲۸۶/۸، الحدیث: ۲۲۲۸۱.

(5)......اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(6)......کامیابی کا مدار اس سے بچنے پر رکھا ہے۔

(7)......شراب کو عداوت اور بغض کا سبب قرار دیا ہے۔

(8,9)......شراب کو ذِکْرُ اللہ اور نماز سے روکنے والی چیز فرمایا ہے۔

(10)......اس سے باز رہنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔[1]

شراب نوشی کے نقصان

یہاں ہم شراب نوشی کے چند وہ نتائج ذکر کرتے ہیں جو پوری دنیا میں نظر آرہے ہیں تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور جو مسلمان شراب نوشی میں مبتلا ہیں وہ اپنے اس برے عمل سے باز آجائیں۔

(1)......شراب نوشی کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف مُہلک اور خطرناک امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔

(2)......لاکھوں افراد شراب نوشی کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔

(3)......زیادہ تر سڑک حادثات شراب پی کر گاڑی چلانے کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔

(4)......ہزاروں افراد شرابیوں کے ہاتھوں بے قصور قتل و غارت گری کا نشانہ بن رہے ہیں۔

(5)......لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں۔

(6)......لاکھوں عورتیں شرابی مردوں کی طرف سے جنسی حملوں کا شکار ہو رہی ہیں۔

(7)......والدین کی شراب نوشی کی وجہ سے زندگی کی توانائیوں سے عاری اور مختلف امراض میں مبتلا بچے پیدا ہو رہے ہیں۔

(8)......لاکھوں بچے شرابی والدین کی وجہ سے یتیمی اور اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

(9)......شرابی شخص کے گھر والے اور اہل و عیال اس کی ہمدردی اور پیار و محبت سے محروم ہو رہے ہیں۔

(10)......ان نقصانات کے علاوہ شراب کے اقتصادی نقصانات بھی بہت ہیں کہ اگر شراب کی خرید و فروخت اور امپورٹ ایکسپورٹ سے حاصل ہونے والی رقم اور ان اخراجات کا موازنہ کیا جائے جو شراب کے برے اثرات کی روک تھام پر ہوتے ہیں تو سب پر واضح ہو جائے گا کہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی ان اخراجات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں

1......تفسیرات احمدی، المائدة، تحت الآية: ۹۰، ص ۳۷۰.

جو اس کے برے نتائج کو دور کرنے پر ہو رہے ہیں، مثال کے طور پر شراب نوشی کی وجہ سے ہونے والی نفسیاتی اور دیگر بیماریوں کے علاج، نشے کی حالت میں ڈرائیورنگ سے ہونے والے حادثات، پولیس کی گرفتاریاں اور زحمتیں، شرابیوں کی اولاد کے لئے پرورش گاہیں اور ہسپتال، شراب سے متعلقہ جرائم کے لئے عدالتوں کی مصروفیات، شرابیوں کے لئے قید خانے وغیرہ امور پر ہونے والے اخراجات دیکھے جائیں تو یہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کہیں زیادہ نظر آئیں گے اور اس کے علاوہ کچھ نقصانات تو ایسے ہیں کہ جن کا موازنہ مال و دولت سے کیا ہی نہیں جا سکتا جیسے پاک نسلوں کی تباہی، سستی، بے راہ روی، ثقافت و تمدن کی پسماندگی، احساسات کی موت، گھروں کی تباہی، آرزوؤں کی بربادی اور صاحبانِ فکر افراد کی دماغی صلاحیتوں کا نقصان، یہ وہ نقصانات ہیں جن کی تلافی روپے پیسے سے کسی صورت ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور شراب نوشی کی آفتِ بد سے نجات عطا فرمائے۔

(2)...... جوا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔[1]

جوئے کی مذمت میں 2 احادیث

احادیث میں جوئے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے چنانچہ جوئے کے ایک کھیل کے بارے میں حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نردشیر (جوئے کا ایک کھیل) کھیلا تو گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔''[2]

اور حضرت ابو عبد الرحمٰن خطمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص نرد کھیلتا ہے پھر نماز پڑھنے اٹھتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیپ اور سوئر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔''[3]

جوئے کے دینی نقصانات

دینِ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہر اس عمل اور عادت سے روکا ہے جس سے ان کا مالی اور جسمانی نقصان وابستہ ہو اور وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے۔ ایسی بے شمار چیزوں میں سے ایک چیز جوا بازی ہے جو کہ

---

1 ...... فتاویٰ رضویہ، ۱۹/۶۴۶۔

2 ...... مسلم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، ص ۱۲۴۰، الحديث: ۱۰ (۲۲۶۰).

3 ...... مسند امام احمد، احاديث رجال من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ۹/۵۰، الحديث: ۲۳۱۹۹.

معاشرتی امن وسکون اور باہمی محبت ویکانگت کے لئے زہرِ قاتل سے بڑھ کر ہے اور قرآن وحدیث میں مختلف انداز سے مسلمانوں کو اس شیطانی عمل سے روکا گیا ہے لیکن افسوس کہ فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد اس خبیث ترین عمل میں مبتلا نظر آرہی ہے اور یہ لوگ دنیا وآخرت کے لئے حقیقی طور پر مفید کاموں کو چھوڑ کر اپنے شب و روز کو اسی عمل میں لگائے ہوئے ہیں اور ان کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ ان مسلمانوں کی نہ تو دنیوی پسماندگی دور ہو رہی ہے اور نہ ہی وہ اپنی اخروی کامیابی کے لیے کچھ کر پا رہے ہیں۔ ہم یہاں جوئے بازی کے 3 دنیوی نقصانات ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمان انہیں پڑھ کر اپنی حالت پر کچھ رحم کریں اور جوئے سے باز آجائیں۔

(1)...... جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض، عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور بسا اوقات قتل و غارت گری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(2)...... جوئے بازی کی وجہ سے مالدار انسان لمحوں میں غربت وافلاس کا شکار ہو جاتا ہے، خوشحال گھر بدحالی کا نظارہ پیش کرنے لگتے ہیں، اچھا خاصا آدمی کھانے پینے تک کا محتاج ہو کر رہ جاتا ہے، معاشرے میں اس کا بنا ہوا وقار ختم ہو جاتا ہے اور سماج میں اس کی کوئی قدر و قیمت اور عزت باقی نہیں رہتی۔

(3)...... جوئے باز نفع کے لالچ میں بکثرت قرض لینے اور کبھی کبھی سودی قرض لینے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے اور جب وہ قرض ادا نہیں کر پاتا یا اسے قرض نہیں ملتا تو وہ ڈاکہ زنی اور چوری وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے حتّٰی کہ جوئے باز چاروں جانب سے مصیبتوں میں ایسا گھر جاتا ہے کہ بالآخر وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور انہیں اس شیطانی عمل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(3)...... **انصاب۔** حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔[1]

امام **عبد اللہ** بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد بت ہیں کیونکہ انہیں نصب کر کے ان کی پوجا کی جاتی ہے۔[2]

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ اگر انصاب سے مراد وہ پتھر ہوں جن کے

1 ......ابن كثير، المائدة، تحت الآية: ۹۰، ۳/۱٦۱.

2 ......مدارك، المائدة، تحت الآية: ۹۰، ص۳۰۲.

پاس کفار اپنے جانور ذبح یا نَحر کرتے تھے تو ان پتھروں کو ناپاک اس لئے کہا گیا تا کہ کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں اگر ان کی کوئی عظمت باقی ہے تو وہ بھی نکل جائے ،اور اگر انصاب سے مراد وہ بت ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے (ان کے پاس جانور ذبح کئے جاتے ہوں یا نہیں) تو انہیں ناپاک اس لئے کہا گیا تا کہ سب پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جس طرح اصنام سے بچنا واجب ہے اسی طرح انصاب سے بچنا بھی واجب ہے۔[1]

(4)......**ازلام**۔زمانۂ جاہلیت میں کفار نے تین تیر بنائے ہوئے تھے،ان میں سے ایک پر لکھا تھا ’’ہاں‘‘ دوسرے پر لکھا تھا ’’نہیں‘‘ اور تیسرا خالی تھا۔وہ لوگ ان تیروں کی بہت تعظیم کرتے تھے اور یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے اور کعبہ معظّمہ میں کفارِ قریش کے پاس ہوتے تھے (جب انہیں کوئی سفر یا اہم کام درپیش ہوتا تو وہ ان تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ان پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے)۔پرندوں سے اور وحشی جانوروں سے براشگون لینا اور کتابوں سے فال نکالنا وغیرہ بھی اسی میں داخل ہے۔[2]

کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانے کی مذمت

احادیث میں کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانے کی شدید مذمت کی گئی ہے،ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو گویا اس نے اُس کا انکار کر دیا جو (حضرت) محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا گیا۔[3]

(2)......حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے،سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو چالیس (40) راتوں تک اس کی توبہ روک دی جاتی ہے اور اگر اُس نے اِس کی تصدیق کی تو کفر کیا۔[4]

(3)......حضرت قبیصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’خط کھینچنا، فال نکالنا اور پرندے اُڑا کر شگون لینا جِبت (یعنی شیطانی کاموں) میں سے ہے۔[5]

1......البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ۱۶/۴.

2......البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ۱۶/۴.

3......مستدرک، کتاب الایمان، التشدید فی اتیان الکاهن و تصدیقه، ۱۵۳/۱، الحدیث: ۱۵.

4......معجم الکبیر، ابوبکر بن بشیر عن واثلة، ۶۹/۲۲، الحدیث: ۱۶۹.

5......ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الخط وزجر الطیر، ۲۲/۴، الحدیث: ۳۹۰۷.

آیت" فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......صرف نیک اعمال کرنے سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں تقویٰ کے دو پر ہیں، پرندہ ایک پر سے نہیں اڑتا۔

(2)......نیکیاں کرنا اور برائیوں سے بچنا دنیا اور دکھلاوے کے لئے نہ ہونا چاہئے بلکہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہئے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بَیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللّٰہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللّٰہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟

﴿**اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ : بیشک شیطان تو چاہتا ہے۔**﴾ اس آیت میں شراب اور جوئے کے نتائج اور وبال بیان فرمائے گئے کہ شراب خوری اور جوئے بازی کا ظاہری دنیوی وبال تو یہ ہے کہ اس سے آپس میں بغض اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں جبکہ ظاہری دینی وبال یہ ہے کہ جو شخص اِن برائیوں میں مبتلا ہو وہ ذکرِ الٰہی اور نماز کے اوقات کی پابندی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور نماز سے روکے، وہ بری ہے اور چھوڑنے کے قابل ہے، اسی لئے جمعہ کی اذان کے بعد تجارت حرام ہے۔[1]

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا

---

1 ......بغض کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’بغض و کینہ‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ : اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس کام کا تمہیں حکم دیا اور جس کام سے منع کیا اس میں ان کا حکم مانو اور احکامات اور ممنوعات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرنے سے ڈرو، پھر اگر تم اُس سے منہ موڑ لو جس کا تمہیں حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا تو جان لو کہ اس سے ہمارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ ہمارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے، بلکہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہے کہ تم اپنے اعراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔[1]

لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ع ۱۲/۲

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

1 ......خازن، المائدة، تحت الآية: ۹۲، ۱/۵۲۵، مدارك، المائدة، تحت الآية: ۹۲، ص۳۰۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان پر کھانے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور اچھے عمل کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیکیاں کریں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ: جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴾ یہ آیتِ مبارکہ اُن صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے حق میں نازل ہوئی جو شراب حرام کئے جانے سے پہلے وفات پا چکے تھے اور چونکہ شراب حرام نہ تھی تو وہ پی لیا کرتے تھے۔ جب اُن کے بعد شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اُن کی فکر ہوئی کہ اُن سے شراب کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی یا نہیں؟[1] نیز جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم دیگر شہروں میں موجود ہیں اور انہیں اس بات کا علم ابھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دے دی ہے، اگر وہ اِس لاعلمی کے کچھ عرصہ میں شراب پی لیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے جن نیک ایمانداروں نے کچھ کھایا پیا وہ گنہگار نہیں، اسی طرح جنہیں حرمت کا حکم نازل ہوجانے کا علم نہیں ان پر بھی حکم کی معلومات ہونے سے پہلے شراب پی لینے کی صورت میں کچھ گناہ نہیں۔

اِس آیتِ مبارکہ میں لفظ ''اِتَّقَوْا'' جس کے معنیٰ ڈرنے اور پرہیز کرنے کے ہیں، تین مرتبہ آیا ہے: پہلے سے مراد شرک سے بچنا، دوسرے سے مراد تمام حرام کاموں اور گناہوں سے بچنا اور تیسرے سے مراد شبہات کا ترک کردینا ہے۔[2]

بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلے سے مراد تمام حرام چیزوں سے بچنا اور دوسرے سے اُس پر قائم رہنا اور تیسرے سے مراد وحی کے نازل ہونے کے زمانے میں یا اُس کے بعد جو چیزیں منع کی جائیں اُن کو چھوڑ دینا ہے۔[3]

بعض مفسرین نے یہ معنیٰ بیان کیا کہ پہلے بھی گناہوں سے بچتے رہے ہوں اور اب بھی بچتے رہیں اور آئندہ بھی بچتے رہیں۔[4]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

1 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة المائدة، ۵/۳۸، الحديث: ۳۰۶۲.

2 ......مدارك، المائدة، تحت الآية: ۹۳، ص۳۰۲.

3 ......خازن، المائدة، تحت الآية: ۹۳، ۱/۵۲۵، مدارك، المائدة، تحت الآية: ۹۳، ص۳۰۳، جمل، المائدة، تحت الآية: ۹۳، ۲/۲۷۳.

4 ......تفسير كبير، المائدة، تحت الآية: ۹۳، ۴/۴۲۷.

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہونچیں کہ اللہ پہچان کرادے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے اس کے لئے دردناک سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ضرور اللہ ان شکاروں کے ذریعے جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تمہارا امتحان کرے گا تا کہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس (ممانعت) کے بعد جو حد سے بڑھے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ: ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا۔﴾ 6 ہجری جس میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس سال مسلمان حالتِ احرام میں تھے۔ اُس حالت میں وہ اِس آزمائش میں ڈالے گئے کہ شکار کئے جانے والے جانور اور پرندے بڑی کثرت سے آئے اور اُن کی سواریوں پر چھا گئے۔ اتنی کثرت تھی کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کیلئے انہیں ہتھیار سے شکار کرلینا بلکہ ہاتھ سے پکڑ لینا بالکل اختیار میں تھا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی[1] لیکن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم حکمِ الٰہی کی پابندی میں ثابت قدم رہے اور حالتِ احرام میں شکار نہ کیا۔ اس سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی عظمت بھی ظاہر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی گناہ کے اسباب و مواقع جس قدر کثرت سے موجود ہوں ان سے بچنے میں اتنا ہی زیادہ ثواب ہے، جیسے نوجوان کو تقویٰ و پرہیزگاری اور پارسائی کا ثواب بوڑھے کی بنسبت زیادہ ہے۔ یونہی جو برے لوگوں کے درمیان بھی نیک رہے وہ نیکوں کے درمیان نیک رہنے والے سے بہتر ہے۔ حضرت سیدنا یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور زلیخا کا واقعہ بھی اِس بات کی قوی دلیل ہے لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اِن باتوں کا یہ مطلب نہیں کہ برے دوستوں کی صحبت میں رہ کر یا گناہ کی جگہ جا کر نیک بننے کی کوشش کرے تا کہ زیادہ بڑا متقی بنے بلکہ حتی الامکان ایسی صحبت اور مقام سے بچنا ہی چاہیے کہ زیادہ تقویٰ کی امید پر کہیں اصل ہی سے نہ جاتے رہیں۔

1 ......خازن، المائدة، تحت الآية: ۹۴، ۱/۵۲۵.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہونچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اَب کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ مویشیوں میں سے اسی طرح کا وہ جانور دیدے جس کے شکار کی مثل ہونے کا تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں، یہ کعبہ کو پہنچتی ہوئی قربانی ہو یا چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اس کے برابر روزے تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے پہلے جو کچھ گزرا اسے معاف فرما دیا اور جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ: حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حالتِ احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہاں اِس کے چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

حالتِ احرام میں شکار کرنے کے شرعی مسائل

(1)......مُحرِم یعنی احرام والے پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

(2)......جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔

(3)......حالتِ احرام میں ہر وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

(4)......کاٹنے والا کتا، کوا، بچھو، چیل، چوہا، بھیڑیا اور سانپ ان جانوروں کو احادیث میں فَوَاسِق فرمایا گیا ہے اور ان کے قتل کی اجازت دی گئی ہے۔

(5)......مچھر، پِسُّو، چیونٹی، مکھی اور حشراتُ الارض اور حملہ آور درندوں کو مارنا معاف ہے۔[1]

(6)......حالتِ احرام میں جن جانوروں کا مارنا ممنوع ہے وہ ہر حال میں ممنوع ہے جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے۔ جان بوجھ کر مارنے کا حکم تو اس آیت میں موجود ہے غلطی سے مارنے کا حکم حدیث شریف سے ثابت ہے۔[2]

حالتِ احرام میں شکار کے کفارے کی تفصیل

حالتِ احرام میں شکار کے کفاروں سے متعلق یہ تفصیل ہے۔

(1)......خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مجبور ہو یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حساب سے جو قیمت بتادیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو قیمت ہو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتادیا جب بھی کافی ہے۔

(2)......شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کرکے فقراء کو تقسیم کردے یا اُس کا غلہ خرید کر مساکین پر تَصَدُّق کردے، اتنی مقدار دے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار پہنچ جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہوسکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غلہ بچ جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کے عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

(3)......کفارہ کا جانور حرم کے باہر ذبح کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا اور اگر اس میں سے خود بھی کھایا تو اتنے کا تاوان دے۔[3]

---

1 ......تفسیر احمدی، المائدة، تحت الآية: ۹۵، ص ۳۷۲-۳۷۷.

2 ......مدارك، المائدة، تحت الآية: ۹۵، ص۳۰۳.

3 ......بہارِ شریعت، حصہ ششم، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱/۱۱۷۹-۱۱۸۰۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

﴿ **اُحِلَّ لَكُمْ : تمہارے لئے حلال کر دیا گیا۔** ﴾ اس آیت میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا کہ مُحْرِم کے لئے دریا کا شکار حلال ہے اور خشکی کا حرام۔ دریا کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش دریا میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔[1]

دو شکار حرام ہیں

یاد رہے کہ دو شکار حرام ہیں: مُحْرِم کا کیا ہوا اور حرم کا۔ حرم شریف میں رہنے والے شکار کئے جانے والے جانور کو نہ وہ آدمی شکار کر سکتا ہے جو حالتِ احرام میں ہو اور نہ بغیر احرام والا، وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہیں۔ یہاں احرام کے شکار کی حرمت کا ذکر ہے جو احرام ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے مگر حرم کا شکار ہمیشہ ہر شخص کے لئے حرام ہے خواہ وہ شخص احرام میں ہو یا احرام سے فارغ بلکہ حرم کے شکار کو اس کی جگہ سے اٹھانا بھی منع ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْیَ وَ الْقَلَآىٕدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی

[1] ......بحر الرائق، كتاب الحج، فصل ان قتل محرم صيداً... الخ، ۳/۴۷.

الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینے اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو اور حرمت والے مہینے کو اور حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں (حج کی قربانی ہونے کی) نشانی لٹکائی ہوئی ہو (ان سب کو) لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنا دیا۔ یہ اس لیے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یقین کرلو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ: اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنا دیا۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کیلئے قیام کا باعث بنایا کہ وہاں دینی اور دنیوی اُمور کا قیام ہوتا ہے، خوفزدہ وہاں پناہ لیتا ہے، ضعیفوں کو وہاں امن ملتا ہے، تاجر وہاں نفع پاتے ہیں اور حج و عمرہ کرنے والے وہاں حاضر ہو کر مناسک ادا کرتے ہیں لہٰذا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نعمت ہے۔ یونہی ذی الحجہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور ہدی کے جانوران سب کے ساتھ بھی دینی اور دنیاوی امور وابستہ ہیں کہ اس کے گوشت سے غریبوں اور امیروں کا گزارہ ہوتا ہے اور اس سے ایک رکنِ اسلامی ادا ہوتا ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور اللہ بخشنے والا، مہربان بھی ہے۔

﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ : جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ جان رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان بھی ہے، تو حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد اپنی صفت ''شَدِیْدُ الْعِقَابِ'' ذکر فرمائی تاکہ خوف و امید سے ایمان کی تکمیل ہو، اس کے بعد صفت ''غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'' بیان فرما کر اپنی وسعتِ رحمت کا اظہار فرمایا۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ (۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: رسول پر نہیں مگر حکم پہونچانا اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رسول پر صرف تبلیغ لازم ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔

﴿ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ : رسول پر صرف تبلیغ لازم ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صرف تبلیغ لازم ہے تو جب میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حکم پہنچا کر فارغ ہو گئے تو تم پر اطاعت لازم ہو گئی اور حجت قائم ہو گئی اور تمہارے لئے عذر کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے نیازی بھی مذکور ہے کہ وہ تمہارے حاجت مند نہیں بلکہ تم ان کے محتاج ہو۔ اگر کوئی بھی ان کی اطاعت نہ کرے تو ان کا کچھ نہ بگڑے گا کیونکہ وہ تبلیغ فرما چکے، جیسے سورج سے اگر کوئی نور نہ لے تو سورج کو کوئی نقصان نہیں بلکہ نقصان اسی کا ہے جو سورج سے نور نہیں لے رہا۔

﴿ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔﴾ یعنی تمہارے ظاہری اور باطنی احوال میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے اللہ تعالیٰ ویسی تمہیں جزا دے گا۔

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۠ (۱۰۰)

ع ۱۳ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ ستھرا اور گندہ برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والو کہ تم فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ برابر نہیں ہیں اگرچہ گندے لوگوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴿ قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ: تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ برابر نہیں ہیں۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ حلال و حرام، نیک و بد، مسلم و کافر اور کھرا کھوٹا ایک درجہ میں نہیں ہوسکتے بلکہ حرام کی جگہ حلال، بد کی جگہ نیک، کافر کی جگہ مسلمان اور کھوٹے کی جگہ کھرا ہی مقبول ہے۔

﴿ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ: اگرچہ گندے کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا داروں کو مال و دولت کی کثرت اور دنیا کی زیب و زینت بھاتی ہے حالانکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہیں کیونکہ دنیا کی زینت و آرائش اور اس کی نعمتیں ختم ہو جائیں گی جبکہ وہ نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ (1)

دنیا کی محبت

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے مال و دولت کی چاہت، اس کی نعمتوں اور آسائشوں کی خواہشات اور اس کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کی تمنا میں لگے رہنا اور اپنی آخرت کی تیاری سے غافل رہنا انتہائی مذموم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کردیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کردیا گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

1 ...... خازن، المائدة، تحت الآية: ١٠٠، ١/٥٣٠.

2 ...... ال عمران: ١٤.

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَاۚ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَاؕ وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے۔

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ہمیشہ دنیا کی فکر میں مبتلا رہے گا (اور دین کی پرواہ نہ کرے گا) تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے تمام کام پریشان کردے گا اور اس کی مفلسی ہمیشہ اس کے سامنے رہے گی اور اسے دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور جس کی نیت آخرت کی جانب ہو گی تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی دل جمعی کے لئے اس کے تمام کام درست فرما دے گا اور اس کے دل میں دنیا کی بے پروائی ڈال دے گا اور دنیا اس کے پاس خود بخود آئے گی۔ [2]

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا دوسرا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لئے وہ آدمی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔ [3]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا، پس تم فنا ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔ [4]

اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی دنیوی بہتری کے ساتھ ساتھ اپنی اخروی تیاری کی طرف بھی توجہ کرنے اور اس کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ

❶......ال عمران:۱٤٥.

❷......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ٤/٤٢٤، الحديث: ٤١٠٥.

❸......شعب الايمان، الحادى والسبعون من شعب الايمان ... الخ، فصل فيما بلغنا عن الصحابة... الخ، ٧/٣٧٥، الحديث: ١٠٦٣٨.

❹......مسند امام احمد، مسند الكوفيين، حديث ابى موسى الاشعرى، ٧/١٦٥، الحديث: ١٩٧١٧.

وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ انہیں معاف فرما چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جارہا ہے تو تم پر وہ چیزیں ظاہر کردی جائیں گی اور اللہ ان کو معاف کرچکا ہے اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے۔

﴿لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ: ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ''جس کو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''حذافہ۔ پھر فرمایا ''اور پوچھو، تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُٹھ کر ایمان و رسالت کا اقرار کرکے معذرت پیش کی۔ (1)

امام ابنِ شہاب زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ نے اُن سے شکایت کی اور کہا کہ ''تو بہت نالائق بیٹا ہے، تجھے کیا معلوم کہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کا کیا حال تھا؟ خدانخواستہ، تیری ماں سے کوئی قصور ہوا ہوتا تو آج وہ کیسی رسوا ہوتی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ اگر سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی حبشی غلام کو میرا باپ بتادیتے تو میں یقین کے ساتھ مان لیتا۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ''لوگ بطریقِ

1 ......بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظهر عند الزوال، ۱/ ۲۰۰، الحدیث: ۵۴۰.

2 ......تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۲/ ۵۷.

اِستہزاءاس قسم کے سوال کیا کرتے تھے،کوئی کہتا میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔اس پر ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال فرض ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سکوت فرمایا۔سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ ’’جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہوجاتا اور تم نہ کرسکتے۔ (2)

آیت’’ لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ ‘‘ اور اس کی تفسیر میں مذکور روایات سے معلوم ہونے والی اہم باتیں

اس آیت اور اس کی تفسیر میں جو روایات ذکر ہوئیں ان سے چار اہم باتیں معلوم ہوئیں

(1)......حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم غیب: ان روایات سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیب کا علم رکھتے ہیں کیونکہ کسی کا حقیقی باپ کون ہے؟ اس کا تعلق غیب سے ہے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کلی علم عطا فرمایا گیا ورنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو بلکہ فرماتے کہ فلاں فلاں شعبے کے متعلق پوچھ لو یا فرماتے کہ صرف شریعت کے متعلق جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بغیر کسی قید کے فرمانا کہ **جو پوچھنا ہے پوچھو اور پوچھنے والوں کا بھی ہر طرح کی بات پوچھ لینا** اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب کچھ جانتے ہیں اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم یہی عقیدہ رکھتے تھے۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیارات: آخری روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس چیز کو فرض فرمادیں وہ فرض ہوجائے۔

(3)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر شفقت: آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت پر نہایت شفیق ہیں۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگر ایک مرتبہ ہاں فرمادیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہوجاتا لیکن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امت پر آسانی فرمائی اور ہاں نہیں فرمایا۔

نوٹ: سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کے متعلق فتاویٰ رضویہ کی 29 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی درج ذیل کتابوں کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب لا تسألوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم، ۳/۲۱۸، الحديث: ۴۶۲۲.

2 ......مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، ص ۶۹۸، الحديث: ۴۱۲(۱۳۳۷).

(1) خَالِصُ الْاِعْتِقَاد (علم غیب سے متعلق 120 دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب) (2) اَنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَاَخْفٰی (حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم دیئے جانے کا ثبوت) (3) اِزَاحَۃُ الْعَیْبِ بِسَیْفِ الْغَیْبِ (علم غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بد مذہبوں کا رد) ۔ اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کائنات اور شریعت دونوں کے متعلق اختیارات جاننے کیلئے فتاوی رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم تصنیف اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ (مصطفٰی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والا کہنے والوں کے لئے انعامات)'' کا مطالعہ فرمائیے۔

(4)......حلت وحرمت کا اہم اصول: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس امر کی شریعت میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح وجائز ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث میں ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''حلال وہ ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اُس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا تو وہ معاف ہے۔[1]

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے اگلی ایک قوم نے انہیں پوچھا پھر ان سے منکر ہو بیٹھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا تھا پھر اس کا انکار کرنے والے ہوگئے۔

﴿قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ: بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا تھا۔﴾ مسلمانوں کو ایک حکم دینے کے بعد سابقہ امتوں کے واقعات سے سمجھایا کہ تم سے پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بے ضرورت سوالات کئے اور جب حضراتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے احکام بیان فرما دیئے تو وہ ان احکام کو بجا نہ لا سکے۔ تو تم سوالات کرنے ہی سے بچو کیونکہ اگر تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دے دیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی سوال کا جواب تمہیں برا لگے۔

[1]......ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۳/۲۸۰، الحدیث: ۱۷۳۲.

بے ضرورت سوالات کرنے کی مذمت

احادیث میں بے ضرورت سوالات کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے،اس سے متعلق 3 احادیث درج ذیل ہیں، چنانچہ

(1)...... حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کردی گئی۔ (1)

(2)...... حضرت ابوثعلبہ خُشَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالٰی نے کچھ حدیں مقرر کی ہیں تو ان سے آگے نہ بڑھو، کچھ فرائض لازم فرمائے ہیں تو انہیں ضائع نہ کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں تو ان کی حرمت نہ توڑو اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے کچھ چیزوں سے بغیر بھولے سکوت فرمایا ہے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو۔ (2)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہیں جس کام سے روکوں اس سے اجتناب کرو اور جس کام کا تمہیں حکم دوں اسے اپنی استطاعت کے مطابق کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوالات کرنے اور اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (3)

مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآىٕبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چِرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو مقرر نہیں کیا لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتے

1 ......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال... الخ، ۵۰۲/۴، الحدیث: ۷۲۸۹.

2 ......مستدرک، کتاب الاطعمة، شان نزول ما احل اللّٰہ فھو حلال، ۱۵۷/۵، الحدیث: ۷۱۹۶.

3 ......مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، ص۶۹۸، الحدیث: ۴۱۲(۱۳۳۷).

ہیں اوران میں اکثر بے عقل ہیں ۔

﴿**مَا جَعَلَ اللّٰهُ : اللّٰه نے مقرر نہیں کیا۔**﴾ زمانۂ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ اس کے نر ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس پر سواری کرتے اور نہ اس کو ذبح کرتے اور نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے ،اس کو **بَحِیرَہ** کہتے ۔اور جب سفر درپیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آ ؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہے اور اس اونٹنی سے بھی نفع اُٹھانا بَحِیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن دیتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر، مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی ،اس کو **وَصِیلَہ** کہتے اور جب نر اونٹ سے دس مرتبہ اونٹنی کو گابھن کروالیا جاتا تو اس کو چھوڑ دیتے ،نہ اس پر سواری کرتے ،نہ اس سے کام لیتے اور نہ اس کو چارے پانی سے روکتے ،اس کو **اَلْحَامِیْ** کہتے ۔(1)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روکتے تھے ،کوئی اس جانور کا دودھ نہ نکالتا اور سائبہ وہ جس کو اپنے بتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے کوئی ان سے کام نہ لیتا۔(2)

یہ رسمیں زمانۂ جاہلیت سے ابتدائے عہدِ اسلام تک چلی آ رہی تھیں اس آیت میں ان کو باطل کیا گیا اور فرمایا کہ یہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے مقرر نہیں کئے بلکہ کفار **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھتے ہیں کیونکہ **اللّٰه** تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا اُس کی طرف اِس کی نسبت غلط ہے ۔یہ لوگ بیوقوف ہیں کہ جو اپنے سرداروں کے کہنے سے ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور اتنا شعور نہیں رکھتے کہ جو چیز **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حرام نہ کی اس کو کوئی حرام نہیں کرسکتا۔

جانور پر کسی کا نام پکارنے سے متعلق اہم مسئلہ

آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا اسے حرام نہیں کر دیتا۔ہاں ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارنا حرام کر دے گا۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جانور حلال ہو اسے خواہ مخواہ حرام کہنا مشرکین کا طریقہ اور سراسر جہالت ہے۔

---

1 ......مدارك، المائدة، تحت الآية: ۱۰۳، ص۳۰٦.

2 ......بخاری، كتاب المناقب، باب قصة خزاعة، ۲ / ٤۸۰، الحديث: ۳٥۲۱، مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب النار يدخلها الجبارون... الخ، ص۱٥۲۸، الحديث: ٥۱(۲۸٥٦).

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَاؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ(۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اُتارا اور رسول کی طرف کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آ ؤتو کہتے ہیں کہ ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں اور نہ انہیں ہدایت ہو۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب انہیں کہا جائے۔﴾ مشرکوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرو تو وہ کہتے کہ ہمارے لئے ہمارے باپ دادا کا دین کافی ہے۔ اس پر فرمایا کہ باپ دادا کی اتباع تب درست ہوتی جب وہ علم رکھتے اور سیدھی راہ پر ہوتے۔

آباؤ اجداد کی ناجائز رسموں کی پیروی کرنے کی مذمت

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کی دعوت ملنے پر کفار نے جو جواب دیا اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے مقابلے میں جاہل باپ دادوں کی رسم اختیار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو خوشی کی تقریبات میں اور غمی کے مواقع پر ناجائز و حرام رسمیں کرتے ہیں اور ان رسموں میں شامل نہ ہونے والے کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان رسموں سے منع کرنے والے سے کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں یہ رسمیں عرصۂ دراز سے چلی آ رہی ہیں، ہم انہیں نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

نیک لوگوں کی پیروی ضروری ہے

آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی اتباع اور ان کی پیروی کرنی ضروری ہے۔

ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو اللّٰہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارشاد ہے: ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے، جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے۔ [2]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو تم سب کی رجوع اللّٰہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اللّٰہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

﴿عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ: تم اپنی فکر کرو۔﴾ مسلمان کفار کی اسلام سے محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولتِ اسلام سے محروم رہے۔ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اُن کی تسلی فرمادی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں، اَمْر بِالْمَعْرُوف وَ نَهْی عَنِ الْمُنْكَر کا فرض ادا کرکے تم بری الذمہ ہو چکے ہو، تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔

---

1 ......توبہ: ۱۱۹.

2 ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، ص۱۷۲.

حضرت عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''اس آیت میں **اَمْر بِالْمَعْرُوف وَ نَهْی عَنِ الْمُنْكَر** کے وجوب کی بہت تاکید کی ہے، کیونکہ اپنی فکر رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ''ایک دوسرے کی خبر گیری کرے، نیکیوں کی رغبت دلائے اور بدیوں سے روکے۔ [1]

اور مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کتنی پیاری بات ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ ہے کہ تم اپنی فکر کرو یعنی عقائد درست کرکے، نیک اعمال کرکے اپنی فکر کرو، اعمال میں تبلیغ بھی شامل ہے لہٰذا جو قدرت کے باوجود تبلیغ نہ کرے وہ راہ پر ہی نہیں۔ [2]

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بارے میں احادیث

یہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا ذکر ہوا، اس کی مناسبت سے ہم یہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بارے 3 احادیث ذکر کرتے ہیں:

(1)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو'' **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ** ''اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلاء کر دے۔ [3]

(2)......اور ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان '' **عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ** '' کو پڑھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم میں سے کوئی کہنے لگے ''میں تو بس اپنی جان کی فکر کروں گا'' اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ تم پر تمہارے شریر لوگ حکمران بن جائیں گے جو تمہیں بڑی سخت تکلیفیں پہنچائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے بھی تو ان کی دعا قبول نہ کی جائے گی۔ [4]

(3)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اے لوگو! تمہیں لازمی طور پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ظالم حکمران مُسلَّط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی بزرگی کا خیال نہیں رکھے گا اور تمہارے چھوٹوں پر

1......خازن، المائدة، تحت الآية: ١٠٥، ١/٥٣٤.

2......**نور العرفان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ص ۱۹۸۔**

3......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم يغيّر المنكر، ٤/٦٩، الحديث: ٢١٧٥.

4......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الافعال، الامر بامعروف والنهی عن المنكر، ٢/٢٧١، الجزء الثالث، الحديث: ٨٤٤٢، تفسير طبری، المائدة، تحت الآية: ١٠٥، ٥/٩٨-٩٩.

رحم نہیں کرے گا، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف دعا مانگیں گے لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوگی اور تم مدد مانگو گے لیکن تمہیں مدد نہ ملے گی۔ (1)(2)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہونچے ان دونوں کو نماز کے بعد روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کرتے وقت تمہاری آپس کی گواہی (دینے والے) تم میں سے دو معتبر شخص ہوں یا اگر تم زمین میں سفر کررہے ہو پھر تمہیں موت کا حادثہ آپہنچے تو تمہارے غیروں میں سے دو آدمی (گواہ ہوں)۔ تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو پھر اگر تمہیں کچھ شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے بدلے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ قریبی رشتے دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں ہوں گے۔

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، الباب الاول فی وجوب الامر بالمعروف... الخ، ۲/۳۸۳.

2 ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی ترغیب، جذبہ اور موقع پانے کے لئے دعوت اسلامی سے وابستگی اور مدنی قافلوں میں سفر بہت مفید ہے۔

﴿شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ: تمہاری آپس کی گواہی۔﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب جن کا نام بُدَیْل تھا وہ تجارت کے ارادے سے دو عیسائیوں کے ساتھ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن عیسائیوں میں سے ایک کا نام تمیم بن اَوس داری تھا اور دوسرے کا عدی بن بداء۔ شام پہنچتے ہی بُدَیْل بیمار ہوگئے اور انہوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی اور ہمراہیوں کو اس کی اطلاع نہ دی۔ جب مرض کی شدت ہوئی تو بدیل نے تمیم اور عدی دونوں کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر اُن کے گھر والوں کے حوالے کردیا جائے۔ پھر بُدَیْل کی وفات ہوگئی ان دونوں نے اُن کی موت کے بعد ان کا سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام تھا جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا، اس میں تین سو مثقال چاندی تھی، بُدَیْل یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کے قصد سے لائے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے دونوں ساتھیوں نے اس جام کو غائب کردیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے بُدَیْل کا سامان ان کے گھر والوں کے سپرد کردیا، سامان کھولنے پر فہرست ان کے ہاتھ آ گئی جس میں تمام سامان کی تفصیل تھی۔ سامان کو اس فہرست کے مطابق کیا لیکن جام نہ ملا۔ اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ گھر والوں نے پوچھا کہ کیا کوئی تجارتی معاملہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر گھر والوں نے دریافت کیا کہ کیا بُدَیْل بہت عرصہ بیمار رہے اور انہوں نے اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا تھا؟ انہوں نے کہا ''نہیں''۔ وہ تو شہر پہنچتے ہی بیمار ہوگئے اور جلد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ان کے سامان میں ایک فہرست ملی ہے اس میں چاندی کا ایک جام سونے سے مُنَقَّش کیا ہوا جس میں تین سو مثقال چاندی ہے یہ بھی لکھا ہے لیکن وہ موجود نہیں ہے۔ تمیم وعدی نے کہا، ہمیں نہیں معلوم، ہمیں تو جو وصیت کی تھی اس کے مطابق سامان ہم نے تمہیں دے دیا، جام کی ہمیں خبر بھی نہیں۔ یہ مقدمہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں پیش ہوا۔ تمیم وعدی وہاں بھی انکار پر جمے رہے اور قسم کھالی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اُس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم وعدی سے خریدا ہے۔ جام کے مالک کے گھر والوں میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ قبول کی جانے کی مستحق ہے، یہ جام ہمارے فوت ہونے والے شخص کا ہے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

1 ......خازن، المائدة، تحت الآية: ١٠٦، ١/٥٣٤.

2 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة المائدة، ٥/٤٤، الحديث: ٣٠٧١.

آیت میں یہ حکم فرمایا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور زندگی کی اُمید نہ رہے، موت کے آثار و علامات ظاہر ہوں تو اپنوں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کا گواہ بنالو اور سفر وغیرہ میں ہو اور اپنے آدمی یعنی مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنالو۔

﴿ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ : تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔﴾ اس سے پہلے وصیت پر گواہ بنانے کا طریقہ بتایا گیا اب قرائن اور علامات کی روشنی میں گواہی میں جھوٹ کا عنصر نمایاں ہوتا نظر آئے تو اس صورت میں گواہی لینے کا طریقہ بتایا گیا کہ جب میت کے ورثا کو وصیت کی گواہی میں شک گزرے تو وہ عصر کی نماز کے بعد گواہوں سے اس طرح گواہی لیں: دونوں گواہ یہ اقرار کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے کسی سے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم گواہی چھپائیں گے یعنی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے اور نہ کسی کی خاطر ایسا کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ آیت میں نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ سب لوگ چاہے ان کا تعلق کسی بھی دین اور مذہب سے ہو اس وقت کی تعظیم کرتے تھے اور اس وقت میں جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے۔ (1)

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَیْنَاۤ ﳲ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہونچایا جو میت سے زیادہ قریب ہوں تو اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے ان دو کی گواہی سے اور ہم حد سے نہ بڑھے ایسا ہو تو ہم ظالموں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر اس بات پر اطلاع ملے کہ وہ دونوں گواہ (گواہی میں جھوٹ بول کر) کسی گناہ کے مستحق ہوئے ہیں تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبایا گیا میت کے زیادہ قریبی دو (آدمی قسم کھانے کے لئے) کھڑے ہو جائیں

1 ......تفسیر بغوی، المائدة، تحت الآیة: ١٠٦، ٢/٦٠-٦١.

پھر وہ اللّٰہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی (یعنی ہماری قسم) ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے (اور اگر ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔

﴿فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا: پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔﴾ وصیت کے گواہوں کا جھوٹ ثابت ہو جائے جیسا کہ یہاں تمیم اور عدی کا جھوٹ ثابت ہوا کہ پیالہ مکہ معظّمہ میں پکڑا گیا تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں سے دو آدمی قسم کھا کر کہیں کہ یہ دونوں امین جھوٹے ہیں، ہماری گواہی یعنی قسم ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔ چنانچہ بدیل کے واقعہ میں جب اُن کے دونوں ہمراہیوں کی خیانت ظاہر ہوئی تو بدیل کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مُورِث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پیالے کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴ ۸ ۴

ترجمۂ کنزالایمان: یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کریں یا ڈریں کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں ان کی قسموں کے بعد اور اللّٰہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللّٰہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہ صحیح طریقے سے گواہی ادا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد قسموں کو (ورثاء کی طرف) لوٹا دیا جائے گا اور اللّٰہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللّٰہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى: یہ قریب تر ہے۔﴾ عدی اور تمیم کے واقعے میں گواہی اور قسم کا جو قانون بیان ہوا یعنی جن کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا قسمیں کھانے کے بعد ان کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو اب میت کے ورثا میں سے دو شخص قسمیں کھائیں، اس کی حکمت بتائی جا رہی ہے کہ لوگ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور شہادتوں میں راہِ حق و صواب نہ چھوڑیں اور اس بات سے ڈرتے رہیں کہ جھوٹی گواہی کا انجام شرمندگی و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

جھوٹی قسم کھانے اور جھوٹی گواہی دینے کی مذمت

فی زمانہ لوگوں کی حالت اتنی ابتر ہوچکی ہے کہ ان کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر اپنے مسلمان بھائی کی عزت تار تار کر دینا، لوہے کی سنگین سلاخوں کے پیچھے لاچارگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دینا، اپنے مسلمان بھائی کا ناحق مال ہڑپ کر جانا گویا کہ جرائم کی فہرست میں داخل ہی نہیں۔ اس دنیا کی فانی زندگی کو حرفِ آخر سمجھ بیٹھنا عقلمندی نہیں نادانی اور بیوقوفی کی انتہا ہے، انہیں چاہئے کہ ان قرآنی آیات اور ان احادیث کو بغور پڑھ کر عبرت حاصل کریں۔

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے جھوٹی قسم پر حلف اٹھایا تاکہ اس کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللّٰہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوگا۔ (1)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللّٰہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (2)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے تو اُس نے (اپنے اوپر) جہنم کو واجب کر لیا۔ (3)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اللّٰہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب عهد اللّٰه عزّوجل، ۴/۲۹۰، الحدیث: ۶۶۵۹.

2 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ۳/۱۲۳، الحدیث: ۲۳۷۳.

3 ......معجم الکبیر، عکرمة عن ابن عباس، ۱۱/۱۷۲، الحدیث: ۱۱۵۴۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

﴿ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ : جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا۔﴾ یہاں سے قیامت کے دن کے کچھ معاملات کو بیان فرمایا جارہا ہے، اس آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سوال کیا جائے گا کہ جب تم نے اپنی اُمتوں کو ایمان کی دعوت دی تھی تو اُنہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جواب دیں گے: ہمیں کچھ علم نہیں۔ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ جواب اُن کے کمالِ ادب کی شان ظاہر کرتا ہے کہ وہ علمِ الٰہی کے حضور اپنے علم کو بالکل نظر میں نہ لائیں گے اور قابلِ ذکر قرار نہ دیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم وعدل کے سپرد فرما دیں گے ورنہ حقیقت میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یقیناً جانتے ہوں گے کیونکہ تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے

پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی۔ تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ: جب اللہ فرمائے گا۔﴾ اس آیت میں بھی قیامت کے دن کا ایک معاملہ بیان فرمایا گیا، گویا کہ ارشاد فرمایا ''آپ یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے اس طرح فرمائے گا۔ [1] یاد رہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جو احسانات ذکر کئے گئے ان کی مفصل تفسیر سورۂ آلِ عمران آیت نمبر **37** تا **49** میں گزر چکی ہے۔

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ(۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

1 ......قرطبی، المائدة، تحت الآية: ۱۱۰، ۳/۲۲٤، الجزء السادس.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اور (اے عیسیٰ!) آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

﴿وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ: اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی۔﴾ حواری حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے مخصوص اور مخلص حضرات کو کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی بات ڈال دی۔

وحی کا ایک معنی

یاد رہے کہ اس آیت میں لفظ ''وحی'' کی نسبت غیرِ انبیاء کی طرف ہے اور جب وحی کی نسبت غیرِ نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد دل میں بات ڈالنا ہوتا ہے جیسے سورۂ قصص کی آیت نمبر 7 میں ہے

''وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى'' **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں بات ڈال دی۔

نیز سورۂ نحل کی آیت نمبر 68 میں ہے

''وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ'' **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دے؟ فرمایا: اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ: جب حواریوں نے کہا۔﴾ حواریوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے عرض کی کہ کیا آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا رب عَزَّوَجَلَّ ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرپور دسترخوان اتارے گا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ کیا اللہ تعالیٰ

اس بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائے گا؟ یہ مراد نہیں تھی کہ کیا آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ یہ مراد حاصل ہو جائے۔ بعض مفسرین نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام اُمتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو یا یہ معنی ہیں کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کمالِ قدرت پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے سوال نہ کرو جن سے تَرَدُّد کا شبہ گزر سکتا ہو۔[1]

قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (حواریوں نے) کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب انہیں خدا خوفی کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ ’’ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ حصولِ برکت کے لئے اس آسمانی دسترخوان سے کچھ کھائیں اور ہمارا یقین قوی ہو جائے اور جیسے ہم نے قدرتِ الٰہی کو دلیل سے جانا ہے اسی طرح مشاہدے سے بھی اس کو پختہ کرلیں یعنی علمُ الیقین سے ترقی کر کے عینُ الیقین حاصل کریں۔ حواریوں کے جواب نے واضح کر دیا کہ انہوں نے قدرتِ الٰہی میں شک وشبہ کی وجہ سے سابقہ مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کا مقصد کچھ اور تھا۔ حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جب تم ان روزوں سے فارغ ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرو گے قبول ہو گی۔ انہوں نے روزے رکھ کر دسترخوان اُترنے کی دعا کی۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے غسل فرمایا، موٹا لباس پہنا، دو رکعت نماز ادا کی اور سرِ مبارک جھکایا اور رو کر یہ دعا کی جس کا اگلی آیت میں ذکر ہے۔[2]

1 ......تفسیر قرطبی، المائدة، تحت الآية: ۱۱۲، ۳/۲۲۶، الجزء السادس، خازن، المائدة، تحت الآية: ۱۱۲، ۱/۵۳۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، المائدة، تحت الآية: ۱۱۲، ۱/۵۳۹.

قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہوجائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

﴿قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ : عیسیٰ بن مریم نے عرض کی۔﴾ حواریوں نے جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دے جو ہمارے موجودہ لوگوں کیلئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کی دلیل ہوجائے اور سب کیلئے عید ہوجائے یعنی ہم اس کے اترنے کے دن کو عید بنائیں، اس کی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں اور شکر بجالائیں۔

نزولِ رحمت کے دن کو عید بنانا صالحین کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اُس دن کو عید بنانا، خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکرِ الٰہی بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور بیشک تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری یقیناً قطعاً حتماً اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لئے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور فرحت وسُرور کا اظہار کرنا مُستحسن ومحمود اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب سرکارِ

دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں ۔ارشاد فرمایا ’’یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے عرض کی: یہ اچھا دن ہے۔اس روز اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا روزہ رکھا۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’تمہاری نسبت میرا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے تعلق زیادہ ہے چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (1)

ترمذی شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے ایک یہودی کی موجودگی میں یہ آیت پڑھی

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔‘‘

یہ آیت سن کر اس یہودی نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اسے عید بنالیتے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: یہ آیت ہماری دو عیدوں کے دن میں اتری یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن۔ (2)

اس کی شرح میں مفسرِ شہیر، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں: ’’اس سے معلوم ہوا کہ جن تاریخوں میں اللہ کی نعمت ملے انہیں عید بنانا شرعاً اچھا ہے۔ (3)

نوٹ: میلاد شریف کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے علامہ اسماعیل نبہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ’’جواہرُ البحار‘‘ کی تیسری جلد کا مطالعہ فرمائیں۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

ع ۱۵/۵

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اُتارتا ہوں پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب

1 ......بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۱/۶۵۶، الحدیث: ۲۰۰۴.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۳۳، الحدیث: ۳۰۵۵.

3 ......مراٰۃ المناجیح، جمعہ کا باب، تیسری فصل، ۲/۳۱۴، تحت الحدیث: ۱۳۸۸۔

دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے فرمایا: بیشک میں وہ تم پر اُتارتا ہوں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔

﴿قَالَ اللّٰهُ : اللہ نے فرمایا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی درخواست کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ میں وہ دسترخوان اتارتا ہوں لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد جو کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا، چنانچہ آسمان سے خوان نازل ہوا، اس کے بعد جنہوں نے ان میں سے کفر کیا وہ صورتیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیئے گئے اور تین روز میں سب ہلاک ہو گئے۔ (1)

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْۗ بِحَقٍّؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(۱۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہونچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

1 ......تفسیر بغوی، المائدة، تحت الآیة: ١١٥، ٢/٦٦.

اور میری ماں کو معبود بنالو؟ تو وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ : اور جب اللہ فرمائے گا۔﴾ یہ بھی قیامت کے واقعے کا بیان ہے کہ بروزِ قیامت عیسائیوں کی سرزنش کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمائے گا کہ ”اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ اس خطاب کو سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کانپ جائیں گے اور عرض کریں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ تو تمام نقائص وعُیوب سے پاک ہے اور اس سے بھی کہ کوئی تیرا شریک ہوسکے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں یعنی جب کوئی تیرا شریک نہیں ہوسکتا تو میں یہ لوگوں سے کیسے کہہ سکتا تھا؟ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ یہاں علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا اور معاملہ اس کے سپرد کردینا اور عظمتِ الٰہی کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرنا یہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شانِ ادب ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو مجھے تو نے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔

﴿ **مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖ: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔** ﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پہلے تو عرض کریں گے کہ یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو سب جانتا ہے، پھر عرض کریں گے کہ ’’میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ’’اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے متعلق قادیانیوں کے نظریے کا رد

آیتِ مبارکہ میں ’’**تَوَفَّیْتَنِیْ**‘‘ کے لفظ سے قادیانی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات پر اِستِدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ اوّل تو لفظ ’’**تَوَفّی**‘‘ موت کے لئے خاص نہیں بلکہ کسی شے کو پورے طور پر لینے کو کہتے ہیں خواہ وہ بغیر موت کے ہو جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں۔

دوسرا یہ کہ جب یہ سوال و جواب روزِ قیامت کا ہے تو اگر لفظ ’’**تَوَفّی**‘‘ موت کے معنی میں بھی فرض کرلیا جائے جب بھی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آسمان سے زمین پر تشریف لانے سے پہلے وفات پانا اِس سے ثابت نہ ہوسکے گا۔ اس مسئلے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ’’اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِیُّ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانِیِّ (مرتد قادیانی کے رد پر رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

(1) ......الزمر ۴۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ: اگر تو انہیں عذاب دے۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معلوم ہوگا کہ قوم میں بعض لوگ کفر پر مصر رہے، بعض شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں یہ عرض ہے کہ ''ان میں سے جو کفر پر قائم رہے اُن پر تو عذاب فرمائے تو بالکل حق و بجا اور عدل وانصاف ہے کیونکہ انہوں نے حجت تمام ہونے کے بعد کفر اختیار کیا اور جو ایمان لائے انہیں تو بخشے تو تیرا فضل و کرم ہے اور تیرا ہر کام حکمت ہے۔

امت سے محبت کی شان

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اس آیتِ مبارکہ کو پڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی امت کیلئے دعا فرمائی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآن پاک میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس قول کی تلاوت فرمائی ''رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ...الآیہ'' اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، جو شخص میری پیروی کرے گا وہ میرے راستہ پر ہے۔'' اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ قول ہے'' اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ '' اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ پھر نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دستِ دعا بلند کر دیئے اور روتے ہوئے عرض کرنے لگے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت

جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معلوم کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب عرض کر دیا (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔[1]

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہونے والی باتیں

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت پر کمال درجے کے شفیق و مہربان تھے اور امت کی بھلائی اور بہتری میں کوشاں رہتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کے لئے کسی شرط اور قید کے بغیر بخشش کی دعا مانگی۔

(2)......اس امت مرحوم کے لئے عظیم بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کی بخشش کے معاملے میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو راضی فرمائے گا۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام بہت بلند ہے کہ سب کچھ جاننے والا ہونے کے باوجود حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھیجا اور اس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور شرف کو ظاہر فرمایا۔

(4)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمتوں کو ظاہر فرماتا اور آپ کو راضی فرماتا ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں اور انہی کے الفاظ میں ہم بھی عرض گزار ہیں کہ:

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے	اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا	یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے

1......مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ... الخ، ص ١٣٠، الحدیث: ٣٤٦(٢٠٢).

2......مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب الحوض والشفاعۃ، الفصل الاول، ٥٣٠/٩، تحت الحدیث: ٥٥٧٧، ملخصاً.

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب — بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ ہے بڑی کامیابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔﴾ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے دنیا میں سچ بولا تھا ان کا سچ قیامت کے دن انہیں کام آئے گا اور انہیں نفع دے گا کیونکہ عمل کا مقام دنیا ہے آخرت نہیں کہ آخرت تو جزا ملنے کا دن ہے۔

سچائی کی برکت

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سچ نفع دے گا تو جھوٹ اور ریاکاری کسی صورت نفع نہ دے گی لہٰذا عقلمند انسان کو چاہئے کہ سچائی کے راستے پر چلنے کی خوب کوشش کرے کیونکہ ایمان کے بعد سچائی کو اختیار کرنا بندے کو نیک اعمال کی طرف راغب کرتا ہے۔[1]

1 ......روح البیان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۹، ۲/۴۶۷-۴۶۸.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سچائی کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فُجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے، سچائی کے راستے کو اختیار کرنے اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے، اٰمین۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِیْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾

ع ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿لِلّٰهِ: اللہ ہی کے لئے ہے۔﴾ اس آیت میں حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو خدا کہنے والے عیسائیوں کا رد بھی ہے کہ جب آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور یہ دونوں حضرات بھی اللہ تعالیٰ کی مِلک میں اور اس کے بندے ہیں تو یہ خدا کیسے ہوسکتے ہیں کیونکہ جو کسی کی ملک میں اور عبد ہو وہ خدا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

---

1 ……مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، ص١٤٠٥، الحديث: ١٠٥(٢٦٠٧).

سُوْرَةُ الْأَنْعَام

سورۂ اَنعام کا تعارف

مقامِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ پوری سورۂ اَنعام ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اور انہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ سورۂ اَنعام کی 6 آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اور باقی سورت ایک ہی مرتبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **20** رکوع، **165** آیتیں، **3100** کلمے اور **12935** حروف ہیں۔

''اَنعام'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں مویشیوں کو ''اَنعام'' کہتے ہیں اور اس سورت کا نام ''اَنعام'' اس مناسبت سے رکھا گیا کہ اس سورت کی آیت نمبر 136 اور 138 میں ان مشرکین کا رد کیا گیا ہے جو اپنے مویشیوں میں بتوں کو حصہ دار ٹھہراتے تھے اور خود ہی چند جانوروں کو اپنے لئے حلال اور چند جانوروں کو اپنے اوپر حرام سمجھنے لگے تھے۔

سورۂ اَنعام کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سورۂ اَنعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح کرتی ہوئی فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس سے زمین و آسمان کے کنارے بھر گئے، زمین ان فرشتوں کی وجہ سے ہلنے لگی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ ''**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ**'' کہا۔ [2]

سورۂ اَنعام کے مضامین

سورۂ اَنعام قرآنِ مجید میں مذکور سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے پہلی مکی سورت ہے اور اس کا مرکزی مضمون یہ

1 ......خازن، تفسير سورة الانعام، ٢/٢.

2 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، ذكر سورة الانعام، ٢/٤٧٠، الحديث: ٢٤٣٣.

ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد، جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی صفات اور اس کی قدرت کو انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ وحی اور رسالت کے ثبوت اور مشرکین کے شُبہات کے رد پر عقلی اور حسی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت کے دن اعمال کا حساب ہونے اور اعمال کی جزاء ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......زمین میں گھوم پھر کر سابقہ لوگوں کی اجڑی بستیاں، ویران گھر اور ان پر کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار دیکھ کر ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(2)......جانور ذبح کرنے اور ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانے کے احکام بیان کئے گئے اور اپنی طرف سے حلال جانوروں کو حرام قرار دینے کا رد کیا گیا ہے۔

(3)......والدین کے ساتھ احسان کرنے، ظاہری اور باطنی بے حیائیوں سے بچنے، تنگدستی کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کرنے اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(4)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا اور آخر میں قرآن اور دین اسلام کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سورۂ مائدہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ اَنعام کی اپنے سے ماقبل سورت ''مائدہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر **87** میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔

اور سورۂ اَنعام میں یہ خبر دی گئی کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چند (حلال) چیزوں کو (اپنی طرف سے) حرام قرار دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اور یہ خبر دینے سے مقصود مسلمانوں کو اس بات سے ڈرانا ہے کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو (اپنی طرف سے) حرام قرار دے دیا تو وہ کفار کے مشابہ ہو جائیں گے۔ (1)

1......تناسق الدرر، سورة الانعام، ص٨٥.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللّٰہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اللّٰہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ: تمام تعریفیں اللّٰہ کیلئے ہیں۔﴾ اس آیت میں بندوں کو اللّٰہ تعالٰی کی حمد کی تعلیم فرمائی گئی کہ وہ جب حمد کرنے لگیں تو ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ'' کہیں، اور آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر اس لئے ہے کہ اِن میں دیکھنے والوں کے لئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت و قدرت کے بہت سے عجائبات، عبرتیں اور منافع ہیں۔ حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا کہ توریت میں سب سے پہلی یہی آیت ہے۔[1]

﴿وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ: اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا۔﴾ یعنی ہر اندھیرا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی نے پیدا فرمایا ہے خواہ وہ اندھیرا رات کا ہو، کفر کا ہو، جہالت کا ہو یا جہنم کا ہو۔ یونہی ہر ایک روشنی اسی نے پیدا فرمائی خواہ وہ روشنی دن کی ہو، ایمان و ہدایت کی ہو، علم کی ہو یا جنت کی ہو۔

---

1 ……خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱، ۲/۲.

برا کام کرکے اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اگرچہ ہر اچھی بری چیز کو پیدا فرمانے والا رب تعالیٰ ہے لیکن برا کام کرکے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالے کرنا بری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی شامت تصور کرے۔

نیز اس آیت میں ظُلُمات یعنی تاریکیوں کو جمع اور نور کو واحد کے صیغہ سے ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ باطل کی راہیں بہت زیادہ ہیں اور راہِ حق صرف ایک دینِ اسلام ہے۔

﴿ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ : پھر (بھی) کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔﴾ قدرتِ الٰہی کے ان دلائل کے بعد فرمایا کہ ایسے دلائل پر مطلع ہونے اور قدرت کی ایسی نشانیاں دیکھنے کے باوجود کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو حتّٰی کہ پتھروں کو پوجتے ہیں حالانکہ کفار اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں کفار کے شرک کا ذکر ہوا اس مناسبت سے شرک کی تعریف درج ذیل ہے۔

شرک کی تعریف

شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی غیر کو واجبُ الوجود یا لائقِ عبادت سمجھا جائے۔ حضرت علامہ سعدُ الدین تفتازانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ شرک کی حقیقت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ''اَلْاِشْتِرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْکِ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰی وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ'' یعنی ''شرک یہ ہے کہ خدا کی اُلوہیت (یعنی معبود ہونے) میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجبُ الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا خیال ہے۔ [1]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''آدمی حقیقةً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مستقل بالذّات و واجبُ الوجود نہ جانے۔ [2]

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''شرک کے معنی غیرِ خدا کو واجبُ الوجود یا مستحقِ عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے اس کے سوا کوئی بات کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقةً شرک نہیں۔ [3]

---

1 ......شرح عقائد نسفيه، مبحث الافعال كلها بخلق الله تعالى والدليل عليها، ص ٧٨.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۳۱۔

3 ...... بہارِ شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱/۱۸۳۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًاؕ-وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد کا حکم رکھا اور ایک مقرر وعدہ اس کے یہاں ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت کا فیصلہ فرمایا اور ایک مقررہ مدت اسی کے پاس ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ : وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں ان مشرکین کا رد کیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ ہم جب گل کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے باپ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور ان کی نسل سے لوگ پیدا ہوئے، پھر اس نے ایک مدت کا فیصلہ فرمایا جس کے پورا ہو جانے پر تم مر جاؤ گے اور مرنے کے بعد اُٹھانے کی ایک مقررہ مدت بھی اسی کے پاس ہے، پھر اے کافرو! تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک کرتے ہو حالانکہ تمہیں علم ہے کہ تمہاری تخلیق کی ابتدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اَولیٰ قادر ہے۔ (1)

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِؕ-یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی اللہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اسے تمہارا چھپا اور ظاہر سب معلوم ہے اور تمہارے کام جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں لائقِ عبادت ہے۔ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ٢، ٢/٣، جلالين، الانعام، تحت الآية: ٢، ص١١٢، ملتقطاً.

جانتا ہے اور وہ تمہارے سب کام جانتا ہے۔

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ : اور وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں لائقِ عبادت ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ذکر کیا گیا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے کامل علم کا ذکر کیا جارہا ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آسمانوں اور زمینوں میں رہتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے اور ہر جگہ وہی معبودِ حقیقی ہے اور ہر جگہ اسی کی سلطنت و حکومت ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہی آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ : وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے۔﴾ امام غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے، زمین کی تہ سے لے کر آسمانوں کی بلندی تک جو کچھ جاری ہے سب کا احاطہ فرمانے والا ہے، وہ ایسا عالم ہے کہ اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ باہر نہیں جاسکتا بلکہ وہ سخت اندھیری رات میں صاف چٹان پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے، وہ فضا میں ایک ذرے کی حرکت بھی جانتا ہے، وہ پوشیدہ امور سے واقف اور دلوں کے وسوسوں، خیالات اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے، اس کا علم قدیم، ازلی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس علم کے ساتھ موصوف رہا ہے، اس کا علم جدید نہیں اور نہ ہی وہ اس کی ذات میں آنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ (2)

وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے پاس کوئی بھی نشانی انکے رب کی نشانیوں سے نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ : اور ان کے پاس کوئی بھی نشانی نہیں آتی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مشرکین کے اس کفر کو بیان کیا گیا جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتے تھے اور اس آیت سے مشرکین کے اس کفر کو بیان کیا گیا ہے جو وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کرتے تھے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کا کفر و سرکشی میں حال یہ ہے کہ ان

1 ......زخرف: ٨٤.

2 ......احیاء العلوم، کتاب قواعد العقائد، الفصل الاول فی ترجمة عقیدة اهل السنّة فی کلمتی الشهادة... الخ، ١/١٢٦.

کے پاس جب بھی قرآنِ مجید کی آیات آتی ہیں یا وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات دیکھتے ہیں تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔[1]

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو اب انہیں خبر ہوا چاہتی ہے اس چیز کی جس پر ہنس رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آنے والی ہیں جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ: تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا۔﴾ یہاں حق سے یا قرآنِ مجید کی آیات مراد ہیں یا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کہ جب بھی قرآن کی آیتیں یا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کفارِ مکہ کے سامنے آتے یا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں کچھ سمجھاتے تو وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلاتے۔ اس پر فرمایا کہ عنقریب ان کے پاس خبریں آنے والی ہیں اس چیز کی جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی عظیم الشان خبر ہے اور اس کی ہنسی بنانے کا انجام کیسا خوفناک ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥

[1] ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ٤، ٢/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپا دیں انہیں ہم نے زمین میں وہ جماؤ دیا جو تم کو نہ دیا اور ان پر موسلا دھار پانی بھیجا اور ان کے نیچے نہریں بہائیں تو انہیں ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا اور ان کے بعد اور سنگت اٹھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، انہیں ہم نے زمین میں وہ قوت وطاقت عطا فرمائی تھی جو تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

﴿ اَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں سرزنش اور وعید کے ذریعے کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے منہ پھیرنے، حق کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں سابقہ قوموں کا عبرت ناک انجام بیان کر کے انہیں نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا شام اور دیگر ملکوں کی طرف سفر کرنے کے دوران کفارِ مکہ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اے اہلِ مکہ! ہم نے انہیں زمین میں وہ قوت وطاقت عطا فرمائی تھی جو تمہیں نہیں دی اور جب انہیں ضرورت پیش آئی تو ہم نے ان پر موسلا دھار بارش بھیجی جس سے ان کی کھیتیاں شاداب ہوئیں اور ان کے درختوں، رہائش گاہوں اور محلات کے قریب نہریں بہا دیں جس سے باغ پرورش پائے، پھلوں کی کثرت ہوئی اور دنیا کی زندگانی کے لئے عیش وراحت کے اسباب بہم پہنچے لیکن جب انہوں نے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور ان کے احکامات کو جھٹلایا تو پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی یہ جاہ وحشمت اور ساز وسامان انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں اور دوسرے لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا۔ ان کا عبرت ناک انجام دیکھ کر تم بھی نصیحت حاصل کرو اور سابقہ کفار والی روش اختیار نہ کرو ورنہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب آسکتا ہے۔

سابقہ امتوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں

اس آیت میں گزری ہوئی اُمتوں کا جو حال اور انجام بیان کیا گیا کہ وہ لوگ قوت، دولت اور مال وعیال کی کثرت کے باوجود کفر وسرکشی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے احکام کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے، اس میں بطورِ خاص کفار اور عمومی طور پر ہر مسلمان کے لئے عبرت اور نصیحت ہے، اس لئے سب کو چاہئے کہ اُن

کے حال سے عبرت حاصل کر کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور کفر و سرکشی اور گناہوں کو چھوڑ کر ایمان، اطاعت، عبادت اور نیک کاموں میں مصروف ہو جائیں۔

کفار کی دنیوی ترقی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کی دلیل نہیں

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دنیوی خوشحالی، مال و دولت اور سہولیات کی کثرت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا مندی کی علامت نہیں ورنہ قارون تو بہت بڑا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوتا۔ یہاں سے ان لوگوں کو درس حاصل کرنا چاہیے جو مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی دنیوی ترقی، سائنسی مہارت، سہولیات کی کثرت، ایجادات کی بہتات، مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر انہیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور مسلمانوں کو مردود سمجھتے ہیں اور اخلاق و کردار میں مسلمانوں کو کفار کی تقلید کا مشورہ دیتے ہیں۔ کفار کی یہ دنیوی کامیابی مقبولیت کی نہیں بلکہ مہلت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ کافروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت دیتا اور آسائشیں عطا فرماتا ہے، پھر انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ نیز نام نہاد دانشور، مسلمانوں کو یورپ کی اندھی تقلید کا نہ ہی فرمائیں تو بہتر ہے اور وہ اپنی قارونی سوچ اپنے پاس ہی رکھیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تم پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا آپ پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا: اور اگر ہم اتار دیتے۔﴾ یہ آیت نضر بن حارث، عبداللہ بن اُمیّہ اور نوفل بن خویلد کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کتاب نہ لاؤ جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تم

اس کے رسول ہو۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی [1] اور بتایا گیا کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں کیونکہ اگر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دی جاتی اور وہ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر اور ٹٹول کر دیکھ لیتے تو بھی یہی کہتے کہ ان کی نظر بندی کر دی گئی تھی اور کتاب اُترتی نظر تو آئی تھی لیکن حقیقت میں کچھ بھی نہیں تھا جیسے انہوں نے معجزہ شقُّ القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے معجزے کو جادو بتایا اور اس معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے، اسی طرح اِس پر بھی ایمان نہ لاتے کیونکہ جو لوگ عناداً انکار کرتے ہیں وہ آیات و معجزات سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کافروں نے) کہا: ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

﴿وَ قَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ یعنی مشرکین نے مزید یہ کہا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا جسے وہ دیکھتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرشتہ اتار دیتا اور کافر پھر بھی ایمان نہ لاتے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ان پر لازم ہو جاتا کیونکہ یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ جب کفار اجتماعی طور پر کوئی نشانی طلب کریں اور اس نشانی کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو عذاب واجب ہو جاتا ہے اور وہ ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر کافروں کا مطالبہ پورا کر دیا جاتا اور یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے تو انہیں ایک لمحے کی بھی مہلت نہ ملتی اور ان سے عذاب مُؤخر نہ کیا جاتا۔

نشانیاں پوری ہو جانے کے باوجود کفار پر عذاب نازل کیوں نہ ہوا؟

یاد رہے کہ کافروں نے ایسے فرشتے کے اترنے کا مطالبہ کیا تھا جو اُن کافروں کو بھی نظر آئے اور اسی کا رد کیا گیا

[1] ……تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۷، ۲/ ۷۰.

تھا اور نہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک کیا بہت سے فرشتے نازل ہوتے تھے اور بسا اوقات انسانی شکل میں حاضر ہوتے تھے جنہیں صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی دیکھتے تھے۔ ان کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے اور ہم اسے اسی صورت میں دیکھیں۔ یہاں ایک سوال ہے کہ کفار نے بہت سی نشانیاں طلب کیں جو پوری بھی ہوئیں جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہونا وغیرہ اور اس کے بعد وہ ایمان بھی نہیں لائے تو ایسی صورت میں آیت میں بیان کردہ حکم کے مطابق تو سب کو ہلاک کر دیا جانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا تو آیت کا مطلب کیا ہے یا پھر ان معجزات کے دکھائے جانے کا مطلب کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نبوت پر دلالت کرنے والی نشانی دو طرح کی ہے **(1)** عام نشانی۔ **(2)** خاص نشانی۔ عام نشانی وہ ہے کہ جس کا تمام لوگ مطالبہ کریں یا سب مطالبہ تو نہ کریں لیکن اس کا مشاہدہ سب کر لیں۔ خاص نشانی وہ ہے کہ جس کا مطالبہ مخصوص لوگ کریں اور تمام افراد اس کا مشاہدہ نہ کر سکیں۔ گزشتہ امتوں میں نشانی دیکھ لینے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل کرنے میں اللّٰہ تعالٰی کا طریقہ یہ رہا کہ عام نشانی یعنی جس میں سب عام وخاص شریک ہو جائیں اسے پورا کرنے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل فرماتا جبکہ خاص نشانی کے پورا ہونے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل نہیں فرماتا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مطالبہ مخصوص لوگوں نے کیا جو پورا ہوا لیکن یہ عام نشانی نہ تھی بلکہ خاص تھی کہ جب چاند دو ٹکڑے ہوا اس وقت اکثر لوگ سو رہے تھے، اور کئی مقامات پر اختلافِ مَطالع یا بادل حائل ہونے کی وجہ سے چاند دو ٹکڑے ہوتا نظر نہ آیا، اس لئے مطالبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہ ہوا۔[1]

مرقاۃ المفاتیح میں یہی عبارت شرحُ السنہ سے منقول ہے۔ اس کی روشنی میں ابو جہل یا دیگر کفار کے مطالبات کو دیکھا جائے تو وہ خاص مطالبے خاص فرد کے لئے پورے ہوئے تھے اس لئے اس پر عذاب نازل نہ ہوا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بنا دیتے تو بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جس میں

[1] ……شرح السنہ للبغوی، کتاب الفضائل، باب علامات النبوۃ، ۷/۶۶، تحت الحدیث: ۳۶۰۵، ملخصاً.

اب پڑے ہیں۔

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا: اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بنادیتے۔﴾ یہ ان کفار کا جواب ہے جو نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو کہا کرتے تھے ''یہ ہماری طرح بشر ہیں'' اور اسی پاگل پن میں وہ ایمان سے محروم رہتے تھے۔ انہیں انسانوں میں سے رسول مبعوث فرمانے کی حکمت بتائی جارہی ہے کہ اُن سے نفع حاصل کرنے اور تعلیمِ نبی سے فیض اُٹھانے کی یہی صورت ہے کہ نبی صورتِ بشری میں جلوہ گر ہو کیونکہ فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی تو یہ لوگ تاب نہ لاسکتے، دیکھتے ہی ہیبت سے بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا تو بھی اسے مرد ہی بنایا جاتا اور صورتِ انسانی ہی میں بھیجا جاتا تاکہ یہ لوگ اس کو دیکھ سکیں اور اس کا کلام سن سکیں اور اس سے دین کے احکام معلوم کرسکیں لیکن اگر فرشتہ صورتِ بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع رہتا کہ یہ بشر ہے تو فرشتہ کو نبی بنانے کا کیا فائدہ ہوتا؟[1]

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹا کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہیں کو لے بیٹھی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! بیشک تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا تو وہ جو ان میں سے (رسولوں کا) مذاق اڑاتے تھے ان پر ان کا مذاق ہی اتر آیا۔

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اور اے محبوب! بیشک تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا۔﴾ کفار نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑاتے جس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رنجیدہ ہوتے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تو جو مذاق اڑاتے تھے ان کا نہایت بھیانک انجام ہوا اور وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ اس میں نبی کریم صَلَّی

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۹، ۲/۵.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی وتسکینِ خاطر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رنجیدہ ومَلُول نہ ہوں، کفار کا پہلے انبیاءعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے اوراس کا وبال ان کفار کو اٹھانا پڑا ہے۔ نیز اس میں مشرکین کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ پچھلی اُمتوں کے حال سے عبرت حاصل کریں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ادب کا طریقہ ملحوظ رکھیں تا کہ پہلوں کی طرح مبتلائے عذاب نہ ہوں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑانے والوں کا انجام

کفارِقریش کے پانچ سردار (1) عاص بن وائل سہمی (2) اسود بن مُطَّلِب (3) اسود بن عبد یغوث (4) حارث بن قیس اوران سب کا افسر (5) ولید بن مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت ایذاء دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اسود بن مُطَّلِب کے خلاف حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دُعا کی تھی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اس کو اندھا کردے۔ ایک روز تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسبِ دستور طعن اور مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہوگئے۔ اسی حال میں حضرت جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے قدموں کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کروں گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہوگئے، ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا تو اس کے تہہ بند میں ایک تیر کی نوک چبھ گئی، لیکن اُس نے تکبر کی وجہ سے اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا نہ کیا، اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مرگیا۔ عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا، اس سے پاؤں ورم کر گیا اور یہ شخص بھی مرگیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مرگیا اور یہ کہتا مرا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے قتل کیا، اور اسود بن عبد یغوث کو ایک بیماری اِسْتِسْقَاء لگ گئی، کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لُو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہوگیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا اسی حال میں یہ کہتا مرگیا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے رب عَزَّوَجَلَّ نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، وہ اسی میں ہلاک ہوگیا۔[1]

[1]......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۵، ۳/۱۱۱، ملخصاً.

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تم فرمادو: زمین میں سیر کرو۔﴾ یہاں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عذاب کا مذاق اڑانے والوں سے فرمادیں کہ جاؤ اور زمین میں سیر کرکے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ اور انہوں نے کفر وتکذیب کا کیا ثمرہ پایا؟ یہاں زمین سے مراد وہ زمین ہے جہاں پچھلی قوموں پر عذاب آیا اور اب تک وہاں اُن اُجڑی بستیوں کے آثار موجود ہیں اور سیر کا یہ حکم ترغیب کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ

اس سے معلوم ہوا کہ خوفِ الٰہی پیدا کرنے کے لئے عذاب والی جگہ جاکر دیکھنا بہتر ہے کیونکہ خبر کے مقابلے میں مشاہداتی چیز کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ نیز جیسے عذاب کی جگہ دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے اسی طرح رحمت کی جگہ دیکھنے سے عبادت کی رغبت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت دیکھنے کے لئے بزرگوں کے آستانے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں، جاکر سفر کرکے دیکھنا بھی بہتر ہے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا شوق پیدا ہو۔

مزاراتِ اولیاء پر جانا جائز ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمانی قوت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا باعثِ رحمت ہے اور اس آیت سے ان لوگوں کا بھی رد ہوتا ہے جو صرف تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ان تین مسجدوں کے سوا کسی کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (1) مسجدِ حرام۔ (2) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسجد۔ (3) مسجدِ اقصیٰ۔''[1]

[1] ......بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب مسجد بیت المقدس، ۱/۴۰۳، الحدیث: ۱۱۹۷.

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے کیونکہ ان کے علاوہ سب مسجدوں میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا حرام ہے یا ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور سفر کرنا جائز نہیں تو یہ حدیث قرآنِ مجید کی اس آیت اور دیگر احادیث کے بھی خلاف ہوگی، نیز اس معنی کے حساب سے کہیں کا کوئی سفر کسی مقصد کے لئے جائز نہ ہوگا مثلاً جہاد، طلبِ علم، تبلیغِ دین، تجارت، سیاحت وغیرہ کسی کام کے لئے سفر جائز نہ ہوگا اور یہ امت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سفر کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے مزارات پر جانا ممنوع و حرام نہیں بلکہ جائز اور مُسْتَحْسَن ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تم فرماؤ اللہ کا ہے اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت لکھ لی ہے بیشک ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں وہ جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ فرمادو: اللہ ہی کا ہے اس نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لکھ لی ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کچھ شک نہیں۔ وہ جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ مزید فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آپ ان سے پوچھیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا مالک کون ہے؟ اولاً تو وہ خود ہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ وہ اس کے معتقد ہیں

اور اگر وہ یہ نہ کہیں تو تم خود یہ جواب دو کہ سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس کے سوا اور کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا اور وہ اِس جواب کی مخالفت کر ہی نہیں سکتے کیونکہ بت جن کو یہ مشرکین پوجتے ہیں وہ بے جان ہیں، کسی چیز کے مالک ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، خود دوسروں کے مَملوک ہیں جبکہ آسمان و زمین کا وہی مالک ہوسکتا ہے جو حَیّ و قَیُّوم، اَزلی و اَبدی، قادرِ مطلق، ہر شے پر مُتَصَرِّف اور حکمران ہو، تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہوں، ایسا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں، اس لئے تمام آسمانی و زمینی کائنات کا مالک اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔

﴿ **كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ: اس نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لکھ لی ہے۔** ﴾ یعنی اس نے رحمت کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ خلافی کرنا اور معاذ اللہ جھوٹ بولنا محال ہے۔ اس نے رحمت کا وعدہ فرمالیا اور رحمت عام ہے دینی ہو یا دُنیوی، اپنی معرفت اور توحید اور علم کی طرف ہدایت فرمانا بھی اسی رحمت فرمانے میں داخل ہے، یونہی کفار کو مہلت دینا اور سزا دینے میں جلدی نہ فرمانا بھی رحمت میں داخل ہے کیونکہ اس سے انہیں توبہ اور رجوع کا موقع ملتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھ کر گناہوں پر بے باک نہیں ہونا چاہئے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحیم اور سب سے بڑھ کر کریم ہے، اس کے رحم و کرم کے خزانوں کی کوئی انتہاء نہیں، وہ چاہے تو عمر بھر کے گناہ گار کو پل بھر میں بخش دے اور اس کی ساری خطائیں معاف فرما دے لیکن اس کی وسیع رحمت کو دیکھ کر ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بندہ گناہوں پر بے باک ہوجائے اور اس کی نافرمانی کی پرواہ نہ کرے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ ہے کہ ''گناہ گار مومن اس طرح دھوکے میں مبتلا ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کریم ہے اور مجھے اس کے عفو و درگزر کی امید ہے، پھر اس بات پر بھروسہ کر کے اعمال سے غافل ہوجاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت وسیع اور رحمت و کرم عام ہے، اس کی رحمت کے سمندر کے مقابلے میں بندوں کے گناہوں کی کیا حیثیت ہے، ہم توحید کو ماننے والے اور مومن ہیں اور ایمان کے وسیلے سے اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ بعض اوقات ان کے پاس اس امید کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہمارے باپ دادا نیک لوگ تھے اور ان کا درجہ بلند تھا جیسے کئی لوگ اپنے نسب کی وجہ سے دھوکے کا شکار ہیں حالانکہ وہ خوفِ خدا، تقویٰ اور پرہیزگاری وغیرہ کے سلسلے میں اپنے آباؤ اَجداد کی سیرت کے خلاف چلتے ہیں تو گویا اِن کا گمان یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے باپ دادا سے بھی زیادہ معزز ہیں کیونکہ وہ باپ دادا تو انتہائی درجہ کے تقویٰ کے باوجود خوف زدہ رہتے تھے اور یہ لوگ

[1] ......جمل، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲/۳۲۲-۳۲۳.

انتہائی درجہ کے فسق و فجور کے باوجود بے خوف ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا دھوکہ ہے، اسی طرح شیطان اعلیٰ نسب والوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جو کسی انسان سے محبت کرتا ہے وہ اس کی اولاد سے بھی محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چونکہ تمہارے آبا ؤ اجداد سے محبت کی ہے لہٰذا وہ تم سے بھی محبت کرتا ہے، اس لئے تمہیں عبادت کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر دھوکہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اطاعت گزار کو پسند فرماتا اور گناہگار کو ناپسند فرماتا ہے تو جس طرح گناہگار بیٹے کو برا جاننے کی وجہ سے اس کے فرمانبردار باپ کو برا نہیں جانتا اسی طرح فرمانبردار باپ کی اطاعت گزاری کی وجہ سے اس کے گناہگار بیٹے سے محبت بھی نہیں کرتا، اگر محبت باپ سے بیٹے کی طرف چلی جاتی تو قریب تھا کہ نفرت بھی سرایت کرتی جبکہ حق بات یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور جس شخص کا یہ خیال ہو کہ وہ اپنے باپ کی پرہیزگاری کی وجہ سے نجات پائے گا تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو یہ گمان کرتا ہو کہ باپ کے کھانے سے وہ بھی سیر ہو جائے گا، باپ پیئے تو بیٹا بھی سیراب ہو جائے گا، باپ کے سیکھنے سے بیٹا بھی عالم ہو جائے گا اور باپ کعبہ شریف میں پہنچ جائے تو اس کے وہاں پہنچنے سے یہ بھی وہاں پہنچ جائے گا اور کعبہ شریف کو دیکھ لے گا۔ (یاد رکھیں کہ) تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا ہر ایک پر لازم ہے، اس میں والد اپنے بیٹے کی طرف سے کفایت نہیں کرتا اور اس کے برعکس بھی یہی حکم ہے۔[1][2]

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ-وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب کچھ اسی کا ہے جو رات اور دن میں بستا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَ لَهٗ: اور اسی کا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات اور دن میں کائنات میں بسنے والی یا سکون حاصل کرنے والی ہر چیز یعنی تمام موجودات اسی کی مِلک ہے اور وہ سب کا خالق، مالک اور رب ہے۔[3]

1 ......احیاء العلوم، کتاب ذم الغرور، بیان ذم الغرور وحقیقته وامثلته، ٣/٤٧١-٤٧٢، ملخصاً.

2 ......فی زمانہ اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے اور گناہوں پر بے باکی سے بچنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستگی بہت مفید ہے۔

3 ......جلالین مع جمل، الانعام، تحت الآیة: ١٣، ٢/٣٢٣.

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ یُطْعِمُ وَ لَا یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللّٰہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ اللّٰہ جس نے آسمان وزمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔ تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس دن جس سے عذاب پھیر دیا جائے ضرور اس پر اللّٰہ کی مہر ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا کسی اور کو اس اللّٰہ کے سوا والی بنالوں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے؟ اور وہ کھلاتا ہے اور وہ خود کھانے سے پاک ہے۔ تم فرماؤ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں اور تو ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ تم فرماؤ: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس دن جس سے عذاب پھیر دیا گیا تو ضرور اس پر اللّٰہ نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ کفارِ عرب نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کہا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے ملک والوں کے دین کی طرف آجائیں اور توحید کا ذکر چھوڑ دیں۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی [1] اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، انہیں جواب دو کہ کیا میں اُس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کو اپنا والی بنالوں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والا ہے نیز وہ سب کو کھلاتا ہے اور وہ خود کھانے سے پاک ہے، ساری مخلوق اُس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ لہٰذا ایسے خالق و مالک، رحیم و کریم کو میں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے تو

1 ......تفسیر قرطبی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۴، ۲۴۵/۳، الجزء السادس.

مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں کیونکہ نبی اپنی اُمت سے دین میں آگے ہوتے ہیں اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ میں شرک سے پاک رہوں۔

﴿مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىٕذٍ: اس دن جس سے عذاب پھیر دیا گیا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عذاب سے بچنا اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے ہوگا صرف اپنے اعمال اس کے لئے کافی نہیں کیونکہ اعمال سبب ہیں۔

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۷) وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس برائی کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ: اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے کوئی برائی مثلاً بیماری یا تنگ دستی یا اور کوئی بلا پہنچائے تو اس کے سوا اس برائی کو کوئی دور کرنے والا نہیں یعنی اس کی مرضی کے خلاف اس کا بھیجا ہوا عذاب کوئی نہیں دفع کرسکتا۔ اور جہاں تک نیک اعمال اور بزرگوں کی دعا سے عذاب اٹھ جانے کا تعلق ہے تو اسے بھی رب کریم عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل و کرم سے، اِن اسباب کے وسیلہ سے اٹھاتا ہے اور جیسے برائی کا پہنچنا اور دور ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، ایسے ہی بھلائی جیسے صحت و دولت وغیرہ کا پہنچنا بھی اسی خداوندِ کریم کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے، کوئی اس کی مَشِیَّت کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ معبود وہ ہے جو قدرتِ کاملہ رکھتا ہو اور کسی کا حاجت مند نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، لہٰذا صرف

اسی کو رب مانو اسی کی عبادت کرو۔ یہ ردِ شرک کی دل میں اثر کرنے والی دلیل ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی تم فرماؤ کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمھیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟ فرمادو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف اِس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں ڈراؤں۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً: سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگے کہ اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہمیں کوئی ایسا دکھائیے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ میرا گواہ ہے اور سب سے بڑا گواہ وہی ہے۔ (1)

1 ......صاوی، الانعام، تحت الآیة: ۱۹، ۲/ ۵۶۷.

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی دینا سنتِ خدا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی کئی طرح دی: **ایک یہ** کہ اپنے خاص بندوں سے گواہی دلوادی۔ **دوسرے یہ** کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جو کلام اتارا، اس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ **تیسرے یہ** کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ یہ سب رب تعالیٰ کی گواہیاں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی گواہی دینا سنتِ رسولُ **اللہ** ہے اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی دینا سنتِ خدا ہے، ہمارے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا گواہ خود ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ ہے اور کلمۂ شہادت میں دونوں گواہیاں جمع فرمادی گئیں، سُبْحَانَ اللہ۔

﴿وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ : اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ میری نبوت کی گواہی دیتا ہے اس لئے کہ اُس نے میری طرف اس قرآن کی وحی فرمائی اور یہ ایسا عظیم معجزہ ہے کہ تم فصیح و بلیغ اور صاحبِ زبان ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے، اس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ پاک عاجز کرنے والا ہے اور جب یہ عاجز کرنے والا ہے تو اس کتاب کا مجھ پر نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے رسول ہونے کی یقینی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ" سے یہی مراد ہے یعنی میری طرف اس قرآن کی وحی فرمائی گئی تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈراؤں۔[1]

﴿وَمَنْۢ بَلَغَ : اور جن تک یہ پہنچے۔﴾ یعنی میرے بعد قیامت تک آنے والے جن افراد تک یہ قرآنِ پاک پہنچے خواہ وہ انسان ہوں یا جن ان سب کو میں حکمِ الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو قرآنِ پاک پہنچا یہاں تک کہ اس نے قرآن سمجھ لیا تو گویا کہ اس نے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام مبارک سنا۔[2]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسریٰ اور قیصر وغیرہ سلاطین کو دعوتِ اسلام کے مکتوب بھیجے۔[3]

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ "وَمَنْۢ بَلَغَ" بھی فاعل کے معنیٰ میں ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ اس قرآن سے

---

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲/۸.

2 ......در منثور، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۲۵۷.

3 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲/۸.

میں تمہیں ڈراؤں اور وہ ڈرائیں جنہیں یہ قرآن پہنچے۔ [1]

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تروتازہ کرے اس کو جس نے ہمارا کلام سنا اور جیسا سنا ویسا پہنچایا، بہت سے لوگ جنہیں کلام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ [2]

اور ایک روایت میں ہے ’’ سننے والے سے زیادہ افقہ ہوتے ہیں۔ [3]

اس سے فقہا کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن کی ہدایت کسی زمان و مکان اور کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔

﴿ اَىٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ: کیا تم گواہی دیتے ہو؟ ﴾ یہاں مشرکوں سے خطاب ہے یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمائیں کہ اے مشرکو! کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ اے حبیبِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا بلکہ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

اسلام قبول کرنے والے کو کیا کرنا چاہئے؟

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص اسلام لائے اس کو چاہئے کہ توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ اسلام کے ہر مخالف عقیدہ و دین سے بیزاری کا اظہار کرے بلکہ تمام بے دینوں سے دور رہے اور کفر و شرک و گناہ سے بیزار رہے بلکہ مومن کو چاہیے کہ اپنی صورت، سیرت، رفتار و گفتار سے اپنے ایمان کا اعلان کرے۔ [4]

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان

---

1 ......جمل، الانعام، تحت الآیۃ: ١٩، ٣٢٧/٢.

2 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ٢٩٩/٤، الحدیث: ٢٦٦٦.

3 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ٢٩٨/٤، الحدیث: ٢٦٦٥.

4 ......نئے مسلمانوں میں سے جو انگلش زبان جانتے ہیں، انہیں کتاب WELCOME T0 ISLAM (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

نقصان میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (لیکن) جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی۔﴾ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء جنہوں نے توریت و انجیل پائی وہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حلیہ مبارک اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نعت وصفت سے جو ان کتابوں میں مذکور ہے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یعنی جیسے اولاد کے اولاد ہونے میں شبہ نہیں اسی طرح حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے میں انہیں شبہ نہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت اس روایت سے بھی ملتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہی آیت حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے پڑھ کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچاننے کی صورت پوچھی تو انہوں نے فرمایا: میں نے جیسے ہی رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دیدار کیا تو انہیں پہچان گیا بلکہ اپنے بیٹے کے مقابلے میں انہیں زیادہ جلدی پہچان گیا، میں اس بات کی گواہی تو دے سکتا ہوں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے رسول ہیں لیکن عورتوں نے کیا کیا وہ میں نہیں جانتا یعنی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے میرے پیچھے کوئی خیانت کرلی ہو اور یہ بیٹا میرا نہ ہو لیکن رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سچے رسول ہونے میں مجھے کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا۔

تفسیر بغوی میں پہچاننے کی یہ صورت لکھی ہے ”جیسے اپنے بیٹے کو دیگر بچوں کے درمیان پہچان لیتے ہیں کہ آدمی ہزاروں میں اپنے بیٹے کو بلا تَرَدُّد پہچان لیتا ہے ایسے ہی یہ لوگ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں جو اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالنے والے ہیں تو وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہودیوں کا ایمان نہ لانا حسد کی وجہ سے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد کے ہوتے ہوئے کسی کی خوبی تسلیم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس آیت سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ انہیں ماننا ایمان ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖؕ اِنَّهٗ

لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟﴾ جو کسی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرائے یا جو بات اس کی شان کے لائق نہ ہو اس کی طرف نسبت کرے وہ سب سے بڑا ظالم ہے کیونکہ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا تو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شایانِ شان نہیں ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف منسوب کرنا یقیناً سب سے بڑا ظلم ہوگا۔

ظالم کی وعید میں داخل افراد

اس وعید میں مشرک بھی داخل کہ وہ توحید کو اس کی جگہ سے ہٹاتے ہیں اور دیگر کفار بھی داخل ہیں۔ یونہی اس میں فلموں، ڈراموں یا کسی بھی ذریعے سے کفریات سیکھ کر بولنے یا خوشی سے سننے والے بھی داخل ہیں کہ وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف وہ چیزیں منسوب کرتے ہیں جو اس کی شایانِ شان نہیں اور اس میں زمانۂ ماضی اور خصوصاً زمانۂ حال کے وہ اسکالرز، دانشور اور مفکر بھی شامل ہیں جو دیدہ دانستہ قرآن کی غلط تفسیریں کرتے ہیں یا نااہل ہوتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللّٰہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر اور گم گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے، تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (خدا کا شریک) گمان کرتے تھے؟ پھر ان کی اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہوگی کہ کہیں گے، ہمیں اپنے رب اللّٰہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ اے حبیب! دیکھو اپنے اوپر انہوں نے کیسا جھوٹ باندھا؟ اور ان سے غائب ہوگئیں وہ باتیں جن کا یہ بہتان باندھتے تھے۔

﴿ **ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ:** پھر ان کی کوئی معذرت نہ ہوگی۔﴾ قیامت کے دن کافروں کے پاس اپنے کفر وشرک سے معذرت کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ شرک سے صاف انکار کردیں گے کہ ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ ان کے متعلق اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، دیکھو اپنے اوپر انہوں نے کیسا جھوٹ باندھا کہ عمر بھر کے شرک ہی سے مکر گئے۔ مشرکین شروع میں تو اپنے جرموں کا انکار کریں گے پھر دوسرے وقت اقرار کریں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے کہ ہمیں تو ہمارے بڑوں نے گمراہ کیا تھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے ہیں

کہ اسے نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں ٹینٹ اوراگرساری نشانیاں دیکھیں توان پرایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ جب تمہارے حضورتم سے جھگڑتے حاضرہوں تو کافرکہیں یہ تونہیں مگراگلوں کی داستانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں سے کوئی وہ ہے جوتمہاری طرف کان لگا کرسنتا ہےاورہم نے ان کے دلوں پرغلاف کردیئے ہیں کہ اس کونہ سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہےاوراگرساری نشانیاں (بھی) دیکھ لیں توان پرایمان نہ لائیں گے حتّٰی کہ جب تمہارے پاس تم سے جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں یہ تو پہلےلوگوں کی داستانیں ہیں۔

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ : اوران میں سے کوئی وہ ہے جوتمہاری طرف کان لگا کرسنتا ہے۔﴾ ایک مرتبہ ابوسفیان، ولید، نضر اورابوجہل وغیرہ جمع ہوکر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاوتِ قرآن پاک سننے لگےتو نضر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگا: میں نہیں جانتا، زبان کوحرکت دیتے ہیں اور پہلوں کے قصے کہہ رہے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ابوسفیان نے کہا کہ ان کی باتیں مجھے حق معلوم ہوتی ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ اس کا اِقرار کرنے سے مرجانا بہتر ہے۔اس پر یہ آیت ِکریمہ نازل ہوئی۔ [1] کافروں کے قرآنِ پاک کو پرانے قصے کہنے سے مقصد کلامِ پاک کا وحیِ الٰہی ہونے کا انکار کرنا ہے۔

وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ یَنْـــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ یُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوروہ اس سے روکتے اوراس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگراپنی جانیں اورانہیں شعور نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوروہ (دوسروں کو) اس سے روکتے اورخوداس سے دور بھاگتے ہیں اوروہ اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں اورانہیں شعور نہیں۔

﴿ وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ : اوروہ (دوسروں کو) اس سے روکتے ہیں۔﴾ یعنی مشرکین لوگوں کوقرآن شریف سے یا رسولِ کریم

[1] ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۲۵، ۲/۱۰.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرنے سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں۔ یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس میں حاضر ہونے اور قرآنِ کریم سننے سے روکتے تھے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلامِ مبارک اُن کے دل میں اثر نہ کر جائے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی جو مشرکین کو تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور خود ایمان لانے سے بچتے تھے۔[2] لیکن بظاہر پہلا قول ہی صحیح ہے کیونکہ یہاں جمع کا صیغہ بیان ہوا ہے۔

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔

﴿وَ لَوْ تَرٰۤى: اور اگر آپ دیکھیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کی حالت دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بڑی خوفناک حالت دیکھیں گے اور اس وقت کافر کہیں گے کہ اے کاش کہ کسی طرح ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں تاکہ اس ہولناک عذاب سے بچ سکیں۔

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ٢٦، ٢/١٠.

2 ......قرطبی، الانعام، تحت الآية: ٢٦، ٣/٢٥١، الجزء السادس.

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ: بلکہ ان پر ظاہر ہوگیا۔﴾ جیسا کہ اُوپر اسی رکوع میں مذکور ہو چکا کہ مشرکین سے جب فرمایا جائے گا کہ تمہارے شریک کہاں ہیں تو وہ اپنے کفر کو چھپا جائیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے، اس آیت میں بتایا گیا کہ پھر جب انہیں ظاہر ہو جائے گا جو وہ چھپاتے تھے یعنی ان کا کفر اس طرح ظاہر ہوگا کہ ان کے اَعضاء و جَوارح ان کے کفر و شرک کی گواہیاں دیں گے تب وہ دُنیا میں واپس جانے کی تمنا کریں گے۔ اسی کا فرمایا جا رہا ہے کہ کافر اگرچہ دنیا میں لوٹائے جانے اور ایمان لانے کی تمنا ظاہر کر رہے ہیں لیکن ان کے ایمان لانے کی تمنا سچی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پہلے جو یہ اپنا مشرک ہونا چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے اور اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

وَ قَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ع

ع ۳/۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے فرمائے گا کیا یہ حق نہیں ہے کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم فرمائے گا تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا تھا کہ زندگی تو صرف دنیاوی زندگی ہی ہے اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔ اور اگر تم دیکھو جب انہیں ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو وہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں؟ تو کہیں گے: کیوں نہیں، ہمیں اپنے رب کی قسم۔ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿وَقَالُوْٓا: اور انہوں نے کہا تھا۔﴾ یہ ان کافروں کا مقولہ ہے جو قیامت کے منکر ہیں اور اس کا واقعہ یہ تھا کہ جب سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو قیامت کے احوال اور آخرت کی زندگی، ایمانداروں اور فرمانبرداروں کے ثواب، کافروں اور نافرمانوں پر عذاب کا ذکر فرمایا تو کافر کہنے لگے کہ زندگی تو بس دنیا ہی کی ہے اور جب ہم مرنے کے بعد اس دنیا سے چلے جائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔[1] کافروں کا تو عقیدہ ہی یہ تھا کہ زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد کوئی اٹھایا نہیں جائے گا اور اسی اعتقاد کی بنا پر ان کی زندگی غفلت کا شکار تھی لیکن مسلمانوں پر بھی افسوس ہے کہ ان کا تو قطعی عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو اٹھایا جائے گا، اعمال کا جواب دینا پڑے گا لیکن اس کے باوجود وہ غفلت میں پڑے ہیں، یہ بڑی افسوس ناک صورت ہے چنانچہ اسی مفہوم میں بزرگوں نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ حضرت ابوجعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس شخص پر بڑی حیرت ہے جو ہمیشگی کے گھر (جنت) کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کوشش دھوکے کے گھر (دنیا کو پانے اور اسے سنوارنے) کے لئے کرتا ہے۔[2]

امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ ''اس شخص پر تعجب ہے جو احسان کرنے والے کی معرفت کے بعد اس کی نافرمانی کرتا ہے اور شیطان لعین کی سرکشی کو جاننے کے بعد اس کی اطاعت کرتا ہے۔[3]

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۲۹، ۲/۱۱.

2 ...... کتاب الزهد لابن ابی الدنیا، ص۲۸، رقم: ۱٤.

3 ......احیاء العلوم، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، ۳/٤۷.

حضرت فضیل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''مجھے اس شخص پر تعجب نہیں ہوتا جو عمارت بنا کر چھوڑ جاتا ہے بلکہ اس پر تعجب ہوتا ہے جو اس عمارت کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتا۔''(1)

حضرت وہیب مکی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''کسی شخص کے لئے یہ بات کیسے مناسب ہے کہ وہ دنیا میں ہنسے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے سامنے قیامت کے دن کی فریادیں، گردشیں اور خوفناک مناظر ہیں، قریب ہے کہ سخت رعب اور خوف سے اس کے جسم کے جوڑ کٹ جائیں۔''(2)

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِؕ-حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَاۙ-وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْؕ-اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ(۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہار میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی بولے ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں تقصیر کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں ارے کتنا بُرا بوجھ اٹھائے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

﴾قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ: بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا۔﴿ یعنی جن کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اعمال کے حساب کے لئے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو جھٹلایا تو انہوں نے اپنی جانوں کا ہی نقصان کیا کہ وہ لازوال نعمتوں کے گھر جنت سے محروم ہو جائیں

1 ......احیاء العلوم، کتاب الفقر والزهد، بیان تفصیل الزهد فیما هو من ضروریات الحیاة، ٤/٢٩٢.

2 ......تنبیه المغترین، الباب الثانی فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقهم ظنهم بنفسهم الهلاك... الخ، ص١٠٩.

گے اور جہنم کے دَرکات میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے دن ان منکروں پر اچانک قیامت آئے گی اور یہ اپنی ذلت ورسوائی کو دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے افسوس! ہمیں اس پر بہت ندامت ہے جو ہم نے دنیا میں قیامت کو ماننے میں کوتاہی کی اور اس دن پر ایمان لا کر اس کے لئے تیاری نہ کی اور نیک اعمال کرنے سے دور رہے۔[1]

﴿ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ: اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔﴾ حدیث شریف میں ہے کہ کافر جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے سامنے نہایت قبیح بھیانک اور بہت بدبودار صورت آئے گی وہ کافر سے کہے گی: تو مجھے پہچانتا ہے؟ کافر کہے گا، نہیں، تو وہ کافر سے کہے گی: میں تیرا خبیث عمل ہوں، دنیا میں تو مجھ پر سوار رہا تھا اور آج میں تجھ پر سوار ہوں گا اور تجھے تمام مخلوق میں رسوا کروں گا پھر وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔[2]

مسلمان کے اُخروی خسارے کا سبب

قیامت کے دن کافر کا تو یہ حال ہوگا جبکہ دنیا میں کئے گئے برے اعمال مسلمان کے لئے بھی اُخروی خسارے کا سبب بن سکتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''چار آدمی ایسے ہیں کہ وہ جہنمیوں کی تکلیف میں اضافے کا سبب بنیں گے اور وہ کھولتے پانی اور آگ کے درمیان دوڑتے ہوئے ہلاکت وتباہی مانگتے ہوں گے۔ اُن میں سے ایک پر انگاروں کا صندوق لٹک رہا ہوگا، دوسرا اپنی آنتیں کھینچ رہا ہوگا، تیسرے کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہے ہوں گے اور چوتھا اپنا گوشت کھا رہا ہوگا۔ صندوق والے کے بارے میں جہنمی ایک دوسرے سے کہیں گے: ''اس بدبخت کو کیا ہوا؟ اس نے تو ہماری تکلیف میں اور اضافہ کر دیا۔ صندوق والا یہ جواب دے گا'' میں اس حال میں مرا کہ میری گردن پر لوگوں کے اموال کا بوجھ (یعنی قرض) تھا۔ پھر اپنی انتڑیاں کھینچنے والے کے متعلق کہیں گے: اس بدبخت شخص کا معاملہ کیسا ہے جس نے ہماری تکلیف کو اور بڑھا دیا؟ تو وہ جواب دے گا'' میں کپڑوں کو پیشاب سے بچانے کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ پھر جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہی ہوگی، اس کے بارے میں کہیں گے: اس بدنصیب کا معاملہ کیا ہے جس نے ہماری تکلیف کو اور زیادہ کر دیا؟ وہ کہے گا'' میں بدنصیب بری بات کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح لذت اُٹھاتا تھا جیسا کہ جماع کی باتوں سے۔ پھر جو شخص اپنا گوشت کھا رہا ہوگا اس کے متعلق جہنمی کہیں گے: اس مردود کو کیا ہوا جس نے ہماری تکلیف میں مزید اضافہ کر دیا؟ تو وہ جواب دے گا'' میں بدبخت غیبت کر کے لوگوں کا

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۳۱، ۱۲/۲، روح البیان، الانعام، تحت الآیة: ۳۱، ۲۲/۳، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، الانعام، تحت الآیة: ۳۱، ۱۷۸/۵، خازن، الانعام، تحت الآیة: ۳۱، ۱۲/۲.

گوشت کھاتا اور چغلی کرتا تھا۔ [1]

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت والا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ: اور دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے جسے بقا نہیں، بہت جلد گزر جاتی ہے جبکہ نیکیاں اور طاعتیں اگرچہ مومنین سے دنیا ہی میں واقع ہوں لیکن وہ امورِ آخرت میں سے ہیں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی، چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں گزر جائے اور جو زندگی آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے میں صَرف ہو، وہ دنیا میں زندگی تو ہے مگر دنیا کی زندگی نہیں لہٰذا انبیاء وصالحین کی زندگی دنیا کی نہیں بلکہ دین کی ہے۔ غرضیکہ غافل اور عاقل کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔ [2]

آخرت کو بھلا دینے والے دنیاداروں کی مثال

امام غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس بات کو بڑے پیارے انداز میں سمجھایا ہے چنانچہ کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں: دنیاداروں کا دنیوی کاروبار میں مشغول ہو کر آخرت کو بھلا دینے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گروہ کشتی میں سوار ہوا اور وہ کشتی کسی جزیرے پر جا کر رُکی، لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ضروری حاجات سے فارغ ہونے

---

1 ...... رسائل ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، باب الغیبة وذمها، ۱۳۲/۷، رقم: ۱۸۷، حلیة الاولیاء، شفی بن ماتع الاصبحی، ۱۹۰/۵، رقم: ٦٧٨٦، الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الثانی فی الکبائر الظاهرة، الکبیرة الثامنة والتاسعة بعد المائتین، ۱۸/۲-۱۹.

2 ...... نور العرفان، الانعام، تحت الآیۃ: ۳۲، ص ۲۰۸۔

کے لئے جزیرے پر اتر گئے۔ ملاح نے اعلان کیا: یہاں زیادہ دیر نہیں رکیں گے لہٰذا وقت ضائع کئے بغیر صرف طہارت وغیرہ سے فارغ ہو کر جلدی واپس پلٹیں۔ جزیرے میں اترنے کے بعد لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے:

(1)...... کچھ لوگ جزیرے میں سیر و سیاحت اور اس کے عجائبات دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ انہیں کشتی میں واپس آنا یاد نہ رہا حتّٰی کے وہیں بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے اور درندوں کی غذا بنے۔

(2)...... عقلمند لوگ اپنی حاجات سے جلدی فارغ ہو کر کشتی میں اپنی من پسند جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔

(3)...... کچھ لوگ جزیرے کے انوار اور عجیب و غریب قسم کے پھولوں، غنچوں، شگوفوں، وہاں کے پرندوں کے اچھے نغمات سنتے اور وہاں کے قیمتی پتھروں کو دیکھتے رہ گئے اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے صرف دیکھنے پر ہی اِکتفا نہ کیا بلکہ وہاں سے بہت سی چیزیں اپنے ساتھ اٹھا لائے۔ اب کشتی میں مزید جگہ تنگ ہوئی تو اپنے ساتھ لانے والی اشیاء کو کشتی میں رکھنے کی جگہ نہ پا سکے تو مجبوراً انہیں سروں پر اٹھانا پڑا۔ ابھی دو دن ہی گزرے تھے کہ ان اشیاء کی رنگت میں تبدیلی شروع ہو گئی اور خوشبو کی بجائے اب بدبو آنے لگی، اب انہیں کہیں پھینکنے کی جگہ بھی نہ تھی نادم و پشیمان اسی طرح اپنے سروں پر اٹھانے پر مجبور تھے۔

پہلے گروہ کی مثال کفار و مشرکین اور بدعقیدہ لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو کلی طور پر دنیا کے سپرد کر دیا اور اسی کے ہو کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کو فراموش کر دیا، انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں محبوب رکھا۔

دوسرا گروہ ان عقلمندوں کا تھا جسے مومنین سے تعبیر کیا گیا، وہ طہارت سے فارغ ہوتے ہی کشتی میں سوار ہوئے اور عمدہ سیٹوں کو پالیا (یعنی جنت کے مستحق ہوئے۔)

تیسرے گروہ کی مثال خطا کاروں کی ہے کہ انہوں نے ایمان کو تو محفوظ رکھا مگر دنیا میں ملوث ہونے سے بچ نہ سکے۔ [1]

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم

[1] ...... کیمیائے سعادت، عنوان سوم: معرفت دنیا، فصل چهارم، ۱/۹۵-۹۶، ملخصاً.

اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ کرتی ہیں تو بیشک یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ: ہم جانتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اخنس بن شریق اور ابوجہل کی آپس میں ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابوجہل سے کہا، اے اَبُوالْحَکَمْ! (کفار ابوجہل کو اَبُوالْحَکَمْ کہتے تھے) یہ تنہائی کی جگہ ہے اور یہاں کوئی ایسا نہیں جو میری تیری بات پر مطلع ہوسکے، اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے ہیں یا نہیں؟ ابوجہل نے کہا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بے شک سچے ہیں، کبھی کوئی جھوٹا حرف اُن کی زبان پر نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قُصَیْ (حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ ہیں) کی اولاد ہیں اور حج اور خانہ کعبہ کے متعلق تو سارے اعزاز انہیں حاصل ہی ہیں، اب نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے اعزاز کیا رہ گیا۔[1]

ترمذی شریف میں حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ ''ابوجہل نے سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا، ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب نہیں کرتے ہم تو اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لائے اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[2] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں لیکن آپ تسلی رکھیں کیونکہ قوم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت کا اعتقاد رکھتی ہے اسی لئے پوشیدہ طور پر یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے البتہ حسد اور عناد کی وجہ سے یہ ظالم لوگ علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔[3]

اس آیت کے ایک معنیٰ یہ بھی ہوتے ہیں کہ ''اے حبیب اکرم! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ کی تکذیب آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے اور تکذیب کرنے والے ظالم ہیں یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جھٹلانا ہے۔

---

1 ......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/۷۷.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الانعام، ۵/۴۵، الحدیث: ۳۰۷۵.

3 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/۱۳.

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکیں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بیشک تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ: اور آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا۔﴾ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اطہر کی تسلی کیلئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور تکذیب کرنے والے ہلاک کئے گئے۔ لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ بھی صبر کریں۔ کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور اس کے حکم کو کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ رسولوں کی نصرت اور ان کی تکذیب کرنے والوں کا ہلاک ہونا اس نے جس وقت مقدر فرمایا ہے اس وقت ضرور ہوگا۔ اور بیشک تمہارے دل کے سکون کے لئے تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جانتے ہیں کہ انہیں کفار سے کیسی ایذائیں پہنچیں۔ یہ پیشِ نظر رکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دل مطمئن رکھیں۔ اس آیت میں مبلغین کیلئے بھی تسلی ہے کہ اگر انہیں راہِ تبلیغ میں مشقتیں پیش آئیں تو وہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکالیف کو یاد کر کے صبر اختیار کریں۔

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍؕ-وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ(۳۵)

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلو یا آسمان میں زینہ پھر ان کے لیے نشانی لے آ ؤ اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ان کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کے پاس کوئی نشانی لے آ ؤ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! ہرگز بے خبر نہ بن۔

﴿وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ: اور اگر تم پر شاق گزرتا ہے۔﴾ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں۔ جو اسلام سے محروم رہتے ہیں ان کی محرومی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بہت شاق رہتی تھی۔ اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رنج و تکلیف سے بچانے کیلئے اس انداز میں فرمایا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب لوگوں کے ایمان لانے کی طرف سے امید منقطع فرمالیں اور یوں رنج وغم سے نجات پائیں، چنانچہ اس پر جو فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگر ان کافروں کا منہ پھیرنا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے پناہ رحمت اور شفقت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر شاق گزرتا ہے تو اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ایمان لانے کی خاطر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کافروں کے پاس ان کی کوئی مطلوبہ نشانی لا سکتے ہیں تو لا کر دیکھ لیں۔ یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تسلیم ورضا کے مقام پر رہ کر اس معاملے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر دیں اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا نہیں کیا۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اوران مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا پھراس کی طرف ہانکے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صرف وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور اللہ ان مردہ دلوں کو اٹھائے گا پھراس کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔

﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ : صرف وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ صرف وہ لوگ مانتے ہیں جوتوجہ اور غور وفکر کے ساتھ دل لگا کر سمجھنے کیلئے سنتے ہیں جبکہ یہ کفار تو مردہ دل ہیں یہ کیا مانیں گے۔ آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ان دل کے مردوں کو اٹھائے گا اور پھراسی کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا اور یہ اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔ وعظ ونصیحت کا اثر بھی تبھی ہوتا ہے جب آدمی ماننے اور عمل کرنے کے جذبے کے ساتھ توجہ کے ساتھ سنے ورنہ بے توجہی سے سننے کا نتیجہ عام طور پر کچھ بھی برآمد نہیں ہوتا۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی ؟ تم فرمادو کہ بیشک اللہ کسی نشانی کے اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔

وقف منزل　وقف غفران　عند البعض علی یسمعون

﴿وَقَالُوْا: اورانہوں نے کہا۔﴾ کفارِ مکہ نے کہا تھا کہ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایسی کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ اس پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ ان کے جواب میں اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم فرمادو کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر قسم کی نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے علم ہیں کہ اگر کوئی نشانی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اتاردی تو نہ ماننے کی صورت میں فوری طور پر ہلاک کردیے جائیں گے۔ کفار کی گمراہی اوران کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ کثیر آیات و معجزات جو انہوں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مشاہدہ کئے تھے اُن پر قناعت نہ کی اور سب سے مکر گئے اور ایسی نشانی طلب کرنے لگے جس کے ساتھ عذابِ الٰہی ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ''اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ'' یارب اگر یہ حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ [1] اس پر انہیں فرمایا گیا کہ یہ جاہل ہیں اور جانتے نہیں کہ اس طرح کی نشانی کا اترنا ان کے لئے بلا و مصیبت ہے کہ انکار کرتے ہی ہلاک کردیئے جائیں گے اور اپنی موت خود اپنے منہ سے مانگ رہے ہیں۔ ان معجزات کا نہ اتارنا بھی حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓىٕرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ (۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے اور نہ ہی اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والا کوئی پرندہ ہے مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ پھر یہ اپنے رب کی طرف ہی اٹھائے جائیں گے۔

﴿اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ: مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔﴾ یعنی تمام جاندار خواہ وہ چوپائے ہوں یا درندے

1 ......ابو سعود، الانعام، تحت الآیة: ۳۷، ۲/۱٤٦.

یا پرندے، سب تمہاری طرح اُمتیں ہیں۔ یہ مُماثَلت تمام اعتبارات سے نہیں بلکہ بعض اعتبار سے ہے اور ان وجوہ کے بیان میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ حیوانات تمہاری طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچانتے اور اسے واحد و یکتا جانتے، اس کی تسبیح پڑھتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ مخلوق ہونے میں تمہاری مثل ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ انسان کی طرح باہمی الفت رکھتے اور ایک دوسرے سے سمجھتے سمجھاتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ روزی طلب کرنے، ہلاکت سے بچنے، نر مادہ کی امتیاز رکھنے میں تمہاری مثل ہیں۔ بعض نے کہا کہ پیدا ہونے، مرنے، مرنے کے بعد حساب کے لئے اُٹھنے میں تمہاری مثل ہیں۔ [1]

﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ: ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کمی نہیں چھوڑی۔﴾ یعنی جملہ علوم اور تمام ”مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ“ کا اس میں بیان ہے اور جمیع اشیاء کا علم اس میں ہے۔ اس کتاب سے یہ قرآنِ کریم مراد ہے یا لوحِ محفوظ۔ [2] اس سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علمِ کلی ثابت ہوا کیونکہ سارے علوم لوحِ محفوظ یا قرآن میں ہیں اور یہ کتابیں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علم میں ہیں۔

﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ: پھر یہ اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔﴾ تمام انسان، جانور، پرندے قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ انسان تو جنت یا جہنم میں جائیں گے جبکہ جانور اور پرندوں کا حساب ہوگا اس کے بعد وہ خاک کر دیئے جائیں گے۔ [3]

قیامت کے دن جانوروں کا بھی حساب ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن انسانوں اور جنوں کے علاوہ جانوروں اور پرندوں کا بھی حساب ہوگا۔ بعض احادیث میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن تم لوگ ضرور حق داروں کو ان کے حقوق سپرد کرو گے حتّٰی کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن زمین کھینچ کر چمڑے کی طرح دراز

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۳۸، ۲/۱۵.

2 ......جمل، الانعام، تحت الآية: ۳۸، ۲/۳٤٥.

3 ......تفسير بغوى، الانعام، تحت الآية: ۳۸، ۲/۷۸.

4 ......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، ص۱۳۹٤، الحديث: ٦۰(۲٥۸۲).

ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ انسانوں، جنوں، چوپایوں اور وحشی جانوروں الغرض تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا، اس دن اللہ تعالیٰ جانوروں کے درمیان بھی قصاص رکھے گا یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا، پھر انہیں کہا جائے گا کہ تم سب مٹی ہو جاؤ۔ اس وقت کافر یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں بھی مٹی ہو جاتا۔[1]

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِؕ-مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُؕ-وَ مَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے رستے ڈال دے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں (ہیں۔) اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا: اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں کیونکہ حق ماننا اور حق بولنا انہیں مُیَسَّر نہیں اور وہ جہالت، حیرت اور کفر کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دے اور اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَۚ-اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۴۰) بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ۠(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے

[1] ......مستدرك، كتاب الاهوال، جعل الله القصاص بين الدواب، ۵/۷۹۴، الحديث: ۸۷۵۶.

اگر سچے ہو۔ بلکہ اسی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی (اللہ) کو پکارو گے تو اگر اللہ چاہے تو وہ مصیبت ہٹا دے جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور تم شریکوں کو بھول جاؤ گے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں سے فرمائیں کہ بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اس وقت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اور جن کو دنیا میں معبود مانتے تھے اُن سے حاجت روائی چاہو گے؟ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں کہ معاذ اللہ بت معبود ہیں، سچے ہو تو اس وقت انہیں پکارو مگر ایسا نہ کرو گے بلکہ تمام ہولناکیوں اور تکلیفوں میں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو پکارو گے تو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو تم سے وہ مصیبت ہٹا دے جس کو دور کرنے کی طرف تم اسے پکارو گے اور اگر وہ چاہے تو اس مصیبت کو دور نہ کرے اور اس وقت تم ان بتوں کو بھول جاؤ گے جنہیں تم خدا عَزَّوَجَلَّ کا شریک قرار دیتے تھے اور جنہیں اپنے اعتقادِ باطل میں تم معبود جانتے تھے اور اُن کی طرف التفات بھی نہ کرو گے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ تمہارے کام نہیں آسکتے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کردیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا: اور ہم نے رسول بھیجے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے لیکن لوگ ان پر ایمان نہیں لائے تو ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کر دیا اور فقر و افلاس اور بیماری وغیرہ میں مبتلا کیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے باز آئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تکالیف اور مصیبتیں بعض اوقات رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بن جاتی ہیں کہ بندوں کو رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور صالحین کے درجات بلند کرتی ہیں۔

فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑائے ہوتے لیکن ان کے تو دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے۔ پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے لیکن ان کے تو دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

﴿فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے﴾ اس آیت اور اِس کے بعد والی آیت میں مجموعی طور پر یہ فرمایا گیا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ گڑگڑاتے تاکہ ہم انہیں توبہ کا موقع دیتے لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کردیئے تھے پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور وہ کسی طرح نصیحت قبول کرنے کی طرف نہ آئے، نہ تو پیش آنے والی مصیبتوں سے اور نہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں سے، تو ہم نے ان پر ہر چیز یعنی صحت و سلامت اور وسعتِ رزق و عیش وغیرہ کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس عیش و عشرت پر خوش ہوگئے اور اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھنے لگے اور قارون کی طرح تکبر کرنے لگے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور انہیں مبتلائے عذاب کردیا اور اب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہونے کا حکم

یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت پر خوش ہونا اگر فخر، تکبر اور شیخی کے طور پر ہو تو برا ہے اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر شکر کے طور پر ہو تو بہتر ہے اور صالحین کا طریقہ بلکہ حکمِ الٰہی ہے، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

کفر اور گناہوں کے باوجود دنیوی خوشحالی کا اصل سبب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور گناہوں کے باوجود دنیاوی راحتیں ملنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور اس کا غضب و عذاب ہے کہ اس سے انسان اور زیادہ غافل ہوکر گناہ پر دلیر ہوجاتا ہے بلکہ کبھی خیال کرتا ہے کہ گناہ اچھی چیز ہے ورنہ مجھے یہ نعمتیں نہ ملتیں اور یہ کفر ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

---

1 ......والضحی: ۱۱.

2 ......یونس: ۵۸.

’’جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود ان کی پسند کے مطابق عطا فرما رہا ہے تو یہ ان کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِستِدراج اور ڈھیل ہے، پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔‘‘(1)

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’خدا کی قسم! جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں وسعت عطا فرمائی اور اسے یہ خوف نہ ہو کہ کہیں اس میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی کوئی خفیہ تدبیر نہ ہو تو بے شک اس کا عمل ناقص اور اس کی فکر کمزور ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے وسعت روک لی اور اس نے یہ گمان نہ کیا کہ وسعت روکنے میں اس کے لئے کوئی بھلائی ہوگی تو بے شک اس کا عمل ناقص اور اس کی فکر کمزور ہے۔(2)

اس سے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیے جو کافروں کی ترقی دیکھ کر اسلام سے ہی ناراض ہوجاتے ہیں اور مسلمانوں کی معیشت کا رونا روتے ہوئے انہیں کفار کی اندھی تقلید کا درس دیتے ہیں اور اسلامی شرم و حیا اور تجارت کے شرعی قوانین کو لات مارنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: تو ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ایمان کی بجائے کفر اختیار کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی بجائے گناہوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب کے

1 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبة بن عامر الجهنی، ۱۲۲/۶، الحدیث: ۱۷۳۱۳.

2 ......تفسیر قرطبی، الانعام، تحت الآیة: ۴۴، ۲۶۵/۳، الجزء السادس.

سب ہلاک کردیئے گئے، ان میں سے کوئی باقی نہ چھوڑا گیا۔

﴿وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس پر کہ اس نے دشمنوں کو ہلاک کیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔ اس آیت میں یہ بھی تعلیم ہے کہ لوگ ظالموں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کا شکر بجالائیں۔ (1)

بے دینوں اور ظالموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہوں، بے دینوں اور ظالموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہئے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی سیرتِ مبارکہ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں چنانچہ

ابوجہل کے قتل پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ (2)

عاشورہ کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا کہ اس دن فرعون ہلاک ہوا۔ (3)

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یمامہ کی فتح اور مسیلمہ کذاب کے مرنے کی خبر ملنے پر سجدۂ شکر کیا اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے جب (خارجیوں کے درمیان) ذُو الثَّدِیَّہ یعنی دو پستانوں والے مرد کو مردہ پایا تو سجدۂ شکر کیا۔ (4)

لہٰذا مؤمن کی وفات پر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھے اور موذی کافر کی موت پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' پڑھے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ (۴۶)

---

1 ......تفسیر سمرقندی، الانعام، تحت الآیۃ: ٤٥، ١/٤٨٥.

2 ......سیرت حلبیہ، باب غزوۃ بدر الکبری، ٢/٢٣٦.

3 ......مسلم، کتاب الصیام باب صوم یوم عاشوراء، ص٥٧٢، الحدیث: ١٢٨(١١٣٠).

4 ......فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ١/٤٥٧.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیزیں لادے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، (اے لوگو!) بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے گا؟ دیکھو ہم کیسے بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر (بھی) یہ لوگ منہ پھیرتے ہیں۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ، (اے لوگو!) بھلا بتاؤ۔﴾ یہاں توحید باری تعالیٰ کی دلیل پیش کی جارہی ہے اور فرمایا جارہا ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے اور علم و معرفت کا تمام نظام درہم برہم ہوجائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے گا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں، تو اب توحید پر قوی دلیل قائم ہوگئی کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اتنی قدرت و اختیار والا نہیں تو عبادت کا مستحق صرف وہی ہے اور شرک بدترین ظلم و جرم ہے۔

﴿اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ: دیکھو ہم کیسے بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ کبھی ہم انہیں اپنی نعمتیں یاد دلا کر ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں، کبھی سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات یاد دلا کر اور کبھی اس بات سے ڈراتے ہیں کہ ہم چاہیں تو ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں کو بے کار کردیں اور کبھی ان کے سامنے اپنی اُلوہیت، قدرت اور وحدانیت پر دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ یہ کسی طرح ایمان لے آئیں لیکن ان کا حال یہ ہے کہ یہ ان نشانیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے اچانک یا کھلم کھلا تو کون تباہ ہوگا سوا ظالموں کے۔

1 ......البحر المحيط، الانعام، تحت الآية: ٤٦، ٤/١٣٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو ظالموں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟

﴿قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ: تم فرماؤ، بھلا بتاؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اچانک آنے والا عذاب۔ یہ وہ عذاب ہے جو پیشگی علامتوں کے بغیر آتا ہے اور اس کے ذریعے کفار کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

(2)......کھلم کھلا آنے والا عذاب۔ یہ وہ عذاب ہے جس کے آنے سے پہلے اس کی علامتیں نمودار ہوتی ہیں تاکہ لوگ اگر اس عذاب سے بچنا چاہیں تو اپنے کفر اور سرکشی سے توبہ کر کے بچ سکتے ہیں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو انہیں عذاب میں مبتلا کر کے تباہ کر دیا جاتا ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے تو جو ایمان لائے اور سنورے ان کو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم۔ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں انہیں عذاب پہنچے گا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم رسولوں کو اسی حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہوتے ہیں تو جو ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو انہیں ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب پہنچے گا۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ: اور ہم رسولوں کو اسی حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دینے والے ہوتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجتے کہ کفار ان سے اپنی من مرضی

کے معجزات طلب کرتے پھریں بلکہ اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو اطاعت پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی کرنے پر عذاب کی وعید سنائیں تو جو اپنے کفر کو چھوڑ کر ان پر ایمان لے آیا اور اس نے اپنے اعمال کی اصلاح کر لی تو ان پر دنیوی یا اخروی عذاب کا کوئی خوف ہے اور نہ وہ ثواب ضائع ہونے کے اندیشے سے غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری ان آیتوں کو جھٹلایا جو ہمارے رسولوں نے ان کے سامنے بیان کیں تو انہیں ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب پہنچے گا۔ (1)

اخروی نجات کے لئے ایمان ضروری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اخروی نجات کے لئے ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں، ایمان لانے کے بعد خود کو نیک اعمال سے بے نیاز سمجھنے والے اور ایمان قبول کئے بغیر اچھے اعمال کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھنے والے دونوں احمقوں کی دنیا کے باسی ہیں البتہ ان دونوں صورتوں میں صاحبِ ایمان قطعاً بے ایمان سے بہتر ہے۔

امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جب بندہ ایمان لاتا ہے اور اس کے بعد اچھے اعمال کرتا اور برائیوں سے باز رہتا ہے نیز امید اور خوف کے درمیان اس طرح مُتَرَدِّد رہتا ہے کہ اسے عمل قبول نہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ وہ ہمیشہ نیک عمل نہ کر سکے اور اس کا خاتمہ اچھا نہ ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالیٰ سے اس بات کی امید بھی رکھتا ہے کہ وہ اسے مضبوط اور ثابت قول پر ثابت قدم رکھے گا، اس کے دین کو موت کی سختیوں سے بچائے گا حتّٰی کہ وہ توحید پر دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور باقی کی زندگی اس کے دل کو خواہشات سے محفوظ رکھے گا تاکہ وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو ایسا آدمی عقلمند ہے لیکن اس کے علاوہ لوگ دھوکے میں ہیں اور عنقریب عذاب کو دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص سب سے زیادہ بھٹکا ہوا تھا اور کچھ وقت کے بعد اس کی خبر تم ضرور جان لو گے، اس وقت وہ کہیں گے

رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں واپس بھیج دے تاکہ نیک کام کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

یعنی ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ جس طرح زمین میں بیج ڈالے اور ہل چلائے بغیر فصل پیدا نہیں ہوتی اسی طرح آخرت میں اجر و ثواب اچھے عمل کے بغیر نہیں ملتا، اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو ہمیں واپس بھیج دے، ہم اچھے عمل کریں گے، اب ہمیں تیری اس بات کی صداقت معلوم ہو گئی

(1)......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/۳۲.

(2)......سجدہ: ۱۲.

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ(۳۹) وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔

(لیکن اس وقت ان کی یہ باتیں انہیں کوئی فائدہ نہ دیں گی اور نہ ہی انہیں واپس بھیجا جائے گا)۔[2]

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۠(۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ کفار کا طریقہ تھا کہ وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے طرح طرح کے سوال کیا کرتے تھے، کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دے دیجئے تاکہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں اور ہمارے لئے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے۔ کبھی کہتے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کہ کیا کیا پیش آئے گا؟ تاکہ ہم منافع حاصل کرلیں اور نقصانوں سے بچنے کیلئے پہلے سے انتظام کرلیں۔ کبھی کہتے ہمیں قیامت کا وقت بتا دیں کہ کب آئے گی؟ کبھی کہتے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں اور نکاح بھی کرتے

1 ...... نجم: ۳۹، ۴۰.

2 ...... احیاء العلوم، کتاب ذم الغرور، بیان ذم الغرور و حقیقته و امثلته، ۳/۴۷۲-۴۷۳.

ہیں۔ اُن کی اِن تمام باتوں کا اِس آیت میں جواب دیا گیا کہ تمہارا یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہو اُس سے وہی باتیں دریافت کی جاسکتی ہیں جو اُس کے دعوے سے تعلق رکھتی ہوں، غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور اُن کو اُس کے دعوے کے خلاف دلیل و حجت بنانا انتہا درجے کی جہالت ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرمادیجئے کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق تمہارا دعویٰ پورا نہ کروں تو تم رسالت کے منکر ہو جاؤ اور نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں بہانہ کرسکو۔ نیز نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ کھانا پینا اور نکاح کرنا قابلِ اعتراض ہو تو جن چیزوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا، اُن کا سوال کرنا ہی بے موقع محل ہے اور ایسے سوال کو پورا کرنا بھی مجھ پر لازم نہیں۔ میرا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر زبردست دلیلیں اور قوی بُرہانیں قائم ہوچکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کا رد

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیتِ کریمہ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غیب پر مطلع کئے جانے کی نفی کے لئے سند بنانا ایسا ہی بے محل ہے جیسا کفار کا ان سوالات کو انکارِ نبوت کی دستاویز بنانا بے محل تھا۔ مذکورہ بالا کلام کو پڑھنے کے بعد اب دوبارہ آیت کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، اسے پڑھیں اور غور کریں کہ کیا واقعی آیت میں یہی بیان نہیں کیا گیا، فرمایا: (اے حبیب!) **تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے** اور یہی نبی کا کام ہے لہٰذا میں تمہیں وہی دوں گا جس کی مجھے اجازت ہوگی اور وہی بتاؤں گا جس کی اجازت ہوگی اور وہی کروں گا جس کا مجھے حکم ملا ہو۔ اس آیت سے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ عطائی کی نفی کسی طرح مراد ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں آیتوں میں تعارُض کا قائل ہونا پڑے گا اور وہ بالکل باطل ہے۔ (1)

علامہ نظامُ الدین حسن بن محمد نیشاپوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''ارشاد ہوا کہ ''اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں'' یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے

(1)......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۱۷/۲، مدارک، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۳۲۲، جمل، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳۵۳/۲، ملتقطاً۔

میرے پاس نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ہیں مگر حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں (اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے ایسا فرمایا) اور وہ خزانے ''تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم'' ہیں، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا ''میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو خود فرماتے ہیں ''مجھے ماکان و ما یکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کا علم مجھے عطا کیا گیا۔[1]

اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں؟ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا مؤمن و کافر اور عالم و جاہل برابر ہیں یعنی ہرگز برابر نہیں ہیں۔

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہو نہ کوئی سفارشی اس امید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔ (انہیں اس) امید پر (ڈراؤ) کہ یہ پرہیزگار ہو جائیں۔

﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ: اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو۔﴾ اس سے پہلے یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا منصب بشارت دینا اور ڈر سنانا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ وہ بھی لوگوں کو ڈر سنائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس قرآن میں ذکر کئے گئے عذابات سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب

1 ......تفسیر نیشاپوری، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۸۳۔

کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا۔ آپ لوگوں کو اس امید پر ڈرائیں کہ یہ کفر اور گناہوں کو چھوڑ کر پرہیزگار بن جائیں۔[1]

قیامت کے دن شفاعت

یادرہے کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اجازت سے حمایتی وسفارشی ہوں گے جیسے انبیاء، اولیاء، شہداء، صلحاء، علماء اور حجاجِ کرام وغیرہا، یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن اور اس کی اجازت سے لوگوں کی حمایت اور سفارش کریں گے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی شفاعت تو واضح ہے۔ تبرکاً، دیگر حضرات کی شفاعت سے متعلق 4 احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی۔ انبیاء پھر علماء پھر شہید لوگ۔[2]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شہید کے ستر اہلِ خانہ کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[3]

(3)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: عالم اور عابد دونوں کو (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس کے بعد عابد سے کہا جائے گا کہ تو جنت میں داخل ہو جا اور عالم کو حکم ہوگا کہ تم ابھی ٹھہرو اور لوگوں کی شفاعت کرو۔[4]

(4)......حضرت ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ''حاجی کی شفاعت اس کے خاندان کے چار سو افراد کے حق میں قبول کی جائے گی۔[5]

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ

---

1 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۱، ۵۳۹/۴، روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳۴/۳-۳۵، ملتقطاً.

2 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة، ۵۲۶/۴، الحدیث: ۴۳۱۳.

3 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الشهید یشفع، ۲۲/۳، الحدیث: ۲۵۲۲.

4 ......شعب الایمان، السابع عشر من شعب الایمان ... الخ، فصل فی فضل العلم وشرف مقداره، ۲۶۸/۲، الحدیث: ۱۷۱۷.

5 ......مسند البزار، مسند ابی موسی رضی الله عنه، ۱۶۹/۸، الحدیث: ۳۱۹۶.

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کو دور نہ کرو جو صبح وشام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ آپ پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں۔ پھر آپ انہیں دور کریں تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ: اور ان لوگوں کو دور نہ کرو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار کی ایک جماعت نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئی، اُنہوں نے دیکھا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اردگرد غریب صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ایک جماعت حاضر ہے جو ادنیٰ درجہ کے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہمیں ان لوگوں کے پاس بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس بات کو منظور نہ فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1) اور فرمایا گیا کہ اِن مخلص وغریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو اپنی بارگاہ سے دور نہ کرو جو صبح وشام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ ان غریب صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا رزق آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نہیں کہ غربت کی وجہ سے انہیں دور کر دیا جائے اور نہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری ان پر ہے۔ سب کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہے، وہی تمام خلق کو روزی دینے والا ہے اور اس کے سوا کسی کے ذمہ کسی کا حساب نہیں۔

اس آیت کا دوسرا معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار نے غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم پر طعن مراد لیا تھا کہ یہ تو غربت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہاں کچھ روزی روٹی کا انتظام ہو جاتا

(1)......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مجالسة الفقراء، ٤/٤٣٥، الحديث: ٤١٢٧، تفسير بغوى، الانعام، تحت الآية: ٥٢، ٢/٨١.

ہے، یہ مخلص نہیں ہیں۔ اس پر پہلے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے اِخلاص کا بیان فرمایا کہ یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتے ہوئے دن رات اس کی عبادت کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ پر ان کے احوال کی تفتیش لازم نہیں کہ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مخلص ہیں یا نہیں؟[1] بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کو اپنے فیضِ صحبت سے نوازتے رہیں اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ ضعیف فقراء جن کا اوپر ذکر ہوا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں قرب پانے کے مستحق ہیں انہیں دور نہ کرنا ہی بجا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَاؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لئے فتنہ بنایا کہ مالدار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللّٰہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللّٰہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے آزمائش کی کہ یہ کہیں: کیا یہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان میں سے اللّٰہ نے احسان کیا؟ کیا اللّٰہ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا؟

﴿ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ: اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے آزمائش کی۔﴾ پہلی آیت کے حوالے سے یہاں فرمایا گیا کہ غریبوں کے ذریعے امیروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے اور گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحابہ کے ساتھ بھی یہ ہوتا تھا کہ مالدار کافر غریب مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کا مذاق اُڑاتے اور ہمیشہ سے کفار کا یہ دستور رہا ہے کہ مسلمانوں کے فقر کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اسلام سچا اور کفر جھوٹا ہے تو مسلمان فقیر اور کفار مالدار کیوں ہیں؟

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ امیری و غریبی کو حق کا پیمانہ قرار نہیں دیا جاسکتا، نیز سابقہ آیت کے شانِ نزول اور اِس

[1] ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۲، ۴/۵۴۲ ملتقطاً۔

آیت کے درس سے بہت سے مذہبی لوگوں اور خود امیروں کو بھی درس حاصل کرنا چاہیے کیونکہ ہمارے زمانے میں بھی یہ رجحان موجود ہے کہ اگر امیر آتا ہے تو اس کی تعظیم کی جاتی ہے جبکہ غریب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔غریب کی دل شکنی کی جاتی ہے اور امیر کے آگے بچھے بچھے جاتے ہیں اور خود امیروں کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہمیں ذرا ہٹ کر ڈیل کیا جائے اور ہمارے لئے اسپیشل وقت نکالا جائے اور ہمارے آنے پر مولوی آدمی ساری مصروفیت چھوڑ کر اس کے پیچھے پھرتا رہے۔غریب آدمی پاس بیٹھ جائے تو امیر اپنے سٹیٹس کے خلاف سمجھتا ہے، اُسے غریب کے کپڑوں سے بُو آتی ہے،غریب کا پاس بیٹھنا اُس کی طبیعت خراب کردیتا ہے،غریب سے ہاتھ ملانا اُس امیر کے ہاتھ پر جراثیم چڑھادیتا ہے۔الغرض یہ سب باتیں غرور وتکبر کی ہیں،ان سے بچنالازم وضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مغرور رئیس

ایک صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اُن کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بے چارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحبِ خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو صاحبِ خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں، کچھ دنوں بعد وہ صاحب اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے یہاں آئے تو آپ نے اسے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا خط بنانے کے لئے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان صاحب کے قریب بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔کریم بخش حجام ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اب ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہوا اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے۔[1]

اپنی عادتوں پر غور کر کے ایک مرتبہ پھر اس آیت کا ترجمہ دیکھ لیں، فرمایا: **اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے آزمائش کی تاکہ یہ (مالدار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر) کہیں: کیا یہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان میں سے اللہ نے احسان کیا؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا؟**

---

1 ......حیاتِ اعلیٰ حضرت، ۱/۱۰۸ ملتقطاً۔

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آپ کی بارگاہ میں وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ: ''تم پر سلام'' تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرلے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا: اور جب آپ کی بارگاہ میں وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کی بارگاہ میں وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کے ساتھ سلام کی ابتداء فرمائیں اور انہیں یہ بشارت دیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے فضل و احسان کرتے ہوئے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرلے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ تعالٰی اس کے گناہ بخشنے والا اور اس پر مہربانی فرمانے والا ہے۔(1)

نیک مسلمانوں کا احترام کرنا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ نیک مسلمانوں کا احترام اور ان کی تعظیم کرنی چاہئے اور ہر ایسی بات سے بچنا چاہئے جو ان

(1)......مدارك، الانعام، تحت الآية: ٥٤، ص٣٢٣، روح البيان، الانعام، تحت الآية: ٥٤، ٣/٣٨-٣٩، ملتقطاً.

کی ناراضی کا سبب بنے کیونکہ انہیں ناراض کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے، جیسا کہ حضرت عائذ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی پھر حضرت ابوبکر صدیق نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا، اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے پاس گئے اور کہا: اے میرے بھائیو! میں نے تم کو ناراض کر دیا؟ انہوں نے کہا: نہیں اے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ [1][2]

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۠ (۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا رستہ ظاہر ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ: اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کے سامنے اس سورت میں اپنی وحدانیت کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں ہم اسی طرح اپنی حجتوں اور دلائل کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور ہم قرآنِ مجید میں اطاعت گزاروں، گناہ کے بعد توبہ کر لینے والوں کے اوصاف اور گناہ پر اڑے رہنے والوں کی صفات بیان کرتے ہیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس لئے یہ چیزیں بیان کرتے ہیں کہ مجرموں کا راستہ اور ان کا طریقہ واضح ہو جائے تاکہ اس سے بچا جائے۔ [3]

آدمی کو ایمان تک پہنچانے والے راستے پر چلنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ فلاح و کامیابی کے راستے پر چلے اور وہاں تک پہنچے جہاں نیک لوگ

---

1 ......مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم، باب من فضائل سلمان وصهيب وبلال، ص۱۳۵۹، الحديث: ۱۷۰ (۲۵۰۴).

2 ......مسلمانوں کے احترام سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ''احترامِ مسلم'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) مطالعہ فرمائیں۔

3 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۵۵، ۲/۲۰، روح البيان، الانعام، تحت الآية: ۵۵، ۳/۳۹، ملتقطاً.

پہنچے اوراس کا سب سے بہترین راستہ فوری طور پر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا اور آئندہ کے لئے نیک اعمال کرنا ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''زندگی کی ہر گھڑی بلکہ ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کا کوئی بدل نہیں، وہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ تجھے ابدی سعادت تک پہنچادے اور دائمی بدبختی سے بچالے اس لئے اس سے زیادہ نفیس جوہر اور کیا ہوسکتا ہے، اگر تم اسے غفلت میں ضائع کردو گے تو واضح نقصان اٹھاؤ گے اور اگر اسے گناہ میں صرف کرو گے تو واضح طور پر ہلاک ہوجاؤ گے۔ اب اگر تم اس مصیبت پر نہیں روتے تو یہ تمہاری جہالت ہے اور جہالت کی مصیبت تمام مصیبتوں سے بڑھ کر ہے۔ (افسوس) لوگ غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں، جب موت آئے گی تو وہ جاگ جائیں گے، اس وقت ہر مفلس کو اپنے اِفلاس کا اور ہر مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت کا علم ہوجائے گا لیکن اس وقت اس کا ازالہ نہیں ہوسکے گا۔ [1]

مزید فرماتے ہیں ''جب تم ان تین دہشت ناک باتوں پر ہمیشگی اختیار کروگے اور رات دن کے ہر حصے میں ان کی یاد تازہ کرتے رہوگے تو تمہیں گناہوں سے ضرور سچی اور خالص توبہ نصیب ہوجائے گی:

(1)......گناہوں کی حد درجہ برائی بیان کرنا۔

(2)......اللّٰہ تعالٰی کی سزا کی شدت، دردناک عذاب، اس کی ناراضی اور اس کے غضب وجلال کا ذکر کرنا۔

(3)......اللّٰہ تعالٰی کے غضب وعذاب کی سختی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کمزوری اور ناتوانی کو یاد کرنا کہ جو شخص سورج کی تپش، سپاہی کے تھپڑ اور چیونٹی کے ڈنک کو برداشت نہیں کرسکتا تو وہ نارِ جہنم کی تپش، عذاب کے فرشتوں کے کوڑوں کی مار، لمبی گردنوں والے بختی اونٹوں کی طرح لمبے اور زہریلے سانپوں کے ڈنک اور خچر جیسے بچھوؤں کے ڈنک کیسے برداشت کرسکے گا۔ [2]

> قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللّٰہ کے سوا پوجتے ہو تم فرماؤ میں تمہاری خواہش

---

1 ......احياء العلوم، كتاب التوبة، الركن الاول في نفس التوبة، بيان انّ وجوب التوبة عام في الاشخاص... الخ، ۱۵/٤.

2 ......منهاج العابدين، العقبة الثانية: عقبة التوبة، ص۳۳.

پر نہیں چلتا یوں ہوتو میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ رہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ تم فرماؤ، میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا۔ (اگر یوں ہوتا) تو میں بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔

﴿قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ: تم فرماؤ: مجھے منع کیا گیا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے اور اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے راستے پر چلنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں سے فرمادیں کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو اور تمہارا ان کی عبادت کرنا بھی کسی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض خواہش پرستی اور اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کی وجہ سے ہے کیونکہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ جمادات اور پتھر ہیں جن کا مرتبہ انسان سے انتہائی کم ہے اور اعلیٰ مرتبے والے کا کم مرتبے والے کی عبادت کرنا ایسا کام ہے کہ عقل بھی اس کا رد کرتی ہے۔ اگر میں نے تمہاری خواہشوں کی پیروی کی ہوتی تو میں راہِ حق سے بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔ (1)

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں

1 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۷، ۵/۸.

جس کی تم جلدی مچا رہے ہو حکم نہیں مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا۔ تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے ستمگاروں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلایا ہے۔ جس (عذاب کے آنے) کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں، حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم فرماؤ اگر وہ (عذاب) میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمائیں کہ میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور مجھے اس کی معرفت حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں جبکہ تم اس کے ساتھ اوروں کو شریک کر کے اسے جھٹلاتے ہو۔ یہاں روشن دلیل قرآن شریف، معجزات اور توحید کے واضح دلائل سب کو شامل ہیں۔

﴿مَاعِنْدِیْ مَاتَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ: جس کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں۔﴾ چونکہ کفار مذاق اڑانے کیلئے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کرتے تھے کہ ہم پر جلدی عذاب نازل کرائیے، اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا اور ظاہر کر دیا گیا کہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ سوال کرنا نہایت غلط ہے کیونکہ عذاب نازل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نہیں۔ ہاں اگر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کیلئے دعا کر دیں تو بات جدا ہے جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے قومِ نوح تباہ ہوئی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے فرعون اور اس کی قوم تباہ ہوئی اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعاؤں سے ان کی قومیں تباہ ہوئیں ایسے ہی حبیبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے کفارِ مکہ بھی برباد ہو جاتے۔ اگلی آیت میں مزید فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم فرماؤ اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا اور میں تمہیں ایک لمحے کی مہلت نہ دیتا اور تمہیں رب عَزَّوَجَلَّ کا مخالف دیکھ کر بے دریغ ہلاک کر ڈالتا، لیکن اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا تو اس کی بارگاہ میں رجوع کرو، نہ کہ اس کے حلم و کرم کی وجہ سے جری ہو جاؤ۔

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتّا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ سب جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے مگر وہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی تر چیز نہیں اور نہ ہی خشک چیز مگر وہ ایک روشن کتاب میں ہے۔

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ: اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔﴾ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے ”یہ جو آیت میں فرمایا کہ ”غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا“ اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔ [1] اور تفسیر صاوی میں ہے: یہ آیتِ کریمہ اس بات کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کو بعض چیزوں کا علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ [2]

علمِ غیب سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی کتاب ”اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ

1 ......عناية القاضی، الانعام، تحت الآية: ۵۹، ۷۳/۴.

2 ......تفسير صاوی، الانعام، تحت الآية: ۵۹، ۵۸۶/۲.

بِالْمَادَّۃِ الْغَیْبِیَّہ‘‘(علم غیب کے مسئلے کا دلائل کے ساتھ تفصیلی بیان) اور فتاویٰ رضویہ کی 29 ویں جلد میں موجود ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) ’’اِزَاحَۃُ الْعَیب بِسَیْفِ الْغَیب‘‘(علم غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بدمذہبوں کا رد) (2) ’’خَالِصُ الْاِعْتِقَاد‘‘ (علم غیب سے متعلق 120 دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب)

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّىۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف پھرنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو اسے جانتا ہے پھر تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہوجائے پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا بیان ہوا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور تمہاری قوتِ احساس زائل کرکے تمہیں میت کی طرح کردیتا ہے جس سے تم پر نیند مُسَلَّط ہوجاتی ہے اور تمہارے تَصَرُّفات اپنے حال پر باقی نہیں رہتے۔ پھر وہ تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہوجائے اور تمہاری عمر اپنی انتہا کو پہنچے، پھر مرنے کے بعد آخرت میں اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان اعمال کی جزاء دے گا جو کچھ تم دن رات کیا کرتے تھے۔

یہاں آیت میں پہلے نیند مسلط کرنے اور اس کے بعد بیدار کرنے کا بیان ہوا، اس میں قیامت قائم ہونے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر واضح دلیل ہے کہ جو رب عَزَّوَجَلَّ اس چیز پر قادر ہے کہ روزمرہ سونے کے وقت

ایک طرح کی موت تم پر وارِد کرتا ہے جس سے تمہارے حواس اوران کے ظاہری افعال جیسے دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا پھرنا اور پکڑنا وغیرہ سب مُعَطَّل ہو جاتے ہیں اوراس کے بعد پھر بیداری کے وقت وہی رب عَزَّوَجَلَّ تمام اعضاء کوان کے تصرفات عطا فرما دیتا ہے اور وہ دیکھنا سننا، بولنا اور چلنا پھرنا وغیرہ شروع کر دیتے ہیں تو وہ رب عَزَّوَجَلَّ مخلوق کو ان کی حقیقی موت کے بعد زندگانی کے تصرفات عطا کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام امور میں ہر طرح سے تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہے، وہی عطا کرتا اور وہی اپنی عطا روکتا ہے، وہی ملاتا اور وہی توڑتا ہے، وہی نفع و نقصان پہنچاتا ہے، وہی عزت و ذلت دیتا ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، اس کے فیصلے کو رد کرنے والا کوئی نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں۔[1] ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

1 ......صاوی، الانعام، تحت الآية: ٦١، ٢/٥٨٨.

2 ......یونس:۱۰۷.

﴿وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً : اورتم پر نگہبان بھیجتا ہے۔﴾ ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بنی آدم کی نیکی اور بدی لکھتے رہتے ہیں، انہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ دائیں طرف کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔

[illegible]

بندوں کو چاہئے کہ غور کریں اور بدیوں اور گناہوں سے بچیں کیونکہ ہر ایک عمل لکھا جاتا ہے اور روزِ قیامت وہ نامۂ اعمال تمام مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا تو گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ پناہ دے۔ اسی کے پیشِ نظر امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے زبان کی حفاظت کے متعلق فرمایا: حضرت عطا بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگ فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ لوگ کتابُ اللہ، سنتِ رسول، نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے اور اپنی ایسی حاجت جس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ ہو کے علاوہ کلام کو فضول شمار کرتے تھے۔ کیا تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ تمہارے دائیں بائیں دو محافظ فرشتے کراماً کاتبین بیٹھے ہیں

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

کیا تمہیں اس بات سے حیا نہیں آتی کہ تمہارا نامۂ اعمال جب کھولا جائے گا جو دن بھر صادر ہونے والی باتوں سے بھرا ہوگا، اور ان میں زیادہ تر وہ باتیں ہوں گی جن کا نہ تمہارے دین سے کوئی تعلق ہوگا نہ دنیا سے۔ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میرے ساتھ کوئی شخص بات کرتا ہے، اسے جواب دینا شدید پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے زیادہ میری خواہش ہوتی ہے لیکن میں اس خوف سے اسے جواب نہیں دیتا کہ کہیں یہ فضول کلام نہ ہو جائے۔ (2)(3)

﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا : ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔﴾ اِن فرشتوں سے مراد یا تو تنہا حضرت ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام ہیں، اس صورت میں جمع کا لفظ (رُسُل) تعظیم کے لئے ہے یا حضرت ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام اور وہ فرشتے مراد ہیں جو ان کے مددگار ہیں۔ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو حضرت ملکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے

1 ......ق:۱۸.

2 ......احیاء العلوم، کتاب آفات اللسان، بیان عظیم خطر اللسان وفضیلۃ الصمت، الآفۃ الثانیۃ فضول الکلام، ۳/ ۱۴۱.

3 ......زبان کی حفاظت سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جنت کی دو چابیاں'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مددگاروں کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں، جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو خود قبض فرماتے ہیں۔[1] اور ان سب فرشتوں کی شان میں فرمایا کہ یہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے یعنی تعمیلِ حکم میں اُن سے کوتاہی واقع نہیں ہوتی اور ان کے عمل میں سستی اور تاخیر راہ نہیں پاتی بلکہ وہ اپنے فرائض ٹھیک وقت پر ادا کرتے ہیں۔

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مولیٰ اللّٰہ کی طرف سنتا ہے اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر انہیں اللّٰہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا مالکِ حقیقی ہے۔ سن لو، اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ : پھر انہیں اللّٰہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔﴾ یعنی جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو فرشتے انہیں حساب کی جگہ میں اس اللّٰہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی جزاء کی طرف لوٹائیں گے جو ان کے تمام امور کا حقیقی مالک ہے۔ اے لوگو! سن لو، قیامت کے دن بندوں کے درمیان اسی کا فیصلہ نافذ ہے کسی اور کا کوئی فیصلہ کسی بھی طرح نافذ نہیں ہوسکتا اور وہ انتہائی قلیل مدت میں تمام مخلوق کا حساب کرنے والا ہے۔[2]

حساب ہونے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لیا جائے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ''جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا اور اعمال کا حساب ہونا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے اس کے اعمال کا حساب لینا ہے تو عقلمند انسان پر لازم ہے کہ وہ حساب کے معاملے میں جرح ہونے سے پہلے ہی اپنے نفس کا محاسبہ کرلے کیونکہ انسان راہِ آخرت میں تاجر ہے، اس کی عمر اس کا مال ومتاع ہے، اس کا نفع اپنی زندگی کو عبادات اور نیک اعمال میں صرف کرنا ہے اور اس کا نقصان گناہوں اور

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۱، ۲/۲۳۔

2 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۴۶۔

معاصی میں زندگی بسر کرنا ہے اور اس کا نفس اس تجارت میں اس کا شریک ہے اور نفس اگرچہ نیکی اور برائی دونوں کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ نیکی کے مقابلے میں گناہوں اور نفسانی خواہشات کی طرف زیادہ مائل اور متوجہ ہوتا ہے اس لئے اس کا محاسبہ کرنا انتہائی ضروری ہے[1]۔[2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''انسان کو چاہئے کہ رات سوتے وقت ایک گھڑی مقرر کرے تاکہ وہ اپنے نفس سے اس دن کا سارا حساب کتاب لے سکے اور جس طرح کاروبار میں شریک شخص سے حساب کرتے وقت (انتہائی احتیاط اور) مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے اسی طرح اپنے نفس کے ساتھ حساب کرتے ہوئے بہت سی احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ نفس بڑا مکار اور حیلہ ساز ہے، وہ اپنی خواہش کو انسان کے سامنے اطاعت کی شکل میں پیش کرتا ہے تاکہ انسان اسے بھی نفع شمار کرے حالانکہ وہ نقصان ہوتا ہے اور انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس سے مباحات تک کا حساب لے کہ یہ تو نے کیوں کیا، یہ تو نے کس کے لئے کیا اور اگر اس میں کوئی عیب دیکھے تو اپنے نفس کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے (لیکن افسوس کہ فی زمانہ) انسان کس طرح فارغ ہے کہ وہ اپنے نفس سے حساب نہیں لیتا، اگر انسان ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک پتھر بھی رکھتا جائے تو تھوڑے دنوں میں اس کا گھر پتھروں سے بھر جائے گا، اگر کراماً کاتبین اس انسان سے لکھنے کی مزدوری طلب کریں تو اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے گا۔ اگر انسان کبھی غفلت میں چند بار سُبْحَانَ اللہ پڑھتا ہے تو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے یہ سو مرتبہ پڑھ لیا جبکہ سارا دن بیہودہ بکواسات کرتا پھرتا ہے انہیں شمار نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں شمار کرنے کے لئے کوئی ایسی چیز ہاتھ میں لیتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے سارے دن میں کتنے گناہ کئے ہیں۔ اس صورتِ حال کے باوجود یہ سوچنا کہ میرا نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے کتنی بے عقلی ہے! اسی لئے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم اپنے اعمال کا خود جائزہ لے لو۔ اور اپنا محاسبہ کرنے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کیفیت یہ تھی کہ جب رات ہوتی تو اپنے پاؤں پر درے لگاتے اور کہتے کہ بتا تو نے آج کیا کیا۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک دیوار کے پیچھے یہ کہتے ہوئے سنا ''واہ واہ! لوگ تجھے امیرُ المؤمنین کہتے ہیں لیکن خدا کی قسم! تو اللہ تعالٰی سے نہیں ڈرتا اور اس کے عذاب میں مبتلا ہونے کو تیار رہتا ہے۔[3]

---

1 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۴۶۔

2 ......اعمال کا محاسبہ کرنے کی فضیلت، ترغیب اور اس سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''فکر مدینہ'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

3 ...... کیمیائے سعادت، رکن چہارم، اصل ششم در محاسبہ و مراقبہ، مقام سوم در محاسبات، ۲/۸۹۱-۸۹۲۔

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةًۚ لَىٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ(۶۳) قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ(۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچاوے تو ہم ضرور احسان مانیں گے۔ تم فرماؤ اللہ تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر بے چینی سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو (اور تم کہتے ہو کہ) اگر وہ ہمیں اس سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں گے۔ تم فرماؤ، اللہ تمہیں ان ہولناکیوں سے اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں کفار کو ان کے شرک پر تنبیہ کی گئی ہے کیونکہ خشکی اور تری کے سفروں میں جب وہ مبتلائے آفات ہو کر پریشان ہوتے ہیں اور انہیں ایسی شدتوں اور ہولناکیوں سے واسطہ پڑتا ہے جن سے دل کانپ جاتے ہیں اور خطرات قلوب کو مضطرب اور بے چین کر دیتے ہیں اس وقت بت پرست بھی بتوں کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا کرتا ہے اور اُسی کی جناب میں تَضَرُّع وزاری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مصیبت سے اگر تو نے نجات دی تو میں شکر گزار ہوں گا اور تیرا حقِ نعمت بجالاؤں گا لیکن ہوتا کیا ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اگلی آیت میں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں بتاؤ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ان ہولناکیوں سے اور اس کے علاوہ زندگی کی ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے لیکن پھر بھی تم لوگ شرک کرتے ہو اور بجائے شکر گزاری کے ایسی بڑی ناشکری کرتے ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ بت نکمے ہیں، کسی کام کے نہیں پھر اُنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک کرتے ہو، یہ کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہوجاتی ہیں کہ کفار جو مصیبت میں پھنس کر نجات کی دعا کرتے تھے، رب

عَزَّوَجَلَّ انہیں نجات دے دیتا تھا، شیطان نے اپنی درازیٔ عمر کی دعا کی جو قبول ہوئی۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍؕ-اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ(۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے تلے سے یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کو سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا مختلف گروہ بنا کر آپس میں لڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں۔

﴿هُوَ الْقَادِرُ: وہی قادر ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرما دے جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور اصحابِ فیل یعنی ابرہہ کے لشکر کے ساتھ کیا گیا، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے جیسے فرعون کو غرق کیا گیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا، یا مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے آپس میں لڑا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ ہم کس طرح قرآن مجید میں بار بار مختلف انداز سے وعدہ اور وعید کی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور اپنی سرکشی و عناد سے باز آ جائیں۔ (1)

1 ……تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۵، ۵/۲۰، روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۵، ۳/۴۷، ملتقطاً۔

مسلمانوں کی باہمی لڑائی کا ایک سبب

یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ ہے کہ وہ (اپنی نافرمانی کرنے کی سزا میں) مسلمانوں کو کافروں سے اور کافروں کو مسلمانوں سے لڑوا دیتا ہے اسی طرح کافروں کو کافروں سے اور مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑوا دیتا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں اس کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ''جب آیت کا یہ حصہ نازل ہوا کہ '' وہ قادر ہے تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے'' تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اور جب یہ حصہ نازل ہوا کہ '' یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے'' تو فرمایا، میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اور جب یہ حصہ نازل ہوا '' یا تمہیں لڑوا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے'' تو فرمایا: یہ آسان ہے۔ (1)

اور صحیح مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسجد بنی معاویہ میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد طویل دُعا کی پھر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے تین سوال کئے ان میں سے صرف دو قبول فرمائے گئے۔ ایک سوال تو یہ تھا کہ '' میری اُمّت کو قحط عام سے ہلاک نہ فرمائے'' یہ قبول ہوا۔ دوسرا یہ تھا کہ '' انہیں غرق کر کے عذاب نہ دے'' یہ بھی قبول ہوا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ '' ان میں باہم جنگ و جدال نہ ہو'' یہ قبول نہیں ہوا۔ (2)

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّؕ-قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍؕ(۶۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے۔ تم فرماؤ، میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

﴿ **وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ: اور تمہاری قوم نے اس کو جھٹلایا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے سرکش لوگوں نے اسے یعنی قرآن شریف کو یا نزولِ عذاب کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے۔ تو اے حبیب! صَلَّی

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب قل هو القادر علی ان یبعث علیکم... الخ، ۳/۲۲۱، الحدیث: ٤٦٢٨.

2 ......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض، ص١٥٤٤، الحدیث: ٢٠(٢٨٩٠).

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم ان سے فرما دو کہ ''میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں بلکہ میرا کام رہنمائی کرنا ہے جو میں نے احسن طریقے سے سرانجام دے دیا ہے جبکہ دلوں کی ذمہ داری مجھ پر نہیں کہ اگر تم ہدایت نہ پاؤ تو مجھ سے باز پرس ہو۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ٘ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان جاؤ گے۔

﴿لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ: ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے قرآنِ مجید میں جو خبریں دیں اُن کے لئے وقت معین ہیں، ان کا وقوع کسی تاخیر کے بغیر ٹھیک اسی وقت ہوگا اور عنقریب تم دنیا و آخرت میں ان خبروں کے درست ہونے کو جان لو گے۔ (1)

گناہوں پر اصرار نہ کیا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے قرآنِ مجید میں کافروں اور گناہگاروں کے لئے عذابات کی جو خبریں دی ہیں ان کا اپنے وقت پر واقع ہونا یقینی ہے، یہ اعلان سننے کے بعد بھی کفر پر اڑے رہنا اور گناہوں میں مشغول رہنا حد درجہ کی حماقت ہے لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر اور گناہوں پر اصرار کرنا چھوڑ دے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں سچی توبہ کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر خود کو ہلاکت سے بچالے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''(گناہوں پر) اصرار کرنے والے ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے گناہوں پر قائم ہیں (اور اس کے باوجود وہ توبہ و استغفار نہیں کرتے) حالانکہ وہ جانتے ہیں (کہ ان کا فعل گناہ ہے۔)''(2)(3)

---

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۶۷، ۲/۲۵.

2 ......شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فی الطبع علی القلب، ۵/۴۴۹، الحدیث: ۷۲۳۶.

3 ......گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کا جذبہ پانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستگی بہت فائدہ مند ہے۔

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

﴿ **اَلَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا:** جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں۔﴾ اِس آیتِ مبارکہ میں کافروں، بے دینوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کیا گیا اور فرمایا کہ ان کے پاس نہ بیٹھو اور اگر بھول کر بیٹھ جاؤ تو یاد آنے پر اٹھ جاؤ۔

بد مذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کفار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، ان میں جانا، شرکت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ داداؤں نے، ان کو اپنے اور اپنے کو ان سے دور رکھو، وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ [1]

البتہ علماء جو ان بدمذہبوں کا رد کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ اِس حکم میں داخل نہیں۔

[1] ......مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلها، ص۹، الحدیث: ۷(۷).

یادر ہے کہ بد مذہبوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا ناجائز و حرام اور اپنے آپ کو بد مذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ان کی تقاریر آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوں خواہ احادیثِ مبارکہ پر، اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی انہیں سننا ہرگز جائز نہیں۔ عین ممکن بلکہ اکثر طور پر واقع ہے کہ گمراہ شخص اپنی تقریر میں قرآن و حدیث کی شرح و وضاحت کی آڑ میں ضرور کچھ باتیں اپنی بد مذہبی کی بھی ملا دیا کرتے ہیں، اور قوی خدشہ بلکہ وقوع کا مشاہدہ ہے کہ وہ باتیں تقریر سننے والے کے ذہن میں راسخ ہو کر دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ و بے دین کی تقریر و گفتگو سننے والا عموماً خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے ایمان کے بارے میں بے حد محتاط ہوا کرتے تھے، لہٰذا باوجود یہ کہ وہ عقیدے میں انتہائی مُتَصَلِّب و پختہ ہوتے پھر بھی وہ کسی بد مذہب کی بات سننا ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے اگرچہ وہ سو بار یقین دہانی کراتا کہ میں صرف قرآن و حدیث بیان کروں گا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس بارے میں اسلاف کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سیدنا سعید بن جبیر شاگرد ِعبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا۔ کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ''وَ لَا نِصْفَ كَلِمَةٍ'' آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، یہ ان میں سے ہے یعنی گمراہوں میں سے ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگرد ِانس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس دو بد مذہب آئے۔ عرض کی، کچھ آیاتِ کلام اللّٰہ آپ کو سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی کچھ احادیثِ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی: اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے؟ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

پھر فرمایا '' آئمہ کو تو یہ خوف اور اب عوام کو یہ جرأت ہے، وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بتائی، ''اِيَّاكُمْ وَ اِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ'' ان (بد مذہبوں) سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے بتائی،

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [1] یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔ [2]

وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ(۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور پرہیزگاروں پر ان کے حساب سے کچھ نہیں ہاں نصیحت دینا شاید وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پرہیزگاروں پر گمراہوں کے حساب سے کچھ نہیں لیکن نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ بچیں۔

﴿ **وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ:** اور پرہیزگاروں پر ان کے حساب سے کچھ نہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مسلمانوں نے کہا تھا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم ان گمراہوں کو چھوڑ دیں گے اور منع نہ کریں گے تو ہم گناہگار ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [3] اور فرمایا گیا کہ پرہیزگاروں پر ان مذاق اڑانے والوں کے حساب سے کچھ بھی لازم نہیں بلکہ طعن و استہزاء کرنے والوں کے گناہ اُنہیں پر ہیں اور اُنہیں سے اس کا حساب ہوگا، پرہیزگاروں پر کوئی وبال نہیں۔ ہاں پرہیزگاروں پر یہ لازم ہے کہ انہیں نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے لئے ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے لیکن یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں۔

وَ ذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ﳓ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

---

1 ......انعام: ٦٨.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۱۰۶، ۱۰۷ ملخصاً۔

3 ......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیة: ٦٩، ٢/ ٨٧.

وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ۠ (۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اورانہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور قرآن سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کئے پر پکڑی نہ جائے اللہ کے سوانہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو اس سے نہ لیے جائیں یہ ہیں وہ جو اپنے کیے پر پکڑے گئے انہیں پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور قرآن کے ذریعے نصیحت کرو تا کہ کوئی جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے ، اللہ کے سوانہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی اور اگر وہ اپنے بدلے میں سارے معاوضے دیدے تو اس سے نہ لیے جائیں گے ۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا۔ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔

﴿ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا : اوران لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں سے معاشرتی تعلقات اور میل جول چھوڑ دیں جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور اس کی محبت ان کے دلوں پر غالب آ گئی اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کریں تا کہ کوئی جان اپنے دنیوی برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں ثواب سے محروم اور ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے ، قیامت

کے دن اللہ تعالٰی کے سوا نہ اس ہلاک ہونے والے کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی اور اگر وہ پکڑے جانے والا شخص اپنے عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں سارے معاوضے دیدے تو وہ اس سے نہ لیے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کر دیا گیا اور ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ (1)

گناہوں پر اصرار حالتِ کفر میں موت کا سبب بن سکتا ہے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”یاد رکھیں کہ جس طرح اللہ تعالٰی کی آیتوں کا انکار کرنا اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے اور کفر کی سزا جہنم کا دائمی دردناک عذاب ہے اسی طرح کسی مسلمان کا گناہوں پر اصرار کرنا بھی ایسا عمل ہے جس سے اس کی موت کفر کی حالت میں ہوسکتی ہے۔ حضرت ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”ایک شخص اکثر ہمارے پاس بیٹھا کرتا اور اپنا آدھا چہرہ ڈھانپ کر رکھتا تھا، ایک دن میں نے اس سے کہا کہ تم ہمارے پاس بکثرت بیٹھتے ہو اور اپنا آدھا چہرہ ڈھانپ کر رکھتے ہو، مجھے اس کی وجہ بتاؤ۔ اس نے کہا: میں کفن چور تھا، ایک دن ایک عورت کو دفن کیا گیا تو میں اس کی قبر پر آیا، جب میں نے اس کی قبر کھود کر اس کے کفن کو کھینچا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر میرے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ پھر اس شخص نے اپنا چہرہ دکھایا تو اس پر پانچ انگلیوں کے نشان تھے۔ میں نے اس سے کہا: اس کے بعد کیا ہوا؟ اس نے کہا: پھر میں نے اس کا کفن چھوڑ دیا اور قبر بند کر کے اس پر مٹی ڈال دی اور میں نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کسی کی قبر نہیں کھودوں گا۔ حضرت ابو اسحاق فزاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”میں نے یہ واقعہ امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو لکھ کر بھیجا تو انہوں نے مجھے لکھا کہ اس سے پوچھو: جن مسلمانوں کا انتقال ہوا کیا ان کا چہرہ قبلے کی طرف تھا؟ میں نے اس کے بارے میں اُس کفن چور سے پوچھا تو اس نے جواب دیا ”ان میں سے زیادہ تر لوگوں کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا تھا۔ میں نے اس کا جواب امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو لکھ کر بھیجا تو انہوں نے مجھے تحریر بھیجی جس پر تین مرتبہ ”اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“ لکھا ہوا تھا اور ساتھ میں یہ تحریر تھا ”جس کا چہرہ قبلے سے پھرا ہوا تھا اس کی موت دینِ اسلام پر نہیں ہوئی، تم اللہ تعالٰی سے اس کے عفو، مغفرت اور اس کی رضا طلب کرو۔ (2)

1 ……خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۰، ۲/۲۵-۲۶.

2 ……روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۵۱.

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ لَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَاؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۷۱) وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (۷۲) وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّؕ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّؕ وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ (۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے نہ بُرا اور الٹے پاؤں پلٹا دیے جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں راہ دکھائی اس کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں راہ بھلا دی حیران ہے اس کے رفیق اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔ اور وہی ہے جس نے آسمان و زمین ٹھیک بنائے اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی۔ اس کی بات سچ ہی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ، کیا ہم اللہ کے سوا اس کی عبادت کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا

سکتا ہے؟ اور کیا اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ ہمیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس شخص کی طرح (الٹے پاؤں پھر جائیں) جسے شیطانوں نے زمین میں راستہ بھلا دیا ہو وہ حیران ہے، اُس کے ساتھی اسے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ و۔ تم فرماؤ کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان وزمین بنائے اور جس دن فنا کی ہوئی ہر چیز کو وہ فرمائے گا: ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ اس کی بات سچی ہے جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اسی کی سلطنت ہے (وہ) ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مصطفیٰ کریم! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو اپنے باپ دادا کے دین کی دعوت دیتے ہیں اُن مشرکین سے فرماؤ کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس میں کوئی قدرت نہیں اور کیا اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہدایت دی ہے اور اسلام اور توحید کی نعمت عطا فرمائی ہے اور بت پرستی کے بدترین وبال سے بچایا ہے۔

﴿وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا: اور کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔﴾ اس آیت میں حق اور باطل کی دعوت دینے والوں کی ایک تمثیل بیان فرمائی گئی کہ جس طرح مسافر اپنے رفیقوں کے ساتھ تھا، جنگل میں بھوتوں اور شیطانوں نے اس کو راستہ بہکا دیا اور کہا منزلِ مَقصود کی یہی راہ ہے اور اس کے رفیق اس کو راہِ راست کی طرف بلانے لگے، وہ حیران رہ گیا کہ کدھر جائے۔ اس کا انجام یہی ہوگا کہ اگر وہ بھوتوں کی راہ پر چل پڑا تو ہلاک ہو جائے گا اور رفیقوں کا کہا مانا تو سلامت رہے گا اور منزل پر پہنچ جائے گا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو طریقہ اسلام سے بہکا اور شیطان کی راہ چلا، مسلمان اس کو راہِ راست کی طرف بلاتے ہیں اگر اُن کی بات مانے گا راہ پائے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ [1]

﴿اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى: اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے واضح فرمایا اور جو دینِ اسلام اُن کے لئے مقرر کیا وہی ہدایت و نور ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ دینِ باطل ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے گردن رکھ دیں اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور خاص اسی کی عبادت کریں۔

---

[1] ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۷۱، ۲/۲۶-۲۷.

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا، کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ سے فرمایا۔﴾ یہ آیت مشرکینِ عرب پر حجت ہے جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قابلِ تعظیم جانتے تھے اور اُن کی فضیلت کے معترف تھے انہیں دکھایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت پرستی کو کتنا بڑا عیب اور گمراہی بتاتے ہیں اور اپنے چچا آزر سے فرمارہے ہیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو؟ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ تو جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بتوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! اگر تم ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانتے ہو تو تم بھی بت پرستی چھوڑ دو۔

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا تھا، باپ

یہاں آیت میں آزر کیلئے ''اَبْ'' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی ہے ''باپ'' اور دوسرا معنی ہے ''چچا'' اور یہاں اس سے مراد چچا ہے، جیسا کہ قاموس میں ہے: آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام ہے۔ [1]

اور امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''مَسَالِکُ الْحُنَفَاءْ'' میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ نیز چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں اور قرآن و حدیث میں بھی چچا کو باپ کہنے کی مثالیں موجود ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے

1 ......القاموس المحیط، باب الراء، فصل الهمزة، ۱/۴۹۱، تحت اللفظ: الازر.

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے۔

اس میں حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ'' میرے باپ کو میرے پاس لوٹا دو۔[2] یہاں ''اَبِیْ'' سے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مراد ہیں جو کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عینُ الیقین والوں میں ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ عینُ الیقین والوں میں سے ہو جائے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دین میں بینائی عطا فرمائی ایسے ہی ہم انہیں آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے آسمانوں اور زمین کی مخلوق مراد ہے۔ حضرت مجاہد اور حضرت سیدنا سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ اس سے آسمانوں اور زمین کی نشانیاں مراد ہیں اور وہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیتُ المقدس کے صَخرہ پر کھڑا کیا گیا اور آپ کے لئے تمام آسمانوں کا مشاہدہ کھول دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے عرش و کرسی اور آسمانوں کے تمام عجائب اور جنت میں اپنے مقام کو معائنہ فرمایا پھر آپ کے لئے زمین کا مشاہدہ

1 ......بقرہ:۱۳۳.

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، حدیث فتح مكة، ۸/۵۳۰، الحدیث:۳.

کھول دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ رُویت باطنی نگاہ کے ساتھ تھی یا سر کی آنکھوں سے۔ [1]

پھر اس معراجِ ابراہیمی کا مقصد بیان فرمایا کہ ہم نے یہ نشانیاں انہیں اس لئے دکھائیں کہ وہ دیکھ کر یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں کیونکہ ہر ظاہر و مخفی چیز اُن کے سامنے کر دی گئی اور مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان سے نہ چھپا رہا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عظیم معراج ہوئی مگر ہمارے آقا، حضور سیدُ العالمین، **محمد رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس سے بہت بڑھ کر معراج ہوئی حتّٰی کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ "**دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى**" کے مقام پر فائز ہوگئے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًاۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا۔ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۷۵، ۲/۲۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ : تو جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا۔﴾ مفسرین اور مؤرخین کا بیان ہے کہ نمرود بن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا، سب سے پہلے اُسی نے تاج سر پر رکھا۔ یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پوجا کرواتا تھا، کاہن اور نجومی بڑی کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اور اس کی روشنی کے سامنے آفتاب و ماہتاب بالکل بے نور ہو گئے۔ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا اور اس نے کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس سال تیری سلطنت میں ایک فرزند پیدا ہوگا جو تیرے ملک کے زوال کا باعث ہوگا اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے۔ یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا اور اُس نے حکم دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے اور مرد و عورتوں سے علیحدہ رہیں اور اس کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آ گیا لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کافی کم تھی ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو آپ کی والدہ اس تہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہوئی اور وہیں آپ رہے۔ پتھروں سے اس تہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا، روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی انگلی کا کنارہ چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ برآمد ہوتا ہے۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت جلد بڑھتے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تہ خانہ میں کتنا عرصہ رہے، بعض کہتے ہیں سات برس اور بعض نے کہا کہ تیرہ برس اور بعض نے کہا کہ سترہ برس رہے۔[1]

اعلانِ توحید اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انداز

یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں اور وہ شروع ہی سے ہر وقت

[1] ……خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۶، ۲/۲۹-۳۰.

معرفتِ الٰہی سے شناسا ہوتے ہیں۔ اس عقیدہ کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کی تفسیر سمجھنے کیلئے قرآنِ پاک میں بیان کردہ واقعے کو ذیل میں ذرا تفصیل سے پڑھئے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ابتداہی سے توحید کی حمایت اور کفریہ عقائد کا رد کرنا شروع فرمادیا اور پھر جب ایک سوراخ سے رات کے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو لوگوں کے سامنے توحید باری تعالیٰ کی دلیل بیان کرنا شروع کردی کیونکہ اس زمانہ کے لوگ بت اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں غور وفکر کی طرف رہنمائی کی جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تمام جہان عدم سے وجود میں آنے والا ہے اور پھر ختم ہونے والا ہے تو یہ معبود نہیں ہوسکتا بلکہ تمام جہان بذاتِ خود کسی وجود میں لانے والی ذات کا محتاج ہے جس کے قدرت واختیار سے اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ پہلے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ستارے کو دیکھا تو فرمایا کہ ''کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ ''میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جس میں ایسے تغیُّرات ہو رہے ہیں وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوجاتا۔ اس میں اُس قوم کو تنبیہ ہے کہ جو چاند کو معبود مانتے تھے، انہیں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گمراہ قرار دیا اور خود کو ہدایت پر۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ باتیں ان کا رد کرنے کیلئے ہی تھیں۔ چاند کے معبود نہ ہونے پر بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہی دلیل بیان فرمائی کہ اس کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا قابلِ فنا ہونے کی دلیل ہے۔ پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ ''کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یوں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ثابت کردیا کہ ستاروں میں چھوٹے سے بڑے تک کوئی بھی رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، ان کا معبود ہونا باطل ہے اور قوم جس شرک میں مبتلا ہے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے بیزاری کا اظہار کردیا اور اس کے بعد دینِ حق کا بیان فرمایا جو اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ستارے، چاند اور سورج کے بارے میں فرامین لوگوں کو سمجھانے کیلئے تھے اور معاذ اللہ، اپنے بارے میں نہ تھے اس کی بہت واضح دلیل یہ بھی ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے

ستارے، چاند اور سورج کے بارے یہ فرمایا تو کیا آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اس سے پہلے دن رات کے فرق کو اور سورج چاند کے غروب ہونے کو کبھی نہیں دیکھا تھا، ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ سورج چاند ستارے کے حوالے سے آپ کا کلام صرف قوم کو سمجھانے کیلئے تھا اور اس چیز کا اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ بیان خود نیچے آیت نمبر 83 میں موجود ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ ج

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: میں نے ہر باطل سے جدا ہوکر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

﴿**اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ**: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جھوٹے معبودوں سے بیزاری ظاہر کرنے کے بعد اپنا عقیدہ اور دینِ حق کا اعلان فرما دیا چنانچہ فرمایا کہ ''میں نے ہر باطل سے جدا ہوکر اپنا منہ اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یعنی اسلام کے سوا باقی تمام ادیان سے جدا رہ کر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے جھکنے والا ہوں۔

حنیف کے معنی

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود کو حنیف فرمایا۔ حنیف کے معنی ہیں ''تمام جھوٹے دینوں سے صاف اور ہر باطل سے جدا۔''

دینِ حق کے استحکام کی صورت

اس سے معلوم ہوا کہ دینِ حق کا قیام واستحکام جب ہی ہوسکتا ہے جب کہ تمام باطل دینوں سے بیزاری اور دینِ

حق پر پختگی ہو۔ دین کے معاملے میں پلپلے پن کا مظاہرہ کرنے، سب کو اپنی اپنی جگہ درست ماننے اور سب مذاہب میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی کوششیں کرنے سے دینِ حق کا استحکام ممکن نہیں۔

نماز سے پہلے پڑھا جانے والا وظیفہ

حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز شروع کرنے سے پہلے ایک وظیفہ پڑھا کرتے تھے، اس کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب نماز شروع کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ پڑھا کرتے تھے ”وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“ میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں۔ [1]

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو وہ تو مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم نے) فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ص ۳۹۰، الحدیث: ۲۰۱(۷۷۱).

ہو حالانکہ وہ تو مجھے ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان کا (کوئی) ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو البتہ یہ کہ میرا رب کوئی بات چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ؟

﴿وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ: اوران کی قوم ان سے جھگڑنے لگی۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اعلانِ حق فرمایا، جھوٹے معبودوں کا رد کیا اور توحیدِ باری تعالیٰ کو بیان فرمانا شروع کیا تو قوم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جھگڑنے لگی اور کہنے لگی کہ ''اے ابراہیم! بتوں سے ڈرو، اُنہیں برا کہنے سے خوف کھاؤ، کہیں آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان کے جواب میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہ تو مجھے اپنی توحید و معرفت کی ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے اُن بتوں کا کوئی ڈر نہیں جنہیں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک بتاتے ہو، کیونکہ وہ بت بے جان ہیں، نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں، اُن سے کیا ڈرنا۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ کوئی بات چاہے تو وہ ہو سکتی ہے، کیونکہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ قادرِ مُطْلَق ہے نہ یہ کہ تمہارے بتوں کے چاہنے سے کچھ ہو۔ [1]

سُبْحَانَ اللہ، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایسے خطرناک موقعہ پر بھی ایمان نہ چھپایا بلکہ اپنے ایمان کا اعلان فرما دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں مخلوق کی ایسی ہیبت نہیں آسکتی جو انہیں فرائض کی ادائیگی سے روک دے۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو۔

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۸۰، ۲/۳۱-۳۲، مدارك، الانعام، تحت الآية: ۸۰، ص ۳۳۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟ اور تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نہیں اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔

﴿وَ كَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ: اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ ’’میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں جو بے جان، جمادات اور بالکل عاجز و بے بس ہیں اور مجھے ڈرانے کی بجائے تو تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ تم نے ان بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرایا جن کے شریک ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس بات کو سامنے رکھ کہ غور کرو کہ امن کا مستحق کون ہے وہ مومن جس کے پاس اپنے عقیدے کی حقانیت کے دلائل ہیں یا وہ مشرک امن کا مستحق ہے جس کے پاس اس کے عقیدے کی کوئی معقول و قابلِ قبول دلیل نہیں ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠ (٨٢)

ع ٩ | ١٢ | ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لیے امان ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت میں ایمان سے مراد ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ماننا اور ظلم سے مراد شرک ہے۔ البتہ معتزلہ اس آیت میں ’’ظلم‘‘ سے مراد گناہ لیتے ہیں، یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں ’’جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی ’’ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس سے یہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی جو حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی کہ ’’اے میرے بیٹے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔[1]

[1]......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی: ولقد آتینا لقمان الحکمة... الخ، ٢/٤٥١، الحدیث: ٣٤٢٩.

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ(۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کواس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بیشک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کواس کی قوم کے مقابلے میں عطا فرمائی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا: اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے۔﴾ اس رکوع میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمت کا بیان ہے اور اس سارے بیان کا مقصد سب انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آقا، امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکین و تعلیم اور تربیت ہے، جیسا کہ رکوع کے آخر میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کثرت سے تذکرہ کرنا اور محفلوں، مجلسوں کو اُن کے ذِکرِ پاک سے آراستہ کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو نہایت محبوب ہے اور ایمان کی طاقت اور عقیدۂ توحید کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے سامنے سورج، چاند، ستاروں کے ذریعے اور دیگر جو دلائل بیان فرمائے وہ سب دلائل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا سورج، چاند وغیرہا کو رب کہنا معاذ اللہ بطورِ شرک نہیں بلکہ قوم کے سامنے بطورِ دلیل تھا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ یہ باتیں تو ہم نے انہیں بطورِ دلیل کے عطا فرمائی تھیں۔

﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ: ہم درجات بلند کرتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم جس کے چاہتے ہیں علم، عقل، فہم اور فضیلت کے ساتھ درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دنیا میں علم و حکمت اور نبوت کے ساتھ اور آخرت میں قرب و ثواب کے ساتھ درجے بلند فرمائے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۙ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۙ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗ: اور ہم نے انہیں عطا فرمائے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہدایت کا تذکرہ کیا گیا اور اس کے ساتھ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولادِ مبارک کا تذکرہ کیا۔جن کے اسماءِ کریمہ آیت میں بیان ہوئے یہ سب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ سارے نبی ہوئے۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقام

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام اور مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ کے بعد جتنے بھی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مبعوث ہوئے سب آپ ہی کی اولاد سے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ[1] ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

تفسیرِ بغوی اور تفسیرِ خازن میں ہے "یُقَالُ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا بَعْدَ اِبْرَاهِیْمَ اِلَّا مِنْ نَسْلِهٖ" کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جو نبی مبعوث فرمایا وہ ان کی نسل سے تھا۔[2]

تفسیرِ قرطبی میں ہے "لَمْ یَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِیًّا مِنْ بَعْدِ اِبْرَاهِیْمَ اِلَّا مِنْ صُلْبِهٖ" اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء ان کے صلب سے مبعوث فرمائے۔[3]

تفسیرِ جلالین میں ہے "فَكُلُّ الْاَنْبِیَاءِ بَعْدَ اِبْرَاهِیْمَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ" پس حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء ان کی اولاد میں سے تھے۔[4]

یاد رہے کہ سورۂ حدید کی آیت نمبر 26 میں جو مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں کی اولاد میں نبوت رکھی، اس کی تفسیر میں ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے شرفِ نبوت ان دونوں کی اولاد میں ہونا صادق آیا۔[5] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی نبی ہرگز نہیں کیونکہ اگر قادیانی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں ہوتا۔

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

1 ......عنکبوت:۲۷.

2 ......بغوی، العنکبوت، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۳۹۹-۴۰۰، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۴۴۹.

3 ......قرطبی، العنکبوت، تحت الآیة: ۲۷، ۷/۲۵۵، الجزء الثالث عشر.

4 ......جلالین مع صاوی، العنکبوت، تحت الآیة: ۲۷، ۴/۱۵۶۱.

5 ......البحر المحیط، الحدید، تحت الآیة: ۲۶، ۸/۲۲۶.

اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسماعیل اور یَسَع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ : اور اسماعیل اور یَسَع ۔﴾ اس آیت اور اس سے اوپر والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا اور ان کے ذکر میں جو ترتیب آیت میں موجود ہے وہ نہ تو زمانہ کے اعتبار سے ہے اور نہ فضیلت کے اعتبار سے لیکن جس شان سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اسماء ذکر فرمائے گئے اس میں ایک عجیب لطیفہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہر ایک جماعت کو ایک خاص طرح کی کرامت وفضیلت کے ساتھ ممتاز فرمایا، جیسے حضرت نوح، ابراہیم، اسحق اور یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پہلے ذکر کیا کیونکہ یہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اصول ہیں یعنی ان کی اولاد میں بکثرت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوئے جن کے نسب انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر نبوت کے بعد عظیم مقامات و مراتب میں سے ملک واختیار اور سلطنت و اقتدار ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کا بہت بڑا حصہ عطا فرمایا اور اس شعبے کا زیادہ تر تعلق مقامِ شکر سے ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تذکرہ ہے کیونکہ مراتبِ رفیعہ (بلند مراتب) میں سے مصیبت و بلاء پر صابر رہنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس مرتبے کے ساتھ ممتاز فرمایا پھر ملک اور صبر کے دونوں مرتبے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عنایت کئے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شدت و بلاء پر مدتوں صبر فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ملک مصر عطا کیا۔ پھر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تذکرہ ہے کیونکہ معجزات کی کثرت اور دلائل و براہین کی قوت بھی مراتبِ معتبرہ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کے ساتھ مشرف کیا۔ پھر زہد اور ترکِ دنیا بھی مراتبِ معتبرہ میں سے ہے اور حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا پھر ان حضرات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا کہ جن کے نہ پیروکار باقی رہے اور نہ ان

کی شریعت جیسے حضرت اسمٰعیل، حضرت یَسع، حضرت یونس اور حضرت لوط عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ [1]

اس شان سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمانے میں ان کی کرامتوں اور خصوصیتوں کی ایک عجیب باریکی نظر آتی ہے۔

﴿ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔﴾ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ عالَم یعنی جہان میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا تمام موجودات داخل ہیں تو فرشتے بھی اس میں داخل ہیں اور جب تمام جہان والوں پر فضیلت دی تو فرشتوں پر بھی فضیلت ثابت ہوگئی۔ [2]

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ : یہ اللہ کی ہدایت ہے۔﴾ یہاں ہدایت سے مراد اس چیز کی معرفت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس معرفت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین، اپنی طاعت اور لوگوں کی طرف سے ٹھہرائے گئے اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ [3]

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا : اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے۔﴾ اس آیت میں عوام و خواص سب لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ جب فضیلت اور بلند مقام رکھنے والے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ٨٦، ٢/ ٣٣.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ٨٦، ٢/ ٣٣.

3 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ٨٨، ٢/ ٣٤.

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ توان کے مقابلے میں اور لوگوں کا حال کیا ہوگا۔ [1]

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَۚ-فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ(۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کیلئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تو اگر کفار ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کیلئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ : یہی وہ ہستیاں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا گیا یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی ہے تو اگر یہ کفارِ مکہ کتاب، حکمت اور نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان تمام چیزوں کے حقوق ادا کرنے کیلئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں۔ اس قوم سے یا انصار مراد ہیں یا مہاجرین یا تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم یا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے والے وہ تمام مسلمان جنہیں اللہ تعالیٰ خدمتِ دین کی توفیق بخشے جیسے مبلغین، علماء، اولیاء سلاطین وغیر ہا۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نصرت فرمائے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کو قوت دے گا اور اس کو تمام اَدیان پر غالب کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ غیبی خبر واقع ہوگئی۔ [2]

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْؕ-قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًاؕ-اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ۠(۹۰)

ع ۱۰ / ۸ / ۱۲

[1] ......روح البیان، الانعام، تحت الآیة: ۸۸، ۳/۶۲.

[2] ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۸۹، ۲/۳٤.

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن کو اللّٰہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ (مقدس) ہستیاں ہیں جنہیں اللّٰہ نے ہدایت کی تو تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ صرف سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔

﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ: تو تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔﴾ جلیلُ القدر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تذکرے کے بعد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ ان کی اِس ہدایت کی اقتدا کریں۔ علمائے دین نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہیں کیونکہ جو شرف و کمال اور خصوصیات و اوصاف جدا جدا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمائے گئے تھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے سب کو جمع فرما دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' تو جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اوصافِ کمالیہ کے جامع ہیں تو بے شک سب سے افضل ہوئے۔ (1)

﴿ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ: سارے جہان والوں کیلئے نصیحت۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت تمام مخلوق کو عام ہے اور کل جہان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت ہے۔ (2)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًاۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْؕ قُلِ اللّٰهُۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۰، ۲/۳۴.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۰، ۲/۳۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہود نے اللّٰہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی جب بولے اللّٰہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا تم فرماؤ کس نے اُتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کے لیے ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو اللّٰہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا: اللّٰہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ تم فرماؤ: وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے موسیٰ لے کر آئے تھے؟ نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے تھے، کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ تم کہو: ''اللّٰہ'' پھر انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دو۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ: اور یہودیوں نے اللّٰہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت اپنے حَبْرُ الاَحْبار یعنی سب سے بڑے عالم مالک ابنِ صیف کو لے کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بحث کرنے آئی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا، میں تجھے اُس پروردگار کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر توریت نازل فرمائی، کیا توریت میں تو نے یہ دیکھا ہے؟ ''اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْحِبْرَ السَّمِیْنَ'' یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو موٹا عالم ناپسند ہے۔ وہ کہنے لگا ''ہاں، یہ توریت میں ہے''۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تو موٹا عالم ہی تو ہے۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اُتارا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا: وہ کتاب کس نے اُتاری جو موسیٰ لائے تھے؟ تو وہ لاجواب ہو گیا اور یہودی اُس پر برہم ہو گئے اور اس کو جھڑکنے لگے اور اس کو اُس کے عہدے سے معزول کر دیا۔ [1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ موٹے پادری سے مراد وہ پادری تھے جو حرام خوری کر کے خوب موٹے تازے ہو جاتے تھے۔

1 ......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیة: ٩١، ٢/٩٤، مدارك، الانعام، تحت الآیة: ٩١، ص٣٣١-٣٣٢، ملتقطاً.

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور اس کی معرفت سے محروم رہے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کو نہ جانا۔ انہوں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم انہیں جواب دو کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کوئی کتاب نہیں اتاری تو وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کر آئے تھے؟ جو سراپا نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی اور جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے تھے اور ان میں سے کچھ کو ظاہر کرتے ہو جس کا اظہار اپنی خواہش کے مطابق سمجھتے ہو جبکہ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دین کے بارے میں بہت کچھ چھپا لیتے ہو اور اے یہودیو! تمہیں محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم اور قرآنِ کریم کے ذریعے وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ مزید فرمایا کہ پھر یہودی اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوال کا جواب نہ دے سکیں تو تم خود جواب دے دینا کہ تورات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نازل کیا تھا اور جیسے تورات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نازل فرمایا تھا ایسے ہی قرآن کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہی نازل فرمایا ہے اور یہ جواب دینے کے بعد انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دو کیونکہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حجت قائم کر دی اور وعظ ونصیحت کا حق ادا کر دیا اور ان کے لئے کسی عذر اور بہانے کی گنجائش نہ چھوڑی اور اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو انہیں ان کی بے ہودگی میں چھوڑ دیں۔ یہ کفار کے حق میں وعید وتہدید ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اُتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہان میں اس کے گرد ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اوراس لئے (اتری) تاکہ تم اس کے ذریعے مرکزی شہراوراس کے اردگرد والوں کوڈرسناؤ اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ: اور یہ کتاب ہے۔﴾ یہاں قرآنِ پاک کے بارے میں فرمایا کہ یہ قرآنِ پاک برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہم نے اسے اس لئے نازل فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے ذریعے مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کی خبریں دو۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آخرت اور اس میں موجود انواع واقسام کے عذابات پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہ برے انجام سے ڈرتے ہیں اور یہی خوف انہیں غور وفکر کرنے پر ابھارتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور قرآنِ مجید پر ایمان لانے والے اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ (1)

یہاں نماز کو بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ عبادت ہے اور جب بندہ تمام ارکان وشرائط کے ساتھ اس کی پابندی کرتا ہے تو دیگر عبادات اور طاعات کی پابندی کرنا بھی شروع کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید پر ایمان لانے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ پانچوں نمازیں ان کے تمام ارکان وشرائط کے ساتھ پابندی سے ادا کی جائیں اور ان کی ادائیگی میں کسی طرح کی سستی اور کاہلی سے کام نہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس تقاضے پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (2)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ

---

1 ......روح البيان، الانعام، تحت الآية: ۹۲، ۳/۶٤.

2 ......نماز کے ارکان وشرائط اور اس سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کی کتاب ''نماز کے احکام'' اور ''اسلامی بہنوں کی نماز'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور جو کہے ابھی میں اُتارتا ہوں ایسا جیسا خدا نے اُتارا اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے: میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی اور جو کہے: میں بھی ابھی ایسا اُتار دوں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔ اور اگر تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس کے بدلے میں جو تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا : اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ یہ آیت مُسَیلِمَہ کذّاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے یمن کے علاقے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ قبیلہ بنی حنیفہ کے چندلوگ اس کے فریب میں آ گئے تھے۔ یہ کذاب، سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں حضرت وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ (1) اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔ یہ آیت صراحت کے ساتھ مرزا قادیانی کا بھی رد کرتی ہے کیونکہ وہ بھی اس کا مدعی تھا کہ میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے۔ آج کل قادیانی لوگوں کو مختلف طریقوں سے دھوکہ دیتے ہیں۔ کچھ یہ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا نہیں بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ہم اسے صرف مجدد مانتے ہیں جبکہ بعض کہتے ہیں کہ مرزا نے مطلق نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں بیسیوں جگہ مطلق نبوت و

(1) ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۳، ۲/۳۷.

رسالت کا دعویٰ موجود ہے اور جو ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ ہے وہ بھی نبوت ہی کا دعویٰ ہے اور وہ بھی قطعاً کفر ہے، نیز مرزا کے منکروں کو کافر اور ماننے والوں کو صحابی اور بیویوں کو ازواجِ مطہرات کہنا ان کی کتابوں میں عام ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو ان کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔

﴿وَمَنْ قَالَ: اور جس نے کہا۔﴾ آیت کا یہ حصہ عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوا جو کاتبِ وحی تھا۔ جب آیت ''وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ '' نازل ہوئی، اس نے اس کو لکھا اور آخر تک پہنچتے پہنچتے انسانی پیدائش کی تفصیل پر مطلع ہو کر متعجب ہوا اور اس حالت میں آیت کا آخری حصہ '' فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ '' بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اس پر اس کو یہ گھمنڈ ہوا کہ مجھ پر وحی آنے لگی اور مرتد ہو گیا، یہ نہ سمجھا کہ نورِ وحی اور قوت وحسنِ کلام کی وجہ سے آیت کا آخری کلمہ خود زبان پر آ گیا ہے اور اِس میں اُس کی قابلیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ زورِ کلام بعض اوقات خود اپنا آخر بتا دیا کرتا ہے جیسے کبھی کوئی شاعر نفیس مضمون پڑھے وہ مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہرگز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں، کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نورِ وحی اور نورِ نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر وہ ایک جملہ بھی ایسا بنانے پر قادر نہ ہوا جو نظمِ قرآنی سے ملتا جلتا ہو۔ آخر کار زمانۂ اقدس ہی میں فتحِ مکہ سے پہلے پھر اسلام سے مشرف ہو گیا۔ [1] اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو کہے: عنقریب میں بھی ایسی ہی کتاب اُتار دوں گا جیسی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نازل کی ہے۔

﴿وَلَوْ تَرٰۤى: اور اگر تم دیکھو۔﴾ یہاں سے کافروں کی موت کے وقت کے حالات بیان ہوئے ہیں، فرمایا کہ اگر تم کافروں کی حالت دیکھو تو بڑی خوفناک حالت دیکھو گے جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ارواح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں اس کے بدلے میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم نبوت اور وحی کے جھوٹے دعوے کر کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے شریک اور بیوی بچے بتا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ناحق باتیں کہتے تھے۔

موت کے وقت مسلمان اور کافر کے حالات

اس آیت میں موت کے وقت کافر کے حالات بیان ہوئے اور حدیثِ پاک میں مسلمان اور کافر دونوں کی موت کے حالات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ......تفسیر قرطبی، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۳، ۴/۳۰، الجزء السابع.

وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب مسلمان کی موت قریب ہوتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑے لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے روح! تو راضی خوشی حالت میں اور اس حال میں نکل کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہے، تُو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے رزق سے اپنے پروردگار کی طرف نکل جو ناراض نہیں ہے۔ پھر روح عمدہ خوشبودار مشک کی طرح خارج ہوتی ہے اور فرشتے اسے اسی وقت اٹھا کر آسمان کے دروازے پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کتنی اچھی خوشبو ہے جو زمین سے آئی ہے۔ اس کے بعد اُسے مسلمانوں کی روحوں کے پاس لے کر آتے ہیں۔ وہ روحیں اُس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتی ہیں جو کسی گئے ہوئے شخص کے واپس آنے پر خوش ہوتا ہے اور وہ روحیں اس سے دریافت کرتی ہیں: دنیا میں پیچھے رہنے والا فلاں شخص کیسے کام کرتا ہے؟ پھر روحیں کہتی ہیں: ابھی ٹھہرو اور اسے چھوڑ دو، یہ دنیا کے غم میں ہے۔ یہ روح کہتی ہے: کیا وہ شخص تمہارے پاس نہیں تھا؟ (یعنی دنیا سے تو وہ آچکا تو کیا تمہارے پاس نہیں ہے؟) روحیں کہتی ہیں: (اگر وہ دنیا سے آچکا اور ہمارے پاس نہیں ہے تو پھر) وہ جہنم میں گیا ہوگا۔ اور جب کافر کی موت آتی ہے تو عذاب کے فرشتے بوریے کا ایک ٹکڑا اڑا لے آ کر کہتے ہیں: اے روح! تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف نکل کیونکہ تو اللہ تعالیٰ سے ناراض ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے، اس کے بعد وہ جلے ہوئے بدبودار مردار کی طرح نکلتی ہے حتّٰی کہ فرشتے اسے زمین کے دروازے پر لاتے ہیں تو فرشتے پوچھتے ہیں: یہ کیا بدبو ہے، یہاں تک کہ اسے کافروں کی روحوں میں لے جاتے ہیں۔ [1]

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

ع ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے جو مال متاع ہم نے تمہیں دیا تھا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کا تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے بیشک تمہارے آپس کی ڈور کٹ گئی اور تم سے گئے جو دعوے کرتے تھے۔

1 ......سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب ما یلقی به المؤمن من الکرامة... الخ، ص۳۱۳، الحدیث: ۱۸۳۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم اپنے پیچھے وہ سب مال و متاع چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور (آج) ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تم سے وہ غائب ہوگئے جن (کے معبود ہونے) کا تم دعویٰ کرتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى: اور تم ہمارے پاس اکیلے آئے۔﴾ گزشتہ آیت میں کافروں کی موت کے احوال بیان ہوئے تھے اور اس آیت میں قیامت کے احوال کا بیان ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان کافروں سے کہا جائے گا: بیشک تم ہمارے پاس حساب و جزا کے لئے ایسے اکیلے آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، نہ تمہارے ساتھ مال ہے، نہ جاہ، نہ اولاد جن کی محبت میں تم عمر بھر گرفتار رہے اور نہ بت جنہیں پوجتے رہے۔ آج اُن میں سے کوئی تمہارے کام نہ آیا بلکہ تم وہ سب مال و متاع اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور آج ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے عبادت کرنے میں ہمارے شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہوگئی اور تم سے وہ بت غائب ہوگئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے۔

قبر و حشر کی تنہائی کے ساتھی بنانا ضروری ہے

یاد رہے کہ مرنے کے بعد انسان قبر میں اکیلا ہوگا اور دنیا کے مال و متاع، اہل و عیال، عزیز رشتہ دار اور دوست احباب میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ قبر میں نہ جائے گا بلکہ یہ سب اسے قبر کے تاریک گڑھے میں تنہا اور اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں گے، اسی طرح میدانِ حشر میں بھی انسان اس طرح اکیلا ہوگا کہ اس وقت اس کا ساتھ دینے کی بجائے ہر ایک اس سے بے نیاز ہو کر اپنے انجام کی فکر میں مبتلا ہوگا، یونہی بارگاہِ الٰہی میں اپنے اعمال کا حساب دینے بھی یہ تنہا حاضر ہوگا لہٰذا دانائی یہی ہے کہ دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے اپنے ایسے ساتھی بنا لئے جائیں جو قبر کی وحشت انگیز تنہائی میں اُنْسِیَّت اور غمخواری کا باعث ہوں اور قیامت کے دن نفسی نفسی کے ہولناک عالم میں تسکین کا سبب بنیں اور یہ ساتھی نیک اعمال ہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، دو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ باقی رہتی ہے، اس کے اہل و عیال، اس کا مال اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اس کے اہل و عیال اور اس کا مال واپس لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔''[1][2]

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ٤/٢٥٠، الحدیث: ٦٥١٤.

2 ......قبر کے ساتھی بنانے کی اہمیت اور ترغیب سے متعلق کتاب ''قبر میں آنے والا دوست'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰىؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے زندہ کو مردہ سے نکالے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالنے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہ اللہ ہے تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

﴿فَالِقُ الْحَبِّ: دانے کو چیرنے والا۔﴾ توحید و نبوت کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت، علم اور حکمت کے دلائل ذکر فرمائے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی تمام صفات و افعال کی معرفت ہے اور یہ جاننا ہے کہ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسا ہو وہی مستحقِ عبادت ہوسکتا ہے نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین پوجتے ہیں۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو جاری کردینا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کرسکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔ وہی اللہ کریم دانے اور گٹھلی کو چیر کر سبزہ اور درخت بنا دیتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے جاندار سبزہ کو بے جان دانے اور گٹھلی سے اور انسان و حیوان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے۔ یونہی وہی ربِ عظیم عَزَّوَجَلَّ مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے جیسے جاندار درخت سے بے جان گٹھلی اور دانہ کو اور انسان و حیوان سے نطفہ کو اور پرندے سے انڈے کو۔ یہ سب اس کے عجائبِ قدرت و حکمت ہیں تو اے کافرو! یہ ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ، تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو؟ اور ایسے دلائل و براہین قائم ہونے کے بعد کیوں ایمان نہیں لاتے اور موت کے بعد اٹھنے کا یقین نہیں کرتے؟ اور غور کرو کہ جو بے جان نطفہ سے جاندار حیوان کو پیدا کرتا ہے اس کی قدرت سے مردہ کو زندہ کرنا کیا بعید ہے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًاؕ ذٰلِكَ

تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۹٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا اور اس نے رات کو چین بنایا اور سورج اور چاند کو حساب یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ) تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والا (ہے) اور اس نے رات کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور اس نے سورج اور چاند کو (اوقات کے) حساب (کا ذریعہ بنایا) یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔

﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ: تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والا۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مزید عظمتیں بیان فرماتا ہے چنانچہ فرمایا کہ وہ تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے چنانچہ صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی دھاگے کی طرح نمودار ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خط نے تاریکی چاک کر دی، یہ بھی اس کی قدرت ہے۔ نیز اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا کہ مخلوق اس میں چین پاتی ہے اور دن کی تھکاوٹ اور ماندگی کو استراحت سے دور کرتی ہے اور شب بیدار زاہد تنہائی میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے چین پاتے ہیں۔ نیز اس نے سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنایا کہ اُن کے دورے اور سیر سے عبادات و معاملات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں مثلاً چاند سے قمری مہینے اور سورج سے شمسی مہینے بنتے ہیں۔ چاند سے اسلامی عبادات اور سورج سے موسموں اور نمازوں کا حساب لگتا ہے غرضیکہ ان میں عجیب قدرت کے کرشمے ہیں۔ یہ سب زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ ریاضی، علمِ نباتات، علمِ فلکیات اور علم الحیوانات بھی بہت اعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانی اور زمینی چیزوں کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا ہے۔

[illegible]

حضرت مسلم بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ فَالِقَ الۡاِصۡبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّیۡلِ سَکَنًا وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا، اِقۡضِ عَنِّی الدَّیۡنَ وَاغۡنِنِی مِنَ الۡفَقۡرِ وَمَتِّعۡنِی بِسَمۡعِیۡ وَبَصَرِیۡ وَقُوَّتِیۡ فِیۡ سَبِیۡلِکَ" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، (اے) تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والے

اور رات کو آرام (کا ذریعہ) بنانے والے اور سورج و چاند کو (اوقات کے) حساب (کا ذریعہ بنانے والے) میرے قرض کو پورا فرما دے اور محتاجی سے مجھے غنا عطا فرما اور مجھے میری سماعت، بصارت اور قوت سے اپنی راہ میں فائدہ اٹھانے والا بنا۔[1]

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں ہم نے نشانیاں مفصل بیان کردیں علم والوں کے لیے۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر کہیں تمہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں امانت رہنا بیشک ہم نے مفصل آیتیں بیان کردیں سمجھ والے کے لیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تا کہ تم ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لیے تفصیل سے نشانیاں بیان کردیں۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر کہیں ٹھکانہ ہے اور کہیں امانت رکھے جانے کی جگہ ہے۔ بیشک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کردیں۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان یعنی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے پیدا کیا پھر ماں کے رحم میں یا زمین کے اوپر تمہارا ٹھکانہ بنایا اور باپ کی پیٹھ یا زمین کے اندر تمہارے لئے امانت رکھے جانے کی جگہ بنائی ہے۔ بیشک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانیاں تفصیل سے بیان کردیں۔

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الدعاء، من کان یدعو بالغنی، ۷/۲۷، الحدیث: ۳.

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے ہر اُگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے نکالی سبزی جس میں سے دانے نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر اُگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے (کھجور کے) خوشے (نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار (نکالتے ہیں جو) کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں۔ تم درخت کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو جب وہ پھل دے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا۔﴾ سُبْحَانَ اللّٰہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی قدرت کی کیسی عظیم دلیل بیان فرمائی کہ دیکھو پانی ایک ہے اور جس زمین سے سب کچھ اگ رہا ہے وہ ایک ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے جو چیزیں اگائیں وہ قسم قسم اور رنگا رنگ کی ہیں تو جو ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ ایک پانی سے اتنی قسم کی سبزیاں پیدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ ایک صور کی پھونک سے سارے عالم کو مارنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے لہٰذا قیامت برحق ہے۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَصِفُوْنَ۠(۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اسی نے ان کو بنایا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں جہالت سے پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں نے جنوں کو اللّٰہ کا شریک بنالیا حالانکہ اللّٰہ نے تو ان جنوں کو پیدا کیا ہے اور لوگوں نے اللّٰہ کے لئے جہالت سے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں حالانکہ اللّٰہ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے۔

﴿ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ: اور لوگوں نے جنوں کو اللّٰہ کا شریک گڑھ لیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ سابقہ آیات میں بیان کردہ دلائلِ قدرت اور عجائبِ حکمت اور اِس انعام واکرام اور اِن نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا فرمانے کا تقاضا یہ تھا کہ اس کریم کارساز پر ایمان لاتے لیکن اِس کی بجائے بُت پرستوں نے یہ ستم کیا کہ جنوں کو خداعَزَّوَجَلَّ کا شریک قرار دیا کہ ان کی اطاعت کر کے بُت پرست ہوگئے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے معاذاللّٰہ بیٹے اور بیٹیاں گھڑلیں حالانکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اَنّٰى یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۱۰۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ یہ ہے اللّٰہ تمہارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔اس کے لئے اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿ **بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: وہ بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔** ﴾ اِس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت وشان اور اس کی پاکی کا بیان ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر کسی نمونے اور مثال کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔اس کی دوسری شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے اور عورت کے بغیر اولاد نہیں ہوتی اور زوجہ اس کی شان کے لائق نہیں کیونکہ کوئی شے اس کی مثل نہیں اور اولاد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تو جو کچھ ہے وہ سب اُس کی مخلوق ہے اور مخلوق اولاد نہیں ہوسکتی تو کسی مخلوق کو اولاد بتانا باطل ہے اور پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا رب ہے جس کی صفات ذکر کی گئیں اور جس کی یہ صفات ہوں وہی مستحق عبادت ہے لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے نہایت باطن پورا خبردار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو دیکھنے والا، بڑا خبردار ہے۔

﴿ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔** ﴾ اِس آیت کا مفہوم سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ عقائد کے متعلق بہت سے مسائل کا دارومدار اِسی پر ہے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق اہلسنت کا عقیدہ

یاد رکھیں کہ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مومنوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔اہلِ سنت کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث، اجماعِ صحابہ اور اکابر بزرگانِ دین کے کثیر دلائل سے ثابت ہے۔

دیدارِ الٰہی کے قرآنِ پاک سے تین دلائل

(1)......ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

(2)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

صحاحِ ستہ کی بہت حدیثیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ اس آیت میں زیادت سے دیدارِ الٰہی مراد ہے۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی ''**رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ**'' اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اس پر انہیں جواب ملا ''**لَنْ تَرٰىنِيْ**'' تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔[3] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیدار ناممکن ہے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **عارِف باللہ** ہیں، اگر دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز سوال نہ فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی ممکن ہے۔

دیدارِ الٰہی کے احادیث سے 3 دلائل

احادیث بھی اس بارے میں بکثرت ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں؟ وہ عرض کریں گے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔[4]

(2)......حضرت جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ہم سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ

1......القیامہ: ۲۳،۲۲.

2......یونس: ۲۶.

3......اعراف: ۱۴۳.

4......مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم سبحانه وتعالی، ص ۱۱۰، الحدیث: ۲۹۷(۱۸۱).

میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: ’’عنقریب تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔ (1)

(3)…… حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا: چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا تمہیں چاند دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: نہیں، ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہو گی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔ (2)

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آخرت میں مؤمنین کے لئے دیدارِ الٰہی شرع میں ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی۔ گمراہ لوگ اِس آیت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، ہم یہاں آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس سے سارا معاملہ واضح ہو جائے گا۔ آیت کے مفہوم کو کافی آسان کیا ہے لیکن پھر بھی اسے مکمل طور پر علماء ہی سمجھ سکتے ہیں لہٰذا عوام کی خدمت میں یہی عرض ہے کہ اوپر تک جو بیان ہوا وہی ان کیلئے کافی ہے اور نیچے کی بحث پر زیادہ دماغ نہ لڑائیں اور اگر ضرور ہی سمجھنا ہے تو کسی صحیح العقیدہ، ماہر سنی عالم سے سمجھیں۔

آیت ’’لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ‘‘ کا مفہوم

اِدراک کے معنی ہیں کہ دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہو گئی جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہو گیا، اِسی کو اِحاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں۔ اِدراک کی یہی تفسیر حضرت سعید بن مُسَیَّبْ اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے اور جمہور مفسرین اِدراک کی تفسیر اِحاطہ سے فرماتے ہیں اور اِحاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا اِدراک واحاطہ بھی ناممکن۔ یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ خارجی اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے اِدراک اور رُویت میں فرق نہیں کرتے، اس لئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے دیدارِ الٰہی کو محالِ عقلی قرار

1……بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، ۲۰۳/۱، الحدیث: ۵۵٤.

2……مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص۱۵۸۷، الحدیث: ۱٦(۲۹٦۸).

دے دیا، حالانکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا نہیں جا سکتا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا بھی نہیں جا سکتا اور جیسے کائنات میں موجود تمام چیزوں کے برخلاف کیفیت و جہت کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا جا سکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جا سکتا ہے کیونکہ اگر دوسری موجودات بغیر کیفیت و جہت کے دیکھی نہیں جا سکتیں تو جانی بھی نہیں جا سکتیں۔ اس کلام کی بنیاد یہ ہے کہ دیکھنے کے معنی یہ ہیں کہ بصر (دیکھنے کی قوت) کسی شے کو جیسی وہ ہو ویسا جانے تو جو شے جہت والی ہوگی، اس کا دیکھا جانا جہت میں ہوگا اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کا دیکھا جانا بغیر جہت کے ہوگا۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْۚ-فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖۚ-وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَاؕ-وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ(۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا تو اپنے بُرے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آ گئیں تو جس نے (انہیں) دیکھ لیا تو اپنے فائدے کے لئے ہی (کیا) اور جو (دیکھنے سے) اندھا رہا تو یہ بھی اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ: بیشک تمہارے پاس آگئیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں سے فرما دیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے توحید، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزاء سے متعلق دل کی آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آ گئیں تو جس نے دل کی آنکھ سے حق کو دیکھا اور اس پر ایمان لے آیا تو اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو حق ظاہر ہونے کے باوجود اسے دیکھنے سے اندھا رہا اور اس پر ایمان نہ لایا تو اس میں نقصان بھی اس کا اپنا ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ تمہارے اعمال اور افعال کی نگہبانی کرتا پھروں بلکہ میں تمہاری طرف تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں تا کہ اس کا پیغام تم تک پہنچا دوں جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے، اس سے تمہارے اعمال اور احوال میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور وہی تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے گا۔[1]

1 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۸۱/۳، خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۴۴/۲، ملتقطاً۔

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَ لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم اسی طرح آیتیں طرح طرح سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ کافر بول اٹھیں کہ تم تو پڑھے ہو اور اس لیے کہ اسے علم والوں پر واضح کردیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اسی طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں اور اس لیے تا کہ کافر بول اٹھیں کہ تم نے پڑھ لیا ہے اور اس لیے تا کہ ہم اسے علم والوں کے لئے واضح کردیں۔

﴿ وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ: اور ہم اسی طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں۔ ﴾ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم بار بار اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں نیز ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حجت قائم ہو جائے لیکن کافروں کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ اِن آیات کے نازل ہونے کا نتیجہ کافروں کے حق میں یہ نکلتا ہے کہ وہ بول اٹھتے کہ اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تم نے گزشتہ کتابوں کو پڑھ لیا ہے اور وہی پڑھ کر ہمیں بتا رہے ہو۔

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر چلو جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ اور اللہ چاہتا تو وہ شریک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر نگران ہیں۔

﴿ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ : تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے۔﴾ سلطانِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ ’’تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور کفار کی بے ہودہ گوئیوں کی طرف التفات نہ کرو۔ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ خاطر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کی یاوہ گوئیوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ان کی بدنصیبی ہے کہ وہ ایسی واضح دلیلوں سے فائدہ نہ اُٹھائیں۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کردیے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتادے گا جو کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کردیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے۔

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا : اور برا نہ کہو۔﴾ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ مسلمان کفار کے بتوں کی بُرائی کیا کرتے تھے تاکہ کفار کو نصیحت ہو اور وہ بت پرستی کے عیب سے باخبر ہوں مگر ان ناخداشناس جاہلوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے شانِ الٰہی میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولنی شروع کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1] کہ اگرچہ بتوں کو برا کہنا اور ان کی حقیقت کا اظہار طاعت و ثواب ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں کفار

[1] ......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۲/۱۰۰.

کی بدگوئیوں کو روکنے کے لئے اس کو منع فرمایا گیا۔ ابنِ انباری کا قول ہے کہ یہ حکم اول زمانہ میں تھا جب مسلمانوں میں طاقت آ گئی کہ کفار کو رب عَزَّوَجَلَّ کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں اس کی اجازت مل گئی۔[1] ورنہ تو خود قرآنِ کریم میں شیطان اور بتوں اور سردارانِ قریش کی برائیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

آیت" وَلَا تَسُبُّوا" سے معلوم ہونے والے مسائل

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے **ایک** یہ کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ **دوسرے** یہ کہ واعظ وعالم اس طریقے سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے اور فساد اور مار پیٹ تک نوبت پہنچے۔ **تیسرے** یہ کہ اگر کسی کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہو کہ اسے نصیحت کرنا اور زیادہ خرابی کا باعث ہو گا تو نہ کرے۔ **چوتھے** یہ کہ کبھی ضد سے انسان اپنا دین بھی کھو بیٹھتا ہے کیونکہ کفارِ مکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو مانتے تھے پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ضد میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی شان میں بھی بے ادبی کرتے تھے۔[2]

> وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَاؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللّٰہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللّٰہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے بڑی تاکید سے اللّٰہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللّٰہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ (نشانیاں) آئیں گی تو (بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اور انہوں نے بڑی تاکید سے اللّٰہ کی قسم کھائی۔﴾ کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی

1 ...... خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۲/۴۶.

2 ...... نور العرفان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ص۲۲۴

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہم کو ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھا دیں تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں گے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے یا ہمارے بعض مردے جی کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گواہی دے دیں یا فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اگر ان میں سے کچھ دکھا دوں تو ایمان لے آؤ گے۔ وہ قسمیں کھا کر بولے کہ ''ضرور۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارادہ فرمایا کہ دعا کریں۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آکر عرض کیا کہ ''اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ جو دعا کریں گے قبول ہو گی۔ لیکن اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ابھی ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو شاید ان میں کوئی ایمان لے آئے۔ تب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

﴿وَنُقَلِّبُ: اور ہم پھیر دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس طرح پہلے ان لوگوں کے سامنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں ظاہر ہوئی تھیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور اسی طرح کے دیگر عظیم معجزات لیکن یہ ان پر ایمان نہیں لائے تھے اسی طرح یہ اب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کے ایمان لانے کے سب وعدے جھوٹے ہیں۔

(1)......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۲/۱۰۰-۱۰۱۔

خبیث نفس کا حال

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''نفس جب خبیث ہوتا ہے تو اسے حق قبول کرنے سے بہت دوری ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے اس کی سختی اور دل کا غبار بڑھتا ہے اور جیسے سورج کی گرمی سے موم نرم ہوتا ہے اور نمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مومنین کے دل نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دِلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔'' (خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۲۲، ۵۳/۴)

زیادہ گفتگو کرنے کا نقصان

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ گفتگو نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ گفتگو دل کی سختی ہے، اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔''

(ترمذی، کتاب الزھد، ۶۲-باب منہ، ۱۸۴/۴، الحدیث: ۲۴۱۹)

آٹھواں پارہ

(وَلَوْ اَنَّنَا)

پارہ نمبر...... 8

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ(۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا ولیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔

﴿وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے۔﴾ پچھلی آیت میں اجمالی طور پر بیان ہوا تھا کہ نشانیاں طلب کرنے والے کفار کے مطالبات پورے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے اور اس آیتِ مبارکہ میں اس اجمال کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ **شانِ نزول:** کفارِ مکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مذاق کے طور پر کہا کرتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مردوں کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے یا نہیں اور آپ ہمیں فرشتے دکھایئے جو ہمارے سامنے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لایئے۔ ان کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ [1]

اور فرمایا گیا کہ ''اے محبوب! اگر ہم کفار کے مطالبے کے مطابق ان کی طرف فرشتے اُتار دیں جنہیں وہ ان کی اصلی شکل میں دیکھ لیں اور وہ ان سے آپ کی رسالت کی گواہی سن لیں۔ یونہی اگر ہم ان کے مطلوبہ یا عام مردے زندہ کر کے ان کے سامنے کھڑے کر دیں تاکہ یہ ان سے معلوم کر لیں کہ آپ جو پیغام لائے ہیں وہ حق ہے یا نہیں تب بھی یہ ایمان

1 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۱۱۱، ۲/۴۷.

نہیں لائیں گے، بلکہ اگر ہم ان کے مطالبات سے زائد مخلوقات میں سے ہر خشک وتر، شجر وحجر، نباتات وحیوانات ان کے سامنے جمع کر دیں تب بھی یہ لوگ ایمان لائیں گے اور نہ آپ کی تصدیق کریں گے اور نہ ہی آپ کی پیروی کریں گے البتہ جن کی قسمت میں ایمان لکھا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی جن کے ایمان کے متعلق ہو گی وہ ایمان لائیں گے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق دو اہم مسائل

اس مقام پر دو اہم مسائل ذہن نشین رکھیں:

(1)......اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کوئی کرنے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں تھا اور اس نے وہی لکھ دیا، تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا، زید کے ذمے برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لئے بھلائی لکھتا تو اللہ تعالیٰ کے علم یا اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

(2)...... یہ درست ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت اور اس کی قضاء سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن قادر وقدیر رب عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے بس، مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ اسے ایک قسم کا اختیار دیا ہے کہ کوئی کام چاہے تو کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ اپنا برا بھلا، نفع ونقصان پہچان سکے، پھر نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی میں سے جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس انسان میں پیدا فرما دیتا ہے اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا وسزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اگر انسان نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی پر کوئی اختیار ہی نہیں رکھتا تو انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مُکَلَّف کرنا اور اسے اس کے اعمال کی جزاء وسزا دینا سب بے معنی اور عبث ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان وہی لائیں گے جن کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور کفر وہی کریں گے جن کے کفر کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے کفر کا اس لئے ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کفر کو اختیار کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

---

1 ......تفسیر طبری، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۵/۳۱۱۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن بنایا انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو ان میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دو۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں۔﴾ کفارِ مکہ کی مخالفت اور ایذا رسانیوں کی وجہ سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت رنجیدہ تھے، اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے فرمارہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح یہ کفار آپ کی مخالفت اور دشمنی میں سرگرم ہیں اسی طرح آپ سے پہلے جتنے انبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں سب کی قوم کے کافر چاہے انسان ہوں یا جن ان کے دشمن تھے۔ کفار کی انبیاء و رسل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عداوت اور مخالفت ہماری طرف سے ایک آزمائش ہے تاکہ انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس پر صبر کر کے اجرِ عظیم حاصل کریں لہٰذا آپ اپنی قوم کی مخالفت اور عداوت سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں، یہ ایک دوسرے کو دھوکے میں رکھنے کیلئے نت نئی باتیں گھڑتے ہیں، چالیں چلتے ہیں، فریب کاریاں کرتے ہیں اور وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ دوسروں کو گمراہ کریں اور جو گمراہ ہیں وہ گمراہی سے نکل نہ سکیں۔ نیز یہاں بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے نظامِ کائنات چلا رہا ہے اور کفر و ایمان، خیر و شر دونوں کے مدِّمقابل رہنے میں اس کی حکمتیں ہیں لہٰذا آپ انہیں اور ان کی دھوکے اور فریب کی خوشنما باتوں کو چھوڑ دیں اور صبر کریں، اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں بدلہ دے گا، رسوا کرے گا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمائے گا۔ آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ہیں ایسے ہی علماء اور اولیاء کے دشمن بھی ضرور ہی ہوتے ہیں۔

﴿شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ: انسانوں اور جنوں کے شیطان۔﴾ اس کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں (1) جنوں میں

بھی شیطان ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی کیونکہ شیطان ہر سرکش و نافرمان کو کہتے ہیں چاہے وہ انسان ہو یا جن۔ **(2)** جنوں اور انسانوں کے شیطان سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔ ابلیس نے اپنی اولاد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ انسانوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اور ایک گروہ جنوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔[1] خفیہ بات سے مراد وسوسے اور فریب کی باتیں ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ انسانی شیطانوں سے بچیں

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو گمراہ کن شخص کسی کو شریعت کے خلاف کام کی ترغیب دے وہ انسانی شیطان ہے اگرچہ وہ اپنے عزیزوں میں سے ہو یا عالم کے لباس میں ہو، نیز اس میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو آزاد خیالی یا روشن خیالی کے نام پر شرعی کاموں کے خلاف پلاننگ کرتے اور منصوبے بناتے اور اس کیلئے تنظیمیں بناتے ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے انسانی شیطانوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ یہاں ایک نہایت اہم چیز کے بارے میں عرض کرنی ہے کہ ہمارے دور میں یہ وبا عام ہوتی جارہی ہے کہ بھائی ہر ایک کی سنو اور تحقیق کرو خواہ کہنے والا قرآن کے خلاف کہے یا حدیث کے یا اسلام کے۔ گویا معاذ اللّٰہ، تحقیق، مطالعہ کے نام پر ہر گمراہی سننے، پڑھنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور اس چیز کو باہمی رواداری، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش، ایک دوسرے کے نکتہ نظر پر مطلع ہونا، اپنے اپنے خیالات دوسروں سے شیئر کرنا وغیرہ وغیرہ کے بڑے دلچسپ نام دیئے جاتے ہیں لیکن کیا قرآن، حدیث، دین، ایمان، اسلام میں بھی اس چیز کی گنجائش ہے یا نہیں، اس کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ لہٰذا یہاں پر ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسی باطل تحقیق و مطالعہ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہیں اور ہمیں اُن جاہلوں کی کوئی پرواہ نہیں جو قرآن وحدیث کے ان احکام کو اپنی جہالت وکوتاہ نظر سے تنگ نظری اور نجانے کیا کیا نام دیں گے۔ چنانچہ کفار و اسلام دشمن لوگوں کے لیکچرز سننے کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے سوال ہوا تو آپ نے بڑے احسن انداز میں جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رَد میں فلاں وقت لیکچر دیا جائے گا، یہ سننے کیلئے دوڑے جاتے ہیں۔ کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی، یہ سننے کیلئے دوڑے جاتے ہیں۔ بھائیو! تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ اور تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ،

[1] ……خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۲/۴۸.

اپنے قرآن اور اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں ملعون کلمات سنو۔ تم قرآنِ مجید کی اسی آیت کا آخری حصہ اور اس کے مُتَّصِل کی آیاتِ کریمہ تلاوت کرتے جاؤ اور دیکھو کہ قرآنِ عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں نداؤں کی نسبت تمہیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے، چنانچہ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ [1]

اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے تو تو انہیں اور اُن کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

دیکھو! اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اُنہیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سننے کے لئے دوڑنے کا۔ اور سنئے، اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ [2]

اور اس لئے کہ ایسے لوگوں کے دل اس کی طرف کان لگائیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اُسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن (کفار و نافرمان لوگوں) کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن (لوگوں) کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر اُن کا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "جو دجال کی خبر سنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا وہاں اس کے دھوکوں میں پڑ کر اس کا پیرو ہو جائے گا۔[3]

کیا دجال ایک اُسی اخبث دجال کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دُور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اُس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔[4]

1 ......الانعام:١١٢.

2 ......الانعام:١١٣.

3 ......ابو داؤد، اول كتاب الملاحم، باب ذكر خروج الدجال، ١٥٧/٤، الحديث: ٤٣١٩.

4 ......مسلم، باب النهى عن الرواية عن الضعفاء... الخ، ص٩، الحديث: ٧(٧).

اور سنئے، اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے:

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًاؕ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًاؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ (1)

تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ اُس نے مفصل کتاب تمہاری طرف اُتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار تو شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اُس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔‘‘

یہ تمام آیاتِ کریمہ انہیں مطالب کے سلسلہ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سننے جاؤ کیا تمہیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے، ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا! اُس نے مفصل کتاب قرآنِ عظیم تمہیں عطا فرما دی اُس کے بعد تم کو کسی لکچر، ندا کی کیا حاجت ہے لکچر والے جو کسی دینی کتاب کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں! یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے (مگر) تَعَصُّب کی پٹی (ان کی) آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سننا چاہے، تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے کل تک جو اُس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اُس میں فرق آیا کہ اُس پر اعتراض سننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے، یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال (یعنی قول)، کوئی خیال خدا سے چھپ رہے گا، وہ سنتا جانتا ہے، دیکھا اگر تو نے اُن کی سنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے، (اے نادان! تو) کیا یہ خیال کرتا ہے کہ ان (گمراہ لوگوں) کا علم دیکھوں (کہ) کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں ارے اُن کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا تھل نہ بیڑا، جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ اُن کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سننے کے کیا معنی؟ سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ......الانعام: ۱۱۴، ۱۱۷.

وَسَلَّمَ نے تعلیم فرمایا کہ ''شیطان تو جھوٹا ہے'' اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے، (اگر) تو پورا راہ پر ہوتا ہے تو بے راہوں کی سننے ہی کیوں جاتا حالانکہ تیرا رب فرما چکا ''چھوڑ دے اُنہیں اور اُن کے بہتانوں کو۔ تیرے نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فرما چکے ''اُن سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ [1]

بھائیو! ایک سہل بات ہے اس پر غور فرمالو۔ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ، اپنے قرآن اور اپنے نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر سچا ایمان رکھتے ہو یا مَعَاذَ اللّٰه اس میں کچھ شک ہے! اور جسے شک ہو اسے اسلام سے کیا علاقہ (یعنی تعلق) وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے اور اگر سچا ایمان ہے تو اب یہ فرمایئے کہ ان کے لکچروں نداؤں میں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ، قرآن، نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا، نبی، قرآن اور دین کی توہین وتکذیب کریں۔ اب ذرا غور کر لیجئے کہ ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ حرامی بچہ اور تیری ماں زانیہ تھی، خدا کے لئے انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا اور انسانیت والا جبکہ اُسے اس بیان سے روک دینے، باز رکھنے پر قادر نہ ہو اسے سننے جائے گا۔ خدا کی قسم! ہرگز نہیں، کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہو سکے گا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ اللّٰه، رسول اور قرآنِ عظیم کی توہین، تکذیب اور مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اُسے اِس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے اُن جگر شگاف، ناپاک، ملعون بہتانوں، افتراؤں، شیطانی اٹکلوں اور ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو، بلکہ حقیقت اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ وہ جو کچھ بکتے اور اللّٰه، رسول اور قرآنِ عظیم کی تحقیر کرتے ہیں ان سب کا باعث یہ سننے والے ہیں، اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب، قرآن اور رسول کی عزت عظمت پیشِ نظر رکھیں اور ایکا کر لیں کہ وہ خبیث لکچر، گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر کہ ''تو جھوٹا ہے'' چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے؟ تو تم سن سن کر کہلواتے ہو، نہ تم سنو نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اُس کہنے کا وبال کس پر ہوا۔ علماء فرماتے ہیں ''ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں اُنہیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے، لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔ بھائیو! جب اِس میں گناہ کی امداد ہے تو اُس میں تو کفر کی مدد ہے۔ قرآنِ عظیم کی نصِ قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سنو تو کیا

[1] ......مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء... الخ، ص۹، الحدیث: ۷(۷).

ارشاد کیا۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا [1]

یعنی بے شک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور اُن کی ہنسی کی جاتی ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ اللہ کی آیات پر اعتراض کررہے ہیں وہاں بیٹھے تو جب تم بھی انہیں جیسے ہو، بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

دیکھو قرآن فرماتا ہے، ہاں تمہارا رب رحمٰن فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انہیں کافروں آریوں پادریوں کی مثل ہے

آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انہیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآنِ عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کردیں یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا۔ اور جب کچھ نہیں تو اُن جمگھٹوں کے کیا معنی ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا، رسول اور قرآن پر اعتراضوں کیلئے کئے جاتے ہیں۔ بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ '' **اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ** '' تم بھی ان ہی جیسے ہو۔'' اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب اُنہیں کافروں کے مثل ہیں، وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا، رسول اور قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں اُن کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اُنہیں اور اِنہیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ یہاں تم لکچر دو اور تم سنو۔

مسلمان اگر قرآنِ عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی ابھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں، ملک میں ان کے شوروشر کا نشان نہ رہے گا، جہنم کے کندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے، اللہ، رسول اور قرآنِ عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے، اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان تو ٹھنڈے رہیں گے۔ [2]

---

1 ......النساء: ۱٤۰.

2 ......فتاوی رضویہ، ۱۵/۷۸۱-۷۸۵، ملخصاً۔

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں گناہ کمانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تاکہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہوجائیں اور تاکہ وہ ان باتوں کو پسند کرلیں اور وہ اُسی گناہ کا ارتکاب کریں جس کے یہ خود مرتکب ہیں۔

﴿وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـٕدَةُ: اور اس لیے کہ اس کی طرف دل جھکیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ انسانوں اور جنوں میں سے جو مردود ہیں وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتے ہیں، اب اس کی مزید وجوہات بیان فرمائی جارہی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو بناوٹی باتوں کے وسوسے اس لئے ڈالتے ہیں تاکہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل ان بناوٹی باتوں کی طرف مائل ہوجائیں، وہ ان کی بناوٹی باتوں کو پسند کرلیں اور اسی گناہ کا ارتکاب کریں جس کے یہ خود مرتکب ہوئے ہیں۔

دل اپنے ہم جنس کی طرف جھکتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کا دل اپنے ہم جنس کی طرف جھکتا ہے، لہٰذا اگر کسی آدمی کا دل گناہگاروں، گمراہوں کی طرف زیادہ جھکتا ہے تو اسے غور کرنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے دل میں بھی گمراہی اور برائی کی محبت بیٹھی ہوئی ہے۔

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًاؕ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا میں اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنالوں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔

﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا: تو کیا میں اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنالوں؟﴾ شانِ نزول: کفارِ مکہ نے سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا تھا کہ یہودونصاریٰ کے پوپ پادریوں کو ہم اور آپ پنچ بنالیں جو یہ فیصلہ کریں کہ ہم حق پر ہیں یا آپ۔ تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

اس آیتِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کفار کے بارے میں بیان ہوا کہ انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ان کی مطلوبہ نشانیاں انہیں دکھادی جائیں تو وہ ایمان لے آئیں گے، اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ ان نشانیوں کو ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر ان کی مطلوبہ نشانیاں ظاہر کردے تو بھی وہ لوگ اپنے کفر پر قائم ہی رہیں گے۔ اب اس آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر دلالت کرنے والی نشانیاں تو مکمل طور پر ظاہر ہوچکی ہیں، ایک نشانی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر مفصل کتاب اتاری جس میں امرونہی، وعدہ ووعید اور حق وباطل کا فیصلہ اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدق کی شہادت اور کفار کے افتراء کا بیان ہے اور دوسری نشانی یہ ہے کہ تورات وانجیل میں رسولِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رسولِ برحق ہونے اور قرآن پاک کے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہونے پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیں آسمانی کتاب کی سچی سمجھ نصیب کی جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ نیز عام علماءِ اہلِ کتاب ان دلائل کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق جانتے ہیں اگرچہ کسی دنیاوی وجہ سے اس کا اقرار نہ کریں۔ لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان مشرکین سے فرمادو کہ کیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کو حاکم

1 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۳/۹۰.

وقاضی بنالوں جو میرے اورتمہارے درمیان فیصلہ کرے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کے حق ہونے کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ جب اس نے عاجز کردینے والی کتاب یعنی قرآنِ پاک مجھ پر نازل فرما دیا تو میری نبوت کے درست ہونے کا فیصلہ بھی ہوگیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے سے بڑھ کر اور کسی کا فیصلہ نہیں، لہٰذا اب میری نبوت کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ (1)

﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ : تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ یہاں خطاب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس بات پر شک کرنے والوں میں نہ ہونا کہ اہلِ کتاب کے علماء جانتے ہیں کہ یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس بات پر شک کرنے والوں میں نہ ہونا کہ ہم نے آپ کو جو بیان کیا ہے وہ حق ہے یا نہیں۔ یاد رہے کہ اس کا تعلق ان باتوں سے ہے جو کسی کو ابھارنے کے لئے کی جاتی ہیں ورنہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو شک کر ہی نہیں سکتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ خطاب سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن مراد ان کا غیر ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ”اے قرآنِ پاک کو سننے والے انسان! تو اس بات میں شک نہ کرنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے کیونکہ یہ ایسا عاجز کردینے والا کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور اس جیسا کلام پیش کرنے پر قادر ہی نہیں۔ (2)

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے

---

1 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۵/۱۲۳-۱۲۴.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۲/۴۹.

والا نہیں اور وہی سننے والا ، جاننے والا ہے۔

﴿ **وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ**: **اور پوری ہے تیرے رب کی بات۔** ﴾ رب کی بات سے مراد وہ فیصلۂ الٰہی ہے جو کفار و مومن کے متعلق ہو چکا یا اس سے تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں یا قرآن شریف ، الغرض جو کچھ بھی مراد ہو مقصود بالکل ظاہر ہے۔

قرآنِ مجید کی 4 شانیں

اس آیتِ کریمہ میں قرآنِ پاک کی چار شانیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......قرآنِ پاک مکمل ہے اس کا کوئی پہلو نا تمام نہیں۔

(2)......قرآنِ پاک میں بتائی گئی تمام باتیں حق اور سچائی پر مَبنی ہیں۔

(3)......جو شرعی احکام قرآنِ پاک میں ہیں وہ ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔

(4)......قرآنِ پاک ہمیشہ کیلئے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

مخلوق کے شر سے بچنے کے 3 وظائف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کا ذکر ہوا ، اس کی مناسبت سے ہم یہاں مخلوق کے شر سے بچنے کے تین وہ وظائف ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کا ذکر ہے۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت حسن اور حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر چند کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے ’’تمہارے جدِ امجد بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انہیں پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ (وہ کلمات یہ ہیں) ’’**اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ**‘‘۔[1]

شیطان کے شر اور نظرِ بد سے محفوظ رہنے کے لئے یہ وظیفہ انتہائی مفید ہے۔

(2)......حضرت خولہ بنتِ حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے ، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص (سفر کے دوران) کسی جگہ اترے اور یہ کلمات کہے ’’**اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ**‘‘ تو اس مقام سے کوچ کرنے تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔[2]

---

[1]......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۱۱-باب، ۲/۴۲۹، الحدیث: ۳۳۷۱.

[2]......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء مایقول اذا نزل منزلاً، ۵/۲۷۵، الحدیث: ۳۴۴۸.

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تعالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سونے سے پہلے یہ کہا کرتے تھے ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ اَللّٰھُمَّ لَا یُھْزَمُ جُنْدُکَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُکَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ“ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تیری بزرگ ذات اور تیرے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں اس کے شر سے جسے تو پیشانی سے پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو ہی قرض ادا کرواتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرے لشکر کو شکست نہیں ہوگی اور تیرا وعدہ غلط نہیں ہوگا، تیرے سامنے کسی زور آور کا زور نہیں چلتا۔ تو پاک ہے اور سب تعریفیں تیرے لئے ہیں۔[1]

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے سننے والے! زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں، یہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ صرف اندازے لگا رہے ہیں۔

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ: اگر تو زمین میں موجود اکثر لوگوں کی اطاعت کرے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی نے کفار کے شبہات کا جواب دیا پھر اللہ تعالٰی نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے درست ہونے کو دلائل کے ساتھ بیان کیا اور اب بیان فرمایا جا رہا ہے کہ جب شبہات زائل ہو گئے اور دلائل بھی واضح ہو چکے تو اب کسی عقلمند کے لئے جائز نہیں کہ وہ جاہلوں کی گفتگو کی طرف توجہ کرے اور نہ ہی ان کے فاسد کلمات کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہو، لہٰذا اے سننے والے! اگر تو زمین میں موجود اکثر لوگوں یعنی کافروں کی غلط باتوں یعنی حق کو باطل اور باطل کو حق

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب مایقول عند النوم، ۴/۴۰۶، الحدیث: ۵۰۵۲.

سمجھنے میں ان کی پیروی کرے گا تو یہ تجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔[1]

ایک قول یہ ہے کہ اس سے جاہل اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والے لوگوں کی پیروی مراد ہے۔[2]

اسلامی لبادے میں ملبوس اسلام دشمنوں سے بچا جائے

اس آیت میں یہ پہلو بھی داخل ہے کہ عوام ایسے لوگوں سے بھی محتاط رہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر، اسلامی تعلیمات کی اشاعت کو اپنی ڈھال بنا کر اسلام ہی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں ان کے بارے میں علمائے حق سے معلومات حاصل کر کے ان سے بچنے کی کوشش کریں، دین کے مُسَلَّمہ امور میں ان کی قیاس آرائیاں، حق کو باطل اور باطل کو حق ظاہر کرنے میں ان کی صرف کی ہوئی توانائیاں کسی کام کی نہیں، ان کی پیروی دنیا و آخرت کے عظیم خسارے کا سبب بن سکتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ دینی امور میں صرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں، ان کے مقابلے میں کسی کی بھی پیروی نہ کریں۔ اہلِ حق علماء اور مجتہدین کی پیروی درحقیقت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہی پیروی ہے کہ یہ حضرات ان ہی کے احکام سناتے ہیں۔

﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ: یہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔﴾ یعنی یہ کفار جو آپ سے آپ کے دین اور مذہب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں انہیں تو اپنے مذہب کے درست ہونے کا بھی یقین نہیں۔ اپنے مذہب کو درست ثابت کرنے کیلئے ان کے پاس دلیل صرف اپنے جاہل اور گمراہ باپ دادا کی تقلید کرنا ہے، یہ لوگ بصیرت وحق شناسی سے محروم ہیں اور دین کے بارے میں غلط اندازے لگا رہے ہیں کہ یہ حلال ہے یہ حرام۔ اٹکل سے کوئی چیز حلال یا حرام نہیں ہوتی جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا وہ حرام ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''ظن'' سے مراد کفار کا اپنے مذہب کو ثابت کرنے میں اپنے اسلاف کی تقلید کرنا ہے، مجتہد کے قیاس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔[3]

قرآن و حدیث کے مقابلے میں آباؤ اجداد کی پیروی مشرکوں کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے مقابل اپنے باپ دادوں کی پیروی کرنا مشرکوں کا طریقہ ہے۔ فی زمانہ

---

1 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۶، ۵/۱۲۶.

2 ......بیضاوی، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۶، ۲/۴٤٦.

3 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۶، ۵/۱۲۷.

حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی کسی غلط بات پر عمل پیرا ہو اور اسے سمجھایا جائے تو جواب یہی ملتا ہے کہ ہم تو عرصۂ دراز سے یونہی کرتے چلے آرہے ہیں، ہم نے تو آج تک کسی کو اس بارے میں کوئی کلام کرتے نہیں سنا، ہمارے بڑے بوڑھے بھی تو یہی کرتے آئے ہیں تم نے دو لفظ کیا پڑھ لئے اب ہمیں بھی سمجھانے لگ گئے، ایسے حضرات کو چاہئے کہ اس آیتِ کریمہ کو سامنے رکھ کر خود غور کر لیں کہ وہ کن کی رَوِش اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون بہکا اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ : بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی کفار جو دوسروں سے فیصلہ کروانے کی بات کرتے ہیں یہ انتہائی نادان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ لوگوں میں سے گمراہ کون ہے اور حق پر کون ہے اور یہ بھی وہی بہتر جانتا ہے کہ کفار اور مومنین میں سے گمراہی اور ہدایت پر کون ہے اور وہی ان میں سے ہر ایک کو وہ جزا دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ (1) یعنی مومن حق و ہدایت پر ہیں اور کفار باطل وضلالت پر۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰیٰتِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

﴿فَكُلُوْا : تو کھاؤ۔﴾ یعنی جو جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا اسے کھاؤ اور جو اپنی موت مرا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا

(1)……بغوی، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۷، ۲/۱۰۳، روح البیان، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۷، ۳/۹۲ملتقطاً.

گیا وہ حرام ہے۔ جانور کے حلال ہونے کا تعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر ذبح ہونے سے ہے۔ **شانِ نزول:** مشرکین مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے کہ تم اپنا قتل کیا ہوا تو کھاتے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مارا ہوا یعنی جو اپنی موت مرے اس کو حرام جانتے ہو۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری[1] جس میں فرمایا گیا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر ذبح کیا گیا وہ حلال ہے اور جو اس کے نام پر ذبح نہ ہوا وہ حرام ہے۔ اور کافروں کا اعتراض کہ ذبیحہ کو ہم مارتے ہیں اور جو خود مرے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ مارتا ہے تو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مارا ہوا ہو وہ حرام کیوں؟ اس اعتراض کی بنیاد ہی غلط ہے کیونکہ جس جانور کو کوئی شخص مارے اور جو جانور خود مرے بہرحال دونوں کو موت دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں یوں فرق کرنا ہی باطل ہے کہ ایک کو ہم نے مارا اور دوسرے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔ اب رہا یہ کہ ایک حلال اور دوسرا حرام کیوں تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہے اور وہ خالق و مالک ہے جو چاہے حکم فرمائے اور یہ اس کے نام کی تعظیم کی ایک صورت ہے کہ اس کے نام پر ذبح کردہ جانور حلال ہے اور اس کے علاوہ حرام ہے۔

قرآنِ مجید پر ایمان لانے کا تقاضا

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی آیات پر ایمان لانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا اسے حلال سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور جسے حرام فرمایا اسے حرام مانا جائے اور اس سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام قرار دینا یا حرام کئے ہوئے کو حلال سمجھنا دونوں قرآن پر ایمان کے منافی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآنِ کریم (اجمالی طور پر کلام کی) پانچ قسموں پر اترا: حلال، حرام، مُحکم، مُتَشابہ اور مثالیں لہٰذا حلال کو حلال جانو، حرام کو حرام مانو، محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ اور مثالوں سے عبرت پکڑو۔[2]

حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس شخص کا قرآن پر ایمان نہیں جو اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھے۔[3]

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ

---

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۲/۵۰.

2 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ۱/۵۶، الحدیث: ۱۸۲.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۲۰-باب، ۴/۴۲۱، الحدیث: ۲۹۲۷.

عَلَیۡكُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَیۡهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِیۡرًا لَّیُضِلُّوۡنَ بِاَهۡوَآئِهِمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تو تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کرچکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں ۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿ وَ مَا لَكُمۡ اَلَّا تَاۡكُلُوۡا: اور تمہیں کیا ہے کہ تم نہ کھاؤ۔ ﴾ یعنی اس جانور کو کھانے سے کیا چیز تمہیں روک رہی ہے جسے اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کیا گیا ہے حالانکہ جو چیزیں حرام تھیں وہ اللہ تعالٰی نے تمہیں تفصیل سے بیان فرمادی ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالٰی نے حرام نہیں فرمایا اسے حرام سمجھنا کیسی حماقت ہے۔

حرام چیزوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جس چیز کو حرام نہ فرمایا گیا ہو وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان متعدد سورتوں میں اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرامین میں موجود ہے۔ یونہی مجبوری کی حالت میں حرام چیز کھانے کا بیان قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے۔

﴿ وَ اِنَّ كَثِیۡرًا لَّیُضِلُّوۡنَ: اور بیشک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں۔ ﴾ کفار بحیرہ اور سائبہ بتوں پر چھوٹے ہوئے جانوروں کو تو حرام جانتے ہیں اور جو جانور غیرِ خدا کے نام پر ذبح ہوں یا خود مر جائیں انہیں حلال جانتے ہیں حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے لہٰذا ان جاہلوں کی بات نہ مانو۔

حلال چیزیں حرام قرار دینے والوں کو نصیحت

اس آیتِ کریمہ کو پڑھ کر وہ لوگ غور کریں جو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے چیزوں کو حرام یا حلال قرار دے کر گمراہ کرتے ہیں، شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح ان حضرات کو بھی غور کرنے کی حاجت ہے جو اس جانور کو حرام کی صف میں داخل کر دیتے ہیں کہ جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور اس سے مقصود کسی ولی یا بزرگ کو ثواب پہنچانا تھا۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ: بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جنہوں نے اس چیز کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حلال کیا اور جسے اس نے حرام کیا اسے حلال کہہ دیا، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی حرکتوں کی سزا دے گا۔[1]

اس آیتِ مبارکہ سے ان لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے جو بغیر علم محض اپنی رائے سے حرام وحلال کا غلط فتویٰ دیتے ہیں۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ: اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو۔﴾ ظاہری اور باطنی گناہ کی تفسیر میں دو قول ہیں: (1) ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں کہ جن کا ارتکاب اعلانیہ اور مجمعِ عام میں ہو اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو چھپ کر کئے جائیں۔ (2) ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو ظاہری اعضاء سے کئے جائیں اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۹، ۲/۵۰-۵۱.

ہیں جو دل سے کئے جائیں جیسے حسد، تکبر، ریا کاری، بغض و کینہ، بدگمانی اور برے کاموں کو پسند کرنا وغیرہ۔[1] اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں ہر طرح کے گناہوں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے گناہ کا تعلق جسم سے ہو یا دل سے یا نیت و ارادہ سے، علانیہ گناہ ہو یا چھپ کر۔[2]

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ : بیشک جولوگ گناہ کماتے ہیں۔﴾ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کام کرتے ہیں اور ان گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں تو انہیں عنقریب آخرت میں دنیا میں کئے ہوئے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔[3]

توبہ کرنے کی اہمیت اور اس کی ترغیب

یاد رہے کہ جس مسلمان نے مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلی تو اسے آخرت میں سزا نہ ہو گی البتہ جس مسلمان نے اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دے دے اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کردے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہونے کی امید باندھ کر گناہوں میں مصروف رہنا انتہائی نادانی ہے کیونکہ گناہگاروں کی ایک تعداد ضرور جہنم میں جائے گی اور کوئی گناہگار یہ نہیں جانتا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو یقینی طور پر معاف کردے گا۔ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بے شک سب گناہ گار مشیت کے خطرے میں ہیں بلکہ اطاعت گزار بھی نہیں جانتے کہ ان کا خاتمہ کیسا ہوگا تو اے گناہگارو! تم دھوکے میں مت رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہر گناہگار کو حاصل نہ ہوگی اور نہ ہی تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں معاف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔[4]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جو انسان یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ میں مومن ہوں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہ معاف کردے گا تو اسے یہ تصور کرنا چاہئے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف نہ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب انسان اطاعت نہ کرے تو اس کا ایمانی درخت کمزور و ناتواں ہو جائے اور نزع کے وقت موت کی سختیوں

---

1 ......صاوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ۶۲۳/۲.

2 ......ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کی ترغیب، جذبہ اور موقع پانے کے لئے دعوت اسلامی کے ساتھ وابستگی بہت مفید ہے۔

3 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ۵۱/۲.

4 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ۹۴/۳.

کے تند جھونکوں سے اکھڑ جائے کیونکہ ایمان ایک ایسا درخت ہے جس کی پرورش عبادت کے پانی سے ہوتی ہے اور جب اسے یہ پانی نہ ملا اور اس نے قوت نہ پکڑی تو اس کے اکھڑ جانے کے خطرات ہر وقت اس پر منڈلاتے رہیں گے۔ اگر وہ اپنا ایمان سلامت لے گیا تو یہ بھی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے عذاب میں مبتلاء کر دے، لہٰذا اس آسرے میں بیٹھے رہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے گا بہت بڑی حماقت ہے اور اِس شخص کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو اپنے مال واسباب کو تباہ کر کے اور بال بچوں کو بھوکا چھوڑ کر یہ خیال کرے کہ شاید ویرانے میں خزانہ مل جائے یا اِس شخص کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو کسی ایسے شہر میں رہ رہا ہو جسے لوٹا جارہا ہو اور وہ اپنے خزانے اس امید پر نہ چھپائے کہ ہوسکتا ہے جب لوٹنے والا ہمارے گھر میں آئے تو وہ آتے ہی مرجائے گا یا اندھا ہوجائے گا یا وہ میرے گھر کو دیکھ نہ سکے گا، یہ سب باتیں اگرچہ ممکن ہیں لیکن ان پر اعتماد کرنا اور احتیاط سے ہاتھ اٹھالینا حماقت ہے۔ (1)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ''گناہ ایمان کے لیے اس طرح (نقصان دہ) ہیں جیسے مضرِ صحت کھانے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، وہ معدے میں جمع ہوتے رہتے ہیں حتّٰی کہ اَخلاط (یعنی صفراء، بلغم وغیرہ) مزاج کو بدل دیتے ہیں اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا یہاں تک کہ اس کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ اچانک بیمار ہوجاتا ہے اور پھر اچانک مرجاتا ہے تو گناہوں کا معاملہ بھی یہی ہے، چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس فانی دنیا میں ہلاکت کے خوف سے وہ زہر سے بچتا ہے اور ان کھانوں سے فوری طور پر بھی اور ہر حال میں بچتا ہے جو نقصان دہ ہوتے ہیں تو ابدی ہلاکت سے ڈرنے والے پر بدرجہ اولیٰ گناہوں سے اجتناب ضروری ہے اور جب زہر کھانے والے پر لازم ہے کہ جوں ہی نادم ہوتے کرے اور اس کھانے سے رجوع کرے اور اسے معدے سے نکال دے اور یہ عمل فوری طور پر کرے تاکہ اس کا جسم ہلاکت سے بچ جائے حالانکہ اس کا نقصان صرف دنیوی ہے جبکہ دین کے معاملے میں گناہوں کی صورت میں زہر کھانا بدرجہ اَولیٰ نقصان دہ ہے تو اسے اس سے رجوع کرنا چاہیے اور جس قدر ممکن ہو تدارک کرے جب تک اس کے لیے مہلت ہے اور وہ اس کی زندگی ہے کیوں کہ جس کو اس زہر کا خوف اس لیے ہے کہ باقی رہنے والی آخرت سے محروم ہوجائے گا جس میں ہمیشہ کی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت ہے اور اس کے فوت ہونے سے جہنم کی آگ اور ہمیشہ کے عذاب کا سامنا ہوگا اور دنیوی زندگی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں کیوں کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں تو اس کے لئے گناہوں سے توبہ کرنے میں جلدی کرنا ضروری ہے تاکہ گناہوں کا زہر روحِ ایمان پر اثر انداز نہ ہو اور (اگر یہ روحِ ایمان پر اثر انداز ہوگیا تو) یہ ایسا اثر ہوگا جس کا ڈاکٹروں کے

1 ...... کیمیائے سعادت، رکن چهارم: منجیات، اصل اول در توبه، ۲/۷۷۳-۷۷٤.

پاس بھی کوئی علاج نہیں اور نہ ہی اس کے بعد کوئی پرہیز اثر کرے گی، اس کے بعد نصیحت کرنے والوں کی نصیحت اور واعظین کا وعظ بھی فائدہ نہیں دے گا اور اس پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔[1][2]

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۠ (۱۲۱)

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بیشک حکم عدولی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ اور بیشک یہ نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہو گے۔

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ : اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔﴾ جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اس کا کھانا حلال ہے، یہ بیان فرمانے کے بعد اب اس جانور کو کھانے سے منع کیا جا رہا ہے کہ جسے ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا حکم یہ ہے کہ جس جانور پر مسلمان یا کتابی نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا وہ حرام ہے اور اگر بھول کر نام لینا رہ گیا تو حلال ہے اور مسلمان و کتابی کے علاوہ کسی دوسرے کا ذبح کیا ہوا مُطْلَقاً حرام ہے۔ یاد رہے کہ یہاں کتابی سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو اپنے نبی اور کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ محض نام کے عیسائی اور حقیقت میں دَہریہ مراد نہیں ہیں۔

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب التوبۃ، بیان انّ وجوب التوبۃ علی الفور، ٤/١٠-١١.

2 ......توبہ کی اہمیت، فضائل اور شرائط وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''توبہ کی روایات و حکایات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ: اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں یعنی مشرکوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تا کہ وہ مردار کھانے کے معاملے میں تم سے جھگڑا کریں جیسا کہ اوپر کافروں کا ایک اعتراض نقل کیا گیا ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کہنے میں ان کافروں کی بات مانی تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہوگے کیونکہ دین میں حکمِ الٰہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔

علم کے بغیر دینی مسائل میں جھگڑنا شیطانی لوگوں کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ”بغیر علم دینی مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کی نیت سے مناظرہ کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے لیکن تحقیقِ حق کے لئے مناظرہ کرنا عبادت ہے۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَاؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور کردیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوجائے گا جو اندھیریوں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کردیئے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کردیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنادیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے (کیا) وہ اس جیسا ہوجائے گا جو اندھیروں میں (پڑا ہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے والا بھی نہیں۔ یونہی کافروں کے لئے ان کے اعمال آراستہ کردیئے گئے۔

﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا: اور کیا وہ جو مردہ تھا۔﴾ اس آیت میں مردہ سے کافر اور زندہ سے مومن مراد ہے کیونکہ کفر دلوں کے

لئے موت جبکہ ایمان زندگی ہے اور نور سے ایمان مراد ہے جس کی بدولت آدمی کفر کی تاریکیوں سے نجات پاتا ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نور سے کتابُ اللّٰہ یعنی قرآن مراد ہے۔[1]

کفر اور جہالت کی مثال

اس آیتِ کریمہ میں کفر اور جہالت کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ مومن اور کافر کا حال یہ ہے کہ ہدایت پانے والا مومن اُس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگی پائی اور اس کو نور ملا جس سے وہ مقصود کی طرف راہ پاتا ہے اور کافر اس کی مثل ہے جو طرح طرح کی اندھیریوں میں گرفتار ہوا اور اُن سے نکل نہ سکے، ہمیشہ حیرت میں ہی مبتلا رہے۔ یہ دونوں مثالیں ہر مومن و کافر کے لئے عام ہیں اگرچہ اس کے شانِ نزول کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں، ان میں سے تین روایتیں درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے قول کے مطابق اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ''ابوجہل نے ایک روز سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی نجس چیز پھینکی۔ اس دن حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شکار کو گئے ہوئے تھے، جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لئے ہوئے شکار سے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی گئی، گو ابھی تک وہ دولتِ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے لیکن یہ خبر سنتے ہی طیش میں آگئے اور ابوجہل کے پاس پہنچ کر اسے کمان سے مارنے لگے۔ ابوجہل عاجزی اور خوشامد کرتے ہوئے کہنے لگا: اے ابویعلیٰ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیسا دین لائے اور اُنہوں نے ہمارے معبودوں کو برا کہا اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا ہے۔ اس پر حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''تم جیسا بدعقل کون ہے کہ تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے پھر رہے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰی (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اللّٰہ کے رسول ہیں۔ اسی وقت حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسلام لے آئے اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(2)......حضرت ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ آیت حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

(3)......حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔[2]

---

1 ......تفسیر بغوی، الانعام، تحت الآیة: ۱۲۲، ۲/۱۰۵.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۱۲۲، ۲/۵۲.

تو حضرت امیر حمزہ یا حضرت عمر یا حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور یونہی ہر ایمان لانے والے کا حال اس کے مشابہ ہے جو مردہ تھا ایمان نہ رکھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو روحِ ایمان عطا فرما کر زندہ کر دیا اور باطنی نور عطا فرمایا کہ جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اور ابوجہل اور اس جیسوں کی حالت یہی ہے کہ وہ کفر وجہل کی تاریکیوں میں گرفتار ہے اور وہ ان تاریکیوں سے نکلنے والا بھی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار مومن اپنے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتا اس لئے وہ مومن رہتا ہے لیکن کافر اپنی بدکرداریوں کو اچھا جانتا ہے اور ان پر ناز کرتا ہے اس لئے وہ لائقِ مغفرت نہیں۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کی برکت

حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ والے واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت اور تائید ونصرت بہت خیر وخوبی کا ذریعہ بنتی ہے جیسے یہاں ان کے لئے ایمان کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گئی۔ اسی طرح حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: کسی آدمی نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: قیامت کب آئے گی؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی: میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''تم ان کے ساتھ ہو جن سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمیں اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان نے کیا کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے محبت کرتا ہوں لہٰذا میں امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔ (1)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَاؕ وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کے سرغنہ کیے کہ اس میں داؤں کھیلیں اور داؤں نہیں کھیلتے مگر اپنی جانوں پر اور انہیں شعور نہیں۔

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب... الخ، ۲/۵۲۷، الحدیث: ۳۶۸۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ویسے ہی ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو (ان کا) سردار بنادیا تاکہ اس میں وہ اپنی سازشیں کریں اور وہ صرف اپنے خلاف سازشیں کررہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا: اور اسی طرح ہم نے بنادیئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جیسے کفارِ مکہ دیگر کافروں کے سردار ہیں ویسے ہی ہم نے ہر بستی میں اس بستی کے مجرموں کو ان کا سردار بنادیا تاکہ اس بستی میں وہ اپنی سازشیں کریں اور طرح طرح کے حیلوں، فریبوں اور مکاریوں سے لوگوں کو بہکانے اور باطل کو رواج دینے کی کوشش کریں۔ ان سے یہ افعال اس لئے سرزد ہوئے کہ یہ رئیس تھے اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ”اس نے ہر بستی میں غریب لوگوں کو رسولوں کی پیروی کرنے والا اور نافرمانوں کو بستی کا سردار بنایا۔ [1]

پیشواؤں کے بگڑنے کا نقصان اور سنبھلنے کا فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سرداروں کا بگڑنا قوم کو ہلاک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے خوشحال لوگوں کو (اپنے رسولوں کے ذریعے اپنی اطاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر (عذابِ الٰہی کی) بات پکی ہوجاتی ہے تو ہم اسے تباہ و برباد کردیتے ہیں۔

اسی طرح پیشواؤں کا سنبھل جانا قوم کو سنبھالا دینا ہے۔

﴿لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا: تاکہ اس میں وہ اپنی سازشیں کریں۔﴾ مکہ مکرمہ آنے والے ہر راستے پر کفارِ مکہ نے چار چار افراد بٹھا دیئے تاکہ وہ لوگوں کو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے روکیں، چنانچہ جو شخص بھی مکہ میں حاضر ہوتا یہ لوگ اس سے کہتے کہ ”تم اس شخص سے بچنا یہ کاہن، ساحر اور کذاب ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ درحقیقت یہ صرف اپنے خلاف سازشیں کررہے ہیں، ان سازشوں کا وبال انہی پر پڑے گا اور انہیں اس کا شعور نہیں۔ [3]

اس آیت میں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سردارانِ مکہ کی دشمنی سے پریشان

---

1 ……خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۲/۵۳.

2 ……بنی اسرائیل: ۱۶.

3 ……بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۲/۱۰۶.

نہ ہوں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے وہ جس شہر میں مبعوث ہوئے وہاں کے سرداروں نے ان کی اسی طرح مخالفت کی تھی۔ (1)

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور سخت عذاب بدلہ ان کے مکر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا۔

﴿وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے۔﴾ **شانِ نزول:** ولید بن مغیرہ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: ''اگر نبوت حق ہے تو میں آپ سے زیادہ اس کا مستحق ہوں کیونکہ میں عمر میں بڑا ہوں اور آپ سے زیادہ مالدار ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، ابوجہل نے کہا کہ ''ہم نے عبدِ مناف کی اولاد سے سرداری میں مزاحمت کی۔ اور اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے جس کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اس پر ایمان لائیں گے نہ کبھی اس کی پیروی کریں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس بھی ویسے ہی وحی آئے جیسے اس کے پاس آتی ہے۔ (2)

1 ......البحر المحيط، الانعام، تحت الآية: ۱۲۳، ۲۱۷/۴.

2 ......تفسير بغوى، الانعام، تحت الآية: ۱۲۴، ۱۰۶/۲.

عقیدۂ نبوت کے بارے میں چند اہم باتیں

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا چنا ؤاللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔اعمال،قومیت یا مال کی وجہ سے نبوت نہیں ملتی۔عقیدۂ نبوت سے متعلق چند اہم باتیں یاد رکھنے کی ہیں:

(1)......نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے کوشش کر کے اسے حاصل کر سکے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے، ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کا منصب ملنے سے پہلے ہر طرح کے برے اور مذموم اخلاق سے پاک اور اچھے اور قابلِ تعریف تمام اخلاق سے مزین ہو کر ولایت کے جملہ مَدارج طے کر چکتا ہے، اور اپنے نسب و جسم، قول و فعل، حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے پاک و صاف ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔اور جو اسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصبِ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔

(2)......جو شخص نبی سے نبوت کا زوال ممکن مانے وہ کافر ہے۔

(3)...... نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور فرشتے کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہو چکا، جس کے سبب اُن سے گناہ کا صادر ہونا شرعاً محال ہے، جبکہ ائمہ و اکابر اولیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں، ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ اُنھیں محفوظ رکھتا ہے کہ اُن سے گناہ ہوتا نہیں اور اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔

(4) انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام شرک و کفر اور ہر ایسے کام سے جو لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے جھوٹ، خیانت اور جہل وغیرہ مذموم صفات سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُرَوَّت کے خلاف ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بِالْاِجْماع معصوم ہیں اور کبیرہ گناہوں سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے سے بھی نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم ہیں۔ (1)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت جلد **1** کے پہلے حصے کا مطالعہ کیجئے۔

---

(1)...... بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ نبوت، ۱/۳۶-۳۹، ملخصاً۔

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ : اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے کہ اسے یہ شرفِ عظیم عطا فرمائے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جو اس کا مستحق نہیں، اور اے کفارِ مکہ! تم اس لائق ہی نہیں کہ تمہیں نبوت جیسے عظیم مرتبہ سے نوازا جائے اور نہ ہی نبوت مطالبہ کرنے پر ملتی ہے خصوصاً وہ شخص کہ جو حسد، دھوکہ، بدعہدی وغیرہ برے افعال اور گھٹیا اوصاف میں مبتلا ہو، نبوت جیسے منصبِ عالی کے لائق کیسے ہوسکتا ہے۔[1]

عظمتِ مصطفیٰ اور عظمتِ صحابہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو سب کے دلوں سے بہتر محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کو پایا تو انہیں اپنے لئے چن لیا اور اپنی رسالت کے ساتھ انہیں مبعوث فرمایا۔ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو ان کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے دلوں کو دیگر لوگوں کے دلوں سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی کا وزیر بنا دیا، یہ لوگ ان کے دین کی حمایت میں جنگ کرتے ہیں۔ پس جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جسے مسلمان برا سمجھیں تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھی بری ہے۔[2]

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ(۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا

---

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۱۲۴، ۲/۵۳.

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه، ۲/۱٦، الحدیث: ۳٦۰۰.

ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

﴿فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یَّهۡدِیَهٗ: اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی اپنی مخلوق کی دو قسمیں بنائیں (1) شقی (2) سعید، اور ہر ایک کیلئے نشانی بنائی کہ جس سے اس کی پہچان ہو۔ سعادت کی نشانی اسلام کے لئے سینہ کھلنا اور ایمان قبول کرنا جبکہ شقاوت کی نشانی سینہ کی تنگی اور اسلام قبول نہ کرنا ہے۔ اور ہر گروہ کے لئے آخرت میں ایک گھر بنایا جس میں وہ لوگ رہیں گے۔ سعادت مند جنت اور اس کی نعمتوں میں رہیں گے اور شقاوت والوں کو جہنم کی آگ میں رہنا اور اس کا عذاب سہنا پڑے گا۔ حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق کو پیدا فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ جنت کے لئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اور ایک مخلوق کو پیدا فرمایا اور فرمایا: یہ جہنم کے لئے ہیں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی مخلوق کی نشانی بیان فرمائی ہے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ بندے کو شرحِ صدر کی توفیق دے اور اسے حلاوتِ ایمان سے بھر دے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عظیم نعمت عطا فرمائی ہے۔ [1]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "جسے جنت کے لیے پیدا کیا گیا اس کے لیے عبادت کے اسباب آسان کر دیئے جاتے ہیں اور جسے جہنم کے لیے پیدا کیا گیا اس کے لیے گناہ کے اسباب آسان کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دل میں شیطان کا حکم مُسَلَّط کیا جاتا ہے کیونکہ وہ طرح طرح کی باتوں سے بیوقوف لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت والا ہے لہٰذا تمہیں کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، تمام لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے لہٰذا تم ان کی مخالفت نہ کرو، زندگی بہت طویل ہے لہٰذا انتظار کرو کل توبہ کر لینا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَعِدُهُمۡ وَ یُمَنِّیۡهِمۡ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔

یعنی وہ ان کو توبہ کا وعدہ دیتا اور مغفرت کی تمنا دلاتا ہے اور ان حیلوں سے اِذنِ خداوندی سے ان کو ہلاک کر دیتا ہے، اس کے دل کو دھوکے کی قبولیت کے لیے کشادہ اور قبولِ حق سے تنگ کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر سے ہوتا ہے۔ ہدایت و گمراہی کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرمائے حکم دیتا ہے اس کے

1 ......صاوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۲/۶۲۷.

2 ......نساء: ۱۲۰.

حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کے فیصلے کو مؤخر کر سکتا ہے اس نے جنت اور اہلِ جنت کو پیدا کیا اور ان کو عبادت پر لگایا نیز جہنم اور اہلِ جہنم کو پیدا کیا اور ان کو گناہوں پر لگا دیا۔ (1)

سینہ کھلنے سے کیا مراد ہے؟

شرح کا اصلی معنی ہے ''وسیع کرنا'' جبکہ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں روشنی پیدا فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔ (2)

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں '' تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: اس کھولنے سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد وہ نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کی گئی: کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں، (اس کی تین علامتیں ہیں) **(1)** آخرت کی طرف رغبت **(2)** دنیا سے نفرت، اور **(3)** موت سے پہلے اس کی تیاری۔ (3)

﴿وَمَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّہٗ: اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔﴾ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے کہ اس میں علم اور دلائلِ توحید و ایمان کی گنجائش نہ رہے، تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ جب اس کو ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اور اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس پر نہایت شاق ہوتا ہے اور اس کو بہت دشوار معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

سینے کی تنگی کی علامت

اس سے معلوم ہوا کہ دینی کام بھاری معلوم ہونا اور دنیاوی کام آسان محسوس ہونا، سینے کی تنگی کی علامت ہے اور سینے کی تنگی یہ ہے کہ اسبابِ کفر جمع ہو جائیں اور اسلام کے اسباب نہ مہیا ہو سکیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محفوظ فرمائے۔ بعض پر ایمان بھاری ہوتا ہے، بعض پر نیک اعمال بھاری اور بعض پر عشق اور وجدان بھاری ہے۔ خیال رہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ کفر کرنے پر مجبور ہے بلکہ وہ جو کفر و سرکشی کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اور آدمی کی بدکرداریوں

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب شرح عجائب القلب، بیان سرعة تقلب القلب... الخ، ۳/۵۹.

2 ......صاوی، الانعام، تحت الآیة: ۱۲۵، ۲/۶۲۷.

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، ۸/۱۲۶، الحدیث: ۱۴.

سے دل میں یہ حال پیدا ہوتا ہے جیسے لوہا زنگ لگ کر بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح گناہوں کی وجہ سے دل زنگ آلود ہو کر حق قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے ہم نے آیتیں مفصل بیان کردیں نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے بیشک ہم نے نصیحت ماننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کردیں۔

﴿وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا: **اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے۔**﴾ یعنی قرآنِ کریم یا حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم وہ راستہ ہے جو بلا تکلّف ربِ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدھا راستہ منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے اس لئے اسے ''شریعت'' کہتے ہیں یعنی وسیع اور سیدھا راستہ جس پر ہر شخص آسانی سے چل سکے۔ طریقت بھی رب عَزَّوَجَلَّ کا راستہ ہے مگر وہ ایسا تنگ اور پیچ دار ہے جس پر صرف واقف آدمی ہی چل سکتا ہے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے یہاں اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے۔

﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ: **ان کیلئے سلامتی کا گھر ہے۔**﴾ دارُ السلام کے دو معنی ہیں (1) سلام اللّٰہ تعالیٰ کا نام ہے، تو ''دارالسلام'' کا معنی ہوا وہ گھر جس کی اضافت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ اضافت تشریف اور عزت افزائی کے لئے ہے جیسے بَیْتُ اللّٰہ اور نَاقَةُ اللّٰہ میں ہے۔ (2) اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ''سلام'' دار کی صفت ہے یعنی یہ سلامتی کا گھر ہے اور جنت کو ''دارُالسلام'' اس لئے فرمایا ہے کہ جنت میں ہر قسم کے عیوب، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے۔[1] جنت کو دارُ السلام

1 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیة: ۱۲۷، ۱۴۶/۵.

کہنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جنتیوں کو جنت میں دخول کے وقت سلام کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے، فرشتوں کی طرف سے اور اہلِ اعراف کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ [1]

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًاۚ-یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِۚ-وَ قَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِیْۤ اَجَّلْتَ لَنَاؕ-قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ-اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ(۱۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اُن سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا اے جن کے گروہ تم نے بہت آدمی گھیر لیے اور ان کے دوست آدمی عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے اے محبوب بیشک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) وہ دن جب وہ اُن سب کو اٹھائے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لوگوں کو اپنا تابع بنالیا اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانا ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے خدا چاہے۔ بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًاۚ-یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ: اور جس دن وہ اُن سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا اے جنوں کے گروہ!۔﴾ قیامت میں اولاً سب اکٹھے ہوں گے اس لئے اسے ''حشر'' کہتے ہیں، بعد میں اچھے بروں کی چھانٹ ہو جائے گی اس لئے اسے ''یَوْمُ الْفَصْل'' کہا جاتا ہے۔ سب کو اٹھانے سے مراد یا یہ ہے کہ مومن و کافر کو اکٹھا اٹھائے گا یا انسان و جن کو اکٹھا

[1] ......بغوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۷، ۲/۱۰۷۔

اٹھائے گا یا سعید و شقی کو اکٹھا اٹھائے گا۔ اس آیت میں ان سرکش جنّات سے خطاب ہے جنہوں نے بہت سے انسانوں کو بہکایا جبکہ مومن جنات تو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے۔

﴿ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ: اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے۔ ﴾ انسانوں میں سے جو جنات کے دوست ہوں گے اور دونوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہو گا اس طرح کہ ''جنات نے انسانوں کو برے راستے دکھائے اور بدعملیوں کو ان کے لئے آسان کیا اور جنات نے انسانوں سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ ''انسانوں نے ان کی پوجا کی اور ان کے مطیع و فرماں بردار بنے۔ وہ حسرت سے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور افسوس کہ آج ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ ہائے وقت گزر گیا اور قیامت کا دن آ گیا اب صرف حسرت و ندامت ہی باقی رہ گئی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کی زبانی ان سے فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانا ہے، تم ہمیشہ اس میں رہو گے۔

﴿ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: مگر جسے خدا چاہے۔ ﴾ اس استثناء کے دو معنی ہیں (1) وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے لیکن قبر سے حشر تک کے زمانے اور میدانِ حشر میں حساب کتاب سے لے کر جہنم میں داخل ہونے تک جہنم میں نہ رہیں گے۔ (2) اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں انہیں ایک عذاب سے دوسرے عذاب میں منتقل کیا جائے گا، جہنمی جب دوزخ کی آگ کی شدت سے فریاد کریں گے تو انہیں زَمْہَرِیر یعنی سخت ٹھنڈے اور برفانی طبقے میں ڈال دیا جائے گا اور جب زَمْہَرِیر کی ٹھنڈک سے گھبرا کر فریاد کریں گے تو انہیں پھر نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جمہور مفسرین نے حضرت عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کی، تو انہیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔[1]

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کیے کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کے سبب مسلط کر دیتے ہیں۔

[1] ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۲/۵۶.

﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا : اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں ۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے جنوں اور انسانوں کو رسوا کیا یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اسی طرح ہم ظالموں میں سے ایک کو دوسرے پر ان کے اعمال کی وجہ سے مسلط کر دیتے ہیں اور ظالم کی ظالم کے ذریعے پکڑ فرماتے ہیں ۔ (1)

ظلم کرنے والوں کے لئے عبرت انگیز نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں ظلم کرنے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے، چنانچہ حضرت ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں ظلم کرنے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اپنے ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسرا ظالم مسلط کر دے گا جو انہیں ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کر دے گا۔ اس آیت میں ہر قسم کے ظالم داخل ہیں، وہ شخص جو گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، جو حاکم یا افسر اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں پر ظلم کرتا ہے، جو تاجر جعلی اشیاء اور ملاوٹ والی چیزیں فروخت کر کے خریداروں پر ظلم کرتا ہے، اسی طرح جو چور اور ڈاکو مسافروں اور شہریوں سے لوٹ مار کر کے ان پر ظلم کرتے ہیں یہ سب ظالم کی صف میں شامل ہیں، ان تمام پر اللہ تعالیٰ کوئی ان سے بڑا ظالم مسلط کر دیتا ہے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو اچھوں کو ان پر مقرر کرتا ہے اور کسی سے برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو بروں کو ان پر مقرر فرماتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے اس پر ظالم بادشاہ مقرر کیا جاتا ہے تو جو اس ظالم کے پنجۂ ظلم سے رہائی چاہیں انہیں چاہئے کہ ظلم چھوڑ دیں۔ (3)

لہٰذا ایسے حضرات کو چاہئے کہ درج ذیل روایات اور ایک قول کا بغور مطالعہ کر کے عبرت حاصل کریں اور اللہ ربُّ العالمین کی بارگاہ میں اپنے ظلم سے سچی توبہ کر کے مظلوموں سے معافی کی کوئی صورت بنائیں۔

(1)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، خدا کی قسم! جو مومن دوسرے مومن پر ظلم کرے گا تو قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس ظالم سے انتقام لے گا۔ (4)

---

1 ...... روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۹، ۱۰۴/۳.

2 ...... قرطبی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۹، ۶۲/۴، الجزء السابع.

3 ...... خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۲۹، ۵۶/۲.

4 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الظلم والغضب، ۲۰۲/۲، الحدیث: ۷۶۲۱، الجزء الثالث.

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی ظالم کی اس کے ظلم پر مدد کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (1)

(3)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالٰی سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالٰی کسی حقدار کو اس کے حق سے منع نہیں کرتا۔ (2)

(4)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو ظالم کی مدد کرے گا اللہ تعالٰی اسی ظالم کو اس پر مسلط کر دے گا۔ (3)

(5)......حضرت فضیل بن عیاض رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب تو ایک ظالم کو دوسرے ظالم سے انتقام لیتا ہوا دیکھے تو پھر ٹھہر جا اور تعجب سے یہ تماشا دیکھ (4)۔ (5)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں کے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

1......مسند الفردوس، باب الميم، ۳/۵۸۳، الحديث: ۵۸۲۳.

2......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الظلم والغضب، ۲/۲۰۰، الحديث: ۷۵۹۴، الجزء الثالث.

3......ابن عساكر، حرف الباء، ذكر من اسمه عبد الباقی، ۳۴/۴.

4......قرطبی، الانعام، تحت الآية: ۱۲۹، ۴/۶۲، الجزء السابع.

5......ظلم سے متعلق نصیحت انگیز معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ’’ظلم کا انجام‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

﴿ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ : اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ!۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جنات اور انسان دونوں سے خطاب ہوا کہ اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ پڑھ کے سناتے تھے اور تمہیں اس دن یعنی روزِ قیامت کی حاضری اور عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے؟ کافر جن اور انسان اقرار کریں گے کہ رسول اُن کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے زبانی پیام پہنچایا اور اس دن کے پیش آنے والے حالات کا خوف دلایا لیکن کافروں نے اُن کی تکذیب کی اور اُن پر ایمان نہ لائے، انہیں دراصل دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا۔ کفار کا یہ اقرار اس وقت ہوگا جب کہ اُن کے اعضاء و جوارح ان کے شرک و کفر کی گواہی دیں گے۔

رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق اہم مسئلہ

رسول صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں جنات سے نہیں۔ چونکہ یہاں جن و انس دونوں سے خطاب ہے اس لئے تَغْلِیْبًا یعنی جنوں کو انسانوں کے ماتحت شمار کرتے ہوئے مِنْكُمْ فرمایا گیا۔ بہر حال اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنات میں نبی آئے، ہاں جنات کے لئے نبی آئے مگر وہ انسان تھے۔

﴿ وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ : اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے۔﴾ قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اور اس میں حالات بہت مختلف پیش آئیں گے جب کفار مومنین کے انعام و اکرام اور عزت و منزلت کو دیکھیں گے تو اپنے کفر و شرک سے انکار کر دیں گے اور اس خیال سے کہ شاید مکر جانے سے کچھ کام بن جائے، یہ کہیں گے ”وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ“ یعنی خدا کی قسم! ہم مشرک نہ تھے۔ اس وقت ان کے مونہوں پر مہریں لگا دی جائیں گی اور اُن کے اعضاء ان کے کفر و شرک کی گواہی دیں گے، اسی کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہوا ”وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ“ (1)

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

---

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۲/۵۷.

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ تفسیرِ خازن، بغوی، تفسیرِ کبیر، بیضاوی، البحر المحیط، تفسیرِ طبری، مدارک، جلالین، روح البیان، روح المعانی وغیرہ کتبِ تفسیر میں ''ذٰلِكَ'' کا مشارٌ الیہ ''رسولوں کا بھیجنا اور ان کا کفار کو عذابِ الٰہی سے ڈرانا'' مذکور ہے۔ تفسیرِ خازن میں اسے جمہور مفسرین کا قول قرار دیا گیا اور اسے ہی اصح کہا گیا۔ تفسیر البحر المحیط میں اس کے علاوہ دو قول اور مذکور ہیں (1) مشارٌ الیہ پچھلی آیت میں مذکور سوال ہے۔ (2) کفار کا جھٹلانا اور گناہوں میں مبتلا ہونا۔ ان دونوں اقوال کو صاحب تفسیر البحر المحیط نے درست قرار نہیں دیا البتہ تفسیر ابو سعود میں اس کا مشارٌ الیہ کفار کا اعتراف واقرار مذکور ہے اور صاحب روح المعانی نے پہلے جمہور مفسرین والا قول ذکر کیا اس کے بعد قیل کہہ کے کفار کے اعتراف والا قول ذکر کیا ہے، تفسیرِ سمرقندی میں بھی یہ قول مذکور ہے۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ یعنی یہ اس لیے ہے کہ رب تعالیٰ بستیوں کو ان کی معصیت اور ظلم کی وجہ سے تباہ نہیں کرتا جبکہ ان کے لوگ بے خبر ہوں بلکہ عذاب سے پہلے رسول بھیجے جاتے ہیں جو انہیں ہدایت فرماتے اور ان پر حجت قائم کرتے ہیں، اس پر بھی وہ سرکشی کریں تو ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا قیامت میں حساب کتاب، سوال جواب رب تعالیٰ کی بے علمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ جیسے دنیا میں بے خبروں پر عذاب نہیں ایسے ہی آخرت میں بھی نہیں مجرموں کو بتا کر، اعمال نامہ دکھا کر عذاب دیا جائے گا۔ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے **ایک یہ کہ** اللہ تعالیٰ بدعملی کے بغیر عذاب نہیں بھیجتا۔ دوسرا یہ کہ نبی کی تبلیغ پہنچے بغیر کسی کو بدعملیوں کی سزا نہیں مل سکتی۔

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْاؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے ان کے کاموں سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ: اور ہر ایک کے لیے درجے ہیں ۔﴾ ہر ایک کے لیے چاہے وہ نیک ہو یا گنہگار اس کے اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں اور انہی کے مطابق ثواب اور عذاب ہوگا۔ جنتیوں کو جنت میں ان کے نیک اعمال کے مطابق درجے دیئے جائیں گے، ایسے ہی جہنمیوں کو جہنم میں ان کے برے اعمال کے مطابق مختلف درجوں میں سزا دی جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ نیک اعمال کے درجے مختلف ہیں ۔ ایک ہی عمل ایک شخص کے لئے زیادہ ثواب کا باعث ہے اور دوسرے کے لئے کم ثواب کا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''قیامت میں اعمال کا بدلہ عقل کے بقدر ملے گا۔ [1]

لہٰذا اس آیت سے ہزار ہا مسائل مُستَنبَط ہوسکتے ہیں ۔ عمل کا صلہ جگہ، وقت، موقعہ اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، جیسے جہاں مسجدیں بہت زیادہ ہوں اور کنوئیں کم ہوں وہاں مسجد کی بجائے کنواں بنوانا زیادہ اچھا ہے۔ اس آیت سے علماء نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے کیونکہ یہاں سب کیلئے ''دَرَجٰتٌ'' فرمایا گیا ہے اور ''کُل'' میں جنات بھی داخل ہیں ۔ [2]

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ﴿۱۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تمہارا رب بے پرواہ ہے رحمت والا اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لائے جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! تمہارا رب بے پرواہ ہے، رحمت والا ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے جیسے اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا۔

﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ: اور اے حبیب! تمہارا رب بے پرواہ ہے، رحمت والا ہے۔﴾ اس آیت سے یہ درس بھی ہوسکتا ہے کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں جو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی دعوت دیتا ہے اور کفر و شرک اور بداعمالیوں سے

1 ……معجم الاوسط، باب الباء، من اسمه بشر، ۲/۲۱۵، الحديث: ۳۰۵۷.

2 ……تفسير قرطبی، الانعام، تحت الآية: ۱۳۱، ۴/۶۳، الجزء السابع.

منع فرماتا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ اس میں اُس کا کوئی فائدہ ہے بلکہ وہ تو غنی ہے، اسے کسی کی کوئی حاجت نہیں البتہ چونکہ وہ رحمت والا ہے اس لئے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور تمہیں تمہارے بھلے کی باتیں بتاتا ہے ورنہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جیسے بہت سی قوموں کو اس نے فنا کردیا یا جیسے تم دوسروں کے بعد اس دنیا میں آئے اسی طرح تمہارے بعد دوسرے آجائیں گے تو اس دنیوی زندگی اور مال ومتاع پر غرور نہ کرو۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ(۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہیں سکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔

﴿اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ: بیشک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے چاہے وہ قیامت ہو یا مرنے کے بعد اُٹھنا یا حساب یا ثواب وعذاب۔ یہ سب چیزیں ضرور آئیں گی مگر اپنے وقت پر، تم دیر سے دھوکہ مت کھاؤ بلکہ اس سے بچنے کے اسباب جمع کرو کیونکہ نہ ہم مجبور ہیں نہ جھوٹی خبر دینے والے اور نہ تم طاقت ور کہ ہم سے مقابلہ کرکے بچ سکو لہٰذا مقابلہ نہ کرو بلکہ خوف کرو۔

موت سے غافل رہنے والوں کو نصیحت

اس آیتِ کریمہ میں موت سے غافل رہنے والوں کے لئے بھی بہت عبرت ہے کیونکہ ہر انسان سے موت کا وعدہ بھی کیا گیا ہے اور یہ بہر صورت آکر ہی رہے گی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ موت کو بکثرت یاد کیا کرتے اور لوگوں کو اس کی یاد دلایا کرتے تھے، چنانچہ

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ میری پلکیں ملنے سے پہلے میری روح قبض کرلی جائے گی۔ میں جب نظر اٹھاتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ نظر نیچی کرنے سے پہلے میرا وصال ہوجائے گا، میں جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ لقمہ گلے سے اترتے وقت میرے لئے موت کا سبب بن جائے گا۔ اے آدم کی اولاد!

اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ’’اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ‘‘ بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم (اللہ عَزَّوَجَلَّ) کو عاجز نہیں کر سکتے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے ’’کہاں گئے وہ لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور چمکتے تھے اور وہ اپنی جوانیوں پر فخر کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر تعمیر کئے اور ان کے گرد دیواریں بنا کر ان کو محفوظ کیا؟ کہاں ہیں وہ جو لڑائی کے میدان میں غالب آتے تھے؟ زمانے نے انہیں کمزور اور ذلیل کر دیا اور وہ قبروں کی تاریکیوں میں چلے گئے، جلدی جلدی کرو اور نجات تلاش کرو۔ [2]

حضرت سمیط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اے اپنی طویل صحت پر دھوکے میں مبتلا شخص! کیا تو نے کسی کو بیماری کے بغیر مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اے وہ شخص! جو طویل مہلت کی وجہ سے دھوکے میں ہے! کیا تو نے کسی کو سامان کے بغیر گرفتار نہیں دیکھا؟ اگر تو اپنی عمر کی طوالت کے بارے میں سوچے تو سابقہ لذتیں بھول جائے، تم لوگ صحت کے دھوکے میں ہو یا عافیت کے دھوکے میں، زیادہ دن گزارنے پر اکڑتے ہو یا موت سے بے خوف ہو یا موت کے فرشتے پر تمہیں جرأت ہے، بے شک جب موت کا فرشتہ آئے گا تو تمہاری مالی ثروت اور تمہاری جماعت تمہیں نہیں بچا سکے گی، کیا تم نہیں جانتے کہ موت کی گھڑی سختیوں اور ندامت کی گھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو موت کے آنے سے پہلے اپنے نفس کو ترس کی نگاہ سے دیکھے۔ [3]

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی موت کو یاد رکھے اور موت کے بعد کے لئے تیاری کرتا رہے۔ اٰمین [4]

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌۚ-فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ-مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ-اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ(۱۳۵)

---

1 ……در منثور، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۳/۳۶۱-۳۶۲، شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان… الخ، ۷/۳۵۵، الحدیث: ۱۰۵۶۴.

2 ……احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثانی فی طول الامل وفضیلۃ قصر الامل… الخ، ۵/۲۰۱.

3 ……احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثانی فی طول الامل وفضیلۃ قصر الامل… الخ، ۵/۱۹۹.

4 ……اپنے دل میں موت کی یاد مضبوط کرنے کے لئے کتاب ’’موت کا تصور‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو اب جاننا چاہتے ہو کس کا رہتا ہے آخرت کا گھر بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، اے میری قوم! تم اپنی جگہ پرعمل کرتے رہو، میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام کس کے لئے ہے؟ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

﴿ اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ : تم اپنی جگہ پرعمل کرتے رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ تم اپنی مرضی سے وہی اعمال کرتے رہو جو کر رہے ہو اور اپنے کفر و سرکشی پر قائم رہو جبکہ میں تمہاری طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کر کے، اسلام پر قائم رہ کر اور نیک اعمال پر ہمیشگی اختیار کر کے اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے کہ آخرت کے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے۔ بے شک اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر و شرک کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ (1)

یاد رہے کہ اس آیت میں جو فرمایا گیا کہ ''تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو'' اس میں کفر یا گناہ کی اجازت نہیں بلکہ اظہارِ غضب کے لئے اس طرح فرمایا گیا، جیسے ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اور یہ جو فرمایا گیا کہ ''عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت کے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ آج بھی فیصلہ ہو چکا کہ مومن جنتی ہے اور کافر دوزخی لیکن چشم دید فیصلہ قیامت میں ہوگا یا عذاب آتے وقت ہوگا۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىٕنَاۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىٕهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىٕهِمْؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

1 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۳۵، ۳/۱۰۸۔

2 ......الکھف: ۲۹۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ان میں اسے ایک حصہ دار ٹھہرایا تو بولے یہ اللہ کا ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو خدا کا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں یہ مشرک ان میں اسے ایک حصہ اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں پھر اپنے گمان سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے تو جو ان کے شریکوں کے لئے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کتنا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ: اور اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں۔﴾ کفارِ عرب اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بڑا معبود اور بتوں کو چھوٹا معبود سمجھ کر دونوں کی بدنی اور مالی پوجا کیا کرتے تھے۔ یہاں ان کی مالی پوجا کا ذکر ہو رہا ہے چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی کھیتیوں اور درختوں کے پھلوں اور چوپایوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصّہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقرر کرتے تھے اور ایک حصّہ بتوں کا، تو جو حصہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مقرر کرتے اسے مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کر دیتے تھے اور جو بتوں کے لئے مقرر کرتے تھے وہ خاص بتوں پر اور ان کے خادموں پر صرف کرتے اور جو حصّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مقرر کرتے اس میں سے اگر کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر بتوں والے حصہ میں سے کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مقرر کردہ حصے میں سے ملتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں ہی کے حصہ میں شامل کر دیتے۔ اس آیت میں ان کی اس جہالت اور بدعقلی کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ فرمائی گئی۔

﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ: کتنا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی کفار انتہا درجے کی جہالت میں گرفتار ہیں کہ خالقِ حقیقی اور مُنْعِمِ حقیقی کے عزت وجلال کی انہیں ذرا بھی معرفت نہیں جبکہ ان کی عقل کا فساد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اُنہوں نے بے جان بتوں اور پتھروں کی تصویروں کو کارسازِ عالم کے برابر کر دیا اور جیسا اس خالق و مالک عَزَّوَجَلَّ کے لئے حصہ مقرر کیا ایسا ہی بتوں کے لئے بھی کیا۔ بے شک یہ بہت ہی برا فعل اور انتہا کا جہل اور عظیم خطا وضلال ہے۔ اگلی آیت میں اُن کے جہل اور ضلالت کی ایک اور حالت ذکر فرمائی گئی ہے۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کریں۔ اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کردیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو وہ ہیں اور ان کے افتراء۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کردیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کے بہتانوں کو چھوڑ دو۔

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ: یوں ہی عمدہ کر دکھایا۔﴾ اس آیت میں کفار کی دوسری جہالت بیان ہوئی چنانچہ فرمایا کہ یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا ہے۔ یہاں شریکوں سے مراد وہ شیاطین ہیں جن کی اطاعت کے شوق میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی معصیت گوارا کرتے تھے اور ایسے قبیح اور جاہلانہ اَفعال کے مُرتکب ہوتے تھے کہ جن کو عقلِ صحیح کبھی گوارا نہ کر سکے اور جن کی قباحت میں ادنیٰ سمجھ کے آدمی کو بھی تَرَدُّد نہ ہو۔ بت پرستی کی شامت سے وہ ایسے فسادِ عقل میں مبتلا ہوئے کہ حیوانوں سے بدتر ہوگئے اور اولاد جس کے ساتھ ہر جاندار کو فطرۃً محبت ہوتی ہے شیاطین کے اتباع میں اس کا بے گناہ خون کرنا اُنہوں نے گوارا کیا اور اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اولاد میں بھی ایسی ہی تقسیم کر رکھی تھی کہ لڑکے کو زندہ رکھتے اور لڑکی کو قتل کر دیتے۔ شیطانوں نے یہ سب اس لئے کیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کردیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ پہلے حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین پر تھے شیاطین نے اُن کو اغوا کر کے ان گمراہیوں میں ڈالا تاکہ انہیں دینِ اسماعیلی سے مُنْحَرِف کرے۔ (1)

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۳۷، ۲/۶۰۔

اہلِ عرب میں شرک و بت پرستی کا آغاز کب ہوا؟

علامہ برہان الدین حلبی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اہلِ عرب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے زمانہ سے لے کر عمرو بن لُحَیّ کے زمانہ تک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے عقائد پر ہی ثابت قدم رہے، یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے دینِ ابراہیمی کو تبدیل کیا اور اہلِ عرب کے لئے طرح طرح کی گمراہیاں شروع کیں۔ [1]

شرک کے بانی عمرو بن لُحَیّ نے اہلِ عرب میں شرک اس طرح پھیلایا کہ مقامِ بلقاء سے بت لا کر مکہ میں نصب کئے اور لوگوں کو ان کی پوجا اور تعظیم کرنے کی دعوت دی۔ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص ’’لات‘‘ جب مر گیا تو عمرو نے اس کے قبیلے والوں سے کہا: یہ مرا نہیں بلکہ اس پتھر میں چلا گیا ہے پھر انہیں اس پتھر کی پوجا کرنے کی دعوت دی۔ [2]

اِسی عَمرو نے سائبہ اور بحیرہ کی بدعت ایجاد کی اور تَلْبِیَہ میں اللہ تعالٰی کے ساتھ بتوں کو بھی شریک کیا۔ [3]

یہ شخص دین میں جس نئی بات کا آغاز کرتا لوگ اسے دین سمجھ لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ موسمِ حج میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا اور انہیں لباس پہنایا کرتا تھا اور بسا اوقات وہ موسمِ حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرتا اور دس ہزار ناداروں کو لباس پہناتا۔ [4]

مرنے کے بعد اس کا انجام بہت دردناک ہوا، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں نے عمرو بن عامر بن لُحَیّ خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے۔ [5]

﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ: اور اگر اللہ چاہتا۔﴾ یہاں چاہنا بمعنی ارادہ کرنا ہے نہ کہ بمعنی پسند کرنا۔ پسند کرنے کو رضا کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے ارادے سے ہو رہا ہے یعنی جو کچھ بندہ اپنے اختیار سے کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالٰی اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے تو یوں فعل آدمی کے اختیار سے ہوتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ صرف نیکیوں سے راضی ہوتا ہے نہ کہ برائیوں سے لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔

---

1 ......سیرت حلبیہ، باب نسبہ الشریف صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۱/۱۸.

2 ......عمدۃ القاری، کتاب المناقب، باب قصۃ خزاعۃ، ۱۱/۲۶۹-۲۷۰، تحت الحدیث: ۳۵۲۱.

3 ......سیرت حلبیہ، باب نسبہ الشریف صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۱/۱۸.

4 ......الروض الانف، اول ما کانت عبادۃ الحجر، اصل عبادۃ الاوثان، ۱/۱۶۶.

5 ......بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ خزاعۃ، ۲/۴۸۰، الحدیث: ۳۵۲۱.

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی ہے اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال سے اور کچھ مویشی ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا اور کچھ مویشی کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے عنقریب وہ انہیں بدلہ دے گا ان کے افتراؤں کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور مشرک اپنے خیال سے کہتے ہیں: یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن کی پیٹھوں (پر سواری) کو حرام کر دیا گیا اور کچھ مویشی وہ ہیں جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، (یہ باتیں) اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے (کہتے ہیں) عنقریب وہ انہیں ان کے بہتانوں کا بدلہ دے گا۔

﴿وَ قَالُوْا: اور مشرک کہتے ہیں۔﴾ مشرکین اپنے بعض مویشیوں اور کھیتیوں کو اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کر کے اپنے زعم میں کہنے لگے کہ ان مویشیوں اور کھیتیوں سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے اسے وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے چنانچہ وہ بتوں کے نام پر چھوڑی ہوئی پیداوار اور اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کئے ہوئے جانوروں میں سے بت خانوں کے پجاریوں اور بتوں کے خدام کو دیتے تھے۔

﴿وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا: اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا۔﴾ اس آیت میں کفار کی چند بدعملیوں کا ذکر ہے۔ **ایک** تو اپنے بعض کھیتوں کو بتوں کے نام پر یوں وقف کرنا کہ اس کی پیداوار صرف مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور وہ آمدنی صرف وہ کھائیں جو ان بتوں کے خدام ہیں۔ **دوسری** یہ کہ بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دینا جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جن سے کوئی کام نہ لیا جائے نہ کسی کھیت سے انہیں ہٹایا جائے یہ دونوں کام تو شرک ہیں مگر ان چیزوں کا کھانا حرام نہیں۔ اس لئے جہاد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم ان تمام چیزوں پر قبضہ کر کے استعمال فرماتے تھے۔ **تیسری** یہ کہ

بتوں کے نام پر ذبح کرنا۔ یہ کام بھی شرک ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے اور یہ ”مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ“ میں داخل ہے۔

وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے جوان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کا ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور مرا ہوا نکلے تو وہ سب اس میں شریک ہیں قریب ہے کہ اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا بیشک وہ علم حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کہتے ہیں: ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ قَالُوْا: اور کہتے ہیں۔﴾ کفارِ عرب کا عقیدہ تھا کہ بحیرہ، سائبہ، اونٹنی کا بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو صرف مرد کھا سکتے ہیں اور عورتیں نہیں کھا سکتیں اور اگر مردہ پیدا ہو تو عورت مرد سب کھا سکتے ہیں۔ اس آیت میں ان کے اس عقیدے کا ذکر ہے اور اس پر سخت وعید ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تباہ ہوئے وہ جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں احمقانہ جہالت سے اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں روزی دی اللہ پر جھوٹ باندھنے کو بیشک وہ بہکے اور راہ نہ پائی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ تباہ ہو گئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں ۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں ۔

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ: بیشک وہ لوگ تباہ ہو گئے جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں ۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت زمانۂ جاہلیت کے اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی لڑکیوں کو نہایت سنگ دلی اور بے رحمی کے ساتھ زندہ در گور کر دیا کرتے تھے ۔ قبیلہ ربیعہ اور مُضر وغیرہ قبائل میں اس کا بہت رواج تھا اور جاہلیت کے بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کرتے تھے اور بے رحمی کا یہ عالم تھا کہ کتّوں کی پرورش کرتے اور اولاد کو قتل کرتے تھے ۔ اُن کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ ”وہ تباہ ہوئے“ اس میں شک نہیں کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے ، اپنی نسل مٹتی ہے ، یہ دنیا کا خسارہ ہے ، گھر کی تباہی ہے اور آخرت میں اس پر عذابِ عظیم ہے ، تو یہ عمل دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث ہوا اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر لینا اور اولاد جیسی عزیز اور پیاری چیز کے ساتھ اس قسم کی سفا کی اور بے دردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حماقت اور جہالت ہے ۔

اولاد کے قتل کی مذمت

دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہیں تنگدستی کا خوف لاحق ہوتا اور وہ اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ انہیں کھلائیں پلائیں گے کہاں سے اور ان کے لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام کیسے کریں گے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے ۔

افسوس! فی زمانہ بہت سے مسلمان بھی دورِ جاہلیت کے کفار کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور وہ بھی اس ڈر سے دنیا میں آتے ہی یا ماں کے پیٹ میں ہی بچے کو قتل کروا دیتے ہیں کہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے اخراجات کہاں سے

[1] ......بنی اسرائیل:۳۱ .

پورے کریں گے اور یہ عمل خاص طور پر اس وقت کرتے ہیں جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں پلنے والی جان بچی ہے۔ افسوس کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو رازق ماننے والے بھی اس فعلِ قبیح کا اِرتکاب کررہے ہیں۔

یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ ’’جب حمل میں جان پڑ جائے جس کی مدت علماء نے چار مہینے بیان کی ہے تو حمل گرانا حرام ہے کہ یہ بھی اولاد کا قتل ہے اور اس سے پہلے اگر شرعی ضرورت ہو تو اِسقاطِ حمل جائز ہے۔[1]

﴿وَحَرَّمُوْا: حرام قرار دیتے ہیں۔﴾ یعنی مشرکینِ عرب بحیرہ، سائبہ اور حامی وغیرہ جن جانوروں کا اوپر ذکر ہوا انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ایسے مذموم افعال کا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے ان کا یہ خیال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر افتراء ہے۔

ہر چیز میں اصل اباحت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے، کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر چیز ہمارے رزق کے لئے پیدا فرمائی، ان میں سے جسے حرام فرما دیا وہ حرام ہے اور جسے حلال فرمایا یا جس سے سکوت فرمایا وہ حلال ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا۔

حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حلال وہ ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی۔[3] حضرت علامہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (یعنی جس چیز کی حلت وحرمت سے متعلق قرآن وحدیث میں خاموشی ہو وہ حلال ہے۔)[4]

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۲۰۱، ۲۰۷۔

2 ......بقرہ: ۲۹.

3 ......ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفراء، ۳/۲۸۰، الحدیث: ۱۷۳۲.

4 ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، ۸/۵۷، تحت الحدیث: ۴۲۲۸.

وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ﳲ وَ لَا تُسْرِفُوْاؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَۙ(۱۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ کچھ زمین پر چھئے ہوئے اور کچھ بے چھئے اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی میں الگ کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جانہ خرچو بیشک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے اور کچھ نہ پھیلے ہوئے (تنوں والے) اور کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون اور انار (کو پیدا کیا، یہ سب) کسی بات میں آپس میں ملتے ہیں اور کسی میں نہیں ملتے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ: اور وہی ہے جس نے باغ پیدا کیے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے کچھ باغات ایسے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں جیسے خربوزہ، تربوز اور دیگر بیل بوٹے وغیرہ اور کچھ ایسے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے نہیں بلکہ تنے والے ہیں جیسے آم، امرود اور مالٹا وغیرہ کے باغات، اسی طرح کھجور اور کھیتی، انار اور زیتون کو پیدا فرمایا اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عجیب قدرت ہے کہ ان پھلوں میں تاثیر اور ذائقے کے اعتبار سے تو فرق ہوتا ہے لیکن رنگ اور پتوں کے اعتبار سے بہت مشابہت ہوتی ہے۔

﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ: اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو۔﴾ یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں سب سے اول تو عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ یا نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ داخل ہے اور اس کے علاوہ مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا بھی پیداوار کے حقوق میں آتا ہے۔

اِس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ ہر پیداوار میں زکوۃ ہے، چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں کسی قید کے بغیر فرمایا '' **وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ** '' اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو۔ اور حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' جو زمین بارش، نہر اور چشموں سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جو پانی کھینچ کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے۔ [1]

﴿ **وَلَا تُسْرِفُوْا: اور فضول خرچی نہ کرو۔** ﴾ مفسرین نے فضول خرچی کے مختلف مَحمَل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ مفسر سُدِّی کا قول ہے کہ اگر کل مال خرچ کرڈالا اور اپنے گھر والوں کو کچھ نہ دیا اور خود فقیر بن بیٹھا تو یہ خرچ بے جا ہے اور اگر صدقہ دینے ہی سے ہاتھ روک لیا تو یہ بھی بے جا اور داخلِ اسراف ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ '' **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے۔ امام زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ معصیت میں خرچ نہ کرو۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا کہ '' **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں کوتاہی کرنا اسراف ہے اور اگر ابو قبیس پہاڑ سونا ہو اور اس تمام کو راہِ خدا میں خرچ کر دو تو اسراف نہ ہوگا اور ایک درہم معصیت میں خرچ کرو تو وہ اسراف ہے۔ [2]

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۙ(۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے کھاؤ اس میں سے جو اللّٰہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب صدقة الزروع والثمار، ۲/۳۸۹، الحديث: ۱۸۱۷.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآية: ۱۴۱، ۲/۶۲-۶۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے جانور (پیدا کئے)۔ اللہ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ: اور مویشی میں سے کچھ۔﴾ چوپائے دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ بڑے جو بوجھ لادنے اور بار برداری کے کام میں آتے ہیں جیسے اونٹ، خچر اور گھوڑے وغیرہ اور کچھ چھوٹے جیسے بکری وغیرہ کہ جو اس قابل نہیں۔ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آٹھ نر اور مادہ ایک جوڑا بھیڑ کا اور ایک جوڑا بکری کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) آٹھ نر و مادہ جوڑے (پیدا کئے۔) ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے۔ تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ۔

﴿ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ: آٹھ نر و مادہ۔﴾ اس آیت میں جانوروں کے آٹھ جوڑے بیان کئے گئے یعنی نر و مادہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کے جوڑے۔ جانور تو اس کے علاوہ بھی ہیں لیکن چونکہ اہلِ عرب کے سامنے زیادہ تر یہی جانور ہوتے تھے اور حرام و حلال کے جو انہوں نے قاعدے بنائے تھے وہ بھی انہی جانوروں کے بارے میں تھے اس لئے بطورِ خاص انہی جوڑوں کا بیان کیا گیا چنانچہ فرمایا کہ کیا ان جانوروں کے صرف نر حرام ہیں یا صرف مادے یا نر و مادہ دونوں؟ اللہ تعالیٰ نے نہ تو بھیڑ بکری کے نَر حرام کئے اور نہ اُن کی مادائیں حرام کیں اور نہ اُن کی اولاد۔ تمہارا یہ فعل کہ کبھی نر حرام ٹھہراؤ کبھی مادہ کبھی اُن

کے بچّے یہ سب تمہاری اپنی اختراع ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

﴿ نَبِّـُٔوۡنِیۡ بِعِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ: اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ۔﴾ یعنی ان جانوروں کو تم حرام مانتے ہو، اگر اس میں تم سچے ہو تو اس حرمت کی قطعی یقینی دلیل لاؤ۔

دلیل حرمت کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حلت کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل نہ مانگی جائے گی بلکہ حرمت کا دعویٰ کرنے والے پر دلیل لانا لازم ہے۔ آج کل بد مذہب ہم سے ہر چیز کی حلت پر دلیل مانگتے ہیں اور خود حرمت کی دلیل نہیں پیش کرتے۔ یہ اصول قرآن کے صریح خلاف ہے۔ خود غور کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے حرام ماننے والوں سے دلیل مانگی ہے یا حلال سمجھنے والوں سے۔

وَ مِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَیۡنِ وَ مِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَیۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّکَرَیۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَیَیۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَیۡہِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ؕ اَمۡ کُنۡتُمۡ شُہَدَآءَ اِذۡ وَصّٰىکُمُ اللّٰہُ بِہٰذَا ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے بیشک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور (اللہ نے نر اور مادہ کا) ایک جوڑا اونٹ سے اور ایک جوڑا گائے سے (پیدا فرمایا۔) تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے

جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ تا کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ: اور ایک جوڑا اونٹ کا۔﴾ اس آیتِ کریمہ میں دورِ جاہلیت کے ان لوگوں کا رد ہے جو اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرالیا کرتے تھے جن کا ذکر اُوپر کی آیات میں آچکا ہے۔ **شانِ نزول** جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑا کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف جشمی سیّدِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ''یا محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہم نے سُنا ہے آپ اُن چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''تم نے بغیر کسی اصل کے چوپایوں کی چند قسمیں حرام کرلیں جبکہ اللہ تعالٰی نے آٹھ نر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور ان کے نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے۔ تم نے کہاں سے انہیں حرام کیا؟ ان میں حرمت نر کی طرف سے آئی یا مادہ کی طرف سے۔ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت اور مُتَحَیِّر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''بولتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا: آپ فرمایئے میں سنوں گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ، قرآنِ پاک کی دلیل کی قوت اور زور نے اہلِ جاہلیت کے خطیب کو ساکت و حیران کر دیا اور وہ بول ہی کیا سکتا تھا؟ اگر کہتا کہ نر کی طرف سے حرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نر حرام ہوں، اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے تو ضروری ہوتا کہ ہر ایک مادہ حرام ہو اور اگر کہتا جو پیٹ میں ہے وہ حرام ہے تو پھر سب ہی حرام ہو جاتے کیونکہ جو پیٹ میں رہتا ہے وہ نر ہوتا ہے یا مادہ۔ وہ جو تخصیص قائم کرتے تھے اور بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیتے تھے اس حجت نے ان کے اس دعوٰئ تحریم کو باطل کر دیا۔

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ: کیا تم موجود تھے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے تم سے براہِ راست تو بیان فرمایا نہیں اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ان جانوروں کی حرمت آئی نہیں تو اب ان جانوروں کے حرام ہونے کی کیا صورت باقی رہی۔ لہٰذا جب یہ بات نہیں ہے تو حرمت کے ان احکام کو اللہ تعالٰی کی طرف منسوب کرنا جھوٹ، باطل اور خالص بہتان ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بہتان باندھے وہ سب سے بڑا ظالم ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالٰی ظالموں کو جب تک وہ اپنے ظلم پر قائم رہیں ہدایت نہیں دیتا۔

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ

مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اُس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیرُ اللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے (اور اس حال میں کھائے کہ) نہ خواہش (سے کھانے) والا ہو اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿قُلْ لَّاۤ اَجِدُ: تم فرماؤ میں نہیں پاتا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان جاہل مشرکوں سے جو حلال چیزوں کو اپنی من مرضی سے حرام کر لیتے ہیں فرما دو کہ ”جو میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا سوائے ان چار کے (1) مردار۔ (2) رگوں میں بہنے والا خون۔ (3) سور کا گوشت اور (4) نافرمانی کا جانور یعنی جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ لہٰذا تمہارا اُن دیگر چیزوں کو حرام کہنا باطل ہے جن کی حرمت اللہ کی طرف سے نہ آئی۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ: تو جو مجبور ہو جائے۔﴾ یعنی مذکورہ بالا چیزیں کھانا حرام ہے لیکن اگر کوئی مجبور ہو اور ضرورت اُسے ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر مجبور کر دے اور وہ اس حال میں کھائے کہ نہ خواہش سے کھانے والا ہو اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک رب کریم عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا، مہربان ہے اور وہ اِس پر کوئی مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔

حرام جانوروں کے بیان پر مشتمل آیت سے متعلق چند احکام

مجموعی طور اس آیت کے متعلق چند احکام ہیں:

(1)......حرمت شریعت کی جانب سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ ہوائے نفس سے۔

(2)...... جما ہوا خون یعنی تلی کلیجی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں لیکن بہتا ہوا خون نکل کر جم جائے وہ بھی حرام ہے کہ وہ بہتا ہوا ہی ہے اگرچہ عارضی طور پر جم گیا۔

(3)...... ہر نجس چیز حرام ہے مگر ہر حرام چیز نجس نہیں۔

(4)......سور کی ہر چیز کھال وغیرہ سب حرام ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

(5)......سور کی کوئی چیز ذبح کرنے یا پکانے سے پاک نہیں ہوسکتی۔

(6)...... جانور کی زندگی میں اس پر کسی کے نام پکارنے کا اعتبار نہیں، ذبح کے وقت کا اعتبار ہے۔

(7)......بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنا فسقِ اعتقادی یعنی کفر ہے اس لئے یہاں فِسْقًا ارشاد ہوا۔

(8)......مجبوری کی حالت میں مردار وغیرہ چیزیں بقدرِ ضرورت حلال ہوں گی اور مجبوری سے مراد جان جانے یا عُضْو ضائع ہوجانے کا ظنِ غالب ہونا ہے۔

(9)......اگر اندازے میں غلطی کر کے ضرورت سے زیادہ ایک آدھ لقمہ کھالیا تو پکڑ نہ ہوگی۔

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍۚ-وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍؕ-ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۚۖ-وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت میں یا ہڈی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کردیا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کردی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ یا انتڑیوں سے لگی ہو یا جو چربی ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ ان

کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔

﴿ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا : اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا۔﴾ یہودی اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کئے گئے:

(1)...... ہر ناخن والا جانور۔ یہاں ناخن سے مراد انگلی ہے خواہ انگلیاں بیچ سے پھٹی ہوں جیسے کتا اور درندے یا نہ پھٹی ہوں بلکہ کھر کی صورت میں ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بطخ وغیرہ۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں بطورِ خاص شتر مرغ، بطخ اور اُونٹ مراد ہیں۔

(2)...... گائے اور بکری کی چربی۔ یہودیوں پر گائے، بکری کا گوشت وغیرہ حلال تھا لیکن ان کی چربی حرام تھی البتہ جو چربی گائے بکری کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے حلال تھی۔ یہودی چونکہ اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کئے گئے تھے لہٰذا یہ چیزیں اُن پر حرام رہیں اور ہماری شریعت میں گائے بکری کی چربی اور اونٹ، بطخ اور شتر مرغ حلال ہیں، اسی پر صحابۂ کرام اور تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا اجماع ہے۔[1]

سابقہ شریعتوں کے سخت احکام ہم پر جاری نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ شریعتوں کے وہ احکام جو بطورِ سزا جاری کئے گئے تھے وہ ہمارے لئے لائقِ عمل نہیں اگرچہ نص میں مذکور ہو جائیں کیونکہ یہ امتِ مرحومہ ہے، پچھلی امتوں کے سخت احکام ہم پر جاری نہیں۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر

1...... تفسیرات احمدیہ، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۴۶، ص ۴۰۴-۴۰۵.

سے نہیں ٹالا جاتا۔

﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ : پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں۔﴾ یعنی اے محبوب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یہودیوں پر جن چیزوں کے حلال وحرام ہونے کی تمہیں خبر دی، اگر یہودی اسے جھٹلائیں تو آپ فرمادو کہ ''تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ وسیع رحمت والا ہے اسی لئے وہ جھٹلانے والوں کو مہلت دیتا ہے اور عذاب میں جلدی نہیں فرماتا تاکہ انہیں ایمان لانے کا موقع ملے ورنہ بہرحال جن پر عذابِ الٰہی کا فیصلہ ہوجاتا ہے تو ان سے ٹالا نہیں جاتا اور پھر عذاب اپنے وقت پر آ ہی جاتا ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا تم فرماؤ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لیے نکالو تم تو نرے گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا۔ تم فرماؤ، کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے لئے نکالو۔ تم تو صرف جھوٹے خیال کے پیروکار ہو اور تم یونہی غلط اندازے لگا رہے ہو۔

﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا : اب مشرک کہیں گے۔﴾ اس میں غیبی خبر ہے کہ مشرک جو آئندہ کہنے والے تھے، اس سے پہلے ہی خبردار کردیا۔ مشرکین پر جب حجت تمام ہوگئی اور ان سے کوئی دلیل نہ بن پڑی تو کہنے لگے: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا

تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے ۔ہم نے جو کچھ کیا اور کرتے ہیں یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی سے ہوا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اس سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد اس طرح فرمایا کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہوتی کہ تمہارا شرک اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے کا یہ رواج سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشی سے ہے تو ہونا یوں چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا لطف وعنایت اور بڑی کرم نوازیاں ہوتیں حالانکہ تم سے پہلے جن لوگوں نے اس گمراہی کو اپنایا تو ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب نازل ہوا اور انہیں بعد والوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا، اب تم خود غور کرو کہ ایسی سنگین سزا مجرم اور نافرمان لوگوں کو دی جاتی ہے یا اطاعت گزار اور فرماں بردار افراد کو۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ تو کامل دلیل اللہ ہی کی ہے تو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا۔

﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ: تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔**﴾** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایسی دلیل جو تمام تر شکوک وشبہات کو جڑ سے اکھاڑ دے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ واحد ہے اس نے رسولوں کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا اور ہر مُکَلَّف پر اپنے احکام کو لازم کیا ہے اور ان کو مکلّف کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے یعنی انہیں بااختیار بنایا ہے۔[1]

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ بندے اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں ورنہ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہے اس لئے ان کا یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا، نہ وہ بحیرہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے کیونکہ اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلوب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں، حق اور باطل کو جانچیں، کھرے کھوٹے کو پرکھیں، انبیاءِ کرام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعلیمات اور شیطان کے وسوسوں میں فرق محسوس کریں اور اپنے اختیار سے

1 ......قرطبی، الانعام، تحت الآیة: ۱۴۹، ۴/۹۳-۹۴، الجزء السابع.

برے کاموں اور بری باتوں کو ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے کو اختیار کریں، وہ جس چیز کو اختیار کریں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی چیز کو پیدا کر دے گا، ان آیتوں میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبورِ محض نہیں بنایا، مختار بنایا ہے اور اس میں جبریہ کا بھی رد ہے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

ع ۱۸ ۶ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تُو اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ، اپنے وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کیا ہے (جسے تم حرام کہتے ہو) پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

﴿ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمْ: تم فرماؤ، اپنے گواہ لے آؤ۔﴾ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی تمام حجتیں باطل فرما دیں تو اب بیان فرمایا کہ ان کے پاس اپنی بات پر کوئی گواہ بھی نہیں چنانچہ فرمایا: اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیجئے کہ اپنے وہ گواہ لے آؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے حرام کیا جسے تم اپنے لئے حرام قرار دیتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ یہ گواہی اس لئے طلب کی گئی کہ ظاہر ہو جائے کہ کفار کے پاس کوئی شاہد نہیں ہے اور جو وہ کہتے ہیں وہ ان کی اپنی تراشیدہ باتیں ہے۔

﴿فَاِنْ شَهِدُوْا: پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں۔﴾ یعنی مشرکین اگر اپنی جھوٹی بات پر کوئی گواہ لے ہی آئیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ بتوں کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے برابر ٹھہراتے ہیں یعنی بتوں کو معبود مانتے ہیں اور شرک میں گرفتار ہیں۔اس میں تنبیہ ہے کہ اگر کوئی ایسی شہادت دے بھی دے تو وہ محض خواہش کی اتباع اور کذب و باطل ہوگی۔

جھوٹی گواہی اور اس کی تصدیق حرام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی بھی حرام ہے اور اس کی تصدیق و تائید بھی اور جھوٹے آدمی کی وکالت بھی کیونکہ گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے اور احادیث میں اس کی سخت وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی ظالم کے باطل کام پر اس کی مدد کی تاکہ وہ اس کے باطل کام کے اِرتکاب کی وجہ سے حق کو باطل کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمہ سے بری ہے۔‘‘ (1)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی جھگڑے پر ناحق مدد کی تو وہ تب تک اللہ تعالیٰ کے شدید غضب میں رہے گا جب تک (اس مدد کو) چھوڑ نہیں دیتا۔‘‘ (2)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِیَّاهُمْۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(۱۵۱)

1 ......معجم الاوسط، من اسمه ابراهيم، ۲/۱۸۰، الحديث: ۲۹۴۴.

2 ......مستدرك، كتاب الاحكام، لا تجوز شهادة بدوى على صاحب قرية، ۵/۱۳۵، الحديث: ۷۱۳۳.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان (کے قتل) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تا کہ تم سمجھ جاؤ۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا: تم فرماؤ آؤ۔﴾ یہاں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ حقیقی حلت وحرمت کے متعدد احکام بیان فرمائے ہیں جو خود اُس خالقِ کائنات نے عطا فرمائے ہیں۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے 9 چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (2) ماں باپ کے ساتھ بھلائی نہ کرنا۔ (3) مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل کرنا۔ (4) بے حیائی کے کام کرنا چاہے ظاہری ہوں یا باطنی۔ (5) ناحق قتل کرنا۔ (6) یتیم کے مال میں بے جا تَصَرُّف کرنا۔ (7) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (8) ناحق بات کہنا۔ (9) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کئے ہوئے عہد کو پورا نہ کرنا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ **اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ** کیونکہ یہ کائنات کا بدترین جھوٹ اور صریح ناشکری واحسان فراموشی ہے۔ **ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو** کیونکہ تم پر ان کے بہت سے حقوق ہیں، اُنہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا، تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی، اُن کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا ترک کرنا حرام ہے۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں ان کے ماں باپ ہونے کی حیثیت سے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ اس احسان میں والدین کے ساتھ تمام قسم کے اچھے سلوک داخل ہیں۔ ان کا ادب، لحاظ، ان پر ضرورت کے وقت مال خرچ کرنا، بعدِ وفات ان کیلئے ایصالِ ثواب سب داخل ہیں۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ: اپنی اولاد قتل نہ کرو۔﴾ اس میں اولاد کو زندہ درگور کرنے اور مار ڈالنے کی حرمت بیان فرمائی گئی

جس کا اہلِ جاہلیت میں دستور تھا کہ وہ بار ہا فقر وتنگدستی کے اندیشے سے اولاد کو مار ڈالتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ روزی دینے والا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو تمہیں اور انہیں سب کو روزی دے گا تو پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جُرم کا ارتکاب کرتے ہو۔

عورتوں کے حقوق سے متعلق اسلام کی حسین تعلیمات

اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو غریبی کی وجہ سے لڑکے لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور جو مالدار شرم و عار کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو قتل کرتے تھے ان کا ذکر دوسری آیات میں ہے۔ ان کے مقابلے میں اسلام کی تعلیمات کس قدر حسین ہیں اور اسلام نے بچیوں اور عورتوں کو کیسے حقوق عطا فرمائے اس کیلئے صرف درج ذیل 3 حدیثوں کا مطالعہ فرمالیں۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کی بیٹی ہو تو وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو **اللہ** تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ [1]

(2)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے معاملے میں **اللہ** تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لئے جنت ہے۔ [2]

(3)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص تین بیٹیوں یا بہنوں کی اس طرح پرورش کرے کہ ان کو ادب سکھائے اور ان سے مہربانی کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں بے نیاز کردے (مثلاً ان کا نکاح ہو جائے) تو **اللہ** تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ یہ ارشادِ نبوی سن کر ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''اگر کوئی شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے؟ تو ارشاد فرمایا: اس کے لئے بھی یہی اجر و ثواب ہے۔'' (راوی فرماتے ہیں) یہاں تک کہ اگر لوگ ایک کا ذکر کرتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے بارے میں بھی یہی فرماتے۔ [3]

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ: اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ۔﴾ اس آیت میں ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ٤/٤٣٥، الحدیث: ٥١٤٦.

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة علی البنات والاخوات، ٣/٣٦٧، الحدیث: ١٩٢٣.

3 ......شرح السنه، کتاب البر والصلة، باب ثواب کافل الیتیم، ٦/٤٥٢، الحدیث: ٣٣٥١.

جانے سے منع کیا گیا کیونکہ انسان جب کھلے اور ظاہری گناہوں سے بچے اور پوشیدہ گناہوں سے پرہیز نہ کرے تو اس کا ظاہری گناہوں سے بچنا بھی لِلّٰہیت سے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھانے اور ان کی بدگوئی سے بچنے کے لئے ہے جبکہ گناہوں سے بچنے کا اصل سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کا ڈر ہونا چاہیے نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وثواب کا مستحق ہوتا بھی وہی ہے جو اس کے خوف سے گناہ ترک کرے۔

ظاہر نیک رہنا اور چھپ کر گناہ کرنا تقویٰ نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر میں نیک رہنا اور چھپ کر گناہ کرنا تقویٰ نہیں بلکہ ریاکاری ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر و باطن ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دامن گیر ہو۔ لوگوں کے سامنے نیک اعمال کرتے نظر آنے والوں اور تنہائی میں گناہوں پر بیباک ہونے والوں کا حشر میں بہت برا حال ہوگا، چنانچہ حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا، یہاں تک کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچ کر اس کی خوشبو سونگھیں گے، اس کے محلات اور اس میں اہلِ جنت کے لئے اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ نعمتیں دیکھ لیں گے، تو ندا دی جائے گی: انہیں جنت سے لوٹا دو کیونکہ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں۔ (یہ ندا سن کر) وہ ایسی حسرت کے ساتھ لوٹیں گے کہ اس جیسی حسرت کے ساتھ ان سے پہلے لوگ نہ لوٹیں ہوں گے، پھر وہ عرض کریں گے: ’’یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو اپنا ثواب اور اپنے اولیاء کے لئے تیار کردہ نعمتیں دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں داخل کر دیتا تو یہ ہم پر زیادہ آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’میں نے ارادۃً تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ) جب تم تنہائی میں ہوتے تو بڑے بڑے گناہ کر کے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کرتے اور جب لوگوں سے ملتے تو عاجزی وانکساری کے ساتھ ملتے تھے، تم لوگوں کو اپنی وہ حالت دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں میں میرے لئے نہیں ہوتی تھی، تم لوگوں سے ڈرتے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کی عزت کرتے اور میری عزت نہ کرتے تھے، تم لوگوں کی وجہ سے برا کام کرنا چھوڑ دیتے لیکن میری وجہ سے برائی نہ چھوڑتے تھے، آج میں تمہیں اپنے ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عذاب کا مزہ بھی چکھاؤں گا۔[1]

(1)......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ۴/۱۳۵، الحديث: ۵۴۷۸.

اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہ چھوڑنے کے 3 فضائل

(1)...... حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص کسی حرام کام پر قادر ہو پھر اسے صرف **اللہ** تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے تو **اللہ** تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں جلد اس کا ایسا بدل عطا فرماتا ہے جو اس حرام کام سے بہتر ہو۔ [1]

(2)...... حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص کو کسی عورت نے برائی کی دعوت دی اور وہ محض **اللہ تعالیٰ کے خوف** کی وجہ سے اس سے باز رہا تو قیامت کے دن **اللہ** تعالیٰ اسے **عرش کے سائے** میں جگہ عطا فرمائے گا۔ [2]

(3)...... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے ’’جس نے **اللہ** تعالیٰ کے خوف سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی خاطر گناہ چھوڑ دیا تو **اللہ** تعالیٰ اسے راضی فرمائے گا۔ [3]

ظاہری و باطنی گناہوں سے بچنے کی دعا

حدیث پاک میں ظاہری و باطنی گناہوں سے بچنے کے لئے ایک بہترین دعا تعلیم فرمائی گئی ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس دعا کو اپنے معمولات میں شامل کرلے اور بکثرت یہ دعا مانگا کرے، چنانچہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں مجھے رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا سکھائی، ارشاد فرمایا: ’’کہو ‘‘**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ، وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَھْلِ، وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ**‘‘ اے **اللہ**! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کردے اور میرے ظاہر کو نیک وصالح بنادے، اے **اللہ**! میں تجھ سے لوگوں کو عطا کی جانے والی بہترین چیزیں یعنی مال، اچھا گھر بار اور وہ اولاد مانگتا ہوں جو نہ گمراہ ہو اور نہ گمراہ گر ہو [4]۔ [5]

---

1 ......جامع الاحادیث، ۹/۴۳، الحدیث: ۲۷۰۵۲.

2 ......معجم الکبیر، بشر بن نمیر عن القاسم، ۸/۲۴۰، الحدیث: ۷۹۳۵.

3 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۲/۶۳، الحدیث: ۵۹۱۱، الجزء الثالث.

4 ......ترمذی، احادیث شتی، ۱۲۳-باب، ۵/۳۳۹، الحدیث: ۳۵۹۷.

5 ......ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے اور گناہوں سے متعلق اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے ساتھ وابستگی بہت مفید ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو ناحق قتل کرنے کی حرمت بیان فرمائی ہے

ناحق قتل کرنے یا قتل کا حکم دینے کی وعیدیں

ناحق قتل کرنے والے یا قتل کا حکم دینے والے کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن مقتول قاتل کو لے کر اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی اور سر اس کے ہاتھ میں ہوں گے اور گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا، حتّٰی کہ قاتل کو عرش کے قریب کھڑا کردے گا۔[1]

(2)...... نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: آگ کو ستر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے **69** حصے قتل کا حکم دینے والے کیلئے اور ایک حصہ قاتل کیلئے ہے۔[2]

(3)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''قیامت کے دن مقتول بیٹھا ہوگا، جب اس کا قاتل گزرے گا تو وہ اسے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ اللہ تعالیٰ قاتل سے فرمائے گا: ''تو نے اسے کیوں قتل کیا: قاتل عرض کرے گا: مجھے فلاں شخص نے حکم دیا تھا، چنانچہ قاتل اور قتل کا حکم دینے والے دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔[3]

قتلِ برحق کی صورتیں اور ایک اہم تنبیہ

چند صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں حاکمِ اسلام کیلئے مجرم کو قتل کرنے کی اجازت ہے جیسے قاتل کو قصاص میں، شادی شدہ زانی کو رجم میں اور مرتد کو سزا کے طور پر قتل کرنا البتہ یہ یاد رہے کہ قتلِ برحق کی جو صورتیں بیان ہوئیں ان پر عام لوگ عمل نہیں کرسکتے بلکہ اس کی اجازت صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة النساء، ۲۳/۵، الحدیث: ۳۰۴۰.

2 ......شعب الایمان، السادس والثلاثون من شعب الایمان، ۳۴۹/۴، الحدیث: ۵۳۶۰.

3 ......شعب الایمان، السادس والثلاثون من شعب الایمان، ۳۴۱/۴، الحدیث: ۵۳۲۹.

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى یَبْلُغَ اَشُدَّهٗۚ وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْاؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَۙ(۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں تم نصیحت مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے حتّٰی کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔ (اللہ نے) تمہیں یہ تاکید فرمائی ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو۔

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ۔﴾ یعنی یتیم کے مال کے پاس اس طریقے سے جاؤ جس سے اس کا فائدہ ہو اور جب وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے اس وقت اس کا مال اس کے سپرد کر دو۔ اس حکم کی تفصیل اور یتیموں سے متعلق مزید احکام سورۂ نساء کی ابتدائی چند آیات میں گزر چکے ہیں۔

﴿وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ: اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔﴾ یعنی ناپ تول میں کمی نہ کرو کیونکہ یہ حرام ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنے کی 2 وعیدیں

ناپ تول میں کمی کرنے پر احادیث میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 2 وعیدیں درج ذیل ہیں:

(1)……حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے تاجروں کے گروہ! دو ایسے کام تمہارے سپرد کئے گئے ہیں کہ جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے، یہ ناپنا اور تولنا ہے۔[1]

(2)……حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے مہاجرین کے گروہ! جب تم پانچ باتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ (تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی) اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ۔

(۱)……جب کسی قوم میں اعلانیہ فحاشی عام ہو جائے گی تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں ظاہر ہو جائیں گی جو ان سے پہلوں میں کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں (جیسے آجکل ایڈز، Aids وغیرہ)

(۲)……جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جائیں گے تو قحط سالی، شدید تنگی اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو جائیں گے۔

(۳)……جب زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیں گے تو آسمان سے بارش روک دی جائے گی اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر کبھی بارش نہ برستی۔

(۴)……جب لوگ **اللہ** اور اس کے رسول کا عہد توڑنے لگیں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر دشمن مسلّط کر دے گا جو ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لے گا۔

(۵)……جب حکمران **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا قانون اور **اللہ** تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ لینے اور کچھ چھوڑنے لگ جائیں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ڈال دے گا۔‘‘[2]

اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے موجودہ حالات پر غور کریں کہ آج ہم میں خطرناک اور جان لیوا بیماریوں کا پھیلاؤ، قحط سالی، شدید تنگی اور حکمرانوں کے ظلم کا سامنا، دشمن کا تسلُّط اور مال و اسباب کا لٹ جانا، تعَصُّب اور ہمارے لسانی، قومی اختلافات یہ سب ہمارے کن اعمال کا نتیجہ ہیں۔

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت　　شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلا ہے
جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت　　سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

---

1 ……شعب الایمان، الخامس والثلاثون من شعب الایمان، ٤/٣٢٨، الحدیث: ٥٢٨٨.

2 ……ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ٤/٣٦٧، الحدیث: ٤٠١٩.

اللہ تعالیٰ کے خوف سے حرام کو چھوڑنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حرام پر قادر ہو پھر اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں ہی بہت جلد اُس کا ایسا بدل عطا فرماتا ہے جو حرام سے کہیں بہتر ہو۔ [1]

﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا: اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو۔﴾ یعنی خواہ گواہی دو یا فتویٰ دو یا حاکم بن کر فیصلہ کرو کچھ بھی ہو انصاف سے ہو اس میں قرابت یا وجاہت کا لحاظ نہ ہو کیونکہ اس سے مقصود شرعی حکم کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنا ہوتا ہے اور اس میں اجنبی اور قرابت دار کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ [2]

﴿وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا: اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔﴾ یعنی صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عہد پورے کرو اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کے عہد پورے نہ کرو، اگر تم نے غلطی سے کسی سے ناجائز عہد کرلیا تو فوراً توڑ دو، مثلاً اگر کسی سے وعدہ کیا بلکہ قسم کھائی کہ اس کے ساتھ شراب پئیں گے یا چوری کریں گے تو یہ وعدہ توڑ دو اور قسم کا کفارہ دے دو۔ آیت میں ''عَهْدِ اللّٰه'' سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر لازم فرمایا یعنی وہ احکام جو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ملے یا وہ عہد مراد ہے جو انسان اپنے اوپر لازم کرلے جیسے منت وغیرہ، ان سب کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ [3]

عہد شکنی کی مذمت

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اَوّلین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو عہد توڑنے والے ہر شخص کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔ [4]

بندوں کے ساتھ کئے گئے جائز عہدوں کو پورا کرنے کا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے لہٰذا ان کا پورا کرنا بھی عہدِ الٰہی کو پورا کرنے میں داخل ہوگا۔

---

1 ......تفسیر طبری، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۵، ۷۹/۸.

2 ......روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۱۱۹/۳.

3 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۶۹/۲.

4 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما یدعی الناس بآبائھم، ۱۴۹/۴، الحدیث: ۶۱۷۷، مسلم کتاب الجھاد والسیر، باب تحریم الغدر، ص۹۵۵، الحدیث: ۹(۱۷۳۵).

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گی۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا: اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔﴾ یعنی یہاں مذکور آیتوں میں جو احکام تمہیں بیان کئے گئے ہیں یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو۔ احادیث میں ایک مثال کے ذریعے سیدھے راستے کے بارے میں سمجھایا گیا ہے، چنانچہ

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ایک خط کھینچا، دو اس کے دائیں اور دو بائیں جانب کھینچے، پھر اپنا ہاتھ درمیانے خط پر رکھ کر فرمایا ''یہ اللّٰہ تعالٰی کا راستہ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گی۔''(1)

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا ''یہ اللّٰہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا ''یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستے پر شیطان ہے جو اُدھر بلا رہا ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

(1)......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب اتباع سنّة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ١/١٥، الحديث: ١١.

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کی درستی، عبادت کی ادائیگی، معاملات کی صفائی اور حقوق کا ادا کرنا سیدھا راستہ ہے۔ جو ان میں سے کسی میں کوتاہی کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر نہیں۔ عقائد، عبادات اور معاملات جسم اور دو بازوؤں کی طرح ہیں جن میں سے ایک کے بغیر اڑنا ناممکن ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’دفتر تین قسم کے ہیں۔ ایک دفتر وہ ہے کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ بخشے گا۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نہ بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔

اور ایک دفتر وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ چھوڑے گا نہیں، وہ بندوں کے آپس کے ظلم ہیں حتّٰی کہ ان کے بعض کا بعض سے بدلہ لے گا اور ایک دفتر وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتا، وہ بندوں کا اپنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان حق تلفی ہے، تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد ہے، اگر چاہے اسے سزا دے اور اگر چاہے تو اس سے درگزر فرمائے۔ [3]

﴿ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ: **اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔** ﴾ یہاں دوسرے راستوں سے مراد وہ راستے ہیں جو اسلام کے خلاف ہوں یہودیت ہو یا نصرانیت یا اور کوئی ملت۔ لہٰذا اگر تم اسلام کے خلاف راستے پر چلے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ فرماتے ہیں کہ معاملات کی خرابی عبادات کی خرابی تک پہنچا دیتی ہے اور عبادات کی خرابی کبھی عقائد کی خرابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ترکِ مستحب ترکِ سنت کا اور ترکِ سنت ترکِ فرض کا ذریعہ ہے چور کو پہلے دروازے پر ہی روکو۔

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

1 ......سنن دارمی، باب فی کراهية اخذ الرأی، ١/٧٨، الحديث: ٢٠٢.

2 ......النساء: ٤٨.

3 ......شعب الايمان، التاسع والاربعون من شعب الايمان... الخ، ٦/٥٢، الحديث: ٧٤٧٣.

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تا کہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو اور ہر شے کی تفصیل ہو اور ہدایت و رحمت ہو کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں۔

﴿ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ یہاں کتاب سے مراد توریت شریف ہے۔ سب سے پہلے کتابِ الٰہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہی عطا ہوئی۔ اس سے پہلے پیغمبروں کو صحیفے ملتے تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ ''تا کہ نیک آدمی پر احسان پورا ہو'' حضرت حسن بصری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''بنی اسرائیل میں محسن (یعنی نیک) اور غیر محسن بھی تھے تو اللہ تعالیٰ نے محسنین یعنی نیک لوگوں پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لئے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمت پوری کرنے کے لئے ان کو کتاب (یعنی تورات) دی۔ [1]

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اُس نے تورات میں دین کی کیا نعمتیں رکھی ہیں؟ چنانچہ فرمایا کہ ''اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں دین کے تمام احکام عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے، لہٰذا اس میں ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور رسالت کا بیان اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے تمام دلائل ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے تا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ [2]

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔

1 ......قرطبی، الانعام، تحت الآية: ١٥٤، ٤/١٠٤، الجزء السابع.

2 ......تفسير كبير، الانعام، تحت الآية: ١٥٤، ٥/١٨٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ: اور یہ کتاب۔﴾ یعنی قرآن شریف جو کثیر خیر والا، کثیر نفع والا اور کثیر برکت والا ہے اور قیامت تک رہے گا اور تحریف و تبدیل و نَسخ سے محفوظ رہے گا۔ قرآن اس لئے مبارک ہے کہ مبارک فرشتہ اسے لایا، مبارک مہینے رمضان میں لایا، مبارک ذات پر اترا، خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے، جس کام پر اس کی آیات پڑھ دی جائیں اس میں برکت ہو جائے اور سب سے بڑھ کر اس کی تعلیمات اور ہدایت برکت والی ہیں۔

﴿فَاتَّبِعُوْهُ: تو تم اس کی پیروی کرو۔﴾ یعنی قرآنِ کریم میں مذکور احکامات پر عمل کرو، ممنوعات سے باز آجاؤ اور اس کی مخالفت کرنے سے بچو تا کہ اس اتباع اور عمل کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے۔

امت پر قرآن مجید کا حق

اس سے معلوم ہوا کہ امت پر قرآنِ مجید کا ایک حق یہ ہے کہ وہ اس مبارک کتاب کی پیروی کریں اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے بچیں۔ افسوس! فی زمانہ قرآنِ کریم پر عمل کے اعتبار سے مسلمانوں کا حال انتہائی ناگفتہ بہ ہے، آج مسلمانوں نے اس کتاب کی روزانہ تلاوت کرنے کی بجائے اسے گھروں میں جزدان و غلاف کی زینت بنا کر اور دکانوں پر کاروبار میں برکت کے لئے رکھا ہوا ہے اور تلاوت کرنے والے بھی صحیح طریقے سے تلاوت کرتے ہیں اور نہ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے اس کتاب میں ان کے لئے کیا فرمایا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اس مقدس کتاب کو سینے سے لگا کر حرزِ جاں بنائے رکھا اور اس کے دستور و قوانین اور احکامات پر سختی سے عمل پیرا رہے تب تک دنیا بھر میں ان کی شوکت کا ڈنکا بجتا رہا اور غیروں کے دل مسلمانوں کا نام سن کر دہلتے رہے اور جب سے مسلمانوں نے قرآنِ عظیم کے احکام پر عمل چھوڑ رکھا ہے تب سے وہ دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور اغیار کے دست نگر بن کر رہ گئے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر　　　اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآنِ کریم کے احکام پر عمل نہ کرنے کا دنیوی نقصان تو اپنی جگہ، اخروی نقصان بھی انتہائی شدید ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

فرمایا ”قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت مقبول ہے، جس نے (اس کے احکامات پر عمل کر کے) اسے اپنے سامنے رکھا تو یہ اسے پکڑ کر جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے (اس کے احکامات کی خلاف ورزی کر کے) اسے اپنے پیچھے رکھا تو یہ اسے ہانک کر جہنم کی طرف لے جائے گا۔ [1]

اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىٕفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ۟ۙ(۱۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اُتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اس لئے اترا) تاکہ تم یہ (نہ) کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اُتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا: کبھی کہو۔﴾ یعنی یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتابیں جیسے تورات وانجیل تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر یعنی یہودیوں اور عیسائیوں پر اُتری تھی، ہماری عرب کی سرزمین میں تو نہ کوئی رسول آیا اور نہ کوئی کتاب۔ پھر جو کتابیں توریت وانجیل آئیں وہ ہماری زبان میں نہ تھیں اور نہ ہی ہمیں کسی نے ان کے معنی بتائے پھر ہم ہدایت پر کیسے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل فرما کر بتادیا کہ اب تمہارا کوئی عذر باقی نہ رہا اور تم یہود ونصاریٰ کے محتاج نہ رہے۔

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا

[1] ......معجم الکبیر، ومن مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، ۱۰/۱۹۸، الحدیث: ۱۰۴۵۰، ملتقطاً .

سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ(۱۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہو کہ اگر ہم پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آئی تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللّٰہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے عنقریب وہ جو ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں برے عذاب کی سزا دیں گے بدلہ ان کے منہ پھیرنے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا (تاکہ تم یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللّٰہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے۔ عنقریب وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں ان کے منہ پھیرنے کی وجہ سے برے عذاب کی سزا دیں گے۔

﴿اَوْ تَقُوْلُوْا: یا کہو۔﴾ شانِ نزول: کفارِ عرب کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ یہود و نصاریٰ پر توریت و انجیل نازل ہوئیں مگر وہ بے عقل ان کتابوں سے ہدایت حاصل نہ کر سکے ہم اُن کی طرح خفیفُ العقل اور نادان نہیں ہیں ہماری عقلیں صحیح ہیں اور ہماری عقل و ذہانت اور فہم و فراست تو ایسی ہے کہ اگر ہم پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے زیادہ سیدھے راہ پر ہوتے۔ ان کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اور اس طرح ان کا یہ عذر بھی ختم فرما دیا گیا۔ [1]

صرف عقل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ صرف اپنی عقل پر اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ رب تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ شیخی مارنے والے بھی کافر ہی رہے ایمان نہ لائے اس لئے کہ انہوں نے عقل پر بھروسہ کیا۔

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ: تو اس سے زیادہ ظالم کون جو۔﴾ یعنی جو نبی کے معجزات اور ان کی کتابوں کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ اسے دائمی عذاب کا مستحق بناتا ہے۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ

1 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۱۵۷، ۲/۷۱.

اٰیٰتِ رَبِّكَؕ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًاؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ(۱۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب آئے یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی تم فرماؤ رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ صرف اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں۔ جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس دن کسی شخص کو اس کا ایمان قبول کرنا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ حاصل کی ہوگی۔ تم فرمادو: تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔

﴿هَلْ یَنْظُرُوْنَ: کس کے انتظار میں ہیں۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر دلائل قائم کر دیئے گئے اور کفریہ اور گمراہ کُن عقائد کا باطل ہونا بھی ظاہر کر دیا گیا تو اب ایمان لانے میں کیا انتظار باقی ہے؟ اب تو یہی ہے کہ وہ کفار اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے آجائیں یا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آجائے یا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی قیامت کی خبر دینے والی ایک نشانی آجائے اور یوں مشاہدے کے طور پر ہر چیز ان کیلئے ظاہر ہو جائے، لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جس دن غیب کے معاملات ظاہر ہو جائیں گے یا عذاب آنکھوں کے سامنے آچکا ہوگا تو اس دن کافر کو ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ جمہور مفسرین نے فرمایا کہ آیت میں جو فرمایا گیا کہ **"جس دن تیرے رب کی ایک نشانی آئے گی"** اس نشانی سے مراد **آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا** ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوا اور جب وہ مغرب

سے طلوع ہوگا اور اُسے لوگ دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور یہ ایمان نفع نہ دے گا۔ [1]

﴿ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا: یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی (نہ) حاصل کی ہوگی۔﴾ اس کے معنی یہ ہیں کہ مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے جس گنہگار مومن نے توبہ نہ کی تو اب اُس کی توبہ مقبول نہیں۔ [2]

امام ضحاک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "اس نشانی کے ظاہر ہونے سے پہلے جو مومن نیک اعمال کرتا تھا نشانی ظاہر ہونے کے بعد بھی اسی طرح اس کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا البتہ جب یہ نشانی ظاہر ہوئی تو اس وقت نہ کافر کا ایمان مقبول ہے نہ گنہگار کی توبہ کیونکہ یہ ایسی حالت ہے جس نے انہیں ایمان لانے اور گناہوں سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا لہٰذا جس طرح عذابِ الٰہی دیکھ کر کفار کا ایمان لانا بے فائدہ ہے اسی طرح قربِ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر بھی ایمان اور توبہ قبول نہیں۔ [3]

توبہ اور نیک اعمال میں سبقت کرنے کی ترغیب

اس آیت میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال میں مصروف ہو جائے۔ نیک اعمال میں سبقت کرنے کی ترغیب حدیثِ پاک میں بھی دی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، تم میں سے کسی ایک کی موت یا سب کی موت (یعنی قیامت) سے پہلے۔ [4]

اور امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "توبہ میں تاخیر کرنا سخت نقصان دہ ہے، کیونکہ گناہ سے ابتداءً قَساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے، پھر رفتہ رفتہ گناہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان کفر و گمراہی اور بدبختی میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیا تم ابلیس اور بلعم بن باعوراء کا واقعہ بھول گئے، ان سے ابتدا میں ایک ہی گناہ صادر ہوا تھا، آخر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کفر میں مبتلا ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے تباہ حال لوگوں میں شامل ہو گئے۔ ان کے انجام کو مدِنظر رکھتے ہوئے تم ڈرتے رہو اور تم پر لازم ہے کہ توبہ

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب لا ینفع نفساً ایمانها... الخ، ۳/۲۲۳، الحدیث: ٤٦٣٥، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان زمن الذی لا یقبل فیه الایمان، ص۹۲، الحدیث: ۲٤۸(۱۵۷).

2 ......تفسیر طبری، الانعام، تحت الآیة: ۱۵۸، ٥/٤٠۷، ملخصاً.

3 ......خازن، الانعام، تحت الآیة: ۱۵۸، ۲/۷۳.

4 ......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب فی بقیة من احادیث الدجال، ص۱۵۷۹، الحدیث: ۱۲۸(۲۹٤۷).

کے بارے میں اپنے اندر بیداری اور جانفشانی پیدا کرو، (اگر تم نے جلد توبہ کرلی) تو عنقریب تمہارے دل سے گناہوں کے اصرار کی بیماری کا قلع قمع ہو جائے گا اور گناہوں کے بوجھ سے تمہاری گردن آزاد ہو جائے گی اور گناہوں کی وجہ سے دل میں جو قساوت اور سختی پیدا ہوتی ہے اس سے ہرگز بے خوف نہ ہو بلکہ ہر وقت اپنے حال پر نظر رکھو، اپنے نفس کو گناہوں پر ٹوکتے رہو اور اس کا محاسبہ کرتے رہو اور توبہ و استغفار کی طرف سبقت و جلدی کرو اور اس میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہ کرو کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اور دنیا کی زندگی محض دھوکہ اور فریب ہے۔[1]

﴿قُلِ انْتَظِرُوْا: تم فرمادو: تم انتظار کرو۔﴾ یعنی اے کافرو! تم موت کے فرشتوں کی آمد یا عذاب یا نشانی، ان میں سے کسی ایک کے آنے کا انتظار کرو اور ہم بھی تم پر عذاب آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انتظار درست تھا چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے کافر ہلاک اور مغلوب ہوئے جبکہ مسلمانوں کو غلبہ عطا ہوا اور قیامت کے دن بھی کفار ہلاک ہوں گے اور مومن کامیاب و کامران ہو کر سُرخرو ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ(۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔﴾ اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے دو قول درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "ان لوگوں سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔

[1] ......منهاج العابدين، العقبة الثانية، ص٣٥-٣٦.

رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔[1]

(2)......حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ان سے تمام مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان میں سے بعض نے بتوں کی پوجا کی اور کہا کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ بعض نے فرشتوں کی عبادت کی اور کہا کہ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے ستاروں کی پرستش کی، تو یہ ان کی دین میں تفریق ہے۔[2]

فرقہ بندی کا سبب اور حق پر کون؟

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور انہیں اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ ان سے پہلے لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔[3]

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک نظریے پر متفق ہونے، دین میں فرقہ بندی اور بدعات اختیار کرنے سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ فی زمانہ بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی کیوں ہے اور ان میں حق پر کون ہے؟ اس سلسلے میں چند باتیں ذہن نشین کر لیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ! آپ پر خود ہی واضح ہوجائے گا کہ فرقہ بندی کا اصل سبب کیا ہے اور مختلف فرقوں میں سے حق پر کونسا فرقہ ہے

پہلی بات: یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’**اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ فَاِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ**‘‘ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔[4]

دوسری بات: حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صدیوں پہلے ہی اس اختلاف اور فرقہ بندی کے بارے میں پیشین گوئی فرما دی تھی، چنانچہ حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

---

1 ......تفسیر ابن ابی حاتم، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۵/۱۴۳۰.

2 ......خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۲/۷۲.

3 ......تفسیر ابن ابی حاتم، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۵/۱۴۳۰.

4 ......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۴/۳۲۷، الحدیث: ۳۹۵۰.

ارشادفرمایا: ”وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلاثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ هُمْ قَالَ الْجَمَاعَةُ“ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے، میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ان میں سے) ایک جنت میں جائے گا اور 72 جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یَارَسُوْلَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ جنتی کون ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے۔[1]

واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اختلافِ امت کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ عین حق اور صواب پر مبنی تھا۔

تیسری بات: یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ اس دورِ اختلاف میں حق پسند اور نجات پانے والے گروہ کا پتا کیسے چلے گا، کس طرح معلوم ہوگا کہ موجودہ فرقوں میں حق پر کون ہے۔ اس کی رہنمائی بھی حدیث پاک میں کر دی گئی ہے کہ ”اِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ“ جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔[2]

اس روایت میں اختلاف سے مراد اصولی اختلاف ہیں جس میں ”کفر و ایمان“ اور ”ہدایت و ضلالت“ کا فرق پایا جائے، فروعی اختلاف ہرگز مراد نہیں کیونکہ وہ تو رحمت ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے ”اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ“ میری امت کا (فروعی) اختلاف رحمت ہے۔[3]

اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر موجودہ اسلامی فرقوں میں اس بڑے فرقے کو تلاش کیجئے جو باہم اصولوں میں مختلف نہ ہوں اور جس قدر اسلامی فرقے اس کے ساتھ اصولی اختلاف رکھتے ہوں وہ ان سب میں بڑا ہو۔ آپ کو اہلسنّت و جماعت کے سوا کوئی نہ ملے گا جس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، اشعری، ماتریدی سب شامل ہیں یہ سب اہلسنّت ہیں اور ان کے مابین کوئی ایسا اصولی اختلاف نہیں جس میں کفر و ایمان یا ہدایت و ضلال کا فرق پایا جائے لہٰذا اس پُرفتن دور میں حدیثِ مذکور کی رُو سے سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت ہے اور اس کا حق پر ہونا بھی ثابت ہوا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

1 ……ابن ماجه، كتاب الفتن، باب افتراق الامم، ٤/٣٥٢، الحديث: ٣٩٩٢.

2 ……ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ٤/٣٢٧، الحديث: ٣٩٥٠.

3 …… كنز العمال، كتاب العلم، قسم الاقوال، ٥/٥٩، الحديث: ٢٨٦٨٢، الجزء العاشر.

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی برائی لائے تو اسے صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ : جو ایک نیکی لائے۔﴾ یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ کوئی انتہائی مقدار نہیں بلکہ یہ تو فضلِ الٰہی کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے۔

ثواب کے درجات

اس آیت سے متعلق علامہ عبدالرؤوف مناوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں جس اضافے کا وعدہ کیا ہے یہ اس کا کم از کم حصہ ہے۔(1)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: آیت سے مراد کہ ’’جو ایک نیکی لائے‘‘ کے مقابلے میں ثواب کے مراتب میں سے اَقل مرتبے کا بیان ہے اور اس کے اکثر مرتبے کی کوئی انتہا نہیں۔(2)

حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ اقل (یعنی کم از کم) اضافہ ہے۔(3)

ایک اور مقام پر فرمایا ’’اور وہ زیادتی کا قلیل مرتبہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کیا گیا ہے ’’مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا‘‘ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔(4)

حضرت علامہ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین بغدادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’ نیکی کا دس گنا اضافہ تمام نیکیوں کے لئے لازم ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے ’’مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا‘‘ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔‘‘(5)

1 ......فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/۳۱۳، تحت الحدیث: ۱۷۶۳.
2 ......فیض القدیر، حرف المیم، ۶/۱۸۸، تحت الحدیث: ۸۷۳۱.
3 ......مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب صلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وفضلها، الفصل الاول، ۳/۱۰، تحت الحدیث: ۹۲۱.
4 ......مرقاة المفاتیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ٤/٦٤٧، تحت الحدیث: ۲۱۳۷.
5 ......جامع العلوم والحکم، الحدیث السابع والثلاثون، ص٤٣٦.

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں جو جزا بیان ہوئی یہ اس کے لئے ہے جو نیکی یا گناہ کرے البتہ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر نہ سکا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے گناہ کا ارادہ کیا لیکن گناہ کیا نہیں، اب اگر اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے گناہ چھوڑا ہوگا تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائے گی ورنہ کچھ نہ لکھا جائے گا۔ (1)

یاد رہے کہ ثواب کے اکثر درجات کی کوئی حد نہیں، قرآنِ پاک میں سات سو گنا کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کیلئے چاہے اس سے بھی زیادہ بڑھا دے اور قرآنِ پاک میں صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے اور حدیث میں مکہ سے پیدل حج کرنے پر ہر قدم پر سات کروڑ نیکیوں کی بشارت ہے۔

﴿وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ: اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا خواہ اس طرح کہ اطاعت گزار اور نیک اعمال کرنے والے کے ثواب میں کمی کر دی جائے اور نافرمان اور گنہگار کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دے دی جائے یا اس طرح کہ انہیں جرم کئے بغیر عذاب دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے چھوٹے بچے جو بچپن میں فوت ہو جائیں وہ دوزخی نہیں کیونکہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

ظلم کے معنی

ظلم کے دو معنی ہیں:

(1)......کسی غیر کی چیز میں بلا اجازت تصرف کرنا۔ (2)

(2)......بے قصور کو سزا دے دینا یا کام لے کر اس کی اجرت نہ دینا۔ (3)

ان جیسی آیات میں ظلم کے دوسرے معنی مراد ہیں اور حدیثِ پاک کہ اگر خدا تمام دنیا کو دوزخ میں بھیج دے تو ظالم نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مِلکیت ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی ملکیت میں جیسے چاہے تصرف فرمائے۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

---

1 ......تفسير صاوی، الانعام، تحت الآية: ١٦٠، ٢/٦٥٢.

2 ......صاوی، الانعام، تحت الآية: ١٦٠، ٢/٦٥٢.

3 ......جامع العلوم والحكم، الحديث الرابع والعشرون، ص٢٨١، التيسير شرح جامع صغير، حرف العين، ٢/١٣٥.

حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بیشک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دینِ ابراہیم کی ملّت جو ہر باطل سے جُدا تھے اور مشرک نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، (یہ) مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا ابراہیم کی ملت ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ: تم فرماؤ، بیشک مجھے میرے رب نے ہدایت فرمائی۔﴾ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلا واسطہ رب تعالیٰ نے عقائد، اعمال ہر قسم کی ہدایت دی۔ دوسرے یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اول سے ہدایت پر تھے ایک آن کے لئے اس سے دور نہ ہوئے۔ جو ایک آن کے لئے بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت سے علیحدہ مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھا ادب سکھایا۔[1]

﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ: اور (ابراہیم) مشرکوں میں سے نہ تھے۔﴾ اس میں کفارِ قریش کا رد ہے جو گمان کرتے تھے کہ وہ دینِ ابراہیمی پر ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مشرک و بت پرست نہ تھے تو بت پرستی کرنے والے مشرکین کا یہ دعویٰ کہ وہ ابراہیمی ملت پر ہیں باطل ہے۔

تفسیرِ اِشاری

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں سے کفار کے الزام اٹھانا سنتِ الٰہیہ ہے، جو ان کی عزت وعظمت پر اپنی جان و مال، تحریر، تقریر صرف کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مقبول ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار کا یہ الزام دفع فرمایا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَعَاذَ اللہ مشرک تھے۔

1 ......جامع صغیر، حرف الهمزة، ص۲۵، الحدیث: ۳۱۰.

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿وَ مَحْیَایَ: اور میرا جینا۔﴾ یہاں جو فرمایا گیا وہ حقیقتاً ایک مومن زندگی کی عکاسی ہے کہ مسلمان کا جینا، مرنا، اور عبادت وریاضت سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہونا چاہیے۔ زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے کاموں میں اور جینے کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی سربلندی ہو۔ یونہی مرنا حالتِ ایمان میں ہو اور ہو سکے تو کلمۂ حق بلند کرنے کیلئے ہو۔ یونہی عبادت کا شرکِ جلی سے پاک ہونا تو بہرحال ایمانیات میں داخل ہے، عبادت شرکِ خفی یعنی ریاکاری سے بھی پاک ہو اور خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشنودی کیلئے ہو۔

لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

﴿وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ: اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔﴾ اوّلیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اسلام اُن کی امت پر مقدم ہوتا ہے [1] یا اس اعتبار سے کہ سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اوّل مخلوقات ہیں تو ضرور اوّلُ المسلمین ہوئے۔ [2]

1 ......بیضاوی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۲/۴۷۲.

2 ......قرطبی، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۴/۱۱۳، الجزء السابع.

سب سے پہلا مومن

اس سے معلوم ہوا کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے مومن حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ حضرت جبریل اور میکائیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عابد بلکہ نبی تھے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں؟) کے جواب میں سب سے پہلے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بَلٰی (ترجمہ: کیوں نہیں) فرمایا تھا،[1] پھر اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے، پھر دوسرے لوگوں نے۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَاۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰیۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، کیا اللہ کے سوا اور رب طلب کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو عمل کرے گا وہ اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

﴿قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں۔﴾ شانِ نزول: کفار نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین میں داخل ہوجائیں اور ہمارے معبودوں کی عبادت کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا راستہ اختیار کرو، اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن

[1] ......فیض القدیر، حرف الكاف، ٥/٦٩، تحت الحديث: ٦٤٢٤.

پر، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ وہ راستہ باطل ہے، خدا شناس کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کو خدا مانے، نیز یہ بات بھی باطل ہے کہ کسی کا گناہ دوسرا اٹھا سکے بلکہ ہر شخص جو عمل کرے گا وہ اسی پر ہے۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔﴾ یعنی مجرم گناہ سے بالکل بری ہوجائے اور کسی دوسرے پر اس کے گناہ ڈال دیئے جائیں یہ نہیں ہوسکتا اور یونہی ایک آدمی کے گناہ دوسرے پر بغیر کسی سبب کے ڈال دیئے جائیں یہ بھی نہیں ہوسکتا البتہ جو آدمی گناہ کا طریقہ ایجاد کرے یا دوسرے کو گمراہ کرے یا گناہ کے راستے پر لگائے تو یہ اپنے ان افعال کی وجہ سے پکڑ میں آئے گا اور یہ اس کے گناہ کی شدت ہوگی کہ اس کی وجہ سے جتنے لوگوں نے جتنے گناہ کئے اُن سب کے وہ گناہ اس پہلے آدمی پر ڈال دیئے جائیں۔ حقیقت میں یہ اس آدمی کے اپنے ہی اعمال کا انجام ہے نہ یہ کہ بلا وجہ دوسروں کے گناہ اس پر ڈال دیئے گئے اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (1) ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔‘‘

سرکارِ دوعالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ہدایت کی طرف بلایا اور لوگوں نے اس کی پیروی کرتے ہوئے ان باتوں پر عمل کیا تو بلانے والے کو پیروی کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی دعوت دی اور لوگوں نے اس کی پیروی کرتے ہوئے ان باتوں پر عمل کیا تو دعوت دینے والے کو پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ملے گا اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (2)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ

(1)……عنكبوت: ۱۳.

(2)……در منثور، العنكبوت، تحت الآية: ۱۳، ۶/۴۵۴.

تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بیشک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ الْاَرْضِ: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا۔﴾ کیونکہ سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتَمُ النَّبِیّٖن ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت سب امتوں میں آخری امت ہے، اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرف کریں۔ اور فرمایا: ''**اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی**'' یعنی شکل وصورت میں، حسن و جمال میں، رزق و مال میں، علم و عقل میں اور قوت وکمال میں ایک کو دوسرے پر بلندی دی اور اس کا مقصد تمہاری آزمائش کرنا ہے کہ کون نعمتوں کے ملنے پر شکر ادا کرتا ہے اور کون ظلم وزیادتی کی راہ پر چلتا ہے؟ کون امتحان میں کامیاب ہوتا ہے اور کون ناکام ہوتا ہے؟

قرآنِ کریم کی اور آیات میں بھی اس چیز کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ''ایمان لائے'' اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

[1] ......عنکبوت: ۲.

[2] ......بقرہ: ۱۵۵.

اور فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةًؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں اور ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا:

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا٘ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّاۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے مگر ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو اس کیلئے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟

﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ: بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر اور گنہگار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس مقام پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، وہ اپنے نافرمان کو جلدی سزا نہیں دیتا پھر کس طرح فرمایا کہ ''بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے۔'' اس کا جواب دیتے ہوئے ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ہر وہ کام جو یقیناً ہونے والا ہے وہ قریب ہی ہے۔ (4)

تفسیرِ صاوی میں ہے کہ ''سَرِیْعُ الْعِقَابِ'' کا معنی ہے جب عذاب کا وقت آجائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے میں دیر نہیں فرماتا۔ (5)

---

1 ......الانبیاء:٣٥.

2 ......الزمر:٤٩.

3 ......کہف:٧.

4 ......قرطبی، الانعام، تحت الآية: ١٦٥، ٤/١١٦، الجزء السابع.

5 ......صاوی، الانعام، تحت الآية: ١٦٥، ٢/٦٥٣.

سُوْرَةُ الْاَعْرَاف

سورۂ اعراف کا تعارف

مقامِ نزول

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک روایت کے مطابق پانچ آیتوں کے علاوہ یہ سورت مکیہ ہے، ان پانچ آیات میں سے پہلی آیت ’’وَسْــٴَـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ‘‘ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **206** آیتیں، **24** رکوع، **3325** کلمے اور **14010** حروف ہیں۔[2]

’’اعراف‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اعراف کا معنی ہے بلند جگہ، اس سورت کی آیت نمبر **46** میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ اعراف کا ذکر ہے جو کہ بہت بلند ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ اعراف‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ اعراف کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے قرآنِ پاک کی پہلی **7** بڑی سورتوں کو حفظ کیا اور ان کی تلاوت کرتا رہا تو یہ اس کے لئے کثیر ثواب کا باعث ہے۔[3] ان سات سورتوں میں سے ایک سورت اعراف بھی ہے۔

سورۂ اعراف کے مضامین

یہ مکی سورتوں میں سب سے بڑی سورت ہے اور اس سورت کا مرکزی مضمون یہ کہ اس میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات اور انہیں جھٹلانے والی قوموں کے انجام کے واقعات بیان کر کے اس امت کے لوگوں کو ان قوموں جیسا عذاب نازل ہونے سے ڈرانا، ایمان اور نیک اعمال کی ترغیب دینا ہے۔ نیز اس سورت میں اسلام کے بنیادی

---

1 ......خازن، الاعراف، ٢/٧٦.

2 ......خازن، الاعراف، ٢/٧٦.

3 ......مستدرك، كتاب فضائل القرآن، من اخذ السبع الاول من القرآن فهو خير، ٢/٢٧٠، الحديث: ٢١١٤.

عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے وجود، وحی اور رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی نعمت ہے اور قرآنِ پاک کی تعلیمات کی پیروی ضروری ہے۔

(2)......قیامت کے دن اعمال کا وزن ضرور کیا جائے گا۔

(3)......دوبارہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا، اس میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق، فرشتوں کا انہیں سجدہ کرنا، شیطان کا سجدہ کرنے سے تکبر کرنا، شیطان کا مردود ہونا، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اس کی دشمنی اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جنت سے زمین کی طرف آمد کا بیان ہے۔

(4)......کفار و مشرکین کے اخروی انجام کو بیان کیا گیا ہے۔

(5)......قیامت کے دن ایمان والوں کے حالات، جہنمیوں اور اَعراف والوں سے ہونے والی گفتگو اور اہلِ جہنم کی آپس میں کی جانے والی گفتگو کا بیان ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں سے اپنے وجود اور اپنی وحدانیت پر استدلال فرمایا ہے۔

(7)......اس سورت میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کے علاوہ مزید یہ 7 واقعات بیان کئے گئے: (1) حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (2) حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (3) حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (4) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (5) حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (6) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ۔ (7) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بلعم بن باعور کا واقعہ۔

(8)......اس سورت کے آخر میں شرک کا تفصیلی رد، مَکارمِ اخلاق کی تعلیم، وحی کی پیروی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

سورۂ اَنعام کے ساتھ مناسبت

سورۂ اعراف کی اپنے سے ماقبل سورت ''اَنعام'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَنعام میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق، سابقہ امتوں کی ہلاکت اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر اجمالی طور پر کیا گیا تھا جبکہ سورۂ اعراف میں ان تینوں امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[1]

1......تناسق الدرر، سورة الاعراف، ٨٧.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اُتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رُکے اس لیے کہ تم اس سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت۔ اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! (یہ) ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے تا کہ آپ اس کے ذریعے ڈر سنائیں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے پس آپ کے دل میں اس کی طرف سے کوئی تنگی نہ ہو۔ اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

﴿الٓمّٓصٓ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ: اے محبوب! ایک کتاب تمہاری طرف اُتاری گئی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کتاب یعنی قرآنِ پاک آپ کی طرف اس لئے نازل کیا گیا تا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائیں۔ پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل میں لوگوں کے سابقہ طرزِ عمل کی وجہ سے اور اس خیال

سے کہ لوگ نہ مانیں گے اور اس پر اعتراض کریں گے اور اسے جھٹلانے لگیں گے اس کی تبلیغ فرمانے سے کوئی تنگی نہ آئے، آپ ان کفار کی مخالفت کی ذرہ بھر پروانہ کریں۔

تکالیف کی وجہ سے تبلیغِ دین میں دل تنگ نہیں ہونا چاہیے

اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکین و تسلی اور حوصلہ افزائی ہے اور اس کے ذریعے امت کے تمام مبلغین کو درس اور سبق ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے یا تکلیفیں دینے کی وجہ سے تبلیغِ دین میں دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ نیکی کی دعوت کا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں تکالیف ضرور آتی ہیں۔ اسی لئے تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بے پناہ تکلیفیں اٹھائیں اور ان کے واقعات قرآنِ پاک میں بکثرت موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آگ میں ڈالا جانا، اپنے ملک سے ہجرت کرنا، لوگوں کا آپ کو تنگ کرنا یونہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہجرت کرنا، فرعون کا آپ کے مقابلے میں آنا، آپ کو جادوگر قرار دینا، آپ کو گرفتار کرنے کے منصوبے بنانا یونہی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بے پناہ تکلیفیں اٹھانا، لوگوں کا آپ پر مَعَاذَ اللّٰہ کوڑا پھینکنا، راستے میں کانٹے بچھانا، آپ کو شہید کرنے کے منصوبے بنانا، آپ کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کرنا، آپ کو جادوگر، کاہن، شاعر کہنا، آپ سے جنگ کرنا وغیرہ یہ ساری چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ راہِ تبلیغ میں تکالیف آنا ایک معمول کی چیز ہے اور انہیں برداشت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ یہ **قرآن مومنوں کیلئے نصیحت ہے**، اب یہاں آج کے مومنین و مسلمین سے بھی عرض ہے کہ ذرا اپنے احوال و اعمال پر غور کریں کہ کیا یہ قرآن سے نصیحت حاصل کررہے ہیں؟ یا انہیں قرآن کھولنے، پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی؟

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىٕلُوْنَ ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں تو ان پر ہمارا عذاب رات میں آیا یا جب وہ دوپہر کو سوتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کردیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا، یا (جب) وہ دوپہر کو سورہے تھے۔

﴿**وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا**: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں اپنے حبیب

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ڈرسنانے اور تبلیغ جاری رکھنے کا حکم فرمایا اور امت کو قرآنِ پاک کی پیروی کا حکم دیا، اب حکمِ الٰہی کی پیروی چھوڑ دینے اور اس سے اعراض کرنے کے نتائج پچھلی قوموں کے انجام کی صورت میں بتائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا عذاب ایسے وقت آیا جب کہ انہیں خیال بھی نہ تھا یا تو رات کا وقت تھا اور وہ آرام کی نیند سوتے تھے یا دن میں قَیلولہ کا وقت تھا اور وہ مصروفِ راحت تھے۔ نہ عذاب کے نزول کی کوئی نشانی تھی اور نہ کوئی قرینہ کہ پہلے سے آگاہ ہوتے بلکہ اچانک آ گیا اور وہ بھاگنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ اس سے کفار کو مُتَنَبِّہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اسبابِ امن و راحت پر مغرور نہ ہوں عذابِ الٰہی جب آتا ہے تو دفعۃً آ جاتا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا جب ہمارا عذاب ان پر آیا مگر یہی بولے کہ ہم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم (ہی) ظالم تھے۔

﴿فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ: تو ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔﴾ یعنی بستی والوں پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا تو اس وقت ان کی پکار اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے اور وہ لوگ اپنے اوپر آنے والے عذاب کو دور نہ کر سکے، خلاصہ یہ ہے کہ عذاب آنے پر اُنہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا لیکن اس وقت اعتراف بھی فائدہ نہیں دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب دیکھ کر توبہ کرنا یا ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ ایمانِ یاس قبول نہیں۔

فَلَنَسْــٴَـلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْــٴَـلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے اور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے۔

﴿فَلَنَسْــٴَـلَنَّ: تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے۔﴾ یعنی ان امتوں سے پوچھا جائے گا جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ تمہیں تمہارے رسولوں نے تبلیغ کی یا نہیں اور تم نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا اور ان کے حکم کی کیا تعمیل کی۔ اور رسولوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا آپ نے اپنی اُمتوں کو ہمارے پیغام پہنچائے اور تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ یہاں علماء نے فرمایا ہے کہ یہ سوال و جواب ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق نہ ہوگا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُسْــٴَـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

اور نہ کوئی بد باطن کافر یہ کہہ سکے گا کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تبلیغ نہیں فرمائی۔

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىٕبِیْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ہم ان کو بتادیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ضرور ہم ان کو اپنے علم سے بتادیں گے اور ہم غائب نہ تھے۔

﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ: تو ضرور ہم ان کو بتادیں گے۔﴾ یعنی قیامت میں ہمارا کفار سے اور ان کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پوچھ گچھ فرمانا قانونی کارروائی کیلئے ہوگا نہ کہ اس لئے کہ ہمیں اصل واقعہ کی خبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے واقعۂ تہمت میں لوگوں سے دریافت فرمانا امت کی تعلیم کے لئے قانونی کارروائی تھی۔

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے تو جن کے پلے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے۔

---

1 ……البقرۃ: ۱۱۹.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ : اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قیامت کے دن کا ایک حال بیان ہوا کہ اس دن انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں سے سوال کیا جائے گا، اور اس آیت میں قیامت کے دن کا دوسرا حال یعنی میزان پر اقوال اور اعمال کا وزن ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔

وزن اور میزان کا معنی

وزن کا معنی ہے کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا اور عرفِ عام میں ترازو سے کسی چیز کے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں۔[1] اور جس آلے کے ساتھ چیزوں کا وزن کیا جائے اسے میزان کہتے ہیں۔[2]

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''وزن'' سے ''میزان کے ذریعے اعمال کا وزن کرنا'' مراد ہے۔[3]

قیامت کے دن اعمال کے وزن کی صورتیں

قیامت کے دن اعمال کے وزن کی صورت کیا ہوگی اس بارے میں مفسرین نے تین ممکنہ صورتیں بیان فرمائی ہیں، ایک یہ ہے کہ اعمال اعراض کی قسم ہیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان اعراض کے مقابلے میں اجسام پیدا فرمادے اور ان اجسام کا وزن کیا جائے۔ دوسری صورت یہ کہ نیک اعمال حسین جسموں کی صورت میں کر دیئے جائیں گے اور برے اعمال قبیح جسموں میں بدل دیئے جائیں گے اور ان کا وزن کیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نفسِ اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا بلکہ اعمال کے صحائف کا وزن کیا جائے گا۔[4]

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اگر اس میں آسمانوں اور زمینوں کو رکھا جائے تو وہ اس کی بھی گنجائش رکھتا ہے۔ فرشتے کہیں گے: یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اس میں کس کو وزن کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا۔ فرشتے عرض کریں گے: تو پاک ہے، ہم تیری اس طرح عبادت نہیں کر سکے جو تیری عبادت کا حق ہے۔[5]

1 ......مفردات امام راغب، کتاب الواو، ص۸٦۸.

2 ......تاج العروس، باب النون، فصل الواو، ۳٦۱/۹.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۸، ۷۸/۲.

4 ......تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ۸، ۲۰۲/۵، خازن، الاعراف، تحت الآية: ۸، ۷۸/۲، ملتقطاً.

5 ......مستدرك، كتاب الاهوال، ذكر وسعة الميزان، ۸۰۷/۵، الحديث: ۸۷۷۸.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’نیکیوں اور برائیوں کا میزان میں وزن کیا جائے گا، اس میزان کی ایک ڈنڈی اور دو پلڑے ہیں۔ مومن کا عمل حسین صورت میں آئے گا اور اس کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کے مقابلے میں بھاری ہوگا۔[1]

میزان سے متعلق دو اہم باتیں

یہاں میزان کے بارے میں دو اہم باتیں ذہن نشین رکھیں:

(1)......صحیح اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان لا کر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے، رہی یہ بات کہ اس میزان کے دونوں پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ یہ سب ہماری عقل اور فہم کے دائرے سے باہر ہے اور نہ ہم اسے جاننے کے مُکَلَّف ہیں، ہم پر غیب کی چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔

(2)......میزان کو اس معروف ترازو میں مُنْحَصِر سمجھ لینا درست نہیں، اس دنیا میں ہی دیکھ لیں کہ مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کے ترازو جدا جدا ہیں، جب اس دنیا میں مختلف قسم کے ترازو ہیں جن سے نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیزوں کا وزن اور درجے کا فرق معلوم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قادرِ مُطْلَق ہے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن ایک ایسا حسی اور مقداری میزان قائم فرما دے جس سے بندوں کے اعمال کا وزن، درجات اور مراتب کا فرق ظاہر ہو جائے۔

میزانِ عمل بھر دینے والے اعمال

اس آیت میں قیامت کے دن میزان میں اعمال تولے جانے کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں چند ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جو میزانِ عمل کو بھر دیتے ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دو لفظ زبان پر آسان ہیں، میزان میں بھاری ہیں اور رحمٰن کو محبوب ہیں (وہ دو لفظ یہ ہیں) **سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ**۔‘‘[2]

---

1 ......شعب الایمان، الثامن من شعب الایمان ... الخ، ۱/۲۶۰، الحدیث: ۲۸۱.

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، ۴/۲۲۰، الحدیث: ۶۴۰۶.

حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پاکیزگی نصف ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میزان کو بھر دیتا ہے۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمام آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان اور ان کے نیچے ہے، یہ سب اگر تم لے کر آؤ اور اسے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور کلمہ شہادت کو دوسرے پلڑے میں تو وہ پہلے پلڑے سے بھاری ہوگا۔[2]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھے اخلاق سے زیادہ میزان میں کوئی چیز بھاری نہیں ہے۔[3]

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کے پلے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی ان زیادتیوں کا بدلہ جو ہماری آیتوں پر کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

﴿**وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ:** اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے اور ان میں کوئی نیکی نہ ہوگی تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ بعض علماء کے نزدیک قیامت کے

---

1 ……مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، ص ۱۴۰، الحدیث: ۱(۲۲۳).

2 ……معجم الکبیر، ۱۲/۱۹۶، الحدیث: ۱۳۰۲۴.

3 ……ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/۳۳۲، الحدیث: ۴۷۹۹.

دن صرف مسلمانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور کافروں کے اعمال کا وزن نہ ہوگا لیکن اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل کر دے گا۔

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَؕ-قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۠(۱۰)

ع-۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لیےاس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا اور تمہارے لیےاس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے ، تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔

﴿وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ: اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا۔﴾ یہاں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عظیم نعمتوں کو یاد دلایا کہ جن کی وجہ سے نعمتیں عطا فرمانے والے کا شکر ادا کرنا لازم ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ’’ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے اور اپنے فضل سے تمہیں راحتیں مہیا کیں ، غذا ، پانی ، ہوا ، سورج کی روشنی سب یہاں ہی بھیجی کہ تمہیں ان کے لئے آسمان پر یا سمندر میں جانے کی حاجت نہیں۔ زمین میں رہنے کا ٹھکانہ دینا اور زندگی گزارنے کے اسباب مہیا فرمانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے کیونکہ اس نعمت میں زندگی کی تمام تر نعمتیں آگئیں ، کھانے پینے ، پہننے ، رہنے وغیرہ کے لئے تمام مطلوبہ چیزیں اس میں داخل ہیں لیکن اس کے باوجود لوگوں میں ناشکری غالب ہے۔ لوگوں کی کم تعداد شکر ادا کرتی ہے اور جو شکر کرتے ہیں وہ بھی کما حقہ ادا نہیں کرتے۔

شکر کی حقیقت اور اس کے فضائل

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نعمت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف منسوب کرے اور نعمت کا اظہار کرے جبکہ ناشکری یہ ہے کہ آدمی نعمت کو بھول جائے اور اسے چھپائے۔ قرآن و حدیث میں شکر کا حکم اور اس کے فضائل بکثرت بیان کئے گئے

ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میرا شکرادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اور ارشاد فرماتا ہے

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے، اس کے ہر حال میں بھلائی ہے اگر اس کو راحت پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کی کامیابی ہے اور اگر اس کو ضرر پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کی کامیابی ہے۔ [4]

امام محمد بن محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''دل کا شکر یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ خیر اور نیکی کا ارادہ کیا جائے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے اور باقی اعضا کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کیا جائے اور ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں صرف ہونے سے بچایا جائے حتّٰی کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اس پر پردہ ڈالے [5]۔ [6]

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖۗ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۱۱﴾

---

1 ......بقرہ:۱۵۲.

2 ......النساء:۱۴۷.

3 ......ابراھیم:۷.

4 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن امره كله خير، ص۱۵۹۸، الحديث: ۶۴(۲۹۹۹).

5 ......احياء العلوم، كتاب الصبر والشكر، الركن الاول فى نفس الشكر، بيان فضيلة الشكر، ۴/۱۰۳-۱۰۴.

6 ......شکر کے مزید فضائل جاننے کے لئے کتاب ''شکر کے فضائل'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ : اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ یہاں سے ایک اور عظیم نعمت یاد دلائی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی تمام اولاد پر فرمائی اور یہ نعمت ایسی ہے کہ صرف یہی نعمت ادائے شکر کے لازم ہونے کے لئے کافی ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یہاں یا تو یہ مراد ہے کہ ہم نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں ان کی اولاد کی صورت بنائی یا یہاں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا تذکرہ ہے کہ ہم نے آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا، ان کی صورت بنائی اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں۔ بقیہ تفصیلی واقعہ آیتِ مبارکہ میں بھی موجود ہے اور تخلیقِ آدم وسجدۂ آدم کا واقعہ سورۂ بقرہ آیت **34** میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔ یہاں اس قصے کے بیان کا مقصد ایک مرتبہ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمت کو یاد دلانا ہے۔ شرفِ انسانیت کو بیان کرنا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دوست اور دشمن کی روش کو دکھانا ہے کہ دیکھو دوست بھول کر بھی خطا کرتا ہے تو کس طرح گریہ وزاری کرتا ہے اور محبوبِ حقیقی کو منانے کی کوشش کرتا ہے اور دشمنِ خدا قصداً تکبر سے حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے اور توبہ ومعافی طلب کرنے کی بجائے غرور وتکبر اور حیلہ وتاویل کی راہ اپناتا ہے اور اپنا قصور ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا بلکہ الٹا تقدیر کا بہانا بنا کر خود کو قصور وار قرار دینے کی بجائے کہتا ہے کہ یا اللہ! یہ میرا نہیں بلکہ تیرا قصور ہے کیونکہ تو نے ہی مجھے گمراہ کیا ہے۔ یہ مضمون چند آیات کے بعد موجود ہے۔ گویا اِس قصے کے ذریعے فرمانبردار اور نافرمان کا راستہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر

ہوں تونے مجھے آگ سے بنایا اوراسے مٹی سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تونے مجھے آگ سے بنایا اوراسے مٹی سے بنایا۔

﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ: تونے مجھے آگ سے بنایا۔﴾ اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل اوراعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہوگا جس کی اصل مٹی ہو اور اس خبیث کا یہ خیال غلط و باطل تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک ومولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل اور جوہر پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہے نیز آگ کا مٹی سے افضل ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش اور تیزی اور بلندی چاہنا ہے اور یہ چیزیں تکبر کا سبب بنتی ہے جبکہ مٹی سے وقار، حلم اور صبر حاصل ہوتے ہیں۔ یونہی مٹی سے ملک آباد ہوتے ہیں جبکہ آگ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ نیز مٹی امانت دار ہے جو چیز اس میں رکھی جائے مٹی اسے محفوظ رکھتی ہے جبکہ جو چیز آگ میں ڈالی جائے، آگ اسے فنا کر دیتی ہے۔ نیز مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور آگ مٹی کو فنا نہیں کرسکتی۔ نیز یہاں ایک اور بات یہ ہے کہ شیطان پرلے درجے کا احمق و بدبخت تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا صریح حکم موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابلے میں قیاس کیا اور جو قیاس نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ امر (حکم) وجوب کے لئے ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو شیطان سے سجدہ نہ کرنے کا سبب دریافت فرمایا تو یہ اس کی ڈانٹ پھٹکار کیلئے تھا اور اس لئے کہ شیطان کی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دشمنی اور اس کا کفر وتکبر ظاہر ہوجائے نیز اپنی اصل یعنی آگ پر مغرور ہونا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اصل یعنی مٹی کی تحقیر کرنا ظاہر ہوجائے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو یہاں سے اُتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے اُتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے۔

﴿قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا: فرمایا تو یہاں سے اُتر جا۔﴾ یعنی جنت سے اتر جا کہ یہ جگہ اطاعت و تواضع کرنے والوں کی ہے منکر و سرکش کی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت پہلے سے موجود ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت اوپر ہے، زمین کے نیچے نہیں کیونکہ اترنا اوپر سے ہوتا ہے۔

﴿اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ : بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے۔﴾ کہ انسان تیری مذمت کرے گا اور ہر زبان تجھ پر لعنت کرے گی اور یہی تکبر والے کا انجام ہے۔

تکبر کی مذمت

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر ایسا مذموم وصف ہے کہ ہزاروں برس کا عبادت گزار اور فرشتوں کا استاد کہلانے والا ابلیس بھی اس کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مردود ٹھہرا اور قیامت تک کے لئے ذلت و رسوائی کا شکار ہوگیا۔ ذیل میں ہم تکبر کی مذمت پر مشتمل 4 احادیث اور عاجزی کے فضائل کے بیان میں 4 احادیث اور ایک حکایت ذکر کر رہے ہیں تاکہ مسلمان ابلیس کے انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ان احادیث کو بھی پڑھیں اور تکبر چھوڑ کر عاجزی اختیار کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے بدترین بندے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ بداخلاق اور متکبر ہے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند لٹکائے گا تو قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمائے گا۔[2]

(3)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن تکبر کرنے والے چیونٹیوں کی طرح آدمیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، ہر طرف سے ذلت انہیں ڈھانپ لے گی، انہیں جہنم کے قیدخانے کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام ''بولس'' ہے، آگ ان پر چھا جائے گی اور انہیں ''طِیْنَۃُ الْخَبَالْ'' یعنی جہنمیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔[3]

---

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث حذيفة بن اليمان عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم، ۹/۱۲۰، الحديث: ۲۳۵۱۷.

2 ......بخاری، کتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، ٤/٤٦، الحديث: ٥٧٨٨.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة، ٤٧-باب، ٤/٢٢١، الحديث: ٢٥٠٠.

(4)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''(1)

عاجزی کے فضائل

(1)......حضرت عیاض بن حمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف یہ وحی فرمائی ہے کہ تم لوگ عاجزی اختیار کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے۔''(2)

(2)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، سرورِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! عاجزی اپناؤ کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ عاجزی کرنے والوں سے محبت، اور تکبر کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔''(3)

(3)......حضرت انس جُہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قدرت کے باوجود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اعلیٰ لباس ترک کر دیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔''(4)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو مسلمان بھائی پر بلندی چاہتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے پستی میں ڈال دیتا ہے۔''(5)

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عاجزی

جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شام کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان کے ساتھ تھے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گھٹنوں تک پانی تھا، آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، آپ اونٹنی سے اترے اور اپنے موزے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے، پھر اونٹنی کی لگام تھام کر پانی میں داخل ہوگئے تو حضرت ابو عبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے امیرُ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ یہ کام کر رہے

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه، ص ٦٠، الحدیث: ١٤٧(٩١).

2 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب البراءة من الکبر والتواضع، ٤/٤٥٩، الحدیث: ٤١٧٩ .

3 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ٢/٥٠، الحدیث: ٥٧٣١، الجزء الثالث.

4 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ٣٩-باب، ٤/٢١٧، الحدیث: ٢٤٨٩ .

5 ......معجم الاوسط، من اسمه محمد، ٥/٣٩٠، الحدیث: ٧٧١١ .

ہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ یہاں کے باشندے آپ کو نظر اٹھا کر دیکھیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا ''افسوس! اے ابوعبیدہ! اگر یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا تو میں اسے اُمتِ محمدی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے عبرت بنا دیتا، ہم ایک بے سروسامان قوم تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی، جب بھی ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عزت کے علاوہ سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا کردے گا[1]۔[2]

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے۔

﴿قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ: فرمایا تجھے مہلت ہے۔﴾ یعنی پہلے نفخہ (صور پھونکنے) تک تجھے مہلت ہے۔ اس مہلت کی مدت سورۂ حجر کی ان آیات میں بیان فرمائی گئی:

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔

اور یہ نفخۂ اُولیٰ کا وقت ہے جب سب لوگ مرجائیں گے۔ شیطان مردود نے دوسرے نفخہ (صور پھونکنے) تک یعنی مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے وقت تک کی مہلت چاہی تھی اور اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ موت کی سختی سے بچ جائے مگر یہ درخواست قبول نہ ہوئی اور اسے پہلے نفخہ تک کی مہلت دی گئی کہ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوجائے گا۔

1 ...... الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الاول فی الکبائر الباطنة... الخ، ۱/۱۶۱.

2 ...... تکبر کی مذمت اور عاجزی کے فضائل وغیرہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

3 ...... حجر: ۳۷، ۳۸.

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان نے کہا: مجھے اِس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔

﴿قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ: شیطان نے کہا: مجھے اِس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔﴾ شیطان نے یہاں گمراہ کرنے کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف کی، اِس میں یا تو شیطان نے خود کو مجبورِ محض مان کر جبر یہ فرقے کی طرح یہ بات کی جو یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبورِ محض ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کے طور پر کہا کیونکہ ہر شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت و تخلیق سے ہوتی ہے لیکن چونکہ بندے کے کسب و فعل کا بھی دخل ہوتا ہے اس لئے حکم ہے کہ برائی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا چاہیے لیکن شیطان جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا گستاخ ہو چکا تھا تو اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی گستاخ بن گیا۔ معلوم ہوا کہ نبی کا گستاخ بالآخر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی کھلم کھلا گستاخ بن جاتا ہے۔

﴿لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ: میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔﴾ یعنی باپ کا بدلہ اولاد سے لوں گا۔ بنی آدم کے دِل میں وسوسے ڈالوں گا اور اُنہیں باطل کی طرف مائل کروں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، تیری اطاعت اور عبادت سے روکوں گا اور گمراہی میں ڈالوں گا۔ بعض کو کافر و مشرک بنادوں گا تاکہ دوزخ میں اکیلا نہ جاؤں بلکہ جماعت کے ساتھ جاؤں۔

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىٕلِهِمْؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

﴿ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ: پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا۔﴾ شیطان نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پھر میں ضرور بنی آدم کے آگے، پیچھے اور ان کے دائیں، بائیں یعنی چاروں طرف سے ان کے پاس آؤں گا اور اُنہیں گھیر کر راہِ راست سے روکوں گا تا کہ وہ تیرے راستے پر نہ چلیں اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں ''سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا اور پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا اور دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا۔[1] چونکہ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرنے، شہوتوں اور قبیح افعال میں مبتلاء کرنے میں اپنی انتہائی سعی خرچ کرنے کا عزم کر چکا تھا یا وہ انسان کی اچھی بری صفات سے واقف تھا یا اس نے فرشتوں سے سن رکھا تھا، اس لئے اسے گمان تھا کہ وہ بنی آدم کو بہکا لے گا اور انہیں فریب دے کر خداوندِ عالم کی نعمتوں کے شکر اور اس کی طاعت و فرمانبرداری سے روک دے گا۔

انسان کو بہکانے میں شیطان کی کوشش

حضرت سبرہ بن ابوفاکہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''شیطان، اِبنِ آدم کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو اسلام کے راستے سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟ لیکن وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر اس کو ہجرت کرنے کے راستے سے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''کیا تم ہجرت کرو گے اور اپنے وطن کی زمین اور آسمان چھوڑ دو گے؟ حالانکہ مہاجر کی مثال تو کھونٹے سے بندھے ہوئے اس گھوڑے کی

[1]......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۷، ۲/۸۱.

طرح ہے جو اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا ہو اور اس کھونٹے کی حدود سے نکل نہ سکتا ہو۔ (مراد یہ کہ شیطان مہاجر کو ایک بے کس و بے بس کی شکل میں پیش کر کے آدمی کو بہکاتا ہے لیکن اگر) وہ شخص اس کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے تو شیطان اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے، وہ اس شخص سے کہتا ہے کہ ’’کیا تم جہاد کرو گے اور یہ اپنی جان اور مال کو آزمائش میں ڈالنا ہے اور اگر تم جہاد کے دوران مارے گئے تو تمہاری بیوی کسی اور شخص سے نکاح کر لے گی اور تمہارا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن وہ شخص پھر بھی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد کرنے چلا جاتا ہے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: سو جس شخص نے ایسا کیا تو اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو مسلمان قتل کیا گیا تو اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے اور جو مسلمان غرق ہو گیا تو اسے جنت میں داخل کرنا اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس مسلمان کو اس کی سواری نے ہلاک کر دیا اس کو جنت میں داخل کرنا اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ [1]

شیطان سے پناہ مانگنے کی ترغیب

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ شیطان مردود سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہے اور اس میں کسی طرح سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو کیونکہ تم اگرچہ اسے دیکھ نہیں رہے لیکن وہ تم سے غافل نہیں۔ [2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’شیطان کے شر سے اپنے آپ کو حتی الامکان بچاؤ اور اس سلسلے میں تمہارے لئے سب سے بڑی یہی دلیل کافی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ [3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم عرض کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔

تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو سارے جہان سے بہتر، سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے، سب سے زیادہ عقلمند اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ رتبہ اور فضیلت رکھنے والے ہیں، انہیں اس بات کی ضرورت ہے

1 ……نسائی، کتاب الجهاد، ما لمن اسلم وهاجر وجاهد، ص۵۰۹، الحدیث: ۳۱۳۱.

2 ……مسند الفردوس، باب لام الف، ۴۷/۵، الحدیث: ۷۴۱۷.

3 ……مومنون: ۹۷، ۹۸.

کہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں تو تمہاری حیثیت ہی کیا ہے! حالانکہ تم جاہل، عیب و نقص والے اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہو (تو کیا تم شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے محتاج نہیں ہو؟ یقیناً محتاج ہو اور بہت زیادہ محتاج ہو)۔[1]

شیطان سے حفاظت کی دعا

حضرت جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو شخص رات کے وقت اپنے بستر پر جائے تو یہ کہہ لیا کرے ''بِسْمِ اللهِ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ''۔[2]

حضرت شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا طریقہ

حضرت شقیق بلخی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''روزانہ صبح کے وقت شیطان میرے پاس آگے پیچھے، دائیں بائیں سے آتا ہے، میرے سامنے آکر کہتا ہے ''تم خوف نہ کرو بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑا غفور و رحیم ہے۔ یہ سن کر میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

(مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا تو ہے لیکن اس آیت کے مطابق ان لوگوں کو بخشنے والا ہے جو توبہ و ایمان و اعمالِ صالحہ والے ہیں لہٰذا میں عمل سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا) اور شیطان میرے پیچھے سے مجھے یہ خوف دلاتا ہے کہ میری اولاد محتاج ہو جائے گی۔ تب میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

(مراد یہ کہ مجھے رزق کی فکر ڈال کر اللہ سے غافل نہ کر کیونکہ رزق تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے۔) پھر شیطان میری دائیں طرف سے آکر میری تعریف کرتا ہے، اس وقت میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ[5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے۔

---

1 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، فصل فى معالجة الدنيا والخلق والشيطان والنفس، ص١٠٢.

2 ......معجم الكبير، جندب بن عبد الله البجلى... الخ، ١٧٦/٢، الحديث: ١٧٢٢.

3 ......طٰه:٨٢.

4 ......هود:٦.

5 ......اعراف: ١٢٨.

(یعنی مجھے اچھا کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں اچھا تب ہوں گا جب میرا انجام اچھا ہوگا اور انجام تب اچھا ہوگا جب میں متقی بنوں گا) پھر شیطان میری بائیں طرف سے نفسانی خواہشات میں سے کچھ لے کر آتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے درمیان اوران کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی۔

(مراد یہ کہ نفسانی خواہشات سے دور رہنے میں ہی کامیابی ہے۔)[2]

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا ضرور جواُن میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے ذلیل ومردود ہوکر نکل جا۔ بیشک ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا: (اللہ نے) فرمایا: تو یہاں سے نکل جا۔﴾ فرمایا کہ تو یہاں سے ذلیل ومردود ہوکر نکل جا آج فرشتوں میں ذلیل اور آئندہ ہر جگہ ذلیل وخوار ہو کہ لعنت کی مار تجھ پر پڑتی رہے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی دشمنی تمام کفروں سے بڑھ کر ہے، شیطان عالم وزاہد ہونے کے باوجود نبی کی تعظیم سے انکار پر ایسا ذلیل ہوا۔

﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ: میں ضرور تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔﴾ یعنی اے شیطان! تجھ کو بھی اور تیری اولاد کو بھی اور تیری اطاعت کرنے والے آدمیوں کو بھی سب کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

1 ......سبا: ٥٤.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٧، ٨٢/٢.

جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھرا جائے گا

اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں شیطان، جنات اور انسان سب ہی جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے جہنم کو بھر دے گا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَــٴَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بیشک میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ملا کر بھر دوں گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جہنم اور جنت میں مُباحثہ ہوا تو جہنم نے کہا: مجھ میں جبّار اور متکبر لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا: مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا ''تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعے عذاب دوں گا۔ جنت سے فرمایا ''تم میری رحمت ہو، میں تمہارے ذریعے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کو پُر ہونا ہے۔ [2]

وَ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا

---

1 ……ھود: ۱۱۹۔

2 ……مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب النار یدخلها الجبارون ... الخ، ص۱۵۲۴، الحدیث: ۳۴(۲۸۴۶)۔

الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے آدم تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو تو اُس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے۔ پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے۔ اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو اُتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو پھر اُس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اُس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا تا کہ ان پر ان کی چھپی ہوئی شرم کی چیزیں کھول دے اور کہنے لگا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو وہ دھوکہ دے کر ان دونوں کو اُتار لایا پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کی شرم کے مقام ان پر کھل گئے اور وہ جنت کے پتے ان پر ڈالنے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

﴿وَ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ: اور اے آدم! تم رہو۔﴾ اس آیت اور بعد والی چند آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے

کہ شیطان کو ذلیل و رسوا کر کے جنت سے نکال دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ آپ اور آپ کی بیوی حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا جنت میں رہو اور جنتی پھلوں میں سے جہاں چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔ وہ درخت گندم تھا یا کوئی اور، (جو بھی رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔) شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو وسوسہ ڈالا چنانچہ ابلیس ملعون نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاتے ہوئے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: ''اس درخت میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھانے والا فرشتہ بن جاتا ہے یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ ممانعت کی کچھ تاویلیں کر کرا کے دونوں کو اس درخت سے کھانے کی طرف لے آیا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں چونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بھی بول سکتا ہے نیز جنت قربِ الٰہی کا مقام تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی اُس مقامِ قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا دائمی بننے سے یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا اور ممانعت کو محض تنزیہی سمجھتے ہوئے یا خاص درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے درخت سے کھالیا۔ اس کے کھاتے ہی جنتی لباس جسم سے جدا ہو گئے اور پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو گئے۔ جب بے سَتری ہوئی تو ان بزرگوں نے انجیر کے پتے اپنے جسم شریف پر ڈالنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم و حوا! تم اپنی ذریت کے ساتھ جو تمہاری پیٹھ میں ہے جنت سے اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور دنیاوی زندگی سے نفع اٹھانا ہے۔

﴿ وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ: اور وہ دونوں چپٹانے لگے۔﴾ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے لباس جدا ہوتے ہی دونوں کا پتوں کے ساتھ اپنے بدن کو چھپانا شروع کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پوشیدہ اعضاء کا چھپانا انسانی فطرت میں داخل ہے۔ لہٰذا جو شخص ننگے ہونے کو فطرت سمجھتا ہے جیسے مغربی ممالک میں ایک طبقے کا رجحان ہے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہوجائیں گے۔

﴿ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا: ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی﴾ اپنی جانوں پر زیادتی کرنے سے مراد اِس آیت میں گناہ کرنا نہیں ہے بلکہ اپنا نقصان کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ جنت کی بجائے زمین پر آنا پڑا اور وہاں کی آرام کی زندگی کی جگہ یہاں مشقت کی زندگی اختیار کرنا پڑی۔

حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عمل میں مسلمانوں کے لئے تربیت

حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی لغزش کے بعد جس طرح دعا فرمائی اس میں مسلمانوں کے لئے یہ تربیت ہے کہ ان سے جب کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہ پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اس کا اعتراف کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت کا انتہائی لَجاجت کے ساتھ سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا گناہ بخش دے اور ان پر اپنا رحم فرمائے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں "مومن بندے سے جب کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے حیا کرتا ہے، پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! وہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ کیا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ استغفار اور توبہ کرنا ہے، لہٰذا توبہ کرنے سے کوئی آدمی بھی شرم محسوس نہ کرے کیونکہ اگر توبہ نہ ہوتو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بھی خلاصی اور نجات نہ پاسکے، تمہارے جدِ اعلیٰ (حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) سے جب لغزش صادر ہوئی تو توبہ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمایا۔ [1]

[1] ......در منثور، الاعراف، تحت الآیة: ۲۳، ۳/۴۳۳.

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

ع ۲ ۱۵ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اُترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ فرمایا اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے اٹھائے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تم اتر جاؤ، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور نفع اٹھانا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا: تم اسی میں زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔

﴿قَالَ اهْبِطُوْا: فرمایا اُترو۔﴾ دونوں حضرات کو جنت سے اتر جانے کا حکم ہوا کیونکہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تخلیق کا اصل مقصد تو انہیں زمین میں خلیفہ بنانا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم سے پہلے ہی فرشتوں کے سامنے بیان فرما دیا تھا اور سورۂ بقرہ میں صراحت سے مذکور ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اولادِ آدم نے آپس میں عداوت و دشمنی بھی کرنا تھی اور جنت جیسی مقدس جگہ ان چیزوں کے لائق نہیں لہٰذا مقصدِ تخلیقِ آدم کی تکمیل کیلئے اور اس کے مابعد رونُما ہونے والے واقعات کیلئے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو زمین پر اتارا گیا۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا

ہے اور (ایک لباس وہ جو) زیب وزینت ہے اور پرہیز گاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ: اے آدم کی اولاد۔﴾ گزشتہ آیات میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لباس وطعام کا ذکر ہوا اب یہاں سے ان کی اولاد کے لباس وطعام کی اہمیت اور اس کے متعلقہ احکام کا بیان ہے اور چونکہ گزشتہ آیات میں تخلیقِ آدم کا بیان ہوا تو یہاں سے بار بار **اے اولادِ آدم!** کے الفاظ سے خطاب کیا جارہا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے ٹھہرنے کی جگہ بنایا تو وہ تمام چیزیں بھی ان پر نازل فرمائیں جن کی دین یا دنیا کے اعتبار سے انہیں حاجت تھی۔ اُن میں سے ایک چیز لباس بھی ہے جس کی طرف دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے حاجت ہے۔ دین کے اعتبار سے تو یوں کہ لباس سے ستر ڈھانپنے کا کام لیا جاتا ہے کیونکہ سترِ عورت نماز میں شرط ہے اور دنیا کے اعتبار سے یوں کہ لباس گرمی اور سردی روکنے کے کام آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے لباس اتارے دو جسمانی اور ایک روحانی۔ جسمانی لباس بعض تو سترِ عورت کے لئے اور بعض زینت کے لئے ہیں، یہ دونوں اچھے ہیں اور روحانی لباس ایمان، تقویٰ، حیا اور نیک خصلتیں ہیں۔ یہ تمام لباس آسمان سے اترے ہیں کیونکہ بارش سے روئی اون اور ریشم پیدا ہوتی ہے، یہ بارش آسمان سے آتی ہے اور وحی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور وحی بھی آسمان سے آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لباس صرف انسانوں کے لئے بنایا گیا اسی لئے جانور بے لباس ہی ہوتے ہیں۔ سترِ عورت چھپانے کے قابل لباس پہننا فرض ہے اور لباسِ زینت پہننا مستحب ہے۔ لباس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے اس لئے اس کے پہننے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لباس

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ تر سوتی لباس پہنتے تھے اون اور روئی کا لباس بھی کبھی کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے استعمال فرمایا۔ لباس کے بارے میں کسی خاص پوشاک یا امتیازی لباس کی پابندی نہیں فرماتے تھے۔ جبہ، قبا، پیرہن، تہبند، حلہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، موزہ ان سب کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زیبِ تن فرمایا ہے۔ پائجامہ کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پسند فرمایا اور منیٰ کے بازار میں ایک پائجامہ خریدا بھی تھا لیکن یہ ثابت نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پائجامہ پہنا ہو۔ [1]

1 ...... سیرت مصطفیٰ، شمائل وخصائل، ص۵۸۱۔

سفید لباس کی فضیلت

حضرت سُمُرہ بن جُندُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاک اور ستھرے ہیں اور انہیں میں اپنے مردے کفناؤ۔ ''(1)

نیا اور پرانا لباس پہنتے وقت کی دعائیں

(1)......حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جو شخص کپڑا پہنے اور یہ پڑھے: ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّی وَلَا قُوَّۃٍ** ''(ترجمہ: تمام تعریفیں اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ (لباس) پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا) تو اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (2)

(2)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب نیا کپڑا پہنتے تو اُس کا نام لیتے عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر یہ دعا پڑھتے: ''**اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ** '' (ترجمہ: اے اللّٰہ تیرا شکر ہے جیسے تو نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا ویسے ہی میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) (3)

لباس کی عمدہ تشریح

امام راغب اصفہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے لباس کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''ہر وہ چیز جو انسان کی بری اور ناپسندیدہ چیز کو چھپالے اسے لباس کہتے ہیں شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو بری چیزوں سے چھپالیتی ہے، وہ ایک دوسرے کی پارسائی کی حفاظت کرتے ہیں اور پارسائی کے خلاف چیزوں سے ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ ہوتے ہیں اس لئے انہیں ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے:

1......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی لبس البیاض، ۴/۳۷۰، الحدیث: ۲۸۱۹.

2......مستدرک، کتاب اللباس، الدعاء عند فراغ الطعام، ۵/۲۷۰، الحدیث: ۷۴۸۶.

3......شرح السنۃ للبغوی، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوباً جدیداً، ۶/۱۷۲، الحدیث: ۳۰۰۵.

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

لباس سے انسان کی زینت ہوتی ہے، اسی اعتبار سے فرمایا ہے ''لِبَاسُ التَّقْوٰى'' (تقویٰ کا معنی ہے برے عقائد اور برے اعمال کو ترک کر دینا اور پاکیزہ سیرت اپنانا، جس طرح کپڑوں کا لباس انسان کو سردی، گرمی اور برسات کے موسموں کی شدت سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح تقویٰ کا لباس انسان کو اُخروی عذاب سے بچاتا ہے۔)[2]

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا اتروادیئے ان کے لباس کہ ان کی شرم کی چیزیں انہیں نظر پڑیں بیشک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے بیشک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروادیئے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے۔

﴿يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ: اے آدم کی اولاد!﴾ شیطان کی فریب کاری اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اس کی دشمنی وعداوت کا بیان فرما کر بنی آدم کو مُتَنَبِّہ اور ہوشیار کیا جارہا ہے کہ وہ شیطان کے وسوسے، اغواء اور اس کی مکاریوں سے بچتے رہیں۔ جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ایسی فریب کاری کر چکا ہے وہ اُن کی اولاد کے ساتھ کب درگزر کرنے والا

1 ……البقرة:۱۸۷.

2 ……مفردات امام راغب، كتاب اللام، ص ٧٣٤-٧٣٥ ملخصاً.

ہے۔اس میں مومن، کافر، ولی، عالم، پرہیز گار سب سے خطاب ہے،کوئی اپنے آپ کو ابلیس سے محفوظ نہ جانے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تا کہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھا دے۔

﴿اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ: بیشک وہ خود تمہیں دیکھتا ہے۔﴾ یعنی شیطان اور اس کی ذریت سارے جہان کے لوگوں کو دیکھتے ہیں جبکہ لوگ انہیں نہیں دیکھتے۔ جہاں کسی نے کسی جگہ اچھے کام کا ارادہ کیا، اُسے اُس کی نیت کی خبر ہوگئی اور فوراً بہکا دیا۔

شیطان سے مقابلہ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے طریقے

یاد رہے کہ جو دشمن تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے اس سے اللہ تعالیٰ کے بچائے بغیر خلاصی نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت ذوالنون رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”شیطان ایسا ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے اور تم اُسے نہیں دیکھ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا تو تم اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔[1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے اس کے نقصان سے بہت زیادہ ڈرے اور ہر وقت اس سے مقابلے کے لئے تیار رہے۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”صوفیاءِ کرام کے نزدیک شیطان سے جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے دو طریقے ہیں:

(1)......شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کیونکہ شیطان ایک ایسا کتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تم پر مُسَلَّط فرما دیا ہے، اگر تم اس سے مقابلہ و جنگ کرنے اور اسے (خود سے) دور کرنے میں مشغول ہو گئے تو تم تنگ آ جاؤ گے اور تمہارا قیمتی وقت ضائع ہو جائے گا اور بالآخر وہ تم پر غالب آ جائے گا اور تمہیں زخمی و ناکارہ بنا دے گا اس لئے اس کے مالک ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا اور اسی کی پناہ لینی ہو گی تاکہ وہ شیطان کو تم سے دور کر دے اور یہ تمہارے لئے شیطان کے ساتھ جنگ اور مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔

(2)......شیطان سے مقابلہ کرنے، اسے دفع دور کرنے اور اس کی تردید و مخالفت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

---

[1] ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۱۵۰.

میں (امام غزالی) کہتا ہوں: میرے نزدیک اس کا جامع اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں طریقوں کو بروئے کار لایا جائے لہٰذا سب سے پہلے شیطان مردود کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان لعین سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر تم یہ محسوس کرو کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے باوجود شیطان تم پر غالب آنے کی کوشش کر رہا ہے اور تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لینا چاہتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مجاہدے اور عبادت میں تمہاری قوت کی سچائی وصفائی دیکھے اور تمہارے صبر کی جانچ فرمائے۔ جیسا کہ کافروں کو ہم پر مسلط فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کفار کے عزائم اور ان کی شرانگیزیوں کو ہمارے جہاد کئے بغیر ملیا میٹ کر دینے پر قادر ہے لیکن وہ انہیں صفحۂ ہستی سے ختم نہیں فرماتا بلکہ ہمیں ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے تا کہ جہاد، صبر، گناہوں سے چھٹکارا اور شہادت سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے اور ہم اس امتحان میں کامیاب وکامران ہو جائیں تو اسی طرح ہمیں شیطان سے بھی انتہائی جاں فشانی کے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر ہمارے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ شیطان سے مقابلہ کرنے اور اس پر غلبہ حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں:

(1)......تم شیطان کے مکر وفریب اور اس کی حیلہ سازیوں سے ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ جب تمہیں اس کی حیلہ سازیوں کا علم ہو گا تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جس طرح چور کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ مالک مکان کو میرے آنے کا علم ہو گیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔

(2)......جب شیطان تمہیں گمراہیوں کی طرف بلائے تو تم اسے رد کر دو اور تمہارا دل قطعاً اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ تم اس کی پیروی کرو کیونکہ شیطان لعین ایک بھونکنے والے کتے کی طرح ہے، اگر تم اسے چھیڑو گے تو وہ تمہاری طرف تیزی کے ساتھ لپکے گا اور تمہیں زخمی کر دے گا اور اگر تم اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو گے تو وہ خاموش رہے گا۔

(3)......اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو اور ہمہ وقت خود کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رکھو[1]۔[2]

کیا انسان جن کو دیکھ سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ایسا علم وادراک دیا ہے کہ وہ انسانوں کو دیکھتے ہیں اور انسانوں کو ایسا ادراک نہیں ملا کہ وہ

1......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الثالث: الشيطان، ص٥٥-٥٦.

2......شیطان کے مکر وفریب اور اس کے ہتھیاروں کے بارے میں جاننے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی کتاب ''شیطان کے بعض ہتھیار'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ہر وقت جنوں کو دیکھ سکیں البتہ بعض اوقات انسان بھی جنات کو دیکھ لیتے ہیں۔

مخلوق کے لئے وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان کا علم اور اس کی قدرت بہت وسیع ہے کہ ہر زبان میں ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس قدر وسیع علم وقدرت ماننا شرک نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے لیکن ان لوگوں پر افسوس ہے جو شیطان کی وسعتِ علم کو تو فوراً مان لیتے ہیں لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ایسا وسیع علم ماننے کو شرک قرار دیتے ہیں۔

﴿اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ: بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے۔﴾ یعنی شیطان بظاہر کفار کا دوست ہے اور کفار دل سے شیطان کے دوست ہیں ورنہ شیطان درحقیقت کفار کا بھی دوست نہیں وہ تو ہر انسان کا دشمن ہے کہ سب کو اپنے ساتھ جہنم میں لیجانے کی کوشش کرنا اس کا مطلوب ومراد ہے۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَاؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا تو فرماؤ بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا تھا اور اللہ نے (بھی) ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ: بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں؟

﴿وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً: اور جب کوئی بے حیائی کریں۔﴾ "فَاحِشَةً" یعنی بے حیائی کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم فرماتے ہیں: اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے مرد وعورت

کا ننگے ہو کر کعبہ معظّمہ کا طواف کرنا ہے۔ حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ بے حیائی سے مراد شرک ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہر قبیح فعل اور تمام صغیرہ کبیرہ گناہ اس میں داخل ہیں اگرچہ یہ آیت خاص ننگے ہو کر طواف کرنے کے بارے میں آئی ہے۔ جب کفار کی ایسی بے حیائی کے کاموں پر اُن کی مذمت کی گئی تو اس پر انہوں نے اپنے قبیح افعال کے دو عذر بیان کئے، ایک تو یہ کہ اُنہوں نے اپنے باپ دادا کو یہی فعل کرتے پایا لہٰذا اُن کی اتباع میں یہ بھی کرتے ہیں۔ اس عذر کا بار بار قرآن میں رد کر دیا گیا کہ یہ اتباع تو جاہل و بدکار کی اتباع ہوئی اور یہ کسی صاحبِ عقل کے نزدیک جائز نہیں۔ اتباع تو اہلِ علم وتقویٰ کی کی جاتی ہے نہ کہ جاہل گمراہ کی۔ ان کا دُوسرا عذر یہ تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ان افعال کا حکم دیا ہے۔ یہ محض افتراء و بہتان تھا چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رد فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم جواب میں فرماؤ: بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر وہ بات کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بے حیائی کا نہیں بلکہ ان چیزوں کا حکم دیا ہے جو بعد والی آیت میں مذکور ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ۝۲۹

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے اور (یہ کہ) ہر نماز کے وقت تم اپنے منہ سیدھے کرو اور عبادت کو اسی کے لئے خالص کر کے اس کی بندگی کرو۔ اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے۔

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ: تم فرماؤ: میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ان بری باتوں کا ذکر تھا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اِس آیت میں ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جن سے وہ راضی ہے تاکہ بندے پہلی قسم کے کاموں سے بچیں اور دوسری قسم کے کام کریں۔ (1)

1 ...... تفسیر نعیمی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۸/۳۸۲۔

قسط کے معنی

قسط کے کئی معنی ہیں (1) حصہ۔(2) عدل وانصاف۔(3) ظلم۔(4) درمیانی چیز یعنی جس میں اِفراط وتفریط یعنی کمی زیادتی نہ ہو۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں آیت میں ''قسط'' عدل وانصاف کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ بہت سی چیزوں کو شامل ہے، عقائد میں عدل وانصاف کرنا، عبادات میں عدل کرنا، معاملات میں عدل کرنا، بادشاہ کا عدل کرنا، فقیر کا انصاف کرنا، اپنی اولاد، رشتہ داروں اور اپنے نفس کے معاملے میں عدل کرنا وغیرہ یہ سب اس میں داخل ہے۔[1]

﴿ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ : اور تم اپنے منہ سیدھے کرو۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں، امام مجاہد اور مفسر سُدِّی کا قول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم جہاں بھی ہو نماز کے وقت اپنے چہرے کعبہ کی طرف سیدھے کرلو۔ امام ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس کا معنی یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے اور تم مسجد کے پاس ہو تو مسجد میں نماز ادا کرو اور تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں اپنی مسجد میں یا اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کروں گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے سجدے خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کرلو۔[2]

﴿ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : خالص اس کے بندے ہوکر۔﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی عبادت صرف اس کی رضا حاصل کرنے یا اس کے حکم کی بجا آوری کی نیت سے کی جائے، اس میں کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت ہو، نہ اس میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔[3]

اخلاص کی حقیقت اور عمل میں اخلاص کے فضائل

امام راغب اصفہانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) کے علاوہ ہر ایک کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) سے بری ہو جائے۔[4] کثیر احادیث میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ......بیضاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۶/۳، روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۴۸۴/۴.

2 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۳۰/۲، خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۸۷/۲، ملتقطاً.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۸۷/۲، ملتقطاً.

4 ......مفردات امام راغب، کتاب الخاء، ص۲۹۳.

فرمایا: ’’جس مسلمان میں یہ تین اوصاف ہوں اس کے دل میں کبھی کھوٹ نہ ہوگا: (1) اس کا عمل خالص اللہ تعالٰی کے لئے ہو۔ (2) وہ آئمہ مسلمین کے لئے خیر خواہی کرے۔ (3) اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑ لے۔ [1]

(2)......حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالٰی اس امت کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اِس امت کی مدد فرماتا ہے۔ [2]

(3)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اپنے دین میں اخلاص رکھو، تمہارا تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ [3]

ترکِ اخلاص کی مذمت

جس طرح احادیث میں اخلاص کے فضائل بیان ہوئے ہیں اسی طرح ترکِ اخلاص کی بھی بکثرت مذمت کی گئی ہے، چنانچہ ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ’’میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ [4]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن مہر لگے ہوئے نامۂ اعمال لائے جائیں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا: ’’اس اعمال نامے کو قبول کرلو اور اس اعمال نامے کو چھوڑ دو۔ فرشتے عرض کریں گے: تیری عزت کی قسم! ہم نے وہی لکھا ہے جو اس نے عمل کیا۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا ’’تم نے سچ کہا، (مگر) اس کا عمل میری ذات کے لئے نہ تھا، آج میں صرف اسی عمل کو قبول کروں گا جو میری ذات کے لئے کیا گیا ہوگا۔ [5]

1......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ٢٩٩/٤، الحدیث: ٢٦٦٧.

2......نسائی، کتاب الجهاد، الاستنصار بالضعیف، ص٥١٨، الحدیث: ٣١٧٥.

3......مستدرك، کتاب الرقاق، ٤٣٥/٥، الحدیث: ٧٩١٤.

4......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب من اشرك فی عمله غیر الله، ص١٥٩٤، الحدیث: ٤٦(٢٩٨٥).

5......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه محمد، ٣٢٨/٤، الحدیث: ٦١٣٣.

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کا فیصلہ ہوگا، جب اسے لایا جائے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کے شہید ہوگیا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے جہاد اس لئے کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور وہ تجھے کہہ لیا گیا۔ پھر اس کے بارے میں جہنم میں جانے کا حکم دے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا، سکھایا اور قرآنِ پاک پڑھا، وہ آئے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کِیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لئے قرآنِ کریم پڑھا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے اس لیے علم سیکھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآنِ پاک اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور وہ تجھے کہہ لیا گیا۔ پھر اسے بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا جسے اللّٰہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال عطا فرمایا تھا، اسے لاکر نعمتیں یاد دلائی جائیں گی تو وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے بدلے کیا کِیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاں ضرورت پڑی وہاں خرچ کیا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے یہ سخاوت اس لیے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر اس کے بارے میں جہنم کا حکم ہوگا تو اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

﴿ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ: اس نے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے ویسے ہی تم پلٹو گے۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللّٰہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے بنی آدم میں سے بعض کو مومن اور بعض کو کافر پیدا فرمایا، پھر قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ انہیں ویسے ہی لوٹائے گا جیسے ابتداء میں پیدا فرمایا تھا، مومن مومن بن کر اور کافر کافر بن کر۔[2]

اس آیت کی تفسیر میں حضرت محمد بن کعب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جسے اللّٰہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے شقی اور بد بخت لوگوں میں سے پیدا کیا ہے وہ قیامت کے دن اہلِ شقاوت سے اٹھے گا چاہے وہ پہلے نیک کام کرتا ہو جیسے ابلیس لعین، اسے اللّٰہ تعالیٰ نے بدبختوں میں سے پیدا کیا تھا، یہ پہلے نیک اعمال کرتا تھا بالآخر کفر کی طرف لوٹ گیا اور جسے

1 ......مسلم، کتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ص١٠٥٥، الحديث: ١٥٢(١٩٠٥).

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٢٩، ٢/٨٧.

اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے سعادت مند لوگوں میں سے پیدا کیا وہ قیامت کے دن سعادت مندوں میں سے اٹھے گا اگرچہ پہلے وہ برے کام کرتا رہا ہو، جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے کے جادوگر، یہ پہلے فرعون کے تابع تھے لیکن بعد میں فرعون کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے۔[1] اور اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ''جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر پیدا ہوا تھا قیامت کے دن بھی اسی طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اٹھے گا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم قیامت میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اٹھائے جاؤ گے۔[3]

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک فرقے کو راہ دکھائی اور ایک فرقے کی گمراہی ثابت ہوئی انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو والی بنایا اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایک گروہ کو ہدایت دی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہوگئی، انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿فَرِيْقًا هَدٰى: ایک گروہ کو ہدایت دی۔﴾ یعنی تمام لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان و معرفت کی ہدایت دی اور انہیں طاعت و عبادت کی توفیق دی۔ ان کے بالمقابل کچھ لوگ ایسے ہیں جو گمراہ ہوئے اور یہ کفار ہیں، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے۔ شیطانوں کو دوست بنانے کا مطلب یہ ہے کہ

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۲۹، ۲/۱۳۰.

2 ......تفسیرات احمدیہ، الاعراف، تحت الآیة: ۲۹، ص۴۱۴.

3 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی: واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً، ۲/۴۲۰، الحدیث: ۳۳۴۹.

اُن کی اطاعت کی، اُن کے کہنے پر چلے، اُن کے حکم سے کفر و معاصی کو اختیار کیا اور اس کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔عمومی گمراہی سے بدتر گمراہی یہ ہوتی ہے کہ آدمی گمراہ ہونے کے باوجود خود کو ہدایت یافتہ سمجھے۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْاۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۠ (۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ: اپنی زینت لے لو۔﴾ یعنی نماز کے وقت صرف سترِ عورت کیلئے کفایت کرنے والا لباس ہی نہ پہنو بلکہ اس کے ساتھ وہ لباس زینت والا بھی ہو یعنی عمدہ لباس میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضری دو۔اور ایک قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا زینت میں داخل ہے یعنی نماز کیلئے ان چیزوں کا بھی اہتمام رکھو۔سُنت یہ ہے کہ آدمی بہتر ہیئت کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہو کیونکہ نماز میں رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات ہے تو اس کے لئے زینت کرنا اور عطر لگانا مستحب ہے جیسا کہ سترِ عورت اور طہارت واجب ہے۔**شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پہلے عورت بیتُ اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ کوئی مجھے ایک کپڑا دے گا جسے میں اپنی شرمگاہ پر ڈال لوں، آج بعض یا کُل کھل جائے گا اور جو کھل جائے گا میں اسے کبھی حلال نہیں کروں گی، تب یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

آیت ''خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ'' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت میں ستر چھپانے اور کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا اور اس میں دلیل ہے کہ سترِ عورت نماز، طواف بلکہ ہر

1 ......مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قولہ تعالی: خذوا زینتکم عند کل مسجد، ص١٦١٤، الحدیث: ٢٥(٣٠٢٨).

حال میں واجب ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ بد بودار کپڑے، بد بودار منہ لے کر مسجد میں نہ آئے ۔ایسے ہی ننگا مسجد میں داخل نہ ہو۔

مسجدیں پاک صاف رکھنے سے متعلق 3 احادیث

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسجد سے اذیت کی چیز نکالے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔''[1]

(2)......حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مساجد کو بچوں اور پاگلوں، خرید وفروخت اور جھگڑے، آواز بلند کرنے، حدود قائم کرنے اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ۔''[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی کو مسجد میں بآوازِ بلند گمشدہ چیز ڈھونڈتے سنے تو کہے ''اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ گمشدہ شے تجھے نہ ملائے، کیونکہ مسجدیں اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں[3]۔[4]

اچھے لباس میں نماز

امامِ اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نمازِ تہجد کے لئے بیش قیمت قمیص، پاجامہ، عمامہ اور چادر پہنتے تھے جس کی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر رات تہجد ایسے لباس میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''جب ہم لوگوں سے اچھے لباس میں ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ لباس میں ملاقات کیوں نہ کریں۔''[5]

﴿ **وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا** : اور کھاؤ اور پیو۔﴾ **شانِ نزول:** کلبی کا قول ہے کہ بنی عامر زمانۂ حج میں اپنی خوراک بہت ہی کم کر دیتے تھے اور گوشت اور چکنائی تو بالکل کھاتے ہی نہ تھے اور اس کو حج کی تعظیم جانتے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر عرض کیا: **یارسولَ اللہ!** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں ایسا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس پر یہ نازل ہوا[6] کہ کھاؤ اور پیو،

1......ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب تطهير المساجد وتطييبها، ١/٤١٩، الحديث: ٧٥٧.

2......ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب ما يكره في المساجد، ١/٤١٥، الحديث: ٧٥٠.

3......مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد... الخ، ص ٢٨٤، الحديث: ٨٩(٥٦٨).

4......مسجدیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلِ سنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کا رسالہ ''مسجدیں خوشبودار رکھئے'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

5......روح البيان، الاعراف، تحت الآية: ٣١، ٣/١٥٤ ملخصاً.

6......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٣١، ٢/٨٨.

گوشت ہو خواہ چکنائی ہو اور اسراف نہ کرو اور وہ (یعنی اسراف) یہ ہے کہ سیر ہو چکنے کے بعد بھی کھاتے رہو یا حرام کی پرواہ نہ کرو اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی اس کو حرام کرلو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ”کھاؤ جو چاہو اور پہنو جو چاہو اور اسراف اور تکبر سے بچتے رہو۔“[1] اس سے معلوم ہوا کہ محض ترکِ دنیا عبادت نہیں ترکِ گناہ عبادت ہے۔

قرآن کی آدھی آیت میں پورا علمِ طب

خلیفہ ہارون رشید کا ایک عیسائی طبیب علمِ طب میں بہت ماہر تھا، اس نے ایک مرتبہ حضرت علی بن حسین واقد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا، علم دو طرح کا ہے (1) علمِ ادیان۔ (2) علمِ ابدان۔ اور تم مسلمانوں کی کتاب قرآنِ پاک میں علمِ طب سے متعلق کچھ بھی مذکور نہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس عیسائی طبیب کو جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب کی آدھی آیت میں پوری طب کو جمع فرما دیا ہے۔ عیسائی طبیب نے حیران ہو کر پوچھا: وہ کونسی آیت ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا“ کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔[2]

اشیاء کی حلت و حرمت کا اصول

آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جن پر شریعت میں دلیلِ حرمت قائم ہو کیونکہ یہ قاعدہ مقررہ مُسَلَّمہ ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے مگر جس پر شارع نے ممانعت فرمائی ہو اور اس کی حرمت دلیلِ مستقل سے ثابت ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ-قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق تم

---

1 ……بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۳۱، ۱۳۱/۲.

2 ……تفسیر قرطبی، الاعراف، تحت الآیة: ۳۱، ۱۳۹/۴، الجزء السابع.

فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہیں کی ہے ہم یوں ہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ: تم فرماؤ کس نے حرام کیا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان جاہلوں سے فرما دیجئے جو کعبہ معظّمہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اسی لئے پیدا فرمائی کہ وہ اس سے زینت حاصل کریں اور نماز و طواف اور دیگر اوقات میں اسے پہنیں۔

زینت کی دو تفسیریں

زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(1)......جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں زینت سے مراد وہ لباس ہے جو ستر پوشی کے کام آئے۔[1]

(2)......امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ ''زینت'' زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیل خاص ضروری نہیں۔

﴿وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ: اور پاکیزہ رزق۔﴾ یعنی اس پاکیزہ رزق اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔ **مسئلہ:** آیت اپنے عموم پر ہے اور کھانے کی ہر چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو۔[3]

1......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۲، ۸۹/۲۔

2......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۲، ۲۳۰/۵۔

3......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۲، ۸۹/۲۔

آیت ”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ“ کی روشنی میں چند لوگوں کو نصیحت

اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔

(1)...... پہلے نمبر پر وہ لوگ جو اپنے زہدوتقویٰ کے گھمنڈ میں لوگوں کی حلال اشیاء میں بھی تحقیق کر کے ان کی دل آزاری کرتے ہیں۔ یہ سخت ناجائز اور سراسر تقویٰ کے خلاف ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: شرعِ مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی (اور) یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں ”کہاں سے لایا؟ کیونکر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو، جیسے عالمِ دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردارِ قوم تو اس نے (تحقیقات کر کے) اور بے جا کیا، ایک تو بدگمانی دوسرے مُوحِش (یعنی وحشت میں ڈالنے والی) باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترکِ ادب۔ اور (یہ خواہ مخواہ کا متقی بننے والا) یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا، حاشا وکلّا! اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس (یعنی باتیں پھیلانے والے) ہیں تو اس میں تنہا بَرُو (یعنی اکیلے میں اس سے) پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کَمَاهُوَ مُجَرَّبٌ مَعْلُوْمٌ (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا ”ہیہات“ احبا (دوستوں) کو رنج دینا کب روا ہے؟ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے، ہم کہتے ہیں ”شاید ایذا پائے، اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ مع ہذا اگر ایذا نہ بھی ہُوئی اور اُس نے براہِ بے تکلفی بتادیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع واحتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے (یعنی مہمان نواز کو) اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تو اُن امور میں جن کی تفتیش مُوجِبِ ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جوتا پہنے ہے وضو کر کے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں وعلیٰ ھذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبے حیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو، نہ دریافت سے صدمہ گزرے، نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہارِ ظاہر میں پردہ دری ہو تو عند التحقیق اُس سے تفتیش میں بھی جرج نہیں، ورنہ ہرگز بنامِ ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت ووحشت یا اُن کی رُسوائی وفضیحت یا تجسّس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک وشبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں۔ عجب کہ امرِ جائز

سے بچنے کے لئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کردیا۔ اے عزیز! مدارات خلق والفت ومؤانست اہم امور سے ہے۔ (1)

(2)......دوسرے نمبر پر ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ جو خود تو اپنے نفس پر سختی کرنے کی خاطر لذیذ غذاؤں کو ترک کرتے ہیں لیکن دوسرا شخص اگر ان غذاؤں کو استعمال کرتا ہے تو اسے نہایت نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی سراسر حرام ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بچنا چاہے (تو) بہتر وافضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصلِ شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن واعتراض کرے، اُنہیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے، اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔ (2)

ایک اور مقام پر فرمایا: ’’فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ، نے آج تک اُس شکر کی صورت دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان استعمال کریں اُنہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے، نہ تو ورع واحتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے اُن پر ترفّع وتعلّی روا رکھے۔ (3)

(3)......تیسرے نمبر پر وہ لوگ جو گیارھویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی اور سبیل وغیرہ کے شربت کو ممنوع وحرام کہتے ہیں وہ بھی اس آیت کے صریح خلاف کرکے گناہ گار ہوتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں حلال ہیں اور انہیں ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یہ نہیں کہ انسان لذیذ حلال چیزیں چھوڑ دے بلکہ حرام سے بچنا تقویٰ ہے۔ حلال نعمتیں خوب کھاؤ پیو، محرمات سے بچو۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لذّات کو ترک کرنے کے معاملے میں اعتدال کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے چنانچہ حضرت **عبداللہ** بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ’’اے **عبداللہ**! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۴/۵۲۶-۵۲۷۔

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۴/۵۴۹۔

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۴/۵۵۱-۵۵۲۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’ایسا نہ کرو، بلکہ روزے رکھو اور چھوڑ بھی دیا کرو، قیام کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔ میں نے اصرار کیا تو مجھے زیادہ کی اجازت دی گئی۔ میں نے پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے میں زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام والے روزے رکھ لو اور ان سے زیادہ نہ رکھنا۔ میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے کس طرح تھے؟ ارشاد فرمایا: ایک دن رکھنا اور ایک دن چھوڑ دینا۔ بڑھاپے کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: کاش میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اجازت دینے کو قبول کر لیتا۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک دین آسان ہے، اور جو اس سے مقابلہ کرے گا تو دین ہی اس پر غالب آئے گا، پس تم سیدھے رہو اور بشارت قبول کرو۔ (2)

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یہاں بتایا گیا کہ دنیا و آخرت کی نعمتیں اہلِ ایمان ہی کیلئے ہیں کیونکہ کفار نمک حرام ہیں اور نمک حراموں کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا لیکن چونکہ دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک مہلت اور امتحان بھی رکھا ہے اس لئے کفار کو بھی اس میں سے مل جاتا ہے بلکہ مہلت کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ ہی ملتا ہے۔ اس کے بالمقابل چونکہ آخرت میں نہ امتحان ہے اور نہ مہلت، لہٰذا وہاں صرف انہی کو ملے گا جو مستحق ہوں گے اور وہ صرف مومنین ہیں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’معلوم ہوا کہ اچھی نعمتیں رب عَزَّوَجَلَّ نے مومنوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں، کفار ان کے طفیل کھا رہے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی کہے کہ فقیری اس میں ہے کہ اچھا نہ کھائے، اچھا نہ پہنے وہ جھوٹا ہے۔ اچھا کھاؤ، اچھا پہنو (لیکن اس کے ساتھ) اچھے کام کرو۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:)

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا (3) (پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔)

1 ……بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۱/۶۴۹، الحدیث: ۱۹۷۵.

2 ……بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ۱/۲۶، الحدیث: ۳۹.

3 ……سورۂ مؤمنون ۵۱.

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کہ تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ان مشرکین سے خطاب ہے جو برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی پاک چیزوں کو حرام کر لیتے تھے، اُن سے فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کیں اور اُن سے اپنے بندوں کو نہیں روکا، جن چیزوں کو اُس نے حرام فرمایا وہ یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے (1) بے حیائیاں، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، قولی ہوں یا فعلی۔ (2) گناہ۔ (3) ناحق زیادتی۔ (4) ہر طرح کا کفر و شرک۔

﴿اَلْفَوَاحِشَ: بے حیائیاں۔﴾ ہر وہ قول اور فعل جو برا اور فحش ہو اسے فاحشہ کہتے ہیں[1] آیت میں "اَلْفَوَاحِشَ" سے مراد ہر کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ کیا جائے وہ "مَا ظَهَرَ" یعنی ظاہری ہے اور جو خفیہ کیا جائے وہ "مَا بَطَنَ" یعنی باطنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ "فَوَاحِشُ" سے وہ گناہ مراد ہیں جن میں شرعی سزا لازم نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، جو بدکاری علی الاعلان ہو (جیسے اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرنا، کلبوں اور ہوٹلوں سے کال گرلز، سوسائٹی گرلز بک کر کے

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/۸۹۔

بدکاری کرنا) یہ ''مَاظَهَرَ'' ہے اور جو زنا خفیہ طریقے سے کیا جائے جیسے کسی جوان لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجے میں یا پیار کا جھانسا دے کر زنا کرنا، یہ ''مَابَطَنَ'' ہے۔ (1)

ظاہری و باطنی بے حیائیوں کو حرام قرار دیئے جانے کی وجہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی فَوَاحِشْ یعنی بے حیائیوں کو حرام کر دیا۔ (2)

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو تلوار کی دھار سے اس کی جان نکال کے رکھ دوں۔ جب یہ بات رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سنی تو ارشاد فرمایا: ''تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو! حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اُن سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے، اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا ہے، چاہے بے حیائی ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ (3)

﴿وَالْاِثْمَ: اور گناہ۔﴾ فواحش کی طرح ''اَلْاِثْمَ'' کی تفسیر میں بھی چند قول ہیں (1) ہر صغیرہ گناہ ''اَلْاِثْمَ'' ہے۔ (2) وہ گناہ کہ جس پر شرعی سزا لازم نہ ہو ''اَلْاِثْمَ'' ہے۔ (3) ہر گناہ ''اَلْاِثْمَ'' ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ (4)

﴿وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ: اور ناحق زیادتی۔﴾ ''اَلْبَغْیَ'' کا معنی ہے: ظلم، تکبر، لوگوں پر زیادتی کرنا اور ان سب چیزوں میں حد سے بڑھ جانا۔ ناحق زیادتی کا معنی ہے ''کسی شخص کا اس چیز کو طلب کرنا جو اس کا حق نہیں جبکہ اپنے حق کو طلب کرنا اس میں داخل نہیں۔ (5)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲۳۲/۵.

2 ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللّٰہ تعالی وتحریم الفواحش، ص۱۴۷۵، الحدیث: ۳۲(۲۷۶۰).

3 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللّٰہ، ۵۴۴/۴، الحدیث: ۷۴۱۶.

4 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۹۰/۲.

5 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۹۰/۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر گروہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے تو جب ان کی وہ مدت آجائے گی تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی اور نہ ہی آگے۔

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ: اور ہر گروہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے۔﴾ اس آیت میں مقررہ مدت سے یا تو یہ مراد ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے والی امتوں کیلئے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آئے گا تو عذاب ضرور آئے گا۔ آیت کا دوسرا معنیٰ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آئے گا تو موت کا تلخ گھونٹ پینا پڑے گا۔

موت کے لئے ہر وقت تیار رہیں

چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے اس لئے ہر وقت موت کیلئے تیار رہنا چاہیے اور ہر وقت گناہوں سے دور اور نیک اعمال میں مصروف رہنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو۔ **(1)** اپنے بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ **(2)** اپنی بیماری سے پہلے صحت کو۔ **(3)** اپنی محتاجی سے پہلے مالداری کو۔ **(4)** اپنی مصروفیت سے پہلے فراغت کو۔ **(5)** اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔ [1]

حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے وعظ میں فرماتے ’’جلدی کرو جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہیں، اگر رک گئے تو تم وہ اعمال نہیں کرسکو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے [2]۔ [3]

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

---

1 ......مستدرك، كتاب الرقاق، نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس... الخ، ٤٣٥/٥، الحديث: ٧٩١٦.

2 ......احياء العلوم، كتاب ذكر الموت وما بعده، الباب الثانى فى طول الامل... الخ، بيان المبادرة الى العمل وحذر آفة التاخير، ٢٠٥/٥.

3 ......موت کی تیاری کی رغبت پانے کے لئے کتاب ’’موت کا تصور‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تم میں کے رسول آئیں میری آیتیں پڑھتے تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائیں جو تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا تو ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ: اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول تشریف لائیں۔﴾ یہاں اسی سابقہ تناظر میں اولادِ آدم سے خطاب ہے کہ اے اولادِ آدم! تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول تشریف لائیں گے جو تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پڑھ کر سنائیں گے اُسے سن کر جو پرہیزگاری اختیار کرے گا اور ممنوعات سے بچتے ہوئے عبادت واطاعت کا راستہ اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ دنیا میں کچھ چھوڑ دینے کی وجہ سے غمگین ہوگا بلکہ قیامت کے دن حسبِ مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے بہرہ ور ہوں گے۔ چنانچہ اس دن کتنے ہی لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے، جیسا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کیلئے (قیامت کے دن) نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔'' (1)

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ہماری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلے میں تکبر کریں گے تو یہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا: اور آیات کے مقابلے میں تکبر کریں گے۔﴾ آیات کے مقابلے میں تکبر کا معنی ہے انہیں تسلیم نہ کرنا۔

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الحب فی اللّٰہ، ۴/۱۷۴، الحدیث: ۲۳۹۷.

تکبر کی بہت بڑی قباحت

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر کی بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ آدمی جب تکبر کا شکار ہوتا ہے تو نصیحت قبول کرنا اس کیلئے مشکل ہوجاتا ہے، چنانچہ قرآنِ پاک میں ایک جگہ منافق کے بارے میں فرمایا گیا:

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے۔

اور حدیثِ مبارک میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننا تکبر ہے [2]۔ [3]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْۙ قَالُوْۤا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

1 ......بقرہ:۲۰۶.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص ۶۰، الحدیث: ۱۴۷(۹۱).

3 ......تکبر کی مزید قباحتیں جاننے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں؟ تو انہیں ان کا لکھا ہوا حصہ پہنچتا رہے گا حتّٰی کہ جب ان کے پاس ان کی جان قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) آتے ہیں تو وہ (فرشتے ان سے) کہتے ہیں: وہ کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ (جواباً) کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہوگئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون۔﴾ یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو اس نے ارشاد نہیں فرمائی یا جو اس نے ارشاد فرمایا اسے جھٹلائے۔

اللہ تعالیٰ پر افترا کی صورتیں

اللہ تعالیٰ پر افتراء کی مختلف صورتیں ہیں **(1)** بتوں یا ستاروں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانا۔ **(2)** یزدان اور اہرمن دو خدا اقرار دینا۔ **(3)** اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ٹھہرانا۔ **(4)** باطل احکام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔ آیات کو جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب نہ ماننا اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنا۔ [1]

﴿یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوحِ محفوظ یا ان کے نَوشتۂ تقدیر میں جتنی عمر اور روزی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مشرکین کے لئے لکھ دی ہے وہ ان کو پہنچے گی حتّٰی کہ جب اِن کے پاس اِن لوگوں کی عمریں اور روزیاں پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ملکُ الموت اور اُن کے معاونین ان کی جان قبض کرنے کیلئے آتے ہیں تو وہ فرشتے ان مشرکین سے کہتے ہیں: تمہارے وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں جن کی تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟ مشرکین اس کے جواب میں کہتے ہیں: وہ ہم سے غائب ہوگئے ان کا کہیں نام ونشان ہی نہیں۔ چنانچہ بت نہ تو کافروں کو موت کے وقت کسی عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَاؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا

[1] ……تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/۲۳۶.

جَمِیْعًاۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے رب ہمارے انہوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دُونا عذاب دے فرمائے گا سب کو دُونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو جاؤ۔ جب ایک گروہ (جہنم میں) داخل ہوگا تو دوسرے (گروہ) پر لعنت کرے گا حتّٰی کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے تو ان میں بعد والے پہلے والوں کے لئے کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو توانہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا: سب کے لئے دُگنا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں۔

﴿قَالَ: فرماتا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کافروں سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو جنوں اور آدمیوں کے گروہ آگ میں گئے ہیں تم بھی ان میں داخل ہو کر جہنم میں چلے جاؤ۔ جب ایک دین سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو اپنے ہم دین دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی ہر قسم کا کافر اپنی قسم کے کافر کو لعنت کرے گا۔ مشرک مشرکوں پر لعنت کریں گے، یہودی یہودیوں پر اور عیسائی عیسائیوں پر لعنت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک اس ہی کے ساتھ ہوگا جس سے دل کا تعلق ہوگا، زمانہ اور جگہ ایک ہو یا مختلف۔

﴿قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ: بعد والے پہلے والوں کے لئے کہیں گے۔﴾ جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے یعنی پیروکار پہلے والوں یعنی گمراہ کرنے والوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو توانہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ جواب ملے گا کہ سب کیلئے دگنا عذاب ہے اور سب کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا لیکن تمہیں ایک دوسرے کا عذاب معلوم نہیں۔

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے تو تم کچھ ہم سے اچھے نہ رہے تو چکھو عذاب بدلہ اپنے کیے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہلے والے دوسروں سے کہیں گے تو تمہیں ہم پر کوئی برتری نہ رہی تو اپنے اعمال کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ : تو تمہیں ہم پر کوئی برتری نہ رہی۔﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب سن کر گمراہی کے پیشوا پیروی کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر عذاب سے چھٹکارے میں کوئی برتری نہ رہی کفر و گمراہی میں دونوں برابر ہیں۔ تم اپنے کفر اور برے اعمال کا مزہ چکھو، ہم اپنے کفر اور برے اعمال کا مزہ چکھتے ہیں۔ کفر و بدعملی، پیغمبروں کی اہانت، مسلمانوں کو ستانا ہم تم دونوں ہی کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ نہ داخل ہو اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتّٰی کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے

اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں اور ان سے تکبر کرنے والوں کی سزا جہنم میں ہمیشہ رہنا بیان ہوئی اور اس آیت میں اس ہمیشگی کی کیفیت کا بیان ہے، پہلی یہ کہ ان کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔

کفار کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جانے کی نفی

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ کفار کے اعمال اور ان کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے کیونکہ اُن کے اعمال وارواح دونوں خبیث ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ کفار کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور مؤمنین کی ارواح کے لئے کھولے جاتے ہیں۔ ابن جُرَیج نے کہا کہ آسمان کے دروازے نہ کافروں کے اعمال کے لئے کھولے جائیں گے نہ ارواح کے لئے۔ (1)

یعنی نہ زندگی میں ان کا عمل آسمان پر جاسکتا ہے نہ موت کے بعد ان کی روح جاسکتی ہے۔

مرنے کے بعد مومن اور کافر کی روح کو آسمان کی طرف لے جانے اور مومن کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھلنے اور کافر کی روح کے لئے نہ کھلنے کا ذکر حدیثِ پاک میں بھی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''روح نکلتے وقت میت کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر وہ مومن کی روح ہے تو اس سے کہتے ہیں: اے پاک روح! پاک جسم سے نکل آ کیونکہ تو نیک ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے خوش ہوجا، جنت کی خوشبو اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی سے خوش ہوجا، فرشتے روح نکلنے تک یہی کہتے رہتے ہیں، جب روح نکل آتی ہے تو اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، جب آسمان کے قریب پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں ''فلاں شخص کی روح ہے۔ آسمانی فرشتے کہتے ہیں ''مرحبا، مرحبا، اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی، تو خوش ہوکر (آسمانوں میں) داخل ہوجا اور خوشبو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا سے خوش ہوجا، ہر آسمان پر اسے یہی کہا جاتا ہے، حتّٰی کہ وہ روح عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر کسی برے بندے کی روح ہوتی ہے تو کہتے ہیں ''اے ناپاک جسم کی روح! بری حالت کے ساتھ آ، گرم پانی اور پیپ کی اور اس کے ہم شکل دوسرے عذابوں کی بشارت حاصل کر۔ وہ روح نکلنے تک یہی کہتے رہتے ہیں، پھر اسے لے کر آسمان کی جانب چلتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ

(1) ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۹۳.

نہیں کھولا جاتا، آسمان کے فرشتے دریافت کرتے ہیں: ''یہ کون ہے؟ روح لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں ''یہ فلاں شخص کی روح ہے، آسمانی فرشتے جواب دیتے ہیں ''اس خبیث روح کو جو خبیث جسم میں تھی کوئی چیز مبارک نہ ہو، اسے ذلیل کر کے نیچے پھینک دو تو وہ اسے آسمان سے نیچے پھینک دیتے ہیں پھر وہ قبر میں لوٹ آتی ہے۔ (1)

کفار کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ خیر و برکت اور رحمت کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ (2)

قرآنِ پاک میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے (عذاب میں) گرفتار کردیا۔

﴿وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ :اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔﴾ اس آیت میں ہمیشگی کی دوسری کیفیت کا بیان ہوا چنانچہ فرمایا گیا کہ کفار تب تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل نہ ہو جائے اور یہ بات چونکہ محال ہے تو کفار کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے کیونکہ محال پر جو موقوف ہو وہ خود محال ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت میں مجرمین سے کفار مراد ہیں کیونکہ اُوپر ان کی صفت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان سے تکبر کرنے کا بیان ہو چکا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ (٤١)

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ٤/٤٩٧، الحديث: ٤٢٦٢.

2 ......تفسیرکبیر، الاعراف، تحت الآية: ٤٠، ٥/٢٤٠.

3 ......اعراف: ٩٦.

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں آگ ہی بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لئے آگ بچھونا ہے اوران کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ : ان کے لئے آگ بچھونا ہے۔﴾ یعنی اُوپر نیچے ہرطرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہے۔ صرف اوپر نیچے کا ذکر فرمایا کیونکہ دایاں بایاں خود ہی سمجھ میں آگیا۔ حضرت سوید بن غفلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ فرمائے گا کہ جہنمی اپنے ماسوا سب کو بھول جائیں تو ان میں سے ہر شخص کے لئے اس کے قد برابر آگ کا ایک صندوق بنایا جائے گا پھر اس پر آگ کے تالوں میں سے ایک تالا لگا دیا جائے گا، پھر اس شخص کی ہر رگ میں آگ کی کیلیں لگا دی جائیں گی، پھر اس صندوق کو آگ کے دوسرے صندوق میں رکھ کر آگ کا تالا لگا دیا جائے گا، پھر ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا۔‘‘ [1]

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ٘ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ایمان لائے اور طاقت بھر اچھے کام کیے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے وہ جنت والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے، وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : اور وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلے چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے وعید اور آخرت میں جو کچھ ان کے لئے تیار فرمایا اس کا ذکر کیا، اب ایمان والوں سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور آخرت میں جو کچھ ان کیلئے تیار فرمایا اس کا ذکر فرما رہا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تو وہ جنت والے ہیں اور وہ جنت

[1] ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، الشعبی، ۲۸۱/۸، الحدیث: ۱۰.

میں ہمیشہ رہیں گے۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایمان اعمال پر مقدم ہے، پہلے ایمان قبول کیا جائے اور بعد میں نیک کام کئے جائیں، دوسرا یہ کہ کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں چاہے کسی طبقے اور کسی جماعت سے اس کا تعلق ہو۔

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا : ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے ۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کیلئے بہت پیاری تسلی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ احکام کا پابند نہیں کرتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں جانے کیلئے کوئی بہت زیادہ مشقت برداشت نہیں کرنا پڑے گی بلکہ اکثر و بیشتر احکام وہ ہیں جن پر آدمی نہایت سہولت کے ساتھ عمل کر لیتا ہے جیسے نماز، روزہ اور دیگر عبادات۔ زکوٰۃ اور حج تو لازم ہی اس پر ہیں جو اپنی سب ضروریات کے بعد زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کی بقدر زائد رقم رکھتے ہوں۔ یونہی ماں باپ، بہن بھائیوں، رشتے داروں اور پڑوسیوں کے حقوق وغیرہ کی ادائیگی بھی عمومی زندگی کا حصہ ہے۔ یونہی ذکر و درود بھی روح کی غذا ہے اور یہی اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں۔تو جنت میں جانے کا راستہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہایت آسان بنایا ہے، صرف اپنی ہمت کا مسئلہ ہے۔ [1]

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے ان کے نیچے نہریں بہیں گی اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ نہ دکھاتا بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور ندا ہوئی کہ یہ جنت تمہیں میراث ملی صلہ تمہارے اعمال کا۔

[1] ......نیک اعمال کی رغبت پانے کے لئے کتاب ''جنت میں لے جانے والے اعمال'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے، یونہی دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستگی بھی بہت فائدہ مند ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض و کینہ کھینچ لیا، ان کے نیچے نہریں بہیں گی اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنادیا گیا۔

﴿**وَنَزَعْنَا: اور ہم نے کھینچ لیا۔**﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان کیسا پیارا تقابل بیان فرمایا ہے کہ اُن کے نیچے آگ کے بچھونے تھے اور اِن کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اُن کے گروہ ایک دوسرے پر لعنت کر رہے تھے اور اِن جنتیوں کے دلوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کینے کو نکال دیا اور یہ سب پاکیزہ دل والے ہوں گے۔ نہ تو دنیوی باتوں کا کینہ ان کے دلوں میں ہوگا اور نہ ہی جنت میں ایک دوسرے کے بلند مقامات و محلات پر حسد کریں گے بلکہ سب پیار و محبت سے رہ رہے ہوں گے۔

پاکیزہ دل ہونا جنتیوں کا وصف ہے

اس سے معلوم ہوا کہ پاکیزہ دل ہونا جنتیوں کے وصف ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے امید ہے کہ جو یہاں اپنے دل کو بغض و کینہ اور حسد سے پاک رکھے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اسے پاکیزہ دل والوں یعنی جنتیوں میں داخل فرمائے گا۔ جنت میں جانے سے پہلے سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کردیا جائے گا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے، حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب مسلمانوں کی دوزخ سے نجات ہوجائے گی تو انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر روک لیا جائے گا پھر ان میں سے جس نے جس کے ساتھ دنیا میں زیادتی کی ہوگی اس کا قصاص لیا جائے گا پس جب ان کو پاک اور صاف کردیا جائے گا تب ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے ان میں سے ہر ایک شخص کو جنت میں اپنے ٹھکانے کا دنیا کے ٹھکانے سے زیادہ علم ہوگا۔''[1]

بغض و کینہ کی مذمت

یہاں چونکہ بغض و کینہ کا تذکرہ ہوا اس کی مناسبت سے یہاں بغض و کینہ کا مفہوم اور اس کی مذمت بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جب آدمی عاجز ہونے کی وجہ سے فوری غصہ نہیں نکال سکتا

[1]......بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، ۴/۲۵۶، الحدیث: ۶۵۳۵.

تو وہ غصہ باطن کی طرف چلا جاتا ہے اور وہاں داخل ہو کر کینہ بن جاتا ہے۔ کینہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو بھاری جاننا، اس سے نفرت کرنا اور دشمنی رکھنا اور یہ بات ہمیشہ ہمیشہ دل میں رکھنا۔[1]

احادیث میں بغض و کینہ کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں اور ہر مسلمان بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو۔ کہا جاتا ہے'' اسے چھوڑ دو یا مہلت دو حتّٰی کہ یہ رجوع کر لیں۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بغض رکھنے والوں سے بچو کیونکہ بغض دین کو مونڈ ڈالتا (یعنی تباہ کر دیتا) ہے۔[3]

نوٹ: بغض و کینہ کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے ''احیاءُ العلوم'' کی تیسری جلد کا مطالعہ فرمائیں۔[4]

مسلمانوں کو آپس میں کیسا ہونا چاہیے!

مسلمانوں کو آپس میں کیسا ہونا چاہیے اس کیلئے درج ذیل 5 احادیث کا مطالعہ فرمائیں:

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے، پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں۔[5] یعنی جس طرح یہ ملی ہوئی ہیں مسلمانوں کو بھی اسی طرح ہونا چاہئے۔

(2)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کی آپس میں دوستی اور رحمت و شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عُضْو بیمار ہوتا ہے تو

1......احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، القول فی معنی الحقد ونتائجه وفضیلة العفو والرفق، ۳/۲۲۳.

2......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهی عن الشحناء والتهاجر، ص۱۳۸۷، الحدیث: ۳۶(۲۵۶۵).

3...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومة، الفصل الثانی، ۲/۱۸۲، الحدیث: ۷۳۹۶، الجزء الثالث.

4......اسی موضوع سے متعلق کتاب ''بغض و کینہ'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

5......بخاری، کتاب الادب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً، ۴/۱۰۶، الحدیث: ۶۰۲۶.

بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔[1]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کی شرارت سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کی شرارت سے امن نہ ہو۔[2]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''[3]

(5)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''گفتگو کرتے وقت اچھے طریقے سے بات کرنا، جب کوئی گفتگو کرے تو اچھے انداز میں اس کی بات سننا، ملاقات کے وقت مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا اور وعدہ پورا کرنا مومن کے اخلاق میں سے ہے۔[4]

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ: اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔﴾ مؤمنین جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: تمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اچھے اعمال کی ہدایت دی اور ہمیں ایسے عمل کی توفیق دی جس کا یہ اجر و ثواب ہے اور ہم پر فضل و رحمت فرمائی اور اپنے کرم سے عذابِ جہنّم سے محفوظ کیا۔

اچھے عمل کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے

اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور اس کا شکر جنت میں بھی ہوگا کیونکہ وہ حمد و شکر ہی کا مقام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ علم و عمل اور ہدایت کی توفیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی عطا سے ہے لہٰذا کسی کو علم یا اچھے عمل کی توفیق ملے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے اور اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق جانے۔ اسی وجہ سے ہمیں بکثرت لاحول شریف پڑھنے کا فرمایا گیا ہے کیونکہ **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا معنیٰ ہے کہ نیکی کی توفیق اور برائی سے بچنے کی طاقت نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے۔**

---

1 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ص١٣٩٦، الحديث: ٦٦(٢٥٨٦).

2 ......ترمذی، کتاب الفتن، ٧٦-باب، ١١٦/٤، الحديث: ٢٢٧٠.

3 ......مسلم، کتاب الايمان، باب الدليل على انّ من خصال الايمان... الخ، ص٤٣، الحديث: ٧٢(٤٥).

4 ......مسند الفردوس، باب الميم، ٦٣٧/٣، الحديث: ٥٩٩٧.

﴿وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا: اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں اس کا وارث بنا دیا گیا۔﴾ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ایک ندا کرنے والا پکارے گا: تمہارے لئے زندگانی ہے کبھی نہ مرو گے، تمہارے لئے تندرستی ہے کبھی بیمار نہ ہو گے، تمہارے لئے عیش ہے کبھی تنگ حال نہ ہو گے۔[1]

جنت کو دو وجہ سے میراث فرمایا گیا۔ ایک یہ کہ کفار کے حصہ کی جنت بھی وہ ہی لیں گے یعنی کافروں کے ایمان لانے کی صورت میں جو جنتی محلات ان کیلئے تیار تھے وہ ان کے کفر کی وجہ سے اہلِ ایمان کو دیدیئے جائیں گے تو یہ گویا ان کی میراث ہوئی۔ دوسرے یہ کہ جیسے میراث اپنی محنت وکمائی سے نہیں ملتی اسی طرح جنت کا ملنا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے ہوگا، اپنے اعمال تو ظاہری سبب ہوں گے اور وہ بھی حقیقتاً جنت میں داخلے کا سبب بننے کے قابل نہیں ہوں گے کیونکہ ہمارے اعمال تو ہیں ہی ناقص، یہ تو صرف سابقہ نعمتوں کا شکرانہ بن جائیں یا جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائیں تو بھی بہت ہے۔ ان کے بھروسے پر جنت کی طمع تو خود فریبی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل

یہاں مفسرین نے ایک بہت پیاری بات ارشاد فرمائی اور وہ یہ کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دی یعنی وہ اپنے عمل کی بات نہیں کریں گے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل کی بات کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سبب اس جنت کا وارث بنا دیا گیا۔ گویا بندہ اپنے عمل کو ناچیز اور ہیچ سمجھ کر صرف اللہ کریم کے فضل پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے اس کے ناقص عمل کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرما کر قابلِ ذکر بنا دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمہیں تمہارے اعمال کے سبب جنت دیدی گئی۔

جنت میں داخلے کا سبب

یہاں مفسرین نے یہ بحث بھی فرمائی ہے کہ جنت میں داخلے کا سبب کیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل یا ہمارے اعمال۔ تو حقیقت یہی ہے کہ جنت میں داخلے کا سبب تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہی ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب کے فضل سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور یہی مضمون حدیثِ مبارک میں بھی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت

---

1 ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فی دوام نعیم اهل الجنة... الخ، ص۱۵۲۱، الحدیث: ۲۲(۲۸۳۷).

2 ......الدخان: ۵۷.

ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: ''مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالٰی مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے، پس تم اخلاص کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ (1) البتہ بہت سی آیات میں اعمال کو بھی جنت میں داخلے کا سبب قرار دیا گیا ہے تو دونوں طرح کی آیات واحادیث میں تطبیق یہ ہے کہ جنت میں داخلے کا حقیقی سبب تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے لیکن ظاہری سبب نیک اعمال ہیں۔

وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا کہ ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ تمہیں دیا تھا بولے ہاں اور بیچ میں منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنتی جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے سچا پایا تو کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ایک ندا دینے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

﴿وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ: اور جنتی جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو فرمایا تھا کہ ایمان وطاعت پر اجر وثواب پاؤ گے ہم نے تو اسے سچا پایا،

1 ......بخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت، ١٣/٤، الحديث: ٥٦٧٣ .

کیا تم لوگوں نے بھی اُس وعدے کو سچا پایا جو تم سے رب عَزَّوَجَلَّ نے کفرونافرمانی پر عذاب کا وعدہ کیا تھا؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں، ہم نے بھی اسے سچا پایا۔

قیامت کے دن جنتی مسلمان گنہگار مسلمانوں کو طعنہ نہ دیں گے

یہاں دوزخ والوں سے مراد کفار جہنمی ہیں نہ کہ گنہگار مومن، کیونکہ جنتی مسلمان ان گنہگاروں کو طعنہ نہ دیں گے بلکہ ان کی شفاعت کرکے وہاں سے نکالیں گے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا۔ یہاں آیت میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اُسی وعدے کی تکمیل کا بیان ہے جو قرآن میں مذکور ہے:

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ﱠ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا (یوں) دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹادے اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کردیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

جنتیوں کا جہنمیوں سے کلام کرنا ان کی ذلت ورسوائی میں اضافہ کرنے کیلئے ہوگا کیونکہ دنیا میں عموماً کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں طعنے دیتے تھے اور ان پر پھبتیاں کستے تھے۔ آج اس کا بدلہ ہو رہا ہوگا۔

1 ......آل عمران: ۱۹۳ تا ۱۹۵.

﴿**فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ: پھر ایک ندا دینے والا پکارے گا۔**﴾ پکارنے والے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں یا دوسرا فرشتہ جس کی یہ ڈیوٹی ہوگی اور ظالمین سے مراد کفار ہیں جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًاۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ۝۴۵

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے کجی چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسے ٹیڑھا (کرنا) چاہتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿**اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔**﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جہنمیوں کو ظالم قرار دیا اور ان کے اوصاف یہ بیان کئے کہ وہ دوسروں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے روکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں تبدیلی چاہتے تھے کہ دینِ الٰہی کو بدل دیں اور جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس میں تغیُّر ڈال دیں۔[1] تیسرا وہ قیامت کا انکار کرتے تھے۔

مسلمان کہلانے والے بے دین لوگوں کا انجام

یہاں یہ وعیدیں بطورِ خاص کافروں کے متعلق ہیں لیکن جو مسلمان کہلانے والے بھی دوسروں کو دین پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ لوگ جو دین میں تحریف وتبدیلی چاہتے ہیں جیسے بے دین وملحد لوگ جو دین میں تحریف وتغییر کی کوششیں کرتے رہتے ہیں ایسے لوگ بھی کوئی کم مجرم نہیں بلکہ وہ بھی جہنم کے مستحق ہیں۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے باہمی مکالمے

یہاں آیتِ مبارکہ میں جیسا مکالمہ بیان کیا گیا ہے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ایسے مکالمے قرآنِ پاک میں اور جگہ بھی مذکور ہیں چنانچہ سورۂ صافّات میں ہے:

1 ……خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۵، ۲/۹۵۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ(۵۰) قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌۙ(۵۱) یَّقُوْلُ اَىٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ(۵۲) ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ(۵۳) قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ(۵۴) فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ(۵۵) قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِۙ(۵۶) وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جنتی آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بیشک میرا ایک ساتھی تھا۔مجھ سے کہا کرتا تھا: کیا تم (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی؟ جنتی (دوسرے جنتیوں سے) کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟ تو وہ جھانکے گا تو (اپنے) اس (دنیا کے) ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان دیکھے گا۔وہ جنتی کہے گا: خدا کی قسم، قریب تھا کہ تو ضرور مجھے (بھی گمراہ کرکے) ہلاک کردیتا اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی (عذاب میں) پیش کئے جانے والوں میں سے ہوتا۔

نیز سورۂ مدثر میں ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌۙ(۳۸) اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِۛ(۳۹) فِیْ جَنّٰتٍ ﱡ یَتَسَآءَلُوْنَۙ(۴۰) عَنِ الْمُجْرِمِیْنَۙ(۴۱) مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ(۴۲) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَۙ(۴۳) وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَۙ(۴۴) وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآىٕضِیْنَۙ(۴۵) وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِۙ(۴۶) حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے مگر دائیں طرف والے، باغوں میں ہوں گے، وہ پوچھ رہے ہوں گے مجرموں سے، کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ باتیں سوچتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

کفر اور گناہ کی بڑی وجہ

آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کفر وعناد اور بد عملی کی بڑی وجہ قیامت کا انکار یا اسے بھلانا ہے اگر بندے کے دل میں قیامت کا خوف ہو تو جرم کرنے کی ہمت ہی نہ کرے۔اسی لئے

1 ......صافات، ۵۰ تا ۵۷.

2 ......مدثر ۳۸ تا ۴۷.

بزرگانِ دین نے روزانہ کچھ وقت موت، قبر اور قیامت کے متعلق غور وفکر کرنے کا مقرر فرمایا ہے کہ یہ فکر دل کی دنیا بدل دیتی ہے اور ایسی ہی سوچ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''لمحہ بھر غور وفکر کرنا پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔''(1)

وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنت ودوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ سلام تم پر یہ جنت میں نہ گئے اور اس کی طمع رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جنت ودوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔

﴿وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌ: اور جنت ودوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے۔﴾ یہ پردہ اس لئے ہے تاکہ دوزخ کا اثر جنت میں اور جنت کا اثر دوزخ میں نہ آسکے اور حق یہ ہے کہ یہ پردہ اعراف ہی ہے چونکہ یہ پردہ بہت اونچا ہوگا اس لئے اسے اعراف کہا جاتا ہے کیونکہ اعراف کا معنی ہے ''بلند جگہ''۔ اس کا تذکرہ سورۂ حدید میں بھی ہے چنانچہ وہاں فرمایا:

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًاؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر بھی ایک نظر کردو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ تو وہاں نور ڈھونڈو (وہ لوٹیں گے) تو (اس وقت) ان (مسلمانوں اور منافقوں) کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا (جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے) اس دروازے کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

---

1 ...... مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، کلام الحسن البصری، ۸/۲۵۸، الحدیث: ۳۷.

2 ...... حدید: ۱۳.

﴿وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ: اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے۔﴾ یہ مرد کس طبقے کے ہوں گے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے، جب اہلِ جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے اور دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے یا رب! عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر۔ پھر آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ [1]

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر اُن کے والدین اُن سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ اُن کے والدین میں سے ایک اُن سے راضی ہو، ایک ناراض وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنت سے کم ہے۔

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول یہ ہے اعراف میں صلحاء، فقراء، علماء ہوں گے اور اُن کا وہاں قیام اس لئے ہوگا کہ دوسرے اُن کے فضل وشرف کو دیکھیں اور ایک قول یہ ہے کہ اعراف میں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں گے اور وہ اس مکانِ عالی میں تمام اہلِ قیامت پر ممتاز کئے جائیں گے اور اُن کی فضیلت اور رتبۂ عالیہ کا اظہار کیا جائے گا تا کہ جنتی اور دوزخی ان کو دیکھیں اور وہ ان سب کے احوال، ثواب وعذاب کے مقدار اور احوال کا معائنہ کریں۔ [3] ان قولوں پر اصحابِ اعراف جنتیوں میں سے افضل لوگ ہوں گے کیونکہ وہ باقیوں سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں، ان تمام اقوال میں کچھ تناقض نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اعراف میں ٹھہرائے جائیں اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جداگانہ ہو۔

﴿يَعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِيْمٰهُمْ: دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے۔﴾ دونوں فریق سے جنتی اور دوزخی مراد ہیں، جنتیوں کے چہرے سفید اور تروتازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی یہی اُن کی علامتیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اعراف والے جب جنتیوں کو دیکھیں گے تو ان کے چہروں کی سفیدی سے انہیں پہچان لیں گے اور جب جہنمیوں کی طرف نظر کریں گے تو انہیں ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ [4]

1 ......الزهد لابن مبارك، اول السادس عشر، ص۱۲۳، الحديث: ۴۱۱.
2 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۴۶، ۲/۹۶.
3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۴۶، ۲/۹۶.
4 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۴۶، ۲/۹۷.

جنتیوں اور جہنمیوں کی علامات

اللّٰہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌؕ-وَ لَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت، یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور کافر و گنہگار بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَاۙ-وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌؕ-مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ-كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًاؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے برائیوں کی کمائی کی تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللّٰہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دور سے سننا شرک نہیں

اس آیت میں فرمایا گیا اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے۔ جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ دور سے سن لینا کوئی ایسی بات نہیں جو مخلوق کیلئے ماننے سے شرک لازم آئے کیونکہ شرک کی حقیقت دنیا و آخرت کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی یعنی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دنیا میں ایک چیز شرک ہو لیکن قیامت میں وہ شرک نہ رہے، لہٰذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے دور سے سننے کے عقیدے پر شرک کے فتوے دیتے ہیں انہیں غور کرلینا چاہیے بلکہ خود قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دور سے چیونٹی کی باتیں سن لیں، چنانچہ فرمایا:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا(3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ''چیونٹی کی آواز سن کر سلیمان مسکرا دیئے''

1 ......یونس:۲۶.
2 ......یونس:۲۷.
3 ......النمل:۱۹.

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھریں گی کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر۔ اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہیں کیا کام آیا تمہارا جتھا اور وہ جو تم غرور کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان اعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔ اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکار کر کہیں گے جنہیں ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے: تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا۔

﴿وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا: اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے۔﴾ جب اعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اس وقت کفار جو کہ دنیا میں تو سردار تھے اور قیامت میں جہنم کے باسی، ان کی پیشانیوں پر جہنمی ہونے کی علامات موجود ہوں گی جس سے اعراف والے انہیں پہچانتے ہوئے پکاریں گے ’’تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا۔

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت کچھ نہ کرے گا ان سے تو کہا گیا کہ جنت میں جاؤ نہ تم کو اندیشہ نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا (ان سے تو فرمایا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

﴿اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ: کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے۔﴾ اعراف والے غریب جنتی مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے مشرکوں سے کہیں گے کہ کیا یہی وہ غریب مسلمان ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر سمجھتے تھے اور جن کی غریبی فقیری دیکھ کر تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحمت نہیں فرمائے گا، اب خود دیکھ لو کہ وہ جنت کے دائمی عیش و راحت میں کس عزت و احترام کے ساتھ ہیں اور تم کس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو۔

غریبوں کی غربت کا مذاق اڑانے سے بچا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہ کھانا چاہیے نیز کسی غریب کی غربت کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے۔ غریبوں کی بے کسی کا مذاق اڑانا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے کہ کفار مسلمانوں کو غریب ہونے کی وجہ سے طعنے دیتے تھے۔ مسلمان کو غربت کے طعنے دینا ایذاءِ مسلم اور حرام فعل ہے۔ ایذاءِ مسلم کے مُرتکب لوگوں کو اِس حدیثِ مبارک سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مُفلس کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: ''میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ اعمال) لے کر آئے اور اس کا حال یہ ہو کہ اس نے (دنیا میں) اِسے گالی دی، اُسے تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا۔ اِس کی نیکیوں میں سے کچھ اُس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اِس مظلوم کو، پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔[1]

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۙ(۵۰)

---

1 ......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، ص١٣٩٤، الحديث: ٥٩ (٢٥٨١).

ترجمۂ کنزالایمان: اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں کچھ پانی دیدو یا اس رزق سے کچھ دیدو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ جنتی کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔

﴿وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ: اور جہنمی پکاریں گے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب اعراف والے جنت میں چلے جائیں گے تو دوزخیوں کو بھی کچھ لالچ ہوگی اور وہ عرض کریں گے: یارب! جنت میں ہمارے رشتہ دار ہیں، ہمیں اجازت عطا فرما کہ ہم اُنہیں دیکھ سکیں اور ان سے بات کرسکیں۔ چنانچہ انہیں اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے رشتہ داروں کو جنت کی نعمتوں میں دیکھیں گے اور پہچانیں گے، لیکن اہلِ جنت ان دوزخی رشتہ داروں کو نہ پہچانیں گے کیونکہ دوزخیوں کے منہ کالے ہوں گے، صورتیں بگڑ گئی ہوں گی، تو وہ جنتیوں کو نام لے لے کر پکاریں گے، کوئی اپنے باپ کو پکارے گا، کوئی بھائی کو اور کہے گا، ہائے میں جل گیا مجھ پر پانی ڈالو اور تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو رزق دیا ہے اس ان نعمتوں میں سے کھانے کو دو۔ ان کی پکار سن کر جنتی کہیں گے: بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔ [1]

جنتی مومن کو دوزخی کافر سے محبت ہوگی نہ اس پر رحم آئے گا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنتی مومن کو دوزخی کافر سے بالکل محبت نہ ہوگی اور نہ ہی اس پر رحم آئے گا اگرچہ اس کا سگا باپ یا بیٹا یا بہترین دوست ہو، وہ اس کے مانگنے پر بھی اُدھر کچھ نہ پھینکے گا۔ خیال رہے کہ یہاں حرام سے مراد شرعی حرام نہیں کیونکہ وہاں شرعی احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ مراد کامل محرومی ہے۔ نیز جنتیوں کا جہنمیوں کی مدد نہ کرنا کافر جہنمیوں کے متعلق ہے ورنہ جہنم کے مستحق مسلمانوں میں سے بہت سے گناہگاروں کو نیک رشتے داروں کی شفاعت نصیب ہوگی جیسے حافظِ قرآن کے بارے میں حدیث میں تصریح ہے۔

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۚ-فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَاۙ-وَ مَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ(۵۱)

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۹۸.

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زیست نے انہیں فریب دیا تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا اور جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ دیا تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔﴾ اس آیت میں کفار کی ایک بری صفت بیان کی جارہی ہے کہ ان کفار نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اس طرح کہ اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہوئے جسے چاہا حرام کہہ دیا اور جسے چاہا حلال قرار دے دیا اور جب انہیں ایمان قبول کرنے کی دعوت دی گئی تو یہ ایمان والوں سے مذاق مسخری کرنے لگ گئے، انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا کہ دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو کر اپنے اخروی انجام کو بھول گئے اور اہل و عیال کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت سے دور ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی محبت سخت خطرناک ہے۔ اسی لئے حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ [1]

﴿فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ: تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔﴾ یعنی کفار نے دنیا میں جو معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں روا رکھا تھا قیامت کے دن اس کا انجام ان کے سامنے آجائے گا چونکہ انہوں نے قیامت کا خیال تک چھوڑ رکھا تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اُن کے اس بھولنے کا بدلہ دے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف نِسیان کی نسبت کا مطلب کفار کے نسیان (یعنی بھولنے) کا بدلہ دینا ہے۔

وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت و رحمت ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا، ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

---

1 ......جامع الاصول فی احادیث الرسول، الرکن الثانی، حرف الذال، الکتاب الثالث فی ذمّ الدنیا، الفصل الاول، ۴/۴۵۷، الحدیث: ۲۶۰۳.

﴿وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ: اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے۔﴾ کتاب سے مراد قرآنِ پاک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا کہ اس میں انسانی ہدایت کیلئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ تمام چیزیں بیان فرمادیں اور جس چیز کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دعوت دی اس کی حقانیت کے زبردست دلائل قائم فرمائے اور اسے بار بار دلنشین انداز اور حسین پیرایوں میں بیان کیا۔ قرآنِ پاک عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کے بیان کا حسین مجموعہ ہے۔ قرآن کی رحمتِ عامہ تو سارے عالم کیلئے ہے کہ ساری دنیا کو ایک ہدایت نامہ مل گیا مگر رحمتِ خاصہ صرف مومنوں کیلئے ہے کیونکہ اس سے نفع صرف وہی اٹھاتے ہیں۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۠ (۵۳)

ع ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا بتایا انجام واقع ہوگا بول اٹھیں گے وہ جو اسے پہلے سے بھلائے بیٹھے تھے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیجے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے جو بہتان اٹھاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف قرآن کے کہے ہوئے آخری انجام کا انتظام کررہے ہیں۔ جس دن وہ آخری انجام آئے گا تو جو اِس سے پہلے بھولے ہوئے تھے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تھے، تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کردیں؟ یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم جو پہلے عمل کیا کرتے تھے اس

کے برخلاف اعمال کرلیں۔ بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اوران سے کھوگئے جو یہ بہتان باندھتے تھے۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ: کاہے کی راہ دیکھتے ہیں۔﴾ یعنی وہ کفار جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، ان کا انکار کیا اوران پر ایمان نہ لائے وہ صرف اس قرآن کے بیان کئے ہوئے آخری انجام کا انتظام کررہے ہیں حالانکہ قیامت کے دن جب اس قرآن کا بتایا ہوا انجام آئے گا تو وہ کافر جو اس سے پہلے بھولے ہوئے تھے، نہ اس پر ایمان لاتے تھے اور نہ اس کے مطابق عمل کرتے تھے اقرار کرتے ہوئے بول اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کے رسول جو تعلیمات لائے تھے وہ سب حق تھیں یعنی حشر ونشر، قیامت کے دن اٹھنا اور ثواب وعذاب یہ سب حق ہے۔ لیکن اس وقت ان کا اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا اور جب اپنی جانوں کو عذاب میں دیکھیں گے اور یہ نظارہ کریں گے کہ مسلمانوں کی شفاعت ہورہی ہے اور انبیاء واولیاء، علماء وصلحاء، چھوٹے بچے، ماہِ رمضان اور خانہ کعبہ وغیرہ شفاعت کررہے ہیں، تب کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے ''ہے کوئی جو ہماری بھی سفارش کردے اور اگر یہ نہیں تو ہمیں دنیا میں ہی واپس بھیج دیا جائے تاکہ پہلے جو اعمال کئے تھے انہیں چھوڑ کر نیک اعمال کرلیں، کفر کی بجائے ایمان لے آئیں، معصیت ونافرمانی کی بجائے اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرلیں مگر نہ اُنہیں کسی کی شفاعت نصیب ہوگی اور نہ دنیا میں واپس بھیجے جائیں گے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل کا وقت ضائع کرکے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور اب پچھتانے کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں بچا۔

﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ: اوران سے کھوگئے۔﴾ کفار جو کہتے تھے کہ بت خدا کے شریک ہیں اور اپنے پجاریوں کی شفاعت کریں گے، اب آخرت میں اُنہیں معلوم ہوگیا کہ اُن کے یہ دعوے جھوٹے تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے احوال بیان کرنے کا مقصد

اوپر متعدد آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے احوال کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے، ان کے مکالمے، جنتیوں کی نعمتیں اور جہنمیوں کے عذاب، جنتیوں کی خوشیاں اور جہنمیوں کی حسرتیں یہ سب چیزیں بیان کی گئیں۔ آیات میں جو کچھ بیان ہوا اس میں بنیادی طور پر مسلمانوں اور کافروں کے انجام کا بیان کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ اصحابِ اعراف کا بھی بیان ہے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ اب یہاں مسلمانوں کا ایک وہ گروہ بھی ہوگا جن کے گناہ زیادہ اور نیکیاں کم ہوں گی اور یونہی وہ لوگ بھی ہوں گے جو نیکیوں کے باوجود کسی گناہ پر پکڑے جائیں گے۔ ان تمام چیزوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ سب سے پہلے تو کفر سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے،

اس میں وہ تمام ذرائع مثلاً فلمیں، ڈرامے، مزاحیہ پروگرام اور دینی معلومات کی کمی داخل ہیں جو آج کے زمانے میں کفریات کا سبب بنتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ کوئی مسلمان ہمیشہ کیلئے جہنم میں نہیں جائے گا لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ کچھ گناہگار مسلمان ضرور جہنم میں جائیں گے لہٰذا ہمیں جہنم کے عذاب اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سیدُ المعصومین ہیں لیکن اس کے باوجود تعلیمِ امت کیلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عذابِ جہنم سے کس قدر پناہ مانگتے تھے اس کا اندازہ احادیثِ طیبہ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ یونہی صحابہ وتابعین اور بزرگانِ دین بھی ہمیشہ جہنم کے عذاب سے خائف اور لرزاں وترساں رہتے تھے۔ ترغیب کیلئے یہاں چند احادیث وواقعات پیشِ خدمت ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یوں دعا مانگا کرتے " **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ** " اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (1)

(2)......حضرت حُمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (ایک مرتبہ) ان آیاتِ کریمہ:

اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًاۙ(۱۲) وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا(۱۳) (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

کی تلاوت فرمائی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر غشی طاری ہوگئی۔ (3)

(3)......حضرت بَرَاء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ''ہم سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبر کے کنارے بیٹھے اور اتنا روئے کہ آپ کی چشمانِ اقدس سے نکلنے والے آنسوؤں سے مٹی نم ہوگئی۔ پھر فرمایا ''اے بھائیو! اس قبر کے لئے تیاری کرو۔'' (4)

(4)......حضرت سلیمان بن سحیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مجھے اس شخص نے بتایا جس نے خود حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز میں جھکتے، اٹھتے اور سوز وگداز کی حالت میں نماز ادا

---

1 ......نسائی، کتاب الاستعاذة، الاستعاذة من عذاب القبر، ص٨٧٤، الحدیث: ٥٥١٤.

2 ......مزمل ١٢،١٣.

3 ......الزهد لابن حنبل، تمهید، ص٦٢، رقم: ١٤٦.

4 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحزن والبکاء، ٤/٤٦٦، الحدیث: ٤١٩٥.

کرتے، اگر کوئی ناواقف شخص آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اس حالت کو دیکھتا تو کہتا کہ ان پر جنون طاری ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ کیفیت جہنم کے خوف کی وجہ سے اس وقت ہوتی کہ جب آپ یہ آیت:

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا[1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے۔

یا اس جیسی کوئی اور آیت تلاوت فرماتے۔[2]

(5)......حضرت عبداللّٰہ رومی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ مجھے امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ’’ اگر میں جنت اور جہنم کے درمیان ہوں اور مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کس کی طرف جانے کا مجھے حکم دیا جائے گا تو میں اس بات کو اختیار کروں گا کہ میں یہ معلوم ہونے سے پہلے ہی راکھ ہو جاؤں کہ میں کہاں جاؤں گا۔[3]

(6)......ایک انصاری نوجوان کے دل میں جہنم کا خوف پیدا ہوا تو اس کی وجہ سے وہ گھر میں ہی بیٹھ گئے، جب نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس سینے سے چمٹ گئے، اس کے بعد ایک چیخ ماری اور ان کی روح پرواز کر گئی، غمگسار آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ارشاد فرمایا: ’’ اپنے بھائی کے کفن دفن کی تیاری کرو، جہنم کے خوف نے اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔[4]

(7)......حضرت ابو سلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ (مشہور تابعی بزرگ) حضرت طاؤس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کا جہنم کے خوف کی وجہ سے یہ حال تھا کہ آپ) سونے کے لئے بستر بچھاتے اور اس پر لیٹ جاتے، پھر ایسے تڑپنے لگتے جیسے دانہ ہنڈیا میں اچھلتا ہے، پھر اپنے بستر کی گدی بنا دیتے، پھر اسے بھی لپیٹ دیتے اور قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاتے یہاں تک کے صبح ہو جاتی اور فرماتے ’’ جہنم کی یاد نے عبادت گزاروں پر نیند حرام کر دی ہے۔[5]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے عذابات سے ڈرنے اور اپنی آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

---

1 ......الفرقان:۱۳.

2 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، فضائل الفاروق رضی اللّٰه عنه، ۲۶۴/۶، الحدیث: ۳۵۸۲۶، الجزء الثانی عشر.

3 ......الزهد لابن حنبل، زهد عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنه، ص۱۵۵، رقم: ۶۸۶.

4 ......الزهد لابن حنبل، زهد عبید بن عمیر، ص۳۹۴، رقم: ۲۳۴۹.

5 ......التخویف من النار، الباب الثانی فی الخوف من النار... الخ، فصل من الخائفین من منعه خوف جهنم من النوم، ص۳۷.

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًاۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ : بیشک تمہارا رب اللہ ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں چونکہ قیامت کے احوال کا بڑی تفصیل سے تذکرہ ہوا اور یہاں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت، قدرت، وحدانیت اور وقوعِ قیامت پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت و وحدانیت کی دلیل آسمان و زمین کی تخلیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور چھ دن میں پیدا کیا جیسا کہ اس آیت میں اور دیگر آیات میں فرمایا گیا۔ اگر آسمان و زمین ایک لمحے میں پیدا ہوتے تو کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے لیکن جب ان کی تخلیق ایک مخصوص مدت اور مخصوص طریقہ کار سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کو کسی اور نے وجود بخشا

ہے۔ چھ دن میں تخلیق سے کیا مراد ہے، اس کے متعلق بعض نے فرمایا کہ چھ دن سے مراد چھ ادوار ہیں اور اکثر نے فرمایا کہ دنیوی اعتبار سے جو چھ دن کی مقدار بنتی ہے وہ مراد ہے۔ بہرحال جو بھی صورت ہو اللہ تعالیٰ ہر صورت پر قادر ہے۔

آسمان و زمین کو 6 دن میں پیدا کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ ایک لمحہ میں یا اس سے کم میں زمین و آسمان پیدا فرما دیتا لیکن اتنے عرصے میں اُن کی پیدائش فرمانا بہ تقاضائے حکمت ہے اور اس میں بندوں کے لئے تعلیم ہے کہ بندے بھی اپنے کام میں جلدی نہ کیا کریں بلکہ آہستگی سے کریں۔

جلد بازی سے متعلق 2 احادیث

یہاں جلد بازی سے متعلق دو احادیث ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت سہل بن ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کام میں جلد بازی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔'' [1]

(2)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شیخ عبدُ القیس سے فرمایا ''تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، بردباری اور جلد بازی نہ کرنا[2]۔''[3]

﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ: پھر عرش پر جیسا اس کی شان کے لائق ہے اِستِواء فرمایا۔﴾ استواء کا لغوی معنیٰ تو ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے بلند ہونا، کسی چیز کا کسی چیز پر بیٹھنا۔ یہاں آیت میں کیا مراد ہے اس کے بارے میں علماءِ کرام نے بہت مُفَصَّل کلام فرمایا ہے۔ ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک تصنیف کی روشنی میں ایک خلاصہ بیان کرتے ہیں جس سے اس آیت اور اس طرح کی جتنی بھی آیات ہیں ان کے بارے میں صحیح عقیدہ واضح ہو جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اَنْسَب (یعنی زیادہ مناسب) یہی ہے کہ آیاتِ مُتَشَابِہات سے ظاہراً سمجھ آنے والے معنی کو ایک مناسب وملائم معنی کی طرف جو کہ مُحکمات سے مطابق اور محاورات سے موافق ہو پھیر دیا جائے تاکہ فتنے اور گمراہی سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت سے متاخرین علماء کا ہے کہ عوام کی حالت کے پیشِ نظر اسے اختیار کیا ہے، اسے ''مسلکِ تاویل'' کہتے ہیں، یہ علماء آیت ''**ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ**''

---

1 ...... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی التأنّی والعجلة، ۳/۴۰۷، الحدیث: ۲۰۱۹.

2 ...... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی التأنّی والعجلة، ۳/۴۰۷، الحدیث: ۲۰۱۸.

3 ...... جلد بازی کی مذمت اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جلد بازی'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

کی تاویل کئی طرح سے فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس وواضح ہیں:

اول: استواء بمعنی ''قہروغلبہ'' ہے، یہ معنی زبانِ عرب سے ثابت وپیدا(ظاہر) ہے، عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے۔

دوم: استواء بمعنی ''عُلُوّ'' ہے، اور علو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفت ہے، علوِ مکان صفت نہیں بلکہ علوِ مالکیت وسلطان صفت ہے۔

سوم: استواء بمعنی ''قصدوارادہ'' ہے، یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی۔

چہارم: استواء بمعنی ''فراغ وتمامی کار'' ہے، یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر ختم فرمایا، اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرۂ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔''[1]

مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالۂ مبارکہ '' قَوَارِعُ الْقَھَّار عَلَی الْمُجَسِّمَۃِ الْفُجَّار''(اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرنے والے فاجروں کا رد) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ: رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ رات اور دن ایک دوسرے کو ڈھانپ لیتے ہیں، یہاں ڈھانپنے سے مراد زائل کرنا ہے یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی کو اور پھر آئندہ دن کی روشنی رات کے اندھیرے کو دور کردیتی ہے نیز ان رات دن میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے کہ دن رات کا ایسا سلسلہ قائم فرمایا جو کبھی ٹوٹتا نہیں اور اس نے سورج، چاند، ستاروں کو بنایا اور ایسا بنایا کہ نہ کبھی خراب ہوں اور نہ کبھی ان کو تبدیل کیا جاسکے مگر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے۔ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے پابند ہیں۔ کائنات میں تخلیق اور تصرُّف کا حقیقی اختیار صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہے اور اسی کی ذات خیر وبرکت والی ہے کہ اسی کا فیضان جاری وساری ہے اور سب برکتیں، عنایتیں اور رحمتیں اسی کی طرف سے ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۚ﴿۵۵﴾

---

[1] ......فتاوی رضویہ، ۲۹/ ۱۲۴-۱۲۶ ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ: اپنے رب سے دعا کرو۔﴾ دُعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ عبادت میں داخل ہے کیونکہ دُعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا ''اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ'' دعا عبادت کا مغز ہے۔[1]

دعا کے فضائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، اس مناسبت سے ہم یہاں دعا مانگنے کے 3 فضائل بیان کرتے ہیں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔[2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے کئے جانے والے سوالوں میں سے پسندیدہ سوال عافیت کا ہے۔ جو مصیبتیں نازل ہو چکیں اور جو نازل نہیں ہوئیں ان سب میں دعا سے نفع ہوتا ہے، تو اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! دعا کرنے کو (اپنے اوپر) لازم کر لو۔[3]

(3)......حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دے اور تمہارے رزق کو وسیع کر دے'' رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔[4]

---

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ۵/۲۴۳، الحدیث: ۳۳۸۲.

2 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ۵/۲۴۳، الحدیث: ۳۳۸۱.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵/۳۲۱، الحدیث: ۳۵۵۹.

4 ......مسند ابو یعلی، مسند جابر بن عبد اللّٰہ، ۲/۲۰۱، الحدیث: ۱۸۰۶.

ایک دعا سے حاصل ہونے والے فوائد

ایک دعا سے آدمی کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(1)......دعا مانگنے والا عبادت گزاروں کے گروہ میں شمار ہوتا ہے کہ دعا فِی نَفْسِہٖ یعنی بذاتِ خود عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے۔

(2)......جو شخص دعا کرتا ہے وہ اپنے عاجز اور محتاج ہونے کا اقرار اور اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی قدرت اور کرم کا اعتراف کرتا ہے۔

(3)......دعا مانگنے سے شریعتِ مطہرہ کے حکم کی بجا آوری ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور دعا نہ مانگنے والے پر حدیث میں وعید آئی۔

(4)......سنت کی پیروی ہوگی کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دعا مانگا کرتے اور اوروں کو بھی تاکید فرماتے۔

(5)......دعا سے آفات وبَلِیّات دور ہوتی ہیں اور مقصود حاصل ہوتا ہے۔[1]

نوٹ: دعا کے فضائل، آداب، قبولیت کے اسباب، قبولیت کے اوقات، قبولیت کے مقامات، قبولیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور ممنوع دعاؤں وغیرہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تصنیف ''اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَا'' (دعا کے فضائل وآداب اور اس سے متعلقہ احکام پر بے مثال تحقیق)[2] یا راقم کی کتاب ''فیضانِ دعا'' کا مطالعہ کیجئے۔

﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ: بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔﴾ یعنی لوگوں کو دعا وغیرہ جن چیزوں کا حکم دیا گیا ان میں حد سے بڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔[3]

حضرت ابونَعَامہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل نے اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے جنت کی دائیں طرف سفید محل کا سوال کرتا ہوں۔ تو فرمایا ''اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو کیونکہ میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''عنقریب

---

1 ......فضائل دعا، فصل اول، ص۵۴-۵۵، ملخصاً۔

2 ......یہ کتاب تسہیل اور تخریج کے ساتھ مکتبۃ المدینہ نے ''فضائل دعا'' کے نام سے شائع کی ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

3 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۱۷۸۔

میری امت کے کچھ لوگ وضو اور دعا میں حد سے بڑھیں گے۔[1]

دعا میں حد سے بڑھنے کی صورتیں

یاد رہے کہ دعا میں حد سے بڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مرتبہ مانگنا یا آسمان پر چڑھنے کی دعا کرنا، اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں ان کی دعا کرنا، ہمیشہ کے لئے تندرستی اور عافیت مانگنا، ایسے کام کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا مثلاً لمبا آدمی کہے میرا قد کم ہو جائے یا چھوٹی آنکھوں والا کہے کہ میری آنکھیں بڑی ہو جائیں۔ اسی طرح گناہ کی دعا مانگنا، رشتہ داروں سے تعلقات ٹوٹ جانے کی دعا کرنا، اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز مانگنا، لغو اور بے فائدہ دعا مانگنا، رنج و مصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا کرنا، صحیح شرعی غرض کے بغیر کسی کی موت یا بربادی کی دعا مانگنا، کسی مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونے یا اسے جہنم میں داخل کئے جانے کی دعا مانگنا، سب مسلمانوں کے سب گناہ بخشے جانے کی دعا مانگنا اور کافر کی مغفرت کی دعا کرنا وغیرہ۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو اور اللہ سے دعا کرو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے۔ بیشک اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

﴾وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ: اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔﴿ یعنی اے لوگو! انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تشریف لانے، حق کی دعوت فرمانے، احکام بیان کرنے اور عدل قائم فرمانے کے بعد تم کفر و شرک، گناہ اور ظلم و ستم کرکے زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

[1] ......ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب الاسراف فی الماء، ۱/۶۸، الحدیث: ۹۶.

﴿ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا: اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔﴾ اس میں دعا مانگنے کا ایک ادب بیان فرمایا گیا ہے کہ جب بھی دعا مانگو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی طمع کرتے ہوئے دعا کرو۔

خوف اور امید کی حالت میں دعا کرنی چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ دعا اور عبادات میں خوف و امید دونوں ہونے چاہئیں اس سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ جلد قبول ہوگی۔ اسی مفہوم پر مشتمل ایک حدیث بخاری شریف میں ہے چنانچہ حضرت براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم سونے لگو تو نماز جیسا وضو کرلیا کرو، پھر دائیں کروٹ لیٹ کر کہو ''اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَةً وَرَھْبَةً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ'' ترجمہ: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور تجھ سے رغبت اور خوف رکھتے ہوئے اپنی پیٹھ جھکا دی، تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جنہیں تو نے بھیجا۔'' (اگر رات کو سوتے وقت یہ پڑھو گے تو) اگر اس رات میں مر گئے تو تم فطرت پر ہوگے۔[1]

وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بھاری بادل ہم نے اسے کسی مردہ شہر کی طرف چلایا پھر اس سے پانی اتارا پھر اس سے طرح طرح کے پھل نکالے اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے کہیں تم نصیحت مانو۔

[1] ......بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، ۱/۱۰۴، الحدیث: ۲۴۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو ہواؤں کو اس حال میں بھیجتا ہے کہ اس کی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس مردہ شہر میں پانی اتارتے ہیں تو اس پانی کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے۔ (یہ بیان اس لئے ہے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ: اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے۔﴾ اس سے دو آیات پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے چند دلائل بیان فرمائے گئے جیسے آسمان وزمین کی پیدائش، دن اور رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، سورج، چاند اور ستاروں کا مُسَخَّر ہونا، اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، وحدانیت اور وقوعِ قیامت پر مزید دلائل بیان فرمائے جارہے ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کیسی عظیم قدرت ہے کہ وہ پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت یعنی بارش آنے کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں سمندر سے بھاری بادل کو اٹھالاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بادل کو کسی مردہ شہر کی طرف چلاتا ہے جس کی زمین خشک پڑی ہوتی ہے اور سبزے کا نام ونشان نہیں ہوتا پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مردہ زمین پر پانی اتارتا ہے اور اس پانی کے ذریعے وہاں سبزہ پیدا فرمادیتا ہے، وہاں پھل پھول اگتے ہیں، وہاں غلہ اناج پیدا ہوتا ہے۔ وہ مردہ زمین بھی زندہ ہوجاتی ہے اور اس کی پیداوار کے ذریعے لوگوں کی زندگی کا سامان بھی مہیا ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت ہے اور یہی دلیلِ قدرت اس بات کو ماننے پر بھی مجبور کردیتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو ویرانی کے بعد زندگی عطا فرماتا ہے اور اس کو سرسبز وشاداب فرماتا ہے اور اس میں کھیتی، درخت، پھل پھول پیدا کرتا ہے ایسے ہی مُردوں کو قبروں سے زندہ کرکے اُٹھائے گا، کیونکہ جو خشک لکڑی سے تروتازہ پھل پیدا کرنے پر قادر ہے اُس سے مُردوں کا زندہ کرنا کیا بعید ہے۔ قدرت کی یہ نشانی دیکھ لینے کے بعد عقلمند، سلیمُ الحَواس کو مُردوں کے زندہ کئے جانے میں کچھ تردد باقی نہیں رہتا۔

وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللّٰہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لیے جو احسان مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اچھی زمین ہوتی ہے اس کا سبزہ تو اپنے رب کے حکم سے نکل آتا ہے اور جو خراب ہو اس کا سبزہ بڑی مشکل سے تھوڑا سا نکلتا ہے۔ ہم اسی طرح شکر کرنے والے لوگوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

﴿وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ: اور جو اچھی زمین ہوتی ہے۔﴾ یہ مومن کی مثال ہے کہ جس طرح عمدہ زمین پانی سے نفع پاتی ہے اور اس میں پھول پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جب مومن کے دل پر قرآنی انوار کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع پاتا ہے، ایمان لاتا ہے، طاعات وعبادات سے پھلتا پھولتا ہے۔ یونہی یہ مثال فیضانِ نبوت کی بھی ہو سکتی ہے کہ جب نبوی فیضان عام ہوتا ہے اور نورِ نبوت کی بارش برستی ہے تو مومن کا دل اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور اسے روحانی زندگی مل جاتی ہے اور اُس کے رگ و پے میں نورِ ایمان سرایت کر جاتا ہے اور اعمالِ صالحہ کے پھل پھول کھلنے لگتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْ خَبُثَ: اور جو خراب ہو۔﴾ یہ کافر کی مثال ہے کہ جیسے خراب زمین بارش سے نفع نہیں پاتی ایسے ہی کافر قرآنِ پاک سے مُنتفع نہیں ہوتا اور یونہی جب فیضانِ نبوت کی بارش ہوتی ہے تو کافر کا خبیث دل اُس فیضان سے اسی طرح محروم رہتا ہے جیسے بہترین بارش سے کانٹے دار اور جھاڑ جھنکار والی زمین محروم رہتی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللّٰہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بیشک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس کی قوم کے سردار بولے بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے نوح کواس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ۔اس کی قوم کے سردار بولے: بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا: بیشک ہم نے نوح کو بھیجا۔﴾ اس سے ماقبل آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل اور اپنی عجیب وغریب صنعتوں سے متعلق بیان فرمایا، ان سے اللہ تعالیٰ کا واحد اور رب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر مرنے کے بعد اُٹھنے اور زندہ ہونے کی صحت پر مضبوط ترین دلیل قائم فرمائی ان سب کے بعد بڑی تفصیل سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے کہ وہ بھی اپنی امتوں کو توحید ورسالت اور عقیدۂ قیامت کی طرف دعوت دیتے رہے، اِس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعوت کوئی نئی نہیں بلکہ ہمیشہ سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہی چیزوں کی دعوت دیتے آئے ہیں پھر اس کے ساتھ اس بات کو بھی بار بار دہرایا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت کے انکار کو معمولی نہ سمجھا جائے بلکہ پہلی امتوں کے احوال کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ ان میں سے جنہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور ان کے بیان کردہ عقیدۂ توحید ورسالت اور حشر ونشر کا انکار کیا وہ تباہ وبرباد ہوگئے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات میں سب سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا گیا کیونکہ کفار کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول یہی تھے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مختصر تعارف

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اسم گرامی یشکر یا **عبدُ الغفار** ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پڑپوتے تھے۔ آپ کا لقب ''نوح'' اس لئے ہوا کہ آپ کثرت سے گریہ وزاری کیا کرتے تھے، چالیس یا پچاس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو عبادتِ الٰہی کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! ایمان قبول کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی اور ایسا ہے ہی نہیں کہ جس کی عبادت کی جاسکے، وہی تمہارا معبود ہے اور جس چیز کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں اس میں اگر تم میری نصیحت قبول نہ کرو گے اور راہِ راست پر نہ آؤ گے تو مجھے تم پر بڑے دن یعنی روزِ قیامت یا روزِ طوفان کے عذاب کا خوف ہے۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی زبردست دلیل

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ان تذکروں میں سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی زبردست دلیل ہے کیونکہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُمّی تھے، پھر آپ کا ان واقعات کو تفصیلاً بیان فرمانا بالخصوص ایسے ملک میں جہاں اہلِ کتاب کے علماء بکثرت موجود تھے اور سرگرم مخالف بھی تھے، ذرا سی بات پاتے تو بہت شور مچاتے، وہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ان واقعات کو بیان فرمانا اور اہلِ کتاب کا ساکت و حیران رہ جانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ نبیٔ برحق ہیں اور پروردگارِ عالم عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر علوم کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی قوم کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دینے اور ان کی قوم پر آنے والے عذاب کا تفصیلی ذکر سورۂ ہود آیت 25 تا 48 میں بھی مذکور ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللّٰہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ اور کیا تمہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو اور کہیں تم پر رحم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں

اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿ قَالَ یٰقَوْمِ: کہا اے میری قوم۔﴾ قوم کے سرداروں کا جہالت وسَفاہَت سے بھرپور جواب سن کر کمالِ خُلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جواب دیا کہ ’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی کی بات نہیں بلکہ میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں کیونکہ جب دنیاوی بادشاہ کسی ناتجربہ کار اور جاہل کو اپنا وزیر نہیں بناتا یا کوئی اہم عہدہ نہیں سونپتا تو اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ کیسے کسی بے وقوف یا کم علم کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرما سکتا ہے اور میرا کام تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پیغامات تم تک پہنچانا اور تمہاری بھلائی چاہنا ہے۔

نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتی

آیت نمبر 61 سے معلوم ہوا کہ نبوت اور گمراہی دونوں جمع نہیں ہو سکتیں اور کوئی نبی ایک آن کے لئے بھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اگر نبی ہی گمراہ ہوں تو پھر انہیں ہدایت کون کرے گا۔

مبلغ کو چاہیے کہ مخاطب کی جہالت پر شفقت و نرمی کا مظاہرہ کرے

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بکواس اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جواب کی طرف نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہایت حلیم و کریم بزرگ تھے کہ انتہائی بدتمیزی کے ساتھ دیئے گئے جواب کے مقابلے میں نہایت شفقت و محبت اور خیر خواہی کے ساتھ جواب عطا فرما رہے ہیں اور یہ وہی تعلیم ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرمائی تھی۔ چنانچہ فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا (اللہ سے) ڈر جائے۔

1 ......طه:٤٤.

اور یہ وہی حکم ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

اس سے مبلغین کو بھی درس حاصل کرنا چاہیے کہ مخاطب کی جہالت پر برانگیختہ ہونے کی بجائے حتی الامکان نرمی اور شفقت کے ساتھ جواب دیا جائے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ۠ (۶۴)

ع ۸/۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا بیشک وہ اندھا گروہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہماری آیتیں جھٹلانے والوں کو غرق کردیا بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کو جھٹلایا، حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہونے والی وحی جو آپ ان تک پہنچا دیتے تھے اسے قبول نہ کیا اور ایک عرصے تک عذابِ الٰہی سے خوف دلانے اور راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرنے کے باوجود بھی وہ لوگ اپنی بات پر ڈٹے رہے تو ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ جو مومنین حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے

1 ......النحل: ۱۲۵.

انہیں اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا اور باقی سب کو غرق کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں پر اس وقت تک دنیاوی عذاب نہیں آتے جب تک وہ پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں سوار تھیں مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کے سوا کسی کی نسل نہ چلی اس لئے آپ کو ’’آدمِ ثانی‘‘ کہتے ہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ’’**بیشک وہ (یعنی کفار) اندھے لوگ تھے۔**‘‘ یعنی ان کے پاس نبوت کی شان دیکھنے والی آنکھ نہ تھی، ان کے دل اندھے تھے اگرچہ آنکھیں کھلی تھیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اُن کے دِل اندھے تھے، معرفت کا نور ان کی قسمت میں نہ تھا۔ (2)

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قومِ عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم ڈرتے نہیں؟

﴿**وَ اِلٰى عَادٍ: اور قومِ عاد کی طرف۔**﴾ قومِ عاد دو ہیں: عادِ اُولیٰ یہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ہے اور یہ یمن میں آباد تھے اور عادِ ثانیہ، یہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ہے، اسی کو ثمود کہتے ہیں ان دونوں کے درمیان سو برس

(1)......بنی اسرائیل: ۱۵.

(2)......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ٦٤، ۲/۱۰۸.

کا فاصلہ ہے۔ یہاں عادِ اُولیٰ مراد ہے۔[1]

حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ

اس آیت اور اگلی چند آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کی ہدایت کے لئے ان کے ہم قوم حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا؟ اس پر قوم کے کافر سردار بولے: ہم تو تمہیں بیوقوف سمجھتے اور جھوٹا گمان کرتے ہیں اور تمہیں رسالت کے دعویٰ میں سچا ہی نہیں جانتے۔ کفار کا حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں یہ گستاخانہ کلام کہ ''تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں' جھوٹا گمان کرتے ہیں'' انتہا درجہ کی بے ادبی اور کمینگی تھی اور وہ اس بات کے مستحق تھے کہ انہیں سخت ترین جواب دیا جاتا مگر حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے اخلاق وادب اور شانِ حلم سے جو جواب دیا اس میں شانِ مقابلہ ہی نہ پیدا ہونے دی اور اُن کی جہالت سے چشم پوشی فرمائی چنانچہ فرمایا: اے میری قوم! بے وقوفی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تو تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا اور تمہیں عظیم جسمانی قوت سے نوازا کہ قد کاٹھ اور قوت دونوں میں دوسروں سے ممتاز بنایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسانات یاد کرو، اس پر ایمان لاؤ اور اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کرو۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ اپنی قوم کی بستی سے علیحدہ ایک تنہائی کے مقام میں عبادت کیا کرتے تھے، جب آپ کے پاس وحی آتی تو قوم کے پاس آکر سنا دیتے، اس وقت قوم یہ جواب دیتی کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریں اور جن بتوں کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا عذاب اور غضب لازم ہو گیا۔ قومِ عاد پر آنے والے عذاب کی کیفیت کا بیان چند آیات کے بعد مذکور ہے اور اس کے علاوہ یہ واقعہ سورہ ہود آیت نمبر 50 تا 60 میں بھی مذکور ہے۔

1 ......جمل، الاعراف، تحت الآیة: ۶۵، ۳/۵۸، روح البیان، الاعراف، تحت الآیة: ۶۵، ۳/۱۸۵.

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (۶۶) قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶۷) اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ (۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی قوم کے سردار بولے بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔ کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگارِ عالم کا رسول ہوں۔ تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس کی قوم کے کافر سردار بولے، بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بے وقوفی کا کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔

﴿لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ: میرے ساتھ بے وقوفی کا کوئی تعلق نہیں۔﴾ کافروں نے گستاخی کر کے حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو مَعَاذَ اللہ بیوقوف کہا، جس پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ بیوقوفی کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کامل عقل والے ہوتے ہیں اور ہمیشہ ہدایت پر ہوتے ہیں۔ تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر کا ایک قطرہ کیونکہ نبی تو وحی کے ذریعے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے علم و عقل حاصل کرتا ہے اور اس چیز کے برابر کوئی دوسری چیز کا ہونا محال ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر 67 اور 68 سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... جاہل اور بیوقوف لوگوں کی بدتمیزی و جہالت پر بردباری کا مظاہرہ کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہے۔

(2)......اہلِ علم و کمال کو ضرورت کے موقع پر اپنے منصب و کمال کا اظہار جائز ہے۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا تمہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا تو اللّٰہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کے ذریعے نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری جسامت میں قوت اور وسعت زیادہ کی تو اللّٰہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴾ وَ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً: اور تمہاری جسامت میں قوت اور وسعت زیادہ کی۔﴿ اللّٰہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو سلطنت اور بدنی قوت عطا فرمائی تھی، چنانچہ شداد ابنِ عاد جیسا بڑا بادشاہ انہیں میں ہوا۔ یہ بہت لمبے قد والے اور بڑے بھاری ڈیل ڈول والے تھے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ

اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللّٰہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔ کہا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے اللّٰہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: قوم نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللّٰہ کی عبادت کریں اور جن چیزوں کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔ فرمایا: بیشک تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب لازم ہوگیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل اللّٰہ نے نہیں اتاری تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

﴿ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ: ضرور تم پر لازم ہوگیا۔ ﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ تم پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا غضب لازم ہوگیا اور تمہاری سرکشی سے تم پر عذاب آنا واجب و لازم ہوگیا۔ کیا تم فضول ناموں یعنی بتوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جنہیں تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیا اور انہیں پوجنے لگے اور معبود ماننے لگے حالانکہ اُن کی کچھ حقیقت ہی نہیں ہے اور وہ اُلوہیّت کے معنی سے قطعاً خالی و عاری ہیں۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۠ ﴿۷۲﴾ ع

ع ۹ ۸ ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ: تو ہم نے اسے نجات دی۔﴾ اس آیت میں قومِ عاد پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے۔

حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل ہونے کا واقعہ

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ قومِ عاد احقاف میں رہتی تھی، احقاف عمان اور حضر موت کے درمیان علاقہ یمن میں ایک ریگستان ہے۔قومِ عاد نے زمین کو فسق سے بھر دیا تھا۔ یہ لوگ بت پرست تھے ان کے ایک بت کا نام ''صُدَاء'' اور ایک کا ''صُمُوْد'' اور ایک کا ''ہَبَاء'' تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ان میں حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمایا آپ نے اُنہیں توحید کا حکم دیا، شرک وبُت پرستی اور ظلم و جفا کاری کی ممانعت کی، لیکن وہ لوگ نہ مانے اور آپ کی تکذیب کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ اُن میں سے صرف چند آدمی حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے جو بہت تھوڑے تھے اور وہ بھی مجبوراً اپنا ایمان چھپائے رکھتے تھے۔ اُن مؤمنین میں سے ایک شخص کا نام مرثد بن سعد تھا، وہ اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے۔ جب قوم نے سرکشی کی اور اپنے نبی حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور زمین میں فساد کیا اور ستم گاریوں میں زیادتی کی اور بڑی بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، تین سال بارش نہ ہوئی اب وہ بہت مصیبت میں مبتلا ہوئے اور اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی بلا یا مصیبت نازل ہوتی تھی تو لوگ بیتُ الحرام میں حاضر ہو کر اللّٰہ تعالیٰ سے اس مصیبت کو دور کرنے کی دعا کرتے تھے، اسی لئے ان لوگوں نے ایک وفد بیتُ اللّٰہ کو روانہ کیا اس وفد میں تین آدمی تھے جن میں مرثد بن سعد بھی تھے یہ وہی صاحب ہیں جو حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے تھے اور اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں عمالیق کی سکونت تھی اور ان لوگوں کا سردار معاویہ بن بکر تھا، اس شخص کا ننھیال قومِ عاد میں تھا، اسی علاقہ سے یہ وفد مکہ مکرمہ کے حوالی میں معاویہ بن بکر کے یہاں مقیم ہوا۔ اُس نے اُن لوگوں کی بہت عزت کی اور نہایت خاطر و مدارت کی، یہ لوگ وہاں شراب پیتے اور باندیوں کا ناچ دیکھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے عیش ونشاط میں ایک مہینہ بسر کیا۔ معاویہ کو خیال آیا کہ یہ لوگ تو راحت میں پڑ گئے اور

قوم کی مصیبت کو بھول گئے جو وہاں گرفتارِ بلا ہے مگر معاویہ بن بکر کو یہ خیال بھی تھا کہ اگر وہ ان لوگوں سے کچھ کہے تو شاید وہ یہ خیال کریں کہ اب اس کو میزبانی گراں گزرنے لگی ہے اس لئے اُس نے گانے والی باندی کو ایسے اشعار دیئے جن میں قومِ عاد کی حاجت کا تذکرہ تھا جب باندی نے وہ نظم گائی تو ان لوگوں کو یاد آیا کہ ہم اس قوم کی مصیبت کی فریاد کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجے گئے ہیں۔ اب انہیں خیال ہوا کہ حرم شریف میں داخل ہو کر قوم کے لئے پانی برسنے کی دعا کریں، اس وقت مرثد بن سعد نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم، تمہاری دعا سے پانی نہ برسے گا، البتہ اگر تم اپنے نبی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو تو بارش ہوگی، اس وقت مرثد نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ اُن لوگوں نے مرثد کو چھوڑ دیا اور خود مکہ مکرمہ جا کر دعا کی اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے بادل بھیجے، ایک سفید، ایک سُرخ اور ایک سیاہ۔ اس کے ساتھ آسمان سے ندا ہوئی کہ اے قَیل! اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک بادل اختیار کر، اُس نے اِس خیال سے سیاہ بادل کو اختیار کیا کہ اس سے بہت پانی برسے گا چنانچہ وہ بادل قومِ عاد کی طرف چلا اور وہ لوگ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے مگر اس سے ایک ہوا چلی جو اس شدت کی تھی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اُڑا اُڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گھروں میں داخل ہوئے اور اپنے دروازے بند کر لئے مگر ہوا کی تیزی سے بچ نہ سکے اُس نے دروازے بھی اکھیڑ دیئے اور ان لوگوں کو ہلاک بھی کر دیا اور قدرتِ الٰہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے اُن کی لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مؤمنین کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے اس لئے وہ سلامت رہے، قوم کے ہلاک ہونے کے بعد وہ ایمانداروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آخر عمر شریف تک وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۷۳) وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ

وقف لازم

مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا
تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ
قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا
مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ
اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ
اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ
وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آلے گا۔ اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس کی قوم کے تکبر والے کمزور مسلمانوں سے بولے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں بولے وہ جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہمیں

اس سے انکار ہے۔ پس ناقہ کی کُوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔ تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے۔ تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔ صالح نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانی آگئی۔ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔ تو تم اسے چھوڑے رکھو تا کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد جانشین بنایا اور اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا، تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے تھے تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ساتھ انہیں بھیجا گیا ہے۔ متکبر بولے: بیشک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ پس (کافروں نے) اونٹنی کی ٹانگوں کی رگوں کو کاٹ دیا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔ تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

﴿وَ اِلٰى ثَمُوْدَ : اور قومِ ثمود کی طرف۔﴾ ثمود بھی عرب کا ہی ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ ثمود بن رام بن سام بن نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں تھے اور حجاز و شام کے درمیان سرزمین حِجْر میں رہتے تھے۔ حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر ابن ثمود ہے۔ قومِ ثمود قومِ عاد کے بعد ہوئی اور حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد ہیں۔ (1)

(1) ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۱۸۹-۱۹۰۔

حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ

یہاں سے آگے چند آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قومِ ثمود کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم اللّٰہ تعالیٰ کو ایک مانو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس قابل ہی نہیں ہے کہ وہ عبادت کا مستحق ہو، اللّٰہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود ہے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قومِ ثمود کو اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر بھی سمجھایا کہ: اے قومِ ثمود! تم اس وقت کو یاد کرو، جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں قومِ عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا، قومِ عاد کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر کے تمہیں ان کی جگہ بسایا، اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں رہنے کو جگہ عطا کی، تمہارا حال یہ ہے کہ تم گرمی کے موسم میں آرام کرنے کیلئے ہموار زمین میں محلات بناتے ہو اور سردی کے موسم میں سردی سے بچنے کیلئے پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو۔ تم اللّٰہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں کفر اور گناہ کرنے سے بچو کہ گناہ، سرکشی اور کفر کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے اور ربِّ قہار عَزَّوَجَلَّ کے عذاب آتے ہیں۔ قومِ ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: ''اگر آپ سچے نبی ہیں تو پہاڑ کے اس پتھر سے فلاں فلاں صفات کی اونٹنی ظاہر کریں، اگر ہم نے یہ معجزہ دیکھ لیا تو آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایمان کا وعدہ لے کر رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی۔ سب کے سامنے وہ پتھر پھٹا اور اسی شکل وصورت کی پوری جوان اونٹنی نمودار ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچہ جنا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ ایمان لے آیا جبکہ باقی لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے اور کفر پر قائم رہے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے متکبر سردار کمزور مسلمانوں سے کہنے لگے: کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے رب کے رسول ہیں؟ انہوں نے کہا: بیشک ہمارا یہی عقیدہ ہے، ہم انہیں اور ان کی تعلیمات کو حق سمجھتے ہیں۔ سرداروں نے کہا: جس پر تم ایمان رکھتے ہو، ہم تو اُس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس معجزے والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''تم اس اونٹنی کو تنگ نہ کرنا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا، نہ مارنا، نہ ہنکانا اور نہ قتل کرنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ قومِ ثمود میں ایک صدوق نامی عورت تھی، جو بڑی حسین وجمیل اور مالدار تھی، اس کی لڑکیاں بھی بہت خوبصورت تھیں۔ چونکہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی

سے اس کے جانوروں کو دشواری ہوتی تھی اس لئے اس نے مصدع ابن دہر اور قیدار کو بلا کر کہا کہ ’’اگر تو اونٹنی کو ذبح کر دے تو میری جس لڑکی سے چاہے نکاح کر لینا۔ یہ دونوں اونٹنی کی تلاش میں نکلے اور ایک جگہ پا کر دونوں نے اسے ذبح کر دیا مگر قیدار نے ذبح کیا اور مصدع نے ذبح پر مدد دی۔ اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سرکشی کرتے ہوئے کہنے لگے: اے صالح! اگر تم رسول ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے رہتے ہو۔ انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کوچیں کاٹیں تھیں، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تم تین دن کے بعد ہلاک ہو جاؤ گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ، تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لوگ اتوار کے دن دوپہر کے قریب اولاً ہولناک آواز میں گرفتار ہوئے جس سے ان کے جگر پھٹ گئے اور ہلاک ہو گئے۔ پھر سخت زلزلہ قائم کیا گیا۔ ان کی ہلاکت سے پہلے اولاً حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مومنوں کے ساتھ اس بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے۔ پھر ان کی ہلاکت کے بعد وہاں سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت ان کی لاشوں پر گزرے تو ان کی لاشوں سے خطاب کر کے بولے: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

نوٹ: سورۂ ہود آیت نمبر 61 تا 68 میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ: اللہ کی یہ اونٹنی ہے۔﴾ اس اونٹنی کی پیدائش سے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کئی معجزات کا ظہور ہوا، ایک یہ کہ وہ اونٹنی نہ کسی پیٹھ میں رہی، نہ کسی پیٹ میں، نہ کسی نر سے پیدا ہوئی نہ مادہ سے، نہ حمل میں رہی نہ اُس کی خلقت تدریجاً کمال کو پہنچی بلکہ طریقۂ عادیہ کے خلاف وہ پہاڑ کے ایک پتھر سے دفعتاً پیدا ہوئی، اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک دن وہ پانی پیتی اور دوسرے دن پورا قبیلہ ثمود، یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک اونٹنی ایک قبیلے کے برابر پی جائے، تیسرا یہ کہ اس کے پینے کے دن اس کا دودھ دوہا جاتا تھا اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو اور پانی کے قائم مقام ہو جائے چوتھا یہ کہ تمام وحوش وحیوانات اس کی باری کے روز پانی پینے سے باز رہتے تھے۔ اتنے معجزات حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صدقِ نبوت کی زبردست دلیلیں تھیں۔

﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا: تم نرم زمین میں محلات بناتے تھے۔﴾ قومِ ثمود نے گرمیوں کے لئے بستیوں میں محل بنائے ہوئے تھے اور سردی کے موسم کے لئے پہاڑوں میں گرم مکانات تعمیر کئے تھے جیسا کہ آج کل بھی دولت مند لوگ کرتے ہیں ٹھنڈے اور گرم علاقوں میں جدا جدا مکانات بناتے ہیں۔

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ(۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔

﴿وَ لُوْطًا: اور لوط کو بھیجا۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھتیجے ہیں، جب آپ کے چچا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شام کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سرزمینِ فلسطین میں قیام فرمایا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اردن میں اُترے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہلِ سُدُوم کی طرف مبعوث کیا، آپ اِن لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دیتے تھے اور فعلِ بد سے روکتے تھے۔ قومِ لوط کی سب سے بڑی خباثت لواطت یعنی لڑکوں سے بدفعلی کرنا تھا اسی پر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ’’کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو سارے جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کی، تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کیلئے مردوں کے پاس جاتے ہو، یقیناً تم حد سے گزر چکے ہو۔

لواطت کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اغلام بازی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے ’’لواطت‘‘ کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکوں سے بدفعلی حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث اور بزرگانِ دین کے آثار میں لواطت کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ

(1)...... حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

فرمایا: ''کہ مجھے تم پر قومِ لوط والے عمل کا سب سے زیادہ خوف ہے۔''[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین بار ارشاد فرمایا: '' لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ'' اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔[2]

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو قومِ لوط والا عمل کرتے پاؤ تو کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کردو۔''[3]

(4)......حضرت خزیمہ بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حق بات ارشاد فرمانے سے حیا نہیں فرماتا '' تم عورتوں کے پاخانہ کے مقام میں وطی نہ کرو۔''[4]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص پر نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو اپنی عورت کے پیچھے کے مقام میں آئے یعنی وطی کرے۔''[5]

(6)......حضرت ابو سعید صعلوکی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عنقریب اس امت میں ایسی جماعت پیدا ہوگی جن کو لوطی کہا جائے گا اور ان کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو محض دیکھتے ہیں، دوسرے وہ جو ہاتھ ملاتے ہیں اور تیسرے وہ جو اس خبیث عمل کا ارتکاب کرتے ہیں۔''[6]

(7)......امیرُ المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص خود کو لواطت کے لئے پیش کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عورتوں کی شہوت میں مبتلا کردے گا اور اسے قیامت کے دن تک قبر میں مردود شیطان کی صورت میں رکھے گا۔''[7]

(8)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''بدفعلی کا مرتکب اگر توبہ کئے بغیر مرجائے تو قبر میں

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ۳/۲۳۰، الحديث: ۲۵۶۳.

2 ......سنن الكبرى للنسائی، ابواب التعزيرات والشهود، من عمل عمل قوم لوط، ۴/۳۲۲، الحديث: ۷۳۳۷.

3 ...... ابوداود، كتاب الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، ۴/۲۱۱، الحديث: ۴۴۶۲.

4 ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النهى عن اتيان النساء فى ادبارهن، ۲/۴۵۰، الحديث: ۱۹۲۴.

5 ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النهى عن اتيان النساء فى ادبارهن، ۲/۴۴۹، الحديث: ۱۹۲۳.

6 ......كتابُ الكبائر، الكبيرة الحادية عشرة، اللواط، ص۶۳-۶۴.

7 ......كتابُ الكبائر، الكبيرة الحادية عشرة، فصل فى عقوبة من امكن من نفسه طائعاً، ص۶۶.

خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔[1]

(9)......حضرت سیدنا حسن بن ذکوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ ہے: ''خوبصورت لڑکوں کے ساتھ نہ بیٹھا کرو کیونکہ ان کی صورتیں کنواری عورتوں کی صورتوں جیسی ہوتی ہیں نیز وہ عورتوں سے زیادہ فتنہ میں ڈالنے والے ہیں۔[2]

(10)......ایک تابعی بزرگ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں نوجوان سالک (یعنی عابد وزاہد نوجوان) کے ساتھ بے ریش لڑکے کے بیٹھنے کو سات درندوں سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔[3]

(11)......حضرت سیدنا سفیان ثوری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جن کی معرفت، علم، زُہد وتقویٰ اور نیکیوں میں پیش قدمی مشہور ومعروف ہے) ایک حمام میں داخل ہوئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس ایک خوبصورت لڑکا آ گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اسے مجھ سے دور کرو! اسے مجھ سے دور کرو! کیونکہ میں ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان دیکھتا ہوں جبکہ ہر لڑکے کے ساتھ دس (10) سے زیادہ شیطان دیکھتا ہوں۔[4]

(12)......حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ بھی تھا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا ''تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ اس نے عرض کی: ''یہ میرا بھانجا ہے۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: ''آئندہ اسے لے کر میرے پاس نہ آنا اور اسے ساتھ لے کر راستے میں نہ چلا کرتا کہ اسے اور تمہیں نہ جاننے والے بدگمانی نہ کریں۔[5]

لواطت کی عقلی اور طبعی خباثتیں

لواطت کا عمل عقلی اور طبعی دونوں اعتبار سے بھی انتہائی خبیث ہے، عقلی اعتبار سے اس کی ایک خباثت یہ ہے کہ یہ عمل فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے فطری اعتبار سے مرد کو عمل کرنے والا اور عورت کو خاص مقام میں عمل قبول کرنے والا بنایا ہے اور لواطت انسان تو انسان جانوروں کی بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جانور بھی شہوت پوری کرنے کے لئے نر کی طرف یا مادہ کے خاص مقام کے علاوہ کی طرف نہیں بڑھتا، اس لئے لواطت کرنے والا اپنی فطرت کے خلاف چل رہا ہے اور فطرت کے خلاف چلنا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

---

1 ......كتابُ الكبائر، الكبيرة الحادية عشرة، اللواط، ص٦٣.

2 ......شعب الايمان، السابع والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٣٥٨/٤، روایت نمبر: ٥٣٩٧.

3 ......شعب الايمان، السابع والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٣٥٨/٤، روایت نمبر: ٥٣٩٦.

4 ......شعب الايمان، السابع والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٣٥٩/٤، روایت نمبر: ٥٤٠٤.

5 ......كتاب الكبائر، الكبيرة الحادية عشرة، اللواط، ص٦٥.

دوسری خباثت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسلِ انسانی میں اضافہ رک جاتا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی میں اضافے کا یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ مرد اور عورت دونوں میں شہوت رکھی اور اس شہوت کی تسکین کے لئے جائز عورت کو ذریعہ بنایا، جب یہ اپنی شہوت پوری کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں عورت حاملہ ہوجاتی اور کچھ عرصے بعد اس کے ہاں ایک انسان کی پیدائش ہوتی ہے اور اس طرح انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب اگر شہوت کو اس کے اصل ذریعے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تسکین دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نسلِ انسانی میں اضافہ رک جائے گا اور اس صورت میں انتہائی سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسے وہ ممالک جن میں لواطت کے عمل کو رواج دیا گیا ہے آج ان کا حال یہ ہوچکا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو اپنے ہاں بلوا کر اور انہیں آسائشیں دے کر اپنے ملک کے لوگوں کی تعداد بڑھانے پر مجبور ہیں۔

تیسری خباثت یہ ہے کہ اس عمل کی وجہ سے انسانیت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ مرد کا عورت سے اپنی شہوت کو پورا کرنا جانوروں کے شہوانی عمل سے مشابہت رکھتا ہے لیکن مرد و عورت کے اس عمل کو صرف اس لئے اچھا قرار دیا گیا ہے کہ وہ اولاد کے حصول کا سبب ہے اور جب کسی ایسے طریقے سے شہوت کو پورا کیا جائے جس میں اولاد حاصل ہونا ممکن نہ ہو تو یہ انسانیت نہ رہی بلکہ نری حیوانیت بن گئی اور کسی کا مرتبہ انسانی سے گر کر حیوانوں میں شامل ہونا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

چوتھی خباثت یہ ہے کہ لواطت کا عمل ذلت و رسوائی اور آپس میں عداوت اور نفرت پیدا ہونے کا ایک سبب ہے جبکہ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا عزت کا ذریعہ اور ان میں الفت و محبت بڑھنے کا سبب ہے، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔

اور عقلِ سلیم رکھنے والے کے نزدیک وہ عمل ضرور خبیث ہے جو ذلت و رسوائی اور نفرت و عداوت پیدا ہونے کا سبب بنے۔

طبی طور پر اس کی خباثت کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان کی قوتِ مُدافعت ختم کر کے اسے انتہائی کَرب کی

---

1 ......روم: ٢١.

زندگی گزارنے پر مجبور کر دینے والا اور ابھی تک لا علاج مرض پھیلنے کا بہت بڑا سبب لواطت ہے اور جن ممالک میں لواطت کو قانونی شکل دے کر عام کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں دیگر ممالک کے مقابلے میں ایڈز کے مرض میں مبتلا افراد کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

اور اس کی دوسری طبی خباثت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم میں منی کو جذب کرنے کی زبردست قوت رکھی ہے اور جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے تو اس کے جسم کا جو حصہ عورت کے جسم میں جاتا ہے تو رحم اس سے منی کے تمام قطرات جذب کر لیتا ہے جبکہ عورت اور مرد کے پچھلے مقام میں منی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھی گئی اور جب مرد لواطت کا عمل کرتا ہے تو اِس کے بعد لواطت کے عمل کے لئے استعمال کئے گئے جسم کے حصے میں منی کے کچھ قطرات رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان میں تَعَفُّن پیدا ہو جاتا ہے اور جسم کے اس حصے میں سوزاک وغیرہ مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اس شخص کا جینا دشوار ہو جاتا ہے۔

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا تفصیلی واقعہ سورۂ حجر آیت 51 تا 77 میں مذکور ہے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو۔

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً: بیشک تم مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو۔﴾ یعنی ان کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو اور وہ عورتیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں چھوڑتے ہو۔ انسان کو شہوت اس لئے دی گئی کہ نسلِ انسانی باقی رہے اور دنیا کی آبادی ہو اور عورتوں کو شہوت کا محل اور نسل چلانے کا ذریعہ بنایا کہ ان سے معروف طریقے کے مطابق اور جیسے شریعت نے اجازت دی اس طرح اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے عورتوں کو چھوڑ کر ان کا کام مردوں سے لینا چاہا تو وہ حد سے گزر گئے اور انہوں نے اس قوت کے مقصدِ صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ مرد کو نہ حمل ہوتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کیا ہے۔ علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ قومِ

لُوط کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں غلّے اور پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے، زمین کا دوسرا خطہ اس کی مثل نہ تھا۔ اس لئے جابجا سے لوگ یہاں آتے تھے اور انہیں پریشان کرتے تھے، ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بدفعلی کرو اس طرح یہ فعلِ بد انہوں نے شیطان سے سیکھا اور ان میں رائج ہوا۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ(۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک بنتے پھرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ: اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سمجھانے پر ان کی قوم کے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی پیروی کرنے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو بڑی پاکیزگی چاہتے ہیں۔ یعنی گویا پاکیزگی ان کیلئے باعثِ اِستہزاء چیز بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس صفتِ مدح کو عیب قرار دیا۔

اچھے عمل کو برا اور برے عمل کو اچھا سمجھنا اوندھی سوچ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے اوندھی سوجھتی ہے کہ اسے اچھی چیزیں بری لگنا اور بری چیزیں اچھی نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ آج کل کے حالات دیکھے جائیں تو ہمارے معاشرے میں بھی لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن میں یہ وبا عام نظر آتی ہے اور یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور اس خرابی کے باعث داڑھی رکھنے کو برا اور نہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ داڑھی والے کو حقارت کی نظر سے اور داڑھی منڈے کو پسند کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ داڑھی والے کے ساتھ رشتہ کرنے کو باعث عار اور بغیر داڑھی والے

سے رشتہ کرنے کو قابلِ فخر تصور کرتے ہیں۔ نماز روزے کی پابندی اور سنتوں پر عمل کرنے والے انہیں اپنی نگاہوں میں عجیب نظر آتے اور گانے باجوں، فلموں ڈراموں میں مشغول لوگ زندگی کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ عورتوں کا پردہ کرنا فرسودہ عمل اور بے پردہ ہونا جدید دور کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ صرف اپنی بیوی کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کو تنگ ذہنی اور غیر عورتوں سے ناجائز تعلقات کو روشن خیالی کہتے ہیں۔ اپنی عورتوں کے غیر مردوں سے دور رہنے کو اپنی بے عزتی جبکہ ان کا غیر مردوں سے ملنے اور ان سے تعلقات قائم کرنے کو اپنی عزت تصور کرتے ہیں۔ حرام کمائی کو اپنا حق اور ضرورت جبکہ حلال کمائی کو اپنی حق تلفی قرار دیتے ہیں۔ امانت و دیانت داری اور سچائی کو بھولا پن جبکہ خیانت، جھوٹ، دھوکہ اور فریب کاری کو اپنی چالاکی اور مہارت سمجھتے ہیں۔ سرِ دست یہ چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ تھوڑا سا غور کریں تو اچھے کام کو برا اور برے کام کو اچھا سمجھنے کی ہزاروں مثالیں سامنے آجائیں گی۔ اے کاش! مسلمان اپنے رب تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں اور اپنی روش سے باز آجائیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﳲ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنادیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟) تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔ بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

کسی جگہ نیک بندوں کا موجود ہونا امن کا ذریعہ ہے

کفار کے نبی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے صحابہ کو وہاں سے نکالنے کی بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بستی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے بندوں کا رہنا اس جگہ امن رہنے کا ذریعہ ہے اور ان کا وہاں سے نکل جانا عذاب کا ذریعہ۔ وہ لوگ خود انہیں نکال کر اپنے عذاب کا سامان کرنا چاہتے تھے۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﳲ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ(۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔

[1] ......فاطر: ۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ کے گھر والوں میں سے آپ کی دو بیٹیوں اور سارے مسلمانوں کو عذاب سے بچا لیا، البتہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی جس کا نام واہلہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لائی بلکہ کافرہ ہی رہی، اپنی قوم سے محبت رکھتی اور ان کے لئے جاسوسی کرتی تھی، یہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان پر ایک مینھ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان پر بارش برسائی تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا: اور ہم نے ان پر بارش برسائی۔﴾ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر اس طرح عذاب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی خوفناک بارش برسائی کہ جو گندھک اور آگ سے مُرَکَّب تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیئے گئے اور جو سفر میں تھے وہ اس بارش سے ہلاک کئے گئے۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے کہا کہ حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قومِ لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اس کو اوندھا کر کے گرا دیا اور اس کے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔

آیت " وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... یہ بدکاری تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے قومِ لوط پر ایسا عذاب آیا جو دوسری عذاب پانے والی قوموں پر نہ آیا۔

(2)...... مجرموں کے تاریخی حالات پڑھنا، ان میں غور کرنا بھی عبادت ہے تاکہ اپنے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اسی طرح محبوب قوموں کے حالات میں غور کرنا محبوب ہے تاکہ اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ-قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ-قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَۚ(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللّٰہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا: انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللّٰہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ گئی تو ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

﴿وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔﴾ مدین حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قبیلے کا نام ہے اور ان کی بستی کا نام بھی مدین تھا، اس بستی کا نام مدین اس لئے ہوا کہ یہ لوگ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ایک بیٹے مدین کی اولاد میں سے تھے، مدین اور مصر کے درمیان اَسّی دن کے سفر کی مقدار فاصلہ تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دادی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیٹی تھیں، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اہلِ مدین کے ہم قوم تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انبیاءِ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے۔ (1)

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۵، ۲/۱۱۸، تفسیر صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۵، ۲/۶۹۱، ملتقطاً۔

﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ گئی۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام معجزہ لے کر آئے تھے البتہ قرآنِ پاک میں معین نہیں کیا گیا کہ ان کا معجزہ کیا اور کس قسم کا تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بکریاں تحفے میں دے کر فرمایا ''یہ بکریاں سفید اور سیاہ بچے جنیں گی۔ چنانچہ جیسے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔ [1]

﴿فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ : تو ناپ اور تول پورا پورا کرو۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم میں شرک کے علاوہ بھی جو گناہ عام تھے ان میں سے ایک ناپ تول میں کمی کرنا اور دوسرا لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے دینا اور تیسرا لوگوں کو حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے دور کرنے کی کوششیں کرنا تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے اور لوگوں کو ان کی اشیاء گھٹا کر دینے سے منع کیا اور زمین میں فساد کرنے سے روکا کیونکہ اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے نبی تشریف لے آئے اور انہوں نے نبوت کے احکام بیان فرما دیئے تو یہ بستی کی اصلاح کا سب سے قوی ذریعہ ہے لہٰذا اب تم کفر و گناہ کر کے فساد برپا نہ کرو۔

کفار بھی بعض احکام کے مکلف ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام کے کفار بھی مکلّف ہیں کیونکہ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی کافر قوم کو ناپ تول درست کرنے کا حکم دیا اور نہ ماننے پر عذابِ الٰہی آ گیا، بلکہ قیامت میں کافروں کو نماز چھوڑنے پر بھی عذاب ہوگا جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے کہ جب جنتی کافروں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کیا چیز جہنم میں لے گئی تو وہ کہیں گے:

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔

ناپ تول پورا نہ کرنے والوں کے لئے وعید

حضرت نافع رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ایک بیچنے والے کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر! اور ناپ تول پورا پورا کر! کیونکہ کمی کرنے والوں کو میدانِ محشر میں کھڑا کیا جائے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ ان کے کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ [3]

1 ......البحر المحيط، الاعراف، تحت الآية: ٨٥، ٣٣٩/٤.

2 ......مدثر ٤٣.

3 ......بغوی، المطففين، تحت الآية: ٣، ٤٢٨/٤.

ایک عبرتناک واقعہ

حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں ایک مرتبہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا تو اس پر موت کے آثار نمایاں تھے اور وہ کہہ رہا تھا: ''آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، میں نے اس سے پوچھا: کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے بتایا: اے ابویحییٰ! میرے پاس دو پیمانے تھے، ایک سے دیتا اور دوسرے سے لیتا تھا۔ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''میں اٹھا اور ایک پیمانے کو دوسرے پر (توڑنے کی خاطر) مارنے لگ گیا۔ تو اس نے کہا: ''اے ابویحییٰ! جب بھی آپ ایک کو دوسرے پر مارتے ہیں معاملہ زیادہ شدید اور سخت ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسی مرض میں مر گیا۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں ناپ تول میں کمی کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ: اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو۔﴾ یہ لوگ مدین کے راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور ہر راہ گیر

(1) ......الزواجر عن اقتراف الكبائر، الباب الثاني في الكبائر الظاهرة، الكبيرة الثالثة بعد المائتين، ۱/۵۳۳.

سے کہتے تھے کہ مدین شہر میں ایک جادوگر ہے یہ بھی کہا گیا کہ ان کے بعض لوگ مسافروں پر ڈکیتیاں ڈالتے تھے۔

﴿وَاذْكُرُوْا: اور یاد کرو۔﴾ تم تھوڑے تھے تمہیں بہت کر دیا، غریب تھے امیر کر دیا، کمزور تھے قوی کر دیا ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔

﴿وَانْظُرُوْا: اور دیکھو۔﴾ یعنی پچھلی اُمتوں کے احوال اور گزرے ہوئے زمانوں میں سرکشی کرنے والوں کے انجام و مآل عبرت کی نگاہ سے دیکھو اور سوچو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام بھی حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے۔ آپ اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ اپنے سے پہلی امتوں کے تاریخی حالات معلوم کرنا، قوم کے بننے بگڑنے سے عبرت پکڑنا حکمِ الٰہی ہے۔ ایسے ہی بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں اور خصوصاً حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ بہترین عبادت ہے اس سے تقویٰ، رب عَزَّوَجَلَّ کا خوف اور عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

وَ اِنْ كَانَ طَآىٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآىٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا جو میں لے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور ایک گروہ (اس پر) ایمان نہ لائے تو تم انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

﴿وَاِنْ كَانَ طَآىٕفَةٌ مِّنْكُمْ: اور اگر تم میں ایک گروہ۔﴾ یعنی اگر تم میری رسالت میں اختلاف کر کے دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقے نے مانا اور ایک منکر ہوا تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے کہ تصدیق کرنے والے ایمانداروں کو عزت دے اور ان کی مدد فرمائے اور جھٹلانے والے منکرین کو ہلاک کرے اور انہیں عذاب دے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے کیونکہ وہ حاکمِ حقیقی ہے اس کے حکم میں نہ غلطی کا احتمال ہے نہ اس کے حکم کی کہیں اپیل ہے۔

نواں پارہ

(قَالَ الْمَلَاُ)

پارہ نمبر...... 9

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ؔ

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ کہا کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ فرمایا: کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟

﴿**قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ: اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے۔**﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اپنی قوم کو کیے گئے وعظ و نصیحت کا بیان ہوا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وعظ و نصیحت سن کر آپ کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے اور پیروی کرنے سے تکبر کیا تھا، ان کے جواب کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ ''حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے متکبر سردار اُن کی نصیحتیں سن کر کہنے لگے: اے شعیب! ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم ضرور تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، یعنی اصل مقصود تو آپ کو نکالنا ہے اور آپ کی وجہ سے آپ کے مومن ساتھیوں کو بھی نکال دیں گے۔ (1)

قوم کی ہلاکت کا باعث ان کے سردار

حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے سرداروں کی بے ادبی ان کی ہلاکت کا سبب بنی، اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سردار قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم کو اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتے ہیں اور بگڑ

(1)......ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲/۲۷۲.

جائیں تو ذلت کی گہری کھائیوں میں گرا دیتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلم حکمرانوں اور مسلم رہنماؤں کے اعمال، اخلاق اور کردار کی درستی نے جہاں مسلم عوام کی سیرت و کردار کو بدل کر رکھ دیا وہیں غیر مسلم بھی اس سے بہت متاثر ہوئے اور ان میں سے بہت سے دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے جبکہ بہت سے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے باز آ گئے اسی طرح جب مسلم حکمرانوں اور مسلم رہنماؤں کے اعمال، اخلاق اور کردار میں بگاڑ پیدا ہوا اور وہ عیش و طرب اور لَہو ولَعب کی زندگی گزارنے میں مشغول ہو گئے تو مسلم عوام کی عملی اور اخلاقی حالت اس قدر گر گئی کہ ہنود و یہود تک ان کا حال دیکھ کر شرما گئے اور اسی وجہ سے کفار کے دلوں سے مسلمانوں کا خوف اور دبدبہ جاتا رہا اور وہ ایک ایک کر کے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں پر قابض ہوتے چلے گئے اور آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ پچاس سے زائد ممالک میں تقسیم ہیں اور دنیا کے انتہائی قیمتی ترین وسائل کے مالک ہونے کے باوجود کفار کے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا: یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ ﴾ اس کا لفظی معنی یہ بنتا ہے کہ "**یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ**" اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ **مَعَاذَ اللہ** حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پہلے ان کے دین میں داخل تھے تبھی تو انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو واپس لوٹ آنے کی دعوت دی، مفسرین نے اس اشکال کے چند جوابات دیئے ہیں، ان میں سے 3 درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والے چونکہ پہلے کافر تھے تو جب آپ کی قوم نے آپ کی پیروی کرنے والوں کو مخاطب کیا تو اس خطاب میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی شامل کر کے آپ پر بھی وہی حکم جاری کر دیا حالانکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو ان کے دین میں کبھی داخل ہی نہ ہوئے تھے۔[1]

(2)...... کافر سرداروں نے عوام کو شک و شبہ میں ڈالنے کیلئے اس طرح کلام کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پہلے ان کے دین و مذہب پر ہی تھے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جو جواب دیا کہ "**کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں**" یہ ان کے اس اِشتِباہ کے رد میں تھا۔[2]

(3)...... حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کفر و شرک سے تو قطعاً دور و نُفور رہتے لیکن ابتداء میں چھپ کر عبادت وغیرہ کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا دین قوم پر ظاہر نہ تھا جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے دین پر ہیں۔

---

1 ...... خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲/۱۱۹.

2 ...... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸۸، ۵/۳۱۶.

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ(۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور ہم اللّٰہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آ جائیں بعد اس کے کہ اللّٰہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللّٰہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللّٰہ ہی پر بھروسہ کیا اے رب ہمارے ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللّٰہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللّٰہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللّٰہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللّٰہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

﴿اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ: اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کا جواب سن کر ان سے فرمایا تھا کہ ’’کیا ہم تمہارے دین میں آئیں اگرچہ ہم اس سے بیزار ہوں؟ اس پر انہوں نے کہا: ہاں پھر بھی تم ہمارے دین میں آجاؤ، تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے اس باطل دین سے ہمیں بچایا ہوا ہے اور تمہارے باطل دین کی قباحت اور اس کے فساد کا علم دے کر مجھے شروع ہی سے کفر سے دور رکھا اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی توفیق دے دی ہے تو اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں تو پھر بیشک ضرور ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہوں گے اور ہم میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو گمراہ کرنا چاہے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

شیطان انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو گمراہ نہیں کرسکتا

یاد رہے کہ گمراہ ہونے سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام خارج ہیں کیونکہ وہ قطعی معصوم ہوتے ہیں اور شیطان انہیں گمراہ نہیں کرسکتا۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ فرمان کہ ''ہمارا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔'' درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

﴿وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا: ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔﴾ یعنی جو ہوچکا اور جو آئندہ ہوگا سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ اَزل سے ہی جانتا ہے لہٰذا سعادت مند وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہے اور بدبخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں شَقی ہے۔ [2]

یہ آیت ان آیات کی تفسیر ہے جن میں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم اور اس کی قدرت گھیرے ہوئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے اور اس اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے۔ اس کی مزید تفصیل سورۂ نساء کی آیت نمبر 126 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔﴾ یعنی ہم نے ایمان پر ثابت قدم رہنے اور شریر لوگوں سے خلاصی پانے میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا۔ [3]

توکل کا مفہوم

توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اسباب پر اعتماد کرتے ہوئے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کرتے ہوئے مُسَبِّبُ الاسباب پر اعتماد کرنے کا نام ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

1 ......حجر: ٤٢.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٨٩، ١٢٠/٢.

3 ......روح البيان، الاعراف، تحت الآية: ٨٩، ٢٠٣/٣.

فرماتے ہیں ’’ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: ’’اسے باندھ کر توکل کرو۔ (1)

﴿ رَبَّنَا: اے ہمارے رب۔﴾ جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قوم کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یوں دعا فرمائی ’’ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ‘‘ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے امر کو ظاہر فرمادے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل پر ہونا اور حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے مُتَّبِعین کا حق پر ہونا ظاہر ہو۔ (2)

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور نقصان میں رہو گے۔

﴿ وَ قَالَ الْمَلَاُ: اور سردار بولے۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے سرداروں نے جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کی دین میں مضبوطی دیکھی تو انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں اور لوگ بھی ان پر ایمان نہ لے آئیں چنانچہ جو لوگ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے انہیں معاشی بدحالی سے ڈراتے ہوئے کہنے لگے کہ ’’اگر تم نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لاتے ہوئے ان کے دین کی پیروی کی اور اپنا آبائی دین و مذہب اور کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ جو کام تم کرتے ہو اسے چھوڑ دیا تو سن لو! تم ضرور نقصان میں رہو گے کیونکہ اس طرح تمہیں تجارتی لین دین میں پورا تولنا پڑے گا۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة یوم القیامة، ٦٠-باب، ٢٣٢/٤، الحدیث: ٢٥٢٥.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ٨٩، ١٢٠/٢.

3 ......ابو سعود، الاعراف، تحت الآیة: ٩٠، ٢٧٦/٢.

احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں اپنی ناکامی سمجھنے والے غور کریں

حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے سرداروں کی یہ روش ان کی بیمار ذہنیت کا پتا دیتی ہے کہ احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں اپنی ناکامی جبکہ راہِ راست پر چلنے میں اپنی ہلاکت اور دینِ حق پر ایمان لانے میں انہیں مُہیب خطرات نظر آنے لگے اور انہوں نے دوسروں کو بھی دینِ حق سے دور کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اس طرح کی بیمار ذہنیت کے حامل افراد کی ہمارے معاشرے میں بھی کوئی کمی نہیں، اسلام کے اصول وقوانین کو اہمیت نہ دینے والوں، شریعت کے قوانین میں تبدیلی کی رٹ لگانے والوں، زکوٰۃ کو ٹیکس تصور کرنے والوں، رشوت کو اپنا حق سمجھنے والوں، ناپ تول میں کمی کرنے والوں، پردے کو عورت کی آزادی کے خلاف قرار دینے والوں، اسلامی سزاؤں کو ظلم وبربریت شمار کرنے والوں کو چاہیے کہ اہلِ مدین کے حالات اور ان کے انجام پر غور کریں۔ ہمارے ہاں بھی کتنے لوگ یہ نعرہ لگانے والے ہیں کہ ''اگر سودی نظام کو چھوڑ دیا تو ہم نقصان میں پڑ جائیں گے اور ہماری ترقی رک جائے گی۔ اس جملے میں اور اہلِ مدین کے جملے میں کتنا فرق ہے اس پر غور فرما لیں۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ: تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا۔﴾ جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی گمراہی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور ہر طرح سے سمجھانے، عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود بھی یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔

اہلِ مدین پر آنے والے عذاب کی کیفیت

اس آیت میں ہے کہ اہلِ مدین کو ''شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا۔'' جبکہ سورۂ ہود میں اس طرح ہے:

وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑلیا۔

تفسیر ابو سعود میں ہے ''ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتداء اس چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے کسی جگہ جیسے سورۂ ہود میں ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف کی گئی اور دوسری جگہ جیسے اس آیت میں سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔ [2]

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اصحابِ ایکہ کی طرف بھی مبعوث فرمایا تھا اور اہلِ مدین کی طرف بھی۔ اصحابِ ایکہ تو ابر سے ہلاک کئے گئے اور اہلِ مدین زلزلہ میں گرفتار ہوئے اور ایک ہولناک آواز سے ہلاک ہوگئے۔ [3]

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚۛ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ مع

ترجمۂ کنزالایمان: شعیب کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے شعیب کو جھٹلانے والے وہی تباہی میں پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا ایسے ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب کو جھٹلانے والے ہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا: شعیب کو جھٹلانے والے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر جب مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آیا تو وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوگئے، ان کے شاندار محلات جہاں زندگی اپنی تمام تر رونقوں کے ساتھ جلوہ گر تھی ایسے ویران ہوگئے کہ وہاں ہر سُو خاک اڑنے لگی

1 ......هود: ٩٤.

2 ......ابو سعود، الاعراف، تحت الآية: ٩١، ٢/٢٧٦.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٩١، ٢/١٢٠.

اور ہلاکت کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہاں کبھی کوئی آباد ہی نہیں ہوا۔[1]

﴿ كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ : وہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔﴾ حضرت شعیب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اس خوف کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے کہ اگر انہوں نے ان پر ایمان لا کر ان کی شریعت پر عمل شروع کر دیا تو وہ معاشی بدحالی کی دلدل میں پھنس جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تنبیہ فرمائی کہ جس خوف کی وجہ سے وہ قبولِ ایمان سے دور تھے وہ درست ثابت نہ ہوا بلکہ نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا کہ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی پر ایمان لا کر ان کی شریعت کی پیروی کی وہ تو دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہوگئے اور جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور آپ کی نافرمانی کی، ان کی دنیا تو برباد ہوئی، اس کے ساتھ آخرت بھی برباد ہوگئی۔ لہٰذا نقصان تو ان لوگوں نے اٹھایا ہے جو سرکش اور نافرمان تھے نہ کہ انہوں نے جو تابع اور فرماں بردار تھے۔[2]

اقتصادی اور معاشی بہتری اسلامی احکام پر عمل کرنے میں ہے

اہلِ مدین کے حالات میں ان لوگوں کے لئے بہت عبرت ہے کہ جو محض نام نہاد اور بے بنیاد اقتصادی زبوں حالی کے خوف سے شریعتِ اسلامیہ کے واضح احکام میں ردو بدل کرنے کیلئے پیچ و تاب کھاتے نظر آتے ہیں، ایسے حضرات کو چاہئے کہ مدین والوں کے حالات کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی اس روش کو بدل کر صحیح اسلامی سوچ اپنانے کی کوشش کریں اور معاشی بہتری کے لئے اسلام کے دیئے ہوئے اصول و قوانین پر عمل کریں پھر دیکھیں کہ کیسے یہ اقتصادی اور معاشی طور پر مضبوط ہوتے ہیں۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا۔

---

1 ......تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآية: ۹۲، ۶/۶، ملتقطاً۔

2 ......مدارك، الاعراف، تحت الآية: ۹۲، ص ۳۷۵، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو شعیب نے ان سے منہ پھیرلیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور قوم کی ہلاکت کے بعد جب آپ ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا ''**اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے۔**''[1]

مردے سنتے ہیں

کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی قوم کو سنایا۔''[2]

مُردوں کے سننے کی قوت سے متعلق بخاری شریف میں ہے ''جب ابوجہل وغیرہ کفار کو بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا تو اس وقت رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے خطاب فرمایا ''**فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا**'' تو کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ایسے جسموں سے کلام فرمارہے ہیں کہ جن کے اندر روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا ''**وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ**'' اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔[3]

سابقہ امتوں کے احوال بیان کرنے کا مقصد

پچھلی امتوں کے احوال اور ان پر آنے والے عذابات کے بیان سے مقصود صرف ان کی داستانیں سنانا نہیں بلکہ مقصود نبیِّ آخر الزّمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو جھنجوڑنا ہے۔ اِن کے سامنے اُن قوموں کا حال بیان کیا

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۹۴، ۲/۶۹۴، ملخصاً.

2 ......تفسیر ابن ابی حاتم، الاعراف، تحت الآیة: ۹۳، ۵/۱۵۲٤.

3 ......بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، ۳/۱۱، الحدیث: ۳۹۷۶.

گیا ہے کہ جن سے عرب کے لوگ واقف تھے، جن کے کھنڈرات عربوں کے تجارتی قافلوں کی گزرگاہوں کے اردگرد واقع تھے، جن کی خوشحالی، بالادستی اور غلبہ واقتدار کی بڑی شہرت تھی اور پھر انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کے باعث ان کی تباہی و بربادی کے دِلخراش واقعات ہوئے جو سب کو معلوم تھے، یہ واقعات اور حالات بتا کر انہیں آگاہ کیا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی انہیں تعلیمات کو کامل اور مکمل صورت میں تمہارے پاس لائے ہیں جو پہلے نبیوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی اپنی امتوں کو اپنے زمانے میں دیں، اگر تم نے بھی انکار کیا اور سرکشی کی رَوِش اختیار کی تو یاد رکھو تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے منکرین کا ہوتا آیا ہے۔ دونوں جہاں کی سعادت اور سلامتی مطلوب ہے تو رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو اور ان کا دامنِ رحمت مضبوطی سے تھام لو، تمہیں دنیا وآخرت دونوں میں سربلندی نصیب ہو جائے گی۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ اس کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا کہ وہ کسی طرح زاری کریں۔ پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی بدل دی یہاں تک کہ وہ بہت ہوگئے اور بولے بیشک ہمارے باپ دادا کو رنج وراحت پہنچے تھے تو ہم نے انہیں اچانک ان کی غفلت میں پکڑ لیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہ بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے: بیشک ہمارے باپ

داداکو (بھی) تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں اس کا کچھ علم نہ تھا۔

﴾اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا: مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو پکڑا ۔﴿ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خاص قوموں یعنی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوموں کے تفصیلی حالات اور ان کے کفرو سرکشی کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذاب اور اس کی کیفیت کا ذکر فرمایا، اب اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں تمام امتوں کے اِجمالی حالات اور ایک عام اصول بیان کیا جارہا ہے کہ جس کے تحت سب قوموں سے برتاؤ ہوتا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کبھی کسی علاقے یا شہر میں کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام مبعوث کئے گئے تو وہ اس جگہ بسنے والوں کو شرک سے بچنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ۔اپنی صداقت کے اظہار کے لئے روشن معجزات دکھاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ،مگر اس کے باوجود جب وہاں کے باسی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیتے اور اتنی واضح اور صاف نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے تو فوراً ہی ان پر عذاب نازل نہ کر دیا جاتا بلکہ پہلے انہیں طرح طرح کے مصائب و آلام، سختیوں اور تکالیف میں مبتلا کردیا جاتا تا کہ اس طرح ان کا دماغ ٹھکانے آئے اور باطل مذہب چھوڑ کر حق مذہب کے سایۂ رحمت میں آجائیں اور اگر یہ طریقہ بھی کارگر ثابت نہ ہوتا تو پھر ان پر انعام و اکرام کے دروازے کھول دیئے جاتے ،اولاد کی کثرت، مال کی زیادتی ،عزت ووقار میں اضافہ،قوت وغلبہ وغیرہ ہر طرح کی آسائشیں انہیں مہیا کردی جاتیں تا کہ اس طرح وہ اپنے حقیقی محسن کو پہچان کر اس کی نافرمانی سے باز آجائیں اور اس کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کر لیں لیکن اگر وہ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے بعد بھی غفلت سے بیدار نہ ہوتے اور نعمتوں کی بہتات کے باوجود بھی ان کے دل اپنے مہربان اور کریم پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف مائل نہ ہوتے تو وہ عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرتے ۔ یہ سب بیان کرنے سے مقصود کفارِ قریش اور دیگر کفار کو خوف دلانا ہے تا کہ وہ اپنے کفرو سرکشی سے باز آ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اطاعت گزار وفرماں بردار بن جائیں۔[1]

﴾قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ: بیشک ہمارے باپ دادا کو (بھی) تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے۔﴿ جب نافرمان قومیں مصائب و آلام کا شکار ہوئیں تو اس وقت ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ لوگ ان سختیوں اور تکالیف سے عبرت

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٩٤، ٢/١٢١، ابو سعود، الاعراف، تحت الآية: ٩٤-٩٥، ٢/٢٧٧، جمل، الاعراف، تحت الآية: ٩٤، ٣/٧٧، ملتقطاً.

حاصل کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیتے لیکن وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو منا لیتے کہ یہ تباہ کن بارش یا قحط سالی یا زلزلہ یا آندھی طوفان جس نے تباہی و بربادی مچادی اور سب کچھ نیست و نابود کردیا، یہ ہمارے باپ دادا کو بھی ایسے ہی تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی یہ ہماری کسی اخلاقی کمزوری، کاروباری بددیانتی اور غریبوں پر ظلم و تعدّی کی سزا ہے بلکہ یہ سب موسمی تغیُّرات کا نتیجہ ہیں اور زمانے کا دستور ہی یہ ہے کبھی تکلیف ہوتی ہے کبھی راحت۔ (1)

آسمانی آفات اور مسلمانوں کی حالتِ زار

ان گزری ہوئی قوموں کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے موجودہ حالات پر تھوڑا غور کرلیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا محاسبہ کرنے کی کوشش کریں کہ ایسی کون سی مصیبت ہے جس سے ہم دوچار نہیں ہوئے، اب بھی طوفان، زلزلے، سیلاب آتے ہیں لیکن ان سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے ان کی سائنسی تحقیقات پر غور کیا جاتا ہے اور جو لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہوں ان کا تماشا دیکھا جاتا ہے۔ بقیہ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا، توبہ کی طرف راغب ہونا، بارگاہِ الٰہی میں رجوع کرنا، برے اعمال چھوڑ دینا، نیک اعمال میں مشغول ہوجانا، ظلم و ستم اور بددیانتی کو چھوڑ دینا یہ سب کچھ پھر بھی نہیں کیا جاتا بلکہ افسوس! ہمارے دل کی سختی کا تو یہ عالم ہے کہ طوفان کا سن کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگنے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی بجائے خوشی خوشی ساحل سمندر کی طرف طوفان کا نظارہ کرنے دوڑتے ہیں، گویا آنے والے طوفان جو ممکن تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ہوں اسے بھی اپنی تفریح کا ایک ذریعہ سمجھ لیتے ہیں، زلزلہ یا سیلاب کی تباہی دیکھ کر عبرت پکڑنے کی بجائے ان مصیبت زدوں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالنے لگ گئے۔ ان مصیبت کے ماروں کے لئے امداد رقص و سُرور کی محفلیں سجا کر، بے حیاء عورتوں کے ڈانس دکھا کر، فحش اور گندے گانے سنا کر جمع کرنے لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ بادل، آندھی وغیرہ کو دیکھ کر سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل مبارک کیا تھا اسے اِس حدیث پاک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی ہے کہ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تیز آندھی کو ملاحظہ فرماتے اور جب بادل آسمان پر چھا جاتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ اقدس کا رنگ مُتَغَیَّر ہوجاتا اور آپ کبھی حجرہ سے باہر تشریف لے

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۵، ۵/۳۲۱، ملخصاً۔

جاتے اور کبھی واپس آ جاتے، پھر جب بارش ہو جاتی تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا ''اے عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہا! مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ بادل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نہ ہو جو میری امت پر بھیجا گیا ہو۔''[1]

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے کیے پر گرفتار کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

﴾وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے۔﴿ پہلی آیت میں بیان ہوا کہ جب ان قوموں نے نافرمانی اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا اور اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ لوگ اطاعت و فرماں برداری کرتے تو اس صورت میں آسمانی اور زمینی برکتیں انہیں نصیب ہوتیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''اگر بستیوں والے اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور خدا اور رسول کی اطاعت اختیار کرتے اور جس چیز سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول عَلَیْہِ السَّلَام نے منع فرمایا اس سے باز رہتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے اور ہر طرف سے انہیں خیر پہنچتی، وقت پر نافع اور مفید بارشیں ہوتیں، زمین سے کھیتی پھل بکثرت پیدا ہوتے، رزق کی فراخی ہوتی، امن و سلامتی رہتی اور آفتوں سے محفوظ رہتے۔[2]

تقویٰ رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ

1 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۵۴۶، الحدیث: ۹۹۴.

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۹۶، ۵/۳۲۱.

ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے (دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے) نکلنے کا راستہ بنادے گا۔

مصائب کی دوری کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی مصائب دور کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے عمل کیا جائے تاکہ وہ اپنی رحمت فرماتے ہوئے ہماری حاجت پوری کردے، اسی لئے بارش کیلئے نمازِ اِستِسقاء اور گرہن میں نمازِ کسوف پڑھتے ہیں۔ یہاں ہم ظاہری اور باطنی مصائب کی دوری کے لئے احادیث میں مذکور چند اعمال ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمان ان پر عمل کرکے اپنے مصائب دور کرنے کی کوشش کریں۔

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں: میں نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھے (اور یہ دعا کرے) ''اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا'' اے اللہ! میری اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ [2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صیقل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''موت کی زیادہ یاد اور قرآنِ کریم کی تلاوت۔ [3]

(3)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ [4]

(4)......حضرت عطاء بن ابی رباح رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں ''مجھے خبر ملی ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......الطلاق:۲.

2 ......مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة، ص ٤٥٧، الحديث: ٣ (٩١٨).

3 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، ٣٥٢/٢، الحديث: ٢٠١٤.

4 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى فضائل السور والآيات، ٤٩٢/٢، الحديث: ٢٥٠٠.

نے ارشاد فرمایا ’’جو دن کے شروع میں سورۂ یٰسٓ پڑھ لے تو اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی۔‘‘[1]

﴾وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا: مگر انہوں نے تو جھٹلایا۔﴿ یعنی ایمان لانے کی صورت میں تو ہم انہیں زمینی اور آسمانی برکتوں سے نوازتے لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے لگے تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب میں گرفتار کر دیا۔[2]

وسعتِ رزق سعادت بھی ہے اور وبال بھی

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہو تو رزق میں وسعت اور فراخ دستی سعادت ہے اور جب ناشکرا ہو تو یہ اس کے لئے وبال ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرما دیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں۔ یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آ جائے جب وہ کھیل میں

1 ......دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل یس، ۲/۵۴۹، الحدیث: ۳۴۱۸.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۶، ۲/۱۲۲.

3 ......ابراھیم: ۷.

پڑے ہوئے ہوں۔

﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى: کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے۔﴾ یہاں بستیوں والوں سے مراد مکہ مکرمہ اور آس پاس کی بستیوں والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر اُس بستی کے افراد ہیں جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے نبی کو جھٹلایا۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان کی غفلت کے اوقات میں مثلاً رات کو سوتے وقت یا دن میں اس وقت جب یہ کھیل کود میں پڑے ہوں ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نازل ہو جائے کیونکہ عذابِ الٰہی اکثر غفلت کے وقت آتا ہے اور غفلت زیادہ تر رات کے آخری حصے میں یا پورے دن چڑھے ہوتی ہے۔[1]

نیک اعمال کرنے اور عذابِ الٰہی سے ڈرنے کی ترغیب

ان آیات میں جہاں کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہیں مسلمانوں کو بھی نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز کی رغبت دی ہے اس میں رغبت رکھو اور جس چیز سے یعنی اپنے عذاب، جھڑک اور جہنم سے ڈرایا ہے تو اس سے بچو اور ڈرو۔ اگر جنت کا ایک قطرہ تمہارے ساتھ دنیا میں ہو جس میں تم اب موجود ہو تو وہ تمہارے لئے اسے اچھا کر دے اور اگر جہنم کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں آ جائے تو وہ اسے تم پر خراب کر دے''[3]۔[4]

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع

ع ۱۲ / ۲

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۷، ۲/۱۲۲.

2 ......اٰل عمران: ۱۰۲.

3 ......البعث والنشور للبیہقی، باب ما جاء فی طعام اھل النار وشرابھم، ص۳۰۳، الحدیث: ۵۴۶.

4 ......نیک اعمال کی رغبت اور جذبہ پانے اور اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اجاگر کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستگی مفید ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللّٰہ کی خفی تدبیر سے نڈر ہیں تو اللّٰہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اللّٰہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللّٰہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

﴿ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ : کیا وہ اللّٰہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں۔ ﴾ مکر کے لغوی معنی ہیں ’’خفیہ تدبیر‘‘ جبکہ عام محاورہ میں دھوکہ اور فریب کو ’’مکر‘‘ کہا جاتا ہے، یہاں اس کا لغوی معنی یعنی خفیہ تدبیر مراد ہے۔ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کے خاص غضب کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا گیا ’’کیا کفار اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں اور اس کے ڈھیل دینے اور دُنیوی نعمتیں دینے پر مغرور ہو کر اس کے عذاب سے بے فکر ہو گئے ہیں سن لو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں اور اس کے مخلص بندے اس کا خوف رکھتے ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا سبب ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ڈھیل یا اس کا کسی بندے کو گناہ پر نہ پکڑنا یہ اس کی خفیہ تدبیر ہے لہٰذا ہر وقت اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ ترغیب کے لئے چند حکایات پیش کی جاتی ہیں۔

(1)...... حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت کیا ’’اے جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام! تمہیں کس چیز نے رلا دیا؟ انہوں نے عرض کی: جب سے اللّٰہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے، میری آنکھیں اُس وقت سے کبھی اس خوف کے سبب خشک نہیں ہوئیں کہ مجھ سے کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔ [1]

(2)...... جب ابلیس کے مردود ہونے کا واقعہ ہوا تو حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رونے لگے

1 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۵۲۱، الحدیث: ۹۱۵.

تو رب تعالیٰ نے دریافت کیا (حالانکہ وہ سب جانتا ہے) ’’تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: اے رب عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اسی حالت پر رہنا (یعنی کبھی مجھ سے بے خوف مت ہونا)۔[1]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک باغ کی دیوار کے پاس دیکھا کہ وہ اپنے آپ سے فرما رہے تھے ’’واہ! لوگ تجھے امیر المومنین کہتے ہیں اور تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا، اگر تو نے رب تعالیٰ کا خوف نہ رکھا تو اس کے عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔[2]

(4)......حضرت ربیع بن خیثم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی صاحبزادی نے ان سے کہا: ابا جان! میں دیکھتی ہوں کہ سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اے میری نورِ نظر! تیرا باپ رات کو سونے سے ڈرتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا اشارہ اوپر مذکور آیت کی طرف تھا۔[3]

(5)......حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چالیس برس تک نہیں ہنسے، جب ان کو بیٹھے ہوئے دیکھا جاتا تو یوں معلوم ہوتا گویا ایک قیدی ہیں جسے گردن اڑانے کے لئے لایا گیا ہو، اور جب گفتگو فرماتے تو انداز ایسا ہوتا گویا آخرت کو آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر بتا رہے ہیں، اور جب خاموش رہتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا ان کی آنکھوں میں آگ بھڑک رہی ہے، جب اُن سے اس قدر غمگین وخوف زدہ رہنے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا ’’مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بعض ناپسندیدہ اعمال کو دیکھ کر مجھ پر غضب فرمایا اور یہ فرما دیا کہ جاؤ! میں تمہیں نہیں بخشتا تو میرا کیا بنے گا؟[4]

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الانبیاء والملائکۃ... الخ، ۴/۲۲۳.

2 ......کیمیائے سعادت، رکن چھارم: منجیات، اصل ششم، مقام سیم، ۲/۸۹۲.

3 ......مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۹، ص۳۷۷.

4 ......احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، بیان احوال الصحابۃ والتابعین... الخ، ۴/۲۳۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا وہ لوگ جو زمین والوں کے بعد اس کے وارث ہوئے اُنہیں اِس بات نے بھی ہدایت نہ دی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ کچھ نہیں سنتے۔

﴿اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ: اور کیا ان لوگوں کو ہدایت نہ ملی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کے کفار کا تفصیلی اور اجمالی حال بیان فرمایا اب اس آیت میں اُن واقعات کو بیان کرنے کی حکمت کا ذکر ہے کہ یہ واقعات ان موجودہ کافروں کی ہدایت کیلئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان سے یہ عبرت پکڑیں اور ایمان لائیں۔ [1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ جو قومِ نوح، قومِ ثمود، اور قومِ مدین کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں اتنے کم فہم اور نادان ہیں کہ یہ لوگ گزشتہ قوموں پر عذاب کے آثار دیکھ کر اتنی عبرت بھی حاصل نہیں کرتے کہ جن کی سرزمین کا انہیں وارث بنایا گیا اُن کا نافرمانی کے سبب کتنا برا انجام ہوا؟ کیا ان لوگوں کو اتنی بات بھی سمجھ نہیں آتی کہ جس ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ نے پچھلی قوموں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی وہ آج انہیں بھی سزا دینے پر قادر ہے۔

﴿وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے راستے واضح فرما دیئے اور گزشتہ امتوں کی مثالیں بھی بیان فرما دیں وہ اس کے بعد بھی اپنے کفر اور سرکشی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جس کے سبب وہ کسی حق بات کو قبول کرنے کیلئے سنتا ہی نہیں۔ [2]

اس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کے ہر طرح سے انہیں نصیحت کرنے کے باوجود بھی اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں، آپ کی تبلیغ کے مؤثر ہونے میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں کفر وہٹ دھرمی کی سزا دینے کیلئے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىٕهَاۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

---

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۵/۳۲۳، ملتقطاً.

2 ......البحر المحیط، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۴/۳۵۲.

بِالْبَیِّنٰتِۚ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ(۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے اللہ یونہی چھاپ لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

﴿تِلْكَ الْقُرٰى : یہ بستیاں ہیں۔﴾ اس آیت میں خطاب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور بستیوں سے وہ پانچ بستیاں مراد ہیں کہ جن کے احوال کا ذکر ماقبل آیات میں گزرا یعنی قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط اور قومِ شعیب کی بستیاں۔ (1)

اللہ تعالٰی اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم تمہیں ان بستیوں اور ان میں رہنے والوں کے بارے میں بتاتے ہیں، ان کے حالات اور ان کے اپنے رسولوں کے ساتھ کئے گئے معاملات کی خبر دیتے ہیں تاکہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ جان لو کہ ہم رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی ان کے دشمن کفار کے مقابلے میں کیسی مدد فرماتے ہیں اور کفار کو ان کے کفر وعناد اور سرکشی کی سزا میں کس طرح ہلاک کرتے ہیں، لہٰذا مشرکینِ مکہ کو چاہئے کہ پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اپنی سرکشی سے باز آجائیں

1 ......البحر المحيط، الاعراف، تحت الآية: ١٠١، ٣٥٣/٤، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٠١، ٣٢٤/٥، ملتقطاً.

ورنہ ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔ (1)

﴿فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ: تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں میثاق کے دن وہ لوگ جس چیز کو دل سے جھٹلا چکے تھے کہ صرف زبان سے ''بَلٰی'' کہہ کر اقرار کرلیا اور دل سے انکار کیا تھا اسے نبی سے سن کر بھی نہ مانے بلکہ اسی انکار پر قائم رہے۔ (2)

(2)......امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب کا مُعایَنہ کروانے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیج دیتے تب بھی وہ اس چیز کو نہ مانتے جسے وہ پہلی زندگی میں جھٹلا چکے تھے۔ (3)

(3)......نبیوں کے معجزات دیکھنے سے پہلے جس چیز کو جھٹلا چکے تھے اسے معجزات دیکھ کر بھی نہ مانے۔ (4)

(4)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری پر پہلے دن جس کا انکار کرچکے تھے آخر تک اسے نہ مانے جھٹلاتے ہی رہے۔ (5)

﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ: اللہ یونہی کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح **اللہ** تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے کفار کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں ہلاک کردیا اسی طرح آپ کی قوم کے ان کافروں کے دلوں پر **اللہ** تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں **اللہ** تعالیٰ لکھ چکا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (6)

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ۲/۱۲۳.

2 ......تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ۵/۳۲٤.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ۲/۱۲۳.

4 ......تفسير قرطبی، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ٤/۱۸٤، الجزء السابع.

5 ......مدارك، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ص۳۷۷.

6 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۱، ۲/۱۲۳.

وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍۚ-وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں اکثر کو ہم نے قول کا سچا نہ پایا اور ضرور ان میں اکثر کو بے حکم ہی پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان کے اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بیشک ہم نے ان میں اکثر کو نافرمان ہی پایا۔

﴿وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ: اور ہم نے ان کے اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا۔﴾ اس عہد سے مراد وہ وعدہ اور عہد و پیمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے میثاق کے دن ان سے لیا تھا یا مراد یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مصیبت آتی تو عہد کرتے کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے پھر جب نجات پاتے تو اس عہد سے پھر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔[1]

مصیبت کے وقت عہد و پیمان اور بعد میں اس کے برخلاف

آیت میں عہد کی جو دوسری تفسیر بیان کی گئی ہے اس کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے احوال پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی عملی اعتبار سے ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ کوئی بیمار پڑتا ہے یا مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرتا ہے کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ایک مرتبہ مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دیدے، دوبارہ ساری زندگی تیری فرمانبرداری میں گزاروں گا مگر جیسے ہی وہ مصیبت دور ہوتی ہے تو یہ سب عہد و پیمان پسِ پشت ڈال دیئے جاتے ہیں اور وہی پرانی موج مستی اور غفلت و معصیت کی زندگی لوٹ آتی ہے۔

یہاں تک حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرمائے گئے اب اس کے بعد والی آیتوں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۰۲، ۲/۱۵۴، مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ۱۰۲، ص۳۷۷، ملتقطاً.

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَاۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ(۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو کیسا انجام ہوا مفسدوں کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔﴿ اس سورت میں جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے یہ چھٹا قصہ ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کو ماقبل ذکر کئے گئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کے مقابلے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات کے مقابلے میں زیادہ مضبوط تھے اور آپ کی قوم کی جہالت بھی دیگر نبیوں کی اقوام کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ [1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا ان کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیوں جیسے روشن ہاتھ اور عصا وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو نشانیاں لے کر آئے تھے وہ بالکل صاف واضح اور ظاہر تھیں لیکن پھر بھی فرعون اور اس کے درباریوں نے اقرار کی بجائے انکار ہی کیا تو انہوں نے اقرار کی جگہ انکار اور ایمان کی جگہ کفر کو رکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نشانیوں کے ساتھ زیادتی کی تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نگاہِ بصیرت سے دیکھیں کہ فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۵/۳۲٤.

انہیں کس طرح ہلاک کیا۔ (1)

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مختصر تعارف

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام عمران اور آپ کی والدہ کا نام ایارخا بھی مذکور ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے چار سو برس اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سات سو برس بعد پیدا ہوئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک سو بیس برس عمر پائی۔ (2)

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زندگی کے اہم واقعات اللہ تعالیٰ نے اس سورت اور دیگر سورتوں میں بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان آیتوں کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

فرعون کا مختصر تعارف

فرعون اصل میں ایک شخص کا نام تھا پھر دورِ جاہلیت میں یہ مصر کے ہر بادشاہ کا لقب بن گیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ (3)

وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں پروردگارِ عالم کا رسول ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے فرمایا: اے فرعون! میں ربُّ العالمین کا رسول ہوں۔

﴿وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ: اور موسیٰ نے فرمایا: اے فرعون!۔﴾ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے پاس تشریف لے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رَبُوبِیَّت کا اقرار کرنے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اس

1 ...... تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۳۲۵/۵، خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۱۲۳/۲-۱۲۴، ملتقطاً.

2 ...... البدایہ والنہایہ، ذکر قصۃ موسی الکلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم، ۳۲۶/۱، ۳۲۹، صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۶۹۶/۲، ملتقطاً.

3 ...... صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۶۹۶/۲.

سے فرمایا: میں ربُّ العالمین کی طرف سے تیری جانب اور تیری قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[1]

نوٹ: سورۂ شعراء اور سورۂ طٰہٰ میں اس سے پہلے کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے۔

حَقِیْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ؕ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے سزاوار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مگر سچی بات میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میری شان کے لائق یہی ہے کہ اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ بیشک میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے۔

﴾حَقِیْقٌ: میری شان کے لائق یہی ہے۔﴿ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام سن کر فرعون نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''میری شان کے لائق یہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں کیونکہ رسول کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی غلط بات نہیں کہتے۔[2] اور میں تمہارے پاس تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں۔

﴾فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے۔﴿ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوئے تو چونکہ آپ کا رسول ہونا ثابت ہو چکا تھا اور فرعون پر آپ کی اطاعت فرض ہوگئی تھی اس لئے آپ نے فرعون کو حکم فرمایا: ''تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر دے تاکہ وہ میرے ساتھ ارضِ مُقَدَّسہ میں چلے جائیں جو اُن کا وطن ہے۔ بنی اسرائیل کی غلامی کا سبب یہ ہوا تھا کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وجہ سے اپنے وطن فلسطین سے ہجرت کر کے مصر میں آباد ہوگئی، مصر میں ان کی نسل کافی بڑھی، جب

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۲/۱۲۴۔

2 ......مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ص۳۷۸۔

فرعون کی حکومت آئی تو اس نے انہیں اپنا غلام بنالیا اور ان سے جبری مشقت لینا شروع کردی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اس غلامی سے نجات دلانا چاہی اور فرعون سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے تاکہ یہ اپنے آبائی وطن میں آباد ہوں۔ (1)

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو لاؤ اگر سچے ہو۔ تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا ہوگیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا۔

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَا: کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی رسالت کی تبلیغ مکمل فرمائی تو فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اگر آپ کے پاس اپنی صداقت کی کوئی نشانی ہے تو میرے سامنے اسے ظاہر کریں تاکہ پتا چل جائے کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا۔ (2)

عصائے کلیم اژدہائے غضب

تفسیر صاوی میں ہے ”جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال دار اژدہا بن گئی، اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان تقریباً ایک سو بیس فٹ کا فاصلہ تھا، وہ اپنی دم پر کھڑا ہوگیا، اس کا ایک جبڑا زمین

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۰۵، ۲/۶۹۷۔

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۷، ۲/۱۲۴۔

پر تھا اور دوسرا جبڑا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا، وہ اژدہا فرعون کو پکڑنے کے لئے دوڑا تو فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگ گیا۔[1]

وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

﴿ وَنَزَعَ يَدَهٗ: اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا۔﴾ اس آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دوسرے معجزے کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا اور اس کی روشنی اور چمک نورِ آفتاب پر غالب ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر پوچھا کہ ''یہ کیا ہے؟ فرعون نے جواب دیا: آپ کا ہاتھ ہے۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ جگمگانے لگا۔[2]

دستِ اقدس کا کمال

یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک ہاتھ کا کمال تھا، اب سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ اقدس کا کمال ملاحظہ فرمائیے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم | موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں

یعنی اے پیارے موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چمکتے ہوئے نورانی ہاتھ! تیری بڑی شان ہے لیکن ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ کرم کی ہر لکیر سے نور کا ایک بے مثال دریا موجزن ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب ہر لکیر کی یہ شان ہے تو پورے دستِ اقدس کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۷، ۲/ ۶۹۷.

2 ......مدارك، الاعراف، تحت الآية: ۱۰۸، ص ۳۷۸.

ترجمۂ کنزالایمان: قوم فرعون کے سردار بولے یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قومِ فرعون کے سردار بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ: قومِ فرعون کے سردار بولے۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کیلئے دو معجزات دکھائے تو قومِ فرعون کے سردار بولے: بیشک یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے جس نے جادو سے نظر بندی کر دی اور لوگوں کو عصا اژدہا نظر آنے لگا اور گندمی رنگ کا ہاتھ آفتاب سے زیادہ روشن معلوم ہونے لگا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق یہ بات اس لئے کہی کہ اس زمانے میں جادو کا بڑا زور تھا، جادو کی بہت سی قسمیں تھیں اور بعض قسمیں بڑی حیران کن تھیں، اسی لئے فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں خیال کیا کہ یہ جادو میں بڑے ماہر ہیں، پھر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ انہوں نے اتنا بڑا جادو اس لئے پیش کیا ہے کہ یہ شائد ملک و ریاست کے طلبگار ہیں۔ (1)

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ

(1)......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٠٩، ٢/١٢٥، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٠٩، ٥/٣٣٠، ملتقطاً.

الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں تمہارے ملک سے نکالا چاہتا ہے تو تمہارا کیا مشورہ ہے۔ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرا اور شہروں میں لوگ جمع کرنے والے بھیج دے۔ کہ ہر علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں۔ بولا ہاں اور اس وقت تم مقرب ہو جاؤ گے۔ بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔ کہا تمہیں ڈالو جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرادیا اور بڑا جادو لائے۔ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔ تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا۔ تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر۔ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے تو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: انہیں اور ان کے بھائی کو کچھ مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دو۔ وہ تمہارے پاس ہر علم والے جادوگر کو لے آئیں گے۔ اور (پھر) جادوگر فرعون کے پاس آ گئے تو کہنے لگے: اگر ہم غالب آ گئے تو (کیا) ہمارے لئے یقینی طور پر کوئی انعام ہوگا۔ (فرعون نے) کہا: ہاں اور بیشک تم تو (میرے) قریبی لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (جادوگروں نے) کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں یا ہم (کچھ) ڈالتے ہیں۔ فرمایا: تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو اچانک وہ عصا ان کی بناوٹی چیزوں کو نگلنے لگا۔ تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے سب باطل ہو گیا۔ تو وہ وہیں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ وہ کہنے لگے: ہم تمام جہانوں کے رب پر

ایمان لائے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

﴿فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ: تو تمہارا کیا مشورہ ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 12 آیات میں مذکور واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ درباریوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر انہیں بہت ماہر جادوگر سمجھا اور اس خدشے کا اظہار کیا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر مملکت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں تو فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا: تم اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: تم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چند روز کی مہلت دو اور شہروں میں اپنے خاص آدمی بھیج دو تاکہ وہ ایسے جادوگر جمع کر کے لائیں جو جادو میں ماہر ہوں اور سب پر فائق ہوں تاکہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دیں۔ چنانچہ فرعون نے اپنی مملکت کے تمام ماہر جادوگروں کو جمع کر لیا۔ ان جادوگروں کو علم تھا کہ جس مقصد کے لئے انہیں طلب کیا گیا ہے وہ بڑا اہم ہے چنانچہ انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم غالب آ گئے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شکست دے دی تو کیا ہمیں یقینی طور پر کوئی شاہانہ انعام ملے گا۔ فرعون یہ تسلی آمیز الفاظ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: بے شک تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں میرے خاص قریبی لوگوں میں داخل کر لیا جائے گا۔ یہ جادوگر کل ستر ہزار تھے جن میں چند سردار تھے، جب مقابلے کا دن آیا تو سب مقررہ جگہ پر جمع ہوئے، مقابلے کا آغاز ہوا تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اے موسیٰ! یا تو آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں یا ہم اپنے پاس موجود چیزیں ڈالتے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: تم ہی پہلے ڈالو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ فرمانا اس لئے تھا کہ آپ کو ان کی کچھ پرواہ نہ تھی اور آپ کو کامل اعتماد تھا کہ ان کے معجزے کے سامنے سحر ناکام و مغلوب ہو گا۔ جب انہوں نے اپنا سامان ڈالا جس میں بڑے بڑے رسے اور لکڑیاں تھیں تو وہ اژدہے نظر آنے لگے اور میدان ان سے بھرا ہوا معلوم ہونے لگا۔ لوگ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا۔ وہ جادوگروں کی سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا اور تمام رسے اور لٹھے جو انہوں نے جمع کئے تھے جو تین سو اونٹ کا بار تھے سب کا خاتمہ کر دیا جب موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو دستِ مبارک میں لیا تو پہلے کی طرح عصا ہو گیا اور اس کا حجم اور وزن اپنے حال پر رہا یہ دیکھ کر جادوگروں نے پہچان لیا کہ عصائے

موسیٰ سحر نہیں اور قدرتِ بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی ضرور یہ امرِ سماوی ہے چنانچہ یہ معجزہ دیکھ کر ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے" کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور ان کا حال ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے پیشانیاں پکڑ کر زمین پر لگا دیں۔[1]

﴿قَالُوْا یٰمُوْسٰی: بولے اے موسیٰ۔﴾ جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا یہ ادب کیا کہ آپ کو مقدم کیا اور آپ کی اجازت کے بغیر اپنے عمل میں مشغول نہ ہوئے، اس ادب کا عوض انہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان وہدایت کی دولت سے سرفراز فرما دیا۔[2]

﴿سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ: لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔﴾ اس آیت میں جادوگروں کے جادو کے اثر کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے پھینکے ہوئے رسوں اور لاٹھیوں کی حقیقت نہ بدلی بلکہ لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈال دیا کہ لوگوں کو رینگتے دوڑتے سانپ محسوس ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کے جادوگروں کے جادو کی صورت یہ تھی یعنی حقیقت نہ بدلی تھی۔

﴿وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ: اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔﴾ جب جادوگروں نے موٹے رسے اور لمبی لاٹھیاں ڈالیں تو وہ پہاڑوں کی مانند اژدہے بن گئے جس سے میدان بھر گیا اور اژدہے ایک دوسرے پر چڑھنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ جادوگروں نے رسیوں پر پارہ مل دیا اور لاٹھیوں میں بھی پارہ ڈال دیا پھر انہیں زمین پر پھینک دیا، جب ان پر سورج کی روشنی پڑی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ یہ دوڑتے ہوئے سانپ ہیں۔ وہ میدان ایک میل لمبا تھا اور پورا میدان سانپوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے۔[3]

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۱۰-۱۱۷، ۲/۱۲۵-۱۲۷، قرطبی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۱۶، ۴/۱۸۷، الجزء السابع، روح المعانی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۲۰-۱۲۱، ۵/۳۸، ملخصاً.

2 ......قرطبی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۱۵، ۴/۱۸۶، الجزء السابع.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۱۶، ۲/۱۲۷.

مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَاؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ۠ ﴿۱۲۶﴾

ع ۱۸ ۱۴ ۴

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تو بڑا جعل ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے۔ قسم ہے کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سُولی دوں گا۔ بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ یہ تو بہت بڑا دھوکہ ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو تو اب تم جان جاؤ گے۔ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ (جادوگر) کہنے لگے: بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اور تجھے ہماری طرف سے یہی بات بری لگی ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ: فرعون بولا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے تو یہ دیکھ کر فرعون بولا: میری اجازت کے بغیر تم ایمان کیوں لے آئے؟ یہ تو بہت بڑا دھوکہ ہے جو تم اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب نے متفق ہو کر اس شہر میں کیا ہے۔ تم سب شاگرد ہو اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمہارے استاد ہیں، تم نے خفیہ ساز باز کر کے یہ مقابلہ کیا اور تم جان بوجھ کر ہار گئے تا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس سے نکال دو اور خود اس پر مُسَلَّط ہو جاؤ تو اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا ہوں اور میں تمہیں کیا سزا دوں گا۔ میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو

دریائے نیل کے کنارے پھانسی دے دوں گا۔فرعون کی اس گفتگو پر جادوگروں نے یہ جواب دیا: بیشک ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف پلٹنے والے ہیں، تو ہمیں موت کا کیا غم؟ کیونکہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی لِقاء اوراس کی رحمت نصیب ہوگی اور جب سب کو اسی کی طرف رجوع کرنا ہے تو وہ خود ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔اس کے بعدان جادوگروں نے صبر کی دعا کی کہ ’’رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ‘‘ اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔

﴿ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ: پھر تم سب کو سُولی دوں گا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ دنیا میں پہلا سولی دینے والا اور پہلا ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون ہے۔[1]

﴿قَالُوْۤا: (جادوگر) کہنے لگے۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جذبۂ ایمانی کے غلبے کے وقت غیرُ اللّٰہ کا خوف نہیں ہوتا۔حق قبول کرنے کے بعد ان جادوگروں کا حال یہ ہوا کہ فرعون کی ایسی ہوش رُبا سزا سن کر بھی ان کے قدم ڈگمگائے نہیں بلکہ انہوں نے مجمعِ عام میں فرعون کے منہ پر اس کی دھمکی کا بڑی جرأت کے ساتھ جواب دیا اور اپنے ایمان کو کسی تَقِیَہ کے غلاف میں نہ لپیٹا۔

﴿وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ: اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرما۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا یہ لوگ دن کے اوّل وقت میں جادوگر تھے اور اسی روز آخر وقت میں شہید۔[2]

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صحبت نے پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت تمام مَدارج طے کرا دیئے، صحبت کا فیض سب سے زیادہ ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ فرعون انہیں شہید نہ کرسکا تھا۔[3]

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

1 ……تفسیر قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۴/۱۸۷، الجزء السابع.

2 ……خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۲۶، ۲/۱۲۸.

3 ……تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۲۴، ۵/۳۳۹.

ترجمۂ کنزالایمان: اور قومِ فرعون کے سردار بولے کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور ہم بیشک ان پر غالب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قومِ فرعون کے سردار بولے: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے۔ (فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں۔

﴾وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ: اور قومِ فرعون کے سردار بولے۔﴿ اے فرعون! کیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ اس طرح فساد پھیلائیں کہ مصر کی سرزمین میں تیری مخالفت کریں اور وہاں کے باشندوں کا دین بدل دیں۔ سرداروں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ جادوگروں کے ساتھ چھ لاکھ آدمی بھی ایمان لے آئے تھے۔ سرداروں نے فرعون سے دوسری بات یہ کہی کہ **"اور وہ موسیٰ تجھے اور تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کو چھوڑے رکھے"** یعنی نہ تیری عبادت کریں اور نہ تیرے مقرر کئے ہوئے معبودوں کی پوجا کریں۔

مفسر سُدِّی کا قول ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے بُت بنوادیئے تھے اور ان کی عبادت کرنے کا حکم دیتا تھا اور کہتا تھا کہ "میں تمہارا بھی رب ہوں اور ان بُتوں کا بھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فرعون دَہری تھا یعنی صانعِ عالَم کے وجود کا منکر، اس کا خیال تھا کہ عالَمِ سِفْلی کی تدبیر ستارے کرتے ہیں اسی لئے اُس نے ستاروں کی صورتوں پر بت بنوائے تھے، ان کی خود بھی عبادت کرتا تھا اور دوسروں کو بھی ان کی عبادت کا حکم دیتا تھا اور اپنے آپ کو زمین کا مُطاع و مخدوم کہتا تھا اسی لئے وہ "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" (میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں) کہتا تھا۔[1]

﴾قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ: (فرعون نے) کہا: اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے۔﴿ فرعون کی قوم کے سرداروں نے فرعون سے جو یہ کہا تھا کہ **"کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں"** اس سے ان کا مطلب فرعون کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور آپ کی قوم کے قتل پر ابھارنا تھا۔ جب اُنہوں نے ایسا کیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کو نُزولِ عذاب کا خوف دلایا۔ فرعون اپنی قوم کی خواہش پوری کرنے پر قدرت نہیں رکھتا

1 ......مدارك، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۷، ص ۳۸۱، خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۷، ۲/۱۲۸، ملتقطاً.

تھا کیونکہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزے کی قوت سے مرعوب ہو چکا تھا اسی لئے اس نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ ''ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی تعداد گھٹا کر اُن کی قوت کم کریں گے۔ مزید یہ کہ عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ ''ہم بے شک اُن پر غالب ہیں۔ اس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ عوام کو پتا چل جائے کہ اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کو کسی عجز یا خوف کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ وہ جب چاہے انہیں پکڑ سکتا ہے۔ یہ بات وہ اپنے منہ سے کہتا تھا جبکہ فرعون کا حال یہ تھا کہ اس کا دل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رعب میں بھرا پڑا تھا۔ (1)

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بیشک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے۔

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ: موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ فرعون کے اس قول کہ ''ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کریں گے'' کی وجہ سے بنی اسرائیل میں کچھ پریشانی پیدا ہوگئی اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس کی شکایت کی، اس کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو، وہ تمہیں کافی ہے اور آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں سے گھبراؤ نہیں بلکہ ان پر صبر کرو، بیشک زمین کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور زمینِ مصر بھی اس میں داخل ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ

(1) ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۷، ۲/۱۲۸، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۷، ۵/۳۴۲، تفسير قرطبی، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۷، ۴/۱۸۹، الجزء السابع، ملتقطاً.

وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو توقُّع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوگی اور بنی اسرائیل اُن کی زمینوں اور شہروں کے مالک ہوں گے اور انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا ''اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے۔ [1]

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

ع ۱۵ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قوم نے) کہا: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

﴿قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا: بولے ہم ستائے گئے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے فرعون کی دھمکی سے خوفزدہ ہوکر دوسری مرتبہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی کہ ''ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی ستایا گیا کہ فرعون اور فرعونیوں نے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا تھا اور لڑکوں کو بہت زیادہ قتل کیا تھا اور آپ کے تشریف لانے کے بعد اب پھر ستایا جائے گا کہ اب وہ دوبارہ ہماری اولاد کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو ہماری مدد کب ہوگی اور یہ مصیبتیں کب دور کی جائیں گی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: عنقریب تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو اور کس طرح شکرِ نعمت بجالاتے ہو۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علمِ غیب کی دلیل

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو غیب کا علم دیا تھا کہ آئندہ پیش آنے

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۸، ۲/۱۲۹، مدارك، الاعراف، تحت الآية: ۱۲۸، ص ۳۸۱، ملتقطاً.

والے واقعات بلاکم وکاست بیان فرمادیئے اور جیسا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ فرعون اپنی قوم کے ساتھ ہلاک کردیا گیا اور بنی اسرائیل ملکِ مصر کے مالک ہوئے۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ: اور بیشک ہم نے فرعون والوں کو پکڑا۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیوں کو جھٹلانے کے سبب فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے ابتدائی واقعات کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط، پھلوں کی کمی اور فقر وفاقہ کی مصیبت میں گرفتار کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور شہروں میں رہنے والے (آفات کی وجہ سے) پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ان لوگوں پر ایک وقت ایسا آیا کہ کھجور کے درخت پر صرف ایک ہی کھجور اُگتی تھی۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ سختیاں اس لئے نازل فرمائیں تاکہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے وہ سرکشی اور عناد کا راستہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ سختی ومصیبت دل کو نرم کردیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو بھلائی ہے اس کی طرف راغب کردیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ''فرعون نے اپنی چار سو برس کی عمر میں سے تین سو بیس سال تو اس آرام کے ساتھ گزارے تھے کہ اس مدت میں وہ کبھی درد، بخار یا بھوک میں مبتلا ہی نہیں ہوا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا ہوتا تو وہ کبھی رَبُوبِیَّت کا دعویٰ نہ کرتا۔ [2]

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۲ /۷۰۱، خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۲ /۱۲۹، ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۲ /۲۸۸، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ۵ /۳۴۴، مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۰، ص۳۸۱، ملتقطاً۔

مصائب خوابِ غفلت سے بیداری کا سبب بنتے ہیں

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی آفتوں اور مصیبتوں میں بھی بہت ساری حکمتیں ہوتی ہیں اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے انسان غفلت سے بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور فرماں بردار بندہ بن جائے لہٰذا زلزلہ، طوفان، سیلاب یا کسی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ: تو جب انہیں بھلائی ملتی۔﴾ فرعونی کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ ان تکلیفوں سے بھی ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی، جب انہیں سرسبزی و شادابی، پھلوں، مویشیوں اور رزق میں وسعت، صحت، آفات سے عافیت وسلامتی وغیرہ بھلائی ملتی تو کہتے یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل اور اس کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ اس بھلائی کو نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل جانتے اور نہ ہی اس کے انعامات پر شکر ادا کرتے اور جب انہیں، قحط، خشک سالی، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے اور کہتے

کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ آتیں۔ [1]

بدشگونی کی مذمت

مشرک قوموں میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے اوران کے توہُّم پرست مزاج ہر چیز سے اثر قبول کر لیتے، جیسے کوئی شخص کسی کام کو نکلتا اور راستے میں کوئی جانور سامنے سے گزر گیا یا کسی مخصوص پرندے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو فوراً گھر واپس لوٹ آتا، اسی طرح کسی کے آنے کو، بعض دنوں اور مہینوں کو منحوس سمجھنا ان کے ہاں عام تھا۔ اسی طرح کے تَصَوُّرات اور خیالات ہمارے معاشرے میں بھی بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام اس طرح کی توہم پرستی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور اسلام نے جہاں دیگر مشرکانہ رسموں کی جڑیں ختم کیں وہیں اس نے بدفالی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، ہم میں سے ہر ایک کو ایسا خیال آ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہٹا کر توکل پر قائم فرما دیتا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جسے کسی چیز کی بدفالی نے اس کے مقصد سے لوٹا دیا اُس نے شرک کیا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ایسا شخص کیا کفارہ دے؟ ارشاد فرمایا: ’’یہ کہے ’’اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ‘‘ اے اللہ تیری فال کے علاوہ اور کوئی فال نہیں، تیری بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (یہ الفاظ کہہ کر اپنے کام کو چلا جائے۔) [3]

احادیث میں بدشگونی کو شرک قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بدشگونی کے افعال کو مؤثرِ حقیقی جانے تو شرک ہے اور یا مشرکوں کا فعل ہونے کی وجہ سے زجر اور سختی سے سمجھانے کے طور پر شرک قرار دیا گیا ہے۔ [4]

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَاۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ١٣١، ٢/١٣٠، تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ١٣١، ٥/٣٤٤، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، کتاب الطب، باب في الطیرة، ٤/٢٣، الحدیث: ٣٩١٠.

3 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ٢/٦٨٣، الحدیث: ٧٠٦٦.

4 ......بدشگونی سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’بدشگونی‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (فرعونیوں نے) کہا: (اے موسیٰ!) تم ہمارے اوپر جادو کرنے کے لئے ہمارے پاس کیسی بھی نشانی لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور بولے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ایک جہالت اور گمراہی بیان فرمائی کہ انہوں نے قحط، خشک سالی اور پھلوں کی کمی کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے ساتھ والوں کی نحوست قرار دیا اور وہ یہ نہ جان سکے کہ بارش کا نہ ہونا نیز غلہ اور پھلوں کا کم یا زیادہ ہونا یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت سے ہے اور ان سب چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کسی مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اب اس آیت میں ان کی ایک اور جہالت بیان فرمائی کہ یہ لوگ معجزہ اور سحر میں فرق نہیں کرتے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عصا جو اژدہا بن گیا تھا اسے سحر کہتے تھے حالانکہ ان کے تمام بڑے بڑے جادوگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزے کے سامنے عاجز ہو چکے تھے۔[1]

جب فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے صاف صاف کہہ دیا ”اے موسیٰ! تم ہمارے اوپر جادو کرنے کیلئے کیسی بھی نشانی ہمارے پاس لے آؤ، ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے، تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن کے خلاف دعا کی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ مستجابُ الدعوات تھے اس لئے آپ کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائے ضرر کے بعد فرعون اور اس کی قوم پر جو عذاب آئے ان کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹیڑی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۱۳۲، ۵/۳۴۵.

انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور پِسو (یا جوئیں) اور مینڈک اور خون کی جدا جدا نشانیاں بھیجیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

﴿فَاَرْسَلْنَا: تو ہم نے بھیجا۔﴾ جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بھی فرعونی اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے تو اُن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں پے در پے وارد ہونے لگیں کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی تھی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، فرعون زمین میں بہت سرکش ہوگیا ہے اور اس کی قوم نے بھی عہد شکنی کی ہے انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو اُن کے لئے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت و نصیحت ہو، تو اللّٰہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا، ہوا یوں کہ بادل آیا، اندھیرا ہوا اور کثرت سے بارش ہونے لگی۔ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی اُن کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آ گیا، اُن میں سے جو بیٹھا وہ ڈوب گیا، یہ لوگ نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ کے دن سے لے کر دوسرے ہفتہ تک سات روز اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر اُن کے گھروں سے متصل تھے اُن کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ یہ مصیبت دور ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی تو طوفان کی مصیبت دور ہوگئی، زمین میں وہ سرسبزی و شادابی آئی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں اور درخت خوب پھلے۔ یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے ''یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ تو عافیت سے گزرا، پھر اللّٰہ تعالیٰ نے ٹڈی بھیجی وہ کھیتیاں اور پھل، درختوں کے پتے، مکان کے دروازے، چھتیں، تختے، سامان، حتّٰی کہ لوہے کی کیلیں تک کھا گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں لیکن بنی اسرائیل کے یہاں نہ گئیں۔ اب قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، اس پر عہد و پیمان کیا۔ سات روز یعنی ہفتہ سے ہفتہ تک ٹڈی کی مصیبت میں مبتلا رہے، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے نجات پائی۔ کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر کہنے لگے ''یہ ہمیں کافی ہیں ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے چنانچہ ایمان نہ لائے، عہد وفا نہ کیا اور اپنے اعمالِ خبیثہ میں مبتلا ہوگئے۔

ایک مہینہ عافیت سے گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے قُمَّل بھیجے، اس میں مفسرین کا اختلاف ہے ’’بعض کہتے ہیں کہ قُمَّل گُھن ہے، بعض کہتے ہیں جوں، بعض کہتے ہیں ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے۔ اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی رہے تھے وہ کھالئے، یہ کیڑا کپڑوں میں گھس جاتا تھا اور جلد کو کاٹتا تھا، کھانے میں بھرجاتا تھا، اگر کوئی دس بوری گندم چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا باقی سب کیڑے کھا جاتے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال، بھنویں، پلکیں چاٹ گئے، ان کے جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے حتّٰی کہ ان کیڑوں نے اُن کا سونا دشوار کردیا تھا۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دور ہونے کی دعا فرمایئے۔ چنانچہ سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے دور ہوئی لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ خبیث تر عمل شروع کردیئے۔ ایک مہینہ امن میں گزرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تھا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے، بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں چلا جاتا، ہانڈیوں میں مینڈک، کھانوں میں مینڈک، چولھوں میں مینڈک بھر جاتے تو آگ بجھ جاتی تھی، لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر سوار ہوتے تھے، اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دور ہوئی اور ایک مہینہ عافیت سے گزرا، لیکن پھر اُنہوں نے عہد توڑ دیا اور اپنے کفر کی طرف لوٹے۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی تو تمام کنوؤں کا پانی، نہروں اور چشموں کا پانی، دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی اُن کے لئے تازہ خون بن گیا۔ اُنہوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ ’’حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جادو سے تمہاری نظر بندی کردی ہے۔ اُنہوں نے کہا: تم کس نظر بندی کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام و نشان ہی نہیں۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ ’’قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں۔ لیکن ہوا یوں کہ جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا قبطی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا، یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور اُن سے پانی مانگا تو وہ پانی اُن کے برتن میں آتے ہی خون ہوگیا۔ یہ دیکھ کر فرعونی عورت کہنے لگی کہ ’’تو پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی کردے۔ مگر جب تک وہ پانی اسرائیلی عورت کے منہ میں رہا پانی تھا، جب فرعونی عورت کے منہ میں پہنچا تو خون ہوگیا۔ فرعون خود پیاس سے

مُضطَر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی، وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہوگئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی یہ مصیبت بھی دور ہوئی مگر وہ ایمان پھر بھی نہ لائے۔ (1)

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر عذاب پڑتا کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے بیشک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔

﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ: اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ''رِجز'' کا معنی عذاب ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہی پانچ قسموں کا عذاب ہے جو طوفان، ٹڈیوں، قُمّل، مینڈک اور خون کی صورت میں ان پر مُسَلَّط کیا گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد طاعون ہے اور یہ پہلے پانچ عذابوں کے بعد چھٹا عذاب ہے۔ (2)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر جب طوفان، ٹڈیوں، قُمَّل، مینڈک اور خون یا طاعون کی صورت

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۲/۱۵۹-۱۶۱.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳٤، ۲/۱۳۲.

میں عذاب نازل ہوتا تو اس وقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اس عہد کے سبب دعا کرو جو اس کا تمہارے پاس ہے کہ ہمارے ایمان لانے کی صورت میں وہ ہمیں عذاب نہ دے گا۔ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے مطالبے کو پورا کرتے ہوئے ہم ضرور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں

اس آیت سے **معلوم** ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف **منسوب** کئے جا سکتے ہیں اور مشکلات میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان سے حاجت روائی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، جیسے **عذاب دور کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے** جبکہ فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف کرتے ہوئے عرض کی کہ "**لَىٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ**" بے شک اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا۔ اس نسبت پر نہ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کوئی اعتراض کیا نہ **اللہ** تعالیٰ نے کوئی عتاب فرمایا۔

اسی طرح **بیٹا دینا اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے جبکہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا:

اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

یونہی پرندوں کو پیدا کرنا، مادرزاد اندھوں کو آنکھیں دینا، کوڑھیوں کو شفایاب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنی طرف **منسوب** کرتے ہوئے فرمایا:

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

---

1 ......مریم: ۱۹.

2 ......آل عمران: ۴۹.

سرِ دست قرآنِ مجید سے یہ تین مقامات ذکر کئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کیا گیا، اب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت سے چند واقعات ملاحظہ ہوں کہ جب کبھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش آتی یا انہیں کوئی ضرورت یا حاجت درپیش ہوتی تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کرتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی مصیبتوں کی خلاصی اور اپنی حاجت روائی کے لئے عرض کرتے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کی مشکلات دور کردیتے اور حاجتیں پوری فرما دیتے تھے، چنانچہ جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلوار ٹوٹ گئی تو وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں ایک چھڑی دی جوان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔[1]

جنگِ احد کے موقع پر حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ تیر لگنے سے نکل گئی تو وہ ڈھیلا لے کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اور آنکھ مانگی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں آنکھ عطا کردی۔[2]

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسی وقت ان کی پنڈلی کو درست کردیا۔[3]

قحط سے نجات پانے کیلئے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعا کی درخواست کی، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی تو ایسی بارش برسی کہ ہفتہ بھر رکنے کا نام نہ لیا۔[4]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ایک مرتبہ سفر میں پیاس سے جاں بلب ہوئے تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اپنی پیاس کے بارے میں عرض کی، سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا کر انہیں سیراب کردیا۔[5]

اور حضرت ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت مانگی تو انہیں جنت عطا کردی۔[6]

---

1 ......جامع الاصول فی احادیث الرسول، الرکن الثالث، الفن الثانی، الباب الرابع، حرف العین، الفصل الاول فی الاسماء، القسم الاول، الفرع الاول، عکاشه بن محصن، ١٣/٣٢٤.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الفضائل، فی فضل الانصار، ٧/٥٤٢، الحدیث: ١٥.

3 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ٣/٨٣، الحدیث: ٤٢٠٦.

4 ......بخاری، کتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء علی المنبر، ١/٣٤٨، الحدیث: ١٠١٥.

5 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ٢/٤٩٥، الحدیث: ٣٥٧٩.

6 ......مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیه، ص٢٥٢، الحدیث: ٢٢٦(٤٨٩).

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھالیتے ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے۔ اور ہم نے اس قوم کو جو دبالی گئی تھی اس زمین کے پورب پچھم کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو چنائیاں اٹھاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے عذاب اٹھالیتے جس تک انہیں پہنچنا تھا تو وہ فوراً (اپنا عہد) توڑ دیتے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بالکل غافل رہے۔ اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اُس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کر دیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے۔

﴿**فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ:** تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جب بار بار فرعونیوں کو عذابوں سے نجات دی گئی

اور وہ کسی عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے اور کفر نہ چھوڑا تو جو میعاد اُن کے لئے مقرر فرمائی گئی تھی وہ پوری ہونے کے بعد اُنہیں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ (1)

﴿وَاَوْرَثْنَا: اور ہم نے مالک بنا دیا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو غیبی خبر دی تھی کہ **"عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنا دے گا"** جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے ہلاک کر دیا، اس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پورے مصر و شام کا مالک بنا دیا، اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (2)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون کے مَظالم کا شکار بنی اسرائیل کو سرزمین کے مشرق و مغرب یعنی مصر و شام کا مالک بنا دیا۔ اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے نہروں، درختوں، پھلوں، کھیتیوں اور پیداوار کی کثرت سے برکت رکھی تھی اس طرح بنی اسرائیل پر ان کے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن تمام عمارتوں، ایوانوں اور باغوں کو برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائے تھے۔ اس آیت میں صبر کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے صبر کی وجہ سے عزت، غلبہ، خوشحالی اور حکمرانی نصیب ہوئی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے اے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔ یہ حال تو

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۶، ۲/۱۳۲.

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۳۷، ۵/۳۴۸، ملتقطاً.

بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا باطل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (بنی اسرائیل نے) کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو جیسے ان کے لئے کئی معبود ہیں۔ (موسیٰ نے) فرمایا: تم یقیناً جاہل لوگ ہو۔ بیشک یہ لوگ جس کام میں پڑے ہوئے ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب باطل ہے۔

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے نعمت کی جو ناشکریاں ہوئیں اور جن برے افعال میں وہ مبتلا ہوئے ان کا اور دیگر واقعات کا بیان شروع فرمایا اور اس سے مقصود نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا اور آپ کی امت کو نصیحت کرنا ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے احوال میں غور و فکر کرتے رہیں۔ (1)

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دسویں محرم کے دن فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے۔ ابن جُرَیج نے کہا کہ یہ بُت گائے کی شکل کے تھے۔ یہاں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ بعد میں گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔ اُن کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے لئے کئی معبود ہیں جن کی یہ عبادت اور تعظیم کرتے ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں اور تعظیم بجا لائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم جاہل لوگ ہو کہ اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ (2)

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ عرض سارے بنی اسرائیل نے نہ کی تھی کیونکہ ان میں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر بزرگ اولیاءُ اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ بھی تھے، بلکہ اُن لوگوں نے کی تھی جو ابھی تک راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔

1 ......ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٣٨، ٢/٢٩١۔

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٣٨، ٢/١٣٣، تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٣٨، ٥/٣٤٩، ملتقطاً۔

﴿اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ : بیشک یہ لوگ۔﴾ یعنی عنقریب یہ بت پرست اور ان کے بت ہمارے ہاتھوں ہلاک کئے جائیں گے جبکہ تم بت پرست نہیں بلکہ بت شکن ہو۔ اس میں غیب کی خبر ہے اور بعد میں وہی ہوا جو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا۔

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

ع ۱۶/۲

ترجمۂ کنزالایمان: کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تمہیں بری مار دیتے تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں باقی رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (موسیٰ نے) فرمایا: کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت بری سزا دیتے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

﴿قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا : کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں۔﴾ جب بنی اسرائیل نے معبود بنا کر دینے کا مطالبہ کیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان کی جہالت کو واضح کیا اور فرمایا ''کیا میں تمہارے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یعنی خدا وہ نہیں ہوتا جو تراش کر بنا لیا جائے بلکہ خدا وہ ہے جس نے تمہیں فضیلت دی کیونکہ وہ فضل و احسان پر قادر ہے تو وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے فضل و احسان کا تقاضا ہے کہ اس کا شکر اور حق ادا کیا جائے نہ کہ ناشکری اور شرک کیا جائے۔

﴿وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ: اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں نجات دی۔﴾ اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت 49 میں گزر چکی ہے۔ اس مقام پر یہ آیت ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے تم پر یہ عظیم انعام فرمایا تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت میں مشغول ہونا کیسے روا ہوگا؟(1)

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ(۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس (راتوں) کا اضافہ کرکے پورا کردیا تو اس کے رب کا وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہوگیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں میرا نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کے راستے پر نہ چلنا۔

﴿وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى: اور ہم نے موسیٰ سے وعدہ فرمایا۔﴾ اس آیت میں تورات نازل ہونے کی کیفیت کا بیان ہے۔

نزولِ تورات کا واقعہ

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اُن کے دشمن فرعون کو ہلاک فرمادے گا تو وہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے جس میں حلال وحرام کا بیان ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کردیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۱، ۵/۳۵۱.

اُس کتاب کو نازل فرمانے کی درخواست کی، انہیں حکم ملا کہ تیس روزے رکھیں، یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روزے پورے کر چکے تو آپ کو اپنے دہن مبارک میں ایک طرح کی بو معلوم ہوئی، اس وجہ سے آپ نے مسواک کر لی۔ فرشتوں نے ان سے عرض کی: ''ہمیں آپ کے دہن مبارک سے بڑی محبوب خوشبو آیا کرتی تھی، آپ نے مسواک کر کے اس کو ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ ماہ ذی الحجہ میں دس روزے اور رکھیں اور ارشاد فرمایا کہ ''اے موسیٰ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی خوشبو میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (1)

﴾وَقَالَ مُوۡسٰی لِاَخِیۡہِ ھٰرُوۡنَ: اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا۔﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ''تم میرے واپس آنے تک میری قوم میں میرے نائب بن کر رہو اور بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان کے ساتھ بھلائی کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ابھارنا اور بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے طریقے پر نہ چلنا جو زمین میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر کے اور گناہگاروں کی ان کے گناہ پر مدد کر کے فساد برپا کرتے ہیں بلکہ جو لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے اطاعت گزار بندے ہیں ان کے طریقے کو اختیار کرنا۔ (2)

یاد رہے کہ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جو اصلاح اور صحیح راستے پر چلنے کا فرمایا وہ حقیقت میں آپ کے واسطے سے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا ورنہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو فسادیوں کے راستے پر چلنے سے معصوم ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ فرمانا بطورِ تاکید و استقامت کے ہو۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَلٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ

1 ......بیضاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱٤۲، ۳/٥٦، مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ۱٤۲، ص۳۸٤، تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۱٤۲، ٥/۳٥۱-۳٥۲، ملتقطاً.

2 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱٤۲، ۲/۱٦۳، تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیة: ۱٤۲، ٦/٤۹.

تَرٰىنِیْۚ-فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًاۚ-فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا، تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

﴿وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ: اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام فرمایا اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اس کلام کی حقیقت سے بحث کرسکیں۔ کتابوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (یعنی 12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتّٰی کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علیحدہ کردیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا یہاں تک کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَام نے اس کی بارگاہ میں اپنے معروضات پیش کئے، اُس نے اپنا کلام کریم سنا کر نوازا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے ساتھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جو کچھ فرمایا وہ اُنہوں نے کچھ نہ سنا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلامِ ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزومند بنایا۔[1]

﴿قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ: فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو کلامِ ربانی کی لذت نے انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کا مشتاق بنا دیا چنانچہ بارگاہِ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تا کہ میں تیرا دیدار کرلوں' یعنی صرف دل یا خیال کا دیدار نہیں مانگتا بلکہ آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں کہ جیسے تو نے میرے کان سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے تیرا کلامِ قدیم سن لیا ایسے ہی میری آنکھ سے پردہ ہٹا دے تا کہ تیرا جمال دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: تم دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔[2]

اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے

اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں بلکہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہونے پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: اگر دیدارِ الٰہی ناممکن تھا تو اس کی دعا کرنا ناجائز ہوتا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ نبوت کے علوم ومعارف اور اس کے اَسرار کے حامل ہیں وہ ہرگز یوں دعا نہ کرتے '' رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ '' اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرما دیتا۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: '' لَنْ تَرٰىنِیْ : تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کی نفی کی ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ '' البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٤٣، ٢/١٣٦، روح البيان، الاعراف، تحت الآية: ١٤٣، ٢/٢٢٩-٢٣٠.

2 ......صاوى، الاعراف، تحت الآية: ١٤٣، ٢/٧٠٧.

عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کو پہاڑ کے اپنی جگہ برقرار رہنے پر مُعَلّق کیا اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا فی نفسہ ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہوتا ہے وہ بھی ممکن ہوتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔ سرِ دست یہ تین دلائل عرض کئے ہیں، ان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور قیامت کے دن ایمان والے اس سعادت سے بہرہ مند ہوں گے۔ صحیح بخاری میں ہے، حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب عَزَّوَجَلَّ کلام فرمائے گا اس شخص کے اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے سے مانع ہو۔''[1]

نوٹ: آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونے سے متعلق تفصیلی دلائل سورۂ انعام کی آیت نمبر **103** کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

> قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

﴿ قَالَ یٰمُوْسٰۤى : فرمایا اے موسیٰ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیدار کے مطالبے پر منع فرما دیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے گئے انعامات کو گنوا کر انہیں تسلی دیتے ہوئے شکر کرنے

[1] ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالی: وجوہ یومئذ ناضرة... الخ، ٤/٥٥٦، الحدیث: ٧٤٤٣.

کا حکم دے رہا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''اے موسیٰ! دیدار کا مطالبہ کرنے پر اگرچہ تجھے منع کر دیا گیا لیکن میں نے تمہیں فلاں فلاں عظیم نعمتیں تو عطا فرمائی ہیں لہٰذا دیدار سے منع کرنے پر اپنا سینہ تنگ نہ کرو، تم ان نعمتوں کی طرف دیکھو جن کے ساتھ میں نے تمہیں خاص کیا کہ میں نے اپنی رسالتوں کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کر لیا اور تمہیں مجھ سے بلا واسطہ ہم کلامی کا شرف عطا ہوا جبکہ دیگر انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرشتے کے واسطے سے کلام ہوا۔ [1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے زمانے کے لوگوں پر انتخاب ہوا

یاد رہے کہ آیت میں جو بیان ہوا کہ ''**اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر منتخب کر لیا**'' اس میں لوگوں سے مراد اُن کے زمانے کے لوگ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے والے، شرافت و وجاہت والے تھے کیونکہ آپ صاحبِ شریعت تھے اور آپ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب تورات بھی نازل ہوئی۔ لہٰذا اس سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ [2]

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے اس کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٤٤، ٢/١٣٨.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٤٤، ٢/١٣٨، صاوی، الاعراف، تحت الآية: ١٤٤، ٢/٧٠٨، ملتقطاً.

فرمایا) اسے مضبوطی سے پکڑلو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔

﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ: اور ہم نے اس کے لیےتختیوں میں لکھ دی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اَلْوَاحْ ''یعنی تختیوں سے مراد تورات کی تختیاں ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے تورات کو تختیوں میں لکھ دیا، جن تختیوں میں تورات کو لکھا گیا وہ زبرجد یا زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد سات یا دس تھی۔تورات عیدالاضحیٰ کے دن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا ہوئی۔ [1]

نیز اس آیت میں مزید یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں:

(1)...... **ہر چیز کی نصیحت**، اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال حرام اور اچھی بری چیزوں سے متعلق جن احکام کی ضرورت تھی وہ سب تورات میں لکھی ہوئی تھیں۔ [2]

(2)...... **ہر چیز کی تفصیل**، اس کا معنی یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو جتنے احکامِ شرعیہ دیئے گئے تھے تورات میں ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی تھی۔ [3]

(3)...... **تورات کو مضبوطی سے پکڑنا۔** قوت اور مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ بڑی کوشش، چستی، ہوشیاری اور شوق سے اس میں موجود احکام پر عمل کرنے کا عزم کر کے اس کو ہاتھ میں لو۔ [4]

نوٹ: یاد رہے کہ اس میں خطاب اگرچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کے ساتھ آپ کی قوم بھی ہے۔

(4)...... **تورات کی اچھی باتیں اختیار کرنے کا حکم دینا۔** اس کا معنی یہ ہے کہ تورات میں جو احکام مذکور ہیں ان میں جو زیادہ بہتر ہو اسے اختیار کرنے کا حکم دو کیونکہ تورات میں عزیمت اور رخصت، جائز اور مُستحب اُمور کا بھی ذکر ہے۔عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کے مقابلے میں بہتر ہے [5]

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ١٣٨/٢، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٣٦٠/٥، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٣٦٠/٥.

3 ......تفسير قرطبى، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٢٠٣/٤، الجزء السابع.

4 ......قرطبى، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٢٠٣/٤، الجزء السابع، بيضاوى، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٥٨/٣، ملتقطاً.

5 ......صاوى، الاعراف، تحت الآية: ١٤٥، ٧٠٩/٢.

ایک قول یہ ہے کہ تورات میں اَمرونہی کا بیان ہے، تو جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسے کرنے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے رک جانے کا حکم دو۔ (1)

اور ایک قول یہ ہے کہ تورات میں فرائض ،نوافل اور مباح کاموں کے احکام ہیں۔فرائض ونوافل پر عمل کرنا بہترین عمل ہے اور صرف فرائض پر عمل کرنا اس سے کم درجے کا ہے اور مباح پر عمل کرنا اس سے بھی کم درجے کا ہے۔تو جو عمل بہترین ہے اس کے کرنے کا حکم دو۔ (2)

﴿ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ : عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے کئی معنی بیان کئے ہیں۔حضرت حسن اور عطا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما نے کہا کہ بے حکموں کے گھر سے جہنم مراد ہے۔اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ ’’معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں شام میں داخل کروں گا اور گزری ہوئی اُمتوں کے منازل دکھاؤں گا جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخالفت کی تاکہ تمہیں اس سے عبرت حاصل ہو۔اور عطیہ عوفی کا قول ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے فرعون اور اس کی قوم کے مکانات مراد ہیں جو مصر میں ہیں۔اور مفسر سدی کا قول ہے کہ اس سے منازلِ کفار مراد ہیں۔ کلبی نے کہا کہ اس سے عاد وثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔ (3)

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَاۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ(۱۴۶) وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

---

1 ......تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۶/۵۹.

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۵/۳۶۰.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۵، ۲/۱۴۰.

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿**سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ: اور میں اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا۔**﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر غرور کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتیں قبول کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں۔ یہ اُن کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔ (1)

تکبر کی تعریف اور اس کا انجام

اس آیت میں ناحق تکبر کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ تکبر کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جاننا۔

---

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۴۶، ۱۶۷/۲.

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ'' تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔[1]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: تکبر کی تین قسمیں ہیں

(1)......وہ تکبر جو اللّٰہ تعالٰی کے مقابلے میں ہو جیسے ابلیس، نمرود اور فرعون کا تکبر یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالٰی کے بندوں سے نفرت کے طور پر منہ پھیرتے ہیں۔

(2)......وہ تکبر جو اللّٰہ تعالٰی کے رسول کے مقابلے میں ہو، جس طرح کفارِ مکہ نے کیا اور کہا کہ ہم آپ جیسے بشر کی اطاعت نہیں کریں گے، ہماری ہدایت کے لئے اللّٰہ تعالٰی نے کوئی فرشتہ یا سردار کیوں نہیں بھیجا، آپ تو ایک یتیم شخص ہیں۔

(3)......وہ تکبر جو آدمی عام انسانوں پر کرے، جیسے انہیں حقارت سے دیکھے، حق کو نہ مانے اور خود کو بہتر اور بڑا جانے۔[2]

تکبر کی تینوں اقسام کا حکم

اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول کی جناب میں تکبر کرنا کفر ہے جبکہ عام بندوں پر تکبر کرنا کفر نہیں لیکن اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔

تکبر کا ثمرہ اور انجام

اس آیت میں ناحق تکبر کا ثمرہ اور تکبر کرنے والوں کا جو انجام بیان ہوا کہ ناحق تکبر کرنے والے اگر ساری نشانیاں دیکھ لیں تو بھی وہ ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو وہ اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنا لیتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ غرور وہ آگ ہے جو دل کی تمام قابلیتوں کو جلا کر برباد کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبولوں کے مقابلے میں تکبر ہو۔ اللّٰہ تعالٰی کی پناہ۔ قرآن وحدیث سے ہر کوئی ہدایت نہیں لے سکتا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانه، ص ٦٠، الحدیث: ١٤٧(٩١).

2 ......کیمیائے سعادت، رکن سوم: مهلکات، اصل نهم، پیدا کردن درجات کبر، ٢/٧٠٧-٧٠٨.

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔

تکبر ہی نے ابلیس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکائی، اور اس کی تمام عبادات برباد کر کے رکھ دیں۔ (3)

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ (۱۴۸) وَ لَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۱۴۹) وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ٘ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۱۵۰) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ٘ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۱۵۱) ع

وقف لازم

ع ۱۸ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا بیٹھی بے جان کا دھڑ گائے کی طرح

❶......بقرہ: ٢٦.

❷......تکبر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

آواز کرتا کیا نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ انہیں کچھ راہ بتائے اسے لیا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب پچتائے اور سمجھے کہ ہم بہکے بولے اگر ہمارا رب ہم پر مہر نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے تو ہم تباہ ہوئے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا جھنجلایا ہوا کہا تم نے کیا بری میری جانشینی کی میرے بعد کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا کہا اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا۔ عرض کی اے رب میرے مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور موسیٰ کے پیچھے اس کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بے جان بچھڑے کو (معبود) بنالیا جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ (بچھڑا) ان سے نہ کلام کرتا ہے اور نہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہوگئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہوجائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم و غصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا، کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا۔ عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

﴿**وَاتَّخَذَ: اور بنالیا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام کرنے کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ان کے جانے کے تیس دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ تمام زیوارت جمع کر لئے جو انہوں نے اپنی عید کے دن قبطیوں سے استعمال کی خاطر لئے تھے۔

فرعون چونکہ اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہو چکا تھا، اس لئے یہ زیورات بنی اسرائیل کے پاس تھے اور سامری کی حیثیت بنی اسرائیل میں ایسی تھی کہ لوگ اس کی بات کو اہمیت دیتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ سامری چونکہ سونے کو ڈھالنے کا کام کرتا تھا اس لئے اس نے تمام سونے چاندی کو ڈھال کر اس سے ایک بے جان بچھڑا بنایا۔ پھر سامری نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے لی ہوئی خاک اس بچھڑے میں ڈالی تو اس کے اثر سے وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا (اور بقولِ دیگر وہ سونے ہی کا بچھڑا تھا) اور گائے کی طرح ڈکارنے لگا۔ سامری کے بہکانے پر بنی اسرائیل کے بارہ ہزار لوگوں کے علاوہ بقیہ سب نے اس بچھڑے کی پوجا کی۔ یہ لوگ اتنے بے وقوف اور کم عقل تھے کہ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے سوال جواب کی صورت میں کلام کر سکتا ہے، نہ انہیں رشد وہدایت کی راہ دکھا سکتا ہے تو یہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادرِ مُطلَق، علیم، خبیر اور ہادی ہو اور نبی کے واسطے سے مخلوق سے کلام فرمائے۔ بچھڑا چونکہ راہِ ہدایت نہ دکھا سکتا تھا اس اعتبار سے وہ جماد کی طرح تھا۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اِعراض کر کے ایسے عاجز و ناقص بچھڑے کو پوجا تو وہ ظالم ٹھہرے۔ پھر جب اپنے اس کرتوت پر شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ یقیناً گمراہ ہو گئے تھے تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی مناجات سے مشرف ہو کر کوہِ طور سے اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے تو بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خبر دے دی تھی کہ سامری نے اُن کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ آپ کو جھنجلاہٹ اور غصہ سامری پر تھا نہ کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ انہیں سامری نے گمراہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (قوم سے فرمایا کہ تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ شرک کرنے لگے اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے) حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا کہ لوگوں کو بچھڑا پوجنے سے نہ روکا۔ کیا تم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم میں جلدی کی اور میرے توریت لے کر آنے کا انتظار نہ کیا؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال

پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قوم کا ایسی بدترین معصیت میں مبتلا ہونا نہایت شاق اور گراں ہوا تب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میں نے قوم کو روکنے اور ان کو وعظ و نصیحت کرنے میں کمی نہیں کی لیکن قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مجھے ظالموں کے ساتھ شمار نہ کرو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بھائی کا عذر قبول کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! اگر ہم میں سے کسی سے کوئی اِفراط یا تفریط ہوگئی تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ یہ دعا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس لئے مانگی کہ دوسرے لوگ یہ سن کر خوش نہ ہوں کہ بھائیوں میں چل گئی اور اس کے ساتھ یہ وجہ بھی تھی کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا غم غلط ہو جائے۔ (1)

نوٹ: یہ واقعہ اجمالی طور پر سورۂ بقرہ آیت 51 تا 54 میں گزر چکا ہے، مزید تفصیل کے ساتھ اس کے علاوہ سورہ طٰہٰ میں بھی مذکور ہے۔

﴿وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ: اور تختیاں ڈال دیں۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو دینی حمیت اور اللہ ربُّ العٰلمین کے ساتھ شرک پر غیرت کی وجہ سے شدید غضبناک ہوئے اور عُجلت میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دیں تاکہ ان کا ہاتھ جلدی فارغ ہو جائے اور وہ اپنے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا سر پکڑ سکیں۔ اسے قرآنِ پاک میں ڈالنے سے تعبیر کیا گیا۔ اس ڈالنے میں کسی بھی طرح تورات کی تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی اور وہ جو منقول ہے کہ بعض تختیاں ٹوٹ گئیں تو اگر وہ درست ہے تو وہ عجلت میں زمین پر رکھنے کی وجہ سے ٹوٹی ہوں گی، نہ یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی غرض تھی اور نہ ہی ان کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ یہاں پر صرف دینی حمیت اور فَرطِ غضب کی وجہ سے جلدی میں ان تختیوں کو زمین پر رکھنا مراد ہے۔ (2)

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٤٨-١٥٠، ٢/١٤٠-١٤٢، ابو سعود، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٤٨-١٥١، ٢/٢٩٧-٢٩٩، ملتقطاً۔

2 ......روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٥٠، ٥/٩٠-٩١۔

﴿فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ : تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔﴾ شَماتت کا معنی ہے کسی کی تکلیف پر خوش ہونا۔[1]

شماتت کی مذمت

فی زمانہ دینی اور دنیوی دونوں شعبوں میں شَماتت کے نظارے بہت عام ہیں، مذہبی لوگ اور اسی طرح کاریگر، دوکاندار، کارخانے، فیکٹری یا مل میں ملازمت کرنے والے، یونہی کسی کمپنی، ادارے یا بینک میں جاب کرنے والے، ان کی اکثریت بھی شَماتت یعنی اپنے مسلمان بھائی پر آنے والی مصیبت پر خوش ہونے کے مذموم فعل میں مبتلا نظر آتی ہے اور بعض اوقات تو یوں ہوتا ہے کہ اگر آپس میں کسی وجہ سے ناراضی ہو جائے تو پھر جس سے ناراضی ہوتی ہے اگر وہ یا اس کے گھر میں سے کوئی بیمار ہو جائے، اُس کے یہاں ڈاکہ پڑ جائے یا اس کا مال چوری ہو جائے، یا کسی وجہ سے کاروبار ٹھپ ہو جائے، یا حادِثہ ہو جائے، یا مُقَدَّمہ قائم ہو جائے یا پولیس گرفتار کر لے، یا گاڑی کا نقصان یا چالان ہو جائے، الغرض وہ کسی طرح کی بھی مصیبت میں پھنس جائے تو ناراض ہونے والے صاحب بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ بعض حضرات جو کہ ضرورت سے زیادہ باتونی اور بے عمل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ''بڑا پہنچا ہوا'' سمجھ بیٹھتے ہیں وہ تو یہاں تک بول پڑتے ہیں کہ دیکھا! ہم کو ستایا تھا نا تو اُس کے ساتھ ''ایسا'' ہو گیا! گویا وہ چھپی باتوں اور سَر بَستہ (یعنی خفیہ) رازوں کے جاننے والے ہیں اور آں بدولت (یعنی اِن) کو اپنے مخالف پر آنے والی مصیبت کے اسباب معلوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ ذیل میں مذکور روایت اور امام غزالی کے فرمان سے عبرت حاصل کریں، چنانچہ

حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْکَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْکَ'' اپنے بھائی کی شَماتَت نہ کر (یعنی اس کی مصیبت پر اظہارِ مَسَرَّت نہ کر) کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا اور تجھے اس میں مبتلا کر دے گا۔[2]

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱۴۲/۲.

2 ......ترمذی، کتاب صفۃ یوم القیامۃ، ۵۴-باب، ۲۲۷/۴، الحدیث: ۲۵۱۴.

حضرت امام محمد بن محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کی سزا ''برا خاتمہ'' ہے ہم اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یہ گناہ ''ولایت اور کرامت کا جھوٹا دعویٰ کرنا ہے۔''[1]

یاد رہے کہ اگر کسی مسلمان کی مصیبت پر دل میں خود بخود خوشی پیدا ہوئی تو اِس کا قصور نہیں تاہم اِس خوشی کو دل سے نکالنے کی بھرپور سعی کرے، اگر خوشی کا اظہار کرے گا تو **شماتت** کا مُرتکب ہوگا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ دوسرے مسلمان کی تکلیف پر خوشی کے اظہار سے بچے اور شیطان کے دھوکے میں آکر خود کو ''بڑا پہنچا ہوا'' نہ سمجھے اور اس سے بچنے کی دعا بھی کرتا رہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سخت مصیبت، بدبختی کے آنے، بری تقدیر اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے پناہ مانگا کرتے تھے۔[2]

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ یہ دعائے مغفرت امت کی تعلیم کے لئے ہے، ورنہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بھائی کو اس دعا میں شامل فرمایا حالانکہ ان سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی۔ نیز اس دعا میں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دلجوئی اور قوم کے سامنے ان کے اکرام کا اظہار بھی مقصود تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو بچھڑا لے بیٹھے عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچنا ہے دنیا کی زندگی میں اور ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں بہتان ہایوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

1 ......احیاء العلوم، کتاب قواعد العقائد، الفصل الرابع من قواعد العقائد فی الایمان والاسلام... الخ، ۱/۱۷۱.

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوّذ من جهد البلاء، ۴/۲۰۲، الحدیث: ۶۳۴۷.

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بچھڑا پوجنے والے لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کوہِ طور سے واپس آنے سے پہلے ہی مر گئے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد وہ یہودی ہیں کہ جنہوں نے بچھڑے کو پوجا اور بعد میں توبہ نہ کی۔[1] **تیسرا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قتل ہو کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس صورت میں غضب سے مراد قتل ہونا اور ذلت سے مراد گمراہی کا اعتراف کرنا اور قتل ہونے کا حکم تسلیم کرنا ہے۔ **چوتھا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے یہودی ہیں۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پایا اور اُن کے آباء واَجداد بچھڑے کی پوجا کرتے تھے اور غضب سے مراد آخرت کا عذاب اور دنیا میں ذلت سے مراد جزیہ دینا ہے۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ ''غضب سے مراد بنونَضِیر اور بنوقُرَیظَہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا اور ذلت سے مراد انہیں حجاز سے جلاوطن کرنا ہے۔[2]

﴿وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ: اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے ان بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو بدلہ دیا اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلہ دیں گے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھے اور غیرِ خدا کی عبادت کرے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں ''**اللّٰہ** کی قسم! یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کی جزاء ہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ سزا قیامت تک آنے والے ہر بدعتی کے بارے میں ہے۔ حضرت مالک بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ہر بدعتی اپنے سر کے اوپر سے ذلت پائے گا پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔[3]

بدعت کی تعریف

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اور بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ عقائد یا وہ اعمال جو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات کے زمانہ میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے ہوں۔[4]

1 ......البحر المحیط، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۳۹۵/۴.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۱۴۳/۲.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۱۴۳/۲.

4 ......جاء الحق، حصہ اول، پہلا باب: بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں، ص۱۷۷.

بدعت کی اقسام

بنیادی طور پر بدعت کی دوقسمیں ہیں (1) بدعتِ حَسنہ (2) بدعتِ سَیِّئہ ۔ بدعتِ حسنہ یہ ہے کہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو۔ اور بدعتِ سیئہ یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا کہ جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے شریعت کا کوئی حکم تبدیل ہو رہا ہو۔

وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا٘-اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے برائیاں کیں اور ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بیشک اس توبہ وایمان کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ : اور وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے۔﴾ اس آیت میں گناہ کے بعد توبہ کرنے والوں کیلئے بہت بڑی بشارت اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کا ذکر ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا کوئی پہلو نہ چھوڑا یعنی کفر تک کا اِرتِکاب کیا، پھر اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس توبہ پر قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ بخش دے گا اور اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔[1]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ جب بندہ اُن سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تَبارَکَ وَتَعالٰی اپنے فضل ورحمت سے اُن سب کو معاف فرماتا ہے۔

توبہ کے فضائل

کثیر احادیث میں بھی گناہوں سے سچی توبہ کی قبولیت اور اس کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۲/۱۴۳.

ان میں سے دو اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر تم اتنے گناہ کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں اور پھر تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے تم میں سے کسی کا اونٹ جنگل میں گم ہونے کے بعد دوبارہ اسے مل جائے[2]۔[3]

رحمتِ الٰہی کی وسعت

اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں اللّٰہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے بیان پر مشتمل ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اس نے جن و اِنس، حیوانات اور حشراتُ الارض میں نازل کی جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں، اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ اور اللّٰہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں، ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔[4]

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ(۱۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ٤/٤٩٠، الحديث: ٤٢٤٨.

2 ......بخاری، كتاب الدعوات، ٤/١٩١، الحديث: ٦٣٠٩.

3 ......توبہ کے فضائل، شرائط اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’توبہ کی روایات و حکایات‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

4 ......مسلم، كتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالی وانّها سبقت غضبه، ص١٤٧٢، الحديث: ١٩(٢٧٥٢).

اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو اس نے تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

﴿ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ: اور جب موسیٰ کا غصہ تھما۔﴾ اس سے پہلی آیت میں حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے حالتِ غضب میں جو کچھ صادر ہوا اس کا ذکر کیا گیا اب اس آیت میں غصہ تھم جانے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے جو واقع ہوا اسے بیان کیا گیا ہے، چنانچہ جب حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر قوم میں آکر تحقیق کرنے سے بھی یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی اور انہوں نے جو عذر بیان کیا وہ درست تھا تو آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ نے تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ یاد رہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو غصہ آیا تو آپ نے دو کام کئے تھے (1) تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دیں (2) حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس کی تلافی میں بھی حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے دو کام کئے (1) تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں۔ (2) اپنے بھائی کے لئے دعا کی۔[1]

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لیے چنے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا موسیٰ

[1] ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٥٤، ٥/٣٧٤.

نے عرض کی اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے ہمارے وعدے کے لیے اپنی قوم سے ستر مرد منتخب کر لیے پھر جب انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰى: اور موسیٰ نے منتخب کر لیے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پہلی بار رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنے اور تورات لینے تشریف لے گئے تھے۔ اور اس بارگاہ کی پوجا کرنے والوں کو معافی دلوانے کیلئے ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہر گروہ سے 6 افراد منتخب کر لئے، چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے اور جب ہر گروہ میں سے 6 آدمی چنے تو دو بڑھ گئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ مجھے ستر آدمی لانے کا حکم ہوا ہے اور تم 72 ہو گئے اس لئے تم میں سے دو آدمی یہیں رہ جائیں تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: رہ جانے والے کو جانے والے کی طرح ہی ثواب ملے گا، یہ سن کر حضرت کالب اور حضرت یوشع عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رہ گئے اور کل ستر آدمی آپ کے ہمراہ گئے۔ یہ ستر افراد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ [1] حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں روزہ رکھنے، بدن اور کپڑے پاک کرنے کا حکم دیا پھر ان کے ساتھ طورِ سَینا کی طرف نکلے، جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے ساتھ اس میں داخل ہو گئے اور سب نے سجدہ کیا۔ پھر قوم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل

[1] ......جمل مع جلالین، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۵، ۳/۱۱۹.

کے بارے جو حکم دیا وہ توبہ کیلئے اپنی جان دینا تھا۔ جب کلام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بادل اٹھالیا گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ’’توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کرنے کا جو حکم ہم نے سنا اس کی تصدیق ہم اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ نہ لیں۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھتے ہی دیکھتے انہیں شدید زلزلے نے آلیا اور وہ تمام افراد ہلاک ہوگئے۔[1] یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ ’’اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہتا تو یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا تاکہ بنی اسرائیل ان سب کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور انہیں مجھ پر قتل کی تہمت لگانے کا موقع نہ ملتا۔ اب جو میں اکیلا واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل کہیں گے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سب کو مروا آئے ہیں۔ اے مولا! میری عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ کیا تو ہمیں اس کام کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ انہوں نے جو کیا یہ تو تیری ہی طرف سے آزمائش ہے تو اس کے ذریعے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شفاعتِ نبی برحق ہے جس سے دنیا و دین کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سب کی شفاعت فرمائی جو اُن کے کام آئی۔

وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

---

[1] ......ابو سعود، الاعراف، تحت الآیة: ١٥٥، ٢/٣٠١، صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ١٥٥، ٢/٧١٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے، بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو عنقریب میں اپنی رحمت ان کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

﴿ **وَاكْتُبْ لَنَا: اور ہمارے لیے لکھ دے۔** ﴾ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے زلزلے کے وقت جو دعا مانگی اس آیت میں اس کا بقیہ حصہ ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! **ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔** دنیا کی بھلائی سے پاکیزہ زندگی اور نیک اعمال مراد ہیں اور آخرت کی بھلائی سے جنت، اللہ تعالیٰ کا دیدار اور دنیا کی نیکیوں پر ثواب مراد ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دنیا کی بھلائی سے مراد نعمت اور عبادت ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے اور اس کے علاوہ اور کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعا کے بعد فرمایا کہ: ''میری شان یہ ہے کہ میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں کوئی اور اس میں دخل اندازی کر ہی نہیں سکتا اور میری رحمت کی شان یہ ہے کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، دنیا میں ہر مسلمان، کافر، اطاعت گزار اور نافرمان میری نعمتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔[1]

﴿ **فَسَاَكْتُبُهَا: عنقریب میں آخرت کی نعمتوں کو لکھ دوں گا۔** ﴾ جب یہ آیت نازل ہوئی '' **وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ** '' تو ابلیس بہت خوش ہوا اور کہنے لگا میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت میں داخل ہو گیا، اور جب آیت کا یہ حصہ '' **فَسَاَكْتُبُهَا** '' نازل ہوا تو ابلیس مایوس ہو گیا۔[2]

یہودیوں نے جب اس آیت کو سنا تو کہنے لگے ہم متقی ہیں اور ہم زکوٰۃ دیتے ہیں اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اگلی آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ فضائل امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہیں۔[3]

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

---

1 ......البحر المحيط، الاعراف، تحت الآية: ١٥٦، ٤/ ٣٩٩، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٥٦، ٥/ ٣٧٨، روح المعانى، الاعراف، تحت الآية: ١٥٦، ٥/ ١٠٣، ملتقطاً.

2 ......صاوى، الاعراف، تحت الآية: ١٥٦، ٢/ ٧١٥-٧١٦.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٥٦، ٢/ ١٤٦.

فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘-یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠(۱۵۷)

ع ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ: وہ جو رسول کی غلامی کرتے ہیں۔﴾ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔ آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر وصفِ رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، رسالت کے فرائض ادا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نَواہی، شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ (1)

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۵۷، ۲/۱۴۶۔

لفظ نبی کا ترجمہ

اس کے بعد آپ کی توصیف میں ''نبی'' فرمایا گیا، اس کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''**غیب کی خبریں دینے والے**'' کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نَبَأٌ ''خبر'' کے معنیٰ میں ہے اور نبی کی منفرد خبر بطورِ خاص غیب ہی کی خبر ہوتی ہے تو اس سے مرادغیب کی خبر لینا بالکل درست ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ خبر کے معنیٰ میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا:

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ(1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہ (قرآن) ایک عظیم خبر ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ(3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے۔

ان کے علاوہ بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنیٰ میں مذکور ہے۔

پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں ''**غیب کی خبریں دینے والے**'' اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے ''**غیب کی خبریں دیئے ہوئے**'' اور ان دونوں معنی کی تائید قرآنِ کریم سے ہوتی ہے۔ پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ(4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو۔

دوسری آیت میں فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ(5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں بتادوں؟

---

1 ......ص:٦٧.
2 ......هود:٤٩.
3 ......البقرة:٣٣.
4 ......حجر:٤٩.
5 ......ال عمران:١٥.

اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارشاد جو قرآنِ کریم میں وارد ہوا:

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (1) — ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں غیب کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔

اس کا تعلق بھی اسی قسم سے ہے۔ اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (2) — ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے علم والے خبردار (اللہ) نے بتایا۔

اور حقیقت میں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ ’’آپ کے وصف میں ’’نبی‘‘ فرمایا، کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ اور اشرف مراتب میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔ (3)

اُمّی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ’’بے پڑھے‘‘ فرمایا۔ یہ ترجمہ بالکل حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اَوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (4) اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں۔

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاد ہو — کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ نہیں

﴿ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ: اسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔﴾ یعنی اپنے پاس توریت وانجیل میں آپ کی نعت وصفت اور نبوت لکھی ہوئی پاتے ہیں۔

تورات وانجیل میں ذکر اوصافِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صحیح بخاری میں ہے، حضرت عطاء بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توریت میں مذکور ہیں تو انہوں نے فرمایا: ’’خدا

1 ......آل عمران: ٤٩.

2 ......التحریم: ٣.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٥٧، ٢/١٤٦.

4 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٥٧، ٢/١٤٧.

کی قسم! حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جو اوصاف قرآنِ کریم میں آئے ہیں انہیں میں سے بعض اوصاف توریت میں مذکور ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع کیا: اے نبی! ہم نے تمہیں شاہد و مُبَشِّر اور نذیر اور اُمِّیُّوں کا نگہبان بنا کر بھیجا، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو، میں نے تمہارا نام مُتَوَکِّل رکھا، نہ بدخلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے ہو نہ برائی سے برائی کو دفع کرنے والے بلکہ خطا کاروں کو معاف کرتے ہو اور ان پر احسان فرماتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں نہ اٹھائے گا جب تک کہ تمہاری برکت سے غیر مستقیم ملت کو اس طرح راست نہ فرما دے کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا (سننے والے) اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔ (1)

اور حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صفات میں توریت شریف کا یہ مضمون بھی منقول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صفت میں فرمایا کہ ”میں اُنہیں ہر خوبی کے قابل کروں گا، اور ہر خُلقِ کریم عطا فرماؤں گا، اطمینانِ قلب اور وقار کو اُن کا لباس بناؤں گا اور طاعات واحسان کو ان کا شعار کروں گا۔ تقویٰ کو ان کا ضمیر، حکمت کو ان کا راز، صدق و وفا کو اُن کی طبیعت، عفو و کرم کو اُن کی عادت، عدل کو ان کی سیرت، اظہارِ حق کو اُن کی شریعت، ہدایت کو اُن کا امام اور اسلام کو اُن کی ملت بناؤں گا۔ احمد اُن کا نام ہے، مخلوق کو اُن کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت اور جہالت کے بعد علم و معرفت اور گمنامی کے بعد رفعت و منزلت عطا کروں گا۔ اُنہیں کی برکت سے قلت کے بعد کثرت اور فقر کے بعد دولت اور تَفَرُّقے کے بعد محبت عنایت کروں گا، اُنہیں کی بدولت مختلف قبائل، غیر مُجْتَمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں اُلفت پیدا کروں گا اور اُن کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر کروں گا۔ (2)

ایک اور حدیث میں توریت شریف سے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے یہ اوصاف منقول ہیں ”میرے بندے احمد مختار، ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے، اُن کی اُمت ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کثیر حمد کرنے والی ہے۔ (3)

---

1 ......بخاری، کتاب البیوع، باب کراهیة السخب فی السوق، ۲/۲۵، الحدیث: ۲۱۲۵.

2 ......الشفاء، القسم الاول فی تعظیم اللّٰہ تعالی له، الباب الاول فی ثناء اللّٰہ تعالی علیه، الفصل الثانی، ص۲۵-۲۶.

3 ......ابن عساکر، باب ما جاء من انّ الشام یکون ملك اهل الاسلام، ۱/۱۸۶-۱۸۷.

حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اہلِ کتاب ہر زمانے میں اپنی کتابوں میں تراش خراش کرتے رہے اور اُن کی بڑی کوشش اس پر مُسَلَّط رہی کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں۔ توریت انجیل وغیرہ اُن کے ہاتھ میں تھیں اس لئے انہیں اس میں کچھ دشواری نہ تھی لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے بعد بھی موجودہ زمانے کی بائیبل میں حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت کا کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی بائیبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے: ’’اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دُوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔‘‘ لفظ مددگار پر حاشیہ ہے، اس میں اس کے معنی ’’وکیل یا شفیع‘‘ لکھے ہیں تو اب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد ایسا آنے والا جو شفیع ہو اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو بجز سیِّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کون ہے؟ پھر اُنتیسویں تیسویں آیت میں ہے: ’’اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔‘‘ کیسی صاف بشارت ہے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی اُمت کو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کا کیسا مُنتظر بنایا اور شوق دلایا ہے اور دُنیا کا سردار خاص سیّدِ عالم کا ترجمہ ہے اور یہ فرمانا کہ ’’مجھ میں اس کا کچھ نہیں‘‘ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت کا اظہار، اُس کے حضور اپنا کمالِ ادب وانکسار ہے۔

پھر اسی کتاب کے باب سولہ کی ساتویں آیت ہے ’’لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔‘‘ اس میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت کے ساتھ اس کا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتَم الانبیاء ہیں۔ آپ کا ظہور جب ہی ہو گا جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی تشریف لے جائیں۔ اس کی تیرہویں آیت ہے ’’لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔‘‘ اس آیت میں بتایا گیا کہ سیِّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آمد پر دینِ الٰہی کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دینِ حق کو مکمل کر دیں گے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اور یہ کلمے کہ ’’اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا‘‘ خاص ’’وَمَا یَنْطِقُ

عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى "[1] کا ترجمہ ہے اور یہ جملہ کہ "تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا" اس میں صاف بیان ہے کہ وہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیبی علوم تعلیم فرمائیں گے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا "یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ "[2] (تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا۔) اور " مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ [3] (یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔)"[4]

﴿ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ : اوران کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں۔﴾ یعنی جو حلال وطیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں حلال فرمادیں گے اور بہت سی خبیث و گندی چیزوں کو حرام کریں گے۔

﴿ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ : اوران کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں۔﴾ بوجھ سے مراد سخت تکلیفیں ہیں جیسا کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ ڈالنا اور قید سے مراد مشقت والے احکام ہیں جیسا کہ بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اس کو قینچی سے کاٹ ڈالنا اور غنیمتوں کو جلانا اور گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ۔[5]

﴿ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ : اوراس کی تعظیم کریں اوراس کی مدد کریں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم ہے بلکہ رکنِ ایمان ہے۔

﴿ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ : اور نور کی پیروی کریں۔﴾ اس نور سے قرآن شریف مراد ہے جس سے مومن کا دِل روشن ہوتا ہے اور شک وجہالت کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور علم ویقین کی ضیاء پھیلتی ہے۔[6]

﴿ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دنیا وآخرت میں بھلائی لکھ دینے کی دعا اپنی امت کے لئے فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شان امتِ محمدی کی ہے، سُبْحَانَ اللہ اور ساتھ ہی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل اور امتِ مرحومہ کے مناقب انہیں

---

1 ......نجم:۳، ۴.

2 ......بقرہ:۱۵۱.

3 ......التکویر:۲۴.

4 ......خزائن العرفان، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۵۷، ص۳۲۱۔

5 ......مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ۱۵۷، ص ۳۹۰.

6 ......خازن ، الاعراف، تحت الآیة: ۱۵۷، ۲/۱۴۸.

سنا دیئے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پہلے بھی عالَم میں مشہور تھی مگر اس امت کی نیکیاں شائع کردی گئی تھیں اوران کے گناہوں کا ذکر نہ کیا تھا بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی مشہور کردیئے گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ان کی صفت توریت میں (مذکور) ہے اوران کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمان وزمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اوران کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اورزمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اوراس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ اوراس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اوران کی پیروی کروتا کہ تم ہدایت پالو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں سے فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں، ایسا نہیں کہ بعض کا تو رسول ہوں اور بعض کا نہیں۔ (2)

1 ......الفتح: ۲۹.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۵۸، ۲/۱۴۸.

عمومِ رسالت کی دلیل

یہ آیت سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عمومِ رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام مخلوق کیلئے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی اُمت ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (1) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ وسیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (2) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوئی تھیں۔ (3) میرے لئے زمین پاک اور پاک کرنے والی (یعنی تیمّم کے قابل) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے۔ (4) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (5) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ [1] اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ [2]

﴿ اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔﴾ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ میں تم سب کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں، اور اب ان کے دعویٰ کے درست ہونے کی دلیل بیان کی جارہی ہے کہ جس خدا کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہ ان کی تدبیر فرمانے والا اور ان کے تمام امور کا مالک ہے اسی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے کہوں: میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ اپنی مخلوق کو زندہ کرنے اور انہیں موت دینے پر قدرت رکھتا ہے اور جس کی ایسی شان ہو تو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی طرف کسی رسول کو بھیج دے تو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ جن کی شان یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اے لوگو! تم ان کی غلامی اختیار کرلو اور وہ تمہیں جس کام کا حکم دیں اسے کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ تاکہ تم ان کی پیروی کرکے ہدایت پا جاؤ۔ [3]

---

1 ......بخاری، کتاب الصلاة، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً، ۱۶۸/۱، الحدیث: ۴۳۸، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، ص۲۶۵، الحدیث: ۳ (۵۲۱).

2 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، ص۲۶۶، الحدیث: ۵ (۵۲۳).

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۵۸، ۱۴۸/۲-۱۴۹.

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ وہ ہے جو حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

﴿وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ۔﴾ یعنی بنی اسرائیل کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود اُن میں سے ایک جماعت حق پر بھی قائم رہی۔ حق پر قائم رہنے والے گروہ سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حق پر قائم رہنے والوں سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا، جیسے حضرت عبداللّٰہ بن سلام اور ان کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم، کیونکہ یہ پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور تورات پر ایمان لائے پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور قرآن پر بھی ایمان لائے۔[1]

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا، اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور نہ ہی انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو شہید کیا۔[2] ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ١٥٩، ٥/٣٨٧.

2 ......البحر المحیط، الاعراف، تحت الآیة: ١٥٩، ٤/٤٠٤.

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں بانٹ دیا بارہ قبیلے گروہ گروہ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا اور ہم نے ان پر اَبر سائبان کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا برا کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعت بنادیا اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اُس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہوگئے، ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزیں کھاؤ اور انہوں نے (ہماری نافرمانی کر کے) ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے۔

﴿وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا: اور ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعت بنادیا۔**﴾** بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بارہ گروہوں میں تقسیم کردیا کیونکہ یہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کردیا تا کہ یہ باہم حسد نہ کریں اور ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کی نوبت نہ آئے۔ (1)

نوٹ: آیت کے بقیہ حصے کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت نمبر 57 اور 60 میں گزر چکی ہے۔

وَ اِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِیْٓــٴٰـتِكُمْ ؕ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ

(1) ......تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٦٠، ٥/٣٨٨.

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا اس شہر میں بسو اور اس میں جو چاہو کھاؤ اور کہو گناہ اترے اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے عنقریب نیکوں کو زیادہ عطا فرمائیں گے۔ تو ان میں کے ظالموں نے بات بدل دی اس کے خلاف جس کا انہیں حکم تھا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا بدلہ ان کے ظلم کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جو چاہو کھاؤ اور یوں کہو ''ہماری بخشش ہو'' اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (اور) نیکی کرنے والوں کو عنقریب اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ تو ان میں سے ظالموں نے جو بات ان سے کہی گئی تھی اسے دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔

﴿وَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ: اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا۔﴾ اس کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت نمبر 58 کے تحت گزر چکی ہے۔

﴿فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا: تو ان میں سے ظالموں نے بات بدل دی۔﴾ اس کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت نمبر 59 کے تحت گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں حکم تو تھا کہ حِطَّةٌ کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں، حِطَّةٌ توبہ اور اِستغفار کا کلمہ ہے لیکن وہ بجائے اس کے براہِ تَمَسْخُر حِنْطَةٌ فِیْ شَعِیْرَةٍ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ اس بنا پر ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ عذاب طاعون کی وبا تھی جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔

وَسْــٴَـلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِۘ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ یَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَۙ لَا تَاْتِیْهِمْۚ كَذٰلِكَۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًاؕ قَالُوْا

مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران سے حال پوچھواس بستی کا کہ دریا کنارے تھی جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھتے جب ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا نہ آتیں اس طرح ہم انہیں آزماتے تھے ان کی بے حکمی کے سبب۔اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہوان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کواور شاید انہیں ڈر ہو۔پھر جب وہ بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچا لیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دتکارے ہوئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اوران سے اُس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آتیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے۔اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے رب کے حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں۔پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب برے عذاب میں گرفتار کردیا۔پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

﴿وَسْــٴَـلْهُمْ : اوران سے پوچھو۔﴾ شانِ نزول: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کو ان کے کفر پر سرزنش کرتے اوران سے فرمایا کرتے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر ہو کہ انہوں نے ہمیشہ پچھلے نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کی ۔ (اور تم میری مخالفت کررہے ہو۔) اس پر یہودی بولے ’’ہمارے باپ دادا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے فرمانبردار اور اپنے نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اطاعت گزار تھے، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ واقعی ان کے باپ دادا اپنے نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کرتے رہے ہیں مگر ان کا خیال تھا کہ ان واقعات کی کسی کو خبر نہیں، اس لئے اپنے باپ دادوں کی معصومیت کے ڈھنڈورے پیٹتے تھے۔ تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کے پول کھول دیئے گئے اور وہ لوگ حیران رہ گئے۔ [1]

اس آیت میں خطاب سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے کہ آپ اپنے قریب رہنے والے یہودیوں سے سرزنش کے طور پر اس بستی والوں کا حال دریافت فرمائیں۔ اس سوال سے مقصود کفار پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کا انکار کرنا یہ اُن کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ کفر و معصیت تو ان کا پرانا دستور ہے کہ ان کے آبا ؤ اَجداد بھی کفر پر قائم رہے۔ [2]

﴿عَنِ الْقَرْیَةِ: بستی کا حال۔﴾ اس بستی کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ وہ مصر و مدینہ کے درمیان ایک قریہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مدین وطور کے درمیان ایک بستی ہے۔ امام زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ وہ قریہ، طبریہ شام ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بستی مَدین ہے۔ بعض کے نزدیک وہ بستی اِیلہ ہے۔ [3]

﴿اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ: جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے۔﴾ اس آیت اور اس سے بعد والی 3 آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس بستی میں رہنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالٰی نے ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کرنے اور اس دن تمام دنیاوی مشاغل ترک کرنے کا حکم دیا نیز ان پر ہفتے کے دن شکار حرام فرما دیا۔ جب اللہ تعالٰی نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ہوا یوں کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں اور یہ لوگ پانی کی سطح پر انہیں

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۲/۷۱۹.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۲/۱۵۰.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۲/۱۵۱، بیضاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۳/۶۷، ملتقطاً.

دیکھتے تھے، جب اتوار کا دن آتا تو مچھلیاں نہ آتیں۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہیں مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا تم ایسا کرو کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے حوض بنا لو اور ہفتے کے دن دریا سے ان حوضوں کی طرف نالیاں نکال لو، یوں ہفتے کو مچھلیاں حوض میں آجائیں گی اور تم اتوار کے دن انہیں پکڑ لینا، چنانچہ ان کے ایک گروہ نے یہ کیا کہ جمعہ کو دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودے اور ہفتے کی صبح کو دریا سے ان گڑھوں تک نالیاں بنائیں جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہوگئیں اور اتوار کے دن انہیں نکال لیا اور یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے دی کہ ہم نے ہفتے کے دن تو مچھلی پانی سے نہیں نکالی۔ ایک عرصے تک یہ لوگ اس فعل میں مبتلا رہے۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے اس بستی میں بسنے والے افراد تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔

(1)......ان میں ایک تہائی ایسے لوگ تھے جو ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے باز رہے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔

(2)......ایک تہائی ایسے افراد تھے جو خود خاموش رہتے اور دوسروں کو منع نہ کرتے تھے جبکہ منع کرنے والوں سے کہتے تھے کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہلاک کرنے والا یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔

(3)......اور ایک گروہ وہ خطا کار لوگ تھے جنہوں نے حکمِ الٰہی کی مخالفت کی اور ہفتے کے دن شکار کیا، اسے کھایا اور بیچا۔

جب مچھلی کا شکار کرنے والے لوگ اس معصیت سے باز نہ آئے تو منع کرنے والے گروہ نے ان سے کہا کہ ''ہم تمہارے ساتھ میل برتاؤ نہ رکھیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار کھینچ دی۔ منع کرنے والوں کا ایک دروازہ الگ تھا جس سے آتے جاتے تھے اور خطا کاروں کا دروازہ جدا تھا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان خطا کاروں پر لعنت کی تو ایک روز منع کرنے والوں نے دیکھا کہ خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا، تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید آج شراب کے نشہ میں مدہوش ہو گئے ہوں گے، چنانچہ اُنہیں دیکھنے کے لئے دیوار پر چڑھے تو دیکھا کہ وہ بندروں کی صورتوں میں مسخ ہو گئے تھے۔ اب یہ لوگ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے اور ان کے پاس آکر اُن کے کپڑے سونگھتے تھے اور یہ لوگ ان بندر ہو جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان لوگوں نے بندر ہو جانے والوں سے کہا: ''کیا ہم لوگوں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اُنہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں۔ اس کے تین دن بعد وہ سب ہلاک ہو گئے اور منع کرنے والے سلامت رہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمی ہونے اور پچھلی کتابیں پڑھی ہوئی نہ ہونے کے باوجود بھی اِن واقعات کی خبر دینا ایک معجزہ ہے کہ آپ نے یہودیوں کے سامنے ان کے آباء واَجداد کے اعمال اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے ان کا بندر وخنزیر کی شکلوں میں تبدیل ہو جانا سب بیان فرما دیا۔[1]

شرعی احکام کو باطل کرنے کے لئے حیلے کرنے والوں کو نصیحت

اس واقعے میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو شرعی احکام کو باطل کرنے اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کیلئے طرح طرح کے غیر شرعی حیلوں کا سہارا لیتے ہیں، انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کی پاداش میں ان کی شکلیں بھی نہ بگاڑ دی جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جیسا یہودیوں نے کیا تم اس طرح نہ کرنا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو طرح طرح کے حیلے کر کے حلال سمجھنے لگو۔[2]

یاد رہے کہ حکمِ شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا البتہ حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا جائز ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس طرح کا عمل سورۂ ص آیت 44 میں مذکور ہے۔ عوامُ النّاس کو چاہئے کہ پہلے حیلے سے متعلق شرعی رہنمائی حاصل کریں اس کے بعد حیلہ کریں تاکہ معلومات میں کمی کی وجہ سے گناہ میں پڑنے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

نوٹ: اس واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ بقرہ آیت 65 میں گزر چکی ہیں۔

﴿ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا۔﴾ اس آیت میں تیسرے گروہ کا ذکر ہے کہ جنہوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ مچھلی کے شکار پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان سے مُتَنَفِّر تھے جبکہ انہیں سمجھاتے اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ماننے کی امید نہ تھی۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے تھے کیونکہ جب کسی کے ماننے کی امید نہ ہو تو امر بالمعروف کرنا فرض نہیں رہتا، ہاں افضل ضرور ہوتا ہے نیز امر بالمعروف فرضِ کفایہ ہے لہٰذا جب ایک گروہ یہ کر ہی رہا تھا تو ان پر بِعَیْنِہٖ فرض نہ رہا۔

---

1 ......خازن ، الاعراف، تحت الآية: ١٦٣ و١٦٦، ١٥١/٢-١٥٢.

2 ......در منثور، الاعراف، تحت الآية: ١٦٣، ٥٩٢/٣.

﴿ کُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ: دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔﴾ حدیث شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا بندر اور خنزیر مَسخ شدہ لوگ ہیں؟ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی نسل نہیں چلائی اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (1) لہٰذا موجودہ بندر اس قوم کی اولاد میں سے نہیں کیونکہ وہ تو فنا کر دی گئی۔

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہارے رب نے حکم سنا دیا کہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر ایسے کو بھیجتا رہوں گا جو انہیں بری مار چکھائے بیشک تمہارا رب ضرور جلد عذاب والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر ایسوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب دیتے رہیں گے بیشک تمہارا رب ضرور جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ: اور جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی سرکشی، گناہ پر دیدہ دلیری اور اس کی سزا میں مسخ کر کے بندر بنا دینے کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ قیامت تک یہودیوں کے لئے ذلت اور غلامی مقدر کر دی گئی ہے۔ (2)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہودیوں کے آباء واَجداد کو ان کے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک یہودیوں پر ایسے افراد مُسَلَّط کرتا رہے گا جو انہیں ذلت اور غلامی کا مزہ چکھاتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بخت نصر، سنجاریب، اور

1 ......مسلم، کتاب القدر، باب بیان انّ الآجال والارزاق وغیرھا... الخ، ص١٤٣٢، الحدیث: ٣٣ (٢٦٦٣).

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٦٧، ٣٩٣/٥.

رومی عیسائی بادشاہوں کو مسلط فرمایا جو اپنے اپنے زمانوں میں یہودیوں کو سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔[1] پھر مسلمان سَلاطین ان پر مقرر ہوئے، پھر انگریزوں کی غلامی میں رہے، قریب کے دور میں جرمنی میں ہٹلر نے انہیں چن چن کر قتل کیا اور اپنے ملک سے نکال دیا۔ یہودیوں کی حرکتیں ہی ایسی ہیں کہ کوئی سلطنت انہیں اپنے ملک میں رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں بھی کسی سلطنت نے اجتماعی طور پر انہیں اپنے ملک میں نہ رکھا بلکہ انہیں فلسطین میں آباد کیا اور یہیں سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی بڑی تباہی کا آغاز ہوگا۔

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًاۚ-مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ٘-وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(۱۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ہم نے زمین میں متفرق کردیا گروہ گروہ ان میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے اور ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا کہ کہیں وہ رجوع لائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کردیا، ان میں کچھ صالحین ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

﴿وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا: اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کردیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یہودیوں کی جمعیت کو مُنتشر کردیا اور ان کا شیرازہ بکھیر دیا اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، موجودہ یہودیوں میں کچھ نیک بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور دین پر ثابت رہے اور ان کے علاوہ کچھ ایسے ہیں کہ جنہوں نے نافرمانی کی، کفر کیا اور دین کو بدل ڈالا۔ اور ہم نے انہیں خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمایا اس طرح کہ کبھی ان پر اَرزانی، تندرستی اور دنیوی عزت کے دروازے کھول دیئے اور کبھی ان پر قحط، بیماریوں، مصیبتوں اور ذلتوں کو مُسلّط کردیا تاکہ وہ اپنی نافرمانیوں سے لوٹ آئیں کیونکہ بعض تو مصیبت میں رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض راحتوں میں۔

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٦٧، ٢/١٥٢.

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھران کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا اور بیشک پچھلا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھران کے بعد ایسے برے جانشین آئے جو کتاب کے وارث ہوئے وہ اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت کر دی جائے گی حالانکہ اگر ویسا ہی مال ان کے پاس مزید آجائے تو اسے (بھی) لے لیں گے۔ کیا کتاب میں ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور وہ پڑھ چکے ہیں جو اس کتاب میں ہے اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿ **فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ: پھران کے بعد ایسے برے جانشین آئے۔** ﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کے ناخلف جانشینوں کے چند عیب بیان کئے گئے ہیں:

(1)......وہ رشوت لے کر توریت کے احکام بدل دیتے۔

(2)......نافرمانی کے باوجود یہ کہتے کہ ہمارا یہ گناہ بخش دیا جائے گا اس پر ہماری پکڑ نہ ہوگی۔

(3)......اس جرم پر قائم رہے کہ جب رشوت ملی اسے لے کر شرعی حکم بدل دیا۔

(4)...... یہ سارے جرم نادانی میں نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ کرتے رہے۔

نافرمانیوں کے باوجود بخشش کی امید رکھنا کیسا ہے؟

اس آیت میں یہودیوں کی ایک سرکشی یہ بیان ہوئی کہ ’’نافرمانیوں کے باوجود وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس پر ان کی پکڑ نہ ہوگی‘‘ یہودیوں کی اس سرکشی کی بنیاد یہ تھی کہ یہ لوگ اس زعم میں مبتلا تھے کہ ہم انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے ہیں اس لئے ان گناہوں پر ہم سے کچھ مُؤاخذہ نہ ہوگا۔ فی زمانہ بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ جو اپنی بداعمالیوں کے باوجود خود کو آخرت کے اجروثواب کا حق دار سمجھتے ہیں یونہی بعض سمجھدار قسم کے لوگ شیطان کے اس دھوکے میں پھنس کر گناہوں میں پڑے رہتے ہیں کہ ہم اگرچہ گناہگار ہیں لیکن فلاں کامل پیر صاحب کے مرید ہیں لہٰذا ہم بخشے جائیں گے اور گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی۔ ایسے حضرات خود ہی غور کرلیں کہ ان کا یہ طرزِ عمل کن کی عکاسی کررہا ہے، شائد یہ وہی دور ہے کہ جس کی خبر اس روایت میں دی گئی ہے، حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ’’عنقریب لوگوں کے سینوں میں قرآن اس طرح بوسیدہ ہوجائے گا جس طرح کپڑا بوسیدہ ہوکر جھڑنے لگتا ہے، وہ کسی شوق اور لذت کے بغیر قرآنِ پاک کی تلاوت کریں گے، ان کے اعمال صرف طمع اور حرص ہوں گے۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے گناہوں میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ برے کام کرنے کے باوجود تبلیغ کریں گے اور کہیں گے کہ عنقریب ہماری بخشش کردی جائے گی کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ [1]

امام محمد غزالی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ’’ہر وہ توَقُّع جو توبہ یا عبادت میں سُرُور کی رغبت پیدا کرے وہ رَجاء (یعنی امید) ہے اور ہر وہ امید جو عبادت میں فُتور اور باطل کی طرف جھکاؤ پیدا کرے تو وہ دھوکہ ہے جیسے کسی شخص کے دل میں خیال پیدا ہو کہ وہ گناہ کو ترک کردے اور عمل میں مشغول ہوجائے اور شیطان اس سے کہے کہ تم اپنے آپ کو کیوں عذاب اور تکلیف میں ڈالتے ہو، تمہارا رب کریم ہے، غفور ہے، رحیم ہے اور وہ (اس وجہ سے) توبہ اور عبادت میں سستی کرنے لگے تو ایسا شخص دھوکے میں مبتلا ہے، اس صورت میں بندے پر لازم ہے کہ وہ نیک اعمال کرے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے بہت بڑے عذاب سے ڈرائے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہونے کے ساتھ ساتھ سخت عذاب دینے والا بھی ہے، وہ اگرچہ کریم ہے لیکن وہ کفار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے گا حالانکہ ان کا کفر اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا بلکہ وہ عذاب، مشقت، بیماریاں، فقر اور بھوک وغیرہ جس طرح دنیا میں بندوں پر مُسَلَّط

[1] ......دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی تعاهد القرآن، ٢/٥٣١، الحدیث: ٣٣٤٦.

کرتا ہے اسی طرح وہ اِن چیزوں کو اُن سے دور بھی کرسکتا ہے تو جس کا اپنے بندوں کے ساتھ یہ طریقہ ہے اور اس نے مجھے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے تو میں اس سے کیسے نہ ڈروں اور میں کس طرح اس سے دھوکے میں رہوں۔

پس خوف اور امید دو راہنما ہیں جو لوگوں کو عمل کی ترغیب دیتے ہیں اور جو بات عمل کی رغبت پیدا نہ کرے وہ تمنا اور دھوکہ ہے اور اکثر لوگ جو امید لگائے بیٹھے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، دنیا کی طرف متوجہ رہتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ سے منہ پھیرتے ہیں اور آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے تو وہ دھوکے میں ہیں۔ نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس بات کی خبر دی اور بیان فرمایا کہ ’’عنقریب اس امت کے پچھلے لوگوں کے دلوں پر دھوکہ غالب ہو جائے گا۔ آپ نے جو فرمایا وہ ہو کر رہا، جیسا کہ پہلے زمانے کے لوگ دن رات عبادت اور نیک اعمال کرتے رہتے تھے اس کے باوجود اُن کے دلوں میں یہ خوف رہتا تھا کہ انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ رات دن عبادت میں گزارنے کے باوجود اپنے نفسوں کے بارے میں خوفزدہ رہتے تھے، وہ بہت زیادہ تقویٰ اختیار کرنے، خواہشات اور شُبہات سے بچنے کے باوجود تنہائی میں اپنے نفسوں کے لئے روتے تھے۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کو مطمئن، خوش اور بے خوف دیکھو گے حالانکہ وہ گناہوں پر اوندھے گرتے ہیں، دنیا میں پوری توجہ رکھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ سے منہ پھیر رکھا ہے، ان کا خیال ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس کے عفو و درگزر اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں گویا ان کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے جس طرح اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی معرفت حاصل کی ہے اس طرح انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور پہلے بزرگوں کو حاصل نہ تھی، اگر یہ بات (یعنی عفو و مغفرت) محض تمنا اور آسانی سے حاصل ہو جاتی تو (نیک اعمال کے باوجود) ان بزرگوں کے رونے، خوف کھانے اور غمگین ہونے کا کیا مطلب تھا۔[1]

اس کے علاوہ ان علماء کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کی حاجت ہے کہ جو خود تو عوام میں مُقتداء کی حیثیت رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کی اچھی دینی تعلیم و تربیت سے غفلت کا شکار ہیں، جب ان کی اولاد جانشینی کی مسند پر جلوہ افروز ہوگی تو کہیں یہ بھی انہی خرابیوں کا شکار نہ ہو جائے جن کا بنی اسرائیل کے جانشین ہوئے۔

وَ الَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ

1 ......احیاء العلوم، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور و حقیقته وامثلته، ٣/٤٧٣-٤٧٤.

اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم رکھی اور ہم نیکوں کا نیگ نہیں گنواتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم رکھی، بیشک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ: اور وہ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں۔﴾ کتاب کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد اس کے مطابق عمل کرنا، اس کے تمام احکام کو ماننا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی روا، نہ رکھنا ہے، اور اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب میں سے حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلی کتاب کی اتباع کی اور اس میں کوئی تحریف کی نہ اس کے مضامین کو چھپایا اور اس کتاب کے اتباع کی بدولت اُنہیں قرآنِ پاک پر ایمان نصیب ہوا۔ (1)

﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: اور انہوں نے نماز قائم کررکھی ہے۔﴾ نماز اگرچہ کتاب کو مضبوطی سے تھامنے میں داخل ہے البتہ اسے جداگانہ ذکر کرنے سے مقصود اس کی عظمت کا اظہار اور یہ بتانا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ (2)

نماز کی اہمیت و فضیلت

کثیر احادیث میں نماز پڑھنے کی بہت اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے، ترغیب کے لئے ان میں سے 3 احادیث درجِ ذیل ہیں:

(1)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک صاحب نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسلام میں سب سے زیادہ اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا ''وقت میں نماز پڑھنا اور جس

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٠، ٢/١٥٤.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٠، ٢/١٥٤.

نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور یہ بگڑی تو سبھی بگڑے۔[2]

(3)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں پڑھیں اور رکوع وخشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کرلیا ہے کہ اسے بخش دے، اور جس نے نہ کیا اس کے لیے عہد نہیں، چاہے بخش دے، چاہے عذاب کرے[3]۔[4]

قرآنِ مجید کے احکام پر عمل کے معاملے میں ہماری حالت

اس آیت میں کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والوں کی فضیلت بیان ہوئی اسے سامنے رکھتے ہوئے قرآنِ مجید کے احکام پر عمل کے سلسلے میں ہم اپنے اَسلاف کے حال اور اپنے حال کا مُوازنہ کریں تو موجودہ دور میں مسلمانوں کی مجموعی صورتِ حال انتہائی تشویشناک نظر آتی ہے کہ فی زمانہ مسلمان قرآنِ مجید پر عمل سے انتہائی دور ہو چکے اور دنیا کی نعمتوں اور رنگینیوں پر مطمئن بیٹھے نظر آ رہے ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے 70 بدری صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے (تقویٰ وورع کی وجہ سے) اس قدر اِجتناب کرتے تھے جس قدر تم حرام چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ جس قدر تم فراخی کی حالت پر خوش ہوتے ہو اس سے زیادہ وہ آزمائشوں پر خوش ہوتے تھے۔ اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے کہ یہ مجنون ہیں اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ ان لوگوں کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں اور اگر وہ تمہارے برے لوگوں کو دیکھتے تو کہتے: ان لوگوں کا حساب کے دن پر ایمان نہیں۔ اُن میں سے کسی کے سامنے حلال مال پیش کیا جاتا تو وہ یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیتے کہ مجھے اپنا دل خراب

1......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، ٣٩/٣، الحدیث: ٢٨٠٧.

2......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ علی، ٣٢/٣، الحدیث: ٣٧٨٢.

3......ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب المحافظۃ علی وقت الصلوات، ١٨٦/١، الحدیث: ٤٢٥.

4......نماز سے متعلق ضروری احکام اور مسائل جاننے کے لئے امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ’’نماز کے احکام‘‘ اور ’’اسلامی بہنوں کی نماز‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ہوجانے کا ڈر ہے (جبکہ تم حرام مال لینے میں بھی ذرا پرواہ نہیں کرتے)۔ [1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور قرآنِ کریم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۠ (۱۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے پہاڑ ان پر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے کہ وہ ان پر گر پڑے گا لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر بلند کردیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ان پر گرنے ہی والا ہے (اور ہم نے کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

﴿وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ: اور یاد کرو، جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر بلند کردیا۔﴾ جب بنی اسرائیل نے تکالیفِ شاقّہ کی وجہ سے توریت کے احکام قبول کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک پہاڑ جس کی مقدار ان کے لشکر کے برابر تھی یعنی تین میل لمبا اور تین میل چوڑا پہاڑ اُٹھا کر سائبان کی طرح اُن کے سروں کے قریب کردیا اور اُن سے کہا گیا کہ توریت کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ مگر اس طرح کہ بایاں رخسار اور ابرو تو انہوں نے سجدے میں رکھ دی اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھتے رہے کہ کہیں گر ہی نہ پڑے، چنانچہ اب تک یہودیوں کے سجدے کی یہی شان ہے۔ [2]

قرآن کریم کا آہستہ آہستہ نزول اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا 23 سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ اترنا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہے

1 ......احياء العلوم، كتاب الفقر والزهد، بيان تفصيل الزهد فيما هو من ضروريات الحياة، ٢٩٧/٤.

2 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ١٧١، ٧٢٣/٢.

کہ اس طرح مسلمانوں کو تمام احکامات پر عمل آسان ہو گیا۔ آزاد طبیعت ایک دم سارے احکام کی پابندی میں دِقت محسوس کرتی ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَۙ(۱۷۲) اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ(۱۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد بچے ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا تاکہ) تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔

﴿وَ اِذْ: اور اے محبوب! یاد کرو۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ ”اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی“ جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پشت سے ان کی ذُرِّیَّت نکالی۔ (1)

(1)......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الاعراف، ٥/٥١، الحدیث: ٣٠٨٦.

آیت وحدیث دونوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذریت نکالنا اسی ترتیب کے ساتھ ہوا جس طرح دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے سے پیدا ہونا تھا یعنی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے رَبوبیت اور وحدانیت کے دلائل قائم فرما کر اور عقل دے کر اُن سے اپنی ربوبیت کی شہادت طلب فرمائی تو سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے اپنے اوپر گواہی دی اور تیری ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کیا۔ (1)

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: کہ تم قیامت کے دن کہو۔﴾ اس آیت اور بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے والو! یہ گواہ بنانا اس لئے تھا تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم جو شرک وکفر میں مبتلا رہے ہیں اس میں ہمارا قصور نہیں، کیونکہ ہمیں خبر تھی ہی نہیں کہ تو ہی ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور تیرے سوا کوئی بھی رب نہیں اور اے ربِّ کریم! تو بے خبر کو نہیں پکڑتا، لہٰذا ہمیں چھوڑ دے اور عذاب نہ دے اور نہ ہی یہ کہہ سکو کہ ”ہم کفر وشرک میں اس لئے بے قصور ہیں کہ ہمارے باپ دادا مشرک تھے ہم تو ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے، قصور ان کا ہے نہ کہ ہمارا۔ انہیں یہ باتیں کہنے کا حق اس لئے نہ ہوگا کہ جب اُن سے عہدِ میثاق لے لیا گیا اور یہ بات ان کے دلوں کی تہہ میں رکھ دی گئی اور اس عہد کی یاددہانی کیلئے اُن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے اس عہد کو یاد دلایا، کتابیں اتریں اور ان کے سامنے حق بیان کر دیا گیا تو اب یہ عذر کرنے کا ان کے پاس موقع نہ رہا۔ (2)

سورۂ اعراف کی آیت نمبر 172 اور 173 سے معلوم ہونے والے احکام

ان آیات سے 3 احکام معلوم ہوئے

(1)......عمومی طور پر شرعی احکام میں بے خبری معتبر نہیں، کوئی یہ عذر پیش کر کے کہ مجھے معلوم نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ ضرورت کے مطابق دینی مسائل سیکھے۔

(2)......عقائد میں باپ دادوں کی تقلید درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے لہٰذا خود تحقیق کر کے درست عقیدے اختیار کرنے چاہئیں۔

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۷۲، ۲/۱۵۶.

2 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۷۲، ۲/۱۷۸.

(3)......گناہ کی بنیاد ڈالنا اگرچہ سخت تر جرم ہے مگر بعد میں دوسرے لوگ یہ گناہ کرنے والے بھی مجرم ہوں گے، وہ یہ عذر نہیں کرسکتے کہ ہم چونکہ اس گناہ کو ایجاد کرنے والے نہیں اس لئے قصور وار بھی نہیں۔

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم اسی طرح آیتیں رنگ رنگ سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ کہیں وہ پھر آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ وہ رجوع کرلیں۔

﴿ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ: اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم کے سامنے ہم نے اس سورت کی آیات تفصیل سے بیان کی ہیں ہم ان کے علاوہ آیات بھی اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ بندے تَدَبُّر و تفکر کرکے حق و ایمان قبول کریں اور اس لیے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ شرک و کفر سے توحید و ایمان کی طرف رجوع کرلیں اور صاحبِ معجزات نبی کے بتانے سے اپنے عہدِ میثاق کو یاد کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ (1)

چونکہ قرآنِ کریم تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور لوگوں میں سے بعض ڈر سے، بعض لالچ سے اور بعض دلائل سے مانتے ہیں، اس لئے قرآنِ کریم میں ہر طرح کی آیات مذکور ہیں کہ جو جس چیز سے مان سکے مان لے۔

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

---

1 ......تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٧٤، ٦/١١٨، خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٧٤، ٢/١٥٨، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ آدمی گمراہوں میں سے ہو گیا۔

﴿وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا : اور اے محبوب! انہیں اس آدمی کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں۔﴾

شانِ نزول: حضرت عبداللّٰہ بن عباس، عبداللّٰہ بن مسعود اور امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم فرماتے ہیں ''یہ آیت بلعم بن باعوراء کے بارے میں نازل ہوئی۔ [1]

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں یہ آیت امیہ بن ابوصلت کے بارے میں نازل ہوئی۔ [2]

حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں یہ آیت ابوعامر بن صیفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ [3]

بلعم بن باعوراء کا واقعہ

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جبّارین سے جنگ کا ارادہ کیا اور سرزمینِ شام میں نزول فرمایا تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ ''حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت تیز مزاج ہیں اور اُن کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے، وہ یہاں اس لئے آئے ہیں تاکہ ہم سے جنگ کریں اور ہمیں ہمارے شہروں سے نکال کر ہماری بجائے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں، تیرے پاس اسمِ اعظم ہے اور تم ایسے شخص ہو کہ تمہاری ہر دعا قبول ہوتی ہے، تم نکلو اور اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اُنہیں یہاں سے بھگا دے۔ قوم کی بات سن کر بلعم نے کہا: افسوس ہے تم پر! حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اُن کے ساتھ فرشتے اور ایمان دار لوگ ہیں، اس لئے میں اُن کے خلاف کیسے بددعا کرسکتا ہوں! مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم ملا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خلاف ایسا کیا تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ قوم نے جب گریہ وزاری کے ساتھ مسلسل اصرار کیا تو بلعم نے کہا: اچھا! میں پہلے اپنے رب کی مرضی معلوم کرلوں۔ بلعم کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا تو پہلے مرضیٔ الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۱۷۵، ۴۰۳/۵.

2 ......سنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورة الاعراف، ۳۴۸/۶، الحدیث: ۱۱۱۹۴.

3 ......تفسیر قرطبی، الاعراف، تحت الآیة: ۱۷۵، ۲۲۹/۴، الجزء السابع.

مل جاتا، چنانچہ اس مرتبہ اس کو یہ جواب ملا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف دعا نہ کرنا۔ چنانچہ اُس نے قوم سے کہہ دیا کہ ’’میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے اُن کے خلاف بددعا کرنے کی ممانعت فرما دی ہے۔ پھر اس کی قوم نے اسے ہدیئے اور نذرانے دیئے جنہیں اُس نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد قوم نے دوبارہ اس سے بددعا کرنے کی درخواست کی تو دوسری مرتبہ بلعم نے رب تبارک وتعالیٰ سے اجازت چاہی۔ اب کی بار اس کا کچھ جواب نہ ملا تو اُس نے قوم سے کہہ دیا کہ ’’مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہیں ملا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ’’اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی صاف منع فرما دیتا، پھر قوم نے اور بھی زیادہ اصرار کیا حتّٰی کہ وہ ان کی باتوں میں آ گیا۔ چنانچہ بلعم بن باعوراء اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوا۔ گدھی نے اسے کئی مرتبہ گرایا اور وہ پھر سوار ہو جاتا حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے گدھی نے اس سے کلام کیا اور کہا: افسوس! اے بلعم! کہاں جا رہے ہو؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ فرشتے مجھے جانے سے روک رہے ہیں۔ (شرم کرو) کیا تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور فرشتوں کے خلاف بددعا کرنے جا رہے ہو؟ بلعم پھر بھی باز نہ آیا اور آخر کار وہ بددعا کرنے کے لئے اپنی قوم کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا۔ اب بلعم جو بددعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا تو بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اُس کی زبان پر آتا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی قوم نے کہا: اے بلعم! تو یہ کیا کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کیلئے دعا اور ہمارے لئے بددعا کیوں کر رہا ہے؟ بلعم نے کہا: ’’یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھ پر غالب آ گئی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر لٹک گئی۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: میری تو دنیا وآخرت دونوں برباد ہو گئیں، اب میں تمہیں ان کے خلاف ایک تدبیر بتاتا ہوں ’’تم حسین وجمیل عورتوں کو بنا سنوار کر ان کے لشکر میں بھیج دو، اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی بدکاری کر لی تو تمہارا کام بن جائے گا کیونکہ جو قوم زنا کرے اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتا ہے اور اسے کامیاب نہیں ہونے دیتا، چنانچہ بلعم کی قوم نے اسی طرح کیا، جب عورتیں بن سنور کر لشکر میں پہنچیں تو ایک کنعانی عورت بنی اسرائیل کے ایک سردار کے پاس سے گزری تو وہ اپنے حسن وجمال کی وجہ سے اسے پسند آ گئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے منع کرنے کے باوجود اس سردار نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی، اس کی پاداش میں اسی وقت بنی اسرائیل پر طاعون مُسَلَّط کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مُشیر اس وقت وہاں موجود نہ تھا جب وہ آیا تو اس نے بدکاری کا قصہ معلوم ہونے کے بعد مرد وعورت دونوں کو قتل کر دیا۔ تب طاعون کا عذاب

ان سے اٹھالیا گیا، لیکن اس دوران ستر ہزار اسرائیلی طاعون سے ہلاک ہو چکے تھے۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔[1]

وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ(۱۷۶) سَآءَ مَثَلَا ﰳالْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ(۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں۔ کیا بری کہاوت ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جان کا برا کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر سختی کرے تو زبان نکالے اور تو اسے چھوڑ دے تو (بھی) زبان نکالے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو تم یہ واقعات بیان کرو تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

﴾وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا: اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند مرتبہ کر دیتے۔﴿ یعنی اگر ہم چاہتے تو نافرمانی کرنے سے پہلے ہی اسے روک دیتے پھر ان آیات پر عمل کی وجہ سے اسے بلند مرتبہ عطا فرما کر اَبرار کی منازل میں پہنچا دیتے، لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اس نے دنیا اور اس کی لذتوں کو آخرت اور اس کی نعمتوں پر ترجیح دینے میں

1 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۵، ۲/۱۷۹-۱۸۰.

اپنی خواہش کی پیروی کی۔[1]

دنیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے علماء کے لئے نصیحت

اس آیت میں بلعم بن باعوراء کا حال بیان ہوا، یہ شخص فضل وکمال کی اس منزل پر فائز تھا کہ گزشتہ کتابوں کا عالم تھا، اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم اسے معلوم تھا، جو دعا مانگتا وہ قبول ہوتی تھی، اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے عرش کو دیکھ لیتا تھا، بارہ ہزار طلباء اس کے درس میں شریک ہو کر اس کی باتیں لکھا کرتے تھے۔[2]

فضل وکمال کا اتنا بڑا مرتبہ پانے والا شخص جب اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا، دنیا کے مال اور اس کی نعمتوں کی طرف راغب ہو گیا، آخرت اور اس کی نعمتوں کو پسِ پشت ڈال دیا تو انجامِ کار جو کچھ اسے عطا ہوا تھا سب چھین لیا گیا، اس کا ایمان برباد ہو گیا اور دنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہوا۔ اس واقعے میں ان علماء کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ جو اپنے علم کے ذریعے (یا اپنے علم کے باوجود) اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے اور دنیا کا مال اور اس کی نعمتیں طلب کرتے ہیں۔[3]

یاد رہے کہ مال اور مرتبے کی حرص دین کے لئے انتہائی نقصان دِہ ہے اور قلبی لالچ کی وجہ سے لئے گئے مال میں برکت نہیں دی جاتی، چنانچہ حضرت کعب بن مالک انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: دو بھوکے بھیڑئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کیلئے نقصان دہ ہے۔[4]

اور حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال تر وتازہ اور میٹھا ہے، جو اسے اچھی نیت سے لے تو اس میں اسے برکت دی جاتی ہے اور جو اسے قلبی لالچ سے لے گا تو اس میں اسے برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھائے اور شکم سیر نہ ہو اور (یاد رکھو) **اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔**[5]

1 ......قرطبی، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٦، ٤/٢٣٠، الجزء السابع، مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٦، ص٣٩٥، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٥، ٧٢٧/٢.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآیة: ١٧٦، ١٦٠/٢.

4 ......ترمذی، کتاب الزهد، ٤٣-باب، ١٦٦/٤، الحدیث: ٢٣٨٣.

5 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم: هذا المال خضرة حلوة، ٢٣٠/٤، الحدیث: ٦٤٤١.

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ: تو اس کا حال کتے کی طرح ہے۔﴾ اس آیت میں دنیا کے مال ومتاع کی وجہ سے دین کے احکام پسِ پشت ڈالنے والے عالم کو کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کتا ایک ذلیل جانور ہے اور ذلیل تر کتا وہ ہے جو تھکاوٹ، شدت کی گرمی اور پیاس ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ہر وقت زبان باہر نکال کر ہانپتا رہتا ہو۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علمِ دین کی عزت وکرامت سے سرفراز فرمائے اور اسے لوگوں کے مال سے بے نیاز کر دے، پھر وہ کسی حاجت وضرورت کے بغیر صرف اپنی قلبی خَساست اور کمینہ پن کی وجہ سے دین کے واضح احکام سے اعراض کر کے دنیا کے مال دولت اور منصب ومرتبے کی طرف جھکے اور اس خبیث عمل پر قائم رہے تو وہ ہانپنے والے کتے کی طرح ہے کہ ہر وقت ہانپنے والا کتا کسی حاجت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی فطرت کی وجہ سے ہانپتا رہتا ہے۔ [1]

درباری علماء کے لئے عبرت

اس آیت میں ان درباری علماء کیلئے بڑی عبرت ہے جو منصب ومرتبے، مُراعات ووظائف کے حصول کی خاطر حکام کی طبیعت کے مطابق فتوے اور ان کے موافق بیان دیتے ہیں۔ اگر یہ فتوے قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ٹکراتے ہوں تو انہیں ڈر جانا چاہئے کہ کہیں ان کا انجام بھی بلعم کی طرح نہ ہو جائے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کا گستاخ عالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتے کی طرح ہے کہ نہ دنیا میں عزت نصیب ہوا اور نہ آخرت میں کیونکہ بلعم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا منکر نہ تھا، وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مخالف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کی بدترین حالت سے تشبیہ دی۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

---

[1] ……تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٧٦، ٥/٤٠٥.

ترجمۂ کنزالایمان: جسے اللّٰہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے۔ اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جسے اللّٰہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جنہیں اللّٰہ گمراہ کردے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے، یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ: جسے اللّٰہ ہدایت دے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی دونوں کو پیدا کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ ان میں سے کسی کو اختیار کرنا بندے کی طرف سے ہے، لہٰذا بندہ اگر ہدایت اختیار کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس میں ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور اگر وہ گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرما دیتا ہے۔ [1]

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ: اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بہت سے جِنّات اور انسانوں کا انجام جہنم میں داخلہ ہوگا۔ جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کا اصل مقصد تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ہے جیسا کہ اِس آیت میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

لیکن ان میں سے بہت کا انجام کار جہنم ہے۔ اس آیت کے لفظ ''**لِجَهَنَّمَ**'' کی ابتداء میں مذکور لام ''لامِ عاقبت'' ہے۔ عربی سے واقف حضرات اسے آسانی سے سمجھ لیں گے۔

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا: ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ سمجھتے نہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے کفار

1 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ۳/۲۷۹.

2 ......الذاریات: ۵۶.

کے ہولناک انجام کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ جہنم کا ایندھن اس لئے بنے کہ ان کے ایسے دل ہیں جن کے ذریعے وہ حق سے اِعراض کر کے آیاتِ اِلٰہیہ میں تَدَبُّر کرنے سے محروم ہو گئے حالانکہ یہی دل کا خاص کام تھا۔ ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ حق و ہدایت کا راستہ، اللہ تعالٰی کی روشن نشانیاں اور توحید کے دلائل نہیں دیکھتے۔ ان کے ایسے کان ہیں جن کے ذریعے وہ قرآن کی آیات اور اس کی نصیحتیں قبول کرنے کیلئے نہیں سنتے اور قلب و حواس رکھنے کے باوجود وہ اُمورِ دین میں اُن سے نفع نہیں اٹھاتے لہٰذا یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ (1)

کافروں کو جانوروں سے بدتر قرار دئیے جانے کی وجوہات

کفار کو جانوروں سے بدتر فرمانے کی متعددُ وجوہات ہیں:

(1)...... جانوروں میں اللہ تعالٰی کی آیات سمجھنے، دیکھنے اور سننے کی قوت ہی نہیں لہٰذا اگر وہ نہ سمجھیں تو معذور ہیں لیکن کفار کے اَعضا میں یہ قوت ہے، پھر بھی وہ اس سے کام نہیں لیتے لہٰذا وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ (2)

(2)...... چوپایہ بھی اپنے نفع کی طرف بڑھتا ہے اور ضَرر سے بچتا اور اس سے پیچھے ہٹتا ہے لیکن کافر جہنم کی راہ پر چل کر اپنا ضرر اختیار کرتا ہے تو اس سے بدتر ہوا۔ (3)

(3)...... جانور اپنے مالک کے کہنے پر چلتے ہیں جبکہ کافر نافرمان ہیں کہ اپنے مالکِ حقیقی خداوندِ قُدوس کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے جانوروں سے بدتر ہیں۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’آدمی روحانی، شَہوانی، سَماوی، اَرضی ہے جب اس کی روح شہوت پر غالب ہو جاتی ہے تو ملائکہ سے فائق ہو جاتا ہے اور جب شہوات روح پر غلبہ پا جاتی ہیں تو زمین کے جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ (4)

> **وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾**

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ۲/۱۶۲.

2 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ۲/۱۶۲.

3 ......مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ص۳۹۶.

4 ......مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ص۳۹۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں، عنقریب اُنہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى : اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اور ان کے اصحاب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایک پروردگار کی عبادت کرتے ہیں پھر وہ اللہ اور رحمٰن دو کو کیوں پکارتے ہیں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی[1]

اور اس جاہل بے خِرَد کو بتایا گیا کہ معبود تو ایک ہی ہے نام اس کے بہت ہیں۔

اسماءِ حسنیٰ کے فضائل

اَحادیث میں اَسماءِ حسنیٰ کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے دو احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو، جس نے انہیں یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوا۔[2]

حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہیہ ننانوے میں مُنْحَصِر نہیں ہیں، حدیث کا مقصود صرف یہ ہے کہ اتنے ناموں کے یاد کرنے سے انسان جنتی ہو جاتا ہے۔[3]

(2)......ایک روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کے ذریعے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔[4]

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۰، ۲/۱۶۲.

2 ......بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الاشتراط والثّنیا فی الاقرار... الخ، ۲/۲۲۹، الحدیث: ۲۷۳۶.

3 ......نووی علی المسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ... الخ، باب فی اسماء اللّٰہ تعالٰی وفضل من احصاھا، ۹/۵، الجزء السابع عشر.

4 ......جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص۱۴۳، الحدیث: ۲۳۷۰.

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء

حدیثِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے یہ ننانوے اسماء بیان کئے گئے ہیں: ''هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیعُ الْبَصِیرُ الْحَکَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیفُ الْخَبِیرُ الْحَلِیمُ الْعَظِیمُ الْغَفُورُ الشَّکُورُ الْعَلِیُّ الْکَبِیرُ الْحَفِیظُ الْمُقِیتُ الْحَسِیبُ الْجَلِیلُ الْکَرِیمُ الرَّقِیبُ الْمُجِیبُ الْوَاسِعُ الْحَکِیمُ الْوَدُودُ الْمَجِیدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیدُ الْحَقُّ الْوَکِیلُ الْقَوِیُّ الْمَتِینُ الْوَلِیُّ الْحَمِیدُ الْمُحْصِی الْمُبْدِءُ الْمُعِیدُ الْمُحْیِیُ الْمُمِیتُ الْحَیُّ الْقَیُّومُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِی الْمُتَعَالِی الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُ وفُ مَالِکُ الْمُلْکِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِی الْبَدِیعُ الْبَاقِی الْوَارِثُ الرَّشِیدُ الصَّبُورُ''[1]

اسمائے حسنیٰ پڑھ کر دعا مانگنے کا بہترین طریقہ

اس موقع پر اسمائے باری تعالیٰ پڑھ کر دعا مانگنے کا ایک بہترین طریقہ حاضرِ خدمت ہے ''بزرگ فرماتے ہیں: جو شخص اس طرح دعا مانگے کہ پہلے کہے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ یَارَحْمٰنُ، یَارَحِیْمُ '' پھر ''رحیم'' کے بعد سے تمام اسمائے مبارکہ حرفِ ندا کے ساتھ پڑھے (یعنی یَامَلِکُ، یَاقُدُّوْسُ، یَاسَلَامُ...... یونہی آخر تک) جب اسماء مکمل ہو جائیں تو یوں کہے ''اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَنْ تَرْزُقَنِیْ وَجَمِیْعَ مَنْ یَّتَعَلَّقُ بِیْ بِتَمَامِ نِعْمَتِکَ وَدَوَامِ عَافِیَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' پھر دعا مانگے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ مراد پوری ہوگی اور کبھی دعا رد نہ ہوگی۔[2]

﴿اَلَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ: جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں حق و اِستقامت سے دور ہونا کئی طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اِطلاق کرنا جیسا کہ مشرکین

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۲-باب، ۳۰۳/۵، الحدیث: ۳۵۱۸.

2 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیة: ۱۸۰، ۲۸۲/۳.

نے اِلٰہ کا ''لات'' اور عزیز کا ''عُزّیٰ'' اور منان کا ''مَنات'' کرکے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، یہ ناموں میں حق سے تجاوُز اور ناجائز ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کیا جائے جو قرآن و حدیث میں نہ آیا ہو یہ بھی جائز نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو سخی کہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اَسماء تَوقیفیہ ہیں۔ تیسرا یہ کہ حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا۔ چوتھا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کیا جائے جس کے معنی فاسد ہوں یہ بھی بہت سخت ناجائز ہے، جیسے کہ لفظ رام اور پرماتما وغیرہ۔ پانچواں یہ کہ ایسے اسماء کا اطلاق کرنا جن کے معنی معلوم نہیں ہیں اور یہ نہیں جانا جاسکتا کہ وہ جلالِ الٰہی کے لائق ہیں یا نہیں۔ [1]

اِلحاد فی الاسماء کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ غیرُ اللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اِطلاق کیا جائے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، ہمارے زمانے میں یہ بلا بہت عام ہے کہ عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالخالق کو خالق اور عبدالقدیر کو قدیر وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں یہ حرام ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ۠ (۱۸۱)

ع ۱۰ ۲۲ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں۔

﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ: اور ہماری مخلوق میں سے ایک گروہ۔﴾ یہ گروہ اہلِ حق علماء اور ہادیانِ دین کا ہے۔ [2]

کوئی زمانہ اہلِ حق سے خالی نہ ہوگا

اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اِجماع حجت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی زمانہ حق پرستوں اور دین کے ہادیوں سے خالی نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت

---

1 ...... خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۱۸۰، ۲/۱۶٤.

2 ...... مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ۱۸۱، ص۳۹۷.

ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری اُمت کا ایک گروہ تا قیامت دینِ حق پر قائم رہے گا اس کو کسی کی عداوت و مخالفت ضرر نہ پہنچا سکے گی۔[1]

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا: اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں اس طرح ہلاکت و عذاب کے قریب کردیں گے کہ انہیں پتا بھی نہ چل سکے گا کیونکہ یہ لوگ جب کوئی جرم یا گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ان پر نعمت اور بھلائی کے دروازے کھول دیتا ہے، دُنیوی نعمتوں کی فراوانی دیکھ کر یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی و گمراہی، گناہ اور مَعاصی کا بازار مزید گرم کردیتے ہیں حتّٰی کہ جتنا نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی گناہ زیادہ کرتے ہیں، پھر اچانک عینِ غفلت کی حالت میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔[2]

گناہوں کے باوجود نعمتیں ملنا کہیں اللہ تعالیٰ کی ڈھیل نہ ہو

اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو دن رات گناہوں میں مصروف رہنے کے باوجود عیش و فراوانی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آئے دن ان کی عیش و عشرت اور مال دولت میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، انہیں بھی اس بات سے ڈر جانا چاہئے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے ڈھیل نہ ہو اور عینِ غفلت کی حالت اللہ تعالیٰ ان کی گرفت نہ فرمالے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1 ......مسلم، کتاب الامارة، باب قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تزال طائفة من امتی... الخ، ص ۱۰۶۱، الحدیث: ۱۷۰(۱۹۲۰).

2 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۱۸۲، ۴۱۸/۵.

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود ان کے سوالوں کے مطابق عطا فرما رہا ہے تو یہ ان کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِستِدراج اور ڈھیل ہے۔ (2)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں جب کسریٰ کے خزانے لائے گئے تو اس وقت انہوں نے دعا کی ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں ڈھیل دیئے جانے والوں سے ہوں کیونکہ میں نے تیرا یہ ارشاد سنا ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (3)

وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ قف اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔

﴿**وَ اُمْلِیْ لَهُمْ: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔**﴾ یعنی میں ان کی عمر لمبی کردوں گا تاکہ یہ کفر اور گناہوں میں مزید آگے بڑھ جائیں اور گناہوں کی وجہ سے ان پر جلدی عذاب نازل نہیں کروں گا تاکہ ان کی توبہ اور رجوع کی کوئی صورت نہ رہے،

1 ......انعام: ٤٤.

2 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبة بن عامر الجهنی، ١٢٢/٦، الحدیث: ١٧٣١٣.

3 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب قسم الفیء والغنیمة، باب الاختیار فی التعجیل بقسمة مال الفیء اذا اجتمع، ٥٨١/٦، الحدیث: ١٣٠٣٣.

بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط اور میری گرفت سخت ہے۔[1]

گناہوں کے باوجود مہلت ملنے سے مغرور نہیں ہونا چاہئے

یادر ہے کہ کفر اور گناہوں کے باوجود لمبی عمر ملنا، فوری عذاب نہ ہونا اور مَصائب وآلام کا نہ آنا ایسی چیز نہیں کہ جسے اپنے حق میں بہتر سمجھا جائے بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت گناہوں میں اضافے اور تباہی و بربادی کا سبب بن جاتی ہے، ارشادِ ربّانی ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًاۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جومہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہوجائیں اوران کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ ارشادفرمایا ’’جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہوں۔ اس نے عرض کی: لوگوں میں سب سے بدتر کون ہے؟ ارشادفرمایا ’’جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔[3]

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ(۱۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ علاقہ نہیں وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ غور وفکر نہیں کرتے کہ ان کے صاحب کے ساتھ جنون کا کوئی تعلق نہیں، وہ تو صاف ڈر

---

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٨٣، ٥/٤١٨، روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٨٣، ٣/٢٨٨، ملتقطاً.

2 ......آل عمران: ١٧٨.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، ٢٢-باب منہ، ٤/١٤٨، الحدیث: ٢٣٣٧.

سنانے والے ہیں۔

﴿مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ: ان کے صاحب کے ساتھ جُنون کا کوئی تعلق نہیں۔﴾ کفارِ مکہ میں سے بعض جاہل قسم کے لوگ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے افعال کفار کے افعال سے جدا تھے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول تھے، یوں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل ان کے طریقے کے مخالف ہوا تو انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مجنون سمجھا۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے وقت کوہِ صفا پر چڑھ کر قبیلے قبیلے کو پکارتے ہوئے فرماتے ’’اے بنی فلاں! اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈراتے تو کفار میں سے کوئی کہتا کہ تمہارے صاحب مجنون ہیں، رات سے لے کر صبح تک چلاتے رہتے ہیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معمولات میں انہیں غور و تفکر کرنے کی دعوت دی تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی جنون کی وجہ سے نہیں بلکہ انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لئے پکارتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وحی نازل ہوتے وقت رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر عجیب حالت طاری ہوتی، چہرہ مُتَغَیَّر ہو جاتا، رنگ پیلا پڑ جاتا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ پر غشی طاری ہو۔ یہ دیکھ کر جاہل لوگ آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کا رد کرتے ہوئے اس آیت میں فرمایا کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کسی قسم کا جنون نہیں یہ تو انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے فصیح الفاظ کے ساتھ قطعی دلائل پیش کرتے ہیں، ان کی فصاحت کا مقابلہ کرنے سے پوری دنیائے عرب عاجز آ چکی ہے۔ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاق بہت عمدہ اور مُعاشرت بڑی پاکیزہ ہے، ان کی ہر عادت و خصلت انتہائی نیک ہے ہمیشہ اچھے کام کرتے ہیں اور اسی وجہ سے تمام عقلمندوں کے مُقتدا و پیشوا ہیں اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو انسان عمدہ اور پاکیزہ شخصیت کا حامل ہو اسے مجنون قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ (1)

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٨٤، ٢/١٦٥، تفسير كبير، الاعراف، تحت الآية: ١٨٤، ٥/٤٢٠.

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍۙ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ(۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو جو چیز اللہ نے بنائی اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آ گیا ہو تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا؟ اور اس بات میں کہ شاید ان کی مدت نزدیک آ گئی ہو تو اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟

﴿ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا: کیا انہوں نے غور نہیں کیا؟﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ان کفار نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو جو چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کی ہے اس میں غور نہیں کیا تا کہ وہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر اِستدلال کرتے کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حکمت وقدرت کے کمال کی بے شمار روشن دلیلیں موجود ہیں اور کیا انہوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ شاید ان کی موت کی مدت نزدیک آ گئی ہو اور وہ کفر کی حالت میں مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائیں؟ ایسے حال میں عقل مند پر لازم ہے کہ وہ سوچے، سمجھے اور دلائل پر نظر کرے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور قرآنِ عظیم کے کتابِ الٰہی ہونے پر ایمان لائے کیونکہ قرآنِ پاک کے بعد اور کوئی کتاب اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اور کوئی رسول آنے والا نہیں جس کا انتظار ہو کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں، اگر ان پر ایمان نہیں لایا تو پھر کس پر ایمان لائے گا۔

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَ یَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ(۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور وہ انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

﴿مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ: جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔﴾ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے کیونکہ اگر یہ معنیٰ ہو تو کفار قیامت کے دن حجت پیش کریں گے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہ کر دیا تھا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ کس قانون کی بنا پر ہمیں ہماری گمراہی کی سزا دی جا رہی ہے؟ بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مسلسل کفریہ عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے کفار کے دلوں میں گمراہی راسخ ہو گئی اور وہ اپنی سرکشی میں حد سے بڑھ گئے حتّٰی کہ انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو پھر ان کے دل و دماغ سے دعوتِ حق قبول کرنے کی اِستعداد جاتی رہی اور وہ اس طرح ہو گئے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی پر پیدا کیا ہے۔

گناہ پر جلدی گرفت نہ ہونا عذاب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چھوڑے رکھنا اور اس کی گرفت نہ کرنا عذاب ہے یعنی یوں کہ بندہ کفر و شرک اور گناہ کرتا رہے لیکن کوئی پکڑ نہ ہو جبکہ اس کے برعکس بندے کی معمولی بات پر گرفت ہو جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے جلد ہی دنیا میں سزا دیتا ہے اور اگر کسی بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو گناہ کے سبب اس کا بدلہ روک رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا۔''[1]

یَسْـٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ-لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ﳳ-ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ-یَسْـٴَـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ

وقف منزل / وقف لازم

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۸/۴، الحدیث: ۲۴۰۴.

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ : آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: حضرتِ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے۔(1) اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ : تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔﴾ اس آیت میں بتا دیا گیا کہ قیامت کے مُعَیَّن وقت کی خبر دینا رسول کی کوئی ذمہ داری نہیں کیونکہ یہ علمِ شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جائے بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالٰی کے اَسرار میں سے ہے جس کا چھپانا ضروری ہے، لہٰذا اگر اس سربستہ راز کو ہر طرح سے ظاہر کر دیا جائے تو پھر قیامت کا اچانک آنا باقی نہ رہے گا حالانکہ اسی آیت میں تصریح ہے کہ ''لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً'' تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ عوام سے قیامت کا علم مخفی رکھنے کی وجہ سے متعلق علماء فرماتے ہیں ''بندوں سے قیامت کا علم اور اس کے وقوع کا وقت مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ لوگ قیامت سے خوف زدہ اور ڈرتے رہیں کیونکہ جب انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کس وقت آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالٰی کی عبادت میں

(1)......خازن، الاعراف، تحت الآية: ١٨٧، ٢/١٦٥.

کوشاں رہیں گے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے۔ [1]

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بڑی تفصیل کے ساتھ قیامت سے پہلے اور اس کے قریب ترین اوقات کے بارے میں تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم تھا۔ ان میں سے 8 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتّٰی کہ زمانہ جلد جلد گزرنے لگے گا۔ سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا۔ مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا۔ ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھنٹے کی طرح اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔ [2]

(2)......حضرت سلامہ بنت حر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہلِ مسجد امامت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھنے کے لئے کوئی امام نہ ملے گا۔ [3]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا اور جہل کا ظہور ہوگا، زنا عام ہوگا اور شراب پی جائے گی، مرد کم ہوجائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتّٰی کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ [4]

(4)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مَصائب کا آنا حلال ہوجائے گا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! وہ کیا کام ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’جب مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنالیا جائے گا، امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے گا، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا، جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے، جب دوست کے

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۷، ۲/۱۶۶۔

2 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی تقارب الزمن وقصر الامل، ۴/۱۴۸، الحدیث: ۲۳۳۹۔

3 ......ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی کراھیۃ التدافع عن الامامۃ، ۱/۲۳۹، الحدیث: ۵۸۱۔

4 ......بخاری، کتاب النکاح، باب یقلّ الرجال ویکثر النساء، ۳/۴۷۲، الحدیث: ۵۲۳۱۔

ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے، جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی، ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا، جب کسی شخص کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو برا کہیں گے۔ اس وقت تم سرخ آندھیوں، زمین کے دھنسنے اور مَسخ کا انتظار کرنا۔[1]

(5)......حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھویں، دجّال، دابَّۃُ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول، یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین دھنسنے کا ذکر فرمایا، ایک مرتبہ مشرق میں، ایک مرتبہ مغرب میں، ایک مرتبہ جزیرۂ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔[2]

(6)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ قیامت یومِ عاشوراء یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو ہوگی۔[3]

(7)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا ہے، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔[4]

(8)......حضرت **عبداللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''**اللّٰہ** تعالیٰ نے جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی۔[5]

حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قیامت کی اس قدر تفصیلی علامات بیان فرمائی ہیں کہ دیگر نشانیوں کے ساتھ ساتھ قیامت کا مہینہ، دن، تاریخ اور وہ گھڑی بھی بتا دی کہ جس میں قیامت واقع ہوگی البتہ آپ صَلَّی

1......جامع الاصول، حرف القاف، الکتاب التاسع، الباب الاول، الفصل الحادی عشر، ۱۰/۳۸۴، الحدیث: ۷۹۲۵.
2......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، ص۱۵۵۱، الحدیث: ۳۹(۲۹۰۱).
3......فضائل الاوقات للبیہقی، باب تخصیص یوم عاشوراء بالذکر، ص۱۱۹، الحدیث: ۲۸۲.
4......مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، ص۴۲۵، الحدیث: ۱۸(۸۵۴).
5...... کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، باب بدء الخلق، ۲/۲۵۰، رقم: ۸۱۱.

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ نہیں بتایا کہ کس سن میں قیامت واقع ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سن بھی بتا دیتے تو ہمیں معلوم ہوجاتا کہ قیامت آنے میں اب کتنے سال، کتنے دن اور کتنی گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں یوں قیامت کے اچانک آنے کا جو ذکر قرآنِ پاک میں ہے وہ ثابت نہ ہوتا لہٰذا سال نہ بتانا قرآنِ پاک کے صِدق کو قائم رکھنے کیلئے اور اس کے علاوہ بہت کچھ بتا دینا اپنا علم ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ-وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِۚۛ-وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُۚۛ-اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠(۱۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کمال درجے کی عاجزی، عظمتِ الٰہی اور عقیدۂ توحید کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جو قدرت واختیار اور علم ہے خواہ اپنی ذات کے متعلق یا دوسروں کے بارے میں، یونہی دنیاوی چیزوں کے بارے میں یا قیامت، آخرت اور جنت کے بارے میں وہ تمام کا تمام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے ہے لہٰذا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

کا اوّلین وآخرین سے افضل ہونا، دنیاوآخرت کے اُمور میں تَصَرُّف فرمانا، صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کوشفاعطا فرمانا بلکہ جنت عطافرمانا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرناوغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے چاہنے سے ہیں۔

﴿وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ : اوراگر میں غیب جان لیا کرتا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں علمِ غیب کی نفی کی علماءِ کرام نے مختلف تَوجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چارتوجیہات درج ذیل ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علوم کے بیان پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''اِنۡبَاءُ الۡحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الۡمَصُوۡنَ تِبۡیَانٌ لِکُلِّ شَیۡءٍ'' (اللّٰہ تعالیٰ کا کلام قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے۔) میں بیان فرمایا ہے۔

(1)......اس آیت میں علمِ عطائی کی نفی نہیں بلکہ علمِ ذاتی کی نفی ہے

امام قاضی عیاض رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ شفا شریف میں فرماتے ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات میں سے یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوغُیوب پر مُطّلع فرمایااور آئندہ ہونے والے واقعات سے باخبر کیا۔ اس باب میں احادیث کا وہ بحرِ ذَخّار ہے کہ کوئی اس کی گہرائی جان ہی نہیں سکتا اور نہ اس کا پانی ختم ہوتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات میں سے یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو یقین اور وُثوق سے معلوم ہے اور ہم تک اس کی خبریں مُتواتر طریقے سے کثرت سے پہنچی ہیں اور غیب پر اطلاع ہونے پر ان احادیث کے معانی و مطالب آپس میں متحد ہیں۔ (1)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''یہ وضاحت ان قرآنی آیات کے منافی نہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور اس آیتِ کریمہ '' وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ''میں کسی واسطے کے بغیر (یعنی علمِ ذاتی) کی نفی کی گئی ہے البتہ اللّٰہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا غیب پر مُطّلع ہونا ثابت ہے اور اس کی دلیل اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (3)

---

❶......شفاء شریف، فصل ومن ذلك ما اطلع عليه من الغيوب وما يكون، ص٣٣٥-٣٣٦، الجزء الاول.

❷......سورۂ جن۲۶، ۲۷.

❸......نسيم الرياض، القسم الاول فی تعظيم العلی الاعظم... الخ، فصل فيما اطلع عليه من الغيوب وما يكون، ١٤٩/٤.

(2)...... یہ کلام ادب وتواضع کے طور پر ہے

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ کلام تواضع اور ادب کے طور پر فرمایا ہو اور مطلب یہ ہے کہ میں غیب نہیں جانتا مگر یہ کہ اللّٰہ تعالٰی نے جس کی مجھے اطلاع دی اور جو میرے لئے مقرر فرمایا میں صرف اسی کو جانتا ہوں۔ [1]

(3)...... اس آیت میں فی الحال غیب جاننے کی نفی ہے مستقبل میں نہ جاننے پر دلیل نہیں ہے

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے یہ کلام فرمایا، پھر جب اللّٰہ تعالٰی نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو علمِ غیب کی اطلاع دی تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی خبر دی جیسا کہ اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ [3]

(4)...... یہ کلام کفار کے سوال کے جواب میں صادر ہوا

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام کفار کے سوال کے جواب میں صادر ہوا، پھر اس کے بعد اللّٰہ تعالٰی نے غیبی اَشیاء کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ظاہر کیا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی خبر دی تاکہ یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت صحیح ہونے پر دلیل بن جائے۔ [4]

﴿لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ: تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا۔﴾ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۸۸، ۲/۱۶۷.

2 ......سورۂ جن ۲۶،۲۷.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۸۸، ۲/۱۶۷.

4 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ۱۸۸، ۲/۱۶۷.

غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصلِ کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع وضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین وکافرین! تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔ (1)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ ابنایا کہ اس سے چین پائے پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اسے لیے پھرا کی پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب اللہ سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہیے بچہ دے گا تو بیشک ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہیے بچہ عطا فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کی بیوی بنائی تا کہ اس سے سکون حاصل کرے پھر جب مرد اس عورت پر چھایا تو اسے ایک ہلکے سے بوجھ کا حمل ہوگیا تو وہ اسی کو لے کر چلتی رہی پھر جب حمل کا وزن بڑھ گیا تو دونوں اپنے رب سے دعا کرنے لگے: اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرما دے تو ہم یقیناً

1 ......خزائن العرفان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ص۳۳۰۔

شکر گزار رہوں گے۔ پھر جب اس نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا فرما دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا دیئے تو اللہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی مفسرین نے مختلف تفاسیر بیان کی ہیں، ان میں سے دو تفاسیر درج ذیل ہیں۔

(1)......مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام (مَعَاذَ الله) بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بھلائی طلب کرنے اور برائی دور ہونے کے سلسلے میں بتوں کی طرف رجوع کرتے تھے، تو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت حواء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہا کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی تھی کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو ہمیں صحیح سالم اور تندرست بچہ عطا فرمائے گا تو ہم ضرور تیری اس نعمت کا شکر ادا کریں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو کیا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کا شریک ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک اور حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب ان کی بات سے بری ہے۔

(2)......ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے یہ بطورِ مثال ہے اور اس میں مشرکوں کی جہالت اور ان کے شرک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس صورت میں آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان سے پیدا کیا یعنی ماں اور باپ سے پیدا کیا اور یہ دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں، پھر جب شوہر اور بیوی میں ملاپ ہوا اور حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو ہمیں صحیح اور تندرست بچہ عطا کرے گا تو ہم ضرور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا تو اُن کا حال یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرانے لگ گئے کیونکہ کبھی تو وہ اس بچے کو انسانی فطرت کے تقاضے کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے دَہریوں کا حال ہے، کبھی ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسا کہ ستارہ پرستوں کا طریقہ ہے اور کبھی بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ بت پرستوں کا دستور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ اُن کے اِس شرک سے برتر ہے۔''[1]

اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

[1]......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۹، ۵/۴۲۸.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اسے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنائے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اسے (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز نہیں بنا سکتا اور خود انہیں بنایا جاتا ہے۔

﴿ **اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ : کیا وہ اسے (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔** ﴾ اس آیت اور اگلی چند آیات میں بتوں کے معبود ہونے کی نفی پر کئی دلیلیں قائم فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا مشرکین اُسے اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی اصلاً قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ خود بھی اپنے بنائے جانے میں کسی کا محتاج ہے حالانکہ معبود تو صرف وہ ہوسکتا ہے جس نے اپنے عبادت گزار کو پیدا کیا ہو۔[1]

وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ وہ ان کو کوئی مدد پہنچا سکیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ وہ ان کی کوئی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

﴿ **وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا : اور نہ وہ ان کی کوئی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔** ﴾ اس آیت میں بتوں کی بے قدری اور شرک کے بُطلان کا بیان اور مشرکین کے کمالِ جہل کا اظہار ہے اور بتایا گیا ہے کہ عبادت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو عبادت کرنے والے کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو، مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے قدرتی اس درجے کی ہے کہ وہ کسی چیز کے بنانے والے نہیں، کسی چیز کے بنانے والے تو کیا ہوتے خود اپنی ذات میں دوسرے سے بے نیاز نہیں۔ خود مخلوق ہیں اور بنانے والے کے محتاج ہیں۔ اس سے بڑھ کر بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور کسی کی کیا مدد کریں گے خود انہیں کوئی ضرر پہنچے تو اسے دور نہیں کر سکتے۔ کوئی انہیں توڑ دے، گرا دے الغرض جو چاہے کرے وہ اس سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے لہٰذا ایسے مجبور و بے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔[2]

1 ……روح البیان، الاعراف، تحت الآیة: ١٩١، ٣/٢٩٥.

2 ……تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ١٩٢، ٥/٤٣٠-٤٣١.

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْؕ-سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ(۱۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہ آئیں تم پر ایک سا ہے چاہے انہیں پکارو یا چپ رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے۔ تم پر برابر ہے کہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو۔

﴿ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى : اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ۔﴾ یعنی اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو اس لئے بلاؤ کہ وہ تمہاری اس چیز کی طرف رہنمائی کر دیں جس سے تم اپنے مقاصد کو حاصل کر لو تو یہ تمہاری مراد کی طرف نہیں آئیں گے اور اے مشرکو! تم ان بتوں کو پکارو یا خاموش رہو تمہارے لئے دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ نہ تو انہیں پکارنے کی صورت میں تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہی خاموش رہنے کی صورت کچھ فائدہ ملے گا۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم انہیں پکارو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔

1 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیة: ۱۹۳، ۳/ ۲۹۵.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: بیشک وہ (بت) جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔﴾ آیت میں لفظ ''تَدْعُوْنَ'' کا معنی ہے ''تَعْبُدُوْنَ''یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہواور تم انہیں اپنا معبود کہتے ہو یہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مملوک اور مخلوق ہیں جس طرح تم ہواور اللہ تعالیٰ کے مملوک ومخلوق کسی طرح پوجے جانے کے قابل نہیں،اس کے باوجود بھی اگر تم انہیں اپنا معبود کہتے ہوتو تم نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کے سلسلے میں انہیں پکارو، پھر اگر تم اپنے گمان کے مطابق سچے ہو کہ یہ اس چیز کی قدرت رکھتے ہیں جس سے تم عاجز ہوتو ان بتوں کو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔[1]

مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر پکارنا شرک ہے ورنہ ہرگز شرک نہیں

یہاں ایک اہم بات یادر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت کرنا شرک ہے،اسی طرح مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر اسے پکارنا یا اس سے حاجتیں اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ مانتا ہواور وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی عطا سے مشکلات دور کرنے والا، حاجتیں پوری کرنے والا اور مدد کے وقت مدد کرنے والا مانتا ہواور اسی عقیدے کی بنیاد پر وہ بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں سے مشکلات کی دوری کے لئے فریاد کرتا ہو، اپنی حاجتیں پوری ہونے کے لئے دعائیں مانگتا ہو یا مصیبت کے وقت انہیں مدد کے لئے پکارتا ہوتو اس کا یہ فریاد کرنا، مانگنا اور پکارنا ہرگز شرک نہیں ہوسکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآنِ پاک میں غور وتفکر کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کفار ومشرکین کا اپنے بتوں سے متعلق عقیدہ یہ تھا کہ وہ بتوں کو معبود مانتے اور ان کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۟ۙ(۳۵) وَ یَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اور اسی عقیدے کی بنیاد پر کفار بتوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے،اور آج بھی کسی انسان یا غیر انسان، زندہ یا

1 ......بیضاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۴، ۳/۸۴، تفسیر قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۴، ۴/۲۴۴، الجزء السابع، روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۴، ۳/۲۹۵، ملتقطاً.

2 ......الصافات ۳۵،۳۶.

مردہ کو معبود مان کر اس کی عبادت کرنا، اسے دور یا نزدیک سے پکارنا شرک ہے لیکن اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوئے یعنی معبود نہ مان کر کسی کو پکارے یا ندا کرے تو اس کے عمل کو مشرکوں جیسا عمل قرار دیتے ہوئے اسے بھی مشرک قرار دے دینا سراسر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ جو پکارنا یا ندا کرنا شرک ہے وہ ہر حال میں شرک ہے چاہے انسان سے ہو یا غیر انسان سے، زندہ سے ہو یا فوت شدہ سے، دور سے ہو یا نزدیک سے اور جو ندا شرک نہیں وہ کسی بھی حال میں شرک نہیں۔ ندا یا سوال کے شرک ہونے کا دار و مدار پکارنے والے کے عقیدے پر ہے اگر وہ معبود اور خدا مان کر پکارتا ہے تو یہ شرک ہے اب چاہے دور سے پکارے یا نزدیک سے، زندہ کو پکارے یا فوت شدہ کو اور اگر اس کا یہ عقیدہ نہیں تو شرک ہرگز نہیں لہٰذا رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پکارنا ہرگز شرک نہیں کیونکہ کوئی بھی کلمہ گو مسلمان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معبود نہیں سمجھتا اور نہ ان کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں وہ کئی بار یہ اعلان کرتا ہے کہ ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں۔ یونہی اللّٰہ تعالٰی کے نیک بندوں کو پکارنے والا، ان سے سوال کرنے والا، انہیں معبود سمجھ کر ہرگز نہیں پکارتا بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ سمجھ کر اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے پکار سننے والا جان کر پکارتا ہے لہٰذا اس کا یہ عمل بھی ہرگز شرک نہیں۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَاؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّ ﰯ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ﳲ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْاؕ وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں۔ اور اگر انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے یہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھتے ہیں؟ یا ان کے کان ہیں جن سے یہ سنتے ہیں؟ تم فرمادو کہ اپنے شریکوں کو بلالو پھر میرے اوپر اپنا داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔ بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ صالحین کی مدد کرتا ہے۔ اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو وہ نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو (تو یوں لگے گا) کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

﴿اَلَهُمْ اَرْجُلٌ: کیا ان کے پاؤں ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان کی قدرت کا دارومدار ان چار اعضاء پر ہے، ہاتھ پاؤں، کان اور آنکھ کہ انسان تمام امور میں ان سے مدد لیتا ہے جبکہ بتوں کے یہ اعضاء نہیں ہیں، لہٰذا انسان ان عاجز بتوں سے افضل ہوا کیونکہ چلنے، پکڑنے، دیکھنے اور سننے کی طاقت رکھنے والا اس سے بہتر ہے جو ان صلاحیتوں سے محروم ہے، لہٰذا انسان ہر حال میں ان بتوں سے افضل ہے کہ بت پتھروں اور درختوں سے بنے ہوئے ہیں، کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو جب ان میں وہ قوت وطاقت بھی نہیں جو تم میں ہے پھر تم ان کی پوجا کیسے کرتے ہو؟ اور اپنے سے کمتر کو پوج کر کیوں ذلیل ہوتے ہو۔ (1)

﴿قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ: (اے محبوب!) تم فرمادو کہ اپنے شریکوں کو بلالو۔﴾ **شانِ نزول:** رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب بت پرستی کی مذمت کی اور بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۲/۱۶۹۔

کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور یہ بت اُنہیں ہلاک کر دیتے ہیں، اس پر یہ آیت ِکریمہ نازل ہوئی اور اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تم بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو اور مجھے نقصان پہنچانے میں اُن سے مدد لو اور تم بھی جو مکر وفریب کر سکتے ہو وہ میرے مقابلے میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں اور تم سب مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ میری حفاظت کرنے والا اور میرا مددگار وہ رب تعالیٰ ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کر کے مجھے عظمت عطا کی اور وہ اپنے نیک بندوں کو دوست رکھتا اور ان کی مدد فرماتا ہے اور اے بت پرستو! اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ کسی کام میں تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں تو میں پھر ان کی کس طرح پرواہ کروں اور ویسے بھی یہ تمہاری مدد کیا کریں گے کیونکہ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ اگر تم انہیں اپنے مقاصد کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے اور تم انہیں دیکھو تو یوں لگے گا کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ دیکھنے سے ہی عاجز ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے مدد چاہنا اور انہیں وسیلہ بنانا توحید کے برخلاف نہیں

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت (نمبر 198) میں بتوں کا جو حال بیان ہوا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کا حال ان کے برخلاف ہے اگرچہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں کیونکہ اس طور پر مقبولانِ بارگاہِ الٰہی سے مدد چاہنا، انہیں وسیلہ بنانا اور ان کی طرف (کسی چیز کی عطا وغیرہ کی) نسبت کرنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مَظاہِر، اس کے انوار کی جلوہ گاہیں، اس کے کمالات کے آئینے اور ظاہری و باطنی امور میں اس کی بارگاہ میں سفارشی ہیں، انتہائی اہم کام ہے اور یہ ہرگز شرک نہیں بلکہ یہ عین توحید ہے[2]۔[3]

﴿وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ : اور تم انہیں دیکھو (تو یوں لگے گا) کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کو دیکھیں کہ یہ اپنی آنکھوں سے

---

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۵-۱۹۶، ۲/۱۶۹-۱۷۰، روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۵-۱۹۶، ۳/۲۹۶، ملتقطاً۔

2 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۳/۲۹۶۔

3 ......اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے مدد مانگنے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ”کراماتِ شیرِ خدا“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) صفحہ 56 تا 95 کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

تو آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا کیونکہ یہ نگاہِ بصیرت سے آپ کو نہیں دیکھ رہے تو اگرچہ فی الوقت یہ آپ کے سامنے ہیں لیکن درحقیقت یہ آپ سے غائب ہیں البتہ اگر یہ میری وحدانیت کا اقرار اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لیتے ہیں تو یہ حقیقی طور پر دیکھنے والے بن جائیں گے۔[1]

نگاہِ بصیرت سے دیکھنا ہی حقیقی طور پر فائدہ مند ہے

اس سے معلوم ہوا کہ صرف ظاہری نگاہوں سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ لینا حقیقی طور پر فائدہ مند نہیں بلکہ نگاہِ بصیرت سے دیکھنا فائدہ مند ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ نے نگاہِ بصیرت سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کی تو صحابیت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر ہمیشہ کے لئے جنت کے حق دار ٹھہرے اور خود ابوجہل صرف ظاہری نگاہوں سے دیکھتا رہا جس کی وجہ سے اسے بدبختی سے نجات نہ ملی اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا حقدار ٹھہرا۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ شیخ ابوالحسن خرقانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر عرض کی: یا شیخ! آپ حضرت ابو یزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ”وہ ایسے شخص ہیں کہ جس نے ان کی زیارت کی وہ ہدایت پا گیا اور اسے واضح طور پر سعادت حاصل ہو گئی۔ حضرت محمود غزنوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے عرض کی: یا شیخ! یہ کس طرح ہوا کہ ابوجہل نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا لیکن اس کے باوجود اسے نہ کوئی سعادت ملی اور نہ وہ شقاوت و بدبختی سے خلاصی پا سکا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ”ابوجہل نے درحقیقت رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ بدبختی سے چھٹکارا نہ پا سکا بلکہ اس نے محمد بن عبد اللّٰہ کو دیکھا ہے، اگر وہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ لیتا تو وہ بدبختی سے نکل کر سعادت مندی میں داخل ہو جاتا اور اس کا مصداق اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ“ تو سر کی آنکھوں سے دیکھنے سے یہ سعادت نہیں ملتی بلکہ دل کی نگاہوں سے دیکھیں تو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے، اس لئے جس نے حضرت ابو یزید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو دل کی نگاہوں سے دیکھا تو وہ سعادت پا گیا۔ اس واقعے سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء کو بھی نگاہِ بصیرت سے

[1]......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۳/۲۹۷.

دیکھنا ہی فائدہ دیتا ہے۔[1]

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

﴿خُذِ الْعَفْوَ : اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تین باتوں کی ہدایت فرمائی گئی ہے:

(1)......جو مجرم معذرت طلب کرتا ہوا آپ کے پاس آئے تو اس پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اسے معاف کر دیجئے۔

(2)......اچھے اور مفید کام کرنے کا لوگوں کو حکم دیجئے۔

(3)......جاہل اور ناسمجھ لوگ آپ کو برا بھلا کہیں تو ان سے الجھئے نہیں بلکہ حِلم کا مظاہرہ فرمائیں۔

عفو و درگزر اور رحمتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پوری زندگی عفو و درگزر سے عبارت تھی۔ آپ کے بے مثال عفو و درگزر کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو، چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہزادی حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو ان کے شوہر ابو العاص نے غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ کیا۔ جب قریشِ مکہ کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا پیچھا کیا حتّٰی کہ مقامِ ذی طُویٰ میں انہیں پالیا۔ ہبار بن الاسود نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ اونٹ سے گر گئیں اور آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔[2]

اتنی بڑی اَذِیّت پہنچانے والے شخص کے ساتھ نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سلوک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جِعِرَّانہ سے واپسی پر میں سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے

---

1 ......روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۸، ۲۹۷/۳.

2 ......سیرت نبویہ لابن ھشام، خروج زینب الی المدینۃ، ص۲۷۱.

پاس بیٹھا تھا کہ اچانک دروازے سے ہبار بن الاسود داخل ہوا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ ہبار بن الاسود ہے۔ ارشاد فرمایا: میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ ایک شخص اسے مارنے کے لئے کھڑا ہوا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اشارہ کیا کہ بیٹھ جائے۔ ہبار نے قریب آتے ہی کہا ’’اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی! آپ پر سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ سے بھاگ کر کئی شہروں میں گیا اور میں نے سوچا کہ عجم کے ملکوں میں چلا جاؤں، پھر مجھے آپ کی نرم دلی صلہ رحمی اور دشمنوں سے آپ کا درگزر کرنا یاد آیا۔ اے اللہ کے نبی! ہم مشرک تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہمیں ہدایت دی اور ہمیں ہلاکت سے نجات عطا کی۔ آپ میری جہالت سے اور میری ان تمام باتوں سے جن کی آپ تک خبر پہنچی ہے درگزر فرمائیں۔ میں اپنے تمام برے کاموں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ رحیم و کریم آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اور اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (1)

اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن میں عظیم عفو و درگزر کی جھلک نمایاں ہے جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابوسفیان کو معاف کر دیا، اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنے والے غلام وحشی کو معاف کر دیا، حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دانتوں سے کلیجہ چبانے والی ہند بنت عتبہ کو معاف کر دیا، یونہی صفوان بن معطل، عمیر بن وہب اور عکرمہ بن ابوجہل کو معاف کر دیا، سراقہ بن مالک کو امان لکھ دی اور ان کے علاوہ بہت سے ظالموں اور ستم شعاروں کے ظلم و جفا سے درگزر کر کے معافی کا پروانہ عطا فرما دیا۔ آیت میں مذکور حکم ہر مسلمان کیلئے ہے کہ عفو و درگزر اختیار کرے، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے۔ (2)

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۰۰﴾

1 ......الاصابه، حرف الهاء، الهاء بعدها الباء، ٦/٤١٢-٤١٣.

2 ......عفو و درگزر کی ترغیب اور جذبہ پانے کے لئے امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ’’عفو و درگزر کی فضیلت‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اوراے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچادے تواللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراے سننے والے!اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ: اوراے سننے والے!اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے ابھارے۔﴾ اس آیت میں خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں کیونکہ شیطان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر مُسَلَّط نہیں ہوسکتا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے انسان !اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تجھے (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وغیرہ پر) ابھارے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنے آپ سے اس وسوسے کو دور کئے جانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر، بے شک وہ تیری دعا کو سننے والا اور تیرے حال کو جاننے والا ہے۔ (1)

شیطان کو مغلوب کرنے کے طریقے

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صوفیائے کرام اور مجاہدات کرنے والی بزرگ ہستیوں کے نزدیک شیطان سے جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے دو طریقے ہیں:

(1)......شیطان کے مکروفریب سے بچنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے، اس کے علاوہ (شیطان کے شر سے) بچنے کا اور کوئی راستہ نہیں، کیونکہ شیطان ایک ایسا کتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تم پر مسلط فرمادیا ہے، اگر تم اس سے مقابلہ اور جنگ کرنے اور اسے دور کرنے میں مشغول ہوگئے تو تم تنگ آجاؤ گے اور تمہارا قیمتی وقت ضائع ہوجائے گا اور آخر کار وہ تم پر غالب آجائے گا اور تمہیں زخمی کر کے ناکارہ بنادے گا، اس لئے بہرحال اس کتے کے مالک کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑے گا اور اسی کی پناہ لینی ہوگی تاکہ وہ شیطان کو تم سے دور کردے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا تمہارے لئے شیطان سے جنگ اور مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔

---

1 ......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰۰، ۷۳۷/۲، خازن، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰۰، ۱۷۱/۲، ملتقطاً.

(2)......شیطان سے مقابلہ کرنے، اسے دور کرنے اور اس کی تردید اور مخالفت کرنے کے لئے بندہ ہر وقت تیار رہے۔

میں (امام محمد غزالی) کہتا ہوں: میرے نزدیک اس کا جامع اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ (مذکورہ بالا) دونوں طریقوں پر عمل کیا جائے، لہٰذا سب سے پہلے شیطان مردود کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان لعین کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے، اس کے بعد بھی اگر تم یہ محسوس کرو کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے باوجود شیطان تم پر غالب آنے کی کوشش کررہا ہے اور وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لینا چاہتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ عبادت وغیرہ میں تمہاری قوت اور صبر کو ظاہر فرمادے جیسا کہ کافروں کو ہم پر مسلط فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کافروں کے عزائم اور ان کی شرانگیزیوں کو ہمارے جہاد کئے بغیر ملیامیٹ کردینے پر قادر ہے لیکن وہ انہیں صفحۂ ہستی سے ختم نہیں فرماتا بلکہ ہمیں ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ جہاد، صبر، گناہوں سے چھٹکارے اور شہادت سے ہمیں بھی حصہ مل جائے اور ہم اس امتحان میں کامیاب وکامران ہوجائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَؕ-وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

تو (جس طرح کافروں کے ساتھ جہاد کا حکم ہے) اسی طرح ہمیں شیطان سے بھی انتہائی جاں فشانی کے ساتھ مقابلہ

1......ال عمران: ۱٤۰.

2......ال عمران: ۱٤۲.

اوراس سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز علماءِ کرام نے شیطان سے مقابلہ کرنے اوراس پر غلبہ حاصل کرنے کے (مزید) تین طریقے بیان فرمائے ہیں:

(1)......تم شیطان کے مکروفریب اوراس کی حیلہ سازی سے ہوشیاراور باخبر ہوجاؤ کیونکہ جب تمہیں اس کی حیلہ سازیوں کاعلم ہوگا تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جس طرح چور کو جب معلوم ہوجاتا ہے کہ مالکِ مکان کو میرے آنے کا علم ہوگیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔

(2)......جب شیطان تمہیں گمراہیوں کی طرف بلائے تو تم اسے رد کردو اور تمہارا دل اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو اور نہ ہی تم اس کی پیروی کرو کیونکہ شیطان ایک بھونکنے والے کتے کی طرح ہے، اگر تم اسے چھیڑو گے تو وہ تمہاری طرف تیزی کے ساتھ لپکے گا اور (حملہ کرکے) تمہیں زخمی کردے گا اور اگر تم اس سے کنارہ کشی اختیار کرلو گے تو ممکن ہے کہ وہ خاموش رہے۔

(3)......تم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو اور اپنے آپ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رکھو۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے وسوسوں اوراس کے مکروفریب سے محفوظ فرمائے اوراس کے واروں سے بچنے کے لئے مُؤثّر اقدامات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جوڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ (حکمِ خدا) یاد کرتے ہیں پھراسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

1......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الثالث، ص ۵۵-۵۶.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا: بیشک وہ جوڈر والے ہیں۔﴾ آیت میں مذکور لفظ ’’طٰٓىٕفٌ‘‘ کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ انسان کو ورغلانے کیلئے انسان کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں۔ (1)

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو متقی اور پرہیز گار ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں گناہ کرنے یا اللہ تعالٰی کی اطاعت چھوڑنے کا کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ تعالٰی کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرتے ہیں اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد کرتے ہیں اور اسی وقت گناہ کرنے سے رک جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے گناہ سے رکنے کا حکم دیا اور گناہ کرنے سے منع کیا ہے۔ (2)

شیطان کے وسوسے سے بچنے کا ایک طریقہ

اس سے معلوم ہوا کہ جب شیطان دل میں گناہ کرنے کا وسوسہ ڈالے تو اس وقت اللہ تعالٰی کی قدرت اور اس کے انعامات میں غور کرنا اور اللہ تعالٰی کی سزا اور اس کے ثواب کو یاد کرنا اس وسوسے کو دور کرنے اور گناہ سے رکنے میں معاون و مددگار ہے لہٰذا جب بھی شیطان گناہ کرنے پر اکسائے تو اس وقت بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالٰی کی قدرت اور اس کے انعامات و احسانات کو یاد کرے اور نافرمانی کرنے پر اس کی طرف سے ملنے والی سزا اور اطاعت کرنے کی صورت میں اس کی طرف سے ملنے والے ثواب کو یاد کرے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ شیطان کا وسوسہ دور ہو جائے گا اور وہ گناہ کرنے سے بچ جائے گا اور اگر شامتِ نفس سے گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالٰی کو یاد کر کے اپنے گناہ کی معافی مانگ لے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۫ۖ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔

---

1 ......مفردات امام راغب، کتاب الطاء، ص ٥٣١، تحت اللفظ: طوف.

2 ......قرطبی، الاعراف، تحت الآیۃ: ٢٠٢، ٤/٢٥٠، الجزء السابع، صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ٢٠١، ٧٣٨/٢، ملتقطاً.

3 ......ال عمران: ١٣٥.

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ مبارک میں ایک نوجوان بہت متقی و پرہیز گار و عبادت گزار تھا، حتّٰی کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی اس کی عبادت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ نوجوان نمازِ عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک خوبرو عورت اسے اپنی طرف بلاتی اور چھیڑتی تھی، لیکن یہ نوجوان اس پر توجہ دیئے بغیر نگاہیں جھکائے گزر جایا کرتا تھا۔ آخر کار ایک دن وہ نوجوان شیطان کے ورغلانے اور اس عورت کی دعوت پر برائی کے ارادے سے اس کی جانب بڑھا، لیکن جب دروازے پر پہنچا تو اسے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمانِ عالیشان یاد آ گیا

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ[1]

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جب شیطان کی طرف سے پرہیز گاروں کو کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً حکمِ خدا یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس آیتِ پاک کے یاد آتے ہی اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب یہ بہت دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور لوگوں کی مدد سے اسے اٹھوا کر گھر لے آیا۔ ہوش آنے پر باپ نے تمام واقعہ دریافت کیا، نوجوان نے پورا واقعہ بیان کر کے جب اس آیتِ پاک کا ذکر کیا، تو ایک مرتبہ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید خوف غالب ہوا، اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ راتوں رات ہی اس کے غسل و کفن و دفن کا انتظام کر دیا گیا۔ صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اُس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ ''آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ (تاکہ ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے)۔ اس نے عرض کی ''امیر المومنین! اس کا انتقال رات میں ہوا تھا (اور آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے بتانا مناسب معلوم نہ ہوا)۔ آپ نے فرمایا کہ ''مجھے اس کی قبر پر لے چلو''۔ وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی

1 ......اعراف: ۲۰۱.

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

تو قبر میں سے اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ **یا امیرَ المومنین! بیشک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔**"[2]

وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے۔

﴿وَ اِخْوَانُهُمْ: اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطانوں کے بھائی یعنی مشرکوں کو شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ گمراہی پر پکے ہو جاتے ہیں، پھر وہ نہ تو گمراہی سے رکتے ہیں اور نہ گمراہی چھوڑتے ہیں۔[3]

متقی مسلمان اور کافر کا حال

اس سے متقی مسلمان اور کافر کا حال واضح ہوا کہ مسلمان کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کرتا ہے اور پہچان جاتا ہے کہ یہ شیطان کا وار ہے، پھر وہ اس سے رک جاتا ہے اور توبہ استغفار کرتا ہے جبکہ کافر اپنی گمراہی میں ہی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، نہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کرتا ہے اور نہ ہی اپنی گمراہی سے رجوع کرتا ہے۔[4]

---

1 ......الرحمن:٤٦.

2 ......ابن عساکر، ذکر من اسمه عمرو، عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد... الخ، ٤٥٠/٤٥، ذمّ الهوی، الباب الثانی والثلاثون فی فضل من ذکر ربّه فترك ذنبه، ص١٩٠-١٩١.

3 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٢٠٢، ١٧١/٢.

4 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٢٠٢، ١٧١/٢.

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَاؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْۚ هٰذَا بَصَآىٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(۲۰۳) وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(۲۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں تم نے دل سے کیوں نہ بنائی۔ تم فرماؤ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی ہوتی ہے یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنا ہے اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے لیے اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب تم ان کے پاس نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے خود ہی کیوں نہ بنالی؟ تم فرماؤ: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿ **وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ:** اور جب قرآن پڑھا جائے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی تھی کہ قرآنِ پاک کی آیات تو تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والے دلائل ہیں اور ایمان لانے والے لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور اس آیت میں بتایا ہے کہ اس کی عظمت وشان کا تقاضا یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنا جائے اور خاموش رہا جائے۔(1)

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز اُس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔(2)

1 ......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰۴، ۵/۴۳۹.

2 ......مدارك، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰۴، ص ۴۰۱.

امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کی ممانعت

یادرہے کہ اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں خطبہ کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے نماز وخطبہ دونوں میں بغور سننے اور خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ جمہور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے۔ (1)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے امام کے پیچھے قرآنِ پاک پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور کثیر احادیث میں بھی یہی حکم فرمایا گیا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ چنانچہ

(1)......حضرت بشیر بن جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھائی تو آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ قراءت کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ''کیا ابھی تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو۔ (2)

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کروائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (3)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''امام اسی لئے ہوتا ہے کہ اس کی اِقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو۔ (4)

(4)......حضرت جابر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جس نے ایک رکعت بھی بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ (5)

نوٹ: یہاں ایک اور مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ ختم شریف میں مل کر زور سے تلاوت کرتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے۔

1......خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۲/۱۷۲، مدارك، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ص۴۰۱، ملتقطاً.

2......تفسیر ابن جریر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۶/۱۶۱.

3......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشھد فی الصلاۃ، ص۲۱۴-۲۱۵، الحدیث: ۶۲-۶۳(۴۰۴).

4......ابن ماجه، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیھا، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، ۱/۴۶۱، الحدیث: ۸۴۶.

5...... ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی ترك القراءۃ خلف الامام... الخ، ۱/۳۳۸، الحدیث: ۳۱۳.

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور بلندی سے کچھ کم آواز میں، صبح وشام ،اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے۔﴾ اس آیت میں خطاب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور اس خطاب میں امتِ مصطفٰی بھی داخل ہے کہ یہ حکم تمام مُکَلَّفین کو عام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نماز میں قراءت کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں تلاوتِ قرآن، دعا اور تسبیح وتہلیل وغیرہ تمام اَذکار شامل ہیں۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں کیا جائے یا درمیانی آواز میں، حد سے زیادہ بلند آواز میں چیختے ہوئے نہ کیا جائے، نیز اللہ تعالیٰ کا ذکر عاجزی اور خوف کے ساتھ ہو۔ نیز ذِکْرُاللہ صبح وشام کیا جائے۔ بلند آواز سے اور آہستہ آواز سے ذکر کرنا دونوں کے بارے میں احادیث موجود ہیں، اگر ذکر کرنے والے کو ریاکاری کا اندیشہ ہو یا نمازیوں اور آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو آہستہ ذکر کیا جائے ورنہ بلند آواز سے کرنے میں حرج نہیں۔

﴿بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ: صبح اور شام۔﴾ ان دونوں اوقات میں ذکر کرنا افضل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت ذکر کرنے سے اس کے نامۂ اعمال میں سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا لکھا جائے گا اور شام کے وقت انسان سوتا ہے اور نیند ایک طرح کی موت ہے، لہٰذا اس وقت بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ ممکن ہے سوتے میں ہی انتقال ہو جائے، اگر ایسا ہوا تو قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہوا اٹھے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ

1 ......خازن، الاعراف، تحت الآية: ٢٠٥، ٢/١٧٣، مدارك، الاعراف، تحت الآية: ٢٠٥، ص٤٠٢، ملتقطاً.

طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک نفل نماز ممنوع ہے، اس لئے ان وقتوں میں ذکر کرنا مستحب ہے تا کہ بندے کے تمام اوقات قربت وطاعت میں مشغول رہیں۔[1]

نوٹ: ذکرِ جلی اور خفی سے متعلق مزید معلومات کیلئے کتاب ''جاء الحق'' کا مطالعہ کیجئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ۠ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ : بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب فرشتے اپنے بے انتہا شرف، پاک اور معصوم ہونے، شہوت اور غضب سے بری ہونے، کینہ اور حسد سے مُنَزَّہ ہونے کے باوجود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے ہیں تو انسان جو کہ جسمانی ظلمتوں، بشری کثافتوں اور شہوت وغضب کی آماجگاہ ہے، وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرے۔[2]

سجدۂ تلاوت کے چند احکام

یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سب سے پہلی آیت ہے، اس مناسبت سے ہم یہاں سجدۂ تلاوت کے چند احکام بیان کرتے ہیں

(1)......آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر

[1]......صاوی، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰۵، ۲/۷٤۰۔

[2]......تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیة: ۲۰٦، ٥/٤٤٥۔

نہ ہوتو خود سن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بِالقصد سنی ہو بلکہ بلاقصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

(2)......سجدہ واجب ہونے کے لیے ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ پہلے یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ [2]

(3)......اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور وغل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہوگیا اور اگر محض ہونٹ ہلے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔ [3]

(4)......فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگیا۔

سجدۂ تلاوت کی فضیلت

سجدۂ تلاوت کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب آدمی آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو کر کہتا ہے: ہائے میری بربادی! ابنِ آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا میرے لیے دوزخ ہے۔'' [2]

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہوکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا کھڑا ہوجائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہوکر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ [4]

یاد رہے کہ سجدۂ تلاوت کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے اور نہ اس میں تشہد ہے نہ سلام۔ [5]

نوٹ: سجدۂ تلاوت کے مزید مسائل جاننے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 4 سے ''سجدۂ تلاوت کا بیان'' کا مطالعہ کیجئے۔

1......ھدایہ، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۱/۷۸، در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۶۹۵-۶۹۶.

2......رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۶۹۴، تحت قول الدر: ای اکثرھا... الخ.

3......عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ۱/۱۳۲،۱۳۳.

2......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ص۵۶، الحدیث: ۱۳۳ (۸۱).

4......عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ۱/۱۳۵، در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۶۹۹-۷۰۰.

5......تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۷۰۰.

سُوْرَةُ الْأَنْفَال

سورۂ اَنفال کا تعارف

مقامِ نزول

صحیح قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت ان سات آیتوں کے علاوہ مدنی ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور وہ آیت نمبر **30** ’’وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ‘‘ سے شروع ہوتی ہیں۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **10** رکوع، **75** آیتیں، **1075** کلمے اور **5080** حروف ہیں۔[2]

’’اَنفال‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

اَنفال نَفَل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے غنیمت کا مال، اس سورت کی پہلی آیت میں اَنفال یعنی مالِ غنیمت کے احکام کے بارے میں مسلمانوں کے سوال اور انہیں دیئے جانے والے جواب کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ اَنفال‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ اَنفال کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مالِ غنیمت کے احکام، غزوۂ بدر کا تفصیلی واقعہ اور اس کی حکمتیں بیان کی گئیں اور مسلمانوں کو جنگ کے اصول سکھائے گئے ہیں۔اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا اور خوفِ خدا کی فضیلت بیان کی گئی۔

(2)......مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف کفار کی سازش اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی سازش سے محفوظ رکھنے کا بیان ہے۔

(3)...... ہر چیز میں ضروری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الانفال، ۲/۱۷٤.

2 ......خازن، تفسیر سورة الانفال، ۲/۱۷٤.

(4)......مسلمانوں کو کفار کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے پورے کرنے اور معاہدہ توڑنے پر ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(5)......کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے مقاصد بیان کئے گئے۔

(6)......کفار کے دلوں میں دھاک بٹھانے کے لئے مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان کی بھرپور تیاری کا حکم دیا گیا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں قیدیوں کے بارے میں احکام اور مہاجرین و انصار کے مجاہدوں کے فضائل بیان کئے گئے۔

سورۂ اعراف کے ساتھ مناسبت

سورۂ اَنفال کی اپنے سے ماقبل سورت ''اعراف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اعراف میں مشہور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اپنی قوموں کے ساتھ حالات بیان کئے گئے تھے اور سورۂ اَنفال میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنی قوم کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ-قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِۚ-فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ۪-وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللّٰہ و رسول ہیں تو اللّٰہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللّٰہ و رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔تم فرماؤ،غنیمت کے مالوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم مومن ہو۔

﴿ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ : اے حبیب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔﴾ اَنفال، نَفَل کی جمع ہے اور اس سے مراد مالِ غنیمت ہے۔[1] اور نَفَل کو غنیمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔[2] **شانِ نزول:** اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

(1)......حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے آیتِ انفال کے نزول کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ’’یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سپرد کر دیا اور آپ نے وہ مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔[3]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوۂ بدر کے دن ارشاد فرمایا: ’’جو تم میں سے یہ کام کر دکھائے اسے مالِ غنیمت میں سے یہ انعام ملے گا۔ چنانچہ نوجوان آگے بڑھ گئے اور عمر رسیدہ حضرات جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور وہاں سے نہ ہٹے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے فرمایا: ’’ہم تمہارے پشت پناہ تھے، اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم ہماری طرف آتے لہٰذا یہ نہیں کہ غنیمت تم لے جاؤ اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں۔ جوانوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمارا یہ حق مقرر فرمایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[4]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ۚ

---

1 ......جمل، الانفال، تحت الآية: ١، ٣/١٦٤.

2 ......بيضاوى، الانفال، تحت الآية: ١، ٣/٨٧.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث عبادة بن الصامت رضى الله عنه، ٨/٤١٠، الحديث: ٢٢٨١١.

4 ......ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب فى النفل، ٣/١٠٢، الحديث: ٢٧٣٧.

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ: ایمان والے وہی ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط کے ساتھ اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا کیونکہ کامل ایمان، کامل اطاعت کو مستلزم ہے۔ جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان والوں کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ [1]

کامل ایمان والوں کے تین اوصاف

اس آیت میں اپنے ایمان میں سچے اور کامل لوگوں کا پہلا وصف یہ بیان ہوا کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا خوف دو طرح کا ہوتا ہے: **(1)** عذاب کے خوف سے گناہوں کو ترک کر دینا۔ **(2)** اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال، اس کی عظمت اور اس کی بے نیازی سے ڈرنا۔ **پہلی قسم** کا خوف عام مسلمانوں میں سے پرہیزگاروں کو ہوتا ہے اور **دوسری قسم** کا خوف اَنبیاء و مُرسَلین، اولیائے کاملین اور مُقَرَّب فرشتوں کو ہوتا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ قرب ہوتا ہے اسے اتنا ہی زیادہ خوف ہوتا ہے۔ [2]

جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا ہوں۔ [3]

خوفِ خدا سے متعلق آثار

حضرت حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ **حضرت ابو بکر صدیق** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ درخت

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲، ۲/۱۷۵-۱۷۶.

2 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۲، ۵/۴۵۰ ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انا اعلمکم باللہ، ۱/۱۸، الحدیث: ۲۰.

پر پرندے کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے پرندے! تیرے لئے کتنی بھلائی ہے کہ تو پھل کھاتا اور درخت پر بیٹھتا ہے کاش! میں بھی ایک پھل ہوتا جسے پرندے کھالیتے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر فرمایا: کاش! میں ایک تنکا ہوتا۔ کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش! میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔ (2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس مومن بندے کی آنکھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو نکلے، خواہ وہ مچھر کے سر جتنا ہو، پھر وہ آنسو رخسار کے سامنے کے حصے کو مس کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے (3)۔ (4)

دوسرا وصف یہ بیان ہوا کہ **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات سن کر اُن کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔** یہاں ایمان میں زیادتی سے ایمان کی مقدار میں زیادتی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ایمان کی کیفیت میں زیادتی ہے۔

تیسرا وصف یہ بیان ہوا کہ **وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔** یعنی وہ اپنے تمام کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ کسی سے امید رکھتے ہیں اور نہ کسی سے ڈرتے ہیں۔ (5)

توکل کی حقیقت اور توکل کی فضیلت

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''توکل کا یہ معنی نہیں کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی کوششوں کو مُہمَل چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اَسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت، اس کی تائید اور اس کی حمایت پر بھروسہ کرے۔ (6) اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ!

1 ...... كتاب الزهد لابن مبارك، باب تعظيم ذكر الله عزّوجل، ص٨١، رقم: ٢٤٠.

2 ...... كتاب الزهد لابن مبارك، باب تعظيم ذكر الله عزّوجل، ص٧٩، رقم: ٢٣٤.

3 ...... ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ٤/٤٦٧، الحديث: ٤١٩٧.

4 ...... دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کی ترغیب پانے اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''خوفِ خدا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ مفید ہے۔

5 ...... خازن، الانفال، تحت الآية: ٢، ٢/١٧٦.

6 ...... تفسير كبير، ال عمران، تحت الآية: ١٥٩، ٣/٤١٠.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اپنے اونٹ کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا ’’تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔ [1]

اور توکل کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنتر نہیں کرتے، فال کے لیے چڑیاں نہیں اڑاتے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ [2]

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴾اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں۔﴿ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے کامل ایمان والوں کے جو تین اوصاف بیان کئے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے وقت ڈر جانا، تلاوتِ قرآن کے وقت ایمان زیادہ ہونا اور اللہ تعالٰی پر توکل کرنا، ان تینوں کا تعلق قلبی اعمال سے تھا جبکہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اُن کے دو اوصاف ایسے بیان فرمائے ہیں کہ جن کا تعلق ظاہری اعضاء کے اعمال سے ہے، پہلا وصف یہ ارشاد فرمایا کہ ’’وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں‘‘ نماز قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ فرض نمازوں کو ان کی تمام شرائط وارکان کے ساتھ اُن کے اوقات میں ادا کرنا۔ دوسرا وصف یہ ارشاد فرمایا کہ ’’اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں‘‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مال اس جگہ خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنے کا اللہ تعالٰی نے حکم ارشاد فرمایا، اس میں زکوٰۃ، حج، جہاد میں خرچ کرنا اور نیک کاموں میں خرچ کرنا سب داخل ہے [3]۔ [4]

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة یوم القیامة، ٦٠-باب، ٢٣٢/٤، الحدیث: ٢٥٢٥.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبه، ٢٤٠/٤، رقم ٦٤٧٢.

3 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٣، ١٧٧/٢.

4 ......اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل اور احکام وغیرہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’ضیائے صدقات‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌۚ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا : یہی سچے مسلمان ہیں۔﴾ انہیں سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ جہاں ان کے دل خَشیتِ الٰہی، اخلاص اور توکل جیسی صفاتِ عالیہ سے مُتَّصِف ہیں وہیں ان کے ظاہری اعضاء بھی رکوع وسجود اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں مصروف ہیں۔[1]

﴿ لَهُمْ دَرَجٰتٌ : ان کے لیے درجے ہیں۔﴾ اس آیت میں ماقبل مذکور پانچ اوصاف کے حامل مؤمنین کے لئے تین جزائیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......ان کیلئے ان کے رب کے پاس درجات ہیں۔ یعنی جنت میں ان کے لئے مَراتب ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں کیونکہ مذکورہ بالا اوصاف کو اپنانے میں مؤمنین کے اَحوال میں تَفاوُت ہے اسی لئے جنت میں ان کے مراتب بھی جداگانہ ہیں۔

(2)......ان کے لئے مغفرت ہے۔ یعنی ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(3)......اور عزت والا رزق ہے۔ یعنی وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں تیار فرمایا ہے۔ اسے عزت والا اس لئے فرمایا گیا کہ انہیں یہ رزق ہمیشہ تعظیم واکرام کے ساتھ اور محنت ومشقت کے بغیر عطا کیا جائے گا۔[2]

كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ۪ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

1......بیضاوی، الانفال، تحت الآیۃ: ۴، ۳/۸۸-۸۹۔

2......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۴، ۲/۱۷۸۔

لَكٰرِهُوْنَ ۟ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۟ؕ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۟ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۟ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: جس طرح اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکی گویا وہ آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا پڑے برا مانیں مجرم۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جیسے تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا حالانکہ یقیناً مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ یہ حق بات کے بارے میں اس کے روشن ہوجانے کے بعد تم سے جھگڑتے تھے گویا انہیں آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکا جارہا ہے۔ اور یاد کرو جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ سچ کو سچا کر دکھائے اور جھوٹ کو جھوٹا کر دکھائے اگرچہ مجرم ناپسند کریں۔

﴿ كَمَا: جس طرح۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مالِ غنیمت کا مسلمانوں کے

اختیار سے نکال کر آپ کے اختیار میں دے دینا ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا غزوۂ بدر کے لئے اپنے گھر سے نکلنا برحق تھا اگرچہ دونوں چیزیں طبعی طور پر بعض مسلمانوں کی طبیعت پر گراں گزر رہی ہیں۔

﴿وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ: حالانکہ یقیناً مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔﴾ اس گروہ کے ناخوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اُن کی تعداد کم ہے، ہتھیار تھوڑے ہیں جبکہ دشمن کی تعداد بھی زیادہ ہے اور وہ اسلحہ وغیرہ کا بڑا سامان رکھتا ہے۔ ان آیات میں مذکور واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکِ شام سے ابوسفیان کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ آنے کی خبر پا کر سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحابۂ کرام کے ساتھ اُن سے مقابلے کیلئے روانہ ہوئے تو مکہ مکرمہ سے ابوجہل قریش کا ایک لشکرِ گراں لے کر اس تجارتی قافلے کی امداد کے لئے روانہ ہوا۔ ابوسفیان تو رستے سے کترا کر اپنے قافلے کے ہمراہ ساحلِ سمندر کے راستے پر چل پڑے اور ابوجہل سے اس کے رفیقوں نے کہا کہ قافلہ تو بچ گیا اس لئے اب مکہ مکرمہ واپس چل۔ ابوجہل نے انکار کر دیا اور وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کرنے کے ارادے سے بدر کی طرف چل پڑا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے دونوں گروہوں یعنی تجارتی قافلے یا قریش کے لشکر میں سے ایک پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اس بات میں موافقت کی لیکن بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم اِس تیاری سے نہیں چلے تھے اور نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہی ہمارے پاس کافی اسلحے کا سامان ہے۔ یہ عذر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گراں گزرا اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا جبکہ ابوجہل سامنے آ رہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قافلے ہی کا تعاقب کیجئے اور دشمن کے لشکر کو چھوڑ دیجئے۔ یہ بات خاطرِ اقدس پہ ناگوار ہوئی تو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاص و فرمانبرداری اور رضا جوئی و جاں نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت و استحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح مرضیٔ مبارک کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے بھی عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو حکم فرمایا اس کے مطابق تشریف لے چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے، ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے آپ کی پیروی کے عہد کئے

ہیں۔ ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع میں سمندر کے اندر کود جانے سے بھی کوئی عذر نہیں ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: چلو، اللہ تعالیٰ کی برکت پر بھروسا کرو، اُس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مجھے دشمنوں کے گرنے کی جگہ نظر آ رہی ہے۔ اس کے بعد حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کے مرنے اور گرنے کی جگہ ہر ایک کے نام کے ساتھ بتادی اور ایک ایک کی جگہ پر نشانات لگا دیئے اور یہ معجزہ دیکھا گیا کہ اُن میں سے جو مر کر گرا اُسی نشان پر گرا اور اس سے خطا نہ کی۔ [1]

نوٹ: غزوۂ بدر سے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ آلِ عمران کی آیت 123 تا 127 کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ﴿۹﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾

ع ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے۔ اور یہ تو اللہ نے کیا مگر تمہاری خوشی کو اور اس لیے کہ تمہارے دل چین پائیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگا تار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ اور اللہ نے اس کو خوشخبری کیلئے ہی بنایا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ : یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے۔ ﴾ **شانِ نزول:** حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "غزوۂ بدر کے دن رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکین کو ملاحظہ فرمایا تو وہ ایک ہزار

[1] ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۵-۷، ۲/۱۷۸-۱۸۰.

تھے اور آپ کے ساتھ تین سو اُنیس مرد تھے۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے بابرکت ہاتھ پھیلا کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا کرنے لگے ''یارب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ یارب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ عنایت فرما۔ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کردے گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی طرح دعا کرتے رہے یہاں تک کہ مبارک کندھوں سے چادر شریف اُتر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے اور چادر مبارک شانۂ اقدس پر ڈال کر عرض کی: یا نَبِیَّ اللّٰہ! اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ آپ کی مناجات کافی ہوگئی وہ بہت جلد اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اس پر یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی۔ [1]

﴿ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ : میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ ﴾ چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ مسلمان اس دن کافروں کا تعاقب کرتے تھے اور کافر مسلمانوں کے آگے آگے بھاگتا جاتا تھا کہ اچانک اُوپر سے کوڑے کی آواز آتی اور سوار کا یہ کلمہ سنا جاتا تھا ''اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ'' یعنی آگے بڑھ اے حیزوم (حیزوم حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے گھوڑے کا نام ہے) اور نظر آتا تھا کہ کافر گر کر مر گیا اور اس کی ناک تلوار سے اڑا دی گئی اور چہرہ زخمی ہوگیا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنے یہ معائنے بیان کئے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ تیسرے آسمان کی مدد ہے۔ [2]

نوٹ: غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول سے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ آلِ عمران آیت **124** کے تحت تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

1 ......مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر... الخ، ص۹۶۹، الحديث: ۵۸ (۱۷۶۳).
2 ......مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر... الخ، ص۹۶۹، الحديث: ۵۸ (۱۷۶۳).

وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کردے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرماوے اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب اس نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے وہ تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی ناپاکی کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

﴿ **اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ : یاد کرو جب اس نے تم پر اونگھ ڈال دی۔** ﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غنودگی اگر جنگ میں ہو تو امن ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور نماز میں ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ جنگ میں غنودگی کا امن ہونا اس سے ظاہر ہے کہ جسے جان کا اندیشہ ہوا سے نیند اور اونگھ نہیں آتی، وہ خطرے اور اِضطراب میں رہتا ہے۔ شدید خوف کے وقت غنودگی آنا حصولِ امن اور زوالِ خوف کی دلیل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ’’جب مسلمانوں کو دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت سے جانوں کا خوف ہوا اور بہت زیادہ پیاس لگی تو ان پر غنودگی ڈال دی گئی جس سے انہیں راحت حاصل ہوئی، تھکان اور پیاس دور ہوئی اور وہ دشمن سے جنگ کرنے پر قادر ہوئے۔ یہ اونگھ اُن کے حق میں نعمت تھی۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ’’یہ اونگھ معجزہ کے حکم میں ہے کیونکہ یکبارگی سب کو اونگھ آئی اور کثیر جماعت کا شدید خوف کی حالت میں اِس طرح یکبارگی اونگھ جانا خلافِ عادت ہے۔ (1)

﴿ **وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً : اور تم پر آسمان سے پانی اتارا۔** ﴾ غزوۂ بدر کے دن مسلمان ریگستان میں اُترے تو اُن کے اور اُن کے جانوروں کے پاؤں ریت میں دھنسے جاتے تھے جبکہ مشرکین اُن سے پہلے پانی کی جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے بعض کو وضو کی اور بعض کو غسل کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ پیاس کی شدت بھی تھی۔ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم حق پر ہو، تم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں اور

1 ……خازن، الانفال، تحت الآیة: ۱۱، ۲/۱۸۲.

تم اللہ والے ہو جبکہ حال یہ ہے کہ مشرکین غالب ہو کر پانی پر پہنچ گئے اور تم وضو اور غسل کئے بغیر نمازیں پڑھ رہے ہو تو تمہیں دشمن پر فتح یاب ہونے کی کس طرح امید ہے؟ شیطان کا یہ وسوسہ یوں زائل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی جس سے وادی سیراب ہوگئی اور مسلمانوں نے اس سے پانی پیا، غسل اور وضو کئے، اپنی سواریوں کو پانی پلایا اور اپنے برتنوں کو پانی سے بھر لیا، بارش کی وجہ سے غبار بھی بیٹھ گیا اور زمین اس قابل ہوگئی کہ اس پر قدم جمنے لگے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دل خوش ہوگئے اور بارش کی نعمت کامیابی اور فتح حاصل ہونے کی دلیل ہوئی۔ (1)

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍؕ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو اے حبیب! جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔

﴿اَنِّیْ مَعَكُمْ : میں تمہارے ساتھ ہوں۔﴾ آیت کے اس حصے کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جب فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں تم ان کی مدد کرو اور انہیں ثابت قدم رکھو۔ فرشتوں کے ثابت قدم رکھنے

1 ……تفسیر بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۱، ۲/۱۹۷۔

کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں نے سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو یہ خبر دے دی (جس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہوگئے اور وہ اس جنگ میں ثابت قدم رہے۔) دوسری تفسیر زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کلام سے مقصود خوف زائل کرنا ہے کیونکہ فرشتے کفار سے نہیں ڈرتے محض مسلمان خوفزدہ تھے۔[1]

﴿فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ: تو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خطاب فرشتوں سے ہے۔[2]

جنگِ بدر میں فرشتوں نے لڑائی میں باقاعدہ حصہ لیا تھا

مفسرین کی ایک تعداد کے مطابق جنگِ بدر میں فرشتوں نے باقاعدہ لڑائی میں حصہ لیا تھا، یہاں ہم دو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بیانات تحریر کرتے ہیں جن سے مفسرین کے اس مَوقف کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ

حضرت ابوداؤد مازنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ "میں مشرک کی گردن مارنے کے لئے اس کے درپے ہوا لیکن اس کا سر میری تلوار پہنچنے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ اسے کسی اور نے قتل کیا ہے۔[3]

حضرت سہل بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "غزوۂ بدر کے دن ہم میں سے کوئی تلوار سے مشرک کی طرف اشارہ کرتا تھا تو اس کی تلوار پہنچنے سے پہلے ہی مشرک کا سر جسم سے جدا ہو کر گر جاتا تھا۔[4]

نوٹ: یاد رہے کہ غزوۂ بدر کا واقعہ **2ھ 17** رمضانُ المبارک، بروز جمعہ صبح کے وقت پیش آیا تھا۔[5]

> **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾**

---

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۴۶۳.

2 ......بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲/۱۹۷.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی داود المازنی رضی اللہ عنہ، ۹/۲۰۲، الحدیث: ۲۳۸۳۹.

4 ......معرفۃ الصحابہ، سہل بن حنیف بن واہب بن العکیم، ۲/۴۴۱، رقم: ۳۲۹۹.

5 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲/۱۸۴.

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ انہوں نے اللّٰہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بیشک اللّٰہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ عذاب اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللّٰہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بیشک اللّٰہ سخت سزا دینے والا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ : یہ عذاب۔﴾ یعنی غزوۂ بدر کے دن کفار کے دلوں میں رعب ڈالے جانے، قتل اور قیدی ہونے کے عذاب کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مخالفت کی اور غزوۂ بدر کے دن جو عذاب ان پہ نازل ہوا یہ اُس عذاب کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے جو قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ (1)

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو چکھو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ کافروں کو آگ کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ (سزا ہے) تو اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

﴿ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ : یہ تو چکھو۔﴾ یعنی اے کفار! غزوۂ بدر میں تمہارا قتل اور قید ہونا تو دنیا کی سزا ہے، تم اس کا مزہ چکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آخرت میں کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ (2)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿ۚ۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب کافروں کے لام سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ۱۳، ۵/۴٦٤.

2 ...... جلالین، الانفال، تحت الآیة: ۱٤، ص۱٤۸-۱٤۹، خازن، الانفال، تحت الآیة: ۱٤، ۲/۱۸٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میدانِ جنگ میں مسلمان کافروں کو پیٹھ نہ دکھائیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل ہوں اِس سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا ناجائز وحرام نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک ایک سو مسلمانوں کا دو سو کفار کے مقابلے سے بھاگنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور اگر کافروں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہو تو ان کے مقابلے سے بھاگنا اگرچہ جائز ہے لیکن صبر واِستقامت سے ان کے مقابلے میں ڈٹے رہنا بہتر اور افضل ہے۔ (1)

وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اس دن لڑائی میں ہنرمندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗ: اور جو اس دن انہیں پیٹھ دکھائے گا۔﴾ یعنی مسلمانوں میں سے جو جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگا وہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے البتہ دو صورتیں ایسی ہیں جن میں وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہیں ہے۔

(1)......کسی جنگی حکمتِ عملی کی وجہ سے پیچھے ہٹنا مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہو یا خطرناک جگہ سے ہٹ کر محفوظ جگہ سے حملہ کرنے کا قصد ہو تو اس صورت میں وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہیں ہے۔

---

1 ......تفسیر قرطبی، الانفال، تحت الآیة: ۱۶، ۴/۲۷۲، الجزء السابع.

(2)......اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹنا مثلاً مسلمان فوجیوں کا کوئی فرد یا گروہ مرکزی جماعت سے بچھڑ گیا اور وہ اپنے بچاؤ کیلئے پَسپا ہو کر مرکزی جماعت سے ملا تو یہ بھی بھاگنے والوں میں شمار نہ ہوگا۔

جنگ ِاحد اور جنگ ِحنین میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا حکم

جنگِ احد اور جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عام معافی کا اعلان فرما دیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے۔

یونہی جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ابتداءً پسپائی اختیار کی ان کے مومن رہنے کی گواہی خود قرآن میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم جمائے اور ان پر اپنا سکینہ اتارا، ارشاد باری تعالیٰ ہے

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے (فرشتوں کے) ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔

جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کرے اور ان پر زبانِ طعن دراز کرے وہ بڑا بدبخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ خود فرما چکا ہے۔

---

(1)......آل عمران: ۱۵۵.

(2)......التوبہ: ۲۶.

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۪ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰىۚ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًاؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(۱۷) ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ یہ تو لو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ کافروں کا داؤں سست کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھا انعام عطا فرمائے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ حق ہے اور یہ کہ اللہ کافروں کے مکروفریب کو کمزور کرنے والا ہے۔

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ: تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔﴾ شانِ نزول: جب مسلمان جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا تھا کہ میں نے فلاں کو قتل کیا، دوسرا کہتا تھا میں نے فلاں کو قتل کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس قتل کو تم اپنے زورِ بازو اور طاقت وقوت کی طرف منسوب نہ کرو کہ یہ درحقیقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امداد اور اس کی تقوِیَت اور تائید ہے۔ (1)

ہر اچھے کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہئے اور جب انسان کوئی اچھا اور نیک کام کرے تو اس پر فخر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نیک کام بندہ خود نہیں کرتا بلکہ جو بھی نیک کام کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو تو ہی کرتا ہے۔

﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى: اور اے محبوب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ

1 ……تفسیر بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۷، ۲/۱۹۹.

نے پھینکی تھی۔ ﴿شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوئیں تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مٹھی خاک کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْه'' یعنی ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم بڑھ کر انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ کفارِ قریش کی شکست کا اصل سبب خاک کی وہ مٹھی تھی جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھینکی تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو وہ آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔[1]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس واقعے کی منظر کشی کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ　　جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منھ پھر گیا

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کافرو اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر سزا دیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں کچھ کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی بہت ہو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا اگرچہ بہت زیادہ ہو اور مزید یہ

ع ۲ / ۱۶

[1]......تفسیر طبری، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۷، ۶/۲۰۳، قرطبی، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/۲۷۶، الجزء السابع.

کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا: اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو۔﴾ شانِ نزول: اس آیت میں خطاب ان مشرکین سے ہے جنہوں نے بدر میں سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کی اور ان میں سے ابو جہل نے اپنے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یہ دعا کی کہ ''یارب! ہم میں جو تیرے نزدیک اچھا ہو اس کی مدد کر اور جو برا ہو اسے مصیبت میں مبتلا کر۔ [1]

اور ایک روایت میں ہے کہ مشرکین نے مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف چلتے وقت کعبہ معظّمہ کے پردوں سے لپٹ کر یہ دعا کی تھی کہ ''یارب! اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) حق پر ہوں تو ان کی مدد فرما اور اگر ہم حق پر ہوں تو ہماری مدد کر اس پر یہ آیت نازل ہوئی [2] کہ جو فیصلہ تم نے چاہا تھا وہ کر دیا گیا اور جو گروہ حق پر تھا اس کو فتح دی گئی، یہ تمہارا اپنا مانگا ہوا فیصلہ ہے۔ اب آسمانی فیصلہ سے بھی اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی، ابو جہل بھی اس جنگ میں ذلت و رسوائی کے ساتھ مارا گیا اور اس کا سر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

﴿وَ اِنْ تَنْتَهُوْا: اور اگر تم باز آجاؤ۔﴾ آیت کے اس حصے میں بھی کفار سے خطاب ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی رکھنے، انہیں جھٹلانے اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آ گئے تو یہ دین اور دنیا دونوں میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ دین میں اس طرح کہ تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور ثواب سے مالا مال کئے جاؤ گے، جبکہ دنیا میں اس طرح کہ تم قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے اور غنیمت کے طور پر اَموال لے لئے جانے سے بچ جاؤ گے اور اگر تم نے مسلمانوں سے دوبارہ جنگ کی تو ہم پھر مسلمانوں کو تم پر مُسَلَّط کر دیں گے جیسا کہ تم غزوۂ بدر میں مشاہدہ کر چکے ہو اور یہ جان چکے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تائید اور نصرت تمہاری بجائے مسلمانوں کے ساتھ ہے اور تم کتنی بھاری جمعیت لے کر کیوں نہ آؤ وہ تمہیں شکست سے نہ بچا سکے گی جیسے بدر کے میدان میں تمہارا بڑا جتھا تمہارے کسی کام نہ آیا۔ [3]

غیب کی خبر

اس آیت میں غیب کی خبر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے بھاری لشکر بھی مغلوب ہو جائیں گے، اللہ

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ۱۹، ۲/۱۸۶.

2 ......مدارك، الانفال، تحت الآية: ۱۹، ص۴۰۸.

3 ......تفسير كبير، الانفال، تحت الآية: ۱۹، ۵/۴۶۸.

تعالیٰ نے یہ خبر پوری فرما دی، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے عہدِ خلافت اور بعد میں بھی تھوڑے مسلمان بہت سے کافروں پر غالب آئے۔ مسلمانوں کی جنگی تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ

(1)......غزوۂ موتہ میں صرف تین ہزار جانثارانِ مصطفیٰ کے مقابلے میں روم کے بادشاہ قیصر کی فوج کی تعداد دو لاکھ تھی، لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شیروں نے اس جنگ میں پرچمِ اسلام سرنگوں نہ ہونے دیا۔

(2)...... جنگِ یرموک میں حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تقریباً 40000 کی قلیل فوج کے ساتھ دشمن کے دس لاکھ ساٹھ ہزار فوجیوں سے ٹکرائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نصرت وحمایت سے کامیاب وکامران ہوئے۔

(3)......اسی جنگ میں حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صرف 60 کفن بَر دوش مجاہدین کے ساتھ دشمن کے 60000 جنگجو اور سرتاپا لوہے سے لیس فوجیوں کے ساتھ صبح سے لے کر شام تک مقابلہ کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے ان پر غالب آ گئے۔

(4)......حضرت طارق بن زیاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صرف 1700 جانباز مجاہدین کے ساتھ اندلس کے بادشاہ لڈریک کے ستر ہزار شہسواروں سے جنگ کی اور نصرتِ الٰہی کے صدقے انہیں کچل کر رکھ دیا۔

یہ غازی یہ تیرے پُراَسرار بندے	جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا	سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت سے مقصود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کا حکم دینا اور ان کی نافرمانی سے منع کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر اس بات پر مُتَنَبِّہ کرنے کے لئے ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ ایک مقام پر صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔[2]

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے، کیونکہ جو سن کر فائدہ نہ اُٹھائے اور نصیحت حاصل نہ کرے اُس کا سننا سننا ہی نہیں ہے۔ یہ منافقین اور مشرکین کا حال ہے مسلمانوں کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ: بیشک سب جانوروں میں بدتر۔﴾ یعنی مخلوقِ خدا میں سے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ ہیں جو نہ حق سنتے ہیں، نہ حق بات بولتے ہیں اور نہ حق کو سمجھتے ہیں۔ کان اور زبان و عقل سے فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ یہ دیدہ ودانستہ بہرے گونگے بنتے اور عقل سے دشمنی کرتے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''یہ آیت بنی عبدالدار بن قُصَیّ کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ

1 ......النساء: ۸۰.

2 ......ابو سعود، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/۳۵۳.

جو کچھ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لائے ہم اُس سے بہرے گونگے اندھے ہیں، یہ سب لوگ جنگِ اُحد میں قتل ہوگئے اوران میں سے صرف دو شخص حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت سویبط بن حرملہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایمان لائے۔[1]

وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْؕ-وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر وہ انہیں سنا دیتا تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔

﴿وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا: اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اہلِ مکہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ فرمائش کرتے کہ آپ ہمارے سامنے قُصَی کو زندہ کردیں کیونکہ وہ بابرکت بزرگ ہے، اگر اس نے آپ کی نبوت کی گواہی دے دی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر ان کی خواہش کے مطابق ہم قُصَی کو زندہ کردیتے اور وہ اس کا کلام سن لیتے تو بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پلٹ جاتے۔[2] یہاں خیر سے مراد صدق و رغبت ہے یعنی اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کے دلوں میں قبولِ حق کا سچا جذبہ اور رغبت جانتا یعنی پاتا تو انہیں سنا دیتا یعنی ان کے مطلوبہ معجزات انہیں دکھا دیتا اور حق سنا دیتا لیکن چونکہ ان کے دلوں میں وہ صدق و رغبت موجود ہی نہیں لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ان کے مطلوبہ معجزات نہ دکھائے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں دکھا بھی دیتا تو یہ منہ پھیر لیتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(۲۴)

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۲، ۲/۱۸۸.

2 ......تفسیر بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۲/۲۰۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ: اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔﴾ اس آیت میں واحد کا صیغہ ’’دَعَا‘‘ اس لئے ذکر کیا گیا کہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا بلانا ہے۔ (1)

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی بلائیں تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ضروری ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت ابو سعید بن معلّٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بلایا، لیکن میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائیں۔ (2)

ایسا ہی واقعہ ایک اور حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف تشریف لائے اور انہیں آواز دی ’’اے اُبی! حضرت اُبی

(1) ……خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲/۱۸۸۔

(2) ……بخاری، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ۳/۱۶۳، الحدیث: ۴۴۷۴۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف دیکھا لیکن کوئی جواب نہ دیا، پھر مختصر نماز پڑھ کر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ'' رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''وَعَلَیْکَ السَّلَامُ'' اے اُبی! جب میں نے تمہیں پکارا تو جواب دینے میں کونسی چیز رکاوٹ بنی۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے قرآنِ پاک میں یہ نہیں پایا کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

عرض کی: ہاں یا رسولَ اللہ! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔[1]

﴿لِمَا یُحْیِیْكُمْ: اس چیز کے لئے جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔﴾ زندگی دینے والی چیز کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایمان مراد ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے ایمان سے اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دِلوں کی زندگی ہے اور اس میں نجات ہے اور دونوں جہان کی حفاظت ہے۔ حضرت محمد بن اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالٰی ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ چیز شہادت ہے، کیونکہ شہداء اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔[2]

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

1 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل فاتحۃ الکتاب، ٤/٤٠٠، الحدیث: ٢٨٨٤.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ٢٤، ٢/١٨٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً: اور اس فتنے سے ڈرتے رہو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ بنو آدم اور ان کے دلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے اور اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو فتنوں، آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ نیک و بد سب لوگوں پر یہ عذاب نازل ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنی طاقت وقدرت کے مطابق برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہوگا اور خطا کار اور غیر خطا کار سب کو پہنچے گا۔[1]

قدرت کے باوجود برائی سے منع کرنا چھوڑ دینا عذابِ الٰہی آنے کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو قوم قدرت کے باوجود برائیوں سے منع کرنا چھوڑ دیتی ہے اور لوگوں کو گناہوں سے نہیں روکتی تو وہ اپنے اس ترکِ فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔ کثیر احادیث میں بھی یہ چیز بیان کی گئی ہے، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عذابِ عام نہیں کرتا جب تک کہ عام طور پر لوگ ایسا نہ کریں کہ ممنوعات کو اپنے درمیان ہوتا دیکھتے رہیں اور اس کے روکنے اور منع کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اس سے نہ روکیں، نہ منع کریں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب میں عام وخاص سب کو مبتلا کر دیتا ہے۔[2]

(2)......حضرت جریر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''کسی قوم میں جو شخص گناہوں میں سرگرم ہو اور وہ لوگ قدرت کے باوجود اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔[3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ۲۵، ۴۷۳/۵، خازن، الانفال، تحت الآیة: ۲۵، ۱۸۹/۲، ملتقطاً.

2 ...... شرح السنه، کتاب الرقاق، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ۳۵۸/۷، الحدیث: ۴۰۵۰.

3 ......ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ۱۶۴/۴، الحدیث: ۴۳۳۹.

(3)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم! تم ضرور نیکی کی دعوت دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اسے ضرور حق پر عمل کے لئے مجبور کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت کی گئی۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کو نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔ [2]

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ملک میں دبے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا اور ستھری چیزیں تمہیں روزی دیں کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے، دبے ہوئے تھے، تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کرنہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَ اذْكُرُوْۤا: اور یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا اور فتنے سے ڈرایا، اب اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتیں یاد دلائیں چنانچہ ارشاد فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ! یاد کرو، جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے تم تعداد میں کم تھے اور ابتدائے اسلام میں مکہ کی سرزمین پر تمہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم دوسرے شہروں میں سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار لوٹ

---

1 ......ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ٤/١٦٣، الحدیث: ٤٣٣٦-٤٣٣٧۔

2 ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

نہ لیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کر کے ٹھکانہ دیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے اور اپنی مدد سے تمہیں قوت عطا کی کہ بدر کی جنگ میں کفار پر تمہاری ہیبت ڈال دی جس کے نتیجے میں تم اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر غالب آ گئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا کہ تمہارے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا جبکہ پہلی امتوں پر وہ حرام تھا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرو۔[1]

نعمت کی ناشکری نعمت چھن جانے کا سبب ہے

ہر دور میں اسی طرح اللہ تعالیٰ اجتماعی اور اِنفرادی طور پر مسلمانوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے، مصائب و آلام سے نجات دے کر راحت و آرام عطا کرتا ہے۔ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے، یادِ خدا سے غفلت کو اپنا شعار بنا لیتے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اپنے برے اعمال کی کثرت کی وجہ سے خود کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نااہل ثابت کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی دی ہوئی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔ عالمی سطح پر عظیم سلطنت رکھنے کے بعد مسلمانوں کا زوال، عزت کے بعد ذلت، فتوحات کے بعد موجودہ شکست وغیرہ اس چیز کی واضح مثالیں موجود ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

﴿ لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ: اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔﴾ فرائض چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ سے خیانت کرنا ہے اور سنت کو ترک کرنا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خیانت کرنا ہے۔[2] **شانِ نزول:** یہ آیت حضرت ابولبابہ

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٢٦، ١٨٩/٢، تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ٢٦، ٤٧٤/٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٢٧، ١٩٠/٢.

انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بنوقریظہ کے یہودیوں کا دو ہفتے سے زیادہ عرصے تک محاصرہ فرمایا، وہ اس محاصرہ سے تنگ آ گئے اور اُن کے دل خائف ہو گئے تو اُن سے اُن کے سردار کعب بن اسد نے یہ کہا کہ اب تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس شخص یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرو اور ان کی بیعت کرلو کیونکہ خدا کی قسم! یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ نبی مُرسَل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تمہاری کتاب میں ہے، ان پر ایمان لے آئے تو جان مال، اہل واولاد سب محفوظ رہیں گے۔ اس بات کو قوم نے نہ مانا تو کعب نے دوسری صورت پیش کی اور کہا کہ تم اگر اسے نہیں مانتے تو آؤ پہلے ہم اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دیں پھر تلواریں کھینچ کر محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اُن کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مقابلے میں آ جائیں تاکہ اگر ہم اس مقابلے میں ہلاک بھی ہو جائیں تو ہمارے ساتھ اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کا غم تو نہ رہے گا۔ اس پر قوم نے کہا کہ بیوی بچوں کے بعد جینا ہی کس کام کا؟ کعب نے کہا: یہ بھی منظور نہیں ہے تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صلح کی درخواست کرو شاید اس میں کوئی بہتری کی صورت نکلے۔ انہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صلح کی درخواست کی لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سوا اور کوئی بات منظور نہ فرمائی کہ اپنے حق میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فیصلہ کو منظور کریں۔ اس پر اُنہوں نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیجئے کیونکہ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اُن کے تعلُّقات تھے اور حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مال اور اُن کی اولاد اور اُن کے عیال سب بنوقریظہ کے پاس تھے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیا، بنوقریظہ نے اُن سے رائے دریافت کی کہ کیا ہم حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فیصلہ منظور کرلیں کہ جو کچھ وہ ہمارے حق میں فیصلہ دیں وہ ہمیں قبول ہو۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ یہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے تھے کہ میرے دل میں یہ بات جم گئی کہ مجھ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خیانت واقع ہوئی، یہ سوچ کر وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں تو نہ آئے، سیدھے مسجد شریف پہنچے اور مسجد شریف کے ایک ستون سے اپنے آپ کو بندھوالیا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے یہاں تک کہ مر جائیں یا اللّٰہ تعالٰی اُن کی توبہ قبول کرے۔ وقتاً فوقتاً ان کی زوجہ آ کر انہیں نمازوں

کے لئے اور طبعی حاجتوں کے لئے کھول دیا کرتی تھیں اور پھر باندھ دیئے جاتے تھے۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ ابولبابہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا لیکن جب اُنہوں نے یہ کیا ہے تو میں انہیں نہ کھولوں گا جب تک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُن کی توبہ قبول نہ کرے۔ وہ سات روز بندھے رہے اور نہ کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اُنہیں توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔ تو اُنہوں نے کہا: خدا کی قسم! جب تک رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مجھے خود نہ کھولیں تب تک میں نہ کھولوں گا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اپنے دستِ مبارک سے کھول دیا۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میری توبہ اُس وقت پوری ہوگی جب میں اپنی قوم کی بستی چھوڑ دوں جس میں مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی اور میں اپنا پورا مال اپنی ملک سے نکال دوں۔ سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قوم کے راز دوسری قوم تک پہنچانا سخت جرم ہے۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور اللّٰہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ اللّٰہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

﴿وَ اعْلَمُوْۤا: اور جان لو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مال و دولت اور اولاد کی جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں وہ تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں تاکہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے ذریعے یہ ظاہر فرما دے کہ تم مال اور اولاد میں اللّٰہ تعالیٰ کے حقوق کس طرح ادا کرتے ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں مال اور اولاد کی محبت تمہارے لئے رکاوٹ بنتی ہے یا نہیں اور اس بات پہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں جتنا تم اللّٰہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہو اس کا ثواب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے پاس ہے لہٰذا تم اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ آخرت میں تمہیں

[1] ......تفسیر بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ۲۷، ۲/۳-۲۰۳-۲۰۴، جمل، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۱۸۵-۱۸۶، ملتقطاً.

بے شمار اجر دیا جائے۔ (1)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں حق و باطل میں فرق کردینے والا نور عطا فرمادے گا اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ: اگر تم اللہ سے ڈرو گے۔﴾ جو شخص رب تعالیٰ سے ڈرے اور اس کے حکم پر چلے تو اللہ تعالیٰ اسے تین خصوصی انعام عطا فرمائے گا۔

پہلا انعام یہ کہ اسے فُرقان عطا فرمائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایسا نور اور توفیق عطا کرے گا جس سے وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرلیا کرے۔ (2)

مومن کی فراست

مومن کی فراست کے بارے میں حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" مومن کی فراست و دانائی سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (3)

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک شخص آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

1 ……تفسیر طبری، الانفال، تحت الآیۃ: ٢٨، ٦/٢٢٢.

2 ……خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ٢٩، ٢/١٩١.

3 ……معجم الاوسط، باب الباء، من اسمه بکر، ٢/٢٧١، الحدیث: ٣٢٥٤.

کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک اجنبیہ عورت پر اس کی نگاہ پڑ گئی۔ جب حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس بعض حضرات اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھ میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ اس شخص نے عرض کی: کیا ابھی وحی بند نہیں ہوئی؟ فرمایا: یہ وحی نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے۔[1]

دوسرا انعام یہ کہ اس کے سابقہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور تیسرا انعام یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپا لے گا۔[2]

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللّٰہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللّٰہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کردیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کررہے تھے اور اللّٰہ اپنی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللّٰہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

﴿وَ اِذْ: اور اے محبوب یاد کرو۔﴾ آیت میں اُس واقعے کا ذکر ہے جو حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ذکر فرمایا کہ کفارِ قریش دارُ النَّدوہ (یعنی کمیٹی گھر) میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور ابلیس لعین ایک بڈھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں نجد کا شیخ ہوں، مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں آیا، مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ انہوں نے اس کو شامل کرلیا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔ ابوالبختری

1 ......تفسیر قرطبی، الحجر، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۳۳، الجزء العاشر.

2 ......اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت، اہمیت اور ترغیب وغیرہ پر مشتمل معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''خوف خدا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

نے کہا کہ ''میری رائے یہ ہے کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کردو اور مضبوط بندشوں سے باندھ کر دروازہ بند کر دو، صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہو کر رہ جائیں۔ اس پر شیطان لعین جو شیخِ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور کہا: بڑی ناقص رائے ہے، جب یہ خبر مشہور ہوگی تو اُن کے اصحاب آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور انہیں تمہارے ہاتھ سے چھڑا لیں گے۔ لوگوں نے کہا: شیخِ نجدی ٹھیک کہتا ہے۔ پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا، اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ان کو (یعنی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو) اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو، پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ ابلیس نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا: جس شخص نے تمہارے ہوش اُڑا دیئے اور تمہارے دانشمندوں کو حیران بنا دیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو! تم نے اس کی شیریں کلامی نہیں دیکھی ہے؟ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے دلوں کو تسخیر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کر دیں گے۔ اہلِ مجمع نے کہا: شیخِ نجدی کی رائے ٹھیک ہے۔ اس پر ابوجہل کھڑا ہوا اور اس نے یہ رائے دی کہ قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دی جائیں، وہ سب یکبارگی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ انہیں خون کا معاوضہ دینا پڑے گا اور وہ دے دیا جائے گا۔ ابلیس لعین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابوجہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ پیش کیا اور عرض کی کہ حضور! رات کے وقت اپنی خواب گاہ میں نہ رہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے اِذن دیا ہے، آپ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو رات میں اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہماری چادر شریف اوڑھ لو تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور ایک مشت خاک دستِ مبارک میں لی اور آیت ''اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا'' پڑھ کر مُحاصرہ کرنے والوں پر ماری، سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی، سب اندھے ہو گئے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ دیکھ سکے۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہمراہ غارِ ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو لوگوں کی امانتیں پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا۔ مشرکین رات بھر سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دولت

سرائے اقدس کا پہرہ دیتے رہے، صبح کے وقت جب قتل کے ارادہ سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ بستر پر حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ہیں۔ ان سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں دریافت کیا کہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا: ہمیں معلوم نہیں۔ کفارِ قریش تلاش کے لئے نکلے، جب غارِ ثور پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔[1]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہتے تو ایسا (کلام) ہم بھی کہہ دیتے، یہ صرف پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

﴾وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا: اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴿ **شانِ نزول:** یہ آیت قبیلہ بنو عبدالدار کے ایک شخص نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ نضر بن حارث ایک تاجر تھا اور وہ تجارت کے لئے فارس، حِیرہ اور دیگر ممالک کا سفر کرتا تھا، اس نے وہاں کے باشندوں سے رستم، اسفندیار اور دیگر عجمیوں کے قصے سن رکھے تھے اور یہودی و عیسائی عبادت گزاروں کو تورات وانجیل کی تلاوت کرتے، رکوع و سجود کرتے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب نضر بن حارث مکہ مکرمہ آیا تو اسے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوتی ہے، یہ قرآن کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا: جو کلام محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پیش کرتے ہیں اس جیسا تو ہم نے سنا ہوا ہے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام کہہ سکتے ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی نے ان کفار کا یہ مقولہ بیان کیا کہ اس میں اُن کی کمال درجے کی بے شرمی و بے حیائی ہے۔ قرآنِ پاک کی تَحَدّی فرمانے اور فُصحائے عرب کو قرآنِ کریم کے

[1] ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۳۰، ۲/۱۹۱-۱۹۲۔

مثل ایک سورت بنا لانے کی دعوتیں دینے اور ان سب کے عاجز رہ جانے کے بعد یہ کلمہ کہنا اور ایسا باطل دعویٰ کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے۔[1]

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بولے کہ اے اللہ اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ اگر یہ (قرآن) ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔

﴿وَ اِذْ قَالُوا: اور جب انہوں نے کہا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے گزشتہ امتوں کے واقعات بیان فرمائے تو نضر بن حارث نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس جیسے واقعات کہہ سکتا ہوں۔ حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نضر بن حارث سے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ڈر، رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق بات ارشاد فرماتے ہیں۔ نضر بن حارث نے کہا: میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: نبی اکرم ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتے ہیں۔ نضر بن حارث نے کہا: میں بھی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتا ہوں لیکن یہ بت اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ پھر نضر بن حارث نے دعا مانگی کہ اے اللہ! جو قرآن محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) لائے ہیں اگر یہ ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ نضر بن حارث وہ بدبخت کافر ہے کہ جس کی مذمت میں قرآنِ پاک کی دس آیات نازل ہوئیں اور غزوۂ بدر کے دن سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس سے جہنم واصل ہوا۔[2]

1 ......تفسیر طبری، الانفال، تحت الآية: ۳۱، ۶/۲۲۹، خازن، الانفال، تحت الآية: ۳۱، ۲/۱۹۲.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ۳۲، ۲/۱۹۲-۱۹۳.

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہ دعا ابو جہل نے مانگی تھی۔[1]

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللّٰہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللّٰہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ: اور اللّٰہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ جس عذاب کا کفار نے سوال کیا وہ عذاب انہیں دے جب تک اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم ان میں تشریف فرما ہو، کیونکہ آپ رحمۃٌ لِلعالمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا کہ جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے۔[2]

مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو اِستغفار کیا کرتے تھے تو ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ'' جب تک استغفار کرنے والے ایماندار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا۔ نازل ہوئی۔ پھر جب وہ حضرات بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کا اذن دیا اور یہ عذابِ مَوعود آ گیا جس کی نسبت اگلی آیت میں فرمایا ''وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ''۔ حضرت محمد بن اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ'' بھی کفار کا مقولہ ہے جو ان سے حکایۃً ذکر کیا گیا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب واذ قالوا اللّھمّ ان کان ھذا... الخ، ۳/۲۲۹، الحدیث: ٤٦٤٨.

2 ......جلالین، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۳، ص ۱۵۰، مدارک، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۳، ص ٤١٢، ملتقطاً.

کی جہالت کا ذکر فرمایا کہ اس قدر احمق ہیں کہ آپ ہی تو یہ کہتے ہیں کہ یارب اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر نازل کر اور آپ ہی یہ کہتے ہیں کہ اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) جب تک آپ ہیں عذاب نازل نہ ہوگا کیونکہ کوئی اُمت اپنے نبی کی موجودگی میں ہلاک نہیں کی جاتی۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَنْتَ فِیْہِمْ نے عَدُوْ کو بھی لیا دامن میں   عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔ (2)

احادیث میں استغفار کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے لئے مجھ پر دو امن (والی آیات) اتاری ہیں، ایک ''**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ**'' اور دوسری ''**وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ**'' جب میں اس دنیا سے پردہ کرلوں گا تو قیامت تک کے لئے استغفار چھوڑ دوں گا۔ (3)

(2)......حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک تیرے بندوں کی روحیں ان کے جسموں میں ہیں، میں انہیں بھٹکاتا رہوں گا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کریں گے تو میں انہیں بخشتا رہوں گا۔ (4)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/۱۹۳.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/۱۹۳.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الانفال، ۵/۵٦، الحدیث: ۳۰۹۳.

4 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، ۴/۵۹، الحدیث: ۱۱۲۴۴.

ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو اپنے لئے ضروری قرار دیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر غم اور تکلیف سے نجات دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔[1]

وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے وہ تو مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور یہ اِس کے اہل ہی نہیں، اس کے اہل تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ: اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میرا حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان میں تشریف فرما ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا اور اس آیت میں فرمایا کہ انہیں عذاب دے گا۔ تو اس آیت کا معنی یہ ہوا جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے بیچ سے چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں عذاب سے مراد (قتل اور قید ہونے کا) وہ عذاب ہے جو بدر کے دن انہیں پہنچا۔[2]

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو فتحِ مکہ کے دن انہیں پہنچا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے اور جس عذاب کی ان سے نفی کی گئی ہے اس سے دنیاوی عذاب مراد ہے۔ ان کفار کو عذاب دیئے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ مسجدِ حرام سے روک رہے ہیں اور مؤمنین کو طوافِ کعبہ کے لئے نہیں آنے دیتے جیسا کہ واقعۂ حُدَیْبِیَہ کے سال رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے

1 ......ابن ماجه، كتاب الادب، باب الاستغفار، ٤/٢٥٧، الحديث: ٣٨١٩.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ٣٤، ٢/١٩٤.

اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو روکا۔ [1]

﴿وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ: اور یہ اس کے اہل ہی نہیں۔﴾ کفار یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ اور حرم شریف کے مُتَوَلّی ہیں تو ہم جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدِ حرام کے اہل نہیں اور کعبہ کے اُمور میں تصرُّف و انتظام کا کوئی اختیار نہیں رکھتے کیونکہ یہ مشرک ہیں، مسجدِ حرام کا متولی ہونے کے اہل تو پرہیزگار ہی ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بَیْتُ اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا ہی تھا تو اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً: اور بیتُ اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا ہی تھا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ کفارِ قریش ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور ان کا یہ فعل یا تو اس باطل عقیدے کی وجہ سے تھا کہ سیٹی اور تالی بجانا عبادت ہے اور یا اس شرارت کی وجہ سے کہ اُن کے اِس شور سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز میں پریشانی ہو۔ [2]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ٣٤، ٥/٤٨٠.

2 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ٣٥، ٥/٤٨١.

اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر اپنے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب انہیں خرچ کریں گے پھر وہ ان پر پچھتاوا ہوں گے پھر مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کافر اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب مال خرچ کریں گے پھر وہی مال ان پر حسرت وندامت ہوجائیں گے پھر یہ مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ : بیشک کافر اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار اپنا مال مشرکین کو اس لئے دیتے ہیں تاکہ وہ اس مال کے ذریعے قوت حاصل کر کے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا یہ مال خرچ کرنا عنقریب ان کے لئے ندامت کا سبب ہوگا کیونکہ ان کے اموال تو خرچ ہوجائیں گے لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوگی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور کو بجھا دینا اور کفر کے کلمے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمے پر بلند کرنا ان کی خواہش ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کلمہ کو بلند اور کفر کے کلمے کو پست کرتا ہے پھر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کافروں کو جہنم میں جمع فرمائے گا اور انہیں عذاب دے گا۔[1]

شانِ نزول: یہ آیت کفارِ قریش کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے جنگِ بدر کے موقع پر کفار کے لشکر کا کھانا اپنے ذمہ لیا تھا، یہ کل بارہ اَشخاص تھے جن میں سے ہر شخص لشکر کو روزانہ دس اونٹ ذبح کر کے کھلاتا تھا۔ ان بارہ افراد میں سے دو اشخاص حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی، ابوسفیان نے جنگِ اُحد کے موقع پر دو ہزار کفار کو کرایہ پر جنگ کے لئے تیار کیا اور ان پر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جنگِ بدر کی شکست کے بعد مقتولین کے اہلِ خانہ نے ابوسفیان کے تجارتی قافلے میں شریک تاجروں کو اپنا مال مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور تمام تاجر کفار اس بات پر راضی ہوگئے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

---

1 ......تفسیر طبری، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۶، ۶/۲۴۱.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۶، ۲/۱۹۵.

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

ع ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرما دے اور نجاستوں کو تلے اوپر رکھ کر سب ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے وہی نقصان پانے والے ہیں۔ تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کریں تو اگلوں کا دستور گزر چکا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کردے اور خبیثوں کو ایک دوسرے کے اوپر کرکے سب کو ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے، وہی نقصان پانے والے ہیں۔ تم کافروں سے فرماؤ کہ اگر وہ باز آگئے تو جو پہلے گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ (لڑائی) کریں گے تو پہلے لوگوں کا دستور گزر چکا۔

﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ: تاکہ اللہ خبیث کو پاکیزہ سے جدا کردے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو خبیث اور مؤمنین کو طیب کہہ کر دونوں میں فرق بیان فرمایا ہے اور آخرت میں ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت اور کفار کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔ (1)

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: تم کافروں سے فرماؤ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آجائیں اور دینِ اسلام میں داخل ہو کر دینِ اسلام کو مضبوطی سے تھام لیں تو اللہ تعالیٰ ان

(1)......خازن، الانفال، تحت الآية: ۳۷، ۲/۱۹۵.

کا کفر اور اسلام سے پہلے کے گناہ معاف فرما دے گا اور اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے، آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف پھر جنگ کی تو اس معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سنت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک فرما دیتا ہے اور اپنے اَنبیاء واَولیاء کی مدد فرماتا ہے جیسے پچھلی امتوں کے کفار نے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کو جھٹلایا، ان کی نصیحت قبول کرنے کی بجائے سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک عذاب میں مبتلا کر دیا، یونہی جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا وہ پھر ایسا ہی کرے گا۔ (1)

کافر توبہ کرلے تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر جب کفر سے باز آئے اور اسلام قبول کر لے تو اس کا پہلا کفر اور حالتِ کفر میں کئے گئے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب عمرو بن عاص اسلام قبول کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دستِ اقدس تھام کر عرض کی کہ میں اس شرط پر اسلام قبول کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دی جائے، تو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام قبول کرنا سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (2)

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز

---

1 ......بیضاوی، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۱۰۷، خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۸، ۲/۱۹۵، تفسیر طبری، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۸، ۶/۲۴۴، ملتقطاً۔

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ... الخ، ص۷۴، الحدیث: ۱۹۲ (۱۲۱).

رہیں تواللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے اور اگر وہ پھریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے، کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار۔

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ : اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام غالب ہو جائے، پھر اگر وہ اپنے کفر سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اس کی اور ان کے اسلام لانے کی جزا دے گا اور اگر یہ لوگ ایمان لانے سے روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، تم اسی کی مدد پر بھروسہ رکھو اور ان کی دشمنی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔[1]

جہاد کے 2 فضائل

اس آیت میں جہاد کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں جہاد کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی ٹھہرنا حجر اسود کے پاس شب قدر میں قیام کرنے سے بہتر ہے۔‘‘[2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’جو شخص میرے راستے میں جہاد کرتا ہے میں اس کا ضامن ہوں، اگر میں اس کی روح قبض کرتا ہوں تو اسے جنت کا وارث بناتا ہوں اور اگر واپس (گھر) لوٹاتا ہوں تو ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹاتا ہوں۔‘‘[3]

---

1 ......جلالین، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۹، ص ۱۵۱، تفسیر سمرقندی، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۹، ۲/ ۱۸، روح البیان، الانفال، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳/ ۳۴۵، ملتقطاً۔

2 ......شعب الایمان، السابع والعشرون من شعب الایمان... الخ، ۴/ ۴۰، الحدیث: ۴۲۸۶۔

3 ......ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الجہاد، ۳/ ۲۳۱، الحدیث: ۱۶۲۶۔

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی، ہند
3	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفی الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تفسیرِ سمرقندی	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	تفسیرِ قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبداللہ بن ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ مدارک	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	تفسیر نیشاپوری	نظام الدین حسن بن محمد بن حسین قمی نیسابوری، متوفی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفٰی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
17	عنایة القاضی	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
18	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
19	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
24	تفسیرِ نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور
25	نورالعرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
2	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
4	بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
5	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دارابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
8	ترمذی	امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

9	مسند البزار	امام ابو بکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	سنن الکبری	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۱ھ
12	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
13	معجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
14	معجم الأوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
15	مستدرك	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
16	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
17	سنن الکبری	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
18	شعب الإیمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
19	مسند الفردوس	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
20	شرح السنۃ	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
21	ابن عساکر	ابو قاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
22	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی معروف بابن اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
23	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ
24	جامع بیان العلم وفضلہ	عبد الرحمٰن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، مکۃ المکرمہ
25	جامع العلوم والحکم	عبد الرحمٰن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، مکۃ المکرمہ
26	جامع الاحادیث	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
27	جامع صغیر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
28	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	نووی علی المسلم	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
2	عمدة القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	مرقاة المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
5	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتب العقائد

1	کتاب الاسماء والصفات	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ ھ	مکتبۃ السوادی، جدہ
2	شرح عقائد نسفیہ	علامہ مسعود بن عمر سعدالدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ ھ	باب المدینہ، کراچی
3	جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ ھ	قادری پبلشرز، لاہور ۲۰۰۳ء

کتب الفقہ

1	ھدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
2	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام، متوفی ۶۸۱ ھ	کوئٹہ
3	بحر الرائق	علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ ھ	کوئٹہ ۱۴۲۰ھ
4	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمر تاشی، متوفی ۱۰۰۴ ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ ھ وجماعۃ من علماء الہند	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
7	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور

9	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳٦۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	الزھد	امام عبد اللہ بن مبارک مروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
2	الزھد	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید، ۱۴۲٦ھ
3	کتاب الزھد	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	دار ابن کثیر، دمشق ۱۴۲۰ھ
4	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲٦ھ
5	البعث والنشور	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ، بیروت ۱۴۰٦ھ
6	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
7	کیمیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
8	منھاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیر وان، بیروت ۱۴۱٦ھ
9	التخویف من النار	ابو الفرج زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	مکتبہ دار البیان، دمشق ۱۴۰۹ھ
10	ذم الھوی	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	پشاور
11	کتاب الکبائر	امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	پشاور
12	تنبیہ المغترین	عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
13	الزواجر عن اقتراف الکبائر	احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب السیرۃ

1	سیرت نبویہ	ابو محمد عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
2	الشفا	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	الروض الانف	ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ خثعمی سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

4	سیرت حلبیه	ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
5	نسيم الرياض	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
6	سیرت مصطفٰی	شیخ الحدیث عبد المصطفٰی اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التاریخ

1	البداية والنهاية	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ

الکتب المتفرقة

1	مفردات امام راغب	علامہ راغب اصفہانی، متوفی فی حدود ۴۲۵ھ	دار القلم، دمشق ۱۴۱۶ھ
2	معرفة الصحابه	احمد بن عبد اللہ بن اسحاق ابو نعیم اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۲ھ
3	فضائل الاوقات	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
4	القاموس المحيط	مَجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
5	الاصابه فی تمییز الصحابه	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
6	تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ	مطبعہ خیریہ، مصر ۱۳۰۶ھ
7	فضائل دعا	مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
8	حیات اعلیٰ حضرت	ملک العلماء ظفر الدین بہاری، متوفی ۱۳۸۲ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آنکھ کا عبادت میں سے حصہ

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''تم اپنی آنکھوں کو اس کی عبادت میں سے حصہ دو۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آنکھ کا عبادت میں سے حصہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا، اس (کی آیات اور معانی میں) میں غور و فکر کرنا اور اس میں بیان کئے گئے عجائبات کی تلاوت کرتے وقت عبرت و نصیحت حاصل کرنا۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی القراءۃ من المصحف، ۲/۴۰۸، الحدیث: ۲۲۲۲)

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القرآن

جلد چہارم

پارہ 10..تا..12

بفیضانِ نظر

سراجُ الاُمّہ، کاشفُ الغُمّہ، امامِ اعظم، فقیہِ افخم حضرتِ سیّدنا

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس و مسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دین اسلام
کے اوصاف و خصوصیات، اہلسنت کے نظریات و معمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

كَنْزُ الْاِيْمَان فِي تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

اور

كَنْزُ الْعِرْفَان فِي تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِي تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰن

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر
مکتبة المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

یادداشت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد چہارم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شہر		پتہ	فون
کراچی	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
لاہور	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	:	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
حیدر آباد	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
ملتان	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخو پورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: ''نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول

بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کرکے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ؕ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتۡ بَرَکَاتُہُمُ الۡعَالِیَہ

کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡغَنِی ’’چل مدینہ‘‘ کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعۡظِیۡماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الۡجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً **مکّۃُ المکرَّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعۡظِیۡماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ١٨ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیۡن بِجاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الۡعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی **مکّۃُ المکرَّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعۡظِیۡماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ’’ صِراطُ الْجِنان ‘‘ نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجَمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قراٰن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین مَدَنی** سَلَّمَہُ الغَنِی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری اور تیسری جلد کے بعد اب پارہ نمبر 10، 11 اور 12 پر مبنی چوتھی جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

۹ جمادَی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

دسواں پارہ

(وَاعۡلَمُوۡٓا)

پارہ نمبر...... 10

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) رشتے داروں کیلئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلے کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ : اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کا حکم اور اس کی تقسیم کا طریقہ بیان فرمایا ہے، اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

غنیمت کی تعریف

وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر وغلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں اور جنگ کے بغیر جو مال کفار سے حاصل کیا جائے جیسے خَراج اور جزیہ اس کو فَئے کہتے ہیں۔ (1)

1 ......در مختار وردّ المحتار، کتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته، ۶/۲۱۸.

مالِ غنیمت کی حلت اس امت کی خصوصیت ہے

یادر ہے کہ مالِ غنیمت کا حلال ہونا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کی خصوصیات میں سے ہے، سابقہ امتوں میں سے کسی کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں تھا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمت حلال نہیں ہوئی، اللہ تعالٰی نے ہمارا ضُعف و عجز دیکھ کر اسے ہمارے لیے حلال کر دیا۔[1]

اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل فرمایا‘‘ یا ارشاد فرمایا ’’میری امت کو تمام امتوں سے افضل کیا اور ہمارے لیے غنیمت حلال کی۔[2]

مالِ غنیمت کا حکم اور اس کی تقسیم کا طریقہ

مالِ غنیمت کے حکم اور اس کی تقسیم سے متعلق چند مسائل درج ذیل ہیں۔

(1)...... مالِ غنیمت میں سے خُمُس یعنی پانچواں خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے ہے، پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے جائیں گے اور مالِ فَیٔ مکمل طور پر بیتُ المال میں رکھا جائے گا۔[3]

(2)...... رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہو گئے۔ اب مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر یہ تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیئے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔[4]

(3)...... بنی ہاشم و بنی مُطَّلِب کے یتیم اور مساکین اور مسافر اگر فقیر ہوں تو یہ لوگ دوسروں کی بہ نسبت خمس کے زیادہ

---

1 ......بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: احلّت لکم الغنائم، ۲/۳۴۹، الحدیث: ۳۱۲۴، مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب تحلیل الغنائم لہذہ الامۃ خاصۃ، ص۹۵۹، الحدیث: ۳۲(۱۷۴۷).

2 ......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغنیمۃ، ۳/۱۹۶، الحدیث: ۱۵۵۸.

3 ......در مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ۶/۲۱۸-۲۱۹ ملتقطاً.

4 ......مدارک، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۱، ص۴۱۳، درّ مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ۶/۲۳۷.

حقدار ہیں کیونکہ اور فُقرا تو زکوٰۃ بھی لے سکتے ہیں لیکن یہ نہیں لے سکتے اور یہ لوگ غنی ہوں تو خمس میں ان کا کچھ حق نہیں۔ [1]

(4)......خُمُس کے علاوہ باقی چار حصے مجاہدین پر اس طرح تقسیم کئے جائیں گے کہ سوار کو پیدل کے مقابلے میں دُگنا ملے گا یعنی ایک اس کا حصہ اور ایک گھوڑے کا اور گھوڑا اعرابی ہو یا کسی اور قسم کا سب کا ایک حکم ہے۔ لشکر کا سردار اور سپاہی دونوں برابر ہیں یعنی جتنا سپاہی کو ملے گا اتنا ہی سردار کو بھی ملے گا۔ اونٹ اور گدھے اور خچر کسی کے پاس ہوں تو ان کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا یعنی اسے بھی پیدل والے کے برابر ملے گا اور اگر کسی کے پاس چند گھوڑے ہوں جب بھی اتنا ہی ملے گا جتنا ایک گھوڑے کے لیے ملتا تھا۔ [2]

نوٹ: غنیمت کے مزید مسائل جاننے کے لئے بہارِ شریعت حصہ **9** سے **''غنیمت کا بیان''** مطالعہ کیجئے۔

﴿ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ: جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں۔ ﴾ اس دن سے روزِ بدر مراد ہے اور دونوں فوجوں سے مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں مراد ہیں اور یہ واقعہ سترہ رمضان کو پیش آیا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی اور مشرکین ہزار کے قریب تھے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت دی، ان میں سے ستر سے زیادہ مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ [3]

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِۙ وَ لٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰى مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌۙ (۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم نالے کے اس کنارے تھے اور کافر پرلے کنارے اور قافلہ تم سے ترائی میں اور اگر تم آپس میں

---

1 ......درّ مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته، فصل فی کیفیة القسمة، ٦/٢٣٧-٢٣٨.

2 ......عالمگیری، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتها، الفصل الثانی فی کیفیة القسمة، ٢/٢١٢.

3 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٤١، ٢/١٩٨.

کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے لیکن یہ اس لیے کہ اللّٰہ پورا کرے جو کام ہونا ہے کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جئے دلیل سے جئے اور بیشک اللّٰہ ضرور سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم قریب والی جانب تھے اور وہ کافر دور والی جانب تھے اور قافلہ تم سے نیچے والی طرف تھا اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور مدت کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جاتا لیکن کیونکہ اللّٰہ نے اس کام کو پورا کرنا تھا جسے ہو کر ہی رہنا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی واضح دلیل سے زندہ رہے اور بیشک اللّٰہ ضرور سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا : جب تم قریب والی جانب تھے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر بدر کی اس جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی اور کفار کا لشکر وادیٔ بدر کی دوسری جانب تھا جو کہ مدینہ طیبہ سے دور تھی جبکہ ابوسفیان وغیرہ کا تجارتی قافلہ وادیٔ بدر کے نچلی جانب تین میل کے فاصلے پر ساحلِ سمندر کی طرف تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر کفار کے مقابلے میں لا کھڑا کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر مسلمان اور کفار جنگ کا کوئی وقت مُعَیَّن کر لیتے پھر مسلمان اپنی قلیل تعداد، بے سروسامانی، کفار کی کثیر تعداد اور ان کے سامان کی کثرت دیکھتے تو ہَیبت و خوف کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھتے اور میدانِ جنگ سے کترا کر نکل جاتے لیکن مدت مقرر کئے بغیر لڑائی اس لئے ہوگئی کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کی مدد اور دشمنانِ دین کی ہلاکت کا کام پورا کرنا تھا اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وقت مقرر کئے بغیر ہی جمع کر دیا۔ [1]

﴿لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ : تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل سے ہلاک ہو۔﴾ غزوۂ بدر کی ابتداء میں مسلمانوں کے لشکر کی حالت یہ تھی کہ مجاہدین اسباب کی کمی اور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا تھے، ان کی جائے قیام پانی سے دور تھی، زمین ریتلی ہونے کی وجہ سے اس میں پیر دھنس جاتے تھے، جبکہ لشکرِ کفار کا حال یہ تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، کھانے پینے کا سامان اور ہتھیار ان کے پاس وافر مقدار میں موجود تھے اور وہ پانی کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے، ان کی زمین ریتلی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے چلنا آسان تھا مزید یہ کہ ان کے پیچھے ابوسفیان کا قافلہ تھا جس سے بوقتِ ضرورت انہیں مدد حاصل ہونے کی امید تھی یوں بظاہر حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں

[1] ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۲، ۲/۱۹۸.

کے مخالف تھے۔ جب دونوں لشکروں کی آپس میں جنگ ہوئی تو اس وقت اللہ تعالٰی نے نقشہ ہی بدل دیا، اللہ تعالٰی کے فضل سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور کفار بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عظیم معجزہ اور نبوت کے دعویٰ کی صداقت پر مضبوط دلیل ہے کیونکہ جنگ شروع ہونے سے پہلے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالٰی نے فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز مسلمانوں کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فتح کی بشارت اس وقت دی تھی کہ جب ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہ تھے، یوں بدر کی فتح سے نبیِّ آخر الزّمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی سچائی ظاہر ہوگئی اور اسلام کی صداقت پر مضبوط دلیل قائم ہوگئی، اس لئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اب جو کفر اختیار کر کے ہلاکت میں پڑے گا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہوجانے کے بعد ہلاکت میں پڑے گا اور جو اسلام قبول کر کے زندگی حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد کرے گا۔[1]

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًاؕ-وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَؕ-اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ اے محبوب اللہ تمہیں کافروں کو تمہاری خواب میں تھوڑا دکھاتا تھا اور اے مسلمانو اگر وہ تمہیں بہت کر کے دکھاتا تو ضرور تم بزدلی کرتے اور معاملہ میں جھگڑا ڈالتے مگر اللہ نے بچالیا بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب! یاد کرو) جب اللہ نے یہ کافر تمہاری خواب میں تمہیں تھوڑے کر کے دکھائے اور اگر وہ ان کو زیادہ کر کے تمہیں دکھاتا تو اے مسلمانو! تم ضرور بزدل ہوجاتے اور تم ضرور معاملے میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے سلامت رکھا، بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

﴿اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا: (اے حبیب! یاد کرو) جب اللہ نے یہ کافر تمہاری خواب میں تمہیں تھوڑے کر کے دکھائے۔﴾ یہ اللہ تعالٰی کی نعمت تھی کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی تعداد تھوڑی دکھائی گئی اور آپ

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۲، ۴۸۷/۵.

نے اپنا یہ خواب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے بیان کیا تو اس سے ان کی ہمتیں بڑھیں اور اپنے ضعف و کمزوری کا اندیشہ نہ رہا اور انہیں دشمن پر جرأت پیدا ہوئی اور دل مضبوط ہوئے۔ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خواب حق ہوتا ہے، آپ کو کفار تھوڑے دکھائے گئے تھے اور ایسے کفار جو دنیا سے بے ایمان جائیں اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہو وہ تھوڑے ہی تھے کیونکہ جو لشکر مقابلے میں آیا تھا اس میں کثیر لوگ وہ تھے جنہیں اپنی زندگی میں ایمان نصیب ہوا اور خواب میں قِلَّت کی تعبیر ضُعف سے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب فرما کر کفار کا ضعف ظاہر کر دیا۔ (1)

وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًاؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۠ (۴۴)

ع ٥ / ١

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کیا کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے اور اللہ کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب لڑتے وقت اللہ تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کر کے دکھا رہا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر دیا تا کہ اللہ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا رجوع ہے۔

﴿وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا: اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب لڑتے وقت اللہ نے تمہیں وہ کافر تمہاری نگاہوں میں تھوڑے کر کے دکھائے۔﴾ بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کئی طرح کے انعامات فرمائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار بہت تھوڑے کر کے دکھائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہماری نگاہوں میں اتنے کم لگے کہ میں نے اپنے برابر والے ایک شخص سے کہا کہ تمہارے گمان میں کافر ستر ہوں گے اس نے کہا کہ میرے خیال میں سو ہیں حالانکہ وہ ایک ہزار تھے۔ اور کافروں کی نظروں میں مسلمانوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھایا یہاں تک کہ ابوجہل نے کہا کہ ''انہیں رسیوں میں باندھ لو، گویا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اتنا قلیل دیکھ رہا تھا کہ مقابلہ

(1)……صاوی، الانفال، تحت الآیۃ: ٤٣، ٣/٧٦٨.

کرنے اور جنگ آزما ہونے کے لائق بھی خیال نہیں کرتا تھا۔ مسلمانوں کو مشرکین تھوڑے دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خواب کی صداقت ظاہر ہو جائے، مسلمانوں کے دل مضبوط ہو جائیں اور کفار پر ان کی جرأت بڑھ جائے جبکہ مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دکھانے میں یہ حکمت تھی کہ مشرکین مقابلہ پر جم جائیں، بھاگ نہ پڑیں اور یہ بات ابتداء میں تھی، مقابلہ ہونے کے بعد انہیں مسلمان بہت زیادہ نظر آنے لگے۔ (1)

نوٹ: مسلمانوں اور کافروں کا بدر کے میدان میں ایک دوسرے کو کم اور زیادہ دیکھنے کا تفصیلی ذکر سورہ آلِ عمران آیت نمبر 13 میں مذکور ہے۔

﴿لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا: تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جسے ہو کر ہی رہنا ہے۔﴾ یعنی اسلام کا غلبہ اور مسلمانوں کی نصرت اور شرک کا اِبطال اور مشرکین کی ذلت اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزے کا اظہار کہ جو فرمایا تھا وہ ہوا کہ قلیل جماعت بھاری لشکر پر فتح یاب ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۚ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

﴿اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا: جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا جو اس نے جنگِ بدر میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو عطا فرمائی تھیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کے دو آداب تعلیم فرمائے ہیں۔

پہلا ادب: جنگ میں ثابت قدم رہنا۔ ابتداءً مسلمانوں کو جنگ یا کسی بھی آزمائش کی تمنا نہیں کرنی چاہئے لیکن

(1)......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۴، ۲/۱۹۹-۲۰۰، تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۴۸۸، ملتقطاً.

جب ان پر جنگ مُسَلَّط ہوجائے تو اب ان پر لازم ہے کہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں اور بزدلی نہ دکھائیں۔حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم دشمنوں سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالٰی سے عافیت طلب کرو اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرو۔[1] اور جنگ میں ثابت قدم رہنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دشمن کے مقابلے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ شہید کر دیا گیا یا اس نے دشمنوں کو قتل کر دیا تو وہ فتنۂ قبر میں مبتلا نہ ہوگا۔[2]

دوسرا ادب: لڑائی کے دوران کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا۔ دورانِ جنگ دل میں اللہ تعالٰی کی یاد اور زبان پہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہونا چاہئے۔حضرت ابو مِجْلَز رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دشمن سے مقابلہ کرتے تو یوں دعا مانگتے ''اے اللہ! تو میری طاقت اور مددگار ہے، میں تیری مدد سے پھرتا ہوں اور تیری مدد سے حملہ کرتا اور تیری مدد سے قِتال کرتا ہوں۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''اللہ تعالٰی نے اپنے نیک بندوں کو انتہائی شدید حالت میں بھی ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ہر حال میں انسان کا دل اور اس کی زبان اللہ تعالٰی کے ذکر سے تر رہے۔اگر ایک شخص مغرب سے مشرق تک اپنے اَموال کی سخاوت کرے اور دوسرا شخص مشرق سے مغرب تک تلوار سے جہاد کرتا جائے تب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اور اجر اِن سے زیادہ ہوگا۔[4]

یاد رہے کہ دورانِ جنگ زیادہ تر ذکر زبان سے ہوگا کہ دل عام طور پر سامنے والے سے مقابلے میں مشغول ہوتا ہے۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۚ﴿۴۶﴾

---

1 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، باب کیف یصنع بالذی یغلّ، ۱۷۰/۵، الحدیث: ۹۵۸۱.

2 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه موسیٰ، ۱۲۹/۶، الحدیث: ۸۲۴۳.

3 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، باب کیف یصنع بالذی یغلّ، ۱۶۹/۵، الحدیث: ۹۵۸۰.

4 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ۴۵، ۴۸۹/۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں بے اتفاقی نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ : اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم ہمیشہ کیلئے ہے۔[1]

اور اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام معاملات میں خصوصاً جہاد اور دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کریں اور باہمی اختلافات سے بچیں جیسا کہ اُحد میں بعض مسلمانوں نے بعض کی مخالفت کی، کیونکہ باہمی تنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے۔[2]

مسلمان باہمی اختلاف سے بچیں اور اتفاق و اتحاد اختیار کریں

اس آیت کا حکم تو جنگ کے بارے میں ہے لیکن عمومی حالات میں بھی مسلمانوں کو باہمی اختلاف سے بچنا چاہیے اور اتفاق و اتحاد کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کفار کے ممالک تو آپس میں مُتَّحِد ہیں لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد نظر نہیں آتا بلکہ ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ اگر کفار کسی مسلمان ملک پر ظلم و ستم کریں تو دوسرے ملک کے مسلمان اپنے مسلم بھائیوں کا ساتھ دینے اور ان کافروں کے خلاف برسرِ پیکار ہونے کی بجائے وہ بھی کافروں کا ساتھ دیتے ہیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے اور لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے

[1] ......قرطبی، الانفال، تحت الآیة: ٤٦، ٤/٣٠٧، الجزء السابع.

[2] ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٤٦، ٢/٢٠٠، تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ٤٦، ٥/٤٨٩، ملتقطاً.

اوران کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران لوگوں جیسانہ ہونا جواپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے اورلوگوں کودکھاوا کرتے ہوئے نکلے اوروہ اللہ کے راستے سے روک رہے تھے اوراللہ ان کے تمام اعمال کوگھیرے ہوئے ہے۔

﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ : اوران لوگوں جیسانہ ہونا۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان کفارِقریش کے بارے میں نازل ہوئی جوبدر میں بہت اتراتے اورتکبرکرتے ہوئے آئے تھے۔جب یہ لوگ آئے توسرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، یہ قریش آگئے،تکبروغرورمیں سرشاراورجنگ کے لئے تیارہیں،تیرے رسول کوجھٹلاتے ہیں۔ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اب وہ مددعنایت ہوجس کاتونے وعدہ کیاتھا۔حضرت **عبداللہ بن عباس** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ قافلہ کوکوئی خطرہ نہیں رہاتوانہوں نے قریش کے پاس پیام بھیجا کہ تم قافلہ کی مدد کے لئے آئے تھے،اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذاواپس چلے جاؤ۔اس پرابوجہل نے کہا کہ ’’خدا کی قسم! ہم واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ ہم بدرمیں اتریں،تین دن قیام کریں،اونٹ ذبح کریں،بہت سے کھانے پکائیں،شرابیں پئیں،کنیزوں کا گانا بجانا سنیں،عرب میں ہماری شہرت ہواور ہماری ہیبت ہمیشہ باقی رہے۔لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا جب وہ بدر میں پہنچے تو شراب کے جام کی جگہ انہیں ساغرِموت پینا پڑا اور کنیزوں کے سازونَوا کی جگہ رونے والیاں انہیں روئیں اور اونٹوں کے ذبح کی جگہ ان کی گردنیں کٹیں۔ (1)

کافروں کی ریاکاری، فخر و غرور اور تکبر کے برے انجام سے مسلمان عبرت حاصل کریں

اللہ تعالٰی اس آیت میں مؤمنین کوحکم فرمارہاہے کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اورسمجھ لیں کہ فخرو ریا اورغرورو تکبر کاانجام انتہائی خراب ہے بندے کواخلاص اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنی چاہئے۔

وَاِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الۡيَوۡمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىۡ جَارٌ لَّـكُمۡ‌ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الۡفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيۡهِ

1 ……صاوی، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۷، ۳/۷۷۰۔

وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۠(۴۸)

ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جبکہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دکھائے اور بولا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں تم سے الگ ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے اور شیطان نے کہا: آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا: بیشک میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

﴿ وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ: اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے۔﴾ اس آیت میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے کفار کی نگاہ میں ان کے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت اور مسلمانوں کی مخالفت میں جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس پر ان کی تعریفیں کیں اور انہیں خبیث اعمال پر قائم رہنے کی رغبت دلائی اور جب قریش نے بدر میں جانے پر اتفاق کرلیا تو انہیں یاد آیا کہ ان کے اور قبیلہ بنی بکر کے درمیان دشمنی ہے، ممکن تھا کہ وہ یہ خیال کرکے واپسی کا ارادہ کرتے اور یہ شیطان کو منظور نہ تھا، اس لئے اس نے یہ فریب کیا کہ وہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں نمودار ہوا اور ایک لشکر اور ایک جھنڈا ساتھ لے کر مشرکین سے آملا اور ان سے کہنے لگا کہ میں تمہارا ذمہ دار ہوں آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں جب مسلمانوں اور کافروں کے دونوں لشکر صف آراء ہوئے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مُشت خاک مشرکین کے منہ پر ماری تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ابلیس لعین کی طرف بڑھے جو سراقہ کی شکل میں حارث بن

ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، ابلیس ہاتھ چھڑا کر اپنے گروہ کے ساتھ بھاگا۔ حارث پکارتا رہ گیا سراقہ! تم نے تو ہماری ضمانت لی تھی اب کہاں جاتے ہو؟ ابلیس کہنے لگا: بیشک میں تم سے بیزار ہوں اور امن کی جو ذمہ داری لی تھی اس سے سُبک دوش ہوتا ہوں۔ اس پر حارث بن ہشام نے کہا کہ ہم تیرے بھروسے پر آئے تھے کیا تو اس حالت میں ہمیں رسوا کرے گا؟ کہنے لگا: میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بیشک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے ہلاک نہ کردے۔ جب کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ شکست کھا کر مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے یہ مشہور کردیا کہ ہماری شکست و ہزیمت کی وجہ سراقہ بنا ہے۔ سراقہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اسے بہت حیرت ہوئی اور اس نے کہا: یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ نہ مجھے ان کے آنے کی خبر، نہ جانے کی، تو قریش نے کہا: ''تو فلاں فلاں روز ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ یہ غلط ہے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ (1)

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہتے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے تو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ: جب منافق کہنے لگے۔﴾ منافقین سے مراد اوس اور خزرج قبیلے کے چند افراد ہیں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے سے مراد مکہ مکرمہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام تو پڑھ لیا تھا مگر ابھی تک ان کے دلوں میں شک وتَرَدُّد باقی تھا۔ جب کفارِ قریش سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کے لئے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ بدر میں پہنچے۔ بدر میں جب انہوں نے مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دیکھی تو ان کا شک مزید بڑھا اور وہ مُرتَد ہوگئے اور یہ کہنے

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۴۸، ۲/۲۰۱-۲۰۲.

لگے کہ مسلمان اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے جنگ کرنے لگے ہیں، انہیں ان کے دین اسلام نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور آخرت میں ثواب کی امید انہیں اپنی جانیں قربان کرنے پر ابھار رہی ہے۔ یہ تمام لوگ بدر میں مارے گئے تھے۔ [1]

﴿وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ: اور جو اللہ پر توکُّل کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرے اور اپنا کام اس کے سپرد کر دے اور اس کے فضل و احسان پر مطمئن ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ حکمت والا ہے، وہ اپنے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرتا اور اپنے اولیاء کو رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے۔ [2]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے توکل کی تعریف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی تعریف فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے تا کہ دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ان کی حمایت فرمائے اور اس میں دیگر مسلمانوں کے لئے بھی یہ تعلیم ہے کہ وہ بھی اپنے سب معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اس کی قضا و تقدیر پر ہر دم راضی رہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر اور چکھو آگ کا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر آپ دیکھتے جب فرشتے کافروں کی ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے جان نکالتے

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۹، ۴۹۳/۵، خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۹، ۲۰۰/۲، ملتقطاً۔

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۹، ۲۰۰/۲۔

ہیں اور (کہتے ہیں) آگ کا عذاب چکھو۔

﴿وَلَوْ تَرٰۤى : اور اگر آپ دیکھتے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں کہ جب موت کے وقت فرشتے کافروں کی روحیں نکالتے ہیں تو بڑا خوفناک منظر دیکھیں گے۔ فرشتے آگ میں سرخ کئے ہوئے لوہے کے گُرز کافروں کے چہرے اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ آگ کا عذاب چکھو اور گرزوں کی ضرب و مار سے جو زخم لگتا ہے اس میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ [1]

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللّٰہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور اللّٰہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ یعنی یہ مصیبتیں اور عذاب تمہارے اپنے کئے ہوئے کفر اور گناہوں کا بدلہ ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کسی پر جرم کے بغیر عذاب نہیں کرتا اور کافر پر عذاب کرنا عدل ہے۔ آیت میں ''ظَلَّامٍ'' سے مراد بہت ظلم کرنے والا نہیں بلکہ مُطلَق ظلم کرنے والا مراد ہے اور معنی یہ ہوا کہ اللّٰہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور وہ اللّٰہ کی آیتوں سے منکر ہوئے تو اللّٰہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا بیشک اللّٰہ قوت والا سخت عذاب والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ وہ اللّٰہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے تو اللّٰہ نے

[1] ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۲۰۲-۲۰۳.

ان کے گناہوں کے سبب انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿ كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ : جیسا فرعونیوں کا طریقہ۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں کفار کی ذلت آمیز شکست اور آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کرنے کا ذکر فرمایا جبکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفارِ قریش کو جو دنیا و آخرت میں عذاب دیا ہے وہ ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام کفار اور سب منکروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کافروں کی اپنے کفر و سرکشی میں عادت فرعون اور ان سے پہلوں کی طرح ہے تو جیسے فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کیا اسی طرح یہ بھی غزوۂ بدر کے دن قتل اور قید میں مبتلا کئے گئے۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’ آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کو یقین کے ساتھ جان لیا پھر بھی ان کی تکذیب کی یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو جان پہچان کر تکذیب کرتے ہیں۔ (2)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعۡمَةً اَنۡعَمَهَا عَلٰى قَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۙ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انہیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں اور بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿ذٰلِكَ : یہ۔﴾ یعنی کافروں کو عذاب دینے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اسے ہرگز نہیں بدلتا جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں جیسے اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو روزی دے

1 ……تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۵۲، ۵/۴۹۵.

2 ……خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۵۲، ۲/۲۰۳.

کر بھوک کی تکلیف دور کی، امن دے کر خوف سے نجات دی اور ان کی طرف اپنے حبیب سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبی بنا کر مبعوث کیا، انہوں نے ان نعمتوں پر شکر کرنے کی بجائے یہ سرکشی کی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا اور ان کی خوں ریزی کے درپے ہوئے اور لوگوں کو راہِ حق سے روکا۔ سُدِّی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت سیّدِ انبیاء محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔(1)

قوموں کے عروج وزوال سے متعلق قانونِ الٰہی

قدرت کا یہ قانون ہے کہ کسی قوم کو نعمت دے کر اس وقت تک اس نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کیا جاتا جب تک وہ قوم خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کرتی۔ گزری ہوئی اور موجودہ قوموں کے عروج وزوال کیلئے یہی اٹل قانون ہے کہ نعمت کا شکر اور حق ادا کرنے پر نعمت بڑھ جاتی ہے اور ناشکری کرنے پر سزا دی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ قدرت کا یہ قانون صرف کافر قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ مسلمان بھی اگر اُسی رَوِش پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بھی اپنی دی ہوئی نعمتیں واپس لے لیتا ہے اور انہیں بھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے جیسا کہ مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کی معرفت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر اور ان کا حق ادا کرتے رہے تب تک عُروج کی ان مَنازل پر فائز رہے کہ دنیا کی بڑی بڑی سپر پاور ز ان کے زیرِ نگیں رہیں اور کفار مسلمانوں کا نام سن کر لرزتے رہے اور جب سے مسلمانوں نے نعمت کے شکر اور اس کے حق کی ادائیگی سے منہ موڑا تب سے ان کی طاقت اور کافروں پر تَسَلُّط ختم ہونا شروع ہو گیا اور آج مسلمانوں کا دنیا بھر میں حال یہ ہے کافر انہیں برے سے برے نام سے یاد کرتے ہیں اور دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلم ملک ہو جو کافروں کا دست نگر نہ ہو۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور انہوں نے اپنے رب کی آیتیں جھٹلائیں تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا اور ہم نے فرعون والوں کو ڈبو دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ۵۳، ۲ / ۲۰۳ .

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعونیوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

﴿وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ : اور ان سے پہلوں کا طریقہ۔﴾ یعنی جو کفارِ مکہ بدر میں قتل ہوئے ان کا اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نعمت کو بدلنا ویسا ہی ہے جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ تھا، انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب بعض کو زلزلے سے ہلاک کر دیا، بعض کو زمین میں دھنسا دیا، بعض پر پتھروں کی بارش برسائی، بعض کو تیز آندھی سے اور بعض کی شکلیں بگاڑ کر ہلاک کر دیا جبکہ فرعونیوں کو غرق کر دیا اسی طرح ہم نے کفارِ قریش کو تلوار سے ہلاک کر دیا۔[1]

مردودوں اور مقبولوں کے واقعات پڑھنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبرت کیلئے مردودوں کے تاریخی حالات پڑھنا ضروری ہے اسی طرح عبادت کا شوق پیدا کرنے کے لئے اولیاءِ کرام اور صالحین و مُتَّقِین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے واقعات کا مطالعہ کرنا بہت اچھا ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿ۖۚ۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جانوروں میں سب سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ : بیشک جانوروں میں سب سے بدتر۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے فیصلے میں جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے کفر پر سختی سے قائم ہیں، کسی صورت کفر چھوڑنے پر تیار نہیں اور جب بھی ان سے عہد کیا جائے تو وہ عہد توڑ دیتے ہیں۔[2]

کفار جانوروں سے بھی بدتر ہیں

قرآنِ پاک میں اس کے علاوہ اور مقامات پر بھی کفار کو جانوروں سے زیادہ بھٹکے ہوئے، جانوروں سے بدتر

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ٥٤، ٢/٢٠٣.

2 ......تفسير كبير، الانفال، تحت الآية: ٥٥، ٥/٤٩٧.

گمراہ بلکہ تمام مخلوق سے بدتر فرمایا گیا، چنانچہ

ایک مقام پر ارشاد ہوا:

اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

اور ارشاد فرمایا

اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔

کافروں کے جانوروں سے بدتر ہونے کی وجوہات

کفار کو جانوروں سے بھی بدتر فرمائے جانے کی مفسرین نے کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں، ان کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت سے خالی ہیں، اپنا نفع و نقصان پہچانتے ہیں اور اپنے مالک کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ کفار اپنے اعضاء میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوت رکھنے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، کفر اختیار کر کے خود اپنا نقصان کرتے ہیں اور اپنے مالک و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کے نافرمان ہیں اس لئے سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

نوٹ: اس سے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورۂ اعراف آیت **179** کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا یَتَّقُوْنَ (۵۶)

---

1 ......اعراف: ۱۷۹.

2 ......الفرقان: ٤٤.

3 ......البینہ: ٦.

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔

﴿اَلَّذِیۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ: وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔﴾ شانِ نزول: ’’اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ ‘‘ اور اس کے بعد کی آیتیں بنی قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بنو قریظہ کے یہودیوں سے یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپ سے لڑیں گے، نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے۔ مشرکینِ مکہ نے جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کی تو اس وقت بنو قریظہ نے یہ عہد توڑا اور ہتھیاروں سے ان مشرکین کی مدد کی، پھر انہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معذرت کی کہ ہم بھول گئے تھے اور ہم سے قصور ہوا اور دوبارہ عہد کیا، غزوۂ خندق کے دن رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف کفار کا ساتھ دے کر انہوں نے اس عہد کو بھی توڑ دیا۔ (1)

﴿وَهُمۡ لَا یَتَّقُوۡنَ: اور (اللّٰہ سے) ڈرتے نہیں۔﴾ یعنی وہ نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ عہد شکنی کے خراب نتیجے سے اور نہ اس سے شرماتے ہیں حالانکہ عہد شکنی ہر عقلمند کے نزدیک شرمناک جرم ہے اور عہد شکنی کرنے والا سب کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے جب اس کی بے غیرتی اس درجہ تک پہنچ گئی تو یقیناً وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔

عہد شکنی کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خواہ بندوں سے کیا ہوا جائز عہد توڑا جائے یا اللّٰہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی جائے دونوں انتہائی مذموم ہیں اور احادیث میں بھی عہد شکنی کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں کا مدِّ مقابل ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ دے پھر عہد شکنی کرے۔ دوسرا وہ شخص جو آزاد کو بیچے پھر اس کی قیمت کھائے۔ تیسرا وہ شخص جو مزدور سے کام پورا لے اور اس کی مزدوری نہ دے۔ (2)

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

(1)......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۵٦، ۲/۲۰٤.

(2)......بخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرّاً، ۲/۵۲، الحدیث: ۲۲۲۷.

فرمایا ’’مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جو کسی مسلمان کا عہد توڑے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفل۔‘‘ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں عہد کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِی الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ یَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر تم کہیں انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسا قتل کرو جس سے ان کے پس ماندوں کو بھگاؤ اس امید پر کہ شاید انہیں عبرت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے (بھی) بھاگ جائیں، اس امید پر (مارو) کہ شاید انہیں عبرت ہو۔

﴿فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِی الۡحَرۡبِ: تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ۔﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے عہد شکنی کی تم اگر انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے بھی بھاگ جائیں اور ان کی ہمتیں توڑ دو اور ان کی جماعتیں مُنْتَشِر کر دو اور اس امید پر مارو کہ شاید انہیں عبرت ہو۔

سزاؤں کی حکمت

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ میں ہر وہ جائز طریقہ استعمال کرنا درست ہے جو کفار کی ہمت توڑ دے۔ سزاؤں کے پیچھے اکثر و بیشتر یہی عوامل کارفرما ہوتے ہیں کہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ ایسی حرکتیں نہ کریں۔

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِیَانَةً فَانۢۡبِذۡ اِلَیۡهِمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾ ع

ع ۷/۲

1 ......بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینة، ۱/۶۱۶، الحدیث: ۱۸۷۰.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم کسی قوم سے دغا کا اندیشہ کرو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو برابری پر بیشک دغا والے اللّٰہ کو پسند نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف اس طرح پھینک دو کہ (دونوں علم میں) برابر ہوں بیشک اللّٰہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً: اور اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو۔﴾ اس آیت میں عام مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں سے خطاب ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ معاہدے کے بعد جب کسی قوم کی طرف سے عہد شکنی کی علامات ظاہر ہوں تو عہد توڑنے کیلئے مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ انہیں بتادے کہ آج کے بعد ہمارا تم سے معاہدہ ختم ہے اور ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں جنگ کی اطلاع دے دے تاکہ یہ اس قوم سے بدعہدی کرنے والا شمار نہ ہو اور اگر ان کی عہد شکنی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے تو عہد ختم ہونے اور جنگ کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈائریکٹ ان پر حملہ کر دیا جائے۔[1]

عہد سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیم

اس آیت سے واضح ہوا کہ دینِ اسلام میں عہد سے متعلق دی گئی تعلیم انتہائی شاندار ہے اور کفار سے کئے ہوئے عہد کا بھی اسلام میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے، یہاں کفار سے کئے گئے عہد کی پاسداری سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو ”حضرت سلیم بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور رومیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے شہروں کی طرف تشریف لے گئے تاکہ جب معاہدہ ختم ہو تو ان پر حملہ کر دیں لیکن اچانک ایک آدمی کو چوپائے یا گھوڑے پر دیکھا وہ کہہ رہا تھا: اَللّٰہُ اَکْبَر! عہد پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ شخص حضرت عمرو بن عَبَسَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ”جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس معاہدے کو نہ توڑے اور نہ بدلے جب تک کہ اس کی مدت ختم نہ ہو جائے یا وہ برابری کی بنیاد پر اس کی طرف پھینک نہ دے۔ راوی فرماتے ہیں ”یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو

[1] ......صاوی، الانفال، تحت الآیۃ: ۵۸، ۳/۷۷۴۔

لے کر واپس لوٹ گئے۔[1]

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْاؕ-اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ(۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے بیشک وہ عاجز نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے ہیں، بیشک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔

﴿ **وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا:** اور ہرگز کافر یہ خیال نہ کریں۔﴾ یعنی جو کفار جنگِ بدر سے بھاگ کر قتل اور قید سے بچ گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے وہ اپنے آپ کو ہماری قدرت اور پکڑ سے باہر نہ سمجھیں ہم ہر طرح پکڑنے پر قادر ہیں۔[2]

کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے باہر نہیں

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو بیماری، مصیبت اور کوئی آفت آنے کی صورت میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی توبہ کرتے اور ساری زندگی گناہوں سے دور رہنے اور اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہنے کا عہد کرتے ہیں لیکن جب تندرست ہو جاتے اور مصیبت و آفت سے باہر نکل آتے ہیں تو ان کے دوبارہ وہی پرانے لچھن شروع ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح یاد رکھ لینی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور پکڑ سے کسی صورت باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر حال میں اور ہر طرح سے پکڑنے پر قادر ہے۔ مسلمان ایسا اعتقاد تو یقیناً نہیں رکھتا لیکن عمل کے معاملے میں بہر حال حالت بہتر نہیں۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْۚ-لَا تَعْلَمُوْنَهُمْۚ-اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْؕ-وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ(۶۰)

---

1 ......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغدر، ۲۱۲/۳، الحدیث: ۱۵۸۶.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۵۹، ۲۰۵/۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے لیے جتنی قوت ہوسکے تیار رکھو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور جو اُن کے علاوہ ہیں انہیں ڈراؤ، تم انہیں نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

﴾وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ : اوران کے لیے جتنی قوت ہوسکے تیار رکھو۔﴿ اس آیت میں قوت سے مراد یہ ہے کہ اسلحے اور آلات کی وہ تمام اقسام کہ جن کے ذریعے دشمن سے جنگ کے دوران قوت حاصل ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قلعے اور پناہ گاہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد رَمی یعنی تیر اندازی ہے۔[1]

جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت کی تفسیر میں قوت کے معنی رمی یعنی تیر اندازی بتائے۔[2] فی زمانہ میزائل وغیرہ بھی اسی میں داخل ہوں گے۔

آیت "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... جہاد کی تیاری بھی عبادت ہے اور جہاد کی طرح حسبِ موقع یہ تیاری بھی فرض ہے جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔

(2)......عبادت کے اَسباب جمع کرنا عبادت ہیں اور گناہ کے اسباب جمع کرنا گناہ ہے جیسے حجِ فرض کیلئے سفر کرنا فرض ہے اور چوری کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔

(3)......کفار کو ڈرانا دھمکانا اپنی قوت دکھانا بہادری کی باتیں کرنا جائز ہیں حتّٰی کہ کافروں کے دل میں رُعب ڈالنے کیلئے غازی اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کرسکتا ہے ورنہ ویسے سیاہ خضاب ناجائز وگناہ ہے۔

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ٦٠، ٢/٢٠٥.

2 ......مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثمّ نسیه، ص١٠٦١، الحدیث: ١٦٧(١٩١٧).

فتح و نصرت کی عظیم تدبیر

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ فتح و نصرت اور غلبہ وعظمت کی عظیم تدبیر پر مشتمل ہے اور اس آیت کی حقانیت سورج کی طرح روشن ہے جیسے آج کے دور میں دیکھ لیں کہ جس ملک کے پاس طاقت وقوت اور اسلحہ وجنگی ساز وسامان کی کثرت ہے اس کا بدترین دشمن بھی اس پر حملہ کرنے کی جراٴت نہیں کرتا جبکہ کمزور ملک پر سب مل کر چڑھ دوڑنے کو تیار بیٹھے ہوتے ہیں، جیسے ایک بڑی طاقت اپنا سب سے بڑا دشمن دوسری بڑی طاقتوں کو سمجھتی ہے لیکن آج تک اس پر حملہ کرنے کی جراٴت نہیں کی کیونکہ اُن کے پاس پہلی کا دماغ ٹھیک کرنے کے نسخے موجود ہیں لیکن وہی بڑی طاقتیں اور عالمی امن کے جھوٹے دعویدار کمزور ممالک کو طاقت دکھانے میں شیر ہیں اور ان ممالک میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ اِسی آیت پر کچھ عمل کی برکت ہے کہ پاکستان پر کھلم کھلا حملہ کرنے کی جسارت کسی کو نہیں ہورہی کیونکہ پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔ اگر مسلمان مل کر اِس آیت پر عمل کریں تو کیا مجال کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت مسلمانوں کو تنگ کر سکے۔

﴿**وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ: اور جواُن کے علاوہ ہیں۔**﴾ یہاں دوسرے لوگوں سے کون مراد ہیں ان کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو قریظہ کے یہودی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فارس کے مجوسی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’**لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ**‘‘ تم انہیں نہیں جانتے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور اپنی زبانوں سے ’’**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**‘‘ کہتے ہیں جبکہ ’’**اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ**‘‘ اللہ انہیں جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس سے مراد کافر جنّات ہیں۔‘‘[1]

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہوجاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۲/۲۰۶.

﴿ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا : اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ ﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دشمنوں کے مقابلے میں قوت کی تیاری اور انہیں خوفزدہ کرنے کا سامان کرنے کا حکم دیا اور اس آیت میں یہ حکم دیا کہ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں اور صلح کی درخواست کریں تو ان کی صلح قبول کر لو۔[1]

کفار سے صلح سے متعلق مسائل

اس آیت میں کفار سے صلح کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں ہم صلح سے متعلق تین مسائل ذکر کرتے ہیں:

(1)......اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح کرنا جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے کر یا دے کر صلح کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو توڑ دیں مگر یہ ضروری ہے کہ پہلے انہیں اس کی اطلاع کر دیں اور اطلاع کے بعد فوراً جنگ شروع نہ کریں بلکہ اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں اس خبر کو پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی مدت مُعَیَّن نہ کی گئی ہو اور اگر مدت معین کی گئی ہو تو مدت پوری ہونے پر اطلاع دینے کی کچھ حاجت نہیں۔[2]

(2)......جس مشرک سے معاہدہ کیا جائے وہ مشرکینِ عرب میں سے نہ ہو کیونکہ عرب کے مشرکین سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا جنگ۔[3]

(3)......مرتد ہونے والوں سے صرف اسلام قبول کیا جائے یا ان سے جنگ کی جائے گی، ان سے نہ صلح جائز ہے اور نہ جزیہ لینا جائز ہے۔

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَۙ (۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

---

1 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ٦١، ٢/٢٠٧.

2 ......درمختار وردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب فی بيان نسخ المثلة، ٦/٢١٢.

3 ......بدائع الصنائع، كتاب السير، ركن العقد فی الامان المؤبد و شرائطه، ٦/٧٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) اگر وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں گے تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔

﴿وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ: اور اگر وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر کفار دھوکہ دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو اللہ تعالٰی تمہیں ان کے فریب سے بچائے گا کہ تمہیں کسی طریقہ سے خبر دے دے گا۔

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ: وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعے تمہاری تائید فرمائی۔﴾ بدر میں اللہ تعالٰی کی مدد تو وہ تھی جو فرشتوں کے ذریعے آئی اور مسلمانوں کے ذریعے مدد وہ تھی جو مہاجرین وانصار کے ذریعے پہنچی۔

مددِ الٰہی کی صورتیں

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے اور نیک بندوں کے ذریعے بھی، نیز ظاہری اسباب کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور ظاہری اسباب سے ہٹ کر بھی۔

وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے دلوں میں میل کردیا اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے بیشک وہی ہے غالب حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کردی۔ اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو ملا دیا، بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ: اور اس نے ان کے دلوں میں اُلفت پیدا کردی۔﴾ انصار کے دو قبیلے اوس وخزرج کے درمیان شروع ہونے والی عداوت برسوں سے چلی آرہی تھی اور ان کی باہمی عداوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ انہیں ملا دینے کے لئے تمام سامان بے کار ہو چکے تھے اور کوئی صورت باقی نہ رہی تھی، ذرا ذرا سی بات میں بگڑ جاتے اور برسہا برس تک جنگ

باقی رہتی، الغرض کسی طرح دو دِل نہ مل سکتے تھے۔ جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مبعوث ہوئے اور عرب کے لوگ آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی اتباع کی تو یہ حالت بدل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمادی، دلوں سے دیرینہ عداوتیں اور کینے دور ہوئے اور ایمانی محبتیں پیدا ہوئیں۔ یہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا روشن معجزہ ہے۔[1]

مسلمانوں کی اجتماعیت کا سب سے بڑا ذریعہ

یاد رہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت مسلمانوں کی اِجتماعیَّت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ دیکھ لیں کہ مشرق ومغرب کے دولوگ جن کے رنگ، زبان، نسل، معیارِ زندگی سب کچھ ایک دوسرے سے جدا ہو لیکن جب ایک کو یہ پتہ چلتا ہے کہ دوسرا شخص بھی سرورِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا غلام ہے تو فوراً دل میں نرمی ومحبت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمہارے پیروکار ہیں۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ: اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دھوکہ دینے کی صورت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی مدد ونصرت کا وعدہ فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً ہر حال میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد ونصرت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ **شانِ نزول:** ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی اور مومنین سے انصار صحابۂ کرام یا انصار ومہاجرین دونوں مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام قبول کرنے سے متعلق نازل ہوئی۔ اس قول کے مطابق یہ آیت مکی ہے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی ہے۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۳، ۵/۵۰۱-۵۰۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو کافی ہے اوران مسلمانوں کو بھی کافی ہے جنہوں نے آپ کی پیروی کی ۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے مسلمان آپ کو کافی ہیں ۔ (1)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ(۶۵) اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًاؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ(۶۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دوسو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے معلوم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے

1 ......تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۴، ۵/۵۰۳، خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۴، ۲/۲۰۷-۲۰۸، ملتقطاً.

تو مددِ الٰہی سے دس گنا کافروں پر غالب رہے گی کیونکہ کفار جاہل ہیں اور ان کی جنگ سے غرض نہ حصولِ ثواب ہے نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ لِلّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل کیا ٹھہر سکیں گے۔ [1] بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک فرد دس افراد کے مقابلہ سے نہ بھاگے، پھر آیت '' اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ '' نازل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ ایک سو مجاہدین دو سو 200 لوگوں کے مقابلے میں قائم رہیں۔ [2]

یعنی دس گنا سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنا کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا۔

جہاد کی ترغیب

اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے حکم سے معلوم ہوا کہ جہاد بہت اعلیٰ عبادت ہے جس کی رغبت دلانے کا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کی ہر جائز طریقہ سے رغبت دینا جائز ہے۔ غازی کی تنخواہ مقرر کرنا، اس کے بیوی بچوں کی پرورش کرنا، بہادروں کی قدردانی کرنا سب اس میں داخل ہیں۔

اس آیت کے علاوہ قرآنِ پاک کی اور کئی آیات میں کفار سے جہاد کرنے کی ترغیب بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم (اپنا حقیقی نفع) جانتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو (کافروں کو) قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔

1 ......مدارك، الانفال، تحت الآية: ٦٥، ص ٤٢٠.

2 ......بخاری، کتاب التفسير، باب الآن خفّف الله عنكم... الخ، ٣/٢٣١، الحديث: ٤٦٥٣.

3 ......الصف ١٠، ١١.

4 ......التوبہ ١١١.

ایک جگہ ارشاد فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے ؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے۔ اگر تم (اللہ کی راہ میں) کوچ نہیں کروگے تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اسی طرح کثیر احادیث میں بھی جہاد کی ترغیب دی گئی ہے، ان میں سے 5 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سب سے بہتر اس کی زندگی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہے، جب کوئی خوفناک آواز سنتا ہے یا خوف میں اسے کوئی بلاتا ہے تو اُڑ کر (یعنی بہت جلد) پہنچ جاتا ہے۔ قتل وموت کو اس کی جگہوں میں تلاش کرتا ہے (یعنی مرنے کی جگہ سے ڈرتا نہیں ہے) یا اس کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی میں رہتا ہے، وہاں نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور مرتے دم تک اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہے۔[2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مشرکین سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کرو۔[3]

یعنی دینِ حق کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مر جائے اور نہ تو جہاد کرے اور نہ اپنے دل میں اس کا خیال کرے تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔

---

1 ......التوبہ ۳۸،۳۹.

2 ......مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الجهاد والرباط، ص١٠٤٨، الحديث: ١٢٥(١٨٨٩).

3 ......ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهة ترك الغزو، ١٦/٣، الحديث: ٢٥٠٤.

4 ......مسلم، كتاب الامارة، باب ذمّ من مات ولم يغز... الخ، ص١٠٥٧، الحديث: ١٥٨(١٩١٠).

(4)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ غازی (مجاہد) کے لیے اس کا ثواب ہے اور غازی کے مددگار کے لیے اپنا ثواب ہے اور غازی کا ثواب۔[1]

(5)......حضرت زید بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا اور جو کسی غازی کے گھر بار میں بھلائی کے ساتھ اس کا نائب بن کر رہا اس نے جہاد کیا۔[2]

﴿عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا: اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو۔﴾ اس سے ایمان کی کمزوری نہیں بلکہ اَبدان کی کمزوری مراد ہے۔[3] یعنی پہلے تو سو کے مقابلہ میں دس مسلمانوں کو ڈٹ جانا فرض تھا اب سو کافروں کے مقابلے میں پچاس کو ڈٹ جانا فرض رہ گیا۔

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖۗ وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے۔ تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ: جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کے لائق نہیں کہ اپنے ہاں کافروں کو قید رکھے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہالے اور قتلِ کفار میں مبالغہ کر کے کفر کی ذلت

1......ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی اخذ الجعائل، ۳/۲۴، الحدیث: ۲۵۲۶.

2......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل من جهّز غازیاً... الخ، ۲/۲۶۷، الحدیث: ۲۸۴۳.

3......روح البیان، الانفال، تحت الآیة: ۶۶، ۳/۳۷۱ ملخصاً.

اوراسلام کی شوکت کا اظہار نہ کرے۔[1]

شانِ نزول: مسلم شریف وغیرہ کی احادیث میں ہے کہ جنگِ بدر میں ستر کافر قید کرکے سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں لائے گئے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے متعلق صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی قوم و قبیلے کے لوگ ہیں، میری رائے میں انہیں فِدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس سے مسلمانوں کو قوت بھی پہنچے گی اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اسلام نصیب کرے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دیا نیز یہ کفر کے سردار اور سرپرست ہیں ان کی گردنیں اڑا دی جائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فدیہ سے غنی کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو عقیل پر اور مجھے میرے رشتے دار پر مقرر کیجئے کہ ان کی گردنیں مار دیں۔ لیکن بالآخر فدیہ ہی لینے کی رائے قرار پائی اور جب فدیہ لیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

﴿ **تُرِیۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡیَا: تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو۔**﴾ اس آیت میں خطاب مؤمنین سے ہے اور مال سے فدیہ مراد ہے۔ یعنی تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے جو کفار کے قتل اور اسلام کے غلبے کی صورت میں تمہیں ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ یہ حکم بدر میں تھا جبکہ مسلمان تھوڑے تھے پھر جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور وہ فضلِ الٰہی سے قوی ہوئے تو قیدیوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ''فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً''[3] (پھر اس کے بعد احسان کرکے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مؤمنین کو اختیار دیا کہ چاہے کافروں کو قتل کریں، چاہے انہیں غلام بنائیں، چاہے فدیہ لیں، چاہے آزاد کریں۔ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا فی کس تھا جس کے سولہ سو درہم ہوئے۔[4]

لَوۡلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ لَمَسَّکُمۡ فِیۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس

---

1 ......مدارك، الانفال، تحت الآية: ٦٧، ص ٤٢٠.

2 ......مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر... الخ، ص٩٦٩، الحديث: ٥٨(١٧٦٣).

3 ......محمد: ٤

4 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ٦٧، ٢/٢٠٩-٢١٠.

میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک حکم لکھا ہوا نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! تم نے کافروں سے جو مال لیا ہے اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب پکڑ لیتا۔

﴿لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ : اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک لکھی ہوئی بات نہ ہوتی۔﴾ اس آیت میں ’’كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ‘‘ کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں، ان میں سے 3 درج ذیل ہیں۔

(1)......اس لکھے ہوئے سے مراد یہ ہے کہ اِجتہاد پر عمل کرنے والے سے مُواخذہ نہ فرمائے گا اور یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اجتہاد ہی کیا تھا اور ان کی فکر میں یہی بات آئی تھی کہ کافروں کو زندہ چھوڑ دینے میں ان کے اسلام لانے کی امید ہے اور فدیہ لینے میں دین کو تَقْوِیَت ہوتی ہے اور اس پر نظر نہیں کی گئی کہ قتل میں اسلام کا غلبہ اور کفار کی تہدید ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اس دینی معاملہ میں صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی رائے دریافت فرمانا مشروعیتِ اجتہاد کی دلیل ہے۔

(2)......یا ’’ كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ‘‘ سے وہ مراد ہے جو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھا کہ اہلِ بدر پر عذاب نہ کیا جائے گا۔

(3)......یا اس سے وہ مراد ہے جو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھا کہ **اللہ** تعالیٰ تمہارے لئے غنیمتیں حلال فرمائے گا۔

یاد رہے کہ آیت کے اگلے حصے ’’لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ ‘‘ میں ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے خطاب ہے جو فدیہ لینے پر راضی تھے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس خطاب میں داخل نہیں۔ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب اور حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بچ جاتے کیونکہ ان کی رائے عالی فدیہ لینے کے خلاف تھی۔ [1]

شانِ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اس شانِ نزول سے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظمت وشان ظاہر ہوئی کہ **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مقام ایسا بلند ہے کہ **اللہ** تعالیٰ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کے مطابق قرآنِ مجید کی آیات نازل

1......مدارك، الانفال، تحت الآية: ٦٨، ص ٤٢١، روح المعانی، الانفال، تحت الآية: ٦٨، ٥/٣٢٢، ملتقطاً.

فرماتا ہے، ترمذی شریف میں حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمادیا ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب کبھی لوگوں میں کوئی معاملہ درپیش ہوا اور اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی کچھ کہا تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ [1]

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ 20 سے زائد آیات ایسی ہیں جنہیں اللّٰہ تعالٰی نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کے مطابق نازل فرمایا، ان میں سے پانچ آیات درج ذیل ہیں

(1)...... مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی آیت، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں، تو اللّٰہ تعالٰی نے یہ حکم نازل فرمایا

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(2)...... پردے کی آیت، چنانچہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کاش آپ ازواجِ مُطَہَّرات کو پردے کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں، تو اللّٰہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رکھیں یہ اِس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(3)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات باہمی کسی اختلاف کے سبب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه، ۵/۳۸۳، الحدیث: ۳۷۰۲.

2 ......بقرہ: ۱۲۵.

3 ......احزاب: ۵۹.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس جمع ہوئیں (جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزاج کے برخلاف تھا) تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ یا تو تم اس سے باز آ جاؤ ورنہ اگر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں تم سے اچھی بیویاں عطا فرما دے، تو آیت بھی اسی طرح اتری اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ (حبیب) تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں ہوں۔

(4)......ایک موقع پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

(5)......منافقوں کے سردار عبد اللہ بن اُبی کے مرنے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چاہتے تھے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ

---

1 ......تحریم: ٥.

2 ......نور: ٥٨.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور اس کے لئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کوشش بھی کی، جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نماز جنازہ پڑھا کر واپس ہوئے تو یہ آیت نازل ہوگئی

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرگئے۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۹﴾

ع ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اس سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ **فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا : تو اس سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ غنیمت تمہیں ملی ہے۔** ﴾ جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے جو فدیئے لئے تھے ان سے ہاتھ روک لئے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بیان فرمایا گیا کہ تمہاری غنیمتیں حلال کی گئیں، انھیں کھاؤ۔ [2]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کیا گیا۔ [3]

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

1 ......توبہ: ۸۴.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۹، ۲/۲۱۱.

3 ......بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱/۱۳۳، الحدیث: ۳۳۵، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص۲۶۵، الحدیث: ۳(۵۲۱).

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی تو جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ، اگر اللہ تمہارے دل میں بھلائی دیکھے گا تو جو مال تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا ہیں۔ یہ کفارِ قریش کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے جنگِ بدر میں لشکرِ کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لئے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت ومہلت نہ ملی تو یہ بیس اوقیہ سونا ان کے پاس بچ رہا، جب وہ گرفتار ہوئے اور یہ سونا ان سے لے لیا گیا تو انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں شمار کرلیا جائے مگر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انکار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو چیز ہماری مخالفت میں صَرف کرنے کے لئے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی اور حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ان کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیئے کا بار بھی ڈالا گیا تو حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: یا محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تم مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کیا کروں تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ پھر وہ سونا کہاں ہے جس کو تمہارے مکہ مکرمہ سے چلتے وقت تمہاری بیوی ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم ان سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں ہے مجھے کیا حادثہ پیش آئے، اگر میں جنگ میں کام آ جاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبداللہ اور عبیداللہ کا اور فضل اور قثم کا (سب ان کے بیٹے تھے) حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ

نے خبر دار کیا ہے۔اس پر حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میرے اس راز پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مُطَّلع نہ تھا اور حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بھتیجوں عقیل و نوفل کو حکم دیا وہ بھی اسلام لائے۔ [1]

﴿ یُؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ : جو (مال) تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا۔﴾ جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس بَحرَین کا مال آیا جس کی مقدار اسی ہزار تھی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نمازِ ظہر کے لئے وضو کیا اور نماز سے پہلے ہی کل مال تقسیم کر دیا اور حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ اس میں سے لے لو تو جتنا ان سے اٹھ سکا، اتنا انہوں نے لے لیا۔ وہ فرماتے تھے کہ یہ اس سے بہتر ہے کہ جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے لیا اور میں اس کی مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔ اپنے مال و دولت کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے بیس اوقیہ سونے کے بدلے بیس غلام عطا کئے، وہ سب کے سب تاجر تھے اور بہت سارا مال کما کر دیتے تھے، ان میں سے جو غلام سب سے کم کما کر دیتا تھا اس کی مقدار بیس ہزار درہم تھی۔ [2]

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر وہ تم سے دغا چاہیں گے تو اس سے پہلے اللّٰہ ہی کی خیانت کر چکے ہیں جس پر اس نے اتنے تمہارے قابو میں دے دیے اور اللّٰہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو بیشک یہ اس سے پہلے اللّٰہ سے خیانت کر چکے ہیں جس پر اُس نے اِنہیں تمہارے قابو میں دے دیا اور اللّٰہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ: اور اے حبیب! اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ذکر کی گئی اللّٰہ تعالیٰ

1 ......خازن، الانفال، تحت الآية: ۷۰، ۲/۲۱۱.

2 ......مدارك، الانفال، تحت الآية: ۷۰، ص ۴۲۱، بغوى، الانفال، تحت الآية: ۷۰، ۲/۲۲۱، ملتقطاً.

اوراس کے رسول سے کفار کی خیانت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ قیدی تمہاری بیعت سے پھر کراور کفر اختیار کرکے تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ یہ لوگ میثاق کے دن مجھ سے وعدہ کرکے دنیا میں پہنچ کر پھر گئے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا جیسا کہ وہ بدر میں دیکھ چکے ہیں کہ قتل ہوئے گرفتار ہوئے آئندہ بھی اگر ان کے اَطوار وہی رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہیے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو قید سے آزاد کیا تو آپ نے ان سے دوبارہ جنگ نہ کرنے اور مشرکین سے معاہدہ نہ کرنے کا عہد لیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کرکے آپ سے خیانت کی ہے تو آپ اَفسردہ نہ ہوں یہ لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی عہد کرکے اسے توڑ چکے ہیں۔ مصیبت سے نجات کے لئے شکر گزار بندہ بننے کا عہد کیا تو مصیبت دور ہونے کے بعد اپنے وعدے کے خلاف کرکے کفر و معصیت میں مبتلا ہو گئے۔ اولاد کی نعمت ملنے پر شکر گزاری کا عہد کیا اور اولاد ملنے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرا دیئے۔ (1)

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِكَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یُهَاجِرُوۡا مَا لَكُمۡ مِّنۡ وَّلَایَتِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوۡا ۚ وَ اِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡكُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَكُمۡ وَ بَیۡنَهُمۡ مِّیۡثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں

(1) ......بیضاوی، الانفال، تحت الآیة: ۷۱، ۳/۱۲۳، روح البیان، الانفال، تحت الآیة: ۷۱، ۳/۳۷۶، تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیة: ۷۱، ۵/۵۱۴، ملتقطاً.

سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا تر کہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے مگر یہ کہ ایسی قوم کے خلاف (مدد مانگیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں پہلے دو گروہوں کا بیان فرمایا گیا: **(1) مہاجرینِ اَوَّلین** ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اور اسی کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں انہوں نے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ **(2) اَنصار** ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ پھر ان مہاجرین اور انصار دونوں کے لئے ارشاد فرمایا کہ مہاجر انصار کے اور انصار مہاجر کے وارث ہیں۔ یہ وراثت آیت **''وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ''** سے منسوخ ہوگئی۔ [1]

﴿وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ: اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں۔﴾ یعنی جن مسلمانوں نے دارُ الحرب سے ہجرت نہیں کی وہ اگر دارُ الحرب سے رہائی حاصل کرنے کیلئے تم سے فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کریں تو تم پر فرض ہے کہ انہیں نامراد نہ کرو، ہاں اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور مدت پوری ہونے سے پہلے اس معاہدے کو نہ توڑو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں تین مسئلے بیان ہوئے ہیں: **ایک یہ** کہ غیر مہاجر مومن اگر کسی کافر قوم سے دینی وجہ سے جنگ کریں اور وہ تم سے مدد مانگیں تو مدد دو۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرے۔ **دوسرا یہ** کہ مدد دینا جہاد میں ضروری ہے نہ کہ محض دنیاوی جھگڑوں میں۔

[1]......مدارك، الانفال، تحت الآية: ٧٢، ص ٤٢٢.

تیسرا یہ کہ اگر دارالحرب کے مسلمانوں کی جنگ کسی ایسی کافر قوم سے ہے جن کا ہمارے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے تو ہم اب ان کے خلاف مدد نہیں دے سکتے کیونکہ اس میں بد عہدی ہے بلکہ اب یہ کوشش کی جائے کہ ان کفار اور ان مسلمانوں میں صلح ہو جائے، اگر صلح ناممکن ہے تو ہم غیر جانبدار رہیں۔[1]

سُبْحَانَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ، یہ کیسی نفیس تعلیم ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے بھی کئے ہوئے عہد کی پاسداری کی جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے عہد شکنی کی صورت نکلتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعلیمات اَخلاقی اچھائیوں کی انتہا تک پہنچی ہوئی ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِیْرٌؕ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

﴿وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ: اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر نصرت اور وراثت میں ایک دوسرے کے وارث ہیں لہٰذا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی وراثت نہیں۔ اگر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے تَعاوُن نہ کریں اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر ایک قوت نہ بن جائیں تو کفار مضبوط اور مسلمان کمزور ہو جائیں گے، اس صورت میں زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔[2]

اس آیت کی حقانیت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمانوں کو آپس کے عدمِ اتحاد پر فرمایا گیا تھا کہ اس سے فتنہ اور فسادِ کبیر ہوگا اور اب ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ آج مسلمانوں کے خلاف فتنہ اور فسادِ کبیر ہے یا نہیں اور اس کی وجہ بھی مسلمانوں کا عدمِ اتحاد ہے یا نہیں؟

1 ......تفسیر قرطبی، الانفال، تحت الآیة: ۷۲، ۴/۳۳۰، الجزء السابع، روح البیان، الانفال، تحت الآیة: ۷۲، ۳/۳۷۸، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الانفال، تحت الآیة: ۷۳، ص۱۵۴، مدارك، الانفال، تحت الآیة: ۷۳، ص۴۲۲، ملتقطاً.

مسلمانوں میں باہمی تعاون اور مدد کی ضرورت

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی دوستی اوران کا وارث بننے سے منع کیا ہے، ان سے جدا رہنے، مسلمانوں کو آپس میں میل جول رکھنے اور ایک دوسرے کا معاون و مددگار بن کر مضبوط طاقت بننے کا حکم دیا ہے۔ لیکن افسوس! فی زمانہ ایک گھر سے لے کر عالمی سطح تک اس معاملے میں مسلمانوں کا حال اس کے الٹ ہی نظر آرہا ہے کہ مسلمان اپنے گھر میں اپنے ہی بہن بھائیوں کے ساتھ میل جول رکھنے، مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے سے بیزار ہو چکے ہیں اور یہی حال پڑوسیوں اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ ہے، اسی طرح ایک علاقے کے مسلمان دوسرے علاقے کے مسلمانوں سے، ایک شہر کے مسلمان دوسرے شہر کے مسلمانوں سے، ایک ملک کے مسلمان دوسرے ملک کے مسلمانوں سے باہمی الفت ومحبت اور تعاون و مدد کو تیار نہیں بلکہ عمومی طور پر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی بجائے کفار سے بہرصورت دوستی کرنا چاہتے ہیں اور ہر طرح کی قربانی دے کر ان سے بنائی ہوئی دوستی کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور اگر کسی کافر ملک کی کسی مسلم ملک کے ساتھ جنگ شروع ہو جائے تو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاون کرنے اور کفار کے خلاف ان کی مدد کرنے کی بجائے کافروں کا ساتھ دیتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کو تباہ و برباد کرنے میں کافروں کو ہر طرح کی مدد دیتے اور ان کی تھپکیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی اپنی حکمرانی قائم رہے اور ان کی عیش و مستی میں کوئی کمی نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنے دین و مذہب کی تعلیمات کو سمجھنے، ان پر عمل کرنے اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا : وہی سچے ایمان والے ہیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیت میں مہاجرین وانصار کے باہمی تَعَلُّقات اور ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے مُعین ومددگار ہونے کا بیان تھا اور اس آیت میں ان دونوں کے ایمان کی تصدیق اور ان کے رحمتِ الٰہی کے مستحق ہونے کا ذکر ہے۔ اس آیت سے مہاجرین اور انصار کی عظمت وشان بیان کرنا مقصود ہے کہ مہاجرین نے اسلام کی خاطر اپنے آبائی وطن کو چھوڑ دیا، اپنے عزیز، رشتہ داروں سے جدائی گوارا کی، مال و دولت، مکانات اور باغات کو خاطر میں نہ لائے۔ اسی طرح انصار نے بھی مہاجرین کو مدینہ منورہ میں اس طرح ٹھہرایا کہ اپنے گھر اور مال ومَتاع میں برابر کا شریک کرلیا، یہ سچے اور کامل مومن ہیں، ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ (1)

انصار کے فضائل

اس آیت میں مہاجرین کے ساتھ ساتھ انصار کی بھی عظمت وشان بیان کی گئی، اسی طرح ایک اور مقام پر انصار کی عظمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﳴ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جنہوں نے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانا بنالیا وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا گیا اور وہ (دوسروں کو) اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود (مال کی) حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

اور حضرت براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''انصار

1 ……مدارك، الانفال، تحت الآية: ٧٤، ص٤٢٣، تفسير كبير، الانفال، تحت الآية: ٧٤، ٥١٩/٥، ملتقطاً.

2 ……حشر: ٩.

سے محبت نہ کرے گا مگر مومن اوران سے عداوت نہ کرے گا مگر منافق ،تو جس نے ان سے محبت کی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت کرے اور جس نے ان سے بغض رکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہو۔ (1)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (2)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کچھ بچوں اور عورتوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کھڑے ہوگئے اور فرمایا ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ (مجموعی طور پر) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو جانتا ہے، اے انصار! تم لوگ (مجموعی طور پر) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔ (3)

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ ﴿۷۵﴾

ع ۱۰ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

1 ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حبّ الانصار، ۲/۵۵۵، الحدیث: ۳۷۸۳.

2 ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حبّ الانصار، ۲/۵۵۵، الحدیث: ۳۷۸۴.

3 ......مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰہ تعالی عنھم، باب من فضائل الانصار، ص۱۳۶۰، الحدیث: ۱۷۴(۲۵۰۸).

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ: اور جو اس کے بعد ایمان لائے۔﴾ یعنی اے مہاجرین و انصار! جو لوگ پہلی ہجرت کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے تمہاری ہجرت کے بعد ہجرت کی اور کئی جنگوں میں انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا یہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور تمہارے ہی حکم میں ہیں۔ (1)

مہاجرین کے طبقات

مہاجرین کے کئی طبقے ہیں ایک وہ ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کی انہیں **مہاجرینِ اولین** کہتے ہیں۔ کچھ وہ حضرات ہیں جنہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف انہیں **اصحابُ الہجرتَین** کہتے ہیں۔ بعض حضرات وہ ہیں جنہوں نے صُلحِ حدیبیہ کے بعد فتحِ مکہ سے قبل ہجرت کی یہ **اصحابِ ہجرتِ ثانیہ** کہلاتے ہیں، پہلی آیت میں مہاجرینِ اولین کا ذکر ہے اور اس آیت میں اصحابِ ہجرتِ ثانیہ کا ذکر ہے۔ (2)

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ: اور رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہجرت اور اُخُوت کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہجرت اور اخوت کے مقابلے میں (نسبی) رشتے دار وراثت میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں اور اس آیت کے ذریعے ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت میں حق داری منسوخ فرما دی گئی۔ (3)

آیت ’’ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت منسوخ ہو چکی ہے۔

(2)......اب وراثت کا دار و مدار نسبی قرابت داری پر ہے جیسا کہ آیت ’’وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ‘‘ سے واضح ہے۔ رضاعی رشتے کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں اور سسرالی رشتے میں بھی صرف شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

(3)......ذوی الارحام جیسے ماموں خالہ وغیرہ بھی وارث ہیں جیسا کہ اَحناف کا مذہب ہے۔

1 ......روح البیان، الانفال، تحت الآیة: ۷۵، ۳/ ۳۸۰.

2 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۷۴، ۲/ ۲۱۲.

3 ......خازن، الانفال، تحت الآیة: ۷۵، ۲/ ۲۱۳.

سُوۡرَةُ التَّوۡبَة

سورۂ توبہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ توبہ مدنیہ ہے مگر اس کی آخری آیات ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ'' سے آخر تک، ان کو بعض علماء مکی کہتے ہیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **16** رکوع، **129** آیتیں، **4078** کلمے، اور **10488** حروف ہیں۔ (2)

''توبہ'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کے دس سے زیادہ نام ہیں، ان میں سے یہ دو نام مشہور ہیں **(1) توبہ**۔ اس سورت میں کثرت سے توبہ کا ذکر کیا گیا اس لئے اسے ''سورۂ توبہ'' کہتے ہیں۔ **(2) بَراءت**۔ یہاں اس کا معنی بری الذمہ ہونا ہے، اور اس کی پہلی آیت میں کفار سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ براءت'' کہتے ہیں۔

سورۂ توبہ کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰه'' نہ لکھے جانے کی وجہ

اس سورت کے شروع میں **بِسْمِ اللّٰهِ** نہیں لکھی گئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سورت کے ساتھ **بِسْمِ اللّٰهِ** لے کر نازل ہی نہیں ہوئے تھے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے **بِسْمِ اللّٰهِ** لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ (3)

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** امان ہے اور سورۂ توبہ تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (4)

صحیح بخاری میں حضرت براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ قرآنِ کریم کی سورتوں میں سب سے آخری

---

1 ......خازن، تفسير سورة التوبة، ۲/۲۱۳.

2 ......خازن، تفسير سورة التوبة، ۲/۲۱۳.

3 ......جلالين مع صاوى، سورة التوبة، ۳/۷۸۳.

4 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة التوبة، لَم لم تكتب فى براءة بسم اللّٰه الرحمن الرحيم؟، ۲/۶۳، الحديث: ۳۳۲۶.

سورت ''سورۂ توبہ'' نازل ہوئی۔ [1]

سورۂ توبہ کے فضائل

(1)......حضرت علی المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''منافق سورۂ ہود، سورۂ براءت، سورۂ یٰسٓ، سورۂ دُخان اور سورۂ نَبا ءکو یادنہیں کرسکتا۔ [2]

(2)......حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں لوگوں کی خاطر داری کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ [3]

(3)......حضرت عطیہ ہمدانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لکھا ''تم خود سورۂ براءت سیکھواور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ [4]

سورۂ توبہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مشرکین اور اہلِ کتاب کے خلاف جہاد کرنے کے احکام بیان کئے گئے اور غزوۂ تبوک سے منافقوں کو روک کر مسلمانوں اور منافقوں میں اِمتیاز کردیا گیا۔اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......ان مشرکین سے بَراءت کا اعلان کیا گیا جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوا اور وہ اپنے معاہدے پر قائم نہ رہے۔

(2)......کفارِ مکہ کے مسلمانوں سے افضل ہونے کے دعوے کا رد کیا گیا۔

(3)......غزوۂ حُنَین کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(4)...... یہودیوں کا حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور عیسائیوں کا حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالٰی کا بیٹا قرار دینے کا رد کیا گیا۔

(5)......ہجرت کے وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی غارِ ثور میں ہونے والی

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب یستفتونك قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ... الخ، ۳/۲۱۲، الحدیث: ۴۶۰۵.

2 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۵/۳۵۰، الحدیث: ۷۵۷۰.

3 ......شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی الحلم والتؤدۃ، ۶/۳۵۱، الحدیث: ۸۴۷۵.

4 ......سنن سعید بن منصور، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ التوبۃ، ۵/۲۳۱، الحدیث: ۱۰۰۳.

گفتگو بیان کی گئی۔

(6)......زکوٰۃ کے مَصارِف بیان کئے گئے۔

(7)......مسجدِ ضرار کا واقعہ بیان کیا گیا اور مسجدِ قبا کی فضیلت بیان کی گئی۔

(8)......حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم جو کہ غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے ان کی توبہ کا واقعہ بیان کیا گیا۔

سورۂ انفال کے ساتھ مناسبت

سورۂ توبہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''اَنفال'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں اسلامی ملک کے خارجی اور داخلی اصول بیان کئے گئے، صلح اور جنگ کے احکام، سچے مومنین، کفار اور منافقین کے حالات بیان کئے گئے، دیگر ممالک کے ساتھ ہونے والے معاہدوں اور عہد و پیمان کے احکام بیان کئے گئے البتہ سورۂ اَنفال میں مسلمانوں کو معاہدے پورے کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور سورۂ توبہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کفار کی طرف سے عہد شکنی کی ابتداء ہو تو وہ بھی ان کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے توڑ دیں۔ نیز دونوں سورتوں میں مشرکین کو مسجدِ حرام سے روکنے کا حکم دیا گیا، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی، مشرکین اور اہلِ کتاب سے جہاد کرنے پر تفصیلی کلام کیا گیا اور منافقوں کی خصلتیں بیان کی گئی ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؕ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف اعلانِ براءت ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔

﴿بَرَآءَةٌ : براءت کا اعلان ہے۔﴾ مشرکینِ عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا، ان میں سے چند کے سوا سب نے

عہد شکنی کی تو ان عہد شکنوں کا عہد ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ چار مہینے وہ امن کے ساتھ جہاں چاہیں گزاریں ان سے کوئی تَعَرُّض نہ کیا جائے گا، اس عرصہ میں انہیں موقع ہے کہ خوب سوچ سمجھ لیں کہ ان کے لئے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کر لیں اور جان لیں کہ اس مدت کے بعد اسلام منظور کرنا ہو گا یا قتل۔ یہ سورت 9 ھ میں فتحِ مکہ سے ایک سال بعد نازل ہوئی، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سال حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو امیرِ حج مقرر فرمایا تھا اور ان کے بعد حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو حاجیوں کے مجمع میں یہ سورت سنانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر ندا کی ’’ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو!)‘‘ میں تمہاری طرف رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ لوگوں نے کہا: آپ کیا پیام لائے ہیں؟ تو آپ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے تیس یا چالیس آیتیں اس سورتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائیں، پھر فرمایا: میں چار حکم لایا ہوں:

(1)......اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ معظّمہ کے پاس نہ آئے۔

(2)......کوئی شخص بَرَہنہ ہو کر کعبہ معظّمہ کا طواف نہ کرے۔

(3)...... جنت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا۔

(4)......جس کا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک رہے گا اور جس کی مدت مُعَیَّن نہیں ہے اس کی میعاد چار ماہ پر تمام ہو جائے گی۔ مشرکین نے یہ سن کر کہا: اے علی! کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، اپنے چچا کے فرزند (یعنی سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو خبر دے دیجئے کہ ہم نے عہد پسِ پُشت پھینک دیا، ہمارے ان کے درمیان نیزہ بازی اور تیغ زنی کے سوا کوئی عہد نہیں ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کی طرف اشارہ

اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تو امیرِ حج بنایا اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو ان کے پیچھے سورۂ براءت پڑھنے کے لئے بھیجا تو حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ امام ہوئے اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم مقتدی، اس سے حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تقدیم حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم پر

1......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٢، ص٤٢٤-٤٢٥، ملتقطاً.

ثابت ہوئی۔اور خود حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی امامت و خلافت کے متعلق فرمایا ''رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں وہاں حاضر تھا غائب نہیں تھا اور نہ ہی مجھے کوئی مرض تھا تو ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لئے پسند کرلیا جنہیں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمارے دین (یعنی نماز) کے لئے پسند فرمایا تھا۔[1]

فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِیْنَ ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو چار مہینے زمین پر چلو پھرو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے مشرکو!) تم چار مہینے تک زمین میں چلو پھرو اور جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو ذلیل ورسوا کرنے والا ہے۔

﴿ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ : تو تم چار مہینے تک زمین میں چلو پھرو۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مشرکو! تم چار مہینے تک زمین میں امن وامان سے چلو پھرو اس کے بعد تمہارے لئے کوئی امان نہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا کہ تم اللہ تعالٰی کو تھکا نہیں سکتے اور اس مہلت کے باوجود اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالٰی کافروں کو دنیا میں قتل کے ساتھ اور آخرت میں عذاب کے ساتھ رسوا کرنے والا ہے۔[2]

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ

---

1 ......ابن عساكر، عبد اللّٰه ويقال عتيق بن عثمان بن قحافة... الخ، ۳۰/۲۶۵.

2 ......جلالين، التوبة، تحت الآية: ۲، ص۱۵۵، خازن، التوبة، تحت الآية: ۲، ۲/۲۱۶، ملتقطاً.

فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ‌ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍۙ‏ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

﴿ یَوۡمَ الۡحَجِّ الۡاَکۡبَرِ: بڑے حج کے دن۔﴾ حضرت حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا تھا تو اس میں مسلمان اور مشرکین سب جمع تھے، اس لئے اس حج کو حجِ اکبر فرمایا گیا۔ (1)

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''یَوم سے مراد عَرفہ کا دن ہے کیونکہ وُقوفِ عرفہ حج کے اَرکان میں سے رکنِ اعظم ہے یا اس سے مراد یومِ نَحر ہے کیونکہ حج کے زیادہ تر اَفعال جیسے طواف، قربانی، سر منڈانا اور رَمی وغیرہ اسی دن ہوتے ہیں اور اس حج کو حجِ اکبر اس لئے فرمایا گیا کہ اس زمانہ میں عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا تھا۔ (2)

حجِ اکبر کسے کہتے ہیں؟

اَحادیث اور آثارِ صحابہ میں مختلف دنوں کو حجِ اکبر کہا گیا ہے جبکہ عوام میں یہ مشہور ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن تو ہو وہ حجِ اکبر ہوتا ہے، اس کے ثبوت میں اگرچہ کوئی صریح حدیث موجود نہیں تاہم یہ کہنا غلط بھی نہیں کیونکہ بکثرت

1 ......تفسیر طبری، التوبة، تحت الآية: ۳، ۶/۳۱۷.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۳، ص۴۲۵.

روایات سے اس دن کا حجِ اکبر ہونا ثابت ہے بلکہ ملا علی قاری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس دن کے حجِ اکبر ہونے کے ثبوت میں ''اَلْحَظُّ الْاَوْفَرُ فِی الْحَجِّ الْاَکْبَرُ'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں حجِ اکبر سے متعلق امام ابنِ سیرین رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ ''حجِ اکبر وہ حج ہے کہ جو اس دن کے مُوافق ہو جس دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور تمام اَعراب نے حج کیا تھا۔ [1]

اس کے علاوہ امام ابن سیرین رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ قول تفسیر بغوی، جلد 2، صفحہ 226، تفسیر قرطبی، جلد 4، صفحہ 9، جزء 8، البحر المحیط، جلد 5، صفحہ 10 اور در منثور، جلد 4، صفحہ 128 پر بھی مذکور ہے۔ تفسیر خازن میں ہے ''جو حج تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حج کے موافق ہوا سے حجِ اکبر کہا گیا ہے اور یہ دن جمعہ کا دن تھا۔ [2]

اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو، بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْــٴًـا: پھر انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی۔﴾ اس سورت کے شروع میں چونکہ یہ

[1] ......تفسیر طبری، التوبة، تحت الآیة: ۳، ۶/۳۱۳.

[2] ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ۳، ۲/۲۱۷.

بیان کیا گیا تھا کہ آئندہ چار ماہ تک کافروں سے معاہدے برقرار رہیں گے اور اس کے بعد ختم، اب یہاں فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اور وہ معاہدے کے پابند ہیں اور انہوں نے معاہدے کو اس کی شرطوں کے ساتھ پورا کیا ہے تو تم بھی ان سے معاہدہ پورا کرو اور چار مہینے پر معاہدہ ختم ہو جانے کا حکم ان کیلئے نہیں ہے۔ یہ لوگ بنی ضمرہ تھے جو کنانہ کا ایک قبیلہ ہے اور ان کی مدت کے نو مہینے باقی رہے تھے۔ (1)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑ لو اور قید کرلو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ : پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں۔ ﴾ یہاں حرمت والے مہینوں سے مراد ان کفار کی امان کے مہینے ہیں جو مسلسل چار تھے لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں اور جن مہینوں میں جنگ ابتدائے اسلام میں حرام تھی وہ رجب، ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم ہیں اب ان میں جہاد جائز ہے چونکہ یہاں مذکور معاہدے کی تکمیل والے چار مہینوں میں اُن کفار سے جنگ حرام تھی اس لئے انہیں اَشْہُرِ حرام فرمایا گیا۔ (2)

---

1 ......صاوی، التوبة، تحت الآية: ٤، ٣/٧٨٦.

2 ......روح البيان، التوبة، تحت الآية: ٥، ٣/٣٨٧.

﴿ فَاِنْ تَابُوْا: پھر اگر وہ توبہ کریں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے سے منع کیا گیا تھا، اگر کفار ان کاموں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیں، بتوں کی پوجا چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا اقرار کر لیں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت کو مان لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور ان کی جان و مال کے درپے نہ ہو۔ جو بندہ توبہ کرتا ہے، گزشتہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں لگ جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ چھپا دیتا ہے۔ توبہ سے پہلے کئے ہوئے گناہوں پر توبہ کے بعد سزا نہ دے کر اس پر رحم فرماتا ہے۔[1]

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۶﴾

ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ: اور اگر کوئی مشرک۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگر کوئی مشرک مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد آپ سے پناہ مانگے تا کہ آپ سے توحید کے مسائل اور قرآنِ پاک سنے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں تو اسے پناہ دے دیں حتّٰی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام سنے اور اسے معلوم ہو جائے کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اسے کیا ثواب ملے گا اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے اس پر کیا عذاب ہوگا اور اگر ایمان نہ لائے

[1]……تفسیر طبری، التوبة، تحت الآیة: ۱۱، ۶/۳۲۸، احکام القرآن للجصاص، سورة التوبة، ۳/۱۰۶، صاوی، التوبة، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۷۸۸، ملتقطاً.

تو پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دیں، یہ اس لیے کہ وہ ابھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دین اسلام اور اس کی حقیقت کو جانتے نہیں تو انہیں امن دینا عین حکمت ہے تا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام سنیں اور سمجھیں۔ (1)

آیت ’’ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 5 مسئلے معلوم ہوئے

(1)......جس کافر کو امان دی گئی وہ ذمی کافر کی طرح دارُ الاسلام میں محفوظ ہے کہ نہ اسے قتل کیا جائے گا اور نہ اس کا مال چھینا جائے گا۔

(2)......جس کافر کو امان دی گئی اسے ہمیشہ دارُ الاسلام میں رہنے کی اجازت نہیں۔

(3)......اگر وہ مومن یا ذمی نہ بنے تو امن کی مدت گزر جانے کے بعد اسے سلامتی کے ساتھ دارُ الاسلام سے نکال دیا جائے۔

(4)......جس کافر کو امان دی گئی اسے اسلام کی تبلیغ کی جائے شاید وہ ایمان لے آئے۔

(5)......اِسی آیت سے ایک بات یہ بھی سمجھ آتی ہے کہ کفار کیلئے تبلیغِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کرنا چاہئیں کہ وہ اسلام کو سنیں، دیکھیں اور سمجھیں۔ بہت سے کفار اس لئے مسلمان نہیں ہوتے کہ انہوں نے اِسلام کی حقیقی تعلیمات کو سنا ہی نہیں ہوتا اور جب کبھی ان کو کہیں کچھ سننے کا موقع ملتا ہے تو وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ لہٰذا کتابوں، کیسٹوں، سی ڈیز، نیٹ اور میڈیا کے ذریعے اسلامی تعلیمات سیکھنے کے مَواقِع زیادہ سے زیادہ فراہم کرنے چاہئیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: مشرکوں کے لئے اللّٰہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیونکر ہوگا مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد

(1)......خازن، التوبة، تحت الآية ٦، ٢/٢١٨، مدارك، التوبة، تحت الآية: ٦، ١/٤٨٦، ملتقطاً.

حرام کے پاس ہوا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تم ان کے لیے قائم رہو بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہوگا؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ : اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہوگا؟﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکوں کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس کوئی عہد نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر اور عہد شکنی کیا کرتے ہیں البتہ بنی کنانہ اور بنی ضمرہ وغیرہ جن لوگوں سے تم نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تھا اور ان سے کوئی عہد شکنی ظہور میں نہ آئی تو ان کے معاہدہ کی مدت پوری کرو اور معاہدے کی مدت کے اندر جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، تم بھی قائم رہو اگر وہ اس دوران میں عہد توڑ دیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ [1]

عہد شکنی حرام ہے

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو کفار سے کئے ہوئے معاہدے بھی پورے کرنے کا حکم دیا ہے تو اس پر افسوس ہے جو مومن کے ساتھ دھوکہ بازی اور بدعہدی سے باز نہ آئے۔ عہد شکنی حرام ہے چنانچہ حدیث مبارک ہے ’’جس شخص میں یہ چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (3) جب معاہدہ کرے تو اسے توڑ دے۔ (4) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ اگر کسی کے اندر ان میں سے ایک عادت پائی جائے تو اس میں نفاق کا ایک حصہ موجود ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ [2]

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۷، ۲/ ۲۱۸، جلالين، التوبة، تحت الآية: ۷، ص ۱۵۵-۱۵۶، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۷، ص ۴۲۷، ملتقطاً.

2 ......بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب اثم من عاهد ثمّ غدر، ۲/ ۳۷۰، الحديث: ۳۱۷۸.

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا کیونکران کا حال تو یہ ہے کہ تم پر قابو پائیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا اپنے منہ سے تمہیں راضی کرتے ہیں اوران کے دلوں میں انکار ہے اوران میں اکثر بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی معاہدے کا۔ وہ تمہیں اپنے منہ سے راضی کرتے ہیں اوران کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔

﴿ كَيْفَ: کیسے ہوسکتا ہے۔﴾ یعنی مشرکین کیسے عہد پورا کریں گے اور کیسے قول پر قائم رہیں گے حالانکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتے داری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی معاہدے کا۔ وہ تمہیں ایمان لانے اور وفائے عہد کے وعدے کرکے اپنے منہ سے راضی کردیتے ہیں اوران کے دل ایمان اور وفائے عہد کا انکار کرتے ہیں اوران میں اکثر نافرمان یعنی عہد شکن، کفر میں سرکش، بے مُرَوَّت اور جھوٹ سے نہ شرمانے والے ہیں۔ (1)

کفار کا مسلمانوں کے ساتھ عمومی رویہ

کفار کا یہ حال عام طور پر رہا ہے کہ وہ مسلمان کے مقابلے میں نہ قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ معاہدے کا بلکہ جب کبھی موقع ملتا ہے تو کوئی بہانہ بنا کر عہد شکنی کردیتے ہیں جیسا کہ آج کے زمانے میں بھی کفار کی حکومتوں کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ دیکھا جاسکتا ہے اوران کا حال تو اپنی جگہ لیکن افسوس تو اس بات کا بھی ہے کہ یہ سب کچھ جاننے، دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود مسلمان عبرت حاصل نہیں کرتے اور دفاعی، تجارتی اور دیگر امور میں مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کرنے کے مقابلے میں کفار کے ساتھ معاہدے کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اس میں انہیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٨، ص٤٢٧.

مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑے دام مول لیے تو اس کی راہ سے روکا بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی اوراس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ بہت برے عمل کرتے ہیں۔

﴿ اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا : انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی۔﴾ یعنی انہوں نے قرآنِ پاک کی آیات اوران پر ایمان لانے کے بدلے دنیا کا تھوڑا سا مال لے لیا اوران کے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مابین جو عہد تھا اسے ابوسفیان کے تھوڑے سے لالچ دینے سے توڑ دیا اور انہوں نے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں داخل ہونے سے روکا۔ بے شک یہ شرک، عہد شکنی اور لوگوں کو دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روک کر بہت برے عمل کرتے ہیں۔ (1)

لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِيۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ ۝۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: کسی مسلمان میں نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا اور وہی سرکش ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدے کا اور یہی لوگ سرکش ہیں۔

﴿ لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِيۡ مُؤۡمِنٍ: کسی مسلمان کے بارے میں رشتے داری کا لحاظ نہیں کرتے ہیں۔﴾ یعنی جن مشرکین نے معاہدے کی خلاف ورزی کی یہ کسی مسلمان کے بارے میں نہ رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدے کا بلکہ جب موقع پائیں قتل کرڈالتے ہیں تو مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ جب ان مشرکین پر دسترس پائیں تو ان سے درگزر نہ کریں اور یہی مشرک

(1) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۹، ۲/۲۱۹.

لوگ عہد شکنی میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (1)

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں جاننے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی اسلامی بھائی ہیں اور ہم جاننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں۔

﴾فَاِنْ تَابُوْا: پھر اگر وہ توبہ کرلیں۔﴿ یعنی اگر وہ مشرکین شرک سے ایمان کی طرف اور عہد شکنی سے وفائے عہد کی طرف لوٹ آئیں اور جو نمازیں ان پر فرض ہوں انہیں تمام شرائط واَرکان کے ساتھ ادا کریں اور جو زکوٰۃ ان پر فرض ہوا سے خوش ہوکر دیں تو وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں ان کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو تمہارے لئے ہیں، انہیں بھی وہی چیزیں منع ہیں جو تمہیں منع ہیں۔ (2)

﴾وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ: اور ہم جاننے والوں کے لیے تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں۔﴿ یعنی ہم عہد شکنی کرنے والے اور دیگر مشرکین کے احوال اور کفر وایمان کی حالت میں ان کے احکام سے متعلق آیات ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو انہیں جانتے اور سمجھتے ہیں۔ (3)

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٠، ٢١٩/٢.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١١، ٢١٩/٢.

3 ......روح البيان، التوبة، تحت الآية: ١١، ٣٩٢/٣.

اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ یہ باز آئیں۔

﴿ **وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ : اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں۔** ﴾ یہاں حکم دیا گیا کہ اگر کفار معاہدہ توڑ دیں اور مسلمانوں کے دین میں طعن وتشنیع کریں تو پھر کوئی عہد باقی نہیں بلکہ اب ان کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہی ہوگا۔[1]

دین میں طعنہ زنی سے کیا مراد ہے؟

دین میں طعنہ زنی سے مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرنا جو دینِ اسلام کے شایانِ شان نہیں یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کو ہلکا جان کر اس پر اعتراض کرنا۔ اسی طرح نماز اور حج پر طعنہ زنی کرنا، قرآن اور ذکرِ رسول پر طعنہ زنی کرنا یا رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شانِ پاک میں گستاخی کرنا سب اس میں داخل ہے۔[2]

آیت ''وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جن مشرکین سے معاہدہ کیا گیا ہو تو اس معاہدے کے قائم رہنے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ہمارے دین پر اعلانیہ طعنہ زنی نہ کریں اور اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں یا قرآن سے متعلق کسی

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۲، ۲/۲۲۰.

2 ......تفسير قرطبى، براءة، تحت الآية: ۱۲، ۱۷/۴، الجزء الثامن، روح المعانى، التوبة، تحت الآية: ۱۲، ۵/۳۵۳، ملتقطاً.

گستاخی کے مُرتکِب ہوں تو ان کا معاہدہ ختم اور ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔[1]

(2)......کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے مسلمانوں کی غرض ان کے ذاتی مفادات نہیں بلکہ انہیں کفرو بداعمالی سے روکنا ہے اور یہی اسلامی جہاد کا سب سے اہم مقصد ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے ابتداء کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا: کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی اور دارُالنَّدوَہ میں مشورہ کر کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی تم سے لڑائی کی ابتداء کی تھی تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو اور اس بنا پر ان سے جنگ ترک کرتے ہو؟ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم کافروں سے جنگ ترک کرنے کے معاملے میں اس سے ڈرو۔[2]

1 ......احکام القرآن للجصاص، سورة التوبة، ۳/۱۱۰، ملخصاً.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۳، ۲/۲۲۰.

اس سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین وایذاء، مسلمانوں سے عہد شکنی اور شر وفساد کی ابتداء کرنا کفار کی وہ غلطی ہے جس کی سزا انہیں ملنی چاہیے۔

ایمانِ کامل کا تقاضا!

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمانِ کامل کا تقاضا یہ ہے کہ مومن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے ڈرے اور نہ اس کے علاوہ کسی کی پرواہ کرے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ منصبِ رسالت پر فائز ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخۡشَوۡنَہٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم سے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیۡطٰنُ یُخَوِّفُ اَوۡلِیَآءَہٗ ۪ فَلَا تَخَافُوۡہُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

قَاتِلُوۡہُمۡ یُعَذِّبۡہُمُ اللّٰہُ بِاَیۡدِیۡکُمۡ وَیُخۡزِہِمۡ وَیَنۡصُرۡکُمۡ عَلَیۡہِمۡ وَیَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔

---

1 ......احزاب: ۳۹.

2 ......اٰل عمران: ۱۷۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔

﴿قَاتِلُوْهُمْ: تم ان سے لڑو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم ان سے لڑو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل کے ذریعے انہیں عذاب دے گا اور انہیں قید میں مبتلا کر کے ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔(1)

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سارے وعدے پورے فرمائے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دی ہوئی ساری خبریں سچ ثابت ہوئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا ثبوت واضح تر ہو گیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار سے اپنا بدلہ لینا جس سے مسلمانوں کے دلوں کا رنج نکلے جائز ہے بلکہ بعض اوقات بدلہ لینا ضروری ہے مگر ظلم وزیادتی نہ ہو۔

وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْؕ-وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ: اور اللہ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت سے رجوع فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ بعض اہلِ مکہ کفر سے باز آ کر تائب ہوں گے۔ یہ خبر بھی ایسی ہی واقع ہوگئی چنانچہ حضرت ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ایمان سے مشرف ہوئے۔(2)

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٤، ص٤٢٨.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٥، ص٤٢٨.

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةًؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ؑ

ع ٨ ٢

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا مَحرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ: کیا تم نے یہ گمان کرلیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کو ممتاز نہیں کیا اور لوگوں کو ان کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے اخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم جہاد کرنے میں مخلص ہو یا نہیں۔ (1)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعوئ ایمان کی صداقت کا امتحان بھی لیا جاتا ہے کہ بندہ مشکل حالات میں ثابت قدم رہتا ہے یا نہیں؟ اور صبر کرتا ہے یا نہیں؟

مشرکوں سے دلی دوستی کرنے اور ان تک مسلمانوں کے راز پہنچانے کی ممانعت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کر دیا جائے گا نیز اس آیت میں مسلمانوں کو مشرکوں سے

(1) ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٦، ص٤٢٨-٤٢٩، روح البيان، التوبة، تحت الآية: ١٦، ٣/٣٩٦، ملتقطاً.

دلی دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشادفرماتا ہے:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ-وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَاۙ(۱۳۸) الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ-وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ-قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْۚۖ-وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ-قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

نیت درست رکھنا ضروری ہے

اس آیت کے آخر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالٰی لوگوں کی نیتوں اور ان کے مَقاصِد سے خبردار ہے اور ان میں سے

1 ......ال عمران:٢٨.
2 ......النساء:١٣٨، ١٣٩.
3 ......ال عمران:١١٨.

کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی نیت درست رکھنے پر خوب توجہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ باطن ظاہر کے خلاف ہو۔[1]

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِؕ اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِی النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر ان کا تو سب کیا دھرا اِکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے تمام اعمال برباد ہیں اور یہ ہمیشہ آگ ہی میں رہیں گے۔

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ : مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔﴾ اس آیت میں مسجدوں سے بطورِ خاص مسجدِ حرام، کعبہ معظّمہ مراد ہے اور اس کو جمع کے صیغے سے اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ تمام مسجدوں کا قبلہ اور امام ہے تو اسے آباد کرنے والا ایسا ہے جیسے تمام مسجدوں کو آباد کرنے والا، نیز مسجدِ حرام شریف کا ہر بقعہ مسجد ہے اس لئے یہاں جمع کا صیغہ ذکر کیا گیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد سے مراد جنسِ مسجد ہے یعنی جو بھی مسجد ہو کافروں کو اسے آباد کرنے کی اجازت نہیں اور اس صورت میں کعبہ معظّمہ بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ وہ تو تمام مسجدوں کا سردار ہے۔[2]

شانِ نزول: کفارِ قریش کے سرداروں کی ایک جماعت جو بدر میں گرفتار ہوئی اور ان میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے ان کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے شرک پر عار

1 ......تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ١٦، ٨/٦.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٧، ص٤٢٩.

دلائی اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے تو خاص حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں آنے پر بہت سخت سست کہا۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہنے لگے کہ تم ہماری برائیاں تو بیان کرتے ہو اور ہماری خوبیاں چھپاتے ہو۔ ان سے کہا گیا: کیا آپ کی کچھ خوبیاں بھی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم تم سے افضل ہیں، ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں، کعبہ کی خدمت کرتے ہیں، حاجیوں کو سیراب کرتے ہیں، اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کو آباد کرنے کا کافروں کو کوئی حق نہیں کیونکہ مسجد اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کے لئے آباد کی جاتی ہے تو جو خدا عَزَّوَجَلَّ ہی کا منکر ہو اور اس کے ساتھ کفر کرے وہ کیا مسجد آباد کرے گا؟ ایمان کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں۔ (1)

مسجدیں آباد کرنے کے معنی

اس میں بھی کئی قول ہیں: ایک تو یہ کہ آباد کرنے سے مسجد کا تعمیر کرنا، بلند کرنا، مرمت کرنا مراد ہے۔ اس سے کافر کو منع کیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد آباد کرنے سے اس میں داخل ہونا اور بیٹھنا مراد ہے۔ (2)

تنبیہ: کفار سے مسجدوں کی تعمیر کے معاملے میں مدد نہیں لینی چاہیے اگرچہ بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہوتی ہے۔

﴿شٰهِدِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ بِالۡكُفۡرِ : جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں۔﴾ یعنی یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ آدمی کافر بھی ہو اور خاص اسلامی اور توحید کے عبادت خانہ کو آباد بھی کرے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ **"ان کے تمام اعمال برباد ہیں"** کیونکہ حالتِ کفر کے اعمال مقبول نہیں، نہ مہمانداری، نہ حاجیوں کی خدمت، نہ قیدیوں کا رہا کرانا، اس لئے کہ کافر کا کوئی فعل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تو ہوتا نہیں، لہٰذا اس کا عمل سب اکارت ہے اور اگر وہ اسی کفر پر مر جائے تو جہنم میں اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے۔ (3)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی نیکیاں جیسے مساجد کی خدمت، مسافر خانہ، کنوئیں وغیرہ بنانا سب برباد ہیں کسی پر کوئی ثواب نہیں۔

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۷، ۲/۲۲۱-۲۲۲.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۷، ۲/۲۲۲.

3 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۷، ص۴۲۹، خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۷، ۲/۲۲۲، ملتقطاً.

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں میں سے ہوں گے۔

﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ : اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجدیں آباد کرنے کے مستحق مؤمنین ہیں، مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہیں: جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں، مسجدیں عبادت کرنے اور ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور علم کا درس بھی ذکر میں داخل ہے۔[1]

مسجدِ نبوی کا اعلیٰ فرش اور آرائش

مسجدِ نبوی میں سب سے پہلے اعلیٰ فرش حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ڈالے، اس سے پہلے صرف بجری تھی۔ اس کی عالیشان عمارت سب پہلے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بنائی۔ اس میں سب سے پہلے قندیلیں حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے روشن کیں۔ عہدِ فاروقی میں رمضان کی تراویح کے موقعہ پر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چراغاں کیا اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نورِ قبر کی دعا دی۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیتُ المقدس میں کبریّتِ احمر کی روشنی کی جس کی روشنی بارہ مربع میل میں

[1]......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٨، ٢/٢٢٢، مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٨، ص٤٢٩، ملتقطاً.

ہوتی تھی اور اسے چاندی سونے سے آراستہ فرمایا۔[1]

مسجد تعمیر کرنے کے فضائل

مسجدیں بنانے کا حکم اور ان کی تعمیر کے فضائل بکثرت اَحادیث میں مذکور ہیں،ترغیب کے لئے 6 اَحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’مسجدیں تعمیر کرو اور انہیں محفوظ بناؤ۔[2]

(2)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’جو اللّٰہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنائے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔[3]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: جس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد بنائی اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔[4]

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مسجد اس لئے بنائی تا کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا۔[5]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: جس نے اپنے حلال مال سے وہ گھر بنایا جس میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی جائے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بنائے گا۔[6]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی مسجد تعمیر کرنے اور اس کی تعمیر میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......روح البیان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ١٨، ٣/٣٩٩-٤٠٠، ملخصاً.

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، فی زینۃ المساجد وما جاء فیھا، ١/٣٤٤، الحدیث: ٩.

3 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فضل بناء المساجد، ص١٥٩٣، الحدیث: ٤٤(٢٩٨٣).

4 ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل بنیان المساجد، ١/٣٤٣، الحدیث: ٣١٩.

5 ......ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب من بنی للّٰہ مسجداً، ١/٤٠٧، الحدیث: ٧٣٥.

6 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ٤/١٧، الحدیث: ٥٠٥٩.

(6)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث میں ہے ”سات چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب بندے کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے، ان میں سے ایک مسجد تعمیر کرنا ہے۔“[1]

﴿وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ : اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دینی معاملات میں اللہ تعالٰی کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور کسی کی رضا کو رضائے الٰہی پر کسی اندیشہ سے بھی مقدم نہیں کرتے۔[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور غیر سے نہ ڈرنے کے یہی معنی ہیں، نیز یاد رہے کہ جن چیزوں سے انسان فطری طور پر ڈرتا ہے جیسے اندھیرا، درندے اور زہریلے جانور وغیرہ ان سے ڈرنا اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے کے خلاف نہیں کیونکہ یہ فطری خوف ہے اور اس سے بچنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجدِ حرام کی خدمت کرنے (والے) کو اس شخص کے برابر ٹھہرالیا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿سِقَایَةَ الْحَآجِّ : حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو﴾ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کفار کو مؤمنین سے

---

1 ......شعب الایمان، باب الثانی والعشرین من شعب الایمان... الخ، فصل فی الاختیار فی صدقة التطوّع، ۳/۲۴۸، الحدیث: ۳۴۴۹.

2 ......مدارک، التوبة، تحت الآیة: ۱۸، ص۴۲۹.

کچھ نسبت نہیں اور نہ اُن کے اعمال کو اِن کے اعمال سے کوئی نسبت ہے کیونکہ کافر کے اعمال رائیگاں ہیں خواہ وہ حاجیوں کے لئے سبیل لگائیں یا مسجدِ حرام کی خدمت کریں، ان کے اعمال کو مومن کے اعمال کے برابر قرار دینا ظلم ہے۔[1] **شانِ نزول:** روزِ بدر جب حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گرفتار ہو کر آئے تو انہوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے کہا کہ تم کو اسلام اور ہجرت و جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہم کو بھی مسجدِ حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لئے سبیلیں لگانے کا شرف حاصل ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آگاہ کیا گیا کہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہوں وہ بے کار ہیں۔[2]

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ۝۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔﴾ جہاد کی تین صورتیں ہیں: **(1)** فقط جان سے جہاد کرنا۔ جیسے مَساکین کرتے تھے۔ **(2)** فقط مال سے جہاد کرنا۔ جیسا کہ معذور مالدار مومن کا عمل کہ غازی کو گھوڑا وغیرہ دے دیتے تھے۔ **(3)** جان و مال دونوں سے جہاد کرنا۔ جیسا کہ غنی قادر مسلمان جو کہ دوسرے مسکین غازیوں کو سامان بھی دیتے اور خود بھی میدان میں جاتے تھے اور ان کے اپنے جانے پر بھی خرچہ ہوتا۔ یہ آیتِ کریمہ ان تینوں مجاہدوں کو شامل ہے۔ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں اگرچہ دونوں اللہ تعالٰی کے پیارے اور دونوں کامیاب ہیں۔

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۹، ص ۴۳۰، ملخصاً.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۹، ۲/۲۲۳.

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ : ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے۔﴾ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: یہ اعلیٰ ترین بشارت ہے کیونکہ مالک کی رحمت ورضا بندے کا سب سے بڑا مقصد اور پیاری مراد ہے۔(1)

راہِ خدا میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کے لئے بڑی پیاری تین بشارتیں

اِس آیت میں ایمان قبول کرنے کے بعد ہجرت کرنے اور اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تین بڑی پیاری بشارتیں جمع کی گئی ہیں۔

(1،2)......انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا نصیب ہوگی۔ حضرت ثوبان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے، وہ اسی جستجو میں رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَام سے فرماتا ہے ”میرا فلاں بندہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے، آگاہ رہو کہ اس پر میری رحمت ہے۔ تب حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَام کہتے ہیں: فلاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، یہ ہی بات عرش اٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں، یہ ہی ان کے اردگرد کے فرشتے کہتے ہیں حتّٰی کہ ساتوں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں، پھر یہ رحمت اس کے لیے زمین پر نازل ہوتی ہے۔(2)

❶......خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۱، ۲/۲۲۴.

❷......مسند امام احمد، مسند الانصار، ومن حديث ثوبان رضى الله تعالى عنه، ۸/۳۲۸، الحديث: ۲۲۴۶۴.

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’ بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے ارشاد فرمائے گا ’’ اے اہلِ جنت! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم حاضر اور مُسْتَعِد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’ کیا تم راضی ہو؟ جنتی عرض کریں گے: ہم کیوں نہ راضی ہوتے جبکہ تو نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’ میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز عطا فرمانے والا ہوں۔ جنتی عرض کریں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے اپنی رضا مندی کو تمہارے لئے حلال کر دیا لہٰذا اس کے بعد تم پر کبھی ناراضگی نہیں ہو گی۔ (1)

(3)......وہ جنت میں ہمیشہ کے لئے قیام کریں گے۔ جہنم سے بچائے جانے اور جنت میں داخل کئے جانے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا: وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے۔﴾ یہ آیتِ کریمہ بظاہر مہاجرین صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے لئے ہے، ان بزرگوں کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ ان میں سے بعض کا تو نام لے کر جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا گیا جیسے حضرات عَشرہ مُبَشَّرہ وغیرہم۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی وہ عظمت ہے کہ ان کیلئے رحمت، جنت و رضائے الٰہی کی بشارتیں بطورِ خاص قرآنِ پاک میں دی گئی ہیں، لہٰذا جو صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ایمان یا تقویٰ کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۲۳

1......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/ ٢٦٠، الحدیث: ٦٥٤٩.

2......اٰل عمران: ١٨٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

﴿لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ : اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو۔﴾ جب مسلمانوں کو مشرکین سے تَرکِ مُوالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کرے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کفار سے موالات یعنی قلبی محبت کا تعلق جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔[1]

کافروں اور بدمذہبوں سے دور رہا جائے

اللہ تعالٰی کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں اور گمراہوں کے ساتھ میل جول، رسم و راہ، مَوَدَّت و محبت اُن کی ہاں میں ہاں ملانا اُن کی خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ" ان سے الگ رہو، انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، وہ تمہیں

---

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۳، ۲/۲۲۴.

2 ……هود: ۱۱۳.

3 ……انعام: ۶۸.

فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْھُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْھَدُوْھُمْ'' اگر یہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شامل نہ ہونا۔ (2)

یہی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی مروی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں ''وَاِنْ لَقِیْتُمُوْھُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ'' اور اگر تم ان سے ملو تو انہیں سلام نہ کرو! (3)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا ہے، انہیں میرا ساتھی اور قریبی عزیز بنایا ہے۔ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کریں گے اور انہیں برا بھلا کہیں گے، اگر تم انہیں پاؤ تو ان کے ساتھ نکاح کرنا، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان پر نماز پڑھنا۔ (4)

ان آیات و اَحادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ بد مذہبوں کے سائے سے بھی کوسوں دور بھاگیں چہ جائیکہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، ان کی دعوتوں میں اور ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾

ع ۹

1 ......مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحمّلها، ص۹، الحديث: ۷(۷).

2 ......ابو داؤد، كتاب السنّة، ۴/۲۹۴، الحديث: ۴۶۹۱.

3 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب في القدر، ۱/۷۰، الحديث: ۹۲.

4 ...... كنز العمال، كتاب الفضائل، ذكر الصحابة وفضلهم رضى الله عنهم اجمعين، ۶/۲۴۶، الحديث: ۳۲۵۲۵، الجزء الحادى عشر.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے محبوب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جنہوں نے رشتہ داروں سے ترکِ تعلق کے بارے میں کلام کیا آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ مشرکین سے مُوالات کے معاملے میں نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (1)

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو عزیز نہ رکھا جائے

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے **معلوم** ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز **اللہ** و رسول سے زیادہ محبوب ہو، وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے، اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے، **وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی**۔ تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ (2) اس نے تو بات صاف فرما دی کہ جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔ (3)

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٢٤، ٢/٢٢٤، روح البيان، التوبة، تحت الآية: ٢٤، ٣/٤٠٣، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الايمان، باب حبّ الرسول صلی اللہ علیه وسلم من الايمان، ١/١٧، الحديث: ١٥، مسلم، باب وجوب محبّة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اکثر من الاهل... الخ، ص٤٢، الحديث: ٧٠(٤٤)).

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۳۰۹-۳۱۰۔

علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یہ آیتِ کریمہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کے لازم ہونے ،فرض اور اہم چیز ہونے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس محبت کے اصل مستحق ہونے کے بارے میں ترغیب، تنبیہ اور دلیل و حجت ہونے کیلئے کافی ہے کیونکہ جس نے اپنی آل اولاد اور مال کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت سے زیادہ سمجھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسے سخت تنبیہ کی ہے اور ایسوں کو ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ‘‘ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے ۔ نیز آیت کے آخر میں ایسوں کو فاسق فرمایا اور بتایا کہ یہ لوگ ان گمراہوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق نہ دی ۔[1]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص میں تین باتیں ہوں گی اس نے ایمان کی حلاوت پائی (1) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبوب ہو ۔(2) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی سے محبت کرے ۔(3) کفر کی طرف لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے ۔[2]

حضرت سہل رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جو شخص رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولایت وحکومت تمام حالات میں نہیں دیکھتا اور اپنی جان کو ان کی مِلک نہیں جانتا تو وہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی شیرینی نہ چکھے گا کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ عِنْدَہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ ‘‘ تم میں سے وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کے نزدیک میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں ۔[3]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھنے کا ثواب

حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھنے کا ثواب کس قدر ہے اس کا اندازہ درج ذیل 3 اَحادیث سے لگایا جاسکتا ہے ۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ’’یارسولَ اللہ ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت کب آئے گی؟ ارشاد فرمایا: ’’تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض

---

1 ......الشفاء، القسم الثانی، الباب الثانی فی لزوم محبّتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص۱۸، الجزء الثانی.

2 ......بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، ۱/۱۷، الحدیث: ۱۶.

3 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عبد اللّٰہ بن ہشام... الخ، ۶/۳۰۳، الحدیث: ۱۸۰۶۹، الشفاء، القسم الثانی، الباب الثانی فی لزوم محبّتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص۱۹، الجزء الثانی.

کی: میرے پاس اس کے لئے نہ نمازوں کی کثرت ہے نہ روزہ اور صدقہ ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ تب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تو اس کے ساتھ ہے جس کو تو محبوب رکھتا ہے۔(1)

(2)......حضرت صفوان بن قدامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہجرت کی۔ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنا دستِ مبارک دیجئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا۔ میں نے عرض کی ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ''، مرد جس سے محبت رکھے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔(2)

(3)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجدارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقامِ عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا (3)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔(4)

---

1 ......بخاری، کتاب الادب، باب علامة حبّ اللّٰہ عزّوجلّ... الخ، ۴/۱۴۷، الحدیث: ۶۱۷۱.

2 ......الشفاء، القسم الثانی، الباب الثانی فی لزوم محبّته صلی اللّٰہ علیه وسلم، فصل فی ثواب محبّته صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص۲۰، الجزء الثانی.

3 ......النساء: ۶۹.

4 ......خازن، النساء، تحت الآیة: ۶۹، ۱/۴۰۰.

محبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی علامات

علماءِ کرام نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کی کثیر علامات بیان فرمائی ہیں، ان میں سے 8 علامات درج ذیل ہیں

(1)...... اقوال اور افعال میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنا یعنی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو کام کرنے کا حکم دیا انہیں کرنا اور جن سے منع کیا ان سے رک جانا نیز نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں پر عمل کرنا۔

(2)...... آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس عمل کی ترغیب دی اسے اپنی نفسانی اور شہوانی خواہشات پر ترجیح دینا۔

(3)...... بکثرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکرِ جمیل کرنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف پڑھنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنا۔

(4)...... ذکرِ حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وقت تعظیم و توقیر بجالانا اور اسمِ گرامی سن کر انکساری کا اظہار کرنا۔

(5)...... جس سے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ محبت رکھتے ہوں اس سے بھی محبت کرنا۔

(6)...... جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دشمنی رکھی اس سے دشمنی رکھنا اور جس سے عداوت رکھی اس سے کنارہ کشی کرنا۔

(7)...... قرآنِ مجید سے محبت رکھنا۔

(8)...... رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا۔[1]

دین کو دنیا پر ترجیح دی جائے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب ایسی صورتِ حال درپیش ہو کہ دین یا دنیا میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنا پڑے تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین کو ترجیح دے اور دنیا کو چھوڑ کر دین کو اختیار کرے۔ اس معاملے میں فی زمانہ مسلمانوں کا حال انتہائی افسوس ناک ہے کہ وہ اپنے دین کا نقصان برداشت کرنے میں کوئی دقت اور پریشانی محسوس نہیں کرتے بلکہ بعض اَوقات اس سے انتہائی لاپرواہی برتتے ہیں جبکہ اپنی دنیا کا نقصان لمحہ بھر کے لئے بھی برداشت کرنا انہیں گوارا نہیں، افسوس!

---

1 ......الشفا، القسم الثانی، الباب الثانی فی لزوم محبّته صلی اللّٰه علیه وسلم، فصل فی علامة محبّته صلی اللّٰه علیه وسلم، ص ٢٤-٢٨، الجزء الثانی، ملخصاً.

مسلمانوں کونماز روزے کا کہا جائے تو یہ اپنی دُنیوی مصروفیات اور کام کی زیادتی کا بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر چند گھنٹوں کے لئے بھوک برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو کاروباری اور تجارتی معاملات شرعی طریقے کے مطابق سرانجام دینے کی ترغیب دی جائے تو وہ ضروریاتِ زندگی کی زیادتی اور اپنے منافع میں کمی ہو جانے کا رونا رو کر اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ مسلمان عورتوں کو شرعی پردے کی تلقین کی جائے تو وہ اسے پرانی سوچ اور عورتوں پر بلاوجہ کی پابندی قرار دے کر اور آزادیٔ نسواں کے خلاف سمجھ کر اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ طلاق کے معاملات میں جب اسلامی قانون کی رو سے شوہر اور بیوی میں جدائی کا فیصلہ ہو جائے تو اسلامی حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے کی بجائے یہ طرح طرح کے حیلے بہانے تراش کرنا جائز تعلّقات کی زندگی گزارنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ سرِ دست یہ چند مثالیں عرض کی ہیں ورنہ زندگی کا شائد ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جس میں دین پر دنیا کو ترجیح نہ دی جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور دنیا کے مقابلے میں دین کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَۚ(۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ: بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی۔ ﴾ یعنی رسول کریم

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غزوات میں مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا جیسا کہ واقعۂ بدر، قریظہ، نَضِیر، حدیبیہ، خیبر اور فتحِ مکہ میں ہوا۔ (1)

﴿وَیَوۡمَ حُنَیۡنٍ: اور حنین کے دن کو یاد کرو۔﴾ ’’حنین‘‘ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام ’’غزوۂ ہوازن‘‘ بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں ’’بنی ہوازن‘‘ سے مقابلہ تھا۔

غزوۂ حنین کا واقعہ

فتحِ مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں تَوَقُّف کر رہے تھے اور فتحِ مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر چونکہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہو سکتا، اس لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب مکہ کو فتح کر لیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہو گیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکیں۔ لیکن مقامِ حُنَین میں ’’ہوازن‘‘ اور ’’ثقیف‘‘ نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فُنونِ جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتحِ مکہ کا اُلٹا اثر پڑا اور ان لوگوں پر خواہ مخواہ کی جاہلیت کی غیرت سوار ہو گئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ فتحِ مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن ابی حَدْرَدْ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے وہاں سے واپس آ کر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کر لیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیسِ اعظم مالک بن عوف ان تمام اَفواج کا سپہ سالار ہے اور وہ سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا ہے۔ ’’درید بن الصمہ‘‘ جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطورِ مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی شوال 8 ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے

(1) ……خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۵، ۲/۲۲۵، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۲۵، ص ۴۳۱، ملتقطاً.

آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتحِ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حُنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ ’’آج بھلا ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان حضرات کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس فخر و نازش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفارِ مکہ جو لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر خدا عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پائے اِستقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالَمِ کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زَبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ چونکہ بہت ہی بلند آواز تھے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو۔ انہوں نے جو ’’ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار‘‘ اور ’’ یَا لَلْمُھَاجِرِیْنَ‘‘ کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے گھوڑے اِژدِحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انہوں نے ہلکا ہونے کے لئے اپنی زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے اور اس طرح جانبازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زَدَن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے، کچھ قتل ہو گئے اور جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر کٹ گئے، لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے۔ اور فتحِ مُبین نے حضور

رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ [1]

آیت " لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 4 چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......مسلمان کا حقیقی بھروسہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد پر ہونا چاہیے۔

(2)......اَسباب اختیار کرنے کا حکم ہے لیکن صرف اسی پر بھروسہ کرنا مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

(3)......بعض اوقات چندلوگوں کی غلطی کا نتیجہ سب کو دیکھنا پڑتا ہے۔

(4)......خود پسندی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے، لہٰذا اپنے ہر کمال کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل سمجھنا چاہیے نہ کہ اپنے زورِ بازو کا نتیجہ، جیسا کہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا البتہ اللّٰہ پاکیزہ فرمادیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللّٰہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

خود پسندی کے 6 اسباب اور ان کا علاج

خود پسندی ایک انتہائی مذموم صفت ہے اور اس صفت کے پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں جن کی معرفت ہونے کی صورت میں ہی خود پسندی سے بچا جا سکتا ہے لہٰذا ہم ذیل میں خود پسندی کے 6 اَسباب اور ان کا علاج ذکر کرتے ہیں تا کہ اس مذموم وصف کو پہچان کر اس سے چھٹکارہ حاصل کیا جا سکے۔

(1)......حسن و جمال، شکل وصورت، صحت، قوت، اَعضاء میں تناسُب اور اچھی آواز۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان جب شکل وصورت کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہو تو وہ اپنی باطنی گندگیوں پر غور کرے، اپنے آغاز و انجام کے بارے میں سوچ بچار کرے اور یہ سوچے کہ کس طرح خوبصورت اور عمدہ بدن مٹی میں مل گئے اور قبروں میں یوں بدبودار ہو گئے کہ طبیعتیں ان سے متنفر ہو گئیں اور جب طاقت وقوت کی وجہ سے خود پسندی پیدا ہو تو وہ اس بات پر غور کرے کہ ایک دن

1 ......سیرت حلبیه، باب ذکر مغازیه صلی اللّٰه علیه وسلم، غزوة حنین، ۱۵۱/۳-۱۵۵، مدارج النبوه، قسم سوم، باب هشتم: ذکر وقائع سال هشتم وغزوه حنین، ۳۰۸/۲-۳۱۴، شرح الزرقانی، غزوة حنین، ۵۳۱/۳-۵۳۲، ملتقطاً.

2 ......نور: ۲۱.

کے بخار سے اس کا کیا حال ہوجاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ طاقت پر اترانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ادنیٰ سی آفت نازل کر کے اس کی طاقت ہی سَلب کر لے۔

(2)......عقل اور سمجھداری۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب عقل اور سمجھداری کی وجہ سے خود پسندی پیدا ہو تو انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے عقل عطا کی اور عقل زائل ہو جانے سے خوفزدہ ہو نیز بے وقوف لوگوں کی طرف دیکھے کہ وہ کس طرح اپنی عقلوں پر اتراتے ہیں لیکن لوگ ان پر ہنستے ہیں اور اس بات سے ڈرے کہ کہیں وہ ان میں سے نہ ہو اور اسے یہ بات معلوم بھی نہ ہو۔

(3)......اچھا نسب۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب انسان اپنے اعلیٰ نسب اور اونچی نسبت کی وجہ سے اترائے تو وہ جان لے کہ اس کی یہ سوچ انتہائی جہالت پر مَبنی ہے کہ اخلاق اور اعمال میں اپنے آباء واَجداد کی مخالفت کرنے کے باوجود وہ ان کے درجے تک پہنچ گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اور اگر وہ ان کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے تو ان میں خود پسندی کہاں تھی بلکہ ان میں تو خوف تھا اور وہ اپنے آپ کو حقیر جانتے، دوسروں کو بڑا سمجھتے اور اپنے نفس کی مذمت کرتے تھے، انہوں نے نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، علم اور اچھی خصلتوں کی وجہ سے مقام ومرتبہ حاصل کیا تھا لہٰذا اسے اس عمل کے ذریعے شرف حاصل کرنا چاہئے جس کی وجہ سے وہ مُعزز ومحترم ہوئے، صرف نَسب پر بھروسہ نہیں کر لینا چاہئے کیونکہ قبائل میں شرکت اور نسب میں مُساوات تو ان لوگوں کو بھی حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ برے ہیں۔

(4)......ظالم بادشاہوں اور ان کے مددگاروں سے تعلق۔ اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار ہیں اور اگر وہ قیامت کے دن ان کی ذلت ورسوائی، جہنم میں ان کی بگڑی صورتوں، بدبو اور گندگی کو دیکھ لے تو اس کا کیا حال ہوگا، کیا اب بھی وہ ان سے تعلق پر اترائے گا یا ان سے کوئی تعلق نہ ہونے کا اظہار کرے گا اور جو کوئی اسے ان کی طرف منسوب کرے اس پر اعتراض کرے گا۔

(5)......بیٹوں، خادموں، رشتہ داروں، مددگاروں اور پیروکاروں کی کثرت۔ اس کا علاج یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی کمزوری کے بارے میں سوچے اور اس بات پر غور کرے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اور وہ ذاتی طور پر کسی طرح کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، پھر وہ ان پر کس طرح اتراتا ہے حالانکہ جب وہ مرجائے گا تو وہ سب اسے چھوڑ دیں گے

اور اسے قبر میں یوں دفن کیا جائے گا کہ وہ اکیلا بھی ہوگا اور رسوا بھی، اس کے اہلِ خانہ، اولاد، قریبی رشتہ داروں اور جگری دوستوں میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہوگا، وہ اسے گلنے سڑنے کے لئے، سانپوں، بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں کے خوراک بننے کے لئے قبر کے حوالے کر دیں گے اور وہ اس پر آنے والے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے حالانکہ اس وقت اسے ان کی زیادہ حاجت ہوگی، اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ بھاگ جائیں گے اور جو لوگ تجھے سخت ترین حالت میں چھوڑ کر بھاگ جائیں تو ان میں کیا بھلائی ہے اور ان پر تو کس طرح اتراتا ہے؟

(6)......مال۔ اس کا علاج یہ ہے کہ مال کی آفات، اس کے حقوق، اور اس کی عظیم فتنہ سامانی کے بارے میں سوچے، فقراء کی فضیلت اور قیامت کے دن جنت میں ان کے سبقت لے جانے پر غور کرے اور یہ بھی سوچے کہ مال تو آنے جانے والی اور ناپائیدار چیز ہے اور یہ بھی دیکھے کہ کئی یہودیوں کے پاس اس سے زیادہ مال ہے تو وہ کس طرح اپنے مال پر اتراتا ہے؟[1]

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ-وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اللّٰہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اللّٰہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے اور اس نے کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ: پھر اللّٰہ نے اپنی تسکین نازل فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسول صَلَّی

[1]......احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، الشطر الثانی، بیان اقسام ما به العجب وتفصیل علاجه، ۳/۴۵۸-۴۶۲، ملخصاً.

اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر تسکین نازل فرمائی کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے اور اہلِ ایمان پر تسکین نازل فرمائی کہ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پکارنے سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں واپس آئے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ جنگِ حنین میں بھاگ جانے والے مسلمان مومن ہی رہے، ان کی معافی ہوگئی، ان پر رب عَزَّوَجَلَّ نے سکینہ اتارا۔ اب جو ان پر اعتراض کرے وہ ان آیات کا مخالف ہے۔ نیز یہ بھاگ جانے والے ہی واپس ہوئے اور انہوں نے معرکہ فتح کیا لہٰذا یہ فتح گزشتہ خطا کا کفارہ ہوگئی۔ آیتِ مبارکہ میں تسکین اترنے کا تذکرہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے پہلے اور بقیہ کیلئے بعد میں، اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تسکین رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت سے نازل ہوئی اور پھر آپ کے فیضان سے بقیہ صحابہ پر اتری اس لئے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تذکرہ پہلے ہوا، ورنہ گھبرانے والے حضرات تو دوسرے تھے اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو میدانِ جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ (2)

﴿وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا: اور اس نے ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔﴾ یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے عمامہ باندھے دیکھا یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لئے آئے تھے۔ (3)

ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد اللّٰہ جسے چاہے گا توبہ دے گا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد اللّٰہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ: پھر اس کے بعد اللّٰہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا۔﴾ یعنی انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ہوازن کے باقی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہو کر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے اسیروں

---

1 ......جلالين، التوبة، تحت الآية: ٢٦، ص١٥٧.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٢٦، ٢/٢٢٨، ملتقطاً.

3 ......ابو سعود، براءة، تحت الآية: ٢٦، ٢/٣٩٧، ملخصاً.

کو رہا فرما دیا۔ [1]

ہوازن قبیلے کے لوگوں کا قبولِ اسلام

صحیح بخاری میں حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دس دن تک ہوازن کے وفد کا انتظار فرماتے رہے۔ جب وہ لوگ نہ آئے تو آپ نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اس کے بعد جب ہوازن کا وفد آیا اور انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر کے یہ درخواست پیش کی کہ ہمارے مال اور قیدیوں کو واپس کر دیا جائے تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مجھے سچی بات ہی پسند ہے۔ لہٰذا سن لو! کہ مال اور قیدی دونوں کو تو میں واپس نہیں کر سکتا۔ ہاں ان دونوں میں سے ایک کو تم اختیار کر لو، مال لے لو یا قیدی۔ یہ سن کر وفد نے قیدیوں کو واپس لینا منظور کیا۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فوج کے سامنے ایک خطبہ پڑھا اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''اے مسلمانو! یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں تو تم میں سے جو خوشی خوشی اس کو منظور کرے وہ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ ان قیدیوں کے بدلے میں دوسرے قیدیوں کو لے کر ان کو واپس کرے تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ مجھے جو غنیمت عطا فرمائے گا میں اس میں سے اس کا حصہ دوں گا۔ یہ سن کر ساری فوج نے کہہ دیا کہ یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم سب نے خوشی خوشی سب قیدیوں کو واپس کر دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح پتا نہیں چلتا کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی؟ لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے سرداروں کے ذریعہ مجھے خبر دو۔ چنانچہ ہر قبیلہ کے سردار نے دربارِ رسالت میں آ کر عرض کر دیا کہ ہمارے قبیلہ والوں نے خوش دلی کے ساتھ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دیا ہے۔ [2]

سیرت ابنِ ہشام میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب اموالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو قبیلہ بنی سعد کے رئیس زہیر ابوصرد چند معززین کے ساتھ بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور اسیرانِ جنگ کی رہائی کے بارے میں درخواست پیش کی۔ اس موقع پر زہیر ابوصرد نے ایک بہت مؤثر تقریر

---

1 ...... خازن، التوبة، تحت الآية: ٢٧، ٢٢٨/٢.

2 ...... بخاری، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب اذا وهب جماعة لقوم، ١٧٨/٢، الحديث: ٢٦٠٧-٢٦٠٨، ملخصاً.

کی ،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محمد! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت حضرت حلیمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا دودھ پیا ہے۔ آپ نے جن عورتوں کو ان چھپروں میں قید کر رکھا ہے ان میں سے بہت سی آپ کی (رضاعی) پھوپھیاں اور بہت سی آپ کی خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم! اگر عرب کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ہم کو اس سے بہت زیادہ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ ہماری توقُّعات وابستہ ہیں۔ لہٰذا آپ ان سب قیدیوں کو رہا کر دیجئے۔ زہیر کی تقریر سن کر حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت زیادہ مُتأثِّر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ لوگوں کا بہت انتظار کیا مگر آپ لوگوں نے آنے میں بڑی دیر لگا دی۔ بہرکیف میرے خاندان والوں کے حصہ میں جس قدر لونڈی غلام آئے ہیں میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ لیکن اب عام رہائی کی صورت یہ ہے کہ نماز کے وقت جب مجمع ہو تو آپ لوگ اپنی درخواست سب کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ نمازِ ظہر کے وقت ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجمع کے سامنے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ کو صرف اپنے خاندان والوں پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ یہ سن کر تمام انصار و مہاجرین اور دوسرے تمام مجاہدین نے بھی عرض کیا کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ آپ ان لوگوں کو بھی آزاد فرما دیں۔ اس طرح دفعۃً چھ ہزار اسیرانِ جنگ کی رہائی ہوگئی۔ (1)

نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ جب ہوازن قبیلے کے لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں عرض کی تو آپ نے اپنے خاندان کے حصے میں آنے والے لونڈی غلاموں کو آزاد فرما دیا، اس کے بعد ان سے ارشاد فرمایا ”فَاِذَا صَلَّیْتُ الظُّھْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا“ جب میں ظہر کی نماز پڑھوں تو تم سب کھڑے ہو کر یوں کہو: ہم اللہ کے رسول کے وسیلے سے مسلمانوں سے اپنی عورتوں اور بچوں میں مدد چاہتے ہیں۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ اِستِعانت کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص نہیں بلکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

---

1 ......سیرت ابن ھشام، امر اموال ھوازن وسبایاھا وعطایا المؤلّفۃ قلوبھم منھا... الخ، ص ۵۰۴-۵۰۵، ملخصاً.

2 ......نسائی، کتاب الھبۃ، ھبۃ المشاع، ص ۶۰۵، الحدیث: ۳۶۸۷.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والومشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللّٰہ تمہیں دولت مند کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللّٰہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللّٰہ علم والا حکمت والا ہے۔

﴿ **اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ: مشرک بالکل ناپاک ہیں۔** ﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں یعنی ان کو باطن کے اعتبار سے ناپاک قرار دیا ہے کہ وہ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اِس سال یعنی سَن 9 ہجری کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔

دنیا بھر کی مساجد میں مشرکین کا داخلہ کیسا ہے؟

یہاں مشرکین کو منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکیں۔ یہاں اصلِ حکم مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکنے کا ہے اور بقیہ دنیا بھر کی مساجد میں آنے کے متعلق بھی حکم یہ ہے کہ کفار مسجدوں میں نہیں آسکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت و احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ ''یہ کہنا کہ مسجدُ الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا، اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر صَریح اِفتراء ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔)

یونہی یہ کہنا کہ کفار کے وُفود مسجدِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے مسجدِ کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری مَعَاذَ اللّٰہ بطورِ اِستیلا و اِستِعلاء (یعنی غلبے کے طور پر) نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغِ اسلام سننے کے واسطے تھی۔ (1)

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً: اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہلِ مکہ کو تنگی پیش آئے گی تو عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کر دے گا۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کر دیا، بارشیں خوب ہوئیں اور پیداوار کثرت سے ہوئی۔ مقاتل نے کہا کہ یمن کے لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اہلِ مکہ پر اپنی کثیر دولتیں خرچ کیں۔ ’’اگر چاہے‘‘ فرمانے میں تعلیم ہے کہ بندے کو چاہئے کہ طلبِ خیر اور دفعِ آفات کے لئے ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہے اور تمام اُمور کو اسی کی مَشِیَّت سے متعلق جانے۔ (2) اسی آیت پر مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یعنی یہ نہ سمجھو کہ اگر حج میں کفار شریک نہ ہوئے تو تمہاری تجارتیں نہ چلیں گی (بلکہ) اللہ (عَزَّوَجَلَّ) مسلمانوں کی جماعت میں اتنی برکت دے گا کہ مسلمان حاجیوں سے اہلِ مکہ کے تمام کاروبار چلیں گے۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا جو آج تک دیکھا جا رہا ہے۔ ’’اگر چاہے‘‘ اس لئے فرمایا کہ مسلمانوں کا توکل اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پر رہے نہ کہ آنے والے حاجیوں پر۔ (3)

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۵ ۱۰

1 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/۳۹۰-۳۹۱۔

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۸، ۲/۲۲۹.

3 ......نور العرفان، التوبة، تحت الآية: ۲۸، ص۳۰۴۔

ترجمۂ کنزالایمان: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ: ان سے جہاد کرتے رہو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔**﴾** اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور جملہ صِفات و تنزیہات کو مانے اور جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اس کی طرف نسبت نہ کرے اور بعض مفسرین نے رسولوں پر ایمان لانا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے میں داخل قرار دیا ہے تو یہودی اور عیسائی اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ یہودی تجسیم و تشبیہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جسم ماننا اور اسے مخلوق کے مشابہ ماننا) کے اور عیسائی حلول کے معتقد ہیں تو وہ کس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والے ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی یہودیوں میں سے جو حضرت عزیر عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور عیسائی حضرت مسیح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والا نہ ہوا۔ اسی طرح جو ایک رسول کی تکذیب کرے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والا نہیں، یہودی اور عیسائی بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے ہیں لہٰذا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والوں میں نہیں۔ **شانِ نزول:** مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو روم سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی کے نازل ہونے کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے قبیلہ قریظہ اور نضیر کے حق میں نازل ہوئی، سید عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ان سے صلح منظور فرمائی اور یہی پہلا جزیہ ہے جو اہلِ اسلام کو ملا اور یہی پہلی ذلت ہے جو ان کفار کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پہنچی۔[1]

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۹، ۲/۲۲۹.

﴿ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ : اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیث میں جن چیزوں کو حرام کیا ہے یہ انہیں حرام قرار نہیں دیتے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ توریت وانجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے ان کی تحریف کرتے ہیں اور احکام اپنے دل سے گڑھتے ہیں۔[(1)]

سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت مقدام بن معدیکرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: سن لو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث، دیکھو! کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھے یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو، جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو۔ (حالانکہ) ''وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ'' جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حرام کیا وہ بھی اس کی مثل ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرام کیا۔[(2)]

احکامِ شریعت نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سپرد ہیں

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرما دیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مُستثنیٰ فرما دیں۔[(3)]

اس مضمون پر چند اَحادیث کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

(1)......حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے پر حرم میں اِذخر گھاس کاٹ لینا جائز فرما دیا۔[(4)]

(2)......حضرت ابوبردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے چھ مہینے کی بکری کی قربانی جائز فرما دی۔[(5)]

(3)......اکیلے حضرت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔[(6)]

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۲۹، ۲/۲۲۹.

2 ......ابو داؤد، كتاب السنّة، باب في لزوم السنّة، ٤/٢٦٥، الحديث: ٤٦٠٤، وابن ماجه، كتاب السنّة، باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم... الخ، ١/١٥، الحديث: ١٢، مثله.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۵۱۸۔

4 ......بخاری، كتاب الجنائز، باب الاذخر والحشيش في القبر، ١/٤٥٣، الحديث: ١٣٤٩.

5 ......بخاری، كتاب الاضاحي، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لابي بردة... الخ، ٣/٥٧٥، الحديث: ٥٥٥٧.

6 ......ابو داؤد، كتاب الاقضية، باب اذا علم الحاكم صدق الشاهد الواحد... الخ، ٣/٤٣١، الحديث: ٣٦٠٧.

(4)......ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کواس کے روزے کا کفارہ اپنے پاس سے عطا فرما کر اسے اپنی ہی ذات اور اہلِ خانہ پر خرچ کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔[1]

(5)......حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے لئے حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونا حلال فرمادیا۔[2]

مزید تفصیلی معلومات کے لئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں رسالہ ’’اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ‘‘(مصطفٰی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کودافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والا کہنے والوں کیلئے انعامات) کا مطالعہ فرمائیں

﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ: حتّٰی کہ وہ جزیہ دیں۔﴾ اس آیت میں اہلِ کتاب سے جزیہ لینے کا ذکر ہوا۔ اسلامی سلطنت کی جانب سے ذمی کافروں پر جو (مال) مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کیلئے دو ہی صورتیں ہیں قبولِ اسلام یا جنگ۔ بقیہ دنیا بھر کے کافروں سے جزیہ پر صلح ہوسکتی ہے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ِ۟ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْۚ یُضَاهِــٴُـوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُۚۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ: اور یہودیوں نے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی بے دینی کا ذکر فرمایا

1......بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان... الخ، ۱/۶۳۸، الحدیث: ۱۹۳۶۔

2......ترمذی، کتاب المناقب، ۲۰-باب، ۵/۴۰۸، الحدیث: ۳۷۴۸۔

اوراس آیت میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا ہونا ثابت کیا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ رکھے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ یہ بھی بیان فرمایا کہ اہلِ کتاب شرک میں مشرکین کی طرح ہیں اگرچہ ان کے شرک کا طریقہ مختلف ہے، مشرکین کے بتوں کو پوجنے میں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پرستش میں کوئی فرق نہیں، دونوں شرک میں شریک ہیں بلکہ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بتوں کو پوجنے والے کے کفر سے عیسائیوں کا کفر بڑا ہے کیونکہ کافر بتوں کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ بت عالَم کے خالق اور معبود ہیں بلکہ وہ بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتا ہے جبکہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حُلول کر آیا ہے اور ان کے ساتھ مُتَّحِد ہو گیا ہے اور یہ زیادہ قبیح کفر ہے۔ [1]

﴿ **وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﹰابْنُ اللّٰهِ : اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔** ﴾ امام ابوبکر رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ عقیدہ یہودیوں کے تمام فرقوں کا نہیں بلکہ ان میں سے ایک خاص فرقے کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''یہودیوں کی ایک جماعت جو کہ سلام بن مشکم ،نعمان بن اوفی ،شاس بن قیس اور مالک بن صیف پر مشتمل تھی نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئی ، انہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں یہ بات کہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ہمارے علم میں اب اس فرقے کا کوئی وجود نہیں۔ [2]

﴿ **ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ : یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے۔** ﴾ یعنی یہودیوں کا حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا یہ ان کی اپنے منہ سے کہی ہوئی بات ہے، اس پر ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ بُرہان اور پھر اپنی جہالت کی وجہ سے اس صریح باطل چیز کے معتقد بھی ہیں۔ [3]

﴿ **یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ : یہ پہلے کے کافروں جیسی بات کرتے ہیں۔** ﴾ اس آیت کا ایک معنی تو اوپر بیان ہوا کہ ''اہلِ کتاب شرک میں مشرکین کی طرح ہیں'' دوسرا معنی یہ ہے کہ عیسائیوں کی بات اپنے سے پہلے یہودیوں کے قول کے مشابہ ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا اسی طرح عیسائیوں

[1] ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ۳۰، ۲۸/۶.

[2] ......احکام القرآن للجصاص، سورة التوبة، ۱۳۴/۳.

[3] ......روح المعانی، التوبة، تحت الآیة: ۳۰، ۳۸۵/۵، ملخصاً.

نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے کفر کو گزشتہ کافر امتوں کے کفر سے تشبیہ دی ہے۔ [1]

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا اور مسیح ابن مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح بن مریم (کو بھی) حالانکہ انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا رب بنالیا کہ حکمِ الٰہی کو چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا بنایا اور ان کی نسبت یہ باطل عقیدہ رکھا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حُلول کیا ہے حالانکہ انہیں ان کی کتابوں میں اور ان کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ [2]

یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور علماء کو معبود بنا کر ان کی کوئی باقاعدہ عبادت نہیں کی تھی بلکہ خدا کے حکم کو چھوڑ کر ان کے حکم کو اپنے لئے شریعت بنالیا تھا اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے خدا بنالئے چنانچہ پادریوں

1 ......خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۲/۲۳۲۔
2 ......خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۱، ۲/۲۳۳، ملخصاً۔

اور درویشوں سے متعلق ان کی اِس روِش کے بارے میں حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ روایت کرتے ہیں: میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عدی! اس بت کو دور کردو۔ نیز صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ براءت سے پڑھ رہے تھے ’’ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ‘‘ (یعنی عیسائیوں، یہودیوں نے اپنے دریشوں اور علماء کو اللہ کے سوا رب بنالیا) پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد) فرمایا کہ ’’وہ ان کو پوجتے نہیں تھے بلکہ جب وہ ان کے لئے کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ حلال سمجھتے اور جب وہ حرام قرار دیتے تو یہ حرام سمجھتے تھے۔ [1]

علماء اور اولیاء کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کے مقابلے میں جس کی دینی اطاعت کی جائے گی گویا اسے رب بنالیا گیا جیسا کہ عیسائی اور یہودی خدا کے مقابلے میں اپنے پادریوں اور درویشوں کی بات مانتے تھے اس لئے ان کے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کے ماتحت علماء، اولیاء اور صالحین کی اطاعت عین اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔

حضرت عطاء رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں رسول کی اطاعت سے مراد قرآن اور سنت کی پیروی ہے اور ’’ اُولِی الۡاَمۡرِ ‘‘ کی اطاعت سے علماء اور فقہاء کی اطاعت مراد ہے۔ [3]

ایک جگہ ارشاد فرمایا

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة التوبة، ٥/٦٥، الحدیث: ٣١٠٦.

2 ......النساء:٥٩.

3 ......سنن دارمی، باب الاقتداء بالعلماء، ١/٨٣، الحدیث: ٢١٩.

4 ......النحل:٤٣.

ایک مقام پر ارشاد فرمایا

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل۔

اور ارشاد فرمایا

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اَوّلین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے **اللہ** راضی ہوا اور یہ **اللہ** سے راضی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے راستے پر چلیں۔ ان سب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ راضی ہوا۔ [3]

بکثرت احادیث میں بھی علماء کی اطاعت کی ترغیب دی گئی ہے، ان میں سے 3 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......صحیح مسلم میں حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دین خیر خواہی (کا نام) ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یا رسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس کی خیر خواہی کریں؟ ارشاد فرمایا ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی، مسلمانوں کے امام کی اور عام مومنین کی۔ [4]

اس حدیث کی شرح میں ہے کہ یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں، ان کی روایت کی ہوئی احادیث کو قبول کرنا، احکام میں ان کی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان رکھنا ان کی خیر خواہی سے ہے۔ [5]

(2)......حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......لقمان: ۱۵.

2 ......التوبة: ۱۰۰.

3 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۰، ۲/۲۷۵، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۰، ص ۴۵۲، ملتقطاً.

4 ......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان انّ الدين النصيحة، ص۴۷، الحديث: ۹۵(۵۵).

5 ......شرح نووی علی المسلم، كتاب الايمان، باب بيان انّ الدين النصيحة، ۱/۳۹، الجزء الثانی.

’’تین چیزیں ایسی ہیں کہ مومن کا دل ان پر خیانت نہیں کرتا (1) اللہ تعالیٰ کے لیے عمل خالص کرنا۔ (2) علماء کی اطاعت کرنا اور (3) (مسلمانوں کی) جماعت کو لازم پکڑنا۔ [1]

(3)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ میں وفات پانے والا ہوں علم عنقریب اٹھ جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے حتّٰی کہ دو شخص ایک فریضہ میں جھگڑیں گے اور ایسا کوئی شخص نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کر دے۔ [2]

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کا نور بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہ مانے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

﴿ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ: یہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کا نور بجھا دیں۔﴾ اس آیت میں نور سے مراد دینِ اسلام یا سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے دلائل ہیں اور نور بجھانے سے مراد حضور پُر نور

1 ......مسند امام احمد، مسند المدنيين، حديث جبير بن مطعم رضی اللہ تعالی عنه، ٥/٦١٥، الحديث: ١٦٧٣٨.

2 ......دارمی، باب الاقتداء بالعلماء، ٨٣/١، الحديث: ٢٢١.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین مٹانا ہے یا قرآن کو شائع نہ ہونے دینا یا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر روکنا اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل سے چڑ جانا۔ تو فرمادیا کہ کفار کی حرکتوں سے نہ دین ختم ہوگا، نہ اسلام کی شوکت میں کمی آئے اور نہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں فرق آئے گا۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

مِٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ۔۔۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے ۔۔۔ جب بڑھائے تجھے اللّٰہ تعالٰی تیرا

آیت ” هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......سچا دین اور ہدایت حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین، اگر صرف قرآن سے ہدایت مل جاتی تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دنیا میں کیوں بھیجا جاتا۔

(2)......حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کبھی ہدایت اور سچے دین سے الگ نہ ہوئے کیونکہ یہ دونوں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جو انہیں ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے الگ مانے وہ بے دین ہے۔

﴿ **لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ: تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔** ﴾ قرآنِ پاک میں یہ مضمون اس آیت کے علاوہ سورۂ فتح کی آیت نمبر 28 اور سورۂ صف کی آیت نمبر 9 میں بھی بیان ہوا ہے۔ آیت میں غلبے سے دلائل اور قوت دونوں اعتبار سے غلبہ مراد ہے۔ دلائل کے اعتبار سے تو یوں کہ دینِ اسلام نے اپنی حقانیت پر جو دلائل پیش کئے ہیں اس سے مضبوط ترین دلائل کوئی بھی پیش نہ کرسکا اور جہاں تک قوت کے اعتبار سے غلبہ کا تعلق ہے تو اس مراد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک بہت بڑا عرصہ ایسا گزرا ہے کہ دنیا میں صرف دینِ اسلام ہی غالب تھا اور اب آئندہ اس کا کامل ظہور اس وقت ہوگا جب حضرت امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

(1)......بیضاوی، براءة، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۱۴۱-۱۴۲، روح البیان، التوبة، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۴۱۶، ملتقطاً.

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاجاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کررکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

﴿لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ: باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاجاتے ہیں۔﴾ پادری اور روحانی درویش اس طرح باطل طریقے سے مال کھاتے ہیں کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور اپنی کتابوں میں مال و دولت کے لالچ میں تحریف وتبدیل کرتے ہیں اور سابقہ کتابوں کی جن آیات میں سردارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کے لئے ان میں فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔(1)

دین دنیا کمانے کا ذریعہ بنانے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کا علم اس لئے حاصل کرنا تاکہ اس کے ذریعے دنیا کا مال، دولت، عزت، منصب اور وجاہت حاصل ہو یہ انتہائی مذموم اور اپنی آخرت تباہ کردینے والا عمل ہے۔ احادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے وہ علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے لیکن اس نے وہ علم (اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے) دنیا حاصل کرنے کے لئے سیکھا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔(2)

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٣٤، ٢/٢٣٤.

2 ......ابو داؤد، كتاب العلم، باب فى طلب العلم لغير الله، ٣/٤٥١، الحديث: ٣٦٦٤.

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اس لیے علم طلب کرے تاکہ علماء کا مقابلہ کرے یا جُہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آگ میں داخل کرے گا۔ (1)

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''علماء کے سامنے فخر کرنے، بیوقوفوں سے جھگڑنے اور مجلس آراستہ کرنے کے لئے علم نہ سیکھو کیونکہ جو ایسا کرے گا تو (اس کے لئے) آگ ہی آگ ہے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے لوگوں کے دلوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے عمدہ گفتگو سیکھی تو اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادات قبول فرمائے گا نہ نفل۔ (3)

﴿وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اسے اللّٰہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بخل کرتے ہیں، مال کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے۔ جب اللّٰہ تعالیٰ نے یہودی و عیسائی علماء و پادریوں کی حرصِ مال کا ذکر فرمایا تو مسلمانوں کو مال جمع کرنے اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے سے خوف دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ (4)

کنز کی وعید میں کون سا مال داخل ہے؟

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ دفینہ (زمین میں دفن شدہ خزانہ) ہی ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن میں ہوا کہ اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا۔ (5)

(1) ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا، ۲۹۷/۵، الحدیث: ۲۶۶۳.

(2) ......ابن ماجه، کتاب السنّة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ۱۶۵/۱، الحدیث: ۲۵۴.

(3) ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی المتشدق فی الکلام، ۳۹۱/۴، الحدیث: ۵۰۰۶.

(4) ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ۳۴، ۲۳۵/۲.

(5) ......تفسیر طبری، التوبة، تحت الآیة: ۳۴، ۳۵۷/۶-۳۵۸

کس مال کو جمع کرنا بہتر ہے؟

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی کہ سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہوا، پھر کون سا مال بہتر ہے جس کو جمع کیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی جو ایماندار کی اس کے ایمان پر مدد کرے[1] یعنی پرہیز گار ہو کہ اس کی صحبت سے طاعت وعبادت کا شوق بڑھے۔

مال جمع کرنے کا حکم اور مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے واقعات

یاد رہے کہ مال کا جمع کرنا مباح ہے مذموم نہیں جبکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ وغیرہ اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مالدار تھے۔ اسی مناسبت سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی مالداری کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مالداری تو ویسے ہی بہت مشہور ہے، ان کے علاوہ چند مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم یہ ہیں

(1)...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کثیر مال عطا فرمایا اور اپنی مالداری کے باوجود بکثرت صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے میں آپ نے اپنے مال میں سے پہلے چار ہزار درہم صدقہ کئے، پھر چالیس ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کئے، اس کے بعد چالیس ہزار دینار صدقہ کئے، پھر پانچ سو گھوڑے اور اس کے بعد پانچ سو اونٹ راہِ خدا میں صدقہ کئے۔[2]

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تجارتی قافلہ آیا، اس قافلے میں گندم، آٹے اور کھانے سے لدے ہوئے سات سو اونٹ تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے شور سنا تو اس بارے دریافت فرمایا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تجارتی قافلہ واپس آیا ہے جس میں گندم، آٹے اور طعام سے لدے ہوئے سات سو اونٹ ہیں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل

---

1 ...... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة التوبة، ٥/٦٥، الحدیث: ٣١٠٥.

2 ...... اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ٣/٤٩٨.

ہوں گے۔ جب یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی آپ نے کہا: اے میری ماں! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ تمام اونٹ اپنے ساز وسامان کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کردیئے۔[1]

جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا تو آپ کے ترکہ میں حاصل ہونے والے سونے کو کلہاڑوں سے کاٹا گیا یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے، اس کے علاوہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے شامل تھے جو بقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے۔[2]

(2)......حضرت طلحہ بن عبید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت طلحہ بن عبید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عراقی زمینوں سے ہونے والی آمدنی چار سے پانچ لاکھ درہم تک تھی اور سُرَّاۃ کی زمینوں سے ہونے والی آمدنی دس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی یونہی اعراض سے بھی آمدنی ہوتی تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنو تمیم کے ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتے، ان کی مدد کرتے، ان کی بیواؤں اور غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں کراتے اور ان کے قرض اتارا کرتے تھے نیز ہر سال زمین کی پیداوار کی آمدنی سے دس ہزار درہم حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بھجوایا کرتے تھے۔[3]

(3)......حضرت زبیر بن العوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت ہشام بن عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے کی قیمت پانچ کروڑ دس لاکھ یا پانچ کروڑ بیس لاکھ درہم تھی، مصر، اسکندریہ اور کوفہ میں آپ کی رہائشگاہیں تھیں، بصرہ میں آپ کی حویلیاں تھیں، مدینہ منورہ کی زمینوں سے آپ کے پاس غلے کی پیداوار سے آمدنی آتی تھی۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چار بیویاں چھوڑیں جن میں سے ہر ایک کو گیارہ گیارہ لاکھ ملے۔[4]

ان کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللّٰہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی مالدار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم درحقیقت مالدار کی تربیت کیلئے مشعلِ راہ تھے، وہ اپنا مال شرعی مَصارِف میں خرچ کرتے تھے اور اسی لئے مال جمع رکھتے تھے، ان کے اَموال اظہارِ فخر کے لئے نہ تھے اور نہ ہی دنیائے فانی کے مال کی محبت میں اسے جمع کرتے تھے۔

اللّٰہ تعالٰی مالدار مسلمانوں کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ۳/۴۹۸.

2 ......اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ۳/۵۰۰.

3 ......الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المهاجرین، الطبقة الاولی، طلحة بن عبید اللّٰہ، ۳/۱۶۶.

4 ......الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المهاجرین، الطبقة الاولی، ومن بنی اسد بن عبد العزی بن قصی، الزبیر بن العوام، ۳/۸۱.

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ : جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔﴾ یعنی وہ مال جس کی زکوٰۃ نہ دی تھی قیامت کے دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا یہاں تک کہ شدتِ حرارت سے سفید ہو جائے گا پھر اس کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو دنیا میں اپنا مال جمع کر کے رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا نہ کرنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔[1]

زکوٰۃ نہ دینے کی وعیدیں

احادیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہو گا اس کے لیے آگ کے پتلے ٹکڑے بنائے جائیں گے ان پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور اُن سے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی، جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر ویسے ہی کر دیئے جائیں گے۔ یہ معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت کی طرف جائے یا جہنم کی طرف۔ اور اونٹ کے بارے میں فرمایا: جو اس کا حق نہیں ادا کرتا، قیامت کے دن ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ سب کے

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۳۵، ۲/۲۳۶.

سب نہایت فَربہ ہوکر آئیں گے، پاؤں سے اُسے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے، جب ان کی پچھلی جماعت گزر جائے گی، پہلی لوٹے گی۔ اور گائے اور بکریوں کے بارے میں فرمایا: کہ اس شخص کو ہموار میدان میں لٹائیں گے اور وہ سب کی سب آئیں گی، نہ ان میں مُڑے ہوئے سینگ کی کوئی ہوگی، نہ بے سینگ کی، نہ ٹوٹے سینگ کی اور سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی۔ (1)

(2)......حضرت بُریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (2)

(3)......امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے تلف ہوتا ہے۔ (3)

(4)......امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مالداروں کے ہاتھوں، سن لو! ایسے مالداروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا (4)۔ (5)

> اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﳔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةًؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۶﴾

1 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب اثم مانع الزكاة، ص ٤٩١، الحديث: ٢٤(٩٨٧).

2 ......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه عبدان، ٣/٢٧٥، الحديث: ٤٥٧٧.

3 ......الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترهيب من منع الزكاة... الخ، ١/٣٠٨، الحديث: ١٦.

4 ......معجم الاوسط، باب الدال، من اسمه دليل، ٢/٣٧٤، الحديث: ٣٥٧٩.

5 ......حاشیہ: زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل کی معلومات حاصل کرنے کیلئے کتاب ''فیضانِ زکوٰۃ'' اور '' فتاویٰ اہلسنت، زکوٰۃ کے احکام'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ: بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں۔﴾ یہاں یہ بیان فرمایا گیا کہ بکثرت احکامِ شرع کی بنا قمری مہینوں پر ہے جن کا حساب چاند سے ہے۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے یا لوحِ محفوظ مراد ہے یا قرآن یا وہ حکم جو اس نے اپنے بندوں پر لازم کیا۔[1]

﴿مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔﴾ ان حرمت والے مہینوں میں سے تین مُتَّصل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک جدا ہے رجب۔ عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قِتال حرام جانتے تھے۔[2]

ان مہینوں میں سے رجب کی تعظیم اس لئے کہ لوگ اس میں عمرہ کرتے تھے اور بقیہ مہینوں کی اس لئے کہ یہ مہینے حج کیلئے جانے، حج کرنے اور حج سے واپسی کے مہینے تھے۔

﴿ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ: یہ سیدھا دین ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ سال میں بارہ مہینوں کا ہونا یہ سیدھا اور صحیح حساب ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ چار مہینوں کا حرمت والا ہونا یہ وہی سیدھا دین ہے جو کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین تھا اور اہلِ عرب ان دونوں سے اس حکم کے وارث ہوئے ہیں۔[3]

﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً: اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو۔﴾ یعنی مشرکین سے مُتَّحِد ہو کر جنگ کرو جس طرح وہ متحد ہو کر تم سے جنگ کرتے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف جنگ کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کرو

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ص۴۳۴، خازن، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ۲/۲۳۶، ملتقطاً.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ۲/۲۳۶.

3 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ۶/۴۲، بیضاوی، براءة، تحت الآية: ۳۶، ۳/۱۴۴، ملتقطاً.

اوران کے خلاف جنگ میں بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہ کرو اور نہ ہی پسپائی اختیار کرو اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! اپنے دشمن مشرکین کے خلاف جنگ کرنے میں متحد اور متفق ہو جاؤ۔ بیشتر مفسرین کے نزدیک اس آیت سے حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ممانعت منسوخ ہوگئی ہے اب چاہے حرمت والے مہینے ہوں یا ان کے علاوہ ہر مہینے میں مشرکین سے جنگ کی جائے گی۔ [1]

مسلمانوں کے عروج وزوال کا ایک سبب

اس آیت میں مسلمانوں کو کافروں کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے اور اس میں ایک دوسرے سے مدد وتعاون کرنے کا حکم دیا گیا اور تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق ان کے عروج کا سبب اور ان کی بہت بڑی قوت تھی اور اسی اتحاد کی برکت سے ان کی قلیل تعداد کافروں کی کثیر تعداد پر ہر میدان میں غالب رہی اور مسلمان ہر طرف اپنی فتح کے جھنڈے لہراتے رہے، روم اور ایران جیسی اپنے وقت کی سپر پاورز کو اپنے قدموں تلے روند کر رکھ دیا، مصر، عراق، اسپین اور افریقی ممالک میں اسلام کا پرچم بلند کر دیا، الغرض کفار اپنے اتحاد، عددی برتری اور جنگی ساز وسامان کی فَراوانی کے باوجود مسلمانوں پر کسی طرح غالب نہ آسکے اور یہ سب مسلمانوں کے ایک مرکز پر جمع ہونے اور باہمی اتحاد واتفاق کا نتیجہ تھا۔ جب کفار کسی طرح مسلمانوں کو شکست نہ دے سکے تو انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے اور ان میں اِفتراق و اِنتشار پیدا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس کے لئے انہوں نے بے تحاشا مال وزر، سونا چاندی اور ہیرے جواہرات خرچ کر کے مسلمانوں میں دین فروش گمراہ علماء اور غدار پیدا کئے، مسلم وزراء، مسلم حکمرانوں اور فوج کے سالاروں کو خریدا، یہاں تک کہ انہوں نے اس کام کے لئے اپنی عورتوں کے حسن وجمال اور ان کی عزت وآبرو کا استعمال کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، جب وہ مسلمانوں میں مال وزر کی خواہش، سلطنت وحکومت کی ہوس، شراب، رَباب اور شباب کی طلب اور ایک دوسرے سے حسد، بغض اور عداوت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کا نتیجہ مسلمانوں کے زوال کی صورت میں ظاہر ہوا، مسلمانوں کا باہمی اتحاد ختم ہو گیا اور وہ لامرکزیت کا شکار ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گئے اور مسلمانوں کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر کفار رفتہ رفتہ ان پر غالب آتے گئے اور پھر مسلمانوں نے اندلس، قرطبہ، غرناطہ، ترکستان، ایران، بغداد، فلسطین اور دیگر ملکوں میں عیسائیوں اور تاتاریوں سے ایسی عبرتناک تباہی کا سامنا کیا کہ اسے سن کر ہی کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ مسلمانوں کے گھر اور مال واَسباب جلا دیئے گئے، ان کی مَساجد میں کفار نے اپنے اپنے گھوڑے باندھے اور اذان ونماز پر پابندیاں

[1] ……خازن، التوبة، تحت الآية: ٣٦، ٢/٢٣٧.

لگادیں، ان کے اہلِ حق علماء اور اسلام کے وفاداروں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا، ان کے علمی و روحانی مراکز تباہ و برباد کر دیئے گئے، بغداد میں مسلمانوں کے علمی ورثے کو جب دریائے نیل میں غرق کیا گیا تو اس کی سیاہی سے دریا کا پانی سیاہ ہو گیا، باپوں کے سامنے بیٹیوں، شوہروں کے سامنے بیویوں، بھائیوں کے سامنے بہنوں اور بیٹوں کے سامنے ان کی ماؤں کی عزتوں کو تار تار کیا گیا اور مسلمان حسرت کے آنسو بہانے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ آج کے مسلمانوں کا حال دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ اپنی تاریخی اور عبرتناک غلطیوں سے سبق حاصل کرنے کی بجائے انہی غلطیوں کو ازسرِ نو دُہرا رہے ہیں اور ایک مرکز پر جمع ہو کر متحد ہونے کی بجائے مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر اور کفار کا دست نگر ہو کر زندگی گزارنے کو اپنی عظیم سعادت سمجھے بیٹھے ہیں، اپنی حکومت اور سلطنت بچانے کی خاطر کفار کے آگے ایڑیاں رگڑتے اور ان کی ناراضی کو اپنی محتاجی کا پروانہ سمجھتے ہیں، مسلمانوں کی اخلاقی اور ملی تباہی کے لئے کفار کی طرف سے بُنے گئے جالوں میں بری طرح پھنسنے کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، دین فروش علماء اور غداروں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کر کے کفار کے عزائم کامیاب بنادیئے ہیں، کسی مسلم ملک پر کفار حملہ کریں تو یہ اپنے مسلمان بھائیوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنے کی بجائے کفار سے ان کے سودے کرتے ہیں، مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ہر طرح سے کفار کا ساتھ دیتے ہیں اور کفار سے پٹنے والے مسلمانوں کا حال و انجام دیکھ کر یہ تصوُّر تک کرنا گوارا نہیں کرتے کہ کفار نے اپنے منظورِ نظر مسلمانوں کا جو حال کیا کل کو وہ یہی حال ان کا بھی کر سکتے ہیں۔ اے کاش!

درسِ قرآن ہم نے نہ بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۠ (۳۷)

ع ۵ / ۸

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائی اور اللہ کے حرام

کیے ہوئے حلال کرلیں ان کے برے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے، اِس کے ذریعے اُن کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے جو ایک سال کسی حرمت والے مہینے کو حلال قرار دے دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کردیں اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں۔ ان کے برے کام ان کے لئے خوشنما بنادیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴾ اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ: (ان مشرکوں کا) **مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں ترقی کرنا ہے۔﴿** **نَسِیء** لغت میں وقت کے مؤخر کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں شَہرِ حرام کی حرمت کا دوسرے مہینے کی طرف ہٹا دینا مراد ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب حرمت والے مہینوں (یعنی ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) کی حرمت وعظمت کے معتقد تھے تو جب کبھی لڑائی کے زمانے میں یہ حرمت والے مہینے آجاتے تو ان کو بہت شاق گزرتے، اس لئے انہوں نے یہ کیا کہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے کی طرف ہٹانے لگے، محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہِ حرام بنالیتے اور جب اس سے بھی تحریم ہٹانے کی حاجت سمجھتے تو اس میں بھی جنگ حلال کرلیتے اور ربیع الاول کو ماہِ حرام قرار دیتے اس طرح تحریم سال کے تمام مہینوں میں گھومتی اور ان کے اس طرزِ عمل سے حرمت والے مہینوں کی تخصیص ہی باقی نہ رہی۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ **نَسِیْء** کے مہینے گئے گزرے ہوگئے، اب مہینوں کے اوقات کی حکمِ خداوندی کے مطابق حفاظت کی جائے اور کوئی مہینہ اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے اور اس آیت میں **نَسِیْء** کو ممنوع قرار دیا گیا اور کفر پر کفر کی زیادتی قرار دیا کہ اولاً تو ویسے ہی کافر تھے اور پھر مہینے آگے پیچھے کرکے حرام کو حلال سمجھنے کے کفر میں پڑتے تھے تو یہ مزید کفر میں اضافہ ہوا۔[1]

﴾ لِیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ: تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی کے مطابق ہوجائیں۔﴿ یعنی ماہِ حرام تو چار ہی رہیں اس کی تو پابندی کرتے ہیں اور ان کی تخصیص توڑ کر حکمِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں کہ جو مہینہ حرام تھا اسے حلال کرلیا اس کی جگہ دوسرے کو حرام قرار دیا۔[2]

1 ......خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۷، ۲/۲۳۸.

2 ......مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۴۳۵.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ راہِ خدا میں کوچ کرو تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کرلی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سازوسامان بہت ہی تھوڑا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت غزوۂ تبوک کی ترغیب میں نازل ہوئی۔[1]

غزوۂ تبوک کا بیان

تبوک، ملکِ شام کے اَطراف میں مدینہ طیبہ سے کافی فاصلے پر ایک مقام ہے، اس دور میں تبوک کی طرف جانے والا جو راستہ تعمیر کیا گیا ہے، جدید حساب کی رُو سے اس کا فاصلہ نوسو کلومیٹر کے قریب ہے۔ رجب 9 ہجری میں طائف سے واپسی کے بعد جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر پہنچی کہ عرب کے عیسائیوں کی سازش اور بَرانگیختہ کرنے سے ہرقل شاہِ روم نے رومیوں اور شامیوں کا ایک بھاری لشکر جمع کرلیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ یہ زمانہ نہایت تنگی، قحط سالی اور گرمی کی شدت کا تھا یہاں تک کہ دو دو آدمی ایک ایک کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ سفر دور کا تھا جبکہ دشمن تعداد میں زیادہ اور مضبوط تھے ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کو گھر سے نکلنا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ مدینہ منورہ کے بہت سے منافقین جن کے نفاق کا راز فاش ہو

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۳۸، ۲/۲۳۹.

چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ اب ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامانِ جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مَفلوکُ الحال اور پریشان تھے اس لیے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرب کے تمام قبائل سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اس غزوے میں دل کھول کر مال خرچ کیا ”حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ تبوک کے بارے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا ”**یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پالان کے ساتھ سواونٹ میرے ذمے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی ”**یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پالان سمیت دوسو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تیسری مرتبہ ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر کھڑے ہوگئے اور عرض گزار ہوئے ”**یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں تین سو اونٹ پالانوں کے ساتھ میرے ذمے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر سے نیچے تشریف لائے اور فرمارہے تھے کہ اس کے بعد عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو بھی عمل کریں ان پر کوئی حرج نہیں۔ [1]

یہ تو اعلان تھا لیکن حاضر کرتے وقت حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اعلان سے کہیں زیادہ مال دیا تھا، حضرت علامہ برہان الدین حلبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”غزوۂ تبوک کے موقع پر جتنا مال حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خرچ کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دس ہزار مجاہدین کو جہاد کا سامان دیا اور دس ہزار دینار اس غزوے پر خرچ کئے، ساز وسامان کے ساتھ نو سو اونٹ اور سو گھوڑے اس کے علاوہ ہیں۔ [2]

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے کہا اگر میں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کسی

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، ۵/۳۹۱، الحدیث: ۳۷۲۰.

2 ......سیرت حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، غزوۃ تبوک، ۳/۱۸۴.

دن سبقت لے سکتا ہوں تو آج لے جاؤں گا۔ فرماتے ہیں ''پھر میں نصف مال لے کر حاضر ہوا، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کے برابر اتنے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا سارا مال (جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی) لے کر حاضر ہوئے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا ''گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کی'' اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ '' گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے (دل میں) کہا: میں ان سے کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ [(1)]

ان کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عباس اور حضرت طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے بھی کثیر مال خرچ کیا، اسی طرح صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے پاس بھی جو زیور تھا انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں بھیج دیا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملے میں بہت زیادہ راز داری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عَساکرِ اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگِ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصرِ روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کرلیں۔ [(2)]

بہرحال حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نَظم و نَسق چلانے کے لئے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں غزوۂ تبوک کے موقع پر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تو آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے! البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ [(3)]

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، ۲/۱۷۹، الحدیث: ۱۶۷۸.

2 ......سیرت حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۃ تبوک، ۳/۱۸۳-۱۸۴.

3 ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱۰، الحدیث: ۳۱(۲۴۰۴).

جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں پانی کی ایک دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہوگئے۔ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کافی عرصہ یہاں قیام فرمایا، ہرقل اپنے دل میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سچا نبی جانتا تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مقابلہ نہ کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اَطراف میں لشکر بھیجے، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو چار سو سے زائد سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر سے مقابلے کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ تم اس کو نیل گائے کے شکار میں پکڑ لو! چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ نیل گائے کے شکار کے لئے اپنے قلعے سے اترا تو حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے گرفتار کرلیا اور اسے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں لے آئے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جزیہ مقرر فرما کر اس کو چھوڑ دیا، اسی طرح حاکمِ ایلہ پر اسلام پیش کیا اور جزیہ پر صلح فرمائی۔[1] واپسی کے وقت جب حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے وہ حاضر ہوئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام نہ کریں اور اپنے پاس نہ بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اِعراض کیا یہاں تک کہ باپ اور بھائی کی طرف بھی اِلتفات نہ کیا اسی باب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙۚ وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَیْــٴًـا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

[1] ......زرقانی، ثمّ غزوۃ تبوک، ۴/۹۰-۹۳ ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اگر نہ کوچ کرو گے تو تمہیں سخت سزا دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم کوچ نہیں کرو گے تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا: اگر تم کوچ نہیں کرو گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوچ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم سے بہتر اور فرمانبردار ہوں گے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نصرت اور ان کے دین کو عزت دینے میں خود کفالت فرمائے گا تو اگر تم فرمانِ رسول کی اطاعت میں جلدی کرو گے تو یہ سعادت تمہیں نصیب ہوگی اور اگر تم نے سستی کی تو اللہ تعالیٰ دوسروں کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شرفِ خدمت سے سرفراز فرمائے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ کا دین ہمارا محتاج نہیں

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ دین کی تبلیغ مسلمانوں کا منصب اور ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی یہ سعادت حاصل کرتا ہے تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کرم نوازی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا دین ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں، نیز اسلام کی اشاعت ہم پر موقوف نہیں کیونکہ ہم سے پہلے بھی دنیا میں اسلام تھا اور ہمارے بعد بھی رہے گا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰىؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَاؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۰﴾

1 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ۳۹، ۶/۴۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللّٰہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے تو اللّٰہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللّٰہ ہی کا بول بالا ہے اور اللّٰہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو اللّٰہ ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے تو اللّٰہ نے اُس پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اُس نے کافروں کی بات کو نیچے کر دیا اور اللّٰہ کی بات ہی بلند و بالا ہے اور اللّٰہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿ **اِلَّا تَنْصُرُوْهُ : اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے۔** ﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے کہ اگر تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد نہ کرو گے تو اللّٰہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی اس وقت بھی مدد فرمائی جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت ان کے ساتھ صرف ایک شخص تھا تو یہاں بدرجہ اَولیٰ مدد فرمائے گا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت

اس آیتِ مبارکہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عظیم توکل اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت کا بیان ہے بلکہ یہ آیتِ مبارکہ کئی اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے۔

(1)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غارِ ثور میں اس لئے تشریف لے گئے کہ انہیں کفار کی طرف سے قتل کا اندیشہ تھا لہٰذا اگر رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سچے، پکے اور صدیق مومن ہونے کا یقین نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی طور پر بھی انہیں اپنے ساتھ ہم رِکابی کا شرف عطا نہ فرماتے کیونکہ اس طرح جو اندیشہ کفار سے تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی ہو سکتا تھا۔ یہ کلام اُن جاہلوں

[1]......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ٤٩/٦.

کا جواب ہے جو اِس سفر کے حوالے سے بھی سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر اعتراض کرتے ہیں۔

(2)...... یہ ہجرت **اللّٰہ** تعالیٰ کی اجازت سے تھی، رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مخلص صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ایک پوری جماعت موجود تھی اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں نسبی طور پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیادہ قریب بھی تھے لیکن **اللّٰہ** تعالیٰ نے ہجرت کے وقت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت میں رہنے کا شرف حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ اور کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا، یہ تخصیص حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عظیم مرتبے اور بقیہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(3)...... دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم حالات کی ناسازی کی وجہ سے ہجرت کر گئے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شدید خوف اور انتہائی خطرناک صورتِ حال کے باوجود بھی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قرب نہ چھوڑا بلکہ صبر و استقامت کے ساتھ رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر رہے اور رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مصروف رہے۔

(4)...... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سفر وحضر میں رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر رہنے بلکہ اس کا اِلتزام فرماتے تھے، یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سچے عشقِ رسول کی دلیل ہے۔

(5)...... آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے غارِ ثور میں رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُنسیّت کا شرف پایا اور اپنی جان قربان کرنے کی سعادت پائی۔

(6)...... **اللّٰہ** تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ثانی فرمایا یعنی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد جس کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ثانی (یعنی دوسرے نمبر پر) ہونے کا شرف پایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلو میں تدفین کی وجہ سے قیامت تک ثانیّت سے مشرف ہیں۔

(7)...... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صحابی ہونا خود **اللّٰہ** تعالیٰ نے بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا۔

(8)......اللہ تعالیٰ ان دونوں مقدس ہستیوں کے ساتھ تھا تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یہ اس کے دوسروں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

(9)......اللہ تعالیٰ کا خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر سکینہ نازل فرمانا بھی ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔[1]

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تمنا

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ''میری تمنا ہے کہ کاش! میرے سارے اعمال حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دنوں میں سے ایک دن اور راتوں میں سے ایک رات کے عمل کے برابر ہوتے۔ ان کی رات تو وہ کہ جس میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ غار کی طرف سفر کیا اور جب وہ دونوں غار تک پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ سے پہلے میں غار میں جاؤں گا تاکہ اس میں کوئی تکلیف دِہ چیز ہو تو اس کی اَذِیَّت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بجائے مجھے پہنچے۔ جب حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غار میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں سوراخ دیکھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی چادر کے ٹکڑے کر کے ان سوراخوں کو بند کیا، دو سوراخ باقی رہ گئے تو وہاں اپنے پاؤں رکھ دیئے، اس کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اب تشریف لے آیئے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غار میں تشریف لائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گود میں سرِ انور رکھ دیا اور آرام فرمانے لگے۔ اتنے میں سوراخ سے کسی چیز نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاؤں پر ڈس لیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس خوف سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نیند سے بیدار نہ ہو جائیں لیکن تکلیف کی شدت سے نکلنے والے چند آنسو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رُوئے اقدس پر گر گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے ابوبکر! کیا ہوا؟ عرض کی! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پہ فدا ہوں، مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا لعابِ دہن اس جگہ پر لگا دیا تو اسی وقت ساری تکلیف ختم ہو گئی، بعد میں یہی ڈنگ آپ رَضِیَ

[1]......تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ٤٠، ٦/٥٠، خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ٤٠، ٢/٢٤٤، ملتقطاً۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا سبب بنا۔اوران کا دن وہ کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد عرب کے چند قبیلے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اگر انہوں نے زکوٰۃ کے مال کی ایک رسی بھی روکی تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کی ''اے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ اُلفت اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور اب دین مکمل ہو گیا ہے کیا وہ دین میں کمی کریں گے؟ حالانکہ میں ابھی زندہ ہوں۔ (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے ۔۔۔ اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

﴿ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا : اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمائی کہ فرشتوں نے کفار کے چہروں اور نگاہوں کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رُعب ڈال دیا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ گئے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ جب رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غار میں تھے اور شدید خوف کا عالَم تھا اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے دشمنوں کا مکر پھیر کر ان کی مدد فرمائی اور پھر میدانِ بدر میں فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی۔ (2)

﴿ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى : اور اُس نے کافروں کی بات کو نیچے کر دیا۔﴾ کافروں کی بات سے مراد شرک یا دعوتِ کفر ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بات سے مراد توحید یا دعوتِ اسلام ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کافروں کی بات سے مراد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کی وہ سازش ہے جس میں کفار کامیاب نہ ہو سکے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بات سے مراد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمائے گا۔ (3)

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

(1) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ٢/٢٤٠.

(2) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ٢/٢٤٤.

(3) ......بيضاوی، براءة، تحت الآية: ٤٠، ٣/١٤٦، بغوی، التوبة، تحت الآية: ٤٠، ٢/٢٥٠، ملتقطاً.

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا: تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو۔﴾ یعنی چاہے تم اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر آسان ہے یا اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر بھاری ہے بہر حال کوچ کرو۔ مفسرین نے ''خِفَافًا'' اور ''ثِقَالًا'' کے بہت سے معنی بیان فرمائے ہیں۔ (1) تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت۔ (2) اہل وعیال کم ہوں یا زیادہ۔ (3) اسلحہ کم ہو یا زیادہ۔ (4) سوار ہو کر نکلو یا پیدل۔ (5) جوان ہو یا بوڑھے۔ (6) طاقتور ہو یا کمزور۔ (7) بہادر ہو یا بزدل۔ (8) صحت مند ہو یا مریض۔ (9) خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے۔ (10) مالدار ہو یا فقیر۔ (11) فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف، خلاصہ یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب اور جن مسلمانوں کو جہاد کے لئے بلائیں تو انہیں جہاد میں جانا ضروری ہے چاہے وہ کسی بھی حال میں ہوں۔ (1)

حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شوقِ جہاد

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ سورۂ توبہ کی تلاوت فرمائی، جب اس آیت ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا'' پر پہنچے تو اپنے بیٹوں سے فرمایا ''میرے لئے جہاد کا سامان تیار کرو، میرے لئے جہاد کا سامان تیار کرو۔ ان کے بیٹوں نے عرض کی ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ غزوات میں حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وصالِ ظاہری ہو گیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی،

1 ...... تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ۴۱، ۶/۵۵، خازن، التوبة، تحت الآية: ۴۱، ۲/۲۴۴، ملتقطاً.

پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ شریکِ جہاد رہے حتّٰی کہ ان کا بھی انتقال ہوگیا، اب ہم آپ کی طرف سے جہاد میں شریک ہوجائیں گے۔ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''نہیں، بس اب تم میرے سامانِ جہاد کی تیاری کرو۔ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سمندری جہاد میں شرکت کی اور سمندر ہی میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات ہوگئی۔ سات دن بعد ان کے ساتھیوں کو تدفین کیلئے ایک جزیرہ ملا تو انہوں نے حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تدفین کی۔ ان سات دنوں میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بدن مبارک سلامت ہی رہا اس میں ذرا سی بھی تبدیلی نہ ہوئی۔[1]

﴿ وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔﴾ جہاد کی تین صورتیں ہیں

(1)...... **جان اور مال دونوں کے ساتھ۔** یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو مال بھی رکھتا اور جہاد کے قابل تندرست وتوانا جسم بھی رکھتا ہو۔

(2)...... **صرف جان کے ساتھ۔** یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے پاس مال نہ ہو لیکن جسمانی طور پر جہاد کے قابل ہو۔

(3)...... **صرف مال کے ساتھ۔** یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو جسمانی کمزوری، معذوری یا بیماری وغیرہ کے باعث جہاد میں شریک نہ ہوسکتا ہو لیکن مجاہدین کی مالی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔[2]

مجاہدین کی مالی مدد کرنے کے فضائل

(1)...... حضرت زید بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے کو سامان فراہم کرے تو گویا اس نے خود جہاد کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں لڑنے والے کے گھر بار کی نیک نیتی سے خبر گیری کی تو وہ بھی خود جہاد کرنے والوں کی طرح ہے۔[3]

(2)...... حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''غازی (مجاہد) کے لیے اس کا ثواب ہے اور غازی کے مددگار کے لیے اپنا ثواب ہے اور غازی کا ثواب۔[4]

1 ......تفسیر قرطبی، براءۃ، تحت الآیۃ: ٤١، ٦٦/٤، الجزء الثامن.

2 ......روح البیان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ٤١، ٤٣٨/٣، ملخصاً.

3 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل من جہّز غازیاً... الخ، ٢٦٧/٢، الحدیث: ٢٨٤٣.

4 ......ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب الرخصۃ فی اخذ الجعائل، ٢٤/٣، الحدیث: ٢٥٢٦.

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُؕ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْۚ یُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْۚ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۠ (۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر تو مشقت کا راستہ دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر آسانی سے ملنے والا مال ہوتا اور درمیانہ سا سفر ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے چلتے لیکن مشقت والا سفر ان پر بہت دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ یہ اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ بیشک جھوٹے ہیں۔

﴿ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا: اگر آسانی سے ملنے والا مال ہوتا۔﴾ یعنی تبوک کا میدان اگر قریب ہوتا اور غنیمت آرام سے مل جانے کی امید ہوتی تو یہ بہانے بنانے والے منافق ضرور ان مَنافع کے حصول کے لالچ میں جہاد میں شریک ہوجاتے لیکن دور کے سفر اور رومیوں سے جنگ کو عظیم جاننے کی وجہ سے یہ پیچھے رہ گئے۔ (1)

آیت "لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے معلوم ہوا کہ دین میں ضروری مشقت سے گھبرانا اور اگرچہ فرض وواجب ترک ہوجائے لیکن صرف آسان کام ہی اختیار کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد میں منافقین بھی جاتے تھے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے نہیں بلکہ مالِ غنیمت کے لالچ میں جاتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع وہ چاہیے جو قلبی محبت کے ساتھ ہو، دنیاوی لالچ یا سزا کے خوف سے تو منافق بھی اتباع کرلیتے تھے۔ اس لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٢، ٢/٢٤٥.

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرمادو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ اتباع نصیب کرے۔ آمین۔

﴿وَسَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ: اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے۔﴾ یعنی یہ منافقین اب اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے اور اس طرح معذرت کریں گے کہ ہمیں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ (2) منافقین کی اس معذرت سے پہلے خبر دے دینا غیبی خبر ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی پیش آیا اور انہوں نے یہی معذرت کی اور جھوٹی قسمیں کھائیں۔

جھوٹی قسم کھانا ہلاکت کا سبب ہے

اس آیت کے اگلے حصے سے ثابت ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانا سببِ ہلاکت ہے۔ کثیر اَحادیث میں جھوٹی قسم کھانے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے دو اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے نہ کلام کرے گا اور نہ اُن کی طرف نظر فرمائے گا۔ ایک شخص وہ جس نے کسی بیچنے کی چیز کے متعلق یہ قسم کھائی کہ جو کچھ اس کے دام مل رہے ہیں اس سے زیادہ ملتے تھے۔ (لیکن نہیں بیچا) حالانکہ یہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے۔ دوسرا وہ شخص کہ عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تا کہ کسی مسلمان مرد کا مال لے لے اور تیسرا وہ شخص جس نے بچے ہوئے پانی کو روکا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے بچے ہوئے پانی کو روکا جس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔ (3)

(2)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے

1......ال عمران: ٣١.

2......خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٢، ٢/٢٤٥.

3......بخارى، كتاب المساقاة، باب من رأى انّ صاحب الحوض والقربة احقّ بمائه، ٢/١٠٠، الحديث: ٢٣٦٩.

تکلیف دِہ عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی، وہ نقصان اور خسارہ اٹھانے والے ہیں، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’کپڑا لٹکانے والا، دے کر احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کے ساتھ اپنا سودا چلا دینے والا۔ [1]

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اِذن دے دیا جب تک نہ کھلے تھے تم پر سچے اور ظاہر نہ ہوئے تھے جھوٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ تمہیں معاف کرے، آپ نے انہیں اجازت کیوں دیدی؟ جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوجاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ جان لیتے۔

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ: اللّٰہ تمہیں معاف کرے۔﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے کلام کی ابتداء کرنا اور خطاب شروع فرمانا مخاطب کی تعظیم و توقیر میں مُبالغہ کے لئے ہے اور زبانِ عرب میں یہ عرف شائع ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔ [2]

حضرت فقیہ ابولیث سمرقندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عافیت سے رکھے آپ نے انہیں اجازت کیوں دی اور اگر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام اس طرح شروع ہوتا کہ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی تو اس کا اندیشہ تھا کہ اس کلام کی ہیبت سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دل شَق ہوجاتا لیکن اللّٰہ تعالٰی نے اپنی رحمت سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہلے ہی عَفْو کی خبر دے دی تاکہ آپ کا دل مطمئن اور پُرسکون رہے۔ اس کے بعد فرمایا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تحریم اسبال الازار والمنّ بالعطیة... الخ، ص٦٧، الحدیث: (١٠٦).

[2] ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ٤٣، ٢/٢٤٦.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دی تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پتا چل جاتا کہ اپنے عذر میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔[1]

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم سے چھٹی نہ مانگیں گے اس سے کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی چھٹی نہیں مانگیں گے اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

﴿یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ: اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔﴾ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پر ایمان رکھنے میں رسولُ اللہ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر ایمان رکھنا بھی داخل ہے کیونکہ ایمان سے مراد ایمانِ صحیح ہے، وہ وہی ہے جو رسول کے ساتھ ہو ورنہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کو منافق بھی مانتے تھے۔[2]

حضرت عمرو بن جموح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جذبۂ شہادت

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے موقع پر معذرتیں کرنا منافقت کی علامت تھی جبکہ کامل ایمان والے ہر کڑی آزمائش میں پورے اترتے ہیں اور جہاد جیسے سخت موقع پر بھی دل وجان اور مال کے ساتھ حاضر ہونے کو تیار رہتے ہیں۔ اس بارے میں ایک واقعہ تو چند آیات کے بعد آرہا ہے اور ایک واقعہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جہاد کی رغبت کا بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لنگڑے تھے، یہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگ کر چلے تھے کہ یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے میدانِ جنگ سے اپنے اہل وعیال میں آنا نصیب نہ کرنا، ان کے چار بیٹے بھی جہاد میں مصروف تھے۔ لوگوں نے ان کو

---

1 ......تفسیر سمرقندی، التوبة، تحت الآية: ۴۳، ۲/۵۳.

2 ......نور العرفان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۴، ص۳۰۹۔

لنگڑا ہونے کی بنا پر جنگ کرنے سے روک دیا تو یہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے جنگ میں لڑنے کی اجازت عطا فرمائیے، میری تمنا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا باغِ بہشت میں خراماں خراماں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری سے رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلبِ مبارک متاثر ہو گیا اور آپ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی۔ یہ خوشی سے اچھل پڑے اور اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے کر کافروں کے ہجوم میں گھس گئے۔ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرو بن جموح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ وہ میدانِ جنگ میں یہ کہتے ہوئے چل رہے تھے کہ ''خدا کی قسم! میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کو سہارا دیتے ہوئے ان کا بیٹا بھی انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑ رہا تھا یہاں تک کہ یہ دونوں شہادت سے سرفراز ہو کر باغِ بہشت میں پہنچ گئے۔ لڑائی ختم ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن جموح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ محترمہ میدانِ جنگ میں پہنچیں اور ایک اونٹ پر ان کی اور اپنے بھائی اور بیٹے کی لاش رکھ کر دفن کے لئے مدینہ منورہ لانی چاہی تو ہزاروں کوششوں کے باوجود کسی طرح بھی وہ اونٹ ایک قدم بھی مدینہ کی طرف نہیں چلا بلکہ وہ میدانِ جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا رہا۔ ہند نے جب حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ ماجرا عرض کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''یہ بتاؤ! کیا عمرو بن جموح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گھر سے نکلتے وقت کچھ کہا تھا؟ ہند نے کہا کہ جی ہاں! وہ یہ دعا کر کے گھر سے نکلے تھے کہ ''یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے میدانِ جنگ سے اہل وعیال میں آنا نصیب نہ کرنا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چل رہا ہے۔[1]

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے یہ چھٹی وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

1 ......مدارج النبوه، قسم سوم، باب سوم ذكر سال سوم از هجرت... الخ، ١٢٤/٢.

ترجمۂ کنزالعرفان: آپ سے چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ اپنے شک میں حیران، پریشان ہیں۔

﴿ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ : آپ سے چھٹی وہی لوگ مانگتے ہیں۔﴾ یعنی جہاد کے موقعہ پر بہانہ بنا کر رہ جانے کی اجازت مانگنا منافقین کی علامت ہے۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لانا اللہ تعالیٰ کا انکار ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لانا در حقیقت رب تعالیٰ کا انکار ہے کیونکہ منافق اللہ عَزَّوَجَلَّ کو تو مانتے تھے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منکر تھے مگر ارشاد ہوا کہ **وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔**

﴿وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ : اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔﴾ اس طرح کہ اسلام کی حقانیت اور کفر کے بُطلان پر انہیں یقین نہیں اور نہ اس کے عکس کا یقین ہے۔ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو بولے کہ شاید اسلام برحق ہے اور اگر کفار کو فتح ہوگئی تو بولے کہ شاید یہ لوگ برحق ہیں ورنہ انہیں فتح کیوں ہوتی۔ یا یہ مطلب ہے کہ انہیں اللہ رسول کے وعدوں پر یقین نہیں اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبروں پر اطمینان نہیں۔ ایمان تو نام ہی اس چیز کا ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر خبر میں ان کی تصدیق کی جائے۔ تردد تصدیق کے ساتھ کیسے جمع ہوسکتا ہے۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں نکلنا منظور ہوتا تو اس کا سامان کرتے مگر خدا ہی کو ان کا اٹھنا ناپسند ہوا تو ان میں کاہلی بھر دی اور فرمایا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لئے کچھ تو سامان تیار کرتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند

1 ......روح البیان، التوبة، تحت الآیة: ۴۵، ۳/۴۴۲.

ہے تو اس نے ان میں سستی پیدا کردی اور کہہ دیا گیا: تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

﴾وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ: اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا۔﴿ یعنی منافق ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں جانے کو تیار تھے لیکن اچانک بیماری، لاچاری یا کسی مجبوری کی وجہ سے رک گئے۔ یہ جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے سفرِ جہاد کی پہلے سے کوئی تیاری ہی نہیں کی، اگر ان کا جہاد میں جانے کا ارادہ ہوتا تو کچھ تیاری تو کرتے۔

بہت سی چیزوں کا اعتبار قرائن سے کیا جاتا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم تو یقیناً قطعی ہے لیکن ہمارے لئے اس میں ایک نکتہ ہے کہ بہت سی چیزوں کا اعتبار قرائن سے بھی کیا جاتا ہے جیسے یہاں منافقین کا جہاد کیلئے کوئی تیاری نہ کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ انہوں نے جہاد کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔

﴾وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ: اور کہہ دیا گیا: تم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔﴿ اس کا معنی یہ ہے کہ جب منافقین نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تو ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہنے والوں یعنی عورتوں، بچوں، مریضوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (1)

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر وہ تم میں نکلتے تو ان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمہارے بیچ میں غرابیں دوڑاتے اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو یہ تمہارے نقصان میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے اور تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

﴾لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا: اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو یہ تمہارے نقصان میں اضافہ ہی کرتے۔﴿

(1) ……خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٦، ٢/٢٤٧.

یعنی یہ منافقین اگر تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے تو شر اور فساد ہی پھیلاتے اس طرح کہ تمہیں کافروں سے ڈراتے، آپس میں لڑاتے، تمہارے سامنے کافروں کی تعریفیں اور مسلمانوں کی برائیاں کرتے۔[1]

مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا منافقوں کا کام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ منافق ظاہری نیکی بھی کئی مرتبہ بری نیت سے کرتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا اور آپس میں لڑانا منافقوں کا کام ہے۔ ہمارے دور میں بھی ایسے قلمکار حضرات کی کمی نہیں جو ہر وقت غیر مسلم حکومتوں کی طاقت، اسلحہ، فوج اور وسائل کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو ڈرانے میں لگے رہتے ہیں۔

﴾ وَ فِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ: اور تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں۔﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں جو تمہاری باتیں اور تمہارے راز کفار تک پہنچاتے ہیں اور ایک معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض ایسے ضعیف الاعتقاد ہیں کہ جب منافقین مختلف قسم کے شُبہات ظاہر کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کر لیتے ہیں۔[2]

کفار مسلمانوں پر کس طرح غالب ہوئے

مسلمانوں کی تاریخ سے واقف شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک کفار کسی میدان میں بھی اپنی عددی برتری اور اپنے وقت کے جدید ترین ہتھیاروں کی فراوانی کے بل بوتے پر مسلمانوں پر غالب نہیں آئے بلکہ وہ ظاہری طور پر مسلمان اور باطنی طور پر منافق حضرات کی کوششوں اور کاوشوں کی بدولت مسلمانوں پر غالب ہوئے، ان حضرات نے مال و دولت اور سلطنت و حکومت کے لالچ میں اپنے اسلامی لبادے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کفار کے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے راہیں ہموار کیں، اپنے منافقانہ طرزِ عمل سے مسلمانوں میں سرکشی و بغاوت کا بیج بویا، مسلمانوں کے اہم ترین راز کفار تک پہنچائے اور انہیں مسلمانوں کی کمزوریوں سے آگاہ کیا اور ان کی محنتوں کا نتیجہ آج سب کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ

---

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٧، ٢/٢٤٧.

2 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ٤٧، ٢/٢٤٧.

اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ چاہا تھا اور اے محبوب تمہارے لیے تدبیریں الٹی پلٹیں یہاں تک کہ حق آیا اور اللّٰہ کا حکم ظاہر ہوا اور انہیں ناگوار تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ وفساد چاہا تھا اور اے حبیب! انہوں نے پہلے بھی تمہارے لئے الٹی تدبیریں کی ہیں حتّٰی کہ حق آ گیا اور اللّٰہ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ ناپسند کرنے والے تھے۔

﴿لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ: بیشک انہوں نے پہلے ہی فتنہ وفساد چاہا تھا۔﴾ منافقین کے جنگ میں شریک نہ ہونے پر اہلِ ایمان اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ منافقین غزوۂ تبوک سے پہلے ہی آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو دین سے روکنے، کفر کی طرف لوٹا دینے اور لوگوں کو آپ کا مخالف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جیسا کہ عبداللّٰہ بن اُبی سلول منافق نے جنگِ اُحد کے دن کیا کہ مسلمانوں میں اِنتشار پھیلانے کیلئے اپنے گروہ کو لے کر واپس ہوگیا۔ اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، انہوں نے پہلے بھی آپ کے لئے الٹی تدبیریں کی ہیں اور انہوں نے آپ کا کام بگاڑنے اور دین میں فساد ڈالنے کے لئے بہت حیلے سازیاں کی ہیں لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی طرف سے تائید ونصرت آ گئی اور اللّٰہ تعالیٰ کا دین غالب ہوگیا اگرچہ یہ لوگ اسے ناپسند کرنے والے تھے۔[1]

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ ؕ اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجیے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۴۸، ۲/۲۴۷-۲۴۸.

ہی میں پڑے اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں کوئی آپ سے یوں کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیدیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! یہ فتنے ہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ: اور ان میں کوئی یوں کہتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت جد بن قیس منافق کے بارے میں نازل ہوئی، جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جد بن قیس نے کہا: ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہوسکے گا اس لئے آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے، میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اپنے مال سے مدد کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ اس کا حیلہ تھا اور اس میں سوائے نفاق کے اور کوئی سبب نہ تھا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

﴿اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا: سن لو! یہ فتنے ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ منافقین فتنے میں پڑ جانے کے اندیشے کی وجہ سے جہاد سے اعراض کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر ایک منافق کا قول گزرا ہے تو فرمایا گیا کہ یہ تو اِس موجودہ وقت میں بھی فتنے میں ہی مبتلا ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کرنا اور تکلیف قبول کرنے سے اِعراض کرنا تو سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اور اس کے ساتھ اس فتنے میں بھی مبتلا ہیں کہ منافقین مسلمانوں کی مخالفت پر قائم ہیں۔ (2)

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ یَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ یَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾

1 ...... خازن، التوبة، تحت الآية: ۴۹، ۲/۲۴۸.

2 ...... تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ۴۹، ۶/۶۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تمہیں بھلائی پہونچے تو انہیں برا لگے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہونچے تو کہیں ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے پھر جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔

﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ : اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر تمہیں بھلائی پہنچے اور تم دشمن پر فتح یاب ہو جاؤ اور غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو منافقین غمزدہ ہو جاتے ہیں اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور کسی طرح کی شدت کا سامنا ہو تو منافقین یہ کہتے ہیں کہ ہم نے چالاکی کے ذریعے جہاد میں نہ جا کر اس مصیبت سے خود کو بچا لیا تو گویا ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کرلیا تھا پھر مزید اس بات پر وہ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہم جہاد کی مشقت و مصیبت سے محفوظ رہے۔ (1)

آیت ’’ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مصیبت پر خوش ہونا کافروں کا کام ہے، اسی طرح مسلمانوں کی خوشی پر غم کرنا منافقوں کی نشانی ہے۔

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ

(1)......خازن، التوبة، تحت الآية: ٥٠، ٢/٢٤٨.

ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا: تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں سے فرما دیں جو آپ کو مصیبت و تکلیف پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اور ہم پر مقدر فرما دیا اور اس نے اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کیونکہ قیامت تک ہونے والا ہر اچھا برا کام لکھ کر قلم خشک ہو چکا تو اب کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اپنی جان سے اس مصیبت کو دور کر دے جو اس پر نازل ہونی ہے اور نہ ہی کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ خود کو ایسا فائدہ پہنچا سکے جو اس کے مقدر میں نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اور وہ ہماری زندگی اور موت ہر حال میں ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور مسلمانوں کو اپنے تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ [1]

تقدیر سے متعلق احادیث و آثار

یہاں تقدیر کا مسئلہ بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں تقدیر سے متعلق دو احادیث اور دو آثار ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے تمام باشندوں کو عذاب دینا چاہے تو وہ انہیں عذاب دے سکتا ہے اور یہ اس کا کوئی ظلم نہ ہوگا (کیونکہ وہ سب کا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیت میں تَصَرُّف کا حق حاصل ہے) اگر وہ ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی، اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا یا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ اس وقت تک ہرگز قبول نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، دیکھو! جو بات تم پر آنے والی ہے وہ جا نہیں سکتی اور جو نہیں آنے والی وہ آ نہیں سکتی، اگر اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہوئے تمہیں موت آ گئی تو سمجھ لو کہ جہنم میں جاؤ گے۔ [2]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور بندہ اپنے ایمان کی حقیقت تک اس وقت پہنچے گا جب وہ اس بات پر یقین کر لے کہ جو مصیبت اسے پہنچی وہ اس سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔ [3]

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٥١، ٢/٢٤٨.

2 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب فى القدر، ١/٥٩، الحديث: ٧٧.

3 ......مسند امام احمد، مسند القبائل، ومن حديث ابى الدرداء عويمر رضى الله عنه، ١٠/٤١٧، الحديث: ٢٧٥٦٠.

حضرت مسلم بن یسار رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’تقدیر اور اس کے بارے میں کلام کرنا یہ دو ایسی وسیع وادیاں ہیں کہ لوگ ان میں ہلاک تو ہوسکتے ہیں لیکن ان کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا تم اس شخص کی طرح عمل کرو جسے یہ معلوم ہو کہ اس کا عمل ہی اسے نجات دے گا اور اس شخص کی طرح توکل کرو جسے یہ علم ہو کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔[1]

حضرت مطرف رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ چھت پہ چڑھ کے خود کو گرا دے اور کہنے لگے کہ میری تقدیر میں ہی یوں لکھا تھا بلکہ ہمیں ڈر اور خوف ہونا چاہئے اور جب کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ ذہن بنانا چاہئے کہ ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔[2]

تقدیر کے بارے میں غور نہ کریں

یاد رہے کہ تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے اور اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تقدیر کے بارے میں بحث اور غور وفکر کرنے سے بچے۔ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’قضا وقدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غور وفکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے، صدیق وفاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالٰی نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس وحرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے، برے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مُؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔[3]

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ : اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔﴾ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ منافقین دنیوی اسباب، جلد ملنے والی اور فانی لذتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صرف اللہ تعالٰی

---

1 ......تفسیر ابن ابی حاتم، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۶/۱۸۱۱-۱۸۱۲.

2 ......در منثور، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۴/۲۱۶.

3 ......بہارِ شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ ذات وصفات، ۱/۱۸-۱۹، ملخصاً۔

پر ہی بھروسہ کریں اور اس کی رضا پر راضی رہیں۔

اللہ تعالٰی کی رضا پر راضی رہنے کی فضیلت

انسان کی زندگی نشیب و فراز کا نام ہے، کبھی دکھ کبھی سکھ، کبھی رنج و غم اور کبھی راحت و آرام، کبھی عیش و عشرت سے بھرپور لمحات اور کبھی مصائب و آلام سے معمور گھڑیاں الغرض طرح طرح کے حالات کا سامنا ہر فردِ بشر کو اپنی زندگی میں کرنا پڑتا ہے، دینِ اسلام کا پیروکار ہونے کے ناطے ہر مسلمان کو چاہئے کہ غمی خوشی ہر حال میں اللہ تعالٰی کی رضا پر راضی اور صابر و شاکر رہے، ترغیب کے لئے اللہ تعالٰی کی رضا پر راضی رہنے کی عظمت و فضیلت پر مشتمل چند آیات اور روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِۙ(۲۲) جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍۚ(۲۳) سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالحین ہوں گے (وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے) اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس (یہ کہتے ہوئے) آئیں گے۔ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک زیادہ اجر سخت آزمائش پر ہی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تو جو اس کی قضا پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔ [2]

---

1 ......الرعد: ۲۲-۲٤.

2 ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ٤/۳۷٤، الحدیث: ٤۰۳۱.

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا کہ ’’جس کے مال یاجان میں مصیبت آئی پھراس نے اسے پوشیدہ رکھااورلوگوں پرظاہر نہ کیاتو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے۔ [1]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کوثواب دیاجائے گاتو اس وقت دنیامیں عافیت کے ساتھ رہنے والے تمنا کریں گے کہ ’’کاش! (دنیامیں) ان کے جسموں کوقینچیوں سے کاٹ دیاجاتا۔ [2]

روئے زمین کا سب سے بڑا عبادت گزار

حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا، میں روئے زمین کے سب سے بڑے عابد (یعنی عبادت گزار) کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے گل کٹ کر جدا ہو چکے تھے اور وہ زبان سے کہہ رہا تھا ’’یااللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو نے جب تک چاہا ان اَعضاء سے مجھے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پیدا کرنے والے! میرا تو مقصود بس تو ہی تو ہے۔ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا، اے جبرئیل! میں نے آپ کو نمازی روزہ دار (قسم کا کوئی) شخص دکھانے کا کہا تھا۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا، اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے قبل یہ ایسا ہی تھا، اب مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اشارہ کیا اور اس کی آنکھیں نکل پڑیں! مگر عابد نے زبان سے وہی بات کہی ’’یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، جب تک تو نے چاہا ان آنکھوں سے مجھے فائدہ بخشا اور جب چاہا انھیں واپس لے لیا۔ اے خالق! عَزَّوَجَلَّ، میری امید گاہ صرف اپنی ذات کو رکھا، میرا تو مقصود بس تو ہی تو ہے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عابد سے فرمایا، آؤ ہم تم باہم مل کر دعا کریں کہ اللّٰہ تعالیٰ تم کو پھر آنکھیں اور ہاتھ پاؤں لوٹا دے اور تم پہلے ہی کی طرح عبادت کرنے لگو۔ عابد نے کہا، ہرگز نہیں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا، آخر کیوں نہیں؟ عابد نے جواب دیا ’’جب میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا اسی میں ہے تو مجھے صحت نہیں چاہئے۔ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا، واقعی میں نے کسی اور کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں دیکھا۔

---

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/۲۱۴، الحدیث: ۷۳۷.

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، ۵۹-باب، ۴/۱۸۰، الحدیث: ۲۴۱۰.

حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا، یہ وہ راستہ ہے کہ رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ تک رسائی کیلئے اس سے بہتر کوئی راہ نہیں۔ (1)

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَیَیْنِؕ-وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ یُّصِیْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَیْدِیْنَا ﳲ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا اور ہم تم پر اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تم پر عذاب ڈالے اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں تو اب راہ دیکھو ہم بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو اور ہم تم پر انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے تو تم انتظار کرو اور ہم (بھی) منتظر ہیں۔

﴿اِحْدَى الْحُسْنَیَیْنِ: دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبتوں پر منافقوں کو ہونے والی خوشی کا ایک اور جواب دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ اے منافقو! تم ہمارے اوپر دو اچھی خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو کہ ہمیں یا تو فتح وغنیمت ملے گی یا شہادت ومغفرت کیونکہ مسلمان جب جہاد میں جاتا ہے تو وہ اگر غالب ہو جب تو فتح وغنیمت اور اجرِ عظیم پاتا ہے اور اگر راہِ خدا میں مارا جائے تو اس کو شہادت حاصل ہوتی ہے جو اس کی اعلیٰ مراد ہے اور ہم تم پر دو برائیوں میں سے ایک کا انتظار کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سابقہ اُمتوں کی طرح تمہیں بھی اپنی طرف سے عذاب دے کر ہلاک کردے یا ہمیں تم پر کامیابی وغلبہ عطا کرکے ہمارے ہاتھوں سے تمہیں عذاب دے اور جب یہ بات ہے تو تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔ (2)

1 ......روض الرياحين، الحكاية السادسة والثلاثون بعد الثلاث مائة، ص ۲۸۱.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۲، ۲/۲۴۸، روح البيان، التوبة، تحت الآية: ۵۲، ۳/۴۴۷، ملتقطاً.

راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے فضائل

اَحادیث میں راہِ خدا میں جہاد کرنے والے مسلمان کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے دو احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: **اللّٰہ** تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ جو میری راہ میں نکلے اور مجھ پر ایمان یا میرے رسولوں کی تصدیق ہی وہ سبب ہے جس نے اسے گھر سے نکالا ہو تو میں اسے غنیمت کے ساتھ واپس بھیجوں گا یا جنت میں داخل کردوں گا۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں نکلے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ضامن ہو جاتا ہے۔ (اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ) جو شخص میرے راستے میں جہاد کے لئے اور صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے نکلتا ہو تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ (اگر وہ شہید ہوگیا تو) اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اس کو اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کے گھر لوٹاؤں گا۔[2]

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْؕ-اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ(۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ دل سے خرچ کرو یا ناگواری سے تم سے ہرگز قبول نہ ہوگا بیشک تم بے حکم لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ کہ تم خوشدلی سے خرچ کرو یا ناگواری سے (بہرصورت) تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ بیشک تم نافرمان قوم ہو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت جد بن قیس منافق کے جواب میں نازل ہوئی جس نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ یہ کہا تھا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا، اس پر **اللّٰہ** تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے اپنے حبیب سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اس منافق اور اس جیسے دوسرے منافقین سے فرما دیں: تم خوشی سے دو یا ناخوشی سے، تمہارا مال قبول نہ کیا جائے گا، یعنی رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کو نہ لیں گے کیونکہ یہ دینا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان، ۱/۲۵، الحدیث: ۳۶.

2 ......مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰہ، ص۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۳(۱۸۷۶).

کے لئے نہیں ہے۔ یہ آیت اگرچہ خاص منافقوں کے بارے میں ہے لیکن اس کا حکم عام ہے چنانچہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے خرچ نہ کرے بلکہ ریاکاری اور نام ونمود کی وجہ سے خرچ کرے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا۔[1]

دکھاوے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے والے کی مثال

لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے صدقات قبول کئے جانے سے یہ بات مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کی طرف سستی و کاہلی سے ہی آتے ہیں اور ناگواری سے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۳، ۲/۲۴۹.

2 ......بقرہ: ۲۶۴.

﴿ **وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى** : اور وہ نماز کی طرف سستی وکاہلی سے آتے ہیں۔﴾ منافقین کا راہِ خدا میں خرچ کرنا مردود ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور وہ سستی وکاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں کیونکہ وہ نہ تو نماز پڑھنے پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ ہی اسے چھوڑ دینے پر عذاب کا خوف رکھتے ہیں یونہی جو کچھ وہ خیرات کرتے ہیں وہ بھی ناگواری سے کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی وہ ثواب کے قائل نہیں، صرف اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے خیرات کرتے ہیں۔ (1)

نماز میں سستی کرنا منافقوں کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سستی سے نماز پڑھنا منافقوں کا طریقہ ہے جبکہ مومن کیلئے تو نماز معراج ہے اور امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے بلکہ بزرگانِ دین کی نماز کے ساتھ محبت کا یہ عالَم تھا کہ وہ قبر میں بھی نماز پڑھنے کے متمنی تھے، جیسا کہ حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو لحد میں اتارنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اور میرے ساتھ ایک شخص حمید یا ان کے علاوہ کسی اور شخص نے حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو لحد میں اتارا، جب ہم نے مٹی برابر کر دی تو ایک جگہ سے تھوڑی مٹی ان کی قبر میں گر گئی تو اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں، میں نے اپنے ساتھ والے شخص سے پوچھا کہ کیا آپ نے دیکھا؟ اس نے مجھے خاموش رہنے کا کہہ دیا، پھر جب ہم حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ان کی بیٹی کے پاس آ کر ان کے عمل کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے پوچھا؟ آپ لوگوں نے کیا دیکھا؟ ہم نے جواب دیا: وہ قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان کی بیٹی نے کہا ’’پچاس سال سے حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ساری ساری رات نماز ادا فرماتے، جب سحری کا وقت ہوتا تو یہ دعا فرماتے ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز کی توفیق عطا کرے تو مجھے بھی عطا فرمانا‘‘ اللہ تعالٰی نے ان کی یہ دعا قبول فرما لی ہے۔ (2)

تنگ دلی سے راہِ خدا میں مال خرچ کرنا منافقوں کا طریقہ ہے

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے دل تنگ ہونا منافقوں کا طریقہ ہے۔

---

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ٥٤، ٢/٢٤٩.

2 ……حلية الاولياء، طبقة التابعين، الطبقة الاولى، طبقة اهل المدينة، ثابت البنانی، ٢/٣٦٢، روایت نمبر: ٢٥٦٨.

لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو خوش دلی سے خرچ کیا جائے۔

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہیں ان کے مال اوران کی اولاد کا تعجب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں سے ان پر وبال ڈالے اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہیں ان کے مال اوران کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں ، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اِن چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں اِن سے راحت وآرام دور کردے اور کفر کی حالت میں اِن کی روح نکلے۔

﴿فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ : تو تمہیں ان کے مال اوران کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں۔﴾ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہے لیکن اس سے مراد مسلمان ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ان منافقوں کی مالداری اور اولاد پر یہ سوچ کر حیرت نہ کرو کہ جب یہ مردود ہیں تو انہیں اتنا مال کیوں ملا۔ اللہ تعالٰی یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت وآرام دور کردے کہ محنت سے جمع کریں، مشقت سے اس کی حفاظت کریں اور حسرت چھوڑ کر مریں۔[1]

﴿لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا: کہ اِن چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں اِن سے راحت وآرام دور کردے۔﴾ منافقوں پر مال کے ذریعے دُنیوی زندگی میں ڈالے جانے والے وبال کا کچھ ذکر اوپر ہوا، اس کا مزید وبال یہ پڑے گا کہ مال خرچ کرنے کے معاملے میں ان کا دل تنگ ہوگا اور وہ (راہِ خدا) میں مال خرچ کرنا پسند نہ کریں گے جبکہ اولاد کے ذریعے ان پر دنیا میں یہ وبال آئے گا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں طرح طرح کی مشقتوں میں پڑیں گے، ان کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کا انتظام کرنے میں پریشانیوں کا سامنا کریں گے اور وہ مر جائیں تو یہ ان کی جدائی پر انتہائی رنج وغم میں مبتلا ہوں گے۔[2] اور جب یہ مریں گے تو ان کی روح کفر کی حالت میں

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۵، ۲/۲۴۹.

2 ......روح البيان، التوبة، تحت الآية: ۵۵، ۳/۴۴۹.

نکلے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں شدید عذاب دے گا۔

کافروں اور مسلمانوں کی محنت ومشقت میں فرق

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مال اور اولاد کی وجہ سے جس محنت ومشقت، تکلیف اور رنج وغم کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں کافر اور مسلمان دونوں شریک ہیں تو پھر دونوں کی محنت ومشقت میں فرق کیا ہے کہ ایک جیسی محنت ومشقت ایک کے حق میں عذاب ہو اور دوسرے کے حق میں نہ ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مال اور اولاد کے معاملے میں اگرچہ مسلمان اور کافر دونوں کو ایک طرح کی محنت ومشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن مسلمان چونکہ ان مشقتوں پر صبر کرتا ہے اور اس پر آخرت میں اسے ثواب ملے گا اس لئے یہ اُس کے حق میں عذاب نہیں جبکہ کافر کو چونکہ آخرت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا اس لئے اُس کے حق میں یہ مشقتیں عذاب ہیں۔

کافروں کے مال و دولت سے دھوکہ نہ کھانے کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کافروں کی مالی اور افرادی قوت پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا دُنیوی عذاب ہے۔ نیز کافروں کے مال ودولت کی کثرت سے دھوکہ نہ کھانے کا حکم اور بھی کئی جگہوں پر دیا گیا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ (یہ تو زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں (خوشحالی سے) چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔

1 ......ال عمران: ۱۹۶، ۱۹۷.

2 ......مؤمن: ٤.

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل کرنے والا مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مال اور اولاد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل کرے وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے مال کی کثرت اور اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبات و اطاعت سے انتہائی غافل ہیں۔

غافل مالدار کا انجام

یہ بھی معلوم ہوا کہ مالدار کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے اور اسے دگنی تکلیف ہوتی ہے ایک تو دنیا سے جانے اور دوسری مال چھوڑنے کی جبکہ مومن کی جان آسانی سے نکلتی ہے کہ وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ملنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

وَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ اِنَّہُمۡ لَمِنۡکُمۡ ؕ وَمَا ہُمۡ مِّنۡکُمۡ وَلٰکِنَّہُمۡ قَوۡمٌ یَّفۡرَقُوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَوۡ یَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَیۡہِ وَہُمۡ یَجۡمَحُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں اور تم میں سے ہیں نہیں ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ اگر پائیں کوئی پناہ یا غار یا سما جانے کی جگہ تو رسیاں تڑاتے ادھر پھر جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا کہیں سما جانے کی جگہ مل جاتی تو جلدی کرتے ہوئے ادھر پھر جائیں گے۔

﴿وَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ: اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔﴾ منافقین اس پر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دین وملت پر ہیں اور مسلمان ہیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرما دیا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہوجائے تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں اس لئے وہ براہِ تَقِیَّہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ (1)

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٥٦، ٢/٢٥٠، مدارك، التوبة، تحت الآية: ٥٦، ص ٤٤٠، ملتقطاً.

آیت " وَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......تقیہ کرنا منافقوں کا کام ہے، مومن کا کام نہیں۔

(2)......جب عمل قول کے مطابق نہ ہو تو قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ منافق قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا ثبوت دیتے تھے مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تم مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔

(3)......مسلمان دو طرح کے ہیں۔ حقیقی مسلمان اور ظاہری مسلمان یعنی دنیوی احکام کے اعتبار سے مسلمان۔ منافقین قومی مسلمان تھے دینی نہ تھے اس لئے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی، انہیں کفار کی طرح قتل نہ کیا گیا لیکن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مومن نہ تھے۔ **وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ** کے یہ ہی معنی ہیں۔

﴿ **لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً: اگر انہیں کوئی پناہ گاہ مل جاتی۔** ﴾ یعنی منافقین کا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں سے انتہا درجے کے بغض کی وجہ سے حال یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پاس سے کسی پناہ گاہ، غار یا کہیں سما جانے کی جگہ کی طرف بھاگ جانے پر قادر ہوتے تو بہت جلد ادھر پھر جاتے کیونکہ بزدل کا کام ہی بھاگ جانا ہوتا ہے۔ (1)

> **وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ ۝۵۸**

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر انہیں اُن (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اُن میں سے کچھ نہ دیا جائے تو اس وقت ناراض ہو جاتے ہیں۔

﴿ **وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ: اور ان (منافقوں) میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض**

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۷، ۲/ ۲۵۰.

کرتا ہے۔ ﴿شانِ نزول: یہ آیت ذُوالخُوَیْصِرَہ تمیمی کے بارے میں نازل ہوئی اس شخص کا نام حُرقُوص بن زُہَیر ہے اور یہی خوارج کی اصل و بنیاد ہے۔ (1)

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذُوالخُوَیْصِرَہ نے کہا یارسولَ اللہ! عدل کیجئے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تجھے خرابی ہو، میں عدل نہ کروں گا تو عدل کون کرے گا؟ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس (منافق) کی گردن ماردوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کے اور بھی ہمراہی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کسی فعل شریف پر اعتراض کرنا کفر ہے۔

نجد سے متعلق دو احادیث

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم کو ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے نجد میں۔ ارشاد فرمایا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم کو ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اور ہمارے نجد میں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ تیسری بار میں ارشاد فرمایا'' کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ نکلے گا۔ (3)

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو کم عمر اور کم عقل ہوں گے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی احادیث بیان کریں گے، قرآنِ مجید کو پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۸، ۲/۲۵۰.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ۵۰۳/۲، الحديث: ۳۶۱۰، مسلم، کتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ص۵۳۳، الحديث: ۱۴۸(۱۰۶۴).

3 ......بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم: الفتنة من قبل المشرق، ۴۴۰/۴، الحديث: ۷۰۹۴.

طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور جب تم انہیں پاؤ تو ان کو قتل کرنا کیونکہ جو (ان سے جنگ کرے گا اور) انہیں قتل کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے اجر ملے گا۔ (1)

﴿فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا: تو اگر انہیں اُن (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں۔﴾ معلوم ہوا کہ دُنْیَوی نفع پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے راضی ہوجانا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں ناراض ہوجانا منافق کی خاص علامت ہے، ایسا آدمی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لایا بلکہ اپنے نفس پر ایمان لایا ہے۔ اخلاص نہ ہونے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جب تک فائدہ ملتا رہے تب تک راضی، خوش ہیں اور جب فائدہ ملنا بند ہوجائے تو برائیاں بیان کرنا شروع کردی جائیں۔ آج بھی کسی آدمی کے دوسرے کے ساتھ مخلص ہونے کا یہی پیمانہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے فائدہ حاصل کرتے وقت تو خوش اور راضی ہو اور تعریفیں کرے اور فائدہ ختم ہوجانے پر سلام لینا گوارا نہ کرے تو یہ مخلص نہ ہونے کی علامت ہے اور افسوس کہ فی زمانہ اسی طرح کی صورتِ حال ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۠ (۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: اور اگر وہ اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

1 ……مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ص۵۳۵، الحدیث: ۱۵۴(۱۰۶۶).

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں عطا فرمایا اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوا اور وہ کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور جتنا اس نے عطا کیا وہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے صدقہ اور اس کے علاوہ لوگوں کے اَموال سے غنی اور بے نیاز کر دے۔ [1]

آیت ” مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں ایمان دیا، دوزخ سے بچایا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کے ذریعے سے دیتا ہے۔

نفع و نقصان پہنچانے کی نسبت نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے

یاد رہے کہ کسی کو نفع پہنچانے یا کسی سے نقصان دور کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے، اس طرح کی نسبتیں قرآنِ پاک میں بکثرت مقامات پر مذکور ہیں

(1)……اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت بخشی۔

(2)……اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف غنی کرنے کی نسبت فرمائی، ارشاد فرمایا

وَ مَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(3،4)……اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کو ہمارا محافظ اور نگہبان فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے

---

1 ……روح البیان، التوبة، تحت الآية: ۵۹، ۳/۴۵۲، خازن، التوبة، تحت الآية: ۵۹، ۲/۲۵۰.

2 ……احزاب: ۳۷.

3 ……توبه: ۷۴.

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی کے لیےاس کے آگےاوراس کے پیچھے بدل بدل کرباری باری آنے والےفرشتے ہیں جواللہ کے حکم سےاس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اورارشادفرمایا

وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوروہ تم پرنگہبان بھیجتا ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کوملاکرکفایت کرنے والافرمایا

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی !اللہ تمہیں کافی ہےاورجو مسلمان تمہارے پیروکارہیں۔

مشورہ:اس بارے میں مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجودرسالہ ”اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ“ (مصطفٰی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کودافع البلاء یعنی بلائیں دورکرنے والاکہنے والوں کیلئے انعامات) کامطالعہ کیجئے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: زکوٰۃ توانہیں لوگوں کے لیے ہےمحتاج اورنرے ناداراورجواسے تحصیل کرکے لائیں اورجن کے دلوں کواسلام سے الفت دی جائے اورگردنیں چھوڑانے میں اورقرضداروں کواوراللہ کی راہ میں اورمسافرکو یہ ٹھہرایاہوا ہےاللہ کااوراللہ علم وحکمت والا ہے۔

---

1 ......الرعد:۱۱.

2 ......انعام:٦١.

3 ......انفال:٦٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کئے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ: زکوٰۃ صرف ان لوگوں کے لئے ہے۔﴾ جب منافقین نے صدقات کی تقسیم میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراض کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں بیان فرمادیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں ان ہی پر صدقات صَرف کئے جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں نیز رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اموالِ صدقہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔ اس آیت میں صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کی تفصیل اور ان سے متعلق شرعی مسائل

اس آیت میں زکوٰۃ کے مصارف بیان گئے ہیں، ان سے متعلق چند شرعی مسائل درج ذیل ہیں

(1)......زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں ان میں سے **مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْبُ** صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اِجماع کی وجہ سے ساقط ہوگئے کیونکہ جب **اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی** نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی اور یہ اجماع حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں منعقد ہوا تھا۔ یہاں ایک اہم بات یاد رہے کہ **مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْبُ** کے حصے کو ساقط کرنے میں ایسا نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے قرآنِ کریم کو ہی بدل دیا کیونکہ قرآنِ مجید ایسی کتاب ہے ہی نہیں کہ مخلوق میں سے کوئی اسے تبدیل کر سکے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، بلکہ صحابۂ کرام کا **مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْبُ** کے حصے کو ساقِط کرنے میں اِجماع یقیناً کسی دلیل کی بنا پر تھا، جیسا کہ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یقیناً ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس سے انہیں علم ہوگا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی وفات سے پہلے اس حکم کو منسوخ کر دیا تھا۔ یا، اس حکم کے آپ کی (ظاہری) حیاتِ مبارکہ تک ہونے کی قید تھی۔ یا، یہ حکم کسی علت کی وجہ سے تھا اور اب وہ علت باقی نہ رہی تھی۔ [1]

(2)......فقیر وہ ہے جس کے پاس شرعی نصاب سے کم ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو

---

1 ......فتح القدير، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز، ۲/۲۰۱.

سوال حلال نہیں۔ ہاں بن مانگے اگر کوئی اسے زکوٰۃ دے تو وہ لے سکتا ہے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور ایسا شخص سوال بھی کرسکتا ہے۔

(3)......عامِلین وہ لوگ ہیں جن کو حاکمِ اسلام نے صدقے وصول کرنے پر مقرر کیا ہو۔

(4)......اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

(5)......عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔

(6)......گردنیں چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مُکَاتَبْ کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کردی ہو کہ اس قدر وہ ادا کردیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جائے۔

(7)......قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مالِ زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔

(8)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صَرف کرنا مراد ہے۔

(9)......ابنِ سبیل سے وہ مسافر مراد ہے جس کے پاس اُس وقت مال نہ ہو۔

(10)......زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اَقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

(11)......زکوٰۃ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی لہٰذا ان کے علاوہ اور دوسرے مَصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ مردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادائیگی میں۔

(12)......زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بیوی اور اولاد اور غلاموں کو دے[1]۔[2]

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ

---

1 ......تفسيرات احمديه، براءة، تحت الآية: ٦٠، ص٤٦٦-٤٦٨، مدارك، التوبة، تحت الآية: ٦٠، ص٤٤١، ملتقطاً.

2 ......زکوٰۃ کے مصارف اور زکوٰۃ سے متعلق مزید مسائل جاننے کے لئے کتاب ''فتاویٰ اہلسنت (زکوٰۃ کے احکام)'' اور ''فیضانِ زکوٰۃ'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کوستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسولُ اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ: تمہاری بہتری کے لئے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور تم میں جو مسلمان ہیں ان کیلئے رحمت ہیں اور جو رسولُ اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ : اوران میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: منافقین اپنی مجلسوں میں سَرْوَرِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں ناشائستہ باتیں کرتے تھے، ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا ہم جو چاہیں کہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے مُکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ارشاد فرمایا کہ منافقوں کی جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دیتے ہیں اور ان کی شان میں نازیبا کلمات کہتے ہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اگرچہ سننے والے ہیں لیکن ان کا سننا تمہارے لئے بہتر ہے۔ معنی یہ ہے کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو نیکی اور بھلائی کی بات سننے اور ماننے والے ہیں۔ شر اور فساد کی بات سننے والے نہیں۔ اور ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں منافقوں کی بات پر یقین نہیں کرتے اور وہ تم میں سے جو مسلمان ہیں ان کیلئے رحمت ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے حبیب رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔[1]

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٦١، ٢/٢٥٥.

آیت "وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ دردناک عذاب کی وعید عموماً کفار کو ہی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کئے جانے والے اِعتراضات کا جواب دینا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان بیان کرنا اللّٰہ تعالٰی کی سنت ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے سامنے اللّٰہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللّٰہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللّٰہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے اللّٰہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللّٰہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ لوگ اسے راضی کریں، اگر ایمان والے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

﴾لِیُرْضُوْكُمْ : تاکہ تمہیں راضی کرلیں۔﴿ شانِ نزول: منافقین اپنی مجلسوں میں سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراضات کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آ کر اس سے مکر جاتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی بَرِیَّت ثابت کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو راضی کرنا تھا اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ناراضی کا سبب ہوں۔ آیت کے اس لفظ ''اَنْ یُّرْضُوْهُ'' میں واحد کی ضمیر اس لئے ذکر کی گئی

کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی رضا کا ایک ہی حکم ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو راضی کرنے کی نیت کرنی شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے۔ نیز قرآنِ پاک میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اکٹھا ذکر کیا ہے، سرِدست ان میں سے 9 آیات درج ذیل ہیں

(1)......وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے۔

(2)......وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

(3)......الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔

(4)......اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔

(5)......اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (6)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرما دی ہے۔

(6)......یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (7)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(7)......ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (8)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

(8)......وَیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (9)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں۔

1......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٦٢، ص ٤٤٢.

2......النساء: ١٣.

3......النساء: ١٤.

4......المائده: ٣٣.

5......المائده: ٥٥.

6......احزاب: ٥٧.

7......حجرات: ١.

8......حشر: ٤.

9......حشر: ٨.

(9)......وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: عزت تواللہ اوراس کے رسول کے لئے ہے۔

ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو! واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورۃ ایسی اترے جو ان کے دلوں کی چھپی جتادے تم فرماؤ ہنسے جاؤ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی ایسی سورت نازل کردی جائے جو ان کے دلوں کی چھپی باتیں بتادے۔ تم فرماؤ: مذاق اڑالو، بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔

﴿ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ: جو ان کے دلوں کی چھپی باتیں بتادے۔﴾ دلوں کی چھپی چیز ان کا نفاق ہے اور وہ بغض و عداوت جو وہ مسلمانوں کے ساتھ رکھتے تھے اور اس کو چھپایا کرتے تھے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات دیکھنے اور آپ کی غیبی خبریں سننے اور ان کو واقع کے مطابق پانے کے بعد منافقوں کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمائے جس سے ان کے اَسرار ظاہر کردیئے جائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ ان کے اس اندیشے کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان منافقوں سے فرمادیں کہ تم نے جو مذاق اڑانا ہے وہ اڑالو، بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ [2]

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ

1 ......منافقون:۸.

2 ......روح البیان، التوبة، تحت الآیة: ۶۴، ۳/۴۵۸-۴۵۹.

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کررہے تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔

﴿ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ : ہم تو صرف ہنسی کھیل کررہے تھے۔﴾ اس آیت کا ایک شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین گروپوں میں سے دو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک گروپ بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم راستہ طے کرنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کررہے تھے اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ دوسرا شانِ نزول یہ ہے کہ کسی کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا ''محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ کریمہ اتاری۔ (1)

آیت "اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا کہ جو تنہائی میں باتیں کی جائیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی خبر ہے۔

(2)......کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔

(1)......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٦٥، ص٤٤٣، در منثور، التوبة، تحت الآية: ٦٥، ٤/٢٣٠ ملتقطاً.

(3)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین **اللہ** تعالیٰ کی توہین ہے کیونکہ ان منافقوں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین کی تھی مگر فرمایا ”اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ“ یعنی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑانا **اللہ** تعالیٰ اور اس کی تمام آیتوں کا مذاق اڑانا ہے۔ لہٰذا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم **اللہ** تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۠﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا: بہانے نہ بناؤ۔﴾ **اللہ** تعالیٰ نے منافقین کی جانب سے پیش کردہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا اور ان کے لئے یہ فرمایا کہ بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو چکے۔ [1]

آیت ”لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ایسی چیز نہیں کہ جو دنیا میں کبھی کسی سے ختم ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں **اللہ** تعالیٰ نے پہلے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا پھر ان کا ایمان ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مسلمان ہونے کے بعد کوئی کافر ہو سکتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ کسی کو کافر قرار دینے کا اختیار **اللہ** تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا کوئی

[1]......خازن، التوبة، تحت الآية: ٦٦، ٢/٢٥٧، ملخصاً.

دوسرا کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا، یہ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ شرعی اصولوں کے مطابق جس کا کفر ثابت ہو جائے اسے کافر قرار دینے کا حکم خود شریعت کا حکم ہے اور حقیقی علماء اسی حکمِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے ہی کسی کو کافر کہتے ہیں۔ اگر یہ پابندی عائد کر دی جائے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے بارے میں، اس کے حبیب رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں، اس کی مقدس کتاب قرآنِ مجید کے بارے میں، اس کے پسندیدہ دین اسلام کے بارے کیسے ہی توہین آمیز کلمات کہے یا کتنے ہی برے افعال کے ذریعے ان کی توہین کرے یا دیگر ضروریاتِ دین کا انکار کرے تو اسے کافر نہ کہا جائے کیونکہ اسے کافر قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلے سے راضی نہ ہونے والے جس منافق کا سر اڑا دیا تھا اور اس کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرما دیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کسی مومن کو قتل نہیں کر سکتے اور ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں آیت نازل فرما دی تو کیا یہاں اللہ تعالیٰ کا حق چھیننا پایا جا رہا ہے؟ اسی طرح صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے زمانے میں زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کو مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جو جہاد ہوا اور مسلمان ہونے کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے جو جہاد کیا وہ کیا تھا؟ کیا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کافر قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ انہیں کافر قرار دے کر ان کے خلاف جہاد نہیں کر سکتے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود دین سے بیزار طبقے کی ایسی مت ماری جا چکی ہے کہ وہ ایسا نظریہ پیش کر رہے ہیں جسے اگر درست مان لیا جائے تو پھر قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں مرتد ہونے والوں کے بارے جو احکام بیان گئے اور ان کی جو تفصیلات فقہاءِ کرام زمانے سے اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آ رہے ہیں یہ سب کَالْعَدم ہو کر رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ ہاں یہاں اس بات کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے کہ کسی فردِ معین کو کافر قرار دینا بہت ہی سنگین معاملہ ہے، جب تک کسی شخص سے صادر ہونے والے قول و فعل کی بنا پر اسے کافر قرار دینے کے تمام تر تقاضے پورے نہ ہو جائیں تب تک کافر قرار دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں یہاں تک کہ علماء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے کلام میں ایک سو پہلو ہوں اور ان میں سے ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور صرف ایک پہلو اسلام کا ہو تب بھی اس ایک پہلو کی رعایت کرتے ہوئے اس شخص کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ اپنی مراد خود متعین نہ کر دے۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر 66 سے معلوم ہونے والا ایک اہم مسئلہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اِکراہِ شرعی کے بغیر ایسے کلمات کہے جو عرف میں توہین اور گستاخی کے لئے متعین ہوں تو وہ نیت اور عدمِ نیت کے فرق کے بغیر قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس (مذکورہ بالا) آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اول: یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اگر چہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعویٰ رکھتا ہو، کلمہ گوئی اسے ہرگز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم: یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یونہی ایمان (کا) بھی (دل سے تعلق ہے تو) زبان سے کلمہ پڑھنے پر (اسے) مسلمان کیسے کہا؟ (تو جس طرح زبان سے کلمہ پڑھنے پر اسے مسلمان کہا) یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب (اس کا گستاخی کرنا) بغیر اکراہِ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہو جائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد (گستاخانہ کلمہ) کہنا ہزل وسُخْرِیَہ ہے، اور اسی پر ربُّ العزت فرما چکا کہ تم کافر ہوگئے اپنے ایمان کے بعد۔

سوم: کھلے ہوئے لفظوں میں عذر تاویل مسموع نہیں، آیت فرما چکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہوگئے۔[1]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''جو بلا اکراہ کلمۂ کفر بکے بلا فرقِ نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے۔ پھر اس پر فقہائے کرام کے جزئیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فتاویٰ امام قاضی خاں وفتاویٰ عالمگیری میں ہے ''رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا و لایکون عند الله تعالٰی مومنا'' ایک شخص نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن نہیں ہے۔[2]

حاوی میں ہے ''من کفر باللسان و قلبه مطمئن بالایمان فهو کافر و لیس بمومن عند

---

1 ......فتاوی رضویہ، ۱۵/۱۷۲۔

2 ......فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ۲/۲۸۳.

اللہ تعالٰی ''جس نے زبان سے کفر کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔

جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے ''من کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا و عند اللہ تعالٰی ''جس نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔[1]

شرح فقہ اکبر میں ہے '' اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا و عدما فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من اظہارہ کان کافرا و اما اذا زال تمکنہ من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا '' زبان دل کی ترجمان ہے تو یہ دل کی تصدیق یا عدمِ تصدیق پر دلیل ہوگی تو جب وہ اظہارِ ایمان پر قدرت کے باوجود عدمِ تصدیق کا اظہار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگیا البتہ جب کسی جبر کی وجہ سے اظہار پر قدرت نہ ہو تو اب کافر نہ ہوگا۔[2]

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے ''(حکمہ) ای التکلم بکلمۃ الکفر (ان کان طوعا) ای لم یکرھہ احد (من غیر سبق لسان) الیہ (احباط العمل وانفساخ النکاح) ' اگر کلمۂ کفر کا تکلم خوشی سے ہے یعنی کسی چیز کا اکراہ و جبر نہیں جبکہ سبقتِ لسانی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمل ضائع اور نکاح ختم ہو جائے گا[3]۔[4]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کفر ہے جس طرح بھی ہو اس میں عذر قبول نہیں۔[5]

یاد رہے کہ اس آیت میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گستاخی اگرچہ مذاق میں ہو اور گستاخی کی نیت نہ ہو تب بھی کفر ہے اور یہی حکم دوسرے تمام کفریات کا ہے کہ ہنسی مذاق میں کفر کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے، مذاق کا عذر مردود ہے۔ اس سے فلموں، ڈراموں، خصوصاً کامیڈی ڈراموں میں بولے جانے والے کفریات کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔

---

1 ......مجمع الانہر، کتاب السیر والجہاد، باب المرتد، ٢/ ٥٠٢، جواہر الاخلاطی، کتاب السیر، ص٦٨، مثلہ.

2 ......منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر، الایمان ہو التصدیق والاقرار، ص٨٦.

3 ......الحدیقۃ الندیہ، القسم الثانی، المبحث الاول، النوع الاول من الستین کلمۃ الکفر العیاذ باللہ، ٢/ ١٩٧-١٩٨.

4 ......فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ١٤/ ٦٠٠-٦٠١۔

5 ......خزائن العرفان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ٦٦، ص٣٧٠۔

﴿اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآىِٕفَةٍ مِّنۡكُمۡ: اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر (بھی) دیں۔﴾ یعنی اگر ہم تم میں سے کسی کو اس کے توبہ کرنے اور اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کی وجہ سے معاف کر بھی دیں تو توبہ نہ کرنے والے گروہ کو ضرور عذاب دیں گے۔ [1]

حضرت محمد بن اسحٰق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ یہاں جس شخص کی معافی کی بات ہو رہی ہے اس سے وہی شخص مراد ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی گستاخی کا کلمہ نہ کہا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا۔ اس نے دعا کی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اپنی راہ میں مقتول کر کے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا، میں نے کفن دیا، میں نے دفن کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا پتہ ہی نہ چلا۔ ان کا نام حضرت یحییٰ بن حمیر اشجعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا اور چونکہ انہوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لئے انہیں توبہ وایمان کی توفیق ملی۔ [2]

وقف لازم

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ‌ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ؕ هِىَ حَسۡبُهُمۡ‌ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ‌ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ۙ‏ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بیشک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں بس ہے اور اللہ کی ان پر لعنت

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٦٦، ص٤٤٣.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٦٦، ٢/٢٥٨.

ہے اوران کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ بیشک وہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ : منافق مرد اور منافق عورتیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب نِفاق اور اَعمالِ خبیثہ میں یکساں ہیں ان کا حال یہ ہے کہ کفر و مَعْصِیَت اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ایمان و طاعت اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور انہوں نے اس کی اطاعت و رضا طلبی نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں چھوڑ دیا اور ثواب و فضل سے محروم کر دیا، بیشک وہی نافرمان ہیں۔ (1)

برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا منافق کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے منع کرنا منافق کا کام ہے۔ افسوس کہ ہمارے زمانے میں یہ چیز گھر گھر دیکھنے میں آرہی ہے کہ گھر والوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دی جاتی اور ان کے سامنے گناہوں کو معمولی قرار دے کر انہیں مزید گناہوں پر ابھارا جاتا ہے جیسے نماز اور روزے کی پابندی کرنے سے روکا جاتا اور ان کے بارے میں اس طرح کلام کیا جاتا ہے جیسے ان کی خاص اہمیت نہ ہو۔ ٹی وی پر کوئی من پسند ڈرامہ یا فلم آرہی ہو تو دوسروں کے سامنے ان کی خوبیاں بیان کر کے انہیں بھی وہ ڈرامہ یا فلم دیکھنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ فلموں، ڈراموں اور ٹی وی کے بے حیائی عام کرنے اور مسلمانوں کے دینی اور مذہبی عقائد و معمولات کو مجروح کرنے والے پروگراموں کو دیکھنے کے لئے نت نئے انداز سے ایک دوسرے کو مائل کیا جاتا ہے۔ بے حیائی اور عُریانی پر مَبنی لباسوں کو فیشن اور سوسائٹی کا تقاضا بتا کر انہیں پہننے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ والدین اپنی اولاد کو ماڈرن اور آزاد خیال دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور مذہبی حلیے میں دیکھ کر تکلیف

(1) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٦٧، ٢/٢٥٨.

محسوس کرتے ہیں۔کوئی داڑھی رکھ لے اور مذہبی شکل وصورت بنالے تو والدین اس سے ناراض ہوتے ہیں اور اسے گناہوں کی طرف جانے پر مجبور کرتے ہیں جبکہ اگر کوئی رشوت اور سود کا مال لاکر گھر میں خوشحالی لاتا ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل حدیثِ پاک میں بڑی عبرت ہے،

حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی، تمہارے نوجوان فاسق ہو جائیں گے اور تم جہاد چھوڑ دو گے تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس سے زیادہ سخت کیا ہوگا ارشاد فرمایا ’’تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے نہیں روکو گے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ایسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس سے زیادہ سخت کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھو گے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ایسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: اس سے زیادہ سخت کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم برائی کا حکم دو گے اور نیکی سے روکو گے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اس طرح ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا، اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’مجھے اپنی قسم ہے، میں ان پر ایسا فتنہ مقرر کروں گا کہ اس میں سمجھدار لوگ بھی حیران رہ جائیں گے۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں منافقت کی اس علامت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

---

1 ……احیاء العلوم، کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، الباب الاول فی وجوب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ... الخ، ۲/۳۸۰.

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ : اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے وعدہ کیا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کے برے اعمال بیان کئے گئے اور اس آیت میں ان کی سزا بیان کی گئی ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور عذاب وسزا کے طور پر جہنم انہیں کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے زور میں بڑھ کر تھے اور ان کے مال اور اولاد تم سے زیادہ تو وہ اپنا حصہ برت گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے اگلے اپنا حصہ برت گئے اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے ان کے عمل اکارت گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے۔ ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

﴿ كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ : جس طرح تم سے پہلے لوگ۔﴾ یعنی اے منافقو! تم گزشتہ زمانے کے ان لوگوں کی طرح ہو جو قوت میں تم سے زیادہ مضبوط اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنی دنیوی لذتوں اور شہوتوں

کے حصے سے لطف اٹھایا۔ اے منافقو! تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو اور جو موج مستی کرنی ہے کرلو۔ یہ سارا کلام انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی کے طور پر ہے۔ مزید فرمایا کہ جیسے پہلے لوگ بیہودگی میں پڑے ہوئے تھے تم بھی اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے اور تم نے باطل کی اتباع کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب اور مؤمنین کے ساتھ اِستہزاء کرنے میں ان کی رَوِش اختیار کرلی، جس کے نتیجے میں ان لوگوں کے تمام اَعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ اس کی وجہ سے خسارے میں پڑ گئے، اور اب انہیں کفار کی طرح اے منافقین تم بھی گھاٹے میں ہو اور تمہارے عمل باطل ہیں۔ (1)

مال و دولت اور افرادی قوت کی زیادتی کامیابی کی علامت نہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیوی مال و دولت کی کثرت اور افرادی قوت کی زیادتی کوئی کامیابی کی علامت نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کامیابی ایمان اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا٘ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب کردیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا (وہ ہمارے قریب ہے) ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں امن و چین سے ہوں گے۔

اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٦٩، ٢/٢٥٨-٢٥٩، ملخصاً.

2 ......سبا: ٣٧.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں ان کے رسول روشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی) قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی ؟ ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

﴿اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہ آئی۔﴾ یعنی منافقوں کو گزری ہوئی امتوں کا حال معلوم نہ ہوا کہ ہم نے انہیں اپنے حکم کی مخالفت اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کرنے پر کس طرح ہلاک کیا۔ قومِ نوح جو طوفان سے ہلاک کی گئی اور قومِ عاد جو ہوا سے ہلاک کئے گئے اور قومِ ثمود جو زلزلہ سے ہلاک کئے گئے اور قومِ ابراہیم جو سَلبِ نعمت سے ہلاک کی گئی اور نمرود مچھر سے ہلاک کیا گیا اور مدین والے یعنی حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم جو بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک کی گئی اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں اور زیروزبر کر ڈالی گئیں وہ قومِ لوط کی بستیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان چھ کا ذکر فرمایا اس لئے کہ بلادِ شام و عراق و یمن جو سرزمینِ عرب کے بالکل قریب ہیں ان میں ان ہلاک شدہ قوموں کے نشان باقی ہیں اور عرب لوگ ان مقامات پر اکثر گزرتے رہتے ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا کہ ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تھے اور ان لوگوں نے تصدیق کرنے کی بجائے اپنے رسولوں کی تکذیب کی جیسا کہ اے منافقو! تم کر رہے ہو، لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں انہیں کی طرح مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جاؤ۔ سابقہ لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے برباد ہوئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا کیونکہ وہ حکیم ہے، بغیر جرم کے سزا نہیں فرماتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے کہ کفر کر کے اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو نہ مان کر عذاب کے مستحق بنے۔ (1)

وقف لازم

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

(1) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٧٠، ٢/٢٥٩، مدارك، التوبة، تحت الآية: ٧٠، ص٤٤٤، ملتقطاً.

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ : اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی نے منافقین کے خبیث اَعمال اور فاسد اَحوال بیان فرمائے، پھر اس عذاب کا بیان فرمایا جو اللہ تعالٰی نے ان کے لئے دنیا و آخرت میں تیار کیا اور اِس آیت سے مومنوں کے اوصاف، ان کے اچھے اعمال اور ان کے اس اجر و ثواب کو بیان فرمایا جو اللہ تعالٰی نے دنیا و آخرت میں ان کے لئے تیار فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق، آپس میں دینی محبت و اُلفت رکھتے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور شریعت کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شرک و معصیت سے منع کرتے ہیں۔ فرض نمازیں ان کے حدود و اَرکان پورے کرتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ اپنے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانتے ہیں۔ ان صفات سے مُتَّصِف مومن مرد اور عورتیں وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالٰی رحم فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ بیشک اللہ تعالٰی غالب اور حکمت والا ہے۔ [1]

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۷۱، ۲/۲۵۹-۲۶۰.

مسلمانوں اور منافقوں کے اوصاف

اس آیت سے تین آیات پہلے منافق مردوں اور منافقہ عورتوں کے 4 اَوصاف بیان ہوئے

(1)...... یہ سب نفاق اور اعمالِ خبیثہ میں یکساں ہیں۔

(2)...... یہ کفر و معصیت اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں، یونہی برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں۔

(3)...... ایمان و طاعت اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں۔

(4)...... راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔

اور مذکورہ بالا آیت میں مومنوں کے 5 اَوصاف بیان کئے گئے

(1)...... وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

(2)...... بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

(3)...... نماز قائم کرتے ہیں۔

(4)...... زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(5)...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانتے ہیں۔

منافقوں اور مخلص ایمان والوں کے اوصاف کو سامنے رکھتے ہوئے عمومی طور پر تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ غور کریں کہ ان کے اعمال کن لوگوں کے ساتھ ملتے ہیں؟ اگر ان کے اعمال مخلص ایمان والوں کے ساتھ ملتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کریں اور اگر اعمال منافقوں کے ساتھ ملتے ہوں تو انہیں چاہئے کہ اپنی عملی حالت درست کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور مخلص ایمان والوں جیسے اوصاف اپنائیں تاکہ وہ منافقوں کے بارے میں بیان کی گئی وعید میں داخل ہونے سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق

اس آیت میں بیان ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور معین و مددگار ہیں اور حدیثِ پاک میں بیان ہوا

کہ مسلمان اتفاق اور اتحاد میں ایک عمارت کی طرح ہیں، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سارے مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو طاقت پہنچاتا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔ (1)

اور حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں کی آپس میں دوستی، رحمت اور شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عُضْو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق اور اتحاد کی اہمیت کو سمجھنے اور آپس میں متفق و متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی ضرورت

اس آیت میں ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ فی زمانہ اس کام کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ آج کے دور میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت بے عملی کا شکار ہے، نیکیاں کرنا نفس کے لئے بے حد دشوار جبکہ گناہ کا اِرتکاب کرنا بہت آسان ہو چکا ہے، مسجدوں کی ویرانی، سینما گھروں اور ڈرامہ گاہوں کی رونق، دین کا درد رکھنے والوں کو رُلا دیتی ہے، ڈش انٹینا اور کیبل کے ذریعے ٹی وی اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال کرنے والوں نے گویا اپنی آنکھوں سے حیا دھو ڈالی ہے، ضروریات کی تکمیل اور سہولیات کے حصول کی حد سے زیادہ جدوجہد نے مسلمانوں کی بھاری تعداد کو آخرت کی فکر سے غافل کر دیا ہے، گالی دینا، تہمت لگانا، بدگمانی کرنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، لوگوں کے عیب جاننے کی جستجو میں رہنا، لوگوں کے عیب اچھالنا، جھوٹ بولنا، جھوٹے وعدے کرنا، کسی کا مال ناحق کھانا، خون بہانا، کسی کو شرعی اجازت کے بغیر تکلیف دینا، کسی کا قرض دبا لینا، کسی کی چیز وقتی طور پر لے کر واپس نہ کرنا، مسلمانوں کو برے القاب سے پکارنا، کسی کی چیز اسے ناگوار گزرنے کے باوجود اجازت کے بغیر استعمال کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا، زنا کرنا، فلمیں ڈرامے دیکھنا، گانے باجے سننا، سود اور رشوت کا لین دین کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور انہیں ستانا، امانت میں خیانت کرنا، بدنگاہی کرنا، عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں کی نقالی کرنا، بے پردگی، غرور، تکبر، حسد،

---

1 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب نصر المظلوم، ۲/۱۲۷، الحدیث: ۲٤٤٦.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم... الخ، ص۱۳۹٦، الحدیث: ٦٦(۲۵۸٦).

ریا کاری، اپنے دل میں کسی مسلمان کا بغض و کینہ رکھنا، غصہ آجانے پر شریعت کی حد توڑ ڈالنا، گناہوں کی حرص، حُبِ جاہ، بخل اور خود پسندی وغیرہ معاملات ہمارے معاشرے میں بڑی بے باکی کے ساتھ کئے جاتے ہیں حتّٰی کہ بظاہر نیک نظر آنے والے کسی شخص کے قریب جائیں تو وہ بھی بسا اوقات عقیدے کی خرابی، زبان کی بے احتیاطی، بدنگاہی اور بداَخلاقی وغیرہ کی آفتوں میں مبتلا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا، جذبہ، ہمت اور توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۠ (۷۲)

ع ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی یہی ہے بڑی مراد پانی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عدن کے باغات میں پاکیزہ رہائشوں کا (وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ: اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں وعیدیں اور ان کے لئے تیار کردہ جہنم کے عذاب کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جس ثواب اور جزاء کا وعدہ فرمایا، اسے ذکر فرمایا ہے۔ [1]

﴿فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ: عدن کے باغات میں۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ ''عدن'' جنت میں ایک خاص جگہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عدن جنت کی صفت ہے۔ [2]

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۷۲، ۲/۲٦۰.

2 ......تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ۷۲، ٦/۱۰۲.

آٹھ جنتوں کے نام

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ جنتیں آٹھ ہیں اوران کے نام یہ ہیں **(1)** دارُ الجلال۔**(2)** دارُ القرار۔**(3)** دارُ السّلام۔**(4)** جنتِ عدن۔**(5)** جنتِ ماْویٰ۔**(6)** جنتِ خُلد۔**(7)** جنتِ فِردَوس۔**(8)** جنتِ نعیم۔ (1)

جنتِ عدن اور اس کی نعمتیں

جنت عدن کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ نے جنتِ عدن کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک سرخ یاقوت کی اور ایک سبز زبرجد کی ہے، مشک کا گارا ہے، اس کی گھاس زعفران کی ہے، موتی کی کنکریاں اور عنبر کی مٹی ہے۔ (2)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’جب اللّٰہ تعالیٰ نے جنتِ عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں وہ چیزیں پیدا فرمائیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے جنت عدن سے فرمایا ’’مجھ سے کلام کر۔ اس نے کہا ’’ **قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ** ‘‘ بیشک ایمان والے کامیاب ہوگئے۔ (3)

﴿وَ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ: اور اللّٰہ کی رضا سب سے بڑی ہے۔﴾ یعنی جنت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جنتیوں سے راضی ہوگا۔ کبھی ناراض نہ ہوگا۔ (4)

یہ نعمت تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور عاشقانِ الٰہی کی سب سے بڑی تمنا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور اللّٰہ تعالیٰ کا دیدار کسی عمل کا بدلہ نہ ہوگا بلکہ یہ خاص رب عَزَّوَجَلَّ کا عطیہ ہوگا۔ ’’ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِجَاهِ حَبِيۡبِهٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم ‘‘

دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت

کسی بندے سے دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ اس سے اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندے

---

1 ......روح البیان، الصف، تحت الآیة: ۱۲، ۹/۵۰۸.

2 ......ابن ابی دنیا، صفة الجنة، ۶/۳۱۹، الحدیث: ۲۰.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ۱/۲۱۵، الحدیث: ۷۳۸.

4 ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ۷۲، ۲/۲۶۱.

راضی ہوں اور اسے نیک اعمال کی توفیق ملے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی سے راضی ہوتا ہے تو فرشتوں میں اعلان ہوتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں تم بھی اس سے راضی ہو جاؤ پھر تمام زمین والوں کے دلوں میں اس کی محبت پڑ جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کی طرف دلوں کا مائل ہونا ان کے محبوبِ الٰہی ہونے کی علامت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

﴿**يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ:** اے غیب کی خبریں دینے والے نبی!﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام لے کر نہ پکارا جائے بلکہ اچھے القاب سے پکارا جائے جب خداوند قدوس عَزَّوَجَلَّ ان کو نام لے کر نہیں پکارتا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے۔

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، ۲/۳۸۲، الحديث: ۳۲۰۹.

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا [(1)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا (معمولی) نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے۔

﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ: کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔﴾ یعنی کافروں پر تو تلوار اور جنگ سے اور منافقوں پر حجت قائم کرنے سے جہاد کرو اور ان سب پر سختی کرو۔ حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ ہر وہ شخص جس کے عقیدے میں فساد ہو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ حجت و دلائل کے ساتھ اس سے جہاد کیا جائے اور جتنا ممکن ہو اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔[(2)]

دین کیلئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد صرف لڑائی کی شکل میں نہیں ہوتا بلکہ دین کیلئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے خواہ وہ زبان یا قلم سے ہو۔ یہ بھی واضح ہوا کہ جو علماء، دینِ حق اور عقیدۂ صحیحہ کے تحفظ و بقا کیلئے تقریر و تحریر کے ذریعے کوشش کرتے ہیں وہ سب مجاہدین ہیں اور اس آیتِ مبارکہ پر عمل کرنے والے ہیں۔ اس میں مصنفین اور صحیح مقررین کیلئے بڑی بشارت و فضیلت ہے۔

دین کے دشمنوں پر سختی کرنے کا حکم

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کافروں اور منافقوں پر سختی کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ دین و ایمان کے دشمنوں پر سختی کرنا اَخلاقیات اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں اور نہ ہی یہ شدت پسندی ہے بلکہ یہ عین اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالٰی کا حکم ہے البتہ بے جا کی سختی یا اسلامی تعلیمات کے منافی قتل و غارتگری ضرور حرام ہے جیسے آج کل مسلک کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی مہم جاری ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ

1 ......النور: ٦٣.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ٧٣، ص٤٤٥.

وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللّٰہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللّٰہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا و آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقین اللّٰہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہ کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کفریہ کلمہ کہا اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے اور انہوں نے اس چیز کا قصد و ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور انہیں یہی برا لگا کہ اللّٰہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ منہ پھیریں تو اللّٰہ انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔

﴾يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ: اللّٰہ کی قسم کھاتے ہیں۔﴿ شانِ نزول: امام بغوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کلبی سے نقل کیا کہ یہ آیت جُلّاس بن سُوید کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تبوک میں خطبہ فرمایا اس میں منافقین کا ذکر کیا اور ان کی بدحالی و بدمآلی کا ذکر فرمایا: یہ سن کر جُلّاس نے کہا کہ اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہیں۔ جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ واپس تشریف لائے تو حضرت عامر بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جُلّاس کا مقولہ بیان کیا۔ جُلّاس نے انکار کیا اور کہا کہ یارسولَ اللّٰہ! عامر نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دونوں کو حکم فرمایا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں۔ جُلّاس نے عصر کے بعد منبر کے پاس کھڑے ہوکر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی کہ یہ

بات اس نے نہیں کہی اور عامر نے اس پر جھوٹ بولا پھر حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ بے شک یہ مقولہ جُلَّاس نے کہا اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا۔ حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہاتھ اٹھا کر اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سچے آدمی کی تصدیق نازل فرما۔ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ آیت میں ”فَاِنۡ یَّتُوۡبُوۡا یَکُ خَیۡرًا لَّهُمۡ“ سن کر جُلَّاس کھڑے ہوگئے اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سنئے، اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع دیا، حضرت عامر بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو کچھ کہا سچ کہا اور میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور اب میں توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر ثابت رہے۔ [1] اس آیت میں جمع کے صیغے ذکر کئے گئے حالانکہ توہین آمیز بات کہنے والا شخص ایک تھا، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ باقی منافق اس بات پر راضی ہونے کی وجہ سے کہنے والے کی طرح ہیں۔ [2]

﴿وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ یَنَالُوۡا: اورانہوں نے اس چیز کا قصد وارادہ کیا جو انہیں نہ ملی۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین کا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سواری سے گرانے کا ارادہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پندرہ کے قریب منافقین کے ایک گروہ نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ تبوک سے واپسی پر رات کے اندھیرے میں کسی گھاٹی پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی سواری سے گرا کے شہید کر دیا جائے۔ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سواری پیچھے سے ہانک رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سواری کی لگام تھامے آگے چل رہے تھے۔ اسی دوران جب حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اونٹوں اور اسلحے کی آواز سنی تو انہوں نے پکار کر کہا کہ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنو! دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔ یہ سن کر منافقین بھاگ گئے۔ [3]

ایک قول یہ ہے کہ منافقین نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کے بغیر عبداللّٰہ بن اُبی کی تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے جس چیز کا قصد وارادہ کیا تھا وہ انہیں نہ ملی۔ [4]

---

1 ......بغوی، التوبة، تحت الآية: ٧٤، ٢/٢٦٣.

2 ......روح البيان، التوبة، تحت الآية: ٧٤، ٣/٤٦٧.

3 ......بيضاوی، براءة، تحت الآية: ٧٤، ٣/١٥٨-١٥٩.

4 ......ابو سعود، براءة، تحت الآية: ٧٤، ٢/٤٢٨.

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جلاس نے افشائے راز کے اندیشہ سے حضرت عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اس کی نسبت اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ وہ پورا نہ ہوا۔[1]

﴿ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ : اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے یہ منافق تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ جب مدینہ منورہ میں رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آمد ہوئی تو ان کے صدقے غنیمت میں مال و دولت پاکر یہ منافق خوشحال ہوگئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جُلَّاس کا غلام قتل کردیا گیا تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بارہ ہزار درہم اس کی دِیَت ادا کرنے کا حکم دیا تو دیت پاکر وہ غنی گیا۔[2]

یہاں آیت میں غنی کرنے کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کی گئی ہے۔ اس پر تفصیلی کلام اسی سورت کی آیت نمبر 62 کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہوجائیں گے۔ تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۷۴، ۲/۲۶۲.

2 ......تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ۷۴، ۶/۱۰۴.

تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہوجائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ : اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے۔﴾ شانِ نزول: ایک شخص ثعلبہ نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے درخواست کی کہ اس کے لئے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کرسکے۔ دوبارہ پھر ثعلبہ نے حاضر ہو کر یہی درخواست کی اور کہا اسی کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا کہ اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں برکت فرمائی اور اتنی بڑھیں کہ مدینہ میں ان کی گنجائش نہ ہوئی تو ثعلبہ ان کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور جمعہ و جماعت کی حاضری سے بھی محروم ہوگیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا حال دریافت فرمایا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کیا کہ اس کا مال بہت کثیر ہوگیا ہے اور اب جنگل میں بھی اس کے مال کی گنجائش نہ رہی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ثعلبہ پر افسوس پھر جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زکوٰۃ کے وصول کرنے والے بھیجے تو لوگوں نے انہیں اپنے اپنے صدقات دیئے، جب ثعلبہ سے جا کر انہوں نے صدقہ مانگا اس نے کہا یہ تو ٹیکس ہوگیا، جاؤ میں پہلے سوچ لوں۔ جب یہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے کچھ عرض کرنے سے قبل دو مرتبہ فرمایا، ثعلبہ پر افسوس۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی پھر ثعلبہ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے قبول فرمانے کی ممانعت فرما دی، وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا۔ پھر اس صدقہ کو خلافتِ صدیقی میں حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لایا انہوں نے بھی اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافتِ فاروقی میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لایا انہوں نے بھی قبول نہ فرمایا اور خلافتِ عثمانی میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔[1]

[illegible]

ثعلبہ کی توبہ اس لئے قبول نہیں ہوئی کہ اس کا توبہ کرنا اور رونا دھونا دل سے نہ تھا بلکہ لوگوں کے درمیان اس کے

[1] ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۷۵، ص۴٤٦، ملتقطاً.

مردود ہونے کی وجہ سے جو ذلت ہو رہی تھی وہ اس سے بچنے کیلئے واویلا کر رہا تھا تو چونکہ توبہ صدقِ دل سے نہ تھی اس لئے مقبول نہ ہوئی۔

مذکورہ شخص کے نام سے متعلق ایک اہم وضاحت

یہاں ایک وضاحت کر دینا مناسب ہے اور وہ یہ کہ تفسیر حدیث اور سیرت کی عام کتب میں اس شخص کا نام ''ثعلبہ بن حاطب'' لکھا ہوا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابنِ اثیر جزری کی تحقیق یہ ہے کہ اس شخص کا نام ''ثعلبہ بن حاطب'' درست نہیں کیونکہ ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہیں اور وہ جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور بدری صحابہ کے بارے میں قرآن وحدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ثعلبہ بن حاطب اس آیت کا مِصداق نہیں ہو سکتے نیز جب وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تو وہ اس کے مِصداق ہو ہی نہیں سکتے کہ یہ شخص تو زمانۂ عثمانی میں مرا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آیت میں جس شخص کا واقعہ مذکور ہے وہ ثعلبہ بن حاطب کے علاوہ کوئی اور ہے اور تفسیر ابن مردویہ میں مذکور حضرت عبد اللّٰہ بن عباس کی روایت کے مطابق وہ شخص ''ثعلبہ بن ابو حاطب'' تھا۔ علامہ محمد بن یوسف صالحی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے الاستیعاب میں اور علامہ زبیدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اتحاف میں اس تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قوم اَوس سے تھا اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانۂ اقدس حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور یہ منافق زمانۂ خلافتِ امیر المومنین عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں مرا۔ (1)

اور علامہ شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''صحیح یہ ہے کہ (وہ شخص) ثعلبہ بن ابی حاطب ہے جیسا کہ خازن اور اصابہ میں ہے۔ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو صحابی مخلص تھے جو بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے، اور یہ ثعلبہ بن ابی حاطب خلافتِ عثمانی میں مرا۔ (2)

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا

1 ...... فتاویٰ رضویہ، فوائد تفسیریہ وعلوم قرآن، ۲۶/ ۴۵۳-۴۵۴۔

2 ...... فتاویٰ شارح بخاری، عقائد متعلقہ صحابۂ کرام، ۲/ ۴۳۔

وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اللہ نے انجام کے طور پر اس دن تک کے لئے ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی جس دن وہ اس سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی کی اور جھوٹ بولتے رہے۔

﴿فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ: تو اللہ نے انجام کے طور پر ان کے دلوں میں منافقت ڈال دی۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے تو مسلمان پر لازم ہے کہ ان باتوں سے اِحتراز کرے اور عہد پورا کرنے اور وعدہ وفا کرنے میں پوری کوشش کرے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’منافق کی تین نشانیاں ہیں (1) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے خلاف کرے۔ (3) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔[2]

آیت ’’ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے مزید 4 باتیں یہ معلوم ہوئیں،

(1)......بعض گناہ کبھی بدعقیدگی تک پہنچا دیتے ہیں۔

(2)......غریبی میں خدا عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرنا اور امیری میں بھول جانا منافقت کی علامت ہے۔

(3)......آدمی کا ایمان وتقویٰ سے محروم ہو جانا بھی عذابِ الٰہی ہے۔

(4)......حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ کرنا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنا ہے کیونکہ ثعلبہ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ کیا تھا۔

---

1 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ۷۷، ۶/۱۰۸-۱۰۹.

2 ......بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/۲۴، الحدیث: ۳۳.

اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدوں سے متعلق مسلمانوں کا حال

ثعلبہ کے طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر ہم اپنے حالات میں غور کریں تو یہ نظر آئے گا کہ ہم میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال نہیں یا کہیں سے مال ملنے کی امید ہے تو وہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو ہمیں مال عطا فرما، ہم اس مال کے ذریعے فلاں نیک کام کریں گے، اس سے فلاں کی مدد کریں گے اور تیرا دیا ہوا مال غریبوں کی بھلائی اور ان کی بہتری میں خرچ کریں گے۔ اسی طرح بعض لوگ کسی بڑے مالی نقصان، شدید بیماری یا حادثے سے بچ جانے کے دوران یا بچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہت سے وعدے کرتے ہیں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو ہماری فلاں مشکل اور پریشانی دور فرما دے اور ہمیں فلاں بیماری یا حادثے کی وجہ سے ہونے والے زخموں سے شفا عطا کر دے، ہم اب کبھی تیری نافرمانی نہیں کریں گے اور تیری فرمانبرداری والے کاموں میں اپنی زندگی بسر کریں گے، نماز روزے کی پابندی کریں گے، اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیں گے، ہم نے جن لوگوں کے حقوق ضائع کئے ہیں وہ پورے کر دیں گے، خود بھی نیک بنیں گے اور دوسروں کو بھی نیک بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو جائیں گے۔ اسی طرح کچھ لوگ اپنے کسی قریبی عزیز کے اچانک فوت ہو جانے پر دنیا کے عیش و عشرت اور اس کی رنگینیوں سے دور ہونے اور اپنی قبر و آخرت کی تیاری میں مصروف ہونے کے وعدے کرتے ہیں لیکن جب انہیں مال مل جاتا ہے اور ان پر آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں شدید بیماری اور زخمی حالت سے شفا عطا کر دیتا ہے اور قریبی عزیز کے انتقال کو کچھ وقت گزر جاتا ہے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے سب وعدے بھول جاتے ہیں اور مال ملنے کے بعد اسے نیک کاموں میں خرچ کرنے کا سوچتے نہیں اور غریبوں کو اچھی نظر سے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے اور اپنی سابقہ گناہوں بھری زندگی میں مشغول ہو کر قبر و آخرت کی تیاری سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ قرآن اس طرزِ عمل کو منافقوں کا طرزِ عمل قرار دیتا ہے اور یقیناً یہ ایک سچے مسلمان کا کردار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے اور انہیں کامل مسلمان بننے کی توفیق عطا کرے، اٰمین۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِۚ(۷۸) اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ان کے دل کی چھپی اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کا بہت جاننے والا ہے۔ وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ ان کے دل کی ہر چھپی بات اور ان کی ہر سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور وہ جو دل کھول کر خیرات دینے والے مسلمانوں پر اور ان پر جو اپنی محنت مشقت کی بقدر ہی پاتے ہیں عیب لگاتے ہیں پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا: کیا انہیں معلوم نہیں تھا۔﴾ یعنی ان منافقین کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں، وہ ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے اور جو آپس میں وہ ایک دوسرے سے کہیں وہ بھی جانتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے تو ان کا حال اللہ تعالیٰ سے کیسے مخفی رہ سکتا تھا۔[1]

﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ: وہ جو عیب لگاتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لائے، ان میں بعض بہت زیادہ مال لائے انہیں تو منافقین نے ریاکار کہا اور کوئی تھوڑا سا مال لے کر آیا تو منافقین نے ان کے متعلق کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ، (یعنی اتنا تھوڑا دینے کا کیا فائدہ۔) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، میرا

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۷۸، ۲/۲۶۵.

کل مال آٹھ ہزار درہم تھا چار ہزار تو یہ راہِ خدا میں حاضر ہے اور چار ہزار میں نے گھر والوں کے لئے روک لئے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو تم نے دیا اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے اور جو روک لیا اس میں بھی برکت فرمائے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت بڑھا یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے دو بیویاں چھوڑیں، انہیں آٹھواں حصہ ملا جس کی مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔ حضرت ابو عقیل انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ چار کلو کے قریب کھجوریں لے کر حاضر ہوئے اور انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کیا کہ ’’میں نے آج رات پانی کھینچنے کی مزدوری کی، اس کی اجرت دو صاع کھجوریں ملیں، ایک صاع تو میں گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا اور ایک صاع راہِ خدا میں حاضر ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ صدقہ قبول فرمایا اور اس کی قدر کی۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مال کی مقدار نہیں بلکہ دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ دلوں کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ [2]

آیت ’’اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین چیزیں معلوم ہوئیں۔

(1)...... جو لوگ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ہر عبادت کو نفاق یا دکھلاوے پر محمول کرتے ہیں اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر طعن کرتے ہیں وہ منافقین ہیں۔

(2)...... نیک لوگوں کا نیکی پر مذاق اڑانا منافقین کا کام ہے۔ آج بھی بہت سے مسلمان کہلانے والوں کو فلموں، ڈراموں سے تو تکلیف نہیں ہوتی البتہ دینی شعائر پر عمل کرنے، دینی حُلیہ اپنانے، دین کا نام لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

---

1 ......خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۷۹، ۲/۲۶۵.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ... الخ، ص۱۳۸۷، الحدیث: ۳۴(۲۵۶۴).

(3)......نیک بندوں کا مذاق اڑانا، انہیں تہمت لگانا، رب تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا بدلہ لیتا ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ (۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ستر بار بھی ان کی مغفرت طلب کرو گے تو اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ: (اے حبیب!) تم ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو۔﴾ **شانِ نزول:** اوپر کی آیتیں جب نازل ہوئیں اور منافقین کا نفاق کھل گیا اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا چاہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ استغفار میں مبالغہ کریں۔[1]

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے۔﴾ اس آیت میں منافقوں کو نہ بخشنے کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ وہ اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منکر ہیں اور جو اِن کا منکر ہو اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے لئے اپنی رحمتِ عامہ کی بنا پر دعا بھی کر دیں، تب بھی اللہ

[1]......خازن، التوبة، تحت الآية: ٨٠، ٢/٢٦٦.

عَزَّوَجَلَّ اسے نہ بخشے گا۔ اِس نہ بخشنے میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے کہ آپ کا منکر جنت میں نہیں جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ کافر کو کسی کی دعائے مغفرت فائدہ نہیں دیتی، اس کی بخشش ناممکن ہے۔

﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ: اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ جو ایمان سے خارج ہوں، جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں ہدایت نہیں دیتا۔[1] اور جو ہدایت کا ارادہ کرے، ہدایت اسے ہی ملتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ کے رسول کے پیچھے بیٹھے رہے اور انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ تم فرماؤ: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ کسی طرح یہ لوگ سمجھ لیتے۔

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ: پیچھے رہ جانے والے خوش ہوئے۔﴾ غزوۂ تبوک میں گرمی کی شدت، سفر کی دوری، زادِ راہ کی کمی اور جان کے خوف کی وجہ سے منافقین کی ایک بڑی تعداد جہاد میں ساتھ نہ گئی تھی بلکہ حیلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئی اور یہ لوگ پیچھے رہ جانے پر بڑے خوش تھے کہ شکر ہے کہ تکلیفوں سے جان چھوٹ گئی۔ یہاں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا

[1] ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۸۰، ص۴۴۷.

جا رہا ہے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے اس بات پر خوش ہوئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے بیٹھے رہے اور بہانے بنا کر غزوۂ تبوک میں نہ گئے۔

﴿وَکَرِهُوْۤا : اور انہیں یہ بات ناپسند تھی۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی برکت سے نیک اعمال پر دلیری پیدا ہوتی ہے اور کفر و نفاق کی وجہ سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''منافقین پر سب نمازوں میں زیادہ بھاری نماز عشا و فجر ہے اور جو ان میں فضیلت ہے، اگر جانتے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آتے۔ (1)

نفاق کی ایک علامت

اِس آیت و حدیث سے سمجھ آتا ہے کہ جس کو گناہ آسان معلوم ہوں اور نیک کام بھاری محسوس ہوں اور اس وجہ سے وہ گناہ کرے اور نیکیاں نہ کرے تو اس کے دل میں نفاق کی ایک علامت موجود ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

﴿وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ: اور انہوں نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔﴾ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر موسم بہت گرم تھا۔ اور وہ جگہ بھی بہت گرم تھی۔ وقت اور علاقے کی گرمی جمع ہوگئی تو ان لوگوں نے ایک دوسرے سے یہ کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ: جہنم کی آگ شدید ترین گرم ہے۔ اگر یہ جانتے تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کر لیتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔ (2)

حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

یہ تو منافقین کا حال تھا، اب یہاں حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایک سچے عاشق کا حال سنئے۔ چنانچہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابوخیثمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ تبوک میں جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر ایک دن وہ شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ

---

1 ......معجم الکبیر، ومن مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه، ۹۹/۱۰، الحدیث: ۱۰۰۸۲.

2 ......قرطبی، براءة، تحت الآیة: ۸۱، ۱۱۵/۴، الجزء الثامن، ملخصاً.

میں بیٹھے لیکن پھر اچانک ان کے دل میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام وچین سے بیٹھا رہوں اور خدا عَزَّوَجَلَّ کے مقدس رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں، ایک دم ان پر ایسا جوشِ ایمانی سوار ہوا کہ توشہ کیلئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شُتر سوار کو دیکھا تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے، اس طرح یہ لشکرِ اسلام میں پہنچ گئے۔ (1)

فَلۡيَضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا وَّلۡيَبۡكُوۡا كَثِيۡرًا‌ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت زیادہ روئیں (یہ) ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

﴿فَلۡيَضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا: تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا سا ہنس لیں۔﴾ اس آیت میں منافقین کو تھوڑا ہنسنے اور بہت رونے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ منافقین کی حالت کی خبر دینے کے طور پر کلام کیا گیا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین اگرچہ اپنی ساری زندگی ہنسیں اور خوشیاں منائیں یہ کم ہے کیونکہ دنیا اپنی درازی کے باوجود قلیل ہے اور آخرت میں ان کا غم اور رونا بہت زیادہ ہو گا کیونکہ آخرت کی سزا ہمیشہ کے لئے ہوگی، کبھی ختم نہ ہوگی اور ختم ہو جانے والی چیز نہ ختم ہونے والی کے مقابلے میں تھوڑی ہی ہے۔ (2)

تفسیر خازن میں ہے دنیا میں خوش ہونا اور ہنسنا چاہے کتنی ہی دراز مدت کے لئے ہو مگر وہ آخرت کے رونے کے مقابل تھوڑا ہے کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت دائم اور باقی ہے۔ آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور خبیث عمل کرنے کا بدلہ ہے۔ (3)

تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں

اس آیت میں اگرچہ منافقین سے متعلق کلام ہے البتہ جداگانہ طور پر ہمیں بہر حال یہی حکم دیا گیا ہے کہ تھوڑا ہنسیں

1 ...... زرقانی، ثمّ غزوة تبوك، ٤/٨٢.

2 ...... تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ٨٢، ٦/١١٤، ملخصاً.

3 ...... خازن، التوبة، تحت الآیة: ٨٢، ٢/٢٦٧.

اورگریہ وزاری زیادہ کیا کریں۔ چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔[1]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! روؤ، اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو کیونکہ جہنمی جہنم میں روئیں گے حتّٰی کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نہریں ہیں یہاں تک کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر ان کا خون بہنے لگے گا اور وہ خون اتنا زیادہ بہہ رہا ہو گا کہ اگر اس میں کشتی چلائی جائے تو چل پڑے۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار ہوئے تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تھے۔ جب اندر داخل ہوئے تو انہیں گھر والوں کے جھرمٹ میں پایا، ارشاد فرمایا: کیا فوت ہو گئے؟ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رونے لگے، جب لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ ارشاد فرمایا ''سنو! بے شک اللّٰہ تعالٰی آنکھ کے بہنے اور دل کے مغموم ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔[3]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا ''اے جبرائیل! عَلَیْہِ السَّلَام، تم کیوں روتے ہو حالانکہ تم بلندترین مقام پر فائز ہو؟ انہوں نے عرض کی ''میں کیوں نہ روؤں کہ میں رونے کا زیادہ حق دار ہوں کہ کہیں میں اللّٰہ تعالٰی کے علم میں اپنے موجودہ حال کے علاوہ کسی دوسرے حال میں نہ ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کہیں ابلیس کی طرح مجھ پر ابتلا نہ آجائے کہ وہ بھی فرشتوں میں رہتا تھا اور میں نہیں جانتا کہ مجھ پر کہیں ہاروت و ماروت کی طرح آزمائش نہ آجائے۔ یہ سن کر رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی رونے لگے۔ یہ دونوں روتے رہے یہاں تک کہ نداء دی گئی ''اے جبرائیل! عَلَیْہِ السَّلَام، اور اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب لاتسألوا عن اشیاء... الخ، ٢١٧/٣، الحدیث: ٤٦٢١.

2 ......شرح السنّہ، کتاب الفتن، باب صفة النار واھلھا، ٥٦٥/٧، الحدیث: ٤٣١٤.

3 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض، ٤٤١/١ رقم ١٣٠٤.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو نافرمانی سے محفوظ فرما دیا ہے۔'' پھر حضرت جبرائیل عَلَیۡہِ السَّلَام چلے گئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لے آئے۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کم ہنسنے، اپنی آخرت کے بارے میں فکر مند ہونے اور گریہ وزاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلۡ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اے محبوب اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد کو نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمانا تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا تو بیٹھ رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھراے حبیب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرما دینا کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔

﴿فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰی طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ: پھراے محبوب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اب جو آپ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین دھوکہ دہی کے لئے کہیں گے کہ حضور! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم کو اجازت دیں کہ آئندہ جہاد میں آپ کے ہمراہ چلیں۔ (2)

---

1 ......مكاشفة القلوب، الباب التاسع بعد المائة فی التخويف من عذاب جهنم، ص۳۱۷.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۸۳، ۲/۲۶۷.

اس میں غیبی خبر ہے کہ وہ ایسا کہیں گے۔

﴿ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ: تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔﴾ یعنی اب اگر منافقین جہاد میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے فرما دو کہ اب تم ہرگز کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ ہی میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو یعنی عورتوں بچوں بیماروں اور اپاہجوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔

صلح کلیت حکمِ قرآن کے خلاف ہے

اس سے ثابت ہوا کہ جس شخص سے دھوکہ اور فریب ظاہر ہو اس سے تعلق ختم کر دینا اور علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور محض اسلام کے مُدّعی ہونے سے کسی کو ساتھ ملا لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ منافقین کے جہاد میں جانے کو منع فرمایا۔ (1)

آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کو ملا لو اور اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کرو یہ اس حکمِ قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ اس حکم میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر مومنوں کے ساتھ منافقوں کو بھی کسی اہم مہم میں شامل کر لیا جائے تو وہ مسلمانوں کے دلوں میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، جیسے بہادروں کے ساتھ اگر بزدلوں کو بھی کسی مہم میں بھیج دیا جائے تو وہ بزدل اپنی حرکتوں سے بہادروں کے بھی قدموں میں لغزش پیدا کر دیں گے۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖؕ-اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ(۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مرگئے۔

1 ......خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۸۳، ۲/۲۶۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا: اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔﴾ اس آیت میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا اور اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافقوں کا سردار تھا، جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیرُ العبادت تھے انہوں نے یہ خواہش کی کہ سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے باپ عبداللہ بن اُبی بن سلول کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرما دیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ عمل بہت سے منافقین کے ایمان لانے کا باعث ہوگا اس لئے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن اُبی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قمیص بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی منافق کے جنازہ میں شرکت نہ فرمائی اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی۔ چنانچہ جب منافقین نے دیکھا کہ ایسا شدید عداوت والا شخص جب سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کے سچے رسول ہیں یہ دیکھ کر ایک بڑی تعداد مسلمان ہوگئی۔[1]

کافر، منافق اور مسلمان کے جنازے سے متعلق چند شرعی مسائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کے مرنے پر نہ اس کے لئے دعا کرے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑا ہو۔ افسوس! فی زمانہ حال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے ملک میں کوئی بڑا کافر مر جاتا ہے

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۸۴، ۲/۲۶۸-۲۶۹.

تو مسلمانوں کی سربراہی کے دعوے دار اس کے مرنے پر اس طرح اظہارِ افسوس کرتے ہیں جیسے اِن کا کوئی اپنا بڑا فوت ہوگیا ہو اور اگر اس کی قبر بنی ہو تو اس پر کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ دعا بالکل حرام ہے۔

آیت کی مناسبت سے ہم یہاں کافر، فاسق اور مسلمان کے جنازے سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا "**اور فسق ہی میں مر گئے**" یہاں فسق سے کفر مراد ہے قرآنِ کریم میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے جیسے کہ آیت "**اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا**"[1] (تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے) میں۔

(2)......فاسق کے جنازے کی نماز جائز بلکہ فرضِ کفایہ ہے، اس پر صحابہ اور تابعین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا اجماع ہے اور اس پر علماء وصالحین کا عمل اور یہی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(3)......جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیے کہ بطریق مسنون غسل نہ دے بلکہ اس پر پانی بہا دے اور نہ کفن مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے اس کا ستر چھپ جائے اور نہ سنت طریقہ پر دفن کرے اور نہ بطریقِ سنت قبر بنائے، صرف گڑھا کھود کر اندر رکھ دے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے مال یا اولاد پر تعجب نہ کرنا اللّٰہ یہی چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں ان پر وبال کرے اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللّٰہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔

﴿ **وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ: اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔** ﴾ اس آیت کی تفسیر آیت

[1] ...... السجدۃ: ۳۲

نمبر 55 کے تحت گزر چکی ہے اور یہاں منافقوں کے مال واولاد پر تعجب نہ کرنے کو دوبارہ ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگ اس بات کو بھول نہ جائیں اور اس سے غافل نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس پر عمل کرنا انتہائی اہم ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ مال اور اولاد ایسی چیزیں ہیں جن میں مشغولیت کی وجہ سے دل بہت جلد دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور جو چیز دنیا کی طرف زیادہ راغب کرنے والی ہو اس سے بار بار بچنے کا حکم دیا جاتا ہے اس لئے یہاں دوبارہ منافقوں کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کرنے کا فرمایا گیا ہے۔[1]

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کوئی سورت اترے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے مقدور والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہولیں۔ انہیں پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مُہر کردی گئی تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے قوت وطاقت رکھنے والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے تاکہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہیں یہ پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں۔

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو۔﴾ بعض علماء نے اس آیت کی بنا پر فرمایا کہ ایمان کے بعد جہاد کا درجہ ہے اور جہاد اعلیٰ درجے کی عبادت ہے کہ رب تعالیٰ نے اسے ایمان کے بعد ذکر فرمایا۔ مگر

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۸۵، ۲/۲۶۹، تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ۸۵، ۶/۱۱۸، ملتقطاً.

حق یہ ہے کہ نماز سب سے اعلیٰ درجے والی عبادت ہے کہ جہاد اس کے قائم کرنے کے لئے ہے۔ یہ آیت اس خصوصی موقعہ کے لحاظ سے ہے جب جہاد کی سخت ضرورت تھی۔

قدرت کے باوجود دینِ اسلام کی مدد نہ کرنے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قدرت کے باوجود دینِ اسلام کی مدد نہ کرنا منافقوں کا عمل ہے کہ فرمایا گیا: ان منافقوں میں سے جو قدرت والے ہیں وہ آپ سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت مانگ رہے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو کفار کے ظلم و ستم کا شکار مسلمانوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود ان کی مدد نہیں کرتے اور انہیں بے یار و مدد گار چھوڑے ہوئے ہیں، اسی طرح ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اہلسنّت کے عقائد و معمولات کا دفاع کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کا دفاع نہیں کرتے اور سنی عوام کو بد مذہبوں کے رحم و کرم پر چھوڑے ہوئے ہیں اور وہ لوگ بھی اس سے نصیحت حاصل کریں جو لوگوں کو گناہ سے روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں گناہ سے نہیں روکتے اور انہیں نفس و شیطان کے واروں کا شکار ہونے کے لئے چھوڑ رکھا ہے، اسی وجہ سے علماء نے جمعہ کے دن پڑھے جانے والے خطبات میں یہ لکھا ہے کہ اے اللہ! اس کی مدد کر جو ہمارے سردار اور ہمارے مولیٰ محمد (مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے دین کی مدد کرے اور اسے بے یار و مدد گار چھوڑ دے جو ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے دین کو فراموش کر دے۔

﴿وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: اوران کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی۔﴾ یعنی ان کے کفر و نفاق اختیار کرنے کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ کچھ سمجھتے نہیں کہ جہاد میں کیا کامیابی و سعادت اور بیٹھ رہنے میں کیسی ہلاکت و شقاوت ہے۔[1]

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ

1 ……مدارك، التوبة، تحت الآية: ۸۷، ص۴۴۹.

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾ ع

ع ۱۱ ۹ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہونچے۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی مراد ملنی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنے میں منافقوں کا حال بیان کیا گیا اور اس آیت سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا جذبۂ جہاد بیان کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مال اور اپنی جانیں دونوں خرچ کر دیں۔ [1]

آیت ’’اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)...... جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

(2)...... جنتی اپنی اپنی جنت کے پورے پورے مالک ہوں گے۔ وہاں صرف مہمان کی طرح بغیر ملکیت کے نہ ہوں گے البتہ ان کی خاطر تواضع مہمانوں کی سی ہوگی۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِیُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

---

[1]......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ۸۸، ۶/۱۱۹.

وَرَسُوۡلَهٗ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہانے بنانے والے گنوار آئے کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ رہے وہ جنھوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا جلد ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب پہونچے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے تا کہ انہیں رخصت دیدی جائے اور اللہ اوراس کے رسول سے جھوٹ بولنے والے بیٹھے رہے۔ان میں سے کافروں کو عنقریب دردناک عذاب پہنچے گا۔

﴿وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ: اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر پیش کرنے کیلئے دیہاتی آئے۔ضحاک کا قول ہے کہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: **یا نَبِیَّ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہمارے بیوی بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے۔حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے **اللّٰہ** تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبر دار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔عمرو بن علاء نے کہا کہ ان لوگوں نے باطل عذر بنا کر پیش کیا تھا۔[1]

﴿وَقَعَدَ: اور بیٹھے رہے۔﴾ یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر کے بیٹھ رہے یہ منافقین تھے انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھوٹ بولنا **اللّٰہ** تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے کیونکہ ان بدنصیبوں نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھوٹ بولا، اِس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ انہوں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے جھوٹ بولا۔

﴿سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ: ان میں سے کافروں کو عنقریب دردناک عذاب پہنچے گا۔﴾ یعنی ان منافقوں میں سے جو کھلے کافر بن جائیں، انہیں دنیا میں قتل وغارت کا عذاب ہوگا یا ان منافقوں میں سے جو آخر دم تک کفر پر قائم رہیں، انہیں آخرت کا دردناک عذاب ہوگا۔

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۹۰، ۲/۲۷۱.

لَیۡسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَی الۡمَرۡضٰی وَ لَا عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ مَا یُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ؕ مَا عَلَی الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿ۙ۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ ورسول کے خیر خواہ رہیں نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کمزوروں پر اور بیماروں پر اور خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں پر کوئی حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَیۡسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ : کمزوروں پر کوئی حرج نہیں۔﴾ باطل عذر والوں کا ذکر فرمانے کے بعد سچے عذر والوں کے متعلق فرمایا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چند طبقے بیان فرمائے

پہلا طبقہ ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور ضعیف ونحیف ہو۔

دوسرا طبقہ بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے، اپاہج بھی داخل ہیں۔

تیسرا طبقہ وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور سامانِ جہاد نہ کرسکیں یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔(1)

﴿اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ : جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔﴾ یعنی ان کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں۔(2)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خیر خواہی رب تعالیٰ کی خیر خواہی ہے۔ یہ بھی معلوم

(1)......تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۱، ۱۲۱/۶.

(2)......تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۱، ۱۲۱/۶، ملخصاً.

ہوا کہ اگر کوئی نیکی نہ کرسکے مگر نیکیوں کا دل سے خیر خواہ رہے تب بھی اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نیکوں میں شمار ہوگا۔ آیت کا مَنشا یہ ہے کہ مجبور مسلمان جو جہاد میں شریک نہ ہوسکیں وہ مدینہ میں رہ کر اللّٰہ رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خیر خواہی میں مجاہدین کے بچوں کی خدمت کریں۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم مدینہ منورہ میں ایسے لوگوں کو بھی چھوڑ آئے ہو کہ تم جو سفر کررہے ہو، جو مال خرچ کررہے ہو اور جن وادیوں کو طے کررہے ہو ہر کام میں وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ ہمارے ساتھ کس طرح شمار ہو گئے جبکہ وہ تو مدینہ منورہ میں ہیں، ارشاد فرمایا: انہیں مجبوری نے روکا ہے۔ (1)

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۹۲ؕ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۹۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ ان پر جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انہیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ابلتے ہوں اس غم سے کہ خرچ کا مقدور نہ پایا۔ مؤاخذہ تو ان سے ہے جو تم سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ دولت مند ہیں انہیں پسند آیا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللّٰہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی تو وہ کچھ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ ان پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں تا کہ آپ انہیں سواری دیدیں (لیکن

1 ......ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرخصة فی القعود من العذر، ۳/۱۷، الحدیث: ۲۵۰۸.

آپ) فرمادیتے ہیں: میں تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں لوٹ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے ہوں کہ وہ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ انہیں یہ پسند ہے کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ کچھ نہیں جانتے۔

﴿**وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ: اور نہ ان پر کوئی حرج ہے۔**﴾ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں "سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو اپنے ساتھ جہاد میں جانے کا حکم دیا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، ان میں حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے، انہوں نے عرض کی! یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں کوئی سواری عطا کیجئے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا "اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں کہ جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ جہاد سے رہ جانا ان پر بہت گراں تھا اور ان کے پاس زادِ راہ تھا، نہ سواری۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں بیان فرمائیں۔ (1)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا جذبۂ جہاد

اس آیتِ مبارکہ اور اس کے شانِ نزول کے واقعہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے جذبۂ جہاد، شوقِ عبادت اور ذوقِ اطاعت کا پتہ چلتا ہے کہ ایک طرف تو منافقین ہیں جو قدرت ہونے کے باوجود جھوٹے حیلے بہانے کرکے جہاد سے جان چھڑاتے ہیں اور ایک طرف یہ کامل الایمان، مخلص غلام ہیں جو شرعاً رخصت واجازت ہونے کے باوجود جہاد نہ کرسکنے اور اس عبادت میں شریک نہ ہوسکنے کے غم میں آنسو بہارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ذوق وشوق عطا فرمائے۔

﴿**اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ: مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے۔**﴾ یعنی مُواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو جہاد میں جانے کی قدرت رکھتے ہیں، اس کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے رخصت مانگتے ہیں۔ (2)

1 ......تفسیر ابن ابی حاتم، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱۸۶۳/۶-۱۸۶۴.

2 ......مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۳، ص ۴۵۰.

گیارہواں پارہ

(یَعۡتَذِرُوۡنَ)

پارہ نمبر...... 11

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْهِمْؕ-قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْؕ-وَ سَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں اوراب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تم سے بہانے بنائیں گے۔ تم فرماؤ: بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

﴿**یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْكُمْ: تم سے بہانے بنائیں گے۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اور آپ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم جب غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو غزوہ سے رہ جانے والے منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اور باطل عذر پیش کر کے آپ سب کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دینا کہ بہانے مت بناؤ، جو عذر تم پیش کررہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے، تم نے جو کچھ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اس کی خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ منافقین نے وعدہ کیا تھا کہ زمانۂ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہوسکتا ہے کہ اسی کے متعلق فرمایا گیا ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں ۔ (1)

﴿عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ: غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔﴾ یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عالم الغیب بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وصفِ خاص ہے یعنی اللہ نے جن مقربینِ بارگاہ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے ان کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ غیب جانتے ہیں یا غیب پر مطلع ہیں یا غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا کہ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے لفظِ رحمٰن ہے۔ اس مسئلہ پر عقیدۂ اہلسنّت جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں ''ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت عَزَّ جَلَالُہٗ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قطعاً بے شمار غیوب وما کان ما یکون کے عالم ہیں مگر ''عالم الغیب'' صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کہا جائے گا۔ جس طرح حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قطعاً عزت جلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے، مگر محمد عَزَّوَجَلَّ کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ومحمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (کہا جائے گا)۔ (2)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''علم غیب بالذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کیلئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو ''عالم الغیب'' کہنا مکروہ، اور یوں (کہنے میں) کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے۔ (3)

اور فرماتے ہیں ''اس پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے، یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کا حصہ تمام انبیاء وتمام جہان سے اتم واعظم ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے حبیب اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔ (4)

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٩٤، ٢/٢٧٢-٢٧٣.

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۵۔

3 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۵۷۵۔

4 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۵۱۔

اِنَّهُمْ رِجْسٌ٘ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب تمہارے آگے اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لیے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑ دو وہ تو نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم ان سے اعراض ہی کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ: اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ اپنے اس سفر سے واپس ہو کر مدینہ طیبہ میں، غزوے میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو یہ آپ کے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان سے درگزر کریں اور پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان پر ملامت وعتاب نہ کریں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ منافق و گمراہ زیادہ قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ! مومنوں کو اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔

﴿فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ: تو تم ان سے اعراض ہی کرو۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا: ''اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بیٹھنا اور ان سے بولنا ترک کر دو۔ چنانچہ جب نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ منافقین کے پاس بیٹھیں، نہ اُن سے بات کریں کیونکہ اُن کے باطن خبیث اور اعمال برے ہیں اور ملامت وعتاب سے ان کی اصلاح نہ ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناپاک ہیں اور ان کے پاک ہونے کا کوئی طریقہ نہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ان کے دنیا میں کیے ہوئے خبیث اعمال کا بدلہ ہے۔

شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان دونوں کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ **80** منافق تھے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ان کے

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ٩٥، ٢/٢٧٣.

پاس بیٹھو، نہ ان سے کلام کرو۔ مقاتل نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی وہ جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اور سیدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے درخواست کی تھی کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے راضی ہو جائیں، اس پر یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔[1]

یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہوجاؤ تو بیشک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بیشک اللہ تو نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔

﴿یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ: تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں۔﴾ یعنی اے مسلمانو! منافقین تمہارے سامنے تمہاری رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ اس طرح انہیں دنیا میں نفع حاصل ہو، اے ایمان والو! اگر تم ان کی قسموں کا اعتبار اور ان کے عذر قبول کرتے ہوئے ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی اُن کے دل کے کفر و نفاق کو جانتا ہے، وہ ان سے کبھی راضی نہ ہوگا۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانا منافقین کا کام ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانے والے فاسق ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۹۵، ۲/۲۷۳، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۹۵، ص ۴۵۰، ملتقطاً.
2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۹۶، ۲/۲۷۳، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۹۶، ص ۴۵۰، ملتقطاً.

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیہاتی (منافق) کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں اور اس قابل ہیں کہ اُن احکام سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ اَلْاَعْرَابُ: دیہاتی۔﴾ یعنی دیہات میں رہنے والے منافق کفر اور منافقت میں شہر میں رہنے والوں سے زیادہ سخت ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ علم کی مجالس اور علماء کی صحبت سے دور رہتے ہیں، قرآن و حدیث اور وعظ و نصیحت نہیں سنتے۔ وہ اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض، سُنَن اور اَحکام اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمائے ہیں ان سے جاہل رہیں۔ (1)

جہالت شدت پیدا کرتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہالت شدت پیدا کرتی ہے لہٰذا جو شخص بلا وجہ شدت کا عادی ہے وہ علم سے دور ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی ایک گروہ ایسی شدت کی طرف مائل ہے کہ سب کو مشرک قرار دیتا ہے یہ شدت بھی جہالت کی علامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دیہات والوں کو بھی چاہیے کہ علم حاصل کریں اور علماء و صالحین کی صحبت اختیار کریں کیونکہ علم اور اچھی صحبت جہالت و بے عملی کو ختم کر دیتی ہے اور علم کی وجہ سے بے جا کی شدت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ یَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىٕرَ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں اسے تاوان سمجھیں اور تم پر گردشیں آنے کے

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۹۷، ۲/۲۷۳.

انتظار میں رہیں انہیں پر ہے بری گردش اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ دیہاتی وہ ہیں کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ بری گردش انہی پر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ: اور کچھ دیہاتی۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں رضائے الٰہی اور طلبِ ثواب کے لئے تو کرتے نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر اور مسلمانوں کے خوف سے خرچ کرتے ہیں اور وہ مسلمانوں پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور یہ راہ دیکھتے ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور کب وہ مغلوب ہوں، انہیں خبر نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کیا منظور ہے، وہ اللہ تعالٰی نے بتادیا کہ بری گردش انہی پر ہے اور وہی رنج و بلا اور بدحالی میں گرفتار ہوں گے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت قبیلہ اسد، غطفان اور تمیم کے دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی پھر اللہ تعالٰی نے ان میں سے جن کو علیحدہ کیا ان کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔(1)

منافقت کی علامات

اس آیت میں منافقت کی مزید دو علامتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ٹیکس اور تاوان کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے کبھی خوشدلی سے خرچ نہیں کرتے اور دوسری یہ کہ مسلمانوں کے نقصان کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآنِ مجید کی آیات ہماری اصلاح کیلئے نازل ہوئی ہیں اس لئے ہمیں بھی اپنے حال پر غور کرنا چاہیے کیونکہ آج ہمارے معاشرے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو راہِ خدا میں خرچ کرنے کو اپنے عمل سے ٹیکس کی طرح سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے نقصان کے خواہشمند رہتے ہیں۔

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ۹۸، ۲/۲۷۴.

فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹۹﴾ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ دیہاتیوں میں بعض حضرات ایسے ہیں جو نیک اور صالح مومن ہیں، راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو غنیمت تصوُّر کرتے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں نزدیکیوں اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کیلئے خیر وبرکت ومغفرت کی دعا فرمائیں گے۔[1]

اس آیت میں جن دیہاتیوں کا ذکر ہوا ان کے بارے میں امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قبیلہ مُزَیْنَہ میں سے بنی مُقَرَّن ہیں۔ کلبی نے کہا وہ اسلم، غِفار اور جُہینہ کے قبیلے ہیں۔[2]

ان قبائل کے بارے میں صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ قریش، انصار، جُہینہ، مُزَیْنَہ، اسلم، غفار اور اشجع کے لوگ ہمارے دوست ہیں،

1 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ۹۹، ۱۲۶/۶-۱۲۷، خازن، التوبة، تحت الآیة: ۹۹، ۲/۲۷۴، ملتقطاً.

2 ......بغوی، التوبة، تحت الآیة: ۹۹، ۲/۲۷۰.

ان کا مولیٰ اللہ اور رسول کے سوا اور کوئی نہیں۔[1]

آیت " مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)......اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کو ماننے والا وہی ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے کیونکہ دوسرے گنوار بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کو مانتے تھے مگر انہیں منکرین میں شامل کیا گیا۔

(2)......تمام اعمال پر ایمان مقدم ہے۔ یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت پر ایمان میں تمام ایمانیات داخل ہیں لٰہذا قیامت، جنت دوزخ، حشر، نشر سب ہی پر ایمان ضروری ہے۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے کے بغیر رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش بیکار ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آیت کے اس حصے "وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ" اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں" کے تحت فرماتے ہیں" کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر نعمت میں سب سے بڑا واسطہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے جو بھی عمل کیا جائے اس میں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وسیلے سے اپنی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

تو جو یہ گمان رکھے کہ وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو واسطہ اور وسیلہ بنائے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرلے گا تو یہ اس کی خام خیالی اور بیکار کوشش ہے۔[3]

معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کی نیت کرنا شرک نہیں بلکہ قبولیت کی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعائے

1......بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اسلم وغفار ومزینة... الخ، ۲/ ۴۷۷، الحدیث: ۳۵۱۲، مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب دعاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لغفار واسلم، ص۱۳۶۵، الحدیث: ۱۸۹(۲۵۲۰).

2......ال عمران: ۳۱.

3......صاوی، التوبة، تحت الآیة: ۹۹، ۳/ ۸۳۱.

مبارک ساری کائنات سے مُنفرد اور جداگانہ چیز ہے کیونکہ یہاں آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور رضائے رسول

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی کیلئے بطورِ خاص کوشش کیا کرتے تھے جیسے اَحادیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں زیادہ تر نذرانے اس دن پیش کیا کرتے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف فرما ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے زیادہ محبت ہے۔ اسی طرح سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشی ہی کیلئے خلفائے راشدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اَزواجِ مُطہّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کیلئے وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔

صدقہ وصول کرنے والے کیلئے سنت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل مبارک یہی تھا کہ جب آپ کی بارگاہ میں کوئی صدقہ حاضر کرتا تو اس کے لئے خیر و برکت اور بخشش کی دعا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وصول کرنے والے کیلئے سنت یہ ہے کہ صدقہ دینے والے کو دعائے خیر سے نوازے۔

﴿ **اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ**: سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہے۔﴾ یعنی بے شک ان کا خرچ کرنا ان کے لئے **اللہ** تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا حاصل ہونے کا ذریعہ ہے کیونکہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنا مال خرچ کیا اور اپنے اس عمل کو رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وسیلہ بنایا عنقریب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اطاعت گزار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

اِس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی نہایت عظمت کا بیان ہے اور وہ یوں کہ ویسے تو ہر نیک عمل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا ذریعہ ہے لیکن راہِ خدا میں خرچ کرنا ایسا خاص عمل ہے کہ جس کو بطورِ خاص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے قرب کا ذریعہ قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

---

1 ......جلالین مع صاوی، التوبة، تحت الآية: ۹۹، ۳/۸۳۱.

اللہ تعالیٰ کے قرب سے متعلق 3 احادیث

یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے قرب سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلانِ جنگ دیتا ہوں اور میرے کسی بندے کا فرض عبادتوں کے مقابلے میں دوسری عبادتوں کے ذریعے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں اور میرا بندہ (فرض عبادات کی ادائیگی کے ساتھ) نَوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے، حتّٰی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا ادھر موت بھی اس کے لیے ضروری ہے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ رہتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر گروہ میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میری رحمت گز بھر اس کے قریب ہوجاتی ہے اور اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میری رحمت دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہوجاتی ہے اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف جاتی ہے۔[2]

(3)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دوں گا اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر ہی ہے یا (میں چاہوں تو) اسے بخش دوں اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میری رحمت ایک گز اس

1......مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزّ وجل والتقرّب اليه، الفصل الاول، ١/٤٢٣، الحديث: ٢٢٦٦.
2......بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالی: ويحذّركم الله نفسه، ٤/٥٤١، الحديث: ٧٤٠٥.

کے نزدیک ہوجاتی ہے اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میری رحمت دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ برابر اس سے قریب ہوجاتی ہے، جو میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے، اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے پھر زمین بھر گناہ لے کر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا۔ [1]

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کررکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کررکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴾وَ السّٰبِقُوْنَ : اور سبقت لے جانے۔﴿ اس آیت کی ابتداء میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دو گروہوں کا ذکر ہوا۔

(1)......سابقین مہاجرین یعنی ایمان قبول کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے مہاجرین۔ ان کے بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے اہلِ بدر مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے اہلِ بیعتِ رضوان مراد ہیں۔

(2)......سابقین انصار یعنی ایمان قبول کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے انصار۔ ان سے مراد وہ صحابۂ کرام

[1] ......مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الذكر والدعاء والتقرّب الى الله تعالى، ص١٤٤٣، الحديث: ٢٢(٢٦٨٧).

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہیں کہ جو بیعتِ عَقَبۂ اُولیٰ میں شریک تھے جن کی تعداد چھ تھی، یونہی بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شریک بارہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور بیعتِ عقبۂ ثالثہ میں شریک ستر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی سابقین انصار کہلاتے ہیں۔ پھر سابقین کے گروہ میں بھی جو ایمان قبول کرنے میں سب سے سابق ہیں وہ یہ حضرات ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا یعنی مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے، عورتوں میں سب سے پہلے اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایمان قبول کیا۔[1]

﴿وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ: اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان سے باقی مہاجرین وانصار مراد ہیں، اس قول کے مطابق تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اس آیت میں داخل ہو گئے اور ایک قول یہ ہے کہ پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار ومہاجرین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے راستے پر چلیں۔ ان سب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ راضی ہوا کہ اسے ان کے نیک عمل قبول ہیں اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے راضی ہیں کہ اس کے ثواب وعطا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[2]

سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم عادل اور جنتی ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم عادل ہیں اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار اور فاسق نہیں لہٰذا جو بد بخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے، وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے اور ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ درج ذیل حدیث پاک کو دل کی نظر سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ

حضرت عبد **اللہ** بن مغفل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”میرے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔ میرے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس

[1] ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۰، ۲۷۴/۳، ملخصاً.

[2] ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۰، ۲۷۵/۲.

نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایذا دی اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پکڑ فرمالے۔ (1)

نیکی میں پہل کرنا زیادہ باعثِ فضیلت ہے

اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ پہل کرنے والا نیکی کے اس کام کو قوت وطاقت دیتا ہے اور نیکی کی طرف جلد رغبت میں فطرت کے نیک اور اچھا ہونے کی علامت بھی ہوتی ہے۔

تابعین کی تعریف اور ان کے فضائل

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی حالتِ ایمان میں زیارت کرنے والے حضرات کو تابعین کہا جاتا ہے اور یہ لفظ بھی غالباً اسی آیتِ مبارکہ سے لیا گیا ہے۔ ان کے زمانے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں، پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں۔ (2)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب وہ بکثرت جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت میں رہا ہو؟ لوگ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ کثیر تعداد میں جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی صحبت پائی ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ بڑی تعداد میں جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی صحبت سے مشرف ہونے والوں کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ لوگ اِثبات میں جواب

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سبّ اصحاب النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٤٦٣/٥، الحدیث: ٣٨٨٨.

2 ......بخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة جور اذا شهد، ١٩٣/٢، الحدیث: ٢٦٥٢.

دیں گے تو انہیں بھی فتح دی جائے گی۔ [1]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ [2]

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ﱘ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ﱘ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہوگئی ہے نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں جلد ہم انہیں دو بار عذاب کریں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ: اور (اے مسلمانو!) تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مدینے کے منافقین کے حالات بیان فرمائے، اس کے بعد دیہاتیوں میں جو منافقین تھے ان کا حال بیان فرمایا، پھر بیان فرمایا کہ اکابر مؤمنین وہ ہیں جو مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والے ہیں اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ مدینہ منورہ کی آس پاس کی بستیوں میں بھی منافقین کی ایک جماعت ہے اگرچہ تم ان کے نفاق کو نہیں جانتے۔ [3]

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ۲/۵۱۵، الحدیث: ۳۶۳۹.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم وصحبه، ۵/۴۶۱، الحدیث: ۳۸۸۴.

3 ......تفسیرکبیر، التوبة، تحت الآیة: ۱۰۱، ۶/۱۳۰.

اور یونہی خود مدینہ طیبہ میں بھی کچھ منافقین ہیں جیسے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی اور دیگر بہت سے لوگ جن کے بارے میں قرآن مجید کی متعدد آیات میں نشاندہی کی جاتی رہی۔

صرف جگہ سے کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ صرف جگہ سے نہیں کیا جاسکتا جیسے مدینہ منورہ میں رہنے کے باوجود کچھ لوگ منافق اور لائقِ مذمت ہی رہے، ہاں اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر جگہ کی فضیلت بھی کام دیتی ہے جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ طیبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ’’مدینہ کی تکلیف وشدت پر میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔‘‘[1]

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطورِ اعراض چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف ومشقت پر جو ثابت قدم رہے روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید (یعنی گواہ) ہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ’’جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔‘‘[2]

حضرت سفیان بن ابی زہیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ’’یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لئے بہتر ہے اگر جانتے اور شام فتح ہوگا، کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے، اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور عراق فتح ہوگا، کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے۔‘‘[3]

---

1 ......مسلم، كتاب الحج، باب الترغيب فى سكنى المدينة... الخ، ص٧١٥، الحديث: ٤٨٣(١٣٧٧).

2 ......مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبى صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة... الخ، ص٧٠٩-٧١٠، الحديث: ٤٥٩-٤٦٠(١٣٦٣).

3 ......بخارى، كتاب فضائل المدينة، باب من رغب عن المدينة، ٦١٨/١، الحديث: ١٨٧٥، مسلم، كتاب الحج، باب الترغيب فى المدينة عند فتح الامصار، ص٧١٩، الحديث: ٤٩٧(١٣٨٨).

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔‘‘ (1)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے خوف میں ڈالے گا۔‘‘ (2)

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’یااللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللّٰہ تعالٰی، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔‘‘ (3)

حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا اللّٰہ تعالٰی اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اللّٰہ تعالٰی اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔‘‘ (4)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس سے ہوسکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔‘‘ (5)

﴿لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ: تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔﴾ اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو، وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے یا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منافقین کا حال جاننے کی نفی جو پہلے ہو چکا اس کے اعتبار سے ہے اور اس کا علم بعد میں عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب اثم من کاد اهل المدینة، ۱/۶۱۸، الحدیث: ۱۸۷۷.

2 ......ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینة، ذکر البیان بانّ اللّٰه جلّ وعلا یخوف من اخاف اهل المدینة... الخ، ۴/۲۰، الحدیث: ۳۷۳۰، الجزء السادس.

3 ......معجم الاوسط، باب الراء، من اسمه روح، ۲/۳۷۹، الحدیث: ۳۵۸۹.

4 ......مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اهل المدینة وارادهم بسوء، ۳/۶۵۹، الحدیث: ۵۸۲۶.

5 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة، ۵/۴۸۳، الحدیث: ۳۹۴۳.

وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِيۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ [1] **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لوگے۔ [2]

کلبی اور سدی نے کہا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جمعہ کے دن خطبے کے لئے قیام کرکے نام بنام فرمایا: نکل اے فلاں! تو منافق ہے، نکل۔ اے فلاں! تو منافق ہے، تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔ [3]

﴿**سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ: عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔**﴾ دو مرتبہ عذاب دینے سے مراد یہ ہے ایک بار تو دنیا میں رسوائی اور قتل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ قبر میں عذاب دیں گے۔ پھر انہیں بڑے عذاب یعنی عذابِ دوزخ کی طرف پھیرا جائے گا جس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی منافقین کو تین بار عذاب دے گا ایک مرتبہ دنیا میں، دوسری مرتبہ قبر میں اور تیسری مرتبہ آخرت میں۔ [4]

عذابِ قبر کا ثبوت

اسی آیت میں عذابِ قبر کا بھی ثبوت ہے۔ بعض بے علم لوگ اور منکرینِ حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔ اس بارے میں اَحادیث بکثرت ہیں جن میں سے 5 یہاں پر بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالٰی سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذابِ قبر سنائے۔ [5]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا ''ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ کسی (ایسے) بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جارہے (جن سے بچنا مشکل ہو)۔ پھر ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں! (بے شک وہ گناہ معصیت میں بڑا ہے) ان میں سے ایک چغلی

1......محمد: ۳۰.

2......جمل، التوبة، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۳۰٤، ملخصاً.

3......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۱، ۲/۲۷٦.

4......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۱، ۲/۲۷٦.

5......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب عرض مقعد الميّت من الجنّة او النار عليه... الخ، ص۱۵۳٤، الحديث: ٦٨(٢٨٦٨).

کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز ٹہنی توڑی اور اس کے دو حصے کئے، پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا، پھر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے۔ (1)

(3)......حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جنازے میں نکلے، جب قبر تک پہنچے تو وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے اردگرد اس طرح خاموشی سے بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کریدنے لگے اور سرِ انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا ’’اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ‘‘ قبر کے عذاب سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ (2)

(4)......حضرت امِّ مبشر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں بنو نجار کے ایک باغ میں تھی اور اس میں بنو نجار کے زمانۂ جاہلیت میں مرنے والوں کی قبریں تھیں اس وقت میرے پاس رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے، پھر جاتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ‘‘ قبر کے عذاب سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ میں نے سنا تو عرض کی ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’ہاں! مردے اپنی قبروں میں ایسا عذاب دیئے جاتے ہیں جسے جانور سنتے ہیں۔ (3)

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دعا مانگا کرتے ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ وَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ‘‘ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں عذابِ قبر سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ (4)

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًاؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۰۲)

---

1 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیبة والبول، ۱/۴۶۴، الحدیث: ۱۳۷۸.

2 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، ۴/۳۱۶، الحدیث: ۴۷۵۳.

3 ......معجم الکبیر، امّ مبشر الانصاریة، ۲۵/۱۰۳، الحدیث: ۲۶۸.

4 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوّذ من عذاب القبر، ۱/۴۶۴، الحدیث: ۱۳۷۷.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ **اللہ** ان کی توبہ قبول کرے بیشک **اللہ** بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو انہوں نے ایک اچھا عمل اور دوسرا برا عمل ملا دیا عنقریب **اللہ** ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بیشک **اللہ** بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ: اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔﴾ یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے دوسروں کی طرح جھوٹے عذر نہ کئے بلکہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ [1]

شانِ نزول: جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے تھے، اس کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور کہا: افسوس ہم گمراہوں کے ساتھ یا عورتوں کے ساتھ رہ گئے حالانکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم جہاد میں ہیں۔ جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے سفر سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے یہاں تک کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کھولیں۔ یہ قسمیں کھا کر وہ مسجد کے ستونوں سے بندھ گئے جب حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور انہیں ملاحظہ کیا تو فرمایا: یہ کون ہیں؟ عرض کیا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں حاضر ہونے سے رہ گئے تھے، انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو نہ کھولیں گے جب تک حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن سے راضی ہو کر اُنہیں خود نہ کھولیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ اُن کا عذر قبول کروں جب تک کہ مجھے **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے اُن کے کھولنے کا حکم نہ دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ مال ہمارے رہ جانے کا سبب بنے۔ انہیں لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کر دیجئے اور ہمارے لئے دُعائے مغفرت فرمایئے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٠٢، ص٤٥٢.

اس پر اگلی آیت ’’ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ ‘‘ نازل ہوئی۔[1]

﴾عَمَلًا صَالِحًا: ایک اچھا عمل۔﴿ یہاں اچھے عمل سے یا قصور کا اعتراف کر لینا اور توبہ کرنا مراد ہے یا اس غزوے میں حاضر نہ ہونے سے پہلے غزوات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ حاضر ہونا مراد ہے یا طاعت وتقویٰ کے تمام اعمال مراد ہیں، اس صورت میں یہ آیت تمام مسلمانوں کے بارے میں ہوگی۔ آیت کے اگلے حصے میں برے عمل سے تَخَلُّفْ یعنی جہاد سے رہ جانا مراد ہے۔[2]

﴾عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ : عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے توبہ کرنے کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے اعتراف کو ذکر کر دیا اور گناہوں کا اعتراف توبہ کی دلیل ہے۔[3]

گناہوں پر ندامت بھی توبہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں پر شرمندہ ہونا بھی توبہ ہے بلکہ توبہ کی اہم شرط ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’شرمندگی توبہ ہے۔‘‘[4]

نیز گناہوں پر شرمندگی عام طور پر گناہ چھڑوا ہی دیتی ہے، اسی لئے گناہوں پر جری اور بیباک کی مذمت زیادہ ہے۔ اِس آیت میں ہم جیسے گناہگاروں کیلئے بھی بڑی امید ہے کہ اگرچہ ہمارے گناہ بے حد وحساب ہیں لیکن اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ نیک اعمال بھی کر ہی لیتے ہیں اور اگر ہمارے اعمال ناقص ہیں تو کم از کم ہمارا نفسِ ایمان تو قطعی اور یقینی طور پر درست ہے اور وہ بھی نیک عمل ہے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۲، ۲/۲۷۶-۲۷۷.

2 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۲، ۲/۲۷۷.

3 ……مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۲، ص۴۵۳.

4 ……ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۴/۴۹۲، الحديث: ۴۲۵۲.

حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کروجس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو۔﴾ اس آیت میں جو "صدقہ" کا لفظ مذکور ہے اس کے معنی میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ **ایک قول** یہ ہے کہ جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا ذکر اُوپر کی آیت میں ہے، انہوں نے کفارے کے طور پر جو صدقہ دیا تھا وہ مراد ہے اور وہ صدقہ ان پر واجب نہ تھا۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو اُن کے ذمہ واجب تھی، انہوں نے توبہ کی اور زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابوبکر جصاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔ (1)

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔﴾ صدقہ پیش کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرنا سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معمولات میں شامل تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن اَبی اوفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب کوئی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس صدقہ لاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے حق میں دُعا کرتے، میرے والد صاحب نے صدقہ حاضر کیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی" اے اللہ! ابواَوفی کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔ (2)

تفسیر مدارک میں ہے: سنت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرے۔ (3)

﴿اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ: بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی دعا ان کے لئے رحمت اور دلوں کا چین ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مومنوں کے دلوں کا چین ہیں اور مسلمان کو جس قدر محبت و رغبت حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٠٣، ٢٧٨/٢، احكام القرآن للجصاص، سورة التوبة، باب دفع الصدقات الى صنف واحد، ١٩٠/٣.

2 ......بخاری، كتاب الزكاة، باب صلاة الامام ودعائه لصاحب الصدقة، ٥٠٤/١، الحديث: ١٤٩٧، مسلم، كتاب الزكاة، باب الدعاء لمن اتى بصدقة، :ص٥٤٢، الحديث: ١٧٦(١٠٧٨).

3 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٠٣، ص٤٥٣.

دعائے مبارک کے حصول میں ہو سکتی ہے اور کس چیز میں ہوگی؟ یہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری زندگی میں بھی تھا اور اب بھی ہے کیونکہ ہمارے اعمال نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں، اچھے عمل دیکھ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اگر اچھے نہ پائیں تو ہمارے لئے استغفار کرتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا انتقال فرمانا تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال میری بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے اگر اچھے عمل پاؤں گا تو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کروں گا اور اگر اچھے اعمال کے علاوہ پاؤں گا تو تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔[1]

لہٰذا نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا ان کی زندگی اور وفات کے بعد دونوں صورتوں میں حاصل ہو گی اور دلوں کے چین وسکون کا باعث بھی ہوگی۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا: کیا انہیں معلوم نہیں۔﴾ اس آیت میں توبہ کرنے والوں کو بشارت دی گئی کہ ان کی توبہ اور ان کے صدقات مقبول ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن لوگوں نے اب تک توبہ نہیں کی اس آیت میں انہیں توبہ اور صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے۔[2]

1 ......مسند البزار، زاذان عن عبد الله، ۵/۳۰۸، الحدیث: ۱۹۲۵.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ۱۰۴، ۲/۲۷۹.

ہر جرم کی توبہ ایک جیسی نہیں

یاد رہے کہ ہر جرم کی توبہ ایک جیسی نہیں، بلکہ مختلف جرموں کی توبہ بھی مختلف ہے جیسے اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق تلف کئے ہوں مثلاً نمازیں قضا کی ہوں، رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں، فرض زکوٰۃ ادا نہ کی ہو، حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کیا ہو ان سے توبہ یہ ہے کہ نماز روزے کی قضا کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج کرے اور ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی تقصیر کی معافی مانگے، اسی طرح اگر اپنے کان، آنکھ، زبان، پیٹ، ہاتھ پاؤں، شرمگاہ اور دیگر اَعضا سے ایسے گناہ کئے ہوں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہو بندوں کے حقوق کے ساتھ نہ ہو جیسے غیر مَحرم عورت کی طرف دیکھنا، جنابت کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا، قرآنِ مجید کو بے وضو ہاتھ لگانا، شراب نوشی کرنا، گانے باجے سننا وغیرہ، ان سے توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے، ان گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتے اور آئندہ یہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرتے ہوئے معافی طلب کرے اور اس کے بعد کچھ نہ کچھ نیک اعمال کرے کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، اور اگر بندوں کے حقوق تلف کئے ہوں تو ان کی تین صورتیں ہیں

(1)......ان حقوق کا تعلق صرف قرض کے ساتھ ہے جیسے خریدی ہوئی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت یا بیوی کا مہر وغیرہ۔

(2)......ان حقوق کا تعلق صرف ظلم کے ساتھ ہے جیسے کسی کو مارا، گالی دی یا غیبت کی اور اس کی خبر اس تک پہنچ گئی۔

(3)......ان کا تعلق قرض اور ظلم دونوں کے ساتھ ہے، جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، کسی سے رشوت لی، سود لیا یا جوئے میں مال جیتا وغیرہ۔

پہلی صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ ان حقوق کو ادا کرے یا صاحبِ حق سے معافی حاصل کرے۔ دوسری صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ صرف صاحبِ حق سے معافی طلب کرے اور تیسری صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حقوق ادا بھی کرے اور صاحبِ حق سے معافی بھی حاصل کرے۔ اگر توبہ کی شرائط جمع ہوں تو توبہ ضرور قبول ہوگی کیونکہ یہ ربّ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اپنے وعدے کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے لائق نہیں۔

یہاں توبہ کی قبولیت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ توبہ سے پہلے حضرت عتبہ غلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی فتنہ انگیزی اور شراب نوشی کی داستانیں مشہور تھیں، ایک دن آپ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مجلس میں آئے، اس وقت حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت ”اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ“[1] (کیا

[1]......حدید:۱٦.

ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللّٰہ کی یاد کے لئے جھک جائیں) کی تفسیر بیان کررہے تھے اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کی ایسی تشریح کی کہ لوگ رونے لگے، اس دوران ایک جوان مجلس میں کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: اے مومن بندے! کیا مجھ جیسا فاسق و فاجر بھی اگر توبہ کرلے تو اللّٰہ تعالیٰ قبول فرمائے گا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''ہاں، اللّٰہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف کردے گا، جب عتبہ نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ زرد پڑ گیا اور کانپتے ہوئے چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے، جب انہیں ہوش آیا تو حضرتِ حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ان کے قریب آکر یہ شعر پڑھے، جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ ''اے اللّٰہ تعالیٰ کے نافرمان جوان! تو جانتا ہے کہ نافرمانی کی سزا کیا ہے؟ نافرمانوں کے لئے پُر شور جہنم ہے اور حشر کے دن اللّٰہ تعالیٰ کی سخت ناراضی ہے۔ اگر تو نارِ جہنم پر راضی ہے تو بے شک گناہ کرتا رہ، ورنہ گناہوں سے رک جا۔ تو نے اپنے گناہوں کے بدلے اپنی جان کو رہن رکھ دیا ہے، اس کو چھڑانے کی کوشش کر۔

عتبہ نے پھر چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے، جب ہوش آیا تو کہنے لگے اے شیخ! کیا مجھ جیسے بد بخت کی توبہ ربِ رحیم قبول کرلے گا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا: درگزر کرنے والا رب عَزَّوَجَلَّ ظالم بندے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، اس وقت عتبہ نے سر اٹھا کر اللّٰہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں:۔

(1)......اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو نے میرے گناہوں کو معاف اور میری توبہ کو قبول کرلیا ہے تو ایسے حافظے اور عقل سے میری عزت افزائی فرما کہ میں قرآنِ مجید اور علومِ دین میں سے جو کچھ بھی سنوں، اُسے کبھی فراموش نہ کروں۔

(2)......اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ایسی آواز عنایت فرما کہ میری قراءت کو سُن کر سخت سے سخت دل بھی موم ہوجائے۔

(3)......اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے رزقِ حلال عطا فرما اور ایسے طریقے سے دے جس کا میں تصوُّر بھی نہ کرسکوں۔

چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت عتبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تینوں دعائیں قبول کرلیں، ان کا حافظہ اور فہم و فراست بڑھ گئی اور جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو ہر سننے والا گناہوں سے تائب ہوجاتا تھا اور ان کے گھر میں ہر روز شوربے کا ایک پیالہ اور دو روٹیاں (رزقِ حلال سے) پہنچ جاتیں، اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کون رکھ جاتا ہے اور حضرت عتبہ غلام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ساری زندگی ایسا ہی ہوتا رہا۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔[2]

1......مکاشفة القلوب، الباب الثامن فی التوبة، ص۲۸-۲۹.

2......سچی توبہ اور اس سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''توبہ کی روایات وحکایات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ مفید ہے۔

﴾وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ: اور خود صدقے (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے۔﴿ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو قبول کرتا اور اس پر ثواب عطا فرماتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال سے دیا گیا صدقہ قبول فرماتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو پھر وہ صدقہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں بڑھتا رہتا ہے حتّٰی کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔[2]

یاد رہے کہ حدیثِ پاک میں مذکور دائیں ہاتھ سے جسم والا دایاں ہاتھ مراد نہیں بلکہ یہ مُتَشابہات میں سے ہے جس کا معنی وہی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شایانِ شان ہے۔ نیز اس حدیثِ پاک میں ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو سود اور رشوت وغیرہ کی حرام آمدنی سے صدقات وخیرات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مال دے رہا ہے، اس لئے ہم غریبوں کی بھلائی اور رشتہ داروں سے صِلہ رحمی کرنے میں اس مال کو خرچ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس حدیث پاک میں بڑی عبرت ہے، چنانچہ حضرت قاسم بن مُخَیْمِرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص گناہ کے ذریعے مال حاصل کر کے اس سے صلہ رحمی کرتا یا صدقہ کرتا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سب کو جمع کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمہیں وہ شخص تعجب میں نہ ڈالے جس نے حرام مال کمایا کیونکہ اگر وہ اس مال کو (راہِ خدا میں) خرچ کرے یا اسے صدقہ کرے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور اس میں سے کچھ بچ جائے تو یہ جہنم کی طرف اس کا زادِ راہ ہوگا[4]۔[5]

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۴، ۲/۲۷۹.

2 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيّب وتربيتها، ص۵۰۶، الحديث: ۶۳(۱۰۱۴).

3 ......ابن عساكر، موسى بن سليمان بن موسى ابو عمرو الاموى، ۶۰/۴۰۹.

4 ......شعب الايمان، الثامن والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ۴/۳۹۶، الحديث: ۵۵۲۵.

5 ......صدقات سے متعلق احکام اور فضائل وغیرہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''فضائلِ صدقات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ قُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَ رَسُوۡلُهٗ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۚ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم فرماؤ کام کرواب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اوراس کے رسول اور مسلمان اور جلداس کی طرف پلٹو گے جو چھپا اور کھلا سب جانتا ہے تو وہ تمہارے کام تمہیں جتا دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرماؤ: تم عمل کرو، اب اللہ اوراس کے رسول اور مسلمان تمہارے کام دیکھیں گے اور جلد ہی تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتائے گا۔

﴿وَقُلِ اعۡمَلُوۡا : اورتم فرماؤ: تم عمل کرو۔﴾ اس آیت میں اطاعت گزاروں کو عظیم ترغیب اور گناہگاروں کو بڑی ترہیب دی گئی ہے، تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''تم مستقبل کے لئے کوشش کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک ثمرہ آخرت میں ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمان تمہارے اعمال دیکھ رہے ہیں، اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو گے تو دنیا میں تمہاری بڑی تعریف ہوگی اور دنیا و آخرت میں تمہیں عظیم اجر ملے گا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہوگی اور آخرت میں تمہیں شدید عذاب ہوگا۔ (1)

﴿وَسَتُرَدُّوۡنَ : اور جلد ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔﴾ یعنی عنقریب تم قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمہاری خَلْوَت اور جَلْوَت کو جانتا ہے، تمہارے ظاہر و باطن میں سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، تم دنیا میں جو اچھے برے جو اعمال کرتے تھے وہ تمہیں بتادے گا اور تمہیں تمہارے اَعمال کی جزا دے گا۔ (2)

وَ اٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمۡ وَ اِمَّا یَتُوۡبُ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

1 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ۱۰۵، ۱۴۲/۶.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ۱۰۵، ۲۸۰/۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ موقوف رکھے گئے ہیں اللہ کے حکم پر یا ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کا حکم آنے تک کچھ دوسروں کو مؤخر کردیا گیا ہے۔ یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا اور یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

﴿وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ: اور اللہ کا حکم آنے تک کچھ دوسروں کو مؤخر کردیا گیا ہے۔﴾ یعنی غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں مَوقوف رکھا گیا ہے یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوجائے، اگر وہ اپنے جرم پر قائم رہے اور توبہ نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں عذاب دے گا اور اگر انہوں نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔[1] غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی تعداد دس تھی، ان میں سے سات صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ندامت و شرمندگی کی وجہ سے خود کو مسجد کے ستونوں سے بندھوالیا تھا۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ان سات صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اعترافِ جرم اور توبہ کی قبولیت کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں ہوا جبکہ بقیہ تین صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے چونکہ اُن کی طرح ستونوں سے بندھ کر اپنی توبہ اور ندامت کا اظہار نہ کیا تھا اس لئے ان کی توبہ کی قبولیت کو مؤخر کردیا گیا۔ اس آیت میں انہی تین صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا ذکر ہے۔[2] ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر اسی سورت کی آیت نمبر 118 میں ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰیؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور

[1] ……مدارک، التوبة، تحت الآية: ١٠٦، ص٤٥٣.

[2] ……مدارک، التوبة، تحت الآية: ١٠٦، ص٤٥٣-٤٥٤، ملخصاً.

اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کچھ منافق) وہ (ہیں) جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کے انتظار کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

﴾وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا: اور وہ جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے مسجد بنائی۔﴿ **شانِ نزول:** یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجدِ قبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت میں تفریق ڈالنے کیلئے اس کے قریب ایک مسجد بنائی تھی، اس میں ایک بڑی چال تھی وہ یہ کہ ابو عامر جو زمانۂ جاہلیت میں نصرانی راہب ہو گیا تھا، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا: یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں؟ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں ملتِ حَنِیۡفِیَّہ، دینِ ابراہیم لایا ہوں۔ ابو عامر کہنے لگا: میں اسی دین پر ہوں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے اس میں کچھ اور ملا دیا ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا نہیں، میں خالص صاف ملّت لایا ہوں۔ پھر ابو عامر نے کہا: ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو حالتِ سفر میں تنہا اور بیکس کر کے ہلاک کرے۔ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آمین فرمایا۔ لوگوں نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھ دیا۔ جنگِ اُحد کے دن ابو عامر فاسق نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ جہاں کہیں کوئی قوم آپ سے جنگ کرنے والی ملے گی میں اس کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کروں گا۔ چنانچہ جنگِ حُنَین تک اس کا یہی معمول رہا اور وہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مصروفِ جنگ رہا، جب ہوازن کو شکست ہوئی اور وہ مایوس ہو کر ملک شام کی طرف بھاگا تو اُس نے منافقین کو خبر بھیجی کہ تم سے قوت و اسلحہ جو سامانِ جنگ ہو سکے سب جمع کرو اور میرے لئے ایک مسجد بناؤ۔ میں شاہِ روم کے پاس جاتا ہوں وہاں سے رومی لشکر لے کر آؤں گا اور (سیّدِ عالَم) محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اور ان کے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کو نکالوں گا۔ یہ خبر پا کر اُن لوگوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا تھا یہ مسجد

ہم نے آسانی کے لئے بنادی ہے کہ جو لوگ بوڑھے ضعیف کمزور ہیں وہ اس میں بہ فراغت نماز پڑھ لیا کریں، آپ اس میں ایک نماز پڑھ دیجئے اور برکت کی دعا فرما دیجئے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اب تو میں سفرِ تبوک کے لئے جا رہا ہوں، واپسی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہوگی تو وہاں نماز پڑھ لوں گا۔ جب نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر مدینہ شریف کے قریب ایک علاقے میں ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے درخواست کی کہ اُن کی مسجد میں تشریف لے چلیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اُن کے فاسد ارادوں کا اظہار فرمایا گیا، تب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر گرا دیں اور جلا دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ابو عامر راہب ملکِ شام میں بحالتِ سفر بے کسی و تنہائی میں ہلاک ہوا۔[1]

مسجد کے نام پر بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے

اِس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے نام پر بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا سکتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی کی جا سکتی ہے لہٰذا ایسی مسجدوں سے بھی دور رہا جائے جہاں اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نقص نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جہاں مسلمانوں کو باطل تعلیم دے کر لڑایا جاتا ہے۔ آج بھی جو مسجد دین میں فساد اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کیلئے بنائی جائے وہ مسجدِ ضرار ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بیشک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے

[1] ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۷، ۲/۲۸۱.

پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا: (اے حبیب!) آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔﴾ اس آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مسجدِ ضرار میں نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ [1]

فخر و ریاکاری کی نیت سے مسجد تعمیر کرنے کی مذمت

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ جو مسجد فخر و ریا اور نمود و نمائش یا رضائے الٰہی کے سوا اور کسی غرض کے لئے یا حرام مال سے بنائی گئی ہو وہ بھی مسجدِ ضرار کے ساتھ لاحق ہے [2]

فی زمانہ مسلمانوں میں ایک تعداد ایسی ہے جنہیں عالیشان مسجد تعمیر کرنے پر اور زیادہ مساجد بنانے پر ایک دوسرے سے فخر کا اظہار کرتے دیکھا گیا ہے، ان کے دلوں کا حال اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے یا خود انہیں اپنے دلوں کا حال اچھی طرح معلوم ہے، اگر انہوں نے اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے اور اس کی عبادت کرنے میں مسلمانوں کو سہولت پہنچانے کی نیت سے عالی شان اور خوبصورت مساجد بنائی ہیں تو ان کا یہ عمل لائقِ تحسین اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور اگر ان کی نیت یہ نہ تھی بلکہ خوبصورت مساجد بنانے سے ریاکاری اور فخر و بڑائی کا اظہار مقصود تھا اگرچہ زبان سے لوگوں کے سامنے یہ صدا عام تھی کہ اللہ تعالٰی ان کی یہ کوشش قبول فرمائے، تو انہیں چاہئے کہ درج ذیل 3 اَحادیث سے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کی نشانی یہ بھی ہے کہ لوگ مسجد تعمیر کرنے میں فخر کریں گے۔ [3]‘‘ یعنی اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کے لئے اخلاص کے ساتھ نہیں بلکہ ناموری، ریاکاری اور بڑائی کی نیت سے مسجدیں تعمیر کریں گے۔

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگ جب مسجد (تعمیر کرنے) کے معاملے میں فخر کرنے لگ جائیں گے۔ [4]‘‘

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۰۸، ۲/۲۸۲.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۷، ص۴۵۴.

3 ......نسائی، کتاب المساجد، المباهاة فی المساجد، ص ۱۲۰، الحديث: ۶۸۶.

4 ......ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب تشييد المساجد، ۱/۴۰۹، الحديث: ۷۳۹.

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں وہ مسجدیں تعمیر کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کیا کریں گے اور انہیں آباد کم کیا کریں گے۔‘‘[1]

یاد رہے کہ کسی کے دل کا حال اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے ہم کسی کے دل کا حال معلوم کرسکیں اس لئے کسی مسلمان پر بدگمانی کرنے اور اس پر یہ الزام ڈالنے کی شرعاً کسی کو اجازت نہیں کہ اس نے فخر و ریا کاری کی نیت سے مسجد تعمیر کی ہے لیکن تعمیر کرنے والے کو بہرحال اپنے قلب کی طرف نظر رکھنی چاہیے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ: بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔﴾ اس سے مراد مسجدِ قباء ہے جس کی بنیاد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رکھی اور جب تک حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قبا میں قیام فرمایا اس میں نماز پڑھی۔ مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مسجدِ مدینہ مراد ہے۔[2]

یاد رہے کہ دونوں مسجدوں کے بارے میں حدیثیں مذکور ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی تعارُض نہیں کیونکہ آیت کا مسجدِ قباء کے حق میں نازل ہونا اس بات کو مُستلزِم نہیں ہے کہ مسجدِ مدینہ میں یہ اَوصاف نہ ہوں۔ احادیث میں مسجدِ نبوی اور مسجدِ قباء کے کثیر فضائل مذکور ہیں، ان میں سے چند فضائل درج ذیل ہیں:

مسجدِ نبوی کے فضائل

یہاں آیت کی مناسبت سے مسجدِ نبوی کے تین فضائل ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔‘‘[3]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے، اور اس کا محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک

---

1 ......صحیح ابن خزیمہ، جماع ابواب فضائل المساجد وبنائها وتعظيمها، باب كراهة التباهی فی بناء المساجد... الخ، ۲۸۱/۲، الحديث: ۱۳۲۱.

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۸، ص۴۵۵.

3 ......بخاری، کتاب فضائل المدينة، ۱۳-باب، ۶۲۱/۱، الحديث: ۱۸۸۸.

لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔[1]

(3)......حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میرے اس منبر کے پائے جنت میں نَصب ہیں۔[2]

مسجد قبا کے فضائل

مسجدِ قبا کو بھی بہت فضیلت حاصل ہے، چنانچہ اس کے بھی تین فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں ’’رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر ہفتے مسجدِ قبا میں (کبھی) پیدل اور (کبھی) سوار ہو کر تشریف لاتے تھے۔[3]

(2)......حضرت سہل بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص اپنے گھر سے نکلے، پھر مسجدِ قبا میں آکر نماز پڑھے تو اسے ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔[4]

(3)......حضرت اُسَید بن ظُہَیر انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔[5]

﴿**یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا**: وہ لوگ خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول**: یہ آیت مسجدِ قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی، سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن سے فرمایا: اے گروہِ انصار! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، تم وضو اور استنجے کے وقت کیا عمل کرتے ہو؟ اُنہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم بڑا استنجا تین ڈھیلوں سے کرتے ہیں، اس کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔[6]

اسلام میں صفائی کی اہمیت

ہر صاحبِ ذوق شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ امیری ہو یا فقیری ہر حال میں صفائی، ستھرائی انسان

---

1 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الجامع، ۲/۱۷۶، الحديث: ۱٤۱۳.

2 ......نسائى، كتاب المساجد، فضل مسجد النبى صلى الله عليه وسلم والصلاة فيه، ص ۱۲۱، الحديث: ٦۹۳.

3 ......بخارى، كتاب فضل الصلاة فى مسجد مكة والمدينة، من اتى مسجد قباء كلّ سبت، ۱/٤۰۲، الحديث: ۱۱۹۳.

4 ......نسائى، كتاب المساجد، فضل مسجد قباء والصلاة فيه، ص ۱۲۱، الحديث: ٦۹٦.

5 ......ترمذى، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الصلاة فى مسجد قباء، ۱/۳٤۸، الحديث: ۳۲٤.

6 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۸، ص٤٥٥.

کے وقار و شرف کی آئینہ دار ہے جبکہ گندگی انسان کی عزت و عظمت کی بدترین دشمن ہے۔ دینِ اسلام نے جہاں انسان کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کر کے عزت و رفعت عطا کی وہیں ظاہری طہارت، صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے انسانیت کا وقار بلند کیا، بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی ستھرائی، ظاہری ہَیئَت کی عمدگی ہو یا طور طریقے کی اچھائی، مکان اور ساز و سامان کی بہتری ہو یا سواری کی دھلائی الغرض ہر ہر چیز کو صاف ستھرا اور جاذبِ نظر رکھنے کی دینِ اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’پاکیزگی نصف ایمان ہے۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک اسلام صاف ستھرا (دین) ہے تو تم بھی نظافت حاصل کیا کرو کیونکہ جنت میں صاف ستھرا رہنے والا ہی داخل ہوگا۔[3] ایک روایت میں ہے کہ جو چیز تمہیں مُیَسَّر ہو اس سے نظافت حاصل کرو، اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی ہے اور جنت میں صاف ستھرے رہنے والے ہی داخل ہوں گے۔[4]

حضرت سہل بن حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جو لباس تم پہنتے ہو اسے صاف ستھرا رکھو اور اپنی سواریوں کی دیکھ بھال کیا کرو اور تمہاری ظاہری ہیئت ایسی صاف ستھری ہو کہ جب لوگوں میں جاؤ تو وہ تمہاری عزت کریں۔[5]

حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ

---

1 ......البقرہ:٢٢٢.

2 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، ص١٤٠، الحدیث: ١(٢٢٣).

3 ......کنز العمال، حرف الطاء، کتاب الطھارۃ، قسم الاقوال، الباب الاول فی فضل الطھارۃ مطلقاً، ١٢٣/٥، الحدیث: ٢٥٩٩٦، الجزء التاسع.

4 ......جمع الجوامع، حرف التاء، التاء مع النون، ١١٥/٤، الحدیث: ١٠٦٢٤.

5 ......جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص٢٢، الحدیث: ٢٥٧.

ہے کہ ہر وہ چیز جس سے انسان نفرت وحقارت محسوس کرے اس سے بچا جائے خصوصاً حُکّام اور علماء کو ان چیزوں سے بچنا چاہئے۔(1)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ’’رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے یہاں تشریف لائے، ایک شخص کو پراگندہ سر دیکھا، جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، فرمایا: ’’کیا اس کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے بالوں کو اکٹھا کر لے اور دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے ایسی چیز نہیں ملتی، جس سے کپڑے دھولے۔(2)

حضرت عطاء بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی طرف اشارہ کیا، گویا بالوں کے درست کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ شخص درست کر کے واپس آیا تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔(3)

حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ طیّب ہے۔ طِیب یعنی خوشبو کو دوست رکھتا ہے، ستھرا ہے ستھرائی کو دوست رکھتا ہے، کریم ہے کرم کو دوست رکھتا ہے، جواد ہے جود وسخاوت کو دوست رکھتا ہے۔ لہٰذا اپنے صحن کو ستھرا رکھو، یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔(4)

اسلام میں صفائی کی اہمیت کے حوالے سے سرِ دست یہ چند روایتیں ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

---

1 ......فيض القدير، حرف الهمزة، ٢٤٩/١، تحت الحديث: ٢٥٧.

2 ......ابو داؤد، كتاب اللباس، باب في غسل الثوب وفي الخلقان، ٧٢/٤، الحديث: ٤٠٦٢.

3 ......مؤطا امام مالك، كتاب الشعر، باب اصلاح الشعر، ٤٣٥/٢، الحديث: ١٨١٩.

4 ......ترمذی، كتاب الادب، باب ما جاء في النظافة، ٣٦٥/٤، الحديث: ٢٨٠٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر اور اس کی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے اپنی نیو چنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے پھر وہ عمارت اس (اپنے بانی) کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿اَفَمَنۡ اَسَّسَ بُنۡیَانَهٗ: تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے دین کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی کی مضبوط سطح پر رکھی وہ بہتر ہے نہ کہ وہ جس نے اپنے دین کی بنیاد باطل و نفاق کے ٹوٹے ہوئے کناروں والے گڑھے پر رکھی۔ (1)

ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی

سُبۡحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیسی پیاری تشبیہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسجدِ ضرار اور منافقین کے سارے اعمال اس عمارت کی طرح ہیں جو دریا کے نیچے سے کاٹی یا گلی ہوئی زمین پر بنادی جائے اور پھر وہ زمین مع اس عمارت کے دریا میں گر جائے۔ ایسے ہی منافقین کی مسجدیں ہیں کہ ان کی مسجد بھی دوزخ میں ہے، اور وہ خود بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کی میٹھی باتوں اور ظاہری نیکیوں کو دیکھ کر اس کے نیک ہونے کا یقین نہ کر لینا چاہیے، ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔ یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہے کہ مسجدوں کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے۔ لہٰذا صرف اپنی برادری کا علم بلند کرنے کیلئے یا اس طرح کی کوئی دوسری فخریہ چیز کیلئے مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں، ہاں ان کی نیک نامی اور مسلمانوں کی ان کیلئے دعائیں مطلوب ہوں تو درست ہے۔ اسی طرح مختلف ناموں پر مسجدوں کے نام رکھنے کا معاملہ ہے کہ اگر اس سے ریاکاری اور فخر و تکبر کا اِظہار مقصود ہے تو حرام ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اس سے لوگوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب ملے یا جو اس کا نام پڑھے وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے تو یہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ سے نام لکھنے کے معاملے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا "ریاء کو حرام مگر بلا وجہِ شرعی مسلمان پر قصدِ ریا کی بدگمانی بھی حرام، اور بنظرِ دعا ہے تو حرج نہیں۔ (2)

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۰۹، ص ۴۵۵.

2 ......فتاوی رضویہ، ۴۹۹/۱۶۔

لَا یَزَالُ بُنۡیَانُهُمُ الَّذِیۡ بَنَوۡا رِیۡبَةً فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَقَطَّعَ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

ع ۱۳/۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تعمیر جو چنی ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اُن کی تعمیر شدہ عمارت ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿لَا یَزَالُ بُنۡیَانُهُمُ الَّذِیۡ بَنَوۡا رِیۡبَةً فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ: اُن کی تعمیر شدہ عمارت ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان منافقوں نے جو عمارت تعمیر کی تھی وہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی اور اس کے گرائے جانے کا صدمہ باقی رہے گا یہاں تک کہ قتل ہو کر یا مر کر یا قبر میں یا جہنم میں ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کے دلوں کا غم و غصہ مرتے دم تک باقی رہے گا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تک اُن کے دل اپنے قصور کی ندامت اور افسوس سے پارہ پارہ نہ ہوں اور وہ اخلاص سے تائب نہ ہوں اس وقت تک وہ اسی رنج و غم میں رہیں گے۔[1]

اعمال کے معاملے میں عقائد کی حیثیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال کے معاملے میں عقائد کا درست ہونا اور باطن کا صاف ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور جس طرح پانی پر کوئی عمارت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ عمارت قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے سخت زمین پر بنایا جائے اسی طرح اعمال کے قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی بنیاد درست عقائد اور تکبر، ریا وغیرہ سے صاف باطن پر رکھی جائے ، اگر عقائد درست نہ ہوں یا عقائد میں پلپلہ پن ہو اور باطن بھی صاف نہ ہو تو ان پر اعمال کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی اس لئے ہر عقلمند انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دین اور اعمال کی بنیاد درست عقائد، اخلاص اور تقویٰ و پرہیزگاری پر رکھے تا کہ اس کے اعمال سے اسے نفع حاصل ہو۔

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۱۰، ص۴۵٦.

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔ یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔

﴾**اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى: بیشک اللہ نے خرید لئے۔**﴿ اس آیت میں راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس سے کمال لطف وکرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالَم عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جنت عطا فرمانا اُن کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے۔ کس چیز کو؟ وہ جو نہ ہماری بنائی ہوئی ہے اور نہ ہماری پیدا کی ہوئی۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔ (1)

1......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۱۱، ص۴۵٦، ملخصاً.

شانِ نزول: جب انصار نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے شبِ عَقَبہ، بیعت کی تو حضرت عبد اللّٰہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ **یا رسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لئے اور اپنے لئے کچھ شرط فرما لیجئے جو آپ چاہیں۔ ارشاد فرمایا ''میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لئے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ''ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ ارشاد فرمایا ''جنت۔[1]

﴿**وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ : یہ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے توریت اور انجیل اور قرآن میں۔**﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ جس طرح قرآن میں موجود ہے اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی تھا۔[2]

انجیل میں بھی مجاہدین کی جزا کا بیان ہے

عیسائی شور مچاتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں تو ایسا کوئی وعدہ نہیں ہے، یہ ان کی انجیل سے بھی جہالت کی علامت ہے کہ اولاً تو آج کی انجیل تحریف شدہ ہے۔ اب اگر ایسی آیت نہ بھی ہو تو کیا اعتراض کہ جب قرآن نے یہ فرمایا تھا اس وقت یقیناً موجود تھی ورنہ اس وقت بھی نجران وغیرہ بلکہ خود مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں عیسائی موجود تھے اور قرآن کی آیت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے اور ثانیاً یہ کہ آج کی انجیل میں بغور دیکھیں تو اس مفہوم کی آیات موجود ہیں۔

﴿**وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ : اور اللّٰہ سے زیادہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟**﴾ کیونکہ وعدہ خلافی کرنا معیوب ہے، ہم میں سے کوئی سخی وعدہ خلافی نہیں کرتا تو اللّٰہ تعالٰی جو کہ سب سے بڑا کریم ہے وہ اپنے وعدے کے خلاف کیسے کر سکتا ہے۔ جہاد سے متعلق یہ سب سے بہترین ترغیب ہے۔[3]

﴿**فَاسۡتَبۡشِرُوۡا : خوشیاں مناؤ۔**﴾ یعنی تم بے حد خوشیاں مناؤ کیونکہ تم نے فنا ہو جانے والی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کے بدلے میں بیچ دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[4]

---

1 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ١١١، ٢/٢٨٤.

2 ……خازن، التوبة، تحت الآية: ١١١، ٢/٢٨٤.

3 ……مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١١، ص٤٥٦.

4 ……مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١١، ص٤٥٦.

جنت اور اس کے لئے جان قربان کرنے والوں کی عظمت

اس آیتِ مبارکہ میں جنت کی عظمت کا بھی بیان ہے اور جنت کیلئے جان قربان کر دینے والوں کی بھی عظمت بیان ہوئی ہے۔حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’تمہارے جسموں کی قیمت جنت کے سوا اور کوئی نہیں تو تم اپنے جسموں کو جنت کے بدلے ہی بیچو۔‘‘ (1)

یہاں جنت کی طلب سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت حکم بن عبد السلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے (کہ جنگِ موتہ میں) جب حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کر دیئے گئے تو لوگوں نے بلند آواز سے حضرت عبد اللّٰہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پکارا۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس وقت لشکر کی ایک طرف موجود تھے اور تین دن سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ بھی نہ کھایا تھا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی جسے بھوک کی وجہ سے چوس رہے تھے۔(جب حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کی خبر سنی) تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بے تاب ہو کر ہڈی پھینک دی اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے: اے عبد اللّٰہ! ابھی تک تیرے پاس دُنْیَوی چیز موجود ہے! پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑی بے جگری سے دشمن پر ٹوٹ پڑے، اس دوران تلوار کے وار سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی انگلی کٹ گئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ اشعار پڑھے:

تو نے صرف یہ انگلی کٹوائی ہے اور راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔اے نفس! شہید ہو جا ورنہ موت کا فیصلہ تجھے قتل کر ڈالے گا اور تجھے ضرور موت دی جائے گی۔تو نے جس چیز کی تمنا کی تجھے وہ چیز دی گئی۔اب اگر تو بھی ان دونوں (یعنی حضرت زید بن حارث اور حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) کی طرح شہید ہو گیا تو کامیاب ہے اور اگر تو نے تاخیر کی تو تحقیق بدبختی تیرا مقدر ہو گی۔

پھر اپنے نفس کو مُخاطَب کر کے فرمانے لگے: ’’اے نفس! تجھے کس چیز کی تمنا ہے؟ کیا فلاں کی؟ تو سن! اسے تین طلاق۔کیا تجھے فلاں فلاں لونڈی و غلام اور فلاں باغ سے محبت ہے؟ تو سن! اپنی یہ سب چیزیں اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے چھوڑ دے۔اے نفس! تجھے کیا ہو گیا کہ تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے؟ میں اللّٰہ تعالٰی کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے اس میں ضرور جانا پڑے گا، اب تیری مرضی چاہے خوش ہو کر جا یا مجبور ہو کر۔جا! خوش ہو کر جا! بے شک تو وہاں مطمئن رہے گا، تو پانی کا ایک قطرہ ہی تو ہے، (پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور بالآخر لڑتے لڑتے

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١١، ص٤٥٦.

جامِ شہادت نوش فرما گئے۔) [1]

نعمت ملنے پر خوشی کا اظہار کرنا اچھا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے پر خوشی منانا اچھا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت یا کوئی دوسری بشارت ملے تو اس پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے جیسے اس آیت میں اس چیز کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔

اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے رکوع والے سجدہ والے بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو (جنت کی) خوشخبری سنادو۔

﴿اَلتَّآىِٕبُوْنَ: توبہ کرنے والے۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مذکور اَوصاف کا تعلق ان مومنین کے ساتھ ہے جن کا ذکر اس سے پہلی آیت میں ہوا، اس صورت میں اوپر والی آیت میں دیا گیا جنت کا وعدہ ان مجاہدین کے ساتھ خاص ہوگا جن میں اس آیت میں مذکور اوصاف پائے جائیں۔ امام زجاج کے نزدیک اس آیت میں مذکور اَوصاف کا تعلق ماقبل آیت میں مذکور مومنین کے ساتھ نہیں بلکہ یہ جدا طور پر بیان کئے گئے ہیں، ''اَلتَّآىِٕبُوْنَ'' سے لے کر آخر تک ذکر کئے گئے اوصاف جن میں پائے جائیں ان کے لئے بھی جنت ہے اگرچہ وہ (نفلی) جہاد نہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

[1] ......عیون الحکایات، الحکایة السادسة والسبعون بعد الثلاث مائة، ص۳۲۸-۳۲۹.

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت کا یہ معنی بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں جنت کا وعدہ تمام مومنین کے لئے ہوگا۔ [2]

﴿**اَلتَّآىٕبُوْنَ: توبہ کرنے والے۔**﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جن ایمان والوں کا اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا وہی کفر سے حقیقی توبہ کرنے والے، اسلام کی نعمت ملنے پر اللہ تعالٰی کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرنے والے، ایمان معرفت اور اطاعت کا حکم دینے والے، شرک اور گناہوں سے روکنے والے اور اللہ تعالٰی کی حدوں یعنی اس کے اَمر ونہی کی حفاظت کرنے والے ہیں، اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان صفات سے متصف ایمان والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو۔ [3]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانبردار بندے جو اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کو اپنے اوپر لازم جانتے ہیں۔ جو ہر حال میں اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہیں۔ نمازوں کے پابند اور ان کو خوبی سے ادا کرنے والے ہیں۔ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اس کے احکام بجا لانے والے یہ لوگ جنتی ہیں۔ اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ تعالٰی انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ [4]

﴿**وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ: اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے۔**﴾ اللہ تعالٰی نے بندوں کو جن اَحکام کا پابند کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں، یہ تمام احکام دو قسموں میں منحصر ہیں **(1) عبادات**، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ **(2) معاملات**، جیسے خرید وفروخت، نکاح اور طلاق وغیرہ۔ ان دونوں قسموں میں سے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں بجالانا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے رک جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدوں کی حفاظت ہے۔ [5]

1 ......النساء: ٩٥.

2 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ١١٢، ٦/١٥٢-١٥٣، ملخصاً.

3 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١٢، ص٤٥٦-٤٥٧.

4 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٢، ٢/٢٨٥.

5 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآية: ١١٢، ٦/١٥٥، قرطبی، براءة، تحت الآية: ١١٢، ٤/١٥٥، الجزء الثامن، ملتقطاً.

اسی بات کو عام الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقوقُ اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں دونوں چیزوں کی اہمیت ہے۔ یہ نہیں کہ حقوقُ اللہ میں مگن ہوکر حقوق العباد چھوڑ دیں اور حقوق العباد میں مصروف ہوکر حقوقُ اللہ سے غافل ہو جائیں۔ ہمارے ہاں یہ اِفراط و تفریط بکثرت پائی جاتی ہے اور یہ دین سے جہالت کی وجہ سے ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں۔﴾ **شانِ نزول:** اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ممانعت فرما دی۔[1]

بعض مفسرین نے یہ شانِ نزول بیان کیا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اپنی والدہ کی زیارتِ قبر کی اجازت چاہی اس نے مجھے اجازت دی پھر میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ دی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ''مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ''۔[2]

لیکن یہ ہرگز درست نہیں چنانچہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''شانِ

[1] ......بخاری، کتاب التفسیر، باب ما کان للنبیّ والذین آمنوا... الخ، ٣/٢٤٠، الحدیث: ٤٦٧٥.

[2] ......مستدرک، کتاب التفسیر، زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امّہ آمنة، ٣/٧١، الحدیث: ٣٣٤٥.

نزول کی یہ وجہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث حاکم نے روایت کی اور اس کو صحیح بتایا اور ذہبی نے حاکم پر اعتماد کر کے میزان میں اس کی تصحیح کی لیکن مُخْتَصِرُ الْمُسْتَدْرَک میں ذہبی نے اس حدیث کی تضعیف کی اور کہا کہ ایوب بن ہانی کو ابنِ معین نے ضعیف بتایا ہے، علاوہ بریں یہ حدیث بخاری کی حدیث کے مخالف بھی ہے جس میں اس آیت کے نزول کا سبب آپ کا والدہ کے لئے استغفار کرنا نہیں بتایا گیا بلکہ بخاری کی حدیث سے یہی ثابت ہے کہ ابو طالب کے لئے استغفار کرنے سے متعلق یہ آیت وارد ہوئی، اس کے علاوہ اور حدیثیں جو اس مضمون کی ہیں جن کو طبرانی، ابنِ سعد اور ابنِ شاہین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ وغیرہ نے روایت کیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ ابنِ سعد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقات میں حدیث کی تخریج کے بعد اس کو غلط بتایا اور سندالمحد ثین امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے رسالہ '' اَلتَّعْظِیْمُ وَالْمِنَّۃُ'' میں اس مضمون کی تمام اَحادیث کو مَعلول بتایا، لہٰذا یہ وجہ شانِ نزول میں صحیح نہیں اور یہ بات ثابت ہے، اس پر بہت سے دلائل قائم ہیں کہ سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدہ ماجدہ مُوَحِّدہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والی) اور دینِ ابراہیمی پر تھیں۔

﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ : جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔﴾ یعنی جب ان کیلئے ظاہر ہو چکا کہ وہ شرک پر مرے ہیں۔[1] خیال رہے کہ کسی مشرک کا مرتے وقت تک مسلمان نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ کافر مرا لہٰذا اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوتے اگرچہ حقیقتِ حال کی خبر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہے جیسے کسی کا مرتے وقت تک مسلمان رہنا اس کے اسلام پر مرنے کی علامت ہے اگرچہ اس کے خاتمہ کا حال ہمیں معلوم نہیں، یہی آیتِ کریمہ کا مقصد ہے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا بیشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔

[1]......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١٣، ص٤٥٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کرلیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا۔﴾ اس سے یا تو وہ وعدہ مراد ہے جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر سے کیا تھا کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے تیری مغفرت کی دعا کروں گا یا وہ وعدہ مراد ہے جو آزر نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اسلام لانے کا کیا تھا۔[1] **شانِ نزول:** حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "**سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ**"[2] (عنقریب میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا) تو میں نے سنا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کررہا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے کہا: تو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر کے لئے دُعا نہ کی تھی؟ وہ بھی تو مشرک تھا۔ یہ واقعہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ذکر کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا استغفار اسلام قبول کرنے کی امید کے ساتھ تھا جس کا آزر آپ سے وعدہ کرچکا تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آزر سے استغفار کا وعدہ کرچکے تھے۔ جب وہ اُمید مُنقطع ہوگئی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے اپنا تعلق ختم کردیا۔[3]

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ: بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دو صفات بیان فرمائیں اس سے مقصود یہ ہے کہ جس میں یہ صفات پائی جائیں اس کا قلبی مَیلان اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے میں بہت شدید ہوتا ہے گویا کہ فرمایا گیا بے شک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عظیم مرتبے، آہ وزاری اور برداشت کی صِفات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے کافر چچا کے لئے استغفار کی دعا کرنے سے منع کردیا تو جس میں یہ باتیں نہ ہوں اسے تو بدرجہ اَولیٰ اپنے کافر والدین کے لئے استغفار کی دعا کرنا منع ہے۔[4]

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١٤، ص٤٥٧.

2 ......مريم: ٤٧.

3 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة التوبة، ٥/٦٩، الحديث: ٣١١٢، خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٤، ٢/٢٨٧، ملتقطاً.

4 ......تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ١١٤، ٦/١٥٨-١٥٩.

صفت ''اَوّاہ'' اور ''حلیم'' کی خوبیاں

یہ دونوں صفات بہت عظیم ہیں اور سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان صفات کے مَظْہَرِ اَتَم تھے، نیچے ان کے مفہوم کی وضاحت بیان کی جارہی ہے البتہ اس میں گناہوں کو یاد کرکے مغفرت طلب کرنے کی بات دوسروں کے لئے ہے، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے نہیں کیونکہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ **''اَوّاہ''** صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ بکثرت دعائیں کرتا ہے، **اللہ** تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح میں مشغول رہتا ہے، کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں سن کر گریہ وزاری کرتا ہے، اپنے گناہوں کو یاد کرکے ان سے مغفرت طلب کرتا ہے، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور **اللہ** تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہر کام سے بچتا ہے۔ **حلیم** صفت کی خوبی یہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے وہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے پر بھی احسان کرتا ہے اور برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی بجائے بھلائی کے ساتھ دیتا ہے اور اسے اگر کسی کی طرف سے اَذِیّت اور تکلیف پہنچے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اگر کسی سے بدلہ لیتا ہے تو **اللہ** تعالیٰ کی رضا کی خاطر لیتا ہے اور اگر کسی کی مدد کرتا ہے تو **اللہ** تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہی مدد کرتا ہے۔

صفت ''اَوّاہ'' اور ''حلیم'' کے فضائل

ترغیب کے لئے یہاں صفت ''اَوّاہ'' اور ''حلیم'' کے چند فضائل درج ذیل ہیں، چنانچہ

حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے وقت (ایک صحابی کی تدفین کیلئے) ایک قبر میں داخل ہوئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے چراغ جلایا گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑ کر فرمایا ''**اللہ** تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تو بہت رونے والا اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والا تھا۔ [1]

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص ذوالبجادین کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ''اَوّاہ'' ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قرآنِ مجید کی تلاوت اور دعا کے ذریعے کثرت سے **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ [2]

---

1 ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الدفن باللیل، ۲/۳۳۱، الحدیث: ۱۰۵۹.

2 ......معجم الکبیر، باب العین، علی بن رباح عن عقبۃ بن عامر، ۱۷/۲۹۵، الحدیث: ۸۱۳.

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک آدمی حِلم کے ذریعے روزہ دار عبادت گزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔‘‘[1]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حلیم شخص دنیا میں سردار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی سردار ہوگا۔‘‘[2]

اللہ تعالٰی ہمیں بھی ان صِفات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کرکے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف نہ بتادے کہ کس چیز سے انہیں بچنا چاہیے بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ بیشک اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی اور نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے جب تک انہیں صاف نہ بتادے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ بیشک اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور وہ مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے اور نہ مددگار۔

﴿حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ: جب تک انہیں صاف نہ بتادے۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز ممنوع ہے اور اس سے اِجتناب واجب ہے اس پر اللہ تَعَالٰی اس وقت تک اپنے بندوں کی گرفت نہیں فرماتا جب تک کہ اس کی ممانعت کا صاف بیان

[1] ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ٤/٣٦٩، الحدیث: ٦٢٧٣.

[2] ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحلم والاناۃ، ٢/٥٥، الحدیث: ٥٨٠٧، الجزء الثالث.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نہ آجائے لہٰذا مُمانَعت سے پہلے اس فعل کے کرنے میں حَرَج نہیں۔ [1] **شانِ نزول:** جب مومنین کو مشرکین کے لئے اِستغفار کرنے سے منع فرمایا گیا تو انہیں اندیشہ ہوا کہ ہم پہلے جو استغفار کر چکے ہیں کہیں اس پر گرفت نہ ہو، اس آیت سے انہیں تسکین دی گئی اور بتایا گیا کہ ممانعت کا بیان ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے سے مُؤاخذہ ہوتا ہے۔ [2] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کے بارے میں شریعت کی طرف سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بیشک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جاتے پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ: بیشک اللہ کی رحمت نبی پر متوجہ ہوئی۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین ہیں اور آپ پر رحمتِ الٰہی کا رجوع یوں ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معصوم ہونے کے باوجود بکثرت توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمائی گئی جو آپ کی بلندیٔ درجات اور مسلمانوں کیلئے تعلیم کا ذریعہ تھی اور مسلمانوں کو بہت سے معاملات میں توبہ کی توفیق دی گئی اور اس توبہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قبول بھی فرمایا۔

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ١١٥، ص٤٥٧، خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٥، ٢/٢٨٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٥، ٢/٢٨٨.

﴿اَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِیۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ: جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔﴾ مشکل گھڑی سے مراد غزوۂ تبوک ہے جسے غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں اس غزوہ میں عسرت یعنی تنگی کا یہ حال تھا کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا باری باری اسی پر سوار ہو لیتے تھے اور کھانے کی قِلَّت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی اس طرح گزارہ کرتے تھے کہ ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی چوس کر ایک گھونٹ پانی پی لیا۔ پانی کی بھی نہایت قلت تھی، گرمی شدت کی تھی، پیاس کا غلبہ اور پانی ناپید۔ اس حال میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم اپنے صدق ویقین اور ایمان واخلاص کے ساتھ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جاں نثاری میں ثابت قدم رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ خواہش ہے؟ عرض کی: جی ہاں، تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دستِ مبارک اُٹھا کر دعا فرمائی اور ابھی دستِ مبارک اٹھے ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا، بارش ہوئی، لشکر سیراب ہوا اور لشکر والوں نے اپنے برتن بھر لئے، اس کے بعد جب آگے چلے تو زمین خشک تھی، بادل نے لشکر کے باہر بارش ہی نہیں کی وہ خاص اسی لشکر کو سیراب کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ (1)

﴿مَا کَادَ: قریب تھا۔﴾ یعنی قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل شدت اور سختی پہنچنے کی وجہ سے حق سے اعراض کر جاتے اور وہ اس شدت وسختی میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جدا ہونا گوارا کر لیتے لیکن انہوں نے صبر کیا اور وہ ثابت قدم رہے اور جو وسوسہ ان کے دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کا اخلاص اور توبہ کی سچائی جانتا ہے تو اس نے انہیں توبہ کرنے کی توفیق دی اور اس توبہ کو قبول فرمایا۔ (2)

وَّ عَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَ ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمۡ اَنۡفُسُہُمۡ وَ ظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّاۤ اِلَیۡہِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

(1) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٧، ٢/٢٨٩.

(2) ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٧، ٢/٢٨٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللّٰہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں بیشک اللّٰہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان تین پر (بھی رحمت ہوئی) جن کا معاملہ موقوف کردیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آگئے اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللّٰہ کی ناراضگی سے (بچنے کیلئے) اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللّٰہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تاکہ وہ تائب رہیں۔ بیشک اللّٰہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ: اور تین پر۔﴾ یہ تین صحابۂ کرام حضرت کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم ہیں۔ ان کا ذکر آیت ’’ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ[1] (اور اللّٰہ کے حکم کی وجہ سے کچھ دوسروں کو موخر کردیا گیا ہے)‘‘ میں گزر چکا ہے، یہ سب انصاری تھے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا: ٹھہرو، جب تک اللّٰہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی فیصلہ فرمائے اور مسلمانوں کو اُن لوگوں سے ملنے جلنے کلام کرنے سے ممانعت فرمادی حتّٰی کہ اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے کلام ترک کردیا، یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کو کوئی پہچانتا ہی نہیں اور اُن کی کسی سے شناسائی ہی نہیں۔ اس حال پر انہیں پچاس روز گزرے یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور انہیں کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جہاں ایک لمحہ کے لئے انہیں قرار ہوتا، ہر وقت پریشانی اور رنج و غم بے چینی و اِضطراب میں مُبتلا تھے اور وہ رنج و غم کی شدت کی وجہ سے اپنی جانوں سے تنگ آگئے، نہ کوئی اَنیس ہے جس سے بات کریں، نہ کوئی غم خوار جسے حالِ دل سنائیں، وحشت و تنہائی ہے اور شب و روز کی گریہ وزاری۔ انہوں نے یقین کرلیا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی سے بچنے کیلئے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمالی تاکہ آئندہ توبہ کرنے والے ہی رہیں۔[2]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾

---

1 ...... توبہ: ١٠٦.

2 ...... خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٨، ٢/٢٩٠-٢٩١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ: اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔﴾ یعنی ان لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ جو ایمان میں سچے ہیں، مخلص ہیں، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابوبکر وعمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مراد ہیں۔ ابنِ جریج کہتے ہیں کہ اس سے مہاجرین مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی نیتیں سچی رہیں، ان کے دل اور اَعمال سیدھے رہے اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ [1]

سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا، اس مناسبت سے یہاں ہم سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت پر دو اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک سچائی بھلائی کی طرف ہدایت دیتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق ہوجاتا ہے اور جھوٹ بدکاریوں کی طرف لے کر جاتا ہے اور بدکاریاں جہنم میں پہنچاتی ہیں اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔ [2]

(2)...... حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آکر کہنے لگے کہ جس شخص کو آپ نے (شبِ معراج) دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے ہیں وہ بہت جھوٹا آدمی ہے، ایسی بے پر کی اڑاتا تھا کہ اس کا جھوٹ اطرافِ عالَم میں پھیل جاتا تھا، پس قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا۔ [3]

اللہ تعالٰی ہمیں سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ...... خازن، التوبة، تحت الآية: ١١٩، ٢/٢٩٣.

2 ...... بخاري، كتاب الادب، باب قول الله تعالى: يا ايّها الذين آمنوا اتقوا الله... الخ، ٤/١٢٥، الحديث: ٦٠٩٤.

3 ...... بخاري، كتاب الادب، باب قول الله تعالى: يا ايّها الذين آمنوا اتقوا الله... الخ، ٤/١٢٦، الحديث: ٦٠٩٦.

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں

اِس آیت سے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا بھی ثبوت ملتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہونے کی ایک صورت ان کی صحبت اختیار کرنا بھی ہے اوران کی صحبت اختیار کرنے کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی سیرت وکرداراور اچھے اعمال دیکھ کر خود کو بھی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق مل جاتی ہے اور ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ دل کی سختی ختم ہوتی اور اس میں رِقَّت ونرمی محسوس ہوتی ہے، ایمان پر خاتمے اور قبر وحشر کے ہَولناک معاملات کی فکر نصیب ہوتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک بندوں سے تَعَلُّقات بنائے اور ان کی صحبت اختیار کرے اور کسی کی بھی صحبت اختیار کرنے سے پہلے غور کرلے کہ وہ کس کی صحبت اختیار کر رہا ہے، اس کی ترغیب سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔[1]

اور دیندار دوست تلاش کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’سچے دوست تلاش کرو اور ان کی پناہ میں زندگی گزارو کیونکہ وہ خوشی کی حالت میں زینت اور آزمائش کے وقت سامان ہیں۔ اور کسی گناہگار کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ اس سے گناہ کرنا ہی سیکھو گے۔[2]

حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’پانچ قسم کے آدمیوں کی صحبت اختیار نہ کرو: **(1)** بہت جھوٹ بولنے والا شخص، کیونکہ تم اس سے دھوکہ کھاؤ گے، وہ سراب (یعنی صحراء میں پانی نظر آنے والی ریت) کی طرح ہے، وہ دور والے کو تیرے قریب کر دے گا اور قریب والے کو دور کر دے گا۔ **(2)** بے وقوف آدمی، کیونکہ اس سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچا بیٹھے گا۔ **(3)** بخیل شخص، کیونکہ جب تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہوگی تو وہ دوستی ختم کر دے گا۔ **(4)** بزدل شخص، کیونکہ یہ مشکل وقت میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ **(5)** فاسق شخص، کیونکہ وہ تمہیں ایک لقمے یا اس سے بھی کم قیمت میں بیچ دے گا۔ کسی نے پوچھا کہ لقمے سے کم کیا ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’لالچ رکھنا اور اسے نہ پانا۔[3]

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، ٤٥-باب، ١٦٧/٤، الحدیث: ٢٣٨٥.

2 ......احیاء العلوم، کتاب آداب الالفة والاخوة... الخ، الباب الاول فی فضیلة الالفة والاخوة... الخ، بیان الصفات المشروطة فیمن تختار صحبته، ٢١٤/٢.

3 ......احیاء العلوم، کتاب آداب الالفة والاخوة... الخ، الباب الاول فی فضیلة الالفة والاخوة... الخ، بیان الصفات المشروطة فیمن تختار صحبته، ٢١٤/٢-٢١٥.

یادر ہے کہ کسی کو اپنا پیر و مرشد بنانے کا ایک بہت بڑا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی صحبت کے ذریعے اس سے فیض حاصل کیا جا سکے۔ یونہی باعمل علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی بھی بہت فضیلت ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے۔ ''علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔ (1)

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو چر لیا کرو۔ عرض کی گئی، یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جنت کے باغ کیا چیز ہیں؟ ارشاد فرمایا: علم کی مجالس۔ (2)

حضرت سہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو چاہتا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مجلسوں کی طرف دیکھے اسے چاہیے کہ علماء کی مجلسوں کی طرف دیکھے کہ کوئی مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فلاں (یعنی مولانا صاحب، مفتی صاحب) آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں اس اس طرح قسم کھائی، پس وہ عالم کہتا ہے کہ اس کی عورت کو طلاق ہوگئی اور ایک دوسرا شخص آتا ہے اور کہتا ہے، آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں ایسے ایسے قسم اٹھائی تو وہ کہتا ہے کہ وہ مرد اپنی اس بات کے ساتھ حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوا اور یہ بات کہنا (یعنی احکامِ شرع بیان کرنا) جائز نہیں مگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء کے لیے۔ پس اس بات سے علماء کی شان پہچان لو۔ (3)

حضرت بہز بن حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو علماء کی صحبت میں بیٹھا تحقیق وہ میری صحبت میں بیٹھا اور جو میری صحبت میں بیٹھا یقیناً وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بیٹھا۔ (4)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''علماء کی مجالس سے الگ نہ رہو اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روئے زمین پر علماء کی مجالس سے مکرم کسی مٹی کو پیدا نہیں فرمایا۔ (5)

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارشاد ہے: ایسے لوگوں

---

1 ......مسند الفردوس، باب الميم، ١٥٦/٤، الحديث: ٦٤٨٦.

2 ......معجم الكبير، باب العين، مجاهد عن ابن عباس، ٧٨/١١، الحديث: ١١١٥٨.

3 ......الفقيه والمتفقه، ذكر احاديث واخبار شتى يدلّ جميعها على جلالة الفقه والفقهاء، ١٤٩/١، روايت نمبر: ١٣٦.

4 ......كنز العمال، حرف العين، كتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول فى الترغيب فيه، ٧٤/٥، الحديث: ٢٨٨٧٩، الجزء العاشر.

5 ......احياء علوم الدين، كتاب ترتيب الاوراد وتفصيل احياء الليل، الباب الاول فى فضيلة الاوراد وترتيبها واحكامها، بيان اختلاف الاوراد باختلاف الاحوال، ٤٦٠/١.

کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے ، جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے ، جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے ۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں نیک لوگوں کو اپنا دوست بنانے ، علم کی مجالس اور علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

اجماع حجت ہے

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ، اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے ۔[2]

نیز اس حدیثِ پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے ، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے ، نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اِنَّ اُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ'' بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی ، تو جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو ۔[3]

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسولُ اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ

1 ......جامع بيان العلم وفضله، باب جامع فى آداب العالم والمتعلم، ص۱۷۲ .

2 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۱۹، ص۴۵۸ .

3 ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، الحديث: ۳۹۵۰ .

یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں یہ اس لیے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے بیشک اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اہلِ مدینہ اوران کے اِردگرد رہنے والے دیہاتیوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ کے راستے میں انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور جو کچھ دشمن سے حاصل کرتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ: اہلِ مدینہ کیلئے مناسب نہیں تھا۔﴾ یہاں اہلِ مدینہ سے مدینہ طیبہ میں سکونت رکھنے والے مراد ہیں خواہ وہ مہاجرین ہوں یا اَنصار اور اَعراب سے قرب وجوار کے تمام دیہاتی مراد ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بذاتِ خود جہاد کے لئے تشریف لے جائیں تو اہلِ مدینہ اوران کے اردگرد رہنے والے دیہاتیوں میں کسی کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پیچھے بیٹھے رہیں اور جہاد میں حاضر نہ ہوں اور نہ یہ جائز تھا کہ اُن کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں بلکہ انہیں حکم تھا کہ شدت و تکلیف میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور سختی کے موقع پر اپنی جانیں آپ پر فدا کریں۔ یہ مُمانَعت اس لئے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک پہنچتی ہے اور جہاں کفار کو غصہ دلانے والی جگہ پر قدم رکھتے ہیں اور کفار کی زمین کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے روندتے ہیں اور جو کچھ دشمن کو قید کرکے یا قتل کرکے یا زخمی کرکے یا ہزیمت دے کر حاصل کرتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔[1]

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ: بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کے اجر ضائع نہیں فرماتا جنہوں نے اچھے عمل کئے، جس چیز کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کی جزا انہیں عطا فرماتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس شخص نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا قصد کیا تو اس مقصد کیلئے اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب نیکیاں

1......صاوی، التوبة، تحت الآية: ۱۲۰، ۳/ ۸۴۷-۸۴۸، خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۲۰، ۲/ ۲۹۳-۲۹۴، ملتقطاً.

ہیں، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا ارادہ کیا تو اس کا اس مقصد کیلئے اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، حرکت کرنا سب گناہ ہیں، ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو اپنے فضل و کرم سے سب معاف فرما دے۔[1]

راہِ خدا میں جہاد کرنے اور تکالیف برداشت کرنے کے فضائل

اس آیت میں راہِ خدا میں نکل کر جہاد کرنے اور راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں راہِ خدا میں جہاد کیلئے نکلنے اور اِس راہ میں تکالیف برداشت کرنے کے فضائل پر مشتمل **5** اَحادیث ذکر کی جاتی ہیں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی راہ میں نکلنے والوں کو ضمانت دیتا ہے کہ جس بندے کو صرف میری راہ میں جذبۂ جہاد، ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے گھر سے نکالا ہے تو اب وہ میری کفالت میں ہے میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے ثواب اور غنیمت عطا فرمانے کے بعد اسے واپس اس کے گھر تک پہنچاؤں۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، ’’راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن آئے گا تو اس کے زخموں سے سرخ خون بہہ رہا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔[3]

(3)......حضرت ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں ایک زخم لگے گا اس پر شہداء کی مہر لگا دی جائے گی جو قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی، اس کا رنگ زعفران کی طرح اور خوشبو مشک کی طرح ہوگی، اسے اس مہر کی وجہ سے اَوّلین و آخرین پہچان لیں گے اور کہیں گے فلاں پر شہیدوں کی مہر لگی ہوئی ہے۔[4]

(4)......حضرت عبد الرحمٰن بن جَبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس بندے کے پاؤں راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں گرد آلود ہوئے انہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔[5]

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۲۰، ۲/۲۹۴.

2 ......صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبيل الله، ص۱۰۴۲، الحديث: ۱۰۳(۱۸۷۶).

3 ......بخاری، كتاب الذبائح والصيد والتسمية على الصيد، ۳/۵٦٦، الحديث: ۵۵۳۳.

4 ......مسند احمد، من مسند القبائل، ومن حديث ابی الدرداء عويمر رضی الله عنه، ۱۰/۴۲۰، الحديث: ۲۷۵۷۳.

5 ......بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب من اغبرّت قدماه فی سبيل الله، ۲/۲۵۷، الحديث: ۲۸۱۱.

(5)……اور ایک روایت میں ہے ”جو پاؤں راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں گرد آلود ہو جائیں وہ جہنم کی آگ پر حرام ہیں۔“[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور اپنی راہ میں آنے والی تکالیف برداشت کرنے کی ہمت اور توفیق نصیب فرمائے، اٰمین۔

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور جو نالا طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ تھوڑا اور زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں اور جو وادی وہ طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے بہتر کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے۔

﴿وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً: اور جو کچھ تھوڑا اور زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ تھوڑا مثلاً ایک کھجور یا زیادہ وہ خرچ کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے غزوۂ تبوک میں خرچ کیا اور اپنے سفر میں آنے اور جانے کے دوران جو وادی وہ طے کرتے ہیں تو ان کا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور وادیاں عبور کرنا سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے کاموں کا انہیں بدلہ عطا فرمائے۔ اس آیت سے جہاد کی فضیلت اور اس کا بہترین عمل ہونا ثابت ہوا۔[2]

راہِ خدا میں جہاد کرنے اور مال خرچ کرنے کے فضائل

جہاد میں مال خرچ کرنے اور جہاد میں شریک ہونے کے فضائل بکثرت اَحادیث میں مذکور ہیں، ان میں سے 5 اَحادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

1……ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل من اغبرّت قدماه فی سبیل اللّٰه، ۳/۲۳۵، الحدیث: ۱۶۳۸.

2……خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۲۱، ۲/۲۹۴، مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۲۱، ص۴۵۹، ملتقطاً.

(1)......حضرت خریم بن فاتک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کیلئے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ [1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ [2]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہیں: (1) وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے حتّٰی کہ اسے موت آجائے تو جنت میں داخل فرمادے یا اَجر اور غنیمت کا مال لے کر واپس کرے۔ (2) وہ شخص جو مسجد کی طرف چلے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔ (3) وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کرکے داخل ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔ [3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس کی سی ہے جو دن کا روزہ دار اور رات کو آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرنے والا ہو، نہ روزے سے تھکے نہ نماز سے، حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ کا مجاہد لوٹ آئے۔ [4]

(5)......حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر سے نکلا پھر قتل کیا گیا یا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے کچل دیا یا اسے زہریلے جانور نے ڈس لیا یا اپنے بستر پر کسی سبب سے مر گیا جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ [5]

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

---

1 ......ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل اللّٰہ، ۳/۲۳۳، الحدیث: ۱۶۳۱.

2 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الغدوة والروحة فی سبیل اللّٰہ... الخ، ۲/۲۵۱، الحدیث: ۲۷۹۲.

3 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فضل الغزو فی البحر، ۳/۱۲، الحدیث: ۲۴۹٤.

4 ......مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰہ تعالی، ص۱۰٤٤، الحدیث: ۱۱۰(۱۸۷۸).

5 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فیمن مات غازیاً، ۳/۱٤، الحدیث: ۲٤۹۹.

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکل جائیں تو ان میں ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب اِن کی طرف واپس آئیں تو وہ اِنہیں ڈرائیں تاکہ یہ ڈر جائیں۔

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا۔﴾ یعنی علم حاصل کرنے کے لئے سب مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا درست نہیں کہ اس طرح شدید حَرج ہوگا تو جب سارے نہیں جاسکتے تو ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت جس کا نکلنا انہیں کافی ہو کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں فقاہت حاصل کریں اور اس کے حصول میں مشقتیں جھیلیں اور اس سے ان کا مقصود واپس آ کر اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرنا ہوتا کہ ان کی قوم کے لوگ اس چیز سے بچیں جس سے بچنا انہیں ضروری ہے۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ قبائلِ عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے جماعتیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں اور وہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دین کے مسائل سیکھتے اور فقاہت حاصل کرتے اور اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے احکام دریافت کرتے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرماں برداری کا حکم دیتے اور نماز زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کے لئے انہیں اُن کی قوم پر مامور فرماتے۔ جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے اور لوگوں کو خدا عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلاتے اور دین کی مخالفت سے ڈراتے۔[2] یہ رسول کریم صَلَّی

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۲۲، ص ٤٥٩.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ۱۲۲، ۲/ ۲۹٥.

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزۂ عظیمہ ہے کہ بالکل بے پڑھے لوگوں کو بہت تھوڑے عرصے میں دین کے اَحکام کا عالم اور قوم کا ہادی بنا دیا۔

آیت ”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسائل معلوم ہوئے:

(1)......علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں بندے پر فرض وواجب ہیں اور جو اس کے لئے ممنوع وحرام ہیں اور اسے درپیش ہیں ان کا سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“[1]

امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”علم سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔“[2]

(2)......علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کیا جائے۔ طلبِ علم کے لئے سفر کا حکم حدیث شریف میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص طلبِ علم کے لئے راہ چلے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرتا ہے۔“[3]

(3)......فقہ افضل ترین علوم میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لئے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بناتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔“[5]

فقہ اَحکامِ دین کے علم کو کہتے ہیں اور اِصطلاحی فقہ بھی اس کا عظیم مِصداق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

---

1 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب فضل العلماء والحثّ على طلب العلم، ١/١٤٦، الحديث: ٢٢٤.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٢، ٢/٢٩٧.

3 ......ترمذی، كتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ٤/٢٩٤، الحديث: ٢٦٥٥.

4 ......بخاری، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيراً يفقّهه فی الدين، ١/٤٢، الحديث: ٧١، مسلم، كتاب الزكاة، باب النهی عن المسألة، ص٥١٧، الحديث: ١٠٠(١٠٣٧).

5 ......ترمذی، كتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه على العبادة، ٤/٣١١، الحديث: ٢٦٩٠.

غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ **اللہ** پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ **اللہ** پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ: ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں۔﴾ جہاد تمام کافروں سے واجب ہے قریب کے ہوں یا دُور کے لیکن قریب والے مُقدّم ہیں پھر جو اُن سے مُتّصِل ہوں ایسے ہی درجہ بدرجہ۔[1]

کفار سے جنگ کرنے کے آداب

اس آیت میں کفار سے جنگ کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ جنگ کی شرعی اجازت جب مُتَحَقَّق ہو جائے تو اس کی ابتدا قریب میں رہنے والے کفار سے کی جائے پھر ان کے بعد جو قریب ہوں حتّٰی کہ مسلمان مجاہدین دور کی آبادیوں میں رہنے والے کفار تک پہنچ جائیں۔ اسی طریقے سے تمام کفار سے جہاد ممکن ہے ورنہ ایک ہی بار سب سے جنگ کرنا مُتَصَوَّر نہیں، یہی وجہ ہے کہ رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہلے اپنی قوم سے جہاد فرمایا، پھر پورے عرب سے، پھر اہلِ کتاب سے اور ان کے بعد روم اور شام والوں سے جنگ کی۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عراق اور پھر تمام شہروں تک جنگ کا دائرہ وسیع کیا۔[2]

﴿وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً: اور وہ تم میں سختی پائیں۔﴾ اس سختی میں جرأت و بہادری، قتال پر صبر اور قتل یا قید کرنے میں شدت وغیرہ ہر قسم کی مضبوطی و سختی داخل ہے۔[3] جو کفار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کا حکم ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت سختی ہی کرتے رہیں کیونکہ ہمیں تو دورانِ جہاد بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور پادریوں وغیرہ کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

1 ......مدارك، التوبة، تحت الآية: ۱۲۳، ص ۴۶۰.

2 ......صاوی، التوبة، تحت الآية: ۱۲۳، ۸۴۹/۳.

3 ......روح المعانی، التوبة، تحت الآية: ۱۲۳، ۶۸/۶.

﴿وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ : اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کا جہاد اور کفار کو قتل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے ہو نہ کہ مال و دولت یا منصب و مرتبے کے حصول کی غرض سے ہو۔[1]

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِیْمَانًاۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان میں کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس نے تم میں کس کے ایمان کو ترقی دی تو وہ جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس سورت نے تم میں کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

﴿وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ : اور جب کوئی سورت اترتی ہے۔﴾ یعنی جب قرآنِ پاک کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافقین آپس میں مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں ''اس سورت نے تم میں کس کے ایمان یعنی تصدیق اور یقین میں اضافہ کیا ہے؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایمان والے ہیں ان کی تصدیق، یقین اور اللہ تعالیٰ سے قربت میں اس نے اضافہ کیا اور جب قرآن میں سے ایک کے بعد کوئی دوسری چیز اترتی ہے تو مومنین خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں ان کا ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مذاق اڑانا منافقین کا کام ہے لہٰذا جو قرآن کی ایک آیت کا بھی مذاق اڑائے وہ کافر ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

1 ......تفسير كبير، التوبة، تحت الآية: ١٢٣، ١٧٤/٦.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٤، ٢٩٧/٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کے دلوں میں آزار ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اور کفر ہی پر مر گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن کے دلوں میں مرض ہے تو ان کی ناپاکی پر مزید ناپاکی کا اضافہ کردیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے۔

﴿وَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ: **اور جن کے دلوں میں مرض ہے۔**﴾ یعنی جن کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے تو قرآن کی سورت کے نزول سے ان کے کفر پر مزید کفر چڑھ گیا کہ انہوں نے جب کبھی کسی سورت کے نزول کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا تو ان کے پہلے کفر کے ساتھ مزید کفر بڑھ گیا، وہ منافقین اپنے کفر پر قائم رہے یہاں تک کہ حالتِ کفر میں مر گئے۔[1]

اَوَلَا یَرَوۡنَ اَنَّهُمۡ یُفۡتَنُوۡنَ فِیۡ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوۡ مَرَّتَیۡنِ ثُمَّ لَا یَتُوۡبُوۡنَ وَلَا هُمۡ یَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہر سال ایک یا دو بار آزمائے جاتے ہیں پھر نہ تو توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں۔

﴿اَوَلَا یَرَوۡنَ: **کیا وہ یہ نہیں دیکھتے۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا منافقین دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں ایک یا دو مرتبہ بیماریوں، مصیبتوں اور قحط سالیوں وغیرہ سے آزمایا جاتا ہے پھر بھی وہ اپنے نفاق اور عہد شکنی سے توبہ کرتے ہیں نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی دیکھ کر نصیحت مانتے ہیں۔[2]

مومن ہر مصیبت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مومن ہر مصیبت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسے اپنے گناہ کا نتیجہ یا آزمائش سمجھتا

---

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٥، ٢/٢٩٨، بيضاوى، براءة، تحت الآية: ١٢٥، ٣/١٨١، ملتقطاً.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٦، ٢/٢٩٨.

ہے جبکہ کافر کی نگاہ صرف موسم کی خرابیوں اور دنیاوی اَسباب پر ہوتی ہے اور یہ منافقین والا حال آج کی بہت بڑی تعداد کا ہے کہ سیلاب، زلزلہ اور اس طرح کی کسی بھی آفت ومصیبت کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ سائنسی توجیہات میں تولنا شروع کر دیتے ہیں۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ نَّظَرَ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ ؕ هَلۡ یَرٰىكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کوئی سورت اترتی ہے ان میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہے کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں پھر پلٹ جاتے ہیں اللّٰہ نے ان کے دل پلٹ دیئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر پلٹ جاتے ہیں تو اللّٰہ نے ان کے دل پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔

﴿وَ اِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسی سورت نازل کی جاتی ہے کہ جس میں منافقین کو زَجر وتَوبیخ اور ان کے نفاق کا بیان ہو تو وہ وہاں سے بھاگنے کیلئے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور آنکھوں سے نکل بھاگنے کے اشارے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم اپنی نشست گاہ سے اٹھو تو اس وقت مومنوں میں سے کوئی تمہیں دیکھ تو نہیں رہا، اگر دیکھ رہا ہو تو بیٹھ گئے ورنہ نکل جاتے ہیں۔ پھر اس نازل ہونے والی سورت کے سبب ایمان سے اپنے کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل ایمان سے پلٹ دیئے ہیں کیونکہ یہ قوم سمجھتی ہی نہیں اور اپنے نفع ونقصان کو نہیں سوچتی۔ (1)

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

1 ......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٧، ٢/٢٩٨، مدارك، التوبة، تحت الآية: ١٢٧، ص ٤٦٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ : بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے۔﴾ یعنی اے اہلِ عرب! بیشک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے جو کہ عربی، قرشی ہیں۔ جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق وامانت، زہد وتقویٰ، طہارت وتقدُّس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ یہاں ایک قراءۃ میں ''اَنْفَسِكُمْ'' فا پر زبر کے ساتھ آیا ہے، اس کا معنی ہے کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف وافضل ہیں''۔(1)

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فضل و شرف

اس آیت میں سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف اور فضیلت وشرف کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں آپ کے فضائل اور اَخلاقِ حمیدہ کے بیان پر مشتمل دو روایات ذکر کرتے ہیں۔

(1)......حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین رکھا، پھر ان کے دو گروہ بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے خاندان میں رکھا اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔(2)

(2)......حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نجاشی کے دربار میں فرمایا ''اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کی عبادت کرتے، مردار کھاتے، بے حیائی کے کام کرتے، رشتے داریاں توڑتے اور پڑوسیوں سے بدسلوکی کیا کرتے تھے اور ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کا مال کھا جایا کرتا تھا۔ ہمارا یہی حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیج دیا جن کے نسب، صداقت، امانت اور پاک دامنی کو ہم پہچانتے تھے، انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ ہم

1......خازن، التوبة، تحت الآية: ١٢٨، ٢/٢٩٨.

2......ترمذی، كتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبیّ صلی اللہ علیه وسلم، ٥/٣٥٠، الحديث: ٣٦٢٧.

اللہ تعالیٰ کو ایک مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے آباؤ اَجداد جن پتھروں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت داری اور پاکیزگی اختیار کرنے، رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، حرام کام اور خون ریزیاں چھوڑ دینے کا حکم دیا، ہمیں بے حیائی کے کام کرنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز پڑھیں، روزہ رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پھر ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لے آئے اور جو دین وہ لے کر آئے ہم نے اس کی پیروی کی۔[1]

میلادِ مصطفیٰ کا بیان

اس آیتِ کریمہ میں سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کرکے فرمایا۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مقام

حضرت ابو بکر بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تشریف لائے، حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کھڑے ہوئے، ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی: یا سیّدی! آپ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ ان کے بارے میں آپ کی اور تمام اہلِ بغداد کی رائے یہ ہے کہ یہ دیوانہ ہے! حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: میں نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے خواب میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کی، پھر دیکھا کہ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آرہے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیلئے کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ شبلی کو اس قدر عزت دے رہے ہیں، ارشاد فرمایا: یہ نماز کے بعد پڑھتا ہے ''لَقَدْ جَآءَكُمْ

[1] ......مسند امام احمد، حديث جعفر بن ابی طالب رضی الله عنه، ۱ / ۴۳۱، الحديث: ۱۷۴۰.

[2] ......ترمذی، كتاب الدعوات، ۹۶-باب، ۵ / ۳۱۴، الحديث: ۳۵۴۳.

”رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ“ الآیہ۔ اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ہر فرض کے بعد یہ دو آیتیں پڑھتا ہے اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے اور تین مرتبہ اس طرح پڑھتا ہے ”صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ یَا مُحَمَّدُ“۔[1]

﴿عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ: جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے۔﴾ یعنی تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت بھاری گزرتا ہے اور مشقتوں کو دور کرنے میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مشقت کو دور کرنا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی مشقت کو دور کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اور فرمایا ”حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ“ یعنی وہ دنیا و آخرت میں تمہیں بھلائیاں پہنچانے پر حریص ہیں۔[2]

امت کی بھلائی پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حرص کی جھلک

اس سے معلوم ہوا کہ اور لوگ تو اپنی اور اپنی اولاد کی بھلائی کے حریص ہوتے ہیں مگر یہ رسولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت کی بھلائی اور ان کی خیر خواہی پر حریص ہیں۔ اب اُمت پر ان کی حرص اور شفقت کی جھلک ملاحظہ ہو

حضرت زید بن خالد جُہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے بعد مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔[3]

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال فرض ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ ”جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔[4]

صحیح مسلم میں ہی حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......جلاء الافهام، الباب الرابع فی مواطن الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، فصل الموطن الرابع والثلاثون... الخ، ص٢٤١.

2 ......تفسیر کبیر، التوبة، تحت الآیة: ١٢٨، ٦/١٧٨.

3 ......ترمذی، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی السواك، ١/١٠٠، الحدیث: ٢٣.

4 ......مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحجّ مرّة فی العمر، ص٦٩٨، الحدیث: ٤١٢(١٣٣٧).

نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے، میں نے دوبار (تو دنیا میں) عرض کرلی ’’اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ ‘‘اے اللہ! میری اُمت کی مغفرت فرما، اے اللہ! میری اُمت کی مغفرت فرما۔ ’’وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ ‘‘اور تیسری عرض اس دن کے لیے اٹھا رکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیازمند ہوگی یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ کے خلیل) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی میرے نیازمند ہوں گے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اے گنہگارانِ امت! کیا تم نے اپنے مالک و مولیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی یہ کمال رأفت ورحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہِ الٰہی عزجلالہ سے تین سوال حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو عطا ہوگا۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے ان میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لیے نہ رکھا، سب تمہارے ہی کام میں صَرف فرمادیئے، دو سوال دنیا میں کیے وہ بھی تمہارے ہی واسطے، تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا، وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولیٰ رؤف ورحیم آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہوگا۔۔۔وَاللّٰہِ الْعَظِیْمِ! قسم اس کی جس نے انہیں آپ پر مہربان کیا! ہرگز ہرگز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار (یعنی کبھی بھی) اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک امتی پر مہربان ہیں۔[2]

امت کے دکھ درد سے خبردار

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت کے دکھ درد سے خبردار ہیں کیونکہ ہماری تکلیف کی خبر کے بغیر قلب مبارک پر گرانی نہیں آسکتی، نیز جیسے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت ہر وقت ہے ایسے ہی آپ کی خبرداری بھی ہر ساعت ہے۔

﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ: مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کمالِ تکریم ہے۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا میں بھی رؤف ورحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔

---

1 ......مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب بيان انّ القرآن على سبعة احرف وبيان معناه، ص٤٠٩، الحديث: ٢٧٣ (٨٢٠).

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۵۸۳۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت سے متعلق دو احادیث

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت ورافت کے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ فرمائیں ۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآنِ پاک میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس قول کی تلاوت فرمائی

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ مجھ سے (تعلق رکھنے والا) ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ قول ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔

تو حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر گریہ طاری ہوگیا اور اپنے دستِ اقدس اٹھا کر دعا کی ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا ''اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جاؤ اور ان سے پوچھو حالانکہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو کہ انہیں کیا چیز رُلا رہی ہے۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا تو انہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی عرض معروض کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے فرمایا: تم میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ''اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ'' آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کردیں گے اور آپ کو غمگین نہ کریں گے۔ (3)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قیامت کے دن اپنی شفاعت کا سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں کروں گا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ ارشاد فرمایا ''سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر پل صراط پر نہ پاؤں (تو کہاں تلاش کروں)؟ ارشاد فرمایا: ''پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر میزان کے پاس نہ

(1)......ابراھیم:٣٦. (2)......المائدہ:١١٨.

(3)......مسلم، کتاب الایمان، باب دعوۃ النبیّ لامّتہ وبکائہ... الخ، ص ١٣٠، الحدیث: ٣٤٦(٢٠٢).

پاؤں (تو کس جگہ تلاش کروں)؟ ارشاد فرمایا: ’’پھر مجھے حوضِ کوثر کے پاس ڈھونڈنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے اِدھر اُدھر نہ ہوں گا۔‘‘ (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں

دنیا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں　　ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

اور فرماتے ہیں:

مومن ہوں مومنوں پہ رؤف رحیم ہو　　سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ﱟ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

﴾فَاِنْ تَوَلَّوْا: پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴿ یعنی پھر اگر منافقین و کفار اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے اِعراض کریں اور آپ سے جنگ کا اعلان کریں تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرمادو کہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے اور وہ تمہارے خلاف میری مدد فرمائے گا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (2)

اہم کاموں سے متعلق ایک وظیفہ

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے صبح اور شام سات مرتبہ یہ پڑھا ’’حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ‘‘ تو اللہ تعالیٰ اس کے اہم کاموں میں اسے کافی ہوگا۔‘‘ (3)

1 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شأن الصراط، ٤/١٩٥، الحدیث: ٢٤٤١.

2 ......خازن، التوبة، تحت الآیة: ١٢٩، ٢/٢٩٩.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، ٤/٤١٦، الحدیث: ٥٠٨١.

سُوۡرَۃُ یُوۡنُس

سورۂ یونس کا تعارف

مقامِ نزول

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں ’’سورۂ یونس مکیہ ہے، البتہ اس کی تین آیتیں فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَكٍّ ‘‘ سے لے کر’’ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ‘‘ تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **11** رکوع، **109** آیتیں، **1832** کلمے اور **9099** حرف ہیں۔ (2)

’’یونس‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر **98** میں اللّٰہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انہیں حضرت یونس عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عذاب کی وعید سنائی اور خود وہاں سے تشریف لے گئے تو ان کے جانے کے بعد عذاب کے آثار دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے سچے دل سے توبہ کی تو ان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ یونس‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ یونس کے بارے میں حدیث

حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ ارشاد فرمایا ’’الٓرٰ (سے شروع ہونے) والی تین سورتیں پڑھ لو۔ اس نے عرض کی: میری عمر بہت ہو چکی ہے، میرا دل سخت ہو گیا اور زبان موٹی ہو گئی ہے۔ ارشاد فرمایا ’’تو حٰمٓ (سے شروع ہونے) والی تین سورتیں پڑھ لو۔ اس نے پھر وہی عرض کی تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مُسَبِّحات (یعنی تسبیح سے شروع ہونے والی سورتوں) میں سے تین سورتیں پڑھ لو۔ اس نے پھر وہی عذر پیش کیا اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے کوئی جامع سورت سکھا دیجئے۔ رسول

---

1 ......البحر المحیط، یونس، تحت الآیۃ: ۱، ۵/۱۲۵.

2 ......خازن، تفسیر سورۃ یونس، ۲/۲۹۹.

کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے ’’اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ‘‘ والی سورت سکھا دی۔ اِس سے فارغ ہونے کے بعد اُس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا، میں کبھی اس پر اضافہ نہیں کروں گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا ’’یہ چھوٹا سا آدمی نجات پا گیا۔‘‘[1]

سورۂ یونس کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا اور قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......مشرکین کے عقائد بیان کئے گئے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے 5 شُبہات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والے اس کی قدرت کے آثار ذکر کئے گئے ہیں۔

(3)......دُنْیَوی زندگی کی مثال بیان کر کے اس میں غور کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(4)......کفار کو قرآنِ پاک جیسی ایک سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج کیا گیا۔

(5)......کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے۔

(6)......قرآنِ پاک کی صداقت کو ثابت کرنے اور عبرت ونصیحت کے لئے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(7)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور قرآن کے احکام پر عمل کرنے میں انسانوں کی اپنی ہی بہتری ہے۔

سورۂ توبہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ یونس کی اپنے سے ماقبل سورت ’’توبہ‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ توبہ کا اختتام نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

[1] ......ابو داؤد، کتاب شهر رمضان، باب تحزيب القرآن، ٨١/٢، الحديث: ١٣٩٩.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کے بیان پر ہوا اور سورۂ یونس کی ابتداء میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کی جانے والی وحی پر ہونے والے شکوک وشُبہات کا رد کیا گیا ہے۔ نیز سورۂ توبہ میں زیادہ تر منافقین کے احوال اور قرآنِ پاک کے بارے میں ان کا موقف بیان کیا گیا جبکہ سورۂ یونس میں کفار اور مشرکین کے اَحوال اور قرآنِ پاک کے بارے میں ان کے اَقوال بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: الٓرٰ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿الٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔[1]

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ : یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورت میں موجود ہیں، معنی یہ ہیں کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ آیات قرآن ہی کی آیات ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قرآنِ پاک کی ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورت سے پہلے ذکر ہوئیں اور معنی یہ ہیں کہ وہ آیات حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔[2]

1 ......جلالین، یونس، تحت الآیة: ۱، ص۱۶۹.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۱، ۲/۲۹۹.

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝٢

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو اس کا اچنبھا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے کافر بولے بیشک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف یہ وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرسناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافروں نے کہا: بیشک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا: کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارَکَ وَتَعَالٰی نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ نے اس کا اظہار کیا تو عرب میں رہنے والے لوگ منکر ہو گئے اور ان میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ [1]

﴿قَدَمَ صِدۡقٍ: سچ کا مقام۔﴾ قدم سے اس کی جگہ یعنی مقام مراد ہے اور مفسرین نے قَدَمَ صِدۡقٍ کے معنی بیان فرمائے ہیں، بہترین مقام، جنت میں بلند مرتبہ، نیک اعمال، نیک اعمال کا اَجر اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت۔ [2] گویا فرمایا گیا کہ مومنین کیلئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بہترین مقام ہے یا جنت میں بلند مرتبہ ہے یا دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ہے یا آخرت میں نیکیوں کا اجر ہے یا سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت ہے۔

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٢، ٢/٣٠٠.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٢، ٢/٣٠٠، صاوی، یونس، تحت الآیة: ٢، ٣/٨٥٣، ملتقطاً.

﴿قَالَ الْكٰفِرُوْنَ: کافروں نے کہا۔﴾ کفار نے پہلے تو بشر کا رسول ہونا قابلِ تعجب و انکار قرار دیا اور پھر جب حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات دیکھے اور یقین ہوا کہ یہ بشر کی قدرت سے بالاتر ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ساحر بتایا۔ اُن کا یہ دعویٰ تو کِذب و باطل ہے مگر اس میں بھی حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کمال اور اپنے عجز کا اِعتراف پایا جاتا ہے۔[1]

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب اللّٰہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد یہ ہے اللّٰہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب اللّٰہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔ یہ اللّٰہ تمہارا رب ہے تو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ: بیشک تمہارا رب اللّٰہ ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے وحی، بِعْثَت اور رسالت پر کفار کے تعجب کو بیان فرمایا اور اس آیت میں ان کے اُس تعجب کو اس طرح زائل فرمایا کہ ساری مخلوق کو پیدا فرمانے والی ذات کا ان کی طرف ایک رسول بھیجنا کہ جو انہیں نیک اعمال پر ثواب کی بشارت دے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرائے کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ اس جہاں کو پیدا کرنے والا ایک ہے، وہ ہر چیز پر قادر اور اس کے احکام نافذ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس

[1]......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۲، ۶/۱۸۷، مدارك، یونس، تحت الآیۃ: ۲، ص۴۶۲، ملتقطاً.

نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور وہی اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے، نیز وہی ثواب اور عذاب دینے والا ہے کیونکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس لئے تمام مخلوق کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ (1)

نوٹ: آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کرنے اور عرش پر اِستوا فرمانے کی تفسیر سورۂ اَعراف آیت نمبر 54 میں گزر چکی ہے۔

﴿مَامِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِهٖ: اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔﴾ اس میں بت پرستوں کے اس قول کا رد ہے کہ بت اُن کی شفاعت کریں گے انہیں بتایا گیا کہ شفاعت اجازت یافتگان کے سوا کوئی نہیں کرے گا اور اجازت یافتہ صرف اس کے مقبول بندے ہوں گے۔ (2)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت

قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، اولیاء وصالحین رَحۡمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيۡهِمۡ اور دیگر جنتی شفاعت فرمائیں گے اور اِن شفاعت کرنے والوں کے سردار اور آقا ومولیٰ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہوں گے۔ چنانچہ

حضرت اُبی بن کعب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا امام، خطیب اور شفیع ہوں گا اور اس پر (مجھے) فخر نہیں۔ (3)

حضرت ابودرداء رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''شہید کی شفاعت اس کے ستر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں مقبول ہوگی۔ (4)

حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوں گے، اس وقت ایک جہنمی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا تو میں نے آپ کو پانی پلایا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا۔ ایک (جہنمی) دوسرے (جنتی) کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ ایک

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۳، ۱۸۸/۶، ملخصاً.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۳، ۲/ ۳۰۱.

3 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ۵/ ۳۵۳، الحدیث: ۳۶۳۳.

4 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الشهید یشفع، ۳/ ۲۲، الحدیث: ۲۵۲۲.

دن میں نے آپ کو وضو کرنے کے لئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا، ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں کام کے لئے بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اس قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔ (1)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایک جنتی شخص جھانک کر جہنمیوں کی طرف دیکھے گا تو ایک جہنمی اس سے کہے گا: آپ مجھے نہیں جانتے؟ وہ کہے گا ''وَاللہ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، تم پر افسوس ہے، تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلا دیا تھا، اس کے صِلہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور میری شفاعت کیجئے۔ وہ جنتی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زائروں میں اس کے حضور حاضر ہو کر یہ حال بیان کر کے عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے حق میں اِس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کی شفاعت سے حصہ عطا فرمائے، امین۔

اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًاؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّاؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کی طرف تم سب کو پھرنا ہے اللہ کا سچا وعدہ بیشک وہ پہلی بار بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا کہ ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انصاف کا صلہ دے اور کافروں کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بیشک وہ پہلی بار (بھی) پیدا کرتا ہے پھر

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل صدقة الماء، ١٩٦/٤، الحديث: ٣٦٨٥.

2 ......مسند ابو يعلى، مسند انس بن مالك، ما اسنده ثابت البناني عن انس، ٢٣٧/٣، الحديث: ٣٤٧٧.

فنا کرنے کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے شدید گرم پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّهٗ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ: بیشک وہ پہلی بار (بھی) پیدا کرتا ہے۔﴾ اس آیت میں حشر و نشر، مَعاد یعنی لوٹنے کی جگہ کا بیان اور منکرین کا رد ہے اور اس پر نہایت لطیف پیرایہ میں دلیل قائم فرمائی گئی ہے کہ وہ پہلی بار زندگی دیتا ہے اور اَعضاءِ مُرَکَّبہ کو پیدا کرتا اور ترکیب دیتا ہے تو موت کے ساتھ اعضاء کے مُنْتَشِر ہو جانے کے بعد ان کو دوبارہ ترکیب دینا اور بنے ہوئے انسان کو فنا ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ بنا دینا اور وہی جان جو اس بدن سے تعلق رکھتی تھی اس کو اس بدن کی درستی کے بعد پھر اسی بدن سے متعلق کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے اور اس دوبارہ پیدا کرنے کا مقصود جزائے اعمال یعنی فرمانبردار کو ثواب اور گناہگار کو عذاب دینا ہے۔ (1)

﴿بِالۡقِسۡطِ: انصاف کے ساتھ۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ نیکوں کے ثواب میں کمی نہ کی جائے گی، یا اس سے یہ مراد ہے کہ نیکوں نے دنیا میں انصاف کیا کہ جن باتوں کا انہیں حکم دیا گیا ان پر عمل کیا اور جن سے روکا گیا اس سے باز رہے۔ یہ عربی ترکیب کے اعتبار سے فرق ہے۔ (2)

﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ: اور کافروں کے لیے شدید گرم پانی کا مشروب ہے۔﴾ اس آیت میں جہنم کے اندر کفار کے جس مشروب کا بیان ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”شدید گرم پانی ان (جہنمیوں) کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سَرایت کرتے ہوئے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہی ”صَہر“ یعنی گل جانا ہے، (ان کے ساتھ) بار بار اسی طرح کیا جائے گا۔ (3)

هُوَ الَّذِيۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٤، ٢/٣٠١.

2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٤، ٢/٣٠١، صاوى، يونس، تحت الآية: ٤، ٣/٨٥٤، ملتقطاً.

3 ......ترمذى، كتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فى صفة شراب اهل النار، ٤/٢٦٢، الحديث: ٢٥٩١.

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے سورج کو جگمگا تا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لیے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کردیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے۔

﴾هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا۔﴿ ضیاء سے مراد ذاتی روشنی اور نور سے مراد دوسرے سے حاصل کی ہوئی روشنی ہے۔ جب اس روشنی کا تعلق سورج سے ہو تو اسے ضیاء اور چاند سے ہو تو اسے نور کہتے ہیں۔[1]

﴾وَ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ: اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کردیں۔﴿ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور یہ بارہ بُرجوں میں تقسیم ہیں، ہر برج کے لئے 1/3_2 منزلیں ہیں، چاند ہر رات ایک منزل میں رہتا ہے اور مہینہ تیس دن کا ہو تو دو راتیں ورنہ ایک رات چھپتا ہے۔[2] ان منزلوں کو مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے تاکہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں، دنوں اور ساعتوں کا حساب جان لو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سارا نظام عَبَث اور بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ اس سے اُس کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل ظاہر ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان میں غور کرکے نفع اٹھائیں۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ علمِ ریاضی، علمِ ہیئت، علمِ فلکیات وغیرہ بڑے مفید علم ہیں کہ ان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت معلوم ہوتی ہے نیز حسنِ نیت کے ساتھ ان کا سیکھنا ثواب کا کام ہے۔

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیة: ٥، ٣/٨٥٥.

2 ......بغوی، یونس، تحت الآیة: ٥، ٢/٢٩٠-٢٩١.

3 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٥، ٢/٣٠٢، مدارك، یونس، تحت الآیة: ٥، ص٤٦٣، ملتقطاً.

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللّٰہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک رات اور دن کی تبدیلی میں اور جو کچھ اللّٰہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ: بیشک رات اور دن کی تبدیلی میں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور وحدانیت پر زمین و آسمان کی تخلیق، سورج اور چاند کے اَحوال سے دلائل قائم فرمائے اور اس آیت میں دن اور رات کے اختلاف سے حاصل ہونے والے فوائد سے وحدانیت پر دلیل قائم فرمائی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک دن اور رات کے آنے جانے، کم اور زیادہ ہونے میں اور جو کچھ اللّٰہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمایا جیسے فرشتے، سورج، چاند، ستارے وغیرہ اور جو کچھ زمین میں پیدا فرمایا جیسے حیوان، پہاڑ، دریا، نہریں اور درخت وغیرہ ان سب میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر نشانیاں موجود ہیں۔[1] ان چیزوں کا نشانیاں ہونا بالکل واضح ہے کہ یہ سب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تخلیق اور قدرت کی دلیلیں ہیں کہ وہ کتنی عظیم قدرت و عظمت والا ہے جس نے ان سب چیزوں کو وجود بخشا۔

نوٹ: اس سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ بقرہ آیت 164 کے تحت مذکور تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ **متقیوں کیلئے ان چیزوں میں نشانیاں ہیں۔** چونکہ ان چیزوں میں غور کر کے ایمان و عرفان صرف خوفِ خدا رکھنے والوں کو مُیَسَّر ہوتا ہے اس لئے انہی کا ذکر فرمایا۔ بہت سے کافر یہ چیزیں دیکھ کر سرکش ہو جاتے ہیں جیسے آج اکثر سائنس دانوں نے سائنس میں ترقی کر کے خدا عَزَّوَجَلَّ کا انکار کر دیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا

[1] ……تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۶، ۶/۲۱۰، جلالین، یونس، تحت الآیة: ۶، ص۱۷۰، ملتقطاً.

بِهَا وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ اُولٰٓـئِكَ مَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اور اس پر مطمئن ہوگئے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ: بیشک وہ لوگ۔﴾ ان آیات میں پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو حشر یعنی مرنے کے اٹھنے پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے بعد حشر پر ایمان لانے والوں کا ذکر ہے۔[1] اس آیت میں حشر پر ایمان نہ لانے والوں کی چار صفات بیان فرمائی گئی ہیں:

(1)......وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ مفسرین نے اس آیت میں ''امید'' کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ **(۱) خوف۔** اس سورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو قیامت کے دن ہم سے ملنے کا خوف نہیں رکھتے تو وہ ثواب اور عذاب کو جھٹلا رہے ہیں۔ **(۲) طمع۔** اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا پر مطمئن ہو بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طمع نہیں رکھتے۔[2]

(2)......دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں۔ یعنی انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا، اس تھوڑی سی اور فانی کو بہت زیادہ اور باقی رہنے والی پر ترجیح دی۔[3]

(3)......اس پر مطمئن ہوگئے ہیں۔ کفار کا یہ قلبی اطمینان دنیا اور اس کی لذتوں کی طرف میلان کی وجہ سے ہے، اسی لئے ان

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۷، ۲۱۰/۶، ملخصاً.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۷، ۳۰۲/۲.

3 ......مدارك، یونس، تحت الآیة: ۷، ص۴۶۴.

کے دلوں سے ڈر اور خوف نکل گیا اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور اس کے عذاب کا خوف دلانے والی باتیں سنتے ہیں تو ان کے دل اس طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ (1)

(4)......**وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل ہیں۔** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہاں آیات سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ پاک اور قرآن شریف مراد ہے اور غفلت کرنے سے مراد اُن سے اِعراض کرنا ہے۔ (2)

دنیا و آخرت سے متعلق مسلمانوں کا حال

یہاں آیتِ مبارکہ میں کفار کے اعتقاد کے اعتبار سے یہ احوال بیان فرمائے گئے ہیں لیکن عملی طور پر مسلمان بھی ان میں سے بہت سی چیزوں میں مُلَوَّث ہیں جیسے دلوں سے قیامت کے حساب کتاب اور عذابِ الٰہی کا خوف نکل جانا، دنیا کی زندگی کو ہی پسند کرنا اور اسی کیلئے کوشش کرنا اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا، قرآن اور احکاماتِ اِلٰہِیّہ سے غفلت، دلوں کا سخت ہونا، شدید وعیدیں سن کر بھی گناہوں سے باز نہ آنا یہ سب چیزیں ہمارے اندر اس آیت کی روشنی میں افعالِ کفار کا عکس نہیں دِکھا رہیں تو اور کیا ہے؟

﴿**اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ: ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔**﴾ یعنی ان لوگوں کے کفر، تکذیب اور خبیث اعمال کے بدلے میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (3)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں۔

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۷، ۳۰۲/۲.

2 ......بغوی، یونس، تحت الآیة: ۷، ۲۹۱/۲.

3 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۸، ۳۰۲/۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔(وہ) نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔

﴿یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ: ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ان کی رہنمائی فرمائے گا۔﴾ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل خوب صورت شکل میں اس کے سامنے آئے گا یہ شخص کہے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں تیرا عمل ہوں۔اور اس کے لئے نور ہوگا اور جنت تک پہنچائے گا اور کافر کا معاملہ برعکس ہوگا کہ اس کا عمل بری شکل میں نمودار ہو کر اسے جہنم میں پہنچائے گا۔ (1)

سُبْحَانَ اللہ ، کتنی پیاری فضیلت ہے کہ مومنین کی جنت کی طرف رہنمائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہوگی۔وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ کیلئے رہیں گے اور ان کے محلات کے نیچے دودھ، شہد، شرابِ طہور اور خالص پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔

دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌۚ-وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۠(۱۰)

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور جنت میں ان کی ملاقات کا پہلا بول ''سلام'' ہوگا اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا: ان کی دعا اس میں یہ ہوگی۔﴾ یعنی اہلِ جنت اللہ تعالٰی کی تسبیح تحمید، تقدیس میں مشغول رہیں گے اور اس کے ذکر سے انہیں فرحت و سُرور اور اِنتہادرجہ کی لذت حاصل ہوگی۔سُبْحَانَ اللہ (2)

1 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹، ۲/۳۰۲-۳۰۳.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۰، ۲/۳۰۳.

اہلِ جنت کو تسبیح اور حمد کا الہام ہوگا

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنتی لوگ جنت میں کھائیں اور پئیں گے، اس میں تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے، رفعِ حاجت کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: پھر ان کا کھانا کہاں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: ایک ڈکار (آئے گی) اور پسینہ مشک کی طرح ہوگا۔ انہیں تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جیسے سانس آتا جاتا ہے۔[1]

﴿وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ : اور جنت میں ان کی ملاقات کا پہلا بول ’’سلام‘‘ ہوگا۔﴾ یعنی اہلِ جنت آپس میں ایک دوسرے کی تحیت یعنی تعظیم وتکریم سلام سے کریں گے یا ملائکہ انہیں بطورِ تَحِیَّت سلام عرض کریں گے یا ملائکہ ربعَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ان کے پاس سلام لائیں گے۔[2] معلوم ہوا کہ بوقتِ ملاقات سلام کرنا اور بوقتِ رخصت حمدِ الٰہی کرنا جنتی لوگوں کا مشغلہ ہے۔

﴿وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ : اوران کی دعا کا خاتمہ یہ ہے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے کلام کی ابتداء اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم وتنزیہ سے ہوگی اور کلام کا اختتام اس کی حمد وثنا پر ہوگا اور اس کے دوران جو چاہیں گے آپس میں کلام کریں گے۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ حمدِ الٰہی جنت میں بھی ہوگی۔ حمد کی فضیلت کے بارے میں حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی نعمت نازل فرماتا ہے اور وہ (نعمت ملنے پر) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے تو یہ حمد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دی گئی نعمت سے زیادہ افضل ہے۔[4]

دعا اور نماز قبول ہونے کا ذریعہ

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو رات کو اٹھے اور یہ کہے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ‘‘ پھر کہے ’’اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ‘‘ یا کوئی اور دعا کرے تو قبول کی جائے گی اور اگر وضو کرے (اور نماز پڑھے) تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔[5]

1 ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فی صفات الجنة واهلها... الخ، ص ١٥٢٠، الحدیث: ١٨(٢٨٣٥).

2 ......بغوی، یونس، تحت الآیة: ١٠، ٢/٢٩٢.

3 ......مدارک، یونس، تحت الآیة: ١٠، ص٤٦٤.

4 ......ابن ماجه، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، ٤/٢٥٠، الحدیث: ٣٨٠٥.

5 ......بخاری، کتاب التهجّد، باب فضل من تعارّ من اللیل فصلّی، ١/٣٩١، الحدیث: ١١٥٤.

وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْؕ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا تو ہم چھوڑتے انہیں جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جاتی تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے۔

﴿لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ: تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جاتی۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بد دعائیں جیسے کہ وہ غصے کے وقت اپنے لئے اور اپنے اہل و اولاد و مال کے لئے کرتے ہیں، اور کہتے ہیں ہم ہلاک ہو جائیں، خدا ہمیں غارت کرے، برباد کرے اور ایسے کلمے ہی اپنی اولاد اور رشتہ داروں کے لئے کہہ گزرتے ہیں جسے اردو میں کوسنا کہتے ہیں اگر وہ دعا ایسی جلدی قبول کرلی جاتی جیسی جلدی وہ دعائے خیر کے قبول ہونے میں چاہتے ہیں تو ان لوگوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور وہ کب کے ہلاک ہوگئے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دعائے خیر قبول فرمانے میں جلدی کرتا ہے اور دعائے بد کے قبول میں نہیں، یہ اس کی رحمت ہے۔ **شانِ نزول:** نضر بن حارث نے کہا تھا: یارب! یہ دینِ اسلام اگر تیرے نزدیک حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے عذاب میں جلدی فرماتا جیسا کہ اُن کیلئے مال و اولاد وغیرہ دنیا کی بھلائی دینے میں جلدی فرمائی تو وہ سب ہلاک ہو چکے ہوتے۔ (1)

خود کو اور اپنے بچوں وغیرہ کو کوسنے سے بچیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہماری تمام دعائیں قبول نہ ہونا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے کہ ہم کبھی برائی کو بھلائی سمجھ لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غصہ میں اپنے کو یا اپنے بال بچوں کو کوسنا نہیں چاہیے ہر وقت رب تعالیٰ سے خیر ہی مانگی

(1) ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۱، ۲/۳۰۳، ملخصاً.

چاہئے نہ معلوم کون سی گھڑی قبولیت کی ہو اور بعض اوقات ایسے ہوبھی جاتا ہے کہ اولاد کیلئے بددعا کی اور وہ قبولیت کی گھڑی تھی جس کے نتیجے میں اولاد پر واقعی وہ مصیبت و آفت آجاتی ہے جس کی بددعا کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس طرح کی چیزوں سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے، آپ مَجدی بن عمرو جُہنی کو تلاش کررہے تھے، ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری سوار ہوتے تھے، ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا تو اس نے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس پر سوار ہو کر اسے چلانے لگا۔ اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ سرکشی کی تو اس نے اونٹ کو کہا: شَأْ، اللّٰہ تم پر لعنت کرے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ اونٹ پر لعنت کرنے والا شخص کون ہے؟ اس نے کہا: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ میں ہوں۔ ارشاد فرمایا ”اس اونٹ سے اتر جاؤ اور ہمارے ساتھ ملعون جانور کو نہ رکھو، تم اپنے آپ کو بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو اور نہ اپنے اَموال کو بددعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ گھڑی ہو جس میں اللّٰہ تعالیٰ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے تو وہ دعا قبول ہوتی ہو۔ (1)

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں پکارتا ہے لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں چل دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا یونہی بھلے کر دکھائے ہیں حد سے بڑھنے والے کو ان کے کام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو یوں چل دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں

1 ......مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب حديث جابر الطويل وقصة ابى اليسر، ص١٦٠٤، الحديث: ٣٠٠٩.

پکارا ہی نہیں تھا۔ حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنادیئے گئے۔

﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ : اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے۔﴾ یعنی کافر کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے، کھڑے ہر حال میں ہم سے دعا کرتا ہے اور جب تک اُس کی تکلیف زائل نہ ہو دعا میں مشغول رہتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ کر اپنے پہلے طریقہ پر چل دیتا ہے اور وہی کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور تکلیف کے وقت کو بھول جاتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ کافروں کے لئے ان کے اعمال اسی طرح خوشنما بنادیئے گئے۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انسان مصیبت کے وقت بہت ہی بے صبرا ہے اور راحت کے وقت نہایت ناشکرا جب تکلیف پہنچتی ہے تو کھڑے لیٹے بیٹھے ہر حال میں دعا کرتا ہے اور جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تکلیف دور کردے تو شکر بجا نہیں لاتا اور اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ حال غافل کا ہے۔ عقلمند مومن کا حال اس کے خلاف ہے وہ مصیبت وبلا پر صبر کرتا ہے راحت وآسائش میں شکر کرتا ہے، تکلیف وراحت کے جملہ اَحوال میں اللّٰہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور دعا کرتا ہے اور ایک مقام اس سے بھی اعلیٰ ہے جو مومنوں میں بھی مخصوص بندوں کو حاصل ہے کہ جب کوئی مصیبت وبلا آتی ہے اس پر صبر کرنے کے ساتھ ساتھ دل وجان سے قضاءِ الٰہی پر نہ صرف راضی رہتے ہیں بلکہ اس حال میں بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (1)

مصیبت اور راحت کے وقت ہمارا حال

مذکورہ بالا تفسیر کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے حال پر غور کرنا چاہیے کہ ہم کس گروہ کے پیچھے ہیں اور ہمارے اندر کس گروہ کی علامات پائی جارہی ہیں۔ کیا ہم بھی مصیبت میں نمازی، پرہیزگار، ذاکر وشاغل اور مصیبت دور ہونے کے بعد بے نمازی، جَری وبیباک اور غافل ہوتے ہیں یا خوشی وغمی دونوں حالتوں میں ہم تقویٰ کو اختیار کرتے ہیں اور ذکرِ خدا میں مشغول رہتے ہیں۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی سنگتیں ہلاک فرمادیں جب وہ حد سے بڑھے اور ان کے رسول ان کے

(1)......خازن، یونس، تحت الآیة: ۱۲، ۲/۴، ۳۰۴، ملخصاً.

پاس روشن دلیلیں لے کرآئے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے ہم یونہی بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیااوران کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کرتشریف لائے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے۔ہم یونہی مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

﴿ وَ لَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔﴾ یعنی اے کفارِ مکہ!تم سے پہلی قوموں نے جب شرک کر کے اپنی جانوں پرظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اوران کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کرتشریف لائے جواُن کے صدق کی بہت واضح دلیلیں تھیں لیکن اُنہوں نے نہ مانا اورانبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق نہ کی اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ رسولوں پر ایمان لاتے اور جو کچھ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے لائے تھے اس کی تصدیق کرتے تو جس طرح رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہم نے ان گزری ہوئی قوموں کو ہلاک کر دیا اسی طرح اے مشرکو!میں اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تکذیب کرنے پر تمہیں بھی ہلاک کر دوں گا۔[1]

ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟

﴿ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ : پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا۔﴾ اس آیت میں خطاب اہلِ مکہ سے ہے جبکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! پھر ہم نے گزشتہ اُمتوں کے بعد جنہیں ہلاک کر دیا گیا تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا۔[2]

سابقہ قوموں کے جانشین

علامہ احمد صاوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۱۳، ۲/۳۰٤-۳۰۵.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۱٤، ۲/۳۰۵.

وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا اس سے لے کر قیامت تک ان کی امت میں مسلمان یا کافر جتنے لوگ ہوں گے سب زمین میں گزشتہ قوموں کے جانشین ہیں۔ (1)

﴿لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ: تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟﴾ یعنی تا کہ ہم تمہارے اعمال کا امتحان لیں کہ تم اچھے یا برے کیسے عمل کرتے ہو اور تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ فرمائیں۔ (2)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک دنیا سرسبز اور میٹھی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں جانشین بنایا ہے، پس وہ دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (3)

اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں تھا اور جب مشرکین عمل کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہو گا بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا معاملہ فرمائے گا جیسا امتحان لینے والا لوگوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور اسے ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آئیے یا اسی کو بدل دیجئے تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

---

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۸۵۹.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۴، ۲/۳۰۵.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ، ۴/۸۱، الحدیث: ۲۱۹۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والے کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آ ؤ یا اسے تبدیل کردو ۔تم فرماؤ: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کردوں ۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے ۔اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴾وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴿ شانِ نزول: کفار کی ایک جماعت نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن لائیے جس میں لات، عُزّیٰ، مَنات وغیرہ بتوں کی برائی اوران کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہواور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسا قرآن نازل نہ کرے تو آپ اپنی طرف سے بنا لیجئے یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کردیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ان کا یہ کلام یا تو تَمَسْخُر واِستہزاء کے طور پر تھا یا انہوں نے تجربہ وامتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہوجائے گا کہ قرآن کلامِ ربّانی نہیں ہے۔**اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ میرے لئے حلال نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کروں۔ میں تو کمی زیادتی اور تبدیلی کے بغیر صرف اسی کا تابع ہوں جو **اللہ** تعالیٰ میری طرف وحی فرماتا ہے اور یہ میرا کلام نہیں کہ میں اس میں تبدیلی کرسکوں بلکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اگر میں نے اپنی طرف سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام میں کوئی تبدیلی کر کے اس کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے اور ویسے بھی دوسرا قرآن بنانا انسان کے بس کی بات ہی نہیں کیونکہ انسان کا اس سے عاجز ہونا تو اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔[1]

اسلام کی کسی قطعی چیز پر کفار سے معاہدہ نہیں ہوسکتا

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کفار کے ساتھ اسلام کے قَطْعِیّات میں سے کسی چیز پر کوئی معاہدہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ان کی خوشنودی کیلئے اسلام کی کوئی قطعی چیز چھوڑ دیں جیسے ان کی خوشی کیلئے سود کی اجازت دیں، یا پردے کو ختم کردیں، یا نمازوں میں کمی کرلیں یا گائے کی قربانی بند کردیں۔

[1] ……بغوی، یونس، تحت الآیة: ۱۵، ۲ /۲۹۳، صاوی، یونس، تحت الآیة: ۱۵، ۳ /۸۵۹، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۱۵، ص۴۶۶، ملتقطاً.

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبر دار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تمہیں اس سے خبر دار کرتا تو بیشک میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو مجھ پر نہ تو یہ قرآن نازل کیا جاتا اور نہ میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت کرتا اور نہ تمہیں خبر دار کیا جاتا لہٰذا اس کی تلاوت محض اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، نیز میں اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم میں چالیس سال کا عرصہ گزار چکا ہوں اور اس زمانے میں تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں لایا اور نہ تمہیں پہلے ایسی کوئی چیز سنائی ہے، تم نے میرے اَحوال کا خوب مُشاہدہ کیا ہے، میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا۔ کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، اس کے بعد یہ عظیم کتاب لایا ہوں جس کے سامنے ہر ایک فصیح کلام پست اور بے حقیقت ہوگیا، اس کتاب میں نفیس عُلوم ہیں، اُصول وفُروع کا بیان ہے، اَحکام وآداب میں مکارمِ اَخلاق کی تعلیم ہے، غیبی خبریں ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے ملک بھر کے فصیح و بلیغ افراد کو عاجز کر دیا ہے، ہر عقلِ سلیم رکھنے والے کے لئے یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہوگئی ہے کہ ایسا کلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر ممکن ہی نہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ یہ قرآن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے مخلوق کی قدرت میں نہیں کہ اس کی مثل بنا سکے۔ (1)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ

1 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۶، ۲/۳۰۵-۳۰۶.

لَا یُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بیشک مجرموں کا بھلا نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ بیشک مجرم فلاح نہیں پائیں گے۔

﴾فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴿ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ قرآن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے اور آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھے یعنی بفرضِ محال اگر میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ سب سے بڑے ظالم قرار پاتے لیکن جب دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اس کی وحی ہے تو اب جو مشرکین اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات کو جھٹلانے والے اور لوگوں میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔ (1)

وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہُمۡ وَ لَا یَنۡفَعُہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا نہ کچھ نقصان کرے اور نہ کچھ بھلا اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں

(1)……تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۱۷، ۶/۲۲۶.

ہمارے سفارشی ہیں تم فرماؤ کیا اللہ کو وہ بات جتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یہ مشرک) اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان دے سکے اور نہ نفع دے سکے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ (بت) اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿**وَيَعۡبُدُوۡنَ:** اور وہ عبادت کرتے ہیں۔﴾ مشرکین بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنا شفیع بھی مانتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بتوں کی عبادت کرنے کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے نافرمان کو نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے عبادت گزار کو کوئی نفع دے سکتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے جبکہ عبادت تعظیم کی سب سے اعلیٰ قسم ہے تو اس کا مُستحق وہی ہوگا کہ جو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت دینے پر قدرت رکھتا ہو۔ اس کے بعد بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنا شفیع ماننے کا رد فرمایا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں ’’مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے مقابلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم اس میں زیادہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اس قابل نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر سکیں اس لئے ہم ان بتوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے۔‘‘[1]

بتوں کو شفیع ماننے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو شفیع ماننے میں فرق

مشرکین شفاعت کے چکر میں بتوں کی عبادت کرتے تھے اور یہ دونوں چیزیں ہی غلط تھیں۔ ایک تو شرک اور دوسرا ایسے بتوں کو شفیع ماننا جن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی اِذن نہیں دیا گیا اور یہیں سے مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان فرق ہوگیا کہ مسلمان اَنبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاء و صالحین رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ کو اپنا شفیع مانتے ہیں لیکن ان کی عبادت نہیں کرتے اور پھر جن ہستیوں کو شفیع مانتے ہیں ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شفاعت کا اختیار بھی دیا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو گویا مشرکوں نے دو کام کئے اور دونوں غلط یعنی شرک اور نااہلوں کی شفاعت کا عقیدہ

[1] ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۸، ۲/۳۰۷.

اور مسلمانوں نے عقیدۂ شفاعت رکھا لیکن ویسا جیسا ان کے رب کریم عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا۔

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو یہیں ان کے اختلافوں کا ان پر فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہو گئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

﴿وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔﴾ یعنی سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے جیسا کہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے وقت تک حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی ذُرِّیَّت ایک ہی دین پر تھے، اس کے بعد ان میں اختلاف ہوا۔

مذہبی اختلاف کی ابتداء کب ہوئی؟

اس مذہبی اختلاف کی ابتداء سے متعلق مفسرین نے کئی قول ذکر کئے ہیں

ایک قول یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ تک لوگ ایک دین پر رہے پھر ان میں اختلاف واقع ہوا تو حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کشتی سے اترنے کے وقت سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے سے سب لوگ ایک دین پر تھے یہاں تک کہ عمرو بن لُحَی نے دین میں تبدیلی کی، اس قول کے مطابق ''اَلنَّاسُ'' سے مراد خاص عرب ہوں گے۔

بعض علماء نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ لوگ پہلی مرتبہ پیدائش کے وقت فطرتِ سلیمہ پر تھے پھر ان میں اختلافات

ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں اور حدیث میں فطرت سے فطرتِ اسلام مراد ہے۔ (1) بظاہر پہلا قول ہی درست ہے۔

﴿وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ: اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی کہ کفار کو مُہلت دی جائے گی اور ہر اُمت کے لئے ایک میعادِ مُعَیَّن نہ کر دی گئی ہوتی یا اَعمال کی جزاء قیامت تک مُؤخّر نہ فرمائی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا نُزولِ عذاب سے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ (2)

وَيَقُوۡلُوۡنَ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَيۡبُ لِلّٰهِ فَانۡتَظِرُوۡا ۚ اِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ ﴿۲۰﴾

ع ۱۰ / ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں، اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی ؟ تم فرماؤ: غیب تو صرف اللہ کے لیے ہے، تو تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اہلِ باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف مضبوط دلیل قائم ہوتی ہے اور وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس دلیل کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یوں کہتے ہیں کہ دلیل لاؤ، تاکہ سننے والے اس مُغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابلے میں اب تک کوئی دلیل ہی نہیں قائم کی گئی۔ اس طرح کفار نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات اور بالخصوص قرآنِ کریم جو کہ عظیم معجزہ ہے اس کی طرف

1 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ۱/ ٤٦٦، الحدیث: ۱۳۸۵، خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲/ ۳۰۷.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲/ ۳۰۷، مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۱۹، ص٤٦٧، ملتقطاً.

سے آنکھیں بند کرکے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ گویا کہ معجزات انہوں نے دیکھے ہی نہیں اور قرآنِ پاک کو وہ نشانی شمار ہی نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ اس سوال کے وقت فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے اب راستہ دیکھو، میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں ۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دلالتِ قاہرہ اس پر قائم ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قرآنِ پاک کا نازل ہونا بہت ہی عظیم الشّان معجزہ ہے، کیونکہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہی لوگوں میں پیدا ہوئے ، ان کے درمیان پلے بڑھے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام زمانے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآنِ کریم آپ پر ظاہر ہوا اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نُزول بغیر وحی کے ممکن ہی نہیں، یہ قرآنِ کریم کے معجزۂ قاہرہ ہونے کی دلیل ہے اور جب ایسی مضبوط دلیل قائم ہے تو اِثباتِ نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا، نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے تو یہ امرِ غیب ہوا اور اس کے لئے انتظار لازم آیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کیا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ یہ غیر ضروری نشانی جو کفار نے طلب کی ہے نازل فرمائے یا نہ فرمائے (اس کی مرضی لیکن بہرحال) نبوت تو ثابت ہو چکی اور رسالت کا ثبوت قاہر معجزات سے اپنے کمال کو پہنچ چکا ۔[1]

دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہونے پر لوگوں کو بہکانے لگنا اہلِ باطل کا ایک طریقہ ہے

اس آیت میں اہلِ باطل کا جو طریقہ بیان ہوا اس کی کچھ جھلک بعض اوقات ان افراد میں بھی نظر آتی ہے جو خود کو اہلِ علم مسلمانوں میں شمار کرنے کے باوجود مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر انتہائی شاطرانہ طریقے سے وار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دین و ایمان کو برباد کرنے اور انہیں کفر و گمراہی کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب خوفِ خدا رکھنے اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ کی فکر کرنے والے علماء کی طرف سے ان کی علمی گرفت کی جاتی ہے تو وہ یہ کہہ کر لوگوں کی نظروں میں اس کی وقعت کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس گرفت کی کوئی ایسی اہمیت نہیں جس کا جواب دے کر اپنا قیمتی وقت ضائع کیا جائے ۔ اے کاش! یہ اس بات پر غور کرلیں کہ علم کے باوجود ان کا مسلمانوں کے مُسَلَّمہ عقائد و نظریات سے جدا راستے پر چلنا کہیں ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تو نہیں ۔

1 ......تفسیر کبیر، یونس تحت الآیۃ: ۲۰، ۶/۲۳۰، ملخصاً.

وَ اِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُمۡ اِذَا لَهُمۡ مَّكۡرٌ فِىۡۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ مَكۡرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡكُرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہ ہم آدمیوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تھی جبھی وہ ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں چلتے ہیں تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہوجاتی ہے بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہوجاتا ہے۔تم فرماؤ:اللہ سب سے جلد خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر وفریب کو لکھ رہے ہیں۔

﴿وَ اِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً: اور جب ہم (کافر) لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس قول ’’اس (نبی) پر ان کے رب کی طرف سے کوئی (خاص قسم کی) نشانی کیوں نہیں اترتی ؟‘‘ کا ایک اور جواب دیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ پر اللہ تعالیٰ نے قحط مُسلط کیا جس کی مصیبت میں وہ سات برس گرفتار رہے یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچے، پھر اس نے رحم فرمایا، بارش ہوئی، زمینیں سرسبز ہوئیں، تو اگرچہ اس تکلیف وراحت دونوں میں قدرت کی نشانیاں تھیں اور تکلیف کے بعد راحت بڑی عظیم نعمت تھی اور اس پر شکر لازم تھا مگر انہوں نے اس سے نصیحت حاصل نہ کی اور فساد وکفر کی طرف پلٹ گئے۔ (1)

رحمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور آفت کو منسوب نہ کرنا بارگاہِ الٰہی کا ایک ادب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کا ادب یہ ہے کہ رحمتوں کو اس کی طرف منسوب کیا جائے اور آفات کو اس کی جانب منسوب نہ کیا جائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا طرزِ عمل ہے، جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

(1) ......صاوی، یونس، تحت الآیة: ۲۱، ۳/۸۶۱-۸۶۲، خازن، یونس، تحت الآیة: ۲۱، ۲/۳۰۸، ملتقطاً۔

وَالسَّلَام نے کافروں سے کلام کے دوران جب اللہ تعالیٰ کی شان بیان فرمائی تو ادب کی وجہ سے بیماری کو اپنی طرف اور شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں بہت جلد سزا دینے والا ہے اور ان کی سازشوں کی گرفت پر بہت زیادہ قادر ہے اور اس کا عذاب دیر نہیں کرتا۔ اور ارشاد فرمایا کہ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر و فریب کو لکھ رہے ہیں اور تمہاری خُفیہ تدبیریں کاتبِ اعمال فرشتوں پر بھی مخفی نہیں ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ علیم وخبیر سے کیسے چھپ سکتی ہیں۔ [2]

کافروں پر بھی کراماً کاتبین فرشتے مقرر ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ کِرَامًا کَاتِبِیْنُ اعمالِ کفار پر بھی مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و عمل کو لکھتے ہیں۔ البتہ گناہ لکھنے والا فرشتہ تو لکھتا رہتا ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ اس پر گواہ رہتا ہے وہ کچھ نہیں لکھتا کیونکہ ان کی نیکی نیکی نہیں۔ [3]

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ-حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ-وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْۙ-دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۬ۚ-لَىٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہو اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوئے ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف لہروں نے انہیں آلیا اور سمجھ لئے کہ ہم گھر

---

1. ......شعراء: ٨٠.
2. ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٢١، ٢/٣٠٨، مدارك، یونس، تحت الآیة: ٢١، ص٤٦٨، ملتقطاً.
3. ......تفسیر روح البیان، یونس، تحت الآیة: ٢١، ٤/٣٠.

گئے اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں نرے اس کے بندے ہوکر کہ اگر تو اس سے ہمیں بچالے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) خوشگوار ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں پھر ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے لہریں ان پر آتی ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں، (اے اللہ!) اگر تو ہمیں اس (طوفان) سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار ہو جائیں گے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ: وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”**اور جب ہم لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہوجاتا ہے۔**“ اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے شدید مصیبت سے رحمت کی طرف منتقل ہونے اور انسان کی سازش کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ اس آیت میں پہلے بیان فرمایا کہ وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے اور تمہیں مسافت طے کرنے کی قدرت دیتا ہے خشکی میں تم پیادہ اور سوار منزلیں طے کرتے ہو اور دریاؤں میں کشتیوں اور جہازوں سے سفر کرتے ہو وہ تمہیں خشکی اور تری دونوں میں چلنے کے اَسباب عطا فرماتا ہے۔ **اس کے بعد فرمایا:** یہاں تک کہ جب تم کشتی میں مَحوِ سفر ہوتے ہو اور وہ کشتیاں خوشگوار ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ ہوا ان کے موافق ہے، پھر اچانک ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے سمندر کی طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو وہ گرداب میں پھنس جاتے ہیں، اس وقت انہیں اپنی نَجات کی امید نہیں رہتی اور ہلاکت کا یقین ہوجاتا ہے۔ سخت خوف اور شدید مایوسی کا عالَم ہوتا ہے اور اب تک جن باطل معبودوں کی عبادت کرتے رہے تھے ان کی بیچارگی بالکل عیاں ہوجاتی ہے اور جب تمام مخلوق سے امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تو اس وقت تمام مشرکین اپنے جسم اور رُوح کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو پکارتے اور اسی سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو ہمیں اس طوفان سے نجات دیدے تو ہم ضرور تیری نعمتوں کے، تجھ پر ایمان لا کر اور خاص تیری عبادت کر کے شکر گزار ہو جائیں گے۔[1] لیکن طوفان ختم ہو جانے کے بعد کیا ہوتا ہے وہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

[1] ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ٢٢، ٢٣٢/٦، خازن، یونس، تحت الآیة: ٢٢، ٣٠٩/٢، ملتقطاً۔

مصائب اور تکالیف میں کسے پکارا جائے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کٹر ترین کافر بھی مصائب اور تکالیف میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اس لئے مسلمان کو بدرجہ اَولیٰ چاہئے کہ جب اس پر کوئی مصیبت، تکلیف یا کوئی پریشانی آئے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں فریاد کرے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے اسی کے حضور مشکلات کی آسانی کے لئے دعا کرے کیونکہ دنیا وآخرت کی ہر مصیبت و بلا اسی کی رحمت سے دور ہوتی ہے اور اس کا بہترین طریقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے مقدس صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک اور مقبول بندوں کا وسیلہ پیش کرکے اس سے مصائب وآلام کی دوری اور حاجت روائی کی اِلتجاء کی جائے جیسے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عثمان بن حُنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے وسیلے سے دعا مانگنے کی تعلیم دی جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وسیلہ پیش کرکے بارش کی دعا مانگی جیسا کہ بخاری شریف میں ہے البتہ یہ یاد رہے کہ مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد طلب کرنا اِعتدال کی حد سے خارج نہیں کیونکہ کوئی مسلمان ان کے بارے یہ نظریہ نہیں رکھتا کہ یہ بذاتِ خود مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کے اِذن اور اس کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور یہ جائز وثابت ہے جیسے غزوۂ بدر میں فرشتوں کا مدد کرنا۔

فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا٘ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اللہ جب انہیں بچالیتا ہے جبھی وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں اے لوگو تمہاری زیادتی تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے دنیا کے جیتے جی برت لو پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے اس وقت ہم تمہیں جتا دیں گے

جو تمہارے کوتک تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تو اس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔ دنیا کی زندگی سے فائدہ اٹھالو پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم کیا کرتے تھے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ: پھر جب اللہ انہیں بچالیتا ہے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ طوفان کی موجوں میں پھنسے ہوؤں اور اپنی ہلاکت کو یقینی جاننے والوں کو اس مصیبت سے بچالیتا ہے تو اس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں اور اپنے وعدے کے خلاف کرکے کفر و مَعْصِیَت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے لوگو! تمہاری زیادتی کا وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ تم دنیا کی زندگی سے تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھالو پھر تمہیں مرنے کے بعد ہماری طرف ہی لوٹنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم اچھے برے اعمال کیا کرتے تھے اور ان کی تمہیں جزادیں گے۔ (1)

مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوشحالی میں اسے بھول جانا کافروں کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوشحالی کے وقت بھول جانا حقیقت میں کافروں کا طریقہ ہے، افسوس کے آج کل مسلمان بھی عملی اعتبار سے اس میں مبتلا ہیں۔ اولاد بیمار ہوئی یا خود کو کوئی خطرناک بیماری لگ گئی یا کوئی قریبی عزیز ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہو گیا تو نماز، ذکر، دعا، تلاوت، صدقہ وخیرات، مسجدوں کی حاضری اور مزید بہت کچھ شروع ہو جاتا ہے اور جیسے ہی معاملہ ختم ہوا تو کہاں کی نماز و مسجد اور کہاں کی ذکر و تلاوت؟ دوبارہ پھر اپنی پرانی دنیا میں لوٹ جاتے ہیں۔ مسلمان کا قول تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا جینا مرنا سب اللہ کیلئے ہے، لیکن افسوس کہ آج مسلمان کا عمل اِس کے خلاف نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ

(1) ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ٢٣، ٢/٣٠٩، صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ٢٣، ٣/٨٦٣، ملتقطاً۔

زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہوکر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کردیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں ہم یونہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا کی زندگی کی مثال تو اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہوکر نکلیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ (اب) وہ اس فصل پر قادر ہیں تو رات یا دن کے وقت ہمارا حکم آیا تو ہم نے اسے ایسی کٹی ہوئی کھیتی کردیا گویا وہ کل وہاں پر موجود ہی نہ تھی۔ ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: دنیا کی زندگی کی مثال۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”اے لوگو! تمہاری زیادتی (درحقیقت) صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔“ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے جو دنیا کی لذتوں میں گم ہوکر اپنی آخرت سے بے پرواہ ہوجاتا ہے۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے اترنے والے پانی کی وجہ سے زمین کی پیداوار بہت گھنی ہوجاتی ہے کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو اس کے سبب زمین سے رنگ برنگے پھول، خوبصورت بیلیں، خوش ذائقہ پھل اور ان کے علاوہ طرح طرح کی اَجناس پیدا ہوتی ہیں حتّٰی کہ جب باغات اور کھیتوں کا مالک پھلوں سے لدے ہوئے درختوں اور ہری بھری، لہلہاتی فصلوں کو دیکھتا ہے تو

خوشی سے پھولے نہیں سماتا، پھر وہ اس پیداوار سے فوائد حاصل کرنے سے متعلق بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے، اس کا دل ان منصوبوں میں ہی مشغول ہوتا ہے اور یوں وہ بالکل غافل ہوتا ہے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ دن یا رات میں ان پُرکشش باغوں اور کھیتوں پر ژالہ باری، آندھی یا طوفان وغیرہ کوئی بڑی آفت نازل فرما دیتا ہے جس سے یہ باغات اور فصلیں ایسے تباہ ہو جاتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور ان کا مالک حسرت زدہ اور شدید غم میں مبتلا ہو کر بس ہاتھ ملتا ہی رہ جاتا ہے۔ (1)

دنیوی زندگی امیدوں کا سبز باغ ہے

اس آیت میں بہت بہترین طریقے سے دل میں یہ بات بٹھائی گئی ہے کہ دنیوی زندگانی امیدوں کا سبز باغ ہے، اس میں عمر کھو کر جب آدمی اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کو مراد حاصل ہونے کا اطمینان ہوتا ہے اور وہ کامیابی کے نشے میں مست ہو جاتا ہے تو اچانک اس کو موت آپہنچتی ہے اور وہ تمام نعمتوں اور لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ دنیا کا طلب گار جب بالکل بے فکر ہوتا ہے اس وقت اس پر عذابِ الٰہی آتا ہے اور اس کا تمام ساز و سامان جس سے اس کی امیدیں وابستہ تھیں غارت ہو جاتا ہے۔ (2)

﴿ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے تمہارے سامنے دُنیوی زندگی کی مثال اور اس کا حکم بیان فرمایا اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کیلئے تفصیل سے اپنے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نفع حاصل کریں اور شک و وہم کی ظلمتوں سے نجات پائیں اور دنیائے ناپائیدار کی بے ثباتی سے باخبر ہوں۔ (3)

وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۲۴، ۲۳۶/۶-۲۳۷.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۲۴، ۳۱۰/۲، ملخصاً.

3 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۲۴، ۳۱۱/۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔﴾ دنیا کی بے ثباتی بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں باقی رہنے والے گھر جنت کی طرف دعوت دی گئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰی تمام لوگوں کو اس گھر کی طرف بلاتا ہے جس میں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت سے سلامتی ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ دارُ السّلام سے مراد جنت ہے۔ اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے انتہاء رحمت اور اس کا کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جنت کی دعوت دی۔[1]

جنت کی دعوت

یاد رہے کہ اللہ تعالٰی لوگوں کو جنت کی طرف دعوت دیتا ہے اور یہ دعوت اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کچھ فرشتے اس وقت حاضر ہوئے جب آپ سوئے ہوئے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ ''آپ تو سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ ''ان کی آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔ بعض کہنے لگے کہ ''ان کی کوئی مثال بیان کرو تو انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور اس میں طرح طرح کی نعمتیں مہیا کیں اور ایک بلانے والے کو بھیجا کہ لوگوں کو بلائے جس نے اس بلانے والے کی اطاعت کی وہ اس مکان میں داخل ہوا اور ان نعمتوں کو کھایا پیا اور جس نے بلانے والے کی اطاعت نہ کی وہ نہ مکان میں داخل ہو سکا، نہ کچھ کھا سکا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اس کا مطلب بیان کیجئے تا کہ بات سمجھ میں آ جائے۔ انہوں نے کہا کہ مکان سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی، جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔[2]

﴿وَيَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ: اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔﴾ اس آیت میں صراطِ مستقیم سے مراد دینِ اسلام ہے۔[3] آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی دعوت تو عام ہے کہ سب کو بلایا جا رہا ہے مگر اس کی ہدایت خاص ہے کہ وہ کسی کسی کو ملتی ہے۔

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۲۵، ۲/۳۱۱.

2 ......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ۴/۴۹۹، الحدیث: ۷۲۸۱.

3 ......بغوی، یونس، تحت الآیة: ۲۵، ۲/۲۹۶.

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌؕ-وَ لَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ خواری وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت ۔یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ۔﴾ بھلائی والوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانبردار بندے مومنین مراد ہیں اور یہ جو فرمایا کہ ان کے لئے بھلائی ہے، اس بھلائی سے جنت مراد ہے اور اس پر زیادت سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ (1)

اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت میں زیادت سے مراد دیدارِ الٰہی ہے، چنانچہ حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں۔ وہ عرض کریں گے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا، کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ’’**لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ**‘‘ (2)

یہی روایت الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی موجود ہے، صحیح بخاری میں ہے ’’امام

1 ......مدارک، یونس، تحت الآیة: ۲۶، ص ۴۷۰.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله علیه السلام: انّ اللّٰہ لا ینام... الخ، ص ۱۱۰، الحدیث: ۲۹۷-۲۹۸(۱۸۱).

مجاہد کے علاوہ کے نزدیک آیت میں زیادت سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔[1]

وَ الَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَاۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًاؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی جیسا اور ان پر ذلت چڑھے گی انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے چڑھا دیئے ہیں وہی دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ: اور جنہوں نے برائیوں کی کمائی کی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اُخروی حالات اور انعامات بیان فرمائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے چار اخروی اَحوال بیان فرمائے ہیں۔

(1)......جتنا گناہ ہوگا اتنی ہی سزا ملے گی۔ اس قید سے اس بات پر تنبیہ مقصود ہے کہ نیکی اور گناہ میں فرق ہے کیونکہ نیکی کا ثواب ایک سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھایا جاتا ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم ہے اور گناہ کی سزا اتنی ہی دی جاتی ہے جتنا گناہ ہو اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عدل ہے۔[2]

(2)......ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ اس میں ان کی توہین اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة یونس، ۱-باب، ۲۴۳/۳، عمدة القاری، ، کتاب التفسیر، سورة یونس، ۱-باب وقال ابن عباس: فاختلط فنبت بالماء من كلّ لون، ۴۴/۱۳.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۲۷، ۳۱۳/۲.

(3)......انہیں اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

(4)......گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ ان کی روسیاہی کا یہ حال ہوگا خدا کی پناہ۔

قیامت کے دن بعض مسلمانوں پر بھی عذابِ الٰہی کے آثار ہوں گے

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن مومن وکافر چہروں ہی سے معلوم ہو جائیں گے۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔

اور فرماتا ہے

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔

البتہ کئی مسلمان بھی ایسے ہوں گے جو قیامت کے دن اپنے عذاب کی علامات لئے ہوئے ہوں گے جیسے

پیشہ ور بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا، چنانچہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آدمی سوال کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔‘‘ (3)

بیویوں میں انصاف نہ کرنے والے کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جب کسی کے پاس دو بیویاں ہوں پھر ان میں انصاف نہ کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہوگی۔ (4)

زکوٰۃ ادا کرنے میں بُخل کرنے والے پر گنجا سانپ مُسَلّط ہوگا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس کو اللّٰہ تعالٰی مال دے اور وہ اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو نشان ہوں گے۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔‘‘ اس کے

1......رحمٰن:۴۱۔ 2......اٰل عمران:۱۰۶۔

3......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراهة المسألة للناس، ص۵۱۸، الحدیث: ۱۰۴(۱۰۴۰)۔

4......ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی التسویة بین الضرائر، ۳۷۵/۲، الحدیث: ۱۱۴۴۔

بعد حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت کی تلاوت کی

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ-بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جولوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔(2)

وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْۚ-فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ(۲۸) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِیْنَ(۲۹) هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۠(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے اپنی جگہ رہو تم اور تمہارے شریک تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کردیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے۔ تو اللہ گواہ کافی ہے ہم میں اور تم میں کہ ہمیں تمہارے پوجنے کی خبر بھی نہ تھی۔ یہاں ہر جان جانچ لے گی جو آگے بھیجا اور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کی ساری بناوٹیں ان سے گم جائیں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے: تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کردیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے: تم ہماری عبادت کرتے ہی

ع ۸ النصف ۳/۱۰

1 ......ال عمران: ١٨٠.

2 ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ٤٧٤/١، الحدیث: ١٤٠٣.

نہیں تھے۔تو ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ بیشک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔ وہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا اور انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا سچا مولیٰ ہے اور ان کے سارے گھڑے ہوئے (شریک) ان سے غائب ہوجائیں گے۔

﴿وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا : اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو اٹھائے گا اور تمام مخلوق کو حساب کی جگہ میں اکٹھا فرمائے گا، پھر مشرکوں سے فرمائے گا کہ تم اور تمہارے شریک یعنی وہ بت جن کو تم پوجتے تھے اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ یوں اللہ تعالیٰ مشرکوں کو مسلمانوں سے جدا کردے گا اور جب مشرکوں سے سوال جواب ہوگا تو اس وقت ایک ساعت ایسی شدت کی آئے گی کہ بت اپنے پجاریوں کی پوجا کا انکار کردیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ جانتے تھے، نہ سمجھتے تھے کہ تم ہمیں پوجتے ہو۔ اس پر بت پرست کہیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم تمہیں کو پوجتے تھے، تو بت کہیں گے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہمیں پوجتے تھے یا نہیں ہم بہرحال تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتوں کو قوتِ گویائی دے گا اور وہ اپنے پجاریوں کی مخالفت کریں گے۔

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ : وہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا۔﴾ یعنی اس مَوقف میں سب کو معلوم ہوجائے گا کہ انہوں نے پہلے جو عمل کئے تھے وہ کیسے تھے اچھے یا برے، مُضِر یا مفید، مقبول یا مردود اور مشرکوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹایا جائے گا جو اُن کا رب ہے اور اپنی رَبوبیت میں سچا ہے اور مشرک جن بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے تھے وہ ان سے غائب ہوجائیں گے یا جو جھوٹی باتیں مثلاً بتوں کا ان کی شفاعت کرنا گھڑتے تھے وہ سب باطل اور بے حقیقت ثابت ہوں گی۔ [2]

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیة: ۲۳، ۳/۸۶۶-۸۶۷.

2 ......مدارك، یونس، تحت الآیة: ۳۰، ص ۴۷۱-۴۷۲.

الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندے سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔ تو یہ اللہ ہے تمہارا سچا رب پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: آسمان اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ تو اب کہیں گے: ''اللہ''۔ تو تم فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟ تو یہ اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت بیان فرمائی اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکوں کے مذہب کے باطل ہونے اور اسلام کے حق ہونے کو واضح فرما رہا ہے، چنانچہ اس آیت میں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں سے فرما دیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ تمہیں یہ حواس کس نے دیئے ہیں جن کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذرا سی چیز انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، پرندے کو انڈے سے کون نکالتا ہے اور یونہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے اور انڈے کو پرندے سے کون نکالتا ہے؟ اور ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ جب وہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرتِ کاملہ کا اِعتراف کر لیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرماؤ: جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو

تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان اُمور میں سے کسی پر کوئی قدرت رکھتے ہیں۔ (1) بلکہ الٹا ان کی عبادت تمہارا بیڑہ غرق کردے گی کہ شرک کے مُرتکب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں جاؤ گے۔

﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ: تو یہ اللہ ہے۔﴾ یعنی جو اِن چیزوں کو سرانجام دیتا ہے اور آسمان و زمین، زندگی و موت سب کا مالک ہے اور رزق و عطا پر قدرت رکھتا ہے وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا سچا رب ہے، وہی عبادت کا مُستحق ہے نہ کہ یہ ناکارہ، خودساختہ، بناوٹی بت اور جب ایسے واضح اور قطعی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے تو اس کے ماسوا سب معبود باطلِ مَحض ہیں اور جب تم نے اس کی قدرت کو پہچان لیا اور اس کی کارسازی کا اِعتراف کرلیا تو پھر تم حق قبول کرنے سے کیوں اِعراض کر رہے ہو؟ (2)

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی ثابت ہوچکی ہے تیرے رب کی بات فاسقوں پر تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی نافرمانوں پر تیرے رب کے یہ کلمات ثابت ہوچکے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ: یونہی ثابت ہوچکے۔﴾ یعنی جس طرح یہ مشرکین حق سے گمراہی کی طرف پھیر دیئے گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علمِ اَزلی میں اُس کا جو حکم اور قضا تھی وہ ان لوگوں پر ثابت ہوچکی جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی بجائے اس کی نافرمانی کی اور اس سے کفر کیا۔ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کی تصدیق کریں گے نہ اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کریں گے۔ (3)

یاد رہے کہ اس آیت میں رب کی بات سے مراد تقدیرِ الٰہی ہے یعنی تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''لَاَمْلَـٴَنَّ جَهَنَّمَ'' (4) یعنی ہم ان

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٣١، ٢/٣١٤، مدارك، يونس، تحت الآية: ٣١، ص٤٧٢، ملتقطاً .

2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٣٢، ٢/٣١٤.

3 ......طبرى، يونس، تحت الآية: ٣٣، ٦/٥٥٩.

4 ......اعراف:١٨.

سے دوزخ بھریں گے۔[1]

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ مَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗؕ-قُلِ اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ اول بنائے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے تم فرماؤ اللّٰہ اوّل بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پہلے مخلوق کو بنائے پھر ختم کرکے دوبارہ بنادے؟ تم فرمادو: اللّٰہ پہلے بناتا ہے پھر ختم کرنے کے بعد دوبارہ بنادے گا تو تم کہاں اوندھے جارہے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں توحید کی حقیقت اور شرک کے بُطلان پر ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے اور یہ دلیل یوں دی گئی ہے کہ ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ! کیا وہ بت جنہیں تم معبود مانتے ہو ان میں کوئی ایسا ہے جس میں یہ قدرت ہو کہ وہ بغیر کوئی مثال دیکھے خود ہی مخلوق کو پیدا بھی کرلیتا ہو اور پھر موت کے بعد انہیں پہلے ہی کی طرح دوبارہ بنا بھی دے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کیونکہ مشرکین بھی یہ جانتے ہیں کہ پیدا کرنے والا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور بتوں میں پیدا کرنے کی قوت وقدرت ہرگز نہیں ہے۔ تو فرمایا گیا کہ جب بت کچھ نہیں کرسکتے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب کچھ کرسکتا ہے اور وہ پہلی مرتبہ بنانے پر اور فنا کے بعد دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے تو تم کہاں الٹے پھرے جارہے ہو اور ایسی روشن دلیلیں قائم ہونے کے بعد راہِ راست سے کیوں مُنْحَرِف ہوتے ہو۔[2]

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ مَّنْ یَّهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّؕ-قُلِ اللّٰهُ یَهْدِیْ لِلْحَقِّؕ

---

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٣٣، ٢/٣١٤، جلالين، يونس، تحت الآية: ٣٣، ص١٧٣، ملتقطاً.

2 ......ابوسعود، يونس، تحت الآية: ٣٤، ٢/٤٩٢، خازن، يونس، تحت الآية: ٣٤، ٢/٣١٤، ملتقطاً.

اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى‌ ۚ فَمَا لَـكُمۡ ۚ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ حق کی راہ دکھائے تم فرماؤ کہ اللہ حق کی راہ دکھاتا ہے تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اس کے حکم پر چلنا چاہیے یا اس کے جو خود ہی راہ نہ پائے جب تک راہ نہ دکھایا جائے تو تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ تم فرماؤ: اللہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ (بت) جسے خود راستہ دکھائی نہ دے جب تک اسے راستہ دِکھا نہ دیا جائے تو تمہیں کیا ہوا، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حجتیں اور دلائل قائم کر کے، رسول بھیج کر، کتابیں نازل فرما کر اور مُکَلَّفین کو عقل ونظر عطا فرما کر حق کی طرف رہنمائی کرے؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسا کوئی نہیں، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ: اللہ عَزَّوَجَلَّ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، تو کیا جو حق کا راستہ دکھائے وہ اِس کا حق دار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جسے خود اس وقت تک راستہ دکھائی نہ دے جب تک اسے راستہ دکھایا نہ جائے جیسا کہ تمہارے بت ہیں کہ وہ تب تک کسی جگہ جا نہیں سکتے جب تک کوئی اٹھا لے جانے والا انہیں اٹھا کر لے نہ جائے اور نہ وہ کسی چیز کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ راہِ حق کو پہچان سکتے ہیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ انہیں زندگی، عقل اور سمجھنے کی صلاحیت دے تو ایسا کر سکتے ہیں، جب ان کی مجبوری کا یہ عالم ہے تو وہ دوسروں کو کیا راہ بتا سکیں گے اور ایسوں کو معبود بنانا، ان کا مطیع بننا کتنا باطل اور بے ہُودہ ہے۔[1]

1 ......روح المعانی، یونس، تحت الآیة: ۳۵، ۱۵۱/۶، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۳۵، ص۴۷۳، صاوی، یونس، تحت الآیة: ۳۵، ۸۶۹/۳، ملتقطاً.

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کی اکثریت تو صرف وہم وگمان پر چلتی ہے۔ بیشک گمان حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا: اور ان کی اکثریت تو صرف وہم وگمان پر چلتی ہے۔﴾ یعنی ان مشرکین کی اکثریت بتوں کو معبود اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنا شفیع ماننے میں تو صرف وہم وگمان پر چلتی ہے جس کی ان کے پاس نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے صحیح ہونے کا یقین ہے بلکہ یہ صرف شک میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ بھی بت پرستی کرتے تھے اور انہوں نے کچھ سمجھ کر ہی بت پرستی کی ہوگی۔ (1)

آیت میں ''اکثر'' فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بعض بت پرست وہ بھی تھے جو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے مُتَّصِف ہے لیکن وہ عناد اور سرکشی کی وجہ سے کفر کرتے تھے۔ (2)

﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــٴًـا: بیشک گمان حق کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔﴾ اس آیت میں ظن سے مراد وہ گمان ہے جو خلافِ تحقیق ہو، اس میں شک اور وہم بھی داخل ہیں اور یہ کلام کفار کے بارے میں ہے جنہوں نے کفر اختیار کرنے میں اپنے آباؤ اَجداد کی پیروی اور تقلید کی۔ اس تقلید پر دنیا وآخرت میں ان کا کوئی عذر مقبول نہیں البتہ خالص مومن جس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم کرنے سے عاجز ہے، وہ اگر کسی ایسے شخص کی تقلید کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم کرتا ہے تو وہ اس آیت کا مصداق نہیں بلکہ وہ یقینی طور پر مومن ہے کیونکہ

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۳۶، ۲/۳۱۵، مدارك، يونس، تحت الآية: ۳۶، ص۴۷۳، ملتقطاً.

2 ......صاوی، يونس، تحت الآية: ۳۶، ۳/۸۶۹.

اس کے نزدیک یہ گمان نہیں بلکہ یقین ہے جو کہ واقع کے مطابق ہے۔[1]

وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، ہاں یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ربُّ العالمین کی طرف سے ہے۔

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ : اور اس قرآن کی یہ شان نہیں۔﴾ کفارِ مکہ نے یہ وہم کیا تھا کہ قرآنِ کریم نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بنالیا ہے اس آیت میں ان کا یہ وہم دور فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازل کئے بغیر کوئی اسے اپنی طرف سے بنالے، کیونکہ قرآن فصاحت و بلاغت اور علوم و اَسرار کے جس مرتبے پر ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی کے شایانِ شان نہیں۔ یہ قرآن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا ہے، یہ جھوٹ اور اِفتراء سے مُنزّہ ہے، اس کی مثال بنانے سے ساری مخلوق عاجز ہے۔ ہاں قرآن تورات اور انجیل وغیرہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جنہیں قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل فرمایا اور قرآن میں لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے حلال و حرام اور فرائض و اَحکام کی تفصیل ہے اور یہ بات قطعی و یقینی ہے کہ قرآن اللہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے، اسے کسی نے اپنی طرف سے نہیں بنایا اور کوئی فردِ بشر اس جیسا کلام پیش ہی نہیں کرسکتا۔[2]

﴿وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ : اور لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے۔﴾ اس مقام پر علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بڑا پیارا کلام

1 ......صاوی، یونس، تحت الآية: ۳۶، ۸۶۹/۳.

2 ......خازن، یونس، تحت الآية: ۳۷، ۳۱۵/۲-۳۱۶.

فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ قرآن لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے، لوحِ محفوظ میں مَا کَانَ وَمَا یَکُوۡنُ یعنی جو ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا اور دنیا و آخرت میں جو ہونے والا ہے سب کچھ لکھا ہوا ہے (اور جب قرآن میں لوحِ محفوظ کی پوری تفصیل ہے) تو جسے قرآن کے اَسرار میں سے کوئی چیز عطا ہوئی اسے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا جاننے کی حاجت نہیں بلکہ وہ جو چاہے قرآن ہی سے معلوم کر لیتا ہے۔ [1]

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود ہی بنالیا ہے؟ تم فرماؤ: تو تم (بھی) اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ: کیا وہ یہ کہتے ہیں۔﴾ یہاں کافروں کی اسی بات کا جواب دیا گیا ہے کہ کیا کفار یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآن خود ہی بنالیا ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام نہیں؟ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرما دو کہ اگر تمہارا یہی خیال ہے تو تم بھی عربی ہو، فصاحت و بلاغت کے دعویدار ہو، دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے کلام کے مقابل کلام بنانے کو تم ناممکن سمجھتے ہو، لہٰذا اگر تمہارے گمان میں یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلا لاؤ اور ان سے مدد لو اور سب مل کر قرآن جیسی ایک سورت تو بنا کر دکھاؤ۔ [2] قرآنِ مجید کا یہ چیلنج چودہ سو سال سے زائد عرصے سے چلا آرہا ہے لیکن آج تک کوئی کافر اس کا جواب نہیں دے سکا اور اگر کسی نے جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے تو قرآنِ کریم کے

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیة: ۳۷، ۸۷۰/۳.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۳۸، ۳۱۶/۲، ملخصاً.

مقابلے میں اس کی حیثیت ناچیز ذرے سے بھی کم ثابت ہوئی۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا ہے ایسے ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا تو دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کرسکے اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔ ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ: بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا جس کے علم کا وہ اِحاطہ نہ کرسکے۔﴾ یعنی قرآنِ پاک کو سمجھنے اور جاننے کے بغیر انہوں نے اس کی تکذیب کی اور یہ انتہائی جہالت ہے کہ کسی شے کو جاننے بغیر اس کا انکار کیا جائے اور قرآنِ کریم کا ایسے عُلوم پر مشتمل ہونا جن کا علم وخِرد کے دعوے دار احاطہ نہ کرسکیں اس کتاب کی عظمت و جلالت ظاہر کرتا ہے تو ایسی اعلیٰ علوم والی کتاب کو ماننا چاہئے تھا نہ کہ اس کا انکار کرنا۔[1]

﴿وَ لَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ: اور ان کے پاس اس کا انجام نہیں آیا۔﴾ یعنی جس عذاب کی قرآنِ پاک میں وعیدیں مذکور ہیں وہ انہوں نے نہیں دیکھا اور جس طرح انہوں نے قرآنِ مجید کو جھٹلایا ایسے ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی عناد کی وجہ سے اپنے رسولوں کے معجزات اور آیات دیکھ کر نظر و تَدَبُّر سے کام لئے بغیر انہیں جھٹلایا تھا تو تم دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور پہلی امتیں اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا کر کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا ہوئیں، اس لئے اے سیّدُ الانبیاء! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی تکذیب کرنے والوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ بھی میرے عذاب میں گرفتار نہ ہوجائیں۔[2]

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهٖؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ

---

1 ......ابو سعود، یونس، تحت الآیة: ۳۹، ۲/۴۹۶، ملخصاً.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۳۹، ۲/۳۱۶، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۳۹، ص۴۷۴، ملتقطاً.

بِالۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اوران میں کوئی اس پر ایمان لاتا ہےاوران میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارارب مفسدوں کوخوب جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں کوئی تو اس پر ایمان لاتا ہےاوران میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارارب فسادیوں کوخوب جانتا ہے۔

﴿وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یُّؤۡمِنُ بِهٖ: اوران میں کوئی تو اس پر ایمان لاتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قریش میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گےاور بعض وہ ہیں جو اس قرآن پر کبھی بھی نہ ایمان لائیں گے، نہ کبھی اس کا اقرار کریں گےاور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ان جھٹلانے والوں کوخوب جانتا ہےاور عنقریب انہیں اس کے عذاب کا سامنا ہوگا۔ (1)

کفار کے ایمان لانے سے متعلق غیبی خبر

اس آیت میں یہ غیبی خبر ہے کہ موجودہ مکہ والے نہ تو سارے ایمان لائیں گےاور نہ سارے ایمان سے محروم رہیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعض لوگ ایمان لے آئے اور بعض ایمان سے محروم رہے۔

وَ اِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَ لَكُمۡ عَمَلُكُمۡ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو فرمادو کہ میرے لیے میری کرنی اور تمہارے لیے تمہاری کرنی تمہیں میرے کام سے علاقہ نہیں اور مجھے تمہارے کام سے تعلق نہیں۔

(1)......تفسیر طبری، یونس، تحت الآیۃ: ۴۰، ۶/۵۶۳۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرما دو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور تم میرے عمل سے الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

﴿وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ : اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلانے پر قائم رہے اور ان کے راہِ راست پر آنے اور حق و ہدایت قبول کرنے کی امید مُنقطع ہو جائے تو تم ان سے فرما دو کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور ہم میں سے کسی کے عمل پر دوسرے کی پکڑ نہ ہوگی بلکہ جو پکڑا جائے گا خود اپنے عمل کی وجہ سے پکڑا جائے گا اور تم میرے عمل سے الگ ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ یہ فرمانا بطورِ زَجر کے ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال خود تم پر ہوگا کسی دوسرے کا اس سے نقصان نہیں۔ (1)

نیکی کی دعوت دینے والے کے لئے نصیحت

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو نیکی کی دعوت دیں تو اسے دعوت دے کر اپنے آپ کو بریُ الذمہ سمجھیں، یہ نہیں کہ بس سامنے والے کو سیدھا کر کے ہی چھوڑنا ہے اگرچہ وہ پہلے سے زیادہ بگڑ جائے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سنا دو گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سنا دو گے؟ اگرچہ وہ سمجھتے نہ ہوں۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ : اور ان میں کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں۔﴾ یعنی ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو اپنے ظاہری کانوں کے ساتھ سننے کیلئے جھکتے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآنِ

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٤١، ٢/٣١٧، مدارك، یونس، تحت الآیة: ٤١، ص٤٧٤، ملتقطاً.

پاک اور دین کے اَحکام سنتے ہیں لیکن آپ سے شدید بغض اور عداوت کی وجہ سے یہ سننا انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا تو جس طرح آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے اسی طرح اسے بھی نہیں سنا سکتے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے سننے سے بہرہ کر دیا ہے اور جو کچھ یہ سنتے ہیں اس سے نفع اٹھانے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا اور اسے قبول کرنے کی توفیق سے محروم کر دیا ہے اور جب وہ سن کر عمل نہیں کرتے تو وہ جاہلوں کی مانند ہیں۔ [1]

آیت ''وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......بغض وعناد کی وجہ سے آدمی کا دل اندھا، بہرا ہو جاتا ہے، اس لئے وہ سامنے والے کی بات نہیں مانتا۔

(2)......کسی سے بات منوانی ہو تو پہلے اس کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ پیدا کرنا چاہیے۔

(3)......علم ہونے کے باوجود عمل نہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک جاہل ہی کے حکم میں ہے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی تمہاری طرف تکتا ہے کیا تم اندھوں کو راہ دکھا دو گے اگرچہ وہ نہ سوجھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان میں کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھا دو گے؟ اگرچہ وہ دیکھتے ہی نہ ہوں۔

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَ: اور ان میں کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو تمہاری طرف اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، آپ کی سچائی کے دلائل اور نبوت کی نشانیوں کا مُشاہدہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ تصدیق نہیں کرتے تو کیا آپ دل کے اندھوں کو راستہ دکھا دیں گے اگرچہ وہ دیکھتے ہی نہ ہوں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل کی نظروں کو اندھا کر دیا ہے اسی لئے

---

[1]......خازن، یونس، تحت الآیة: ۴۲، ۲/۳۱۷، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۴۲، ص۴۷۴، ملتقطاً.

انہیں ہدایت کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی ۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی ہے کہ جس کی سماعت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سَلب فرمالیا ہے آپ اسے سنا نہیں سکتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس کی بصارت لے لی ہے آپ اسے ہدایت کی راہ نہیں دکھا سکتے اور جس کے ایمان نہ لانے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فیصلہ فرما دیا ہے آپ اسے ایمان کی توفیق نہیں دے سکتے لہٰذا آپ ان مشرکین کے ایمان قبول نہ کرنے پر غمزدہ نہ ہوں ۔ [1] گویا فرمایا گیا کہ کفار حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھتے تو ہیں لیکن صرف سر کی آنکھوں سے، دل کی آنکھوں سے نہیں جس سے (دیکھنے والا) صحابی بن جائے اور جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صرف **محمد بن عبداللہ** (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہونے کے لحاظ سے دیکھے وہ محرومِ اَزلی ہے اور جو **محمد رسولُ اللہ** (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہونے کے لحاظ سے دیکھے وہ جنتی ہے، اس لئے ان دیکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اندھا فرمایا یعنی دل کے اندھے جنہیں ہدایت نہ نصیب ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمالِ مصطفیٰ دیکھنے والی نگاہ اور ہوتی ہے اور وہ آنکھ وہ ہے جس سے حضرت ابو بکر و عمر اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے دیکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْــٴًـا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْــٴًـا : بیشک اللہ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مشرکین کی عقل، سماعت اور بصارت اللہ تعالیٰ نے سَلب فرمالی ہے جس کی وجہ سے وہ ہدایت حاصل نہیں کر سکتے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ظلم نہیں کیونکہ کفار کا ہدایت سے محروم ہونا ان کے اپنے کرتوتوں اور ضد و عناد کے سبب ہے، یہ نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت ہی پیدا نہیں کی تھی بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

[1] ……خازن، یونس، تحت الآیة: ۴۳، ۳۱۷/۲، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۴۳، ص۴۷۴، صاوی، یونس، تحت الآیة: ۴۳، ۸۷۲/۳، ملتقطاً.

نے یہ صلاحیت ان میں پیدا کی مگر انہوں نے خود اسے تباہ کردیا تو قصور خود ان کا ہے کسی اور کا نہیں۔

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی آپس میں پہچان کریں گے پورے گھاٹے میں رہے وہ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا اور ہدایت پر نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن (اللہ) انہیں اٹھائے گا گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہیں تھے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے۔ بیشک اللہ کی ملاقات کو جھٹلانے والے نقصان میں رہے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے۔

﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ: اور جس دن انہیں اٹھائے گا۔﴾ یہاں قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ وقت یاد کیجئے جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ ان مشرکوں کو قبروں سے حساب کی جگہ میں حاضر کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اس روز کی ہَیبت و وحشت سے یہ حال ہوگا کہ وہ دنیا میں رہنے کی مدت کو بہت تھوڑا سمجھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی کے علاوہ ٹھہرے ہی نہیں تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے طلبِ دنیا میں اپنی عمریں ضائع کر دیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت جو آج کار آمد ہوتی وہ بجانہ لائے تو ان کی زندگانی کا وقت ان کے کام نہ آیا اس لئے وہ اسے بہت ہی کم سمجھیں گے، نیز قبروں سے نکلتے وقت تو ایک دوسرے کو ایسا پہچانیں گے جیسا دنیا میں پہچانتے تھے پھر قیامت کے دن کے ہَولناک اور دہشت آمیز مَناظِر دیکھ کر یہ معرفت باقی نہ رہے گی اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن حالات مختلف ہوں گے کبھی ایسا حال ہوگا کہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے کبھی ایسا کہ نہ پہچانیں گے اور جب پہچانیں گے تو کہیں گے جس نے اپنی باقی رہنے والی آخرت کو فانی دنیا کے بدلے بیچ دیا وہ نقصان میں رہا کیونکہ اس نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انہیں اس چیز کی ہدایت نہ تھی جو انہیں روزِ قیامت کے اس خسارے سے نجات دیتی۔ (1)

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٤٥، ٢/٣١٧-٣١٨، مدارك، یونس، تحت الآیة: ٤٥، ص٤٧٥، ملتقطاً.

وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیۡدٌ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں دکھا دیں کچھ اس میں سے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں یا تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہرحال انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر اللّٰہ گواہ ہے ان کے کاموں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم تمہیں اس چیز کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہرحال انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پھر اللّٰہ ان کے کاموں پر گواہ ہے۔

﴿وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ: اور ہم تمہیں دکھا دیں۔﴾ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس عذاب کا ہم نے کفار سے وعدہ کیا ہے اگر اس کا کچھ حصہ آپ کو دنیا میں ہی دکھا دیں تو وہ ملاحظہ کیجئے اور اگر دنیا میں وہ عذاب دکھانے سے پہلے ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں تو عنقریب آخرت میں آپ ان کے عذاب کو دیکھ لیں گے کیونکہ آخرت میں انہیں بہرحال ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور کفار دنیا میں جو اَعمال کرتے ہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان پر گواہ ہے اور قیامت کے دن وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کافروں کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلت و رسوائیاں آپ کی حیاتِ دنیا ہی میں دکھائے گا چنانچہ بدر وغیرہ میں ذلت و رُسوائیاں دکھائی گئیں اور جو عذاب کافروں کے لئے کفر و تکذیب کی وجہ سے آخرت میں مقرر فرمایا ہے وہ آخرت میں دکھائے گا۔ [1]

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ قُضِیَ بَیۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَ هُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾

[1]......خازن، یونس، تحت الآیة: ۴۶، ۲/۳۱۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر امت میں ایک رسول ہوا جب ان کا رسول ان کے پاس آتا ان پر انصاف کا فیصلہ کردیا جاتا اوران پر ظلم نہ ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے تو جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا اوران پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا ہے۔

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ : اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے۔﴾ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفارِ قریش کی مخالفت کا حال بیان فرمایا تھا اوراس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ اس کی قوم ایسا ہی معاملہ کرتی تھی۔ (1)

﴿قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ: ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس میں دنیا کا بیان ہے اور معنی یہ ہے کہ ہر اُمت کے لئے دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جو انہیں دینِ حق کی دعوت دیتا اور طاعت وایمان کا حکم کرتا، جب ان کا رسول ان کے پاس تشریف لاتا اوراحکامِ الٰہی کی تبلیغ کرتا تو کچھ لوگ ایمان لاتے اور کچھ تکذیب کرتے اور منکر ہوجاتے، تب ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا کہ رسول کو اوران پر ایمان لانے والوں کو نجات دی جاتی اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کردیا جاتا۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس میں آخرت کا بیان ہے اور معنی یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر امت کے لئے ایک رسول ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہوگی جب وہ رسول مَوقف میں آئے گا اور مومن وکافر پر گواہی دے گا، تب ان میں فیصلہ کیا جائے گا اور مومنوں کو نجات نصیب ہوگی اور کافر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ (2)

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

1 ……خازن، یونس، تحت الآیة: ۴۷، ۲/۳۱۸.

2 ……خازن، یونس، تحت الآیة: ۴۷، ۲/۳۱۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا ذاتی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے تو جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے ہوسکیں گے۔

﴿وَ یَقُوۡلُوۡنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ جب نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو عذاب نازل ہونے سے ڈرایا اور ایک عرصہ گزرنے کے باوجود عذاب نہ آیا تو اس وقت کفار نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو یہ عذاب کا وعدہ کب آئے گا۔[1]

﴿قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِیۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: تم فرماؤ! میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس قول **''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا''** کا جواب دیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں پر عذاب نازل کرنے اور دوستوں کے لئے مدد ظاہر کرنے کی قدرت اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ اور وعید کو پورا کرنے کا ایک وقت مُعَیَّن کر دیا ہے اور اس وقت کا تَعَیُّن اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو وہ وعدہ بہر صورت پورا ہوگا۔[2]

اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ فرما دیں کہ **''میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے''** اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر کئے بغیر میں اپنی جان پر بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا البتہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مجھے مالک وقادر بنا دیتا ہے۔[3]

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں

بکثرت آیات اور اَحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفع ونقصان آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قدرت اور اختیار میں دیا ہے جیسے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۴۸، ۶/۲۶۲.

2 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۴۹، ۶/۲۶۲.

3 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۴۹، ۲/۳۱۸.

اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی لوگوں کو غنی اور مالدار بناتے ہیں اور دوسروں کو غنی وہی کر سکتا ہے جسے غنی کرنے کی قدرت اور اختیار حاصل ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دیا بھی ہے اور دیں گے بھی اور دیتا وہی ہے جس کے پاس خود ہو۔

صحیح بخاری میں ہے، دو عالَم کے مالک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' **وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِیْ** '' بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عطا کرتا ہے۔ [3]

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز جب بھی جس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تقسیم سے ہی ملتی ہے اور اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے دینے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تقسیم فرمانے کو کسی قید کے بغیر بیان فرمایا گیا ہے کہ نہ زمانے کی قید ہے، نہ چیز اور نہ لینے والے کی قید ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دینا کسی زمانے، چیز اور لینے والے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے ہر زمانے میں، جو چیز، جسے جو چاہیں عطا فرماتے ہیں۔

نیز بکثرت اَحادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دینِ اسلام کو دل سے ماننے والوں اور اس کی حمایت کرنے

1......التوبہ:۷۴۔ 2......سورۂ توبہ:۵۹۔

3......بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقّھہ فی الدین، ۱/۴۲، الحدیث: ۷۱۔

والوں کونفع پہنچایا ہے اور آئندہ بھی پہنچائیں گے، جیسے حضرت ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جنت عطا فرمانا، حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر تھوڑے سے آٹے اور گوشت میں لعابِ دہن ڈال کر سینکڑوں لوگوں کو کھلا دینا، غزوۂ بدر میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ زخمی ہونے پر اسے صحیح کر دینا، غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تیر لگنے سے آنکھ نکل جانے پر ان کی آنکھ درست کر دینا، حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے لئے سورج کو واپس لوٹا کر گئے ہوئے دن کو عصر کر دینا، غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو ہونے والی آشوبِ چشم کی بیماری دور کر دینا، ایک غزوے کے موقع پر 1500 صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے سیراب کر دینا، اسی طرح وصالِ ظاہری کے بعد حضرتِ بلال بن حارث مزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کرنے کی عرض پر بارش ہونے کی خوشخبری دینا، مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر مغفرت طلب کرنے والے اَعرابی کو مغفرت ہو جانے کی بشارت دینا، قیامت کے انتہائی سخت لمحات میں اُمتوں کا حساب شروع کروا کر اوّلین و آخرین تمام انسانوں، جنوں اور حیوانوں کی مدد کرنا، گنہگار امتیوں کی شفاعت کرنا، حوضِ کوثر پر پیاسے اُمتیوں کو سیراب کرنا، میزانِ عمل پر گنہگار اُمتیوں کے اَعمال کے وزن کو بڑھانا اور پل صراط پر کھڑے ہو کر اپنے امتیوں کی سلامتی کی دعائیں مانگنا، یہ سب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نفع پہنچانے کی واضح مثالیں ہیں، اور جس طرح آپ نے دینِ اسلام کے حامیوں کو نفع پہنچایا ہے اسی طرح اسلام کے دشمنوں کو نقصان بھی پہنچایا ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖؕ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے کہ مجرموں

کوجس کی جلدی ہے۔تو کیا جب ہو پڑے گا اس وقت اس کا یقین کرو گے کیا اب مانتے ہو پہلے تو اس کی جلدی مچارہے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے جس کی مجرم جلدی مچارہے ہیں؟ تو کیا جب وہ (عذاب) واقع ہوجائے گا اس وقت اللہ پر ایمان لاؤ گے؟ (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا اب (تم ایمان لارہے ہو) حالانکہ اس سے پہلے تو تم اس کی بڑی جلدی مچارہے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا: ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں تمہارے کمائے ہوئے اعمال ہی کا بدلہ دیا جارہا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرما دیں کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وہ عذاب جس کے نازل ہونے کی تم جلدی مچارہے ہو، تم پر رات میں اس وقت آئے جب تم غافل پڑے سو رہے ہو یا دن میں اس وقت آئے جب تم مَعاش کے کاموں میں مشغول ہو تو تمہاری تکلیف میں کیا فرق پڑے گا یعنی عذاب کا ہر حصہ عذاب ہے اور ہر وقت کا عذاب عذاب ہی ہے تو تمہارے لئے تو بہرحال مُہلِک ہے تو پھر تم اس کے جلدی وُقوع کا مطالبہ کیوں کررہے ہو؟

﴿اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ: تو کیا جب وہ (عذاب) واقع ہوجائے گا۔﴾ یعنی اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب تم پر آجائے گا تو کیا اس کے نازل ہونے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لاؤ گے؟ اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا اور جب عذاب نازل ہونے کے بعد ایمان لائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اب ایمان لارہے ہو حالانکہ اس سے پہلے تو تم سرکشی اور اِستہزاء کے طور پر اس کی بڑی جلدی مچارہے تھے۔ [1]

﴿ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: پھر ظالموں سے کہا جائے گا۔﴾ یعنی جن لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے شرک اور کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان سے کہا جائے گا: جس عذاب میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اس کا مزہ چکھو، تم دنیا میں جو کفر اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے تھے یہ اسی کا بدلہ دیا جارہا ہے۔ [2]

---

1 ......بیضاوی، یونس، تحت الآیة: ٥٢، ٢٠٢/٣.

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ٥٢، ٣١٩/٢، مدارك، یونس، تحت الآیة: ٥٢، ص٤٧٦، ملتقطاً.

وَ يَسۡتَنۡۢبِـُٔوۡنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلۡ اِىۡ وَرَبِّىۡۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم سے پوچھتے ہیں کیا وہ حق ہے تم فرماؤ ہاں میرے رب کی قسم بیشک وہ ضرور حق ہے اور تم کچھ تھکا نہ سکو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے پوچھتے ہیں: کیا وہ حق ہے؟ تم فرماؤ، ہاں! میرے رب کی قسم بیشک وہ ضرور حق ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکو گے۔

﴿وَ يَسۡتَنۡۢبِـُٔوۡنَكَ: اور تم سے پوچھتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت اور وہ عذاب جس کے نازل ہونے کی آپ نے ہمیں خبر دی ہے واقعی حق ہے؟ آپ ان سے فرمادیں، ہاں! میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بیشک میں نے جس کی خبر دی ہے وہ ضرور حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کرسکتے بلکہ وہ عذاب تمہیں ضرور پہنچے گا۔(1)

وَلَوۡ اَنَّ لِكُلِّ نَفۡسٍ ظَلَمَتۡ مَا فِى الۡاَرۡضِ لَافۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہر ظالم جان زمین میں جو کچھ ہے سب کی مالک ہوتی ضرور اپنی جان چھڑانے میں دیتی اور دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوئے جب عذاب دیکھا اور ان میں انصاف سے فیصلہ کردیا گیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں جو کچھ ہے اگر ہر ظالم جان اس سب کی مالک ہوجائے تو وہ یقیناً اپنی جان چھڑانے کے معاوضے میں دیدے اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوں گے اور ان کے درمیان انصاف

(1)......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۵۳، ۲/۳۱۹، صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۸۷۵، ملتقطاً۔

کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ: اور زمین میں جو کچھ ہے اگر ہر ظالم جان اس کی مالک ہوجائے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں زمین کے اندر جو خزانہ اور مال و دولت ہے یہ سب اگر ہر کافر و مشرک کی مِلک میں ہوتا تو وہ یقیناً اپنی جان چھڑانے کے معاوضے میں دیدیتا اور قیامت کے دن اسے اپنی رہائی کے لئے فِدیہ کرڈالتا، لیکن یہ فدیہ قبول نہیں اور تمام دنیا کی دولت خرچ کرکے بھی اب رہائی ممکن نہیں۔ جب قیامت میں یہ منظر پیش آئے گا اور کفار کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور کافروں کے سردار عذاب دیکھیں گے تو وہ دل ہی دل میں شرمندہ اور پشیمان ہوں گے لیکن اپنی شرمندگی عام کافروں سے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اس دن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ [1] چونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کفر و شرک کی سزا کا دائمی ہونا بیان فرما دیا اور قانون بنا دیا تو اب جسے یہ سزا ملے گی اسے یقیناً قانون کے مطابق ملے گی اور قانون کے مطابق سزا انصاف ہی ہوتی ہے۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(۵۵) هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ(۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سن لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ وہ جِلاتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ سن لو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر نہیں جانتے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ: سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ ہر کافر تمنا کرے گا کہ اگر روئے زمین کی تمام چیزیں میری ملک میں ہوتیں تو وہ سب فدیے میں دے دیتا اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس کی ملکیت میں کوئی

[1] ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۵۴، ۲/۳۱۹، جلالین، یونس، تحت الآیة: ۵۴، ص۱۷۵، ملتقطاً.

چیز نہیں ہے۔اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اور کوئی شریک نہیں تو قیامت کے دن کسی کافر کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے کیلئے فدیے کے طور پر دینے کیلئے کوئی چیز نہ ہوگی کیونکہ سب چیزوں کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے بلکہ کافر خود بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملک میں ہے تو اس کا فدیہ دینا کیسے ممکن ہے۔ [1]

﴿ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: سن لو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے اور ضرور پورا ہوگا لیکن ان میں سے اکثر لوگ اپنی عقل کی کمی اور غفلت کے غلبے کی وجہ سے اسے نہیں جانتے اور وہ صرف دنیا کی ظاہری زندگی کو جاننے تک ہی محدود ہیں اسی لئے وہ ایسی غلط باتیں بولتے اور غلط کام کرتے ہیں۔ [2]

﴿ هُوَ يُحْيٖ : وہ زندہ کرتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ کسی کی دخل اندازی کے بغیر وہی دنیا میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور آخرت میں تم دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [3]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آ گئی۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!۔﴾ اس آیت میں قرآنِ کریم کے آنے اور اس کے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہونے کا

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۸۷۶، خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۵۵، ۲/ ۳۱۹، ملتقطاً.
2 ......روح البیان، یونس، تحت الآیۃ: ۵۵، ۴/ ۵۳.
3 ......روح البیان، یونس، تحت الآیۃ: ۵۶، ۴/ ۵۳.

بیان ہے کہ یہ کتاب اُن فوائدِ عظیمہ کی جامع ہے۔

قرآنِ مجید کے عظیم فوائد

اس آیت میں قرآنِ کریم کے تین عظیم فائدے بیان کئے گئے

(1)......"**مَوْعِظَةٌ**"اس کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو پسندیدہ چیز کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے۔خلیل نے کہا کہ"**مَوْعِظَةٌ**"نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔[1]

تفسیر جمل میں ہے کہ"**مَوْعِظَةٌ**"کا معنی ہے وعظ و نصیحت یعنی مُکَلَّف کے سامنے نیک اعمال جو کہ اس کیلئے فائدہ مند ہیں اور برے اعمال جو کہ اس کے لئے نقصان دِہ ہیں بیان کر کے اسے نصیحت کرنا اسی طرح اچھے عمل کرنے کی ترغیب دینا اور برے اعمال کے انجام سے ڈرانا بھی اس میں داخل ہے۔[2] اور قرآنِ کریم سے یہ فائدہ انتہائی احسن طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔

(2)......**شفاء:** اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک قلبی اَمراض کو دور کرتا ہے، دل کے امراض سے مراد مَذموم اَخلاق، فاسد عقائد اور مُہلِک جہالتیں ہیں، قرآنِ پاک ان تمام اَمراض کو دور کرتا ہے۔

(3)......قرآنِ کریم کی صفت میں **ہدایت** بھی فرمایا، کیونکہ وہ گمراہی سے بچاتا اور راہِ حق دکھاتا ہے اور ایمان والوں کے لئے **رحمت** اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[3]

شریعت، طریقت اور حقیقت کی طرف اشارہ

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں"**مَوْعِظَةٌ**"کا معنی یہ ہے کہ نفع دینے والی چیزوں یعنی اچھے اعمال کی ہدایت اور نقصان دینے والی چیزوں یعنی برے اعمال سے ڈرانا۔"**مِنۡ رَّبِّکُمۡ**" "**مَوْعِظَةٌ**" کی صفت ہے اور ارشاد فرمایا"**وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ**"اس میں سینوں سے مراد دل ہیں اور معنی یہ ہے کہ قرآن وعظ و نصیحت کرنے والا ہے اور اسی کے ذریعے دلوں کے اَمراض یعنی کینہ، حسد، بُغض اور برے عقائد سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔اور ارشاد فرمایا"**وَ ہُدًی**"یعنی نور جو کہ کامل مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے ذریعے وہ حق و باطل

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۵۷، ۲/۳۲۰.

2 ......جمل، یونس، تحت الآیة: ۵۷، ۳/۳۷۲.

3 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۵۷، ۲/۳۲۰، ملخصاً.

میں اِمتیاز کرلیتے ہیں ۔مزید فرماتے ہیں ’’اس آیت میں شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کی طرف اشارہ ہے۔شریعت کی طرف اشارہ آیت کے اس حصے ’’مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ‘‘میں ہے، کیونکہ شریعت سے ظاہری طہارت حاصل ہوتی ہے اور طریقت کی طرف اشارہ آیت کے اس حصے ’’ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ‘‘میں ہے کیونکہ طریقت باطن کو ہر نامناسب چیز سے پاک کرتی ہے۔جبکہ حقیقت کی طرف اشارہ آیت کے اس حصے ’’وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ‘‘میں ہے کیونکہ حقیقت ہی کے ذریعے دلوں میں ان اَنوار کی تجلیات پھیلتی ہیں جن کے ذریعے چیزیں اپنی حقیقت کے مطابق نظر آتی ہیں۔ جب دلوں میں ان انوار کی تجلیات آجائیں تو پھر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھائی دیتی ہے اور ہر چیز علمِ ذوقی کے اعتبار سے اس کے قریب ہوجاتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت طریقت کا ثمرہ ہے اور حقیقت، طریقت اور شریعت کو مضبوطی سے تھامنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ حقیقت شریعت کے بغیر باطل ہے اور شریعت حقیقت کے بغیر بیکار ہے۔ [1]

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا : تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔﴾ کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو ’’فَرح‘‘ کہتے ہیں، اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں نصیحتیں، سینوں کی شفاء اور ایمان کے

[1] ......صاوی، یونس، تحت الآیة: ۵۷، ۳/ ۸۷۶-۸۷۷.

ساتھ دل کی راحت وسکون عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اوراس کی رحمت سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے اسلام اوراس کی رحمت سے قرآن مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے قرآن اور رحمت سے اَحادیث مراد ہیں۔ [1]

بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت قرآنِ کریم ۔رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

بعض نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل قرآن ہے اور رحمت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

اور اگر بالفرض اِس آیت میں مُتَعَیَّن طور پر فضل ورحمت سے مراد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ نہ بھی ہو تو جداگانہ طور پر تو اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یقیناً اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین فضل اور رحمت ہیں۔ لہٰذا فنِ تفسیر کے اس اصول پر کہ عمومِ الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصِ سبب کا نہیں، اس کے مطابق ہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ کے حوالے سے خوشی منائی جائے گی خواہ وہ میلاد شریف کر کے ہو یا معراج شریف منانے کے ذریعے، ہاں اگر کسی بدنصیب کیلئے یہ خوشی کا مقام ہی نہیں ہے تو اس کا معاملہ جدا ہے، اسے اپنے ایمان کے متعلق سوچنا چاہیے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۵۸، ۲/۳۲۰.

2 ......نساء ۱۱۳.

3 ......انبیاء: ۱۰۷.

وَّحَلٰلًا ؕ قُلۡ ءٰٓللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام وحلال ٹھہرالیا تم فرماؤ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ کفارِ عرب چونکہ بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ بتوں پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام سمجھتے تھے، ان پر عتاب فرمانے کے لئے یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ [1] کہ یہ جانور حلال ہیں انہیں حرام جاننا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بہتان باندھنا ہے۔

اپنی طرف سے حلال کو حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام سمجھنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر اِفتراء ہے۔ آج کل بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، ممنوعات کو حلال کہتے ہیں اور مُباحات کو حرام۔ بعض سود کو حلال کہنے پر مُصر ہیں اور بعض عورتوں کی بے قیدیوں اور بے پردگیوں کو مُباح سمجھتے ہیں اور حلال ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مُصر ہیں جیسے محفلِ میلاد، فاتحہ، گیارہویں اور ایصالِ ثواب کے دیگر طریقوں کو حرام کہنے والے۔ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِفتراء باندھنے کی صورتیں ہیں۔

وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا گمان ہے ان کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا بیشک اللہ

1 ......تفسیر ابن کثیر، یونس، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲۳۹/۴.

لوگوں پر فضل کرتا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ۔

﴿وَمَا ظَنُّ: اور کیا خیال ہے؟﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹا بہتان باندھ رہے ہیں اور جو رزق اور خوراک اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمائی بلکہ وہ ان کی غذا ہے اس کے حرام ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اس جھوٹ پر کوئی پکڑ نہ فرمائے گا؟ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا اور انہیں بخش دے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ انہیں جہنم میں پہنچائے گا جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (1)

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ: بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ عقل عطا فرما کر، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر فضل فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں غور وفکر کرنے کے لئے عقل استعمال کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں سے سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔ (2)

وَمَا تَكُوۡنُ فِيۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۱﴾

1 ......تفسیر طبری، یونس، تحت الآية: ٦٠، ٦/٥٧٢.

2 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآية: ٦٠، ٦/٢٧٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم کسی کام میں ہواوراس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھواورتم لوگ کوئی کام کروہم تم پرگواہ ہوتے ہیں جب تم اس کوشروع کرتے ہواورتمہارے رب سے ذرہ بھرکوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اورنہ اس سے چھوٹی اورنہ اس سے بڑی کوئی چیز جوایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورتم کسی کام میں ہواورتم اس کی طرف سے قرآن کی تلاوت کرتے ہواور (اے لوگو!) تم کوئی بھی کام کررہے ہو، ہم تم پرگواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہواورزمین وآسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز تیرے رب سے غائب نہیں اورذرے سے چھوٹی اوربڑی کوئی چیز ایسی نہیں جوایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

﴿وَمَا تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ: اورتم کسی حال میں بھی ہو۔﴾ اس آیت کامعنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرچیز پرشاہداورہرچیز کوجاننے والاہےاس لئے کہ اللہ تعالیٰ کےسوااورکوئی خالق ہے نہ اِیجادکرنے والا، بندوں کی ظاہری اورباطنی اَعمال میں سے جو چیز بھی موجود ہےوہ اللہ تعالیٰ کے وجودمیں لانے سے ہی موجود ہےاورجو اِیجادکرنے والا ہوتا ہےوہ اس چیز کوجانتا بھی ہے لہٰذا نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَعمال واَحوال، تلاوتِ قرآن، اُمورِ دُنیویہ وحاجتِ ضروریہ میں مصروفیت اور اسی کےساتھ تمام لوگوں کےتمام اعمال اللہ تعالیٰ کومعلوم ہیں اوروہ ان سب پرگواہ ہے۔ پھرفرمایا کہ زمین وآسمان میں ایک ذرے کی مقداربھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے دوراوراس کےعلم سے پوشیدہ نہیں اوراس ذرے سے چھوٹی یابڑی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جوروشن کتاب یعنی لَوحِ محفوظ میں درج نہ ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے بُرے اعمال سے بچا جائے

یہ آیتِ مبارکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کےعلم، قدرت اوراس کی عظمت کےاظہارکیلئے ہےاوراسی میں ہمارے لئے تنبیہ اورنصیحت ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارےتمام اَعمال کوہروقت، ہرلمحہ دیکھ رہا ہےتواس کریم ذات کی حیااورخوف سے ہمیں اس کی نافرمانی کےکاموں سے بچناچاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپناحقیقی خوف اوراپنی نافرمانی سے بچتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے، اٰمین۔

[1]......تفسیرکبیر، یونس، تحت الآیۃ: ٦١، ٦/٢٧٢-٢٧٣، بیضاوی، یونس، تحت الآیۃ: ٦١، ٣/٢٠٥.

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔

﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں۔﴾ لفظ ''ولی'' وِلاء سے بنا ہے جس کا معنی قرب اور نصرت ہے۔ وَلِیُّ اللہ وہ ہے جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مُسْتَغْرَق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے، اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اَولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار رہتا ہے۔

ولیُ اللہ کی علامات

علماء نے ''ولی اللہ'' کی کثیر علامات بیان فرمائی ہیں، جیسے مُتَکَلِّمین یعنی علمِ کلام کے ماہر علماء کہتے ہیں ''ولی وہ ہے جو صحیح اور دلیل پر مبنی اعتقاد رکھتا ہو اور شریعت کے مطابق نیک اعمال بجالاتا ہو۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت قربِ الٰہی اور ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ مشغول رہنے کا نام ہے، جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے، یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔

ابنِ زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس سے اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ’’اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ‘‘ یعنی ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔

بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں۔ اَولیاء کی یہ صفت بکثرت اَحادیث میں ذکر ہوئی ہے۔

بعض بزرگانِ دین نے فرمایا: ولی وہ ہیں جو طاعت یعنی فرمانبرداری سے قربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا دلیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفیل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا حقِ بندگی ادا کرنے اور اس کی مخلوق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ (1)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ’’یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں، ولایت کے درجے اور مَراتب میں ہر ایک اپنے درجے کے بقدر فضل وشرف رکھتا ہے۔ (2)

﴿لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ: اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے بہت سے معنی بیان کئے ہیں، ان میں سے 3 معنی درج ذیل ہیں:

(1)...... مستقبل میں انہیں عذاب کا خوف نہ ہوگا اور نہ موت کے وقت وہ غمگین ہوں گے۔

(2)...... مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا اور نہ ماضی اور حال میں کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹنے پر غمگین ہوں گے۔ (3)

(3)...... قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ اس دن یہ غمگین ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو دنیا میں ان چیزوں سے محفوظ فرما دیا ہے کہ جو آخرت میں خوف اور غم کا باعث بنتی ہیں۔ (4) ان تین کے علاوہ مزید اَقوال بھی تفاسیر میں مذکور ہیں۔

---

1 ...... خازن، یونس، تحت الآیة: ٦٢، ٢/٣٢٢-٣٢٣.

2 ...... خزائن العرفان، یونس، تحت الآیۃ: ٦٢، ص٤٠٥۔

3 ...... البحرا لمحیط، البقرة، تحت الآیة: ٣٨، ١/٣٢٣.

4 ...... جلالین مع صاوی، یونس، تحت الآیة: ٦٢، ٣/٨٨٠.

اولیائے کرام کی اقسام

اولیاءِ کرام کی کثیر اَقسام ہیں جیسا کہ حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے، بے شک انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین کے اَوتاد تھے، جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اُمتِ احمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں سے ایک قوم کو اُن کا نائب بنایا جنہیں اَبدال کہتے ہیں، وہ حضرات (فقط) روزہ ونماز اور تسبیح وتقدیس میں کثرت کی وجہ سے لوگوں سے افضل نہیں ہوئے بلکہ اپنے حسنِ اَخلاق، وَرع وتقویٰ کی سچائی، نیت کی اچھائی، تمام مسلمانوں سے اپنے سینے کی سلامتی، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے حلم، صبر اور دانشمندی، بغیر کمزوری کے عاجزی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں۔ پس وہ انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نائب ہیں۔ وہ ایسی قوم ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات پاک کے لئے منتخب اور اپنے علم اور رضا کے لئے خاص کرلیا ہے۔ وہ 40 صدیق ہیں، جن میں سے 30 رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یقین کی مثل ہیں۔ ان کے ذریعے سے اہلِ زمین سے بلائیں اور لوگوں سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں، ان کے ذریعے سے ہی بارش ہوتی اور رزق دیا جاتا ہے، ان میں سے کوئی اُسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللّٰہ تعالیٰ اس کی جانشینی کیلئے کسی کو پروانہ دے چکا ہوتا ہے۔ وہ کسی پر لعنت نہیں بھیجتے، اپنے ماتحتوں کو اَذیت نہیں دیتے، اُن پر دست درازی نہیں کرتے، اُنہیں حقیر نہیں جانتے، خود پر فوقیت رکھنے والوں سے حسد نہیں کرتے، دنیا کی حرص نہیں کرتے، دکھاوے کی خاموشی اختیار نہیں کرتے، تکبر نہیں کرتے اور دکھاوے کی عاجزی بھی نہیں کرتے۔ وہ بات کرنے میں تمام لوگوں سے اچھے اور نفس کے اعتبار سے زیادہ پرہیزگار ہیں، سخاوت ان کی فطرت میں شامل ہے، اَسلاف نے جن (نامناسب) چیزوں کو چھوڑا اُن سے محفوظ رہنا ان کی صفت ہے، اُن کی یہ صفت جدا نہیں ہوتی کہ آج خشیت کی حالت میں ہوں اور کل غفلت میں پڑے ہوں بلکہ وہ اپنے حال پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں، وہ اپنے اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ایک خاص تعلق رکھتے ہیں، جہاں تک دوسرے کسی کی رسائی نہیں۔ اُن کے دل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور شوق میں آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں، (پھر یہ آیت تلاوت فرمائی)

اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللّٰہ کی جماعت ہے، سن لو! اللّٰہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ [2]

---

1 ......المجادلة: ٢٢.

2 ......نوادرُ الاصول، الاصل الحادی والخمسون، ٢٠٩/١، الحدیث: ٣٠١.

حضرت شریح بن عبید رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے پاس شام والوں کا ذکر ہوا تو ان سے عرض کی گئی کہ ان پر لعنت کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں، میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اَبدال شام میں ہوں گے، وہ حضرات چالیس مرد ہیں، جب ان میں ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے، ان کی برکت سے بارشیں برستی ہیں، ان کے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب دور ہوتا ہے۔ [1]

اولیاءِ کرام کی اَقسام کے بارے میں اَکابر علماء ومحدثین نے بڑا تفصیلی کلام فرمایا ہے۔ علامہ سیوطی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قطب، اَبدال وغیرهما کے وجود پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ علامہ نبہانی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی اس موضوع پر مشہور کتاب ''جامع کراماتِ اولیاء'' ضخیم ترین کتاب ہے۔ علامہ نبہانی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کی روشنی میں یہاں چند مشہور اَقسام بیان کی جاتی ہیں

(1)......اَقطاب۔ یہ قُطب کی جمع ہے۔ قطب اسے کہتے ہیں کہ جو خود یا کسی کے نائب کے طور پر حال اور مقام دونوں کا جامع ہو۔

(2)......اَئمہ۔ یہ وہ حضرات ہیں کہ جو قطب کے انتقال کے بعد اس کے خلیفہ بنتے ہیں اور وہ قطب کیلئے وزیر کی طرح ہوتے ہیں۔ ہر زمانے میں ان کی تعداد دو ہوتی ہے۔

(3)......اَوتاد۔ ہر زمانے میں ان کی تعداد چار ہوتی ہے، اس سے کم یا زیادہ نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک کے ذریعے اللہ تعالیٰ مشرق کی حفاظت فرماتا ہے، دوسرے کے ذریعے مغرب کی، تیسرے کے ذریعے شمال کی اور چوتھے کے ذریعے جنوب کی حفاظت فرماتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اپنے حصے میں ولایت ہوتی ہے۔

(4)......اَبدال۔ ان کی تعداد سات ہوتی ہے، اس سے کم یا زیادہ نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ساتوں برِّ اَعظم کی حفاظت فرماتا ہے، انہیں ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ جب یہ کسی جگہ سے کوچ کرتے ہیں اور کسی مَصلحت اور قربت کی وجہ سے اس جگہ اپنا قائم مقام چھوڑنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں ایسے آدمی کو نامزد کرتے ہیں کہ جو ان کا ہم شکل ہو اور جو کوئی بھی اس ہم شکل کو دیکھے تو وہ اسے اصلی شخص ہی سمجھے حالانکہ وہ ایک روحانی شخصیت ہوتا ہے جسے ابدال میں سے کوئی بدل قصداً وہاں ٹھہراتا ہے۔ جن اَولیاء میں یہ قوت ہوتی ہے، انہیں ابدال کہتے ہیں۔

[1]......مسند امام احمد، ومن مسند علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ١/٢٣٨، الحدیث: ٨٩٦.

(5)......**رِجالُ الغیب**۔اَہلُ اللہ کی اِصطلاح میں یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور تجلیاتِ رحمٰن کے غلبے کے سبب آہستہ آواز کے سوا کچھ کلام نہیں کرتے، ہمیشہ اسی حال میں رہتے ہیں، چھپے ہوئے ہوتے ہیں پہچانے نہیں جاتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مُناجات نہیں کرتے اور اس کے سوا کسی کے مشاہدے میں مشغول نہیں ہوتے۔بعض اوقات اس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں اور کبھی اس کا اِطلاق نیک اور مومن جنات پر ہوتا ہے۔بعض اوقات ان سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو ظاہری حواس سے علم اور رزق وغیرہ نہیں لیتے انہیں غیب سے یہ چیزیں عطا ہوتی ہیں۔[1]

﴿**اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: وہ جو ایمان لائے۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ولی کی دو صِفات بیان فرمائی ہیں:

(1)......ولی وہ ہے جو ایمان کے ساتھ مُتَّصِف ہو۔ایمان کا معنی ہے وہ صحیح اعتقاد جو قطعی دلائل پر مبنی ہو۔

(2)......ولی کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ متقی ہو۔تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرنا اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے اِجتناب کرنا۔[2] اور اس کے ساتھ ساتھ ہر اس کام کیلئے کوشش کرنا جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہو اور ہر اُس کام سے بچنا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور کرنے والا ہو۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُؕ(۶۴)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿**لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: ان کے لئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے۔**﴾ اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے

---

1 ......جامع كرامات اولياء، القسم الاول فی ذكر مراتب الولاية... الخ، ۱/۶۹، ۷۴.

2 ......صاوی، يونس، تحت الآية: ۶۳، ۳/۸۸۰.

جو پرہیز گار ایمانداروں کو قرآنِ کریم میں جا بجا دی گئی ہے یا اس سے اچھے خواب مراد ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے جیسا کہ کثیر اَحادیث میں وارد ہوا ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں تو بوقتِ خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفتِ الٰہی کے اور کچھ نہیں ہوتا، اس لئے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کا خواب حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس بشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ (1) جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا گیا: اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ فرمایا: یہ مومن کے لئے جلد خوشخبری ہے۔ (2)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارتِ عاجلہ یعنی جلد خوشخبری رضائے الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے۔ (3)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ملائکہ، مومن کو اس کی موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ حضرت عطا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت تو وہ ہے جو ملائکہ موت کے وقت سناتے ہیں اور آخرت کی بشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ راضی ہے۔ (4)

اولیاءِ کرام کے فضائل

یہاں آیت کی مناسبت سے اولیاءِ کرام کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اس سے میں نے لڑائی کا اعلان کر دیا اور میرا بندہ کسی شے سے میرا اُس قدر قرب حاصل نہیں کرتا جتنا فرائض سے کرتا ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے

1......مدارك، يونس، تحت الآية: ٦٤، ص٤٧٨، خازن، يونس، تحت الآية: ٦٤، ٣٢٣/٢، ملتقطاً.

2......مسلم، كتاب البرّ والصلة والآداب، باب اذا اثنى على الصالح فهى بشرى ولا تضره، ص١٤٢٠، الحديث: ١٦٦ (٢٦٤٢).

3......شرح النووى على المسلم، كتاب البرّ والصلة والآداب، باب اذا اثنى على الصالح فهى بشرى ولا تضره، ١٨٩/٨، الجزء السادس عشر.

4......خازن، يونس، تحت الآية: ٦٤، ٣٢٣/٢-٣٢٤.

وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو اسے دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ **اللّٰہ** تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر ان سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ **اللّٰہ** تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب رب تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر ان سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں تو تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ چنانچہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ **اللّٰہ** تعالیٰ فلاں سے ناراض ہے تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ تو آسمان والے اس سے نفرت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے نفرت رکھ دی جاتی ہے۔ [2]

(3)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''**اللّٰہ** تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شُہدا اُن پر رشک کریں گے۔ [3]

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''**اللّٰہ** تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ وہ نہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور نہ شُہداء۔ اور **اللّٰہ** تعالیٰ کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہو گا کہ قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہدا اُن پر رشک کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی، یا **رسولَ اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ارشاد فرمائیے یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو محض رحمتِ الٰہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، نہ ان کا آپس میں رشتہ ہے، نہ مال کا لینا دینا ہے۔ خدا کی قسم! ان کے چہرے نور ہیں اور وہ خود بھی نور پر ہیں۔ جب لوگ خوف میں ہوں گے، اس وقت اِنہیں خوف نہیں ہو گا اور جب دوسرے غم میں ہوں

---

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ٤/٢٤٨، الحدیث: ٦٥٠٢.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب اذا احبّ اللّٰه عبداً حبّبه الی عباده، ص١٤١٧، الحدیث: ١٥٧(٢٦٣٧).

3 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الحبّ فی اللّٰه، ٤/١٧٤، الحدیث: ٢٣٩٧.

گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے۔ ''اور حضور پُر نور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے یہ آیت پڑھی۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** سن لو! بیشک اللّٰہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [2]

﴿ **لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ : اللّٰہ کی باتیں بدلتی نہیں۔** ﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کے وعدے غلط نہیں ہوسکتے جو اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان سے اپنے اَولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور اپنے فرمانبردار بندوں سے فرمائے ہیں۔ [3]

وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بیشک عزت ساری اللّٰہ کے لیے ہے وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بیشک تمام عزتوں کا مالک اللّٰہ ہے، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿ **وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ : اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو۔** ﴾ اس آیت میں سرورِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ کفارِ نابکار جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کے خلاف برے مشورے کرتے ہیں آپ اس کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ بیشک تمام عزتوں کا مالک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہے، وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، اے سیّدِ انبیاء! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کا ناصر و مددگار ہے، اس نے آپ کو اور آپ کے صدقے میں آپ کے فرمانبرداروں کو عزت دی، جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا کہ

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ [4] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اللّٰہ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے۔ [5]

---

1 ......یونس: ٦٢.

2 ......ابوداؤد، كتاب الاجارة، باب في الرهن، ٣/٤٠٢، الحديث: ٣٥٢٧.

3 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٦٤، ٢/٣٢٤.

4 ......منافقون: ٨.

5 ......خازن، يونس، تحت الآية: ٦٥، ٢/٣٢٤، ملخصاً.

بلکہ کائنات میں عزت کا پیمانہ ہی حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ ہے جو آپ سے جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ معزز ہے چنانچہ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سب سے زیادہ قریب تھے تو اُمت میں سب سے معزز بھی وہی ہیں اور ابوجہل سب سے زیادہ دور تھا اس لئے کفار میں سب سے خبیث ترین بھی وہی قرار پایا۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بیشک اللہ ہی کی مِلک ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمینوں میں اور کاہے کے پیچھے جارہے ہیں وہ جو اللہ کے سوا شریک پکار رہے ہیں وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک اللہ ہی مالک ہے سب کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور اللہ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس کی پیروی کررہے ہیں؟ وہ تو صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور وہ صرف جھوٹے اندازے لگارہے ہیں۔

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ: سن لو! بیشک سب کا مالک اللہ ہی ہے۔﴾ اس آیت سے پہلے آیت نمبر 55 میں ارشاد ہوا تھا کہ ’’ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ‘‘ اور اس آیت میں ارشاد ہوا ’’ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ‘‘ ان دونوں آیتوں کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عقل والے ہوں یا بے عقل تمام جمادات، نباتات، حیوانات، جن، انسان اور فرشتے سب کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور جب ہر چیز اس کی مملوک ہے تو ان میں سے کوئی معبود کیسے ہوسکتا ہے۔ اسی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا اور شریکوں کی عبادت کرنے والے کس دلیل کی بنا پر ان کی عبادت کررہے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور وہ صرف جھوٹے اندازے لگارہے ہیں اور بے دلیل محض گمانِ فاسد سے اپنے باطل معبودوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، اس لئے اللہ تعالٰی کے سوا ہر ایک کی پرستش باطل ہے۔[1]

1 ......تفسیرکبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۶۶، ۶/۲۷۹، ملخصاً.

یہ توحید کی ایک عمدہ دلیل ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ونعمت کا اظہار فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡهِ وَ النَّهَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں چین پاؤ اور دن بنایا تمہاری آنکھیں کھولتا بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیۡ: وہی ہے جس نے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں راحت وسکون حاصل کرو اور آرام کر کے دن بھر کی تھکان دور کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنی ضروریاتِ زندگی اور اَسبابِ مَعاش فراہم کرسکو۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنیں اور سمجھیں کہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا وہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ (1)

رات اور دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں

یاد رہے کہ رات اور دن دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں۔ رات کے وقت آدمی آرام کرتا ہے اور سکون حاصل کرتا ہے، گزشتہ دن کی تھکاوٹ اتارتا ہے اور اگلے دن کیلئے چاق و چوبند ہوجاتا ہے اور دن کے وقت آدمی ہزاروں کام سرانجام دیتا ہے، دنیا بھر کے کام کرتا ہے اور اس کے ساتھ دن کی روشنی سے بھی راحت وآرام پاتا ہے۔ دن یا رات میں سے کوئی ایک ختم ہوجائے تو زندگی نہایت کٹھن ہوجائے۔ اگر دن ختم ہوجائے اور ہمیشہ رات ہی رہے تو زمین پر کچھ کھانے کو نہ اُگ سکے گا اور سردی کی شدت بڑھتے بڑھتے انسان ہلاک ہوجائے اور اگر رات ختم ہوجائے اور ہمیشہ دن ہی رہے تو فصلیں سورج کی تَمازت سے جل جائیں اور لوگوں کا راحت وآرام چھن جائے۔ الغرض رات اور دن

(1)......خازن، یونس، تحت الآیة: ۶۷، ۲/۳۲۴-۳۲۵، مدارك، یونس، تحت الآیة: ۶۷، ص۴۷۹، ملتقطاً.

دونوں ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہیں اور نعمتوں کی اہمیت کا صحیح اندازہ ان ممالک میں رہنے سے ہوسکتا ہے جہاں کئی کئی مہینے دن یا کئی کئی مہینے رات رہتی ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی پاکی اس کو وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تمہارے پاس اس کی کوئی بھی سند نہیں کیا اللہ پر وہ بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔تم فرماؤ وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنارکھی ہے۔وہ پاک ہے، وہی بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔تم فرماؤ: بیشک اللہ پر جھوٹ باندھنے والے فلاح نہیں پائیں گے۔

﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا: (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنارکھی ہے۔﴾ کفار کا یہ کلمہ نہایت قبیح اور انتہا درجہ کے جہل کا حامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین کے اس قول کے تین رد فرمائے ہیں،

پہلا رد تو کلمہ ''**سُبْحٰنَهٗ**'' میں ہے جس میں بتایا گیا کہ اس کی ذات اولاد سے منزہ و پاک ہے کہ وہ واحدِ حقیقی ہے۔

دوسرا رد ''**هُوَ الْغَنِیُّ**'' فرمانے میں ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے تو اولاد اس کے لئے کیسے ہوسکتی ہے؟ اولاد تو یا کمزور چاہتا ہے جو اس سے قوت حاصل کرے یا فقیر چاہتا ہے جو اس سے مدد لے یا کم عزت چاہتا ہے جو اس کے ذریعے سے عزت حاصل کرے، الغرض جو چاہتا ہے وہ حاجت رکھتا ہے تو جو غنی ہو، بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو اس کے لئے اولاد کس طرح ہوسکتی ہے۔

تیسرا رد "لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" میں ہے کہ تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مملوک ہونا بیٹا ہونے کے ساتھ نہیں جمع ہوتا لہٰذا ان میں سے کوئی اس کی اولاد نہیں ہوسکتا۔ [1] اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کافرو! تم جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد قرار دیتے ہو اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے برخلاف پر قطعی دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "بنی آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کے لئے جائز نہیں اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے، اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: جس طرح میں نے اسے پہلے پیدا کیا اسی طرح دوبارہ زندہ نہیں کروں گا حالانکہ پہلی دفعہ بنانا میرے لئے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے، اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ کا بیٹا بھی ہے، حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھے کسی نے جنا ہے اور کوئی ایک بھی میری برابری کرنے والا نہیں ہے۔ [2]

نوٹ: یہاں حدیث پاک میں جو یہ فرمایا گیا "پہلی دفعہ بنانا میرے لئے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے" یہ کلام بندوں کے اعتبار سے ہے اور مراد یہ ہے کہ بندوں کے نزدیک کسی چیز کو پہلی بار بنانا مشکل ہوتا ہے اور دوسری بار بنانا آسان جبکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے پہلی اور دوسری دونوں بار بنانا ایک جیسا ہے، تو جب لوگوں کے نزدیک جو چیز مشکل ہے یعنی پہلی بار بنانا وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا اور اس کا کافروں کو بھی اقرار ہے تو دوسری بار بنانے پر اس کی قدرت مانتے ہوئے کافروں کو کیا تکلیف ہے حالانکہ قیامت کے دن پہلے پیدا کر دی گئی مخلوق کو ہی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا دعویٰ کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں آپ انہیں تنبیہ فرما دیں کہ ان کا انجام بہت برا ہوگا اور یہ لوگ اپنی کوششوں

1 ......مدارک، یونس، تحت الآیة: ٦٨، ص٤٧٩-٤٨٠.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة قل هو الله احد، ١-باب، ٣٩٤/٣، الحدیث: ٤٩٧٤.

میں کامیاب نہ ہوں گے بلکہ ناکام و نامُراد ہوں گے، اگرچہ ان پر نعمتوں کی بہتات ہو لیکن انجامِ کار زوال ہی ہے۔[1]

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا میں کچھ برت لینا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے میں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا: دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے۔﴾ اس آیت میں کچھ لوگوں کے اِس شُبہے کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنے والے بہت سے افراد عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں اور دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو وہ ناکام کہاں سے ہوئے؟ ان کے شبہ کے ازالے کیلئے فرمایا گیا کہ یہ عارضی آرام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار انجام کا ہے اور ان کا انجام خراب ہی ہے۔[2]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾

1 ......صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۶۹، ۳/۸۸۳۔

2 ......صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۸۸۳۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم پر شاق گزرا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللّٰہ کی نشانیاں یاد دلانا تو میں نے اللّٰہ ہی پر بھروسہ کیا تو مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کرلو تمہارے کام میں تم پر کچھ گنجلک نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کرلو اور مجھے مہلت نہ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللّٰہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللّٰہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کرسکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔

﴾وَاتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ: اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ۔﴿ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے کفارِ قریش کے اَحوال اور ان کے کفر وعناد کو بیان فرمایا اس کے بعد اب ان آیات سے اللّٰہ تعالٰی نے انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واقعات اور جو کچھ ان کی امتوں کے ساتھ پیش آیا اس کا بیان شروع فرمایا ہے، گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حالاتِ زندگی بتا کر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا مقصود ہے تاکہ کفارِ قریش کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیت کی تکلیف آسان ہو نیز ان واقعات اور ماضی میں کفر کرنے والی امتوں پر آنے والے عذاب اور دنیا میں ان کی ہلاکت کا بیان کفارِ قریش کے لئے قلبی خوف کا سبب ہو اور وہ ایمان قبول کرنے کی طرف مائل ہوں اور چونکہ سب سے پہلے حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم پر ان کے کفر وسرکشی کی وجہ سے عذاب آیا اس لئے یہاں ان کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے یہ دیکھا کہ ان کا اپنی قوم کے درمیان مدتِ دراز تک ٹھہرنا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا انہیں ناگوار گزرا ہے اور اس پر انہوں نے مجھے قتل کردینے اور اپنے علاقے سے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''مجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر کامل بھروسہ ہے اور میں نے اپنے معاملات اسی کے سپرد کردیئے ہیں، تم میری مخالفت میں اور مجھے ایذاء پہنچانے کیلئے جس قدر اَسباب جمع کرسکتے ہو کرلو بلکہ اپنے باطل معبودوں کو بھی ملالو اور تمہاری یہ سازش پوشیدہ نہ رہے بلکہ علی الاعلان سب کچھ کرو، پھر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا یہ کلام انہیں عاجز کردینے کے طور پر تھا، مُدَّعا یہ ہے کہ مجھے اپنے قوی وقادر پروردگار عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ ہے تم اور تمہارے بے اختیار

معبود مجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔[1]

حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مختصر تعارف

حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دنیا میں چوتھے نبی اور پہلے رسول ہیں۔ آپ کا نام یَشْکُرْ اور لقب نوح ہے کیونکہ آپ خوفِ الٰہی سے نوحہ وگریہ بہت کرتے تھے۔ آپ آدمِ ثانی کہلاتے ہیں کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد آپ ہی سے نسلِ انسانی چلی۔ قرآنِ پاک میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ کے واقعات کو متعدد جگہ کافی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

آیت ”وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)…… انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہایت شُجاع، بہادر، جَری، باہمت اور اُولُو العزم ہوتے ہیں، جیسے یہاں ایک طرف پوری قوم دشمن اور مخالف ہے اور دوسری طرف تنِ تنہا صرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بھروسے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کس قدرت جرأت کے ساتھ مخالفین کو پکار رہے ہیں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ قادیانی نبی نہیں تھا کیونکہ وہ انتہا درجے کا ڈرپوک تھا، ساری زندگی اسی ڈر سے حج کو نہ گیا اور جہاں جانے سے اسے نقصان پہنچنے کا خوف ہوتا تھا وہاں نہ جاتا تھا۔

(2)…… لوگوں کی ایذاء کی وجہ سے تبلیغ سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تکالیف برداشت کرنے کے باوجود ساڑھے نوسو سال تک تبلیغ فرمائی۔

(3)…… تبلیغِ دین کیلئے جرأت اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، بُزدل اور ڈرپوک آدمی تبلیغ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

(4)…… انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اَولیاءِ عِظام اور صالحین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کے سچے واقعات پڑھنا سننا عبادت ہے۔ اس لئے آیاتِ قرآنیہ کے ذریعے اور سیرت و واقعات کی کتابوں کے ذریعے بزرگانِ دین کی سیرت سے واقفیت حاصل کرتے رہنا چاہیے۔

(5)…… یہ بھی معلوم ہوا کہ تاریخ کا علم بھی بہت عمدہ ہے کہ اس میں عبرت پوشیدہ ہوتی ہے البتہ تاریخ وہی پڑھی جائے جو حقائق پر مبنی ہو۔ آج کل ظالموں کو عادل، مسلمانوں کو قتل کرنے والوں کو مجاہد اور اُمت کو تباہ کرنے والوں کو امت کا مُصلح ومُحسن بنا کر پیش کرنا عام ہے۔ ایسی تاریخ سے دور رہنا ہی مناسب ہے۔

---

1 …… خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۷۱، ۲/۳۲۵-۳۲۶، ملخصاً۔

فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَمَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ اَجۡرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر اللّٰہ پر اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ، میرا اجر تو اللّٰہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

﴿فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ: پھر اگر تم منہ پھیرو۔﴾ یعنی اگر تم میرے وعظ و نصیحت سے اِعراض کرو تو میں نے تم سے وعظ و نصیحت پر کوئی مُعاوضہ نہیں مانگا کہ تمہارے منہ پھیرنے کی وجہ سے مجھے اس کے نہ ملنے کا افسوس ہو، میرا اجر تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے وہی مجھے جزا دے گا۔ مدعا یہ ہے کہ میرا وعظ و نصیحت خاص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، کسی دنیوی غرض سے نہیں ہے۔[1]

تبلیغِ دین پر اُجرت نہ لی جائے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تبلیغِ دین پر اُجرت نہ لی جائے ، ہاں امامت و خطابت ، تدریس اور تعلیمِ قرآن وغیرہ میں جہاں شریعت کی طرف سے اجازت ہے وہ جدا بات ہے لیکن اس میں بھی ممکن ہو تو بغیر پیسے ہی کے کام کرے۔

﴿وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ: اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم دینِ اسلام قبول کرو یا نہ کرو مجھے دینِ اسلام پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ دینِ اسلام کی دعوت دینے کی بنا پر مجھے تمہاری طرف سے خواہ کیسی ہی اَذیت پہنچے ہر حال میں مجھے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کا فرمانبردار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

1 ......مدارك، يونس، تحت الآية: ۷۲، ص ۴۸۰ .

2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۷۲، ۲/۳۲۶ .

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے نائب کیا اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور کشتی میں اس کے ساتھ والوں کو نجات دی اور انہیں ہم نے جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے غرق کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے نوح کو جھٹلایا۔﴾ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کے درمیان ہونے والے معاملات کا بیان فرمایا اور اس آیت میں ان معاملات کا انجام بیان فرمایا ہے۔ اس آیت میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے اصحاب کے بارے میں دو چیزیں بیان ہوئیں:

(1)...... اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار سے نجات دی۔

(2)...... کفار کو غرق کرنے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھیوں کو زمین میں ان کا جانشین بنایا۔ کفار کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اس میں کفار کے لئے بہت عبرت ہے کہ جو لوگ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول کو جھٹلائیں گے ان پر ویسا عذاب آ سکتا ہے جیسا حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر آیا، وہیں ایمان والوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کو مخالفین کے شر سے نجات دی اسی طرح انہیں بھی مخالفین کے شر سے بچائے گا۔[1]

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے چند واقعات سورۂ اَعراف آیت **59** تا **64** میں گزر چکے ہیں، مزید تفصیلی واقعات سورۂ ہود اور دیگر سورتوں میں مذکور ہیں۔

1 ...... تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۷۳، ۶/۲۸۶۔

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد اور رسول ہم نے ان کی قوموں کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لائے تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے اس پر جسے پہلے جھٹلا چکے تھے ہم یونہی مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف کئی رسول بھیجے تو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لائے (لیکن) وہ کفار ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لے آئیں جسے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ہم اسی طرح سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔

﴿**ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ:** پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف کئی رسول بھیجے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دور میں صرف مومن باقی رہ گئے تھے اور کافر سب ہلاک ہو گئے تھے مگر ان باقی ماندگان کی اولاد میں جب کفر و شرک پھیل گیا تو ان میں حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اپنے اپنے وقتوں میں بھیجے گئے۔ ان انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت پر دلالت کرنے والے واضح دلائل اور عظیم معجزات دے کر بھیجا لیکن ان کی قوم کے لوگوں نے بھی حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کو تکذیب کی وجہ سے غرق کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جو سرکش ہو اور تکذیب میں ان کی راہ اختیار کرے۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ بروں کی پیروی بری ہے اور ان کی راہ پر چلنے کا انجام بھی برا ہے۔

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۷۴، ۲/۳۲۶، ملخصاً.

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھران کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں لے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھران کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ: پھران کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو بھیجا۔﴾ یہاں دیگر انبیاءِ کرام، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرنے سے مقصود نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا ہے۔[1]

نوٹ: ان آیات میں مذکور واقعہ اور دیگر واقعات سورۂ اَعراف آیت 103 تا 156 میں گزر چکے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْؕ اَسِحْرٌ هٰذَاؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا بولے یہ تو ضرور کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کیا حق

[1] ......صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ۷۵، ۸۸۶/۳.

کی نسبت ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے اور جادوگر مراد کو نہیں پہنچتے۔ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تمہیں دونوں کی بڑائی رہے اور ہم تم پر ایمان لانے کے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: بیشک یہ کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ: تو جب ان کے پاس حق آیا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واسطے سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق آیا اور فرعونیوں نے پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو براہِ نفسانیت کہنے لگے کہ بیشک یہ کھلا جادو ہے حالانکہ انہیں علم تھا کہ جادو کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ [1]

حق معلوم ہونے کے بعد قبول نہ کرنا فرعونیوں کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق بات معلوم ہو جانے کے بعد نفسانیت کی وجہ سے اسے قبول نہ کرنا اور اس کے بارے میں ایسی باتیں کرنا جو دوسروں کے دلوں میں حق بات کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیں فرعونیوں کا طریقہ ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو حق جان لینے کے باوجود صرف اپنی ضد اور اَنا کی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتے اور اس کے بارے میں دوسروں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے یوں لگتا ہے کہ ان کا عمل درست ہے اور حق بیان کرنے والا اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر 78 سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)......پیغمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بدگمانی کفر ہے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ آپ مصر کی بادشاہت چاہتے ہیں اور بادشاہت حاصل کرنے کے لئے نبوت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔

1......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۷۶، ۲/۳۲۷، مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۷۶، ص ۴۸۱، ملتقطاً۔

(2)......حکمرانوں کی پرانی روش یہی چلتی آرہی ہے کہ اصلاح قبول کرنے کی بجائے وہ سمجھانے والے پر جھوٹے الزام لگا کراوراسے اِقتدار کا لالچی قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج بھی اس بات کو دیکھا جاسکتا ہے کہ غلط اندازِ حکمرانی پر ٹوکا جائے تو حکمران کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری حکومت ختم کر کے اپنی حکومت لانا چاہتے ہیں۔

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا ہر جادوگر علم والے کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب جادوگر آئے ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔ پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ نے کہا یہ جو تم لائے یہ جادو ہے اب اللہ اسے باطل کر دے گا اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔ اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے پڑے برا مانیں مجرم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: ہر علم والے جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب جادوگر آگئے تو ان سے موسیٰ نے کہا: ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو۔ پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ بیشک اب اللہ اسے باطل کر دے گا، اللہ فسادوالوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔ اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ: اور فرعون نے کہا۔﴾ سرکش و متکبر فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزہ کا مقابلہ باطل سے کرے اور دنیا کو اس مُغالطہ میں ڈالے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جادو کی قسم سے ہیں اس لئے وہ بولا: حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلہ کیلئے ہر علم والے جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔ (1)

1......خازن، یونس، تحت الآیة: ۷۹، ۲/۳۲۷.

﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ: پھر جب جادوگر آ گئے۔﴾ جب جادوگر آ گئے تو ان سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: جادو کی جو چیزیں رسّے شہتیر وغیرہ تم ڈالنے والے ہو میرے سامنے ڈال دو اور جو تمہیں جادو کرنا ہے کرو۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس لئے فرمایا کہ حق و باطل ظاہر ہو جائے اور جادو کے کرشمے جو وہ کرنے والے ہیں ان کا فساد واضح ہو۔ (1)

﴿فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا: پھر جب انہوں نے ڈال دیا۔﴾ پھر جب انہوں نے اپنے پاس موجود رسیاں اور شہتیر ڈال دیئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: جو تم لائے ہو یہ جادو ہے نہ کہ وہ آیاتِ الٰہیہ جن کو فرعون نے اپنی بے ایمانی سے جادو بتایا۔ بیشک اب اللہ تعالیٰ اسے باطل کر دے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فساد والوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔ (2)

﴿وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ: اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق کر دکھاتا ہے۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حکم، اپنی قضاء وقدر اور اپنے اس وعدے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جادوگروں پر غالب کرے گا اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔ (3)

فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انہیں ہٹنے پر مجبور نہ کر دیں اور بیشک فرعون زمین میں سر اٹھانے والا تھا اور بیشک وہ حد سے گزر گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا (اس ڈر سے) کہ فرعون انہیں تکلیف میں ڈال دے گا اور بیشک فرعون زمین میں تکبر کرنے والا تھا

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۸۰، ۲/۳۲۷.
2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۸۱، ۲/۳۲۷، مدارك، يونس، تحت الآية: ۸۱، ص۴۸۲، ملتقطاً.
3 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۸۲، ۲/۳۲۷.

اور بیشک وہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا۔

﴿فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰی: تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے، کیونکہ آپ لوگوں کے ایمان لانے کیلئے بہت کوشش فرماتے تھے اور لوگوں کے اِعراض کرنے کی وجہ سے مغموم ہوتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکین کے لئے فرمایا گیا کہ باوجود یکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا پھر بھی تھوڑے لوگوں نے ایمان قبول کیا، ایسی حالتیں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیش آتی رہی ہیں، آپ اپنی امت کے اِعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں قوم کی ذُرِّیَّت سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس آیت میں قوم کی ذریت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ''مِنْ قَوْمِهٖ'' میں جو ضمیر ہے وہ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹ رہی ہے، اس صورت میں قوم کی ذریت سے بنی اسرائیل مراد ہوں گے جن کی اولاد مصر میں آپ کے ساتھ تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرعون کے قتل سے بچ رہے تھے کیونکہ جب بنی اسرائیل کے لڑکے فرعون کے حکم سے قتل کئے جاتے تھے تو بنی اسرائیل کی بعض عورتیں جو قومِ فرعون کی عورتوں کے ساتھ کچھ رسم وراہ رکھتی تھیں وہ جب بچہ جنتیں تو اس کی جان کے اندیشہ سے وہ بچہ فرعونی قوم کی عورتوں کو دے ڈالتیں، ایسے بچے جو فرعونیوں کے گھروں میں پلے تھے اس روز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جادوگروں پر غلبہ دیا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''مِنْ قَوْمِهٖ'' میں ضمیر فرعون کی طرف لوٹ رہی ہے، اس صورت میں قوم کی ذریت سے قومِ فرعون کی ذریت مراد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ قومِ فرعون کے تھوڑے لوگ تھے جو ایمان لائے۔ (1)

حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

فرعون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متکبر تھا کیونکہ وہ خود کو خدا کہتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا تکبر ہوسکتا ہے، نیز فرعون کو حد سے بڑھنے والا کہا گیا کیونکہ اس نے بندہ ہوکر بندگی کی حد سے گزرنے کی کوشش کی اور اُلوہیت کا مدعی ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حد میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ پانی حد سے بڑھ جائے تو طوفان بن جاتا ہے اور آدمی حد سے

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۸۳، ۲/۳۲۷.

بڑھ جائے تو شیطان بن جاتا ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔ بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا الٰہی ہم کو ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰى: اور موسیٰ نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، وہ اپنے فرمانبرداروں کی مدد کرتا اور دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنا کمالِ ایمان کا تقاضا ہے۔(1)

﴿فَقَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے جواب دیتے ہوئے عرض کی: ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کیا اس کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہیں کرتے، پھر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے ''اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا یعنی انہیں ہم پر غالب نہ کر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ فرما تاکہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور یوں سرکشی و کفر میں بڑھ جائیں اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں قومِ فرعون کے کافروں کے قبضے سے نجات دے اور ان کے ظلم وستم سے بچا۔(2)

(1) ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۸۴، ۲/۳۲۸.

(2) ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۸۵، ۲/۳۲۸.

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

﴿وَ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً : اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ۔﴾ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبلہ کعبہ شریف تھا اور ابتداء میں بنی اسرائیل کو یہی حکم تھا کہ وہ گھروں میں چھپ کر نماز پڑھیں تا کہ فرعونیوں کے شر و اِیذاء سے محفوظ رہیں۔[1]

آیت ”وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......گھر بنانا بھی سنتِ اَنبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فخر کے لئے نہ ہو بلکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ہو۔

(2)......رہنے سہنے کے گھروں میں گھریلو مسجد بنانا، جسے مسجد بیت کہا جاتا ہے، یہ ایک قدیم طریقہ ہے، لہٰذا یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان اپنے گھر کا کوئی حصہ نماز کے لئے پاک وصاف رکھیں اور اس میں عورت اِعتکاف کرے۔

(3)......خوف کے وقت چھپ کر گھروں میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ بنی اسرائیل اس زمانہ میں ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔

(4)......مصیبت کے وقت اچھی خبریں سنانی چاہئیں تاکہ لوگوں کا حوصلہ بڑھے اور مایوسی دور ہو۔

(5)......حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین میں نماز فرض تھی، اس وقت زکوٰۃ کا حکم اس لئے نہ دیا گیا کہ بنی اسرائیل

---

[1]......مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۸۷، ص ۴۸۲-۴۸۳۔

غریب ومساکین تھے، جب ان کے پاس مال آیا تو پھر ان پر مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ نکالنی فرض ہوئی۔

وَقَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِیۡنَةً وَّاَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے عرض کی اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے اے رب ہمارے اس لیے کہ تیری راہ سے بہکاویں اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور مال دیدیا، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

﴿وَقَالَ مُوۡسٰی: اور موسیٰ نے عرض کی۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے عظیم معجزات دکھانے کے باوجود فرعونی اپنے کفر وعناد پر قائم رہے تو حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان کے خلاف دعا فرمائی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش، عمدہ لباس، نفیس فرش، قیمتی زیور اور طرح طرح کے سامان دیئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مال و دولت کے ذریعے لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکانے لگے۔ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ان کے مال برباد کردے کیونکہ وہ تیری نعمتوں پر بجائے شکر کے جَری ہو کر مَعْصِیَت کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور فرعونیوں کے درہم و دینار وغیرہ پتھر ہو کر رہ گئے اور یہ ان 9 نشانیوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دی گئی تھیں۔ (1)

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۸۸، ۲/۳۲۹، مدارك، يونس، تحت الآية: ۸۸، ص۴۸۳، ملتقطاً.

﴿ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ: اور ان کے دلوں کو سخت کردے۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے تب آپ نے ان کے لئے یہ دعا کی اور ایسا ہی ہوا کہ وہ غرق ہونے کے وقت تک ایمان نہ لائے۔ [1]

آیت ’’وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)...... مال عام طور پر غفلت کا سبب بنتا ہے، اس لئے مالدار کو اپنے مُحاسبے کی زیادہ حاجت ہے کہ کہیں اس کے مال نے اسے غافل تو نہیں کر دیا۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ(۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

اور فرمایا گیا

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

(2)...... دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دل کی سختی بڑا عذاب ہے۔ دل کی سختی کا معنی ہے کہ نصیحت دل پر اثر نہ کرے، گناہوں سے رغبت ہو اور گناہ کرنے پر کوئی پشیمانی نہ ہو اور توبہ کی طرف توجہ نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام کرنا دل کی سختی (کا باعث ہے) اور سخت دل آدمی اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوتا ہے۔ [4]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دل کی سختی سے محفوظ فرمائے، یاد رہے کہ اگر کوئی آدمی نیک اعمال کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے تو اسے سخت دل نہیں کہا جا سکتا کہ اصل مقصود آنسو بہانا نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرنا ہے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ

---

1 ...... مدارك، يونس، تحت الآية: ٨٨، ص٤٨٣.

2 ...... تکاثر: ۱، ۲.

3 ...... انفال: ۲۸.

4 ...... ترمذى، كتاب الزهد، ٦٢-باب منه، ١٨٤/٤، الحديث: ٢٤١٩.

لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کے راستے پر نہ چلنا۔

﴿قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا : (اللہ نے) فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔﴾ اس آیت میں دعا کی نسبت حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَيۡهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دونوں کی طرف کی گئی حالانکہ حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آمین کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے لہٰذا اس کیلئے اِخفا ہی مناسب ہے۔ [1] یادر ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوا۔ [2] اسی لئے فرمایا گیا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو قبولیتِ دعا میں دیر ہونے کی حکمتیں نہیں جانتے۔

دعا قبول ہونے میں تاخیر ہونا بھی حکمت ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت میں یہ ضروری نہیں کہ فوراً ہی اس کا اثر ہو جائے بلکہ بعض اوقات حکمتِ الٰہی سے اس میں ایک عرصے کی تاخیر بھی ہو جاتی ہے، نیز اس شخص کی دعا ویسے ہی قبول نہیں ہوتی جو شور مچائے کہ اس نے بڑی دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی چنانچہ حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ مانگے اور جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جلد بازی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ کہے کہ میں نے دعا مانگی اور مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو، لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔ [3]

1 ......مدارك، یونس، تحت الآیة: ۸۹، ص۴۸۳ .

2 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۸۹، ۲/۳۳۰ .

3 ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب بیان انّه یستجاب للداعی ما لم یعجّل فیقول: دعوت فلم یستجب لی، ص۱۴۶۳، الحدیث: ۹۲(۲۷۳۵).

اسی لئے دعا کے آداب میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قبولیت کے یقین سے دعا مانگو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے (دعا کرنے والے کی) دعا قبول نہیں فرماتا۔ [1]

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرادیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہونے نے آلیا تو کہنے لگا: میں اِس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوں۔

﴿قَالَ اٰمَنْتُ: فرعون نے کہا: میں ایمان لایا۔﴾ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمالی تو بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک مُعَیَّن وقت میں مصر سے روانہ ہوجائیں اور اس کیلئے اپنا سامان بھی تیار کرلیں، فرعون اس معاملے سے غافل تھا، جب اس نے سنا کہ بنی اسرائیل اس کا ملک چھوڑنے کے عزم سے نکل گئے ہیں تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا، جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئے اور دریا کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گیا تو بنی اسرائیل شدید خوف میں مبتلا ہوگئے کیونکہ سامنے

[1] ترمذی، کتاب الدعوات، ۶۵-باب، ۵/۲۹۲، الحدیث: ۳۴۹۰.

دریا تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، آگے بڑھتے ہیں تو دریا میں ڈوب جائیں گے پیچھے ہٹتے ہیں تو فرعون کا لشکر انہیں ہلاک کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطرناک حالت میں ان پر اس طرح انعام فرمایا کہ دریا میں ان کیلئے ایک راستہ ظاہر کر دیا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اَصحاب کے ساتھ اس میں داخل ہو کر دریا کے پار تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ نے دریا میں بننے والے رستے کو اسی طرح خشک رکھا تاکہ فرعون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَعاقُب میں اپنے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہو جائے۔ جب فرعون اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس دریائی راستے میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں پڑے ہوئے شگاف کو ملا کر فرعون کو اس کے پورے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس امید پر اپنے اخلاص اور ایمان کا اِظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے نجات دیدے گا۔ [1]

آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَيۡتَ قَبۡلُ وَكُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اُسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

﴿آٰلۡـٰٔنَ: کیا اب۔﴾ ڈوبتے وقت جب فرعون نے ایمان کا اقرار کیا تو اس وقت اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اِضطرار میں جب کہ غرق میں مبتلا ہو چکا ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی اس وقت ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کے پاس ایک تحریری سوال لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ ایسے غلام کے بارے میں بادشاہ کا کیا حکم ہے جس نے ایک شخص کے مال و نعمت میں پرورش پائی، پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کا منکر ہو گیا اور اپنے آپ مولیٰ ہونے کا مدعی بن گیا؟ اس پر فرعون نے یہ جواب لکھا کہ جو غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اس کو اس نے پہچان لیا۔ [2]

---

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۹۰، ۶/۲۹۵۔

2 ......مدارك، یونس، تحت الآیۃ: ۹۱، ص ۴۸۴۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةًؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۠ (۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: آج ہم تیری لاش کو اُترا دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لیے نشانی ہو اور بیشک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔

﴿فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ: آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے۔﴾ علماءِ تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی تو بنی اسرائیل میں سے بعض کو شُبہ رہا اور اس کی عظمت وہَیبت جو ان کے قُلوب میں تھی اس کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔ (1)

﴿وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ: اور بیشک لوگ ہماری نشانیوں سے ضرور غافل ہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا اور فرعون کا انجام ذکر کیا اور اس واقعے کا اختتام اس کلام پر فرمایا۔ اس میں خطاب نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے تاکہ وہ اپنی امت کو دلائل سے اِعراض کرنے پر ڈرائیں اور ان واقعات میں غور و فکر کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دیں یہی ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصود ہے۔ (2)

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا

1 ...... خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/۳۳۲-۳۳۳.

2 ...... تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۹۲، ۶/۲۹۸.

كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی اور انہیں ستھری روزی عطا کی تو اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن اُن میں اُس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ جھگڑتے تھے۔

﴿وَلَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی۔﴾ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ ٹھہرایا اور ان کے سمندر سے نکلنے اور ان کے دشمن فرعون کی ہلاکت کے بعد انہیں عزت کے مقام میں اتارا۔ آیت میں عزت کی جگہ سے یا تو ملکِ مصر اور فرعون و فرعونیوں کے اَملاک مراد ہیں یا سرزمینِ شام، قُدس اور اُردن، جو کہ نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز ملک ہیں۔ (1)

﴿فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ: تو وہ اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد﴾ یہاں علم سے مراد یا تو توریت ہے جس کے معنی میں یہودی آپس میں اختلاف کرتے تھے یا سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری ہے کہ اس سے پہلے تو سب یہودی آپ کے قائل اور آپ کی نبوت پر مُتَّفِق تھے اور توریت میں جو آپ کی صفات مذکور تھیں ان کو مانتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد اختلاف کرنے لگے، کچھ ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے حسد وعداوت کی وجہ سے کفر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ علم سے قرآنِ مجید مراد ہے۔ (2)

علم اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ثواب بھی ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حقیقی معرفت نہ ہو وہ علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب اور

---

1 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۹۳، ۲/ ۳۳۳.

2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ۹۳، ۲/ ۳۳۳.

حجاب ہے، چنانچہ علم کے باوجود گمراہ ہوجانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا۔

اور جو علم معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہو، وہ رحمت ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہودی دنیا میں آپ کی نبوت کے معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، قیامت کے دن آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ان میں عملی طور پر اس طرح فیصلہ کردے گا کہ آپ پر ایمان لانے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور آپ کا انکار کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ [3]

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۙ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہوجائے گا۔

1 ......الجاثیہ:٢٣. 2 ......طه:١١٤.

3 ......خازن، یونس، تحت الآية: ٩٣، ٢/٣٣٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے سننے والے! اگر تجھے اس میں کوئی شک ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا ہے تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تُو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

﴿فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ : تو اے سننے والے! اگر تجھے کوئی شک ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! اگر تمہیں ان قصوں میں کچھ تَرَدُّد ہو جو ہم نے اپنے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطے سے تمہیں بیان کئے ہیں تو تم علمائے اہلِ کتاب جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھیوں سے پوچھ لو تا کہ وہ تمہیں سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت وصفت جو توریت میں مذکور ہے وہ سنا کر شک دور کر دیں۔ بیشک تیرے پاس تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے وہ حق آیا جو اپنے واضح دلائل سے اتنا روشن ہے کہ اس میں شک کی مجال نہیں لہٰذا تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح دلیلوں کو جھٹلایا ورنہ تو اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (1)

اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے۔

1 ......جلالین، یونس، تحت الآیۃ: ۹۴، ص۱۷۸، خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۴، ۲/۳۳۴-۳۳۵، ملتقطاً.

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ : بیشک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پکی ہو چکی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ قول ان پر ثابت ہو چکا جو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی ملائکہ نے خبر دی ہے کہ یہ لوگ کافر مریں گے اور جب تک وہ موت کے وقت یا قیامت میں دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آ جائیں اور اس وقت کا ایمان نہ نفع بخش ہے اور نہ مقبول۔[1]

فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡیَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِیۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ مَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی قوم ایمان لے آتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا لیکن یونس کی قوم جب ایمان لائی تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے دیا۔

﴿ فَلَوۡلَا : تو کیوں ایسا نہ ہوا۔﴾ یعنی ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان بستیوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کیا کوئی قوم عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے کفر چھوڑ کر اِخلاص کے ساتھ توبہ کر کے ایمان لے آتی اور جس طرح فرعون نے اپنا ایمان لانا مُؤخّر کیا وہ قوم نہ کرتی تا کہ اس کا ایمان اسے نفع دیتا کیونکہ اختیار کے وقت میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا ایمان قبول کر لیتا۔[2]

﴿ اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ : لیکن یونس کی قوم۔﴾ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ موصل کے علاقے نینوٰی میں رہتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی طرف بھیجا، آپ نے انہیں بت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا حکم دیا، ان لوگوں نے انکار کیا اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب

1 ......مدارك، يونس، تحت الآية: ۹۶، ص۴۸۵.

2 ......مدارك، يونس، تحت الآية: ۹۸، ص۴۸۶.

کی، آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب نازل ہونے کی خبر دی، ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے، دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح کے وقت عذاب کے آثار نمودار ہوگئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین ہوگیا کہ عذاب آنے والا ہے، انہوں نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تلاش کیا تو آپ کو نہ پایا، اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ لوگ اپنی عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، موٹے کپڑے پہن کر توبہ و اسلام کا اظہار کیا، شوہر سے بیوی اور ماں سے بچے جدا ہوگئے اور سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ و زاری شروع کر دی اور عرض کرنے لگے کہ جو دین حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سچی توبہ کی اور جو جَرائم ان سے ہوئے تھے انہیں دور کیا، پرائے مال واپس کئے حتّٰی کہ اگر دوسرے کا ایک پتھر کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر وہ پتھر نکال دیا اور واپس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں تو پروردگارِ عالَم نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔ [1]

فرعون کی توبہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی توبہ میں فرق

اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس نے آخری وقت توبہ کی لیکن اس کی توبہ قبول نہ ہوئی جبکہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے بارے میں ذکر فرمایا کہ انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، دونوں کی توبہ میں کیا فرق ہے؟ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ فرعون کی توبہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی توبہ میں واضح فرق ہے وہ یہ کہ فرعون نے عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد توبہ کی تھی جبکہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر جب وہ نشانیاں ظاہر ہوئیں جو عذاب کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں تو انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے اسی وقت ہی توبہ کر لی تھی۔ [2] اس کا مطلب یہ نکلا کہ نزولِ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں البتہ نزولِ عذاب سے پہلے صرف علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

1 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۸، ۲/۳۳۵-۳۳۶.

2 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۹۸، ۶/۳۰۳.

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًاؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ(۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کروگے یہاں تک کہ مسلمان ہوجائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہوجائیں؟

﴾ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ : اور اگر تمہارا رب چاہتا۔﴿ یعنی ایمان لانا سعادتِ اَزلی پر مَوقوف ہے، ایمان وہی لائیں گے جن کیلئے توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہو، اس آیت میں سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں لیکن آپ کی خواہش وکوشش کے باوجود بھی جو لوگ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے تو اس کا آپ کو غم نہ ہونا چاہیے کیونکہ اَزل سے جو شقی ہے وہ ایمان نہ لائے گا۔[1]

﴾ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ : تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو یہ روا نہیں کہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق اور اِقرار کا نام ہے اور کسی پر جبر اور زبردستی کرنے سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی۔[2] معلوم ہوا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنانا درست نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ(۱۰۰)

---

1 ......خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۹۹، ۲/۳۳۶.

2 ......مدارک، یونس، تحت الآیۃ: ۹۹، ص۴۸۶.

3 ......البقرہ:۲۵۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی جان کی قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور عذاب ان پر ڈالتا ہے جنہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی جان کو قدرت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے اور اللہ ان لوگوں پر عذاب ڈالتا ہے جو سمجھتے نہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ: اور کسی جان کو قدرت نہیں۔﴾ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے تو بندہ اپنے اختیار سے ایمان قبول کرتا ہے، اپنے چاہنے کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہدایت کا ارادہ نہ کرے تو بندہ اپنی رَغْبت سے کفر پر رہتا ہے اور اس رغبت کا عذاب پاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بندہ مجبور ہے کیونکہ بندے کی رغبت بھی مَشِیَّتِ الٰہی میں داخل ہے۔ **مجبور کرنے کی بات تب ہو** جب آدمی کفر پر اس طرح مجبور ہو جیسے رعشے میں مبتلا آدمی کے ہاتھ کانپتے ہیں کہ اگرچہ وہ کتنا ہی اسے روکنا چاہے روک نہیں پاتا تو اگر کوئی آدمی کفر پر اس طرح مجبور ہے کہ وہ دل سے ایمان لانا چاہتا ہے مگر اسے قدرت ہی نہیں، وہ ایمان لا ہی نہیں پاتا، اس کا دل تصدیق ہی نہیں کرتا اور اس کی زبان اقرارِ اسلام کرتی ہی نہیں پھر تو کہا جائے گا کہ اسے کفر پر مجبور کر دیا گیا لیکن اگر دل میں قبول کرنے کا اختیار موجود ہے لیکن پھر بھی کوئی ایمان قبول نہیں کرتا تو وہ ہرگز مجبور نہیں ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ مَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے اور آیتیں اور رسول انہیں کچھ نہیں دیتے جن کے نصیب میں ایمان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اس کی تخلیق اور مَشِیَّت کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرت پر موجود دلائل میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ انسان مجبورِ محض ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان نشانیاں طلب کرنے والے مشرکین سے فرما دیں کہ تم دل کی آنکھوں سے دیکھو اور غور کرو کہ آسمانوں اور زمین میں توحید باری تعالیٰ کی کیا کیا نشانیاں ہیں، اوپر سورج اور چاند ہیں جو کہ دن اور رات کے آنے کی دلیل ہیں، ستارے ہیں جو کہ طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے۔ زمین میں پہاڑ، دریا، دفینے، نہریں، درخت نباتات یہ سب اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے اور ان کا خالق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔[1] توعظمتِ خداوندی، توحیدِ الٰہی اور قدرتِ رَبّانی سمجھانے کیلئے یہی دلائل کافی ہیں، اب اگر ان سب دلائل کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو پھر اس کا ارادہ جہنم میں جانے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ع ۱۰ | ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں کاہے کا انتظار ہے مگر انہیں لوگوں کے سے دنوں کا جو ان سے پہلے ہوگزرے تم فرماؤ تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں ان لوگوں کے دنوں جیسے (دنوں) کا انتظار ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تم فرماؤ: تو

[1] ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳۰۶/۶، خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳۳۶/۲، ملتقطاً۔

انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے ۔ ہم پر اسی طرح حق ہے کہ ایمان والوں کو نجات دیں ۔

﴿فَهَلۡ يَنۡتَظِرُوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ اَيَّامِ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ: تو انہیں ان لوگوں کے دنوں جیسے (دنوں) کا انتظار ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں ۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کا طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ گویا یہ لوگ گزشتہ اُمتوں کے دنوں جیسے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اپنے زمانوں میں کفار کو اُن دنوں کے آنے سے ڈراتے تھے جن میں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوں جبکہ کفار اسے جھٹلاتے اور مذاق اڑاتے ہوئے عذاب نازل ہونے کی جلدی مچاتے تھے اسی طرح نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کفار بھی انہی کی رَوِش اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا: آپ ان سے فرما دیں کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ۔ [1]

﴿ثُمَّ نُنَجِّيۡ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے ۔﴾ حضرت ربیع بن انس رَحۡمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيۡهِ فرماتے ہیں کہ عذاب کا خوف دلانے کے بعد اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ جب عذاب واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رسول کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرماتا ہے ۔ [2]

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِيۡ شَكٍّ مِّنۡ دِيۡنِيۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِيۡ يَتَوَفّٰىكُمۡ ۖۚ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ وَاَنۡ اَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ۚ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہہ میں ہو تو میں تو اسے نہ پوجوں گا جسے تم

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیة: ۱۰۲، ۶/۳۰۷.

2 ......تفسیر طبری، یونس، تحت الآیة: ۱۰۲، ۶/۶۱۷.

اللہ کے سوا پوجتے ہو ہاں اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ ایمان والوں میں ہوں۔اور یہ کہ اپنا منھ دین کے لیے سیدھا رکھ سب سے الگ ہوکر اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو (جان لو کہ) میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو البتہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں۔اور یہ کہ ہر باطل سے جدا رہ کر اپنا چہرہ دین کے لئے سیدھا رکھو اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

﴿**قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ : تم فرماؤ، اے لوگو!**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے دین کا اِظہار کریں اور یہ اعلان کر دیں کہ وہ مشرکین سے علیحدہ ہیں تاکہ مشرکین کے ساتھ رہنے والوں کے بارے میں مشرکوں کے شکوک وشُبہات زائل ہو جائیں اور اللہ تعالٰی کی عبادت چھپ کر ہونے کی بجائے اعلانیہ ہونے لگے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اہلِ مکہ سے فرما دیں کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی حقیقت اور اس کی صحت کی طرف سے کسی شُبہ میں مبتلا ہو اور اس وجہ سے غیرُ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو تو میں تمہیں اپنے دین کی حقیقت بتا دیتا ہوں کہ میں ان بتوں کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیونکہ بت خود مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں البتہ میں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر کے تمہاری جان نکالے گا کیونکہ وہ قادر، مختار، برحق معبود اور مُستحقِ عبادت ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں سے رہوں اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر باطل سے جدا رہ کر دینِ حق پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہوں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں۔[1]

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۶﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ١٠٤، ٦/ ٣٠٨، جلالین مع صاوی، یونس، تحت الآیۃ: ١٠٤، ٣/ ٨٩٥، روح البیان، یونس، تحت الآیۃ: ١٠٤، ٤/ ٨٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے سوا اس کی عبادت نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے پھر اگر تو ایسا کرے گا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا۔

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ : اور اللہ کے سوا اس کی عبادت نہ کر جو تجھے نفع نہ دے سکے۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کا غیر ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہیں کی تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انسان! تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کی مستقل یا شریک بنا کر عبادت نہ کر جو عبادت کرنے اور پکارنے کے باوجود تجھے کوئی نفع نہ دے سکے اور اگر تو اس کی عبادت کرنا اور اسے پکارنا چھوڑ دے تو وہ تجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور اگر میرے منع کرنے کے باوجود تو نے ایسا کیا تو اس وقت تو اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا۔ (1)

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا

(1) ......خازن، یونس، تحت الآیة: ١٠٦، ٢/٣٣٨، روح البیان، یونس، تحت الآیة: ١٠٦، ٤/٨٧، ملتقطاً.

ہےاور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ: تو اس کے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں۔﴾ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو نفع بھی پہنچاتے ہیں اور نقصان بھی جبکہ آیت میں کسی مخلوق کے نفع نقصان پہنچانے کا انکار کیا گیا ہے۔ اِس سوال کا جواب آیت کے الفاظ میں ہی موجود ہے کہ مخلوق کے نفع نقصان پہنچانے کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک کر نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے نقصان کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس نقصان کو ٹال کر نفع نہیں پہنچا سکتا۔

﴿وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ: اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ وُسعت اور آسانی کا ارادہ فرمائے تو اس کے رزق کو روکنے والا کوئی نہیں، وہی نفع ونقصان میں ہر ایک کا مالک ہے تمام کائنات اسی کی محتاج ہے وہی ہر چیز پر قادر اور جودوکرم والا ہے، بندوں کو اس کی طرف رغبت اور اس کا خوف اور اسی پر بھروسہ اور اسی پر اعتماد چاہیے اور نفع وضَرر جو کچھ بھی ہے وہی اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپانے والا اور ان پر مہربان ہے۔[1]

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَاۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍؕ (۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا اور کچھ میں کڑوڑا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو ہدایت حاصل کرلے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہی ہدایت حاصل کر رہا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے اور میں

1 ......خازن، یونس، تحت الآیة: ۱۰۷، ۲/۳۳۸.

تم پر کوئی نگران نہیں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے پاس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے قرآن اور اس کا رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے ہیں تو اُن سے جو ہدایت حاصل کر لے تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت حاصل کر رہا ہے کیونکہ اس کی ہدایت کا ثواب اسے ہی ملے گا اور اگر تم میں سے کوئی کفر کرے تو اس سے اللّٰہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں اور کوئی ایمان لائے تو اس سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُسے کوئی نفع یا نقصان پہنچے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی نقصان کو گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گمراہی کا عذاب اسی کی جان پر ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس کی ہدایت اور گمراہی میں کوئی اور شریک نہیں بلکہ ہر جان اپنے کمائے ہوئے اَعمال میں گِروی رکھی ہے اور میں تم پر کوئی نگران نہیں کہ تمہیں ہدایت حاصل کرنے پر مجبور کروں۔ [1]

وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ۠ ﴿۱۰۹﴾

ع ١١ / ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس پر چلو جو تم پر وحی ہوتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللّٰہ حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حکم فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس وحی کی پیروی کرو جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اور صبر کرتے رہو حتّٰی کہ اللّٰہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

﴿وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ: اور اس کی پیروی کرو جو آپ کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالیٰ آپ کی طرف جو وحی فرماتا ہے آپ اسی کی پیروی کریں اور آپ کی قوم کے کفار کی طرف سے آپ کو جو اَذِیَّت پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے رہیں حتّٰی کہ اللّٰہ تعالیٰ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر ان کے خلاف آپ کی مدد کا فیصلہ فرمائے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ [2]

1 ......جلالين مع صاوی، يونس، تحت الآية: ١٠٨، ٣/٨٩٦.

2 ......خازن، يونس، تحت الآية: ١٠٩، ٢/٣٣٨.

سُوْرَةُ هُوْد

سورۂ ہود کا تعارف

مقامِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسن اور حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ آیت ’’ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ ‘‘ کے سوا باقی تمام سورت مکیہ ہے۔ مقاتل نے کہا کہ آیت ’’ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ ‘‘ اور ’’ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ‘‘ اور ’’ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ‘‘ کے علاوہ پوری سورت مکی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 10 رکوع، 123 آیتیں، 1600 کلمے اور 9567 حروف ہیں۔[2]

’’ہود‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر 50 تا 60 میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ ہود‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ ہود کے بارے میں احادیث

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہو گئے۔ ارشاد فرمایا: ’’مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ، اور سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، نے بوڑھا کر دیا۔[3]
غالباً یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ان سورتوں میں قیامت، مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب اور جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔[4]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1......خازن، تفسیر سورة ہود، ۳۳۸/۲.

2......خازن، تفسیر سورة ہود، ۳۳۸/۲-۳۳۹.

3......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الواقعة، ۱۹۳/۵، الحدیث: ۳۳۰۸.

4......خازن، تفسیر سورة ہود، ۳۳۹/۲.

فرمایا ’’جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا کہ وہ نگاہوں کے سامنے ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سورۂ اِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ ، سورۂ اِذَاالسَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور سورۂ اِذَاالسَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھ لے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سورۂ ہود پڑھنے کا بھی فرمایا۔ [1]

(3)......حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو۔ [2]

سورۂ ہود کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بھی سورۂ یونس کی طرح توحید، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اَعمال کی جزاء ملنے کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قرآنِ پاک کے اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہونے کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا گیا۔

(2)......آسمان و زمین اور ان میں موجود مَنافع پیدا کرنے کی حکمت بیان کی گئی کہ اس سے مقصود نیک اور گناہگار انسان میں اِمتیاز کرنا ہے۔

(3)......مصیبت اور آسانی میں مومن اور کافر کی فِطرت کا مُوازنہ کیا گیا ہے کہ مومن مصیبت آنے پر صبر کرتا ہے اور آسانی ملنے پر شکر کرتا ہے جبکہ کافر نعمت ملنے پر تکبر و غرور کرتا ہے جبکہ مصیبت کی حالت میں بڑا مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔

(4)...... ہر انسان کی فطرت مختلف ہے حتّٰی کہ دین قبول کرنے میں بھی ہر ایک کی فطرت جدا ہے۔

(5)......کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے اور ان واقعات میں تمام مسلمانوں کے لئے بھی عبرت اور نصیحت ہے۔ چنانچہ اس سورت میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان

---

1 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہما، ۲/۲۵۷، الحدیث: ۴۸۰۶.

2 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر سورۃ ہود، ۲/۴۷۲، الحدیث: ۲۴۳۸.

کے مہمان فرشتوں کا واقعہ، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور حضرت موسیٰ کا فرعون کے ساتھ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(6)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کرنے سے حاصل ہونے والی عبرت و نصیحت کا بیان ہے۔

(7)......دین میں اِستقامت کا حکم دیا گیا اور یہ بتایا گیا کی سرکشی بربادی کا راستہ ہے اور کفر و شرک کی طرف مَیلان جہنم کے عذاب کا سبب ہے۔

(8)......نماز کو اس کے اَوقات میں قائم کرنے اور نیک اَعمال پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔

(9)......دین کی دعوت سے اِعراض کرنے والوں کو عذاب کی وَعید سنائی گئی اور متقی لوگوں کے اچھے انجام کو بیان کیا گیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ترغیب اور ترہیب اِنفرادی اور اجتماعی اصلاح میں بہت فائدہ مند ہے۔

سورۂ یونس کے ساتھ مناسبت

سورۂ ہود کی اپنے سے ماقبل سورت ''یونس'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ معنی، موضوع، ابتداء اور اختتام میں سورۂ یونس کے موافق ہے اور سورۂ یونس میں جن اِعتقادی اُمور اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کو اِجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، سورۂ ہود میں انہیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبردار کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: الٓرٰ، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر انہیں حکمت والے، خبردار کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿الٓرٰ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿**كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ : یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں۔**﴾ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ **اُحْكِمَتْ** کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عبارت مستحکم اور پائیدار ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس میں کوئی نقص اور خلل راہ نہیں پا سکتا جیسے کوئی مضبوط اور پختہ عمارت ہو۔ [2]

اور حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: (اس کا معنی یہ ہے کہ) کوئی کتاب ان آیات کی ناسخ نہیں جیسا کہ یہ آیتیں دوسری کتابوں اور شریعتوں کی ناسخ ہیں۔ [3]

﴿**ثُمَّ فُصِّلَتْ : پھر انہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔**﴾ یعنی سورت سورت اور آیت آیت جدا جدا ذکر کی گئیں یا علیحدہ علیحدہ نازل ہوئیں یا عقائد و اَحکام، مَواعِظ، واقعات اور غیبی خبریں ان میں بہ تفصیل بیان فرمائی گئیں۔ [4]

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ-اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ بندگی نہ کرو مگر اللہ کی بیشک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ بیشک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی کی خبریں دینے والا ہوں۔

﴿**اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ : کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔**﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قرآنِ مجید ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں، پھر انہیں حکمت والے اور خبردار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تا کہ تم

---

1 ......یونس: ۱.

2 ......مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۸۹.

3 ......بغوی، ھود، تحت الآیۃ: ۱، ۲/۳۱۴.

4 ......مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۸۹.

صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا چھوڑ دو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ مجید کو نازل کرنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی تو وہ ناکام و نامراد ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ قرآنِ عظیم کی آیتیں حکمت بھری ہیں تاکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور لوگوں سے یہ فرما دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں کفر اور غیرُ اللہ کی عبادت کرنے پر قائم رہنے کی صورت میں اس کے عذاب سے ڈرانے اور ایمان لانے کی صورت میں اس کے اجر و ثواب کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ (1)

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ تمہیں اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔﴾ اس آیت کا

1 ……تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۲، ۶/۳۱۴، روح البیان، ھود، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۹۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ گناہ کرنے سے توبہ کرو تو جس نے اپنے گناہوں سے پکی توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ رب تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ بن گیا تو اللہ تعالیٰ اسے کثیر رزق اور وُسعتِ عیش عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے وہ امن و راحت کی حالت میں زندگی گزارے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا، اگر دنیا میں اسے کسی مشقت کا سامنا بھی ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل ہونے کی وجہ سے یہ اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوگی اور جو توبہ نہ کرے، کفر اور گناہوں پر قائم رہے تو وہ خوف اور مرض میں مبتلا رہے گا اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سامنا بھی ہوگا اگرچہ دنیا کی لذتیں اس پر وسیع ہو جائیں کیونکہ اس عیش میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد جہنم نصیب ہو۔ (1)

توبہ و استغفار رزق اور وسعتِ رزق کے لئے بہترین عمل

توبہ اور استغفار میں فرق یہ ہے کہ جو گناہ ہو چکے ان سے معافی مانگنا استغفار ہے اور پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخلاص کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا درازیٔ عمر اور رزق میں وسعت کیلئے بہترعمل ہے۔ (2)

﴿ وَیُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ : اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا۔﴾ یعنی جس نے دنیا میں نیک عمل کئے ہوں آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ حضرت ابو عالیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، آیت کا معنی یہ ہے کہ ’’جس کی دنیا میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اس کی نیکیوں کا ثواب اور جنت میں درجات بھی زیادہ ہوں گے کیونکہ اعمال کے مطابق جنت کے درجات ملیں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے اسے نیک عمل اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے گا۔ (3)

ایک نیکی دوسری نیکی کی توفیق کا ذریعہ ہے

آیت کے تیسرے معنی کے اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ ایک نیکی اگلی نیکی کی توفیق کا ذریعہ بنتی ہے، اس لئے نیکی کی ابتداء بہت عمدہ شے ہے، جیسے فرائض کی ادائیگی کرتے رہیں گے تو نوافل کی طرف بھی دل مائل ہو ہی جائیں گے،

1 ……خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۳، ۲/۳۳۹-۳۴۰، صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۸۹۹، ملتقطاً.

2 ……توبہ اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’توبہ کی روایات و حکایات‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

3 ……بغوی، ھود، تحت الآیۃ: ۳، ۲/۳۱۴-۳۱۵.

یونہی زبان سے ذکر کرتے رہیں گے تو دل بھی ذاکر ہو ہی جائے گا۔

یہاں ایک اور بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ جتنی مُستحب چیزوں پر عمل کی تاکید کرتے ہیں اتنی فرائض پر عمل کی تاکید نہیں کرتے اور جب انہیں فرائض پر عمل کی تاکید کا کہا جائے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ مستحب پر عمل کرنا شروع ہو جائیں گے تو فرائض کے خود ہی پابند بن جائیں گے، جبکہ ان کی مستحب پر عمل کی مسلسل تاکید کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے فرائض کے مقابلے میں مستحبات پر زیادہ عمل کرنا شروع کر دیا اور فرائض پر عمل میں کوتاہی کرنے لگ گئے، اس لئے ہونا یہ چاہیے فرائض پر عمل کی ترغیب دینا اَوّلین تَرجیح ہو اور اس کے لئے کوشش بھی زیادہ ہو تا کہ لوگوں کی نظر میں فرائض کی اہمیت میں اضافہ ہو اور وہ فرائض کی بجا آوری کی طرف زیادہ مائل ہوں البتہ اس کے ساتھ مستحب پر عمل کا بھی ذہن دیا جائے تا کہ لوگوں میں زیادہ نیکیاں کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

﴿اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ: اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف آخرت میں تمہارا لوٹنا ہے، وہاں نیکیوں اور بدیوں کی جزا و سزا ملے گی اور وہ ہر شے پر جیسے دنیا میں تمہیں روزی دینے پر، موت دینے پر، موت کے بعد زندہ کرنے اور ثواب و عذاب سب پر قادر ہے۔[1]

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ ۙ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: سنو وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ اللہ سے پردہ کریں سنو جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تا کہ اللہ سے چھپ جائیں۔ سن لو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

[1] ......خازن، هود، تحت الآية: ٤، ٢/٣٤٠، ابو سعود، هود، تحت الآية: ٤، ٥/٣، ملتقطاً.

﴿اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ: سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف شانِ نزول بیان کئے ہیں، ان میں سے 3 شانِ نزول درج ذیل ہیں

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا نے فرمایا: یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی، یہ بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض و عداوت چھپائے رکھتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں عداوت چھپائے رکھتے ہیں جیسے کپڑے کی تہ میں کوئی چیز چھپائی جاتی ہے۔

(2)......ایک قول یہ ہے کہ بعض منافقین کی عادت تھی کہ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا سامنا ہوتا تو سینہ اور پیٹھ جھکاتے، سر نیچا کرتے اور چہرہ چھپالیتے تاکہ انہیں رسولِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دیکھ نہ پائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

(3)......صحیح بخاری میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا فرماتے ہیں "کچھ لوگ تنہائی میں بھی کھلے آسمان کے نیچے قضائے حاجت سے شرماتے اور اپنی بیویوں سے حقِ زَوجیّت ادا کرتے ہوئے شرماتے تھے جس کے باعث آسمان کی طرف سے جھک کر پردہ کر لیتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔"[2] کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بندے کا کوئی حال چھپا ہی نہیں ہے لہٰذا چاہیے کہ وہ شریعت کی اجازتوں پر عامل رہے۔

تنہائی میں ننگا ہونا منع ہے

خیال رہے کہ تنہائی میں بھی ننگا ہونا منع ہے لیکن اس لئے نہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ سے چھپا جائے بلکہ اس لئے کہ اس میں شرم و حیا کا اِظہار ہے اور یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس حکم پر عمل پیرا ہو۔ یہاں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُ کی شرم و حیا کی جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُ کی شرم و حیا کا یہ عالَم تھا کہ مکان میں تنہا ہونے اور دروازہ بند ہونے کے باوجود شرم و حیا کی وجہ سے پانی بہانے کے لئے بدن سے کپڑا نہ ہٹاتے اور ان کی شرم و حیا کی شدت کی وجہ سے فرشتے بھی ان سے اس طرح حیاء کرتے تھے جس طرح وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے حیاء کرتے تھے، نیز حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بھی ان سے حیا فرمایا کرتے تھے۔

---

[1]......خازن، هود، تحت الآية: ٥، ٢/٣٤٠.

[2]......بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود، ١-باب الا انّهم يثنون صدورهم... الخ، ٣/٢٤٤، الحديث: ٤٦٨١.

بارہواں پارہ

(وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ)

پارہ نمبر...... 12

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں۔﴾ ''دَآبَّةٍ'' کا معنی ہے ہر وہ جانور جو زمین پر رینگ کر چلتا ہو، عُرف میں چوپائے کو ''دَآبَّةٍ'' کہتے ہیں جبکہ آیت میں اس سے مُطْلَقاً جاندار مراد ہے لہٰذا انسان اور تمام حیوانات اس میں داخل ہیں۔ [1]

کیا جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے؟

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب ہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جانداروں کو رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرما لیا ہے اور (یہ اس کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ) وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ رزق کی ذمہ داری لینے کو ''عَلٰی'' کے ساتھ اس لئے بیان فرمایا تاکہ بندے کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر توکل مضبوط ہو اور اگر وہ (رزق حاصل کرنے کے) اَسباب اختیار کرے تو ان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پر اپنا اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسباب صرف اس لئے اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

[1] ......خازن، هود، تحت الآية: ۶، ۲/ ۳۴۰.

فارغ رہنے والے بندے کو پسند نہیں فرماتا۔ زمین کے جانداروں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی غذاؤں کے محتاج ہیں جبکہ آسمانی جاندار جیسے فرشتے اور حورِ عین ، یہ اس رزق کے محتاج نہیں بلکہ ان کی غذا تسبیح و تہلیل ہے۔[1]

﴿ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا : اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''مُسْتَقَرْ'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بندہ دن یا رات گزارتا ہے اور مُسْتَوْدَع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مُسْتَقَرْ'' سے مراد ماؤں کے رحم اور مُسْتَوْدَع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں موت آئے گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مُسْتَقَرْ سے مراد جنت یا دوزخ ہے اور مُسْتَوْدَع سے مراد قبر ہے۔[2]

﴿ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے۔﴾ یعنی اس آیت میں جو جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کا ذکر ہوا یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ میں سب جانداروں کے رزق، ان کی جگہوں، ان کے زمانے اور اَحوال کی تفصیل مذکور ہے۔[3]

ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت

خیال رہے کہ ہر چیز کا لوحِ محفوظ میں لکھا جانا اس لئے نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا لہٰذا لکھ لیا، کیونکہ بھول جانا اللّٰہ تعالیٰ کیلئے محال ہے، بلکہ اس لئے لکھا ہے تاکہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے بندے اس پر اطلاع پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوحِ محفوظ پر نظر رکھتے ہیں انہیں بھی ہر ایک کے مُسْتَقَرْ اور مُسْتَوْدَع کی خبر ہے کیونکہ یہ سب لوحِ محفوظ میں تحریر ہے اور لوحِ محفوظ ان کے علم میں ہے۔ لوحِ محفوظ کو مُبِیْنْ اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاص بندوں پر عُلومِ غَیْبِیَّہ بیان کر دیتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ

1 ……صاوی، هود، تحت الآية: ٦، ٣/ ٩٠٠، ٩٠١.

2 ……خازن، هود، تحت الآية: ٦، ٢/ ٣٤٠-٣٤١.

3 ……صاوی، هود، تحت الآية: ٦، ٣/ ٩٠١.

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا کہ تمہیں آزمائے تم میں کس کا کام اچھا ہے اور اگر تم فرماؤ کہ بے شک تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور اگر تم کہو: (اے لوگو!) تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ (قرآن) تو کھلا جادو ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔﴾ آسمان بھی سات ہیں اور زمین بھی سات، لیکن آسمانوں کی حقیقتیں مختلف ہیں، جیسے کوئی لوہے کا، کوئی تانبے کا، کوئی چاندی کا اور کوئی سونے کا ہے اور تمام زمینوں کی حقیقت صرف مٹی ہے، نیز آسمانوں میں فاصلہ ہے اور زمین کے طبقات میں فاصلہ نہیں، یہ ایک دوسرے سے ایسی چمٹی ہیں جیسے پیاز کے چھلکے کہ دیکھنے میں ایک معلوم ہوتی ہے، اس لئے آسمان جمع فرمایا جاتا ہے اور زمین واحد بولی جاتی ہے۔ خیال رہے کہ آسمانوں کی پیدائش دو دن میں، زمین کی پیدائش دو دن میں اور حیوانات، درخت وغیرہ کی پیدائش دو دن میں ہوئی اور دن سے مراد اتنا وقت ہے، ورنہ اس وقت دن نہ تھا کیونکہ دن تو سورج سے ہوتا ہے اور اس وقت سورج نہ تھا۔[1] قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں آسمان و زمین کو چھ دن میں بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چھ دنوں سے مراد چھ اَدوار ہیں۔

﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ: اور اس کا عرش پانی پر تھا۔﴾ یعنی عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کوئی مخلوق نہ تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرش اور پانی آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے پیدا فرمائے گئے۔[2]

---

1 ......روح البیان، ھود، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۹۷-۹۸، ملخصاً۔

2 ......مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۷، ص۴۹۰۔

عرش پانی کے اوپر ہونے کے معنی

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تعَالٰی عَلَیْہِ **عرش کے پانی کے اوپر ہونے کا معنی** بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''یعنی عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی بلکہ عرش اسی مقام میں تھا جہاں اب ہے یعنی ساتویں آسمان کے اوپر اور پانی اسی جگہ تھا جہاں اب ہے یعنی ساتویں زمین کے نیچے (اگر چہ اس وقت سات آسمان اور سات زمینیں نہ تھیں)[(1)]

قدرتِ الٰہی کے دلائل

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کئی اعتبار سے اللہ تعالٰی کی قدرت کی عظمت اور کمال پر دلالت کرتی ہے۔

(1)......عرش کے زمین و آسمان سے بڑا ہونے کے باوجود اللہ تعالٰی نے اسے پانی پر قائم فرمایا لہٰذا اگر اللہ تعالٰی کسی ستون کے بغیر وزنی چیز کو رکھنے پر قادر نہ ہوتا تو عرش پانی پر نہ ہوتا۔

(2)...... پانی کو بھی بغیر کسی سہارے کے قائم کیا۔

(3)......عرش جو کہ تمام مخلوقات سے بڑا ہے اسے اللہ تعالٰی نے ساتویں آسمان کے اوپر قائم کیا ہوا ہے، اس کے نیچے کوئی ستون ہے نہ اوپر کوئی اور علاقہ۔[(2)]

﴿لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔﴾ یعنی آسمان و زمین اور ان میں تمہارے جو مَنافع اور مَصالح ہیں، انہیں پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے نیک و بد میں اِمتیاز ہو جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کون (ان نعمتوں کے باوجود) فرمانبردار ہے تاکہ آخرت میں اسے اس کی اطاعت گزاری کا ثواب دیا جائے اور کون (ان نعمتوں کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہوتا ہے اور) گناہگار بنتا ہے تاکہ آخرت میں اسے اس کے گناہوں کی سزا دی جائے۔[(3)]

نعمتیں پیدا کئے جانے میں بھی ہماری آزمائش مقصود ہے

اس آیت سے **معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے انسانوں کے لئے جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اِن کے ذریعے بھی اُنہیں**

---

1 ......صاوی، هود، تحت الآية: ۷، ۳/۹۰۱.

2 ......تفسير كبير، هود، تحت الآية: ۷، ۶/۳۱۹-۳۲۰.

3 ......جلالين مع صاوی، هود، تحت الآية: ۷، ۳/۹۰۱.

آزمایا اور اُن کا امتحان لیا جارہا ہے کہ وہ ان نعمتوں کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی شکر گزاری کرتے ہیں یا غفلت کا شکار ہو کر اس کی نافرمانی وناشکری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اب ہر عقلمند انسان اپنی حالت پر خود ہی غور کرلے کہ وہ اس آزمائش وامتحان میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔ حضرت حاتم اَصَم رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جب تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرو اور صبح اس حال میں کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے اوپر فراوانی کے ساتھ دیکھو تو اس سے بچو کیونکہ یہ آہستہ آہستہ عذاب کی طرف جانا ہے۔[1]

﴿وَلَئِنْ قُلْتَ: اور اگر تم کہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ اپنی قوم کے کفار سے فرمائیں کہ اے لوگو! تمہیں مرنے کے بعد حساب اور جزاء کیلئے اٹھایا جائے گا تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ قرآن شریف جس میں مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کا بیان ہے یہ تو کھلا جادو یعنی باطل اور دھوکا ہے۔[2]

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۠ ﴿۸﴾

ع ۱ | ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان سے عذاب کچھ گنتی کی مدت تک ہٹا دیں تو ضرور کہیں گے کس چیز نے اسے روکا ہے سن لو جس دن ان پر آئے گا ان سے پھیرا نہ جائے گا اور انہیں گھیر لے گا وہی عذاب جس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان سے کچھ گنتی کی مدت تک کے لئے عذاب میں دیر کردیں تو ضرور کہیں گے: کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ خبردار! جس دن وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہیں جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی ان کو گھیرے ہوئے ہوگا۔

﴿وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ: اور اگر ہم ان سے کچھ گنتی کی مدت تک کے لئے عذاب میں دیر کر

1 ......تنبیه المغترین، الباب الاوّل من اخلاق السلف الصالح، ومن اخلاقهم رضی اللّٰه عنهم کثرة خوفهم من اللّٰه تعالی فی حال بدایتهم... الخ، ص۴۹.

2 ......مدارك، هود، تحت الآية: ۷، ص۴۹۰، خازن، هود، تحت الآية: ۷، ۲/۳۴۲، ملتقطاً.

دیں۔ ﴾اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ یہ قرآن کو کھلا جادو کہہ کر میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلاتے ہیں اور اس آیت میں ان کفار کی ایک اور باطل گفتگو ذکر فرمائی، وہ یہ کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو جس عذاب کا وعدہ دیا تھا وہ جب ان سے مُؤخَّر ہوا تو کفار تکذیب اور اِستہزاء کے طور پر کہنے لگے کہ کس وجہ سے ہم سے عذاب روک دیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ جب وہ وقت آجائے گا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے عذاب کے لئے مُتَعَیَّن فرمایا ہے تو ہم وہ عذاب ان پر نازل کردیں گے جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں اور وہ عذاب ان سے پھیرا نہ جائے گا بلکہ ان سب کو گھیر لے گا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوفی ہلاکت کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا ہلاکت کا سبب ہے، اس لئے ہر عقلمند انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتا رہے اور اس کے عذاب سے کبھی بے خوف نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’میری عزت کی قسم! میں اپنے کسی بندے پر نہ دو خوف جمع کروں گا اور نہ دو اَمن جمع کروں گا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرے گا تو میں قیامت کے دن اسے امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے امن میں رہے گا تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کروں گا۔ [2]

ہمارے اَسلاف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے انتہائی دور اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں بے حد مصروف رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بہت ڈرا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ ’’مجھے مُقرَّبین پر اس لئے رشک نہیں آتا کہ یہ سب قیامت اور اس کی ہَولناکیوں کا مُشاہدہ کریں گے البتہ مجھے صرف اس پر رشک آتا ہے جو پیدا ہی نہیں ہوا کیونکہ وہ قیامت کے اَحوال اور اس کی سختیاں نہیں دیکھے گا، اور حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’میری خواہش ہے کہ میں بغداد کے علاوہ کسی اور جگہ انتقال کروں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میری قبر نے مجھے قبول نہ کیا تو کہیں میں لوگوں کے سامنے رسوا نہ ہوجاؤں۔ [3]

---

1 ...... تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸، ۶/۳۲۱.

2 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الافعال، الباب الاول فی الاخلاق المحمودۃ، الفصل الثانی، الخوف والرجاء، ۲/۲۸۳، الحدیث: ۵۸۲۵، الجزء الثالث.

3 ...... روح البیان، ہود، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۱۰۱.

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے بے خوف ہونے سے بچائے اور ہمارے دلوں میں اس کا ڈر پیدا فرمائے، اٰمین۔

وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَیَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم آدمی کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر اسے اس سے چھین لیں ضرور وہ بڑا ناامید ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر وہ رحمت اس سے چھین لیں تو بیشک وہ بڑا مایوس اور ناشکرا (ہو جاتا) ہے۔

﴿وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً: اور اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''اَلْاِنْسَانَ'' سے مراد مُطلق انسان ہے پھر (آیت نمبر 11 میں) اس سے صبر کرنے والے اور نیک مسلمانوں کا اِستثناء فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں مذکور ''اَلْاِنْسَانَ'' میں مومن اور کافر دونوں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''اَلْاِنْسَانَ'' سے کافر انسان مراد ہے۔ (1) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں اور صحت، امن، وسعتِ رزق اور دولت عطا کریں پھر یہ سب اس سے چھین لیں اور اسے مَصائب میں مبتلا کر دیں تو بیشک وہ دوبارہ اس نعمت کے پانے سے مایوس ہو جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے اپنی اُمید ختم کر لیتا ہے اور صبر و رضا پر ثابت قدم نہیں رہتا اور گزشتہ نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ (2)

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اسے نعمت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے

(1)……تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ۹، ۶/۳۲۱-۳۲۲۔

(2)……مدارك، ھود، تحت الآیة: ۹، ص۴۹۱، خازن، ھود، تحت الآیة: ۹، ۲/۳۴۲، ملتقطاً۔

دور ہوئیں بیشک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہوا سے نعمت کا مزہ دیں تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہوگئیں بیشک وہ (اس وقت) بہت خوش ہونے والا، فخر وتکبر کرنے والا ہوجاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ: اور اگر ہم کسی مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہوا سے نعمت کا مزہ دیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم انسان کو اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو نعمت کا مزہ چکھائیں اور بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد آسانی اور فقیری کے بعد مال و دولت کی وسعت عطا کریں تو ایسا بندہ یہ تو کہتا ہے کہ جو مصیبتیں مجھے پہنچیں وہ اب مجھ سے دور ہوگئیں لیکن اس وقت شکر گزار ہونے اور حقِ نعمت ادا کرنے کے بجائے وہ خوشی میں پھولتا پھرتا ہے اور ان نعمتوں کے ملنے کی وجہ سے فخر وتکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔[1] یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مصیبت دور ہونے اور نعمت ملنے کے بعد ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ مزید اطاعت کے لئے سر جھکا دینا چاہیے۔

شیخی کی خوشی منع اور شکریہ کی خوشی عبادت ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخی کی خوشی منع ہے جبکہ شکریہ کی خوشی عبادت ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

مذکورہ بالا دونوں خوشیوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شیخی کی خوشی میں نظر اپنی ذات پر ہوتی ہے اور شکریہ میں توجہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہوتی ہے، نیز شیخی غفلت پیدا کرتی ہے اور شکریہ کی خوشی جذبۂ اطاعت پیدا کرتی ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

---

1 ...... ابو سعود، هود، تحت الآية: ۱۰، ۳/۱۱، مدارك، هود، تحت الآية: ۱۰، ص۴۹۱، خازن، هود، تحت الآية: ۱۰، ۲/۳۴۲، ملتقطاً.

2 ...... سورۂ یونس: ۵۸.

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے ''لیکن وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے تو وہ ان کی طرح نہیں ہیں کیونکہ انہیں جب کوئی مصیبت پہنچی تو انہوں نے صبر سے کام لیا اور کوئی نعمت ملی تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا، جو ایسے اَوصاف کے حامل ہیں ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور بڑا ثواب یعنی جنت ہے۔[1]

مؤمن کی شان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نعمت چھن جانے پر صبر کرنا اور راحت ملنے پر شکر کرنا اور بہر صورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مصروف رہنا مومن کی شان ہے، لیکن افسوس! یہاں جو طرزِ عمل کفار کا بیان کیا گیا ہے وہ آج مسلمانوں میں بھی نظر آرہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان سے اپنی دی ہوئی نعمت واپس لے لیتا ہے تو یہ اس قدر اَفسُردہ اور مایوس ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبانیں کفر تک بکنا شروع کر دیتی ہیں اور جب ان میں سے کسی پر آئی ہوئی مصیبت اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے تو وہ لوگوں پر فخر وغرور کا اِظہار شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

مصیبت پر صبر کرنے اور رضائے الٰہی پر راضی رہنے کے فضائل

موضوع کی مناسبت سے یہاں ہم مصیبت پر صبر وشکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کے فضائل اور نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی برکات ذکر کرتے ہیں تاکہ ان سے مسلمانوں کو صبر وشکر کرنے کی ترغیب ملے اور وہ کفار کے طرزِ عمل سے بچنے کی کوشش کریں۔

(1)......حضرت ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو صبر کرنا چاہے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔[2]

(2)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۱، ۲/۳۴۲.

2 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفف والصبر، ص۵۲۴، الحديث: ۱۲۴(۱۰۵۳).

فرمایا کہ ''صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔''[1]

(3)......حضرت صہیب رومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ صرف اُسی مومن کے لئے ہے جسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے کیونکہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔''[2]

(4)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کے مال یا جان میں مصیبت آئی پھر اس نے اسے پوشیدہ رکھا اور لوگوں پر ظاہر نہ کیا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے۔''[3]

(5)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، ''مسلمان کو پہنچنے والا کوئی دکھ، تکلیف، غم، ملال، اَذِیَّت اور درد ایسا نہیں، خواہ اس کے پیر میں کانٹا ہی چبھے مگر اس کی وجہ سے **اللّٰہ** تعالٰی اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔''[4]

(6)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو دنیا میں عافیت کے ساتھ رہنے والے تمنا کریں گے کہ ''کاش! ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔''[5]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں اپنی نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق اور عافیت عطا فرمائے اور اگر کوئی مصیبت آ جائے تو اس پر صبر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اٰمین۔

نعمت ملنے پر شکر کرنے کی برکات

نعمت ملنے پر **اللّٰہ** تعالٰی کا شکر ادا کرنے کی بہت برکتیں ہیں، ان میں سے دو برکتیں درج ذیل ہیں:

---

1 ......معجم الکبیر، خطبة ابن مسعود ومن کلامه، ۹/۱۰۴، الحدیث: ۸۵۴۴.

2 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن امره کلّه خیر، ص۱۵۹۸، الحدیث: ۶۴(۲۹۹۹).

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ۱/۲۱۴، الحدیث: ۷۳۷.

4 ......بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارة المرض، ۴/۳، الحدیث: ۵۶۴۱-۵۶۴۲.

5 ......ترمذی، کتاب الزهد، ۵۹-باب، ۴/۱۸۰، الحدیث: ۲۴۱۰.

(1)......نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی صورت میں بندہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے۔

(2)......نعمت کا شکر ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمتوں میں مزید اضافہ فرما دیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ ضَآىٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ؕ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو وحی تمہاری طرف ہوتی ہے اس میں سے کچھ تم چھوڑ دو گے اور اس پر دل تنگ ہو گے اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا تم تو ڈر سنانے والے ہو اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے اور اس پر تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہوجائے گا کہ وہ کہتے ہیں: ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترتا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا؟ تم

1......النساء:١٤٧. 2......ابراھیم:٧.

تو ڈر سنانے والے ہو، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ : تو کیا تمہاری طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے تم اس میں سے کچھ چھوڑ دو گے۔ ﴾ اس آیت کی تفسیر میں علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسالت کی ادائیگی میں کمی کرنے والے نہیں اور اُس نے اُن کو اس سے معصوم فرمایا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں تبلیغِ رسالت کی تاکید فرمائی اور اس تاکید میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ خاطر بھی ہے اور کفار کی مایوسی بھی کہ اُن کا مذاق اڑانا تبلیغ کے کام میں مُخِل نہیں ہوسکتا۔ **شانِ نزول:** عبداللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اُس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اُتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وحی میں خیانت کرنا ناممکن ہے

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وحی اور تنزیل میں خیانت کرنا اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دینا ممکن نہیں، کیونکہ اگر یہ بات ممکن مانیں تو اس طرح ساری شریعت ہی مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا، نیز رسالت سے اصل مقصود ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں اور جب ایسا نہ ہو تو رسالت سے جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل ہی نہ ہوگا، اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس آیت سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساری وحی کی تبلیغ کریں گے تو کفار کی طرف سے طعن و تشنیع اور مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بتوں کی مذمت والی آیات نہ بیان کریں گے تو کفار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق تو نہ اُڑائیں گے لیکن اس طرح وحی میں خیانت لازم آئے گی اور جب دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم ہو تو اس وقت بڑی خرابی کو ترک کر کے چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہئے اور چونکہ وحی میں خیانت کرنے کے مقابلے میں کفار کے طعن و تشنیع کو برداشت کر لینا زیادہ آسان ہے اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وحی میں خیانت کی خرابی سے دور رہتے ہوئے کفار کے طعن و تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔ (2)

---

1 ......خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲/۳۴۳، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۱۲، ۶/۳۲۳-۳۲۴.

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ-قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے جی سے بنالیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ کہتے ہیں: یہ قرآن نبی نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: (اگر یہ بات ہے) تو تم (بھی) ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو۔

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ: کیا یہ کہتے ہیں۔﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ قرآنِ کریم کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ ’’اگر یہ بات ہے تو تم بھی ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ کیونکہ انسان اگر ایسا کلام بنا سکتا ہے تو اس کے مثل بنانا تمہاری طاقت سے باہر نہ ہوگا، تم بھی عربی ہو، فصیح و بلیغ ہو، کوشش کرو۔ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے لئے بلالو۔ [1]

قرآنِ مجید کی مثل بنا کر لانے کا چیلنج

قرآنِ مجید نے اپنی مثل کلام بنا کر پیش کرنے کا چیلنج 4 طرح سے دیا ہے۔

(1)...... پورے قرآن کے مثل لانے کا چیلنج دیا چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں ہے

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۳، ۲/۳۴۳-۳۴۴.

2 ......بنی اسرائیل: ۸۸.

(2)......دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج دیا، جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں ہے۔

(3)......ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا، چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

اور سورۂ یونس میں ہے

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود ہی بنالیا ہے؟ تم فرماؤ: تو تم (بھی) اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جو تمہیں مل سکیں سب کو بلالاؤ اگر تم سچے ہو۔

(4)......آخری چیلنج یہ دیا کہ اس جیسی ایک بات ہی بنالائیں، چنانچہ سورۂ طور میں ہے

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔

فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے مسلمانو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے۔

---

(1)......بقرہ: ۲۳۔ ‏ (2)......یونس: ۳۸۔ ‏ (3)......طور: ۳۳، ۳۴۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے اور (جان لو) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے۔

﴿فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ : تو اے مسلمانو! اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے مسلمانو! اگر کفار تمہارے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکیں اور دس سورتوں کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہیں تو تم اپنے اس علم پر ثابت قدم رہو کہ قرآن اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہی کلام ہے اور جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا اب تم مانو گے اور یقین رکھو گے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے، مطلب یہ کہ اعجازِ قرآن دیکھ لینے کے بعد ایمان و اسلام پر ثابت رہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو اور اس آیت میں فرمایا کہ اے کافرو! اگر تمہارے مددگار تمہیں کوئی جواب نہ دے سکیں اور تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم ہی سے اتارا گیا ہے، کسی نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اسے نازل فرمایا ہے اور جان لو کہ جس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن نازل فرمایا ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق ہرگز نہیں تو کیا تم اسلام قبول کرو گے اور اخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو گے؟[1]

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱٤، ۲/ ۳٤٤.

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا: جو دنیا کی زندگی اوراس کی زینت چاہتا ہو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے نیک اعمال سے دنیا کی زندگی اوراس کی زینت چاہتا ہو اور اپنی کم ہمتی سے آخرت پر نظر نہ رکھتا ہو تو ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور جو اعمال اُنہوں نے طلبِ دُنیا کے لئے کئے ہیں ان کا اجر صحت و دولت، وسعتِ رزق اور کثرتِ اولاد وغیرہ سے دنیا ہی میں پورا کردیں گے اور طلبِ دنیا کے لئے کئے ہوئے اعمال کے اجر میں کمی نہ کریں گے بلکہ ان اعمال کا پورا اور کامل اجر دیں گے۔[1]

نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنے والوں کا انجام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا کی طلب اوراس کی زیب و زینت اور آرائش پانے کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی مختلف انداز سے دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اوراس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۵، ۲/۳٤٤.

2 ......بنی اسرائیل ۱۸، ۱۹.

3 ......شوری: ۲۰.

نیز ترمذی شریف میں ہے کہ جب حضرت شُفَیَّا اَصبحی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: میں فلاں فلاں کے حق سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا، سمجھا اور جان لیا ہو، تو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اچھا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا، سمجھا اور جانا ہے، پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے، میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا اور اس وقت ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا آدمی یہاں نہ تھا۔ پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو منہ صاف کر کے فرمایا: میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا اور اس وقت یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا، پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل جھک گئے۔ میں نے کافی دیر تک آپ کو سہارا دیا اور جب ہوش آیا تو فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالٰی بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے، اس وقت تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی اور سب سے پہلے 3 آدمیوں کو بلایا جائے گا۔ (1) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا۔ (2) جو اللہ تعالٰی کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا۔ (3) زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالٰی اس قاری سے فرمائے گا ''کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہ سکھایا جو میں نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! اللہ تعالٰی فرمائے گا ''تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا: تو (تلاوتِ قرآن سے یہ) چاہتا تھا کہ کہا جائے: فلاں قاری ہے، تو وہ تجھے کہہ دیا گیا (تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ پھر دولت مند کو لایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالٰی فرمائے گا ''کیا میں نے تجھے (مال میں) اتنی وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! اللہ تعالٰی فرمائے گا ''میری دی ہوئی دولت سے تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں (اس کے ذریعے) قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا اور خیرات کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا: تو (صلہ رحمی اور خیرات سے یہ) چاہتا تھا کہ کہا جائے: فلاں بڑا

سخی ہے تو ایسا کہا جا چکا ہے (اب تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ پھر شہید کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''تو کس لئے قتل ہوا؟ وہ عرض کرے گا: تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کرنے کا حکم دیا تو میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا ''تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''تیری جہاد کرنے سے نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں: فلاں بڑا بہادر ہے۔ تو یہ بات کہہ دی گئی (تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرے زانو پر اپنا دستِ اقدس مارتے ہوئے فرمایا ''اے ابو ہریرہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے انہی تین آدمیوں کے ذریعے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔''

یہی حدیث جب حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا ''ان تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا، پھر آپ بہت روئے یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ آپ جان دے دیں گے، پھر جب حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہوش آیا تو آپ نے چہرہ پونچھ کر کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سچ فرمایا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے ذریعے دنیا طلب کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا

(1)......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الرياء والسمعة، ۴/۱۶۹، الحديث: ۲۳۸۹، ابن عساكر، ذكر من اسمه العلاء، العلاء بن الحارث بن عبد الوارث... الخ، ۴۷/۲۱۴.

فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کے لیے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ : یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ ﴾
شانِ نزول: امام ضحاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہے کہ وہ اگر صلہ رحمی کریں یا محتاجوں کو دیں یا کسی پریشان حال کی مدد کریں یا اس طرح کی کوئی اور نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ وسعتِ رزق وغیرہ سے اُن کے عمل کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، منافقین رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہادوں میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے شامل ہوتے تھے کیونکہ وہ آخرت کے ثواب کا یقین نہ رکھتے تھے۔[1]

اعمال قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی رب تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں، جیسے نماز کے لئے وضو شرطِ جواز ہے ایسے ہی اعمال کے لئے ایمان شرطِ قبول ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

[1] ......خازن، هود، تحت الآية: ١٦، ٢/٣٤٤-٣٤٥.

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللّٰہ کی طرف سے گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا منکر ہو سارے گروہوں میں تو آگ اس کا وعدہ ہے تو اے سننے والے تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو بیشک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت آدمی ایمان نہیں رکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اللّٰہ کی طرف سے اس پر ایک گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے۔ وہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور تمام گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ اس کا وعدہ ہے۔ تو اے سننے والے! تجھے اس کے بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ بیشک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ : تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ جو اپنے اعمال کے بدلے دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتے ہیں اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جو اپنے اعمال کے بدلے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔[1] بعض مفسرین کے نزدیک **روشن دلیل** سے وہ دلیلِ عقلی مراد ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرے اور اس **شخص سے جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو** وہ یہودی مراد ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے، جیسے کہ حضرت **عبد اللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **اور گواہ** سے مراد قرآنِ پاک ہے۔[2] اور بعض مفسرین کے نزدیک **روشن دلیل** سے مراد قرآن پاک اور **''اس شخص سے جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو''** سے مراد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا اہلِ ایمان اور گواہ سے مراد حضرت جبرئیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[3] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ١٧، ٢/٣٤٥.

2 ......مدارك، هود، تحت الآية: ١٧، ص٤٩٢، تفسير كبير، هود، تحت الآية: ١٧، ٦/٣٢٩.

3 ......جلالين، هود، تحت الآية: ١٧، ص١٨١.

پر ہو اور اس روشن دلیل پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک گواہ بھی آئے اور اس کی صحت کی گواہی دے کیا وہ اُس کی طرح ہوسکتا ہے جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو، ایسا نہیں، ان دونوں میں عظیم فرق ہے۔ **اور اس سے پہلے** یعنی قرآن نازل ہونے اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمائے جانے سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب تورات ان کے لئے پیشوا اور رحمت تھی کہ وہ لوگ دینی اور شرعی معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے نیز تورات گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتی تھی، اور ان اَوصاف کے حامل افراد نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور یہودی، عیسائی، مجوسی، بتوں کے پجاری وغیرہ تمام کفار اور دیگر اَدیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں آگ اس کا وعدہ ہے۔[1]

حدیث پاک میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان ہے، اس اُمت میں جو کوئی بھی ہے یہودی ہو یا نصرانی جس کو بھی میری خبر پہنچے اور وہ میرے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ ضرور جہنمی ہے۔[2]

﴿فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ : تو اے سننے والے! تجھے اس کے بارے میں کوئی شک نہ ہو۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے سننے والے! اس دین کے صحیح ہونے اور قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کے بارے میں شک نہ کر، بیشک یہ تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کے اس حصے کا تعلق ماقبل مذکور آیت نمبر 13 ''**اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ**'' سے ہے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے سننے والے! تو اس بات میں شک نہ کر کہ دیگر اَدیان کو ماننے والوں میں سے جو کوئی **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے گا تو آخرت میں اس کا وعدہ آگ ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ کفار کے لئے آگ کا وعدہ ہے۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کے اس حصے کا تعلق اسی آیت کے اس حصے ''**وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ**'' سے ہے۔[3]

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ١٧، ٢/٣٤٦، مدارك، هود، تحت الآية: ١٧، ص٤٩٢-٤٩٣، ملتقطاً.

2 ......مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب الايمان برسالة نبيّنا محمد صلى الله عليه وسلم الى جميع الناس... الخ، ص٩٠، الحديث: ٢٤٠(١٥٣).

3 ......خازن، هود، تحت الآية: ١٧، ٢/٣٤٦.

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓىٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟﴾ اِس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی مذمت میں تقریباً 14 باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بت اُن کی شفاعت کریں گے اور یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد بھی مانتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ پر صریح جھوٹ اور اِفتراء تھا، اس لئے ان کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھے؟ اور اس کے لئے شریک واَولاد بتائے، یہ جھوٹ باندھنے والے لوگ جب قیامت کے دن ذلت ورسوائی کے ساتھ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور پیش کیے جائیں گے تو اُن سے اُن کے دنیوی اَعمال دریافت کئے جائیں گے، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملائکہ عَلَیْہِمُ السَّلَام اُن کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (1)

(1)……تفسير كبير، هود، تحت الآية: ۱۸، ۳۳۱/۶، خازن، هود، تحت الآية: ۱۸، ۳۴۶/۲، ملتقطاً.

قیامت کے دن کافروں اور منافقوں کی رسوائی

اس سے معلوم ہوا کہ بروزِ قیامت کفار و منافقین کی بڑی رسوائی ہوگی، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ روزِ قیامت کفار اور منافقین کو تمام مخلوق کے سامنے کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ بولا تھا اور ظالموں پر خدا کی لعنت ہے،[1] اس طرح وہ تمام مخلوق کے سامنے رسوا کیے جائیں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ﴾ یعنی ان ظالموں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے راستے سے روکتے اور حق کی پیروی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ڈالنے، صاف اور واضح دلائل میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔[2]

آیت ’’اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ‘‘ کے مصداق لوگ

اس آیت میں وہ کفار و مشرکین بھی شامل ہیں جو ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر والا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ مُرتَدّین بھی شامل ہیں جو قرآن کی مَعنوی تحریف کرکے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم اور عام مسلمانوں کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں اور آیات کے وہ معنی کرتے ہیں جو مُتواتِر معانی کے خلاف ہیں اگر انہیں آخرت کا ڈر ہوتا تو یہ جرأت کبھی نہ کرتے۔

---

1 ……بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب قول اللّٰه تعالی: الا لعنة اللّٰه علی الظالمین، ٢/١٢٦، الحدیث: ٢٤٤١، مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وان کثر قتله، ص١٤٨١، الحدیث: ٥٢(٢٧٦٧).

2 ……تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ١٩، ٦/٣٣٢.

اُولٰٓىٕكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تھکانے والے نہیں زمین میں اور نہ اللہ سے جدا ان کے کوئی حمایتی انہیں عذاب پر عذاب ہوگا وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہیں اور اللہ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں۔ ان کے لئے عذاب کوئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ وہ نہ تو سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے تھے۔

﴿ **اُولٰٓىٕكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ: وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔** ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر عذاب کرنا چاہے تو وہ زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو عاجز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اُس کے قبضہ اور اُس کی ملک میں ہیں، نہ اس سے بھاگ سکتے ہیں نہ بچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں کہ وہ اُن کی مدد کریں اور اُنہیں اس کے عذاب سے بچائیں۔ لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے روکنے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا۔ [1]

﴿ **مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ: وہ نہ تو سن سکتے تھے۔** ﴾ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ حق سننے سے بہرے ہوگئے تو کوئی بھلائی کی بات سن کر نفع نہیں اُٹھاتے اور نہ وہ آیاتِ قدرت کو دیکھ کر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ [2]

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۲۰، ۲/۳۴۷.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ۲۰، ۲/۳۴۷.

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی اور ان سے کھوئی گئیں جو باتیں جوڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا اور ان سے ان کے بہتان گم ہوگئے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ : یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈال دیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے بدلے بتوں کی عبادت کو اختیار کرلیا اور یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔ یہ دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ کر خسارے میں پڑ گئے کیونکہ انہوں نے عزت والی چیز دے کر ذلت والی چیز کو اپنا لیا اور یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت کا خسارہ یہ ہوگا کہ وہ ذلت والی چیز بھی ہلاک ہوجائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔[1]

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خواہ نخواہ وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے۔

﴿ لَا جَرَمَ : لازمی طور پر۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ لازمی طور پر آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے کیونکہ عزت ورفعت عطا کرنے والا دین یعنی ''اسلام'' قبول کرنے پر آخرت میں انہیں جنت اور اس کی دائمی نعمتیں حاصل ہوتیں لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے ذلت کی گہرائیوں میں پھینک دینے والی چیز یعنی ''بتوں کی عبادت'' پر راضی ہوکر آخرت میں جنتی مَنازِل اور اس کی نعمتوں کو بیچ دیا اور ان کے عِوض آخرت میں جہنم کی منازل اور اس کے دائمی عذابات کو خرید لیا اس لئے وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہوں گے۔

آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دینا انتہائی نقصان دہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی اُخروی بھلائی اور بہتری کے مقابلے دنیا کی بھلائی اور بہتری کو ترجیح دینا انتہائی خسارے کا باعث ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی دنیا بہتر بنانے کے مقابلے میں اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی زیادہ کوشش کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

[1] ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۲۱، ۶/۳۳۴.

فرمایا ''ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کرلو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے ایک شخص صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کافر اور وہ معمولی سی دنیوی مَنفعت کے بدلے میں اپنا دین بیچ ڈالے گا۔ [1]

حضرت ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''وہ شخص سب سے بڑا زاہد ہے جو اپنی قبر کو اور اپنے فنا ہونے کو نہ بھولے، دنیا کی زیب و زینت کو چھوڑ دے، باقی رہنے والی کو فنا ہو جانے والی پر ترجیح دے، اپنے آنے والے دن کو شمار نہ کرے اور خود کو مُردوں میں شمار کرے۔ [2]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے اور آخرت کی بھلائی اور بہتری کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے دنیوی حالات اور اُخروی خسارے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد اس آیت میں اہلِ ایمان کے دنیوی حالات اور اخروی فوائد بیان فرمائے۔ [3] اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کی ادائیگی کے

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن، ص۷۳، الحدیث: ۱۸۶(۱۱۸).
2 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ۷/۳۵۵، الحدیث: ۱۰۵٦۵.
3 ......خازن، هود، تحت الآیة: ۲۳، ۲/۳۴۷.

وقت ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ’’وَاَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ‘‘ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب وعذاب کا جو بھی وعدہ فرمایا ہے اس کی سچائی پر ان کے دل مطمئن ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور اس بات سے ڈرتے رہے کہ کہیں ان کے اَعمال میں کوئی نقص یا کمی نہ رہ گئی ہو۔ جن لوگوں میں یہ تین اَوصاف ہوں تو وہ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ (1)

اپنے اعمال کی فکر کرنے کی ترغیب

ہمارے اَسلاف کا یہی حال تھا کہ وہ ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کے باوجود ان میں نقص یا کمی رہ جانے سے ڈرتے تھے بلکہ وہ عظیم المرتبت صحابی جن کے عدل وانصاف اور بہترین حکمرانی پر تاریخِ اسلام کو ناز ہے اور جنہیں دنیا میں ہی مالکِ جنت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اَقدس سے جنت کی بشارت مل گئی یعنی سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، وہ بھی اس معاملے میں خوفزدہ رہتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور شہادت کا وقت قریب آیا تو ایک انصاری نوجوان حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو کہ اسلام میں آپ کا جو مقام ہے وہ آپ جانتے ہیں، پھر جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عدل وانصاف کیا اور اس کے بعد شہادت پائی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! کاش مجھے برابری پر چھوڑ دیا جائے کہ نہ عذاب ہو نہ ثواب۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اَعمال کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًاؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۠ ﴿۲۴﴾

ع ۲ ۱۶

(1) ……تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۲۳، ۶/۳۳۵۔

(2) ……بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنہما، ۱/۴۶۹، الحدیث: ۱۳۹۲۔

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں فریق کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں فریقوں کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟

﴿مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ: دونوں فریقوں کا حال۔﴾ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر و مومن دو گروہوں کا ذکر فرمایا اب اس آیت میں ایک مثال بیان فرما کر ان کی مزید وضاحت فرما دی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں فریقوں یعنی کافر اور مومن کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کافر اس کی مثل ہے جو نہ دیکھے نہ سنے اور یہ ناقص ہے، جبکہ مومن اس کی مثل ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اور وہ کامل ہے اور حق و باطل میں امتیاز رکھتا ہے، اس لئے ہرگز ان دونوں کی حالت برابر نہیں۔ (1)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ٘ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے فرمایا) میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴾ اللہ تعالیٰ کا اپنی کتاب قرآنِ پاک میں یہ طریقہ ہے کہ جب کفار پر دلائل قائم فرمائے، انہیں عذاب سے ڈرائے اور ان کے لئے مثالیں بیان فرمائے تو اس کے بعد گزشتہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے بعض واقعات بھی بیان فرماتا ہے تاکہ یہ کسی طرح ہدایت حاصل کریں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سات واقعات بیان فرمائے ہیں۔ (1) حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (2) حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (3) حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۲۴، ۶/۳۳۵، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲/۳۴۷-۳۴۸، ملتقطاً.

وَالسَّلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (4) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کا فرشتوں کے ساتھ واقعہ۔ (5) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (6) حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (7) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کا فرعون کے ساتھ واقعہ۔ یہ تمام قصے زمانے کی ترتیب کے مطابق بیان فرمائے۔[1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صریح ڈر سنانے والا ہوں۔[2]

یاد رہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کا واقعہ سورۂ یونس میں گزر چکا ہے، اس سورت میں اس واقعے کو فوائد کے پیشِ نظر مزید تفصیلات کے ساتھ دوبارہ بیان فرمایا گیا۔[3]

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے واقعے کی بعض تفصیلات اس سے پہلے سورۂ اعراف آیت **59** تا **64** میں گزر چکی ہیں۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بیشک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔

﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ: بیشک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کرو گے اور ان بتوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کرو گے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک دن کا عذاب نہ آ جائے۔ دردناک دن سے مراد یا تو قیامت کا دن ہے یا طوفان آنے کا دن اور دن کو مجازی طور پر دردناک

---

1 ......صاوی، هود، تحت الآیة: ۲۵، ۳/۹۰۸.

2 ......خازن، هود، تحت الآیة: ۲۵، ۲/۳۴۸.

3 ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۲۵، ۶/۳۳۶.

اس لئے فرمایا گیا کہ دردناک عذاب اس دن نازل ہوگا۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نوسو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔[2]

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے سب سے کمینے لوگوں نے سرسری نظر دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے کر لی ہے اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ: تو اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے تین شُبہات وارد کر کے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی

---

1 ......تفسیر طبری، هود، تحت الآیة: ۲۶، ۲۷/۷، ابو سعود، هود، تحت الآیة: ۲۶، ۲۳/۳، تفسیرکبیر، هود، تحت الآیة: ۲۶، ۳۳۶/٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، هود، تحت الآیة: ۲٦، ۳٤۸/۲.

نبوت میں طعن کیا۔

(1)......**حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہماری طرح بشر ہیں۔** اس گمراہی میں بہت سی اُمتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں، قرآنِ پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں، اس اُمت میں بھی بہت سے بدنصیب نبیوں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بے ادبی سے بشر کہتے اور ہمسری کا فاسد خیال رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔

(2)......**حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی سب سے کمینے لوگوں نے غور و فکر کے بغیر کرلی۔** کمینوں سے مراد اُن کی وہ لوگ تھے جو اُن کی نظر میں گھٹیا پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کا یہ قول خالصتاً جہالت پر مبنی تھا کیونکہ انسان کا حقیقی مرتبہ دین کی پیروی اور رسول کی فرمانبرداری سے ہے جبکہ مال و منصب اور پیشے کو اس میں دخل نہیں، دیندار، نیک سیرت، پیشہ ور کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔

(3)......**ہم تمہارے لئے اپنے اوپر مال اور ریاست میں کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں نبوت کے دعویٰ میں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو اس کی تصدیق میں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔** ان کا یہ قول بھی جہالت پر مبنی تھا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بندے کے لئے ایمان و طاعت فضیلت کا سبب ہے نہ کہ مال و ریاست۔ [1]

نوٹ: ان شُبہات کا تفصیلی جواب آیت نمبر **31** میں مذکور ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہی سابقہ جاہلیت ہمارے زمانے میں بھی پائی جاتی ہے کہ گمراہ یا فاسق لوگ عموماً مالدار ہوتے ہیں جبکہ دیندار لوگ غریب اور پھر یہی فاسق و گمراہ لوگ غریبوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو تم اس سے اندھے رہے کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم بیزار ہو۔

1......تفسیر کبیر، هود، تحت الآية: ۲۷، ۳۳۶/۶، خازن، هود، تحت الآية: ۲۷، ۳۴۸/۲، مدارك، هود، تحت الآية: ۲۷، ص۴۹۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر تم (خود ہی) اسے دیکھنے سے اندھے رہو تو کیا میں تمہیں اس (کو قبول کرنے) پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو''؟

﴿**قَالَ یٰقَوْمِ: فرمایا: اے میری قوم!**﴾ جب حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں یعنی حق پر ہوں اور مجھے اپنی حقانیت کا قطعی یقین ہو اور اپنی حقانیت کے دلائل بھی میرے پاس موجود ہوں نیز اللہ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا کی ہو جبکہ یہی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو تو کیا میں تمہیں اپنی نبوت قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے پر مجبور کروں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اس کا انکار کرتے ہو۔ میں تمہیں قبول کروانے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ مجھے تو صرف اس بات کی طاقت ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچادوں۔ [1]

وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًاؕ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ-اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے قوم میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم کو نرے جاہل لوگ پاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں۔

﴿**وَ یٰقَوْمِ: اور اے قوم!**﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''گویا کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''تم میرے ظاہری حالات کی طرف دیکھتے ہو کہ میں مال و دولت نہیں رکھتا جس کی وجہ سے تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا یہ کام اس لئے شروع کیا ہے تاکہ اس پر تم سے مال و دولت

1 ......صاوی، هود، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۹۰۹.

حاصل کروں ۔ تمہارا یہ گمان غلط ہے، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ ربُّ العالَمین عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے، لہٰذا تم اس فاسد گمان کی وجہ سے اپنے آپ کو اُخروی سعادتوں کے حصول سے محروم نہ کرو۔ [1]

﴿وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ آپ سے کہتے تھے کہ اے نوح! گھٹیا لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تا کہ ہمیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے شرم نہ آئے۔ اُن کی اس بات کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو اپنے آپ سے دور نہیں کروں گا، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملنے والے ہیں اور اس کے قرب سے سرفراز ہوں گے تو میں اُنہیں کیسے نکال دوں، ہاں اس کے برعکس میں تم لوگوں کو بالکل جاہل سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایمانداروں کو گھٹیا کہتے ہو اور اُن کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔

مالداروں کو قریب کرنا اور غریبوں کو دور کرنا درست نہیں

اس سے پیر صاحبان، علماء وخطباء کو بھی درس حاصل کرنا چاہیے کہ مالداروں کو اپنے قرب میں جگہ دینا، ان کی فرمائش پر فوراً ان کے گھر حاضر ہو جانا جبکہ غریبوں کو خود سے کچھ فاصلے پر رکھنا اور ان کی بار بار کی فریادوں کے باوجود بھی ان پر شفقت نہ کرنا درست نہیں اور نہ ہی ان حضرات کے شایانِ شان ہے۔ نیز مالداروں کیلئے بھی اس آیت میں عبرت ہے کہ دیندار غریبوں کو حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے جیسے غریب علماءِ کرام، طُلباءِ دین، مُبَلِّغین وغیرہ کو مالدار، سیٹھ صاحبان دو کوڑی کی عزت دینے کو تیار نہیں ہوتے، چندہ بھی دینا ہو تو دس چکر لگوا کر دیں گے اور ماتھے پر تیوری چڑھا کر دیں گے اور دینے کے بعد انہیں اپنا نوکر سمجھیں گے۔

وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے قوم مجھے اللہ سے کون بچالے گا اگر میں انہیں دور کروں گا تو کیا تمہیں دھیان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دور کر دوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

---

1 ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۲۹، ۶/۳۳۹.

﴿وَيٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عقل اور شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ نیک اور متقی مسلمان کی تعظیم کرنا جبکہ فاسق وفاجر اور کافر کی توہین کرنا ضروری ہے اور اس کے برخلاف کرنا یعنی فاسق وفاجر اور کافر کو تعظیم کے طور پر قربت سے نوازنا اور نیک، متقی، پرہیزگار مسلمانوں کو ان کی توہین کے طور پر اپنے آپ سے دور کر دینا اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جب ان کی قوم کے لوگوں نے غریب مسلمانوں کو اپنے آپ سے دور کرنے کا مطالبہ کیا تو انہیں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ جواب دیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ بفرضِ محال اگر میں شریعت کے حکم کے برخلاف کافر اور فاجر کی تعظیم کر کے اسے اپنی بارگاہ میں قرب سے نوازوں اور متقی مومن کی توہین کر کے اسے اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حق دار ٹھہروں گا، مجھے بتاؤ! پھر اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم اس بات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ ایسا کرنا درست نہیں۔ (1)

وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں انہیں نہیں کہتا جن کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے ایسا کروں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ نہیں

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ۳۰، ۶/۳۳۹-۳۴۰.

کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی بات کہوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا۔

﴿وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ: اور میں تم سے نہیں کہتا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ کی نبوت میں تین شُبہات وارد کئے تھے۔

ایک شُبہ تو یہ تھا کہ ''مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ'' ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو، اس کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ'' یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بالکل بے محل ہے کیونکہ میں نے کبھی مال کی فضیلت جتائی ہے اور نہ دنیوی دولت کی توقع رکھنے کا تمہیں کہا ہے اور اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ بھی نہیں کیا پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے، تمہارا یہ اعتراض محض بے ہودہ ہے۔

دوسرا شبہ یہ تھا ''مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ'' یعنی ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو، مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں، اس کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں اور میرے اَحکام غیب پر مبنی ہیں تا کہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ملتا، جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے محل ہے اور شریعت میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے لہٰذا تمہارا اعتراض بالکل بے جا ہے، نیز ''لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ'' فرمانے میں قوم پر ایک لطیف اعتراض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو جبکہ میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ میں نبی ہوں تو تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔

تیسرا شبہ اس قوم کا یہ تھا کہ ''مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا'' یعنی ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا کہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ملتا کہ دعویٰ تو فرشتہ ہونے کا کیا تھا لیکن نکلے بشر، لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ (1)

﴿وَلَاۤ اَقُوْلُ: اور میں یہ نہیں کہتا۔﴾ کفار نے چونکہ غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھا تھا اس پر حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''میں ان غریب مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ حکم نہیں لگا تا کہ اللہ تعالیٰ

(1)......خازن، هود، تحت الآیة: ۳۱، ۲/۳۴۹، ملخصاً.

ہرگز انہیں دنیا وآخرت میں کوئی بھلائی نہ دے گا۔ نیکی یا بدی اِخلاص یا نفاق جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اگر میں اُن کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر اُن کے باطن پر الزام لگاؤں اور انہیں نکال دوں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں گا اور بِحَمْدِ اللّٰہ میں ظالموں میں سے ہرگز نہیں ہوں تو ایسا کبھی نہ کروں گا۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو کسی دلیل کے بغیر منافق یا کافر کہنے والا ظالم ہے کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے نوح تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے تو لے آؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کرلیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔

﴿قَالُوْا یٰنُوْحُ: انہوں نے کہا: اے نوح!﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے کفار کی طرف سے پیش کئے گئے شُبہات کے جوابات ذکر فرمائے اور کفار نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے جوابات پر دو اعتراض کئے، ان کا ذکر اس آیت میں ہے۔

پہلا اعتراض: کفار نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے جوابات کو بکثرت بحث اور جھگڑا کرنے سے تعبیر کیا اور کہا کہ اے نوح! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت ہی زیادہ جھگڑا کرلیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے کفار کے ساتھ بہت زیادہ بحث فرمائی تھی اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بحث اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اپنی نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لئے تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنا اور شبہات کا اِزالہ کرنا اَنبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جبکہ دلائل کے مقابلے میں اپنے آباء واَجداد

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۳۱، ۲/۳۴۹، مدارك، هود، تحت الآية: ۳۱، ص۴۹۵، ملتقطاً.

کی اندھی تقلید کرنا، جہالت اور گمراہی پر اِصرار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

دوسرا اعتراض: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی تھی، انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس عذاب کے جلدی نازل ہونے کا مطالبہ کیا اور کہا ''اگر تم سچے ہو تو اب وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔ [1] حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے کفار کے ان اعتراضات کا جواب اگلی آیت میں مذکور ہے۔

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا وہ تو اللہ تم پر لائے گا اگر چاہے اور تم تھکا نہ سکو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (نوح نے) فرمایا: وہ عذاب تمہارے اوپر اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکو گے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ کفار کے اعتراضات کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''تم پر عذاب نازل کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہ جب چاہے گا اس عذاب کو تم پر نازل کردے گا اور جب اس نے عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیا تو تم اُس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اُس سے بچ سکو گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر یا بدعملی پر عذاب آنا ضروری نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ [2]

وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْؕ هُوَ رَبُّكُمْ قف وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَؕ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف پھرو گے۔

[1] ……تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۳۲، ۶/۳۴۱.

[2] ……تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۳۳، ۶/۳۴۱، روح البیان، هود، تحت الآیة: ۳۳، ۴/۱۲۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو تب بھی میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے گی اگر اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ: اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں۔﴾ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''يُغْوِيَكُمْ'' کامعنی ہے اللہ تمہیں عذاب دینا چاہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس دن تم پر عذاب نازل ہوا اور تم وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو اس دن میری نصیحت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ عذاب نازل ہوتے وقت کا ایمان قبول نہیں۔ میری نصیحت تمہیں اس وقت فائدہ دے گی جب تم عذاب کا مُشاہدہ کرنے سے پہلے ایمان لے آؤ۔ (1)

دوسرا معنی مَشِیَّتِ الٰہی کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے جو آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

﴿هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ: وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔﴾ یعنی تمہارا خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری پرورش کی۔ وہ تمہاری موت سے پہلے اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں تمہاری ذات اور صِفات میں تَصَرُّف کرنے کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے اور مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ یہ آیت اللہ تعالٰی کی گرفت سے ڈرانے میں انتہائی مفید ہے۔ (2)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ۠ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اُسے اپنے جی سے بنالیا تم فرماؤ اگر میں نے بنالیا ہوگا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہ سے الگ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ اس نے خود ہی بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے بنا (بھی) لیا ہوتو میرا جرم صرف مجھ پر ہے اور میں تمہارے جرم سے بیزار ہوں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ: کیا یہ کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ یہ

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۳۴۲.

2 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۳۴۳.

کہتے ہیں کہ جو بات حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ انہوں نے اپنے پاس سے ہی بنالی ہے۔تو اے نوح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم ان سے فرمادو کہ بالفرض اگر میں نے اپنے پاس سے بنالی ہے تو مجھے، میرے گناہ کی سزا ملے گی (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔[1] اس تفسیر کے مطابق اس آیت کا تعلق حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کے ساتھ ہی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ قرآن خود ہی بنالیا اور یہ کہہ کر کفار اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ماننے اور اس کے اَحکام ماننے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے رسول پر بہتان باندھتے ہیں اور اُن کی طرف اِفتراء کی نسبت کرتے ہیں جن کی سچائی روشن دلائل اور مضبوط حجتوں سے ثابت ہوچکی ہے، لہٰذا اب اُن سے فرمادو کہ اگر بالفرض میں نے بنا بھی لیا ہو تو میرا جرم صرف مجھ پر ہے، جس کا وبال ضرور آئے گا لیکن بِحَمْدِ اللہ میں سچا ہوں تو تم سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب کا وبال تم پر پڑے گا اور تم نے میرے اوپر جو تہمت لگائی ہے میں تمہارے اس جرم سے بیزار ہوں۔[2]

تفسیرِ جمل میں ہے کہ اس صورت میں یہ آیت حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قصے کے دوران اس لئے ذکر کی گئی ہے تاکہ سننے والوں کا نشاط برقرار رہے۔[3]

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لاچکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے مسلمان ہوجانے والوں کے علاوہ کوئی اور

1 ......تفسیر ابو سعود، هود، تحت الآية: ٣٥، ٣/٢٨-٢٩.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ٣٥، ٢/٣٥٠، مدارك، هود، تحت الآية: ٣٥، ص٤٩٦، ملتقطاً.

3 ......جمل، هود، تحت الآية: ٣٥، ٣/٤٢٩.

(اب) مسلمان نہیں ہوگا تو تم اس پر غم نہ کھاؤ جو یہ کررہے ہیں۔

﴿وَاُوْحِیَ اِلٰى نُوْحٍ: اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی۔﴾ اس آیت میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ خبر دی گئی ہے کہ ان کی قوم کے جو لوگ کفر پر اَڑے ہوئے ہیں ان کا ایمان قبول کرنا محال ہے لہٰذا ان کے ایمان قبول کرنے کی توقع نہ رکھیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں سے ایمان قبول کرنے کی توقع تھی وہ تو ایمان قبول کر چکے، ان کے علاوہ جو لوگ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں وہ اب کسی صورت ایمان قبول نہیں کریں گے لہٰذا اس طویل مدت کے دوران کفار کی طرف سے آپ کو جس تکذیب، اِستہزاء اور اَذِیَّت کا سامنا ہوا اس پر غم نہ کرو، ان کفار کے کرتوت ختم ہو گئے اور اب ان سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ (1) ایمان لانے والے حضرات کی تعداد مفسرین کے بیان کے مطابق تقریباً اسی (80) تھی۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ اور (اب) ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ بیشک انہیں ضرور غرق کیا جائے گا۔

﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا: اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ۔﴾ جب اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بتا دیا کہ ان کی قوم میں سے پہلے مسلمان ہو جانے والوں کے علاوہ کوئی اور اب مسلمان نہیں ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللّٰہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب دینے والا ہے اور چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بتا دیا کہ وہ

1 ......ابوسعود، هود، تحت الآية: ۳۶، ۳/۲۹.

عذاب ڈبوئے جانے کی صورت میں ہوگا اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی کے ذریعے ممکن تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت میں اور ہماری تعلیم سے کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے اُن کی شفاعت اور ان سے عذاب دور ہو جانے کی دعا نہ کرنا کیونکہ غرق ہونا اِن کا مقدر ہو چکا ہے۔[1]

مروی ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساج کے درخت بوئے، بیس سال میں یہ درخت تیار ہوئے، اس عرصہ میں مُطْلَقاً کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، اس سے پہلے جو بچے پیدا ہو چکے تھے وہ بالغ ہو گئے اور اُنہوں نے بھی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔[2]

وَ یَصْنَعُ الْفُلْكَ ۠ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح کشتی بناتا ہے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو۔ تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوح نے) فرمایا: اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے

1 ......تفسير كبير، هود، تحت الآية: ۳۷، ۶/۳۴۴، مدارك، هود، تحت الآية: ۳۷، ص۴۹۶، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، هود، تحت الآية: ۳۷، ۴/۱۲۳.

تم ہنستے ہو۔ تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل ورسوا کردے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ: اور نوح کشتی بناتے رہے۔﴾ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کشتی بناتے رہے اور ان کی قوم کے سرداروں میں سے جب کبھی کوئی ان کے پاس سے گزرتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اے نوح! عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، کیا کررہے ہو؟ آپ فرماتے ”ایسا مکان بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستے کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بنا رہے تھے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا اور وہ لوگ مذاق کے طور پر یہ بھی کہتے تھے کہ پہلے تو آپ نبی تھے اب بڑھئی ہوگئے۔ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا اگر تم ہمارے اوپر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم بھی تمہیں ہلاک ہوتا دیکھ کر تم پر ایسے ہی ہنسیں گے جیسے تم کشتی دیکھ کر ہنس رہے ہو۔ مروی ہے کہ یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی اس کی لمبائی تین سو گز چوڑائی پچاس گز اُونچائی تیس گز تھی، اس میں اور بھی اَقوال ہیں۔ اس کشتی میں تین درجے بنائے گئے تھے۔ نیچے والے درجے میں جنگلی جانور، درندے اور حشرات الارض تھے اور درمیانی درجے میں چوپائے وغیرہ اور اوپر والے درجے میں خود حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، آپ کے ساتھی اور حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا جسد مبارک جو عورتوں اور مَردوں کے درمیان حائل تھا اور کھانے وغیرہ کا سامان تھا، پرندے بھی اُوپر والے درجہ میں ہی تھے۔ (1)

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: تو عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔﴾ اس آیت میں پہلے عذاب سے دنیا میں غرق ہونے کا عذاب مراد ہے اور دوسرے عذاب سے مراد آخرت میں جہنم کا عذاب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (2)

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝۴۰

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور اُبلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۳۸، ۲/۳۵۱، مدارك، هود، تحت الآية: ۳۸، ص۴۹۶، ملتقطاً.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ۳۹، ۲/۳۵۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے فرمایا: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا) ایک ایک جوڑا اور جن پر (عذاب کی) بات پہلے طے ہوچکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں کو اور اہلِ ایمان کو کشتی میں سوار کرلو اور ان کے ساتھ تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کشتی بنانے میں مصروف رہے یہاں تک کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے اور ان کی ہلاکت کا وقت آ گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے اس عذاب کے نازل ہونے کی علامت یہ بیان فرمائی تھی کہ جب تم تنور میں سے پانی جوش مارتا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ عذاب نازل ہونے کا وقت آ پہنچا، چنانچہ جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اس علامت کو ملاحظہ فرمایا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے۔ [1] بعض مفسرین کے نزدیک اس تنور سے روئے زمین مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہی تنور مراد ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے، نیز اس تنور کے بارے میں بھی چند قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ترکے میں سے آپ کو پہنچا تھا۔ وہ تنور شام میں موجود تھا یا ہند میں۔ [2]

﴿مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ: ہر جنس میں سے (نر اور مادہ کا) ایک ایک جوڑا۔﴾ جب تنور میں سے پانی نے جوش مارا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو تین طرح کی چیزیں کشتی میں سوار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(1)...... ہر جنس میں سے نر اور مادہ کا ایک ایک جوڑا۔ حضرت حسن رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے ساتھ ان تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرلیا جو بچے جنتے ہوں یا انڈے دیتے ہوں، البتہ جو مٹی سے پیدا ہوتے ہیں جیسے مچھر وغیرہ ان میں سے کسی کو سوار نہ کیا۔" جانور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پاس آتے تھے اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا دایاں ہاتھ نر پر اور بایاں مادہ پر پڑتا تھا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سوار کرتے جاتے تھے۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ سانپ اور بچھو نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ سوار کرلیں۔ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: تمہاری وجہ سے ہم کہیں مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہمیں سوار کرلیں، ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ جو آپ کا ذکر کرے گا ہم اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔" لہٰذا جسے سانپ اور بچھو سے نقصان

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳۴۷/۶، ملخصاً۔

2 ......خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳۵۱/۲-۳۵۲، ملخصاً۔

پہنچنے کا خوف ہو تو وہ یہ آیت پڑھ لے

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (1) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو۔

اسے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سانپ اور بچھو سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

(2)......حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے **اہلِ خانہ**، یہ کل سات افراد تھے، حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، ان کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں۔ **جن پر بات پہلے طے ہو چکی**، ان سے مراد حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بیوی واعلہ ہے جو ایمان نہ لائی تھی اور آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا بیٹا کنعان ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا بھی فیصلہ فرما دیا۔

(3)......وہ لوگ جو حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام **پر ایمان لائے**۔ یہ کل 80 اَفراد تھے۔ ان کی تعداد کے بارے میں اور بھی اَقوال ہیں، صحیح تعداد اللّٰہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اُن کی تعداد کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں ہے۔ (2)

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولا اس میں سوار ہو اللّٰہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (نوح نے) فرمایا: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللّٰہ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ: اللّٰہ ہی کے نام پر۔﴾ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے جن اَصحاب کو کشتی میں سوار کیا ان سے فرمایا: تم کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے نام پر ہے۔ حضرت ضحاک رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللّٰهِ فرماتے تو کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ ٹھہر جائے بِسْمِ اللّٰهِ فرماتے تو ٹھہر جاتی تھی۔ اس آیت میں یہ تعلیم ہے کہ بندے کو چاہئے جب کوئی

1......الصافات: ٧٩.

2......صاوی، هود، تحت الآیة: ٤٠، ٣/٩١٢-٩١٣، تفسیرکبیر، هود، تحت الآیة: ٤٠، ٦/٣٤٧-٣٤٨، ملتقطاً.

کام کرنا چاہے تو اس کو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر شروع کرے تا کہ اس کام میں برکت ہو اور وہ کامیابی کے حصول کا سبب ہو۔ (1)

کشتی میں سوار ہوتے وقت کی دعا

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سے جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لے تو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا'' **بِسْمِ اللّٰہِ الْمَلِکِ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** ''(2)

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ١بْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ انہیں لیے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس (کشتی) سے (باہر) ایک کنارے پر تھا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔

﴿وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ: اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے کر چل رہی تھی۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تو چالیس دن اور رات آسمان سے بارش برستی رہی اور زمین سے پانی اُبلتا رہا۔ پانی پہاڑوں سے اونچا ہوگیا یہاں تک کہ ہر چیز اس میں ڈوب گئی اور ہوا اس شدت سے چل رہی تھی کہ اس کی وجہ سے پہاڑوں کی مانند اونچی لہریں بلند ہورہی تھیں۔ (3)

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ٤١، ٢/٣٥٣.

2 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٤/٣٢٩، الحديث: ٦١٣٦.

3 ......خازن، هود، تحت الآية: ٤٢، ٢/٣٥٣، ملخصاً.

نوٹ: اس واقعے کی مزید تفصیل سورۂ قمر کی آیت نمبر 11 تا 15 میں ہے۔

﴿وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ : اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیٹا کنعان اس کشتی سے باہر ایک کنارے پر تھا، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے پکارا: اے میرے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور سواری سے محروم رہنے والے کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیٹا کنعان منافق تھا، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا اور اپنے کفر کو چھپاتا تھا، جب طوفان آیا تو اس نے اپنا باطنی کفر ظاہر کر دیا۔[1]

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج اللّٰہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیٹے نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ (نوح نے) فرمایا: آج اللّٰہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر (وہی بچے گا) جس پر وہ رحم فرمادے اور ان کے درمیان میں لہر حائل ہوگئی تو وہ بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہوگیا۔

﴿قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰى جَبَلٍ : اس نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پکار سن کر کنعان نے کشتی میں سوار ہونے کی بجائے یہ جواب دیا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا "آج کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ رحم فرمادے تو وہ ڈوبنے سے بچ سکتا ہے۔ پھر حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بیٹے کنعان کے درمیان ایک لہر حائل ہوگئی تو کنعان بھی غرق کئے جانے والوں میں سے ہوگیا۔[2]

1 ......جلالین مع صاوی، هود، تحت الآیة: ٤٢، ٣/٩١٤.

2 ......خازن، هود، تحت الآیة: ٤٣، ٢/٣٥٣.

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہو گیا اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور فرما دیا گیا: ظالموں کے لئے دوری ہے۔

﴿وَقِيْلَ: اور حکم فرمایا گیا۔﴾ جب طوفان اپنی انتہا پر پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور آسمان کو حکم فرمایا گیا کہ اے آسمان! تھم جا۔ پھر پانی خشک کر دیا گیا اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی ہلاکت کا کام پورا ہو گیا۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی چھ مہینے زمین میں گھوم کر جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، یہ پہاڑ موصل یا شام کی حدود میں واقع ہے، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی میں دسویں رجب کو بیٹھے اور دسویں محرم کو کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔[1]

عاشورا کے روزے کی فضیلت

دس محرم یعنی عاشورا کے دن روزہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عاشورا کو روزہ خود رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔[2] اور اس کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ٤٤، ٢/٣٥٣-٣٥٤.

2 ......مسلم، كتاب الصيام، باب ايّ يوم يصام فى عاشوراء، ص٥٧٣، الحديث: ١٣٣(١١٣٤).

’’مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔[1]

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو عرض کی: اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

﴿وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بیٹے کنعان کے درمیان لہر حائل ہوئی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کی نجات طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ’’اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تو نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک تو سب حاکموں سے بڑھ کر جاننے والا اور سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔[2]

شیخ ابو منصور ماتریدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتا تھا اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے۔[3]

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﳓ فَلَا تَسْــٴَـلْنِ

---

1 ......مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کلّ شهر... الخ، ص۵۸۹، الحدیث: ۱۹۶(۱۱۶۲).

2 ......روح البیان، هود، تحت الآیة: ۴۵، ۴/۱۳۸.

3 ......تاویلات اهل السنه، هود، تحت الآیة: ۴۶، ۲/۵۲۹.

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہرگز نہیں، بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو جانتے نہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ: بیشک وہ تیرے گھر والوں میں ہرگز نہیں تھا۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں میں سے ہرگز نہ تھا یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ان گھر والوں میں سے نہ تھا جن کی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ نجات کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔

نجات کے لئے صرف نسبی قرابت کا اعتبار نہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نجات کیلئے صرف نسبی قرابت کا اعتبار نہیں بلکہ اس کیلئے ایمان شرط ہے جیسے کنعان کو حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبی قرابت تو بدرجہ اَولیٰ حاصل تھی لیکن چونکہ دینی قرابت یعنی ایمان حاصل نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے قرابت کی نفی فرمادی۔

﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ: بیشک اس کا عمل اچھا نہیں تھا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوال کے بارے میں کلام ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ''اے نوح! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ نے جو سوال کیا وہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف مسلمانوں کے حق میں شفاعت قبول فرماتا ہے لہٰذا آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کرنا درست نہیں۔

تنبیہ: یاد رہے کہ اس سوال سے منصبِ نبوت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

اپنے بیٹے کے اظہارِ اسلام کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھتے تھے اور انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ظاہر پر ہی حکم لگاتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کے بارے میں کلام ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کے عمل اچھے نہ تھے وہ شرک کرتا اور آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتا تھا۔ دوسرا قول راجح ہے۔[1]

﴿ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ : پس تم مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تجھے علم نہیں۔ ﴾ یعنی جس بات کے درست یا غلط ہونے کا آپ کو علم نہیں اس بات کا مجھ سے سوال نہ کرو، میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو نہیں جانتے۔ علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ کے حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کئے گئے اس کلام میں نرمی وشفقت کا اِظہار ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا ’’اے پیارے نوح! عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ کا مقام بہت بلند ہے، اس لئے آپ کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صرف اسی کی نجات کا مطالبہ اور شفاعت فرمائیں جس کے بارے میں نجات کی امید ہے، وہ لوگ جن کے بارے میں آپ نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی یا نہیں تو ان کی نجات کے بارے میں آپ کا سوال کرنا آپ کے مقام ومرتبہ کے لائق نہیں۔[2]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌؕ-وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں

---

1 ......صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ٤٦، ٩١٥/٣، تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ٤٦، ٣٥٧/٦، ملتقطاً.

2 ......صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ٤٦، ٩١٦/٣.

اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ : عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔﴾ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تربیت ہوئی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ اسے حاصل کرنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر تو نے میرے اُس سوال پر میری مغفرت نہ فرمائی اور میری عرض قبول فرما کر میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میرا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔[1]

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں

اس آیت میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقامِ رضا بالقضاء پر فائز ہونے کا بڑا پیارا اظہار ہے کہ سگا بیٹا نگاہوں کے سامنے ہلاک ہوا اور وعدہ الٰہی کے پیشِ نظر دعا فرمائی لیکن حقیقتِ حال معلوم ہونے اور اللہ تعالیٰ کے تنبیہ فرمانے سے فوراً عاجزی کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمِ الٰہی کی دعا مانگنا شروع کر دی۔ **سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ۔** اے اللہ! حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صدقے ہمیں بھی تیری قضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اُس چیز کا مطالبہ کر کے جس کے بارے میں وہ جانتے نہ تھے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر طرح کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائے گا، اس سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سمجھا کہ ان کا بیٹا بھی چونکہ ان کے گھر والوں میں سے ہے اس لئے یہ بھی ان نجات پانے والوں میں شامل ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کی تربیت فرمائی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے فعل پر دل میں ندامت محسوس ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رحمت کا سوال کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا درخت سے کھانے والا معاملہ اور یہ گناہ نہیں بلکہ ان کا تعلق **حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ** (نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں) سے ہے۔[2]

---

1 ......روح البیان، ھود، تحت الآیۃ: ٤٧، ٤/١٣٩-١٤٠.

2 ......صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ٤٧، ٣/٩١٦.

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ وہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے اس سلامتی اوران برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جوتم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم فائدے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

﴿**قِيْلَ: فرمایا گیا۔**﴾ آیت میں مذکور سلامتی میں قیامت تک آنے والا ہر مومن مرد اور عورت داخل ہے اور برکتوں سے حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی ذُرِّیَّت اور آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے والوں کی کثرت مراد ہے کہ بکثرت انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ائمۂ دین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ آپ کی نسلِ پاک سے ہوئے۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ ''یہ برکات جو تم پر اور تمہارے ساتھیوں کی جماعتوں پر ہیں'' اس کے متعلق حضرت محمد بن کعب قُرظی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ ان جماعتوں میں قیامت تک ہونے والا ہر ایک مومن داخل ہے۔[1]

﴿**وَ اُمَمٌ: اور کچھ جماعتیں۔**﴾ اس سے حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بعد پیدا ہونے والے کافر گروہ مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ان کی مقررہ مدتوں تک فراخیِ عیش اور وُسعتِ رزق عطا فرمائے گا پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں دردناک عذاب پہنچے گا۔ اس میں قیامت تک آنے والا ہر کافر مرد اور کافرہ عورت داخل ہے۔[2]

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

1 ......صاوی، هود، تحت الآية: ٤٨، ٣/٩١٦، خازن، هود، تحت الآية: ٤٨، ٣/٣٥٥، مدارك، هود، تحت الآية: ٤٨، ص ٥٠١، ملتقطاً.

2 ......صاوی، هود، تحت الآية: ٤٨، ٣/٩١٦-٩١٧.

مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے تو صبر کرو بیشک بھلا انجام پرہیز گاروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں ۔اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی تو تم صبر کرو بیشک اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کے جس واقعے کی ہم نے آپ کو خبر دی یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ اور آپ کی قوم ان غیبی خبروں کو تفصیل سے نہیں جانتی تھی لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جس طرح حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر کیا اسی طرح آپ بھی اپنی قوم کے مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں، بے شک اچھا انجام یعنی دشمنوں کے خلاف مدد، فتح اور اُخروی سعادتوں کے حصول کے ذریعے کامیابی ایمان والوں کے لئے ہے۔ (1)

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو نرے مفتری ہو۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۴۹، ۲/۳۵۶-۳۵۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان لگانے والے ہو۔

﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا: اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔﴾ اس سورت میں بیان کئے گئے واقعات میں سے یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قومِ عاد کا بھائی فرمایا، اس سے مراد دینی بھائی نہیں بلکہ نسب کے اعتبار سے بھائی ہونا مراد ہے کیونکہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تعلق قبیلۂ عاد سے تھا، یہ عرب کا قبیلہ تھا اور یمن کے قریب ان کی رہائش تھی۔ [1]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو اور عبادت کرنے میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بت جن کی تم پوجا کر رہے ہو تمہارے معبود ہرگز نہیں کیونکہ یہ تو پتھر کے ہیں اور کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے شریک ہیں اور تم ان شریکوں کی عبادت کرتے ہو۔ [2]

نوٹ: حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم عاد سے متعلق بعض تفصیلات سورۂ اعراف آیت 65 تا 72 میں گزر چکی ہیں۔

يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میری مزدوری تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے

[1] ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآية: ۵۰، ۳۶۲/۶.

[2] ......خازن، هود، تحت الآية: ۵۰، ۳۵۷/۲، صاوی، هود، تحت الآية: ۵۰، ۹۱۷/۳، ملتقطاً.

پیدا کیا۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿یٰقَوْمِ: اے میری قوم!۔﴾ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے اَحکامات کی تبلیغ کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں کہ تم میرے اس عمل کی وجہ سے مجھے مال وغیرہ کوئی اجرت دو، میرا اجر وثواب تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنا سمجھ سکو کہ جو محض بے غرض نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً خیر خواہ اور سچا ہے۔[1]

تبلیغ کے کام کسی لالچ کے بغیر کئے جائیں

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی لالچ کے بغیر دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور باقاعدہ اس کا اظہار بھی فرمایا کہ تبلیغ سے ان کا مقصد مال یا کوئی منصب حاصل کرنا نہیں بلکہ وہ صرف اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والے اجر وثواب کے طلبگار ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خالص نصیحت وہ ہوتی ہے جو کسی لالچ اور غرض کے بغیر ہو اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو، اس لئے مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ کسی لالچ کے بغیر تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کریں اور حتَّی الاِمکان کسی اجرت کے بغیر تبلیغ کے کام کریں۔

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو۔

﴿وَ یٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ جب قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن

[1] ......صاوی، هود، تحت الآیة: ۵۱، ۳/۹۱۷، روح البیان، هود، تحت الآیة: ۵۱، ۴/۱۴۶، ملتقطاً۔

کے کفر کے سبب تین سال تک بارش مَوقوف کردی اور نہایت شدید قحط نمودار ہوا اور اُن کی عورتوں کو بانجھ کردیا، جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اور اس کے حضور توبہ و اِستغفار کریں تو اللّٰہ تعالیٰ بارش بھیجے گا اور اُن کی زمینوں کو سرسبز وشاداب کرکے تازہ زندگی عطا فرمائے گا اور قوت واَولاد دے گا۔

استغفار کی برکت

حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں مگر میرے ہاں کوئی اولاد نہیں، مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اولاد دے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ اِستغفار پڑھنے لگا، اس کی برکت سے اس شخص کے دس بیٹے ہوئے، جب یہ بات حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہاں سے فرمایا۔ دوسری مرتبہ جب اس شخص کو حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا۔ حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ تو نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نہیں سنا جو اُنہوں نے فرمایا ''یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ'' (اللّٰہ تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا) اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ ارشاد نہیں سنا ''یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ'' (اللّٰہ مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا)[1] یعنی کثرتِ رزق اور حصولِ اولاد کے لئے اِستغفار کا بکثرت پڑھنا قرآنی عمل ہے۔

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾

1 ......مدارك، هود تحت الآية: ۵۲، ص ۵۰۲.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہود تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں نہ تمہاری بات پر یقین لائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کرنے والے ہیں۔

﴿ قَالُوْا یٰهُوْدُ : انہوں نے کہا: اے ہود! ﴾ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے مذاق اڑاتے ہوئے اور عناد کے طور پر یہ جواب دیا کہ اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے جو تمہارے دعوے کی صحت پر دلالت کرتی۔ یہ بات اُنہوں نے بالکل غلط اور جھوٹ کہی تھی کیونکہ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جو معجزات دکھائے تھے وہ ان سب سے مکر گئے تھے۔ (1)

﴿ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا : اور ہم اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ ﴾ کفار اس بات کا اِعتراف کرتے تھے کہ نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جبکہ اس کے برعکس بت کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے، اس کے باوجود انہوں نے حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ کہا کہ ہم آپ کی بات کی وجہ سے اپنے بتوں کی عبادت کرنا نہیں چھوڑیں گے بلکہ ہماری عقل اور ہمارا دل حکم دے گا تو چھوڑیں گے۔ ان کی یہ بات اور مزید ان کا یہ کہنا **"اور نہ ہی تمہاری بات پر یقین کریں گے"** بھی ان کے کفر پر اصرار، اپنے آباء واَجداد کی اندھی تقلید اور حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب پر دلالت کرتا ہے۔ (2)

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

1 ......بیضاوی، هود، تحت الآیة: ۵۳، ۳/۲۳۹-۲۴۰.

2 ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۵۳، ۶/۳۶۴.

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری جھپٹ پہنچی کہا میں اللّٰہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللّٰہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر کوئی برائی پہنچادی ہے۔ (ہود نے) فرمایا: میں اللّٰہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب (بھی) گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللّٰہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔

﴿اِنْ نَّقُوْلُ: ہم تو صرف یہ کہتے ہیں۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے کہا: ’’بے شک اے ہود! تم جو ہماری مخالفت کر رہے ہو اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اسی وجہ سے ان بتوں نے تم سے اِنتقام لیتے ہوئے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اب جو کچھ کہتے ہو یہ سب دیوانگی کی باتیں ہیں۔ (مَعَاذَاللّٰہ) حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیا: ’’میں اللّٰہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم سب بھی میری اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سب بتوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ [1]

﴿فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا: تم سب مل کر میرے اوپر داؤ چلاؤ۔﴾ یعنی تم اور وہ بت جنہیں تم معبود سمجھتے ہو سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی اور تمہاری مَکاریوں کی کچھ پروا نہیں اور مجھے تمہاری شوکت وقوت سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ جنہیں تم معبود کہتے ہو وہ جَمادات اور بے جان ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اُن کی کیا حقیقت کہ وہ مجھے دیوانہ کر سکیں۔ یہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست، صاحبِ قوت وشوکت قوم سے جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خون کی پیاسی اور جان کی دشمن تھی اس طرح کے کلمات فرمائے اور اصلاً خوف نہ کیا اور وہ قوم انتہائی عداوت اور دشمنی کے باوجود آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

[1]......خازن، هود، تحت الآية: ٥٤، ٢/٣٥٧-٣٥٨.

کو کوئی نقصان پہنچانے سے عاجز رہی۔ (1)

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب، کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

﴿اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ: میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے۔﴾ یعنی تم اگرچہ ہر طرح سے کوشش کرکے دیکھ لو لیکن مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اور اسی کی حفاظت پر بھروسہ ہے، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے، کوئی چیز مجھے پہنچ نہیں سکتی جب تک وہ اسے دور کررہا ہے اور نہ ہی کوئی مجھ پر قدرت حاصل کرسکتا ہے جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے قدرت حاصل نہ ہو، پھر اس بات کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا وہ مالک اور اس پر قادر نہ ہو، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہتا ہے اس میں تَصَرُّف فرماتا ہے۔ (2)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں پہنچا چکا جو تمہاری طرف لے کر بھیجا گیا اور میرا رب تمہاری جگہ اوروں

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۵۵، ۲/۳۵۸، مدارك، هود تحت الآية: ۵۵، ص ۵۰۲، ملتقطاً.

2 ......بيضاوى، هود، تحت الآية: ۵۶، ۳/۲۴۰-۲۴۱.

کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں اُس کی تبلیغ کر چکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا : پھر اگر تم منہ پھیرو۔﴾ یعنی جس دین کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، اگر تم اس پر ایمان لانے سے اِعراض کرو تو جس دین کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا میں تمہیں اس کی تبلیغ کر چکا ہوں اور اس میں مجھ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی البتہ اسے قبول نہ کرنے کی بنا پر تم سے خطا سرزد ہوئی ہے، اگر تم نے ایمان لانے سے اعراض کیا اور جو احکام میں تمہاری طرف لایا ہوں اُنہیں قبول نہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری بجائے ایک دوسری قوم کو تمہارے شہروں اور اَموال کا مالک بنا دے گا جو کہ اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اور اسی کی عبادت کریں گے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ وہ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی نقصان پہنچ سکے، لہٰذا تمہاری روگردانی کا جو نقصان ہے وہ تمہیں کو پہنچے گا۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر نگہبان ہے، وہی تمہارے شر سے میری حفاظت فرمائے گا اور تم میں سے کسی کا قول یا فعل اس سے چھپا ہوا نہیں اور نہ ہی وہ تمہاری پکڑ سے غافل ہے۔ (1)

آیت "فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......انبیاءِ کرام عَلَیْھِم الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اپنی امت تک سارے شرعی اَحکام اپنی حیات شریف میں پہنچا دیتے ہیں کوئی بات چھپا نہیں رکھتے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی قوم دین کی خدمت نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے برباد کر کے دوسری قوم اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے، جیسے ابو جہل وغیرہ نے سرکشی کی تو انہیں ہلاک فرما کر مدینہ طیبہ کے اَنصار سے دین کی خدمت لے لی۔ ہم اس خدائے قادِر و قیُّوم کے حاجت مند ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ٥٧، ٣٥٨/٢، مدارك، هود تحت الآية: ٥٧، ص٥٠٣، ملتقطاً.

وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ہود اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا: اور جب ہمارا حکم آ گیا۔﴾ جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے نصیحت حاصل نہ کی تو قادر وقدیر اور سچے رب تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے عذاب کا حکم نافذ ہوگیا، جب ان کی ہلاکت اور ان پر عذاب کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو جن کی تعداد چار ہزار تھی اپنی رحمت کے ساتھ عذاب سے بچالیا اور قومِ عاد کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ مسلمانوں پر رحمت اس طرح ہے کہ جب عذاب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس سے محفوظ رکھا اور ارشاد فرمایا کہ جیسے مسلمانوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دے گا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال نجات کا ذریعہ اور سبب ہیں لیکن درحقیقت نجات صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملتی ہے۔

وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے

1 ......خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۵۸، ۲/۳۵۸، ملخصاً۔

سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اوراس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے۔

﴿وَتِلْكَ عَادٌ : اور یہ عاد ہیں۔﴾ جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت سے خطاب فرمایا۔ ''تِلْكَ'' سے قومِ عاد کی قبروں اور آثار کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ زمین میں چلو، انہیں دیکھو اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا حال بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں یعنی ان معجزات کا انکار کیا جو حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کر آئے اور انہوں نے اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کی کیونکہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ان کے جاہلوں نے ہر بڑے، سرکش اور ہٹ دھرم سردار کی پیروی کی۔ [1]

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ع ۵ | ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن سن لو بیشک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے ارے دور ہوں عاد ہود کی قوم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔ سن لو! بیشک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ سن لو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہے۔

﴿وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ : اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔﴾ یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ لعنت ان کے ساتھ ہے اور لعنت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہر بھلائی سے دوری۔ اس

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۵۹، ۲/۳۵۸-۳۵۹.

کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے برے انجام کا اصلی سبب بیان فرمایا کہ قومِ عاد نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کیا اس لئے ان کا اتنا برا انجام ہوا، سن لو! حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد کے لئے رحمتِ الٰہی سے دوری ہے۔ (1)

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بیشک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔ فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا تو اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے، دعا سننے والا ہے۔

﴿وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا: اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔﴾ اس سورت میں مذکور واقعات میں سے یہ تیسرا واقعہ ہے، اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، صرف وہی عبادت کا مستحق ہے جبکہ تمہارے یہ بت عبادت کے لائق ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کمالِ قدرت پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ معبود وہی ہے جس نے تمہارے باپ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین سے پیدا کر کے پھر تمہیں زمین میں بسایا اور زمین کو تم سے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۶۰، ۶/۳۶۷۔

سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر شرک سے کنارہ کشی کرکے اسی کی طرف رجوع کرو بے شک میرا رب عَزَّوَجَلَّ ایمان والوں کے قریب ہے اوران کی سننے والا ہے۔ امام ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ''اِسْتَعْمَرَکُمْ'' کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تمہیں طویل عمریں دیں حتّٰی کہ ان کی عمریں تین سو برس سے لے کر ہزار برس تک ہوئیں۔ [1]

نوٹ: حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کے واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ اَعراف آیت نمبر **73** تا **79** میں گزر چکی ہیں۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے صالح اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کو پوجیں اور بیشک جس بات کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے ایک بڑے دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تم ہمارے درمیان ایسے تھے کہ تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے سامنے پیغامِ توحید پیش کیا تو انہوں نے جواب دیا ''اے صالح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اس تبلیغ سے پہلے تم تو ہمارے درمیان ایسے تھے کہ ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں اور ہم امید کرتے تھے کہ تم ہمارے سردار بنو گے کیونکہ تم کمزوروں کی مدد کرتے اور فقیروں پر سخاوت کرتے تھے، لیکن جب تم نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی برائیاں بیان کیں تو قوم کی اُمیدیں تم سے ختم ہوگئیں۔ ان لوگوں نے

1 ......بیضاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/۲۴۲، خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۶۱، ۲/۳۵۹، ملتقطاً۔

مزید یہ کہا کہ کیا تم ہمیں ان بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اور بیشک جس توحید کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے تو ہم بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔ (1)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس سے کون بچائے گا؟ تم نقصان پہنچانے کے سوا میرا کچھ اور نہیں بڑھاؤ گے۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ: فرمایا: اے میری قوم!﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ’’اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر اور منصبِ نبوت پر فائز ہوں، اس کے باوجود میں بالفرض تمہاری پیروی کروں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کروں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا اور اس طرح میں نقصان اٹھانے والا اور جو منصب اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا میں اسے ضائع کرنے والا ہو جاؤں گا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے کفر کیا ہو۔ (2) تمہاری بات ماننا خسارے میں پڑنے کے سوا کچھ نہیں۔

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

1 ……تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ٦٢، ٦/٣٦٨، خازن، هود، تحت الآیة: ٦٢، ٢/٣٥٩، ملتقطاً.

2 ……صاوی، هود، تحت الآیة: ٦٣، ٣/٩٢١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی اونٹنی ہے تو اسے چھوڑ دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ قریب کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔

﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً: اور اے میری قوم! یہ تمہارے لئے نشانی کے طور پر اللہ کی اونٹنی ہے۔﴾ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے معجزہ طلب کیا تھا۔ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو پتھر سے بحکمِ الٰہی اونٹنی پیدا ہوئی، یہ اونٹنی ان کے لئے حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی صداقت پر نشانی اور حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا معجزہ تھی۔ اس آیت میں اس اونٹنی کے متعلق اَحکام ارشاد فرمائے گئے کہ اسے زمین میں چرنے دو اور کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ دنیا ہی میں گرفتارِ عذاب ہو جاؤ گے اور مہلت نہ پاؤ گے۔ [1]

نوٹ: حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کا بیان سورۂ اَعراف آیت نمبر 73 میں گزر چکا ہے۔

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اس کی کوچیں کاٹیں تو صالح نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی پچھلی جانب کے اوپر والی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں تو صالح نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں تین دن مزید فائدہ اٹھالو۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ٦٤، ٢ / ٣٦٠، ملخصاً.

﴿ فَعَقَرُوْهَا: تو انہوں نے اس کے پاؤں کے اوپر ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں۔ ﴾ قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور بدھ کے دن انہوں نے اس اونٹنی کی ایڑیوں کے اوپر ٹانگوں کی رگیں کاٹ دیں۔ اس کے بعد حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: اپنے گھروں میں تین دن یعنی جمعہ تک جو کچھ دنیا کا عیش کرنا ہے کرلو، ہفتے کے دن تم پر عذاب آجائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن یعنی جمعہ کو سیاہ ہو جائیں گے، پھر ہفتے کے دن عذاب نازل ہوگا۔ یہ ایک وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا، چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ [1]

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (۶۶) وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَۙ (۶۷) كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۠ (۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالح اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بیشک تمہارا رب قوی عزت والا ہے۔ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے سن لو بیشک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے لعنت ہو ثمود پر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی رحمت کے ذریعے بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا۔ بیشک تمہارا رب بڑی قوت والا، غلبے والا ہے۔ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔ سن لو! بیشک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ خبردار! لعنت ہو ثمود پر۔

[1] ......خازن، هود، تحت الآية: ٦٥، ٢/٣٦٠، مدارك، هود تحت الآية: ٦٥، ص ٥٠٤، ملتقطاً.

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا: پھر جب ہمارا حکم آیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قومِ ثمود پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا۔ (1)

﴿وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ: اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔﴾ اس آیت میں قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت کا بیان ہے، سورۂ اَعراف میں اِن پر آنے والے عذاب کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی کہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

اور یہاں اس طرح بیان ہوئی کہ ’’اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔‘‘ ان دونوں کیفیتوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ پہلے ہولناک چیخ کی آواز آئی اور اس کے بعد زلزلہ پیدا ہوا، اس لئے قومِ ثمود کی ہلاکت کو چیخ اور زلزلہ دونوں میں سے کسی کی طرف بھی منسوب کیا جاسکتا ہے۔

﴿كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا: گویا وہ کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے۔﴾ یعنی عذاب نازل ہونے کے بعد ان کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اپنے شہروں میں بسے ہی نہ تھے اور وہ زندہ تھے ہی نہیں، اے لوگو! سن لو، قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی نشانیوں کا انکار کیا (جس کے نتیجے میں ان کا یہ انجام ہوا تو تمہیں چاہئے کہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور ان جیسے افعال کرنے سے بچو تاکہ تم ان کی طرح کے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچ جاؤ)

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ (۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام کہا سلام پھر کچھ دیر نہ کی

1 ......تفسیر طبری، هود، تحت الآية: ٦٦، ٧/٦٤.

2 ......اعراف: ۷۸.

کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔انہوں نے ''سلام'' کہا تو ابراہیم نے ''سلام'' کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔﴾ یہ اس سورت میں مذکور چوتھا واقعہ ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سادہ رُو، نوجوانوں کی حسین شکلوں میں فرشتے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے سلام کہا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی جواب میں فرشتوں کو سلام کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت ہی مہمان نواز تھے اور بغیر مہمان کے کھانا تناوُل نہ فرماتے، اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کا غم تھا اور جب ان مہمانوں کو دیکھا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی، چونکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔[1]

گائے کا گوشت سنتِ ابراہیمی کی نیت سے کھائیں

اس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دسترخوان پر زیادہ آتا تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کو پسند فرماتے تھے، گائے کا گوشت کھانے والے اگر سنتِ ابراہیمی ادا کرنے کی نیت کریں تو ثواب پائیں گے۔

آیت ''وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ'' سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت بہت شاندار ہوتی ہے کہ ان کی بشارتیں پہلے دی جاتی ہیں۔

---

1 ......روح البيان، هود، تحت الآية: ٦٩، ١٦١/٤، خازن، هود، تحت الآية: ٦٩، ٣٦٠/٢-٣٦١، ملتقطاً.

(2)......فرشتوں کو رب تعالیٰ نے غیب کا علم بخشا ہے جس سے وہ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔

(3)......ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے۔

(4)......سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

نوٹ: حضرت ابراہیم اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہ واقعات اس سورت کے علاوہ سورۂ حجر آیت نمبر 51 تا 77 اور سورۃ الذاریات آیت نمبر 24 تا 37 میں بھی مذکور ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةًؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍؕ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے ان کو اوپری سمجھا اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا بولے ڈریئے نہیں ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

﴿فَلَمَّا رَاٰۤ: پھر جب دیکھا۔﴾ یعنی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور فرشتے ہونے کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھا رہے تھے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے کھانے سے پاک ہیں۔

[1]......خازن، هود، تحت الآية: ۷۰، ۲/۳۶۱، بيضاوی، هود، تحت الآية: ۷۰، ۳/۲۴۵، ملتقطاً۔

وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ بولی ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بیشک یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔ کہا: ہائے تعجب! کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے۔

﴿وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ: اور ان کی بیوی کھڑی تھی۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پسِ پردہ کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ہنسنے لگیں۔ مفسرین نے ان کی ہنسی کے مختلف اَسباب بیان کئے ہیں۔

(1)...... حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی ہلاکت کی خوشخبری سن کر ہنسنے لگیں۔

(2)...... بیٹے کی بشارت سن کر خوشی سے ہنسنے لگیں۔

(3)...... بڑھاپے میں اولاد پیدا ہونے کا سن کر تعجب کی وجہ سے ہنسنے لگیں، اس کے علاوہ اور بھی اَقوال ہیں۔

اللہ تعالٰی نے حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو ان کے بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری دی اور حضرت اسحاق عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، نیز یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند حضرت

اسمٰعیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام موجود تھے، اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔ (1)

﴿ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی : کہا: ہائے تعجب! ﴾ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے جب عادت کے برخلاف معاملہ ہونے کا سنا تو تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور میری عمر 90 سال سے زیادہ ہوچکی ہے اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں، ان کی عمر 120 سال ہوچکی ہے، اور زیادہ عمر والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔ (2)

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے اس گھر والو بیشک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔

﴿ قَالُوْا: فرشتوں نے کہا۔ ﴾ فرشتوں کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ اے سارہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات، عادتوں سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالٰی کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔ (3)

---

1 ......صاوی، هود، تحت الآیة: ۷۱، ۹۲۳/۳، مدارك، هود تحت الآیة: ۷۱، ص۵۰۵، خازن، هود، تحت الآیة: ۷۱، ۳۶۲/۲، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، هود، تحت الآیة: ۷۲، ۹۲۳/۳-۹۲۴.

3 ......مدارك، هود تحت الآیة: ۷۳، ص۵۰۶.

ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے، لہٰذا حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور دیگر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔[1] نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہرات آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ولیمہ گوشت اور روٹی سے کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلالاؤں۔ (میں بلانے گیا) تو میرے ساتھ کچھ حضرات آئے اور وہ کھا کر چلے گئے، پھر کچھ حضرات آئے اور وہ بھی کھا کر چلے گئے، چنانچہ اسی طرح جنہیں میں بلاتا وہ آتے اور کھا کر چلے جاتے یہاں تک کہ اب مجھے بلانے کے لئے کوئی نہیں مل رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کھانا اٹھا کر رکھ دو۔ تین آدمی اس وقت بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے حجرے کی طرف جا کر فرمایا ''اے اہلِ بیت! تم پر سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا: آپ پر بھی سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو، آپ نے اپنی زوجۂ مطہرہ کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ان میں برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باری باری تمام ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہی فرماتے رہے جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا تھا اور وہ بھی اسی طرح جواب عرض کرتی رہیں جس طرح حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کیا تھا۔[2]

یہی حدیث چند مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور اُس میں یہ ہے کہ (لوگوں کو کھانا کھلانے کے بعد) سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے فرمایا ''تم پر سلامتی ہو، اے اہلِ بیت! تم کیسے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم خیریت سے

---

1 ......تفسیر قرطبی، هود تحت الآية: ۷۳، ۵/ ۵۰، الجزء التاسع.

2 ......بخاری، كتاب التفسير، باب قوله: لا تدخلوا بيوت النبي الّا ان يؤذن لكم... الخ، ۳/ ۳۰۵، الحديث: ۴۷۹۳.

ہیں، آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو کیسا پایا؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بہت اچھا پایا۔''[1]

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہوگیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ: پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہوگیا۔﴾ فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں جو خوف پیدا ہوا تھا وہ جب بیٹے کی خوشخبری ملنے کی وجہ سے دور ہوا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے بارے میں کلام اور سوال کرنے لگے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک ''یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ'' کا معنی ہے ''حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے بھیجے ہوئے فرشتوں سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جھگڑنا یعنی کلام اور سوال یہ تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''قومِ لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: اگر چالیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اگر تیس ہوں؟ انہوں نے کہا: ''جب بھی نہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب بھی ہلاک کردو گے؟ انہوں نے کہا ''نہیں۔ تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اس میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ اس پر فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں، ہم حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر اور گناہوں سے باز آنے کے لئے ایک فرصت اور مل جائے۔[2]

1 ......مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة اعتاقه امة ثمّ یتزوّجها، ص٧٤٤، الحدیث: ٨٧(١٤٢٨).

2 ......خازن، هود، تحت الآیة: ٧٤، ٢/٣٦٢-٣٦٣.

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ابراہیم تحمّل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم بڑے تحمّل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ: بیشک ابراہیم۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہت مدح و تعریف کی گئی ہے، جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ معلوم ہوا کہ فرشتے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کو بہت زیادہ رنج ہوا اور آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ بیشک حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **حَلِیْمٌ** یعنی بڑے تحمّل والے اور **اَوَّاهٌ** یعنی اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اس کے سامنے بہت آہ وزاری کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفت میں ''**مُنِیْبٌ**'' اس لئے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے کس قدر ڈرنے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوگا۔ [1] سُبْحَانَ اللّٰہ کتنی پیاری صفات ہیں۔

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ بیشک تیرے رب کا حکم آچکا اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کرلیجیے، بیشک تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور

[1] ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآیة: ۷۵، ۶/۳۷۷، ملخصاً.

بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔

﴿یٰۤاِبْرٰهِیْمُ: اے ابراہیم!﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرشتوں سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: اے ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ (1)

تقدیر سے متعلق دو مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......تقدیر مبرم کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی۔

(2)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ عزت ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ ان کو تقدیر مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے، تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں (۱) **مبرمِ حقیقی**، کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر مُعلّق نہیں۔ (۲) **معلقِ محض**، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ (۳) **معلق شبیہ بہ مبرم**، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ تقدیر جو مبرمِ حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اگر اتفاقی طور پر اکابر محبوبانِ خدا اس کے بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے، اور وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا سے اور ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو مُتَوَسِّط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔ (2)

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾

1......تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۷۵، ۷/۷۹، ملخصاً.

2......بہارِ شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ ذات وصفات، ۱/۱۲-۱۴، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے تو ان کی وجہ سے لوط غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور فرمانے لگے یہ بڑا سخت دن ہے۔

﴾وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا: اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے۔﴿ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس سے ہوکر فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب ان کی ہیئت اور حسن و جمال کو دیکھا تو قوم کی خباثت اور بدعملی کا خیال کر کے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان خوبصورت لڑکوں کی وجہ سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا کیونکہ ایک تو وہ مہمان تھے اور دوسرے وہ انتہائی خوبصورت تھے، اس لئے ان کے بارے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کی طرف سے خوفزدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑا سختی کا دن ہے۔

مروی ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہ تھا کہ وہ قومِ لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود اس قوم کی بدعملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں، چنانچہ جب یہ فرشتے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بدترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی جو کہ کافرہ تھی وہ نکلی اور اس نے اپنی قوم کو جا کر خبر دی کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہاں ایسے خوبرو اور حسین مہمان آئے ہیں جن کی مثل اب تک کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (1)

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ

1 ......جلالین، هود تحت الآية: ۷۷، ص۱۸۶، مدارك، هود تحت الآية: ۷۷، ص۵۰۷، خازن، هود، تحت الآية: ۷۷، ۳۶۳/۲، ملتقطاً.

فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں آگے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور وہ (لوگ) پہلے ہی سے برے کاموں کے عادی تھے۔ لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں؟

﴾وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ: اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی۔﴿ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے مہمانوں کے ساتھ گھر میں ہی تھے کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کے مہمانوں کے ساتھ بے حیائی کا کام کرنے کی غرض سے دوڑتے ہوئے آئے، وہ لوگ اس سے پہلے ہی برے کاموں کے عادی تھے اور شرم وحیا سے بالکل عاری ہو چکے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا "اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے نکاح کی صورت میں پاکیزہ ہیں تو اپنی بیویوں سے فائدہ حاصل کرو کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے، حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی عورتوں کو جو قوم کی بیٹیاں تھیں بزرگانہ شفقت سے اپنی بیٹیاں فرمایا تا کہ اس حسنِ اخلاق سے وہ فائدہ اٹھائیں اور غیرت وحَمِیَّت سیکھیں۔ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے کفر وسرکشی سے باز آجاؤ اور میرے مہمانوں سے کوئی برا فعل سرانجام دے کر مجھے ان کے سامنے شرمندہ مت کرو، کیا تم میں ایک بھی کوئی ایسا نیک آدمی نہیں کہ جس کی بات مان کر تم اس برے فعل سے باز آجاؤ؟[1]

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾

1 ......بیضاوی، هود، تحت الآیة: ۷۸، ۲۴۷/۳-۲۴۸، خازن، هود، تحت الآیة: ۷۸، ۳۶۴/۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارے لئے کوئی حاجت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت فرمائی اور مہمانوں کے سامنے رسوا کرنے سے روکا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے اس نصیحت سے اعراض کرتے ہوئے کہا ’’آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کرنے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں اور نہ ہی ہمیں ان کی طرف کوئی رغبت ہے اور جو ہماری خواہش ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔(1)

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔ فرشتے بولے اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تمہاری عورت کے اسے بھی وہی پہنچنا ہے جو انہیں پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط نے فرمایا: اے کاش! تمہارے مدِ مقابل میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے

(1) ......ابو سعود، هود، تحت الآیة: ۷۹، ۳/۵۴.

کی پناہ لے سکتا۔ فرشتوں نے عرض کی: اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بیشک اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنا ہے جو ان (کافروں) کو پہنچے گا بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یقین ہوگیا کہ قوم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گی تو آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا ''اے کاش! مجھے تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا میں ایسا قبیلہ رکھتا جو میری مدد کرتا تو میں تم سے مقابلہ اور جنگ کرتا۔ (1)

﴿قَالُوْا: فرشتوں نے عرض کی۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا تھا اور اندر سے یہ گفتگو فرما رہے تھے، قوم نے چاہا کہ دیوار توڑ دیں، فرشتوں نے جب حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رنج اور بے چینی دیکھی تو عرض کی: اے لوط! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ کا پایہ مضبوط ہے، ہم ان لوگوں کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ ایسا کریں کہ دروازہ کھول دیں، پھر ہمیں اور انہیں چھوڑ دیں، یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دروازہ کھول دیا تو قوم کے لوگ مکان میں گھس آئے۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنا بازو ان کے چہروں پر مارا تو وہ سب اندھے ہوگئے اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مکان سے نکل کر بھاگے، انہیں راستہ نظر نہیں آتا تھا اور وہ یہ کہتے جاتے تھے ''ہائے! ہائے! لوط کے گھر میں بڑے جادوگر ہیں، انہوں نے ہم پر جادو کردیا ہے۔ (2)

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ: تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں۔﴾ فرشتوں کے اس کلام کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوط! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور آپ میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے لیکن آپ کی بیوی پیٹھ پھیر کر دیکھ لے گی کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے لوط! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات یہاں سے لے جائیں اور آپ میں سے کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جائیں کیونکہ اسے بھی وہی عذاب پہنچنا ہے جو ان کافروں کو پہنچے گا۔ (3)

1 ......ابو سعود، ھود، تحت الآیة: ۸۰، ٥٤/٣، خازن، ھود، تحت الآیة: ۸۰، ٣٦٤/٢، ملتقطاً۔

2 ......خازن، ھود، تحت الآیة: ۸۱، ٣٦٤/٢-٣٦٥۔

3 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ۸۱، ٣٨١/٦-٣٨٢۔

﴿اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ : بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔﴾ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے کہا: ''یہ عذاب کب ہوگا؟ فرشتوں نے جواب دیا'' بیشک ان کے عذاب کا وعدہ صبح کے وقت کا ہے۔ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا'' میں تو اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی'' صبح قریب ہی ہے آپ اسے دور نہ سمجھیں۔ (1)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﳔ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کردیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو اس کا نیچے کا حصہ کردیا اور اس پر لگاتار کنکر کے پتھر برسائے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا : پھر جب ہمارا حکم آیا۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنی بستی سے نکلے تو انہیں حکم دیا کہ پیچھے مڑ کر کوئی نہ دیکھے، سب نے اس بات پر عمل کیا لیکن آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی نے جب سنا کہ اس کی قوم پر عذاب نازل ہونے والا ہے تو اس نے پیچھے مڑ کر چیخ کر کہا، ہائے میری قوم! تو اسے بھی ایک پتھر لگا اور وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوگئی۔ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب اس طرح آیا کہ حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے قومِ لوط کے شہر جس طبقۂ زمین میں تھے اس کے نیچے اپنا بازو ڈالا اور ان پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا سدوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے لگیں اور اس آہستگی سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی نہ گرا اور کوئی سونے والا بیدار نہ ہوا، پھر اس بلندی سے اس کو اوندھا کر کے پلٹ دیا اور جو لوگ اس وقت بستی میں موجود نہ تھے وہ جہاں کہیں سفر میں تھے وہیں انہیں لگاتار پتھر برسا کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بستیاں الٹنے کے بعد ان ہی پر لگاتار پتھر برسائے گئے۔ (2)

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ٨١، ٢/٣٦٥.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ٨٢، ٢/٣٦٥.

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۚ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

﴿مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ: جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔﴾ ان پتھروں پر ایسا نشان تھا جس سے وہ دوسروں سے ممتاز تھے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ان پر سرخ خطوط تھے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور مفسر سدی کا قول ہے کہ ان پر مہریں لگی ہوئی تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ جس پتھر سے جس شخص کی ہلاکت منظور تھی اس کا نام اس پتھر پر لکھا تھا۔[1]

﴿وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ: اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔﴾ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ پتھر آپ کی قوم کے ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس امت کے ظالموں سے وہ پتھر کچھ دور نہیں۔ خدا کی قسم! اللّٰہ تعالیٰ کسی ظالم کو ان پتھروں سے نہیں بچائے گا۔[2] امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ بستیاں جن میں یہ واقعہ رونما ہوا کفارِ مکہ سے دور نہیں کیونکہ وہ بستیاں ملک شام میں تھیں اور شام مکہ سے قریب ہے۔[3]

لواطت کی مذمت پر دو معروضات

اس رکوع میں چونکہ بدفعلی یعنی لواطت کا بیان ہوا ہے لہٰذا یہاں اس کی مذمت پر کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

(1)...... بدفعلی یعنی لواطت کبیرہ گناہوں میں سے ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ایسا شخص مستحقِ لعنت ہے اور بروزِ قیامت اللّٰہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔ چنانچہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول ذکر کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۸۳، ۲/۳۶۵.

2 ......قرطبی، هود، تحت الآية: ۸۳، ۵/۵۹، الجزء التاسع.

3 ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآية: ۸۳، ۶/۳۸۴.

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۵ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیاتم لوگوں میں سے مَردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر قومِ لوط کے سے عمل کا ہے۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (تین مرتبہ اس طرح) ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا، اللّٰہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا، اللّٰہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا۔[3]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ جسے تم قومِ لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو لواطت کرنے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔[4]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔[5]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ بدفعلی کا مرتکب اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اسے قبر میں خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔[6]

(2)......شریعتِ مطہرہ میں لواطت یعنی بدفعلی کی سزا یہ ہے اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کر ڈالے۔[7]

---

1 ......الشعراء: ١٦٥-١٦٦.

2 ......ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حدّ اللوطی، ١٣٨/٣، الحدیث: ١٤٦٢.

3 ......سنن الکبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشھود، من عمل عمل قوم لوط، ٣٢٢/٤، الحدیث: ٧٣٣٧.

4 ......ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حدّ اللوطی، ١٣٨/٣، الحدیث: ١٤٦١.

5 ......ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراھیة اتیان النساء فی ادبارھنّ، ٣٨٨/٢، الحدیث: ١١٦٨.

6 ...... کتاب الکبائر، الکبیرة الحادیة عشر: اللواط، ص٦٣.

7 ......در مختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه، ٤٣/٦-٤٤، ملخصاً.

اس مسئلے کو صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفصیل سے اس طرح ذکر فرمایا: ''اغلام یعنی پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے اس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرائیں اور اُس پر پتھر برسائیں یا اُسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کرڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے، اسی وجہ سے اس میں حد نہیں کہ بعضوں کے نزدیک حد قائم کرنے سے اُس گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ اتنا برا ہے کہ جب تک توبہ خالصہ نہ ہو اس میں پاکی نہ ہو گی اور اغلام کو حلال جاننے والا کافر ہے یہی مذہبِ جمہور ہے۔(1)

تنبیہ: یہ یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ-قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ-وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔﴾ اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ چھٹا واقعہ ہے، مدین حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ایک بیٹے کا نام ہے، بعد میں حضرت شعیب عَلَیْہِ

1 ...... بہارِ شریعت، حصہ نہم، حدود کا بیان، کہاں حد واجب ہے اور کہاں نہیں، ۲/۳۸۰-۳۸۱۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قبیلے کا نام مدین پڑ گیا اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے مدین نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دیں، اسی لئے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مدین والوں کو سب سے پہلے یہ فرمایا ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ توحید کی دعوت دینے کے بعد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جو کام زیادہ اہمیت کا حامل ہو پہلے اس کی دعوت دیں پھر اس کے بعد جس کی اہمیت ہو اس کی دعوت دیں۔ کفر کے بعد چونکہ مدین والوں کی سب سے بری عادت یہ تھی کہ وہ خرید وفروخت کے دوران ناپ تول میں کمی کرتے تھے، جب کوئی شخص ان کے پاس اپنی چیز بیچنے آتا تو ان کی کوشش یہ ہوتی کہ وہ تول میں اس چیز کو جتنا زیادہ لے سکتے ہوں اتنا لے لیں اور جب وہ کسی کو اپنی چیز فروخت کرتے تو ناپ اور تول میں کمی کر جاتے، اس طرح وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے میں مصروف تھے۔ اس لئے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں یہ بری عادت چھوڑنے کی دعوت دی اور فرمایا ''**ناپ اور تول میں کمی نہ کرو**۔ اس کے بعد فرمایا'' **بیشک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں** اور ایسے حال میں تو آدمی کو چاہیے کہ وہ نعمت کی شکر گزاری کرے اور دوسروں کو اپنے مال سے فائدہ پہنچائے نہ کہ ان کے حقوق میں کمی کرے، ایسی حالت میں اس عادت سے اندیشہ ہے کہ کہیں اس خوشحالی سے محروم نہ کر دیئے جاؤ، اگر تم ناپ تول میں کمی سے باز نہ آئے تو بیشک مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے کہ جس سے کسی کو رہائی مُیَسَّر نہ ہو اور سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دن کے عذاب سے عذابِ آخرت مراد ہو۔[1]

نوٹ: سورۂ اَعراف کی آیت نمبر **85** تا **93** میں حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قومِ مدین کے ساتھ معاملات کی بعض تفصیلات گزر چکی ہیں۔

وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۴، ۶/۳۸۴، مدارک، ہود تحت الآیۃ: ۸۴، ص۵۰۸-۵۰۹، ملتقطاً۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں۔

﴾بَقِیَّتُ اللّٰهِ : اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے۔﴿ یعنی حرام مال ترک کرنے کے بعد جس قدر حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’اس کا معنی یہ ہے کہ پورا تولنے اور ناپنے کے بعد جو بچے وہ بہتر ہے۔[1] ان کے علاوہ اور معنی بھی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

﴾وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ : اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں۔﴿ یعنی تم سے صادر ہونے والے ہر معاملے میں میرا تمہارے پاس موجود رہنا ممکن نہیں تاکہ میں ناپ تول میں کمی بیشی پر تمہارا مُؤاخذہ کرسکوں۔[2] علماء نے فرمایا ہے کہ بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جنگ کرنے کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ بعض وہ تھے جنہیں جنگ کرنے کا حکم نہ تھا، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں میں سے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سارا دن وعظ فرماتے اور ساری رات نماز میں گزارتے تھے، قوم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہتی کہ اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ؟ تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ’’نماز خوبیوں کا حکم دیتی ہے اور برائیوں سے منع کرتی ہے تو اس پر وہ مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہتے جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔[3]

1 ......مدارك، هود تحت الآية: ۸۶، ص۵۰۹، خازن، هود، تحت الآية: ۸۶، ۲/۳۶۶، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، هود، تحت الآية: ۸۶، ۵/۶۱، الجزء التاسع.

3 ......روح البيان، هود، تحت الآية: ۸۷، ۴/۱۷۴.

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُاؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ(۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں ہاں جی تمہیں بڑے عقلمند نیک چلن ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قوم نے) کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ واہ بھئی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ: کہا: اے شعیب!﴾ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے مدین والوں کو دو باتوں کا حکم دیا تھا۔ (1) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ (2) ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ قوم نے ان دونوں باتوں کا جو جواب حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دیا اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ پہلی بات کا انہوں نے یہ جواب دیا ''اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا'' یعنی کیا ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ مدین والوں کے اس جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ ان کے پاس بت پرستی کرنے پر دلیل اپنے آباء واَجداد کی اندھی تقلید تھی اسی لئے جب حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے انہیں بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا تو انہیں بہت عجیب لگا اور کہنے لگے کہ بتوں کی پوجا کرنے کے جس طریقے کو ہمارے پچھلے لوگوں نے اپنایا ہے ہم اسے کیسے چھوڑ دیں۔ دوسری بات کا مدین والوں نے یہ جواب دیا'' اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ''یعنی کیا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں چاہے کم تولیں۔ آیت میں مذکور لفظ ''صَلاۃ'' سے مراد یا تو دین وایمان ہے یا اس سے مراد نماز ہے۔[1]

﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ: تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔﴾ مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب عَلَیْهِ

1 ......تفسیر کبیر، هود، تحت الآية: ۸۷، ۶/۳۸۶-۳۸۷، ملخصاً.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے طنز کے طور پر انہوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ تم تو بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو۔ یہ جملہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کنجوس آدمی کو آتے دیکھ کر کہے، جناب حاتم طائی تشریف لا رہے ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم میں بڑے عقلمند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ان میں نسل در نسل چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے جاہلانہ طریقے کو چھوڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ آپ تو بڑے عقلمند اور نیک چلن ہیں، پھر آپ ہمیں کیسے یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے نسل در نسل چلتے ہوئے بتوں کی پوجا کے طریقے کو چھوڑ دیں۔ (1)

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ رَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خلاف کرنے لگوں میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہو (تو میں کیوں نہ تمہیں سمجھاؤں) اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی مجھ سے ہو سکے اور میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۸۷، ۳۸۷/۶، ملخصاً۔

﴿قَالَ یٰقَوْمِ: فرمایا: اے میری قوم!﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل یعنی علم، ہدایت، دین اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا ہوا ہو تو پھر کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم لوگوں تک نہ پہنچاؤں۔ یہ میرے لئے کس طرح روا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔ [1]

﴿وَمَاۤ اُرِیْدُ: اور میں نہیں چاہتا ہوں۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ قوم نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حلیم و رشید ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ کلام طنز اور مذاق اڑانے کے طور پر نہ تھا بلکہ اس کلام سے مقصود یہ تھا آپ حلم اور کمالِ عقل کے باوجود ہم کو اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں؟ اس کا جواب جو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم میرے کمالِ عقل کا اعتراف کررہے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اپنے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہوگی جو سب سے بہتر ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ناپ تول میں خیانت نہ کرنا ہے اور میں چونکہ اس کا پابندی سے عامل ہوں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ [2]

﴿اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ: میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں۔﴾ یعنی میرا تمہیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے تمہاری اصلاح ہوجائے اور جب میں نے دیکھا کہ تم نے اپنے اعمال درست کرلئے ہیں تو میں تمہیں منع کرنا بھی چھوڑ دوں گا۔ ان تینوں جوابات میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ جو کام کررہا ہے اور جس کام کو چھوڑ رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنی جان کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کی رعایت کرے۔ [3]

﴿وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ: اور میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے۔﴾ یعنی میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا کیونکہ مجھے اسی پر اعتماد اور تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ ہے، تمام نیک اعمال اور توبہ کرنے میں، میں اسی کی طرف رجوع

1 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ٨٨، ٦/٣٨٧-٣٨٨.

2 ......تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ٨٨، ٦/٣٨٨.

3 ......بیضاوی، ہود، تحت الآیۃ: ٨٨، ٣/٢٥٤.

کرتا ہوں۔[1] حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس کلام شریف میں اس جانب اشارہ ہے کہ کوئی شخص ربّ تعالیٰ کی دستگیری کے بغیر محض اپنی عقل سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم تمہیں میری ضد یہ نہ کموا دے کہ تم پر پڑے جو پڑا تھا نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم تو کچھ تم سے دور نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے یہ نہ کروا دے کہ تم پر بھی اسی طرح کا (عذاب) آپہنچے جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر آیا تھا اور لوط کی قوم تو تم سے کوئی دور بھی نہیں ہے۔

﴿وَ یٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے مزید فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ سے تمہاری عداوت اور بغض، میرے دین کی مخالفت، تمہارے اللہ تعالیٰ سے کفر پر اِصرار کرنے اور بتوں کی پوجا کرنے پر قائم رہنے، لوگوں سے ناپ تول میں کمی کرنے کو نہ چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ سے اِعراض کرنے کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر یا حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر یا حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر یا حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا زمانہ دوسروں کی بنسبت تم سے زیادہ قریب ہے لہٰذا ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں میری مخالفت کی وجہ سے تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ لوگ مبتلا ہوئے۔[2]

1 ......تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۱۰۲.

2 ......تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۱۰۲-۱۰۳.

وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بیشک میرا رب بڑا مہربان، محبت والا ہے۔

﴿وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ: اور اپنے رب سے معافی چاہو۔﴾ بہت سے پیغمبروں نے اپنی قوموں کو توبہ واستغفار کا حکم دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ بڑی اہم چیز ہے، یہ بھی خیال رہے کہ ہر گناہ کی توبہ علیحدہ ہے، کفر کی توبہ ایمان لانا ہے، حقوق العباد کی توبہ انہیں ادا کردینا ہے اور علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ ہے۔

وَدُوْدٌ کا معنی

یہ لفظ ''وُدٌّ'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے خالص محبت اور اللہ تعالیٰ پر اس اسم کا اِطلاق دو طرح سے ہوتا ہے (1) اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں سے محبت فرماتا ہے کہ وہ ان کے اعمال سے راضی ہوتا ہے اور ان کی اطاعت گزاری کے بدلے ان پر لطف واحسان فرماتا ہے اور اطاعت گزاری کی وجہ سے ان کی تعریف بھی کرتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ محبوب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کی کثرت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں۔ [1]

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کردیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہیں عزت نہیں۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۹۰، ۲/۳۶۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مدین والوں کو سمجھانے کیلئے زیادہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور ناپ تول میں کمی حرام ہونے کی جو باتیں کر رہے ہیں اور ان باتوں پر جو دلائل دے رہے ہیں یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے نیز بیشک ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ کچھ زیادتی و ظلم کریں تو آپ میں دفاع کرنے کی طاقت نہیں۔ اگر آپ کا قبیلہ ہمارے دین پر ہونے کی وجہ سے ہم میں عزت دار نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر آپ کو قتل کر دیتے اور تم ہمارے نزدیک کوئی معزز آدمی نہیں ہو۔ (1)

ہمارے زمانے کے وہ لوگ جنہیں اسلام کے اَحکام پر کوفت ہوتی ہے کہ کسی کو سود کی حرمت ہضم نہیں ہوتی اور کسی کو پردے کی پابندی وبالِ جان لگتی ہے اور کسی کو حقوق اللہ کی ادائیگی اور عبادات کی پابندی پر مذاق سوجھتا ہے، ایسے لوگوں کو اپنے اَقوال واَفعال کو قومِ شعیب کے بیان کردہ جملوں کے ساتھ ملا کر دیکھ لینا چاہیے کہ کیا یہ اسی کافر قوم کے نقشِ قدم پر نہیں چل رہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّاؕ-اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ(۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میری قوم کیا تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا بیشک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے رب کے بس میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔

(1)......بیضاوی، هود، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۲۵۶-۲۵۷.

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب مدین والوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کردینے اور اذیت پہنچانے سے ڈرایا اور کہا کہ ہم صرف آپ کے قبیلے کی وجہ سے آپ کو کچھ نہیں کہہ رہے تو آپ نے انہیں جواب دیا ''اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے اور تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا۔ تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے اور اس کے حکم کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تو ایسے چھوڑ رکھا ہے جیسے وہ توجہ کے قابل ہی نہیں، بے شک میرا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے سب حالات جانتا ہے، اس پر تمہاری کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں اور وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے عملوں کی جزا دے گا۔ (1)

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے قوم تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں اب جانا چاہتے ہو کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

﴿وَ یٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ یعنی جو برے اعمال کرنا اور مجھے شر پہنچانا تمہارے بس میں ہے تم وہ کرتے جاؤ اور جن اعمال کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی ہے میں وہ کرتا رہتا ہوں، عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور اپنے دعووں میں کون جھوٹا ہے؟ اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں حق پر ہوں یا تم؟ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے شقی کی شقاوت ظاہر ہو جائے گی، بس تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۹۲، ۶/۳۹۲، خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/۳۶۸، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۹۳، ۶/۳۹۲، مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۹۳، ص ۵۱۱، ملتقطاً۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّاۚ وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَۙ(۹۴) كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَاؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ۠(۹۵)

ع ۸/۱۲ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا وہ کبھی وہاں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! دور ہوں مدین والے جیسے قومِ ثمود دور ہوئی۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا: اور جب ہمارا حکم آیا۔﴾ یعنی جب مدین والوں پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کر دینے کا ہمارا حکم آیا تو ہم نے حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو محض اپنی رحمت اور فضل کی وجہ سے اس عذاب سے بچالیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کو جو بھی نعمت ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ملتی ہے۔ آیت میں مذکور رحمت سے ایمان اور تمام نیک اعمال بھی مراد ہوسکتے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے نصیب ہوتے ہیں۔ (1)

﴿وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ: اور ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا۔﴾ اس میں مدین والوں پر نازل ہونے والے عذاب کی کیفیت کا بیان ہے۔ یاد رہے کہ قرآنِ مجید میں مدین والوں پر آنے والے عذاب کی کیفیت دو طرح سے بیان کی گئی ہے۔ سورۂ اعراف میں یہ کیفیت اس طرح بیان ہوئی

(1) تفسیر کبیر، ہود، تحت الآیۃ: ۹۴، ۶/۳۹۲۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: تو انہیں شدید زلزلے نے اپنی گرفت میں لے لیا تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

اوراس آیت میں اس طرح بیان ہوئی کہ ’’ ظالموں کو خوفناک چیخ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ۔‘‘ ان دونوں کیفیتوں کے بارے میں تفسیر ابو سعود میں ہے ’’ممکن ہے کہ زلزلے کی ابتدا اس چیخ سے ہوئی ہو، اس لئے کسی جگہ جیسے سورۂ ہود میں ہلاکت کی نسبت سببِ قریب یعنی خوفناک چیخ کی طرف کی گئی اور دوسری جگہ جیسے (سورۂ اعراف کی) اس آیت میں سببِ بعید یعنی زلزلے کی طرف کی گئی۔[2]

﴿**اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ : خبردار! مدین والے دور ہوں جیسے قومِ ثمود دور ہوئی۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مدین والوں پر نازل ہونے والے عذاب کو قومِ ثمود کے عذاب سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ مدین والوں کو بھی اسی طرح کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا جس طرح کے عذاب سے قومِ ثمود کو ہلاک کیا گیا۔

> وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡىٕهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾

> **ترجمۂ کنزالایمان**: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور صریح غلبے کے ساتھ۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو وہ فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا کام راستی کا نہ تھا۔

> **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور روشن غلبے کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا۔

﴿**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى : اور بیشک ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔**﴾ اس سورت میں ذکر کئے گئے واقعات میں سے یہ ساتواں اور آخری واقعہ ہے۔ **ایک قول یہ ہے** کہ اس آیت میں مذکور آیات سے مراد تورات اور اس کے تمام مسائل و احکام ہیں اور

---

1 ……اعراف: ۹۱.

2 ……ابو سعود، الاعراف، تحت الآیة: ۹۱، ۲/۲۷۶.

''سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ'' سے مراد معجزات ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مسائل و احکام کے ساتھ بھیجا اور روشن معجزات کے ذریعے ان کی تائید کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیات سے مراد معجزات ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معجزات کے ساتھ بھیجا، ان میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کی صداقت کے لئے روشن دلیل ہے۔ (1)

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے واقعات اس سے پہلے سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف اور سورۂ یونس کی متعدد آیات میں گزر چکے ہیں۔

﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡىٕهٖ: فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف۔﴾ یعنی ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو درباریوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے معجزات کا انکار کرنے میں فرعون کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا کام بالکل درست نہ تھا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھا کیونکہ فرعون بشر ہونے کے باوجود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور علانیہ ایسے ظلم اور ایسی ستم گاریاں کرتا تھا کہ جس کا شیطانی کام ہونا ظاہر اور یقینی ہے، وہ کہاں اور خدائی کہاں، جبکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ہدایت اور سچائی تھی، آپ کی سچائی کی دلیلیں یعنی واضح آیات اور روشن معجزات وہ لوگ دیکھ چکے تھے، پھر بھی انہوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے سے منہ پھیرا اور فرعون جیسے گمراہ شخص کی پیروی کی۔ (2)

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی قوم کے آگے ہوگا قیامت کے دن تو انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ کیا ہی برا گھاٹ اترنے کا۔ اور ان کے پیچھے پڑی اس جہان میں لعنت اور قیامت کے دن کیا ہی برا انعام جو انہیں ملا۔

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ۹۶، ۶/۳۹۳.

2 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیة: ۹۷، ۶/۳۹۴، مدارك، ھود، تحت الآیة: ۹۷، ص۵۱۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ اترنے کا کیا ہی برا گھاٹ ہے۔ اور اس دنیا میں اور قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی۔ کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں ملا۔

﴿ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ: اپنی قوم کے آگے ہوگا۔﴾ یعنی جس طرح فرعون دنیا میں اپنی قوم کے آگے تھا اور انہیں دریائے نیل میں لا ڈالا اسی طرح قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کے آگے ہوگا پھر انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ جہنم میں اپنی قوم کا امام ہوگا، خلاصہ یہ ہے جس طرح دنیا میں فرعون کفر اور گمراہی میں اپنی قوم کا پیشوا تھا ایسے ہی جہنم میں بھی ان کا پیشوا اور امام ہوگا۔ [1]

﴿ وَ اُتْبِعُوْا: اور ان کے پیچھے لگادی گئی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کی لعنت دنیا وآخرت دونوں جگہ فرعونیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور کبھی ان سے جدا نہ ہوگی۔ [2] دنیا میں قیامت تک ہر آنے والی نسل انہیں برائی سے یاد کرے گی، اور آخرت میں تمام اوّلین و آخرین ان پر لعنت کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی رسوائی اور نیک لوگوں کا ہمیشہ کسی پر لعنت کرنا خدا کا عذاب ہے جبکہ ذکرِ خیر اور اچھا چرچا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآىٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ بستیوں کی خبریں ہیں کہ ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں سے کوئی ابھی قائم ہے اور کوئی کاٹ دی گئی۔

﴿ ذٰلِكَ: یہ۔﴾ یعنی یہ گزری ہوئی امتوں کی خبریں ہیں جو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم تمہیں اس لئے سناتے ہیں کہ تم اپنی امت کو ان کی خبریں دو تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور وہ اپنے کفر سے باز آجائیں یا پھر ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوجائے جیسا ان سابقہ قوموں پر نازل ہوا۔ جن قوموں کو ہم نے ہلاک کردیا ان کی حالت کھیتیوں کی طرح ہے کہ ان میں سے کوئی تو ابھی قائم ہے یعنی اس کے مکانوں کی دیواریں موجود ہیں، کھنڈر پائے جاتے ہیں اور ان کے نشان ابھی باقی ہیں جیسے کہ عاد و ثمود کے شہر اور کوئی روئے زمین سے کاٹ دی گئی ہے یعنی کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بالکل

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۹۸، ۲/۳۶۹.

2 ......تفسير كبير، هود، تحت الآية: ۹۹، ۶/۳۹۴.

بے نام ونشان ہوگئی اوراس کا کوئی اثر باقی نہ رہا جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے شہر۔ [1]

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ (۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا برا کیا تو ان کے معبود جنہیں اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے جب تمہارے رب کا حکم آیا اور ان سے انہیں ہلاک کے سوا کچھ نہ بڑھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے جب تیرے رب کا حکم آیا اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے انہیں عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ظلم نہیں بلکہ عدل اور انصاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے قوم کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرتی ہے پھر ان برے اَعمال کی وجہ سے اپنے اوپر اس عذاب کو لازم کر لیتی ہے۔ [2]

﴿وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ: اور انہوں نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔﴾ بتوں کے بارے میں کفار کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ بت نفع پہنچانے میں اور نقصان دور کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب کافروں کو مدد کی ضرورت ہو گی تو اس وقت یہ بت نہ تو انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے اور نہ کوئی مصیبت ان سے دور کر

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۰۰، ۲/۳۷۰، روح البيان، هود، تحت الآية: ۱۰۰، ۴/۱۸۴، ملتقطاً.

2 ......تفسيركبير، هود، تحت الآية: ۱۰۱، ۶/۳۹۶.

سکیں گے، چنانچہ جب وہ اپنے عقیدے کو حقیقت کے خلاف پائیں گے تو اس وقت ان کا یہ عقیدہ ختم ہوجائے گا لیکن تب اس عقیدے کو چھوڑنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، یوں دنیا اور آخرت دونوں ہی جگہ وہ خسارے کا شکار ہوں گے۔ [1]

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بیشک اس کی پکڑ دردناک کرّی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی کہ گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں نے جب اپنے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہوا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا اور چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لئے دنیا میں ہی ان پر عذاب آیا اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ عذاب گزشتہ قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ اب بھی جو کوئی ان کی طرح ظلم کرے گا تو اس پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا۔ [2]

ظالم کو نصیحت

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ہر ظلم کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے ظلم سے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے نیز جس کا جو حق مارا ہو وہ اسے لوٹا دے تاکہ وہ اس عظیم وعید میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ آیت گزشتہ امتوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ظالم کو عام ہے، البتہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳۹۶/۶.

2 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۳۹۶/۶.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وجہ سے ایسا عذاب نازل نہ ہوگا کہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے۔ (1)

﴿ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ: بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔﴾ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرمالیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ (2)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی۔

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: بیشک اس میں نشانی ہے۔﴾ یعنی گزشتہ امتوں کے عذابات اور ان کی ہلاکت کا جو ذکر ہوا اس میں عبرت اور نصیحت ہے اور ان کی ہلاکت و بربادی سے عبرت اور نصیحت وہی حاصل کرے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور قیامت کے دن اس کے عذاب سے خوفزدہ ہو کیونکہ جب وہ اس بات میں غور وفکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کے کفار پر دنیا میں ہی دردناک عذاب نازل فرمایا اور انہیں بڑی سخت سزا دی اور دنیا کا عذاب گویا کہ آخرت میں کفار کیلئے

1 ......صاوی، هود، تحت الآية: ۱۰۲، ۳/ ۹۳۱.

2 ......بخاری، كتاب التفسير، باب و كذلك اخذ ربّك اذا اخذ القرى... الخ، ۳/ ۲۴۷، الحديث: ۴۶۸۶.

تیار کئے گئے عذاب کا ایک نمونہ ہے تو اس کے دل میں مزید اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف پیدا ہوگا۔[1]

﴿ذٰلِكَ یَوْمٌ: وہ ایسا دن ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا اور حشر کے میدان میں سب کو حساب و کتاب، ثواب اور عذاب کیلئے جمع فرمائے گا اور اس دن ہر مخلوق حاضر ہوگی، ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہ سکے گا، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کے حکم کی مخالفت کی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی ہوگی۔[2]

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے۔ جب وہ دن آئے گا کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے۔ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر کلام نہ کرسکے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب ہوگا۔

﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗ: اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے۔﴾ یعنی ہم قیامت کے دن کو اس لئے مؤخر کررہے ہیں تاکہ وہ مدت پوری ہوجائے جو ہم نے دنیا باقی رہنے کے لئے مقرر فرمائی ہے۔[3]

﴿یَوْمَ یَاْتِ: جب وہ دن آئے گا۔﴾ یعنی جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر مخلوق خاموش ہوگی، اس دن کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرسکے گا۔ یاد رہے کہ قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اور اس میں مختلف حالات ہوں گے بعض حالات میں تو ہیبت کی شدت کی وجہ سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات زبان پر لانے کی قدرت نہ ہوگی اور بعض

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۰۳، ۲/۳۷۰.
2 ......تفسیرطبری، هود، تحت الآية: ۱۰۳، ۷/۱۱۲.
3 ......مدارك، هود، تحت الآية: ۱۰۴، ص۵۱۳.

حالات میں اجازت دی جائے گی کہ لوگ اجازت سے کلام کریں گے اور بعض حالات میں گھبراہٹ اور دہشت کم ہوگی تو اُس وقت لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنے مقدمات پیش کریں گے۔ (1)

﴿فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ : تو ان میں کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش نصیب ہوگا۔﴾ قیامت کے دن لوگ دو طرح کے ہوں گے (1) **بد بخت**۔ یہ وہ لوگ ہوں کے جن پر وعید کے مطابق جہنم واجب ہوگی۔ (2) **خوش نصیب**۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے وعدے کے مطابق جنت واجب ہوگی۔ (2)

سعادت اور بدبختی کی علامات

دنیا میں بھی سعادت اور بدبختی کی کئی علامات علماء نے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے سعادت کی پانچ علامتیں یہ ہیں (1) دل کی نرمی۔ (2) کثرت سے آنسو بہانا۔ (3) دنیا سے نفرت۔ (4) امیدوں کا چھوٹا ہونا۔ (5) حیا۔ اور بدبختی کی پانچ علامتیں یہ ہیں۔ (1) دل کی سختی۔ (2) آنکھ کی خشکی یعنی آنسو نہ بہانا۔ (3) دنیا کی رغبت۔ (4) لمبی امیدیں۔ (5) بے حیائی۔ (3)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی حالت پر غور کرے، اگر اسے اپنے اندر سعادت کی علامات نظر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان پر قائم رہنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر بدبختی کی علامات نظر آئیں تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور ان علامات کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ

---

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ١٠٥، ٣٧١/٢، ملخصاً.

2 ......بيضاوی، هود، تحت الآية: ١٠٥، ٢٦٢/٣.

3 ......روح البيان، هود، تحت الآية: ١٠٥، ١٨٧/٤، ملخصاً.

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو بد بخت ہیں وہ تو دوزخ میں ہیں وہ اس میں گدھے کی طرح رینکیں گے۔ وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا بیشک تمہارا رب جب جو چاہے کرے۔ اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو بد بخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔ وہ اس میں تب تک رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ اور وہ جو خوش نصیب ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے یہ ایسی بخشش ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا: تو جو بد بخت ہوں گے۔﴾ یعنی جن پر بدبختی غالب آگئی اور ان کے لئے جہنم کا فیصلہ کر دیا گیا تو وہ جہنم میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ گدھے کی طرح چلائیں گے۔ (1)

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا: وہ اس میں رہیں گے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے جہنم میں قیام کو زمین و آسمان کے قائم رہنے کی مدت پر مُعلَّق کیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح زمین و آسمان کا قائم رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہے اسی طرح کفار کا جہنم میں رہنا بھی ہمیشہ کے لئے نہ ہوگا کیونکہ قرآنِ پاک کی دیگر کئی آیات سے کفار ومشرکین کی مغفرت نہ ہونا اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا ثابت ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے۔

---

1 ......روح البیان، هود، تحت الآیة: ۱۰۶، ۴/۱۸۸.

2 ......النسا: ۴۸.

اور ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی، سب کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ اس (لعنت) میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتّٰی کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اسی وجہ سے مفسرین نے اس آیت کی کئی تاویلات بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی تاویل: اس آیت میں زمین و آسمان سے دنیا کے زمین و آسمان نہیں بلکہ جنت و دوزخ کے زمین و آسمان

1 ...... البقرہ: ١٦١، ١٦٢.

2 ...... اعراف: ٤٠.

3 ...... النساء: ٥٦.

مراد ہیں، جنت میں زمین کے وجود پر دلیل یہ آیت ہے

وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمیں (جنت کی) زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے۔

اور آخرت کے زمین و آسمان کے دنیوی زمین و آسمان سے مختلف ہونے پر دلیل یہ آیت ہے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا۔

نیز جنت ودوزخ چونکہ فضا یا خلا میں نہیں ہیں اس لئے جنت ودوزخ والوں کے لئے کسی ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے جس پر وہ بیٹھے یا ٹھہرے ہوئے ہوں اور ان کے لئے کوئی سائبان ہو جس کے سائے میں وہ لوگ ہوں اور وہ چیز زمین و آسمان ہیں۔ جب نقلی اور عقلی دونوں اعتبار سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جنت ودوزخ کے زمین و آسمان ہیں اور وہ اس دنیا کے زمین و آسمان سے مختلف ہیں تو جس طرح جنت ودوزخ ہمیشہ رہیں گے اسی طرح ان کے زمین و آسمان بھی ہمیشہ رہیں گے لہٰذا جنت میں رہنے والے مسلمان اور دوزخ میں رہنے والے کافر بھی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوسری تاویل: اگر اس آیت سے جنت ودوزخ کے زمین و آسمان مراد نہ بھی ہوں تب بھی یہ آیت دوزخیوں کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کے منافی نہیں کیونکہ عربوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا دوام یعنی ہمیشگی بیان کرنے کا ارادہ کریں تو یوں کہتے ہیں ''جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی۔ اور قرآنِ پاک چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے اس لئے '' جب تک زمین و آسمان رہیں گے'' سے مراد دائمی طور پر اور ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔[3]

﴿ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ: مگر جو تمہارا رب چاہے۔﴾ چونکہ قرآنِ پاک کی کئی آیات سے کفار کا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ثابت ہوتا ہے اس لئے مفسرین نے اس اِستثناء کی مختلف تَوجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی توجیہ: حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور امام ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اس استثناء میں وہ مسلمان داخل ہیں جنہیں کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اللّٰہ تعالیٰ جب تک چاہے گا

---

1 ......الزمر: ٧٤. 2 ......ابراھیم: ٤٨.

3 ......تفسیرکبیر، ھود، تحت الآیة: ١٠٤، ٦/ ٤٠١، ملخصاً.

انہیں جہنم میں رکھے گا پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا۔[1] اس توجیہ کے درست ہونے پر یہ حدیث پاک بھی دلالت کرتی ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ اہلِ جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل کر دے گا اور اہلِ جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا: دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو، چنانچہ وہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہوگا پھر انہیں آبِ حیات کی نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تر و تازہ ہو کر نکلنا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے زردی مائل ہو کر اُگ پڑتا ہے۔[2]

دوسری توجیہ: اہلِ جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے سوائے ان اَوقات کے جب وہ دنیا میں تھے یا برزخ میں تھے یا حشر کے میدان میں حساب کتاب کے لئے کھڑے ہوئے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ ان تین اوقات میں انہیں جہنم کا عذاب نہ ہوگا۔

تیسری توجیہ: جہنم میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زَمْہَرِیر کا بھی جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جہنمی ہمیشہ کیلئے آگ کے عذاب میں رہیں گے لیکن جس وقت اللّٰہ تعالیٰ چاہے گا انہیں آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔[3]

﴿ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ : مگر جو تمہارا رب چاہے۔﴾ اس استثناء میں وہ اہلِ جنت داخل ہیں جو اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رہیں گے پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔[4] یعنی اس استثناء سے مراد جہنم میں رہنے والا عرصہ ہے۔

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ

---

1 ......خازن، هود، تحت الآیة: ۱۰۷، ۲/۳۷۱-۳۷۲، ملخصاً.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار، ص۱۱۵، الحدیث: ۳۰٤(۱۸٤).

3 ......تفسیرکبیر، هود، تحت الآیة: ۱۰۷، ٦/۴۰۲-۴۰۳.

4 ......خازن، هود، تحت الآیة: ۱۰۸، ۲/۳۷۲.

اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے سننے والے دھوکے میں نہ پڑ اس سے جسے یہ کافر پوجتے ہیں یہ ویسا ہی پوجتے ہیں جیسا پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے اور بیشک ہم ان کا حصہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں شک میں نہ پڑنا۔ یہ ویسے ہی عبادت کرتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے اور بیشک ہم انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

﴿فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ: تو اے سننے والے! تم شک میں نہ پڑنا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے سننے والے! ان مشرکین کی بتوں کی عبادت اور ان کے برے انجام کے حوالے سے کسی شک میں نہ پڑنا۔ بے شک یہ بھی اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ پہلی امتیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ جن مشرکین کے واقعات تمہارے سامنے بیان ہوئے جس طرح وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اسی طرح یہ بھی بتوں کی عبادت کر رہے ہیں اور تمہیں معلوم ہو چکا کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا اور عنقریب انہیں بھی ان کے جیسے انجام کا سامنا ہوگا اور بیشک ہم انہیں ان کے عذاب کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ہر اس شخص سے فرما دیں جسے ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کے بارے میں یہ شک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بت پرستی کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہرگز بت پرستی کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ جس طرح ان کے باپ دادا بتوں کی پوجا کرتے رہے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں، بے شک ہم انہیں ان کے عذاب کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ [2]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

---

1 ……تفسیر ابو سعود، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/۷۰، صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/۹۳۴، ملتقطاً۔

2 ……قرطبی، ھود، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/۷۲، الجزء التاسع۔

رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ (۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں پھوٹ پڑگئی اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو جبھی ان کا فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ اس کی طرف سے دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی ایک بات پہلے طے نہ ہوچکی ہوتی تو ان کا فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ لوگ اس کی طرف سے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا کہ بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس کا انکار کیا اسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے ان پر ہماری نازل کردہ کتاب تورات کے ساتھ کیا تھا کہ ان میں سے بعض نے تورات کی تصدیق کی اور بعض نے کفر کیا۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ اپنے کفر اور تکذیب کی بنا پر دنیا میں ہی جس عذاب کے جلدی حقدار تھے وہ عذاب اگر آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن تک کیلئے ان سے مؤخر نہ فرما چکا ہوتا تو دنیا میں ہی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کردیا جاتا۔[1]

وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک جتنے ہیں ایک ایک کو تمہارا رب اس کا عمل پورا بھر دے گا اسے ان کے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان سب کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بیشک وہ ان کے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۱۰، ۲/۳۷۳.

﴿وَاِنَّ كُلًّا : اور بیشک ان سب کو۔﴾ یعنی تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے، ان سب کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا، تصدیق کرنے والوں کو ان کی تصدیق کی بنا پر جنت ملے گی اور انکار کرنے والوں کو ان کے انکار کی وجہ سے جہنم نصیب ہوگی، بیشک اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے خبردار ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس آیت میں نیکیاں کرنے والوں اور تصدیق کرنے والوں کے لئے تو بشارت ہے کہ وہ نیکی کی جزا پائیں گے نیز کافروں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے وعید ہے کہ وہ اپنے عمل کی سزا میں گرفتار ہوں گے۔ (1)

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے اور اے لوگو سرکشی نہ کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع کرنے والا ہے اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿فَاسْتَقِمْ : تو تم ثابت قدم رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دین پر عمل کرنے اور اس کے دین کی دعوت دینے پر ایسے ثابت قدم رہیں جیسے آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو حکم دیا ہے اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایمان لایا ہے اسے بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے اَحکام کی بجا آوری پر ثابت قدم رہے۔ (2)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

(1)......خازن، هود، تحت الآية: ۱۱۱، ۲/۳۷۳.

(2)......خازن، هود، تحت الآية: ۱۱۲، ۲/۳۷۳.

سے عرض کی ''مجھے دین میں ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ ارشاد فرمایا'' اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (میں اللہ پر ایمان لایا)'' کہہ اور اس پر قائم رہ۔ [(1)]

﴿وَلَا تَطْغَوْا : اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرو۔﴾ یعنی اے لوگو! جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے وہ نہ کرو، تمہارے اچھے برے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور اس سے تمہارا کوئی عمل بھی پوشیدہ نہیں تو اے لوگو! تم اس بات سے ڈرو کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے اعمال جانتا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ تم اس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ [(2)]

دینِ اسلام پر ثابت قدمی کی ترغیب

ایمان اور احکامِ اسلام پر ثابت قدمی نہایت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ [(3)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [(4)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

ترغیب کے لئے ہم یہاں چند وہ اَسباب ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ دینِ اسلام پر ثابت قدم رہتا ہے اور چند وہ چیزیں بیان کرتے ہیں جو دینِ اسلام پر ثابت قدمی سے مانع ہیں، چنانچہ دینِ اسلام پر ثابت قدمی کے چند اسباب یہ ہیں: (1) علمِ دین حاصل کرنا۔ (2) کثرت سے مسجد میں حاضر ہونا۔ (3) زبان کی حفاظت کرنا۔ (4) کفر اور گناہوں سے بچنا۔ (5) کافروں، بدمذہبوں اور فاسق وفاجر لوگوں سے تعلقات نہ رکھنا۔ (6) نفسانی خواہشات کی

---

(1) ......مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ص٤٠، الحدیث: ٦٢(٣٨).

(2) ......تفسیر طبری، ھود، تحت الآیۃ: ١١٢، ١٢٣/٧.

(3) ......حم السجدۃ: ٣٠. (4) ......احقاف ١٣، ١٤.

پیروی سے بچنا۔(7) مصائب وآلام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر صبر کرنا۔(8) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔(9) لمبی امیدیں نہ رکھنا۔(10) اور دنیا میں زہد وقناعت اختیار کرنا وغیرہ،

اس کے برعکس ایمان وعمل پر ثابت قدمی سے رکاوٹ بننے والی چند چیزیں یہ ہیں۔(1) علمِ دین سے بہرہ ور نہ ہونا۔(2) مسجد میں حاضر ہونے سے کترانا۔(3) زبان کی حفاظت نہ کرنا۔(4) کفر اور گناہوں کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کرنا۔(5) کافروں بد مذہبوں اور فاسق وفاجر لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔(6) نفسانی خواہشات کی لذت حاصل کرنے کی حرص ہونا۔(7) مصائب وآلام اور آزمائشوں پر صبر نہ کرنا۔(8) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔(9) لمبی امیدیں رکھنا۔(10) اور دنیا میں رغبت رکھنا وغیرہ۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اسلام پر استقامت

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ ’’روم کی جنگ میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن حُذَافہ سَہْمِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھی قید کرلیا گیا۔ رومی سردار نے تمام مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور حضرت عبد اللہ بن حُذَافہ سَہْمِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: نصرانی ہو جاؤ، ورنہ میں تمہیں تانبے کی دیگ میں ڈال کر جلا دوں گا۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، میں کبھی بھی نصرانی نہیں بنوں گا۔ ظالم سردار نے جب یہ سنا تو تانبے کی دیگ منگوا کر اس میں تیل ڈلوایا، پھر اس کے نیچے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب تیل خوب گرم ہو کر ابلنے لگا تو ایک مسلمان قیدی کو بلا کر کہا: نصرانی ہو جاؤ، اس مردِ مجاہد نے انکار کیا تو اسے ابلتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سارا گوشت جل گیا اور ہڈیاں اوپر تیرنے لگیں۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حُذَافہ سَہْمِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا گیا: عیسائی ہو جاؤ، ورنہ اس شخص کی طرح تمہیں بھی اس ابلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صاف انکار کر دیا۔ ظالم سردار نے حکم دیا کہ اسے بھی تیل کی دیگ میں ڈال دو۔ حکم پاتے ہی جلادوں نے آپ کو پکڑا اور ابلتے ہوئے تیل میں ڈالنے کے لئے لے چلے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اچانک رونا شروع کر دیا۔ جلاد، ظالم سردار کے پاس آئے اور بتایا کہ وہ قیدی رو رہا ہے۔ سردار بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ موت کے ڈر سے اس کی بات ماننے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کے سامنے آئے تو فرمایا ’’کیا تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ میں موت کے

خوف سے رو رہا ہوں۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں موت کے خوف سے نہیں بلکہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے جسم میں صرف ایک جان ہے جو میں دینِ اسلام کے لئے قربان کر رہا ہوں، مجھے تو یہ پسند تھا کہ میرے جسم میں اگر سو جانیں ہوتیں تو ایک ایک کر کے سب کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر قربان کر دیتا۔ سردار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ ایمان افروز تقریر سن کر بہت متعجب ہوا کہ ان کے اندر اپنے دین کی کتنی محبت ہے اور یہ خوشی سے دین کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ سردار نے لالچ دیتے ہوئے کہا: اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گا اور حکومت میں بھی تمہیں حصہ دوں گا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی اور صاف انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا: اچھا اس طرح کرو کہ تم میرے سر پر بوسہ دو اگر تم یہ کرو گے تو میں تمہیں بھی آزاد کر دوں گا اور تمہارے ساتھ تمہارے 80 مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کر دوں گا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اگر واقعی تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے سر کو بوسہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ سردار نے یقین دہانی کرائی کہ میں اپنی بات ضرور پوری کروں گا۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسلمانوں کی آزادی کی خاطر اس ظالم کے سر کا بوسہ لیا۔ سردار نے حسبِ وعدہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اور 80 مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ تمام مجاہدین امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں پہنچے تو امیر المؤمنین آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سر کا بوسہ لیا اور بہت خوش ہوئے۔[1]

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر مدد نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر

[1] ......عیون الحکایات، الحکایة السابعة والاربعون بعد المائتین، ص۲۳۶-۲۳۷.

تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا : اور ظالموں کی طرف نہ جھکو۔﴾ رُکون یعنی جھکنے کا معنی ہے قلبی میلان اور جب اس پر اتنی سخت وعید ہے تو کافروں کے ساتھ تعلقات کی اُن صورتوں میں کیا حال ہوگا جو قلبی میلان سے بڑھ کر ہیں۔ یاد رہے کہ طبعی میلان کی غیر اختیاری صورت اس آیت میں بیان کئے گئے حکم میں داخل نہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ ''مگر طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف ہوتا ہے، اس کی جو صورت غیر اختیاری ہو وہ اس حکم کے تحت داخل نہیں، پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے اور اپنی قدرت کے مطابق اُسے دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے۔ (میلان کا) آنا بے اختیار تھا اور (اس کا) جانا یعنی اسے زائل کرنا قدرت میں ہے تو (اس میلان کو) رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے، اسی وجہ سے جس غیر اختیاری (میلان) کے مبادی (یعنی ابتدائی افعال) اس نے باختیار پیدا کئے تو اس میں معذور نہ ہوگا، جیسے شراب کہ اس سے عقل زائل ہو جانا اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو عقل کا زائل ہو جانا اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا۔ [1]

خدا کے نافرمانوں سے تعلقات کی ممانعت

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے نافرمانوں کے ساتھ یعنی کافروں، بے دینوں، گمراہوں اور ظالموں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول، رسم و راہ، قلبی میلان اور محبت، ان کی ہاں میں ہاں ملانا اور ان کی خوشامد میں رہنا ممنوع ہے۔ ظالموں کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''(ظالموں کے ساتھ عملی طور پر تعاون تو ظاہر ہے اور) زبانی طور پر تعاون یہ ہے کہ وہ ظالم کے لئے دعا مانگتا ہے یا اس کی تعریف کرتا ہے یا اس کے جھوٹے قول کی صراحتاً تصدیق کرتا ہے، مثلاً زبان سے اسے سچا قرار دیتا ہے یا سر ہلا دیتا ہے یا اس کے چہرے پر مُسَرَّت ظاہر ہوتی ہے یا وہ اس شخص سے محبت و دوستی ظاہر کرتا ہے، اس سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اور اس کی عمر میں اضافہ اور اس کی بقا کی حرص رکھتا ہے، ایسا شخص عام طور پر (ظالموں کو) صرف سلام ہی نہیں کرتا بلکہ (ان سے) کچھ بات چیت بھی کرتا ہے اور وہ اسی شخص کا کلام ہوتا ہے حالانکہ اس کا ظالم کی حفاظت، اس کی لمبی زندگی، اس کے لئے نعمتوں کی تکمیل اور اس طرح کی دوسری دعائیں مانگنا جائز

1 ......فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۴۶۵-۴۶۶۔

نہیں ،اور اگر دعا کے ساتھ تعریفی کلمات بھی ہوں اور وہ ان باتوں کا ذکر کرے جو اس ظالم میں نہیں ہیں تو یہ شخص جھوٹا، منافق اور ظالم کا اعزاز کرنے والا ہے اور یہ تین گناہ ہیں،اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی باتوں کی تصدیق بھی کرے،اس کے کاموں کی تعریف کرے،اس کی پاکیزگی بیان کرے تو وہ اس تصدیق اور اِعانت کی وجہ سے گناہگار ہوگا کیونکہ ظالم کی پاکیزگی بیان کرنا اور تعریف کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔ [(1)]

اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں بھی ان چیزوں کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے،چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’ بے شک اللّٰہ تعالیٰ اس وقت ناراض ہوتا ہے جب زمین پر کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے۔ [(2)]

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں’’ جو شخص کسی ظالم کے باقی رہنے کی دعا کرتا ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے۔ [(3)]

امام اوزاعی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں’’ اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں اس عالم سے زیادہ ناپسندیدہ شخص کوئی نہیں جو کسی عامل (یعنی ظالم گورنر) کے پاس جاتا ہے۔ [(4)]

یہاں ایک اور بات یاد رکھیں کہ بعض حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ ہم اپنی دنیوی ضروریات کی وجہ سے ظالموں کے اعمال پر راضی ہوتے ،ان کی خوشامد و چاپلوسی کرتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں،اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمارے لئے اپنی دنیوی ضروریات کو پورا کرنا دشوار ہو جائے ،انہیں چاہئے کہ وہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اس کلام پر غور کر لیں، چنانچہ آپ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ظالموں کے اَعمال سے راضی ہونے میں دنیوی ضروریات کو دلیل بنانا قابلِ قبول نہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ہی بڑا رزق دینے والا ،قوت والا اور قدرت والا ہے۔ [(5)] اور جب حقیقی رازق ،قوی اور قادر اللّٰہ تعالیٰ ہے تو خود کو ظالموں کا دست نگر سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

نوٹ: غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کے حوالے سے تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر 14 سے

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، الباب السادس فیما یحلّ من مخالطۃ السلطان الظلمۃ ویحرم... الخ، ۲/۱۷۹-۱۸۰.

2 ......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۲۳۰، الحدیث: ۴۸۸۵.

3 ......شعب الایمان، السادس والستون من شعب الایمان... الخ، ۷/۵۳، روایت نمبر: ۹۴۳۲.

4 ......مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ص۵۱۵.

5 ......صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۳/۹۳۶.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے رسالے ''اَلْمَحَجَّةُ الْمُؤْتَمِنَة فِی اٰیَةِ الْمُمْتَحِنَه'' (سورۂ ممتحنہ کی آیت کے بارے میں تفصیلی کلام) کا مطالعہ کریں۔

﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ: اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی مددگار نہیں کہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ ہی کل قیامت کے دن تمہیں کوئی ایسا ملے گا کہ جو تمہاری مدد کر سکے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے تمہیں بچا لے۔(1)

ظالموں کے لئے نصیحت

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''یہ حال تو ان کا ہے جو ظالموں سے تعلقات اور میل جول رکھیں، ان کے اعمال سے راضی ہوں اور ان سے محبت رکھیں اور جو خود ظالم ہو تو اس کا حال ان سے کتنا بدتر ہو گا وہ خود ہی غور کر لے۔(2)

اور امام عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ لکھتے ہیں ''ایک دن حضرت موفق رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اور جب امام نے یہ آیت ''وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ...... الخ'' تلاوت کی تو آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ پر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو ان سے (غشی کی وجہ کے بارے میں) عرض کی گئی تو آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے فرمایا ''یہ (سزا کا بیان) اُس شخص کے بارے میں ہے جو ظالم کی طرف جھکے اور جو خود ظالم ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔(3)

ہم ظلم اور ظالموں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہر ظالم کو چاہئے کہ وہ اپنے ظلم سے باز آ جائے اور جیتے جی ان لوگوں سے معافی مانگ لے جن پر ظلم کیا ورنہ قیامت کے دن جب ظلم کا بدلہ دینا پڑا تو انجام بہت دردناک ہوگا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی کی عزت یا کسی اور چیز پر زیادتی کی ہو تو اسے چاہئے کہ اس دن سے پہلے آج ہی معافی حاصل کر لے جس دن دینار اور درہم پاس نہیں ہوں گے، اگر ظالم کے پاس نیک اعمال ہوئے تو ظلم کے برابر ان میں سے لے لئے جائیں گے اور

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ١١٣، ٣٧٤/٢.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ١١٣، ٣٧٤/٢.

3 ......مدارك، هود، تحت الآية: ١١٣، ص٥١٥.

اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو ظلم کے برابر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (1)

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ اور صبر کرو کہ اللّٰہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم رکھو۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے۔ اور صبر کرو کیونکہ اللّٰہ نیکی کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم رکھو۔﴾ اس آیت میں دن کے دو کناروں سے صبح اور شام مراد ہیں، زوال سے پہلے کا وقت صبح میں اور زوال کے بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز تو فجر ہے جبکہ شام کی نمازیں ظہر وعصر ہیں اور رات کے حصوں کی نمازیں مغرب وعشا ہیں۔ نیکیوں سے مراد یا یہی پنج گانہ نمازیں ہیں جو آیت میں ذکر ہوئیں یا اس سے مراد مُطلقاً نیک کام ہیں یا اس سے ’’ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ‘‘ پڑھنا مراد ہے۔ (2) شانِ نزول: حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس آدمی کا کیا حکم ہے جو ایک اجنبی عورت سے علیحدگی میں جماع کے سوا سب کچھ کرتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا یہ

1 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب من کانت له مظلمة عند الرجل فحلّلها له... الخ، ۲/۱۲۸، الحدیث: ۲۴۴۹.

2 ......مدارک، ھود، تحت الآیة: ۱۱۴، ص۵۱۶.

اس شخص کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنوں کے لئے ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''نہیں، بلکہ یہ تمام مومنوں کے لئے عام ہے۔ (1)

نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکرو اِستغفار یا اور کچھ۔ (2) اَحادیث میں متعدد ایسے اعمال کا بیان جو صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ بنتے ہیں، یہاں ان میں سے چند ایک بیان کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب ان گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جو ان کے درمیان واقع ہوں جب کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔ (3)

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اُس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو پہلے کر چکا ہے اُس کا کفارہ ہو گیا۔ (4)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عمرہ سے عمرہ تک اُن گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حجِ مَبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (5)

(4)......حضرت سَخْبَرَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے علم تلاش کیا تو یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہو گی۔ (6)

1......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة هود، ۷۹/۵، الحدیث: ۳۱۲٤.

2......خازن، هود، تحت الآیة: ۱۱٤، ۳۷۵/۲.

3......مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهنّ... الخ، ص۱٤٤، الحدیث: ۱٦(۲۳۳).

4......شعب الایمان، الباب الثالث والعشرون من شعب الایمان... الخ، فضائل شهر رمضان، ۳۱۰/۳، الحدیث: ۳٦۲۳.

5......بخاری، کتاب العمرة، باب العمرة، وجوب العمرة وفضلها، ۵۸٦/۱، الحدیث: ۱۷۷۳.

6......ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۲۹۵/٤، الحدیث: ۲٦۵۷.

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہوئے تم سے اگلی سنگتوں میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہوتا کہ زمین میں فساد سے روکتے ہاں ان میں تھوڑے تھے وہی جن کو ہم نے نجات دی اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کردے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں میں سے کچھ ایسے فضیلت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے منع کرتے البتہ ان میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم لوگ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ مجرم تھے۔ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلاوجہ ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اچھے لوگ ہوں۔

﴿فَلَوْ لَا كَانَ: تو کیوں نہ ہوئے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں پر جڑ سے اکھاڑ دینے والے عذابات نازل ہونے کا بیان فرمایا اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ان عذابات کے نازل ہونے کا سبب دو چیزیں تھیں۔ (1) ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو انہیں فساد سے منع کرتا۔ (2) اپنے برے اعمال یعنی شرک اور کفر وغیرہ سے رجوع نہ کرنا۔[1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت! تم سے پہلی امتوں میں سے جنہیں ہم نے ہلاک کردیا تھا وہ کچھ ایسے فضیلت والے نہیں ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے اور انہیں گناہوں سے

1 ……صاوی، هود، تحت الآیة: ۱۱۶، ۳/۹۳۷.

منع کرتے، اسی لئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا البتہ ان سابقہ امتوں میں تھوڑے سے ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور وہ لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور ان کے اَحکام پر عمل کرتے اور لوگوں کو فساد سے روکتے رہے جبکہ ظالم لوگ اسی عیش وعشرت کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ نعمتوں، لذتوں، خواہشات اور شہوات کے عادی ہو گئے، کفر اور گناہوں میں ڈوبے رہے اور وہ مجرم تھے۔ (1)

’’ اُولُوْا بَقِیَّةٍ ‘‘ سے مراد علماءِ ربانی ہیں، مقصد یہ ہے کہ گزشتہ قوموں کی عام گمراہی کا باعث یہ ہوا کہ ان میں علماءِ ربانی نہ رہے، اگر وہ رہتے تو اس طرح گمراہی نہ پھیلتی۔ عوام اس لئے مجرم تھے کہ بدکاریاں کرتے تھے اور علماء اس لئے مجرم تھے کہ انہیں منع نہ کرتے تھے۔ اس آیت سے دو باتیں واضح ہوئیں کہ نیکی کی دعوت دینا اور گناہوں سے روکنا علماء کا منصب ہے، اگر وہ یہ فریضہ سرانجام نہ دیں گے تو وہ بھی مجرم اور مستحقِ عذاب ہوں گے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شروع سے اب تک یہی ہوتا آیا ہے کہ زیادہ تر مال و دولت والے ہی غفلت میں پڑتے ہیں، اس لئے عمومی طور پر مالدار لوگوں میں دینداروں کی کمی ہوتی ہے۔

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور لوگ اسی لیے بنائے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بیشک ضرور جہنم بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں کو ملا کر۔

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ١١٦، ٢/٣٧٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنادیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ البتہ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور اللہ نے انہیں اسی کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بیشک میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ملا کر بھردوں گا۔

﴿وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ : اور اگر تمہارا رب چاہتا۔﴾ ارشاد فرمایا ''اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور یوں سب کا ایک ہی دین ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایسا نہ چاہا اور سب کو ایک امت نہ بنایا اور لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر عمل پیرا رہیں گے۔ علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اختلاف جس طرح پہلی امتوں میں موجود تھا اُسی طرح اس امت میں بھی رہے گا تو ان میں سے کوئی مومن ہوگا کوئی کافر، کوئی نیک ہوگا اور کوئی گناہگار، اسی لئے حدیث میں ہے کہ یہودی **71** فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور عنقریب تم **73** فرقوں میں بٹ جاؤ گے، ان میں سے **72** فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ ایک جنتی فرقہ اہلِ سنت وجماعت ہے۔ (1)

﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ : البتہ جن پر تمہارے رب نے رحم کیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ البتہ وہ لوگ جن پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے رحم کیا اور انہیں اختلاف سے بچالیا تو وہ دینِ حق پر متفق رہیں گے اور اس میں اختلاف نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے لوگ اسی لیے یعنی اختلاف والے اختلاف کے لئے اور رحمت والے اتفاق کے لئے پیدا کئے ہیں اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی بات پوری ہوچکی کہ وہ جہنم کو تمام کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔ (2)

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور اس سورت میں

1 ......صاوی، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۳/۹۳۸.

2 ......مدارک، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۹، ص۵۱۷.

تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب تمہیں سناتے ہیں جس سے تمہارے دل کو قوت دیں اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کے لئے وعظ و نصیحت (آئی)۔

﴿وَكُلًّا: اور سب کچھ۔﴾ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے واقعات اور ان کی طرف سے ان کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو کچھ پیش آیا وہ بیان فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم تمہیں رسولوں کی خبریں اور جو کچھ انہیں اپنی امتوں سے پیش آیا سناتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دل مضبوط کریں اور اس طرح انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذا برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان اپنی زندگی میں رونما ہونے والے طرح طرح کے واقعات اور حادثات کی وجہ سے بسا اوقات انتہائی مایوس ہو جاتا ہے حتّٰی کہ اگر کبھی کوئی خوشی بھی نصیب ہو تو اس سے دل میں خوشی پیدا ہونے یا اس خوشی کو محسوس کرنے کی بجائے اس کی اداسی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، ایسی صورتِ حال میں انسان کو ایسی چیز کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہیں جس سے اس کے دل کو قوت حاصل ہو اور حالاتِ زمانہ کا مقابلہ کرنا اس کے لئے آسان ہو اور دل کی تَقْوِیَت کا ایک اہم ترین ذریعہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور دیگر بزرگان کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا بھی ہے کیونکہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت اور مقام و مرتبہ دیکھے گا اور دنیا میں انہیں جو حالات پیش آئے اور جن مَصائب و مشکلات کا انہیں سامنا کرنا پڑا ان پر نظر کرے گا اور اس کے مقابلے میں ان کے صبر و تحمل اور رضاءِ الٰہی پر راضی رہنے کے بارے میں غور و فکر کرے گا تو اس کے دل کو تسکین حاصل ہوگی اور اسے مَصائب و آلام کا سامنا کرنے میں دلی قوت حاصل ہوگی اور وہ ذہنی طور پر خود کو بہت پُرسکون محسوس کرے گا۔

[1] ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۲۰، ۲/۳۷۶.

﴿وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ : اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا۔﴾ اس آیت میں حق سے مراد توحید و رسالت اور قیامت کے وہ دلائل ہیں جنہیں اس سورت میں بیان کیا گیا۔ اور ''مَوْعِظَةٌ'' کا معنی ہے جس کے ذریعے نصیحت حاصل کی جائے، یہاں اس سے مراد سابقہ امتوں کی ہلاکت کا بیان ہے جس کا ذکر اس سورت میں ہوا۔ اور ''ذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ'' سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا سن کر اس سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ مسلمانوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سن کر مسلمان ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (1)

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۙ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں سے فرماؤ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اور راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ایمان نہ لانے والوں سے فرماؤ: تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ، ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اور تم انتظار کرو، بیشک ہم بھی منتظر ہیں۔

﴿وَقُلْ: اور تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں وعید اور غضب کا اظہار ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ایمان نہ لانے والوں سے فرما دیں کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ کئے جاؤ عنقریب تم اس کام کا انجام جان جاؤ گے اور ہمیں ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جس کام کا حکم دیا ہے ہم وہ کرتے ہیں۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، ھود، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ۶/۴۱۳، قرطبی، ھود، تحت الآیۃ: ۱۲۰، ۵/۸۱، الجزء التاسع، ملتقطاً۔

2 ......خازن، ھود، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۲/۳۷۷۔

﴾وَانْتَظِرُوْا: اورتم انتظار کرو۔﴿ یعنی تم اس کا انتظار کرو جس کا شیطان نے تم سے وعدہ کیا ہے ہم بھی اس کے منتظر ہیں جو تم پر لازم ہوگا یعنی دنیا یا آخرت میں اللّٰہ تعالٰی کی ناراضی اور اس کا عذاب۔[1]

وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

ع ۱۰/۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللّٰہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

﴾وَ لِلّٰهِ: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہیں۔﴿ یعنی تمام چیزیں چاہے وہ خفیہ ہوں یا ظاہر، موجود ہوں یا معدوم سب اللّٰہ تعالٰی کے علم میں ہیں، الغرض زمین و آسمان کی کوئی چیز اللّٰہ تعالٰی سے پوشیدہ نہیں اور دنیا و آخرت میں مخلوق کا ہر کام اسی کی طرف لوٹتا ہے تو جس کی یہ شان ہے وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ تمہیں کافی ہے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ بندوں کے تمام اَعمال سے خبردار ہے، کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں ہے، وہ نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔[2]

1 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۲۲، ۲/۳۷۷.

2 ......خازن، هود، تحت الآية: ۱۲۳، ۲/۳۷۷.

سُوْرَۃُ یُوْسُف

سورۂ یوسف کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اوراس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کے علماء نے عرب کے سرداروں سے کہا تھا کہ محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ملکِ شام سے مصر میں کس طرح پہنچی اور اُن کے وہاں جاکر آباد ہونے کا سبب کیا ہوا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **12** رکوع، **111** آیتیں، **1600** کلمے اور **7166** حروف ہیں۔ [2]

یوسف نام رکھنے کی وجہ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالاتِ زندگی اوران کی سیرتِ مبارکہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ یوسف'' رکھا گیا۔

سورۂ یوسف کے بارے میں احادیث

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''ایک دن یہودیوں کے علماء میں سے ایک عالم جو کہ توارت کا قاری تھا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ یوسف کی تلاوت فرمارہے تھے۔ اس عالم نے سورۂ یوسف سن کر عرض کی: اے محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ)، آپ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے؟ ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سورت سکھائی ہے۔ وہ یہودی عالم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد سن کر بہت حیران ہوا اور یہودیوں کے پاس آکر ان سے کہنے لگا ''کیا تم جانتے ہو، خدا کی قسم! محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) قرآنِ مجید میں ان باتوں کی تلاوت کرتے ہیں جو توارت

1......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۱، ص۵۱۹.

2......خازن، تفسير سورة يوسف عليه الصلاة والسلام، ۲/۳.

میں نازل کی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا اور انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف کو پہچانا، مُہرِ نبوت کی زیارت کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سورۂ یوسف سن کر اسلام قبول کرلیا۔ (1)

سورۂ یوسف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل کے طور پر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالاتِ زندگی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......قرآنِ مجید کا بہترین قصہ بیان کیا گیا۔

(2)......حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں یہودیوں کے لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی نشانیاں ہیں۔

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دنیا میں تشریف لائے سب مرد ہی تھے کسی عورت کو نبوت نہیں ملی۔

(4)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوموں کے واقعات میں عقلمندوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں قرآنِ مجید کے اَوصاف بیان کئے گئے کہ یہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، اس میں ہر چیز کا مُفَصَّل بیان ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

سورۂ ہود کے ساتھ مناسبت

سورۂ یوسف کی اپنے سے ماقبل سورت ''ہود'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ہود میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرشتوں کے ذریعے حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت دی گئی اور سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی اولاد کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں، اور ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ یوسف سورۂ ہود کے بعد نازل ہوئی اور قرآنِ مجید میں سورتوں کی ترتیب میں بھی اسے

---

1 ......دلائل النبوه للبیهقی، جماع ابواب اسئلة الیهود وغیرهم... الخ، باب ما جاء فی تعجب الحبر الذی سمعه یقرأ سورة یوسف لموافقتها... الخ، ۶/۲۷۶.

سورۂ ہود کے بعد ہی ذکر کیا گیا ہے۔[1]

نوٹ: امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سورۂ یوسف کی ایک جداگانہ تفسیر بھی لکھی، جس کا انداز صوفیانہ ہے اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آیات کی تفسیر کے تحت مؤثر نصیحتیں، تشبیہات، حکایات اور نِکات بھی بیان فرمائے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت رحم والا مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: الٓرٰ، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿تِلْكَ: یہ۔﴾ یعنی اس سورت میں جو آیات بیان ہوئیں یہ روشن کتاب یعنی قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں۔ مُبین کا معنی ہے روشن وظاہر کر دینے والی۔ قرآنِ پاک کا مبین ہونا یوں ہے کہ اس کا اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا ہونا ظاہر ہے نیز اس کا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا واضح ہے نیز اس کے معانی روشن اور واضح ہیں کہ قرآنی آیات کے معانی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں نیز اس قرآن میں حلال وحرام، حدود وتعزیرات کے اَحکام صاف بیان فرمائے گئے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں سابقہ امتوں، ان کے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَحوال روشن طور پر مذکور ہیں اور اس میں حق و باطل کو ممتاز کر دیا گیا ہے۔[2]

---

1 ......تناسق الدرر، سورة يوسف، ص٩٤-٩٥.

2 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١، ص٥١٩، خازن، يوسف، تحت الآية: ١، ٢/٣، ملتقطاً.

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو۔

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا: بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی نازل فرمایا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح ہے اور جنت میں جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر ان میں غور وفکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (1)

قرآنِ مجید کو سمجھ کر پڑھنا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کا مسلمانوں پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اسے سمجھیں اور اس میں غور وفکر کریں اور اسے سمجھنے کے لئے عربی زبان پر عبور ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ کلام عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں یا جنہیں عربی زبان پر عبور حاصل نہیں تو انہیں چاہئے کہ اہلِ حق کے مُستَنَد علما کے تراجم اور ان کی تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں تاکہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ سکیں۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قرآنِ مجید کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے سے بہت دور ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ عربی کا سیکھنا بحیثیتِ مجموعی اُمتِ مُسلمہ کیلئے فرضِ کفایہ ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْءَانَ ۖ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ الْغَٰفِلِينَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی

(1) ......صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۲، ۳/۹۴۱.

اگرچہ بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اس کے ذریعے ہم تمہارے سامنے سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً اس سے بے خبر تھے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ: ہم تمہارے سامنے سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں اور گزشتہ زمانوں کا سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہیں جو کہ بہت سی عجیب وغریب حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس میں دین و دنیا کے بہت فوائد، بادشاہوں، رعایا اور علماء کے اَحوال، عورتوں کی عادات، دشمنوں کی ایذاؤں پر صبر اور ان پر قابو پانے کے بعد ان سے درگزر کرنے کا نفیس بیان ہے جس سے سننے والے میں نیک سیرتی اور پاکیزہ خصلتیں پیدا ہوتی ہیں۔[1] نیز اس سورت کے ضمن میں ایک انسان کی زندگی کے جملہ مراحل کو بیان کر دیا گیا کہ زندگی کے کن مراحل پر کیا کیا چیزیں انسان کو پیش آسکتی ہیں اور ان سے وہ بہترین انداز میں سُبکدوش کیسے ہوسکتا ہے۔

﴿وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ: اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً اس سے بے خبر تھے۔﴾ یعنی یہ سورت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی کرنے سے پہلے آپ کو اس واقعے کی خبر تھی اور نہ آپ نے اس واقعے کو کبھی سنا تھا۔[2]

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک معجزہ ہے کہ آپ نے سب سے اچھے انداز اور بہترین طریقے سے گزشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبر دی ہے۔[3]

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کو اَحْسَنُ الْقَصَص فرمانے کی وجوہات

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کو ''اَحْسَنَ الْقَصَصِ'' فرمانے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وجوہات درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں جس قدر عبرتیں اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں اتنی اور کسی سورت

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٣، ٣/٢-٣ .

2 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ٣، ٣/٧٨ .

3 ......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٣، ٣/٩٤١ .

میں بیان نہیں کی گئیں۔

(2)......حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اپنے بھائیوں سے انتہائی اچھا سلوک فرمانے، ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود انہیں معاف کر دینے کی وجہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کو'' **اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ** ''فرمایا گیا۔

(3)......حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں انبیاءِ کرام، صالحین، فرشتوں، شیطانوں، جنوں، انسانوں، جانوروں اور پرندوں کا ذکر ہے اور اس میں بادشاہوں، تاجروں، عالموں، جاہلوں، مَردوں اور عورتوں کے طرزِ زندگی کا بیان اور عورتوں کے مکروفریب کا ذکر ہے، اس کے علاوہ اس واقعے میں توحید، رسالت، فقہی اَحکام، خوابوں کی تعبیر، سیاست، مُعاشرت، تدبیرِ مَعاش اور ان تمام فوائد کا بیان ہے جن سے دین و دنیا کی اصلاح ممکن ہے، اس لئے اس واقعے کو '' **اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ** ''فرمایا گیا۔[1]

اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

﴿اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡهِ: یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے سامنے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وہ بات بیان کریں جو انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہی کہ اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے انہیں اپنے

1......تفسیر قرطبی، یوسف، تحت الآیۃ: ۳، ۵/۸۳، الجزء التاسع.

لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خواب

مفسرین نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خواب دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں، ان سب نے آپ کو سجدہ کیا، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ خواب جمعہ کی رات کو دیکھا اور یہ رات شبِ قدر تھی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''خواب میں دیکھے گئے ستاروں کی تعبیر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے اور مفسر سدی کا قول ہے کہ چونکہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے چاند سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ سجدہ کرنے سے مراد ایک قول کے مطابق تواضع کرنا اور فرمانبردار ہونا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقتاً سجدہ مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدۂ تَحِیَّت یعنی تعظیم کا سجدہ بھی جائز تھا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف اس وقت بارہ سال کی تھی اور سات سال اور سترہ سال عمر ہونے کے قول بھی کتابوں میں مذکور ہیں۔[1]

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًاؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

﴿**قَالَ یٰبُنَیَّ:** فرمایا: اے میرے بچے!﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یوسف عَلَیْہِ

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٤، ٣/٣.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لئے ان کے ساتھ ان کے بھائی حسد کرتے تھے اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ یہ بات جانتے تھے، اس لئے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ خواب دیکھا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ اس کی تعبیر کو سمجھ لیں گے تو وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے اور تمہاری ہلاکت کی کوئی تدبیر سوچیں گے۔ [1]

حضرت علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جانتے تھے کہ اللہ تعالٰی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت کے لئے منتخب فرمائے گا اور دونوں جہان کی نعمتیں اور شرف عنایت کرے گا اس لئے آپ کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خلاف ان کے بھائیوں کی طرف سے حسد کا اندیشہ ہوا اور آپ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ اگر آپ نے اپنے بھائیوں سے اپنا خواب بیان کیا تو وہ تمہارے خلاف سازش کریں گے۔ [2]

خواب کس سے بیان کرنا چاہیے؟

اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کے بارے میں صرف اس شخص کو خبر دے کہ جو اس سے محبت رکھتا ہو یا عقلمند ہو اور اس سے حسد نہ کرتا ہو اور اگر برا خواب دیکھے تو اسے کسی سے بیان نہ کرے۔ [3] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "اچھا خواب اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اگر ایسا خواب دیکھے کہ جو اسے پسند نہ ہو تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اسے پناہ مانگنی چاہئے اور (اپنی بائیں طرف) تین مرتبہ تھتکار دے اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہ دے گا۔ [4]

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ: بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی اگر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اذیت اور تکلیف پہنچانے

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٥، ٣/٤.

2 ......مدارك، یوسف، تحت الآیة: ٥، ص ٥٢٠.

3 ......صاوی، یوسف، تحت الآیة: ٥، ٩٤٢/٣.

4 ......بخاری، كتاب التعبیر، باب ما اذا رأی ما یكره فلا یخبر بها ولا یذكرها، ٤/٤٢٣، الحدیث: ٧٠٤٤، مسلم، كتاب الرؤیا، ص١٢٤٢، الحدیث: ٣(٢٢٦١).

کی کوشش کریں گے تو اس کا سبب شیطانی وسوسہ ہوگا۔ [1]

وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۠ ﴿۶﴾

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی بیشک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح تیرا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنا احسان مکمل فرمائے گا جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی بیشک تیرا رب علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ : اور اسی طرح۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے فرمایا ’’جس طرح اس عظمت و شرافت والے خواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا اسی طرح تیرا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں نبوت و بادشاہت یا اہم کاموں کے لئے منتخب فرمالے گا۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ’’ اِجْتِبَاء یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو چن لینا‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو فیضِ رَبّانی کے ساتھ خاص کرے جس سے اس کو طرح طرح کے کرامات و کمالات، محنت و کوشش کے بغیر حاصل ہوں، یہ مرتبہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص ہے اور ان کی بدولت ان کے مُقَرَّبین، صدِّیقین، شُہدا اور صالحین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ [2]

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵، ۳/ ۴.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۶، ۳/ ۴، بیضاوی، یوسف، تحت الآیة: ۶، ۳/ ۲۷۴، ملتقطاً.

﴿ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ : اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔﴾ آیت میں مذکور ’’ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ‘‘ سے خوابوں کی تعبیر نکالنا مراد ہے کیونکہ خواب اگر سچے ہوں تو وہ فرشتوں کی باتیں ہیں اور اگر سچے نہ ہوں تو وہ نفس یا شیطان کی باتیں ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک ’’ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ‘‘ سے سابقہ آسمانی کتابوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اَحادیث کی مُبْہَم باتوں کو ظاہر فرمانا مراد ہے۔ پہلا قول صحیح ہے۔ [1]

﴿ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ : اور وہ اپنا احسان مکمل فرمائے گا۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں ’’ یَجْتَبِیْكَ ‘‘ سے نبوت کے لئے منتخب فرمانا مراد لیا جائے تو اس صورت میں نعمت پوری کرنے سے مراد دنیا اور آخرت کی سعادتیں عطا فرمانا ہے، دنیا کی سعادتیں یہ ہیں۔ (1) اولاد کی کثرت۔ (2) خدمت گاروں اور پیروی کرنے والوں کی کثرت۔ (3) مال اور شان وشوکت میں وسعت۔ (4) مخلوق کے دلوں میں عظمت وجلال کی زیادتی۔ (5) اچھی ثنا اور تعریف۔ آخرت کی سعادتیں یہ ہیں۔ (1) کثیر علوم۔ (2) اچھے اَخلاق۔ (3) اللّٰہ تعالٰی کی معرفت میں اِستغراق۔ اور اگر ’’ یَجْتَبِیْكَ ‘‘ سے بلند درجات تک پہنچانا مراد لیا جائے تو اس صورت میں نعمت پوری کرنے سے مراد نبوت عطا فرمانا ہے، اس کی تائید ان باتوں سے ہوتی ہے۔

(1)......نعمت پورا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نعمت کو اس طرح کامل کر دیا جائے کہ وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو اور انسان کے حق میں ایسی نعمت صرف نبوت ہے مخلوق کے تمام مَناصب، نبوت کے منصب کے مقابلے میں ناقص ہیں۔

(2)......حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: جس طرح اس نے پہلے تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحق پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، یہ بات واضح ہے کہ وہ نعمتِ تامہ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت اسحق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو باقی انسانوں سے اِمتیاز حاصل ہوا، وہ نبوت ہے، لہٰذا اس آیت میں تکمیلِ نعمت سے مراد نبوت ہے۔ [2]

لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآىٕلِیْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

1 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۸۱.

2 ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۶، ۶/۴۲۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یوسف اوراس کے بھائیوں (کے واقعے) میں پوچھنے والوں کے لیےنشانیاں ہیں۔

﴿**لَقَدْ: بیشک۔**﴾ یعنی بے شک حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کے لئےعظیم الشان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ (1)

آیت ”لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ“ سے متعلق دو باتیں

اس آیت کے تعلق سے دو باتیں قابلِ ذکر ہیں

(1)......حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پہلی بیوی لِیَا بنتِ لَیان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں، ان سے آپ کے 6 فرزند ہوئے (1) رُوبیل، (2) شمعون، (3) لاوِی، (4) یہوذا (یا، یہودا)، (5) زبولون، (6) یَشْجُر جبکہ چار بیٹے (7) دَان، (8) نفتالی، (9) جاد، (10) آشر، دوسری دو بیویوں زلفہ اور بلہہ سے ہوئے۔ لیا کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا ان سے دو فرزند ہوئے (11) حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور (12) بنیامین۔ یہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارہ صاحب زادے ہیں انہیں کو اَسباط کہتے ہیں۔

(2)......آیت میں **سائلین یعنی پوچھنے والوں** سے وہ یہودی مراد ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال اور حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کے خطّۂ کنعان سے سرزمینِ مصر کی طرف منتقل ہونے کا سبب دریافت کیا تھا، جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات بیان فرمائے اور یہودیوں نے ان کو توریت کے مطابق پایا تو انہیں حیرت ہوئی کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کتابیں پڑھنے اور علماء کی مجلسوں میں بیٹھنے اور کسی سے کچھ سیکھنے کے بغیر اس قدر صحیح واقعات کیسے بیان فرمائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضرور نبی ہیں اور قرآنِ پاک ضرور اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قُدسی علم سے مشرف فرمایا علاوہ بریں اس واقعہ میں بہت سی عبرتیں، نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (2)

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِۚۖ (۸)

---

1 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۸۲.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۵.

ترجمۂ کنزالایمان: جب بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جب بھائی بولے: بیشک یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے والد کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

﴾ اِذْ قَالُوْا: یاد کرو جب انہوں نے کہا۔﴿ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے والدِ محترم حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے سگے بھائی بنیامین کی طرف بہت مائل ہیں اور ان پر بڑی شفقت فرماتے ہیں تو کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! یوسف اور اس کا سگا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور وہ انہیں محبت میں ہم پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ دونوں چھوٹے ہیں اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جبکہ ہم دس مرد ہیں، مضبوط ہیں، زیادہ کام آ سکتے ہیں، زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ہم اپنی کثیر تعداد اور زیادہ فائدہ مند ہونے کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کی بجائے محبت کے زیادہ حقدار ہیں، بیشک ہمارے والد ان کی کھلی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے یہ کہہ تو دیا لیکن یہ بات ان کے خیال میں نہ آئی کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی کو صرف محبت میں ان پر ترجیح دی ہے اور دلی محبت کو دور کر دینا انسان کے بس میں نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ محبت وشفقت کا سبب یہ ہو کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ان کی چھوٹی عمر میں انتقال فرما گئی تھیں نیز شفقت کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں ہدایت اور اچھی صفات کی وہ نشانیاں ملاحظہ فرمالیں جو دوسرے بھائیوں میں نہ تھیں۔ (1)

اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾

(1) ……خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸، ۳/۵-۶، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸، ص ۵۲۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اوراس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تا کہ تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا۔

﴿**اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ: یوسف کو مار ڈالو۔**﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کو اپنے والد ماجد کا حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرا تو انہوں نے باہم مل کر یہ مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہیے جس سے ہمارے والد صاحب ہماری طرف زیادہ مائل ہوں۔ بہر حال مشورہ میں گفتگو اس طرح ہوئی کہ ’’والد محترم کی محبت حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک ہی بار مار ڈالو اور دوسری یہ کہ اگر مارنا نہیں تو کہیں دور دراز کی زمین میں پھینک آؤ جہاں بھیڑیے یا درندے کے کھا جانے یا اسی سرزمین میں انتقال کر جانے کی وجہ سے ان کا حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس واپس آجانا ممکن نہ رہے۔ اگر تم نے ان دو صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کر لیا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی اور وہ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کر دینے یا آبادیوں سے دور چھوڑ آنے کے بعد تم پھر توبہ کر کے نیک ہو جانا۔ [1]

آیت ’’اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات صرف حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے تھیں، نفس کی خاطر نہ تھیں، اس لئے ان کو سچی توبہ نصیب ہوگئی، قابیل کی حرکات چونکہ نفسِ اَمّارہ کے لئے تھیں، اس لئے اسے توبہ نصیب نہ ہوئی۔

(2)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کیلئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں جیسے یہاں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کا مقصد والد کی محبت کا حصول تھا جو کہ منصبِ نبوت پر فائز بھی

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۹، ۶/۳، روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۹، ۲۱۹/۴، ملتقطاً۔

تھے لیکن اس کیلئے ناجائز ذریعہ اختیار کیا اور اس کی مذمت کی گئی۔

قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں ایک کہنے والا بولا یوسف کو مارو نہیں اور اسے اندھے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی راہ چلتا اسے آ کر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر اسے اٹھالے جائے گا۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

﴿**قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ: ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا۔**﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بھائیوں میں سے یہودا یا رُوبیل نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو کیونکہ قتل گناہِ عظیم ہے اور اسے کسی تاریک کنویں میں ڈال دو کہ کوئی مسافر وہاں سے گزرے اور انہیں کسی دوسرے ملک میں لے جائے، اس سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظرِ عنایت ان پر ہوگی، لہٰذا اگر تم کچھ کرنے والے ہو تو یہ کرو۔ اس میں اشارہ ہے کہ چاہئے تو یہ کہ کچھ بھی نہ کرو لیکن اگر تم نے ارادہ ہی کر لیا ہے تو بس اتنے ہی پر اکتفا کرو۔ (1)

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

1 ......روح البيان، يوسف، تحت الآية: ١٠، ٤/٢١٩، خازن، يوسف، تحت الآية: ١٠، ٣/٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھائیوں نے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس سے اگلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے جب آپس میں مشورہ کرلیا اور وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان جدائی کروا دینے پر متفق ہو گئے تو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا ''اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور جب ہم شہر سے باہر صحرا کی طرف جائیں تو یوسف کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ تفریح مثلاً شکار اور تیر اندازی وغیرہ کے ذریعے لطف اندوز ہوں، بیشک ہم اس کی پوری نگہداشت کریں گے۔[1]

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا بیشک مجھے رنج دے گا کہ تم اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: بیشک تمہارا اسے لے جانا مجھے غمگین کردے گا اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس کی طرف سے بے خبر ہو جاؤ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ساتھ بھیجنے کا مطالبہ کیا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......تفسیر طبری، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۱۵۵، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۳، ص ۵۲۲، ملتقطاً۔

کو ان کے ساتھ نہ بھیجنے کی دو وُجوہات بیان فرمائیں، ایک یہ کہ تمہارا حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لے جانا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تمہارے ساتھ چلے جانا مجھے غمگین کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کچھ دیر کے لئے بھی ان سے جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم اپنے کھانے پینے اور کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے غافل ہو جاؤ گے اور کوئی بھیڑیا آکر انہیں کھا جائے گا۔ یہ وجہ آپ نے اس لئے بیان فرمائی تھی کہ اس سرزمین میں بھیڑیے اور درندے بہت تھے۔ (1)

قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم کسی مصرف کے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم ایک جماعت (موجود) ہوں جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے جواب دیا ''ہم دس مَردوں کے وہاں موجود ہوتے ہوئے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے جب تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے لہٰذا انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ چنانچہ **اللّٰہ** تعالیٰ کی تقدیر یونہی تھی کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اجازت دی اور روانگی کے وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وہ قمیص جو جنتی ریشم کی تھی اور جس وقت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کپڑے اتار کر آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے وہ قمیص آپ کو پہنائی تھی اور وہ قمیص مبارک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور ان سے ان کے فرزند حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہنچی تھی، حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وہ قمیص تعویذ بنا کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گلے میں ڈال دی۔ (2)

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۳، ۷/۳۔

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۴، ۷/۳، روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۴، ۲۲۲/۴، ملتقطاً۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب نے اتفاق کرلیا کہ اسے تاریک کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ تم ضرور انہیں ان کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے اور اس وقت وہ جانتے نہ ہوں گے۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ: پھر جب وہ اسے لے گئے۔﴾ جب حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا تو جب تک حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں دیکھتے رہے تب تک تو وہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے کندھوں پر سوار کئے ہوئے عزت واحترام کے ساتھ لے گئے اور جب دور نکل گئے اور حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظروں سے غائب ہوگئے تو انہوں نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین پر دے ٹپکا اور دلوں میں جو عداوت تھی وہ ظاہر ہوئی، حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جس کی طرف جاتے تھے وہ مارتا اور طعنے دیتا تھا اور خواب جو کسی طرح انہوں نے سن لیا تھا اس پر برا بھلا کہتے تھے اور کہتے تھے اپنے خواب کو بلا، وہ اب تجھے ہمارے ہاتھوں سے چھڑائے۔ جب سختیاں حد کو پہنچیں تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہودا سے کہا: خدا سے ڈر، اور ان لوگوں کو ان زیادتیوں سے روک۔ یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم نے مجھ سے کیا عہد کیا تھا کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا، تب وہ ان حرکتوں سے باز آئے اور سب نے اتفاق کرلیا کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تاریک کنویں میں ڈال دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ یہ کنواں کنعان سے تین فرسنگ (یعنی 9 میل) کے فاصلہ پر اُرْدُن کی سرزمین کے اَطراف میں واقع تھا، اوپر سے اس کا منہ تنگ تھا اور اندر سے کُشادہ، حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قمیص اتار کر کنوئیں میں چھوڑا، جب وہ اس کی نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تاکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

پانی میں گر کر ہلاک ہو جائیں ۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام پہنچے اور انہوں نے آپ کو کنویں میں موجود ایک پتھر پر بٹھا دیا اور آپ کے ہاتھ کھول دیئے۔[1]

﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ: اور ہم نے اسے وحی بھیجی۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے یا اِلہام کے ذریعے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ غمگین نہ ہوں ، ہم آپ کو گہرے کنویں سے نکال کر بلند مقام پر پہنچائیں گے اور تمہارے بھائیوں کو حاجت مند بنا کر تمہارے پاس لائیں گے اور انہیں تمہارے زیرِ فرمان کریں گے اور اے پیارے یوسف! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ، ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ضرور انہیں ان کا یہ ظالمانہ کام یاد دلاؤ گے جو انہوں نے اِس وقت تمہارے ساتھ کیا اور وہ اُس وقت تمہیں نہ جانتے ہوں گے کہ تم یوسف ہو کیونکہ اس وقت آپ کی شان بلند ہو گی اور آپ سلطنت وحکومت کی مسند پر ہوں گے جس کی وجہ سے وہ آپ کو پہچان نہ سکیں گے۔[2] قصہ مختصر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی اُنہیں کنوئیں میں ڈال کر واپس ہوئے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قمیص جو اتار لیا تھا اس کو ایک بکری کے بچے کے خون میں رنگ کر ساتھ لے لیا۔

وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس وہ روتے ہوئے آئے۔

﴿وَجَآءُوْ: اور وہ آئے۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ جب بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنویں میں ڈال دیا تو رات کے وقت اپنے والد کی طرف لوٹے تا کہ رات کے اندھیرے میں انہیں جھوٹا عذر پیش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو، جب وہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مکان کے قریب پہنچے تو انہوں نے رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا، جب حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے چیخنے کی آواز سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے اور فرمایا ''اے میرے بیٹو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں بکریوں میں کچھ نقصان ہوا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ١٥، ٢٢٣/٤.

2 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ١٥، ٨٦/٣، ملخصاً.

’’تو کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہیں؟‘‘[1]

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُۚ-وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہمارے باپ، ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کا مقابلہ کرتے (دور) چلے گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔

﴿قَالُوْا: کہنے لگے۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا ’’اے ہمارے باپ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے تھے کہ ہم میں سے کون آگے نکلتا ہے، اس دوڑ کے چکر میں ہم دور نکل گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، اسی دوران جب ہم یوسف سے غافل ہوئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور ہمیں علم ہے کہ آپ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے شدید محبت کی وجہ سے کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ہمارے ساتھ کوئی گواہ ہے نہ کوئی ایسی دلیل و علامت ہے جس سے ہماری سچائی ثابت ہو۔[2]

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍؕ-قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًاؕ-فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ-وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے کُرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱٦، ۳/۹.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱۷، ۳/۹، ملخصاً.

بنالی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو صبر اچھا اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔

﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ: اور وہ اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں ’’انہوں نے بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کا خون حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص پر لگا دیا تھا لیکن قمیص کو پھاڑنا بھول گئے، حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا ’’عجیب قسم کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ مزید فرمایا ’’حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے تو میرا طریقہ عمدہ صبر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ تعالٰی ہی سے مدد چاہتا ہوں۔[1]

وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا بولا آہا کیسی خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔ اس پانی لانے والے نے کہا: کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اسے سامانِ تجارت قرار دے کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کر رہے تھے۔

﴿وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ: اور ایک قافلہ آیا۔﴾ ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا وہ راستہ بھٹک کر اُس جنگل کی

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/۹-۱۰۔

طرف آنکلا جہاں آبادی سے بہت دور یہ کنواں تھا اور اس کا پانی کھاری تھا مگر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی برکت سے میٹھا ہوگیا، جب وہ قافلہ والے اس کنوئیں کے قریب اترے تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا کنویں کی طرف بھیجا، اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا اور یہ شخص مدین کا رہنے والا تھا، جب وہ کنوئیں پر پہنچا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وہ ڈول پکڑ لیا اور اس میں لٹک گئے، مالک نے ڈول کھینچا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کنویں سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عالَم افروز حسن دیکھا تو نہایت خوشی میں آکر اپنے ساتھیوں کو مُژدہ دیا کہ آہا کیسی خوشی کی بات ہے، یہ تو ایک بڑا حسین لڑکا ہے۔ مالک بن ذعر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں سامانِ تجارت قرار دے کر چھپا لیا تاکہ کوئی اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کردے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی جو اس جنگل میں اپنی بکریاں چراتے تھے اور وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نگرانی بھی کر رہے تھے، آج جو انہوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنوئیں میں نہ دیکھا تو وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے، وہاں انہوں نے مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو وہ اس سے کہنے لگے کہ یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے، کسی کام کا نہیں ہے اور نافرمان ہے، اگر خرید لو تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے اور پھر اسے کہیں اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کچھ نہ فرمایا۔(1)

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۚ وَ كَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ۠(۲۰)

ع ۲/۱۴ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بھائیوں نے بہت کم قیمت چند درہموں کے بدلے میں اسے بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

﴿وَ شَرَوْهُ: اور بھائیوں نے اسے بیچ ڈالا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے انہیں مالک بن ذعر

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/ ۱۰، ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/ ۸۹، ملتقطاً۔

خزاعی کے ہاتھ بہت کم قیمت والے چند درہموں کے بدلے بیچ دیا۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ بیس درہم تھے۔ اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی پہلے سے ہی ان میں کچھ رغبت نہ رکھتے تھے۔ پھر مالک بن ذعر اور اس کے ساتھی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مصر میں لائے، اس زمانے میں مصر کا بادشاہ ریان بن ولید بن نزدان عملیقی تھا اور اس نے اپنی عِنانِ سلطنت قطفیر مصری کے ہاتھ میں دے رکھی تھی، تمام خزائن اسی کے تحتِ تَصَرُّف تھے، اس کو عزیزِ مصر کہتے تھے اور وہ بادشاہ کا وزیرِ اعظم تھا، جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر کے بازار میں بیچنے کے لئے لائے گئے تو ہر شخص کے دل میں آپ کی طلب پیدا ہوئی اور خریداروں نے قیمت بڑھانا شروع کی یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزن کے برابر سونا، اتنی ہی چاندی، اتنا ہی مشک اور اتنا ہی ریشم قیمت مقرر ہوئی اور عمر شریف اس وقت تیرہ یا سترہ سال کی تھی۔ عزیزِ مصر نے اس قیمت پر آپ کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ دوسرے خریدار اس کے مقابلہ میں خاموش ہو گئے۔[1]

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًاؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے بولا انہیں عزت سے رکھ شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جماؤ دیا اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ہم انہیں بیٹا بنالیں اور اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں ٹھکانا دیا اور تاکہ ہم اسے باتوں کا انجام

1 ……صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۹۴۹، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۱۱، ملتقطاً.

سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

﴿وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ : اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مصر کے جس شخص نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خریدا اسے لوگ عزیزِ مصر کہتے تھے اور اس کا نام قطفیر تھا، اس نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عزت سے رکھو، ان کی قیام گاہ نفیس ہو، لباس اور خوراک اعلیٰ قسم کی ہو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے اور ہمارے کاموں میں اپنے تدبر و دانائی سے ہمارے لئے نفع مند اور بہتر مددگار ثابت ہو نیز ہوسکتا ہے کہ سلطنت اور حکومت کے کاموں کو سرانجام دینے میں ہمارے کام آئے کیونکہ رُشد کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہیں یا پھر ہم انہیں بیٹا بنالیں۔ یہ قطفیر نے اس لئے کہا کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ [1]

﴿وَكَذٰلِكَ : اور اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے قتل سے محفوظ کر کے اور کنویں سے سلامتی کے ساتھ باہر لاکر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر احسان فرمایا اسی طرح ہم نے انہیں مصر کی سرزمین میں ٹھکانا دیا تاکہ ہم اسے مصر کے خزانوں پر تسلط عطا کریں اور خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے حکم فرمائے، اس کے حکم کو کوئی روکنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی ٹالنے والا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس پر غالب ہے، مگر اکثر آدمی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کیا کرنے والا ہے اور وہ ان سے کیا چاہتا ہے۔ [2]

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب یوسف بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ : اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچے۔﴾ یعنی جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی جوانی کی پوری قوت کو پہنچے اور شباب اپنی انتہا پر آیا اور عمر مبارک امام ضحاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کے مطابق بیس سال، سدی کے

1 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/ ۹۰، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/ ۱۱، ملتقطاً۔

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/ ۱۱۔

قول کے مطابق تیس سال اور کلبی کے قول کے مطابق اٹھارہ اور تیس کے درمیان ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور دین میں فقاہت عطا فرمائی۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں حکم سے درست بات اور علم سے خواب کی تعبیر مراد ہے اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ چیزوں کی حقیقتوں کو جاننا علم اور علم کے مطابق عمل کرنا حکمت ہے۔[1]

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عمومی علم مبارک علمِ لدنی ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علمِ لدنی بخشا کہ استاد کے واسطے کے بغیر ہی علم وفقہ اور عملِ صالح عنایت کیا۔ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عمومی یا اکثر علم مبارک علمِ لدنی ہوتا ہے۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

اور ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں فرمایا

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[3] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

اور فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[4] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** رحمٰن نے۔ قرآن سکھایا۔

لہٰذا دنیا کا کوئی علم والا نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ لوگ دنیاوی استادوں کے شاگرد ہوتے ہیں اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ سے سیکھتے ہیں۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۱۱-۱۲.

2 ......کهف: ۶۵. 3 ......النساء: ۱۱۳. 4 ......سورۂ رحمن: ۱، ۲.

دیئے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اُس نے اُنہیں اُن کے نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی اور سب دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی: آؤ، (یہ) تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا: (ایسے کام سے) اللہ کی پناہ۔ بیشک وہ مجھے خریدنے والا شخص میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک زیادتی کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔

﴿هُوَ فِیْ بَیْتِهَا: وہ جس عورت کے گھر میں تھے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی انتہائی پاکدامنی بیان فرمائی ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انتہائی حسین وجمیل تھے، جب زلیخا نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حسن و جمال کو دیکھا تو اس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں لالچ کیا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ اسی گھر میں رہائش پذیر تھے جہاں زلیخا رہتی تھی، اس لئے زلیخا نے موقع پا کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے مُقدّس نفس کے خلاف پھسلانے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو کر اس کی ناجائز خواہش کو پورا کریں۔ زلیخا کے مکان میں یکے بعد دیگرے سات دروازے تھے، زلیخا نے ساتوں دروازے بند کر کے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا ''میری طرف آؤ، یہ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کی بات سن کر فرمایا'' میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور اسی سے اپنی حفاظت کا طلبگار ہوں کہ وہ مجھے اس قباحت سے بچائے جس کی تو طلب گار ہے۔ بے شک عزیزِ مصر قطفیر میری پرورش کرنے والا ہے اور اس نے مجھے رہنے کے لئے اچھی جگہ دی ہے اس کا بدلہ یہ نہیں کہ میں اس کے اہلِ خانہ میں خیانت کروں، جو ایسا کرے وہ ظالم ہے۔ [1] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے اور اپنے مُربّی کا احسان ماننا اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ

[1] ……تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۶/۴۳۸، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۱۲، ملتقطاً۔

عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا تو وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ہم نے اسی طرح کیا تا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

﴿ وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ : اور بیشک عورت نے یوسف کا ارادہ کیا۔﴾ یعنی زلیخا نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے برائی کا ارادہ کیا اور اگر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ بھی عورت کی طرف مائل ہو جاتے لیکن حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب تعالیٰ کی دلیل دیکھی اور اس فاسد ارادے سے محفوظ رہے اور وہ دلیل وبُرہان عِصمتِ نبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاکیزہ نُفوس کو برے اَخلاق اور گندے اَفعال سے پاک پیدا کیا ہے اور پاکیزہ، مُقدّس اور شرافت والے اَخلاق پر ان کی پیدائش فرمائی ہے، اس لئے وہ ہر ایسے کام سے باز رہتے ہیں جس کا کرنا منع ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زلیخا حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درپے ہوئی اس وقت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اَقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔ (1)

تنبیہ: ان آیات میں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

﴿ كَذٰلِكَ : اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دلیل دکھائی اسی طرح ہم اس سے ہر برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں گے اور بیشک حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے ان بندوں میں سے ہے جنہیں ہم نے نبوت کے لئے منتخب فرمالیا ہے اور دوسرے لوگوں پر انہیں اختیار کیا ہے۔ (2)

1 ......ابوسعود، یوسف، تحت الآیة: ٢٤، ٣/٩٤-٩٥، خازن، یوسف، تحت الآیة: ٢٤، ٣/١٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٢٤، ٣/١٥.

پاک دامن رہنے اور قدرت کے باوجود گناہ سے بچنے کے فضائل

اَحادیث میں پاک دامن رہنے اور قدرت کے باوجود بدکاری سے بچنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے، ترغیب کے لئے 4 اَحادیث اور ایک حکایت درج ذیل ہے۔

(1)......حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو مجھے اپنے دونوں جبڑوں اور اپنی ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان اور شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (1)

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے قریش کے جوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور زِنا نہ کرو، سن لو! جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔ (2)

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (3)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللّٰہ تعالٰی اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں ایک) وہ شخص ہے جسے کسی منصب و جمال والی عورت نے (اپنے ساتھ برائی کرنے کے لئے) طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں اللّٰہ تعالٰی سے ڈرتا ہوں۔ (4)

ٹوکریاں بیچنے والا نوجوان

حضرت ابو عبداللّٰہ بلخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا جس سے زیادہ حسن

---

(1)......بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ۴/۲۴۰، الحدیث: ۶۴۷۴.

(2)......شعب الایمان، السابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۳۶۵، الحدیث: ۵۴۲۵.

(3)......حلیة الاولیاء، الربیع بن صبیح، ۶/۳۳۶، الحدیث: ۸۸۳۰.

(4)......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة... الخ، ۱/۲۳۶، الحدیث: ۶۶۰.

وجمال والا کوئی نوجوان کبھی دیکھا نہ گیا، وہ ٹوکریاں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن یوں ہوا کہ وہ اپنی ٹوکریاں لے کر (انہیں بیچنے کے لئے) گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے محل سے ایک عورت نکلی، جب اس نے نوجوان کو دیکھا تو جلدی سے واپس لوٹ گئی اور بادشاہ کی شہزادی سے کہا: میں نے گھر سے ایک نوجوان کو ٹوکریاں بیچتے ہوئے دیکھا (وہ اتنا خوبصورت ہے کہ) میں نے اس سے زیادہ حسین وجمیل نوجوان کبھی نہیں دیکھا۔ (یہ سن کر) شہزادی نے کہا: اسے لے آؤ۔ وہ عورت اس کے پاس گئی اور کہا: اے نوجوان! اندر آجاؤ، ہم تم سے خریداری کریں گے۔ نوجوان (محل میں) داخل ہوا تو عورت نے اس کے پیچھے دروازہ بند کردیا، پھر اس سے کہا: داخل ہو جاؤ۔ وہ داخل ہوا تو اس نے پیچھے سے دوسرا دروازہ بند کردیا، پھر وہ عورت نوجوان کو شہزادی کے سامنے لے گئی جس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا ہوا تھا اور اس کا سینہ بھی عُریاں تھا۔ (جب نوجوان نے شہزادی کو اس حالت میں دیکھا) تو اس نے شہزادی سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے، تم (اپنا چہرہ اور سینہ) چھپالو۔ شہزادی نے کہا: ہم نے تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نہیں بلایا بلکہ محض اس مقصد کے لئے بلایا ہے (کہ ہم تجھ سے اپنی شہوت کی تسکین کرنا چاہتے ہیں۔) نوجوان نے اس سے کہا: تو (اس معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ شہزادی نے کہا: میری مراد پوری کرنے میں اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں بادشاہ کو بتادوں گی کہ تم میرے پاس صرف میرے نفس پر غالب آنے کے لئے آئے ہو۔ نوجوان نے پھر انکار کیا اور اسے نصیحت کی، جب اس نے (نصیحت ماننے سے) انکار کردیا تو نوجوان نے کہا: میرے لئے وضو کا انتظام کردو۔ شہزادی نے کہا: کیا تو مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے؟ اے خادمہ: اس کے لئے محل کی چھت پر وضو کا برتن رکھ دو تاکہ یہ فرار نہ ہو سکے۔ محل کی چھت زمین سے تقریباً 40 گز اونچی تھی، جب وہ نوجوان چھت پر پہنچ گیا تو اس نے (دعا مانگتے ہوئے) عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے تیری نافرمانی کی طرف بلایا جارہا ہے اور میں اپنے نفس سے صبر کرنے کو اختیار کررہا ہوں، (مجھے یہ منظور ہے کہ) اپنے آپ کو اس محل سے نیچے گرادوں اور گناہ نہ کروں، پھر اس نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھی اور خود کو محل کی چھت سے نیچے گرادیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے بازوؤں سے پکڑا اور پاؤں کے بل زمین پر کھڑا کردیا، جب وہ نوجوان زمین پر اتر آیا تو عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھے ایسا رزق دے سکتا ہے جو مجھے یہ ٹوکریاں بیچنے سے بے نیاز کردے۔ (جب اس نے یہ دعا کی) تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک بوری بھیجی جو سونے سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے بوری سے سونا بھرنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس نے اپنا کپڑا بھرلیا۔ پھر اس نے عرض کی: ”اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ،

اگر یہ اسی رزق کا حصہ ہے جو تو نے مجھے دنیا میں دینا تھا تو مجھے اس میں برکت عطا فرما اور اگر یہ میرے اس اجرو ثواب میں سے کچھ کم کر دے گا جو تیرے پاس آخرت میں ہے تو مجھے اس سونے کی حاجت نہیں ۔ (جب اس نوجوان نے یہ کہا) تو اسے ایک آواز سنائی دی: جو سونا ہم نے تجھے عطا کیا، یہ اس اجر کا پچیسواں حصہ ہے جو تجھے خود کو اس محل سے گرانے پر صبر کرنے سے ملا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: ''اے میرے پروردگار! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ایسے مال کی حاجت نہیں جو میرے اس ثواب میں کمی کا باعث بنے جو آخرت میں تیرے پاس ہے۔ (جب نوجوان نے یہ بات کہی) تو وہ سونا اٹھالیا گیا۔ [1]

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس عورت کے شوہر کو پایا تو عورت کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا (دی جائے)۔

﴿ **وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ: اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔** ﴾ جب زلیخا حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درپے ہوئی اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب تعالیٰ کی بُرہان دیکھی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دروازے کی طرف بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے بھاگی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جس جس دروازے پر پہنچتے جاتے تھے اس کا تالا کھل کر گرتا چلا جاتا تھا۔ آخر کار زلیخا حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک پہنچی اور اس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر آپ کو کھینچا تاکہ آپ نکلنے نہ پائیں لیکن آپ غالب آئے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔ زلیخا کے قمیص کھینچنے کی وجہ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی تھی۔ حضرت

[1] ......عیون الحکایات، الحکایة الخامسة والعشرون بعد المائة، ص۱٤۲-۱٤۳.

یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام جیسے ہی باہر نکلے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے پیچھے زلیخا بھی نکلی تو انہوں نے زلیخا کے شوہر یعنی عزیزِ مصر کو دروازے کے پاس پایا، فوراً ہی زلیخا نے اپنی براءت ظاہر کرنے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو اپنے مکر سے خوفزدہ کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور شوہر سے کہنے لگی: اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ اتنا کہہ کر زلیخا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عزیز طیش میں آ کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قتل کے درپے نہ ہو جائے اور یہ زلیخا کی شدّتِ محبت کب گوارا کرسکتی تھی اس لئے اس نے یہ کہا ''یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے یعنی اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ [1]

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَاۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کُرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا۔ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے۔ پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا دیکھا بولا بیشک یہ تم عورتوں کا چرتر ہے بیشک تمہارا چرتر بڑا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: اسی نے میرے دل کو پھسلانے کی کوشش کی ہے اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں۔ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا:

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۱۵، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۵۲۶، ملتقطاً.

بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے۔ بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی ہے اور آپ کے لئے قید وسزا کی صورت پیدا کرتی ہے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی براءت کا اظہار اور حقیقتِ حال کا بیان ضروری سمجھا اور فرمایا ''یہ مجھ سے برے فعل کی طلب گار ہوئی تو میں نے اس سے انکار کیا اور میں بھاگا۔ عزیز نے کہا ''اس بات پر کس طرح یقین کیا جائے؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اس گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ جھولے میں ہے جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا ہے، اس سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا کہ ''چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرادینے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچہ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بچہ بولنے لگا اور اس نے کہا: اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو پھر تو عورت سچی ہے اور یہ سچے نہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یعنی اگر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آگے بڑھے اور زلیخا نے ان کو ہٹایا تو کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہوگا اور اگر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بھاگ رہے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑ رہی تھی تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہوگا۔ [1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان

اس واقعے سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان بھی معلوم ہوئی کہ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہمت لگی تو ان کی پاکیزگی کی گواہی بچے سے دلوائی گئی اگرچہ یہ بھی عظیم چیز ہے لیکن جب سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگی تو چونکہ وہ معاملہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت کا بھی تھا اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عِفّت وعصمت اور پاکیزگی کی گواہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود دی۔

دودھ پینے کی عمر میں کلام کرنے والے بچے

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: خیال رہے کہ چند شیر خوار بچوں نے کلام کیا ہے۔ (1) حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ گواہ۔ (2) ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیدا ہوتے ہی حمدِ الٰہی کی۔ (3) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ (4) حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا۔

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۳/۱۵-۱۶، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ص۵۲۶-۵۲۷، ملتقطاً۔

(5) حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ۔(6) حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ۔(7) اس عورت کا بچہ جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی تھی اور وہ بے گناہ تھی ۔(8) خندق والی مصیبت زدہ عورت کا بچہ یعنی اَصحابِ اُخدود ۔(9) حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی کنگھی کرنے والی کا بچہ ۔(10) مبارک یمامہ، جس نے پیدا ہوتے ہی سرکار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے حکم سے گواہی دی ۔(11) جریج راہب کی گواہی دینے والا بچہ۔

﴿ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ: پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا۔﴾ یعنی جب عزیز نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا اور جان لیا کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سچے ہیں اور زلیخا جھوٹی ہے تو زلیخا سے کہا ’’تمہاری یہ بات کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ یہ صرف تم عورتوں کا مکر ہے، بیشک تمہارا مکر بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے تم مردوں پر غالب آجاتی ہو۔ (1)

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـٕیْنَ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بیشک تو خطاواروں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ ۔ بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

﴿ یُوْسُفُ: اے یوسف!﴾ جب عزیزِ مصر کے سامنے زلیخا کی خیانت اور حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی براءت ثابت ہوگئی تو عزیز نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح معذرت کی ’’اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اس پر مغموم نہ ہو بے شک تم پاک ہو۔ اس کلام سے یہ بھی مطلب تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرو تا کہ چرچا نہ ہو اور شُہرہ عام نہ ہو جائے۔ (2)

---

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٢٨، ص٥٢٧.

2 ......خازن، يوسف، تحت الآية: ٢٩، ١٦/٣.

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی برأت کی مزید علامتیں

اس آیت کے علاوہ بھی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی برأت کی بہت سی علامتیں موجود تھیں ایک تو یہ کہ کوئی شریف طبیعت انسان اپنے مُحسن کے ساتھ اس طرح کی خیانت روا نہیں رکھتا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اچھے اَخلاق کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہوئے کس طرح ایسا کر سکتے تھے۔ دوسری یہ کہ دیکھنے والوں نے آپ کو بھاگتے آتے دیکھا اور طالب کی یہ شان نہیں ہوتی بلکہ وہ درپے ہوتا ہے، آگے نہیں بھاگتا۔ بھاگتا وہی ہے جو کسی بات پر مجبور کیا جائے اور وہ اسے گوارا نہ کرے۔ تیسری یہ کہ عورت نے انتہا درجہ کا سنگار کیا تھا اور وہ غیر معمولی زیب و زینت کی حالت میں تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رغبت و اہتمام محض اس کی طرف سے تھا۔ چوتھی یہ کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تقویٰ و طہارت جو ایک دراز مدت تک دیکھا جا چکا تھا اس سے آپ کی طرف ایسے برے فعل کی نسبت کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی تھی۔ [1]

﴿وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ: اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔﴾ یعنی عزیزِ مصر زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا ''اے عورت! تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ جو تو نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہمت لگائی حالانکہ وہ اس سے بری ہیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کا ارادہ کرنے کی وجہ سے بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔ [2]

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّاؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بی بی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پَیر گئی ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہا: عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں۔

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۷، ۲۹، ۱۶/۳.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۲۷، ۲۹، ۱۶/۳.

﴿وَقَالَ نِسۡوَةٌ فِی الۡمَدِیۡنَةِ: اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہا۔﴾ عزیزِ مصر نے اگرچہ اس قصہ کو بہت دبایا لیکن یہ خبر چھپ نہ سکی اور اس کا چرچا اور شہرہ ہو ہی گیا۔ شہر میں شُرفاءِ مصر کی عورتیں زلیخا اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی زلیخا اپنے نوجوان کا دل لبھانے کی کوشش کرتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اس عورت کو کھلی محبت میں گم دیکھ رہے ہیں کہ اس دیوانے پن میں اس کو اپنے ننگ و ناموس اور پردے و عفت کا لحاظ بھی نہ رہا۔ [1]

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ وَاَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب زلیخا نے ان کا چکر وا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللّٰہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب اس عورت نے ان کی بات سنی تو ان عورتوں کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ لگا کر بیٹھنے کی نشستیں تیار کردیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی اور یوسف سے کہا: ان کے سامنے نکل آیئے تو جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی بڑائی پکار اُٹھیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پکار اُٹھیں سُبْحَانَ اللّٰه، یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بڑی عزت والا فرشتہ ہے۔

﴿فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ: تو جب اس عورت نے ان کی بات سنی۔﴾ یعنی جب زلیخا نے سنا کہ اَشرافِ مصر کی عورتیں اسے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت پر ملامت کرتی ہیں تو اس نے چاہا کہ وہ اپنا عذر ان کے سامنے ظاہر کردے،

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۱۶-۱۷، ملخصاً۔

چنانچہ اس کے لئے اس نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اس دعوت میں اشرافِ مصر کی چالیس عورتوں کو مدعو کرلیا، ان میں وہ سب عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اس پر ملامت کی تھی، زلیخا نے ان عورتوں کو بہت عزت واحترام کے ساتھ مہمان بنایا اوران کیلئے نہایت پُرتکلُّف نشستیں تیار کردیں جن پر وہ بہت عزت وآرام سے تکئے لگا کر بیٹھیں، دستر خوان بچھائے گئے اور طرح طرح کے کھانے اور میوے اس پر چنے گئے۔ پھر زلیخا نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی تاکہ وہ اس سے کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں، اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عمدہ لباس پہننے کیلئے دیا اور کہا ''ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ پہلے تو آپ نے اس سے انکار کیا لیکن جب اِصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو زلیخا کی مخالفت کے اندیشے سے آپ کو آنا ہی پڑا۔ جب عورتوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو ان کی بڑائی پکار اُٹھیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ نبوت ورسالت کے اَنوار، عاجزی و اِنکساری کے آثار، شاہانہ ہَیبت واِقتدار اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور حسین وجمیل صورتوں کی طرف سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں آ گئیں اور آپ کی عظمت وہیبت دلوں میں بھرگئی اور حسن وجمال نے ایسا وارفتہ کیا کہ ان عورتوں کو خود فراموشی ہوگئی اوران کے حسن وجمال میں گم ہو کر پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا اصلاً احساس نہ ہوا۔ وہ پکار اٹھیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہ، یہ کوئی انسان نہیں ہے کہ ایسا حسن وجمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا اور اس کے ساتھ نفس کی یہ طہارت کہ مصر کے اعلیٰ خاندانوں کی حسین وجمیل عورتیں، طرح طرح کے نفیس لباسوں اور زیوروں سے آراستہ وپیراستہ سامنے موجود ہیں اور آپ کی شانِ بے نیازی ایسی کہ کسی کی طرف نظر نہیں فرماتے اور قطعاً اِلتفات نہیں کرتے۔[1] اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس واقعے کی طرف اشارہ کرکے بڑے حسین انداز میں شانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں	سر کٹاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب

سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حسن میں فرق

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا اور ان کا حسن ظاہر تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے حسن کو اپنے جلال کے پردوں میں نہیں چھپایا، اسی لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حسن کا نظارہ کرکے عورتیں فتنے میں مبتلا ہوگئیں جبکہ حبیبِ پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کامل حسن عطا

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۱۷-۱۸، تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶/۴۴۸، ملتقطاً۔

کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جمال کو اپنے جلال کے پردوں میں چھپا دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کا حسنِ کامل دیکھ کر بھی کوئی عورت فتنے میں مبتلا نہ ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سراپا اقدس کی تفصیلات بڑے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مروی نہیں بلکہ چھوٹے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے منقول ہیں کیونکہ بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے دلوں میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہیبت وجلال اس قدر تھی کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف نظر نہ اٹھا سکتے تھے۔[1]

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: زلیخا نے کہا تو یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بیشک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: زلیخا نے کہا: تو یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

﴿قَالَتْ: زلیخا نے کہا۔﴾ عورتوں نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو وہ ان کے حسن و جمال میں گم ہوگئیں، یہ دیکھ کر زلیخا نے ان سے کہا ''یہ ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم نے دیکھ لیا اور تمہیں معلوم ہوگیا کہ میرا دیوانہ پن کچھ قابلِ تعجب اور ملامت نہیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے۔ اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ زلیخا کا کہنا مان لیجئے۔ ان کی بات سن کر زلیخا بولی ''بیشک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں ڈالے

[1]......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۹٤۸، ملخصاً.

جائیں گے اور ضرور ذلت اٹھانے والوں میں سے ہوں گے اور چوروں، قاتلوں اور نافرمانوں کے ساتھ جیل میں رہیں گے، کیونکہ انہوں نے میرا دل مجھ سے چھین لیا اور میری نافرمانی کی اور فراق کی تلوار سے میرا خون بہایا تو اب انہیں بھی خوشگوار کھانا پینا اور آرام کی نیند سونا مُیَسَّر نہ ہوگا، جیسا میں جدائی کی تکلیفوں میں مصیبتیں جھیلتی اور صدموں میں پریشانی کے ساتھ وقت کاٹتی ہوں یہ بھی تو کچھ تکلیف اٹھائیں، میرے ساتھ ریشم میں شاہانہ چارپائی پر عیش گوارا نہیں ہے تو قید خانے کے چبھنے والے بوریئے پر ننگے جسم کو دُکھانا گوارا کریں، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے اور مصری عورتیں ملامت کرنے کے بہانے سے باہر آئیں اور ایک ایک نے آپ سے اپنی تمناؤں اور مرادوں کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ (1)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۳۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے عرض کی اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا۔ تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا بیشک وہی ہے سنتا جانتا۔ پھر سب کچھ نشانیاں دیکھ دکھا کر پچھلی مت انہیں یہی آئی کہ ضرور ایک مدت تک اسے قید خانہ میں ڈالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اس کام کی بجائے قید خانہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکروفریب نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۱۸، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۳۲، ص۵۲۸-۵۲۹، ملتقطاً.

ہو جاؤں گا۔تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکروفریب پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ پھر سب نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہیں یہی سمجھ آئی کہ وہ ضرور ایک مدت تک کیلئے اسے قید خانہ میں ڈال دیں۔

﴿ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ: پھر ان کیلئے یہی بات ظاہر ہوئی۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے امید پوری ہونے کی کوئی شکل نہ دیکھی تو مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب دو تین روز حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قید خانہ میں رکھا جائے تاکہ وہاں کی محنت و مشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کر لیں۔ زلیخا نے اس رائے کو مانا اور عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس عبرانی غلام کی وجہ سے بدنام ہوگئی ہوں اور میری طبیعت اس سے نفرت کرنے لگی ہے، مناسب یہ ہے کہ ان کو قید کیا جائے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ خطا وار ہیں اور میں ملامت سے بری ہوں۔ یہ بات عزیز کے خیال میں آ گئی اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قید خانے میں بھیج دیا۔[1]

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے ان میں ایک بولا میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرند کھاتے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتائیے بیشک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسف!) آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ بیشک ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں۔

1 ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۵، ٦/۴۵۲، ملخصاً.

﴿وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجۡنَ فَتَیٰنِ : اور یوسف کے ساتھ قید خانے میں دو جوان بھی داخل ہوئے ۔﴾ ان دو جوانوں میں سے ایک تو مصر کے شاہِ اعظم ولید بن نزدان عملیقی کے باورچی خانے کا انچارج تھا اور دوسرا اس کا ساقی، ان دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا اور اس جرم میں دونوں قید کر دیئے گئے ۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب قید خانے میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنے علم کا اظہار شروع کر دیا اور فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں ۔ ان دو جوانوں میں سے جو بادشاہ کا ساقی تھا اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں اور وہاں ایک انگور کی بیل میں تین خوشے لگے ہوئے ہیں، بادشاہ کا کاسہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ان انگوروں کا رس نچوڑ کر بادشاہ کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ دوسرا یعنی کچن کا انچارج بولا ''میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کے کچن میں اپنے سر پر کچھ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں ۔ اے یوسف! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے ۔ بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ دن میں روزہ دار رہتے ہیں، ساری رات نماز میں گزارتے ہیں، جب کوئی جیل میں بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کرتے ہیں اور اس کی خبر گیری رکھتے ہیں، جب کسی پر تنگی ہوتی ہے تو اس کے لئے کشائش کی راہ نکالتے ہیں ۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں تعبیر بتانے سے پہلے اپنے معجزے کا اظہار اور توحید کی دعوت شروع کر دی اور یہ ظاہر فرما دیا کہ علم میں آپ کا درجہ اس سے زیادہ ہے جتنا وہ لوگ آپ کے بارے میں سمجھتے ہیں کیونکہ علمِ تعبیر ظن پر مبنی ہے اس لئے آپ نے چاہا کہ انہیں ظاہر فرما دیں کہ آپ غیب کی یقینی خبریں دینے پر قدرت رکھتے ہیں اور اس سے مخلوق عاجز ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے غیبی عُلوم عطا فرمائے ہوں اس کے نزدیک خواب کی تعبیر کیا بڑی بات ہے، اس وقت معجزے کا اظہار آپ نے اس لئے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ ان دونوں میں ایک عنقریب سولی دیا جائے گا، اس لئے آپ نے چاہا کہ اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچا دیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے ۔[1] سُبْحَانَ اللہ ! حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جیل کی تنگ و تکلیف دِہ زندگی میں بھی کس قدر پیارا اور دلنواز کردار ہے ۔ کاش کہ ہم عافیت کی زندگی میں ہی ایسے کردار کو اپنانے کی کوشش کر لیں ۔

---

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٣٦، ص٥٢٩-٥٣٠، خازن، يوسف، تحت الآية: ٣٦، ٣ /١٩-٢٠، روح البيان، يوسف، تحت الآية: ٣٦، ٣٨، ٤/٢٥٧، ٢٦٠، ملتقطاً .

قید خانے میں بھی تبلیغ

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے اَکابر اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ بھی جہاں عافیت کی حالت میں دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے وہیں قید و بند کی صعوبتوں میں بھی انہوں نے اپنے قول اور عمل کے ذریعے تبلیغِ دین کے سلسلے کو جاری وساری رکھا، جن میں ایک بہت بڑا اور عظیم نام سیدنا مجدد الفِ ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ہے، جب اکبر بادشاہ نے ملحدین اور بے دینوں کے ذریعے ایک نیا دین یعنی دینِ اکبری ایجاد کیا تو حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ملک کے طُول وعَرض میں دینِ اکبری کے خلاف اور دینِ اسلام کے دفاع میں مکتوبات اور مریدین کی جماعت کے ذریعے اپنی تبلیغی کوششوں کو عام کر دیا پھر جب اکبر بادشاہ مر گیا اور اس کے بعد جہانگیر نے سلطنت کی زِمامِ کار سنبھالی تو اس نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے بعد حضرت مجدد الفِ ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو اپنے دربار میں بلایا اور تادیب کرنے، تہذیب سکھانے اور دربارِ شاہی کی تعظیم نہ کرنے کو بہانا بنا کر انہیں قلعہ گوالیار میں قید کر دیا، لیکن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے وہاں قیدیوں میں بھی اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھا جس کے نتیجے میں ہزاروں کافر ومشرک قیدی مشرف بااسلام ہو گئے، اسی طرح قید خانے سے مکتوبات کے ذریعے اپنے اہل وعیال، مریدوں اور اہلِ محبت کو اَحکامِ اسلام پر عمل کی دعوت دیتے رہے، ان میں سے ایک خط مُلاحظہ ہو، چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ''فرزندانِ گرامی! مصیبت کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہے لیکن اس میں فرصت میسر آ جائے تو غنیمت ہے، اس وقت تمہیں چونکہ فرصت میسر ہے اس لئے اللّٰہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور ایک لمحہ بھی فارغ نہ بیٹھو، تین باتوں میں سے ہر ایک کی پابندی ضرور ہونی چاہئے (1) قرآنِ پاک کی تلاوت۔ (2) لمبی قراءت کے ساتھ نماز۔ (3) کلمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تکرار۔ کلمہ لَا کے ساتھ نفس کے خودساختہ خداؤں کی نفی کریں، اپنی مرادوں اور مقصدوں کی بھی نفی کریں، اپنی مرادیں چاہنا (یعنی جو ہم چاہیں وہی ہو جائے گویا) خدائی کا دعویٰ کرنا ہے اس لئے چاہئے کہ سینے میں کسی مراد کی کوئی گنجائش نہ رہے اور ہوس کا خیال تک نہ آنے پائے تاکہ حیات کی حقیقت متحقق ہو۔ نفسانی خواہشات جو کہ جھوٹے خدا ہیں کو کلمہ ''لَا'' کے تحت لائیں تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے اور تمہارے سینے میں کوئی مقصد و مراد باقی نہ رہے حتّٰی کہ میری رہائی کی آرزو

بھی جو اس وقت تمہاری سب سے اہم آرزوؤں میں ہے، نہ ہونی چاہئے ،تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فعل ومشیت پر راضی رہیں، جہاں بیٹھے ہوئے ہیں اسے اپنا وطن سمجھیں۔ یہ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزرے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرنی چاہئے۔ (1)

جیل میں تبلیغ کے حوالے سے ایک دوسرا واقعہ مُلاحظہ فرمائیں، چنانچہ امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر نگہبانوں میں سے ایک شخص حسن بن قحطبہ نے امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: میرا کام آپ سے مخفی نہیں ہے، کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے پر نادم ہو، اور جب تجھے کسی مسلمان کو قتل کرنے اور خود قتل ہونے میں اختیار دیا جائے تو تم اسے قتل کرنے پر اپنے قتل ہونے کو ترجیح دو اور اللہ تعالیٰ سے پختہ ارادہ کرو کہ آئندہ تم کسی مسلمان کو قتل نہیں کرو گے اور تم نے اس عہد کو پورا کرلیا تو سمجھ لینا کہ تیری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ (2)

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتادوں گا یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے بیشک میں نے ان لوگوں کا دین نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت سے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

---

1 ......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب دوم، ۲/۷-۸.

2 ......مناقب الامام الاعظم للکردری، الفصل السادس فی وفاۃ الامام رضی اللّٰہ عنہ، ص ۲۲، الجزء الثانی.

﴿ قَالَ: فرمایا۔ ﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان دونوں سے فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا جو تم نے میرے سامنے بیان کیا ہے۔ (1) دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نے خواب میں جو کھانا دیکھا اور اس کے بارے میں مجھے خبر دی ہے، میں حقیقت میں اس طرح ہونے سے پہلے ہی تمہیں اس کی تعبیر بتادوں گا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ تمہارے گھروں سے جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی مقدار، اس کا رنگ، تمہارے پاس آنے سے پہلے اس کے آنے کا وقت اور یہ کہ تم نے کیا کھایا، کتنا کھایا اور کب کھایا بتادوں گا۔ (2)

﴿ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ: یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ ﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر ان دونوں قیدیوں نے کہا ''یہ علم تو کاہنوں اور نجومیوں کے پاس ہوتا ہے، آپ کے پاس یہ علم کہاں سے آیا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں کاہن یا نجومی نہیں ہوں، جس کے بارے میں، میں تمہیں خبر دوں گا وہ اللہ تعالٰی کی وحی ہے جو اس نے میری طرف فرمائی اور یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالٰی نے مجھے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ (3)

یہاں خواب کی تعبیر سے متعلق ذکر ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں خواب بتانے کے آداب، خواب کی تعبیر بیان کرنے کے آداب، خواب کی تعبیر بیان کرنے والے مشہور علما اور اس موضوع پر مشتمل کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر سے متعلق حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مبارک معمول بھی بیان کرتے ہیں

خواب بتانے کے آداب

(1)......صرف اس کے سامنے خواب بیان کیا جائے جو اس کی صحیح تعبیر بتا سکتا ہو یا وہ اس سے محبت رکھتا ہو یا وہ قریبی دوست ہو، حاسدوں اور جاہلوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے بچنا چاہئے۔ صحیح بخاری میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اچھا خواب اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اگر ایسا خواب دیکھے کہ جو اسے پسند نہ ہو تو اس کے شر سے اور شیطان کے

1 ......بیضاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۲۸۷-۲۸۸.

2 ......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۹۵۶، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۲۰، ملتقطاً.

3 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۲۰.

شر سے اسے پناہ مانگنی چاہئے اور (اپنی بائیں طرف) تین مرتبہ تھتکار دے اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہ دے گا۔[1]

(2)......اپنی طرف سے خواب بنا کر بیان نہ کیا جائے کہ اس پر حدیث پاک میں سخت وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے اس چیز کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جَو کے دو دانوں میں گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کرسکے گا۔[2]

(3)......ڈراؤنے خواب دیکھنے سے متعلق حدیثِ پاک میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے ''**اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ**'' میں **اللہ** کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسوں اور ان کی حاضری سے۔'' تو تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔[3]

خوابوں کی تعبیر بتانے کے آداب

یاد رہے کہ خواب کی تعبیر بیان کرنا نہ ہر شخص کا کام ہے اور نہ ہی ہر عالم خواب کی تعبیر بیان کرسکتا ہے بلکہ خواب کی تعبیر بتانے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی خواب کی تعبیروں پر عبور ہو، الفاظ کے معانی، کنایات اور مجازات پر نظر ہو، خواب دیکھنے والے کے اَحوال اور معمولات سے واقفیت ہو اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والا متقی و پرہیزگار ہو۔ موضوع کی مناسبت سے یہاں خواب کی تعبیر بیان کرنے کے 5 آداب درج ذیل ہیں

(1)......جب تعبیر بیان کرنے والے کے سامنے کوئی اپنا خواب بیان کرنے لگے تو وہ دعائیہ کلمات کے ساتھ اس سے کہے: جو خواب آپ نے دیکھا اس میں بھلائی ہو، آپ اپنا خواب بیان کریں۔

---

1 ......بخاری، كتاب التعبير، باب اذا رأى ما يكره فلا يخبر بها ولا يذكرها، ٤٢٣/٤، الحديث: ٧٠٤٤.

2 ......بخاری، كتاب التعبير، باب من كذب فى حلمه، ٤٢٢/٤، الحديث: ٧٠٤٢.

3 ......ترمذی، كتاب الدعوات، ٩٣-باب، ٣١٢/٥، الحديث: ٣٥٣٩.

(2)......اچھے طریقے سے خواب سنے اور تعبیر بیان کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔

(3)......خواب سن کر اس میں غور کرے، اگر خواب اچھا ہو تو خواب بیان کرنے والے کو خوشخبری دے کر اس کی تعبیر بیان کرے اور اگر برا ہو تو اس کے مختلف اِحتمالات میں جو سب سے اچھا احتمال ہو وہ بیان کرے اور اگر خواب کا اچھا یا برا ہونا دونوں برابر ہوں تو اصول کی روشنی میں جسے ترجیح ہو وہ بیان کرے اور اگر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو خواب بیان کرنے والے کا نام پوچھ کر اس کے مطابق تعبیر بیان کر دے اور خواب بیان کرنے والے کو تعبیر سمجھا دے۔

(4)......سورج طلوع ہوتے وقت، زوال کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت تعبیر بیان نہ کرے۔

(5)......تعبیر بیان کرنے والے کو بتائے گئے خواب اس کے پاس امانت ہیں اس لئے وہ ان خوابوں کو کسی اور پر بلا ضرورت ظاہر نہ کرے۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے والے مشہور علما اور تعبیر پر مشتمل کتابیں

خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں مہارت رکھنے والے علمانے اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک امام المعبرین حضرت امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''تَفْسِیْرُ الْاَحْلَامِ الْکَبِیْر'' ہے جو کہ ''تعبیرُ الرُّؤیا'' کے نام سے مشہور ہے اور ایک کتاب علامہ عبدالغنی نابُلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ہے جو کہ ''تَعْبِیْرُ الْمَنَام'' کے نام سے مشہور ہے۔

خواب کی تعبیر سے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معمول اور دو خوابوں کی تعبیریں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ حضورِ اقدس، سید عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے (یعنی خواب کو) امرِ عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا (وہ) عرض کرتا (اور) حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس خواب کی) تعبیر فرماتے۔[1]

اسی سلسلے میں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

[1]......بخاری، کتاب الجنائز، ۹۳-باب، ۱/۴۶۷، الحدیث: ۱۳۸۶، **فتاوی رضویہ، ۲۲/۲۷۰-۲۷۱۔**

’’میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے بھی نکلنے لگی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دے دیا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا (اس سے مراد) علم (ہے)۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے درمیان میں ایک ستون ہے جس کی چوٹی پر ایک حلقہ ہے، مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو، میں نے کہا: مجھ میں اتنی طاقت نہیں، پھر میرے پاس ایک ملازم آیا اور اس نے میرے کپڑے سنبھالے تو میں چڑھ گیا اور میں نے اُس حلقے کو پکڑ لیا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے حلقہ پکڑا ہوا تھا، پھر میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ خواب بیان کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ باغ تو اسلام کا باغ ہے اور وہ ستون بھی اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ مضبوط حلقہ ہے یعنی آخری وقت تک تم اسلام کو ہمیشہ پکڑے رہو گے۔[2]

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائیں یہ اللّٰہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللّٰہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

---

1 ......بخاری، کتاب التعبیر، باب اللبن، ۴/۴۱۱، الحدیث: ۷۰۰۶.

2 ......بخاری، کتاب التعبیر، باب التعلیق بالعروة والحلقة، ۴/۴۱۳، الحدیث: ۷۰۱۴.

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ: **اور میں نے اپنے باپ دادا کا دین اختیار کیا۔**﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے معجزے کا اظہار فرمانے کے بعد یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں اور آپ کے آباؤ اَجداد اَنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، جن کا بلند مرتبہ دنیا میں مشہور ہے۔ اس سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقصد یہ تھا کہ سننے والے آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کی ہدایت مانیں اور فرمایا کہ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔ نیز توحید اختیار کرنا اور شرک سے بچنا ہم پر اور لوگوں پر اللّٰہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ اُن نعمتوں پر شکر نہیں کرتے جو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں اور ان کی ناشکری یہ ہے کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت بجا نہیں لاتے اور مخلوق پرستی کرتے ہیں۔ (1)

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُؕ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو کیا جدا جدا رب اچھے یا ایک اللّٰہ جو سب پر غالب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللّٰہ جو سب پر غالب ہے؟

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ: **اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!**﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں سے فرمایا کہ کیا جدا جدا رب جیسا کہ بت پرستوں نے بنا رکھے ہیں کہ کوئی سونے کا، کوئی چاندی کا، کوئی تانبے کا، کوئی لوہے کا، کوئی لکڑی کا، کوئی پتھر کا، کوئی اور کسی چیز کا، کوئی چھوٹا کوئی بڑا، مگر سب کے سب نکمے بے کار، نہ نفع دے سکیں نہ ضرر پہنچا سکیں، ایسے جھوٹے معبود اچھے ہیں یا ایک اللّٰہ تعالیٰ جو سب پر غالب ہے کہ نہ کوئی اس کا مقابل ہو سکتا ہے نہ اس کے حکم میں دخل دے سکتا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ نظیر، سب پر اس کا حکم جاری اور سب اس کی ملک میں ہیں۔ (2)

تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلائل مضبوط استعمال کرنے چاہئیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تبلیغ میں الفاظ نرم اور دلائل قوی استعمال کرنے چاہئیں جیسے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نرم الفاظ کے ساتھ ان دو افراد کو اسلام قبول کرنے کی طرف مائل کیا۔

---

1 ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیة: ۳۸، ۶/۴۵۶، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۳۸، ۳/۲۰-۲۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۳۹، ۳/۲۱، ملخصاً.

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادانے تراش لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً: تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان قیدیوں کو جدا جدا خداؤں کے فساد پر آگاہ کیا تو ان کے سامنے بیان کیا کہ اِن بتوں کا معبود ہونا دور کی بات ہے ان کی تو اپنی کوئی حقیقت ہی نہیں چنانچہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے تراش لیے ہیں، خارج میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں کہ وہ ان ناموں کے مِصداق قرار پائیں، تم جن کی عبادت کرتے ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے درست ہونے پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور بتوں کی عبادت کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم وہ ہے جو اس نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے دیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور یہی عقلمندی کا تقاضا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عبادت کے لئے خاص ہونا ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ دلائل سے جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہی سیدھا دین ہے اور وہ فرضی ناموں کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔ (1)

1 ......ابوسعود، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۱۰۹۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا رہا دوسرا وہ سُولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا۔

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ: اے قید خانے کے دونوں ساتھیو!۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالٰی کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور صرف اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے کی دعوت دینے سے فارغ ہوئے تو ان کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی چنانچہ فرمایا کہ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والا تو اپنے عہدے پر بحال کیا جائے گا اور پہلے کی طرح بادشاہ کو شراب پلائے گا اور تین خوشے جو خواب میں بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد تین دن ہیں، وہ اتنے ہی دن قید خانے میں رہے گا پھر بادشاہ اس کو بلالے گا اور جہاں تک دوسرے یعنی کچن کے انچارج کا تعلق ہے تو اسے سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کا سر کھالیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تعبیر سن کر ان دونوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ خواب تو ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہم تو ہنسی کر رہے تھے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا اور جو میں نے کہہ دیا یہ ضرور واقع ہوگا تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اب یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔ (1)

وَ قَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ٘ فَاَنْسٰهُ

1 ……خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۱، ۳/۲۱.

الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوسف نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف نے جس کے بارے میں گمان کیا کہ ان دونوں میں سے وہ بچ جائے گا اسے فرمایا: اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسف کئی برس اور جیل میں رہے۔

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے علم سے ساقی کے بارے میں جان لیا تھا کہ وہ بچ جائے گا تو اس سے فرمایا ''اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اور میرا حال بیان کرنا کہ قید خانے میں ایک مظلوم بے گناہ قید ہے اور اس کی قید کو ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ شیطان نے اسے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کرنا بھلا دیا جس کی وجہ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کئی برس اور جیل میں رہے۔ اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سات برس اور قید میں رہے اور پانچ برس پہلے رہ چکے تھے اس مدت کے گزرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قید سے نکالنا منظور ہوا تو مصر کے شاہِ اعظم، ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی اور اس نے ملک کے جادوگروں اور کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔[1]

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۲، ۳/۲۱-۲۲.

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ قَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں سات گائیں فربہ کہ انہیں سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی اے درباریو میری خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو۔ بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔ اور بولا وہ جوان دونوں میں سے بچا تھا اور ایک مدت بعد اسے یاد آیا میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور دوسری خشک بالیاں دیکھیں۔ اے درباریو! اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں مجھے جواب دو۔ انہوں نے کہا: یہ جھوٹے خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو۔

﴾وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا: اور دو قیدیوں میں سے بچ جانے والے نے کہا۔﴿ یعنی شراب پلانے والا کہ جس نے اپنے ساتھی کچن کے انچارج کی ہلاکت کے بعد قید سے نجات پائی تھی اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا تھا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، اس نے کہا ''میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا، تم مجھے قید خانے میں بھیج دو، وہاں خواب کی تعبیر کے ایک عالم ہیں، چنانچہ بادشاہ نے اسے بھیج دیا اور وہ قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ [1]

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٤٥، ٣/ ٢٣، ملخصاً.

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے یوسف اے صدیق ہمیں تعبیر دیجئے سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دُبلی کھاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یوسف! اے صدیق! ہمیں ان سات موٹی گایوں کے بارے میں تعبیر بتائیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی تھیں اور سات سرسبز بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں تاکہ میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تاکہ وہ جان لیں۔

﴿یُوْسُفُ : اے یوسف!﴾ یعنی اے یوسف! اے صدیق! ہمارے بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی تھیں اور سات سرسبز بالیاں ہیں اور دوسری خشک بالیاں، ملک کے تمام علماء وحکماء اس کی تعبیر بتانے سے عاجز رہے ہیں، حضرت! آپ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیں تاکہ میں اس خواب کی تعبیر کے ساتھ بادشاہ اور اس کے درباریوں کی طرف لوٹ کر جاؤں تو وہ اس خواب کی تعبیر جان لیں اور آپ کے علم وفضل اور مقام و مرتبہ کو جان جائیں اور آپ کو اس مشقت سے رہا کر کے اپنے پاس بلا لیں۔ (1)

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًاۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٢٣، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ٤٦، ص٥٣٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے تو تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو سوائے اس تھوڑے سے غلے کے جو تم کھالو۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اسے خواب کی تعبیر بتادی اور فرمایا تم سات سال تک کھیتی باڑی کرو گے، اس زمانے میں خوب پیداوار ہوگی، سات موٹی گائیوں اور سات سبز بالیوں سے اسی کی طرف اشارہ ہے، لہٰذا تم جو کاٹ لو اسے اس کی بالی کے اندر ہی رہنے دو تاکہ خراب نہ ہو اور آفات سے محفوظ رہے البتہ کھانے کیلئے اپنی ضرورت کے مطابق تھوڑے سے غلے سے بھوسی اتار کر اسے صاف کرلو اور باقی غلے کو ذخیرہ بنا کر محفوظ کرلو۔ (1)

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دین و دنیا کے رازوں سے خبردار ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ نبی دنیاوی اور دینی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے کاشت کاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا جو کامل کاشت کار کو ہی معلوم ہوتا ہے کہ بالی یا بھوسے میں گندم کی حفاظت ہے، پھر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا بادشاہِ مصر سے فرمانا کہ مجھے خزانے سپرد کردو، اور پھر تمام دنیا میں غلہ کی تقسیم کا بہترین انتظام فرمانا، اس سب سے پتہ چلا کہ نبی سلطنت کرنا بغیر سیکھے ہوئے جانتے ہیں، ان کا علم صرف شرعی مسائل میں محدود نہیں ہوتا اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُمورِ سلطنت چلانا بھی دین میں داخل ہیں۔

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع

ع ۷/۶ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد سات کرّے برس آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۷، ۳/۲۳، ملخصاً.

تھا مگر تھوڑا جو بچالو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینھ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے پہلے جمع کررکھا ہوگا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالو گے۔ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: پھر اس کے بعد آئیں گے۔﴾ یعنی ان سات سرسبز سالوں کے بعد لوگوں پر سات سال سخت قحط کے آئیں گے جن کی طرف دبلی گائیوں اور سوکھی بالیوں میں اشارہ ہے، جو غلہ وغیرہ تم نے ان سات سالوں کے لئے جمع کررکھا ہوگا وہ سب ان سالوں میں کھالیا جائے گا البتہ تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم بیج کے لئے بچالو گے تاکہ اس کے ذریعے کاشت کرو۔ (1)

حفاظتی تدابیر کے طور پر کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ حفاظتی تدابیر کے طور پر آئندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ حکومت کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اناج اور دیگر ضروریات کے حوالے سے ملکی ذخائر کا جائزہ لیتے رہیں اور اس کے مطابق حکمتِ عملی ترتیب دیں بلکہ زرِمبادلہ کے جو ذخائر جمع کرکے رکھے جاتے ہیں ان کی اصل بھی اس آیت سے نکالی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کسی شخص کا ان لوگوں کے لئے کچھ بچا کر رکھنا جن کا نان نفقہ اس کے ذمے ہے، یہ بھی توکل کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جہاں تک عیال دار کا تعلق ہے تو بال بچوں کے لئے ایک سال کا خرچ جمع کرنے سے توکل کی تعریف سے نہیں نکلتا۔ (2)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عیال کی کفایت (کفالت) شرع نے اس پر فرض کی، وہ ان کو توکل وتبتل وصبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کرسکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے مگر اُن کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ'' آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے اتنا ہی

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۴۸، ۳/۲۴، ملخصاً.

2 ......احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، الفن الثانی فی التعرّض لاسباب الادخار، ۴/۳۴۳.

کافی ہے کہ جس کا قُوت (یعنی نفقہ) اس کے ذمہ ہے اُسے ضائع چھوڑ دے۔ (ت) [1]

اسی مقام پر اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ذکر کردہ مزید کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور پرنور سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نفس کریم کے لیے کل کا کھانا بچا کر رکھنا پسند نہ فرماتے۔ ایک بار خادمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے پرندے کا بچا ہوا گوشت دوسرے دن حاضر کیا تو ارشاد فرمایا ''اَلَمْ اَنْھَکِ اَنْ تَرْفَعِی شَیْئًا لِغَدٍ اِنَّ اللہَ یَاْتِی بِرِزْقِ کُلِّ غَدٍ'' کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا، کل کی روزی اللہ عَزَّوَجَلَّ کل دے گا۔ [2]

اور اپنے اہل وعیال کے معاملے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ ان کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے چنانچہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اَموال اُن اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر لوٹا دیئے تھے، مسلمانوں نے انہیں حاصل کرنے کے لئے نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، یہ اموال خاص طور پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تصرف میں تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان اموال سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے اور جو مال باقی بچتا اسے جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کرتے تھے۔ [3]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو اپنے گھر والوں کے لئے ایک سال کا خرچ جمع کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا دل یا آپ کے اہلِ خانہ کے دل کمزور تھے بلکہ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ کام) امت کے کمزور لوگوں کے لئے سنت بنانے کی خاطر ایسا کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس بات کی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جس طرح عزیمت (یعنی اصل حکم) پر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح کمزور لوگوں کی دلجوئی کے لئے رخصت پر بھی عمل کیا جائے تاکہ ان کی کمزوری ان کو مایوسی تک نہ لے جائے اور وہ انتہائی درجہ تک پہنچنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے آسان نیکی بھی چھوڑ دیں۔ [4]

﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ: پھر ان کے بعد ایک سال آئے گا۔﴾ یعنی سخت قحط والے سات سالوں کے بعد ایک

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، ۲/۱۸٤، الحدیث: ۱٦۹۲، **فتاوی رضویہ، ۱۰/۳۲۳۔**

2 ......مسند ابو یعلی، مسند انس بن مالك، ما اسنده نجیح ابو علی عن انس، ۳/٤۳۳، الحدیث: ٤۲۰۸.

3 ......مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حکم الفیء، ص۹٦٤، الحدیث: ٤۸(۱۷۵۷).

4 ......احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، الفن الثانی فی التعرّض لاسباب الادخار، ٤/۳٤۳-۳٤٤.

سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی، اس میں لوگ انگوروں کا رس نچوڑیں گے اور تل اور زیتون کا تیل نکالیں گے۔ مراد یہ ہے کہ یہ سال بڑی برکت والا ہوگا، زمین سرسبز و شاداب ہوگی اور درخت خوب پھلیں گے۔ (1)

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــٴَـلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بادشاہ بولا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب اس کے پاس ایلچی آیا کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بیشک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا تو یوسف نے فرمایا: اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر کو جانتا ہے۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ: اور بادشاہ نے حکم دیا۔﴾ ساقی جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ تعبیر سن کر واپس ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں جا کر تعبیر بیان کی، بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہوگا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ اس خواب کی تعبیر خود حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مبارک سے سنے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں ان کی زیارت کروں کیونکہ انہوں نے خواب کی اتنی اچھی تعبیر بیان کی ہے۔ جب قاصد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں بادشاہ کا پیام عرض کیا تو آپ نے فرمایا ”اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ جاؤ پھر اس سے درخواست کرو کہ وہ تفتیش کرے کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ ان کے مکر کو جانتا ہے۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس لئے فرمایا تا کہ بادشاہ

1 ……خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۴۹، ۳/۲۴.

کے سامنے آپ کی براءت اور بے گناہی ظاہر ہو جائے اور اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ لمبی قید بلاوجہ ہوئی تا کہ آئندہ حاسدوں کو الزام لگانے کا موقع نہ ملے۔اس سے معلوم ہوا کہ تہمت دور کرنے میں کوشش کرنا ضروری ہے۔ (1)

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ٘ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بادشاہ نے کہا اے عورتو تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا جی لبھانا چاہا بولیں اللّٰہ کو پاکی ہے ہم نے ان میں کوئی بدی نہ پائی عزیز کی عورت بولی اب اصلی بات کھل گئی میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا اور وہ بیشک سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بادشاہ نے کہا: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰه ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں۔

﴿قَالَ: بادشاہ نے کہا۔﴾ جب قاصد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس سے پیام لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا تو بادشاہ نے پیام سن کر ہاتھ کاٹ لینے والی عورتوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ عزیزِ مصر کی عورت کو بھی بلایا، پھر بادشاہ نے ان سے کہا: اے عورتو! اپنے صحیح حالات مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا، جب تم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دل لبھانا چاہا، کیا تم نے ان کی جانب سے اپنی طرف کوئی میلان پایا۔ عورتوں نے جواب دیا: سُبْحَانَ اللّٰه ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیزِ مصر کی عورت یعنی زلیخا نے کہا: اب اصل بات ظاہر ہو گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی ان کا دل لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔ (2)

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۲۴، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۵۳۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/۲۴.

حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے

یادر ہے کہ اس آیت میں حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی توبہ کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کیونکہ انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا اور قصور کا اقرار توبہ ہے لہٰذا اب حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صحابیہ اوران کی مقدس بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے قصوروں کا ذکر فرما کران پر غضب ظاہر نہ فرمایا کیونکہ وہ توبہ کر چکی تھیں اور توبہ کرنے والا گنہگار بالکل بے گناہ کی طرح ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا تا کہ عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی عدمِ موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پیام بھیجا کہ عورتوں نے آپ کی پاکی بیان کی اور عزیز کی عورت نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے، اس پر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں نے قاصد کو بادشاہ کی طرف اس لیے لوٹایا تا کہ عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر بالفرض میں نے کوئی خیانت کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ مجھے اس قید سے رہائی عطا نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا اور سانچ کو آنچ نہیں آتی، مکار کا انجام خراب ہوتا ہے۔

اخلاقی خیانت مذموم وصف اور اخلاقی امانتداری قابلِ تعریف وصف ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا اَخلاقی خیانت انتہائی مذموم وصف ہے اس سے ہر ایک کو بچنا چاہئے اور اخلاقی امانتداری

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/ ۲۵.

ایک قابلِ تعریف وصف ہے جسے ہر ایک کو اختیار کرنا چاہئے ،آنکھ کی خیانت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

اخلاقی خیانت کرنے والوں سے متعلق حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ان کی ماؤں کی حرمت کی طرح ہے اور گھروں میں بیٹھ رہنے والوں میں سے جو شخص مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں میں (اس کا) نائب بنے (اور اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے) اور وہ اس مجاہد کے اہلِ خانہ میں خیانت کرے تو قیامت کے دن اسے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جو چاہے گا لے لے گا، اب (اس مجاہد کے نیکیاں لینے کے بارے میں) تمہارا کیا خیال ہے؟[2]

حضرت فُضالہ بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین شخص ایسے ہیں جن کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، (اور انہیں حساب کتاب کے بغیر ہی جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، ان میں سے ایک) وہ عورت جس کا شوہر اس کے پاس موجود نہ تھا اور اس (کے شوہر) نے اس کی دنیوی ضروریات (جیسے نان نفقہ وغیرہ) پوری کیں پھر بھی عورت نے اس کے بعد اُس سے خیانت کی۔[3]

اور اخلاقی خیانت سے بچنے والوں کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں ایک) وہ شخص ہے جسے کسی منصب و جمال والی عورت نے (اپنے ساتھ برائی کرنے کے لئے) طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاقی خیانت کرنے سے محفوظ فرمائے اور اخلاقی طور پر بھی امانت دار بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مومن: ۱۹.

2 ......مسلم، کتاب الامارۃ، باب حرمۃ نساء المجاهدين واثم من خانهم فيهنّ، ص۱۰۵۱، الحديث: ۱۳۹(۱۸۹۷).

3 ......الترغيب والترهيب، کتاب البيوع وغيره، ترهيب العبد من الاباق من سيّده، ۱۸/۳، الحديث: ٤.

4 ......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة... الخ، ۲۳٦/۱، الحديث: ٦٦۰.

مآخذ ومراجع

	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
نمبر شمار	**نام کتاب**	**مصنف/مؤلف**	**مطبوعات**
1	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی، ہند
2	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اہل السنہ	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص، متوفی ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
5	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
6	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسیرِ مدارک	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
12	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
14	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی

15	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
16	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
17	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفٰی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
18	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
19	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
24	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	مؤطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
3	سنن سعيد بن منصور	امام سعید بن منصور، متوفی ۲۲۷ھ	دار الصمیعی، ریاض ۱۴۱۴ھ
4	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
7	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
9	ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ

11	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
12	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
13	سنن نسائی	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
14	سنن الکبری	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۱ھ
15	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
16	صحیح ابن خزیمه	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ
17	نوادر الاصول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
18	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
19	معجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
20	مستدرك	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
21	حلية الاولياء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
22	شعب الإيمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
23	مسند الفردوس	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
24	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
25	ابن عساکر	ابو قاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
26	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
27	مشکاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
28	جامع بيان العلم وفضله	عبد الرحمٰن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیہ، مکۃ المکرمہ
29	جامع صغير	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
30	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
31	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	نووی علی المسلم	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
2	عمدة القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

كتب العقائد

1	منح الروض الازهر	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی

كتب الفقه

1	بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	فتح القدير	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام، متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ
3	جواهر الاخلاطی	ابراہیم بن ابی بکر اخلاطی	مخطوطہ
4	مجمع الانهر	عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان کلیبولی، متوفی ۱۰۷۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
5	در مختار	علاءالدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعة من علماء الہند	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
7	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
9	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
10	فتاوی شارح بخاری	مفتی شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۱ھ	مکتبہ برکات المدینہ، باب المدینہ

كتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	احیاء العلوم	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء

3	مكاشفة القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
4	كتاب الكبائر	امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	پشاور
5	تنبيه المغترين	عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

كتب السيرة

1	سيرت ابن هشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	دلائل النبوة للبيهقي	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
3	الشفا	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	مناقب امام اعظم	محمد بن محمد معروف بابن البزار کردری، متوفی ۸۲۷ھ	کوئٹہ
5	سيرت حلبيه	ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	مدارج النبوة	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
7	شرح الزرقاني	محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ

الكتب المتفرقة

1	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری معروف بہ ابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	الفقيه والمتفقه	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار ابن جوزی، دمام ۱۴۲۸ھ
3	عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
4	اسد الغابه	ابو الحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
5	جلاء الافهام	ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف بابن قیم جوزی، متوفی ۷۵۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
6	روض الرياحين	عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
7	مكتوبات امام رباني	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، متوفی ۱۰۳۴ھ	کوئٹہ
8	الحديقة النديه	سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، متوفی ۱۱۴۱ھ	دار الطباعۃ العامرۃ، مصر
9	جامع كرامات اولياء	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند ۱۴۲۲ھ

ضمنی فہرست

آیات سے حاصل ہونے والی معلومات

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک قرآن جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ نہ جائے۔ عرش کے گرد قرآن کی ایسی بھنبھناہٹ ہو گی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن سے فرمائے گا ''تیرا کیا حال ہے۔ قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیرے پاس سے گیا اور تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں، میری تلاوت تو کی گئی لیکن میرے احکامات پر عمل نہ کیا گیا۔ (مسند الفردوس، باب لام الف، ۵/۷۹، الحدیث: ۷۵۱۳)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنِ مجید کے ذریعے مسلمانوں کی سربلندی اور پستی

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالٰی اس قرآن کے ذریعے کچھ قوموں کو سربلند کرے گا اور کچھ کو پست کردے گا۔“

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلّمہ... الخ، ص۴۰۷، الحدیث: ۲۶۹(۸۱۷))

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں، صحیح طرح (اس پر) عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔

(مراٰۃ المناجیح، قرآن کے فضائل کا بیان، پہلی فصل، ۲۳۹/۳، تحت الحدیث: ۲۱۰۱)

ISBN 978-969-631-408-0

0101960

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القرآن

جلد پنجم

پارہ 13 تا 15

بفیضانِ نظر

سراجُ الاُمّہ، کاشفُ الغُمّہ، امامِ اعظم، افقہُ الافخم حضرتِ سیّدنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مجدّدِ دین وملّت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(دعوتِ اسلامی)

جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل

ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے

درس ومسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام

کے اوصاف وخصوصیات، اہلسنّت کے نظریات ومعمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور

معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر

مع دو ترجموں کے

كَنْزُ الْاِيْمَان فِيْ تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن

اور

كَنْزُ الْعِرْفَان فِيْ تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِيْ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰن

از: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی اَبُو الصَّالِح مُحَمَّد قَاسِم الْقَادِرِي مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد پنجم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

❁……**کراچی**	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁……**لاهور**	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁……**سردار آباد** (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
❁……**کشمیر**	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
❁……**حیدر آباد**	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁……**ملتان**	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁……**اوکاڑہ**	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁……**راولپنڈی**	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁……**خان پور**	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁……**نواب شاہ**	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁……**سکھر**	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁……**گوجرانوالہ**	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁……**پشاور**	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ''صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِه'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول

- بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسْمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراطُ الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ’’ صِراطُ الْجنان ‘‘ نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قراٰن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین** مَدَنی سلَّمہُ الغَنِی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری اور چوتھی جلد کے بعد اب پارہ نمبر 13، 14 اور 15 پر مبنی پانچویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ **اللّٰہ** تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُالْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخِرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس عطار قادری رضوی

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

پندرہواں پارہ

سورۂ بنی اسرائیل

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن سیکھو پھر اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے اور اس کی قراءت کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلے کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو جبکہ جو اسے سیکھے پھر سویا رہے (یعنی نہ اس کی تلاوت کرے اور نہ اس کے احکام پر عمل کرے) حالانکہ اس کے سینے میں قرآن ہو تو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جس میں مشک ہو اور اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسی، ٤/٤٠١، الحدیث: ٢٨٨٥)

تیرہواں پارہ

(وَمَآ اُبَرِّئُ)

پارہ نمبر...... 13

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔﴾ زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی برأت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں خیانت نہیں کی اور اس کے اہلِ خانہ کی حرمت خراب کرنے سے بچا رہا ہوں اور جو الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں میں اُن سے پاک ہوں تو اس کے بعد حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خیال مبارک اس طرف گیا کہ میری ان باتوں میں اپنی طرف پاکی کی نسبت اور اپنی نیکی کا بیان ہے، ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی قسم کی خود پسندی کا شائبہ آنے کی کوشش کرے، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اپنے نفس کو بے قصور بتاتا ہوں نہ مجھے اپنی بے گناہی پر ناز ہے اور نہ میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا تو یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، لیکن میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل و کرم سے معصوم کر دے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اور معصوم کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کرم ہے، بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ (1)

(1) ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٥٣، ص٥٣٤، خازن، يوسف، تحت الآية: ٥٣، ٣/٢٥-٢٦، ملتقطاً.

نیک اعمال پر نازاں نہیں ہونا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بندہ اپنے نیک اعمال پر نازاں نہ ہو بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کی ہے اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرے اور گناہوں سے بچنے کو اپنا ہنر وکمال سمجھنے کی بجائے یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے اسے گناہ سے بچالیا ہے۔ یاد رہے کہ اپنے اعمال پر ناز کرنا اور خود پسندی میں مبتلا ہونا بہت ساری آفات کا مجموعہ ہے، ان آفات کو بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''خود پسندی گناہوں کو بھول جانے اور نظر انداز کرنے کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ وہ بعض گناہوں کو بالکل ہی بھول جاتا ہے کیوں کہ وہ ان کی تلاش سے بے نیاز ہو جاتا ہے لہٰذا وہ بھلا دیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کو یاد رکھتا ہے ان کو بھی معمولی جانتا ہے اور انہیں کوئی اہمیت نہ دینے کی وجہ سے ان کے تدارُک کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بخش دیئے جائیں گے جبکہ اس کے برعکس عبادات اور اعمالِ صالحہ کو بہت بڑا سمجھتا، ان پر خوش ہوتا اور ان کی بجا آوری کو اللہ تعالیٰ پر ایک قسم کا احسان جانتا ہے اور توفیقِ عمل کی صورت میں ملنے والی نعمتِ خداوندی کو بھول جاتا ہے، پھر جب خود پسندی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی آفات سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو آدمی اعمال کی آفات سے غافل ہوتا ہے اس کی زیادہ محنت ضائع ہو جاتی ہے کیوں کہ ظاہری اعمال جب تک خالص اور آمیزش سے پاک نہ ہوں، نفع بخش نہیں ہوتے اور آفات کی جستجو وہ آدمی کرتا ہے جس پر خود پسندی کی بجائے خوف غالب ہوتا ہے اور خود پسند آدمی اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر مغرور ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور اس کے عذاب سے بے خوف ہوتا ہے اور اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام حاصل ہے، نیز وہ اپنے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر احسان جتاتا ہے حالانکہ یہ اعمال کی توفیق ملنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کے عطیات میں سے ایک عطیہ ہے لیکن خود پسندی کی وجہ سے وہ اپنی ذات کی تعریف کرتا اور اس کی پاکیزگی ظاہر کرتا ہے اور جب وہ اپنی رائے، عمل اور عقل پر اتراتا ہے تو فائدہ حاصل کرنے، مشورہ لینے اور پوچھنے سے باز رہتا ہے اور یوں اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر بھروسہ کرتا ہے، وہ کسی بڑے عالم سے پوچھنا اچھا نہیں سمجھتا اور بعض اوقات اپنی غلط رائے پر اتراتا ہے جو اس کے دل میں گزرتی ہے اور اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کے دل میں یہ خیال آیا اور دوسرے کی آراء کو پسند نہیں کرتا اسی لیے اپنی رائے پر اصرار

کرتا ہے، کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت نہیں سنتا اور نہ ہی کسی واعظ کا وعظ سنتا ہے بلکہ دوسروں کو یوں دیکھتا ہے کہ گویا وہ جاہل ہیں اور اپنی خطا پر ڈٹ جاتا ہے اگر اس کی رائے کسی دنیوی معاملے میں ہو تو اسے اس پر یقین ہوتا ہے اور اگر اُخروی معاملے بالخصوص عقائد سے متعلق ہو تو اس کے باعث تباہ ہو جاتا ہے جبکہ اگر ایسا شخص اپنے نفس پر تہمت لگاتا، اپنی رائے پر اعتماد نہ کرتا، نورِ قرآن سے روشنی حاصل کرتا، علماءِ دین سے مدد لیتا، علم کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتا اور اہلِ بصیرت سے مسلسل پوچھتا رہتا تو یہ بات اسے حق تک پہنچا دیتی۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں خود پسندی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ-فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی تو کہا۔ بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز، امانتدار ہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ: اور بادشاہ نے کہا۔﴾ جب بادشاہ کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم اور آپ کی امانت کا حال معلوم ہوا اور وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حُسنِ صبر، حُسنِ ادب، قید خانے والوں کے ساتھ احسان، مشقتوں اور تکلیفوں پر ثابت قدمی اور استقلال رکھنے پر مُطّلع ہوا تو اس کے دل میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں بہت ہی عظمت پیدا ہوئی اور اس نے کہا: حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے لیے منتخب کرلوں، چنانچہ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں، شاہانہ ساز و سامان اور نفیس لباس دے کر قید

1 ......احیاء العلوم، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی، بیان آفة العجب، ۳/۴۵۳.

خانے میں بھیجی تا کہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو انتہائی تعظیم اور تکریم کے ساتھ ایوانِ شاہی میں لائیں۔ ان لوگوں نے جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوکر بادشاہ کا پیام عرض کیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قبول فرمالیا اور قید خانہ سے نکلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی۔ جب قید خانے سے باہر تشریف لائے تو اس کے دروازے پر لکھا ''یہ بلا کا گھر، زندوں کی قبر، دشمنوں کی بدگوئی اور سچوں کے امتحان کی جگہ ہے۔ پھر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا ''میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے، اس کی پناہ بڑی اور اس کی ثنا برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر قلعہ میں داخل ہوئے اور جب بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا کی کہ ''یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیرے فضل سے بادشاہ کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عربی میں سلام فرمایا۔ بادشاہ نے دریافت کیا ''یہ کون سی زبان ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''یہ میرے چچا حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان ہے۔ پھر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ کے سامنے عبرانی زبان میں دعا کی تو اُس نے دریافت کیا ''یہ کون سی زبان ہے؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''یہ میرے والدِ محترم کی زبان ہے۔ بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہ سمجھ سکا حالانکہ وہ **70** زبانیں جانتا تھا، پھر اُس نے جس زبان میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے گفتگو کی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُسی زبان میں بادشاہ کو جواب دیا۔ اُس وقت حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف تیس سال کی تھی، اس عمر میں علوم کی ایسی وسعت دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی اور اُس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے برابر جگہ دی۔ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے درخواست کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے خواب کی تعبیر اپنی زبانِ مبارک سے سنائیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس خواب کی پوری تفصیل بھی سنا دی کہ اس اس طرح سے اس نے خواب دیکھا تھا حالانکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ خواب اس سے پہلے تفصیل سے بیان نہ کیا گیا تھا۔ اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا ''آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تو میرا خواب جیسے میں نے دیکھا تھا ویسے ہی بیان فرما دیا، خواب کا عجیب ہونا تو اپنی جگہ لیکن آپ کا اس طرح بیان فرما دینا اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، اب اس خواب کی تعبیر بھی ارشاد فرما دیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تعبیر بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ''اب لازم یہ ہے کہ غلّے جمع کئے جائیں اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے اور غلّے

بالیوں کے ساتھ محفوظ رکھے جائیں اور رعایا کی پیداوار میں سے خُمس لیا جائے، اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور اس کے اَطراف کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا اور پھر خلقِ خدا ہر طرف سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور تیرے یہاں اتنے خزانے اور مال جمع ہو جائیں گے جو تجھ سے پہلوں کے لئے جمع نہ ہوئے۔ بادشاہ نے کہا یہ انتظام کون کرے گا؟[1] حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ کے اس سوال کا جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردے، بے شک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مَصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ اس کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس مطالبے کو منظور کرلیا۔

عہدہ اور امارت کا مطالبہ کب جائز ہے؟

یاد رہے کہ احادیث میں مذکور مسائل میں جو امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اسے تاکید ہے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہی حال تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ میں لیں اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے امارت طلب فرمائی۔

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/۲۶-۲۷، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۴، ص۵۳۴-۵۳۵، ملتقطاً.

امارت سے متعلق 3 اَہم مسائل

یہاں امارت سے متعلق 3 اَہم مسائل یاد رکھئے:

(1)......عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا جائز ہے۔

(2)......اگر دین کے احکام کو جاری کرنا کافر یا فاسق بادشاہ کی طرف سے عہدہ لئے بغیر نہ ہوسکے گا تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔

(3)......فخر اور تکبر کے لئے اپنی خوبیوں کو بیان کرنا ناجائز ہے لیکن دوسروں کو نفع پہنچانے یا مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں اسی لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں حفاظت و علم والا ہوں۔ (1)

عہدہ قبول نہ کرنے میں عافیت کی صورت

یاد رہے کہ عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے کو قبول کرنا جائز ہے اور اگر عہدہ ملنے کے باوجود عدل قائم کرسکنا ممکن نہ ہو تو ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدہ قبول نہ کرنے میں ہی عافیت ہے اور یہی ہمارے بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، چنانچہ حضرت ربیع بن عاصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یزید بن عمر امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیتُ المال کا نگران مقرر کرنا چاہتا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے انکار کردیا تو اس نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیس کوڑے مارے۔'' اسی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی امانت داری کی وجہ سے بادشاہ نے اپنے خزانے کی چابیاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر انکار کیا تو وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب پر بادشاہ کی سزا کو ترجیح دی (اور خزانے کی چابیاں نہ لیں) اسی طرح ایک مرتبہ امام اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قاضی بننے کی دعوت دی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ''اگر میں سچا ہوں تو واقعی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص بھی قاضی بننے کا اہل نہیں ہے۔ (2)

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۲۷، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۵، ص۵۳۵، ملتقطاً.

2 ......احیاء العلوم، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم... الخ، ۱/۴۸-۴۹.

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

﴾وَ كَذٰلِكَ: اور ایسے ہی۔﴿ یعنی جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا اور سب کچھ اُن کے تحتِ تَصَرُّف ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بادشاہت

امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلا کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تاج پوشی کی، تلوار اور مُہر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواہرات لگے ہوئے سونے کے تخت پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد کیا، قطفیر یعنی عزیزِ مصر کو معزول کر کے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی جگہ، والی بنایا اور تمام خزانے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حوالے کر دیئے، سلطنت کے تمام اُمور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود اس طرح فرمانبردار ہو گیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کر دیا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا ''کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی؟ زلیخا نے عرض کی: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے،

میں خوبرو تھی، جوان تھی، عیش میں تھی اور عزیزِ مصر عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتا تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے، بس میرا دل اختیار سے باہر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معصوم کیا ہے اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محفوظ رہے۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زلیخا کو کنواری پایا اور اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو فرزند پیدا ہوئے، ایک کا نام اِفراثیم اور دوسرے کا مِیشا تھا، یوں مصر میں آپ کی حکومت مضبوط ہوئی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر میں عدل کی بنیادیں قائم کیں جس سے ہر مرد و عورت کے دل میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت پیدا ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی، اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان گودام تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے۔ جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ اور اس کے خادموں کے لئے روزانہ صرف ایک وقت کا کھانا مقرر فرما دیا۔ ایک روز دوپہر کے وقت بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھوک کی شکایت کی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’یہ قحط کی ابتدا کا وقت ہے۔ پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہوگئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے میں غلے خریدنے لگے، یوں اُن کے تمام درہم و دینار حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آ گئے۔ دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات کے بدلے میں غلوں کی خریداری کی، یوں ان کے تمام زیورات اور جواہرات حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آ گئے۔ جب لوگوں کے پاس زیور اور جواہرات میں سے کوئی چیز نہ رہی تو انہوں نے تیسرے سال چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور یوں پورے ملک میں کوئی شخص کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ چوتھے سال انہوں نے غلے کے لئے اپنے تمام غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں۔ پانچویں سال اپنی تمام اَراضی، عملہ اور جاگیریں فروخت کر کے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے غلہ خریدا، اس طرح یہ تمام چیزیں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچ گئیں۔ چھٹے سال جب ان کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولادیں بیچ دیں اور اس طرح غلے خرید کر اپنا وقت گزارا۔ ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کنیز تھی۔ اس وقت لوگوں کی زبان پر

یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سی عظمت وجلالت کبھی کسی بادشاہ کو مُیَسَّر نہ آئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا ’’تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اور اُس نے مجھ پر کیسا عظیم احسان فرمایا ہے؟ اب اِن لوگوں کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے عرض کی ’’جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے ہو وہ ہمیں منظور ہے، ہم سب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہلِ مصر کو آزاد کر دیا اور اُن کے تمام اَملاک اور کل جاگیریں واپس کر دیں۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی گئی کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھوکے رہتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میں اس اندیشے سے بھوکا رہتا ہوں کہ سیر ہو کر کہیں بھوکوں کو بھول نہ جاؤں۔ سُبْحَانَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ کیا پاکیزہ اَخلاق ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری اُن کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزا دی گئی۔ (1)

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۠(۵۷)

ع ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ: اور بیشک آخرت کا ثواب۔﴾ یعنی آخرت کا اجر و ثواب ان کے لئے دنیا کے اجر سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آخرت کا اجر و ثواب اس سے بہت زیادہ افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دُنیا میں عطا فرمایا۔ (2)

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/ ۲۸، روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۴/ ۲۸۳-۲۸۴، ملتقطاً۔

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/ ۲۹۔

دنیاوآخرت میں اجر

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اجر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں دنیوی اجر سے بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مومن اپنی نیکیوں کا پھل دنیا وآخرت دونوں میں پاتا ہے اور کافر جو کچھ پاتا ہے دنیا ہی میں پاتا ہے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (1)

اخروی ثواب حاصل کرنے کیلئے ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اخروی اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال ہونا بھی ضروری ہیں اس لئے فقط ایمان پر بھروسہ کرکے خود کو نیک اعمال سے بے نیاز جاننا درست نہیں، ہمارے بزرگانِ دین جن کا ایک ایک پل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیک اعمال میں مصروف گزرتا تھا، اس سلسلے میں ان کے حال کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک مرتبہ حمام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حمام کے مالک نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ اجرت کے بغیر حمام میں داخل نہیں ہونے دے گا، یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ رونے لگے اور فرمایا ''جب شیطان کے گھر میں مجھے عِوض کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تو (اخلاص کے ساتھ کئے ہوئے نیک اعمال کے بغیر) مجھے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صدیقین کے گھر (یعنی جنت) میں کس طرح داخل ہونے دیا جائے گا۔ (2)

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوسف کے بھائی آئے تو اس کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس سے انجان رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف کے بھائی آئے تو ان کے پاس حاضر ہوئے پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۵۷، ص۵۳۵.

2 ......روح البيان، يوسف، تحت الآية: ۵۷، ۲۸۴/۴.

بھائی ان سے انجان رہے۔

﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ : اور یوسف کے بھائی آئے۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ جب قحط کی شدت ہوئی اور بلائے عظیم عام ہوگئی، تمام شہر قحط کی سخت تر مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے تاکہ مساوات رہے اور سب کی مصیبت دور ہو۔ قحط کی جیسی مصیبت مصر اور دیگر ملکوں میں آئی، ایسی ہی کنعان میں بھی آئی اُس وقت حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ پہچان سکے کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تک چالیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انتقال ہو چکا ہوگا جبکہ یہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تختِ سلطنت پر، شاہانہ لباس میں شوکت وشان کے ساتھ جلوہ فرما تھے اس لئے انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ پہچانا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عبرانی زبان میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اسی زبان میں جواب دیا، پھر فرمایا ’’تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی ’’ہم شام کے رہنے والے ہیں، جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اسی میں ہم بھی ہیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے غلہ خریدنے آئے ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو۔ انہوں نے کہا ’’ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والد بہت بزرگ، زیادہ عمر والے اور صدیق ہیں، ان کا نامِ نامی حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ’’ہم بارہ بھائی تھے لیکن ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تو وہ ہلاک ہو گیا تھا، وہ والد صاحب کو ہم سب سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اب تم کتنے ہو؟ عرض کی ’’دس۔ پھر فرمایا ’’گیارہواں کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ’’وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ ہمارا جو بھائی ہلاک ہو گیا تھا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے، اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔ (1)

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۵۸، ۳/۲۹.

وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کا سامان مہیا کردیا کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے یہاں ماپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کی خواہش کریں گے اس کے باپ سے اور ہمیں یہ ضرور کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب یوسف نے ان کا سامان انہیں مہیا کردیا تو فرمایا کہ اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ تو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی ماپ نہیں اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا۔ انہوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور بیشک ہم ضرور یہ کریں گے۔

﴿ وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ : اور جب ان کا سامان انہیں مہیا کردیا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن بھائیوں کی بہت عزت کی اور بڑی خاطر ومُدارات سے اُن کی میزبانی فرمائی، ان میں سے ہر ایک کا اونٹ غلے سے بھر دیا اور سفر کے دوران جس چیز کی ضرورت درپیش ہوسکتی تھی وہ بھی عطا کردی۔‘‘ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کا سامان انہیں مہیا کردیا تو ان سے فرمایا ’’تم اپنے جس بھائی کو والدِ محترم کے پاس چھوڑ آئے ہو اسے میرے پاس لے آؤ، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ میں ناپ مکمل کرتا ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، اگر تم اس کو لے آؤ گے تو ایک اونٹ غلہ اس کے حصہ کا اور زیادہ دوں گا اور کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں، اور اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے جو تمہارے والد کے پاس موجود ہے تو

تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہیں اور نہ تم غلہ حاصل کرنے کے لئے میرے قریب پھٹکنا۔[1]

﴾قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴿ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا: ہم اس کے باپ سے اس کے متعلق ضرور مطالبہ کریں گے اور خوب کوشش کریں گے یہاں تک کہ ہم اسے لے آئیں اور بیشک ہم ضرور یہ کام کریں گے جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔[2]

وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی پونجی ان کی خرجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں تاکہ یہ واپس آئیں۔

﴾وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ: اور اپنے غلاموں سے فرمایا۔﴿ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے، غلے کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے، نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم واحسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔[3]

ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کرنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہئے، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں باقاعدہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ رشتہ داروں کو دینے سے متعلق اللہ تعالیٰ

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۵۹-۶۰، ۳/۲۹-۳۰.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳/۳۰.

3 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۳۰، ملخصاً.

ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو دینار تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور جو دینار تو (غلام کی) گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے اور جو دینار تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو دینار تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔‘‘[2]

حضرت سلمان بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہی صدقہ اپنے رشتہ دار پر کرنا دو صدقے ہیں ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔‘‘[3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے اُمتِ محمد! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔‘‘[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

رشتہ داروں کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں اس

1 ......نحل: ۹۰.

2 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوك... الخ، ص۴۹۹، الحدیث: ۳۹(۹۹۵).

3 ......ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ۲/۱۴۲، الحدیث: ۶۵۸.

4 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه مقدام، ۶/۲۹۶، الحدیث: ۸۸۲۸.

تک رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم بھی محسوس نہ ہو اور اس کی غیرت وخودداری پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سات شخص ہیں، جن پر اللّٰہ تعالیٰ اس دن سایہ کرے گا جس دن اُس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس نے کچھ صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنے شاگرد پر خفیہ احسان

ہمارے بزرگانِ دین اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی امداد کس طرح کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اکثر ''طَرَسُوْس'' کی طرف جاتے اور وہاں ایک مسافر خانے میں ٹھہرتے، ایک نوجوان آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث سنا کرتا، جب بھی آپ ''رِقَّہ'' (نامی شہر میں) تشریف لاتے تو وہ نوجوان حاضرِ خدمت ہو جاتا۔ ایک مرتبہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ''رِقَّہ'' پہنچے تو اس نوجوان کو نہ پایا۔ اس وقت آپ جلدی میں تھے کیونکہ مسلمانوں کا ایک لشکر جہاد کے لئے گیا ہوا تھا اور آپ بھی اس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (اس کی معلومات کرنے کی بجائے) لشکر میں شامل ہو گئے۔ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غازی بن کر واپس طَرَسُوْس آئے اور ''رِقَّہ'' پہنچ کر اپنے اس نوجوان شاگرد کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ نوجوان مقروض تھا اور اس کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ وہ قرض ادا کرتا لہٰذا قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''میرے اس نوجوان شاگرد پر کتنا قرض تھا؟ کہا گیا کہ ''دس ہزار درہم۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پوچھتے پوچھتے قرض خواہ کے گھر پہنچے، اسے دس ہزار درہم دے کر اپنے شاگرد کی رہائی کا مطالبہ کیا اور کہا ''**جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہ دینا۔** پھر راتوں رات آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ قرض خواہ نے صبح ہوتے ہی مقروض نوجوان کو رہا کر دیا۔ نوجوان جب باہر آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے، اور اب وہ واپس جا چکے ہیں۔ یہ سن کر نوجوان آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلاش میں نکل پڑا اور تین دن کی مسافت طے کر کے آپ کے پاس پہنچا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے دیکھا تو پوچھا: ''اے نوجوان! تم کہاں تھے؟ میں

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ... الخ، ۱/۲۳۶، الحدیث: ٦٦٠.

نے تمہیں مسافر خانے میں نہیں پایا۔نوجوان نے کہا: ’’اے ابو عبد الرحمٰن! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مجھے قرض کے عوض قید کرلیا گیا تھا۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا ’’ پھر تمہاری رہائی کا کیا سبب بنا؟ نوجوان نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی نیک بندے نے میرا قرض ادا کردیا، اس طرح مجھے رہائی مل گئی۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’اے نوجوان! اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرو کہ اس نے کسی کو تیرا قرض ادا کرنے کی توفیق دی اور تجھے رہائی عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: جب تک حضرت عبد اللہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ زندہ رہے تب تک اس قرض خواہ نے کسی کو بھی خبر نہ دی کہ نوجوان کا قرض کس نے ادا کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وصال کے بعد اس نے سارا واقعہ لوگوں کو بتا دیا۔ (1)

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے بولے اے ہمارے باپ ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو کہنے لگے: اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

﴿ **فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ: پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے۔** ﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی اپنے والد محترم حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لوٹ کر گئے تو بادشاہ کے حُسنِ سلوک اور اس کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اُس نے ہماری وہ عزت و تکریم کی کہ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو وہ بھی ایسا نہ کرسکتا۔حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اب اگر تم بادشاہِ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔انہوں نے عرض کی

1 ......عیون الحکایات، الحکایة الرابعة والسبعون بعد المائتین، ص۲۵۴-۲۵۵.

''اے ہمارے باپ! شاہِ مصر نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر ہم بنیامین کو نہ لے کر آئے تو آئندہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا اس لئے اب بنیامین کا جانا ضروری ہے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لاسکیں، ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے اور انہیں بخیریت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس واپس لائیں گے۔ (1)

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے فرمایا: کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کی یہ بات سن کر حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں اپنے بیٹے بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کرلوں حالانکہ اس کے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ جانتے ہو اور اب بنیامین کے بارے میں بھی ویسی ہی بات کررہے ہو، تمہارے بنیامین کی حفاظت کرنے کے مقابلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت سب سے بہتر ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (2)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت سب سے بہتر ہے

مخلوق کے مقابلے میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی سب سے بہتر ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی جان، مال، اولاد اور دین وایمان وغیرہ کی حفاظت سے متعلق حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی کرے کیونکہ دیگر لوگ

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۳، ۳/۳۰.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۶۴، ۳/۳۰.

حفاظت کے معاملے میں آلات اور اسباب کے محتاج ہیں جبکہ اللّٰہ تعالیٰ تمام اُمور اور ہر طرح کے حالات میں اسباب وآلات سے غنی اور بے نیاز ہے اور جن کی حفاظت اللّٰہ تعالیٰ اپنے ذمۂ کرم پر لے لے، یا، جنہیں اللّٰہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیا جائے ان کی حفاظت سے متعلق دو حیرت انگیز واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب قضاءِ حاجت کا ارادہ فرماتے تو (آبادی سے کافی) دور تشریف لے جاتے، ایک دن آپ قضاءِ حاجت کے لئے تشریف لائے، پھر وضو فرمایا اور ایک موزہ پہن لیا تو اچانک ایک سبز رنگ کا پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو لے کر بلند ہو گیا، پھر اس نے موزے کو پھینکا تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکلا، (یہ دیکھ کر) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ وہ اعزاز ہے جو اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ پھر آپ نے کہا'' **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ** ''اے اللّٰہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔ (1)

(2)......حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے والد نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کے درمیان جلوہ فرما تھے کہ اچانک ہمارے قریب سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بچے کو کندھوں پر بٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب ان باپ بیٹے کو دیکھا تو فرمایا ''جتنی مشابہت ان دونوں میں پائی جارہی ہے میں نے آج تک ایسی مشابہت اور کسی میں نہیں دیکھی۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کی: 'اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میرے اس بچے کا واقعہ بہت عجیب وغریب ہے، اس کی ماں کے فوت ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''پورا واقعہ بیان کرو۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میں جہاد کے لئے جانے لگا تو اس کی والدہ حاملہ تھی، میں نے جاتے وقت دعا کی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میری زوجہ کے پیٹ میں جو حمل ہے میں اُسے تیرے حوالے کرتا ہوں، تو ہی اس کی حفاظت فرمانا۔ یہ دعا کر کے میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا، جب میں واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ میری زوجہ کا انتقال ہو گیا ہے، مجھے بہت افسوس ہوا۔ ایک رات میں نے

1 ......معجم الاوسط، باب الهاء، ذكر من اسمه هاشم، ٦/٤٣٢، الحديث: ٩٣٠٤.

اپنے چچازاد بھائی سے کہا: مجھے میری بیوی کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ ہم جنت البقیع میں پہنچے اوراس نے میری بیوی کی قبر کی نشاندہی کی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے روشنی کی کرنیں باہر آرہی ہیں۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا: یہ روشنی کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا: اس قبر سے ہر رات اسی طرح روشنی ظاہر ہوتی ہے، نہ جانے اس میں کیا راز ہے؟ جب میں نے یہ سنا تو ارادہ کیا کہ میں ضرور اس قبر کو کھود کر دیکھوں گا۔ چنانچہ میں نے پھاوڑا منگوایا اور ابھی قبر کھودنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ قبر خود بخود کھل گئی۔ جب میں نے اس میں جھانکا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی **قدرت کا کرشمہ** نظر آیا کہ یہ میرا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا، جب میں قبر میں اترا تو کسی ندا دینے والے نے ندا دی ''**تو نے جو امانت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس رکھی تھی وہ تجھے واپس کی جاتی ہے، جا! اپنے بچے کو لے جا، اگر تو اس کی ماں کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر جاتا تو اسے بھی صحیح وسلامت پاتا۔**'' پس میں نے اپنے بچے کو اٹھایا اور قبر سے باہر نکالا، جیسے ہی میں قبر سے باہر نکلا تو قبر پہلے کی طرح دوبارہ بند ہوگئی۔ (1)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جان و مال کی حفاظت کے ظاہری اسباب اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنے کے خلاف نہیں کیونکہ تَوَکُّل نام ہی اسی چیز کا ہے کہ اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، لہٰذا جن لوگوں نے اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے سیکیورٹی گارڈز رکھے یا دیگر اسباب اختیار کئے تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ نہیں۔

وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ وَ نَمِیْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیر دی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی

(1)......عیون الحکایات، الحکایۃ الثانیۃ والسبعون، ص۹۵.

حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی رقم کو بھی موجود پایا کہ انہیں وہ رقم بھی واپس کردی گئی ہے۔ کہنے لگے: اے ہمارے باپ! اب ہمیں اور کیا چاہیے۔ یہ ہماری رقم ہے جو ہمیں واپس کردی گئی ہے اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ بہت آسان بوجھ ہے۔

﴿وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ: اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا۔﴾ یعنی جب انہوں نے اپنا وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو اس میں اپنی رقم کو بھی موجود پایا جو انہیں واپس کردی گئی تھی، رقم دیکھ کر کہنے لگے ''اے ہمارے والدِ محترم! اس سے زیادہ کرم واحسان اور کیا ہوگا کہ بادشاہ نے سامان کے ساتھ وہ رقم بھی ہمیں واپس کردی ہے جو ہم نے سامان کی قیمت کے طور پر دی تھی لہٰذا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے بھائی کو ساتھ جانے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ خرید کر لائیں اور ہم اپنے بھائی بنیامین کی حفاظت کریں گے اور ہم اپنے بھائی کی وجہ سے اس کے حصے کا، ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ اونٹ کے بوجھ کا غلہ دینا بادشاہ کے لئے بہت آسان بوجھ ہے کیونکہ اس نے ہم پر اس سے زیادہ کرم واحسان فرمایا ہے۔ (1)

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ پھر جب انہوں نے یعقوب کو عہد دے دیا کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے فرمایا: میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ تم ضرور اسے (واپس) لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تم (کسی بڑی مصیبت میں) گھر جاؤ پھر انہوں نے یعقوب کو عہد

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/٣١.

دیدیا تو یعقوب نے فرمایا: جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''میں اس وقت تک ہرگز بنیامین کو تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ عہد نہ دو کہ تم ضرور اسے واپس بھی لے کر آؤ گے سوائے اس کے کہ تمہارا انتقال ہوجائے یا تم مغلوب ہوجاؤ اور بنیامین کو لے کر آنا تمہاری طاقت سے باہر ہوجائے۔ جب انہوں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عہد دے دیا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نگہبان ہے۔[1]

ظاہری اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا توکل کے خلاف نہیں لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اس عالَم میں موجود معتبر اسباب اختیار کرے اور صرف ان اسباب کو اختیار کرنے اور ان ہی پر بھروسہ کرنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ اور اس کی تقدیر کی طرف متوجہ رکھے، اللہ تعالیٰ پر اور اس کی تدبیر پر اعتماد رکھے اور اس کے سوا ہر چیز سے اپنی امید ختم کردے۔[2]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اسباب ترک کردینا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف اور اس کے طریقے سے جہالت ہے اور جب آدمی اسباب کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے طریقے کے مطابق عمل کرے تو یہ بات توکل کے خلاف نہیں۔[3]

وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٦٦، ٣/٣١.

2 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ٦٦، ٤/٢٩١-٢٩٢.

3 ......احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، الفن الاول فی جلب النافع، الدرجة الثانیة، ٤/٣٢٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ جب حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے مصر جانے کے ارادے سے نکلے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سب بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے جانا تا کہ بری نظر لگنے سے محفوظ رہو۔''(1)

یاد رہے کہ پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے تھے تو اس وقت حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ نہیں فرمایا تھا کیونکہ اس وقت تک کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سب بھائی اور ایک باپ کی اولاد ہیں لیکن اب چونکہ جان چکے تھے اس لئے بری نظر لگ جانے کا اِحتمال تھا اس وجہ سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سب کو علیحدہ علیحدہ ہو کر داخل ہونے کا حکم دیا۔(2)

مصیبتوں سے بچنے کی تدبیریں اختیار کرنا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ آفتوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر کرنا اور مناسب احتیاطیں اختیار کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے خود بھی مناسب تدبیریں فرمایا کرتے اور دوسروں کو بھی بتایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا پر یہ کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے ''تمہارے جدِ امجد بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہ کلمات (پڑھ کر) دم کیا کرتے تھے ''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَهَامَّةٍ ، وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ''۔(3)

اور حضرت عابس جُہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٣١.

2 ......صاوی، یوسف، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٩٦٨-٩٦٩.

3 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ١١-باب، ٢/٤٢٩، الحدیث: ٣٣٧١.

فرمایا ''میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جو (شریر جنّات اور نظرِ بد سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں (آپ ضرور بتائیے) ارشاد فرمایا'' وہ کلمات یہ دونوں سورتیں ہیں (1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ (2) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔[1]

بری نظر سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بری نظر سے بچنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے، بری نظر سے متعلق حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو وہ نظر ہے اور جب تم سے (نظر کے علاج کے لئے) غسل کرنے کا کہا جائے تو غسل کر لو۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک بری نظر مرد کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں پہنچا دیتی ہے۔[3]

بری نظر کا علاج

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنّات اور انسانوں کی بری نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان دونوں کو اختیار فرما لیا اور دیگر دعاؤں کو چھوڑ دیا۔[4]

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں کہ بدنظری سے بچنے کے لئے یہ آیتِ کریمہ (بھی) اکسیر ہے'' وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ''[5]

---

1 ......سنن نسائی، کتاب الاستعاذة، ۱-باب، ص۸۶۲، الحدیث: ۵۴۴۲.

2 ......مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ص۱۲۰۲، الحدیث: ۴۲(۲۱۸۸).

3 ......مسند الشهاب، ۶۷۸- انّ العین لتدخل الرجل القبر، ۲/۱۴۰، الحدیث: ۱۰۵۹.

4 ......ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیة بالمعوّذتین، ۴/۱۳، الحدیث: ۲۰۶۵.

5 ......القلم ۵۱، مراۃ المناجیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الاول، ۶/۱۹۵، تحت الحدیث: ۴۳۲۶۔

﴿وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ: اور میں تمہیں اللہ سے بچانہیں سکتا۔﴾ یعنی جس چیز کی طرف میں نے تمہیں اشارہ دیا وہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرما دی ہے تو میں تمہیں اس سے بچا نہیں سکتا کیونکہ تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی، میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنی اس بات پر بھروسہ نہیں کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنا اسباب چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ (1)

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنے سے توکل میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

ع ۸ / ۱۱ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بیشک وہ صاحبِ علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ سے کچھ بچا نہ سکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بیشک وہ صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا: اور جب وہ داخل ہوئے۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بیٹوں کا مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا ان سے وہ چیز دور نہیں کرسکتا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرما دی ہے، اللہ تعالیٰ کی

(1) ......بیضاوی، یوسف، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٢٩٩، صاوی، یوسف، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٩٦٩، ملتقطاً.

تقدیر کو دیکھا جائے تو ان کا ایک ہی دروازے سے داخل ہونا یا مختلف دروازوں سے داخل ہونا دونوں برابر ہے، ان کا مختلف دروازوں سے جانا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتا لیکن بدنظری سے بچنے کی یہ تدبیر اختیار کرنا حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل کی ایک تمنا تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صاحبِ علم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر اکثر لوگ وہ علم نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کو دیتا ہے۔ (1)

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ یوسف کے پاس گئے اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو یہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا غم نہ کھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ سب بھائی یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے سگے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور) فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی ہوں تو اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں۔

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ: اور جب وہ یوسف کے پاس گئے۔﴾ یعنی جب وہ سارے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''تم نے بہت اچھا کیا، پھر انہیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا اور جا بجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو بھائیوں کو بٹھایا گیا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے ''اگر میرے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہوتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ ''تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے، یہ فرما کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھا لیا اور اس سے فرمایا ''تمہارے فوت شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا ''آپ جیسا بھائی کس کو مُیَسَّر آئے گا! لیکن

(1) ......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٦٨، ٣/٩٦٩.

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرزند اور (حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ) راحیل کا نورِ نظر ہونا آپ کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے! یہ سن کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رو پڑے اور بنیامین کو گلے سے لگایا اور فرمایا: بیشک میں تیرا حقیقی بھائی یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں، تم اس پر غمگین نہ ہونا جو یہ کررہے ہیں، بے شک اللّٰہ تعالٰی نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں بھلائی کے ساتھ جمع فرمادیا اور ابھی اس راز کی اپنے بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔ یہ سن کر بنیامین فرطِ مُسرّت سے بے خود ہوگئے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہنے لگے ''اب میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے، اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انہیں اور زیادہ غم ہوگا اور آپ کو روکنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی غیر پسندیدہ بات منسوب کر دی جائے۔ بنیامین نے کہا ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [1]

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان کا سامان مہیا کردیا پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی اے قافلہ والو! بیشک تم چور ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا کردیا تو اپنے بھائی کی بوری میں پیالہ رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔

﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ: پھر جب انہیں ان کا سامان مہیا کردیا۔﴾ یعنی پھر جب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں ان کا سامان مہیا کردیا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیدیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کردیا تو اپنے بھائی بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا وہ پیالہ رکھ دیا جس میں وہ پانی پیتا تھا، وہ پیالہ سونے کا تھا اور اس میں

[1] ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٦٩، ص٥٣٨-٥٣٩.

جواہرات لگے ہوئے تھے اور اس وقت اس پیالے سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہوگیا۔ جب قافلہ شہر سے باہر جاچکا تو انبار خانہ کے کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ یہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک مُنادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو۔ (1)

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تم کیا نہیں پاتے۔ بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اُسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ: ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا۔﴾ ندا کرنے والوں نے انہیں جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو ہمارے تلاشی لینے سے پہلے ہی اسے ظاہر کر دے گا یا اسے چوری کرنے والے کے بارے میں ہمیں بتائے گا تو اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ انعام ہے اور اسے دلانے کا میں ضامن ہوں۔ (2)

کفالت جائز ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے، حدیث پاک سے بھی اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کفیل بننے والا

1 ......روح البيان، يوسف، تحت الآية: ٧٠، ٤/٢٩٨، خازن، يوسف، تحت الآية: ٧٠، ٣/٣٣-٣٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، يوسف، تحت الآية: ٧٢، ٤/٢٩٩.

قرضدار ہے۔[1] نیز اس کے جائز ہونے پر اجماع بھی منعقد ہے۔

کفالت کا معنی

شریعت کی اصطلاح میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضَم کردے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔)[2]

مشورہ: کفالت کے مسائل کی تفصیلی معلومات کیلئے بہارِ شریعت حصہ 12 سے **''کفالت کا بیان''** کا مطالعہ کیجئے۔

ضمانت دینے کی ترغیب

ہمیں بھی چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی قرض یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو تو ممکنہ بہتر صورت میں اس کی ضمانت دے کر اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھُم کی سیرت سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللّٰہ بن ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص کو لایا گیا تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس پر قرض ہے۔ حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: وہ قرض (ادا کرنا) میرے ذمے ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے دریافت فرمایا ''تم وہ قرض ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہ قرض پورا ادا کروں گا، تب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔[3]

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ

1 ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء انّ العاریة مؤدّاة، ۳/۳۴، الحدیث: ۱۲۶۹.

2 ......ردّ المحتار مع الدرّالمختار، کتاب الکفالة، ۷/۵۸۹.

3 ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاة علی المدیون، ۲/۳۳۶، الحدیث: ۱۰۷۱.

وُجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم چور۔ بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو۔ بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ انہوں نے کہا: اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں (وہ پیالہ) ملے وہی خود اس کا بدلہ ہوگا۔ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔

﴿قَالُوْا: اعلان کرنے والوں نے کہا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اعلان کرنے والوں نے کہا ’’اگر تم اس بات میں جھوٹے ہوئے اور پیالہ تمہارے پاس نکلے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟[1]

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا ’’اِس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اِس کے بدلے میں وہ اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کردے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں چونکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔[2] پھر یہ قافلہ مصر لایا گیا اور ان صاحبوں کو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ

1 ……مدارك، يوسف، تحت الآية: ٧٤، ص٥٣٩.

2 ……خازن، يوسف، تحت الآية: ٧٥، ٣/٣٤-٣٥.

يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اول ان کی خرجیوں سے تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

﴿فَبَدَاَ: تو تلاشی لینا شروع کی۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی، تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہوگا۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ جب حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کرلیا۔[1]

شرعی حیلے درست ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کیونکہ حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا اور یہ بالکل جائز حیلہ تھا کسی پر ظلم نہ تھا۔

﴿كَذٰلِكَ: اسی طرح۔﴾ یعنی اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ

1 ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۷۶، ص۵۳۹-۵۴۰.

اس معاملہ میں بھائیوں سے اِستفسار کریں تا کہ وہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللّٰہ تعالیٰ کی مَشِیَّت سے ہوئی کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔[1]

﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ: اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی علماء تھے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے زیادہ علم والے تھے۔[2] خیال رہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس حیلہ میں نہ تو جھوٹ بولا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خادم نے کہا تھا کہ تم چور ہو اور خادم بے خبر تھا، نہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائی پر چوری کا بہتان لگایا، بلکہ جو کچھ کیا گیا خود بنیا مین کے مشورہ سے کیا گیا، اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا ”كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ“ یہ تدبیر یوسف کو ہم نے سکھائی۔

ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے

یاد رہے کہ مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی اِنتہا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہے اور ان سے بے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر عالِم کے اُوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللّٰہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”علم کے مدارج بے حد متفاوت، ”وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ“ عالَمِ امکان میں نہایت نِہایات حضور سیدالکائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَالتَّحِیَّات۔[4] یعنی

1 ……خازن، یوسف، تحت الآیة: ٧٦، ٣/٣٥.

2 ……خازن، یوسف، تحت الآیة: ٧٦، ٣/٣٦.

3 ……خازن، یوسف، تحت الآیة: ٧٦، ٣/٣٦.

4 ……فتاوی رضویہ، ٦١٩/٢٢۔

لوگوں کے علم کے درجات میں بے حد فرق ہے کیونکہ ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے اور اس کائنات میں سب کے علم کی انتہا کائنات کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''بلاشبہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ ومقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو، کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ (وہ) غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب وجملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں، روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ (1)

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے ایک بھائی چوری کر چکا ہے تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھائیوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی (اور دل میں) کہا تم انتہائی گھٹیا درجے کے آدمی ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں کر رہے ہو۔

﴿ **قَالُوْۤا: بھائیوں نے کہا۔** ﴾ جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو بھائی شرمندہ ہوئے، اُنہوں نے سر جھکائے اور کہا ''سامان میں پیالہ نکلنے سے سامان والے کا چوری کرنا تو یقینی نہیں لیکن اگر یہ فعل اس کا ہو تو بیشک اس سے پہلے اس کے

1 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۵۰۔

بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی چوری کی تھی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب ایک واقعہ

جس کوانہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف منسوب کیا وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نانا کا ایک بت تھا جسے وہ پوجتے تھے۔حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستے میں نجاست کے اندر ڈال دیا۔یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس کے ذکر سے یہ مقصد تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں اور یہ فعل ہوتو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت نہ ہمیں اس کی اطلاع۔ (1)

﴿فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ: تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی۔﴾ یعنی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائیوں کی طرف سے اپنے بارے میں کہی گئی بات دل میں ایسے چھپالی جیسے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سنی ہی نہ ہو اور اپنے قول یا فعل سے کسی طرح اس کا اظہار نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کہا ''تم حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی کے مقابلے میں انتہائی کم درجے کے آدمی ہو کیونکہ تم نے اپنے بھائی کو اپنے والد سے چرالیا اور اپنے بھائی پر ظلم کیا،تم اپنے بھائی کے معاملے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (2)

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۠ ﴿۷۹﴾

ع ۹
۲

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بوڑھے بڑے تو ہم میں اس کی جگہ کسی کو لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں۔کہا خدا کی پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

1 ……روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ٤/۳۰۱، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۳٦، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ٤/۳۰۱-۳۰۲، جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۱۹٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے عزیز! بیشک اس کے بہت بوڑھے والد ہیں تو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں۔ یوسف نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں۔ (ایسا کریں) جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں اگرچہ چور کی سزا یہ تھی کہ اسے غلام بنالیا جائے لیکن فدیہ لے کر معاف کر دینا بھی جائز تھا، اس لئے بھائیوں نے کہا ''اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال ہمیں عطا کیا، ہمارا مطلوب اچھی طرح پورا ہوا اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔[1]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کی بجائے دوسرے کو لیں تو یہ تمہارے دین میں ظلم ہے، لہٰذا تم اس چیز کا تقاضا کیوں کرتے ہو جس کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ ظلم ہے۔[2]

فَلَمَّا اسْتَایْــٴَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّاؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾

1 ......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۸، ۶/۴۹۱، جلالین، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۸، ص۱۹۶، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۹، ص۵۴۰۔

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے ان کا بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے کیسی تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ میرے باپ مجھے اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے تو ایک طرف جا کر سرگوشی میں مشورہ کرنے لگے۔ ان میں بڑا بھائی کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں کوتاہی کرچکے ہو تو میں تو یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیدیں یا اللہ مجھے کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔

﴿فَلَمَّا اسْتَایْــٴَسُوْا مِنْهُ: پھر جب وہ بھائی اس سے مایوس ہوگئے۔﴾ یعنی جب وہ بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے مایوس ہوگئے اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ بنیامین واپس نہیں ملیں گے تو سب بھائی لوگوں سے ایک طرف ہو کر کھڑے ہوگئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب اپنے والد صاحب کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے اور اپنے بھائی بنیامین کے بارے میں کیا کہیں گے۔ ان میں سے علم وعقل یا عمر میں جو بھائی بڑا تھا وہ کہنے لگا ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا تھا کہ تم اپنے بھائی کو واپس لے کر جاؤ گے اور اس سے پہلے تم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معاملے میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری بھی نہ کی۔ میں تو مصر کی سرزمین سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ ہی اس صورتِ حال میں مصر چھوڑوں گا یہاں تک میرے والد مجھے مصر کی سرزمین چھوڑنے کی اجازت دے دیں اور مجھے اپنے پاس بلالیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلاصی دے کر یا اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلنے کا مجھے کوئی حکم فرمادے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔[1]

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا

1 ......خازن، يوسف، تحت الآية: ٨٠، ٣/٣٧، مدارك، يوسف، تحت الآية: ٨٠، ص ٥٤١، ملتقطاً.

وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَاؕ-وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ اور اس شہر والوں سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم واپس آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں۔

﴿اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ: تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ۔﴾ جس بھائی نے مصر میں ہی ٹھہرنے کا عزم کیا تھا اس نے بقیہ بھائیوں سے کہا کہ تم اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کی طرف چوری کی نسبت کی گئی اور ہم اتنی ہی بات کے گواہ ہیں جتنی ہمیں معلوم ہے کہ پیالہ اُن کے کجاوے میں سے نکلا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور ہمیں خبر نہ تھی کہ یہ صورت پیش آئے گی، حقیقتِ حال اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانے کہ کیا ہے اور پیالہ کس طرح بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا۔[1]

﴿وَسْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ: اور شہر والوں سے پوچھ لیجیے۔﴾ بھائیوں کو یہ باتیں والد صاحب سے کہنے کا حکم دینے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے ان بھائیوں پر سے تہمت اچھی طرح زائل ہو جائے کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں یہ تہمت کا سامنا کر چکے تھے۔ پھر یہ لوگ اپنے والد کے پاس واپس آئے اور سفر میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی خبر دی اور بڑے بھائی نے جو کچھ بتا دیا تھا وہ سب والد صاحب سے عرض کر دیا۔[2]

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًاؕ-فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ-عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۱، ۳/۳۷-۳۸، مدارک، یوسف، تحت الآیة: ۸۱، ص۵۴۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۲، ۳/۳۸.

بِهِمْ جَمِيْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنادیا تو اچھا صبر ہے قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے تو عمدہ صبر ہے۔عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بیشک وہی علم والا ،حکمت والا ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف غلط ہے اور چوری کی سزا غلام بنانا، یہ بھی کوئی کیا جانے اگر تم فتویٰ نہ دیتے اور تم نہ بتاتے، تمہارے نفس نے تمہارے لئے کچھ حیلہ بنادیا ہے تو اب بھی میرا عمل عمدہ صبر ہے۔عنقریب اللہ تعالیٰ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور اُن کے دونوں بھائیوں کو میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہی میرے افسوس اور غم کی حالت کو جانتا ہے اور اس نے کسی حکمت کی وجہ سے ہی مجھے اس میں مبتلا کیا ہے۔ (1)

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔ بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جالگیں یا جان سے گزر جائیں۔

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۳، ۴/۳۰۴-۳۰۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔ بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔

﴾وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ: اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا۔﴿ یعنی حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کی خبر سن کر اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور اس وقت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حزن وملال انتہا کو پہنچ گیا، جب بیٹوں سے منہ پھیرا تو فرمایا ''ہائے افسوس! یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی پر۔ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہوگئی۔ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی میں حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **80** برس روتے رہے۔ (1)

یاد رہے کہ عزیزوں کے غم میں رونا اگر تکلیف اور نمائش سے نہ ہو اور اس کے ساتھ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شکایت و بے صبری کا مظاہرہ نہ ہو تو یہ رحمت ہے، اُن غم کے دنوں میں حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبانِ مبارک پر کبھی کوئی بے صبری کا کلمہ نہ آیا تھا۔

﴾قَالُوْا: بھائیوں نے کہا۔﴿ یعنی حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے اپنے والدِ محترم سے کہا ''اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کرتے رہیں گے اور ان سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت کم نہ ہوگی یہاں تک کہ شدّتِ غم کی وجہ سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔ (2)

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۴، ۳/ ۳۹.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۵، ۳/ ۳۹.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یعقوب نے کہا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿قَالَ: یعقوب نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹوں کی بات سن کران سے کہا ''میری پریشانی اور غم کم ہو یا زیادہ، میں اس کی فریاد تم سے یا اور کسی سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور احسان سے مجھے وہاں سے آسانی عطا کرے گا جہاں سے میرا گمان بھی نہ ہوگا۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فرمان **''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں''** سے معلوم ہوا کہ غم اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں، ہاں بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنا یا لوگوں سے شکوے کرنا بے صبری ہے۔ نیز آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فرمان **''اور میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''** سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جانتے تھے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقّع ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی روح قبض کی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں، اس سے بھی آپ کو اُن کی زندگانی کا اِطمینان ہوا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔ (1)

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے بیٹو! تم جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک

(1)......خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۶، ۳/۴۰-۴۱، ملخصاً.

اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

﴿یٰبَنِیَّ: اے بیٹو!﴾ یعنی اے میرے بیٹو! تم مصر کی طرف جاؤ اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ بیٹوں نے کہا ''ہم بنیامین کے معاملے میں کوشش کرنا تو نہیں چھوڑیں گے البتہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ اب زندہ نہیں اس لئے ہم انہیں تلاش نہیں کریں گے۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے اور مومن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو جانتا ہے اس لئے وہ تنگی آسانی، غمی خوشی کسی بھی حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں پے در پے آنے والی مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقی طور پر دنیا وآخرت کی تمام مشکلات کو دور کرنے والا اور تنگی کے بعد آسانیاں عطا کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ماپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہوئی ہے اور ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے اور ہم پر کچھ خیرات بھی کیجئے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔

1 ......روح البیان، یوسف، تحت الآیة: ۸۷، ۴/۳۰۹، ملخصاً.

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ: پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم سن کر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تنگی، بھوک کی سختی اور جسموں کے دبلا ہو جانے کی وجہ سے مصیبت پہنچی ہوئی ہے، ہم حقیر سا سرمایہ لے کر آئے ہیں جسے کوئی سوداگر اپنے مال کی قیمت میں قبول نہ کرے۔ وہ سرمایا چند کھوٹے درہم اور گھر کی اشیاء میں سے چند پرانی بوسیدہ چیزیں تھیں، آپ ہمیں پورا ناپ دیدیجئے جیسا کھرے داموں سے دیتے تھے اور یہ ناقص پونجی قبول کر کے ہم پر کچھ خیرات کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو صلہ دیتا ہے۔(1)

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوسف نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے۔

﴿قَالَ: یوسف نے فرمایا۔﴾ بھائیوں کا یہ حال سن کر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر گریہ طاری ہو گیا اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کیا حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مارنا، کنوئیں میں گرانا، بیچنا، والد صاحب سے جدا کرنا اور اُن کے بعد اُن کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا تمہیں یاد ہے اور یہ فرماتے ہوئے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تبسم آ گیا اور اُنہوں نے آپ کے گوہرِ دندان کا حسن دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو جمالِ یوسفی کی شان ہے۔(2)

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَاؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۱﴾

1 ……خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۸، ۳/ ۴۱، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸۸، ص ۵۴۳، ملتقطاً.

2 ……مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۸۹، ص ۵۴۳، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۸۹-۹۰، ۳/ ۴۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔ بولے خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ بیشک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطا کار تھے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے کہا ’’کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہمیں جدائی کے بعد سلامتی کے ساتھ ملایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ بے شک جو گناہوں سے بچے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرے، اپنے نفس کو ہر اس بات یا عمل سے روک کر رکھے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا ثواب اور اس کی اطاعت گزاریوں کی جزا ضائع نہیں کرتا۔ (1)

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ’’خدا کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو منتخب فرمایا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہم پر علم، عقل، صبر، حلم اور بادشاہت میں فضیلت دی، بے شک ہم خطا کار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، بادشاہ بنایا اور ہمیں مسکین بنا کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے لایا۔ (2)

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ-یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘-وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ(۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

1 ......تفسیر طبری، یوسف، تحت الآیة: ۹۰، ۷/۲۹۰، ملخصاً.

2 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۴۳، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۹۱، ص۵۴۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا آج اگرچہ ملامت کرنے کا دن ہے، لیکن میری جانب سے تم پر آج اور آئندہ کوئی ملامت نہ ہوگی، پھر بھائیوں سے جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان کی بخشش کے لئے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔[1]

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا حکم

آج کل لوگ باہمی دھوکہ دہی میں مثال کیلئے برادرانِ یوسف کا لفظ بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اس سے اِحتراز کرنا چاہیے۔ برادرانِ یوسف کا ادب واحترام کرنے کا حکم ہے اور ان کی توہین سخت ممنوع وناجائز ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ان کی نسبت کلماتِ ناشائستہ لانا بہر حال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے۔۔۔اور ظاہرِ قرآنِ عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: قَالَ تَعَالٰی

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ[2]

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔ (ت)

اَسباط یہی اَبنائے یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، اس تقدیر پر توان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کردیا۔ اور یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود عفو فرمایا

1 ……مدارك، يوسف، تحت الآية: ٩٢، ص٥٤٣.

2 ……بقرہ:١٣٦.

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ (ت)

بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاِکرام ہے، ربعَزَّوَجَلَّ نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے کہ جب اِن کی نبوت میں اختلاف ہے اُس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفرِ اختلافی کا یہی حکم ہے۔ (1)

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: میرا یہ کُرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہوجائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا: میرا یہ کرتا لے جاؤ۔﴾ جب تعارف ہوگیا تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائیوں سے اپنے والد ماجد کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا ''آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میرا یہ کرتا لے جاؤ جو میرے والد ماجد نے تعویذ بنا کر میرے

1 ......فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۵/۱۶۴-۱۶۵۔

گلے میں ڈال دیا تھا اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہو جائیں۔ (1)

بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کُشا ہوتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں کی شفا، دافعِ بلا اور مشکل کشا ہوتی ہیں۔ قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی مبارک زندگی کا مطالعہ کریں تو ایسے واقعات بکثرت مل جائیں گے جن میں بزرگانِ دین کے مبارک جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں میں شفا کا بیان ہو۔ سرِ دست 2 واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ’’میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قربانی کے دن بطنِ وادی کی جانب سے جمرۂ عقبہ کی رَمی فرمائی، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمی سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو خَثْعَمْ قبیلے کی ایک خاتون گود میں بچہ اٹھائے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ’’یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے گھرانے میں ایک ہی بچہ باقی رہ گیا ہے اور اس پر بھی کچھ اثر ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تھوڑا سا پانی لاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے پانی پیش کر دیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پانی سے دونوں ہاتھوں کو دھویا، منہ میں پانی لے کر کلی کی اور اس عورت سے فرمایا ’’یہ پانی اس بچے کو پلا دیا کرو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے شفا طلب کرو۔ حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ’’میں نے اس عورت سے ملاقات کی اور اس سے کہا ’’تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا ’’یہ پانی بچے کے صحت کے لئے ہے اس لئے میں نہیں دے سکتی۔ حضرت ام جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ’’دوسرے سال جب اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے بچے کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا ’’وہ بچہ بہت تندرست، ذہین اور عقل مند ہو گیا ہے۔ (2)

1......مدارك، يوسف، تحت الآية: ٩٣، ص ٥٤٤، ملخصاً.

2......ابن ماجه، كتاب الطب، باب النشرة، ١٢٩/٤، الحديث: ٣٥٣٢.

(2)......اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چند موئے مبارک تھے جنہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے چاندی کی ایک ڈبیہ میں رکھا ہوا تھا۔ لوگ جب بیمار ہوتے تو وہ ان گیسوؤں سے برکت حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفا طلب کرتے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گیسوؤں کو پانی کے پیالے میں رکھ کر وہ پانی پی جاتے تو انہیں شفا مل جایا کرتی۔ (1)

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾ الربع

ترجمۂ کنزالایمان: جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا۔ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا تو ان کے باپ نے فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو۔ بیٹوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں گم ہیں۔

﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ: اور جب قافلہ وہاں سے جدا ہوا۔﴾ یعنی جب قافلہ مصر کی سرزمین سے نکلا اور کنعان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں یا پوتوں اور پاس والوں سے فرمادیا ''بیشک میں یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے کم سمجھ نہ کہو تو تم ضرور میری بات کی تصدیق کرو گے۔ (2)

﴿قَالُوْا: بیٹوں نے کہا۔﴾ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حاضرین نے ان سے کہا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی شدید محبت میں گم ہیں جس کی وجہ سے ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ملنے کی امید لگی ہوئی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کیونکہ وہ اس گمان میں تھے کہ اب حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہاں زندہ ہوں گے اُن کی تو وفات بھی ہو چکی ہوگی۔ (3)

1......عمدة القاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، ١٥/٩٤، تحت الحدیث: ٥٨٩٦.

2......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٩٤، ٣/٩٧٩، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ٩٤، ص٥٤٤ ملتقطاً.

3......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ٩٥، ٣/٩٨٠، ابو سعود، یوسف، تحت الآیۃ: ٩٥، ٣/١٣٨، ملتقطاً.

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًاۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہوگئے۔ یعقوب نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا۔﴾ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ خوشخبری سنانے والے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی یہودا تھے۔ یہودا نے کہا کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس خون آلودہ قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی کہا تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیڑیا کھا گیا، میں نے ہی اُنہیں غمگین کیا تھا اس لئے آج کُرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا۔ چنانچہ یہودا برہنہ سر اور برہنہ پا کُرتا لے کر 80 فرسنگ (یعنی 240 میل) دوڑتے آئے، راستے میں کھانے کے لئے سات روٹیاں ساتھ لائے تھے، فَرطِ شوق کا یہ عالَم تھا کہ اُن کو بھی راستہ میں کھا کر تمام نہ کر سکے۔ الغرض یہودا نے جب حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قمیص حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چہرے پر ڈالی تو اسی وقت ان کی آنکھیں درست ہوگئیں اور کمزوری کے بعد قوت اور غم کے بعد خوشی لوٹ آئی، پھر حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے کہ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں ملا دے گا۔ (1)

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ

(1)......تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیة: ۹۶، ۶/۵۰۸، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیة: ۹۶، ۴/۸۰، ملتقطاً.

اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بیشک ہم خطا کار ہیں۔ فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿قَالُوْا: بیٹوں نے کہا۔﴾ یعنی جب حق بات ظاہر اور واضح ہوگئی تو بیٹوں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی ''اے ہمارے باپ! آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم خطا کار ہیں۔ (1)

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا اور استغفار کو سحری کے وقت تک مؤخر فرمایا کیونکہ یہ وقت دعا کے لئے سب سے بہترین ہے اور یہی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، چنانچہ جب سحری کا وقت ہوا تو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی، دعا قبول ہوئی اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی فرمائی گئی کہ صاحبزادوں کی خطا بخش دی گئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والد ماجد کو اور اُن کے اہل و اولاد کو بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ **200** سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا، حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہلِ خانہ کو جمع کیا جو کل مرد و عورت **72** یا **73** افراد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں یہ برکت فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے جبکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ ان سے صرف **400** سال بعد کا ہے، الحاصل جب حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مصر کے بادشاہِ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ

---

1 ......صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۷، ۳/ ۹۸۰.

لےکرآپ اپنے والد صاحب کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اُڑاتے اور قطاریں باندھے روانہ ہوئے۔حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے، جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ صحرا زرق برق سواروں سے پُر ہورہا ہے تو فرمایا ''اے یہودا! کیا یہ فرعونِ مصر ہے جس کا لشکر اس شان وشوکت سے آرہا ہے؟ یہودا نے عرض کی ''نہیں، یہ حضور کے فرزند حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو متعجب دیکھ کر عرض کیا ''ہوا کی طرف نظر فرمائیے، آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشی میں شرکت کے لئے فرشتے حاضر ہوئے ہیں جو کہ مدتوں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غم کی وجہ سے روتے رہے ہیں۔فرشتوں کی تسبیح، گھوڑوں کے ہنہنانے اور طبل و بگل کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کردی تھی۔یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب دونوں حضرات یعنی حضرت یعقوب اور حضرت یوسف عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قریب ہوئے تو حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے عرض کیا کہ آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو پہلے سلام کا موقع دیجئے، چنانچہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا'' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامُذْهِبَ الْاَحْزَانِ ''یعنی اے غم واندوہ کے دور کرنے والے سلام! اور دونوں صاحبوں نے اُتر کر معانقہ کیا اور مل کر خوب روئے، پھر اس مزین رہائش گاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کرکے آراستہ کی گئی تھی۔[1] یہ داخل ہونا حدودِ مصر میں تھا اس کے بعد دوسری بار داخل ہونا خاص شہر میں ہے جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔

[1] ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۹۸، ۳/۴۴-۴۵، جمل مع جلالین، یوسف، تحت الآیة: ۹۸-۹۹، ۴/۸۰-۸۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: تم مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وامان کے ساتھ۔

﴿اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ: اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔﴾ ماں سے مراد خالہ ہے،[1] اور اس کے علاوہ بھی مفسرین کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

﴿اُدْخُلُوْا مِصْرَ: تم مصر میں داخل ہو جاؤ۔﴾ یہاں داخل ہونے سے خاص شہر میں داخل ہونا مراد ہے یعنی شہرِ مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر ناپسندیدہ چیز سے امن وامان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔[2]

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًاۚ-وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ٘-قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّاؕ-وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْؕ-اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُؕ-اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ(۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے میرے رب نے سچا کر دیا اور بیشک اس نے مجھ پر

---

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۹۹، ۳/۴۵.

2 ......جلالین مع صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۹۹، ۳/۹۸۱، ملخصاً.

احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کروادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ: اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔﴾ جب حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور دربارِ شاہی میں اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والدین کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا، اس کے بعد والدین اور سب بھائیوں نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم اور عاجزی کے اظہار کے طور تھا اور اُن کی شریعت میں جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں کسی عظمت والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، مصافحہ کرنا اور دست بوسی کرنا جائز ہے۔ [1]

یاد رہے کہ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی **22** ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا رسالہ ''اَلزُّبْدَةُ الزَّكِيَّة فِیْ تَحْرِيْمِ سُجُوْدِ التَّحِيَّة'' (غیر اللہ کے لئے سجدۂ تعظیمی حرام ہونے کا بیان) مطالعہ کیجئے۔

﴿وَقَالَ: اور یوسف نے کہا۔﴾ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب انہیں سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن کی حالت میں دیکھا تھا۔ بیشک وہ خواب میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے بیداری کی حالت میں سچا کر دیا اور بیشک اس نے قید سے نکال کر مجھ پر احسان کیا۔ اس موقع پر حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کنوئیں کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو۔ مزید فرمایا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں حسد کی وجہ سے ناچاقی کروادی تھی تو اس کے بعد میرا رب عَزَّوَجَلَّ آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی اپنے تمام بندوں کی ضروریات کو جاننے والا اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات

تاریخ بیان کرنے والے علما فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس مصر میں چوبیس سال بہترین عیش و آرام میں اور خوش حالی کے ساتھ رہے، جب وفات کا وقت

[1]......مدارك، يوسف، تحت الآية: ۱۰۰، ص۵۴۵.

قریب آیا تو آپ نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وصیت کی کہ آپ کا جنازہ ملکِ شام میں لے جا کر ارضِ مقدّسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جائے۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی اور وفات کے بعد ساج کی لکڑی کے تابوت میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسدِ اطہر شام میں لایا گیا، اسی وقت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی عیص کی وفات ہوئی، آپ دونوں بھائیوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی اور دفن بھی ایک ہی قبر میں کئے گئے اور دونوں صاحبوں کی عمر 147 (یا 145) سال تھی۔ جب حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والد اور چچا کو دفن کر کے مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا کی جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔ (1)

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھا دیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے قرب کے لائق بندوں کے ساتھ شامل فرما۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ اس آیت میں حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اسلام کی حالت میں موت عطا ہونے کی دعا مانگی، ان کی یہ دعا دراصل امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۰، ۳/۶۶-۴۷.

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات اور تدفین

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے والد ماجد کے بعد 23 سال زندہ رہے، اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ہوئی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقامِ دفن کے بارے میں اہلِ مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا، ہر محلّہ والے حصولِ برکت کے لئے اپنے ہی محلّہ میں دفن کرنے پر مُصر تھے، آخر یہ رائے طے پائی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کی برکت سے تمام اہلِ مصر فیض یاب ہوں چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سنگِ رِخام یا سنگِ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہیں رہے یہاں تک کہ 400 برس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تابوت شریف نکالا اور آپ کو آپ کے آبائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ملکِ شام میں دفن کیا۔[1]

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا اور وہ سازش کررہے تھے۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو واقعات ذکر کئے گئے یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم نہ تھیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنویں میں ڈالنے

1 ......مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ص۵٤٦، خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳/٤٧، ملتقطاً۔

کا پختہ ارادہ کرلیا تھا اور وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں سازش کر رہے تھے، اس کے باوجود اے انبیا کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے بیان فرمانا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔ (1)

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔ اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے یہ تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو کتنی ہی خواہش ہو۔ اور آپ اس (تبلیغ) پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہان کیلئے صرف نصیحت ہے۔

﴿ اَكْثَرُ النَّاسِ: اکثر لوگ۔ ﴾ یہودیوں اور کفارِ قریش نے سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ دریافت کیا تھا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسی طرح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا تورات میں لکھا تھا تو بھی وہ ایمان نہ لائے، ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت دکھ ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آپ کو ان کے ایمان کی کتنی ہی خواہش ہو۔ (2)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

(1) ......خازن، يوسف، تحت الآية: ۱۰۲، ۳/۴۷-۴۸، مدارك، يوسف، تحت الآية: ۱۰۲، ص۵٤٦-۵٤٧، ملتقطاً.

(2) ......خازن، يوسف، تحت الآية: ۱۰۳، ۳/۴۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین میں کتنی نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزر جاتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ: اور کتنی نشانیاں ہیں۔﴾ آسمانی نشانیوں سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی قوت وقدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں یعنی آسمان کا وجود، سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمینی نشانیوں سے ہلاک شدہ امتوں کے آثار مراد ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان لوگوں کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ موڑنے پر آپ تعجب نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان سے منہ پھیر لینا اور غور وفکر کرکے عبرت حاصل نہ کرنا زیادہ عجیب ہے۔ (1)

﴿وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ: اور ان میں اکثر وہ ہیں جو اللہ پر یقین نہیں کرتے۔﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق اور رازق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کرکے غیروں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے۔ (2)

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آ کر گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر نہ ہو۔

(1) ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠٥، ص٥٤٧، صاوى، يوسف، تحت الآية: ١٠٥، ٩٨٤/٣، ملتقطاً.

(2) ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١٠٦، ص٥٤٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے چھا جانے والی مصیبت آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿اَفَاَمِنُوْٓا: کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں۔﴾ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے اور غیرُ اللہ کی عبادت کرنے میں مصروف ہیں کیا انہیں اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہو جائے جو مکمل طور پر انہیں اپنی گرفت میں لے لے یا اسی شرک اور کفر کی حالت میں اچانک ان پر قیامت آجائے اور اللہ تعالیٰ دائمی عذاب کے لئے انہیں دوزخ میں ڈال دے۔[1]

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ﳝ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل بصیرت پر ہیں اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اِن مشرکین سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینِ اسلام کی دعوت دینا یہ میرا راستہ ہے، میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور اس پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے کامل یقین اور معرفت پر ہیں۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی فضیلت

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم احسن راستے اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن

[1]......تفسیر طبری، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۷/۳۱۴.

کے لشکر ہیں۔

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ گزرے ہوؤں کا طریقہ اختیار کریں، گزرے ہوئے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہیں، ان کے دِل اُمت میں سب سے زیادہ پاک، علم میں سب سے گہرے، تکلُّف میں سب سے کم ہیں، وہ ایسے حضرات ہیں جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت اور اُن کے دین کی اشاعت کے لئے چن لیا۔ (1)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰىؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْاؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب شہروں کے رہنے والے مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے کہا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نبی کیوں نہ بنا کر بھیجا، اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انسان ہونے پر حیران کیوں ہیں حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی اللّٰہ تعالیٰ کے رسول تشریف

1 ......خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۸، ۳/۴۸-۴۹.

لائے سب ان کی طرح انسان اور مرد ہی تھے، کسی فرشتے، جن، عورت اور دیہات میں رہنے والے کو نبوت کا منصب نہیں دیا گیا۔ کیا یہ جھٹلانے والے مشرکین زمین پر نہیں چلتے تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا انہیں کس طرح ہلاک کر دیا گیا اور بے شک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے دنیا سے بہتر ہے تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تاکہ ایمان قبول کرسکو۔[1]

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْــٴَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَاۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے تو اس وقت ہماری مدد آگئی تو جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھیرا نہیں جاتا۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْــٴَسَ الرُّسُلُ: یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی۔﴾ یعنی لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں تاخیر ہونے اور عیش وآسائش کے دیر تک رہنے پر مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ پہلی اُمتوں کو بھی بہت مہلتیں دی جا چکی ہیں یہاں تک کہ جب اُن کے عذابوں میں بہت تاخیر ہوئی اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے رسولوں کو اپنی قوموں پر دنیا میں ظاہری عذاب آنے کی اُمید نہ رہی تو قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے انہیں جو عذاب کے وعدے دیئے تھے وہ پورے ہونے والے نہیں تو اس وقت اچانک انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے ہماری مدد آگئی اور ہم نے اپنے بندوں میں سے اطاعت کرنے والے ایمانداروں کو بچالیا اور مجرمین اس عذاب میں مبتلا ہو گئے۔[2]

---

1 ......صاوی، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۳/۹۸۵، خازن، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۳/۴۹، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ۳/۱۴۲-۱۴۳، مدارك، یوسف، تحت الآیة: ۱۰۹، ص۵۴۸، ملتقطاً.

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠(۱۱۱)

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو خود بنالی جائے لیکن (یہ قرآن) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے تھیں اور یہ ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ: بیشک ان رسولوں کی خبروں میں۔﴾ یعنی بے شک انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اور ان کی قوموں کی خبروں میں عقل مندوں کیلئے عبرت ہے جیسے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعہ سے بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت و کرامت ہے اور ایذا رسانی و بدخواہی کا انجام ندامت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ بندے کو سختیوں کے پیش آنے سے مایوس نہ ہونا چاہئے، رحمتِ الٰہی دست گیری کرے تو کسی کی بدخواہی کچھ نہیں کرسکتی۔ اس کے بعد قرآنِ پاک کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں کہ جسے کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو کیونکہ اس کا عاجز کردینے والا ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے البتہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتابوں توریت اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن میں حلال، حرام، حدود و تعزیرات، واقعات، نصیحتوں اور مثالوں وغیرہ ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔[1]

[1] ......مدارك، يوسف، تحت الآية: ١١١، ص٥٤٨، خازن، يوسف، تحت الآية: ١١١، ٣/٥٠-٥١، ملتقطاً.

سُوۡرَةُ الرَّعۡد

سورۂ رعد کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ رعد مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ ان دو آیتوں ''لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا تُصِیۡبُهُمۡ'' اور ''وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا'' کے سوا اس سورت کی سب آیتیں مکی ہیں، اور دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **43** آیتیں اور **855** کلمے اور **3506** حروف ہیں۔ [2]

''رعد'' نام رکھنے کی وجہ

رعد، بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے، اور اس سورت کا یہ نام آیت نمبر 13 میں مذکور لفظ ''اَلرَّعۡدُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورۂ رعد کی فضیلت

حضرت جابر بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ''جب کسی انسان کی موت کا وقت قریب آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کے پاس سورۂ رعد پڑھی جائے کیونکہ یہ مرنے والے کیلئے آسانی کا اور اس کی روح قبض ہونے میں تخفیف کا سبب ہوگی۔ [3]

سورۂ رعد کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالٰی کی قدرت اور وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء ملنے کو ثابت کیا گیا

---

1 ......خازن، تفسير سورة الرعد، ۳/۵۱.

2 ......خازن، تفسير سورة الرعد، ۳/۵۱.

3 ......در منثور، سورة الرعد، ٤/۵۹۹.

ہے، چنانچہ اس سورت کی ابتداء میں آسمانوں اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، پہاڑ اور دریا، کھیتی اور مختلف ذائقوں، خوشبوؤں اور رنگوں والے پھلوں کی پیدائش کے ذریعے تخلیق اور ایجاد میں، زندگی اور موت دینے میں، نفع اور ضرر پہنچانے میں اللّٰہ تعالیٰ کی یکتائی، اس کی قدرت، مرنے کے بعد مخلوق کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل دیئے گئے ہیں، اسی طرح اس سورت میں مشرکین کے شُبہات کا رد بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کے موجود ہونے کی خبر دی گئی۔

(2)......حق اور باطل میں نیز بندگانِ خدا اور بتوں کے پجاریوں میں ایک مثال کے ذریعے فرق بیان کیا گیا۔

(3)......نماز ادا کرنے والے اور صبر کرنے والے سعادت مند متقی لوگوں کے حال کو دیکھنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے اور زمین میں فساد پھیلانے والے اور عہد و پیمان توڑ دینے والے گناہگار لوگوں کے حال کو اندھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(4)......متقی لوگوں کو جَنّاتِ عَدن کی بشارت دی گئی اور عہد توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(5)......رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داریاں بیان کی گئی۔

(6)......دنیا میں ہونے والے تغیرات کے بارے میں بتایا گیا۔

(7)......اس سورت کی آخری آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور رسالت کی گواہی دی اور یہ بتایا گیا کہ اہلِ کتاب میں سے جو مومن ہیں وہ بھی اپنی کتابوں میں سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نشانیاں موجود ہونے کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔

سورۂ یوسف کے ساتھ مناسبت

سورۂ رعد کی اپنے سے ماقبل سورت ''یوسف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ یوسف میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی زمینی اور آسمانی نشانیوں کا اِجمالی ذکر ہوا اور سورۂ رعد کی ابتداء میں ان نشانیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا اور ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ یوسف کی آخری آیت میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے اور سورۂ رعد کی پہلی آیت میں بھی قرآنِ مجید کی شان بیان کی گئی ہے۔[1]

1 ......تناسق الدرر، سورة الرعد، ص٩٥.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے مگر اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿الٓمّٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ : اور وہ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔﴾ مشرکینِ مکہ کہتے تھے کہ یہ کلام محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور انہوں نے خود بنایا ہے، اس آیت میں ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن جو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل کیا گیا حق ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اکثر اہلِ مکہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔[1]

اَللّٰهُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۱، ۳/۵۱، جلالين، الرعد، تحت الآية: ۱، ص ۲۰۰، ملتقطاً.

وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک چلتا ہے اللّٰہ کام کی تدبیر فرماتا اور مفصل نشانیاں بتاتا ہے کہیں تم اپنے رب کا ملنا یقین کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ سکو پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدہ تک چلتا رہے گا، اللّٰہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ: اللّٰہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے دلائل اور اپنی قدرت کے عجائب بیان فرمائے جو کہ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کرنے کے معنی

آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ **(1)** آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا جیسا کہ تم ان کو دیکھتے ہو یعنی حقیقت میں کوئی ستون ہی نہیں ہے۔ **(2)** یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے دیکھنے میں آنے والے ستونوں کے بغیر بلند کیا، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ستون تو ہیں مگر تمہارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ پہلا قول صحیح تر ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔[1]

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کے اپنی شان کے مطابق عرش پر استوا فرمانے کی تفصیل سورۂ اعراف کی آیت نمبر 54 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲، ۳/۵۱-۵۲، جمل، الرعد، تحت الآیة: ۲، ۴/۹۲، ملتقطاً۔

﴾ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ : اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔﴿ یعنی اپنے بندوں کے منافع اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا اور وہ حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک، ایک مقرر کئے ہوئے وعدے یعنی دنیا کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے فرمایا کہ اَجَلٍ مُّسَمًّى سے سورج اور چاند کے درجات اور منازِل مراد ہیں یعنی وہ اپنے منازل اور درجات میں ایک حد تک گردش کرتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند میں سے ہر ایک کے لئے حرکت میں تیزی اور آہستگی کی ایک مخصوص مقدار کے ساتھ خاص جہت کی طرف خاص گردش مقرر فرمائی ہے۔ [1]

﴾ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ : اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے۔﴿ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی رحمت کی دلیل ہے کیونکہ پوری مخلوق اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور رحمت کی محتاج ہے اور سب اللہ تعالیٰ کی قضا، قدرت اور قہر کے تحت داخل ہیں۔ [2]

﴾ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ : تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے۔﴿ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کا یقین کر لو اور جان لو کہ جو ذات انسان کے معدوم ہونے کے بعد اسے موجود کرنے پر قادر ہے تو وہ انسان کو موت دینے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ [3]

وَ هُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡهٰرًا ؕ وَ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡهَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل

1 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۲، ص۵٤۹، خازن، الرعد، تحت الآية: ۲، ۳/۵۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲، ۳/۵۲.

3 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲، ۳/۵۲.

دو دو طرح کے بنائے رات سے دن کو چھپا لیتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے کمال پر آسمانی دلائل یعنی آسمانوں کے ستونوں کے بغیر بلند ہونے اور سورج وچاند کے اَحوال کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت میں زمینی دلائل کا ذکر فرمایا ہے۔ ان دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔ **(1)** اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا۔ **(2)** زمین میں مضبوط پہاڑ نصب فرمائے۔ **(3)** مخلوق کے فائدے کیلئے زمین میں نہریں جاری فرمائیں۔ **(4)** زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے یعنی سیاہ اور سفید، کھٹے اور میٹھے، چھوٹے اور بڑے، خشکی اور باغات کے، گرم اور سرد، تر اور خشک وغیرہ۔ **(5)** اللہ تعالیٰ دن کو رات کے اندھیرے سے اور رات کو دن کی روشنی سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان عجیب وغریب صنعتوں میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں جنہیں دیکھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام آثار، بنانے والے، حکمت والے اور قدرت والے کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ (1)

آیت " اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......سارا جہان سمجھدار کے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے،

(2)......فکر اور غور وخوض اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، ایک ساعت کی فکر ہزار برس کے ذکر سے افضل ہے۔

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۴

(1)......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳، ۳/۵۲، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۳، ص۵٤۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کے مختلف قطعے ہیں اور ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے پیڑ ایک تھالے سے اُگے اور الگ الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ: اور زمین کے مختلف حصے ہیں۔﴾ آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ زمین کے مختلف حصے ہیں یعنی جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے، ان میں سے کوئی قابلِ زراعت ہے کوئی ناقابلِ زراعت، کوئی پتھریلا، کوئی ریتیلا، اس کے بعد ایک منفرد انداز میں قدرتِ الٰہی کا بیان فرمایا کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے قریب قریب ہونے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ مختلف رنگ، خوشبو، ذائقے، سائز اور قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے پھر ان میں سے ہر ایک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ ایک ہی درخت پر اُگنے والا کوئی پھل چھوٹا، کوئی بڑا، کوئی میٹھا، کوئی کھٹا اور اس کے علاوہ کیا کیا باریکیاں ایک ایک دانے میں رکھی گئی ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

بنی آدم کے دلوں کی ایک مثال

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک نکتے کے طور پر فرماتے ہیں ''اس آیت میں بنی آدم کے دلوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ جس طرح زمین ایک تھی اس کے مختلف حصے ہوئے، ان پر آسمان سے ایک ہی پانی برسا تو اس سے مختلف قسم کے پھل پھول، بیل بوٹے، اچھے اور برے پیدا ہوئے، اِسی طرح آدمی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا کئے گئے، ان پر آسمان سے ہدایت اُتری، اس ہدایت سے بعض دل نرم ہوئے اور ان میں خشوع وخضوع پیدا ہوا، بعض سخت ہوگئے اور کھیل کود اور لغویات میں مبتلا ہوگئے تو جس طرح زمین کے حصے اپنے پھول پھل میں مختلف ہیں اس طرح انسانی دل اپنے آثار، انوار اور اَسرار میں مختلف ہیں۔''[1]

[1]......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ٤، ٣/ ٩٩٠، مدارک، الرعد، تحت الآیۃ: ٤، ص ٥٥٠، ملتقطاً۔

وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم تعجب کرو تو اچنبا تو ان کے اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے وہ ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے اور وہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اسی میں رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب والی چیز تو ان کا یہ کہنا ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے بنائے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ **وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ : اور اگر تم تعجب کرو۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ صادق و امین معروف ہونے کے باوجود کفار کے جھٹلانے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہیں تو اس سے بڑھ کر تعجب کے قابل تو ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے ویسے ہی بنائے جائیں گے جیسے ہم مرنے سے پہلے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ جس نے ابتداءً بغیر مثال کے پیدا کر دیا اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا انکار کیا، ان کا انجام یہ ہوگا کہ بروزِ قیامت ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، یہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے نہ کبھی نکل سکیں گے اور نہ انہیں وہاں موت آئے گی۔ (1)

وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِهِمۡ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۵، ۳/۵۳، جلالین، الرعد، تحت الآیۃ: ۵، ص ۲۰۰، ملتقطاً۔

لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں رحمت سے پہلے اور ان سے اگلوں کی سزائیں ہوچکیں اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے اور بے شک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا جلدی مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی انہیں ایک قسم کی معافی دینے والا ہے اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔

﴿ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ : اور رحمت سے پہلے تم سے عذاب کا جلدی مطالبہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مکہ کے مشرکین مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے عافیت اور سلامتی کے بدلے جلدی عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں، ان کا حال دیکھ کر انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ تو لوگوں کے شرک کے باوجود بھی ایک طرح کی معافی دینے والا ہے کہ ان کے عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے تو ان لوگوں کو تو اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے اور کفر وشرک سے باز آجانا چاہیے اور ہرگز ہرگز غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب عذاب نازل فرماتا ہے تو اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہوتا ہے۔ (1)

اللّٰہ تعالٰی کا عَفْو دیکھ کر غافل نہیں ہونا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ایک سے ایک بڑے گناہ کے باوجود اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے فوری پکڑ نہ ہونا اور جلد سزا نہ ملنا اللّٰہ تعالٰی کا عفو ودرگزر اور اس کی رحمت ہے اور اس کے نتیجے میں ہونا یہ چاہئے کہ بندہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت وفرمانبرداری والے کاموں میں مصروف ہوجائے اور اس کی رحمت دیکھ کر ہرگز غفلت کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ رحیم وکریم ہے تو جبّار وقہّار بھی ہے، وہ عفو ودرگزر کرنے والا ہے تو پکڑ وگرفت فرمانے والا بھی ہے، وہ گناہوں کو

(1)……خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۵۳-۵۴.

بخشنے والا ہے تو گناہوں پر سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے، لیکن افسوس! ہمارا حال اس کے انتہائی برعکس نظر آ رہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی طرف سے ملنے والی مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اپنی نافرمانی اور سرکشی والی عادت کو مزید پختہ کئے جا رہے ہیں اور اس بات کو اپنے حاشیۂ خیال تک میں لانے کو تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔‘‘ (3)

حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’میرے نزدیک سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ معافی کی امید پر ندامت کے بغیر آدمی گناہوں میں بڑھتا جائے، اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع رکھے، جہنم کا بیج ڈال کر جنت کی کھیتی کا منتظر رہے، گناہوں کے ساتھ عبادت گزار لوگوں کے گھر کا طالب ہو، عمل کے بغیر جزا کا انتظار کرے اور

1 ...... کهف: ۵۸.

2 ...... حجر: ۴۹، ۵۰.

3 ...... ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۲۵-باب، ۴/۲۰۷، الحدیث: ۲۴۶۷.

زیادتی کے باوجود اللہ تعالیٰ سے (مغفرت) تمنا کرے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عفو سے غافل نہ ہونے، اپنے عذاب سے ڈرتے رہنے اور اپنی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے نیک اعمال کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۠﴿۷﴾

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ (اے حبیب!) تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو۔

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ یعنی کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔[2]

کافروں کا عناد اور ناانصافی

کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا کیونکہ جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور جتنے معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا، یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور حق دشمنی ہے۔ جب دلائل قائم ہو چکیں اور ناقابلِ انکار شواہد پیش کر دیئے جائیں اور ایسے دلائل سے مُدّعا ثابت کر دیا جائے جس کے جواب سے مخالفین کے تمام اہلِ علم و ہنر عاجز اور حیران رہیں اور انہیں لب ہلانا، زبان کھولنا محال ہو جائے، تو ایسے روشن دلائل، واضح شواہد اور ظاہر معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی؟ روزِ روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت

1 ......احياء العلوم، كتاب الخوف والرجاء، بيان حقيقة الرجاء، ۱۷۶/۴.

2 ......ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۷، ۱۴۹/۳.

میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد اور فرار ہے کیونکہ کسی دعوے پر جب مضبوط دلیل قائم ہو جائے پھر اس پر دوبارہ دلیل قائم کرنی ضروری نہیں رہتی اور ایسی حالت میں دلیل طلب کرنا عناد اور مخالفت ہوتا ہے اور جب تک پہلی دلیل کو رد نہ کر دیا جائے کوئی شخص دوسری دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اگر یہ سلسلہ قائم کر دیا جائے کہ ہر شخص کے لئے نئی دلیل قائم کی جائے جس کو وہ طلب کرے اور وہی نشانی لائی جائے جو وہ مانگے تو نشانیوں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسے معجزات دیئے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کی صداقت اور نبوت کا یقین کر سکے اور بہت سے معجزات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جس میں اُن کی امت اور ان کے زمانے کے لوگ زیادہ مشق و مہارت رکھتے ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں جادو کا علم اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور اس زمانے کے لوگ جادو کے بڑے ماہرِ کامل تھے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وہ معجزہ عطا ہوا جس نے جادو کو باطل کر دیا اور جادوگروں کو یقین دلا دیا کہ جو کمال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دکھایا وہ رَبّانی نشان ہے، جادو سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں طب انتہائی عروج پر تھی اس لئے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شفائے اَمراض اور مردے زندہ کرنے کا وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے طب کے ماہرین عاجز ہو گئے اور وہ اس یقین پر مجبور تھے کہ یہ کام طب سے ناممکن ہے، لہٰذا یقیناً یہ قدرتِ الٰہی کا زبردست نشان ہے۔ اسی طرح سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ مبارکہ میں عرب کی فصاحت و بلاغت اَوجِ کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ خوش بیانی میں عالَم پر فائق تھے، سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے وہ معجزہ عطا فرمایا جس نے اُنہیں عاجز و حیران کر دیا اور اُن کے بڑے سے بڑے لوگ اور اُن کے اہلِ کمال کے گروہ قرآنِ کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی عبارت پیش کرنے سے بھی عاجز و قاصر رہے اور قرآن کے اس کمال نے یہ ثابت کر دیا کہ بیشک یہ رَبّانی عظیم نشان ہے اور اس کا مثل بنالانا بشری قوت کیلئے ممکن نہیں، اس کے علاوہ اور صدہا معجزات رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش فرمائے جنہوں نے ہر طبقہ کے انسانوں کو آپ کی رسالت کی صداقت کا یقین دلا دیا، ان معجزات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری کس قدر عناد اور حق سے مکرنا ہے۔ (1)

﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ: تم تو ڈر سنانے والے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی نبوت کے دلائل پیش

(1) ……تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۷، ۷/۱۳، ملخصاً.

کرنے اور اطمینان بخش معجزات دکھا کر اپنی رسالت ثابت کر دینے کے بعد احکامِ الٰہیہ پہنچانے اور خدا عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلانے کے سوا آپ پر کچھ لازم نہیں اور ہر ہر شخص کے لئے اس کی طلب کردہ جدا جدا نشانیاں پیش کرنا آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ضروری نہیں جیسا کہ آپ سے پہلے ہادیوں یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ رہا ہے۔[1]

﴿وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ: اور ہر قوم کے ہادی ہو۔﴾ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''ہادی'' سے مراد اللّٰہ تعالیٰ ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری ڈرسنانا ہے جبکہ ہدایت دینے والا اللّٰہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ **دوسرا قول یہ ہے** کہ ''ہادی'' سے مراد رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی ہو۔[2]

بعض مفسرین کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قوم کے لئے ہادی یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوئے ہیں، وہ اپنی قوموں کو ان کی من مانی نشانیوں کی بجائے ان نشانیوں کے ساتھ دین کی طرف ہدایت دیتے اور اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے جو خصوصی طور پر انہیں عطا ہوئی تھیں۔[3]

اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے اور پیٹ جو کچھ گھٹتے اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا سب سے بڑا بلندی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ جانتا ہے جو مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس

---

1 ......ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۷، ۳/۱۴۹-۱۵۰، ملخصاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۷، ۳/۵۴.

3 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۷، ص ۵۵۰.

ایک اندازے سے ہے۔وہ ہرغیب اور ظاہر کو جاننے والا،سب سے بڑا، بلند شان والا ہے۔

﴾اَللّٰهُ يَعْلَمُ: اللہ جانتا ہے۔﴿ اس سے پہلی آیات میں کفارِ مکہ نے ان نشانیوں کے علاوہ نشانی طلب کی تھی جو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں دکھا چکے تھے چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور اس کے کمالِ علم کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کسی مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا زیادہ اور اس کی تخلیق پوری ہو چکی یا نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے پیٹ کا بچہ جلدی پیدا ہوگا اور کس کا دیر میں۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچے کا مضبوط، خِلقت میں پورا اور ناقص ہونا مراد ہے۔ (1)

کیا جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے رحم میں بچے کے بارے میں جاننا قرآن کے خلاف ہے؟

اس کے بارے میں جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ تحریر انتہائی مفید ہے، چنانچہ ماؤں کے رحم سے متعلق چند آیات ذکر کرنے کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال (جیسے) پیٹ رہتے وقت اور اس سے پہلے اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا، اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو، ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر ہر رونگٹا جو مقدار، مساحت، وزن پائے گا، بچے کی لاغری، فربہی، غذا، حرکتِ خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت وقلتِ خون، طمث وحصولِ فضلات وہوا ورطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں، غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر، نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ مہمل ومختل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریانِ پادر بند ہوا کی تازہ گھڑت ہے۔ اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسبِ عادت دیدہ ودانستہ کلامِ الٰہی پر افترا وتہمت ہے۔ قرآنِ عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کرسکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو، اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعد جہل طویل وعجز مدید

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۵٤.

بعض آلات بیجان کا فقیر ومحتاج ہوکر اس فانی وزائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم وقدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چندروز سے چندروز کے لئے پائے اوراب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا؟

وہ خود فرماتا ہے:

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (1)

اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روزِ اول سے ابدالآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی **اِلَّا بِمَا شَآءَ** کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سر بفلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل وذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ وآئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ ''**یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ**'' میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہٖ وہی صیغہ ''**یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ**'' میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی وآسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیۂ کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا تو اب ایک ذرا سی آلیا نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہوسکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے۔ **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔** (2)

نوٹ: علومِ ارحام سے تعلق رکھنے والی آیات سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 26 ویں جلد میں موجود رسالہ ''اَلصَّمْصَام عَلٰی مُشَكِّكٍ فِیْ اٰیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام'' (علوم ارحام سے متعلق آیات کی تفسیر) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ **وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ**: اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔﴾ یعنی ہر چیز کی ایک مقدار ہے اور کوئی چیز اپنی مقدار سے کم یا زیادہ نہیں ہوسکتی۔ (3) یہی مضمون قرآنِ پاک کی اور آیات میں بھی بیان ہوا ہے جیسا کہ سورۂ قمر میں ہے

---

1 ......بقرہ: ۲۵۵.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۶/۴۷۰-۴۷۱۔

3 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۸، ص ۵۵۱ .

اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

اور سورۂ فرقان میں ہے

وَخَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا۔

﴿عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ: وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا۔﴾ یعنی جو چیزیں ہمارے لئے غیب ہیں اور جو چیزیں ہمارے سامنے ظاہر ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو کوئی بھی چیز غیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر کمال سے مُتَّصِف ہے اور ہر طرح کے نقص سے پاک ہے۔ [3]

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز سے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: برابر ہیں تم میں جو آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کہے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راستے پر چلتا ہے۔

﴿سَوَآءٌ: برابر ہیں۔﴾ یعنی دل کی چھپی اور زبان سے اعلانیہ کہی ہوئی باتیں اور رات کو چھپ کر کئے ہوئے عمل اور دن کو ظاہری طور پر کئے ہوئے کام سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی اس کے علم سے باہر نہیں۔ [4]

عمل میں اخلاص پیدا کرنے اور دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرنے کا طریقہ

علامہ صاوی رَحۡمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ فرماتے ہیں: جس نے بھی اس آیت میں غور و فکر کیا اور اس کے تقاضوں کے

1 ......قمر: ۴۹۔ 2 ......فرقان: ۲۔

3 ......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۹۹۳۔

4 ......جلالین، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۰، ص ۲۰۱۔

مطابق عمل کیا تو اس کے عمل میں اخلاص آ ہی جائے گا ، پھر وہ عبادت چاہے اعلانیہ کرے یا پوشیدہ طور پر ، دن میں کرے یا رات میں سب اس کے نزدیک برابر ہوگا کیونکہ جب وہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھے گا کہ میرا ہر حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اپنے ظاہر اور باطن میں کوئی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔[1]

اور امام غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ایک دانشمند کا قول ہے کہ انسان جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے ، اگر اتنا جہنم سے ڈرتا تو دونوں سے نجات پالیتا اور جتنی اسے دولت سے محبت ہے اگر جنت سے اسے اتنی محبت ہوتی تو دونوں کو پالیتا اور جتنا ظاہر میں لوگوں سے ڈرتا ہے اگر اتنا باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تو دونوں جہانوں میں سعید شمار ہوتا۔[2]

ترغیب کے لئے یہاں ایک حکایت ملاحظہ فرمائیں۔

میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے

حضرت اسلم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ اکثر رات کے وقت مدینہ منورہ کا دورہ فرماتے تاکہ اگر کسی کو کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کریں ، ایک رات میں بھی ان کے ساتھ تھا ، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ چلتے چلتے اچانک ایک گھر کے پاس رک گئے ، اندر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی کہ ''بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ لڑکی یہ سن کر بولی ''امی جان ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حکم جاری فرمایا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے یہ سن کر کہا : بیٹی ! اب تو تمہیں حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں دیکھ رہے ، انہیں کیا معلوم کہ تم نے دودھ میں پانی ملایا ہے ، جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے یہ سن کر کہا : ''خدا کی قسم ! میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی کہ ان کے سامنے تو ان کی فرمانبرداری کروں اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی نافرمانی کروں ، اس وقت اگرچہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں دیکھ رہے ، لیکن میرا رب عَزَّوَجَلَّ تو مجھے دیکھ رہا ہے ، میں ہرگز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ماں بیٹی کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن لی تھی۔ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس لڑکی کے شادی شدہ ہونے کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس لڑکی کے گھر اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے شادی

1 ......صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۱۰، ۹۹۳/۳.

2 ......احیاء العلوم، کتاب الفقر والزھد، بیان فضیلة الفقر مطلقاً، ۲۴۵/۴.

کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بخوشی قبول کرلیا۔اس طرح حضرت عاصم رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ کی شادی اس لڑکی سے ہوگئی اور پھر ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس سے حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ کی ولادت ہوئی۔[1]

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکمِ خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ: آدمی کے لیے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں۔﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک ان فرشتوں سے دن اور رات میں حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں، انہیں بدل بدل کر باری باری آنے والا اس لئے کہا گیا کہ جب رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔[2]

فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کا فائدہ

فرشتوں کی یہ تبدیلی فجر اور عصر کی نماز کے وقت ہوتی ہے اور جو لوگ یہ دونوں نمازیں ادا کرتے ہیں انہیں یہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے کہ فرشتوں کی تبدیلی کے وقت وہ حالتِ نماز میں ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ

1 ......عیون الحکایات، الحکایة الثانیة عشرة، ص۲۸-۲۹، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۱۱، ۷/۱۷.

سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رات اوردن کے فرشتے تم میں باری باری آتے رہتے ہیں اور نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر جو تمہارے پاس آئے تھے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں تو ان کا رب عَزَّوَجَلَّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ انہیں خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ’’ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

﴿ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ : اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔﴾ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت پر مامور ہے جو سوتے جاگتے جن و اِنس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روک دیتا ہے سوائے اس کے جس کا پہنچنا مَشِیَّت میں ہو۔[2]

اللہ تعالٰی کے نیک بندے بھی حفاظت کرتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جسے اللہ تعالٰی حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی عطا سے حفاظت کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود کسی کو جو اَذِیَّت یا تکلیف پہنچ جاتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا پہنچنا اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہوتا ہے اور جو چیز اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہو اللہ تعالٰی کے نیک بندے اس کے خلاف نہیں کرتے ،لہٰذا اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کو اللہ تعالٰی کی عطا سے بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت کرنے والا ماننا اور ان سے حفاظت کی اِلتجا کرنا درست ہے اور اگر التجا کے باوجود حفاظت نہ ہو تو ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا غلط و باطل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث — تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ : بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا۔﴾ اس آیت میں قدرت کا ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی اس وقت تک کسی قوم سے اپنی عطا کردہ نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کر دے۔[3]

---

1 ...... بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱ /۲۰۳، الحدیث: ۵۵۵، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما، ص۳۱۷، الحدیث: ۲۱۰(۶۳۲).

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۵۵.

3 ......صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۹۹۴.

قوموں کے زوال سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون

قدرت کا یہی اٹل قانون سورۂ اَنفال کی اس آیت میں بھی بیان ہو چکا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

اسلامی تاریخ میں اس قانون کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے ماضی بعید میں دنیا کے تین برِّ اعظموں پر نافذ مسلم حکومت کا ختم ہو جانا، 800 سال تک اسپین پر حکومت کے بعد وہاں سے سلطنتِ اسلامیہ کے سورج کا غروب ہو جانا، اَسلاف کی بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے مسلمانوں کے پہلے قبلے ''بیتُ المقدس'' کا یہودیوں کے قبضے میں چلے جانا، اسلام کی متحد حکومت کا بیسیوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا اور ماضی قریب میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہو جانا، عراق اور افغانستان پر غیروں کا قبضہ ہو جانا، مسلم دنیا کا کافر حکومتوں کی دست نگر ہو جانا اس قانونِ قدرت کی واضح مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو اور امید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ تم ڈرتے ہو یا امید کرتے ہو اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ: وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرتوں میں سے ایک ایسی چیز کا بیان فرمایا ہے کہ جو ایک اعتبار سے نعمت ہے اور ایک اعتبار سے عذاب ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جو اپنے بندوں کو بجلی دکھاتا ہے اس حال میں کہ بعض لوگ بجلی گرنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں اور بعض لوگ

[1] ......انفال: ۵۳۔

بارش کی امید کررہے ہوتے ہیں۔ (1)

دل میں خوف اور امید دونوں رکھے جائیں

یادرہے کہ بارش مقیم اور مسافر دونوں کے لئے کبھی نقصان کا سبب ہوتی ہے کہ اس سے ان کے مال واسباب اور ذخیرہ کی ہوئی گندم وغیرہ خراب ہوجاتی ہے اور کبھی فائدے کا باعث ہوتی ہے کہ مسافر کو اپنی ضروریات میں استعمال کے لئے پانی مل جاتا ہے اور مقیم کی فصلوں وغیرہ کی نشوونما ہوجاتی ہے اسی طرح بجلی کا چمکنا بھی مقیم اور مسافر دونوں کے لئے فائدے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں خوف اور امید دونوں رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی وہ چیز لاتا ہے کہ جس میں ظاہری اعتبار سے تو شر ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس میں بھلائی ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز لاتا ہے کہ جس میں ظاہری اعتبار سے تو بھلائی ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس میں شر ہوتا ہے۔ (2)

امید اور خوف کی حقیقت

اگر مستقبل میں کسی چیز کے پائے جانے کا احتمال ہے اور وہ دل پر غالب ہے تو اسے انتظار اور توقُّع کہتے ہیں اور جس کا انتظار ہے اگر وہ ایسی ناپسندیدہ ہے جس سے دل میں دکھ اور تکلیف پیدا ہوتی ہے تو اسے خوف کہتے ہیں اور جس کا انتظار ہے اگر وہ پسندیدہ ہے اور دل کا اس سے تعلق پیدا ہوچکا ہے اور اس سے دل کو لذت و آرام پہنچ رہا ہے تو اسے رَجا یعنی امید کہتے ہیں تو گویا کہ امید دل کی راحت کا نام ہے جو محبوب چیز کے انتظار سے حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ محبوب چیز جس کی توقع کی جارہی ہے اس کا کوئی سبب ہونا چاہئے، اب اگر اس کا انتظار اکثر اسباب کے ساتھ ہے تو اس پر امید کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اسباب بالکل نہ ہوں یا اِضطراب کے ساتھ ہوں تو امید کے مقابلے میں اس پر دھوکے کا لفظ زیادہ صادق آتا ہے اور اگر اسباب کا وجود بھی معلوم نہ ہو اور ان کی نفی کا علم بھی نہ ہو تو اس کے انتظار پر تمنا کا نام زیادہ صادق آتا ہے کیوں کہ یہ انتظار کسی سبب کے بغیر ہے الغرض کوئی بھی حالت ہو امید اور خوف کا نام اسی پر صادق آتا ہے جس میں تَرَدُّد ہو اور جس کے بارے میں یقین ہو اس پر صادق نہیں آتا کیوں کہ طلوعِ آفتاب کے وقت نہیں کہا جاتا کہ مجھے طلوعِ آفتاب کی امید ہے اور غروب کے وقت یہ نہیں کہا جاتا کہ مجھے غروبِ آفتاب کا خوف ہے کیوں یہ دونوں باتیں قطعی ہیں۔ (3)

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ١٢، ٣/٥٦، روح البيان، الرعد، تحت الآية: ١٢، ٤/٣٥٢، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الرعد، تحت الآية: ١٢، ٣/٩٩٥، ملخصاً.

3 ......احياء العلوم، كتاب الخوف والرجاء، ٤/١٧٤-١٧٥.

مغفرت کی امید کی حقیقت

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اَربابِ قلوب جانتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل زمین کی طرح ہے، ایمان اس میں بیج کی حیثیت رکھتا ہے اور عبادات زمین کو الٹ پلٹ کرنے، صاف کرنے، نہریں کھودنے اور ان (زمینوں) کی طرف پانی جاری کرنے کی طرح ہیں اور وہ دل جو دنیا میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے اُس بنجر زمین کی طرح ہے جس میں بیج پھل نہیں لاتا اور قیامت کا دن فصل کاٹنے کا دن ہے اور ہر شخص وہی کچھ کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا۔۔۔۔تو مناسب یہی ہے کہ بندے کی امیدِ مغفرت کو کھیتی والے پر قیاس کیا جائے کہ جو شخص اچھی زمین حاصل کرتا ہے اور اس میں عمدہ بیج ڈالتا ہے جو نہ تو خراب ہوتا ہے اور نہ ہی بدبودار، اور پھر اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور وہ وقت پر پانی دینا پھر زمین کو کانٹوں اور گھاس پھونس نیز ان تمام خرابیوں سے پاک کرنا ہے جو بیج کو بڑھنے سے روکتی یا خراب کر دیتی ہیں، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا منتظر ہو کر بیٹھ جائے کہ وہ زمین کو بجلی کی گرج اور دیگر مُفسد آفات سے بچائے گا یہاں تک کہ کھیتی اپنی تکمیل کو پہنچ جائے تو اس انتظار کو امید کہتے ہیں۔ اور اگر سخت زمین میں بیج ڈالے جو شور زدہ ہو اور بلندی پر ہو جس تک پانی نہیں پہنچ سکتا اور بیج کی پرواہ بھی نہ کرے، پھر اس کے کٹنے کا انتظار کرے تو اس انتظار کو امید نہیں کہتے بلکہ بیوقوفی اور دھوکہ کہتے ہیں اور اگر اچھی زمین میں بیج ڈالا لیکن اس میں پانی نہیں ہے اب وہ بارش کے انتظار میں ہے اور یہ ایسا وقت ہے جس میں عام طور پر بارش نہیں برستی اور نہ ہی اس میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے تو اس انتظار کو امید نہیں بلکہ تمنا کہتے ہیں تو گویا امید کا لفظ کسی ایسی محبوب چیز کے انتظار پر صادق آتا ہے جس کے لیے وہ تمام اسباب تیار کر دیئے گئے جو بندے کے اختیار میں ہیں اور صرف وہی اَسباب باقی رہ گئے جو بندے کے اختیار میں نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کی وجہ سے تمام نقصان دِہ اور فاسد کرنے والے اسباب کھیتی سے دور ہو جاتے ہیں، پس جب بندہ ایمان کا بیج ڈالتا ہے اور اس کو عبادات کا پانی پلاتا ہے دل کو بداَخلاقی کے کانٹوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا مرتے دم تک منتظر رہتا ہے، حُسنِ خاتمہ جو کہ مغفرت تک پہنچاتا ہے اس کا انتظار کرتا ہے تو یہ انتظار حقیقی امید ہے اور یہ ذاتی طور پر قابلِ تعریف ہے اور موت تک اسبابِ ایمان کے مطابق اسبابِ مغفرت کی تکمیل کے لیے قیام اور دوام کا باعث ہے، اور اگر ایمان کے بیج کو عبادات کا پانی نہ دیا جائے یا دل کو برے اَخلاق سے مُلَوَّث چھوڑ دیا جائے اور دنیاوی لذت میں مُنْہَمِک ہو جائے، پھر مغفرت کا انتظار کرے تو اس کا انتظار ایک بیوقوف اور دھوکے میں مبتلا شخص کا انتظار ہے۔ (1)

(1)......احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء، ۴/۱۷۵.

﴾ وَ یُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ : اور وہ بھاری بادل پیدا فرماتا ہے۔﴿ اس آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ پانی سے بوجھل بادلوں کو پیدا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔[1]

وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ مِنۡ خِیۡفَتِهٖ ۚ وَ یُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیۡبُ بِهَا مَنۡ یَّشَآءُ وَ هُمۡ یُجَادِلُوۡنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیۡدُ الۡمِحَالِ ﴿ؕ۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کے خوف سے فرشتے بھی (تسبیح کرتے ہیں۔) اور وہ کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت پکڑنے والا ہے۔

﴾ وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ : اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔﴿ گرج یعنی بادل سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے پاک ذات کے وجود کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رَعد کی تسبیح سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادل پر مامور ہے، وہ اس کو چلاتا ہے اور بادل سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ رعد نامی فرشتے کی تسبیح ہے۔[2]

گرج کی آواز سن کر کئے جانے والے عمل

یاد رہے کہ گرج اور کڑک کی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعید ہے لہٰذا جب اس کی آواز سنیں تو اپنی دنیوی

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ١٢، ٧/٢٢.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ١٣، ٣/٥٦، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ١٣، ص ٥٥٢، ملتقطاً.

گفتگو روک کر اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی پناہ مانگیں، چنانچہ حضرت عبد اللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا جب گرج کی آواز سنتے تو آپ گفتگو چھوڑ کر یہ آیت پڑھتے'' وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ '' پھر فرماتے: بے شک یہ زمین والوں کے لئے شدید وعید ہے۔[1]

حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں، جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گرج اور کڑک کی آواز سنتے تو یہ دعا مانگتے ''اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ'' یعنی اے اللّٰہ! ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور ہمیں اپنا عذاب نازل ہونے سے پہلے عافیت عطا فرما۔[2]

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم گرج کی آواز سنو تو اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنا شروع کر دو کیونکہ یہ ذکر کرنے والے کو نہیں پہنچتی۔[3]

﴿وَالْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ: اور فرشتے اس کے ڈر سے۔﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر مامور فرشتے کے مددگار ہیں یا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔[4]

﴿وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ: اور وہ کڑک بھیجتا ہے۔﴾ صَاعِقَہ اس شدید آواز کو کہتے ہیں جو آسمان و زمین کے درمیان سے اترتی ہے، پھر اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے یا عذاب یا موت اور وہ شدید آواز اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے اور یہ تینوں چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اپنے چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کو بھیجا، انہوں نے اس کافر کو دعوت دی تو وہ کہنے لگا ''محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا رب کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو۔ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا، لوہے کا ہے یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس

1 ......سنن الكبرى للبيهقى، كتاب صلاة الاستسقاء، باب ما يقول اذا سمع الرعد، ٥٠٥/٣، الحديث: ٦٤٧١.

2 ......ترمذى، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا سمع الرعد، ٢٨٠/٥، الحديث: ٣٤٦١.

3 ......معجم الكبير، عطاء عن ابن عباس، ١٣٢/١١، الحديث: ١١٣٧١.

4 ......جلالين مع صاوى، الرعد، تحت الآية: ١٣، ٩٩٥/٣.

آ کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ ایسا بڑا کافر، سیاہ دل اور سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اس کے پاس پھر جاؤ۔ اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا مزید کہا کہ کیا محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی دعوت قبول کر کے میں ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا نہ پہچانا؟ یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ حضور! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس کی خباثت تو اور ترقی پر ہے۔ ارشاد فرمایا ''پھر جاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پھر گئے، جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی ہی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا تو ایک بادل آیا، اس سے بجلی چمکی اور کڑک پیدا ہوئی، کچھ دیر بعد بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں انہیں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک اور جماعت ملی، وہ کہنے لگے'' کہیے، وہ شخص جل گیا؟ ان حضرات نے کہا'' آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟ انہوں نے فرمایا'' سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس وحی آئی ہے۔'' **وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ** ''[1]

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عامر بن طفیل اور اَرْبَد بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے پاس چلو، میں انہیں باتوں میں لگاؤں گا اور تم پیچھے سے تلوار سے حملہ کر دینا۔ یہ مشورہ کر کے وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور عامر نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو شروع کی، بہت طویل گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ اب ہم جاتے ہیں اور ایک لشکرِ جرار آپ پر لائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ چلا آیا اور باہر آ کر اربد سے کہنے لگا کہ تو نے تلوار کیوں نہیں ماری؟ اُس نے کہا جب میں تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا تو تو درمیان میں آ جاتا تھا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں کے نکلتے وقت یہ دعا فرمائی۔ ''اَللّٰهُمَّ اكْفِهِمَا بِمَا شِئْتَ '' جب یہ دونوں مدینہ شریف سے باہر آئے تو اُن پر بجلی گری، اربد جل گیا اور عامر بھی اسی راہ میں بہت بدتر حالت میں مرا۔[2]

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۱۳، ۳/۵۷.

2 ......ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۱۳، ۳/۱۵۳، ملتقطاً.

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اسی کا پکارنا سچا ہے اور اُس کے سوا جن کو یہ (کافر) پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ ہرگز اس تک نہ پہنچے گا اور کافروں کا پکارنا گمراہی میں ہی ہے۔

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ: اسی کا پکارنا سچا ہے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کی گواہی دینا حق ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اُسی سے دعا کرنا سزاوار ہے۔[1]

﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اور اُس کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں۔﴾ یعنی کفار جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے، ان کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے اس لئے بیٹھا ہے کہ پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے تو ہتھیلیاں پھیلانے اور بلانے سے پانی کنوئیں سے نکل کر اس کے منہ میں کبھی نہیں آئے گا کیونکہ پانی کو نہ علم ہے نہ شعور کہ جس کی وجہ سے وہ اس کی حاجت اور پیاس کو جان لے اور اس کے بلانے کو سمجھے اور پہچان لے، نہ پانی میں یہ قدرت ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور اپنے طبعی تقاضے کے خلاف اُوپر چڑھ کر بلانے والے کے منہ میں پہنچ جائے، یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر ہے نہ اُن کی حاجت کا شعور اور نہ وہ اُن کو نفع پہنچانے پر کچھ قدرت رکھتے ہیں۔[2]

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۱٤، ۷/۲٤، ملخصاً.

2 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ۱٤، ٤/۳۵۵.

﴾ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ: اور کافروں کا پکارنا گمراہی میں ہی ہے۔﴿ یعنی کافروں کا بتوں کو پکارنا بے کار ہے کیونکہ یہ ان سے طلب کر رہے ہیں کہ جو خود نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتے جبکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا بے کار نہیں بلکہ وہ اگر چاہے تو ان کی دعائیں قبول بھی فرمالیتا ہے، دنیوی معاملات سے متعلق مانگی ہوئی دعاؤں کا قبول کرلینا تو ظاہر ہے اور اگر وہ جنت کی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کی توفیق عطا فرما سکتا ہے۔[1]

وَ لِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۩ ﴿۱۵﴾ السجدۃ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی سے، خواہ مجبور ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے ہر صبح و شام۔

﴾ وَ لِلّٰهِ يَسۡجُدُ: اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔﴿ یعنی آسمانوں میں جتنے فرشتے ہیں اور زمین میں جتنے اہلِ ایمان ہیں سب خوشی سے جبکہ کافر و منافق شدت اور تنگی کی حالت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔[2] اور سجدے کرنے کا ایک معنی یہاں یہ ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کے سامنے بے بس ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہے ان میں تَصَرُّف فرماتا ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کے پابند ہیں۔

تنبیہ: اس آیت کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ سجدۂ تلاوت سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ **4** سے **''سجدۂ تلاوت کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔

﴾ وَظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ: اور ان کے سائے ہر صبح و شام۔﴿ سایوں کے سجدہ کرنے سے بھی یہی مراد ہے کہ ان

1 ......صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۱٤، ۳/۹۹۷.

2 ......مدارك، الرعد، تحت الآیة: ۱۵، ص۵۵۳.

کے سائے بھی اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جتنا وہ چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔ سائے تو سارا دن ہی ہوتے ہیں لیکن آیت میں صبح اور شام کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ ان دو اَوقات میں سایوں کا چھوٹا یا بڑا ہونا واضح طور پر نظر آتا ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-قُلِ اللّٰهُؕ-قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّاؕ-قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﳔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚۛ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْؕ-قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم خود ہی فرماؤ اللہ تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنالیے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کرسکتے ہیں تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے اندھا اور انکھیارا یا کیا برابر ہوجائیں گی اندھیریاں اور اجالا کیا اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح کچھ بنایا تو انہیں ان کا اور اس کا بنانا ایک سا معلوم ہوا تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ تم خود ہی فرمادو: ''اللہ'' تم فرماؤ: تو (اے لوگو) کیا تم نے اس کے سوا مددگار بنا رکھے ہیں جو اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوجائیں گے؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوجائیں گے؟ یا کیا انہوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرا لئے ہیں جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح کچھ پیدا کیا ہو؟ تو ان کافروں کو پیدا کرنے کا معاملہ ایک جیسا لگا ہو۔ تم فرماؤ: اللہ ہر شے

کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمائیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا مالک کون ہے؟ ان کے معاملات کی تدبیر کون فرماتا ہے اور ان دونوں کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود ہی فرمادیں کہ زمین و آسمان کا رب اللّٰہ تعالٰی ہے، کیونکہ اس سوال کا اس کے سوا اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین بھی غیرُ اللّٰہ کی عبادت کرنے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کا خالق اللّٰہ تعالٰی ہے۔ جب یہ امر مُسَلَّم ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرمادیں کہ کیا تم نے زمین و آسمان کے رب کے سوا بتوں کو مددگار بنا رکھا ہے حالانکہ وہ بت اپنے لئے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ جب اُن کی بے قدرتی اور بیچارگی کا یہ عالم ہے تو وہ دوسرے کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسوں کو معبود بنانا اور اس کے بالمقابل خالق، رازق، قوی اور قادر کو چھوڑ دینا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔[1]

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ: تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوجائیں گے؟﴾ آیت کے اس حصے میں اللّٰہ تعالٰی نے بتوں کو پوجنے والے مشرکین اور اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے والے مومنین کی ایک مثال بیان فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوسکتے ہیں یا اندھیرے اور روشنی برابر ہوجائیں گے؟ تو جس طرح اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہوسکتے اور جس طرح اندھیرے اور روشنی برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح کفر و شرک اور ایمان بھی برابر نہیں ہوسکتے۔ کافر کو اندھے جیسا اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اندھا انسان درست راستے پر نہیں چلتا اسی طرح کافر بھی سیدھے راستے پر نہیں چلتا۔[2]

﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ: کیا انہوں نے اللّٰہ کے لیے شریک ٹھہرا لئے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں ایک اور طریقے سے بت پرستوں کا رد کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مشرکین جو بتوں کو اللّٰہ تعالٰی کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان کے علم میں ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے انہیں یہ شبہ ہوگیا کہ بت بھی خالق ہیں اور اللّٰہ تعالٰی بھی خالق ہے اور جب اللّٰہ تعالٰی اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو یہ بت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۱٦، ۳/۵۹، روح البيان، الرعد، تحت الآية: ۱٦، ٤/۳۵۷، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۱٦، ص۵۵۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۱٦، ۳/٦۰.

ٹھہرے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بتوں نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا تو جب حق بات یہی ہے تو مشرکین کا بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جہالت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ ہر شے کا خالق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور وہی سب پر غالب ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ (1) دنیا و آخرت میں جو کچھ کسی کے پاس ہے یا ہوگا وہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دینے سے ہے اور ہوگا۔ جیسے فرشتوں کی عظیم قوتیں، انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی عظیم طاقتیں، معجزات و کرامات اور یونہی دنیا میں لوگوں کی بادشاہتیں، مِلکیّتیں، حکومتیں وغیرہا سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دینے سے ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے کے بغیر کوئی ایک ذرے کا بھی مالک و مختار نہیں بن سکتا۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَۃٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡكُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رواس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ تو پھک کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنی اپنی گنجائش کی بقدر بہہ نکلے تو پانی کی رَواُس پر ابھرے

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۱۶، ۷/۲۶-۲۷، خازن، الرعد، تحت الآیة: ۱۶، ۳/۶۰، ملتقطاً.

ہوئے جھاگ اٹھالائی اور زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کیلئے جس پر وہ آگ دہکاتے ہیں اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ اللّٰہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو جھاگ تو ضائع ہوجاتا ہے اور وہ (پانی) جولوگوں کو فائدہ دیتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔ اللّٰہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

﴿ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : اس نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے مومن اور کافر کو آنکھ والے اور اندھے سے، ایمان اور کفر کو روشنی اور اندھیرے سے تشبیہ دی تھی جبکہ اس آیت میں ایمان اور کفر کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے۔ [1] اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ باطل اس جھاگ کی طرح ہوتا ہے جو ندیوں میں ان کی وسعت کے مطابق بہتے پانی کی سطح پر اور سونا، چاندی، تانبہ، پیتل وغیرہ پگھلی ہوئی معدنیات کی مائع سطح پر ظاہر ہوتی ہے جبکہ حق جھاگ کے علاوہ باقی بچ جانے والی اصل چیز کی طرح ہوتا ہے تو جس طرح بہتے پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات کی سطح پر جھاگ ظاہر ہوکر جلدی زائل ہوجاتی ہے ایسے ہی باطل اگرچہ کتنا ہی ابھر جائے اور بعض حالتوں اور وقتوں میں جھاگ کی طرح حد سے اُونچا ہوجائے لیکن انجام کار مٹ جاتا ہے اور حق اصل چیز اور صاف جوہر کی طرح باقی و ثابت رہتا ہے۔ [2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت میں مذکور مثال کی بہت اچھی وضاحت فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اس آیت میں پانی سے مراد قرآن پاک اور ندیوں سے مراد بندوں کے دل ہیں یعنی اللّٰہ تعالٰی نے اپنی کبریائی، جلالت اور احسان کے آسمان سے رحمت کا پانی یعنی قرآن پاک بندوں کے دلوں کی ندیوں میں نازل فرمایا تو جس طرح ندیوں میں پانی جگہ پاتا ہے اسی طرح دلوں میں قرآنی علوم کے انوار جگہ پاتے ہیں اور جس طرح ندیوں میں ان کی گنجائش اور وسعت کے اعتبار سے پانی کم یا زیادہ ہوتا ہے اسی طرح دلوں کی پاکیزگی اور نجاست، قوتِ فہم کی زیادتی اور کمی کے اعتبار سے ان میں قرآن پاک کے انوار کم اور زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جس طرح بہتے پانی کی سطح پر ابھرنے والی جھاگ اور پگھلی ہوئی معدنیات کی سطح پر ظاہر ہونے والا میل کچیل جلدی زائل ہوجاتا ہے اسی طرح قرآن مجید کے مَضامین میں بظاہر جو شکوک و شبہات ہوتے ہیں وہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات اور علمائے کرام کے بیانات سے جلدی زائل ہوجاتے ہیں اور عقائد، شرعی احکام کی تصریحات، ہدایات اور علمی نِکات باقی رہ جاتے ہیں۔ [3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ۷/۲۹.

2 ......مدارك، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۵۵٤، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۱۷، ۷/۲۹، ملخصاً.

لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰىؔ ۚ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾

وقف النبی علیہ السلام — ۸ الٰع۱۱-۲ النصف

ترجمۂ کنزالایمان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کی مِلک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے یہی ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اِس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰى : جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے تو انہیں کے لئے بھلائی یعنی جنت ہے اور جو لوگ اپنے کفر وشرک پر قائم رہے، ان کا حال یہ ہوگا کہ یہ اس قدر خوفناک اور تکلیف دِہ حالت میں ہوں گے کہ اس سے جان چھڑانے کیلئے اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے اپنی جانوں کو بچانے کے لئے فدیے کے طور پر دیدیتے لیکن ان کی جان پھر بھی نہ چھوٹتی۔

حساب کی سختی کا خوف

اس آیت میں اگرچہ کفار کے حساب میں سختی کئے جانے کا ذکر ہے لیکن جداگانہ طور پر مسلمانوں کو بھی حساب کی

سختی کے معاملے میں ڈرایا گیا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا فرماتی ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے عرض کی ’’کیا اللّٰہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان سے آسان حساب لیا جائے گا (یعنی مُطلقاً حساب پر تو پکڑ نہیں ہوگی بلکہ سخت حساب کی صورت میں ہوگی اس پر) رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’یہ (نرمی سے لیا جانے والا حساب حقیقت میں) حساب نہیں ہے بلکہ حساب کے لئے پیش ہونا ہے، (اور) جس سے قیامت کے دن حساب میں (جرح واعتراض کے ساتھ) سوال وکلام کیا گیا تو اسے عذاب دیا جائے گا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا فرماتی ہیں ’’میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی بعض نمازوں میں فرماتے ہوئے سنا ’’اَللّٰھُمَّ حَاسِبۡنِیۡ حِسَابًا یَّسِیۡرًا‘‘ اے اللّٰہ! مجھ سے آسان حساب لے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آسان حساب کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا ’’آسان حساب یہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال پر نظر کرادی جائے پھر اسے معافی دیدی جائے۔ اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا، جس سے حساب میں اس دن جرح کرلی گئی وہ ہلاک ہوجائے گا۔ (2)

لہٰذا ہمیں بھی اپنے حساب کے بارے میں فکر کرنی چاہئے اور ایسے اعمال اختیار کرنے چاہئیں جن کی برکت سے اللّٰہ تعالیٰ حساب میں آسانی فرماتا ہے، ترغیب کے لئے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین اوصاف جس شخص میں ہوں گے اللّٰہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا اور اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم نے عرض کی ’’یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، وہ کون سے اوصاف ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم سے رشتہ داری ختم کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔ جب تم ایسا کروگے تو اللّٰہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنے حساب کی فکر کرنے اور نیک اعمال میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب اثبات الحساب، ص۱۵۳۷، الحديث: ۷۹(۲۸۷۶).

2 ......مسند امام احمد، مسند السيدة عائشة رضى الله عنها، ۳۰۳/۹، الحديث: ۲۴۲۷۰.

3 ......مسند البزار، مسند ابى هريرة، ۲۱۹/۱۵، الحديث: ۸۶۳۵.

اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿۲۰﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں عقل ہے۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو توڑتے نہیں۔

﴿اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ: تو کیا وہ جو جانتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے اور وہ اس پر ایمان لاتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو دل کا اندھا ہے؟ جو حق کو جانتا ہے نہ قرآن پر ایمان لاتا ہے اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ [1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ان آیات میں اگرچہ حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اچھی صفات پر ان کی تعریف کی گئی اور ان صفات کے بدلے بھلائی کا وعدہ فرمایا گیا اور ابوجہل کی بری صفات کی مذمت کی گئی اور ان بری صفات کے بدلے برے انجام کی وعید سنائی گئی لیکن چونکہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سببِ نزول کی خصوصیت کا لہٰذا حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے وعدے کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ بھی

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ١٩، ٣/٦٢.

شامل ہیں جو حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے نقشِ قدم پر چلیں گے اوران جیسی صفات اپنائیں گے یونہی ابوجہل کے لئے وعید کی آیات میں قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد داخل ہیں جو ابوجہل کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔(1)

﴿اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ: صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔﴾ یعنی قرآن کی نصیحتیں وہی قبول کرتے ہیں اوران نصیحتوں پر وہی عمل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں اوران کی عقل وہم کے عارضے سے صاف ہے۔(2)

﴿اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ: وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں۔﴾ یعنی آخرت کا اچھا انجام انہیں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کی گواہی دیتے ہیں اوراس کا حکم مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اوران معاہدوں کو توڑتے نہیں جو انہوں نے لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے ہیں۔(3)

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اوراپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی بُرائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اوراپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ: اور وہ جو جوڑتے ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اوراس کے کُل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، بعض کو مان کر اور بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے۔ یا یہ معنی ہے کہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ داری نہیں توڑتے۔ اسی میں رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قرابتیں اور

1 ......صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۱۰۰۰.
2 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ۱۹، ۴/۳۶۳.
3 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۳۶۳.

ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں۔ سادات کرام کا احترام، مسلمانوں کے ساتھ محبت و احسان، ان کی مدد کرنا، اُن کی طرف سے مُدافَعت کرنا، اُن کے ساتھ شفقت سے پیش آنا، سلام اور دعا کرنا، مسلمان مریضوں کی عیادت کرنا، اپنے دوستوں، خادموں ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت کرنا بھی اس میں داخل ہے۔[1]

صلہ رحمی اور حسنِ سلوک سے متعلق اَحادیث

آیت کی تفسیر کی مناسبت سے ترغیب کے لئے چند اَحادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت جُبَیر بن مُطْعَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رشتہ داری توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کا رزق فراخ ہو اور اس کی عمر دراز ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کیا کرے۔[3]

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بدلہ لینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔[4]

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔[5]

(5)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں وہ بہتر ہے، جو اپنے ساتھی کا خیر خواہ ہو اور پڑوسیوں میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک

1......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲۱، ۳/۶۲-۶۳، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ۲۱، ص۵۵۶، ملتقطاً.

2......بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، ۴/۹۷، الحدیث: ۵۹۸۴.

3......بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، ۴/۹۷، الحدیث: ۵۹۸۵.

4......بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافیء، ۴/۹۸، الحدیث: ۵۹۹۱.

5......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳۶۹، الحدیث: ۱۹۲۸.

وہ بہتر ہے، جو اپنے پڑوسی کا خیر خواہ ہو۔ [1]

(6)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔ جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کردے تو اللّٰہ تعالیٰ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کردے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ [2]

(7)......حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی منافق کے مقابلے میں مومن کی حمایت کی تو اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی حمایت میں ایک فرشتہ کھڑا کرے گا جو اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام لگائے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔ [3]

﴿ وَیَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ : اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے اور صلہ رحمی وغیرہ جن چیزوں کا اللّٰہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہیں بجالانے کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی ہوں۔ [4]

خوفِ خدا کے فضائل

قرآن وحدیث میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے کے فضائل بکثرت بیان کئے گئے ہیں۔ ترغیب کے لئے چند آیات اور اَحادیث بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

---

1 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی حقّ الجوار، ۳۷۹/۳، الحدیث: ۱۹۵۱.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ۱۲٦/۲، الحدیث: ۲٤٤۲.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ۳٥٤/٤، الحدیث: ٤۸۸۳.

4 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲۱، ٦۳/۳.

5 ......رحمن: ٤٦.

ایک مقام پر ارشاد فرمایا

وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ۠ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس مومن بندے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ (3)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کا بدن لرزنے لگے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سوکھے ہوئے درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں (4)۔ (5)

﴿وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ: اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔﴾ یعنی خصوصی طور برے حساب سے خوفزدہ ہیں اور حساب کا وقت آنے سے پہلے خود اپنے نفسوں سے محاسبہ کرتے ہیں۔ (6)

اعمال کا محاسبہ کرنے کی ترغیب

عقلمند انسان وہی ہے کہ جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور نفس و شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے اعمال کے محاسبے سے غافل نہ ہو۔ قرآن و حدیث میں اپنے اعمال کے محاسبے کی بہت ترغیب دی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے

1 ......الزخرف:۳۵. 2 ......الحجر:۴۵.

3 ......ابن ماجه، الزهد، باب الحزن والبكاء، ۴/۴۶۷، الحديث: ۴۱۹۷.

4 ......شعب الايمان، الحادی عشر من شعب الايمان... الخ، ۱/۴۹۱، الحديث: ۸۰۳.

5 ......اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''خوفِ خدا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

6 ......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۲۱، ص۵۵۶.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ (1)

ترجمۂ کنزالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عقلمند وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔ (2)

امام ترمذی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''اس حدیث میں مذکور الفاظ ''مَنۡ دَانَ نَفۡسَهٗ'' کا مطلب قیامت کے حساب سے پہلے (دنیا ہی میں) نفس کا محاسبہ کرنا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا حساب کر لیا۔ حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیز گار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا ایسے محاسبہ نہ کرے جیسے اپنے شریک سے کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا۔ (3)

امام محمد غزالی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''جس طرح تاجر دنیا میں ایک ایک پیسے کا حساب کر کے کمی زیادتی کے راستوں کی حفاظت کرتا ہے حتّٰی کہ اسے اس میں کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا تو اسے چاہئے کہ نفس کے معمولی سے نقصان اور مکر و فریب سے بھی بچے کیونکہ یہ بڑا دھوکے باز اور مکار ہے لہٰذا پہلے اس سے پورے دن کی گفتگو کا صحیح جواب طلب کرے اور اپنے نفس سے اس بات کا خود حساب لے جس کا قیامت کے دن دوسرے لیں گے، اسی طرح نظر بلکہ دل کے خیالات اور وسوسوں، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے حتّٰی کہ خاموشی کا حساب بھی لے کہ اس نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی اور سکون کے بارے میں پوچھ گچھ کرے کہ اس کا کیا مقصد تھا، جب ان تمام باتوں کا علم ہو جائے جو نفس پر واجب تھیں اور اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ کس قدر واجب کی ادائیگی ہوئی ہے تو اس قدر کا حساب ہو گیا، اب جو باقی رہ گیا اسے نفس کے ذمہ لکھ لے اور اسے دل کے کاغذ پر بھی لکھ دے جیسے اپنے شریک کے ذمہ باقی حساب کو دل پر بھی لکھتا ہے اور حساب

---

1 ......الحشر: ۱۸.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۲۵-باب، ۴/ ۲۰۷، الحديث: ۲۴۶۷.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۲۵-باب، ۴/ ۲۰۷.

وکتاب کے رجسٹر میں بھی۔ پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا تو ممکن ہے کہ اس سے قرض وصول کرے، کچھ تاوان کے ذریعے، کچھ اس کی واپسی سے اور بعض کے حوالے سے اسے سزا دے اور یہ سب کچھ حساب کی تحقیق کے بعد ہی ممکن ہے تاکہ جس قدر واجب باقی ہے اس کی تمیز ہو سکے اور جب یہ بات معلوم ہو جائے تو اب اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہئے اور اسے چاہئے کہ اپنے تمام ظاہری اور باطنی اَعضاء کے حوالے سے اپنے نفس سے ایک ایک دن کی ہر گھڑی کا حساب کرے۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّیَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کرکے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے۔

﴿وَالَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا: اور وہ جنہوں نے صبر کیا۔﴾ یعنی نیکیوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور گناہوں سے باز رہے۔

صبر کے 3 مَراتِب

علامہ صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "صبر کے تین مرتبے ہیں۔ (1) گناہ سے صبر کرنا یعنی گناہ سے بچنا۔ (2) نیکیوں پر صبر کرنا یعنی اپنی طاقت کے مطابق ہمیشہ نیک اعمال کرنا۔ (3) مصیبتوں پر صبر کرنا۔ ان سب سے اعلیٰ مرتبہ

1 ......احیاء العلوم، کتاب المراقبة والمحاسبة، بیان حقیقة المحاسبة بعد العمل، ۵/۱۳۹.

یہ ہے کہ شہوات یعنی نفسانی خواہشات سے صبر کرنا کیونکہ یہ اولیاء اور صدیقین کا مرتبہ ہے۔[1]

صبر کی اَقسام

آیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں صبر کرنے کی قید لگائی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔

(1)......**مذموم صبر۔** انسان کبھی صبر اس لئے کرتا ہے تاکہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ مصیبتیں برداشت کرنے پر اس کا صبر کتنا کامل اور مضبوط ہے اور کبھی اس لئے صبر کرتا ہے تاکہ لوگ بے صبری کا مظاہرہ کرنے پر اسے ملامت نہ کریں اور دشمن اس کی بے صبری پر نہ ہنسیں۔ ان تمام اُمور میں اگرچہ ظاہری طور پر صبر ہی کیا جارہا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں نہیں بلکہ غیرُ اللہ کے لئے کیا گیا ہے، اس لئے یہ صبر مذموم ہیں اور اس آیت کے تحت داخل نہیں۔

(2)......**قابلِ تعریف صبر۔** یہ وہ صبر ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان پر صبر کرنے کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرے۔ یہی صبر اس آیت کے تحت داخل ہے یعنی انہوں نے نازل ہونے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کیا۔[2]

رضائے الٰہی کے لئے صبر کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے صبر کرنے کی بہت فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبر کرنے والوں کوخوشخبری سنادو۔ وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جب میں اپنے کسی بندے کو دو محبوب چیزوں (یعنی آنکھوں) کے ذریعے آزماتا ہوں، پھر وہ صبر کرے تو ان کے بدلے میں اسے جنت دیتا ہوں۔[4]

---

1 ......جلالین مع صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۱۰۰۱۔

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۶۳۔

3 ......البقرہ: ۱۵۵، ۱۵۶۔

4 ......بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذھب بصرہ، ۴/۶، الحدیث: ۵۶۵۳۔

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ فضیلت والے کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلنا شروع کر دیں گے۔ فرشتے ان سے ملاقات کر کے دریافت کریں گے ’’ہم تمہیں جنت کی طرف تیزی سے جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ’’ہم فضیلت والے ہیں؟ فرشتے کہیں گے ’’تمہاری فضیلت کیا ہے؟ وہ کہیں گے ’’ہم پر جب ظلم کیا جاتا تو ہم صبر کرتے تھے، جب ہم سے برا سلوک کیا جاتا تو ہم درگزر کرتے تھے۔ جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم برداشت کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے ’’جنت میں داخل ہو جاؤ کہ عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے۔ پھر اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چلنا شروع کر دیں گے۔ فرشتے ان سے ملاقات کر کے دریافت کریں گے ’’ہم تمہیں جنت کی طرف تیزی سے جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ’’ہم صبر کرنے والے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے ’’تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے ’’ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے صبر کیا کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے ’’جنت میں داخل ہو جاؤ کہ عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے۔ (1)

﴿ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ : اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کیا۔ ﴾ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ’’اس سے مراد فرض زکوٰۃ دینا ہے۔ اگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی تہمت لگنے کا اندیشہ نہ ہو تو چھپا کر زکوٰۃ ادا کرنا بہتر ہے اور اگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ کہ اعلانیہ زکوٰۃ ادا کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر زکوٰۃ دینے سے مراد وہ ہے جو اپنی ذاتی نکال رہا ہے اور اعلانیہ دینے سے مراد وہ ہے جو بادشاہ کو دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چھپا کر دینے سے مراد نفلی صدقات ہیں اور اعلانیہ دینے سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (2)

راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی نسبت لوگوں کی طرف اور رزق دینے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا میں اس کے وکیل ہیں اور اس عطا میں تَصَرُّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں

1 ……المطالب العاليه، كتاب الفتن، باب شفاعة المؤمنين، ۸/۲ ۰ ۷، الحديث: ۴۵۷۸.

2 ……خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ۶۳/۳.

اس لئے انہیں چاہئے کہ خرچ کرنے میں اپنی ذات یا مخلوق کا لحاظ نہ رکھیں بلکہ وکیل بنانے والی ذات رب تعالیٰ کی رضا کا لحاظ رکھیں اور لوگوں کی طرف سے شکریے اور تعریف کا لالچ نہ رکھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملنے کی امید رکھیں۔

﴿ وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ : اور برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں۔﴾ یعنی برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں اور بدکلامی کا جواب شیریں سُخنی سے دیتے ہیں اور جو انہیں محروم کرتا ہے اس پر عطا کرتے ہیں جب اُن پر ظلم کیا جاتا ہے تو معاف کرتے ہیں، جب اُن سے تعلق توڑا جاتا ہے تو ملاتے ہیں اور جب گناہ کر بیٹھیں تو توبہ کرتے ہیں، جب ناجائز کام دیکھتے ہیں تو اُسے بدل دیتے ہیں، جہل کے بدلے حِلم اور ایذا کے بدلے صبر کرتے ہیں۔ (1) **سُبْحَانَ اللہ!** یہ کتنے پیارے اوصاف ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ : انہیں کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے۔﴾ یعنی جو یہ نیک اعمال بجالائے گا اس کے لئے آخرت کا اچھا انجام یعنی جنت ہے۔ (2)

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے۔ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے۔ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم

(1)......مدارك، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ص۵۵٦.

(2)......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۲، ۳/٦٤.

نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ : وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں۔﴾ یعنی اوپر والی آیات میں مذکور اوصاف کے حامل حضرات ہمیشہ قائم ودائم رہنے والے باغات میں داخل ہوں گے اوران کے باپ دادا، بیویوں اوراولاد میں سے وہ لوگ بھی ان باغات میں داخل ہوں گے جو ایمان لائے اگرچہ اُن لوگوں نے اِن حضرات جیسے عمل نہ کئے ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ اِن کے اکرام کے لئے باپ دادا وغیرہ کو اِن کے درجہ میں داخل فرمائے گا اوران کے پاس فرشتے روزانہ دن اوررات میں تین مرتبہ تحائف اوراللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارتیں لے کر جنت کے ہر دروازے سے تعظیم وتکریم کرتے ہوئے آئیں گے اورکہیں گے ''تم پرسلامتی ہو، یہ اس کا ثواب ہے جو تم نے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔ (1)

وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَ يُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۙ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡۤءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوروہ جو اللہ کا عہداس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے اورجس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اورزمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے اوراُن کا نصیبہ بُرا گھر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اوروہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اورزمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اوراُن کیلئے برا گھر ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ : اوروہ جو اللہ کا عہد توڑ دیتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سعادت

(1) ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٢٣، ٣/٦٤، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٢٣، ص٥٥٦، جلالين، الرعد، تحت الآية: ٢٣-٢٤، ص٢٠٣، ملتقطاً.

مندوں کے احوال اور جو کرامتیں اور بھلائیاں ان کے لئے تیار فرمائی ہیں ان کا ذکر فرمایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ بدبختوں کے احوال اور ان کے لئے جو سزائیں تیار فرمائی ہیں ان کا ذکر فرما رہا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعتراف کر کے اور ایمان لانے کا عہد قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں، کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور اُن کیلئے برا گھر یعنی جہنم ہے۔ [1]

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر کچھ دن برت لینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ : اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں میں سے جسے چاہے وسیع رزق دے کر غنی کر دیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی فرما کر اسے فقیر بنا دیتا ہے۔ [2]

رزق میں برابری نہ ہونے کی حکمتیں

یاد رہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جیسا رزق عطا نہیں فرمایا، بعض لوگ غریب ہیں، بعض مُتوسِّط اور بعض امیر، اس میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے دو حکمتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٢٥، ٣/٦٤-٦٥، ملخصاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٢٦، ٣/٦٥.

(1)......اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشادفرمایا

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبر دار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ جن کے ایمان کی بھلائی مالدار ہونے میں ہے، اگر میں انہیں مالدار نہ کروں تو وہ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالدار نہ ہونے میں ہے، اگر میں انہیں مالدار کر دوں تو وہ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے۔ [2]

﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے۔﴾ یعنی مشرکین پر جب اللہ تعالیٰ نے رزق وسیع فرمایا تو انہوں نے شر پھیلانا شروع کر دیا اور وہ تکبر میں مبتلا ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک حقیر سی شے ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دُنیوی نعمتوں پر فخریہ خوش ہونا کفار کا طریقہ ہے اور ناجائز ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شکر یہ کے طور پر خوش ہونا مومنوں کا طریقہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

دُنیوی اور اُخروی زندگی میں فرق

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دنیا کی زندگی وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غفلت میں گزرے، یہ بری ہے اور قرآن وحدیث میں اسی کی مذمت ہے اور جو زندگی آخرت کی تیاری میں گزرے وہ بفضلہ تعالیٰ اُخروی زندگی ہے، یہی حیاتِ طیّبہ ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ہر وہ چیز جو آخرت کے اعمال پر مددگار ہو جیسے ضروری غذا

1......الشوری:۲۷.

2......ابن عساکر، حرف الکاف فی آباء من اسمه ابراهیم، ابراهیم بن ابی کریمة الصیداوی، ۹۶/۷.

3......یونس:۵۸.

اور موٹے کپڑوں کا ایک جوڑا اور ہر وہ چیز جس کا انسان کے باقی رہنے اور اس کی صحت کے لئے ہونا ضروری ہے اور اس کے ذریعے وہ علم وعمل تک پہنچتا ہے تو یہ (چیز) دنیا نہیں ہے کیونکہ یہ علم وعمل کے لئے مددگار ہے اور اس کے لئے وسیلہ ہے تو انسان جب اسے علم وعمل پر مدد حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو وہ دنیا کے لئے نہیں لیتا اور نہ ہی وہ اس وجہ سے دنیا دار کہلاتا ہے اور اگر (ان چیزوں سے) محض دنیا کا فوری فائدہ اور لذت مطلوب ہو اور تقویٰ پر مدد کا حصول مقصود نہ ہو تو اب (ان چیزوں کا حصول) دنیا میں شمار ہوگا۔ (1)

مومن وکافر اور فاسق وپرہیزگار کی زندگی میں فرق

مومن وکافر اور فاسق وپرہیزگار کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے، بعض لوگ سوتے ہوئے بھی جاگتے ہیں اور بعض جاگتے ہوئے بھی سوتے ہیں۔ بعض جیتے جی مرے ہوئے ہیں اور بعض مرکر بھی زندہ ہیں۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۖۚ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نہ اتری تم فرماؤ بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی راہ اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرماؤ: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسے اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتے تھے کہ آپ پر ویسی نشانی کیوں نہیں اتری جیسی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی تاکہ وہ آپ کی صداقت پر نشانی اور دلیل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں ''بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ایسا آدمی نشانیاں اور معجزات نازل ہونے کے

(1)......احیاء العلوم، کتاب ذمّ الدنیا، بیان حقیقۃ الدنیا وماھیتھا فی حق العبد، ۳/۲۷۱.

بعد بھی یہ کہتا رہتا ہے کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری؟ کوئی معجزہ کیوں نہیں آیا؟ الغرض کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود گمراہ رہتا ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اسے معجزات اور نشانیوں کی کثرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی راہ اسے دکھاتا ہے جو دل سے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ (1)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ-اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُؕ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ: سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کرکے بے قرار دلوں کو قرار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کی یاد محبتِ الٰہی اور قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ ہے اور یہ چیزیں بھی دلوں کے قرار کا سبب ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ بھی کہا جائے تو یقیناً درست ہوگا کہ ذکرِ الٰہی کی طبعی تاثیر بھی دلوں کا قرار ہے، اسی لئے پریشان حال آدمی جب پریشانی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل کو قرار آنا شروع ہوجاتا ہے، یونہی قرآن بھی ذِکْرُ اللہ ہے اور اس کے دلائل دلوں سے شکوک و شبہات دور کرکے چین دیتے ہیں، یونہی دعا بھی ذِکْرُ اللہ ہے اور اس سے بھی حاجتمندوں کو سکون ملتا ہے اور اسمائے الٰہی اور عظمتِ الٰہی کا تذکرہ بھی ذِکْرُ اللہ ہے اور اس سے بھی محبانِ خدا کے دلوں کو چین ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق دو اہم باتیں

(1)......امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت عثمان مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ان کے ایک مرید نے

1......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۷، ۳ /۶۵، روح البيان، الرعد، تحت الآية: ۲۷، ٤ /۳۷۲، ابو سعود، الرعد، تحت الآية: ۲۷، ۳/۱٦۳، ملتقطاً.

عرض کی: کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل کی رغبت کے بغیر بھی میری زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا ہے، انہوں نے فرمایا: یہ بھی تو شکر کا مقام ہے کہ تمہارے ایک عُضْو (یعنی زبان) کو اللہ تعالیٰ نے ذِکر کی توفیق بخشی ہے۔‘‘

(2)......جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نہیں لگتا اسے بعض اوقات شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب تیرا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نہیں لگتا تو خاموش ہو جا کہ ایسا ذکر کرنا بے ادبی ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے بچنا چاہیے۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس وسوسے کا جواب دینے والے لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ایسے موقع پر شیطان سے کہتے ہیں: خوب توجہ دلائی، اب میں تجھے بیزار کرنے کے لئے دل کو بھی حاضر کرتا ہوں، اس طرح شیطان کے زخموں پر نمک پاشی ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ احمق ہیں جو شیطان سے کہتے ہیں: تو نے ٹھیک کہا جب دل ہی حاضر نہیں تو زبان ہلائے جانے سے کیا فائدہ! اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ نادان سمجھتے ہیں کہ ہم نے عقلمندی کا کام کیا حالانکہ انہوں نے شیطان کو اپنا ہمدرد سمجھ کر دھوکا کھا لیا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: اگرچہ ہم دل کو حاضر نہیں کر سکتے مگر پھر بھی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رکھنا خاموش رہنے سے بہتر ہے، اگرچہ دل لگا کر ذکر کرنا اس طرح کے ذکر سے کہیں بہتر ہے۔‘‘[1]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کیلئے خوشی اور اچھا انجام ہے۔

﴿طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ: ان کیلئے خوشی اور اچھا انجام ہے۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ’’طُوبیٰ‘‘ کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ طوبیٰ سے مراد راحت و نعمت اور شادمانی و خوش حالی کی بشارت ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ طوبیٰ حبشی زبان میں جنت کا نام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی ہے کہ طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کا سایہ تمام جنتوں میں پہنچے گا۔ حضرت عبید بن

[1]...... کیمیائے سعادت، رکن چهارم: منجیات، اصل اول در توبہ، ۲/۷۷۱.

عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ درخت جنّتِ عدن میں ہے اوراس کی جڑ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایوانِ مُعَلّٰی میں اوراس کی شاخیں جنت کے ہر بالاخانے اورمحل میں ہیں،اس میں سیاہی کے سوا ہر قسم کے رنگ اور خوش نمائیاں ہیں، ہرطرح کے پھل اورمیوے اس میں پھلے ہیں،اس کی جڑ سے کافور اور سَلسبیل کی نہریں رواں ہیں۔ (1)

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

ترجمۂ کنزالایمان: اسی طرح ہم نے تم کواس امت میں بھیجا جس سے پہلے امتیں ہوگزریں کہ تم انہیں پڑھ کرسناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اوراسی کی طرف میری رجوع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر گئیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہورہے ہیں۔تم فرماؤ: وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبودنہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اوراسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ : اسی طرح ہم نے تمہیں اس امت میں بھیجا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوگزشتہ امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواس امت کی طرف بھیجا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت سب سے آخری اُمت ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتم الانبیاء ہیں،آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی شان سے رسالت عطا کی تاکہ آپ اپنی امت کوقرآنِ پاک اوروہ شرعی احکام پڑھ کرسنائیں جو ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۲۹، ۳/۶۵.

فرمائے ہیں حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اور مقاتل وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت صلحِ حدیبیہ میں نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل بن عمرو جب صلح کے لئے آیا اور صلح نامہ لکھنے پر اتفاق ہو گیا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے فرمایا لکھو، **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ** کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق ''**بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ**'' لکھوائیے، اس کے متعلق آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ رحمٰن تو وہی ہے جس کی معرفت سے تم انکار کر رہے ہو، وہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ [1]

وَلَوۡ اَنَّ قُرۡاٰنًا سُیِّرَتۡ بِہِ الۡجِبَالُ اَوۡ قُطِّعَتۡ بِہِ الۡاَرۡضُ اَوۡ کُلِّمَ بِہِ الۡمَوۡتٰی ؕ بَلۡ لِّلّٰہِ الۡاَمۡرُ جَمِیۡعًا ؕ اَفَلَمۡ یَایۡــَٔسِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَہَدَی النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا تُصِیۡبُہُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَۃٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِہِمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۳۱﴾

ع ۱۰/۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر نہ مانتے بلکہ سب کام اللّٰہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ اللّٰہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور کافروں کو ہمیشہ ان کے کئے پر سخت دھمک پہنچتی رہے گی یا ان کے گھروں کے نزدیک اترے گی یہاں تک کہ اللّٰہ کا وعدہ آئے بیشک اللّٰہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

[1] ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۶۶، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے باتیں کی جاتیں (جب بھی یہ کافر نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت دیدیتا اور کافروں کو ان کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ ہلا دینے والی مصیبت پہنچتی رہے گی یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴾وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ: اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے۔﴿ شانِ نزول: کفارِ قریش نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی پیروی کریں تو آپ قرآن شریف پڑھ کر اس کی تاثیر سے مکہ مکرمہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتی باڑی کرنے کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قُصَی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے تاکہ وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، تو ایمان وہی لائے گا جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے اور توفیق دے اس کے سوا اور کوئی ایمان لانے والا نہیں اگرچہ انہیں وہی نشانیاں دکھادی جائیں جو وہ طلب کر رہے ہیں۔ (1)

نورِ قرآن سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کے انوار کو نگاہِ بصیرت سے دیکھنا ہی حقیقی طور پر فائدہ مند ہے کیونکہ کفار قرآن کریم کے نور کو نگاہِ بصیرت سے نہیں دیکھتے تھے اسی لئے وہ اس کے برحق ہونے کی بُرہان کا مشاہدہ نہ کرسکے اور حق قبول کرنے سے محروم رہ گئے، اس لئے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل قرآن عظیم کے نور سے منور ہو جائے اور قرآنی آیات کی تاثیر اس پر اثر کرے تو وہ نگاہِ بصیرت سے قرآن شریف کی تلاوت کرے اور اسے سمجھ کر پڑھے اور اس میں دیئے گئے احکام پر عمل کرے اور ممنوعات سے باز رہے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس کا دل قرآن پاک کے نور سے جگمگا اٹھے گا اور وہ اس کی آیات کی تاثیر اپنے ظاہر اور باطن میں دیکھ لے گا۔

﴾اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوگئے۔﴿ اس آیت میں ان مسلمانوں کو جواب دیا

(1) ......روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳۷٦/٤، جلالین، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۲۰٤، ملتقطاً.

گیا جنہوں نے کفار کے نئی نئی نشانیاں طلب کرنے پر یہ چاہا تھا کہ جو کافر بھی کوئی نشانی طلب کرے وہی اس کو دکھا دی جائے، اس میں اُنہیں بتا دیا گیا کہ جب زبردست نشانیاں آ چکیں اور شکوک وشبہات کی تمام راہیں بند کر دی گئیں، دین کی حقانیت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو چکی، ان واضح دلائل کے باوجود لوگ مکر گئے اور حق کا اِعتراف نہ کیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عناد کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اور عناد رکھنے والا کسی دلیل سے بھی مانا نہیں کرتا تو مسلمانوں کو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا امید؟ کیا اب تک ان کے عناد کا مشاہدہ کر کے، واضح نشانیوں اور دلائل سے ان کا اِعراض کرنا دیکھ کر بھی ان سے قبولِ حق کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ البتہ اب ان کے ایمان لانے اور مان جانے کی یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مجبور کر دے اور ان کا اختیار سَلب فرمالے، لیکن اللہ تعالیٰ اس طرح کی ہدایت چاہتا تو تمام آدمیوں کو عطا فرما دیتا اور کوئی کافر نہ رہتا مگر آزمائش اور امتحان کے گھر کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ (1)

﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں کو ہمیشہ۔﴾ یعنی کفار اپنے کفر اور خبیث اعمال کی وجہ سے طرح طرح کے حَوادث ومَصائب اور آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے، کبھی قحط میں، کبھی لٹنے میں، کبھی مارے جانے میں، کبھی قید میں، چنانچہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کفار انہی چیزوں میں گرفتار ہوتے رہے۔

﴿اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ: یا آپ ان کے گھروں کے نزدیک اتریں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حدیبیہ کے دن ان کے گھروں کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ اتریں گے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فتح ونصرت کا، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کا دین غالب ہونے کا اور مکہ مکرمہ کی فتح کا وعدہ پورا ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔ (2)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں پر بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو کچھ دنوں ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا

---

1 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ۳۷۷/۴، ملخصاً.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ۶۷/۳، مدارك، الرعد، تحت الآیة: ۳۱، ص۵۵۸، ملتقطاً.

تو میرا عذاب کیسا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟

﴾وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ : اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔﴿ کفارِ مکہ نے جب ان معجزات کا مطالبہ مذاق اڑانے کے طور پر کیا تو یہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اطہر پر بہت گراں گزرا اور ان باتوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت اَذِیّت اور تکلیف پہنچی تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کے ان جاہلانہ مطالبوں پر صبر فرمائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑانے کی نیت سے نشانیاں طلب کی ہیں اسی طرح باقی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اُڑایا تھا، پھر میں نے کافروں کو کچھ دنوں کیلئے ڈھیل دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیا اور دنیا میں انہیں قحط، قتل اور قید کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور آخرت میں اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ (1)

علماء و مبلغین کیلئے درس

اس آیت میں علماء و مبلغین کیلئے درس ہے کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا طریقہ ہے اس لئے اگر انہیں راہِ خدا میں کسی تکلیف اور پریشانی کا سامنا ہو تو انہیں چاہئے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات اور ان کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں، اللّٰہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کی تکالیف جلد دور ہو جائیں گی۔

عظمتِ اولیاء

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا مذاق اڑانا بدبختی کی علامت ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’جس نے

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۲، ۷/۴٤، خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۶۷، ملتقطاً۔

میرے کسی ولی کی توہین کی تو اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ [1] یعنی جس نے میرے اولیا میں سے کسی کو اذیت دی یا کسی کو غضب دلایا تو اس نے مجھ سے جنگ کی۔

مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیا سے محبت رکھنا، ان سے قلبی تعلقات قائم کرنا اوران کی صحبت اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ نفع مند اعمال میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیا سے بغض وعداوت رکھنا، انہیں حقیر سمجھنا اوران پر اعتراضات کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ نقصان دینے والے اعمال میں سے ہے۔ [2] اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے اولیا کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے، ان کی توہین کرتے، ان سے عداوت ودشمنی رکھتے اوران پر اعتراضات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

اَفَمَنۡ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ۚ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ ؕ اَمۡ تُنَـبِّـئُوۡنَهٗ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاهِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ ؕ بَلۡ زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مَكۡرُهُمۡ وَصُدُّوۡا عَنِ السَّبِيۡلِ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہداشت رکھتا ہے اور وہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں یا یونہی اوپری بات بلکہ کافروں کی نگاہ میں ان کا فریب اچھا ٹھہرا ہے اور راہ سے روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے (وہ بتوں جیسا ہے؟ ہرگز نہیں) اور وہ لوگ

1 ......معجم الاسط، باب الالف، من اسمه احمد، ۱/۱۸۴، الحديث: ۶۰۹.

2 ......روح البيان، الرعد، تحت الآية: ۳۲، ۴/۳۷۸.

اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔تم فرماؤ:تم ان کا نام تولو(کہ وہ کون ہیں جو خدا کے شریک ہیں) بلکہ تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے یا یونہی ایک اوپری بات بلکہ کافروں کیلئے ان کا فریب خوشنما بنا دیا گیا اور انہیں راستے سے روک دیا گیا اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآىٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ : تو کیا وہ جو ہر شخص پر اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مشرکین کارد اور انہیں زجر وتوبیخ فرمائی ہے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ جو کہ ہر شخص کا محافظ اور اسے رزق دینے والا ہے،اسے جانتا اور اس کے اچھے برے اعمال کو بھی جانتا ہے،نیکیاں کرنے والے کو ثواب دینے والا اور گناہ کرنے والے کو سزا دینے والا ہے کیا وہ اُن بتوں کی مثل ہوسکتا ہے جو ایسے نہیں؟ بلکہ وہ تو اپنے آپ سے بھی عاجز ہیں اور جو خود سے عاجز ہوں وہ دوسروں کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکیں گے،لہٰذا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ [1]

﴿ قُلْ سَمُّوْهُمْ: تم فرماؤ:تم ان کا نام تولو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تم جن بتوں کو عبادت کا مستحق ٹھہراتے ہو ان کی حقیقت تو بیان کرو کہ ان کا تعلق کس جنس سے ہے اور وہ کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟ پھر غور کرو کہ کیا وہ عبادت کے لائق ہوسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں لہٰذا تمہارے اس شرک کا مطلب یہ نکلا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے شریک کی خبر دے رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین میں اپنا کوئی شریک موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسے جانتا ہی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو وہ محض باطل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ہونا بھی باطل اور غلط ہے۔یاد رہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ [2]

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۶۷.

2 ......خازن، الرعد، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۶۷-۶۸، صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۱۰۰۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں دنیا کے جیتے عذاب ہوگا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے سخت ہے اور انہیں اللّٰہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے اور انہیں اللّٰہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔

﴿لَهُمۡ عَذَابٌ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا: ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے۔﴾ یعنی ان کیلئے دنیا کی زندگی میں قتل اور قید وغیرہ کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔

جہنم کے عذاب کی سختیاں

اس آیتِ مبارکہ میں بیان کی گئی وعید اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے لیکن اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے انتہائی دور اور اس کی نافرمانی میں بہت مصروف ہیں، اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں جہنم میں ڈال دیا تو ان کا جو حال ہوگا اس کا اندازہ لگانا انتہائی مشکل ہے، مزید عبرت حاصل کرنے کے لئے عذابِ جہنم کی سختیوں کے بیان پر مشتمل امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام بغور پڑھئے، چنانچہ آپ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اے اپنے نفس سے غافل اور اس فانی اور مٹ جانے والی دنیا پر دھوکہ کھانے والے شخص! اُس چیز کی فکر نہ کر جسے چھوڑ کر جانے والا ہے بلکہ اپنے فکر کی لگام کو اس کی طرف موڑ دے جو تیری منزل ہے، کیونکہ تجھے بتایا گیا کہ سب لوگوں کو جہنم پر سے گزرنا پڑے گا، کہا گیا ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ﴿ۚ۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

---

[1] ......مریم: ۷۱،۷۲.

تو تجھے وہاں جانے کا یقین ہونا چاہئے اور چونکہ نجات کے بارے میں شک ہے اس لئے تو اپنے دل میں اُس مقام کے ہولناک منظر کا شعور بیدار کر کہ شاید تو اس سے نجات کے لیے تیاری کرے، نیز مخلوق کے حال میں غور وفکر کر کہ قیامت کے مَصائب میں سے ان پر جو کچھ گزرا اس کی وجہ سے وہ کرب اور پریشانیوں میں ہوں گے اور اس بات کے منتظر ہوں گے کہ انہیں سفارش کرنے والوں کی شفاعت کی خبر ملے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی، وہ اس کی آواز اور جھنجھناہٹ سنیں گے جو اس کے سخت غیظ وغضب پر دلالت کر رہی ہوگی، اس وقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتّٰی کہ جو لوگ بچ جائیں گے ان کو برے انجام کا خوف ہوگا اور جہنم کے فرشتوں میں سے ایک آواز دیتے ہوئے کہے گا: اے فلاں بن فلاں! جو دنیا میں لمبی امید کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیتا تھا اور تو نے برے اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا، پھر وہ لوہے کے گُرز لے کر اس کی طرف دوڑیں گے اور اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں گے، نیز اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اوندھا پھینک دیں گے: وہ کہیں گے

ذُقۡ ۚۙ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** چکھ۔ تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے۔

پس وہ اسے ایسے گھر میں قید کر دیں گے جس کے کنارے تنگ، راستے تاریک اور مقاماتِ ہلاکت پوشیدہ ہوں گے، (کافر) قیدی وہاں ہمیشہ رہے گا (جبکہ مسلمان قیدی اپنی سزا پوری ہونے تک وہاں رہے گا) اور اس میں بھڑکتی ہوئی آگ جلائی جائے گی وہاں ان کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور ٹھکانہ جہنم ہوگا آگ کے فرشتے ان کو گرز ماریں گے اور آگ ان کو جمع کرے گی، وہاں وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن اس سے چھوٹ نہیں سکیں گے، ان کے پاؤں پیشانی کے بالوں سے بندھے ہوں گے اور گناہوں کی تاریکی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ ہر کنارے سے پکاریں گے اور چیخیں چلائیں گے اور (جہنم کے فرشتے سے) کہیں گے اے مالک! ہم سے عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے، بیڑیاں ہم پر بھاری ہوگئی ہیں اے مالک! ہمارے چمڑے پک چکے ہیں، اے مالک! ہمیں یہاں سے نکالو ہم کبھی بھی گناہ نہیں کریں گے۔

دوزخ کے فرشتے کہیں گے: نہیں! امن کے دن چلے گئے، اب ذلت کے گھر سے نکل نہیں سکتے، اس میں پھٹکار کے ساتھ پڑے رہو اور باتیں نہ کرو اگر تمہیں یہاں سے نکال بھی دیا جائے تو جس کام سے تمہیں روکا گیا تم دوبارہ وہی کام

(1)......دخان: ۴۹.

کرو گے، اس وقت وہ ناامید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل جو باتیں کی ہوں گی اُن پر اِنہیں افسوس ہوگا لیکن اب نہ تو ان کو ندامت نجات دے گی اور نہ ہی افسوس کا کوئی فائدہ ہوگا بلکہ انہیں طوق پہنا کر چہروں کے بل اوندھا گرا دیا جائے گا، ان کے اوپر نیچے، دائیں اور بائیں آگ ہی آگ ہوگی، وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، ان کا کھانا آگ، پینا آگ، لباس آگ اور بچھونا آگ ہوگا اور وہ آگ کے ٹکڑوں، تارکول کے لباس، گرزوں کے ساتھ مارے جانے اور بھاری بیڑیوں کے درمیان ہوں گے، وہ دوزخ کے تنگ راستوں میں چلیں گے اور جہنم کی سیڑھیوں سے ہجوم کے ساتھ اتریں گے اور ان کے اَطراف وجوانب میں پریشان پھر رہے ہوں گے، آگ ان پر اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح ہنڈیا میں ابال آتا ہے۔ وہ تباہی اور بربادی کے ساتھ آواز دے رہے ہوں گے، جب وہ ہلاکت کا لفظ بولیں گے تو ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹوں کے اندر کا سب کچھ اور چمڑے پگھل جائیں گے، ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جن سے ان کی پیشانیاں چور چور ہو جائیں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ نکلنے لگے گی۔ پیاس کی وجہ سے جگر پھٹ جائیں گے اور آنکھوں کے ڈھیلے چہروں پر نکل پڑیں گے اور رخساروں کے اوپر سے گوشت گر جائے گا اور ان کے اعضا سے چمڑے اور بال بھی سب گر جائیں گے، جب ان کے چمڑے پک جائیں گے تو ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا۔ ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جائیں گی اور اب روحوں کا مرکز صرف رگیں اور پٹھے ہوں گے اور اس آگ کی لپیٹ میں ان کی آواز آرہی ہوگی، اس کے ساتھ ساتھ وہ موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔

(اے لوگو! ذرا) سوچو، اگر تم ان کو دیکھو تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی حالانکہ ان کے چہرے کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو گئے، آنکھوں کی بینائی چلی گئی اور زبانیں گُنگ ہو گئیں، پٹھے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں، کان کٹے ہوئے، چمڑے پھٹے ہوئے، ہاتھوں کو گردنوں سے باندھا ہوا اور پاؤں کو پیشانیوں کے ساتھ جمع کیا ہوا ہوگا، وہ آگ پر چہروں کے ساتھ چلتے ہوں گے اور لوہے کے کانٹے آنکھ کے ڈھیلے سے روندتے ہوں گے، آگ کا شعلہ ان کے اندر کے اجزا میں دوڑتا ہوگا اور جہنم کے سانپ اور بچھو ان کے ظاہری اعضا سے لپٹے ہوں گے۔ یہ ان کے بعض حالات ہیں۔[1] الامان والحفیظ، الامان والحفیظ۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں شفاعت کرنے والوں کے سردار کی شفاعت نصیب فرما اور اپنے حبیب کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے امت کے غم میں بہنے والے آنسوؤں کے صدقے جہنم کے عذاب سے نجات عطا فرما، امین۔

1 ......احياء العلوم، كتاب ذكر الموت وما بعده، الشطر الثانى، القول فى صفة جهنّم واهوالها وانكالها، ٥/٢٩٢-٢٩٣.

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ-تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ-اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَاؕ-تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ- وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ(۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: احوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے ہمیشہ اور اس کا سایہ ڈر والوں کا تو یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے دنیا اور آخرت میں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں مسلمانوں کے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ (1)

جنت کے تین اوصاف

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے جنت کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

(1)...... جنت کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ ان نہروں کی تفصیل اس آیت میں بیان گئی ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ-فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﳛ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے لذت (بخش) ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۳۵، ۷/۴۶.

2 ......سورۂ محمد: ۱۵.

(3،2)...... **جنت کے پھل اوراس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔** یعنی جنت کے میوے اوراس کا سایہ دائمی ہے ان میں سے کوئی ختم اور زائل ہونے والا نہیں ۔ جنت کا حال عجیب ہے کہ اس میں نہ سورج ہے نہ چاند لیکن پھر بھی تاریکی نہیں نیز سورج اور چاند نہیں لیکن پھر بھی سایہ ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو تمہاری طرف اترا اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں کہ اس کے بعض سے منکر ہیں تم فرماؤ مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللّٰہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں جو اس قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں ۔تم فرماؤ: مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللّٰہ کی عبادت کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں ، میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ : اور جنہیں ہم نے کتاب دی۔﴾ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے مراد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہیں ۔ قرآن نازل ہونے پر خوش ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن نازل ہونے سے اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے سے متعلق مزید احکام نازل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ اَحزاب سے یہودیوں ، عیسائیوں اور مشرکین کے وہ گروہ مراد ہیں جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

عداوت میں سرشار ہیں اور اُنہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر چڑھائیاں کی ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد توارات اور انجیل ہے اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے مراد وہ یہودی اور عیسائی ہیں جو اسلام سے مشرف ہوئے جیسے کہ حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ اور حبشہ ونَجران کے عیسائی۔ قرآن پاک نازل ہونے پر یہ اس لئے خوش ہوتے کہ یہ قرآن پاک پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ احزاب سے ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ یہودی، عیسائی اور وہ تمام مشرکین مراد ہیں جو قرآن کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ قرآن پاک کے ان واقعات اور بعض احکام کو مانتے تھے جو ابھی تک ان کی کتابوں میں بھی موجود تھے البتہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت سے متعلق جن اَحکام کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا ان کا انکار کرتے تھے جبکہ مشرکین کو قرآن پاک کے بعض حصے کا انکار کرنے والا اس لئے کہا گیا کہ یہ اللّٰہ تعالٰی کو مانتے تھے اور رحمٰن کا انکار کرتے تھے جیسا کہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے کہا تھا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ (1)

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

ع ۵/۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ اتارا اور اے سننے والے اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آ چکا تو اللّٰہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو اللّٰہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا: اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی حکم کی صورت میں اتارا۔﴾ یعنی جس طرح پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اُن کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا۔ قرآنِ کریم کو حکم اس لئے فرمایا کہ اس میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت، اس کی توحید، اس کے دین کی طرف دعوت، تمام

(1) ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳٦، ۳/٦۸-٦۹، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۳٦، ص۵۵۹، ملتقطاً.

تکالیف واحکام اور حلال وحرام کا بیان ہے۔ بعض علما نے فرمایا ’’چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر قرآن شریف کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا اس لئے اس کا نام حکم رکھا۔ [1]

﴿وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ: اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! مضبوط دلائل اور قطعی حجتوں کے ذریعے حق بات کا علم آ جانے کے باوجود اگر تو نے کافروں کی پیروی کی جو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں (اور ان کی خواہشوں پر چلا) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ اس سے کوئی بچانے والا۔ [2]

کفار کی خواہشوں پر چلنے والوں کو نصیحت

اس آیت میں موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جو کافروں کی خواہشات پر چلتے ہوئے اسلام کے بنیادی اور ضروری احکام کی اہمیت کو مسلمانوں کی نظر میں کم کرنے کی اور قرآن وحدیث کی غلط تشریحات کر کے مسلمانوں کے دین وایمان کو برباد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کی خالص مذہبی تقریبات میں نہ صرف خود شرکت کرتے، انہیں تحائف اور مبارک بادیں دیتے ہیں بلکہ ان تقریبات کو میڈیا کے ذریعے اس انداز میں عوام تک پہنچاتے ہیں جیسے یہ بھی اسلام کی تعلیمات کا ایک حصہ ہو، اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو کافروں کی خواہش کے مطابق مسلمانوں میں فحاشی، عُریانی، بے راہ روی، بے پردگی، عورتوں کی مادر پدر آزادی کو عام کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔ یونہی ان اَربابِ اقتدار کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو کافروں کی خواہشات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اور ان کے اشارۂ ابرو پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو اور ملک وملت کو برباد کرنے کے لئے اپنے ملک میں کافروں کو ہر طرح کی سہولت دیتے اور اپنے ہی ملک میں ہر طرح کی عیاشی کے ذرائع مہیا کرتے ہیں، انہیں غور کر لینا چاہئے کہ جب یہ اپنے اعمال کے حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہاں اپنے کئے ہوئے جرموں کا حساب کس طرح دیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ۳۷، ۳/۶۹.

2 ......تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآية: ۳۷، ۷/۴۹، مدارك، الرعد، تحت الآية: ۳۷، ص۵۵۹، ملتقطاً.

اپنا غضب فرمایا اوران کے لئے عذابِ جہنم کا حکم سنا دیا تو اس وقت کون ان کی حمایت کرے گا اور کون انہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچائے گا اور اس وقت دنیا کی کونسی سپر پا وران کے کام آئے گی؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اوران کے لیے بیبیاں اور بچے کیے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اوران کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت میں کفار کی طرف سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کئے گئے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف جو بھی رسول بھیجے تو اس کا فرشتوں میں سے ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے بھی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے نہ کہ فرشتے، جب گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے۔

دوسرا اعتراض: اگر یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے بلکہ عورتوں سے اِعراض کر کے زُہد کی حالت میں زندگی گزارتے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی **300** بیویاں اور **700** باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی **100** بیویاں تھیں۔ جب بیویوں

کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑا تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چند اَزواجِ مُطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی وجہ سے ان کی نبوت میں کیسے فرق آسکتا ہے۔

تیسرا اعتراض: اگر یہ اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں تو پھر ہم ان سے جو معجزہ بھی طلب کریں تو وہ انہیں دکھانا چاہئے تھا، لہٰذا جب معاملہ اس کے برخلاف نظر آیا تو ہم نے جان لیا کہ یہ اللّٰہ تعالٰی کے رسول نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دینا ہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللّٰہ تعالٰی کی مَشِیَّت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو زیادہ معجزات ظاہر فرمادے اور چاہے تو ظاہر نہ فرمائے لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔

چوتھا اعتراض: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کفار پر عذاب نازل ہوگا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی، لیکن جب وہ عذاب مُؤخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت میں طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللّٰہ تعالٰی نے مُعَیَّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے ہونے والے کام کا ایک وقت معین ہے لہٰذا مخصوص وقت آنے سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہوگا۔ جب اصل بات یہ ہے تو وعیدوں کے مؤخر ہونے کی وجہ سے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کِذب کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟[1]

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ: اللّٰہ جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے۔﴾ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس

[1] ……تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیة: ۳۸، ۷/۴۹-۵۰، صاوی، الرعد، تحت الآیة: ۳۸، ۳/۱۰۰۹-۱۰۱۰، ملتقطاً۔

آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بندوں کے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مغفرت فرما کر مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے جس گناہ کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور اس کی جگہ نیکیاں قائم فرماتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ (1)

﴿وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ: اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں مذکور اُمُّ الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو کہ اَزل سے ہی ہر چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اُمُّ الکتاب سے لوحِ محفوظ مراد ہے جس میں تمام کائنات اور عالَم میں ہونے والے جملہ حوادِث و واقعات اور تمام اَشیا لکھی ہوئی ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ (2)

سعادت مندی کی فکر

ہمارے بزرگانِ دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود اپنی سعادت مندی اور بدبختی سے متعلق بہت فکر مند رہا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابو عثمان نہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ''اے اللہ! اگر تو نے مجھے سعادت مندوں میں لکھا ہے تو مجھے ان میں برقرار رکھ اور اگر مجھے بدبختوں میں لکھا ہے تو میرا نام (بدبختوں کی فہرست سے) مٹا دے اور مجھے سعادت مندوں میں لکھ دے، کیونکہ تو جو چاہے مٹاتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا تیرے ہی پاس ہے۔ (3)

حضرت اَعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت شقیق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو اس طرح کہتے ہوئے سنا کہ ''اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اپنے پاس بدبختوں میں لکھا ہے تو ہمارا نام وہاں سے مٹا دے اور ہمیں سعادت مندوں میں لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں سعادت مندوں میں لکھا ہے تو ہمیں اس پر برقرار رکھ کیونکہ تو جو چاہے مٹاتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا تیرے ہی پاس ہے۔ (4)

---

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ٣/٧٠-٧١.

2 ......صاوی، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ٣/١٠١٠، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٣٩، ص ٥٦٠، ملتقطاً.

3 ......كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الافعال، الادعية المطلقة، ١/٢٨٦، روايت نمبر: ٥٠٤٢.

4 ......المطالب العاليه، كتاب التفسير، سورة الرعد، ٨/٢٤٧، روايت نمبر: ٣٧٣٦.

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی سعادت مندی کی فکر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اٰمین۔

وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہمیں تمہیں دکھادیں کوئی وعدہ جو انہیں دیا جاتا ہے یا پہلے ہی اپنے پاس بلائیں تو بہرحال تم پر تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) اگر ہم تمہیں کوئی وعدہ دکھادیں جو ہم ان سے کررہے ہیں یا ہم تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو آپ پر تو بہرحال تبلیغ کرنا لازم ہے اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

﴿وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ: اور اگر ہمیں تمہیں دکھادیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم کافروں کو عذاب دینے کا جو وعدہ کررہے ہیں، اس میں سے کوئی وعدہ آپ کو آپ کی زندگی میں ہی دکھادیں یا وہ وعدہ دکھانے سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وفات دے دیں تو دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن آپ کی ذمہ داری بہرحال تبلیغ فرمانا ہے اور صرف یہی آپ کی ذمہ داری ہے، بقیہ قیامت کے دن ان کا حساب لینا اور ان کے اعمال کی جزا دینا یہ ہمارے ذمے ہے لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کے اِعراض کرنے سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں۔ (1)

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٤٠، ٣/٧١، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٤٠، ص ٥٦٠، ملتقطاً.

کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور اسے حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ کافر دیکھتے نہیں کہ ہم ہر طرف سے ان کی زمین کم کررہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔

﴿ اَوَلَمۡ یَرَوۡا: کیا یہ کافر دیکھتے نہیں۔﴾ یعنی جن کفارِ مکہ نے سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نشانیاں دکھانے کا مطالبہ کیا ہے، کیا وہ دیکھتے نہیں ہم ہر طرف سے ان کی آبادیاں کم کرتے آرہے ہیں اور شرک کی زمین کی وسعت مسلسل کم کررہے ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے کفار کے گرد وپیش کی اَراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرماتا ہے اور اُن کے لشکر کو فتح مند کرتا ہے اور اُن کے دین کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم نافذ ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اس میں چوں چرا، یا کوئی تبدیلی کرسکے۔ جب وہ اسلام کو غلبہ دینا اور کفر کو پست کرنا چاہے تو کس کی تاب ومجال ہے کہ اس کے حکم میں دخل دے سکے اور وہ جس کا محاسبہ کرنا چاہے تو اس سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنا بربادی کا سبب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنا دنیا میں بھی بربادی لاتا ہے اور نافرمانوں پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر مضبوطی سے قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں غلبہ واِقتدار عطا فرمایا اور مسلمان زمین کی وسعتوں پر چھا گئے اور جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ موڑا تو ان کی آبادیاں بھی ہر طرف کم ہونے لگ گئیں اور اسلامی سرزمین کی وسعت رفتہ رفتہ کم ہونے لگ گئی، کفار نے مسلمانوں کی بے عملی، بے اتفاقی اور داخلی اِنتشار واِفتراق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے مفتوحہ علاقے چھین لئے اور وہاں بسنے والے مسلمانوں کو دینِ اسلام چھوڑ دینے پر مجبور کردیا اور جنہوں نے دینِ اسلام کو چھوڑنے سے انکار کیا تو انہیں طرح طرح کی اَذِیَّتیں دے کر شہید کردیا یا اس سرزمین سے ہی نکال دیا۔ افسوس! آج بھی مسلمان اسی روش پر چلتے اور اپنی سابقہ تاریخ سے عبرت پکڑنے

1 ......خازن، الرعد، تحت الآية: ٤١، ٣/٧١-٧٢، مدارك، الرعد، تحت الآية: ٤١، ص ٥٦٠، ملتقطاً.

کی بجائے اسے ہی دوبارہ دہراتے نظر آرہے ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''اس امت میں پانچ مخصوص لوگوں کی طرف سے فساد آئے گا۔ (1) علماء۔ (2) مجاہدین۔ (3) زُہاد۔ (4) تُجار۔ (5) حکمران۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، زہاد زمین کے ستون ہیں، مجاہدین زمین میں اللّٰہ تعالٰی کے لشکر ہیں، تجار امت میں اللّٰہ تعالٰی کے امین ہیں اور حکمران چرواہے ہیں تو جب عالم، دین کو نیچے اور مال کو اوپر رکھے گا تو پھر جاہل کس کی پیروی کرے گا اور جب زاہد، دنیا کی طرف راغب ہوگا تو توبہ کرنے والا کس کی پیروی کرے گا اور جب غازی لالچ میں پڑ جائے گا تو وہ دشمن پر کامیابی کیسے حاصل کرے گا اور جب تاجر خیانت کرنے لگے گا تو امانت کیسے حاصل ہوگی اور جب چرواہا ہی بھیڑیا بن جائے گا تو چرنے والے کیسے ملیں گے۔ (1)

وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِیۡعًا ؕ یَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَیَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران سے اگلے فریب کرچکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللّٰہ ہی ہے جانتا ہے جو کچھ کوئی جان کمائے اور اب جاننا چاہتے ہیں کافر کسے ملتا ہے پچھلا گھر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے لوگ فریب کرچکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللّٰہ ہی ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ کوئی جان عمل کمائے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ آخرت کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟

﴿وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ: اور ان سے پہلے لوگ فریب کرچکے ہیں۔﴾ اس آیت میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ مشرکینِ مکہ سے پہلے گزری ہوئی اُمتوں کے کفار اپنے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کرچکے ہیں جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ، فرعون نے حضرت موسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اور یہودیوں نے حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کیا اور

1 ......روح البیان، الرعد، تحت الآیۃ: ۴۱، ۳۸۹/۴.

ان مقابلوں میں ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن پھر بھی ناکام ونامراد ہوئے کیونکہ اصل تدبیر کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اس کی مشیت کے بغیر کسی کی کیا چل سکتی ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو مخلوق کا کیا اندیشہ۔

وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ۙ وَ مَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ع۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں ہو۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور ہر وہ آدمی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

﴿وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ جب کفار نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہونے کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی نبوت کا انکار کرنے والے کافروں سے فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے جس نے میرے ہاتھوں میں غالب کر دینے والے معجزات اور نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ان کے ذریعے میرے نبی ہونے کی شہادت دی نیز میری نبوت پر ہر اُس آدمی کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے خواہ وہ یہودیوں کے علماء میں سے توریت کا جاننے والا ہو یا عیسائیوں میں سے انجیل کا عالم، وہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر جانتا ہے، اِن علماء میں سے اکثر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ (1)

علم کی افضلیت

اللہ تعالیٰ نے علما کی گواہی اپنے ساتھ بیان فرمائی، اس سے علم کی افضلیت معلوم ہوئی، اس کے علاوہ اور آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے علم کی افضلیت کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا

1 ......خازن، الرعد، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۷۳.

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

اس میں بیان ہوا کہ علم کی وجہ سے انہیں (یعنی حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو) یہ قدرت حاصل ہوئی۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَیۡلَکُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوۡنَ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور جنت انہیں کو دی جائے گی جو صبر کرنے والے ہیں۔

اس میں بیان ہوا کہ آخرت کی عظیم قدر علم کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔ [3]

نیز یہاں علم دین کی عظمت اور مراتبِ علماء کے بیان پر مشتمل ایک حدیث پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص علم کی طلب میں کوئی راستہ چلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالبِ علم کی خوشی کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اور پانی کے اندر مچھلیاں مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور یقیناً عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور یقین رکھو کہ علماء انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اور ان کی میراث دینار و درہم نہیں بلکہ ان کی میراث تو علم ہی ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اُس نے (میراث کا) بہت بڑا حصہ پالیا۔ [4]

1 ......نمل: ۴۰۔ 2 ......قصص: ۸۰۔

3 ......علم اور علماء کی فضیلت، اہمیت اور شان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’فیضانِ علم وعلماء‘‘ اور ’’علم وعلماء کی شان‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

4 ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ۳/۴۴۴، الحدیث: ۳۶۴۱۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم

سورۂ ابراہیم کا تعارف

مقام نزول

سورۂ ابراہیم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی البتہ اس کی یہ آیت ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا“ اور اس کے بعد والی آیت مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوئی۔(1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **7** رکوع، **52** آیتیں، **861** کلمے اور **3434** حروف ہیں۔(2)

”ابراہیم“ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعتِ الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کو بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورۂ ابراہیم“ رکھا گیا۔

سورۂ ابراہیم کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان لانے کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقی معبود وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور پوری کائنات میں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......کفار کی مذمت بیان کی گئی اور کفر کرنے پر انہیں شدید عذاب کی وعید سنائی گئی اور مسلمانوں سے ان کے نیک اعمال کے بدلے جنت دینے کا وعدہ کیا گیا۔

(2)......حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے

1......خازن، تفسير سورة ابراهيم... الخ، ۷۳/۳.

2......خازن، تفسير سورة ابراهيم... الخ، ۷۳/۳.

بعدوالے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوموں کے واقعات بیان کرکے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوتسلی دی گئی اوران قوموں پرنازل ہونے والے عذابات سے کفارِ مکہ کوڈرایا گیا۔

(3)......خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعدحضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مکہ والوں کے لئے امن اوررزق کی ،لوگوں کے دل خانۂ کعبہ کی طرف مائل ہونے کی ،اپنی اولاد کے بتوں کی پوجا سے بچنے کی ،اپنی اولادکونماز قائم کرنے کی توفیق دینے کی ،اپنی ،اپنے والدین اورمسلمانوں کی مغفرت کی جودعائیں مانگیں وہ بیان کی گئیں۔

(4)......ایمان اورکلمۂ حق کی مثال پاک درخت سے جبکہ گمراہی اورکلمۂ باطل کی مثال خبیث درخت سے بیان کی گئی۔

(5)......قیامت کی ہولناکیاں بیان کرکے نصیحت کی گئی اور ظالموں کے لئے مختلف قسم کے عذابات بیان کرکے انہیں ڈرایا گیا۔

(6)......قیامت کے دن تک عذاب مؤخر کرنے کی حکمت بیان کی گئی۔

سورۂ رعد کے ساتھ مناسبت

سورۂ ابراہیم کی اپنے سے ماقبل سورت ''رعد'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ رعد میں بیان کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس قرآن کو عربی فیصلے کی صورت میں اتارا اور سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت میں قرآن پاک نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی کہ اسے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کوان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف ،اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے کی طرف نکالیں جوعزت والا اورسب خوبیوں والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے اجالے میں لاؤ ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللّٰہ) کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔

﴿الٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ كِتٰبٌ: یہ ایک کتاب ہے۔﴾ یعنی قرآنِ پاک ایک کتاب ہے جو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اس کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان کے اجالے کی طرف اور اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف لاؤ جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔ (1)

دینِ حق کی راہ ایک ہے

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ظُلُمَاتُ کو جمع اور نُوْر کو واحد کے صیغہ سے ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دینِ حق کی راہ ایک ہے اور کفر و گمراہی کے راستے کثیر ہیں۔ (2)

ایمان اور ہدایت کا نور عطا کرنے والے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے لوگوں کو ظلمتِ کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کرتے ہیں، کوئی شخص صرف قرآن سے بغیر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطے ہدایت نہیں پا سکتا۔ نورِ ہدایت کا ذریعہ صرف حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

1. ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١، ٣/٧٣-٧٤، ملخصاً.
2. ......تفسير كبير، ابراهيم، تحت الآية: ١، ٧/٥٨.

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِۙﹰ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جس کی ملکیت میں ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور کافروں کیلئے ایک سخت عذاب کی خرابی ہے۔

﴿اَللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ: اللہ جس کی ملکیت میں ہے﴾ یعنی اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے کی طرف لاؤ جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے، ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ سب کا خالق و مالک ہے، سب اس کے بندے اور مملوک ہیں تو اس کی عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کرنا شروع کر دی جو کسی چیز کے مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود مملوک ہیں تو آخرت میں ان کے لئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔[1]

الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًاؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں آخرت سے دنیا کی زندگی پیاری ہے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢، ٣/٧٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا: جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ان کفار کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں جنہیں اس سے پہلی آیت میں آخرت کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی، چنانچہ فرمایا گیا کہ وہ دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اسے اُخروی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے سے روکتے ہیں اور دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں۔

دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی صورتیں

دین میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ لوگوں کو سیدھا راستہ اختیار کرنے سے روک دینا۔ دوسری یہ کہ حق مذہب کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی اور جس قدر ہو سکے حیلوں وغیرہ کا سہارا لے کر حق مذہب میں برائیاں ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔(1)

علم کا لبادہ اوڑھ کر حق مذہب سے بھٹکانے والے عبرت پکڑیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جو شخص بھی دنیا کی زیب وزینت اور اس کی رنگینیوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے اور آخرت کی بجائے دنیا میں ہی رہنے کو پسند کرے اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین سے لوگوں کو روکے تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے، وہ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔(2)

اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہبِ حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور دین میں نئے نئے مذہب نکال کر امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ حضرت زیاد بن حُدَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ٣، ٧/٦٠.

2 ......قرطبی، ابراهیم، تحت الآیة: ٣، ٥/٢٣٩، الجزء التاسع.

چیز تباہ کرے گی؟ میں نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ’’اسلام کو عالم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔ ‘‘[1]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف قوم کے ان پیشواؤں اور سربراہوں سے ہے جو گمراہ کرنے والے ہیں۔ ‘‘[2]

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نقل کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت کی اصلاح پر بہت حریص اور امت کی مستقل بھلائی کی رغبت رکھتے تھے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت پر قوم کے گمراہ کن سرداروں کی وجہ سے فکر مند رہتے تھے۔ قوم کے پیشواؤں اور سربراہوں کی گمراہی نظام کو خراب کر دیتی ہے کیونکہ یہ لوگ قوم کے قائدین ہوتے ہیں اور جب یہ گمراہ ہوں گے تو قوم بھی گمراہی میں مبتلا ہو گی، اسی طرح جب علماء میں بھی گمراہیاں ہوں گی تو عوام کا ایک بہت بڑا حصہ گمراہی کا شکار ہو جائے گا۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ’’ائمۂ دین فرماتے ہیں ’’اے گروہِ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے تو عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کرو گے تو عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے تو عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔ یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ’’بھائیو! لِلّٰہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہیں کرنا چاہتے تو اُمتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو، بھیڑیئے نہ بنو۔[4]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے

---

1 ......سنن دارمی، باب فی کراهية اخذ الرأی، ۱/۸۲، الحديث: ۲۱۴.

2 ......جامع صغير، حرف الهمزة، ص۱۳۳، الحديث: ۲۱۹۰.

3 ......فيض القدير، حرف الهمزة، ۲/۵۳۱، تحت الحديث: ۲۱۹۰.

4 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۱۳۲-۱۳۳، ملخصاً۔

جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا تاکہ وہ انہیں واضح کر کے بتادے، پھر اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴾وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجا۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ امتوں میں جتنے رسول بھیجے وہ ان لوگوں کی زبان میں ہی کلام کرتے تھے تاکہ انہیں جو اَحکامات دیئے گئے وہ ترجمے کے بغیر ہی آسانی سے اور جلدی سمجھ جائیں اور ان احکامات کے مطابق عمل کر سکیں۔ [1]

آیت میں مذکور لفظ ''رَسُوْلٍ'' میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے علاوہ تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام داخل ہیں۔ یعنی ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

قرآنِ مجید کو صرف عربی زبان میں ہی کیوں نازل کیا گیا

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں لیکن قرآن کو ہر زبان میں نازل نہیں کیا گیا کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں زبانیں ہر زمانے میں بولی جاتی رہی ہیں تو قرآن کو ہر زبان میں نازل کرنا کئی اور طرح کی پیچیدگیوں کا باعث ہوتا لہٰذا اس وقت کی روئے زمین کی سب سے مرکزی اور مُطلقاً فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ زبان یعنی عربی میں قرآن پاک کو نازل کیا گیا تاکہ رسولِ عربی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآن پاک کی اپنے قول و عمل سے بہترین تشریح فرمادیں اور پھر آپ کی امت دنیا بھر کی زبانوں میں ان تعلیمات کو منتقل کردے۔

﴾فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ: پھر اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔﴿ یعنی رسول کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور احکام پہنچا دینا ہے جبکہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللّٰہ تعالٰی کے ذمے ہے اور اللّٰہ تعالٰی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، وہی غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا، وہی اپنے کاموں میں حکمت والا ہے۔ [2]

[1] ......ابو سعود، ابراهيم، تحت الآية: ٤، ١٧٦/٣.

[2] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤، ٧٤/٣.

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﳔ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے اجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد دِلا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کی طرف اس لئے بھیجا تا کہ آپ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا جو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کی قوم کو عطا فرمائے تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قوموں کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر فرمائیں اور انہیں یہ بتا دیا جائے کہ سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے درمیان کس قسم کا معاملہ ہوا تھا، اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ان میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا۔ [(1)]

یاد رہے کہ آیت میں مذکور نشانیوں سے وہ معجزات مراد ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دے کر بھیجے گئے تھے جیسے عَصا کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا اور دریا کا پھٹ جانا وغیرہ۔ [(2)]

1 ......تفسیرکبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٧/٦٤.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ٥، ٣/٧٤.

﴿اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ: کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ۔﴾ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ [1]

﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔﴾ قاموس میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دنوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں مراد ہیں۔حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت اُبی بن کعب، امام مجاہد اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم نے بھی اَیَّامُ اللّٰه کی تفسیر ''اللہ کی نعمتیں'' فرمائی ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ اَیَّامُ اللّٰه سے وہ بڑے بڑے واقعات مراد ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے واقع ہوئے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اَیَّامُ اللّٰه سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے مَن وسَلویٰ اُتارنے کا دن، حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ [2] بظاہر نعمتِ الٰہی ملنے کے اَیّام والا معنی زیادہ قوی ہے کہ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے عمل سے اسی کو واضح فرمایا ہے۔ اسی سے مسلمانوں کا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ولادتِ مبارکہ کا جشن منانا بھی ثابت ہوتا ہے کہ اَیَّامُ اللّٰه میں سب سے بڑی نعمت کا دن سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ولادت کا دن ہے، لہٰذا اس کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں عظیم واقعات پیش آئے ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے میں داخل ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ: بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی بیشک ان اَیَّامُ اللّٰه میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مصیبتوں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بڑا شکر گزار ہے۔ [3]

مسلمانوں کو صبر و شکر کی نصیحت

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی میں اگر اس پر ایسا وقت آئے جو اس کی طبیعت کے مطابق اور اس کے ارادے کے موافق ہو تو وہ اللہ

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۵، ۶۴/۷.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۵، ۷۵/۳، مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ۵، ص۵۶۳، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۵، ۳۹۸/۴.

عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرے اور اگر ایسا وقت آئے جو اس کی طبیعت کے مطابق نہ ہو تو صبر کرے۔[1] اور حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان مرد پر تعجب ہے کہ اس کے سارے کام خیر ہیں، یہ بات مومن مرد کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ اگر اسے راحت پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے لہٰذا اس کے لیے راحت خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے لہٰذا صبر اس کے لیے بہتر ہے۔[2]

اللہ تعالٰی ہمیں عافیت عطا فرمائے اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرنے اور جب راحت ملے تو شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ ع ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بری سزا دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی قوم کو یہ

[1] ......تفسیر کبیر، ابراهيم، تحت الآية: ٥، ٧/٦٥.

[2] ......مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن امره كلّه خير، ص١٥٩٨، الحديث: ٦٤(٢٩٩٩).

ارشاد فرمانا اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانے کے حکم کی تعمیل ہے۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ بنی اسرائیل کی فرعونیوں سے نجات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت 49 کے تحت گزر چکی ہے۔

آیت ”وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......مسلمانوں پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا تَسَلُّط ہونا اللہ تعالیٰ کا دنیوی عذاب اور ہمارے برے اعمال کا نتیجہ ہے جبکہ اچھے حکمران رب تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال کا نتیجہ ہیں۔

(2)......کافر و ظالم کی ہلاکت، اس کی موت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جیسے علماء و صالحین کی وفات ہمارے لئے مصیبت ہے۔ظالم کی موت پر خوشی کرنا اچھا ہے۔

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ﴿۷﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے۔

1......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٦، ٣/٧٥.

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ: اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرما دیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کرو گے اور ایمان و عملِ صالح پر ثابت قدم رہو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کرو گے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ [1]

شکر کی حقیقت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اِس چیز کا عادی بنائے۔ یہاں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم اور احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے، اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت یہاں تک غالب ہو جائے کہ دل کا نعمتوں کی طرف میلان باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقوں کا ہے۔ [2]

شکر کی فضیلت اور ناشکری کی مذمت

آیت کی مناسبت سے یہاں شکر اور ناشکری سے متعلق 4 اَحادیث بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے شکر کرنے کی توفیق ملی وہ نعمت کی زیادتی سے محروم نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ'' یعنی اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔ جسے توبہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی وہ توبہ کی قبولیت سے محروم نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ'' یعنی اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔ [3]

(2)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

---

1 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٥، ٣٩٩/٤-٤٠٠.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٧، ٧٥/٣-٧٦.

3 ......در منثور، ابراهيم، تحت الآية: ٧، ٩/٥.

''جو تھوڑی نعمتوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکرادا نہیں کرتا اور جو لوگوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکرادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔'' (1)

(3)......حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ان سے شکرادا کرنے کا مطالبہ فرماتا ہے، جب وہ شکر کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی نعمت کو زیادہ کرنے پر قادر ہے اور جب وہ ناشکری کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے پر قادر ہے اور وہ ان کی نعمت کو ان پر عذاب بنا دیتا ہے۔ (2)

(4)......سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی وصیت فرمائی ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ'' یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں کثرت کے ساتھ اپنا ذکر اور شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں کی ناشکری کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔ (4)

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﲯ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﱡ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے

مع | الثلثة

1......شعب الایمان، الثانی والستون من شعب الایمان... الخ، فصل فی المکافأة بالصنائع، ٦/٥١٦، الحدیث: ٩١١٩.

2......رسائل ابن ابی دنیا، کتاب الشکر للّٰہ عزّوجلّ، ١/٤٨٤، الحدیث: ٦٠.

3......ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ٢/١٢٣، الحدیث: ١٥٢٢.

4......شکر کے مزید فضائل جاننے کے لئے کتاب ''شکر کے فضائل'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

گئے اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں وہ شک ہے کہ بات کھلنے نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر تشریف لائے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور کہنے لگے: ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور بیشک جس راہ کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کی طرف سے ہم دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے۔﴾ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سابقہ قوموں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سے اپنی امت کو ڈرائیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ (1)

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، قومِ عاد اور ثمود کی ہلاکت و بربادی کے واقعات سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

﴿ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ: اور جو ان کے بعد ہوئے۔﴾ ان تینوں امتوں کے بعد کچھ امتیں ایسی گزری ہیں جن کی تعداد اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں اصلاً کوئی خبر نہیں پہنچی۔ (2)

﴿ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ: تو وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ میں لے گئے۔﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ غصہ میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ انہوں نے کتابُ اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے۔ غرض یہ کوئی نہ کوئی انکار کی ادا تھی۔ (3)

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَدْعُوْكُمْ

(1) ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۹، ۶۸/۷، ملخصاً.

(2) ......خازن، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۹، ۷۶/۳.

(3) ......خازن، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۹، ۷۶/۳، ملخصاً.

لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے رسولوں نے فرمایا: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں تو تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ۔

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ: ان کے رسولوں نے فرمایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ قوموں کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا ’’کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کر رہے ہو جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟ یہ شک کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی اور نقلی دلیلیں تو انتہائی ظاہر ہیں۔ وہ تمہیں اپنی اطاعت اور ایمان کی طرف بلاتا ہے تاکہ جب تم ایمان لے آؤ تو حقوق العباد کے علاوہ تمہارے سابقہ گناہوں کو بخش دے اور تمہاری مقررہ مدت پوری ہونے تک تمہیں عذاب کے بغیر زندگی کی مہلت دے۔ قوموں نے جواب دیا ’’تم تو ظاہر میں ہمیں اپنی مثل معلوم ہوتے ہو، پھر کیسے مانا جائے کہ ہم تو نبی نہ ہوئے اور تمہیں یہ فضیلت مل گئی۔ تم اپنی باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرنے سے رک جائیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔ تم کوئی واضح دلیل لے کر آؤ جس

سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو۔ ان کا یہ کلام عناد اور سرکشی کی وجہ سے تھا اور باوجود یہ کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نشانیاں لا چکے تھے، معجزات دکھا چکے تھے پھر بھی انہوں نے نئی دلیل مانگی اور پیش کئے ہوئے معجزات کو کالعدم قرار دیا۔ (1)

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دلیل تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ: ان کے رسولوں نے ان سے فرمایا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ کہا کہ تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو، تو رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیا ''اچھا یہی مانو کہ ہم واقعی تمہارے جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور نبوت و رسالت کے ساتھ اسے برگزیدہ کرتا ہے اور اِس منصبِ عظیم کے ساتھ مشرف فرماتا ہے اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہم اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل اور

1 ......جلالین مع صاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۱۰۱۶-۱۰۱۷، خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۷۶-۷۷، مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۰، ص ۵٦۵، ملتقطاً.

معجزہ تمہارے پاس لے آئیں اور مسلمانوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، وہی دشمنوں کے شر دور کرتا اور اس سے محفوظ رکھتا ہے۔[1]

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھادیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے تو ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴾وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ : اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں۔﴿ یعنی ہم سے ایسا ہو نہیں سکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ قضائے الٰہی میں ہے وہی ہوگا، ہمیں اس پر پورا بھروسہ اور کامل اعتماد ہے۔ اس نے تو ہمیں ہماری سعادت کی راہیں دکھائیں اور رُشد ونجات کے طریقے ہم پر واضح فرما دیئے اور ہم جانتے ہیں کہ تمام اُمور اس کے قدرت واختیار میں ہیں۔ خدا کی قسم! تم اپنی باتوں اور عملوں سے جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔[2]

توکل کی فضیلت

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ توکل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

1 ……خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١١، ٣/٧٧.

2 ……خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١٢، ٣/٧٧.

3 ……طلاق:٣.

اور ارشادِ ربّانی ہے

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک اللّٰہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

تو وہ مقام کتنا عظیم ہے جس پر فائز شخص کو اللّٰہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور اس کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی ضمان بھی حاصل ہو، تو جس شخص کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کفایت فرمائے، اس سے محبت کرے اور اس کی رعایت فرمائے اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی کیونکہ جو محبوب ہوتا ہے اسے نہ تو عذاب ہوتا ہے، نہ دوری ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پردے میں ہوتا ہے۔

نیز اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللّٰہ پر توکل کرے تو بیشک اللّٰہ غالب، حکمت والا ہے۔

یعنی ایسا غالب اور عزت والا ہے کہ جو کوئی اس کی پناہ میں آجائے وہ ذلیل ورسوا نہیں ہوتا۔ جو اس کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پناہ لیتا ہے اور اس کی حمایت میں آجاتا ہے وہ پستی کا شکار نہیں ہوتا، وہ ایسا حکیم ہے کہ جو کوئی اس کی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے اس کی تدبیر میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی۔ (3)

توکل کا ایک مفہوم

حضرت ابوتراب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ توکل بدن کو عبودیت میں ڈالنے، دل کو ربوبیّت کے ساتھ متعلق رکھنے، عطا پر شکر اور مصیبت پر صبر کرنے کا نام ہے۔ (4)

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَۙ(۱۳) وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ

---

1 ……ال عمران: ۱۵۹. 2 ……انفال: ٤۹.

3 ……احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکّل، بیان فضیلۃ التوکّل، ٤/۳۰۰-۳۰۱.

4 ……مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۲، ص٥٦٥.

مِنۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِىۡ وَخَافَ وَعِيۡدِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ تو انہیں ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ان ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین میں بسائیں گے یہ اس لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ تو ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔ اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔ یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے خوفزدہ رہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا۔﴾ یعنی کافروں نے اپنے رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے شہروں اور اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کافروں کی ان باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کے کاموں کا انجام ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا تم ان کی وجہ سے فکر مند نہ ہو۔ [1]

﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور ضرور ہم ان کے بعد تمہیں زمین میں اقتدار دیں گے۔﴾ امام محمد بن جریر رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کافروں کے خلاف مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، جب رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی امتیں کفر میں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے اپنے رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اَذِیّتیں پہنچانے کی دھمکیاں دیں تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ان کی امتوں میں سے جنہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری مدد فرمائے گا۔ درحقیقت ان آیات

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١٣، ٣/٧٧-٧٨.

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کے مشرکین کے لئے وعید ہے کہ اگر وہ اپنے کفر اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جرأت کرنے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی سابقہ امتوں کے کافروں جیسا ہوگا، اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ان آیات میں ثابت قدمی کی ترغیب اور ان کی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کی تلقین ہے کہ جس طرح سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امتوں کے کفار کی زیادتیوں اور ظلم وستم پر صبر کیا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اپنی امت کے کفار کی اذیتوں پر صبر فرمائیں، انجام کار یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہلاک کردے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتح ونصرت عطا فرمائے گا، سابقہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار رہا ہے۔ (1)

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ: یہ اس کیلئے ہے جو۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ وحی فرمائی ہے کہ وہ ظالموں کو ہلاک کرنے کے بعد مومنوں کو ان کی سرزمین میں آباد کردے گا، یہ بشارت اس کے لئے ثابت ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کے بارے میں جو بتایا ہے اس سے خوفزدہ ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو اور اسے ناراض کرنے والے کاموں سے بچتا ہو۔ (2)

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآىٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک گاڑھا عذاب۔

1 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۴، ۷/۴۲۶.

2 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۴، ۷/۷۷، طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۴، ۷/۴۲۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورانہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا۔ جہنم اس کے پیچھے ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور ایسا لگے گا نہیں کہ اسے گلے سے اتارلے اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا۔

﴾وَ اسْتَفْتَحُوْا: اورانہوں نے فیصلہ طلب کیا۔﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قوموں کے ایمان قبول کر لینے کی امید نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوموں کے خلاف مدد طلب کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان پر عذاب نازل کر دینے کی دعا کی۔ دوسرا معنی یہ ہے کافروں نے یہ گمان رکھتے ہوئے اپنے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا کہ وہ حق پر ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر نہیں۔ (1)

﴾وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ: اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہوگیا۔﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرمائی گئی اور انہیں فتح دی گئی اور حق کے مخالف سرکش کافر نامراد ہوئے اور ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہ رہی۔ (2)

﴾یَتَجَرَّعُهٗ: بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا۔﴿ یعنی جب حق کے مخالف سرکش کافر کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا تو وہ اس کی کڑواہٹ کی وجہ سے بڑی مشکل سے تھوڑے تھوڑے گھونٹ لے گا اور اس کی قباحت و کراہت کی بنا پر ایسا لگے گا نہیں کہ وہ اسے گلے سے اتارلے اور مختلف عذابات کی صورت میں ہر طرف سے موت کے اسباب اس کے پاس آئیں گے لیکن وہ مرے گا نہیں کہ مرکر ہی راحت پالے اور اسے ہر عذاب کے بعد اس سے زیادہ شدید اور سخت عذاب ہوگا۔ (3)

جہنمیوں کے مشروب کی کیفیت

اس آیت میں جہنمیوں کے جس مشروب کا ذکر ہوا اس کی کیفیت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جب وہ پانی منہ کے قریب آئے گا تو وہ اس کو بہت ناگوار معلوم ہوگا اور جب اور قریب ہوگا تو اس سے چہرہ بھُن جائے گا اور سر تک کی کھال جل کر گر پڑے گی، جب وہ پانی پئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ٣/٧٨، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ص٥٦٦، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، ابراهيم، تحت الآية: ١٥، ٣/١٨٤.

3 ......جلالين مع صاوى، ابراهيم، تحت الآية: ١٧، ٣/١٠١٨، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ١٧، ص٥٦٦، ملتقطاً.

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟

اور ارشاد فرمایا

وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا ہے۔ اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ (3)

اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کو کبھی موت نہ آئے گی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں شدید ترین عذابات میں مبتلا ہونے کے باوجود جہنمیوں کو موت نہیں آئے گی، موت سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں موت نہیں اور اے اہلِ جہنم! تمہیں موت نہیں۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اور اہلِ جہنم کے غم کا کوئی اندازہ نہ کر سکے گا۔ (4) ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ''، یعنی ہم جہنم کے عذاب اور غضبِ جبار سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

1 ......سورة محمد: ١٥. 2 ......الكهف ٢٩.

3 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ٢٦٢/٤، الحديث: ٢٥٩٢.

4 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٢٦٠/٤، الحديث: ٦٥٤٨.

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا یہی ہے دور کی گمراہی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال راکھ کی طرح ہوں گے جس پر آندھی کے دن میں تیز طوفان آجائے تو وہ اپنی کمائیوں میں سے کسی شے پر بھی قادر نہ رہے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ: اپنے رب کا انکار کرنے والوں کے اعمال کا حال۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کفار کے مختلف عذابات کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کافروں کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور وہ آخرت میں کوئی نفع حاصل نہ کرسکیں گے اور اس وقت ان کا نقصان مکمل طور پر ظاہر ہوجائے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے گمان میں جو بھی نیک اعمال کئے ہوں گے جیسے محتاجوں کی امداد کرنا، صلہ رحمی کرنا، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، مسافروں کی معاونت کرنا اور بیماروں کی خبر گیری کرنا وغیرہ وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں باطل ہوجائیں گے اور یہی مکمل نقصان ہے۔ اس آیت میں کفار کے اعمال کی جو مثال بیان کی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اُس راکھ کے اجزاء اِس طرح مُنْتَشِر ہوجاتے ہیں کہ اس کا کوئی اثر، نشان اور خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح کافروں کے تمام اعمال کو ان کے کفر نے باطل کردیا اور ان اعمال کو اس طرح ضائع کردیا کہ ان کی کوئی خبر اور نشان باقی نہ رہا۔ (1)

کافر کے نیک اعمال آخرت میں اسے فائدہ نہ دیں گے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت میں وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو ایمان لانے کے بعد کئے گئے ہوں گے اور جو نیک اعمال حالتِ کفر میں کئے گئے ہوں گے اور نیک اعمال کرنے والا حالتِ کفر میں ہی مرا ہوگا تو اسے اِن نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۸، ۷/۸۰-۸۱، ملخصاً.

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کر کے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنا دیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے اللّٰہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اسے آخرت میں بھی جزا دی جائے گی اور رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے نیکیاں کی ہیں ان کا اَجر اسے دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس کی اسے جزا دی جائے۔ (2)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان وزمین حق کے ساتھ بنائے اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللّٰہ پر کچھ دشوار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔ وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللّٰہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو باطل اور بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی پیدائش میں بڑی حکمتیں ہیں۔ (3)

---

1 ......فرقان: ۲۳.

2 ......مسلم، کتاب صفة القيامة والجنّة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنيا والآخرة... الخ، ص۱۵۰۸، الحديث: ۵۶(۲۸۰۸).

3 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۱۹، ۳/۷۹.

﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ: وہ اگر چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے۔﴾ یعنی جو آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ایک قوم کو فنا کر دینے کے بعد نئی مخلوق پیدا کر دینے پر بدرجہ اَولیٰ قادر ہے کیونکہ جو کسی سخت اور مشکل چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ سہل اور آسان چیز پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا اور یہ ظاہری سمجھانے کے اعتبار سے کلام ہے ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اِبتدا و اِعادہ سب برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے کہ اے کافروں کے گروہ! میں تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوگی۔ (1)

اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ آیتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صبر کے کمال پر دلالت کرتی ہے کہ وہ گناہگاروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کوئی شخص ایسا نہیں جو اَذِیّت ناک بات سنے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر ہو۔ اُس کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بیٹا ٹھہرایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں مہلت دیئے رکھتا ہے اور انہیں روزی دیتا رہتا ہے۔ (2) پھر عذاب کے مؤخر ہونے میں یہ حکمت بھی ہے کہ گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور (باطل) دلیل پر اِصرار کرنے والا اسے چھوڑ دے، اس لئے ہر عقلمند کو چاہئے کہ وہ (جلد عذاب نہ ہونے کو غنیمت سمجھتے ہوئے کفر اور گناہوں سے فوراً توبہ کر لے اور) ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے کیونکہ وہ قہر، کبریائی اور جلالت والا ہے۔ (3)

﴿ وَمَا ذٰلِكَ: اور یہ نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ (یعنی نئی مخلوق لانا) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ جو سارے جہان کو فنا کرنے اور ایجاد کرنے پر قادر ہے اس کے لئے مخصوص لوگوں کو فنا کرنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ (4)

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

---

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۹، ۸۲/۷.

2 ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنار، باب لا احد اصبر علی اذی من اللّٰہ عزّوجل... الخ، ص۱۵۰٦، الحدیث: ٤٩ (۲۸۰٤).

3 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۱۹، ٤/۱۰٤١۰.

4 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۰، ۸۲/۷.

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ۠ (۲۱)

ع ۳ ۹ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب اللّٰہ کے حضور علانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے وہ بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے کیا تم سے ہوسکتا ہے کہ اللّٰہ کے عذاب میں سے کچھ ہم پر سے ٹال دو کہیں گے اللّٰہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب اللّٰہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے بڑے لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اللّٰہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کرسکتے ہو۔ وہ کہیں گے: اگر اللّٰہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے۔ (اب) ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔

﴾وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا : اور سب اللّٰہ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے۔﴿ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کے آپس میں اور شیطان کے ساتھ بحث کرنے کی خبر دی ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سب اپنی قبروں سے نکل کر اللّٰہ تعالیٰ کے حضور اعلانیہ حاضر ہوں گے تاکہ اللّٰہ تعالیٰ ان سے حساب لے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے، تو اس وقت وہ لوگ جو کمزور تھے اور دولت مندوں اور بااثر لوگوں کی پیروی میں انہوں نے کفر اختیار کیا تھا، وہ بڑے لوگوں اور قائدین سے کہیں گے کہ دین اور اعتقاد میں ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جو عذاب ہمارے لئے مقرر فرمایا اس میں سے کچھ ہم سے دور کرسکو۔ ان کا یہ کلام تَوبیخ اور عناد کے طور پر ہوگا کہ دنیا میں تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور راہِ حق سے روکا تھا اور بڑھ بڑھ کر باتیں کیا کرتے تھے، اب تمہارے وہ دعوے کہاں گئے، اب اس عذاب میں سے ذرا سا تو ٹال دو۔ کافروں کے سردار اس کے جواب میں کہیں گے "اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا میں ایمان کی ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیدیتے، جب خود ہی گمراہ ہو رہے تھے تو تمہیں کیا راہ دکھاتے، اب خلاصی کی کوئی صورت نہیں، نہ کافروں کے لئے شفاعت، آؤ، روئیں اور فریاد کریں، چنانچہ پانچ سو برس فریاد اور گریہ وزاری

کرتے رہیں گے، جب یہ ان کے کچھ نہ کام آئے گی تو کہیں گے ''اب صبر کرکے دیکھو، شاید اس سے کچھ کام نکلے، چنانچہ پانچ سو برس صبر کریں گے، جب وہ بھی ان کے کام نہ آئے گا تو کہیں گے کہ اب ہم پر برابر ہے کہ بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں، ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔ [1]

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بیشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بیزار ہوں بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی تو اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے

[1]......صاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۱، ۱۰۱۹/۳، خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۱، ۷۹/۳-۸۰، مدارك، ابراهیم، تحت الآیة: ۲۱، ص۵٦۷، ملتقطاً.

والے ہو۔ وہ جو پہلے تم نے مجھے (اللہ کا) شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں ۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ : اور شیطان کہے گا۔﴾ یعنی جب مخلوق کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا اور حساب کتاب ختم ہوجائے گا، جنتی جنت کا اور جہنمی جہنم کا حکم پا کر جنت وجہنم میں داخل ہوجائیں گے اور جہنمی شیطان پر ملامت کریں گے اور اس کو برا کہیں گے کہ بدنصیب! تو نے ہمیں گمراہ کرکے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ثابت ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے نہ جزا، نہ جنت ہے نہ دوزخ، وہ میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی نہ میں نے تمہیں اپنی پیروی کرنے پر مجبور کیا تھا یا یہ کہ میں نے اپنے وعدے پر تمہارے سامنے کوئی حجت وبُرہان پیش نہیں کی تھی، بس ہوا یہ ہے کہ میں نے تمہیں وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے میری مان لی اور حجت وبرہان کے بغیر تم میرے بہکاوے میں آ گئے، حالانکہ اللہ تعالٰی نے تم سے فرما دیا تھا کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اس کی طرف سے دلائل لے کر تمہارے پاس آئے تھے اور اُنہوں نے حجتیں پیش کی تھیں اور دلائل قائم کئے تھے تو تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کی پیروی کرتے اور اُن کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے اور میری طرف اِلتفات نہ کرتے، مگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اب مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میں دشمن ہوں اور میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی اُمید رکھنا ہی حماقت ہے، تم اپنے آپ کو ملامت کرو، میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو اور وہ جو تم نے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کی عبادت میں شریک بنایا تھا تو میں اس شرک سے سخت بیزار ہوں ۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔[1]

شیطان کی پیروی کا انجام

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو لوگ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور لعین شیطان کے بہکاوے میں آ کر کفر و معصیت میں مبتلا ہو رہے ہیں اور شیطان

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢٢، ٣/٨٠-٨١، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٢٢، ص٥٦٨، ملتقطاً.

کی انسان دشمنی روزِ روشن کی طرح واضح ہونے کے باوجود اس سے خیر خواہی کی اَحمقانہ امید رکھے ہوئے ہیں وہ بہت بڑے دھوکے کا شکار ہیں، انہیں چاہئے کہ اس آیتِ مبارکہ سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے انجام کے بارے میں غور و فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۲۰۸) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ(۵) اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں

1 ......بقرہ: ۲۰۸، ۲۰۹۔ 2 ......فاطر: ۵، ۶۔

رواں ہمیشہ ان میں رہیں اپنے رب کے حکم سے اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے، وہاں اُن کی ملاقات کی دعا، سلام ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور بدکار لوگوں کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے اور اس آیت میں مومن اور نیکوکار لوگوں کے حالات بیان فرما رہا ہے، چنانچہ اس آیت میں بیان فرمایا کہ ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جنت کی دائمی نعمتیں عطا کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے انہیں نعمتیں عطا ہونا بھی ان کے حق میں ایک طرح کی تعظیم ہے اور وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے انہیں سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انہیں سلام کہا جائے گا۔ جنت میں سلام کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفتوں، حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں، دردوں، غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہوگئے اور دنیا کے فانی جسموں سے نکل کر جنت کے دائمی جسموں میں منتقل ہوجانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔[1]

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔

1 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۸۹/۷، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیاتم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہواوراس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔ ہروقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ سمجھیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیاتم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دوآیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین اور کفار کی دومثالیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے میں مذکور مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں موجود ہوتی ہیں اوراس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اوروہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہروقت پھل دیتا ہے ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اوراس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اوراس کے ثَمرات یعنی برکت وثواب ہروقت حاصل ہوتے ہیں۔[1]

پاکیزہ بات اور پاکیزہ درخت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ (اس آیت میں) پاکیزہ بات سے ''**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه**'' کہنا مراد ہے اور پاکیزہ درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔[2] پاکیزہ درخت سے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

مومن مرد کی مثال درخت

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''ہم سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ارشادفرمایا'' مجھے اس درخت کے بارے بتاؤ جو مردِ مومن کی مثل ہے، اس کے پتے نہیں گرتے اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے صحابہ خاموش ہیں تو مجھے کلام کرنا مناسب نہ لگا، جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے کوئی جواب نہ دیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا'' وہ کھجور کا درخت ہے۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں نے اپنے والد ماجد حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی ''جب حضور پُرنور صَلَّی

---

[1] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٨١-٨٢، ملخصاً.

[2] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٨١.

اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا تھا تو میرے دل میں آیا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُم تشریف فرما ہیں اور وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تو میں بھی خاموش رہا، حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر تم بتا دیتے تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔ (1)

﴿وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ: اور اللّٰه لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰه تعالٰی لوگوں کے لئے مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ایمان لائیں کیونکہ مثالوں سے معنی اچھی طرح دل میں اتر جاتے ہیں۔ (2)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اِۨجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گندی بات کی مثال اس گندے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں۔

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ: اور گندی بات کی مثال۔﴾ اس آیت میں مذکور مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ گندی بات یعنی کفریہ کلام کی مثال اندرائن جیسے کڑوے مزے اور ناگوار بو والے پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ ہی اس کی شاخیں بلند ہوتیں ہیں یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور وہ کوئی دلیل و حجت نہیں رکھتا جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں کوئی خیر و برکت ہے کہ وہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔ (3)

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة ابراهيم، باب كشجرة طيّبة اصلها ثابت... الخ، ۲۵۳/۳، الحدیث: ٤٦٩٨.

2 ......جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ۲۵، ص۲۰۸، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۲۵، ۸۲/۳، ملتقطاً.

3 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۲٦، ۸۲/۳، ملخصاً.

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ: اللہ ثابت رکھتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں کلمۂ ایمان پر ثابت رکھتا ہے کہ وہ آزمائش اور مصیبت کے وقتوں میں بھی صبر کرتے ہیں، ایمان پر قائم رہتے ہیں اور راہِ حق اور سیدھے دین سے نہیں ہٹتے حتّٰی کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اور آخرت یعنی قبر میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں ثابت رکھتا ہے کیونکہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔[1] قبر میں مومن کلمۂ ایمان پر کس طرح ثابت رہتا ہے اس کی تفصیل اس حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مردے کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں، پھر اس سے کہتے ہیں ''تیرا رب کون؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ''میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہتے ہیں ''یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے ''وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ''تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اسے سچا جانا۔ یہی اس آیت ''يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' کی تفسیر ہے۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے لہٰذا اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے لئے

[1] ……روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ۲۷، ۴/۴۱۵، ملخصاً.

جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس تک جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے اور تاحدِ نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کافر کی موت کا ذکر فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، پھر وہ اسے بٹھا کر اس سے کہتے ہیں ''تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں ''تیرا دین کیا؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ''یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، لہٰذا اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ، اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس تک وہاں کی گرمی اور بو آتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے حتّٰی کہ قبر میں اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مُسلط کر دیئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں، اگر ان سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے، اس ہتھوڑے سے اسے ایسی مار مارتے ہیں جسے جن و انس کے سوا مشرق و مغرب کی ہر مخلوق سنتی ہے، اس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔[1] ''اَعَاذَنَا اللہُ تَعَالٰی مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَثَبَّتَنَا عَلَی الْاِیْمَانِ'' یعنی قبر کے عذاب سے اللہ تعالٰی ہمیں محفوظ فرمائے اور اے اللہ! ہمیں ایمان پر ثابت قدمی نصیب فرما، اٰمین۔

تین مجاہدین کی اسلام پر ثابت قدمی

یاد رہے کہ جو دنیا میں دینِ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اسے ہی قبر میں اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہوگی اور جو دنیا میں اسلام پر ثابت قدم نہ رہا اور مَصائب و مشکلات سے گھبرا کر یا کسی اور وجہ سے دینِ اسلام سے مُنحرف ہو گیا اور اسی حال میں مر گیا تو اسے قبر میں کسی صورت اسلام پر ثابت قدمی نصیب نہ ہوگی۔ ہمارے بزرگانِ دین کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا کی سخت ترین تکالیف برداشت کرنا تو گوارا کر لیتے لیکن دینِ اسلام سے مُنحرف ہونا انہیں کسی صورت منظور نہ تھا، اسی سے متعلق علامہ ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''عیون الحکایات'' میں تین بہادر بھائیوں کی ایک طویل حکایت ذکر کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین سگے بھائی روم کے عیسائیوں سے جہاد کی غرض سے جانے والے لشکر میں شامل ہوئے، دورانِ جہاد انہیں گرفتار کر کے روم کے بادشاہ کے دربار میں لے جایا گیا تو اس نے منصب و مرتبے اور عیش و عشرت کا لالچ دے کر انہیں نصرانی ہو جانے کی دعوت دی۔ بادشاہ کی دعوت سن کر انہوں نے جواب دیا ''ہم اپنے دین کو کبھی بھی نہیں چھوڑ

[1]......ابو داؤد، کتاب السنّۃ، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ٤/٣١٦، الحدیث: ٤٧٥٣.

سکتے ،اس دین کی خاطر سر کٹانا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔تم ہمارے ساتھ جو چاہے کرو، اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ہمارے پائے اِستقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے گا۔ یہ کہہ کر تینوں بھائی بیک وقت شاہِ روم کے دربار میں کھڑے ہوکر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اِستغاثہ کرتے ہوئے ''**یا محمداہ! یا محمداہ! یا محمداہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ!'' کی صدائیں بلند کرنے لگے۔

جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے انہیں دردناک سزا دینے کی دھمکی دے کر دینِ اسلام چھوڑنے کا کہا، لیکن ان بھائیوں نے اس کی دھمکی کی پرواہ نہ کی تو بادشاہ نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ تین بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلا دو۔ جب تیل خوب گرم ہوجائے اور کھولنے لگے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ جلاد حکم پاتے ہی دوڑے اور تین دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ لگا دی۔ مسلسل تین دن تک وہ دیگیں آگ پر رکھی رہیں اور ان مجاہدین کو روزانہ نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور لالچ دیا جاتا رہا لیکن ان کے قدم بالکل نہ ڈگمگائے۔ چوتھے دن بادشاہ نے پھر انہیں لالچ اور دھمکی دی لیکن وہ اپنے مذموم ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا تو اس نے بڑے بھائی کو جلتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا، پھر اس سے چھوٹے بھائی کو بھی نصرانیت قبول نہ کرنے پر جلتے ہوئے تیل میں ڈلوا دیا، اب سب سے چھوٹے بھائی کی باری تھی جو کہ بڑے سکون واطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے، ایک گورنر نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے کہا کہ اسے اسلام سے منحرف کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں، آپ مجھے چند دن کی مہلت دے دیں۔ بادشاہ کے پوچھنے پر اس نے اپنا ناپاک منصوبہ بیان کیا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس مجاہد کو گورنر کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ گورنر نے گھر آکر اپنی خوبصورت بیٹی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنے حسن وشباب کے ذریعے اس نوجوان کو اپنے دامِ فریب میں پھنسانے اور نصرانیت قبول کروانے کی کوشش کرے۔ بیٹی نے اس کی حامی بھر لی اور وہ خوب سج سنور کر اس مجاہد کے پاس گئی اور اسے بہکانے کی خوب کوشش کرنے لگی، لیکن ہوا یوں کہ وہ نوجوان ساری رات نماز اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہا اور دن میں بھی ذکرِ الٰہی کرتا رہا اور اس نے لڑکی کے حسن وشباب کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھا۔ کئی دن کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی جب وہ مجاہد گورنر کی بیٹی کی طرف مائل نہ ہوا تو اس لڑکی نے اپنے باپ سے کہا: یہ تو ہر وقت گُم سُم رہتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس کے دو بھائیوں کو مار دیا گیا ہے، یہ ان کی یاد میں غمگین رہتا ہے اور میری طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوجائے کہ ہمیں اس شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے اور بادشاہ سے مزید کچھ دنوں کی

مہلت لے لی جائے تو نئے شہر میں جانے سے اس نوجوان کا غم کم ہو جائے گا، پھر میں اسے ضرور اپنی طرف مائل کر لوں گی۔ چنانچہ جب گورنر نے بادشاہ سے صورتِ حال بیان کی تو اس نے دونوں باتیں منظور کر لیں اور انہیں دوسرے شہر میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ لڑکی روزانہ نئے نئے انداز سے بناؤ سنگھار کر کے نوجوان کو مائل کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس مجاہد کے معمول میں ذرہ برابر فرق نہ آیا، حتّٰی کہ ایک رات یوں ہوا کہ وہ اس نوجوان کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں تمہاری عبادت و ریاضت اور پاکدامنی سے بہت متاثر ہوئی ہوں اور اب میں تمہارے دین سے محبت کرنے لگی ہوں کہ جس کی تعلیمات میں یہاں تک اچھائی ہے کہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھا جائے تو یقیناً وہی دینِ حق ہے۔ میں آج اور ابھی عیسائیت سے توبہ کر کے تمہارے دین میں داخل ہوتی ہوں۔ مجھے کلمہ پڑھا کر اپنے دین میں داخل کر لیجئے۔ پھر اس لڑکی نے سچے دل سے عیسائیت سے توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا۔ وہ جو دوزخ ہے اس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتار ڈالا۔ جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیا ہی ٹھہرنے کی بری جگہ ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا: جنہوں نے اللّٰہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے برے احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ (2) بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جن لوگوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا ان سے مراد کفارِ مکہ ہیں اور وہ نعمت جس کی انہوں نے شکر گزاری نہ کی وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......عیون الحکایات، الحکایة التسعون بعد المائة، ص۱۹۷-۱۹۸۔

2 ......تفسیر کبیر، ابراھیم، تحت الآیة: ۲۸، ۹۴/۷۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ [1] آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو عالَم کے سردار، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وجود سے کفارِ قریش کو نوازا اور ان کی زیارت سراپا کرامت کی سعادت سے مشرف کیا، اس لئے ان پر لازم تھا کہ وہ اس نعمتِ جلیلہ کا شکر بجالاتے اور ان کی پیروی کرکے مزید کرم کے حق دار ہوتے لیکن اس کی بجائے انہوں نے ناشکری کی اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کیا اور اپنی قوم کو جو دین میں ان کے موافق تھے ہلاکت کے گھر میں پہنچا دیا۔ [2]

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرائے کہ اس کی راہ سے بہکاویں تم فرماؤ کچھ برت لو کہ تمہارا انجام آگ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے لیے برابر والے قرار دیئے تاکہ اس کی راہ سے بھٹکا دیں، تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو پھر بیشک تمہیں آگ کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا: تم فرماؤ: فائدہ اٹھالو۔﴾ کفار سے فرمایا گیا کہ اگرچہ تم شرک کے مرتکب ہو لیکن چند دن دنیا کی زندگی سے فائدہ اٹھالو پھر اس کے بعد تمہیں جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

سورۂ ابراہیم کی آیت 28 تا 30 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جس طرح شکرِ نعمت میں اضافے کا سبب ہے اسی طرح ناشکری زوالِ نعمت کا سبب ہے (اس لئے ہر ایک کو ناشکری سے بچنا چاہئے)

(2)......برا ساتھی بندے کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور اسے تباہی کے گھر میں اتار دیتا ہے اس لئے ہر مخلص

1......بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل، ۳/۱۱، الحدیث: ۳۹۷۷.

2......خازن، ابراھیم، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۸۴.

مسلمان کو چاہئے کہ وہ کافروں، منافقوں اور بد مذہبوں کی صحبت سے خود کو بچائے تاکہ اس کی طبیعت ان کے برے عقائد واعمال کی طرف مائل نہ ہو۔

(3)......جہنم شریر لوگوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور اس کی گرمی کی شدت نا قابلِ بیان ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جس جہنمی کو سب سے کم عذاب ہوگا اس کے دونوں قدموں پر دو چنگاریاں رکھی جائیں گی جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے ہانڈی یا دیگچی میں ابال آتا ہے[1]۔[2]

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ دوستی۔

﴿قُلْ لِّعِبَادِیَ: میرے بندوں سے فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ان بندوں سے فرما دیں جو ایمان لائے کہ فرض نمازیں ان کے تمام اَرکان وشرائط کے ساتھ ادا کریں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی کہ خرید وفروخت یعنی مالی معاوضے اور فدیے سے ہی کچھ نفع اُٹھایا جاسکے اور نہ دوستی کہ اس سے نفع اٹھایا جائے بلکہ بہت سے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

---

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦٢، الحدیث: ٦٥٦٢.

2 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ٣٠، ٤/٤١٨-٤١٩.

قیامت کے دن نفسانی دوستی فائدہ نہ دے گی

یاد رہے کہ اس آیت میں نفسانی اور طبعی دوستی کی نفی ہے اور ایمانی دوستی جو محبتِ الٰہی کے سبب سے ہو وہ باقی رہے گی جیسا کہ سورۂ زُخرف کی آیت نمبر **67** میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ [2]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَۚ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے تمہارے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں دیدیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور دریا تمہارے قابو میں دیدیئے۔

﴿اَللّٰهُ: اللہ ہی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال بیان ہوئے اور چونکہ سعادت کے حصول کا اہم ترین ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ہے اور بدبختی کا اہم ترین سبب اس معرفت سے محرومی ہے اس لئے سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال کے بعد وہ دلائل بیان فرمائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے

---

1 ......زخرف: ٦٧.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٣١، ٣/٨٥، ملخصاً.

اوراس کے علم وقدرت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات میں کل دس دلائل بیان ہوئے ہیں(1) آسمانوں کو پیدا کرنا۔(2) زمین کو پیدا کرنا۔(3) آسمان سے پانی اتار کراس کے ذریعے لوگوں کے کھانے کیلئے کچھ پھل نکالنا۔(4) کشتیوں کو لوگوں کے قابو میں دینا تا کہ وہ اللہ تعالٰی کے حکم سے دریا میں چلے۔(5) دریا لوگوں کے قابو میں دینا۔(7،6) سورج اور چاند کو لوگوں کے لئے کام پر لگا دینا جو برابر چل رہے ہیں۔(9،8) لوگوں کے لیے رات اور دن کو مُسخر کر دینا۔(10) لوگوں کو بہت کچھ ان کی منہ مانگی چیزیں دینا۔[1]

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی چیز کے پیدا فرمایا اور آسمان سے بارش کا پانی نازل فرمایا جس کے ذریعے درختوں اور کھیتیوں کی نشو ونما ہوئی تو ان پر تمہارے کھانے کے لئے پھل اُگے اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں دیدیا تا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے دریا میں چلیں، تم ان کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور ان کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اپنے ساز وسامان کی نقل وحمل کرتے ہو اور دریاؤں کا پانی بھی تمہارے قابو میں دیدیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے شرک کرنے والو! عبادت اور اطاعت کا مستحق وہی ہے جس کے یہ اوصاف ہیں، تمہارے معبود بت جو نہ اپنے آپ کو اور نہ کسی اور کو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔[2]

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىٕبَیْنِۚ-وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَۚ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن مسخر کیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ: اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام پر لگا دیا، دن میں سورج طلوع ہو جاتا ہے اور رات

1 ......تفسیر کبیر، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۲، ۹٦/۷.

2 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۲، ۴۵۷/۷.

میں چاند نکل آتا ہے تاکہ تمہاری جانوں اور معاش کی درستی رہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا فرمایا ہے تب سے وہ اپنے اپنے محل میں گردش کررہے ہیں اور اسی طرح قیامت تک گردش کرتے رہیں گے، اپنی گردش کی وجہ سے نہ کمزور پڑیں گے اور نہ ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے اور تمہارے مَنافع اور اَسباب کی درستی کے لیے رات اور دن کو مسخر کردیا ہے، رات جاتی ہے تو دن نکل آتا ہے، دن ختم ہوتا ہے تو رات آجاتی ہے، دن میں تم اپنے معاش کے کاموں میں مصروف ہوتے ہو اور رات میں آرام کرتے ہو، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تم پر رحمت ہے۔[1]

وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے بیشک آدمی بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے، بیشک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

﴿وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان عظیم ترین نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صرف یہی نعمتیں عطا نہیں کیں بلکہ ان کی بے شمار منہ مانگی مرادیں بھی پوری فرمائی ہیں۔[2]

مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں۔

(1)......تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی مَشِیَّت اور حکمت کے مطابق عطا فرمادیا۔[3]

(2)......اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا کردی جس کی اسے حاجت اور ضرورت تھی، چاہے اس نے سوال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

1 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۳، ۷/۴۵۷-۴۵۸، صاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۳، ۳/۱۰۲۴-۱۰۲۵، ملتقطاً.

2 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۴، ۳/۸۵.

3 ......ابوسعود، ابراهیم، تحت الآیة: ۳۴، ۳/۱۹۴.

(3)......تمہیں ہر وہ چیز عطا کر دی جس کی تمہیں ضرورت تھی اور تم نے اس کیلئے زبانِ حال سے سوال کیا تھا۔[1]

﴿ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا : اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انہیں شمار کرنا چاہے تو ان کی کثرت کی وجہ سے شمار ہی نہیں کرسکتا۔ یہاں نعمتِ الٰہی کے حوالے سے ہم اِحیاءُ العلوم کی روشنی میں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں اور اسی سے سمجھ لیں کہ ہر چیز میں اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگیں تو عینُ الیقین کے طور پر یہ بات سامنے آجائے گی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ چنانچہ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’کھائی جانے والی چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے اتنے عجائبات رکھے ہیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ صرف گندم ہی کو لے لیجئے کہ جب تمہارے پاس کچھ گندم ہو اور تم اسے کھاتے رہو تو وہ گندم ختم ہو جائے گی اور تم بھوکے رہ جاؤ گے لہٰذا تمہیں ایسا کام کرنے کی حاجت ہے کہ جس سے گندم کے دانے اتنے زیادہ ہو جائیں کہ تمہاری ضرورت کو کافی ہوں اور وہ کام گندم کو کاشت کرنا ہے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ تم گندم کے دانے کو ایسی زمین میں ڈالو جس میں پانی ہو اور وہ پانی زمین سے مل کر گارا بن چکا ہو، پھر صرف پانی اور مٹی ہی کافی نہیں کیونکہ اگر تم اس گندم کو ایسی زمین میں چھوڑ دو گے جو سخت اور باہم مُتَّصِل ہو تو ہوا نہ پہنچنے کی وجہ سے گندم اُگے گی ہی نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ گندم کا دانہ ایسی زمین میں چھوڑا جائے جو نرم اور پلپلی ہوتا کہ ہوا اس میں داخل ہو سکے۔ پھر ہوا خود بخود حرکت نہیں کرتی لہٰذا ایسی آندھی کی ضرورت ہے جو ہوا کو حرکت دے اور اسے زور زور سے زمین پر مارے تاکہ وہ اس کے اندر چلی جائے۔ پھر اگر بہت زیادہ سردی ہو تو یہ سب کچھ فائدہ نہیں دیتا لہٰذا بہار اور گرمی کی ضرورت ہوئی۔ پھر اس پانی کی طرف دیکھو جس کی گندم کاشت کرنے میں حاجت ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے کس طرح پیدا فرمایا پھر اس سے چشمے اور نہریں جاری فرمائیں، پھر بعض اوقات زمین بلندی پر ہوتی ہے اور پانی اس تک پہنچ نہیں سکتا تو دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے بادل بنائے اور ان پر کیسے ہوا کو مُسَلَّط کیا تاکہ وہ اِذنِ خداوندی سے ان کو زمین کے مختلف کناروں تک لے جائے حالانکہ بادل پانی سے بھرے ہوئے بھاری ہوتے ہیں۔ پھر کس طرح اللہ تعالیٰ ضرورت کے مطابق بہار اور خزاں کے موسم میں بارش برساتا ہے اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پہاڑ بنائے جو پانی کی حفاظت کرتے ہیں اور ان سے بتدریج پانی نکلتا ہے اگر یکدم پانی نکلے تو شہر غرق ہو جائیں اور جانور وغیرہ ہلاک ہو جائیں اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ

[1]......بیضاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ٣٤، ٣/٣٥٠.

نے سورج کو پیدا کیا اور اسے مُسخر کیا حالانکہ وہ زمین سے بہت دور ہے۔ایک وقت میں زمین کو گرم کرتا ہے اور ایک وقت میں نہیں تاکہ ٹھنڈک کی ضرورت ہوتو وہ ٹھنڈک دے اور گرمی کی حاجت ہو تو گرمی دے اور چاند کو پیدا کیا اور اس کی خاصیت مرطوب بنانا ہے جس طرح سورج کی خاصیت حرارت پہنچانا ہے تو وہ چاند پھلوں کو پکاتا اور رنگین کرتا ہے اور یہ سب کچھ پیدا کرنے والے حکیم کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور آسمان کے تمام ستاروں کو کسی نہ کسی فائدے کے لئے مسخر کیا گیا ہے جس طرح سورج کو حرارت دینے اور چاند کو رطوبت دینے کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کا شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔[1]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔

﴾وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی۔﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنادے کہ قیامت کے قریب دنیا کے ویران ہونے کے وقت تک یہ شہر ویرانی سے محفوظ رہے یا اس شہر والے امن میں ہوں۔[2]

مکہ مکرمہ ویران ہونے سے محفوظ ہے

حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرما

1 ......احياء العلوم، كتاب الصبر والشكر، بيان وجه الانموذج فى كثرة نعم الله تعالى... الخ، ۴/۱۴۲-۱۴۳، ملخصاً.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۵، ۳/۸۶، ملخصاً.

دیا اور کوئی بھی اس مقدس شہر کو ویران کرنے پر قادر نہ ہوسکا اور اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا کہ اس میں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے اور نہ سبزہ کاٹا جائے۔ [1]

﴿وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچائے رکھ۔﴾ یاد رہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت پرستی اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ دعا کرنا بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور محتاجی کے اظہار کے لئے ہے کہ باوجود یہ کہ تو نے اپنے کرم سے معصوم کیا لیکن ہم تیرے فضل ورحمت کی طرف دستِ احتیاج دراز رکھتے ہیں۔ [2]

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ-فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ-وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت اور حق کے راستے سے دور ہوگئے حتّٰی کہ لوگ بتوں کو پوجنے لگے اور تیرے ساتھ کفر کرنے لگ گئے تو جو میرے طریقے پر ہو یعنی اطاعت وفرمانبرداری کے طریقے پر ہو تو بیشک وہ میری سنت پر عمل پیرا ہے اور جو میرا نافرمان ہو تو اس کا معاملہ تیرے ہی حوالے ہے، بے شک تو گناہگاروں کے گناہوں اور ان کی خطاؤں کو اپنے فضل سے بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے، اور لوگوں میں سے جسے چاہے

1 ......جلالین، ابراهيم، تحت الآية: ٣٥، ص٢٠٩.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٣٥، ٨٦/٣، ملخصاً.

معاف فرما دے۔[1]

فکرِ امت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امتوں کے انجام کے بارے میں بہت فکرمند ہوا کرتے تھے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فکرِ امت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآن پاک میں سے حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس قول کی تلاوت فرمائی

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے، جو شخص میری پیروی کرے گا وہ میرے راستہ پر ہے۔

اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ قول ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اللّٰہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

پھر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دستِ دعا بلند کردیئے اور روتے ہوئے عرض کرنے لگے: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت، میری امت۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریئل! میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت جبریئل عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معلوم کرکے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب عرض کردیا (حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللّٰہ تعالیٰ نے جبریئل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبریئل! میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کردیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔[3]

---

1 ......تفسیر طبری، ابراهیم، تحت الآیة: ٣٦، ٧/٤٦٠-٤٦١.

2 ......المائده:١١٨.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم لامّته وبکائه شفقة علیهم، ص١٣٠، الحدیث: ٣٤٦(٢٠٢)، سنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورة ابراهیم، ٦/٣٧٣، الحدیث: ١١٢٦٩.

رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکرگزار ہوجائیں۔

﴿رَبَّنَا: اے میرے رب!﴾ اس آیت میں وادی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ ذُرِّیَّت سے حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد ہیں اور حرمت والے گھر سے بیتُ اللہ مراد ہے جو طوفانِ نوح سے پہلے کعبہ مقدسہ کی جگہ تھا اور طوفان کے وقت آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس دعا کا پسِ منظر یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سرزمینِ شام میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں کچھ جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور اُن کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کردیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا، چنانچہ وحی آئی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کرکے شام سے سرزمینِ حرم میں لائے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک

اتارا، یہاں اُس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ نہ پانی، ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی انہیں دے کر آپ واپس ہوئے اور مڑ کر اُن کی طرف نہ دیکھا، حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی ''آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں انیس و رفیق کے بغیر چھوڑے جاتے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ ''کیا اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہاں۔ یہ سن کر انہیں اطمینان ہوگیا، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لے گئے اور انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو آیت میں مذکور ہے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلانے لگیں، جب ان کے پاس موجود پانی ختم ہوگیا اور پیاس کی شدت ہوئی اور صاحب زادے کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، ایسا سات مرتبہ ہوا یہاں تک کہ فرشتے کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ واقعہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا، آگ کے واقعہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا نہ فرمائی تھی اور اس واقعہ میں دعا کی اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اللّٰہ تعالٰی کی کارسازی پر اعتماد کر کے دعا نہ کرنا بھی توکل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس دوسرے واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دَمبدم ترقی پر ہیں۔ [1]

﴿ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ : اے میرے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔﴾ یعنی اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے اپنی اولاد کو نا قابلِ زراعت وادی میں اس لئے ٹھہرایا تاکہ حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی اولاد اس وادی میں تیرے ذکر اور تیری عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیتِ حرام کے پاس نماز قائم کریں۔ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے تاکہ وہ اس وادی کے اَطراف اور دیگر شہروں سے یہاں آئیں اور ان کے دل اس پاکیزہ مکان کی زیارت کے شوق میں کھنچیں۔ اس میں ایمانداروں کے لئے یہ دعا ہے کہ انہیں بیتُ اللّٰہ کا حج مُیَسّر آئے اور

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٣٧، ٣/٨٧-٨٨، ملخصاً.

اپنے یہاں رہنے والی اولاد کے لئے یہ دعا ہے کہ وہ زیارت کے لئے آنے والوں سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ غرض یہ دعا دینی دنیوی دونوں طرح کی برکات پر مشتمل ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جُرْہَم نے اس طرف سے گزرتے ہوئے ایک پرندہ دیکھا تو انہیں تعجب ہوا کہ بیابان میں پرندہ کیسا! شاید کہیں چشمہ نمودار ہوا ہے، جستجو کی تو دیکھا کہ زمزم شریف میں پانی ہے یہ دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی، انہوں نے اس شرط سے اجازت دی کہ پانی میں تمہارا حق نہ ہوگا۔ وہ لوگ وہاں بسے اور حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جوان ہوئے تو اُن لوگوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تقویٰ اور پرہیز گاری کو دیکھ کر اپنے خاندان میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شادی کر دی، کچھ عرصے بعد حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا وصال ہو گیا۔ اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا پوری ہوئی اور آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا **''اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں۔**'' حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اسی دعا کا ثمرہ ہے کہ بہار، خزاں اور گرمی سردی کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں بیک وقت موجود ملتے ہیں۔ (1)

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُؕ وَ مَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے اور اللّٰہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللّٰہ پر زمین اور آسمان میں کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب!﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو ہمارے حالات کو، ہماری ضرورتوں

---

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ص۵۷۲، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۳/۸۷-۸۸، روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ۳۷، ۴/۴۲۷، ملتقطاً.

اور ہمارے نقصانات کو جانتا ہے اور تو ہم پر ہم سے زیادہ رحم فرماتا ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں ہمیں دعا کرنے کی حاجت تو نہیں لیکن ہم تیرے حضور دستِ دعا اس لئے بلند کرتے ہیں تا کہ ہم تیرے آگے اپنی بندگی کا اظہار کریں، تیری عظمت وجلال سے خوف کھائیں۔ (1)

﴿وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ: اور اللہ پر کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کے طور اللہ تعالیٰ نے یہ کلام فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہی کلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جو ہر جگہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔ (2)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل واسحاق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل واسحاق دیئے۔ بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا شکر ادا کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ’’تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دیئے۔ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ میری دعا قبول فرمانے والا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر 99 برس ہو چکی تھی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر مبارک 112 برس ہو چکی تھی۔ (3)

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۸، ۳/ ۸۸.

2 ......تفسیر کبیر، ابراهيم، تحت الآية: ۳۸، ۷/ ۱۰۵.

3 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۳۹، ۳/ ۸۹، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ۳۹، ص۲۰۹، ملتقطاً.

بیٹیوں کی پرورش کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نعمت ہے خصوصاً جب کہ نیک اور پرہیز گار ہو کیونکہ اس سے دنیا وآخرت دونوں کامل ہو جاتی ہیں، لیکن بیٹیوں سے گھبرانا مومن کی شان نہیں۔ ترغیب کے لئے بیٹیوں کی پرورش کے 2 فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص کی بیٹی ہو پھر نہ تو اسے زندہ دفن کیا اور نہ اسے ذلیل کیا اور نہ اس پر اپنے بیٹے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔(1)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی ''یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا دو بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرنے والے کو یہ ثواب ملے گا؟ ارشاد فرمایا ''ہاں، دو بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہی ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اگر لوگ ایک بیٹی یا بہن کے بارے میں پوچھتے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرما دیتے کہ ایک بیٹی کی پرورش پر بھی یہی ثواب ہے۔(2)

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

ع ٦ / ١٨

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

1 ......ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ٤/٤٣٥، الحدیث: ٥١٤٦.

2 ......شرح السنه، کتاب البر والصلة، باب ثواب کافل الیتیم، ٦/٤٥٢، الحدیث: ٣٣٥١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

﴿وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ: اور کچھ میری اولاد کو۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چونکہ بعض افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی بعض اولاد کے لئے نمازوں کی پابندی اور محافظت کی دعا کی۔ (1)

﴿وَلِوَالِدَیَّ: اور میرے ماں باپ کو۔﴾ علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ماں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حقیقی والدین مراد ہیں اور وہ دونوں مومن تھے اسی لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے لئے دعا فرمائی، جبکہ سورہ توبہ کی اس آیت

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا۔''

میں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر مراد ہے، سگے والد مراد نہیں۔ (3)

دعا کے چند آداب

اس آیت سے دعا کے چند آداب معلوم ہوئے۔ **(1)** دعا اپنی ذات سے شروع کرے۔ **(2)** ماں باپ کو دعا میں شامل رکھا کرے۔ **(3)** ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ **(4)** آخرت کی دعا ضرور مانگے صرف دنیا کی حاجات پر قناعت نہ کرے۔ (4)

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُۙ(۴۲)

1 ......مدارک، ابراهيم، تحت الآية: ٤٠، ص٥٧٢-٥٧٣.

2 ......توبہ:١١٤.

3 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٤١، ٤/٤٣٠، ملخصاً.

4 ......دعا کے مزید آداب جاننے کے لئے کتاب ''فضائلِ دعا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کررہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

﴿ **وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا:** **اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ سمجھنا۔**﴾ اس آیت میں ہر مظلوم کے لئے تسلی اور ہر ظالم کے لئے وعید ہے، نیز اس آیت میں ایک مشہور مقولے کی تائید بھی ہے کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے سننے والے! تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو سزا نہیں دے گا اور نہ ہی ظالموں سے عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے غمزدہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر عذاب کے صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں دہشت کے مارے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ [1]

ظالم کے لئے وعید

یاد رہے کہ ظالموں کا اُخروی عذاب تو اپنی جگہ، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ظالموں کی گرفت فرماتا ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرمالیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔ [3]

---

1 ……جلالین مع صاوی، ابراھیم، تحت الآیۃ: ٤٢، ١٠٢٩/٣-١٠٣٠.

2 ……ھود: ١٠٢.

3 ……بخاری، کتاب التفسیر، باب و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ... الخ، ٢٤٧/٣، الحدیث: ٤٦٨٦.

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہیں اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔

﴿مُهْطِعِيْنَ: لوگ بے تحاشا دوڑتے ہوئے جارہے ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی سے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے عَرصۂ محشر کی طرف بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف بے تحاشا دوڑتے جارہے ہوں گے اور ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی کہ اپنے آپ کو ہی دیکھ سکیں اور ان کے دل حیرت کی شدت اور دہشت کے مارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہوں گے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں گے نہ اپنی جگہ واپس جاسکیں گے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اُس دن کی دہشت اور ہولناکی کی شدت کا یہ عالَم ہوگا کہ سر اوپر اٹھے ہوں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور دل اپنی جگہ پر قرار نہ پاسکیں گے۔ (1)

قیامت کی ہولناکیاں

اس آیت میں قیامت کی چند ہولناکیاں بیان ہوئیں، اس کی مزید ہولناکیاں سنئے، چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''وہ دن جس میں کوئی شک نہیں، وہ دن جس میں دلوں کے رازوں کا امتحان ہوگا، جس دن کوئی (کافر) نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا، وہ دن جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، جس دن کوئی ساتھی کسی ساتھی کے کام نہیں آئے گا، جس دن کوئی کسی دوسرے نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، جس دن (کفار کو) جہنم کی طرف بلایا جائے گا،

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٣، ص٥٧٣، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ٤٣، ص ٢١٠، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤٣، ٣/ ٩٠، ملتقطاً.

جس دن ان کو چہروں کے بل اوندھا گرایا جائے گا، جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، جس دن باپ اولاد کے کام نہ آسکے گا، جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے بھاگتا پھرے گا، جس دن لوگ بات نہیں کرسکیں گے اور نہ ان کو اجازت ہو گی کہ عذر پیش کریں، جس دن اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا، جس دن لوگ ظاہر ہوں گے، جس دن وہ جہنم میں عذاب دیئے جائیں گے جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہو گا، جس دن عذر نا منظور ہوں گے اور دلوں کی آزمائش ہو گی، پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور پردے اٹھ جائیں گے، جس دن آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور آوازیں بند ہوں گی، اس دن توجہ کم ہو گی اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی، گناہ بھی سامنے آجائیں گے جس دن لوگوں کو ان کے گواہوں سمیت چلایا جائے گا، بچے جوان ہو جائیں گے اور بڑے نشے میں ہوں گے، پس اس دن ترازو رکھے جائیں گے اور اعمال نامے کھولے جائیں گے، جہنم ظاہر کی جائے گی اور گرم پانی کو جوش دیا جائے گا، آگ مسلسل جلے گی اور کفار نا امید ہوں گے، آگ بھڑکائی جائے گی اور رنگ بدل جائیں گے، زبان گونگی ہو گی اور انسانی اعضا گفتگو کریں گے۔ تو اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا کہ تو نے دروازے بند کر دیئے اور پردے لٹکا دیئے اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا، پس جب تیرے اعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے تو تو کیا کرے گا۔ اے غافلوں کی جماعت! ہمارے لئے مکمل خرابی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے پاس تمام رسولوں کے سردار (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو بھیجے اور آپ پر روشن کتاب نازل فرمائے اور ہمیں قیامت کے ان اوصاف کی خبر دے، پھر ہماری غفلت سے بھی ہمیں آگاہ کرے اور ارشاد فرمائے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ﴿۲﴾ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر وہ ہمیں بتائے کہ قیامت قریب ہے، جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

---

1 ......انبیاء ١-٣۔ 2 ......قمر: ١۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ(۶) وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا علم تواللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

پھر ہماری سب سے اچھی حالت تو یہ ہے کہ ہم اس قرآن پاک کے سبق پر عمل کریں، لیکن ہم اس کے معانی میں غور نہیں کرتے اور روزِ قیامت کے بے شمار اَوصاف اور ناموں کو نہیں دیکھتے اور اس کے مَصائب سے نجات کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس کا تدارُک فرمائے۔[3]

نوٹ: قیامت کے دن کے مزید حالات جاننے کے لئے احیاء العلوم جلد 4 سے ''موت اور اس کے بعد کے حالات'' کا بیان اور بہارِ شریعت حصہ اول سے ''معاد و حشر کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

[1] ......معارج: ۶، ۷۔ [2] ......احزاب: ۶۳۔

[3] ......احياء العلوم، كتاب ذكر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة يوم القيامة ودواهيه واساميه، ۵/۲۷۶۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورلوگوں کواس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے ہمارے رب! تھوڑی دیر تک ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی غلامی کرلیں۔ (کہا جائے گا، اے کافرو!) تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ تمہیں (تو دنیا سے) ہٹنا ہی نہیں۔

﴿وَاَنْذِرِالنَّاسَ: اورلوگوں کو ڈراؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائیں، اس دن جب ان پر عذاب آئے گا تو شرک اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہیں گے ''اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تھوڑی دیر کیلئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے اور ہمیں مہلت دیدے تاکہ ہم سے جو قصور ہوچکے ان کی تلافی کرتے ہوئے تیری توحید کی دعوت کو قبول کرلیں اور تیرے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی غلامی کرلیں۔ اس پر انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا کیا تم پہلے دنیا میں اس بات کی قسمیں نہ کھاچکے تھے کہ مرنے کے بعد بھی تم اسی حالت میں رہو گے اور آخرت کے گھر کی طرف منتقل نہ ہو گے؟[1]

وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ کیسا کیا اور ہم نے تمہیں مثالیں دے دے کر بتادیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں۔

﴿وَسَكَنْتُمْ: اور تم رہے۔﴾ یعنی تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے جنہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا جیسے کہ قومِ نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کہ تم انہی کی بستیوں میں دورانِ سفر ٹھہرتے تھے یا ان کے قرب و جوار

[1] ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤٤، ٣/٩٠، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٤، ص٥٧٣، ملتقطاً.

سے گزرتے تھے اور تمہارے لئے بالکل واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور تم نے اپنی آنکھوں سے اُن کے گھروں میں عذاب کے آثار اور نشان دیکھے اور تمہیں اُن کی ہلاکت و بربادی کی خبریں ملیں یہ سب کچھ دیکھ کر اور جان کر تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور تم کفر سے کیوں باز نہ آئے۔ ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا تا کہ تم تدبیر کرو اور سمجھو، عذاب اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ (1)

سابقہ قوموں کے انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب

ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت و نصیحت ہے اور انہیں بھی چاہئے کہ سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور ان کے دنیوی انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے سے باز آجائیں، اگر دنیا میں انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو مرنے کے بعد کوئی نصیحت انہیں فائدہ نہ دے گی۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مسلمانو! (غور کرو کہ) اَنبیاء و مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور مقرب اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کہاں تشریف لے گئے؟ سابقہ بادشاہ اور جابر و سرکش لوگ کہاں چلے گئے؟ (جب یہ دنیا میں نہ رہے تو تم بھی اس دنیا میں نہ رہو گے) تو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ان کی طرف نظر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے، اگر تم عقل رکھتے ہو تو نیک اعمال میں خوب کوشش کر لو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللّٰہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ (2)

شرعی قیاس حق ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاسِ شرعی حق ہے کیونکہ آیت کا مَنشا یہ ہے کہ وہ لوگ کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور کفر تو تم بھی کر رہے ہو، لہٰذا تم بھی ہلاک ہونے کے لائق ہو، علت کے اِشتراک سے حکم مشترک ہوتا ہے اور اسی کو فقہ میں قیاس کہتے ہیں۔

---

1 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ٤٥، ٣/٩١، مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٥، ص٥٧٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ٤/٤٣٦ .

وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ اپنا سا داؤں چلے اور ان کا داؤں اللہ کے قابو میں ہے اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں۔ تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بیشک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی اور ان کی سازش اللہ کے قابو میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ تو تم ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

﴿وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ : اور بیشک انہوں نے اپنی سازش کی۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے اسلام کو مٹانے اور کفر کی تائید کرنے کے لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ سازش کرتے ہوئے یہ ارادہ کیا تھا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کر دیا جائے یا قید کر لیا جائے یا مکہ مُکرّمہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی سازش اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں تھی اور ان کی سازش کوئی ایسی نہیں تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور شریعتِ مصطفٰی کے اَحکام جو اپنی قوت وثبات میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہیں، محال ہے کہ کافروں کے مکر اور اُن کی حیلہ انگیزیوں سے وہ اپنی جگہ سے ٹل سکیں۔ (1)

نوٹ: کفارِ مکہ کی اس سازش کی تفصیل سورہ اَنفال کی آیت نمبر 30 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ: تو تم ہرگز خیال نہ کرنا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! تم ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کرے گا، یہ تو ممکن ہی نہیں وہ ضرور وعدہ پورا کرے

1 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ص ٥٧٤، جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ٤٦، ص ٢١٠، ملتقطاً.

گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا، اُن کے دین کو غالب کرے گا اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔[1]

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے۔

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ: جس دن زمین بدل دی جائے گی۔﴾ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہے اور زمین و آسمان کی تبدیلی کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اُن کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے مثلاً زمین ایک سطح ہو جائے گی، نہ اُس پر پہاڑ باقی رہیں گے نہ بلند ٹیلے نہ گہرے غار، نہ درخت نہ عمارت نہ کسی بستی اور اقلیم کا نشان اور آسمان پر کوئی ستارہ نہ رہے گا اور سورج و چاند کی روشنیاں معدوم ہو جائیں گی۔ یہ تبدیلی اوصاف کی ہے ذات کی نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان وزمین کی ذات ہی بدل دی جائے گی، اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہوگی، سفید و صاف ہوگی جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہوگا نہ گناہ کیا گیا ہوگا اور آسمان سونے کا ہوگا۔ یہ دو قول اگرچہ بظاہر ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح ہے وہ اس طرح کہ پہلی مرتبہ زمین و آسمان کی صفات تبدیل ہوں گی اور دوسری مرتبہ حساب کے بعد دوسری تبدیلی ہوگی۔ اس میں زمین و آسمان کی ذاتیں ہی بدل جائیں گی۔[2]

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ج

---

1 ......صاوی، ابراهيم، تحت الآية: ۴۷، ۱۰۳۱/۳، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۴۷، ۹۱/۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۴۸، ۹۲/۳.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے۔

﴿ **وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ: اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قیامت کے دن کافروں کو بیڑیوں میں اپنے شیطانوں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھیں گے۔ (1)

قیامت کے دن مومن و کافر کی پہچان

اس سے معلوم ہوا کہ محشر میں کفار اور مومن ظاہری علامات سے ہی پہچان لئے جائیں گے کہ کافروں کے منہ کالے، ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے اور پاؤں بیڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جبکہ مومنوں کا حال اس کے برعکس ہوگا۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے کُرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی۔ اس لیے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے بیشک اللہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بیشک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿ **سَرَابِيْلُهُمْ: ان کے کرتے۔** ﴾ یعنی قیامت کے دن کافروں کے کرتے سیاہ رنگ اور بدبودار تارکول کے ہوں گے جن سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جائیں۔ (2)

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ان کے بدنوں پر رال لیپ دی جائے گی تو وہ کرتے کی طرح ہو جائے گی، اس کی

---

1 ......جلالين، ابراهيم، تحت الآية: ۴۹، ص ۲۱۰.

2 ......مدارك، ابراهيم، تحت الآية: ۵۰، ص ۵۷۵، خازن، ابراهيم، تحت الآية: ۵۰، ۳/۹۳، ملتقطاً.

سوزش اور اس کے رنگ کی وحشت و بد بو سے تکلیف پائیں گے۔ [1]

﴿ وَ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ : اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ ﴾ یعنی کافروں کے جسموں پر لپٹے ہوئے تارکول سے آگ کے شعلے اتنے بلند ہوں گے کہ آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ [2]

﴿ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ : تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو یہ سزا اس لئے دے گا تاکہ وہ ہر مجرم شخص کو اس کے کیے ہوئے کفر اور گناہوں کا ایسا بدلہ دے جو اس کے جرم کے مطابق ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔ [3]

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۠(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگوں کیلئے تبلیغ ہے اور اس لیے کہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

﴿ هٰذَا : یہ۔ ﴾ اس آیت میں قرآن پاک کے نزول کی کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ (1) اس قرآن شریف میں لوگوں کے لئے تبلیغ اور نصیحت ہے۔ (2) قرآن میں موجود عبرت انگیز واقعات اور زجر و توبیخ کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے۔ (3) لوگ اس کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیلیں پائیں۔ (4) عقل والے اور سمجھدار لوگ اس قرآن کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔ [4]

1 ......بیضاوی، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۰، ۳/۳۵۸.

2 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۰، ۴/۴۳۷.

3 ......روح البیان، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۱، ۴/۴۳۷.

4 ......خازن، ابراهیم، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۹۳، ملخصاً.

سُوْرَةُ الْحِجْر

سورۂ حِجْر کا تعارف

مقام نزول

سورۂ حِجْر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں چھ **6** رکوع، **99** آیتیں، **654** کلمے اور **2760** حروف ہیں۔[2]

''حِجْر'' نام رکھنے کی وجہ

حِجْر، مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، اور اِس سورت کی آیت نمبر 80 تا 84 میں اُس وادی میں رہنے والی قومِ ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ حِجْر'' رکھا گیا۔

حِجْر کے بارے میں اَحادیث

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حِجْر والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ''تم اس (عذاب یافتہ) قوم کے پاس سے روتے ہوئے گزرو اور اگر تم رو نہیں سکتے تو ان کے پاس سے نہ گزرو تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔[3]

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِجْر کے مقام سے گزرے تو ارشاد فرمایا ''تم (کفر کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کرنے والوں کے گھروں میں روتے ہوئے داخل ہونا تا کہ تم پر بھی وہی عذاب نہ آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ پھر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی چادر سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیا اور اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی سواری پر تھے۔[4]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الحجر، ۹۳/۳.

2 ......خازن، تفسیر سورة الحجر، ۹۳/۳.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة حجر، باب ولقد كذّب اصحاب الحجر المرسلين، ۲۵۵/۳، الحدیث: ۴۷۰۲.

4 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالٰی: والی ثمود اخاهم صالحاً، ۴۳۲/۲، الحدیث: ۳۳۸۰.

سورۂ حِجر کے مَضامین

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی دیگر سورتوں کی طرح اس سورت کا مرکزی مضمون بھی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کی قدرت، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اوراعمال کی جزاء ملنے کو کئی طرح کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، اوراس کے علاوہ اس سورت میں درج ذیل مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفار و مشرکین کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔

(3)......آسمان کو مردود شیطانوں سے محفوظ کئے جانے کا ذکر کیا گیا۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزیں بیان کی گئیں۔

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق، فرشتوں کے سجدہ کرنے، شیطان کے سجدہ نہ کرکے مردود ہونے اور شیطان کے مہلت طلب کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(6)......متقی لوگوں کی اُخروی جزاء بیان کی گئی۔

(7)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمان فرشتوں کا واقعہ بیان فرمایا گیا۔

(8)......اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اصحابِ اَیکہ کا واقعہ، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم ثمود کا واقعہ بیان فرمایا۔

(9)......اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات بیان فرمائے جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کئے ہیں۔

سورۂ ابراہیم کے ساتھ مناسبت

سورۂ حِجر کی اپنے سے ماقبل سورت ''ابراہیم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ابراہیم کے آخر میں قیامت

کے حالات بیان کئے گئے کہ اس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور تمام لوگ ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور نکل کھڑے ہوں گے جو سب پر غالب ہے اور اس دن تم مجرموں کو بیڑیوں میں ایک دوسرے سے بندھا ہوا دیکھو گے، ان کے کُرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ اور سورۂ حِجر کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جب ان مجرموں کو جہنم میں لمبا عرصہ گزر جائے گا اور وہ گناہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکلتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت وہ بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ (1)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓرٰ ۟ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔

﴿الٓرٰ:﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلۡکَ : یہ۔﴾ اس آیت میں ''تِلۡکَ'' سے اس سورت کی آیتوں کی طرف اشارہ ہے اور کتاب اور قرآن مبین سے وہ کتاب مراد ہے جس (کو نازل کرنے) کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ فرمایا ہے۔ (2)

---

1 ......تناسق الدرر، سورة الحجر، ص۹۷.

2 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ۱، ۷/۱۱۶.

چودھواں پارہ

(رُبَمَا)

پارہ نمبر...... 14

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

﴿ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: **کافر بہت آرزوئیں کریں گے۔**﴾ کفار کی ان آرزوؤں کے وقت کے بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ نَزع کے وقت جب کافر عذاب دیکھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ گمراہی پر تھا، اس وقت کافر یہ آرزو کرے گا کہ کاش! وہ مسلمان ہوتا، لیکن اس وقت یہ آرزو کافر کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بعض مفسرین کے نزدیک آخرت میں قیامت کے دن کی سختیاں، ہولناکیاں، اپنا دردناک انجام اور برا ٹھکانہ دیکھ کر کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ زجاج کا قول ہے کہ کافر جب کبھی اپنے عذاب کے احوال اور مسلمانوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ مفسرین کا مشہور قول یہ ہے کہ جب گناہگار مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہو گا تو اس وقت کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ (1)

اس مشہور قول کی تائید اس حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب جہنم والے جہنم میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ مسلمان بھی ہوں گے جو مَشِیَّتِ الٰہی سے وہاں ہوں گے تو کفار (مسلمانوں کو عار دلاتے ہوئے) کہیں گے ''تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا ہے؟ تم بھی تو ہمارے ساتھ جہنم میں آ گئے ہو۔ مسلمان کہیں گے ''ہمارے گناہ تھے جن کی وجہ سے ہماری گرفت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سن کر حکم فرمائے گا ''جو مسلمان جہنم میں ہیں انہیں جہنم سے نکال لو۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جا رہا ہو گا تو اس وقت کفار حسرت سے یہ کہیں گے کہ کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو جس طرح انہیں جہنم سے نکال لیا گیا ہے اسی طرح ہمیں بھی جہنم سے نکال لیا جاتا۔ اس کے بعد رسول اکرم صَلَّی

(1) ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ۲، ۳/۹۳-۹۴.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔ کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔(1)

قیامت کے دن کافر اور نیک مسلمان کی آرزو

قیامت کے دن کافر تو اپنے مسلمان ہونے کی آرزو اور نہ ہونے پر حسرت وافسوس کریں گے جبکہ نیک مسلمان کا حال یہ ہوگا کہ اگر بالفرض کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادات میں ایسے مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لیے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو وہ یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا، اور موقعہ ملتا تو اور کچھ کر لیتا، کاش مجھے عبادات اور ریاضات کے لیے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ میرے اجر میں مزید اضافہ ہو جائے، چنانچہ حضرت محمد بن ابو عمیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو اُس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ وہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۔(2) لیکن کافر و مسلمان کی یہاں بیان کردہ تمنا میں فرق یہ ہے کہ کافر کی تمنا پرلے درجے کی حسرت کی وجہ سے ہے جبکہ مومن کی تمنا مزید قربِ الٰہی کے حصول کیلئے ہے۔

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں چھوڑو کہ کھائیں اور برتیں اور امید انہیں کھیل میں ڈالے تو اب جانا چاہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں کھاتے اور مزے اڑاتے ہوئے چھوڑ دو اور امید انہیں غفلت میں ڈالے ہوئے ہے تو جلد جان لیں گے۔

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تواضعه صلى الله تعالى عليه وسلم، ٢/٦٢١، الحديث: ٣٠٠٨.

2 ......مسند امام احمد، مسند الشاميين، حديث عتبة بن عبد السلمى ابى الوليد، ٦/٢٠٣، الحديث: ١٧٦٦٧.

﴿ذَرْهُمْ: انہیں چھوڑ دو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، اس دنیا میں جتنا انہوں نے کھانا ہے کھالیں اور اس دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے اس وقت تک مزے اڑالیں جو میں نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی لمبی امید نے انہیں ایمان، اطاعتِ الٰہی اور قربِ الٰہی تک لے جانے والے اعمال سے غافل کیا ہوا ہے۔ عنقریب جب وہ قیامت کے دن اپنے کفر و شرک کے عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خود جان جائیں گے کہ دنیا کی زندگی میں لذتوں اور شہوتوں میں مشغول رہ کر وہ کتنے بڑے نقصان اور خسارے کا شکار ہو گئے۔ (1)

لمبی امید کی حقیقت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لمبی امیدوں میں گرفتار ہونا اور لذّاتِ دنیا کی طلب میں غرق ہو جانا ایماندار کی شان نہیں۔ یاد رہے کہ لمبی امید کی حقیقت میں یہ دو چیزیں داخل ہیں: (1) دنیا کی حرص اور اس پر اوندھے منہ گر جانا۔ (2) دنیا سے محبت کرنا اور آخرت سے اعراض کرنا۔ (2)

لمبی امید رکھنے کی مذمت

کثیر احادیث میں لمبی امیدیں رکھنے اور دنیا کی طلب میں مشغول ہو جانے کی مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے 4 اَحادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بڑے بوڑھے کا دل بھی دو باتوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے (1) دنیا کی محبت میں۔ (2) امیدوں کی درازی میں۔ (3)

(2)...... حضرت عمرو بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ’’خدا کی قسم! مجھے تمہاری مُفلسی کا کوئی ڈر نہیں ہے بلکہ تمہارے بارے میں ڈر یہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی اور تم اس کے ساتھ ایسا ہی پیار کرنے لگو

---

1 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ۳، ۷/۴۹۲، خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۹۴، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآیۃ: ۳، ص۵۷۷، قرطبی، الحجر، تحت الآیۃ: ۳، ۵/۴، الجزء العاشر، ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستّین سنۃ... الخ، ۴/۲۲۴، الحدیث: ۶۴۲۰.

جیسا پہلے لوگوں نے اس کے ساتھ کیا اور یوں تمہیں بھی ہلاک کردے جیسے پہلے لوگوں کو اس نے ہلاک کر دیا۔ (1)

(3)......حضرت **عبداللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زُہد کی وجہ سے نجات پا گئے جبکہ اس امت کے آخری لوگ بخل اور (لمبی) امید کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ (2)

(4)......حضرت جابر بن **عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے اپنی امت پر دو باتوں کا زیادہ خوف ہے۔ **(1)** خواہشات کی پیروی کرنا۔ **(2)** لمبی امید رکھنا۔ کیونکہ خواہشات کی پیروی کرنا حق سے روکتا ہے اور لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ یہ دنیا پیٹھ پھیر کر چلی جانے والی اور آخرت پیش آنے والی ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، اگر تمہیں دنیا کے بیٹے نہ بننے کی اِستطاعت ہو تو دنیا کے بیٹے نہ بننا کیونکہ تم آج عمل کرنے کی جگہ میں ہو اور (یہاں) حساب نہیں لیکن کل تم حساب دینے کی جگہ میں ہو گے اور (وہاں) عمل نہیں ہوگا۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں لمبی امیدیں رکھنے اور محض دنیا کی طلب میں مشغول رہنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بستی ہم نے ہلاک کی اس کا ایک جانا ہوا نوِشتہ تھا۔ کوئی گروہ اپنے وعدہ سے نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے جو بستی ہلاک کی اس کیلئے ایک مقرر مدت لکھی ہوئی ہے۔ کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ

1......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص۱۵۸۳، الحدیث: ٦(۲۹٦۱).

2......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الثانی فی الاخلاق والافعال المذمومة، الفصل الثانی، ۲/ ۱۸۱، الحدیث: ۷۳۸۰، الجزء الثالث.

3......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ۷/ ۳۷۰، الحدیث: ۱۰٦۱٦.

آگے بڑھے گا اور نہ پیچھے ہٹے گا۔

﴿وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡیَةٍ: اور ہم نے جو بستی ہلاک کی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک مُعَیَّن وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آ گیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کردیا۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسی طرح مکہ کے مشرکوں کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آجائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔[1]

﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا: کوئی گروہ اپنی مدت سے نہ آگے بڑھے گا۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے جس گروہ کی ہلاکت کا جو وقت معین کردیا ہے وہ اسی وقت میں ہلاک ہوگا، اس معین وقت سے کوئی گروہ نہ آگے بڑھ سکے گا نہ پیچھے ہٹ سکے گا۔[2]

وَ قَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ﴿۶﴾ لَوۡ مَا تَاۡتِیۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک تم مجنون ہو۔ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟

﴿وَقَالُوۡا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے متعلق کفار کے شبہات ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں۔[3]

---

1 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ٤، ٧/٤٩٢، ملخصاً.

2 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ٥، ٧/٤٩٢ .

3 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ٦، ٧/١٢١، ملخصاً.

کفارِ مکہ کے ایک اعتراض کی وجوہات

مکہ کے مشرکین، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون کی نسبت کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عموماً لوگ جب کسی سے عجیب وغریب کلام سنتے ہیں جو ان کی عقل میں نہ آئے تو وہ اس قائل کو مجنون سمجھتے ہیں، یہی حال مکہ کے مشرکین کا تھا کیونکہ جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت، اپنی رسالت، قرآن کی حقانیت اور قیامت کے وقوع کی خبر دی تو یہ ان کیلئے نہایت تعجب انگیز تھی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یہ تعجب کہ ایک انسان رسول کیسے ہوسکتا ہے اور قیامت کے بارے میں یہ کہ گلی سڑی ہڈیاں کیسے دوبارہ زندہ ہوسکتی ہیں اور اسی طرح توحید اور قرآن کے بارے میں ان کے شبہات تھے۔ نیز یہ کلام بطورِ تمسخر بھی تھا اور انجان لوگوں کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور کرنے کیلئے پروپیگنڈا بھی تھا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالٰی کے پیارے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف کفار کا جنون کی نسبت کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی اس طرح ہوتا رہا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں فرعون نے بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مجنون کہا تھا، ارشادِ باری تعالٰی ہے

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔

یونہی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مجنون کہا تھا، قرآنِ مجید میں ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔

بلکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے رسول تشریف لائے سب کو ان کی قوموں نے جادوگر یا دیوانہ کہا تھا، چنانچہ ارشادِ باری تعالٰی ہے

---

1 ...... الشعراء: ٢٧. 2 ...... القمر: ٩.

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی جب ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو وہ یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ۔

﴿لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓىٕكَةِ: ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے؟﴾ کفارِ مکہ نے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا ''اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو رسول بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتاب نازل فرمائی ہے تو پھر آپ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے تاکہ وہ آپ کے دعوے کی سچائی پر گواہی دیں کیونکہ جب اللّٰہ تعالٰی آپ کے ساتھ ہے تو آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے فرشتہ بھی بھیج سکتا ہے۔ اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے اس شبہ کا جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: ہم فرشتے بیکار نہیں اتارتے اور وہ اتریں تو انہیں مہلت نہ ملے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور جب وہ اترتے ہیں تو لوگوں کو مہلت نہیں دی جاتی۔

﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم فرشتوں کو حق فیصلے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کا اپنی مخلوق کے معاملے میں قانون یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جن کی طرف اللّٰہ تعالٰی کا پیغام پہنچانا ہو یا جن پر عذاب نازل کرنا مقصود ہو، اگر ان مشرکین کے مطالبے کے مطابق اللّٰہ تعالٰی ان کی طرف حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نشانی کے طور پر فرشتہ بھیج دیتا اور اس کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہتے تو پھر انہیں مہلت ملتی، نہ ان سے عذاب مؤخر کیا جاتا بلکہ سابقہ قوموں کی طرح یہ بھی اسی وقت عذاب میں گرفتار کر دیئے جاتے لیکن چونکہ یہ امت قیامت تک باقی رہے گی، اسی میں بہت سے لوگ اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہوں گے اس لئے کفار کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔ (2)

1 ......الذاریات: ٥٢.

2 ......صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ٨، ٣/١٠٣٦، تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ٨، ٧/٤٩٣، ملتقطاً.

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس قول ''اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے'' کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے اور ہم خود تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔''

قرآنِ مجید کی حفاظت

یاد رہے کہ تمام جن و اِنس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر اور تبدیلی کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ بات مُیَسَّر نہیں۔ قرآنِ کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے

(1)......قرآنِ کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے۔

(2)......اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔

(3)......ساری مخلوق کو اسے معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔[1]

تاریخ شاہد ہے کہ اگر کسی نے قرآن کے نور کو بجھانے، اس میں کمی زیادتی، تحریف اور تبدیلی کرنے یا اس کے حروف میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی بھی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ قَرَامِطَہ کے مُلحد اور گمراہ لوگ سینکڑوں سال تک اپنے تمام تر مکر، دھوکے اور قوتیں صرف کرنے کے باوجود قرآن کے نور کو تھوڑا سا بھی بجھانے پر قادر نہ ہو سکے، اس کے کلام میں ذرا سی بھی تبدیلی کر سکے نہ ہی اس کے حروف میں سے کسی ایک حرف کے بارے میں مسلمانوں کو شک وشبہ میں

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٩، ٩٥/٣، تفسير كبير، الحجر، تحت الآية: ٩، ١٢٣/٧، ملتقطاً.

ڈال سکے۔اسی طرح قرآنِ مجید کے زمانۂ نزول سے لے کرآج تک ہر زمانے میں اہلِ بیان،علمِ لسان کے ماہرین، ائمہ بلاغت، کلام کے شہسواراور کامل اساتذہ موجودرہے، یونہی ہر زمانے میں بکثرت ملحدین اوردین وشریعت کے دشمن ہر وقت قرآنِ عظیم کی مخالفت پر تیار رہے مگران میں سے کوئی بھی اس مقدس کلام پراثر انداز نہ ہوسکااور کوئی ایک بھی قرآنِ حکیم جیسا کلام نہ لاسکااور نہ ہی وہ کسی آیتِ قرآنی پر صحیح اِعتراض کرسکا۔

یہاں قرآنِ مجید کی حفاظت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت یحییٰ بن اَکثم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''مامون رشید کی مجلس میں ایک یہودی آیااوراس نے بڑی نفیس،عمدہ اوراَدیبانہ گفتگو کی۔مامون رشید نے اسے اسلام کی دعوت دی تواس نے انکار کردیا۔جب ایک سال بعد دوبارہ آیا تو وہ مسلمان ہو چکا تھااوراس نے فقہ کے موضوع پر بہت شاندارکلام کیا۔مامون رشید نے اس سے پوچھا''تمہارے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا ہوا؟اس نے جواب دیا''جب پچھلے سال میں تمہاری مجلس سے اٹھ کر گیا تو میں نے ان مذاہب کاامتحان لینے کاارادہ کرلیا،چنانچہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھےاوران میں اپنی طرف سے کمی بیشی کردی،اس کے بعد میں یہودیوں کے مَعْبَد میں گیا توانہوں نے مجھ سے وہ تینوں نسخے خرید لئے۔پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھےاوران میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کردی۔ جب میں یہ نسخے لے کرعیسائیوں کے گرجے میں گیاتوانہوں بھی وہ نسخے خرید لئے۔پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھےاوراس کی عبارت میں بھی کمی بیشی کردی۔جب میں قرآن پاک کے وہ نسخے لے کراسلامی کتب خانے میں گیا توانہوں نے پہلے ان نسخوں کابغور مطالعہ کیااور جب وہ میری کی ہوئی کمی زیادتی پر مطلع ہوئے توانہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیئے اورخریدنے سے انکار کردیا۔اس سے میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ کتاب محفوظ ہےاوراس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ اس وجہ سے میں نے اسلام قبول کرلیا۔ [1]

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾

1 ......قرطبي، الحجر، تحت الآية: ٩، ٥/٦، الجزء العاشر، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے۔ اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے ہنسی کرتے ہیں۔ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں راہ دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں رسول بھیجے۔ اوران کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جاہلانہ باتیں کیں اور بے ادبی کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مجنون کہا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”آپ سے پہلے سابقہ امتوں میں ہم نے رسول بھیجے اوران لوگوں کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کفار کی اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ یہ روش سابقہ زمانوں سے چلی آرہی ہے، لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ بھی دیگر انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنی قوم کی اَذِیّتوں پر صبر فرمائیں۔[1]

﴿كَذٰلِكَ: ایسے ہی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ امتوں کے دلوں میں کفر، تکذیب اور اِستہزاء داخل کر دیا تھا ایسے ہی مکہ کے مشرکین کے دلوں میں بھی داخل کر دیا ہے۔[2]

﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ یعنی وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر کے عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں، یہی حال ان کفارِ مکہ کا ہے تو انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔[3]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ١٠، ٩٦/٣.
2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ١٢، ٩٦/٣.
3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ١٣، ٩٦/٣، جلالين، الحجر، تحت الآية: ١٣، ص ٢١١، ملتقطاً.

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾

ع ١٥ ١

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں کہ دن کواس میں چڑھتے۔ جب بھی یہی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کردیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ : اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا مُیَسَّر ہو اور دن میں اس سے گزریں اور آنکھوں سے دیکھیں جب بھی نہ مانیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی اور ہم پر جادو ہوا تو جب خود اپنے معائنہ سے انہیں یقین حاصل نہ ہوا تو ملائکہ کے آنے اور گواہی دینے سے جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ (1)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔

﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا : اور بیشک ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے۔﴾ یہ برج سات سیاروں

(1)......مدارك، الحجر، تحت الآية: ١٤، ص٥٧٩، ملخصاً.

کی منزلیں ہیں اوران برجوں کی تعداد بارہ ہے۔(1) حَمَل ۔(2) ثَوْر ۔(3) جَوزاء ۔(4) سَرَطَان ۔ (5) اَسَد ۔ (6) سُنْبُلَہ ۔(7) میزان ۔(8) عَقرَب ۔(9) قَوس ۔(10) جَدْی ۔(11) دَلْو ۔(12) حُوت ۔مِرِّیخ کے برج حَمَل اور عَقرَب ہیں، زُہرَہ کے ثَوراور میزان، عُطَارِد کے جَوزَاء اور سُنْبُلَہ، چاند کا سَرَطَان، سورج کا اسد، مشتری کے قوس اور حُوت اور زُحَل کے جَدْی اور دَلْو ہیں۔(1)

﴿ وَ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ: اوراسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔﴾ یعنی ہم نے آسمان کو سورج، چانداور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غوروفکر کرنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد اور خالق ہونے پر استدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اسے شکل وصورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔(2)

وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔ مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے پڑتا ہے روشن شعلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔ البتہ جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑجاتا ہے۔

﴿ وَ حَفِظْنٰهَا: اور اسے ہم نے محفوظ رکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کر کے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔(3)

1 ...... جلالين، الحجر، تحت الآية: ١٦، ص٢١٢.

2 ...... خازن، الحجر، تحت الآية: ١٦، ٣/ ٩٧.

3 ...... تفسير طبرى، الحجر، تحت الآية: ١٧-١٨، ٧/ ٤٩٩.

آسمان میں داخل ہونے سے شیطانوں کو روک دیا گیا

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے، جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور جب سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کردیئے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے جب کوئی باتیں چوری کرنے کے ارادے سے اوپر چڑھتا تو اسے شِہاب کے ذریعے مارا جاتا۔ شیطانوں نے یہ صورتِ حال ابلیس کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر ابلیس نے شیطانوں کو معلومات کرنے کے لئے بھیجا تو ایک جگہ انہوں نے دیکھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ بول اٹھے ''خدا کی قسم یہی وہ نئی بات ہے۔''(1)

﴾فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ: تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔﴿ شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔(2)

شیطانوں کو شہابِ ثاقب لگنے سے متعلق دو اَحادیث

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللّٰہ تعالیٰ آسمانی فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ عاجزی کی وجہ سے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے۔ جب ان کے دلوں سے کچھ خوف دور ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو فرمایا وہ حق فرمایا اور وہی بلند و برتر ہے۔ پھر بات چرانے والے شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں اور چوری چھپے سننے کے لئے شیطان یوں اوپر نیچے رہتے ہیں، چنانچہ سفیان نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر اوپر نیچے کر کے دکھایا۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ سننے والے شیطان کو چنگاری جا لگتی ہے اور وہ جل جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ یہ بات اپنے ساتھ والے کو بتائے اور بعض اوقات چنگاری لگنے سے پہلے وہ اپنے نزدیک والے شیطان کو جو اس کے نیچے ہوتا ہے، بتا چکا ہوتا ہے اور اس طرح

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۱۷، ۳/۹۷.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/۹۷، ملخصاً.

وہ بات زمین تک پہنچادی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر کے منہ میں ڈالی جاتی ہے، پھر وہ جادوگر ایک کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتا ہے، اس پر لوگ اس کی تصدیق کر کے کہنے لگتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں روز ہمیں نہیں بتایا تھا کہ فلاں بات یوں ہوگی چنانچہ ہم نے اس کی بات کو درست پایا حالانکہ یہ وہی بات تھی جو آسمان سے چوری چھپے سنی گئی تھی۔ [1]

(2)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں مجھے ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بتایا کہ ہم ایک رات رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ بیٹھے تھے، ایک تارا ٹوٹا، اور روشنی پھیل گئی تو ہم سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جب اس جیسا تارا ٹوٹتا تھا تو تم کیا کہتے تھے؟ ہم نے عرض کی ''**اللہ** تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خوب جانتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے تھے کہ آج رات یا تو کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ تارے نہ تو کسی کی موت کے لیے مارے جاتے ہیں نہ کسی کی زندگی کیلئے لیکن ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ کہ اس کا نام مبارک اور بلند ہے، جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش اٹھانے والے تسبیح کرتے ہیں، پھر آسمان والوں میں سے جو ان کے قریب ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں حتّٰی کہ تسبیح کا یہ سلسلہ اس دنیا کے آسمان والے فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتوں کے قریب والے ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں خبر دیتے ہیں۔ پھر بعض آسمان والے بعض سے خبریں پوچھتے ہیں حتّٰی کہ اس آسمانِ دنیا تک خبر پہنچ جاتی ہے تو جِنّات ان سنی ہوئی باتوں کو اچک لیتے ہیں اور اپنے دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں، (ان میں سے بعض) مار دیئے جاتے ہیں۔ پھر کاہن جو کچھ اس کے مطابق کہتے ہیں وہ تو کچھ درست ہوتا ہے لیکن وہ تو اس میں جھوٹ ملا دیتے ہیں اور بڑھا دیتے ہیں۔ [2]

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے زمین پھیلائی اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں لنگر ڈال دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر، باب الّا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین، ٣/٢٥٤، الحدیث: ٤٧٠١.

2 ......مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، ص١٢٢٤، الحدیث: ١٢٤(٢٢٢٩).

سے اگائی۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا: اور ہم نے زمین کو پھیلایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بیان میں آسمانی دلائل دیئے گئے اور اب یہاں سے زمینی دلائل دیئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے۔[1]

زمین میں مضبوط لنگر ڈالنے سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تاکہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پالیں۔

اور اسی آیت کے تحت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی کی سطح پر پھیلایا تو یہ اپنے اوپر موجود چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایسے جھک گئی جیسے کشتی جھکتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس طرح ٹھہرادیا جیسے کشتی کو لنگر ڈال کر ٹھہرایا جاتا ہے۔[3]

﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ: اور اس میں ہر چیز ایک معین اندازے سے اگائی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (زمین میں) ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین میں اسی مقدار کے مطابق نباتات پیدا فرمائیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لفظ ’’مَوْزُوْنٍ‘‘ حسن اور تناسُب سے کِنایہ ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے زمین میں ہر چیز مناسب اگائی، عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص اسے بہترین اور مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آیت میں مذکور لفظ ’’مَوْزُوْنٍ‘‘ کی اس کے علاوہ اور تفاسیر بھی ہیں۔[4]

1 ……تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ١٣٠/٧، جلالین، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ص٢١٢، ملتقطاً.

2 ……انبیاء: ٣١.

3 ……روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٣١، ٤٧٢/٥.

4 ……تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ١٩، ١٣١/٧-١٣٢، ملخصاً.

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کردیں اور وہ کردیئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور وہ جاندار بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔

﴿ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ: اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے اور تمہارے لئے وہ جاندار پیدا کئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ رزق دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے اور ان جانداروں کے لئے زمین میں زندگی گزارنے کے سامان بنائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ یہ دو مفہوموں پر فرق اصل میں عربی گرامر کے اعتبار سے ہے۔ آیت میں ''زندگی گزانے کے سامان'' سے کھانے، پینے اور پہننے کی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی دنیوی زندگی پوری ہونے تک انسان کو ضرورت ہے۔ اور ''جنہیں تم رزق نہیں دیتے'' میں اہل وعیال، لونڈی غلام، خدمت گار، چوپائے اور حشراتُ الارض داخل ہیں، ان کے بارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں رزق دیتے ہیں، یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالٰی ہی اِنہیں اور اُنہیں سب کو رزق دیتا ہے۔ (1)

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے سے ہی اتارتے ہیں۔

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۲۰، ص ۵۸۰، خازن، الحجر، تحت الآية: ۲۰، ۳/ ۹۹، ملتقطاً.

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىٕنُهٗ : اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔﴾ اس آیت میں شے سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ممکن ہو اور خزانے سے مراد قدرت اور اختیار ہے۔ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام مُمکنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل اور اس کی مِلک میں ہیں، وہ انہیں جیسے چاہے عدم سے وجود میں لے آئے اور ممکنات میں سے جس چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے اسے اپنی حکمت اور مَشِیّت کے تقاضے کے مطابق مُعَیَّن مقدار کے ساتھ وجود عطا فرماتا ہے۔ (1)

وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں۔ اور بیشک ہم ہی جِلائیں اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم اس کے خزانچی نہیں ہو۔ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔

﴿وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ : اور ہم نے ہوائیں بھیجیں۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بندوں کے عاجز ہونے پر عظیم دلیل ہے۔ (2)

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ : اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔﴾ یعنی مخلوق کو زندگی اور موت عطا کرنا صرف ہمارے ہی دستِ قدرت میں ہیں اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں اور مُلک کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والوں کی ملکیت ضائع ہو جائے گی اور سب مالکوں کا مالک یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ باقی رہے گا۔ (3)

---

1 ......ابو سعود، الحجر، تحت الآية: ٢١، ٣/٢٢٠، تفسير كبير، الحجر، تحت الآية: ٢١، ٧/١٣٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٢٢، ص ٥٨٠، ملخصاً.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٢٣، ٣/١٠٠.

وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تم میں سے پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔

﴾وَ لَقَدْ عَلِمْنَا: اور بیشک ہم جانتے ہیں۔﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا ہے اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابھی پیدا نہیں فرمایا۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے مراد سابقہ امتیں ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت مراد ہے۔ حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان کاموں میں (سستی کی وجہ سے) پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک روایت یہ ہے کہ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی صفِ اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم صفِ اول حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنے لگے اور ان کا ازدحام ہونے لگا اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صفِ اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی جانتا ہے اور اُن کی نیتوں سے بھی خبردار ہے اور اس پر کچھ مخفی نہیں۔ (1)

(1)......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٢٤، ٣/١٠٠، ملخصاً.

پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل

اس آیت کے شانِ نزول سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اتنا جذبہ اور شوق رکھتے تھے کہ پہلی صف کی فضیلت حاصل کرنے کی خاطر اپنے مکانات تک بیچنے پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی پہلی صف کی بہت فضیلت ہے۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور انہیں قرعہ اندازی کرنے کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔ [1]

(2)......حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کے مثل ہے اور اگر تم جانتے کہ اس کی فضیلت کیا ہے تو اس کی طرف سبقت کرتے۔ [2]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے صفِ اوّل پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: اور دوسری صف پر۔ ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے صفِ اوّل پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: اور دوسری پر۔ ارشاد فرمایا: ''اور دوسری پر (بھی)۔ [3]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہمیشہ صفِ اوّل سے لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں (اپنی رحمت سے) مُؤخّر کر کے نار میں ڈال دے گا۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہمیں پہلی صف میں پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات، ۲/۲۰۸، الحدیث: ۲۶۸۹.

2 ......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی فضل صلاة الجماعة، ۱/۲۳۰، الحدیث: ۵۵٤.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامة الباهلی... الخ، ۸/۲۹۵، الحدیث: ۲۲۳۲٦.

4 ......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب صفّ النساء و کراهیة التأخّر عن الصف الاول، ۱/۲٦۹، الحدیث: ٦۷۹.

ع ۲ / ۲

وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی تمہیں اٹھائے گا بیشک وہی علم والا ،حکمت والا ہے۔

﴿ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ : اور بیشک تمہارا رب ہی تمہیں اٹھائے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر موت طاری فرمائے گا پھر اوّلین وآخرین سب لوگوں کو قیامت میں اسی حال پر اٹھائے گا جس پر وہ مرے ہوں گے۔[1] حدیث پاک میں بھی یہ چیز بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر بندہ اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر اسے موت آئی ہوگی۔[2]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ج

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بُو آتی تھی۔

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ : اور بیشک ہم نے انسان بنایا۔﴾ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیت کا ذکر قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں مختلف سے انداز کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی، پھر اس مٹی کو پانی سے تر کیا، یہاں تک کہ وہ سیاہ گارا ہوگئی اور اُس میں بو پیدا ہوئی، پھر اس سیاہ رنگ اور بو والی مٹی سے انسان کی صورت بنائی، جب وہ سوکھ کر خشک ہوگئی تو جس وقت ہوا اس میں سے گزرتی تو وہ بجتی اور اس میں آواز

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ۲۵، ۳/۱۰۰.

[2] ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب الامر بحسن الظنّ باللّٰه تعالی عند الموت: ص۱۵۳۸، الحدیث: ۸۳ (۲۸۷۸).

پیدا ہوتی۔ جب سورج کی تپش سے وہ پختہ ہوگئی تو اس میں روح پھونکی اور وہ انسان بن گیا۔[1]

وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔

﴿وَ الْجَآنَّ : اور جن کو۔﴾ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس آیت میں ''اَلْجَآنَّ'' سے ابلیس مراد ہے۔ یہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے پیدا گیا، جب ابلیس کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش ہوئی تو ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملنے والے مقام و مرتبہ کی بنا پر ان سے حسد کیا اور کہا میں آگ سے بنا ہوں اور یہ مٹی سے۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ ''اَلْجَآنَّ'' سے متعلق مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ : بغیر دھویں والی آگ سے۔﴾ یعنی ابلیس کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے اس آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں ہوتا۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٢٦، ٣/١٠٠-١٠١، ملخصاً.

2 ......تفسير طبرى، الحجر، تحت الآية: ٢٦، ٧/٥١٣.

کرنے والا ہوں جو مٹی بدبودار سیاہ گارے کی ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کا ذکر فرمایا اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ ان کی پیدائش کا واقعہ بیان فرما رہا ہے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ ان آیات میں مذکور واقعہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اَعراف میں گزر چکا ہے، اس کے علاوہ اور سورتوں میں بھی اس واقعے کا بیان موجود ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک لوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔

﴿وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ: اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی روح کو اپنی طرف ان کی عزت و تکریم کے طور پر منسوب فرمایا، جیسے کہا جاتا ہے: **بیتُ اللّٰہ، ناقۃُ اللّٰہ، عبداللّٰہ۔**[2]

نوٹ: روح سے متعلق کلام سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر **85** میں مذکور ہے۔

﴿فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ: تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کریں۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا عبادت کا سجدہ نہیں تھا۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۳۹/۷۔

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰۱/۳۔

3 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰۱/۳۔

سجدۂ تعظیمی کو جائز ثابت کرنے والوں کا رد

یاد رہے کہ یہ آیت اور اس سے اگلی آیت اس امت کے لوگوں کے لئے سجدۂ تعظیمی کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، چنانچہ جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو حضرت آدم اور حضرت یوسف عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتا کر اس کا جائز ہونا ثابت کرتے ہیں، ان کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی آفرینش سے پہلے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ

''جب میں اسے ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لیے سجدہ میں گرنا۔''

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری۔ ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت مِنْ قَبْلِنَا نہیں۔ قصۂ یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحتِ شرعیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے، یہ اباحتِ اصلیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی نہیں بلکہ عدمِ حکم ہے۔ اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعتِ یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت مِنْ قَبْلِنَا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالیٰ شبہ کا اصل معنی ہی ساقط۔ (1)

نیز مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فرشتوں کا یہ سجدہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت کا حکم نہ تھا کیونکہ ابھی آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت آئی ہی نہ تھی، نیز اَحکامِ شرعیہ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ فرشتوں کے لئے، نیز صرف ایک بار ہی فرشتوں نے یہ سجدہ کیا ہر دفعہ سجدہ نہ ہوا، لہٰذا اس آیت سے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر دلیل پکڑنا جائز نہیں۔ (2)

نوٹ: سجدۂ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۵۲۰۔

2 ......نور العرفان، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۴۱۹-۴۲۰۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا فتاویٰ رضویہ کی 22ویں جلد میں موجود تحقیقی رسالہ ”اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃُ فِیْ تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃ“ (غیرُ اللہ کیلئے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کا بیان) کا مطالعہ فرمائیں، اس رسالے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قرآنِ کریم کی آیات، 40 اَحادیث، بیسیوں فقہی نصوص اور علماء و اولیاء کے اجماع سے سجدۂ تعظیمی حرام ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔ سوا ابلیس کے اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کردیا۔

﴿فَسَجَدَ: تو سجدے میں گر گئے۔﴾ یعنی جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق مکمل ہوئی اور اللہ تعالٰی نے ان میں روح ڈال دی تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب ایک ساتھ سجدے میں گر گئے۔[1]

فرشتوں نے کسے سجدہ کیا؟

فرشتوں کے اس سجدے سے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے (کہ سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے کیا جاتا ہے اور منہ کعبہ شریف کی طرف ہوتا ہے) اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سجدہ تعظیم و تکریم کے طور پر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہی تھا۔[2]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس سے متعلق بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی ہے کہ ”یہ سجدہ درحقیقت اس نور کی تعظیم کے لئے تھا جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک پیشانی میں چمک رہا تھا اور وہ سیّدُ المرسلین صَلَّی

1 ……ابوسعود، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۲۲۴.

2 ……رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ۶۳۲/۹.

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نور تھا۔(1)

﴿اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ: سوائے ابلیس کے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کیا۔(2)

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ اس نے کہا: میرے لائق نہیں کہ میں کسی انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی۔

﴿قَالَ: ابلیس نے کہا۔﴾ اس کلام سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہے، کیونکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اصل مٹی ہے اور ابلیس کی اصل آگ ہے اور (اس کے خیال میں) آگ چونکہ مٹی سے افضل ہے اس لئے ابلیس نے اپنے گمان میں خود کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل سمجھا لیکن وہ خبیث یہ بات بھول گیا تھا کہ افضل تو وہی ہے جسے اللہ تعالٰی فضیلت عطا کرے۔(3)

شیطان کے تین گناہ اور ان کا انجام

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے اور اس کی وجہ بیان کرنے میں شیطان نے تین گناہوں کا ارتکاب کیا۔ **(1)** اللہ تعالٰی کے حکم کی مخالفت کی۔ **(2)** بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیوں کی جماعت سے جدا راستہ اختیار کیا۔ **(3)**

1 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۰، ٤/٤٦٢.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۱۰۱-۱۰۲، ملخصاً.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۳، ۳/۱۰۲.

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے خود کو افضل بتا کر تکبر کیا۔ ان تین گناہوں کا انجام یہ ہوا کہ ابلیس کی ہزاروں برس کی عبادت وریاضت برباد ہوگئی، فرشتوں کا استاد ہونے کی عظمت چھن گئی، اسے بارگاہِ الٰہی سے مردود ورسوا کرکے نکال دیا گیا، قیامت تک کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کی سزا دے دی گئی۔ شیطان کے گناہوں اور اس کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ عمومی طور پر تمام گناہوں اور خاص طور پر ان تین گناہوں سے بچے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا حال سنئے، چنانچہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا کہ (ابلیس کے انجام سے عبرت گیر ہو کر) کعبۂ مشرفہ کے پردہ سے لپٹ کر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کررہے ہیں، ''**اِلٰهِيْ لَا تُغَيِّرْ اِسْمِيْ وَلَا تُبَدِّلْ جِسْمِيْ**۔ یعنی اے میرے اللہ! کہیں میرا نام نیکوں کی فہرست سے نہ نکال دینا اور کہیں میرا جسم اہلِ عطا کے زُمرہ سے نکال کر اہلِ عتاب کے گروہ میں شامل نہ فرما دینا۔[1] جب گناہوں سے معصوم اور بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین فرشتے کے خوف کا یہ حال ہے تو گناہوں میں لتھڑے ہوئے مسلمان کو تو کہیں زیادہ ڈرنا اور اپنے انجام کے بارے میں فکر مند ہونا چاہئے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ بولا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تو ان میں ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ اس

[1] ......منهاج العابدين، العقبة الخامسة، اصول سلوك طريق الخوف والرجاء، الاصل الثانی، ص ١٦٠.

نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ اٹھائے جائیں ۔اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔

﴿ وَ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ : اور بیشک تجھ پر لعنت ہے۔﴾ یعنی قیامت تک آسمان وزمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی ۔(1)

﴿قَالَ: اس نے کہا۔﴾ اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے۔ قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اُس نے مہلت مانگ ہی لی لیکن اس کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا: بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ وقت پہلے نَفخہ کا ہے تو شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نَفخہ سے دوسرے نَفخہ تک چالیس برس ہے اور اس کو اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شَقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے۔(2)

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے رب میرے قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کردوں گا۔مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔سوائے اُن کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٣٥، ٣/ ١٠٢.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ٣/ ١٠٢، ملخصاً.

﴿قَالَ: ابلیس نے کہا۔﴾ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ وہ کفر کی حالت میں مرے گا اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی تو اس نے مخلوق کو کفر میں مبتلا کر کے گمراہ کر دینے کی حرص کی اور کہا ''اے میرے رب! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کیلئے دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کے دِلوں میں وسوسہ ڈال کر گمراہ کر دوں گا، البتہ تیرے برگزیدہ بندوں پر میرا وسوسہ اور مکر نہ چلے گا۔(1)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: یہ میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوائے ان گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔

﴿قَالَ: اللہ نے فرمایا۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''یہ راستہ اپنے اوپر چلنے والے کو سیدھا چلاتا ہے یہاں تک کہ اس پر چل کر وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دلائل کے ساتھ لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہمارے ذمے ہے۔(2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔(3)

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ١٠٢/٣، صاوی، الحجر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ١٠٤٣/٣، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، الحجر، تحت الآية: ٤١، ٢١/٥، الجزء العاشر.

3 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآية: ٤١، ١٤٥/٧.

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کا یہ معنی بیان فرمایا کہ ''چنے ہوئے بندوں کا ابلیس کے بہکاوے سے بچ جانا وہ راستہ ہے جو سیدھا اللّٰہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔''[1]

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔﴾ ابلیس نے جو یہ کہا کہ ''میں ضرور زمین میں ان (یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد) کیلئے (دنیا کی محبت اور تیری نافرمانی کو) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں'' اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ ابلیس انہیں جبری طور پر یا زبردستی اپنا پیروکار بنالے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ خود اپنے اختیار سے اس کی پیروی کریں گے۔ اسی وجہ سے دوسری آیت میں وضاحت ہے کہ قیامت کے دن ابلیس کہے گا۔

وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میری مان لی۔

﴿وَ اِنَّ جَهَنَّمَ: اور بیشک جہنم۔﴾ یعنی بے شک جہنم ابلیس، اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گروہوں، سب کے عذاب کے وعدے کی جگہ ہے۔[3]

نوٹ: یاد رہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو گناہ گار مومن جہنم میں گئے تو وہ عارضی طور پر وہاں رہیں گے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۠ ﴿۴۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے۔

﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ: اس کے سات دروازے ہیں۔﴾ جہنم کے سات طبقے ہیں، ان طبقات کو دَرَکات بھی کہتے ہیں اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا طبقہ جہنم، دوسرا طبقہ لَظٰی، تیسرا طبقہ حُطَمَه، چوتھا طبقہ سعیر، پانچواں طبقہ سَقَر، چھٹا طبقہ

---

1 ...... روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ٤١، ٤٦٩/٤.

2 ...... ابراھیم: ٢٢.

3 ...... خازن، الحجر، تحت الآیة: ٤٣، ١٠٣/٣.

جحیم، ساتواں طبقہ ہاوِیہ ہے۔[1]

﴿لِكُلِّ بَابٍ : ہر دروازے کیلئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی پیروی کرنے والوں کو سات حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے جہنم کا ایک طبقہ مُعَیَّن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کے مَراتب چونکہ مختلف ہیں اس لئے جہنم میں بھی ان کے مرتبے مختلف ہوں گے۔[2]

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (حکم ہوگا) ان میں سلامتی کے ساتھ امن و امان سے داخل ہو جاؤ۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ : بیشک متقی لوگ۔﴾ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر و شرک سے باز رہے اور ایمان لائے اگرچہ گناہگار ہوں، گناہگار مومنین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہے وہ چاہے تو انہیں ایک مدت تک عذاب میں مبتلا کر دے، پھر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے صدقے انہیں معاف فرما دے اور اگر چاہے تو انہیں عذاب ہی نہ دے۔[3]

﴿اُدْخُلُوْهَا : ان میں داخل ہو جاؤ۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب جنتی جنت میں ایک جگہ سے دوسری جنت کی طرف متوجہ ہوں گے تو فرشتوں کی زبانی ان سے کہا جائے گا ''تم سلامتی اور امن و امان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ یہاں سے نکالے جاؤ گے نہ تمہیں یہاں موت آئے گی نہ تم پر کوئی آفت رونما ہوگی، نہ یہاں کوئی خوف اور پریشانی ہوگی۔[4]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٤٤، ٣/١٠٣.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٤٤، ٣/١٠٣.

3 ......صاوی، الحجر، تحت الآیة: ٤٥، ٣/١٠٤٣.

4 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ٤٦، ٤/٤٧١، مدارك، الحجر، تحت الآیة: ٤٦، ص٥٨٢، خازن، الحجر، تحت الآیة: ٤٦، ٣/١٠٣، ملتقطاً.

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔ نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم ان کے سینوں میں موجود کینہ کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہوں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

﴿وَنَزَعْنَا: اور ہم کھینچ لیں گے۔﴾ یعنی دنیا میں اگر ان ڈرنے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے بارے میں کچھ کینہ ہوگا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں سے نکال دے گا اور اُن کے نُفوس کو بُغض، حسد، عناد اور عداوت وغیرہ مذموم خصلتوں سے پاک کر دے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور میل جول رکھنے میں اس طرح ہوں گے جیسے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ: وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔﴾ اس کا ایک تو واضح مفہوم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور مجلس کا لطف اٹھائیں گے اور ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب جنتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا ارادہ کریں گے تو ان میں سے ہر ایک کا تخت اس طرح گھوم جائے گا کہ اس پر سوار جنتی کا چہرہ اپنے ساتھی کے چہرے کے سامنے ہوگا اور اس کی پشت اس طرف ہوگی جدھر تخت اسے لے جا رہا ہوگا۔ اس میں اُنسیت اور تعظیم زیادہ ہے۔[1]

نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

1 ......جمل، الحجر، تحت الآية: ٤٧، ٤/١٨٦.

ترجمۂ کنزالایمان: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

﴿نَبِّئْ عِبَادِیْ: میرے بندوں کو خبر دو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا گیا اور جو گناہ ہو چکے ان سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر ان گناہوں کے سبب ہونے والی رسوائی اور عذاب سے انہیں بچاتا ہوں اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد انہیں عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور میرے بندوں کو یہ بھی بتا دیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو اپنے گناہوں پر قائم رہیں اور ان سے توبہ نہ کریں۔ میرا عذاب اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔ [1]

امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس ہوں۔ اسی سے متعلق صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے سو حصے کئے اور 99 حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ مخلوق کے لئے بھیج دیا۔ اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو جہنم سے وہ بھی بے خوف نہ ہو۔ [2] اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر مومن جان

---

1 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ٧/٥٢١-٥٢٢.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف، ٤/٢٣٩، الحدیث: ٦٤٦٩.

لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔ (1)

یہاں امید اور خوف کے درمیان رہنے کی ایک بہترین صورت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''اگر آسمان سے کوئی اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے کہ ''اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے لیکن ایک شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ تو میں اس بات سے ضرور ڈروں گا کہ کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں، اور اگر اعلان کرنے والا یہ کہے کہ اے لوگو! تم سب جہنم میں جاؤ گے البتہ ایک شخص جہنم میں نہیں جائے گا۔ تو میں ضرور یہ امید رکھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ (2)

سورۂ حجر کی آیت نمبر 49 اور 50 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان آیات کے تحت چند نکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(1)...... اللہ تعالیٰ نے بندوں کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے بندوں کو خبر دو'' اس میں بندوں کی عزت افزائی ہے اور جس نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو وہ اس عزت و تعظیم میں داخل ہے۔

(2)...... جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر کیا تو اسے بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا اور جب عذاب کا ذکر کیا تو اسے خبر دینے کے انداز میں بیان کیا (نیز اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر پہلے اور عذاب کا ذکر بعد میں فرمایا) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس کے غضب و عذاب پر سبقت رکھتی ہے۔

(3)...... اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ وہ اس کے بندوں تک میری رحمت و مغفرت اور عذاب کی بات پہنچا دیں تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت و مغفرت کا اِلتزام فرمانے میں اپنی ذات پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گواہ بنایا۔ (3)

یہی نِکات امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی تفسیر کبیر میں بیان فرمائے ہیں، اسی مقام پر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں کہ ''نَبِّئْ عِبَادِیْ'' کا معنی ہے کہ ہر اس شخص کو خبر دے دیں جو میرا بندہ ہونے کا

---

(1)......مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ تعالی وانّھا سبقت غضبہ، ص۱۴۷۲، الحدیث: ۲۳(۲۷۵۵).

(2)......حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المھاجرین، عمر بن الخطاب، ۸۹/۱، روایت نمبر: ۱۴۲.

(3)......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۰، ۱۰۴/۳.

اعتراف کرتا ہے۔'' اس میں جس طرح اطاعت گزار مومن داخل ہے اسی طرح گناہگار مومن بھی اس میں داخل ہے اور یہ سب باتیں اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (اس کے غضب پر) غالب ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونے کا ذکر کثیر اَحادیث میں صراحت کے ساتھ بھی موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو لوحِ محفوظ میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔ [2]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ [3] دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اَنَّ عَذَابِیْ: اور بیشک میرا عذاب۔﴾ یاد رہے کہ جو کفر کی حالت میں مرا وہ تو جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہوگا البتہ جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اُسے گناہوں کی سزا دے یا چاہے تو اپنی رحمت سے اس کے تمام گناہ بخش دے اور اسے جنت عطا فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے اَسباب

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح بہت سے اسباب ایسے ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح بہت سے اسباب ایسے بھی ہیں جن سے بندہ اللہ تعالیٰ کے شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، ان میں سے 6 اَسباب یہاں ذکر کئے جاتے ہیں، ان اسباب میں کئی جگہ قدرِ مُشترک بھی ہے لیکن اپنے ظاہر کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ٤٩، ١٤٩/٧.

2 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰه تعالی: وهو الذی یبدأ الخلق...الخ، ٣٧٥/٢، الحدیث: ٣١٩٤.

3 ......مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰه تعالی وانّها سبقت غضبه، ص١٤٧١، الحدیث: ١٥(٢٧٥١).

(1)......کفر کرنا۔ چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘-وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اوران کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔ چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ-اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قیامت کے دن تم اللّٰہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

(3)......منافقت اختیار کرنا۔ چنانچہ منافقوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ-وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَؕ(۹) فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌۙ-فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ ﳔ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ اللّٰہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللّٰہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کردیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔

(4)......اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی کرنا۔ چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًاۙ-وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا(۸) فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا(۹) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًاۙ-فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﲬ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔ اللّٰہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللّٰہ سے ڈرواے عقل والو جو ایمان لائے ہو۔

(5)......اللّٰہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں تکبر کرنا۔ چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

---

(1)......اٰل عمران:٥٦. (2)......زمر:٦٠. (3)......بقرہ:٩-١٠. (4)......طلاق:٨-١٠.

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

(6)......مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سناؤ۔

﴿وَ نَبِّئْهُمْ: اور انہیں احوال سناؤ۔﴾ اس سورت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر دلائل دیئے، اس کے بعد توحید پر دلائل ذکر فرمائے، پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور اس سے متعلق واقعات بیان فرمائے، پھر سعادت مندوں اور بدبختوں کے احوال بیان کئے اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ ان واقعات کو سن کر لوگ عبرت حاصل کریں اور ان میں عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا، پھر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، پھر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور آخر میں حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا۔ چاروں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات یہاں اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، ان واقعات

1......مومن: ٦٠۔ 2......النساء: ٩٣۔

کی تفصیل سورۂ ہود میں موجود ہے۔[1]

﴿عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ: ابراہیم کے مہمانوں کا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے بندوں کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمانوں کا احوال سنائیں جنہیں ہم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دیں اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو ہلاک کریں تاکہ میرے بندے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب، اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضی اور مجرموں سے لئے گئے انتقام کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب ہی سب سے سخت ہے۔[2] یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مہمان کئی فرشتے تھے اور ان میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بھی تھے۔[3]

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہنے لگے: ''سلام'' ابراہیم نے فرمایا: ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ: جب وہ اس کے پاس آئے۔﴾ یعنی فرشتے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سلام کیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم و توقیر کی۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مہمانوں سے خوف کھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اجازت کے بغیر اور بے وقت آئے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہمانوں نے ان کا پیش کردہ بھنا ہوا بچھڑا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس دور میں مہمان کا کھانے سے انکار کر دینا دشمنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔[4]

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾

---

1 ......صاوی، الحجر، تحت الآیة: ۵۱، ۳/۱۰۴۶.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ۵۱، ۳/۱۰۴، مدارك، الحجر، تحت الآیة: ۵۱، ص۵۸۳، ملتقطاً.

3 ......جلالین، الحجر، تحت الآیة: ۵۱، ص۲۱۳.

4 ......ابو سعود، الحجر، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۲۳۰، بیضاوی، الحجر، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۳۷۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

﴿ **اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ : بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔** ﴾ علم والے لڑکے سے مراد حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[1]

فرشتوں کا علم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ علم والا اور نبی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

اولاد کو علمِ دین سکھائیے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے اور اس علم کو سکھانے میں اُس سے زیادہ توجہ دے جتنی دنیا کا علم سکھانے پر توجہ دیتا ہے۔ افسوس فی زمانہ مسلمان دین کا علم حاصل کی ہوئی اولاد جیسی عظیم نعمت کی قدر اور اہمیت کی طرف توجہ نہیں دیتے اور اپنے بیٹوں میں سے جسے ہوشیار و ذہین دیکھتے ہیں اسے دنیا کی تعلیم دلواتے، اس کے لئے ماہر اساتذہ اور اونچے درجے کے سکول کا انتخاب کرتے ہیں اور دن رات دنیوی علوم وفنون میں اس کی ترقی کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اسے دلوائی گئی دینی تعلیم کا حال یہ ہوتا ہے کہ اسے ان عقائد کا علم نہیں ہوتا جن پر مسلمان کے دین و ایمان اور اُخروی نجات کا دارومدار ہے، مسلمان کی اولاد ہونے کے باوجود اسے قرآنِ مجید تک صحیح پڑھنا نہیں آتا، فرض عبادات سے متعلق بنیادی باتیں نہیں جانتا، نماز روزے اور حج زکوٰۃ کی ادائیگی ٹھیک طرح نہیں کر پاتا اور یہی وجہ ہے کہ صرف دنیوی علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے اکثر دینِ اسلام ہی سے بیزار اور اس کے بنیادی احکام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ تو ہوشیار و ذہین بیٹے کے ساتھ طرزِ عمل ہے جبکہ اس کے برعکس جو بیٹا جسمانی معذوری یا ذہنی کمزوری کا شکار

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٥٣، ٣/١٠٤.

ہوا سے دنیا کی تعلیم دلوانے کی طرف توجہ کرنے اور اس پر اپنا مال خرچ کرنے کو بیکار اور فضول کام سمجھتے ہیں اور اسے کسی دینی مدرسے میں داخل کروا کے اپنے سر سے بوجھ اتار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اٰمین۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کاہے پر بشارت دیتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے تو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ یعنی جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دی تو وہ اپنے اور زوجہ کے بڑھاپے کی وجہ سے حیران ہوئے اور فرشتوں سے فرمایا ''اتنی بڑی عمر میں اولاد ہونا عجیب وغریب ہے، ہمارے ہاں کس طرح اولاد ہوگی؟ کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اِسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا؟[1]

تنبیہ: حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے برخلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔[2]

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے آپ ناامید نہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے عرض کیا۔﴾ فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا ''ہم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کی سچی بشارت دی ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٥٤، ٣/١٠٤، تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ٥٤، ٧/١٥١، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الحجر، تحت الآیة: ٥٤، ٣/١٠٤٦، ملخصاً.

بہت پھیلے گی، لہٰذا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو بیٹے کی ولادت کی امید چھوڑ چکے۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ تھے

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہو چکے تھے۔ فرشتوں کا آپ سے یہ کہنا ''فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ'' ایسے ہی ہے جیسے حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے فرزند سے فرمایا تھا۔ ''یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ'' ''اے میرے بچے! شرک نہ کرنا'' جیسے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الحال وہ شرک کر رہا تھا اسی طرح وہاں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فی الحال نا امید تھے۔

قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔ کہا پھر تمہارا کیا کام ہے اے فرشتو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟ فرمایا: اے فرشتو! تو تمہارا (ابھی آنے کا) کام کیا ہے؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہیں کیونکہ رحمت سے نا اُمید کافر ہوتے ہیں ہاں عالَم میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔[2]

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''اے فرشتو! اس بشارت کے سوا اور کیا کام ہے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔[3]

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٥، ٣/١٠٥، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٥٥، ص٥٨٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٥٦، ص٥٨٣.

3 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٥٧، ٣/١٠٥.

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے۔ مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے عرض کیا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے (کہ) بیشک ان سب کو ہم بچالیں گے۔ سوائے اس کی بیوی کے، ہم طے کرچکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

﴿قَالُوْۤا: انہوں نے عرض کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: ہم ایک مجرم قوم یعنی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم انہیں ہلاک کردیں البتہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ ایماندار ہیں۔ [1]

﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ: سوائے لوط کے گھر والوں کے۔﴾ اس آیت میں مذکور ''اٰلَ لُوْطٍ'' میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سارے مُتَّبِعین داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں

اس آیت میں فرشتوں نے جو یہ کہا کہ ''اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے محبوب بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں، جیسے عذاب سے بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، مگر فرشتوں نے کہا ''ان سب کو ہم بچالیں گے'' لہٰذا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب سے بچائیں گے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں دوزخ سے بچالیں۔

﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ: مگر اس کی بیوی کو۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا نام واہلہ تھا اور یہ چونکہ کافرہ تھی اس لئے یہ بھی عذاب والوں میں سے ہوئی۔

---

[1] ……جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۵۸-۵۹، ص۲۱۳.

آیت ”اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......نیک بختی اور بد بختی کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں کہ کون مومن مرے گا اور کون کافر۔

(2)......اس بات کو سمجھنے سے پہلے یہ سوال وجواب پڑھئے۔ **سوال:** حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا پیچھے رہ جانے والوں میں طے کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو فرشتوں نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی بجائے اپنی طرف کیوں کی؟ اس کے جواب میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ”فرشتوں نے طے کرنے کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہے جیسے بادشاہ کے خاص آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح تدبیر کی، ہم نے اس طرح حکم دیا حالانکہ تدبیر کرنے والا اور حکم دینے والا تو بادشاہ ہوتا ہے نہ کہ وہ لوگ ہوتے ہیں اور اس کلام سے محض اُن کی مراد بادشاہ کے پاس انہیں حاصل مقام ومرتبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں ہے (کہ فرشتوں کے اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں حاصل مقام ومرتبہ ظاہر ہو رہا ہے)“[1] اس سے معلوم ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتا ہے، قرآنِ مجید میں ہی اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ کسی کو زندہ کرنا اور مریض کو شفا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کام کی نسبت حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

1......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۶۰، ۷/۱۵۳.

2......اٰل عمران: ۴۹.

ترجمۂ کنزالایمان: توجب لوط کے گھر فرشتے آئے۔ کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: توجب لوط کے گھر والوں کے پاس فرشتے آئے۔ تو لوط نے فرمایا: تم اجنبی لوگ ہو۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ : توجب فرشتے آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بیٹے کی بشارت دی اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا تو وہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کی طرف آئے۔ جب وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر آئے اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اندیشہ ہوا کہ قوم اُن کے پیچھے پڑ جائے گی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرشتوں سے فرمایا ''تم نہ تو یہاں کے باشندے ہو اور نہ مسافرت کی کوئی علامت تم میں پائی جاتی ہے، تم کیوں آئے ہو؟ [1]

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔

﴿ قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اور ہم ان کافروں کو کچھ نہیں کہیں گے بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ چیز لائے ہیں جو انہیں تباہ و برباد کر دے گی۔ لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے مددگار ہیں، آپ کیلئے باعثِ پریشانی نہیں۔

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٦١-٦٢، ٣/١٠٥، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦١-٦٢، ص٥٨٤، ملتقطاً.

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر باہر جایئے اور آپ ان کے پیچھے چلئے اور تم میں کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے اور جہاں کو حکم ہے سیدھے چلے جایئے۔ اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور سیدھے چلتے رہو جہاں کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔ اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ: تو آپ اپنے گھر والوں کو لے چلیں۔﴾ یعنی آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلیں اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں تاکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی حالت پر مطلع رہیں اور تم لوگوں میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا بلا نازل ہوئی اور وہ کس عذاب میں مبتلا کئے گئے اور سیدھے اس طرف چلتے رہو جہاں جانے کا اللہ تعالٰی نے تمہیں حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملکِ شام جانے کا حکم ہوا تھا۔ (1)

﴿وَ قَضَیْنَاۤ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ: اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اُس حکم کی وحی کر دی جس کا فیصلہ ہم نے اس کی قوم کے بارے میں کیا تھا کہ صبح کے وقت ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور پوری قوم عذاب سے ہلاک کر دی جائے گی۔ (2)

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦٥، ص٥٨٤-٥٨٥، خازن، الحجر، تحت الآية: ٦٥، ٣/١٠٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٦٦، ٣/١٠٦، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦٦، ص٥٨٥، ملتقطاً.

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورشہر والے خوشیاں مناتے آئے۔لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو۔اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شہر والے خوشی خوشی آئے۔لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو۔اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

﴾**وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ: اورشہر والے آئے۔**﴿ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ شہرِ سدوم میں آباد تھے ، انہوں نے جب حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہاں خوب صورت نوجوانوں کے آنے کی خبر سنی جو کہ فرشتے تھے تو یہ لوگ فاسد ارادے اور ناپاک نیت کے ساتھ خوشی خوشی آئے۔ [1]

﴾**قَالَ: فرمایا۔**﴿ یعنی حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ’’یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام لازم ہوتا ہے تم اُن کی بے حرمتی کا قصد کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو کہ مہمان کی رسوائی میزبان کے لئے خَجالت اور شرمندگی کا سبب ہوتی ہے۔ [2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مہمان نوازی

اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی عزت واحترام اور خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو۔ یہاں سیّدُ المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مہمان نوازی کے 3 واقعات ملاحظہ ہوں:

---

1 ......جلالين، الحجر، تحت الآية: ٦٧، ص٢١٤، ملخصاً.

2 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٦٨، ١٠٦/٣، مدارك، الحجر، تحت الآية: ٦٨، ص٥٨٥، ملتقطاً.

(1)......حضرت ابورافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہمان بنا، اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے اس کی مہمان نوازی فرماتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے ایک یہودی شخص کے پاس بھیجا (اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہو:) محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تم سے کہتے ہیں کہ (میرے پاس مہمان آیا ہے اس لئے) مجھے رجب کا چاند نظر آنے تک آٹا قرض دے دو۔ یہودی نے کہا: اس وقت تک آٹا نہیں ملے جب تک کوئی چیز رہن نہ رکھو گے۔ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور انہیں یہودی کی بات بتائی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آسمان میں بھی امین ہوں زمین پر بھی امین ہوں، اگر مجھے آٹا قرض دے دیتا یا بیچ دیتا تو میں ضرور اسے ادا کر دیتا، اب تم میری لوہے کی زرہ لے جاؤ (اور اسے رہن رکھ دو) چنانچہ میں وہ زرہ لے گیا (اور اسے رہن رکھ کر آٹا لے آیا)۔[1]

(2)......مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بھوک کی شکایت کی تو آپ اپنی (ازواجِ مطہرات کے) گھروں میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے تو ارشاد فرمایا ''مجھے آلِ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے گھروں میں تیرے لئے کوئی چیز نہیں ملی، اسی دوران (کسی کی طرف سے) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھنی ہوئی بکری پیش ہوئی تو اسے دیہاتی کے سامنے رکھ دیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا ''تم کھاؤ۔ اس نے کھایا، پھر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے بھوک کی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس سے مجھے رزق دے دیا، اگر پھر کبھی ایسا ہوا اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں تو کیا کروں؟ ارشاد فرمایا تم کہو ''**اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ ، فَاِنَّہٗ لَا یَمْلِکُھُمَا اِلَّا اَنْتَ**'' اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں کیونکہ فضل و رحمت کا صرف تو ہی مالک ہے۔'' تو بے شک اللہ تعالیٰ تجھے رزق دینے والا ہے۔[2]

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں مہمان نوازی فرمانا تو اپنی جگہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مزارِ اقدس میں تشریف لے جانے کے بعد بھی اپنے در پہ حاضر ہونے والے بہت سے لوگوں

---

1 ......معجم الکبیر، یزید بن عبد اللّٰہ بن قسیط عن ابی رافع، ۱/۳۳۱، الحدیث: ۹۸۹، معرفۃ الصحابہ، باب الالف، اسلم ابو رافع، ۱/۲۴۱، الحدیث: ۸۶۵، ملتقطاً۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، الرّجل یصیبہ الجوع او یضیق علیہ الرزق ما یدعو بہ، ۷/۹۴، الحدیث: ۱۔

کی مہمان نوازی فرماتے ہیں چنانچہ حضرت ابوالخیر حماد بن عبد اللہ اقطع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر (مدینہ منورہ) میں داخل ہوا اور (اس وقت) میں فاقے کی حالت میں تھا، میں نے پانچ دن قیام کیا اور اتنے دن میں کھانے پینے کی کوئی چیز تک نہ چکھ سکا، (بالآخر) میں قبرِ انور کے پاس حاضر ہوا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی بارگاہ میں سلام پیش کیا اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آج کی رات آپ کا مہمان ہوں۔ پھر میں اپنی جگہ سے ہٹ کر منبرِ اقدس کے پیچھے سو گیا تو میں نے خواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کی، حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے دائیں طرف، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کے بائیں طرف اور حضرت علی بن ابوطالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ کے سامنے تھے، حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے مجھے حرکت دی اور فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے ہیں۔ میں کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی تو میں نے آدھی روٹی کھالی، پھر میں خواب سے بیدار ہوا تو بقیہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔[1] یہ واقعہ علامہ ابن عساکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علاوہ علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''صِفَۃُ الصَّفْوَہ'' جلد 2 صفحہ 236 جزء 4 پر، علامہ عبدالوہاب شعرانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 154 جزء 1 پر، علامہ عمر بن علی شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقاتِ اولیا، صفحہ 191-192 پر اور علامہ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے طبقاتِ صوفیہ صفحہ 281 پر بھی ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اور اللہ سے ڈرو۔﴾ یعنی مہمانوں کے معاملے میں تم اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ برا ارادہ کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔[2]

مہمان کی بے عزتی میزبان کی رسوائی کا سبب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے مہمان کے احترام میں میزبان کی عزت ہوتی ہے ایسے ہی مہمان کی بے عزتی میزبان

1 ......تاریخ دمشق، ابو الخیر الاقطع التیتانی، ٦٦/١٦١.
2 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣/١٠٦، مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ٦٩، ص٥٨٥، ملتقطاً.

کی رسوائی کا باعث ہوتی ہے،اس لئے اگر کسی مسلمان پڑوسی یا رشتہ دار کے ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو دوسرے مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی اس کے مہمان کا احترام کرے تاکہ اس کی عزت و وقار قائم رہے اور مہمان کی بے عزتی کرنے یا کوئی ایسا کام کرنے سے بچے جس سے مہمان اپنی بے عزتی محسوس کرے تاکہ یہ چیز میزبان کے لئے شرمندگی اور رسوائی کا باعث نہ بنے۔

قَالُوْۤا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔ کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: کیا ہم نے تمہیں دوسروں کے معاملے میں دخل دینے سے منع نہ کیا تھا؟ فرمایا: یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ ’’یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کر کے پوری کرلو اور حرام سے باز رہو۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اس لئے فرمایا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام اپنی پوری امت کے لئے باپ کی طرح ہوتے ہیں۔ [1]

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

---

[1] ......روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ۷۱، ۴/۴۷۷، خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/۱۰۶، جلالین، الحجر، تحت الآیۃ: ۷۱، ص۲۱۴، ملتقطاً.

﴿**لَعَمْرُكَ: اے محبوب! تمہاری جان کی قسم!**﴾ اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا، حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی جان کی قسم! حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مزید فرماتے ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جانِ پاک کی طرح عزت وحرمت نہیں رکھتی اور **اللہ** تعالیٰ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر کے سوا کسی کی عمر اور زندگی کی قسم نہیں فرمائی یہ مرتبہ صرف حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کا ہے۔ اس قسم کے بعد **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''بیشک وہ کافر یقیناً اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ [1]

نوٹ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام فرشتوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا۔ [2]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مسلمان! یہ مرتبۂ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، ان کے زمانے کی قسم کھائی، ان کی جان کی قسم کھائی، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ ابنِ مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: **اللہ** تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کہ آیۂ **لَعَمْرُكَ** میں فرمایا: تیری جان کی قسم، اے محمد!

ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے راوی: **اللہ** تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے: مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل اور امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک حدیثِ طویل میں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کرتے ہیں: یارسولَ **اللہ**! میرے ماں باپ حضور پر قربان،

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۷۲، ۳/۱۰٦، ملخصاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۷۲، ص ۵۸۵.

بیشک حضور کی بزرگی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضلیت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے: مجھے قسم اس شہر کی۔ [1]

حدائقِ بخشش میں آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو دن نکلتے انہیں چنگھاڑ نے آ لیا۔ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دن نکلتے ہی انہیں زوردار چیخ نے آ پکڑا۔ تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ: تو انہیں زوردار چیخ نے آ پکڑا۔﴾ یعنی سورج نکلتے وقت حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی زوردار چیخ نے آ پکڑا۔ [2]

﴿فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا: تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اس طرح کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام زمین کے اس حصے کو اُٹھا کر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے اوندھا کر کے زمین پر ڈال دیا۔ [3]

---

1 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۵۹-۱۶۲۔

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۷۳، ص ۵۸۵، ملخصاً.

3 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۷۴، ص ۵۸۵.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ(۷۵) وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ(۷۶) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔ اور بیشک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور بیشک وہ بستیاں اس راستے پر ہیں جو اب تک قائم ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ: بیشک اس میں۔﴾ یعنی حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کا ان کے مہمانوں کی بے حرمتی کرنے کا قصد کرنے اور ان کی بستیوں کو الٹ دیئے جانے اور ان پر پتھروں کی بارش ہونے میں غور کرکے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ حق کی حقیقت پر استدلال کر سکتے ہیں۔ [1]

﴿وَ اِنَّهَا: اور بیشک وہ بستیاں۔﴾ اس آیت میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیاں ملکِ شام کی طرف جانے والی گزرگاہ پر ہیں اور لوگوں کے قافلے وہاں سے گزرتے ہیں اور غضبِ الٰہی کے آثار اُن کے دیکھنے میں آتے ہیں تو کیا وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ [2]

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی ان بستیوں کے آثار جو کہ وہاں سے گزرنے والوں کے مشاہدے میں آتے ہیں، ان میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں کہ وہ انہیں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ جس عذاب کی وجہ سے ان کے شہر اجڑ گئے وہ ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر آیا تھا۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور دین، عقل اور فراست اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے تقویٰ

1 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ۷۵، ٤/٤٨٠.

2 ......جلالین، الحجر، تحت الآیة: ۷٦، ص ٢١٤، مدارك، الحجر، تحت الآیة: ۷٦، ص ٥٨٦، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الحجر، تحت الآیة: ۷۷، ٤/٤٨٠.

اورطہارت نصیب ہوتی ہے۔ بے عقل، غافل اور کافر ایسے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثیرات سے مانتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے، لیکن عقلمند مومن ان کو مخلوق کی بدعملی کا نتیجہ جان کر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۹﴾

وقف لازم ۵ ع ۱۹ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک جھاڑی والے ضرور ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بیشک یہ دونوں بستیاں کھلے راستہ پر پڑتی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے ضرور ظالم تھے۔ تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور بیشک وہ دونوں بستیاں صاف راستے پر ہیں۔

﴿ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ: اور بیشک کثیر درختوں والی جگہ کے رہنے والے۔﴾ اس آیت میں ''اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ'' سے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم مراد ہے۔ اَیکہ جھاڑی کو کہتے ہیں، ان لوگوں کا شہر چونکہ سرسبز جنگلوں اور مَرغزاروں کے درمیان تھا اس لئے انہیں جھاڑی والا فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان پر رسول بنا کر بھیجا اور ان لوگوں نے نافرمانی کی اور حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کردیا۔ (1) ان کا واقعہ سورۂ شعراء میں بھی مذکور ہے۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ: تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔﴾ یعنی ہم نے عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کردیا اور بیشک قومِ لوط کے اور اصحابِ اَیکہ کے شہر صاف راستے پر ہیں جہاں سے آدمی گزرتے اور دیکھتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! تم اُنہیں دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ (2)

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ۷۷، ۳/۱۰۷، ملخصاً.

2 ......جلالين، الحجر، تحت الآية: ۷۹، ص۲۱٤، خازن، الحجر، تحت الآية: ۷۹، ۳/۱۰۷، ملتقطاً.

وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے۔ اور وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے خوف۔ تو انہیں صبح ہوتے چنگھاڑ نے آلیا۔ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک حِجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے۔ اور وہ بے خوف ہو کر پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے تھے۔ تو انہیں صبح ہوتے زوردار چیخ نے پکڑ لیا۔ تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

﴿وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ: اور بیشک حجر والوں نے جھٹلایا۔﴾ حِجر مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جس میں قومِ ثمود رہتے تھے، انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور ایک رسول عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب ہے کیونکہ ہر رسول تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلایا تو گویا کہ اس نے تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔(1)

نوٹ: قومِ ثمود کے واقعات تفصیل کے ساتھ سورۂ اَعراف اور سورۂ ہود میں گزر چکے ہیں۔

﴿وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا: اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں۔﴾ یعنی ہم نے قومِ ثمود کو اپنی نشانیاں دیں کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کی جو بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی مثلاً اس کا جسم بڑا ہونا، پیدا ہوتے ہی بچہ جننا اور کثرت سے دودھ دینا کہ پوری قومِ ثمود کو کافی ہو وغیرہ، یہ سب حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات اور قومِ ثمود کے لئے ہماری نشانیاں تھیں تو وہ ان

1 ......مدارك، الحجر، تحت الآية: ۸۰، ص۵۸٦.

نشانیوں سے اِعراض کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ [1]

﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ : اور وہ تراشتے تھے۔﴾ یعنی وہ لوگ بے خوف ہوکر پہاڑوں میں تراش کر گھر بناتے تھے کیونکہ انہیں اس کے گرنے اور اس میں نقب لگائے جانے کا اندیشہ نہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ گھر تباہ نہیں ہوسکتے، ان پر کوئی آفت نہیں آسکتی۔ [2]

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ: تو انہیں زوردار چیخ نے پکڑلیا۔﴾ جب قومِ ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بتائے ہوئے تین دن گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی قومِ ثمود کو آسمان سے ایک زوردار چیخ سنائی دی اور زمین میں زلزلہ آگیا، یوں ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ [3]

﴿فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ: تو ان کے کچھ کام نہ آئی۔﴾ یعنی وہ لوگ شرک اور جو برے کام کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور اُن کے مال ومتاع اور اُن کے مضبوط مکان انہیں عذاب سے نہ بچاسکے۔ [4]

عذاب کی جگہ پر روتے ہوئے داخل ہونا

حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کے آثار عرب کی سرزمین میں آج بھی موجود ہیں اور وہاں وہ جگہ ''مدائنِ صالح'' کے نام سے معروف ہے، آج بھی لوگ ان آثار کو دیکھنے جاتے ہیں، بطورِ خاص ان کی ترغیب کے لئے اور عمومی طور پر سب مسلمانوں کی ترغیب کے لئے یہاں ایک حدیث پاک ذکر کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب مقامِ حِجر کے پاس سے گزرے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ظالموں کے مکانات میں روتے ہوئے داخل ہونا، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر سواری پر بیٹھے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چہرۂ انور پر چادر ڈال لی۔ [5]

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ

---

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ٨١، ١٥٧/٧، مدارك، الحجر، تحت الآیة: ٨١، ص٥٨٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحجر، تحت الآیة: ٨٣، ص٥٨٦.

3 ......صاوی، الحجر، تحت الآیة: ٨٣، ١٠٥٠/٣، ملخصاً.

4 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ٨٤، ١٠٧/٣، جلالین، الحجر، تحت الآیة: ٨٤، ص٢١٤، ملتقطاً.

5 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰه تعالی: والی ثمود اخاهم صالحاً، ٤٣٢/٢، الحدیث: ٣٣٨٠.

لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

﴿اِلَّا بِالْحَقِّ: مگر حق کے ساتھ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد اور حکمت سے بھرپور بنایا ہے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا ضرور ملے گی تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم سے اچھی طرح درگزر کریں اور اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر و تحمل کریں اور ان کی خطاؤں سے درگزر کریں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوا۔[1]

اَذِیَّتیں پہنچانے والوں کے ساتھ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سلوک

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ڈرایا گیا اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جتنا ستایا گیا ہوں اتنا کوئی نہیں ستایا گیا۔[2] اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق، بردباری اور عفوو درگزر کا عظیم مظاہرہ ملاحظہ کیجئے، چنانچہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اُس (خطاب) کے بعد (جو آپ نے فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں اور کفار کے مجمع سے فرمایا تھا) شہنشاہِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشرافِ قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفا کاروں

1 ......جلالین مع صاوی، الحجر، تحت الآیة: ۸۵، ۳/۱۰۵۰، خازن، الحجر، تحت الآیة: ۸۵، ۳/۱۰۸، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۳٤-باب، ٤/۲۱۳، الحدیث: ۲٤۸۰.

میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندانِ مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفا کار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے در و دیوار دہل چکے تھے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمعِ نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر، کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عُدوان اور سرکشی و طغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی، ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالَمِ یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور

نا امیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نگاہِ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اوران مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ ”**بولو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟**“ اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہوکر کانپ اُٹھے لیکن جبینِ رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہوکر بولے کہ اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔“ سب کی للچائی ہوئی نظریں جمالِ نبوت کا منہ تک رہی تھیں اور سب کے کان شہنشاہِ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ ”**لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ**“ آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمانِ رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہوگئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذباتِ شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرمِ کعبہ کے درو دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا ‏ ‏ کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہِ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کردیں۔

اللّٰہ اکبر! اے اقوامِ عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتابِ زندگی میں کوئی ایسا حسین وزریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا، اے آسمان! لِلّٰہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسنِ سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دوربین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردشِ لیل ونہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے کہ یہ نبی جمال وجلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ

شاہانِ عالَم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں کہ

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے [1]

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ: **بیشک تمہارا رب۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے جس رب نے آپ کو کمال کی انتہا تک پہنچایا وہی آپ کو، ان کفار کو اور تمام موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ آپ کے اور ان کفار کے احوال کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے اور آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والے معاملات میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے آپ تمام امور میں اسی پر توکل کریں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ [2]

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن (دیا)۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ: **اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے ان عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے صرف اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا

---

1 ......سیرت مصطفٰی، تیرہواں باب، ہجرت کا آٹھواں سال، ص۴۳۸-۴۴۲۔

2 ......روح البيان، الحجر، تحت الآية: ٨٦، ٤٨٥/٤.

فرمائیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی کثیر نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کے لئے اذیتیں پہنچانے والوں سے درگزر کرنا اور سختیوں پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔[1]

سَبع مَثانی سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی اُس حدیث میں ہے جو حضرت سعید بن معلّٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، (یعنی سورہ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآنِ عظیم (کے تمام علوم کی جامع) ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔[2] اور سنن ترمذی کی اُس حدیث میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (یعنی سورہ فاتحہ) اُمُّ القرآن، اُمُّ الکتاب اور سبع مثانی ہے۔[3]

سورۂ فاتحہ کو مثانی کہنے کی وجوہات

سورۂ فاتحہ کو مثانی یعنی بار بار دہرائے جانے والی کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے اسے مثانی فرمایا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے، اس کے پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور دوسرے نصف میں دعا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں، اس لئے اسے مثانی یعنی بار بار نازل ہونے والی فرمایا گیا۔[4]

شفا اور قوتِ حافظہ کا وظیفہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''خواص القرآن میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب سورۂ فاتحہ کو پاک برتن میں لکھا جائے اور پاک پانی سے اس لکھے ہوئے کو مٹایا جائے اور اس پانی سے مریض کا چہرہ دھویا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے شفا مل جائے گی۔ اور جب سورۂ فاتحہ کو شیشے کے برتن میں مشک سے لکھا جائے اور عرقِ گلاب سے اس لکھے ہوئے کو مٹایا جائے اور وہ پانی ایسے کُند ذہن کو سات دن تک پلایا جائے جسے کچھ یاد نہ رہتا ہو تو اس کی کند ذہنی ختم

1 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۷، ۷/۱۵۸.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الفاتحۃ، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ۳/۱٦۳، الحدیث: ٤٤٧٤.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجر، ۵/۸٦، الحدیث: ۳۱۳۵.

4 ......جلالین مع صاوی، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۷، ۳/۱۰۵۰-۱۰۵۱.

ہوجائے گی اور جو سنے گا وہ اسے یاد ہوجائے گا۔[1]

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنی نگاہ اس مال واسباب کی طرف نہ اٹھاؤ جس کے ذریعے ہم نے کافروں کی کئی قسموں کو فائدہ اٹھانے دیا ہے اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھا دو۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ: تم اپنی نگاہ نہ اٹھاؤ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیا کی نعمتیں حقیر ہیں، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا کے مال و متاع سے مستغنی رہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دیا گیا۔[2]

علامہ محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’دنیا کے مال و متاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نظر کفار کے مال و دولت کی طرف تھی (تو اس سے منع کیا گیا بلکہ آپ ہمیشہ سے مالِ کفار سے مُجتنب تھے تو اسی طرزِ عمل پر ثابت قدم رہنے کا فرمایا گیا ہے) اور اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن دنیا کے مال و متاع کی طرف نظر کرنے کی ممانعت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو ہے کیونکہ جسے قرآن کا علم دیا گیا تو اس کی نظر دنیا کی رنگینیوں کی طرف نہیں بلکہ قرآن میں غور و فکر کرنے، اس کے معانی سمجھنے اور اس میں دیئے گئے احکامات کی تعمیل کرنے کی طرف ہونی چاہئے۔[3]

---

1 ……روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ٨٧، ٤/٤٨٨.

2 ……مدارک، الحجر، تحت الآیۃ: ٨٨، ص٥٨٧، ملخصاً.

3 ……البحر المحیط، الحجر، تحت الآیۃ: ٨٨، ٥/٤٥٢.

آیت ''لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور کافر کے مال و متاع کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم کسی بدعمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد وہ کس چیز سے ملے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اذیت دینے والی ایسی چیز یعنی جہنم کی آگ ہے جو فنا نہ ہوگی۔ (1)

(2)......اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ وہ مالداروں کے ساتھ اس طرح کا تعلق نہ رکھیں کہ جس سے مالداروں کی نظر میں ان کی حیثیت کم ہو اور مالدار انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنا گوارا نہ کریں بلکہ خود کو ان کے مال و دولت سے بے نیاز رکھیں نیز قرآن پڑھ کر بھیک مانگنے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر غور کریں۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ : اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے والوں کی صف میں شامل نہیں ہوئے تاکہ ان کے ذریعے کمزور مسلمانوں کو کچھ قوت حاصل ہوتی۔ (2)

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ : اور مسلمانوں کیلئے اپنے بازو بچھادو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مسلمانوں پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے ان کے سامنے تواضع فرمائیں اور ان پر اس طرح رحم فرمائیں جس طرح پرندہ اپنے بچوں پر اپنے پروں کو بچھا دیتا ہے۔ (3)

مسلمانوں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت و شفقت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسلمانوں پر رحمت و شفقت تو ایسی ہے کہ اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

---

1 ......شرح السنة، کتاب الرقاق، باب النظر الی من هو اسفل منه، ۳۲٤/۷.

2 ......ابوسعود، الحجر، تحت الآية: ۸۸، ۲۳۸/۳.

3 ......صاوی، الحجر، تحت الآية: ۸۸، ۱۰۵۱/۳.

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

یہ تو قرآنِ مجید سے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی مسلمانوں پر رحمت وشفقت کا بیان ہوا، اب مسلمانوں پر آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رحمت وشفقت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(1)......امت کے کمزور، بیمار اور کام کاج کرنے والے لوگوں کی مشقت کے پیشِ نظر عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر نہ فرمایا۔

(2)......کمزور اور بیمار لوگوں اور بچوں کا لحاظ کرتے ہوئے نماز کی قراءت کو زیادہ لمبا نہ کرنے کا حکم دیا۔

(3)......رات کے نوافل پر ہمیشگی نہ فرمائی تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہوجائیں۔

(4)......امت کے مشقت میں پڑ جانے کی وجہ سے انہیں صومِ وصال کے روزے رکھنے سے منع کردیا۔

(5)......امت کی مشقت کی وجہ سے ہر سال حج کو فرض نہ فرمایا۔

(6)......مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے طواف کے تین چکروں میں رَمل کا حکم دیا تمام چکروں میں نہیں دیا۔

(7)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پوری پوری رات جاگ کر عبادت میں مصروف رہتے اور امت کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں انتہائی بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے رہتے، یہاں تک کہ کھڑے کھڑے اکثر آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾

1......توبہ: ۱۲۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا۔ جیسا ہم نے بانٹنے والوں پر اتارا۔ جنہوں نے کلامِ الٰہی کو تکے بوٹی کرلیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرماؤ کہ میں ہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ جیسا ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا۔ جنہوں نے کلامِ الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔

﴿وَقُلْ: اور تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں ہی عذاب کا صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ سرکشی میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے کہیں تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہوجائے جیسا اللہ تعالٰی نے تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا۔[1]

﴿اَلَّذِیْنَ: جنہوں نے۔﴾ تقسیم کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں:

(1)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ تقسیم کرنے والوں سے یہودی اور عیسائی مراد ہیں، کیونکہ انہوں نے قرآنِ پاک کو دو حصوں میں تقسیم کردیا یعنی قرآنِ کریم کا جو حصہ اُن کی کتابوں کے موافق تھا وہ اس پر ایمان لائے اور باقی کے منکر ہوگئے۔

(2)...... حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ابن سائب کا قول ہے کہ بانٹنے والوں سے کفارِ قریش مراد ہیں، ان میں سے بعض کفار قرآن کو جادو، بعض کہانت اور بعض افسانہ کہتے تھے، اس طرح انہوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں اپنے اقوال تقسیم کررکھے تھے۔

(3)...... ایک قول یہ ہے کہ بانٹنے والوں سے وہ بارہ اَشخاص مراد ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ کے راستوں پر مقرر کیا تھا، حج کے زمانے میں ہر ہر راستہ پر ان میں سے ایک ایک شخص بیٹھ جاتا تھا اور وہ آنے والوں کو بہکانے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مُنْحرف کرنے کے لئے ایک ایک بات مقرر کرلیتا تھا کہ کوئی آنے والوں سے یہ کہتا تھا ''اُن کی باتوں میں نہ آنا کہ وہ جادوگر ہیں، کوئی کہتا وہ کذّاب ہیں، کوئی کہتا وہ مجنون ہیں، کوئی کہتا وہ کاہن ہیں، کوئی کہتا وہ شاعر ہیں۔ یہ سن کر لوگ جب خانہ کعبہ کے دروازے پر آتے تو وہاں ولید بن مغیرہ بیٹھا رہتا، اس سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1]...... تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۹-۹۰، ۷/۵۴۳.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہوئے شہر کے کنارے اُن کی نسبت ایسا سنا۔ وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک سنا۔ اس طرح مخلوق کو بہکاتے اور گمراہ کرتے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔[1]

عذاب کی تشبیہ سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس مقام پر ایک اعتراض قائم کر کے اس کا جواب دیا ہے، وہ اعتراض یہ ہے کہ جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسے کسی ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینی چاہئے کہ جو واقع ہو چکی ہوتا کہ اس کے ذریعے نصیحت حاصل ہو حالانکہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تک تو تقسیم کرنے والوں پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ''یہاں عذاب کو اس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کا واقع ہونا یقینی تھا تو یہ گویا کہ ایسے ہے جیسے واقع ہو گیا اور غزوۂ بدر کے دن اس کا وقوع ہو گیا تھا لہٰذا یہاں تقسیم کرنے والوں کے عذاب کے ساتھ اس عذاب کو تشبیہ دینا درست ہے جس سے ڈرایا گیا ہے۔[2]

فَوَرَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اُس کے بارے میں جو وہ کرتے تھے۔

﴿فَوَرَبِّكَ: تو تمہارے رب کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم قیامت کے دن **مُقْتَسِمِین** سے ان کے اس عمل اور دیگر تمام گناہوں کے بارے میں ضرور پوچھیں گے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم قیامت کے دن تمام مُکَلَّفِین سے ان کے ایمان، کفر اور دیگر تمام اعمال کے بارے میں پوچھیں گے۔[3]

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۱۰۹-۱۱۰، مدارك، الحجر، تحت الآیة: ۹۱، ص۵۸۷، **خزائن العرفان، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۱، ص۴۹۸، ملتقطاً۔**

2 ......صاوی، الحجر، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۱۰۵۱، ملخصاً۔

3 ......تفسیر کبیر، الحجر، تحت الآیة: ۹۲، ۷/۱۶۴، ملخصاً۔

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیرلو۔

﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ: پس وہ بات اعلانیہ کہہ دو جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔﴾ اس آیت میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسالت کی تبلیغ اور اسلام کی دعوت کے اِظہار کا حکم دیا گیا۔ عبداللہ بن عبیدہ کا قول ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت تک دعوتِ اسلام اعلان کے ساتھ نہیں کی جاتی تھی۔ (1)

اسلام کی دعوت دینے کے مراحل

اعلانِ نبوت کے بعد تین برس تک حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انتہائی پوشیدہ طور پر اور نہایت راز داری کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے۔ تین برس کی اس خفیہ دعوتِ اسلام میں مردوں اور عورتوں کی ایک تعداد اسلام قبول کر کے سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامنِ اقدس سے وابستہ ہوگئی۔ (2) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سورۂ شعراء کی آیت ''وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ'' نازل فرمائی اور حکم دیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیے۔ چنانچہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک دن کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہوگئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات کا یقین کر

1 ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٩٤، ٣/١١٠.

2 ......المواهب، ذكر اوّل من آمن بالله ورسوله، ١/٤٥٤-٤٥٥، ٤٦٠-٤٦١، ملخصاً.

لیں گے کیونکہ ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہمیشہ سچا (اور امین) ہی پایا ہے۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر اللّٰہ تعالٰی کا عذاب اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہوا اور سب کے سب چلے گئے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اول فول بکنے لگے۔ [1]

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلانِ نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت ’’فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ‘‘ نازل فرمائی اور اللّٰہ تعالٰی نے یہ حکم فرمایا کہ اے حبیب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے اور تمام قریش (بلکہ تمام اہلِ مکہ بلکہ پورا عرب) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ [2]

﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ: اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنا دین ظاہر کرنے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رسالت کی تبلیغ کرنے پر مشرکوں کی طرف سے ملامت کرنے کی پرواہ نہ کریں اور اُن کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ان کے اِستہزا کا غم نہ کریں۔ [3]

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ جو اللّٰہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ان ہنسنے والوں کے مقابلے ہم تمہیں کافی ہوں گے۔ جو اللّٰہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے

---

1 ...... بخاری، کتاب التفسیر، سورة الشعراء، باب ولا تخزنی یوم یبعثون، ۳/۲۹٤، الحدیث: ٤۷۷۰.

2 ...... المواهب، ذکر اوّل من آمن باللّٰه ورسوله، ۱/٤٦۱-٤٦۲.

3 ...... خازن، الحجر، تحت الآیة: ۹٤، ۳/۱۱۰.

ہیں تو عنقریب جان جائیں گے۔

﴿ اِنَّا كَفَیْنٰكَ: بیشک ہم تمہیں کافی ہوں گے۔﴾ کفارِقریش کے پانچ سردار(1) عاص بن وائل سہمی (2) اسود بن مُطَّلِب (3) اسود بن عبد یغوث (4) حارث بن قیس اور ان سب کا افسر (5) ولید ابنِ مغیرہ مخزومی ، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت ایذا دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اسود بن مُطَّلِب کے خلاف حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی تھی کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، اس کو اندھا کر دے۔ ایک روز تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے کہ یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسبِ دستور طعن اور مذاق کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی حال میں حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے قدموں کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کروں گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہو گئے ، ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا تو اس کے تہہ بند میں ایک تیر کی نوک چبھ گئی، لیکن اُس نے تکبر کی وجہ سے اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا نہ کیا، اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا، اس سے پاؤں ورم کر گیا اور یہ شخص بھی مر گیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مر گیا اور یہ کہتا مرا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے قتل کیا، اور اسود بن عبد یغوث کو ایک بیماری اِستِسقَاء لگ گئی، کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لُو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہو گیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا، اسی حال میں یہ کہتا مر گیا کہ مجھ کو محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے رب عَزَّوَجَلَّ نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، وہ اسی میں ہلاک ہو گیا انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۹۸﴾

[1] ......خازن، الحجر، تحت الآية: ٩٥، ٣/١١١، بغوی، الحجر، تحت الآية: ٩٥، ٣/٤٨-٤٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو۔تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ: اور بیشک ہمیں معلوم ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی قوم کے مشرکوں کا آپ کو جھٹلانے، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آپ کو ملال ہوتا ہے،تو آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے والوں کے لئے تسبیح اور عبادت میں مشغول ہونا غم کا بہترین علاج ہے۔[1]

غم کا بہترین علاج

اس سے معلوم ہوا کہ غمگین شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے غم دور کرنے کیلئے اللہ تعالٰی کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے اور اس کی عبادت کرنے میں مشغول ہوجائے ،اس سے اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس کا غم دور ہوجائے گا۔حدیث شریف میں ہے، حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہوجاتے۔[2]

اور حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جس نے صبح اور شام سات مرتبہ یہ کہا ’’حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم ‘‘تو اللہ تعالٰی اس چیز میں اسے کافی ہوگا جس کا اس نے ارادہ کیا۔[3]

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

1 ......تفسیر طبری، الحجر، تحت الآیة: ٩٧-٩٨، ٧/٥٥٣، مدارک، الحجر، تحت الآیة: ٩٧-٩٨، ص٥٨٨، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل، ٢/٥٢، الحدیث: ١٣١٩.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، ٤/٤١٦، الحدیث: ٥٠٨١.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے۔

﴿وَ اعْبُدْ رَبَّكَ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب تک موت آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوجاتی اس وقت تک آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہیں۔ (1)

کوئی بندہ عبادت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے وہ عبادات سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ جب سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا، تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے آپ کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہئے کہ وہ کہیں شیطان کے خفیہ اور خطرناک وار کا شکار تو نہیں ہوگئے کیونکہ شیطان نے ایسے واروں کے ذریعے بڑے بڑے مشائخ کو گمراہ کیا ہے اور اسی وار کے ذریعے اس نے ولیوں کے سردار، حضور غوثِ پاک، شیخ عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو بھی بہکانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ حضرت شیخ ابو نصر موسیٰ بن شیخ عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ارشاد فرمایا: میں اپنے ایک سفر میں صحرا کی طرف نکلا اور چند دن وہاں ٹھہرا مگر مجھے پانی نہیں ملتا تھا، جب مجھے پیاس کی سختی محسوس ہوئی تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا اور اُس میں سے مجھ پر بارش کے مشابہ ایک چیز گری، میں اس سے سیراب ہوگیا، پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے آسمان کا کنارہ روشن ہوگیا اور ایک شکل ظاہر ہوئی جس سے میں نے ایک آواز سنی: اے عبد القادر! میں تیرا رب ہوں اور میں نے تم پر حرام چیزیں حلال کردی ہیں، تو میں نے **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم** پڑھ کر کہا ’’اے شیطان لعین! دور ہوجا۔ تو روشن کنارہ اندھیرے میں بدل گیا اور وہ شکل دھواں بن گئی، پھر اس نے مجھ سے کہا: اے عبد القادر! تم مجھ سے اپنے علم، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم اور اپنے مراتب کے سلسلے میں سمجھ بوجھ کے ذریعے نجات پاگئے اور میں نے ایسے 70 مشائخ کو گمراہ کردیا۔ میں نے کہا ’’یہ صرف میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا فضل و احسان ہے۔ شیخ ابو نصر موسیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے دریافت کیا گیا، آپ نے کس طرح جانا کہ وہ شیطان ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا ’’اُس کی اِس بات سے کہ بے شک میں نے تیرے لئے حرام چیزوں کو حلال کردیا۔‘‘ (2)

---

1 ......خازن، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۹، ۳/۱۱۲.

2 ......بھجۃ الاسرار، ذکر شیء من اجوبتہ ممّا یدلّ علی قدم راسخ فی علوم الحقائق، ص ۲۲۸.

سُوْرَةُ النَّحْل

سورۂ نحل کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ آیت ''فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ'' سے لے کر سورت کے آخر تک جو آیات ہیں وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، نیز اس بارے میں اور اَقوال بھی ہیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **16** رکوع، **128** آیتیں، **2840** کلمے اور **7707** حروف ہیں۔ (2)

''نحل'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں شہد کی مکھی کو ''نحل'' کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 68 میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کا ذکر فرمایا اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ نحل'' رکھا گیا۔

سورۂ نحل سے متعلق روایات

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی سورۂ نحل میں ایک آیت ہے جو کہ تمام خیر وشر کے بیان کو جامع ہے اور وہ یہ آیت ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (4)

---

(1)......خازن، تفسير سورة النحل، ٣/١١٢.
(2)......خازن، تفسير سورة النحل، ٣/١١٢.
(3)......نحل: ٩٠.
(4)......معجم الكبير، عبد الله بن مسعود الهذلي، ٩/١٣٢، الحديث: ٨٦٥٨.

(2)......مروی ہے کہ (جب) حضرت ہَرِم بن حَیَّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان) سے لوگوں نے عرض کی: آپ کوئی وصیت فرما دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں تمہیں سورۂ نحل کی اس آیت ''**اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ**'' سے لے کر سورت کے آخر تک (بیان کی گئی باتوں) کی وصیت کرتا ہوں۔[1]

سورۂ نحل کے مضامین

اس سورتِ مبارکہ کی بہت پیاری خصوصیت یہ ہے اس میں بڑی کثرت کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر کثرت سے اس سورت کو سمجھ کر پڑھا جائے تو دل میں اللّٰہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا اضافہ ہوتا ہے۔ نیز اس سورت میں اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان بہت کثرت کے ساتھ ہے، اگر ان نعمتوں کے بارے میں بار بار غور کریں تو دل میں شکرِ الٰہی کا جذبہ بیدار ہوگا اور محبتِ الٰہی میں اضافہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد بیان کئے گئے۔

(2)......جنہوں نے دنیا میں نیک کام کئے انہی کے لئے آخرت کی بھلائی ہے۔

(3)......فرشتے کفار کی جان کس طرح نکالتے ہیں اور متقی مسلمانوں کی جان کس طرح نکالتے ہیں۔

(4)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اَذِیَّت دینے والے کفارِ مکہ کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

(5)......بیٹی کی ولادت پر کفار کا طرزِ عمل بیان کیا گیا۔

(6)......حشر کے میدان میں کفار کی بری حالت ذکر کی گئی۔

(7)......عہد پورا کرنے اور قسمیں نہ توڑنے کا حکم دیا گیا۔

(8)......قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے شبہات کا رد کیا گیا۔

(9)......حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے والے کا حکم بیان کیا گیا۔

(10)......اپنی طرف سے چیزوں کو حلال یا حرام کہہ کر اس کی نسبت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔

---

1 ......دارمی، کتاب الوصایا، باب فضل الوصیة، ۲/۴۹۶، روایت نمبر: ۳۱۷۹.

(11)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی شان بیان فرمائی گئی۔

(12)......نیکی کی دعوت دینے کے انتہائی اہم اصول بیان کئے گئے۔

سورۂ حِجر کے ساتھ مناسبت

سورۂ نحل کی اپنے سے ماقبل سورت ''حِجر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حِجر کی آیت نمبر 92 میں فرمایا گیا

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تو تمہارے رب کی قسم، ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔''

اس سے قیامت کے دن لوگوں کا جمع ہونا اور ان سے ان کے دنیوی اَعمال کے بارے سوال کیا جانا ثابت ہوا۔ اسی طرح آیت نمبر 99 میں فرمایا گیا

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے۔''

یہ آیت موت کے ذکر پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں آیات کی سورۂ نحل کی پہلی آیت سے مناسبت ہے کہ اس میں بھی قیامت قائم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①

ترجمۂ کنزالایمان: اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شریکوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کا حکم قریب آ گیا تو تم اس کو جلدی طلب نہ کرو، (اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے۔

﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ: **اللہ کا حکم آ گیا۔**﴾ **شانِ نزول:** جب کفار نے تکذیب اور اِستہزاء کے طور پر اس عذاب کے نازل ہونے اور قیامت قائم ہونے کی جلدی کی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ کچھ دور نہیں بلکہ بہت ہی قریب ہے اور اپنے وقت پر یقیناً واقع ہوگا اور جب واقع ہوگا تو تمہیں اس سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی۔ (1)

قیامت قریب ہے

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے اور اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا پھر انہیں دراز کر دیا۔ (2)

ایک اور روایت میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں، تو مجھے قیامت سے صرف اتنی سبقت حاصل ہے جتنی اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو شہادت کی انگلی پر حاصل ہے۔ (3)

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ: **(اللہ) ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے۔**﴾ کافروں نے کہا ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ نے جو یہ بات کہی کہ دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دینے کا حکم نازل فرمایا ہے، چلیں ہم نے اس بات کو مان لیا لیکن جن بتوں کی ہم عبادت کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کر دیں گے تو ان بتوں کی شفاعت کی وجہ سے ہمیں عذاب سے نجات مل جائے گی، ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے۔ (4)

---

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ١، ٥/٢، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ١، ١١٢/٣، بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: بعثت انا والساعۃ کھاتین، ٢٤٨/٤، الحدیث: ٦٥٠٣.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: بعثت انا والساعۃ کھاتین... الخ، ٩١/٤، الحدیث: ٢٢٢٠.

4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ١، ١٦٨/٧.

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

ترجمۂ کنزالایمان: ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر فرشتوں کو اپنے حکم سے روح یعنی وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے کہ تم ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

﴿یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ: اللہ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں، ان کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ ''ملائکہ'' ذکر فرمایا گیا اور روح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح اس لئے فرمایا گیا کہ جس طرح روح کے ذریعے جسم زندہ ہوتا ہے اور روح نہ ہو تو جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح وحی کے ذریعے دل زندہ ہوتا ہے اور اسی سے ابدی سعادت کا پتا چلتا ہے اور جو دل وحی سے دور ہو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔(1)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ ملائکہ سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے ساتھ آنے والے وہ فرشتے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کی حفاظت پر مامور ہیں۔(2) آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے جن بندوں کو نبوت، رسالت اور مخلوق کی طرف وحی کی تبلیغ کے لئے منتخب فرما لیا ہے ان پر وحی کے ساتھ فرشتوں کو نازل فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو میرا انکار کرنے اور عبادت کے لائق ہونے میں بتوں کو میرا شریک ٹھہرانے پر میرے قہر و غضب سے ڈرائیں۔(3)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ③

1 ......جلالين مع صاوی، النحل، تحت الآية: ۲، ۳/۱۰۵٦.

2 ......ابوسعود، النحل، تحت الآية: ۲، ۳/۲٤٤.

3 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۲، ۳/۱۱۲-۱۱۳، تفسير طبری، النحل، تحت الآية: ۲، ۷/۵۵۷-۵۵۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان اور زمین بجا بنائے وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ وہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنے معبود ہونے پر بطورِ دلیل ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنہیں پیدا کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قادر نہیں۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے باطل اور بیکار نہیں بنایا اور وہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں یکتا ہے، انہیں عدم سے وجود میں لانے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی انہیں پیدا کرنے پر کسی نے اللّٰہ تعالیٰ کی مدد کی ہے تو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک کہاں سے آ گیا؟ اے لوگو! تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے شرک اور تمہارے اس دعوے کہ ''اللّٰہ کے سوا اور بھی معبود ہیں'' سے بلند و بالا ہے اور اس کی شان اتنی بلند ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک یا مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔[2]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی کو ایک نِتھری بوند سے بنایا تو جبھی کھلا جھگڑالو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے انسان کو منی سے پیدا کیا پھر (بھی) وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن گیا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ: اس نے انسان کو منی سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر ایک اور دلیل ذکر فرمائی کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انسان کو منی سے پیدا کیا، جس میں نہ حِس ہوتی ہے نہ حرکت اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ناپاک قطرے سے عجیب و غریب مخلوق بنائی، ماں کے پیٹ میں اس قطرے کو مختلف شکلوں میں ڈھالتا رہا، پھر اس کی تخلیق پوری کرنے اور اس میں روح پھونکنے کے بعد اسے دنیا کی روشنی میں لے کر آیا، اسے غذا اور رزق دیا اور اس کی پرورش کرتا رہا، حتّٰی کہ جب وہ اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہو گیا تو اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں

---

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ۳، ص۵۸۹.

2 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ۳، ۵۵۹/۷، روح البيان، النحل، تحت الآية: ۳، ۶/۵، ملتقطاً.

کی ناشکری کی اور اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان بتوں کی عبادت کرنے میں مصروف ہو گیا جو اسے نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور یہ کہنے لگا کہ ''مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ''یعنی ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کر دے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں۔ جبکہ وہ اس ہستی کو بھول گیا جس نے اسے گندے قطرے سے ایسی حسین شکل عطا کی تھی۔ [1]

شانِ نزول: یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی، یہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالا یا اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا ''آپ کا یہ خیال ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا! اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی [2] اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عُضْو اور شکل رکھتی بھی ہے، اللّٰہ تعالیٰ تو منی کے ایک چھوٹے سے بے حس و حرکت قطرے سے تجھ جیسا جھگڑالو انسان پیدا کر دیتا ہے، یہ دیکھ کر بھی تو اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا۔ علامہ صاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اُبی بن خلف کا رد ہے اور ہر اس شخص کا بھی رد ہے جو اُبی بن خلف کے طریقے کو اپنائے ہوئے ہے۔ [3]

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور چوپائے پیدا کیے ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے جانور پیدا کئے، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور بہت سے فائدے ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو۔

﴿**وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا: اور اس نے جانور پیدا کئے۔**﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللّٰہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا اور اس کے بعد انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی چند آیات میں ان چیزوں کا ذکر فرمایا جن سے انسان اپنی تمام ضروریات میں نفع اٹھاتے ہیں اور چونکہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت کھانا اور لباس ہے کیونکہ ان سے بدنِ انسانی تَقْوِیَت اور حفاظت حاصل کرتا ہے اس لئے سب سے پہلے ان جانوروں کا ذکر کیا گیا جن سے یہ فوائد

[1]......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٤، ٥٥٩/٧، بیضاوی، النحل، تحت الآیة: ٤، ٣٨٦/٣، ملتقطاً.

[2]......خازن، النحل، تحت الآیة: ٤، ١١٣/٣.

[3]......صاوی، النحل، تحت الآیة: ٤، ١٠٥٦/٣.

حاصل ہوتے ہیں۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اوراس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت بڑھاتے ہو، اُن کے دودھ پیتے ہو، اُن پر سواری کرتے ہواور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔[1]

وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۪﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا ان میں تجمل ہے جب انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے جب تم انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کیلئے چھوڑتے ہو۔

﴿وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ : اور تمہارے لئے ان میں زینت ہے۔﴾ یعنی جب تم ان جانوروں کو شام کے وقت چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو تو اس وقت ان جانوروں کی کثرت اور بناوٹ دیکھ کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری عزت، وجاہت اور مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔[2] جیسے ہمارے زمانے میں صبح کسی کے گھر سے اعلیٰ درجے کی گاڑی نکلے اور شام کو واپس آئے تو لوگوں کی نظر میں اس کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌۙ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کرلے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہونچتے مگر ادھ مرے ہو کر بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٥، ٣/١١٣.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٦، ٣/١١٤، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے ، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

﴿وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ: اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔﴾ یعنی وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے ، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کی ہیں۔ (1)

جانور پر سواری کرنا اور بوجھ لادنا جائز ہے

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے ثابت ہوا کہ جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔ (2)

جانوروں سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیمات

کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنے، ان کے لئے آسانی کرنے اور ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تم سرسبزی کے زمانے میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشکی کے سال میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گزر و (تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم رات کے وقت آرام کے لئے اترو تو راستے سے الگ اترو کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔ (3)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت اگاتا ہے، اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کچھ کھالیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ (4)

حضرت سہل بن حَنْظَلِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک ایسے

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٧، ٣/١١٤.

2 ......قرطبی، النحل، تحت الآية: ٧، ٥/٥٤، الجزء العاشر.

3 ......مسلم، كتاب الامارة، باب مراعاة مصلحة الدواب فى السير... الخ، ص١٠٦٣، الحديث: ١٧٨(١٩٢٦).

4 ......بخارى، كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس اذا اكل منه، ٢/٨٥، الحديث: ٢٣٢٠.

اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا ''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔ [1]

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (جانوروں کے) چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اسے داغا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ [2]

حضرت مسیّب بن دارم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شتربان کو مارا اور اس سے فرمایا ''تم نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان کیوں لادا ہے؟ [3]

وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةًؕ-وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اس نے) گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کئے) تا کہ تم ان پر سوار ہو اور یہ تمہارے لئے زینت ہے اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں۔

﴿وَ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ: اور گھوڑے اور خچر۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے سواری اور دیگر جو فوائد ہیں ان کے ساتھ ساتھ یہ تمہارے لئے زینت ہیں۔ [4]

1 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب والبهائم، ٣/٣٢، الحدیث: ٢٥٤٨.

2 ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه ووسمه فیه، ص١١٧١،١١٧٢ الحدیث: ١٠٦ (٢١١٦)، ١٠٧ (٢١١٧).

3 ......الطبقات الکبری لابن سعد، تسمیة من نزل البصرة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن کان بعدهم... الخ، الطبقة الاولی من الفقهاء المحدثین... الخ، المسیب بن دارم، ٧/٩١.

4 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٨، ٧/٥٦٢.

اللہ تعالیٰ کی رحمت

علما فرماتے ہیں ’’ہمیں اونٹ، گائے، بکری، گھوڑا اور خچر وغیرہ جانوروں کا مالک بنا دینا، انہیں ہمارے لئے نرم کر دینا، ان جانوروں کو اپنا تابع کرنا اور ان سے نفع اٹھانا ہمارے لئے مباح کر دینا اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت ہے۔[1]

﴿وَ یَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ: اور (ابھی مزید) ایسی چیزیں پیدا کرے گا جو تم جانتے نہیں۔﴾ یعنی جانوروں کی جو اقسام تمہارے سامنے بیان کی گئیں ان کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب وغریب چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔[2] اس میں وہ تمام چیزیں آ گئیں جو آدمی کے فائدے، راحت و آرام اور آسائش کے کام آتی ہیں اور وہ اس وقت تک موجود نہیں ہوئی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے کہ بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں، لاکھوں سائنسی ایجادات۔ اور ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہوگا لیکن جو بھی ایجاد ہوگا وہ اس آیت میں داخل ہوگا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۹ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی ہے اور چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے اور ان راستوں میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا۔

﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ: اور درمیان کا سیدھا راستہ (دکھانا) اللہ کے ذمہ کرم پر ہی ہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر سیدھے راستے کو بیان کرنا اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے، یہ اس کا فضل اور احسان ہے لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے گا تو وہ اپنے فائدے کیلئے کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو گمراہی کا نقصان بھی اسی کو ہے۔[3] نیز سیدھا راستہ وہی ہے جو اللہ تک پہنچانے والا ہو۔

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ۸، ۵/۵۵، الجزء العاشر.

2 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیة: ۸، ۳/۲۴۷، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۸، ص۲۱۶، ملتقطاً.

3 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹، ۳/۱۰۵۸، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۹، ۷/۵٦٤، ملتقطاً.

﴿ وَمِنْهَا جَآىٕرٌ: اوران راستوں میں سے کوئی ٹیڑھا راستہ بھی ہے۔﴾ یعنی ان راستوں میں سے کچھ راستے ایسے ہیں جو صراطِ مستقیم سے مُنحرف ہیں اوران پر چلنے والا منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ کفر اور گمراہی کی تمام راہیں جیسے یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وغیرہ یونہی اپنی خواہشات سے نئے نئے مسلک بنانے والے سب اس میں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''قَصْدُ السَّبِیْلِ'' سے مراد دینِ اسلام اور اہلسنّت والجماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم، حسنِ اعتقاد اور اچھے اعمال پر استقامت عطا فرمائے اور کفر، گمراہی اور بد مذہبی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (1)

﴿ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ: اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا۔﴾ یعنی اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے تک پہنچا دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے یہ بات جانتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جنت میں جانے کے قابل ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو جہنم میں جانے کے لائق ہیں لہٰذا سب کو ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ (2)

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ⑩ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اس سے تمہارا پینا ہے اور اس سے درخت ہیں جن سے چَراتے ہو۔ اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس سے تمہارا پینا ہے اور اسی سے درخت (اگتے) ہیں جن سے تم (جانور) چراتے ہو۔ اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے،

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۹، ۱۳/۵.

2 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹، ۱۰۵۸/۳.

بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان احسانات کا ذکر فرمایا جو خاص انسانوں پر فرمائے اور اس آیت میں ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے کہ جو صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام حیوانات کے لئے بھی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا جو پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس سے نَباتات اگتی ہیں جن سے تمام جانور نفع اٹھاتے ہیں۔ (1)

﴿ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ: اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے۔﴾ جس طرح سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کا تفصیلی اور اِجمالی طور پر ذکر فرمایا اسی طرح اس آیت میں پھلوں کا تفصیلی اور اجمالی دونوں طرح سے ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں چار اَجناس کا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا (1) کھیتی۔ اس سے مراد وہ دانہ ہے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے جیسے گندم، جَو اور ان جیسی دوسری چیزیں کیونکہ ان سے بدنِ انسانی تقوِیَت پاتا ہے۔ (2) زیتون۔ یہ سالن اور تیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ پھل برکت والا بھی ہے۔ (3) کھجور۔ اس پھل میں غذائیت ہے اور یہ میوہ ہے۔ (4) انگور۔ یہ غذائیت اور میوہ ہونے میں کھجور کی طرح ہے۔ اس کے بعد ''وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ'' فرما کر تمام پھلوں کا اجمالی طور پر ذکر کر دیا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مخلوق پر اس کے انعامات سے آگاہ ہوں۔ (2)

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔﴾ یعنی پانی نازل کرنے اور اس سے طرح طرح کی اجناس پیدا کرنے میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم، قدرت، حکمت اور صرف اسی کے معبود ہونے پر دلالت کرنے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی صنعتوں میں غور وفکر کر کے ایمان قبول کر لیتے ہیں۔ (3)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۙ۝۱۲

(1) صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۱۰۵۸۔

(2) خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۱۱۵، ملخصاً۔

(3) روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ۵/۱٦، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۱، ص۲۱٦، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگادیا اور ستارے (بھی) اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو کام پر لگا دیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو عالَم سُفلی یعنی زمین اور اس پر موجود تمام چیزوں میں ہیں اور اس آیت میں ان نعمتوں کو بیان فرمایا جو عالَم عُلوی یعنی بادلوں، آسمانوں اور ان میں موجود تمام چیزوں میں ہیں اور یہ سب نعمتیں کائنات کے نظام کی تکمیل اور عالَم کے نفع کے لئے ہیں۔ [1]

نوٹ: دن رات، سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر کی تفسیر سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر 33 میں گزر چکی ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ: بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی جو لوگ صحیح اور سلیم عقل رکھتے ہیں وہ ان چیزوں میں غور کرکے سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے اختیار سے ہر کام کرنے والا ہے اور تمام مخلوق اسی کی قدرت کے تحت ہے۔ [2]

آیت " وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے درج ذیل تین چیزیں بھی معلوم ہوئیں،

(1)...... ہر ذرہ معرفتِ الٰہی کا دفتر ہے، لیکن اس کیلئے صحیح عقل کی ضرورت ہے۔

(2)...... اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عقل اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچانے جبکہ جو عقل اس کی معرفت تک نہ پہنچائے وہ بے عقلی ہے۔

(3)...... علمِ طب، ریاضی وفلکیات وغیرہ بہت عمدہ واعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مدد ملتی ہے۔

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۱۰۵۹، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۱۱۶.

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اس نے تمہارے کام میں لگادیں) وہ مختلف رنگوں والی چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔ بیشک اس میں نصیحت ماننے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ: اور وہ چیزیں جو اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تمہارے کام پر لگادیا جو اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات، درخت اور پھل وغیرہ پیدا کئے ہیں اور وہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود خلقت، ہیئت، کیفیت اور رنگ میں مختلف ہیں حتّٰی کہ ان میں سے کوئی مکمل طور پر دوسرے کی طرح نہیں ہوتا، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر بڑی مضبوط دلیل ہے۔ (1)

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو۔

(1)......خازن، النحل، تحت الآية: ١٣، ٣/١١٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور تم اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

﴾ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ : اور وہی ہے جس نے سمندر تمہارے قابو میں دیدیئے۔ ﴿ سمندر کی تسخیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر سے نفع اٹھانے کی قدرت عطا کر دی ہے، وہ کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اس میں سفر کر سکتے ہیں، غوطے لگا کر اس کی تہہ میں پہنچ سکتے ہیں اور اس میں سے شکار کر سکتے ہیں۔ (1)

﴾ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا : تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ ﴿ سمندر میں انسانوں کے لئے بے شمار فوائد ہیں، ان میں سے تین فوائد اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائے ہیں۔

پہلا فائدہ: تم اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اس سے مراد مچھلی ہے۔ یاد رہے کہ سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی کا گوشت حلال ہے۔

دوسرا فائدہ: تم سمندر میں سے زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔ زیور سے مراد گوہر و مرجان ہیں اور پہننے سے مراد عورتوں کا پہننا ہے کیونکہ زیور عورتوں کی زینت ہے اور چونکہ عورتوں کا زیوروں کے ذریعے سجنا سنورنا مردوں کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے گویا کہ یہ مردوں کی زینت اور لباس ہے۔ (2)

تیسرا فائدہ: اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں۔ یعنی اگر تم میں سے کوئی سمندر پر جائے تو وہ دیکھے گا کہ ہوا کا رخ ایک طرف ہونے کے باوجود (بادبانی) کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی آ جا رہی ہیں۔ (3)

﴾ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ : تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ یعنی سمندر کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا تا کہ تم تجارت کی غرض سے سمندر میں سفر کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع حاصل کرو اور جب تم اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ (4)

1 ......بیضاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۳۸۹، ملخصاً.
2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۱۴، ۷/۱۸۸.
3 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۱۴، ۵/۱۹، ملخصاً.
4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۱۴، ۷/۱۸۹.

وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَۙ(۱۵) وَ عَلٰمٰتٍؕ-وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس نے زمین میں لنگرڈالے کہ کہیں تمہیں لے کرنہ کانپے اورندیاں اوررستے کہ تم راہ پاؤ۔اور علامتیں اورستارے سے وہ راہ پاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس نے زمین میں لنگرڈالے تاکہ زمین تمہیں لے کرحرکت نہ کرتی رہے اوراس نے نہریں اور راستے بنائے تاکہ تم راستہ پالو۔اور (راستوں کیلئے) کئی نشانیاں بنائیں اورلوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں۔

﴿وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ: اوراس نے زمین میں لنگرڈالے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے زمین میں جونعمتیں پیدافرمائی ہیں ان میں سے بعض کا ذکراس آیت میں فرمایا۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگرڈالے تاکہ وہ تمہیں لے کرحرکت نہ کرتی رہے اوراس نے زمین میں نہریں بنائیں اورراستے بنائے جن پر تم اپنے سفر کے دوران چلتے ہواوراپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہراورایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تاکہ تم اپنی منزلوں تک راستہ پالواور بھٹک نہ جاؤ۔[1]

﴿وَ عَلٰمٰتٍ: اورکئی نشانیاں بنائیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے راستوں کی پہچان کیلئے کئی نشانیاں بنائیں جیسے پہاڑ کہ دن میں لوگ ان کے ذریعے راستہ پاتے ہیں اوررات کے وقت لوگ خشکی اورتری میں ستاروں سے بھی راستہ پالیتے ہیں اوراس سے انہیں قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔[2]

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُؕ-اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: توکیا جو بنائے وہ ایسا ہوجائے گا جو نہ بنائے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

1 ......تفسیرکبیر، النحل، تحت الآیة: ١٥، ١٨٩/٧، خازن، النحل، تحت الآیة: ١٥، ١١٦/٣، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ١٦، ص٢١٧، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے وہ اس جیسا ہے جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا؟ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ؟

﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ: تو کیا جو پیدا کرنے والا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور صنعت کے عجائبات اور انوکھی مخلوقات کا ذکر فرمایا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی وحدانیت پر اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے میں اس کے یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہیں جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے کلام فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر عاجز اور ناکارہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت اور حکمت سے اِن تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، کیا وہ ان بتوں جیسا ہے جو اپنے عاجز و بے قدرت ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے ؟ جب اللہ تعالیٰ ان جیسا ہے ہی نہیں تو عقلمند کو کب سزاوار ہے کہ ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش کرے یا انہیں عبادت میں اس کا شریک ٹھہرائے ؟[1]

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کرسکو گے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو۔﴾ یعنی اوپر بیان کردہ نعمتیں اور ان کے علاوہ بندے کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، آفات سے محفوظ جسم، صحیح آنکھیں، عقلِ سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں مددگار رہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں، جیسے بندے کی دینی اور دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر ہیں کہ ان کا شمار ممکن ہی نہیں حتّٰی کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی نعمت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو وہ حاصل نہ کرسکے گا تو ان نعمتوں کا کیا کہنا جنہیں تمام مخلوق مل کر بھی شمار نہیں کرسکتی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صَرف کردو تو بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتے۔[2]

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٧، ٣/١١٧، جلالين، النحل، تحت الآية: ١٧، ص٢١٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٨، ٣/١١٧.

نوٹ: نعمتیں شمار نہ کرسکنے کی کچھ تفصیل ہم سورۂ ابراہیم آیت نمبر **34** میں کر آئے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ: **بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جیسا شکر ادا کرنا تم پر لازم ہے اگر تم ویسا نہ کر سکو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیر معاف کرنے والا ہے، وہ شکر ادا کرنے میں تمہاری تقصیر کے باوجود تم پر نعمتیں وسیع فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرماتا۔[1]

وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

﴿وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ: **اور اللہ جانتا ہے۔**﴾ یعنی تم اپنے عقائد و اعمال میں سے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔[2]

چھپ کر گناہ کرنے والوں کو نصیحت

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام ظاہری و باطنی اعمال جانتا ہے، اس میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے جو لوگوں سے چھپ کر برے اعمال کرتا ہے اور اپنا برا عمل لوگوں پر ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ وہ اس رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جو اس کی تنہائیوں اور خَلْوَتوں کے اَعمال بھی جانتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ   وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کئے اور ہمیں   شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ؕ

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۱۱۷.

2 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۱۰۶۰-۱۰۶۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے سوا جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ تو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ تو خود بنائے جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللہ کے سوا جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں۔﴾ مُستند مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت میں مذکور لفظ ''یَدْعُوْنَ'' کا معنی ''یَعْبُدُوْنَ'' یعنی عبادت کرنا لکھا ہے جیسا کہ ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی، امام جلال الدین سیوطی، ابو سعود محمد بن محمد اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں۔ [1] علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کے لفظ ''یَدْعُوْنَ'' کا معنی ''یَعْبُدُوْنَ'' لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں لفظ ''دعا'' عبادت کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ [2] ابو اللیث سمرقندی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کر سکیں بلکہ وہ خود پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ [3] امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ اپنی ذات میں بھی ناقص ہیں کہ انہیں دوسروں نے بنایا ہے اور اپنی صفات میں بھی ناقص ہیں کہ یہ کسی چیز کو پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ [4]

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

ع ٢ ١٢ ٨

ترجمۂ کنزالایمان: مُردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

1 ......تفسیر بیضاوی، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ٣٩١/٣، جلالین، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ص٢١٧، ابو سعود، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ٢٥٦/٣، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ٢٣/٥-٢٤.

2 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ٢٣/٥.

3 ......سمرقندی، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ٢٣٢/٢.

4 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٢٠، ١٩٥/٧، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

﴿اَمْوَاتٌ: بے جان ہیں۔﴾ امام ابنِ ابی حاتم اور امام محمد بن جریر طبری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ”یہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے بے جان ہیں، ان میں روحیں نہیں اور نہ ہی یہ اپنی عبادت کرنے والوں کو کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔[1] انہی بزرگوں کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کی یہی تفسیر دُرِّ منثور میں رقم فرمائی۔[2] امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔[3] امام علی بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ بت معبود ہوتے جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ ضرور زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی کیونکہ جو معبود عبادت کا مستحق ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی اور بت چونکہ مردہ ہیں زندہ نہیں لہٰذا یہ عبادت کے مستحق نہیں۔[4] ان کے علاوہ دیگر تمام مُستند تفاسیر جیسے تفسیر طبری، تفسیر سمرقندی، تفسیر بغوی، تفسیر ابوسعود، تفسیر قرطبی اور تفسیر صاوی وغیرہ میں صراحت ہے کہ اس آیت میں ” اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ “ سے مراد بت ہیں، کسی بھی مستند مفسر نے ان آیات کا مصداق انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو قرار نہیں دیا۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور۔

1 ......تفسیر ابن ابی حاتم، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/ ۲۲۸۰، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/ ۵۷۳-۵۷۴.

2 ......در منثور، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۵/ ۱۱۹.

3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/ ۱۹۵، ملخصاً.

4 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/ ۱۱۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ متکبر ہیں۔

﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: تمہارا معبود ایک معبود ہے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے ماقبل آیات میں ذکر کئے گئے قطعی دلائل سے ثابت ہوا کہ تمہاری عبادت کا مستحق ایک معبود یعنی اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں نظیر وشریک سے پاک ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے ہیں اور وہ متکبر ہیں کہ حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے۔ (1)

قرآنی اُسلوب کی شان

یہاں آیات میں نہایت نفیس ترتیب ہے کہ پہلے کثرت کے ساتھ دلائل کو بیان کیا گیا اور اب ان سب دلائل کا اہم ترین نتیجہ توحیدِ باری تعالیٰ کی صورت میں بیان فرمایا گیا اور دلائل ونتیجہ میں بھی کس قدر عمدہ کلام فرمایا گیا کہ کوئی منطق کی باریکیاں اور فلسفے کی موشگافیاں نہیں بلکہ انتہائی عام فہم انداز میں فطرتِ انسانی کے قریب ترین دلائل کو جمع کرتے ہوئے بات کو سمجھا دیا گیا۔ یہی وہ قرآنی اُسلوب ہے جو دل ودماغ کو تسخیر کر دینے والا ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿لَا جَرَمَ: حقیقت یہ ہے۔﴾ یعنی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے انکار اور ان کے غرور وتکبر کو جانتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (2)

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٢، ص٥٩٣، جلالين، النحل، تحت الآية: ٢٢، ص٢١٧، خازن، النحل، تحت الآية: ٢٢، ١١٨/٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، النحل، تحت الآية: ٢٣، ٢٤/٥.

تکبر کی تعریف

یاد رہے کہ تکبر کرنے والا مومن ہو یا کافر، اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا اور تکبر سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تکبر حق بات کو جھٹلانے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''[1]

تکبر کرنے والوں کا انجام

قرآن و حدیث میں تکبر کرنے والوں کا بہت برا انجام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹیوں کی طرح جمع کیے جائیں گے اور ہر جگہ سے ان پر ذلت چھا جائے گی، پھر انہیں جہنم کے ایک ''بُوْلَس'' نامی قید خانہ کی طرف ہانکا جائے گا، ان پر آگوں کی آگ چھا جائے گی اور وہ دوزخیوں کی پیپ طِیْنَةُ الْخَبَالُ سے پلائے جائیں گے۔''[4]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔''[5]

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص٦٠، الحدیث: ١٤٧(٩١).

2 ......اعراف: ١٤٦.   3 ......مومن: ٦٠.

4 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ٤٧-باب، ٤/٢٢١، الحدیث: ٢٥٠٠.

5 ......رسائل ابن ابی دنیا، التواضع والخمول، ٢/٥٧٨، الحدیث: ٢٢٤.

حضرت محمد بن واسع رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں حضرت بلال بن ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گیا اوران سے کہا: اے بلال! آپ کے والد نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی ہے وہ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے اور وہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جسے ہبہب کہتے ہیں، اللّٰہ تعالٰی کا فیصلہ ہے کہ وہ اس میں تمام تکبر کرنے والوں کو ٹھہرائے گا۔'' اے بلال! تم اس میں ٹھہرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ [1]

تکبر کے دو علاج

تکبر کے برے انجام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتنا خطرناک باطنی مرض ہے، اس لئے جو اپنے اندر تکبر کا مرض پائے اسے چاہئے کہ وہ اس کا علاج کرنے کی خوب کوشش کرے، اَحادیث میں تکبر کے جو علاج بیان کئے گئے ان میں سے دو علاج درج ذیل ہیں۔

(1)......اپنے کام خود کرنا: چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''جس نے اپنا سامان خود اٹھایا وہ تکبر سے بری ہو گیا۔ [2]

(2)......عاجزی اختیار کرنا اور مسکین کے ساتھ بیٹھنا: چنانچہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''عاجزی اختیار کرو اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھا کرو، اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں تمہارا مرتبہ بلند ہو جائے گا اور تکبر سے بھی بری ہو جاؤ گے۔ [3]

امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عاجزی

ایک مرتبہ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا گزر چند مسکینوں کے پاس سے ہوا، وہ لوگ کچھ کھا رہے تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر کہا ''اے ابوعبد اللّٰہ! آپ بھی یہ غذا کھا لیجئے۔ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی سواری سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا ''**اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ**'' یعنی بیشک اللّٰہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر ان کے ساتھ کھانا شروع کر دیا، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ان مسکینوں سے فرمایا ''میں نے تمہاری

---

1 ......مسند ابو يعلى، حديث ابى موسى الاشعرى، ٢٠٧/٦، الحديث: ٧٢١٣.

2 ......شعب الايمان، السابع والخمسون من شعب الايمان... الخ، فصل فى التواضع، ٢٩٢/٦، الحديث: ٨٢٠١.

3 ...... كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ٤٩/٢، الحديث: ٥٧٢٢، الجزء الثالث.

دعوت قبول کی ہے اس لئے اب تم میری دعوت قبول کرو، چنانچہ وہ تمام مسکین امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ان کے دردولت پر گئے، امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور انہیں کچھ عطا فرمایا، فراغت کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے[1]۔[2]

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے تمہارے رب نے کیا اتارا کہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے: تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد میں دلائلِ قاہرہ بیان فرمائے جبکہ ان آیات میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات بیان فرمائے ہیں۔[3] **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے بہت سی کہانیاں یاد کرلی تھیں، اس سے جب کوئی قرآنِ کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ یہ جاننے کے باوجود کہ قرآن شریف عاجز کردینے والی کتاب اور حق وہدایت سے بھری ہوئی ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، ایسی کہانیاں مجھے بھی بہت یاد ہیں۔[4] بعض مفسرین فرماتے ہیں ''یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکہ مکرمہ کے داخلی راستوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا، یہ لوگ حج کے لئے آنے والوں کو سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مُتَنَفِّر کرنے کی کوشش کرتے اور جب کوئی شخص ان سے دریافت کرتا کہ تمہارے رب نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ''پہلے لوگوں کے جھوٹے افسانے

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۱۰۶۱۔
2 ......تکبر اور عاجزی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''احیاء العلوم (مترجم)'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) جلد تین سے تکبر کا بیان، اور کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔
3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲٤، ۷/۱۹۷۔
4 ......خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۲٤، ص۵۰۳، ملخصاً۔

ہیں کوئی ماننے کی بات نہیں۔ جبکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے جب ان کی ملاقات ہوتی تو وہ انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت اور نبوت کے بارے میں بتاتے تھے۔ (1)

لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ۠ﰗ

ع ۹

ترجمۂ کنزالایمان: کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں سن لو کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

﴿لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ: کہ اپنے بوجھ اٹھائیں۔﴾ یعنی جن کافروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قرآنِ پاک کو پہلے لوگوں کی داستانیں کہا، ان کا انجام یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔ (2)

آیت ” لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... ” كَامِلَةً “ فرمانے سے معلوم ہوا کہ کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی یا ان کے درجات بلند کردیں گی۔ (3) مصیبتوں سے مومن کے گناہ مٹنے کے بارے میں حضرت بریدہ اسلمی

---

(1)...... مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٤، ص٥٩٣.

(2)...... خازن، النحل، تحت الآية: ٢٥، ٣/١١٨.

(3)...... صاوی، النحل، تحت الآية: ٢٥، ٣/١٠٦٢.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ’’مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے حتّٰی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹنا اسی مصیبت پر مَوقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔ (1)

(2)......قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اسے برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ بھی ہوگا اور جو لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر ایجاد کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت درج ذیل دو اَحادیث میں ہے۔

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (2)

(۲)......حضرت جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا جبکہ ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے برا طریقہ جاری کیا، پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر گناہ بھی ملے گا جبکہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (3)

قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان سے اگلوں نے فریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی چنائی کو نیو سے لیا تو اوپر سے ان پر چھت

1......الترغيب والترهيب، كتاب الجنائز وما يتقدّمها، الترغيب في الصبر سيّما لمن ابتلي في نفسه او ماله، ١٤٣/٤، الحديث: ٢٤.

2......مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيّئة... الخ، ص١٤٣٨، الحديث: ١٦(٢٦٧٤).

3......ترمذی، كتاب العلم، باب من دعا الى هدى فاتبع... الخ، ٣٠٧/٤، الحديث: ٢٦٨٤.

گر پڑی اور عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں کی انہیں خبر نہ تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی تعمیر کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا اور اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہیں تھی۔

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : بیشک ان سے پہلے لوگوں نے مکروفریب کیا تھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکروفریب کرتے تھے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اُنہیں کے منصوبوں میں ہلاک کر دیا اور اُن کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے۔ مفسرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں اگلے مکر کرنے والوں سے نمرود بن کنعان مراد ہے، یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں روئے زمین کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے بابل میں بہت اونچی ایک عمارت بنائی جس کی بلندی پانچ ہزار گز تھی اور اس کا مکر یہ تھا کہ اُس نے یہ بلند عمارت اپنے خیال میں آسمان پر پہنچنے اور آسمان والوں سے لڑنے کے لئے بنائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہوا چلائی اور وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔ [1]

ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ وَ یَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے

[1] ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٦، ص٥٩٣، خازن، النحل، تحت الآية: ٢٦، ١١٩/٣، ملتقطاً.

میں تم جھگڑتے تھے؟ علم والے کہیں گے: بیشک آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ : پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا۔﴾ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ کفار پر صرف اس قدر ہی عذاب نہ ہوگا کہ ان پر صرف دنیا میں عذاب ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انہیں رسوا کرے گا اور انہیں سختی سے فرمائے گا ’’وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک سمجھتے تھے اور ان کے بارے میں تم مومنوں سے جھگڑتے تھے۔ [1]

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: علم والے کہیں گے۔﴾ کفار دنیا میں اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے تھے، جب قیامت کے دن اہلِ ایمان کو طرح طرح کی عظمتوں اور شرافتوں سے نوازا جائے گا اور کافروں کو رسوائی کے ساتھ مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار کیا جائے گا تو اس وقت اُن اُمتوں کے انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور علماء جو اُنہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ اُن کی بات نہ مانتے تھے، وہ حضرات اِن کافروں سے کہیں گے ’’بیشک آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ [2]

آخرت میں بھی علماء کا درجہ اعلیٰ ہوگا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء کا درجہ دنیا میں بھی اعلیٰ ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ہوگا کہ اللہ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی نے ان ہی کا قول نقل فرمایا ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں اس حال پر کہ وہ اپنا برا کر رہے تھے اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو

1 ......تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ٢٧، ١٩٩/٧، ملخصاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٢٧، ص٥٩٤، خازن، النحل، تحت الآية: ٢٧، ١١٩/٣-١٢٠، ملتقطاً.

کچھ برائی نہ کرتے تھے ہاں کیوں نہیں بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک تھے۔اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہوتو کیا ہی براٹھکانا مغروروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے ان کافروں کی جان اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی جانوں پرظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ صلح کی بات پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے۔(فرشتے کہتے ہیں:)ہاں کیوں نہیں، بیشک اللہ تمہارے اعمال کوخوب جانتا ہے۔تواب جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، ہمیشہ اس میں رہوگے تو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی براٹھکانا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ: وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ فرشتے جب کافروں کی جان نکالتے ہیں تو یہ کفر کی حالت یقیناً ایسی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت میں اپنی جانوں پرظلم ہوتا ہے لیکن جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار کرتے اور اسلام قبول کرلیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے۔فرشتے ان کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں، کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تکذیب کو جانتا ہے۔[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حالتِ کفر میں مرنے والے یہ لوگ جب قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو خوف کی شدت سے اپنے دنیوی طرزِ عمل کے برخلاف اسلام کی حقانیت تسلیم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کوئی شرک نہیں کیا کرتے تھے، یوں وہ اپنے کفر وسرکشی سے مکر جائیں گے۔انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے ''ہاں کیوں نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے وہ تمہیں ان کی سزا دے گا، لہٰذا تمہارے انکار کا کوئی فائدہ نہیں۔[2]

وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْؕ-قَالُوْا خَیْرًاؕ-لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌؕ-وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌؕ-وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۰﴾

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۲۸، ۵/۲۸، تفسیرکبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۸، ۷/۲۰۰، ملتقطاً.

2 ......مدارک، النحل، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۵۹۴، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈر والوں سے کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا بولے خوبی جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک پچھلا گھر سب سے بہتر اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیز گاروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور متقی لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو کہتے ہیں: بھلائی نازل فرمائی۔ جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کے لیے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے اور بیشک پرہیزگاروں کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

﴿وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا: اور متقی لوگوں سے کہا جائے۔﴾ یعنی جب ایمانداروں سے کہا جائے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا نازل فرمایا؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں ’’ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے قرآن شریف نازل فرمایا جو تمام خوبیوں کا جامع اور حسنات و برکات کا منبع اور دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔[1] **شانِ نزول:** عرب کے قبائل حج کے دنوں میں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حال کی تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ قاصد بھیجتے تھے، یہ قاصد جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو شہر کے داخلی راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے (جیسا کہ سابقہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے) اُن سے یہ قاصد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال دریافت کرتے تو وہ چونکہ لوگوں کو بہکانے پر مامور ہی ہوتے تھے اس لئے ان میں سے کوئی سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ساحر کہتا، کوئی کاہن، کوئی شاعر، کوئی کذّاب، کوئی مجنون کہتا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ تم ان سے نہ ملنا یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس پر قاصد کہتے کہ اگر ہم مکہ مکرمہ پہنچ کر اُن سے ملے بغیر اپنی قوم کی طرف واپس ہوں تو ہم برے قاصد ہوں گے اور ایسا کرنا قاصد کے منصبی فرائض کا ترک اور قوم کی خیانت ہوگی۔ ہمیں تحقیق کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے اپنے اور بیگانوں سب سے اُن کے حال کی تحقیق کریں اور جو کچھ معلوم ہو اس میں کوئی کمی بیشی کئے بغیر اپنی قوم کو مطلع کریں۔ اس خیال سے وہ لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے بھی ملتے تھے اور اُن سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حال کی تحقیق کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم انہیں تمام حال بتاتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حالات، کمالات اور قرآن

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۳۰، ۵/۲۹.

کریم کے مَضامین سے مطلع کرتے تھے ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا۔[1]

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا: جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں اچھے عمل کئے تو ان کے لئے آخرت میں اچھا اجر ہے۔ اچھے اجر سے مراد ثوابِ عظیم ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اچھے اجر سے مراد یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کا ثواب دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جائے گا یا بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انہیں دنیا میں بھی اچھا اجر ملے گا۔[2]

دنیا میں نیک مسلمانوں کا اجر

دنیا میں حاصل ہونے والے اچھے اجر کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عقیدت پیدا کر دے گا، مسلمان ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان کی عزت و تعظیم کریں گے۔[3]

اولیاءِ کرام کے حوالے سے بطورِ خاص اس بات کا مشاہدہ ہے اور قرآنِ مجید میں ہی ایک اور مقام پر نیک مسلمانوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں (کے دلوں) میں ان کی

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۳۰، ۳/۱۲۰.
2 ......تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ۳۰، ۷/۲۰۱-۲۰۲، ملخصاً.
3 ......تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ۳۰، ۷/۲۰۲، ملخصاً.
4 ......مريم: ۹٦.

مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ [1]

دنیا میں اچھا اجر ملنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دنیا میں پاکیزہ زندگی، فتح وکامیابی اور وسیع رزق وغیرہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ [2]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف چھپانا کن کا طریقہ ہے؟

آیتِ مبارکہ کے مضمون اور اس کے شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کو چھپانا کفار کا طریقہ جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان بیان کرنا صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا طریقہ ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَؕ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَۙ(۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں انہیں وہاں ملے گا جو چاہیں اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے۔ اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔

﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ: ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں۔﴿ یعنی آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں پرہیزگار داخل ہوں گے، ان باغات میں جنتیوں کے گھروں، محلات اور رہائش گاہوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان کیلئے ان باغوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ چاہیں گے اور یہ بات جنت کے سوا کسی کو کہیں بھی حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔ [3]

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۲/۳۸۲، الحدیث: ۳۲۰۹.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۳۰، ص۲۱۸، خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۱۲۰، ملتقطاً.

3 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۳۱، ۳/۱۲۰.

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَيِّبِيْنَۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہوئے کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو، تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ۔

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ: وہ جن کی فرشتے جان نکالتے ہیں۔﴾ اس آیت میں پرہیزگاروں کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے ان کی جان پاکیزگی کی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک اور کفر سے پاک ہوتے ہیں اور ان کے اقوال، افعال، اخلاق اور خصلتیں پاکیزہ ہوتی ہیں، نیکیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں، حرام اور ممنوع اَفعال کے داغوں سے ان کا دامنِ عمل میلا نہیں ہوتا، روح قبض ہونے کے وقت اُن کو جنت و رِضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں، اس حالت میں موت انہیں خوشگوار معلوم ہوتی ہے، جان فرحت وسُرور کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت کے ساتھ اس کو قبض کرتے ہیں۔ (1)

﴿یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ: کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو۔﴾ حضرت محمد بن کعب قُرَظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جب مومن بندے کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آکر کہتا ہے ''اے اللہ کے دوست! تجھ پر سلام اور اللہ تعالیٰ تجھے سلام فرماتا ہے۔ (2)

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ۔﴾ یعنی آخرت میں یا

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۱۲۰-۱۲۱، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، التاسع من شعب الایمان... الخ، فصل فی عذاب القبر، ۱/۳۶۱، روایت نمبر: ۴۰۲.

روح نکلتے وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ اس آیت اور اس جیسی وہ تمام آیات جن میں اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے ان کا معنی یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کئے ہوئے نیک اعمال کی وجہ سے بندہ اس وقت جنت میں جائے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے ان اعمال کو قبول فرمائے گا محض نیک عمل کر لینے سے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا (کیونکہ جنت میں داخلے کا سببِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے۔) [2]

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے ان پر آئیں یا تمہارے رب کا عذاب آئے ان سے اگلوں نے بھی ایسا ہی کیا اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ تو ان کی بری کمائیاں ان پر پڑیں اور انہیں گھیر لیا اس نے جس پر ہنستے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کافر اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمہارے رب کا عذاب آجائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا تھا اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ: یہ کس چیز کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کیا اور آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کردیا، یہ اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے

[1] ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٢، ص ٥٩٤، صاوى، النحل، تحت الآية: ٣٢، ٣/١٠٦٥، ملتقطاً.

[2] ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٢، ٣/١٢١.

ان کی روحیں قبض کرنے آجائیں یا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا دنیا میں یا روزِ قیامت والے عذاب کا حکم آجائے۔ ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسے ہی کیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (1)

﴿ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا: تو ان کے اعمال کی برائیاں ان پر آپڑیں۔﴾ یعنی انہوں نے اپنے خبیث اعمال کی سزا پائی اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر نازل ہو گیا۔ (2)

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مشرک بولے اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہو کر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا تو رسولوں پر کیا ہے مگر صاف پہونچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرک کہنے لگے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے (حکم کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو رسولوں پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی لازم ہے۔

﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا: اور مشرک کہنے لگے۔﴾ مکہ کے مشرکین مذاق کے طور پر سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ کہتے تھے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر ہم بحیرہ وسائبہ (جانور) وغیرہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اُن کا شرک کرنا اور اُن

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٣، ٣/١٢١، جلالين، النحل، تحت الآية: ٣٣، ص٢١٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٤، ٣/١٢١.

چیزوں کوحرام قرار دے لینا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی، حلال کوحرام کیا اور ایسی ہی مذاق اڑانے والی باتیں کہیں، رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تو صاف صاف تبلیغ کر دینا یعنی حق کو ظاہر کر دینا اور شرک کے باطل اور قبیح ہونے پر مطلع کر دینا ہی لازم ہے ہدایت دینا ان پر لازم نہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کو دلیل بنانا اور اس کے حکم کی پرواہ نہ کرنا جہالت ہے

اِس آیت میں اور اِس سے اگلی آیت میں کفار کی اس جہالت کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے کہ مَشِیَّتِ الٰہی کو تو کفار اپنی حرکتوں کی دلیل بنا رہے ہیں لیکن حکمِ الٰہی کی ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے زمانے میں بعض مسلمان بھی اپنے برے افعال کی یہی دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو میں یہ گناہ، فلاں جرم اور وہ مَعصِیَت نہ کرتا، اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس میں میرا قصور ہی کیا ہے، یہ لوگ خود ہی غور کر لیں کہ ان کا طرزِ عمل کن سے مل رہا ہے؟

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہر امت میں سے ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

(1)......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۳۵، ص۲۱۸، مدارك، النحل، تحت الآیة: ۳۵، ص۵۹۵، ملتقطاً.

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا : اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے تم میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا اسی طرح ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا اور ہر رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائیں کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی کرنے سے بچو تو ان اُمتوں میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیدی تو وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور کسی پر علمِ الٰہی میں گمراہی ثابت ہوگئی تو وہ اپنی اَزلی شقاوت کی وجہ سے کفر پر مرے اور ایمان سے محروم رہے۔ اے کفارِ مکہ! تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور اُن کے شہر ویران کر دیئے، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اُن کی بربادی کی خبر دیتی ہیں، اس کو دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی اُن کی طرح کفر و تکذیب پر مُصر رہے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔ (1)

اِس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ کسی نبی سے سب لوگوں نے ہدایت حاصل نہ کی جیسے سورج سے سب نور حاصل نہیں کرتے، چمگادڑ محروم رہتا ہے، بارش سے ہر زمین سرسبز نہیں ہوتی، بنجر زمین بے فیض رہتی ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر بعض بدبخت آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین کیوں ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ آیت کے شروع میں جو یہ فرمایا گیا کہ ہر امت میں رسول بھیجا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر قبیلے یا ہر علاقے میں رسول بھیجا گیا بلکہ کسی جگہ رسول بھیجا گیا اور کسی جگہ اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا گیا۔

آیت '' فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اِس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......عذابِ الٰہی اور قہرِ ربّانی کا مشاہدہ کرنا ہو تو کفار کی بستیاں دیکھی جاسکتی ہیں اور یونہی اگر رحمتِ الٰہی کا نظارہ کرنا ہو، تو اولیاءُ اللہ کے آستانے دیکھے جائیں۔

(2)......تاریخ و جغرافیہ کا علم سیکھنا بہت مفید ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

(1)......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٦، ٣/١٢٢، مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٦، ص٥٩٥، جلالين، النحل، تحت الآية: ٣٦، ص٢١٨، ملتقطاً.

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ: اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرتے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ اُن میں سے ہیں جن کی گمراہی ثابت ہوچکی اور اُن کی شقاوت ازلی ہے۔اس کے باوجود اگر آپ ان مشرکین کی ہدایت کی حرص کریں تو بے شک جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں لہٰذا اس بارے میں آپ کوشش نہ فرمائیں اور جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے وہ ان تک پہنچادیں تاکہ حجت تمام ہوجائے اور جب اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کا ارادہ فرمائے تو کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ اور ان کے عذاب کے درمیان حائل ہوکر ان کی مدد کرے۔[1]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾

ع ۵ | ۱۱

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٧، ص٥٩٥، تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ٣٧، ٥٨٣/٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مُردے نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے کہ انہیں صاف بتادے جس بات میں جھگڑتے تھے اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے بڑی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ کسی مرنے والے کو نہ اٹھائے گا۔ کیوں نہیں؟ یہ سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں جھگڑتے تھے اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ جب ہم کوئی چیز چاہیں تو اسے ہمارا صرف یہی فرمانا ہوتا ہے کہ ہم اسے کہیں ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اور انہوں نے بڑی کوشش کرکے اللہ کی قسم کھائی۔﴾ **شانِ نزول:** ایک مشرک ایک مسلمان کا مقروض تھا، مسلمان نے مشرک سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، دورانِ گفتگو اس نے اِس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی کہ اس کی قسم! جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ اس پر مشرک نے کہا ''کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو مرنے کے بعد اٹھے گا اور مشرک نے قسم کھا کر کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مردے نہ اُٹھائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیوں مُردوں کو نہیں اٹھائے گا؟ یقیناً اٹھائے گا۔ یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ اِس اُٹھائے جانے کی حکمت اور اُس کی قدرت نہیں جانتے۔ (1)

﴿لِیُبَیِّنَ لَهُمْ: تاکہ انہیں واضح کرکے بتادے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے اٹھائے گا تاکہ انہیں واضح کرکے وہ بات بتادے جس میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے اور اس لئے اٹھائے گا تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے اور مردوں کو زندہ کئے جانے کا انکار غلط تھا۔ (2)

﴿اِنَّمَا: صرف۔﴾ یعنی جب ہم کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کریں تو اس سے ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر مقدور چیز کو وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا زیادہ آسان ہے تو مرنے

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٣٨، ١٢٢/٣.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٣٩، ص٥٩٥.

کے بعد اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔[1]

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ کسی طرح لوگ جانتے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے۔﴾ شانِ نزول: حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’یہ آیت رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے حق میں نازل ہوئی جن پر اہلِ مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا ہی پڑا، بعض اُن میں سے حبشہ چلے گئے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ آئے اور بعض مدینہ شریف ہی کو ہجرت کر گئے۔ ان کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مدح فرمائی اور ان کے اجر کو بہت بڑا اجر قرار دیا۔[2]

مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑی فضیلت والے ہیں اول تو یوں کہ ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور دوسرا یوں کہ ان کے خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے ہجرت کرنے کی گواہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود دی ہے۔ قرآنِ مجید کی اور آیات سے بھی ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٤٠، ص٥٩٦.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ١٢٣/٣، ملخصاً.

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کردیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان فقیر مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں۔

اسی طرح اَحادیث سے بھی ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے فضائل ظاہر ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''کیا تم میری امت کے اس گروہ کو جانتے ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت

1 ...... ال عمران: ١٩٥۔ 2 ...... توبہ: ٢٠۔ 3 ...... حشر: ٨۔

کے دن مہاجرین جنت کے دروازے کے پاس آکر اسے کھلوانا چاہیں گے تو جنت کے خازن ان سے کہیں گے: کیا آپ سے حساب لے لیا گیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر تھیں حتّٰی کہ اسی حال میں ہمارا انتقال ہو گیا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ ''ان کے لئے (جنت کا دروازہ) کھول دیا جائے گا تو وہ دوسرے لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے 40 سال تک جنت میں قیلولہ کریں گے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم ایک دوسرے دن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر تھے جب سورج طلوع ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عنقریب قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کا نور سورج کی روشنی کی طرح ہوگا۔ ہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ''فُقَراء مہاجرین جن کے صدقے ناپسندیدہ چیزوں سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کا انتقال اس حال میں ہوتا ہے کہ اس کی حاجت اس کے سینے میں ہی رہتی ہے (یعنی پوری نہیں ہوتی اور حاجت مند ہی فوت ہو جاتا ہے)، وہ زمین کے کناروں سے جمع کئے جائیں گے۔[2]

رضاءِ الٰہی کی نیت کے بغیر نیک عمل کرنے کی فضیلت نہیں ملتی

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ہجرت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہ ہو اس کی کوئی فضیلت نہیں، وہ ایسے ہے جیسے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَعمال نیت سے ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔[3] اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ نیک عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت نہ ہو تو اس نیک عمل کو کرنے والا اس کی فضیلت پانے سے محروم رہے

1 ......مستدرك، كتاب الجهاد، اوّل زمرة تدخل الجنّة المهاجرون، ٢/٣٨٧، الحديث: ٢٤٣٦.

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضى اللّٰه تعالى عنهما، ٢/٥٩١، الحديث: ٦٦٦٢.

3 ......بخارى، كتاب الايمان، باب ما جاء انّ الاعمال بالنية... الخ، ١/٣٤، الحديث: ٥٤.

گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے کی نیت سے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔امین

﴿ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً : ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔﴾ اچھی جگہ سے مراد مدینہ طیبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہجرت کی جگہ بنایا۔مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اپنے زمانۂ خلافت میں کسی مہاجر صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کوئی چیز بطورِ عطیہ ونذرانہ کے دیتے تو اس سے فرماتے ''اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے، اسے لے لو کیونکہ یہ وہ ہے جس کا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں جو آپ کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔اس کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہی آیت تلاوت فرماتے۔[1]

مدینہ منورہ کی فضیلت

اس آیت سے مدینہ منورہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ یہاں اسے حَسَنَةً فرمایا گیا ہے۔صحیح مسلم میں حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطورِ اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف ومشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔[2]

﴿ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ : اگر لوگ جانتے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اگر کافر یہ بات جانتے کہ آخرت کا ثواب ان کی پسندیدہ دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ بڑا ہے تو وہ اس کی طرف راغب ہوتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں کتنی بڑی نعمتیں تیار کی ہیں تو جو مصیبتیں اور تکلیفیں انہیں پہنچیں، ان پر صبر کرنے کی اور زیادہ کوشش کرتے۔[3] تیسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر جانتے کہ ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو وہ بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے۔[4]

الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ٣/١٢٣.

2 ......مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبی صلی الله عليه وسلم فيها بالبركة... الخ، ص٧٠٩، الحديث: ٤٥٩ (١٣٦٣).

3 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤١، ٣/١٢٣.

4 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٤١، ص٢١٩.

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا: جنہوں نے صبر کیا۔﴾ یعنی عظیم ثواب کے حقدار وہ ہیں جنہوں نے اپنے اس وطن مکہ مکرمہ سے جدا ہونے پر صبر کیا حالانکہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا حرم ہے اور ہر ایک کے دل میں اس کی محبت بسی ہوئی ہے۔ یونہی کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر اور جان و مال خرچ کرنے پر صبر کیا اور وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے دین کی وجہ سے جو پیش آئے اس پر راضی ہیں اور مخلوق سے رشتہ منقطع کر کے بالکل حق کی طرف متوجہ ہیں اور سالک کے لئے یہ انتہائے سلوک کا مقام ہے۔[1]

مہاجرین کا توکّل

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا توکل بہت عظیم تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اپنا مال و دولت اور گھر بار چھوڑ دیا، وہ عزت کے بدلے لوگوں کی نظروں میں پائی جانے والی حقارت پر اور مالداری کے بدلے فقر و فاقہ پر راضی ہو گئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے لوگوں کی نظروں میں پائی جانے والی ان کی اس حقارت کو عزت میں اور فقر کو مالداری میں تبدیل فرما کر انہیں جزا دی اور وہ دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کے سردار ہو گئے۔ امام بوصیری رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (قصیدہ بردہ شریف میں) فرماتے ہیں: ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نقیبوں اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو فضیلت میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی طرح ہو۔[2]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ٢١٠/٧، روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ٣٦/٥، ملتقطاً۔

2 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٤٢، ١٠٦٩/٣۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا : اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا یہ دلیل دے کر انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ اُنہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔[1]

﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ : اے لوگو! علم والوں سے پوچھو۔﴾ اس آیت میں علم والوں سے مراد اہلِ کتاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو اہلِ کتاب سے دریافت کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ کفارِ مکہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ اہلِ کتاب کے پاس سابقہ کتابوں کا علم ہے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے، جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وغیرہ، اور وہ ان کی طرح بشر تھے تو جب کفارِ مکہ اہلِ کتاب سے پوچھتے تو وہ انہیں بتا دیتے کہ جو رسول ان کی طرف بھیجے گئے وہ سب بشر ہی تھے، اس طرح ان کے دلوں سے یہ شبہ زائل ہو جاتا۔[2]

جو مسئلہ معلوم نہ ہو وہ علماءِ کرام سے پوچھا جائے

اس آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (ایک شخص کی وفات کا سبب سن کر) ارشاد فرمایا ’’جب (رخصت کے بارے) اُنہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے پوچھا کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی بیماری کی شفاء دریافت کرنا ہے۔[3] اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤٣، ٣/١٢٣-١٢٤.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٤٣، ٣/١٢٤.

3 ......ابوداؤد، كتاب الطهارة، باب في المجروح يتيمّم، ١/١٥٤، الحديث: ٣٣٦ .

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عالم کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے اور جاہل کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ '' (یعنی اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔) لہٰذا مومن کو دیکھ لینا چاہئے کہ اس کا عمل ہدایت کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے۔ [1]

تقلید جائز ہے

یاد رہے کہ یہ آیتِ کریمہ تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب ''اَلْاِکْلِیْل'' میں فرماتے ہیں ''اس آیت سے علماء نے فروعی مسائل میں عام آدمی کے لئے تقلید کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔ [2] بلکہ آیت فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ تقلید واجب ہونے کی صریح دلیل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''اَهْلَ الذِّكْرِ'' سے مسلمان علماء نہیں بلکہ اہلِ کتاب کے علماء مراد ہیں لہٰذا اس آیت کا تقلید کی بحث سے کوئی تعلق نہیں، ان کا یہ کہنا نری جہالت ہے کیونکہ یہ اس قانون کے خلاف ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا۔ [3]

تقلید کی تعریف

تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول اور فعل کو یہ سمجھ کر اپنے اوپر لازمِ شرعی جاننا کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔

تقلید سے متعلق چند اہم مسائل

(1)......عقائد اور صریح اسلامی احکام میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(2)......جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماعِ امت سے اِجتہاد اور اِستنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیرِ مجتہد پر چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(3)......اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''مذاہبِ اربعۂ اہلسنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کیلئے نجات کو کافی ہے۔ تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، مُتَّبِعِ

1 ......در منثور، النحل، تحت الآیة: ٤٣، ٥/١٣٣.

2 ......الاکلیل، سورة النحل، ص١٦٣.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۱/۵۸۲۔

غَیۡرِ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (یعنی مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کرنے والے) ہیں۔[1]

نوٹ: تقلید سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے کتاب ’’جاءالحق‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

مُقَلِّد کا ایمان درست ہے یا نہیں؟

جو شخص تقلید کے طور ایمان لایا اس کا ایمان صحیح ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست نہیں، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے لیکن وہ غوروفکر اور اِستدلال ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، اور بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے اور ایسے ایمان لانے والا گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان علماء کے اَقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ’’بے شک ایمان نور کی ایک تجلی ہے اور وہ (جہالت کا) پردہ اٹھانا اور سینہ کھولنا ہے، اللّٰہ تعالیٰ وہ نور اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈالتا ہے خواہ یہ نور کا داخل ہونا غوروفکر سے ہو یا محض کسی کی بات سننے سے حاصل ہو، اور کسی عقلمند کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: ایمان نظر واستدلال کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔‘‘ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی قسم! بسا اوقات اس شخص کا ایمان جو استدلال کا طریقہ نہیں جانتا اُس سے کامل تر اور مضبوط تر ہوتا ہے جو بحث ومناظرے میں آخری حد تک پہنچا ہوا ہو، تو جس کا سینہ اللّٰہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دے اور وہ اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پائے تو وہ قطعی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ اسے یہ عظیم نعمت کہاں سے ملی ہے، اور آئمہ اربعہ وغیرہ محققین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن نے جو فرمایا کہ ’’مقلد کا ایمان صحیح ہے‘‘ اس کا یہی معنی ہے، مقلد سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو استدلال کرنا، بحث کے اسلوب اور گفتگو کے مختلف طریقے نہ جانتا ہو، رہا وہ شخص جس نے اپنے سینے کو اس یقین کے ساتھ اپنی طرف سے کشادہ نہ کیا تو اس نے ویسے ہی کہا جیسے منافق اپنی قبر میں کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے نہیں معلوم، میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا تو ان سے سن کر میں بھی کہا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللّٰہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی تصدیق اس لئے کرے کہ مثلاً اس کا باپ اس بات کی تصدیق کرتا تھا اور وہ اپنے دل سے اللّٰہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہوئے تصدیق نہ کرے تو ایسے شخص کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اور تقلیدی ایمان کی نفی کرنے والوں کی بھی یہی مراد ہے۔[2]

1 ......فتاوی رضویہ، ۲۷/ ۶۴۴۔

2 ......المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد، الخاتمة فی بحث الایمان، ص۱۹۹-۲۰۰.

بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جواُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غوروفکر کریں۔

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود اَحکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اَقوال اور اَفعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کردیں۔[1]

حدیث پاک بھی حجت ہے

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی تفسیر ''اَلْجَامِعُ لِاَحْکَامِ الْقُرْاٰنْ'' کی ابتدا میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں موجود مُجمل چیزوں کو بیان کرنے، مشکل کی تفسیر کرنے اور کئی اِحتمال رکھنے والی چیزوں کی تحقیق کرنے کا منصب اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمایا تاکہ رسالت کی تبلیغ کے ساتھ آپ کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہوجائے اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد قرآنِ پاک کے معانی کو اَخذ کرنے اور قرآنِ پاک کے اصول کی طرف اشارہ کرنے کی خدمت علماء کے سپرد فرمائی تاکہ وہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں غوروفکر کرکے ان کی مراد جان جائیں، یوں علماء دیگر امتیوں سے ممتاز ہوگئے اور اِجتہاد کا ثواب ملنے کی خصوصیت بھی انہیں حاصل ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک اصل ہے اور حدیثِ پاک اس کا بیان ہے اور علماء کا اِستنباط اس کی وضاحت ہے۔[2] اس آیتِ کریمہ

1 ……قرطبی، النحل، تحت الآية: ٤٤، ٥/٧٩، الجزء العاشر.

2 ……قرطبی، خطبة المصنّف، ١/٢٤، الجزء الاوّل.

سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال اور اَفعال ہی کا تو نام ہے۔ اس کے علاوہ اور آیات بھی حدیثِ پاک کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کے علاوہ بکثرت آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانا جائے یہاں تک کہ واضح طور فرما دیا کہ

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اسی صورت ممکن ہے جب ان کے قول اور فعل کی پیروی کی جائے، اگر یوں نہ کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعثَت کا جو مقصد ہے وہی فوت ہو جائے گا۔ اور ارشاد فرمایا

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو حدیثِ پاک کو حجت مانے بغیر چارہ ہی نہیں کیونکہ قرآنِ پاک میں اسلام کے بنیادی اَحکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا اِجمالی بیان کیا گیا ہے، ان پر عمل اسی صورت ممکن ہے جب حدیث پاک پر عمل

(1) ......سورۂ جمعہ: ۲۔ (2) ......النساء: ٦٤۔ (3) ......حشر: ٧۔

کیا جائے کیونکہ ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان صرف اَحادیث میں ہے۔

﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ: اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔﴾ یعنی قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور ان میں موجود حقائق اور عبرت انگیز چیزوں پر مطلع ہوں اور اُن کاموں سے بچیں جن کی وجہ سے سابقہ امتیں عذاب میں مبتلا ہو گئیں۔ [1]

قرآنِ کریم میں غور وفکر اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں غور وفکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا قاری سے عالم باعمل افضل ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر اور اس میں بیان کئے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غور وفکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے تاکہ اسے قرآن کریم کی برکتیں اچھی طرح حاصل ہوں اور اس کے دل پر اگر گناہوں کی سیاہی غالب آ چکی ہو تو وہ بھی صاف ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ عرض کی گئی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس کی جِلا (یعنی صفائی) کس چیز سے ہو گی؟ ارشاد فرمایا ''کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے۔ [2]

حضرت ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں۔ (1) غور وفکر کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا، (2) بھوکا رہنا، (3) رات میں نوافل ادا کرنا، (4) سَحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا، (5) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ [3]

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

---

1 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیة: ٤٤، ٣/٢٦٨، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ٢/٣٥٢، الحدیث: ٢٠١٤.

3 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٤٤، ٥/٣٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو لوگ بُرے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا بری سازشیں کرنے والے اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿اَفَاَمِنَ: تو کیا بے خوف ہوگئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالٰی نے کفارِ مکہ کو چار طرح کے عذابوں سے ڈرایا ہے۔ (1) زمین میں دھنسا دیئے جانے سے۔ (2) آسمان سے عذاب نازل کر دینے سے۔ (3) ایسی آفات سے جو یکبارگی اس طرح آئیں کہ ان کی علامات اور دلائل انہیں معلوم نہ ہوں۔ (4) ایسی آفات سے جو تھوڑی تھوڑی آئیں یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی ہلاک ہو جائے۔[1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، انہیں ایذائیں پہنچانے کی کوشش میں رہتے ہیں اور چھپ چھپ کر فساد پھیلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا وہ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان سے اچانک عذاب نازل ہو جائے جیسے قومِ لوط پر ہوا تھا۔[2]

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو)'' سے بدر کا دن مراد ہے کیونکہ کفار کے بڑے بڑے سردار اس دن ہلاک کر دیئے گئے اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہلاکت کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔[3]

اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے کہ وہ تھکا نہیں سکتے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٤٥-٤٧، ٢١٢/٧-٢١٣.

2 ......روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٤٥، ٣٨/٥، بیضاوی، النحل، تحت الآیة: ٤٥، ٤٠٠/٣، ملتقطاً.

3 ......تفسیر قرطبی، النحل، تحت الآیة: ٤٥، ٧٩/٥، الجزء العاشر.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

﴿ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ: **یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے۔**﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سفر کی حالت میں ان پر عذاب نازل کر دے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے، اسی طرح سفر کے دوران بھی انہیں ہلاک کرنے پر قادر ہے، وہ کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔[1] **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کیا وہ اس بات سے ڈرتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن میں بلکہ ہر ایک حال میں ان کی پکڑ کرنے پر قادر ہے اور وہ فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر ہر طرح سے قادر ہے۔[2]

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہیں نقصان دیتے دیتے گرفتار کرلے کہ بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا انہیں آہستہ آہستہ نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑ لے تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

﴿ اَوْ یَاْخُذَهُمْ: **یا انہیں پکڑ لے۔**﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شروع سے ہی انہیں عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا بلکہ پہلے انہیں خوف میں مبتلا کرے گا پھر اس کے بعد انہیں عذاب میں گرفتار کر دے گا۔ خوف میں مبتلا کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو ہلاک کر دے گا تو اس کے قریب والے اس خوف میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کہیں ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ایک طویل عرصہ تک وہ اس خوف اور وحشت میں مبتلا رہیں گے، اس کے بعد ان پر عذاب نازل ہوگا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانوں اور مالوں کو تھوڑا تھوڑا کم کرتا رہے گا یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔[3]

﴿ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ: **تو بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحمت والا ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ چونکہ بہت مہربان

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٤٦، ٧/ ٢١٢.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٤٦، ٣/ ١٢٤.

3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٤٧، ٧/ ٢١٢-٢١٣.

اور رحمت والا ہے اس لئے وہ اکثر اُمور میں مہلت دے دیتا ہے اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔[1]

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں۔

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سایہ دار جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کا حال یہ ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت اُس کا سایہ دائیں طرف جھک جاتا ہے اور سورج غروب ہوتے وقت اس کا سایہ بائیں طرف جھک جاتا ہے اور سائے کا ایک سے دوسری طرف منتقل ہونا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں اپنی عاجزی، انکساری اور کمزوری کا اظہار کرنا ہے کیونکہ سایہ دائیں اور بائیں جھکنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور اسی کا اطاعت گزار ہے، اسی کے سامنے عاجز اور اسی کے آگے مسخر ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ظاہر ہے اور جب کفار سایہ دار چیزوں کا یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس میں غور وفکر کر کے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ سایہ وہ چیز ہے جس میں عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت نہیں رکھی گئی تو جب وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے اور صرف اسی کو سجدہ کر رہا ہے تو انسان جسے عقل، فہم اور سماعت کی صلاحیت دی گئی ہے اسے زیادہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور صرف اسی کے آگے سجدہ ریز ہو۔[2]

1 ……تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٤٧، ٢١٣/٧.

2 ……تفسیر سمرقندی، النحل، تحت الآیۃ: ٢٣٧/٢،٤٨، تاویلات اھل السنہ، النحل، تحت الآیۃ: ٤٨، ٨٩/٣-٩٠، ملتقطاً.

وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔

﴿وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔﴾ علماء فرماتے ہیں سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ **(1) سجدۂ عبادت،** جیسا کہ مسلمانوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے سجدہ۔ **(2) سجدہ بہ معنی اطاعت اور عاجزی،** جیسا کہ سایہ وغیرہ کا سجدہ۔ ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے، مسلمانوں اور فرشتوں کا سجدہ، سجدۂ عبادت ہے اور ان کے ماسوا کا سجدہ، سجدہ بہ معنی اطاعت اور عاجزی ہے۔ (1)

یاد رہے کہ یہاں سجدہ سے مراد اطاعت ہے نہ کہ اصطلاحی سجدہ، اور اگر باقاعدہ سجدہ ہی مراد ہو تو بھی حق ہے کہ کسی چیز کی حقیقت ہمیں معلوم نہ ہونا ہمارے علم کی کمی کی دلیل ہے، اس بات کی نہیں کہ وہ چیز ہی نہیں ہوسکتی جیسے آج کل کی لاکھوں سائنسی ایجادات سے پہلے لوگوں کو اِن چیزوں کا بالکل علم نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ چیزیں ہو ہی نہیں سکتی تھیں، یہی صورت سایوں کے سجدہ کرنے میں سمجھ لی جائے اور یہی جواب مخالفینِ اسلام کے سائنسی اعتبار سے اسلام کے خلاف اکثر اعتراضوں کا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت لازم ہو جائے گا۔ سجدۂ تلاوت کے چند احکام سورۂ اَعراف آیت نمبر **206** میں گزر چکے ہیں، مزید مسائل جاننے کے لئے

(1)......خازن، النحل، تحت الآية: ٤٩، ١٢٥/٣، تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ٤٩، ٢١٦/٧، ملتقطاً.

بہارِ شریعت حصہ 4 سے ''سجدۂ تلاوت کا بیان'' مطالعہ کیجئے۔

﴿وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ : اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے اور بنانے والے کے اطاعت گزار ہیں اور وہ کسی بات اور کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ [1] مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف فرشتے اور پیغمبر معصوم ہیں، ان کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة ع

السجدة ۱۲ ع ۱۰ ۳ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴿یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ : وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو پورا کیا اور ممنوعہ کاموں سے باز رہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مُکَلَّف ہیں۔ [2]

وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے فرمادیا: دو معبود نہ ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۴۹، ۲۱۷/۷.

2 ......مدارک، النحل، تحت الآیة: ۵۰، ص۵۹۷، صاوی، النحل، تحت الآیة: ۵۰، ۱۰۷۱/۳، ملتقطاً.

﴿وَقَالَ اللّٰهُ: اور اللہ نے فرمادیا۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ آسمان وزمین کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرنے والی، اس کے حکم کی اطاعت کرنے والی اور اسی کی عبادت کرنے والی ہے اور سب اس کی ملکیت میں اور اسی کی قدرت وتَصَرُّف کے تحت ہیں جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک سے اور دو خدا ٹھہرانے سے ممانعت فرمائی ہے۔[1]

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًاؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور فرمانبرداری (کا حق) ہمیشہ اسی کیلئے ہے۔ تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟

﴿وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان میں سے کسی چیز میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے انہیں پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ان کی زندگی اور موت ہے اور ہمیشہ کے لئے اطاعت وفرمانبرداری کا وہی مستحق ہے، تو اے لوگو! کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور سے خوف کھاؤ گے اور اس بات سے ڈرو گے کہ اگر تم نے صرف اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کی تو وہ تم سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چھین نہ لے۔[2] یاد رہے کہ فرمانبرداری کا حق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنا، والدین کی اطاعت کرنا اور اُولِی الْاَمْر کی اطاعت کرنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔[3]

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٥١، ١٢٦/٣.

2 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ٥٢، ٥٩٥/٧-٥٩٦.

3 ......صاوى، النحل، تحت الآية: ٥٢، ١٠٧٢/٣.

حقیقی خوف صرف اللہ تعالٰی کا ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی اطاعت وفرمانبرداری کے سلسلے میں دنیا کی نعمتیں، سہولتیں اور آسائشیں چھن جانے کا خوف نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس معاملے میں صرف اس رب تعالٰی سے ڈرنا چاہئے جس کے دستِ قدرت میں سب نعمتیں ہیں اور جو تمام نعمتوں کا حقیقی مالک ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کے اَحکام پر عمل کرنے میں اپنی دنیوی ترقی نہ ہونے، معاشی خوشحالی نہ آنے اور نفسانی خواہشات پوری نہ ہونے کا خوف کھاتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرنے اور داڑھی رکھنے سے دنیا میں شہرت اور اچھی جگہ نوکری نہ ملے گی اور نہ ہی کوئی مالدار گھرانے والا انہیں رشتہ دینے کو تیار ہوگا، یونہی اگر وہ سودی کاروبار اور رشوت کا لین دین نہ کریں اور کاروبار میں جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ اور خیانت سے کام نہ لیں تو وہ معاشی طور پر انتہائی پستی کا شکار ہو جائیں گے، اسی طرح اگر وہ نیک صورت مسلمان نظر آئیں گے تو دنیا کی رنگین اور عیش وعشرت سے لبریز پارٹیوں سے لطف اندوز کس طرح ہوں گے اور عیش ونشاط کے مزے کس طرح لوٹیں گے۔ اے کاش! یہ لوگ ان چیزوں سے خوف کھانے اور ڈرنے کی بجائے اللہ تعالٰی کا خوف رکھتے، اسی سے ڈرتے اور اسی کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی انتہائی قلیل دنیوی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے تو آخرت میں ایسی عظیم اور دائمی نعمتیں پاتے جن کے آگے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترین نعمتوں کی ذرہ بھر بھی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔ (1)

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف پناہ لیتے ہو۔

1 ...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھنے سے متعلق مزید ترغیب پانے کے لئے کتاب ''خوفِ خدا'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ : **اور تمہارے پاس جو نعمت ہے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرے جبکہ ان آیات میں بیان فرمایا کہ عقلمند پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا شکر نہ کرے کیونکہ شکر نعمت کے بدلے میں ہوتا ہے اور انسان کو جو نعمت بھی ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ [1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تمہارے بدنوں میں جو عافیت، صحت اور سلامتی ہے اور تمہارے مالوں میں جو نشوونُما ہو رہی ہے، تمہارے پاس یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی اور کی طرف سے نہیں کیونکہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں اور جب تمہارے بدن کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں کوئی عارضہ لاحق ہوتا ہے اور تمہاری عیش و عشرت میں کمی واقع ہوتی ہے تو تم صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہو اور اسی سے مدد طلب کرتے ہو تا کہ وہ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ [2]

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو کہ عنقریب جان جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو اس وقت تم میں ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ تا کہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ فائدہ اٹھا لو تو عنقریب تم جان جاؤ گے۔

﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ : **پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے۔**﴾ یعنی پھر جب اللہ تعالیٰ تمہاری بدنی بیماریاں دور کر کے تمہیں عافیت عطا کر دے، تمہاری معاشی پریشانی ختم کر دے اور تم پر آنے والی مصیبتیں ٹال دے تو تم میں سے ایک گروہ اپنی عبادت میں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے، بتوں کی عبادت میں مشغول ہونے کے ساتھ بتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا نہیں کرتا جس نے ان کی مشکلات

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۵۳، ۷/۲۲۱.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۵۳، ۷/۵۹۷.

دور کر کے انہیں آسانیاں عطا کیں۔ [1]

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ: تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگوں نے مصیبت دور کرنے میں بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور شریک ٹھہرانے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اِن نعمتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کر دیں۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے کہ جب ان کے مرض کی تکلیف بڑھتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہیں اور اس تکلیف کے دور ہونے کی دعائیں مانگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف دور فرما دے تو وہ یوں کہنے لگتے ہیں کہ فلاں دوائی سے یا فلاں ڈاکٹر کے علاج سے میری یہ تکلیف دور ہوئی، یونہی جب زلزلہ، طوفان یا سیلاب وغیرہ کی مصیبت آتی ہے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کرتے ہیں، روتے اور گڑگڑاتے ہیں لیکن جب زلزلے، طوفان یا سیلاب وغیرہ کا سلسلہ ختم ہو جائے تو دوبارہ انہی کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں جن میں پہلے سے مصروف تھے۔ لوگوں کی اسی حالت کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمائی ہے۔ [2] اگرچہ طبیب یا دوا کی طرف شفا کی نسبت کرنا گناہ نہیں لیکن صرف انہی پر بھروسہ رکھنا اور شفا وصحت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت شمار کرنے اور اس پر شکر ادا کرنے کا اصلاً نہ سوچنا ضرور غلط ہے۔

مَصائب و آلام کے وقت لوگوں کا حال اور بعد کی صورتِ حال

امام رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے کلام کو سامنے رکھتے ہوئے فی زمانہ بھی اگر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو شاید لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نظر نہ آئے جو بیماری، تکلیف اور پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگتا ہو، دوسروں کو دعاؤں کے لئے نہ کہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اپنی مشکلات کے حل کے لئے دعائیں نہ کرواتا ہو، یونہی ایسی حالت میں اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ نہ کرتا ہو اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے کنارہ کش ہونے کے ارادے نہ کرتا ہو، لیکن جب یہ مصائب و آلام ختم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی بجائے اپنی گناہوں کی سابقہ سڑک پر پہلے سے بھی تیز دوڑنا شروع کر دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے مشاہدے میں ہے کہ بہت مرتبہ زلزلے، طوفان اور سیلاب کی وجہ سے لوگوں کا حال یہ ہوا کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنی عافیت وسلامتی کی دعائیں مانگنے میں مصروف ہو گئے اور وقتی طور پر نماز، روزہ اور ذکر و درود میں مشغول ہو

---

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ٥٤، ٧/٥٩٨.

2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٥٥، ٧/٢٢٢-٢٢٣، ملخصاً.

گئے، لیکن یہ آفات ختم ہو جانے کے بعد اب ان کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

﴿فَتَمَتَّعُوْا: تو فائدہ اٹھالو۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جن کے اوصاف مذکورہ بالا آیات میں بیان ہوئے، اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں اپنی مدت پوری ہونے تک فائدہ اٹھالو اور جب تم اپنی زندگی کا وقت پورا کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملو گے تو اس وقت اپنے کئے ہوئے اعمال کا وبال جان جاؤ گے اور اپنے برے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔ اس وقت تمہیں ندامت تو بہت ہو گی لیکن وہ ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ (1)

وَ یَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـٴَـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ(۵۶) وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗۙ وَ لَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انجانی چیزوں کے لیے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں خدا کی قسم تم سے ضرور سوال ہونا ہے جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لیے جو اپنا جی چاہتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کافر) ہماری دی ہوئی روزی میں سے انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم جھوٹ باندھتے تھے۔ اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ (مانتے ہیں) جو اپنا جی چاہتا ہے۔

﴿وَ یَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا: اور (کافر) انجانی چیزوں کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے جو فصلیں اور مویشی عطا فرمائے وہ اِن میں سے اُن بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ معبود کہتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں گے حالانکہ بتوں میں یہ اَوصاف موجود ہی نہیں کیونکہ وہ تو پتھر ہیں، نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت کہاں سے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! اے لوگو! تم سے اُس کے بارے

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۵۵، ۷/ ۵۹۸.

میں ضرور پوچھا جائے گا جو تم بتوں کو معبود، تقرب کے لائق اور بت پرستی کو خدا کا حکم بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔[1]

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ: اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں جیسے بنوخزاعہ اور کنانہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی شان میں ایسا کہنا بہت بے ادبی اور کفر ہے۔ ان کافروں میں کفر کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے جو مُطلقاً اولاد سے مُنَزَّہ اور پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ثابت کرنا ہی عیب لگانا ہے، اس کے لئے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور عار کا سبب جانتے ہیں۔[2]

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی بُرائی کے سبب کیا اسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد

---

1 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ٥٦، ص ٢٢٠، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٥٦، ص٥٩٨-٥٩٩، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ٥٧، ٣/١٠٧٣، ملخصاً.

والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دے رہے ہیں جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم ، پریشانی اور پسند نہ ہونے کی وجہ سے سارا دن اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب مشرکین اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ بیٹی ان کی طرف منسوب ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بیٹی کی نسبت کرنے کو انہوں نے کیسے پسند کرلیا۔ (1)

لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے ، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے ، مبارک باد ملنے پر جھینپ جانے ، مبارک باد دینے والے کو باتیں سنا دینے ، بیٹی کی ولادت کی خوشی میں مٹھائی بانٹنے میں عار محسوس کرنے ، صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم وستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا عام ہے، حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کرنے کی بہت فضیلت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے، وہ آ کر کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی نازل ہو، پھر اس بیٹی کا اپنے پروں سے اِحاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ''ایک کمزور لڑکی ایک کمزور عورت سے پیدا ہوئی ہے، جو اس کی کفالت کرے گا تو قیامت کے دن اس کی مدد کی جائے گی۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (3)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا کرے اور جس طرح وہ بیٹا پیدا ہونے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اسی طرح بیٹی پیدا ہونے پر بھی خوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ: لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ جب کسی شخص کی بیوی کے ہاں زچگی کے آثار ظاہر ہوتے تو وہ شخص بچہ پیدا ہو جانے تک اپنی قوم سے چھپا رہتا، پھر اگر اسے معلوم ہوتا

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۵۸، ۳/۱۲۷، ملخصاً.

2 ......معجم الصغیر، باب الالف، من اسمہ: احمد، ص ۳۰، الجزء الاول.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ۴/۴۳۵، الحدیث: ۵۱۴۶.

کہ بیٹا پیدا ہوا ہے تو وہ خوش ہوجاتا اور اپنی قوم کے سامنے آجاتا اور جب اسے پتا چلتا کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ غمزدہ ہوجاتا اور شرم کے مارے کئی دنوں تک لوگوں کے سامنے نہ آتا اور اس دوران غور کرتا رہتا کہ اس بیٹی کے ساتھ وہ کیا کرے؟ آیا ذلت برداشت کر کے اس بیٹی کو اپنے پاس رکھے یا اسے زندہ درگور کردے جیسا کہ مُضَر، خُزاعہ اور تمیم قبیلے کے کئی لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔[1]

زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں سے متعلق کفار کا دستور اور اسلام کا کارنامہ

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’زمانۂ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے اپنی بیٹیوں کو قتل کردیتے تھے، ان میں سے بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کردیتے حتّٰی کہ وہ مر جاتی، اور بعض اسے پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے، بعض اسے غرق کردیتے اور بعض اسے ذبح کردیتے تھے، ان کا بیٹیوں کو قتل کرنا بعض اوقات غیرت اور حَمِیَّت کی وجہ سے ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر و فاقہ اور نان نفقہ لازم ہونے کے خوف سے وہ ایسا کرتے تھے۔[2] یہ اسلام ہی کا کارنامہ ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اسے عزت و وقار سے نوازا۔ زندہ درگور ہونے والی کو جینے کا حق دیا اور اس کی پوری زندگی کے حقوق کی ایک فہرست بیان فرما دی، اس کے باوجود اگر کوئی جاہل اسلام کی تعلیمات کو عورتوں کے حقوق کے مخالف سمجھتا ہے تو اسے اپنی جہالت اور دماغ کی خرابی کا علاج کرنے کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

﴿ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ : خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں۔﴾ یعنی ان مشرکین نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کتنا برا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں جو اپنے لئے انہیں انتہائی ناگوار ہیں اور یونہی یہ بات کتنی بری ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں بتوں کو اللّٰہ تعالٰی کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور جس رب عَزَّوَجَلَّ نے انہیں پیدا کیا اور ان پر احسانات فرمائے ہیں اسے چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔[3]

لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۳/۱۲۷-۱۲۸، ملخصاً.
2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/۲۲۶، ملخصاً.
3 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۵۹، ۷/۶۰۰.

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾

ع ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا بُرا حال ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر گرفت کرتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہیں چھوڑتا لیکن انہیں ایک ٹھہرائے وعدے تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے بری حالت ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کی مدت آجائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑ لیتا۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے بہت بڑے کفر اور برے اَقوال کا بیان فرمایا جبکہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں پر جلدی عذاب نازل نہ فرما کر انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ اس کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کا اظہار ہو۔[1] چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیتا اور عذاب میں جلدی فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا بلکہ سب کو ہلاک کر دیتا۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین پر چلنے والے سے کافر مراد ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** یعنی بیشک جانوروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔

بعض مفسرین نے فرمایا ''آیت کے معنی یہ ہیں کہ روئے زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہیں چھوڑتا جیسا کہ

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ٦١، ٢٢٧/٧.

2 ......انفال:٥٥.

حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں جو کوئی زمین پر تھا اُن سب کو ہلاک کر دیا، صرف وہی باقی رہے جو زمین پر نہ تھے بلکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کشتی میں تھے۔ اس آیت کے معنی میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ان کے ظالم باپ دادا کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیتا تو اُن کی نسلیں منقطع ہو جاتیں اور زمین میں کوئی باقی نہ رہتا۔'' [1]

﴿ وَلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ظلم پر پکڑ نہیں فرماتا بلکہ اپنے فضل و کرم اور حلم کی وجہ سے انہیں زندگی کا وقت پورا ہونے تک یا قیامت آنے تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کی مقررہ مدت آجائے گی تو وہ اس مدت سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی آگے بڑھیں گے۔ [2]

وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا یَكْرَهُوْنَ وَ تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰىؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو اپنے لیے ناگوار ہے اور ان کی زبانیں جھوٹوں کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے تو آپ ہی ہوا کہ ان کے لیے آگ ہے اور وہ حد سے گزارے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے۔ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ (جہنمیوں کے) آگے آگے جانے والے ہوں گے۔

﴿ وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ : اور اللہ کے لیے وہ قرار دیتے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے لئے بیٹیاں بھی ناپسند کرتے ہیں اور یہ بات بھی کہ ان کی ملکیت میں کوئی دوسرا ان کا شریک بنے لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے انہی چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یونہی اللہ تعالیٰ کے لئے ناقص مال علیحدہ کرتے ہیں اور بتوں کے لئے اعلیٰ مال جدا کرتے ہیں اور اس کے باوجود بھی اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) سچے ہوں اور مخلوق مرنے کے بعد پھر اُٹھائی جائے تو جنت ہمیں ہی ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ان کی جھوٹی

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٦١، ١٢٨/٣، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٦١، ١٢٨/٣، ملخصاً.

بات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں ان کے لئے آگ ہے اور یہ کہ وہ جہنمیوں کے آگے آگے جانے والے ہوں گے اور جہنم ہی میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔[1]

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِیُّهُمُ الْیَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے کوتک ان کی آنکھوں میں بھلے کر دکھائے تو آج وہی ان کا رفیق ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی قسم! ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے لوگوں کیلئے ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیا تو آج وہی ان کا ساتھی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿تَاللّٰهِ: اللہ کی قسم!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم بیان کر کے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے سابقہ امتوں کی طرف جتنے رسول بھیجے، انہوں نے بھی آپ کی طرح اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی، صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کا کہا اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا جبکہ شیطان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرنے اور بتوں کی عبادت پر قائم رہنے کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو رد کر دیا تو دنیا (یا آخرت) میں شیطان ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ نہایت برا ساتھی ہے۔ قیامت کے دن جب یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اس وقت شیطان کی مدد انہیں کوئی نفع نہ دے گی بلکہ اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔[2]

---

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٦٢، ص٥٩٩، خازن، النحل، تحت الآية: ٦٢، ١٢٩/٣، صاوی، النحل، تحت الآية: ٦٢، ١٠٧٥/٣، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآية: ٦٣، ٦٠٥/٧.

اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی

ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دے رہا ہے کہ (صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم نے ہی آپ کو نہیں جھٹلایا بلکہ) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی ان کی امتوں نے جھٹلایا تھا۔[1]

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کردو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کردو جس میں انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴾وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کیلئے اُمورِ دین سے وہ بات واضح کردیں جس میں انہیں اختلاف ہے جیسے توحید، عبادات اور معاملات کے اَحکام وغیرہ، یوں آپ کے بیان کے ذریعے ان پر حجت قائم ہوجائے اور ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے کیونکہ ایمان والے ہی اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔[2]

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ٦٣، ٥/٨٧، الجزء العاشر.

2 ......تفسیر قرطبی، النحل، تحت الآیة: ٦٤، ٥/٨٨، الجزء العاشر، جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ٦٤، ٣/١٠٧٦، ملتقطاً.

قرآن کریم کے اَحکام اور حقائق بیان کرنے کا منصب

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عام لوگوں کے سامنے قرآنِ کریم کے اَحکام کو بیان کرنے اور خاص لوگوں کے سامنے قرآنِ مجید کے حقائق کو بیان کرنے کا منصب اصلاً نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے زمانہ درزمانہ ان کے وارثوں کا ہے چنانچہ علماءِ ظاہر واضح بیان کے ساتھ لوگوں کے ان اختلافات کا تَصفِیَہ کرتے ہیں جو ان کے ظاہر کے ساتھ متعلق ہیں اور علماءِ باطن صحیح کشف کے ساتھ لوگوں کے ان اختلافات کو دور کرتے ہیں جن کا تعلق ان کے باطن کے ساتھ ہے، ان میں سے ہر ایک کا مَشرب ہے اور اسے تھامنے والا نامراد نہیں ہوتا، یہ دین کے ستون اور مسلمانوں کے سلطان ہیں۔ (1)

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین کو زندہ کردیا اس کے مرے پیچھے بیشک اس میں نشانی ہے ان کو جو کان رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کردیا۔ بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس آیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پھر اپنی نعمتوں اور قدرت کے کمال کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آسمان سے پانی اتارا تو اس کے ذریعے زمین کو خشک اور بے سبزہ ہونے کے بعد سرسبزی و شادابی بخش کر زندہ کردیا۔ یہ سب اللہ تعالٰی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے لیکن اس بات کو سمجھنا ان لوگوں کا کام ہے جو دل سے سنتے ہیں اور سن کر سمجھتے اور غور کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے

(1) ......روح البيان، النحل، تحت الآية: ٦٤، ٥/٤٧.

ہیں کہ جو قادر برحق زمین کو اس کی موت یعنی نَشو ونَما کی قوت فنا ہو جانے کے بعد پھر زندگی دیتا ہے وہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بے شک زندہ کرنے پر قادر ہے۔[1]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةًؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىٕغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارے لیے مویشیوں میں غور وفکر کی باتیں ہیں (وہ یہ کہ) ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے۔

﴾وَ اِنَّ لَكُمْ: اور بیشک تمہارے لیے۔﴿ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتّٰی کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں بھی غور کرو تو تمہیں غور وفکر کرنے کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر تمہیں آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ تم غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ حیوان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ دودھ میں نہ خون کی رنگت کا شائبہ ہوتا ہے نہ گوبر کی بو کا، نہایت صاف اور لطیف برآمد ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی عجیب کاریگری کا اِظہار ہے۔[2]

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ٦٥، ٥/٨٨، الجزء العاشر، جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ٦٥، ٣/١٠٧٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٦٦، ٣/١٢٩-١٣٠، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٦٦، ص ٦٠٠، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ٦٦، ص ٥١٠، ملتقطاً۔**

کفار کے شُبہات کا ازالہ

صدرُالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’(اس سے) اوپر (والی آیت میں) مسئلۂ بعث کا بیان ہو چکا ہے یعنی مُردوں کو زندہ کئے جانے کا، کفار اس کے منکر تھے اور انہیں اس میں دو شُبہے درپیش تھے، ایک تو یہ کہ جو چیز فاسد ہوگئی اور اس کی حیات جاتی رہی اس میں دوبارہ پھر زندگی کس طرح لوٹے گی؟ اس شبہ کا ازالہ تو اس سے پہلی آیت میں فرما دیا گیا کہ تم دیکھتے رہتے ہو کہ ہم مردہ زمین کو خشک ہونے کے بعد آسمان سے پانی برسا کر حیات عطا فرمادیا کرتے ہیں تو قدرت کا یہ فیض دیکھنے کے بعد کسی مخلوق کا مرنے کے بعد زندہ ہونا ایسے قادرِ مُطْلَق کی قدرت سے بعید نہیں ۔ دوسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جب آدمی مرگیا اور اس کے جسم کے اَجزا مُنْتَشِر ہوگئے اور خاک میں مل گئے ، وہ اجزاء کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے اُن کو کس طرح ممتاز کیا جائے گا؟ اِس آیتِ کریمہ میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے وہ شبہ بالکل نیست ونابود ہو جاتا ہے کہ قدرتِ الٰہی کی یہ شان تو روزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزاء میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کے قرب وجوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا، اُس حکیم برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزاء کو منتشر ہونے کے بعد پھر مُجْتَمَع (یعنی جمع) فرمادے۔ [1] صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اے انسان! جیسے تیرے رب نے تجھے خالص دودھ پلایا جس میں گوبر، خون کی بال بھر آمیزش نہیں ہے تو تو بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خالص عبادت پیش کر جس میں ریا وغیرہ کی آمیزش نہ ہو۔ [2]

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق بیشک اس میں نشانی ہے

1 ...... خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۶، ص۵۱۰-۵۱۱۔

2 ...... نور العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۶، ص۴۳۷، ملخصاً۔

عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کوئی پھل وہ ہے کہ اس سے تم نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ: اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے۔﴾ اس آیت میں رزقِ الٰہی کے کچھ دوسرے خزانوں کا بیان کیا گیا جنہیں ان کی اصل حالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی محنت کے بعد والی حالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تم جو کھجور اور انگور کے بعض پھلوں کے رس سے نبیذ بنا کر پیتے ہو اور اچھا رزق یعنی چھوہارے، کشمش، سرکہ اور مُنَقّیٰ بناتے ہو اس میں بھی تمہارے لئے غور وفکر کا مقام ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عظیم نعمت ہے اور یہی اللہ کریم کی عظمت وشانِ تخلیق کی بھی دلیل ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی ہر کام کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

وَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھتوں میں گھر بناؤ۔ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے (بنائے ہوئے) نرم و آسان راستوں پر چلتی رہو۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی رنگ برنگی چیز نکلتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ : اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف وشفاف دودھ نکالنے، کھجور اور انگور کے پھلوں سے نبیذ اور اچھا رزق نکالنے کا ذکر فرمایا جبکہ ان آیات میں مکھی سے شہد نکالنے کا ذکر فرمایا جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قدرت اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ (1)

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بعض پہاڑوں، درختوں اور چھتوں میں گھر بنائے، پھر میٹھے، کڑوے، پھیکے ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں میں سے کھائے اور ان کی تلاش میں اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم و آسان راستوں پر چلتی رہے جن کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے اِلہام کیا گیا ہے حتّٰی کہ اسے ان راستوں پر چلنا پھرنا دشوار نہیں اور وہ کتنی ہی دور نکل جائے راستہ نہیں بھٹکتی اور اپنے مقام پر واپس آ جاتی ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز یعنی شہد سفید، زرد اور سُرخ رنگوں میں نکلتا ہے، اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے اور یہ نافع ترین دواؤں میں سے ہے اور بکثرت معجونوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر نشانی ہے کہ اُس نے ایک کمزور اور ناتوان مکھی کو ایسی زِیرکی و دانائی عطا فرمائی اور ایسی پیچیدہ صَنعتیں مَرحمت کیں، وہ پاک ہے اور اپنی ذات و صفات میں شریک سے مُنَزَّہ ہے، اس سے غور و فکر کرنے والوں کو اس پر بھی تنبیہ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک ادنیٰ ضعیف سی مکھی کو یہ صفت عطا فرماتا ہے کہ وہ مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں سے ایسے لطیف (ملائم) اجزا حاصل کرے جن سے نفیس شہد بنے جو نہایت خوشگوار ہو، طاہر و پاکیزہ ہو، فاسد ہونے اور سڑنے کی اس میں قابلیت نہ ہو تو جو قادر حکیم ایک مکھی کو اس (شہد) کے مادے جمع کرنے کی قدرت دیتا ہے وہ اگر مرے ہوئے انسان کے مُنْتَشر اَجزا کو جمع کر دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے، مرنے کے

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ٦٨، ٣/١٠٧٧.

بعد زندہ کئے جانے کو محال سمجھنے والے کس قدر احمق ہیں۔ [1]

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ﳚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــٴًـاؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۠(۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بیشک اللہ سب کچھ جانتا سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ جاننے والا، بہت قدرت والا ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ : اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے عجیب وغریب اَفعال ذکر فرما کر اپنے خالق اور قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی قدرت کے وہ آثار ظاہر فرمائے جو خود لوگوں میں اور اُن کے اَحوال میں نمایاں ہیں۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے، کیسی عجیب قدرت ہے، پھر وہ اس وقت تمہاری جان قبض کرے گا اور تمہیں زندگی کے بعد موت دے گا جب تمہاری وہ مدت پوری ہو جائے جو اس نے مقرر فرمائی ہے، چاہے بچپن میں پوری ہو یا جوانی میں یا بڑھاپے میں، اور تم میں کوئی سب سے گھٹیا عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے جس کا زمانہ انسانی عمر کے مَراتب میں ساٹھ سال کے بعد آتا ہے کیونکہ اس وقت اعضا اور حواس سب ناکارہ ہونے کے قریب ہوتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہو جائے۔ ان تَغَیُّرات میں قدرتِ الٰہی کے کیسے عجائبات مشاہدے میں آتے ہیں۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

[1] ......مدارك، النحل، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ص ٦٠١، جلالين مع صاوى، النحل، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٣/١٠٧٧-١٠٧٨، خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۶۹، ص ۵۱۱، ملتقطاً۔

فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک پڑھا وہ اس اَرْذَلِ عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہو جائے۔(1)

نکمے پن کی عمر سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یوں دعا مانگا کرتے تھے ’’اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ‘‘یعنی (اے اللہ!) میں بخل سے، سستی سے، نکمے پن کی عمر سے، قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنے سے، زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔(2) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں بھی ان تمام چیزوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں برابر نہ ہو جائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟

﴿وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ: اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے۔﴾

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٧٠، ٣/١٣٣، ملخصاً.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة النحل، باب ومنکم من یردّ الی ارذل العمر، ٣/٢٥٧، الحدیث: ٤٧٠٧.

اس آیت میں بڑے نفیس اور دلنشین انداز میں بت پرستی کا رد کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے ، تو تم میں کوئی غنی ہے کوئی فقیر، کوئی مالدار ہے کوئی نادار، کوئی مالک ہے اور کوئی مملوک، تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیتے کہ کہیں وہ اس رزق میں ان کے برابر نہ ہو جائیں اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں اور اس کے مملوکوں کو اس کا شریک ٹھہرانا کس طرح گوارا کرتے ہو؟[1]

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَۙ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے منکر ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ باطل ہی پر یقین کرتے ہیں؟ اور اللہ کے فضل ہی کے منکر ہوتے ہیں؟

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا : اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں تا کہ تم ان سے اُنْسِیَّت حاصل کرو اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے، نواسے پیدا کیے جو ضرورت کے وقت تمہاری مدد کرتے ہیں اور

[1] ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/۱۰۷۹-۱۰۸۰، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۷۱، ۳/۱۳۳-۱۳۴، ملتقطاً.

اللہ تعالٰی نے تمہیں ستھری چیزوں یعنی طرح طرح کے غلوں، پھلوں اور کھانے پینے کی چیزوں سے روزی دی تو کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان نعمتوں کے باوجود شرک اور بت پرستی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔(1)

اللہ تعالٰی کے فضل ونعمت سے کیا مراد ہے؟

علامہ احمد بن محمود نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آیت میں اللہ تعالٰی کے فضل ونعمت سے مراد سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہے یا اس سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو اللہ تعالٰی نے ان کے لئے حلال کیں۔(2)

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے نہ کچھ کرسکتے ہیں۔ تو اللہ کے لیے مانند نہ ٹھہراؤ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ کچھ کرسکتے ہیں۔ تو تم اللہ کے لیے مثل نہ ٹھہراؤ، بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالٰی نے اپنی وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف چیزیں بیان فرمائیں اور اس آیت میں اللہ تعالٰی نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کا رد فرمایا ہے۔(3) چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اللہ تعالٰی کے سوا ایسے بتوں

1 ......روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ٧٢، ٥/٥٨، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ٧٢، ٣/١٣٤، ملتقطاً.

2 ......مدارک، النحل، تحت الآیۃ: ٧٢، ص٦٠٢.

3 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ٧٣، ٧/٢٤٥.

کی عبادت کررہے ہیں جوانہیں آسمان سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیونکہ وہ زمین کی خشکی دور کر کے اس میں شادابی لانے کیلئے آسمانوں سے ایک قطرہ پانی تک نازل کرنے پر قادر نہیں اور نہ ہی وہ زمین سے کچھ روزی دینے کا اختیار رکھتے ہیں کیونکہ زمین سے نباتات اور پھل نکالنے پر انہیں کوئی قدرت حاصل نہیں اور نہ ہی ان کے بت زمین وآسمان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں بلکہ زمین آسمان اوران میں موجود ہر چیز کا (حقیقی) مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے اورتم یہ بات نہیں جانتے۔[1]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر کیا وہ برابر ہو جائیں گے سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی جو خود کسی کی ملکیت میں ہے، وہ کسی شے پر قادر نہیں اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرما رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، کیا وہ سب برابر ہو جائیں گے؟ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا: اللہ نے ایک بندے کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کی مثال بیان فرما کر شرک کا رد فرمایا ہے۔اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایسا ہے جو خود کسی کی ملکیت میں ہے اور وہ مالک نہ

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٧٣-٧٤، ٧/ ٦٢٠-٦٢١، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٧٣، ص٦٠٢-٦٠٣، ملتقطاً.

ہونے کی وجہ سے کسی چیز پر قادر نہیں، جبکہ ایک شخص ایسا ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمارکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے، جیسے چاہتا ہے اس میں تَصَرُّف کرتا ہے تو پہلا شخص عاجز ہے، مملوک اور غلام ہے جبکہ دوسرا شخص آزاد، مالک اور صاحبِ مال ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے قدرت واختیار بھی رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہوجائیں گے؟ ہرگز نہیں، تو جب غلام اور آزاد شخص برابر نہیں ہوسکتے حالانکہ یہ دونوں اللّٰہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو خالق، مالک اور قادر رب تعالیٰ کے ساتھ قدرت واختیار نہ رکھنے والے بت کیسے شریک ہوسکتے ہیں اور ان کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا مثل قرار دینا کیسا بڑا ظلم اور جہل ہے۔ (1)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍؕ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَۙ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۠ (۷۶)

ع ۱۰ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مرد ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہوجائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے، (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا وہ اور دوسرا وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر بھی ہے کیا دونوں برابر ہیں؟

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ: اور اللّٰہ نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ نہ وہ

1 ……جلالین، النحل، تحت الآیة: ۷۵، ص۲۲۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۵۹-۶۰، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۷۵، ص۵۱۳، ملتقطاً۔**

اپنی کسی سے کہہ سکتا اور نہ دوسرے کی سمجھ سکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر صرف بوجھ ہے، اس کا آقا اسے جہاں بھی کسی کام کے لئے بھیجتا ہے تو وہ اس کا کوئی کام کر کے نہیں آتا۔ یہ مثال کافر کی ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے حواس سلامت ہیں، بھلائی اور دیانت داری کی وجہ سے بہت فائدہ مند ہے، وہ لوگوں کو عدل کا حکم کرتا ہے اور اس کی سیرت بھی اچھی ہے، یہ مثال مومن کی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کافر ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح اس مسلمان کی مثل نہیں ہوسکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تشبیہ دی گئی اور انصاف کا حکم دینے میں شانِ الٰہی کا بیان ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے۔ کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت۔ (1)

وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور قیامت کا معاملہ صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کے لیے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی کے علم اور قدرت کے کمال کا بیان ہے۔ **علم کے کمال کا بیان** آیت کے اس حصے میں ہے ''**وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ**''، یعنی اللہ تعالٰی ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے اور اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد قیامت کا علم ہے۔ **قدرت کے کمال کا بیان** آیت کے اس حصے میں ہے ''**وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ**

(1) ……جلالین، النحل، تحت الآیة: ٧٦، ص٢٢٣، مدارك، النحل، تحت الآیة: ٧٦، ص٦٠٣، خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ٧٦، ص٥١٣، ملتقطاً۔

الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ ''یعنی قیامت قائم کرنے کا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں صرف ایک پلک جھپکنے کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ پلک مارنا بھی زمانہ چاہتا ہے جس میں پلک کی حرکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ہونا چاہے وہ کُن فرماتے ہی ہو جاتی ہے۔ (1)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـاۙ-وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَۙ-لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر دلالت کرنے والے مزید مَظاہر بیان فرمائے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اپنی پیدائش کی ابتداء اور اوّل فِطرت میں علم و معرفت سے خالی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، یہ حواس اس لئے عطا کیے تا کہ تم ان سے اپنا پیدائشی جہل دور کرو اور تم شکر گزار بنو، علم و عمل سے فیض یاب ہو جاؤ اور یہ حواس اس لئے عطا کئے تا کہ تم نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر بجالاؤ اور اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں کے حقوق ادا کرو۔ (2) لہٰذا ہر عضو کا ''شکر'' یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگایا جائے اور ناشکری یہ ہے کہ اس عضو کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے۔

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۷۷، ۷/۲۴۹-۲۵۰، خازن، النحل، تحت الآیة: ۷۷، ۳/۱۳۶، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآیة: ۷۸، ص۶۰۴، خازن، النحل، تحت الآیة: ۷۸، ۳/۱۳۶، ملتقطاً.

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا خدا کے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی پرواز سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں ہوا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی گرنے سے نہیں روکتا حالانکہ بھاری جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے گرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پرندوں میں یہی نظام بنایا ہوا ہے۔ اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایسا پیدا کیا کہ وہ ہوا میں پرواز کر سکتے ہیں اور اپنے بھاری جسم کی طبیعت کے برخلاف ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں، گرتے نہیں اور ہوا کو ایسا پیدا کیا کہ اس میں اُن کی پرواز ممکن ہے۔ ایماندار اس میں غور کر کے قدرتِ الٰہی کا اعتراف کرتے ہیں۔ (1)

ہوائی جہاز کی پرواز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال

اس آیت میں پرندوں کی پرواز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال کیا گیا ہے اور اگر لوگ چاہیں تو فی زمانہ پرندوں سے کہیں بڑی اور ان سے انتہائی وزنی چیز ہوائی جہاز کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل، سمجھ اور قدرت دی کہ اس نے ایسی چیز بنا لی جو ٹنوں کے حساب سے وزنی ہے اور

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ۷/۲۵۲، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ص۲۲۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۷۹، ۵/۶۴، ملتقطاً.

بڑی اتنی ہے کہ سینکڑوں انسانوں کو اپنے اندر سمو لیتی ہے اور پھر اپنے وزن، سینکڑوں انسانوں اور ان کے ساز و سامان کے وزن کے ساتھ گھنٹوں ہوا میں پرواز بھی کر لیتی ہے اور اس کا یہ پرواز کرنا بظاہر اگرچہ مشینی آلات کی وجہ سے ہے لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کے اثر سے ہوا میں محوِ پرواز ہے کیونکہ ہوا کو پرواز کے قابل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا، یونہی ہوائی جہاز بھی انسان نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل، سمجھ اور قدرت سے بنایا ہے، از خود کوئی کہاں اس قابل تھا کہ ایسی چیز بنا سکے۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں گھر دیئے بسنے کو اور تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جو تمھیں ہلکے پڑتے ہیں تمھارے سفر کے دن اور منزلوں پر ٹھہرنے کے دن اور ان کی اون اور بَبری اور بالوں سے کچھ گرستی کا سامان اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بھیڑوں کی اُون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے۔

﴿ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا : اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہاری رہائش بنایا۔﴾ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۸۰، ۷/۲۵۲۔

نے تمہاری رہائش کیلئے اینٹوں اور پتھروں سے تمہارے گھروں کو بنایا جن میں تم آرام کرتے ہو اور اس نے تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے خیموں کی شکل میں کچھ گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دنوں میں اٹھا کر چلتے وقت اور منزلوں پر قیام کے وقت لگانے کیلئے بڑا ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے بھیڑوں کی اُون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان مثلاً بچھانے، اوڑھنے کی چیزیں اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کے اَسباب بنائے۔ (1)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں یونہی اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے کہ تم فرمان مانو۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے محبوب تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ پہننے کے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ لباس بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اسی طرح تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لے آؤ۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے حبیب! تم پر صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے۔

1 ......جلالین، النحل، تحت الآیۃ: ۸۰، ص۲۲۳، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۸۰، ۳/۱۳۶-۱۳۷، ملتقطاً.

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا : اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے۔﴾ یعنی اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں بھی ہیں کہ اس نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں مکانوں دیواروں چھتوں درختوں اور بادل وغیرہ سے سائے دیئے جس میں تم آرام کر کے گرمی کی شدت سے بچتے ہو اور تمہارے لیے پہاڑوں میں غار وغیرہ چھپنے کی جگہیں بنائیں تاکہ امیر وغریب سب ان میں آرام کر سکیں اور تمہارے پہننے کے لیے کچھ لباس ایسے بنائے جو تمہیں گرمی، سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ لباس جیسے زرہ اور بازو بند وغیرہ ایسے بنائے جو لڑائی کے وقت تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تیر، تلوار، نیزے وغیرہ سے تمہارے بچاؤ کا سامان ہوتے ہیں۔ اے لوگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں اسی طرح دنیا میں تمہاری ضروریات کا سامان پیدا فرما کر وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کر کے اسلام لاؤ اور دینِ برحق قبول کر لو۔ [1]

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا : پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر کفارِ مکہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے اعراض کریں اور اپنے کفر پر ہی جمے رہیں تو آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے اور جب آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تو آپ کا کام پورا ہو چکا اور اب نہ ماننے کا وبال اُن کی گردن پر ہے۔ [2]

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱/۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہی ہیں۔

﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ : وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔﴾ یعنی جو نعمتیں اس سورت میں ذکر کی گئیں کفارِ مکہ اُن سب کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ مشہور مفسر سُدِّی

1 ......جلالين، النحل، تحت الآية: ٨١، ص٢٢٣-٢٢٤، خازن، النحل، تحت الآية: ٨١، ٣ /١٣٦-١٣٧، مدارك، النحل، تحت الآية: ٨١، ص٦٠٤-٦٠٥، روح البيان، النحل، تحت الآية: ٨١، ٥/٦٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٨٢، ٣/١٣٧، ملخصاً.

کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور اس کے باوجود پھر اس نعمت کا انکار کردیتے ہیں یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتے اور اس طرح ان میں اکثر کافر ہی ہیں اور وہ دینِ اسلام قبول نہیں کرتے۔[1]

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ پھر کافروں کو نہ اجازت ہو نہ وہ منائے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے رجوع کرنا، طلب کیا جائے گا۔

﴿وَ یَوْمَ نَبْعَثُ : اور یاد کرو جس دن ہم اٹھائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا انکار کردیا، اور یہ بھی بیان فرمایا کہ ان میں سے اکثر کافر ہیں جبکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار پر عذاب کی وعید اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہوگا اسے بیان فرمایا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو اُن کی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی گواہی دے گا اور یہ گواہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، پھر کافروں کو معذرت کرنے کی یا کسی کلام کی یا دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس دن انہیں اس بات کا مُکلَّف کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کریں کیونکہ آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔[2]

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۸۳، ۳/۱۳۸، مدارك، النحل، تحت الآية: ۸۳، ص۶۰۵، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۸۳، ص۵۱۵، ملتقطاً۔**

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۸۴، ۳/۱۳۸، مدارك، النحل، تحت الآية: ۸۴، ص۶۰۵، ملتقطاً.

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂکنزالایمان: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے اسی وقت سے نہ وہ ان پر سے ہلکا ہو نہ انہیں مہلت ملے۔

ترجمۂکنزُالعِرفان: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

﴿وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ: اور ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو جھٹلانے والے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والے اور وہ لوگ جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کوئی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ دے سکے گی کیونکہ انہیں کلام کرنے کی اجازت نہ ہوگی کہ کوئی عذر بیان کر سکیں اور ان سے عذاب ہلکا ہو جائے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت ختم ہو چکا، یہاں صرف اعمال کی جزا ملے گی۔[1]

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂکنزالایمان: اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے تو وہ ان پر بات پھینکیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو۔

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۸۵، ۷/۶۳۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کی طرف (اپنی) بات پھینک دیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو۔

﴿وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ : اور مشرک جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے قیامت کے دن بتوں وغیرہ ان چیزوں کو دیکھیں گے جن کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ اس وقت کہیں گے ''اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جن کی ہم تیرے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ شریک کہیں گے ''اے مشرکو! بے شک تم جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی۔ (1)

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىٕذِ ِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے اور ان سے گم ہوجائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف صلح کی پیشکش کریں گے اور ان کی خودساختہ باتیں ان سے گم ہوجائیں گی۔

﴿وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىٕذِ ِ السَّلَمَ : اور وہ مشرک اس دن اللہ کی طرف صلح کی پیشکش کریں گے۔﴾ مشرکین دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑتے رہے جبکہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونا چاہیں گے لیکن یہ فرمانبرداری انہیں کوئی نفع نہ دے گی اور جب مشرکوں کے معبود انہیں جھوٹا قرار دے کر ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے تو اس وقت مشرکین کی من گھڑت باتیں کہ یہ معبود اُن کے مددگار ہیں اور ان کی شفاعت کریں گے، بے کار اور باطل ہوجائیں گی۔ (2)

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

---

1 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۸۶، ۷/۶۳۱.

2 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۸۷، ۳/۱۰۸۵، مدارک، النحل، تحت الآیۃ: ۸۷، ص۶۰۵، ملتقطاً.

بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا بدلہ ان کے فساد کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کر دیں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا : جنہوں نے کفر کیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی وعید بیان فرمائی جنہوں نے صرف خود کفر کیا جبکہ اس آیت میں ان کافروں کی وعید بیان فرمائی جو خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر (اور گمراہ کر کے) انہیں کافر بناتے تھے۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور جو آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے لائے، اسے جھٹلایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے روکا تو ہم قیامت کے دن جہنم میں انہیں اس عذاب سے زیادہ عذاب دیں گے جس کے وہ صرف اپنے کفر کی وجہ سے حقدار ہوئے تھے۔ انہیں دگنا عذاب اس لئے ہوگا کہ دنیا میں یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیتے تھے۔[2]

گمراہ گر کو زیادہ عذاب ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ گر کا عذاب گمراہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا جرم بھی زیادہ ہے ایک تو خود گمراہ ہونا اور دوسرا، دوسروں کو گمراہ کرنا۔ یہ جتنوں کو گمراہ کرے گا اتنے ہی لوگوں کا عذاب اِسے دیا جائے گا، چنانچہ اس کی آگ زیادہ تیز ہوگی، اس کے سانپ بچھو زیادہ زہریلے اور تمام دوزخیوں کا خون و پیپ اس کی غذا ہوگی۔

1 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۲۵۷.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/۶۳۲-۶۳۳.

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾

ع ۱۲ / ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

﴿ **وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ : اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے۔** ﴾ اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہیں، یہ قیامت کے دن اپنی اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچایا اور اِن لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی۔ (1)

﴿ **وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ : اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم تمہیں اُمتوں اور ان کے خلاف گواہی دینے والے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر گواہ بنا کر لائیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور

---

1 ......قرطبی، النحل، تحت الآیة: ۸۹، ۵/ ۱۲۰، الجزء العاشر.

2 ......نساء: ۴۱.

نگہبان بنا کر لائیں گے۔ (1)

﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ : جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تِبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی نہ رکھے کہ لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لئے ایک تو بیان کرنے والا چاہئے، وہ اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہے اور دوسرا وہ جس کے لئے بیان کیا جائے اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن اترا (یعنی) ہمارے سردار رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اور اہلِ سنت کے نزدیک ”شَیْءٍ“ ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات داخل ہوگئے، فرش سے عرش تک، شرق سے غرب تک، ذاتیں اور حالتیں، حرکات اور سکنات، پلک کی جنبشیں اور نگاہیں، دلوں کے خطرے اور ارادے اور ان کے سوا جو کچھ ہے (وہ سب اس میں داخل ہوگیا) اور انہیں موجودات میں سے لوحِ محفوظ کی تحریر ہے، تو ضروری ہے کہ قرآنِ عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو اور یہ بھی ہم اسی حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (2)

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔)

اور فرماتا ہے

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (3)

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب (لوحِ محفوظ) میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے۔)

اور فرماتا ہے

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (4)

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے مگر وہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی تر چیز نہیں اور نہ ہی خشک چیز مگر وہ ایک روشن کتاب میں ہے۔)

اور بے شک صحیح حدیثیں فرما رہی ہیں کہ روزِ اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ جنت و دوزخ والے اپنے ٹھکانے میں جائیں، اور وہ جو ایک حدیث میں فرمایا کہ ابد تک کا سب

1 ……ابو سعود، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٣/٢٨٧، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٥/٦٩، ملتقطاً.

2 ……قمر: ٥٣.   3 ……یس: ١٢.   4 ……انعام: ٥٩.

حال اس میں لکھا ہےاس سے بھی یہی مراد ہے، اس لئے کہ کبھی ابد بولتے ہیں اوراس سے آئندہ کی مدتِ طویل مراد لیتے ہیں جیسا کہ بیضاوی میں ہے، ورنہ غیر مُتناہی چیز کی تفصیلیں متناہی چیزنہیں اٹھا سکتی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں اوراسی کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوۡنُ کہتے ہیں، اور بے شک علمِ اصول میں بیان کردیا گیا کہ نکرہ مقامِ نفی میں عام ہوتا ہے تو جائزنہیں کہ اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیان سے چھوڑ دی ہواور ''کُل'' کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے بڑھ کر نص ہے تو روانہیں کہ روشن بیان اور تفصیل سے کوئی چیز چھوٹ گئی ہو۔ (1)

قرآنِ کریم تمام علوم کی جامع کتاب ہے

آیت کے اس حصے

تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** قرآن ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

نیز ایک اور آیت کے اس حصے

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (2) — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو تمام علوم کی جامع ہے، اور یہی بات اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اُن سے خلاصی کا طریقہ دریافت کیا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی کتاب، جس میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے، تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے آپس کے فیصلے بھی ہیں۔ (3)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے کیونکہ اس میں اَوّلین وآخرین کی خبریں ہیں۔ (4)

1 ......الدولة المكيه بالمادة الغيبيه، النظر الخامس فى الدلائل المدعى من الاحاديث والاقوال والآيات، ٧٥-٨٣.
2 ......انعام:٣٨.
3 ......ترمذى، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فى فضل القرآن، ٤/٤١٤، الحديث: ٢٩١٥.
4 ......مصنف ابن ابى شيبه، كتاب الاوائل، باب اول ما ومن فعله، ٣٣٧/٨، الحديث: ١٠٧.

امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اُمت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآنِ پاک سے مفہوم ہوا۔[1]

حضرت ابوبکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالَم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتابُ اللّٰہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ اس پر کسی نے اُن سے کہا: سَرائوں کا ذکر کہاں ہے: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا اس آیت ''لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ (اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں تمہیں نفع اٹھانے کا اختیار ہے۔)''[2] میں ہے۔[3]

ابن ابوالفضل مرسی نے کہا کہ اَوّلین و آخرین کے تمام علوم قرآنِ پاک میں ہیں۔[4] غرض یہ کتاب جمیع علوم کی جامع ہے اور جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے وہ اتنا ہی جانتا ہے۔

نوٹ: اس آیتِ مبارکہ سے متعلق مزید تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم الشان تصنیف ''اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَهُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِكُلِّ شَیْءٍ'' (قرآن ہر چیز کا بیان ہے) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿هُدًى وَّرَحْمَةً: ہدایت اور رحمت۔﴾ یعنی جس نے قرآن کی تصدیق کی، اس میں موجود اللّٰہ تعالیٰ کی حدوں پر اور اَمر و نہی پر عمل کیا، قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا اسے حلال سمجھا اور جن چیزوں کو حرام کیا انہیں حرام جانا تو اس کے لئے قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کو قرآن آخرت میں بہترین ثواب اور عظیم مرتبے کی بشارت دیتا ہے۔[5]

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ

1 ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والستون فی العلوم المستنبطة من القرآن، ٢/٤٧٦.

2 ......النور:٢٩.

3 ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والستون فی العلوم المستنبطة من القرآن، ٢/٤٧٧.

4 ......روح المعانی، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٧/٦٠٨.

5 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ٨٩، ٧/٦٣٣.

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ: بیشک اللّٰہ عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔﴾ عدل اور انصاف کا (عام فہم) معنی یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اِفراط وتفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے جیسے بندہ نہ تو دہریوں کی طرح اللّٰہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرے اور نہ مشرکوں کی طرح اللّٰہ تعالیٰ کو شریک ٹھہرانے لگے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کو موجود، واحد اور لاشریک مانے، اسی طرح نہ تو یہ نظریہ رکھے کہ اللّٰہ تعالیٰ مومن بندے کے کسی گناہ کا مُؤاخذہ نہیں فرمائے گا اور نہ ہی یہ عقیدہ رکھے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ گنہگار مسلمان کا معاملہ اللّٰہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہے وہ چاہے تو اسے سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کر دے اور کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان ہے، وہ اگر جہنم میں گیا تو ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ یونہی بندہ عبادات میں اس قدر مصروف نہ ہو جائے کہ اس وجہ سے بیوی بچوں، عزیز رشتہ داروں پڑوسیوں اور دیگر لوگوں کے شرعی حقوق ہی ادا نہ کر سکے اور نہ عبادات سے اس قدر غافل ہو کہ فرائض وواجبات ہی ترک کرنا شروع کر دے بلکہ فرائض وواجبات اور سُنَن کی ادائیگی تو ضرور کرے البتہ نفلی عبادت وریاضت اتنی کرے کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے شرعی حقوق بھی آسانی کے ساتھ ادا کر سکے، ایسے ہی سخاوت کرنا بہت عمدہ فعل ہے لیکن یہ نہ اتنی کم ہو کہ بندہ بخل کے دائرے میں داخل ہو جائے اور نہ ہی اتنی زیادہ ہو کہ وہ فضول خرچی میں شامل ہو جائے بلکہ ان دونوں کے درمیان ہو۔ (1)

1 ...... روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ۵/۷۰-۷۱، ملخصاً.

مفسرین نے عدل اور احسان کے اور معنی بھی بیان فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ عدل یہ ہے کہ آدمی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کی گواہی دے اور احسان فرائض کو ادا کرنے کا نام ہے۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہی سے ایک اور روایت ہے کہ عدل شرک کو ترک کرنے کا نام ہے اور احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو مثلاً اگر وہ مومن ہو تو اُس کے ایمان کی برکات کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر وہ کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا مسلمان بھائی ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک اور روایت میں ہے کہ عدل توحید کا اور احسان اِخلاص کا نام ہے۔[1] ان تمام روایتوں کا طرزِ بیان اگرچہ جدا جدا ہے لیکن مقصود ایک ہی ہے۔

اور حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''عدل یہ ہے کہ تمہارا ظاہر اور باطن دونوں (اطاعت اور فرمانبرداری میں) برابر ہو اور احسان یہ ہے کہ باطن کا حال ظاہر سے بہتر ہو۔[2]

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: عدل کی ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کے مطالبے پر اپنے رب تعالیٰ کے حق کو ترجیح دے، اپنی خواہشات پر اس کی رضا کو مقدم کرے، گناہوں سے اِجتناب کرے اور نیک اعمال بجا لائے۔ عدل کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے نفس کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے روکے جس میں اس کی ہلاکت ہے، پیروی کرنے والے سے اپنی طمع ختم کر دے اور ہر حال میں قناعت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ عدل کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ لوگوں کو خوب نصیحت کرے، قلیل و کثیر ہر چیز میں خیانت کرنا چھوڑ دے، ہر صورت میں لوگوں کے ساتھ انصاف کرے، اس کی طرف سے کسی کو بھی قول سے، فعل سے، پوشیدہ یا اِعلانیہ کوئی برائی نہ پہنچے اور لوگوں کی طرف سے اِس پر جو مصیبت اور آزمائش آئے اُس پر صبر کرے۔[3]

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٠، ١٣٩/٣، ملخصاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٠، ١٣٩/٣.

3 ......تفسير قرطبي، النحل، تحت الآية: ٩٠، ١٢١/٥، الجزء العاشر.

عدل اور احسان دونوں پر عمل کیا جائے

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے اُمور میں عدل اور احسان دونوں سے کام لے اور صرف عدل کرنے پر اِکتفا نہ کرے۔ چنانچہ اسی بات کو سمجھاتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے عدل واحسان دونوں کا حکم دیا ہے اور عدل ہی نجات کا باعث ہے اور تجارت میں وہ مالِ تجارت کی طرح (ضروری) ہے اور احسان کامیابی اور خوش بختی کا سبب ہے اور تجارت میں یہ نفع کی طرح ہے لہٰذا وہ آدمی عقل مند لوگوں میں شمار نہیں ہوتا جو دُنْیوی معاملات میں صرف مال پر اِکتفا کرے اسی طرح آخرت کا معاملہ ہے لہٰذا دیندار آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ عدل قائم کرنے اور ظلم سے بچنے پر ہی اِکتفا کرے اور احسان کے دروازوں کو چھوڑ دے۔[1]

﴿وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى: اور رشتے داروں کو دینے کا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ رشتے دار قریب کے ہوں یا دور کے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے حاجت سے زائد کچھ مال انہیں دے کر ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اگر اپنے پاس زائد مال نہ ہو تو رشتہ داروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا مستحب ہے۔[2]

رشتے داروں کے ساتھ صِلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنے کے فضائل

رشتے داروں کے ساتھ صِلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنے کی بڑی فضیلت ہے، اس سے متعلق 3 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔[3]

---

1 ......احیاء العلوم، کتاب آداب الکسب والمعاش، الباب الرابع فی الاحسان فی المعاملة، ١٠١/٢.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ٩٠، ١٣٩/٣.

3 ......بخاری، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة، ٤٧١/١، الحدیث: ١٣٩٦.

(2)......حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''میں اللّٰہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، رحم (یعنی رشتے داری) کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مُشتَق کیا، لہٰذا جو اسے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا، میں اسے کاٹوں گا۔(1)

(3)......حضرت عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔(2)

﴿وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ: اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہر شرمناک اور مذموم قول و فعل سے نیز شرک، کفر، گناہ اور تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے منع فرمایا ہے۔

حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ فرماتے ہیں ''فَحْشَاء، مُنْکَرْ اور بَغْی یہ ہے کہ ظاہر اچھا ہو اور باطن ایسا نہ ہو۔

بعض مفسرین نے فرمایا ''اس پوری آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین سے منع فرمایا ہے۔

(1)......**عدل کا حکم دیا۔** عدل، اَقوال اور اَفعال میں انصاف و مُساوات کا نام ہے اس کے مقابل فَحْشَاء یعنی بے حیائی ہے۔ اس سے مراد قبیح اقوال اور افعال ہیں۔

(2)......**احسان کا حکم فرمایا۔** احسان یہ ہے کہ جس نے ظلم کیا اس کو معاف کرو اور جس نے برائی کی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس کے مقابل مُنْکَرْ ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار کرنا۔

(3)......**رشتہ داروں کو دینے، اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور شفقت و محبت سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔** اس کے مقابل بَغْی ہے۔ اس کا مطلب اپنے آپ کو اونچا قرار دینا اور اپنے تعلق داروں کے حقوق تلف کرنا ہے۔(3)

﴿یَعِظُكُمْ: وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔﴾ یعنی اس آیت میں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس سے منع کیا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ کام کرو جس میں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا ہے۔(4)

---

1 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی قطیعة الرحم، ۳/۳۶۳، الحدیث: ۱۹۱٤.

2 ......مستدرك، کتاب البرّ والصلة، من سرّہ ان یدفع عنه میتة السوء فلیصل رحمه، ۵/۲۲۲، الحدیث: ۷۲۶۲.

3 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۱۳۹-۱٤۰، ملخصاً.

4 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۱٤۰.

سورۂ نحل کی آیت نمبر 90 سے متعلق بزرگانِ دین کے اَقوال

سورۂ نحل کی اس آیتِ مبارکہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام خیر وشر کے بیان کو جامع ہے۔ [1]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''طاعات فرض بھی ہیں اور نوافل بھی، اور آدمی ان سب میں صبر کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس میں جمع فرمادیا

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے۔''

عدل فرض، احسان نفل اور قرابت داروں کو دینا مُرَوَّت اور صلہ رحمی ہے اور یہ تمام اُمور صبر کے محتاج ہیں۔ دوسری قسم گناہوں پر مشتمل ہے اور ان پر صبر کرنے کی بھی بہت زیادہ حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے گناہوں کو اپنے اس ارشادِ گرامی میں جمع فرمادیا

وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ [2]

تفسیر مدارک میں ہے کہ یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام کا سبب ہوئی، وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا۔ اس آیت کا اثر اتنا زبردست ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل جیسے سخت دل کفار کی زبانوں پر بھی اس کی تعریف آ ہی گئی۔ یہ آیت اپنے حُسنِ بیان اور جامعیت کی وجہ سے ہر خطبہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ [3]

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر الآیة الجامعة للخیر والشرّ فی سورة النحل، ۲/۴۷۳، الحدیث: ۲۴۴۰.

2 ......احیاء العلوم، کتاب الصبر والشکر، بیان مظان الحاجة الی الصبر وانّ العبد لا یستغنی عنه... الخ ۴/۸۷.

3 ......مدارك، النحل، تحت الآیة: ۹۰، ص۶۰۶، ملخصاً.

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کرکے نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کرچکے ہو بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔

﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ: اور اللہ کا عہد پورا کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کرنے والے کاموں اور نہ کرنے والے کاموں کا اِجمالی طور پر ذکر فرمایا اور اس آیت سے بعض اِجمالی اَحکام کو تفصیل سے بیان فرما رہا ہے اور ان میں سب سے پہلے عہد پورا کرنے کا ذکر کیا کیونکہ اس حق کو ادا کرنے کی تاکید بہت زیادہ ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے (بیعتِ رضوان کے موقع پر) رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اسلام پر بیعت کی تھی، انہیں اپنے عہد پورے کرنے کا حکم دیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے وہ عہد ہے جسے انسان اپنے اختیار سے اپنے اوپر لازم کرلے اور اس میں وعدہ بھی داخل ہے کیونکہ وعدہ عہد کی قسم ہے۔ [1] حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’وعدہ عہد ہی کی ایک قسم ہے۔ حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’تم جس شخص سے بھی عہد کرو تو اسے پورا کرو، خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ تم نے اس عہد پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیا (اور اسے ضامن بنایا) ہے۔ [2]

حضرت علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’عہد سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے پورا کرنا انسان پر لازم ہے خواہ اسے پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے بندے پر لازم کیا ہو یا بندے نے خود اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہو جیسے پیرانِ عظام کے اپنے مریدین سے لئے ہوئے عہد کیونکہ ان میں مریدین اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور کسی کام میں اللہ تعالیٰ

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ٩١، ٣/١٤٠.

2 ......تفسير كبير، النحل، تحت الآية: ٩١، ٧/٢٦٣.

کی مخالفت نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں لہٰذا مریدین پر اسے پورا کرنا لازم ہے۔[1]

وعدہ پورا کرنے کی فضیلت اور عہد شکنی کی مذمت

اس آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا اس مناسبت سے ہم یہاں وعدہ پورا کرنے کی فضیلت اور عہد شکنی کی مذمت پر مشتمل **3** اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔(۱) جب بات کرو سچ بولو۔(۲) جب وعدہ کرو اسے پورا کرو۔(۳) جب تمھارے پاس امانت رکھی جائے اسے ادا کرو۔(۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔(۵) اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔(۶) اپنے ہاتھوں کو روکو۔‘‘[2] یعنی ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

(2)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن عہد شکنی کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔[3]

(3)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک جھنڈا ہو گا جس کے ذریعے وہ پہچانا جائے گا۔[4]

﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا: اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو۔﴾ قسموں کو مضبوط کرنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کھاتے وقت **اللّٰہ** تعالیٰ کے اَسماء اور صفات زیادہ ذکر کئے جائیں اور قسم توڑنے کی ممانعت مضبوط کرنے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مُطْلَقاً قسم توڑنا منع ہے۔ یا قسم مضبوط کرنے سے مراد یہ ہے کہ قصداً قسم کھائی جائے، اس صورت میں لَغْو قسم اس حکم سے خارج ہو جائے گی۔[5]

---

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۱۰۸۸-۱۰۸۹.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبادة بن الصامت رضی اللّٰه عنه، ۸/۴۱۲، الحدیث: ۲۲۸۲۱.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما یدعی الناس بآبائهم، ۴/۱۴۹، الحدیث: ۶۱۷۷.

4 ......بخاری، کتاب الحیل، باب اذا غصب جاریة فزعم انّها ماتت... الخ، ۴/۳۹۴، الحدیث: ۶۹۶۶.

5 ......تفسیر جمل، النحل، تحت الآیة: ۹۱، ۴/۲۶۲، ملخصاً.

قسم سے متعلق چند مسائل

یہاں قسم سے متعلق چند اہم مسائل یاد رکھیں:

(1)......قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہوسکے کم قسم کھانا بہتر ہے اور بات بات پر قسم نہیں کھانی چاہیے، بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصداً اور بلاقصد زبان پر جاری ہوجاتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی، یہ سخت معیوب ہے۔ غیرِ خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔ (1)

(2)......بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اُنہیں پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کوئی ایسا کام کرنے کی قسم کھائی جو بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اُس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات ادا نہ کرنے کی قسم کھائی، جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو ایسی قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اُس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے کام کی قسم کھائی کہ اُس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کو باقی رکھنا افضل ہے۔ (2)

(3)......قسم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اُن کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔ (3)

نوٹ: قسم سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 9 سے ''قسم کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔ (4)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ

---

1 ......بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۸، ملخصاً۔

2 ......بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۹، ملخصاً۔

3 ......تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ۳/۴۳۰.

4 ......نیز اس کے ساتھ ساتھ امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ''قسم کے بارے میں مدنی پھول'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍؕ-اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖؕ-وَ لَیُبَیِّنَنَّ لَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس عورت کی طرح نہ ہوجس نے اپنا سُوت مضبوطی کے بعدریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ نہ ہو اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اورضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا، (ایسا نہ ہوکہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ (طاقت و مال والا) ہے۔ اللہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے اور وہ ضرور قیامت کے دن تمہارے لئے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا: اور تم نہ ہونا۔﴾ یعنی تم اپنے معاہدے اور قسمیں توڑ کر اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔ مکہ مکرمہ میں ربطہ بنت عمرو نامی ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کرکے سوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کرڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑوادیتی، یہی اس کا معمول تھا۔(1) آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بے وقوف نہ بنو۔

﴿تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ: (ایسا نہ ہوکہ) تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ بنالو۔﴾ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک قوم سے معاہدہ کرتے اور جب دوسری قوم اُس سے زیادہ تعداد، مال یا قوت میں پاتے تو پہلوں سے جو معاہدے کئے تھے وہ توڑ دیتے اور اب دوسرے سے معاہدہ کرتے، اللہ تعالٰی نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا اور عہد پورا کرنے کا حکم دیا۔(2)

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۲، ۳/۱۴۰.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۲، ۳/۱۴۰-۱۴۱ ملخصاً.

باہمی تعلقات سے متعلق لوگوں کا رویہ

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس چیز کے نظارے ہمارے معاشرے میں بھی عام نظر آتے ہیں کہ جب تک کوئی اپنے منصب اور مقام و مرتبے پر قائم ہے تب تک لوگ اس کی جی حضوری کرتے ہیں اور جب اسے معزول کر دیا جائے یا اس کا مرتبہ کم کر دیا جائے تو لوگ اسے چھوڑ دیتے ہیں، اس کی طرف توجہ تک نہیں کرتے اور اس کے ساتھ ایسے ہو جاتے ہیں گویا اسے پہچانتے ہی نہ ہوں۔ (1) یہ حالات تقریباً 300 سال پہلے کے ہیں اور فی زمانہ تو اس اعتبار سے حالات مزید بگڑ چکے ہیں، اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

﴿ اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ: اللّٰہ تو اس کے ذریعے تمہیں صرف آزماتا ہے۔﴾ یعنی تمہیں جو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللّٰہ تعالٰی تمہیں صرف آزماتا ہے تا کہ تم میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کو ظاہر کر دے اور تم دنیا کے اندر عہد وغیرہ کے بارے میں جو جھگڑتے تھے، اللّٰہ تعالٰی اسے قیامت کے دن ضرور تمہارے لئے صاف ظاہر کر دے گا کہ عہد توڑنے والے کو عذاب دے گا اور پورا کرنے والے کو ثواب سے نوازے گا۔ (2)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے کام پوچھے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللّٰہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

---

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ۳/ ۱۰۸۹.

2 ......جلالین، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ص ۲۲۵، ملخصاً.

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔﴾ فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی اپنی مَشِیَّت اور حکمت ہے جس کے مطابق وہ فیصلے فرماتا ہے تو وہ اپنے عدل سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اس میں کسی دوسرے کو دخل کی ہمت ہے نہ اجازت، البتہ یہ یاد رہے کہ لوگ اس مشیت کو سامنے رکھ کر گناہوں پر جَری نہ ہو جائیں کیونکہ قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا مشیت کا معاملہ جدا ہے اور حکمِ الٰہی کا جدا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ: اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عہد اور قسمیں توڑنے سے منع فرمایا تھا، اب یہاں دوبارہ اس کام سے تاکیداً منع فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاہدہ اور قسمیں پورا کرنے کا معاملہ انتہائی اہم ہے کیونکہ عہد کی خلاف ورزی میں دین ودنیا کا نقصان ہے اور عہد پورا کرنے میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ تمہارے قدم اسلام کے صحیح راستے پر ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم خود عہد کی خلاف ورزی کرنے یا دوسروں کو عہد پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا مزہ چکھو گے کیونکہ تم عہد توڑ کر گناہ کا ایک طریقہ رائج کرنے کا ذریعہ بنے ہو گے اور تمہارے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔[1] بعض

[1] ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹۴، ۴/۱۰۹۰.

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بیعتِ اسلام کو توڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے بعد قدموں کے پھسل جانے کی وعید اسی کے مناسب ہے۔[1]

عہد کی پاسداری کے 3 واقعات

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عہد کی پاسداری کی بہت اہمیت ہے، اسی مناسبت سے یہاں عہد کی پاسداری سے متعلق 3 واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیڑیوں میں بندھے ہوئے کسی طرح حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو ان کے باپ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا اور اس کے بغیر معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ کفار کی طرف دوبارہ لوٹا دیئے جائیں گے تو گڑ گڑا کر مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے۔ چونکہ کفار سے معاہدہ ہو چکا تھا اس لئے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے موقع کی نزاکت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ تم صبر کرو۔ عنقریب **اللّٰہ** تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے ضرور ہی کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم صلح کا معاہدہ کر چکے اب ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔ غرض حضرت ابو جندل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اسی طرح پھر مکہ واپس جانا پڑا۔[2]

(2)......حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں اور حضرت حُسَیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہیں سے آ رہے تھے کہ راستے میں کفار نے ہم دونوں کو روک کر کہا ''تم دونوں بدر کے میدان میں حضرت محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی مدد کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ ہم نے جواب دیا: ہمارا بدر جانے کا ارادہ نہیں ہم تو مدینے جا رہے ہیں۔ کفار نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم صرف مدینے جائیں گے اور جنگ میں رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ شریک نہ ہوں گے۔ اس کے بعد جب ہم دونوں (بدر کے میدان میں) بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم دونوں واپس چلے جاؤ، ہم ہر حال میں کفار سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کریں گے اور ہمیں کفار کے مقابلے میں صرف **اللّٰہ** تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔[3]

1......خازن، النحل، تحت الآية: ٩٤، ٣/١٤١.

2......سيرت ابن هشام، امر الحديبية في آخر سنة ست وذكر بيعة الرضوان...الخ، عليّ يكتب شروط الصلح،ص٤٣٢، ملخصاً.

3......مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب الوفاء بالعهد، ص٩٨٨، الحديث: ٩٨(١٧٨٧).

(3)......حضرت سلیم بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور رومیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا، حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے شہروں کی طرف تشریف لے گئے تا کہ جب معاہدہ ختم ہوتو ان پر حملہ کر دیں لیکن اچانک ایک آدمی کو چار پائے یا گھوڑے پر دیکھا وہ کہہ رہا تھا: **اللہ اکبر!** عہد پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ شخص حضرت عمرو بن عَبَسَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ''جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس معاہدے کو نہ توڑے اور نہ باندھے جب تک کہ اس کی مدت ختم نہ ہو جائے یا وہ برابری کی بنیاد پر اس کی طرف پھینک نہ دے۔ راوی فرماتے ہیں ''یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔ [1]

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ-اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۹۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام مول نہ لو بیشک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔ بیشک جو اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

﴿وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا: اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو۔﴾ یعنی اسلام کا عہد توڑنے کی صورت میں اگر تمہیں دنیا کی کوئی بھلائی ملے تو اس کی طرف توجہ مت دو کیونکہ اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی تیار کی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم اسلام کا عہد توڑ کر دنیا میں پاؤ گے۔ اگر تم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے مابین فرق جانتے تو یہ بات سمجھ جاتے۔ [2] اگلی آیت میں اِسی بات کی مزید

1 ......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغدر، ۳/۲۱۲، الحدیث: ۱۵۸۶.

2 ......تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۹۵، ۷/۲۶۶.

وضاحت فرمائی گئی ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللّٰہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

﴿مَا عِنْدَكُمْ: جو تمہارے پاس ہے۔﴾ یعنی تمہارے پاس جو دنیا کا سامان ہے یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا اور اللّٰہ تعالیٰ کے پاس جو خزانۂ رحمت اور آخرت کا ثواب ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کو پچھلی آیت میں بیان فرمایا کہ جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ تمہاری دنیوی کمائی سے بہتر ہے لہٰذا اپنے عہد کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے نہ توڑو۔

دنیا و آخرت کا مُوازنہ

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس شخص کو اس بات کی معرفت حاصل ہو جائے کہ جو کچھ اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے (تو اس کے لئے باقی اور بہتر کے بدلے فانی اور ناقص کو بیچ دینا مشکل نہیں ہوتا) جس طرح برف کے مقابلے میں جواہر بہتر اور باقی رہنے والے ہیں اور برف کے مالک پر برف کو جواہر اور موتیوں کے بدلے میں بیچنا مشکل نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے، دنیا اس برف کی طرح ہے جو دھوپ میں رکھی ہوئی ہو، وہ ختم ہونے تک پگھلتی رہتی ہے اور آخرت اس جوہر کی طرح ہے جو فنا نہیں ہوتا، لہٰذا دنیا اور آخرت کے درمیان تَفاوُت کے بارے میں جس قدر یقین اور معرفت مضبوط ہو گی اسی قدر اس کا سودا کرنے اور معاملہ کرنے میں رغبت مضبوط ہو گی حتّٰی کہ جس شخص کا یقین مضبوط ہوتا ہے وہ اپنے نفس اور مال دونوں کو بیچ دیتا ہے جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ

ارشادفرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اوران کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے۔

پھر بتایا کہ انہیں اس سودے میں نفع ہوا، چنانچہ ارشادفرمایا

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تواپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جوسودا تم نے کیا ہے۔[3]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا کے فنا اور زائل ہو جانے اور آخرت کے ہمیشہ باقی رہنے میں خوب غور وفکر کرے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں سے بے رغبتی اختیار کرے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةًۚ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیگ دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ : **جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو۔** ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے دنیا میں حلال رزق اور قناعت عطا فرما کر اور

---

1 ......توبہ:١١١.

2 ......توبہ:١١١

3 ......احیاء العلوم، کتاب الفقر والزهد، الشطر الثانی من الکتاب فی الزهد، بیان حقیقة الزهد، ٢٦٨/٤.

آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر پاکیزہ زندگی دیں گے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اچھی زندگی سے عبادت کی لذت مراد ہے۔ **حکمت:** مومن اگرچہ فقیر بھی ہو اُس کی زندگانی دولت مند کافر کے عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے جو اُس نے مقدر کیا اس پر راضی ہوتا ہے اور مومن کا دل حرص کی پریشانیوں سے محفوظ اور آرام میں رہتا ہے اور کافر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر نظر نہیں رکھتا وہ حریص رہتا ہے اور ہمیشہ رنج، مشقت اور تحصیلِ مال کی فکر میں پریشان رہتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال پر ثواب ملنے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، کافر کے تمام نیک اعمال بیکار ہیں۔ (1)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔ بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ جو شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: تو جب تم قرآن پڑھنے لگو۔﴾ یعنی قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ یہ مستحب ہے۔ (2)

(1)......خازن، النحل، تحت الآیة: ۹۷، ۳/۱۴۱-۱۴۲، ملخصاً.

(2)......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیة: ۹۷، ۳/۱۰۹۰.

نوٹ: یاد رہے کہ تعوُّذ کے مسائل سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ: بیشک اسے کوئی قابو نہیں۔﴾ یعنی شیطان کو ان لوگوں پر تَسَلُّط حاصل نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے مومن شیطانی وسوسے قبول نہیں کرتے یعنی اگرچہ شیطان کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی نہیں ملتی۔

﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ: اس کا قابو تو انہیں پر ہے۔﴾ یعنی شیطان کو ان لوگوں پر تَسَلُّط حاصل ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور اس کے وسوسوں کی پیروی کرتے ہیں اور وہ شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہیں۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کوئی زور زبردستی نہیں کرتا بلکہ جو خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسے دوست بناتا ہے وہی اس کا اثر قبول کرتا ہے۔

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے بنا لاتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے تو کافر کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ: اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیں۔﴾ شانِ نزول: مشرکینِ مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے آیتیں منسوخ ہونے پر اعتراض کرتے تھے اور اس کی حکمتوں سے ناواقف ہونے کے باعث اس چیز کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٠٠، ص٦٠٨، ملخصاً.

دوسرا حکم دیدیتے ہیں۔ وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اپنی حکمت سے ایک حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم دیتے ہیں تو اس میں (کوئی نہ کوئی) حکمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اتارتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اس کے بندوں کے لئے اس میں کیا مصلحت ہے لیکن کافر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتے ہیں: تم خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کی اکثریت جاہل ہے اور وہ نسخ اور تبدیلی کی حکمت وفوائد سے خبردار نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قرآنِ کریم کی طرف افتراء کی نسبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جس کلام کی مثل بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہوسکتا ہے۔[1]

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اسے مقدس روح نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کر دے اور (یہ) مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو لوگ قرآن کے بارے میں آپ پر بہتان لگا رہے ہیں آپ ان سے فرما دیں کہ اسے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں اور اس قرآن کے ناسخ ومنسوخ کو میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے مجھ پر نازل فرمایا ہے تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم کر دے اور ناسخ ومنسوخ کی تصدیق کی وجہ سے ان کے ایمانوں کو اور مضبوط کر دے اور یہ قرآن مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔[2]

1 ……خازن، النحل، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/۱۴۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۰۱، ۵/۸۱، **خزائن العرفان، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ص۵۱۸-۵۱۹، ملتقطاً۔**

2 ……تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۱۰۲، ۱٤/٦٤٧، ملخصاً.

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌؕ-لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ(۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے، جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ: اور بیشک ہم جانتے ہیں۔﴾ جب قرآنِ کریم کی حلاوت اور اس کے علوم کی نورانیت دلوں کی تسخیر کرنے لگی اور کفار نے دیکھا کہ دنیا اس کی گرویدہ ہوتی چلی جارہی ہے اور کوئی تدبیر اسلام کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوتی تو اُنہوں نے طرح طرح کے بہتان لگانے شروع کردیئے، کبھی قرآن پاک کو سحر بتایا، کبھی پہلوں کے قصے اور کہانیاں کہا، کبھی یہ کہا کہ سیّدُالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ خود بنالیا ہے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح لوگ اس مقدس کتاب کی طرف سے بدگمان ہوں، انہیں مکاریوں میں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ انہوں نے ایک عجمی غلام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھاتا ہے۔ اس کے رد میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کرسکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے، ایسا کلام بنانا اس کے لئے تو کیا ممکن ہوتا، تمہارے فُصحاء و بُلغاء جن کی زبان دانی پر اہلِ عرب کو فخر وناز ہے وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا ان کے لئے محال اور اُن کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل اور ڈھٹائی کا فعل ہے۔ خدا کی شان کہ جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اِعجاز نے تسخیر کیا اور وہ بھی رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اطاعت گزاروں کے حلقے میں داخل ہوا اور صدق و اِخلاص کے ساتھ اسلام لایا۔ (1)

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۳/۱۴۳-۱۴۴، ملخصاً.

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِۙ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں راہ نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ: بیشک جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ یعنی بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل پر ایمان نہیں لاتے تاکہ (ان پر ایمان لاکر) وہ اس کی تصدیق کرتے جس پر یہ حجتیں دلالت کرتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ دنیا میں انہیں حق بات قبول کرنے کی توفیق اور سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا، جب قیامت کے دن یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اس وقت ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (1)

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ: جھوٹا بہتان وہی باندھتے ہیں۔﴾ کافروں کی طرف سے قرآنِ پاک سے متعلق رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جو اپنی طرف سے قرآن بنا لینے کا بہتان لگایا گیا تھا اس آیت میں اس کا رد کیا گیا ہے۔ آیت

(1) تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ١٠٤، ٧/٦٥٠، ملخصاً.

کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اور بہتان باندھنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔[1]

جھوٹ کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے۔قرآنِ مجید میں اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر جھوٹ کی مذمت فرمائی گئی اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔بکثرت اَحادیث میں بھی جھوٹ کی برائی بیان کی گئی ہے،ان میں سے 4 اَحادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''صدق کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فُجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔[2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور جھوٹ باطل ہی ہے (یعنی جھوٹ چھوڑنے کی چیز ہی ہے) اس کے لیے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر ہو یعنی حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں کرتا، اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اَخلاق اچھے کیے، اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں مکان بنایا جائے گا۔[3]

(3)......حضرت سفیان بن اَسید حَضْرَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔[4]

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیة: ١٠٥، ٣/١٤٤، ملخصاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالی: یا ایّھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین، ٤/١٢٥، الحدیث: ٦٠٩٤، مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله، ص١٤٠٥، الحدیث: ١٠٥(٢٦٠٧).

3 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المراء، ٣/٤٠٠، الحدیث: ٢٠٠٠.

4 ......ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی المعاریض، ٤/٣٨١، الحدیث: ٤٩٧١.

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لیے کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔ (1)

نوٹ: جھوٹ سے متعلق مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ **16** سے ’’**جھوٹ کا بیان**‘‘ مطالعہ فرمائیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖ: جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر، ان کی والدہ حضرت سمیہ، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو پکڑ کر کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں (لیکن یہ حضرات اسلام سے نہ پھرے تو) کفار نے حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں) نے مجبور

1......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/٢١٣، الحدیث: ٤٨٣٢.

ہو کر جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو بادلِ نخواستہ کلمۂ کفر کا تلفُّظ کر دیا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی گئی کہ حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کافر ہوگئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''ہرگز نہیں، حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سر سے پاؤں تک ایمان سے پُر ہیں اور اس کے گوشت اور خون میں ذوقِ ایمانی سرایت کر گیا ہے۔ پھر حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا ہوا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! بہت ہی برا ہوا اور بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی ''دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شفقت و رحمت فرمائی اور فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق 4 شرعی مسائل

(1)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو (کسی ظالم کی طرف سے) اپنی جان یا کسی عُضْو کے تلف ہونے کا (حقیقی) خوف ہو۔ (اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔)

(2)......اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہوگا جیسا کہ حضرت خُبَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے صبر کیا اور وہ سولی پر چڑھا کر شہید کر ڈالے گئے۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں سیّدُ الشُّہداء فرمایا۔

(3)......جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

(4)......اگر کوئی شخص بغیر مجبوری کے مذاق کے طور پر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلمۂ کفر زبان پر جاری کرے وہ کافر ہو جائے گا[2]۔[3]

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ١٠٦، ٣/١٤٤ ملخصاً.

2 ......تفسیرات احمدیہ، النحل، تحت الآیۃ: ١٠٦، ص ٥٠١.

3 ......کفریہ کلمات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ(۱۰۷) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ(۱۰۸) لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی اوراس لئے کہ اللہ کافروں کوراہ نہیں دیتا۔ یہ ہیں وہ جن کے دل اورکان اورآنکھوں پر اللہ نے مہر کردی ہےاور وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ آپ ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ عذاب اس لئے ہے کہ انھوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرلیااوراس لئے کہ اللہ کافروں کوہدایت نہیں دیتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اورکان اورآنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہےاور یہی غافل ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ: یہ۔﴾ یعنی جولوگ دل کھول کرکافر ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور بڑے عذاب کی وعید کاایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرلیااور دنیا کی محبت ان کے کفر کا سبب ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کوہدایت نہیں دیتا جو سمجھ بوجھ کے باوجود بھی کفر پر ڈٹے رہیں۔[1]

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ: یہی وہ لوگ ہیں۔﴾ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے، نہ وہ غور وفکر کرتے ہیں، نہ وعظ ونصیحت پر توجہ دیتے ہیں، نہ سیدھے اور ہدایت والے راستے کو دیکھتے ہیں اور یہی غفلت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ اپنی عاقبت اورانجام کار کے بارے میں نہیں سوچتے۔[2]

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٠٧، ص ٦١٠، خازن، النحل، تحت الآية: ١٠٧، ٣/١٤٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٠٨، ص ٦١٠.

﴿لَا جَرَمَ: حقیقت میں۔﴾ یعنی حقیقت میں یہ لوگ آخرت میں برباد ہونے والے ہیں کہ ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔[1]

سب سے بڑی بدنصیبی اور خوش نصیبی

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی بدنصیبی دل کی غفلت ہے اور سب سے بڑی خوش نصیبی دل کی بیداری ہے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو غفلت سے محفوظ فرمائے اور ہمیں دل کی بیداری نصیب فرمائے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤاۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۱۱۰﴾

ع ١٤/٢٠

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے مہربان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تکلیفیں دیئے جانے کے بعد اپنے گھر بار چھوڑے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ: پھر بیشک تمہارا رب۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک وہ لوگ جنہیں ہجرت سے پہلے ان کے دین کے بارے میں مشرکین کی طرف سے تکلیفیں اور اَذِیَّتیں دی گئیں، اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے شہر، گھر اور خاندانوں کو چھوڑ کر اہلِ اسلام کے شہر مدینہ طیبہ منتقل ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں، تلواروں اور زبانوں کے ساتھ مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کے خلاف جہاد کیا اور جہاد کرنے پر صبر کیا تو بیشک یہ بخشش کے مستحق ہیں، اس لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی اس آزمائش کے بعد انہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔[2]

1 ......جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۰۹، ص۲۲۶.

2 ......تفسیر طبری، النحل، تحت الآیة: ۱۱۰، ۶۵۳/۷، جلالین، النحل، تحت الآیة: ۱۱۰، ص۲۲۶، ملتقطاً.

يَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی اور ہر جان کو اس کا کیا پورا بھر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہر جان اپنی طرف سے جھگڑتی ہوئی آئے گی اور ہر جان کو اس کا عمل پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ: یاد کرو جس دن ہر جان آئے گی۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر انسان اپنی ذات کے بارے جھگڑتا ہوا آئے گا، ہر ایک نفسی نفسی کہتا ہوگا اور سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے دنیوی عملوں کے بارے میں عذر بیان کرے گا۔[1]

قیامت کے دن انسانوں کا جھگڑنا

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں جھگڑا یہاں تک بڑھے گا کہ روح اور جسم میں بھی جھگڑا ہوگا، روح کہے گی: یارب! (جسم میں داخل ہونے سے پہلے) نہ میرے ہاتھ تھے کہ میں ان سے کسی کو پکڑتی، نہ پاؤں تھے کہ ان کے ذریعے چلتی، نہ آنکھ تھی کہ اس سے دیکھتی (گویا میں قصوروار نہیں بلکہ جسم ہی قصوروار ہے۔) جسم کہے گا: یارب! تو نے مجھے لکڑی کی طرح پیدا کیا، نہ میرا ہاتھ پکڑ سکتا تھا، نہ پاؤں چل سکتا تھا، نہ آنکھ دیکھ سکتی تھی، جب یہ روح نوری شعاع کی طرح آئی تو اس سے میری زبان بولنے لگی، آنکھ بینا ہوگئی اور پاؤں چلنے لگے، (جو کچھ کیا اُس نے کیا ہے)۔ اللہ تعالٰی ایک مثال بیان فرمائے گا کہ ایک اندھا اور ایک لنگڑا دونوں ایک باغ میں گئے، اندھے کو تو پھل نظر نہیں آتے تھے اور لنگڑے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا تو اندھے نے لنگڑے کو اپنے اوپر سوار کرلیا اس طرح انہوں نے پھل توڑے تو سزا کے وہ دونوں مستحق ہوئے (اس لئے روح اور جسم دونوں ملزم ہیں۔)[2]

1 ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١١١، ص٦١١.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١١، ١٤٦/٣.

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ(۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کیے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جو امن و اطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔﴾ اس آیت میں جس بستی کی مثال بیان فرمائی گئی ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ کے علاوہ کوئی اور بستی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے سابقہ امتوں کی کوئی بستی مراد ہو جس کا حال اس آیت میں بیان کیا گیا ہو، اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ یہ کلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مقاتل اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی 6 صفات بیان فرمائی ہیں اور یہ تمام صفات اہلِ مکہ میں موجود تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال اہلِ مدینہ کے سامنے بیان فرمائی تاکہ وہ انہیں ڈرائے کہ اگر انہوں نے مکہ والوں جیسے کام کئے تو جو بھوک اور خوف اُنہیں پہنچا وہ انہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔[1] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بستی جیسے کہ مکہ کے رہنے والے جو امن و اطمینان سے تھے، ان پر لٹیرے اور ڈاکو چڑھائی کرتے نہ وہ قتل اور

[1] ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١٢، ٣/١٤٧.

قید کی مصیبت میں گرفتار کئے جاتے، ہر طرف سے ان کے پاس ان کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہ لوگ نافرمانیاں کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے اور انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا کہ سات برس تک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعائے ضَرر کی وجہ سے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار رہے یہاں تک کہ مردار کھاتے تھے پھر امن واطمینان کی بجائے خوف وہراس ان پر مُسَلَّط ہوا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کا اندیشہ رہنے لگا، یہ ان کے اعمال کا بدلا تھا۔[1]

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا اور وہ بے انصاف تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ زیادتی کرنے والے تھے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ: اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا۔﴾ یعنی اہلِ مکہ کے پاس انہیں کی جنس سے ایک عظیم رسول یعنی انبیاء کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے، اہلِ مکہ نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالٰی نے اہلِ مکہ کو بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کا حال یہ تھا کہ وہ کفر کرنے والے تھے۔[2]

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ

1 ......ابو سعود، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۳/۲۹۷، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۳/۱۴۶-۱۴۷، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۳/۱۰۹۸.

تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ‌ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔ تم پر تو یہی حرام کیا ہے مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے بڑھتا تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کا دیا ہوا حلال پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ تم پر صرف مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا سب حرام کردیا ہے پھر جو مجبور ہو اس حال میں کہ نہ خواہش سے کھا رہا ہو اور نہ حد سے بڑھ رہا ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَكُلُوۡا: تو کھاؤ!﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم لوٹ، غصب اور خبیث پیشوں سے حاصل کئے ہوئے جو حرام اور خبیث مال کھایا کرتے تھے ان کی بجائے حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔[1]

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ: تم پر تو یہی حرام کیا ہے۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ چیزیں حرام کی ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہوا نہ کہ بحیرہ سائبہ وغیرہ جانور جنہیں کفار اپنے گمان کے مطابق حرام سمجھتے تھے۔ نیز جو شخص آیت میں مذکور حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ ضرورت کے مطابق ان میں سے کھا سکتا ہے۔[2]

نوٹ: اس آیت کی تفصیلی تفسیر سورۂ بقرہ، آیت نمبر **173**، سورۂ مائدہ، آیت نمبر **3** اور سورۂ انعام، آیت نمبر **145** میں گزر چکی ہے۔

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١٤، ٣/١٤٨، مدارك، النحل، تحت الآية: ١١٤، ص٦١٢، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، النحل، تحت الآية: ١١٥، ٣/ ٢٩٩، ملخصاً.

دینِ اسلام کی خصوصیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام انتہائی پاکیزہ دین ہے اور اس دین کو اللہ تعالیٰ نے ہر گندی اور خبیث چیز سے پاک فرمایا ہے اور اس دین میں مسلمانوں کو طہارت و پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات دی گئی ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: بے شک اسلام پاکیزہ دین ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر بری چیز سے پاک فرمایا ہے اور اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اس دین میں وسعت بھی رکھی ہے (کہ) جب تو اس آیت میں بیان کی گئی چیزوں میں سے کسی چیز کو کھانے پر مجبور ہو جائے (تو اسے ضرورت کے مطابق کھا سکتا ہے)۔(1)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا: اور نہ کہو۔﴾ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا کرتے تھے۔(2) اس آیت میں اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ تعالیٰ

1 ......در منثور، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۵/۱۷۴.

2 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۳/۱۴۸.

پر اِفترا فرمایا گیا اور افترا کرنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو شرعاً حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفترا ہے

آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتادیتے ہیں جیسے میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہئے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے۔

﴿مَتَاعٌ قَلِیْلٌ: تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے۔﴾ یعنی ان جاہلوں کیلئے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا اور دنیا کی چند روزہ آسائش ہے جو باقی رہنے والی نہیں جبکہ ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (1)

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور خاص یہودیوں پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے تمہیں سنائیں اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا: اور ہم نے صرف یہودیوں پر۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۂ انعام میں آیت **وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ**... الآیہ. (اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کردیا) میں آپ کے سامنے بیان کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام قرار

1 ......خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ۳/۱۴۹.

دے کر ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بغاوت ومَعصِیَت کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جس کی سزا میں وہ چیزیں اُن پر حرام ہوئیں جیسا کہ آیت فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ (تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام فرمادیں) میں ارشاد فرمایا گیا۔[1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء، آیت نمبر **160** اور سورۂ انعام، آیت نمبر **146** میں گزر چکی ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۹﴾

ع ۱۵ / ۹ / ۲۱

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک تمہارا رب ان لوگوں کیلئے (غفور رحیم ہے) جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

﴾**ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ: پھر بیشک تمہارا رب۔**﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اسلام میں داخل ہونے اور گناہگاروں کو گناہ چھوڑنے اور ان سے توبہ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت و مغفرت کی وسعت کا بیان ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ نادانی سے کفر ومعصیت کا اِرتکاب کر بیٹھیں، پھر ان سے توبہ کرلیں اور آئندہ اپنی توبہ پر قائم رہ کر اپنے اعمال درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔[2]

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ۙ

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١١٨، ٣/١٤٩.

2 ......صاوى، النحل، تحت الآية: ١١٩، ٣/١٠٩٩، خازن، النحل، تحت الآية: ١١٩، ٣/١٤٩، ملتقطاً.

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۱۲۱) وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةًؕ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَؕ(۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھا۔ اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں شایانِ قرب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں کے مالک، ایک پیشوا، اللہ کے فرمانبردار اور ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔ اس کے احسانات پر شکر کرنے والے، اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوگا۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ: بیشک ابراہیم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے 9 اَوصافِ حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔ (1) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تمام اچھی خصلتوں اور پسندیدہ اَخلاق کے مالک تھے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ (3) دینِ اسلام پر قائم تھے۔ (4) مشرک نہ تھے۔ کفارِ قریش اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی پر خیال کرتے تھے، اس میں ان کفار کے اس نظریے کا رد ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر کرنے والے تھے۔ (6) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت و خُلَّت کے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ (7) انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دی تھی۔ (8) دنیا میں بھی انہیں بھلائی دی گئی۔ اس سے مراد رسالت، اَموال، اولاد، اچھی تعریف اور قبولیتِ عامہ ہے کہ تمام اَدیان والے مسلمان، یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرکین سب اُن کی عظمت بیان کرتے اور اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ (9) آخرت میں قرب والے بندوں میں سے ہوں گے۔ (1)

(1) ......مدارك، النحل، تحت الآية: ١٢٠-١٢٢، ص٦١٣، خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٠-١٢٢، ٣/١٤٩-١٥٠، ملتقطاً.

ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دینِ ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔

﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اس آیت میں پیروی سے مراد عقائد اور اُصولِ دین میں مُوافقت کرنا ہے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس پیروی کا جو حکم دیا گیا، اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و منزلت اور رفعتِ درجات کا اظہار ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دینِ ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اُن کے تمام فضائل و کمالات میں سب سے اعلیٰ فضل و شرف ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یعنی اَوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مُکرّم ہیں (1) جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے۔ (2) اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ساری مخلوق سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا جو اس میں مختلف ہو گئے اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے تھے۔

(1) ......صاوی، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ۳/۱۱۰۰، مدارك، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ص۶۱۳، روح البیان، النحل، تحت الآیة: ۱۲۳، ۵/۹٤، ملتقطاً.

(2) ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ۵/۳۵٤، الحدیث: ۳٦۳٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس دن کے بارے میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

﴿اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ: ہفتہ صرف انہی لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا۔﴾ یہودیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہفتے کے دن کی تعظیم کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت ہے اور وہ (اس دن کی تعظیم کرکے) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کررہے ہیں جبکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کا حکم تو دیتے ہیں لیکن جمعہ کے دن کی تعظیم کرکے ان کی مخالفت کررہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں ہفتے کے دن کی تعظیم ہے ہی نہیں جس کی پیروی کا تم دعویٰ کررہے ہو بلکہ ان کی شریعت میں جمعہ کے دن کی تعظیم تھی اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے جمعہ کا دن منتخب فرمایا کیونکہ یہ نعمت پوری ہونے کا دن ہے اور جنت میں بھی اسی دن نعمتیں زیادہ عطا کی جائیں گی۔ ہفتے کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اپنے نبی سے اس وقت اختلاف کیا تھا جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ وہ جمعے کے دن کی تعظیم کریں اور اس دن کام کاج چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ کرلیں تو لوگوں نے ان سے اختلاف کیا اور اس کام کے لئے ہفتے کے دن کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دے دی، پھر اس دن عبادت کرنے میں ان پر سختی کی گئی اور ہفتے کے دن ان پر شکار کرنا حرام کردیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے ہفتے کے دن شکار کرنا شروع کردیا اور بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں مسخ کردیئے گئے۔ [1]

نوٹ: ہفتے کے دن شکار کرنے والوں کے مسخ ہونے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ اَعراف کی آیت نمبر **163** میں بیان ہوچکا ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی یہودی ہفتے کے بارے میں جو اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمادے گا کہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرے گا اور نافرمانوں کو عذاب میں

1 ......صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ٣/١٠١١، خازن، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ٣/١٥١، مدارك، النحل، تحت الآیۃ: ١٢٤، ص٦١٣، ملتقطاً.

مبتلا کردے گا۔[1]

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ: اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم فرمایا۔ **(1) حکمت کے ساتھ۔** اس سے وہ مضبوط دلیل مراد ہے جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے۔ **(2) اچھی نصیحت کے ساتھ۔** اس سے مراد ترغیب و ترہیب ہے یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینا اور کوئی کام کرنے سے ڈرانا۔ **(3) سب سے اچھے طریقے سے بحث کرنے کے ساتھ۔** اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

---

1 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٤، ٣/١٥١.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٥، ٣/١٥١، ملخصاً.

اَمر بالمعروف کے آداب اور چند مسائل

اس آیت کی مناسبت سے یہاں امر بالمعروف کے آداب اور اس سے متعلق 6 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......امر بالمعروف یہ ہے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہنا۔ اور نَہی عَنِ الْمُنۡکَر کا مطلب یہ ہے کہ بری باتوں سے منع کرنا۔

(2)......کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو نہایت مَتانت اور نرمی کے ساتھ اسے منع کرے اور اسے اچھی طرح سمجھائے پھر اگر اس طریقہ سے کام نہ چلا اور وہ شخص باز نہ آیا تو اب سختی سے پیش آئے، اس کو سخت الفاظ کہے، مگر گالی نہ دے، نہ فحش لفظ زبان سے نکالے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو جو شخص ہاتھ سے کچھ کرسکتا ہے کرے۔ لیکن اس صورت میں فتنے اور قانونی پہلو کو سامنے رکھے یعنی نہ خلافِ قانون کرے اور نہ ایسا طریقہ اختیار کرے سے جس فتنہ ہو۔

(3)......امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) علم۔ کیونکہ جسے علم نہ ہو وہ اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ (۲) اس سے مقصود رضائے الٰہی اور دینِ اسلام کی سربلندی ہو۔ (۳) جس کو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کرے اور نرمی کے ساتھ کہے۔ (۴) حکم کرنے والا صابر اور بُردبار ہو۔ (۵) حکم کرنے والا خود اس بات پر عامل ہو، ورنہ قرآن کے اس حکم کا مِصداق بن جائے گا، کیوں کہتے ہو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ناخوشی کی بات ہے یہ کہ ایسی بات کہو، جس کو خود نہ کرو۔ اور یہ بھی قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ’’کیا لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ہو۔

(4)......امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے، تو بری بات سے منع کرنا واجب ہے، اس کو باز رہنا جائز نہیں اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ بری بات سے منع کرے۔

(5)......عام شخص کسی قاضی (یعنی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے جج)، مفتی یا مشہور ومعروف عالم کو امر بالمعروف نہ کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی خاص مصلحت کی وجہ سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے، کہ جیسے ہم نے کیا انھوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ یہ حکم ان علما کے بارے میں ہے، جو احکامِ شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو عوام کی نظر میں بری معلوم ہوتی ہے۔ وہ لوگ مراد نہیں جو حلال وحرام کی پروا نہیں کرتے اور نامِ علم کو بدنام کرتے ہیں۔

(6)......جس نے کسی کو برا کام کرتے دیکھا اور خود یہ بھی اس برے کام کو کرتا ہے تو اس برے کام سے منع کر دے کیونکہ اس کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں برے کام کو چھوڑنا اور دوسرے کو برے کام سے منع کرنا اگر ایک واجب کا تارک ہے تو دوسرے کا کیوں تارک بنے۔

نوٹ: مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''امر بالمعروف'' کا بیان مطالعہ فرمائیں۔[1]

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ: بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔[2]

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کو

1 ......''امر بالمعروف'' سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ۱۲۵، ۳/۱۵۱-۱۵۲.

صبر سب سے اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ: اور اگر تم سزا دینے لگو۔﴿ یعنی اگر تم کسی کو سزا دینے لگو تو وہ سزا جرم کے حساب سے ہو، اُس سے زیادہ نہ ہو اور اگر تم صبر کرو اور انتقام نہ لو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔ **شانِ نزول:** جنگِ اُحد میں کفار نے مسلمانوں کے شُہداء کے چہروں کو زخمی کر کے اُن کی شکلوں کو تبدیل کیا تھا، اُن کے پیٹ چاک کئے اور ان کے اعضاء کاٹے تھے، ان شہداء میں حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب انہیں دیکھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قسم کھائی کہ ایک حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بدلہ ستر کافروں سے لیا جائے گا اور ستر کا یہی حال کیا جائے گا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دیا۔ یاد رہے کہ مُثلہ یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت کو تبدیل کرنا شریعت میں حرام ہے۔[1]

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ع ١٦ / ٩ / ٢٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللّٰہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔ بیشک اللّٰہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

[1] ……مدارك، النحل، تحت الآية: ١٢٦، ص٦١٤، جلالين، النحل، تحت الآية: ١٢٦، ص٢٢٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللّٰہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو۔ بیشک اللّٰہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکیاں کرنے والے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ : اور صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالیٰ کے راستے میں کفار کی طرف سے آپ کو جو اَذِیَّتیں پہنچیں ان پر صبر فرمائیں اور آپ کا صبر کرنا اللّٰہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ ان مشرکین کا غم نہ کھائیں جو آپ کو جھٹلاتے ہیں، قرآنِ پاک کا انکار کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے اِعراض کرتے ہیں اور مشرکین آپ کی طرف جو جادوگر اور کاہن ہونے کی نسبت کرتے ہیں اور لوگوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کی جو سازشیں کرتے ہیں آپ اس سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کے ناصر و مددگار ہیں۔ [1]

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ: بیشک اللّٰہ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔﴾ یعنی اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ میری مدد، میرا فضل اور میری رحمت تیرے شاملِ حال ہو تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔ [2]

حضرت ہرم بن حیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وصیت

سورۂ نحل کی آخری تین آیات انتہائی شاندار احکام پر مشتمل ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان آیتوں میں بیان کئے گئے احکام پر عمل کو اپنی زندگی کا خاص وظیفہ بنالے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی نصیحت کرتا رہے تاکہ وہ بھی ان پر عمل کی کوشش میں مصروف ہو جائیں، ہمارے بزرگانِ دین بھی اس کی وصیت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ہرم بن حیان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے عرض کی گئی: آپ کوئی وصیت کر دیں۔ انہوں نے فرمایا: ''وصیت تو مال کے بارے ہوتی ہے اور میرے پاس کوئی مال نہیں البتہ میں تمہیں سورۂ نحل کی آخری آیتوں یعنی ''اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ'' سے لے کر سورت کے آخر تک کی وصیت کرتا ہوں (کہ ان میں جو احکام بیان ہوئے ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جاؤ۔) [3]

---

1 ......تفسير طبرى، النحل، تحت الآية: ١٢٧، ٦٦٦/٧، جلالين، النحل، تحت الآية: ١٢٧، ص٢٢٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، النحل، تحت الآية: ١٢٨، ١٥٣/٣.

3 ......روح البيان، النحل، تحت الآية: ١٢٨، ١٠١/٥.

پندرہواں پارہ

(سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ)

پارہ نمبر...... 15

سُوْرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل

سورۂ بنی اسرائیل کا تعارف

مقامِ نزول

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ سورت ’’ وَ اِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ ‘‘ سے لے کر ’’ نَصِيۡرًا ‘‘ تک آٹھ آیتوں کے علاوہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1] علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جزم کیا (یعنی یقین کے ساتھ لکھا) ہے کہ پوری سورت ہی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[2]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **12** رکوع، **111** آیتیں، **533** کلمات اور **3460** حروف ہیں۔[3]

سورۂ بنی اسرائیل کے اَسماء اور ان کی وجہ تَسمِیَہ

اس سورۂ مبارکہ کے چند نام ہیں:

(1)......**سورۂ اِسراء**۔ اسراء کا معنی ہے رات کو جانا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رات کے مختصر حصے میں مکۂ مکرمہ سے بیتُ المقدس جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ اِسراء‘‘ کہتے ہیں۔

(2)......**سورۂ سبحان**۔ سبحان کا معنی ہے پاک ہونا، اور اس سورت کی ابتداء لفظِ ’’سبحان‘‘ سے کی گئی اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ سبحان‘‘ کہتے ہیں۔

(3)......**بنی اسرائیل**۔ اسرائیل کا معنی ہے اللّٰہ تعالٰی کا بندہ، یہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کو ’’بنی اسرائیل‘‘ کہتے ہیں، اس سورت میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال اور عزت وذلت

1......خازن، تفسیر سورۃ الاسراء، ۳/۱۵۳.

2......بیضاوی مع حاشیۃ الشہاب، سورۃ بنی اسرائیل، ۳/٦، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

3......خازن، تفسیر سورۃ الاسراء، ۳/۱۵۳.

کے وہ اَحوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں بیان نہیں ہوئے ،اس مناسبت سے اس سورت کو ’’بنی اسرائیل‘‘ کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کے فضائل

اس سورت کے فضائل پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ فرمائیں:

(1)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف اور سورۂ مریم فصاحت و بلاغت میں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک عرصہ ہوا کہ میں نے انہیں زبانی یاد کر لیا تھا۔ [1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمر کی تلاوت نہ کر لیں۔ [2]

سورۂ بنی اسرائیل کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں دینِ اسلام کے عقائد جیسے توحید، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن اعمال کی جزا اور سزا ملنے پر زور دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کے کثیر شُبہات کا اِزالہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس کی پہلی آیت میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عظیم معجزے معراج کا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے مختصر حصے میں مکۂ مکرمہ سے بیتُ المقدس تشریف لے گئے اور یہ معجزہ اللہ تعالٰی کی قدرت کی اور بارگاہِ الٰہی میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و تکریم کی روشن ترین دلیل ہے۔

(2)......بنی اسرائیل کے مُفَصّل حالات بیان کئے گئے۔

(3)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو نیک اعمال کرے اور سیدھی راہ پر آئے اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے اور جو برے اعمال

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، ۳/۲۵۸، الحدیث: ۴۷۰۸.

2 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۲۱-باب، ۴/۴۲۲، الحدیث: ۲۹۲۹.

کرے اور گمراہی کا راستہ اختیار کرے اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔

(4)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ عمل کی مقبولیت کے لئے تین چیزیں درکار ہیں (1) نیک نیت۔ (2) عمل کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا۔ (3) ایمان۔

(5)......اجتماعی زندگی گزارنے کے بہترین اصول بیان کئے گئے ہیں جیسے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کے بارے میں دیگر اَحکام بیان کئے گئے۔ فضول خرچی کرنے سے منع کیا گیا اور میانہ رَوی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ تنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے، کسی کو ناحق قتل کرنے، زنا کرنے اور یتیم کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور زمین پر اِترا کر نہ چلنے کا حکم دیا گیا۔

(6)......قرآنِ پاک نازل کرنے کے مَقاصد بیان کئے گئے۔

(7)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کا انہیں سجدہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......قرآنِ پاک کے بے مثل ہونے کو بیان کیا گیا۔

(9)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے واقعے کا کچھ حصہ بیان کیا گیا۔

(10)......قرآنِ پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی۔

سورۂ نحل کے ساتھ مناسبت

سورۂ بنی اسرائیل کی اپنے سے ماقبل سورت "نحل" کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ نحل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار و مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا اور سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان کو بیان فرمایا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کو بیان کیا گیا ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ نحل میں بیان کیا گیا کہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل میں قرآنِ پاک نازل کرنے کے مقاصد بیان کئے گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿سُبْحٰنَ: پاک ہے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ''سُبْحَانَ اللّٰه'' کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر بری چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔''[1]

سُبْحَانَ اللّٰه کے 3 فضائل

اس آیت کی ابتدا میں لفظ ''سُبْحٰنَ'' کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے ''سُبْحَانَ اللّٰه'' کے 3 فضائل درج ذیل ہیں:

1......مستدرك، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، تفسير سبحان الله، ۲/۱۷۷، الحديث: ۱۸۹۱.

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ‘‘ پڑھا، تو اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں۔ (1)

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ‘‘ کہا تو اس کے لئے جنت میں ایک درخت اُگا دیا جاتا ہے۔ (2)

(3)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کون سا کلام اللّٰہ تعالٰی کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ کلام جسے اللّٰہ تعالٰی نے فرشتوں کے لئے پسند فرما یا ہے (اور وہ یہ ہے) ’’سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ‘‘۔ (3)

اسمِ الٰہی کی تجلی کا اثر

یاد رہے کہ ہر اسمِ الٰہی کی تجلی عامل پر پڑتی ہے یعنی جو جس اسمِ الٰہی کا وظیفہ کرتا ہے اُس میں اُسی کا اثر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے چنانچہ جو ’’یَا سُبْحَانُ‘‘ کا وظیفہ کرے تو اللّٰہ تعالٰی اسے گناہوں سے پاک فرمائے گا۔ جو ’’یَا غَنِیُّ‘‘ کا وظیفہ پڑھے تو وہ خود غنی اور مالدار ہو جائے گا، اسی طرح جو یَاعَفُوُّ، یَا حَلِیْمُ کا وظیفہ کرے تو اس میں یہی صفات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔ اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو بکر بن زیّات رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: حضور! آج صبح ہمارے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور میں سب سے پہلے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس یہ خبر لے کر آیا ہوں تاکہ آپ کی برکت سے ہمارے گھر میں خیر نازل ہو۔ حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’اللّٰہ تعالٰی تمہیں اپنے حفظ و اَمان میں رکھے۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور سو مرتبہ یہ الفاظ کہو ’’مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ‘‘ یعنی اللّٰہ تعالٰی نے جو چاہا وہی ہوا۔ اس نے سو مرتبہ یہ الفاظ دہرا لئے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’دوبارہ یہی الفاظ کہو۔ اس نے سو مرتبہ پھر وہی الفاظ دہرائے۔ آپ نے فرمایا ’’پھر وہی الفاظ دہراؤ۔ اس طرح پانچ مرتبہ اسے (وہ الفاظ دہرانے کا) حکم دیا۔ اتنے میں ایک وزیر کی والدہ کا

---

1 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، ٤/٢١٩، الحدیث: ٦٤٠٥.

2 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ٥٩-باب، ٥/٢٨٦، الحدیث: ٣٤٧٥.

3 ......مستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل...الخ، احبّ الکلام الی اللّٰہ سبحان ربّی وبحمدہ، ٢/١٧٦، الحدیث: ١٨٨٩.

خادم ایک خط اور تھیلی لے کر حاضر ہوا اور کہا: ’’اے معروف کرخی! رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، اُمِّ جعفر آپ کو سلام کہتی ہے، اس نے یہ تھیلی آپ کی خدمت میں بھجوائی ہے اور کہا ہے کہ آپ غُرباء ومساکین میں یہ رقم تقسیم فرما دیں۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قاصد سے فرمایا ’’رقم کی تھیلی اس شخص کو دے دو، اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ قاصد نے کہا: یہ 500درہم ہیں، کیا سب اسے دے دوں؟ آپ نے فرمایا ’’ہاں! ساری رقم اسے دے دو، اس نے پانچ سو مرتبہ ’’مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ‘‘ کہا تھا۔ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ’’یہ پانچ سو درہم تمہیں مبارک ہوں، اگر اس سے زیادہ مرتبہ کہتے تو ہم بھی اتنی ہی مقدار مزید بڑھا دیتے۔ (جاؤ! یہ رقم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو)۔[1]

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ: پاک ہے وہ ذات۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر کمزوری، عیب اور نقص سے خداوند قدوس کی عظیم ذات پاک ہے جس نے اپنے خاص بندے یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شبِ معراج رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی حالانکہ مسجدِ اقصیٰ مکۂ مکرمہ سے تیس دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجدِ اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے دینی ودُنیوی برکتیں رکھی ہیں اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی عظمت اور قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ روایت ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شبِ معراج درجاتِ عالیہ اور مَراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خطاب فرمایا، اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہ فضیلت وشرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرض کی: اس لئے کہ تو نے مجھے عَبدِیَّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔[2]

﴿اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ: اپنے بندے کو سیر کرائی۔﴾ آیت کے اس حصے میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معراج شریف کا تذکرہ ہے۔ معراج شریف نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہ کمالِ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا کسی کو مُیَسَّر نہیں۔

1 ......عیون الحکایات، الحکایة التاسعة بعد الثلاث مائة، ص۲۷۷.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱، ۳/۱۵۳-۱۵۴، ملخصاً.

معراج شریف سے متعلق 3 باتیں

یہاں معراج شریف سے متعلق تین باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)......نبوت کے بارہویں سال سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معراج سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔

(2)......مکۂ مکرمہ سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیتُ المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور مَنازلِ قرب میں پہنچنا اَحادیثِ صحیحہ مُعتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تَواتُر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔

(3)......معراج شریف بحالتِ بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کثیر جماعتیں اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیل القدر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسی کے معتقد ہیں، آیات واَحادیث سے بھی یہی سمجھ آتا ہے اور جہاں تک بیچارے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علّت ومَعلول کے چکر میں پھنس کر عجیب وغریب شکوک وشُبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اَوہام مَحض باطل ہیں، قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ (1)

سفرِ معراج کا خلاصہ

معراج شریف کے بارے میں سینکڑوں اَحادیث ہیں جن کا ایک مختصر خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معراج کی رات حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقدس سینہ کھول کر اسے آبِ زمزم سے دھویا، پھر اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں براق پیش کی اور انتہائی اِکرام اور احترام کے ساتھ اس پر سوار کر کے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے گئے۔ بیتُ المقدس میں سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تمام اَنبیاء ومُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امامت فرمائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی طرف

1......تفسیرات احمدیه، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ۱، ص۵۰۵، روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۱، ۵/۱۰۴، **خزائن العرفان**، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۲۵، ملتقطاً۔

متوجہ ہوئے۔حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، پہلے آسمان پر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے، انہوں نے حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت وتکریم کی اور تشریف آوری کی مبارک بادیں دیں، حتّٰی کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرماتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے تمام مُقرَّبین کی آخری منزل سِدرۃُ المنتہیٰ تک پہنچے۔اس جگہ سے آگے بڑھنے کی چونکہ کسی مقرب فرشتے کو بھی مجال نہیں ہے اس لئے حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آگے ساتھ جانے سے معذرت کر کے وہیں رہ گئے، پھر مقامِ قُربِ خاص میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ترقیاں فرمائیں اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تَصَوُّر تک مخلوق کے اَفکار وخیالات بھی پرواز سے عاجز ہیں۔وہاں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر خاص رحمت وکرم ہوا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، زمین وآسمان کی بادشاہت اور ان سے افضل و برتر علوم پائے۔اُمت کے لئے نمازیں فرض ہوئیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بعض گناہگاروں کی شفاعت فرمائی، جنت ودوزخ کی سیر کی اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔جب سَرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس واقعے کی خبریں دیں تو کفار نے اس پر بہت واویلا کیا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیتُ المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفیّتیں دریافت کرنے لگ گئے۔حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور قافلوں کے جواَحوال سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔

معراجِ حبیب اور معراجِ کلیم میں فرق

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو معراج عطا فرمائی اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو معراج عطا فرمائی، یہاں ان میں فرق ملاحظہ ہو، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

کلیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی معراج درختِ دنیا پر ہوئی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیٴِ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ [1] برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کی معراج سِدرۃُ المنتہٰی وفردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ۝ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى [2] سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔(ت)[3]

مزید فرماتے ہیں: کلیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْم پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی (چنانچہ ارشاد فرمایا)

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِكَ مَنۡ فِی النَّارِ وَمَنۡ حَوۡلَهَا [4] پھر موسیٰ آگ کے پاس آئے تو (انہیں) ندا کی گئی کہ اُس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ پر جلوۂ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم و تعظیم کیلئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی (کہ)

اِذۡ یَغۡشَى السِّدۡرَةَ مَا یَغۡشٰى [5] جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔[6]

(اللہ تعالیٰ نے) کلیمُ اللّٰه عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْم سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرما دیا (چنانچہ ارشاد فرمایا)

وَ اَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰى ۝ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ [7] الی اخر الایات. (آیات کے آخر تک) اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔(ت)

حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سے فوق السَّمٰوٰت مُکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا (چنانچہ ارشاد فرمایا)

---

1 ......قصص: ٣٠.
2 ......النجم: ١٤، ١٥.
3 ......فتاوی رضویہ، ٣٠/١٨٢۔
4 ......نمل: ٨.
5 ......نجم: ١٦.
6 ......فتاوی رضویہ، ٣٠/١٨٢-١٨٣۔
7 ......طٰهٰ: ١٣، ١٤.

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى [1] پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ (ت) [2]

﴿اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا: مسجدِ اقصیٰ تک۔﴾ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرانے میں ایک حکمت یہ ہے کہ تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا شرف اور فضیلت ظاہر ہو جائے کیونکہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی جگہ میں انہیں امام بن کر نماز پڑھائی اور جسے گھر والوں پر مُقدّم کیا جائے اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سلطان ہوتا ہے کیونکہ سلطان کو اپنے علاوہ لوگوں پر مُطْلَقاً تَقدُّم حاصل ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ حشر کے دن مخلوق اسی سرزمین میں جمع ہو گی اس لئے یہ جگہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدموں کی برکات سے نہال ہو جائے تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر محشر میں وُقوف آسان ہو۔ [3]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پہلی حکمت کے حوالے سے کیا خوب فرماتے ہیں:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر ❁ کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

﴿اَلَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ: جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللّٰہ تعالیٰ نے مسجدِ اقصیٰ کی شان بیان فرمائی کہ اس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں دینی بھی اور دنیوی بھی۔ دینی برکتیں یہ کہ وہ سرزمینِ پاک وحی کے اترنے کی جگہ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت گاہ اور ان کی قیام گاہ بنی اور ان کی عبادت کا قبلہ تھی۔ دنیوی برکتیں یہ کہ وہاں قرب و جوار میں نہروں اور درختوں کی کثرت تھی جس سے وہ زمین سرسبز و شاداب ہے اور میووں اور پھلوں کی کثرت سے بہترین عیش و راحت کا مقام ہے۔ [4]

﴿لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا: تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں معراج شریف کی ایک حکمت بیان کی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی

---

1 ......النجم: ١٠.

2 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۷۹-۱۸۰۔

3 ......صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ١، ٣/١١٠٦.

4 ......مدارك، الاسراء، تحت الآیۃ: ١، ص٦١٥، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ١، ٣/١٥٤، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۲۵، ملتقطاً۔

عَلَیْہ فرماتے ہیں: بے شک اس رات نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا، انہیں نماز پڑھائی اور بڑی عظیم نشانیاں دیکھیں۔ مزید فرماتے ہیں: اس آیت میں ''مِنْ اٰیٰتِنَا'' کے الفاظ ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ کچھ نشانیاں دکھائیں جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں۔ (1) اس آیت کے ظاہر سے ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فضیلت حاصل ہے، حالانکہ ایسا نہیں اور نہ ہی کوئی ان کی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اِس اعتبار سے فضیلت کا قائل ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت بھی اللہ تعالیٰ کی (تمام نہیں بلکہ) بعض ہی نشانیاں ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی (دوسری) نشانیاں اِس (آسمان و زمین کی بادشاہت) سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہیں اور (اسی اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو نشانیاں و عجائبات دکھائے وہ زمین و آسمان کی بادشاہت سے بڑھ کر ہیں، اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت حاصل ہے (2)۔ (3)

وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًاؕ (۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ میرے سوا کسی

1 ......انعام: ۷۵.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۱۵٤ ملخصاً.

3 ......معراج شریف سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''فیضانِ معراج'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

کو کارساز نہ بناؤ۔

﴿ وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ : اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اکرام کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرمایا اور اس آیت میں وہ اپنے اس اکرام کا ذکر فرما رہا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنادیا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیروں سے علم اور دین کے نور کی طرف نکالتے ہیں تاکہ اے بنی اسرائیل! تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔[1]

ذُرِّیَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا ہے بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا۔

﴿ ذُرِّیَّةَ مَنۡ : اے ان لوگوں کی اولاد۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور طوفانِ نوح سے محفوظ فرمایا، تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔[2]

حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شکر گزاری

حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بطورِ خاص شکر گزار بندہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب کوئی چیز کھاتے، پیتے یا لباس پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اس کا شکر بجالاتے تھے۔[3]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شکر گزاری

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ اقدس میں حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ وصف انتہائی

1 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲، ۷/۲۹۷.

2 ......جلالین مع صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۱۱۱۳.

3 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۱۶۱.

اعلیٰ طریقے سے پایا جاتا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے تھے، چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب کھانا تناوُل فرماتے اور پانی پیتے، جب بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے، جب نیا لباس زیبِ تن فرماتے، جب آئینہ دیکھتے، جب بستر پر تشریف لاتے، جب نیند سے بیدار ہوتے، جب سواری پر سوار ہوتے، جب کوئی مسلمان ہوتا، جب کوئی خوشی کی خبر ملتی، جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے اور جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو خود کو عافیت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے اور اس کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے۔ (ایک دن) حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں! حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا)، ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا'' کیا میں (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (1)

حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے پر میری مدد فرما (2)۔ (3)

وَ قَضَیْنَاۤ اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دو بار فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے۔

1 ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادة، ص۱۵۱۵، الحدیث: ۸۱(۲۸۲۰).

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الدعاء، امر النبی صلی الله علیه وسلم عمر بن الخطاب ان یدعوا به، ۱۳٤/۷، الحدیث: ۲.

3 ......شکر کرنے کی ترغیب پانے کے لئے کتاب ''شکر کے فضائل'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دومرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بڑا تکبر کرو گے۔

﴿فِی الْكِتٰبِ: کتاب میں۔﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین میں یعنی سرزمینِ شام میں دومرتبہ فساد کرو گے۔ یہ غیب کی خبر پوری ہوئی اور جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا تھا ویسے ہی وقوع میں آیا کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا، ظلم و بغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے بعد پھر سنبھلے لیکن پھر دوبارہ فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے کچھ بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان دومرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کیلئے گھس گئے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔

﴿وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا: ان دومرتبہ میں سے پہلی بار کا وعدہ۔﴾ اس آیت میں گزشتہ آیت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جب دو مرتبہ کے فساد میں سے پہلی مرتبہ کے فساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کی اور گناہ کے کاموں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مُرتکب ہونے لگے حتّٰی کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیاء عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ایک قول کے مطابق حضرت ارمیاء عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کیا اور جب بنی اسرائیل نے یہ فساد کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر بہت زور و قوت والے لشکروں کو مُسلّط کر دیا تا کہ وہ انہیں لوٹیں اور انہیں قتل کریں، قید کریں (اور ذلیل و رسوا

کریں۔) چنانچہ ان مسلط کئے جانے والے لشکروں نے بنی اسرائیل کے علماء کو قتل کیا، توریت کو جلایا، مسجد ِاقصیٰ کو ویران کیا اور ستر ہزار افراد کو گرفتار کیا۔[1] یہ مسلط کئے جانے والے لشکر کون سے تھے، اس بارے میں مختلف اَقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین طریقے سے ہزیمت سے دوچار کیا وہ بخت نصر تھا جس نے انہیں تہس نہس کر کے چھوڑا اور یوں وعدۂ الٰہی پورا ہوا۔

بدعملی کا دُنْیَوی انجام

اس سے معلوم ہوا کہ بدعملی کی وجہ سے ظالم بادشاہ مسلط کر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ ظالم بادشاہ بھی عذابِ الٰہی ہوتا ہے۔ نیز بدعملی کے مزید دنیوی نقصانات ملاحظہ ہوں چنانچہ حضرت **عبداللہ بن عمر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ’’اے مہاجرین! جب تم پانچ کاموں میں مبتلا کر دیئے جاؤ (تو تمہارا کیا حال ہوگا) اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کاموں میں مبتلا ہو جاؤ، **(1)** جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام اِعلانیہ ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ **(2)** جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ **(3)** جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ **(4)** جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لیتے ہیں۔ **(5)** جب مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا قانون نافذ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پر عمل کرتے اور کچھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔‘‘[2]

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ

---

1 ……بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ٤-٥، ٤٣٢/٣، خازن، الاسراء، تحت الایة: ٥، ١٦٢/٣، مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ٥، ص٦١٦، جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ٥، ص٢٣٠.

2 ……ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ٣٦٧/٤، الحدیث: ٤٠١٩.

اَكْثَرَ نَفِیْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر اُلٹ کر تمہارا حملہ کردیا اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہارا جتھا بڑھا دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بھی زیادہ کردی۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ: پھر ہم نے تمہارا غلبہ ان پر اُلٹ دیا۔﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد دوبارہ سنبھلنے کی داستان بیان کی جارہی ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر وفساد سے باز آئے تو ہم نے تمہیں دولت دی اور تمہیں اتنی قوت وطاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمہیں اُن لوگوں پر غلبہ عطا کردیا گیا جو تم پر مسلط ہوچکے تھے۔ (1)

افرادی اور مالی قوت کی اہمیت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افرادی اور مالی قوت کی بھی بڑی اہمیت ہے اور طاقت کے میدان میں ان کا بڑا عمل دخل ہے اور اگر ان کا صحیح استعمال ہو تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور برا کرو گے تو اپنا پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا کہ دشمن تمہارا

(1)......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶، ۳/۱۶۲، ملتقطاً۔

منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔ پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔

﴿اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ: اگر تم بھلائی کرو گے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کو غلبہ وطاقت اور اقتدار واختیار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انہیں یہ بھی فرمادیا کہ اگر تم بھلائی کرو گے اور اس پر ثابت قدم رہو گے اور اسی بھلائی کے راستے پر چلتے رہو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے اور دوبارہ پرانی روِش اپناؤ گے اور فتنہ وفساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انہوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں کرنا شروع کر دیں اور انہوں نے پھر فساد برپا کیا حتّٰی کہ حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچالیا اور اپنی طرف اُٹھالیا اور بنی اسرائیل نے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہلِ فارس اور روم کو مسلط کیا تاکہ وہ انہیں قتل کریں، قید کریں اور اتنا پریشان کریں کہ رنج وپریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں پھر ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ وہ بیتُ المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ (1)

بنی اسرائیل کے دوہرے فساد اور ان کے انجام سے مسلمان نصیحت حاصل کریں

بنی اسرائیل کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی تاریخ کو دیکھیں تو پہلی نظر میں ہی مسلمانوں کے عروج وزوال کا سبب واضح ہو جائے گا کہ مسلمان جب تک قرآنِ مجید کے احکامات اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت پر عمل پیرا رہے تو دنیا بھر میں انہیں غلبہ، قوت اور اقتدار حاصل رہا اور انہیں لاثانی شان وشوکت حاصل رہی اور جب سے انہوں نے قرآن وحدیث کی پیروی میں سستی کرنا شروع کی اور حرام و ناجائز اَفعال میں مبتلا ہوئے تب

(1)……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷، ۷/۳۰۱، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۱۶۲، ملتقطاً.

سے ان کی شوکت اور اِقتدار زوال پذیر ہونا شروع ہو گیا اور ایک وقت ایسا بھی آیا جس میں اسلامی ملکوں اور شہروں کو تباہی و بربادی کے ایسے طوفان کا سامنا کرنا پڑا کہ لاکھوں افراد کی آبادی پر مشتمل شہروں میں کوئی زندہ انسان نظر نہ آتا تھا اور وحشی پرندے اور جانور ان کی لاشوں پر گوشت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے گھوم رہے تھے۔ پھر جب مسلمان اپنی بے عملی چھوڑ کر عمل کی طرف مائل ہوئے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو انہوں نے حرزِ جاں بنایا تو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں پھر دنیا میں طاقت اور سلطنت عطا فرما دی اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت بحال کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے، لیکن جب پھر مسلمانوں میں بدعملی کا رواج ہوا اور مسلمان شراب و رَباب کی مستی میں گم ہو گئے اور نفسانی لذات کے حصول کو اپنا مشغلہ بنالیا اور مال ودولت کی حرص وہَوس کا شکار ہو گئے تو اس کے بعد مسلمانوں کا جو حال ہوا ہے وہ صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں، اگر اب بھی مسلمان نہ سنبھلے اور انہوں نے اپنی عملی حالت کو نہ سدھارا تو حالات اس سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْۚ-وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَاۘ-وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا(۸)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر دوبارہ (شرارت) کرو گے تو ہم دوبارہ (سزا) دیں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنادیا ہے۔

﴿اَنْ یَّرْحَمَكُمْ : کہ تم پر رحم فرمائے۔﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم دوبارہ توبہ کرلو اور گناہوں سے باز آجاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم وکرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ وفساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی وہی حرکات کیں اور زمانہ مصطفوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کی تو اُن پر ذلت مسلط کردی گئی۔[1] اور فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل گیا تو ان کی کچھ بچت ہو جائے گی ورنہ ان پر ذلت مسلط کردی گئی ہے، چنانچہ ہمارے زمانے میں یہودیوں کو دیکھ لیں کہ انہیں مغربی ممالک کا سہارا حاصل ہے، اگر وہ ہٹ جائے تو ایک دن میں اپنی اوقات دیکھ لیں گے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ (۹) وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۠ (۱۰)

ع۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ: بیشک یہ قرآن۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی تین خوبیاں بیان فرمائی ہیں (1) قرآن سب سے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور وہ راستہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اُن کی اطاعت کرنا ہے۔ (یہی راستہ سیدھا جنت تک اور خدا تک پہنچانے والا اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی ولیوں اور ان نیک بندوں کا ہے جن کی پیروی کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے)۔ (2) نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو جنت

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸، ۵/۱۳۴-۱۳۵، ملخصاً.

کی بشارت دیتا ہے۔ (3) آخرت کے منکرین کو دردناک عذاب کی خبر دیتا ہے۔ [1]

وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِؕ-وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کبھی) آدمی برائی کی دعا کر بیٹھتا ہے جیسے وہ بھلائی کی دعا کرتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

﴿وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ: اور آدمی برائی کی دعا کر دیتا ہے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جس طرح بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات برائی کی دعا بھی کر دیتا ہے جیسے کئی مرتبہ غصے میں آ کر اپنے اور اپنے گھر والوں کے اور اپنے مال واولاد کے خلاف دعا کر دیتا ہے، غصہ میں آ کر ان سب کو کوستا ہے اور اُن کے لئے بددعائیں کرتا ہے تو یہ انسان کی جلد بازی ہے (اور جلد بازی عموماً نقصان دیتی ہے۔) اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددعائیں قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل ومال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔ [2] جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جاتی۔

بددعا کرنے سے بچیں

اس سے معلوم ہوا کہ غصے میں اپنے یا کسی مسلمان کیلئے بددعا نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ منہ سے اچھی بات نکالنی چاہیے کہ نہ معلوم کونسا وقت قبولیت کا ہو۔ ہمارے معاشرے میں عموماً مائیں بچوں کو طرح طرح کی بددعائیں دیتی رہتی ہیں، مثلاً تیرا بیڑہ غرق ہو، تو تباہ ہو جائے، تو مر جائے، تجھے کیڑے پڑیں وغیرہ، وغیرہ، اس طرح کے جملوں سے احتراز لازم ہے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۹-۱۰، ۳۰۳/۷-۳۰۴، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۹-۱۰، ص۶۱۷، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱، ۱۳۷/۵، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱، ۱۶۷/۳، ملتقطاً.

3 ......یونس: ۱۱.

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر مراد ہے اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا مراد ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نضر بن حارث کافر نے کہا، یارب! اگر یہ دینِ اسلام تیرے نزدیک حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ دعا قبول کرلی اور اُس کی گردن ماری گئی۔ (1)

جلد بازی کی مذمت

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ آدمی بڑا جلد باز ہے۔ اسے سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں لوگوں کی ایک تعداد ایسی نظر آتی ہے جو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے کاموں میں نامطلوب جلد بازی سے کام لیتے ہیں، جیسے وضو کرنے میں، نماز ادا کرنے میں، تلاوتِ قرآن کرنے میں، روزہ افطار کرنے میں، تراویح ادا کرنے میں، قربانی کرنے میں، ذبح کے بعد جانور کی کھال اتارنے میں، ارکانِ حج ادا کرنے میں، دعا کی قبولیت میں، بددعا کرنے میں، کسی کو گناہگار قرار دینے میں، کسی کے خلاف بدگمانی کرنے میں، دنیا طلب کرنے میں، نہ ملنے پر شکوہ کرنے میں، رائے قائم کرنے میں، کسی سے جھگڑا مول لینے میں، کسی پر غصہ نافذ کرنے میں، کسی کے خلاف یا کسی کام سے متعلق فیصلہ کرنے میں، گاڑی چلانے میں، گاڑی سے اترنے یا چڑھنے میں اور روڈ پار کرنے وغیرہ بے شمار دینی اور دُنیوی اُمور میں لوگ جلد بازی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات لوگوں کی عبادات ہی ضائع ہوجاتی ہیں اور کبھی وہ دنیوی معاملات میں بھی شدید نقصان سے دوچار ہوجاتے ہیں اور ان کے پاس ندامت اور پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ وہ درج ذیل دو اَحادیث سے نصیحت حاصل کریں اور جلد بازی کی آفات اور اس کے نقصانات سے خود کو بچانے کی کوشش کریں۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بُردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ (2)

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١١، ص٦١٧.

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی التّأنّی والعجلة، ٣/٤٠٧، الحديث: ٢٠١٩.

’’جس نے توَقُّف کیا تو اس نے (اپنا مقصد) پالیا یا قریب ہے کہ وہ (اسے) پالے اور جس نے جلدی کی تو اس نے خطا کی یا قریب ہے کہ وہ خطا کھا جائے۔(1)

یاد رہے کہ بعض کام ایسے ہیں جن میں جلدی کرنا مذموم نہیں بلکہ ان میں جلدی کرنا شریعت کی طرف سے مطلوب ہے جیسے قضا نمازیں اور نمازِ جنازہ ادا کرنے میں، قرض کی ادائیگی میں، زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے میں، گناہوں سے توبہ کرنے میں، نیک اعمال کرنے میں، اولاد جوان ہوجائے تو ان کی شادی کرنے وغیرہ میں جلدی کرنا۔ اچھی اور بری جلدی میں فرق واضح ہے جسے ہر آدمی موقع محل کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔(2)

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرمادی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کردیا۔

﴿اٰیَتَیْنِ: دو نشانیاں۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی قدرت کی دو عظیم نشانیاں بیان فرمائیں اور وہ دو نشانیاں دن

---

1 ......معجم الکبیر، ابن لهيعة عن ابی عشانة، ۱۷/ ۳۱۰، الحدیث: ۸۵۸.

2 ......جلد بازی کی مذمت اور نقصانات وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’جلد بازی‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

اور رات ہیں، چنانچہ فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا بنایا یعنی رات کو تاریک بنایا کہ اس میں ہر چیز چھپ جاتی ہے اور تاریک بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آرام کیا جائے جبکہ دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں سب چیزیں نظر یں آئیں اور تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل یعنی اپنی روزی آسانی سے کما سکو۔[1]

آیت ''لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بیکار رہنا اور کمائی نہ کرنا بہت نامناسب ہے، اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں برتنے کو دیئے ہیں اس لئے انہیں بیکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ہاتھ پاؤں اور دیگر جسمانی اَعضا سلامت ہونے اور کمائی کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اپنوں یا پرایوں سے مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔

(2)...... رزق حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، محض ہماری کمائی کا نتیجہ نہیں، اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے ہنر وکمال پر ناز نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر نگاہ رکھے۔ اپنی محنت کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نگاہ رکھنا ہی تَوَکُّل ہے۔

﴿ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ : تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ ﴾ یعنی رات اور دن کی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ رات اور دن کے دورے سے تم دنوں کا حساب بناتے ہو، پھر دنوں سے ہفتے اور مہینے اور پھر سال بنتے ہیں تو گویا یہ نظام تمہاری زندگی کو سہولتیں فراہم کرنے کیلئے ہے اور اسی دن رات کی تبدیلی سے تم دینی و دنیوی کاموں کے اوقات کا حساب لگاتے ہو۔[2]

﴿ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا : اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کردیا۔ ﴾ یعنی ہم نے قرآن میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان فرما دیا خواہ اس کی حاجت تمہیں دین میں ہو یا دنیا کے کاموں میں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی تفصیل بیان فرمادی جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٢، ص٦١٨، جلالين، الاسراء، تحت الآية: ١٢، ص ٢٣١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ١٢، ٥/١٣٩، ملخصاً.

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

نیز ایک اور آیت میں ارشاد کیا

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔[3]

غرض ان آیات سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم میں جمیع اَشیاء کا بیان ہے، سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا کتاب ہے اور کیسی اس کی جامعیت ہے، اس کی کچھ جھلک دیکھنی ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم الشان کتاب "اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ" (قرآن ہر چیز کا بیان ہے) کا مطالعہ فرمائیں جس میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انتہائی شاندار انداز میں علومِ قرآن کی وسعت کا بیان فرمایا ہے۔

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًاؕ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگادی ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

[1] ......انعام: ۳۸.

[2] ......النحل: ۸۹.

[3] ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۱۶۸، جمل، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۳۰۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

﴿فِیْ عُنُقِهٖ: اس کی گردن میں۔﴾ یعنی جو کچھ کسی بھی آدمی کے لئے مقدر کیا گیا ہے، اچھا یا برا، نیک بختی یا بدبختی وہ اس کو اس طرح لازم ہے اور ہر وقت اس طرح اس کے ساتھ رہے گی جیسے گلے کا ہار کہ آدمی جہاں جاتا ہے وہ ساتھ رہتا ہے، کبھی جدا نہیں ہوتا۔[1] امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت یا شقاوت کا نوشتہ ڈال دیا جاتا ہے۔[2] پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس کے بعد کا مرحلہ اگلی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اس سے فرمایا جائے گا: اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَاؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو

---

[1]......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۳، ۳/۱۶۸، ملخصاً.

[2]......جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۲۳۱.

ہی گمراہ ہوااور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

﴿مَنِ اهْتَدٰى: جس نے ہدایت پائی۔﴾ ان آیات کا مَنشا یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہدایت و نیک اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ نہ ہوگا کہ نیکی تو یہ کرے اور جزا کسی اور کو دے دی جائے اور یہ خود محروم رہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی نیکی سے دوسرے کو بھی فائدہ پہنچ جائے جیسے ایصالِ ثواب یا صدقہ جاریہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یونہی آدمی کے بہکنے کا گناہ اور وبال بھی اسی پر ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ایک آدمی دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے، ہاں جہاں تک گناہ کی ترغیب دینے کا یا اس کے اَسباب مُہَیّا کرنے کا تعلق ہے تو اس کا گناہ بہر حال اپنی جگہ ملے گا، چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

اور فرماتا ہے

وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کررہے ہیں۔

بہر حال آیات کا آپس میں تَعارُض نہیں۔

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم جس کو بھی سزا دیتے ہیں اس کی ہدایت کے اسباب مہیا ہونے کے بعد اور پھر اس آدمی کے جان بوجھ کر حق سے انکار کرنے کے بعد ہی سزا دیتے ہیں چنانچہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں جو اُمت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتا ہے اور راہِ حق ان پر واضح کرتا ہے اور حجت قائم فرماتا ہے پھر جب لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں تو ہم انہیں عذاب دیتے ہیں۔

1 ......عنکبوت:۱۳.

2 ......نحل:۲۵.

وَ اِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے خوشحال لوگوں کو احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

﴿وَ اِذَاۤ اَرَدۡنَا: اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اَقوام کا اِجمالی حال اور گمراہ قوموں کا مزاج بیان فرمایا ہے کہ کس طرح وہ مرحلہ وار سزا و عذاب کے مستحق ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا کہ بغیر کسی رہنمائی اور مہلت کے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ہم قوم کے سرداروں اور خوشحال لوگوں کو اپنے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے احکام بھیجتے ہیں تا کہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کی طرف آئیں اور احکاماتِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہوں لیکن زیادہ تر یہی ہوا کہ سرداروں اور مالداروں نے رسول کی بارگاہ میں سر جھکانے کی بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں وہ عذاب کے مستحق بنے اور عذابِ الٰہی کا فیصلہ ان پر صادق آیا اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔

قوم کے سرداروں کو انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے

اس آیت میں سرداروں کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا کیونکہ عوام اپنے سرداروں کے ہی پیچھے چلتے ہیں، جو وہ کرتے ہیں عوام وہی کرتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سردارانِ قوم کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان کی غلطی عام آدمی کی غلطی سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح کے بعد ہلاک کردیں اور تمہارا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار دیکھنے والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کردیں اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی کافی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ: اور کتنی ہی قومیں ہم نے ہلاک کردیں۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے کے بعد کتنی ہی تکذیب کرنے والی اُمتیں جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہم نے ہلاک کردیں کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کی، لہٰذا مکہ والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔[1] اور ان کے ساتھ ساری کائنات کے لوگوں کو اس سے خبردار رہنا چاہیے کہ اگر انہوں نے سابقہ امتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا راستہ اختیار کیا اور اسی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان امتوں کی طرح انہیں بھی کہیں عذاب میں مبتلا نہ کردے۔

﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ: اور تمہارا رب کافی ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ تمام معلومات کو جاننے والا، تمام دیکھی جانے والی چیزوں کو دیکھنے والا ہے لہٰذا مخلوق کا کوئی حال بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مُمکنات پر قادر ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ویسی جزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ مستحق ہے نیز اللہ تعالیٰ عَبث اور ظلم سے بھی پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات یعنی مکمل علم، کامل قدرت اور ظلم سے براءت میں فرمانبرداروں کے لئے عظیم بشارت جبکہ کافروں اور گناہگاروں کے لئے عظیم خوف ہے۔[2]

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۷، ۳/۱۶۹، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۱۷، ۷/۳۱۶.

مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِیۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِیۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصۡلٰىهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کردیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جوجلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔

﴿ **اَلْعَاجِلَةَ:** جلدی والی (دنیا)۔﴾ یعنی جو صرف دنیا کا طلب گار ہو تو یہ ضروری نہیں کہ طالبِ دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اُسے دیا ہی جائے اور جو وہ مانگے وہی دیا جائے ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عیش چاہتا ہے مگر تکلیف ملتی ہے۔ ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے خسارے میں رہا اور اگر دنیا میں اس کو اس کی پوری مراد دیدی گئی تو آخرت کی بد نصیبی و شقاوت جب بھی ہے جبکہ مومن کا حال اس سے بالکل جدا ہے کہ جو آخرت کا طلب گار ہے اگر وہ دنیا میں فقر سے بھی زندگی بسر کر گیا تو آخرت کی دائمی نعمتیں اس کے لئے موجود ہیں اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب، الغرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ بالآخر تو اسے ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں ہی جانا ہے۔ [1]

دنیا کی خاطر آخرت برباد نہ کریں

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی نصیب میں ہے خواہ اسے فکر سے حاصل کریں یا فراغت سے، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی دنیا بہتر بنانے کے لئے اپنی آخرت کو برباد نہ کرے، یونہی وہ کسی کی دنیا کی خاطر بھی اپنی آخرت

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ۱۸، ص ۶۱۹، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۸، ص۵۲۹، ملتقطاً۔

تباہ نہ کرے۔ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجے والا وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کردے۔[1] یاد رہے کہ مومنِ کامل کا دل دنیا میں رہتا ہے مگر دل میں دنیا نہیں رہتی بلکہ دل میں صرف دین رہتا ہے اور اگر دل میں دین کی بجائے دنیا آجائے تو وہ ہلاک ہوجاتا ہے جیسے کشتی پانی میں جائے تو تیرے گی لیکن پانی کشتی میں آجائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ: اور جو آخرت چاہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں طالبِ دنیا کا بیان کیا گیا جبکہ اس آیت میں طالبِ آخرت کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا طلبگار ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے یعنی نیک اعمال بجالاتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہ وہ آدمی ہے جس کا عمل مقبول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کا اچھا صِلہ دیا جائے گا۔

عمل کی مقبولیت کے لئے درکار تین چیزیں

اس آیت میں مومن ہونے کی شرط کا بیان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں، نیکیوں کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو، یا بہترین غذا کے لئے زہر سے خالی ہونا۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال

[1]......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسيفهما، ٤/٣٣٩، الحديث: ٣٩٦٦.

اس کی شاخیں۔صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہاں بڑی پیاری بات ارشادفرمائی کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل کی مقبولیت کے لئے تین چیزیں درکار ہیں:ایک تو طالبِ آخرت ہونا یعنی نیت نیک۔ دُوسرے سعی یعنی عمل کو باہتمام اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا۔تیسری ایمان جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔[1]

كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ع ۱۲ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا بیکس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم آپ کے رب کی عطا سے اِن (دنیا کے طلبگاروں) اور اُن (آخرت کے طلبگاروں) سب کی مدد کرتے ہیں اور تمہارے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں۔دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجات کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے اور فضیلت میں سب سے بڑی ہے۔اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تو مذموم، بے یارومددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔

﴿ كُلًّا نُّمِدُّ: ہم سب کی مدد کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو دنیا چاہتے ہیں اور جو طالبِ آخرت ہیں ہم سب کی مدد کرتے ہیں۔[2] چنانچہ دیکھ لیں کہ کفار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں لیکن وہ چونکہ دنیا کے طالب ہیں اور اس کیلئے

1 ......خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱۹، ص۵۲۹۔

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۱۷۰.

کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی عطا فرمایا ہے بلکہ ہمارے زمانے میں تو دُنیوی ترقی میں وہ مسلمانوں سے بہت آگے ہیں اور یونہی جو مسلمان محنت کرتا ہے وہ بھی اپنی محنت کا صلہ پاتا ہے۔ الغرض دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کو عطا فرما رہا ہے، سب کو روزی مل رہی ہے، دنیا میں سب اس سے فیض اُٹھاتے ہیں نیک ہوں یا بد البتہ انجام ہر ایک کا اس کے حسبِ حال ہوگا، اور اگلی آیت میں فرمایا کہ دیکھو! ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر مال، عزت، شہرت، کمال میں بڑائی دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ درجات اور فضیلت کے اعتبار سے آخرت ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔

﴾ وَ قَضٰى رَبُّكَ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی 16 آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً 25 کاموں کا حکم دیا ہے۔ آیت کے ابتدائی حصے کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت

میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو۔ اس میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار، ان سے محبت اور ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہیں کیونکہ اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ (2)

﴿وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ایجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانی وجود کے حقیقی سبب کی تعظیم کا حکم دیا، پھر اس کے ساتھ ظاہری سبب کی تعظیم کا حکم دیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو کیونکہ جس طرح والدین کا تم پر احسان بہت عظیم ہے تو تم پر لازم ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اسی طرح نیک سلوک کرو۔ (3)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے سے متعلق 12 اَحادیث

اس آیت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا گیا، اسی مناسبت سے ترغیب کے لئے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کے حقوق سے متعلق 12 اَحادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سب سے زیادہ حسنِ صحبت (یعنی احسان) کا مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں (یعنی ماں کا حق سب سے زیادہ ہے۔) انہوں نے پوچھا، پھر کون؟ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں۔ انہوں نے پوچھا، پھر کون؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ......ال عمران: ۳۱.

2 ......صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۱۱۲۵.

3 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۲۳، ۷/۳۲۱، ۳۲۳.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر ماں کو بتایا۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: تمہارا والد۔ [1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''زیادہ احسان کرنے والا وہ ہے جو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کے نہ ہونے (یعنی باپ کے انتقال کر جانے یا کہیں چلے جانے) کی صورت میں احسان کرے۔ [2]

(3)......حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''جس زمانہ میں قریش نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معاہدہ کیا تھا، میری ماں جو مشرکہ تھی میرے پاس آئی، میں نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام کی طرف راغب ہے یا وہ اسلام سے اِعراض کیے ہوئے ہے، کیا میں اس کے ساتھ سلوک کروں؟ ارشاد فرمایا: ''اس کے ساتھ سلوک کرو۔ [3] یعنی کافرہ ماں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے گا۔

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں گیا اس میں قرآن پڑھنے کی آواز سنی، میں نے پوچھا: یہ کون پڑھتا ہے؟ فرشتوں نے کہا، حارثہ بن نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''یہی حال ہے احسان کا، یہی حال ہے احسان کا۔ [4] اور شعب الایمان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ'' حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ماں کے ساتھ بہت بھلائی کرتے تھے۔ [5]

(5)......حضرت ابو اسید بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ [6]

(6)......اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ ہے کہ) ''ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت

---

1 ......بخاری، کتاب الادب، باب من احقّ الناس بحسن الصحبة، ٩٣/٤، الحدیث: ٥٩٧١.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل صلة اصدقاء الاب والامّ ونحوهما، ص١٣٨٢، الحدیث: ١٣(٢٥٥٢).

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب صلة الوالد المشرك، ٩٦/٤، الحدیث: ٥٩٧٨.

4 ......شرح السنّة، کتاب البرّ والصلة، باب برّ الوالدین، ٤٢٦/٦، الحدیث: ٣٣١٢.

5 ......شعب الایمان، الخامس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ١٨٤/٦، الحدیث: ٧٨٥١.

6 ......کنز العمال، حرف النون، کتاب النکاح، قسم الاقوال، الباب الثامن فی برّ الوالدین، ١٩٢/٨، الحدیث: ٤٥٤٤١، الجزء السادس عشر.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا، وہ انتقال کر گئے ہیں تو اب ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا ''انتقال کے بعد نیک سلوک سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔'' یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفلی نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے کہ انہیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انہیں بھی ثواب ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا۔ [1]

(7)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پروردگار کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناراضی میں ہے۔'' [2]

(8)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت والد کی اطاعت کرنے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والد کی نافرمانی کرنے میں ہے۔'' [3]

(9)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تین شخص جنت میں نہ جائیں گے (1) ماں باپ کا نافرمان۔ (2) دیّوث۔ (3) مَردوں کی وضع بنانے والی عورت۔'' [4]

(10)......حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ماں باپ کی نافرمانی کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ میں سے جسے چاہے معاف فرما دے گا جبکہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو موت سے پہلے زندگی ہی میں مل جائے گی۔'' [5]

(11)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ بات کبیرہ گناہوں میں ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ۲۴/۳۹۵، ملخصاً۔

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ۳/۳۶۰، الحدیث: ۱۹۰۷.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۶۴۱، الحدیث: ۲۲۵۵.

4 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: ابراهیم، ۲/۴۳، الحدیث: ۲۴۴۳.

5 ......شعب الایمان، الخامس والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی عقوق الوالدین، ۶/۱۹۷، الحدیث: ۷۸۹۰.

کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں، اس کی صورت یہ ہے کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے، وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔‘‘ [1] صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’صحابۂ کرام (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) جنھوں نے عرب کا زمانۂ جاہلیت دیکھا تھا، ان کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اپنے ماں باپ کو کوئی کیوں کر گالی دے گا یعنی یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے بتایا کہ مراد دوسرے سے گالی دلوانا ہے اور اب وہ زمانہ آیا کہ بعض لوگ خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں اور کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ [2]

(12)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس کی ناک خاک آلود ہو؟ ارشاد فرمایا ’’جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوا۔ [3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی نافرمانی سے بچائے۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور ان کے حقوق سے متعلق مزید معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر **24** سے رسالہ ’’اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ‘‘ (نافرمانی کو ختم کرنے کے لئے حقوق کی تفصیل کا بیان) [4] اور بہارِ شریعت حصہ 16 سے ’’**سلوک کا بیان**‘‘ مطالعہ کیجئے۔

﴿ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا : اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔﴾ یعنی اگر تیرے والدین پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے اور ان کے اَعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا یعنی ایسا کوئی

---

[1]......مسلم، كتاب الايمان، باب الكبائر واكبرها، ص ٦٠، الحديث: ١٤٦(٩٠).

[2]...... **بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، سلوک کرنے کا بیان، ۳/۵۵۲۔**

[3]......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب رغم من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر... الخ، ص ١٣٨١، الحديث: ٩(٢٥٥١).

[4]...... یہ رسالہ تسہیل و تخریج کے ساتھ بنام ’’والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق‘‘ مکتبۃ المدینہ سے جداگانہ بھی شائع ہو چکا ہے، اسے وہاں سے ہدیۃً حاصل کر کے مطالعہ فرمائیں۔

کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُن کی طرف سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب کرنا۔ (1)

والدین سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیم

یہاں آیت کی مناسبت سے دو باتیں یاد رکھیں، ایک یہ کہ کوئی شخص ماں باپ کو اُن کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلافِ ادب ہے اور اس میں اُن کی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو اُن کا ذکر نام لے کر کرنا جائز ہے۔ دوسری یہ کہ ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔ ان آیات اور اَحادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ذی شعور انسان پر واضح ہو جائے گا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی جیسی عظیم تعلیم اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دی ہے ویسی پوری دنیا میں پائے جانے والے دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ فی زمانہ غیر مسلم ممالک میں بوڑھے والدین ایسی نازک ترین صورتِ حال کا شکار ہیں کہ ان کی جوان اولاد کسی طور پر بھی انہیں سنبھالنے اور ان کی خدمت کر کے ان کا سہارا بننے کے لئے تیار نہیں ہوتی، اسی وجہ سے وہاں کی حکومتیں ایسی پناہ گاہیں بنانے پر مجبور ہیں جہاں بوڑھے اور بیمار والدین اپنی زندگی کے آخری ایام گزار سکیں۔

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھ اور دعا کر کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

1......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٣، ٣/١٧٠-١٧١، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٣، ص ٦٢٠، ملتقطاً.

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا: اوران کیلئے جھکا کررکھ۔﴾ اس آیت میں مزید حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو۔ (1) گویا زبانی کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی ان سے اچھا برتاؤ کرو اور یونہی مالی طور پر بھی ان سے اچھا سلوک کرو کہ ان پر خرچ کرنے میں تأمُّل نہ کرو۔

﴿وَقُلْ: اور کہو۔﴾ حقوقِ والدین کے بیان کے آخر میں فرمایا کہ ان کیلئے دعا کرو۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ دنیا میں بہتر سے بہترین سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کرلیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا، اس لئے بندے کو چاہیے کہ بارگاہِ الٰہی میں اُن پر فضل و رحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ یارب! میری خدمتیں اُن کے احسان کی جزا نہیں ہوسکتیں تو اُن پر کرم کر کہ اُن کے احسان کا بدلہ ہو۔ (2)

والدین کے لئے روزانہ دعا کرنی چاہئے

والدین کیلئے دعا کو اپنے روزانہ کے معمولات میں داخل کرلینا چاہیے اور ان کی صحت و تندرستی، ایمان و عافیت کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے اور اگر فوت ہوگئے ہوں تو ان کیلئے قبر میں راحت، قیامت کی پریشانیوں سے نجات، بے حساب بخشش اور جنت میں داخلے کی دعا کرنی چاہیے۔ یاد رہے کہ اگر والدین کافر ہوں تو اُن کے لئے ہدایت و ایمان کی دعا کرنی چاہیے کہ یہی اُن کے حق میں رحمت ہے۔ اور دنیاوی اعتبار سے اچھا سلوک ان کے ساتھ بھی لازم ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٤، ١٧١/٣، ملخصاً.

2 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٤، ص ٦٢٠-٦٢١، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالعِرفان: تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ: تمہارا رب خوب جانتا ہے۔﴾ آیت کا مفہوم اپنے اِطلاق پر بھی ہے اور والدین کی خدمت کے حوالے سے لیں تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں والدین کی اطاعت کا کتنا ارادہ ہے اور اُن کی خدمت کا کتنا ذوق ہے۔ ہاں اگر یہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا شوق تھا لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے اور یونہی تم واقعی نیک تھے اور اس کے باوجود تم سے والدین کی خدمت میں کوئی کمی واقع ہوگئی اور تم نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔[1]

یہاں یہ یاد رہے کہ حقوقِ والدین میں اگر کوئی کمی ہوئی تو جب تک اس کی تلافی ممکن ہو تلافی بھی کرنا ضروری ہے جیسے اگر ان کا دل دکھایا تو ان سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی نہ کرو۔

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔﴾ اس آیت میں والدین کے بعد دیگر لوگوں کے حقوق بیان کئے جارہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے رشتے داروں کا فرمایا کہ انہیں ان کا حق دو یعنی اُن کے ساتھ صِلہ رحمی کرو، ان سے محبت سے پیش آؤ، ان سے میل جول رکھو اور ان کی خبر گیری کرتے رہو اور ضرورت کے موقع پر ان کی مدد کرو اور اُن کے ساتھ ہر جگہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ رشتہ داروں کا خرچ اٹھانے سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر رشتے دار مَحارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا یہ بھی ان کا حق ہے اور صاحبِ اِستطاعت رشتہ دار پر لازم وواجب ہے۔[2]

---

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٥، ص٦٢١، خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٥، ١٧١/٣-١٧٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٦، ١٧٢/٣.

یادرہے کہ رشتے داروں سے حسنِ سلوک کا قرآنِ پاک میں بکثرت حکم دیا گیا ہے چنانچہ کم ازکم 8 مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں سے حسنِ سلوک کا فرمایا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، نیز یہاں رشتے داروں کے بعد مسکینوں اور مسافروں کا حق دینے کا فرمایا کہ اُن کا حق دو۔

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا: اور فضول خرچی نہ کرو۔﴾ یعنی اپنا مال ناجائز کام میں خرچ نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے تبذیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں مال خرچ کرنے کا حق ہے اس کی بجائے کہیں اور خرچ کرنا تبذیر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا پورا مال حق یعنی اس کے مَصرف میں خرچ کردے تو وہ فضول خرچی کرنے والا نہیں اور اگر کوئی ایک درہم بھی باطل یعنی ناجائز کام میں خرچ کردے تو وہ فضول خرچی کرنے والا ہے۔ (1)

اِسراف کا حکم اور اس کے معانی

اسراف بلاشبہ ممنوع اور ناجائز ہے اور علماءِ کرام نے اس کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، ان میں سے 11 تعریفات درج ذیل ہیں:

(1)......غیرِ حق میں صَرف کرنا۔ (2)......اللہ تعالیٰ کے حکم کی حد سے بڑھنا۔ (3)......ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مُطَہَّر یا مُرَوَّت کے خلاف ہو، اول حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔ (4)......طاعتِ الٰہی کے غیر میں صرف کرنا۔ (5)......شرعی حاجت سے زیادہ استعمال کرنا۔ (6)......غیرِ طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ (7)......دینے میں حق کی حد سے کمی یا زیادتی کرنا۔ (8)......ذلیل غرض میں کثیر مال خرچ کردینا۔ (9)......حرام میں سے کچھ یا حلال کو اِعتدال سے زیادہ کھانا۔ (10)......لائق و پسندیدہ بات میں لائق مقدار سے زیادہ صرف کردینا۔ (11)......بے فائدہ خرچ کرنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان تعریفات کو ذکر کرنے اور ان کی تحقیق و تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ’’ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و مانع و واضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابوحنیفہ جیسے امام الائمہ کا مُورِثِ علم ہے

1......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٢٦، ٣/١٧٢.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْہُ وَعَنْھُمْ اَجْمَعِیْن۔[1]

تبذیر اور اسراف میں فرق

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تبذیر اور اسراف میں فرق سے متعلق جو کلام ذکر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے بارے میں علماءِ کرام کے دو قول ہیں:

(1)......تبذیر اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صَرف کرنا ہیں۔ یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود اور حضرت عبد اللّٰہ بن عباس اور عام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا ہے۔

(2)......تبذیر اور اسراف میں فرق ہے، تبذیر خاص گناہوں میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔

اس صورت میں اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عَبث میں صرف کرنے کو بھی شامل ہے اور عبث مُطْلَقاً گناہ نہیں تو چونکہ اسراف ناجائز ہے اس لئے یہ خرچ کرنا معصیت ہوگا مگر جس میں خرچ کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت "لَاتُعْطِ فِی الْمَعَاصِیْ" کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے مقصود اور حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم ہے۔[2]

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ-وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

﴿ اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ: شیطان کے بھائی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو جبکہ اس آیت میں فرمایا کہ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں کیونکہ یہ ان کے راستے پر چلتے ہیں اور چونکہ شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، لہٰذا اُس کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔[3]

1 ......فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۶-۶۹۷۔

2 ......فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۷-۶۹۸ ملخصاً۔

3 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٢٧، ص ٦٢١، ملخصاً.

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو۔

﴿ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ: اور اگر تم ان سے منہ پھیرو۔﴾ اس سے اوپر والی آیات میں رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا بیان ہوا تھا، اور اس آیت میں فرمایا کہ اگر کسی وقت تمہارے پاس فوری دینے کو کچھ نہ ہو تو ان سے آسان بات کہو جیسے اُن کی خوش دلی کے لئے اُن سے وعدہ کرلو یا اُن کے حق میں دعا کردو۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سالم، حضرت خبّاب (اور ان کے علاوہ چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم) وقتاً فوقتاً رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی حاجات وضروریات کے لئے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ حیاءً اُن سے اِعراض کرتے اور اِس انتظار میں خاموش ہو جاتے کہ اللّٰہ تعالٰی کچھ بھیجے تو اُنہیں عطا فرمائیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ [1]

مستحق کو جھڑکنا حرام اور غیر مستحق کو دینا منع ہے

یاد رہے کہ کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔ مستحق کو جھڑکنا حرام ہے، فرمانِ باری تعالٰی ہے

وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔

1 ......جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ۲۸، ص۲۳۲، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۱۷۲، ملتقطاً.

2 ......سورہ والضحی: ۱۰.

البتہ جو غیر مستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے گدائی تین قسم ہے: ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچّے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کے دیئے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں، قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی وتندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جوان کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث۔ انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ مگر ان کے دیئے سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔ تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔[1]

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ۔

﴿ **وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ : اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔** ﴾ اس آیت میں خرچ کرنے میں اِعتدال کو ملحوظ رکھنے کا فرمایا گیا ہے اور اسے ایک مثال سے سمجھایا گیا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے اور دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا

[1] ......فتاوی رضویہ، کتاب الزکوۃ، ۱۰/ ۲۵۳-۲۵۴۔

ہے کہ بخیل کنجوس کو سب لوگ برا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے کہ اس صورت میں آدمی کو پریشان ہوکر بیٹھنا پڑتا ہے۔ اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت کا بیان کیا اور اس میں اس حد تک مُبالغہ کیا کہ حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ترجیح دیدی اور کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت اس اِنتہا پر پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی اُن کے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہ فرماتے، یہ بات مسلمان خاتون کو ناگوار گزری اور اُنہوں نے کہا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب صاحبِ فضل وکمال ہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جود ونَوال میں کچھ شُبہ نہیں لیکن ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور یہ کہہ کر اُنہوں نے چاہا کہ یہودیہ کو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جود وکرم کی آزمائش کرادی جائے چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ ان سے قمیص مانگ لائے اُس وقت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک ہی قمیص تھی جو زیبِ تن تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہی اُتار کر عطا فرمادی اور اپنے دولت سرائے اقدس میں تشریف رکھی، شرم سے باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ اذان کا وقت آیا، اذان ہوئی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے انتظار کیا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی۔ حال معلوم کرنے کے لئے دولت سرائے اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جسمِ مبارک پر قمیص نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

ع ٣/٨

(1)......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٢٩، ٥/١٥١-١٥٢، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۲۹، ص ۵۳۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ: **بیشک تمہارا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے۔**﴾ یعنی رزق کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں ہے، وہی جس کا رزق بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا تنگ کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے، وہ تمام لوگوں کے حالات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، لہٰذا اس نے جسے امیر بنایا وہ بھی حکمت کے مطابق ہے اور جسے غریب رکھا وہ بھی حکمت کے مطابق ہے۔ [1]

لوگوں کو امیر وغریب بنائے جانے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مالی اعتبار سے ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ بعض کو امیر بنایا اور بعض کو غریب رکھا اور اِس میں اُس کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، جیسے ایک حکمت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال عطا کرے اور اگر وہ غریب ہوں تو ان کا ایمان تباہ ہو جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کثیر مال عطا کرتا ہے اور بعض لوگوں کے ایمان کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے کہ ان کے پاس مال کم ہو اور اگر ان کے پاس زیادہ مال آ جائے تو ان کا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں غریب رکھتا ہے۔ اسی طرح بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے دُنْیَوی معاملات کا انتظام اچھے طریقے سے چل رہا ہے اور ہر انسان کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو رہی ہے کہ اگر تمام انسانوں کو امیر کر دیا جائے تو اس سے دُنْیَوی معاملات کا نظام تباہ ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں کوئی کسی کا نوکر، خادم یا ملازم بننے کو تیار نہ ہو گا، یونہی کوئی گلیوں بازاروں، کچرا کنڈی اور باتھ روموں کی صفائی کرنے پر راضی نہ ہو گا، ایسے ہی کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے پر رضامند نہ ہو گا جسے امیر لوگ پسند نہیں کرتے جیسے جوتوں کی سلائی صفائی کا کام، حجامت بنانے اور کپڑوں کی سلائی کا کام وغیرہ، یوں شہری اور ملکی نظام کا جو حال ہو گا وہ ہر عقلمند آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور

1 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٣٠، ٥/١٥٢، ملخصاً.

اس کی قضا پر راضی رہے اور اگر اس کے رزق میں تنگی ہو تو صبر کرے اور رزق میں وسعت ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی روزی دیں گے بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔﴾ اس رکوع میں متعدد کبیرہ گناہوں کے بارے میں واضح طور پر حکم دیا ہے کہ ان سے بچو، چنانچہ یہاں بیان کردہ پہلا گناہ اولاد کو قتل کرنا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے اہلِ عرب اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، امیر تو اس لئے کہ کوئی ہمارا داماد نہ بنے اور ہم ذلت و عار نہ اٹھائیں جبکہ غریب و مُفلس اپنی غربت کی وجہ سے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے [1] دونوں گروہوں کا فعل ہی حرام تھا اور قرآن و حدیث میں دونوں کی مذمت بیان کی گئی ہے البتہ یہاں بطورِ خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔

بیٹیوں سے متعلق اسلام کا زریں کارنامہ

یہ آیتِ مبارکہ بھی اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے کہ قتل و بربریت کی اس بدترین صورت کا بھی اسلام نے قلع قمع کیا اور بچیوں، عورتوں کو ان کے حقوق دلائے اور انسانی حقوق کے حوالے سے ایک مکروہ باب کو ختم کیا بلکہ بچیوں کی پرورش کرنے پر عظیم بشارتیں عطا فرمائیں چنانچہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس

[1] ……خازن، الاسراء، تحت الآية: ۳۱، ۳/۱۷۳، نور العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۴۵۴، ملخصاً۔

کی پرورش میں دو لڑکیاں بالغ ہونے تک رہیں، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا: کہ اس طرح۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللّٰہ تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔[2]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ایک عورت اپنی دو لڑکیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی دے دی۔ عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی جب وہ چلی گئی اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے خدا نے لڑکیاں دی ہوں، اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ جہنم کی آگ سے اس کے لیے روک ہو جائیں گی۔[3]

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ۔﴾ اِس آیت میں دوسرے گناہ کی حرمت و خباثت کو بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے ’’زنا‘‘ اسلام بلکہ تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو بدترین گناہ اور جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ پرلے درجے کی بے حیائی

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، ص١٤١٥، الحدیث: ١٤٩(٢٦٣١).

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیماً، ٤/٤٣٥، الحدیث: ٥١٤٦.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الوالد وتقبیله ومعانقته، ٤/٩٩، الحدیث: ٥٩٩٥، مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، ص١٤١٤، الحدیث: ١٤٧(٢٦٢٩).

اورفتنہ وفساد کی جڑ ہے بلکہ اب تو ایڈز کے خوفناک مرض کی شکل میں اس کے دوسرے نقصانات بھی سامنے آرہے ہیں، جس ملک میں زنا کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے وہیں ایڈز پھیلتا جا رہا ہے۔ یہ گویا دنیا میں عذابِ الٰہی کی ایک صورت ہے۔

زنا کی مذمت پر 5 اَحادیث

یہاں آیت کی مناسبت سے زنا کی مذمت پر 5 اَحادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب مرد زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے، جب اِس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تین شخصوں سے اللّٰہ تعالٰی نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ اُن کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (1) بوڑھا زانی۔ (2) جھوٹ بولنے والا بادشاہ (3) تکبر کرنے والا فقیر۔‘‘[2]

(3)......حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا ’’زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟‘‘ انہوں نے عرض کی: زنا حرام ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُسے حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے (کے گناہ) سے ہلکا ہے۔‘‘[3]

(4)......حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک ان میں زنا سے پیدا ہونے والے بچے عام نہ ہو جائیں گے اور جب ان

---

1 ......ابوداؤد، کتاب السنّة، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، ٤/٢٩٣، الحدیث: ٤٦٩٠.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمنّ بالعطیة... الخ، ص٦٨، الحدیث: ١٧٢(١٠٧).

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، بقیة حدیث المقداد بن الاسود رضی اللّٰہ عنه، ٩/٢٢٦، الحدیث: ٢٣٩١٥.

میں زنا سے پیدا ہونے والے بچے عام ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا فرما دے گا۔[1]

(5)......صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیث ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں نے رات کے وقت دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سرزمین کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے کشادہ، اُس میں آگ جل رہی ہے اور اُس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوجاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں (یہ کون لوگ تھے ان کے متعلق بیان فرمایا) یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔[2]

زنا کی عادت سے بچنے کے آسان نسخے

اس بری عادت سے محفوظ رہنے یا نجات پانے کے آسان نسخے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک عورت ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے کسی حسن و جمال والی عورت کو دیکھا اور وہ اسے پسند آگئی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی نگاہوں کو اس سے پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی

---

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث میمونة بنت الحارث الهلالیّة زوج النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم، ۱۰/ ۲۴۶، الحدیث: ۲۶۸۹۴.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، ۹۳-باب، ۱/ ۴۶۷، الحدیث: ۱۳۸۶.

3 ......بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، ۳/ ۴۲۲، الحدیث: ۵۰۶۶.

توفیق عطا فرمائے گا جس کی لذت اسے حاصل ہوگی۔ (1)

بدکاری سے بچنے اوراس سے نفرت پیدا کرنے کا ایک طریقہ درج ذیل حدیث میں بھی موجود ہے، اگر اس حدیث پر غور کرتے ہوئے اپنی ذات پر غور کریں تو دل میں اس گناہ سے ضرور نفرت پیدا ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک نوجوان بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ یہ سن کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہنے لگے، ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اسے میرے قریب کر دو۔ وہ نوجوان حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ ایسی بری حرکت کرے۔ پھر ارشاد فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی یہ کام کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا قبیح فعل کرے۔ پھر ارشاد فرمایا'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بہن کے ساتھ کوئی یہ حرکت کرے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! میں ہرگز اسے پسند نہیں کرتا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بہن کے ساتھ ایسے گندے کام میں مشغول ہو۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھوپھی اور خالہ کا بھی اسی طرح ذکر کیا اور اس نوجوان نے یونہی جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی'' اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ '' اے اللّٰہ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک فرما دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما دے۔ اس دعا کے بعد وہ نوجوان کبھی زنا کی طرف مائل نہ ہوا۔ (2)

(1)......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ٤٦/٣، الحديث: ٧٢٠١.

(2)......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابى امامة الباهلى... الخ، ٢٨٥/٨، الحديث: ٢٢٢٧٤.

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ-وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِؕ-اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے۔

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْا :اور قتل نہ کرو۔﴾ اس آیت میں تیسرے کبیرہ گناہ یعنی **قتلِ ناحق** کا بیان ہے۔ اسلام میں انسانی جان کی بے پناہ حرمت ہے اور کسی انسان کو قتل کرنا شدید کبیرہ گناہ ہے اور اس کی محدود صورتوں کے علاوہ کسی بھی طرح اجازت نہیں۔ یہاں قتل کی مُمانعت و حُرمت کے ساتھ اس کی اجازت کی ایک صورت بیان فرمائی گئی ہے اور وہ ہے کسی کو قصاص میں قتل کرنا یعنی قتل کے بدلے قتل اور یہ بھی عدالت کے فیصلے کے بعد ہے، یہ نہیں کہ بغیر کورٹ کے فیصلے کے خود ہی قصاص لیتے پھریں، اس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ پھر قصاص میں قتل کی اجازت کے ساتھ اس کی بھی حدود وقُیود بیان فرمائی ہیں کہ قصاص میں قتل کرنے میں بھی مقتول کا وارث حد سے نہ بڑھے جیسے زمانۂ جاہلیت میں ایک مقتول کے عِوض میں کئی کئی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تو فرمایا گیا کہ صرف قاتل سے قصاص لیا جائے گا، کسی اور سے نہیں۔ آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور ولی میں وہی ترتیب ہے جو عَصبات (رشتے داروں کی ایک خاص قسم) میں ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قصاص حَقُّ الْعَبد ہے، اگر ولی چاہے تو معاف کر دے۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ **بیشک اس کی مدد ہونی ہے** یعنی ولی کی یا مقتول مظلوم کی یا اُس شخص کی جس کو ولی ناحق قتل کرے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام میں انسانی جان کی کس قدر حرمت بیان کی گئی ہے اور آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ جس کا دل کرتا ہے وہ بندوق اٹھاتا ہے اور جس کو دل کرتا ہے قتل کر دیتا ہے، کہیں سیاسی وجوہات سے، تو کہیں

علاقائی اورصوبائی تَعَصُّب کی وجہ سے، یونہی کہیں زبان کے نام پرتو کہیں فرقہ بندی کے نام پر۔ان میں سے کوئی بھی صورت جائزنہیں ہے۔قتل کی اجازت صرف مخصوص صورتوں میں حاکمِ اسلام کوہےاورکسی کونہیں۔

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى یَبْلُغَ اَشُدَّه۪ٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگراس راہ سے جوسب سے بھلی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچےاورعہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگراسی طریقے سے جوسب سے اچھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پکی عمرکوپہنچ جائے اورعہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ :اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔﴾ اس آیت میں ایک کبیرہ گناہ سے منع کیا گیاہےاورایک اہم چیز کاحکم دیا گیاہے۔کبیرہ گناہ تو یتیم کے مال میں خیانت کرناہےاوراہم چیز وعدہ پورا کرنا ہے۔یتیم کا کل یابعض مال غصب کر لینا،اس میں خیانت کرنا،اس کے دینے میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا یہ سب حرام ہے چنانچہ فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگرصرف اچھے طریقے سےاوروہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرواوراس کو بڑھاؤ۔اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے تجارت وغیرہ کرسکتا ہے،جس سے اس کا مال بڑھے کہ یہ احسن میں داخل ہےاورایسے ہی اس کا روپیہ سود کے بغیر بینک وغیرہ میں اس کے نام پررکھنا جائز ہے کہ یہ حفاظت کی قسم ہے۔دوسرا حکم یہاں ارشادفرمایا کہ یتیموں کا مال ان کے حوالے کردو جب وہ یتیم اپنی پُختہ عمرکوپہنچ جائے اوروہ اٹھارہ سال کی عمر ہے۔حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے نزدیک یہی مختار ہےاورامامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے علامات ظاہر نہ ہونے کی حالت میں انتہائی مدتِ بلوغ اسی آیت سے اِستدلال کر کے اٹھارہ سال قرار دی ہے۔[1]

---

1 ......تفسیرات احمدیه، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ۳۴، ص۵۰۸.

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ: اور عہد پورا کرو۔﴾ آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہو یا بندوں کا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد اس کی بندگی اور اطاعت کرنے کا ہے [1] اور بندوں سے عہد میں ہر جائز عہد داخل ہے۔ افسوس کہ وعدہ پورا کرنے کے معاملے میں بھی ہمارا حال کچھ اچھا نہیں بلکہ وعدہ خلافی کرنا ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے۔ لیڈر قوم سے عہد کر کے توڑ دیتے ہیں اور لوگ ایک دوسرے سے عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔

وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ماپو تو پورا ماپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

﴿وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ: اور پورا ماپ کرو۔﴾ دیتے وقت ناپ تول پورا کرنا فرض ہے بلکہ کچھ نیچا تول دینا یعنی بڑھا کر دینا مستحب ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود اس کی فضیلت بیان فرمائی کہ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے، آخرت میں تو یقیناً اچھا ہی انجام ہے، دنیا میں بھی اس کا انجام اچھا ہوتا ہے کہ لوگوں میں نیک نامی ہوتی ہے جس سے تجارت چمکتی ہے۔ آج دنیا بھر میں لوگ ان ممالک سے خریدنے میں دلچسپی لیتے ہیں جہاں سے صحیح مال صحیح وزن سے ملتا ہے اور جہاں سیب کی پیٹیوں کے نیچے آلو پیاز نکلیں یا پہلی تہ اعلیٰ درجے کی نکلنے کے بعد نیچے سڑا ہوا مال نکلے وہاں کا جو انجام ہوتا ہے وہ سب سمجھ سکتے ہیں۔

خرید و فروخت سے متعلق اسلام کی تعلیمات

خرید و فروخت سے متعلق اسلام کی چند تعلیمات یہ ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ٣٤، ٥/١٥٥، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ٣٤، ٣/١٧٤، ملتقطاً.

فرمایا ’’جو شخص ایسی عیب دار چیز فروخت کر دے جس کے عیب پر خبر دار نہ کیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غلہ کے ایک ڈھیر پر گزرے تو اپنا ہاتھ شریف اس میں ڈال دیا، آپ کی انگلیوں نے اس میں تری پائی تو ارشاد فرمایا ’’اے غلہ والے! یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’تو گیلے غلہ کو تو نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہ ڈالا تا کہ اسے لوگ دیکھ لیتے، جو ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ [2]

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تمام کمائیوں میں زیادہ پاکیزہ اُن تاجروں کی کمائی ہے کہ جب وہ بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور جب اُن کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں اور جب وعدہ کریں تو اُس کا خلاف نہ کریں اور جب کسی چیز کو خریدیں تو اُس کی مذمت (برائی) نہ کریں اور جب اپنی چیز بیچیں تو اُس کی تعریف میں مبالغہ نہ کریں اور ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں ڈھیل نہ ڈالیں اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو سختی نہ کریں۔ [3]

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

1 ......ابن ماجه، كتاب التجارات، باب من باع عيباً فليبيّنه، ٣/٥٩، الحديث: ٢٢٤٧.

2 ......مسلم، كتاب الايمان، باب قول النبيّ صلى الله عليه وسلم: من غشّنا فليس منّا، ص٦٥، الحديث: ١٠٢.

3 ......شعب الايمان، الرابع والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٤/٢٢١، الحديث: ٤٨٥٤.

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ : اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ ﴾ یعنی جس چیز کو دیکھا نہ ہو اُس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جھوٹی گواہی نہ دو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ’’اس سے مراد یہ ہے کہ کسی پر وہ الزام نہ لگاؤ جو تم نہ جانتے ہو۔‘‘(1) ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے الزامات لگانے اور اس طرح کے دیگر جھوٹے اَقوال کی مُمانعت کی گئی ہے۔‘‘(2)

جھوٹی گواہی دینے اور غلط الزامات لگانے کی مذمت پر اَحادیث

یہاں جھوٹی گواہی دینے اور غلط الزامات لگانے کی مذمت پر 3 روایات ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔‘‘(3)

(2)......حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللہ تعالیٰ جہنم کے پل پر اسے روک لے گا یہاں تک کہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔‘‘(4)

(3)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی مسلمان پر ایسی چیز کا الزام لگائے جس کے بارے میں وہ خود بھی جانتا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے (جہنم کے ایک مقام) ’’رَدْغَۃُ الْخَبَالْ‘‘ میں اس وقت تک رکھے گا جب تک کہ اپنے الزام کے مطابق عذاب نہ پالے۔‘‘(5)

اِس آیت اور دیگر روایات کو سامنے رکھنے کی شدید حاجت ہے کیونکہ آج کل الزام تراشی کرنا اس قدر عام ہے کہ کوئی حد ہی نہیں، جس کا جو دل کرتا ہے وہ دوسروں پر الزام لگا دیتا ہے، جگہ جگہ ذلیل کرتا ہے اور ثبوت مانگیں تو یہ دلیل

1......مدارک، الاسراء، تحت الآية: ٣٦، ص٦٢٣.

2......تفسیر قرطبی، الاسراء، تحت الآية: ٣٦، ١٨٧/٥، الجزء العاشر.

3......ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب شهادة الزور، ١٢٣/٣، الحديث: ٢٣٧٣.

4......ابو داؤد، كتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غيبة، ٣٥٤/٤، الحديث: ٤٨٨٣.

5......كتاب الجامع فى آخر المصنّف، باب من حلّت شفاعته دون حدّ، ٣٥٣/١٠، الحديث: ٢١٠٦٩.

کہ میں نے کہیں سنا تھا یا مجھے کسی نے بتایا تھا، اب کس نے بتایا، بتانے والا کتنا معتبر تھا؟ اس کو کہاں سے پتہ چلا؟ اس کے پاس کیا ثبوت ہیں؟ کوئی معلوم نہیں۔

﴿ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا: ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔﴾ آیت کے آخر میں فرمایا کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے اُن سے کیا کام لیا؟ کان کو قرآن وحدیث سننے، علم وحکمت اور وعظ ونصیحت کی اور ان کے علاوہ دیگر نیک باتیں سننے میں استعمال کیا یا غیبت سننے، لَغْو اور بیکار باتیں سننے، جماع کی باتیں سننے، بہتان، زنا کی تہمت، گانے، باجے اور فحش سننے میں لگایا۔ یونہی آنکھ سے جائز وحلال کو دیکھا یا فلمیں، ڈرامے دیکھنے اور بدنگاہی کرنے میں استعمال کیا اور دل میں صحیح عقائد اور اچھے اور نیک خیالات وجذبات تھے یا غلط عقائد اور گندے منصوبے اور شہوت سے بھرے خیالات ہی ہوتے تھے۔ اس آیت کی مناسبت سے ایک مسئلہ بھی ہے کہ خیال ہی خیال میں کسی عورت سے بدکاری کرنا بھی حرام ہے اور یہ دل کے زنا میں داخل ہوگا۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ یہ جو کچھ گزرا ان میں کی بُری بات تیرے رب کو ناپسند ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔ ان تمام کاموں میں سے جو برے کام ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

﴿ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا: اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل۔﴾ یعنی تکبر وخود نمائی سے نہ چل۔[1]

اسلام ہماری مُعاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی سکھاتا ہے

یاد رہے کہ فخر وتکبر کی چال اور متکبرین کی سی بیٹھک وغیرہ سب ممنوع ہیں، ہمارے چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے میں

1 ......جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۲۳۳۔

تواضع اور اِنکساری ہونی چاہیے، گفتگو نرم ہو اور چلنا آہستگی اور وقار کے ساتھ ہو۔ متکبرانہ اور اَوباشوں اور لفنگوں والی چال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام ہمیں صرف عقائد و عبادات ہی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہماری معاشرت اور رہن سہن کے طریقے بھی ہمیں بتاتا ہے۔ مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو سے اسلامی پہلو کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ ان مسلمانوں پر افسوس ہے جنہیں کفار کے طریقوں پر عمل کرنے میں تو فخر محسوس ہوتا ہے اور اسلامی طریقے اپنانے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ **زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔** معنی یہ ہیں کہ تکبر و خودنمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی و انکساری قبول کرو۔

چلنے کی چند سنتیں اور آداب

یہاں آیت کی مناسبت سے چلنے کی چند سنتیں اور آداب یاد رکھیں:

(1)...... اگر موقع ہو تو راستے کے کنارے کنارے چلیں۔

(2)...... نہ اتنا تیز چلیں کہ لوگوں کی نظریں اٹھیں نہ اتنا آہستہ کہ آپ مریض معلوم ہوں بلکہ درمیانی چال چلیں۔

(3)...... لفنگوں کی طرح گریبان کھول کر، اکڑتے ہوئے ہرگز نہ چلیں کہ یہ شُرفا کی چال نہیں بلکہ احمقوں اور مغروروں کی چال ہے۔

(4)...... چلنے میں یہ بھی احتیاط کریں کہ جوتے کی آواز پیدا نہ ہو۔

(5)...... راہ چلنے میں پریشان نظری یعنی اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچیں۔

(6)...... راستے میں دو عورتیں کھڑی ہوں یا جا رہی ہوں تو ان کے بیچ میں سے نہ گزریں۔

(7)...... پھدکتے ہوئے بازاری انداز میں نہ چلیں بلکہ نظریں نیچی کئے ہوئے پُر وقار طریقے پر چلیں۔

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وحی کی اُن حکمت والی باتوں میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی ہیں اور اے سننے والے! تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، ورنہ تجھے ملامت زدہ، مردود کرکے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿مِنَ الْحِكْمَةِ: حکمت والی باتوں میں سے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس (رکوع) میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ حکمت والے احکام ہیں، حکمت کا کام وہ ہے جس کی صحت پر عقل گواہی دے اور اُس سے نفس کی اصلاح ہو، یہاں آیت میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ سب کے سب پُر از حکمت ہیں۔ ان اَحکام کا خلاصہ یہ ہے: **(1)** اولاد کا قتل ناجائز و حرام ہے۔ **(2)** زنا کے قریب نہ جاؤ۔ **(3)** کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو۔ **(4)** یتیم کے مال میں خیانت سے بچو اور وقت پر اس کا مال اس کے حوالے کردو۔ **(5)** وعدہ پورا کرو۔ **(6)** ناپ تول میں کمی زیادتی نہ کرو۔ **(7)** بغیر تحقیق کے باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ **(8)** آنکھ، کان اور دل کی حفاظت کرو کہ ان کے متعلق سوال ہوگا۔ **(9)** زمین میں اِترا کر نہ چلو۔ تکبر و خود نُمائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند اور عاجزی وانکساری پسند ہے۔ **(10)** شرک سے بچو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اِن آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں اور طاعتوں کا حکم دینا اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ اٹھارہ آیتیں **وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** سے **مَدْحُوْرًا** تک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تختیوں میں تھیں، ان کی ابتدا توحید کے حکم سے ہوئی اور انتہا شرک کی ممانعت پر۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ ہر حکمت کی اصل توحید و ایمان ہے اور کوئی قول و عمل اس کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًاؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا۠ ﴿۴۰﴾

ع

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٣٩، ٣/١٧٥.

2 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٣٩، ص٦٢٤.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹے چن دیئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنائیں بیشک تم بڑا بول بولتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔ بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔

﴿ **قَوْلًا عَظِیْمًا:** بڑی بات۔﴾ مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ بدنصیبو! اپنے لئے لڑکیاں پسند نہیں کرتے ان کی پیدائش پر ناراض ہوتے اور برا مناتے ہو بلکہ انہیں قتل کردیتے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو کیا خدا نے تمہارے خیال کے مطابق اچھی چیز یعنی لڑکے تمہیں دیئے اور بری چیز اپنے لئے رکھی۔ یقیناً تم بہت ہی سخت بات کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو جو جسم کے خواص سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے پھر اس میں بھی اپنی بڑائی رکھتے ہو کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔[1] یہ تمہاری کتنی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا کہ وہ سمجھیں اور اس سے انھیں نہیں بڑھتی مگر نفرت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تا کہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے۔

﴿ **فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ:** اس قرآن میں۔﴾ اس رکوع میں عقائدِ اسلامیہ میں سے چاروں اہم ترین بنیادی عقائد کو بیان کیا

[1] ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ٤٠، ٥/١٦٠-١٦١.

گیا ہے، پہلے قرآن کے بارے میں پھر توحیدِ باری تعالیٰ کے بارے میں، پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں اور پھر قیامت کے بارے میں۔ سب سے پہلے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں نصیحت کی باتیں بار بار بیان فرمائیں اور کئی طرح سے بیان فرمائیں جیسے کہیں دلائل سے، تو کہیں مثالوں سے، کہیں حکمتوں سے اور کہیں عبرتوں سے اور ان مختلف اندازوں میں بیان کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ کسی طرح نصیحت و ہدایت کی طرف آئیں اور سمجھیں۔ یہاں قرآنِ پاک نے علمِ نفسیات کے ایک اصول کو بیان فرمادیا کہ لوگوں سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کلام کیا جائے کیونکہ بعض لوگ دلائل سے مانتے ہیں اور بعض ڈر سے اور کچھ مثالوں سے۔ یونہی بعض اوقات ایک آدمی کی حالت ہی مختلف ہوتی رہتی ہے، کسی وقت اسے ڈرا کر سمجھانا مفید ہوتا ہے اور کسی وقت نرمی سے۔ تو قرآنِ پاک نے تمام لوگوں کو ان کے تمام اَحوال کی رعایت کرتے ہوئے سمجھایا ہے۔ لیکن آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس اِصلاح و تفہیم نے کفار کی حق سے نفرت میں ہی اضافہ کیا کیونکہ بارش اگرچہ بابرکت ہوتی ہے لیکن اگر کسی جگہ پر گندگی کا ڈھیر ہو تو وہاں بدبو میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا یہ بکتے ہیں جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اسے پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: جیسا کافر کہہ رہے ہیں اس طرح اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ وہ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی توحید کی ایک قطعی مگر نہایت عام فہم دلیل بیان فرمائی ہے کہ بالفرض اگر دو خدا ہوتے تو ان میں ایک کا دوسرے سے ٹکراؤ لازمی طور پر ممکن ہوتا جیسے ان میں سے ایک ارادہ کرتا کہ زید حرکت

کرے اور دوسرا ارادہ کرتا ہے کہ وہ ساکن رہے۔ اب حرکت اور سکون دونوں چیزیں فی نفسہ ممکن تو ہیں، اسی طرح دو خداؤں کا حرکت اور سکون میں سے ہر ایک چیز کا ارادہ کرنا بھی ممکن ہے لیکن دونوں کے ارادے کے بعد ہوتا کیا؟ اگر ان کے ارادوں کے مطابق حرکت اور سکون دونوں چیزیں واقع ہوں تو دو مُتضاد چیزوں کا جمع ہونا لازم آئے گا اور اگر دونوں واقع نہ ہوں تو ان خداؤں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور اگر ایک واقع ہو دوسری نہ ہو تو دونوں میں سے ایک خدا کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں کیونکہ عاجز ہونا محتاجی اور نقص ہے اور واجبُ الوجود ہونے کے مُنافی ہے تو ثابت ہوا کہ دو خدا ہونا ہی محال ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان کے درمیان ہے سب اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے۔

﴿تُسَبِّحُ لَهٗ: اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی ساری مخلوق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے اور یہ تسبیح دونوں طرح ہے، **زبانِ حال** سے بھی اور وہ اس طرح کہ تمام مخلوقات کے وجود اپنے صانع یعنی بنانے والے کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ تسبیح **زبانِ قال** سے بھی ہے۔ [1] اور یہ بھی ثابت وصحیح ہے اور اَحادیثِ کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور

[1] ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ٤٤، ٥/١٦٢، ملخصاً۔

سَلف صالحین سے یہی منقول ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے [1] اور ہر چیز کی زندگی اس کے حسبِ حیثیت ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ دروازہ کھولنے کی آواز اور چھت کا چٹخنا یہ بھی تسبیح کرنا ہے اور ان سب کی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔ یہاں جَمادات کی تسبیح سے متعلق چنداَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے میں نے دیکھے اور ہم کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رونے لگا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر دستِ کرم پھیرا (شفقت فرمائی اور تسکین دی)۔ [4] ان تمام اَحادیث سے جمادات کا کلام اور تسبیح کرنا ثابت ہوا۔

﴿ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ: لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ تو حق ہے کہ تمام اَشیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرتی ہیں کیونکہ یہ بات خود اللہ عَزَّوَجَلَّ بتا رہا ہے البتہ تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ زبانِ حال کی تسبیح تو وہ لوگ نہیں سمجھتے جو مخلوق میں غور کر کے خالق کی معرفت حاصل نہیں کرتے اور زبانِ قال کی تسبیح عمومی طور پر کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ ہر شے کس زبان میں تسبیح کرتی ہے ہم نہیں سمجھتے اور ہر چیز کی تسبیح کا جان لینا ہمارے لئے مشکل ہے۔ البتہ

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٤٤، ١٧٦/٣.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ٤٩٥/٢، الحدیث: ٣٥٧٩.

3 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم وتسلیم الحجر علیه قبل النبوّة، ص١٢٤٩، الحدیث: ٢(٢٢٧٧)

4 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ٤٩٦/٢، الحدیث: ٣٥٨٣.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو ان چیزوں کی تسبیح سمجھنے کی صلاحیت دیدے تو وہ جدا بات ہے۔

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًاۙ(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔

﴿وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ: اور اے حبیب! جب تم نے قرآن پڑھا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب سورۂ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مع حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے تشریف رکھتے تھے، وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہنے لگی، تمہارے آقا کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے اُنہوں نے میری ہَجْو (مذمت) کی ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، وہ شعر گوئی نہیں کرتے ہیں۔ تو وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لائی تھی۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑے تعجب سے عرض کیا کہ (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے یہاں موجود ہونے کے باوجود) اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًاؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ

(1)......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٤٥، ٣/١٧٦.

رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے۔ ہم خوب جانتے ہیں جس لیے وہ سنتے ہیں جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں جبکہ ظالم کہتے ہیں تم پیچھے نہیں چلے مگر ایک ایسے مرد کے جس پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تا کہ اس قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ کافر نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں تو وہ اسے کیوں سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں: تم تو صرف ایک ایسے مرد کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو ہوا ہے۔

﴿ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً : اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں۔ ﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفار کی ضد وانانیّت کے باعث اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس سے وہ قرآن کریم کو درست طور پر سمجھ نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں بھی بوجھ ڈال دیئے جس کے باعث وہ قرآن شریف سنتے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی صحیح سمجھ ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر بسا اوقات ذہن الٹا کام کرتا ہے جیسا آجکل دیکھا جارہا ہے۔ ہر کتاب روشنی میں پڑھی جاتی ہے، قرآن کو پڑھنے، سمجھنے کیلئے روشنی تقویٰ ہے۔ لہٰذا فہمِ قرآن کیلئے اس روشنی کو حاصل کرنا چاہیے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ: ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ اسے کیوں سنتے ہیں۔﴾ یعنی کفار سنتے بھی ہیں تو تَمَسْخُر اور تکذیب کے لئے ، یہ ان کا ایک جرم ہے اور ان کا دوسرا جرم یہ ہے کہ ان میں سے کوئی آپ کو مجنوں کہتا ہے اور کوئی جادوگر اور کوئی کاہن اور کوئی شاعر۔ (1)

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو انہوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں تو گمراہ ہوئے کہ راہ نہیں پاسکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

﴿اُنْظُرْ: دیکھو!﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ کفار حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کیلئے کیسی باتیں کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ناقص صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ کے ساتھ۔ (2)

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے، جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے علمِ مبارک کو مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص توہین کا مُرتکب ہے۔

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٤٧، ٣/١٧٦-١٧٧، ملخصاً.

2 ......بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیة: ٤٨، ٣/٤٥٠، ملخصاً.

فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَاؕ-قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۚ-فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَؕ-قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے۔ تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہوجاؤ۔ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟ تم فرماؤ کہ پتھر بن جاؤ یا لوہا۔ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے تو اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب آپ کی طرف تعجب سے اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ یہاں سے آخر رکوع تک قیامت کے بارے میں کفار کے عمومی اعتراض اور اس کے جواب کا بیان ہے چنانچہ کفار نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ یہ بات اُنہوں نے بہت تعجب سے کہی اور مرنے اور خاک میں مل جانے کے بعد زندہ کئے جانے کو اُنہوں نے بہت بعید سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم فرماؤ کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑی کوئی مخلوق مثلاً آسمان بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دے سکتا ہے، یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ زندگی سے دور ہیں اور ان میں کبھی تمہاری طرح روح نہ پھونکی گئی تو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو ان سب کو بھی زندگی دے سکتا ہے، چہ جائیکہ ہڈیاں اور جسم کے ذرّے، انہیں زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے، یہ ہڈیاں اور اَجسام تو پہلے بھی زندہ رہ چکے ہیں۔ لہٰذا اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی تمہیں زندہ کرے گا اور پہلی حالت کی طرف واپس فرمائے گا۔ اس کے بعد مزید فرمایا کہ یہ کفار اب کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ

کہ تمہیں وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر کفار پھر بھی ماننے کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ مذاق کے طور پر تعجب کے ساتھ اپنے سر ہلا کر کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ تم فرمادو: ہوسکتا ہے کہ یہ نزدیک ہی ہو۔ (1)

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ نہ رہے تھے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو۔

﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ: جس دن وہ تمہیں بلائے گا۔﴾ یعنی جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں قبروں سے میدانِ قیامت کی طرف بلائے گا تو تم سب اپنے سروں سے خاک جھاڑتے چلے آؤ گے اور اس وقت سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ کہتے اور یہ اقرار کرتے ہوئے آؤ گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اُٹھانے والا ہے اور قیامت کے کٹھن اَوقات کی وجہ سے یا اس کے مقابلے میں تم سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبروں میں تمہارا قیام بڑا مختصر تھا۔ (2)

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٤٩-٥١، ٣/١٧٧، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٤٩-٥١، ص٦٢٥-٦٢٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٥٢، ٣/١٧٧، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٥٢، ص٦٢٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! آپ میرے بندوں سے فرما دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

﴿وَقُلْ: اور آپ فرما دیں۔﴾ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ وہ کفار کی جاہلانہ باتوں کا ویسا ہی جواب نہ دیں بلکہ صبر کریں اور انہیں صرف یہ دعا دیا کریں **یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ** (اللّٰہ تمہیں ہدایت دے۔) یہ حکم یعنی بہر حال صرف صبر ہی کرنا، جہاد کے حکم سے پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا اور ارشاد فرمایا گیا '' **یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ** (اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) ''[1] اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی ایک کافر نے اُن کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا تھا، اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں صبر کرنے اور معاف فرمانے کا حکم دیا۔[2]

بہر حال آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ایمان والوں سے فرما دیں کہ وہ کافروں سے وہ بات کیا کریں جو نرم ہو یا پاکیزہ ہو، ادب اور تہذیب کی ہو، ارشاد و ہدایت کی ہو حتّٰی کہ کفار اگر بے ہودگی کریں تو اُن کا جواب اُنہیں کے انداز میں نہ دیا جائے۔ فی زمانہ جہاد کا حکم موجود ہے لیکن وہ حکومت کے انتظام سے ہوتا ہے، یہ نہیں کہ اب کوئی کافر کسی مسلمان سے بدکلامی کرے تو یہ اس سے جہاد و قتال شروع کر دے بلکہ اب اگر ایسا ہو تو بھی قانونی کاروائی ہی کی جاسکتی ہے۔ ہاں کافر قوم مسلمانوں سے عمومی رویہ یہ بنالے اور ارباب سلطنت جہاد کا فیصلہ کرے تو وہ جدا حکم ہے۔ اور انفرادی طور پر تو کفار کی بداخلاقی کا جواب اخلاق سے دینا اب بھی سنت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ دلیل تو قوی دو مگر بے ہودہ بات منہ سے نہ نکالو۔ فی زمانہ اس حکم پر عمل کرنے کی سخت حاجت ہے کیونکہ ہمارے ہاں دلیل سے پہلے گولی اور گالی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں بتا دیا کہ بدتہذیبی اور بدتمیزی شیطان کے ہتھیار ہیں اور ان

---

1 ......توبہ: ۷۳.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۱۷۷، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۵۳، ملتقطاً.

کے ذریعے وہ تمہیں غصہ دلواتا اور بھڑکاتا ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دو، جس سے لڑائی فساد کی نوبت آجائے۔ یہ شیطان کی انسان سے دشمنی ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا چاہے تو تمہیں عذاب کرے اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہ بھیجا۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ: تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو اے کافرو! تمہیں توبہ اور ایمان کی توفیق عطا فرما کر تم پر رحم فرمائے اور چاہے تو حالتِ کفر میں باقی رکھ کر عذاب دے۔ پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوں بلکہ آپ صرف مُبَلِّغ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (1)

﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ: اور تمہارا رب خوب جانتا ہے۔﴾ یعنی تمہارا رب آسمان و زمین میں موجود ساری مخلوق کے سب اَحوال

(1) ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٥٤، ١٧٨/٣، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ٥٤، ص٦٢٦، ملتقطاً.

کو جانتا ہے اوراس بات کوبھی کہ کون کس لائق ہے۔ [1] یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کو دوسروں پر مخصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خلیل بنانا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلیم اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حبیب بنایا بلکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بے شمار اُمور میں فضیلتِ تامہ عطا فرمائی۔

﴿وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا: ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔﴾ زبور کتابِ الٰہی ہے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں، سب میں دعا اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال و حرام کا بیان، نہ فرائض نہ حدود و اَحکام۔ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا۔ مفسرین نے اس کی چند وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی پھر ارشاد کیا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا کی باوجود یہ کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا کیا تھا لیکن اس کا ذکر نہ فرمایا، اس میں تنبیہ ہے کہ آیت میں جس فضیلت کا ذکر ہے وہ فضیلتِ علم ہے نہ کہ فضیلتِ ملک و مال۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں فرمایا ہے کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاتم الانبیاء ہیں اور اُن کی اُمت خَیْرُ الْاُمَم، اسی سبب سے آیت میں حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور زبور کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہود کا گمان تھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت کے بعد کوئی کتاب نہیں، اس آیت میں حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا فرمانے کا ذکر کرکے یہود کی تکذیب کر دی گئی اور اُن کے دعوے کا بُطلان ظاہر فرما دیا گیا۔ [2] الغرض یہ آیت سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فضیلتِ کُبریٰ پر دلالت کرتی ہے۔

فارسی کا ایک قطعہ ہے۔

ای وصفِ تو در کتابِ موسیٰ وے نعتِ تو در زبورِ داؤد مقصود توئی زِ آفرینش باقی بہ طفیلِ تُست موجود

اے وہ ذات جس کی شان موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب میں موجود ہے اور جس کی نعت حضرت داؤد عَلَیْہِ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۱۷۸.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/۱۷۸.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی زبور میں بھی ہے۔مخلوق کی پیدائش میں اصلِ مقصود آپ کی ذات ہے اور باقی ساری مخلوق آپ کے طفیل ہے۔ (1)

قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَلَا یَمۡلِكُوۡنَ كَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡكُمۡ وَ لَا تَحۡوِیۡلًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: پکارو انہیں جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے تکلیف ہٹانے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اسے پھیر دینے کا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب کفار شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور بالآخر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور آپ سے دعا کی اِلتجا کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔ (2)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ بت معبود نہیں، نہ تو اس پر قادر ہیں کہ تکلیف مٹا دیں اور نہ اس پر کہ تم سے مصیبت منتقل کرکے دوسرے پر ڈال دیں۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ اَیُّهُمۡ اَقۡرَبُ

1 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٥٥، ٥/١٧٤.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٥٦، ٣/١٧٨.

وَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَ یَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُوۡرًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ : وہ جنہیں یہ پوجتے ہیں۔﴾ کفار کے بہت سے گروہ تھے۔ کوئی بتوں اور دیوی، دیوتاؤں کو پوجتا تھا اور کوئی فرشتوں کو، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو، یونہی بہت سے لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کو شرم دلائی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جن مُقرَّبینِ بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں تو جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کافر انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ آیت میں وسیلہ بنانے کا جواز بیان کیا گیا ہے اور شرک کا رد کیا گیا ہے۔ وسیلہ ماننے اور خدا ماننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جو وسیلے کو شرک کہے وہ اس آیت کے مطابق مَعَاذَ اللہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی شرک کا مُرتکب

1 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۱۷۸، ملتقطاً۔

قرار دیتا ہے۔ اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کائنات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں سب سے مقرب وہی ہیں تو بقیہ سب انہیں کو وسیلہ بناتے ہیں اور اسی لئے میدانِ قیامت میں سب لوگ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ہی جمع ہو کر حاضری دیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں سفارش کروائیں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے — اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا — یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب — بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے نیست کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

﴾قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ : قیامت کے دن سے پہلے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے فرمانبردار ہونے کی صورت میں اچھی موت کے ساتھ روزِ قیامت سے پہلے ختم کردیں گے اور اگر گناہگار ہو تو اسے دُنْیَوی عذاب کے ساتھ ہلاک کردیں گے اور اگر کسی کافر بستی کو دنیوی عذاب نہ آیا تو آخرت میں شدید عذاب دیں گے اور یہ بات لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا جب کسی بستی میں زنا اور سود کی کثرت ہوتی ہے تو اللہ تعالٰی اس کی ہلاکت کا حکم دیتا ہے۔[1]

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ٥٨، ٣/١٧٩.

وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَؕ-وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَاؕ-وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا(۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یوں ہی باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

﴿اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ: کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ اہلِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا کر دیں اور پہاڑوں کو سرزمینِ مکہ سے ہٹا دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو وحی کی کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی اُمت کو مہلت دی جائے اور اگر آپ فرمائیں تو جو انہوں نے طلب کیا ہے وہ پورا کیا جائے لیکن اگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو اُن کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جائے گا، اس لئے کہ ہماری سنت یہی ہے کہ جب کوئی قوم نشانی طلب کر کے ایمان نہیں لاتی تو ہم اُسے ہلاک کر دیتے ہیں اور مہلت نہیں دیتے۔ ایسا ہی ہم نے پہلوں کے ساتھ کیا ہے۔ اسی بیان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] اور فرمایا گیا کہ ہمیں کفار کی مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ ان نشانیوں کو پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ہم نے قومِ ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو نشانی کے طور پر اونٹنی دی تو قوم نے ماننے کی بجائے اس اونٹنی پر ہی ظلم کیا کہ اسے قتل کر دیا اور یوں گویا اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور نتیجے میں وہ ہلاک ہو گئے اور یاد رکھو کہ ہم نشانیاں جلد آنے والے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

[1]...... تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ۵۹، ۳۵۹/۷، مدارک، الاسراء، تحت الآیة: ۵۹، ص۶۲۸، ملتقطاً.

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِؕ وَ نُخَوِّفُهُمْۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا۠(۶۰)

ع ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انھیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم نے تم سے فرمایا: بیشک سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں اور ہم نے آپ کو جو مشاہدہ کرایا اسے لوگوں کیلئے آزمائش بنادیا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے۔

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ :اور جب ہم نے تم سے فرمایا۔﴾ یعنی فرمایا گیا کہ سب لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو آپ تبلیغ فرمائیے اور کسی کا خوف نہ کیجئے ،اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا نگہبان ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی طرف اِحاطہ کی نسبت سے کیا مراد ہے؟

یاد رکھیں کہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی یہ مذکور ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ گھیرے ہوئے ہے یا احاطہ کئے ہوئے ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم اور قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے، نہ کہ خود ربِّ تعالیٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانی اعتبار سے گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے کہ وہ جسم سے پاک ہے۔

﴿ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ : مگر لوگوں کیلئے آزمائش۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج بیداری کی حالت میں جو آیاتِ الٰہیہ کا آپ کو

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶۰، ۳/۱۷۹-۱۸۰.

معائنہ کروایا گیا تو وہ لوگوں کیلئے ایک آزمائش تھا چنانچہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو واقعہ معراج کی خبر دی تو کفار نے اس کی تکذیب کی اور بعض مسلمان بھی مُرتد ہوگئے اور کفار مذاق کے طور پر بیتُ المقدس کی عمارت کا نقشہ دریافت کرنے لگے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سارا نقشہ بتا دیا تو اس پر کفار آپ کو جادوگر کہنے لگے۔ اس آیت میں معراجِ جسمانی کا ثبوت ہے کیونکہ مشرکین نے اس کا انکار کیا اور فتنہ اٹھایا، اگر یہ صرف خواب کی معراج ہوتی تو نہ اس کا انکار ہوتا اور نہ فتنہ۔ یہاں دکھانے سے معراج کی رات کی وہ سیر ہے جس کی خبر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مکہ والوں کو دی، حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سن کر اسے ماننے کی وجہ سے صدیق بن گئے اور کفارِ مکہ سن کر اس کا انکار کرنے کی وجہ سے زندیق بن گئے۔ غرضیکہ معراج کو مان کر کوئی صدیق بنا اور کوئی انکار کر کے زندیق ہوا۔

﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ: اور لعنتی درخت۔﴾ یعنی زقوم کا درخت جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے، اس کو سببِ آزمائش بنا دیا یہاں تک کہ ابوجہل نے کہا کہ اے لوگو! محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتے ہیں کہ وہ پتھروں کو جلا دے گی، پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس میں درخت اُگیں گے۔ آگ میں درخت کہاں رہ سکتا ہے؟ یہ اعتراض کفار نے کیا اور قدرتِ الٰہی سے غافل رہے اور یہ نہ سمجھے کہ اُس قادرِ مختار کی قدرت سے آگ میں درخت پیدا کرنا کچھ بعید نہیں۔ (1)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ۚ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا؟

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٦٠، ٣/١٨٠، روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٦٠، ٥/١٧٨، ملتقطاً.

﴿وَ اِذْ قُلْنَا : اور جب ہم نے کہا۔﴾ یہاں سے ایک مرتبہ پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی قوم اور ان کے اہلِ زمانہ کی طرف سے پہنچنے والی مشقتوں کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیت سے یہ بیان فرمایا کہ سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ان کے اہلِ زمانہ کی ایسی ہی رَوِش رہی ہے، ان میں سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھ لیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے مقرب بندے ہیں، انہیں ابلیس کی طرف سے کیسی شدید مشقت کا سامنا ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم نے ان سے صرف تکبر اور حسد کی وجہ سے جھگڑا کیا اور ان کے خلاف طرح طرح سے باطل شبہات پیش کئے، تکبر کی بنا پر یہ لوگ ایمان سے محروم رہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت اور بلند درجہ ملنے پر ان سے حسد کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تکبر اور حسد نے ہی ابلیس کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل کر دیا، مخلوق میں تکبر اور حسد بڑا پرانا مرض ہے۔[1] آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حسد اور اپنی ذات کے تکبر کی وجہ سے یہ جواب دیا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری پیدائش آگ سے ہے اور میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل ہوں۔

قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ٘ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہنے لگا: بھلا دیکھ تو جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا، اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور

[1] ……تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیة: ٦١، ٣٦٥/٧.

میں تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا۔

﴿قَالَ : کہا۔﴾ شیطان نے مزید کہا کہ جسے تو نے میرے اوپر معزز بنایا اور اس کو مجھ پر فضیلت دی اور اس کو سجدہ کرایا تو میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا یعنی گمراہ کردوں گا سوائے ان چند لوگوں کے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ بچائے اور محفوظ رکھے، اور وہ اس کے مخلص بندے ہیں۔ [1] شیطان کے اس کلام پر اللہ تعالٰی نے اس سے جو فرمایا وہ اگلی آیات میں ہے۔

قَالَ اذۡهَبۡ فَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا ﴿۶۳﴾ وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ وَ اَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكۡهُمۡ فِى الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا دور ہو تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک تم سب کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا۔ اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: چلا جا تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک جہنم تم سب کی بھرپور سزا ہے۔ اور تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کردے اور مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہوجا اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان ان سے دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔

﴿وَ اسۡتَفۡزِزۡ : اور پھسلا دے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں شیطان کے جواب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ تو یہاں میری

[1] ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۲، ۵/۱۸۰، ملخصاً۔

بارگاہ سے نکل جا اور تجھے قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے اور یاد رکھ کہ جو تیری پیروی کرے گا تو اسے جہنم کی بھرپور سزا ملے گی اور اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مزید فرمایا کہ تو اپنی آواز کے ذریعے جسے پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ذریعے چڑھائی کر دے یعنی اپنے تمام مکروفریب کے جال اور اپنے تمام لشکران کے خلاف استعمال کرلے اور تجھے مہلت دی جاتی ہے کہ گناہ کروا کر ان کے مالوں اور اولاد میں تو ان کا شریک ہو جا اور ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہ۔ **شیطان کے پھسلانے کے بارے میں علماء نے فرمایا** کہ اس کا پھسلانا وسوسے ڈالنا اور معصیت کی طرف بلانا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد گانے باجے اور لہوولعب کی آوازیں ہیں۔ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالٰی کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔[1] **مال واولاد میں شریک ہونے سے کیا مراد ہے**، اس سلسلے میں زجاج نے کہا کہ جو گناہ مال میں ہو یا اولاد میں ہو، ابلیس اس میں شریک ہے، مثلاً سود اور مال حاصل کرنے کے دوسرے حرام طریقے اور یونہی فسق وممنوعات میں خرچ کرنا، نیز زکوٰۃ نہ دینا یہ مالی اُمور ہیں جن میں شیطان کی شرکت ہے جبکہ زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا یہ اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔[2]

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔

﴿اِنَّ عِبَادِیْ: بیشک میرے بندے۔﴾ اللہ تعالٰی نے ابلیس سے ارشاد فرمایا کہ تجھے مہلت اور اختیار دیا گیا کہ تو میری مخلوق کو گمراہ کر دے اور اپنے جال میں پھنسائے مگر میرے وہ بندے جو اصحابِ فضل وصلاح ہیں جیسے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں میں تجھ سے محفوظ رکھوں گا اور شیطانی مکروفریب اور وَساوِس ان سے دور کروں گا۔[3]

---

1 ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۴، ۵/۱۸۰-۱۸۱، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۵، ۳/۱۸۱، ملتقطاً.

2 ……مدارک، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۴، ص ۶۳۰، ملخصاً.

3 ……خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۵، ۳/۱۸۲، ملخصاً.

انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم اور اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں

انہی آیات کی بنا پر انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علماء نے فرمایا ہے کہ اولیاءِ کرام رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

رَبُّكُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِی الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا ﴿۶۶﴾ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَ كَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہوجاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتیاں جاری کرتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔

﴾وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ: اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ اے مشرکو! تمہارا حال یہ ہے کہ جب تمہیں سمندری سفر میں مصیبت آتی ہے اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں اور ان جھوٹے معبودوں میں سے کسی کا نام زبان پر نہیں لاتے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے ہی حاجت روائی چاہتے ہو اور اسی کو پکارنے لگتے ہو لیکن پھر جب وہ تمہیں طوفان سے نجات دیدیتا ہے اور تمہیں خشکی

کی طرف صحیح سلامت لے آتا ہے تو تم پھر اس کی توحید سے منہ پھیر لیتے ہو اور دوبارہ انہیں ناکارہ بتوں کی پرستش شروع کر دیتے ہو۔ اس ساری صورتِ حال کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ [1]

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم اس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ بھیجے پھر اپنا کوئی حمایتی نہ پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ۔

﴿اَفَاَمِنۡتُمۡ: کیا تم بے خوف ہوگئے۔﴾ یعنی اے لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ تمہارے دریا سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے سمیت زمین میں دھنسا دے جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ خشکی وتری سب اللہ تعالیٰ کے تحتِ قدرت ہیں جیسا وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے۔ خشکی ہو یا تری ہر کہیں بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے۔ وہ تمہیں زمین میں دھنسانے پر بھی قادر ہے اور یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر پتھروں کی بارش برسا دے جیسے قومِ لوط پر بھیجی تھی اور پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ جو تمہیں بچا سکے۔ [2] الغرض ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہیے۔

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶۷، ۳/۱۸۲، ملخصاً۔

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۶۸، ۵/۱۸۳، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۶۸، ۳/۱۸۲، ملتقطاً۔

الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے۔

﴿اَمۡ اَمِنۡتُمۡ: یا تم بے خوف ہوگئے۔﴾ مزید فرمایا کہ سمندر کی مشکلات سے نجات پانے کے بعد تم دوبارہ شرک میں پڑجاتے ہو تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیج دے تو وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر تم اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرسکے اور ہم سے دریافت کرسکے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا کیونکہ ہم (قادرو مختار ہیں،) جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ہمارے کام میں کوئی دخل دینے والا اور دم مارنے والا نہیں۔[1] الغرض کسی بھی حال میں کوئی بھی فرد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بے خوف نہیں ہوسکتا ہے۔اس کی قدرت نے آدمی کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔

وَ لَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی كَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿٪۷۰﴾

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

[1] ……روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۵/۱۸۳، مدارک، الاسراء، تحت الآیۃ: ۶۹، ص ۶۳۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی۔

﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔ ﴿ یعنی انسان کو عقل، علم، قوتِ گویائی، پاکیزہ صورت، مُعْتَدل قد وقامت عطا کئے گئے، جانوروں سے لے کر جہازوں تک کی سواریاں عطا فرمائیں، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دنیا وآخرت سنوارنے کی تدبیریں سکھائیں اور تمام چیزوں پر غلبہ عطا فرمایا، قوتِ تسخیر بخشی کہ آج انسان زمین اور اس سے نیچے یونہی ہواؤں بلکہ چاند تک کو تسخیر کر چکا ہے اور مریخ تک کی معلومات حاصل کر چکا ہے، بَحر و بَر میں انسان نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ اس کے علاوہ لاکھوں چیزیں اولادِ آدم کو عطا فرما کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عزت دی ہے اور انسان کو بقیہ تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہے۔

﴾ وَرَزَقْنٰهُمْ: اور انہیں رزق دیا۔ ﴿ یعنی لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں دیں جو گوشت اور نباتات دونوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور جنہیں لوگ خوب اچھی طرح پکا کر کھاتے ہیں۔ پکی ہوئی غذا کھانا بھی انسان کا خاصہ ہے کیونکہ انسان کے سوا حیوانات میں پکی ہوئی غذا اور کسی کی خوراک نہیں۔ (1)

﴾ وَفَضَّلْنٰهُمْ: اور انہیں فضیلت دی۔ ﴿ آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے اولادِ آدم کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت دی۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ یہاں اکثر سے کل مراد ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے) اور اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی ارشاد ہوا ”وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ“ اور ”وَمَا یَتَّبِـعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا“ ان آیات میں اکثر کل ہی کے معنی میں ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اور انسانوں کے خاص افراد یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں کے خاص افراد سے افضل ہیں اور نیک انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ (2)

مومن کی عزت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ (3) اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی پر

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۰، ۱۸۳/۳.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۰، ۱۸۳/۳، ملخصاً.

3 ......شعب الایمان، الثالث من شعب الایمان... الخ، فصل فی معرفة الملائکة، ۱۷۴/۱، الحدیث: ۱۵۲.

مجبور ہیں کیونکہ ان کی فطرت ہی یہ ہے، ان میں عقل تو ہے لیکن شہوت نہیں اور جانوروں میں شہوت ہے لیکن عقل نہیں جبکہ آدمی میں شہوت و عقل دونوں ہیں تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ فرشتوں سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔ [1]

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا(۷۱) وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھران کا حق نہ دبایا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ زیادہ گمراہ ہوگا۔

﴿یَوْمَ نَدْعُوْا: جس دن ہم بلائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا: اس سے مراد وہ پیشوا ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ [2] خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر قوم اپنے سردار کے پاس جمع ہوگی جس کے حکم پر دنیا میں چلتی رہی اور اُنہیں اُسی کے نام سے پکارا جائے گا کہ اے فلاں کے پیروکارو! [3]

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٧٠، ص ٦٣١.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٧١، ٣/١٨٣.

3 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٧١، ص ٦٣٢، ملخصاً.

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں صالحین کو ہی اپنا پیشوا بنانا چاہیے تاکہ قیامت میں انہی کے ساتھ حشر ہو۔

﴾فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔﴿ یعنی نیک لوگ جو دنیا میں صاحبِ بصیرت تھے اور راہِ راست پر چلتے رہے، اُن کو اُن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اس میں اپنی نیکیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو اس کو ذوق وشوق سے پڑھیں گے اور جو بدبخت ہیں، کفار ہیں اُن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، وہ انہیں دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور دہشت سے پوری طرح پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے۔ تو نیک لوگوں کے اعمال کے ثواب میں ادنیٰ بھی کمی نہ کی جائے گی اور یونہی کفار کی سزا میں بھی کمی نہ ہوگی، (1) ہاں گناہگار مسلمانوں کی سزا میں کمی بھی ہوگی اور بہت بڑی تعداد کی معافی بھی۔

﴾اَعْمٰى: اندھا۔﴿ ارشاد فرمایا کہ جو دنیا کی زندگی میں ہدایت کا راستہ دیکھنے سے اندھا ہوگا وہ آخرت میں نجات کا راستہ دیکھنے سے بھی اندھا ہوگا بلکہ قیامت میں وہ اور بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ (2)

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کردو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنالیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار تو چاہتے تھے کہ تمہیں اس وحی سے ہٹادیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے کہ تم ہمارے اوپر وحی سے ہٹ کر کوئی بات منسوب کردو اور اس وقت وہ آپ کو گہرا دوست بنالیں۔

﴾لَیَفْتِنُوْنَكَ: کہ تمہیں ہٹادیں۔﴿ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قبیلۂ ثقیف کا ایک وفد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۱، ۵/۱۸۷-۱۸۸، جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۱، ص۲۳۶، خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۲، ۳/۱۸۴، ملتقطاً۔

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۲، ۳/۱۸۴، ملخصاً۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کرلیں تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے، ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے کہا: یارسولَ اللہ! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہوتا کہ ہم فخر کرسکیں اور اس میں اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ عرب کے دوسرے لوگ شکایت کریں گے تو آپ اُن سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ہی ایسا تھا یعنی مَعَاذَاللہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھ دیجئے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1) اور بتادیا گیا ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت اور معاملات کی نگہبانی تو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرسکیں۔

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دُونی عمر اور دوچند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہوجاتے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

﴿وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کی بات کا رد اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اور معصومیت کا بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہر وقت اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شاملِ حال رہتی ہے چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم تمہیں معصوم بنا کر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا مائل ہوجاتے لیکن

---

(1)......تفسیر سمرقندی، الاسراء، تحت الآیة: ۷۳، ۲/۲۷۸، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۳، ۳/۱۸۴، ملتقطاً.

ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ آپ ان کی طرف جھکتے تو ہم تمہیں دنیوی زندگی میں دگنی سزا اور موت کے بعد دگنی سزا کا مزہ چکھاتے کیونکہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر ہے اس لئے آپ سے پاکیزگی اور کردار میں عظمت کا تقاضا بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ ہے۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے ڈگا دیں کہ تمہیں اس سے باہر کر دیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس سرزمین سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے تھوڑی ہی مدت ٹھہرتے۔

﴿لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا: کہ تمہیں اس سے نکال دیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے آپس میں اتفاق کر کے چاہا کہ سب مل کر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سرزمینِ عرب سے باہر نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا اور اُن کی یہ مراد بر نہ آئی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی [1] اور فرمادیا گیا کہ ان لوگوں نے آپ کو یہاں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آ جاتا ہے۔

ع ۸ / ۸

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ﴿۷۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے۔

[1] ……خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۶، ۳/۱۸۵۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسے ہمارے ان رسولوں کا طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا اور تم ہمارے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿سُنَّةَ: طریقہ۔﴾ گزشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ اگر بالفرض یہ آپ کو نکال دیتے تو آپ کے بعد یہ بھی جلد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تشریف لے جانے کے بعد عذابِ الٰہی آ جاتا ہے جیسے ہمارا ان رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں طریقہ رہا جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا کہ جس قوم نے انہیں ان کے وطن سے نکالا (اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی بھی کوئی امید نہ رہی) تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کر دیا اور تم ہمارے اِس قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔[1] اہلِ مکہ کی بچت کی وجہ یہ رہی کہ وہاں مسلمان بھی باقی رہے اور وہاں خانہ کعبہ تھا اسی لئے اس علاقے کو بہر حال اسلامی حدود میں آنا تھا اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں ایمان کی امید قوی بھی موجود تھی۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور صبح کا قرآن، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ: نماز قائم رکھو۔﴾ اس آیت میں فرمایا کہ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔ اس دورانیے میں چار نمازیں آگئیں: ظہر، عصر، مغرب، عشاء، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۱۸۵، ملخصاً۔

جاتی ہیں۔مزید فرمایا کہ صبح کا قرآن قائم رکھو،اس سے نمازِ فجر مراد ہے اور اس کو قرآن اس لئے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رُکن ہے (اور عربی کا ایک عام قاعدہ ہے کہ ایک جز بول کر بعض اوقات پورا کل مراد ہوتا ہے جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں ہی یہ قاعدہ کئی جگہ موجود ہے) جیسے نماز کو رکوع وسجود سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ [1] اِس آیت سے معلوم ہوا کہ قراءت نماز کا رُکن ہے۔

نمازِ فجر کی فضیلت

فجر کی نماز کی فضیلت میں فرمایا کہ بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آ جاتے ہیں چنانچہ حدیثِ مبارک ہے، حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’باجماعت نماز کو تمہارے تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت حاصل ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا’’اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ [2]

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۷۸، ۳/۱۸۵، مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ۷۸، ص۶۳۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة، ۱/۲۳۳، الحدیث: ۶۴۸، سنن نسائی، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة، ص۸۷، الحدیث: ۴۸۵ .

﴿وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔﴾ نمازِ تہجد سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے جبکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمت کے لئے یہ نماز سنت ہے۔[1]

تہجد کے فضائل

اِس آیت میں تہجد کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا ہے، اس مناسبت سے نمازِ تہجد کی فضیلت پر مشتمل 5 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''رات میں قیام کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف قربت کا ذریعہ اور گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔[2]

(2)......حضرت اسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت منادی پکارے گا، کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔[3]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایک بالا خانہ ہے کہ باہر کا اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا باہر سے۔ حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، وہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا ''اُس کے لیے جو اچھی بات کرے اور کھانا کھلائے اور رات میں قیام کرے جب لوگ سوتے ہوں۔[4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو

1......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۱۸۵-۱۸۶، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۷۹، ص۵۴۱، ملتقطاً۔**

2......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵/۳۲۳ الحدیث: ۳۵۶۰.

3......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، تحسین الصلاۃ والاکثار منها لیلاً ونهاراً... الخ، ۳/۱۶۹، الحدیث: ۳۲۴۴.

4......مستدرک، من کتاب صلاۃ التطوّع، صلاۃ الحاجۃ، ۱/۶۳۱، الحدیث: ۱۲۴۰.

شخص رات میں بیدار ہواور اپنے اہلِ خانہ کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔ (1)

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے کوئی ایسا کام ارشاد فرمائیے جسے میں اختیار کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا ''سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (2)

تہجد سے متعلق چند مسائل

یہاں نمازِ تہجد کے بارے میں چند شرعی مسائل یاد رکھیں:

(1)......صَلاۃُ اللَّیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کی نماز کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

(2)......تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر قضا نماز پڑھی تو اُس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(3)......کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آٹھ تک ثابت ہیں۔

(4)......جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ارشاد فرمایا: ''اے **عبد اللّٰہ!** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں اُٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (3)

﴿ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا: قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ ﴾ آیت میں مقامِ محمود کا ذکر ہے اور مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حمد کریں گے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی

---

1 ......مستدرك، من كتاب صلاة التطوّع، توديع المنزل بركعتين، ١/٦٢٤، الحديث: ١٢٣٠.

2 ......مستدرك، كتاب الاطعمة، فضيلة اطعام الطعام، ٥/١٧٩، الحديث: ٧٢٥٦.

3 ......بخارى، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه، ١/٣٩٠، الحديث: ١١٥٢.

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: مقامِ محمود کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ شفاعت ہے۔‘‘ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر یہ آیت اور مختلف کتب سے اوپر بیان کردہ حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ’’اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور۔ اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ’’اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا‘‘ میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے (فرمائیں گے) انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم، سب سر بگریبان، وہ ساجد و قائم، سب محلِ خوف میں، وہ آمن و ناہم (یعنی خود امن میں اور امت کے امن کے خواہش مند)، سب اپنی فکر میں، انہیں فکرِ عوالم، سب زیرِ حکومت، وہ مالک و حاکم، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے، ان کا رب انہیں فرمائے گا ’’یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ‘‘ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اولین و آخرین میں حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی افضلیتِ کبریٰ و سیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ (2)

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے وسیلہ اور مقامِ محمود کی دعا مانگنے کی فضیلت

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو اذان سن کر یہ دعا کرے ’’اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ‘‘ یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفیٰ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر کھڑے کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔‘‘ تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۵/۹۳، الحدیث: ۳۱۴۸.

2 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۷۰-۱۷۱۔

3 ......بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، ۱/۲۲۴، الحدیث: ۶۱۴.

اور مسلم شریف کی روایت میں اس دعا کے پڑھنے سے پہلے درود پڑھنے کا بھی فرمایا گیا ہے۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یقینی طور پر وسیلہ اور مقامِ محمود عطا فرمائے گا، چاہے مسلمان نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اس کی دعا کریں یا نہ کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا، البتہ مسلمانوں کو اس کی دعا مانگنے کی جو ترغیب دی گئی ہے وہ اس لئے ہے کہ اس میں ان کا اپنا عظیم فائدہ ہے کہ اس عمل کے ذریعے انہیں سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے پسندیدہ طریقے سے نکال دے اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنادے۔

﴿وَ قُلْ: اور یوں عرض کرو۔﴾ اس آیت میں ایک دعا سکھائی گئی ہے اور اس کے بہت سے مَطالب و معانی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ بعض مفسرین نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا کہ میرا داخل ہونا اور نکلنا پسندیدہ طریقے سے کردے، جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب ہو یا کام۔ بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے قبر میں اپنی رضا اور طہارت کے ساتھ داخل کر اور قبر سے اٹھاتے وقت عزت و کرامت کے ساتھ

---

1 ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذّن لمن سمعه ثمّ یصلّی علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، ص۲۰۳، الحدیث: ۱۱(۳۸۴).

باہر لا۔ بعض مفسرین نے کہا: اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے اپنی طاعت و بندگی میں صدق کے ساتھ داخل کر اور اپنی نافرمانی کے کاموں سے صدق کے ساتھ خارج فرما دے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکہ مکرمہ سے میرا نکلنا صدق کے ساتھ کر[1] کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو۔ مگر یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب کہ یہ آیت مدنی نہ ہو بلکہ مکی ہو۔

﴿وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا: اور میرے لئے اپنی طرف سے مددگار قوت بنادے۔﴾ یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے وہ قوت عطا فرما جس سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہو جاؤں اور مجھے وہ حجت دے جس سے میں ہر مخالف پر فتح پاؤں اور وہ واضح و نمایاں غلبہ جس سے میں تیرے دین کو تقویت دوں۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اُن کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔[2]

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ: اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔﴾ یعنی اسلام آیا اور کفر مٹ گیا اور خلاصہ یہ کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو نور آیا اور اندھیرا گیا، اسلام آیا اور کفر گیا، قرآن آیا اور شیطان گیا، خیر آئی اور شر گیا، ہدایت آئی اور گمراہی گئی مگر یہ سب کچھ اس دولہا کے دم قدم سے ہوا جس کے دم کی یہ ساری بہار ہے سب کچھ وہ ہی لائے، ان پر درود اور سلام ہو۔

ہے انھیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار   وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا: بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔﴾ ارشاد فرمایا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت

---

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٨٠، ص٦٣٤، خازن، الاسراء، تحت الآية: ٨٠، ٣/١٨٨-١٨٩، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٨٠، ٣/١٨٩، ملخصاً.

میں قوت وغلبہ حاصل ہو بھی جاتا ہے مگر اس کو پائیداری حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا انجام بربادی وخواری ہی ہوتا ہے۔ (1)

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فتحِ مکہ کے دن جب مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے تو مشرکین نے کعبہ مقدسہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن کے قدموں کو ابلیس نے مشرکوں کے لئے لوہے اور رانگ سے جوڑ کر مضبوط کر دیا تھا۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ آیت پڑھ کر اس لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے وہ گرتا جاتا تھا۔ (2)

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے۔

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔﴾ قرآن شفا ہے کہ اس سے ظاہری و باطنی اَمراض، گمراہی اور جہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔ باطل عقائد، رذیل اخلاق اس کے ذریعے دفع ہوتے ہیں اور عقائدِ حقہ، معارفِ الٰہیہ، صفاتِ حمیدہ اور اَخلاقِ فاضلہ حاصل ہوتے ہیں کیونکہ یہ کتابِ مجید ایسے علوم و دلائل پر مشتمل ہے جو وہم پر مَبنی چیزوں

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۱، ۳/ ۱۸۹.

2 ......معجم الصغیر، حرف الیاء، من اسمه: یوسف، ص۱۳۶، الجزء الثانی.

کواور شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابُود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا گنجینہ و خزانہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔[1]

قرآنِ مجید میں جسمانی امراض کی بھی شفا موجود ہے

یاد رہے کہ قرآنِ کریم کی حقیقی شفا تو روحانی امراض سے ہے لیکن جسمانی امراض کی بھی اس میں شفا موجود ہے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال واَفعال سے ثابت ہے، اس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ عرب کے کسی قبیلے میں گئے، اس قبیلے کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی دوران قبیلے کے سردار کو ایک بچھو نے ڈنک مار دیا تو وہ لوگ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے پاس آکر کہنے لگے کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس دوا ہے یا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کہا ''تم نے چونکہ ہماری مہمان نوازی نہیں کی اس لئے ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم اس کی اجرت نہ دو گے۔ چنانچہ انہوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے لئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کیا، پھر (ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے) سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اپنے تھوک کی چھینٹیں اس پر ڈالیں تو وہ تندرست ہو گیا۔ پھر قبیلے کے لوگ بکریاں لے کر آئے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کہا ''ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک (ان کے بارے میں) رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھ نہ لیں۔ جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرائے اور ارشاد فرمایا ''تمہیں کس نے بتایا تھا کہ یہ دم ہے؟ ان بکریوں کو لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکال لو۔[2]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ''جس مرض میں رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی روح قبض کر لی گئی تھی، اس مرض میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے اور جب طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو میں وہ سورتیں پڑھ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دم کیا کرتی اور خود آپ کے

---

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۲، ۱۸۹/۳، روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۲، ۱۹۴/۵، **خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۸۲، ص۵۴۲، ملتقطاً۔**

2 ......بخاری، کتاب الطب، باب الرّقی بفاتحة الکتاب، ۳۰/۴، الحدیث: ۵۷۳۶.

ہاتھ کو پھیرتی کیونکہ وہ (میرے ہاتھ سے زیادہ) بابرکت ہے۔[1] البتہ آیت کے آخر میں فرمایا کہ مومنوں کیلئے تو قرآن شفا ہے مگر اس قرآن کے ذریعے ظالموں یعنی کافروں کا خسارہ ہی بڑھتا ہے کہ کفر وضد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـٴُـوْسًا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

﴿وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا: اور جب ہم احسان کرتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کسی کافر انسان پر احسان کرتے ہیں کہ اس کو صحت اور (مال، جان، اولاد میں) وسعت عطا فرماتے ہیں تو وہ ہمارے ذکر اور دعا سے، ہماری بندگی کرنے اور ہمارا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے یعنی تکبر کرتا ہے جبکہ جب اسے برائی پہنچتی ہے اور کوئی تکلیف ونقصان اور کوئی فقر وحادثہ درپیش ہوتا ہے تو تَضَرُّع وزاری سے دعائیں کرتا ہے اور اُن دعاؤں کی قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہونے پر مایوس ہو جاتا ہے۔[2] کافر کی اِس حالت کو بتا کر مسلمان کو سمجھایا گیا ہے کہ اسے ایسا نہیں بننا چاہیے بلکہ نعمت پر خدا کا شکر ادا کرے اور مصیبت میں صبر کرے اور دعا مانگے اور بالفرض اگر دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو تو وہ مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالٰی کی رحمت کا امیدوار رہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب الطب، باب فی المرأة ترقی الرجل، ۴/۳۴، الحدیث: ۵۷۵۱.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۳، ۵/۱۹۵، خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۳، ۳/۱۸۹، جلالین، الاسراء، تحت الآیة: ۸۳، ص۲۳۷، ملخصاً.

کافر کی علامت

اِس سے معلوم ہوا کہ آرام وراحت کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں لمبی دعائیں مانگنا اور اگر قبولیت میں دیر ہو تو مایوس ہو جانا کافر یا غافل کی علامت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان تینوں عیبوں سے پاک و صاف رہیں اپنی حالت و مزاج کو اِس حدیث مبارک کے مطابق بنائیں جو حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمان پر تعجب ہے کہ اس کی ہر حالت خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ اگر اسے راحت پہنچے اور وہ شکر کرے تو اس کے لیے راحت خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو صبر اس کے لیے بہتر ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ مانگے اور جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جلد بازی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’جلد بازی یہ ہے کہ (دعا مانگنے والا) کہے، میں نے دعا مانگی مگر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو لہٰذا اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔[2]

قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ-فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۠(۸۴) ع۹

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: سب اپنے اپنے انداز پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو زیادہ ہدایت کے راستے پر ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہر کوئی اپنے اپنے انداز پر کام کرتا ہے، جس کی فطرت اور اصل، شریف اور طاہر ہو، اُس

1 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امره كلّه خير، ص۱۵۹۸، الحديث: ٦٤(۲۹۹۹).

2 ......مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب بيان انّه يستجاب للدّاعى ما لم يعجّل... الخ، ص۱٤٦۳، الحديث: ۹۲(۲۷۳۵).

سے اَفعالِ جمیلہ اور اَخلاقِ پاکیزہ صادر ہوتے ہیں اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعالِ خبیثہ سرزد ہوتے ہیں۔ (1)

اِس آیت کی روشنی میں ہر کوئی اپنے بارے میں غور کرے کہ اس کا تعلق کس گروہ سے ہے اور غور کرنے کے بعد جو شخص اپنے نفس میں بھلائی، اطاعت اور شکر پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور جو اپنے نفس میں شر، فسق، ناشکری اور مایوسی پائے تو اسے چاہئے کہ وہ اُس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کر لے جب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ: اور تم سے پوچھتے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق دو اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں مدینہ منورہ کے غیر آباد حصے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ (چلتے ہوئے) ایک چھڑی سے ٹیک لگاتے تھے، اس دوران یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان میں سے بعض افراد نے کہا: ان سے روح کے بارے میں دریافت کرو اور دوسرے بعض افراد نے کہا: ان سے دریافت نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں پسند نہ آئے۔ بعض افراد نے کہا: ہم ضرور پوچھیں گے، تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے ابوالقاسم! روح کیا ہے؟ (حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش ہو گئے تو میں نے کہا: آپ کی طرف وحی کی جارہی

(1)......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۸۴، ۳/۱۸۹.

ہے، میں کھڑا رہا اور جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ (1)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قریش نے یہودیوں سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم اس شخص (یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ (2)

بخاری شریف کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس وقت نازل ہوئی ہے جب مدینہ منورہ میں یہودیوں نے روح کے بارے میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا، اور ترمذی شریف کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے، ان دونوں احادیث میں ایک تطبیق یہ ہے کہ ممکن ہے یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو، پہلی بار مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کفارِ قریش نے روح کے بارے میں سوال کیا اور دوسری بار مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوئی جب یہودیوں نے روح کے بارے میں دریافت کیا۔ دوسری تطبیق یہ ہے کہ بخاری شریف کی روایت میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ اسی آیت کی وحی ہوئی بلکہ صرف نزولِ وحی کی کَیفِیَّت طاری ہونے کا ذکر ہے، اس لئے ممکن ہے اس وقت یہ وحی ہوئی ہو کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں وہی آیت تلاوت فرما دیں جو اس سے پہلے آپ پر نازل ہو چکی ہے اور وہ آیت یہ ہے

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم

1......بخاری، کتاب العلم، باب قول اللّٰہ تعالی: وما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً، ۶۶/۱، الحدیث: ۱۲۵.

2......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۹۵/۵، الحدیث: ۳۱۵۱.

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

یہ تطبیق علامہ اسماعیل بن عمر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر ابن کثیر میں اسی مقام پر ذکر کی ہے۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روح کا علم حاصل ہے

اِس آیت میں بتادیا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے عطا فرمائے وہی اسے جان سکتا ہے جیسا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کا علم عطا کیا گیا، چنانچہ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ایک جماعت نے گمان کیا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے روح کا علم مخلوق پر مُبْہَم کر دیا اور اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر دیا ہے، حتّٰی کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی روح کے بارے میں علم نہیں رکھتے حالانکہ **اللہ** تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا منصب ومقام اس سے بہت عظیم ہے کہ آپ کو بھی روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **عالِم بِاللہ** ہیں اور **اللہ** تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا ہے کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر **اللہ** کا فضل بہت بڑا ہے۔

ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ روح کا علم ان علوم میں سے ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو **اللہ** تعالیٰ نے نہیں سکھائے، کیا انہیں اس بات کی خبر نہیں کہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہیں جانتے تھے۔ (2)

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا منصب بہت بلند ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالیٰ کے حبیب اور اس کی مخلوق کے سردار ہیں، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روح کے بارے میں علم نہ ہو حالانکہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

(1)......النساء:۱۱۳.

(2)......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۱۹۸.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر یہ ارشاد فرما کر احسان فرمایا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللّٰہ کا فضل بہت بڑا ہے۔[1]

﴿وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا: اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علمِ حادث علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم مُتناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہاء نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے اس عظیم سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا علم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم ہمارے نبی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو تو وہ علم جو بندوں کو دیا گیا ہے فی نَفْسِہٖ اگرچہ کثیر ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔[2] اللّٰہ تعالیٰ کے علم سے متعلق صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میرا اور آپ کا علم اللّٰہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے چڑیا کا سمندر میں چونچ مارنا۔[3] یہ بھی سمجھانے کیلئے بیان کیا گیا ہے ورنہ متناہی اور غیر متناہی میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔

وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَكِیۡلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَیۡكَ كَبِیۡرًا ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے

---

1 ......عمدة القاری، کتاب العلم، باب قول اللّٰہ تعالی: وما اوتیتم من العلم الاّ قلیلاً، ۲/۲۸۴، تحت الحدیث: ۱۲۵.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۵، ۵/۱۹۷.

3 ......بخاری، کتاب العلم، باب ما یستحبّ للعالم اذا سئل: ایّ الناس اعلم؟... الخ، ۱/۶۳، الحدیث: ۱۲۲.

لیے ہمارے حضور اس پر وکالت کرتا ۔مگر تمہارے رب کی رحمت بیشک تم پر اس کا بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے پھر تم اپنے لئے ہمارے حضور کوئی وکیل نہ پاتے ۔مگر تمہارے رب کی رحمت ہی ہے۔ بیشک تمہارے اوپر اس کا بڑا فضل ہے۔

﴿ وَلَىٕنْ شِئْنَا: اور اگر ہم چاہتے ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو جو کہ شفاء اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ان تمام علوم کا جامع ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ، اِسے سینوں اور صحیفوں سے مَحْو فرما دیتے ، پھر آپ کوئی وکیل نہ پاتے جو ہماری بارگاہ میں آپ کے لئے اس قرآن کو لوٹا دینے کی وکالت کرتا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہی ہے کہ اس نے قیامت تک اسے باقی رکھا اور ہر طرح کی کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ فرما دیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان دراحسان ہے کہ اس نے پہلے قرآن نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا اور پھر اسے محفوظ فرما کر اور قیامت تک باقی رکھ کر احسان فرمایا۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک تمہارے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا، آپ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خَاتَمُ النَّبِیّٖن کیا اور مقامِ محمود عطا فرمایا۔[1]

قرآنِ مجید کی تلاوت اور اس کے اَحکام پر عمل کی ترغیب

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اے لوگو! قرآن (کے احکام) پر پابندی سے عمل کرو اور اس میں کمی کرنا چھوڑ دو کیونکہ ہم اسے تمہارے سینوں اور صحیفوں سے لے جانے پر قادر ہیں لیکن قیامت آنے تک اسے باقی رکھنا ہماری تم پر رحمت ہی ہے اور جب قیامت قریب آئے گی تو ہم اسے سینوں اور صحیفوں سے مَحْو کر دیں گے۔[2]

قرآنِ کریم سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قرآن جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ نہ جائے۔ عرش کے گرد قرآن کی ایسی بھنبھناہٹ ہوگی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن سے فرمائے گا ’’تیرا کیا حال ہے۔ قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ ،

---

1 ......ابوسعود، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ٣/ ٣٥٠، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ص٦٣٥، جلالين مع صاوى، الاسراء، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ٣/١١٥١-١١٥٢، ملتقطاً.

2 ......صاوى، الاسراء، تحت الآية: ٨٦، ٣/١١٥١-١١٥٢.

میں تیرے پاس سے گیا اور تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں، میری تلاوت تو کی گئی لیکن میرے احکامات پر عمل نہ کیا گیا۔ [1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''بے شک یہ قرآن جو تمہارے سامنے موجود ہے، عنقریب اسے اٹھالیا جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہم نے اسے دلوں میں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا ہے، ہم اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں اور ہمارے بچے اپنی اولاد کو قرآن سکھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا'' وہ ایک رات میں چلا جائے گا اور صبح کے وقت لوگ اسے نہیں پائیں گے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قرآن دلوں اور صحیفوں سے محو کر دیا جائے گا۔ [2]

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہی فرمایا کہ قرآنِ پاک خوب پڑھو اس سے پہلے کہ قرآن پاک اٹھالیا جائے کیونکہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ قرآن پاک نہ اُٹھایا جائے۔ [3] اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اس کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا کرے، آمین۔

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار رہو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اگر تمام جن وانس اس پر متفق ہوجائیں کہ فصاحت وبلاغت، حسنِ ترتیب، علومِ غیبیہ اور معارفِ الٰہیہ

[1] ......مسندالفردوس، باب لام الف، ۵/۷۹، الحدیث: ۷۵۱۳.

[2] ......ابو سعود، الاسراء، تحت الآیة: ۸۶، ۳/۳۵۰.

[3] ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ۲/۳۵۵، الحدیث: ۲۰۲۶.

وغیر ہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے۔مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللّٰہ تبارک وَتعالٰی نے اُن کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اِس کلام کے مثل لاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا،تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اُٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآن کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے۔[1]

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر ناشکر کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔

﴿وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے بار بار بیان کی ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنِ کریم اللّٰہ تعالٰی کی بڑی عظیم اور جلیل نعمت ہے اس لئے ہر عالم اور حافظ پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کے حقوق ادا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے۔

(2)......انسان اور اس کے علاوہ کسی اور مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ایسا کلام پیش کر سکے جو اللّٰہ تعالٰی کے کلام کی طرح جامع ہو،اس کی عبارت،الفاظ کی عمدگی اور فصاحت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو،اس کے اشارے باریکی اور کمالِ دانشمندی کی، اس کے نِکات لَطافت اور نَظافت کی اور اس کے حقائق حقیقت اور پاکیزگی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہوں۔

1......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٨٨، ١٩١/٣، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٨٨، ص٦٣٥، ملتقطاً.

(3)......اکثر لوگ اللہ تعالٰی کی نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے کی جانے والی تنبیہات سے تنبیہ حاصل نہیں کرتے اسی لئے ہزار میں سے ایک شخص جنت میں جائے گا اور باقی جہنم میں جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے حق بات سے اور اسے سیکھنے سے اِعراض کیا۔[1]

قرآن مخلوق نہیں ہے

یہاں یہ بات یاد رہے کہ قرآنِ مجید مخلوق نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کی صفت ہے اور اللہ تعالٰی کی صفات ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جو قرآن کریم کو مخلوق کہے یا اس کے بارے میں تَوَقُّف کرے یا اس کے بارے میں شک کرے تو اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا۔[2] نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اپنے رسالے ''سُبْحٰنَ السُّبُّوْحِ عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْحٍ''(جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔ میں قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمۂ اسلام کے 32 ارشادات ذکر کئے ہیں اور ان میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ 9 صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ فرماتے تھے کہ جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔[3]

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًاۙ(۹۰) اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًاۙ(۹۱) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ قَبِیْلًاۙ(۹۲) اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ

---

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۹، ۵/۲۰۱-۲۰۲.

2 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۸۹، ۵/۲۰۲.

3 ......فتاوی رضویہ، ۱۵/۳۸۰۔

اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو۔ یا تم ہم پر آسمان گرادو جیسا تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ۔ یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہادو۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم ان کے درمیان خوب نہریں جاری کردو۔ یا تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو جیسا تم نے کہا ہے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارے لئے کوئی سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب قرآنِ کریم کا اِعجاز خوب ظاہر ہو چکا اور واضح معجزات نے حجت قائم کردی اور کفار کے لئے عذر کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے اور اُنہوں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے، چنانچہ مروی ہے کہ کفارِ قریش کے سردار کعبہ معظّمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلوایا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آج گفتگو کرکے آپ سے معاملہ طے کرلیں تاکہ ہم پھر آپ کے حق میں (کوئی بھی کاروائی کرنے میں) معذور سمجھے جائیں۔ عرب میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم پر وہ شدتیں کی ہوں جو آپ نے کردی ہیں۔ آپ نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا، ہمارے دین کو عیب

لگائے، ہمارے دانش مندوں کو کم عقل ٹھہرایا، ہمارے معبودوں کی توہین کی، ہماری جماعت متفرق کر دی اور کوئی برائی اُٹھا نہ رکھی یعنی سب کچھ آپ نے کیا۔ یہ بتاؤ کہ اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟ اگر تم مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں کہ ہماری قوم میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر اعزاز چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اور اگر ملک وسلطنت چاہتے ہو تو ہم تمہیں بادشاہ تسلیم کر لیں، یہ سب باتیں کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور اگر تمہیں کوئی دماغی بیماری ہوگئی ہے یا کوئی خَلِش ہوگیا ہے تو ہم تمہارا علاج کریں اور اس میں جس قدر خرچ ہو اُٹھائیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں مال، سلطنت اور سرداری کسی چیز کا طلب گار نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور حکم دیا کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور نعمتِ آخرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذابِ الٰہی کا خوف دلاؤں۔ میں نے تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچایا ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لئے دنیا وآخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو میں صبر کروں گا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلہ کا انتظار کروں گا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اگر آپ ہمارے معروضات کو قبول نہیں کرتے ہیں تو اِن پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے اور نہریں جاری کر دیجئے اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے۔ ہم ان سے پوچھ دیکھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں کیا وہ سچ ہے؟ اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا اور جو پہنچانے کے لئے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا، اگر تم مانو تو تمہارا نصیب اور نہ مانو تو میں خدائی فیصلے کا انتظار کروں گا۔ کفار نے کہا: پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتہ بلوا لیجئے جو آپ کی تصدیق کرے اور اپنے لئے باغ محل اور سونے چاندی کے خزانے طلب کیجئے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے: تو ہم پر آسمان گروا دیجئے اور ان میں سے بعض یہ بولے کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو اور فرشتوں کو ہمارے پاس نہ لائیے۔ اس پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس مجلس سے اٹھ آئے اور عبداللّٰہ بن اُمیہ آپ کے ساتھ اُٹھا اور آپ سے کہنے لگا: خدا کی قسم! میں کبھی ایمان نہ لاؤں گا جب تک آپ سیڑھی لگا آسمان پر نہ چڑھو اور میری نظروں کے سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آؤ اور خدا کی قسم! اگر یہ بھی کرو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں پھر بھی نہ مانوں گا۔ حضور پُرنور

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر ضد اور عناد میں ہیں اور ان کی حق سے دشمنی حد سے گزر گئی ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کی حالت پر رنج ہوا اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ: تم فرماؤ، میرا رب پاک ہے۔﴾ کفار کے تمام مطالبات کے جواب میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایک ہی جواب دینے کا ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا کام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچا دینا ہے، وہ میں نے پہنچا دیا ہے اور جس قدر معجزات و آیات یقین و اطمینان کے لئے درکار ہیں اُن سے بہت زیادہ میرا پروردگار عَزَّوَجَلَّ ظاہر فرما چکا لہٰذا حجت پوری ہو چکی ہے۔ اب یہ سمجھ لو کہ رسول کے انکار کرنے اور آیاتِ الٰہیہ سے مکرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللّٰہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔ تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔ تم فرماؤ اللّٰہ بس ہے گواہ میرے تمہارے درمیان بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں کو ایمان لانے سے ان کے پاس ہدایت آجانے کے بعد اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں: کیا اللّٰہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ تم فرماؤ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللّٰہ کافی گواہ ہے، بیشک وہ

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۱۹۱-۱۹۲.

اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا: کہ ایمان لائیں۔﴾ ارشاد فرمایا، حالانکہ لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی ہے مگر انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی وہ لوگ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور اُن کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے معترف نہ ہوئے، یہی اُن کے کفر کی اصل وجہ تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ (1) اسی کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا۔

﴿لَوۡ کَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ: اگر زمین میں فرشتے ہوتے۔﴾ کفار کے جواب میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ تم ان سے فرما دو کہ اگر انسانوں کی بجائے زمین میں صرف فرشتے رہائش پذیر ہوتے جو یہاں چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی انسان ہی بنایا جاتا ہے۔ فرشتوں کیلئے فرشتہ ہی رسول بھیجا جاتا کیونکہ وہ اُن کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو اُن کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ (2)

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اس بات پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ جس چیز کے ساتھ مجھے بھیجا گیا وہ میں نے تم تک پہنچا دی اور تم نے (اسے) جھٹلایا اور دشمنی کی، بے شک وہ اپنے بندوں یعنی رسولوں اور جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ان کے ظاہری اور باطنی تمام احوال کی خبر رکھنے والا اور انہیں دیکھنے والا ہے تو وہ انہیں اس کی جزا دے گا۔ (3)

وَ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ۚ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہُمۡ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ وَ نَحۡشُرُہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ عُمۡیًا وَّ بُکۡمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ کُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰہُمۡ سَعِیۡرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِکَ جَزَآؤُہُمۡ

النصف

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٩٤، ٣/١٩٢-١٩٣، ملخصاً.

2 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٩٥، ٥/٢٠٥، ملخصاً.

3 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ٩٦، ٥/٢٠٥.

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی حمایت والے نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا سچ مچ ہم نئے بن کر اٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا ہے اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھایا جائے گا؟

﴿وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ: اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جنہیں وہ گمراہ کردے تو تم ہرگز ان کیلئے اس کے سوا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ جس طرح دنیا میں حق دیکھنے کی بصیرت نہ رکھتے تھے، حق بات بول نہیں سکتے تھے اور حق بات سننے سے بہرے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اس چیز کو دیکھنے سے اندھے ہوں گے جو ان کی نگاہوں کو ٹھنڈا کرے، وہ بات بولنے سے گونگے ہوں گے جو ان کی طرف سے قبول کی جائے اور اس بات کو سننے سے بہرے ہوں گے جو ان کے کانوں کو لذت دے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب

کبھی (اس کی آگ) بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔[1]

قیامت کے دن کفار منہ کے بل چلیں گے

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن کفار کو منہ کے بل اٹھائے گا، اس سے متعلق بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافر کو اس کے چہرے کے بل کس طرح اٹھایا جائے گا؟ ارشاد فرمایا ’’وہ رب جس نے اسے دنیا میں دو قدموں پر چلایا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ قیامت کے دن اسے چہرے کے بل چلائے؟ (کیوں نہیں، وہ اس بات پر ضرور قادر ہے۔)[2]

اور سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے، بعض لوگ پیدل چلیں گے، بعض سوار اور کچھ لوگ چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا ’’جس نے انہیں قدموں پر چلایا وہ انہیں منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے، سن لو! وہ اپنے منہ کے ذریعے ہر بلند جگہ اور کانٹے سے بچیں گے۔[3]

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ: یہ ان کی سزا ہے۔﴾ اِس سے پہلی آیت میں جو وعید بیان ہوئی اُس سے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب ان کی سزا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟[4]

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٩٧، ٣/١٩٣، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٩٧، ص٦٣٧، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، ٤/٢٥٢، الحدیث: ٦٥٢٣

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة بنی اسرائیل، ٥/٩٦، الحدیث: ٣١٥٣.

4 ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ٩٨، ٣/١٩٣، مدارك، الاسراء، تحت الآية: ٩٨، ص٦٣٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان لوگوں کی مثل بنا سکتا ہے اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد ٹھہرا رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالم نہیں مانتے بے ناشکری کئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں وہ اس پر قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کردے اور اس نے ان کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا۔

﴿**اَوَلَمْ یَرَوْا:** اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے کسی سابقہ مادے کے بغیر آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق پیدا کر دی ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کی مثل اور پیدا کر دے کیونکہ زمین و آسمان کے مقابلے میں انسانوں کی مثل پیدا کرنا آسان ہے اور جب وہ انسانوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے تو انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان (کے مرنے، دوبارہ زندہ کئے جانے اور عذاب) کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن جزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رکھ دی گئی تو ظالموں نے کفر کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کر دیا (یعنی صرف کفر ہی کو اختیار کیا اور ایمان کی طرف نہ آئے۔)(1)

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ-وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۠ (١٠٠)

ع

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ٩٩، ٥/٢٠٧، البحر المحیط، الاسراء، تحت الآیة: ٩٩، ٦/٨٠-٨١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم انہیں روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 90 میں کفار کا ایک مطالبہ گزرا کہ ان کے شہر میں نہریں اور چشمے جاری کر دیئے جائیں تا کہ ان کے مال زیادہ ہو جائیں اور ان کی معیشت بہتر ہو جائے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں ''اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو بھی تم اپنے بخل اور کنجوسی پر قائم رہتے اور خرچ ہو جانے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے۔ [1]

اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے خرچ کرنے کا حال بیان ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر کتنا خرچ فرمایا ہے اور کتنا خرچ فرما رہا ہے اس کا عالَم ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم بھرا ہوا ہے اور شب و روز کا خرچ کرنا بھی اسے کم نہیں کرتا، تم ذرا غور تو کرو کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو بنایا ہے تب سے اس نے کتنا خرچ فرمایا ہے لیکن جو کچھ اس کے دستِ قدرت میں ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے قبضہ میں میزان ہے جسے وہ بلند و پست فرماتا ہے۔ [2]

﴿وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا: اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔﴾ یہاں انسان کو اس کی اصل کے اعتبار سے بڑا کنجوس فرمایا گیا ہے کیونکہ انسان کو محتاج پیدا کیا گیا ہے اور محتاج لازمی طور پر وہ چیز پسند کرتا ہے جس سے محتاجی کا ضَرر اس سے دور ہو جائے اور اسی لئے وہ اس چیز کو اپنی ذات کے لئے روک لیتا ہے جبکہ اس کی سخاوت خارجی اَسباب کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے اسے اپنی تعریف پسند ہوتی ہے یا ثواب ملنے کی امید ہوتی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے بخیل ہے۔ [3]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

1 ......تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۷/۴۱۲.

2 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: لما خلقت بیدیّ، ۴/۵۴۳، الحدیث: ۷۴۱۱.

3 ......خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۳/۱۹۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے پوچھو جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ موسیٰ ان کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے ان سے کہا: اے موسیٰ! بیشک میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے۔

﴿تِسۡعَ اٰیٰتٍ: نو نشانیاں۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو نو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (1) عصا، (2) ید بیضا، (3) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اسے دور فرمادیا، (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا، (5) طوفان، (6) ٹڈی، (7) گھن، (8) مینڈک، (9) خون۔[1] ان میں سے آخری 6 نشانیوں کا مُفَصَّل بیان نویں پارے کے چھٹے رکوع میں گزر چکا ہے۔ ان مذکورہ بالا میں سے بعض تو معجزے تھے اور بعض فرعون پر عذاب جو بالواسطہ معجزے تھے کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت ہی کی وجہ سے فرعون پر عذاب آئے۔

قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَ مَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾ۙ وَّ قُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے مالک نے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔ تو اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے نکال دے تو

[1] ......خازن، الاسراء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۱۹۴.

ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں سب کو ڈبو دیا۔اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا اس زمین میں بسو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو گھال میل لے آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں کر کے آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمایا ہے اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔تو فرعون نے چاہا کہ ان (بنی اسرائیل) کو زمین سے نکال دے تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اس سرزمین میں سکونت اختیار کرو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے۔

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ: فرمایا: یقیناً تو جان چکا ہے۔﴾ فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے یعنی مَعَاذَ اللہ جادو کے اثر سے تمہاری عقل اپنی جگہ پر نہیں رہی ہے یا یہاں مَسحور، ساحر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عجائب جو آپ دکھلاتے ہیں یہ جادو کے کرشمے ہیں اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جواب دیا: اے فرعون! یقیناً تو جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو عبرتیں بنا کر آسمانوں اور زمین کے رب عَزَّوَجَلَّ ہی نے نازل فرمایا ہے کیونکہ ان نشانیوں اور معجزات سے میری سچائی، میرا کامل العقل ہونا، میرا جادوگر نہ ہونا اور ان نشانیوں کا خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہونا ظاہر ہے اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔(1)

﴿فَاَرَادَ: تو اس نے چاہا۔﴾ یعنی فرعون نے چاہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور اُن کی قوم کو سرزمینِ مصر سے نکال دے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور ان کی قوم کو سلامتی عطا فرمائی۔(2)

﴿وَقُلْنَا: اور ہم نے فرمایا۔﴾ فرعون کی غَرقابی کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم اس سرزمین یعنی زمینِ مصر و شام میں سکونت اختیار کرو اور پھر جب قیامت آئے گی تو ہم تمہیں دوبارہ جمع کریں گے اور میدانِ قیامت میں پھر سعادت مندوں اور بدبختوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔(3)

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۱-۱۰۲، ۳/۱۹۴، روح البیان، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۱-۱۰۲، ۵/۲۰۸، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۳، ۳/۱۹۵.

3 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۰۴، ۳/۱۹۵.

وقف لازم

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کرکے نازل کیا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا۔

﴿**وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ: اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا۔**﴾ یعنی قرآن شیاطین کے خَلْط مَلْط سے محفوظ رہا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوسکی۔ لہٰذا قرآن کا ایک ایک جملہ، کلمہ اور حرف برحق ہے۔

ہر بیماری سے شفا کا عمل

اس آیتِ شریفہ کا یہ جملہ ’’ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ‘‘ ہر ایک بیماری کے لئے عملِ مُجَرَّب ہے، مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کردیا جائے تو بِاِذْنِ اللّٰہ بیماری دور ہوجاتی ہے۔ مشہور بزرگ حضرت محمد بن سماک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بیمار ہوئے تو اُن کے مُتَوَسِّلین قارُورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس علاج کی خاطر گئے۔ راستے میں ایک صاحب ملے، نہایت خوبصورت اور خوش لباس، ان کے جسم مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی، انہوں نے فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت ابنِ سماک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قارورہ دکھانے کے لئے فلاں طبیب کے پاس جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، سُبْحَانَ اللّٰہ، اللّٰہ کے ولی کے لئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو۔ قارورہ پھینکو، واپس جاؤ اور اُن سے کہو کہ مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہوگئے۔ ان صاحبوں نے واپس ہوکر حضرت ابن سماک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے واقعہ بیان کیا، اُنہوں نے مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر یہ

کلمے پڑھے تو فوراً آرام ہوگیا اور حضرت ابن سماک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔ [1]

﴿ وَقُرْاٰنًا: اور قرآن کو۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو تیئیس سال کے عرصہ میں جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ اس کے مضامین بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہوتے رہیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے حالات و واقعات کی ضرورت کے مطابق نازل کیا۔ [2]

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْاؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاۙ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (اے لوگو!) تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

﴿ قُلْ: تم فرماؤ۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان لوگوں سے فرما دو کہ اے لوگو! تم اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اور اپنے لئے نعمتِ آخرت اختیار کرو یا عذابِ جہنم، وہ تمہاری مرضی ہے لیکن جن سلیم الفطرت لوگوں کو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب کا علم دیا گیا یعنی مومنین اہلِ کتاب جو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعْثَت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے جیسے کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر وغیرہم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، تو جب ان حضرات کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ [3]

1 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٠٥، ص٦٣٩.

2 ......روح البيان، الاسراء، تحت الآية: ١٠٦، ٥/٢١٠، ملخصاً.

3 ......مدارك، الاسراء، تحت الآية: ١٠٧، ص٦٣٩، خازن، الاسراء، تحت الآية: ١٠٧، ٣/١٩٥، ملتقطاً.

وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔

﴿ وَیَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت میں جن سعادت مندوں کا تذکرہ کیا گیا تھا اگلی آیات میں انہی کے قول و فعل کا ذکر ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا وہ وعدہ خلافی سے بھی پاک ہے تو بیشک ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ پورا ہونے والا تھا جو اُس نے اپنی پہلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمائیں گے اور یہ وعدہ پورا ہو چکا۔ یہ تو ان حضرات کا قول و عقیدہ تھا اور ان کا عمل یہ ہے کہ جب یہ قرآن سنتے ہیں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور عجز و نیاز سے اور نرم دِلی سے روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے خشوع و خضوع کو اور ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔[1]

تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے

قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک یہ قرآن حُزن کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو رَوؤ اور اگر رو نہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔[2]

1 ...... خازن، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۰۸-۱۰۹، ۳/۱۹۵.

2 ...... ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنّة فیها، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۲/۱۲۹، الحدیث: ۱۳۳۷.

اور یہ رونا اگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو تو اس کی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ ترمذی و نسائی کی حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے۔ [1]

تلاوتِ قرآن سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے حدیثِ مبارک میں حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صفائی کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے۔ [2]

﴿**وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ: اور وہ ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں۔**﴾ یاد رہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ایک ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز

1 ......ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللّٰہ، ۳/۲۳۶، الحدیث: ۱۶۳۹، نسائی، کتاب الجہاد، فضل من عمل فی سبیل اللّٰہ علی قدمہ، ص۵۰۵، الحدیث: ۳۱۰۵.

2 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴.

میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ بالکل آہستہ کردو اور دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کرو۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ایک رات سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے طویل سجدہ کیا اور اپنے سجدہ میں یااَللّٰہُ یارَحْمٰنُ فرماتے رہے۔ ابوجہل نے سنا تو کہنے لگا کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں، اللہ کو اور رحمٰن کو (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ)۔ [1] اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا اللہ اور رحمٰن دو نام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب نام اچھے ہیں جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ننانوے نام معروف ہیں اور حقیقتاً اس سے بھی زیادہ نام ہیں جن کے معنی بہت پاکیزہ ہیں۔

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا: اور اپنی نماز میں نہ آواز زیادہ بلند کرو اور نہ بالکل آہستہ کردو۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ میں جلوہ فرما تھے۔ آپ جس وقت اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے، جب کافر سن لیتے تو قرآن کریم اور اس کے اتارنے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا '' وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ''یعنی نماز کی قراءت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے۔ '' وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ''یعنی اَصحاب سے یوں آہستہ نہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں '' وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا '' اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ [2]

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

ع ۱۲ | ۱۱ | ۱۲

1 ......خازن، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱۰، ۳/۱۹۵-۱۹۶.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل، باب ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها، ۳/۲۶۳، الحدیث: ٤۷۲۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم کہو: سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں اور اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔

﴿وَقُلْ: اور تم کہو۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا جیسا کہ مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ کہتے تھے۔ مشرکین فرشتوں کو رب کی بیٹیاں اور یہودی حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو، اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ (اور اے حبیب!) **مزید یہ کہو کہ** بادشاہی میں اس رب عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں نیز کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی وہ کمزور نہیں کہ اس کو کسی حمایتی اور مددگار کی حاجت ہو کہ کمزور کو ہی مددگار کی حاجت ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس کی اچھی طرح بڑائی بیان کرو۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے 3 فضائل

اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا فرمایا گیا، اس مناسبت سے یہاں حمد کے 3 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت **عبداللہ بن عباس** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **سیّد المرسلین** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''**قیامت کے دن جنت کی طرف سب سے پہلے وہی لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔**''[2]

(2)...... حضرت **جابر بن عبداللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولِ اکرم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''**بہترین ذکر ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' ہے اور بہترین دعا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' ہے۔**''[3]

(3)...... حضرت **سمرہ بن جندب** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسول کریم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۵/۲۱۴، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۴/۹۰، الحدیث: ۴۳۷۳.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوۃ المسلم مستجابۃ، ۵/۲۴۸، الحدیث: ۳۳۹۴.

فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار کلمے بہت پیارے ہیں۔ ”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر “[1]

تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکبر کہنے کے 2 فضائل

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح بڑائی بیان کرنے کا فرمایا گیا، اس کی مناسبت سے یہاں تکبیر کہنے کے 2 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ”اَللّٰہُ اکبر“ کہا تو اُس کے لئے اِس کے بدلے بیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس کے بیس گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔[2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ (کہنا) آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے۔[3]

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس (کلمے) کا ثواب اس کی عظمت اُن تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے، یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے کہ ہماری کوتاہ نظریں ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں، ورنہ رب تعالیٰ کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حمد وثنا اور عظمت و بڑائی بیان کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بچوں کو سکھائی جانے والی آیت

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت کا نام آیت اَلْعِزّ رکھا ہے اور بنی عبدالمطلب کے بچے جب بولنا شروع کرتے تھے تو ان کو سب سے پہلے یہی آیت ”قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ“ سکھائی جاتی تھی۔[5]

---

1 ......مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة التسمیة بالاسماء القبیحة وبنافع وغیره، ص۱۱۸۱، الحدیث: ۱۲(۲۱۳۷).

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللّٰه عنه، ۱۸۲/۳، الحدیث: ۸۰۹۹.

3 ......مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید...الخ، الفصل الثالث، ۴۳۴/۱، الحدیث: ۲۳۲۲.

4 ......مرآة المناجیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید...الخ، الفصل الثالث، ۳۸۴/۳، تحت الحدیث: ۲۲۱۲۔

5 ......مدارك، الاسراء، تحت الآیة: ۱۱۱، ص۶۴۰.

سُوْرَةُ الْكَهْف

سورۂ کہف کا تعارف

مقامِ نزول

یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **12** رکوع، **111** آیتیں، **1577** کلمے اور **6360** حروف ہیں۔[2]

''کہف'' نام رکھنے کی وجہ

کہف کا معنی ہے پہاڑی غار، اور اس سورت کی آیت نمبر **9** تا **26** میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاءِ کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ کہف'' رکھا گیا۔[3]

سورۂ کہف کے فضائل

(1)......سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکون اور برکت نازل ہوتی ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ کہف پڑھی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ بدکنا شروع ہو گیا تو انہوں نے سلامتی کی دعا کی (اور غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو) انہیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، ان صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس واقعہ کا ذکر جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کیا، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اے فلاں! قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے رہا کرو، وہ بادل سکینہ تھا جو قرآنِ مجید کی وجہ سے نازل ہوا۔[4]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو

---

1 ......خازن، تفسير سورة الكهف، ۱۹۶/۳.

2 ......خازن، تفسير سورة الكهف، ۱۹۶/۳.

3 ......صاوی، سورة الكهف، ۱۱۷۹/٤.

4 ......بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ۵۰٤/۲، الحديث: ۳٦۱٤.

سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔[1]

(3)...... حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو آئندہ جمعے تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔[2]

سورۂ کہف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اَصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں کئے گئے کفار کے سوالات کا جواب دیا گیا ہے، چنانچہ آیت نمبر 9 سے لے کر 26 تک اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس واقعے میں ان لوگوں کے لئے ایک بہترین مثال ہے جو اپنے دین اور عقیدے کی حفاظت کے لئے اپنا وطن، عزیز رشتہ دار، دوست اَحباب اور اپنا مال چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اصحابِ کہف چند نوجوان مسلمان تھے جو کہ بت پرست بادشاہ سے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے تھے، اور آیت نمبر 83 سے لے کر 99 تک حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں بادشاہوں اور حکمرانوں کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے کیونکہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حکمرانی مشرق سے لے کر مغرب تک تھی اس کے باوجود وہ اللّٰہ تعالٰی سے ڈرنے والے، اس کے احکام کی اطاعت کرنے والے، اپنی رعایا سے شفقت ومہربانی کے ساتھ پیش آنے والے اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے تھے۔

اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)...... اس کی ابتداء میں قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے کہ یہ عدل والی اور مستقیم کتاب ہے اور مسلمانوں کو جنت کی بشارت دینے اور کافروں کو جہنم کے عذاب کی وعید سنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

(2)...... یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کس قدر غمزدہ ہوا کرتے تھے۔

(3)...... اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کر کے حق ظاہر کرنے کے بعد کفار کی سرزنش کی گئی اور وہ عذاب بیان کیا گیا جو ان

---

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، ص٤٠٤، الحدیث: ٢٥٧(٨٠٩).

2 ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الکھف، فضیلۃ قراءۃ سورۃ الکھف یوم الجمعۃ، ٣/١١٧، الحدیث: ٣٤٤٤.

کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

(4)......ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

(5)......ایک امیر آدمی جو کہ متکبر اور کافر تھا اور ایک غریب آدمی جو کہ مومن تھا ان کا واقعہ بیان کیا گیا تا کہ مسلمان اپنی تنگدستی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور کافر اپنی دولت کی وجہ سے دھوکے میں نہ پڑیں۔

(6)......دنیوی زندگی کی ایک مثال بیان کی گئی۔

(7)......فرشتوں کے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے اور شیطان کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......آیت نمبر 60 سے لے کر 82 تک حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(9)......آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان کیا گیا۔

(10)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو ابدی نعمتوں کی بشارت دی گئی۔

(11)......آخر میں یہ بیان کیا گیا اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی حد اور انتہاء نہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کے ساتھ مناسبت

سورۂ کہف کی اپنے سے ماقبل سورت ''بنی اسرائیل'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی گئی تھی اس لئے اس کے بعد وہ سورت ذکر کی گئی جس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ کہف کی ابتداء سورۂ بنی اسرائیل کے اختتام سے مناسبت رکھتی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد پر ہوا تھا اور سورۂ کہف کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہوئی۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ یہودیوں کے کہنے پر مشرکین نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا ان میں سے ایک چیز یعنی روح کے بارے میں سوال کا جواب سورۂ بنی اسرائیل میں دے دیا گیا اور دوسرے دو سوالوں یعنی اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے واقعے کا جواب سورۂ کہف میں دیا گیا۔[1]

[1]......تناسق الدرر، سورة الكهف، ص ۹۹-۱۰۰.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ سکتۃ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔

﴿ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** ﴾ اس سورت کی ابتداء اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور قرآنِ پاک کی شان سے کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہترین نعمت اور بندوں کے لئے نجات وفلاح کا سبب ہے اور اس قرآن میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی یعنی نہ کوئی لفظی خرابی، نہ معنوی، نہ اس کی آیتوں میں آپس میں اختلاف ہے اور نہ تضاد۔ (1)

آیت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی شان اس میں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا بندہ کہا جائے نہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد کہنا شروع کر دیا جائے جیسے عیسائی حضرت

(1)......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱، ۱۹۷/۳، ملخصاً.

عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔

(2)......قرآنِ کریم کا نازل ہونا بہت بڑی نعمت ہے، امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’قرآن مجید کو نازل کرنا حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اور ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے نعمت تو اس طور پر ہے کہ اس مُقَدَّس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو توحید اور اللہ تعالیٰ کی پاکی پر نیز اللہ تعالیٰ کی صِفاتِ جلال واِکرام کے علوم کے اَسرار پر مطلع کیا، فرشتوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَحوال، قضاء وقدر کے احوال کے اسرار، عالَمِ سِفلی کے اَحوال کا عالَمِ عُلوی کے احوال سے تعلق رکھنے کے اسرار، عالَمِ آخرت کے احوال کا عالَمِ دنیا کے احوال سے تعلق رکھنے کے اسرار، عالَمِ جسمانیات کے عالَمِ روحانیات سے مَربوط ہونے کی کیفیت وغیرہ کے اَسرار عطا فرمائے اور بے شک یہ چیزیں عظیم ترین نعمتوں میں سے ہیں۔ اور اس کتاب کا ہمارے حق میں نعمت ہونا اس طور پر ہے کہ یہ کتاب پابندیوں اور اَحکامات، وعدہ اور وعید، ثواب اور عذاب کے بیان پر مشتمل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب انتہائی اعلیٰ درجے کی کامل کتاب ہے تو اس سے ہر ایک اپنی طاقت اور فہم کے مطابق نفع حاصل کرے۔ [1]

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ﴿۲﴾ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ﴿۳﴾ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔ جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت معتدل کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے

[1]......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۱، ۷/۴۲۲.

ڈرائے اوراچھے اعمال کرنے والے مومنوں کوخوشخبری دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اوران لوگوں کوڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے۔

﴿قَیِّمًا: لوگوں کی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی نہایت مُعْتَدِل کتاب۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید بندوں کی دینی اور دُنْیوی مصلحتوں کو قائم رکھنے والی انتہائی معتدل کتاب ہے اوراسے اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو سخت عذاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اچھے اعمال کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دیں کہ ان کے لیے اچھا ثواب یعنی جنت اوراس کی نعمتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اورقرآن کریم کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے یہودیوں اورعیسائیوں وغیرہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے۔ (1)

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْؕ-كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ-اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اس بارے میں نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْ: اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی بچہ بنایا ہے) اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا جن کی وہ اس عقیدے میں پیروی کررہے ہیں، یعنی علم اس بات کا تقاضا ہی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کوئی اولاد بنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے

---

(1)......روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۲-۴، ۵/۲۱۵، جلالین، الکہف، تحت الآیۃ: ۲-۴، ص۲۴۱، ملتقطاً۔

بچے کا ہونا فی نَفْسِہٖ محال ہے اورانہوں نے یہ بات ان چیزوں میں غوروفکر کے بغیر محض جہالت کی وجہ سے کہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوسکتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بچہ ہونا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں بالکل جھوٹ کہہ رہے ہیں اوراس بات کے سچ ہونے کا امکان تک بھی نہیں ہے۔ (1)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

﴿عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ: ان کے پیچھے۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ کفار کے ایمان نہ لانے پر نہایت رنجیدہ رہتے تھے اوراس کیلئے بہت زیادہ کوشش کرتے تھے اِس پر اِس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ مبارک کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر رنج وغم نہ کیجئے اوراپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالئے کہ وہ قرآن پاک پر ایمان نہیں لاتے۔ (2)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جذبۂ تبلیغ

اس طرح کی آیات سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جذبۂ تبلیغ، امت پر رحمت وشفقت کی اِنتہا اور رسالت کے حقوق کو انتہائی اعلیٰ طریقے سے ادا کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جن کا حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کاہن، ساحر، شاعر، مجنون کہتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے شریر لڑکوں کے غول لگا دیتے جو پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۵، ۵/۲۱۵-۲۱۶۔

2 ......صاوی، الکھف، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۱۱۸۲، ملخصاً۔

کر پتھر پھینکتے ،راستوں میں کانٹے بچھاتے ،جسم مبارک پر نجاست ڈالتے ،دھکے دیتے ،مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے ، نیز رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ،صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں تنور کی طرح گرم ریت کے ذروں پر مسلمانوں کو پیٹھ کے بل لٹا کر ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھ دیتے ،لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے مسلمانوں کے جسموں کو داغتے ،ان کے ساتھ رحمۃٌ لِّلعالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ عمل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس قدر غمزدہ ہورہے ہیں جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ کے اس روشن باب کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی حالت پر غور کرے کہ کیا فی زمانہ مسلمانوں کی بے راہ روی،اسلامی احکام پر عمل سے دوری، یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کے طور طریقے اور رسم ورواج کی پیروی اور مسلمانوں میں پھیلی فحاشی وعُریانی دیکھ کر اس نے ان کی اصلاح کی کتنی کوشش کی اور ان کے یہ حالات دیکھ کر اسے کتنا دکھ،افسوس اور رنج وغم ہوا۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔ اور بیشک جو کچھ اس پر ہے ایک دن ہم اسے پٹ پر میدان کر چھوڑیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔اور بیشک جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے خشک میدان بنادیں گے۔

﴿زِیْنَةً لَّهَا: زمین کیلئے زینت۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا ہے خواہ وہ حیوان ہوں یا نباتات یا معدنیات یا نہریں اور دریا وغیرہا اور ان چیزوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو

آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے اور کون زہد وتقویٰ اختیار کرتا ہے اور مُحَرَّمات وممنوعات سے بچتا ہے۔[1]

﴿صَعِیۡدًا جُرُزًا: خشک میدان۔﴾ اِس آیت میں دنیا کی ناپائیداری اور قابلِ فنا ہونے کو بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے قیامت کے دن وہ سب کا سب خشک میدان کی طرح بنا دیا جائے گا جس پر کوئی رونق نہیں ہوگی اور زمین کو اس کے آباد ہونے کے بعد ویران کر دیا جائے گا اور حیوانات، نباتات اور اس کے علاوہ جو بھی چیزیں اس کیلئے باعثِ زینت تھیں ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا لہٰذا ایسی فانی چیز سے کیا دل لگانا۔

دنیا کی محبت کم کرنے کا عمدہ طریقہ

دنیا کی محبت دور کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اس کی فنائیت میں غور کیا جائے، آدمی جتنا اس میں غور کرتا جاتا ہے اتنی ہی دنیا کی محبت اس کے دل سے کم ہوتی جاتی ہے۔ دنیا کی محبت کم کرنے کیلئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام سے اسی آیت سے متعلقہ کچھ کلام پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص دنیا میں آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی میزبان کے پاس کوئی مہمان ہو اور اس میزبان کی یہ عادت ہو کہ ہمیشہ مہمانوں کے لیے مکان آراستہ رکھتا ہو، لہٰذا اس نے مہمانوں کو یکے بعد دیگرے بلا کر ان کے سامنے انتہائی خوبصورت برتنوں میں عمدہ ڈشیں سجائیں، چاندی کی انگیٹھیوں میں عود اور اگر بتیاں سلگائیں، کمروں میں اعلیٰ قسم کا اسپرے کروایا تاکہ مہمانوں کے دماغ معطر رہیں اور خوب فرحت وسکون پائیں۔ عقلمند مہمان ان جملہ لَوازمات سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے اور رخصت کے وقت اپنے اعزاز واکرام کی بناء پر میزبان کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن بیوقوف مہمان اس بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے کہ میزبان نے یہ جتنا اہتمام کیا ہے اور یہ سبھی اَشیاء اسے دینے ہی کے لئے سجائی ہیں تاکہ رخصت کے وقت انہیں اپنے ساتھ لے جائے۔ وہ اسی میں پڑا رہتا ہے کہ رخصت کے وقت اس کے سامنے سے تمام چیزوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ جب خالی ہاتھ پلٹتا ہے تو بڑا کبیدہ خاطر، رنجیدہ اور نادم ہوتا ہے بلکہ روتا ہے کہ ہائے میرے ساتھ کیا ہوا۔ یونہی یہ دنیا مہمان خانہ ہے، اس کے سامانِ آرائش وزیبائش کو دیکھ کر الجھ نہیں جانا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے حرص، طمع اور لالچ میں گرفتار ہو جائیں اور موت کا وقت سر پہ آن پہنچے، پھر سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔[2]

---

1 ……جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ۷، ص ۲۴۱.

2 ……کیمیائے سعادت، عنوان سوم: معرفت دنیا، فصل چہارم، ۱/۹۵۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ بِس کی گانٹھ ہے حرافہ ــــ صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش ــــ اس مردار پہ کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑی غار اور جنگل کے کنارے والے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی، پھر کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۔

﴿ اَمْ حَسِبْتَ: کیا تمہیں معلوم ہوا۔﴾ یہاں سے اَصحابِ کہف کا واقعہ شروع ہوتا ہے اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عجیب وغریب نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا کیونکہ اس واقعے میں بہت سی نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحابِ کہف ہیں۔[1]

﴿ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ: جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ان نوجوانوں نے اپنی کافر قوم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی، اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہدایت ونصرت اور رزق ومغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما اور ہمارے لئے

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹، ۳/۱۹۸۔

ہمارے معاملے میں ہدایت کے اَسباب مہیا فرما۔ اصحابِ کہف کے متعلق قوی ترین قول یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے اگرچہ ان کے ناموں میں کسی قدر اختلاف ہے لیکن حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت پر جو خازن میں ہے ان کے نام یہ ہیں ۔(1) مکسلمینا ،(2) یملیخا ،(3) مرطونس ،(4) بینونس ،(5) ساری نونس ،(6) ذونوانس ، (7) کشفیط طنونس اور اُن کے کتے کا نام قطمیر ہے۔[1]

اصحابِ کہف کے ناموں کی برکت

اصحابِ کہف کے نام بڑے بابرکت ہیں اور اَکابر بزرگانِ دین نے ان کے فوائد وخواص بیان کئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اَسماء لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے، سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں ہوتا، کشتی یا جہاز اُن کی برکت سے غرق نہیں ہوتا، بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آ جاتا ہے، کہیں آگ لگی ہو اور یہ اسماء کپڑے میں لپیٹ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے، بچے کے رونے، باری کے بخار، درد ِسر، اُمُّ الصّبیان (خاص قسم کے دماغی جھٹکے اور دورے،) خشکی وتری کے سفر میں، جان ومال کی حفاظت، عقل کی تیزی اور قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسماء لکھ کر تعویذ کی طرح بازو میں باندھے جائیں۔[2]

اصحابِ کہف کا واقعہ

اکثر مفسرین کے نزدیک اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا واقعہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد رونما ہوا اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ واقعہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے کا ہے اور اس کا ذکر اہلِ کتاب کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے اور اسی وجہ سے یہودیوں نے بڑی توجہ کے ساتھ ان کے حالات محفوظ رکھے۔ بہر حال یہ واقعہ کس زمانے میں رونما ہوا اس کی اصل حقیقت اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ ہم یہاں معتبر مفسرین کی طرف سے بیان کردہ اس واقعے کی بعض تفصیلات کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں، چنانچہ مفسرین کے بیان کے مطابق اصحابِ کہف اُفْسُوس نامی ایک شہر کے شُرفاء ومعززین میں سے ایماندار لوگ تھے۔ ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا اور جو شخص بھی بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا تھا۔ دقیانوس بادشاہ

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۲۰۷.

2 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۴۰۹.

کے جبر وظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے اصحابِ کہف بھاگے اور قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے اور تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔ بادشاہ کو جستجو سے معلوم ہوا کہ وہ ایک غار کے اندر ہیں تو اس نے حکم دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار کھینچ کر بند کر دیا جائے تاکہ وہ اس میں مر کر رہ جائیں اور وہ ان کی قبر ہو جائے، یہی ان کی سزا ہے۔ حکومتی عملے میں سے یہ کام جس کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا، اس نے ان اصحاب کے نام، تعداد اور پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کر دیا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی طرح ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا، زمانے گزرے، سلطنتیں بدلیں یہاں تک کہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا جس کا نام بیدروس تھا اور اس نے 68 سال حکومت کی۔ اس کے دورِ حکومت میں ملک میں فرقہ بندی پیدا ہوئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت آنے کے منکر ہو گئے۔ بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہو گیا اور اس نے گریہ وزاری سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یارب! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے مخلوق کو مُردوں کے اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین حاصل ہو جائے۔ اسی زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے واسطے اسی غار کو تجویز کیا اور (کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر) دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرنے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے۔ اصحابِ کہف اللّٰہ تعالٰی کے حکم سے فرحاں وشاداں اُٹھے، چہرے شگفتہ، طبیعتیں خوش، زندگی کی تر وتازگی موجود۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، نماز سے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا کہ آپ جائیے اور بازار سے کچھ کھانے کو بھی لائیے اور یہ بھی خبر لائیے کہ دقیانوس بادشاہ کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ وہ بازار گئے تو انہوں نے شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامت دیکھی اور وہاں نئے نئے لوگ پائے، یہ دیکھ کر انہیں تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کل تک تو کوئی شخص اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتا تھا جبکہ آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ تندور والے کی دوکان پر گئے اور کھانا خریدنے کے لئے اسے دقیانوسی سکے کا روپیہ دیا جس کا رواج صدیوں سے ختم ہو گیا تھا اور اسے دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہا تھا۔ بازار والوں نے خیال کیا کہ کوئی پرانا خزانہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے، چنانچہ وہ انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، وہ نیک شخص تھا، اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا خزانہ کہیں نہیں ہے۔ یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے۔ حاکم نے کہا: یہ بات کسی طرح قابلِ یقین نہیں، کیونکہ اس میں جو سال لکھا ہوا ہے وہ تین سو برس سے زیادہ کا ہے اور آپ نو جوان ہیں، ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہم نے تو کبھی یہ سکہ دیکھا ہی

نہیں۔آپ نے فرمایا: میں جو دریافت کروں وہ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تو عُقدہ حل ہوجائے گا۔ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کس حال وخیال میں ہے؟ حاکم نے کہا، آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ،سینکڑوں برس پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے۔آپ نے فرمایا: کل ہی تو ہم اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہیں ، چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں ، حاکم اور شہر کے سردار اور ایک کثیر مخلوق ان کے ہمراہ غار کے کنارے پہنچ گئے ۔اصحابِ کہف یملیخا کے انتظار میں تھے، جب انہوں نے کثیر لوگوں کے آنے کی آواز سنی تو سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آرہی ہے ۔ چنانچہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد میں مشغول ہوگئے ۔ اتنے میں شہر کے لوگ پہنچ گئے اور یملیخا نے بقیہ حضرات کو تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے اتنا طویل زمانہ سوئے رہے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لئے موت کے بعد زندہ کئے جانے کی دلیل اور نشانی بنیں ۔ جب حاکمِ شہر غار کے کنارے پہنچا تو اس نے تانبے کا صندوق دیکھا، اس کو کھلوایا تو تختی برآمد ہوئی، اس تختی میں اُن اصحاب کے اَسماء اور اُن کے کتے کا نام لکھا تھا، یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی، دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کردینے کا حکم دیا، ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں تاکہ جب کبھی یہ غار کھلے تو لوگ ان کے حال پر مطلع ہوجائیں ۔ یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء بجالائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ حاکمِ شہر نے اپنے بادشاہ بیدروس کو واقعہ کی اطلاع دی، چنانچہ بادشاہ بھی بقیہ معززین اور سرداروں کو لے کر حاضر ہوا اور شکرِ الٰہی کا سجدہ بجالایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی ۔ اصحابِ کہف نے بادشاہ سے مُعانقہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتے ہیں ۔ **والسلام علیک ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ** ، اللّٰہ تعالیٰ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے اور جن واِنس کے شر سے بچائے ۔ بادشاہ کھڑا ہی تھا کہ وہ حضرات اپنے خواب گاہوں کی طرف واپس ہوکر مصروفِ خواب ہوئے اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں وفات دیدی، بادشاہ نے سال کے صندوق میں ان کے اَجساد کو محفوظ کیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے رُعب سے ان کی حفاظت فرمائی کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں پہنچ سکے ۔ بادشاہ نے سرِ غار مسجد بنانے کا حکم دیا اور ایک خوشی کا دن معین کردیا کہ ہر سال لوگ عید کی طرح وہاں آیا کریں ۔ (1)

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۱۹۸-۲۰۳، تفسیر ابن کثیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۵/۱۳۲-۱۳۳، خزائن العرفان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۵۴۹-۵۵۰، ملتقطاً ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین میں عرس کا معمول قدیم سے ہے۔

فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمۡ فِی الۡكَهۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾

ع۲/۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا۔ پھر ہم نے انھیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا۔ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

﴿سِنِیۡنَ عَدَدًا: گنتی کے کئی سال۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگا رکھا یعنی انہیں ایسی نیند سلادیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کرسکے۔ (1)

اولیاء کی کرامات برحق ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کراماتِ اَولیاء برحق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں۔ ان کا کھائے پیے بغیر اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہوسکتی ہے اور اسی طرح بعدِ موت بھی۔ ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامتِ اولیاء میں سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو بلکہ بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار کے اور بغیر اس کے علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جیسے اصحابِ کہف کے واقعہ میں ہوا۔

﴿ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ: پھر ہم نے انہیں جگایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر ہم نے اصحابِ کہف کو (تین سو نو سال کی) نیند کے بعد جگایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے سونے کی مدت کے بارے میں اختلاف کرنے والے دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١١، ص٦٤٢.

زیادہ درست بتاتا ہے۔ (1)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿ؕ۱۵﴾ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَی الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی۔ اور ہم نے ان کے دلوں کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہوکر بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی روشن سند تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہوجاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔

(1) ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۲۲۰۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: ہم آپ کے سامنے ان کا ٹھیک ٹھیک حال بیان کرتے ہیں ۔ بیشک وہ کچھ جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کردیا۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے ۔ اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور حد سے بڑھی ہوئی بات کہنے والے ہوں گے ۔ یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللّٰہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، یہ ان پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے ؟ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے؟ اور (آپس میں کہا:) جب تم ان لوگوں سے اور اللّٰہ کے سوا جن کو یہ پوجتے ہیں ان سے جدا ہوجاؤ تو غار میں پناہ لو، تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لئے آسانی مہیا کردے گا۔

﴿اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا: جب وہ کھڑے ہوگئے تو کہنے لگے۔﴾ انہوں نے اپنی بات دقیانوس بادشاہ کے سامنے کی جب اس نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر بتوں کی عبادت نہ کرنے پر باز پُرس کی تھی۔ [1]

﴿وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ :اور جب تم ان لوگوں سے جدا ہوجاؤ۔﴾ یہاں سے جو کلام ہے یہ ان حضرات کا آپس میں تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس کافر قوم میں نہ رہو بلکہ ان سے جدا ہوجاؤ اور جا کر کہیں کسی گوشہ میں چھپ جاؤ، جہاں ان کے فتنہ سے بچ کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کریں۔ ہم کو امید ہے کہ اللّٰہ تعالٰی ہمیں گوشۂ عافیت ضرور دے گا۔ [2]

فتنوں کے زمانے میں ایمان کی حفاظت کا ذریعہ

اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں خلقت سے علیحدگی اپنے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر یہ پہاڑ کی چوٹیوں اور برساتی مقامات پر چلا جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو بچانے کی خاطر فتنوں سے بھاگ رہا ہوگا۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١٤، ص٦٤٣، ملخصاً.

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١٦، ص٦٤٤، ملخصاً.

3 ......بخاری، كتاب الفتن، باب التعرّب فی الفتنة، ٤/٤٣٩، الحديث: ٧٠٨٨.

’’عنقریب فتنے کھڑے ہوں گے جن میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے سے اچھا رہے گا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے اچھا رہے گا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا رہے گا۔ جو اس (فتنے) کی طرف جھانکے گا تو وہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ان دنوں جس کو بچاؤ کی کوئی جگہ یا پناہ گاہ ملے تو اسے اس میں پناہ لے لینی چاہئے۔[1]

حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عنقریب فتنے ہوں گے، خبردار پھر فتنے ہوں گے، پھر وہ فتنے ہوں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلتا ہوا دوڑتے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہوں تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں سے مل جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین میں پہنچ جائے۔ یہ سن کر ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ ارشاد فرمایا ’’وہ اپنی تلوار کی طرف رخ کرے اور اس کی دھار کو پتھر سے کوٹ دے، پھر اگر الگ ہونے کی طاقت رکھے تو الگ ہو جائے۔ (یعنی اپنی تلوار توڑ دے تاکہ باہمی جنگ وجدال میں حصہ ہی نہ لے سکے۔)[2]

بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے تقیہ نہیں کرتے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تقیہ نہیں کرتے جیسے اصحابِ کہف نے علاقہ چھوڑ دیا لیکن تقیہ نہ کیا۔

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور

1 ……بخاری، کتاب الفتن، باب تکون فتنة القاعد فیها خیر من القائم، ٤/٤٣٦، الحدیث: ٧٠٨٢.

2 ……مشکاة، کتاب الفتن، الفصل الاول، ٢/٢٧٩، الحدیث: ٥٣٨٥.

جب ڈوبتا ہے تو انہیں بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب مائل ہو کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا کر گزر جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ ہدایت دیتا ہے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تم ہرگز اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿وَتَرَى الشَّمْسَ: اور تم سورج کو دیکھو گے۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ سورج اصحابِ کہف کے دائیں اور بائیں ہو کر گزرتا ہے یعنی ان پر تمام دن سایہ رہتا ہے اور طلوع سے غروب تک کسی وقت بھی دھوپ کی گرمی انہیں نہیں پہنچتی۔ [1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ان کا غار جنوب رخ (میں) واقع ہوا ہے کہ سورج نکلتے وقت بائیں اور غروب کے وقت داہنے ہو جاتا ہے اور ان پر کسی وقت دھوپ نہیں پہنچتی، یہ ہی تفسیر زیادہ قوی ہے۔ [2]

آیت میں مزید فرمایا کہ حالانکہ وہ اس غار کے کھلے حصے میں ہیں گویا ہر وقت انہیں تازہ ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں یعنی وہ کھلے میدان میں ہونے کے باوجود دھوپ سے محفوظ ہیں، یا تو ان کی یہ کرامت ہے یا کچھ رخ ہی ایسا ہے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۱۷، ص ٦٤٤.

2 ......نور العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۷، ص ۴۷۰۔

اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پرائے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اوران سے ہیبت میں بھر جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں اوران کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اوران کی ہیبت سے بھر جائے۔

﴿وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا: اور تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے۔﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تم انہیں جاگتے ہوئے خیال کرو گے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم سال میں ایک مرتبہ دس محرم شریف کو ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں تاکہ ایک ہی طرح لیٹے رہنے سے ان کے بدن کو نقصان نہ پہنچے اوران کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے اور وہ بھی ان کے ساتھ کروٹ بدلتا ہے یعنی جب اصحابِ کہف کروٹ بدلتے ہیں تو وہ بھی کروٹ بدلتا ہے۔ (1)

کتے کے ضَرَر سے محفوظ رہنے کا وظیفہ

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جو کوئی ان کلمات ''**وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ**'' کو لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو کتے کے ضرر سے امن میں رہے گا۔ (2)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کی برکت

ابوفضل جوہری نے کہا'' بے شک جس نے نیک لوگوں سے محبت کی وہ ان کی برکتیں پائے گا، ایک کتے نے نیک بندوں سے محبت کی اوران کی صحبت میں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی پاک کتاب میں فرمایا۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں'' جب نیک بندوں اور اولیاءِ کرام کی صحبت میں رہنے کی برکت سے ایک کتا اتنا بلند مقام پا گیا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ پاک میں فرمایا تو اس مسلمان کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو اولیاء

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/۲۰۴-۲۰۵، ملخصاً.

2 ......تفسیر ثعلبی، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۶/۱۶۰.

اور صالحین سے محبت کرنے والا اوران کی صحبت سے فیضیاب ہونے والا ہے بلکہ اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی ہے جو کسی بلند مقام پر فائز نہیں۔ [1] یعنی ان کیلئے تسلی ہے کہ وہ اپنی اس محبت وعقیدت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخ رُو ہوں گے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب قائم ہوگی؟ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نماز ادا کی اوراس کے بعد فرمایا ’’قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم نے اس کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کی: میرے پاس بہت زیادہ نمازیں اورروزے تو نہیں ہیں البتہ میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مرد اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اوراے شخص! تم ان کے ساتھ ہوگے جن سے محبت کرتے ہو۔‘‘ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے زیادہ مسلمانوں کو خوش نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا تھا۔ [2]

﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ: اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لے۔﴾ آیت میں مزید فرمایا کہ **اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لےتو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اوران کی ہیبت سے بھر جائے۔** یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیبت سے ان کی حفاظت فرمائی ہے کہ ان تک کوئی جانہیں سکتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگ ِروم کے وقت کہف کی طرف گزرے تو انہوں نے اصحابِ کہف کے غار میں داخل ہونا چاہا، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے انہیں منع کیا اور یہ آیت پڑھی پھر ایک جماعت حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکم سے داخل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا چلائی کہ سب جل گئے۔ [3]

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۗ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۗ

---

1 ......قرطبی، الکھف، تحت الآیة: ۱۸، ۲۶۹/۵، الجزء العاشر.

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ المرء مع من احبّ، ۱۷۲/۴، الحدیث: ۲۳۹۲.

3 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۱۸، ۲۰۵/۳.

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْیَتَلَطَّفْ وَ لَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا(۱۹) اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں ہی ہم نے ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا دن سے کم دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے اور چاہیے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ بیشک اگر وہ تمہیں جان لیں گے تو تمہیں پتھراؤ کریں گے یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ویسا ہی ہم نے انہیں جگایا تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے پھر تمہارے پاس اسی میں سے کوئی کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ بیشک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے یا تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بانّ التاء بعد الیاء من النصف الاول و اللام الثانیۃ من النصف الاخیر ۱۲

﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ :اور یوں ہی ہم نے انہیں جگایا۔﴾ یہاں سے اب بقیہ واقعے کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تفسیرات کی روشنی میں آیت کا خلاصہ یوں ہے کہ فرمایا ''جیسا ہم نے انہیں سلایا ویسا ہی ایک مدتِ دراز کے بعد ہم نے انہیں جگایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے حالات پوچھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ دیکھ کران کا یقین زیادہ ہواور وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک کہنے والے یعنی مَکْسِلْمِینَا جو اُن میں سب سے بڑے اور ان کے سردار تھے کہنے لگے: تم یہاں کتنی دیر رہے ہو؟ چند افراد نے کہا: کہ ہم یہاں ایک دن رہے ہیں یا ایک دن سے کچھ کم وقت۔ کیونکہ وہ غار میں طلوعِ آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اُٹھے تو آفتاب قریبِ غروب تھا، اس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی دِن ہے۔ بقیہ لوگوں نے کہا: تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یا زیادہ، تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ جا کر دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے جس میں حرمت کا کوئی شبہ نہ ہو پھر وہی کھانا لے آئے اور جانے والے کو چاہیے کہ آنے جانے میں نرمی سے کام لے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ اصحابِ کہف اپنے ساتھ دقیانوسی سکے لے کر گئے تھے اور سوتے وقت انہیں اپنے سرہانے رکھ لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو خرچ ساتھ میں رکھنا طریقۂ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسباب ساتھ رکھے اور بھروسہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر رکھے۔ (1)

﴿اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ : بے شک اگر انہوں نے تمہیں جان لیا۔﴾ اصحابِ کہف نے آپس میں کہا کہ اگر انہوں نے تمہیں جان لیا تو تمہیں پتھر ماریں گے اور بری طرح قتل کریں گے یا جبر وستم سے تمہیں اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚۛ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

(1) ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ١٩، ص ٦٤٥، خازن، الكهف، تحت الآية: ١٩، ٣/٢٠٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ **اللّٰہ** کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ **اللّٰہ** کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ : اور اسی طرح۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کردیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرینِ قیامت جان لیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحابِ کہف کی وفات کے بعد ان کے اردگرد عمارت بنانے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔[1]

بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا جائز ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہلُ اللّٰہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت سنت اور مُوجِبِ ثواب ہے۔

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْۚ وَ یَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٢١، ٣/٢٠٦، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٢١، ص٦٤٦، ملتقطاً.

رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۫ فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

ع ۳ / ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بے دیکھے الاؤ تکا بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی بحث جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اب لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں (جبکہ) چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے: وہ پانچ ہیں (اور) چھٹا ان کا کتا ہے (یہ سب) بغیر دیکھے اندازے ہیں اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے۔ انہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔

﴿ سَیَقُوْلُوْنَ: اب لوگ کہیں گے۔﴾ واقعہ کے آخر میں ان کی تعداد کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا بیان فرمایا اور اس کا حل بھی ارشاد فرما دیا اور وہی حل ہر اس مسئلے کا ہے جو اہم نہ ہو اور جس کے جاننے سے کوئی خاص فائدہ نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ اب لوگ کہیں گے یعنی عیسائی جیسا کہ ان میں سے سیّد نامی آدمی نے کہا کہ وہ تین ہیں جبکہ چوتھا ان کا کتا ہے اور عاقب نامی آدمی نے کہا کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ سب بغیر دیکھے اندازے ہیں یعنی یہ دونوں اندازے غلط ہیں وہ نہ تین ہیں نہ پانچ۔ اور کچھ کہیں گے: وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور یہ کہنے والے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ثابت رکھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے علم حاصل کر کے کہا۔ تم فرماؤ! میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے کیونکہ تمام جہانوں کی تمام تفصیلات اور گزشتہ و آئندہ کی کائنات کا علم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو ہے یا جس کو وہ عطا فرمائے ۔مزید فرمایا کہ اصحاب کہف کی تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں ۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ میں انہیں قلیل میں سے ہوں جن کا آیت میں اِستثناء فرمایا۔آیت کے آخر میں مزید فرمایا کہ ان کے بارے میں اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ نہ پوچھو۔[1]

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ٘ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا۔مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں ۔مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے۔

﴿اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ: مگر یہ کہ اللہ چاہے۔﴾ یہاں دو آیتوں میں اسلامی تعلیمات کی ایک بنیادی چیز بیان فرمائی کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ارادے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ ضرور کہا کرے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اور ہرگز کسی چیز کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر ساتھ ہی یہ کہا کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو میں کرلوں گا، مراد یہ ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ ایسا کروں گا، بغیر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کے نہ کہے۔ اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جب روح، اَصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا تھا تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں فرمایا تھا تو کئی روز وحی نہیں آئی

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۲۰۶-۲۰۷، ملخصاً.

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

﴿ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ: اور جب تم بھول جاؤ تواپنے رب کو یاد کرلو۔ ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لو۔ یاد آنے کی مدت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگرچہ ایک سال بعد یاد آئے اور امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ہے کہ جب تک اس مجلس میں رہے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہہ لے۔ (2)

اس آیت کے معنی سے متعلق تفسیروں میں کئی قول مذکور ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آیت کا معنٰی یہ ہے ’’اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرلے۔ (3) نماز کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے (اس وقت) نماز پڑھ لے، اس کا یہی کفارہ ہے۔ (4)

﴿ وَ قُلْ عَسٰۤى: اور یوں کہو کہ قریب ہے۔ ﴾ ارشاد فرمایا ’’یوں کہو کہ قریب ہے کہ میرا رب میری نبوت پر دلائل کیلئے اصحابِ کہف کے اس واقعے سے زیادہ قریب ہدایت کا کوئی راستہ دکھائے یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں جیسے کہ اَنبیاءِ سابقین کے اَحوال کا بیان اور غیوب کا علم اور قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا بیان اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دینا، وغیرہ۔ (5)

وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٢٣-٢٤، ٣/٢٠٧.
2 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٠٧.
3 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٢٤، ص٦٤٨.
4 ......بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب من نسی صلاة فليصلّ اذا ذكرها... الخ، ١/٢١٧، الحديث: ٥٩٧.
5 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٠٨، جمل، الكهف، تحت الآية: ٢٤، ٤/٤١٠-٤١١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔ تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے سب غیب وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے اور نو سال زیادہ۔ تم فرماؤ: اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے۔ آسمانوں اور زمین کے سب غیب اسی کے لیے ہیں، وہ کتنا دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ ان کیلئے اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اصحابِ کہف کے قیام کی مدت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ اس مدت میں جھگڑا کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا فرمانا برحق ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کتنا ٹھہرے تھے، خواہ وہ ان کے غار میں سونے والی مدت ہو یا تب سے لے کر اب تک کی مدت ہو، بہرحال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کے سب غیبوں کا علم اسی کو ہے، کوئی ظاہر اور کوئی باطن اس سے چھپا نہیں۔ اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ تین سو برس تک ٹھیک ہیں اور نو کی زیادتی کیسی ہے، اس کا ہمیں علم نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے۔

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۲۰۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی کتاب سے اس وحی کی تلاوت کرو جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تم ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤ گے۔

﴿وَ اتْلُ: اور تلاوت کر۔﴾ جب اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے واقعے پر مشتمل آیات نازل فرما دیں تو اس آیت میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے رہیں اور کفار کی ان باتوں کی پروا نہ کریں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسے تبدیل کر دیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باتوں کو بدلنے پر کوئی قادر نہیں۔[1]

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی چاہئے اگرچہ سمجھ میں نہ آئے

اس آیتِ مبارکہ میں تلاوت کا بیان اصحابِ کہف کے واقعے کے اختتام کے طور پر ہے لیکن قرآنِ پاک کے عمومی الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مُطْلَقاً بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کرنی چاہیے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں دنیا کی زندگی چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم

الثلثۃ

1 ......ابوسعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۳/۳۷۶-۳۷۷.

نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ: جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ سردارانِ کفار کی ایک جماعت نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1] اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح وشام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں یعنی جو اِخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

آیت ”وَاصْبِرْ نَفْسَكَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اِس آیتِ مبارکہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔

(1)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت خود ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا کہ ایک معاملہ درپیش ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خود تربیت فرمائی اور آپ کی کمال کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(2)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فُقَراء ہوں اور بروں کے ساتھ رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

(3)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح وشام خصوصیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآنِ پاک میں بطورِ خاص صبح وشام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے، جیسے اِس آیت میں بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔

(4)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صالحین سے بطورِ خاص محبت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔

(5)......صالحین کی دو علامتیں بھی اس آیت میں بیان فرمائیں اول یہ کہ وہ صبح وشام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ ہر عمل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

(6)......مزید اِس آیت میں دنیاداروں کی طرف نظر رکھنے اور ان کی پیروی سے ممانعت کے بارے میں حکم ہے۔ اس حکم

[1]......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۸، ۵/۲۳۸.

میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں ،متکبروں، ریا کاروں، مالداروں کی نہ مانا کریں اوران کے مال ودولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح ،غُرباء ومَساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اوران ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کردیتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نَفسِہٖ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اورایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑجاتے ہیں اسی لئے ان کی مذمت زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک حکم حدیثِ مبارک میں ہے۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت میں سے کچھ لوگ علمِ دین سیکھیں گے،قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ان سے دنیا حاصل کرلیں اوراپنے دین کو ان سے جدا رکھتے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ کانٹے والے درخت سے پھل توڑنے میں کانٹے ہی ہاتھ آتے ہیں اسی طرح وہ ان کے قرب میں گناہوں سے نہیں بچ سکتے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اگر علماء علم حاصل کرنے کے بعد اسے محفوظ رکھتے اور اسے اہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تو اہلِ زمانہ کے سردار بن جاتے لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں پر اپنی دنیا حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا اس وجہ سے ذلیل ہوگئے۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرماتے سنا ہے ’’جس شخص کی ساری فکر آخرت کے متعلق ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کے غموں سے اس کی کفایت فرمائے گا اور جو شخص دنیاوی اُمور میں پریشان ہوتا رہے گا اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں چاہے وہ کسی وادی میں بھی گر کر مرے۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دنیاوی مَقاصد کے لئے حاصل کرے تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو ہرگز نہیں پائے گا۔ (3)

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ

1 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ١/١٦٦، الحديث: ٢٥٥.

2 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ١/١٦٧، الحديث: ٢٥٧.

3 ......ابو داؤد، كتاب العلم، باب فى طلب العلم لغير الله، ٣/٤٥١، الحديث: ٣٦٦٤.

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًاۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَاؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَؕ بِئْسَ الشَّرَابُؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہےتو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیےوہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر پانی کے لیےفریاد کریں تو ان کی فریاد رسی ہوگی اس پانی سے کہ چرخ دیئے ہوئے دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہےتو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لیےوہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی کے لیےفریاد کریں توان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جواُن کے منہ کو بھون دے گا۔کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

﴾**وَ قُلْ:** اور فرما دو۔﴿ یعنی تم فرما دو کہ حق تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور حق و باطل ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا میں تو مسلمانوں کو ان کی غربت کے باعث تمہاری دل جوئی کے لئے اپنی مجلس مبارک سے جدا نہیں کروں گا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے اور خود ہی اپنے انجام کو سوچ لے اور سمجھ لے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظالموں یعنی کافروں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پیاس کی شدت سے پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جواُن کے منہ کو بھون دے گا۔کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: وہ روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی ہے۔ [1] اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا

[1]......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۲۰۹.

تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔[1] اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ اور پیتل ہے۔[2]

گناہگار مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں ہر اس مسلمان کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ظلم اور گناہ کرنے میں مصروف ہے، اسے اپنے گناہوں پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرنا اور نیک اعمال میں مصروف ہو جانا چاہئے ورنہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد کا سفر انتہائی طویل ہے، جہنم کی گرمی بڑی شدید ہے، اہلِ جہنم کا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح اور جہنمیوں کی پیپ ہے اور جہنم کی قید بہت سخت ہے۔ جہنم کے سب سے کم عذاب کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جہنم میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔[3] اور حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اہلِ جہنم میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جسے آگ کی دو جوتیاں تسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے کھول رہا ہوگا جیسے پتیلی میں پانی جوش سے کھولتا ہے، وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے زیادہ عذاب مجھے دیا گیا ہے حالانکہ اسے سب سے کم عذاب (دیا گیا) ہوگا۔[4] جب سب سے کم عذاب والے کا یہ حال ہوگا تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جسے اس سے زیادہ عذاب دیا جا رہا ہوگا۔

ایک بچے کی عبرت انگیز حکایت

یہاں ایک بچے کی عبرت انگیز حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں ایک بچے کے پاس سے گزرا، وہ مٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا اور (اس دوران) کبھی وہ ہنسنا شروع کر دیتا اور کبھی رونے لگ جاتا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے سلام کروں تو میرے نفس نے مجھے منع کیا، میں نے کہا: اے نفس! نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بچوں اور بڑوں کو سلام کیا کرتے تھے، پھر میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا ''وعلیک السلام ورحمة اللّٰہ،

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ۲۶۲/۴، الحدیث: ۲۵۹۲.
2 ......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۲۹، ۲۰۹/۳.
3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب اهون اهل النار عذاباً، ص۱۳۴، الحدیث: ۳۶۱(۲۱۱).
4 ......مسلم، کتاب الایمان، باب اهون اهل النار عذاباً، ص۱۳۴، الحدیث: ۳۶۴(۲۱۳).

اے مالک!۔ میں نے کہا: آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس نے کہا: عالَمِ مَلکوت میں میری روح نے آپ کی روح سے ملاقات کی تھی تو اس نے مجھے پہچان کروا دی جو زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ میں نے کہا: نفس اور عقل میں فرق کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نفس وہ ہے جس نے آپ کو سلام کرنے سے منع کیا اور عقل وہ ہے جس نے آپ کو سلام کرنے پر ابھارا۔ میں نے کہا: تم مٹی سے کیوں کھیل رہے ہو؟ اس نے کہا: میں مٹی سے اس لئے کھیل رہا ہوں کہ ہم اسی سے پیدا ہوئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ میں نے کہا: تم کبھی روتے اور کبھی ہنستے کیوں ہو؟ اس نے کہا: جب مجھے اپنے رب کا عذاب یاد آتا ہے تو میں رونا شروع کر دیتا ہوں اور جب مجھے اس کی رحمت یاد آتی ہے تو میں ہنسنے لگتا ہوں۔ میں نے کہا: اے میرے بچے! تمہارے نامہ اعمال میں تو کوئی گناہ نہیں جس کی وجہ سے تم رؤو، کیونکہ تم تو مُکَلَّف ہی نہیں ہو۔ اس نے کہا: آپ ایسی بات نہ کریں کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کو چھوٹی لکڑیوں کے ذریعے ہی جلاتی ہے۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ع ٩ | ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیگ ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔ ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں وہ اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز کپڑے

[1] ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٢٩، ٥/٢٤٢.

کریب اور قنادیز کے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیہ لگائے کیا ہی اچھا ثواب اور جنت کیا ہی اچھی آرام کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں،انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

﴿ **جَنّٰتُ عَدْنٍ: ہمیشگی کے باغات۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے بلکہ اُنہیں اُن کی نیکیوں کی جزا دیتے ہیں اور ان کا اجر جَنّاتِ عدن یعنی ہمیشہ بسنے کے باغات ہیں کہ نہ وہاں سے نکالے جائیں اور نہ کسی کو موت آئے۔ پھر مزید یہ کہ ہر جنتی کو سونے اور چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے (جیسا کہ دیگر آیات میں ہے)۔[1] صحیح حدیث میں ہے کہ وضو کا پانی جہاں جہاں پہنچتا ہے وہ تمام اَعضاء جنتی زیورات سے آراستہ کئے جائیں گے۔[2] مزید فرمایا کہ وہ انتہائی خوبصورت قسم کے ریشمی لباس پہنے ہوں گے کوئی باریک ہوگا اور کوئی موٹا ریشم اور وہ جنت میں تختوں پر تکئے لگائے ہوئے ہوں گے اور شاہانہ شان وشکوہ کے ساتھ ہوں گے۔

ریشمی لباس اور سونے چاندی کا زیور دنیا میں صرف عورتوں کے لئے حلال ہے

یاد رہے کہ ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں، دنیا میں عورتوں کیلئے حلال اور مردوں کیلئے حرام ہیں۔اس بارے میں بکثرت اَحادیثِ مبارکہ ہیں،ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مَردوں پر حرام۔‘‘[3]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’جو دنیا میں ریشم پہنے گا،وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔‘‘[4]

1......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۳۰-۳۱، ۳/۲۱۰، روح البیان، الکهف، تحت الآیة: ۳۱، ۵/۲۴۳، ملتقطاً.
2......مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، ص۱۵۱، الحدیث: ۴۰(۲۵۰).
3......نسائی، کتاب الزینة، تحریم لبس الذهب، ص۸۳۶، الحدیث: ۵۲۷۵.
4......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرّجال... الخ، ۴/۵۹، الحدیث: ۵۸۳۲.

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی، مگر اتنا۔ اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دو انگلیاں بیچ والی اور کلمہ کی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ [1]

(4)......صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خطبہ میں فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ریشم کی ممانعت فرمائی ہے، مگر دو یا تین یا چار اُنگلیوں کے برابر۔ [2] یعنی کسی کپڑے میں اتنی چوڑی ریشم کی گوٹ لگائی جاسکتی ہے۔

ریشم کے لباس سے متعلق چند مسائل

یہاں ریشم کے لباس سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)......ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی خالص ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا (یعنی لمبائی کے رخ) سوت ہو اور بانا (یعنی چوڑائی کے رخ) ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ [3]

(2)......عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ [4]

(3)......مَردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ [5]

---

1 ......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرّجال... الخ، ٤/٥٨، الحدیث: ٥٨٢٨.

2 ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم اناء الذهب والفضّة علی الرّجال والنساء... الخ، ص١١٤٩، الحدیث: ١٥ (٢٠٦٩).

3 ......هدایه، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ٢/٣٦٥-٣٦٦، در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ٩/٥٨٠.

4 ......عالمگیری، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس ما یکره من ذلك وما لا یکره، ٥/٣٣١.

5 ......در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ٩/٥٨١.

(4)......ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی پہننے میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ (1)

نوٹ: مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ **16** سے ''**لباس کا بیان**'' مطالعہ فرمائیں۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ؕ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے سامنے دو مَردوں کا حال بیان کرو کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اور ان کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا اور ان کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے سامنے دو آدمیوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک آدمی کیلئے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنا دی۔

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ: اور ان کے سامنے دو مردوں کا حال بیان کرو۔﴾ اس پورے رکوع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دو آدمیوں کا یعنی ایک مسلمان اور ایک کافر کا حال بیان کیا ہے اور ہر کافر و مومن دونوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ اس واقعے میں غور کر کے اپنا اپنا انجام سمجھیں۔ اب اصل بیان شروع ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ ان دو مردوں کا حال یہ ہے ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کیلئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انگوروں کے دو باغ بنا دیئے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنا دی یعنی اُنہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مُرتَّب کیا۔ آس پاس سبز باغ ہو اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کر لیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

مُجتہد کا قیاس برحق ہے

اس آیت میں مسلمان اور کافر کو دو آدمیوں کے احوال پر اپنی حالت کو قیاس کرنے کا فرمایا گیا اس سے معلوم ہوا

1......عالمگیری، کتاب الکراھیة، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ من ذلك وما لا یکرہ، ٥/٣٣١.

کہ قیاسِ مجتہد برحق ہے۔

كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْــٴًـاۙ-وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًاۙ(۳۳) وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌۚ-فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں باغ اپنے پھل لائے اوراس میں کچھ کمی نہ دی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی۔اور وہ پھل رکھتا تھا تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردوبدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اوراس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کردی۔اوراس آدمی کے پاس پھل تھے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔(اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں۔

﴿ كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ: دونوں باغ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اوراس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ اللہ تعالیٰ نے ایک نہر جاری کردی۔یعنی کھجور اور انگور، دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کردیا اور وہ باغ کے تروتازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

﴿ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ: اوراس کے پاس پھل تھے۔﴾ مزید فرمایا کہ اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت سا مال واَسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے اتراتے ہوئے اور اپنے مال پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور ملازم، خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔ (1)

1......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۴، ۳/۲۱۱، ملخصاً.

اس سے معلوم ہوا کہ شیخی مارنا کفار کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر حمدِ الٰہی کرنا مومن کا کام۔ اسی طرح مومن کو ذلیل جاننا کفار کا کام ہے۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے باغ میں گیا اور اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے باغ میں گیا حالانکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی فنا ہوگا۔

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ: اور وہ اپنے باغ میں گیا۔﴾ یہاں سے اس کافر کی غافلانہ باتوں کی ابتداء ہوتی ہے چنانچہ وہ باغات کا مالک مسلمان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، وہاں اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا اور مسلمان کو ہر ہر چیز دکھائی اور پھر باغ کی زینت وزیبائش اور رونق و بہار دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہوگا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ وہ کافر بھی تھا، ناشکرا بھی اور متکبر بھی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی دولت غافل کے لئے زیادہ جرم کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔

وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىٕمَةً ۙ وَّلَىٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف پھر کر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۲۱۱، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پالوں گا۔

﴿وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىٕمَةً: اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔﴾ باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہوگی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض قیامت آبھی گئی تو مجھے آخرت میں بھی اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔[1]

آیت ”وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... برے اعمال کر کے جنت کی آس لگانی کافروں کا شیوہ ہے، جو کاشت کر کے گندم کاٹنے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

(2)...... دنیا میں مال ملنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی علامت سمجھنا کفار کا کام ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّاۡ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے ساتھی نے اس سے اُلٹ پھیر کرتے ہوئے جواب دیا کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نتھرے پانی کی بوند سے پھر تجھے ٹھیک مرد کیا۔ لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں۔

---

1 ...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۲۱۱، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے ساتھی نے اس کی فخر وغرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا۔ لیکن (میں تو یہی کہتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا۔

﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: اس کے ساتھی نے اسے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر وغرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوندِ قدوس عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنادیا یعنی اس نے تجھے عقل و بلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پا کر کافر ہوگیا۔ لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک نہیں کرتا۔ (1)

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ۚ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا اگر تو مجھے اپنے سے مال واولاد میں کم دیکھتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہتا: (یہ سب وہ ہے) جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے۔

﴿قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ: تو کہتا: جو اللہ نے چاہا۔﴾ مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو اس سارے باغ اور اَسباب پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت ونعمت کا مُعترف ہوتا اور اگر تو باغ دیکھ کر مَاشَآءَ اللّٰهُ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اُس کے تمام مَحاصل ومَنافع اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے

(1)......خازن، الكهف، تحت الآية: ۳۷-۳۸، ۳/۲۱۱، مدارك، الكهف، تحت الآية: ۳۷-۳۸، ص۶۵۲، ملتقطاً.

اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے اور چاہے ویران کرے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اس وجہ سے تکبر میں مبتلا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔ (1)

مسلمان اور کافر کا فرق

یہاں سے مسلمان اور کافر کا فرق واضح ہوا کہ کافر اپنے مال و دولت اور کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے جبکہ مسلمان اپنی ہر کامیابی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرتا ہے اور یہی توکّل ہے کہ اَسباب تو اختیار کئے جائیں لیکن نتیجہ اور ثمرہ کی توقّع اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کی جائے اور مُؤثّرِ حقیقی اسی کی ذات کو سمجھا جائے۔

آفات سے بچنے کا وظیفہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر ’’**مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ**‘‘ کہے تو اسے نگاہ، نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (2)

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرے اور وہ چاہے کہ نعمت باقی رہے تو وہ کثرت سے ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ‘‘ کہے، پھر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ’’وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ‘‘ (3)

فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۙ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

---

1 ...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۳۹، ۳/۲۱۱، ملخصاً.

2 ...... کنز العمال، کتاب السحر والعین والکھانۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۳/۳۱۶، الحدیث: ۱۷۶۶۶، الجزء السادس.

3 ...... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/۵۸، الحدیث: ۱۵۵.

ترجمۂ کنزالایمان: تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ پٹ پر میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے۔

﴿ فَعَسٰى: تو قریب ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان نے مزید کہا کہ قریب ہے یعنی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام ونشان باقی نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے اور کفِ افسوس ملتا رہ جائے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے اور نیچے چلا جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جا سکے۔[1] چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عذاب آ گیا اور اگلی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ؕ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ع

ع ١٧ ١٣ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی اور وہ اپنی ٹٹیوں (چھپروں) پر گرا ہوا تھا اور کہہ رہا ہے اے کاش میں نے اپنے رب کا کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت

---

[1] ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٤٠-٤٢، ٣/٢١١-٢١٢، ملخصاً.

نہ تھی کہ اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی نہ وہ بدلہ لینے (کے) قابل تھا۔ یہاں کھلتا ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو وہ ان اخراجات پر اپنے ہاتھ ملتارہ گیا جو اس باغ میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور وہ مالک کہہ رہا ہے، اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہاں پتہ چلتا ہے کہ تمام اختیار سچے اللہ کا ہے، وہ سب سے بہتر ثواب دینے والا اور سب سے اچھا انجام عطا فرمانے والا ہے۔

﴿وَ اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ: اور اس کے پھل گھیر لئے گئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس کافر کے باغ پر عذاب آ گیا اور باغ کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر ہر طرح کے مال و اَسباب پھل ہلاکت میں گھیر لیے گئے اور باغ بالکل ویران ہو گیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، پھر اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اُس کے کفر و سرکشی کا نتیجہ ہے اور اس وقت وہ کہنے لگا کہ اے کاش! میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔[1]

﴿هُنَالِكَ: یہاں پتہ چلتا ہے۔﴾ آیت کے آخر میں اس واقعے کا سبق بیان فرمایا ہے کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہی چاہے تو پھلوں سے لدے ہوئے باغات عطا فرما دے اور وہ چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کر دے۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى

1 ......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۴۲، ۳/۲۱۲.

كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے سامنے زندگانی دنیا کی کہاوت بیان کروجیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتاراتو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا کہ سوکھی گھاس ہوگیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے سامنے بیان کروکہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پانی ہو جسے ہم نے آسمان سے اتاراتو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا پھر وہ سوکھی گھاس بن گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اوران کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو۔﴾ اِس رکوع میں دُنْیَوی زندگی کے قابلِ فنا ہونے اور قیامت کے حساب کتاب کے بارے میں سمجھایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں کے سامنے دنیا کی حقیقت بیان کرو اور اس کے سمجھانے کیلئے اس مثال کا سہارا لو کہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کی ہریالی اور سرسبزی و شادابی، جو ہمارے نازل کئے ہوئے پانی کے سبب زمین سے نکلی ہو اور اس پانی کی وجہ سے زمین پر وہ شادابی اور تازگی پھیل جائے لیکن پھر کچھ ہی عرصے کے بعد وہ سبزہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور سوکھی ہوئی گھاس میں تبدیل ہوجاتا ہے جسے ہوائیں اِدھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ جس طرح سبزہ خوشنما ہونے کے بعد فنا ہوجاتا ہے اور اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا، یہی حالت دنیا کی بے اعتبار حیات کی ہے اس پر مغرور و شیدا ہونا عقل مند کا کام نہیں اور یہ سب فنا و بقا اللہ کی قدرت سے ہے۔ (1)

نوٹ: اس آیت میں بیان کی گئی مثال مزید تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس کی آیت نمبر 24 میں گزر چکی ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ

(1) ……روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٤٥، ٥/٢٤٩-٢٥٠، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٤٥، ص٦٥٣، ملتقطاً.

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور امید کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔

﴿زِیۡنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: دنیا کی زندگی کی زینت۔﴾ دنیا کے مال واَسباب کے بارے میں مزید فرمایا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی رونق ہیں کہ ان کے ذریعے دنیا میں آدمی فخر کرتا ہے اور انہیں دنیا کی سہولیات ولذّات حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے حالانکہ انہی چیزوں کو آخرت کا زادِراہ تیار کرنے کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ مال واولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور اعمالِ صالحہ آخرت کی اور اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے بندوں کو یہ سب عطا فرماتا ہے۔[1] دوسری چیز باقیاتِ صالحات ہیں، ان سے نیک اعمال مراد ہیں جن کے ثمرے انسان کے لئے باقی رہتے ہیں، جیسا کہ پنج گانہ نمازیں اور تسبیح وتحمید اور جملہ عبادات۔ حدیث شریف میں ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے باقیاتِ صالحات کی کثرت کا حکم فرمایا۔ عرض کی گئی: وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنا۔[2] البتہ یہ یاد رہے کہ مال اور اولاد فی نَفْسِہٖ تو اگرچہ دنیا ہیں لیکن یہی دو چیزیں آخرت کیلئے عظیم زادِراہ بھی بن سکتی ہیں کیونکہ اگر مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا اور خصوصاً کوئی صدقہ جاریہ کا کام کیا تو یہی مال نجات کا ذریعہ بنے گا اور یونہی اگر اولاد کی اچھی تربیت کی اور نیکی کے راستے پر لگایا تو ان کی نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے ساتھ اولاد کی دعائیں بھی ملتی رہیں گی۔

[1] ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۴۶، ۳/۲۱۲-۲۱۳.

[2] ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه، ۴/۱۵۰، الحدیث: ۱۱۷۱۳.

وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةًۙ-وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًاۚ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے اور ہم انہیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑ نہ دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (جس پر پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا) اور ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

﴿وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے۔﴾ دنیا کی فنائیت اور اسبابِ دنیا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اب قیامت کی ہولناکی کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے جس پر نہ کوئی پہاڑ ہوگا، نہ درخت، نہ عمارت بلکہ ایک چٹیل میدان ہوگا۔ اور ہم لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے اور میدانِ قیامت میں حاضر کردیں گے۔ (1)

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّاؕ-لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ٘-بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا(۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب تمہارے رب کے حضور پَرا باندھے پیش ہوں گے بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے۔

(1)......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۴۷، ۳/۲۱۳، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے۔

﴿وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ: اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔﴾ یہاں قیامت واقع ہونے کے بعد کی منظر کشی کی گئی ہے کہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، ہر ہر امت کی جماعت کی قطاریں علیحدہ علیحدہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا: بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی ننگے بدن، ننگے پاؤں، مال وزر سے خالی ہوکر آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پھر جو قیامت کے منکرین ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تمہارا تو گمان یہ تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور تمہارے لئے حساب و کتاب کا کوئی وعدہ نہیں ہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے جو تمہیں اِس وعدے سے خبردار کیا تھا اسے تو تم نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ (1)

غافل مسلمانوں کے لئے نصیحت

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت اور اس کے قہر وجلال کی صفت کے اظہار اور اس کے عدل کے آثار کی طرف اشارہ ہے تاکہ جو لوگ سو رہے ہیں وہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور غفلت کے شکار لوگ قیامت کے دن نجات پانے کے اسباب اختیار کر کے اور اپنے پوشیدہ و اعلانیہ معاملات درست کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے خطاب کا جواب دینے کی تیاری کریں کیونکہ اسی کی طرف ہر ایک کو لوٹنا ہے اور جو پیشی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوگی وہی سب سے بڑی پیشی ہے اور وہ کسی بادشاہ کے سامنے پیش ہونے کی طرح نہ ہوگی۔ حضرت عتبہ خواص رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میرے پاس حضرت عتبہ غلام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک رات ٹھہرے تو وہ اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے ان سے کہا: آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کی یاد نے محبت کرنے والوں کی رگیں کاٹ کر رکھ دی ہیں۔

مروانی خلفاء میں سے ساتویں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے حضرت ابو حازم رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا ’’ہم آخرت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’ کیونکہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا اور اپنی آخرت کو ویران

(1)......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٤٨، ص٦٥٤، ملخصاً.

کردیا اس لئے تم آبادی سے ویرانی کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے کہا: اے ابوحازم! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، آپ نے سچ کہا، اے کاش میں جان سکتا کہ کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے لئے کیا ہوگا! حضرت ابوحازم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اگر تم چاہو تو یہ بات جان سکتے ہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔ اس نے کہا: میں اسے (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) کس جگہ پاسکتا ہوں؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں (جانے والے) ہیں۔ اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں (جانے والے) ہیں۔

سلیمان بن عبدالملک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کس طرح ہوگی؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''نیک لوگ تو ایسے پیش ہوں گے جیسے وہ پیش ہی نہیں ہوئے اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف شاداں و فرحاں واپس آجائیں گے اور گناہگار اس طرح پیش ہوں گے جیسے بھاگے ہوئے غلام کو اس کے آقا کے سامنے باندھ کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک بہت رویا۔ (2)

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی	جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اَجل بھی
بس اب اپنے اس جَہل سے تُو نکل بھی	یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ۶ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں

1 ......انفطار: ۱۳، ۱۴.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۴۸، ۵/۲۵۳.

گے ہائے خرابی ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا۔﴾ یہاں قیامت کا وہ اہم اور نازک ترین مرحلہ بیان کیا گیا ہے جہاں جنتی اور جہنمی ہونے کا اعلان ہونا ہے کہ ہر بندے کا نامۂ اعمال اس کو دیا جائے گا، مومن کا دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں میں۔ اس وقت نامہ اعمال کو دیکھ کر جو برے لوگوں کی حالت ہوگی وہ دہشت انگیز ہوگی کہ وہ نامہ اعمال دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے، ایک ذرے کے برابر بھی کوئی گناہ ہوگا تو وہ نامہ اعمال میں درج ہوگا اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ **تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا**، نہ کسی پر بغیر جرم عذاب کرے گا اور نہ کسی کی نیکیاں گھٹائے گا۔ حضرت فضیل بن عیاض رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ہائے بربادی، اے لوگو! کبیرہ گناہوں سے پہلے صغیرہ گناہوں کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رجوع کرلو۔[1]

صغیرہ گناہوں سے بھی بچیں

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ خاص طور پر کبیرہ گناہوں سے بچے اور اس کے ساتھ ساتھ صغیرہ گناہوں سے بھی خود کو بچانے کی کوشش کرے کیونکہ قیامت کے دن صغیرہ اور کبیرہ ہر طرح کے گناہ نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ملیں گے اور اس دن ہر شخص اپنے اعمال کے درخت کا پھل پائے گا۔ کثیر اَحادیث میں صغیرہ گناہوں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے

1 ......قرطبی، الکہف، تحت الآیۃ: ۴۹، ۵/۲۰۳، الجزء العاشر.

عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، ان گناہوں سے تم بھی پرہیز کرو جنہیں تم حقیر سمجھتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی سوال ہوگا۔ (1)

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم ان گناہوں سے بچو جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو، ان گناہوں کی مثال اس قوم (کے لوگوں) کی طرح ہے جو ایک وادی میں اترے تو ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی لے آیا یہاں تک کہ انہوں نے اتنی لکڑیاں جمع کرلیں جنہیں جلا کر انہوں نے اپنی روٹیاں پکالیں (یعنی لکڑیوں کو آگ لگانے کیلئے چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگائی جس سے بڑی لکڑیوں کو بھی آگ لگ گئی، گویا یہی حال صغیرہ گناہوں کے اِرتکاب سے کبیرہ تک جانے کا ہے)، اور بے شک صغیرہ گناہ کرنے والے کا جب مُؤاخذہ کیا جاتا ہے تو یہ گناہ اسے ہلاک کردیتے ہیں۔ (2)

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''(اس حدیث میں چھوٹے گناہوں سے بچنے کا فرمایا گیا) کیونکہ جس طرح چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیاں کرنے کا سبب بن جاتی ہیں اسی طرح صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ، کبیرہ یعنی بڑے گناہوں کے اِرتکاب کا سبب بن جاتے ہیں، امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں 'صغیرہ گناہوں میں سے بعض گناہ دوسرے گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں حتّٰی کہ اصل سعادت فوت ہوجاتی ہے اور خاتمہ کے وقت ایمان سے ہی محرومی ہوجاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہے صغیرہ گناہ پر عذاب دیدے اور جس کے لئے چاہے کبیرہ گناہ بخش دے۔ (3)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖؕ-اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّؕ-بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا(۵۰)

(1)......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤/٤٨٨، الحديث: ٤٢٤٣.

(2)......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ٥/٢٧٨، الحديث: ٧٣٢٣.

(3)......فيض القدير، حرف الهمزة، ٣/١٦٤، تحت الحديث: ٢٩١٦.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کوفرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا تو وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کیلئے کیا ہی برا بدلہ ہے۔

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ : اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو۔﴾ اس پورے رکوع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کے ابتدائی کردار کا بیان کیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ جس طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرکے مردود ہوا، تم اس طرح نہ کرنا اور اس کی اطاعت و اتباع سے بچنا۔ **اب آیت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا،** یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم کے طور پر انہیں سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو جِنّوں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور ابلیس نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر (وحسد) کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے نکل گیا تو (اے لوگو!) کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور اُن کی اطاعت اختیار کرتے ہو اور وہ یوں کہ بجائے میری بندگی کے ان کی بندگی میں مبتلا ہوتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور جب وہ تمہارے دشمن ہیں تو تمہیں تو ان سے ہوشیار اور دور رہنا چاہیے نہ کہ تمہیں ان سے دوستی کرنی چاہئے اور یاد رکھو کہ شیطان، اس کی اولاد اور شیطان کے فرمانبردار سب ظالم ہیں اور ظالموں کیلئے بہت برا بدلہ ہے۔ (1)

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

1 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٥٠، ٥/٢٥٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: نہ میں نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت انہیں سامنے بٹھا لیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا ہوں۔

﴿مَاۤ اَشۡهَدۡتُّهُمۡ: میں نے انہیں حاضر نہ رکھا تھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطان، اس کی اولاد نیز جن بتوں یا چیزوں کو مشرکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہراتے ہیں ان میں سے کسی کو نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت حاضر رکھا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اَشیاء کے پیدا کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات مُتَفَرِّد اور یگانہ ہے۔ نہ اس کا کوئی شریکِ عمل ہے، نہ کوئی مشیرِ کار، پھر اس کے سوا اور کسی کی عبادت کس طرح درست ہوسکتی ہے۔ (1)

وَ يَوۡمَ يَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّوَاقِعُوۡهَا وَلَمۡ يَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾

ع ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کردیں گے۔ اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ انہیں اس میں گرنا ہے اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا: میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم (میرا شریک) گمان کرتے

(1) ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٥١، ٣/٢١٥، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٥١، ص٦٥٥، ملتقطاً.

تھےتو وہ انہیں پکاریں گےتو وہ شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے۔ اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گےتو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

﴿ **وَیَوْمَ:اور جس دن۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اور یاد کرو جس دن اللہ تعالٰی کفار سے فرمائے گا: اب تم میرے ان شریکوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن ان کے شریک انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان بتوں اور بت پرستوں کے درمیان اور اہلِ حق اور گمراہوں کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان بنادیں گے جس میں وہ اہلِ باطل اور ان کے بت پڑے رہیں گے۔**مَوْبِقٌ** یا تو دوزخ کا ایک طبقہ ہے یا اس سے مراد مُطْلَقاً ہلاکت کی جگہ ہے۔ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ موبق جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔[1]

﴿ **وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ:اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے۔** ﴾ یعنی جب مجرموں کو جہنم کی طرف چلایا جائے گا تو وہ جہنم کو دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ جہنم ہر طرف سے انہیں گھیر لے گی۔[2]

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

---

1 ……خازن، الکھف، تحت الآیة: ٥٢، ٣/٢١٥، مدارك، الکھف، تحت الآیة: ٥٢، ص٦٥٥، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ٥٣، ٥/٢٥٩.

﴿فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ: اس قرآن میں ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال مختلف انداز سے بیان فرمائی تاکہ لوگ انہیں سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اکثریت کی حالت یہ ہے کہ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ آگے سے فضول میں بحث مُباحثہ کرنا شروع کردیتے ہیں ۔ آیت میں فرمایا کہ انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ یہ آیت اگرچہ بطورِ خاص نضر بن حارث نامی کافر یا اُبی بن خلف کافر کے بارے میں نازل ہوئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں تمام کفار داخل ہیں جو حق کو تسلیم کرنے کی بجائے آگے سے صرف بحث ومباحثہ ہی کرتے ہیں اور اس آیت کے عموم میں تمام لوگ ہی داخل ہیں کیونکہ یہ انسان کی عمومی عادت ہے کہ وہ فوراً بات کو تسلیم نہیں کرتا اگرچہ وہ حق بات ہی کیوں نہ ہو بلکہ بحث مباحثہ کرتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰی وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِیۡنَ اَوۡ یَاۡتِیَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمیوں کو کس چیز نے اس سے روکا کہ ایمان لاتے جب ہدایت ان کے پاس آئی اور اپنے رب سے معافی مانگتے مگر یہ کہ ان پر اگلوں کا دستور آئے یا ان پر قسم قسم کا عذاب آئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں کا طریقہ آجائے یا ان پر بہت سی قسموں کا عذاب آجائے۔

﴿اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰی: جب ان کے پاس ہدایت آگئی۔﴾ یہ کلام اس انداز میں ہے جیسے کوئی شخص سمجھانے کے باوجود بار بار غلط حرکتیں کرتا رہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ لگتا ہے کہ جناب کو صرف جوتوں کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہوتا ہے کہ اب تمہارا علاج یہی ہے۔ یہی بات کفار سے کہی گئی کہ ہدایت کی تعلیم آجانے کے بعد اب انہیں ایمان لانے اور استغفار کرنے سے صرف اسی بات نے روکا ہوا ہے کہ ان پر بھی پہلے لوگوں جیسا عذاب آئے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے والے اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اس سے حق کو مٹادیں اور انہوں نے میری آیتوں کی اور جو ڈر انہیں سنائے گئے تھے ان کی ہنسی بنالی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں اور کافر باطل باتوں کے ذریعے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو مٹادیں اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ: اور ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر کی خبریں سنانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں۔**﴾** ارشاد فرمایا کہ ہم رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے دَرَجات کی خوشخبری دیں جبکہ کافروں اور گناہگاروں کو عذاب اور جہنم کے دَرَکات سے ڈرانے والی خبریں سنائیں لیکن کافر باطل باتوں کے ذریعے ان رسولوں سے جھگڑا کرتے ہیں، مثلاً اُن سے کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا، اور وہ یہ جھگڑا اس لئے کرتے ہیں تاکہ اِس کے ذریعے سے اُس حق بات کو مٹادیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، چنانچہ اس طرزِ عمل کے ذریعے کافروں نے میری وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔[1]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ

[1] ……روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/ ۲۶۰.

وَ اِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَی الۡهُدٰی فَلَنۡ یَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جسےاس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اوراس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکےاسے بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں گرانی اوراگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جسےاس کے رب کی آیتوں کے ذریعےنصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیرلے اوران اعمال کو بھول جائے جواس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تا کہ قرآن کو نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں اوراگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسےاس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلام قرآنِ مجید کی آیتوں کے ذریعےنصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیرلے اوران آیات میں سوچ بچار اورغور و فکر نہ کرے اور کفر وغیرہ ان اعمال کے انجام کو بھول جائے جواس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ بیشک ہم نے ان کے کفر کی وجہ سےان کے دلوں پر غلاف کردیئے ہیں تا کہ قرآن کو نہ سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیئے ہیں تا کہ وہ حق کوسن نہ سکیں اوراے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو جب بھی ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے کیونکہ ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہوا ہے۔ (1)

وَ رَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ لَوۡ یُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابَ ؕ بَلۡ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ یَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡىِٕلًا ﴿۵۸﴾

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۵۷، ۵/۲۶۰-۲۶۱، مدارك، الکھف، تحت الآیة: ۵۷، ص۶۵۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب بخشنے والا مہر والا ہے اگر وہ انہیں ان کے کئے پر پکڑتا تو جلد ان پر عذاب بھیجتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔

﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ: اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا، رحمت والا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور مہلت کا بیان ہے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے کہ کروڑوں گناہ کرنے کے بعد بھی اگر کوئی مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے اور ساری زندگی گناہوں میں گزارنے کے باوجود بھی اگر کوئی زندگی کے آخری لمحات میں توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ شانِ مغفرت بھی ہے اور شانِ رحمت بھی، اور شانِ رحمت میں یہ بھی داخل ہے کہ اس نے مہلت دی ہوئی ہے اور عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ کفر و گناہ کے باوجود لوگوں کو دنیا کا رزق دیتا رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اگر وہ لوگوں کو دنیا ہی میں ان کے اعمال کی بنا پر پکڑ لیتا تو جلد ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن اس کی رحمت ہے کہ اُس نے مہلت دی اور عذاب میں جلدی نہ فرمائی۔ بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت مقرر کر دیا یعنی قیامت کا دن۔ اس دن البتہ ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور اس دن کوئی پناہ نہ ہو گی۔

وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۸/۶/۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کا ایک وعدہ رکھا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کیلئے ایک وعدہ کر رکھا تھا۔

﴿وَتِلْكَ الْقُرٰى: اور یہ بستیاں۔﴾ کفار کو سمجھانے کیلئے اب پچھلی قوموں کے انجام کو اِجمالی طور پر بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا کہ ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ بستیاں ویران ہو گئیں۔ ان بستیوں سے قومِ لوط، عاد

اور ثمود وغیرہ کی بستیاں مراد ہیں۔ تو جیسے وہ بستیاں اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے برباد ہوئی ہیں ایسے تم بھی ہو سکتے ہو۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر 57 تا 59 سے حاصل ہونے والی معلومات

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... ہدایت کے اسباب اگرچہ مکمل طور پر جمع ہوں اس کے باوجود لوگ ان سے اس وقت تک ہدایت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایمان لا سکتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت شاملِ حال نہ ہو۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو نہ ہم ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے۔[1]

(2)...... اہلِ باطل حق کو باطل اور باطل کو حق دیکھتے ہیں اور یہ ان کے قلبی اندھے پن اور عقلوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہے تو وہ انبیاء اور اولیاء کے مقام سے جاہل اور گمراہ ہونے کی وجہ سے ان سے جھگڑتے ہیں اور حق کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اہلِ حق انبیاء اور اولیاء کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے ہیں اور کسی عناد اور جھگڑے کے بغیر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں تو انہیں حق حق نظر آتا ہے اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور باطل باطل نظر آتا ہے اور وہ اس سے بچتے ہیں۔

(3)...... دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن اور کافر دونوں کو عام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا رزق مُنْقطع کر کے ان کا مُؤاخذہ نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن کے ساتھ اور عذاب کافر کے ساتھ خاص ہے۔[2]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ۵۲/۳، الحدیث: ۴۱۰۴.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲۶۲/۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى: اور یاد کرو جب موسیٰ نے فرمایا۔﴾ اس رکوع سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے والے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔ آیت میں جن کا ذکر ہے وہ مشہور پیغمبر اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے تورات اور کثیر معجزات عطا فرمائے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خادم کا نام حضرت یوشع بن نون ہے، یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت وصحبت میں رہتے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضرت یوشع ہی آپ کے ولی عہد بنے۔ آیت میں مذکور واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا، اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ’’اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم سے بڑے عالم حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے ان کا پتہ پوچھا تو ارشاد فرمایا: مَجمعِ بَحرَین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی، کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے، وہاں حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دوسمندروں یعنی بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں تک چلتا رہوں گا۔ پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔ (1)

1......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ۷/۴۷۷، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ۵/۲۶۲-۲۶۳، مدارك، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۰، ص۶۵۷، ملتقطاً.

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......علم کے لئے سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(2)......استاد کے پاس جانا اور اسے گھر نہ بلانا سنت ہے۔

(3)......علم کی زیادتی چاہنا بہتر ہے۔

(4)......سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے۔

(5)......سفر میں اچھا ساتھی ہونا بہتر ہے۔

(6)......استاد کا ادب کرنا ضروری ہے۔

(7)......استاد کی بات پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

(8)...... جہاں تک ہو سکے پیرِ کامل کے فعل کی تاویل کرنی چاہیے اور اس سے بدظن نہیں ہونا چاہیے جبکہ وہ واقعی پیرِ کامل اور شریعت کا سچا عامل ہو۔

(9)......علم صرف کتاب سے نہیں آتا بلکہ استاد کی صحبت سے بھی آتا ہے۔

(10)......بزرگوں کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔

(11)......اپنے آپ کو استفادہ کرنے سے مُستَغنی نہیں سمجھنا چاہیے۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِہِمَا نَسِیَا حُوۡتَہُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَہٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ دونوں دوسمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر

میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَا: پھر جب وہ دونوں پہنچے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے، وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمۂ حیات تھا۔ اس جگہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وضو کرنے لگے۔ اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوگئی اور تڑپ کر دریا میں گری، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیدار ہوئے تو حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔[1]

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَاوَزَا: پھر جب وہ وہاں سے گزر گئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔ تھکان بھی ہے بھوک کی شدت بھی ہے۔ اور یہ بات جب تک مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ

[1] ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۱، ۵/۲۶۴-۲۶۵.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہ فرمانے پر خادم نے معذرت کی اور یہ کہا، جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔[1]

قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ٘ وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗۚ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖۗ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖۗ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ۙ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبا ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: خادم نے عرض کی: سنئے! جب ہم نے اس چٹان کے پاس (آرام کیلئے) ٹھکانہ بنایا تھا تو بیشک میں مچھلی (کے متعلق بتانا) بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا اور (ہوا یہ ہے کہ) مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بڑا عجیب بنایا۔ موسیٰ نے فرمایا: یہی تو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے واپس لوٹ گئے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ حضرت یوشع بن نون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا "مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی۔ چنانچہ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔[2]

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٢، ٣/٢١٨، ملخصاً.

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٤، ص٦٥٨، ملخصاً.

﴿فَوَجَدَا: تو انہوں نے پایا۔﴾ یعنی جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔ لفظ خضر لغت میں تین طرح سے آیا ہے۔ (1) ''خا'' کے نیچے زیر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خِضْر۔ (2) ''خا'' کے اوپر زبر اور ضاد کے اوپر جزم کے ساتھ یعنی خَضْر۔ (3) ''خا'' کے اوپر زبر اور ضاد کے نیچے زیر کے ساتھ یعنی خَضِر۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ہے اور اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے ہیں وہاں اگر گھاس خشک ہو تو سرسبز ہو جاتی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہزادے تھے اور آپ نے دنیا ترک کر کے زہد اختیار فرما لیا تھا۔ [1]

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان میں مزید دو باتیں ارشاد فرمائیں۔

ایک یہ کہ اسے ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی۔ اس رحمت سے نبوت مراد ہے یا ولایت یا علم یا لمبی زندگی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ولی تو بالیقین ہیں جبکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سیدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا''[2] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''معتمد ومختار یہ ہے کہ وہ (یعنی حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں۔[3]

دوسری یہ کہ اسے اپنا علم لدُنی عطا فرمایا۔ علم لدنی سے مراد غیب کا علم ہے۔[4] بعض مفسرین نے فرمایا علمِ لدنی وہ ہے جو بندے کو الہام کے ذریعے حاصل ہو۔[5]

1 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ٥/٢٦٧، خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ٣/٢١٨، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۴۰۱/۲۶۔

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۶۱۰/۲۸۔

4 ......بيضاوي، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ٣/٥١٠، جلالين، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ص٢٤٩، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ص٦٥٨.

5 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٥، ص٦٥٨.

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نام کی برکت

بزرگانِ دین فرماتے ہیں ”جو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام ان کی ولدیت اور کنیت کے ساتھ (یعنی ابوالعباس بَلیا بن ملکان) یاد رکھے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔“[1]

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس سے موسیٰ نے کہا: کیا اس شرط پر میں تمہارے ساتھ رہوں کہ تم مجھے وہ درست بات سکھا دو جو تمہیں سکھائی گئی ہے۔

﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى: اس سے موسیٰ نے کہا۔﴾ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا کہ سفید چادر میں لپٹے ہوئے ہیں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔[2]

آیت ”هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئی

(1)......آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔

1......صاوی، الکهف، تحت الآیة: ٦٥، ١٢٠٧/٤.

2......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکهف، باب واذ قال موسی لفتاه لا ابرح حتّی ابلغ مجمع البحرین ... الخ، ٢٦٥/٣، الحدیث: ٤٧٢٥.

(2)......آدمی کو چاہئے کہ اپنے سے بڑے علم والے کے ساتھ (خواہ وہ استاد ہو یا کوئی اور) عاجزی اور ادب سے پیش آئے۔ (1)

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو جواب دیا وہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں۔ (2)

﴿وَ كَیْفَ تَصْبِرُ: اور آپ کس طرح صبر کریں گے۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُس ترکِ صبر کا عذر بھی خود ہی بیان فرما دیا اور فرمایا ''اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ ممنوع ہیں۔ (3)

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے

1......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٦، ص٦٥٨.

2......خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٧، ٣/٢١٩.

3......خازن، الكهف، تحت الآية: ٦٨، ٣/٢١٩، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٦٨، ص٦٥٨، ملتقطاً.

فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔[1]

مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ باطن اور مُکاشَفہ کا ہے اور یہ اہلِ کمال کے لئے باعثِ فضل ہے۔[2]

قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا(۶۹) قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـٴَـلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا(۷۰)

ع ۹ / ۲۱ ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔ کہا، تو اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ یعنی حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کردوں۔[3]

شاگرد اور مرید کے لئے ایک ادب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے استاد اور پیر کے اَفعال پر زبانِ

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب واذ قال موسی لفتاہ لا ابرح حتّی ابلغ مجمع البحرین... الخ، ۳/۲۶۵، الحدیث: ۴۷۲۵.

2 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ۶۸، ۴/۴۴۱.

3 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۲۱۹.

اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرما دیں۔ (1)

فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْــٴًـا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسیٰ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بری بات کی۔ کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی کو چیر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے اسے اس لیے چیر دیا تا کہ کشتی والوں کو غرق کر دو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ کہا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا: میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کرو اور مجھے میرے کام کی طرف سے مشکل میں نہ ڈالو۔

﴿فَانْطَلَقَا: پھر وہ دونوں چلے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے۔ جب ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان کر بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کا ایک تختہ یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے اس کشتی کو اس لیے چیر دیا تا کہ کشتی

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۷۰، ص۶۵۸، ابو سعود، الكهف، تحت الآية: ۷۰، ۳/ ۳۹۴، ملخصاً.

والوں کوغرق کردو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (1)

﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیۡ: کہا: میرا مُواخذہ نہ کرو۔﴾ یعنی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عذر خواہی فرمائی کہ میں آپ سے کیا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مواخذہ نہ کریں۔

فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَہٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّۃًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّکۡرًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کردیا موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کردی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب انہیں ایک لڑکا ملا تو اسے قتل کردیا۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان کو قتل کردیا۔ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔

﴿فَانۡطَلَقَا: پھر دونوں چلے۔﴾ یعنی کشتی سے اتر کر وہ دونوں چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے قتل کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پھر نہ رہا گیا اور آپ نے فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا کو قتل کردیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ (2)

---

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۷۱-۷۲، ۲۷۷/۵، ملخصاً.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۷۴، ۲۱۹/۳-۲۲۰، ملخصاً.

ماٰخذ و مراجع

❁	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	❁ ❁ ❁ ❁ ❁
نمبر شمار	**نام کتاب**	**مصنف/مؤلف**	**مطبوعات**
1	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلاتِ اهل السنّه	امام ابومنصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	تفسیرِ ثعلبی	ابو اسحاق احمد ثعلبی، متوفی ۴۲۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	تفسیرِ بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
12	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	تفسیر ابن کثیر	ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

14	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی ،متوفی ۸۶۳ھ وامام جلال الدین سیوطی،متوفی۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
15	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکرسیوطی،متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر،بیروت۱۴۰۳ھ
16	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکرسیوطی،متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۰۶ھ
17	الاتقان	امام جلال الدین بن ابی بکرسیوطی،متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر،بیروت۱۴۲۳ھ
18	الاکلیل	امام جلال الدین بن ابی بکرسیوطی،متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۲۸ھ
19	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفٰی عمادی،متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر،بیروت
20	حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی	قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمرخفاجی،متوفی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ،بیروت ۱۴۱۷ھ
21	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری،متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
22	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی،متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاءالتراث العربی،بیروت۱۴۰۵ھ
23	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل،متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
24	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی،متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر،بیروت۱۴۲۱ھ
25	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی،متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاءالتراث العربی،بیروت۱۴۲۰ھ
26	خزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی،متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ،کراچی
27	نورالعرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی،متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی،مرکز الاولیاء لاہور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی،متوفی ۱۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ،بیروت۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی،متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر،بیروت۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل،متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر،بیروت۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی،متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی،بیروت ۱۴۰۷ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
5	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابوداود	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
11	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
12	سنن الکبری	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
13	مسند ابو یعلی	امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
14	معجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الأوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	مستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
18	حلیة الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
19	مسند الشهاب	امام ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	سنن الکبری	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
21	شعب الإیمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	مسند الفردوس	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
23	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	ابن عساکر= تاریخ دمشق	امام ابو قاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ

25	الترغيب و الترهيب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
26	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
27	المطالب العاليه	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
28	جامع صغير	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
29	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
30	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	عمدة القارى	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	فيض القدير	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۂ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

كتب العقائد

1	المعتمد المستند	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
2	الدولة المكية	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مؤسسۃ رضا، لاہور ۱۴۲۲ھ

كتب الفقه

1	هدايه	امام برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
2	تبيين الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

6	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

كتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	احیاء العلوم	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	منهاج العابدين	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
4	کیمیائے سعادت	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران

كتب السيرة والطبقات

1	سیرت ابن هشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری، متوفی ۲۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	طبقات الصوفية	ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین سلمی، متوفی ۴۱۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
4	بهجة الاسرار	نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف لخمی شطنوفی، متوفی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳
5	طبقاتِ اولیاء	ابو حفص عمر بن علی بن احمد مصری شافعی المعروف بابن ملقن، متوفی ۸۰۴ھ	مکتبۃ الخانجی، قاہرہ ۱۴۱۵ھ
6	المواهب اللدنية	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
7	الطبقات الکبری	عبد الوہاب بن احمد بن علی احمد شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	سیرتِ مصطفیٰ	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الكتب المتفرقة

1	معرفة الصحابه	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
3	صفة الصفوة	جمال الدین ابو الفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

فضائل ومناقب

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

حضورِ پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

قرآنِ مجید سے متعلق ایمان والوں کو نصیحت

حضرت عبیدہ مُلَیْکِی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اے قرآن والو! قرآنِ مجید کو تکیہ نہ بناؤ اور دن رات اس کی ایسے تلاوت کرو جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے اور اسے پھیلاؤ، اسے خوش آوازی سے پڑھو، اس کے معنی میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کیونکہ اس کا ثواب بہت ہے۔ (مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوة ودروس القرآن، الفصل الثالث، ١/٤١٣، الحديث: ٢٢١٠)

قرآنِ مجید کو تکیہ نہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اسے سر کے نیچے رکھ کر لیٹ نہ جاؤ، یا اس سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے میں سستی کرنے لگو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تلاوتِ قرآن کس طرح کرنی چاہیے؟

حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: جس کے پاس قرآنِ مجید پہنچ گیا تو گویا اللّٰہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں جب وہ اس (تصور کو قائم کرنے پر) پر قادر ہو جائے (کہ اللّٰہ تعالیٰ اس سے خطاب فرما رہا ہے) تو اسے چاہئے کہ تلاوتِ قرآن کرنے کو ہی اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اِس طرح تلاوتِ قرآن کرے جس طرح کوئی غلام اپنے مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کرے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثالث فی اعمال الباطن فی التلاوۃ، ۱/۳۷۸)

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صراط الجنان فی تفسیر القرآن

جلد ششم

پارہ 16..تا..18

بفیضانِ نظر

سراج الامّہ، کاشف الغمّہ، امام اعظم، فقیہ افخم حضرت سیدنا

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

یادداشت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد ششم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

❁......**باب المدینہ** (کراچی)	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁......**مرکزالاولیاء** (لاہور)	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁......**سردار آباد** (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
❁......**کشمیر**	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
❁......**زم زم نگر** (حیدرآباد)	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁......**مدینۃ الاولیاء** (ملتان)	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁......**اوکاڑہ**	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁......**راولپنڈی**	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁......**خان پور**	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁......**نواب شاہ**	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁......**سکھر**	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁......**گوجرانوالہ**	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁......**پشاور**	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ''صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/ ١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مدنی پھول

بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و(2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔(3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔(6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔(7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔(8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقَّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔(9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔(11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔(13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔(14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔(16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔(17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔(18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔(19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔(20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کرکے وہ (بروز جمعہ ١٨ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَاللّٰہعَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین مَدَنی** سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 16، 17 اور 18 پر مبنی چھٹی جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !　　　صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

عنوان	صفحہ

پارہ نمبر...... 16

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہر گز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہا: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہر گز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے فعل پر کلام فرمایا تو آپ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہر گز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ اس بار حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے کلام میں لفظ ''لَكَ'' کا اضافہ فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے دوسری مرتبہ ان کے فعل پر کلام فرمایا تھا۔ [1]

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ رکھنا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔

1 ......خازن، الکهف، تحت الآية: ۷۵، ۳/۲۲۰.

﴿قَالَ: موسیٰ نے کہا۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے اپنا ساتھی نہ رکھنا اگرچہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا تقاضا کروں اور جب میں تیسری بار آپ کی مخالفت کروں تو بیشک اس صورت میں میری طرف سے آپ کے ساتھ نہ رہنے میں آپ کا عذر پورا ہو چکا۔ (1)

[illegible]

صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کا یہ حصہ بیان کیا تو اس موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہم پر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اگر وہ جلدی نہ کرتے تو بہت حیران کن چیزیں دیکھتے لیکن انہیں حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حیاء آئی اور کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ بنانا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔ کاش! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر کرتے تو بہت عجیب وغریب چیزیں دیکھتے۔ (2)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحم فرمائے، میری آرزو تھی کہ کاش! حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر کرتے حتّٰی کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مزید واقعات سناتا۔ (3)

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ﹰاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

1 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٧٦، ٥/٢٨٠.

2 ......مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام، ص١٢٩٦، الحديث: ١٧٢(٢٣٨٠).

3 ......مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام، ص١٢٩٤، الحديث: ١٧٠(٢٣٨٠).

ترجمۂ کنزالایمان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دِہقانوں سے کھانا مانگا تو انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کردیا موسیٰ نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی تو اس نے اسے سیدھا کردیا، موسیٰ نے کہا: اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

﴾فَانۡطَلَقَا: پھر دونوں چلے۔﴿ اس گفتگو کے بعد حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔ اس آیت میں جس بستی کا ذکر ہوا اس کے بارے میں حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں کہ اس بستی سے مراد "انطاکیہ" ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد "ایلہ" ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اندلس کا ایک شہر ہے۔ (1)

مہمان نوازی نہ کرنے کی مذمت

اس آیت سے **معلوم** ہوا کہ مہمان نوازی نہ کرنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر یہ عمل اجتماعی طور پر ہو تو اور بھی مذموم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ وہ بستی بہت بدتر ہے جہاں مہمانوں

(1) ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۲۲۰، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۶۵۹-۶۶۰، ملتقطاً.

کی میزبانی نہ کی جائے۔[1]

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا ''یہ میری اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام صبر نہ کر سکے اور اُن کے اندر جو راز تھے ان کا اظہار کر دوں گا۔[2]

آیت "قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اگر اپنا قریبی ساتھی یا ماتحت شخص کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اسے خود سے دور کرنے کی صورت بنتی ہو تو فوراً اسے دور نہ کر دے بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسے معاف کر دیا جائے اور اس سے درگزر کیا جائے اور ساتھ میں مناسب تنبیہ بھی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر آگاہ ہو جائے اور اگر وہ تیسری بار پھر وہی کام کرے تو اب چاہے تو اسے

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیة: ۷۷، ۳/۲۲۰.

2 ......مدارك، الکھف، تحت الآیة: ۷۸، ص ٦٦٠، جمل، الکھف، تحت الآیة: ۷۸، ٤/٤٤٦، ملتقطاً.

خود سے دور کردے۔

(2)......اگر اپنے قریبی ساتھی کو خود سے دور کرے تو اسے دور کرنے کی وجہ بتادے تاکہ اس کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

> اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

> **ترجمۂ کنزالایمان:** وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

> **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** وہ جو کشتی تھی تو وہ کچھ مسکین لوگوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

﴿اَمَّا السَّفِیْنَةُ: وہ جو کشتی تھی۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ’’وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی، ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا اور انہیں واپسی میں اس کے پاس سے گزرنا تھا، کشتی والوں کو اس کا حال معلوم نہ تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کردیا تا کہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔[1]

آیت ’’اَمَّا السَّفِیْنَةُ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیة: ۷۹، ۷/۴۹۰-۴۹۱، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۷۹، ۳/۲۲۰-۲۲۱، ملتقطاً.

(1)......اللہ تعالیٰ اپنے مسکین بندوں پر خاص عنایت اور کرم نوازی فرماتا ہے اور ان پر آنے والے مَصائب اور آفات کو دور کرنے میں کفایت فرماتا ہے۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسکین لوگ امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، مسکین (کے سوال) کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور انہیں اپنے قریب کرنا (کہ ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اپنا قرب نصیب فرمائے گا۔ [1]

(2)......بڑے نقصان اور بڑی تکلیف سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان اور چھوٹی تکلیف کو برداشت کر لینا بہتر ہے، جیسے یہاں مسکینوں نے چھوٹے نقصان یعنی کشتی کا تختہ اکھاڑ دیئے جانے کو برداشت کیا تو وہ بڑے نقصان یعنی پوری کشتی چھن جانے سے بچ گئے۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ(۸۰) فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا(۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جولڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھاوے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جولڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت و شفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے۔

﴿**وَ اَمَّا الْغُلٰمُ: اور وہ جولڑکا تھا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے دوسرے فعل کی حکمت بیان

[1]......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ فقراء المهاجرين يدخلون الجنّة قبل اغنيائهم، ١٥٧/٤، الحديث: ٢٣٥٩.

کرتے ہوئے حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حُسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔[1]

یاد رہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کے باطنی حال کو جانتے تھے۔[2] مسلم شریف میں حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس لڑکے کو حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قتل کر دیا تھا وہ کافر ہی پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔[3]

اب کسی ولی کو بچے کے قتل کی اجازت نہیں

یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کر لے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنا دے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، جیسا کہ امام سُبکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ باطن کا حال جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص ہے، انہیں اس کی اجازت تھی۔ اب اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اُس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[4]

﴿**خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً : پاکیزگی میں پہلے سے بہتر۔**﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔[5]

---

1. ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠-٨١، ٥/٢٨٥، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠-٨١، ٣/٢٢١، ملتقطاً.
2. ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠، ٤/٤٤٧.
3. ......مسلم، کتاب القدر، باب کلّ مولود یولد علی الفطرۃ... الخ، ص ١٤٣٠، الحدیث: ٢٩(٢٦٦١).
4. ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٠، ٤/٤٤٨.
5. ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨١، ٣/٢٢١.

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا پر راضی رہنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوتی ہے۔ اسی بات کو ایک اور آیتِ مبارکہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(2)...... بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں میں سے کوئی چیز لے لیتا ہے کیونکہ اس چیز میں بندے کا نقصان ہوتا ہے اور وہ اس کے نقصان سے غافل ہوتا ہے، پھر اگر وہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلے اس سے بہتر چیز عطا کر دیتا ہے جس میں مومن بندے کا نفع ہوتا ہے نقصان نہیں ہوتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ [2]

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًاۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًاؕ ﴿۸۲﴾

ع ۱۲ / ۱

---

1 ...... بقرہ: ۲۱٦.

2 ...... روح البيان، الكهف، تحت الآية: ٨١، ٥/٢٨٦، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ: اور بہرحال دیوار۔﴾ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے تیسرے فعل یعنی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ''اور بہرحال دیوار کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام اصرم اور صریم تھے اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اُن کی عقل کامل ہو جائے اور وہ قوی و توانا ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکالیں یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبر نہ کرسکے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس میں ان کا بھلا ہو۔ اَحادیث میں یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے لئے بہت اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں میں سے جو شخص کسی یتیم کے کھانے پینے کی کفالت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو۔[2] اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/۲۲۱-۲۲۲، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم و کفالتہ، ۳/۳۶۸، الحدیث: ۱۹۲۴.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کی عزت کی جاتی ہو۔[1]

﴿ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا: اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔﴾ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا اور چاندی مدفون تھا۔[2]

[illegible]

حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس (خزانے) میں سونے کی ایک تختی تھی، اس پر ایک طرف لکھا تھا ''اس شخص کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو، اسے (اپنی قلیل اور مختصر زندگی پر) خوشی کس طرح ہوتی ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جو قضا وقدر کا یقین رکھتا ہو، اس کو (نعمت چھن جانے اور مصیبت آنے پر) غصہ کیسے آتا ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو، وہ کیوں (اسے حاصل کرنے کی) مشقت میں پڑتا ہے۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو، وہ (اپنے حساب سے) کیسے غافل رہتا ہے (اور دنیا کا مال ومتاع زیادہ کرنے میں کیوں مشغول ہوتا ہے)۔ اس شخص کا حال عجیب ہے جسے دنیا کے زوال وتغیُّر کا یقین ہو، وہ (اس پر) کیسے مطمئن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لکھا تھا ''**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ**'' اور دوسری جانب اس لوح پر لکھا تھا ''میں **اللہ** ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں، میں نے خیر وشر کو پیدا کیا، تو اس کے لئے خوشی ہے جسے میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی، اس کے لئے تباہی ہے جسے میں نے شر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر جاری کیا۔[3]

﴿ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا: اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔﴾ اس کا نام کاشح تھا اور یہ شخص پرہیز گار تھا۔[4] علماء فرماتے ہیں وہ ان بچوں کا آٹھویں یا دسویں پشت میں باپ تھا۔[5]

---

1 ......معجم الکبیر، عبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہما... الخ، محمد بن طلحۃ عن ابن عمر، ۳۸۸/۱۲، الحدیث: ۱۳۴۳۴.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الکھف، ۱۰۳/۵، الحدیث: ۳۱۶۳.

3 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۲۲۱/۳.

4 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۲۲۱/۳.

5 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۴۰/۲۳۔

یاد رہے کہ باپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کے نتیجے میں اس کی اولاد در اولاد کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللّٰہ تعالیٰ آدمی کے نیک ہونے کی وجہ سے اس کی اولاد در اولاد کی بہتری فرما دیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی اور امان میں رہتے ہیں۔[1]

اور حضرت محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلّہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔[2]

یونہی باپ کا نیک پرہیز گار ہونا آخرت میں بھی اس کی اولاد کو نفع دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بیشک اللّٰہ تعالیٰ مومن کی ذُرِّیَّت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھا لے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہوتا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[4]

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب آدمی جنت میں جائے گا تو اپنے ماں باپ، بیوی اور اولاد کے بارے میں پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملا دیئے جائیں۔[5]

---

1. ......در منثور، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٢، ٥/٤٢٢.
2. ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٢، ٣/٢٢١.
3. ......طور: ٢١.
4. ......جامع الاحادیث، حرف الھمزۃ، ٢/٤٩٥، الحدیث: ٦٨٣٥.
5. ......معجم صغیر، باب العین، من اسمہ: عبد اللّٰہ، ص٢٢٩، الجزء الاوّل.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”جب عام صالحین کی صلاح (یعنی تقویٰ وپرہیزگاری) ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی صلاح کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسبِ کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عَلِیَّہ سادات کرام اولادِ امجادِ حضرت خاتونِ جنت بتول زہرا کہ حضور پُر نور، سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔“[1]

﴿ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا: یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے۔﴾ حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”بعض لوگ (اس آیت کی وجہ سے) ولی کو نبی پر فضیلت دے کر گمراہ ہوگئے اور درحقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفرِ جلی ہے، ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ حضرتِ موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرتِ خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا حالانکہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ولی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض کا گمان ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں اِبتلا یعنی آزمائش ہے۔[2]

یہاں یہ یاد رہے کہ اکثر علماء کا مَوقف یہ ہے، نیز مشائخ صوفیہ اور اصحابِ عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جمہور علماء وصالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانۂ حج میں ملتے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چشمۂ حیات میں غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۲۴۳-۲۴۴۔

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۸۲، ص ۶۶۱.

3 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ۸۲، ۳/ ۲۲۲.

نہیں، یوں تو ہر نبی زندہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ ۔ بے شک اللّٰہ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو خراب کرے تو اللّٰہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔[1] انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے، بعد اس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حِسّی دُنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام آسمان پر۔[2]

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا ذکر پڑھ کر سناتا ہوں۔

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ : اور آپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 کی تفسیر میں بیان ہوا تھا کہ کفارِ مکہ نے یہودیوں کے مشورے سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں سوال کیا۔ سورۂ کہف کی ابتدا میں اصحابِ کہف کا قصہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور اب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔

حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مختصر تعارف

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام اسکندر اور ذوالقرنین لقب ہے۔ مفسرین نے اس لقب کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، ان میں سے 4 یہاں بیان کی جاتی ہیں:

(1)...... آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ تک پہنچے تھے۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ۲/۲۹۱، الحديث: ۱۶۳۷.

2 ......ملفوظات، حصہ چہارم، ص۴۸۴۔

(2)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سر پر دو چھوٹے ابھار سے تھے۔

(3)......انہیں ظاہری و باطنی علوم سے نوازا گیا تھا۔

(4)......یہ ظلمت اور نور میں داخل ہوئے تھے۔

یہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خالہ زاد بھائی ہیں، اُنہوں نے اسکندریہ شہر بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا۔ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے وزیر اور صاحبِ لِواء تھے۔ دنیا میں چار بڑے بادشاہ ہوئے ہیں، ان میں سے دو مومن تھے، حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دو کافر تھے نمرود اور بُخْتِ نصر، اور پانچویں بڑے بادشاہ حضرت امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہوں گے، اُن کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نبوت میں اختلاف ہے، حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے نہ فرشتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والے بندے تھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں محبوب بنایا۔[1]

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًاۙ(۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ: بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان یا اس کے حصول کا ایک طریقہ عطا فرمایا اور جس چیز کی مخلوق کو حاجت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو ملک اور شہر فتح کرنے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں درکار ہوتا ہے وہ سب عنایت کیا۔[2]

---

1 ......جمل، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٣، ٤/٤٥١، مدارك، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٣، ص ٦٦١، قرطبی، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٣، ٥/٣٤٠، الجزء العاشر، خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٣، ٣/٢٢٢-٢٢٣.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ٨٤، ٣/٢٢٣.

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ ایک راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا تو ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے بارے میں بھلائی اختیار کرو۔

﴿سَبَبًا: سبب۔﴾ سبب سے مراد وہ چیز ہے جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہو خواہ وہ علم ہو، قدرت ہو یا آلات ہوں، تو حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جس مقصد کا ارادہ کیا اسی کا سبب اختیار کیا، چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مغرب کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے وہ راستہ اختیار کیا جو انہیں وہاں تک پہنچا دے، جیسا کہ اس آیت میں ہے، اور جب انہوں نے مشرق کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ اس راستے پر چلے جو انہیں مشرق تک پہنچا دے۔[1]

﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ: اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سفر کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انہوں نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ایک شخص چشمۂ حیات سے پانی پئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمۂ حیات کی طلب میں مغرب و مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اس سفر میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی

---

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۸۵، ص ۶۶۲، بيضاوى، الكهف، تحت الآية: ۸۵، ۳/ ۵۲۰، ملتقطاً.

تھے، وہ تو چشمۂ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس میں سے پی بھی لیا مگر حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقدر میں نہ تھا اس لئے انہوں نے وہ چشمہ نہ پایا۔ اس سفر میں مغرب کی جانب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منزلیں طے کر ڈالیں اور مغرب کی سمت میں وہاں تک پہنچے جہاں آبادی کا نام ونشان باقی نہ رہا، وہاں انہیں سورج غروب ہوتے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

﴿ **وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا: اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا۔** ﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس چشمے کے پاس ہی ایک ایسی قوم کو پایا جو شکار کئے ہوئے جانوروں کے چمڑے پہنے تھے، اس کے سوا اُن کے بدن پر اور کوئی لباس نہ تھے اور دریائی مردہ جانور اُن کی غذا تھے۔ یہ لوگ کافر تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اِلہام کے طور پر فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے اور اُن میں سے جو اسلام میں داخل نہ ہو اس کو قتل کردے یا اگر وہ ایمان لائیں تو ان کے بارے میں بھلائی اختیار کر اور انہیں اَحکامِ شرع کی تعلیم دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اللّٰہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا اور انہوں نے حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ بات کہی۔ [2]

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﰳالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی کہ وہ جس نے ظلم کیا اسے تو ہم عنقریب سزا دیں گے پھر اپنے رب کی طرف پھیرا جائے گا وہ اسے بری مار دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: بہرحال جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٨٦، ص٦٦٢، جمل، الكهف، تحت الآية: ٨٦، ٤/٤٥٢-٤٥٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٨٦، ص٦٦٢.

جائے گا تو وہ اسے بہت برا عذاب دے گا۔ اور بہر حال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملنے کے بعد ان نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی یا اپنے پاس موجود خاص ساتھیوں سے کہا ''بہر حال جس نے کفر و شرک اختیار کیا اور میری دعوت کو ٹھکرا کر ایمان نہ لایا تو عنقریب ہم اسے قتل کر دیں گے، یہ تو اس کی دُنْیَوی سزا ہے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے جہنم کا بہت برا عذاب دے گا اور جو ایمان لایا اور اس نے ایمان کے تقاضوں کے مطابق نیک عمل کیا تو اس کیلئے جزا کے طور پر بھلائی یعنی جنت ہے اور عنقریب ہم اس ایمان والے کو آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر سہل ہوں دشوار نہ ہوں۔[1]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ بات یہی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ ایک راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی تھی۔ بات اسی طرح ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔

---

1 ……ابو سعود، الکهف، تحت الآیة: ۸۷-۸۸، ۳/۳ ۴۰، مدارك، الکهف، تحت الآیة: ۸۷-۸۸، ص۶۶۲، جلالین، الکهف، تحت الآیة: ۸۷-۸۸، ص ۲۵۱، ملتقطاً.

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ یعنی حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مشرق کی طرف ایک راستے کے پیچھے چلے۔ [1]

﴿سِتْرًا: آڑ۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ قوم اس جگہ پر تھی جہاں ان کے اور سورج کے درمیان کوئی چیز پہاڑ درخت وغیرہ حائل نہ تھی اور نہ وہاں زمین کی نرمی کی وجہ سے کوئی عمارت قائم ہوسکتی تھی اور وہاں کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت زمین کے اندر بنائے ہوئے تہ خانوں میں گھس جاتے تھے اور زوال کے بعد نکل کر اپنا کام کاج کرتے تھے۔ [2]

﴿كَذٰلِكَ: بات اسی طرح ہے۔﴾ یعنی حضرت ذوالقرنین کی بادشاہی کی وسعت اور ان کا بلند مرتبہ جو ہم نے بیان کیا ان کا معاملہ اسی طرح ہے۔ مفسرین نے ''كَذٰلِكَ'' کے معنی میں یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جیسا مغربی قوم کے ساتھ سلوک کیا تھا ایسا ہی اہلِ مشرق کے ساتھ بھی کیا کیونکہ یہ لوگ بھی ان کی طرح کافر تھے تو جو ان میں سے ایمان لائے اُن کے ساتھ احسان کیا اور جو کفر پر اڑے رہے انہیں سزا دی۔ [3]

﴿وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا: اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے پاس جو فوج، لشکر، آلاتِ جنگ اور سامانِ سلطنت وغیرہ تھا سب ہمارے علم میں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے حضرت ذوالقرنین کو اقتدار عطا کیا تو اس وقت اس کے پاس جتنی ملک داری کی قابلیت اور اُمورِ مملکت سرانجام دینے کی لیاقت تھی سب ہمیں معلوم تھی۔ [4]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے بیچ پہنچا ان سے ادھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

---

1 ......جلالین، الکهف، تحت الآیة: ۸۹، ص ۲۵۱.

2 ......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۲۲۴، روح البیان، الکهف، تحت الآیة: ۹۰، ۵/۲۹۴، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الکهف، تحت الآیة: ۹۱، ۵/۲۹۵.

4 ......خازن، الکهف، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۲۲۴.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ ایک اور راستے کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں کے آگے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب مشرق و مغرب تک پہنچ گئے تو اب کی بار انہوں نے شمال کی جانب سفر شروع فرمایا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان تک جا پہنچے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم اور قدرت کی وجہ سے واقع ہوا۔[1]

﴿وَجَدَ: اس نے پایا۔﴾ جب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شمال کی جانب اس جگہ پہنچے جہاں انسانی آبادی ختم ہو جاتی تھی تو وہاں دو بڑے عالیشان پہاڑ دیکھے جن کے اُس طرف یاجوج ماجوج کی قوم آباد تھی جو کہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستے سے اِس طرف آکر قتل و غارت کیا کرتی تھی۔ یہ جگہ ترکستان کے مشرقی کنارہ پر واقع تھی۔ یہاں حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے کیونکہ اُن کی زبان عجیب و غریب تھی اس لئے اُن کے ساتھ اشارہ وغیرہ کی مدد سے بہ مشقت بات کی جاسکتی تھی۔[2]

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انھوں نے کہا اے ذوالقرنین بیشک یاجوج و ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنادیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کردیں اس بات پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیة: ۹۲، ۴۹۸/۷، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۹۲-۹۳، ۲۲۴/۳.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ۹۳، ۲۹۶/۵-۲۹۷، خازن، الکھف، تحت الآیة: ۹۳، ۲۲۴/۳، ملتقطاً.

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ ان لوگوں نے کسی ترجمان کے ذریعے یا بلا واسطہ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس طور پر گفتگو کی کہ آپ ان کا کلام سمجھ سکتے تھے۔ آپ کا ان لوگوں کی زبان کو سمجھ لینا بھی اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ جملہ اَسباب میں سے ہے۔[1]

﴿اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ: بیشک یاجوج اور ماجوج۔﴾ یہ یافث بن نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، اِن کی تعداد بہت زیادہ ہے، زمین میں فساد کرتے تھے، بہار کے موسم میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے اور ان میں سے کچھ نہ چھوڑتے تھے اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے، یہ لوگ آدمیوں کو کھا لیتے تھے اور درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے لوگوں نے ان کی شکایت کی کہ وہ زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس بات پر کچھ مال مقرر کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر و ایذا سے محفوظ رہیں۔[2]

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنا دوں۔ میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ یہاں تک کہ وہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کردی کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اُسے آگ کر دیا کہا لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبہ اُونڈیل دوں۔ تو یاجوج و ماجوج اس

---

1 ......ابو سعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۳/ ۴۰۴۔

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۳/ ۲۲۴-۲۲۵، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۵/ ۲۹۷-۲۹۸، ملتقطاً۔

پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ذوالقرنین نے کہا: جس چیز پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے وہ بہتر ہے تو تم میری مدد قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان برابر کردی تو ذوالقرنین نے کہا: آگ دھنکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ کردیا تو کہا: مجھے دو تاکہ میں اس گرم لوہے پر پگھلایا ہوا تانبہ اُنڈیل دوں۔ تو یاجوج وماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔

﴿قَالَ : کہا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے میرے پاس کثیر مال اور ہر قسم کا سامان موجود ہے تم سے کچھ لینے کی حاجت نہیں، البتہ تم جسمانی قوت کے ساتھ میری مدد کرو اور جو کام میں بتاؤں وہ انجام دو، میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔ [1]

﴿اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ : میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔﴾ ان لوگوں نے عرض کی: پھر ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میرے پاس پتھر کے سائز کے لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو اس کے بعد ان سے بنیاد کھدوائی، جب وہ پانی تک پہنچی تو اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ دے دی اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، پھر اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا تو یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔ [2]

﴿فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ : تو یاجوج وماجوج اس پر نہ چڑھ سکے۔﴾ جب حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیوار مکمل کرلی تو یاجوج اور ماجوج آئے اور انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کی بلندی اور ملائمت کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکے، پھر انہوں نے نیچے سے اس میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تو اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ

1 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ٩٥، ص٦٦٣-٦٦٤، خازن، الكهف، تحت الآية: ٩٥، ٣/٢٢٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ٣/٢٢٥-٢٢٦، مدارك، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ص٦٦٤، جلالين، الكهف، تحت الآية: ٩٦، ص٢٥٢، ملتقطاً.

سے اس میں سوراخ نہ کر سکے۔ [1]

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ یہ دیوار میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آ پہنچے گا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔ [2]

یاجوج اور ماجوج کے نکلنے سے متعلق ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے رہتے ہیں حتّٰی کہ جب اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: اب واپس چلو، باقی کل توڑ لیں گے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالٰی اسے پہلے سے بہتر کردیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالٰی انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ جاؤ، اِنْ شَآءَ اللہ! کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات)

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۷، ۵/۲۹۹.

2 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۸، ۳/۲۲۶، جلالین، الکھف، تحت الآیۃ: ۹۸، ص ۲۵۲، ملتقطاً.

وہ اِستثناء (یعنی اِنْ شَآءَ اللّٰہ) کے ساتھ کہے گا۔ (دوسرے دن) جب وہ واپس آئیں گے تو اسے ویسے ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ کر گئے تھے، چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر لوگوں پر نکل آئیں گے۔[1]

[illegible]

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں "بعدِ قتلِ دجّال حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی ہوگا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ، اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے، جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد یاجوج و ماجوج ظاہر ہوں گے، یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت **بُحَیْرَۂ طَبَرِیَّہ** پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گزرے گی، اُس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی: کہ یہاں کبھی پانی تھا!۔ پھر دنیا میں فساد و قتل و غارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ اُن کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔ یہ اپنی انہیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے، یہاں تک کہ اُن کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں، اُس وقت حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے، اللّٰہ تعالٰی اُن کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے، اُن کے مرنے کے بعد حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پہاڑ سے اتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام زمین اُن کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔ اُس وقت حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللّٰہ تعالٰی ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) چاہے گا پھینک آئیں گے اور اُن کے تیر و کمان و ترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے۔[2]

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الکھف، ٥/١٠٤، الحدیث: ٣١٦٤.

2 ...... بہارِ شریعت، حصہ اول، معاد و حشر کا بیان، ١/١٢٤-١٢٥۔

فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا دے گا اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو اکٹھا کر لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر سیلاب کی طرح آئے گا اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو ہم سب کو جمع کر لائیں گے۔

﴾وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىٕذٍ: اوراس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ جب دیوار ٹوٹ جائے گی تو اس دن ہم یاجوج اور ماجوج کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر اس طرح آئے گا جس طرح پانی کی لہر ایک دوسرے پر آتی ہے اور وہ اپنی کثیر تعداد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے۔ (1)

﴾وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴿ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا نکلنا قربِ قیامت کے علامات میں سے ہے۔ (2)

﴾فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا: تو ہم سب کو جمع کر لائیں گے۔﴿ یعنی ہم قیامت کے دن تمام مخلوق کو عذاب و ثواب کے لئے جمع کر لائیں گے۔ (3)

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے۔

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ۹۹، ۳/۲۲٦.

2 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ۹۹، ۳/۲۲٦.

3 ......مدارك، الكهف، تحت الآية: ۹۹، ص٦٦٤، روح البيان، الكهف، تحت الآية: ۹۹، ۵/۳۰۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے۔

﴿ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ : اور ہم اس دن جہنم لائیں گے۔﴾ یعنی جس دن ہم تمام مخلوق کو جمع کریں گے اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے تاکہ وہ اسے صاف دیکھیں اور اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں۔ (1)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ آگ انہیں دور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (3)

الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

ع ۱۹ / ۱۱ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ : وہ لوگ جو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے بارے میں فرمایا کہ ہم قیامت کے دن ان کے سامنے جہنم لائیں گے،

---

1 ......ابو سعود، الکھف، تحت الآیۃ: ١٠٠، ٣/٤٠٧.

2 ......فرقان: ١١، ١٢.

3 ......مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فی شدۃ حرّ نار جھنّم وبعد قعرھا وما تأخذ من المعذّبین، ص١٥٢٣، الحدیث: ٢٩(٢٨٤٢).

اب اس آیت میں کافروں کے بارے میں مزید فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ آیاتِ الٰہیہ اور قرآن، ہدایت و بیان، دلائلِ قدرت اور ایمان سے اندھے بنے رہے اور ان میں سے کسی چیز کو وہ نہ دیکھ سکے اور اپنی بدبختی کی وجہ سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ عداوت رکھنے کے باعث حق بات سن نہ سکتے تھے۔ [1]

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَؕ-اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا کافر یہ سمجھے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: تو کیا کافر سمجھتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں جیسے حضرت عیسٰی، حضرت عزیر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے اور ان سے کچھ نفع پائیں گے؟ ان کا یہ گمان فاسد ہے، بلکہ وہ بندے انہیں اپنا دشمن سمجھتے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ [2] اور کافروں کا گمان فاسد ہونے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور ملائکہ، ایمان والوں کے مددگار ہو کر ان کی شفاعت کریں گے نہ کہ کافروں کی۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًاؕ(۱۰۳)

1 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ١٠١، ٣/٢٢٦-٢٢٧.

2 ......روح البيان، الكهف، تحت الآية: ١٠٢، ٥/٣٠٣، خازن، الكهف، تحت الآية: ١٠٢، ٣/٢٢٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عمل کرنے میں مشقتیں اُٹھائیں اور یہ امید کرتے رہے کہ ان اعمال پر فضل وعطا سے نوازے جائیں گے مگر اس کی بجائے ہلاکت و بربادی میں جا پڑے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا وہ لوگ یہودی اور عیسائی ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ راہب لوگ ہیں جو گرجوں میں خَلْوَت نشین رہتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ حَروراء یعنی خارجی لوگ ہیں۔ [1] اور حقیقت میں سب ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں ہیں کیونکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو عبادت یا ظاہری اچھے اعمال میں محنت ومشقت تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کا مرتکب بھی ہوتا ہے جس سے اس کا عمل مردود ہوجائے جیسے کفر۔

ظاہری اعمال اچھے ہونا حق پر ہونے کی دلیل نہیں

اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ کسی کے ظاہری اعمال اچھے ہونا اس کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں، اور صحیح بخاری میں تو خارجیوں سے متعلق صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا ''تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے، یہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ [2]

خارجیوں کی مذمت

خارجیوں میں سب سے پہلا اور ان میں سب سے بدتر شخص ذُوالْخُوَیصِرَہ تمیمی تھا۔ اس نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تقسیم پر اعتراض کرکے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے بارے

1 ......خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ١٠٣، ٣/٢٢٧، روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ١٠٣، ٥/٣٠٤، ملتقطاً۔
2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، ٢/٥٠٣، الحدیث: ٣٦١٠۔

میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں خارجی یعنی دین سے نکل جانے والا کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہری طور پر بڑے عبادت گزار، شب بیدار تھے اوران کی عبادت وریاضت اور تلاوتِ قرآن میں مشغولیت دیکھ کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی حیران ہوتے تھے لیکن ان کے عقائد و نظریات انتہائی باطل تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ تھا کہ جو کبیرہ گناہ کرے وہ مشرک ہے اور جوان کے اس عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے۔ ان ظالموں نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بھی مَعَاذَ اللّٰہ مشرک قرار دے دیا تھا اور نہروان کے مقام پر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے جنگ کی تھی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ان کی تمام تر ظاہری عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت اور رات رات بھر تلاوتِ قرآن کرنے کو خاطر میں نہ لائے اوران کے باطل عقائد کی وجہ سے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی لمبی لمبی اور ظاہری خشوع وخضوع سے بھر پور نمازیں، رقت انگیز اور درد بھری آواز میں قرآنِ مجید کی تلاوتیں، اللّٰہ تعالیٰ کی گرفت اوراس کے عذابات سے ڈرانے والے وعظ اور نصیحتیں اور دیگر ظاہری نیک اعمال اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کے عقائد درست نہ ہوں، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بدعقیدہ اور بد مذہب شخص کی کثرتِ عبادت، تقویٰ وطہارت اور دیگر نیک نظر آنے والی چیزوں سے ہرگز متأثر نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو بلکہ ان سے ہمیشہ دور ہی رہے کہ اسی میں اس کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ : وہ لوگ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کی خبر دینے کے بارے میں فرمایا، اب اس آیت میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور عمل باطل ہوگئے حالانکہ وہ اس گمان میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں جو انہیں آخرت میں نفع دے گا۔ (1)

یہ آیتِ مبارکہ بنیادی طور پر تو کافروں کے متعلق ہے لیکن اس سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوا کہ بدکار سے زیادہ بدنصیب وہ نیکوکار ہے جو محنت مشقت اٹھا کر نیکیاں کرے مگر اس کی کوئی نیکی اس کے کام نہ آئے، وہ اس دھوکے میں رہے کہ میں نیکوکار ہوں۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

﴿اُولٰٓىٕكَ : یہ لوگ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کثیر نیک اعمال کے باوجود خسارے کا شکار ہونے والے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، رسول اور قرآن پر ایمان نہ لائے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب، ثواب اور عذاب کے منکر رہے تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے اور انہیں ان اعمال پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔ (2)

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٤، ٥/٣٠٤.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٥، ٥/٣٠٥، خازن، الکھف، تحت الآیة: ١٠٥، ٣/٢٢٧، ملتقطاً.

﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا : پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ ﴾ وزن قائم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے ظاہری نیک اعمال کی کوئی قدر و قیمت ہوگی اور نہ ہی ان میں کوئی وزن ہوگا اور جب میزانِ عمل میں ان کے ظاہری نیک اعمال اور کفر و مَعْصِیَت کا وزن ہوگا تو تمام ظاہری نیک اعمال بے وزن ثابت ہوں گے کیونکہ نیک اعمال کی قدر و قیمت اور ان میں وزن کا دار و مدار ایمان اور اخلاص پر ہے اور جب یہ لوگ ایمان اور اخلاص سے ہی خالی ہیں تو ان کے اعمال میں وزن کہاں سے ہوگا۔ کفار کے اعمال کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کر کے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنا دیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن ایک بہت ہی موٹے تازے آدمی کو جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو (اتنا بھاری بھرکم ہونے کے باوجود) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، اور فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لو

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ (2)

اعمال کے وزن سے محروم ہونے والے

یاد رہے کہ کافروں کے ظاہری نیک اعمال تو قیامت کے دن بے وزن ہی ہوں گے البتہ بعض مسلمان بھی ایسے ہوں گے جو اپنے نیک اعمال میں وزن سے محروم ہو جائیں گے، جیسا کہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں اپنی امت میں سے ان قوموں کو جانتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں کی مانند ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ انہیں روشندان سے نظر آنے والے

1 ......فرقان: ٢٣.

2 ......بخاری، کتاب التفسير، باب اولئك الذين كفروا بآيات ربّهم ولقائه فحبطت اعمالهم، ٢٧٠/٣، الحديث: ٤٧٢٩.

غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا۔حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے سامنے ان لوگوں کا صاف صاف حال بیان فرما دیجئے تاکہ ہم معلومات نہ ہوتے ہوئے ان لوگوں میں شریک نہ ہو جائیں۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ تمہارے بھائی، تمہارے ہم قوم ہوں گے۔ راتوں کو تمہاری طرح عبادت کیا کریں گے لیکن وہ لوگ تنہائی میں برے اَفعال کے مُرتکب ہوں گے۔ (1)

اور حضرت ابو حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جب انہیں لایا جائے گا تو اللّٰہ تعالٰی ان کے اعمال کو روشندان سے نظر آنے والے غبار کے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا، پھر انہیں جہنم میں ڈال دے گا۔ حضرت سالم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان ہو جائیں! ہمیں ان لوگوں کا حال بتا دیجئے؟ ارشاد فرمایا ’’وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز پیش کی جائے تو وہ اس پر کود پڑیں گے تو اللّٰہ تعالٰی ان کے اعمال باطل فرما دے گا۔ (2)

اور حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بعض لوگ ایسے اعمال لائیں گے جو اُن کے خیالوں میں مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے ہوں گے لیکن جب وہ تولے جائیں گے تو ان میں وزن کچھ نہ ہو گا۔ (3)

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَاتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَرُسُلِىۡ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ان کا بدلہ ہے جہنم اس پر کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤/٤٨٩، الحديث: ٤٢٤٥.

2 ......حلية الاولياء، سالم مولى ابى حذيفة، ١/١٣٣، الحديث: ٥٧٥.

3 ......خازن، الكهف، تحت الآية: ١٠٥، ٣/٢٢٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

﴿ **ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ : یہ ان کا بدلہ جہنم ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور جس چیز پر ایمان لانا اور جس کا اقرار کرنا ضروری تھا اس کا انکار کیا اور انہوں نے قرآنِ پاک، اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔ (1) اس سے معلوم ہوا کہ تمام کفروں سے بڑھ کر کفر نبی کی توہین اور ان کا مذاق اڑانا ہے جس کی سزا دنیا وآخرت دونوں میں ملتی ہے۔

اہلِ حق علماء کا مذاق اڑانے والوں کو نصیحت

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''یاد رکھو! علماء، انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اور ان کے عُلوم انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے علوم سے حاصل شدہ ہیں تو جس طرح باعمل علماء، انبیاء اور مُرسَلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے اعمال اور علوم کے وارث ہیں اسی طرح علماء کا مذاق اڑانے والے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط اور ان جیسے دیگر کافروں کے مذاق اڑانے میں وارث ہیں۔ (2) اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کی شدید ضرورت ہے جو میڈیا پر اور اپنی نجی محفلوں میں اہلِ حق علمائے کرام کا مذاق اڑانے میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاۙ(۱۰۷) خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا(۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

---

1 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٦، ٥/٣٠٥.

2 ......روح البیان، الکھف، تحت الآیة: ١٠٦، ٥/٣٠٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ ایمان لائے اوراچھے اعمال کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغات ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جولوگ ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلے کافروں کی جہنم میں مہمانی کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے وہ چیز بیان کی جارہی ہے جس سے ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی ترغیب ملتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور اللّٰہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں۔[1]

یادرہے کہ اہلِ جنت کے لئے اللّٰہ تعالٰی نے جو نعمتیں تیار کی ہیں وہ انسان کے تَصَوُّر سے بھی زیادہ ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا۔‘‘ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو’’ **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ**‘‘[3]

اور زیرِ تفسیر آیت میں جس جنت کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو تو فردوس مانگو، کیونکہ وہ جنتوں میں سب کے درمیان اور سب سے بلند ہے اور اس پر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔‘‘[4]

1 ……تفسیر کبیر، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۷/۵۰۲، روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۳۰۵، ملخصاً.

2 ……سجدہ: ۱۷.

3 ……بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنّۃ وانّھا مخلوقۃ، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۳۲۴۴.

4 ……بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللّٰہ... الخ، ۲/۲۵۰، الحدیث: ۲۷۹۰.

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے، اس سے جنت کی چار نہریں پھوٹتی ہیں، اس سے اوپر عرش ہے اور جب تم اللّٰہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس ہی مانگا کرو۔ [1]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''فردوس بلند جنت ہے، درمیانی اور سب سے بہتر جنت ہے۔ [2]

حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''فردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ ہے اس میں نیکیوں کا حکم کرنے والے اور بدیوں سے روکنے والے عیش کریں گے۔ [3]

﴿ لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا : ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔﴾ یعنی دنیا میں انسان کیسی ہی بہتر جگہ میں ہو، وہ اس سے اور اعلیٰ و ارفع جگہ کی طلب رکھتا ہے لیکن یہ بات وہاں جنت میں نہ ہوگی کیونکہ وہ جانتے ہوں گے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں بہت اعلیٰ و ارفع جگہ حاصل ہے۔ [4]

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

---

1 ...... ترمذی، کتاب صفۃ الجنّۃ، باب ما جاء فی صفۃ درجات الجنّۃ، ۴/۲۳۸، الحدیث: ۲۵۳۹.

2 ...... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمنین ۵/۱۱۸، الحدیث: ۳۱۸۵.

3 ...... خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۳/۲۲۷.

4 ...... روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۵/۳۰۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہوجائے تو ضرور سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی، اگرچہ ہم اس کی مدد کیلئے اُسی سمندر جیسا اور لے آئیں۔

﴿قُلْ: تم فرمادو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے کلمات لکھے جائیں اور اُن کے لئے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جائے اور تمام مخلوق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور یہ تمام پانی ختم ہوجائے اور اتنا ہی اور بھی ختم ہوجائے۔ مُدَّعا یہ ہے کہ اس کے علم و حکمت کی کوئی انتہا نہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ کا خیال ہے کہ ہمیں حکمت دی گئی اور آپ کی کتاب میں ہے کہ جسے حکمت دی گئی اُسے خیرِ کثیر دی گئی، پھر آپ کیسے فرماتے ہیں کہ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے! اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آیتِ کریمہ "وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا کہ ہمیں توریت کا علم دیا گیا اور اس میں ہر شے کا علم ہے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ مدعا یہ ہے کہ ہر شے کا علم بھی علمِ الٰہی کے حضور قلیل ہے اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کے علم سے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہو۔ (1)

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ع

ع ۱۲ / ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(1)......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/۲۲۷-۲۲۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں ظاہراً تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہوا سے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں (یعنی جیسے تم انسان ہو اسی طرح میں بھی انسان ہوں) البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالٰی نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''(کافر) انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (2)

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

واقعی جب ان خُبَثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی اسی بشریت کے سوا کیا نظر آتا؟ لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ (ہیں جو) کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو ''قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''سوجھا اور ''یُوْحٰۤى اِلَیَّ'' نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشریت جبریل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَلکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے اُنس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا (ہے) ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ (3)

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

(اس سے) ظاہر ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۳/۲۲۸.

2 ......یس: ۱۵.

3 ......انعام: ۹.

سا جاننا، ظاہر بینوں (اور) کور باطنوں کا دھوکا ہے (اور) یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔۔۔ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں) ’’لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ‘‘ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔(ت) (بلکہ) ان کے یہ افعال بھی اقامتِ سنت وتعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سَہو ونسیان۔حدیث میں ہے ’’اِنِّیْ لَا اَنْسیٰ وَلٰكِنْ اُنَسّٰی لِیَسْتَنَّ بِیْ‘‘، میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنت معلوم ہو۔عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول (اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے، جس کی حکمت تعلیمِ تواضع، وتانیسِ اُمت، وسدِّ غُلُوِّ نصرانیت (یعنی عاجزی کی تعلیم، امت کے لئے اُنسیت کا حصول اور عیسائی جیسے اپنے نبی کی شان بیان کرنے میں حد سے بڑھ گئے مسلمانوں کو اس سے روکنا) ہے، اول، دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا، پھر فضائلِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّحِيَّة کی عظمتِ شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدِّ باب (روکنے) کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو ’’میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں ’’یُوْحٰۤی اِلَیَّ‘‘ رسول ہوں، دفعِ اِفراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیَّت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (1) تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں، میں تو انسان رسول ہوں۔

انہیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے ’’اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ‘‘ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللّٰہ کے بندے اور رسول ہیں۔(ت) بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شَیطَنَت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیازِ اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اِقتصار کرے۔(2)

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ (صَلَّی

(1)......بنی اسرائیل:٩٣.

(2)......فتاوی رضویہ،١٤/٦٦٢-٦٦٥۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو حسن وصورت میں بھی سب سے اعلیٰ وبالا کیا اور حقیقت وروح وباطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) اوصافِ بشر سے اعلیٰ ہیں، جیسا کہ شفاءِ قاضی عیاض (قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''شفاء'') میں ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اَجسام وظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور اُن کے اَرواح وبَواطن بشریت سے بالا اور مَلاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے سورۂ والضُّحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبۂ انوارِ حق آپ پر علی الدَّوام حاصل ہو۔ بہر حال آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی ذات وکمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریہ کے بیان کا اظہارِ تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے۔[1]

تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں یاد رکھیں:

پہلی بات یہ کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے جیسا بشر کہے کیونکہ جو کلمات عزت وعظمت والے اصحاب عاجزی کے طور پر فرماتے ہیں انہیں کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''واضح رہے کہ یہاں ایک ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اَصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اسے جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب ودبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شے نہیں، آپ حیاتِ دُنْیَوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیّت، انکساری، محتاجی وعاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات۔ ہم امتیوں اور

[1] ……خزائن العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ص۵۶۹۔

غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اِشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی وسکوت اور تَوَقُّف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی وغلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِّ ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالٰی محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**[1]

دوسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالٰی نے فضائلِ جلیلہ اور مَراتبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں، اُس کے ان فضائل ومراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف سے اس کا ذکر کرنا جو ہر خاص وعام میں پایا جائے، اُن کمالات کو نہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ فضیلت ومرتبے پر فائز ہستی کا ذکر اس کے فضائل اور ان اوصاف کے ساتھ کیا جائے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور یہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ”**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ**“ بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں؟ ارشاد فرمایا ”(دینی بھائی ہونے کے ساتھ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ) تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (صرف دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔[2]

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”جب تم رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ کہ شاید وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: تو ہمیں سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یوں پڑھا کرو ”**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ**

1 ......مدارج النبوت، باب سوم در بیان فضل وشرافت، وصل در ازالۂ شبہات، ۱/۸۳-۸٤.

2 ......مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرّة والتحجيل في الوضوء، ص ۱۵۰، الحديث: ۳۹(۲٤۹).

وَقَـائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًايَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ‘‘[1]

اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشر کہنے میں راہِ سلامت یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بشریت کا مُطْلَقاً انکار کیا جائے اور نہ ہی کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کی بشریت کا ذکر کیا جائے بلکہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے یا یوں کہا جائے کہ آپ کی ظاہری صورت بشری ہے اور باطنی حقیقت بشریّت سے اعلیٰ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جو یہ کہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صورتِ ظاہری بشری ہے (اور) حقیقتِ باطنی بشریت سے ارفع و اعلیٰ ہے، یا یہ (کہے) کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں، وہ سچ کہتا ہے اور جو مُطْلَقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالٰی

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[2] تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللّٰہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔[3]

تیسری بات یہ کہ قرآنِ کریم میں جابجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے لہٰذا جس مسلمان کے دل میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کفار کا طریقہ اختیار کرنے سے بچے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر گمراہوں کی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔

﴿اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔﴾ یعنی مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو جو اپنے ربعَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربعَزَّوَجَلَّ

1 ……ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب الصلاة على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، ٤٨٩/١، الحديث: ٩٠٦، مسند ابي يعلى، مسند عبد اللّٰه بن مسعود، ٤٣٨/٤، الحديث: ٥٢٤٥، ملتقطاً.

2 ……بنی اسرائیل: ٩٣.

3 ……فتاوی رضویہ، ۳۵۸/۱۴۔

کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ شرکِ اکبر سے بھی بچے اور ریاء سے بھی جس کو شرکِ اصغر کہتے ہیں۔ (1)

ریاکاری کی مذمت پر 4 احادیث

موضوع کی مناسبت سے یہاں ریاکاری کی مذمت پر 4 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس نے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (2)

(2)......حضرت ابوسعید بن ابوفضالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ جب قیامت کے دن جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: جس نے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللّٰہ کے لئے کیا تھا، کسی کو شریک ٹھہرایا تو اسے اس کا ثواب اسی غیرِ خدا سے طلب کرنا چاہئے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ تمام شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہے۔ (3)

(3)......حضرت محمود بن لَبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: ان کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کے لئے تم دنیا میں عمل کیا کرتے تھے اور دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ یا بھلائی پاتے ہو؟ (4)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جُبُّ الْحُزْن‘‘ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ نے عرض کی: ’’جُبُّ الْحُزْن‘‘ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم (بھی) روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ ہم نے عرض کی: اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: ’’وہ قاری جو اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے تھے (5)۔ (6)

---

1 ......خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۳/۲۲۸، مدارك، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ص۶۶۵-۶۶۶، ملتقطاً.

2 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب من اشرك فی عمله غير اللّٰه، ص۱۵۹۴، الحدیث: ۴۶(۲۹۸۵).

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الکھف، ۵/۱۰۵، الحدیث: ۳۱۶۵.

4 ......شعب الایمان، الخامس والاربعون من شعب الایمان... الخ، ۵/۳۳۳، الحدیث: ۶۸۳۱.

5 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الریاء والسمعة، ۴/۱۷۰، الحدیث: ۲۳۹۰.

6 ......ریاکاری سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’ریاکاری‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ

سورۂ مریم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مریم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔(1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **6** رکوع، **98** آیتیں، **780** کلمے اور **3700** حروف ہیں۔(2)

’’مریم‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عظمت، آپ کے واقعات اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ مریم‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ مریم کے متعلق احادیث

(1)......جب چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو کفارِ مکہ نے تحائف دے کر اپنے دو نمائندے حبشہ بھیجے تا کہ وہ ان مسلمانوں کو وہاں سے واپس لے آئیں جب وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اس کے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو اس نے کہا کہ میں پہلے ان مسلمانوں کا مُوقف معلوم کرلوں، چنانچہ مسلمانوں کو جب اس کے دربار میں بلایا گیا اور حضرت جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا: کیا آپ کے پاس اس کلام کا کوئی حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔ حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، ہاں ہے، پھر اس کے سامنے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی، حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نجاشی سورۂ مریم سن کر اتنا رویا کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی اور اس کے دربار میں موجود وہ لوگ جن کے سامنے مَصاحف کھلے ہوئے تھے اتنا روئے کہ ان کے مصاحف بھیگ گئے، پھر نجاشی نے کہا: بے شک یہ دین اور جو دین حضرت موسیٰ عَلَیْہِ

1......خازن، تفسیر سورة مريم... الخ، ٢٢٨/٣.

2......خازن، تفسیر سورة مريم... الخ، ٢٢٨/٣.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کر آئے یہ ایک ہی طاق سے نکلے ہیں اور کفار کے نمائندوں سے کہا: تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ، خدا کی قسم! میں کبھی بھی انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ (1)

(2)......حضرت ابو مریم غسانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آج رات میرے ہاں لڑکی کی ولادت ہوئی ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' آج رات مجھ پر سورۂ مریم نازل کی گئی، تم اس کا نام مریم رکھ دو۔ چنانچہ اس لڑکی کا نام مریم رکھ دیا گیا۔ (2)

سورۂ مریم کے مضامین

سورۂ مریم کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کے ضمن میں اللّٰہ تعالیٰ کے وجود، اس کے واحد و یکتا ہونے، اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت کے دن مخلوق کے دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس سورت میں یہ مضامین اور واقعات بیان کئے گئے ہیں:

(1)......حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا اور یہ واقعہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے، کیونکہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اس وقت ہوئی جبکہ آپ کے والد حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کافی زیادہ عمر کو پہنچ چکے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ بانجھ تھیں اور ایسی صورتِ حال میں عادت کے برخلاف حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ نیز حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نیک بیٹے کی مانگی ہوئی دعا مقبول ہونے اور حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن میں ہی منصبِ نبوت سے سرفراز کئے جانے کا ذکر ہے۔

(2)......اس کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فطری طریقے سے جداگانہ طریقے سے اپنی نیک بندی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اپنے بندے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا، اور یہ واقعہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی دوسری بڑی دلیل ہے کہ انسان کو پیدا کرنا مرد اور عورت

(1)......مسند امام احمد، حديث جعفر بن ابى طالب وهو حديث الهجرة، ۱/۴۳۱، الحديث: ۱۷۴۰، ملخصاً.

(2)......معجم كبير، من يكنى ابا مريم، ابو مريم الغسانى... الخ، ۲۲/۳۳۲ الحديث: ۸۳۴.

کے ملاپ پر ہی موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو مرد و عورت کے ملاپ کے بغیر بھی انسان پیدا کرسکتا ہے اور خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(3)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے وقت حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دی جانے والی تسلی اور ان پر کئے جانے والے انعامات ذکر کئے گئے۔

(4)......یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی وجہ سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کس طرح لوگوں کے طعن و تشنیع اور ملامت کا سامنا کیا اور کس طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جھولے میں اپنی والدہ کی پاکدامنی بیان کی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔

(5)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت سے یہودیوں اور عیسائیوں میں اختلاف پڑنے کا ذکر ہے۔

(6)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اپنے عرفی باپ آزر سے بتوں کی پوجا کے بارے میں ہونے والی بحث بیان کی گئی اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بانجھ ہونے کے باوجود ان کے ہاں دو بیٹوں حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمَا الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور انہیں نبوت ملنے کا ذکر کیا گیا۔

(7)......طُور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت ملنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(8)......حضرت اسماعیل کا ذکر کیا گیا کہ وہ وعدے کے سچے تھے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنی قوم جُرہُم کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتے تھے۔ حضرت ادریس عَلَیْہِمَا الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر انعام فرمایا اور انہیں لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

(9)......نیک لوگوں کے بعد آنے والوں کا اپنی نمازیں ضائع کرنے اور اپنی باطل خواہشوں کی پیروی کرنے کا ذکر ہے اور جن لوگوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی وحی لے کر نازل ہوتے ہیں۔

(10)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے مشرکین کا ذکر کیا گیا اور انہیں خبر دی گئی کہ ان کا

حشر شیاطین کے ساتھ ہوگا اور انہیں جہنم کے آس پاس گھٹنوں کے بل گرا کر حاضر کیا جائے گا۔

(11)......مسلمانوں سے قرآن پاک سنتے وقت مشرکین کا موقف بیان کیا گیا اور سابقہ امتوں کی سرکشی اور ایمان قبول کرنے سے تکبر کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کرکے ان مشرکین کو ڈرایا گیا ہے نیز یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے اور اہلِ ایمان کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی انہیں عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

(12)......یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو جہنم کی طرف ہانک دے گا۔

سورۂ کہف کے ساتھ مناسبت

سورۂ مریم کی اپنے سے ماقبل سورت ''کہف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سورۂ کہف میں انتہائی عجیب غریب واقعات ذکر کئے گئے جیسے اصحابِ کہف کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ، اسی طرح سورۂ مریم میں بھی عجیب وغریب واقعات ذکر کئے گئے کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بڑھاپے میں اور ان کی زوجہ محترمہ کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت ہوئی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بغیر والد کے ولادت ہوئی۔[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ۖۚ﴿۲﴾

[1]......تناسق الدرر، سورة مريم، ص ١٠١.

ترجمۂ کنزالایمان: یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔

﴿ كٓهٰيٰعٓصٓ: ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ : یہ تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے سامنے جو بیان کر رہے ہیں یہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائی۔[1]

نیک بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد نیک اور صالح بیٹا عطا فرمانا ہے اور بیٹا عطا فرمانے کے تذکرے کو رحمتِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور صالح بیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی رحمت ہے خصوصاً جب کہ بڑھاپے میں عطا ہو۔ یاد رہے کہ نیک اولاد سے جس طرح دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کرتی ہے اور بڑھاپے میں ان کا سہارا بنتی ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی نیک اولاد اپنے والدین کو نفع پہنچاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اَعمال مُنقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے (1) صدقۂ جاریہ۔ (2) علمِ نافع۔ (3) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔[2] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگے تو نیک اولاد کی دعا مانگے یونہی اسے چاہئے کہ وہ اپنی موجودہ اولاد کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرے تاکہ جب وہ دنیا سے جائے تو اس کے پیچھے اس کی بخشش کی دعا مانگنے والا بھی کوئی ہو۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③

---

1 ……خازن، مريم، تحت الآية: ۲، ۳/۲۲۸.

2 ……مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص۸۸۶، الحديث: ۱۴(۱۶۳۱).

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا۔

﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا۔﴾ یعنی حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آہستہ آواز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، مفسرین نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آہستہ آواز میں دعا مانگنے کی چند وجوہات ذکر کی ہیں:

(1)......آہستہ دعا مانگنے میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور دعا مانگنے والا ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے اس لئے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آہستہ دعا فرمائی۔

(2)......لوگ اولاد کی دعا مانگنے پر ملامت نہ کریں کیونکہ اس وقت حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **75** یا **80** سال تھی۔

(3)......حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آواز کمزوری کے باعث آہستہ ہوگئی تھی۔[1]

آہستہ آواز میں دعا مانگنے کی فضیلت اور دعا مانگنے کا ایک ادب

اس آیت میں حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آہستہ دعا مانگنے کا ذکر ہے، آہستہ دعا مانگنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”آہستہ آواز میں دعا کرنا 70 بلند آواز کے ساتھ دعاؤں کے برابر ہے۔“[2]

نیز اس سے معلوم ہوا کہ آہستہ آواز میں دعا مانگنا دعا کے آداب میں سے ہے۔ اسی ادب کی تعلیم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ۳، ص۶۶۷، خازن، مريم، تحت الآية: ۳، ۳/۲۲۹، ملتقطاً.

2 ...... مسند الفردوس، باب الدال، ۲/۲۱۴، الحديث: ۳۰۴۶.

3 ......اعراف: ۵۵.

اور حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ دعا کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''دعا نرم وپست آواز سے ہو کہ اللہ تعالیٰ سمیع وقریب ہے، جس طرح چلانے سے سنتا ہے اسی طرح آہستہ (آواز بھی سنتا ہے) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بلکہ وہ اسے بھی سنتا ہے جو ہنوز (یعنی ابھی) زبان تک اصلاً نہ آیا یعنی دلوں کا ارادہ، نیت، خطرہ کہ جیسے اس کا علم تمام موجودات ومعدومات کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے یونہی اس کے سمع وبصر جمیع موجودات کو عام وشامل ہیں، اپنی ذات وصفات اور دلوں کے ارادات وخطرات اور تمام اَعیان واَعراضِ کائنات ہر شئے کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی، نہ اس کا دیکھنا رنگ وضوء (یعنی روشنی) سے خاص نہ اس کا سننا آواز کے ساتھ مخصوص۔ [1]

مشورہ: دعا کے فضائل وآداب اور اس سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شاندار کتاب ''فضائل دعا'' [2] اور راقم کی کتاب ''فیضانِ دعا'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نوٹ: حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے سے متعلق انتہائی ایمان افروز کلام سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 37 اور 38 کے تحت مذکور تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے

---

1 ......فضائل دعا، فصل دوم آداب دعا واسباب اجابت میں، ص ٧٦-٧٧۔

2 ......یہ تسہیل وتخریج کے ساتھ مکتبۃ المدینہ نے بھی شائع کی ہے، وہاں سے خرید کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

(بوڑھا ہوگیا ہوں) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔

﴿قَالَ: عرض کی:﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے کا پورا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **75** یا **80** سال تک پہنچ چکی تھی مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اولاد جیسی نعمت نہ تھی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی ایسا نیک صالح مرد نظر نہیں آتا تھا کہ جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے بعد اس قابل ہو کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جانشین بنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو دین کی خدمت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد تھی اس کو انجام دے سکے بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کئی رشتہ دار شریر تھے اور آپ کو خوف تھا کہ کہیں میرے بعد یہ دین میں تبدیلیاں شروع نہ کر دیں اسی وجہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت فکر مند رہا کرتے تھے۔ یہی احساس جب بہت زیادہ بڑھا تو بالآخر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کر دی کہ مجھے نیک صالح بیٹا عطا فرما جو تیرا بھی پسندیدہ ہو اور وہ میرے بعد میرا وارث بنے اور دین کی خدمت کرے۔

﴿اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ: بے شک میری ہڈی کمزور ہوگئی۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا کی ابتدا اس طرح کی کہ اے میرے مولیٰ! عَزَّوَجَلَّ، تو جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور بڑھاپے کی کمزوری اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ سب سے مضبوط عُضْو ہڈی میں کمزوری آ گئی ہے اور جب یہ کمزور ہو چکی تو باقی اَعضاء کا حال محتاجِ بیان نہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں، اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، آج سے پہلے تیری بارگاہ میں مَیں نے جو بھی دعائیں کی ہیں تو نے وہ قبول کی ہیں، لہٰذا مجھے امید ہے کہ تو میری یہ دعا بھی قبول کرے گا۔[1]

آیت ”رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جائے تو پہلے ان اُمور کو ذکر کیا جائے جن سے دعا مانگنے والے کی عاجزی و انکساری کا اظہار ہو۔

(2)......اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت و رحمت اور لطف و کرم کا ذکر کیا جائے۔

[1] ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٤، ص٦٦٧-٦٦٨.

(3)...... پہلے جو دعا قبول ہوچکی اسے دوبارہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔

(4)......انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اسی لیے ان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، یونہی اولیاءِ کرام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ سے بھی اسی لئے دعا کرنے کا عرض کیا جاتا ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاۙ(۵) یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے۔ وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرمادے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۔

﴿ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ :اور بیشک میں اپنے بعد اپنے رشتے داروں سے ڈرتا ہوں۔﴾ رشتہ داروں سے مراد چچازاد بھائی ہیں اور ڈر کی وجہ یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے شریر لوگ تھے اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خوف تھا کہیں میری وفات کے بعد یہ لوگ دین میں تبدیلی نہ کردیں اور صحیح طور پر دین کی خدمت نہ کریں، اس وجہ سے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے بعد کے لئے اپنی پشت سے نیک بیٹے کا مطالبہ کیا تاکہ وہ دین کو زندہ رکھنے کے معاملے میں ان کی پیروی کرے، چنانچہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے یوں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کی طرف سے دین میں تبدیلی کردینے کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے جس سے اولاد نہیں ہوسکتی، تو مجھے اپنے

پاس سے کسی سبب کے بغیر کوئی ایسا وارث عطا فرما دے جو میرے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا وارث ہو (یعنی اسے اس قابل بنادے کہ اس کی طرف وحی کی جاسکے) اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اسے ایسا بنادے کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے اور تیرے حکم سے راضی ہو۔ [1] یاد رہے کہ جس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹے کے لیے دعا کی اس وقت آپ کی زوجہ کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔

﴿وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا: اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیٹے کے لیے جو دعا کی تھی اس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کے آخر میں فرمایا تھا کہ اسے اپنا پسندیدہ بندہ بنانا، اس میں بھی کئی راز پوشیدہ تھے۔ اس میں ہمارے لئے نصیحت یہ ہے کہ جب بھی اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک صالح اولاد کی دعا مانگی جائے، ورنہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دعا مانگی اور قبول ہوئی اور اولاد مل گئی مگر اسی اولاد نے جینا حرام کردیا ہو۔

سورۂ مریم کی آیت 5 اور 6 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)...... حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نیک صالح بیٹے کے لیے دعا کرنا دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنْیوی غرض سے۔

(2)...... انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے لہٰذا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔

(3)...... بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر غم کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦

ترجمۂ کنزالایمان: اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام

---

[1] ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٥-٦، ص٦٦٨.

کا کوئی نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔

﴿یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا ''اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو آپ کی طلب کے مطابق (آپ کے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا) وارث ہوگا، اس کا نام یحییٰ ہے اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا کہ اس کا نام یحییٰ رکھا گیا ہو۔ [1]

آیت ''یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ'' سے متعلق 3 باتیں

یہاں اس آیتِ مبارکہ سے متعلق 3 باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)......سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 39 میں ذکر ہوا کہ حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دعا مانگنے کے بعد فرشتوں نے انہیں حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بشارت دی اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بشارت دی، اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''ہوسکتا ہے کہ بشارت دو مرتبہ دی گئی ہو یعنی ایک مرتبہ **اللہ** تعالیٰ نے اور ایک مرتبہ فرشتوں نے بشارت دی ہو۔ [2]

(2)......اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان کا نام لے کر پکارا، اسی طرح دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بھی قرآنِ مجید میں ان کا نام لے کر پکارا گیا ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''قرآنِ عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں **محمد رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اَوصافِ جلیلہ واَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے (چنانچہ کہیں ارشاد فرمایا)

---

1 ......جلالين، مريم، تحت الآية: ٧، ص٢٥٤.

2 ......تفسير كبير، مريم، تحت الآية: ٧، ٧/٥١٢.

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ (1) اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا۔

(کہیں ارشادفرمایا)

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (2) اے رسول پہنچا جو تیری طرف اترا۔

(کہیں ارشادفرمایا)

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُۙ(۱) قُمِ الَّیْلَ (3) اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔

(کہیں ارشادفرمایا)

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ (4) اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو، لوگوں کو ڈرسنا۔

(کہیں ارشادفرمایا)

یٰسٓۚ(۱) وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِۙ(۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (5) اے یٰس !، یا، اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مُرسَلوں سے ہے۔

(کہیں ارشادفرمایا)

طٰهٰۚ(۱) مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى (6) اے طٰہٰ!، یا، اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا، بِالبداہت حضور سیّد المرسَلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔۔۔ امام عزّ الدین بن عبدالسّلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں ’’بادشاہ جب اپنے تمام اُمرا کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت، اے نائبِ سلطنت، اے صاحبِ عزت، اے سردارِ مملکت! تو کیا (اس بات میں) کسی طرح محلِ ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووَجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عَمائد واَراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔ (7)

(3)......اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام رکھ

---

(1)......احزاب:٤٥. (2)......مائدہ:٦٧. (3)......مزمل:١،٢.

(4)......مدثر:١،٢. (5)......یس: ١-٣. (6)......طه:١،٢.

(7)......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ٣٠/١٥٤-١٥٥۔

دیا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی یہ فضیلت عطا ہوئی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام بتادیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو مقام عطا کیا وہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑھ کر ہے کہ میثاق کے دن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محفل میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تذکرہ فرمایا، انسان کی تخلیق کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسمِ گرامی کو اپنے نام کے ساتھ عرش کے پایوں پر لکھ دیا اور ان کے اسمِ گرامی کے وسیلے سے جب حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیّت عطا فرمایا، حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے اپنی اولاد میں ہونے کی دعا مانگی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اسمِ مبارک بتا کر صدیوں پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دنیا میں تشریف آوری کی بشارت دی اور یہ وہ مرتبۂ عُظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ: عرض کی: اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب بیٹے کی خوشخبری سنی تو عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا کیونکہ میری بیوی نے اپنی اور میری جوانی کے زمانے میں بچہ نہیں جنا تو اب بڑھاپے کی حالت میں وہ کس طرح جنے گی اور میں بھی بڑھاپے

کی وجہ سے خشک لکڑی کی طرح سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔ [1]

یاد رہے کہ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس طرح عرض کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت پر کسی عدمِ یقین کا اظہار نہیں تھا بلکہ معلوم یہ کرنا تھا کہ بیٹا کس طرح عطا کیا جائے گا، کیا ہمیں دوبارہ جوانی عطا کی جائے گی یا اسی عمر میں بیٹا عطا کیا جائے گا۔

نوٹ: حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ کلام سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 40 میں بھی گزر چکا ہے۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْــٴًـا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔

﴿قَالَ كَذٰلِكَ: فرمایا ایسا ہی ہے۔﴾ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عرض کے جواب میں یہاں فرمایا گیا کہ بیٹا اسی حالت میں دیا جائے گا اور یہ میرے اوپر بہت آسان ہے کہ میں بڑھاپے کے عوارض دور کر کے آپ میں جوانوں کی سی قوت و توانائی پیدا کر دوں اور آپ کی بیوی کے مرض کو دور کر کے انہیں صحت عطا کر دوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے آپ کو اس وقت پیدا کر دیا جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو جو رب تعالیٰ معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہے وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾

---

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٨، ٥/٣١٦-٣١٧.

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دے دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہوکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے۔

﴾قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً: عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔﴿ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جب یہ بتادیا گیا کہ اسی عمر میں بیٹا عطا ہوگا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی بتادی جائے تاکہ میں اس وقت سے تیری اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے میں مشغول ہوجاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے لئے آپ کی زوجہ کے حاملہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آپ صحیح سالم ہونے کے باوجود اور گونگا ہونے کے بغیر تین دن رات لوگوں سے کلام نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی تھی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو گُنگ کی بیماری نہ ہوگی کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس بیماری سے محفوظ ہیں۔ نیز یہ نشانی بھی بڑی دلچسپ تھی کہ ذِکْرُ اللہ کریں تو بالکل آسانی سے ہوجائے اور لوگوں سے کلام فرمانا چاہیں تو نہ کرسکیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُؤثّرِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور بقیہ اَشیاء صرف اَسبابِ ظاہری ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو آگ سے پیاس بجھے اور پانی سے آگ لگے۔ آگ کا جلانا اور پانی کا پیاس بجھانا سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرنے سے ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۱۱﴾

1 ……روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۵/۳۱۷-۳۱۸، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۲۳۰، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔

﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ : پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے۔﴾ ایک دن حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس جگہ سے باہر نکلے جہاں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور لوگ محراب کے پیچھے انتظار میں تھے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہوں اور نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام باہر آئے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا: کیا حال ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو اور عادت کے مطابق فجر و عصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، اب حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے کلام نہ کرسکنے سے جان لیا کہ آپ کی بیوی صاحبہ حاملہ ہو گئی ہیں۔ (1)

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے یحیٰی! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرما دی تھی۔

﴿ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ : اے یحیٰی! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو۔﴾ حضرت یحیٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے بعد جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر دو سال ہوئی تو اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے یحیٰی! کتاب توریت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کرو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرما دی تھی جب کہ آپ کی عمر شریف تین سال کی تھی، اس وقت میں اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے آپ کو کامل عقل عطا فرمائی اور آپ کی

---

(1) ......خازن، مریم، تحت الآیة: ١١، ٣/٢٣٠، جلالین، مریم، تحت الآیة: ١١، ص ٢٥٤، ملتقطاً.

طرف وحی کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم و فراست اور عقل و دانش کا کمال، خوارقِ عادات (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات) میں سے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں، لہٰذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے حکمت یعنی توریت کا فہم اور دین میں سمجھ بھی مراد لی ہے۔ (1)

انسان کی پیدائش کا مقصد

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحم فرمائے، جب انہیں بچپن کی حالت میں بچوں نے کھیلنے کے لئے بلایا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (ان بچوں سے) کہا: کیا ہم کھیل کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ (ایسا نہیں ہے، بلکہ ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی ہم سے مطلوب ہے۔ جب نابالغ بچہ اس طرح کہہ رہا ہے تو) اس بندے کا قول کیسا ہونا چاہئے جو بالغ ہو چکا ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں پیدا کئے جانے کا اصلی مقصد یہ نہیں کہ ہم کھیل کود اور دُنْیَوی عیش و لذّت میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ ہماری پیدائش کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اسی چیز کو قرآنِ مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اور ارشاد فرمایا کہ

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

---

1 ......جلالین، مریم، تحت الآیۃ: ١٢، ص٢٥٤، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ١٢، ٣/٢٣٠، مدارك، مریم، تحت الآیۃ: ١٢، ص٦٦٩، تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ١٢، ٧/٥١٦-٥١٧، ملتقطاً.

2 ......ابن عساکر، حرف الیاء، ذکر من اسمہ یحیی، یحیی بن زکریا بن نشوی... الخ، ٦٤/١٨٣.

3 ......مومنون: ١١٥.

4 ......ذاریات: ٥٦.

اللہ تعالیٰ ہمیں فضول اور بیکار کاموں اور اُخروی تیاری سے غافل کر دینے والے اُمور سے بچنے اور ہمیں اپنی اطاعت وعبادت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی دی اور وہ (اللہ سے) بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔

﴿وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا: اور اپنی طرف سے نرم دلی دی ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی 3 صفات بیان فرمائی ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے نرم دلی عطا کی اور ان کے دل میں رِقَّت ورحمت رکھی تا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوگوں پر مہربانی کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی دعوت دیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزگی دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہاں پاکیزگی سے طاعت واخلاص مراد ہے۔ اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پاکیزگی سے مراد عملِ صالح ہے۔ (1)

(3)......وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رخسار مبارکہ پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔

حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نرم دلی اور رحمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نرم دلی اور رحمت ان الفاظ **''وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا''** کے ساتھ بیان فرمائی، اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نرم دلی اور امت پر شفقت ورحمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی

(1)......بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ۱۳، ۳/۱۵۹.
(2)......ال عمران: ۱۵۹.

ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں۔

اور ارشاد فرمایا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی کمال درجے کی نرم دلی، امت کی بھلائی کی حرص اور مسلمانوں پر شفقت و رحمت عطا کی ہے۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پاک کرنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنی طرف سے انہیں پاکیزگی دی۔ اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خوفِ خدا

اس آیت میں حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے، اس مناسبت سے یہاں حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خوفِ خدا کی تین روایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......توبہ:١٢٨.

(2)......ال عمران:١٦٤.

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم! میں تم سب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں۔ [1]

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبر کے کنارے بیٹھے اور اتنا روئے کہ آپ کی چشمانِ اقدس سے نکلنے والے آنسوؤں سے مٹی نم ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا ''اے بھائیو! اس قبر کے لئے تیاری کرو۔ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: جب آندھی اور بادل والا دن ہوتا تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ اقدس کا رنگ مُتَغَیَّر ہوجاتا اور آپ کبھی حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے اور کبھی واپس آجاتے، پھر جب بارش ہوجاتی تو یہ کَیفیّت ختم ہوجاتی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا ''(اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا) مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ بادل، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نہ ہو جو میری امت پر بھیجا گیا ہو۔ [3]

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور زبردست و نافرمان نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور وہ متکبر، نافرمان نہیں تھا۔

﴿وَبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ: اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔﴾ اس آیت میں حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مزید 3 صفات بیان کی گئی ہیں۔

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ماں باپ کے فرمانبردار اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے بعد والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی طاعت نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

---

1 ......بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۳/۴۲۱، الحدیث: ۵۰۶۳.

2 ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء، ۴/۴۶۶، الحدیث: ۴۱۹۵.

3 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۵۴۶، الحدیث: ۹۹۴.

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا(1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورتمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(3،2)......آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تکبر کرنے والے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نافرمان نہیں بلکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عاجزی وانکساری کرنے والے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنے والے تھے۔ یہاں جَبّار کے معنی متکبر کے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جَبّار وہ شخص ہوتا ہے جو غصہ میں مارے اور قتل کرے۔(2)

لفظ جبّار کے مختلف معانی

یادرہے کہ جبار کا لفظ جب مخلوق کیلئے آئے تو اس کا معنی متکبر ہوتا ہے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے آئے جیسے جبار اس کی صفت ہے تو اس کا معنی بالکل مختلف ہوتا ہے، جیسے ایک معنی ہے: وہ ذات جو اپنی مخلوق پر عالی ہے۔ دوسرا معنی ہے: وہ جو معاملات کو سدھار دیتا ہے۔ تیسرا معنی ہے: وہ جو اپنے ارادے میں غالب ہے۔ چوتھا معنی ہے: وہ کہ جس کی سلطنت میں اس کے حکم کے سوا کسی کا حکم نہ چل سکے۔ یہ سب معانی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شایانِ شان ہیں۔

تکبر سے بچنے کی فضیلت اور عاجزی کے فضائل

یہاں آیت میں بیان ہوا کہ حضرت یحیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تکبر کرنے والے نہیں تھے، اس مناسبت سے تکبر سے بچنے کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ تین چیزوں سے بَری تھا: تکبر، خیانت اور دَین (قرض)، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(3) نیز عاجزی کے فضائل پر مشتمل 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر نہ فخر کرے نہ کسی پر ظلم کرے۔(4)

---

1 ......بنی اسرائیل ٢٣.

2 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ١٤، ٣/ ٢٣٠.

3 ......ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغلول، ٣/ ٢٠٨، الحدیث: ١٥٧٨.

4 ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنّة واهل النار، ص١٥٣٣، الحدیث: ٦٤(٢٨٦٥).

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے دوسروں کو معاف کر دینے کی وجہ سے اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔''[1]

(3)......حضرت رَکْب مصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خوشخبری ہے اس کے لئے جو عیب نہ ہونے کے باوجود تواضع اختیار کرے، اور مسکینی کے بغیر خود کو ذلیل سمجھے، اور اپنا جمع کیا ہوا مال نیک کاموں میں خرچ کرے، اور بے سروسامان اور مسکین لوگوں پر رحم کرے اور علم و حکمت والے لوگوں سے میل جول رکھے، اور خوش بختی ہے اس کے لئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو، باطن اچھا ہو، ظاہر بزرگی والا ہو اور جو لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے، اور سعادت مندی ہے اس کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے، اپنی ضرورت سے زائد مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اور فضول گوئی سے رک جائے۔''[2] اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے بچنے اور عاجزی و انکساری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[3]

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾

ع ١٥ ۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہوگا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ: اور اس پر سلامتی ہے۔﴾ یعنی جس دن حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے اس دن ان کے لئے شیطان سے امان ہے کہ وہ عام بچوں کی طرح آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ چھوئے گا اور جس دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پائیں گے اس دن ان کے لئے عذابِ قبر سے امان ہے اور جس دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زندہ اٹھایا جائے گا اس دن ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے، وفات پانے

---

1 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص١٣٩٧، الحديث: ٦٩(٢٥٨٨).

2 ......معجم الكبير، باب الراء، ركب المصري، ٥/٧١، الحديث: ٤٦١٦.

3 ......تکبر سے بچنے اور عاجزی کے فضائل اور دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اور زندہ اٹھائے جانے کے یہ تینوں دن بہت وحشت ناک ہیں کیونکہ ان دنوں میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا، اس لئے ان تینوں مَواقع پر انتہائی وحشت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اِکرام فرمایا کہ انہیں ان تینوں مواقع پر امن وسلامتی عطا فرمائی۔[1]

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کہ انسان کو تین دنوں میں وحشت کا سامنا ہوتا ہے، جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر ایک نئی دنیا کا سامنا کرتا ہے اور وہ جب مرتا ہے تو ایسی قوم دیکھتا ہے جسے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا اور جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اپنے آپ کو ایک عظیم محشر میں پائے گا جس کی مثل اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان تینوں وقتوں میں امان وسلامتی کا مژدہ دیا۔[2] یاد رہے کہ سلامتی تو یقیناً ہر نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حاصل ہے لیکن بطورِ خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بشارت دینا ایک جداگانہ فضیلت رکھتا ہے۔

ولادت کے دن خوشی کرنے اور وفات کے دن غم کا اظہار نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اسی وجہ سے اہلسنّت وجماعت بارہ ربیع الاوّل کے دن اللہ تعالیٰ کے حبیب اور تمام اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کا دن مناتے ہیں اور اس دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود وسلام کی کثرت کرتے ہیں، نظم ونثر کی صورت میں آپ کی شان اور آپ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں۔ فی زمانہ کچھ لوگ اسی آیتِ مبارکہ کو بیان کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے دن بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اس لئے تم جس طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے میلاد کا دن خوشی کا اظہار کر کے مناتے ہو اسی طرح ان کی وفات کا دن بھی غم ظاہر کر کے منایا کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے اور اپنا فضل ورحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور چونکہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ١٥، ٣/٢٣٠-٢٣١.

[2] ......بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ١٥، ٣/١٥٩.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی اللہ تعالٰی کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی رحمت ہیں اس لئے جس دن اللہ تعالٰی نے ہمیں اپنا حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عطا کیا اس دن ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا میلا د مناتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان کے چرچے کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دنیا میں تشریف آوری کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی۔

﴿**وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو۔**﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان ہوا کہ انہیں بڑھاپے کی حالت میں اور زوجہ کے بانجھ ہونے کے باجود اللہ تعالٰی نے ایک نیک اور صالح بیٹا عطا فرمایا اور یہ واقعہ اللہ تعالٰی کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے، اب یہاں سے اللہ تعالٰی کی قدرت پر دلالت کرنے والا ایک اور انتہائی حیرت انگیز واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآنِ کریم میں حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنایئے تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو، جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی اور اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی شرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خَلْوَت میں بیٹھیں۔ [1]

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی شان

مریم کے معنی ہیں عابدہ، خادمہ۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بچپن سے بیتُ المقدس کی خادمہ تھیں اور وہاں رہ کر اللہ تعالٰی کی عبادت کیا کرتی تھیں اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے فضائل میں سے ہے کہ قرآنِ کریم میں عورتوں میں سے صرف آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا نامِ مبارک ذکر کیا گیا ہے، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی شان کے بارے میں

[1] ......مدارك، مريم، تحت الآية: ١٦، ص٦٦٩-٦٧٠.

سورۂ اٰلِ عمران میں فرمایا گیا

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم، بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے۔

نوٹ: حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی ولادت اور پرورش کے واقعات سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 35 تا 37 میں بیان ہوئے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عبادت و ریاضت کا ذکر آیت نمبر 43 میں کیا گیا ہے۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ﱎ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان (لوگوں) سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا۔

﴿ **فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا: تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا۔** ﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا خَلْوَت میں تشریف لے گئیں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کرلیا، اس وقت **اللہ** تعالٰی نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے سامنے نوجوان، بے ریش، روشن چہرے اور پیچ دار بالوں والے آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے انسانی شکل میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ان کے کلام سے مانوس ہو جائیں اور

[1] ......اٰل عمران: ٤٢.

ان سے خوف نہ کھائیں کیونکہ اگر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اپنی ملکوتی شکل میں تشریف لاتے تو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا خوفزدہ ہوجاتیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام سننے پر قادر نہ ہوتیں۔[1]

نوری وجود بشری صورت میں آسکتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نوری وجود بشری صورت میں آسکتا ہے۔ حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام فرشتہ ہیں، نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے، اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے (حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام) نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا، سیاہ زلفیں، سفید لباس، آنکھ، ناک، کان وغیرہ سب موجود ہیں، اس کے باوجود بھی وہ نور تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت داؤد عَلَیْہِمُ السَّلَام کے خدمات میں فرشتے شکلِ بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ[2]

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (حضرت ابراہیم نے) فرمایا، ”سلام“ (تم) اجنبی لوگ ہو۔)

(اور فرماتا ہے)

هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ[3]

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔)

(اور فرماتا ہے)

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ١٧، ص ٦٧٠، ملتقطاً.

2 ......ذاريات: ٢٤، ٢٥.

3 ......ص: ٢١، ٢٢.

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (1)

آ ئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاءِ کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے، غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔ (2)

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مریم بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

﴿قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ: مریم بولی: میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے خَلْوَت میں اپنے پاس ایک بے ریش نوجوان کو دیکھا تو خوفزدہ ہو گئیں اور فرمایا کہ میں تجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تم میں کچھ خدا خوفی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کلام سے آپ کی انتہائی پاکدامنی اور تقویٰ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے چیخ کر کسی اور کو آواز نہ دی بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگی تا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ ہو۔

1 ......عنکبوت: ۳۳.
2 ......رسائل نعیمیہ، رسالہ نور، ص ۷۸-۷۹۔

﴿ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ: کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا خوفزدہ ہوئیں تو اس وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک ستھرا اور پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

آیت ’’ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کسی کو بیٹا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اَولیاء اولاد دیتے ہیں، وغیرہ۔

(3)......اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اولاد عطا کرنے کی طاقت اور اجازت دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت واجازت سے اولاد عطا بھی کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا دینے کی طاقت اور اجازت دی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اجازت سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹا عطا کیا۔

قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا نہ میں بدکار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مریم نے کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

﴿ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ: کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟﴾ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹے کی خوشخبری دی تو آپ حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں: کسی عورت کے ہاں اولاد ہونے کا جو ظاہری سبب

ہے وہ مجھ میں پایا نہیں جا رہا کیونکہ نہ تو میرا کسی سے نکاح ہوا ہے اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ یاد رہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی یہ حیرانی اس وجہ سے نہ تھی کہ آپ اللّٰہ تعالٰی کی قدرت سے یہ کام بعید سمجھتی تھیں بلکہ آپ اس لئے حیران ہوئی تھیں کہ باپ کے بغیر اولاد کا ہونا خلافِ عادت تھا اور عادت کے برخلاف کام ہونے پر حیرت زدہ ہو جانا ایک فطرتی امر ہے۔

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی بنا دیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنا دیں) اور یہ ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

﴿قَالَ كَذٰلِكِ: جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔﴾ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: اے مریم! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، اللّٰہ تعالٰی کی مرضی یہی ہے کہ وہ آپ کو کسی مرد کے چھوئے بغیر ہی لڑکا عطا فرمائے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے رب عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے کہ آپ کو بغیر باپ کے بیٹا دینا میرے اوپر بہت آسان ہے، کیونکہ میں اَسباب اور واسطوں کا محتاج نہیں ہوں اور آپ کو اس طرح بیٹا دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی اور اپنی قدرت کی بُرہان بنا دیں اور اُن لوگوں کے لئے اپنی طرف سے ایک رحمت بنا دیں جو اِس کے دین کی پیروی کریں اور اِس پر ایمان لائیں اور یہ ایسا کام ہے جس کا اللّٰہ تعالٰی کے علم میں فیصلہ ہو چکا ہے جو کہ اب نہ رد ہو سکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے۔ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اطمینان ہو گیا اور ان کی پریشانی جاتی رہی تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے گریبان میں،،یا،، آستین میں،،یا،، دامن میں،،یا،، منہ میں دم کیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اللّٰہ تعالٰی کی قدرت سے اسی

وقت حاملہ ہوگئیں۔ (1)

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔

﴿ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا: پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کوحمل کے آثار ظاہر ہوئے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اِلہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی جائیں، اس لئے وہ بیتُ اللَّحم میں چلی گئیں۔

یوسف نجار کے سوال کا جواب

منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے حمل کا علم ہوا وہ ان کا چچازاد بھائی یوسف نجار تھا جو مسجد بیت المقدس کا خادم تھا اور بہت بڑا عابد شخص تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا حاملہ ہیں تو اسے نہایت حیرت ہوئی۔ وہ جب چاہتا کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائے تو اُن کی عبادت وتقویٰ، ان کا ہر وقت کا حاضر رہنا اور کسی وقت غائب نہ ہونا یاد کر کے خاموش ہوجاتا تھا اور جب حمل کا خیال کرتا تو اُن کو بَری سمجھنا مشکل معلوم ہوتا۔ بالآخر اُس نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے کہا کہ میرے دِل میں ایک بات آئی ہے ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پر نہ لاؤں مگر اب صبر نہیں ہوتا ہے، آپ اجازت دیجئے کہ میں کہہ گزروں تاکہ میرے دل کی پریشانی رفع ہو۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا کہ اچھی بات کہو۔ تو اُس نے کہا کہ اے مریم! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر بیج کے اور درخت بغیر بارش کے اور بچہ بغیر باپ کے ہوسکتا ہے؟ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا کہ ہاں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی وہ بغیر بیج ہی کے پیدا کی اور درخت اپنی

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۳/۲۳۱، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۶۷۰، روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۲۱، ۵/۳۲۳، ملتقطاً۔

قدرت سے بغیر بارش کے اگائے، کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یوسف نے کہا: میں یہ تو نہیں کہتا بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے، جسے کُن فرمائے وہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی بیوی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے اس کلام سے یوسف کا شُبہ رفع ہو گیا اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حمل کے سبب سے ضعیف ہو گئیں تھیں اس لئے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی نِیابت کے طور پر مسجد کی خدمت وہ سرانجام دینے لگا۔ (1)

مخلوقات کی پہلی پیدائش اللہ تعالیٰ نے فرمائی

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا فرمائیں ان تمام کی پہلی بار پیدائش اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے فرمائی اور اس کے بعد جن مخلوقات کی افزائش منظور تھی ان کی افزائش کے لئے ظاہری اَسباب مقرر فرمائے اور ان اَسباب کے ذریعے مخلوقات کی افزائش ہوئی، نیز اَسباب مقرر کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اِظہار کے لئے بعض مخلوقات کو ان کے ظاہری سبب کے بغیر پیدا فرمایا جیسے حضرت حوّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ کائنات میں اَشیاء کے پہلی بار وجود میں آنے سے متعلق یہ وہ مُعْتَدِل نظریہ ہے جو عقل اور شریعت کے عین موافق ہے جبکہ اس کے برعکس دَہْرِیّوں کے نظریات عقل و نظر کے صریح مخالف ہیں کہ ان کے نظریات کی رُو سے کسی شے کی کوئی ابتداء بنتی ہی نظر نہیں آتی۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزوں میں غور وفکر کرنا اور ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل تلاش کرنے کے لئے تحقیق اور جستجو کرنا بہت عمدہ کام ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت دلائل کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور یوں کفار کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کا اعتراف کرنے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی راہیں کھلتی ہیں اور مسلمانوں کا اپنے رب تعالیٰ پر ایمان مزید مضبوط ہوتا ہے۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۲۳۲.

وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا تو اس نے کہا: اے کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میں کوئی بھولی بسری ہوجاتی۔

﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ: پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔﴾ جب ولادت کا وقت قریب آیا اور درد کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کھجور کے ایک سوکھے درخت کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اب درد کی بھی شدّت تھی اور دوسری طرف مستقبل کے معاملات بھی تھے کہ اگرچہ میں تو مطمئن ہوں مگر لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی چنانچہ اسی پریشانی کی شدّت سے کہا کہ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی یا بھولی بسری ہوجاتی تاکہ یہ تمام معاملات پیش نہ آتے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے اس کھجور کے درخت کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بنادی ہے۔

﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ: تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا۔﴾ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے درد کی شدت سے مرنے کی تمنا کی تو اس وقت حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے وادی کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کرو، اللہ

عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے لیے آپ کے قریب ایک نہر بنادی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یا حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا، کھجور کا درخت سرسبز ہوکر پھل لایا اور وہ پھل پختہ اور رس دار ہوگئے ۔ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ ایک خشک نہر تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جاری کردیا اور کھجور کا خشک درخت سرسبز ہوکر پھل دار ہوگیا۔ [1]

وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔

﴿وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ: اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔﴾ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے کہا گیا کہ آپ جس سوکھے تنے کے نیچے بیٹھی ہیں اسے اپنی طرف حرکت دیں تو اس سے آپ پر عمدہ اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی حالت میں عورت کے لئے کھجور کھانا فائدہ مند ہے۔کھجور میں آئرن بہت ہوتا ہے جو بچے کی صحت وتندرستی میں بہت معاون ہوتا ہے، البتہ اس حالت میں کھجوریں اپنی طبعی حالت کو پیشِ نظر رکھ کر ہی کم یا زیادہ کھائی جائیں۔

حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کرم نوازی

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کے وقت سے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اپنی قدرتِ کاملہ کے کئی نظارے دکھا کر تسلی دی کہ دیکھو جو ذات تیرے لئے خشک نہر سے پانی جاری کرسکتی ہے اور خشک درخت سے پکی ہوئی کھجوریں ظاہر کرسکتی ہے وہ آئندہ بھی تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گی لہٰذا تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کرامتوں، عنایتوں، شفقتوں پر نظر کرو اور غم و پریشانی کا اِظہار مت کرو۔

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٢٤، ص ٦٧١، خازن، مريم، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٣٢، ملتقطاً.

فَكُلِيۡ وَاشۡرَبِيۡ وَقَرِّيۡ عَيۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِيۡۤ اِنِّيۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ۚ ﴿۲۶﴾

ترجمۂکنزالایمان: تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

ترجمۂکنزُالعِرفان: تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔

﴾ فَكُلِيۡ وَاشۡرَبِيۡ وَقَرِّيۡ عَيۡنًا :تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا سے فرمایا گیا کہ آپ کھجوریں کھائیں اور پانی پئیں اور اپنے فرزند حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں، پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ آپ سے بچے کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو اشارے سے اسے کہہ دیں کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوقوف کے جواب میں خاموش رہنا اور منہ پھیر لینا چاہئے کہ جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام کو افضل شخص کے حوالے کر دینا اَولیٰ ہے۔(1)

[illegible]

یاد رہے کہ پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے، البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے

(1)......خازن، مریم، تحت الآية: ۲۶، ۳/۲۳۳، مدارك، مريم، تحت الآية: ۲۶، ص ۶۷۱-۶۷۲، ملتقطاً.

ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صَومِ وصال (یعنی سحری اور افطار کے بغیر مسلسل روزہ رکھنے) اور چپ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔(1)

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْــٴًـا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾ۖۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی بولے اے مریم بیشک تو نے بہت بڑی بات کی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر عیسیٰ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تو بہت ہی عجیب وغریب چیز لائی ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ: پھر عیسیٰ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے بعد حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا انہیں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، جب لوگوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے تو وہ روئے اور غمگین ہوئے، کیونکہ وہ صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے اور کہنے لگے: اے مریم! بیشک تم بہت ہی عجیب وغریب چیز لائی ہو۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ عمران کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں حنہ بدکار عورت تھی تو پھر تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہو گیا۔(2)

﴿یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ: اے ہارون کی بہن!﴾ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو ان کی قوم کے لوگوں نے ہارون کی بہن کہا، اس ہارون سے کون مراد ہے اس کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ ہارون حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بھائی کا ہی

(1) ......مسند امام اعظم، باب العین، روایتہ عن عدی بن ثابت، ص ١٩٢.

(2) ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٢٧-٢٨، ٣/٢٣٣.

نام تھا۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت نیک وصالح شخص کا نام ہارون تھا اور اس کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے لیے آپ کو ہارون کی بہن کہا۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی ہی ہوں اگرچہ ان کا زمانہ بہت بعید تھا اور ایک ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا مگر آپ ان کی نسل سے تھیں اسی لئے ہارون کی بہن کہہ دیا۔ (1)

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا (۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ بولے: ہم اس سے کیسے بات کریں؟ جو ابھی ماں کی گود میں بچہ ہے۔

﴿فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔﴾ جب لوگوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے تفصیل پوچھنی چاہی تو چونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے وہ کیسے ہم سے بات کرے گا! کیا تم ہم سے مذاق کر رہی ہو؟ یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے بات کرنا شروع کی۔ (2)

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

---

1 ...خازن، مریم، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۲۳۳، مدارک، مریم، تحت الآیة: ۲۸، ص۶۷۲، ملتقطاً.

2 ...روح البیان، مریم، تحت الآیة: ۲۹، ۵/۳۳۰، خازن، مریم، تحت الآیة: ۲۹، ۳/۲۳۳-۲۳۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بچے نے فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

﴿**قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ: بیشک بچے نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔**﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے بات کرنا شروع کی اور فرمایا، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اگرچہ کلام کرکے اپنی والدہ ماجدہ سے تہمت کو دور کرنا تھا مگر آپ نے پہلے خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ قرار دیا تاکہ کوئی اُنہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی، اس لئے منصبِ رسالت کا تقاضا یہی تھا کہ والدہ کی برأت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کے جنابِ پاک میں لگائی جائے گی اور اسی سے وہ تہمت بھی اٹھ گئی جو والدہ پر لگائی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس مرتبۂ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے، بِالیقین اس کی ولادت اور اس کی فطرت نہایت پاک و طاہر بناتا ہے۔[1]

﴿**اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ: اس نے مجھے کتاب دی ہے۔**﴾ اس کتاب سے انجیل مراد ہے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ آپ والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کو توریت کا اِلہام فرمادیا گیا تھا اور جھولے میں تھے جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کردی گئی اور اس حالت میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام فرمانا آپ کا معجزہ ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔[2]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے چار بچوں کو چار چیزوں کے ساتھ فضیلت عطا کی

(1)......حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کنویں میں وحی کے ساتھ فضیلت دی۔

(2)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھولے میں کلام کرنے کے ساتھ فضیلت دی۔

(3)......حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فہم سے فضیلت دی۔

(4)......حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن میں نبوت عطا کرکے فضیلت دی۔

---

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ٣٠، ٣/٢٣٤.

2 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ٣٠، ٣/٢٣٤، مدارک، مریم، تحت الآیة: ٣٠، ص ٦٧٢، ملتقطاً.

اور سب سے عظیم فضیلت اور سب سے بڑی نشانی وہ ہے جو اللّٰہ تعالٰی نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ولادت کے وقت سجدہ فرمایا، اللّٰہ تعالٰی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سینے کو کشادہ فرمایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کے وقت حوروں اور فرشتوں کو خادم بنایا اور ولادت سے پہلے ہی عالَمِ اَرواح میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت سے سرفراز فرمادیا اور یہ عظمت وفضیلت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کا خاصہ ہے۔ (1)

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی براءت میں فرق

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر بہتان لگا تو ان کی عِفّت و پاکیزگی خود حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیان فرمائی۔ اب یہاں اللّٰہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجۂ مُطَہَّرہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ساتھ ہونے والا معاملہ ملاحظہ ہو، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت والد ماجد "سُرُوْرُ الْقُلُوْب فِیْ ذِکْرِ الْمَحْبُوْب" میں فرماتے ہیں "حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسٰی کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا، خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا، مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت و اِمتیاز ان کا بڑھائیں۔ (2)

وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﳚ(۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

---

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٣٠، ٥/ ٣٣٠.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ۳۰/ ۱۶۹۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

﴿ **وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے۔** ﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ مجھے نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کے لئے نفع پہنچانے والا، خیر کی تعلیم دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دینے والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور جب تک میں زمین پر زندہ رہوں تب تک اس نے مجھے نماز کا مُکَلَّف ہونے پر اسے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے قابل مال ہونے کی صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ [1]

[illegible]

حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے مبارک ہونے کا خود اعلان فرمایا جبکہ حضور پُرنور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی برکات کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ۳۱، ۳/۲۳۴، مدارك، مريم، تحت الآية: ۳۱، ص۶۷۲، ملتقطاً.

2 ......ال عمران: ۱۶۴.

3 ......توبه: ۱۲۸.

پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللّٰہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللّٰہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر رحمت وشفقت کی انتہا اور اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت و عبادت کی دعوت دینے کا جذبہ ایسا تھا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب!

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

سرِ دست یہ چند آیات ذکر کی ہیں ورنہ قرآنِ مجید میں سینکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکات کو بیان فرمایا ہے۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک آدمی زندہ ہے اور کوئی ایسا شرعی عذر نہیں پایا جا رہا جس سے عبادت ساقط ہو جائے تب تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکامات کا وہ پابند ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آکر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں رہی اور ہر حرام و ناجائز چیز ہمارے لئے مباح ہو چکی ہے۔ جب مخلوق

1 ...... النساء: ٦٤.

2 ...... کہف: ٦.

میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی اور سب سے مقرب ہستیوں یعنی اَنبیاء ورُسُل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں۔ ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں اور اس کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے دین مذہب اور ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریروں کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ٘ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا۔

﴿ وَبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ: اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے حق بات کے خلاف تکبر کرنے والا اور بدنصیب نہیں بنایا بلکہ عاجزی اور انکساری کرنے والا بنایا ہے۔

آیت ’’وَبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ بدکاری کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ کوئی بدکار عورت ہوتیں تو ایک معصوم رسول کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

(2)......حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے ماں کا مرتبہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی اُن سے حسنِ سلوک کا فرمایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فطرت کے اعتبار سے ہی ماں سے حسنِ

سلوک کرنے والا بناتا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بدعقیدگی، بدعملی، بدخلقی اور سخت دلی سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدہ اور بدعمل لوگ بد بخت ہوتے ہیں۔

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن وفات پاؤں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ: اور مجھ پر سلامتی ہو۔﴾ آخر میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ویسا ہی کلام کیا جو گزشتہ رکوع میں حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ میں جس دن پیدا ہوا اس دن مجھ پر سلامتی ہو، جس دن وفات پاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو۔ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ کلام فرمایا تو تمام لوگ خاموش ہو گئے اور ان کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ کے نیک، پرہیزگار ہونے پر یقین آ گیا کہ جو بچہ اس طرح کی باتیں کر رہا ہے اس کی والدہ ہمارے لگائے ہوئے الزامات سے بَری ہیں، اس کلام کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور دوبارہ اسی وقت کلام کیا جب دوسرے بچوں کی طرح بولنے کی عمر تک پہنچ گئے۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام ولادت، زندگی، وفات، حشر ہر جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امن میں رہتے ہیں۔

ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں یہ شک کررہے ہیں۔

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۳۳، ۳/۲۳۴.

﴿ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ: یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا تا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی اصل حقیقت واضح ہو، اب اس آیتِ مبارکہ سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق جو یہودی اور عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں اس کی وضاحت شروع کی گئی تا کہ اس بارے میں بھی اصل حقیقت واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق ان کے عقیدے کیا ہیں۔ یہودی تو مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جادوگر، ولدُ الزِّنا کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بیٹے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں جیسا کہ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ’’اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ‘‘ میں اللہ کا بندہ ہوں، اور یوں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تمام باطل نظریات کا رد کر دیا۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہوجا وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ’’ہوجا‘‘ تو وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

﴿ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ: اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔﴾ اس آیت مبارکہ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی اولاد سے اپنی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے اور وہ عیسائیوں کے لگائے گئے بہتان سے پاک ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ’’ہوجا‘‘ تو

وہ کام فوراً ہوجاتا ہے، اور جو ایسا قادرِ مُطْلَق ہو اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور اسے کسی کا باپ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہ راہ سیدھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

﴿ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ : **اور بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔**﴾ اس آیت میں مذکور کلام حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا ہے، چنانچہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا: بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی رب نہیں، تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کے جو اَحکامات میں نے تم تک پہنچائے یہ ایسا سیدھا راستہ ہے جو جنت کی طرف لے کر جاتا ہے۔ (1)

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں تو خرابی ہے کافروں کے لیے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا تو کافروں کے لئے خرابی ہے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

﴿ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ : **پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔**﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں حقیقتِ حال واضح ہوجانے کے باوجود لوگوں میں ان کے متعلق کئی فرقے بن گئے حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اپنی دودھ پینے کی عمر میں کلام کرنا اور کلام کرنے میں سب سے پہلے ہی اس اختلاف کی بیخ کنی کرنا کہ میں ایک بندہ ہوں، اور مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۲۳۵.

اور رسول ہیں۔

عیسائیوں کے مختلف فرقے اور ان کے عقائد

سورۂ نساء آیت 171 کی تفسیر میں تفسیر خازن کے حوالے سے مذکور ہو چکا کہ عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) ملکانیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ **یعقوبیہ اور ملکانیہ** حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کہتے تھے۔ **نسطوریہ** حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ **مرقوسیہ** فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین اُقْنُوم (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روحُ القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور روحُ القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کہ اُن کے نزدیک اِلٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ناسُوتیّت (یعنی انسانیت) اور اُلُوہیّت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی "تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا" (اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے) یہ فرقہ بندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بَوْلَس تھا، اُس نے اُنہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔ [1]

البتہ تفسیر مدارک میں سورۂ مریم کی اسی آیت کے تحت عیسائیوں کے تین فرقوں کا ذکر ہے اور اس میں ملکانیہ فرقے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، مخلوق ہیں اور نبی ہیں۔ [2]

نیز صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْه نے بھی اسی مقام پر تین فرقوں کا ذکر کیا ہے اور ملکانیہ فرقے کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ فرقہ مومن تھا۔ [3]

﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا: تو کافروں کے لئے خرابی ہے۔﴾ یعنی ان گروہوں میں سے جو کافر ہیں جب یہ قیامت کے بڑے دن حاضر ہوں گے تو ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

---

1 ……خازن، النساء، تحت الآية: ١٧١، ١/٤٥٤.

2 ……مدارك، مريم، تحت الآية: ٣٧، ص٦٧٣.

3 ……خزائن العرفان، مریم، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۵۷۴۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ: اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جب کافر ہمارے پاس حاضر ہوں گے تو اس دن خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں حق کے دلائل کو نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کو نہیں سنا تو اُس دن کا دیکھنا اور سننا انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ کلام ڈرانے کے طور پر ہے کہ اس دن (وہ اپنے بارے میں) ایسی ہولناک باتیں سنیں اور دیکھیں گے جن سے ان کے دل پھٹ جائیں گے، لیکن آج دنیا میں ظالم کھلی گمراہی میں ہیں، نہ حق دیکھتے ہیں نہ حق سنتے ہیں بلکہ بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اِلٰہ اور معبود ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے بندہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

وقف لازم

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ نہیں مانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔

﴿وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کو اس دن سے ڈرائیں جس میں لوگ حسرت کریں گے، غمزدہ ہوں گے اور نیک و بد تمام لوگ پچھتائیں

گے اور اس دن اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا کر موت کو بھی ذبح کر دیا جائے گا کہ اب ہر شخص ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ رہے اور کسی کو موت نہ آئے ، انہیں ایسا سخت دن درپیش ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس دن کے لئے کچھ فکر نہیں کرتے اور نہ ہی اس دن کو مانتے ہیں ۔[1]

قیامت کے دن کی اس کیفیت کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' (جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں رہ جائیں گے تو) موت کو ایک سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا: اے اہلِ جنت! پس وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو ان سے کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! جانتے ہیں، یہ تو موت ہے (کیونکہ سب اسے مرتے وقت دیکھ چکے ہوں گے) پھر کہا جائے گا: اے دوزخیو! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر موت (کے مینڈھے) کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا (اور اسے ذبح کرکے) کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے اور (اس میں کسی کے لئے) موت نہیں ہوگی۔ اے اہلِ جہنم! تم نے دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے اور اب تمہیں موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔''

اور ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا (کہ دنیا کا شیدائی غفلت میں ہے)۔[2]

اس آیت میں قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ ایسا دن ہے جس میں لوگ حسرت کریں گے اور پچھتائیں گے اور لوگوں کا حال بیان ہوا کہ وہ اس دن کی تیاری سے غافل ہیں اور اس دن کو ماننے پر تیار نہیں، ان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالٰی ہے:

1 ......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٣٩، ٥/٣٣٥، مدارك، مريم، تحت الآية: ٣٩، ص٦٧٤، ملتقطاً.

2 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب النار يدخلها الجبارون... الخ، ص١٥٢٦، الحديث: ٤٠(٢٨٤٩).

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَاۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔خبردار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

اوران کا انجام بیان کرتے ہوئے ارشادفرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَۙ(۷) اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے ہیں اوراس پر مطمئن ہوگئے ہیں اوروہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ان لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کے بدلے میں دوزخ ہے۔

لہٰذاہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ حسرت وپچھتاوے اورعذاب کا دن آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت میں اپنی زندگی بسر کرنا شروع کردے اورقرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو اَحکامات دیئے ان کی پیروی میں لگ جائے، چنانچہ اسی چیز کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(۵۴) وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَۙ(۵۵) اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِیْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرواوراس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پرعذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔اورتمہارے رب کی طرف سے جوبہترین چیزتمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔

1 ......انعام:۳۱۔

2 ......یونس: ۷،۸۔

جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ [1] (پھر ایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اُخروی تیاری کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَیْهَا وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ۠ (۴۰)

ع ۲ ۲۵ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور وہ ہماری ہی طرف پھریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور ہماری ہی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَیْهَا: بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت سب کچھ فنا ہو جائے گا اور میری ذات کے سوا کوئی باقی رہے گا نہ کسی کی ظاہری ملکیت باقی ہوگی (اور جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو) انہیں ہماری ہی طرف لوٹایا جائے گا اور ہم انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں گے۔[2]

گناہگاروں کے لئے ڈر

اس آیت میں گناہگاروں کے لئے عظیم ڈر اور تنبیہ ہے کہ دنیا میں انہوں نے جس رب تعالیٰ کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کے دیئے ہوئے اَحکامات کو پامال کیا ہے قیامت کے دن انہیں اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور اسی کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا تو گناہگار لوگ اپنے اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی جزا پر خود ہی غور کر لیں کہ وہ کیا ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا رحم نہ فرمایا اور ان کے گناہوں کو نہ بخشا تو انہیں جہنم کے انتہائی دردناک عذابات سہنے پڑیں گے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب

1 ......زمر ٥٤-٥٦.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٤٠، ص ٦٧٤.

کے لئے پیش ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال کی اصلاح کر لے تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھی جزا ملے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ﱟ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اس سورت کا (بنیادی) مقصد توحید، رسالت اور حشر کو بیان کرنا ہے اور توحید کا انکار کرنے والے وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو (اپنا) معبود مانتے تھے، پھر ان لوگوں کے بھی دو گروہ تھے، ایک گروہ زندہ اور عقل وفہم رکھنے والے انسان کو معبود مانتا تھا اور یہ عیسائیوں کا گروہ ہے، اور ایک گروہ بے جان اور عقل وفہم نہ رکھنے والی جَمادات کو معبود مانتا تھا اور یہ بتوں کے پجاریوں کا گروہ ہے اور یہ دونوں گروہ اگرچہ گمراہی میں مُشترک تھے لیکن دوسرا گروہ (پہلے کے مقابلے میں) زیادہ گمراہ تھا، چنانچہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کی گمراہی بیان فرمائی اور اب یہاں سے دوسرے گروہ کی گمراہی بیان فرما رہا ہے، چنانچہ جب حضرت زکریا اور حضرت عیسیٰ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واقعے کا اختتام ہوا تو گویا کہ ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ نے حضرت زکریا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا حال ذکر کر دیا اور اب حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا حال بیان کریں۔ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا حال بیان کرنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اس بات سے واقف تھے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کتابوں کا مطالعہ کرنے اور پڑھنے لکھنے میں مشغول نہ تھے تو جب آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ واقعہ کسی کمی زیادتی کے بغیر جیسا واقع ہوا تھا ویسا ہی بیان کر دیا تو یہ غیب کی خبر ہوئی اور سیّد المرسلین صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ (کا غیب کی خبر دینا آپ) کی نبوت کی دلیل اور آپ کا معجزہ ہوا۔ [1]

یہاں بطورِ خاص حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے

1 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ٤١، ٧/٥٤١.

مشرکین اپنے آپ کو مِلّتِ ابراہیمی کے پیروکار کہتے تھے، اس میں انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ اگر تم ملت ابراہیمی کے پیروکار ہو تو بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تمہارے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ اگر تم ملت ابراہیمی پر قائم ہو تو ان کے دین کو اپناؤ اور بت پرستی چھوڑ دو۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا: بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صِفات بیان کی جارہی ہیں کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ سچ بولتے تھے اور نبوت کے مرتبے پر بھی فائز تھے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ صدیق کے معنی ہیں کثیرُ التَّصدیق یعنی جو اللہ تعالٰی اور اس کی وحدانیت کی، اس کے اَنبیاء اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اور مرنے کے بعد اُٹھنے کی تصدیق کرے اور اَحکامِ الٰہیہ بجالائے وہ صدّیق ہے۔ (1)

یاد رہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے ہونے کے وصف کو بطورِ خاص بیان کرنے کی یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ بعض لوگوں کو چند واقعات کی وجہ سے شُبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام ان مَواقع پر حقیقت کے مطابق نہیں تھا۔ ان کی تفہیم کیلئے بطورِ خاص آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سچا فرمایا گیا۔

نبی، صدیق اور ولی میں فرق

یہاں آیت کی مناسبت سے صدیق اور نبی میں اور صدیق اور ولی میں فرق ملاحظہ ہو، چنانچہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ہر نبی صدیق ہے لیکن اس کا عکس نہیں (یعنی ہر صدیق نبی نہیں، اسی طرح) ہر صدیق ولی ہے لیکن اس کا عکس نہیں (یعنی ہر ولی صدیق نہیں) کیونکہ صِدِّیْقِیَّت کا مرتبہ نبوت کے مرتبے کے نیچے (اور اس کے قریب) ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنبیاء اور رسل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد صدیقیت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ

(1) ……خازن، مريم، تحت الآية: ٤١، ٣/٢٣٦.

(2) ……صاوی، مريم، تحت الآية: ٤١، ٤/١٢٣٧.

عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بت پرست (عُرفی) باپ آزر سے فرمایا ''عبادت معبود کی انتہائی تعظیم ہے اور اس کا وہی مستحق ہوسکتا ہے جو اوصاف وکمال والا اور نعمتیں دینے والا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس لئے عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے، جبکہ تم جن بتوں کی عبادت کررہے ہو ان کا حال یہ ہے کہ یہ نہ تو سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی تمہارے کسی کام آسکتے ہیں بلکہ یہ خود تمہارے محتاج ہیں کہ اپنی جگہ سے دوسری جگہ بھی نہیں جاسکتے اور تم نے خود انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تو ایسی ناکارہ اور لاچار مخلوق کی عبادت کرنا اور اس کے سامنے اپنا سر جھکانا اور اس سے کسی بھی قسم کے نفع نقصان کی امید رکھنا انتہائی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ تھے یا نہیں؟

قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی سے منع کیا اور سورۂ اَنعام کی آیت نمبر 74 میں اس کا نام آزر بھی مذکور ہے، اب حل طلب معاملہ یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ تھا یا نہیں، چنانچہ اس کے بارے مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ تھا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام تارح ہے اور اس کا لقب آزر ہے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قومی زبان میں

ان کے باپ کا نام تارخ تھا اور دوسری زبانوں میں تارخ کو آزر بولا جاتا تھا، بعض کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ کا نام نہیں بلکہ قوم کے بڑے بت کا نام آزر تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کا نام تارخ تھا جبکہ آزر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام تھا اور بڑوں کی یہ عادت معروف تھی کہ وہ چچا کو باپ کہہ کر پکارتے تھے۔ اور یہ آخری بات ہی درست ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حقیقی باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نور پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے رحموں کی طرف مُنْتَقِل ہوا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آبا وَ اَجداد سے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حقیقی والد کفروشرک کی نجاست سے آلودہ کیسے ہوسکتے ہیں، چنانچہ علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علماءِ اہلسنّت میں سے ایک جَمِّ غفیر کی رائے یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا والد نہ تھا کیوں کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آبا وَ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے کہ ''میں ابتدا ہی سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں مُنْتَقِل ہوتا چلا آیا ہوں جبکہ مشرک تو نَجَس ہیں۔ اور امام رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا مذہب ہے درست نہیں۔ امام رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اچھی طرح چھان بین نہیں کی اس لیے ان سے یہ غلطی ہوگئی۔ علماءِ اہلسنّت کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام ہے اور ''اَبْ'' کا لفظ چچا کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے۔ [1]

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے ''**مَسَالِکُ الْحُنَفَاءُ**'' میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآنِ کریم میں ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) ''**نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا**'' اس میں حضرت اسماعیل (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کو حضرت یعقوب (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ آپ عَم (یعنی چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو اَب (یعنی باپ) فرمایا، چنانچہ

1 ......روح المعاني، الانعام، تحت الآية: ٧٤، ٤/٢٥٣.

ارشاد کیا ”رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ “اور یہاں اَبِیْ سے حضرت عباس (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) مراد ہیں۔[1] لٰہذا ثابت ہوا کہ آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے باپ (آزر) سے ان کا چچا مراد ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا۔

﴿ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ: اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک میرے پاس میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی معرفت کا وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، تو تُو میرا دین قبول کر کے میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا جس سے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی اس منزل تک پہنچ سکے گا جو مقصود ہے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جس علم کا ذکر ہوا اس کے بارے میں ایک قول تفسیر میں ذکر ہوا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس علم سے مراد وہ وحی ہے جو فرشتہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لے کر آتا تھا، ،یا، ،اس سے مراد آخرت کے اُمور اور اُخروی ثواب وعذاب کا علم ہے ،،یا،، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ ہونے اور صرف اسی کے عبادت کا مستحق ہونے کا علم ہے۔[2] اِن اَقوال میں باہم کوئی تضاد نہیں ہے کہ حقیقت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ سارے علوم عطا کئے گئے۔

1 ......خزائن العرفان، الانعام، تحت الآیۃ: ۷۴، ص۲۶۱۔
2 ......البحر المحيط، مريم، تحت الآية: ٤٣، ٦/١٨٢.

آیت ” یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ “ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اگر کوئی شخص عمر میں بڑا ہو اور اسے دین کا علم حاصل نہ ہو جبکہ اس کی اولاد یا قریبی عزیزوں میں سے کوئی عمر میں اگرچہ چھوٹا ہے لیکن وہ دین کا علم رکھتا ہو تو اس سے علمِ دین سیکھنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

(2)......اگر چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو کوئی اچھی نصیحت کرے تو چھوٹی عمر کی وجہ سے اس کی اچھی نصیحت کو نظر انداز کرنے کی بجائے اسے قبول کرنا چاہئے۔

یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا دوست ہو جائے۔

﴿ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ: اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر سے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ تو شیطان کا بندہ نہ بن اور اس کی فرمانبرداری کر کے کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو، بیشک شیطان رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا بڑا نافرمان ہے اور نافرمان کی اطاعت کا انجام یہ ہے کہ یہ اطاعت کرنے والے کو بھی نافرمان بنا دیتی ہے اور نعمت سے محروم کر کے مشقت و عذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔[1]

﴿ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ: اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آزر سے مزید فرمایا:

1......خازن، مریم، تحت الآیة: ٤٤، ٣/٢٣٦، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٤٤، ٥/٣٣٦، ملتقطاً.

مجھے ڈر ہے کہ اگر تو رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتے اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کفر کی حالت میں ہی مر گیا تو تجھے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے گا اور تو لعنت میں اور جہنم کے عذاب میں شیطان کا رفیق اور دوست بن جائے گا۔[1]

سورۂ مریم کی آیت نمبر 44 اور 45 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے کی پیروی کرنا بندے کے نافرمان بننے کا ایک سبب ہے لہٰذا ایسے لوگوں کی پیروی کی جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں۔

(2)......بندے کو چاہئے کہ اگر اس کے اہلِ خانہ یا عزیز رشتہ داروں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے یا عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں تو انہیں احسن انداز میں اس کی ترغیب دے اور اس حوالے سے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرائے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھے چھوڑ دے۔

﴿**قَالَ:** بولا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی لطف آمیز نصیحت اور دل پذیر ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا اور وہ اس کے جواب میں بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو بتوں کی مخالفت کرنے، اُنہیں برا کہنے اور اُن کے عیب بیان کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصۂ دراز کیلئے مجھ سے کلام کرنا

1......خازن، مریم، تحت الآیة: ۴۵، ۳/۲۳۶، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ۴۵، ۵/۳۳۶، ملتقطاً.

چھوڑ دے تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہے۔[1]

نیکی کی دعوت دینے والوں کے لئے اہم درس

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نصیحت کرنے کا انداز اور ان کے جواب میں آزر کا طرزِ عمل اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے اس لئے بیان فرمایا تاکہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دل ہلکا ہو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جان جائیں کہ جاہلوں کا یہ مذموم طرزِ عمل (کوئی آج کا نہیں بلکہ) عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔[2]

اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی درس ہے جو دینِ اسلام اور اس کے اَحکام کی دعوت دینے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں کہ اگر اس دوران انہیں کسی کافر یا کسی مسلمان کی طرف سے کسی ناقابلِ برداشت سلوک کا سامنا کرنا پڑے تو وہ رنجیدہ ہو کر اس فریضہ کی بجا آوری کو چھوڑ نہ دیں بلکہ ایسے موقع پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات کو یاد کریں کہ ان بزرگ ترین ہستیوں نے کس طرح اسلام کی دعوت دی اور انہیں نافرمان اور سرکش کفار کی طرف سے کیسی کیسی اَذِیَّتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اُنہوں نے تمام تر تکلیفوں کے باوجود دینِ اسلام کی دعوت دینے کو نہیں چھوڑا تو ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے دینِ اسلام اور اس کے احکام کی دعوت دینا نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے اِنْ شَآءَ اللہ دل کو تسلی ملے گی اور اسے مزید تَقْوِیَت حاصل ہوگی۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٤٦، ٣/٢٣٧.

2 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیۃ: ٤٦، ٧/٤٤٥.

بڑا مہربان ہے۔

﴿ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ :فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کا جواب سن کر فرمایا ''تجھے دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگوں گا کہ وہ تجھے توبہ اور ایمان کی توفیق دے کر تیری مغفرت فرما دے، بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔(1)

آزر کے لئے دعائے مغفرت کا وعدہ کرنے کی وجہ:

حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کے لئے جو مغفرت کی دعا فرمائی اس کا ذکر سورۂ شُعراء کی آیت نمبر 86 میں ہے اور یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اپنے چچا آزر سے یہ کہنا کہ ''عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا'' اس وجہ سے تھا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اس کے ایمان لانے کی تَوَقُّع تھی اور جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر اس کا ایمان نہ لانا واضح ہو گیا تو اس کے بعد آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آزر سے بیزار ہو گئے اور پھر کبھی اس کے لئے مغفرت کی دعا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُؕ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت آہ و زاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ﳲ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٤٧، ٣/٢٣٧.

2 ......توبہ: ١١٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ایک کنارے ہوجاؤں گا تم سے اوران سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہواور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بد بخت نہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہوان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بد بخت نہ ہوں گا۔

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ: اور میں تم لوگوں سے جدا ہوتا ہوں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ میں بابل شہر سے شام کی طرف ہجرت کر کے تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہوان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اور مجھ پر احسان فرمائے۔ پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے فرمایا: قریب ہے کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی وجہ سے بد بخت نہ ہوں گا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے تم بتوں کی پوجا کر کے بدنصیب ہوئے، خدا کے پَرَسْتار کے لئے یہ بات نہیں کیونکہ اس کی بندگی کرنے والا بد بخت اور محروم نہیں ہوتا۔ [1]

آیت ”وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... کافروں، بد مذہبوں کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ نشست برخاست رکھنے سے بچنا چاہئے، جیسے یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے کافر چچا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

(2)...... اپنا دین نہیں چھپانا چاہئے جیسے یہاں ذکر ہوا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دین صاف اور واضح طور پر بیان کر دیا کہ وہ صرف اس اللہ تعالٰی کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا خالق ہے۔

(3)...... اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے والا بدنصیب نہیں ہوسکتا بلکہ بدنصیب تو وہ ہے جو اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے۔

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٤٨، ٣/٢٣٧، مدارك، مريم، تحت الآية: ٤٨، ص٦٧٦، ملتقطاً.

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ابراہیم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی وہ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔

﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ: پھر جب ابراہیم لوگوں سے جدا ہو گئے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ پھر جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کر کے لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن بتوں کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد پوتے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عطا کئے تاکہ وہ ان سے اُنْسِیَّت حاصل کریں اور ان سب کو ہم نے مقامِ نبوت سے سرفراز فرما کر احسان فرمایا۔[1]

یاد رہے کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑے ہیں، لیکن چونکہ حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد ہیں، اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا گیا۔

آیت ’’فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 2 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف اتنی دراز ہوئی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے پوتے

1 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۴۹، ۳/۲۳۷، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۴۹، ص۶۷۶، ملتقطاً۔

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کرنے اور اپنے گھر بار کو چھوڑنے کی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ جزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے اور پوتے عطا فرمائے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع ٣ / ٦

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کے لیے سچی بلند ناموری رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا : اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی عظیم ترین نعمت نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وسیع رزق اور اولاد عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی کہ ہر دین والے مسلمان ہوں خواہ یہودی یا عیسائی سب ان کی ثنا و تعریف کرتے ہیں اور مسلمانوں میں تو نمازوں کے اندر ان پر اور ان کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے۔(1)

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور آزر کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

اس واقعے سے چار باتیں معلوم ہوئیں

(1)......حق کی طرف ہدایت دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور اچھے اَخلاق والا ہو کیونکہ عام طور پر جو بات سختی سے کہی جاتی ہے، سننے والا اس سے منہ پھیر لیتا ہے البتہ جہاں سختی کا موقع ہو وہاں اُسی کو بروئے کار لایا جائے۔

(2)......اپنے سے بڑے مرتبے والے کی پیروی کی جائے۔ یاد رہے کہ اطاعت و فرمانبرداری میں سے سب سے بڑا مرتبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے اور صحابہ و ائمۂ دین کی پیروی بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہی پیروی ہے۔

(3)......جو شخص دنیا و آخرت میں ظاہری و باطنی سلامتی چاہتا ہے وہ برے ساتھیوں اور بد مذہب لوگوں سے جدا ہو جائے۔

---

(1)......خازن، مریم، تحت الآیة: ٥٠، ٣/٢٣٧، مدارك، مریم، تحت الآیة: ٥٠، ص٦٧٦، ملتقطاً.

(4)......جو شخص **اللہ** تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز چھوڑ دے تو **اللہ** تعالیٰ اسے اس چیز سے بہت بہتر اور زیادہ پسندیدہ بدل عطا فرماتا ہے اور اس سے پہلی چیز کے چھوٹنے پر ہونے والی وحشت اُنْسِیَّت میں بدل جاتی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى٘ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ چنا ہوا بندہ تھا اور وہ نبی رسول تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صِفات بیان کی گئیں اور اب یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان فرمائی جارہی ہیں، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ **خلیلُ اللہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان کرنے کے بعد اب **کلیمُ اللہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بیان کی جارہی ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پانچ صفات

اس رکوع میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں۔

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے اور برگزیدہ بندے تھے۔

(2)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول و نبی تھے۔

(3)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے **اللہ** تعالیٰ نے کلام فرمایا۔

(4)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا قرب بخشا۔

(5)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خواہش پر آپ کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اسی لئے ان کا ذکر حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے فرمایا تا کہ دادا اور پوتے کے ذکر میں فاصلہ نہ ہو۔[1] ورنہ حضرت اسماعیل

[1]......روح المعاني، مريم تحت الآية: ۵۱، ۸/۵۵۹.

عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے بہت پہلے کے ہیں۔

وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے اپنا راز کہنے کیلئے مقرب بنایا۔

﴿وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ: اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا۔﴾ طور ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر اور مَدْیَن کے درمیان ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو مدین سے آتے ہوئے طور کی اس جانب سے جو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے دائیں طرف تھی ایک درخت سے ندا دی گئی

یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پالنے والا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کلیمُ اللہ کے شرف سے نوازے گئے۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو مرتبۂ قرب عطا فرمایا گیا، حجاب اٹھا دیئے گئے یہاں تک کہ آپ نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی قدر و منزلت بلند کی گئی۔ (2)

یہاں اللہ تعالیٰ کے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے مقام و مرتبے کا فرق ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے کوہِ طور پر جو کلام فرمایا اسے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے سب پر ظاہر فرما دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات لامکاں میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے جو کلام فرمایا وہ کسی کو نہ بتایا بلکہ یہ ارشاد فرما کر سب سے چھپا دیا کہ

1 ......قصص: ۳۰.

2 ......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۵۲، ۳/۲۳۷-۲۳۸.

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** پھراس نے اپنے بندے کووحی فرمائی جواس نے وحی فرمائی۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (نبی)۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا: اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی۔[2]

آیت ’’وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......نبوت کسبی نہیں یعنی اپنی کوشش سے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے صرف اسے ملتی ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا ایسا مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے صدقے ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا فرما دی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی عظمت کا پتہ لگا کہ ان کی دعا سے وہ نعمت ملتی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہ ہو تو اگر ان کی دعا سے اولاد یا دنیا کی دیگر نعمتیں مل جائیں تو کیا مشکل ہے۔ البتہ اب ختمِ نبوت ہو چکی تو اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ

---

1 ......النجم: ١٠.

2 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٥٣، ٣/٢٣٨.

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا۔

﴿وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو۔﴾ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند ہیں اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے ہیں۔ اس آیت میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو وصف بیان کئے گئے۔

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وعدے کے سچے تھے۔ یاد رہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وعدے کے سچے ہی ہوتے ہیں مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس وصف میں بہت زیادہ ممتاز تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کوئی شخص کہہ گیا جب تک میں نہیں آتا آپ یہیں ٹھہریں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے انتظار میں 3 دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اسی طرح (جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنے لگے تو) ذبح کے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، اس وعدے کو جس شان سے پورا فرمایا اُس کی مثال نہیں ملتی۔ [1]

(2)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غیب کی خبریں دینے والے رسول تھے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رسول اور نبی فرمایا گیا ہے، اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تردید کرنا مقصود تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ نبوت صرف حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے ہے اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی نہیں ہیں۔

اوپر بیان ہوا کہ حضرت اسماعیل کسی جگہ پر 3 دن تک ایک شخص کے انتظار میں ٹھہرے رہے، اسی طرح کا ایک واقعہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بھی اَحادیث کی کتابوں میں موجود ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ٥٤، ٣/٢٣٨.

بن ابوالحمساء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: بِعْثَت سے پہلے میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی چیز خریدی اوراس کی کچھ قیمت میری طرف باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لاکر دیتا ہوں، میں بھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا، میں گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی جگہ موجود تھے۔ ارشاد فرمایا ''اے نوجوان! تو نے مجھے تکلیف دی ہے، میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔[1]

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کو پسند تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا۔

﴿ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ: اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے گھر والوں اور اپنی قوم جرہم کو جن کی طرف آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مبعوث تھے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی طاعت واَعمال، صبر و اِستقلال اور اَحوال و خِصال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے بڑے پسندیدہ بندے تھے۔

اہل خانہ کو نماز کی تلقین کرنا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے

سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مختلف مواقع پر اپنے اہلِ خانہ کو نماز وغیرہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ خانہ پر کوئی تنگی آتی تو آپ انہیں نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔[2]

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ خانہ کو کوئی حاجت پہنچتی تو آپ اپنے اہلِ خانہ کو ندا فرماتے: اے اہلِ خانہ! نماز پڑھو، نماز پڑھو۔[3]

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی العدۃ، ۴/۴۸۸، الحدیث: ۴۹۹۶۔

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۲۵۸، الحدیث: ۸۸۶۔

3 ......الزہد لابن حنبل، ص۳۵، الحدیث: ۴۹۔

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آٹھ ماہ تک حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے ’’اَلصَّلَاةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا‘‘ نماز پڑھو، اللّٰہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اللّٰہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔ (1)

معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا اللّٰہ تعالیٰ کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے لٰہذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے گھر والوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیں اور اس کے علاوہ ان تمام کاموں کا بھی حکم دیں جو جہنم سے نجات ملنے کا سبب ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللّٰہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

نمازِ فجر کے لئے جگانا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے، چنانچہ حضرت ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نمازِ فجر کیلئے نکلا تو آپ جس سوتے ہوئے شخص کے پاس سے گزرتے اُسے نماز کیلئے آواز دیتے یا اپنے پاؤں مبارک سے ہلا دیتے۔ (3) لٰہذا جو خوش نصیب انسان کسی کو فجر کی نماز کے لئے جگاتا ہے تو وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس ادا کو ادا کر رہا ہے۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّاۗۙ(۵۶)

---

1 ……ابن عساكر، حرف العين، حرف الطاء في آباء من اسمه علي، علي بن ابي طالب... الخ، ٤٢/١٣٦.

2 ……تحريم:٦.

3 ……ابو داؤد، كتاب التطوّع، باب الاضطجاع، ٣٣/٢، الحديث: ١٢٦٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ہماری اس کتاب میں حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمائیں، بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مختصر تعارف

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام اخنوخ ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والد حضرت شیث بن آدم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کو سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا بھی آپ ہی سے ہوئی، آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علمِ نُجوم اور علمِ حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں اور یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللّٰہ تعالٰی نے آپ پر تیس صحیفے نازِل کئے اور اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا کثرت سے درس دینے کی وجہ سے آپ کا نام ادریس ہوا۔ [1]

درسِ قرآن اور درسِ علمِ دین کے فضائل

حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا کثرت سے درس دیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی کی کتاب کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، اس مناسبت سے یہاں قرآنِ مجید کا درس دینے کی فضیلت اور علمِ دین کا درس دینے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو لوگ اللّٰہ تعالٰی کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں اور وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کو اس کا

1......خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٥٦، ٣/٢٣٨، مدارك، مریم، تحت الآیۃ: ٥٦، ص٦٧٧، روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٥٦، ٥/٣٤١، ملتقطاً.

درس دیتے ہیں تو اُن پر سکون نازل ہوتا ہے، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں میں فرماتا ہے۔[1]

(2)......حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ عالم جو صرف فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا پھر لوگوں کو علمِ دین سکھاتا ہے اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے، ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔[2]

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’رات میں ایک گھڑی علم کا پڑھنا پڑھانا پوری رات (عبادت کرتے ہوئے) بیدار رہنے سے افضل ہے۔[3]

قرآنِ مجید کا درس دینے سے متعلق اہم تنبیہ

یاد رہے کہ جو شخص عالم نہیں اس کا درسِ قرآن دینا جائز نہیں ہاں اگر وہ کسی سُنّی، صحیح العقیدہ ماہر عالم کی لکھی ہوئی تفسیر سے صرف وہی الفاظ پڑھ کر سناتا ہے جو انہوں نے لکھے ہیں اور اس کی اپنی طرف سے کوئی وضاحت یا تشریح نہیں کرتا تو یہ جائز ہے، یونہی علماء میں سے بھی انہیں ہی درسِ قرآن دینا چاہئے جنہوں نے معتبر علماءِ کرام کی تفاسیر، اَحادیث اور ان کی شروحات، فقہی اَحکام اور دیگر ضروری علوم کا مُعْتَدْ بِہا (اچھا خاصا) مطالعہ کیا ہو۔ درسِ قرآن دینے والا ہر شخص ان 3 اَحادیث کو ضرور اپنے پیشِ نظر رکھے

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو قرآن میں علم کے بغیر کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔[4]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔[5]

---

1 ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، ص١٤٤٧، الحدیث: ٣٨(٢٦٩٩).

2 ......دارمی، باب من قال: العلم الخشیة وتقوی الله، ١/١٠٠، الحدیث: ٢٨٩.

3 ......دارمی، باب العمل بالعلم وحسن النیّة فیه، ١/٩٤، الحدیث: ٢٦٤.

4 ......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، ٤/٤٣٩، الحدیث: ٢٩٥٩.

5 ......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، ٤/٤٣٩، الحدیث: ٢٩٦٠.

(3)......حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی وہ خطا کر گیا۔''(1)

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔

﴿وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا: اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا۔﴾ حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند مکان پر اٹھالینے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مرتبے کی بلندی مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔(2)

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ٚ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ ٚ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا ﴿٥٨﴾ السجدة

السجدة ۵

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے آدم کی اولاد سے اور ان میں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن

1......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، ٤ / ٤٤٠، الحدیث: ٢٩٦١.

2......خازن، مریم، تحت الآیة: ٥٧، ٣/٢٣٨.

لیا جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا، جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ : یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔﴿ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ مریم کی ابتدا سے یہاں تک مختلف انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات و واقعات فرداً فرداً بیان فرمائے مگر اب تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مشترکہ ذکر کیا جا رہا ہے جن میں حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شامل ہیں اور یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا کر کے ان پر اپنا خصوصی احسان فرمایا اور انہیں اپنی طرف ہدایت دی اور انہیں شریعت کی تشریح اور حقیقت کے کشف کے لئے چن لیا۔

﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ : جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴿ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! تم سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نسبی شرافت میں بلند رتبہ رکھنے، نفس کے کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود جب اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا کرتے اور سجدے کیا کرتے تھے تو تم بھی ان کی سیرت پر عمل کرو (اور جب قرآن کی آیتیں سنو تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کیا کرو)۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن کر رونا

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات سن کر رونا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔ سیّدُالمرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بھی قرآنِ مجید کی آیات سن کر رویا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ٥٨، ٣٤٣/٥، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ٥٨، ٢٣٩/٣، ملتقطاً۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ''مجھے قرآن پاک سناؤ۔ انہوں نے عرض کی: میں (کس طرح) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا ''میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن کریم سنوں۔ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں اور جب اس آیت پر پہنچے

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ [2]

نیز قرآن کریم کی آیات سن کر رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شِعار رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ۝۱۰۷ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩۝۱۰۹ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔

(یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے زبان سے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔)

اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا تھا، جب تم اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رونہ سکو تو رونے کی شکل بنا لو۔ [4]

---

1 ......النساء: ٤١.

2 ......مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن... الخ، ص ٤٠١، الحديث: ٢٤٨(٨٠٠).

3 ......بنی اسرائیل: ١٠٧-١٠٩.

4 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب فى حسن الصوت بالقرآن، ٢/١٢٩، الحديث: ١٣٣٧.

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرے تو اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی گرفت وعذاب کو یاد کر کے رویا کرے اور اگر اسے رونا نہ آئے تو رونے والوں جیسی صورت بنا لے۔

[illegible]

یاد رہے کہ زیرِ تفسیر آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ یہاں اسی آیت سے متعلق دو حکایات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو معمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم کی تلاوت اور (سجدہ کرنے کے بعد) فرمایا ’’یہ سجدے ہیں تو رونا کہاں ہے؟[1]

(2)......حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی، جب وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ’’ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا ‘‘ پر پہنچے تو انہوں نے سجدۂ تلاوت کیا اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو فرمایا ’’یہ سجدہ ہے تو رونا کہاں ہے؟[2] ان بزرگوں کے اس قول سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ سجدہ کر کے رونے والے لوگ اب کہاں ہیں؟ اب تو لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سجدہ تو کر لیتے ہیں لیکن ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر نہیں ہوتیں۔ ان بزرگوں کے یہ فرمان دراصل ہماری تربیت اور اِصلاح کے لئے ہیں، اے کاش! ہمیں بھی تلاوتِ قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا نصیب ہو جائے۔

آیت ’’اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنا اور تلاوت کرا کر سننا دونوں ہی پسندیدہ طریقے ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ یا سن کر عذاب کے خوف یا دل کے ذوق کی وجہ سے گریہ وزاری کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی البکاء عند قراءتہ، ۲/۳۶۵، الحدیث: ۲۰۵۹.

2 ......شرح البخاری لابن بطال، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءۃ القرآن، ۱۰/۲۸۲.

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے۔﴾ اس آیت میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے ناخلف اور نالائق لوگوں کی دو خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ **(1)**......انہوں نے نمازیں ضائع کیں۔ اس سے مراد فرض نمازیں چھوڑ دینا یا نماز کا وقت گزار کر نماز پڑھنا مراد ہے، مثلاً ظہر کی نماز عصر میں اور عصر کی مغرب میں پڑھنا۔ **(2)**......اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی بجائے گناہوں کو اختیار کیا۔[1] ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس نبی کے لئے اس امت میں سے کچھ مددگار اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقۂ کار پر کاربند رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے کام کے خلاف بات کی اور جس کا حکم دیا گیا اس کے خلاف کام کیا لہٰذا جس شخص نے ہاتھوں سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے ان کے خلاف زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں۔''[2]

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٥٩، ٣/٢٤٠.

2 ......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان... الخ، ص٤٤، الحديث: ٨٠(٥٠).

اس آیت میں نمازیں ضائع کرنے کو سب سے پہلے اور دیگر گناہوں کو بعد میں ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نمازیں ضائع کرنا گناہوں کی جڑ ہے۔ نمازیں ضائع کرنے کی کئی صورتیں ہیں، جیسے نماز نہ پڑھنا، بے وقت پڑھنا، ہمیشہ نہ پڑھنا، ریاکاری سے پڑھنا اور نیت کے بغیر نماز شروع کر دینا وغیرہ۔ اَحادیث میں نماز ضائع کرنے کی بہت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت نوفل بن معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔''[1]

(2)......حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قصداً نماز ترک نہ کرو کیونکہ جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے بری الذِّمہ ہیں۔''[2]

(3)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عنقریب میری امت سے کتاب والے اور دودھ والے ہلاک ہوں گے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کتاب والوں سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو اللّٰہ کی کتاب کو اس لئے سیکھیں گے تاکہ اس کے ذریعے ایمان والوں سے جھگڑا کریں۔ میں نے پھر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، دودھ والوں سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو خواہشات کی پیروی کریں گے اور اپنی نمازیں ضائع کریں گے۔''[3]

﴿فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا: عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نمازیں ضائع کرنے اور اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت کے مقابلے میں اپنی خواہشوں کی پیروی کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا کہ وہ عنقریب جہنم کی خوفناک وادی غی میں ڈال دیئے جائیں گے۔

---

1 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۲/۵۰۱، الحدیث: ۳۶۰۲.

2 ......مسند امام احمد، مسند القبائل، حدیث امّ ایمن رضی الله عنها، ۱۰/۳۸۶، الحدیث: ۲۷۴۳۳.

3 ......مستدرك، کتاب التفسیر، تفسیر سورة مریم، سیهلك من امتی اهل الکتاب واهل اللبن، ۳/۱۲۶، الحدیث: ۳۴۶۹.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم کی وادیاں بھی پناہ مانگتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو زنا کے عادی اور اس پر مُصر ہوں، جو شراب کے عادی ہوں، جو سود خور اور سود کے عادی ہوں، جو والدین کی نافرمانی کرنے والے ہوں اور جو جھوٹی گواہی دینے والے ہوں۔[1]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غی جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام ''ھَبْھَبْ'' ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کنویں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا)

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا — جب بجھنے پر آئے گی ہم انھیں اور بھڑک زیادہ کریں گے۔''

یہ کنواں بے نمازوں اور زانیوں اور شرابیوں اور سود خواروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔[2]

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ: مگر جنہوں نے توبہ کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ نمازیں ضائع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے گناہوں

---

1 ...... بغوی، مریم، تحت الآیة: ۵۹، ۳/۱۶۸.

2 ...... بہار شریعت، حصہ سوم، نماز کا بیان، ۱/۴۳۴۔

کو اختیار کرنے والے تو جہنم کی خوفناک وادی غی میں جائیں گے مگر جنہوں نے کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کر لی اور کفر کی جگہ ایمان کو اختیار کیا اور اس کے بعد نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی اور ان کے اعمال کی جزا میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔ [1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کے لئے پہلے کفر سے بیزاری کا اظہار کرنا، پھر ایمان لانا اور پھر نیک اعمال کرنا ضروری ہیں۔

جَنّٰتِ عَدۡنِ ِالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغ جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں (داخل ہوں گے) جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر فرمایا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔

﴿جَنّٰتِ عَدۡنٍ: ہمیشہ رہنے کے باغوں میں۔﴾ یعنی جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے اِن بندوں سے فرمایا ہے اس حال میں کہ جنت اِن سے غائب ہے اور اِن کی نظر کے سامنے نہیں یا اس حال میں کہ وہ جنت سے غائب ہیں اور اس کا مشاہدہ نہیں کرتے اور یہ محض اس کی خبر ملنے سے ہی اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کا وہ وعدہ یقینی طور پر آنے والا ہے۔ [2]

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِیۡهَا بُكۡرَةً وَّعَشِیًّا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح و شام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کیلئے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہے۔

---

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٦٠، ٥/٣٤٥.

2 ......روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٦١، ٥/٣٤٥.

﴿ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا: وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے۔﴾ یعنی جن باغات کا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے ان کا وصف یہ ہے کہ جنتی ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے، البتہ وہ فرشتوں کا یا آپس میں ایک دوسرے کا سلام سنیں گے اور ان کیلئے جنت میں صبح و شام ان کا رزق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں انہیں دائمی طور پر رزق ملے گا کیونکہ جنت میں رات اور دن نہیں ہیں بلکہ اہلِ جنت ہمیشہ نور ہی میں رہیں گے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے دن کی مقدار میں دو مرتبہ جنتی نعمتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں گی (البتہ وہ خود جس وقت جتنا چاہیں گے کھائیں گے، ان پر کوئی پابندی نہ ہوگی)۔[1]

بیکار باتوں سے پرہیز کریں

اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان نعمتوں کے گھر جنت کو فضول اور بیکار باتوں سے پاک فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا دنیا میں رہتے ہوئے بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بیکار باتوں سے بچتا رہے اور فضول کلام سے پرہیز کرے۔ اللّٰہ تعالیٰ کامل ایمان والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں (کی دوستی) کو نہیں چاہتے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٦٢، ٥/٣٤٥.
2 ......فرقان:٧٢.
3 ......قصص:٥٥.

’’(یہ بات) آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ لایعنی چیز کو چھوڑ دے۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں بیکار باتوں اور فضول کلام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیزگار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیزگار ہو۔

﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ: یہ وہ باغ ہے۔﴿ یعنی جس جنت کے اوصاف بیان ہوئے یہ وہ باغ ہے جو ہم اپنے ان بندوں کو عطا کریں گے جو پرہیزگار ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ہم نے جنت میں کفار کے ایمان لانے کی صورت میں ان کے لئے جو مکانات تیار کئے ہیں ان کا وارث ہم اپنے پرہیزگار بندوں کو کریں گے۔[2] یاد رہے کہ جنت متقی اور پرہیزگار مسلمان کو ملے گی اور گناہگار مسلمانوں کو بھی جو جنت ملے گی وہ ان کے گناہوں کی معافی یا خاتمے کے بعد ہی ملے گی یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بھی گناہوں سے پاک ہو چکے ہوں گے۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: (اور جبریل نے محبوب سے عرض کی) ہم فرشتے نہیں اُترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور حضور کا رب بھولنے والا نہیں۔

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، ۱۱-باب، ۴/۱۴۲، الحدیث: ۲۳۲۵.

[2] ......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۶۳، ۵/۳۴۶، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۶۳، ۳/۲۴۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں ۔ سب اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے ۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ: ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں ۔**﴾** اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، تم جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ۔[1] اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم فرشتے صرف آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہی اترتے ہیں اور تمام جگہوں کا وہی مالک ہے، ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل و حرکت کرنے میں اس کے حکم و مَشِیَّت کے تابع ہیں، وہ ہر حرکت و سکون کا جاننے والا اور غفلت و نسیان سے پاک ہے، اس لئے وہ جب چاہے گا ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجے گا ۔[2]

اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کچھ بھول جائے ۔ اِس سے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے جو مذاق میں کسی بوڑھے کے بارے میں یا کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے بھول ہی گیا ہے ۔ یہ کہنا صریح کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے ۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا۠(۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک تو اسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت

ع ۱۵ | ۷

[1] ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/۳۸۴، الحدیث: ۳۲۱۸.

[2] ......مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ٦٤، ص٦٧٩.

رہو کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب (وہی ہے) تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، کیا تم اللہ کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : آسمانوں اور زمین کا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، آپ اسی کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی عبادت پر ڈٹ جائیں، کیا آپ اللہ تعالٰی کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ یعنی کسی کو اس کے ساتھ نام کی شرکت بھی نہیں اور اس کی وحدانیت اتنی ظاہر ہے کہ مشرکین نے بھی اپنے کسی باطل معبود کا نام ''اللہ'' نہیں رکھا۔

اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ **اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ**، اس سے **معلوم** ہوا کہ خوشی و غم ہر حال میں ہمیشہ عبادت کرنی چاہیے۔ یہی حکم ہے اور یہی بارگاہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں محبوب ہے، صرف خوشی یا صرف غم میں عبادت کرنا کمال نہیں۔ آیت میں اللہ تعالٰی کی صفتِ ربوبیت بیان کر کے عبادت کا حکم دینے میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا بندے کو پالنا، نعمتیں پہنچانا اور بتدریج مرتبۂ کمال تک پہنچانا بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندے احسان مندی کے طور پر اللہ تعالٰی کی عبادت کریں۔

وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی کہتا ہے کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب جلا کر نکالا جاؤں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آدمی کہتا ہے: کیا جب میں مر جاؤں گا تو عنقریب مجھے زندہ کر کے ضرور نکالا جائے گا؟

﴿ وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ : اور آدمی کہتا ہے۔﴾ اس آیت میں انسان سے مراد وہ کفار ہیں جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے اُبی بن خلف اور ولید بن مغیرہ اور اِن جیسے تمام کفار، اِنہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ یہ کافر انسان مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مذاق اڑاتے اور اسے جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا جب میں

مرجاؤں گا تو عنقریب مجھے قبر سے زندہ کر کے ضرور نکالا جائے گا؟[1]

اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْــٴًـا ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ کوئی شے نہ تھا۔

﴿اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ: اور کیا آدمی کو یاد نہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو مُردوں کے زندہ کرنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا منکر ہے، کیا اُس نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اسے اس وقت بنا دیا جب وہ بالکل معدوم تھا تو جب اصلاً معدوم ہونے کے باوجود ہم اسے وجود اور زندگی دے سکتے ہیں تو اگر ہم مردے کو زندہ کر دیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے حالانکہ اب تو اس کی اصل موجود ہے۔

اس آیت کی مناسبت سے یہاں ایک حدیثِ قُدسی ملاحظہ ہو، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’انسان نے مجھے جھٹلایا اور یہ اس کے لیے مناسب نہیں، اور اس نے مجھے گالی دی جبکہ یہ بھی اس کے لیے مناسب نہیں۔ پس اس کا جھٹلانا تو یہ ہے جو وہ کہتا ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہمیں پہلے پیدا کیا گیا، حالانکہ پہلی دفعہ بنانا میرے لئے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور اس کا گالی دینا یہ ہے جو وہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا بھی ہے، حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ مجھے کسی نے جنا، اور کوئی ایک بھی میری برابری کرنے والا نہیں۔[2]

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٦٦، ٣/٢٤١، جلالين، مريم، تحت الآية: ٦٦، ص٢٥٨، ملتقطاً.

2 ......بخاری، كتاب التفسير، سورة قل هو الله احد، ١-باب، ٣/٣٩٤، الحديث: ٤٩٧٤.

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم انھیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تیرے رب کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کرلیں گے پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔

﴿**فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ: تو تمہارے رب کی قسم! ہم انہیں جمع کرلیں گے۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب کی قسم! ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کافروں کو قیامت کے دن زندہ کرکے انہیں گمراہ کرنے والے شیطانوں کے ساتھ اس طرح جمع کرلیں گے کہ ہر کافر شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوگا، پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ اللہ تعالٰی کے عذاب کا مشاہدہ کرکے دہشت کے مارے ان سے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا اور وہ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔[1] اور کافروں کی ایسی ذلت و رسوائی دیکھ کر اللہ تعالٰی کے اولیاء اور سعادت مند بندے اس بات پر بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں اس ذلت سے نجات عطا فرمائی جبکہ ان کے دشمن کفار ان کی سعادت و خوش بختی دیکھ کر حسرت و افسوس اور انہیں برا بھلا کہنے پر خود کو ملامت کر رہے ہوں گے۔

یاد رہے کہ قیامت کے دن لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دن کی شدت اور حساب کی سختی دیکھ کر ہر دین والا زانو کے بل گرا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔

اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافروں کو جب جہنم کے قریب حاضر کیا جائے گا تو وہ اللہ تعالٰی کے عذاب کا مشاہدہ کرکے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں بیان ہوا، تو ان دونوں آیات میں جدا جدا احوال کا بیان ہے

1 ……خازن، مریم، تحت الآیة: ٦٨، ٣/٢٤١-٢٤٢، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٦٨، ٥/٣٤٩.

2 ……سورۂ جاثیہ: ٢٨.

اس لئے ان میں کوئی تَعارُض نہیں۔

دنیا و آخرت میں شیطان کا ساتھی بننے کا ایک سبب

اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ کافر اور اسے گمراہ کرنے والا شیطان ایک ساتھ زنجیر میں جکڑا ہوگا، اس مناسبت سے ہم یہاں دنیا اور آخرت میں شیطان کا ساتھی بننے کا ایک سبب بیان کرتے ہیں، چنانچہ جو شخص قرآنِ مجید سے اس طرح اندھا بن جائے کہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے نہ ان سے فائدہ اٹھائے، اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے اِعراض کرے اور اس کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہو جائے، دُنْیَوی زندگی کی لذّتوں اور آسائشوں میں زیادہ مشغولیت اور اس کی فانی نعمتوں اور نفسانی خواہشات میں اِنہماک کی وجہ سے قرآن سے منہ پھیر لے تو اللّٰہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو دنیا میں اسے حلال کاموں سے روک کر اور حرام کاموں کی ترغیب دے کر، اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کر کے اور اس کی نافرمانی کا حکم دے کر گمراہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کفر کی اندھیری وادیوں میں دھکیل کر حالتِ کفر میں مرواتا ہے اور پھر یہی شیطان قیامت کے دن بھی اس کے ساتھ ہوگا کہ ان دونوں کو ایک ساتھ زنجیر میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔ اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہو جائے تو تُو کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کر

[1] ......زخرف: ٣٦-٣٨.

اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ (1)

دیئے تو انہوں نے ان کے لئے ان کے آگے اور ان کے پیچھے کو خوبصورت بنا دیا۔ان پر بات پوری ہوگئی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہو چکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے تو وہ جب بھی کسی نیک کام کو دیکھتا ہے وہ اسے برا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور جب بھی وہ کسی برے کام کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اچھا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کر لیتا ہے۔ (2)

اس میں خاص طور پر کفار اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ وہ ایسے کام کرنے سے بچیں جن کی وجہ سے شیطان کو ان کا ساتھی بنا دیا جائے کیونکہ شیطان انتہائی برا ساتھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ مَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہوگیا۔

اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیسا ہوگا۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِیًّاۚ (۶۹) ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا (۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا۔ پھر ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں بھوننے کے زیادہ لائق ہیں۔

1 ......حم السجده:۲۵.

2 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۲۴۵، الحدیث: ۹۴۸.

3 ......النساء:۳۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا۔ پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو آگ میں جلنے کے زیادہ لائق ہیں۔

﴿ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ: پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہنم کے آس پاس کفار کو جمع کرنے کے بعد ہم کفار کے ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن کی نافرمانی کرنے پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا تاکہ جہنم میں سب سے پہلے اُسے داخل کیا جائے جو سب سے زیادہ سرکش اور کفر میں زیادہ شدید ہو اور بعض روایات میں ہے کہ کفار سب کے سب جہنم کے گرد زنجیروں میں جکڑے طوق ڈالے ہوئے حاضر کئے جائیں گے پھر جو کفر و سرکشی میں زیادہ سخت ہوں گے وہ پہلے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور انہیں باقی کافروں کے مقابلے میں عذاب بھی زیادہ سخت ہوگا۔[1]

کفار کے عذاب میں فرق ہوگا

یاد رہے کہ کفر اگرچہ یکساں ہے کہ "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ"، یعنی کفر ایک ہی ملت ہے، مگر کفار مختلف قسم کے ہیں کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور بعض وہ ہیں جو کسی کی پیروی کر کے گمراہ ہوئے تو ان میں ہر قسم کے کافر کو اس قسم کا عذاب ہوگا جس کا وہ مستحق ہے جیسے گمراہ گر کافروں کو پیروی کرنے والے کفار کے مقابلے میں دگنا عذاب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کے فساد کے بدلے میں عذاب پر عذاب کا اضافہ کردیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٦٩، ٣/٢٤٢.

2 ......نحل: ٨٨.

3 ......عنكبوت: ١٣.

﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ: پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔﴾ یعنی ہم خوب جانتے ہیں کہ کون سا کافر جہنم کے کس طبقہ کے لائق ہے اور کون سا کافر جہنم کے شدید عذاب کا مستحق ہے اور کون سا نہیں اور کسے پہلے جہنم میں پھینکا جائے گا اور کسے بعد میں۔

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔

﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔﴾ اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 3 قول درج ذیل ہیں:

(1)……اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے (اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔)

(2)……اس میں خطاب تمام لوگوں سے ہے اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے البتہ (جنت میں جانے والے) مسلمانوں پر جہنم کی آگ ایسے سرد ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دنیا میں آگ سرد ہوئی تھی اور ان کا یہ داخلہ عذاب پانے کے طور پر نہ ہو گا اور نہ ہی یہ وہاں خوفزدہ ہوں (بلکہ ان کا یہ داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تصدیق کے لئے ہوگا۔)[1]

(3)……علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اس آیت میں خطاب عام مخلوق سے ہے (یعنی اس خطاب میں نیک و بد تمام لوگ داخل ہیں) اور جہنم پر وارد ہونے سے (نیک و بد) تمام لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں (بلکہ اس سے مراد جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، جیسا کہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے روایت ہے کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے۔[2]

1 ……تاویلات اھل السنه، مریم، تحت الآیة: ۷۱، ۳/۲۷۴-۲۷۵.

2 ……البحر المحیط، مریم، تحت الآیة: ۷۱، ۶/۱۹۷.

﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا : یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔﴾ یعنی جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالٰی کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو اس نے اپنے تمام بندوں پر لازم کیا ہے۔

پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں

اس آیت کی تفسیر میں پل صراط سے گزرنے کا بھی ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’صراط حق ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گزر فرمائیں گے، پھر اور انبیا و مُرسَلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہلِ محشر تو پل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے: ’’رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ‘‘ اِلٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ اُنھیں کی دوہائی، ہر شخص اُنھیں کو پکارتا، اُنھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے...؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے، دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالَم کا بار ان کے ذمے۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

(1)...... بہارِ شریعت، حصہ اول، معاد و حشر کا بیان، ۱/۱۴۷-۱۴۹۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے | آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ | نعمتِ خُلد اپنے صَدقے میں لٹاتے جائیں گے

خاک اُفتادو! بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے | خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائیں گے

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں | لَوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر | رَبِّ سَلِّمْ کی صَدا پر وَجد لاتے جائیں گے

پل صراط کا منظر

یاد رہے کہ پل صراط سے گزرنے کا مرحلہ انتہائی مشکل اور اس کا منظر بہت خوفناک ہے، امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: (جب قیامت کے دن) لوگوں کو پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا جو کہ جہنم کے اوپر بنایا ہوا ہے اور وہ تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک ہے۔ تو جو شخص اس دنیا میں صراطِ مستقیم پر قائم رہا وہ آخرت میں پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پا جائے گا اور جو دنیا میں اِستقامت کی راہ سے ہٹ گیا، گناہوں کی وجہ سے اس کی پیٹھ بھاری ہوئی اور وہ نافرمانی کرتا رہا تو پہلے قدم پر ہی وہ پل صراط سے پھسل کر (جہنم میں) گر جائے گا۔ تو اے بندے! ذرا سوچ کہ اس وقت تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پل صراط اور اس کی باریکی دیکھے گا، پھر اس کے نیچے جہنم کی سیاہی پر تیری نظر پڑے گی، اس کے نیچے آگ کی چیخ اور اس کا غصے میں آنا سنے گا اور کمزور حالت کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنا ہوگا، چاہے تیرا دل بے قرار ہو، قدم پھسل رہے ہوں اور پیٹھ پر اتنا وزنی بوجھ ہو جو زمین پر چلنے سے رکاوٹ ہے۔ نیز پل صراط کی باریکی پر چلنا تو ایک طرف رہا، اس وقت تیری کیا حالت ہوگی، جب تو اپنا ایک پاؤں اِس پل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا، لیکن (نہ چاہتے ہوئے بھی) دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگا اور تیرے سامنے لوگ پھسل پھسل کر گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے انہیں کانٹوں اور مڑے ہوئے سرے والے لوہے سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس طرح سر نیچے اور پاؤں اوپر کئے ہوئے جہنم میں جا رہے ہوں گے تو یہ کس قدر خوفناک منظر ہوگا اور تجھے سخت مقام پر چڑھائی کرنی اور تنگ راستے سے گزرنا ہوگا۔ تو اپنی حالت کے بارے میں سوچ کہ جب تو اس پر چلے گا اور چڑھے گا اور بوجھ کی وجہ سے تیری پیٹھ بھاری ہو رہی ہو گی اور اپنے دائیں بائیں لوگوں کو جہنم میں گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوگا۔ رسول کریم

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اے میرے رب! بچالے، اے میرے رب! بچالے، پکار رہے ہوں گے، تباہی اور خرابی کی پکار جہنم کی گہرائی سے تیری طرف آ رہی ہوگی، کیونکہ بے شمار لوگ پل صراط سے پھسل چکے ہوں گے، اس وقت اگر تیرا قدم بھی پھسل گیا تو کیا ہوگا......؟ اس وقت ندامت بھی تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی اور تو بھی ہائے خرابی، ہائے ہلاکت پکار رہا اور یوں کہہ رہا ہوگا کہ میں اسی دن سے ڈرتا تھا، کاش! میں نے اپنی (اس) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ کاش! میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے راستے پر چلا ہوتا۔ ہائے افسوس! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ کاش! میں مٹی ہو گیا ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہو جاتا۔ کاش! میری ماں نے ہی مجھے پیدا نہ کیا ہوتا۔ اس وقت آگ کے شعلے تجھے اچک لیں گے اور ایک منادی اعلان کر دے گا ”اِخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ“ دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ (1) اب چیخنے چلانے، رونے، فریاد کرنے اور مدد مانگنے کے سوا تیرے پاس کوئی راستہ نہ ہوگا۔

اے بندے! تو اس وقت تو اپنی عقل کو کس طرح دیکھتا ہے حالانکہ یہ تمام خطرات تیرے سامنے ہیں؟ اگر تیرا ان باتوں پر عقیدہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو دیر تک (یعنی ہمیشہ کیلئے) کفار کے ساتھ جہنم میں رہنا چاہتا ہے اور اگر تو ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے لیکن غفلت کا شکار ہے اور اس کے لیے تیاری میں سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اس میں تیرا نقصان اور سرکشی کتنی بڑی ہے۔ ایسے ایمان کا تجھے کیا فائدہ جو اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی چھوڑنے کے ذریعے تجھے اس کی رضا جوئی کی خاطر کوشش کی ترغیب نہیں دیتا، اگر بالفرض تیرے سامنے پل صراط سے گزرنے کے خوف سے پیدا ہونے والی دل کی دہشت کے سوا کچھ نہ ہو، اگرچہ تو سلامتی کے ساتھ ہی گزر جائے تو یہ ہولناک خوف اور رعب کیا کم ہے۔(2)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: قیامت کے ہولناک حالات میں وہی شخص زیادہ محفوظ ہوگا جو دنیا میں اس کی فکر زیادہ کرے گا کیونکہ اللّٰہ تعالٰی ایک بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا، تو جو آدمی دنیا میں ان خوفوں سے ڈرا وہ آخرت کے دن ان سے محفوظ رہے گا، اور خوف سے ہماری مراد عورتوں کی طرح کا خوف نہیں ہے کہ سنتے وقت دل نرم ہو جائے اور آنسو جاری ہو پھر جلد ہی اسے بھول جاؤ اور اپنے کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ، کیونکہ اس بات کا خوف سے

(1)......مومنون: ۱۰۸.

(2)......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الشطر الثانی، صفة الصراط، ۲۸۵/۵.

کوئی تعلق نہیں بلکہ جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ اسے طلب کرتا ہے، تو تجھے وہی خوف نجات دے گا جو اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ نیز عورتوں کی طرح دل نرم ہونے سے بھی بڑھ کر بے وقوفوں کا خوف ہے کہ جب وہ ہَولناک مَناظِر کے بارے میں سنتے ہیں تو فوراً ان کی زبان پر اِستعاذہ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہ) جاری ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں میں اللّٰہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں، اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یااللّٰہ! بچالینا، بچالینا۔ اس کے باوجود وہ گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔ شیطان ان کے پناہ مانگنے پر ہنستا ہے جس طرح وہ اس آدمی پر ہنستا ہے جسے صحرا میں کوئی درندہ پھاڑنا چاہتا ہو اور اس کے پیچھے ایک قلعہ ہو، جب وہ دور سے درندے کی داڑھوں اور اس کے حملہ کرنے کو دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ میں اس مضبوط قلعے میں پناہ لیتا ہوں اور اس کی مضبوط دیواروں اور سخت عمارت کی مدد چاہتا ہوں اور وہ یہ کلمات اپنی جگہ بیٹھے ہوئے صرف زبان سے کہتا رہے تو یہ بات کس طرح اسے درندے سے بچائے گی......؟ تو آخرت کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا قلعہ صرف سچے دل سے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہنا ہے اور سچائی کا معنی یہ ہے کہ اس کا مقصود صرف اللّٰہ تعالیٰ ہو اور اس کے علاوہ کوئی مقصود و معبود نہ ہو، اور جو شخص اپنی خواہش کو معبود بنالیتا ہے تو وہ توحید میں سچائی سے دور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ خود خطرناک ہے۔

اگر تم ان باتوں سے عاجز ہو تو اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنے والے بن جاؤ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی تعظیم کے حریص ہو جاؤ۔ امت کے نیک لوگوں کے دلوں کی رعایت کا شوق رکھنے والے ہو جاؤ اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرو تو ممکن ہے کہ تمہیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان نیک لوگوں کی شفاعت سے حصہ ملے اور اس وجہ سے تم نجات پا جاؤ اگرچہ تمہاری پونجی کم ہو۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں اور انہی کے الفاظ میں ہم بھی اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط — آفتابِ ہاشمی نورُالہُدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے — رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

(1)......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة الصراط، ٥/٢٨٦-٢٨٧.

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے۔﴾ اس سے پہلی والی آیت کی تفسیر میں ایک قول گزرا کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے، اُس کے مطابق اِس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب تمام مخلوق پل صراط سے گزرے گی اور کفار و گناہگار مسلمان جہنم میں گر رہے ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے ان لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچالے گا جنہوں نے دنیا میں پرہیزگاری اختیار کی اور وہ کافروں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دے گا۔ یاد رہے کہ بعض گنہگار مسلمان جو پل صراط سے جہنم میں گر جائیں گے انہیں گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جبکہ کافر ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

[illegible]

ہمارے بزرگانِ دین دنیا میں ہر طرح سے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے اور نیک اعمال کی کثرت کرنے کے باوجود پل صراط سے نجات پانے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر سے بہت خوفزدہ رہا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی زوجہ محترمہ کی گود میں اپنا سر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک رونے لگے، انہیں روتا دیکھ کر زوجہ بھی رونے لگیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روتا دیکھا تو مجھے بھی رونا آ گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ ''وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا'' اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔'' تو مجھے نہیں معلوم کہ میں جہنم سے نجات پا جاؤں گا یا نہیں۔ (1)

اسی طرح ایک دن حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے بیٹھے تو لوگ ان کے قریب

---

(1) ......مستدرك، كتاب الاهوال، يرد الناس النار ثمّ يصدرون عنها باعمالهم، ٥/٨١٠، الحديث: ٨٧٨٦.

آنے کے لئے ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے، اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے میرے بھائیو! آج تم میرا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہو، کل قیامت میں تمہارا کیا حال ہو گا جب پرہیز گاروں کی مجالس قریب ہوں گی جبکہ گنہگاروں کی مجالس کو دور کر دیا جائے گا، جب کم بوجھ والوں (یعنی نیک لوگوں) سے کہا جائے گا کہ تم پل صراط عبور کر لو اور زیادہ بوجھ والوں (یعنی گناہگاروں) سے کہا جائے گا کہ تم جہنم میں گر جاؤ۔ آہ! میں نہیں جانتا کہ میں زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ جہنم میں گر پڑوں گا یا تھوڑے بوجھ والوں کے ساتھ پل صراط پار کر جاؤں گا۔ [1]

یونہی ایک بار خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی لونڈی نے نیند سے بیدار ہو کر عرض کی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: وہ خواب بیان کرو۔ لونڈی نے عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا کہ جہنم بھڑک رہا ہے اور اس کی پشت پر پل صراط قائم کر دیا گیا ہے، اتنے میں بنی اُمیّہ کے خلیفہ عبد الملک کو لایا گیا، وہ پل صراط پر چند قدم چلا اور جہنم میں گر گیا، پھر ولید بن عبد الملک کو لایا گیا تو وہ بھی چند قدم چل کر جہنم میں گر گیا، پھر خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کو لایا گیا تو وہ بھی تھوڑی دور پل صراط پر چل کر جہنم میں اوندھا ہو کر گر پڑا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بے قرار ہو کر پوچھا: پھر کیا ہوا؟ لونڈی نے عرض کی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، پھر آپ لائے گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور لونڈی ان کے کان کے قریب جا کر کہنے لگی: اے امیر المومنین! رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، میں نے دیکھا کہ آپ پل صراط سے پار ہو کر نجات پا گئے، خدا کی قسم! آپ سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو گئے، مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ برابر پاؤں پٹخ پٹخ کر چیخ مارتے اور روتے رہے۔ [2] اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی پل صراط سے گزرنے کے معاملے میں اپنی فکر کرنے اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے پل صراط سے گزرنا آسان ہوں۔ [3]

پل صراط پر آسانی اور حفاظت کے لئے 3 اعمال

یہاں پل صراط پر آسانی اور حفاظت کے ساتھ پل صراط پار کر جانے کے لئے 3 اَعمال ملاحظہ ہوں:

---

1 ......بحر الدموع، الفصل السادس: تنبيه الغافلين من نسيان الآخرة، ص٥٣.

2 ......احياءعلوم الدين، كتاب الخوف والرجاء، بيان احوال الصحابة والتابعين والسلف الصالحين فی شدة الخوف، ٤/٢٣١.

3 ......پل صراط سے گزرنے سے متعلق دل میں مزید خوف اور فکر پیدا کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ''پل صراط کی دہشت'' پڑھنا مفید ہے۔

(1)......درود شریف پڑھنا:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے گزشتہ رات عجیب معاملات دیکھے (ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ) میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جو پل صراط پر کبھی گھسٹ کر چل رہا تھا اور کبھی گھٹنوں کے بل چل رہا تھا، اتنے میں وہ دُرود شریف آیا جو اس نے مجھ پر بھیجا تھا، اُس نے اُسے پُل صِراط پر کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اُس نے پل صراط کو پار کرلیا۔ (1)

(2)......مسجد میں بکثرت حاضر ہونا:

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسجد ہر پرہیز گار کا گھر ہے اور جن کے گھر مسجدیں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت، رضا، اور پل صراط سے حفاظت کے ساتھ گزار کر اپنی رضا (والے گھر جنت) کی ضمانت دیتا ہے۔ (2)

(3)......مسلمان کی پریشانی دور کرنا:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لئے پل صراط پر نور کی ایسی دو شاخیں بنادے گا جن کی روشنی سے اتنے عالَم روشن ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ (3)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤاۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کون سے گروہ کا مکان اچھا اور مجلس بہتر ہے۔

1......معجم الكبير، حديث عبد الرحمن بن سمرة فى رؤيا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ٢٥/٢٨١، الحديث: ٣٩.

2...... كتاب الجامع فى آخر المصنف، باب اصحاب الاموال، ١١/١٣٥، الحديث: ٢٠١٩٨.

3......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه عبد الله، ٤/٣٨٥، الحديث: ٤٥٠٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں: دونوں گروہوں میں کس کا مکان بہتر اور مجلس اچھی ہے؟

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴾ نضر بن حارث وغیرہ کفارِ قریش جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر تھے جب ان کے سامنے قیامت قائم ہونے اور اَجسام کا حشر ہونے پر دلائل پیش کئے گئے تو انہوں نے بناؤ سنگار کر کے، بالوں میں تیل ڈال کر، کنگھیاں کر کے، عمدہ لباس پہن کر اور فخر و تکبر کے ساتھ اُن دلائل کے جواب میں غریب فقیر مسلمانوں سے کہا کہ اے مسلمانو! تم اپنی معاشی حالت پر غور کرو اور ہماری معاشی حالت دیکھو، ہم اعلیٰ قسم کی رہائش گاہوں میں رہتے ہیں، اعلیٰ قسم کے لباس پہنتے ہیں، اعلیٰ قسم کا کھانا کھاتے ہیں اور ہماری محفلیں بھی تمہاری محفلوں سے زیادہ بارونق ہیں اور تمہارا حال ہم سے انتہائی برعکس ہے، اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اگر ہم باطل پر ہوتے تو ہمارا حال بدتر اور تمہارا حال ہم سے بہتر ہوتا۔‘‘

یاد رہے کہ اس آیت کا مُدّعا یہ ہے کہ جب آیات نازِل کی جاتی ہیں اور دلائل و بَراہین پیش کئے جاتے ہیں تو کفار ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کی بجائے وہ مال و دولت اور لباس و مکان پر فخر و تکبر کرتے ہیں۔

[illegible]

اس آیت میں جو دلیل بیان ہوئی یہ کفار کی وہ دلیل ہے جو فی زمانہ کفار اور ان سے مَرعوب مسلمان بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کافروں کی دُنْیَوی اور سائنسی ایجادات میں ترقی کی مثالیں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دینِ اسلام سے متعلق شکوک و شُبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیوی عیش و عشرت کو آخرت کی بہتری کی دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے حالانکہ یہ چیزیں کبھی آخرت کا وَبال بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنی حقیقی بہتری کو پہچاننے کی توفیق نصیب کرے۔ اٰمین۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْیًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپادیں کہ وہ ان سے بھی سامان اور نمود میں بہتر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جو ساز وسامان میں اور دکھائی دینے میں ان سے زیادہ اچھے تھے۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کارد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دنیوی مال ودولت یا عزت وشہرت ہونا کسی کے حق پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں، تم سے پہلے تم سے زیادہ مالدار لوگ آئے اور انہوں نے تم سے بھی زیادہ خوبصورت اور مضبوط رہائش گاہیں بنائیں جیسے فرعون ہامان، قارون اور ان کے ساتھی وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خوبصورت اور مضبوط مکانات تباہ وبرباد کردیئے اور ان کونشانِ عبرت بنادیا۔ لہٰذا تم بھی غور کرو اور اپنی اصلاح کرلو کیونکہ دنیا کا مال ودولت ہونا کامیابی کے لیے کافی نہیں۔ اسی کی کچھ جھلک ہم اپنے قریب زمانے میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ایک سلطنت کبھی اتنی بڑی تھی کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا لیکن آج وہ چھوٹے سے رقبے پر رہ گئی، یونہی ایک ملک آدھی دنیا کا مالک بننے کا دعویٰ کرتا پھر رہا تھا لیکن بالآخر تباہ وبرباد ہوا اور کمزور سے ملک سے ذلیل وخوار ہو کر نکالا گیا اور اب دوبارہ وہ اپنی روٹی پانی کی فکر میں پڑا ہوا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ۬ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دے یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو اب جان لیں گے کہ کس کا برا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دیدے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو عذاب اور یا قیامت تو وہ جان لیں گے کہ کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟

﴿**قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ: تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو۔**﴾ اس آیت میں کافروں کے نظریے کا ایک اور جواب دیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مال ومَنال پر فخر کرنے والے اِن کافروں سے ارشاد فرما دیں کہ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ دنیا میں لمبی عمر اور زیادہ مال دے کر خوب ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ گمراہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو دنیا میں قتل وقید کا عذاب اور یا قیامت کا دن جس میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ مسلمانوں اور کافروں میں سے کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟[1]

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہدایت پائی اللّٰہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللّٰہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اور باقی رہنے والی نیک باتیں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں۔

﴿**وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى: اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللّٰہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔**﴾ گمراہ لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ہدایت پانے والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی اور ایمان سے مشرف ہوئے، اللّٰہ تعالیٰ انہیں اس پر استقامت عطا فرما کے اور مزید بصیرت و توفیق دے کر ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور ان کے ایمان، عمل اور یقین میں مزید اضافہ فرما دے گا۔[2]

1 ......خازن، مریم، تحت الآیة: ۷۵، ۳/۲۴۵، روح البیان، مریم، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۳۵۲-۳۵۳، ملتقطاً.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ۷۶، ص۶۸۲، روح البيان، مريم، تحت الآية: ۷۶، ۵/۳۵۳، ملتقطاً.

﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ: اور باقی رہنے والی نیک باتیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، باقی رہنے والی نیک باتیں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں جبکہ کفار کے اعمال سب نکمے اور باطل ہیں۔

باقی رہنے والی نیک باتیں

مفسرین فرماتے ہیں کہ طاعتیں، آخرت کے تمام اَعمال، پنجگانہ نمازیں، اللّٰہ تعالٰی کی تسبیح وتحمید اور اس کا ذکر اور دیگر تمام نیک اعمال یہ سب باقیاتِ صالحات ہیں کہ مومن کے لئے باقی رہتے ہیں اور کام آتے ہیں، اسی طرح ہر وہ نیکی جو دنیا میں برباد نہ ہوجائے وہ باقیاتِ صالحات میں داخل ہے۔ (1)

یہاں باقیاتِ صالحات سے متعلق ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن تشریف فرما تھے، آپ نے ایک خشک لکڑی لے کر درخت کے پتے گرائے، پھر فرمایا ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ '' کہنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ اے ابو درداء! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اس سے پہلے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان کوئی چیز (یعنی موت) حائل ہوجائے تم ان کلمات کو یاد کرلو یہ باقیاتِ صالحات ہیں اور یہ جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔ (2)

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور مال و اولاد ملیں گے۔

---

1 ......خازن، مريم، تحت الآية: ٧٦، ٣/٢٤٥، مدارك، مريم، تحت الآية: ٧٦، ص٦٨٢، ملتقطاً.

2 ......ابن عساكر، حرف العين، عويمر بن زيد بن قيس... الخ، ٤٧/١٥٠.

کیاغیب کوجھانک آیا ہے یارحمٰن کے پاس کوئی قرارر کھا ہے۔ ہرگز نہیں اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور جو چیزیں کہہ رہا ہے ان کے ہمیں وارث ہوں گے اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہتا ہے، مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے یا اس نے رحمٰن کے پاس کوئی عہد کر رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور وہ جو چیزیں کہہ رہا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا: تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا۔﴾ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت خباب بن ارت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک کہ تم محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پھر نہ جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔ حضرت خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُٹھے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں مرنے کے بعد پھر اُٹھوں گا؟ حضرت خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ یئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال و اولاد ملے جب ہی میں آپ کا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔ [1]

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میں دوبارہ زندہ ہوا تو آخرت میں مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے اور اُس نے لوحِ محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ آخرت میں اسے مال اور اولاد ملے گی یا اللہ تعالٰی نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے جس سے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ قیامت میں بھی خوشحال ہوگا۔ ہرگز نہیں، وہ نہ تو غیب جانتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی عہد ہے بلکہ یہ

1 ......بخاری، کتاب الاجارۃ، باب ھل یؤاجر الرجل نفسہ من مشرك... الخ، ٦٨/٢، الحدیث: ٢٢٧٥، مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنار، باب سؤال الیھود النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الروح... الخ، ص١٥٠٢، الحدیث: ٣٥(٢٧٩٥).

شخص جھوٹا اور بدکار ہے اور جو بات یہ کہہ رہا ہے اُسے ہمارے فرشتوں نے لکھ لیا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اس کا بدلہ دیں گے اور ہم اسے مال واولاد کے بدلے خوب لمبا عذاب دیں گے جس کا وہ مستحق ہے اور اس کی ہلاکت کے بعد مال واولاد سب سے اس کی ملکیت اور اس کا تَصَرُّف اُٹھ جائے گا اور اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا اور آخرت میں دنیا سے زیادہ ملنا تو دور کی بات، دنیا میں جو مال اور اولاد اس کے ساتھ ہے اُس وقت وہ بھی اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ (1)

سورۂ مریم کی آیت نمبر 77 تا 80 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے۔ اس سے وہ لوگ اپنے طرزِ عمل پر غور کر لیں جو حدود و قصاص اور نکاح وطلاق وغیرہ سے متعلق شریعت کے اَحکام کا مذاق اڑاتے اور انہیں انسانیت سوز اَحکام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2)......مرنے کے بعد اور قیامت کے دن کفار کا مال واولاد انہیں کچھ کام نہ آئے گا۔ یاد رہے کہ مومن کا مال اور اس کی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوگا بلکہ اسے مرنے کے بعد اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کی خاطر راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی کام آئے گا اور اس کی نیک اولاد سے بھی اسے فائدہ حاصل ہوگا۔

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا اور خدا بنا لئے کہ وہ انہیں زور دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لئے تاکہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں۔

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً: اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لئے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حشر ونشر کا مسئلہ بیان ہوا اور اب یہاں سے بتوں کے پجاریوں کا رد کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قریش کے مشرکوں نے اللہ

---

1 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٧٧-٨٠، ص٦٨٢-٦٨٣، خازن، مريم، تحت الآية: ٧٧-٨٠، ٢٤٥/٣-٢٤٦، روح البيان، مريم، تحت الآية: ٧٧-٨٠، ٣٥٤/٥، ملتقطاً.

تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور وہ اس امید پر ان کی عبادت کرنے لگے کہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں اور ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچائیں۔[1]

كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز نہیں! عنقریب وہ (جھوٹے معبود) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

﴿ **كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ : ہرگز نہیں! عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔** ﴾ اس آیت میں کافروں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ عنقریب وہ بت جنہیں یہ پوجتے تھے ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور انہیں جھٹلائیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی قوت دے گا اور وہ کہیں گے: یارب! انہیں عذاب دے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی اور کی عبادت کی ہے۔[2]

کفار کی جاہلانہ حرکت

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی یہ انتہا درجے کی جاہلانہ اور احمقانہ حرکت ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا بنالیا اور یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ ہمارے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خدا ہمیں عزت بخشیں گے اور ہمیں نفع دیں گے، حالانکہ ان کے بنائے ہوئے خدا نہ تو انہیں دنیا میں کسی قسم کا نفع اور عزت بخش سکتے ہیں اور نہ آخرت میں بلکہ بروزِ قیامت تو وہ خود ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تمہاری عبادت کی خبر ہی نہیں اور ان کی بندگی سے اپنی براءت اور بیزاری کا اظہار کر دیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے اور یوں عزت بڑھانے کی بجائے ان کی ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں گے۔ اس انسان پر انتہائی افسوس ہے جو عقل و شعور رکھنے کے باوجود بے جان اور

1 ......خازن، مریم، تحت الآية: ٨١، ٣/٢٤٦، مدارك، مريم، تحت الآية: ٨١، ص٦٨٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، مریم، تحت الآية: ٨٢، ٣/٢٤٦، مدارك، مريم، تحت الآية: ٨٢، ص٦٨٣، ملتقطاً.

بے فائدہ بتوں کی پوجا تو کرے اور اس رب تعالیٰ کی عبادت نہ کرے جو خود بھی زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی عطا بھی کرتا ہے اور ہر طرح کی ذلت سے بچانے اور عزت عطا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب اچھالتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب ابھارتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے۔﴾ گزشتہ آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی گمراہیوں اور آخرت میں ان کے حسرت ناک انجام کا بیان فرمایا اور اب اس کا سبب بیان کیا جارہا ہے کہ آخر کس وجہ سے وہ حق کے خلاف اس طرح کی باتیں کرتے تھے اور دلائل ہونے کے باوجود سمجھتے نہیں تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ دیا اور ان پر شیطانوں کو مُسَلَّط کر دیا جو کہ انہیں طرح طرح کے وسوسے دلا کر گناہوں پر خوب ابھارتے ہیں۔ اس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس وجہ سے پریشان نہ ہوں کہ کفار آپ کی دعوت قبول کیوں نہیں کر رہے کیونکہ آپ کی دعوت میں کوئی کمی نہیں بلکہ ان کافروں پر شیطان مُسَلَّط ہیں جو انہیں گناہوں پر ابھار رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ آپ کی دعوت قبول نہیں کر رہے۔

آیت "اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ" سے معلوم ہونے والی باتیں

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بدعملی کی وجہ سے انسان پر شیطان مُسَلَّط ہوتا ہے۔

(2)...... برے ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

(3)...... بری باتوں کی رغبت دینا شیطان اور شیطانی لوگوں کا کام ہے۔

(4)......شیطان کسی کو کفر پر مجبور نہیں کرتا بلکہ کفر پر ابھارتا ہے، اس کے برخلاف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے وارث کسی کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ وہ بھی صرف انہیں ایمان کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں۔ اب جو عقل والے ہیں وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور جو شہوت پرست اور نفس کے بندے ہوتے ہیں وہ شیطان کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے مقابلہ پر تُل جاتے ہیں اور جہنم کی اَبدی سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا ۚ‏ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان پر جلدی نہ کرو ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم ان پر جلدی نہ کرو، ہم تو ان کیلئے گنتی کر رہے ہیں۔

﴿ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ: تو تم ان پر جلدی نہ کرو۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مسلمانوں کو کافروں کے شر سے بچانے اور زمین کو ان کے فساد سے پاک کرنے کی خاطر کافروں کی ہلاکت کی دعا کرنے میں جلدی نہ فرمائیں، ہم تو ان کے لئے گنتی کر رہے ہیں۔

اس سے جزا کے لئے اعمال کی گنتی کرنا مراد ہے یا فنا کے لئے سانسوں کی گنتی کرنا، یا دنوں، مہینوں اور برسوں کی وہ مدت گنتی کرنا مراد ہے جو ان کے عذاب کے واسطے مقرر ہے۔ (1)

نیک کاموں میں جلدی کرنی چاہئے

اس آیت میں کلام اگرچہ کفار کے بارے میں ہے البتہ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی یہ نصیحت ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں بلکہ ان میں جلدی کریں کیونکہ ان کی سانسیں بھی گنی جا رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے وعظ میں فرمایا کرتے کہ ”جلدی کرو جلدی کرو، یہ چند سانس ہیں اگر رک گئے تو تم وہ اعمال

(1)......روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۸۴، ۵/۳۵۵، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۸۴، ص۶۸۳، خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۲۴۶، ملتقطاً.

نہیں کرسکو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی فکر کرتا اور اپنے گناہوں پر روتا ہے، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت پڑھی ’’اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا‘‘ ہم تو ان کیلئے گنتی کر رہے ہیں۔ اس سے مراد سانس ہیں اور آخری عدد جان کا نکلنا ہے، پھر گھر والوں سے جدائی ہے اور قبر میں داخل ہونے کی آخری گھڑی ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔

﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ: یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو لے جائیں گے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو ترغیب دینے اور ڈرانے کے طور پر وہ دن یاد دلائیں جس دن ہم پرہیزگاروں اور اطاعت شِعاروں کو ان کے اس رب کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے جو اپنی وسیع رحمت کے ساتھ انہیں ڈھانپے ہوئے ہے۔ [2]

قیامت کے دن پرہیزگاروں کے اعزاز و اکرام سے متعلق 4 روایات

اس آیت میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار اور اطاعت گزار بندوں کے اعزاز و اکرام کا ذکر ہوا اور قبروں سے اٹھ کر میدانِ محشر میں جانے، وہاں ٹھہرنے، پھر وہاں سے جنت میں جانے کے عرصہ کے دوران ان کے اعزاز واکرام کا ذکر کثیر اَحادیث میں بھی کیا گیا ہے ان میں سے 4 روایات درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! پرہیزگاروں کو ان کے قدموں پر نہیں لایا جائے گا اور نہ ہی انہیں ہانک کر لایا جائے گا بلکہ انہیں جنت کی

[1]......احياءعلوم الدين، كتاب ذكر الموت ومابعده، الباب الثاني في طول الامل وفضيلة قصر الامل... الخ، بيان المبادرة الى العمل وحذر آفة التاخير، ٥/٢٠٥-٢٠٦.

[2]......روح البيان، مريم، تحت الآية: ٨٥، ٥/٣٥٦.

اونٹنیوں پر لایا جائے گا جن کی مثل مخلوق نے دیکھی ہی نہ ہوگی، ان کے کجاوے سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی۔ پرہیزگار ان پر بیٹھے رہیں گے یہاں تک کہ وہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔[1]

(2)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: پرہیزگاروں کو ان اونٹنیوں پر سوار کرکے لایا جائے گا جن کے کجاوے زمرد اور یاقوت کے ہوں گے اور جو رنگ وہ چاہیں گے اسی کے ہوں گے۔[2]

(3)......حضرت ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جب پرہیزگار لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضر ہوں گے تو ان کی عزت کی جائے گی، انہیں نعمتیں بخشی جائیں گی، انہیں سلام پیش کیا جائے گا اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[3]

(4)......جامع البیان میں ہے کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو ایک حسین اور خوشبودار صورت اس کا استقبال کرے گی اور مومن سے کہے گی کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا نہیں، بے شک! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھے بہت پاکیزہ خوشبو دی اور تیری بہت حسین صورت بنائی۔ وہ صورت کہے گی تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تک تجھ پر سوار رہا اور آج تو مجھ پر سوار ہو جا۔[4]

وَّ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا ﴿۸۶﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔

﴿وَ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔﴾ قیامت کے دن پرہیزگار مسلمان تو مہمان بنا کر اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع کئے جائیں گے جبکہ کافروں کا حال یہ ہوگا کہ انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ذلت و توہین کے ساتھ پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

---

1 ......البعث لابن ابی داؤد، ص۵۲، الحدیث: ۵۶.

2 ......درمنثور، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۳۸.

3 ......درمنثور، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۳۸.

4 ......جامع البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۸۵، ۸/۳۸۰.

کافروں کی سزا کے بیان پر مشتمل آیات سن کر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

یادر ہے کہ ایسی آیات جن میں کافروں کی کوئی سزا بیان کی گئی ہو ان میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت اور نصیحت ہوتی ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی اس طرح کی آیات پڑھے یا سنے تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے۔ ایسی آیات سن کر ہمارے بزرگانِ دین کا کیا حال ہوتا تھا اس سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مسور بن مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شدّتِ خوف کی وجہ سے قرآنِ پاک میں کچھ سننے پر قادر نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے سامنے ایک حرف یا کوئی آیت پڑھی جاتی تو وہ چیخ مارتے اور بے ہوش ہو جاتے، پھر کئی دن تک انہیں ہوش نہ آتا۔ ایک دن قبیلہ خثعم کا ایک شخص ان کے سامنے آیا اور اس نے یہ آیات پڑھیں، ”یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا“ یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔[1] یہ سن کر آپ نے فرمایا ”آہ! میں مجرموں میں سے ہوں اور متقی لوگوں میں سے نہیں ہوں، اے قاری! دوبارہ پڑھو۔ اس نے پھر پڑھا تو آپ نے ایک نعرہ مارا اور آپ کی روح قَفَسِ عُنصری سے پرواز کر گئی۔[2]

آیت ”وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......کافروں کا دوزخ میں داخلہ انتہائی ذلت و رسوائی سے اور مومنوں کا جنت میں داخلہ انتہائی عزت و احترام سے ہوگا۔

(2)......کافر میدانِ محشر میں پیاسے ہوں گے۔ یاد رہے کہ مومنوں کے لئے حوضِ کوثر کی نہر میدانِ محشر میں آئے گی جس سے مُرتدّین روک دیئے جائیں گے، یونہی ہر نبی کے امتیوں کیلئے ان کے نبی کا حوض ہوگا۔

لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

وقف لازم

---

1 ......مریم: ۸۵، ۸۶.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، الشطر الثانی، بیان احوال الصحابة والتابعین والسلف الصالحین فی شدّة الخوف، ۲۲۷/۴.

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جس نے رحمٰن کے پاس عہد لے رکھا ہے۔

﴿لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ : لوگ شفاعت کے مالک نہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہگاروں کی شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اس کے علاوہ کوئی بندہ کسی گناہگار کی شفاعت کا مالک نہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجرموں میں سے کوئی اس بات کا مالک نہیں کہ اس کی شفاعت کی جائے البتہ ان میں سے جو مسلمان ہے اس کی شفاعت ہوگی۔[1]

اللہ تعالیٰ کے پاس عہد

یہاں ہم دو ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جنہیں بجالانے والے بندے کا عہد اللہ تعالیٰ کے پاس رکھ دیا جاتا ہے۔

(1)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جس نے انہیں ادا کیا اور ہلکا سمجھ کر ان میں سے کچھ ضائع نہ کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے اور جس نے انہیں ادا نہ کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد نہیں، چاہے وہ اسے عذاب دے یا اسے جنت میں داخل کر دے۔[2]

(2)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے یہ کہتے سنا کہ کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ہر صبح و شام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے ایک عہد لو۔ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کس طرح؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’صبح و شام یہ کہے ’’**اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ، اِنِّی اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِهِ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ، فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ**

---

1 ......روح البیان، مریم، تحت الآیة: ٨٧، ٣٥٦/٥.

2 ......ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فیمن لم یوتر، ٨٩/٢، الحدیث: ١٤٢٠.

وتُقرّبُنِیْ مِنَ الشَّرِّ، وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرحْمَتِکَ، فَاجْعَلْ لِیْ عِنْدَکَ عَھْدًا تُوَفِّیْنِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادُ'' تو جو شخص یہ کہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھ دے گا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا کرنے والا ندا کرے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے؟ پس وہ آدمی کھڑا ہوگا اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔[1]

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے۔ بیشک تم انتہائی ناپسندیدہ بات لائے ہو۔

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلے بتوں کی پوجا کرنے والوں کا رد کیا گیا اور اب ایک بار پھر ان لوگوں کا رد کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافروں نے یہ کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے۔ اس آیت میں حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودی، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے عیسائی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے مشرکینِ عرب سبھی داخل ہیں۔[2]

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر۔ اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد بتائی۔ اور رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

---

1 ......قرطبی، مریم، تحت الآیة: ٨٧، ٦/٦٣، الجزء الحادی عشر.

2 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیة: ٨٨، ٧/٥٦٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین بھی پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ: قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کرنا ایسی بے ادبی و گستاخی کا کلمہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ غضب فرمائے تو وہ تمام جہان کا نظام درہم برہم کر دے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ کفار نے جب یہ گستاخی کی اور ایسا بے باکانہ کلمہ منہ سے نکالا تو جن و اِنس کے سوا آسمان، زمین، پہاڑ وغیرہ تمام مخلوق پریشانی سے بے چین ہوگئی اور ہلاکت کے قریب پہنچ گئی، فرشتوں کو غضب ہوا اور جہنم کو جوش آ گیا۔[1]

﴿وَمَا يَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ: حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اولاد سے پاک ہونا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ وہ اس سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا ممکن نہیں محال ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جز، اس کی شبیہ و نظیر اور اس کا مددگار رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا جز ہو یا اس کی مثل بنے یا کوئی اس کا مددگار رہو۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب رحمٰن کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں۔﴾ یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر بناوٹی معبودوں کی نفی کی دلیل بھی بن سکتی ہے اور اس بات کی بھی دلیل بن سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ پہلی صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں وہ سب تو

[1] ......خازن، مریم، تحت الآية: ٩٠-٩١، ٣/٢٤٧.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے اور صرف اسے ہی سجدہ کرتے ہیں تو پھر وہ معبود کس طرح ہوسکتے ہیں۔ دوسری صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ قیامت کے دن تمام جن وانس اور فرشتے نیز کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور یہ بات واضح ہے کہ جو کسی کا بندہ ہوتا ہے وہ اس کی اولاد نہیں ہوتا اور جو اولاد ہو وہ اس کا بندہ نہیں ہوتا کیونکہ بندہ ہونا اور اولاد ہونا دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتے نیز کوئی اپنی اولاد کا مالک نہیں ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے تو وہ اس کی اولاد ہرگز نہیں ہوسکتا۔

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے خوب گن رکھا ہے۔ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا۔

﴿لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ: بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم وقدرت نے سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ذی روح کے سانسوں کی، دنوں کی، تمام اَحوال کی اور جملہ معاملات کی تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شمار میں ہے، اس پر کچھ مخفی نہیں سب اس کی تدبیر وقدرت کے تحت ہیں۔ (1)

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا: اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مال، اولاد اور معین ومددگار کے بغیر تنہا حاضر ہوگا۔ (2)

1 ......خازن، مریم، تحت الآية: ٩٤، ٣/٢٤٧-٢٤٨.

2 ......مدارك، مريم، تحت الآية: ٩٥، ص٦٨٥.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت بہت بڑا خطرہ ہوگا

یاد رہے کہ بروزِ قیامت جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے حاضر ہوگا تو اس وقت دنیا کا مال، اولاد، دوست اَحباب اور عزیز رشتہ داروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کی مدد کر سکے گا اور اس وقت بہت بڑا خطرہ ہوگا کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہا جائے ''ہم نے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی اور آج بھی تجھے بخش رہے ہیں۔ اس وقت بہت زیادہ خوشی اور سُرور حاصل ہوگا اور پہلے اور بعد والے تم پر رشک کریں گے،، یا، فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس برے بندے کو پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو اور پھر اسے جہنم میں ڈال دو۔ اس وقت تو اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اگر آسمان و زمین تجھ پر روئیں تو انہیں مناسب ہے۔ نیز تجھے اس بات پر بہت زیادہ حسرت ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں کوتاہی کی اور تم نے کمینی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالی اور اب تیرے پاس کچھ نہیں۔ (1)

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے	اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا	یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے
صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب	بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مختلف اَقسام کے کافروں کا رد کیا گیا اور ان کے دُنْیَوی واُخروی اَحوال کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا اور اب نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ (2)

---

1 ......احیاءعلوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة المساءلة، ۵/۲۸۰.

2 ......تفسیر کبیر، مریم، تحت الآیة: ۹۶، ۷/۵۶۷، خازن، مریم، تحت الآیة: ۹۶، ۳/۲۴۸، ملتقطاً.

محبوبیت کی دلیل اور ولی کی علامت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللّٰہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللّٰہ تعالٰی فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مومنینِ صالحین واَولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسے کہ حضور غوثِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور خواجہ غریب نواز اور داتا گنج بخش علی ہجویری اور دیگر معروف اَولیاءِ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عام مقبولیت ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خلقت اسے ولی کہے اور اس کی طرف قدرتی طور پر دل کو رغبت ہو۔ دیکھ لیں، آج اولیاءُ اللّٰہ اپنے مزارات میں سو رہے ہیں اور لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں حالانکہ انہیں کسی نے دیکھا بھی نہیں۔

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

ع ۶ | ۹ | النصف

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرمایا کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ۔ اور ہم نے ان سے پہلی کتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم ان میں کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرما دیا تا کہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو

[1] ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۲/۳۸۲، الحدیث: ۳۲۰۹.

اور جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے ڈر سناؤ۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟

﴿ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں ہی آسان فرمادیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے پرہیزگار لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کی رحمت ورضا کے حصول اور جنت کی) خوشخبری دیں اور کفارِ قریش کے جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنائیں۔

سورۂ مریم کی آیت 97 سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق تین اہم باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے قرآن مجید آسان فرمادیا اور یہ آسان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ اسے آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی زبان ''عربی'' میں نازل کیا گیا جس کی وجہ سے فہمِ قرآن آسان ہوگیا۔

(2)......اس آیت میں عذابِ الٰہی سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دینے اور جھگڑالو قوم کو ڈرانے کے ذریعے تبلیغ کرنے کا فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت، رضا اور جنت کی بشارت سنا کر اور جھگڑالو قوم کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا ڈر سنا کر تبلیغ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

(3)......قرآن مجید (سرزمینِ عرب میں) عربی زبان میں نازل کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جس قوم اور علاقے میں اسلام کی تبلیغ کرنی ہو تو اس کے لئے وہاں کی زبان سیکھی جائے تاکہ وہ لوگ اپنی زبان میں کی جانے والی تبلیغ کو آسانی سے سمجھ سکیں اور اسلام کے قریب ہوں۔

﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے بہت سی امتیں ہلاک کردیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟ وہ سب نیست ونابود کردیئے گئے اسی طرح یہ لوگ اگر وہی طریقہ اختیار کریں گے تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔

سُوْرَۃُ طٰہٰ

سورۂ طٰہٰ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔(1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **8** رکوع، **135** آیتیں، **1641** کلمے اور **5242** حروف ہیں۔(2)

طٰہٰ نام رکھنے کی وجہ

طٰہٰ ، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس نام سے نداء کی گئی اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''طٰہٰ'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ طٰہٰ کے فضائل

(1)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے سورۂ بقرہ ذکر سے عطا کی گئی ہے، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ والطّور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تختیوں سے عطا کی گئی ہیں، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے موجود خزانوں سے عطا کی گئی ہیں اور مُفَصَّل (سورتیں) اضافی دی گئی ہیں۔(3)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کے ساتھ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کلام فرمایا اور جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: اُس امت کو مبارک ہو جس پر یہ کلام نازل ہوگا، اُن سینوں کو مبارک ہو جن میں یہ کلام محفوظ ہوگا اور اُن زبانوں کو مبارک ہو جو یہ کلام پڑھیں گی۔(4)

1......خازن، تفسیر سورۃ طہ، ۲۴۸/۳.

2......خازن، تفسیر سورۃ طہ، ۲۴۸/۳.

3......معجم الکبیر، باب المیم، ابو الملیح بن اسامۃ الھذلی عن معقل بن یسار، ۲۲۵/۲۰، الحدیث: ۵۲۵.

4......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر سورۃ بنی اسرائیل والکھف ... الخ، ۴۷۶/۲، الحدیث: ۲۴۵۰.

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر پکار اٹھے کہ یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے اور اس کے بعد آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ (1)

سورۂ طٰہٰ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں دین کے عقائد جیسے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت، اس کے علاوہ نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے وغیرہ کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......قرآنِ پاک اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری صرف قرآن پاک کے ذریعے نصیحت کرنا، اللّٰہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا اور خود کو زیادہ مشقت میں ڈالے بغیر عبادت کرنا ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن میں صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالے جانے، حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جابر و سرکش فرعون کے پاس بھیجنے اور اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں اس سے بحث کرنے، جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقابلہ ہونے، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالیٰ کی تائید اور مدد ملنے، جادوگروں کے ایمان لانے، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دریا میں راستے بنانے والا معجزہ ظاہر ہونے، بنی اسرائیل کے دریا پار کرنے، فرعون اور اس کے لشکر کے ہلاک ہونے، بنی اسرائیل کا اللّٰہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں کی ناشکری کرنے، سامری کا سونے سے ایک بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اظہارِ غضب کرنے وغیرہ کا ذکر ہے۔

(3)......جو قرآن سے منہ پھیرے، اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے اس کے لئے جہنم کی سزا کا بیان ہے۔

(4)......قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور اس دن مجرموں کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔

---

(1)......الروض الانف، ذکر اسلام عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ، ٢/١٢٢-١٢٣۔

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(6)......اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روگردانی کرنے والے کے انجام کا ذکر ہے۔

(7)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہنے اور گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

(8)......فرمائشی معجزات طلب کرنے والے کفار کا رد کیا گیا ہے۔

سورۂ مریم کے ساتھ مناسبت

سورہ طٰہٰ کی اپنے سے ماقبل سورت ''مریم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کئی انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات وحالات بیان کیے جن میں سے بعض کے واقعات وحالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، وغیرہا اور بعض کے مختصراً بیان کیے گئے جیسا کہ حضرت موسیٰ، حضرت ادریس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، وغیرہا اور کچھ کی طرف اِجمالاً اشارہ کر دیا گیا۔ اب اس سورت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کس طرح نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کس طرح کے معجزات عطا کیے گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کس طرح ظالم بادشاہ کو حق کی دعوت دی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کی دعا سے آپ کے بھائی کو نبوت سے نوازا گیا۔(1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰهٰ ﴿١﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ﴿٣﴾

(1)......تناسق الدرر، سورة طه، ص ١٠٢، ملخصًا.

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ ہاں اس کو نصیحت جو ڈر رکھتا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے۔

﴿طٰهٰ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے۔ مفسرین نے اس حرف کے مختلف معنی بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ''طٰہٰ'' تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام ''محمد'' رکھا ہے اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام ''طٰہٰ'' بھی رکھا ہے۔[1]

﴿مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى: اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور ساری ساری رات قیام کرنے کی تکلیف اٹھائیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بہت محنت فرماتے تھے اور پوری رات قیام میں گزارتے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے عرض کی: آپ اپنے پاک نفس کو کچھ راحت دیجئے کہ اس کا بھی حق ہے۔ شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ افسوس اور حسرت کی حالت میں رہتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب پر اس وجہ سے رنج و ملال رہا کرتا تھا، تو اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں کیونکہ قرآنِ پاک آپ کی مشقت کے لئے نازل نہیں کیا گیا ہے۔[2]

---

1 ......تفسیر قرطبی، طه، تحت الآیة: ۱، ۷۲/۶، الجزء الحادی عشر.

2 ......مدارك، طه، تحت الآیة: ۲، ص۶۸۶، خازن، طه، تحت الآیة: ۲، ۲۴۸/۳-۲۴۹، ابو سعود، طه، تحت الآیة: ۲، ۴۴۸/۳، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت

اس آیتِ مبارکہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اور شوقِ عبادت کا بیان بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور اس کی بارگاہ میں آپ کی عظمت کا بیان بھی ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت کے شوق میں کثرت سے عبادت کرتے اور مشقت اٹھاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مشقت پر آپ کی راحت و آسانی کا حکم نازل فرماتا ہے۔

﴿اِلَّا تَذْكِرَةً: مگر یہ اس کیلئے نصیحت ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ یہ قرآن اُس کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[1]

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کا اتارا ہوا جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

﴿تَنْزِيْلًا: نازل کیا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ یہ قرآن اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہوگا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہوگا۔

قرآنِ مجید کی عظمت بیان کرنے کا مقصد

یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور اس کے حقائق میں تَدَبُّر کریں کیونکہ اس بات کا مشاہدہ ہے کہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٣، ٥/٣٦٢، خازن، طه، تحت الآیة: ٣، ٣/٢٤٩، ملتقطًا.

ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔اور جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا سب سے بڑا عظیم ہے تو اس کی طرف سے بھیجے ہوئے قرآن عظیم کو سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سننا چاہئے اور اس میں انتہائی غور وفکر کرنا اور کامل طریقے سے اس کے دیئے گئے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔افسوس! آج مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو تلاوتِ قرآن کرنے سے ہی محروم ہے اور جو تلاوت کرتے بھی ہیں تو وہ درست طریقے سے تلاوت نہیں کرتے اور صحیح طریقے سے تلاوت کرنے والوں کا بھی حال یہ ہے کہ وہ نہ قرآن مجید کو سمجھتے ہیں، نہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے اَحکام پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ہماری مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نہیں، ہم میں سے ایک شخص دن رات قرآن مجید پڑھتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا حالانکہ یہ مکمل قرآن مجید ہماری طرف ہمارے رب کے پیغامات ہیں۔ (1)

اور حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس تک قرآن مجید پہنچ گیا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔جب وہ اس بات پر قادر ہو جائے تو قرآن مجید پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام اپنے مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے، اس میں غور وفکر کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔اس کا ہے جو کچھ آسمانوں

❶……تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقهم رضی الله عنهم کثرة الاستغفار وخوف المقت ... الخ، ص٢٦١.

❷……احیاءعلوم الدین، کتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثالث فی اعمال الباطن فی التلاوة، ٣٧٨/١.

میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ بڑا مہربان ہے، اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی (زمین) کے نیچے ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ: وہ بڑا مہربان ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید نازل کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمایا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے، جو کچھ زمین میں ہے، جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی یعنی زمین کے نیچے ہے سب کا مالک بھی وہی ہے، وہی ان سب کی تدبیر فرماتا اور ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔

عرش پر استواء فرمانے سے متعلق ایک اہم بات

اللہ تعالیٰ کے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 54 کی تفسیر کے تحت گزر چکی ہے، یہاں اس سے متعلق ایک اہم بات یاد رکھیں، چنانچہ حضرت امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آکر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح اِستواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے تَوَقُّف کے بعد فرمایا ''ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا لیکن اس کی کَیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔''(1)

وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم بلند آواز سے بولو تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔

---

(1)......بغوی، الاعراف، تحت الآیة: ٥٤، ٢/١٣٧.

﴿ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى :تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔﴾ اس آیت کے دو الفاظ ''اَلسِّرَّ'' اور ''اَخْفٰى'' کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، جیسے ایک قول یہ ہے کہ سِر وہ ہے جسے آدمی چھپاتا ہے اور ''اس سے زیادہ پوشیدہ'' وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہے مگر ابھی جانتا بھی نہیں اور نہ اُس سے اِس کے ارادے کا کوئی تعلق ہوا، نہ اس تک اس کا خیال پہنچا۔ ایک قول یہ ہے کہ سِر سے مراد وہ ہے جسے بندہ انسانوں سے چھپاتا ہے اور ''اس سے زیادہ چھپی ہوئی'' چیز وسوسہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بندے کا راز وہ ہے جسے بندہ خود جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ''اس سے زیادہ پوشیدہ'' ربّانی اَسرار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے بندہ نہیں جانتا۔[1]

گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی ترغیب

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری آہستہ آواز کو جانتا ہے اور جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اسے بھی جانتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ظاہری باطنی اَحوال، آنکھوں کی خیانت، سینوں میں چھپی باتیں اور ہمارے تمام کام جانتا ہے اور ہمارے تمام اَفعال کو دیکھ بھی رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ[3]

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ[4]

ترجمۂ کنزالعرفان: تم جو چاہو کرتے رہو۔ بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٧، ٣/٢٤٩، ملتقطًا.

2 ......مائده: ٩٩.

3 ......مومن: ١٩.

4 ......حم السجده: ٤٠.

ان آیات میں ہر بندے کے لئے یہ تنبیہ ہے کہ وہ خفیہ اور اعلانیہ، ظاہری اور باطنی تمام گناہوں سے پرہیز کرے کیونکہ کوئی ہمارے گناہوں کو جانے یا نہ جانے اور کوئی انہیں دیکھے یا نہ دیکھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے جو دنیا میں کسی بھی وقت اس کی گرفت فرما سکتا ہے اور اگر اس نے دنیا میں کوئی سزا نہ دی تو وہ آخرت میں جہنم کی دردناک سزا دے سکتا ہے۔ نیز ان آیات میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب بھی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی نیکی چھپ کر کریں یا سب کے سامنے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

[illegible]

ابو سعید عبد اللہ بن عمر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے تفسیرِ بیضاوی میں اس آیت میں مذکور لفظ ''قول'' سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے ہے۔[1]

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب اچھے نام اسی کے ہیں۔

﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: **وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ معبودِ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور وہ حقیقتاً واحد ہے اور اَسماء و صِفات کی کثرت اس کی ذات کو تعبیر کرنے کے مختلف ذرائع ہیں۔ یہ نہیں کہ صفات کی کثرت ذات کی کثرت پر دلالت کرے جیسے کسی آدمی کو کہیں کہ یہ عالم بھی ہے اور سخی بھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے عالم بھی کہہ سکتے ہیں اور سخی بھی، نہ یہ کہ دو نام رکھنے سے وہ ایک سے دو آدمی بن گئے۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰىۘ ﴿۹﴾

وقف لازم

1 ......بیضاوی، طه، تحت الآیة: ۷، ۴/۴۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى: اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں تاکہ اس سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کو تقوِیَت حاصل ہو اور اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا کیونکہ انہیں نبوت و رسالت کے فرائض کی ادائیگی میں جس قدر مشقتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک کے لئے بہت تسلی ہے، چنانچہ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس سفر کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجازت لے کر مَدْیَن سے مصر کی طرف اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہلِ بیت ہمراہ تھے اور آپ نے شام کے بادشاہوں (کی طرف سے نقصان پہنچنے) کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں مسافت طے کرنا اختیار فرمایا، اس وقت زوجۂ محترمہ حاملہ تھیں، چلتے چلتے طور پہاڑ کے مغربی جانب پہنچے تو یہاں رات کے وقت زوجۂ محترمہ کو دردِ زہ شروع ہوا، یہ رات اندھیری تھی، برف پڑ رہی تھا اور سردی شدت کی تھی، اتنے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دور سے آگ معلوم ہوئی۔ (1)

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے

1 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ۹، ۸/۱۵، خازن، طه، تحت الآیة: ۹، ۳/۲۴۹-۲۵۰، ملتقطًا.

لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں۔

﴿اِذْ رَاٰ نَارًا: جب اس نے ایک آگ دیکھی۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آگ دیکھی تو اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا: آپ یہیں ٹھہرو، میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے، اس لئے میں جاتا ہوں، شاید میں تمہارے پاس اس آگ میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا مجھے آگ کے پاس کوئی ایسا شخص مل جائے جس سے درست راستہ پوچھ کر ہم مصر کی طرف روانہ ہو سکیں۔

بیوی اہلِ بیت میں داخل ہے

اس آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ کو ’’اہل‘‘ فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اہلِ بیت میں سے ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بیشک تو پاک جنگل طُوٰی میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت

موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو وہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک سرسبز وشاداب درخت دیکھا جو اوپر سے نیچے تک انتہائی روشن تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جتنا اس کے قریب جاتے اتنا وہ دور ہو جاتا اور جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ٹھہر جاتے ہیں تو وہ قریب ہو جاتا، اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے کہ اس میں عاجزی کا اظہار، مقدس جگہ کا احترام اور پاک وادی کی خاک سے برکت حاصل کرنے کا موقع ہے، بیشک تو اس وقت پاک وادی طُوًی میں ہے۔[1]

آیت ”فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت اور اس کی تفسیر سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... پاک اور مقدس جگہ پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہئے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے۔

(2)...... **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور مُناجات کرتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں۔

(3)...... مقدس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کے ساتھ اپنا بدن مَس کر سکتے ہیں۔

(4)...... مقدس جگہ کا ادب واحترام کرنا چاہئے کہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مزارات اور اس سرزمین کا ادب کیا جاتا ہے جہاں وہ آرام فرما ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین مقدس مقامات کا ادب کس طرح کیا کرتے تھے اس سلسلے میں ایک حکایات ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے (مدینہ منورہ میں) حضرت امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے پر خراسان کے گھوڑوں کا ایک ایسا ریوڑ دیکھا کہ میں نے اس سے اچھا نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حضرت امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: یہ کتنا خوبصورت ہے۔ انہوں نے فرمایا ”اے ابو عبد **اللہ**! یہ میری طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔ میں نے عرض کی: آپ اس میں سے ایک جانور اپنی سواری کے لئے رکھ لیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: مجھے **اللہ** تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مبارک مٹی کو جانور کے (اوپر سوار ہو کر اس کے) کھروں سے روندوں جس میں **اللہ** تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (کا روضۂ انور) موجود ہے۔[2]

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ ۔۔۔۔ او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ١١-١٢، ص٦٨٧.

2 ......احياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الثانى فى العلم المحمود والمذموم واقسامهما... الخ، ٤٨/١.

وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے تجھے پسند کیا اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔

﴿وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ: اور میں نے تجھے پسند کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیری قوم میں سے تجھے نبوت و رسالت کے لئے پسند کرلیا اور تجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کے شرف سے مشرف فرمایا تو اب اسے غور سے سن جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔[1]

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا ذکر ایک اور مقام پر صراحت کے ساتھ بھی موجود ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ۔

نیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو ندا سنی اس کی کیفیت کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ ندا اپنے بدن کے ہر جُز و سے سنی اور سننے کی قوت ایسی عام ہوئی کہ پورا جسمِ اَقدس کان بن گیا۔[3]

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

---

1 ......جلالین، طه، تحت الآية: ١٣، ص ٢٦١، خازن، طه، تحت الآية: ١٣، ٣/٢٥٠، ملتقطاً.

2 ......اعراف: ١٤٤.

3 ......خازن، طه، تحت الآية: ١١، ٣/٢٥٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

﴿اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ : بیشک میں ہی اللہ ہوں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، بیشک میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو تا کہ تم اس میں مجھے یاد کرو اور میری یاد میں اخلاص ہو اور میری رضا کے علاوہ کوئی دوسری غرض مقصود نہ ہو، اسی طرح اس میں ریا کا دخل نہ ہو۔ آیت کے آخری حصے ”اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ“ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم میری نماز قائم رکھو تا کہ میں تجھے اپنی رحمت سے یاد فرماؤں۔[1]

آیت ”وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔

(2)......نماز کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کیلئے ہونی چاہیے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کیلئے۔

(3)......نماز ادا کرنے والے بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت آنے والی ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں تا کہ ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔

﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ : بیشک قیامت آنے والی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت لازمی طور پر آنے والی ہے اور قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے سب سے چھپا کر رکھتا اور یہ فرما کر بندوں کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ دیتا کہ بے شک

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٤، ٣/٢٥٠، مدارك، طه، تحت الآية: ١٤، ص٦٨٨، ملتقطاً.

قیامت آنے والی ہے، یعنی لوگوں کو اِس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہے (اگر ایسا ہوتا تو لوگ بالکل ہی غفلت ولاعلمی میں مارے جاتے)۔ لیکن اس کے برعکس انہیں قیامت آنے کی خبر دی گئی ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا البتہ اِس کے ساتھ انہیں مُتَعَیَّن وقت نہیں بتایا گیا (کہ وہ بھی کئی اعتبار سے اکثر لوگوں کیلئے غفلت کا سبب بن جاتا لہٰذا) اِس کی جگہ بغیر مُعَیَّن وقت بتائے محض قیامت کی خبر دیدی تا کہ اُس کے کسی بھی وقت آنے کے خوف سے لوگ گناہوں کو ترک کر دیں، نیکیاں زیادہ کریں اور ہر وقت توبہ کرتے رہیں۔ (1)

موت اور قیامت کا وقت چھپائے جانے کی حکمت

یاد رہے کہ اس آیت میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کب آئے گی، اسی طرح دیگر آیات میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ ہر جاندار کو موت آئے گی لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کب اور کس وقت آئے گی، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت اور موت دونوں کے آنے کا وقت بندوں سے چھپایا گیا ہے اور ان کا وقت چھپانے میں بھی حکمت ہے، جیسے قیامت آنے کا وقت چھپانے کی جو حکمت اوپر بیان ہوئی کہ لوگ اس وجہ سے خوفزدہ رہیں گے اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں زیادہ کریں گے اور توبہ کرنے میں مصروف رہیں گے یہی حکمت موت کا وقت چھپانے میں بھی ہے کیونکہ جب کسی انسان کو اپنی عمر ختم ہونے اور موت آنے کا وقت معلوم ہوگا تو وہ اس وقت کے قریب آنے تک گناہوں میں مشغول رہے گا اور جب موت کا وقت آنے والا ہوگا تو وہ گناہوں سے توبہ کر کے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائے گا اور اس طرح وہ گناہوں کی سزا پانے سے بچ جائے گا اور جب انسان کو اپنی موت کا وقت ہی معلوم نہ ہوگا تو وہ ہر وقت خوف اور دہشت میں مبتلا رہے گا اور یا تو گناہوں کو مکمل طور پر چھوڑ دے گا یا ہر وقت اس ڈر سے گناہوں سے توبہ کرتا رہے گا کہیں ابھی موت نہ آجائے۔

افسوس! فی زمانہ لوگوں کی اکثریت حشر کے ہولناک دن اور اپنی موت کو یاد کرنے، اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی جستجو کرنے اور اپنی موت کے لئے تیاری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہے اور قیامت کے دن راحت و چین مل جانے اور دنیا میں اپنی عمر زیادہ ہونے کی لمبی لمبی امیدیں باندھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور اپنی قبر و آخرت کی بہتری کے لئے فوری طور پر بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: یاد رہے کہ قیامت آنے کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے چھپایا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ

(1)......مدارك، طه، تحت الآية: ١٥، ص٦٨٨، ملتقطاً.

تعالیٰ نے اپنے کسی بھی بندے کو اس کی اطلاع نہیں دی بلکہ اَحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت آنے کا وقت بھی بتا دیا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قیامت کی نشانیاں بیان فرمانا اور اس کا مُتَعَیَّن وقت امت کو نہ بتانا بھی حکمت کے پیشِ نظر ہے۔

فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

﴿فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا: تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے۔﴾ یہاں آیت میں خطاب بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہے اور اس سے مراد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُمت ہے۔ چنانچہ گویا کہ ارشاد فرمایا: اے میرے کلیم موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اُمتی! قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے قیامت کو ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔[1]

وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

﴿وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟﴾ اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ

[1]......مدارك، طه، تحت الآية: ١٦، ص٦٨٨.

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور یہ بات قلب میں خوب راسخ ہو جائے کہ یہ عصا ہے تاکہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کے خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو یا یہ حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانوس کیا جائے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام کی ہیبت کا اثر کم ہو۔ (1)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی موقعہ پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کسی سے کچھ پوچھنا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میری اس میں اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔

﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ: عرض کی: یہ میرا عصا ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: یہ میرا عصا ہے، جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے خشک درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور میری کئی ضروریات میں بھی یہ میرے کام آتا ہے جیسے اس کے ذریعے توشہ اور پانی اٹھانا، مُوذی جانوروں کو دفع کرنا اور دشمنوں سے لڑائی میں کام لینا وغیرہ۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے عصا کے ان فوائد کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے

(1)......مدارك، طه، تحت الآية: ١٧، ص٦٨٨.

شکر کے طور پر تھا۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے پاس عصا رکھنا انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اور اس سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ''عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں۔ (1) یہ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، (2) صُلحا کی زینت ہے، (3) دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے، (4) کمزوروں کا مددگار ہے، (5) منافقین کے لیے پریشانی کا باعث ہے، (6) عبادت میں زیادتی کا باعث ہے۔ (2)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بھی عصا مبارک استعمال فرمایا کرتے تھے، اسی سلسلے میں ایک بہت پیاری حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ جب حضرت عبد اللّٰہ بن انیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ منورہ لائے اور تاجدارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے قدموں میں ڈال دیا تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبد اللّٰہ بن انیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی بہادری اور جان بازی سے خوش ہو کر انہیں اپنا عصا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اسی عصا کو ہاتھ میں لے کر جنت میں چہل قدمی کرو گے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قیامت کے دن یہ مبارک عصا میرے پاس نشانی کے طور پر رہے گا۔ چنانچہ انتقال کے وقت انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ (3)

قَالَ اَلۡقِهَا یٰمُوۡسٰی ﴿۱۹﴾ فَاَلۡقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسۡعٰی ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذۡهَا وَلَا تَخَفۡ ٚ سَنُعِیۡدُهَا سِیۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰی ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو موسیٰ نے اسے ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ فرمایا

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۱۸، ۳/۲۵۱، مدارك، طه، تحت الآية: ۱۸، ص۶۸۸، ملتقطًا.

2 ......قرطبي، طه، تحت الآية: ۱۸، ۶/۸۹، الجزء الحادي عشر.

3 ......زرقاني على المواهب، كتاب المغازي، سرية عبد الله بن انيس، ۲/۴۷۳-۴۷۴ ملخصًا.

اسے اٹھالے اور ڈر نہیں اب ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: اے موسیٰ اسے ڈال دو۔ تو موسیٰ نے اسے (نیچے) ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔ (اللہ نے) فرمایا: اسے پکڑلو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا ''اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو تاکہ تم اس کی شان دیکھ سکو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اچانک سانپ بن کر تیزی سے دوڑنے لگا اور اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو (طبعی طور پر) خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اسے پکڑلو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خوف جاتا رہا حتّٰی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دستِ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاتھ لگاتے ہی پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ (1)

﴿فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى: تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اس وقت ان کے عصا کو سانپ بنائے جانے کی مفسرین نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں، ان میں سے دو حکمتیں درج ذیل ہیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ نے ان کے عصا کو اس لئے سانپ بنایا تاکہ یہ ان کا معجزہ ہو جس سے ان کی نبوت کو پہچانا جائے۔

(2)......اس مقام پر عصا کو سانپ اس لئے بنایا گیا تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کا پہلے سے مشاہدہ کرلیں اور جب فرعون کے سامنے یہ عصا سانپ بنے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔ (2)

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ

1......خازن، طه، تحت الآية: ١٩-٢١، ٣/٢٥١-٢٥٢، مدارك، طه، تحت الآية: ١٩-٢١، ص٦٨٩، ملتقطاً.

2......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٢٠، ٨/٢٧.

اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے ایک اور نشانی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملاؤ، بغیر کسی مرض کے خوب سفید ہوکر، ایک اور معجزہ بن کر نکلے گا۔

﴿ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ: اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملالو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک اور معجزہ عطا فرمایا جس کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! آپ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بازو کی بغل کے نیچے ملا کر نکالئے تو وہ ہاتھ سورج کی طرح چمکتا، نگاہوں کو خیرہ کرتا اور کسی مرض کے بغیر خوب سفید ہوکر نکلے گا اور یہ عصا کے بعد آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک اور نشانی ہے اسے بھی لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دست مبارک سے رات میں چاند اور دن میں سورج کی روشنی کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا۔[1]

جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دوبارہ اپنا دست مبارک بغل کے نیچے رکھ کر بازو سے ملاتے تو وہ دستِ اَقدس اپنی سابقہ حالت پر آجاتا تھا۔

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

﴿ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى: تا کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔﴾ یعنی اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ہم نے آپ کو عصا سانپ بن جانے اور ہاتھ روشن ہوجانے کے دو معجزات اس لئے عطا کئے تاکہ ان کے ذریعے ہم آپ

---

[1]......مدارك، طه، تحت الآية: ۲۲، ص۶۸۹، خازن، طه، تحت الآية: ۲۲، ۳/۲۵۲، ملتقطاً.

کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ (1)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا:

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى — ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (2) — ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان میں فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں ان کا تعلق فقط زمین کے عجائبات سے ہے جبکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جو بڑی نشانیاں دیکھی ہیں ان کا تعلق زمین کے عجائبات سے بھی ہے اور آسمانوں کے عجائبات سے بھی ہے۔ (3)

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے۔

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ: فرعون کے پاس جاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم ہمارے رسول ہو کر فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے اور کفر میں حد سے گزر گیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا ہے۔ حقیقت میں تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون اور اس کے تمام ماننے والوں کی طرف بھیجا گیا تھا البتہ فرعون کو خاص طور پر ذکر

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۳۷۷.

2 ......نجم: ۱۸.

3 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۳۷۷.

کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور کفر میں حد سے گزر گیا تھا۔ (1)

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ وہ میری بات سمجھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان فرما دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سرکش فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جان گئے کہ انہیں ایک ایسے عظیم کام کا پابند کیا گیا ہے جس کے لئے سینہ کشادہ ہونے کی حاجت ہے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور اسے رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے وسیع فرما دے اور اسباب پیدا فرما کر، دیگر رکاوٹیں ختم کر کے میرے لیے میرا وہ کام آسان فرما دے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور میری زبان کی گرہ کھول دے جو بچپن میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پڑ گئی ہے تاکہ وہ لوگ رسالت کی تبلیغ کے وقت میری بات سمجھیں۔ (2)

﴿وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ: اور میری زبان سے گرہ کھول دے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان میں لُکنت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ایک دن فرعون نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر

---

1 ......جلالین، طه، تحت الآیة: ۲٤، ص۲٦۲، خازن، طه، تحت الآیة: ۲٤، ۳/۲۵۲، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآیة: ۲۵-۲۸، ص٦۸۹-٦۹۰، خازن، طه، تحت الآیة: ۲۵-۲۸، ۳/۲۵۲-۲۵۳، روح البیان، طه، تحت الآیة: ۲۵-۲۸، ۵/۳۷۸، ملتقطاً.

زور سے طمانچہ ماردیا، اِس پر اُسے غصہ آیا اور اُس نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، یہ دیکھ کر حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا: اے بادشاہ! یہ ابھی بچہ ہے اسے کیا سمجھ؟ اگر تو تجربہ کرنا چاہے تو تجربہ کرلے۔ اس تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں سرخ یاقوت آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہاتھ انگارہ پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے منہ میں دے دیا اس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔ [1]

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ وہ کون میرا بھائی ہارون۔ اس سے میری کمر مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں۔ اور بکثرت تیری یاد کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔ تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں۔ اور بکثرت تیرا ذکر کریں۔ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

﴿وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی: میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے جو میرا معاون اور مُعتمد ہو اور وہ میرا بھائی ہارون ہو، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما اور

1 ......بغوی، طه، تحت الآیة: ۲۷، ۳/۱۸۲.

اسے رسالت کی تبلیغ اور نبوت کے کام میں میرا شریک کردے تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور نمازوں میں اور نمازوں کے علاوہ بھی بکثرت تیرا ذکر کریں بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہمارے اَحوال کو جانتا ہے۔[1]

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 35تا29 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 8 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت جیسا عظیم منصب عطا فرما دیا۔

(2)......اپنے عزیز کو اپنا جانشین بنانا حرام نہیں، اصل مدار اہلیّت پر ہے، اگر اولاد اہل ہے تو اسے جانشین بنانا درست ہے کہ اہل آدمی کا اولاد ہونا کوئی ایسا جرم نہیں کہ اسے جانشین نہ بنایا جاسکے، ہاں کسی خارجی وجہ سے یہ فعل نہ کیا جائے تو وہ جدا بات ہے۔اس معاملے میں لوگوں کی آراء میں بہت اِفراط وتفریط پایا جاتا ہے، لہٰذا انہیں اِعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے قوت اور مدد حاصل کرنا نہ توکّل کے خلاف ہے اور نہ توحید کے مُنافی ہے۔

(4)......بہترین اور قابل لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور انہیں اپنا وزیر بنانا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پسندیدہ عمل ہے۔

(5)......اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھنا اور اپنی قوت وشوکت پر غرور کرنا درست نہیں ہے۔

(6)......جو چیز اپنے لئے پسند ہو وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے۔

(7)......نیکیاں زیادہ کرنے کے معاملے میں نیک آدمی کی صحبت اختیار کرنے کا بڑا عمل دخل ہے۔

(8)......اللہ تعالیٰ کا ذکر جماعت کے ساتھ مل کر کرنا اور بزرگوں کے پاس بیٹھ کر کرنا بہت افضل ہے۔

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے عطا ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! تیرا سوال تجھے عطا کردیا گیا۔

---

[1]......مدارك، طه، تحت الآية: ۲۹-۳۵، ص ۶۹۰، خازن، طه، تحت الآية: ۲۹-۳۵، ۳/۲۵۳، ملتقطاً.

﴿قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ: اللہ نے فرمایا: تجھے عطا کر دیا گیا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، تجھے وہ تمام چیزیں عطا کر دی گئیں جن کا تو نے ہم سے سوال کیا ہے۔“[1]

علماء ونیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جاہلوں کی صحبت سے محفوظ فرما دے اور علماء وصلحا کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا کر دے تو یہ اس کا بہت بڑا احسان اور انعام ہے کیونکہ یہ حضرات بندے سے گناہوں کے بوجھ اتارنے میں معاون ومددگار اور نیک اعمال کی راہ پر آسانی سے چلنے میں ہادی ورہنما ہوتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ علماء اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور جو لوگ نیک اور پرہیزگار ہیں وہ بھی علماء اور نیک لوگوں کو ہی اپنا ہم نشین بنائیں کیونکہ تلوار جتنی بھی عمدہ اور اعلیٰ ترین ہو اسے تیز کرنے کی ضرورت بہر حال پڑتی ہے۔ نیز ان آیات میں اربابِ اختیار اور سلطنت وحکومت پر قائم افراد کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے کہ وہ اپنی وزارت اور مشاورت کے لئے ان افراد کا انتخاب کریں جو نیک اور پارسا ہیں۔ سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے جو شخص حاکم ہو پھر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی چاہئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیک وزیر بنا دے گا، اگر حکمران کوئی بات بھول جائے تو وہ اسے یاد دلا دے گا اور اگر وہ یاد رکھے تو وہ اس کی مدد کرے گا۔“[2]

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک بار اور احسان فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی احسان فرمایا تھا۔

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ: اور بیشک ہم نے تجھ پر احسان فرمایا۔﴾ اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، ہم نے آپ کے سوال کرنے سے پہلے بھی آپ کی مَصلحت کی نگہبانی فرمائی ہے تو یہ کس طرح

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٣٦، ص ٦٩٠، خازن، طه، تحت الآية: ٣٦، ٢٥٣/٣، ملتقطاً.

2 ......نسائی، كتاب البيعة، وزير الامام، ص٦٨٥، الحديث: ٤٢١٠.

ہوسکتا ہے کہ آپ کے سوال کرنے کے بعد ہم آپ کی مراد آپ کو عطا نہ کریں، اور جب ہم نے آپ کو پچھلے زمانے میں آپ کی ضرورت کی ہر چیز آپ کو عطا فرمائی اور پہلی حالت سے بلند درجہ عطا کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے آپ کو اس بلند، اہم اور عظیم رتبے پر فائز کیا ہے کہ جس پر فائز شخص کو اس کی طلب کی گئی چیز سے منع نہیں کیا جاتا۔[1]

اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کرنا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی جو اس کے دل میں ڈالی جانی تھی۔

﴿اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ: جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس احسان کا تذکرہ فرمایا یہاں سے اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب آپ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں کو یہ اندیشہ ہوا کہ فرعون آپ کو قتل کر ڈالے گا تو ہم نے اس کے دل میں ڈال کر یا خواب کے ذریعے سے اِلہام کیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تا کہ اسے وہ فرعون اٹھالے جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے ایک صندوق بنایا اور اس میں روئی بچھائی اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس میں رکھ کر صندوق بند کر دیا اور اس کی درزیں قیر کے روغن سے بند کر دیں، پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے کنارہ بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر غلاموں اور کنیزوں کو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا گیا تو اس میں ایک نورانی شکل کا فرزند جس کی پیشانی سے وجاہت و اِقبال کے آثار نمودار تھے نظر آیا، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں بے پناہ محبت پیدا ہوئی۔[2]

نوٹ: یہاں ایک بات یاد رہے کہ وحی صرف انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید

1 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ٣٧، ٨/٤٦.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ٣٨-٣٩، ٣/٢٥٣.

میں جہاں بھی وحی کا لفظ غیر نبی کے لئے آیا ہے وہاں اس سے ''اِلہام کرنا'' مراد ہوتا ہے۔

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗؕ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے تو دریا اسے کنارے پر ڈالے کہ اسے وہ اٹھا لے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تا کہ اسے وہ اٹھا لے جو میرا دشمن ہے اور اس کا (بھی) دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور تاکہ میری نگاہ کے سامنے تمہاری پرورش کی جائے۔

﴿وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ: اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا محبوب بنایا اور مخلوق کا محبوب کر دیا'' اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے تو دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، یہی حال حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تھا کہ جو آپ کو دیکھتا تھا اسی کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھوں میں ایسی مَلاحت تھی جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والے کے دل میں محبت جوش مارنے لگتی تھی۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ محبوبیت و مقبولیتِ خَلق بھی بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ ہے۔ ہمارے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ مخلوق کے محبوب ہیں اور یہ محبوبیت بھی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۳۹، ۳/۲۵۳، مدارك، طه، تحت الآية: ۳۹، ص ۶۹۱، ملتقطاً.

کا معجزہ ہے۔ نیز آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی پرورش کا انتظام بھی خود فرما دیتا ہے۔

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ۬ؕ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۬ؕ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى(۴۰) وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ(۴۱)ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تیری بہن چلی پھر کہا کیا میں تمہیں وہ لوگ بتادوں جو اس بچہ کی پرورش کریں تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل کیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا پھر تو ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ۔ اور میں نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی پھر وہ کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسی عورت کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی دیکھ بھال کرے تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی اور تمہیں اچھی طرح آزمایا پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہوگئے۔ اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا۔

﴿ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن کا نام مریم تھا، جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا تو اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن صندوق کے متعلق معلوم کرنے کہ وہ کہاں پہنچتا ہے اس کے ساتھ چلتی رہی یہاں تک کے صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے پاس

رکھ لیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا بیٹا بنا لیا مگر جب دودھ پلانے کے لیے دائیاں حاضر کی گئیں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی بھی دائی کا دودھ قبول نہ کیا، اس پر آپ کی بہن نے کہا کہ مصر میں ایک اور دائی بھی ہے جس کا دودھ نہایت عمدہ ہے، یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کو بلایا گیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دودھ پینا شروع کر دیا، یوں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پرورش کے لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کے سپرد کر دیا گیا اور اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا: اورتم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا گزشتہ زمانے میں ہونے والا ایک اور واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کی قوم کے ایک کافر کو مارا تو وہ مر گیا تھا۔ اس واقعہ پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کے غم سے نجات دی۔ [1]

﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا: اور تمہیں اچھی طرح آزمایا۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''فُتُون کا معنی ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا ہونا اور اللّٰہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان آزمائشوں سے نجات عطا فرمائی۔ ان میں سے پہلی آزمائش تو یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ محترمہ کو اس سال حمل ہوا جس سال فرعون ہر پیدا ہونے والے بچے کو ذبح کروا دیتا تھا۔ دوسری آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ تیسری آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی والدہ کے سوا کسی کا دودھ قبول نہ کیا۔ چوتھی آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی کھینچی جس کی وجہ سے اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پانچویں آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے موتی کے بدلے انگارہ منہ میں لے لیا۔ چھٹی آزمائش یہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ظالم قبطی (فرعونی) کو تھپڑ مار کر قتل کر دیا اور فرعون کے خوف سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَدْیَن کی طرف تشریف لے گئے۔ [2]

﴿فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ: پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے۔﴾ مدین، مصر سے آٹھ منزل (تقریباً 144 میل)

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.

کے فاصلہ پر ایک شہر ہے، یہاں حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر سے مدین آئے اور کئی برس تک حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اقامت فرمائی اوران کی صاحبزادی صفوراء کے ساتھ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نکاح ہوا۔ (1)

﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى: پھراے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہوگئے۔﴾ یعنی اپنی عمر کے چالیسویں سال حاضر ہوگئے اور یہ وہ سال ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ (2)

﴿وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ: اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میں نے تجھے خاص اپنی وحی اور رسالت کے لئے بنایا تاکہ تو میرے ارادے اور میری محبت کے مطابق تَصَرُّف کرے اور میری حجت پر قائم رہے اور میرے اور میری مخلوق کے درمیان خطاب پہنچانے والا ہو۔ (3)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے سر اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.
2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٠، ٣/٢٥٤.
3 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤١، ٣/٢٥٤.

کر جاؤ اور ہر حال میں میرا ذکر کرتے رہنا، تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے رب ہونے کا دعویٰ کر کے سرکشی کی ہے۔ (1)

اِس آیت سے ذکرِ الٰہی کے نہایت مرغوب و مطلوب ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مُبَلِّغ کو تبلیغ کے ساتھ ذکرِ الٰہی کو بھی اپنا معمول رکھنا چاہیے۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا: تو تم اس سے نرم بات کہنا۔﴾ یعنی جب تم فرعون کے پاس جاؤ تو اسے نرمی کے ساتھ نصیحت فرمانا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم اس لئے تھا کہ اس نے بچپن میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت کی تھی اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ نرمی سے مراد یہ ہے کہ آپ اس سے وعدہ کریں کہ اگر وہ ایمان قبول کرے گا تو تمام عمر جوان رہے گا کبھی بڑھاپا نہ آئے گا، مرتے دم تک اس کی سلطنت باقی رہے گی، کھانے پینے اور نکاح کی لذتیں تا دمِ مرگ باقی رہیں گی اور مرنے کے بعد جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے یہ وعدے کئے تو اسے یہ بات بہت پسند آئی لیکن وہ کسی کام پر ہامان سے مشورہ لئے بغیر قطعی فیصلہ نہیں کرتا تھا اور اس وقت ہامان موجود نہ تھا (اس لئے اس نے کوئی فیصلہ نہ کیا) جب وہ آیا تو فرعون نے اسے یہ خبر دی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہدایت پر ایمان قبول کرلوں۔ یہ سن کر ہامان کہنے لگا: میں تو تجھے عقلمند اور دانا سمجھتا تھا (لیکن یہ کیا کہ) تو رب ہے اور بندہ بننا چاہتا ہے، تو معبود ہے اور عابد بننے کی خواہش کرتا ہے؟ فرعون نے کہا: تو نے ٹھیک کہا (یوں وہ ایمان قبول کرنے سے محروم رہا)۔ (2)

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٤٢-٤٣، ٥/٣٨٦-٣٨٨.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ٤٤، ٣/٢٥٤.

﴿لَعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى: اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔﴾ یعنی آپ کی تعلیم اور نصیحت اس امید کے ساتھ ہونی چاہیے کہ آپ کو اجر و ثواب ملے اور اس پر حجت لازم ہو جائے اور اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے اور حقیقت میں ہونا تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔[1]

نرمی کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پیار محبت سے نصیحت کرے کیونکہ اس طریقے سے کی گئی نصیحت سے یہ امید ہوتی ہے کہ سامنے والا نصیحت قبول کرلے یا کم از کم اپنے گناہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ نیز یاد رہے کہ دین کی تبلیغ کے علاوہ دیگر دینی اور دُنْیَوی معاملات میں بھی جہاں تک ممکن ہو نرمی سے ہی کام لینا چاہئے کہ جو فائدہ نرمی کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے وہ سختی کرنے کی صورت میں حاصل ہو جائے یہ ضروری نہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں نرمی کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔‘‘[2]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کے حصے سے محروم رکھا گیا اسے بھلائی کے حصے سے محروم رکھا گیا۔‘‘[3]

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رِفق یعنی نرمی کو پسند فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نرمی کی وجہ سے وہ چیزیں عطا کرتا ہے جو سختی یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔‘‘[4]

(4)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٤، ص٦٩٢، خازن، طه، تحت الآية: ٤٤، ٣/٢٥٥، ملتقطاً.

2......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص١٣٩٨، الحديث: ٧٤(٢٥٩٢).

3......ترمذی، كتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی الرفق، ٣/٤٠٧، الحديث: ٢٠٢٠.

4......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص١٣٩٨، الحديث: ٧٧(٢٥٩٣).

نے ارشاد فرمایا ’’نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اسے بدصورت کر دیتی ہے۔‘‘ (1)

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جھلک بھی نظر آتی ہے کہ اپنی بارگاہ کے باغی اور سرکش کے ساتھ کس طرح اس نے نرمی فرمائی اور جب اپنے نافرمان بندے کی ساتھ اس کی نرمی کا یہ حال ہے تو اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے کے ساتھ اس کی نرمی کیسی ہوگی۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت کی گئی تو آپ رونے لگے اور عرض کی: (اے اللہ!) یہ تیری اس بندے کے ساتھ نرمی ہے جو کہتا ہے کہ میں معبود ہوں تو اس بندے کے ساتھ تیری نرمی کا کیا حال ہوگا جو کہتا ہے کہ صرف تو ہی معبود ہے اور یہ تیری اس بندے کے ساتھ نرمی ہے جو کہتا ہے: میں تم لوگوں کا سب سے اعلیٰ رب ہوں تو اس بندے کے ساتھ تیری نرمی کا کیا عالَم ہوگا جو کہتا ہے: میرا وہ رب پاک ہے جو سب سے بلند ہے۔ (2)

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ فرمایا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا۔ اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں۔

﴿قَالَا رَبَّنَا: دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب!﴾ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یہ وحی فرمائی

1 ......مسلم، کتاب البرّ الصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص١٣٩٨، الحديث: ٧٨(٢٥٩٤).

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٤، ص٦٩٢.

اس وقت حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر میں تھے، اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم دیا کہ وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئیں اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی کی کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملیں، چنانچہ وہ ایک منزل (یعنی تقریباً 18 میل) چل کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملے اور جو وحی انہیں ہوئی تھی اس کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اطلاع دی۔ فرعون چونکہ ایک ظالم و جابر شخص تھا اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہمیں رسالت کی تبلیغ کرنے سے پہلے ہی قتل کر کے ہم پر زیادتی کرے گا یا مزید سرکشی پر اتر آئے گا اور تیری شان میں نازیبا کلمات کہنے لگے گا۔[1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ اَسباب، مُوذی انسان اور موذی جانوروں سے خوف کرنا شانِ نبوت اور توکل کے خلاف نہیں۔ وہ جو کثیر آیتوں میں "**لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ**" فرمایا گیا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ ان آیات میں خوف نہ ہونے سے مراد قیامت کے دن خوف نہ ہونا ہے، یا اِس سے اُس خوف کا نہ ہونا مراد ہے جو نقصان دِہ ہو اور خالق سے دور کر دے، جبکہ انہیں مخلوق کی طرف سے ایذاء پہنچنے کا خوف ہو سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ کسی شخص نے حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا کہ عامر بن عبد اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مرتبہ شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کو پیاس لگی اور وہ ایک جگہ پانی پینا چاہتے تھے مگر پانی اور ان کے درمیان ایک شیر حائل تھا وہ پانی کی طرف گئے اور پانی پی لیا تو ان سے کسی نے کہا کہ آپ نے اپنی جان خطرہ میں ڈالی تو عامر بن عبد اللہ نے کہا کہ اگر میرے پیٹ میں نیزے گھونپ دیئے جائیں تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہیں کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی سے ڈروں۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس شخص کو جواب دیا کہ جو شخص عامر بن عبد اللہ سے بہت افضل تھے وہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر سے ڈرے تھے اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[2]

مراد یہ ہے کہ خوفِ خدا کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی دُنیوی مُوذی اَشیاء سے بھی نہ ڈرے، اگر یہ مطلب ہوتا تو

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٤٥، ٣/٢٥٥، روح البيان، طه، تحت الآية: ٤٥، ٥/٣٩٠، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، طه، تحت الآية: ٤٦، ٦/٩٩، الجزء الحادى عشر.

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خوف کا اظہار نہ کرتے ۔ البتہ یہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بعض بندگانِ خدا پر بعض اوقات بعض خاص اَحوال طاری ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس طرح کے بے خوفی کے افعال کرتے ہیں اور وہ احوال بھی ناپسندیدہ نہیں ہیں بلکہ بہت مرتبہ وہ کرامت کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

﴿قَالَ لَا تَخَافَا : فرمایا: تم ڈرو نہیں ۔﴾ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عرض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں، بیشک میں اپنی مدد کے ذریعے تمہارے ساتھ ہوں اور میں سب سن رہا ہوں اور سب دیکھ بھی رہا ہوں ۔

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﳔ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْؕ-قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَؕ-وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى(۴۷) اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى(۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو اولادِ یعقوب کو ہمارے ساتھ چھوڑ دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لائے ہیں اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے۔

﴿فَاْتِیٰهُ : پس تم اس کے پاس جاؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں اور فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کے بھیجے ہوئے ہیں، لہٰذا اے فرعون، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں

بندگی و اَسیری سے رہا کردے اوران سے محنت ومشقت کے سخت کام لے کرانہیں تکلیف نہ دے۔ بیشک ہم تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں جو ہماری نبوت کی صداقت کی دلیل ہیں ۔فرعون نے کہا: وہ معجزات کیا ہیں؟ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہاتھ روشن ہونے کا معجزہ دکھایا (اور فرمایا) جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے اور وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو ہماری نبوت کو اوران اَحکام کو جھٹلائے جو ہم لائے ہیں اور ہماری ہدایت سے منہ پھیرے۔ (1)

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تو تم دونوں کا خدا کون ہے اے موسیٰ۔ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی پھر راہ دکھائی۔

﴿قَالَ: فرعون بولا۔﴾ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب فرعون کو یہ پیغام پہنچادیا تو وہ بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے جس نے تمہیں بھیجا ہے؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جس نے محض اپنی رحمت سے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی، جیسا کہ ہاتھ کو اس کے لائق ایسی شکل دی کہ وہ کسی چیز کو پکڑ سکے، پاؤں کو اس کے قابل کہ وہ چل سکے، زبان کو اس کے مناسب کہ وہ بول سکے، آنکھ کو اس کے موافق کہ وہ دیکھ سکے اور کان کو ایسی شکل وصورت دی کہ وہ سن سکے، پھر راہ دکھائی اور اس کی معرفت دی کہ دنیا کی زندگانی اور آخرت کی سعادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو کس طرح کام میں لایا جائے۔ (2)

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص٦٩٢، جلالين، طه، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص٢٦٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ص٦٩٢-٦٩٣، روح البيان، طه، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ٥/٣٩٤، ملتقطاً.

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: پہلی قوموں کا کیا حال ہے؟

﴿قَالَ: فرعون بولا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اوراس کے رب عَزَّوَجَلَّ ہونے پر اتنی واضح دلیل دی تو فرعون گھبرا گیا اوراس کو اپنی خود ساختہ خدائی تباہ ہوتی نظر آئی تو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی توجہ بدلنے کے لیے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دوسری باتوں میں الجھانے لگا اور کہنے لگا کہ جو پہلی قومیں گزر چکی ہیں مثلاً قومِ عاد، قومِ ثمود وغیرہ اور وہ بتوں کو پوجتی تھیں اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کی منکر تھیں ان کا کیا ہوا۔ [1]

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ فرعون کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: پہلی قوموں کے حال کا علم میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ایک کتاب لَوحِ محفوظ میں ہے جس میں ان کے تمام اَحوال لکھے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان اعمال پر جزا دی جائے گی۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو جواب دیا کہ اس کا علم لوحِ محفوظ میں ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گزشتہ قوموں کے حالات معلوم نہ تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تبلیغِ دین سے

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ۵۱، ۳/۲۵۵.

نہ پھیر سکے۔ مزید فرمایا کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ گویا فرمایا کہ تمام اَحوال کا لوحِ محفوظ میں لکھنا، اس لئے نہیں کہ رب تعالیٰ کے بھولنے بہکنے کا اندیشہ ہے بلکہ یہ تحریر اپنی دوسری حکمتوں کی وجہ سے ہے جیسے فرشتوں اور اپنے محبوب بندوں کو اطلاع دینے کیلئے ہے جن کی نظر لوحِ محفوظ پر ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ-فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى(۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیئے اور آسمان سے پانی نازل فرمایا تو ہم نے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا: وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تا کہ تمہارے لئے اس پر زندگی بسر کرنا ممکن ہو اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیے تا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں تمہیں آسانی ہو اور اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام تو یہاں پورا ہوگیا اب اس کلام کو مکمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے اہلِ مکہ! تو ہم نے اس پانی سے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے جن کے رنگ، خوشبوئیں اور شکلیں مختلف ہیں اور ان میں سے بعض آدمیوں کے لئے ہیں اور بعض جانوروں کے لئے۔ (1)

كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى۠(۵۴)

ع ۲ ۳۰ ۱۱

(1) ......خازن، طه، تحت الآية: ٥٣، ٣/٢٥٦، جلالين، طه، تحت الآية: ٥٣، ص٢٦٣.

ترجمۂ کنزالایمان: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چَراؤ بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ: تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو یہ نباتات نکالی ہیں، ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ یاد رہے کہ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے یہ اِباحت اور اللّٰہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلانے کے لئے ہے یعنی ہم نے یہ نباتات تمہارے لئے اس طور پر نکالی ہیں کہ انہیں کھانا اور اپنے جانوروں کو چرانا تمہارے لئے مباح و جائز ہے۔ (1)

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى : بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی زمین کو بچھونا بنانے، اس میں سفر کے لئے راستوں کو آسان کرنے، آسمان سے پانی نازل کرنے اور زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اگانے میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کے صانع ہونے، اس کی وحدت، اس کی عظیم قدرت اور اس کی ظاہر و باہر حکمت پر دلالت کرنے والی کثیر، واضح اور عظیم نشانیاں ہیں۔ (2)

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ : ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے جدِّ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو زمین سے پیدا کر کے تمہیں اس سے ہی بنایا اور تمہاری موت اور دفن کے وقت اسی زمین میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور قیامت کے دن اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (3)

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٥٤، ص٦٩٣.

2 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ٥٤، ٣٩٦/٥.

3 ......جلالين، طه، تحت الآية: ٥٥، ص٢٦٣.

یہاں ایک بات یاد رہے کہ جب کسی مسلمان کو انتقال کے بعد دفن کر دیا جائے اور اس کی قبر پر تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے تو اس وقت مستحب یہ ہے کہ اس کے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار کہیں ”مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ “ دوسری بار” وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ “ اور تیسری بار” وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى “ کہیں۔(1)

وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ بولا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دو اے موسیٰ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلہ لیں نہ تم ہموار جگہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم۔ ایسی جگہ جو برابر فاصلے پر ہو۔

﴿وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا: اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو وہ تمام نو نشانیاں دکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو

1 ......عالمگیری، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ۱/۱۶۶.

عطا فرمائی تھیں تو اس نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا اور ان نشانیوں کو جادو بتایا اور حق قبول کرنے سے انکار کیا اور کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین مصر سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرلو اور بادشاہ بن جاؤ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے اور جادو میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدت اور جگہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم اور وہ جگہ ہموار ہو اور اس میں دونوں فریقین کے درمیان برابر فاصلہ ہو تا کہ لوگ آسانی کے ساتھ مقابلہ دیکھ سکیں۔ (1)

فرعون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر سمجھ تو گیا تھا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر ہیں اور جادوگر نہیں ہیں کیونکہ اس کے ملک میں اس سے پہلے بھی کئی جادوگر موجود تھے جو خود اس کے ماتحت تھے اور کسی نے بھی کبھی ایسی بات نہ کی تھی لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی کہ کسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شکست ہو جائے اور اس کی سلطنت بچ جائے۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کر لئے جائیں۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور اس دن یہ بھی ہونا چاہئے کہ لوگ دن چڑھے جمع کر لئے جائیں تا کہ خوب روشنی پھیل جائے اور دیکھنے والے اطمینان کے ساتھ دیکھ سکیں اور انہیں ہر چیز صاف صاف نظر آئے۔ اس آیت میں جس میلے کا ذکر ہوا اس سے فرعونیوں کا وہ میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی اور اس میں وہ بہت سج سنور کر جمع ہوتے تھے۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ وہ دن عاشوراء یعنی دسویں محرم کا تھا۔ اس سال یہ تاریخ ہفتے کے دن واقع ہوئی تھی اور اس دن کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس لئے معین فرمایا کہ یہ دن ان کی انتہائی شوکت کا دن تھا اور اسے مقرر کرنے میں اپنی قوت کے

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٥٦-٥٨، ٣/٢٥٦، مدارك، ، طه، تحت الآية: ٥٦-٥٨، ص٦٩٤، ملتقطاً.

کمال کا اظہار ہے، نیز اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ حق کا ظہور اور باطل کی رسوائی کے لئے ایسا ہی وقت مناسب ہے جب کہ اَطراف وجوانب کے تمام لوگ اکھٹے ہوں۔ (1)

کفار کے میلے میں جانے کا شرعی حکم

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی ضرورت کے وقت مسلمان کو کفار کے میلے میں جانا جائز ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مقابلہ کے لئے کفار کے میلہ میں گئے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت شکنی کے لئے بت خانہ میں گئے۔ اور شرعی ضرورت کے علاوہ تجارت یا کسی اور غرض سے جانے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ میلہ کفار کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلانِ کفر اور شرکیہ رسمیں ادا کریں تو تجارت کی غرض سے بھی جانا ناجائز ومکروہِ تحریمی ہے، اور ہر مکروہِ تحریمی صغیرہ، اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اور اگر وہ مجمع کفار کا مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو ولعب کا میلہ ہے تو محض تجارت کی غرض سے جانا فی نفسہٖ ناجائز وممنوع نہیں جبکہ یہ کسی گناہ کی طرف نہ لے جاتا ہو۔ پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ لوگ ہر وقت مَعَاذَ اللّٰہ لعنت اترنے کا محل ہیں اس لئے اُن سے دوری ہی بہتر ہے۔۔۔ نیز یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اس جلسے سے دور اور لاتعلق علاقے میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا معصیت کو مستلزم ہوگا اور ہر وہ چیز جو معصیت کو مستلزم ہو وہ معصیت ہوتی ہے اور یہ جانا محض تجارت کی غرض سے ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت سے کیونکہ اس نیت سے جانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ وہ مجمع غیر مذہبی ہو۔ (2)

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعون پھرا اور اپنے داؤں اکٹھے کیے پھر آیا۔ ان سے موسیٰ نے کہا تمہیں خرابی ہو اللّٰہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٥٩، ٣/٢٥٦-٢٥٧، مدارك، طه، تحت الآية: ٥٩، ص٦٩٤، جمل، طه، تحت الآية: ٥٩، ٨٠/٥، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۲۳-۵۲۶، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا تو اپنے مکروفریب کو جمع کرنے لگا پھر آیا۔ ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم اللّٰہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا۔

﴿ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ: تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا۔﴾ جب مقابلہ کا دن طے ہوگیا تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا اور اس نے مقابلے کے لیے کثیر تعداد میں جادوگروں کو جمع کیا اور انہیں طرح طرح کے انعامات کا لالچ دیا حتّٰی کہ انہیں اپنا مُقرب بنانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد پھر بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنی فوج کو لے کر وعدے کے دن میدان میں پہنچ گیا۔

﴿ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ: ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو۔﴾ جب فرعون اور اس کے جمع کردہ جادوگر مقابلہ کے لیے پہنچ گئے تو حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان جادوگروں سے فرمایا ''تمہاری خرابی ہو، تم کسی کو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک کرکے اس پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں اپنے پاس موجود عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے اللّٰہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔ (1)

فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور چھپ کر مشورت کی۔ بولے بیشک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔ تو اپنا داؤں پکا کرلو پھر پرا باندھ کر آؤ اور آج مراد کو پہنچا جو غالب رہا۔

1 ......جلالین، طه، تحت الآیة: ٦١، ص٢٦٣-٢٦٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا۔ کہنے لگے: بیشک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف و بزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنا داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔

﴿فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ: تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا یہ کلام سنا تو آپس میں ان کا اختلاف ہوگیا، بعض کہنے لگے کہ یہ بھی ہماری طرح جادوگر ہیں، بعض نے کہا کہ یہ باتیں جادوگروں کی ہیں ہی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے منع کررہے ہیں۔ انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو معلوم نہ چلے اور اس مشورے میں بعض جادوگر دوسروں سے کہنے لگے: بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمین مصر سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف و بزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنے لائے ہوئے جادو کے تمام داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ تاکہ تمہاری ہیبت زیادہ ہو اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔ (1)

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اے موسیٰ! یا تم (عصا نیچے) ڈالو یا ہم پہلے ڈالتے ہیں۔

﴿قَالُوْا یٰمُوْسٰى: انہوں نے کہا اے موسیٰ!﴾ جب جادوگروں نے صف بندی کرلی تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں گے یا ہم پہلے اپنے سامان ڈال دیں۔ جادوگروں نے ادب کی وجہ سے مقابلے کی ابتداء کرنا حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں

1 ...... روح البیان، طه، تحت الآیة: ۶۲-۶۴، ۵/ ۴۰۰، خازن، طه، تحت الآیة: ۶۲-۶۴، ۳/ ۲۵۷، ملتقطاً.

ایمان کی دولت سے مشرف فرمادیا۔[1]

قَالَ بَلْ اَلْقُوْاۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ہم نے فرمایا ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔تو ہم نے فرمایا: ڈرو نہیں بیشک تم ہی غالب ہو۔

﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا: موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جادوگروں سے یہ اس لئے فرمایا کہ اُن کے پاس جو کچھ جادو کے مکروحیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کر لیں اس کے بعد آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنا معجزہ دکھائیں اور جب حق باطل کو مٹائے اور معجزہ جادو کو باطل کردے تو دیکھنے والوں کو بصیرت وعبرت حاصل ہو۔ چنانچہ جادوگروں نے رسیاں لاٹھیاں وغیرہ جو سامان وہ لائے تھے سب ڈال دیا اور لوگوں کی نظر بندی کردی تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مَسحور ہوگئے، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ ہوجائیں اور معجزہ نہ دیکھیں، اس وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انسانی فطرت کے

[1]......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٥، ص٦٩٥.

مطابق اپنے دل میں اس بات کا خوف محسوس کیا کہیں وہ سانپ ان کی طرف ہی نہ آ جائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بے شک تم ہی ان پر غالب آ ؤ گے اور تمہیں ہی ان پر غلبہ و کامیابی نصیب ہو گی ۔ (1)

وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈال تو دے جو تیرے دہنے ہاتھ میں ہے وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آ جائے۔

﴾وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ: اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے۔﴿ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم ان کی رسیوں لاٹھیوں کی کثرت کی پرواہ نہ کرو اور تم بھی اپنا وہ عصا ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آ جائے۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ جادوگروں کے تمام اژدہوں اور سانپوں کو نگل گیا اور آدمی اس کے خوف سے گھبرا گئے اور جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو پہلے کی طرح عصا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ یہ معجزہ ہے جس سے جادو مقابلہ نہیں کر سکتا اور جادو کی فریب کاری اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ (2)

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٦-٦٨، ص٦٩٥-٦٩٦، خازن، طه، تحت الآية: ٦٦-٦٨، ٣/٢٥٧-٢٥٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٦٩، ص٦٩٦، تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٦٩، ٨/٧٤-٧٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو سب جادوگر سجدے میں گرالئے گئے بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو سب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے، وہ کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

﴿ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا : تو سب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا معجزہ دیکھ کر جادوگر اتنی تیزی سے سجدے میں گئے کہ اس سے یوں محسوس ہوا جیسے انہیں پکڑ کر سجدے میں گرادیا گیا ہو، پھر وہ کہنے لگے کہ ہم حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے۔ سُبْحَانَ اللہ! کیا عجیب حال تھا کہ جن لوگوں نے ابھی کفر و انکار اور سرکشی کے لئے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں، ابھی معجزہ دیکھ کر انہوں نے شکر و سجود کے لئے اپنے سر جھکا دیئے اور اپنی گردنیں ڈال دیں۔ منقول ہے کہ اس سجدے میں انہیں جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور انہوں نے جنت میں اپنے منازل دیکھ لئے۔ (1)

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ۝۷۱

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے ضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے ڈنڈ پر سُولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٧٠، ص٦٩٦.

ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ : فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے۔﴾ فرعون نے جادوگروں کے ایمان لانے کا منظر دیکھ کر انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا: کیا تم میری اجازت ملنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے ہو! بیشک وہ جادو میں استادِ کامل اور تم سب سے فائق ہے اور اس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے، (اور سورۂ اَعراف میں یہ بھی ہے کہ فرعون نے کہا کہ یہ تم سب کی سازش ہے جو تم نے میرے خلاف بنائی ہے تاکہ یہاں کے رہنے والوں کو اِس سرزمین سے نکال دو) تو مجھے قسم ہے، میں ضرور تمہارے دائیں طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور اس وقت ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اس سے فرعون ملعون کی مراد یہ تھی کہ اس کا عذاب سخت تر ہے یا ربُّ العالمین کا عذاب زیادہ سخت ہے۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍؕ-اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاؕ(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تُو کر چک جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو تُو جو کرنے والا ہے کرلے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا۔

﴿ قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ فرعون کا یہ مُتکبِّرانہ کلمہ سن کر ان جادوگروں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ روشن دلیلوں کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک

ان سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا روشن ہاتھ اور عصا مراد ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جادوگروں کا اِستدلال یہ تھا: اگر تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزہ کو بھی جادو کہتا ہے تو بتا وہ رسّے اور لاٹھیاں کہاں گئیں اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ روشن دلیلوں سے مراد جنت اور اس میں اپنی مَنازل کا دیکھنا ہے۔[1]

﴿وَالَّذِیْ فَطَرَنَا: ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم!﴾ جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو جو کرنے والا ہے کر لے ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں اور تو ہمارے ساتھ جو کچھ بھی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا، اس سے آگے تو تیری کچھ مجال نہیں اور دنیا کا حال تو یہ ہے کہ وہ زائل اور یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور اگر تو ہم پر مہربان بھی ہو تو ہمیں ہمیشہ کے لئے بقا نہیں دے سکتا، پھر دنیا کی زندگانی اور اس کی راحتوں کے زوال کا کیا غم، خاص طور پر اسے جو جانتا ہے کہ آخرت میں دنیا کے اعمال کی جزا ملے گی۔[2]

اس آیت میں بیان ہوا کہ جادوگروں نے مومن ہو کر فرعون سے کہہ دیا کہ جو ہو سکے تو کر لے ہمیں اس کی پرواہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جرأت ہوتی ہے اور وہ ایمان لانے کی صورت میں مخلوق کی طرف سے اَذِیَّت پہنچنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہوا کہ قادیانی کا نبی ہونا تو بڑی دور کی بات وہ تو مومن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ لوگوں سے اتنا ڈرتا تھا کہ ان کے خوف کی وجہ سے حج ہی نہ کر سکا۔

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِؕ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں اور وہ جادو بخش دے جس پر تو نے ہمیں

(1) ......خازن، طه، تحت الآية: ۷۲، ۳/۲۵۸.

(2) ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ۷۲، ۸/۷۷-۷۸.

مجبور کیا تھا اور اللّٰہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا: بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے۔﴾ جادوگروں نے کہا کہ بیشک ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہمیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں مجبور کیا تھا۔ اور اگر ہم اللّٰہ تعالٰی کی طاعت کریں تو وہ تیرے مقابلے میں فرمانبرداروں کو ثواب دینے میں بہتر ہے اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو وہ نافرمانوں پر عذاب کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

فرعون نے جادوگروں کو جو جادو پر مجبور کیا تھا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بلایا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس کی کوشش کی گئی اور انہیں ایسا موقع فراہم کر دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خواب میں ہیں اور عصاء شریف پہرہ دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جادوگر نہیں، کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے انہیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔ اس کی مغفرت کے وہ جادوگر اللّٰہ تعالٰی سے طالب اور امیدوار ہیں۔ (1)

اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَؕ-لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰی(۷۴) وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰىۙ(۷۵) جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۠(۷۶)

ع ۳ ۲۲ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جئے۔

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٧٣، ٣/٢٥٩.

اور جواس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے۔ بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ (ہی چین سے) زندہ رہے گا۔ اور جو اس کے حضور ایمان والا ہوکر آئے گا کہ اس نے نیک اعمال کئے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں۔ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔

﴿اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا: بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہوکر آئے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ جادوگروں کے کلام کا حصہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں سے اللہ تعالٰی کا کلام شروع ہو رہا ہے، اور ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور فرعون کی طرح کافر ہوکر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا کہ مرکر ہی اس سے چھوٹ سکے اور نہ ہی اس طرح زندہ رہے گا جس سے کچھ نفع اٹھا سکے اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو اور انہوں نے اپنی زندگی میں نیک عمل کئے ہوں، فرائض اور نوافل بجالائے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں اور وہ درجات ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو کفر کی نجاست اور گناہوں کی گندگی سے پاک ہوا۔ [1]

﴿فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى: تو ان کیلئے بلند درجات ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے بلند درجات ہیں۔ بلند درجات والوں کے مقام کے بارے میں سُنَنِ ترمذی اور ابنِ ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم اُفق میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ان میں سے ہیں اور یہ اسی کے اہل ہیں۔ [2]

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٧٤، ٣/٢٥٩.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ... الخ، ٥/٣٧٢، الحدیث: ٣٦٧٨.

﴿وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى: اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر عقلمند کو چاہئے کہ اگر وہ کفر وشرک کی نجاست سے آلودہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار کرکے اور اسلام کے بیان کردہ عقائد اختیار کرکے کفر وشرک کی نجاست سے فوری طور پر پاک ہوجائے اور اس کے بعد خود کو گناہوں کی گندگی سے پاک صاف رکھے، یونہی ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تمام گناہوں، مذموم نفسانی اَخلاق اور برے شیطانی اَوصاف سے خود کو پاک کرے تا کہ قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ ملے اور اس کے فضل وکرم کے صدقے جنت میں بلند درجات نصیب ہوں۔

اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے تمام گناہوں اور ساری خطاؤں کو معاف فرما، ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، ہماری زندگی اور موت دونوں کو بہتر فرما، دینِ اسلام پر ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما، حشر کے دن ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت اور ان کے صدقے میزانِ عمل اور پل صراط پر آسانی عطا فرما اور ہم تیرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے تجھ سے جنت، اس میں بلند درجات اور تیرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پڑوس مانگتے ہیں، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اپنی رحمت اور فضل وکرم کے صدقے ہمیں یہ عطا فرما۔ اٰمین۔

وَلَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ﳔ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًاۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے خطرہ ہوگا۔

﴿ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى : اور بیشک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات دیکھ کر فرعون راہ پر نہ آیا اور اس نے نصیحت حاصل نہ کی اور وہ بنی اسرائیل پر پہلے سے زیادہ ظلم وستم کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ راتوں رات میرے بندوں کو مصر سے لے چلو اور جب آپ لوگ دریا کے کنارے پہنچیں اور فرعونی لشکر پیچھے سے آئے تو اندیشہ نہ کرنا اور ان کے لیے اپنا عصا مار کر دریا میں خشک راستہ نکال دو۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون پکڑ لے اور نہ تجھے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ ہوگا۔ [1]

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے پیچھے فرعون پڑا اپنے لشکر لے کر تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔

﴿ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ : تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر رات کے پہلے وقت میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے تو فرعون قبطیوں کا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل پڑا اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں بنے ہوئے راستوں میں داخل ہو گیا تو انہیں دریا نے اس طرح ڈھانپ لیا اور اس کا پانی ان کے سروں سے اس طرح اونچا ہو گیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یوں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کے ساتھ فرعون کے ظلم وستم اور دریا میں ڈوبنے سے نجات پا گئے۔ [2]

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

---

1 ......ابو سعود، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۴۷۹، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۶۹۸، ملتقطاً.

2 ......مدارک، طہ، تحت الآیۃ: ۷۸، ص۶۹۸، خازن، طہ، تحت الآیۃ: ۷۸، ۳/۲۵۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا۔﴾ یعنی فرعون نے اپنی قوم کو ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا دونوں میں نقصان اٹھا گئے کہ کفر کی وجہ سے وہ دنیا میں ہولناک عذاب میں مبتلا ہو کر مر گئے اور اب وہ آخرت کے اَبدی عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم کو کبھی ایسا راستہ نہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا کی بھلائیوں تک پہنچ جاتے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے دینی اور دُنْیَوی نقصان یا بھلائی میں قوم کے سربراہ اور حکمران کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے، اگر یہ سدھر جائے تو قوم دنیا میں بھی حقیقی کامیابی پا سکتی ہے اور آخرت میں بھی حقیقی فلاح سے سرفراز ہو سکتی ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو قوم دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے بے پناہ نقصان اٹھاتی ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے بنی اسرائیل بیشک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہیں طور کی دہنی طرف کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بیشک وہ گرا۔ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

(1)……ابو سعود، طه، تحت الآية: ۷۹، ۳/ ۴۸۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اتر آئے اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ گر گیا۔ اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

﴿یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اے بنی اسرائیل!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی جو تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے، بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور تم سے انتہائی محنت ومشقت والے کام لیتے تھے، اور ہم نے اپنے نبی عَلَیْهِ السَّلَام کے ذریعے تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا کہ ہم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو وہاں توریت عطا فرمائیں گے جس پر عمل کیا جائے اور ہم نے تم پر تیہ کے میدان میں مَنّ وسَلْویٰ اتارا اور فرمایا ''ہم نے جو پاکیزہ رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں ناشکری اور نعمت کا انکار کر کے اور ان نعمتوں کو مَعاصی اور گناہوں میں خرچ کر کے یا ایک دوسرے پر ظلم کر کے زیادتی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اتر آئے گا اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ جہنم میں گر گیا اور ہلاک ہوا اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر آخری دم تک ہدایت پر رہا۔ (1)

توبہ کی اہمیت اور اس کی شرائط

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ ایسی اہم ترین چیز ہے جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مغفرت کا پروانہ حاصل کر سکتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: جان لو کہ توبہ صابن کی طرح ہے تو جس طرح صابن ظاہری میل کچیل کو دور کر دیتا ہے اسی طرح توبہ باطنی یعنی گناہوں کے میل اور گندگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔ (2) البتہ یہاں یہ بات یاد رہے کہ وہی توبہ مقبول اور فائدہ مند ہے جو سچی ہو اور سچی توبہ اپنے گناہ کا اقرار کرنے، اس پر نادم و

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٨٠-٨٢، ٥/٤١٠-٤١١، خازن، طه، تحت الآیة: ٨٠-٨٢، ٣/٢٥٩-٢٦٠، مدارك، طه، تحت الآیة: ٨٠-٨٢، ص٦٩٨-٦٩٩، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ٨٢، ٥/٤١٢.

شرمسار ہونے اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کے پختہ ارادے کا نام ہے اور جو لوگ فقط زبان سے توبہ کے الفاظ دہرا لینے یا ہاتھ سے توبہ توبہ کے اشارے کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ یہ حقیقی توبہ نہیں ہے۔

وَمَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی اے موسیٰ۔ عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تا کہ تو راضی ہو جائے۔

﴿وَمَاۤ اَعْجَلَكَ: اور تجھے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے توریت شریف لینے کو وطور پر تشریف لے گئے، پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کے شوق میں ان آدمیوں سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تا کہ تیرے حکم کو پورا کرنے میں میری جلدی دیکھ کر تیری رضا اور زیادہ ہو۔[1]

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں بتایا کہ ''انہوں نے خدا کی رضا چاہی'' اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے اور مقامات پر بتایا: خدا نے ان کی

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ص۶۹۹، روح البيان، طه، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ۵/۴۱۲، ملتقطاً.

رضا چاہی۔ چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کیلئے کوشاں ہیں جبکہ اللہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رضا چاہ رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کیا خوب فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بَلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا، تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، ہم نے تیرے پہاڑ کی طرف آنے کے بعد تیری قوم جنہیں آپ نے حضرت ہارون عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ چھوڑا ہے کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں بچھڑا پوجنے کی دعوت دے کر گمراہ کر دیا ہے۔ (3)

---

1 ...... بقره: ١٤٤.

2 ...... والضحى: ٥.

3 ...... روح البيان، طه، تحت الآية: ٨٥، ٥/٤١٣، خازن، طه، تحت الآية: ٨٥، ٣/٢٦٠، ملتقطاً.

اس آیت میں اِضلال یعنی گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی کیونکہ وہ اس کا سبب اور باعث بنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اس کے سبب کی طرف منسوب کرنا جائز ہے، اسی طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے پرورش کی، دینی پیشواؤں نے ہدایت کی، اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے حاجت روائی فرمائی اور بزرگوں نے بلا دفع کی۔

فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ۬ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا افسوس کرتا کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر مدت لمبی گزری یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اُترے تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر افسوس کرتے ہوئے لوٹے (اور) فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا مدت تم پر لمبی ہوگئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے۔

﴿ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ : تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چالیس دن پورے کئے اور وہیں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا کہ تمہاری قوم گمراہی میں مبتلا ہوگئی ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت لے کر اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر لوٹے اور ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے میری قوم! کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کہ وہ تمہیں توریت عطا فرمائے گا جس میں ہدایت ہے، نور ہے، ہزار سورتیں ہیں اور ہر سورت میں ہزار آیتیں ہیں؟ کیا میرے تم سے جدا ہونے کی مدت تم پر لمبی ہوگئی تھی یا تم

نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی اور ایسا ناقص کام کیا ہے کہ بچھڑے کو پوجنے لگے، تمہارا وعدہ تو مجھ سے یہ تھا کہ میرے حکم کی اطاعت کرو گے اور میرے دین پر قائم رہو گے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے لئے راضی یا ناراض ہونا چاہئے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نافرمانی کرنے والے پر غصہ ہونا اور اس کے حال پر افسوس کا اظہار کرنا کامل انسان کی فطرت کے لوازمات میں سے ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے طریقے کی پیروی کی اور جب کوئی برائی ہوتی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اس پر ناراضی اور غصہ کا اظہار کرے۔[2]

اللہ تعالیٰ کے لئے راضی یا ناراض ہونے کے بارے میں حضرت عمرو بن حَمِق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے غضب کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے راضی ہو اور جب اس نے ایسا کر لیا تو وہ ایمان کی حقیقت کا مستحق ہو گیا۔[3]

اور اس سلسلے میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمت کے خلاف کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیا کرتے تھے۔[4]

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہوسکتا ہے کہ میں نماز میں شامل نہ ہوسکوں کیونکہ فلاں ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے نصیحت کرنے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس دن سے زیادہ کبھی ناراض نہیں دیکھا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے لوگو! تم مُتَنَفِّر کرتے ہو! تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف کرے کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔[5]

---

1 ……مدارك، طه، تحت الآية: ٨٦، ص٦٩٩، خازن، طه، تحت الآية: ٨٦، ٣/٢٦٠، ملتقطاً.
2 ……روح البيان، طه، تحت الآية: ٨٩، ٥/٤١٦.
3 ……معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١٩٤، الحديث: ٦٥١.
4 ……بخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی صلی الله عليه وسلم، ٢/٤٨٩، الحديث: ٣٥٦٠.
5 ……بخاری، كتاب العلم، باب الغضب فی الموعظة ... الخ، ١/٥٠، الحديث: ٩٠.

افسوس! فی زمانہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے ماتحت کام کرنے والا اگر ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ بسا اوقات اس پر موسلا دھار بارش کی طرح برس پڑتے ہیں لیکن اگر یہی لوگ ان کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان کے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

اللّٰہ والوں کی ناراضی کا سبب

یہاں یہ بات بھی یادرہے کہ کچھ بندوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ بندے کسی پر غصہ کریں تو اللّٰہ تعالیٰ بھی اس پر غضب فرماتا ہے اور اگر وہ بندے کسی سے راضی ہوں تو اللّٰہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتا ہے گویا کہ انہیں ناراض کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور انہیں راضی کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی اس نے میرے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا۔[1] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا ادب کرے اور ہر ایسے کام سے بچے جو ان کی ناراضی کا سبب بن سکتا ہو۔

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِیُّ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے گہنے کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈالا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم کے کچھ زیورات کے بوجھ ہم سے اٹھوائے گئے تھے تو ہم نے ان زیورات کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

[1] ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١٨٤، الحديث: ٦٠٩.

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن فرعون کی قوم کے کچھ زیورات جو ہم نے ان سے عارِیَّت کے طور پر لئے تھے انہیں ہم نے سامری کے حکم سے آگ میں ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے ان زیوروں کو ڈال دیا جو اس کے پاس تھے اور اس خاک کو بھی ڈال دیا جو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اس نے حاصل کی تھی۔ [1]

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِیَ ؕ۸۸

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود موسیٰ تو بھول گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا جس کی گائے جیسی آواز تھی تو لوگ کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ بھول گئے ہیں۔

﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا: تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا۔﴾ یہ بچھڑا سامری نے بنایا اور اس میں کچھ سوراخ اس طرح رکھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہو تو اس سے بچھڑے کی آواز کی طرح آواز پیدا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اَسْپِ جبریل کی خاک زیرِ قدم ڈالنے سے زندہ ہو کر بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔ [2]

﴿فَقَالُوْا: تو لوگ کہنے لگے۔﴾ یعنی بچھڑے سے آواز نکلتی دیکھ کر سامری اور اس کے پیروکار کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معبود ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معبود کو بھول گئے اور اسے یہاں چھوڑ کر اس کی جستجو میں کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔ (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کے آخری لفظ ’’نَسِیَ‘‘

1 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۸۷، ۳/ ۲۶۰-۲۶۱.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۸۸، ۳/ ۲۶۱.

کا فاعل سامری ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ سامری نے بچھڑے کو معبود بنایا اور وہ اپنے ربّ کو بھول گیا یا یہ معنی ہے کہ سامری اَجسام کے حادث ہونے سے اِستدلال کرنا بھول گیا۔[1]

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ﳔ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کیلئے نہ کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا۔

﴿اَفَلَا یَرَوْنَ: تو کیا وہ نہیں دیکھتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بچھڑے کو پوجنے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ ان سے کسی نقصان کو دور کرسکتا ہے اور نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور جب وہ بات کا جواب دینے سے عاجز ہے اور نفع نقصان سے بھی بے بس ہے تو وہ معبود کس طرح ہوسکتا ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روشن آیات اور معجزات دیکھنے کے بعد بصیرت کا اندھا پن اور عقل والوں کی عقل و فہم کا سَلب ہوجانا بہت بڑی بدبختی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین۔

وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے اور بیشک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٨٨، ص ٧٠٠، خازن، طه، تحت الآية: ٨٨، ٣/٢٦١، ملتقطاً.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٨٩، ٣/٢٦١، مدارك، طه، تحت الآية: ٨٩، ص ٧٠٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم! تمہیں اس کے ذریعے صرف آزمایا جارہا ہے اور بیشک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔

﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ: اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قوم کی طرف لوٹنے سے پہلے بے شک حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں اس معاملے کی حقیقت سے آگاہ کیا اور فرمایا تھا ''اے میری قوم! اس بچھڑے کے ذریعے صرف تمہاری آزمائش کی جارہی ہے تو تم اسے نہ پوجو اور بیشک تمہارا رب جو عبادت کا مستحق ہے وہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہے نہ کہ بچھڑا، تو میری پیروی کرو اور بچھڑے کی پوجا چھوڑ دینے میں میرے حکم کی اطاعت کرو۔ (1)

حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کو اس ترتیب سے نصیحت فرمائی کہ سب سے پہلے انہیں باطل چیز کے بارے میں تنبیہ فرمائی کہ تمہیں بچھڑے کے ذریعے آزمایا جارہا ہے، پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی دعوت دی کہ تمہارا رب بچھڑا نہیں بلکہ تمہارا رب رحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہے، پھر انہیں نبوت کو پہچاننے کی دعوت دی کہ میں نبی ہوں اس لئے تم سامری کی بجائے میری پیروی کرو، اس کے بعد آپ نے انہیں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تمہیں بچھڑے کی پوجا نہ کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ وعظ ونصیحت کرنے کے معاملے میں انتہائی عمدہ ترتیب ہے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ میں وعظ ونصیحت کی اس ترتیب کا انتہائی اعلیٰ نمونہ موجود ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی جان کے دشمنوں کو اعلانیہ طور پر ان کے باطل معبودوں اور بتوں کی عبادت کے معاملے میں تنبیہ فرمائی اور انہیں بتایا کہ یہ مٹی، پتھر اور دھاتوں سے بنائے گئے خود ساختہ اور ہر طرح سے عاجز بت تمہارے معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ تمہارا معبود وہ ہے جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو یہ انسانی وجود عطا کیا اور وہی حقیقی طور پر نعمتیں عطا فرمانے والا اور نقصانات دور کرنے والا ہے، پھر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اپنی نبوت ورسالت اور اپنے مقام ومرتبے کی پہچان کروائی اور اس کے بعد انہیں دینِ اسلام کے اَحکامات پر عمل کا حکم دیا۔

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٠، ص٧٠٠، روح البيان، طه، تحت الآية: ٩٠، ٤١٧/٥، ملتقطاً.

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم تو اس پر آسن مارے جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کے آئیں۔ موسیٰ نے کہا اے ہارون تمہیں کس بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا کہ میرے پیچھے آتے۔ تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے ہم تو اس پر جم کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر نہ آجائیں۔ موسیٰ نے فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آنے سے منع کیا تھا؟ کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحت کے جواب میں لوگوں نے کہا ’’ہم تو اس وقت تک بچھڑے کی پوجا کرنے پر قائم رہیں گے اور آپ کی بات نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوٹ کر نہ آجائیں اور ہم دیکھ لیں کہ وہ بھی ہماری طرح اس کی پوجا کرتے ہیں یا نہیں اور کیا سامری نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ اس پر حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ لوگ بھی جدا ہو گئے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچ رہے تھے، تب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے ہمراہ ستر لوگوں سے فرمایا ’’یہ فتنہ کی آواز ہے۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قریب پہنچے اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو اپنی فطری دینی غیرت سے جوش میں آکر ان کے سر کے بال دائیں ہاتھ اور داڑھی بائیں میں پکڑ لی اور فرمایا ’’اے ہارون! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آکر مجھے خبر دینے سے منع کیا تھا اور جب انہوں نے تمہاری بات نہ مانی تھی تو تم مجھ

سے کیوں نہیں آ ملے تا کہ تمہارا ان سے جدا ہونا بھی ان کے حق میں ایک سرزنش ہوتی ، کیا تم نے میرا حکم نہ مانا ؟[1]

قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَ لَا بِرَاْسِیْۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑ و اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے ! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑ و بیشک مجھے ڈر تھا کہ تم کہو گے کہ (اے ہارون!) تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

﴿**قَالَ: کہا۔**﴾ حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے ! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑ و بیشک مجھے ڈر تھا کہ اگر میں انہیں چھوڑ کر آپ کے پیچھے چلا گیا تو یہ گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے اور یہ دیکھ کر آپ کہیں گے کہ اے ہارون! تم نے بنی اسرائیل میں تفرِقہ ڈال دیا اور ان کے بارے میں تم نے میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔[2]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری۔ بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا۔

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩١-٩٣، ٣/٢٦١-٢٦٢، مدارك، طه، تحت الآية: ٩١-٩٣، ص ٧٠٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩٤، ٣/٢٦٢، جلالين، طه، تحت الآية: ٩٤، ص٢٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے فرشتے کے نشان سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسے ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا۔

﴿فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے سامری! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ بتا۔ سامری نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو بنی اسرائیل کے لوگوں نے نہ دیکھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے حضرت جبریل عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا، وہ زندگی کے گھوڑے پر سوار تھے، اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی خاک لے لوں تو میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسے اُس بچھڑے میں ڈال دیا جو میں نے بنایا تھا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و مُحرِّک نہ تھا۔(1)

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًاؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا(۹۷) اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا(۹۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جا اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم ضرور

(1)......مدارك، طه، تحت الآية: ٩٥-٩٦، ص ٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٥-٩٦، ٢٦٢/٣، ملتقطاً.

اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے۔ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا۔ ''نہ چھونا'' اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہائیں گے۔ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

﴿قَالَ فَاذْهَبْ: موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا۔﴾ سامری کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا ''تو یہاں سے چلتا بن اور دور ہو جا، پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ جب تجھ سے کوئی ایسا شخص ملنا چاہے جو تیرے حال سے واقف نہ ہو، تو تُو اس سے کہے گا'' کوئی مجھے نہ چھوئے اور نہ میں کسی سے چھوؤں۔ چنانچہ لوگوں کو مکمل طور پر سے ملنا منع کر دیا گیا اور ہر ایک پر اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت، خرید و فروخت حرام کر دی گئی اور اگر اتفاقاً کوئی اس سے چھو جاتا تو وہ اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہوتے، وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور وہ وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن انتہائی تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔ (1)

﴿وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا: اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ اے سامری! تیرے شرک اور فساد انگیزی پر دنیا کے اس عذاب کے بعد تیرے لئے آخرت میں بھی عذاب کا وعدہ ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا اور اس کی عبادت پر قائم رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے آگ سے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کرکے دریا میں بہا دیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اس بچھڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ (2)

﴿اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ: تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے۔﴾ یعنی تمہاری عبادت اور تعظیم کا مستحق صرف وہی اللہ ہے جس کے

1 ……مدارك، طه، تحت الآية: ٩٧، ص٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٧، ٢٦٢/٣، ملتقطاً.

2 ……مدارك، طه، تحت الآية: ٩٧، ص٧٠١، خازن، طه، تحت الآية: ٩٧، ٢٦٢/٣-٢٦٣، ملتقطاً.

سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (1)

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ۖ

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ایسا ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) ہم تمہارے سامنے اسی طرح پہلے گزری ہوئی خبریں بیان کرتے ہیں اور بیشک ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔

﴿ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ : ہم تمہارے سامنے اسی طرح خبریں بیان کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور سامری کے ساتھ ہونے والا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کے سامنے یہ واقعات بیان کئے اسی طرح ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کی شان، آپ کی نشانیوں اور معجزات میں اضافہ ہو اور لوگ ان میں زیادہ غور وفکر کرسکیں اور بے شک ہم نے آپ کو اپنے پاس سے قرآن کریم عطا فرمایا کہ یہ ذکرِ عظیم ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس کتابِ کریم میں نجات اور برکتیں ہیں اور اس مقدس کتاب میں سابقہ امتوں کے ایسے حالات کا ذکر و بیان ہے جو فکر کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لائق ہیں۔ (2)

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ۙ

---

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ٩٨، ٣/٢٦٣.

2 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ٩٩، ٨/٩٧، مدارك، طه، تحت الآية: ٩٩، ص٧٠٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: جواس سے منہ پھیرے تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے حق میں کیا ہی برا بوجھ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اس سے منہ پھیرے گا تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ: جو اس سے منہ پھیرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اس قرآن سے منہ پھیرے اور اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔[1]

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهِ: وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔﴾ یعنی وہ ہمیشہ اس گناہ کے عذاب میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔[2]

یہاں یہ بات یاد رہے ہمیشہ عذاب میں وہ شخص رہے گا جس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوا ہوگا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ اگرچہ کتنا ہی گنہگار رہا اسے ہمیشہ عذاب نہ ہوگا۔

یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن صُور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اٹھائیں گے نیلی آنکھیں۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں نہ رہے مگر دس رات۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن صُور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی

1 ......بغوی، طه، تحت الآیة: ۱۰۰، ۳/ ۱۹٤.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳/ ۲٦۳.

آنکھیں نیلی ہوں گی۔ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے کہ تم دنیا میں صرف دس رات رہے ہو۔

﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ: جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں جس دن لوگوں کو محشر میں حاضر کرنے کے لئے دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن کافروں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی اور منہ کالے ہوں گی۔ (1)

﴿یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ: وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے۔﴾ آخرت کی ہولناکیاں اور وہاں کی خوفناک منازل دیکھ کر کفار کو دُنْیَوی زندگی کی مدت بہت قلیل معلوم ہوگی اور وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ دس راتیں رہے ہیں۔ (2)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ: ہم خوب جانتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے آپس میں جو آہستہ آہستہ باتیں کریں گے اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ کچھ لوگ تو دس راتیں رہنے کا کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر کہے گا کہ تم تو صرف ایک ہی دن دنیا میں رہے تھے۔ بعض مفسرین کے نزدیک کفار کو دنیا میں ٹھہرنے کی مدت بہت کم معلوم ہوگی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، جبکہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ اس دن کی سختیاں دیکھ کر اپنے دنیا میں رہنے کی مقدار ہی بھول جائیں گے۔ (3)

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٠٢، ٥/٤٢٥، خازن، طه، تحت الآیة: ١٠٢، ٣/٢٦٣، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ١٠٣، ٨/٩٨.

3 ......خازن، طه، تحت الآیة: ١٠٤، ٣/٢٦٣.

یہاں یہ بات یادرہے کہ وقت ایک نفیس نقدی اور لطیف جوہر ہے، اسے کسی حقیر اور فانی چیز کو پانے کے لئے خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو انتہائی اعلیٰ اور ہمیشہ رہنے والی ہے، لہٰذا ہر عقلمند آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے وقت کو صرف دُنْیَوی زندگی کو پُر سکون بنانے، اس کی لذتوں اور رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے اور اس کے عیش و عشرت کے حصول میں صَرف کر کے اسے ضائع نہ کرے بلکہ اپنی آخرت بہتر سے بہتر بنانے میں اپنا کامل وقت استعمال کرے کیونکہ دنیا کسی کا مستقل ٹھکانہ نہیں اور دنیا کا عیش بہت تھوڑا اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قدر انتہائی کم ہے حتّٰی کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی دنیا کی حیثیت نہیں اس لئے دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنی اُخروی زندگی کو عذاب میں ڈال دینا سمجھدار کے شایانِ شان نہیں۔

دنیا کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص دنیا کے دھوکے میں آتا ہے اس کا ٹھکانہ ذلت ہے اور جو آدمی اس کے ذریعے تکبر کرتا ہے اس کی منزل کفِ افسوس ملنا ہے۔ دنیا کا کام طلب کرنے والوں سے بھاگنا اور بھاگنے والوں کو تلاش کرنا ہے۔ جو دنیا کی خدمت کرتا ہے تو یہ اس سے چلی جاتی ہے اور جو اس سے منہ پھیرتا ہے یہ اس کے پاس آتی ہے۔ دنیا صاف بھی ہو تو آلودگیوں کے شائبے سے خالی نہیں ہوتی اور اگر یہ سُرور بھی پہنچائے تو وہ پریشانیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ دنیا کی سلامتی اپنے پیچھے بیماری لاتی ہے اور اس کی جوانی بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہے۔ دنیا کی نعمتیں حسرت اور ندامت کے سوا کچھ نہیں دیتیں تو یہ دنیا دھوکے باز، مکار، اڑنے والی اور بھاگنے والی ہے اور اپنے چاہنے والوں کے لیے ہمیشہ بن سنور کر رہتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے دوست بن جاتے ہیں تو یہ ان پر دانت نکالتی (یعنی ان کی بے بسی پر ہنستی یا انہیں دھمکاتی) ہے۔ دنیا اپنے اَسباب کے مقامات بکھیر دیتی ہے اور اپنے تعجب کے خزانے ان دوستوں کے لیے کھول دیتی ہے، پھر انہیں اپنے زہر سے ہلاکت کا مزہ چکھاتی اور اپنے تیروں سے زخمی کرتی ہے۔ جب دنیا دار خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں تو یہ اچانک ان سے منہ پھیر لیتی ہے اور یوں لگتا ہے گویا وہ پریشان خواب تھے، پھر ان پر حملہ آور ہو کر انہیں کفن میں چھپا کر مٹی کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک پوری دنیا کا مالک بھی بن جائے تو یہ اسے یوں کاٹ کر رکھ دیتی ہے کہ گویا کل اس کا وجود ہی نہ تھا۔ دنیا کو چاہنے والے خوشی کی تمنا کرتے

ہیں اور یہ ان کو دھوکے کا وعدہ دیتی ہے حتّٰی کہ وہ بہت زیادہ امید رکھتے ہیں اور محلات بناتے ہیں اور پھر ان کے محلات قبروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی جماعت ہلاک ہو جاتی ہے ان کی کوشش بکھرا ہوا غبار بن جاتی ہے اور ان کی دعا تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ (1)

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًاۙ(۱۰۵) فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًاۙ(۱۰۶) لَّا تَرٰى فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًاؕ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے پہاڑوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ تو زمین کو پٹ پر ہموار کر چھوڑے گا۔ کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ! انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ تو زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا۔ تو اس میں کوئی ناہمواری دیکھے گا اور نہ اونچائی۔

﴿وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ: اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیں کہ انہیں میرا رب عَزَّوَجَلَّ ریت کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ کر دے گا پھر انہیں ہواؤں کے ذریعے اڑا دے گا اور پہاڑوں کے مقامات کی زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا اور زمین اس طرح ہموار کر دی جائے گی کہ تو اس میں کوئی پستی اور اونچائی نہ دیکھے گا۔ (2)

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الدنیا، ٣/٢٤٨.

2 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٠٥-١٠٧، ٣/٢٦٣-٢٦٤، جلالين، طه، تحت الآية: ١٠٥-١٠٧، ص٢٦٧، ملتقطاً.

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اس میں کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی تو تُو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، اس میں کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی تو تُو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ : اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے اس دن لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جو انہیں قیامت کے دن مَوقِف کی طرف بلائے گا اور ندا کرے گا: رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے حضور پیش ہونے کے لئے چلو، اور یہ پکارنے والے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے۔ لوگ اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ وہ دائیں بائیں مڑ جائیں اور اس کے پیچھے نہ چلیں بلکہ وہ سب تیزی سے پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس دن سب آوازیں رحمٰن کے حضور ہیبت وجلال کی وجہ سے پَست ہوکر رہ جائیں گی اور حال یہ ہوگا کہ تو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا۔ اس کی کیفیت کے بارے حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''وہ ہلکی سی آواز ایسی ہوگی کہ اس میں صرف لبوں کی جنبش ہوگی۔''(1)

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات

---

(1)......روح البيان، طه، تحت الآية: ١٠٨، ٥/٤٢٨، خازن، طه، تحت الآية: ١٠٨، ٣/٢٦٤، جلالين، طه، تحت الآية: ١٠٨، ص٢٦٧، ملتقطاً.

پسند فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔

﴿ یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن یہ ہَولناک اُمور واقع ہوں گے اس دن شفاعت کرنے والوں میں سے کسی کی شفاعت کام نہ دے گی البتہ اس کی شفاعت کام دے گی جسے **اللّٰہ** تعالیٰ نے شفاعت کرنے کی اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔ [1]

[illegible]

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے قیامت کے دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہو گی اور کہا گیا ہے کہ شفاعت کرنے والے کا درجہ بہت عظیم ہے اور یہ اسے ہی حاصل ہو گا جسے **اللّٰہ** تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور وہ **اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہو گا۔ [2]

شفاعت سے متعلق 6 احادیث

یاد رہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کو گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا اور یہ مقرب بندے **اللّٰہ** تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت سے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے، اس مناسبت سے یہاں شفاعت سے متعلق 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ [3]

(2)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نبی اکرم صَلَّی

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٠٩، ٥/٤٢٩.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ١٠٩، ٣/٢٦٤.

3 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیّنا صلی اللّٰه علیه وسلم علی جمیع الخلائق، ص١٢٤٩، الحدیث: ٣(٢٢٧٨).

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، جب قریب پہنچے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا: حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور فرمایا ''میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خلیلُ اللہ ہیں، بیشک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نَجِیُّ اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روحُ اللہ اور کلمۃُ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کُنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا، میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔ میں اَوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔ (1)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے اور یہ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری امت میں سے ہر شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (2)

(4)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جن سے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہوں گے۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٥/٣٥٤، الحدیث: ٣٦٣٦.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب اختباء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دعوة الشفاعة لامّته، ص١٢٩، الحدیث: ٣٣٨(١٩٩).

3 ......سنن ابو داؤد، کتاب السنّة، باب فی الشفاعة، ٤/٣١١، الحدیث: ٤٧٣٩.

(5)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔(1) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔(2) پھر علماء۔(3) پھر شہداء۔‘‘[1]

(6)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوئے ہوں گے، (اتنے میں) ایک دوزخی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی مانگا تو میں نے آپ کو پلا دیا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک جہنمی کسی دوسرے جنتی کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کیلئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا۔ ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں کام کو بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔‘‘[2]

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا(۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگوں کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ: وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی کا علم بندوں کی ذات وصفات، ان کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اَحوال اور دنیا وآخرت کے جملہ اُمور کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔

﴿وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا: اور لوگوں کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔﴾ یعنی پوری کائنات کا علم اللّٰہ تعالٰی کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتا، اس کی ذات کا اِدراک کائنات کے علوم کی رسائی سے برتر ہے، وہ اپنے اَسماء وصفات، آثارِ قدرت اور حکمت کی صورتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے:

کجا دریابد او را عقلِ چالاک　　　　که او بالا تر است ازحدِ ادراک

[1]......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، ٥٢٦/٤، الحديث: ٤٣١٣.

[2]......ابن ماجه، كتاب الادب، باب فضل صدقة الماء، ١٩٦/٤، الحديث: ٣٦٨٥.

نظر کن اندر اسماء وصفاتش   کہ واقف نیست کس از کنہِ ذاتش

یعنی تیز عقل اس کی ذات کا ادراک کس طرح کرسکتی ہے کیونکہ وہ تو فہم وادراک کی حد سے ہی بالاتر ہے، لہٰذا تم اس کے اسماء وصفات میں غوروفکر کرو کہ اس کی ذات کی حقیقت سے کوئی واقف ہی نہیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ مخلوق کے علوم اللّٰہ تعالیٰ کی معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ (1)

وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِؕ-وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سب منہ جھک جائیں گے اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بیشک نامراد رہا جس نے ظلم کا بوجھ لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمام چہرے اُس کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔

﴿وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ: اور تمام چہرے جھک جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ حشر کے دن تمام چہرے اس خدا کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور ہر ایک شانِ عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہوگا، کسی میں سرکشی نہ رہے گی اور اللّٰہ تعالیٰ کے قہر وحکومت کا کامل ظہور ہوگا اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور بے شک شرک شدید ترین ظلم ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ تلے دبے ہوئے مَوقِفِ قیامت میں آئے گا تو اس سے بڑھ کر نامراد کون ہے۔ (2)

وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ نیک کام کرے اور ہو مسلمان تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا نہ نقصان کا۔

---

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۱۰، ۵/۴۳۰، ابو سعود، طه، تحت الآیة: ۱۱۰، ۳/۴۹۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، طه، تحت الآیة: ۱۱۱، ۳/۲٦٤، مدارك، طه، تحت الآیة: ۱۱۱، ص۷۰۳-۷۰٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ کمی کا۔

﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ وعدے کے مطابق وہ جس ثواب کا مستحق تھا وہ اسے نہ دے کر اس کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی اسے کم ثواب دیئے جانے کا اندیشہ ہوگا۔ (1)

نیک اعمال کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاعت اور نیک اعمال سب کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں کار آمد ہیں اور ایمان نہ ہو تو یہ سب عمل بے کار، ہاں ایمان لانے کے بعد کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی قبول ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

نیک اعمال اور گناہوں کا مآل

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال میں مشغول رہے اور گناہوں سے رک جائے کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے درخت کا پھل پائے گا اور جیسے اس کے اعمال ہوں گے ویسے انجام تک وہ پہنچ جائے گا اور نیک اعمال میں سب سے افضل فرائض کو ادا کرنا اور حرام و ممنوع کاموں سے بچنا ہے۔ (اسی سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ) ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے حضرت ابو حازم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا "تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرتے رہو اور اس بات کو بہت بڑا جانو کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں وہاں دیکھے جہاں اس نے تمہیں منع کیا ہے اور وہاں تجھے موجود نہ پائے جہاں موجود ہونے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اور نیک اعمال کے سلسلے میں لوگوں کی ایک تعداد کا یہ حال ہے کہ وہ نفلی کاموں میں تو بہت جلدی کرتے ہیں، لمبے لمبے اور کثیر اوراد و وظائف پابندی سے پڑھتے ہیں، مشکل اور بھاری نفلی کام کرنے میں رغبت رکھتے ہیں جبکہ وہ کام جنہیں کرنا ان پر فرض و واجب ہے ان میں سستی سے کام لیتے ہیں اور انہیں صحیح طریقے سے ادا بھی نہیں کرتے۔

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ١١٢، ٥/٤٣١.

ایک بزرگ فرماتے ہیں: نفسانی خواہش کی پیروی کی ایک علامت یہ ہے کہ بندہ نفلی نیک کام کرنے میں تو بہت جلدی کرے اور واجبات کے حقوق ادا کرنے میں سستی سے کام لے۔

حضرت ابو محمد مرتعش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے کئی حج ننگے پاؤں اور پیدل سفر کرکے کئے۔ ایک دن رات کے وقت میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ ہاجرہ کو پانی پلا دو، تو مجھے یہ کام بہت بھاری لگا، اس سے میں نے جان لیا کہ پیدل حج کرنے پر میں نے اپنے نفس کی جو بات مانی اس میں میرے نفس کی لذت کا عمل دخل تھا کیونکہ اگر میرا نفس ختم ہو چکا ہوتا تو (والدہ کی اطاعت کا) وہ کام مجھے بھاری محسوس نہ ہوتا جو شریعت کا حق تھا۔ (1)

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّ صَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن نازل فرمایا اور اس میں مختلف انداز سے عذاب کی وعیدیں بیان کیں تاکہ لوگ ڈریں یا قرآن ان کے دل میں کچھ غور وفکر پیدا کرے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور یونہی۔﴾ اس آیت میں قرآنِ مجید کی دو صفات بیان کی گئیں (1) قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، تاکہ اہلِ عرب اسے سمجھ سکیں اور وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قرآن پاک کی نظم عاجز کر دینے والی ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ (2) قرآنِ مجید میں مختلف انداز سے فرائض چھوڑنے اور ممنوعات کا اِرتکاب کرنے پر عذاب کی وَعِیدیں بیان کی گئیں تاکہ لوگ ڈریں اور قرآن عظیم ان کے دل میں کچھ نصیحت اور غور وفکر پیدا کرے جس سے انہیں نیکیوں کی رغبت اور بدیوں سے نفرت ہو اور وہ عبرت ونصیحت حاصل کریں۔ (2)

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۱۲، ۵/۴۳۱، ملخصاً.

2 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ۱۱۳، ۸/۱۰۳، خازن، طه، تحت الآیة: ۱۱۳، ۳/۲۶۴-۲۶۵، ملتقطاً.

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ٘ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہولے اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے اور آپ کی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن میں جلدی نہ کرو اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ: تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ اور اصل مالک ہے اور تمام بادشاہ اس کے محتاج ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام قرآنِ کریم لے کر نازل ہوتے تھے تو سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور جلدی کرتے تھے تاکہ خوب یاد ہوجائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ یاد کرنے کی مشقت نہ اٹھائیں۔ سورۂ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے اور اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک پر جاری کرنے کا خود ذمہ لے کر آپ کی اور زیادہ تسلی فرمادی۔

﴿ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا: اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو علم میں اضافے کی دعا مانگنے کی تعلیم دی، اس سے معلوم ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مزید علم کی طلب میں رہنا چاہئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کی حرص اچھی چیز ہے، جیسے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا کہ زیادتیٔ علم کی دعا مانگو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم ہمیشہ ترقی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

ع ۶ / ۱۱ / ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی مضبوط ارادہ نہ پایا۔

﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا۔﴾ اس سے پہلے سورۂ بقرہ، سورۂ اَعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کا واقعہ بیان ہوا اور اب یہاں سے چھٹی باران کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اور اسے ذکر کرنے میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے شیطان انسانوں کا بڑا پرانا دشمن ہے اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ شیطان کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس زمانے سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت کے پاس نہ جائیں لیکن یہ حکم انہیں یاد نہ رہا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے البتہ اس جانے میں ان کی طرف سے **اللہ** تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

آیت "وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ **اللہ** تعالیٰ کا حکم یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مُؤاخذہ ہوتا ہے۔

---

1 ......والضحی: ٤.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’قرآنِ عظیم کے عُرف میں اِطلاقِ معصیت عمد (یعنی جان بوجھ کر کرنے) ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ ’’وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ‘‘ [1] آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ حالانکہ خود فرماتا ہے ’’فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا‘‘ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔ [2]

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت کو بڑے واضح طور پر بیان کرتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھول گئے تھے اور ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

(2)......ہم جیسوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ان کی عظمت وشان کی وجہ سے اس بنا پر بھی بعض اوقات پُرسش ہوجاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ؏

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہِ جبّار، جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا (اور اس کے ساتھ) جو برتاؤ گوارا کرے گا (وہ) ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا (اور) شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء، (الغرض) ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا ’’حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ‘‘ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ [3]

(3)......ہر شخص شیطان سے ہوشیار رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم تھے اور جنت محفوظ جگہ تھی پھر بھی ابلیس نے اپنا کام کردکھایا، تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔

1......طٰهٰ: ۱۲۱.

2......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

3......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰى(۱۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا۔

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ وقت یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرو تو فرشتوں کے ساتھ رہنے والے ابلیس کے سوا سب فرشتے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور ابلیس نے یہ کہہ کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہ میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بہتر ہوں۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سجدۂ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔۔۔۔ ہاں ہماری شریعتِ مطہرہ نے غیرِ خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ (2)

فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى(۱۱۷) اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰىۙ(۱۱۸) وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا

1 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ١١٦، ٥/٤٣٤-٤٣٥، جلالين، طه، تحت الآية: ١١٦، ص٢٦٨، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۴۱۷-۴۱۸۔

وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے فرمایا اے آدم بیشک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔ بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو۔ اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ہم نے فرمایا، اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تو مشقت میں پڑ جائے گا۔ بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا اور نہ ہی ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ نہ کبھی تو اس میں پیاسا ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی۔

﴿فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ: تو ہم نے فرمایا، اے آدم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے انکار کے بعد اللہ تعالٰی نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ''اے آدم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، بیشک یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ ہرگز تم دونوں کو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب نہ بن جائے ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور اپنی غذا اور خوراک کے لئے زمین جوتنے، کھیتی کرنے، دانہ نکالنے، پیسنے، پکانے کی محنت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیشک تیرے لیے یہ ہے کہ تو جنت میں بھوکا نہیں ہوگا کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں ہر وقت حاضر ہوں گی اور نہ ہی تو اس میں ننگا ہوگا کیونکہ تمام ملبوسات جنت میں موجود ہوں گے، اور تیرے لئے یہ بھی ہے کہ تو جنت میں کبھی پیاسا نہ ہوگا کیونکہ اس میں ہمیشہ کے لئے نہریں جاری ہیں اور نہ تجھے جنت میں دھوپ لگے گی کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہے اور اہلِ جنت ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے، الغرض ہر طرح کا عیش و راحت جنت میں موجود ہے اور اس میں محنت اور کمائی کرنے سے بالکل امن ہے (لہٰذا تم شیطان کے وسوسوں سے بچ کر رہنا)۔ [1]

[illegible]

آیت نمبر 117 میں شیطان کا حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ

[1] ......خازن، طه، تحت الآية: ١١٧-١١٩، ٣/٢٦٥-٢٦٦، روح البيان، طه، تحت الآية: ١١٧-١١٩، ٥/٤٣٥-٤٣٦، ملتقطاً.

اس کی دشمنی کی دلیل قرار دیا گیا ہے، یہاں اس دشمنی کی وجہ وضاحت سے بیان کی جاتی ہے۔ جب ابلیس نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگا اور یہ حسد اس کی دشمنی کا ایک سبب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسے کسی سے حسد ہو تو وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے اور وہ اس کی ہلاکت چاہتا اور اس کا حال خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 117تا119 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)......فضل وشرف والے کی فضیلت کو تسلیم نہ کرنا اور اس کی تعظیم واحترام بجالانے سے اِعراض کرنا حسد وعداوت کی دلیل ہے۔

(2)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی مشہور جنت میں رکھے گئے تھے جو بعدِ قیامت نیکوں کو عطا ہوگی، وہ کوئی دُنْیَوی باغ نہ تھا کیونکہ اس باغ میں تو دھوپ بھی ہوتی ہے اور وہاں بھوک بھی لگتی ہے۔

(3)......جنتی نعمتوں کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کی قدر کرے اور شیطان کی پیروی کرکے ان عظیم نعمتوں سے خود کو محروم نہ کرے۔

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتادوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشہ رہنے کے درخت اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی۔

﴿فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ: تو شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمت بیان فرمائی کہ اس نے انہیں فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اس کے بعد بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی زوجہ حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو شیطان کی دشمنی کی پہچان کروادی اور جنتی نعمتوں کی اہمیت بیان فرمادی اور اب اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا: اے آدم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، کیا میں آپ کو ایک ایسے درخت کے بارے میں بتادوں جسے کھا کر کھانے والے کو دائمی زندگی حاصل ہوجاتی ہے اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہوگی اور اس میں زوال نہ آئے گا۔(1)

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان دونوں نے اس میں سے کھالیا اب ان پر ان کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

﴿فَاَكَلَا مِنْهَا: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھالیا۔﴾ ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان کے جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور درخت سے کھا کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اس سے جو

1 ......تفسير كبير، طه، تحت الآية: ١٢٠، ٨/١٠٧، جلالين، طه، تحت الآية: ١٢٠، ص٢٦٨، ملتقطاً.

مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا اور اس درخت کے کھانے سے انہیں دائمی زندگی نہ ملی۔ (1)

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ

یاد رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارادہ اور نیت حکم کو پورا کرنے اور اس چیز سے بچنے کا تھا جو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب بنے، لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے راضی ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت کرنے سے معصوم ہیں۔ (2)

یہاں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کے عقیدے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ایک کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو ''اہلِ حق یعنی اہلِ اسلام اور اہلسنّت و جماعت شاہراہِ عقیدت پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے جبکہ سرکشی کرنے والے اور اہلِ باطل تفصیلات میں ڈوب کر اور ان میں ناحق غور کرکے گمراہی کے گڑھے اور بد دینی کی گمراہیوں میں جا پڑے، انہوں نے کہیں دیکھا ''**وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى**'' کہ اس میں عصیاں اور بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی جانب کی گئی ہے۔ کہیں سنا ''**لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ**'' جس سے ذنب یعنی گناہ اور اس کی بخشش کی نسبت کا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے۔ کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ فرعون کے قبطی کا قصہ یاد آیا کہ آپ نے قبطی کو ظلم پر آمادہ پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی (مرکر) قبر کی گہرائی میں پہنچا۔ کبھی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے ایک اُمتی اوریاہ کا فسانہ سن پایا حالانکہ یہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہودیوں کا الزام تھا جسے انہوں نے خوب اچھالا اور عوام الناس کی زبان پر عام ہو گیا حتّٰی کہ اس کی شہرت کی بنا پر احوال کی تحقیق اور تفتیش کے بغیر بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرما دیا، جب کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔ غرض بے عقل، بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو چون و چرا

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٢١، ٣/٢٦٦.

2 ......صاوی، طه، تحت الآية: ١٢١، ٤/١٢٨٣.

کرنے لگے، پھر خدا اور رسول کی ناراضی کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور اُلٹا " خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا " (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے) نے " وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ " (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا۔

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کبیرہ گناہوں سے **مُطلقاً** اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔ (1)

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا۔

﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ: پھر اس کے رب نے اسے چن لیا۔﴾ زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توبہ واستغفار میں مشغول ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر ان پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور انہیں اپنے خاص قرب کا راستہ دکھایا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: اعتقاد الاحباب، عقیدۂ خامسہ، ۲۹/۳۵۹-۳۶۰۔

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کہ تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے پھر اگر تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا وہ نہ بہکے نہ بدبخت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر (اے اولادِ آدم) اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا : فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ۔ ﴾ جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش صادر ہوئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حواء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا: تم دونوں اپنی ذُرِّیَّت کے ساتھ مل کر اکٹھے جنت سے زمین کی طرف اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، دنیا میں ایک دوسرے سے حسد اور دین میں اختلاف کریں گے، پھر اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور رسول کی صورت میں کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں نہ گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا کیونکہ آخرت کی بدبختی دنیا میں حق راستے سے بہکنے کا نتیجہ ہے تو جو کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے برحق رسول کی پیروی کرے اور ان کے حکم کے مطابق چلے وہ دنیا میں گمراہ ہونے سے اور آخرت میں اس گمراہی کے عذاب ووبال سے نجات پائے گا۔ [1]

دنیا میں گمراہی اور آخرت میں بدبختی سے بچنے کا ذریعہ

اِس سے معلوم ہوا کہ اِس امت کے لوگوں کا قرآنِ مجید میں دیئے گئے اَحکامات پر عمل کرنا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنا انہیں دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور آخرت میں بدبختی سے نجات دلائے گا، لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کی پیروی کرے اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِتباع کرے تاکہ وہ گمراہ اور بدبخت ہونے سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

1 ……روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۲۳، ۵/۴۴۰-۴۴۱، مدارك، طه، تحت الآیة: ۱۲۳، ص۷۰۶، ملتقطاً.

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والا ہے تو تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرماتا ہے

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی ہیں، (کسی سے) پڑھے ہوئے نہیں ہیں، اللہ اور اس کی تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو تا کہ تم ہدایت پالو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

---

1 ......انعام: ١٥٥.
2 ......زمر: ٥٥.
3 ......اعراف: ١٥٨.
4 ......اٰل عمران ٣١، ٣٢.

اور جو لوگ قرآن عظیم کی پیروی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کریں ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اللّٰہ تعالٰی ہمیں قرآنِ مجید کی پیروی کرنے اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیارا تھا۔

1 ......اعراف: ۱۵۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟

﴿**وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا۔**﴾ اس آیت میں ذکر سے مراد قرآنِ مجید پر ایمان لانا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دلائل ہیں جنہیں اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے طور پر نازل کیا گیا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذکر سے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مقدس ذات مراد ہو کیونکہ ذکر آپ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور تنگ زندگی گزارنے کے مقام کے بارے میں مفسرین کے 5 اَقوال درج ذیل ہیں:

(1)......دنیا میں تنگ زندگی ہے۔ دنیا کی تنگ زندگی یہ ہے کہ بندہ ہدایت کی پیروی نہ کرے، برے عمل اور حرام فعل میں مبتلا ہو، قناعت سے محروم ہو کر حرص میں گرفتار ہو جائے اور مال واَسباب کی کثرت کے باوجود بھی اس کو دل کی فراخی اور سکون مُیَسَّر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں اور حرص کے غموں سے آوارہ ہو کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے اور توکّل کرنے والے مومن کی طرح اس کو سکون وفراغ حاصل ہی نہ ہو جسے حیاتِ طیّبہ یعنی پاکیزہ زندگی کہتے ہیں۔

(2)......قبر میں تنگ زندگی ہے۔ قبر کی تنگ زندگی یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیا جائے۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''یہ آیت اسود بن عبدالعزیٰ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی اور قبر کی تنگ زندگی سے مراد قبر کا اِس سختی سے دبانا ہے جس سے ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آجاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ معیشتِ ضَنک کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی کہ **اللّٰہ** تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ قبر میں کافر کا عذاب ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کافر پر ننانوے تنین مُسلَّط کئے جائیں گے کیا تم جانتے ہو کہ تنین کیا ہیں؟ وہ ننانوے سانپ ہیں ہر سانپ کے سات پھن ہیں وہ اس کے جسم میں پھونکیں ماریں گے اور قیامت تک اس کو ڈستے اور نوچتے رہیں گے۔ (1)

(3)......آخرت میں تنگ زندگی ہے۔ آخرت میں تنگ زندگی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے، جہاں تھوہڑ، کھولتا پانی،

(1)......مسند ابی یعلی، مسند ابی هريرة، شهر بن حوشب عن ابی هريرة، ٥/٨٠٥، الحديث: ٦٦١٣.

جہنمیوں کے خون اوران کے پیپ کھانے پینے کو دیئے جائیں گے۔

(4)......دین میں تنگ زندگی ہے۔ دین میں تنگ زندگی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی حرام کمانے میں مبتلا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''بندے کو تھوڑا ملے یا زیادہ، اگر خوفِ خدا نہیں تو اس میں کچھ بھلائی نہیں اور یہ تنگ زندگانی ہے۔

(5)......دنیا، قبر، آخرت اور دین سب میں تنگ زندگی ہے۔[1]

﴿وَ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى: اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے ذکر سے اِعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے اور اس وقت وہ کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا؟ یاد رہے کہ کافر قیامت کا پورا عرصہ اندھا نہیں رہے گا بلکہ قیامت کے بعض اَحوال میں اس کی بینائی نہیں ہوگی اور بعض احوال میں اسے بینائی عطا کر دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے ہولناک مَناظِر دیکھ سکے۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔

﴿قَالَ: اللہ فرمائے گا۔﴾ اس کے جواب میں اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا کہ دنیا میں تیرے پاس میری نشانیاں آئیں لیکن تو ان پر ایمان نہ لایا اور تو نے انہیں پسِ پشت ڈال کر ان سے منہ پھیر لیا، اسی طرح آج ہم تجھے آگ میں ڈال کر چھوڑ دیں

[1]......تفسیر قرطبی، طه، تحت الآیة: ۱۲۴، ۱۳۹/۶، الجزء الحادی عشر، تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ۱۲۴، ۱۱۰/۸-۱۱۱، خازن، طه، تحت الآیة: ۱۲۴، ۲۶۸/۳، مدارك، طه، تحت الآیة: ۱۲۴، ص۷۰۶، ملتقطًا.

گے اور تیرا حال پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے گناہ کا عذاب دنیا وآخرت میں پڑتا ہے یونہی نیکی کا فائدہ دونوں جہان میں ملتا ہے۔ جو مسلمان پانچوں نمازیں پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرے اسے رزق میں برکت، قبر میں فراخی نصیب ہوگی اور پل صراط پر آسانی سے گزرے گا اور جو جماعت کا تارک ہوگا اس کی کمائی میں برکت نہ ہوگی، چہرے پر صالحین کے آثار نہ ہوں گے، لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہوگی، پیاس وبھوک میں جان کنی اور قبر کی تنگی میں مبتلا ہوگا اور اس کا حساب بھی سخت ہوگا۔

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے سخت تر اور سب سے دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ : اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے میں حد سے بڑھ جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب دُنْیَوی عذاب کے مقابلے میں سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے اور اس کا ثواب حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں آنے والی دنیوی سختیوں پر صبر کرے اور دنیا کی نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ جنت کو مصیبتوں سے اور جہنم کو شہوتوں

[1]......خازن، طه، تحت الآية: ۱۲۶، ۳/ ۲٦۸.

سے چھپایا گیا ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر جنت کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا ’’تم جنت اور ان نعمتوں کو دیکھو جو میں نے اہلِ جنت کے لئے تیار کی ہیں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر واپس آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جو ان نعمتوں کے بارے میں سن لے گا وہ ان میں داخل ہوگا۔ جنت کو مصیبتوں سے چھپا دیا گیا، پھر ارشاد فرمایا ’’تم جنت کی طرف دوبارہ جاؤ اور اسے دیکھو۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر واپس لوٹے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو جہنم کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا ’’تم جہنم کی طرف جاؤ اور ان عذابات کو دیکھو جو میں نے اہلِ جہنم کے لئے تیار کئے ہیں۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام انہیں دیکھ کر واپس آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جس نے ان عذابات کے بارے میں سنا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ جہنم کو شہوتوں سے ڈھانپ دیا گیا، پھر ارشاد فرمایا ’’جہنم کی طرف لوٹو اور اسے دیکھو۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام دیکھ کر آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں داخل ہونے سے کوئی نہ بچے گا۔[2]

اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾

ع ۱۳/۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک کردیں کہ یہ ان کے بسنے کی جگہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو کیا انہیں اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

1 ......روح البیان، طه، تحت الآیة: ۱۲۷، ۵/۴۴۲.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی الله عنه، ۳/۳۰۸، الحدیث: ۸۸۷۰.

﴿اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ : تو کیا انہیں اس بات نے ہدایت نہ دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ قریش کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کو نہ ماننے والی کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں اور اپنے سفروں میں ان کے علاقوں سے گزرتے اور ان کی ہلاکت کے نشان دیکھتے ہیں۔ بیشک سابقہ قوموں کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دینے میں ان عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عبرت حاصل کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب اور ان کی مخالفت کا انجام برا ہے۔[1]

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گزر چکی ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتا اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرایا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے (طے) نہ ہو چکی ہوتی اور ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتا۔

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ: اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امتِ دعوت کے عذاب میں قیامت تک تاخیر کی جائے گی اور سابقہ امتوں کی طرح جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دینے والا عذاب ان پر نازل نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان کے عذاب کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں دنیا ہی میں لپٹ جاتا۔[2]

اس امت پر عذاب نازل نہ کئے جانے کی وجہ

اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت میں سے جو لوگ آپ کو جھٹلائیں گے

1 ......خازن، طه، تحت الآية: ١٢٨، ٢٦٩/٣، مدارك، طه، تحت الآية: ١٢٨، ص٧٠٦، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ١٢٩، ٤٤٣/٥.

اور آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو ان پر دنیا میں ویسا عذاب نہیں آئے گا جیسا پچھلی امتوں کے کفار پر نازل کیا گیا تھا کہ ان کی تمام بستیاں تباہ و برباد کر دی جائیں اور ان میں سے کوئی کافر زندہ نہ بچے، مفسرین نے اس کی چند وجوہات بھی بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ان جھٹلانے والوں میں سے بعض کفار ایمان لے آئیں گے اس لئے ان پر ویسا عذاب نازل نہ ہوگا۔

(2)......اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان جھٹلانے والوں کی نسل میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمان ہو جائیں گے، اس لئے اگر ان پر عذاب نازل کر دیا جائے تو وہ لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

(3)......بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے اپنے فضل کی وجہ سے عذاب سے مُستثنیٰ کر دے۔ (1)

(5)......علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "بے شک اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اِکرام کی وجہ سے ان کی امت سے عذابِ عام کو مُؤخَّر فرما دے گا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس امت پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوتا جیسا سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا۔ (2)

عذاب مؤخر کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جس نے (اپنے کفر ومَعاصی سے) توبہ کرنی ہے وہ توبہ کر لے اور جو (اپنے کفر ومعاصی پر) قائم رہنا چاہتا ہے اس کی حجت ختم ہو جائے لہٰذا ہر عقلمند مُکَلَّف کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کرے اور قادر وحکیم رب تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور انسان ہونے، اشرفُ المخلوقات ہونے اور تمام مصنوعات میں سب سے بہترین ہونے کے باوجود جمادات سے بھی برا نہ بنے کہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے پتھر بھی اپنی جگہ سے گر جاتے ہیں اور ان سے بھی پانی جاری ہوتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

---

1 ......تفسیر کبیر، طه، تحت الآیة: ١٢٩، ١١٢/٨.

2 ......صاوی، طه، تحت الآیة: ١٢٩، ١٢٨٦/٤.

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر (بھی اللہ کی) پاکی بیان کرو، اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ: تو آپ ان کی باتوں پر صبر کریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو جھٹلانے والوں سے عذاب مؤخر کر کے ہم نے انہیں مہلت دی ہے، اب اگر یہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو ضرور عذاب میں مبتلا ہوں اس لئے آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو جائے۔[1]

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔﴾ یہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے، غروب ہونے سے پہلے، رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا گیا، سورج طلوع ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد نمازِ فجر ادا کرنا ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ادا کرنا ہیں جو کہ دن کے دوسرے نصف میں سورج کے زوال اور غروب کے درمیان واقع ہیں۔ رات کی کچھ گھڑیوں میں پاکی بیان کرنے سے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنا مراد ہے۔ دن کے کناروں میں پاکی بیان کرنے سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور یہاں تاکید کے طور پر ان نمازوں کی تکرار فرمائی

1 ......روح البيان، طه، تحت الآية: ١٣٠، ٥/٤٤٤.

گئی ہے۔ بعض مفسرین سورج غروب ہونے سے پہلے سے نمازِ عصر اور دن کے کناروں سے نمازِ ظہر مراد لیتے ہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ نمازِ ظہر زوال کے بعد ہے اور اس وقت دن کے پہلے نصف اور دوسرے نصف کے کنارے ملتے ہیں اور یہاں پہلے نصف کی انتہا اور دوسرے نصف کی ابتدا ہے۔ (1)

﴿لَعَلَّكَ تَرْضٰى: اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان اوقات میں اس امید پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا اور اس کے انعام و اِکرام سے راضی ہوں، آپ کو امت کے حق میں شفیع بنا کر آپ کی شفاعت قبول فرمائے اور آپ کو راضی کرے۔ (2)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا چاہتا ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت اپنی مشہور کتاب تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں: اے بندے! اس لطف و کرم والے خطاب کو دیکھ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں نہیں ارشاد فرمایا ''تا کہ میں آپ سے راضی ہو جاؤں۔ یونہی اس طرح کا کوئی اور کلام نہیں فرمایا (جیسے یوں نہیں فرمایا ''تا کہ آپ کو میری رضا حاصل ہو جائے) بلکہ یوں ارشاد فرمایا ہے'' **لَعَلَّكَ تَرْضٰى** ''یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تا کہ آپ راضی ہو جائیں۔ اور یہاں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان بھی ملحوظ رہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے'' اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا یہ قول بھی پیشِ نظر رہے (جس میں آپ اپنے پیارے محبوب سے عرض کرتی ہیں: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،) میں حضور کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتی ہوں کہ وہ حضور کی خواہش میں جلدی فرماتا ہے۔'' پس رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ ان کی کوئی خطا ہے جو معاف ہو جائے یا اس لئے نہیں دیا گیا نماز ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے بلکہ اس لئے دیا گیا ہے تا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ راضی ہو جائیں کیونکہ نماز میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں جو کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اس امت کے کامل عارف اولیاءِ کرام کو بھی اس مقام سے کچھ

---

1 ……مدارك، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ص۷۰۷، خازن، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ۲۶۹/۳، ملتقطاً.

2 ……روح البيان، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ۴۴۴/۵-۴۴۵، خازن، طه، تحت الآية: ۱۳۰، ۲۶۹/۳.

حصہ ملتا ہے۔ (1)

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ﳔ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے سننے والے! ہم نے مخلوق کے مختلف گروہوں کو دنیا کی زندگی کی جوترو تازگی فائدہ اٹھانے کیلئے دی ہے تاکہ ہم انہیں اس بارے میں آزمائیں تو اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى : اور اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا۔﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں جیسے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں وغیرہ کو دنیا کا جو ساز و سامان فائدہ اٹھانے کیلئے دیا ہے وہ اس وجہ سے دیا ہے تاکہ ہم انہیں اس کے سبب اس طرح آزمائش میں ڈالیں کہ ان پر جتنی نعمت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی سرکشی اور ان کا طُغیان بڑھے اور وہ سزائے آخرت کے سزاوار ہوں، لہٰذا تو تعجب اور اچھائی کے طور پر اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور آخرت میں تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق جنت اور اس کی نعمتیں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا رزق ہے۔ (2)

1 ......صاوی، طه، تحت الآية: ١٣٠، ١٢٨٧/٤.

2 ......البحر المحيط، طه، تحت الآية: ١٣١، ٢٦٩/٦، مدارك، طه، تحت الآية: ١٣١، ص٧٠٧، خازن، طه، تحت الآية: ١٣١، ٢٦٩/٣-٢٧٠، ملتقطاً.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے دُنْیَوی ساز وسامان، مال ودولت اور عیش وعشرت کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ کفار کی ان چیزوں کو تعجب اور اچھائی کی نظر سے نہ دیکھے۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نافرمانوں کی شان وشوکت اور رعب داب نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ گناہ اور معصیت کی ذلت کس طرح ان کی گردنوں سے نمودار ہے۔ (1)

اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو فی زمانہ کفار کی دنیوی ٹیکنالوجی میں ترقی، مال ودولت اور عیش عشرت کی فراوانی دیکھ کر تو ان سے انتہائی مرعوب اور دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے ہیں جبکہ انہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ اس ترقی اور دولت مندی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے میں کتنا آگے بڑھ چکے ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اسی ترقی کے سبب آج کونسا گناہ ایسا ہے جو وہ نہیں کررہے......؟ فحاشی، عُریانی، بے حیائی اور بے شرمی کی کونسی ایسی حد ہے جو وہ پار نہیں کر چکے......؟ ظلم وستم، سفاکی اور بے رحمی کی کونسی ایسی لکیر ہے جسے وہ مٹا نہیں چکے......؟ مسلمانوں کو ذلت ورسوائی میں ڈبونے کے لئے کون سا ایسا دریا ہے جس کے بند وہ توڑ نہیں چکے......؟ افسوس! ان سب چیزوں کو اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھنے، سماعت سے بھرپور کانوں سے سننے کے باوجود بھی لوگ عبرت نہیں پکڑتے اور کفار کے عیش وعشرت اور ترقی ودولت کی داستانیں سن سنا کر اور مسلمانوں کی ذلت وغربت کا رونا رو کر نہ صرف خود اسلام سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی دینِ اسلام سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے۔

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَاؕ-لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًاؕ-نَحْنُ نَرْزُقُكَؕ-وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى(۱۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٣١، ص٧٠٧.

روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیز گاری کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے اور اچھا انجام پرہیز گاری کے لیے ہے۔

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آٹھ ماہ تک حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے ''اَلصَّلَاةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا''۔[2]

یاد رہے کہ اس خطاب میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت بھی داخل ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہر امتی کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہے۔

ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللّٰہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

افسوس! فی زمانہ نماز کے معاملے میں مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ گھر والے نمازیں چھوڑ دیں، انہیں اس کی پرواہ

---

1 ...... روح البیان، طه، تحت الآیة: ١٣٢، ٥/٤٤٨.

2 ...... ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمه علی، علی بن ابی طالب... الخ، ٤٢/١٣٦.

3 ...... التحریم: ٦.

نہیں۔خود کی نمازیں ضائع ہو جائیں، انہیں اس کی فکر نہیں اور کوئی شخص نماز چھوڑنے پر انہیں اُخروی حساب اور عذاب سے ڈرائے، انہیں اس کا احساس نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور نہ صرف خود نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی نمازی بنانے کی ہمت و توفیق نصیب کرے، اٰمین۔

﴿لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا: ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے اور اس بات کا پابند نہیں کرتے کہ ہماری مخلوق کو روزی دے یا اپنے نفس اور اپنے اہل کی روزی کے ذمہ دار ہو بلکہ ہم تجھے روزی دیں گے اور انہیں بھی، تو روزی کے غم میں نہ پڑ، بلکہ اپنے دل کو امرِ آخرت کے لئے فارغ رکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی عبادت [illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کسی کو روزی دینا اس کے ذمے نہیں بلکہ سب کو روزی دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

یاد رہے کہ ان آیتوں کا منشاء یہ نہیں کہ انسان کمانا چھوڑ دے، کیونکہ کمائی کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں بہت جگہ آیا ہے، بلکہ منشاء یہ ہے کہ بندہ کمائی کی فکر میں آخرت سے غافل نہ ہو اور دنیا کمانے میں اتنا مگن نہ ہو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز نہ کرے اور نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سے غافل ہو جائے۔

افسوس! فی زمانہ مسلمان مال کمانے میں اس قدر مگن ہو چکے ہیں کہ صبح شام، دن رات اسی میں سرگرداں ہیں اور

---

1 ......مدارك، طه، تحت الآية: ١٣٢، ص٧٠٧-٧٠٨.

2 ......الذاريات:٥٦-٥٨.

ان کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوسکیں اور اس خالق و مالک کو یاد کرسکیں جو حقیقی روزی دینے والا ہے، اور اتنی محنت و کوشش کے باوجود ان کا جو معاشی حال ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ آج ہر کوئی رزق کی کمی، مہنگائی، بیماری اور پوری نہیں پڑتی کا رونا رو رہا ہے۔ اے کاش! مسلمان رزق حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس ذمہ داری کو بھی پورا کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کی ہے تو آج ان کا حال اس سے بہت مختلف ہوتا۔ عبرت کے لئے یہاں 3 اَحادیث ملاحظہ فرمائیں

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو، اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے اور اس کے جمع شدہ کاموں کو مُنتشر کر دیتا ہے اور دنیا (کا مال) بھی اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔''[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک چیز (یعنی) آخرت کی فکر سے تعلق رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام دُنْیَوی کام اپنے ذمے لے لے گا اور جو دنیوی فکروں میں مبتلا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں، خواہ وہ کہیں بھی مرے۔''[2]

(3)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھ مَشاغل سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہ کروں گا۔''[3]

[illegible]

اس آیت سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال سے روزی کے دروازے کھلتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ یَرْزُقْهُ   **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے

1 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۳۰-باب، ۲۱۱/۴، الحدیث: ۲۴۷۳.

2 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الهمّ بالدنیا، ۴۲۵/۴، الحدیث: ۴۱۰۶.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۳۰-باب، ۲۱۱/۴، الحدیث: ۲۴۷۴.

مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ (1) نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان (بھی) نہ ہو۔

وَ قَالُوۡا لَوۡ لَا يَاۡتِيۡنَا بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے اور کیا انھیں اس کا بیان نہ آیا جو اگلے صحیفوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ نبی اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے ؟ اور کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور بیان نہ آیا۔

﴿وَقَالُوۡا: اور کافروں نے کہا۔﴾ کثیر نشانیاں آجانے اور معجزات کا مُتواتر ظہور ہونے کے باوجود کفاران سب سے اندھے بنے اور انہوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت یہ کہہ دیا کہ آپ اپنے ربّ کے پاس سے کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں لاتے جو آپ کی نبوت صحیح ہونے پر دلالت کرے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور قرآن اور دوعالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت وبعثت کا ذکر نہ آیا، یہ کیسی عظیم ترین نشانیاں ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی کو طلب کرنے کا کیا موقع ہے۔ (2)

وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلۡ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ

1 ......سورۂ طلاق: ۲، ۳.

2 ......ابو سعود، طه، تحت الآية: ۱۳۳، ۳/ ۵۰۰.

فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

ع ۸ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کردیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔ تم فرماؤ سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو اب جان جاؤ گے کہ کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے ہدایت پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے ؟ تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کررہا ہے تو تم بھی انتظار کرو تو عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی ؟

﴿وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم نبی کو بھیجے بغیر کفار پر عذاب بھیج دیتے تو قیامت کے دن یہ لوگ شکایت کرتے کہ ہم میں کوئی رسول تو بھیجا ہوتا پھر اگر ہم اس کی اطاعت نہ کرتے تو عذاب کے مستحق ہوتے۔ اب انہیں اس شکایت کا بھی موقع نہیں کیونکہ اب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لا چکے ہیں۔

﴿قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا: تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کررہا ہے تو تم بھی انتظار کرو۔﴾ **شانِ نزول:** مشرکین نے کہا تھا کہ ہم زمانے کے حوادِث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا انتظار کررہے ہو اور مسلمان تمہارے عقوبت و عذاب کا انتظار کررہے ہیں۔ عنقریب جب خدا کا حکم آئے گا اور قیامت قائم ہوگی تو تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی ؟(1)

1......خازن، طه، تحت الآية: ١٣٥، ٣/٢٧٠.

پارہ نمبر...... 17

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ

سورۂ انبیاء کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ انبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **7** رکوع، **112** آیتیں، **1168** کلمے اور **4890** حروف ہیں۔ [2]

"انبیاء" نام رکھنے کی وجہ

اس سورت میں بکثرت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہے مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ہارون، حضرت لوط، حضرت ابراہیم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بالخصوص سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام "**سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاء**" ہے۔

سورۂ انبیاء کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس کی ابتداء میں قیامت کا وقوع اور لوگوں کا حساب قریب ہونے اور لوگوں کے حساب کی سختیوں اور دیگر چیزوں سے غافل ہونے کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ قرآن سننے سے اعراض کرتے ہیں اور دُنْیَوی زندگی کی لذتوں

---

1 ......خازن، تفسير سورة الانبياء... الخ، ٣/٢٧٠.

2 ......خازن، تفسير سورة الانبياء... الخ، ٣/٢٧٠.

سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں۔

(2)......مکہ کے مشرکین کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے کا سبب بیان کیا گیا کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اپنی طرح کا عام بشر سمجھتے ہیں اس لئے وہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتے ، نیز ان کے اس نظریے کا رد کیا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کوئی وحی وغیرہ نہ اترتی تھی بلکہ وہ صرف عام بشر تھے جو کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے تھے، پھر انہیں بتایا گیا کہ سابقہ امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں تو کفارِ مکہ کو بھی ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کی طرح انہیں بھی ہلاک نہ کر دیا جائے۔

(3)......کفارِ مکہ نے مطالبہ کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سابقہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی لائیں تو اللّٰہ تعالٰی نے ان کا رد کیا اور بیان فرمایا کہ ان انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات عارضی تھے اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآن کی صورت میں جو معجزہ لے کر آئے ہیں یہ تا قیامت باقی رہنے والا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے تو کیا ان کی صداقت کے لئے کفار کو یہ معجزہ کافی نہیں۔

(4)......کفار فرشتوں کو اللّٰہ تعالٰی کی بیٹیاں کہتے تھے، ان کے اس عقیدے کا رد کیا گیا کہ فرشتے تو اللّٰہ تعالٰی کی فرمانبردار اور عبادت گزار مخلوق ہے۔

(5)......اللّٰہ تعالٰی نے اپنی وحدانیت اور معبود ہونے پر مختلف دلائل ذکر فرمائے جیسے زمین و آسمان کی پیدائش، دن اور رات کے سلسلے کو قائم کرنا اللّٰہ تعالٰی کی قدرت و وحدانیت کی دلیل ہے، اسی طرح وحدانیت پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ اگر اللّٰہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

(6)......انہی آیات کے ضمن میں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے گئے۔

(7)......ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ سب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہی ایک مقصد تھا کہ وہ مخلوق کو اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کی دعوت دیں۔ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اچھی جزاء کی بشارت سنا

کرمطمئن کریں اور یہ بیان کردیں کہ دنیا میں عذاب یافتہ امتیں آخرت میں اللّٰہ تعالٰی کی طرف ضرور لوٹیں گی اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گی۔

(8)......قیامت قائم ہونے کی ایک علامت بیان کی گئی کہ وہ دیوار ٹوٹ جائے گی جس نے یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھا ہوا ہے۔

(9)......قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور وہ شدید عذاب بیان کیا گیا جس کا سامنا کفار کریں گے اور یہ ذکر کیا گیا کہ کفار اور ان کے باطل معبود جہنم کا ایندھن بنیں گے، اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا، آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا، نیک لوگ ابدی نعمتوں سے اپنا حصہ پائیں گے اور جنت میں اپنی اپنی زمین کے وارث ہوں گے۔

(10)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں اور ان کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ معبود صرف اللّٰہ تعالٰی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اللّٰہ تعالٰی کے احکام بجالائیں اور لوگوں کو قریب آنے والے عذاب اور حتمی طور پر واقع ہونے والی قیامت سے ڈرائیں اور یہ بتادیں کہ انہیں مہلت ملنا اور عذاب میں تاخیر ہونا ایک امتحان ہے۔ اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور کفار کی تہمتوں اور بہتانوں کے مقابلے میں اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مددگار رہے۔

سورۂ طٰہٰ کے ساتھ مناسبت

سورۂ انبیاء کی اپنے سے ماقبل سورت ’’طٰہٰ‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طٰہٰ کے آخر میں قیامت کے آنے سے خبر دار کیا گیا تھا اور سورۂ انبیاء کی ابتداء میں بھی قیامت کے آنے سے خبردار کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ طٰہٰ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ دنیا کی زیب و زینت اور آرائش کی طرف نظر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ سب زائل ہونے والی ہیں اور سورۂ انبیاء میں بیان کیا گیا کہ لوگوں کا حساب قریب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی فانی نعمتوں میں دل لگانے کی بجائے ان چیزوں کی تیاری کی طرف توجہ دینی چاہئے جن کا ہم سے حساب لیا جانا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ: لوگوں کا حساب قریب آ گیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِس آیت میں اگرچہ اُس وقت کفارِ قریش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن لفظ ''**اَلنَّاسُ**'' میں عموم ہے (اور اس سے تمام لوگ مراد ہیں۔) نیز یہاں قیامت کے دن کو گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے قریب فرمایا گیا کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے دنیا میں جو بھی عمل کئے ہیں اور ان کے بدنوں، ان کے جسموں، ان کے کھانے پینے کی چیزوں اور ان کے ملبوسات میں اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں، ان کے حساب کا وقت (روزِ قیامت) قریب آ گیا ہے اور اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کے بدلے میں انہوں نے کیا عمل کئے، آیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے دیئے ہوئے حکم پر عمل کیا اور جس چیز سے اس نے منع کیا اس سے رک گئے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، اس سنگین صورتِ حال کے باوجود لوگوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کئے جانے سے اور قیامت کے دن پیش آنے والی عظیم مصیبتوں اور شدید ہولناکیوں سے بے فکر ہیں اور اس کے لئے تیاری کرنے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور انہیں اپنے انجام کی

کوئی پرواہ نہیں۔[1]

[illegible]

یہاں اگرچہ کفار کی روش کو بیان کیا گیا ہے لیکن افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں بھی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب سے غفلت بہت عام ہو چکی ہے اور آج انہیں بھی جب نصیحت کی جاتی ہے اور موت کی تکلیف، قبر کی تنگی، قیامت کی ہولناکی، حساب کی سختی اور جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو یہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بجائے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں، حالانکہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو کافروں اور مشرکوں کا شیوہ ہو۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ تو دروازے بند کر کے، پردے لٹکا کر اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گیا! (تو لوگوں کے خبردار ہونے سے ڈرتا ہے حالانکہ تجھے پیدا کرنے والے سے تیرا کوئی حال چھپا ہوا نہیں،) جب تیرے اَعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے (اور جو کچھ تو لوگوں سے چھپ کر کرتا رہا وہ سب ظاہر کر دیں گے) تو اس وقت تو کیا کرے گا۔ اے غافلوں کی جماعت! تمہارے لئے مکمل خرابی ہے، اللّٰہ تعالٰی تمہارے پاس سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھیجے اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر روشن کتاب نازل فرمائے (جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے) اور تمہیں قیامت کے اوصاف کی خبر دے، پھر تمہاری غفلت سے بھی تمہیں آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ﴿۲﴾ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر وہ ہمیں قیامت قریب ہونے کے بارے میں بتاتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ١، ٣/٢٧٠-٢٧١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١، ص٧٠٩، تفسير طبرى، الانبياء، تحت الآية: ١، ٩/٣، ملتقطاً.

2 ......انبياء: ١-٣.

3 ......قمر: ١.

اور ارشاد فرمائے کہ

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ۝۶ وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں ۔اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

اور ارشاد فرمائے کہ:

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اس کے بعد تمہاری سب سے اچھی حالت تو یہ ہونی چاہئے کہ تم اس قرآنِ عظیم کے دیئے درس پر عمل کرو، لیکن اس کے برعکس تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس قرآن کے معانی میں غور وفکر نہیں کرتے اور روزِ قیامت کے بے شمار اَوصاف اور ناموں کو (عبرت کی نگاہ سے) نہیں دیکھتے اور اس دن کی مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں (اور دعا کرتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس غفلت کو دور فرمائے۔[3] اور ہر مسلمان کو اس فانی دنیا سے بے رغبت ہو کر نیک اعمال کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ترغیب کے لئے یہاں دو حکایات ملاحظہ ہوں:

[illegible]

حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک عربی ان کے پاس آیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا نہایت اِکرام کیا اور اس کے متعلق حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کیا۔ وہ شخص جب دوبارہ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک وادی طلب کی ہے جس سے بہتر عرب میں کوئی وادی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے اس میں سے کچھ حصہ علیحدہ کر دوں جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے کام آئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے کہا کہ ''ہمیں تیری جائیداد کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ آج ایک سورت نازل ہوئی ہے اس نے ہمیں دنیا کی لذتیں بھلا

---

1 ......معارج ٦، ٧.

2 ......احزاب: ٦٣.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الشطر الثانی من کتاب ذکر الموت فی احوال المیت... الخ، صفۃ یوم القیامۃ ودواھیہ واسامیہ، ٥/٢٧٦.

دی ہیں (اوراس میں یہ آیت ہے)’’اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ‘‘لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔[1]

[illegible]

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دیوار بنارہے تھے، جس دن یہ سورت نازل ہوئی اس دن ان کے پاس سے ایک شخص گزرا تو انہوں نے اس سے پوچھا’’ آج قرآن پاک میں کیا نازل ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے ’’اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ‘‘لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔‘‘ ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب یہ سنا تو اسی وقت دیوار بنانے سے ہاتھ جھاڑ لیے اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب حساب کا وقت قریب آ گیا ہے تو پھر یہ دیوار نہیں بنے گی۔[2]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی توفیق سے ہمارے دلوں میں بھی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے اور ہم بھی اپنی اُخروی زندگی بہتر سے بہتر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو جائیں۔

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔

﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ: جب ان کے پاس کوئی نصیحت آتی ہے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں نصیحت آمیز کوئی ایسی آیت نازل ہوتی ہے جو انہیں اعلیٰ طریقے سے اخروی حساب کی یاد دلائے اور اس سے غفلت کا شکار ہونے پر کامل طریقے سے تنبیہ کرے تو یہ اس میں غور وفکر کر کے عبرت ونصیحت حاصل کرنے اور اپنی غفلت دور کرنے کی بجائے

---

1 ......ابن عساكر، حرف العين، ذكر من اسمه عامر، عامر بن ربيعة بن كعب بن مالك... الخ، ۳۲۷/۲۵.

2 ......قرطبی، الانبياء، تحت الآية: ۱، ۱۴۵/۶، الجزء الحادى عشر.

اسے کھیلتے اور مذاق مسخری کرتے ہوئے ہی سنتے ہیں اور آنے والے وقت کے لئے کچھ تیاری نہیں کرتے۔ [1]

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت کی کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا کہ یہ (نبی) تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کیا تم خود دیکھنے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟

﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ: ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔﴾ دل کھیل میں پڑے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جو دل دنیا کے احوال میں مشغول اور آخرت کے احوال سے غافل ہو وہ کھیل میں پڑا ہوا ہے۔ [2]

﴿وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافروں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا اور اسے چھپانے میں بہت مبالغہ کیا مگر اللہ تعالٰی نے ان کا راز فاش کر دیا اور بیان فرما دیا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ یہ تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں۔ [3] یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا۔ کفار یہ بات کہتے وقت جانتے تھے کہ ان کی بات کسی کے دل میں جمے گی نہیں کیونکہ لوگ رات دن معجزات دیکھتے ہیں، وہ کس طرح باور کر سکیں گے کہ حضور پُرنور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہماری طرح بشر ہیں اس لئے انہوں نے معجزات

---

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۲، ۵/۴۵۲، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲، ۳/۲۷۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۳، ۳/۲۷۱، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۳، ۵/۴۵۲، ملتقطاً.

3 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۳، ۳/۲۷۱.

کو جادو بتادیا اور کہا کہ کیا تم خود دیکھنے اور جاننے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ٘ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو اور وہی ہے سنتا جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی نے فرمایا: میرا رب آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿قٰلَ: نبی نے فرمایا۔﴾ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کفار کے اقوال اور احوال کی وحی کی گئی تو اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کفار کی خفیہ باتوں کو جاننا تو کچھ بھی نہیں، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان تو یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی گئی ہو یا اعلانیہ کہی گئی ہو اور اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ وہ کتنے ہی پردے اور راز میں رکھی گئی ہو اور وہی سننے والا جاننے والا ہے، تو وہی کفار کے اَقوال اور اَفعال کی انہیں سزا دے گا۔ (1)

بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ بولے پریشان خوابیں ہیں بلکہ ان کی گڑھت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کہا: جھوٹے خواب ہیں بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں (اگر نبی ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤، ٥/٤٥٣.

﴿بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ : بلکہ کہا: جھوٹے خواب ہیں۔﴾ جب کافروں کا راز ظاہر فرما دیا گیا تو اس کے بعد انہیں قرآنِ کریم سے سخت پریشانی اور حیرانی لاحق ہوگئی کہ اس کا کس طرح انکار کریں کیونکہ یہ ایک ایسا روشن اور واضح معجزہ ہے جس نے تمام ملک کے مایہ ناز ماہروں کو عاجز و حیرت زدہ کر دیا ہے اور وہ اس کی دو چار آیتوں کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکے، اس پریشانی میں اُنہوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں کہیں اور کہنے لگے: بلکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو قرآن لائے ہیں یہ جھوٹے خواب ہیں اور ان کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کی وحی سمجھ گئے ہیں۔ کفار نے یہ کہہ کر سوچا کہ یہ بات چسپاں نہیں ہو سکے گی تو اب اس کو چھوڑ کر کہنے لگے: بلکہ خود اس نبی نے اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ یہ کہہ کر انہیں خیال ہوا کہ لوگ کہیں گے: اگر یہ کلام حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بنایا ہوا ہے اور تم انہیں اپنے جیسا بشر بھی کہتے ہو تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا سکتے؟ یہ خیال کر کے اس بات کو بھی چھوڑا اور کہنے لگے: بلکہ یہ شاعر ہیں اور یہ کلام شعر ہے۔ الغرض کفار اسی طرح کی باتیں بناتے رہے اور کسی ایک بات پر قائم نہ رہ سکے۔ اب کفار نے سمجھا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی چلنے والی نہیں ہے، تو کہنے لگے: اگر یہ نبی ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ (1)

اہلِ باطل اور جھوٹے کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے

اہلِ باطل اور جھوٹوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے بلکہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری بات کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بات کرنے کے بعد خود حیران ہوتے ہیں کہ ہم نے کہہ کیا دیا ہے۔

مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝٦

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہ لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی ہم نے اسے ہلاک کر دیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟

1 ......البحر المحيط، الانبياء، تحت الآية: ٥، ٦/٢٧٦، قرطبي، الانبياء، تحت الآية: ٥، ٦/١٤٨، الجزء الحادي عشر، ملتقطاً.

﴿مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ: ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی باتوں کا رد فرمایا اور انہیں جواب دیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے نشانیوں کا مطالبہ کیا اور نشانیاں آنے کی صورت میں ایمان لانے کا عہد کیا اور جب ان کے پاس وہ مطلوبہ نشانیاں آئیں تو وہ ان انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لائے اور ان کی تکذیب کرنے لگے اور اس سبب سے ان کفار کو ہلاک کر دیا گیا تو کیا یہ کفارِ مکہ نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ اِن کی سرکشی اُن سے بڑھی ہوئی ہے۔[1]

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔﴾ یہاں کفارِ مکہ کے سابقہ کلام کا رد کیا جا رہا ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا بشری صورت میں ظہور فرمانا نبوت کے منافی نہیں کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے پہلے بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سابقہ قوموں کے پاس بھی اللہ تعالیٰ نے جو نبی اور رسول بھیجے وہ سب انسان اور مرد ہی تھے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعے احکامات وغیرہ کی وحی کی جاتی تھی اور جب اللہ تعالیٰ کا دستور ہی یہ ہے تو پھر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بشری صورت میں ظہور فرمانے پر کیا

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦، ص٧٠٩.

اعتراض ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مرد تھے، کوئی عورت نبی نہ ہوئی۔

﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔﴾ آیت کے اس حصے میں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اگر تمہیں گزشتہ زمانوں میں تشریف لانے والے رسولوں کے احوال معلوم نہیں تو تم اہلِ کتاب کے ان علماء سے پوچھ لو جنہیں ان کے احوال کا علم ہے، وہ تمہیں حقیقتِ حال کی خبر دیں گے۔[2]

ضروری معلومات نہ ہونے اور نہ لینے کے نقصانات

اس آیت میں نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ناواقف کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور جہالت کے مرض کا علاج بھی یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عمل کرے اور جو اپنے اس مرض کا علاج نہیں کرتا وہ دنیا و آخرت میں بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ یہاں اس کے چند نقصانات ملاحظہ ہوں

(1)......ایمان ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس پر بندے کی اُخروی نجات کا دارومدار ہے اور ایمان صحیح ہونے کے لئے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے، لہٰذا صحیح اسلامی عقائد سے متعلق معلومات ہونا لازمی ہے۔ اب جسے اُن عقائد کی معلومات نہیں جن پر بندے کا ایمان درست ہونے کا مدار ہے تو وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہوگا کہ میرا ایمان صحیح ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس بھی ہوسکتی ہے اور اگر حقیقت برعکس ہوئی اور حالتِ کفر میں مرگیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا اور اس کے انتہائی دردناک عذابات سہنے ہوں گے۔

(2)......فرض و واجب اور دیگر عبادات کو شرعی طریقے کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے شرعی طریقے کی معلومات ہونا بھی ضروری ہے۔ اب جسے عبادات کے شرعی طریقے اور اس سے متعلق دیگر ضروری چیزوں کی معلومات نہیں ہوتیں اور نہ وہ کسی عالم سے معلومات حاصل کرتا ہے تو مشقت اٹھانے کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے نماز کے درست اور قابلِ قبول ہونے کے لئے ''طہارت'' ایک بنیادی شرط ہے اور جس کی طہارت درست نہ ہو تو وہ اگرچہ

1......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۷، ۳/۲۷۲، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ۷، ۵/۴۵۵، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۷، ۸/۱۲۲، ملتقطاً.

2......جلالین مع صاوی، الانبیاء، تحت الآیة: ۷، ۴/۱۲۹۱.

برسوں تک تہجد کی نماز پڑھتا رہے، پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتا رہے اور ساری ساری رات نوافل پڑھنے میں مصروف رہے، اس کی یہ تمام عبادات رائیگاں جائیں گی اور وہ ان کے ثواب سے محروم رہے گا۔

(3)......کاروباری، معاشرتی اور ازدواجی زندگی کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کے لئے شریعت نے کچھ اصول اور قوانین مقرر کئے ہیں اور انہی اصولوں پر اُن معاملات کے حلال یا حرام ہونے کا مدار ہے اور جسے ان اصول وقوانین کی معلومات نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو حلال کی بجائے حرام میں مبتلا ہونے کا چانس زیادہ ہے اور حرام میں مبتلا ہونا خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار ٹھہرانا ہے۔

سرِ دست یہ تین بنیادی اور بڑے نقصانات عرض کئے ہیں ورنہ شرعی معلومات نہ لینے کے نقصانات کی ایک طویل فہرست ہے جسے یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقائد، عبادات، معاملات اور زندگی کے ہر شعبے میں شرعی معلومات حاصل کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فرض علوم کی ضرورت و اہمیت

یہاں میری ایک کتاب ''علم اور علماء کی اہمیت'' سے فرض علوم کی اہمیت وضرورت پر ایک مضمون ملاحظہ ہو، چنانچہ اس میں ہے کہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہر آدمی پر اپنی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہے نمازی پر نماز کے، روزہ رکھنے والے پر روزے کے، زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ کے، حاجی پر حج کے، تجارت کرنے والے پر خرید وفروخت کے، قسطوں پر کاروبار کرنے والے کے لئے اس کاروبار کے، مزدوری پر کام کرنے والے کے لئے اجارے کے، شرکت پر کام کرنے والے کے لئے شرکت کے، مُضاربت کرنے والے پر مضاربت کے (مضاربت یہ ہوتی ہے کہ مال ایک کا ہے اور کام دوسرا کرے گا)، طلاق دینے والے پر طلاق کے، میت کے کفن ودفن کرنے والے پر کفن ودفن کے، مساجد ومدارس، یتیم خانوں اور دیگر ویلفیئرز کے مُتَوَلّیوں پر وقف اور چندہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ یونہی پولیس، بجلی سپلائی کرنے والی کمپنیوں اور دیگر محکموں کے ملازمین نیز جج اور کسی بھی ادارے کے افسر وناظمین پر رشوت کے مسائل سیکھنا فرض ہیں۔ اسی طرح عقائد کے مسائل سیکھنا یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، ریا وغیرہا جملہ اُمور کے متعلق مسائل سیکھنا ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا ان چیزوں سے تعلق ہو پھر ان میں فرائض مُحَرَّمات کا علم فرض اور واجبات

ومکروہِ تحریمی کا علم سیکھنا واجب ہے اور سنتوں کا علم سیکھنا سنت ہے۔

اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مومن پر فرض ہے یہ کہ وہ روزہ، نماز اور حرام اور حدود اور احکام کو جانے۔ [1]

اس حدیث کی شرح میں خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھے جس پر اس کی لاعلمی کو قدرت نہ ہو۔ [2]

اسی طرح کا ایک اور قول حضرت حسن بن ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ** کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ علم نہیں ہے جس کو تم آج کل حاصل کر رہے ہو بلکہ علم کا طلب کرنا اس صورت میں فرض ہے کہ آدمی کو دین کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ اس مسئلے کے بارے میں کسی عالم سے پوچھے یہاں تک کہ وہ عالم اسے بتادے۔ [3]

حضرت علی بن حسن بن شقیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہے کہ میں نے حضرت عبداللّٰہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: علم سیکھنے کے اندر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھائے جب تک اس کے بارے میں سوال کر کے اس کا حکم سیکھ نہ لے، یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا لوگوں پر واجب ہے۔ اور پھر اپنے اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اگر کسی بندے کے پاس مال نہ ہو تو اس پر واجب نہیں کہ زکوٰۃ کے مسائل سیکھے بلکہ جب اس کے پاس دوسو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا) آجائے تو اس پر یہ سیکھنا واجب ہوگا کہ وہ کتنی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ اور کب نکالے گا؟ اور کہاں نکالے گا؟ اور اسی طرح بقیہ تمام چیزوں کے احکام ہیں۔ (یعنی جب کوئی چیز پیش آئے گی تو اس کی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہو جائے گا) [4]

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ کھانے

---

1 ......الفقیه والمتفقه، وجوب التفقّه فی الدِّین علی کافة المسلمین، ١٦٨/١، الحدیث: ١٥٧.
2 ......الفقیه والمتفقه، وجوب التفقّه فی الدِّین علی کافة المسلمین، ١٧١/١.
3 ......الفقیه والمتفقه، وجوب التفقّه فی الدِّین علی کافة المسلمین، ١٧١/١، روایت نمبر: ١٦٢.
4 ......الفقیه والمتفقه، وجوب التفقّه فی الدِّین علی کافة المسلمین، ١٧١/١، روایت نمبر: ١٦٣.

پینے، پہننے میں اور پوشیدہ امور کے متعلق ان چیزوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لیے حلال ہیں اور جو اس پر حرام ہیں۔ یونہی خون اور اموال میں جو اس پر حلال ہے یا حرام ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن سے بے خبر (غافل) رہنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سیکھے۔۔۔۔اور امام یعنی حاکمِ وقت عورتوں کے شوہروں کو اور لونڈیوں کے آقاؤں کو مجبور کرے کہ وہ انہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور حاکمِ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اس بارے میں پکڑ کرے اور جاہلوں کو سکھانے کی جماعتیں ترتیب دے اور ان کے لئے بیت المال کے اندر رزق مقرر کرے اور علماء پر واجب ہے کہ وہ جاہلوں کو وہ چیزیں سکھائیں جن سے وہ حق و باطل میں فرق کر لیں۔ (1)

ان تمام اَقوال سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علمِ دین سیکھنا صرف کسی ایک خاص گروہ کا کام نہیں بلکہ اپنی ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علمِ دین سے دور نظر آتی ہے۔نمازیوں کو دیکھیں تو چالیس چالیس سال نماز پڑھنے کے باوجود حال یہ ہے کہ کسی کو وضو کرنا نہیں آتا تو کسی کو غسل کا طریقہ معلوم نہیں، کوئی نماز کے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو کوئی واجبات سے جاہل ہے، کسی کی قراٰت درست نہیں تو کسی کا سجدہ غلط ہے۔یہی حال دیگر عبادات کا ہے خصوصاً جن لوگوں نے حج کیا ہو ان کو معلوم ہے کہ حج میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں! ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بس حج کے لئے چلے جاؤ جو کچھ لوگ کر رہے ہوں گے وہی ہم بھی کر لیں گے۔ جب عبادات کا یہ حال ہے تو دیگر فرض علوم کا حال کیا ہوگا؟ یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، غیبت، چغلی، بہتان اور نجانے کتنے ایسے امور ہیں جن کے مسائل کا جاننا فرض ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو ان کی تعریف کا پتہ تک نہیں بلکہ ان کی فرضیت تک کا علم نہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا گناہ ہونا عموماً لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں جیسے خرید و فروخت، ملازمت، مسجد و مدرسہ اور دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ ان کے کچھ مسائل بھی ہیں، بس ہر طرف ایک اندھیر نگری مچی ہوئی ہے، ایسی صورت میں ہر شخص پر ضروری ہے خود بھی علم سیکھے اور جن پر اس کا بس چلتا ہو انہیں بھی علم سیکھنے کی طرف لائے اور جنہیں خود سکھا سکتا ہے انہیں سکھائے۔

اگر تمام والدین اپنی اولاد کو اور تمام اساتذہ اپنے شاگردوں کو اور تمام پیر صاحبان اپنے مریدوں کو اور تمام افسران

(1)......الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقّہ فی الدّین علی کافۃ المسلمین، ١/١٧٤.

وصاحبِ اِقتدار حضرات اپنے ماتحتوں کو علمِ دین کی طرف لگا دیں تو کچھ ہی عرصے میں ہر طرف دین اور علم کا دَور دورہ ہو جائے گا اور لوگوں کے معاملات خود بخود شریعت کے مطابق ہوتے جائیں گے۔ فی الوقت جو نازک صورتِ حال ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ ایک مرتبہ سناروں کی ایک بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کیا گیا جب ان سے تفصیل کے ساتھ ان کا طریقۂ کار معلوم کیا گیا تو واضح ہوا کہ اس وقت سونے چاندی کی تجارت کا جو طریقہ رائج ہے وہ تقریباً اسی فیصد خلافِ شریعت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری دیگر تجارتیں اور ملازمتیں بھی کچھ اسی قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔

جب معاملہ اتنا نازک ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتا ہے، اس لئے ہر شخص پر ضروری ہے کہ علمِ دین سیکھے اور حتَّی الامکان دوسروں کو سکھائے یا اس راہ پر لگائے اور یہ محض ایک مشورہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس شہر کا حکمران لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی بیوی کے بارے میں اور ان (غلام لونڈیوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا وہ مالک ہے۔(1)

مذکورہ بالا حدیث میں اگرچہ ہر بڑے کو اپنے ماتحت کو علم سکھانے کا فرمایا ہے لیکن والدین پر اپنی اولاد کی ذمہ داری چونکہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ان کو بطورِ خاص تاکید فرمائی گئی ہے، چنانچہ حضرت عثمان الحاطبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو سنا کہ آپ ایک شخص کو فرما رہے تھے: اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ، بے شک تم سے تمہارے لڑکے کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم نے اسے سکھایا اور تمہارے اس بیٹے سے تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔(2)

اس حدیث پر والدین کو خصوصاً غور کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن اولاد کے بارے میں یہی گرفت میں آئیں گے، اگر صرف والدین ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت و تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے لیں تو علمِ دین سے دوری کا مسئلہ حل

(1) ......معجم صغیر، باب الدال، من اسمه: داود، ص ١٦١.

(2) ......شعب الایمان، الستون من شعب الایمان... الخ، ٦/٤٠٠، روایت نمبر: ٨٦٦٢.

ہوسکتا ہے۔مگر افسوس کہ دُنْیَوی علوم کے سکھانے میں تو والدین ہر قسم کی تکلیف گوارا کرلیں گے،اسکول کی بھاری فیس بھی دیں گے، کتابیں بھی خرید کر دیں گے اور نجانے کیا کیا کریں گے لیکن علمِ دین جوان سب کے مقابلے میں ضروری اور مفید ہے اس کے بارے میں کچھ بھی توجہ نہیں دیں گے، بلکہ بعض ایسے بدقسمت والدین کو دیکھا ہے کہ اگر اولاد دین اور علمِ دین کی طرف راغب ہوتی ہے تو انہیں جبراً منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا رکھا ہے۔ہم دنیوی علم کی اہمیت وضرورت کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ دینی علم کے بعد ہے اور والدین کا یہ کہنا کہ علمِ دین میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ بالکل غلط جملہ ہے۔اول تو یہ جملہ ہی کفریہ ہے کہ اس میں علمِ دین کی تحقیر ہے۔دوم اسی پر غور کرلیں کہ علمِ دین سیکھنا اور سکھانا افضل ترین عبادت، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وراثت، دنیا وآخرت کی خیر خواہی اور قبر وحشر کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔آج نہیں تو کل جب حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا پڑے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ علمِ دین کیا ہے؟ بلکہ صرف اسی بات پر غور کرلیں کہ مرتے وقت آج تک آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ جس کو دنیا کا علم حاصل نہ کرنے پر افسوس ہو رہا ہو۔ہاں علمِ دین حاصل نہ کرنے، دینی راہ پر نہ چلنے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام نہ کرنے پر افسوس کرنے والے آپ کو ہزاروں ملیں گے اور یونہی مرنے کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جسے ڈاکٹری نہ سیکھنے پر، انجینئر نہ بننے پر، سائنسدان نہ بننے پر افسوس ہو رہا ہو البتہ علمِ دین نہ سیکھنے پر افسوس کرنے والے بہت ہوں گے۔بلکہ خود حدیث پاک میں موجود ہے کہ کل قیامت کے دن جن آدمیوں کو سب سے زیادہ حسرت ہوگی ان میں ایک وہ ہے جس کو دنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا اور اس نے علم حاصل نہ کیا۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم دے اور انہیں علمِ دین کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سوال علم کے حصول کا ایک ذریعہ ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال کرنا علم حاصل ہونے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”علم خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابی سوال کرنا ہے تو تم سوال کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کیونکہ سوال کرنے کی صورت میں چار لوگوں کو اجر دیا جاتا ہے۔(1) سوال کرنے والے کو۔(2) سکھانے والے کو۔(3) سننے والے کو۔(4) ان سے محبت رکھنے والے کو۔[2]

1 ......ابن عساکر، حرف المیم، محمد بن احمد بن محمد بن جعفر... الخ، ۵۱/۱۳۷.

2 ......الفقیہ والمتفقہ، باب فی السؤال والجواب وما یتعلّق بھما... الخ، ۲/۶۱، الحدیث: ۶۹۳.

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اچھا سوال کرنا نصف علم ہے۔ (1)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے تمام پہلوؤں میں درپیش معاملات کے بارے میں اہلِ علم سے سوال کرنے اوراس کے ذریعے دین کے شرعی اَحکام کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو انہیں نجات دی اور جن کو چاہی اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے انہیں کوئی ایسے بدن نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور جن کو چاہا نجات دی اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

﴿وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا: اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا۔﴾ کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ (2) **ترجمۂ کنزالعرفان:** اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے۔

اور یہاں اِس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہی جاری ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں بلکہ ان کے بدن بھی ایسے ہی بنائے تھے جنہیں کھانے پینے کی حاجت ہو، یونہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہ تھے بلکہ عمر پوری

1 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۵/۱۰۸، الحديث: ٦٧٤٤.

2 ......فرقان:۷.

ہو جانے کے بعد ان کی بھی وفات ہوئی، اور جب اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہی ہے تو کفارِ مکہ کا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کھانے پینے پر اعتراض کرنا محض بے جا اور فضول ہے۔ (1)

﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ: پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف جو وحی کرنی تھی وہ وحی کی، پھر ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دینے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنوں کو نجات دی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر کے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ (2)

ع ١

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۠ (١٠)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا شرف اور تمہاری عزت ہے کیونکہ وہ تمہاری زبان اور تمہاری لغت کے مطابق ہے تو تم اس کتاب سے کیسے منہ پھیر سکتے ہو حالانکہ غیرت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کتاب کی اور اس نبی کی تعظیم کرو جو اسے لے کر آئے ہیں اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو جاؤ، کیا تم جاہل ہو اور تمہیں عقل نہیں کہ ایمان لا کر اس عزت و کرامت اور سعادت کو حاصل کرو۔ (3)

اس آیت میں مذکور لفظ ''فِیْهِ ذِكْرُكُمْ'' کے مفسرین نے اور معنی بھی بیان کئے ہیں، جیسے ایک معنی یہ ہے کہ ''اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ ''اس میں تمہارے دینی اور دُنْیَوی اُمور اور حاجات کا بیان ہے۔ (4)

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ٨، ١٢٢/٨، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٨، ٤٥٦/٥، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ٩، ٤٥٧/٥، مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ٩، ص ٧١٠-٧١١، جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ٩، ص ٢٧٠، ملتقطاً.

3 ......ابو سعود، الانبیاء، تحت الآیة: ١٠، ٥٠٧/٣، صاوی، الانبیاء، تحت الآیة: ١٠، ١٢٩٢/٤، ملتقطاً.

4 ......مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ١٠، ص ٧١١.

قرآنی تعلیمات سے عزت و شہرت ملتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم پر ایمان لانا اور اس کے احکامات وتعلیمات پر عمل کرنا عزت وشہرت کا باعث ہے اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے جب تک مسلمانوں نے قرآنِ مجید کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اس کی ہدایات واحکامات پر کامل طریقے سے عمل کیا تب تک وہ شہرت وناموری اور عزت وکرامت کی بلندیوں پر فائز رہے اور ہر میدان میں کفار پر غلبہ ونصرت اور کامیابی حاصل کرتے رہے اور جب سے مسلمان قرآنِ عظیم کی تعلیمات پر عمل سے دور ہونا شروع ہوئے تب سے ان کی عزت، شہرت، ناموری اور دبدبہ ختم ہونا شروع ہو گیا اور رفتہ رفتہ کفار مسلمانوں پر غالب ہونا شروع ہو گئے اور اب مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جہاں بن پڑا وہاں کفار مسلمانوں کی سرزمین پر قابض ہیں اور جہاں نہیں بن پڑا وہاں مسلمانوں کی اِقتصادیات، معاشیات اور در پردہ مسلمانوں کی ذہنیت، سوچ اور کلچر پر قابض ہیں اور مسلم حکمرانوں کو اپنی انگلیوں کے اشاروں پر نچا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور

درسِ قرآں گر ہم نے نہ بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ستمگار تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرنے والی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی۔

﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کی طرف سے حضور سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کئے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر فرمائے گئے اور یہاں سے اِس امت کے کفار کو کفر نہ چھوڑنے اور ایمان نہ لانے پر اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ گویا کہ اللّٰہ تعالٰی

نے ارشاد فرمایا: اے کافرو! تم اپنے مال و دولت کی وسعت سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اپنے اموال و اولاد پر غرور نہ کرو کیونکہ ہم نے بہت سی بستیوں کے کفار کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی اور جو کچھ ان کافروں کے ساتھ ہوا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ (1)

فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے۔ نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئیں تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھنا ہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف (لوٹ آؤ) شاید تم سے سوال کیا جائے۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَا: تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ اس پر فرشتے کے ذریعے ان سے کہا گیا کہ تم بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے ان مکانوں کی طرف لوٹ آؤ جن پر تم فخر کیا کرتے تھے، شاید لوگوں کی عادت کے مطابق تم سے تمہاری دنیا کے بارے میں سوال کیا جائے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یمن کی سرزمین میں موجود ایک بستی میں رہنے والے لوگوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اس بستی کا نام حصور (یا حضور) ہے، وہاں کے رہنے والے عرب تھے، انہوں نے اپنے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بُخْتِ نصر کو مُسَلَّط کر دیا۔ اس نے اُن کے بعض لوگوں کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار کر لیا، اُس کا یہ عمل جاری رہا تو وہ لوگ بستی چھوڑ کر بھاگے۔ اس پر فرشتوں نے طنز کے طور پر ان سے کہا: تم بھاگو

(1)......صاوی، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۱۲۹۲.

نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف لوٹ آؤ، شاید تم سے سوال کیا جائے کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے مال و دولت کا کیا ہوا؟ تو تم دریافت کرنے والے کو اپنے علم اور مشاہدے سے جواب دے سکو۔ (1)

قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم ظالم تھے۔تو وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کردیا کاٹے ہوئے بجھے ہوئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے۔تو یہی ان کی چیخ و پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے کردیا۔

﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَا: انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی۔﴾ جب وہ بھاگ کر نجات پانے سے مایوس ہو گئے اور انہیں عذاب نازل ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے۔ یہ ان کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور اس پر ندامت کا اظہار تھا لیکن چونکہ عذاب دیکھنے کے بعد انہوں نے گناہ کا اقرار کیا اور اس پر نادِم ہوئے اس لئے یہ اعتراف انہیں کام نہ آیا۔ (2)

﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ: تو یہی ان کی چیخ و پکار رہی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان کی یہی چیخ و پکار رہی کہ ہائے ہماری بربادی! ہم ظالم تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں کھیت کی طرح کٹے ہوئے کردیا کہ تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے اور وہ بجھی ہوئی آگ کی طرح ہو گئے۔ (3)

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیة: ١٢-١٣، ٥/٤٥٨، خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ١٢-١٣، ٣/٢٧٢، جمل، الانبیاء، تحت الآیة: ١٢-١٣، ٥/١٢١-١٢٢، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ١٢-١٣، ص ٧١١، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الانبیاء، تحت الآیة: ١٤، ٣/٥٠٨.

3 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ١٥، ص ٢٧٠.

اس سے معلوم ہوا کہ عذاب آجانے پر توبہ اور اپنے جرم کا اقرار کرنا بے فائدہ ہے۔ جیسے پھل وہی درخت دیتا ہے جو وقت پر بویا جائے اور بے وقت کی بوئی ہوئی کھیتی پھل نہیں دیتی اسی طرح توبہ وہی فائدہ مند ہے جو عذاب آنے سے پہلے کی جائے اور جو توبہ بے وقت کی جائے وہ عذاب دور نہیں کرتی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان عجائبات ہیں، ان سب کو فضول پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ انہیں پیدا کرنے میں اس کی کثیر حکمتیں ہیں اور ان بے شمار حکمتوں میں سے چند یہ ہیں کہ ان اَشیاء سے اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی قدرت وحکمت پر اِستدلال کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اوصاف وکمال کی معرفت حاصل ہو، حق وباطل میں فرق ہو جائے، لوگ غور وفکر کریں، غفلت سے بیدار رہوں، نیک اعمال کریں اور آخرت میں اچھی جزا پائیں اور اس طرح کے خیال کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ عالَم کا سارا نظام ایک کھیل تماشہ ہے اور ہر شخص دنیا میں جو بھی کرتا پھرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور نہ ہی آخرت میں اس سے سوال وجواب ہوگا جیسا کہ بطورِ خاص دَہریوں کا عقیدہ ہے اور روز بروز ان لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖۗ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَیْلُ

مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم کوئی بہلا وا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ہی اختیار کر لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ توڑ دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہارے لئے بربادی ہے ان باتوں سے جو تم کرتے ہو۔

﴿لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا: اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے۔﴾ یعنی اگر ہم آسمان و زمین اور ان کے درمیان موجود اَشیاء کو کسی حکمت کے بغیر بے مقصد بنا کر کسی ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہتے جس سے کھیلا جائے تو ہم ان کی بجائے اپنے پاس سے ہی کسی چیز کو اختیار کر لیتے، لیکن یہ اُلوہیّت کی شان اور حکمت کے منافی ہونے کی وجہ سے ہمارے حق میں محال ہے لہٰذا ہمارا کھیل کے لئے کسی چیز کو اختیار کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کھیل سے مراد بیوی اور بیٹا ہے اور یہ آیت ان عیسائیوں کے رد میں ہے جو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو **مَعَاذَ اللّٰه، اللّٰہ** تعالیٰ کی بیوی اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو **اللّٰہ** تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں، چنانچہ اس قول کے مطابق آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر **اللّٰہ** تعالیٰ بیوی اور بیٹا اختیار کرنا چاہتا تو وہ انسانوں میں سے نہ کرتا بلکہ اپنے پاس موجود حورِعین اور فرشتوں میں سے کسی کو بیوی اور بیٹا بنا لیتا، یونہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرح انہیں لوگوں کے پاس نہ رکھتا بلکہ اپنے پاس رکھتا کیونکہ بیوی اور بیٹے والے بیوی اور بیٹے اپنے پاس رکھتے ہیں، لیکن چونکہ **اللّٰہ** تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے، نہ یہ اس کی شان کے لائق ہے اور نہ اس کے حق میں یہ کسی طرح ممکن ہے، اس لئے **اللّٰہ** تعالیٰ نے ایسا کیا ہی نہیں۔[1]

---

[1]......ابو سعود، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۷، ۳/۵۰۹، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۷، ۸/۱۲۵، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۷، ۳/۲۷۳، ملتقطاً۔

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ: بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں۔﴾ یعنی ہماری شان یہ نہیں کہ ہم کھیل کے لئے کوئی چیز اختیار کریں بلکہ ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں تو وہ باطل کو پورا مٹادیتا ہے اور اسی وقت باطل مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اے کافرو! تمہارے لئے اُن باتوں کی وجہ سے بربادی ہے جو تم اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں کرتے ہو اور اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہراتے ہو۔ (1)

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی ملک ہیں اور جو اللّٰہ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی مِلک ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کا مالک اللّٰہ تعالیٰ ہے اور سب اس کی ملک ہیں تو کوئی اس کی اولاد کیسے ہوسکتا ہے! ملکیت ہونے اور اولاد ہونے میں مُنافات ہے اور مقرب فرشتے جنہیں اللّٰہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی بارگاہ میں قرب ومنزلت کا ایک خاص مقام حاصل ہے وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی عبادت کرنے سے تھکتے ہیں۔ (2)

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

1 ......ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ١٨، ٣/٥٠٩.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١٩، ص٧١٢.

ترجمۂ کنزالایمان: رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، وہ سستی نہیں کرتے۔

﴿یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے۔ (1)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’فرشتوں کے لئے تسبیح ایسے ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا تو جس طرح ہمارا کھڑا ہونا، بیٹھنا، کلام کرنا اور دیگر کاموں میں مصروف ہونا ہمیں سانس لینے سے مانع نہیں ہوتا اسی طرح فرشتوں کے کام انہیں تسبیح سے مانع نہیں ہوتے۔ (2)

اور دلیل کے طور پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہ روایت ذکر فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا فرشتے پیغام رسانی میں مصروف نہیں ہوتے؟ کیا وہ دیگر کاموں میں مشغول نہیں ہوتے؟ (اور جب وہ ان چیزوں میں مصروف ہوتے ہیں تو پھر ہر وقت وہ تسبیح کس طرح کرتے ہیں) حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’فرشتوں کے لیے تسبیح کو ایسے بنایا گیا ہے جیسے تمہارے لیے سانس بنائی گئی ہے۔ کیا آپ کھاتے، پیتے، آتے جاتے اور بولتے وقت سانس نہیں لے رہے ہوتے؟ بالکل یہی کیفیت ان کی تسبیح کی ہے۔ (3)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ’’فرشتوں کے بارے میں یہ خبر دینے سے مقصود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے پر ابھارنا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ترک کرنے پر شرم دلانا ہے کیونکہ عبادت اور تسبیح کرنا قرب اور شرف رکھنے والے لوگوں کا وصف ہے اور اسے چھوڑ دینا (اللہ تعالیٰ کی

---

1 ……خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٢٠، ٣/٢٧٣.

2 ……روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٢٠، ٥/٤٦٢.

3 ……شعب الایمان، الثالث من شعب الایمان… الخ، فصل فی معرفۃ الملائکۃ، ١/١٧٨، روایت نمبر: ١٦١.

رحمت سے) دور ہونے والے اور ذلیل لوگوں کا شیوہ ہے۔[(1)]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں کے طریقے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کرنے میں مصروف رہے اور اس سلسلے میں کسی طرح کی شرم و عار محسوس نہ کرے۔

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنالئے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مردوں کو زندہ کرتے ہوں؟

﴿اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں نے زمین کے جواہر اور معدنیات جیسے سونے چاندی اور پتھر وغیرہ سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے، تو پھر ان چیزوں کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کتنا کھلا باطل ہے۔ معبود وہی ہے جو ہر شے پر قادر ہو اور جو زندگی موت دینے اور نفع نقصان پہنچانے پر ہی قادر نہیں تو اسے معبود بنانے کو کون سی عقل جائز قرار دے سکتی ہے۔[(2)]

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاۚ-فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہوجاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

---

1 ......تفسير صاوى، الانبياء، تحت الآية: ٢٠، ٤/١٢٩٤.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٢١، ص٧١٢-٧١٣، تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ٢١، ٨/١٢٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوااور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے تو لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے۔

﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا : اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوااور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے کی ایک قطعی دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آسمانوں یا زمین پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو سارے عالَم کا نظام درہم برہم ہوجاتا، کیونکہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کا بت پرست اعتقاد رکھتے ہیں تو عالَم کے فساد کا لازم ہونا ظاہر ہے کیونکہ بت پرستوں کے خدا جمادات ہیں اور وہ عالَم کا نظام چلانے پر اَصْلاً قدرت نہیں رکھتے، تو جب قدرت ہی کچھ نہیں تو وہ کائنات کو کیسے چلاتے؟ اور اگر خدا سے مُطْلَقاً وہ سارے خدا مراد ہوں جنہیں کوئی بھی مانتا ہے تو بھی جہان کی تباہی یقینی ہے، کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں، (1) وہ دونوں کسی شے پر متفق ہوں گے۔ (2) وہ دونوں کسی شے پر مختلف ہوں گے۔ اگر ایک چیز پر متفق ہوئے تو اس سے لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی قدرت میں ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو۔ یہ محال ہے، اور اگر مختلف ہوئے تو ایک چیز کے بارے میں دونوں کے ارادوں کی مختلف صورتیں ہوں گی، (۱) دونوں کے ارادے ایک ساتھ واقع ہوں گے۔ اس صورت میں ایک ہی وقت میں وہ چیز موجود اور معدوم دونوں ہوجائے گی۔ (۲) دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں۔ اس صورت میں وہ چیز نہ موجود ہوگی نہ معدوم۔ (۳) ایک کا ارادہ واقع ہو اور دوسرے کا واقع نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں محال ہیں کیونکہ جس کی بات پوری نہ ہوگی وہ خدا نہیں ہوسکتا حالانکہ جو صورت فرض کی گئی ہے وہ خدا فرض کرکے کی گئی ہے، تو ثابت ہوا کہ بہر صورت ایک سے زیادہ خدا ماننے میں نظامِ کائنات کی تباہی اور فساد لازم ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق یہ انتہائی مضبوط دلیل ہے اور اسے بیان کرنے کے مختلف انداز بڑی تفصیل کے ساتھ علمِ کلام کے ماہر علماء کی کتابوں میں مذکور ہیں، عوام کی تفہیم کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا بیان کیا گیا البتہ جو علماءِ کرام اس کی مزید تفصیلات جاننا چاہیں وہ علمِ کلام کے معتبر اور با اعتماد ماہرین کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

1 ...... تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٢١، ١٢٧/٨، ملخصاً۔

﴿ **فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ: تو اللہ پاک ہے۔** ﴾ یعنی عرش کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں لوگوں کی بنائی ہوئی ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے۔

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

﴿ **لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ: اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے۔** ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان یہ ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ حقیقی مالک ہے، جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے اور جسے چاہے بدبخت کرے، وہ سب کا حاکم ہے اور کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے۔[1]

یہاں پوچھنے سے مراد سرزنش اور حساب کا پوچھنا ہے یعنی کسی مخلوق کی جرأت نہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ سے عتاب کی پوچھ گچھ کرے بلکہ رب تعالیٰ ان سے پوچھ گچھ کرے گا۔ البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اطمینانِ قلب یا کشفِ حقیقت کے لیے سوال کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ہی حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اطمینانِ قلب کے لیے مُردوں کو زندہ کرنے کا سوال کرنا منقول ہے یا فرشتوں نے رب تعالیٰ سے حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی حکمت پوچھی تھی۔ البتہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوال اگرچہ حُسنِ نیت سے ہو لیکن کسی دوسری حکمت کی وجہ سے مُطْلَقاً ہی سوال سے منع کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اس کے متعلق بھی روایات موجود ہیں۔

بدترین اعتراض اور اس کا انجام

یاد رہے کہ سب سے بدترین اعتراض یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پر اعتراض کرے، جیسے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق یعنی حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر اعتراض کیا تو اس کی تمام تر عبادت و ریاضت اور مقام

[1] ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۲۳، ص۷۱۳، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲۳، ۳/۲۷۴، ملتقطاً.

ومرتبے کے باوجود بارگاہِ الٰہی سے اسے مَرْدُود ورسوا کر کے نکال دیا گیا، جب اللّٰہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق پر اعتراض کا یہ انجام ہے تو جو اللّٰہ تعالیٰ کی شان اور اس کے افعال وصفات پر اعتراض کرنے کی جراُت کرے گا اس کا کیا حال ہوگا۔

اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراض کرنا بھی بہت بدترین ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں بلکہ جو کہتے اور کرتے ہیں سب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تو آپ پر اعتراض کرنا اللّٰہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے اور اس میں ہلاکت و بربادی ہے، جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء اور بزرگ علماء پر اعتراض کرنا خیر و بھلائی سے محروم کر دیتا ہے، ان کی صحبت کی برکت اور علم میں اضافہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ تو اعتراض کرنے والوں کا دُنْیَوی انجام ہے اور آخرت میں ان کا حال یہ ہوگا کہ اللّٰہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف رحمت کی نظر فرمائے گا اور ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہوگا۔ [1]

﴿وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ: اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ کیونکہ سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں اور سب پر اس کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے۔ [2]

اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب سب اللّٰہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں تو ان میں سے کوئی خدا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ایک ہی چیز مالک اور مملوک نہیں ہو سکتی۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةًؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللّٰہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں تم فرماؤ اپنی دلیل لاؤ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں کا تذکرہ بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے تو وہ روگرداں ہیں۔

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٢٣، ٥/٤٦٥-٤٦٦، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٣، ٣/٢٧٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: تم اپنی دلیل لاؤ۔ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ ہے بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کونہیں جانتے تو وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈانٹتے ہوئے اِستفہام کے انداز میں فرمایا کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ تم اپنے اس باطل دعوے پر اپنی دلیل لاؤ اور حجت قائم کرو خواہ عقلی ہو یا نقلی، مگر تم نہ کوئی عقلی دلیل لا سکتے ہو جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے ظاہر ہو چکا اور نہ کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو، کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے اور سب میں شرک کو باطل قرار دیا گیا اور اس کا رد کیا گیا ہے۔[1]

﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ: یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے۔﴾ ساتھ والوں سے مراد حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے، قرآنِ کریم میں اس کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب ملے گا اور معصیت پر کیا عذاب کیا جائے گا۔ پہلوں سے مراد یہ ہے کہ پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں کا اور اس کا تذکرہ ہے کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ساتھ والوں کے ذکر سے مراد قرآنِ مجید ہے اور پہلوں کے ذکر سے مراد تورات اور انجیل ہے، اور معنی یہ ہے کہ تم قرآن، تورات، انجیل اور تمام (آسمانی) کتابوں کی طرف رجوع کرو، کیا تم ان میں یہ بات پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی یا اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟[2]

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ: بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کونہیں جانتے۔﴾ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے عوام کا حال یہ کہ وہ حق کو جانتے نہیں اور بے شعوری و جہالت کی وجہ سے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے کہ توحید پر ایمان لانا ان کے لئے کتنا ضروری ہے جبکہ ان کے علماء جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے حق کے منکر ہیں۔[3]

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٧٤، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٢٤، ص٧١٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٢٤، ٣/٢٧٥.

3 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٢٤، ص٧١٣، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٢٤، ٥/٤٦٦-٤٦٧، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ حق کے بارے میں معلومات نہ ہونا اور حق و باطل میں تمیز نہ کرنا حق سے منہ پھیرنے کا بہت بڑا اسباب اور فساد کی سب سے بڑی جڑ ہے کیونکہ ان ہی دو چیزوں کا یہ نتیجہ ہے کہ کئی لوگ کفر و شرک جیسے عظیم فساد میں مبتلا ہیں، بعض افراد منافقت کے بدترین مرض کا شکار ہیں، بعض مسلمان ریاکاری، نفسانی خواہشات کی پیروی اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، بعض پڑھے لکھے جاہل حضرات اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے اَحکام اور ان کی حکمتوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا اور بطورِ خاص سوشل میڈیا پر اسلامی احکام اور اسلامی اقدار پر اعتراضات کرنے اور انہیں انسانیت کے برخلاف ثابت کرنے میں مصروف ہیں، نیز دینِ اسلام کی تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے لوگوں کی ایک تعداد اپنے باہمی اُمور میں شریعت کی رعایت کرنے سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، حق کا علم، حق و باطل میں تمیز کرنے، حق کو اختیار کرنے اور باطل سے منہ پھیر لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے جس امت کی طرف کوئی رسول اور نبی بھیجا، ہم اس کی طرف وحی فرماتے

رہے کہ زمین و آسمان میں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو عبادت کئے جانے کا مستحق ہو، تو اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو اور صرف مجھے ہی معبود مانو۔ (1)

آیت" وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آتی تھی۔ نبوت کے لئے وحی لازم وضروری ہے۔

(2)...... تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمانے کی بنیادی حکمت اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔

(3)...... تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عقائد میں متفق ہیں، اعمال میں فرق ہے۔ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا، لہٰذا سجدۂ تعظیمی شرک نہیں کیونکہ بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں یہ ہوا ہے البتہ ہماری شریعت میں حرام ضرور ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۟ۙ(۲۶) لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنالی ہے۔ وہ پاک ہے، (فرشتے) بلکہ عزت والے بندے ہیں۔ وہ کسی بات میں اللّٰہ سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا : اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت خزاعہ قبیلے کے بارے میں نازِل ہوئی جنہوں

1 ...... تفسیر طبری، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۵، ۹/۱۶.

نے فرشتوں کوخدا کی بیٹیاں کہا تھا۔اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافرفرشتوں کواللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بلکہ وہ اس کے برگزیدہ اورمکرم بندے ہیں، وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کرتے ،صرف وہی بات کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اوروہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں۔[1]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور شفاعت نہیں کرتے مگراس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ: وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے کیا اور جو کچھ وہ آئندہ کریں گے سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فرشتوں کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اوران کی تخلیق کے بعد کیا ہوگا۔[2]

﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى : اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''لِمَنِ ارْتَضٰى'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو توحید کے قائل ہوں۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو(جن کا مسلمان ہونا بہر حال ضروری ہے۔)[3]

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲٦-۲۷، ۳/۲۷۵.

2 ......بغوی، الانبياء، تحت الآية: ۲۸، ۳/۲۰٤.

3 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۲۸، ۳/۲۷۵.

فرشتے دنیا میں شفاعت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی کریں گے

یادرہے کہ فرشتے دنیا میں بھی شفاعت کرتے ہیں، کیونکہ وہ زمین پر رہنے والے ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔

اور آخرت میں بھی فرشتے مسلمانوں کی شفاعت کریں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت سے معلوم ہو رہا ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: فرشتوں نے، نبیوں نے اور ایمان والوں نے شفاعت کر لی اور اب اَرحم الرّاحمین کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ایک تعداد کو جہنم سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا۔ (3)

﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ: اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔﴾ یعنی فرشتے اس مقام و مرتبے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ (4)

---

1 ......مومن: ۷.

2 ......شوریٰ: ۵.

3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ص۱۱۲، الحدیث: ۳۰۲(۱۸۳).

4 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۲۸، ۳/۲۷۵.

فرشتے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر، اس کی پکڑ اور اس کے قہر سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں، اس سلسلے میں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں معراج کی رات فرشتوں کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس چادر کی طرح تھے جو اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے۔ [1]

(2)......ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے تب سے میری آنکھ اس خوف کی وجہ سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں مجھ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔ [2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ میں نے کبھی حضرت اسرافیل عَلَیۡہِ السَّلَام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے تب سے حضرت اسرافیل عَلَیۡہِ السَّلَام نہیں ہنسے۔ [3]

(4)......نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پہلو اس کے خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے ہیں، ان کی آنکھ سے گرنے والے ہر آنسو سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، جو کھڑے ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ [4]

فرشتے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے اس قدر ڈرتے ہیں تو ہر نیک اور گناہگار مسلمان کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور اس کی پکڑ، گرفت اور قہر سے خوف کھائے۔ اللہ تعالیٰ سب

1......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه عبد الرحمن، ٣/٣٠٩، الحديث: ٤٦٧٩.

2......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ١/٥٢١، الحديث: ٩١٥.

3......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضى الله عنه، ٤/٤٤٧، الحديث: ١٣٣٤٢.

4......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ١/٥٢١، الحديث: ٩١٤.

مسلمانوں کواس کی توفیق عطافرمائے،اٰمین ۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۲ / ۱۹ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اوران میں جوکوئی کہے کہ میں اللہ کے سوامعبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزادیں گےہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں جوکوئی کہے کہ میں اللہ کے سوامعبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزادیں گے۔ہم ظالموں کوایسی ہی سزادیتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ: اوران میں جوکوئی کہے۔﴾ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دراصل ان مشرکوں کوڈرایا گیا ہے جومعبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے شرک سے باز آجائیں،اور آیت کاخلاصہ یہ ہے کہ بفرضِ محال فرشتوں میں سے کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوامعبود ہوں تواللہ تعالیٰ اسے بھی دوسرے مجرموں کی طرح جہنم کی سزادے گا اوراس فرشتے کےاوصاف اور پسندیدہ اَفعال جہنم کی سزاسے اسے بچانہ سکیں گےاور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کوایسی ہی سزا دیتاہے جواس کےسوامعبود ہونے کادعویٰ کرتے ہیں (اور جب فرشتوں کے بارے اللہ تعالیٰ کایہ فیصلہ ہےتواے مشرکو!اس بدترین عمل سے باز نہ آنے کی صورت میں تمہاراانجام کتنادردناک ہوگا؟)

اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بات ’’میں اللہ کےسوامعبود ہوں‘‘ کہنےوالا ابلیس ہے جواپنی عبادت کی دعوت دیتاہے،فرشتوں میں اورکوئی ایسانہیں جو یہ کلمہ کہے۔[1] یادرہے کہ ابلیس درحقیقت جِنّات میں سے ہےاور چونکہ وہ فرشتوں کےساتھ رہتاتھااس لیےحکمی طورپران ہی میں سے شمار ہوتا تھا۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

[1] ……روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/۴۶۹، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۲۷۵، ملتقطاً.

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟

﴾اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت اور شانِ تخلیق کا بیان ہے اور اسی میں عقیدۂ شرک کی تردید بھی ہے کہ جب ان چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں تو عبادت میں اس کا کوئی شریک کیسے ہوسکتا ہے؟ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا فرمایا تو ان روشن نشانیوں کے باوجود کیا مشرکین ایمان نہیں لائیں گے؟[1]

آسمان و زمین ملے ہونے سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں فرمایا گیا کہ آسمان وزمین ملے ہوئے تھے، اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا ان میں فصل وجدائی پیدا کر کے انہیں کھولا گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمان اس طور پر بند تھا کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین اس طور پر بند تھی کہ اس سے نباتات پیدا نہیں ہوتی تھیں، تو آسمان کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے بارش ہونے لگی اور زمین کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے سبزہ پیدا ہونے لگا۔[2]

اس معنی کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص حضرتِ عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس آیا اور آسمانوں اور زمین کے بارے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا'' کے متعلق

---

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٠، ١٣٦/٨، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٠، ٥/٤٧٠-٤٧١، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٠، ٢٧٥/٣.

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ’’حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس جاؤ اوران سے پوچھ لو، پھر جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتانا۔ وہ شخص حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس گیا اوران سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ہاں آسمان ملا ہوا تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بھی ملی ہوئی تھی کوئی چیز نہ اگاتی تھی پھر جب اللہ تعالٰی نے زمین پر مخلوق کو پیدا کیا تو آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو نباتات کے ساتھ پھاڑ دیا۔ وہ شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس واپس آیا اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا جواب سنایا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ’’بے شک حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو علم عطا کیا گیا ہے، انہوں نے سچ اور صحیح فرمایا ہے، وہ بالکل اسی طرح تھے۔ [1]

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔﴾ ہر جاندار چیز کو پانی سے بنانے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں: **(1)** اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے پانی کو جانداروں کی حیات کا سبب بنایا ہے۔ **(2)** اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے۔ **(3)** پانی سے نطفہ مراد ہے۔ [2]

﴿اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ: تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا وہ ایسا نہیں کریں گے کہ ان دلائل میں غوروفکر کریں اور اِس کے ذریعے اُس خالق کو جان لیں جس کا کوئی شریک نہیں اور شرک کا طریقہ چھوڑ کر اللہ تعالٰی پر ایمان لے آئیں۔ [3]

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور کے تمام سیکولر اور مُلحد مفکّرین کو چاہئے کہ وہ ان دلائل میں غوروفکر کریں جو خدا کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور خدا کے موجود نہ ہونے کا نظریہ چھوڑ کر اس خدا پر ایمان لے آئیں جو اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے۔

وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا

1 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، عبد الله بن عباس، ١/٣٩٥، روايت نمبر ١١٢٨.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٠، ٣/٢٧٥-٢٧٦.

3 ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ٣٠، ٨/١٣٨.

سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو چھت بنایا نگاہ رکھی گئی اور وہ اس کی نشانیوں سے روگرداں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تاکہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پالیں۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ: اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ قائم کر دیئے تاکہ زمین جم جائے، ٹھہری رہے اور غیر مُتوازن حرکت نہ کرے اور لوگ اس پر آرام وسکون کے ساتھ چل سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ اپنے سفروں میں راستہ پالیں اور جن مقامات کا ارادہ کریں وہاں تک پہنچ سکیں۔

﴿وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک گرنے سے محفوظ چھت بنایا اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ آسمانی کائنات سورج، چاند، ستارے اور اپنے اپنے اَفلاک میں ان کی حرکتوں کی کیفیت اور اپنے اپنے مَطالع سے ان کے طلوع اور غروب اور ان کے احوال کے عجائبات جو عالَم کو بنانے والے کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی قدرت وحکمت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں، ان سب سے اِعراض کرتے ہیں اور ان دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ریاضی اور فلکیات کا علم اعلیٰ علوم میں سے ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ٣٢، ٣/٢٧٦.

بنایا جائے۔صوفیاءِ کرام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کی فکر ہزار سال کے اس ذکر سے افضل ہے جو بغیر فکر کے ہو۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ : اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اکیلا معبود ہے جس نے رات کو تاریک بنایا تا کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن بنایا تا کہ اس میں معاش وغیرہ کے کام انجام دیں اور سورج کو پیدا کیا تا کہ وہ دن کا چراغ ہو اور چاند کو پیدا کیا تا کہ وہ رات کا چراغ ہو۔ یہ سب ایک گھیرے میں ایسے تیر رہے ہیں جس طرح تیراک پانی میں تیرتا ہے۔[1]

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ دوسرے لوگ ہمیشہ رہیں گے؟

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٣٣، ص٧١٥، خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٣، ٣/٢٧٦، ملتقطاً.

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ :اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے ہمیشہ رہنا نہ بنایا۔﴾ گزشتہ آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے قادرِ مُطلَق ہونے کی نشانیاں بیان فرمائیں اور اسی کے تحت اپنی نعمتوں کا بھی بیان فرمایا، اب ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس میں ہر چیز کو فنا ہونا ہے لہٰذا اس میں دل نہ لگاؤ اور نہ ہی اس دنیا کے عجائب وغرائب اور اس کی آرائشوں پر جان ودل سے قربان ہو جاؤ بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تو یہ چیزیں تمہاری آزمائش کے لیے پیدا کی ہیں لہٰذا اپنی ابدی زندگی پر نظر رکھتے ہوئے اسی کی تیاری کرو۔ **شانِ نزول:** رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمن اپنی گمراہی اور دشمنی کی وجہ سے کہتے تھے کہ ہم حوادثِ زمانہ کا انتظار کررہے ہیں، عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ دشمنانِ رسول کے لئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں موت کے پنجے سے رہائی مل جائے گی؟ جب ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کس بات پر خوش ہوتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔[1]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةًؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں اور ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً : اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں آزماتے ہیں۔﴾ یعنی ہم تمہیں راحت

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٣/٢٧٦.

وتکلیف، تندرستی و بیماری، دولت مندی و ناداری، نفع اور نقصان کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صبر و شکر میں تمہارا کیا درجہ ہے اور بالآخر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات مصیبت نازل کر کے یا نعمت عطا کر کے بندے کو اس بات میں آزمایا جاتا ہے کہ وہ مصیبت آنے پر کتنا صبر کرتا اور نعمت ملنے پر کتنا شکر کرتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب وہ محتاجی یا بیماری وغیرہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو شکوہ شکایت نہ کرے بلکہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہے اور جب اسے مالداری اور صحت وغیرہ کوئی نعمت ملے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ترغیب کے لئے یہاں مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر کرنے سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو صبر کرنا چاہے گا اللّٰہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔[2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک زیادہ اجر سخت آزمائش پر ہی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، تو جو اس کی قضا پر راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔[3]

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے چار چیزیں عطا کی گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی گئی: (۱) شکر کرنے والا دل۔ (۲) اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی زبان۔ (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن۔ (۴) اس کے مال اور عزت میں خیانت نہ کرنے والی بیوی۔[4]

(4)......حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ان سے شکر کا مطالبہ فرماتا ہے، اگر وہ اس کا شکر کریں تو اللّٰہ تعالیٰ انہیں زیادہ دینے پر قادر ہے اور اگر وہ ناشکری کریں

1......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۲۷۶.

2......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل التعفّف والصبر، ص۵۲۴، الحدیث: ۱۲۴(۱۰۵۳).

3......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ۴/۳۷۴، الحدیث: ۴۰۳۱.

4......معجم الکبیر، طلق بن حبیب عن ابن عباس، ۱۱/۱۳۴، الحدیث: ۱۱۲۷۵.

تو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنی نعمت کو ان پر عذاب سے بدل دے۔[1]

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں اور وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ہنسی مذاق بنالیتے ہیں۔ کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور وہ (کافر) رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔

﴿وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت میں سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کی باتیں کرنے والوں کو جواب دیا گیا، اب اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دیا جا رہا ہے جو **مَعَاذَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مسخرہ پن کیا کرتے تھے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے جا رہے تھے تو ابوجہل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر ہنسا اور اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہنے لگا کہ: یہ بنی عبدِ مناف کے نبی ہیں، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔'' اس پر **اللّٰہ** تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ آپ پر اپنے خداؤں کو برا کہنے کا عیب لگاتے ہیں حالانکہ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں۔ اس جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہنسی کے قابل تو خود ان کا اپنا حال ہے۔[2]

---

1 ......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۲۷/۴، روایت نمبر: ۴۵۳۶.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۲۷۷/۳، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ص۷۱۶، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۴۷۹/۵-۴۸۰، ملتقطاً.

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی جلد باز بنایا گیا اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلدی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی جلد باز بنایا گیا۔اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو مجھ سے جلدی نہ کرو۔

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ: آدمی جلد باز بنایا گیا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جلد بازی کی زیادتی اور صبر کی کمی کی وجہ سے گویا انسان بنایا ہی جلد بازی سے گیا ہے یعنی جلد بازی انسان کا خمیر ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جلد بازی کو انسان کی فطرت اور اخلاق میں پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں آیت میں انسان سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں: (1) اس سے انسان کی جنس مراد ہے۔ (2) یہاں انسان سے مراد نضر بن حارث ہے۔ (3) اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[1]

﴿سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ: اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔﴾ شانِ نزول: جب نضر بن حارث نے جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ ان نشانیوں سے عذاب کے وہ وعدے مراد ہیں جو مشرکین کو دیئے گئے تھے، ان وعدوں کا وقت قریب آ گیا ہے، لہٰذا انہیں چاہئے کہ وقت سے پہلے ان کا مطالبہ نہ کریں۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے دن وہ منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آ گیا اور آخرت میں وہ جہنم کا عذاب دیکھیں گے۔[2]

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تکلیف دینے کا انجام

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس مقام پر ”تاویلاتِ نجمیہ“ کے حوالے سے ایک بہت پیارا نکتہ بیان کیا ہے کہ (گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اے کافرو! تم اپنی جہالت و گمراہی کی وجہ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی مچا رہے ہو، کیونکہ تم نے مذاق اڑا کر اور دشمنی کر کے میرے حبیب اور میرے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تکلیف دی ہے۔

1 ......روح المعاني، الانبياء، تحت الآية: ۳۷، ۶۴/۹-۶۵.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۳۷، ۲۷۷/۳، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۳۷، ۴۸۰/۵، ملتقطاً.

(میرے اولیاء کا میری بارگاہ میں یہ مقام ہے کہ) جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کر دیا اور بے شک اس نے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر لی کیونکہ میں اپنے اولیاء کی وجہ سے شدید غضب فرماتا ہوں اور جو بد بخت میرے حبیب اور میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔[1]

اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے بے اَدبانہ انداز اپنا کر، آپ کی سیرت اور سنتوں کا مذاق اڑا کر، آپ کے اَعمال کو ہدفِ تنقید بنا کر، آپ کے صحابۂ کرام اور آل اولاد پر انگشتِ اِعتراض اٹھا کر الغرض کسی بھی طریقے سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اَذِیَّت اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

جلد بازی کی مذمت اور مستقل مزاجی کی اہمیت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جلد بازی ایسی بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنی ہلاکت و بربادی اور عبرتناک موت تک کا مطالبہ کر بیٹھتا ہے اور یہ جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھ بیٹھتا ہے اور وہ کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر غور نہیں کر پاتا اور یوں اکثر وہ اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں مستقل مزاج اور سکون واطمینان سے کام کرنے والا آدمی اپنے مقصد کو پالیتا ہے اور نقصان سے بھی بچ جاتا ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم نے بردباری سے کام لیا تو اپنے مقصد کو پالیا، یا عنقریب پالو گے اور جب تم نے جلد بازی کی تو تم خطا کھا جاؤ گے یا ممکن ہے کہ تم سے خطا سرزد ہو جائے۔''[2]

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو جلدی کرتا ہے وہ خطا میں پڑتا ہے۔''[3]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جلد بازی سے بچے اور مستقل مزاجی کو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ خیال رہے کہ چند چیزوں میں جلدی اچھی ہے، جیسے گناہوں سے توبہ، نماز کی ادائیگی، جب کُفُو مل جائے تو لڑکی کی شادی اور میت

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/۴۸۱۔

2 ...... السنن الصغری، کتاب آداب القاضی، باب التثبت فی الحکم، ۲/۶۱۰، الحدیث: ۴۴۹۹۔

3 ......نوادر الاصول، الاصل الحادی والستّون والمائتان، ۲/۱۲۶۸، الحدیث: ۱۵۵۹۔

کی تجہیز و تکفین کرنے میں جلدی کرنا۔ [1]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ کسی طرح جانتے کافر اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے مونہوں سے آگ اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد ہو۔ بلکہ وہ ان پر اچانک آ پڑے گی تو انہیں بے حواس کردے گی پھر نہ وہ اسے پھیر سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آ پڑے گی تو انہیں حیران کردے گی پھر نہ وہ اسے رد کرسکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین نے جلدی مچاتے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اے مسلمانوں کے گروہ! اگر تم سچے ہو تو عذاب یا قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی، تو وہ کفر پر قائم نہ رہتے اور عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرتے۔ [2] نیز کفار کو اپنے عذاب کا حقیقی علم ہوجاتا تو قیامت کا وقت نہ پوچھتے بلکہ اس کیلئے تیاری کرتے۔

1 ...... مستقل مزاجی کی اہمیت اور جلد بازی کے نقصانات سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’جلد بازی کے نقصانات‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ......قرطبی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ٦/١٦١، الجزء الحادی عشر، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ٨/١٤٥-١٤٦، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ٣/٢٧٧، ملتقطاً۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً: بلکہ وہ ان پر اچانک آ پڑے گی۔﴾ کفار کے طلب کردہ عذاب کی شدت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کفار کو اس کے آنے کا وقت معلوم نہیں بلکہ وہ قیامت ان پر اچانک آ پڑے گی تو انہیں حیران کر دے گی ، پھر نہ وہ اسے کسی حیلے سے رد کر سکیں گے اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت دی جائے گی۔ (1)

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

ع ٣ | ١٢ | ٣

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تو مسخرگی کرنے والوں کا ٹھٹھا انہی کو لے بیٹھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو جس (عذاب) کا مذاق اڑاتے تھے اسی نے ان کو گھیر لیا۔

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مزید تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑایا اسی طرح ان سے پہلے کے کفار بھی اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو مذاق اڑانے والوں کا مذاق انہیں کو لے بیٹھا اور وہ اپنے مذاق اڑانے اور مسخرہ پن کرنے کے وبال و عذاب میں گرفتار ہوئے۔ لہٰذا آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کے ساتھ اِستہزاء کرنے والوں کا بھی یہی انجام ہونا ہے۔ (2)

قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤٠، ١٤٦/٨.

2 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤١، ١٤٦/٨، الانعام، تحت الآیۃ: ١٠، ٤٨٧/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی کرتا ہے رحمٰن سے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴿**قُلْ: تم فرماؤ۔**﴾ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مذاق اڑانے والے مغرور کافروں سے فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رات اور دن میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے تو اس کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جو تمہیں عذاب سے محفوظ رکھ سکے؟ تو حقیقت میں یہ لوگ سراسر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَاؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچاسکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی یاری ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔

﴿**اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟**﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا ان کافروں کے خیال میں ہمارے سوا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچاتے ہیں اور ہمارے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور اگر وہ اپنے بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں تو ان بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے، اپنے پوجنے والوں کو کیا بچاسکیں گے اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔ (1)

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۳/۲۷۸، تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۸/۱۴۷، ملتقطاً۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُؕ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَاؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ہم نے ان کواوران کے باپ دادا کو برتا وا دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوئی تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کواس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں تو کیا یہ غالب ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ہم نے انہیں اوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کواس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں ۔تو کیا یہ غالب ہوں گے؟

﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ : بلکہ ہم نے انہیں اوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا۔﴿ ارشاد فرمایا: بلکہ ہم نے ان کفار کواوران کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا اور دنیا میں انہیں نعمت ومہلت دی یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی اور وہ اس سے اور زیادہ مغرور ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کفرستان کی زمین کواس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں اور روز بروز مسلمانوں کواس پر تَسَلُّط دے رہے ہیں اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح ہوتا چلا آرہا ہے، حدودِ اسلام بڑھ رہی ہیں اور کفر کی سرزمین گھٹتی چلی آتی ہے اور مکہ مکرمہ کے قریبی علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط ہوتا جارہا ہے، کیا مشرکین جو عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں اس کو نہیں دیکھتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے، تو کیا یہ غالب ہوں گے جن کے قبضہ سے زمین دَم بدم نکلتی جارہی ہے یا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اوران کے اَصحاب جو اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے فتح پر فتح پارہے ہیں اوران کے مقبوضہ علاقے رفتہ رفتہ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ لمبی عمر، مال کی زیادتی اور زیادہ آرام عموماً غفلت اور اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جاتے

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٤٤، ٣/٢٧٨، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٤٤، ص٧١٧، ملتقطاً.

ہیں اور یہی چیزیں جب نیکیوں میں صَرف ہوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بن جاتی ہیں، جیسے شیطان کی لمبی عمر اس کے لئے زیادہ عذاب کا باعث ہے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دراز عمر شریف عین رحمتِ پروردگار ہے۔

[illegible]

ابتداءِ اسلام میں مسلمان چونکہ قرآنِ مجید کے احکامات اور اس کی تعلیمات پر کامل طریقے سے عمل پیرا تھے اور انہوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و پیروی کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ انعام فرمایا کہ کفار کی آبادیوں، بستیوں، شہروں اور ملکوں پر ان کا غلبہ ختم کر کے مسلمانوں کو قبضہ عطا کر دیا اور رفتہ رفتہ روم اور ایران کی طاقتور ترین سلطنتیں مسلمانوں کے تَسَلُّط میں آ گئیں، عراق اور مصر کی سرزمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، افریقی ممالک اور اندلس کے شہر مسلمانوں کے اقتدار میں آ گئے اور دنیا کے ایک تہائی حصے پر دینِ اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

صدیوں تک مسلمانوں کا یہی حال رہا اور اس عرصے میں مسلمان علمی، فنی، حربی اور تعمیری میدان میں ترقی در ترقی کرتے رہے اور یہ دور مسلمانوں کی خوشحالی اور ترقی کا زریں دور رہا۔ پھر جب مسلمان قرآنِ مجید کے احکامات اور اس کی تعلیمات پر عمل سے دور ہونے لگے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری سے رو گردانی شروع کر دی، عیش و عشرت کی بزم گرم کرنے اور رَقص و سُرور کی محفل سجانے لگ گئے، ایک دوسرے سے اقتدار چھیننے میں مصروف ہوئے اور اقتدار کے حصول کی خاطر اسلام کے دشمنوں کو اپنا مددگار بنانے اور ان سے مدد حاصل کرنے لگ گئے تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ان کی ملی وحدت پارہ پارہ ہونا شروع ہو گئی اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے کفار کے قبضے میں آنے لگ گئے، اسلامی سلطنت کی حدود سمٹنے لگ گئیں اور اب دنیا بھر میں مسلمانوں کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اگر آج بھی مسلمان اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھیں گے تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں کا رہا سہا غلبہ و اقتدار بھی ان سے چھن جائے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۖ وَ لَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں اور بہرے پکارنا نہیں سنتے جب ڈرائے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تم کو صرف وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے جب انہیں ڈرایا جائے۔

﴿**قُلْ: تم فرماؤ۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ میرا کام یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں میری طرف جو وحی کی جاتی ہے اِس کے ذریعے میں تمہیں اُس عذاب سے ڈراؤں جس کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو، عذاب کو لانا میرا کام نہیں۔ آیت کے آخر میں کافروں کے متعلق فرمایا کہ جیسے بہروں کو کسی خطرے میں آواز دی جائے تو انہیں یہ آواز فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان میں کسی کی آواز سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہے اسی طرح کفار کی حالت ہے کہ انہیں عذاب کی وَعِیدیں فائدہ نہیں دیتیں کیونکہ انہوں نے ہدایت کی بات سننے سے خود کو بہرا کیا ہوا ہے۔

آیت ”قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...... پیغمبر پر احکام سنا دینا لازم ہے، دل میں اتارنا لازم نہیں کہ یہ خدا کا کام ہے۔

(2)...... جو وعظ سے نفع حاصل نہ کرے، وہ بہرا ہے یعنی دل کا بہرا ہے، اگرچہ بظاہر اس میں سننے کی قوت موجود ہو۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم ظالم تھے۔

﴿**وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ: اور اگر انہیں چھو جائے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ عذاب آنے کی خبر سن کر کافروں پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہاں فرمایا کہ جب عذاب آجائے گا تو پھر انہیں پتہ چلے گا کہ انہیں کتنی جلدی اثر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا

کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا معمولی حصہ پہنچ جائے تو اس وقت یہ ضرور پکاریں گے کہ ہائے ہم برباد ہوگئے، ہم ہلاک ہوگئے، بے شک ہم نبی کی بات پر توجہ نہ دے کر اور ان پر ایمان نہ لاکر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔[1]

غفلت و بدبختی کے شکار لوگوں کا حال

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت و بدبختی کا شکار لوگ دنیا میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تنبیہ اور اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے وعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے یہاں تک کہ موت کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار میں سے کوئی اثر پہنچے، کیونکہ ابھی لوگ سو رہے ہیں اور جب انہیں موت آئے گی تو یہ بیدار ہو جائیں گے، پھر یہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہائے بربادی، ہائے ہلاکت پکاریں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کے اسباب سے بچے اور رحمت و نجات کے دروازے کی طرف آئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے سے بچے۔[2]

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔

---

1 ……ابو سعود الانبياء، تحت الآية: ٤٦، ٣/٤٢٠، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٤٦، ص٧١٧-٧١٨، ملتقطاً.

2 ……روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٤٦، ٥/٤٨٥.

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے جن کے ذریعے اعمال کا وزن کیا جائے گا تاکہ ان کی جزا دی جائے تو کسی جان پر اس کے حقوق کے معاملے میں کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر اعمال میں سے کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔[1]

یاد رہے کہ میزان کا معنی اور اعمال کے وزن کی صورتوں نیز میزان سے متعلق مزید کلام سورہ اَعراف کی آیت نمبر 8 کی تفسیر کے تحت گزر چکا ہے۔

[illegible]

قیامت کے ہولناک مراحل میں سے ایک انتہائی ہولناک مرحلہ وہ ہے جب لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور یہاں کسی کے ثواب میں کمی کر کے یا کسی کے گناہوں میں اضافہ کر کے اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف ہوگا اور ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے گا لہٰذا اس مرحلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دنیا میں تیاری بہت ضروری ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے، میرے ساتھ خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں، تو ان سے متعلق میرا کیا حال ہوگا؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’(جب قیامت کا دن ہوگا تو) ان لوگوں نے جو تمہاری خیانت کی، تمہاری نافرمانی کی اور تم سے جھوٹ بولا اور جو تم نے انہیں سزا دی، ان سب کا حساب لگایا جائے گا، پھر اگر تیری سزا ان کے جرموں کے برابر ہوگی تو حساب بے باق ہے، نہ تیرا ان کے ذمہ نہ ان کا تیرے ذمہ کچھ ہوگا، اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوگا تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص ایک طرف ہوگیا اور چیخیں مار کر رونے لگا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا ’’کیا تم نے اللّٰہ تعالٰی کا یہ فرمان نہیں پڑھا

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا | ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو

[1] روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤٧، ٥/٤٨٥-٤٨٦، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٤٧، ص٢٧٣، ملتقطاً۔

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔‘‘

اس شخص نے عرض کی: میں اپنے اوران غلاموں کے لیے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں۔[1]

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میزان کے خطرے سے وہی بچ سکتا ہے جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہو اور اس میں شرعی میزان کے ساتھ اپنے اعمال، اقوال اور خطرات وخیالات کو تولا ہو، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور (قیامت کے دن) وزن کرنے سے پہلے خود وزن کرلو۔‘‘ اپنے نفس کے حساب (یا محاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ بندہ مرنے سے پہلے روزانہ سچی توبہ کرے اور اللّٰہ تعالٰی کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارُک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی بے عزتی کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتّٰی کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض، تو یہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو (قیامت کے دن) حق دار اس کا گھیراؤ کریں گے، کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا، کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا، کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہوگا، کوئی کہے گا: تم نے مجھ پر ظلم کیا، کوئی کہے گا: تو نے مجھے گالی دی، کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے مذاق کیا، کوئی کہے گا: تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی، کوئی کہے گا: تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی، کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا، کوئی کہے گا: تو نے مجھ سے سودا کیا تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا، کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کی قیمت بتاتے ہوئے جھوٹ بولا، کوئی کہے گا: تو نے مجھے محتاج دیکھا اور تو مالدار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، کوئی کہے گا: تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دور کرنے پر قادر بھی تھا، لیکن تو نے ظالم سے مُصالحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔

تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حق داروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو ان کی کثرت کے باعث حیران وپریشان ہوگا حتّٰی کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الانبياء عليهم السلام، ۱۱۱/۵، الحدیث: ۳۱۷۶.

کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت، خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تو ان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا تیرے کانوں میں پڑے گی:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: آج ہر جان کو اس کے کمائے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

اس وقت ہیبت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جو تجھے ڈرایا تھا وہ تجھے یاد آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۟ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ۟ وَاَنْذِرِ النَّاسَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جارہے ہوں گے، ان کی پلک بھی ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔ اور لوگوں کو ڈراؤ۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے، لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وقت تو مُفلس، فقیر، عاجز اور ذلیل ہوگا، نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے، اور یہ ان کے حقوق کا عِوَض ہوگا۔ تو دیکھو اس دن تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو گے کیوں کہ پہلے تو تمہاری نیکیاں ریاکاری اور شیطانی مکر وفریب سے محفوظ نہیں ہوں گی اور اگر طویل مدت کے بعد کوئی ایک نیکی بچ بھی جائے تو اس پر حق دار دوڑیں گے اور اسے

1 ......مومن: ۱۷۔
2 ......ابراھیم: ۴۲-۴۴۔

لے لیں گے اور شاید تو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے ، دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والا ہو، تو تجھے معلوم ہو گا کہ تو دن بھر مسلمانوں کی غیبت کرتا رہا جو تیری تمام نیکیوں کو لے گئی ، باقی برائیاں مثلاً حرام اور مشتبہ چیزیں کھانا اور عبادات میں کوتاہی کرنا اپنی جگہ ہے اور جس دن سینگوں والے جانور سے بے سینگ جانور کا حق لیا جائے گا تو اس دن حقوق سے چھٹکارا پانے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے۔ (1)

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور اُجالا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور روشنی اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت دی۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا۔﴾ یہاں سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں کہ انہوں نے کس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی خدمت کی، اس راہ میں پیش آنے والی تکلیفیں برداشت کیں اور صبر و اِستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تاکہ بعد میں دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہوں اور وہ بھی صبر و اِستقامت، اِیثار و اِخلاص اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کا کام کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسی کتاب عطا کی جس کا وصف یہ ہے کہ وہ حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والی ہے اور وہ ایسی روشنی ہے جس سے نجات کی راہ معلوم ہوتی ہے اور وہ ایسی نصیحت ہے جس سے پرہیزگار تنبیہ و نصیحت اور دینی اُمور کا علم حاصل کرتے ہیں۔ (2)

توراتِ شریف حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تو بلا واسطہ دی گئی اور حضرت ہارون عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واسطہ سے عطا کی گئی۔

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة الخصماء ورد الظلم، ۵/ ۲۸۱-۲۸۲.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۴۸، ص۷۱۸.

اَلَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ وَ ہُمۡ مِّنَ السَّاعَۃِ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور انہیں قیامت کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ: وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا: پرہیزگار لوگوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کیا اور وہ قیامت کے دن ہونے والے عذاب، حساب، سوال اور اس کی دیگر ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچتے ہیں۔[1]

بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی فضیلت

وہ لوگ جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، ان کی فضیلت سے متعلق قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَ جَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِۣ ﴿۳۳﴾ ادۡخُلُوۡہَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آتا ہے۔ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

---

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٤٩، ٥/٤٨٨، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٤٩، ص٧١٨، تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ٤٩، ٨/١٥١، ملتقطاً.

2 ......ق: ٣٣، ٣٤.

3 ......ملك: ١٢.

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری عزت وجلال اور مخلوق پر میری بلندی کی قسم! نہ تو میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کروں گا اور نہ اس کے لیے دو امن جمع کروں گا، جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا اسے میں قیامت کے دن امن دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا اسے میں قیامت کے دن خوف میں مبتلا کردوں گا۔[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پرہیزگار بندوں میں شامل فرمائے، دنیا میں ہمیں اپنا خوف نصیب کرے اور آخرت میں خوف سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟

﴿وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ: اور یہ برکت والا ذکر ہے۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تورات نازل فرمائی اسی طرح ہم نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر برکت والا ذکر قرآنِ پاک نازل فرمایا ہے، اس کے مَنافع کثیر اور اس میں بہت وسیع علوم ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی برکتیں ہیں، اور جب یہ ظاہر ہو گیا کہ جس طرح ہم نے تورات نازل فرمائی اسی طرح قرآن مجید بھی نازل فرمایا تو اے اہلِ مکہ! کیا یہ سب جاننے کے باوجود تم قرآنِ مجید کے ہماری طرف سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہو؟[2]

وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾

---

1 ......ابن عساكر، محمد بن علي بن الحسن بن ابي المضاء... الخ، ٢٦٧/٥٤.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٥٠، ٢٧٩/٣، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٥٠، ٤٨٩/٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کردی اور ہم اس سے خبردار تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے جانتے تھے۔ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو دیدی تھی۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واقعات میں سے یہاں دوسرا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اور یہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے سے پہلے ہی ان کی نیک راہ عطا کردی تھی اور ہم ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔ (1)

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ: یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ یعنی وہ وقت یاد کریں جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو؟ (2)

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب لوگ مجسموں کی عبادت کرنے پر کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہوگئے تو وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے لہٰذا ہم بھی اسی طرح کررہے ہیں۔ (3)

---

1 ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ٥١، ١٥٢/٨، خازن، الانبياء، تحت الآية: ٥١، ٢٧٩/٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٥٢، ص٧١٨-٧١٩.

3 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ص٧١٩.

اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا جو کام شریعت کے خلاف کرتے رہے ہوں، اُن کاموں کو کرنا اور ان کے کرنے پر اپنے باپ دادا کے عمل کو دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے، ہمارے معاشرے میں بہت سے مسلمان شادی بیاہ اور دیگر موقعوں پر شریعت کے خلاف رسم و رواج کی پیروی کرنے میں بھی ایسی ہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے برسوں سے اسی طرح کرتے آئے ہیں اور ہم بھی انہی کے طریقے پر چل رہے ہیں حالانکہ جو کام شریعت کے خلاف ہے اور اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں تو اس کا برسوں سے ہوتا آنا اور آباؤ اَجداد کا اپنی جہالت کی وجہ سے اسے کرتے رہنا اسے شریعت کے مطابق نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور انہیں شریعت کے خلاف کام کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے یہ باطل طریقہ ایجاد کیا سب کھلی گمراہی میں ہو اور کسی عقل مند پر تمہارے اس طریقے کا گمراہی ہونا مخفی نہیں ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملے میں کسی کی رعایت نہیں بلکہ حق بات بہر حال بیان کرنی چاہیے، ہاں کہاں کس حکمتِ عملی کے مطابق بات کرنی چاہیے، سختی سے یا نرمی سے تو یہ بات مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافِ شرع کام میں کثرتِ رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمیشہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ

1 ......ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ٥٤، ٣/٥٢٣.

وَالسَّلام اوران کے ساتھی قلیل ہوتے اور دشمنانِ اسلام اکثریت میں ہوتے تھے لیکن وہ اکثریت جھوٹی تھی اور انبیاءِ کرام عَلَيهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام سچے تھے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﳲ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیلتے ہو۔ کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل رہے ہو؟ فرمایا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

﴿ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ: بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کو چونکہ اپنے طریقے کا گمراہی ہونا بہت ہی بعید معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کا انکار کرنا بہت بڑی بات جانتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے یہ کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کے طور پر فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالٰی کی رَبُوبیَّت کا بیان کر کے ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے بلکہ حق کا اظہار فرما رہے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ تمہاری عبادت کا مستحق وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کیا، تو پھر تم ان چیزوں کی عبادت کیسے کرتے ہو جو مخلوقات میں داخل ہیں اور میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رب صرف وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، میں اسے دلیل کے ساتھ ثابت کر سکتا ہوں۔ [1]

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٥٥-٥٦، ص٧١٩، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٥٥-٥٦، ٥/٤٩٢، ملتقطاً.

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۚ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْــٴَـلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔ تو ان سب کو چورا کر دیا مگر ایک کو جوان سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔ بولے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔ ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔ بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہوں۔ تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بیشک تمہیں ستم گار ہو۔ پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے تو اس کے بعد میں تمہارے بتوں کی بری حالت کر دوں گا۔ تو ابراہیم نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے بت کے کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ شاید لوگ گواہی دیں۔ انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ تو اپنے دلوں کی طرف پلٹے اور کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کردیئے گئے (اور کہنے لگے کہ) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں۔

﴿وَتَاللّٰهِ: اور مجھے اللہ کی قسم ہے!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا اور وہ اس دن جنگل میں جاتے اور وہاں شام تک لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے، واپسی کے وقت بت خانے میں آتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف آتے ہیں، چنانچہ جب وہ میلے کا دن آیا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے میلے میں چلنے کو کہا گیا تو آپ عذر بیان کر کے رہ گئے اور میلے میں نہ گئے جبکہ وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، البتہ ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بڑے بت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بتوں کا کیا حال ہے؟ یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ اور یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ جب قوم کے لوگ شام کو واپس ہوئے اور بت خانے میں پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان یہ ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہوگا۔ جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور

اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آ ؤ شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ گواہی قائم ہو جائے تو وہ آپ کے درپے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلائے گئے اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو کچھ جواب نہ دیا اور مناظرانہ شان سے تعریض کے طور پر ایک عجیب وغریب حجت قائم کی اور فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہوگا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جاسکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! تم ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ اس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہوسکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ چنانچہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا تو وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر ہیں اور اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آ سکے گا۔ (مگر اتنا سوچ لینا ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک اقرار و اعتراف بھی نہ ہو، اس لئے وہ مشرک ہی رہے۔)[1]

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ: پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کر دیئے گئے۔﴾ یعنی کلمۂ حق کہنے کے بعد پھر ان کی بدبختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹے اور باطل جھگڑا شروع کر دیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہنے لگے: تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں تو ہم ان سے کیسے پوچھیں اور اے ابراہیم! تم ہمیں ان سے پوچھنے کا کیسے حکم دیتے ہو۔[2]

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

---

1 ...... خازن، الانبياء، تحت الآية: ٥٧-٦٤، ٣/٢٨٠-٢٨١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٥٧-٦٤، ص٧١٩-٧٢٠، ملتقطاً.

2 ...... خازن، الانبياء، تحت الآية: ٦٥، ٣/٢٨١، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦٥، ص٧٢٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے جواب دیا: تو کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے۔ تم پر اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں جواب دیا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے پوجو تو وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اور اگر اسے پوجنا موقوف کر دو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں۔ (1)

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بولے: ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ: کہا: ان کو جلا دو۔﴾ جب حجت تمام ہوگئی اور وہ لوگ جواب سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے: اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلا دو کیونکہ یہ بڑی ہولناک سزا ہے۔ چنانچہ نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور کُوثیٰ بستی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک پوری کوشش کر کے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (یعنی

1 ……خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ٦٦-٦٧، ٣/٢٨١.

پتھر پھینکنے والی مشین) کھڑی کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھا اور آگ میں پھینک دیا۔ اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبانِ مبارک پر تھا **حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْل** یعنی مجھے اللّٰہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ سے عرض کی: کیا کچھ کام ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’تم سے نہیں۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کیجئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافی ہے۔[1]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سمجھا تھا کہ امتحان کے وقت دعا کرنی بھی مناسب نہیں کہ کہیں یہ بے صبری میں شمار نہ ہو جائے۔ یہ انہی کا مرتبہ تھا، ہمیں بہر حال مصیبت و بلا کے وقت دعا کرنے کا حکم ہے۔

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

﴿**قُلْنَا: ہم نے فرمایا۔**﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی اور اس نے ان رسیوں کے سوا اور کچھ نہ جلایا جن سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو باندھا گیا تھا۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ ’’سَلٰمًا‘‘ نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انتقال فرما جاتے۔[3]

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٦٨، ص ٧٢١.

2 ......جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٦٩، ص ٢٧٤.

3 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٦٩، ٣/٢٨٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اورانہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کردیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورانہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا۔

﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا: اورانہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور کوشش ناکام رہی اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر مچھر بھیجے جوان کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔[1]

وَنَجَّیْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات بخشی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا فرمائی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔

﴿وَنَجَّیْنٰهُ وَلُوْطًا: اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات عطا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی اور انہیں عراق سے اس سرزمین کی طرف روانہ کیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔[2]

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۰، ۳/۲۸۳.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۱، ۳/۲۸۳.

[illegible]

حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھتیجے تھے، آپ کے والد کا نام ہاران ہے اور یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بھائی تھا۔ جب یہ دونوں حضرات ملکِ شام پہنچے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فلسطین کے مقام پر ٹھہرے اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مُؤْتَفِکہ میں قیام فرمایا اور ان دونوں مقامات میں ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔[1]

[illegible]

اس سرزمین سے شام کی زمین مراد ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ یہاں کثرت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوئے اور تمام جہان میں ان کے دینی برکات پہنچے اور سرسبزی و شادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطہ دوسرے خطوں پر فائق ہے، یہاں کثرت سے نہریں ہیں، پانی پاکیزہ اور خوش گوار ہے اور درختوں، پھلوں کی کثرت ہے۔[2]

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اسحٰق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا اور ہم نے ان سب کو اپنے قربِ خاص کا سزاوار کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا۔

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب مزید عطا فرمایا۔﴾ یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کی گئی مزید نعمتوں کا بیان فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیٹا اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پوتا عطا فرمائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بیٹے کے لیے دعا کی تھی مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بیٹے کے ساتھ ساتھ پوتے کی بھی بشارت دی جو کہ بغیر سوال کے عطا کیا گیا اور ان سب

1 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۱، ص ۲۷٤.

2 ......مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۱، ص ۷۲۱، جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۷۱، ص ۲۷٤، ملتقطاً.

کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص قرب والا بنایا۔[1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اولاد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہے۔ نیک اولاد وہ اعلیٰ پھل ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے جب بھی اولاد کے لئے دعا کریں تو نیک اور صالح اولاد کی ہی دعا کریں۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَۙۚ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً: اور ہم نے انہیں امام بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا: ہم نے انہیں امام بنایا کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہمارے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی کیونکہ نماز بدنی عبادات میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سب سے افضل ہے اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔[2]

[illegible]

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو امتیوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٧٢، ص ٧٢١-٧٢٢.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٧٣، ٣/٢٨٣.

چنانچہ علامہ احمد طحطاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ۔انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ ان کا سب کچھ **اللہ** تعالیٰ کی ملک ہے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ امانت ہے اور یہ اسے خرچ کرنے کے مقامات پر خرچ کرتے ہیں اور غیر محل میں خرچ کرنے سے رکتے ہیں اور اس لئے کہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہونے کی وجہ سے گناہوں کی گندگی سے پاک ہیں ۔[1]

علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ دُرِّمختار کی اس عبارت ’’اس پر اجماع ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں‘‘ کے تحت فرماتے ہیں ’’کیونکہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گندگی (یعنی مال کے میل) سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بری ہیں ۔(یعنی ان کے مال ابتدا سے ہی میل سے پاک ہیں ۔)‘‘[2]

لہٰذا جن آیات میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زکوٰۃ دینے کا فرمایا گیا ان سے یا تو تزکیۂ نفس یعنی نفس کو ان چیزوں سے پاک رکھنا مراد ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہیں یا ان سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں ۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر طرح طرح کے احسانات فرمائے، پہلا تو یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بچپن سے ہی رشد و ہدایت سے نوازا ۔ دوسرا یہ کہ ظالم و جابر بادشاہ کے مقابلہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو غلبہ عطا فرمایا ۔ تیسرا یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے شہر کی طرف ہجرت کروائی، چوتھا یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نیک صالح اولاد عطا کی اور پانچواں یہ کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کو بھی نبوت عطا کی ۔

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ

[1] ……حاشیہ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، ص۷۱۳.

[2] ……رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ۳/۲۰۲.

ع ٥ ٢٥ ٥

اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ بے حکم تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کیا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ برے لوگ نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھا۔

﴿ وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا: اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا۔﴾ یہاں سے تیسرا واقعہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیان فرمایا گیا اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے گئے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد یہاں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے جانے والے احسانات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، چنانچہ **پہلا احسان** یہ ہے کہ **اللّٰہ تعالیٰ** نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکومت عطا فرمائی۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ''حکم'' سے مراد حکمت یا نبوت ہے۔ اگر حکومت والا معنی مراد ہو تو اس کا مطلب لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ **دوسرا احسان** یہ ہے کہ انہیں ان کی شان کے لائق علم عطا کیا گیا۔ **تیسرا احسان** یہ ہے کہ **اللّٰہ تعالیٰ** نے انہیں اس بستی سے نجات بخشی جہاں کے رہنے والے لواطت وغیرہ گندے کام کیا کرتے تھے کیونکہ وہ برے لوگ اور نافرمان تھے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ برے پڑوس سے نجات مل جانا **اللّٰہ تعالیٰ** کی بہت بڑی نعمت اور اس کا انتہائی عظیم احسان ہے۔ **اللّٰہ تعالیٰ** ہمیں نیک ساتھی اور پرہیزگار ہم نشین عطا فرمائے اور برے ساتھیوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا: اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔﴾ یہاں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے گئے چوتھے احسان کا ذکر فرمایا گیا کہ **اللّٰہ تعالیٰ** نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا اور بیشک وہ **اللّٰہ تعالیٰ** کے خاص مقرب بندوں میں سے تھے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٧٤، ٨/١٦٢، بیضاوی، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٧٤، ٤/١٠١، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٧٤، ص٢٧٥، ملتقطاً.

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورنوح کو جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اورا سے اوراس کے گھروالوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔ اور ہم نے ان لوگوں پراس کو مدد دی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کوڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورنوح کو(یاد کرو) جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اورا سے اور اس کے گھروالوں کو بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کوغرق کردیا۔

﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ: اورنوح کو جب پہلے اس نے ہمیں پکارا۔﴾ یہ اس سورت میں بیان کئے گئے واقعات میں سے چوتھا واقعہ ہے، چنانچہ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جب انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پرعذاب نازل کرنے کی دعا کی تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اورا سے اور کشتی میں موجود اس کے گھروالوں کوطوفان سے اور سرکش لوگوں کے جھٹلانے سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری ان آیتوں کی تکذیب کی جو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، بیشک وہ برے لوگ تھے، تو ہم نے ان سب کوغرق کردیا کیونکہ جو قوم جھٹلانے پر قائم رہے اور شر، فساد میں ہی مشغول رہے تو اسے اللہ تعالٰی ہلاک کردیتا ہے۔[1]

1 ......جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ص٢٧٥، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ٥/ ٣/٥، ملتقطاً.

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......جب دعا دل کے اخلاص کے ساتھ ہو جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی دعا، تو وہ قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا جب بھی دعا مانگیں تو دل کے اخلاص اور پوری توجہ کے ساتھ مانگیں تا کہ اسے قبولیت حاصل ہو۔

(2)......دعا نجات کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اسے اختیار کرنا نجات حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور داود اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے۔

﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو۔﴾ یہاں سے پانچواں واقعہ بیان کیا جارہا ہے جس میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ یاد کریں جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے۔ جب رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں تو یہ مقدمہ حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا، آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے اور ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوسمجھا دیا۔ جب یہ معاملہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہوسکتی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ سے فرمایا کہ وہ صورت بیان کریں، چنانچہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے، بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پسند فرمائی۔

یاد رہے کہ اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چَرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ امام مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو تجویز فرمائی یہ صلح کی صورت تھی۔ (1)

[illegible]

اس واقعے سے 6 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... اِجتہاد برحق ہے اور اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کو اجتہاد کرنا چاہیے۔

(2)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام بھی اجتہاد کرسکتے ہیں کیونکہ ان دونوں حضرات کے یہ حکم اجتہاد سے تھے نہ کہ وحی سے۔

(3)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے تو غیر نبی میں بدرجہ اَولیٰ غلطی کا اِحتمال ہے۔

(4)...... خطا ہونے پر اجتہاد کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

(5)...... ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹ سکتا ہے البتہ نَص اِجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

(6)...... نبی عَلَیْہِ السَّلَام خطاءِ اِجتہادی پر قائم نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمادیتا ہے۔

1 ...... مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٧٩، ص٧٢٣.

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داود کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داوٗد کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنا دیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے۔

﴿وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا : اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔﴾ یہاں حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام دونوں پر کیا جانے والا انعام ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حکومت اور اِجتہاد و اَحکام کے طریقوں وغیرہ کا علم عطا کیا۔ (1)

[illegible]

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ جن علماءِ کرام کو اجتہاد کرنے کی اہلیت حاصل ہو انہیں ان اُمور میں اجتہاد کرنے کا حق ہے جس میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پائیں اور اگر ان سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو بھی ان پر کوئی مُواخذہ نہیں۔ (2) جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور حدیثِ پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (3)

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۹، ۳/۲۸۴.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۹، ۳/۲۸۴.

3 ......بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنّة، باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ، ۴/۵۲۱، الحديث: ۷۳۵۲، مسلم، كتاب الاقضية، باب بيان اجر الحاكم اذا اجتهد... الخ، ص۹۴۴، الحديث: ۱۵(۱۷۱۶).

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم، مال اور بادشاہی میں (سے ایک کا) اختیار دیا گیا، حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے علم کو اختیار فرمایا تو انہیں علم کے ساتھ مال اور بادشاہی بھی عطا کر دی گئی۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے علم کی برکت سے بندے کو دنیا میں عزت، دولت اور منصب مل جاتا ہے حتّٰی کہ بادشاہی اور حکومت تک مل جاتی ہے لہٰذا اس وجہ سے دین کا علم حاصل نہ کرنا اور اپنی اولاد کو دین کا علم نہ سکھانا کہ یہ علم سیکھ کر ہم یا ہماری اولاد دنیا کی دولت اور دنیا کا چین وسکون حاصل نہیں کر سکیں گے، انتہائی محرومی کی بات ہے۔ علمِ دین کو دنیا کی دولت پر ترجیح دینے کی ترغیب کے لئے یہاں علمِ دین کے مالداری پر چند دینی اور دُنْیَوی فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... علم انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی میراث ہے اور مال بادشاہوں اور مالداروں کی میراث ہے۔

(2)...... مالدار کا جب انتقال ہوتا ہے تو مال اس سے جدا ہو جاتا ہے جبکہ علم عالم کے ساتھ اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے۔

(3)...... مال مومن، کافر، نیک، فاسق سب کو حاصل ہوتا ہے جبکہ نفع بخش علم صرف مومن کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

(4)...... علم جمع کرنے اور اسے حاصل کرنے سے بندے کو عزت، شرف اور تزکیۂ نفس کی دولت ملتی ہے جبکہ مال کی وجہ سے تزکیۂ نفس اور باطنی کمال حاصل نہیں ہوتا بلکہ مال جمع کرنے سے نفس لالچ، بخل اور حرص جیسی بری خصلتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(5)...... علم عاجزی اور اِنکساری کی دعوت دیتا ہے جبکہ مال فخر و تکبر اور سرکشی کی دعوت دیتا ہے۔

(6)...... علم کی محبت اور اس کی طلب ہر نیکی کی اصل ہے جبکہ مال کی محبت اور اس کی طلب ہر برائی کی جڑ ہے۔

(7)...... مال کا جوہر بدن کے جوہر کی جنس سے ہے اور علم کا جوہر روح کے جوہر کی جنس سے تو علم اور مال میں ایسے فرق ہے جیسے روح اور جسم کے درمیان فرق ہے۔

(8)...... عالم اپنے علم اور اپنے حال سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے جبکہ مال جمع کرنے والا اپنی گفتگو اور اپنے حال سے لوگوں کو دنیا کی طرف بلاتا ہے۔

(9)...... بادشاہ اور دیگر لوگ عالم کے حاجت مند ہوتے ہیں۔

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاوّل فی فضل العلم والتعلیم والتعلّم... الخ، فضیلۃ العلم، ۱/ ۲۳.

(10)......علم کا اضافہ مال کے اضافے سے بہت بہتر ہے کیونکہ اگر ایک رات میں ہی سارا مال چلا جائے تو صبح تک بندہ فقیر و محتاج بن کر رہ جاتا ہے جبکہ علم رکھنے والے کو فقیری کا خوف نہیں ہوتا بلکہ اس کا علم ہمیشہ زیادہ ہی ہوتا رہتا ہے اور یہی حقیقی مالداری ہے۔

(11)......مالدار کی قدر و قیمت اس کے مال کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ عالم کی قدر و قیمت اس کے علم کی وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ جب مالدار کے پاس مال نہیں رہتا تو اس کی قدر و قیمت بھی ختم ہو جاتی ہے جبکہ عالم کی قدر و قیمت کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

(12)......مال کی زیادتی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مالدار شخص لوگوں پر احسان کرے اور جب مالدار لوگوں پر احسان نہیں کرتا تو لوگ اسے برا بھلا کہتے ہیں جس کی وجہ سے اسے قلبی طور پر رنج پہنچتا ہے اور اگر وہ لوگوں پر احسان کرنا شروع کر دیتا ہے تو لازمی طور پر وہ ہر ایک کے ساتھ احسان نہیں کر پاتا بلکہ بعض کے ساتھ کرتا ہے اور بعض کے ساتھ نہیں کرتا اور یوں وہ محروم رہ جانے والے کی طرف سے دشمنی اور ذلالت کا سامنا کرتا ہے جبکہ علم رکھنے والا کسی نقصان کے بغیر ہر ایک پر اپنا علم خرچ کر لیتا ہے۔

(13)......مالدار جب مر جاتے ہیں تو ان کا تذکرہ بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ علماء کا ذکرِ خیر ان کے انتقال کے بعد بھی جاری وساری رہتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور علمِ دین کی اہمیت و فضیلت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ : اور ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں کو تابع بنا دیا۔﴾ یہاں حضرت داود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کیا جانے والا انعام بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کا تابع بنا دیا کہ پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ آپ کی موافقت میں تسبیح کرتے تھے۔[2]

﴿ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ : اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے۔﴾ یعنی حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معاملہ سمجھا دینا، حضرت داود اور حضرت سلیمان عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکومت دینا اور پہاڑوں، پرندوں کو حضرت داود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الاول في فضيلة العلم، ۱/۱۳۰-۱۳۱، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۷۹، ۳/۲۸۵.

کا تابع بنا دینا، یہ سب ہمارے ہی کام تھے اگرچہ تمہارے نزدیک یہ کام بہت عجیب وغریب ہیں۔[1]

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تمہیں تمہاری جنگ کی آنچ سے بچائے تو کیا تم شکرادا کرو گے؟

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کے لئے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک لباس یعنی زرہ بنانا سکھادیا جسے جنگ کے وقت پہنا جائے، تاکہ وہ جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرنے میں تمہارے کام آئے اور جنگ کے دوران تمہارے جسم کو زخمی ہونے سے بچائے، تو اے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والو! تم ہماری اس نعمت پر ہمارا شکرادا کرو۔[2]

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مختلف پیشوں کو اختیار فرمایا کرتے اور ہاتھ کی کمائی سے تَناوُل فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑھئی کا، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کپڑے کا، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کاشتکاری کا، حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بکریاں چرانے کا، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چادر بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔[3] اور ہمارے آقا دوعالَم کے داتا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اگرچہ بطورِ خاص کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بکریاں چرائیں، تجارت فرمائی اور کچھ دیگر کام بھی فرمائے ہیں لہٰذا کسی جائز کام اور پیشے کو گھٹیا نہیں سمجھنا چاہئے۔

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٧٩، ٣/٢٨٥، جلالين، الانبياء، تحت الآية: ٧٩، ص٢٧٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ٨٠، ٣/٢٨٥، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٨٠، ص٧٢٣، ملتقطاً.

3 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ٨٠، ٥/٥٠٩، ٥١٠، قرطبي، الانبياء، تحت الآية: ٨٠، ٦/١٨٥، الجزء الحادى عشر، ملتقطاً.

حلال رزق حاصل کرنے کے لئے جائز پیشہ اختیار کرنے کے فضائل

حلال رزق حاصل کرنے کے لئے جو جائز ذریعہ، سبب، پیشہ اور صنعت اختیار کرنا ممکن ہو اسے ضرور اختیار کرنا چاہئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کسی جائز پیشے یا صنعت کو اختیار کرنے میں شرم و عار محسوس نہیں کرنا چاہئے، ترغیب کے لئے یہاں حلال رزق حاصل کرنے کیلئے جائز پیشہ اختیار کرنے کے چار فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت مقدام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللّٰہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔'' (1)

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے، پھر کوئی اسے دے یا کوئی منع کر دے۔'' (2)

(3)...... حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: کسی نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ ارشاد فرمایا ''آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اچھی خرید و فروخت (یعنی جس میں خیانت اور دھوکہ وغیرہ نہ ہو)۔'' (3)

(4)...... حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ پیشہ کرنے والے مومن بندے کو محبوب رکھتا ہے۔'' (4)

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ (۸۱)

---

1 ...... بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرّجل وعمله بیده، ۲/۱۱، الحدیث: ۲۰۷۲.

2 ...... بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرّجل وعمله بیده، ۲/۱۱، الحدیث: ۲۰۷۴.

3 ...... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۵۸۱، الحدیث: ۲۱۴۰.

4 ...... معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: مقدام، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

﴿وَ لِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ عَاصِفَةً : اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا۔﴾ اس سے پہلے وہ انعامات ذکر کئے گئے جو اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائے تھے اور اب یہاں سے وہ انعامات بیان کئے جا رہے ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تیز ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تابع بنا دیا اور یہ ہوا حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے شام کی اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے نہروں، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ (1)

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان اور عاجزی

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سلطنت عام تھی اور اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو انسانوں اور جنوں کے ساتھ ساتھ ہوا پر بھی حکومت عطا کی تھی، اتنی عظیم الشّان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپ فخر و تکبر سے انتہائی دور اور عاجزی و انکساری کے عظیم پیکر تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہمراہیوں کے درمیان یوں جا رہے تھے کہ پرندوں نے آپ پر سایہ کر رکھا تھا اور جن و انسان آپ کی دائیں بائیں جانب تھے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے! آپ کو اللّٰہ تعالیٰ نے بہت بڑی بادشاہی عطا فرمائی ہے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ بات سن کر فرمایا ”مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اُس سے بہتر ہے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے کو دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ اسے دیا گیا وہ چلا جائے گا جبکہ تسبیح باقی رہے گی۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۱، ۸/۱۶۹، مدارك، الانبیاء، تحت الآیة: ۸۱، ص۷۲۳، ملتقطاً.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الدنیا، ۳/۲۵۰-۲۵۱.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دن پرندوں، انسانوں، جنوں اور حیوانات سے فرمایا ”نکلو! پس آپ دولاکھ انسانوں اور دو لاکھ جنوں میں نکلے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اٹھایا گیا حتّٰی کہ آپ نے آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنی، پھر نیچے لایا گیا حتّٰی کہ آپ کے پاؤں مبارک سمندر کو چھونے لگے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک آواز سنی کہ اگر تمہارے آقا (حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو انہیں جس قدر بلند کیا گیا ہے اس سے بھی زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔[1]

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے، جیسے یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۙ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لیے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ جنات کو (سلیمان کے تابع کردیا) جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے۔

﴾ وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ: اور کچھ جنات کو جو اس کے لیے غوطے لگاتے۔ ﴿ یہاں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کیا جانے والا دوسرا انعام بیان کیا گیا کہ **اللہ** تعالیٰ نے کچھ جِنّات کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کر دیا جو ان کے لیے غوطے لگاتے اور دریا کی گہرائی میں داخل ہو کر سمندر کی تہ سے آپ کے لئے جواہرات نکال کر

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الاول، بیان ذمّ الکبر، ۳/۴۱۳.

لاتے اور وہ اس کے علاوہ دوسرے کام جیسے عجیب وغریب مصنوعات تیار کرنا، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کی چیزیں، صابن وغیرہ بنانا بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حکم سے باہر نہ ہوں اور سرکشی وفساد نہ کریں۔[1]

یاد رہے کہ یہاں آیت میں جنات سے کافر جنات مراد ہیں مسلمان جنات مراد نہیں، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہاں ''شَیاطین'' کا لفظ مذکور ہے (اور یہ لفظ کافر جنات کے لئے استعمال ہوتا ہے) دوسری دلیل یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ حضرت سلیمان عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حکم کی خلاف ورزی اور فساد نہ کریں۔ یہ بات کفار کی حالت کے مطابق ہے۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ نے اپنی مشہور تفسیر ''روح البیان'' میں اس مقام پر بہت پیارا کلام نقل فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے لئے پہاڑوں، پرندوں، لوہے اور پتھروں کو مُسَخَّر کیا۔ حضرت سلیمان عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے لئے، ہوا، جن، شَیاطین، حیوانات، پرندے، معدنیات، نباتات اور سورج کو مسخر کیا جبکہ ہمارے نبی اور اپنے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے ہر چیز کو مسخر کر دیا، آپ کے لئے زمین کو لپیٹ دیا گیا حتّٰی کہ آپ نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔ آپ کی خاطر پوری زمین کو مسجد اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا، زمین کے خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا کر دی گئیں، آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، درخت آپ پر سلام بھیجتے، درخت آپ کا اشارہ پاتے ہی اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور آپ کا اشارہ پا کر اپنی جگہ واپس لوٹ جاتے، جانور آپ کے ساتھ کلام کرتے اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتے، آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ڈوبا ہوا سورج آپ کا اشارہ پا کر پلٹ آیا، براق کو آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا، ساتوں آسمانوں، جنت اور عرش و کرسی کو آپ نے عبور کیا حتّٰی کہ دو ہاتھ یا اس سے بھی کم فاصلے کے مقام پر فائز ہوئے۔ الغرض کائنات میں جتنی مخلوقات موجود ہیں سب کو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۸۲، ۳/۲۸۶، روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۸۲، ۵/۵۱۱، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ۸۲، ۸/۱۷۰، ملخصاً.

کے لئے مسخر کر دیا۔ [1]

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

﴿وَ اَیُّوْبَ : اور ایوب کو (یاد کرو)۔﴾ حضرت ایوب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حضرت اسحاق عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کی والدہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، صورت کا حسن بھی، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت بھی عطا ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلا کیا، چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مرگئی، تمام جانور جس میں ہزار ہا اونٹ اور ہزار ہا بکریاں تھیں، سب مرگئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے حتّٰی کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان چیزوں کے ہلاک اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے اور فرماتے تھے "میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں ہوسکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بیمار ہو گئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا البتہ آپ کی زوجہ محترمہ رحمت بنتِ افرائیم نے نہ چھوڑا اور وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ [2]

---

1 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۸۲، ۵/۱۱ ۵-۵۱۲، ملخصاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۸۳، ۳/ ۲۸۶-۲۸۸، ملخصاً.

حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بیماری

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری کے بارے میں علامہ عبدالمصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مَعَاذَاللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ مسئلہ مُتَّفَق علیہ ہے کہ اَنبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا تمام اُن بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت وحقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے۔[1] یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت وحقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔ لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور وہ منصبِ نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

آزمائش و امتحان [illegible] کی دلیل

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش وامتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وقرب کی دلیل ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس پر ہوتی ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......عجائب القرآن مع غرائب القرآن، حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان، ص۱۸۱-۱۸۲۔

کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّبین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہو تو دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (1)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ محبت فرماتا ہے تو انہیں آزماتا ہے، پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔ (2)

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والے مسائل

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جیسے دعا کی اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی دعا ہے۔

(2)......دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3)......دعا میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرنی چاہیے جو دعا کے موافق ہو، جیسے رحمت طلب کرتے وقت رحمٰن ورحیم کہہ کر پکارے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ١٧٩/٤، الحدیث: ٢٤٠٦.

2 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ١٧٨/٤، الحدیث: ٢٤٠٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کردی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کردیئے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی دعا سن لی۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمالی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کردی کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا ''آپ زمین میں پاؤں ماریئے۔ انہوں نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا، آپ کو حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے۔ آپ نے غسل کیا تو ظاہرِ بدن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں، پھر آپ چالیس قدم چلے، پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا، آپ نے پھر پاؤں مارا تو اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی انتہائی سرد تھا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پانی کو پیا تو اس سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اعلیٰ درجے کی صحت حاصل ہوئی۔ [1]

﴿وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کردیئے۔﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی دوسری روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولادیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہ عطا اپنی طرف سے ان پر رحمت فرمانے اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کیلئے فرمائی تاکہ وہ اس واقعہ سے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور اس صبر کے عظیم ثواب سے باخبر ہوں اور صبر کرکے اجر وثواب پائیں۔ [2]

مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب

آیت کی مناسبت سے یہاں مصیبت پر صبر کرنے کے ثواب پر مشتمل 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مومن مرد اور مومنہ عورت کو اس کی جان، اولاد اور مال کے بارے میں آزمایا جاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ٨٤، ٣/٢٩١.

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ٨٤، ٣/٢٩١، مدارک، الانبیاء، تحت الآیة: ٨٤، ص٧٢٤، ملتقطاً.

اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ (1)

(2)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دنیا سے بے رغبتی صرف حلال کو حرام کر دینے اور مال کو ضائع کر دینے کا ہی نام نہیں، بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اس سے زیادہ قابلِ اعتماد نہ ہو جو اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو اس کے ثواب (کے حصول) میں زیادہ رغبت رکھے اور یہ تمنا ہو کہ کاش یہ میرے لئے باقی رہتی۔ (2)

(3)......سنن ابوداؤد میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے لیے کوئی درجہ مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتّٰی کہ وہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہو چکا۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں آفات وبَلیّات سے محفوظ فرمائے اور ہر آنے والی مصیبت پر صبر کر کے اجر وثواب کمانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۟ۙ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۟

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو وہ سب صبر والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور انہیں ہم نے اپنی

---

❶......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۷.

❷......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ۱۵۲/۴، الحدیث: ۲۳۴۷.

❸......ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الامراض المکفّرة للذنوب، ۲۴۶/۳، الحدیث: ۳۰۹۰.

رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔

﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو)۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں، وہ سب عبادات کی مشقتوں اور آفات وبَلِیّات کو برداشت کرنے پر کامل صبر کرنے والے تھے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے ذبح کئے جانے کے وقت صبر کیا، غیر آباد بیابان میں ٹھہرنے پر صبر کیا اور اس کے صِلے میں اللّٰہ تعالٰی نے انہیں یہ مقام عطا کیا کہ ان کی نسل سے اپنے حبیب اور آخری نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ظاہر فرمایا۔ حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے درس دینے پر صبر کیا اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دن کا روزہ رکھنے، رات کو قیام کرنے اور اپنے دورِ حکومت میں لوگوں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے پر صبر کرے، یونہی جو شخص اپنے مال، اہل اور جان میں آنے والی کسی مصیبت پر صبر کرے تو وہ اپنے صبر کی مقدار کے مطابق نعمت، رتبہ اور مقام پاتا ہے اور اسی حساب سے وہ اللّٰہ تعالٰی کی رحمت کا حق دار ہوتا ہے۔ (1)

[illegible]

حضرت ذوالکفل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے، جمہور علماء کے نزدیک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی نبی تھے۔ (2)

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ذوالنون کو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیریوں میں پکارا

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۵۱۵.

2 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۸/۱۷۷.

کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب وہ غضبناک ہوکر چل پڑے تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

﴿وَ ذَا النُّوْنِ: اور ذوالنون کو (یاد کرو)۔﴾ یہاں سے حضرت یونس بن متّٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور نہ ہی نصیحت مانی بلکہ وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تھے، تو حضرت یونس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غضبناک ہوکر اپنی قوم کے علاقے سے تشریف لے گئے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور کافروں کے ساتھ بغض اور اللہ تعالٰی کے لئے غضب کرنا ہے، لیکن آپ نے اس ہجرت میں اللہ تعالٰی کے حکم کا انتظار نہ کیا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا، وہاں کئی قسم کی تاریکیاں تھیں جیسے دریا کی تاریکی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، ان اندھیروں میں حضرت یونس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا کہ میں اپنی قوم سے تیرا اِذن اور اجازت پانے سے پہلے ہی جدا ہوگیا۔ (1)

[illegible]

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالٰی اسے قبول فرماتا ہے۔ (2)

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں خبر نہ دوں کہ جب تم میں سے کسی شخص پر

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٨٧، ص ٧٢٤.

2 ......ترمذی، كتاب الدعوات، ٨١-باب، ٥/٣٠٢، الحديث: ٣٥١٦.

کوئی مصیبت یا دنیا کی بلاؤں میں سے کوئی بلا نازل ہو اور وہ اس کے ذریعے دعا کرے تو اس کی مصیبت و بلا دور ہو جائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: کیوں نہیں! ارشاد فرمایا ''(وہ چیز) حضرت یونس کی دعا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' ہے۔[(1)]

حضرت سعد بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں چالیس مرتبہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' کے ساتھ دعا مانگے، پھر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخشے جا چکے ہوں گے۔[(2)]

﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ: تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ عاجز ہے وہ کافر ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ کسی عام مومن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف یہ بات منسوب کرنا کس طرح جائز ہوگا (کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کو عاجز گمان کرتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں پکڑنے پر قادر نہیں بلکہ) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔[(3)]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علاوہ دیگر معتبر مفسرین نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور دیگر معتبر مفسرین کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت میں لفظ ''لَنْ نَّقْدِرَ'' کا ترجمہ ''ہم تنگی نہ کریں گے'' کیا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

---

(1) ......مستدرك، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل...الخ، من دعا بدعوة ذى النون استجاب الله له، ۲/۱۸۳، الحديث: ۱۹۰۷.

(2) ......مستدرك، كتاب الدعاء و التكبير و التهليل ... الخ، ايّما مسلم دعا بدعوة يونس عليه السلام ... الخ، ۲/۱۸۳، الحديث: ۱۹۰۸.

(3) ......تفسير كبير، الانبياء، تحت الآية: ۸۷، ۸/۱۸۰.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی پکار سن لی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پکار سن لی اور اسے تنہائی اور وحشت کے غم سے نجات بخشی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریا کے کنارے پر پہنچا دیا اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات دیتے ہیں جب وہ ہم سے فریاد کریں اور دعا کریں۔ [1]

حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا تمام مسلمانوں کے لئے ہے

حضرت سعد بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہاری اللّٰہ تعالیٰ کے اس اسمِ اعظم کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے ساتھ جب بھی دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جائے اور جب سوال کیا جائے تو عطا ہو جائے، وہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا ''**لَآ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ**'' ہے جو انہوں نے اندھیروں میں تین بار کی تھی۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''**وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ**'' اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔ [2] مراد یہ ہے کہ یہ دعا حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے خاص نہیں مسلمانوں کے لیے بھی ہے، جب وہ ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا بھی قبول ہو گی۔

وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۚۖ (۸۹)

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۸۸، ص۷۲۵، ابو سعود، الانبياء، تحت الآية: ۸۸، ۳/۵۳۳، ملتقطاً.

2 ......مستدرك، كتاب الدعاء و التكبير و التهليل ... الخ، ايّما مسلم دعا بدعوة يونس عليه السلام ... الخ، ۲ / ۱۸۳، الحديث: ۱۹۰۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

﴿وَزَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔﴾ یہاں سے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے بے اولاد نہ چھوڑ بلکہ وارث عطا فرما اور تو سب سے بہتر وارث ہے یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ مُدَّعا یہ ہے کہ اگر تو مجھے وارث نہ دے تو بھی کچھ غم نہیں کیونکہ تو بہتر وارث ہے۔[1]

حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والی باتیں

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......دین کی خدمت کے لئے بیٹے کی دعا اور فرزند کی تمنا کرنی سنتِ نبی ہے۔

(2)......جیسی دعا مانگے، اسی قسم کے نام سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ چونکہ ان کا فرزند اُن کے کمال کا وارث ہونا تھا، لہٰذا رب عَزَّوَجَلَّ کو وارث کی صفت سے یاد فرمایا۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿٩٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی سنواری بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

---

[1] ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٨٩، ٣/٢٩٣، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٨٩، ص٧٢٥، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لیے اس کی بیوی کو قابل بنا دیا۔ بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ: تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول کی اور انہیں سعادت مند فرزند حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عطا فرمایا اور حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آپ کی زوجہ کا بانجھ پن ختم کر کے اسے اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیا۔[1]

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ: بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے۔﴾ یعنی جن اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا ان کی دعائیں اس وجہ سے قبول ہوئیں کہ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔[2]

دعا کی قبولیت کا سبب بننے والے تین کام

اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا ہونا چاہے کہ اس کی ہر دعا مقبول ہو، اسے چاہئے کہ وہ یہ تین کام کرے (1) نیک کام کرنے میں دیر نہ لگائے۔ (2) امید اور خوف کے درمیان رہتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرے۔

وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس عورت کو جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس

---

1 ……مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٩٠، ص٧٢٥.

2 ……مدارك، الانبياء، تحت الآية: ٩٠، ص٧٢٥.

کے بیٹے کوسارے جہاں کے لیےنشانی بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس عورت کو(یادکرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اوراسے اوراس کے بیٹے کوسارے جہان والوں کیلئے نشانی بنادیا۔

﴿وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا:اوراس عورت کو(یادکرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔﴾ یہاں سے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشادفرمایا کہ اے حبیب !صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس مریم کو یاد کریں جس نے پورے طور پر اپنی پارسائی کی حفاظت کی کہ کسی طرح کوئی بشراس کی پارسائی کو چھونہ سکا تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اوراس کے پیٹ میں حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا اوراسے اوراس کے بیٹے حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوسارے جہان والوں کیلئے اپنی قدرت کے کمال کی نشانی بنادیا کہ حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہا کے پیٹ سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔[1]

پاکدامنی عورت کے لئے بہترین وصف ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے بہترین وصف یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے اوراپنی پارسائی کی حفاظت کرے۔ پاک دامن رہنے والی عورت کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے، اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اوراپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔[2]

اورحضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’جو عورت اپنے رب سے ڈرے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اوراپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اوراس سے کہاجائے گا کہ تم جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔[3]

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۹۱، ۳/۲۹۳.

2 ......حلية الاولياء، ذكر طوائف من النساك والعباد، الربيع بن الصبيح، ۶/۳۳۶، الحديث: ۸۸۳۰.

3 ......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه: عبد الرحمن، ۳/۳۱۹، الحديث: ۴۷۱۵.

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﱙ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے، ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ: بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک یہ اسلام تمہارا دین ہے اور یہی تمام انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا دین ہے، اس کے سوا جتنے اَدیان ہیں وہ سب باطل ہیں اور سب کو اسی دین اسلام پر قائم رہنا لازم ہے اور میں تمہارا رب ہوں، نہ میرے سوا کوئی دوسرا ربّ ہے نہ میرے دین کے سوا اور کوئی دین ہے تو تم صرف میری عبادت کرو۔ (1)

وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اَوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ: اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔﴾ گزشتہ آیت میں بتایا گیا کہ دین ایک ہی ہے اور سب انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اسی کی تبلیغ کی اور یہاں بتایا جا رہا ہے کہ لوگوں نے دین میں بھی اختلاف کیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین بنا لیا، خود بھی بکھر گئے اور ان کے اعمال بھی جداگانہ ہو گئے۔

[illegible] اختلاف اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے

خیال رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دینی اعمال مختلف رہے مگر ان کا یہ اختلاف اللہ تعالیٰ کے حکم

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۹۲، ص۷۲۶، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۹۲، ۳/۲۹٤، ملتقطاً.

سے تھا جس میں ہزار ہا حکمتیں تھیں، اس لئے یہ اختلاف پکڑ کا باعث نہیں بلکہ لوگوں کا خود ساختہ اختلاف اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب ہے، لہٰذا آیت بالکل واضح ہے۔

﴿ **كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ: سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں۔** ﴾ یہاں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ دنیا میں تو جو تمہارے جی میں آتا ہے کرلو لیکن یاد رکھو کہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور اس دن تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے اس وقت تمہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہوگی اور ہم اسے لکھنے والے ہیں۔

﴿ **فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ: تو جو نیک اعمال کرے۔** ﴾ اس آیت میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اسے اس کے عمل کا ثواب نہ دے کر محروم نہ کیا جائے گا اور ہم اس کے عمل اَعمال ناموں میں لکھ رہے ہیں جن میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔ (1)

آیت "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے

(1)......اعمال قبول ہونے کا دار و مدار ایمان پر ہے، اگر ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور اگر ایمان نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

(2)......کوئی شخص چاہے کسی بھی قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتا ہو، اس کی رنگت گوری ہو یا کالی ہو، وہ دولت مند ہو یا مُفلس وغریب ہو، وہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ ایمان والا ہے تو اس کے کئے ہوئے نیک اعمال کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

(1)......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٩٤، ١٨٤/٨، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ٩٤، ٥٢٢/٥، ملتقطاً۔

(3)......مومن بندے کے نیک عمل مقبول ہیں، البتہ اس میں ایمان کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کا ہونا بھی ضروری ہے (١) نیک نیت۔ (٢) عمل کو حکم کے مطابق ادا کرنا، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اوراس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

(4)......بندے کے اعمال لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کراماً کاتبین کو مقرر فرمایا ہے اور ان کا لکھنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ لکھنا اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے بعض کام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اترتے ہوئے آئیں گے۔

﴾وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ: اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں۔﴿ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان کئے ہے (1) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا اپنے اَعمال کی تلافی اور اپنے اَحوال کے تدارُک کے لئے دنیا کی طرف واپس آنا ناممکن ہے۔ (2) جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کرنے

(1)......بنی اسرائیل: ١٩.

کا فیصلہ کر دیا ان کا شرک اور کفر سے واپس آنا محال ہے۔(3) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا قیامت کے دن زندہ ہونے کی طرف نہ لوٹنا ناممکن ہے یعنی وہ قطعاً قیامت کے دن لوٹ کر آئیں گے۔[1]

﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ : یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔﴾ یاجوج ماجوج دو قبیلوں کے نام ہیں، جب قیامت آنے کا وقت قریب ہوگا تو یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ زمین کی ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ لوگوں کی طرف اترتے ہوئے آئیں گے۔[2]

نوٹ: یاجوج اور ماجوج سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت نمبر 94 تا 99 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب آیا سچا وعدہ تو جبھی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں گی کافروں کی کہ ہائے ہماری خرابی بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سچا وعدہ قریب آ گیا تو جبھی اس وقت کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔

﴿ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ : اور سچا وعدہ قریب آ گیا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت اس دن کی ہَولناکی اور دہشت سے کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم دنیا کے اندر اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے کہ رسولوں کی بات نہ مانتے تھے اور انہیں جھٹلاتے تھے۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۵، ۸/۱۸۵، مدارك، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۵، ص۷۲٦، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹٦، ص۲۷۷، مدارك، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹٦، ص۷۲٦، ملتقطاً.

3 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۳/۲۹۵، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۹۷، ص۲۷۷، ملتقطاً.

اس آیت میں کفار کا جو حال بیان کیا گیا اس میں ہر عقلمند انسان کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے کہ دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے تمام لوگوں کو اپنی رحمت و انعام اور اس کے حق داروں کے بارے میں بشارت اور خبر دے دی، اسی طرح اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی پکڑ، گرفت، عذاب، موت کی سختیوں اور قیامت و جہنم کی ہَولناکیوں کے بارے میں بھی بتا دیا اور ان لوگوں کی بھی خبر دے دی جو ان میں مبتلا ہوں گے، اس کے باوجود جو انسان غفلت سے کام لے اور دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نہ کرے تو قیامت کے دن وہ لاکھ حیلے بہانے کر لے اور کتنے ہی عذر پیش کر دے، اس کا کوئی حیلہ اور عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہارے پاس تمہارے مال طلب کرنے اور تم میں عزت و مرتبہ چاہنے نہیں آیا بلکہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے (اللّٰہ تعالیٰ کے ثواب کی) خوشخبری دینے والا اور (اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے والا بنوں، تو میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی، اب اگر تم اُسے قبول کرو جسے میں تمہارے پاس لایا ہوں تو وہ تمہارے لئے دنیا و آخرت میں ایک حصہ ہے اور اگر تم اسے رد کر دو تو میں اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے صبر کروں گا یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے۔[1]

ایک بزرگ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ جنازے کے پیچھے میت پر بڑی شفقت کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا ’’اگر تم اپنی جانوں پر رحم کھاؤ (یعنی میت سے زیادہ اپنے اوپر رحم کھاؤ) تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ جس کا جنازہ تم لے کر جا رہے ہو وہ فوت ہو گیا اور تین ہَولناکیوں، مَلَکُ الموت کو دیکھنے، موت کی سختی اور مرنے کے خوف سے نجات پا گیا (جبکہ تمہیں ابھی ان تینوں ہولناکیوں کا سامنا کرنا ہے۔)[2]

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

---

1 ......خلق افعال العباد، باب ما جاء في قول اللّٰه: بلّغ ما انزل اليك من ربّك، ص ۸۱.

2 ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۹۷، ۵/۵۲۳.

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہوسب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا۔ اگر یہ خدا ہوتے جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہوسب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تم اس میں جانے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

﴿**اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: بیشک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مشرکو! بیشک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں اور تم اس میں ہمیشہ کے لئے جانے والے ہو۔[1]

یاد رہے کہ مشرکین کے بت عذاب پانے کے لئے جہنم میں نہ جائیں گے بلکہ ان مشرکوں کو عذاب دینے کے لئے جائیں گے کیونکہ ان کی پوجا کرنے میں قصور تو مشرکوں کا ہے نہ کہ ان بتوں کا۔

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس میں رینکیں گے اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

﴿**لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ: جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ مشرک جہنم میں گدھے جیسی آوازیں نکالیں گے اور عذاب کی شدت سے چیخیں گے اور دھاڑیں گے اور وہ جہنم کے جوش کی شدت کی وجہ سے اس میں کچھ نہ

[1] ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ۹۸، ۵/۵۲۳-۵۲۴.

سنیں گے۔ (1)

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’جب جہنم میں وہ لوگ رہ جائیں گے جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ آگ کے تابوتوں میں بند کردیئے جائیں گے، وہ تابوت دوسرے تابوتوں میں، پھر وہ تابوت اور تابوتوں میں بند کردیئے جائیں گے اور ان تابوتوں پر آگ کی میخیں لگادی جائیں گی تو وہ کچھ نہ سنیں گے اور نہ کوئی ان میں کسی کو دیکھے گا۔ (2)

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ-اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَۙ(۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

﴾اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے۔﴿ شانِ نزول: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن کعبہ معظّمہ میں داخل ہوئے، اس وقت قریش کے سردار حطیم میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ نضر بن حارث سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے جواب دے کر خاموش کردیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (3) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک تم اور جن کی تم اللّٰہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

یہ فرما کر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے۔ پھر عبداللّٰہ بن زبعری سہمی آیا اور اسے ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی تو وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر میں ہوتا تو ان سے بحث مباحثہ کرتا۔ اس پر لوگوں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلوالیا۔ ابنِ زبعری یہ کہنے لگا: آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللّٰہ تعالٰی کے سوا تم پوجتے

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ص٧٢٧، جلالين، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ص٢٧٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٠، ٣/٢٩٦.

3 ......انبياء:٩٨.

ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں؟ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگا: یہودی تو حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں (مطلب یہ کہ پھر تو یہ بھی جہنم میں جائیں گے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ درحقیقت یہودی اور عیسائی وغیرہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ ان جوابوں کے بعد اسے دم مارنے کی مجال نہ رہی اور وہ بھی خاموش رہ گیا۔ درحقیقت ابنِ زبعری کا اعتراض انتہائی عناد کی وجہ سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں **مَاتَعْبُدُوْنَ** کا لفظ ہے اور **مَا** عربی زبان میں ان کے لئے بولا جاتا ہے جو ذَوِی **الْعُقُول** نہ ہوں، یہ جاننے کے باوجود اس نے اندھا بن کر اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اہلِ زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں وضاحت فرمادی گئی کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وہ تمام مومنین داخل ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی اور سعادت کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے، یہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔[1]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت و شان

تفسیر مدارک میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے یہ آیت "**اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى**" پڑھ کر فرمایا "میں انہیں میں سے ہوں اور حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی انہیں میں سے ہیں۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "عَزِيْز جَبَّار وَاحِد قَهَّار جَلَّ وَعَلَا نے صحابۂ کرام کو دو قسم کیا، ایک وہ کہ قبلِ فتحِ مکہ جنہوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا، دوسرے وہ جنہوں نے بعدِ فتح، پھر فرمادیا کہ دونوں فریق سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ

---

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۲۹۶، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ص۷۲۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ص۷۲۷.

تم کیا کیا کرنے والے ہو، باینہمہ اس نے تم سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآنِ عظیم نے ان دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابۂ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں، وہ بشرطِ صحت اللہ عَزَّوَجَلَّ کو معلوم تھے، پھر بھی اُن سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے، جنت و مدارجِ عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاتھ ہیں، معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنیٰ کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا، وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ-اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ-وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ (1)

اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا، وہ رُتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنیٰ کا وعدہ کرلیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لیے اللہ کا وعدہ حُسنیٰ کا ہولیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سنئے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ-اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَۙ(۱۰۱) لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَاۚ-وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَۚ(۱۰۲) لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ-هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (2)

بے شک جن کے لیے ہمارا وعدہ حُسنیٰ کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے۔ وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انہیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابۂ کرام سیّدُ الانام عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے قرآن کریم کی شہادت۔ امیر المومنین، مولی المسلمین، علی مرتضیٰ مشکل کشا کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم قسمِ اول میں ہیں جن کو فرمایا ''اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً'' اُن کے مرتبے قسمِ دوم والوں سے بڑے ہیں۔ اور امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قسمِ دوم میں ہیں، اور حُسنیٰ کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ (3)

---

1 ......حدید: ١٠.

2 ......انبیاء: ١٠١-١٠٣.

3 ......فتاوی رضویہ، ٢٩/٢٧٩-٢٨٠۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ : وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔﴾ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں جہنم کے عذاب اور اس کی اَذِیّت وتکلیف سے دور رکھا جائے گا کیونکہ جب مومنین جہنم کے اوپر سے گزریں گے تو جہنم کی آگ ٹھنڈی ہونے لگے گی اور وہ کہے گی اے مومن! جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلے کو بجھا دیا ہے۔ لہٰذا ایمان والوں کا جہنم کے اوپر سے گزرنا اس آیت کے مُنافی نہیں ہے۔ (1)

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا : وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جنت کی مَنازل میں آرام فرما ہوں گے تو وہ جہنم کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور اس کے جوش کی آواز بھی ان تک نہ پہنچے گی، اور وہ جنت میں اپنی دل پسند نعمتوں اور کرامتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (2)

﴿ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ : انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’سب سے بڑی گھبراہٹ سے مراد دوسری بار صُور میں پھونکا جانا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک

1 ......صاوی، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۱، ٤/۱۳۲۰.

2 ......جمل، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۲، ٥/۱٦٤، قرطبي، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۲، ٦/۲۰٤، ملتقطاً.

اس سے وہ وقت مراد ہے جب موت کو ذبح کر کے یہ ندا دی جائے گی کہ اے جہنم والو! تمہیں اب موت کے بغیر جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔

مزید فرمایا کہ قبروں سے نکلتے وقت مبارک باد دیتے اور یہ کہتے ہوئے فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہیں ثواب ملنے کا وہ دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔[1]

سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہنے والے

اَحادیث میں چند ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، ترغیب کے لئے یہاں ان پانچ خوش نصیب افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا ذکر اَحادیث میں ہے،

(1)......**شہید۔** چنانچہ حضرت مقدام بن معدی کرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شہید کے لئے چھ خصلتیں ہیں، خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ بڑی آنکھوں والی 72 حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[2]

(2)......**رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے۔** چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء، ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر رکھے جائیں گے، ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے اور وہ قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’وہ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت رکھتے ہوں گے۔[3]

(5،4،3)......**جس امام سے مقتدی خوش ہوں، روزانہ اذان دینے والا، اللّٰہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والا غلام۔**

---

1 ......مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۳، ص۷۲۷، خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۳، ۲۹۶/۳، ملتقطاً۔

2 ......ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهيد، ۲۵۰/۳، الحديث: ۱۶۶۹.

3 ......معجم الكبير، من اسمه: معاذ، معاذ بن جبل الانصاری...الخ، رجال غير مسمّين عن معاذ، ۱۶۸/۲۰، الحديث: ۳۵۸.

چنانچہ حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' تین افراد ایسے ہیں جنہیں قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ پریشان نہیں کرے گی، انہیں حساب کی سختی نہ پہنچے گی اور وہ مخلوق کا حساب ختم ہونے تک کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (۱) وہ شخص جس نے اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے قرآن پڑھا اور اس کے ساتھ کسی قوم کی امامت کی اور وہ اس سے راضی ہوں۔ (۲) وہ شخص جو اللہ تعالٰی کی رضا چاہتے ہوئے لوگوں کو پانچوں نمازوں کی طرف اذان دے کر بلائے۔ (۳) وہ غلام جو اللہ تعالٰی کا حق اور اپنے آقاؤں کا حق اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے۔ (1)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سِجِل فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے ہم نے جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کردیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم کو اس کا ضرور کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹادیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔ یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے، بیشک ہم ضرور یہ کرنے والے ہیں۔

﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ: یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا انہیں اس دن سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامہِ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا فرشتے اس دن ان کا استقبال کریں گے جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامہِ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ یاد کرو جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے

1 ......معجم الصغير، باب الواو، من اسمه: الوليد، ص۱۲٤، الجزء الثاني.

کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ (1)

سجل سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ سجل تیسرے آسمان پر موجود اس فرشتے کا نام ہے جس تک بندوں کی موت کے بعد ان کے اعمال نامے پہنچائے جاتے ہیں اور وہ فرشتہ ان اعمال ناموں کو لپیٹ دیتا ہے، چنانچہ ابو حیان محمد اندلسی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے، جب اس تک بندوں کے نامۂ اعمال پہنچائے جاتے ہیں تو وہ انہیں لپیٹ دیتا ہے۔ (2)

﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ: ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔﴾ یعنی ہم نے جیسے پہلے انسان کو عدم سے بنایا تھا ویسے ہی پھر معدوم کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیں گے، یا اس کے یہ معنی ہیں کہ جیسا اسے ماں کے پیٹ سے برہنہ اور غیر ختنہ شدہ پیدا کیا تھا ایسا ہی مرنے کے بعد اُٹھائیں گے۔ (3)

اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایسے ہوگا کہ ان کے بدن ننگے ہوں گے اور ان کا ختنہ بھی نہیں ہوا ہوگا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے لوگو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ کئے جمع کئے جاؤ گے۔ (4)

البتہ یہاں یہ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اور اولیاءِ کرام رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ قیامت کے دن اس حال سے محفوظ ہوں گے اور ان کا حشر لباس میں کیا جائے گا۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالی میں اِنَّکُمْ فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ

---

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۴، ۸/۱۹۱، جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۴، ص۲۷۷، ملتقطاً.

2 ......البحر المحیط، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۴، ۳۱۷/۶.

3 ......جلالین، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۴، ص۲۷۷، خازن، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۴، ۲۹۶/۳، ملتقطاً.

4 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة، ص۱۵۳۰، الحدیث: ۵۸(۲۸۶۰).

اس حالت میں اُٹھو گے: ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ، مگر تمام انبیاءِ کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتّٰی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تاکہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اُٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا۔ لہٰذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بلکہ تمام انبیاء، بعض اولیاء مُستثنیٰ ہیں۔ (1)

اور فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر نورُ اللہ نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ یہ حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ خطاب امت کو ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرات انبیاءِ کرام سب مُستثنیٰ ہیں، اور وہ سب بِفَضْلِہٖ تعالیٰ لباس میں ہونگے، ہاں تشریفی خِلعتیں بھی علیٰ حسب المدارج ان حضرات کیلئے وارد ہیں (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) بہرحال اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ امتی ننگے ہوں گے۔ (2)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: آیاتِ مُتکاثرہ اور اَحادیثِ مُتواترہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام اور اولیاءِ عظام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا حشر بھی لباس میں ہوگا کہ یہ سب حضرات مُنعَم عَلَیھِم ہیں اور ان کے لئے حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَعِیَّت ورفاقتِ خاصہ بحکم قرآن کریم صراحۃً ثابت ہے۔ پ 5 ع6 میں ہے ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِيْقًا'' اس انعام ومعیت ورفاقت سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی انبیاءِ کرام کی معیت میں لباس میں ہوں گے بالخصوص جبکہ یہ حضرات ہیں ہی صدیقین یا شہدا سے یا صالحین۔ (3)

﴾وَعْدًا عَلَيْنَا: یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے۔﴿ یعنی تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طرح دوبارہ پیدا کرنا ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے اور اسے ہم ضرور پورا کریں گے۔ (4)

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا

1. ......مراٰۃ المناجیح، حشر کا بیان، پہلی فصل، ۷/۲۹۰، تحت الحدیث: ۵۲۹۳۔
2. ......فتاوی نوریہ، کتاب العقائد، ۵/۱۲۵۔
3. ......فتاوی نوریہ، کتاب العقائد، ۵/۱۲۹۔
4. ......روح البيان، الانبياء، تحت الآية: ١٠٤، ٥/٥٢٦.

عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

﴿وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ: اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں زبور سے وہ تمام کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوحِ محفوظ ہے، اور آیت کا معنی یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زبور سے وہ آسمانی کتاب مراد ہے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی اور ذکر سے مراد تورات ہے، اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تورات میں لکھنے کے بعد زبور میں لکھ دیا۔ (1)

﴿اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ: کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔﴾ اس زمین سے مراد جنت کی زمین ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے کفار کی زمینیں مراد ہیں جنہیں مسلمان فتح کریں گے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے شام کی زمین مراد ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے ہوں گے جو اس وقت شام میں رہنے والوں کے بعد آئیں گے۔ (2)

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔

1 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۵، ۳/۲۹۷، مدارك، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۵، ص۷۲۸، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانبياء، تحت الآية: ۱۰۵، ۳/۲۹۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس قرآن میں عبادت کرنے والوں کیلئے کافی سامان ہے۔

﴿ **اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا: بیشک اس قرآن میں کافی سامان ہے۔** ﴾ یعنی قرآنِ کریم مومن عبادت گزاروں کو ہدایت ورہبری کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اسے صاحبِ قرآن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم وتفہیم کے ماتحت سمجھا جائے، محض عقل سے سمجھنا کافی نہیں اور جو اس کی پیروی کرے اور اس کے مطابق عمل کرے وہ مراد کو پہنچے اور جنت پائے گا۔ عبادت کرنے والوں سے مراد مومنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اُمتِ مُحمدیّہ مراد ہے جو پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ (1)

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

﴿ **وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبیوں، رسولوں اور فرشتوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے رحمت ہیں، دین ودنیا میں رحمت ہیں، جِنّات اور انسانوں کے لئے رحمت ہیں، مومن وکافر کے لئے رحمت ہیں، حیوانات، نباتات اور جمادات کے لئے رحمت ہیں الغرض عالَم میں جتنی چیزیں داخل ہیں، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رحمت ہونا عام ہے، ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا۔ مومن کے لئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا وآخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ...... خازن، الانبياء، تحت الآية: ١٠٦، ٣/٢٩٧.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بدولت اس کے دُنْیَوی عذاب کو مُؤَخَّر کر دیا گیا اور اس سے زمین میں دھنسانے کا عذاب، شکلیں بگاڑ دینے کا عذاب اور جڑ سے اکھاڑ دینے کا عذاب اٹھا دیا گیا۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجرم (یعنی لازمی طور پر) حضور پُرنور، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب پر رحمت و نعمتِ ربُّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکارِ عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ''ازل سے ابد تک، ارض و سماء میں، اُولیٰ و آخرت میں، دین و دنیا میں، روح وجسم میں، چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔[2]

اور فرماتے ہیں ''حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رحمۃٌ لِّلْعالمین بنا کر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں، رؤف رحیم ہیں، ان کا مشقت میں پڑنا ان پر گراں ہے، ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں، جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[3]

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر فرمائے گئے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ[4]

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔)[5]

---

1 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٧، ٣/٢٩٧.

2 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تجلی الیقین، ٣٠/١٤١۔

3 ......توبہ: ١٢٨.

4 ......سورۂ محمد: ١٩.

5 ......فتاوی رضویہ، ٢٤/٦٧٤-٦٧٥۔

آیت ”وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ“

یہ آیتِ مبارکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان پر بہت بڑی دلیل ہے، یہاں اس سے ثابت ہونے والی دو عظمتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جب حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام عالَمین کے لئے رحمت ہیں تو واجب ہوا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے سوا) تمام سے افضل ہوں۔ [1]

تفسیر روح البیان میں اَکابِر بزرگانِ دین کے حوالے سے مذکور ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام جہانوں کے لئے خواہ وہ عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول سب کے لئے مُطْلَق، تام، کامل، عام، شامل اور جامع رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو تمام عالَموں کے لئے رحمت ہو تو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔ [2]

(2)......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دونوں جہاں کی سعادتیں حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں کیونکہ جو شخص دنیا میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے گا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و پیروی کرے گا اسے دونوں جہاں میں آپ کی رحمت سے حصہ ملے گا اور وہ دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کرے گا اور جو آپ پر ایمان نہ لایا تو وہ دنیا میں آپ کی رحمت کے صدقے عذاب سے بچ جائے گا لیکن آخرت میں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہ پا سکے گا۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’لوگ کفر، جاہلیت اور گمراہی میں مبتلا تھے، اہلِ کتاب بھی اپنے دین کے معاملے میں حیرت زدہ تھے کیونکہ طویل عرصے سے ان میں کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام تشریف نہ لائے تھے اور ان کی کتابوں میں بھی (تحریف اور تبدیلیوں کی وجہ سے) اختلاف رونما ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا جب حق کے طلبگار کو کامیابی اور ثواب حاصل کرنے کی طرف کوئی راہ نظر نہ آ رہی تھی، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا اور ان کے سامنے درست راستہ بیان کیا

---

1 ......تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۳، ۲/۵۲۱.

2 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۵۲۸.

اوران کے لئے حلال وحرام کے اَحکام مقرر فرمائے، پھراس رحمت سے (حقیقی) فائدہ اسی نے اٹھایا جو حق طلب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا (اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاکر دنیا وآخرت میں کامیابی سے سرفراز ہوا اور جو ایمان نہ لایا) وہ دنیا میں آپ کے صدقے بہت ساری مصیبتوں سے بچ گیا۔[1]

تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم　　　　بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت میں فرق

ویسے تو اللہ تعالٰی کے تمام رسول اور اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رحمت ہیں لیکن اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عین رحمت اور سراپا رحمت ہیں، اسی مناسبت سے یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت میں فرق ملاحظہ ہو، چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَرَحْمَةً مِّنَّا[2]　　**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنادیں)

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں ارشاد فرمایا

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ　　**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔''

ان دونوں کی رحمت میں بڑا عظیم فرق ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رحمت ہونے کو حرف ''مِنْ'' کی قید کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ حرف کسی چیز کا بعض حصہ بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور اس کتاب و شریعت کی پیروی کی جو آپ لے کر آئے اور ان کی رحمت کا یہ سلسلہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبعوث ہونے تک چلا، پھر آپ کا دین منسوخ ہونے کی وجہ سے اپنی امت پر آپ کا رحمت ہونا منقطع ہو گیا جبکہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی

---

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیة: ۱۰۷، ۸/۱۹۳، ملخصاً.

2 ......مریم: ۲۱.

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں مُطْلَق طور پر تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا بیان فرمایا، اسی وجہ سے عالَمین پر آپ کی رحمت کبھی منقطع نہ ہوگی، دنیا میں کبھی آپ کا دین منسوخ نہ ہوگا اور آخرت میں ساری مخلوق یہاں تک کہ (حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ (1)

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی کے واحد معبود ہونے پر کئی دلائل پیش کئے گئے اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے، اب یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں سے فرما دیں کہ معبود کے معاملے میں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے اللہ تعالٰی کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔ (2)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍؕ وَ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو فرما دو میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کر دیا برابری پر اور میں کیا جانوں کہ

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۵۲۸.

2 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۸/۱۹۴، خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۸، ۳/۲۹۷، ملتقطاً.

پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو: میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر خبردار کردیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا: پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ پھر اگر وہ کفار اسلام قبول کرنے سے منہ پھیریں تو آپ ان سے فرمادیں کہ میں نے تم سے لڑائی کا اعلان کردیا ہے اور اس سے متعلق جاننے میں ہم اور تم برابر ہیں لیکن میں نہیں جانتا ہے کہ مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے تم سے جنگ کرنے کی اجازت کب ملے گی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر اگر وہ کفار منہ پھیریں اور اسلام نہ لائیں تو آپ ان سے فرمادیں: اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر اس کے بارے میں خبردار کردیا ہے اور رسالت کی تبلیغ کرنے اور نصیحت کرنے میں تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے اور میں اللّٰہ تعالیٰ کے بتائے بغیر نہیں جانتا کہ تمہیں عذاب یا قیامت کا جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔[1]

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ: اور میں نہیں جانتا۔﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خزائن العرفان میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دِرایت کی نفی فرمائی گئی ہے۔ درایت ''اندازے اور قیاس سے جاننے'' کو کہتے ہیں جیسا کہ امام راغب اصفہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مفرداتِ امام راغب میں اور علامہ شامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ردُّالمحتار میں ذکر کیا ہے، اور قرآن کریم کے اِطلاقات اس پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ[2] (**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اس سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو۔)

---

1 ......تفسیر کبیر، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٩، ١٩٥/٨، روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٩، ٥٣٠/٥، جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: ١٠٩، ص٢٧٨، ملتقطاً.

2 ......شوریٰ:٥٢.

اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ کے لئے درایت کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا، لہٰذا یہاں اللّٰہ تعالیٰ کے بتائے بغیر محض اپنی عقل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ مُطلَق علم کی اور مطلق علم کی نفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اسی رکوع کے شروع میں آچکا ہے ''وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ '' یعنی اور سچا وعدہ قریب آگیا۔تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وعدے کا قریب اور دور ہونا کسی طرح معلوم نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اپنی عقل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ اللّٰہ تعالیٰ کے بتانے سے جاننے کی نفی ہے۔[1]

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ جانتا ہے آواز کی بات اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہاری جانچ ہو اور ایک وقت تک برتوانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے۔

﴿اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ: بیشک اللّٰہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے۔﴾ یعنی اے کافرو! تم جو بلند آواز سے قرآنِ مجید کی آیات کو جھٹلاتے اور اسلام پر اعتراضات کرتے ہو بے شک اللّٰہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں سے جو حسد و عداوت تم چھپاتے ہو اسے بھی اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہیں اس پر جہنم کی دردناک سزا دے گا۔[2]

---

1 ......خزائن العرفان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ص۶۱۷۔

2 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۵/۵۳۰۔

﴿وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ: اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو۔﴾ یعنی میں نہیں جانتا کہ شاید دنیا میں عذاب کو مُؤخَّر کرنا تمہاری آزمائش ہو جس سے تمہارا حال ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے مطابق موت کے وقت تک کیلئے تمہیں فائدہ دینا ہوتا کہ یہ تم پر حجت ہو جائے۔ (1)

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ع ۱۹ النصف

ترجمۂ کنزالایمان: نبی نے عرض کی کہ اے میرے رب حق فیصلہ فرمادے اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بتاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو۔

﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ: نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔﴾ یہاں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کا ذکر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! میرے اور ان کے درمیان جو مجھے جھٹلاتے ہیں اس طرح حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے کہ میری مدد کر اور ان پر عذاب نازِل فرما۔ چنانچہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ دعا قبول ہوئی اور جنگ ِبدر، جنگ ِاَحزاب اور جنگ ِحُنَین وغیرہ میں کفار مبتلائے عذاب ہوئے ۔آیت کے آخر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ آپ کافروں کو وعید بیان کرتے ہوئے فرمادیں کہ ’’ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے شرک و کفر اور بے ایمانی کی ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو۔ (2)

---

1 ......روح البیان، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۵/۵۳۰۔

2 ......خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۳/۲۹۸۔

سُوْرَةُ الْحَجّ

سورۂ حج کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حج کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ’’ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ ‘‘ سے لے کر ’’ وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ‘‘ تک 6 آیتیں مدنی ہیں اور باقی آیتیں مکی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اور امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا ایک قول یہ ہے کہ سورۂ حج مکی ہے البتہ ’’ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ ‘‘ سے لے کر تین آیتیں مدنی ہیں۔ جمہور کے نزدیک سورۂ حج کی بعض آیتیں مکی ہیں اور بعض مدنی ہیں اور یہ متعین نہیں ہے کہ کون سی آیتیں مکی ہیں اور کون سی آیتیں مدنی ہیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **10** رکوع، **78** آیتیں، **1291** کلمات اور **5075** حروف ہیں۔ (2)

’’حج‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

اس سورۂ مبارکہ میں حج کے اعلانِ عام اور حج کے اَحکام کا ذکر ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے اس سورت کو ’’سورۃ الحج‘‘ کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ حج کے بارے میں حدیث

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا سورۂ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’ہاں! اور جو شخص یہ دو سجدے نہ کرے وہ ان دونوں کو نہ پڑھے۔ (3) مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’یہ حدیث حضرت امام شافعی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ) کی دلیل ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔ امامِ اعظم (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ) کے نزدیک (مجموعی اعتبار

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الحج، ۲۹۸/۳، قرطبی، تفسیر سورة الحج، ۳/۶، الجزء الثانی عشر، ملتقطاً.

2 ......خازن، تفسیر سورة الحج، ۲۹۸/۳.

3 ......ترمذی، کتاب السفر، باب ما جاء فی السجدة فی الحج، ۹۵/۲، الحدیث: ۵۷۸.

سے تو دو سجدے ہیں کہ ایک سجدۂ تلاوت اور دوسرا سجدۂ نماز لیکن خاص سجدۂ تلاوت کے اعتبار سے) سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے یعنی پہلا، دوسری آیت میں سجدۂ نماز مراد ہے نہ کہ سجدۂ تلاوت، کیونکہ وہاں ارشاد ہوا ''**اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا**'' یعنی سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہوا اور جہاں رکوع سجدہ مل کر آویں وہاں سجدۂ نماز مراد ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ''**وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ**'' نیز طحاوی نے حضرت ابنِ عباس (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) سے روایت کی کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم نیز یہ حدیث علاوہ ضعیف ہونے کے امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ قرآنی سجدے واجب نہیں مانتے سنت مانتے ہیں اور اس حدیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ سورت ہی نہ پڑھے۔ بہرحال اس حدیث سے اِستدلال قوی نہیں۔ [1]

سورۂ حج کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حج کی فرضیت، حج کے مَناسِک، جہاد کی مشروعیّت دینِ اسلام کے بنیادی عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سورت میں مزید یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور قیامت کے ہَولناک مَناظر بیان کئے گئے۔

(2)......مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل بیان کی گئی کہ جو رب تعالیٰ مردہ نطفے سے زندہ انسان اور بنجر زمین کو پانی برسا کر سرسبز کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

(3)......دینِ اسلام کے بارے میں شک اور تَرَدُّد میں رہنے والوں کا حال بیان کیا گیا۔

(4)...... پانچ قسم کے کفار کو ہونے والا عذاب اور مسلمانوں کو ملنے والی جزاء بیان کی گئی۔

(5)......حج کے اعلانِ عام کا ذکر کیا گیا اور حج اور حرم سے متعلق چند اَحکام بیان کئے گئے۔

(6)......کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی۔

(7)......کفارِ مکہ کو پچھلی امتوں کے اَحوال سے ڈرایا گیا کہ جب انہوں نے ایمان کی دعوت قبول نہ کی وہ عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

(8)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو اس بات پر تسلی دی گئی کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے

---

1 ......مراۃ المناجیح، قرآنی سجدوں کا باب، دوسری فصل، ۲/۱۴۲۔

نہ گھبرائیں کیونکہ وہ ہر نبی اور رسول کی دینی سرگرمیوں میں رخنہ اندازی کرتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ شیطان کی ہر سازش ناکام بنا دیتا ہے۔

(9)......مکہ مکرمہ سے ہجرت کے دوران شہید کر دیئے جانے والوں اور انتقال کر جانے والوں کی جزاء بیان کی گئی۔

(10)......قرآن پاک کی عظمت وشان بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کفار ومشرکین قرآن مجید کو پسند نہیں کرتے اور وہ انبیاء و مُرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بغض رکھتے ہیں۔

(11)......یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو دیگر فرشتوں پر اور چند انسانوں کو دیگر انسانوں پر فضیلت دی ہے۔

سورۂ انبیاء کے ساتھ مناسبت

سورۂ حج کی اپنے سے ماقبل سورت ''الانبیاء'' سے مناسبت یہ ہے کہ سورۃ الانبیاء میں بھی قیامت کی ہولناکیوں کا بیان تھا اور اس سورت کا آغاز بھی قیامت کی ہولناکیوں کے بیان سے ہو رہا ہے، نیز سورۃ الانبیاء میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے واحد و یکتا ہونے کا بیان تھا اور اس سورت میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْۚ-اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔﴾ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ تقویٰ اور خوفِ خدا ہی ایسی چیزیں ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے اَعمال واَخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور معاشرہ میں ایک اچھا انسان بن کر رہتا ہے۔ اور چونکہ تقویٰ اور خوفِ خداوندی پر سب سے زیادہ ابھارنے والی چیز قیامت ہے لہٰذا اس کا تذکرہ بھی اسی آیت میں کر دیا کہ قیامت کی ہولناکیاں، اس کا حساب وکتاب اور اس کے اَحوال پیشِ نظر ہوں گے تو کوئی بھی انسان کسی دوسرے کی حق تلفی، ظلم وستم، اور کسی قسم کی بھی زیادتی نہیں کرے گا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کے عذاب سے ڈرو اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو جاؤ، بیشک قیامت کا زلزلہ جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے نزدیک واقع ہو گا بہت بڑی چیز ہے۔ (1)

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ②

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گابھنی اپنا گابھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم اسے دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ۱، ۳/ ۲۹۸، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۱، ص ۷۳۰، ملتقطاً.

﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا: جس دن تم اسے دیکھو گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن تم قیامت کے اس زلزلے کو دیکھو گے تو یہ حالت ہوگی کہ اس کی ہیبت سے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور اس دن کی ہولنا کی سے ہر حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے اور اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے۔[1]

قیامت کے ڈر سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال

بعض مفسرین فرماتے ہیں ''یہ دونوں آیات غزوہ بنی مصطلق میں رات کے وقت نازل ہوئیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے ان کی تلاوت فرمائی تو وہ ساری رات بہت روئے اور جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے جانوروں سے زینیں نہ اتاریں اور جس جگہ ٹھہرے وہاں خیمے نصب نہ کئے اور نہ ہی ہانڈیاں پکائیں اور وہ غمزدہ، پُرنم اور فکر مند تھے۔[2]

یہ ان ہستیوں کا حال ہے جن سے اللّٰہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور ان میں سے بعض کو دنیا میں ہی زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت مل چکی ہے تو ہمیں قیامت کی شدت، ہیبت، ہولناکی اور سختی سے تو کہیں زیادہ ڈرنا چاہئے کیونکہ ہمارے ساتھ نہ تو کوئی ایسا وعدہ فرمایا گیا ہے جیسا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ فرمایا گیا اور نہ ہی دنیا میں ہمیں جنت کی قطعی بشارت مل چکی ہے لیکن افسوس! فی زمانہ قیامت سے لوگوں کی غفلت انتہائی عروج پر نظر آ رہی ہے اور نجانے کس امید پر وہ قیامت کے بارے میں بے فکر ہیں۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اے مسکین! جس دن کی یہ عظمت ہے وہ اس قدر بڑا ہے، حاکم زبردست اور زمانہ قریب ہے تو تو اس دن کے لیے تیاری کر لے جس دن تو دیکھے گا کہ آسمان پھٹ گئے، اس کے خوف سے ستارے جھڑ گئے، روشن ستاروں کی چمک ماند پڑ گئی، سورج کی روشنی لپیٹ دی گئی، پہاڑ چلنے لگے، پانی لانے والی اونٹنیاں کھلی پھرنے لگیں، جنگلی جانور جمع ہو گئے، سمندر ابلنے لگے، روحیں بدنوں سے جا ملیں، جہنم کی آگ بھڑکائی گئی، جنت قریب لائی گئی، پہاڑ اڑائے گئے اور زمین پھیلائی گئی اور جس دن تم دیکھو گے کہ زمین میں زلزلہ برپا ہوگا، زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور لوگ گروہوں میں بٹ جائیں گے تا کہ اپنے

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۲، ۳/۲۹۸.

2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ۲، ۳/۶.

اَعمال (کابدلہ) دیکھیں اور جس دن زمین اور پہاڑ اٹھا کر پٹخ دیئے جائیں گے،اس دن عظیم واقعہ رونما ہوگا اور آسمان پھٹ جائیں گے حتّٰی کہ ان کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی،فرشتے ان کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا،اس دن تم سب کو پیش ہونا ہوگا اور تم سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہ ہوگی،جس دن پہاڑ چلیں گے اور تم زمین کو کھلی ہوئی دیکھو گے،جس دن زمین کانپے گی اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے والی گرد بن جائیں گے،جس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے،اس دن ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے،لیکن اللہ تعالٰی کا عذاب سخت ہوگا۔جس دن یہ زمین و آسمان دوسری زمین میں بدل جائیں گے اور اللہ تعالٰی واحد وقہار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔جس دن پہاڑ اڑا کر بکھیر دیئے جائیں گے اور صاف زمین باقی رہ جائے گی،اس میں کوئی ٹیڑھا راستہ (موڑ وغیرہ) اور ٹیلے نہیں ہوں گے، جس دن تم پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھو گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے،جس دن آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے اور اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ اس دن گناہ گار کو بولنے سے روک دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے جرموں کے بارے میں پوچھا جائے گا، بلکہ پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے گرفت ہوگی،جس دن ہر شخص اپنے اچھے عمل کو سامنے پائے گا اور برے عمل کو بھی اور وہ چاہے گا کہ اس برے عمل اور اس (شخص) کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہو۔جس دن ہر نفس اس چیز کو جان لے گا جو وہ لایا ہوگا اور جو آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا وہ سب حاضر ہوگا۔جس دن زبانیں گُنگ ہوں گی اور باقی اَعضاء بولیں گے،یہ وہ عظیم دن ہے جس کے ذکر نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بوڑھا کر دیا۔جب حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں،تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' اور وہ دوسری سورتیں سورۂ واقعہ،سورۂ مرسلات،سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (وغیرہ) ہیں۔تو اے قرآن پڑھنے والے عاجز انسان! تیرا قرآن مجید پڑھنے سے صرف اتنا حصہ ہے کہ تو اس کے ساتھ زبان کو حرکت دے دے،اگر تو قرآن مجید میں جو کچھ پڑھتا ہے اس میں غور و فکر کرتا تو اس لائق تھا کہ ان باتوں سے تیرا کلیجہ پھٹ جاتا جن باتوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بوڑھا کر دیا تھا، اگر تم صرف زبان کی حرکت پر قناعت کرو گے تو قرآنِ مجید کے ثمرے سے محروم رہو گے۔[1] اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح طریقے سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اس میں مذکور ڈرانے والی باتوں پر غوروفکر کرنے اور عبرت ونصیحت حاصل کرنی کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍۙ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بے جانے بوجھے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ: اور کچھ لوگ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکیاں اور اس کی شدت بیان فرمائی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا ہی جھگڑالو تھا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآنِ مجید کو گزشتہ لوگوں کے قصے بتاتا تھا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا منکر تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں اور اس کی شان میں باطل باتیں کہتے ہیں اور وہ اپنے جھگڑنے اور عمومی اَحوال میں ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں علم کے بغیر بحث کرنا حرام ہے۔ صرف علماءِ دین تحقیق کے لئے اس کی ذات وصفات میں بحث کر سکتے ہیں بشرطیکہ جھگڑا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اعتراضات کا اٹھانا اور حق کی تحقیق

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، الشطر الثانی، صفة یوم القیامة ودواهیه واسامیه، ٥/٢٧٤-٢٧٥.

2 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ٣، ٨/٢٠٢، خازن، الحج، تحت الآیة: ٣، ٣/٢٩٩، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٣، ٦/٤، ملتقطاً.

کا قصد ہو، لہٰذا علمِ کلام برا نہیں، اچھا علم ہے۔

﴿وَیَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ: اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔﴾ اس آیت میں سرکش شیطان کے بارے میں دو قول ہیں، **(1)** اس سے انسانی شَیاطین مراد ہیں اور یہ کافروں کے وہ سردار ہیں جو دوسروں کو کفر کی طرف بلاتے ہیں۔ **(2)** اس سے ابلیس اور اس کے لشکر مراد ہیں۔ (1)

شیطان انسانوں اور جنوں سے نجات کی صورت

یاد رہے کہ شیطان خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے ان کی کوئی بھی بات نہ مانی جائے کیونکہ اگر ان کی ایک بات مان لی تو یہ ملعون اسی پر اِکتفا نہ کریں گے بلکہ اور باتیں منوانے کی تاک میں بھی رہیں گے اور جتنا ان کی بات مانتے چلے جائیں گے اس کا سلسلہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔ اسی طرح ان کے ساتھ جھگڑے اور بحث میں مصروف نہ ہوا جائے کیونکہ اس کے ذریعے بھی وہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو جاتے ہیں لہٰذا ان سے نجات کی صورت یہ ہے کہ ان کی کوئی بات سنی ہی نہ جائے کیونکہ اگر ان کی بات سنیں گے تو ممکن ہے کہ کوئی بات دل پر اثر کر جائے اور سننے والا کفر و گمراہی کی دلدل میں پھنس کر رہ جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ ہے کہ شیطان دو قسم کے ہیں **(1)** شَیَاطِیْنُ الْجِنّ۔ ان سے ابلیس لعین اور اس کی ملعون اولاد مراد ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ **(2)** شَیَاطِیْنُ الْاِنْس۔ اس سے کفار اور بدعتی لوگوں کے داعی اور مُنادی مراد ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے اور ان کو ہمیشہ بے سہارا رکھے اور ان پر ہمیں دائمی نصرت عطا فرمائے۔ اے اللّٰہ! سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہماری یہ دعا قبول فرما۔

ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (2)

یوں ہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کیلئے۔

1 ......خازن، الحج، تحت الآیة: ٣، ٣/٢٩٩.

2 ......انعام: ١١٢.

حدیث میں ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ’’شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ (1)

ائمۂ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔ (2)

میں کہتا ہوں: اس آیت کریمہ میں ’’شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ‘‘ کو مقدم کرنا بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔ اس حدیث کریم نے کہ ’’جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے‘‘ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرما دیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اُس کا قابو اسی وقت چلتا ہے جب اس کی سنیں گے اور جب تنکا توڑ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیں گے کہ ’’تو جھوٹا ہے‘‘ تو وہ خبیث اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے۔ (3)

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے عذابِ دوزخ کی راہ بتائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا۔

﴿ **كُتِبَ عَلَيْهِ: جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے۔** ﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں جِنّات اور انسانوں کے ہر سرکش شیطان کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی اطاعت اور اس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے جہنم کے عذاب کا راستہ بتائے گا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں اس شخص کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے جو شیطان کی

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابی ذر الغفاری رضی الله تعالی عنه، ٨/١٣٢، الحديث: ٢١٦٠٨.

2 ......تفسير طبری، الناس، تحت الآية: ٤، ١٢/٧٥٣.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۱/۷۸۰-۷۸۱۔

پیروی اوراس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے جنت سے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا۔ [1]

بدمذہبوں سے دوستی اور تعلقات رکھنے کی ممانعت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور نہ ہی ان کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنی چاہئے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنی چکنی چپڑی باتوں، ظاہری عبادت و ریاضت اور دکھلاوے کی پرہیزگاری کے ذریعے دوسروں کو بھی گمراہ کردیتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عنقریب میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں (خود سے) دور رکھنا۔ [2]

اسی کتاب کی دوسری روایت میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''آخری زمانے میں دجّال اور کذّاب ظاہر ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئیں گے جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنا ہوگا تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ [3]

بدمذہبوں سے دور رہنے اور انہیں خود سے دور رکھنے کے ساتھ ساتھ متعدد اَحادیث میں ان سے زندگی اور موت کے تمام تعلقات ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو ان کی میت کے پاس نہ جاؤ، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ [4] اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

---

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٤، ٦/٤-٥، تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ٤، ٨/٢٠٢، ملتقطاً.

2 ......مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء... الخ، ص٩، الحدیث: ٦(٦).

3 ......مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء... الخ، ص٩، الحدیث: ٧(٧).

4 ......کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الثالث فی ذکر الصحابة وفضلهم...الخ، الفصل الاول، ٦/٢٤٦، الجزء الحادی عشر، الحدیث: ٣٢٥٢٥، ٣٢٥٢٦، تاریخ بغداد، حرف الواو من آباء الحسینین، ٤٢٤٠ - الحسین بن الولید ... الخ، ٨/١٣٩، ملتقطاً.

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـٴًـا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لئے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب میں نکمّی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تر و تازہ ہوئی اور ابھر آئی اور ہر رونق دار جوڑا اُگا لائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تا کہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تا کہ تم اپنی

جوانی کو پہنچواور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تا کہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو مرجھایا ہوا دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ (تروتازہ ہوکر) لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!۔﴾ اس سے پہلی آیت میں شیطان کی پیروی کرنے پر ڈانٹا گیا اور اس آیت میں ان لوگوں پر حجت قائم فرمائی جارہی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں، چنانچہ اس کی پہلی دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو اس بات پر غور کرلو کہ ہم نے تمہاری نسل کی اصل یعنی تمہارے جَدِّ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کی تمام اولاد کو منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے کہ نطفہ گاڑھا خون ہو جاتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے سے پیدا کیا۔ انسان کی پیدائش کا حال اس لئے بیان فرمایا گیا تا کہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور تم اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے کمال کو جان لو اور اپنی پیدائش کے ابتدائی حالات پر نظر کر کے سمجھ لو کہ جو قادرِ برحق بے جان مٹی میں اتنے اِنقلاب کر کے جاندار آدمی بنادیتا ہے وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کر دے تو یہ اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کس طرح فرماتا ہے اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف کس طرح منتقل کرتا ہے، اس کا کچھ بیان تو اس آیت میں ہوا اور اس کی مزید تفصیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، چنانچہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم لوگوں کی پیدائش کا مادہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت جما ہوا خون ہو جاتا ہے، پھر اتنی ہی مدت گوشت کی بوٹی کی طرح رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق، اس کی عمر، اس کے عمل، اس کا بدبخت یا سعادت مند ہونا لکھتا ہے، پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ [2]

1 ...... خازن، الحج، تحت الآية: ٥، ٣/٢٩٩-٣٠٠.

2 ...... بخاری، کتاب احاديث الانبياء، باب خلق آدم صلوات الله عليه و ذرّيته، ٢/٤١٣، الحديث: ٣٣٣٢، مسلم، كتاب القدر، باب كيفيّة الخلق الادميّ فی بطن امّه... الخ، ص١٤٢١، الحديث: ١(٢٦٤٣).

﴿وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ : اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔﴾ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد پیدائش کے بعد کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ولادت کی مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تمہیں عمر دیتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری عقل و قوت کامل ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور اس کو اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ عقل و حواس بجا نہیں رہتے اور بالآخر ایسا ہوجاتا ہے کہ اس کی نظر کمزور، عقل ناقص اور فہم و سمجھ کم ہوجاتی ہے اور جو باتیں اسے معلوم ہوتی ہیں وہ بھول جاتا ہے۔[1]

انتہائی ضعیفی کی حالت سے محفوظ لوگ

یاد رہے کہ اس آیت میں بڑھاپے کے وقت انسان کی جو حالت بیان کی گئی اس سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محفوظ تھے کیونکہ اگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی بڑھاپے میں اس حال کو پہنچ جایا کرتے تو ان پر تبلیغ فرض نہ رہتی اور نبوت سَلب کرلی جاتی کہ اس صورت میں تبلیغ میں غلطی کا احتمال تھا لیکن چونکہ وہ حضرات آخری دم تک صاحبِ وحی نبی رہے اس لئے وہ اس حال سے محفوظ تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاص اولیاءِ کرام کو بھی اس حال سے جدا رکھتا ہے اور ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں انتہائی ضعیفی کے عالم میں اس حال سے بچالیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جو شخص تلاوتِ قرآن کا عادی ہوگا وہ اس حالت کو نہ پہنچے گا (کہ اس کی عقل اور حواس قائم نہ رہیں)۔[2]

اور علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’علماءِ کرام پر بھی یہ حالت طاری نہیں ہوتی بلکہ جیسے جیسے ان کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ان کی عقل بھی بڑھتی جاتی ہے۔[3]

نوٹ: انتہائی ضعیفی اور نکمے پن کی عمر سے متعلق کچھ کلام سورۂ نحل کی آیت نمبر 70 کی تفسیر میں گزر چکا ہے، اسے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً : اور تو زمین کو مرجھایا ہوا دیکھتا ہے۔﴾ یہاں سے مرنے کے بعد اٹھنے پر دوسری دلیل قائم کی

1 ……خازن، الحج، تحت الآية: ٥، ٣/ ٣٠٠، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥، ٦/ ٦-٧، ملتقطاً.

2 ……جلالين، الحج، تحت الآية: ٥، ص٢٧٨.

3 ……صاوى، الحج، تحت الآية: ٥، ٤/ ١٣٢٧.

جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے انسان! تو زمین کو مرجھایا ہوا اور خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ تروتازہ ہوکر لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے تو جو قادر و برحق رب تعالیٰ مرجھائی ہوئی زمین کو سرسبز و شاداب کرسکتا ہے تو وہ ان بندوں کو بھی زندہ کرسکتا ہے جن کے اجزا موت کے بعد بکھر چکے ہوں۔ (1)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردے جلائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ: یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے۔﴿ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دو دلیلیں بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں ان کا نتیجہ مُرتّب فرمایا جارہا ہے کہ آدمی کی پیدائش کے ابتدائی حالات اور مرجھائی ہوئی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کردینے کے بارے ذکر کیا گیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ چیزیں اس کی حکمت کی دلیلیں ہیں اور یہ بھی جان لو کہ جس طرح اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔ (2)

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَاۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ قیامت آنے والی اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اُٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں۔

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٥، ٣/٣٠٠، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥، ٦/٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٦، ٣/٣٠٠، مدارك، الحج، تحت الآية: ٦، ص٧٣٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

﴿وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ: اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ دلائل اس لئے ذکر کئے گئے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت آنے والی ہے اور اس کے آنے میں کچھ شک نہیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے۔[1]

خیال رہے کہ قبر سے مراد عالَمِ برزخ ہے جو موت اور حشر کے بیچ میں ہے، نہ کہ محض وہ غار جو مُردوں کا مَدفن ہو، لہٰذا جلنے والے، ڈوبنے والے وغیرہ سب ہی قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ نُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۰﴾

ع ١٠ / ٨

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ نہ تو علم نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن نوشتہ۔ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دے اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔ اس حال میں کہ وہ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی

[1]......خازن، الحج، تحت الآية: ٧، ٣/٣٠٠.

ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللّٰہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللّٰہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتا ہے۔ ﴾

شانِ نزول: یہ آیت ابوجہل وغیرہ کفار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو اللّٰہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑا کرتے تھے اور اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں میں کوئی آدمی وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی شان وصفت کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ اس کے پاس نہ تو علم ہے، نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی روشن تحریر ہے، اس کے باوجود اس کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی بات پر اِصرار کئے ہوئے اور تکبر کی بنا پر حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ وہ لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے اور اس کے دین سے مُنحرف کردے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اسے آگ کا عذاب چکھائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس کفر و تکذیب کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو جرم کے بغیر پکڑتا ہے اور نہ ہی کسی کے جرم کے بدلے گرفت فرماتا ہے۔ [1]

آیت ”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ“ سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے دو اَحکام معلوم ہوئے

(1)......آدمی کو کوئی بات علم اور سند و دلیل کے بغیر نہیں کہنی چاہئے اور خاص طور پر اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں ہرگز ایسی کوئی بات نہ کرے جو اس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو اور علم، سند اور دلیل کے بغیر ہو۔

(2)......علم والے کے خلاف جو بات بے علمی سے کہی جائے گی وہ باطل ہوگی۔

ہمارے آج کے زمانے کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ ہر آدمی اپنی عقل سے جو چاہتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کہتا ہے اور پھر اس پر اِصرار کرتا ہے بلکہ دوسروں کو مجبور کرتا ہے کہ اُس کی بات مانیں اگرچہ اس کی بات عقل و نقل سے دور، قرآن و حدیث کے خلاف اور جہالت و حماقت سے بھرپور ہو۔

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٨-١٠، ٣/٣٠٠، مدارك، الحج، تحت الآية: ٨-١٠، ص٧٣٢، ملتقطاً.

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ اِ۟طْمَاَنَّ بِهٖۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِ۟نْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ﱡ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی بن گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آکر پڑی منہ کے بل پلٹ گئے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آجائے تو منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔ ایسا آدمی دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتا ہے۔ یہی کھلا نقصان ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے۔﴾

شانِ نزول: یہ آیت دیہات میں رہنے والے عربوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو اَطراف سے آکر مدینہ میں داخل ہوتے اور اسلام لاتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر وہ خوب تندرست رہے اور ان کی دولت بڑھی اور ان کے ہاں بیٹا ہوا تب تو کہتے تھے کہ اسلام اچھا دین ہے، اس میں آکر ہمیں فائدہ ہوا اور اگر کوئی بات اپنی امید کے خلاف پیش آئی، مثلاً بیمار ہو گئے، یا ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو گئی، یا مال کی کمی ہوئی تو کہتے تھے: جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا اور اس کے بعد دین سے پھر جاتے تھے۔ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہیں ابھی دین میں ثابت قدمی حاصل ہی نہیں ہوئی اور یہ دین کے معاملے میں اس طرح شک و تَرَدُّد میں رہتے ہیں جس طرح پہاڑ کے کنارے کھڑا ہوا شخص حرکت کی حالت میں ہوتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی آزمائش آجائے اور کسی قسم کی سختی پیش آئے تو مُرتَد ہو کر منہ کے بل پلٹ جاتے اور کفر کی طرف لوٹ

جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہے کہ جوان کی امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور مرتد ہو جانے کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوا اور آخرت کا نقصان ہمیشہ کا عذاب ہے اور یہی کھلا نقصان ہے۔[1]

دینِ اسلام کو حق ہونے کی حیثیت سے ہی قبول کیا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ انسان دینِ اسلام کو حق سمجھ کر قبول کرے اور پھر اس پر ڈٹ جائے چاہے نفع ہو یا نقصان، ہر حال میں خوش رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا رہے کہ اس نے اسے اسلام جیسی عظیم لازوال دولت سے نوازا۔ اسی طرح نماز و عبادات وغیرہ کو دُنْیَوی نفع و نقصان کے ساتھ نہ تولا جائے بلکہ عبادت کی حیثیت ہی سے کیا جائے۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہیں جو ان کا بُرا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دور کی گمراہی۔ ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بیشک کیا ہی بُرا مولیٰ اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ اسے نفع دے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ وہ اسے پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک کیا ہی برا ساتھی ہے۔

﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ: وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے۔﴾

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ١١، ٣/٣٠٠-٣٠١، مدارك، الحج، تحت الآية: ١١، ص٧٣٣، ملتقطاً.

ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ مُرتد ہونے کے بعد بت پرستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے کیونکہ وہ بے جان ہے، ایسے خداؤں کی پوجا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔(1)

﴿ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ: وہ اس کو پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔﴾ اس آیت میں نقصان سے مراد واقعی نقصان ہے، یعنی دنیا میں قتل اور آخرت میں دوزخ کا عذاب۔ اور نفع سے مراد ان کا خیالی نفع یعنی بتوں کی شفاعت وغیرہ ہے یعنی یہ کفار بتوں سے جس نفع کی امید رکھتے ہیں وہ تو بہت دور ہے کہ ناممکن ہے جبکہ ان کا حقیقی نقصان عنقریب ضرور دیکھ لیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں بیشک اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک اللہ ایمان والوں کو داخل فرمائے گا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ایمان اور اسلام کے متعلق شکوک وشُبہات رکھنے والوں کا اور مُرتد ہونے کے بعد جن کی وہ پوجا کرتے تھے ان کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کا حال اور ان کے حقیقی معبود کی شان بیان کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فرمانبرداروں پر انعام اور نافرمانوں پر عذاب فرماتا ہے۔(2)

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ١٢، ص٧٣٣، روح البيان، الحج، تحت الآية: ١٢، ١٢/٦، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ١٤، ٨/٢١٠، ابو سعود، الحج، تحت الآية: ١٤، ١١/٤، ملتقطاً.

ایمان جنت میں داخلے کا سبب ہے اور نیک اعمال وہاں کی نعمتوں اور درجات میں اضافے کا باعث ہیں۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللّٰہ اپنے نبی کی مدد نہ فرمائے گا دنیا اور آخرت میں تو اسے چاہیے کہ اوپر کو ایک رسّی تانے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر دیکھے کہ اس کا یہ داؤں کچھ لے گیا اس بات کو جس کی اسے جلن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللّٰہ دنیا اور آخرت میں اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائے گا تو اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی دراز کرلے پھر اپنے آپ کو پھانسی دیدے پھر دیکھے کہ کیا اس کے داؤ پیچ نے وہ چیز مٹادی جس پر اسے غصہ آتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ: جو یہ خیال کرتا ہے۔﴾ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے دین کی مخالفت کرنے اور ان سے دشمنی رکھنے والوں کی ناکامی اور محرومی کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ دنیا میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کو غلبہ عطا فرما کر اور آخرت میں ان کے درجے بلند فرما کر ان کی مدد نہیں فرمائے گا، لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور وہ یوں غصے میں آجاتا ہے تو اسے چاہیے کہ غصہ دلانے والی چیز کو ختم کرنے کیلئے ہر طرح کی کوشش کرلے حتّٰی کہ گھر میں چھت سے رسی باندھ کر اپنے آپ کو پھانسی دے لے، پھر اس بات پر غور کرے کہ کیا اس کی کوئی تدبیر اللّٰہ تعالیٰ کی وہ مدد روک سکتی ہے جس پر اسے غصہ آتا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دین کا مددگار ہے اور ان کے حاسدین اور دشمنوں میں سے جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے دین کی مدد نہیں فرمائے گا، پھر اپنا مطلب پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ جل بھُن گیا تو اسے چاہئے کہ کسی طرح آسمان تک پہنچ کر اس مدد کو مَوقوف کروا دے جو اس کے غیظ وغضب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی

کرہی نہیں سکتا تو اس کا غضب میں آنا اور غصہ کرنا بیکار ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ مددگار ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ یاد رہے کہ کفار دینِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور اس کے نور کو بجھانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے سچے غلاموں کی مدد فرمائی، کفار کو نیست و نابود کیا اور ان کے لشکروں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا، اسی طرح آج بھی کفار دینِ اسلام کو ختم کرنے کے ناپاک عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور اس کے لئے ہر طرح کے ذرائع بھی استعمال کر رہے ہیں لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں اسلام کو مٹا نہیں سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دینِ اسلام اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غلاموں کا مددگار ہے البتہ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب وہ کفار کی طرف سے کسی مشکل میں گرفتار ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر انہیں مدد نہ پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کریں کیونکہ حق غالب رہے گا کبھی مغلوب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب مسلمانوں سے یہ مشکلات دور ہو جائیں گی اور کفار و مشرکین کی راحتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍۙ-وَّ اَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بات یہی ہے کہ ہم نے یہ قرآن اُتارا روشن آیتیں اور یہ کہ اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا اور یہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایسے دلائل نازل فرمائے جن میں کچھ اِبہام نہیں اور جو شخص ان میں غور کرے اس شخص پر حق واضح ہو جائے، نیز اس پر عقیدۂ توحید، قیامت اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

(1)......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ١٥، ٨/٢١٠-٢١١، ابو سعود، الحج، تحت الآیة: ١٥، ٤/١١، البحر المحیط، الحج، تحت الآیة: ١٥، ٦/٣٣٢، ملتقطاً.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت واضح ہو جائے، اور دلائل خواہ کتنے ہی واضح اور روشن کیوں نہ ہوں، ہدایت اسے ہی ملتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ عظیم ہدایت ملنے، ہدایت پر ثابت قدمی عطا ہونے اور ہدایت میں اضافے کا ایک عظیم ترین ذریعہ ہے اور قرآنِ مجید سیکھنے میں مشغول ہونا اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہدایت کی علامات میں سے ایک علامت ہے، لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید پر ایمان لانے کی توفیق دی ہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم صحیح طریقے سے پڑھنا سیکھے، اسے سمجھنے کی کوشش کرے، اس میں دیئے گئے تمام اَحکامات پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ان سے باز رہے تاکہ اسے ہدایت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور اس کی ہدایت میں مزید اضافہ بھی ہو۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے کچھ قوموں کو سر بلند کرے گا اور کچھ کو گرا دے گا۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''وہ لوگ جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا انہیں اللہ تعالیٰ سر بلند کرے گا اور جنہوں نے قرآنِ عظیم پر ایمان لانے سے اِعراض کیا اور اس کے احکامات پر عمل نہ کیا انہیں اللہ تعالیٰ گرا دے گا۔[2]

قرآن مجید کے سلسلے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال یہ تھا کہ وہ قرآنِ کریم کی دس آیتیں سیکھتے اور اس وقت تک دوسری آیات سیکھنے کی طرف متوجہ نہ ہوتے جب تک ان دس آیتوں کے تمام تقاضوں پر عمل نہ کر لیتے، یونہی وہ انتہائی تنگدستی کے باوجود قرآنِ عظیم سننے سنانے اور اس کی آیات میں غور و فکر کرنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں غریب مہاجرین کی ایک جماعت میں جا بیٹھا جو نیم برہنہ ہونے کے باعث ایک دوسرے سے بمشکل اپنا ستر چھپاتے تھے۔ ہم میں ایک قاری صاحب قرآنِ مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس کھڑے

---

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه...الخ، ص٤٠٧، الحدیث: ٢٦٩(٨١٧).

2 ......روح البیان، الحج، تحت الآیة: ١٦، ٦/١٤.

ہوئے تو قاری صاحب خاموش ہو گئے ۔آپ نے سلام کیا اور ارشاد فرمایا ’’تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ ہمیں قرآن سنا رہے ہیں اور ہم غور سے اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب کو سن رہے ہیں ۔حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تمام تعریفیں اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی شامل فرمائے جن کے ساتھ ٹھہرے رہنے کا مجھے بھی حکم دیا گیا ہے۔ (1) اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـٕیْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان اور یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست اور مشرک بیشک اللّٰہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا بیشک ہر چیز اللّٰہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مسلمان اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی اور آگ کی پوجا کرنے والے اور مشرک بیشک اللّٰہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا بیشک اللّٰہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک مسلمان۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور جو ستاروں کی پوجا کرنے والے ہیں اور جو عیسائی ہیں اور جو آگ کی پوجا کرنے والے ہیں اور جو مشرک ہیں، بیشک اللّٰہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور ان میں جو جنت کا مستحق ہوگا اسے جنت میں اور جو جہنم کا حق دار ہوگا اسے جہنم میں داخل کردے گا۔ بیشک ہر چیز اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے ہے لہٰذا اس فیصلے میں کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔ (2)

---

1 ......ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ٣/٤٥٢، الحدیث: ٣٦٦٦.

2 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ١٧، ٦/١٥، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ١٧، ٣/٣٠٢، ملتقطاً.

آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......آج اگرچہ ہر شخص اپنے آپ کو حق اور ہدایت کا پیروکار کہتا ہے مگر اس کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہو گا جب اہلِ حق کو عزت و احترام کے ساتھ جنت میں بھیجا جائے گا اور اہلِ باطل کو ذلت و خواری کے ساتھ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ لیکن یہاں یاد رہے کہ دینِ اسلام ہی حق ہے اور اسے ماننے والا حق پر ہے اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین، اسلام ہی تھا لیکن اب دینِ اسلام سے وہ دین مراد ہے جو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لے کر آئے ہیں، لہٰذا اب آپ کے دین کے علاوہ اور کوئی دین اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معتبر نہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(2)......اس آیت میں ہر ایک کے لئے بہت وعید ہے، لہٰذا ہر عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ فیصلے اور قضا کے دن کو یاد رکھے اور وہ اعمال کرنے کی بھرپور کوشش کرے جن سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے تاکہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اپنے فضل و رحمت سے اس کے حق میں اچھا فیصلہ فرمائے اور اسے جہنم کے دردناک عذاب سے بچا کر جنت کی ہمیشہ رہنے والی عالی شان نعمتیں عطا فرمائے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِیْرٌ

[1]......ال عمران:١٩.

[2]......ال عمران:٨٥.

مِنَ النَّاسِؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾

السجدۃ ۶

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور تمام پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ وہ (بھی) ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہیں دیکھا۔﴾ ارشاد فرمایا ''اے حبیبِ اکرم! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، تمام پہاڑ، درخت اور چوپائے یہ سب جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ویسا اسے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے آدمی یعنی مسلمان طاعت وعبادت کا سجدہ بھی کرتے ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہیں جن پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب مقرر ہو چکا ہے لیکن ان کے بھی سائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اور جسے اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت کے سبب ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (1)

نوٹ: یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم یا کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ عزت وناموری کو اپنی میراث سمجھ لے اور اسی فریب

(1)......مدارك، الحج، تحت الآية: ۱۸، ص۷۳٤، خازن، الحج، تحت الآية: ۱۸، ۳/ ۳۰۲-۳۰۳، ملتقطاً.

میں مبتلا رہے کہ چاہے ہم جو کچھ کرتے رہیں کتنے ہی اَعمالِ سیاہ سے اپنا اعمال نامہ بھر دیں اور کردار اور سیرت کتنی ہی داغدار نہ کرلیں ساری زندگی عزت کے ساتھ ہی رہیں گے، ایسا نہیں ہے بلکہ جو اپنے آپ کو اس نعمت عظمیٰ کا اہل ثابت کردیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عزت دیتا ہے اور جو مسلسل نافرنیوں میں مبتلا رہتا ہے وہ ذلت کے عمیق گڑھے میں گرادیا جاتا ہے۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ٘ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب میں جھگڑے تو جو کافر ہوئے ان کے لئے آگ کے کپڑے بیونتے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو کافروں کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی۔

﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ: یہ دو فریق ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین اور پانچوں قسم کے کفار جن کا اوپر ذکر کیا گیا، یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دین اور اس کی ذات وصفات کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو وہ لوگ جو کافر ہیں انہیں ہر طرف سے آگ گھیر لے گی اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں چربی وغیرہ ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی۔ (1)

جہنم میں کفار پر ڈالے جانے والے پانی کی کیفیت

جہنم میں کفار پر ڈالے جانے والے پانی کی کچھ کیفیت ان آیات میں بیان ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ

1 ......جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ص ۲۸۱.

تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’انتہائی گرم پانی ان جہنمیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہ صَہر (یعنی گل جانا) ہے، پھر انہیں ویسا ہی کر دیا جائے گا (اور بار بار ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔)‘‘[1]

اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ’’کافروں پر ڈالا جانے والا پانی ایسا تیز گرم ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو ان کو گلا ڈالے۔‘‘[2]

اللّٰہ تعالٰی ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں جہنم کے اس عذاب سے پناہ عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں۔

﴿وَلَهُمْ : اور ان کے لیے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہنم میں کافروں کو عذاب دینے کے لئے لوہے کے گرز ہیں جن سے انہیں مارا جائے گا۔[3]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں جن گرزوں سے مارا جائے گا وہ لوہے کے ہیں، ان کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر وہ لوہے کا گرز زمین پر رکھا جائے پھر جنّ وانس سب جمع ہو جائیں تو اسے زمین سے نہ اٹھا سکیں گے۔‘‘[4]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ گرز پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ (گرز لگنے کے بعد) پھر

---

1 ……سنن ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ۲۶۲/۴، الحديث: ۲۵۹۱.

2 ……مدارك، الحج، تحت الآية: ۱۹، ص۷۳۵.

3 ……روح البيان، الحج، تحت الآية: ۲۱، ۱۸/۶.

4 ……مسند امام احمد، مسند ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، ۵۸/۴، الحديث: ۱۱۲۳۳.

بندے کو پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔ [1]

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: جہنم کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی بہت شدید ہے، اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کے گرز لوہے کے ہیں۔ (یعنی اس یاد سے خوفِ خدا پیدا ہوگا۔) [2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس خوفناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے، اٰمین۔

كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

ع ۲ ۱۲/۹

ترجمۂ کنزالایمان: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ چکھو آگ کا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو۔

﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ: جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ کفار گھٹن کے سبب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو گرزوں سے مار کر پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کا جلانا انتہائی شدید ہے۔ [3]

جہنم اللّٰہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے جہنم کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ مخلوق کو اللّٰہ تعالیٰ کے

1 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنه، ١٦٦/٤، الحدیث: ١١٧٨٦.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب ذکر النار، ما ذکر فیما اعدّ لاهل النار وشدّته، ٩٧/٨، الحدیث: ٤٠.

3 ......جلالین، الحج، تحت الآیة: ٢٢، ص٢٨٠.

جلال اوراس کی کبریائی کا اندازہ ہو جائے اور لوگ اس سے ڈرتے رہیں اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہیں۔(1) افسوس! آج لوگوں کے دل کی سختی کا یہ حال ہے کہ قرآنِ مجید میں جہنم کے انتہائی دردناک عذابات کے بارے میں پڑھنے کے باوجود ان سے ڈرتے نہیں اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ گناہوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾ وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہیں اس میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔ اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی اور سب خوبیوں سراہے کی راہ بتائی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق (اللہ) کا راستہ دکھایا گیا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک اللہ ایمان والوں کو داخل فرمائے گا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا اور اب یہاں سے قیامت کے دن ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں پر ہونے والے انعامات بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں

(1) ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٢٢، ١٩/٦.

داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور ایسے موتی پہنائے جائیں گے جن کی چمک مشرق سے مغرب تک روشن کر ڈالے گی اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہوگا جسے پہننا دنیا میں مَردوں پر حرام ہے۔ [1]

آیت میں بیان کی گئی جنتی نعمتوں سے متعلق 3 احادیث

اس آیت میں جنت کی جن نعمتوں کے بارے میں بیان ہوا ان سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حکیم بن معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں پانی کا دریا، شہد کا دریا، دودھ کا دریا اور شراب کا دریا ہے، پھر ان سے نہریں نکلتی ہیں۔ [2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کے اَعضا میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔ [3]

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنتیوں کے سر پر تاج ہوں گے اور ان تاجوں کا ادنیٰ موتی مشرق سے مغرب تک کو روشن کر دے گا۔ [4]

[illegible]

اَحادیث میں ریشم پہننے والے مرد کے لئے سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر ارشاد فرمایا ''بے شک یہ دونوں میری امت کے مَردوں پر حرام ہیں۔ [5]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔ [6]

1......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٣، ٣/٣٠٤، ملتقطاً.

2......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة انهار الجنّة، ٤/٢٥٧، الحدیث: ٢٥٨٠.

3......مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، ص١٥١، الحدیث: ٤٠(٢٥٠).

4......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء لادنی اهل الجنّة من الکرامة، ٤/٢٥٣، الحدیث: ٢٥٧١.

5......ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ٤/٧١، الحدیث: ٤٠٥٧.

6......بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرّجال... الخ، ٤/٥٩، الحدیث: ٥٨٣٢.

(3)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ریشم وہ پہنے گا جس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔[1]

(4)......حضرت **عبداللہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ جنت میں نہ جائے گا۔[2]

(5)......حضرت جویریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ریشم کا لباس پہنا **اللہ** تعالٰی اسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا۔[3]

﴿وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ: اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی۔﴾ اس آیت میں پاکیزہ بات سے کلمۂ توحید مراد ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے قرآنِ مجید مراد ہے اور صراطِ حمید سے مراد **اللہ** تعالٰی کا دین اسلام ہے۔[4]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں **اللہ** کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور وہ **اللہ** کے راستے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے بنایا ہے، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا

ع ۱۰-۳

1......مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضّة... الخ، ص١١٤٥، الحديث: ٧(٢٠٦٨).

2......سنن الكبرى للنسائي، كتاب الزينة، لبس الحرير، ٥/٤٦٥، الحديث: ٩٥٨٥.

3......مسندامام احمد،حديث جويرية بنت الحارث بن ابى ضرار زوج النبى صلى الله عليه وسلم، ١٠/٢٣١،الحديث:٢٦٨١٩.

4......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٤، ٣/٣٠٤.

ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا : بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، اس پر ارشاد فرمایا کہ ''بیشک انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالٰی کے دین اور اس کی اطاعت سے اور اس مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے عبادت گاہ بنایا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے۔ [1]

﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : اور مسجدِ حرام۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر یہاں آیت میں مسجدِ حرام سے خاص کعبہ معظّمہ مراد ہو جیسا کہ امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے تو اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مسجدِ حرام تمام لوگوں کا قبلہ ہے اور اس کی طرف منہ کرنے میں وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لئے اس کی تعظیم و حرمت اور اس میں حج کے ارکان کی ادائیگی یکساں ہے اور طواف و نماز کی فضیلت میں شہری اور پردیسی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور اگر اس آیت میں مسجدِ حرام سے مکہ مکرمہ یعنی پورا حرم مراد ہو جیسا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے تو اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے برابر ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کو حق حاصل ہے جبکہ کوئی کسی کو اس کے گھر سے نکالے نہیں۔ اسی لئے امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ مکرمہ کی زمینوں کو بیچنے اور ان کا کرایہ حاصل کرنے کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مکہ مکرمہ حرم ہے، اس کی زمینیں فروخت نہ کی جائیں۔ [2]

﴿وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ : اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا۔﴾ مسجدِ حرام میں ناحق زیادتی سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے چند اَقوال ہیں۔ (1) اس سے شرک و بت پرستی مراد ہے۔ (2) اس سے ہر ممنوع قول اور فعل مراد ہے حتّٰی کہ خادم کو گالی دینا بھی اس میں داخل ہے۔ (3) اس سے حرم میں اِحرام کے بغیر داخل ہونا یا حرم کے مَمنوعات کا اِرتکاب کرنا جیسے شکار مارنا اور درخت کاٹنا وغیرہ مراد ہے۔ (4) حضرت عبد اللہ بن عباس

---

1 ……تفسیرات احمدیه، الحج، تحت الآیة: ٢٥، ص٥٢٨.

2 ……تفسیرات احمدیه، الحج، تحت الآیة: ٢٥، ص٥٢٨، خازن، الحج، تحت الآیة: ٢٥، ٣/٣٠٤-٣٠٥، ملتقطاً.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جو تجھے قتل نہ کرے تو اسے قتل کرے یا جو تجھ پر ظلم نہ کرے تو اس پر ظلم کرے۔ (1)

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عبداللہ بن اُنیس (بن خطل) کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا دوسرا انصاری، ان لوگوں نے اپنے اپنے نسب کی فخریہ باتیں بیان کیں تو عبداللہ بن اُنیس کو غصہ آیا اور اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مُرتَد ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (2)

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتادیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھو۔

﴿وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا۔﴾ کعبہ معظّمہ کی عمارت پہلے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنائی تھی اور جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان آیا تو اس وقت وہ آسمان پر اٹھالی گئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کعبہ شریف کی عمارت دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالٰی نے اس کا مقام بتانے کے لئے ایک ہوا مقرر کی جس نے اس کی جگہ کو صاف کر دیا جہاں پہلے کعبہ معظّمہ کی عمارت

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٥، ٣/٣٠٥.

2 ......درمنثور، الحج، تحت الآية: ٢٥، ٦/٢٧.

موجود تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جو خاص زمین کے اس حصے کے اوپر تھا جہاں پہلے کعبہ معظّمہ کی عمارت تھی، اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی پرانی بنیاد پر کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی۔ (1)

﴿ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا: اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔﴾ کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کیلئے شرک سے، بتوں سے اور ہر قسم کی نجاستوں سے خوب صاف ستھرا رکھو۔ (2)

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک سے پاک ہیں

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک آن کے لئے بھی شرک نہیں کرتے، وہ شرک سے پاک ہیں اور گناہوں سے بھی معصوم ہیں اور اس آیت میں جو حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا گیا کہ ''میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو'' اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ مَعَاذَ اللہ شرک میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا اس سے مراد یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ کوئی دوسری غرض نہ ملانا۔ (3)

مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد تعمیر کرنا، اسے صاف ستھرا رکھنا اور اس کی زینت کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کے تین فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابوقرصافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسجدیں تعمیر کرو اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو، پس جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنائی اللہ

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۲٦، ص۷۳٦، خازن، الحج، تحت الآية: ۲٦، ۳/۳۰۵، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۲٦، ۳/۳۰۵.

3 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ۲٦، ۸/۲۱۹.

تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور اس سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِعین کے مہر ہیں۔ (1)

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے مسجد سے اَذِیَّت دینے والی چیز (جیسے مٹی، کنکر) نکالی تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (2)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک عورت مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اسے دفن کرنے کی اطلاع نہ دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا ''جب تم میں کسی کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دیا کرو، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس عورت پر نماز پڑھی اور فرمایا ''میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی (3)۔ (4)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کا متولی نیک آدمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''متولی بننے کے لائق وہ ہے جو دیانت دار، کام کرنے والا اور ہوشیار ہو۔ اس پر وقف کی حفاظت اور خیر خواہی کے معاملے میں کافی اطمینان ہو۔ فاسق نہ ہو کہ اس سے نفسانی خواہش یا بے پرواہی یا حفاظت نہ کرنے یا لَہْو ولَعِب میں مشغول ہونے کی وجہ سے وقف کو نقصان پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بدعقل، عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت، نادانی، کام نہ کر سکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کر دے۔ فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار، کام کرنے والا اور مالدار ہو ہرگز متولی بننے کے لائق نہیں کہ جب وہ شریعت کی نافرمانی کی پرواہ نہیں رکھتا تو کسی دینی کام میں اس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ وقف کرنے والا اگر خود فسق کرے تو واجب ہے کہ وقف اس کے قبضے سے نکال لیا جائے اور کسی امانت دار اور دیانت دار کو سپرد کیا جائے۔ (5)

1......معجم الکبیر، مسند جندرۃ بن خیشنۃ، ۳/۱۹، الحدیث: ۲۵۲۱.

2......ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب تطهیر المساجد وتطییبها، ۱/۴۱۹، الحدیث: ۷۵۷.

3......معجم الکبیر، عکرمة عن ابن عباس، ۱۱/۱۹۰، الحدیث: ۱۱۶۰۷.

4......مسجد کی صفائی ستھرائی سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے ''مسجدیں صاف رکھئے'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ مفید ہے۔

5......فتاویٰ رضویہ، ۱۶/۵۵۷، ملخصاً۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دُبلی اونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہوجائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے رزق دیا تو تم ان سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

﴿ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو۔﴾ کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو حکم دیا گیا کہ اب لوگوں کو میرے گھر آنے کی دعوت دو، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیتُ اللہ کا حج کرو۔ جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا انہوں نے اپنے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کا قول ہے کہ اس آیت ''اَذِّنْ'' میں رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو خطاب ہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اعلان کردیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔[1]

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۲۷، ص۷۳۶، خازن، الحج، تحت الآية: ۲۷، ۳/ ۳۰۵، ملتقطاً.

﴿ یَاْتُوْكَ رِجَالًا: وہ تمہارے پاس پیدل آئیں گے۔﴾ یعنی جب آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں گے تو لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں اور کثیر سفر کرنے کی وجہ سے دبلی ہو جاتی ہے۔[1]

اس آیت میں حج کے لئے پیدل آنے والوں کا پہلے ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنا بہت فضیلت کا باعث ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مکہ سے پیدل حج شروع کیا حتّٰی کہ (حج مکمل کر کے) مکہ لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں لکھے گا۔ عرض کی گئی: حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا ''ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں۔[2]

(2)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سوار ہو کر حج کرنے والے کے لئے ہر اس قدم کے بدلے میں ستر نیکیاں ہیں جو اس کی سواری چلے اور پیدل حج کرنے والے کے لئے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں۔ کسی نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا ''ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔[3]

﴿ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ: تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہو جائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حج کرنے کا حکم دیا گیا اور اب اس حکم کی حکمت بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلائیں تاکہ وہ حج کر کے اپنے دینی اور دُنْیَوی دونوں طرح کے وہ فوائد حاصل کریں جو اس عبادت کے ساتھ خاص ہیں، دوسری عبادت میں نہیں پائے جاتے۔[4]

حج کرنے والے کو دینی فائدہ تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسے

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٢٧، ٣/٣٠٥-٣٠٦.

2 ......مستدرك، اول كتاب المناسك، فضيلة الحجّ ماشياً، ٢/١١٤، الحديث: ١٧٣٥.

3 ......مسند البزار، مسند ابن عباس رضى الله عنهما، ١٢/٣١٣، الحديث: ٥١١٩.

4 ......تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٢٨، ٨/٢٢٠، مدارك، الحج، تحت الآية: ٢٨، ص٧٣٧.

پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسے اُس دن گناہوں سے پاک تھا جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا اور (حج کے دوران) کوئی فحش کلام کیا نہ فسق کیا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹے گا جیسے اُس دن تھا جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ [1]

اور حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کر دیتی ہے اور حجِ مَبْرُور کا ثواب جنت ہی ہے۔ [2]

اور دُنْیَوی فائدہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں لوگ تجارت کر کے مالی نفع بھی حاصل کرتے ہیں۔

﴿وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ: اور معلوم دنوں میں اللّٰہ کے نام کو یاد کریں۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ کا نام یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کے ذریعے رزق دیا انہیں ذبح کرتے وقت وہ ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا نام لیں۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے رزق دیا اس نعمت پر وہ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کریں اور اس کی پاکی بیان کریں۔ معلوم دنوں سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ **(1)** ان سے ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللّٰہ بن عباس، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا قول ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مذہب ہے۔ **(2)** معلوم دنوں سے قربانی کے دن مراد ہیں۔ یہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا بھی اسی کے قائل ہیں۔ [3]

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا: تو تم ان سے کھاؤ۔﴾ دورِ جاہلیّت میں کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے ان کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے، اس آیت میں ان کا رد کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم حج کے دنوں میں جو جانور ذبح کرو اس کا

---

1 ......بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحجّ المبرور، ۱/۵۱۲، الحدیث: ۱۵۲۱.

2 ......سنن ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحجّ والعمرۃ، ۲/۲۱۸، الحدیث: ۸۱۰.

3 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ۲۸، ۶/۳۳۸، تفسیرات احمدیہ، الحج، تحت الآیۃ: ۲۸، ص ۵۳۱، مدارک، الحج، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۷۳۷، ملتقطاً.

گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔[1]

حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق **4** شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......ہَدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں: **(۱)** بکری۔ اس میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہے۔ **(۲)** گائے۔ بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ **(۳)** اونٹ۔

(2)......قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ اور دُنبہ چھ مہینے کا اگر سال بھر والی بکری کی مثل ہو تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمیوں کی شرکت ہوسکتی ہے۔

(3)......ہدی یعنی قربانی کے لیے حرم میں لے جایا جانے والا جانور اگر حجِ قِران یا تَمَتُّع کی قربانی کا ہو تو قربانی کرنے کے بعد اس کے گوشت میں سے کچھ کھالینا بہتر ہے، اسی طرح اگر قربانی نفلی ہو اور جانور حرم میں پہنچ گیا ہو تو اس کا گوشت بھی کھا سکتا ہے البتہ اگر جانور حرم میں نہ پہنچا تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا بلکہ اب وہ فُقرا کا حق ہے۔ اگر وہ جانور حج قران، تمتع اور نفلی قربانی کے علاوہ کسی اور جیسے کَفّارے کی قربانی کے لئے ہو تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا اور جس قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا خود کھا سکتا ہے وہ مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے اور جس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا وہ نہ مالداروں کو کھلا سکتا اور نہ ہی اس کی کھال وغیرہ سے نفع لے سکتا ہے۔

(4)......ہدی کا گوشت حرم کے مسکینوں کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے صدقہ کے طور پر کچھ گوشت دیں تو اس میں حرج نہیں۔[2]

نوٹ: ہدی سے متعلق مزید شرعی مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت جلد 1 حصہ 6 سے ''ہدی کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿۲۹﴾

---

1 ......تفسيرات احمديه، الحج، تحت الآية: ٢٨، ص ٥٣٢، مدارك، الحج، تحت الآية: ٢٨، ص ٧٣٧، ملتقطاً.

2 ......بہار شریعت، حصہ ششم، ہدی کا بیان، ۱/ ۱۲۱۳-۱۲۱۴، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں، مونچھیں کتروائیں، ناخن تراشیں، بغلوں اور زیرِ ناف کے بال دور کریں اور جو منتیں انہوں نے مانی ہوں وہ پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ اس سے طوافِ زیارت مراد ہے۔(1)

خانہ کعبہ کی شان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو بڑی عظمت وشان عطا فرمائی ہے کہ کوئی ظالم وجابر شخص اس گھر پر قبضہ نہیں کرسکتا، کوئی اس کا مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، یہ لوگوں کے قبضے اور ملکیت سے آزاد ہے اور جس نے بھی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ وبرباد کردیا جیسا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر نے جب خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو اس کا جو حشر ہوا اس سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو۔

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے اور تمہارے لیے حلال کیے گئے بے زبان چوپائے سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

(1)......مدارك، الحج، تحت الآية: ٢٩، ص٧٣٧.

ترجمۂ کنزالعرفان: حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے تمام جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے جن کا (حرام ہونا) تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

﴿ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرنے پر ابھارتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت وحرمت عطا کی ہے تو یہ تعظیم اُس کے لئے بہتر ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ اُسے آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد اللہ تعالیٰ کے اَحکام ہیں خواہ وہ حج کے مَناسِک ہوں یا ان کے علاوہ اور احکام ہوں اور ان کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کئے جائیں اور جن کاموں سے منع کیا انہیں نہ کیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں حرمت والی چیزوں سے حج کے مناسک مراد ہیں اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ حج کے مناسک پورے کئے جائیں اور انہیں ان کے تمام حقوق کے ساتھ ادا کیا جائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے وہ مقامات مراد ہیں جہاں حج کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں جیسے بیتِ حرام، مَشْعَرِ حرام، بلدِ حرام اور مسجدِ حرام وغیرہ اور ان کی تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق اور ان کی عزت وحرمت کی حفاظت کی جائے۔[2]

[illegible]

حضرت عیاش بن ابو ربیعہ مخزومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری امت کے لوگ (تب تک) ہمیشہ بھلائی پر ہوں گے جب تک وہ مکہ کی تعظیم کا حق ادا کرتے رہیں گے اور جب وہ اس حق کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں ’’تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جس بادشاہ نے کعبہ معظّمہ یا حرم شریف کی بے حرمتی کی، ہلاک و برباد ہو گیا، یزید پلید کے زمانہ میں جب حرم شریف

1 ......البحر المحيط، الحج، تحت الآية: ٣٠، ٣٣٩/٦، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٠، ٢٩/٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٠، ص٧٣٨، خازن، الحج، تحت الآية: ٣٠، ٣٠٧/٣، ملتقطاً.

3 ......سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل مكّة، ٥١٩/٣، الحديث: ٣١١٠.

کی بے حرمتی ہوئی (تو) یزید ہلاک ہوا (اور) اس کی سلطنت ختم ہوگئی۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کی جائے

اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں اور جن مقامات کو اللہ تعالیٰ نے عزت و حرمت عطا کی ہے ان کی تعظیم کرنے والا بھلائی پاتا ہے اور ان کی بے حرمتی کرنے والا نقصان اٹھاتا اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے بچے نیز جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں قرب و شرف عطا فرما کر عزت و عظمت سے نوازا ہے جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ وغیرہ، ان کی اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی بھی تعظیم کرے اور کسی طرح ان کی بے ادبی نہ کرے۔

﴿وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ: اور تمہارے لیے تمام جانور حلال کئے گئے۔﴾ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قرآن پاک میں جن جانوروں کا حرام ہونا تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے ان کے علاوہ تمام جانور تمہارے لئے حلال ہیں، تم انہیں شرعی طریقے سے ذبح کر کے کھا سکتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرو اور اس نے جو چیز حلال فرمائی اسے حرام قرار نہ دو جیسا کہ بعض لوگ بَحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہیں، اسی طرح جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اسے حلال قرار نہ دو جیسا کہ بعض لوگ دھاری دار چیز کی چوٹ کے بغیر مارے ہوئے اور مردہ جانور کا گوشت کھانے کو حلال کہتے ہیں۔[2]

نوٹ: حرام جانوروں سے متعلق تفصیلی بیان سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 3 کی تفسیر میں گزر چکا ہے، وہاں سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی طرف منسوب جانوروں کا شرعی حکم

یاد رہے کہ جن جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں ذبح شرعی طریقے کے مطابق کیا جائے تو وہ بھی حلال ہیں اور قرآن و حدیث میں کہیں بھی ایسے جانوروں کا حرام ہونا بیان

---

1 ......مراۃ المناجیح، باب حرم مکہ حرسہا اللہ تعالیٰ، تیسری فصل، ۴/۲۴۲-۲۴۳، تحت الحدیث: ۲۶۰۵۔

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٠، ص٧٣٨.

نہیں کیا گیا لہٰذا کسی شرعی دلیل کے بغیر انہیں حرام کہنا اور اس پر شرک کے فتوے لگانا ہرگز درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

اور حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے۔“(2)

﴾فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ: پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو۔﴿ ارشاد فرمایا کہ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو جن کی پوجا کرنا بدترین گندگی سے آلودہ ہونا ہے اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ یہاں جھوٹی بات سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کہنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی دینا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جھوٹ اور بہتان ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد دورِ جاہلیّت میں تَلْبِیَہ میں ایسے الفاظ ذکر کرنا جن میں اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا ذکر ہو۔(3)

جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹ بولنے کی مذمت پر 4 احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹ بولنے کی مذمت پر مشتمل 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت خریم بن فاتک اسدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صبح کی

1 ......مائدہ: ٨٧، ٨٨.

2 ......ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفراء، ٣/٢٨٠، الحدیث: ١٧٣٢.

3 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ٣٠، ٨/٢٢٣.

نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ’’ جھوٹی گواہی ہی شرک کے ساتھ برابر کردی گئی ۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہوکر (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ [1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کردے گا۔ [2]

(3)......حضرت معاویہ بن حیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کرتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔ [3]

(4)......حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’ اے لوگو! جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ ایمان کے مخالف ہے۔ [4]

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک اللہ کے ہوکر کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب فی شهادة الزور، ٤٢٧/٣، الحدیث: ٣٥٩٩.

2 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ١٢٣/٣، الحدیث: ٢٣٧٢.

3 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء من تکلّم بالکلمة لیضحك الناس، ١٤١/٤، الحدیث: ٢٣٢٢.

4 ......مسند امام احمد، مسند ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه، ٢٢/١، الحدیث: ١٦.

ترجمۂ کنزالعِرفان: ایک اللّٰہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہوکر (اور) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے (بتوں سے دور رہو) اور جو اللّٰہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا تو اسے پرندے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور کی جگہ پھینک دیتی ہے۔

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ: ایک اللّٰہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہوکر۔﴾ یعنی اے لوگو! تم ایک اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہر باطل سے جدا ہوکر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے بتوں کی گندگی سے دور رہو۔

﴿وَ مَنۡ یُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ: اور جو اللّٰہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا۔﴾ اس آیت میں ایک انتہائی نفیس تشبیہ سے شرک کا برا انجام سمجھایا گیا ہے، اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص انتہائی بلندی سے زمین پر گر پڑے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ پرندے اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر لے جاتے ہیں یا پھر ہوا اس کے اَعضا کو دور کسی وادی میں پھینک دیتی ہے اور یہ ہلاکت کی ایک بدترین صورت ہے۔ اسی طرح جو شخص ایمان ترک کر کے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو وہ ایمان کی بلندی سے کفر کی وادی میں گر پڑتا ہے، پھر بوٹی بوٹی لے جانے والے پرندے کی طرح نفسانی خواہشات اس کی فکروں کو مُنتشر کر دیتی ہیں یا ہوا کی طرح آنے والے شیطانی وسوسے اسے گمراہی کی وادی میں پھینک دیتے ہیں اور یوں شرک کرنے والا اپنے آپ کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ایسی عظیم چیز ہے جسے اختیار کرنے والا عزت و عظمت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے اور ایمان کو ترک کرنے والا اور دینِ اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو اختیار کر لینے والا خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے کیونکہ اگر یہ مُرتَد ہونے والا صحیح توبہ کئے بغیر اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، چنانچہ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَیَمُتۡ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِۚ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت

[1] ……ابو سعود، الحج، تحت الآیۃ: ۳۱، ۱۸/۴، ملخصاً۔

وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (1) میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں ایمان کی قدر اور اہمیت کم ہوتی چلی جارہی ہے اور بعض مسلمان دنیا کا نفع، دنیا کی سہولت وآسائش اور دنیا کا مال ودولت حاصل کرنے کی خاطر اپنا ایمان ضائع کر دینے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور چند ٹکوں کے لئے ایمان جیسی قیمتی ترین دولت لٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنے ایمان کی قدر اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

ذٰلِكَۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (٣٢)

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بات یونہی ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے۔﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں، (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں تمام عبادات داخل ہیں۔ (2) ان سے حج کے مَناسِک مراد ہیں۔ (3) ان سے بُدنہ یعنی وہ اونٹ اور گائے مراد ہیں جنہیں قربانی کے لئے حرم میں بھیجا جائے اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ فربہ، خوبصورت اور قیمتی لئے جائیں۔ (2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج کے موقع پر جو جانور قربان کیا جائے وہ عمدہ، موٹا، خوبصورت اور قیمتی ہو۔ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹے جانور کی قربانی دینا ہے۔ (لہٰذا قربانی کا جانور خریدنے والے کو چاہئے کہ) اس کی خریداری میں قیمت کم کرنے کے در پے نہ ہو۔ بزرگانِ دین تین چیزوں میں قیمت زیادہ دیتے تھے اور اس میں کمی کروانے کو پسند نہیں کرتے تھے (1) حج کے موقع پر خریدا جانے والا قربانی

---

1 ......بقرہ: ٢١٧.

2 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٣٢، ٨/٢٢٣، جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ٣٢، ص٢٨٢، ملتقطاً.

کا جانور۔(2)عید کی قربانی کا جانور۔(3)غلام۔کیونکہ قربانی میں زیادہ قیمت والا جانوران کے مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہوتا ہے۔حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (حج کے موقع پر) ایک غیر عربی اونٹ قربانی کے لئے لے گئے،کسی نے آپ سے وہ اونٹ تین سو دیناروں کے بدلے میں طلب کیا،آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ اسے بیچ کر ہلکا جانور خریدلوں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کو روک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسی کی قربانی کرو۔

یہ اس لئے فرمایا کہ تھوڑی اور عمدہ چیز زیادہ اور ہلکی چیز سے بہتر ہوتی ہے اور تین سو دیناروں میں تیس اونٹ آسکتے تھے اور ان میں گوشت بھی زیادہ ہوتا لیکن مقصود گوشت نہیں تھا بلکہ مقصد تو نفس کو بخل سے پاک کرنا اور اللّٰہ تعالیٰ کی تعظیم کے جمال سے مُزَیَّن کرنا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کو ہرگز ان کے گوشت اور خون نہیں پہنچیں گے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے،اور یہ مقصد اسی صورت حاصل ہونا ممکن ہے جب قیمت (اور دیگر چیزوں) میں عمدگی کا لحاظ رکھا جائے،تعداد کم ہو یا زیادہ۔[1]

نوٹ:یاد رہے کہ جانور خریدتے وقت قیمت کم نہ کروائی جائے تو بہتر ہے لیکن اس میں یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ وہ جانور اتنی قیمت کا بنتا بھی ہو،ایسا نہ ہو کہ جانور دبلا پتلا ہے اور اس کی قیمت اتنی بتائی جارہی ہے کہ عام طور پر ایسا جانور اس قیمت پر نہیں ملتا۔لہٰذا ایسی صورت میں قیمت کم کروانا درست ہے۔

﴿فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ:تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا دلوں کے پرہیزگار ہونے کی علامت ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دل پرہیزگاری کا مرکز ہے اور جب دل میں تقویٰ و پرہیزگاری جم جائے گی تو اس کا اثر دیگر اَعضا میں خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شُبہے والی چیزیں ہیں جنہیں

1 ……احياء علوم الدين، كتاب اسرار الحج، الباب الثالث في الآداب الدقيقة والاعمال الباطنة، ١/٣٥٣.

2 ……روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٢، ٦/٣٢.

بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا، جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس چراگاہ میں جانور چرلیں۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔ (1)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دل بادشاہ کی طرح ہے اور اس کا جو لشکر آنکھ سے دکھائی دیتا ہے وہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان اور باقی تمام ظاہری و باطنی اَعضا ہیں، یہ تمام دل کے خادم اور اس کے قابو میں ہیں، وہی ان سب میں تَصَرُّف کرتا ہے اور انہیں ادھر ادھر پھیرتا ہے، وہ تمام اس کی اطاعت پر مجبور ہیں اور نہ اس سے اختلاف کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اس سے سرکشی اختیار کر سکتے ہیں، جب وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دیتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے، جب وہ پاؤں کو حرکت کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ حرکت کرتا ہے اور جب وہ زبان کو بولنے کا حکم دیتا ہے تو وہ بولتی ہے اور اسی طرح دیگر اَعضا کا معاملہ ہے۔ (2)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ دے کیونکہ اس کی اصلاح کے بغیر دیگر اعضاء کی اصلاح مشکل ترین ہے۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۴/۸ ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر میعاد تک پھر اُن کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک بہت سے فائدے ہیں ان کے ذبح کرنے کی جگہ آزاد گھر کے پاس ہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ۱/۳۳، الحدیث: ۵۲.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان جنود القلب، ۳/۶.

﴿ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ: تمہارے لیےان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں۔﴾ ارشادفرمایا کہ تمہارے لئے ان جانوروں میں ان کے ذبح کے وقت تک بہت سے فائدے ہیں جیسے ضرورت کے وقت ان پر سوار ہو سکتے ہواور حاجت کے وقت ان کا دودھ پی سکتے ہو، پھرانہیں حرم شریف تک پہنچنا ہے جہاں وہ ذبح کئے جائیں گے۔[1]

خیال رہے کہ یہاں ہدی یعنی اس جانور کا ذکر ہے جو صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہوسکتا ہے جبکہ وہ قربانی جو مالداروں پر عیدالاضحیٰ کے موقع پر واجب ہوتی ہے وہ ہر جگہ کی جائے گی۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر امت کے لیےہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور اے محبوب خوشی سنا دو ان تواضع والوں کو۔ کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو افتاد پڑے اس کے سہنے والے اور نماز برپا رکھنے والے اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر امت کے لیےہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ اس بات پر اللہ کا نام یاد کریں کہ اس نے انہیں بے زبان چوپایوں سے رزق دیا تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور عاجزی کرنے والوں کیلئے خوشخبری سنا دو۔ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور انہیں جو مصیبت

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۳۳، ص۷۳۹.

پہنچے اس پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا : اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی۔﴾ یعنی گزشتہ ایماندار اُمتوں میں سے ہر امت کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا نام لیں، تو اے لوگو! تمہارا معبود ایک معبود ہے اس لئے ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو اور اسی کے حضور گردن جھکاؤ اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ (1)

جانور ذبح کرتے وقت اللّٰہ تعالیٰ کا نام ذکر کرے

اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللّٰہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے ہر ایک امت کے لئے مقرر فرما دیا تھا کہ وہ اس کے لئے تقرُّب کے طور پر قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر صرف اسی کا نام لیا جائے۔ (2)

﴿ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ : وہ لوگ ہیں کہ جب اللّٰہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔﴾ یعنی عاجزی کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی ہیبت وجلال سے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کے اَعضا سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصیبت و مشقت پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو اس کے اوقات میں قائم رکھتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ (3)

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ﳓ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٣٦

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٣٤، ٣/٣٠٩، مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٤، ص٧٣٩، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٤، ص٧٣٩.

3 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٥، ص٧٤٠، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٣٥، ٨/٢٢٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو اُن پر اللہ کا نام لو ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو اُن میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ ہم نے یونہی اُن کو تمہارے بس میں دے دیا کہ تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔ تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو (اور) تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب ان کے پہلو گر جائیں تو ان (کے گوشت) سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿وَالۡبُدۡنَ: اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانور۔﴾ اَحناف کے نزدیک بُدنہ کا اِطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے جبکہ امام شافعی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے نزدیک بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے۔ (1)

﴿جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ: ان جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو مسلمانوں کے لئے اپنے دین کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔ (2)

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ جس جانور کو عظمت والے مقام سے نسبت ہو جائے، وہ شَعائرُ اللہ بن جاتا ہے۔

﴿لَكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ: تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔﴾ یعنی قربانی کے ان بڑی جسامت والے جانوروں میں تمہارے لیے بھلائی ہے کہ تمہیں ان سے دنیا میں کثیر نفع اور آخرت میں اجر و ثواب ملے گا۔ (3)

[illegible]

قربانی کا دنیوی فائدہ تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوا کہ ضرورت کے وقت قربانی کے جانور پر سواری کی جاسکتی ہے

---

1 ……تفسيرات احمديه، الحج، تحت الآية: ٣٦، ص٥٣٧.

2 ……روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٦/٣٥.

3 ……روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٦/٣٥.

اور حاجت کے وقت ان کے دودھ سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اور اخروی فائدہ ثواب ہے۔

آیت ”وَالْبُدْنَ“ پر عمل سے متعلق بزرگانِ دین کے دو واقعات

یہاں اس آیتِ مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں بزرگانِ دین کے دو واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت مالک بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا اور ان کے ساتھ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا۔ اس موقع پر حضرت سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مینڈھا خریدا اور اس کی قربانی دی جبکہ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چھ دینار میں ایک اونٹ خریدا اور اسے نَحر کیا۔ حضرت سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: کیا آپ کو ہمارا طریقہ کافی نہ تھا؟ حضرت ابنِ حرملہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے **اللّٰہ** تعالٰی کا یہ ارشاد سنا ہے **”وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ“** اس لئے میں نے پسند کیا کہ میں اس خیر کو حاصل کروں جس کی طرف **اللّٰہ** تعالٰی نے میری رہنمائی کی ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور آپ ان کی طرف سے یہ بات بیان کیا کرتے تھے۔[1]

(2)......حضرت سفیان بن عُیینہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان بن سُلیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حج کیا، ان کے پاس سات دینار تھے جس سے انہوں نے ایک اونٹ خرید لیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس صرف سات دینار تھے جن کا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اونٹ خرید لیا ہے! انہوں نے فرمایا: میں نے **اللّٰہ** تعالٰی کا یہ ارشاد سنا ہے جس میں وہ (تم سے) فرماتا ہے **”لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ“** تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔ (اور میں نے اس بھلائی کو حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔)[2]

لہٰذا جس مسلمان پر حج کی قربانی لازم ہو یا وہ حج کے موقع پر نفلی قربانی کرنا چاہتا ہو اور اونٹ یا گائے کی قربانی کرنا اس کے لئے ممکن ہو تو وہ اونٹ یا گائے کی قربانی کرے تاکہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو۔

﴿**فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا: تو ان پر اللّٰہ کا نام لو۔**﴾ یہاں اونٹ نَحر کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا کہ جب اونٹ کو نحر کرنے لگو تو ان کا ایک پاؤں باندھ دو اور تین کھڑے رکھو، پھر **اللّٰہ** تعالٰی کا نام لے کر انہیں نحر کرو اور اس کے بعد جب وہ

---

❶......تفسیر ابن ابی حاتم، الحج، تحت الآیة: ۳٦، ۸/۲٤۹٤.

❷......حلیة الاولیاء، ذکر طبقة من تابعی المدینة... الخ، صفوان بن سلیم، ۳/۱۸۷.

زمین پر گر جائیں اور ان کی حرکت ساکن ہو جائے تو اس وقت تمہارے لئے ان کا گوشت کھانا حلال ہے۔[1]

اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

(2)......عوام میں یہ مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ (سے) ذبح کیا جاتا ہے، (یہ) غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ ایذا دینا ہے۔[2]

جانور ذبح کرنے سے متعلق شرعی مسائل کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد 3 حصہ 15 سے ''ذبح کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ: تو ان میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔﴾ اس آیت میں قربانی کے گوشت سے متعلق فرمایا گیا کہ اس میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ قناعت کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو کسی سے سوال نہ کرتا ہو اور بن مانگے اسے جو مل جائے اس پر اور اپنے پاس موجود مال پر راضی ہو۔

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ: اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں کو انتہائی طاقتور ہونے کے باوجود ذبح کرنے اور سواری کرنے کے لئے تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کرو۔[3]

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٦، ص٧٤٠، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٦/٣٥، ملتقطاً.

2 ......بہار شریعت، حصہ پانزدہم، ذبح کا بیان، ٣١٢/٣۔

3 ......جلالين، الحج، تحت الآية: ٣٦، ص٢٨٢، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٦، ٦/٣٦، ملتقطاً.

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے یونہی ان کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور اے محبوب خوش خبری سناؤ نیکی والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے تا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔

﴿ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا: اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون۔﴾ **شانِ نزول:** دورِ جاہلیّت کے کفار اپنی قربانیوں کے خون سے کعبہ معظّمہ کی دیواروں کو آلودہ کرتے تھے اور اسے قرب کا سبب جانتے تھے، جب مسلمانوں نے حج کیا اور یہی کام کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز نہ ان کی قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیزگاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے اور قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور تقویٰ کی شرائط کی رعایت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ (1)

اچھی نیت اور اخلاص کے بغیر نیک عمل قبول نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو نیک عمل اچھی نیت اور اخلاص کے بغیر کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔ نیت و اِخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اہلِ دل لوگوں پر ایمانی

(1)......مدارك، الحج، تحت الآية: ٣٧، ص ٧٤٠.

بصیرت اور انوارِ قرآن کی وجہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اَبدی سعادت تک رسائی کے لئے علم اور عبادت ضروری ہے، چنانچہ علم والوں کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں اور مخلص لوگوں کے علاوہ تمام عمل کرنے والے بھی ہلاک ہونے والے ہیں جبکہ مخلص لوگوں کو بھی بڑا خطرہ ہے (کیونکہ انہیں اپنے خاتمے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا علم نہیں) اور نیت کے بغیر عمل محض مشقت اور اخلاص کے بغیر نیت ریا کاری ہے اور یہ منافقت کے لئے کافی اور گناہ کے برابر ہے جبکہ صداقت کے بغیر اخلاص گرد و غبار کے ذرّات ہیں کیونکہ ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ارادے سے کیا جائے اور اس میں نیت خالص نہ ہو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

تو جو شخص نیت کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کی نیت کیسے صحیح ہوگی؟ یا جس کی نیت درست ہو وہ اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہوئے بغیر مخلص کیسے ہوگا؟ یا وہ شخص جو صداقت کے مفہوم سے آگاہی نہ رکھتا ہو وہ اپنے نفس سے صداقت کا مطالبہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ رکھتا ہو اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیت کا علم حاصل کرے تاکہ اسے نیت کی معرفت حاصل ہو، پھر صداقت اور اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو کر عمل کے ذریعے نیت کو صحیح کرے کیونکہ بندے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ یہی دو باتیں (صداقت اور اخلاص) ہیں۔ [2]

نیت، اخلاص اور صداقت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تصنیف ''احیاء العلوم'' [3] کی چوتھی جلد سے ان ابواب کا مطالعہ کریں تاکہ ان کی معرفت حاصل ہو۔

﴿ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ : اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ہم نے

1 ......فرقان: ٢٣.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب النیة والاخلاص والصدق، ٥/٨٦.

3 ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ سے احیاء العلوم (مترجم) کی جلد 04 اور جلد 05 ہدیۃً حاصل کر کے مطالعہ فرمائیں۔

یہ جانور تمہارے قابو میں دیدیئے تاکہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت معلوم ہو کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دیدیا جنہیں لوگوں کے قابو میں دینے پر اس کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں اور اس بات پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ان جانوروں کو مُسَخَّر کرنے اور ان کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کے طریقے کی ہدایت دی اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کو اعمال مقبول ہونے کی خوشخبری اور جنت کی بشارت دے دیں جو نیک کام کرنے میں مخلص ہیں۔ (1)

حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور ایک حاجی

یہاں حج سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ کی طرف نکلا تو راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا، جس کا معمول یہ تھا کہ رات کے وقت اپنے چہرے کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا: اے وہ ذات! جو نیکیوں سے راضی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہ اسے کوئی نقصان نہیں دیتے، مجھے ان اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو جائے اور میرے ان اعمال کو بخش دے جن سے تیرا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ پھر جب لوگوں نے اِحرام باندھا اور تَلْبِیَہ پڑھا تو میں نے اس نوجوان سے کہا: تم تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے عرض کی: یا شیخ! پچھلے گناہوں اور لکھ دیئے گئے جرموں کے مقابلے میں تلبیہ کافی نہیں، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں لبیک کہوں اور مجھ سے یہ کہہ دیا جائے کہ تیری حاضری قبول نہیں، تیرے لئے کوئی سعادت نہیں، میں نہ تیرا کلام سنوں گا اور نہ تیری طرف نظرِ رحمت فرماؤں گا۔ پھر وہ نوجوان چلا گیا اور اس کے بعد میں نے اسے منیٰ میں ہی دیکھا اور اس وقت وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے بخش دے، بے شک لوگوں نے قربانیاں کرلیں اور تیری بارگاہ میں نذرانہ پیش کردیا اور میرے پاس میری جان کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جسے میں تیری بارگاہ میں نذر کروں تو تو میری طرف سے میری جان قبول فرمالے۔ پھر اس نوجوان نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح قَفَسِ عُنْصُری سے پرواز کرگئی۔ (2)

اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۠ (۳۸)

الرّبع ۵ ع ۱۲

---

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۷، ۶/۳۶.

2 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۷، ۶/۳۶-۳۷.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ بلائیں ٹالتا ہے مسلمانوں کی بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہر بڑے دغاباز ناشکرے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر بڑے بددیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک اللہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔﴾ مشرکوں نے حُدَیْبِیَہ کے سال سیّدُالمرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ مکہ مکرمہ میں موجود تھے انہیں وہ طرح طرح کی اَذِیَّتیں اور تکلیفیں دیا کرتے تھے، چنانچہ حج کے لَوازمات اور مَناسِک بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر آنے والی بلائیں ان سے دور کردے گا اور مشرکوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ خاص ہے لیکن اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، اس لئے مسلمان اگرچہ بلاؤں اور مصیبتوں وغیرہ سے آزمائے جائیں بالآخر عزت، نصرت اور بڑی کامیابی مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔[2] خیال رہے کہ نیک اعمال کی برکت سے یا محبوب بندوں کے طفیل اور بارہا محض اپنے کرم سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی مسلمانوں سے بلائیں ٹالتا ہے اور آخرت میں بھی ٹالے گا، جیسا کہ قرآنی آیات اور صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ: بیشک اللہ ہر بڑے بددیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار کو پسند نہیں فرماتا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کر کے ان کی خیانت اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس عمل پر سزا دے گا۔[3]

1 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ۳۸، ۶/۳۴۶.

2 ......صاوی، الحج، تحت الآیۃ: ۳۸، ۴/۱۳۴۰-۱۳۴۱.

3 ......جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ۳۸، ص۲۸۲، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۳۱۰، ملتقطاً.

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُۙﰳ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بیشک اللّٰہ اُن کی مدد کرنے پرضرور قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پرظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللّٰہ ان کی مدد کرنے پرضرور قادر ہے۔

﴿ **اُذِنَ:** اجازت دیدی گئی ہے۔﴾ **شانِ نزول:** کفارِ مکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے اور کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزانہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہِ اقدس میں پہنچتی تھیں اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں کفار کے ظلم وستم کی فریادیں کیا کرتے اور آپ یہ فرما دیا کرتے کہ ’’صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کی طرف سے جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللّٰہ تعالٰی اِن مسلمانوں کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔(1)

الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُؕ
وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٣٩، ٦/٣٨.

وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًاؕ-وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ(۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بیشک اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ: وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا۔﴾ یعنی ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی جنہیں ان کے گھروں سے صرف اتنی بات پر ناحق نکال دیا گیا اور بے وطن کیا گیا کہ انہوں نے کہا ’’ہمارا رب صرف اللہ ہے‘‘ حالانکہ یہ کلام حق ہے اور حق پر گھروں سے نکالنا اور بے وطن کرنا قطعی طور پر ناحق ہے۔ (1)

﴿وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ : اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا۔﴾ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جہاد کی اجازت دے کر اور حدود قائم فرما کر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرکین غالب آجاتے اور کوئی دین وملت والا ان کی سرکشی سے نہ بچ پاتا اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں یہودیوں کے کلیساؤں، حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں راہبوں کی

(1) ……جلالین، الحج، تحت الآیة: ٤٠، ص٢٨٣، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٤٠، ٦/٣٩، ملتقطاً.

عبادت گاہوں، عیسائیوں کے گرجوں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں مسلمانوں کی ان مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللّٰہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گزشتہ زمانہ میں جہاد نہ ہوئے ہوتے تو نہ یہودیوں کے عبادت خانے محفوظ رہتے اور نہ عیسائیوں کے گرجے۔ ہر زمانے میں جہاد کی ایک برکت یہ ہوئی کہ لوگوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہوگئیں، لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اب ہمارے زمانے میں گرجوں وغیرہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا اس اعتبار سے کوئی احترام نہیں کہ وہ کوئی مقدس جگہیں ہیں، صرف یہ ہے کہ اسلامی ملک میں غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت ہے اور ہم انہیں اس معاملے میں چھیڑیں گے نہیں اور نہ ہی مسلمانوں کو حق ہوگا کہ بلاوجہ دوسروں کے عبادت خانے گرائیں۔ ہمیں ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ ہم کافروں کو اور ان کے دین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور اسلام کا پیغام ان کی عبادت گاہیں گرا کر نہیں بلکہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے دیں۔

﴿وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ : اور بیشک اللّٰہ تعالٰی اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرے گا اللّٰہ تعالٰی اس کی ضرور مدد فرمائے گا، چنانچہ اللّٰہ تعالٰی نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور مہاجرین و انصار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو عرب کے سرکش کافر سرداروں پر غلبہ عطا فرمایا، پھر ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر پر غلبہ عنایت کیا اور ان کی سرزمین اور شہروں کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔ (2)

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٠، ص٧٤١، خازن، الحج، تحت الآية: ٤٠، ٣/٣١٠-٣١١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٠، ٦/٤٠.

برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے قبضے میں سب کاموں کا انجام ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں تو ان کی سیرت ایسی پاکیزہ ہوگی کہ وہ میری تعظیم کے لئے نماز قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔[1]

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تَصَرُّف عطا فرمانے کے بعد (بھی) ان کی سیرتیں بڑی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے۔ اس میں خلفاءِ راشدین کے عدل و انصاف اور ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کی دلیل ہے جنہیں اللہ تعالٰی نے اِقتدار اور حکومت عطا فرمائی اور عادلانہ سیرت عطا کی۔[2]

خلفاء راشدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی پاکیزہ سیرت کی جھلک

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں چار صحابۂ کرام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مقابلے میں خاص قرب اور مقام حاصل تھا اور یہ چار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سیرت و عمل اور پاکیزہ کردار کے لحاظ سے بقیہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر فوقیت رکھتے تھے اور ان کی عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری اور عدل و انصاف بے مثل حیثیت رکھتے تھے، پھر جب سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ظاہری وصال ہوا تو بِالتَّرتیب ان چار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے مسلمانوں کی امامت و خلافت

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤١، ٤١/٦.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤١، ص٧٤٢.

کی ذمہ داری کو سنبھالا، ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ ان کے دورِ خلافت میں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو زمین پر غلبہ و اِقتدار عطا فرمایا اور مسلمانوں نے اللہ تعالٰی کے فضل و کرم اور اس کی مدد و نصرت سے روم اور ایران جیسی اپنے وقت کی سپر پاور ز کو قدموں تلے روند کر رکھ دیا، عراق اور مصر پر قبضہ کر لیا اور افریقی ممالک میں بھی دینِ اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اتنا عظیم اِقتدار اور اتنی بڑی سلطنت رکھنے کے باوجود ان صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت پہلے کی طرح پاکیزہ رہی بلکہ اس کی پاکیزگی اور طہارت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خلافت ملنے کے بعد بھی انہوں نے اللہ تعالٰی کے فرائض کو پابندی سے ادا کیا، نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے باقاعدہ نظام بنائے، لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو بڑی خوبی سے ادا کیا، الغرض ان کی پاکیزہ سیرت کا حال یہ ہے کہ ان کے تقویٰ و پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی، اللہ تعالٰی کے خوف سے گریہ وزاری، عاجزی و اِنکساری، حلم و بُردباری، شفقت و رحم دلی، جرأت و بہادری، امت کی خیر خواہی، غیرتِ ایمانی اور عدل و انصاف کے اتنے واقعات ہیں جنہیں جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھر جائیں۔ اللہ تعالٰی ان عظیم ہستیوں کے صدقے آج کے مسلم حکمرانوں کو بھی عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اسلام کے زرّیں اصولوں کے مطابق حکومت کا نظام چلانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی دینِ اسلام پر استقامت

اس آیت میں دی گئی خبر سے معلوم ہوا کہ جب ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو زمین میں اقتدار ملے گا تو اس کے بعد بھی وہ اسی دین پر قائم ہوں گے جسے انہوں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لا کر اختیار کیا تھا، لہٰذا قرآن مجید کی اس سچی خبر کے مطابق حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو اس وقت صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ **مَعَاذَاللّٰہ** مُرتد نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ دینِ اسلام پر ہی مضبوطی سے قائم تھے اور انہوں نے اسلام کے اصول و قوانین پر ہی عمل کیا اور ہر جگہ انہی اصولوں کو نافذ کیا، اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت کر کے **مَعَاذَاللّٰہ** سب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مُرتد ہو گئے تھے۔ اللہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے جھٹلا چکی ہے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود تکذیب کر چکے ہیں۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟

﴿وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ: اوراگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں پچھلی کافر قوموں کا اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ طرزِ عمل بیان کر کے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس دل کو تسلی دی گئی ہے، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کی طرف سے آنے والی اَذِیّتوں پر صبر کریں، کفار کا یہ پرانا طریقہ ہے اور پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی ان کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم یعنی عاد، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم یعنی ثمود، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اپنے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کر چکے ہیں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی جھٹلایا گیا ہے، تو

میں نے ان کافروں کو ڈھیل دی اور ان کے عذاب میں تاخیر کی اور انہیں مہلت دی، پھر میں نے انہیں پکڑا اور مختلف عذابوں سے ان کے کفر وسرکشی کی سزا دی تو ان پر میرا عذاب کیسا ہولناک اور دردناک ہوا! اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے انجام کے بارے میں سوچیں اور پچھلوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی بہت خوفناک ہوگا۔ (1)

﴿وَ كُذِّبَ مُوْسٰى: اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔﴾ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ فرعون کی قوم قبطیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کی تھی۔ (2)

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے کھپا دیں کہ وہ ستم گار تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں پر ڈھئی پڑی ہیں اور کتنے کنوئیں بیکار پڑے اور کتنے محل گچ کئے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا اور وہ ظالم تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہوئے اور کتنے بلند و بالا مضبوط محل (ہم نے برباد کردیئے)۔

﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا: اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے برباد کردیا اور ان میں رہنے والے لوگوں کو ہلاک کردیا کیونکہ ان بستیوں میں رہنے والے کافر تھے، تو اب وہ بستیاں اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہیں کہ ان سے کوئی پانی بھرنے والا نہیں اور کتنے بلند و بالا محل

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۴۲-۴۴، ص۷۴۲، روح البيان، الحج، تحت الآية: ۴۲-۴۴، ۶/۴۲، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۴۴، ص۷۴۲.

خالی اور ویران پڑے ہیں کیونکہ ان میں رہنے والے مر چکے ہیں۔ (1)

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَاۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں جن سے سمجھیں یا کان ہوں جن سے سُنیں تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں جن سے یہ سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں پس بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ : تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کو زمین میں سفر کرنے پر ابھارا گیا تا کہ وہ کفر کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کے مقامات دیکھیں اور ان کے آثار کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کریں، چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا کفارِ مکہ نے زمین میں سفر نہیں کیا تا کہ وہ سابقہ قوموں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور ان کے پاس ایسے دل ہوں جن سے یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن قوموں کا کیا انجام ہوا اور اس سے عبرت حاصل کریں یا ان کے پاس ایسے کان ہوں جن سے پچھلی امتوں کے حالات، ان کا ہلاک ہونا اور ان کی بستیوں کی ویرانی کے بارے میں سنیں تا کہ اس سے عبرت حاصل ہو۔ پس بیشک کفار کی ظاہری حِس باطل نہیں ہوئی اور وہ ان آنکھوں سے دیکھنے کی چیزیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ان دلوں کے اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں اور دلوں ہی کا اندھا ہونا غضب ہے اور اسی وجہ سے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے۔ (2)

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٥، ص٧٤٢، جلالين، الحج، تحت الآية: ٤٥، ص٢٨٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٦، ص٧٤٢-٧٤٣، خازن، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٣/٣١١-٣١٢، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٤٦، ٨/٢٣٣-٢٣٤، ملتقطاً.

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان مقامات کو دیکھنا جہاں اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے اور ان قوموں کے بارے میں سننا جن پر اللّٰہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا ہے، عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے اور اس دیکھنے اور سننے سے فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جاسکتا ہے جب دل سے غور وفکر کرتے ہوئے ان چیزوں کو دیکھا اور ان کے بارے میں سنا جائے اور جو شخص عذاب والی جگہوں کا مشاہدہ تو کرے اور عذاب یافتہ قوموں کے بارے میں سنے، پھر ان کے حالات وانجام میں غور وفکر نہ کرے تو وہ عبرت ونصیحت حاصل نہیں کر پاتا، لہٰذا جب بھی کسی ایسی جگہ سے گزر ہو جہاں اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا یا عذاب میں مبتلا ہونے والی قوم کے واقعات سنیں تو اس وقت دل سے ان پر غور وفکر ضرور کریں تاکہ دل میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور ڈر پیدا ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے اور اس کی اطاعت گزاری کرنے میں مدد ملے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

اور ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''نصیحت کے ساتھ اپنے دل کو زندہ رکھو، غور وفکر کے ساتھ دل کو منور کرو، زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نفس کو مارو، یقین کے ساتھ اس کو مضبوط کرو، موت کی یاد سے دل کو ذلیل کرو، فنا ہونے کے یقین سے اس کو صبر کرنے والا بناؤ، زمانے کی مصیبتیں دکھا کر اس کو خوفزدہ کرو، دن اور رات کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے سے اس کو بیدار رکھو، گزشتہ لوگوں کے واقعات سے اسے عبرت دلاؤ، پہلے لوگوں کے قصے سنا کر اسے ڈراؤ، ان کے شہروں اور ان کے حالات میں اس کو غور وفکر کرنے کا عادی بناؤ اور دیکھو کہ بدکاروں اور گناہ گاروں کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا اور وہ کس طرح الٹ پلٹ کر دیئے گئے۔ (2)

دل کے اندھے پن کا نقصان

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا دل بصیرت کی نظر سے اندھا ہو وہ تمام ظاہری اَسباب ہونے کے

1 ......ق:٣٧.

2 ......ابن کثیر، الحج، تحت الآیۃ: ٤٦، ٥/٣٨٤-٣٨٥.

باوجود دین کا راستہ پانے اور حق وہدایت کی راہ چلنے سے محروم رہتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جراد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اندھا وہ نہیں جو ظاہری آنکھوں سے محروم ہے بلکہ اندھا وہ ہے جو بصیرت سے محروم ہے۔ (1)

اور حضرت سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس شخص کا دل بصیرت سے روشن ہو وہ نفسانی خواہشات اور شہوتوں پر غالب رہتا ہے اور جب وہ دل کی بصیرت سے اندھا ہو جائے تو اس پر شہوت غالب آجاتی ہے اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اس کا بدن گناہوں میں گم ہو جاتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی حق کے سامنے گردن نہیں جھکاتا۔ (2) اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی بصیرت عطا فرمائے اور دل کی بصیرت سے اندھا ہونے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے۔

﴿وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ مکہ جیسے نضر بن حارث وغیرہ مذاق اڑانے کے طور پر آپ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور وعدے کے مطابق ضرور عذاب نازل فرمائے گا چنانچہ یہ

1 ……نوادر الاصول، الاصل التاسع والثلاثون، ١/١٥٧، الحدیث: ٢٤٠.

2 ……روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٤٦، ٦/٤٥.

وعدہ بدر میں پورا ہوا اور مذاق اڑانے والے کفار ذلت کی موت مارے گئے۔ (1)

﴿وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ: بیشک تمہارے رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں عذاب کا ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے، تو یہ کفار کیا سمجھ کر جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ (2)

یاد رہے کہ اس آیت اور سورۂ سجدہ کی آیت نمبر 5 میں یہ بیان ہوا کہ قیامت کا دن لوگوں کی گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور سورۂ معارج کی آیت نمبر 4 میں یہ بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ ان میں مطابقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار کو جن سختیوں اور ہولناکیوں کا سامنا ہوگا ان کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن ایک ہزار سال کے برابر لگے گا اور بعض کفار کو پچاس ہزار سال کے برابر لگے گا۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۴۸﴾ ع

ع ۱۲ ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی بستیاں کہ ہم نے ان کو ڈھیل دی اس حال پر کہ وہ ستمگار تھیں پھر میں نے انہیں پکڑا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا: اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کثیر بستیاں ایسی ہیں جن میں رہنے والے لوگوں کو ظالم ہونے کے باوجود میں نے ڈھیل دی اور ان سے عذاب کو مُؤخَّر کیا، پھر میں نے مہلت ختم ہونے کے بعد انہیں پکڑ لیا اور دنیا میں ان پر عذاب نازل کیا، اور آخرت میں سب کو میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں ان کے اَعمال کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کروں گا۔ (3)

---

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٧، ٦/٤٦.

2 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٤٧، ص٧٤٣.

3 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٤٨، ٦/٤٧.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالم شخص کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور فوری طور پر اس کی گرفت نہیں فرماتا حتّٰی کہ وہ یہ گمان کرنے لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت نہیں فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کی وہاں سے پکڑ فرماتا ہے جہاں سے اسے وہم وگمان تک نہیں ہوتا اور اس وقت اپنے آپ کو ملامت کرنے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں رہتا تو ظالم کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے ظلم سے باز آجائے اور اس کی بارگاہ میں سچی توبہ کرکے جن پر ظلم کیا اور ان کے حقوق کو ضائع کیا ان سے معافی مانگ لے اور ان کے حقوق انہیں ادا کردے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تو یہی تمہارے لیے صریح ڈر سُنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرمادو! اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: تم فرمادو! اے لوگو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے مسلسل ڈراتے رہیں اور ان کی طرف سے مذاق اڑانے کے طور پر جلدی عذاب نازل کرنے کے مطالبات کی وجہ سے انہیں ڈرانا مَوقوف نہ فرمائیں اور ان سے فرمادیں کہ مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنانے کے لئے بھیجا گیا ہے اور تمہارا مذاق اڑانا مجھے اس سے نہیں روک سکتا۔[1]

اس میں ان تمام مسلمانوں کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو اسلام کے احکامات لوگوں تک پہنچانے کی

[1] ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۴۹، ۸/۲۳۴.

کوششوں میں مصروف ہیں اور نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو انجام دے رہے ہیں، انہیں چاہئے کہ ان کاموں کے دوران دل مضبوط رکھیں اور لوگوں کی طرف سے ہونے والی طعن و تشنیع اور طنز و مذاق کو خاطر میں نہ لائیں اور اس وجہ سے یہ کام چھوڑ نہ دیں بلکہ اپنے پیشِ نظر صرف اللّٰہ تعالٰی کی رضا کو رکھتے ہوئے ان کاموں کو جاری رکھیں، اور ایسے لوگوں کے لئے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں ہدایت کی دعا کرتے رہیں، اللّٰہ تعالٰی نے چاہا تو انہیں ہدایت مل جائے گی۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ اور وہ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں ہار جیت کے ارادہ سے وہ جہنمی ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں ہار جیت کے ارادے سے کوشش کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔

﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو جو لوگ ایمان لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی اور وہ لوگ جو اللّٰہ تعالٰی کی آیتوں کا رد کرنے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی ان آیات کو جادو کہتے ہیں، کبھی شعر اور کبھی پچھلوں کے قصے، اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ ان کا یہ مکر چل جائے گا، وہ جہنمی ہیں۔ (1)

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جو ضدی عالم جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے اور سند کے طور پر قرآن مجید کی آیات پیش کرے، وہ جہنمی ہے۔ اسی طرح مناظرہ محض اپنی جیت کے لئے کرنا جس میں حق کو ثابت کرنا اور دین کی

(1)......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۵۰-۵۱، ۸/۲۳۵، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۵۰-۵۱، ص۷۴۳، ملتقطاً.

خدمت مقصود نہ ہو، کافروں کا کام ہے جبکہ اظہارِ حق کے لئے مناظرہ کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۙ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے (ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ) جب اس نے (اللہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿**اِذَا تَمَنّٰۤى**: جب اس نے پڑھا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب ''سورۂ نجم'' نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسجدِ حرام میں آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے بہت آہستہ آہستہ اس کی تلاوت فرمائی تاکہ سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے، جب آپ نے آیت ''**وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى**'' پڑھ کر پہلے کی طرح وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا تو اس سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رنج ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔[1]

1 ......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۵۲، ۶/۴۹.

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کردے ان کے لیے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ستم گار دُھر کے جھگڑالو ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کردے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً: تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کردے۔﴾ یعنی شیطان کو لوگوں پر اپنی طرف سے کچھ ملا دینے پر قدرت دینا اس لئے ہے تاکہ اللّٰہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کلام کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کردے اور ابتلا و آزمائش بنادے جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے اور جن کے دل حق قبول کرنے سے سخت ہیں اور یہ مشرکین ہیں اور بیشک مشرکین و منافقین دونوں حق کے معاملے میں دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔[1]

چنانچہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو مشرکین منافقین شبہ میں پڑ گئے مگر مخلص مومنوں کو کوئی تَرَدُّد نہ ہوا۔

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں اس کے لیے ان کے دل اور بیشک اللّٰہ ایمان والوں کو سیدھی راہ چلانے والا ہے۔

---

[1]......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٥٣، ٦/٥٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تا کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کیلئے ان کے دل جھک جائیں اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور تا کہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں۔﴾ ارشاد فرمایا: شیطان کو قدرت دینا اس لئے ہے تا کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی آیات کا علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ اس قرآن شریف کا تمہارے رب کے پاس سے نازل ہونا حق ہے اور شیطان اس میں کسی طرح کا کوئی تَصَرُّف نہیں کرسکتا، تو وہ اس پر ایمان لانے میں ثابت قدم رہیں اور اس کیلئے ان کے دل جھک جائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دینی اُمور میں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔[1] مراد یہ ہے کہ شیطان کی یہ حرکت مومنوں کے ایمان کی قوت کا ذریعہ بن جاتی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ شیطان نے پچھلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی برتاوا کیا تھا اور رب عَزَّوَجَلَّ نے اس کے داؤ کو بیکار کردیا تھا۔ یہ حقانیتِ قرآن کی دلیل ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس کا پھل ان کے لیے کچھ اچھا نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہو۔

﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ: اور کافر اس سے ہمیشہ شک میں رہیں گے۔﴾ یعنی کافر قرآن سے یا

[1] ……روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٥٤، ٦/٥٠.

دینِ اسلام کے بارے میں ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے یا انہیں موت آجائے کیونکہ موت بھی قیامتِ صغریٰ ہے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہو۔ اس دن سے بدر کا دن مراد ہے جس میں کافروں کے لئے کچھ کشادگی اور راحت نہ تھی اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور ”اَلسَّاعَةُ“ سے قیامت آنے سے پہلے کی چیزیں مراد ہیں۔ (1)

آیت ”وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......اَزلی کافر کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں، وہ ہمیشہ شک میں گرفتار رہے گا۔

(2)......موت کے وقت، یا قیامت میں یا اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر کفار ایمان قبول کر لیتے ہیں مگر وہ ایمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک معتبر نہیں۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِؕ-یَحْكُمُ بَیْنَهُمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ(۵۶) وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۠(۵۷)

ع ۹ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: بادشاہی اس دن اللہ ہی کی ہے وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ چین کے باغوں میں ہیں۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔

---

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٥٥، ص ٧٤٥.

﴿ اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ: اس دن بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جس کا اصلاً کوئی شریک نہیں اور وہ بادشاہی اس طرح ہے کہ اس دن کوئی شخص سلطنت کا دعویٰ بھی نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ کا قانون نہ ہوگا ورنہ حقیقی بادشاہت تو آج بھی اس کی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کردے گا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔(1)

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر مارے گئے یا مرگئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ کی روزی سب سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر قتل کردیئے گئے یا خود مرگئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے۔﴾ شانِ نزول: بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہمارے جو اَصحاب شہید ہوگئے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہیں گے، لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور ہمیں شہادت کے بغیر موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس آیت

(1)……روح البيان، الحج، تحت الآية: ٥٦-٥٧، ٦/٥١، جلالين، الحج، تحت الآية: ٥٦-٥٧، ص٢٨٤، ملتقطاً.

میں فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اور اس کی رضا کے لئے عزیز واَقارب کو چھوڑ کر وطن سے نکلے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، پھر جنگ میں یا تو شہید کر دیئے گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آ گئی تو اللّٰہ تعالیٰ ضرور انہیں جنت کی اچھی روزی دے گا جو کبھی ختم نہ ہوگی اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے کیونکہ وہ بے حساب رزق دیتا ہے اور جو رزق وہ دیتا ہے اس پر اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں۔[1]

لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور انہیں ایسی جگہ لے جائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللّٰہ علم اور حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللّٰہ علم والا، حلم والا ہے۔

﴿لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ: وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں جن ہستیوں کے لئے جنت کی روزی کا بیان ہوا یہاں ان کی رہائش کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے، وہاں ان کی ہر مراد پوری ہوگی اور انہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہر ایک کے احوال کو جاننے والا اور قدرت کے باوجود دشمنوں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔[2]

راہِ خدا میں شہید ہونے والا اس راہ میں طبعی موت مرنے والے سے افضل ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت سے مجاہدین کے ساتھ نکلے، پھر اسے طبعی طور پر موت آ جائے تو اسے اور شہید دونوں کو جنت میں اچھا رزق دیا جائے گا، البتہ یہاں یہ بات یاد رہے کہ شہید کا مرتبہ طبعی موت مرنے والے سے بڑا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں:

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۵۸، ص ۷۴۵، خازن، الحج، تحت الآية: ۵۸، ۳/۳۱۵، جلالين، الحج، تحت الآية: ۵۸، ص ۲۸۴، روح البيان، الحج، تحت الآية: ۵۸، ۶/۵۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحج، تحت الآية: ۵۹، ۳/۳۱۵، روح البيان، الحج، تحت الآية: ۵۹، ۶/۵۲، ملتقطاً.

’’راہِ خدا میں شہید ہونے والا اور اس راہ میں طبعی موت مرنے والا رزق ملنے کا وعدہ کئے جانے میں برابر ہیں لیکن وعدے میں برابری اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ جو رزق انہیں عطا کیا جائے گا اس کی مقدار بھی برابر ہوگی، دیگر دلائل اور ظاہرِ شریعت سے یہ ثابت ہے کہ شہید (طبعی موت مرنے والے سے) افضل ہے۔ [1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: اس آیت میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مرنے والے، دونوں کے لئے ایک جیسا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے اور دین کی مدد کرنے نکلے ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں ’’راہِ خدا میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مرجانے والے دونوں حضرات کو اچھی روزی ملے گی لیکن اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے اور طبعی موت مرنے والے کا اجر ہر اعتبار سے برابر ہے بلکہ ان دونوں کے حال میں فرق ہونے کی بنا پر انہیں ملنے والی اچھی روزی میں بھی فرق ہوگا کیونکہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے کو طبعی موت مرنے والے پر فضیلت حاصل ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم پہنچے اور اس کا خون بہا (جبکہ طبعی موت مرنے والے کو یہ تکلیفیں برداشت نہیں کرنی پڑیں۔) نیز شہید کے طبعی موت مرنے والے سے افضل ہونے پر کثیر دلائل موجود ہیں جن میں سے پانچ درج ذیل ہیں۔

(1)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: کون سا جہاد (یعنی مجاہد) افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’جس کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی کر دیا جائے۔ [2]

(2)...... راہِ خدا میں شہید ہونے والا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے خون سے مشک کی خوشبو آ رہی ہو گی۔ [3] جبکہ راہِ خدا میں طبعی موت مرنے والے کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

(3)...... شہید ہونے والا شہادت کی فضیلت دیکھ لینے کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹا دیا جائے تا کہ اسے دوبارہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ [4] لیکن طبعی موت مرنے والا ایسی تمنا نہ کرے گا۔

(4)...... راہِ خدا میں شہید ہونے سے (مخصوص گناہوں کے علاوہ) تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ [5] اور طبعی موت

---

1 ......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ۵۸، ۶/۳۵۴، ملخصًا.

2 ......ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب القتال فی سبیل اللّٰہ، ۳/۳۵۸، الحدیث: ۲۷۹۴.

3 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ عزّ وجلّ، ۲/۲۵۴، الحدیث: ۲۸۰۳.

4 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحور العین وصفتہنّ... الخ، ۲/۲۵۲، الحدیث: ۲۷۹۵.

5 ......ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی ثواب الشہید، ۳/۲۴۰، الحدیث: ۱۶۴۸.

مرنے والے کے لئے ایسی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی۔

(5)......راہِ خدا میں شہید ہونے والے کو غسل نہیں دیا جاتا جبکہ راہِ خدا میں طبعی موت مرنے والے کو غسل دیا جاتا ہے۔[1]

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بات یہ ہے اور جو بدلہ لے جیسی تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللہ** اس کی مدد فرمائے گا بیشک **اللہ** معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بات یونہی ہے اور جو کسی کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر (بھی) اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللہ** اس کی مدد فرمائے گا، بیشک **اللہ** معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ عَاقَبَ: اور جو سزا دے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا اجر وثواب بیان کیا گیا جنہوں نے ہجرت کی اور **اللہ** تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آ گئی اور اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو مسلمانوں پر زیادتی کرے گا اس کے خلاف **اللہ** تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرماتا رہے گا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان کسی ظالم کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی اور بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے، پھر بھی اس مسلمان پر زیادتی کی جائے تو بیشک **اللہ** تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا،، بیشک **اللہ** تعالیٰ مسلمانوں کو معاف کرنے والا اور ان کی بخشش فرمانے والا ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو محرم کے مہینے کی آخری تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے مبارک مہینے کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا، مگر مشرک نہ مانے اور انہوں نے لڑائی شروع کر دی، مسلمان ان کے مقابلے میں ثابت قدم رہے اور **اللہ** تعالیٰ نے مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرمائی۔[2]

1......روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٥٩، ٦/٥٢-٥٣، ملخصاً.

2......البحر المحیط، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٦/٣٥٤، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٦/٥٣، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ٦٠، ٣/٣١٥، ملتقطاً.

ظلم کے مطابق سزا دینا عدل و انصاف اور معاف کر دینا بہتر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنا ظلم کرے اسے اتنی ہی سزا دینا عدل و انصاف ہے، لیکن ممکنہ صورت میں بدلہ لینے کی بجائے ظالم کو معاف کر دینا بہر حال بہتر اور افضل ہے کیونکہ معاف کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں۔ گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب لوگ حساب کے لئے ٹھہرے ہوں گے تو اس وقت ایک مُنادی یہ اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر دوسری بار اعلان کرے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر

1 ......بقرہ:۱۹۴۔

2 ......شوریٰ:۴۰-۴۳۔

ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ مُنادی کہے گا: ان کا جو لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری بار مُنادی اعلان کرے گا: جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (1)

بدلہ لینے سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر فرماتے اور ان کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ لینے کی بجائے معاف کر دیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابو عبداللہ جدلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ مبارکہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ''حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طبعی طور پر فحش باتیں کرنے والے نہ تھے اور نہ ہی تکلّف کے ساتھ فحش کہنے والے تھے اور آپ بازاروں میں شور کرنے والے بھی نہ تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا کرتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی معاملے میں اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا خواہ آپ کو کیسی ہی تکلیف دی گئی ہو، ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے (ان کا) انتقام لیا کرتے تھے۔ (3)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو لاتا ہے رات کے حصہ میں

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۵۴۲، الحدیث: ۱۹۹۸.

2 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی خلق النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ۳/۴۰۹، الحدیث: ۲۰۲۳.

3 ......بخاری، کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة، باب کم التعزیر والادب، ۴/۳۵۲، الحدیث: ۶۸۵۳.

اوراس لیے کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے اللہ رات کو دن کے حصے میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ سننے والا ، دیکھنے والا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ: یہ اس لیے ہے اللہ رات کو دن کے حصے میں داخل کر دیتا ہے۔﴾ یعنی مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں اس سے ظاہر ہیں کہ وہ کبھی دن کو بڑھاتا، رات کو کم کر دیتا ہے اور کبھی رات کو بڑھاتا، دن کو کم کر دیتا ہے، اس کے سوا کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا تو جو ایسا قدرت والا ہے وہ جس کی چاہے مدد فرمائے اور جسے چاہے غالب کرے۔ نیز مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللہ تعالٰی سب کی باتیں سننے والا اور سب کے اعمال دیکھنے والا ہے، اس سے نہ کسی کی کوئی بات پوشیدہ ہے اور نہ کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا ہے۔ (1)

کفار کے غلبے سے دل تنگ نہیں ہونا چاہئے

اس آیت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جیسے کبھی دن بڑے کبھی راتیں ایسے ہی کبھی کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی مومنوں کا تسلط۔ لہٰذا کافروں کا غلبہ دیکھ کر مسلمانوں کو دل تنگ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے اَقوال، اَعمال اور اَفعال کی اصلاح کرنے میں مشغول ہونا چاہیے تا کہ اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کو کفار پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ اللہ ہی بلندی بڑائی والا ہے۔

1 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ۶۱، ص۷۴۶، طبرى، الحج، تحت الآية: ۶۱، ۱۸۳/۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ اللّٰہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ: یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے۔﴾ یعنی یہ مدد فرمانا اس لیے بھی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی حق والا ہے تو اس کا دین حق ہے اور اس کی عبادت کرنا بھی حق ہے اور مسلمانوں سے چونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا سچا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا یہ اللّٰہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق ہیں اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہیں اور وہ عبادت کئے جانے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور یہ مدد فرمانا اس لیے بھی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے، اس کی کوئی شبیہ نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی مِثْل ہے اور وہ کافروں کی منسوب کردہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہی عظمت و جلال اور بڑائی والا ہے۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً٘ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۚ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۠﴿۶۴﴾

ع ٨ / ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو صبح کو زمین ہریالی ہوگئی بیشک اللّٰہ پاک خبردار ہے۔ اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللّٰہ ہی بے نیاز سب خوبیوں سراہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہوجاتی ہے بیشک اللّٰہ بڑا مہربان، خبردار ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بیشک اللّٰہ ہی بے نیاز، تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

1 ......تفسیر قرطبی، الحج، تحت الآیۃ: ٦٢، ٦/٦٩-٧٠، الجزء الثانی عشر.

﴾ اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴿ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی دن اور رات کو کم زیادہ کرنا ذکر کی گئی اور اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مزید دلائل ذکر کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ خشک زمین پر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا پانی نازل فرماتا ہے تو وہ نباتات سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین سے نباتات نکال کر اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں آتا ہے اس سے خبردار ہے۔ [1]

﴾ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا حقیقی مالک وہی ہے اور اس ملکیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے بے نیاز اور اپنے اَفعال و صِفات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ [2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖؕ وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بیشک اللہ آدمیوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بیشک اللہ لوگوں

---

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ٦٣، ٨/٢٤٦، جلالین، الحج، تحت الآیة: ٦٣، ص٢٨٥، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الحج، تحت الآیة: ٦٤، ص٢٨٥، روح البیان، الحج، تحت الآیة: ٦٤، ٦/٥٦، ملتقطاً.

پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنے ان احسانات کا ذکر فرما رہا ہے جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائے ہیں، چنانچہ آیت کے اس حصے میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ زمین میں ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کر دیا، جیسے پتھر جیسی سخت ترین، لوہے جیسی انتہائی وزنی اور آگ جیسی انتہائی گرم چیز کو تمہارے اختیار میں دے دیا اور جانوروں کو بھی تمہارے لئے مُسَخَّر کر دیا تا کہ تم ان کا گوشت کھا سکو، ان پر سامان وغیرہ لاد سکو، ان پر سواری کر سکو اور ان سے دیگر کام لے سکو۔[1]

ان سب چیزوں کا عملی مشاہدہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں کرتے رہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے اونٹ جیسے قوی ہیکل اور گائے جیسے طاقتور جانور کو اس طرح لے کر جا رہے ہوتے ہیں جیسے وہ بچوں کا کوئی کھلونا ہو۔

﴿ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ: اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں دوسرے احسان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ کشتی جو دریا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں دے دیا اور تمہاری خاطر کشتی چلانے کے لئے ہوا اور پانی کو مُسَخَّر کر دیا۔[2]

﴿ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ: اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے۔﴾ یہاں تیسرے احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان کو روکے ہوئے ہے تا کہ وہ زمین پر گر نہ پڑے اور اس نے لوگوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں البتہ جب قیامت قائم ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان گر جائے گا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے کہ اس نے ان کے لئے دین و دنیا کی مَنفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کے نقصانوں سے انہیں محفوظ کیا۔[3]

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

❶ ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٦٥، ٢٤٧/٨.

❷ ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٦٥، ٢٤٧/٨.

❸ ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ٦٥، ٢٤٨/٨، بیضاوی، الحج، تحت الآیۃ: ٦٥، ١٣٩/٤، خازن، الحج، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣١٦/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارا معبود وہی ہے جس نے تمہاری ماؤں کے رحموں میں بے جان نطفے سے پیدا فرما کر تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہاری عمریں پوری ہونے پر وہ تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن ثواب اور عذاب کے لئے تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالٰی کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی عبادت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان مخلوق کی پوجا کرتا ہے۔ (1)

ہر انسان پر شکرِ الٰہی لازم ہے

یہاں آیت میں بڑے ناشکرے انسان سے کافر مراد ہے، البتہ عمومی طور پر دیکھا جائے تو اللہ تعالٰی نے ہر انسان کو یہ عزت، عظمت اور شان عطا فرمائی ہے کہ پہلے اسے جمادات کے عالَم سے نباتات کے عالَم کی طرف منتقل کیا، پھر اسے جانداروں کے عالَم کی طرف منتقل کیا، پھر اسے بولنے اور کلام کرنے کی صلاحیت سے نوازا اور اسے ظاہری و معنوی نعمتیں عطا کیں اور تمام موجود چیزوں کو اس کا خادم بنایا، اس لئے ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی نعمتوں کو اس کی پسند اور رضا کے کاموں میں استعمال کر کے اُس کے لطف و کرم اور بے پناہ انعامات کا شکر ادا کرے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دیے کہ وہ ان پر چلے تو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ

---

1 ......خازن، الحج، تحت الآية:٦٦، ٣١٦/٣، مدارك، الحج، تحت الآية: ٦٦، ص٧٤٧، جلالين، الحج، تحت الآية: ٦٦، ص٢٨٥، ملتقطاً.

میں جھگڑا نہ کریں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر امت کے لیے ہم نے ایک شریعت بنادی جس پر انہیں عمل کرنا ہے تو ہر گز وہ تم سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اور تم اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ: ہر امت کے لیے ہم نے ایک شریعت بنادی۔﴾ یعنی سابقہ دین وملت والوں میں سے ہر امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص شریعت بنائی تاکہ وہ عبادات اور دیگر معاملات میں اپنے اپنے شرعی قوانین پر عمل کریں، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے زمانے میں موجود دیگر ملتوں والے ہر گز آپ سے دین کے معاملے میں یہ گمان کر کے جھگڑا نہ کریں کہ اِن لوگوں کی بھی شریعت وہی ہے جو اِن کے آباؤ اَجداد کی تھی، وہ شریعتیں منسوخ ہونے سے پہلے سابقہ لوگوں کی شریعتیں تھیں جبکہ اِس امت کی جداگانہ اور مستقل شریعت ہے اور اب قیامت تک ہر ایک کو اسی شریعت پر عمل کرنا ہے۔ اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ تمام لوگوں کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلائیں اور انہیں اُس پر ایمان لانے، اس کا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دیں، بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ (1)

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کوتک۔ اللہ تم میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کررہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کررہے ہو۔ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں تم اختلاف کررہے ہو۔

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٦٧، ٦/٥٨.

﴿وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ: اور اگر وہ تم سے جھگڑیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر حق ظاہر ہونے اور حجت لازم ہونے کے بعد بھی وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے وعید کے طور پر فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان باطل کاموں کو خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو اور وہ تمہیں یہ کام کرنے کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو، تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا ہے۔[1]

ہر باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے اور یہ بات اس واقعے سے مزید مضبوط ہو جاتی ہے کہ جب شیطان نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے پر دلائل پیش کئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دلائل کا جواب نہ دیا بلکہ اس سے فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جنت سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تَعَصُّب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے تو اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو بلکہ اس کی تمام باتوں کے جواب میں صرف وہ بات کہہ دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سکھائی ہے۔[3]

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب ایک کتاب میں

1 ......روح البيان، الحج، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٦/٥٨، تفسير كبير، الحج، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٨/٢٤٩، ملتقطاً.
2 ......حجر: ٣٤.
3 ......قرطبی، الحج، تحت الآية: ٦٩، ٦/٧٢، الجزء الثانی عشر.

ہے بیشک یہ اللہ پرآسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ: کیا تجھے معلوم نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے بندے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ان چیزوں میں کفار کی باتیں اور ان کے اعمال بھی داخل ہیں، بیشک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور بیشک ان سب چیزوں کا علم اور تمام موجودات کو لوحِ محفوظ میں ثبت فرمانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[1]

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جن کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو جن کا خود انہیں کچھ علم نہیں اور ستم گاروں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مشرک) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری اور جن کا خود انہیں بھی کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفار کی جہالت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس اپنے اس فعل کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی بلکہ محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو کسی طرح بھی پوجے جانے کے

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۷۰، ۸/۲۵۰، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۷۰، ۶/۵۸، ملتقطاً.

مستحق نہیں اسے پوجتے ہیں، یہ شدید ظلم ہے اور جو شرک کرکے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کے اُس عذاب سے بچا سکے جس کا یہ شرک کرنے کی وجہ سے مستحق ہوا۔ (1)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْؕ اَلنَّارُؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾

ع ٩ ٨ ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں تم فرمادو کیا میں تمہیں بتادوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے کافروں کو اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تم کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھو گے۔ قریب ہے کہ انہیں لپٹ جائیں جو اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں۔ تم فرمادو: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اِس سے زیادہ ناپسند ہے؟ وہ آگ ہے۔ اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جہالت کے ساتھ ساتھ کافروں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور قرآنِ کریم انہیں سنایا جاتا ہے جس میں اَحکام کا بیان اور حلال وحرام کی تفصیل ہے تو تمہیں کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار واضح طور پر نظر آئیں گے اور غیظ وغضب سے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں لپٹ جانے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں: کیا میں

(1) ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٧١، ص٧٤٨، روح البيان، الحج، تحت الآية: ٧١، ٦/٥٩، ملتقطاً.

تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اُس غیظ اور ناگواری سے بھی زیادہ ناپسند ہے جو قرآنِ پاک سن کر تم میں پیدا ہوتی ہے۔؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ (1)

دل کا آئینہ اور مومن کی علامت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ چہرہ دل کا آئینہ ہے کیونکہ دل کے آثار چہرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف سن کر چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہونا مومن ہونے کی علامت ہے اور حمد و نعت سن کر منہ بگاڑنا کفار کا طریقہ ہے۔

جنت اور جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال

یاد رہے کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنا افضل ترین نعمت اور اعلیٰ ترین عمل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بندے کو ابدی سعادت حاصل ہوگی اور بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے جنت کی عمدہ ترین نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا جبکہ توحید و رسالت کا انکار کرنا اور کفر و شرک کا اِرتکاب کرنا ایسے بدترین اعمال ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ ہمیشہ کے لئے بدبخت بن جاتا ہے اور اسے جہنم کے انتہائی دردناک عذابات میں مبتلا ہونا پڑے گا، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ ان تمام اَقوال، اَفعال اور اَعمال سے بچے جو کفر و شرک اور توحید و رسالت کے انکار کی طرف لے جاتے ہیں اور اسے چاہئے کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والوں کی صحبت اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرے، اسلام کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرے اور منع کردہ کاموں سے بچے، نیز گمراہوں اور بد مذہبوں کی صحبت سے دور بھاگے اور انہیں خود سے دور رکھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان سے بغض رکھے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۷۲، ۸/ ۲۵۰-۲۵۱، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۷۲، ۶/ ۵۹-۶۰، ملتقطاً۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی بیشک اللہ قوت والا غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں گے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا۔ انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے، بیشک اللہ قوت والا، غلبے والا ہے۔

﴿**یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے۔**﴾ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ بتوں کی عبادت کرنے پر مشرکین کے پاس کوئی عقلی و نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ محض جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اور اس آیت میں ایک مثال کے ذریعے بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، تو اسے کان لگا کر سنو اور اس میں خوب غور کرو، وہ مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، ان کے عاجز اور بے قدرت ہونے کا یہ حال ہے کہ وہ ہرگز ایک انتہائی چھوٹی سی چیز مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ سب مکھی پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو عقلمند انسان کو یہ زیبا کب دیتا ہے کہ وہ ایسے عاجز اور بے قدرت کو معبود ٹھہرائے، ایسے کو پوجنا اور معبود قرار دینا کتنی انتہا درجے کی جہالت ہے! اور اگر مکھی ان سے وہ شہد و زعفران وغیرہ چھین کر لے جائے جو مشرکین بتوں کے منہ اور سروں پر ملتے ہیں اور ان پر مکھیاں بیٹھتی ہیں تو وہ بت مکھی سے شہد و زعفران چھڑا نہ سکیں گے تو ایسے بے بس کو خدا بنانا اور معبود ٹھہرانا کتنا عجیب اور عقل سے دور ہے۔[1]

﴿**ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ: کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا گیا۔**﴾ آیت کے اس حصے میں چاہنے والے

[1]......خازن، الحج، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۳۱۷، جلالین، الحج، تحت الآیۃ: ۷۳، ص۲۸۶، ملتقطاً۔

سے بت پرست اور چاہے ہوئے سے بت مراد ہے، یا چاہنے والے سے مکھی مراد ہے جو بت پر سے شہد وزعفران کی طالب ہے اور مطلوب سے بت مراد ہے، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ طالب سے بت مراد ہے اور مطلوب سے مکھی۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس کی اجازت سے عاجز و بے بس نہیں

یاد رہے کہ اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ سے نہیں ہے، یہ عاجز اور بے بس نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت اور قدرت سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حتّٰی کہ ان میں سے بعض کو مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت بھی عطا ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ فرمان خود قرآنِ پاک میں موجود ہے کہ

اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے اور اس میں ان کا عاجز اور بے بس ہونا بیان کیا گیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے اَنبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاء رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ پر چسپاں کرنا خارجیوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کا کام ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدتر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ ان آیات کو مومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ [3]

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ: انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے عاجز و بے بس اور مکھی سے بھی کمزور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے اور اس کی عظمت نہ پہچانی، حقیقی معبود وہی ہے جو کامل قدرت رکھے اور بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔ [4]

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٧٣، ٣/٣١٧.

2 ......ال عمران: ٤٩.

3 ......بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجّة علیهم، ٤/٣٨٠.

4 ......مدارك، الحج، تحت الآية: ٧٤، ص٧٤٩.

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌۚ(۷۵) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے۔﴾ گزشتہ آیات میں توحید کا بیان تھا اور اس آیت میں رسالت کا بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے رسالت کا منصب عطا فرما دیتا ہے۔ فرشتوں میں مثلاً حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام اور انسانوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے، وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔[1]

[illegible]

یہاں ایک اہم بات یاد رہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ان میں سے ہی بعض کو منصبِ رسالت کے لئے چن لینا اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد بھی لوگوں کو رسالت کے عظیم منصب کے لئے چنتا رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کیلئے جنہیں چننا تھا چن لیا اور جنہیں چن لیا وہ دائمی نبی اور رسول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر

1 ......خازن، الحج، تحت الآية: ٧٥، ٣/٣١٧-٣١٨، مدارك، الحج، تحت الآية: ٧٥، ص٧٤٩، ملتقطاً.

نبوت و رسالت کا منصب ختم فرما دیا ہے لہٰذا ان کی تشریف آوری کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ اختتام پذیر ہو گیا اور اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”بنی اسرائیل میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی ان کا خلیفہ ہوتا، (لیکن یاد رکھو!) میرے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے، ہاں عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔[2]

اور سنن ترمذی میں حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک رسالت و نبوت ختم ہوگئی، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی۔[3]

﴿**یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ**: وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا کے اُمور کو بھی جانتا ہے اور آخرت کے اُمور کو بھی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گزرے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے اور آئندہ کے احوال کا بھی علم رکھتا ہے۔[4]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ (السجدة)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

السجدة عند الامام الشافعي عليه رحمة الله الكافي

1 ......احزاب: ٤٠.
2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ٢/٤٦١، الحدیث: ٣٤٥٥.
3 ......ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذھبت النبوّة... الخ، ٤/١٢١، الحدیث: ٢٢٧٩.
4 ......مدارك، الحج، تحت الآیة: ٧٦، ص٧٤٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پا جاؤ۔

﴿ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔** ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو 3 اَحکام دیئے ہیں،

(1)......نماز پڑھو۔ کیونکہ نماز کے سب سے افضل ارکان رکوع اور سجدہ ہیں اور یہ دونوں نماز کے ساتھ خاص ہیں تو ان کا ذکر گویا کہ نماز کا ذکر ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سب (پر عمل کرنے کی صورت) میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور دیگر نیک اعمال کو اپنے رب کی عبادت کے طور پر کرو کیونکہ عبادت کی نیت کے بغیر فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں۔

(3)......نیک کام کرو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ان سے مراد صلہ رحمی کرنا اور دیگر اچھے اَخلاق ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ تم یہ سب کام اس امید پر کرو کہ تم جنت میں داخل ہو کر فلاح و کامیابی پا جاؤ اور تمہیں جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جائے۔ (1)

نیک اعمال کس امید پر کرنے چاہئیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ عبادات اور نیک اعمال ضرور کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن ان عبادات و نیک اعمال کی وجہ سے یہ ذہن نہ بنائے کہ اب اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے بلکہ اس امید پر اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک کام کرے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔

سورۂ حج کی آیت نمبر 77 سے متعلق ایک شرعی مسئلہ

یاد رہے کہ اَحناف کے نزدیک سورۂ حج کی اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ

---

1 ......تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیة: ۷۷، ۲۵۴/۸، مدارك، الحج، تحت الآیة: ۷۷، ص۷۴۹-۷۵۰، ملتقطاً.

اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، البتہ اگر کسی حنفی نے شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتدا کی اور اُس نے اِس موقع پر سجدہ کیا تو اُس کی پیروی میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔ (1)

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ﳔ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۠ (۷۸)

ع ١٠ ١٧

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو تو نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی)۔ اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

(1) ...... بہارِ شریعت، حصہ چہارم، سجدۂ تلاوت کا بیان، ۷۲۹/۱۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔﴾ اس آیت میں چند باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔

(1)......ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ایسے جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس میں تمہاری نیت سچی اور خالص ہو اور تمہارا یہ عمل دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے ہو۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اور عبادت کیلئے منتخب فرمایا تو اس سے بڑا رتبہ اور اس سے بڑی سعادت اور کیا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی بلکہ ضرورت کے موقعوں پر تمہارے لئے سہولت کردی جیسے کہ سفر میں نماز قَصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی اور پانی نہ پانے یا پانی کے نقصان پہنچانے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمّم کی اجازت دی، تو تم دین کی پیروی کرو۔

(4)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا دین ایسے آسان ہے جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین آسان تھا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے دین میں داخل ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں دینِ اسلام کو ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو کہ انہوں نے تمہارے پاس خدا کا پیام پہنچا دیا اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ کہ انہیں ان رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیئے۔

(6)......اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے تو تم پابندی کے ساتھ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دین پر قائم رہو، وہ تمہارا مالک و ناصر ہے اور تمہارے تمام اُمور کا انتظام فرمانے والا ہے، تو وہ کتنا اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔[1]

نفس و شیطان کے خلاف جہاد کی ترغیب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ساتھ نفس، خواہشات اور شیطان کے خلاف جہاد کرنا بھی داخل ہے اور شیطان کی انسان دشمنی اور اس کے مقصد سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم

[1]......خازن، الحج، تحت الآية: ۷۸، ۳/۳۱۹، مدارك، الحج، تحت الآية: ۷۸، ص ۷۵۰، ملتقطاً.

اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (1) بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

اور نفسانی خواہشات کی پیروی سے رکنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، کچھ لوگ جہاد سے واپسی پر حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم آ گئے، خوش آمدید! اور تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی: بڑا جہاد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’بندے کا اپنی خواہشوں سے جہاد کرنا۔ (3)

حضرت فضالہ بن عبید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مجاہد وہ ہے جو اللّٰه تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے لڑتا ہے۔ (4)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: انسان کے دشمن تین ہیں: **(1)** اس کی دنیا۔ **(2)** شیطان۔ **(3)** نفس۔ لہٰذا دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے اس سے بچو، شیطان کی مخالفت کر کے اس سے محفوظ رہو اور خواہشات کو چھوڑ دینے کے ذریعے نفس سے حفاظت میں رہو۔ (5)

اللّٰه اللّٰه کے نبی سے — فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی — لاج آئی نہ ذرّوں کی ہنسی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی — تاروں نے ہزار دانت پیسے
ایمان پہ موت بہتر او نفس — تیری ناپاک زندگی سے

---

1 ......فاطر:٦.

2 ......نازعات:٤٠، ٤١.

3 ......الزهد الكبير للبيهقي، فصل فى ترك الدنيا ومخالفة النفس، ص١٦٥، الحديث: ٣٧٣.

4 ......مسند امام احمد، مسند فضالة بن عبيد الانصارى رضى الله عنه، ٢٤٩/٩، الحديث: ٢٤٠١٣.

5 ......احياء علوم الدين، كتاب رياضة النفس وتهذيب الاخلاق، بيان شواهد النقل من ارباب البصائر... الخ، ٨١/٣.

پارہ نمبر...... 18

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْن

سورۂ مؤمنون کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مؤمنون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **118** آیتیں، **1840** کلمے اور **4802** حروف ہیں۔[2]

مومنون نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی ابتداء میں مومنوں کی کامیابی، ان کے اوصاف اور آخرت میں ان کی جزاء بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ مؤمنون'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ مؤمنون کی فضیلت

حضرت یزید بن بابنوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عرض کی: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق کیسے تھے؟ ارشاد فرمایا: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خُلق قرآن تھا، پھر فرمایا: ''تم سورۂ مؤمنون پڑھتے ہو تو پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے **"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ"** سے لے کر دس آیتیں پڑھیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''رسول **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق ایسے ہی تھے۔[3]

سورۂ مؤمنون کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں خالق کے وجود، اس کی وحدانیت، نبوت و رسالت کے ثبوت اور

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ المؤمنین، ۳/۳۱۹.

2 ......خازن، تفسیر سورۃ المؤمنین، ۳/۳۱۹.

3 ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ المؤمنون، خلق اللّٰہ جنّۃ عدن... الخ، ۳/۱۵۳، الحدیث: ۳۳۳۵.

موت کے بعد زندہ کئے جانے پر مختلف دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے،اوراس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں :

(1)......اس سورت کی ابتدا میں 7 اَوصاف کے حامل مومنوں کو آخرت میں کامیاب ہونے کی بشارت سنائی گئی اور آخرت میں انہیں ملنے والی عظیم جزا فردوس کی میراث بیان کی گئی ۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ کے وجود،اس کی وحدانیت اور قدرت پر انسان کی مختلف مراحل میں تخلیق،آسمانوں کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنے ، باغات اور نباتات کی نشوونما کے لئے آسمان کی طرف سے پانی نازل کرنے ، انسان کے لئے مختلف مَنافع والے جانور پیدا کرنے اور سامان کی نقل وحمل اور سواری کے لئے کشتیوں کو انسان کے تابع کرنے کے ساتھ اِستدلال کیا گیا ہے۔

(3)......مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کیلئے اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے واقعات بیان فرمائے ۔

(4)......دینِ اسلام قبول کرنے سے تکبر کرنے پر نیز اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون اور جادوگر ہونے وغیرہ کی نسبت کرنے پر،اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کفارِ مکہ کو سرزنش کی گئی اور عذاب کی وعید سنائی گئی اور انہیں قیامت کے دن پہنچنے والے عذاب اور سختی کی خبر دی گئی اوران کے سامنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر مختلف دلائل پیش کئے گئے ۔

(5)......انہی آیات کے ضمن میں انسان پر کی گئی نعمتوں کے ذریعے اسے نصیحت کی گئی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے ،اللّٰہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے اور اللّٰہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے کا شدید رد کیا گیا۔

(6)......حساب کے وقت کی شدّتیں اور ہَولناکیاں بیان کی گئیں ۔

(7)......قیامت کے دن لوگوں کو سعادت منداور بدبخت دوگروہوں میں تقسیم کردیئے جانے کا ذکر کیا گیا۔

(8)......اس دن نسب کے فائدہ مند نہ ہونے کو بیان کیا گیا اور کفار کی دنیا کی طرف لوٹ جانے اور نیک اعمال بجا لانے کی تمنا بیان کی گئی ۔

(9)......مسلمانوں پر ہنسنے اوران کا مذاق اڑانے پر کفار کو سرزنش کی گئی اوران سے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے

میں سوال کیا گیا۔

(10)......بتوں کی پوجا کرنے والوں کے خسارے اور نیک اعمال کرنے والے اہلِ ایمان کی نجات اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا ذکر کیا گیا۔

سورۂ حج کے ساتھ مناسبت

سورۂ مؤمنون کی اپنے سے ماقبل سورت ''حج'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حج کے آخر میں مسلمانوں کو اُخروی کامیابی حاصل ہونے کی امید پر اچھے اعمال کرنے کا حکم دیا گیا اور سورۂ مؤمنون کی ابتداء میں وہ اچھے کام بتا دیئے گئے جن سے مسلمان اخروی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ: بیشک کامیاب ہوگئے۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو کر ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پا جائیں گے۔[2]

---

1 ......تناسق الدرر، سورة المؤمنون، ص۱۰۳.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیة: ۱، ۸/۲۵۸، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۱، ۶/۶۶، ملتقطاً.

حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے

یادرہے کہ ہر ایک نے موت کا کڑوا ترین ذائقہ چکھ کر اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے اور جسے اس دن جہنم کے دردناک عذابات سے بچالیا گیا اور بے مثل نعمتوں کی جگہ جنت میں داخل کر دیا گیا وہی حقیقی طور پر کامیاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔

اور جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا پسند ہو تو اسے موت ضرور اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جس معاملے کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ کرے۔'' [2]

اور چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لئے ایمان پر ثابت قدم رہنا اور اس کی حفاظت کی بھرپور کوشش کرنا ضروری ہے تا کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کی فضیلت

سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ اقدس کے پاس مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی۔ ایک دن وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں زیادہ عطا کرنا اور کمی نہ فرمانا، ہمیں عزت دینا اور ذلیل

1 ......ال عمران:۱۸۵.

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنہما، ۶۲۵/۲، الحدیث: ۶۸۲۱.

نہ کرنا، ہمیں عطا فرمانا اور محروم نہ رکھنا۔ ہمیں چن لے اور ہم پر کسی دوسرے کو نہ چن۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں راضی فرما اور ہم سے راضی ہوجا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان میں مذکور باتوں کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہوگا، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' سے لے کر دسویں آیت کے آخر تک پڑھا۔ (1)

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۟ۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

﴿خٰشِعُوْنَ: خشوع وخضوع کرنے والے۔﴾ یہاں سے ایمان والوں کے چند اَوصاف ذکر فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ان کا پہلا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایمان والے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت ان کے دلوں میں اللہ تعالٰی کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اَعضا ساکن ہوتے ہیں۔ (2)

نماز میں ظاہری و باطنی خشوع

نماز میں خشوع ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی، ظاہری خشوع یہ ہے کہ نماز کے آداب کی مکمل رعایت کی جائے مثلاً نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے اور آنکھ کے کنارے سے کسی طرف نہ دیکھے، آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے، کوئی عَبث وبیکار کام نہ کرے، کوئی کپڑا شانوں پر اس طرح نہ لٹکائے کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور آپس میں ملے ہوئے نہ ہوں، انگلیاں نہ چٹخائے اور اس قسم کی حرکات سے باز رہے۔ باطنی خشوع یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی عظمت پیشِ نظر ہو، دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نماز میں دل لگا ہو۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمنین، ۱۱۷/۵، الحدیث: ۳۱۸۴.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۲، ص۷۵۱.

3 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ۲، ۱۳۵۶/۴، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۲، ۳۲۰/۳، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۲، ص۷۵۱.

یہاں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظریں اٹھانے ، اِدھر اُدھر دیکھنے اور یہاں وہاں توجہ کرنے سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نماز میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں ! پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس میں بہت سختی کی اور ارشاد فرمایا ’’ یہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں چھین لی جائیں گی ۔ [1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ’’ اے بیٹے ! نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ ہلاکت ہے ۔ [2]

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں : میں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نماز میں اِدھر اُدھر توجہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’ یہ شیطانی لغزش ہے، اس کے ذریعے شیطان بندے کو نماز سے پھسلانا چاہتا ہے ۔ [3]

لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہئے کہ وہ پوری توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے اور اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے عبادت کرنے کا حق ہے ۔

خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت اور روایات

حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آجائے اور وہ اس نماز کا وضو اچھی طرح کرے پھر نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا ۔ [4]

اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو

---

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، ۱/۲۶۵، الحدیث: ۷۵۰ .

2 ......ترمذی، کتاب السفر، باب ما ذکر فی الالتفات فی الصلاۃ، ۲/۱۰۲، الحدیث: ۵۸۹ .

3 ......ترمذی، کتاب السفر، باب ما ذکر فی الالتفات فی الصلاۃ، ۲/۱۰۲، الحدیث: ۵۹۰ .

4 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص۱۴۲، الحدیث: ۷(۲۲۸) .

بکثرت ایسے واقعات مل جائیں گے کہ جو اس آیت میں مذکور وصف کے اعلیٰ نمونے ہوں گے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نماز پڑھتے تو وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے، اپنی نظریں سجدہ کرنے کی جگہ پر رکھتے تھے اور انہیں یہ یقین ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے تھے۔ [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، چنانچہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوہ سے واپس ہوئے تو اس نے تعاقُب کیا۔ جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک جگہ قیام کیا تو دریافت فرمایا کہ کون میرا پہرہ دینے کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر پہرہ دو۔ دونوں صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وہاں پہنچے تو مہاجر صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سو گئے اور انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مشرک آیا اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، چنانچہ اس نے تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جسم میں پیوست ہوگئے لیکن وہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ [2]

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۟ۙ (۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو فضول بات سے منہ پھیرنے والے ہیں۔

1 ......در منثور، المؤمنون، تحت الآية: ۲، ۶/۸۴.

2 ......ابو داؤد، كتاب الطهارة، باب الوضوء من الدم، ۱/۹۹، الحديث: ۱۹۸.

﴿عَنِ اللَّغْوِ: فضول بات سے۔﴾ فلاح پانے والے مومنوں کا دوسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ ہر لَہْو و باطل سے بچے رہتے ہیں۔ (1)

لغو سے کیا مراد ہے؟ [uncertain reading]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''لغو سے مراد ہر وہ قول، فعل اور ناپسندیدہ یا مباح کام ہے جس کا مسلمان کو دینی یا دُنْیَوی کوئی فائدہ نہ ہو جیسے مذاق مَسخری، بیہودہ گفتگو، کھیل کود، فضول کاموں میں وقت ضائع کرنا، شہوات پوری کرنے میں ہی لگے رہنا وغیرہ وہ تمام کام جن سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنی آخرت کی بہتری کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہئے یا وہ اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے بقدرِ ضرورت (حلال) مال کمانے کی کوشش میں لگا رہے۔ (2)

اَحادیث میں بھی لایعنی اور بیکار کاموں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی چیز چھوڑ دے۔ (3) یعنی جو چیز کارآمد نہ ہو اس میں نہ پڑے، زبان، دل اور دیگر اَعضاء کو بے کار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے۔ (4)

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، نجات کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو اور تمہارا گھر تمہارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بے کار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔ (5)

زبان کی حفاظت کرنے کی ضرورت اور اس کے فوائد [uncertain reading]

یاد رہے کہ زبان کی حفاظت ونگہداشت اور فضولیات ولَغْویات سے اسے باز رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۳۲۰.

2 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۱۳۵۶-۱۳۵۷.

3 ......ترمذی، کتاب الزہد، ۱۱-باب، ۴/۱۴۲، الحدیث: ۲۳۲۴.

4 ......بہار شریعت، حصہ شانزدہم، زبان کو روکنا اور گالی گلوچ، غیبت اور چغلی سے پرہیز کرنا، ۳/۵۲۰۔

5 ......ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۲، الحدیث: ۲۴۱۴.

سرکشی اور سب سے زیادہ فساد و نقصان اسی زبان سے رونما ہوتا ہے اور جو شخص زبان کو کھلی چھٹی دے دیتا اور اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے تو شیطان اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ زبان کی حفاظت کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نیک اعمال کی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص زبان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ ہر وقت گفتگو میں مصروف رہتا ہے تو ایسا شخص لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہونے سے بچ نہیں پاتا، یونہی اس سے کفریہ الفاظ نکل جانے کا بہت اندیشہ رہتا ہے اور یہ دونوں ایسے عمل ہیں جس سے بندے کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے کسی شخص نے کہا: فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا تھال بھر کر روانہ کیا اور ساتھ میں یہ کہلا بھیجا: سنا ہے کہ تم نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کی ہیں، تو میں نے ان کا معاوضہ دینا بہتر جانا (اس لئے کھجوروں کا یہ تھال حاضر ہے۔)[1]

اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ زبان کی حفاظت کرنے سے انسان دنیا کی آفات سے محفوظ رہتا ہے، چنانچہ حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زبان سے ایسی بات نہ نکالو جسے سن کر لوگ تمہارے دانت توڑ دیں۔ اور ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑو تاکہ یہ تمہیں کسی فساد میں مبتلا نہ کر دے۔[2]

نیز زبان کی حفاظت نہ کرنے کا ایک نقصان یہ ہے کہ بندہ ناجائز و حرام، لغو اور بیکار باتوں میں مصروف ہو کر گناہوں میں مبتلا ہوتا اور اپنی زندگی کی قیمتی ترین چیز ''وقت'' کو ضائع کر دیتا ہے۔ حضرت حسان بن سنان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ایک بالا خانے کے پاس سے گزرے تو اس کے مالک سے دریافت فرمایا ''یہ بالا خانہ بنائے تمہیں کتنا عرصہ گزرا ہے؟ یہ سوال کرنے کے بعد آپ کو دل میں سخت ندامت ہوئی اور نفس کو مُخاطَب کرتے ہوئے یوں فرمایا ''اے مغرور نفس! تو فضول اور لایعنی سوالات میں قیمتی ترین وقت کو ضائع کرتا ہے؟ پھر اس فضول سوال کے کفّارے میں آپ نے ایک سال روزے رکھے۔[3]

اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ ناجائز و حرام گفتگو کی وجہ سے انسان قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ بندہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور

1 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٦.
2 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٦.
3 ......منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، ص٧٥.

اِسے ان باتوں کے لئے استعمال کرے جو اُسے دنیا اور آخرت میں نفع دیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو زبان کی حفاظت ونگہداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[1]

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں۔

﴿هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ: وہ زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں کامیابی پانے والے اہلِ ایمان کا تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ پابندی کے ساتھ اور ہمیشہ اپنے مالوں پر فرض ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لفظ ''زکاۃ'' کا ایک معنی ''تَزکیۂ نفس'' بھی کیا ہے یعنی ایمان والے اپنے نفس کو دنیا کی محبت وغیرہ مذموم صفات سے پاک کرنے کا کام کرتے ہیں۔[2]

زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل اور نہ دینے کی وعیدیں

کثیر اَحادیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل اور نہ دینے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے **4** اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی، تو بیشک اس کے مال کا شر اُس سے چلا گیا۔''[3]

(2)...... حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ...... زبان کی حفاظت اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''جنت کی دو چابیاں'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ...... مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ص ٧٥١، البحر المحيط، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ٦ / ٣٦٦، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٤، ٦ / ٦٨، ملتقطاً.

3 ...... معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١ / ٤٣١، الحديث: ١٥٧٩.

’’زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔‘‘[1]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے مال کی زکاۃ نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کردے گی۔‘‘[2]

(4)......صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس کو اللّٰہ تعالٰی مال دے اور وہ اُس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کردیا جائے گا، جس کے سر پر دو نشان ہوں گے۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں۔‘‘[3]

نفس کو مذموم صفات سے پاک کرنا کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے

اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ نفس کو مذموم صفات جیسے تکبر وریاکاری، بغض وحسد اور دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک کرنا اُخروی کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ اسی سے متعلق اللّٰہ تعالٰی ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ(۹) وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا[5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔

---

1 ......شعب الایمان، باب الثانی و العشرین من شعب الایمان ... الخ، فصل فیمن اتاہ اللّٰہ مالاً من غیر مسألۃ، ۳ / ۲۸۲، الحدیث: ۳۵۵۷.

2 ......مسندامام احمد، مسند انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ، ۴/۲۷۳، الحدیث: ۱۲۳۹۷.

3 ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ۱/۴۷۴، الحدیث: ۱۴۰۳.

4 ......اعلی: ۱۴.

5 ......شمس: ۹، ۱۰.

حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس طرح دعا مانگا کرتے تھے: ’’اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا‘‘ اے اللّٰہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولیٰ ہے۔ (1)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو مذموم صفات سے پاک کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکی کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا بھی کرے اور اس دعا کے لئے وہ الفاظ سب سے بہترین ہیں جو اوپر حدیث پاک میں مذکور ہوئے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں پس بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ: وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت سے کامیابی حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کا چوتھا وصف بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے زنا اور زنا کے اَسباب ولوازمات وغیرہ حرام کاموں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اگر وہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے ساتھ جائز طریقے سے صحبت کریں تو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ (2)

---

1 ......مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار، باب التعوّذ من شرّ ما عمل... الخ، ص۱۴۵۷، الحدیث: ۷۳ (۲۷۲۲).

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۵-۶، ۳/۳۲۰-۳۲۱، ملخصًا.

شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی فضیلت

حدیث پاک میں زبان اور شرمگاہ کو حرام اور ممنوع کاموں سے بچانے پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جائے جو اس کے جبڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان کا اور اس کا جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں ہے یعنی شرمگاہ کا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ [1]

شرمگاہ کی شہوت [illegible]

یاد رہے کہ شرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا اور بے شمار فوائد حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اگر اس تقاضے کو شریعت کے بتائے ہوئے جائز طریقے سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی نعمت اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور اگر اسے ناجائز وحرام ذرائع سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی آفت اور قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، لہٰذا جو شخص اپنی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اگر کسی عورت سے شرعی نکاح کر سکتا ہے تو نکاح کرلے تاکہ اسے اپنے لئے جائز ذریعہ مل جائے اور اگر وہ شرعی نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر روزے رکھ کر اپنے نفس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام اَسباب اور مُحرِّکات سے بچنے کی بھی بھرپور کوشش کرے جن کی وجہ سے نفس کی اس خواہش میں اضافہ ہوتا ہے، نیز ناجائز وحرام ذریعے سے اِس خواہش کو پورا کرنے پر قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں جن سزاؤں اور عذابات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا بغور مطالعہ کرے اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نفس کی حفاظت کے لئے خوب دعائیں کرے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اِن کے سوا کچھ اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

[1] ......بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ٤/ ٢٤٠، الحديث: ٦٤٧٤.

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ: تو جو اِن دو کے سوا کچھ اور چاہے۔﴾ یعنی جو بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شہوت پوری کرنا چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوُز کرتے ہیں۔[1]

مشت زنی اور متعہ حرام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں صرف بیویوں اور شرعی باندیوں سے جائز طریقے کے ساتھ شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ شہوت پوری کرنے کی دیگر صورتیں جیسے مرد کا مرد سے، عورت کا عورت سے، شوہر کا بیوی یا شرعی باندی کے پچھلے مقام سے، اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرنا حرام ہے یونہی کسی عورت سے متعہ کرنا بھی حرام ہے۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے۔[2]

اور امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ مرد کی بیوی نہیں کیونکہ اگر ان دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنتا، اگر وہ عورت بیوی ہوتی تو مرد کے انتقال کے بعد اس کی وارث بھی بنتی کیونکہ بیوی کی وراثت قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا جب واضح ہو گیا کہ متعہ کروانے والی عورت مرد کی بیوی نہیں تو ضروری ہے کہ وہ مرد کے لئے حلال نہ ہو۔[3]

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے ہیں۔

---

1 ……روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۷، ۶۸/۶، ملخصاً.

2 ……خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۷، ۳۲۱/۳.

3 ……تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیة: ۷، ۲۶۲/۸.

﴿لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ : اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے۔﴾ اس آیت میں فلاح حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کے مزید دو وصف بیان کئے گئے کہ اگر ان کے پاس کوئی چیز امانت رکھوائی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے اور جس سے وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ امانتیں خواہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہوں یا مخلوق کی اور اسی طرح عہد خدا عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہوں یا مخلوق کے ساتھ، سب کی وفا لازم ہے۔[1]

چھ چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ، میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (1) بات بولو تو سچ بولو۔ (2) وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (3) تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو اور (4) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور (5) اپنی نگاہوں کو پست کرو اور (6) اپنے ہاتھوں کو روکو۔''[2]

وقف لازم

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۟ ﴿٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ : جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔﴾ یعنی کامیابی حاصل کرنے والے وہ مومن ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اُن کے وقتوں میں، ان کے شرائط و آداب کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور فرائض و واجبات اور سُنن و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔[3]

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٨، ٦/٦٩، خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٨، ٣/٣٢١، ملتقطاً.

2 ......مستدرک، کتاب الحدود، ستّ یدخل بھا الرجل الجنّۃ، ٥/٥١٣، الحدیث: ٨١٣٠.

3 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٩، ٣/٣٢١، مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٩، ص٧٥٢، ملتقطاً.

نماز کی اہمیت

ایمان والوں کا پہلا وصف خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا بیان کیا گیا اور آخری وصف نمازوں کی حفاظت کرنا ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی عظیم الشان عبادت ہے اور دین میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ پانچوں نمازیں پابندی کے ساتھ اور ان کے تمام حقوق کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے۔ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں سب نمازیں پڑھیں اور رکوع وخشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کرلیا ہے کہ اسے بخش دے، اور جس نے نہ کیا اس کے لیے عہد نہیں، چاہے بخش دے، چاہے عذاب کرے۔''(1)

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہی لوگ وارث ہیں۔ کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی لوگ وارث ہیں۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿اُولٰٓىٕكَ: یہی لوگ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن ایمان والوں میں ماقبل آیات میں مذکور اَوصاف پائے جاتے ہیں یہی لوگ کافروں کے جنتی مقامات کے وارث ہوں گے۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے اور وہ جنت الفردوس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی وہاں انہیں موت آئے گی۔(2)

ہر شخص کے دو مقام ہیں، ایک جنت میں اور ایک جہنم میں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر شخص کے دو مقام ہوتے ہیں، ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، جب کوئی شخص مر کر (ہمیشہ کے لئے) جہنم میں داخل ہو

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب المحافظة على وقت الصلوات، ۱/۱۸٦، الحديث: ٤٢٥.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۱۰-۱۱، ۳/۳۲۱.

جائے تو اہلِ جنت اس کے جنتی مقام کے وارث ہوں گے۔ یہی اس آیت ”اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ“ کا مقصد ہے۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ سے سب سے اعلیٰ جنت کا سوال کریں

یاد رہے کہ فردوس سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اسی کا سوال کرنے کی حدیث پاک میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جنت میں سو درجے ہیں، دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس سب سے اعلیٰ اور درمیانی جنت ہے اور اس سے اوپر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللّٰہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔[2] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب اللّٰہ تعالیٰ سے جنت کی دعا مانگے تو جنت الفردوس کی ہی دعا مانگے، اگر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ دعا قبول فرمالی تو آخرت میں ملنے والی یہ سب سے عظیم نعمت ہوگی۔

دعا: اے اللّٰہ! ہمیں فردوس کی میراث پانے والوں اور اس کی عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والوں میں سے بنادے اور جہنم کی طرف لے جانے والے تمام اَسباب سے ہماری حفاظت فرما، اٰمین۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍۚ(۱۲) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۪(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اس کو ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پانی کی بوند بنایا۔

﴿اَلْاِنْسَانَ: انسان۔﴾ اس آیت سے رکوع کے آخر تک اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر چار دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ سب

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة الجنّة، ٥٤٢/٤، الحديث: ٤٣٤١.

2 ......ترمذی، كتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنّة، ٢٣٨/٤، الحديث: ٢٥٣٨.

سے پہلے انسان کی پیدائش کے مختلف مَراحل سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق سے، پھر پانی نازل کرنے سے اور سب سے آخر میں حیوانات کے مختلف مَنافع سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا۔ (1)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں سے چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ (2)

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً: پھر اس کو پانی کی بوند بنایا۔﴾ یعنی پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل کو ایک مضبوط ٹھہراؤ یعنی ماں کے رحم میں پانی کی بوند بنایا۔ (3)

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ؕ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے ایک دوسری صورت بنادیا تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً: پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم

---

1 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآية: ١٢، ١٣٥٨/٤.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٢، ٣٢١/٣.

3 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ١٣، ص٧٥٣.

میں نطفہ قرار پکڑنے کے بعد والے مَراحل بیان فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اس میں روح ڈال کر اس بے جان کو جان دار کیا، بولنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا کی اور اسے ایک دوسری صورت بنادیا جو مکمل انسان ہوتا ہے تو بڑی برکت والا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ [1]

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان

حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اس کا ابتدائی حصہ سن کر) کہا ''**فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ**'' حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اسی طرح نازل ہوا ہے۔ [2]

انسانی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے

انسان کے ظاہر و باطن، اس کے ہر ہر عُضْو اور ہر ہر جز میں **اللہ** تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی اتنی نشانیاں موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی شرح بیان کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اپنی تخلیق کے مراحل اور اپنے جسم کی بناوٹ میں غور و فکر کرے تو اس کے پاس یہ بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ایسی حیرت انگیز تخلیق پر **اللہ** تعالیٰ کے سوا اور کوئی قادر نہیں اور وہی اکیلا اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ ۖۗ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں اور ہم خلق سے بے خبر نہیں۔

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٤، ٣/٣٢١-٣٢٢، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ١٤، ص٧٥٣، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمنون، تحت الآية: ١٤، ٨/٢٦٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں۔

﴿بَعْدَ ذٰلِكَ: اس کے بعد۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب و جزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔ (1)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا: اور بیشک ہم نے بنائے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے۔ ان سے مراد سات آسمان ہیں جو فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کے راستے ہیں۔ اور فرمایا کہ ہم مخلوق سے بے خبر نہیں، سب کے اَعمال، اَقوال اور چھپی حالتوں کو جانتے ہیں اور کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں۔ (2)

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ﳓ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازہ پر پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں۔

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی نازل کرنے سے

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٥-١٦، ٣/٣٢٢.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ١٧، ٣/٣٢٢.

اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ یعنی جتنی ہمارے علم وحکمت میں مخلوق کی حاجتوں کے لئے چاہیے اتنی بارش برسائی، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں یعنی جیسے اپنی قدرت سے پانی نازل فرمایا ایسے ہی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کو ختم کر دیں تو بندوں کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری سے حفاظت کریں۔ (1)

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَۙ (۱۹) وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ (۲۰)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے ہم نے تمہارے لئے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔ اور وہ پیڑ پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے لے کر اُگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے پھل میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور (ہم نے) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اُگتا ہے۔

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ: تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے۔﴾ یعنی جو پانی آسمان سے نازل فرمایا اس سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ مزید بہت سے پھل میوے ہیں اور سردی گرمی وغیرہ موسموں میں ان میں سے تم کھاتے ہو اور عیش کرتے ہو۔ (2)

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۳۲۲، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۸، ص۷۵٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۹، ۳/۳۲۳، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۹، ص۷۵٤، ملتقطاً.

﴿وَشَجَرَةً: اور درخت۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طورِ سینا نامی پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ یہ اس میں عجیب صفت ہے کہ وہ تیل بھی ہے کہ تیل کے مَنافع اور فوائد اس سے حاصل کیے جاتے ہیں، جلایا بھی جاتا ہے، دوا کے طریقے پر بھی کام میں لایا جاتا ہے اور سالن کا بھی کام دیتا ہے کہ تنہا اس سے روٹی کھائی جاسکتی ہے۔ (1)

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةًؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَۙ (۲۱) وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۠ (۲۲)

ع ۱/۳۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارے لیے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو اُن کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور ان سے تمہاری خوراک ہے۔ اور ان پر اور کشتی پر سوار کیے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں جو اُن کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور انہی سے تم کھاتے ہے۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔

﴿فِی الْاَنْعَامِ: چوپایوں میں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے مَنافع سے اپنی قدرتِ کاملہ پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے جس کے ذریعے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو، ہم تمہیں ان کے پیٹ میں موجود دودھ پلاتے ہیں اور وہ خوشگوار، طبیعت کے موافق لطیف غذا ہے اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں کہ اُن کے بال، کھال اور اُون وغیرہ سے کام لیتے ہو اور انہی میں سے تم بعض چوپایوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھا لیتے ہو۔ (2)

1 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٢٠، ٤/٤١-٤٢، ملخصاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٢١، ٣/٣٢٣، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢١، ص٧٥٤، ملتقطاً.

نوٹ: اس آیت کی مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ نحل آیت نمبر 66 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ عَلَیْهَا: اور ان پر۔﴾ یعنی خشکی میں ان جانوروں پر اور دریاؤں میں کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔ [1]

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے علاوہ پانچ واقعات بیان فرمائے ہیں۔ **پہلا:** حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **دوسرا:** حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا۔ **تیسرا:** قُرونِ آخرین کا قصہ۔ **چوتھا:** حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور **پانچواں:** حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کا واقعہ۔ ان تمام واقعات کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت سابقہ امتوں کے حالات سے آگاہ ہو تا کہ ان کے اچھے اَوصاف اپنانے کی کوشش کریں اور مذموم اوصاف سے بچیں۔ [2]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم (ایمان قبول کر کے) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۲۲ ص ۷۵٤.

2 ......صاوی، المؤمنون، تحت الآية: ۲۳، ٤/۱۳٦۱.

تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں جو اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہو۔ [1]

نوٹ: حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی تفصیلات سورۂ اَعراف آیت نمبر 59 تا 64 اور سورۂ ہود آیت نمبر 25 تا 49 میں گزر چکی ہیں۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ۚ (۲۴) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ (۲۵) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اُتارتا ہم نے تو یہ اپنے اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔ وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو۔ نوح نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو یہ اپنے پہلے باپ داداؤں میں نہیں سنی۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون (طاری) ہے تو ایک مدت تک انتظار کرلو۔ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

﴿**فَقَالَ: تو کہا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے کہ کھاتا اور پیتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم پر

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۳۲۳، ملخصاً.

بڑا بن جائے اور تمہیں اپنا تابع بنالے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا کہ رسول بھیجے اور مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائے تو وہ فرشتے اتار دیتا لیکن اس نے ایسا تو نہیں کیا، نیز ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداؤں میں یہ بات نہیں سنی کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ان کی حماقت کی انتہاء تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا، پتھروں کو خدا مان لیا اور انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے بارے میں یہ بھی کہا ''یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون طاری ہے تو ایک مدت تک انتظار کرلو یہاں تک کہ اس کا جنون دور ہوجائے، ایسا ہوا تو خیر ورنہ اس کو قتل کرڈالنا۔[1]

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان لوگوں کے ایمان لانے اور اُن کے ہدایت پانے کی امید نہ رہی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری مدد فرما اور اس قوم کو ہلاک کردے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔[2]

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اُبلے تو اس میں بٹھالے ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے۔

[1]......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٤-٢٥، ص٧٥٥، ملخصاً.

[2]......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٦، ص٧٥٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والوں کو داخل کرلو سوائے اِن میں سے اُن لوگوں کے جن پر بات پہلے طے ہوچکی ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔

﴿فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ: تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرماتے ہوئے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری حمایت وحفاظت میں اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ان کی ہلاکت کا ہمارا حکم آئے اور عذاب کے آثار نمودار ہوں اور تنور ابلنے لگ جائے اور اس میں سے پانی برآمد ہو تو یہ عذاب کے شروع ہونے کی علامت ہے، تو اس وقت کشتی میں ہر طرح کے جانوروں کے جوڑے میں سے نر اور مادہ اور اپنے گھر والوں یعنی اپنی مومنہ بیوی اور ایماندار اولاد یا تمام مومنین کو داخل کرلو، البتہ ان میں سے ان لوگوں کو سوار نہ کرنا جن پر بات پہلے طے ہوچکی ہے اور کلامِ اَزلی میں ان پر عذاب اور ہلاکت مُعَیَّن ہوچکی ہے۔ اس سے مراد حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کنعان نامی ایک بیٹا اور ایک بیوی ہیں کہ یہ دونوں کافر تھے، چنانچہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے تین فرزندوں سام، حام، یافث اور اُن کی بیویوں کو اور دوسرے مؤمنین کو سوار کیا، کل لوگ جو کشتی میں تھے اُن کی تعداد ایک قول کے مطابق 80 تھی نصف مرد اور نصف عورتیں۔ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مزید ارشاد فرمایا کہ ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا اور اُن کے لئے نجات طلب کرنا نہ دعا فرمانا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔ (1)

نوٹ: اس واقعے کی مزید تفصیل سورۂ ہود کی آیت نمبر 37 تا 40 میں ملاحظہ فرمائیں۔

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾

(1)......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٢٧، ٣ / ٣٢٤، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٢٧، ص٧٥٥-٧٥٦، جلالين مع صاوی، هود، تحت الآية: ٤٠، ٣/٩١٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ٹھیک بیٹھے کشتی پر تُو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی پرٹھیک بیٹھ جاؤ تو تم کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی۔

﴿فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ: تو تم کہنا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔﴾ کافروں سے نجات حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے تمام لوگوں کو نصیب ہوئی لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کا حکم صرف حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے نبی اور امام تھے تو اِن کا حمد وثنا کرنا اُن ایمان والوں کا حمد وثنا کرنا ہے نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور رَبوبِیَّت اور نبوت کی عظمت وفضیلت کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا وہ عظیم رتبہ ہے جو فرشتے اور نبی کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا۔ (1) نیز بحیثیتِ نبی حمد کا حکم حضرت نوح عَلَیْهِ السَّلَام کو ہوا تو امت نے اس کی پیروی کرنی تھی۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عرض کر کہ اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اُتارنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

﴿وَقُلْ: اور عرض کرنا۔﴾ یعنی کشتی سے اُترتے وقت یا اس میں سوار ہوتے وقت عرض کرنا کہ: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ کشتی میں سوار ہوتے وقت کی برکت عذاب سے نجات ہے اور کشتی سے اترتے وقت کی برکت نسل کی کثرت اور پے در پے بھلائیوں کا ملنا ہے۔ (2)

---

(1) ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۸، ۸/۲۷۳.

(2) ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۷۵٦.

اس آیت میں اشارہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایسی برکت والی جگہ کی دعا مانگنی چاہئے جس میں اس کے لئے دین اور دنیا دونوں کی برکتیں ہوں۔ (1)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ضرور ہم جانچنے والے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ضرور آزمانے والے تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ: بیشک اس میں۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں اور اس میں جو دشمنانِ حق کے ساتھ کیا گیا ضرور نشانیاں، عبرتیں، نصیحتیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں اور بیشک ہم حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس قوم میں بھیج کر اور ان کو وعظ و نصیحت پر مامور فرما کر انہیں ضرور آزمانے والے تھے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے کون نصیحت قبول کرتا اور تصدیق و اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمان تکذیب و مخالفت پر ڈٹا رہتا ہے۔ (2)

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ۚ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ؒ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت پیدا کی۔ تو ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی۔ تو ہم نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ۶/۸۱.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ۳/۳۲۴، مدارک، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۰، ص۷۵۶، ملتقطاً.

﴿ثُمَّ: پھر۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل کرنے اور اس کی ہلاکت کے بعد ہم نے پھر ایک دوسری قوم پیدا کی اور وہ حضرت ہود عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد ہے۔[1]

نوٹ: حضرت ہود عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قومِ عاد کا واقعہ سورۂ اَعراف آیت نمبر 65 تا 72 اور سورۂ ہود آیت نمبر 50 تا 60 میں گزر چکا ہے۔

﴿فَاَرۡسَلۡنَا فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا: تو ہم نے ان میں ایک رسول بھیجا۔﴾ یعنی ہم نے قومِ عاد میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جن کا نام حضرت ہود عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور اُن کی معرفت اُس قوم کو حکم دیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ تاکہ شرک چھوڑ کر ایمان قبول کرلو۔[2]

وَ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَتۡرَفۡنٰہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۙ مَا ہٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۙ یَاۡکُلُ مِمَّا تَاۡکُلُوۡنَ مِنۡہُ وَ یَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۳۳﴾ۙ وَ لَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَکُمۡ اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی قوم کے وہ سردار بولے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں

---

1 ……روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶/۸۱.

2 ……روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶/۸۱، ملخصاً.

دنیا کی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی (بولے:) یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔

﴿وَقَالَ: اور بولے۔﴾ یہاں سے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات بیان کئے گئے ہیں، اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت سن کر ان کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات اور وہاں کے ثواب وعذاب وغیرہ کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عیش کی وسعت اور دنیا کی نعمت عطا فرمائی تھی، یہ اپنے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے ''یہ تو تمہارے جیسے ہی ایک آدمی ہیں، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ یعنی اگر یہ نبی ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ ان باطن کے اندھوں نے کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے اور یہی چیز اُن کی گمراہی کی بنیاد ہوئی، چنانچہ اسی سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپس میں کہنے لگے'' اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی بات مان کر اس کی اطاعت کرو گے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔ (1)

آیت ''وَقَالَ الْمَلَاُ'' سے معلوم ہونے والی باتیں

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہمیشہ مالدار، سردار، دنیاوی عزت والے زیادہ تر لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخالف ہوئے۔ غُرباء ومَساکین زیادہ مومن ہوئے، اب بھی یہی دیکھا جارہا ہے کہ عموماً غریب لوگ ہی دینی کام زیادہ کرتے ہیں۔

(2)...... نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا اور ان کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھنا، باطنی اَسرار کو نہ دیکھنا، ہمیشہ سے کفار کا کام رہا ہے۔ پہلی بار شیطان نے نبی کو بشر کہا، پھر ہمیشہ کفار نے ایسا کہا۔

﴿اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ: جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے۔﴾ یعنی خدا کی قسم! اگر تم نے اس کے احکامات کی

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ص۷۵۷، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ۶/۸۲، ملتقطاً.

پیروی کی تو اس صورت میں اپنے آپ کو ذلت میں ڈال کر تم ضرور خسارہ پانے والے ہوگے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی سے دونوں جہاں میں سعادتیں نصیب ہوتی ہیں لیکن ان بیوقوفوں نے نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت میں اپنی ناکامی جبکہ پتھروں کی عبادت میں کامیابی سمجھی، اس سے معلوم ہوا کہ کافر بہت بڑا بے عقل ہوتا ہے۔

اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے۔ کتنی دُور ہے کتنی دُور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر تم نکالے جاؤ گے۔ جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے وہ بہت دور ہے۔

﴿اَیَعِدُكُمْ: کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کافر سرداروں نے حشر کے صحیح ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ''کیا تمہیں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تمہارا گوشت پوست سب مٹی ہو جائے گا اور ہڈیاں باقی رہ جائیں گی، اس کے بعد پھر تم قبروں سے زندہ نکالے جاؤ گے۔ انہوں نے صرف اتنی بات کہنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بعید جانا اور کہا ''قبروں سے نکالے جانے کا جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے، وہ بہت دور ہے۔[2]

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۸۲.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۵-۳۶، ۸/۲۷۶، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۳۵-۳۶، ۶/۸۲، ملتقطاً.

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

﴿اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا: زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔﴾ اُن سرداروں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کو بہت بعید جانا اور سمجھا کہ ایسا کبھی ہونے والا ہی نہیں اور اسی باطل خیال کی بنا پر کہنے لگے کہ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دُنْیَوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں صرف اتنا ہی ہے، ہم مرتے جیتے ہیں کہ ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم مرنے کے بعد اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ (1)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ: یہ تو صرف ایک مرد ہے۔﴾ کافر سرداروں نے اپنے رسول حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں یہ کہا کہ وہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھا ہے کہ اپنے آپ کو اس کا نبی بتایا اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور ہم اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔ (2)

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۳۷، ۳/۳۲۵، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۳۷، ص۷۵۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۳۸، ص۷۵۷.

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ اللہ نے فرمایا کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے پچتاتے ہوئے۔ تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کردیا تو دُور ہوں ظالم لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہوجائیں گے۔ تو سچی چنگھاڑ نے انہیں پکڑ لیا تو ہم نے انہیں سوکھی گھاس کوڑا بنادیا تو ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کواُن کے ایمان لانے کی امید نہ رہی اور انہوں نے دیکھا کہ قوم انتہائی سرکشی پر ہے تو اُن کے خلاف دعا کی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری مدد فرما اور انہیں ہلاک کردے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور وہ اسی پر قائم ہیں۔ (1)

﴿قَالَ: اللہ نے فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ تھوڑی دیر میں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھیں گے تو یہ اپنے کفر اور تکذیب پر پچھتانے والے ہوجائیں گے۔ (2)

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ: تو سچی چیخ نے انہیں پکڑ لیا۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ عذاب اور ہلاکت میں گرفتار کئے گئے اور وہ ہلاک ہوکر گھاس کوڑے کی طرح ہوگئے تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے والے ظالم لوگوں کے لئے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔ (3)

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

❶......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٣٩، ٤/٤٨.

❷......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٤٠، ص٧٥٧.

❸......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٤١، ٣/٣٢٥، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٤١، ٦/٨٣، ملتقطاً.

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگتیں پیدا کیں۔ کوئی اُمت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے نہ پیچھے رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ان کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں پیدا کیں۔ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا: پھر ہم نے پیدا کیں۔﴾ یعنی قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں جیسے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم وغیرہ پیدا کیں تا کہ لوگوں پر ہماری قدرت ظاہر ہو اور ہر امت جان لے کہ ہم ان سے بے نیاز ہیں، اگر وہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول کرتے اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اطاعت کرتے ہیں تو اس کا انہیں ہی فائدہ ہوگا۔ [1]

﴿مِنْ اُمَّةٍ: کوئی امت۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ لوگ اس مدت سے پیچھے رہتے ہیں، جس امت کے لئے ہلاک ہونے کا جو وقت مقرر ہے وہ ٹھیک اسی وقت ہلاک ہوگی اس میں کچھ بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی۔ [2]

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا جب کسی اُمت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے اور انہیں کہانیاں کر ڈالا تو دُور ہوں وہ لوگ کہ ایمان نہیں لاتے۔

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۴۲، ۶/۸۴.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۴۳، ص۷۵۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے ایک کو دوسرے سے ملادیا اور انہیں داستانیں بناڈالا تو ایمان نہ لانے والے دور ہوں۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا: پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے ایک کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا اسی حساب سے ہم نے ان میں لگاتار اپنے رسول بھیجے اور جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے پہلوں کی طرح اسے جھٹلایا اور اس کی ہدایت کو نہ مانا اور اس پر ایمان نہ لائے تو ہم نے انہیں ہلاک کرکے ایک کو دوسرے سے ملادیا اور بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کردیا اور انہیں داستانیں بناڈالا کہ بعد والے افسانے کی طرح ان کا حال بیان کیا کریں اور ان کے عذاب اور ہلاکت کا بیان عبرت کا سبب ہو تو ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔ (1)

جنت کی نعمتیں پانے کا ذریعہ اور جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت کی نعمتیں ملنے اور جہنم کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ایمان لانا ہے اسی طرح دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ایمان نہ لانا ہے، لہٰذا ہر عقل مند انسان پر لازم ہے کہ وہ کفر کرکے اپنی جان کے ساتھ دشمنی نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، سیّدُالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لاکر عقلمندی کا ثبوت دے اور اپنی جان کو ہلاکت سے بچائے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ ﴿۴۶﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے۔

1 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۴۴، ۸/۲۷۸، روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۴۴، ۶/۸۴-۸۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى: پھر ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں جن رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل جیسے عصا اور روشن ہاتھ وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو فرعون اور اس کے درباریوں نے غرور کیا اور اپنے تکبر کے باعث ایمان نہ لائے اور وہ بنی اسرائیل پر اپنے ظلم وستم سے غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات متعدد سورتوں میں گزر چکے ہیں۔

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کررہی ہے۔ تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کیے ہوؤں میں ہوگئے۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی کہ ان کو ہدایت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہماری اطاعت

1 ......تفسیر طبری، المؤمنون، تحت الآیة: ٤٥-٤٦، ٩/٢١٦، ملخصاً.

گزارہے۔تو انہوں نے ان دونوں کوجھٹلایا تو ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے۔اور بیشک ہم نے موسیٰ کوکتاب عطافرمائی تاکہ(بنی اسرائیل)ہدایت پاجائیں۔

﴿فَقَالُوْٓا: تو کہنے لگے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کاخلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اورحضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں ایمان کی دعوت دی تو کہنے لگے ’’کیا ہم اپنے جیسے دوآدمیوں یعنی حضرت موسیٰ اورحضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پرایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم بنی اسرائیل ہمارے زیرِفرمان ہے،تو یہ کیسے گوارا ہوکہ اسی قوم کے دوآدمیوں پرایمان لاکراُن کے اطاعت گزار بن جائیں۔یہ لوگ اپنی تکذیب پر قائم رہے یہاں تک کہ دریامیں غرق ہوکر ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے۔[1]

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطافرمائی۔﴾ ارشادفرمایا کہ ہم نے فرعون اوراس کی قوم کی ہلاکت کے بعدحضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوکتاب یعنی توریت شریف عطا فرمائی تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم بنی اسرائیل اس کے احکامات پرعمل کرکے سیدھے راستے کی ہدایت پاجائیں۔[2]

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

ع ۳ ۱۸ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اورہم نے مریم اوراس کے بیٹے کونشانی کیااورانہیں ٹھکانا دیاایک بلندزمین جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتاپانی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورہم نے مریم اوراس کے بیٹے کونشانی بنادیااورانہیں ایک بلند، رہائش کے قابل اورآنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی سرزمین میں ٹھکانادیا۔

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ٣٢٦/٣، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ٤٩/٤-٥٠، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٤٩، ٨٦/٦.

﴿وَجَعَلْنَا: اور ہم نے بنادیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قدرت کی نشانی بنادیا۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ انہیں کسی مرد نے نہ چھوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے پیٹ میں حمل پیدا فرمادیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا، جھولے میں انہیں کلام کرنے کی طاقت دی اور ان کے دستِ اقدس سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ فرمایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک بلند، ہموار، کشادہ اور پھلوں والی جگہ دی جو ان چیزوں کی وجہ سے رہائش کے قابل تھی نیز وہاں آنکھوں کے سامنے پانی بہہ رہا تھا جو خوبصورتی کی علامت بھی ہے اور قابلِ رہائش ہونے کی بھی۔ ایک قول کے مطابق اس سرزمین سے مراد بَیْتُ الْمَقْدَس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دمشق یا فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔ اس بارے میں اور بھی کئی قول ہیں۔[1]

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ: اے رسولو!﴾ یہ حکم تمام رسولوں کو تھا جیسا کہ نیچے حدیث نمبر چار سے واضح ہے۔ البتہ بطورِ ندا مخاطَب کئے جانے کے اعتبار سے بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں رسولوں سے مراد تمام رسول ہیں اور ہر ایک رسول کو اُن کے زمانے میں یہ ندا فرمائی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ رسولوں سے مراد خاصِ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور

---

[1] ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٠، ٢٧٩/٨ - ٢٨٠، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٠، ٣٢٦/٣، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٠، ص٧٥٨-٧٥٩، ملتقطاً.

ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی کئی قول ہیں۔پاکیزہ چیزوں سے مراد حلال چیزیں اور اچھے کام سے مراد شریعت کے اَحکام پر اِستقامت کے ساتھ عمل کرنا ہے۔ (1)

پاکیزہ و حلال چیزیں کھانے کی ترغیب اور ناپاک و حرام چیزیں کھانے کی مذمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پاکیزہ اور حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا اور قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر یہی حکم اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی دیا ہے،اس مناسبت سے یہاں پاکیزہ و حلال چیزیں کھانے کی ترغیب اور ناپاک و حرام اَشیاء کھانے کی مذمت پر مشتمل 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص پاکیزہ (یعنی حلال) چیز کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (2)

(2)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر وہ جسم جو حرام سے پلا بڑھا تو آگ اس سے بہت قریب ہوگی۔ (3)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی ڈال لے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں ایسی چیز ڈالے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ (4)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیِّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٥١، ص٧٥٩، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥١، ٣٢٦/٣، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ٦٠-باب، ٢٣٣/٤، الحديث: ٢٥٢٨.

3 ......شعب الايمان، التاسع والثلاثون من شعب الايمان...الخ، فصل فی طيب المطعم والملبس، ٥٦/٥، الحديث: ٥٧٥٩.

4 ......شعب الايمان، التاسع والثلاثون من شعب الايمان...الخ، فصل فی طيب المطعم والملبس، ٥٧/٥، الحديث: ٥٧٦٣.

صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ۔

پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے ’’یارب! یارب! اور اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ [1]

اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو حلال رزق کھانے اور حرام رزق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

حلال رزق پانے اور نیک کام کرنے کی دعا

حضرت حنظلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے عرض کی کہ آپ یہ دو دعائیں مانگا کریں: ’’اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ طَیِّبًا وَّ اسْتَعْمِلْنِیْ صَالِحًا‘‘ یعنی اے اللہ!، مجھے پاکیزہ رزق عطا فرما اور مجھے نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ [2]

عبادت کسی سے معاف نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی عبادات فرض تھیں، لہٰذا کوئی شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہو عبادت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بہت ضرورت ہے جو فقیروں کا لبادہ اوڑھ کر اور اللہ تعالٰی کے کامل اولیاء جیسی شکل و صورت بنا کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قرب کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں جو مقام انبیاءِ کرام اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حاصل ہے وہ کسی ولی اور صحابی کو حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی کامل ولی ان کے مقام تک پہنچنے کا دعویٰ کرسکتا ہے تو جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر عبادات فرض رہیں اور انہیں کوئی

---

1 ...... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیّب وتربیتها، ص٥٠٦، الحدیث: ٦٥(١٠١٥).

2 ...... نوادر الاصول، الاصل الثانی والستون المائة، ٦٣٩/١، الحدیث: ٨٩٦.

عبادت معاف نہ ہوئی تو یہ بناوٹی صوفی کس منہ سے دعویٰ کرر ہا ہے کہ اب اس پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو۔

﴿وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ: اور بیشک یہ۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! تم جس دین پر ہو یعنی دینِ اسلام، یہ ایک ہی دین ہے، اسی دین پر تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے تھے۔[1] مراد یہ ہے کہ اصولی عقائد میں کسی کا اختلاف نہیں، اس اعتبار سے سب متفق ہیں، البتہ ان کی شریعتوں میں فروعی احکام اور عبادت کے طریقوں میں جو اختلاف ہے اسے دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًاؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی امتوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

﴿فَتَقَطَّعُوْۤا: تو ان کی امتوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دین ایک ہی ہے البتہ ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور یہودی، عیسائی، مجوسی وغیرہ فرقے فرقے ہوگئے۔ معنی یہ ہے کہ ہر قوم نے ایک کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا، صرف اسی پر ایمان لائے اور دیگر کتابوں کا انکار کردیا۔ ہر گروہ

[1] ......تفسیر سمرقندی، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٥٢، ٢/٤١٥.

اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے اور اپنے ہی آپ کو حق پر جانتا ہے اور دوسروں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ اس طرح اُن کے درمیان دینی اختلافات ہیں۔[1]

اسی طرح امتیں یوں بھی ٹکڑوں میں بٹیں کہ فرقوں میں بٹ گئیں اور اپنے دین کی اپنی اپنی تشریحات بنالیں جیسے یہودیوں اور عیسائیوں میں ہوا کہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ دین کی یہ تفریق بھی حرام ہے۔ اس حوالے سے یہاں دو اَحادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت معاویہ بن سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا "خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ سب سے بڑی جماعت ہے۔" ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ گمراہی ان میں یوں سرایت کر جائے گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے آدمی کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے کتے کے کاٹے ہوئے کے جسم میں زہر داخل ہو جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے نہیں بچتا۔[2]

(2)......حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کی نماز کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں انتہائی بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہر آنکھ سے آنسو رواں ہو گئے اور سب کے دل لرز گئے۔ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یہ تو اس شخص کی نصیحت کی طرح ہے جو رخصت ہو رہا ہو۔ یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اگر کوئی حبشی غلام تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کا بھی حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ بے شک تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم (شریعت کے خلاف) نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ یہ گمراہی ہے۔ تم میں جو شخص یہ زمانہ پائے اسے میرا اور میرے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے خُلفاء کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور تم سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔[3]

---

1 ......تفسیر سمرقندی، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٣، ٢/٤١٥، خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ٥٣، ٣/٣٢٧، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب شرح السنّة، ٤/٢٦٣، الحدیث: ٤٥٩٧.

3 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ بالسنّة واجتناب البدع، ٤/٣٠٨، الحدیث: ٢٦٨٥.

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان کو چھوڑ دو ان کے نشہ میں ایک وقت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم انہیں ایک مدت تک ان کی گمراہی میں چھوڑ دو۔

﴿**فَذَرْهُمْ: تو تم ان کو چھوڑ دو۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفارِ مکہ کو ان کے کفر و گمراہی اور ان کی جہالت و غفلت میں ان کی موت کے وقت تک چھوڑ دیں اور ان پر جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ نہ فرمائیں۔[1]

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کررہے ہیں مال اور بیٹوں سے۔ یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں۔ تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں۔

﴿**اَیَحْسَبُوْنَ: کیا یہ خیال کررہے ہیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ کیا وہ یہ خیال کررہے ہیں کہ ہم جو مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں اور ہماری یہ نعمتیں ان کے اعمال کی جزاء ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥٤، ٣/٣٢٧، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٥٤، ٦/٨٩، ملتقطاً.

اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں۔ (1)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے پاس مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ڈھیل ہے۔ دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے مال اور اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں اس کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکل جائے۔

فی زمانہ کفار کی دُنْیَوی علوم وفنون میں ترقی اور مال و دولت کی بہتات دیکھ کر بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے جبھی تو وہ اس قدر ترقی یافتہ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوتا تو وہ اس قدر آسائشوں میں تھوڑی ہوتے۔ اگر انہوں نے قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا ہوتا تو شاید ایسی باتیں ان کی زبان پر کبھی نہ آتیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور فہم عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۟ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۟ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۟ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے خوفزدہ ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۵۵-۵۶، ۳/۳۲۷، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ۵۵-۵۶، ۶/۸۹، ملتقطاً.

2 ......التوبه: ۸۵.

اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ: بیشک وہ جو۔﴾ گزشتہ آیات میں کفار کی مذمت بیان فرمانے کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ایمان والوں کے اَوصاف بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا **ایک وصف** یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ مومن نیکی کرنے کے باوجود **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے جبکہ منافق گناہ کرنے کے باوجود بے خوف رہتا ہے۔ **دوسرا وصف** یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تمام کتابوں کو مانتے ہیں۔ **تیسرا وصف** یہ ہے کہ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔(1)

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے جو کچھ دیا وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ: اور وہ جو دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کا چوتھا وصف بیان فرمایا کہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو کچھ زکوٰۃ و صدقات دیتے ہیں یا جو نیک اعمال بجا لاتے ہیں، اس وقت ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد ہی نہ کر دیئے جائیں، کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(2)

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے دو عالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شرابیں پیتے ہیں اور چوری کرتے

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ٣/٣٢٧، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ص ٧٦٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٠، ٣/٣٢٧.

ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں، اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، صدقے دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہوجائیں۔ [1]

نیکی کرنا اور ڈرنا ایمان کے کمال کی علامت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنا اور ڈرنا، کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

پہلے زمانے کے اور موجودہ زمانے کے لوگوں کا حال

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’پہلے زمانے کے لوگ دن رات عبادت کرتے اور جو بھی عمل کرتے دل میں خوفِ خدا رہتا تھا کہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ رات دن عبادت میں گزارنے کے باوجود اپنے نفسوں کے بارے میں خوف زدہ رہتے تھے، وہ بہت زیادہ تقویٰ اختیار کرتے اور خواہشات اور شبہات سے بچتے تھے، اس کے باوجود وہ تنہائی میں اپنے نفسوں کے لئے روتے تھے۔

لیکن اب حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کو مطمئن، خوش اور بے خوف دیکھو گے حالانکہ وہ گناہوں پر اوندھے گرتے ہیں، دنیا میں پوری توجہ رکھے ہوئے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ سے منہ پھیر رکھا ہے، ان کا خیال ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس کے عفو و درگزر اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں گویا ان کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے جس طرح اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی معرفت حاصل کی ہے اس طرح انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور پہلے بزرگوں کو بھی حاصل نہ تھی۔ اگر یہ بات محض تمنا اور آسانی سے حاصل ہوجاتی ہے تو ان بزرگوں کے رونے، خوف کھانے اور غمگین ہونے کا کیا مطلب تھا۔ حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں قرآن پاک ان کے دلوں میں ایسے پرانا ہوجائے گا جیسے بدن پر کپڑے پرانے ہوجاتے ہیں، ان کے تمام کام لالچ کی وجہ سے ہوں گے جس میں خوف نہیں ہوگا، اگر ان میں سے کوئی اچھا عمل کرے گا تو کہے گا یہ مقبول ہوگا اور اگر برائی کرے گا تو کہے گا میری بخشش ہوجائے گی۔ [2]

یہ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آج سے تقریباً 900 سال پہلے کے حالات لکھے ہیں اور فی زمانہ تو حالات

---

1 ...... ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمنین، ۵/۱۱۸، الحدیث: ٣١٨٦.

2 ...... احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور وحقیقتہ وامثلتہ، ٣/٤٧٤.

اس سے کہیں زیادہ نازک ہو چکے ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور نیک اعمال کے سلسلے میں اپنے بزرگوں کی راہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اُولٰٓىٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

﴿اُولٰٓىٕكَ: یہ لوگ۔﴾ یعنی جن لوگوں کے اَوصاف سابقہ آیات میں بیان ہوئے وہ بہت رغبت اور اہتمام کے ساتھ نیک اعمال کرتے ہیں اور ان میں اس لئے جلدی کرتے ہیں کہ کہیں ان کا وقت ختم نہ ہو جائے اور اس نیک عمل کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی واقع نہ ہو جائے اور وہ نیک اعمال کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مفسرین نے آیت کے اس حصے "وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ" کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کے اجر میں سبقت کرنے والے ہیں یعنی انہیں ان کے نیک اعمال کا اجر آخرت سے پہلے دنیا میں بھی مل جاتا ہے یا وہ نیکیوں کی وجہ سے جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ (1)

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

---

(1) ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۱، ۶/۹۱، تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۱، ۸/۲۸۴، مدارك، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۶۱، ص۷۶۰، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بیان کرتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے۔﴾ یعنی سابقہ آیت میں نیک لوگوں کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ ان کی طاقت اور وسعت سے باہر نہیں، یونہی ہر وہ چیز جو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمائی ہے وہ ان کی طاقت سے زیادہ نہیں ہے اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ورنہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس بارے میں کسی کو سوال کرنے کی مجال نہیں۔ (1)

مزید ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق ہی بیان کرتی ہے، اس میں ہر شخص کا عمل لکھا ہوا ہے، اور وہ لوحِ محفوظ ہے اور عمل کرنے والوں پر کوئی ظلم نہ ہوگا، نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی۔ (2)

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور کافروں کے کام ان اعمال کے علاوہ ہیں جنہیں یہ کررہے ہیں۔

﴿ بَلْ قُلُوْبُهُمْ: بلکہ ان کے دل۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن شریف سے غفلت میں ہیں

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ص ٧٦٠، صاوی، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ٤/١٣٦٩-١٣٧٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٢، ٣/٣٢٧-٣٢٨.

اور اِن کافروں کے خبیث کام جنہیں یہ کررہے ہیں ان کاموں کے خلاف ہیں جو مذکورہ بالا آیات میں ایمانداروں کے ذکر کئے گئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور وہ اس عظیم غفلت کے علاوہ اور بھی بہت سے خبیث کام کررہے ہیں۔ (1)

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْــٴَـرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے امیروں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔

﴿حَتّٰى: یہاں تک کہ۔﴾ اس آیت میں کفار کے اعمال کا انجام بیان کیا گیا کہ کفار اپنے اعمال پر ہی قائم رہے یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا اور وہ بدر کے دن تلواروں سے قتل کئے گئے تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس عذاب سے مراد فاقوں اور بھوک کی وہ مصیبت ہے جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے ان پر مُسَلَّط کی گئی تھی اور اس قحط کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ کتے اور مردار تک کھا گئے تھے۔ (2)

لَا تَجْــٴَـرُوا الْیَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۚۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج فریاد نہ کرو ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ ہوگی۔ بیشک میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم

1 ......جمل مع جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٦٣، ٥/٢٤٦-٢٤٧، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٦٣، ٦/٩٢، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٦٤، ٦/٩٢، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٤، ٣/٣٢٨، ملتقطاً.

اپنی ایڑیوں کے بل اُلٹے پلٹتے تھے۔خدمتِ حرم پر بڑائی مارتے ہورات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے حق کو چھوڑے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج فریاد نہ کرو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ بیشک میری آیات کی تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھی تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹتے تھے۔خانہ کعبہ کی خدمت پر ڈینگیں مارتے تھے، رات کو الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے، حق کو چھوڑے ہوئے۔

﴿ لَا تَجْــٴَـرُوا الْیَوْمَ: آج فریاد نہ کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی فریاد کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ آج فریاد نہ کرو، اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔(اس کی وجہ یہ ہے کہ) بے شک قرآن مجید کی آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں، لیکن تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے تھے اور ان آیات پر ایمان نہ لاتے تھے اور تمہارا حال یہ تھا کہ تم خانہ کعبہ کی خدمت پر یہ کہتے ہوئے ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں اور بَیْتُ اللہ کے ہمسائے ہیں، ہم پر کوئی غالب نہ ہوگا، ہمیں کسی کا خوف نہیں اور کعبہ معظّمہ کے گرد جمع ہو کر الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ باتیں کرتے تھے اور اُن باتوں میں اکثر قرآن پاک پر طعن کرنا، اسے جادو اور شعر کہنا، اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں بے جا باتیں کہنا ہوتا تھا اور تم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور مومنوں کو نیز قرآن کریم کو چھوڑے ہوئے تھے۔[1]

اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اُنہوں نے قرآن میں غور و فکر نہیں کیا؟ یا کیا اُن کے پاس وہ آیا جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا؟

﴿ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا: کیا اُنہوں نے غور و فکر نہیں کیا؟﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی سے اِعراض کرنے کی وجہ

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ٣/٣٢٨، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ص ٧٦٠، ملتقطاً.

سے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے قرآن پاک میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہیں ڈالی جس سے اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کلام حق ہے، اس کی تصدیق لازم ہے اور جو کچھ اس میں ارشاد فرمایا گیا وہ سب حق اور اسے تسلیم کرنا واجب ہے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت وحقّانیّت پر اس میں واضح دلالتیں موجود ہیں اور کیا اُن کے پاس وہ چیز آئی ہے جو اُن کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی نرالی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے زمانے میں ہوئی ہی نہ ہو اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رسول آیا بھی کرتے ہیں، کبھی پہلے کوئی رسول آیا ہوتا اور ہم نے اس کا تذکرہ سنا ہوتا تو ہم کیوں اس رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ مانتے۔ تمہارے پاس یہ عذر کرنے کا موقع بھی نہیں ہے کیونکہ پہلی امتوں میں رسول آچکے ہیں اور خدا عَزَّوَجَلَّ کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں۔ (1)

اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا اُنہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے؟ تو وہ اس نبی کا انکار کر رہے ہیں۔

﴿اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا: یا کیا اُنہوں نے پہچانا نہیں ہے؟﴾ کفارِ مکہ سے مزید فرمایا کہ کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر شریف کے جملہ اَحوال کو نہ دیکھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عالی نسب، صدق وامانت، وُفورِ عقل، حُسنِ اَخلاق، کمالِ حلم، وفا وکرم اور مُرَوَّت وغیرہ پاکیزہ اخلاق، اچھی صِفات اور بغیر کسی سے سیکھے آپ کے علم میں کامل اور تمام جہان سے زیادہ علم رکھنے اور فائق ہونے کو نہ جانا، کیا ایسا ہے؟ حقیقت میں یہ بات تو نہیں بلکہ وہ سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف وکمالات کو خوب جانتے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برگزیدہ صفات شہرۂ آفاق ہیں، پھر بھی وہ بلا وجہ ہٹ دھرمی

1 ......تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٦٨، ٨/٢٨٦، خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٦٨، ٣/٣٢٨، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیۃ: ٦٨، ٤/٥٧، ملتقطاً۔

کی وجہ سے اس پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کر رہے ہیں۔ [1]

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت جاننے کا ایک طریقہ

قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کی روشنی میں یہاں ایک مختصر مضمون دیا جارہا ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت پہچاننے اور آپ کے محبت کیلئے قابل ترین ہستی ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کے کچھ کمالات فِطری ہوتے ہیں جیسے حسن، قوت، عقل، فہم کی درستی، زبان کی فصاحت، حَواس اور اَعضاء کی قوت، مُعتدل حرکات، نسب کی شرافت، قومی عزت، وطنی کرامت۔ نیز کچھ چیزیں زندگی کی ضرورت ہوتی ہیں جو اگرچہ دنیوی ہوتی ہیں لیکن جب ان سے تقویٰ مقصود ہو تو وہ آخرت کی خوبیوں اور خصلتوں کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہیں جیسے غذا، نیند، لباس، مکان، نکاح، مال اور عہدہ و منصب وغیرہ اور کچھ اَوصاف وہ ہوتے ہیں جو مُطلَقاً آخرت کے شمار ہوتے ہیں جیسے تمام بلند اَخلاق، شرعی آداب، علم، بُردباری، صبر، شکر، انصاف، زُہد، تواضع، عَفو، عِفَّت، سخاوت، شجاعت، حیاء، مُرَوَّت، خاموشی، سکون، وقار، مہربانی، آداب و معاشرت کا حسن وغیرہ۔ اور یہی وہ خصائل ہیں جن کے مجموعہ کو حسنِ خُلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض خصلتیں تو کسی کی فطری عادت ہوتی ہیں اور کسی کی فطری تو نہیں ہوتی لیکن وہ انہیں محنت و ریاضت سے حاصل کر لیتا ہے۔ ان خوبیوں کا حال یہ ہے کہ کسی شخص میں ان میں سے ایک یا دو بھی پائی جائیں تو وہ بڑا مشرف و معزز مانا جاتا ہے، مثلاً نسب یا جمال یا، قوت یا علم یا شجاعت یا سخاوت وغیرہ میں سے ایک بھی وصف پایا جائے تو وہ پسندیدہ، محبوب اور عظیم بن جاتا ہے حتّٰی کہ اس بندے کی قدر اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے نام کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس وصف کی وجہ سے دلوں میں اس کے اثر اور عظمت کا سکہ جم جاتا ہے اور یہ بات گزشتہ زمانے سے چلی آرہی ہے، تو پھر اس ذاتِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور محبوبیت کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس میں یہ تمام کے تمام مَحاسن وخَصائل پیدائشی اور فطری طور پر کامل ترین طرز پر جمع ہیں جن سے بہتر جامِعیّت کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

[1] ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٦٩، ٣/٣٢٨، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٦٩، ص٧٦١، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٦٩، ٦/٩٤، ملتقطاً.

کٰرِھُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں اسے سودا ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے اور ان میں اکثر کو حق بُرا لگتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر جنون طاری ہے بلکہ وہ نبی تو ان کے پاس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ: یا وہ کہتے ہیں۔﴾ مزید فرمایا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر جنون طاری ہے، یہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جیسا دانا اور کامل عقل والا شخص اُن کے دیکھنے میں نہیں آیا لہٰذا اس ہستی کو جنون نہیں بلکہ یہ مقدس نبی ہیں جو ان کے پاس حق یعنی قرآن کریم کے ساتھ تشریف لائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور دینی اَحکام کے بیان پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود کافروں کا انہیں برا کہنا اس لئے ہے کہ ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں کیونکہ قرآن میں اُن کی نفسانی خواہشات کی مخالفت ہے، اس لئے وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صفات و کمالات کو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اکثر کی قید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حال ان میں بیشتر لوگوں کا ہے چنانچہ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق پر جانتے تھے اور حق اُنہیں برا بھی نہیں لگتا تھا لیکن وہ اپنی قوم سے موافقت کی وجہ سے یا اُن کے طعن و تشنیع کے خوف سے ایمان نہ لائے جیسے کہ ابو طالب۔ (1)

وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ؕ﴿۷۱﴾

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۷۰، ص ۷٦۱، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ۷۰، ص ۲۹۱، بيضاوى، المؤمنون، تحت الآية: ۷۰، ٤/۱٦۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہوجاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اپنی عزت سے ہی منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہوجاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

﴾وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ: اور اگر سچا قرآن ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا۔﴿ یعنی اگر قرآن شریف ان کی خواہشات اور نظریات کے مطابق نازل ہوتا اس طرح کہ اس میں وہ مَضامین مذکور ہوتے جن کی کفار خواہش کرتے ہیں تو تمام عالَم کا نظام درہم برہم ہوجاتا کیونکہ قرآن سچی کتاب ہے اور اس میں اگر یہ مَضامین مذکور ہوتے تو حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا اور جب ایک سے زیادہ خدا ہوں تو ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا یونہی سب کے ارادے کا ایک ہی وقت میں پورا ہونا محال ہے اور یوں کائنات کا نظام تباہ ہوکر رہ جاتا لیکن ہم تو ان کے پاس قرآن لائے ہیں اور ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں نصیحت لائے ہیں، مگر وہ تو اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔(1)

ایک دوسری تفسیر کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں ان کی عزت وشہرت کا ذریعہ لائے ہیں کہ یہ اس پر عمل کرکے عزت و شہرت دونوں کما سکتے ہیں لیکن وہ تو اپنی عزت وشہرت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ﳓ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو تمہارے رب کا اجر سب سے بھلا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا۔

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۷۱، ۳/۳۲۹، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ۷۱، ص ۲۹۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ تو تمہارے رب کا اجر سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

﴿اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ خَرْجًا: کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ انہیں ہدایت کرنے اور راہِ حق بتانے پر کچھ اجرت مانگتے ہو؟ ایسا بھی تو نہیں تو یہ بات آپ کے کمالِ اخلاص کی دلیل ہے جو انہیں سمجھنی چاہیے۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا اجر تو آپ کے رب کے پاس ہے جو سب سے بہترین اجر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اور اس کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فضل عظیم ہے اور جو نعمتیں اُس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کثیر اور اعلیٰ ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی کیا پرواہ؟ پھر جب وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف و کمالات سے واقف بھی ہیں، قرآن پاک کا اعجاز بھی اُن کی نگاہوں کے سامنے ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن سے ہدایت و اِرشاد کا کوئی اجر و عِوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر رہا۔

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔ اور بیشک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔ اور بیشک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں۔

﴿وَ اِنَّكَ: اور بیشک تم۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ انہیں سیدھی راہ یعنی

دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت قبول کریں اور اسلام میں داخل ہوں۔ (1)

﴿وَ اِنَّ الَّذِیْنَ: اور بیشک جو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک جولوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور دینِ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت پر ایمان لانا اور قیامت کے دن کی ہَولناکیوں کا خوف راہِ حق تلاش کرنے اور اس پر چلنے کا بہت مضبوط ذریعہ ہے۔ (3)

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے ٹال دیں تو ضرور بھٹ پنا کریں گے اپنی سرکشی میں بہکتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے اور جو مصیبت ان پر پڑی تھی وہ ٹال دیتے تو یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ضرور ڈھیٹ پن کرتے۔

﴿وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ: اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے۔﴾ **شانِ نزول:** جب قریش سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت بہت اَبتر ہوگئی تو ابوسفیان اُن کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا آپ اپنے خیال میں سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا بے شک۔ ابوسفیان نے کہا: قریش اپنے خلاف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئے، فاقوں سے تنگ

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٧٣، ص٧٦٢.

2 ......جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٧٤، ص٢٩١.

3 ......روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٧٤، ٩٦/٦، ملخصاً.

آ گئے ،لوگ بھوک کی بے تابی سے ہڈیاں چبا گئے اور مردار تک کھا گئے ۔میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کی ، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس قحط کو دور فرما دے ۔حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور سات سالہ قحط سالی کی جو مصیبت ان اہلِ مکہ پر پڑی ہے وہ ٹال بھی دیں تو پھر وہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی کی طرف لوٹ جائیں گے اور ان کی یہ خوشامد و چاپلوسی جاتی رہے گی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مومنین کی عداوت اور تکبر جو اُن کا پہلا طریقہ تھا، یہ وہی اختیار کریں گے۔ (2)

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

ع ۴ ۲۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر کھولا کسی سخت عذاب کا دروازہ تو وہ اب اس میں ناامید پڑے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ نہ تب اپنے رب کے حضور جھکے اور نہ ہی (اب) عاجزی کررہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم اُن پر کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولتے ہیں تو اس وقت وہ اس میں ناامید پڑے ہوتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ :اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ہم نے انہیں بھوک کے عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ پھر بھی نہ اس وقت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور جھکے ہیں اور نہ ہی وہ آئندہ

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۷۵، ۳/۳۲۹، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ۷۵، ۴/۶۰، ملخصاً.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عاجزی کریں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا بڑی بدبختی کی دلیل ہے۔

﴿حَتّٰی: یہاں تک۔﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم اُن پر موت کے وقت یا قیامت کے دن کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولیں گے تو اس وقت وہ اس عذاب میں ہر بھلائی سے نا امید پڑے ہوں گے۔[2]

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت ہی کم حق مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ، تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔

﴿وَ هُوَ: اور وہی ہے۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے خطاب فرمایا اور اس سے مقصود اہلِ ایمان کو نعمتیں یاد دلانا جبکہ کفار کو اس بات پر سختی سے تنبیہ کرنا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو ان کے مَصرَف میں استعمال نہیں کیا کیونکہ کان اس لئے بنائے گئے ہیں کہ ان سے وہ بات سنی جائے جس سے ہدایت ملے اور آنکھیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جائے اور دلوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صَنعتوں میں غور وفکر کیا جائے تو جس نے ان نعمتوں کو ان کے مصرف میں استعمال نہ کیا تو وہ ایسا شخص ہے جس نے ان نعمتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔[3]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم ان کے ذریعے سنو، دیکھو اور سمجھو اور دینی، دُنیوی مَنافع حاصل کرو۔ اے لوگو! تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو کیونکہ تم نے ان نعمتوں

1 ......جلالين مع صاوى، المؤمنون، تحت الآية: ٧٦، ١٣٧٣/٤.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٧٧، ٣٢٩/٣.

3 ......صاوى، المؤمنون، تحت الآية: ٧٨، ١٣٧٣/٤-١٣٧٤.

کی قدر نہ جانی اور ان سے فائدہ نہ اُٹھایا اور کانوں، آنکھوں اور دلوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، دیکھنے، سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور حقیقی طور پر نعمتیں عطا فرمانے والے کا حق پہچان کر شکر گزار بننے کا نفع نہ اٹھایا۔ (1)

وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔ اور وہی جِلائے اور مارے اور اسی کے لیے ہیں رات اور دن کی تبدیلیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔ اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَهُوَ: اور وہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی رب عَزَّوَجَلَّ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور نسل بڑھا کر تمہیں زمین میں پھیلایا اور تم اپنے پھیلاؤ کے باوجود قیامت کے دن اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے نہ کہ کسی اور کی طرف، تو تم کیوں اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (2)

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ: اور وہی زندگی دیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے، ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے بعد آنا اور تاریکی و روشنی اور زیادتی و کمی میں ہر ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا یہ سب اس کی قدرت کے نشان ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں خدا عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو تسلیم کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ (3)

---

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۷۸، ۳/۳۲۹، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۷۸، ص۷۶۲-۷۶۳، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ۷۹، ۴/۶۱.

3 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۸۰، ص۷۶۳.

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انہوں نے وہی کہی جو اگلے کہتے تھے۔ بولے کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں کیا پھر نکالے جائیں گے۔ بیشک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا یہ تو نہیں مگر وہی اگلی داستانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے والے کہتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا پھر ہم اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو یہ وعدہ دیا گیا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ سمجھے نہیں بلکہ انہوں نے وہی بات کہہ دی جو ان سے پہلے والے کفار کہتے تھے کہ جب ہم مرجائیں گے اور اس کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا اور ہمارے باپ دادا نے تو اس کی کوئی حقیقت نہ دیکھی تو ہمیں کہاں سے نظر آئے گی، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ (1)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

---

(1)......جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٨١-٨٣، ص٢٩٢، روح البيان، المؤمنون، تحت الآية: ٨١-٨٣، ٦/١٠٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کا تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کا۔ تم فرماؤ: تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ کفار کی اُس بات کا رد فرمانے اور اُن پر حجت قائم فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ ان کا خالق اور مالک کون ہے؟[1]

﴿سَیَقُوْلُوْنَ: اب کہیں گے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے اس سوال کا دیا جانے والا جواب پہلے ہی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمادیا کہ اس سوال کے جواب میں عنقریب کافر کہیں گے: ان کا خالق و مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں، جب وہ یہ جواب دیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے تاکہ یہ بات جان جاؤ کہ جس نے زمین کو اور اس کی کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔[2]

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا۔ اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٨٤، ص٧٦٣، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٨٤، ٣/٣٣٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٨٥، ٣/٣٣٠، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٨٥، ٤/٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ساتوں آسمانوں کا مالک اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ اب کہیں گے: یہ سب اللہ ہی کا ہے۔ تم فرماؤ: پھرتم کیوں نہیں ڈرتے؟

﴿سَيَقُولُونَ: اب کہیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار سے دوسرا سوال کیا گیا کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کفار کی طرف سے دیا جانے والا جواب پہلے ہی ارشاد فرما دیا کہ وہ آپ کی اس بات کے جواب میں کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو آپ ان سے فرمائیں کہ پھرتم غیرُ اللہ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے اور اس کے مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف کیوں نہیں کھاتے۔ [1]

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تمہیں علم ہو۔ اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی، اگر تمہیں علم ہے۔ اب کہیں گے: یہ (ملکیت) اللہ ہی کیلئے ہے۔ تم فرماؤ: تو کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرمائیں ''اگر تمہیں علم ہے تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے اور ہر چیز پر حقیقی قدرت و اختیار کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔ کفار آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ یہ ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ آپ ان سے فرمائیں کہ تو پھرتم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ یعنی کس شیطانی دھوکے میں

[1]......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ص٧٦٣، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٨٦-٨٧، ٣/ ٣٣٠، ملتقطاً.

ہو کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو؟ جب تم اقرار کرتے ہو کہ حقیقی قدرت اسی کی ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔[1]

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی تَعَلِّی چاہتا پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی مشرکین جیسا گمان کرتے ہیں ویسا قطعاً نہیں بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نہ اولاد ہوسکتی ہے نہ اس کا شریک، یہ دونوں باتیں محال ہیں اور وہ بیشک جھوٹے ہیں جو اس کیلئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔[2]

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ: اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے جھوٹا ہونے کو مزید تاکید سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ اختیار نہیں کیا، وہ اس سے بری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نوع اور جنس سے پاک ہے

1 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٨٨، ٤/٦٢، ملخصاً.

2 ......تفسير طبرى، المؤمنون، تحت الآية: ٩٠، ٩/٢٣٩-٢٤٠، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٩٠، ص٧٦٣، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٩٠، ٣/٣٣٠، ملتقطاً.

اور اولاد وہی ہوسکتی ہے جو ہم جنس ہو اور نہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے جو اُلوہیّت میں اس کا شریک ہو۔ اگر بالفرض کوئی دوسرا خدا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور اسے دوسرے کے تحتِ تَصَرُّف نہ چھوڑتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا اور دوسرے پر اپنی برتری اور اپنا غلبہ پسند کرتا کیونکہ ایک دوسرے کے مقابل حکومتیں اسی چیز کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی صورت میں کائنات کے نظام کی تباہی یقینی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو خدا ہونا باطل ہے، خدا ایک ہی ہے اور ہر چیز اسی کے تحتِ تصرف ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے پاک ہے جو یہ کفار بیان کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ہے۔ (1)

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

ع ۵ ۱۵ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: جاننے والا ہر نہاں و عیاں کا تو اسے بلندی ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ اللّٰہ) ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے تو وہ اس (شرک) سے بلند ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

﴿ **عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ: ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے۔** ﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والا ہے یعنی جو مخلوق سے پوشیدہ ہے یا مخلوق پر ظاہر ہے تو ایسا علم والا خدا ان بتوں کا شریک کیسے ہوسکتا ہے جو چھپی ہوئی کوئی بات تک نہیں جانتے اور نہ ہی ظاہری باتوں کی انہیں خبر ہے یعنی مکمل بے خبر ہیں، لہٰذا اللّٰہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۹۱، ص۷٦٤، خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۹۱، ۳/ ۳۳۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم عرض کرو کہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم عرض کرو: اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں (شامل) نہ کرنا۔

﴿**قُلْ رَّبِّ: تم عرض کرو: اے میرے رب!**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو مجھے وہ عذاب دکھادے جس کا (دنیا میں) ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرنا اور ان کا ساتھی نہ بنانا۔[1]

یاد رہے کہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کا ساتھی نہ بنائے گا، اس کے باوجود رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اس طرح دعا فرمانا، عاجزی اور بندگی کے اظہار کے طور پر ہے۔ اسی طرح انبیاءِ معصومین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام استغفار کیا کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرامِ خداوندی کا علم یقینی ہوتا ہے، یہ سب تواضع اور اظہارِ بندگی کے طور پر ہے۔

وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم قادر ہیں کہ تمہیں دکھادیں جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں وہ دکھادیں جس کا ہم انہیں وعدہ دے رہے ہیں۔

﴿**وَ اِنَّا: اور بیشک ہم۔**﴾ اس آیت میں ان کفار کو جواب دیا گیا ہے جو اُس عذاب کا انکار کرتے اور اس کی ہنسی اڑاتی تھے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر ہے،

[1] ……ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹۳-۹۴، ۴/۶۲.

تو پھر انکار کی وجہ اور مذاق اڑانے کا سبب کیا ہے؟ اور کفار کے عذاب میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لے آئیں اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں ان سے وہ نسلیں پیدا ہو لیں۔ (1)

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے بُرائی کو دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کررہے ہیں۔

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ: بُرائی کو اس خصلت وعادت سے دفع کرو جو سب سے اچھی ہو۔﴾ مفسرین نے اس خوبصورت جملے کے کثیر معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔ **(1)** توحید جو کہ سب سے اعلیٰ بھلائی ہے اس سے شرک کی برائی کو دفع فرمائیں۔ **(2)** طاعت وتقویٰ کو رواج دے کر مَعصیَت اور گناہ کی برائی دفع کیجئے۔ **(3)** اپنے مَکارمِ اَخلاق سے خطا کاروں پر اس طرح عفْو ورحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ ہو۔ (2)

رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت سے برائی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرنے کی مثالیں

سُبْحَانَ اللہ! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اور آپ کے ذریعے آپ کی امت کی کتنی پیاری تربیت فرمائی ہے، اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔

---

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٩٥، ص٧٦٥، ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٩٥، ٦٣/٤، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ٩٦، ٦٣/٤، ملخصاً.

3 ......حم السجده: ٣٤.

حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ میں برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جیسے سواونٹوں کے لالچ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے لئے آنے والے سراقہ بن مالک کو امان لکھ دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے ارادے سے زہر میں بجھی تلوار لے کر آنے والے عمیر بن وہب کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا کہ وہ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ فتحِ مکہ کے بعد ان کی سفارش پر صفوان بن امیہ کو بھی معاف کر دیا، منافقوں کے سردار عبداللّٰہ بن اُبی سلول کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ مدینہ منورہ پر کئی حملے کرنے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنے والے شخص وحشی کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کلیجہ چبانے والی ہند بنتِ عتبہ کو معاف کر دیا۔ اگر تمام مسلمان اس آیت مبارکہ میں دیئے گئے حکم پر عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن وسکون کا دَور دورہ ہو جائے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ: ہم خوب جانتے ہیں۔﴾ اس آیت میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کفار اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں کر رہے ہیں، آپ ان کا معاملہ ہم پہ چھوڑ دیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے۔[1]

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم عرض کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے

[1] ……ابو سعود، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۶، ۴/۶۳، بیضاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۶، ۴/۱۶۷، مدارك، المؤمنون، تحت الآیة: ۹۶، ص۷۶۴، ملتقطاً۔

میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔

﴿ وَقُلْ: اورتم عرض کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مزید دو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ یوں دعا کریں کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے وہ لوگوں کو فریب دے کر مَعاصی اور گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں اور اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔ (1)

شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگرچہ معصوم ہیں لیکن چونکہ شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس سے مقصود سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو تعلیم دینا ہے کہ وہ شیطان اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہا کریں۔ (2)

﴿ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ: اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شیطان کے وسوسوں سے بھی محفوظ ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ تک شیطان کی رسائی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا سکھائی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا مانگی جو کہ قبول ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے۔ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شیطان سے پناہ مانگی تو ہم کیا چیز ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے۔

1 ……مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۹۷-۹۸، ص ۷٦٤-۷٦٥، ملخصاً.

2 ……صاوى، المؤمنون، تحت الآية: ۹۷، ٤/۱۳۷۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے۔

﴿حَتّٰى: یہاں تک کہ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر دی کہ جو کفار مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کررہے ہیں یہ اپنی موت کے وقت دنیا کی طرف لوٹائے جانے کا سوال کریں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت تک تو اپنے کفر وسرکشی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر ڈٹا رہتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت آتا ہے اور جہنم میں اس کا جو مقام ہے وہ اسے دکھایا جاتا ہے اور جنت کا وہ مقام بھی دکھایا جاتا ہے جو ایمان لانے کی صورت میں اسے ملتا، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے۔ (1)

لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں ہشت یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔

﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا: شاید اب میں کچھ نیک عمل کرلوں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت عرض کرے گا کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے، شاید اب میں اس دنیا میں کچھ نیک عمل کرلوں جسے میں نے چھوڑ دیا ہے اور نیک اعمال بجالا کر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا تدارُک کروں۔ اس پر اس سے فرمایا جائے گا ''ہرگز

---

(1)......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ٣/٣٣١، مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ص٧٦٥، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ٩٩، ص٢٩٢.

نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ حسرت وندامت سے کہہ رہا ہے، یہ ہونے والی نہیں اور اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے کہ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ جو مر گیا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ انبیاء واَولیاء کا قدرتِ الٰہی اور اِذنِ الٰہی سے مُردوں کو زندہ کرنا اس آیت کے مُنافی نہیں کہ آیت میں عمومی قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ انبیاء واَولیاء کا زندہ کرنا قدرتِ الٰہی کا اِظہار ہے۔

[illegible]

یاد رہے کہ جس طرح کافر اپنی موت کے وقت ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کے لئے دوبارہ دنیا میں لوٹا دیئے جانے کا سوال کریں گے اسی طرح وہ مسلمان بھی دنیا میں لوٹائے جانے کا سوال کریں جنہوں نے نیک اعمال کرنے میں کمی یا کوتاہی کی ہوگی، چنانچہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۹) وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۰) وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاؕ-وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللّٰہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ اور ہرگز اللّٰہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترمذی شریف میں ہے، حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بَیْتُ اللّٰہ شریف کا حج کرنے پہنچ سکتا ہو یا اس پر زکوٰۃ فرض ہو، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو وہ

1 ……منافقون: ۹-۱۱.

مرتے وقت دنیا میں واپسی کا سوال کرے گا۔ ایک شخص نے کہا: اے عبد اللہ بن عباس! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، دنیا میں واپسی کا سوال تو صرف کفار کریں گے (اور آپ مسلمانوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہیں) حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: میں اس کے بارے میں تمہارے سامنے قرآن مجید کی آیات پڑھتا ہوں، چنانچہ آپ نے سورۂ منافقون کی ان تین آیات کی تلاوت فرمائی۔ [1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ادائیگی اور اس کے اَحکام کی بجا آوری میں ہرگز ہرگز غفلت سے کام نہ لے اور دنیا کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرلے تاکہ موت کے وقت ایسے حال کا سامنا کرنے سے محفوظ رہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ: تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پہلی مرتبہ صور میں پھونک مارنا ہے جسے پہلا نفخہ کہتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دوسری مرتبہ صور میں پھونک مارنا ہے جسے دوسرا نفخہ کہتے ہیں۔ [2] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگوں کے درمیان کوئی رشتے نہ رہیں گے جن پر وہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور ان میں آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور رشتے داری کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائیوں، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور اس وقت نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المنافقین، ۲۰۸/۵، الحدیث: ۳۳۲۷.

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۰۱، ۳۳۲/۳.

جیسا کہ دنیا میں پوچھتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور حساب کے بعد لوگ ایک دوسرے کا حال دریافت کریں گے۔[1]

[illegible]

یاد رہے کہ اس حکم میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نسب داخل نہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نسب قیامت کے دن مومن سادات کو کام آئے گا۔ یہاں اس سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسبی اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔[2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر تعلق اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور تعلق (منقطع نہ ہوگا) کیونکہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔[3]

(3)......امیر المومنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کی بہن حضرت اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بالیاں کسی وجہ سے ایک بار ظاہر ہوگئیں (حالانکہ انہیں چھپانے کا حکم ہے) اس پر ان سے کہا گیا: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں نہ بچائیں گے۔ وہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ واقعہ عرض کیا، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نہ پہنچے گی؟ بے شک میری شفاعت ضرور ’’حا‘‘ اور ’’حَکَمْ‘‘ (نامی یمن کے دو قبیلوں) کو بھی شامل ہے۔[4]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میرے

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۶/۱۰۶-۱۰۷.

2 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ: علی، ۳/۱۴۵، الحدیث: ۴۱۳۲.

3 ......مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوّۃ، باب فی کرامۃ اصلہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۸/۳۹۸، الحدیث: ۱۳۸۲۷.

4 ......معجم الکبیر، عبد الرحمن بن ابی رافع عن امّ ھانیٔ، ۲۴/۴۳۴، الحدیث: ۱۰۶۰.

رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہلِ بیت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے عذاب نہ فرمائے گا۔[1]

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے۔ اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ : تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ جس کے عقائد درست اور اعمال نیک ہوں گے تو اس کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزن ہوگا اور یہی لوگ اپنا مقصد ومطلوب کو پا کر کامیاب ہوں گے اور جن کے عقائد غلط اور اعمال نیک نہ ہوں گے، ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وزن نہ ہوگا اور ان سے مراد کفار ہیں، انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔[2]

نوٹ: اعمال کے وزن سے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر 8 اور 9 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى

---

1 ......مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، وعدنى ربّى فى اهل بيتى ان لايعذّبهم، ١٣٢/٤، الحديث: ٤٧٧٢.

2 ......ابو سعود، المؤمنون، تحت الآية: ١٠٢-١٠٣، ٦٤/٤-٦٥.

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔

﴿وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ: اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے بدبختوں کا حال یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جلادے گی اور جہنم میں ان کے دونوں ہونٹ سکڑ کر دانتوں سے دور ہوجائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا ''کیا دنیا میں تمہارے سامنے میرے قرآن کی آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ ضرور پڑھی جاتی تھیں، لیکن تم انہیں سن کر میرے عذاب سے ڈرنے کی بجائے انہیں جھٹلاتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ'' کے بارے میں ارشاد فرمایا ''آگ انہیں بھون ڈالے گی اور اوپر کا ہونٹ سکڑ کر آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف کو چھونے لگے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس دردناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جہنم میں بدنصیب ہی جائے گا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بدنصیب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے۔ (3)

1 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ١٠٤-١٠٥، ص٧٦٦، جلالين، المؤمنون، تحت الآية: ١٠٤-١٠٥، ص٢٩٣، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المؤمنین، ١١٩/٥، الحدیث: ٣١٨٧.

3 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ما یرجی من رحمة الله عزّوجل یوم القیامة، ٥١٦/٤، الحدیث: ٤٢٩٨.

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی ان آیات سے عبرت ونصیحت حاصل کرے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور کسی بھی حال میں اس کی نافرمانی نہ کرے۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَــٴُـوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اے رب ہمارے ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ رب فرمائے گا دُتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

﴿ **قَالُوْا: وہ کہیں گے۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈانٹ سن کر کفار کہیں گے: ہم اپنے اختیار سے لذتوں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوئے اور یہ چیز ہم پر ایسی غالب آئی کہ ہم اس برے انجام تک پہنچ گئے اور انہی لذتوں کی وجہ سے ہم لوگ حق سے گمراہ ہو گئے تھے اور ہم نے تیرے نبی کو جھٹلا دیا اور تیری نافرمانیاں کیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اس کے بعد اگر ہم نے دوبارہ ویسے ہی کام کئے تو بیشک ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو کیونکہ یہ سوال کرنے کی جگہ نہیں اور مجھ سے جہنم سے نکال کر دنیا میں لوٹا دینے کی بات نہ کرو کیونکہ اب ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ [1]

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٦-١٠٨، ٦/١٠٩.

ان آیات میں جہنمیوں کی فریاد کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کو پکار کر کہیں گے اے مالک! تیرا رب (ہمیں موت دے کر) ہمارا کام پورا کردے۔ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام ان سے کہیں گے کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہوگے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کریں گے پکاریں گے اور کہیں گے ''اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اُنہیں جواب دیا جائے گا کہ دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ اب اُن کی امیدیں منقطع ہوجائیں گی اور اس وقت ندامت اور خرابی کی پکار میں مشغول ہوں گے۔[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کو پکاریں گے تو وہ چالیس برس تک انہیں جواب نہ دیں گے، اس کے بعد وہ کہیں گے کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہو گے پھر وہ کہیں گے ''اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اور انہیں دنیا سے دگنی عمر تک جواب نہ دیا جائے گا۔[2]

اور دنیا کی عمر کتنی ہے اس بارے میں کئی قول ہیں ''بعض نے کہا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے، بعض نے کہا بارہ ہزار برس اور بعض نے کہا کہ تین لاکھ ساٹھ برس ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم[3] اور آخری بیان کردہ عمر بھی قطعی نہیں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا

1......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة طعام اهل النار، ٢٦٣/٤، الحدیث: ٢٥٩٥.

2......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب ذکر النار، ما ذکر فیما اعدّ لاهل النار و شدّته، ٩٢/٨، الحدیث: ٦.

3......التذکره للقرطبی، باب منه و ما جاء فی خروج الموحدین من النار... الخ، ص٤١٨، صاوی، المؤمنون، تحت الآیة: ١٠٨، ١٣٧٨/٤.

وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿١١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ: بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا حال یہ تھا کہ جب دنیا میں میرے مومن بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ایمان لائے اور ہم نے تیری اور جو کچھ تیری طرف سے آیا اس کی تصدیق کی، تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں جہنم سے نجات دے کر اور جنت میں داخل فرما کر ہم پر اپنا احسان فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے کیونکہ تیری رحمت ہی تمام رحمتوں کا مَنبع ہے۔'' تو اے کافرو، تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تمہیں میرے عذاب کا خوف نہ رہا اور تم ان سے ہنسا کرتے اور ان کا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے انہیں تمہاری اَذِیَّتوں اور مذاق اڑانے پر صبر کرنے

کا یہ بدلہ دیا کہ وہی ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں پا کر کامیاب ہیں۔ [1]

شانِ نزول: بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں ان کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت خبّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان جیسے دیگر فقراء صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [2]

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْــَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے۔ بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمایا تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ فرمائے گا: تم زمین میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمائے گا: تم بہت تھوڑا ہی ٹھہرے ہو، اگر تم جانتے۔

﴿قٰلَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے فرمائے گا کہ تم دنیا میں اور قبر میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ کفار اس سوال کے جواب میں کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ کفار یہ جواب اس وجہ سے دیں گے کہ اس دن کی دہشت اور عذاب

---

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٩-١١١، ٦/١٠٩، جلالین، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٩-١١١، ص٢٩٣، ملتقطاً۔

2 ......خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ: ١٠٩، ٣/٣٣٣.

کی ہَیبت سے انہیں اپنے دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہ رہے گی اورانہیں شک ہو جائے گا،اسی لئے کہیں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اُن فرشتوں سے دریافت فرما جنہیں تو نے بندوں کی عمریں اوران کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کفار کو جواب دے گا کہ اگر تمہیں دنیا میں رہنے کی مدت معلوم ہوتی تو تم جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔[1]

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو مزید سرزنش فرمائی کہ اے بدبختو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے، ایسا نہیں بلکہ ہم نے تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا تاکہ تم پر عبادت لازم کریں اور آخرت میں تم ہماری طرف لوٹ کر آؤ تو تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں۔[2]

[illegible]

یاد رہے کہ ہماری زندگی کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا جائے گا کہ نہ ہم پر اَمر و نَہی وغیرہ کے اَحکام ہوں، نہ ہمیں مرنے کے بعد اُٹھایا جائے نہ ہم سے اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ ہمیں آخرت میں اعمال کی جزا دی جائے، ایسا نہیں ہے،

1 ......خازن، المؤمنون، تحت الآية: ۱۱۲-۱۱۴، ۳/۳۳۳.

2 ......مدارك، المؤمنون، تحت الآية: ۱۱۵، ص۷۶۷، ملخصاً.

3 ......الذاريات:۵۶.

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى (1) ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

جب ہماری پیدائش کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور ہم شریعت کے احکام سے آزاد بھی نہیں ہیں اور ہمیں قیامت کے دن اپنے ہر عمل کا حساب بھی بہرصورت دینا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو کر دنیا کے کام دھندوں میں ہی مصروف رہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اللہ بہت بلندی والا ہے جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے۔

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ: تو اللہ بہت بلندی والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں مخلوق کی مُماثلت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں۔ (2)

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

1 ......القیامه: ۳٦.

2 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ۱۱٦، ٦/۱۱۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بیشک کافروں کو چھٹکارا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے، بیشک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔

﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ :اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ [1]

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

ع ٦ ٢٦

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم عرض کرو اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم عرض کرو، اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

﴿وَقُلْ :اور تم عرض کرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تاکہ امت اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطے سے آپ کی امت کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......روح البیان، المؤمنون، تحت الآیة: ١١٧، ١١٢/٦-١١٣، جلالین، المؤمنون، تحت الآیة: ١١٧، ص٢٩٣، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، المؤمنون، تحت الآیة: ١١٨، ١١٧/٦، الجزء الثانی عشر.

فرمایا: ’’استغفار کا سردار یہ ہے کہ تم کہو ’’اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ، وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِی، فَاغْفِرْلِی، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ‘‘ یعنی الٰہی تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں اپنے کیے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں، مجھے بخش دے تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جو یقینِ قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقینِ دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا۔ [1]

1 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، ١٨٩/٤، الحدیث: ٦٣٠٦.

سُوْرَةُ النُّوْر

سورۂ نور کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس میں **9** رکوع اور **64** آیتیں ہیں۔[2]

''نور'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر 35 اور 40 میں بکثرت لفظ ''نور'' ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نور'' کہتے ہیں۔

سورۂ نور کے بارے میں احادیث

(1)......حضرت مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ سکھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔''[3]

(2)......حضرت ابووائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے اور میرے ایک ساتھی نے حج کیا اور حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی حج کر رہے تھے، ایک جگہ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سورۂ نور پڑھنے لگے اور اس کی تفسیر بیان کرنا شروع ہوئے تو میرے ساتھی نے کہا ''اے **اللّٰہ**! عَزَّوَجَلَّ، تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے، یہ شخص کتنا بہترین کلام کر رہا ہے اگر اس کلام کو ترکی لوگ سن لیں تو وہ ایمان لے آئیں۔''[4]

1......خازن، تفسیر سورة النور، ٣/٣٣٣.

2......خازن، تفسیر سورة النور، ٣/٣٣٣.

3......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ٢/٤٦٩، الحدیث: ٢٤٢٨.

4......مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضی الله تعالی عنهم، ذكر مجلس ابن عباس، ٤/٦٩٣، الحدیث: ٦٣٤٦.

سورۂ نور کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پردہ، شرم وحیاء اور عِفَّت وعِصمَت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں کی شرعی سزا بیان کی گئی، نیز مشرکہ عورت اور زانیہ عورت سے نکاح حرام قرار دے دیا گیا البتہ بعد میں زانیہ عورت سے نکاح کی حرمت منسوخ کر دی گئی اور مشرکہ عورت سے نکاح کی حرمت باقی رکھی گئی۔

(2)...... پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے اور اسے چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکنے والے کی شرعی سزا بیان کی گئی۔

(3)......لِعان کے اَحکام بیان کئے گئے۔

(4)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر منافقین کی طرف سے لگائی جانے والی جھوٹی تہمت کا واقعہ بیان کیا گیا اور جو مرد وعورت اس تہمت لگانے میں شریک تھا اسے 80 کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا اور اس معاملے میں چند مسلمانوں پر بھی عتاب کیا گیا۔

(5)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان بیان کی گئی۔

(6)......اجتماعی زندگی گزارنے کے اصول بیان کئے گئے کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لی جائے، نگاہوں کو جھکا کر رکھا جائے، شرمگاہوں کی حفاظت کی جائے، غیر مَحرم کے سامنے عورتیں اپنی زینت کی جگہیں ظاہر نہ کریں، جو لوگ شادی شدہ نہیں اور شادی کرنے کی اِستطاعت رکھتے ہوں تو ان کی شادی کر دی جائے اور جو شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کریں۔

(7)......کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔

(8)......اللّٰہ تعالٰی کے وجود اور وحدانیت پر دن اور رات کے پلٹنے سے، بارش نازل کرنے، زمین وآسمان کے پیدا کرنے، پوری کائنات کے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں جھکنے، پرندوں کی پرواز اور عجیب وغریب قسم کے جانوروں اور کیڑے مکوڑے پیدا کرنے سے اِستدلال کیا گیا۔

(9)......منافقوں اور سچے مؤمنوں کے اَوصاف بیان کئے گئے کہ منافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے اِعراض کرتے ہیں جبکہ ایمان والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں۔

(10)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(11)......تین اوقات میں غلاموں اور بچوں کے گھروں میں داخل ہونے کے اَحکام بیان کئے گئے۔

(12)......معذور مسلمانوں سے جہاد کے حکم میں تخفیف کی گئی۔

(13)......قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے اجازت کے بغیر کھانے کا حکم بیان کیا گیا۔

(14)......بارگاہِ رسالت کے آداب بیان کئے گئے۔

سورۂ مؤمنون کے ساتھ مناسبت

سورۂ نور کی اپنے سے ماقبل سورت ''مؤمنون'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مؤمنون میں ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور سورۂ نور میں ان لوگوں کے احکام بیان کئے گئے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے۔[1] نیز سورہ مومنون میں صالحین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جبکہ سورۂ نور میں فاسقین کے اعمال بیان کئے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمۡ

1 ......تناسق الدرر، سورة النور، ص١٠٤.

تَذَكَّرُوْنَ ①

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اُتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿سُوْرَةٌ: یہ ایک سورت ہے۔﴾ سورۂ نور کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے حدود اور مختلف اَحکام بیان فرمائے جبکہ اس سورت کے آخر میں توحید کے دلائل ذکر فرمائے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس میں موجود اَحکام مسلمانوں پر فرض کئے اور ان پر عمل کرنا بندوں پر لازم کیا اور ہم نے اس میں ضروری احکام اور اپنی وحدانیّت کے دلائل پر مشتمل روشن آیتیں نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (1)

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ②

ترجمۂ کنزالایمان: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

(1)......خازن، النور، تحت الآیة: ١، ٣/٣٣٤، صاوی، النور، تحت الآیة: ١، ٤/١٣٨٢، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جوزنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ کے دین میں ان پر کوئی ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔

﴿ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ : جوزنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حدود اور احکام کا بیان شروع فرمایا، سب سے پہلے زنا کی حد بیان فرمائی اور حُکّام سے خطاب فرمایا کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگاؤ۔ (1)

غیر مُحصَن زانی کی سزا

یاد رہے کہ حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور اس سے مقصود لوگوں کو اس کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔ (2) اور اس آیت میں بیان کی گئی زنا کی حد آزاد، غیر مُحصَنْ کی ہے کیونکہ آزاد، مُحصَنْ کا حکم یہ ہے کہ اسے رَجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت ماعِز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے رجم کیا گیا۔ (3)

مُحصَنْ وہ آزاد مسلمان ہے جو مُکلّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً آزاد نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ صحبت کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر مُحصَنْ میں داخل ہیں اور زنا کرنے کی صورت میں ان سب کا حکم یہ ہے کہ انہیں سو کوڑے مارے جائیں۔

زنا کی حد سے متعلق 3 شرعی مسائل

یہاں آیت میں ذکر کی گئی حد سے متعلق 3 اہم شرعی مسائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......زنا کا ثبوت یا تو چار مَردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢، ص٧٦٨.

2 ......درمختار مع ردالمحتار، كتاب الحدود، ٦/٥.

3 ......بخاری، كتاب المحاربين من اهل الكفر والردة، باب هل يقول الامام للمقرّ: لعلّك لمست او غمزت، ٤ / ٣٤٢، الحديث: ٦٨٢٤.

بھی حاکم یا قاضی بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صَراحتاً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا، اس کے بغیر ثبوت نہ ہوگا۔

(2)......مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور تہبند کے سوا اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں اور مُتَوَسَّط درجے کے کوڑے سے اس کے سر، چہرے اور شرم گاہ کے علاوہ تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں اور کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اَلَم یعنی درد گوشت تک نہ پہنچے۔**عورت کو کوڑے لگانے کے وقت** نہ اسے کھڑا کیا جائے، نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں۔ یہ حکم آزاد مرد اور عورت کا ہے جبکہ باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہو چکا۔

(3)......لِواطَت زنا میں داخل نہیں لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے چند قول مروی ہیں۔**(1)** آگ میں جلا دینا۔**(2)** غرق کر دینا۔**(3)** بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا۔ فاعل و مفعول یعنی لواطت کا فعل کرنے اور کروانے والے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔[1]

نوٹ: زنا کی حد سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے بہارِ شریعت جلد **2** حصہ **9** سے **''حدود کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ: تمہیں ان پر کوئی ترس نہ آئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ وہ اللّٰہ تعالٰی کے دین کے معاملے میں انتہائی سخت ہوں اور اس کی نافذ کردہ حدود کو قائم کرنے میں کسی طرح کی نرمی سے کام نہ لیں کہ کہیں اس کی وجہ سے حد نافذ کرنا ہی چھوڑ دیں یا اس میں تخفیف کرنا شروع کر دیں۔[2]

حدود قائم کرنے سے متعلق مسلم حکمرانوں کے لئے شرعی حکم

اس آیت میں اور اس کے علاوہ کثیر اَحادیث میں مسلم حکمرانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جرائم کی جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ انہیں سختی سے نافذ کریں، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالٰی کی حدود کو قریب

1 ......تفسیرات احمدیہ، النور، تحت الآیۃ: ۲، ص۵۴۲-۵۴۳.

2 ......مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۲، ص۷۶۹.

وبعید سب میں قائم کرواور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔[1]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(اے حاکمو!) عزت داروں کی لغزشیں معاف کر دو، مگر حدود (کہ ان کو معاف نہیں کر سکتے۔)''[2]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی تھی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر پیدا ہوگئی (کہ اس کو کس طرح سزا سے بچایا جائے۔) آپس میں لوگوں نے کہا، کہ اس کے بارے میں کون شخص رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سفارش کرے گا؟ پھر لوگوں نے کہا، حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے سوا جو کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، غرض حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی، اس پر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے! پھر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس خطبہ میں یہ فرمایا: کہ ''اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ اگر اُن میں کوئی شریف چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔[3]

اس آیت اور روایات سے اِقتدار کی مَسنَدوں پر فائز ان مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو اللہ تعالٰی کی حدوں کو قائم کرنے کی بجائے الٹا ان میں تبدیلیاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

﴿وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ: اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔﴾ یعنی جب زنا کرنے والوں پر حد قائم کی جا رہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں موجود ہو تا کہ زنا کی سزا دیکھ کر انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ اس برے فعل سے باز رہیں۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الحدود، باب اقامة الحدود، ٣/٢١٧، الحديث: ٢٥٤٠.

2 ......ابو داؤد، كتاب الحدود، باب فى الحدّ يشفع فيه، ٤/١٧٨، الحديث: ٤٣٧٥.

3 ......بخارى، كتاب احاديث الانبياء، ٥٦-باب، ٢/٤٦٨، الحديث: ٣٤٧٥.

زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اس کی بہت شدید مذمت کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ۝۶۸ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۔ اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

نیز کثیر اَحادیث میں بھی زنا کی بڑی سخت مذمت و برائی بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے اور جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔ (3)

(2)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس قوم میں زنا ظاہر ہو گا، وہ قحط میں گرفتار ہو گی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہو گا، وہ رعب میں گرفتار ہو گی۔ (4)

(3)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

---

1 ......بنی اسرائیل: ٣٢.

2 ......فرقان: ٦٨، ٦٩.

3 ......ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن، ٢٨٣/٤، الحدیث: ٢٦٣٤.

4 ......مشکوة المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثالث، ٦٥٦/٢، الحدیث: ٣٥٨٢.

ارشاد فرمایا ’’جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔[1]

(4)......حضرت عثمان بن ابو العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آدھی رات کے وقت آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ ’’ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا جائے، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مصیبت دور کی جائے۔ اس وقت پیسے لے کر زنا کروانے والی عورت اور ظالمانہ ٹیکس لینے والے شخص کے علاوہ ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کر لی جائے گی۔[2]

(5)......حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے ارشاد فرمایا ’’زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: زنا حرام ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُسے حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے (کے گناہ) سے ہلکا ہے۔[3]

(6)......حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے پاک کرے گا اور اس سے فرمائے گا کہ جہنمیوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔[4]

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو زنا جیسے بدترین گندے اور انتہائی مذموم فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا

---

1 ......مستدرك، كتاب البيوع، اذا ظهر الزنا والربا فى قرية فقد احلّوا بانفسهم عذاب الله، ۲/۳۳۹، الحديث: ۲۳۰۸.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه ابراهيم، ۲/۱۳۳، الحديث: ۲۷۶۹.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار رضى الله عنهم، بقية حديث المقداد بن الاسود رضى الله تعالى عنه، ۹/۲۲۶، الحديث: ۲۳۹۱۵.

4 ......مسند الفردوس، باب الزاى، ۲/۳۰۱، الحديث: ۳۳۷۱.

زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

ترجمۂ کنزالایمان: بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرے گا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے۔

﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً: زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرنا پسند کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرنا پسند کرے گا کیونکہ خبیث کا میلان خبیث ہی کی طرف ہوتا ہے، نیکوں کو خبیثوں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فاسق و فاجر شخص نیک اور پارسا عورت سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے جیسی فاسقہ فاجرہ عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے اسی طرح فاسقہ فاجرہ عورت نیک اور پارسا مرد سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق وفاجر مرد سے ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہے۔ **شانِ نزول:** اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مہاجرین میں سے بعض بالکل نادار تھے، نہ اُن کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا اور بدکار مشرکہ عورتیں دولت منداور مالدار تھیں، یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر اُن سے نکاح کرلیا جائے تو ان کی دولت کام میں آئے گی۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اُنہوں نے اس کی اجازت چاہی تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس سے روک دیا گیا۔[1]

﴿وَ حُرِّمَ: اور حرام ہے۔﴾ یعنی بدکاروں سے نکاح کرنا ایمان والوں پر حرام ہے۔ یاد رہے کہ ابتدائے اسلام میں زانیہ عورت سے نکاح کرنا حرام تھا بعد میں اس آیت "وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ" (ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣، ٣/٣٣٥.

بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کردو۔)[1] سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔[2]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعقیدہ اور بری عادات و کردار والے لوگوں کا ساتھی بننے اور انہیں اپنا ساتھی بنانے سے بچنا چاہئے اور درست عقائد رکھنے والے نیک و پارسا لوگوں کا ساتھی بننا اور انہیں اپنا ساتھی بنانا چاہئے کیونکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اثر لیتی ہے اور ایک دوسرے سے تعلقات اپنا اثر دکھاتے ہیں اور بری عادات بہت جلد بندے میں سَرایَت کر جاتی ہیں۔

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں سے ایک آدمی جب دوسرے آدمی سے ملتا تو اس سے کہتا: اے شخص! اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو برا کام تم کرتے ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملتا تو اسے منع نہ کرتا کیونکہ وہ کھانے پینے اور بیٹھنے میں اس کا شریک ہو جاتا تھا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے اچھے دلوں کو برے دلوں سے ملا دیا (اور نیک لوگ بروں کی صحبت میں بیٹھنے کی نحوست سے انہی جیسے ہوگئے۔)[3]

اور جتنے قریبی ساتھی شوہر اور بیوی ہوتے ہیں اتنے کوئی اور نہیں ہوتے اور ان میں سے کوئی ایک بدعقیدہ یا بدکردار ہو تو اس کے اثرات اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے دین و ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے، ذی علم، عاقل، بالغ مَردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں مَعَاذَ اللّٰہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسے سنی کرنا چاہتا ہے۔[4]

لٰہذا جسے اپنے دین و ایمان کی ذرا سی بھی فکر ہے اسے چاہئے کہ وہ بدمذہب مرد یا عورت سے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے، یونہی برے کردار والے مرد یا عورت سے شادی کرنے سے بھی بچے بلکہ درست عقائد، اچھے کردار اور نیک و

1 ......النور: ۳۲.

2 ......مدارك، النور، تحت الآية: ۳، ص۷٦۹.

3 ......ابو داؤد، اوّل كتاب الملاحم، باب الامر والنهى، ٤/١٦٢، الحديث: ٤٣٣٦.

4 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۶۹۲۔

پارسا مرد یا عورت سے شادی کی جائے تا کہ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی برباد نہ ہو۔

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْاۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ: اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں۔﴾ اس آیت مبارکہ میں پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنہوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مُرتکِب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔ (1)

پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل

یہاں آیت میں بیان کی گئی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر **80** کوڑوں

1......جلالين، النور، تحت الآية: ٤، ص٢٩٤.

کی حد واجب ہوجاتی ہے۔ آیت میں **مُحْصَنَاتْ** کا لفظ (یعنی صرف عورتوں پر تہمت لگانے کا بیان) مخصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا یا اس لئے کہ عورتوں کو تہمت لگانا بکثرت واقع ہوتا ہے۔

(2)......ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزا یاب ہوں اور ان پر حد جاری ہوچکی ہو وہ **مَرْدُوْدُ الشَّهَادَة** ہوجاتے ہیں، یعنی ان کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان، مُکَلَّف، آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔

(3)......زنا کی گواہی کا نصاب چار گواہ ہیں۔

(4)......حدِقَذَف یعنی زنا کی تہمت لگانے کی سزا مطالبہ پر مشروط ہے، جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

(5)......جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو تو مطالبہ کا حق اسی کو ہے اور اگر مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

(6)......غلام اپنے مولیٰ کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

(7)......قذف کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ صراحۃً کسی کو اے زانی کہے یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے جبکہ اس کی ماں پارسا ہو تو ایسا شخص قاذِف یعنی زنا کی تہمت لگانے والا ہوجائے گا اور اس پر تہمت کی حد لازم آئے گی۔

(8)......اگر غیر مُحْصَن کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر کو یا ایسے شخص کو جس کا کبھی زنا کرنا ثابت ہو تو اس پر حدِ قذف قائم نہ ہوگی بلکہ اس پر تعزیر واجب ہوگی اور یہ تعزیر 3 سے 39 کوڑے تک جتنے شرعی حاکم تجویز کرے اتنے کوڑے لگانا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے زنا کے سوا اور کسی گناہ کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مُخَنَّث، اے بد دیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دَیُّوث، اے شرابی، اے سود خوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے، اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

نوٹ: حدِ قذف سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت جلد 2 حصہ 9 سے **''قذف کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں۔﴾ یعنی تہمت لگانے والا اگر سزا پانے کے بعد توبہ

کرلے اور اپنے اَحوال واَفعال کو درست کرلے تو اب وہ فاسق نہ رہے گا۔[1] یادر ہے کہ توبہ کے بعد بھی تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہی سے متعلق مُطلقًا ارشاد ہو چکا ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۷﴾ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾

ع ۱/۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو۔ اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے۔ اور پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے تو تمہارا پردہ کھول دیتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: : اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں گواہی یہ ہو کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ

1 ......ابو سعود، النور، تحت الآية: ٥، ٤/٧١، ملخصاً.

چار بار گواہی دے کہ بیشک مرد جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں باریوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے، حکمت والا ہے (تو وہ تمہارے راز کھول دیتا)۔

﴿**وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ**: اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی نے اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کے احکام بیان فرمائے جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی چند آیات میں بیویوں پر زنا کی تہمت لگانے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔[1] **شانِ نزول**: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے؟ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: قسم ہے اُس کی جس نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچادے۔ اُس وقت حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اُترے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔[2]

بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے شرعی احکام

ان آیات میں بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم بیان ہوا اسے شریعت کی اصطلاح میں ''لِعان'' کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لِعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لِعان سے انکار کر دے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِقذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لِعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِقذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب

1 ……تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٦، ٨/٣٣٠.

2 ……بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب و یدرأ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات ... الخ، ٣/٢٨٠، الحدیث: ٤٧٤٧.

ہوگا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہوگی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہوگی۔ اور اگر مرد گواہی دینے کی اہلیت رکھنے والوں میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد گواہی کی اہلیت رکھنے والوں میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو، اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو، اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان۔

نوٹ: لعان سے متعلق مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد **2** حصہ **8** سے **''لِعان کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ: اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی۔﴾ یعنی اے تہمت لگانے والے مردو اور تہمت لگائی گئی عورتو! اگر تم پر اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللّٰہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا نہ ہوتا تو وہ تمہارے راز کھول دیتا اور اس کے بعد تمہارا حال بیان سے باہر ہوتا۔ (1)

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾

(1)......روح البيان، النور، تحت الآية: ١٠، ٦/١٢١.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہیں میں کی ایک جماعت ہے اسے اپنے لیے بُرا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔تم اس بہتان کو اپنے لیے برانہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ : بیشک جو بڑا بہتان لائے ہیں۔﴾ یہ آیت اور اس کے بعد والی چند آیتیں اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان میں نازل ہوئیں جن میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عفت وعصمت کی گواہی خود ربُّ العالَمین نے دی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگانے والے منافقین کو سزا کا مژدہ سنایا۔

واقعۂ اِفک

آیت میں مذکور بڑے بہتان سے مراد اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگانا ہے۔ اس کا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ 5 ہجری میں غزوہ بنی مُصْطَلَق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ضرورت کے لئے کسی گوشے میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ہار ٹوٹ گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس کی تلاش میں مصروف ہوگئیں۔اُدھر قافلے والوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مَحمل شریف اونٹ پر کَس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس میں ہیں، اس کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا واپس تشریف لائیں تو قافلہ وہاں سے جاچکا تھا۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس خیال سے وہیں قافلے کی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ عام طور پر معمول یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اُٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ اس جگہ پر آئے اور اُنہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' پکارا۔حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے

کپڑے سے پردہ کرلیا۔انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس پر سوار ہوکر لشکر میں پہنچ گئیں ۔اس وقت سیاہ باطن منافقین نے غلط باتیں پھیلائیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان میں بدگوئی شروع کردی،بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے اور اُن کی زبان سے بھی کوئی بیجا کلمہ سرزد ہوا۔اسی دوران اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیمار ہوگئی تھیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں ، بیماری کے عرصے میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کے بارے میں منافقین کیا کہہ رہے ہیں ۔ایک روز حضرت اُمِ مِسْطَح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی ۔اس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمے میں اس طرح روئیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی، اس حال میں دوعالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوئی اور حضرتِ اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پاکی میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا شرف ومرتبہ اللّٰہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت وفضیلت بیان فرمائی ۔اس دوران میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کیلئے برسرِ منبر خیر کے کلمات ہی ارشاد فرمائے ، چنانچہ فرمایا: میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔ (1)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’منافقین یقینی طور پر جھوٹے ہیں ،اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا یقینی طور پر پاک ہیں ۔اللّٰہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرتِ عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اس طرح آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طہارت بیان کی اور فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تاکہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالَم عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعلین

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ٣/٦١، الحدیث: ٤١٤١ .

شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارانہ فرمائے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ (1)

اس طرح بہت سے صحابہ اور بہت سی صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے قسمیں کھائیں ۔آیت نازل ہونے سے پہلے ہی اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے دل مطمئن تھے، آیت کے نزول نے ان کی عزت وشرافت اور زیادہ کردی تو بدگویوں کی بدگوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے نزدیک باطل ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لئے سخت ترین مصیبت ہے۔

﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ: تم اس بہتان کو اپنے لیے برانہ سمجھو۔﴾ یعنی اے بہتان سے نجنے والو! تم اس بہتان کو اپنے لیے برانہ سمجھو، بلکہ بہتان سے بچنا تمہارے لیے بہتر ہے کہ اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی تمہیں اس پر جزادے گا اور اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شان اور ان کی براءت ظاہر فرمائے گا، چنانچہ اس براءت میں اللہ تعالٰی نے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (2)

﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ: ان میں سے ہر شخص کیلئے۔﴾ یعنی ان بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کے لئے اس کے عمل کے مطابق گناہ ہے کہ کسی نے طوفان اُٹھایا، کسی نے بہتان اُٹھانے والے کی زبانی موافقت کی، کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ سن ہی لیا، الغرض جس نے جو کیا اس کا بدلہ پائے گا۔ (3)

﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ: ان میں سے وہ شخص جس نے اس کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا۔﴾ یعنی ان بہتان لگانے والوں میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا کہ اپنے دل سے یہ طوفان گڑھا اور اس کو مشہور کرتا پھرا اس کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد عبداللہ بن اُبی بن اَبی سلول منافق ہے۔

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًاۙ

---

(1)......مدارك، النور، تحت الآية: ١٢، ص٧٧٢، ملخصاً.

(2)......مدارك، النور، تحت الآية: ١١، ص٧٧١، ملخصاً.

(3)......مدارك، النور، تحت الآية: ١١، ص٧٧١-٧٧٢.

وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا تھا کہ مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کُھلا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ کھلا بہتان ہے۔

﴿لَوۡلَا: ایسا کیوں نہ ہوا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے کیونکہ مسلمان کو یہی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے کہ بدگمانی ممنوع ہے۔ نیز لوگ سن کر کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے، بالکل جھوٹ ہے اور بے حقیقت ہے۔ [1]

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بعضے گمراہ بے باک یہ کہہ گزرتے ہیں کہ سیدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مَعَاذَاللہ اس معاملہ میں بدگمانی ہوگئی تھی، وہ مُفتری کذّاب (یعنی جھوٹا بہتان لگانے والے) ہیں اور شانِ رسالت میں ایسا کلمہ کہتے ہیں جو مؤمنین کے حق میں بھی لائق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرماتا ہے کہ تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا تو کیسے ممکن تھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بدگمانی کرتے اور حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی نسبت بدگمانی کا لفظ کہنا بڑی سیاہ باطنی ہے، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے بقسم فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل پاک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے اور جب کسی نیک شخص پر تہمت لگائی جائے تو بغیر ثبوت مسلمان کو اس کی موافقت اور تصدیق کرنا روا نہیں۔ [2]

---

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ١٢، ٣/٣٤٣، تفسير كبير، النور، تحت الآية: ١٢، ٨/٣٤١، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، النور، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۶۵۱-۶۵۲۔

بدگمانی سے بچنے کی ترغیب

قرآن مجید میں مسلمانوں کو بدگُمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔

اسی طرح کثیر اَحادیث میں بھی بدگمانی سے بچنے اور اچھا گمان رکھنے کا فرمایا گیا ہے، ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’جس نے اپنے بھائی سے بدگمانی کی بے شک اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے بدگمانی کی، کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ترجمہ: بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’حُسنِ ظن عمدہ عبادت ہے۔[4]

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’تم اپنے بھائی کے منہ سے نکلنے والی کسی بات کا اچھا مَحمل پاتے ہو تو اس کے بارے میں بدگُمانی نہ کرو۔[5]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بدگُمانی سے بچنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[6]

---

1 ......حجرات: ١٢.
2 ......در منثور، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٧/٥٦٦.
3 ......بخاری، كتاب الفرائض، باب تعليم الفرائض، ٤/٣١٣، الحديث: ٦٧٢٤.
4 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب في حسن الظنّ، ٤/٣٨٧، الحديث: ٤٩٩٣.
5 ......در منثور، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٧/٥٦٦.
6 ......بدگُمانی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’بدگُمانی‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

﴿لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ: اس پر کیوں نہ لائے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہتان لگانے والوں سے فرمایا کہ وہ اپنے بہتان پر گواہ کیوں نہ لائے جو اس کی گواہی دیتے اور جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (1)

یاد رہے کہ یہاں جھوٹے ہونے سے ظاہری اور باطنی طور پر جھوٹا ہونا مراد ہے اور اگر بالفرض وہ گواہ لے بھی آتے تو ظاہراً جھوٹے نہ رہتے اگرچہ درحقیقت پھر بھی وہ اور ان کے سارے گواہ جھوٹے ہوتے۔ (2)

﴿وَ لَوْ لَا: اور اگر نہ ہوتا۔﴾ اس آیت میں بہتان لگانے والوں سے مزید فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، جس میں سے توبہ کے لئے مہلت دینا بھی ہے اور آخرت میں عفو و مغفرت فرمانا بھی تو جس بہتان میں تم پڑے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ (3)

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ

---

1 ...... خازن، النور، تحت الآیۃ: ۱۳، ۳/۳۴۳۔

2 ...... روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۱۳، ۶/۱۲۷۔

3 ...... خازن، النور، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۳۴۳۔

تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۗۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللّٰہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللّٰہ کے نزدیک بہت بڑا تھا۔

﴿ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ: جب تم اس کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ بڑا عذاب اس وقت پہنچ جاتا جب تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے ہلکا سا معاملہ سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس میں بڑا گناہ نہیں حالانکہ وہ اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک جرمِ عظیم تھا۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے گناہ اور مَعصِیَّت صادِر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ ہوئے بلکہ انہیں توبہ کی توفیق ملی، لہٰذا یہ درست ہے کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ عادل ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سب سے اللّٰہ نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اور فرماتا ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سب سے اللّٰہ راضی ہوا اور یہ اللّٰہ سے راضی ہیں۔

---

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ۱۵، ۶/۱۲۷، مدارك، النور، تحت الآیة: ۱۵، ص۷۷۳، ملتقطاً.

2 ......حدید: ۱۰.

3 ......توبہ: ۱۰۰.

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔

وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ﳓ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں۔ اے اللہ! تو پاک ہے، یہ بڑا بہتان ہے۔

﴿وَ لَوْ لَاۤ: اور کیوں نہ ہوا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بہتان سنا تھا تو اس وقت یہ کیوں نہ ہوا کہ تم کہہ دیتے: ہمارے لئے درست نہیں کہ یہ بہتان والی بات کہیں کیونکہ یہ درست ہو ہی نہیں سکتی۔ یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رہے کہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی کافر تو ہوسکتی ہے لیکن بدکار ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک بھی قابلِ نفرت ہو اس سے وہ پاک ہوں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری اُن کے نزدیک قابلِ نفرت ہے۔ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر لگائی گئی تہمت واضح بہتان تھی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر لگائی گئی تہمت کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا۔ اسی لئے بہتان نہ کہنے والوں اور توقف کرنے والوں پر عتاب ہوا، البتہ چونکہ یہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر کا معاملہ تھا اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خاموشی حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے معاملے کو نہ جاننے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ وحی کے انتظار کی وجہ سے تھی کیونکہ اگر آپ صَلَّی اللہُ

[1] ……تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ۱۶، ۸/۳۴۳-۳۴۴، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۷۷۳.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے علم کی بناء پر اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی عِصمَت کی خبر دیتے تو منافق کہتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اہلِ بیت کی طرف داری کی۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی خاموش رہے بلکہ خود اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں۔ حالانکہ انہیں تو اپنی پاکدامنی یقین کے ساتھ معلوم تھی۔

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿یَعِظُكُمُ اللّٰهُ: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سابقہ آیات میں مذکور کلام سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس جرم کی وجہ سے حد لگے گی، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالٰی تمہیں اس کے ذریعے نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم اپنی زندگی میں اس جیسے عمل کی طرف کبھی بھی نہ لوٹو۔ امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں کہ اس حکم میں وہ شخص تو داخل ہی ہے جو ایسی بات کہے اور وہ بھی داخل ہیں جو ایسی بات سنے اور اس کا رَد نہ کرے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانا کفر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائے یا ان کی جناب میں تَرَدُّد میں رہے وہ مؤمن نہیں کافر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اُمُّ المؤمنین صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا قذف (یعنی ان پر تہمت لگانا) کفرِ خالص ہے۔[2]

1 ...... تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ١٧، ٨/٣٤٤.

2 ...... فتاوی رضویہ، ۱۴/۲۴۵۔

وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ: اور اللّٰہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ شرعی احکام اور اچھے آداب پر دلالت کرنے والی آیتیں صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان کے ذریعے نصیحت حاصل کرو اور ادب سیکھو اور اللّٰہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے سب حالات کا علم رکھنے والا اور اپنے تمام افعال و تدابیر میں حکمت والا ہے تو پھر اس بات کا سچا ہونا کیسے ممکن ہے جو اس عظیم ہستی کی حرمت کے بارے میں کہی گئی جسے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور اسے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ حق کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور انہیں (گناہ کی آلودگی سے) خوب پاکیزہ فرمادیں اور انہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دیں۔(1)

بہتان تراشی کی مذمت

یاد رہے کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کا وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو، اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے اور بہتان تراشی غیبت سے زیادہ تکلیف دہ ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے، اس لئے یہ ہر ایک پر گراں گزرتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہے اور حدیث پاک میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جہنم کے پُل پر اس وقت تک روکے گا جب تک وہ اپنی کہی ہوئی بات (کے گناہ) سے (اس شخص کو راضی کر کے یا اپنے گناہ کی مقدار عذاب پا کر) نہ نکل جائے۔(2)

---

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ١٨، ٦/١٢٨.

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ٤/٣٥٤، الحدیث: ٤٨٨٣.

اور حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات ذکر کی جو اس میں نہیں تا کہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اس کے بارے میں اپنی کہی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ طویل عرصے تک وہ عذاب میں مبتلا رہے گا)۔[1]

لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بہتان تراشی سے بچے اور جس نے کسی پر بہتان لگایا ہے اسے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔

بہتان تراشی کرنے والوں کا رد کیا جائے

آیت نمبر 16 میں جو فرمایا گیا کہ **’’اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں‘‘** اس سے معلوم ہوا کہ جس کے سامنے کسی مسلمان پر کوئی بہتان باندھا جا رہا ہو اور کسی مسلمان پر بہتان تراشی کر کے اسے ذلیل کیا جا رہا ہو تو اسے چاہئے کہ خاموش نہ رہے بلکہ بہتان لگانے والوں کا رَد کرے اور انہیں اس سے منع کرے اور جس مسلمان پر بہتان لگایا جا رہا ہے اس کی عزت کا دفاع کرے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگوں کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ کسی کے بارے میں ایک دوسرے سے ہزاروں غلط اور بے سروپا باتیں سنتے ہیں لیکن اکثر جگہ پر خاموش رہتے ہیں اور بہتان تراشی کرنے والوں کو منع کرتے ہیں نہ ان کا رد کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اسلامی احکام کے برخلاف ہے اور ایک مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسا طرزِ عمل اپنائے۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔ ترغیب کے لئے یہاں ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جہاں کسی مسلمان مرد کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جاتی ہو ایسی جگہ جس نے اُس کی مدد نہ کی (یعنی یہ خاموش سنتا رہا اور اُن کو منع نہ کیا) تو اللّٰہ تعالیٰ وہاں اس کی مدد نہیں کرے گا جہاں اسے پسند ہو کہ اس کی مدد کی جائے اور جو شخص ایسے موقع پر کسی مسلمان مرد کی مدد کرے گا جہاں اُس کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جا رہی ہو، تو اللّٰہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد

1 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: مقدام، ۶/۳۲۷، الحديث: ۸۹۳۶.

فرمائے گا جہاں اسے محبوب ہے کہ مدد کی جائے۔“[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۲۰﴾

ع ٢ — النصف ٨

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ تم پر نہایت مہربان مہر والا ہے تو تم اس کا مزہ چکھتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے (اس عذاب کا مزہ چکھتے)۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ ارادہ کرتے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ دنیا کے عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے، چنانچہ عبد اللّٰہ بن اُبی، حضرت حَسّان اور حضرت مِسْطَح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حد لگائی گئی اور آخرت کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ مزید فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ دلوں کے راز اور باطن کے احوال جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[2]

﴿اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے۔﴾

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ٤/٣٥٥، الحدیث: ٤٨٨٤.

2 ......مدارك، النور، تحت الآیة: ١٩، ص٧٧٤.

اشاعتِ فاحشہ سے کیا مراد ہے

اشاعت سے مراد تشہیر کرنا اور ظاہر کرنا ہے جبکہ فاحشہ سے وہ تمام اَقوال اور اَفعال مراد ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے اور یہاں آیت میں اصل مراد زِنا ہے۔[1] البتہ یہ یاد رہے کہ اشاعتِ فاحشہ کے اصل معنی میں بہت وسعت ہے چنانچہ اشاعتِ فاحشہ میں جو چیزیں داخل ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1)......کسی پر لگائے گئے بہتان کی اشاعت کرنا۔

(2)......کسی کے خفیہ عیب پر مطلع ہونے کے بعد اسے پھیلانا۔

(3)......علمائے اہلسنّت سے بتقدیرِ الٰہی کوئی لغزش فاحش واقع ہو تو اس کی اشاعت کرنا۔

(4)......حرام کاموں کی ترغیب دینا۔

(5)......ایسی کتابیں لکھنا، شائع کرنا اور تقسیم کرنا جن میں موجود کلام سے لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہوں۔

(6)......ایسی کتابیں، اخبارات، ناول، رسائل اور ڈائجسٹ وغیرہ لکھنا اور شائع کرنا جن سے شہوانی جذبات متحرک ہوں۔

(7)......فحش تصاویر اور وڈیوز بنانا، بیچنا اور انہیں دیکھنے کے ذرائع مہیا کرنا۔

(8)......ایسے اشتہارات اور سائن بورڈ وغیرہ بنانا اور بنوا کر لگانا، لگوانا جن میں جاذِبیت اور کشش پیدا کرنے کے لئے جنسی عُریانیّت کا سہارا لیا گیا ہو۔

(9)......حیا سوز مناظر پر مشتمل فلمیں اور ڈرامے بنانا، ان کی تشہیر کرنا اور انہیں دیکھنے کی ترغیب دینا۔

(10) فیشن شو کے نام پر عورت اور حیا سے عاری لباسوں کی نمائش کر کے بے حیائی پھیلانا۔

(11) زنا کاری کے اڈّے چلانا وغیرہ۔

ان تمام کاموں میں مبتلا حضرات کو چاہئے کہ خدارا! اپنے طرزِ عمل پر غور فرمائیں بلکہ بطورِ خاص ان حضرات کو زیادہ غور کرنا چاہئے جو فحاشی و عریانی اور اسلامی روایات سے جدا کلچر کو عام کر کے مسلمانوں کے اخلاق اور کردار میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں اور بے حیائی، فحاشی و عریانی کے خلاف اسلام نے نفرت کی جو دیوار قائم کی ہے اسے گرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور درج ذیل تین احادیث پر بھی غور و فکر کرنے اور

---

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ١٩، ٦/١٣٠، ملخصاً.

ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

(1)......حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اسلام میں اچھا طریقہ رائج کیا، اس کے لئے اسے رائج کرنے اور اپنے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے، اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ رائج کیا، اس پر اس طریقے کو رائج کرنے اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔''(1)

(2)......سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے روم کے شہنشاہ ہرقل کو جو مکتوب بھجوایا اس میں تحریر تھا کہ (اے ہرقل!) میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، تم اسلام قبول کرلو تو سلامت رہو گے اور اللّٰہ تعالٰی تمہیں دُگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم (اسلام قبول کرنے سے) پیٹھ پھیرو گے تو رِعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔(2)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس کے ناحق خون میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پہلے بیٹے (قابیل) کا حصہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ اسی نے پہلے ظلماً قتل کرنا ایجاد کیا۔''(3)

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ: اور اگر اللّٰہ کا فضل تم پر نہ ہوتا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم پر اللّٰہ تعالٰی کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے تو اللّٰہ تعالٰی تمہیں تمہاری اس حرکت کا مزہ چکھاتا اور اس کا عذاب تمہیں مہلت نہ دیتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًاۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ

❶......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص٥٠٨، الحدیث: ٦٩(١٠١٧).

❷......بخاری، کتاب بدء الوحی، ٦-باب، ١/١٠، الحدیث: ٧.

❸......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللّٰہ علیہ وذرّیتہ، ٢/٤١٣، الحدیث: ٣٣٣٥.

يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بُری ہی بات بتائے گا اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا ہاں اللّٰہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللّٰہ سُنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا البتہ اللّٰہ پاکیزہ فرما دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللّٰہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے اعمال اور افعال میں شیطان کے طریقوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے طریقوں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا، تم اس کے وسوسوں میں نہ پڑو اور بہتان اُٹھانے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور اگر اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا اور اللّٰہ تعالیٰ اس کو توبہ اور حسنِ عمل کی توفیق نہ دیتا اور عفو و مغفرت نہ فرماتا البتہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی توبہ قبول فرما کر اسے گناہوں کی گندگی سے پاکیزہ فرما دیتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی عظمت کا منکر شیطان کا پیروکار ہے، بے حیا ہے، بدکار ہے، اس سے بڑا بے حیا کون ہوگا جو اپنی ماں کو تہمت لگائے اور اس کے بارے میں ایسی غلیظ بات کہے۔

1 ......ابو سعود، النور، تحت الآية: ٢١، ٤/٧٧-٧٨، مدارك، النور، تحت الآية: ٢١، ص٧٧٤، ملتقطاً.

[illegible]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس آیت سے معلوم ہونے والے تین اہم امور بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(1)......وہ تمام طریقے شیطان کے ہیں جن پر بے حیائی اور بُری بات ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا، جھوٹ بولنا اور لوگوں کے عیبوں کی (شرعی ضرورت کے بغیر) چھان بین کرنا وغیرہ۔

(2)......گناہ کی گندگی سے پاکیزہ کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیونکہ وہی اپنے فضل ورحمت سے بندے کو عبادات اور اسباب کی توفیق دیتا ہے لیکن بندے کے لئے ایک ایسا وسیلہ ہونا ضروری ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق گناہ کی گندگی سے پاک ہونے کی کیفیت سیکھ سکے اور اس سلسلے میں سب سے بڑا وسیلہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دیں (یعنی کامل مرشد۔) شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: شریعت اور حدیث کے علم میں میرے استاد بہت ہیں لیکن طریقت میں میرے استاد حضرت ابوالحسن خرقانی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں، اگر میں ان کی زیارت نہ کرتا تو میں حقیقت کو نہ پہچان سکتا۔

کامل مرشد دین کے راستے کے رہنما اور یقین کے دروازوں کی چابیاں ہیں، لہٰذا کسی کامل انسان کا موجود ہونا بہت بڑی غنیمت ہے اور اس کی صحبت نصیب ہونا ایک عظیم نعمت ہے۔

اے دوست! میری یہ ایک نصیحت قبول کرلے ، جا کسی (علم ومعرفت کی) دولت والے کا دامن تھام لے

کیوں کہ پانی کا قطرہ جب تک سیپی کے منہ میں نہیں جاتا ، اس وقت تک چمکدار اور روشن موتی نہیں بن پاتا

پھر حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ گناہوں کے میل سے پاک کرنے کے بعد دل کو اغیار کے تعلقات سے پاک کر دیا جائے اور ہر کوئی اس تزکیہ کی اہلیت نہیں رکھتا (بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہی یہ دولت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا۔)

(3)......غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں جن سے بہتان کی خطا سرزد ہوئی ان کی خطا کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں حضرت مسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے واقعے سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔[1]

---

(1)......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۱، ۶/۱۳۱-۱۳۲.

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳚ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْاؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم میں فضیلت والے اور (مالی) گنجائش والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مال) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ لَا یَاْتَلِ: اور قسم نہ کھائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم میں جو دین میں فضیلت اور منزلت والے ہیں اور مال و ثروت میں گنجائش والے ہیں یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ تعالٰی کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اپنے مال سے نہ دیں گے اور ان فضیلت والوں کو چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا مہربان ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت حضرتِ ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قسم کھائی تھی کہ حضرت مِسطح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں گے۔ حضرت مِسطح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی اُن کا خرچ اُٹھاتے تھے مگر چونکہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے مُوافقت کی تھی اس لئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں حضرت مِسطح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو جاری فرما دیا۔[1]

آیت "وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... جو شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کو کرلے، لیکن یہ یاد رہے کہ اسے قسم کا کَفّارہ دینا ہوگا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اُس سے بہتر پائے تو قسم کا کفارہ دیدے اور وہ کام کرلے۔''[2]

(2)...... اس آیت سے حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ثابت ہوئی اور اس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بلند شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولُوا الْفَضْلِ فرمایا۔[3]

(3)...... رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اور دیگر انبیاء و رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔[4]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌۙ (۲۳)

---

1 ...... بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ٣/٦١، الحدیث: ٤١٤١، خازن، النور، تحت الآیة: ٢٢، ٣/٣٤٤-٣٤٥.

2 ...... مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب ندب من حلف یمیناً فرأی غیرها خیراً منها... الخ، ص٨٩٨، الحدیث: ١٢(١٦٥٠).

3 ...... خازن، النور، تحت الآیة: ٢٢، ٣/٣٤٥.

4 ...... روح البیان، النور، تحت الآیة: ٢٢، ٦/١٣٣.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو انجان، پاکدامن، ایمان والی عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ: بیشک وہ جو۔﴾ اِس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تہمت لگانے والے منافقین کی سزا بیان کی گئی ہیں، اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بدکاری اور فِسق وفُجور کو جانتی بھی نہیں اور بُرا خیال اُن کے دل میں بھی نہیں گزرتا اور وہ پاکدامن اور ایمان والی ہیں، ایسی پاکیزہ عورتوں پر بدکاری کا بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ آیت میں عورتوں کے بیان کردہ اوصاف سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات کے اوصاف ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام ایماندار اور پارسا عورتیں مراد ہیں، انہیں عیب لگانے والوں پر اللّٰہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔ [1]

اور تفسیر خازن میں ہے کہ اس آیت میں جو وعید ذکر کی گئی یہ عبداللّٰہ بن اُبی بن سلول منافق کے حق میں ہے۔ [2]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن معنیٰ اور حکم سب کو عام ہے۔

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ۲۳، ص۷۷۵.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ۲۳، ۳/۳٤۵.

دیں گے۔

﴿یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ: جس دن ان کے خلاف گواہی دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ زبانوں کا گواہی دینا تو اُن کے مونہوں پر مُہریں لگائے جانے سے پہلے ہوگا اور اس کے بعد مونہوں پر مُہریں لگا دی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہو جائیں گے اور اعضاء بولنے لگیں گے اور دنیا میں جو عمل کئے تھے وہ ان کی خبر دیں گے۔ (1)

یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن اللہ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔

﴿یَوْمَىٕذٍ: اس دن۔﴾ منافقین کی سزا کے بیان میں ہی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا جس کے وہ قانونی طور پر مستحق ہیں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی صریح حق ہے یعنی موجود، ظاہر ہے، اسی کی قدرت سے ہر چیز کا وجود ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ کفار دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے کر ان وعدوں کا حق ہونا ظاہر فرما دے گا۔ (2)

قرآنِ کریم میں کسی گناہ پر ایسی سختی، شدت اور تکرار و تاکید نہیں فرمائی گئی جیسی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے اوپر بہتان باندھنے پر فرمائی گئی، اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رِفْعَتِ منزلت ظاہر

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٢٤، ٣/٣٤٥.

2 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٢٥، ٣/٣٤٥.

ہوتی ہے۔ (1) اوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے آپ سے نسبت رکھنے والوں کا بھی اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام بہت بلند ہے اور جس کی جتنی نسبت قریب ہے اس کا اتنا ہی مقام بلند ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نسبت رکھنے والوں کی بے ادبی اللّٰہ تعالیٰ کے غضب وجلال کا حق دار ٹھہرنے کا باعث ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾

ع ٩ / ٣

ترجمۂ کنزالایمان: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ ان باتوں سے بَری ہیں جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ ان (پاکیزہ لوگوں) کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

﴿ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ: گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ گندے کے لئے گندہ لائق ہے، گندی عورت گندے مرد کے لئے اور گندہ مرد گندی عورت کے لئے اور گندہ آدمی گندی باتوں کے درپے ہوتا ہے اور گندی باتیں گندے آدمی کا وَطیرہ ہوتی ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ پاک مرد اور عورتیں جن میں سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت صفوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، ان باتوں سے بَری ہیں جو یہ تہمت لگانے والے کہہ رہے ہیں۔ ان پاکیزہ لوگوں کے لیے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢٥، ص٧٧٥.

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے فضائل اور خصوصیات

اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا کمالِ فضل وشرف ثابت ہوا کہ وہ طَیِّبَہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآنِ کریم میں اُن کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ دیا گیا۔اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے خَصائص عطا فرمائے جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے لئے قابلِ فخر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1)......حضرت جبریلِ اَمین عَلَیْہِ السَّلَام رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک ریشمی کپڑے پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی تصویر لائے اور عرض کیا کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجہ ہیں۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہ فرمایا۔

(3)......رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف آوری کے دِن ہوئی۔

(4)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ہی کا حجرۂ شریفہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آرام گاہ بنا۔

(5)......بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لحاف میں ہوتیں۔

(6)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلیفہ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دُختر ہیں۔

(7)......آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا پاک پیدا کی گئیں اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مغفرت ورزقِ کریم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔[1]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

1......خازن، النور، تحت الآية: ٢٦، ٣/٣٤٦، مدارك، النور، تحت الآية: ٢٦، ص٧٧٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت مان لو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام بیان فرمائے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عدی بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے گھر میں میری حالت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور میری اسی حالت میں گھر میں مردوں کا آنا جانا رہتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (1)

دوسروں کے گھر جانے سے متعلق 3 شرعی احکام

یہاں اس آیت کے حوالے سے 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں کوئی بے اجازت داخل نہ ہو۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے (اور یہ سب کام اجازت لینے کے طور پر ہوں) یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (2)

(2)......غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیة: ۲۷، ۹/۲۹۷.

2 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ۲۷، ۶/۱۳۷، ملخصاً.

اجازت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مُقدَّم کرو۔[1]

(3)...... اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔[2]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے ''واپس لوٹ جاؤ'' تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ۔﴾ یعنی اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے کیونکہ غیر کی مِلک میں تَصَرُّف کرنے کے لئے اس کی رضا مندی ضروری ہے۔ اور اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ تمہیں کہے کہ ''واپس لوٹ جاؤ'' تو تم واپس لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے میں اصرار اور منت سماجت نہ کرو۔

کسی کا دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں

جب بھی کسی کے گھر جائیں تو دروازہ بجانے سے پہلے دو باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں۔

(1)...... کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا

1...... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللّٰہ، باب ما جاء فی السلام قبل الکلام، ٤/٣٢١، الحدیث: ٢٧٠٨.

2...... موطا امام مالك، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ٢/٤٤٦، الحدیث: ١٨٤٧.

کرنا اوران کو زُور سے پکارنا مکروہ وخلافِ ادب ہے۔[1] لہٰذا درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہوتو درمیانی آواز سے پکاریں، یونہی جس کے گھر پہ بیل لگی ہوتو ایسا نہ کریں کہ بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں اور جب تک دروازہ کُھل نہ جائے اس سے ہاتھ نہ ہٹائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار کریں، اگر دروازہ نہ کھلے تو دوبارہ بجالیں، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر بجالیں، اگر تیسری بار بجانے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کرلیں۔ نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ تین مرتبہ تک دروازہ بجانے یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو یا ایک مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔

نیز جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ بجایا۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں، میں۔'' (یعنی میں تو میں بھی ہوں) گویا آپ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔[2]

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''مکان میں جانے کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ: یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔﴾ یعنی اجازت نہ ملنے کی صورت میں تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ کام ہے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس حال میں ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتے۔[3]

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنی تعلیمات سے نوازا ہے اور زندگی کے آداب سکھائے ہیں نیز دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا بھی سکھایا ہے۔

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٢٨، ص٧٧٦.

2 ......بخاری، كتاب الاستئذان، باب ما اذا قال: من ذا؟ فقال: انا، ١٧١/٤، الحديث: ٦٢٥٠.

3 ......خازن، النور، تحت الآية: ٢٨، ٣٤٧/٣.

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اوران کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ: تم پر کچھ گناہ نہیں۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے آیتِ اِسْتِیْذَان یعنی اُوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان اور شام کے راستے میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جیسے سَرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں اوران سے تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان گھروں سے دوکانیں مراد ہیں۔[1] کیونکہ دکانوں میں اجازت لے کر داخل نہیں ہوا جاتا بلکہ کھلی ہوئی دکانیں ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ لوگ ان میں آئیں اور خریداری کریں۔ حقیقت میں اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں شرعاً وعرفاً اجازت لے کر جانے کی حاجت نہیں۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ: اور اللہ جانتا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو ان مقامات پر چوری وغیرہ کی نیت سے یا عورتوں کو جھانکنے کے لئے جائیں۔ یہ لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں۔[2]

1 ...... خازن، النور، تحت الآية: ٢٩، ٣/٣٤٧.

2 ...... روح البيان، النور، تحت الآية: ٢٩، ٦/١٣٩.

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بیشک اللّٰہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللّٰہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: مسلمان مردوں کو حکم دو۔﴾ اس آیت میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔[1]

نظریں نیچی رکھنے اور حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچنے کی ترغیب

کثیر احادیث میں بھی مسلمان مردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے اور اللّٰہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، راستوں میں بیٹھے بغیر ہمارا گزارہ نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''اگر راستوں میں بیٹھے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تو راستے کا حق ادا کرو۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''نظر نیچی رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔''[2]

---

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٠، ٣/٣٤٨.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب افنية الدور والجلوس فيها والجلوس على الصعدات، ٢/١٣٢، الحديث: ٢٤٦٥.

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مرد دوسرے مرد کے سَتْر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کی جگہ دیکھے اور نہ مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں بَرَہْنَہ سوئے اور نہ عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ سوئے۔''(1)

(3)......حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے فرمایا کہ ''ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلا قصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔''(2)

(4)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کسی عورت کے حُسن و جمال کی طرف (بلا ارادہ) پہلی بار نظر کرے، پھر اپنی آنکھ جُھکا لے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کرنے کی توفیق دے گا جس کا وہ مزہ پائے گا۔''(3)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھا کرے اور جن چیزوں کو دیکھنا حرام ہے انہیں دیکھنے سے بچے۔ مزید ترغیب کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: نظر نیچی رکھنا دل کو بہت زیادہ پاک کرتا ہے اور نیکیوں میں اضافے کا ذریعہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم نظر نیچی نہ رکھو بلکہ اسے آزادانہ ہر چیز پر ڈالو تو بسا اوقات تم بے فائدہ اور فضول بھی اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دو گے اور رفتہ رفتہ تمہاری نظر حرام پر بھی پڑنا شروع ہو جائے گی، اب اگر جان بوجھ کر حرام پر نظر ڈالو گے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور عین ممکن ہے کہ تمہارا دل حرام چیز پر فریفتہ ہو جائے اور تم تباہی کا شکار ہو جاؤ، اور اگر اس طرف دیکھنا حرام نہ ہو بلکہ مباح ہو، تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا دل (اس میں) مشغول ہو جائے اور اس کی وجہ سے تمہارے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنا شروع ہو جائیں اور ان وسوسوں کا شکار ہو کر نیکیوں سے رہ جاؤ، لیکن اگر تم نے (حرام اور مباح) کسی طرف دیکھا ہی نہیں تو ہر فتنے اور وسوسے سے محفوظ رہو گے اور اپنے اندر راحت و نَشاط محسوس کرو گے۔(4)

---

1 ......مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات، ص١٨٦، الحدیث: ٧٤(٣٣٨).

2 ......ابو داؤد، کتاب النکاح، باب ما یؤمر بہ من غض البصر، ٣٥٨/٢، الحدیث: ٢١٤٩.

3 ......مسند امام احمد، مسند الانصار رضی اللّٰہ عنھم، حدیث ابی امامۃ الباھلی... الخ، ٢٩٩/٨، الحدیث: ٢٢٣٤١.

4 ......منہاج العابدین، تقوی الاعضاء الخمسۃ، الفصل الاول: العین، ص٧٢-٧٣.

نوٹ: پردے کے بارے میں مزید معلومات کیلئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''دیکھنے اور چھونے کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ: اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ زنا اور حرام سے بچیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنی شرم گاہوں اور اُن سے مُتَّصِل وہ تمام اعضاء جن کا سَتْر ضروری ہے انہیں چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ (1)

﴿ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ: یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔﴾ یعنی نگاہوں کو جھکا کر رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا مردوں کے لیے گناہ کی میل کے مقابلے میں بہت زیادہ پاکیزہ طریقہ اور کام ہے۔ اور فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں: ''اس میں نگاہیں جھکا کر رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کی ترغیب اور ایسا نہ کرنے پر ترہیب یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے حالات، ان کے اَفعال اور ان کے نظریں گھمانے کے انداز سے خبردار ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے۔ جب مرد اس بات سے آگاہ ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ہر غلط حرکت وسکون سے بچیں۔ (2)

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ

---

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیة: ۳۰، ۶/۱۴۰، ملخصاً.

2 ......مدارك، النور، تحت الآیة: ۳۰، ص۷۷۷.

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جوان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو۔﴾ آیت کے اس حصے میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔ حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر تھیں، اسی وقت حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں پردہ کا حکم فرمایا تو میں نے عرض کی: وہ تو نابینا ہیں، ہمیں دیکھ اور پہچان نہیں سکتے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔''(1)

یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی طرف نظر کرنے سے شہوت پیدا نہیں ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ: اور اپنی زینت نہ دکھائیں۔﴾ ابو البرکات عبد اللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے جیسے زیور اور سرمہ وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے اس لئے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔)''(2)

اِس آیتِ مبارکہ کے بارے میں ملا جیون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں مذکور حکم نماز کے بارے میں ہے (یعنی عورت نماز پڑھتے وقت چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں

---

1 ...... ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال، ۴/۳۵۶، الحدیث: ۲۷۸۷، ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله عزّ وجلّ: وقل للمؤمنات یغضضن... الخ، ۴/۸۷، الحدیث: ۴۱۱۲.

2 ...... مدارك، النور، تحت الآیة: ۳۱، ص۷۷۷.

کے علاوہ پورا بدن چھپائے۔ یہ حکم عورت کو) دیکھنے کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔''(1)

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ: اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔﴾ یعنی مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔(2)

[illegible]

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو اس حکم پر عمل کرنے میں صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا جذبہ قابل دید ہے، چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ''اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ''اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں'' تو انہوں نے اپنی اونی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیا تھا۔''(3)

اب یہاں پردے سے متعلق تین عظیم واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ پردے کی آیات نازل ہونے کے بعد (میرے رَضاعی چچا) افلح نے مجھ سے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا: میں اس وقت تک اجازت نہیں دے سکتی جب تک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اجازت نہ لے لوں کیونکہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ان سے صورتِ حال عرض کی تو ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، افلح کو اجازت دے دو کیونکہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔''(4)

(2)......خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو یہ تشویش تھی کہ عمر بھر تو غیر مردوں کی نظروں سے خود کو

1 ......تفسيرات احمديه، النور، تحت الآية: ٣١، ص٥٦٢.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣١، ٣٤٨/٣.

3 ......بخاری، کتاب التفسير، سورة النور، باب وليضربن بخمرهنّ علی جيوبهنّ، ٢٩٠/٣، الحديث: ٤٧٥٨.

4 ......بخاری، کتاب التفسير، سورة الاحزاب، باب قوله: ان تبدوا شيئاً او تخفوه... الخ، ٣٠٦/٣، الحديث: ٤٧٩٦.

بچائے رکھا ہے اب کہیں وفات کے بعد میری کفن پوش لاش ہی پر لوگوں کی نظر نہ پڑ جائے! ایک موقع پر حضرت اسماء بنتِ عمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر اور ایک ڈولی کی سی صورت بنا کر اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر انہیں جوڑا اور اس پر کپڑا تان کر خاتونِ جنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دکھایا۔ اسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ بس آپ کی یہی ایک مسکراہٹ تھی جو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد دیکھی گئی۔ (1)

(3)......حضرت اُمِّ خلاد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے چہرے پر نقاب ڈالے باپردہ بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئیں، اس پر کسی نے حیرت سے کہا: اس وقت بھی آپ نے منہ پر نقاب ڈال رکھا ہے! آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے جواب دیا: میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے لیکن حیا ہرگز نہیں کھوئی۔ (2)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک اور ان تین واقعات میں ان عورتوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکم پر عمل کرنے کی بجائے دنیا کے ناجائز فیشن اور رسم و رواج کو اپنانے میں بڑی کوشش کرتی ہیں اور پردے سے جان چھڑانے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتی ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ: اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔﴾ اس آیت سے ان مردوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کے سامنے عورت اپنی پوشیدہ زینت کے اعضا مثلاً سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں وغیرہ ظاہر کر سکتی ہے۔ چنانچہ وہ مرد حضرات درج ذیل ہیں،

(1)......شوہر۔

(2)......باپ۔ اس کے حکم میں دادا پر دادا وغیرہ تمام اصول شامل ہیں۔

(3)......شوہروں کے باپ یعنی سُسر کہ وہ بھی مَحرم ہو جاتے ہیں۔

1 ......جذب القلوب، باب دوازدھم در ذکر مقبرۂ شریفۂ بقیع... الخ، ص١٥٩.

2 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم علی غیرهم من الامم، ٩/٣، الحدیث: ٢٤٨٨.

(4)......اپنے بیٹے ۔ اِنہیں کے حکم میں ان کی اولاد بھی داخل ہے۔

(5)......شوہروں کے بیٹے کہ وہ بھی مَحرم ہوگئے ۔

(7،6)...... سگے بھائی۔ سگے بھتیجے۔

(8)...... سگے بھانجے ۔ اِنہیں کے حکم میں چچا ماموں وغیرہ تمام مَحارِم داخل ہیں۔

(9)......مسلمان عورتوں کے سامنے۔ غیر مسلم عورتوں کے سامنے کھولنا منع ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط لکھا تھا کہ کُفّار اہلِ کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کو کافرہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں ۔

مسئلہ: عورت اپنے غلام سے بھی اجنبی مرد کی طرح پردہ کرے۔

(10)......اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کے سامنے۔ ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں اور غلام اِن کے حکم میں نہیں، اس کو اپنی مالکہ کی زینت کی جگہوں کو دیکھنا جائز نہیں ۔

(11)......مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں مثلاً ایسے بوڑھے ہوں جنہیں اصلاً شہوت باقی نہیں رہی ہو اور وہ نیک ہوں۔

یاد رہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک خصی اور عنین نظر کی حرمت کے معاملے میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اس طرح بُرے اَفعال کرنے والے ہیجڑوں سے بھی پردہ کیا جائے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔

(12)......وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، وہ ابھی ناسمجھ نابالغ ہیں۔ [1]

یاد رہے کہ شوہر کے علاوہ دیگر مَحارِم کے سامنے بھی عورت اپنے بناؤ سنگار کے اعضاء اس وقت ظاہر کر سکتی ہے جب ان میں سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔

﴿وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ: اور زمین پر اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں۔﴾ یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ اُن کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔'' اسی لئے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں۔ حدیث

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٣١، ص٧٧٨، خازن، النور، تحت الآية: ٣١، ٣ / ٣٤٩، **خزائن العرفان، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۶۵۶، ملتقطاً۔**

شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی اللہ تعالیٰ کے غضب کو لازم کرنے والی ہوگی۔ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے (اللہ کی پناہ)۔[1]

پردے کے دینی اور دنیوی فوائد

یہاں پردہ کرنے کے چند دینی اور دُنیوی فوائد ملاحظہ ہوں، چنانچہ اس کے **4** دینی فوائد یہ ہیں:

(1)...... پردہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

(2)...... پردہ ایمان کی علامت، اسلام کا شعار اور مسلمان خواتین کی پہچان ہے۔

(3)...... پردہ شرم وحیا کی علامت ہے اور حیا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

(4)...... پردہ عورت کو شیطان کے شر سے محفوظ بنا دیتا ہے۔

اور پردے کے **4** دُنیوی فوائد یہ ہیں:

(1)...... باحیا اور پردہ دار عورت کو اسلامی معاشرے میں بہت عزت ووقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

(2)...... پردہ عورت کو بُری نظر اور فتنے سے محفوظ رکھتا اور بُرائی کے راستے کو روکتا ہے۔

(3)......عورت کے پردے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا اور معاشرے میں امن وسکون رہتا ہے۔

(4)...... پردہ عورت کے وقار میں اضافہ کرتا اور اس کی خوبصورتی کی حفاظت کرتا ہے۔

پردے کی ضرورت واہمیت سے متعلق ایک مثال

یہاں پردے کی ضرورت اور اہمیت کو آسانی کے ساتھ سمجھنے کے لئے ایک مثال ملاحظہ ہو، چنانچہ وہ مثال یہ ہے کہ اگر ایک پلیٹ میں مٹھائی رکھ دی جائے اور اسے کسی چیز سے ڈھانپ دیا جائے تو وہ مکھیوں کے بیٹھنے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اگر اسے ڈھانپا نہ جائے، پھر اس پر مکھیاں بیٹھ جائیں تو یہ شکایت کرنا کہ اس پر مکھیاں کیوں بیٹھ گئیں بہت بڑی بے وقوفی ہے کیونکہ مٹھائی ایسی چیز ہے جسے مکھیوں کے تَصَرُّف سے بچانے کے لئے اسے ڈھانپ کر رکھنا ضروری ہے ورنہ انہیں مٹھائی پر بیٹھنے سے روکنا بڑا مشکل ہے، اسی طرح اگر عورت جو کہ چھپانے کی چیز ہے، اسے پردے میں رکھا

---

[1] ......تفسیر احمدی، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص ٥٦٥، خزائن العرفان، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص ٦٥٦، ملتقطاً۔

جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل سے بچ سکتی ہے اور عزت و ناموس کے لٹیروں سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے اور جب اسے پردے کے بغیر رکھا جائے تو اس کے بعد یہ شکایت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ لوگ عورت کو تانک جھانک کرتے ہیں، اسے چھیڑتے ہیں اور اس کے ساتھ دست درازی کرتے ہیں کیونکہ جب اسے بے پردہ کر دیا تو غیر مردوں کی فتنہ باز نظریں اس کی طرف ضرور اُٹھیں گی، ان کے لئے عورت کے جسم سے لطف اندوز ہونا اور اس میں تَصَرُّف کرنا آسان ہو گا اور شریر لوگوں سے اپنے جسم کو بچانا عورت کے لئے انتہائی مشکل ہو گا کیونکہ فطری طور پر مردوں میں عورتوں کے لئے رغبت رکھی گئی ہے اور جب وہ بے پردہ عورت کا جسم دیکھتا ہے تو وہ اپنی شہوت و رغبت کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف لپکتا ہے۔

[illegible]

موجودہ دور میں میڈیا کے ذریعے اور دیگر ذرائع سے لوگوں کا یہ ذہن بنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے کہ عورت بھی ایک انسان ہے اور آزادی اس کا بھی حق ہے اور اسے پردہ کروانا اس کی آزادی اور روشن خیالی کے برخلاف ہے اور یہ ایک طرح کی جبری قید ہے حالانکہ پردہ تو عورت کی آزادی کا ضامن ہے، پردہ اس کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اسی میں عورت کی عزت اور اس کا وقار ہے۔ آج ہر عقلمند انسان انصاف کی نظر سے یہ دیکھ سکتا ہے کہ جن ممالک میں عورت کے پردے کو اس کے انسانی حق اور آزادی کے خلاف قرار دے کر اس کی بے پردگی کو رواج دیا گیا، ایسے ذرائع اور حالات پیدا کئے گئے جن سے عورتوں اور مردوں کا باہم اِختلاط رہے اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ میل جول ہوتا رہے اور قانونی طور پر عورت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جب اور جس مرد کے ساتھ چاہے اپنا وقت گزارے اور اپنی فطری خواہشات کو پورا کرے تو وہاں کا حال کیسا عبرت ناک ہے کہ ان کا معاشرہ بگڑ گیا اور خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا، شادیوں کی ناکامی، طلاقوں کی تعداد اور حرامی بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہو گیا اور یہ سب تباہی عورت کو بے پردہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔[1]

﴿وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا: تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔﴾ یعنی اے مسلمانو! جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا، اگر ان میں بشری تقاضے کی بنا پر تم سے کوئی تقصیر واقع ہو جائے تو تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امید پر توبہ

1 ...... پردے سے متعلق شرعی اَحکام کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کی کتاب ''پردے کے بارے میں سوال جواب'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

کرلو کہ تم فلاح پا جاؤ۔[1]

اور توبہ سے متعلق حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ راضی ہوتا ہے جیسے تم میں سے کسی کا اونٹ جنگل میں گم ہونے کے بعد دوبارہ اسے مل جائے۔[2]

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللّٰہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللّٰہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللّٰہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللّٰہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں ان کے نکاح کردو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو نگاہیں جھکا کر رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا، اب اس آیت میں شرمگاہوں کی حفاظت کا ایک طریقہ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا غیر کنوارے (یعنی شادی شدہ تھے لیکن پھر طلاق یا ایک کی موت ہوگئی) اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔[3]

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۳۵۰۔

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبۃ، ۴/۱۹۱، الحدیث: ۶۳۰۹۔

3 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۳۵۰۔

[illegible]

نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اِعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نامرد بھی نہ ہو، مہر اور نان نفقہ پر قدرت رکھتا ہو تو نکاح سنّتِ مُؤَکَّدہ ہے۔ زِنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور زَوجِیَّت کے حقوق پورے کرنے پر قادِر ہے تو واجب اور اگر زِنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے، زوجیت کے حقوق پورے نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ اور حقوق پورے نہ کر سکنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔ (1)

نوٹ: نکاح سے متعلق مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 سے حصہ 7 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ: اگر وہ فقیر ہوں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر نکاح کرنے والے فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اس غَناء کے بارے میں مفسرین کے چند قول ہیں:

(1)......اس غناء سے مراد قَناعت ہے۔

(2)......اس سے مراد کفایت ہے کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جائے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص کا کھانا دو کو کافی ہے۔'' (2)

(3)......اس غناء سے شوہر اور بیوی کے دو رِزْقوں کا جمع ہو جانا یا نکاح کی برکت سے فراخی حاصل ہونا مراد ہے۔ (3)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کی برکت سے تنگدستی دور ہو جاتی اور فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔ کثیر احادیث میں بھی اس چیز کو بیان کیا گیا ہے، ترغیب کے لئے 6 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین شخصوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ **(1)** اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ **(2)** مُکاتَب (غلام) کہ (کِتابَت کی رقم) ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ **(3)** پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔'' (4)

---

1 ...... بہارِ شریعت، حصہ ہفتم، نکاح کا بیان، ۲/۴-۵، ملخصاً۔

2 ......مسلم، كتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة فى الطعام القليل... الخ، ص ١١٤٠، الحديث: ١٧٩(٢٠٥٩).

3 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٣٢، ص٧٧٩، خازن، النور، تحت الآية: ٣٢، ٣/٣٥٠، ملتقطاً.

4 ......ترمذى، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فى المجاهد والناكح والمكاتب... الخ، ٣/٢٤٧، الحديث: ١٦٦١.

(2)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم نکاح کے ذریعے رِزْق تلاش کرو۔''(1)

(3)......حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے رِزْق اور) مال لائیں گی۔''(2)

(4)......حضرت جابر بن **عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر اپنی تنگدستی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے نکاح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔(3)

(5)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو تمہیں نکاح کا حکم فرمایا، تم اس کی اِطاعت کرو اس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔ **اللہ** تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر وہ فقیر ہوں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُنہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔''(4)

(6)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو نکاح کے بغیر غنی ہونے کی کوشش کررہا ہے حالانکہ **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر وہ فقیر ہوں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔''(5)

نکاح کی وجہ سے غنی ہونے کی ایک نفسیاتی وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اکیلا آدمی عموماً بے فکر ہوتا ہے لیکن جب شادی ہوجاتی ہے تو احساسِ ذمہ داری پیدا ہوجاتی ہے تو آدمی تَن دہی سے کوشش کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کیلئے رزق کے دروازے کُھل جاتے ہیں اور اس بات کا ہزاروں لوگوں میں مشاہدہ بھی ہے کہ شادی سے پہلے بے فکر و بے روزگار اور دوستوں کے ساتھ وقت ضائع کررہے ہوتے ہیں لیکن شادی کے بعد کام بھی شروع کردیتے ہیں اور فضولیات سے بھی بچنا شروع کردیتے ہیں۔

1......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٨٨، الحديث: ٢٨٢.

2......مصنف ابن ابی شيبه، كتاب النكاح، فی التزويج من كان يأمر به ويحثّ عليه، ٣/٢٧١، الحديث: ١٠.

3......تاريخ بغداد، باب محمد، ٣٠٧-محمد بن احمد بن نصر ابو جعفر... الخ، ١/٣٨٢.

4......تفسير ابن ابی حاتم، النور، تحت الآية: ٣٢، ٨/٢٥٨٢.

5......خازن، النور، تحت الآية: ٣٢، ٣/٣٥٠.

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ﱤ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں مقدور والا کردے اپنے فضل سے اور تمہارے ہاتھ کی مِلک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دُنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَلْیَسْتَعْفِفِ: اور چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے جو نکاح کرنے

کی اِستطاعت نہیں رکھتے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ مَہر اور نان نفقہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیے کہ حرام کاری سے بچے رہیں یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کردے اور وہ مہر و نان نفقہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ (1)

نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں سے متعلق 2 شرعی مسائل

یہاں نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے بارے میں دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح کر لیا تو نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

(2)......جو لوگ کسی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہئے کہ کثرت سے روزے رکھیں جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔'' (2)

﴿وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ: اور جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں۔﴾ آیت کے اس حصے میں غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(1)......جو غلام اور لونڈی مخصوص مقدار میں مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو انہیں اس کا معاہدہ لکھ دینا مستحب ہے، اس طرح کی آزادی کو شریعت کی اِصطلاح میں کِتابَت اور ایسا معاہدہ کرنے والے غلام کو مُکاتَب کہتے ہیں جبکہ جو مال دینا طے پائے اسے بَدَلِ کِتابَت کہتے ہیں۔

(2)......غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا اس وقت مستحب ہے جب وہ امانت و دیانت اور کمائی پر قدرت رکھتے ہوں تاکہ وہ حلال روزی سے مال حاصل کر کے آزاد ہو سکیں اور اپنے آقا کو مال دے کر آزادی حاصل کرنے

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٣٣، ص٧٧٩.

2 ......مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه... الخ، ص٧٢٥، الحديث: ٣(١٤٠٠).

کے لئے بھیک نہ مانگتے پھریں، اسی لئے حضرتِ سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اس غلام کو مُکاتب کرنے سے انکار فرما دیا جو بھیک مانگنے کے علاوہ کمائی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا تھا۔

(3)......مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مکاتب غلاموں کو زکوٰۃ وغیرہ دے کران کی مدد کریں تاکہ وہ بَدَلِ کِتابت دے کر اپنی گردن چھڑا سکیں اور آزاد ہو سکیں۔

شانِ نزول: حویطب بن عبدالعزیٰ کے غلام صبیح نے اپنے مولیٰ سے کتابت کی درخواست کی، مولیٰ نے انکار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب کر دیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیئے باقی اس نے ادا کر دیئے۔[1]

نوٹ: غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کے بارے میں تفصیلی مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 9 سے **''آزاد کرنے کا بیان''** مطالعہ فرمائیں۔ نیز یاد رہے کہ فی زمانہ عالمی سطح پر انسانوں کو غلام یا لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ: اور تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔﴾ **شانِ نزول:** عبداللّٰہ بن اُبی بن سلول منافق مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان کنیزوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللّٰہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مال کے لالچ میں اندھے ہو کر کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو خصوصاً اگر وہ خود بھی بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے اور اس کا وبال گناہ پر مجبور کرنے والے پر ہے۔[2]

زنا پر مجبور کئے جانے کا مسئلہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زنا پر مجبور کیا جانا اس وقت ثابت ہوگا جب کوئی جان سے مار دینے یا جسم کا کوئی عضو ضائع کر دینے کی دھمکی دے اور اگر (ایسی دھمکی نہ ہو بلکہ) تھوڑی بہت دھمکی ہو تو زنا پر مجبور کیا جانا ثابت نہ ہوگا۔[3] اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی عورت سچے دل کے ساتھ زنا سے بچنا چاہتی ہے اور کوئی شخص اسے زنا

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ۳۳، ۳/۳۵۱، ملخصاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ۳۳، ۳/۳۵۲-۳۵۳، ملخصاً.

3 ......روح البيان، النور، تحت الآية: ۳۳، ۶/۱۵۰.

نہ کرنے کی صورت میں جان سے مار دینے یا اس کا کوئی عضو ضائع کر دینے یا شدید مار مارنے کی دھمکی دے رہا ہے اور عورت سمجھتی ہے کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ جو کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا، اس صورت میں وہ زنا کئے جانے پر مجبور شمار ہوگی اور اگر اس کے ساتھ زنا ہوا تو وہ گناہگار نہیں ہوگی اور اگر دھمکی کی نوعیت ایسی نہیں بلکہ قید کر دینے یا معمولی مار مارنے وغیرہ کی دھمکی ہے تو ایسی صورت میں عورت زنا پر مجبور شمار نہ ہوگی اور زِنا ہونے کی صورت میں گناہگار بھی ہوگی۔

[illegible]

یاد رہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جو کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے منع فرمایا گیا، اس حکم میں کنیزوں کے ساتھ ساتھ آزاد عورتیں بھی داخل ہیں اور انہیں بھی زنا پر مجبور کرنا منع ہے، نیز زنا پر مجبور کرنا دنیا کا مال طلب کرنے کیلئے ہو یا کسی اور غرض سے بہر صورت حرام اور شیطانی کام ہے اور آیت کے آخر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زنا پر مجبور کرنے والے گناہگار ہیں۔ اسے سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید ضرورت ہے جو محنت مزدوری کر کے خود کما کر لانے سے جی چرانے کی بنا پر گھر کے اخراجات چلانے کیلئے یا اپنی خواہشات اور نشے کی لت پوری کرنے کیلئے کمینے پن کی حد پار کر دیتے اور اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں وغیرہ کو زنا کروانے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ اس ذریعے سے حاصل ہونے والا مال گھر کے اخراجات چلانے، اپنی خواہشات اور نشہ پورا کرنے میں کام آئے، اسی طرح وہ لوگ بھی اپنی حالت پر غور کریں جو عورتوں کو ورغلا کر پہلے ان کی گندی تصاویر اور وڈیوز بنا لیتے ہیں، یا ان کی نجی زندگی کے کچھ ایسے پہلو نوٹ کر لیتے ہیں جن کا ظاہر ہو جانا عورت اپنے حق میں شدید نقصان دہ سمجھتی ہے، پھر یہ لوگ ان چیزوں کو منظر عام پر لانے کی دھمکیاں دے کر انہیں زنا کروانے پر مجبور کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ یاد رکھیں کہ جس عورت کے حق میں شریعت کے اصولوں کے مطابق زنا پر مجبور کیا جانا ثابت ہوا اسے تو اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے بخش دے گا لیکن زنا پر مجبور کرنے والا بہر حال گناہگار ہوگا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس چیز سے باز نہ آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، امین۔

وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اُتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں اور کچھ ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے ہو گزرے اور ڈر والوں کے لیے نصیحت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کا حال اور ڈر والوں کے لیے نصیحت نازل فرمائی۔

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا: اور بیشک ہم نے اُتاریں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں:

(1)......قرآنِ پاک کی آیتیں روشن اور مُفَصَّل ہیں۔

(2)......اس میں سابقہ لوگوں کی مثالیں ہیں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام دیئے گئے اسی طرح قرآنِ مجید میں بھی دیئے گئے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ اُمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جن پر عذاب نازل ہوا ان کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے اور اسے ہم نے تمہارے لئے مثال بنا دیا تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں اُن کی رَوِش اختیار کی تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔

(3)...... مُتَّقِین کے لئے نصیحت ہے۔ متقین کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ قرآن کی نصیحت سے یہی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید نصیحت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس کی برکت سے دلوں کی سختی دُور ہو جاتی، دلوں پر چڑھا ہوا گناہوں کا زَنگ ختم ہو جاتا اور خشک آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب آنسو

---

(1)......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٣٤، ٣٧٨/٨.

رواں ہوجاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہوجاتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صفائی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: موت کی زیادہ یاد اور قرآنِ کریم کی تلاوت۔[1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ موت کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے اور سُنے، قرآنِ کریم کو سمجھنے کی کوشش کرے، اس کی نصیحتوں کو قبول کرے اور ظاہری و باطنی اعمال اور دیگر چیزوں سے متعلق اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌۙ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھّم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اُٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

[1] ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوته، ٢/٣٥٢، الحدیث: ٢٠١٤.

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے برکت والے درخت سے روشن ہوتا ہے جو نہ مشرق والا ہے اور نہ مغرب والا ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے، **اللہ** اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور **اللہ** لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور **اللہ** ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔﴾ نور **اللہ** تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''آیت کے اس حصے کے معنی یہ ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا ہادی ہے تو زمین و آسمان والے اس کے نور سے حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت سے گمراہی کی حیرت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔'' بعض مفسرین نے فرمایا: ''اس کے معنی یہ ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو منور فرمانے والا ہے اور اُس نے آسمانوں کو فرشتوں سے اور زمین کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منور کیا۔''(1)

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ: اس کے نور کی مثال۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک **اللہ** تعالیٰ کے نور سے مؤمن کے دل کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا اور راہ یاب ہوتا ہے۔ حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ **اللہ** تعالیٰ کے اس نور کی مثال ہے جو اس نے مؤمن کو عطا فرمایا۔ بعض مفسرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سیّدِ کائنات، افضلِ موجودات، رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔

نورِ خداوندی کی مثال

اہلِ علم نے اس آیت میں بیان کی گئی مثال کے کئی معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے دو معنی درج ذیل ہیں،

(1)......نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ کی ہدایت انتہائی ظہور میں ہے کہ عالَمِ محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دان سے ہوسکتی ہے جس میں صاف شفاف فانوس ہو، اس فانوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر اور پاک صاف زیتون سے روشن ہوتا کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو۔

(2)...... یہ سید المرسلین، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نور کی مثال ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(1)......خازن، النور، تحت الآیة: ٣٥، ٣/٣٥٣.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مثال بیان فرمائی۔ روشندان (یعنی طاق) تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینہ شریف ہے اور فانوس، قلبِ مبارک اور چراغ، نبوت ہے جو کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی کی روشنی کمالِ ظہور میں اس مرتبہ پر ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خَلْق پر ظاہر ہو جائے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ روشندان تو دو عالَم کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس قلبِ اَطہر اور چراغ وہ نور جو اللّٰہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ شرقی ہے نہ غربی نہ یہودی، نہ نصرانی، ایک شجرۂ مبارکہ سے روشن ہے، وہ شجرہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل کے نور پر نورِ محمدی، نور پر نور ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ روشن دان اور فانوس تو حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور چراغ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور شجرۂ مبارکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کہ اکثر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کی نسل سے ہیں اور شرقی وغربی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہ یہودی تھے نہ عیسائی، کیونکہ یہودی مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور عیسائی مشرق کی طرف۔ قریب ہے کہ محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مَحاسن وکمالات نزولِ وحی سے پہلے ہی مخلوق پر ظاہر ہو جائیں۔ نور پر نور یہ کہ نبی کی نسل سے نبی ہیں اور نورِ محمدی نورِ ابراہیمی پر ہے۔[1] اس مثال کی تشریح میں ان کے علاوہ اور بھی بہت اَقوال ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اس آیت کا خلاصہ ایک شعر میں سمو دیا، چنانچہ فرماتے ہیں،

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا　　　تیری صورت کے لئے اترا ہے سورہ نور کا

﴿مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ: برکت والے درخت زیتون سے۔﴾ زیتون کا درخت انتہائی برکت والا ہے کیونکہ اس میں بہت سارے فوائد ہیں، جیسے اس کا روغن جس کو زَیت کہتے ہیں انتہائی صاف اور پاکیزہ روشنی دیتا ہے۔ سر میں بھی لگایا جاتا ہے اور سالن کی جگہ روٹی سے بھی کھایا جاتا ہے۔ دنیا کے اور کسی تیل میں یہ وصف نہیں۔ زیتون کے درخت کے

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ٣٥، ٣/٣٥٤.

پتے نہیں گرتے۔ یہ درخت نہ سرد ملک میں واقع ہے نہ گرم ملک میں بلکہ ان کے درمیان ملک شام ہے کہ نہ اُسے گرمی سے نقصان پہنچے نہ سردی سے اور وہ نہایت عمدہ واعلیٰ ہے اور اس کے پھل انتہائی مُعْتَدِل ہیں۔[1]

زیتون سے متعلق حضرت ابو اسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو یہ مبارک درخت ہے۔''[2]

> فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِۙ(۳۶)

> **ترجمۂ کنزالایمان:** ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللّٰہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے، اللّٰہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔

> **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کرنے اور ان میں اللّٰہ کا نام ذکر کئے جانے کا اللّٰہ نے حکم دیا ہے، ان میں صبح و شام اللّٰہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

﴿فِیْ بُیُوْتٍ : گھروں میں۔﴾ اس آیت کا تعلق اس سے پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ نورِ الٰہی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جو ان گھروں میں ہے جنہیں بنانے، اُن کی تعظیم و تطہیر کرنے اور ان میں اللّٰہ تعالیٰ کا نام ذکر کئے جانے کا اللّٰہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اُن گھروں سے مسجدیں مراد ہیں۔[3]

مسجد سے متعلق 4 احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں مسجد بنانے کے حکم، مسجد بنانے کے فضائل اور انہیں پاک صاف رکھنے سے متعلق 4 احادیث ملاحظہ ہوں،

---

1 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۵، ۳/۳۵۳-۳۵۴، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی اکل الزیت، ۳/۳۳۷، الحدیث: ۱۸۵۹.

3 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۳۵۵.

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: مسجدیں زمین میں اللّٰہ تعالیٰ کے گھر ہیں، یہ آسمان والوں کے لئے ایسے روشن ہوتی ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے روشن ہوتے ہیں۔ (1)

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے محلّوں میں مسجدیں تعمیر کرنے اور انہیں پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (2)

(3)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنائے اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔‘‘ (3)

(4)......حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنی مسجدوں کو بچوں، پاگلوں، (مسجد میں) خرید وفروخت کرنے، شور کرنے، حد جاری کرنے اور تلواریں ننگی کرنے سے محفوظ رکھو۔‘‘ (4)

﴿یُسَبِّحُ لَهٗ: اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔﴾ تسبیح سے مراد نمازیں ہیں، صبح کی تسبیح سے فجر اور شام سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ (5)

صبح و شام مسجد میں جانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو صبح یا شام مسجد میں گیا اللّٰہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی کا اہتمام کرے گا جب بھی وہ صبح یا شام کو جائے۔‘‘ (6)

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۟ۙ (۳۷)

---

1 ......معجم الکبیر، ومن مناقب عبد اللّٰه بن عباس واخباره، ۱۰/۲۶۲، الحدیث: ۱۰۶۰۸.

2 ......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، ۱/۱۹۷، الحدیث: ۴۵۵.

3 ......ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب من بنی للّٰه مسجداً، ۱/۴۰۷، الحدیث: ۷۳۵.

4 ......ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب ما یکره فی المساجد، ۱/۴۱۵، الحدیث: ۷۵۰.

5 ......مدارك، النور، تحت الآیة: ۳۶، ص۷۸۲.

6 ......بخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد وراح، ۱/۲۳۷، الحدیث: ۶۶۲.

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللّٰہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ تاکہ اللّٰہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے اور اللّٰہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللّٰہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔ تاکہ اللّٰہ انہیں ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے اور اللّٰہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

﴿رِجَالٌ: مرد۔﴾ اس آیت میں نور سے ہدایت حاصل کرنے والوں کے چند ظاہری وباطنی اعمال ذکر فرمائے گئے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ نور سے ہدایت حاصل کرنے والے وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللّٰہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے قلبی ولسانی ذکر اور نماز کے اوقات پر مسجدوں کی حاضری سے، نماز قائم کرنے اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے اور زکوٰۃ کو وقت پر دینے سے غافل نہیں کرتی۔ (1)

حضراتِ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بازار میں تھے، مسجد میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ بازار والے اُٹھے اور دوکانیں بند کرکے مسجد میں داخل ہوگئے۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ آیت "رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ" ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ (2) سُبْحَانَ اللّٰہ! ان مقدس ہستیوں کے

1 ……مدارك، النور، تحت الآية: ٣٧، ص٧٨٣، خازن، النور، تحت الآية: ٣٧، ٣/٣٥٥، ملتقطاً.

2 ……تفسير ابن ابى حاتم، النور، تحت الآية: ٣٧، ٨/٢٦٠٧.

نزدیک نماز کی اہمیت عملی طور پر تجارت، کاروبار اور دوکانداری سے بڑھ کر تھی اسی لئے یہ اقامت کی آواز سنتے ہی سب کچھ بند کر کے نماز کے لئے حاضر ہو جاتے تھے اور اب کے مسلمانوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ دوکان کے پاس مسجد ہونے کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے حاضر ہونے کی بجائے اپنی دوکانداری میں مصروف رہتے ہیں اور اس اندیشے سے بھی نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتے کہ پیچھے سے کوئی گاہک آ جائے اور وہ خالی چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نماز کی اہمیت سمجھنے اور اسے وقت پر، جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وقت پر اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں وقت پر اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے 3 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا: اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''وقت کے اندر نماز۔''(1)

(2)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کامل وضو کیا، پھر نمازِ فرض کے لیے چلا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''(2)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''منافقین پر سب سے زیادہ گراں نماز عشا اور فجر ہے اور وہ جانتے کہ ان میں کیا ہے؟ تو گھسٹتے ہوئے آتے۔ بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں، جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر اُن پر آگ سے جلا دوں۔''(3)

زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل

قرآن و حدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ایک آیت اور ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1......بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ١/١٩٦، الحديث: ٥٢٧.

2......صحيح ابن خزيمه، كتاب الامامة فى الصلاة، باب فضل المشى الى الجماعة متوضياً...الخ، ٢/٣٧٣، الحديث: ١٤٨٩.

3......صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة...الخ، ص٣٢٧، الحديث: ٢٥٢(٦٥١).

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو بیشک اس کے مال کا شر اُس سے چلا گیا۔''(2)

عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت والا ہے

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص مردوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عورتوں پر جمعہ یا جماعت کے ساتھ دیگر نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔ (3) عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عورت کا دالان یعنی بڑے کمرے میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں نماز ادا کرنا دالان میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔''(4)

﴿یَخَافُوْنَ: ڈرتے ہیں۔﴾ آیت کی ابتداء میں جن مردوں کے اعمال ذکر فرمائے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ یعنی وہ فرمانبردار بندے جو ذکر و طاعت میں نہایت مُسْتَعِد رہتے ہیں اور عبادت کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں، اس حُسنِ عمل کے باوجود وہ اس دن سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔ آیت میں قیامت کے دن کا ایک حال بتایا گیا کہ اس دن دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دلوں کا اُلٹ جانا یہ ہے کہ شدتِ خوف اور اِضطراب سے دل اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں نہ نیچے اُتریں اور آنکھیں اُوپر چڑھ جائیں گی یا اس کے یہ معنی ہیں

1 ......بقرہ: ٢٧٧.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٤٣١، الحديث: ١٥٧٩.

3 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٧، ٣/٣٥٥.

4 ......ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد فی ذلك، ١/٢٣٥، الحديث: ٥٧٠.

کہ کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے۔ [1]

﴿لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ: تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان نیک کاموں میں اس لئے مشغول ہوتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہتر اَعمال کا ثواب عطا کرے اور صرف یہی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رِزْق عطا فرماتا ہے۔ [2]

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِۙ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کافر ہوئے اُن کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک جب اُس کے پاس آیا تو اُسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اُس نے اس کا حساب پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کرلیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کے اعمال ایسے ہیں جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے یہاں تک جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پائے گا تو اللہ اسے اس کا پورا حساب دے گا اور اللہ جلد حساب کرلینے والا ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: اور جو کافر ہوئے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے حالات بیان فرمائے اور اس آیت سے کافروں کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ آخرت میں شدید خسارے کا شکار ہوں گے اور دنیا میں بھی انہیں طرح طرح کی ظلمتوں کا سامنا ہوگا۔ اسی سلسلے میں یہاں دو مثالیں بیان کی گئیں، اس آیت میں ذکر کی گئی مثال کا خلاصہ

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٧، ٣/٣٥٥-٣٥٦.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٣٨، ٣/٣٥٦.

یہ ہے کہ کفار کے ظاہری اچھے اَعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں چلا اور جب وہاں پہنچا تو پانی کا نام ونشان نہ تھا تو وہ سخت مایوس ہوگیا ایسے ہی کافر اپنے خیال میں نیکیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب پائے گا، لیکن جب میدانِ قیامت میں پہنچے گا تو ثواب نہ پائے گا بلکہ عذابِ عظیم میں گرفتار ہوگا اور اس وقت اس کی حسرت اور اس کا غم اس پیاس سے بدرجہا زیادہ ہوگا۔ (1)

کفار کے اعمال کی مثال میں مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ونصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کی نافرمانی اور مخالفت کرنے میں صرف کرتے ہیں، پھر عادت ورسم، رِیاکاری ودِکھلاوے کے طور پر، اور غفلت کے ساتھ نیک اَعمال کرتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مُزَیَّن کر دیا اور ان کے اعمال کی مثال صحراء میں چمکنے والی ریت کی طرح ہے، اسی طرح وہ اپنے اعمال کے بارے میں یہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر کوئی غضب وجلال نہ فرمائے گا اور ان کے لئے جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا، لیکن جب انہیں موت آئے گی تو معاملہ ان کے گمان سے انتہائی برعکس ہوگا، قیامت کے دن میزانِ عمل میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ان پر غضب فرمائے گا اور جس سزا کے یہ حق دار ہیں وہ سزا انہیں دے گا۔ لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ اس مثال کو سمجھے اور اس سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف بھر پور توجہ دے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَاؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۠ (٤٠)

ع ٥ ۱۱

(1) ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ٣٩، ٣٩٩/٨، خازن، النور، تحت الآیة: ٣٩، ٣٥٦/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کُنڈے کے دریا میں اس کے اوپر موج موج کے اوپر اَور موج اس کے اوپر بادل، اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو سوجھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جسے **اللہ** نور نہ دے اُس کے لیے کہیں نور نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یا جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک اور موج ہو، (پھر) اس (دوسری) موج پر بادل ہوں۔ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک کے اوپر دوسرا اندھیرا ہے کہ جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جس کیلئے **اللہ** نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ: یا جیسے تاریکیاں ہوں۔ ﴾ اس آیت میں کفار کے بُرے اعمال کی مثال بیان گئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کے بُرے اعمال ایسے ہوں گے جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک دوسری موج ہو، پھر اس دوسری موج پر بادل ہوں، اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا تہ بہ تہ موجوں کا، اس پر اور اندھیرا بادلوں کی گھری ہوئی گھٹا کا، ان اندھیریوں میں شدت کا یہ عالم کہ جو اس میں ہو، وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو حالانکہ اپنا ہاتھ انتہائی قریب اور اپنے جسم کا جز و ہے جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اور دوسری چیز کیا نظر آئے گی۔ ایسا ہی کفار کا حال ہے کہ وہ تین اندھیروں یعنی باطل اِعتقاد، ناحق قول اور قبیح عمل کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دریا کے کُنڈے اور اس کی گہرائی سے کافر کے دل کو اور موجوں سے جہل، شک اور حیرت کو جو کافر کے دل پر چھائے ہوئے ہیں اور بادلوں سے مُہر کو جو اُن کے دِلوں پر ہے تشبیہ دی گئی۔ (1)

﴿وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ: اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔﴾ یعنی جسے **اللہ** تعالیٰ قرآنِ مجید کے نور سے ہدایت دینا اور قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی توفیق دینا نہ چاہے تو اسے اصلاً کوئی ہدایت

(1)......خازن، النور، تحت الآية: ٤٠، ٣/٣٥٦-٣٥٧

نہیں دے سکتا۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍؕ-كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پَر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح، اور اللّٰہ اُن کے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پَر پھیلائے ہوئے اللّٰہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللّٰہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس رکوع میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل بیان فرمائے اور ان کے بعد منافقین کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس آیت میں حضور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ خبر دینے کے لئے خطاب فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں نور کے اعلیٰ مراتب پر فائض فرمایا ہے اور ان کے سامنے ملکوت و ملک کے انتہائی باریک اور مخفی ترین اسرار بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مضبوط اور قوی مشاہدے، صریح وحی اور صحیح استدلال کے ذریعے اس چیز کا یقینی علم حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوق اور ان کے درمیان پرندے اپنے پَر پھیلائے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں ہر اس نقص و عیب سے پاکی بیان کر رہے ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی شانِ جلیل کے لائق نہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح جانتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے نماز و تسبیح کا جسے جو طریقہ سکھایا اسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ (اگرچہ ہمیں وہ طریقہ دکھائی نہ دے یا سمجھ نہ آئے۔) (2)

1 ……روح البیان، النور، تحت الآیة: ٤٠، ٦/١٦٣.

2 ……ابو سعود، النور، تحت الآیة: ٤١، ٤/٩٨، تفسیر سمرقندی، النور، تحت الآیة: ٤١، ٢/٤٤٣، ملتقطاً.

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللّٰہ ہی کی طرف پھر جانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللّٰہ ہی کے لیے ہے اور اللّٰہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کسی اور کے لئے نہیں بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی ان کا خالق ہے اور وہی ان میں ہر طرح کا تَصَرُّف فرمانے کی قدرت رکھتا ہے اور مخلوق کو فنا ہونے کے بعد جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سب نے صرف اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی لوٹنا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ صرف ایسے قوت والے مالک کی ہی عبادت کرے اور زبان و دل سے اسی کی پاکی بیان کرے۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر انہیں آپس میں مِلاتا ہے پھر انہیں تہ پر تہ کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اُتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک

---

1 ......روح البيان، النور، تحت الآية: ٤٢، ٦/١٦٤.

آنکھ لے جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے پھر انہیں تہہ در تہہ کر دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ ہر عقلمند سے بھی خطاب ہے کیونکہ جو ان چیزوں میں غور وفکر کرے گا تو وہ جان لے گا اور جاننے والے کا علم ویقین مزید بڑھ جائے گا کہ اللہ تعالٰی قدرت والا، حکمت والا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے ’’کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالٰی جس سرزمین اور جن شہروں کی طرف چاہے نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے، پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کے جدا جدا ٹکڑوں کو یکجا کر دیتا ہے، پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور اللہ تعالٰی آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس کے جان و مال کو چاہتا ہے ان سے ہلاک وتباہ کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اولوں کو پھیر دیتا ہے اور اُس کے جان و مال کو محفوظ رکھتا ہے، قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کے نور کو لے جائے اور روشنی کی تیزی سے آنکھوں کو بے کار کر دے۔ آگ ٹھنڈک اور پانی کی ضد ہے اور آگ کا ٹھنڈک سے ظاہر ہونا ایک شے کا اپنی ضد سے ظاہر ہونا ہے اور یہ کسی قادر وحکیم کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں۔ (1)

﴿وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ: اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں، **(1)** آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے، پھر وہ ان پہاڑوں میں سے جتنے اولے چاہتا ہے

(1)......صاوی، النور، تحت الآیۃ: ٤٣، ٤ / ١٤١٠-١٤١١، مدارك، النور، تحت الآیۃ: ٤٣، ص٧٨٤-٧٨٥، خازن، النور، تحت الآیۃ: ٤٣، ٣/٣٥٧، تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٤٣، ٨/٤٠٤-٤٠٥، ملتقطاً.

نازل فرماتا ہے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔(2) آسمان سے مراد حقیقی آسمان نہیں بلکہ وہ بادل ہے جو لوگوں کے سروں پر بلند ہے، اسے بلندی کی وجہ سے آسمان فرمایا گیا کیونکہ ''سماء'' اس چیز کو کہتے ہیں جو تجھ سے بلند ہے اور تیرے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بادل سے اولے نازل فرماتا ہے، جبکہ پہاڑوں سے بڑے بڑے بادل مراد ہیں کیونکہ وہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے مشابہ ہیں، جیسے مال کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی مال کے پہاڑوں کا مالک ہے (اسی طرح یہاں بادلوں کو بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) اور یہ مفسرین کہتے ہیں کہ اولے جما ہوا پانی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بادلوں میں پیدا فرمایا ہے، پھر وہ انہیں زمین کی طرف نازل فرماتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مناسب ہے کیونکہ آسمان ایک مخصوص جسم کا نام ہے اور اسے بادل کا نام قرار دینا مجازی طور پر ہے اور جس طرح یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں میں پانی رکھے، پھر اسے اولوں کی صورت میں نازل فرمائے تو بلاشبہ یہ بھی صحیح ہے کہ آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہوں اور جب دونوں کاموں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہونا صحیح ہے تو اس آیت کے ظاہری معنی کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ (1)

یاد رہے کہ امام عبد اللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر بیضاوی'' میں، علامہ شہاب الدین احمد بن عمر خفاجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بیضاوی کی شرح ''عنایۃ القاضی'' میں اور محمد بن مصلح الدین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیے ''محی الدین شیخ زادہ'' میں، امام ابو سعود محمد بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر ابو سعود'' میں اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''تفسیر روح البیان'' میں دوسرے قول کو اختیار فرمایا ہے کہ یہاں آسمان سے مراد بادل ہیں۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی بیشک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے۔

(1)......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ۴۳، ۸/۴۰۵۔

﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ: اللہ تبدیل فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے اس طرح کہ رات کے بعد دن لاتا اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ بیشک بادلوں کو چلانے، ان سے بارش نکلنے، آسمانوں سے اولے برسانے، بادلوں سے بجلی ظاہر کرنے اور دن رات کو تبدیل کرنے میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔[1]

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے زمین پر ہر چلنے والا پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے اللہ بناتا ہے جو چاہے بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ: اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں آسمانوں اور زمین کے احوال سے اور آسمانی آثار سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے اور اس آیت سے جانداروں کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی تمام اَجناس کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے اور اپنی اصل میں متحد ہونے کے باوجود ان سب کا حال ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہے، یہ کائنات کو تخلیق فرمانے والے کے علم و حکمت اور اس کی

[1] ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٤، ص٧٨٥، ملخصاً.

قدرت کے کمال کی روشن دلیل ہے کہ اس نے پانی جیسی چیز سے ایسی عجیب مخلوق پیدا فرما دی۔ مزید فرمایا کہ ان جانداروں میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے جیسا کہ سانپ، مچھلی اور بہت سے کیڑے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ آدمی اور پرندے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چوپائے اور درندے۔ اللّٰہ تعالٰی جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے تو کچھ بھی اس کے لئے مشکل نہیں۔ (1)

نوٹ: اللّٰہ تعالٰی کی عجیب وغریب مخلوقات کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے کتاب ”حیاۃُ الحیوان“ کا مطالعہ فرمائیں۔

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اُتاریں صاف بیان کرنے والی آیتیں اور اللّٰہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں اور اللّٰہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ: بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں یعنی قرآنِ کریم نازل فرمایا جس میں ہدایت واحکام اور حلال وحرام کا واضح بیان ہے اور اللّٰہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور سیدھی راہ جس پر چلنے سے اللّٰہ تعالٰی کی رضا اور آخرت کی نعمت میسر ہو، وہ دینِ اسلام ہے۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیة: ٤٥، ٨/٤٠٦-٤٠٧، مدارك، النور، تحت الآیة: ٤٥، ص٧٨٥، خازن، النور، تحت الآیة: ٤٥، ٣/٣٥٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٣٥٨.

قرآنِ پاک نازل کرنے کا ذکر فرمانے کے بعد بتایا جارہا ہے کہ انسان تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک وہ جنہوں نے ظاہری طور پر حق کی تصدیق کی اور باطنی طور پر اس کی تکذیب کرتے رہے، وہ منافق ہیں۔ دوسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تصدیق کی اور باطنی طور پر بھی مُعْتَقِد رہے، یہ مخلص لوگ ہیں۔ تیسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تکذیب کی اور باطنی طور پر بھی، وہ کفار ہیں۔ اگلی آیات میں ترتیب سے ان کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔[1]

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (منافقین) کہتے ہیں: ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور (حقیقت میں) وہ مسلمان نہیں ہیں۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت میں انسانوں کے پہلے گروہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتا اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے مُوافق نہیں۔[2]

وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٦، ص٧٨٦.

2 ......جلالين، النور، تحت الآية: ٤٧، ص ٣٠٠، ملخصاً.

مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق منہ پھیرنے لگتا ہے۔

﴿وَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ : اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بشر نامی منافق کا زمین کے معاملے میں ایک یہودی سے جھگڑا تھا، یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اس کو یقین تھا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق و عدل کا فیصلہ فرماتے ہیں، اِس لئے اُس نے خواہش کی کہ اس مقدمے کا فیصلہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرایا جائے۔ لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عدل و انصاف میں کسی کی رُو رِعایت نہیں فرماتے، اس لئے وہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے کا اصرار کیا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

آیت "وَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے اور ان کے ہاں حاضری اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بلایا گیا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ و رسول کی طرف بلایا گیا۔

(2)......حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کے خلاف اپیل ناممکن ہے اور حضورِ اکرم

[1] ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٨، ص٧٨٦.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے منہ موڑنا رب تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَؕ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان کی ڈگری ہو تو اس کی طرف آئیں مانتے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر فیصلہ ان کیلئے ہو جائے تو اس کی طرف خوشی خوشی جلدی سے آتے ہیں۔

﴿وَ اِنْ: اور اگر۔﴾ اس آیت میں کفار و منافقین کا حال بیان کیا گیا کہ وہ بارہا تجربہ کر چکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ سراسر حق اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کا فیصلہ فرمائیں اور جو حق پر نہ ہوتا وہ جانتا تھا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سچی عدالت سے وہ اپنی ناجائز مراد نہیں پاسکتا اس لئے وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔(1)

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗؕ بَلْ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۠(۵۰)

رکوع ٦ / ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں یا یہ ڈرتے ہیں کہ اللہ ورسول ان پر ظلم کریں گے بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا انہیں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٤٩، ص٧٨٦.

﴿ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟﴾ اس آیت میں منافقین کے اِعراض کی قباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا ان کے دلوں میں کفر و منافقت کی بیماری ہے؟ یا انہیں ہمارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت میں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان پر ظلم کریں گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ حق و قانون کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور کوئی بد دیانت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت سے غلط فیصلہ کروانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، اسی وجہ سے وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے اِعراض کرتے ہیں اور وہ حق سے اِعراض کرنے کی بنا پر خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔[1]

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سُنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بلایا جائے تاکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں کہ ہم نے بُلاوا سُنا اور اسے قبول کرکے اطاعت کی اور جو ان صفات

[1] ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٠، ٣/٣٥٩، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٠، ص٧٨٦، ملتقطاً.

کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے سامنے اپنی عقل کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور نہ ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں صرف اپنی عقل کو معیار بنایا جائے بلکہ جس طرح ایک مریض اپنے آپ کو ڈاکٹر کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی دی ہوئی دوائی کو چون و چرا کئے بغیر استعمال کرتا ہے اسی طرح خود کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حوالے کر دینا اور آپ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے کیونکہ ہماری عقلیں ناقص ہیں اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقلِ مبارک وحی کے نور سے روشن اور کائنات کی کامل ترین عقل ہے۔ اگر اس پر عمل ہو گیا تو پھر دین و دنیا میں کامیابی نصیب ہو گی۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سُنّتوں میں اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیزگاری اختیار کرے تو ایسے لوگ

---

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ۵۱، ۳/۳۵۹، مدارك، النور، تحت الآية: ۵۱، ص۷۸۷، ملتقطاً.

ہی کامیاب ہیں۔ (1)

اُخروی کامیابی کے اسباب کی جامع آیت

یہ آیتِ مبارکہ جَوَامِعُ الْکَلِمْ میں سے ہے۔اس کے الفاظ اگرچہ کم ہیں لیکن اُخروی کامیابی کے تمام اسباب اس میں جمع کردیئے گئے ہیں۔

ایک صحابی کے قبولِ اسلام کا سبب

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجدِ نبوی شریف میں کھڑے تھے،اسی دوران روم کے دِہقانوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: ''کیا تمہارے اسلام قبول کرنے کا کوئی خاص سبب ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں۔ میں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحائف کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ میں نے ایک قیدی کو قرآنِ پاک کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو سابقہ تمام کتابوں میں دیئے گئے احکامات کی جامع ہے،اس سے میں نے جان لیا کہ قرآنِ پاک واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے یہ آیت تلاوت کی'' **وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ** '' حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے جَوَامِعُ الْکَلِمْ عطا کئے گئے ہیں۔'' (2)

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٥٢، ص٧٨٧.

2 ......تفسير قرطبي، النور، تحت الآية: ٥٢، ٦/٢٢٧، الجزء الثاني عشر.

ترجمۂ کنزالایمان: اورانہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کو نکلیں گے تم فرمادو قسمیں نہ کھاؤ مُوافِق شرع حکم برداری چاہیے، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورانہوں نے پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ، شریعت کے مطابق اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اورانہوں نے پوری کوشش کرکے اللہ کی قسمیں کھائیں۔﴾ اس آیت سے دوبارہ منافقین کا تذکرہ شروع کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ منافقین رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے احکام کو پسند نہیں کرتے تو منافقین حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے، اپنے مالوں اور اپنی عورتوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور نکل جائیں گے اور اگر آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیں تو ہم جہاد کریں گے، جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے کیسے راضی نہ ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہیں اس کی بجائے شریعت کے مطابق اطاعت کرنی چاہیے، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام پوشیدہ اَعمال سے خبردار ہے، وہ تمہیں ضرور رُسوا کرے گا اور تمہاری منافقت کی سزا دے گا۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کرکے دکھانا چاہیے، صرف قسموں سے سچا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بارگاہِ خداوندی میں عمل دیکھے جاتے ہیں نہ کہ محض زبانی دعوے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾

1 ......تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ: ٥٣، ٨/٤١١-٤١٢، خازن، النور، تحت الآیۃ: ٥٣، ٣/٣٥٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کروگے راہ پاؤ گے، اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے جس کی ذمے داری کا بوجھ ان پر رکھا گیا ہے اور تم پر وہ (اطاعت) لازم ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم رسول کی فرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان قسمیں کھانے والوں سے فرمادیں کہ تم سچے دل اور سچی نیت سے **اللہ** تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو۔ اگر تم **اللہ** تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو اس میں ان کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمے صرف دین کی تبلیغ اور احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور جب انہوں نے یہ ذمہ داری اچھی طرح نبھا دی ہے تو وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے اور تمہیں چونکہ رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کا پابند کیا گیا ہے لہٰذا تم پر یہ لازم ہے۔ اگر اس سے روگردانی کروگے تو **اللہ** تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کا تمہیں ہی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے، تمہاری ہدایت ان کے ذمہ داری نہیں۔ [1]

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی برکت

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **تاجدارِ رسالت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت قبولیت کے دروازے کی چابی ہے اور اطاعت کی فضیلت پر یہ بات تیری رہنمائی کرتی ہے کہ اصحابِ کہف کے کتّے نے

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ۵۴، ۹/۳۴۲، خازن، النور، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/۳۵۹-۳۶۰، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۵۴، ص۷۸۷، ملتقطاً۔

جب اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اصحابِ کہف کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا اور جب اطاعت کرنے والوں کی پیروی کرنے کی یہ برکت ہے تو خود اطاعت کرنے والوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب حمام میں لوگوں کے درمیان سترِ عورت کھولنے کے معاملے میں شرعی حکم کی رعایت کی (یعنی وہاں پردہ کر کے نہانے کا حکم ہے اور آپ نے اس پر عمل کیا) تو ان سے خواب میں کہا گیا: شرعی حکم کی رعایت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنا دیا ہے۔(1)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح طریقے سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں، اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

1 ......روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ٥٤، ٦/١٧٢-١٧٣.

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور ان کے لیے اِن کے اُس دین کو جما دے گا جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد (ان کی حالت) امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ: **اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مؤمنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کا **شانِ نزول** یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے وحی نازل ہونے سے لے کر دس سال تک مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے ساتھ قیام فرمایا اور شب و روز کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے مکانات کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا، مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے، آئے دن ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ ہر وقت خطرہ میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے۔ ایک روز ایک صحابی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ہم سبکدوش ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان وغیرہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خلافت دی ہے اور جیسا کہ مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور ان ممالک پر اُن کو مُسَلَّط کیا اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کے لیے دینِ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرما دے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹا دیئے گئے، مسلمانوں کا تَسَلُّط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن اُن کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر اُن کا رُعب چھا گیا۔ (1)

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٦٠، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٥، ص٧٨٨، ملتقطاً.

تفسیر صراط الجنان

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاءِ راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن، قوت وشوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔[1]

ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا۔''[2] اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دو برس تین ماہ، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت بارہ سال اور حصرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔[3]

﴿ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ: اور جو اس کے بعد ناشکری کرے۔ ﴾ یعنی جو اس وعدے کے بعد نعمت کی ناشکری کرے گا تو وہی فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے اہم ترین نعمت کی ناشکری کی اور اسے حقیر سمجھنے پر دلیر ہوئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس نعمت کی سب سے پہلی جو ناشکری ہوئی وہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنا ہے۔[4]

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿٥٧﴾

ع ٧ / ١٣

1 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٥٥، ٣/٣٦٠.

2 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الخلافة، ٤/٩٧، الحدیث: ٢٢٣٣، ابو داؤد، کتاب السنّة، باب فی الخلفاء، ٤/٢٧٨، الحدیث: ٤٦٤٦.

3 ......خازن، النور، تحت الآیة: ٥٥، ٣/٣٦١.

4 ......مدارك، النور، تحت الآیة: ٥٥، ص٧٨٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ ہرگز کافروں کو خیال نہ کرنا کہ وہ کہیں ہمارے قابو سے نکل جائیں زمین میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور ضرور کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہرگز کافروں کو یہ خیال نہ کرو کہ وہ ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴾وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ : اور نماز قائم رکھو۔﴿ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! نماز کو اس کے ارکان و شرائط کے ساتھ قائم رکھو، اسے ضائع نہ کرو اور جو زکوۃ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اسے ادا کرو اور احکامات و ممنوعات میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حبیب رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے نجات دے۔[1]

﴾لَا تَحْسَبَنَّ : ہرگز گمان نہ کرو۔﴿ یعنی ان کفار نابکار کا زمین میں امن سے رہنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ رب کے قابو سے باہر ہیں بلکہ یہ رب تعالیٰ کی مہلت ہے لہٰذا ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہماری پکڑ سے بھاگ کر زمین میں ہمیں عاجز کردیں گے، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ

[1] ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ٥٦، ٩/٣٤٤.

عَلٰى بَعْضٍؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو چاہیے کہ تم سے اِذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نمازِ صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمد ورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری غلام مِدْلَج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلانے کے لئے بھیجا، وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان میں چلا گیا اور اس وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں۔

(1)......فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے

کا وقت ہے۔

(2)......**دوپہر کے وقت،** جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہبند باندھ لیتے ہیں۔

(3)......**نمازِ عشاء کے بعد،** کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کُھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔[1]

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں

یاد رہے کہ لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔[2]

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اِذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اِذن مانگا اللّٰہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں، اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٥٨، ٣/٣٦١-٣٦٢، مدارك، النور، تحت الآية: ٥٨، ص٧٨٩، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۳۹۹، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے (بالغ ہونے) والوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں یونہی بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ :اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں۔﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔ (1)

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی ایک حکمت

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے ایک یہاں ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عطا بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اس سے بھی اجازت لوں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کی: میں تو اس کے ساتھ اسی مکان میں رہتا ہی ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ، انہوں نے عرض کی: میں اس کی خدمت کرتا ہوں (یعنی بار بار آنا جانا ہوتا ہے، پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے؟) رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اجازت لے کر جاؤ، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اسے بَرَہْنَہ دیکھو؟'' عرض کی: نہیں، فرمایا: تو اجازت حاصل کرو۔ (2)

اسی حکم سے کچھ اور احکام کی حکمت بھی سمجھ آتی ہے جیسے باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کیلئے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دیں اور جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا نامناسب ہے کیونکہ حالتِ نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے ہٹ جاتے ہیں۔

---

1 ......تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ٥٩، ٩/٣٤٨.

2 ......موطا امام مالك، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ٢/٤٤٦، الحديث: ١٨٤٧.

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اُتار رکھیں جب کہ سنگار نہ چمکائیں اور اس سے بھی بچنا ان کے لیے اور بہتر ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی وہ بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی کوئی خواہش نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے اوپر کے کپڑے اُتار رکھیں جبکہ زینت کو ظاہر نہ کررہی ہوں اور اِن کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ: اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی بوڑھی عورتیں۔﴾ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی عمر زیادہ ہوچکی ہو اور ان سے اولاد پیدا ہونے کی امید نہ رہی ہو اور عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں نکاح کی کوئی خواہش نہ ہو تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر کے کپڑے یعنی اضافی چادر وغیرہ اُتار کر رکھ دیں جبکہ وہ اپنی زینت کی جگہوں مثلاً بال، سینہ اور پنڈلی وغیرہ کو ظاہر نہ کررہی ہوں اور ان بوڑھی عورتوں کا اس سے بھی بچنا اور اضافی چادر وغیرہ پہنے رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔[1]

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے ہے جنہیں دیکھنے سے مردوں کو شہوت نہ آئے، اگر بڑھاپے کے باوجود عورت کا اتنا حسن و جمال قائم ہے کہ اسے دیکھنے سے شہوت آتی ہو تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل نہیں۔[2]

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦٠، ص ٧٩٠، ملخصاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦٠، ٣/٣٦٢.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام میں فتنے کا اندیشہ باقی نہ رہے تو شریعت اس کے حکم میں سختی ختم کر دیتی ہے اور اس کے معاملے میں آسان حکم اور کچھ رخصت دے دیتی ہے، البتہ اس رخصت و اجازت کے باوجود تقوی و پرہیزگاری کی وجہ سے اسی سابقہ حکم پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًاؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةًؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۠ ﴿٦١﴾

ع ٨ ١٤

ترجمۂ کنزالایمان: نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے

دوست کے یہاں تم پر کوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اندھے اور لنگڑے اور بیمار پر کوئی پابندی نہیں اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کھاؤ اپنی اولاد کے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھروں یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، (یہ) ملتے وقت کی اچھی دعا ہے، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کلمہ ہے) اللہ یونہی اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

﴿لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ : اندھے پر کوئی پابندی نہیں۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

پہلا قول: حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابیناؤں، بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جو ان عذروں کے باعث جہاد میں نہ جاسکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں، لیکن وہ لوگ اس خیال سے اسے گوارا نہ کرتے کہ شاید یہ اُن کو دل سے پسند نہ ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس کی اجازت دی گئی۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اندھے، اپاہج اور بیمار لوگ تندرستوں کے ساتھ کھانے سے بچتے کہ کہیں کسی کو نفرت نہ ہو، اس آیت میں انہیں تندرستوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دی گئی۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ جب کبھی اندھے، نابینا اور اپاہج کسی مسلمان کے پاس جاتے اور اس کے پاس اُن کے کھلانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ انہیں کسی رشتہ دار کے یہاں کھلانے کے لئے لے جاتا، یہ بات ان لوگوں کو گوارا نہ ہوتی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [1]

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦١، ص ٧٩١، خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣/٣٦٣، ملتقطاً.

﴿وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ: اورتم پر بھی کوئی پابندی نہیں۔﴾ آیت کے اس حصے سے گیارہ مقامات ایسے بتائے گئے جہاں سے کھانا مباح ہے۔ (1) اپنی اولاد کے گھروں سے، کیونکہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''[1] اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔ (2) اپنے باپ کے گھروں سے۔ (3) اپنی ماں کے گھر سے۔ (4) اپنے بھائیوں کے گھروں۔ (5) اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ (6) اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔ (7) اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ (8) اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ (9) اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ (10) اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا وکیل اور اس کے معاملات کے انتظامات پر مامور شخص ہے۔ (11) اپنے دوست کے گھر سے۔[2]

کسی کے گھر اس کی اجازت کے بغیر نہ کھایا جائے

خلاصہ یہ ہے کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا، کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ اجازت اس صورت میں جب کہ وہ اس پر رضامند ہوں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو اگرچہ وہ واضح طور پر اجازت دے دیں تب بھی ان کا کھانا، کھانا مکروہ ہے اور فی زمانہ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر بالکل نہ کھائے کیونکہ ہمارے زمانے کے حالات میں مادیت پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جب آدمی اپنے کسی دوست کے گھر جائے اور صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو اور اسے اس کی دوستی پر کامل یقین ہو، نیز وہ آدمی جانتا ہو کہ اس کا دوست اس کے کھانے پر خوش ہوگا تو وہ اپنے دوست کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے کیونکہ اجازت سے مراد رضامندی ہے اور بعض لوگ صراحتاً اجازت دے دیتے ہیں اور اس اجازت پر قسم کھاتے ہیں لیکن وہ دل سے راضی نہیں ہوتے (لہٰذا اگر قرائن کے ذریعے تجھ پر یہ ظاہر ہو کہ اسے تیرا کھانا پسند نہیں تو اس کا کھانا مت کھاؤ کہ) ایسے لوگوں کا کھانا، کھانا مکروہ ہے۔''[3]

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی الرجل یأکل من مال ولدہ، ٣/٤٠٣، الحدیث: ٣٥٣٠.

2 ......خازن، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ٣/٣٦٣، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ص٧٩١، جلالین، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ص٣٠٢، ملتقطاً.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، آداب الدخول للطعام، ٢/١٣.

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ہمارے اسلاف کا تو یہ حال تھا کہ آدمی اپنے دوست کے گھر اس کی غیر موجودگی میں پہنچتا تو اس کی باندی سے اس کا تھیلا طلب کرتا اور جو چاہتا اس میں سے لے لیتا، جب وہ دوست گھر آتا اور باندی اس کو خبر دیتی تو اس خوشی میں وہ باندی کو آزاد کر دیتا مگر اس زمانہ میں یہ فیاضی کہاں؟ لہٰذا اب اجازت کے بغیر نہیں کھانا چاہئے۔[1]

﴿اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا: تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔[2] اور فرمایا گیا کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ تم پر کوئی پابندی نہیں۔

مہمان نوازی سے متعلق احادیث

آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے، اسی مناسبت سے یہاں مہمان نوازی سے متعلق 2 احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابوشریح کعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کا اکرام کرے، ایک دن رات اس کا جائزہ ہے (یعنی ایک دن اس کی پوری خاطر داری کرے، اپنے مقدور بھر اس کے لیے تکلف کا کھانا تیار کرائے) اور ضیافت تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد جو موجود ہو وہ پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے، مہمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کے یہاں ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں ڈال دے۔‘‘[3]

(2)......حضرت ابوالاحوص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ فرمائیے کہ میں ایک شخص کے یہاں گیا، اس نے میری مہمانی نہیں کی، اب وہ میرے یہاں آئے تو اس کی مہمانی کروں یا بدلا دوں۔ ارشاد فرمایا: ’’بلکہ تم اس کی مہمانی کرو۔‘‘[4]

---

1 ......مدارك، النور، تحت الآية: ٦١، ص ٧٩١.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣٦٤/٣.

3 ......بخاری، كتاب الادب، باب اكرام الضيف وخدمته ايّاه بنفسه، ١٣٦/٤، الحديث: ٦١٣٥.

4 ......ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الاحسان والعفو، ٤٠٥/٣، الحديث: ٢٠١٣.

مل کر کھانے کے 3 فضائل

یہاں آیت میں مل کر کھانا کھانے کا ذکر ہوا اس مناسبت سے مل کر کھانے کے 3 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مل کر کھاؤ اور الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔''(1)

(2)......ایک مرتبہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم کھانا تو کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ ارشاد فرمایا: ''تم الگ الگ کھاتے ہو گے۔'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: جی ہاں! رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم مل بیٹھ کر کھانا کھایا کرو اور کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیا کرو تمہارے لئے کھانے میں برکت دی جائے گی۔''(2)

(3)......حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پسند وہ کھانا ہے جسے کھانے والے زیادہ ہوں۔''(3)

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا: پھر جب گھروں میں داخل ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ ملتے وقت کی اچھی دعا ہے اور اللّٰہ تعالٰی کے پاس سے مبارک پاکیزہ کلمہ ہے۔(4)

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل

یہاں گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

(2)......اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ

(1)......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الاجتماع على الطعام، ٤/٢١، الحديث: ٣٢٨٧

(2)......ابو داؤد، كتاب الاطعمة، باب فى الاجتماع على الطعام، ٣/٤٨٦، الحديث: ٣٧٦٤.

(3)......شعب الايمان، الثامن والستون من شعب الايمان...الخ، فصل فى التكلّف للضيف عند القدرة عليه، ٧/٩٨، الحديث: ٩٦٢٠.

(4)......خازن، النور، تحت الآية: ٦١، ٣/٣٦٤.

عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ‘‘حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مُراد ہیں۔ امام نَخعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے ’’اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [1]

ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شفا شریف کی شرح میں لکھا کہ خالی مکان میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ [2]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ-فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول

1 ......الشفا، القسم الثاني، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه، فصل في الموطن التي يستحبّ فيها الصلاة والسلام... الخ، ص٦٧، الجزء الثاني.

2 ......شرح الشفا، القسم الثاني، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم، فصل في الموطن التي يستحبّ فيها الصلاة والسلام، ١١٨/٢.

کے ساتھ ہوں جو انہیں (رسولُ اللہ کی بارگاہ میں) جمع کرنے والا ہو تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔ بیشک وہ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر (اے محبوب!) جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ: ایمان والے تو وہی ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت سے مقصود مخلص مؤمنوں کی تعریف اور منافقوں کی مذمت بیان کرنا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہوں جو انہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہو جیسے کہ جہاد، جنگی تدبیر، جمعہ، عیدین، مشورہ اور ہر اجتماع جو اللہ تعالٰی کے لئے ہو، تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں یا وہ خود انہیں اجازت نہ دے دیں۔ بیشک وہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے ہیں، ان کا اجازت چاہنا فرمانبرداری کا نشان اور صحتِ ایمان کی دلیل ہے۔ پھر اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جانے کی اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ تعالٰی سے معافی مانگو، بیشک اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

آیت "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" سے معلوم ہونے والے امور

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس پاک کا ادب یہ ہے کہ وہاں سے اجازت کے بغیر نہ جائیں، اسی لئے اب بھی روضۂ مُطَہَّرہ پر حاضری دینے والے رخصت ہوتے وقت اَلْوِداعی سلام عرض کرتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔

(2)......اس آیت سے دربارِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب بھی معلوم ہوا کہ آئیں بھی اجازت لے کر اور

1......صاوی، النور، تحت الآیة: ٦٢، ٤/ ١٤٢٠-١٤٢١، مدارك، النور، تحت الآیة: ٦٢، ص٧٩٢، ملتقطاً.

جائیں بھی اِذن حاصل کر کے، جیسا کہ غلاموں کا مولیٰ کے دربار میں طریقہ ہوتا ہے۔

(3)......سلطانِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار کے آداب خود ربّ تعالیٰ سکھاتا ہے بلکہ اسی نے ادب کے قوانین بنائے۔

(4)......سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اجازت دینے یا نہ دینے میں مختار ہیں۔

(5)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت برحق ہے کہ ربّ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شفاعت کا حکم دیا ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے کہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے لئے دعائے خیر کا حکم دیتا ہے۔

(7)......ہر مؤمن سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کا محتاج ہے کیونکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو اَولیاءُ اللہ کے سردار ہیں ان کے متعلق شفاعت کا حکم دیا گیا تو اوروں کا کیا پوچھنا۔

(8)......اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ حاضر رہیں اور اجازت طلب نہ کریں۔ یاد رہے کہ اساتذہ ومشائخ اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہیے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے، بیشک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔

﴾لَا تَجْعَلُوْا: نہ بنالو۔﴿ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پکارنے کو آپس میں ایسا معمولی نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے کیونکہ جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پکاریں اس پر جواب دینا اور عمل کرنا واجب اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی وانکساری سے انہیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو: **یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، یَانَبِیَّ اللّٰہِ، یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ، یَااِمَامَ الْمُرْسَلِیْنَ، یَارَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، یَاخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں جن میں ادب و تعظیم نہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا وآخرت میں ملعون ہے۔ (1)

اسی لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نعت وغیرہ میں اس طرح لکھا ہوا ملے تو اسے تبدیل کردینا چاہیے۔

نوٹ: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے سے متعلق مزید تفصیل "صراط الجنان" کی جلد **1**، صفحہ **48** پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴾قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ: بیشک اللہ جانتا ہے۔﴿ **شانِ نزول:** جمعہ کے دن منافقین پر مسجد میں ٹھہر کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......بیضاوی، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٤ /٢٠٣، خازن، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٣ /٣٦٥، صاوی، النور، تحت الآیة: ٦٣، ٤ /١٤٢١، ملتقطاً.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خطبے کا سُننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے، آہستہ آہستہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے اِعراض کرنے والے اور ان کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں دنیا میں تکلیف، قتل، زلزلے، ہولناک حوادث، ظالم بادشاہ کا مُسلَّط ہونا یا دل کا سخت ہو کر معرفتِ الٰہی سے محروم رہنا وغیرہ کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔ [1]

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ (۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: سُن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو جس میں اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سُن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو (جانتا ہے) جس میں لوگ اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

﴿اَلَا: سُن لو!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، بیشک وہ تمہارے ہر اُس حال کو جانتا ہے جس پر تم ہو یعنی ایمان پر ہو یا نفاق پر اور وہ اس دن کو جانتا ہے جس میں لوگ اس کی طرف جزا کے لئے پھیرے جائیں گے اور وہ دن روزِ قیامت ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ اچھا بُرا عمل انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے اس سے کچھ چھپا نہیں۔ [2]

1 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦٣، ٣/٣٦٥، مدارك، النور، تحت الآية: ٦٣، ص٧٩٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، النور، تحت الآية: ٦٤، ٣/٣٦٥، مدارك، النور، تحت الآية: ٦٤، ص٧٩٣، ملتقطاً.

سُوْرَۃُ الْفُرْقَان

سورۂ فرقان کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فرقان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **77** آیتیں، **892** کلمے اور **3730** حرف ہیں۔[2]

فرقان نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ''اَلْفُرْقَانَ'' مذکور ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ فرقان'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ فرقان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے توحید، نبوت اور قیامت کے احوال کے بارے میں بیان فرمایا، نیز اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تعریف وثنا، اس کی عظمت وشان، اولاد اور شریک سے رب تعالیٰ کے پاک ہونے کو بیان کیا گیا۔

(2)......بتوں کے مجبور اور بے بس ہونے کو واضح کیا گیا۔

(3)......قرآنِ پاک پر اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا۔

(4)......قیامت کے دن کو جھٹلانے والے کافروں کی ہولناک سزا بیان کی گئی۔

(5)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، کفار کے اعمال ضائع جانے اور شرک کرنے کی وجہ سے ان کے نادم

1......خازن، تفسیر سورۃ الفرقان، ۳/۳٦٥.

2......خازن، تفسیر سورۃ الفرقان، ۳/۳٦٥.

ہونے کو بیان کیا گیا۔

(6)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد، ثمود، اَصحابُ الرَّس اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے کہ ان لوگوں نے بھی اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بہت ستایا اور اذیتیں دیں، انہیں جھٹلایا اور ان کی نافرمانیاں کیں اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کے کفار کے جھٹلانے سے غمزدہ نہ ہوں یہ کفار کا پرانا دستور ہے۔

(7)...... اللہ تعالٰی کی مختلف مصنوعات سے اس کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل قائم کئے گئے۔

(8)...... اللہ تعالٰی پر تَوَکُّل کرنے والے اور اس کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والے مؤمنین کی تعریف بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ جھٹلانے والوں پر عنقریب عذاب نازل ہوگا۔

سورۂ نور کے ساتھ مناسبت

سورۂ فرقان کی اپنے سے ماقبل سورت ''نور'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نور کے آخر میں بیان کیا گیا کہ زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالٰی ہے اور سورۂ فرقان کی ابتداء میں زمین و آسمان کے مالک رب تعالٰی کی عظمت و شان بیان کی گئی کہ وہ اولاد سے پاک ہے اور اس کی ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز سورۂ نور میں تین طرح کے دلائل سے اللہ تعالٰی کی وحدانیت کو ثابت کیا گیا (1) آسمان اور زمین کے احوال سے۔ (2) بارش نازل ہونے، اولے برسنے اور برف باری ہونے سے۔ (3) حیوانات کے احوال سے، جبکہ سورۂ فرقان میں اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی تمام مخلوقات کو بیان کیا گیا ہے جیسے سائے کا پھیلنا، دن اور رات، ہوا اور پانی، جانور اور انسان، سمندروں کا بہنا، انسان کی پیدائش، نسبی اور سُسرالی رشتوں کا تَقَرُّر، 6 دن میں زمین و آسمان کی پیدائش، عرش پر اِستواء، آسمانوں میں بُروج، سورج چاند اور اسی طرح کی دیگر چیزیں بیان کی گئیں ہیں جو کہ اللہ تعالٰی کے واحد و یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًاۙ ①

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سُنانے والا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو۔

﴿تَبٰرَكَ: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے خاص بندے اور اپنے حبیب ، انبیاء کے سردار ، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حق اور باطل کے درمیان فرق کر دینے والا قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ اس کے ذریعے تمام جہان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب کا ڈر سُنانے والے ہوں۔(1)

﴿لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا: تا کہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سُنانے والا ہو۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عام ہونے کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ، خواہ جن ہوں یا بشر ، فرشتے ہوں یا دیگر مخلوقات ، سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو عالَم کہتے ہیں اور اس میں یہ سب داخل ہیں۔

نیز مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً ‘‘ یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(2)

علامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ’’یعنی تمام موجودات کی طرف (رسول بنا کر بھیجا

---

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱، ٦/۱۸۷-۱۸۸.

2 ......مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ص۲٦٦، الحدیث: ٥(٥۲۳).

گیا ہوں، خواہ) جن ہوں یا انسان یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات۔‘‘[1]

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس نے نہ اختیار فرمایا بچہ اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے نہ اولاد اختیار فرمائی اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا۔

﴿ اَلَّذِیْ لَهٗ: وہ جس کے لیے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں:

(1)...... آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

(2)...... اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار نہ فرمائی۔ اس میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کا رَد ہے جو حضرت عزیز اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

(3)...... اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس میں بت پرستوں کا رَد ہے جو بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(4)...... ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

(5)...... ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق ٹھیک اندازے پر رکھا۔[2]

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الفضائل، باب فضائل سيّد المرسلين صلوات الله و سلامه عليه، الفصل الاول، ١٠ / ١٤، تحت الحديث: ٥٧٤٨.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢، ٣/٣٦٦، ملخصاً.

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے بُرے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اُٹھنے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں نے اس کے سوا بہت سے معبود بنالئے جو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ وہ کسی کی موت اور زندگی کے اور نہ مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: اور لوگوں نے اس کے سوا بہت سے معبود بنالئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے جو معبود، خالق، مالک اور قادر ہونے میں یکتا ہے، بت پرست اس کی عبادت کرنے پر بتوں کی عبادت کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ وہ بت ایسے عاجز اور بے قدرت ہیں کہ کسی شے کو پیدا ہی نہیں کرسکتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ سے کوئی ضَرَر دُور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ ہی خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں، کسی کو موت اور زندگی دینے کے مالک ہیں نہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ (1)

مسلمان ولیوں کے مزارات کا احترام کرتے ہیں نہ کہ پرستش

یاد رہے کہ مشہور اور مُعْتَبَر تمام مفسرین نے نقصان دُور نہ کرسکنے اور نفع نہ پہنچا سکنے کا وصف بتوں کے لئے ثابت کیا ہے کسی نے بھی اس سے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے مزارات مراد نہیں لئے، فی زمانہ بعض لوگ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے مزارات مراد لیتے ہیں جو کہ انتہائی غلط اور قرآنی آیات کے معنی اپنی رائے سے گھڑنے کے مُتَرادِف ہے۔

(1) ……مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٣، ص ٧٩٥.

بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یا اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے۔ مسلمان ولیوں کے مزارات کا احترام کرتے ہیں پوجتے ہرگز نہیں، احترام اور پوجنے میں بڑا فرق ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اﰳفْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚۛ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنالیا ہے اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے بیشک وہ ظلم اور جھوٹ پر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آ گئے ہیں۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں کلام کیا گیا اور اس کے بعد بت پرستوں کا رَد کیا گیا اور اب یہاں سے قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر کفار کی طرف سے ہونے والے اعتراضات ذکر کرکے ان کا جواب دیا جارہا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں نے قرآنِ کریم کے بارے میں کہا کہ یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بنالیا ہے اور اس پر یہودیوں اور عداس و یسار وغیرہ اہلِ کتاب نے بھی ان کی مدد کی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے رَد میں ارشاد فرمایا کہ وہ یعنی نضر بن حارث وغیرہ مشرکین جو یہ بے ہودہ بات کہہ رہے ہیں، ظلم اور جھوٹ پر آ گئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی مثل لانے سے عاجز کردینے والے کلام کو یہودیوں کے تعاون سے گھڑا ہوا جھوٹ کہا اور اس مقدس کلام کی طرف وہ بات منسوب کی جو اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔ (1)

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ٤، ٦/١٨٩-١٩٠، خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٤، ٣/٣٦٦، ملتقطاً۔

وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ یعنی وہی مشرکین قرآنِ کریم کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصوں کی طرح پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کسی سے لکھوالی ہیں، کیونکہ کسی سے پڑھے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے یہ خود لکھ نہیں سکتے، اس لئے دوسروں سے لکھوالی ہیں، پھر یہی کہانیاں ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں تاکہ سُن سُن کر انہیں یاد ہو جائیں اور جب آپ کو یاد ہو جاتی ہیں تو وہی کہانیاں ہمیں سُنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔[1]

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے تو اس نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اسے تو اُس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥، ٣/٣٦٦، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٥، ٦/١٩٠، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرما دیں کہ اس قرآن کو تو اس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے، یعنی قرآنِ کریم غیبی علوم پر مشتمل ہے اور یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ قرآنِ پاک غیبوں کو جاننے والے رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (1)

﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾ یعنی اے کافرو! تم نے قرآنِ مجید کے بارے میں جو بات کہی اس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوگئے اور اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے پر کامل قدرت بھی رکھتا ہے لیکن اس نے تم پر مہربانی کرتے ہوئے فوری عذاب نازل نہیں فرمایا بلکہ تمہیں مہلت دی تاکہ تم اپنی بات سے رجوع اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرسکو، اگر تم نے ایسا کرلیا تو وہ تمہیں بخشنے والا مہربان ہے۔ (2)

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًاۙ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈر سُناتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتار دیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟

﴿وَقَالُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت سے کفار کی جانب سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر ہونے والے اِعتراضات کو ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش نے کعبہ شریف کے نزدیک

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦، ص٧٩٥.

2 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦، ٦/١٩٠، ملخصاً.

جمع ہو کر یہ کہا: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح رزق کی تلاش میں بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ اس سے ان کافروں کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبی ہوتے تو نہ کھاتے، نہ بازاروں میں چلتے اور یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی طرف اِن کی تائید کیلئے کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتار دیا گیا جو ان کے ساتھ ہوتا اور لوگوں کو ان کی اطاعت کا کہتا ہے اور نافرمانی سے ڈراتا نیز اِن کی تصدیق کرتا اور ان کی نبوت کی گواہی دیتا۔ (1)

اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَاؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا اس کی طرف کوئی (غیبی) خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھاتا؟ اور ظالموں نے کہا: تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔

﴿اَوْ یُلْقٰۤى: یا ڈال دیا جاتا۔﴾ اس آیت میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کفارِ قریش کی مزید بیہودہ باتیں بیان کی گئیں کہ انہوں نے کہا: ان کی طرف آسمان سے کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا اور یہ معاش کے حصول سے بے نیاز ہو جاتے، اور اگر انہیں کوئی خزانہ نہیں ملنا تھا تو کم از کم ان کا کوئی باغ تو ہوتا جس میں سے یہ مالداروں کی طرح کھاتے۔ (2)

[illegible]

یاد رہے کہ ان سب باتوں سے کفار کا منشا یہ تھا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کھانے

---

1 ……صاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷، ۴ / ۱۴۲۵، روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷، ۱۹۱/۶، مدارك، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷-۸، ص۷۹۶، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۸، ۱۹۲/۶.

پینے سے بے نیاز کیوں نہ کردیا، یا تو انہیں کھانا کھانے کی حاجت ہی نہ ہوتی، اگر تھی تو غیبی خزانے ان پرآجاتے جس سے انہیں کمانے کی ضرورت نہ ہوتی، یہ بھی انہوں نے ظاہر کے لحاظ سے کہہ دیا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قبضہ میں غیبی خزانے تھے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنتی باغوں پر قابض بھی تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ'' ہم نے آپ کو کوثر بخش دیا۔ (1)

اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود فرماتے ہیں: ''اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ'' مجھے زمینی خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں۔ (2)

اور فرماتے ہیں کہ ''اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔'' (3)

اور فرماتے ہیں کہ میں نے (دورانِ نماز قبلہ کی دیوار میں) جنّت دیکھی اور اس سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس سے کھاتے۔ (4)

مگر چونکہ کفار کے سامنے ان چیزوں کا ظہور نہ تھا اس لئے کفار ایسی باتیں کہا کرتے تھے۔

﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ: اور ظالموں نے کہا۔﴾ کفار کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا کہ انہوں نے مسلمانوں سے کہا: تم ایک ایسے مرد کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو ہے اور مَعَاذَ اللہ ان کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے۔ (5)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو خود اپنی بات پر قرار نہ تھا کبھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر کہتے تھے اور کبھی کہتے کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ کبھی شاعر کہتے، کبھی کاہن، وہ خود اپنے قول سے جھوٹے تھے۔

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹﴾ ع ۱ ۹ ۱٦

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔

1 ...... کوثر: ۱.

2 ...... بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهید، ۱/۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴.

3 ...... شرح السنه، کتاب الفضائل، باب تواضعه صلی الله علیه وسلم، ۷/۴۰، الحدیث: ۳۵۷۷.

4 ...... بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام فی الصلاة، ۱/۲٦۵، الحدیث: ۷۴۸.

5 ...... جلالین، الفرقان، تحت الآیة: ۸، ص۳۰۳.

ترجمۂ کنزالعرفان: اے حبیب! دیکھو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں تو یہ گمراہ ہوگئے ہیں کہ اب انہیں کسی راہ کی طاقت نہیں۔

﴿ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ: دیکھو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔﴾ اس سے اوپر والی آیات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بیان کی گئی کفار کی بیہودہ باتوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ یہ کفار آپ کے بارے میں کیسی عجیب وغریب اور عقل سے خارج باتیں کر رہے ہیں اور یہ باتیں عجیب ہونے کی وجہ سے کہاوتوں کی طرح ہیں اور انہوں نے آپ کے لئے کیسے احوال گھڑ لئے ہیں جن کا واقع ہونا ہی بعید ہے۔ یہ لوگ آپ کی شان سے جاہل اور آپ کے جمال سے غافل ہیں کہ انہوں نے جادو کئے ہوئے اور محتاج کے ساتھ آپ کو تشبیہ دے دی حالانکہ جادو کیا ہوا اور محتاج شخص کبھی بھی رسول ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسی وجہ سے یہ لوگ واضح طور پر حق سے گمراہ ہوگئے اور اب انہیں ہدایت کی کسی راہ کی طاقت نہیں اور اپنی گمراہی سے نکلنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔[1]

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لیے بہت بہتر اس سے کر دے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں اور کر دے تمہارے لیے اُونچے اُونچے محل۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ (اللّٰہ) بڑی برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر بنادے، وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند وبالا محلات بنادے۔

1 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٩، ٦/١٩٢، ملخصاً.

﴿اِنْ شَآءَ: اگر چاہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اس بات پر قادِر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمہارے لیے کافروں کے ان بیان کردہ خزانوں اور باغات سے بہتر چیزیں عطا فرما دے اور دنیا میں ایسے باغات بنا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنا دے لیکن اللہ تعالٰی چونکہ اپنی مَشِیَّت اور بندوں کی مَصلحت کے مطابق ان کے معاملات کی تدبیر فرماتا ہے اس لئے اس کے کام پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ (1)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دنیا کی دولت پر فقر کو ترجیح دی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالٰی چاہے تو آپ کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ آسائشیں عطا فرما دے لیکن اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرمایا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی دنیا میں فقر کو ترجیح دی، اسی سلسلے میں 2 احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت اُمِّ سلیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجہ محترمہ کے حجرے میں تھی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اپنی زوجہ محترمہ کے پاس تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ سے حاجت مند ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''تم صبر کرو، خدا کی قسم! محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی آل کے پاس سات دن سے کچھ نہیں ہے اور (ان کے گھروں میں) تین دن سے ہنڈیا کے نیچے آگ نہیں جلائی گئی، اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالٰی سے تہامہ کے تمام پہاڑوں کو سونا بنا دینے کا سوال کروں تو وہ ان سب پہاڑوں کو ضرور سونا بنا دے گا۔'' (2)

(2)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ اللہ تعالٰی سے کھانا نہیں مانگتے کہ وہ آپ کو عطا کرے؟ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بھوک کو دیکھ کر رو پڑی تھی۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ!

1......جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۳۰۳، تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۰، ۸/۴۳۵، ملتقطاً.

2......مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب فی عیش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والسلف، ۱۰/۵۸۳، الحدیث: ۱۸۲۸۶.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ وہ دنیا کے پہاڑوں کو سونے کا بنا کر میرے ساتھ چلائے تو میں زمین میں جہاں جاؤں اللہ تعالیٰ وہیں پہاڑوں کو سونا بنا کر میرے ساتھ چلا دے گا لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو اس کے سیر ہونے پر، دنیا کے فقر کو اس کی مالداری پر اور اس کے غم کو اس کی خوشی پر ترجیح دی ہے، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، دنیا محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اور اِن کی آل کے لیے مناسب نہیں۔‘‘(1)

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ یہ تو قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لیے تیار کر رکھی ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ جب وہ انہیں دُور جگہ سے دیکھے گی تو سُنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔ اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔ فرمایا جائے گا آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے۔ اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے۔ (فرمایا جائے گا) آج ایک موت

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب الفقر والزهد، الشطر الثانی، فضیلة الزهد، ۴/۲۷۳.

نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کافروں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخیاں ہی نہیں کیں بلکہ انہوں نے قیامت کو بھی جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔[1]

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ: جب وہ آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب وہ بھڑکتی ہوئی آگ انہیں دُور کی جگہ سے دیکھے گی تو اس قدر جوش مارے گی کہ کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سُنیں گے۔ دُور کی جگہ سے مراد ایک برس کی راہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک سو برس کی راہ مراد ہے اور آگ کا دیکھنا کچھ بعید نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو حیات، عقل اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرما دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے جہنم میں مامور فرشتوں کا دیکھنا مراد ہے۔[2]

﴿وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا: اور جب انہیں ڈالا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفار کو اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں جو انتہائی کرب و بے چینی پیدا کرنے والی ہو، زنجیروں میں جکڑ کر اس طرح ڈالا جائے گا کہ اُن کے ہاتھ گردنوں سے ملا کر باندھ دیئے گئے ہوں یا اس طرح کہ ہر ہر کافر اپنے اپنے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، تو وہ وہاں موت مانگیں گے اور ''وَاثُبُوْرَاهُ، وَاثُبُوْرَاهُ'' یعنی ہائے! اے موت آ جا، کا شور مچائیں گے اور اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو کیونکہ تم طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاؤ گے۔[3]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے پہلے جس شخص کو آتشی لباس پہنایا جائے گا وہ ابلیس ہے اور اس کی ذُرِّیَّت اس کے پیچھے ہوگی اور یہ سب موت موت پکارتے ہوں گے۔'' ان سے کہا جائے گا: ''آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔''[4]

---

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١١، ص٧٩٦، ملخصاً.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ١٢، ٣/٣٦٧.

3 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٣-١٤، ص٧٩٦-٧٩٧.

4 ......مصنف ابن ابی شيبه، كتاب ذكر النار، ما ذكر فيما اعدّ لاهل النار و شدّته، ٨/٩٩، الحديث: ٥٢.

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا یہ بھلا یا وہ ہمیشگی کے باغ جس کا وعدہ ڈر والوں کو ہے وہ ان کا صلہ اور انجام ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا یہ (عذابِ جہنم) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے، وہ باغ ان کے لئے بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ کیا جہنم کا عذاب اور اس کی ہولناکیاں جن کا ذکر کیا گیا، یہ بہتر ہیں یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے، وہ باغ اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں اور اس کے کرم کے مطابق ان کے لئے اعمال کا بدلہ اور وہ جگہ ہے جس کی طرف یہ لوٹ کر جائیں گے۔ (1)

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہاں من مانی مرادیں ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے تمہارے رب کے ذمہ وعدہ ہے مانگا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنتیوں کیلئے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے، وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔

﴿لَهُمْ: ان کے لیے۔﴾ یعنی جنتیوں کے لئے جنت میں ان کے مرتبے کے مطابق ہر وہ نعمت اور لذت ہوگی جو وہ چاہیں

---

1 ......جلالین، الفرقان، تحت الآیة: ١٥، ص٣٠٣، روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ١٥، ٦/١٩٥-١٩٦، ملتقطاً.

گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ [1]

﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا : یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔﴾ مانگے ہوئے وعدے سے مراد یہ ہے کہ وہ وعدہ مانگنے کے لائق ہے یا اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو مؤمنین نے دنیا میں یہ عرض کر کے مانگا: ’’ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ‘‘ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما۔ یا یہ عرض کر کے مانگا: ’’ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ ‘‘ یعنی اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ [2]

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کردیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن وہ انہیں اور جن (بتوں) کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کو جمع فرمائے گا تو ان (بتوں) سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستے سے بھٹکے تھے؟

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ : اور جس دن انہیں اکٹھا کرے گا۔﴾ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان کے باطل معبودوں کو جن کی یہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے، جمع فرمائے گا تو ان معبودوں سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی ہدایت کے راستے سے بھٹکے تھے؟ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کا جاننے والا ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں، یہ سوال مشرکین کو ذلیل کرنے کے لئے ہے تاکہ اُن کے معبود انھیں جھٹلائیں تو اُن کی حسرت و ذلت اور زیادہ ہو۔ باطل

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/۱۹۶۔

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۳۶۸۔

معبودوں سے عام معبود مراد ہیں چاہے وہ ذَوِی الْعُقول ہوں یا غیر ذَوِی الْعُقول، جبکہ کلبی نے کہا کہ اِن معبودوں سے بُت مراد ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت دے گا۔ (1)

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ عرض کریں گے: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو فائدہ اُٹھانے دیا یہاں تک کہ انہوں نے (تیری) یاد کو بھلا دیا اور یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔

﴿قَالُوْا: وہ عرض کریں گے۔﴾ یعنی وہ باطل معبود عرض کریں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو، خود ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں تو کیا ہم کسی دوسرے کو تیرے غیر کو معبود بنانے کا حکم دے سکتے تھے؟ ہم تیرے بندے ہیں، لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو دنیا سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا اور انہیں اموال، اولاد، لمبی عمر، صحت وسلامتی عنایت کی یہاں تک کہ یہ غفلت میں پڑے اور انہوں نے تیری یاد کو بھلا دیا اور تیری نعمتوں کو یاد کرنا اور تیری آیتوں میں غور وتَدَبُّر کرنا چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنے بُرے اختیار کی وجہ سے ہدایت کے اسباب کو گمراہی اور سرکشی کا ذریعہ بنالیا اور یہ لوگ تیری اَزَلی قضا میں ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ (2)

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَۙ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًاۚ وَ

---

(1) مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٧، ص٧٩٧.

(2) خازن، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٣/٣٦٨-٣٦٩، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٧٩٧-٧٩٨، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ١٨، ٦/١٩٧، ملتقطاً.

مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اب معبودوں نے تمہاری بات جھٹلا دی تو اب تم نہ عذاب پھیر سکو نہ اپنی مدد کرسکو اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ان (جھوٹے معبودوں) نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا تو اب تم نہ عذاب پھیرنے کی طاقت رکھو گے اور نہ اپنی مدد کرسکو گے اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ: پس بیشک انہوں نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا۔﴾ جب کفار کے باطل معبود جواب دے لیں گے تو اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا: اے مشرکو! تم نے اپنے معبودوں کو خدا کہا اور انہوں نے تمہیں جھوٹا کر دیا اب یہ بت نہ تمہاری مدد کرسکیں گے، نہ ہم کریں گے اور نہ تم ایک دوسرے کی مدد کرسکو گے اور تم میں جو ظالم یعنی کافر اور کافر گر ہے ہم اسے جہنم کا بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (1)

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿٢٠﴾

ع ٢ ١١ ١٧

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے اور اے لوگو کیا تم صبر کرو گے اور اے محبوب تمہارا رب دیکھتا ہے۔

(1)……روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ١٩، ٦/١٩٨، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا اور اے لوگو! کیا تم صبر کرو گے؟ اور اے محبوب! تمہارا رب خوب دیکھنے والا ہے۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے۔﴾ اس آیت میں کفار کے اس طعن کا جواب دیا گیا ہے جو اُنہوں نے سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، یہاں بتایا گیا کہ یہ اُمورِ نبوت کے مُنافی نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مستقل عادت تھی لہٰذا یہ اعتراض محض جہالت اور عِناد پر مبنی ہے۔

﴿وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً: اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

(1)......امیر لوگ جب اسلام لانے کا ارادہ کرتے تھے تو وہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لا چکے اس لئے انہیں ہم پر ایک فضیلت رہے گی۔ اس خیال سے وہ اسلام قبول کرنے سے باز رہتے اور امیروں کے لئے غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آزمائش بن جاتے۔

(2)...... یہ آیت ابوجہل، ولید بن عقبہ، عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، ان لوگوں نے حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت عامر بن فُہیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا کہ پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا کہ ہم بھی اسلام لے آئیں تو اُنہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا۔

(3)...... یہ آیت مسلمان فقراء کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفارِ قریش مذاق اُڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور اَرذَل ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اُن مؤمنین سے فرمایا: ''کیا تم اس فقر و شدت پر اور کفار کی اس بدگوئی پر صبر کرو گے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ اس کو خوب دیکھنے والا ہے جو صبر کرے اور اس کو بھی جو بے صبری کرے۔''(1)

(1)......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٢٠، ٣/٣٦٩.

غربت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کا مال نہ ہونا اور غربت کا شکار ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایسے موقع پر صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے، اس جگہ ہم 3 ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں کہ اگر غریب اور مُفلوکُ الحال مسلمان ان پر عمل کرلیں تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں صبر و قرار نصیب ہو جائے گا۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھتا ہے جس کو اس پر مال اور شکل وصورت میں فضیلت حاصل ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے کی طرف دیکھے جس پر اسے فضیلت حاصل ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو کیونکہ یہ عمل اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم (اپنے اوپر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔‘‘[2]

(3)......حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دو باتیں ایسی ہیں جس میں وہ پائی جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھتا ہے اور جس میں یہ دونوں خصلتیں نہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر و شاکر نہیں لکھے گا۔ (۱) جو شخص دینی معاملات میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس کی پیروی کرے۔ (۲) دُنیوی اُمور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اسے اس پر فضیلت دی۔ اور جو آدمی دینی اُمور میں اپنے سے نیچے والے کی طرف اور دُنیوی اُمور میں اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس پر افسوس کرے جو اسے نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھتا۔‘‘[3]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان احادیث پر عمل کرنے اور غربت و مسکینی کی حالت میں صبر و شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٤، الحدیث: ٨(٢٩٦٣).

2 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٤، الحدیث: ٩(٢٩٦٣).

3 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ٥٨-باب، ٤/٢٢٩، الحدیث: ٢٥٢٠.

مآخذ ومراجع

	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری=جامع البیان	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اهل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
22	خزائن العرفان	صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
23	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	موطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
6	بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دارابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

11	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
12	سنن نسائی	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	سنن الکبری	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
14	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
15	صحیح ابن خزیمه	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ
16	نوادر الاصول	امام ابوعبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
17	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
18	معجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
19	معجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
20	البعث	حافظ ابوبکر عبد اللہ بن ابی داود سجستانی، متوفی ۳۶۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ
21	مستدرك	امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
22	حلية الاولياء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
23	مسند امام اعظم	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	مکتبۃ الکوثر، ریاض ۱۴۱۵ھ
24	شعب الإيمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
25	السنن الصغری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
26	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
27	مسند الفردوس	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
28	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
29	ابن عساکر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
30	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

31	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی ،متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
32	جامع الاحادیث	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی ،متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
33	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری ،متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	شرح البخاری لابن بطال	ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ،متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۰ھ
2	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی ،متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مراٰۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی ،متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۂ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الفقه

1	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی ،متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام ،متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
3	حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی ،متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ، کراچی
4	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی ،متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ،متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
6	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی ،متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
7	فتاویٰ نوریہ	ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی ،متوفی ۱۴۰۳ھ	دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور اوکاڑہ ۱۴۲۴ھ

کتب التصوف

1	الزهد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ،متوفی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید، ۱۴۲۶ھ
2	الزهد الكبير	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ،متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی ،متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء

4	منهاج العابدين	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسة السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
5	التذكرة	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالسلام، قاہرہ ۱۴۲۹ھ
6	تنبيه المغترين	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
7	اتحاف السادة المتقين	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت

كتب السيرة والطبقات

1	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
2	الروض الانف	ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ خثعمی سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
5	جذب القلوب	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور ۱۴۳۱ھ
6	شرح الزرقانی علی المواهب	محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ

الكتب المتفرقة

1	خلق افعال العباد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مؤسسة الرسالہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
2	الفقيه والمتفقه	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۲ھ	دارابن جوزی، دمام ۱۴۲۸ھ
3	بحر الدموع	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبہ دارالفجر، دمشق ۱۴۲۴ھ
4	فضائل دعا	مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
5	ملفوظات اعلیٰ حضرت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
6	رسائل نعیمیہ	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ضِمنی فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

واقعات

فضائل ومناقب

انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

بدگمانی و بہتان تراشی

غفلت

دعا

دعائیں، وظائف واعمال

متفرقات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اسے سیکھنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ (یعنی چین) اُترتا ہے، اور (اللّٰہ کی) رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ اِن لوگوں کو (مقرب فرشتوں کی) اُس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اللّٰہ کے خاص قرب میں ہے۔

(مسلم، ص١٤٤٧، الحديث: ٣٨(٢٦٩٩))

ISBN 978-969-631-444-8
0126048
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجِنان فی تَفسیرِ القرآن

جلد ہفتم

پارہ 19..تا..21

بفیضانِ نظر

سراجُ الاُمّہ، کاشفُ الغُمّہ، امامِ اعظم، فقیہِ افخم حضرتِ سیِّدُنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجدّدِ دین وملت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجیے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجیے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : صِرَاطُ الْجِنَان فی تفسیر القرآن (جلد ہفتم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار :

تعداد :

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

باب المدینہ (کراچی)	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
مرکز الاولیاء (لاہور)	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
زم زم نگر (حیدر آباد)	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
مدینۃ الاولیاء (ملتان)	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : '' نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ '' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مدنی پھول

- بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تعوُّذ و (2) تسمیہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہو گئے۔ مجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِيْن بِجاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً کی پُر بہار

فضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین مَدَنی** سلَّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد کے بعد اب پارہ نمبر 19، 20 اور 21 پر مبنی ساتویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدّ ظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ** و **صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

٩ جمادَی الاخریٰ ١٤٣٤ھ

20-04-2013

فہرست

سورۂ لقمان

پارہ نمبر...... 19

وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓىٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَاؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا (۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ لوگ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم پر فرشتے کیوں نہ اُتارے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے بیشک اپنے جی میں بہت ہی اُونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھتے؟ بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا :اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کے مزید اعتراضات ذکر کرکے ان کا رد کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے ''کفار جو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر نشر کو نہیں مانتے، اسی لئے وہ قیامت کے دن والی ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول بنا کر یا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ورسالت کے گواہ بنا کر ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہمیں خود بتادے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے رسول ہیں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور اُن کا تکبر انتہا کو پہنچ گیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی اور وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں کہ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی فرشتوں کے اپنے اوپر اترنے اور اللّٰہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کررہے ہیں۔[1]

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىٕكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَىٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ

(1)......ابوسعود، الفرقان، تحت الآية: ۲۱، ۱۲۹/۴، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ۲۱، ۱۹۹/۶-۲۰۰، ملتقطاً.

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے وہ دن مجرموں کی کوئی خوشی کا نہ ہوگا اور کہیں گے الٰہی ہم میں ان میں کوئی آڑ کردے رُکی ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کروجس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تواس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے: (یا اللہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کردے۔

﴾يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ: یاد کروجس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔﴿ یعنی لوگ اپنی موت کے وقت روح نکالنے والے فرشتوں کو اِس حال میں دیکھیں گے یا قیامت کے دن عذاب دینے پر مامور فرشتوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ ان سے کہہ رہے ہوں گے ’’اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی۔ [1]

یاد رہے کہ اس آیت میں مجرموں سے مراد کفار ہیں، مومنین کو قیامت کے دن جنت کی بشارت سنائی جائے گی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴾وَيَقُوْلُوْنَ: اور وہ کہیں گے۔﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار جب فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پناہ چاہتے ہوئے کہیں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے اور ان فرشتوں کے درمیان کوئی روکی ہوئی آڑ

---

1 ......بیضاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۲۱۳، جلالین مع صاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴/۱۴۳۲، ملتقطاً.

2 ......حدید: ۱۲.

کر دے۔[1] **دوسری تفسیر** یہ ہے، حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ’’فرشتے (ان کفار سے) کہیں گے کہ مومن کے سوا کسی کے لئے جنت میں داخل ہونا حلال نہیں۔ (تو کافروں اور جنت کے درمیان روکی ہوئی آڑ ہے۔)[2] اسی لئے وہ دِن کفار کے لئے انتہائی حسرت وندامت اور رنج وغم کا دن ہوگا۔

وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کوئی عمل کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا: تو ہم اسے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنادیں گے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کفر کی حالت میں جو کوئی ظاہری اچھے عمل کیے ہوں گے جیسے صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی اور یتیموں کی پرورش وغیرہ، **اللہ** تعالٰی ان کی طرف قصد کرکے روشندان کی دھوپ میں نظر آنے والے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح انہیں بے وقعت بنادے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ اعمال باطل کردیئے جائیں گے، ان کا کچھ ثمرہ اور کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اعمال کی مقبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ انہیں مُیَسَّر نہ تھا۔[3]

قیامت کے دن بعض مسلمانوں کے اعمال بھی بے وقعت کر دیئے جائیں گے

اس آیت میں قیامت کے دن کفار کے اعمال باطل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ اَحادیث میں بعض ایسے مومنین کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن کے اعمال قیامت کے دن بے وقعت کردیئے جائیں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہاں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

1 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٢٢، ٦/٢٠١.
2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢٢، ٣/٣٧٠.
3 ......جلالين، الفرقان، تحت الآية: ٢٣، ص ٣٠٤-٣٠٥، ملخصاً.

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں کی مانند ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ انہیں روشندان سے نظر آنے والے غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا۔ حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے سامنے ان لوگوں کا صاف صاف حال بیان فرما دیجئے تاکہ ہم جانتے ہوئے ان لوگوں میں شریک نہ ہو جائیں۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ تمہارے بھائی، تمہارے ہم قوم ہوں گے، راتوں کو تمہاری طرح عبادت کیا کریں گے، لیکن وہ لوگ تنہائی میں برے اَفعال کے مُرتکب ہوں گے۔ (1)

(2)......حضرت ابو حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جب انہیں لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو روشندان سے نظر آنے والے غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح (بے وقعت) کر دے گا، پھر انہیں جہنم میں ڈال دے گا۔ حضرت سالم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان ہو جائیں! ہمیں ان لوگوں کا حال بتا دیجئے؟ ارشاد فرمایا: ’’وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے، نیند سے بیدار ہو کر راتوں کو قیام کرتے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز پیش کی جائے تو وہ اس پر کود پڑتے ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال باطل فرما دے گا۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے اور قیامت کے دن اعمال باطل ہو جانے والوں میں شامل ہونے سے محفوظ فرمائے، امین۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب، ٤٨٩/٤، الحديث: ٤٢٤٥.

2 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، سالم مولى ابى حذيفة، ٢٣٣/١، الحديث: ٥٧٥.

ترجمۂ کنزالایمان: جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا اور حساب کے دوپہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنت والے اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ: جنت والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے کامل خسارے اور مکمل طور پر ناکامی کا ذکر کیا گیا، اب اس آیت میں قیامت کے دن اہلِ جنت پر ہونے والے انعامات کا ذکر کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اُخروی کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت والے یعنی مومنین قیامت کے دن ان مغرور، متکبر مشرکوں کے مقابلے میں ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔[1]

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے اور فرشتے اُتارے جائیں گے پوری طرح۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے پوری طرح اتارے جائیں گے۔

﴿وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ: اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ’’(جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن) پہلے آسمانِ دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے زمین پر اتریں گے اور ان کی تعداد زمین کے جن و انس سب سے زیادہ ہوگی، پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے، وہ آسمانِ دنیا کے رہنے والوں سے اور جن و انس سب سے زیادہ ہیں، اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا، پھر کرّوبین (یعنی فرشتوں کے سردار) اتریں گے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتے اتریں گے۔[2]

---

1 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیة: ٢٤، ٨/٤٥١، خازن، الفرقان، تحت الآیة: ٢٤، ٣/٣٧٠، روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ٢٤، ٦/٢٠٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیة: ٢٥، ٣/٣٧٠.

اَلْمُلْكُ يَوْمَىٕذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہے اور وہ دن کافروں پر سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ بڑا سخت دن ہوگا۔

﴿ اَلْمُلْكُ : بادشاہی۔﴾ یعنی قیامت کے دن سچی بادشاہی رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی ہوگی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہ ہوگا اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور انتہائی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہوگا

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہوگا۔(1)

احادیث میں بھی قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان ہونے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر ہوگا تو یہ دن کتنا طویل ہوگا! نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اُن کے لئے ایک فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھی تھی۔(2)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن لوگ سب جہانوں کے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور اس دن کے نصف تک کھڑے ہوں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، مسلمانوں کے لئے وہ دن اتنا آسان گزرے گا جتنا وقت سورج کے غروب کی طرف مائل ہونے

1......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢٦، ٣/٣٧١.

2......مسند امام احمد، مسند ابی سعيد الخدری رضی الله عنه، ١٥١/٤، الحديث: ١١٧١٧.

سے لے کر اس کے غروب ہونے تک لگتا ہے۔ (1)

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا چبالے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا، کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

﴿وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ وقت یاد کریں جس دن ظالم حسرت و ندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ جنت و نجات کا راستہ اختیار کیا ہوتا، ان کی پیروی کیا کرتا اور ان کی ہدایت کو قبول کیا ہوتا۔

یہ حال اگرچہ کفار کے لئے عام ہے مگر عقبہ بن ابی معیط سے اس کا خاص تعلق ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اُبی بن خلف کا گہرا دوست تھا، حضور سیّد المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ارشاد فرمانے سے اُس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی اور اس کے بعد اُبی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مُرتد ہو گیا، سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اسے قتل ہو جانے کی خبر دی، چنانچہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قیامت کے دن اس کو انتہا درجہ کی حسرت و ندامت ہوگی اور اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے گا۔ (2)

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ

1 ......مسند ابو يعلى، مسند ابى هريرة، ۵/۳۰۸، الحديث: ۵۹۹۹.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۲۷، ص ۸۰۰، خازن، الفرقان، تحت الآية: ۲۷، ۳/۳۷۱، ملتقطاً.

بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان انسان کو مصیبت کے وقت بے مدد چھوڑ دینے والا ہے۔

﴿يٰوَيْلَتٰى: ہائے میری بربادی!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ’’ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ بیشک اس نے **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلا و عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔[1]

بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، انہیں اپنا دوست بنانا اور ان سے محبت کرنا دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان دِہ ہے۔ اَحادیث میں بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، چنانچہ ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’برے ہم نشین سے بچو کہ تم اسی کے ساتھ پہچانے جاؤ گے۔[2] یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و بَرخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

---

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٢٨-٢٩، ٣/٣٧١، ملخصاً.

2 ......ابن عساكر، ذكر من اسمه الحسين، حرف الجيم في آباء من اسمه الحسين، الحسين بن جعفر بن محمد ... الخ، ٤٦/١٤.

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: فاجر سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور احمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ تیرے لئے خود کو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچا دے گا، اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے، اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر ہے اور جھوٹے آدمی سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ میل جول تجھے نفع نہ دے گی، وہ تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔ [1]

فی زمانہ بعض نادان لوگ بدمذہبوں سے تعلقات قائم کرتے اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے مسلک سے کوئی ہلا نہیں سکتا، ہم بہت ہی مضبوط ہیں، ہم نے ان سے تعلق اس لئے قائم رکھا ہوا ہے تاکہ انہیں اپنے جیسا بنالیں، یونہی بعض نادان تسکینِ نفس کی خاطر بدمذہب عورتوں سے نکاح کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے نکاح اس لئے کیا ہے تاکہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیں، اسی طرح کچھ نادان گھرانے ایسے بھی ہیں جو صرف دنیا کی اچھی تعلیم کی خاطر اپنے نونہالوں کو بدمذہب استادوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور بالآخر یہی بچے بڑے ہو کر بدمذہبی اختیار کر جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اس کلام سے عبرت حاصل کریں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: غیر مذہب والیوں (یا والوں) کی صحبت آگ ہے، ذی علم، عاقل، بالغ مردوں کے مذہب (بھی) اس میں بگڑ گئے ہیں۔ عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت (سے شادی کر کے اس) کی صحبت میں (رہ کر) مَعَاذَ اللہ خود خارجی ہو گیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ (اس سے شادی کر کے) اسے سنی کرنا چاہتا ہے۔ جب صحبت کی یہ حالت (کہ اتنا بڑا محدث گمراہ ہو گیا) تو (بدمذہب کو) استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، تو غیر مذہب عورت (یا مرد) کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ (خود ہی) دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہو جانے کی پرواہ نہیں رکھتا۔ [2]

1 ......ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمہ علی، علی بن ابی طالب... الخ، ٤٢/٥١٦.

2 ......فتاویٰ رضویہ، علم و تعلیم، ٢٣/٦٩٢۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بد مذہبوں اور برے لوگوں سے دوستی رکھنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے سے محفوظ فرمائے اور نیک و پرہیز گار لوگوں سے میل جول رکھنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ بے دین اور بد مذہب کی دوستی اور اس کے ساتھ صحبت و اختلاط اور الفت و احترام ممنوع ہے۔

اچھی صحبت اور دوستی اختیار کرنے کی ترغیب

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور اپنا دوست بھی اچھے لوگوں کو ہی بنائے۔ کثیر احادیث میں اچھی صحبت اختیار کرنے اور اچھے ساتھیوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کامل مومن کے علاوہ کسی کو ہم نشین نہ بناؤ اور تمہارا کھانا پرہیز گار ہی کھائے۔‘‘ (1)

(2)...... حضرت ابو جحیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بڑوں کے پاس بیٹھا کرو، علماء سے باتیں پوچھا کرو اور حکمت والوں سے میل جول رکھو۔‘‘ (2)

(3)...... حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سا ساتھی اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔‘‘ (3)

(4)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اسے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے اور اس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔‘‘ (4)

---

1 ......ابوداؤد، کتاب الادب، باب من يؤمر ان يجالس، ٣٤١/٤، الحديث: ٤٨٣٢.

2 ......معجم الكبير، سلمة بن كهيل عن ابی جحيفة، ١٢٥/٢٢، الحديث: ٣٢٤.

3 ......رسائل ابن ابی الدنيا، كتاب الاخوان، باب من امر بصحبته ورغب فی اعتقاد مودته، ١٦١/٨، الحديث: ٤٢.

4 ......جامع صغير، حرف الخاء، ص٢٤٧، الحديث: ٤٠٦٣.

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول نے عرض کی: اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل بنالیا ہے۔

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ: اور رسول نے عرض کی۔﴾ جب کفار کے اعتراضات اور طعن و تشنیع حد سے زیادہ ہوگئے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ’’اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑ دینے کے قابل چیز بنالیا ہے کہ کسی نے اس کو جادو کہا، کسی نے شعر اور یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ [1]

اس آیت میں چھوڑنے سے اصل مراد تو اس پر ایمان نہ لانا ہے۔ لیکن چھوڑنے کی اس کے علاوہ بھی صورتیں ہیں لہٰذا قرآن مجید کے حوالے سے مسلمان کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے جس سے یہ لگے کہ اس نے قرآن مجید کو چھوڑ رکھا ہے، بلکہ اسے چاہئے کہ روزانہ تلاوتِ قرآن کرے، قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرے اور ان میں غور و تدبُّر کیا کرے، نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہے تاکہ وہ قرآن مجید کو عملی طور پر چھوڑ رکھنے والے لوگوں میں شامل نہ ہو۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّ نَصِیْرًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنادیئے تھے مجرم لوگ اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے اور مدد دینے کو۔

1 ……تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۰، ۸/۴۵۵، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرم لوگوں کو دشمن بنادیا تھا اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے تمہارا رب کافی ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مدد کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ غم نہ کریں کیونکہ اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بدنصیب کافروں کا یہی معمول رہا ہے، تو جس طرح گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرتے رہے، اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی صبر فرمائیں اور آپ کی تسلی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کی مَصلحتوں کی طرف ہدایت دینے اور دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کیلئے آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔(1)

[illegible]

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہر نبی اور ولی کا کوئی دشمن ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کے شرف و مقام کو ظاہر فرماتا ہے۔ حضرت ابوبکر بن طاہر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دشمنوں اور مخالفت کرنے والوں کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر کے اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔(2)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾

مَع

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اسے اُتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

1 ......تفسير كبير، الفرقان، تحت الآية: ٣١، ٨/٤٥٥-٤٥٦، ملخصاً.

2 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٣١، ٦/٢٠٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ان پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں اتار دیا گیا؟ (ہم نے) یونہی (اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا) تا کہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کرنے والے کفارِ مکہ نے کہا، اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ گمان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے تورات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، انجیل حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اور زبور حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ [1]

کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول اور مُہمَل ہے کیونکہ قرآن کریم کا عاجز کردینے والا ہونا ہر حال میں یکساں ہے، چاہے وہ ایک ہی مرتبہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہو۔ [2] بلکہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہونے میں اس کے معجزہ ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ اس طرح ہر آیت کا مقابلہ کرنے سے کفار کا عاجز ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔

﴿كَذٰلِكَ: یونہی۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک کو بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے یونہی اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا تا کہ اس کے ساتھ ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور پیام کا سلسلہ جاری رہنے سے آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہوتی رہے اور کفار کو ہر ہر موقع پر جواب ملتے رہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن پاک کو حفظ کرنا سہل اور آسان ہو۔ [3]

﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا: اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے تھوڑا تھوڑا کرکے تئیس برس کی مدت میں پڑھا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے ایک آیت کے بعد دوسری آیت بتدریج نازل فرمائی اور بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں قراءت میں ترتیل کرنے یعنی ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھنے اور قرآن شریف کو اچھی طرح ادا کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ دوسری آیت میں

---

1 ...... تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ٣٢، ٨/٤٥٧.

2 ...... بیضاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ٣٢، ٤/٢١٦.

3 ...... مدارک، الفرقان، تحت الآیۃ: ٣٢، ص ٨٠١-٨٠٢، ملخصاً.

ارشاد ہوا:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (1)

وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ آپ کے پاس کوئی بھی مثال لے آئیں، ہم آپ کے پاس حق اور بہتر بیان لے آئیں گے۔

﴿وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ: اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہ لائیں گے۔﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ مشرکین آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کے خلاف یا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر جو بھی اعتراض قائم کریں گے ہم اس کا انتہائی نفیس جواب دیں گے۔ (2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بارگاہِ الٰہی میں وہ قُرب حاصل ہے کہ جب اعتراض حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہو تو اس کا جواب اللہ تعالٰی دیتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓىٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے بُرا اور وہ سب سے گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ گم راہ ہیں۔

---

1 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآیة: ۳۲، ۴/۱۳۵.

2 ......صاوی، الفرقان، تحت الآیة: ۳۳، ۴/۱۴۳۶.

﴾ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ : جن لوگوں کوان کے چہروں کے بل ہانکا جائے گا۔﴿ قیامت کے دن چہروں کے بل ہانکے جانے سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی روزِ قیامت تین طریقے پر اُٹھائے جائیں گے ایک گروہ سواریوں پر، ایک گروہ پیادہ پا اور ایک جماعت منہ کے بل گھسٹتی ہوئی۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا: ''جس نے انہیں پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے۔ (1)

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے بھائی ہارون کو وزیر کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا۔

﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴿ اس رکوع میں اللّٰہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفار کی مخالفت اور سازشوں کا غم نہ کریں، جس نے آپ کی مخالفت کی اور آپ سے دشمنی مول لی تو اسے بھی ہلاک و برباد کر دیا جائے گا جیسے آپ سے پہلی امتوں میں سے انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخالفین کو ہلاک کر دیا گیا۔ (2) چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں جو معجزات عطا کئے ان کا انکار کیا گیا، بے شک ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تورات عطا فرمائی اور اس کے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے ہم نے اس کا بازو مضبوط کیا لیکن اس کے باوجود ان کی مخالفت کی گئی۔ (3)

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، ۵/۹٦، الحدیث: ۳۱۵۳.

2 ......صاوی، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۵، ۴/۱۴۳٦، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ۳۵، ۸/۴۵۸.

فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ-فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًاؕ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں پھر ہم نے انہیں تباہ کرکے ہلاک کردیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے فرمایا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ہم نے انہیں مکمل طور پر تباہ کردیا۔

﴿فَقُلْنَا: تو ہم نے فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں قومِ فرعون کی طرف جاؤ، ان لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، چنانچہ وہ دونوں حضرات ان کی طرف گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور اپنی رسالت کی تبلیغ کی، لیکن ان بدبختوں نے ان حضرات کو جھٹلایا اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طور پر تباہ کردیا۔(1)

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ-وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًاۚۖ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو ڈبو دیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی کردیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کردیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنادیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(1)......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۳۶، ص۸۰۳، ملخصاً.

﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ :اور نوح کی قوم۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو بھی ہلاک کر دیا، جب انہوں نے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ یہاں رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ادریس اور حضرت شیث عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں یا یہ بات ہے کہ ایک رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب ہے تو جب انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو گویا سب رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا تا کہ بعد والوں کے لئے عبرت ہوں اور ہم نے کفر و تکذیب میں حد سے بڑھنے والے ظالموں کے لیے دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (1)

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں۔ اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والے اور ان کے درمیان کی بہت سی قومیں (ہم نے ہلاک کر دیں۔) اور ہم نے ہر قوم کیلئے مثالیں بیان فرمائیں اور ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

﴿ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ: اور عاد اور ثمود۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کو بھی ہلاک کر دیا اور کنوئیں والوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی جو کہ بت پرستی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے سرکشی کی، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ

1......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۳۷، ص۸۰۳، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ۳۷، ۲۱۱/۶، ملتقطاً.

السَّلام کو ایذا دی، اُن لوگوں کے مکان ایک کنوئیں کے گرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم اپنے مکانوں سمیت اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ کنویں والوں کے بارے میں اس کے علاوہ اور اَقوال بھی ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ قومِ عاد و ثمود اور کنوئیں والوں کے درمیان میں بہت سی اُمتیں ہیں جنہیں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔[1]

﴿ وَكُلًّا: اور سب سے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کو سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرمائیں، ان پر حجتیں قائم کیں اور ان میں سے کسی کو ڈر سنائے بغیر ہلاک نہ کیا اور جب انہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔[2]

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور یہ ہو آئے ہیں اس بستی پر جس پر برابر ساو برسا تھا تو کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے بلکہ انہیں جی اٹھنے کی امید تھی ہی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ اس بستی پر ہو آئے ہیں جس پر بری بارش کی گئی تو کیا یہ اس بستی کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ یہ مرنے کے بعد اٹھنے کی امید نہیں رکھتے۔

﴿ وَلَقَدْ اَتَوْا: اور ضرور یہ ہو آئے ہیں۔ ﴾ یعنی کفارِ مکہ شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں بار بار اس بستی سے گزر چکے ہیں جس پر پتھروں کی بری بارش کی گئی تھی تو کیا کفارِ مکہ سفر کے دوران اس بستی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے تاکہ ان کے انجام سے عبرت پکڑتے اور ایمان لاتے، بلکہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے قائل ہی نہیں کہ انہیں آخرت کے ثواب و عذاب کی کوئی پرواہ ہوتی، تو پھر ہلاکت کے آثار دیکھ کر یہ کس طرح

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٣٨، ٣/٣٧٣.

2 ......جلالين، الفرقان، تحت الآية: ٣٩، ص٣٠٦.

عبرت حاصل کرتے اور ایمان لاتے۔

اِس آیت میں جس بستی پر پتھروں کی بارش ہونے کا ذکر ہوا اس سے مراد ''سدوم'' نامی بستی ہے جو کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی پانچ بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ پانچوں بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ ان بستیوں میں سب سے چھوٹی بستی کے لوگ تو اس خبیث بدکاری کے عامل نہ تھے جس میں باقی چار بستیوں کے لوگ مبتلا تھے، اس لئے انہوں نے تو نجات پائی جبکہ بقیہ چار بستیاں اپنی بدعملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دی گئیں۔ حقیقت میں چار یا پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں لیکن یہاں صرف ایک کا ذکر اس لئے ہے کہ کفارِ مکہ کا تجارتی سفروں کے درمیان جس بستی سے گزر ہوتا تھا وہ یہی تھی۔

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں جن کو اللّٰہ نے رسول بنا کر بھیجا۔ قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے اور اب جانا چاہتے ہیں جس دن عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ٹھٹھا مذاق بنا لیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللّٰہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اور کہتے ہیں کہ) قریب تھا کہ اگر ہم اپنے معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے تو یہ (رسول) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے اور (اللّٰہ فرماتا ہے کہ) عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تھا؟

﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ: اور جب آپ کو دیکھتے ہیں۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جن مشرکین کے سامنے آپ نے سابقہ قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں، یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ٹھٹھا مذاق بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللّٰه تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟(1)

﴿ اِنْ كَادَ: قریب تھا۔ ﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ مشرکین مزید یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے ان معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے اور ان کی عبادت پر ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا یہ نبی ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے۔(2)

اس سے معلوم ہوا کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی دعوت اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اظہارِ معجزات نے کفار پر اتنا اثر کیا تھا اور دینِ حق کو اس قدر واضح کر دیا تھا کہ خود کفار کو اقرار ہے کہ اگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جمے نہ رہتے تو قریب تھا کہ بت پرستی چھوڑ دیں اور دینِ اسلام اختیار کریں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دینِ اسلام کی حقانیت اُن پر خوب واضح ہو چکی تھی اور شکوک وشبہات مٹا ڈالے گئے تھے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ایمان قبول کرنے سے محروم رہے۔(3)

﴿ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ: اور عنقریب یہ جان لیں گے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ عنقریب جب یہ لوگ آخرت کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت جان لیں گے کہ کون گمراہ تھا۔ یہ کفار کی اس بات کا جواب ہے جو انہوں نے کہی تھی کہ قریب ہے کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں۔ یہاں بتایا گیا کہ بہکے ہوئے تم خود ہو اور آخرت میں یہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف تم نے جو بہکانے کی نسبت کی ہے وہ محض بے جا ہے۔(4)

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًاۙ (۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔

1 ......تفسیر طبری، الفرقان، تحت الآية: ٤١، ٩/٣٩٢.

2 ......تفسیر طبری، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ٩/٣٩٣.

3 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ص ٨٠٤.

4 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٢، ص ٨٠٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اُس پر نگہبان ہو؟

﴿اَرَءَیْتَ: کیا تم نے دیکھا۔﴾ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے مشرکین کا دستور تھا کہ ان میں سے ہر ایک کسی پتھر کو پوجتا تھا اور جب کہیں اُسے کوئی دوسرا پتھر اس سے اچھا نظر آتا تو پہلے کو پھینک دیتا اور دوسرے کو پوجنے لگتا۔ اس آیت میں اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اپنے نفس کی خواہش کو پوجنے لگا اور اسی کا فرمانبردار ہوگیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا۔ تو کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُس پر نگہبان ہو کہ انہیں خواہش پرستی سے روک دو؟[1]

عقل خواہشات سے کیسے مغلوب ہو کر چھپ جاتی ہے؟

یاد رہے کہ بعض اوقات خواہشات کے سامنے بندے کی عقل مغلوب ہو کر چھپ جاتی ہے اور خواہش غالب آ کر آدمی کو اپنا غلام بنا لیتی ہے، ایسا کیسے اور کس طرح ہوتا ہے؟ اسے جاننے کے لئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ فرماتے ہیں ''ایک دل وہ ہوتا ہے جو خواہشات سے بھرا ہوا اور بری عادات سے آلودہ ہو اور اس میں ایسی خباثتیں ہوتی ہیں جن میں شیطانوں کے دروازے کھلتے اور فرشتوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ایسے دل میں شر کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ اس میں نفسانی خواہشات کا خیال پیدا ہوتا اور کھٹکتا ہے تو دل حاکم یعنی عقل کی طرف دیکھ کر اس سے حکم پوچھنا چاہتا ہے تاکہ صحیح بات واضح ہو جائے اور چونکہ عقل نفسانی خواہشات کی خدمت سے مانوس ہوتی ہے لہٰذا وہ اس کے لیے طرح طرح کے حیلے تلاش کرتی اور خواہش کو پورا کرنے پر اس کی مدد کرتی ہے۔ جب وہ دل کی مدد کرتی ہے تو سینہ خواہش کے ساتھ کھلتا ہے اور اس میں خواہش کا اندھیرا پھیلتا ہے کیونکہ عقل کے لشکر اس کا مقابلہ کرنے سے رک جاتے ہیں اور خواہش پھیلنے کی وجہ سے شیطان کی سلطنت مضبوط ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ ظاہری زینت، دھوکہ اور جھوٹی تمناؤں کے ذریعے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دھوکہ دینے کے لیے من گھڑت باتیں دل میں ڈالتا ہے اور یوں ایمان کی حکومت کمزور پڑ جاتی ہے یعنی وعدہ اور وعید پر یقین نہیں رہتا اور اُخروی خوف کے یقین کا نور ٹھنڈا پڑ جاتا ہے کیونکہ خواہش سے ایک سیاہ دھواں دل کی طرف اٹھتا ہے جو اس کے اَطراف کو بھر دیتا ہے حتّٰی کہ اس کے انوار مٹ جاتے ہیں اور اس وقت عقل اس آنکھ کی طرح ہوتی ہے جس کے پپوٹے

[1] ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۴۳، ص۸۰۴.

دھوئیں سے بھر جائیں اور اس وجہ سے بندہ دیکھنے پر قدرت نہیں رکھتا، شہوت کے غلبے سے بھی دل کی یہی حالت ہوتی ہے حتّٰی کہ دل سوچ و بچار کرنے کے قابل نہیں رہتا اور اس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی واعظ اسے حق بات بتا اور سنا دے تو وہ سمجھنے سے اندھا اور سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے اور جب شہوت میں ہیجان ہوتا ہے تو شیطان اس پر حملہ کرتا ہے، پھر اَعضاء خواہش کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور یوں گناہ عالَمِ غیب سے ظاہر کی طرف آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقَدر سے ہوتا ہے۔ اسی قسم کے دل کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں اشارہ ہے۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۙ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اُس پر نگہبان ہو؟ یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان میں اکثر پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا اُنہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور کئی دل ایسے ہیں کہ بعض خواہشات کی طرف نسبت کی صورت میں ان کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص بعض چیزوں سے پرہیز کرتا ہے لیکن جب وہ کسی حسین چہرے کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھ اور دل اس کے قابو میں نہیں رہتے، اس کی عقل چلی جاتی ہے اور دل کا ٹھہراؤ باقی نہیں رہتا یا وہ شخص جاہ و مرتبے، حکومت اور تکبر کے سلسلے میں اپنے دل کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور جب ان باتوں کے اسباب ظاہر ہوتے ہیں تو ضبط نہیں کرسکتا یا اس شخص کی طرح ہے جس

1 ......فرقان: ٤٣، ٤٤.

2 ......یس: ٧.

3 ......یس: ١٠.

کے عیب بیان کیے جائیں یا اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ اپنے غصہ پر قابو نہیں پا سکتا یا وہ شخص جو درہم یا دینار لینے کی طاقت رکھتے وقت اپنے اوپر کنٹرول نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس پر ایک دیوانے کی طرح گرتا ہے اور تقویٰ و مُرُوَّت کو بھی بھول جاتا ہے یہ سب باتیں اس لیے ہوتی ہیں کہ خواہش کا دھواں دل کی طرف چڑھتا ہے حتّٰی کہ وہ تاریک ہو جاتا ہے اور اس سے معرفت کے انوار مٹ جاتے ہیں اور یوں حیاء، مروت اور ایمان مٹ جاتا ہے اور وہ شیطانی مراد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگ جاتا ہے۔[1]

اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿۴۴﴾

ع ٢

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

﴿اَمۡ تَحۡسَبُ: یا یہ سمجھتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ مشرکین اپنی شدتِ عناد کی وجہ سے نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات سنتے ہیں، نہ دلائل و بَراہین کو سمجھتے ہیں بلکہ یہ بہرے اور نا سمجھ بنے ہوئے ہیں، یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے فرمانبردار رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نفع دینے والی چیز کی طلب کرتے، نقصان دینے والی چیز سے بچتے اور چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں، یہ کفار ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضَرر رسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم نفع والی چیز کے طالب ہیں نہ عذاب جیسی سخت نقصان دہ اور ہلاکت

1 ......احياء علوم الدين، كتاب شرح عجائب القلب، بيان سرعة تقلب القلب وانقسام القلوب فى التغيير والثبات، ٣/٥٧-٥٨.

میں مبتلا کرنے والی چیز سے بچتے ہیں۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے سائے کو کیسا دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ: اے محبوب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو نہ دیکھا کہ اس کی صَنعت وقدرت کیسی عجیب ہے، اس نے سائے کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کیسا دراز کیا کہ اس وقت ساری روئے زمین میں سایہ ہی سایہ ہوتا ہے نہ دھوپ ہے، نہ اندھیرا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا بنا دیتا کہ سورج طلوع ہونے سے بھی سایہ زائل نہ ہوتا۔ پھر ہم نے سورج کو سائے پر دلیل بنایا کیونکہ اگر سورج نہ ہوتو سائے کا پتہ ہی نہ چلے۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا کہ طلوع کے بعد سورج جتنا اُونچا ہوتا گیا اتنا ہی سایہ سمٹتا گیا۔ (2)

اشیاء کی تاثیریں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی طبعی تاثیریں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، آگ کا جلانا، پانی کا پیاس

---

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٤٤، ٣/٣٧٤، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٤، ص٨٠٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ص٨٠٤-٨٠٥.

بجھانا، ثقیل بدن کا سایہ بننا، سورج کا سایہ اٹھا دینا سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو یہ تاثیریں ختم جائیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ کیا اور نیند کو آرام اور دن بنایا اُٹھنے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھنے کے لیے بنایا۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ: اور وہی ہے جس نے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اپنی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے والا پردہ اور نیند کو تمہارے بدنوں کے لئے راحت اور کام کاج چھوڑ دینے کا وقت بنایا اور دن کو نیند سے اٹھنے کے لیے بنایا تاکہ تم دن میں روزی تلاش کرو اور کام کاج میں مشغول ہو۔ [1]

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے کیونکہ رات کی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے میں بے شمار دینی اور دُنْیَوی فوائد ہیں۔ اس آیت میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تشبیہ دینے میں نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے بڑی نصیحت ہے (اور اس کے ذریعے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔) ایک مرتبہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے فرزند سے فرمایا: ''جیسے سوتے ہو پھر اُٹھتے ہو، ایسے ہی مرو گے اور موت کے بعد پھر اُٹھو گے۔ [2]

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

1 ...... خازن، الفرقان، تحت الآية: ٤٧، ٣/٣٧٤.

2 ...... مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٤٧، ص ٨٠٥.

مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿٤٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا پاک کرنے والا۔ تاکہ ہم اس سے زندہ کریں کسی مُردہ شہر کو اور اسے پلائیں اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے اور آدمیوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے کسی مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ: اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ معبود صرف وہی ہے جس نے بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا جو کہ حَدَث ونجاست سے پاک کرنے والا ہے تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے خشکی سے بے جان ہو جانے والی سرزمین کو سرسبز وشاداب کر کے زندہ کر دیں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔ (1)

بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بارش اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے اور اس کے بے شمار فوائد ہیں کہ اس کے ذریعے خشکی کی وجہ سے بے جان کھیتیاں سرسبز ہو کر زندہ ہوتی ہیں، لوگوں کو پاکی حاصل کرنے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پانی ملتا ہے اور مخلوقِ خدا سیراب ہوتی ہے۔

(1) ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٤٨-٤٩، ٦/٢٢٣-٢٢٤.

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان میں پانی کے پھیرے رکھے کہ وہ دھیان کریں تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے تا کہ وہ یاد رکھیں تو بہت سے لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کر دیا۔

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ: اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ ہم نے بادل پیدا کرنے اور بارش نازل کرنے کا ذکر قرآن پاک (کی متعدد سورتوں) میں اور سابقہ رسولوں پر نازل ہونے والی تمام کُتب میں کیا تا کہ لوگ غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کریں اور **اللہ** تعالیٰ کے اس احسان کو پہچان کر اس کا شکر ادا کریں لیکن بہت سے لوگوں نے نعمت کی ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کر دیا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے کہ کبھی کسی شہر میں بارش ہو کبھی کسی میں، کبھی کہیں زیادہ ہو اور کبھی کہیں حکمت کے تقاضے کے مطابق مختلف طور پر ہوتا کہ لوگ ہمارے اس احسان کو یاد رکھیں اور **اللہ** تعالیٰ کی قدرت ونعمت میں غور کریں لیکن بہت سے لوگوں نے اس احسان کی ناشکری کرنے کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بارش کے نزول کو صرف ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرنے لگ گئے اور **اللہ** تعالیٰ کے فضل ورحمت کو یاد نہ کیا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب کرنا کیسا ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ کی نعمت ملنے کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے یوں کہ **اللہ** تعالیٰ کی طرف اصلاً اس کی نسبت نہ ہو کہ یہ بھی بعض اوقات ایک قسم کی ناشکری ہے اور بطورِ خاص کفار جن چیزوں کو حقیقی مُؤَثِّر مان کر نسبت کرتے ہیں ان کی طرف تو تنہا نسبت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت زید بن خالد جُہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمیں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کے مقام پر صبح کی نماز فجر پڑھائی جس

[1] ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٥٠، ص٨٠٦، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٠، ٣/٣٧٥-٣٧٦، ملتقطاً.

کی رات کو بارش ہوئی تھی۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے بندوں نے صبح کی تو کچھ مومن رہے اور کچھ کافر ہو گئے، جس نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور جس نے کہا ہم پر فلاں ستارے نے بارش برسائی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر یقین رکھا۔ (1) حدیث پاک میں کفر سے مراد حقیقی کفر اس صورت میں ہے جب ستاروں کو مُؤثِّرِ حقیقی اعتقاد کر کے یہ بات کہی گئی ہو۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیج دیتے۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا: اور اگر ہم چاہتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم چاہتے تو پہلے زمانے کی طرح ہر بستی اور شہر میں ایک جدا جدا ڈر سنانے والا بھیج دیتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سے ڈر سنانے کا بوجھ کم کر دیتے لیکن ہم نے تمام بستیوں کو ڈر سنانے کا بوجھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی پر رکھا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہان کے رسول ہو کر سب رسولوں عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فضیلتوں کے جامع ہوں اور نبوت آپ پر ختم ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہو۔ (2)

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلّم، ۱/۲۹۵، الحدیث: ۸۴۶.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۵۱، ۶/۲۲۶.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کافروں کا کہا نہ مان اور اس قرآن سے ان پر جہاد کر بڑا جہاد۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ: تو آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں۔﴾ کفارِ قریش حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتے کہ آپ ہمارے آباء واَجداد کا دین اختیار کر لیں، ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے اور آپ کے لئے ایک عظیم خزانہ جمع کر دیں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں تاکہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہو جائے کہ ان چیزوں کی طرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوئی رغبت نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رغبت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دینے میں ہے۔[1]

﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا: اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کے سامنے قرآن پاک میں موجود وعظ ونصیحت اور زجر وتوبیخ پر مشتمل آیات کی تلاوت کر کے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے حالات بیان کر کے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔ اس طور پر پوری دنیا میں دین کی دعوت عام کرنا جہادِ کبیر ہے اور کوئی دوسرا جہاد کَمِّیَّت و کیفیت کے اعتبار سے اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔[2]

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے

1 ......البحر المحيط، الفرقان، تحت الآية: ٥٢، ٦/٤٦٤.

2 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآية: ٥٢، ٤/١٤٤-١٤٥، ملخصاً.

نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے اور ان کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی۔

﴿**وَ هُوَ**: اور وہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، ان میں سے ایک (کا پانی) میٹھا نہایت شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری نہایت تلخ ہے اور ان دونوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے نظر نہ آنے والا ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ سکے یعنی نہ میٹھا کھاری ہو، نہ کھاری میٹھا، نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے، جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا۔[1] عجب شانِ الٰہی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًاؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے (نسلی) رشتے اور سسرالی رشتے بنادیے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے۔

﴿**وَ هُوَ**: اور وہی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، رگوں اور خون سے مُرَکَّب، اچھی صورت پر آدمی کو پانی یعنی نطفہ سے بنایا، پھر اس کے نسلی رشتے اور سسرالی رشتے بنادیے تاکہ اس کی نسل

[1] ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآية: ٥٣، ٤/١٤٥.

چلے اور تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے ایک نطفہ سے مختلف اَعضاء والے، جدا جدا طبیعتوں والے، طرح طرح کے اَخلاق والے اور مذکر و مؤنث دو قسم کے انسان پیدا کئے، تو جو ایسے انسانوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ (1)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (مشرک) اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دیں اور نہ نقصان پہنچائیں اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار رہے۔

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ: اور وہ عبادت کرتے ہیں۔﴾ توحید کے دلائل بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پوجا کرنے میں مشرکین کی مذمت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کرنے کی صورت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور ان کی عبادت کرنا چھوڑ دینے کی صورت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جبکہ وہ لوگ اس رب تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان میں سے چھوٹی سی نعمت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا نہیں کر سکتا۔ (2)

﴿وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا: اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار رہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں شیطان کا مددگار رہے کیونکہ بت پرستی کرنا شیطان کو مدد دینا ہے۔ (3)

---

1 ......جلالين مع صاوى، الفرقان، تحت الآية: ٥٤، ٤/١٤٤٢-١٤٤٣.

2 ......تفسير كبير، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٨/٤٧٥، تفسير طبرى، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٩/٤٠١، ملتقطاً.

3 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٥، ٣/٣٧٦-٣٧٧.

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا(۵۶) قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا(۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔ تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

﴾ **وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر۔** ﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو ایمان وطاعت پر جنت کی خوشخبری دینے والا اور کفر و مَعصِیَت پر جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (1)

﴾ **قُلْ: تم فرماؤ۔** ﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکوں سے فرما دیں کہ میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راستہ اختیار کرے اور اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرے۔ مراد یہ ہے کہ ایمانداروں کا ایمان لانا اور ان کا طاعتِ الٰہی میں مشغول ہونا ہی میرا اجر ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس پر جزا عطا فرمائے گا اس لئے کہ اُمت کے نیک لوگوں کے ایمان اور اُن کی نیکیوں کے ثواب اُنہیں بھی ملتے ہیں اور اُن کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جن کی ہدایت سے وہ اس رتبہ پر پہنچے۔ (2)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرَا ۚۛ(۵۸)

مع ٨

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٦، ٣/٣٧٧.

2 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٥٧، ٦/٢٣٣.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور وہی کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس زندہ پر بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے۔

﴿وَتَوَكَّلْ: اور بھروسہ کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان مشرکوں سے فرما دیں: ''میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، اور اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام اُمور میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس زندہ پر بھروسہ کریں جو کبھی نہ مرے گا اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے، کیونکہ مرنے والے پر بھروسہ کرنا عقلمند کی شان نہیں اور آپ اس کی حمد کرتے ہوئے پاکی بیان کریں اور اس کی طاعت اور شکر بجالائیں۔ اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے، اس سے کسی کا گناہ چھپ سکتا ہے اور نہ کوئی اُس کی گرفت سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔[1]

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر اس نے عرش پر

[1]......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٥٨، ٣/٣٧٧، مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٥٨، ص٨٠٨، ملتقطاً.

استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

﴿فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: چھ دن میں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چھ دن کی مقدار میں بنائے، کیونکہ اس وقت رات، دن اور سورج تو تھے ہی نہیں اور اتنی مقدار میں پیدا کرنا اپنی مخلوق کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم دینے کے لئے ہے، ورنہ وہ ایک لمحہ میں سب کچھ پیدا کر دینے پر قادر ہے۔(1)

نوٹ: آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کرنے کے بارے میں مزید تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: عرش پر اِستواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔﴾ علماء فرماتے ہیں کہ استواء اور اس طرح کی جو چیزیں قرآن پاک کی آیات میں ذکر ہوئی ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے، ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بعض مفسرین اِستواء کو بلندی اور برتری کے معنی میں لیتے ہیں اور بعض اِستیلاء کے معنی میں لیکن پہلا قول ہی زیادہ مضبوط اور سلامتی والا ہے یعنی یہ کہ اس کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء فرمانے کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا: تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔﴾ اس آیت میں انسان سے خطاب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی ایسے شخص سے دریافت کرے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔(2)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ج قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ ﴿٦٠﴾

السجدة ع ٥ ١٦ ٣

(1) روح البیان، الفرقان، تحت الآیة: ٥٩، ٦/٢٣٤.

(2) مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ٥٩، ص٨٠٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو اوراس حکم نے ان کی نفرت کواور بڑھا دیا۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ: اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ یعنی جب رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مشرکین سے فرمائیں کہ رحمٰن کو سجدہ کروتو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کرلیں جس کا تم ہمیں کہہ دو۔اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ رحمٰن کو جانتے نہیں اور عناد کی وجہ سے ان کا یہ کہنا باطل ہے کیونکہ لغتِ عرب کو جاننے والا خوب جانتا ہے کہ رحمٰن کے معنی نہایت رحمت والا ہیں اور یہ اللّٰہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ مشرکوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینا اُن کے لئے اور زیادہ ایمان سے دوری کا باعث ہوا۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے،اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں بُرج بنائے اوران میں چراغ رکھااور چمکتا چاند۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اوران میں چراغ اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔

﴿بُرُوْجًا: بُرج۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے بارے میں بیان کیا گیا کہ سجدے کے حکم نے کافروں کی نفرت اور

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٠، ص٨٠٨.

ایمان سے دوری میں اضافہ کیا اور اس آیت سے ان چیزوں کو بیان کیا جا رہا ہے جن میں اگر کافر غور وفکر کریں تو وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اسے سجدہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان برجوں میں سورج اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ بروج سے سات سیّارہ ستاروں کی منزلیں مراد ہیں اور ان برجوں کی تعداد بارہ ہے۔ (1) حَمَل۔ (2) ثَور۔ (3) جَوزَاء۔ (4) سَرَطَان۔ (5) اَسَد۔ (6) سُنبُلَہ۔ (7) میزان۔ (8) عَقرَب۔ (9) قَوس۔ (10) جَدی۔ (11) دَلو۔ (12) حُوت۔[2] مِرِّیخ کے برج حَمَل اور عَقرَب ہیں، زُہرَہ کے ثَور اور میزان، عُطارِد کے جَوزَاء اور سُنبُلَہ، چاند کا سَرَطَان، سورج کا اسد، مشتری کے قَوس اور حُوت اور زُحَل کے جَدی اور دَلو ہیں۔[3]

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کیلئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا (یہ) اس کیلئے (نشانی) ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے یا جو (اللہ کا) شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ معبود وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا کہ ان میں سے ایک کے بعد دوسرا آتا اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے تاکہ جس کا عمل رات یا دن میں سے کسی ایک میں قضا ہو جائے

1 ……تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ٨/٤٧٩.

2 ……خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ٣/٣٧٨.

3 ……جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦١، ص٣٠٧-٣٠٨.

تو وہ دوسرے میں ادا کرلے۔ یہ رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا اور قائم مقام ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی دلیل ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایسا نظام قائم فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور اس نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا جس کے لئے رات نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں بنائی جس کے لئے دن نہ ہو تا کہ لوگوں کو سالوں کی گنتی معلوم رہے اور انہیں وہ وقت معلوم ہو جس میں کاروبار وغیرہ کے لئے نکلنا ہے اور وہ وقت بھی معلوم ہو جس میں انہیں راحت و آرام کرنا ہے اور یہ عظیم الشّان نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے کمال کی دلیل ہے۔[1]

﴿ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ: اس شخص کیلئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے۔﴾ یعنی رات اور دن کی تبدیلی اور ان کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونے میں اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر نشانی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، جب وہ ان میں غور وفکر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے اور ایسے بہترین نظام کو قائم کرنے کے لئے کوئی ایک ایسی ہستی ہونا ضروری ہے جو مکمل قدرت رکھتی ہو، کامل حکمت والی ہو، واجب بِالذّات ہو اور بندوں پر رحیم ومہربان ہو، اسی طرح ان میں اس شخص کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی نشانی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے رات اور دن میں موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔[2]

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

---

1 ......خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۲، ۳/۳۷۸، روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۲، ۶/۲۳۸، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۲، ۶/۲۳۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''بس سلام''۔

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ : اور رحمٰن کے وہ بندے۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار و منافقین کے احوال اور ان کا انجام ذکر ہوا، اب یہاں سے کامل مومنین کے تقریباً 12 اَوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔ (1) وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (2) جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''بس سلام''(3) وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔ (4) جہنم کا عذاب پھر جانے کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔ (5) اِعتدال سے خرچ کرتے ہیں، اس میں نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ (6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے۔ (7) جس جان کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، اسے قتل نہیں کرتے۔ (8) بدکاری نہیں کرتے۔ (9) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (10) جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ (11) جب انہیں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ (12) وہ یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا : جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ ﴾ اس آیت میں بیان ہوا کہ کامل ایمان والوں کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ مُتکبرانہ طریقے پر جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے۔[1] کہ یہ متکبرین کی شان ہے اور شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں اتراتے ہوئے نہ چل بیشک تو ہرگز نہ زمین کو پھاڑ دے گا اور نہ ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ جائے گا۔

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٣، ص٨٠٩، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائيل: ٣٧.

سکون اور وقار سے چلنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو آہستہ، سکون واطمینان اور وقار کے ساتھ چلنا چاہئے ۔ اَحادیث میں بھی اس چیز کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ یہاں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تمہارے لئے سکون (سے چلنا) ضروری ہے کیونکہ دوڑنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیز چلنا ایمان والوں کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔‘‘[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیز چلنا چہرے کے حسن کو ختم کر دیتا ہے۔‘‘[3]

اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس طرح چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو شریعت کا پسندیدہ طریقہ ہے اور اس طرح چلنے سے محفوظ فرمائے جس سے شریعت نے منع کیا اور اسے ناپسند فرمایا ہے، اٰمین۔

﴿ وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں۔﴾ یہاں یہ بیان ہوا کہ کامل ایمان والے دوسروں کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں اور کوئی ناگوار کلمہ یا بے ہودہ یا ادب وتہذیب کے خلاف بات کہتے ہیں تو کہتے ہیں ’’بس سلام‘‘ اس سے مراد مُتارَکت کا سلام ہے اور معنی یہ ہے کہ جاہلوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے اِعراض کرتے ہیں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔[4]

جاہل جھگڑا کرنے والے سے سلوک

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی معاملے میں کوئی جاہل جھگڑا کرنا شروع کرے تو اس سے اعراض کرنے

---

1 ......بخاری، کتاب الحج، باب امر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالسکینة عند الافاضة... الخ، ۱/۵۵۸، الحدیث: ۱۶۷۱.

2 ......حلیة الاولیاء، ذکر جماعة من العارفین العراقیین، محمد بن یعقوب، ۱۰/۳۰۸، الحدیث: ۱۵۳۰۹.

3 ......کنز العمال، کتاب المعیشة والآداب، قسم الاقوال، آداب المشی، ۸/۱۷۵، الحدیث: ۴۱۶۱۴، الجزء الخامس عشر.

4 ......ابو سعود، الفرقان، تحت الآیة: ۶۳، ۴/۱۴۸.

کی کوشش ہی کرنی چاہئے اور اس کی جاہلانہ گفتگو کے جواب میں اگر کوئی بات کریں تو وہ ایسی ہو جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو اور وہ اس جاہل کے لئے اَذِیَّت کا باعث بھی نہ ہو، ترغیب اور تربیت کے لئے یہاں ایک واقعہ ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت نعمان بن مقرن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو برا بھلا کہا تو جسے برا بھلا کہا گیا، اس نے یہ کہنا شروع کر دیا: تم پر سلام ہو۔ اس پر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سنو! تم دونوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو (اے برا بھلا کہے گئے شخص!) تمہاری طرف سے دفاع کرتا ہے، جب یہ تمہیں برا بھلا کہتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے: نہیں، بلکہ تم ایسے ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو، اور جب تم اس سے کہتے ہو ''تم پر سلام ہو'' تو فرشتہ کہتا ہے: نہیں، بلکہ تمہارے لئے سلامتی ہو اور تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔[1]

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿٦٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ: اور وہ جو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کامل ایمان والوں کی مجلسی زندگی اور مخلوق کے ساتھ پاکیزہ معاملے کا بیان ہوا اور اب یہاں سے اُن کی خَلوَت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطے کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کی خلوت و تنہائی کا حال یہ ہے کہ ان کی رات اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے چہروں کے بل سجدہ کرتے اور اپنے قدموں پر قیام کرتے ہوئے گزرتی ہے۔[2]

رات میں عبادت کرنے کی ترغیب

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ آرام کرنے کے بعد رات میں کچھ نہ کچھ نفلی عبادت ضرور کیا کرے تا کہ اس میں

1 ......مسند امام احمد، حديث النعمان بن مقرن رضى الله عنه، ٩/١٩١، الحديث: ٢٣٨٠٦.

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآية: ٦٤، ٣/٣٧٨.

کامل ایمان والوں کے اوصاف پیدا ہوں اور آخرت کے لئے نیکیوں کا کچھ ذخیرہ جمع ہو۔ ایک اور مقام پر کامل ایمان والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔

اور پرہیزگار لوگوں کی جزا اور ان کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔ وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔ اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دن میں بھی اور رات میں بھی اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

رات میں عبادت کرنے کے فوائد

یاد رہے کہ جو عبادت جس وقت کرنا فرض ہے اسے اس وقت ہی کیا جائے گا البتہ نفلی عبادت رات میں کرنا دن کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ رات میں کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ کر عبادت کرنا دن کی نماز کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ موافقت کا سبب ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس وقت شور وغل نہیں ہوتا بلکہ سکون اور اطمینان ہوتا ہے جو کہ دل جمعی حاصل ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت عبادت کرنے میں کامل اخلاص نصیب ہوتا ہے اور عبادت میں ریا کاری، نمود ونمائش اور دکھلاوا نہیں ہوتا کیونکہ عام طور پر اس وقت لوگ بیدار نہیں

1 ......السجدة:١٦.

2 ......الذاريات:١٥-١٨.

ہوتے جس کی وجہ سے ریا کاری کا موقع نہیں ہوتا۔ یہ تینوں فوائد قرآن مجید میں انتہائی جامع انداز میں بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ سورۂ مُزَّمِّل میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک رات کو قیام کرنا زیادہ موافقت کا سبب ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

[illegible]

ہمارے بزرگانِ دین اپنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے گزارا کرتے تھے اور ان کی شب بیداری کے ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انہیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، یہاں بطورِ خاص دو بزرگ خواتین کے واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بہن حضرت حفصہ بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہا بصرہ میں ایک انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہا ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزار دیتیں اور نماز میں آدھا قرآن پاک تلاوت فرماتیں۔ بسا اوقات اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر اتنی دیر نماز میں کھڑی رہتیں کہ آپ کا چراغ بجھ جاتا، لیکن آپ کے لئے صبح تک (چراغ کی روشنی کے بغیر) گھر روشن رہتا۔

(2)......حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہا کی اپنی وفات تک یہ عادت رہی کہ آپ ساری رات نماز پڑھتی رہتیں اور جب فجر کا وقت قریب ہوتا تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاتیں، پھر بیدار ہو کر کہتیں: اے نفس! تم کتنا سوؤ گے اور کتنا جاگو گے، عنقریب تم ایسی نیند سو جاؤ گے کہ اس کے بعد قیامت کی صبح کو ہی بیدار ہو گے۔[2]

ان واقعات میں مسلمان خواتین کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی راتیں غفلت کی نیند سو کر اور عبادت سے خالی نہ گزاریں بلکہ رات میں اٹھ کر کچھ نہ کچھ عبادت کیا کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اپنی، اپنے اہلِ خانہ اور دیگر مسلمانوں کی بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگا کریں۔

[illegible]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور وہ اپنے کرم سے رات میں تھوڑی عبادت کرنے پر بھی

---

1 ......المزمل: ٦.

2 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ٦٤، ٦/٢٤٢.

شب بیداری کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ یہاں تھوڑی عبادت کرنے پر شب بیداری کا ثواب ملنے سے متعلق دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اُس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پایا اور جس نے نمازِ فجر بھی باجماعت ادا کی وہ ساری رات عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔(1)

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جس کسی نے عشاء کے بعد دو رکعت یا اس سے زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔(2)

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب بیشک اس کا عذاب گلے کا غُل ہے۔ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے۔ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب!﴾ کامل ایمان والوں کی شب بیداری اور عبادت کا ذکر فرمانے کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ان کی ایک دعا کا بیان فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد اور عام اوقات میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے جو کہ انتہائی شدید دردناک ہے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا اور

---

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة، ص٣٢٩، الحدیث: ٢٦٠(٦٥٦).

2 ......خازن، الفرقان، تحت الآیة: ٦٤، ٣/٣٧٨.

کافروں سے جدا نہ ہونے والا ہے، بیشک جہنم بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ [1]

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اپنی عبادت و ریاضت پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کی خفیہ تدبیر سے خوفزدہ رہنا چاہئے کہ یہ کامل ایمان والوں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان کی اس دعا سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ کثرتِ عبادت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں عاجزی، اِنکساری اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ [2]

(1)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کامل ایمان والے مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خوب کوشش کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہت ڈرتے ہیں اور اپنے اوپر سے عذاب پھیر دیئے جانے کی گریہ وزاری کے ساتھ التجائیں کرتے ہیں، گویا کہ وہ انتہائی عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے باوجود جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں تو خود کو گناہگاروں میں شمار کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کو شمار نہیں کرتے اور اپنے احوال پر بھروسہ نہیں کرتے۔ [3]

(1)......بطورِ خاص نماز کے بعد دعا کرنی چاہئے، نماز پڑھنے والا تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی اور عمومی طور پر جب بھی موقع ملے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

1......مدارک، الفرقان، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ص ٨١٠، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ٦/٢٤٣، ملتقطاً.

2......مدارک، الفرقان، تحت الآية: ٦٥، ص ٨١٠.

3......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٦، ٦/٢٤٣-٢٤٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں۔﴾ یہاں کامل ایمان والوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ اسراف اور تنگی دونوں طرح کے مذموم طریقوں سے بچتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

اسراف اور تنگی کرنے سے مراد:

اسراف مَعصِیَت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ایک بزرگ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا کہ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں تو دوسرے بزرگ رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا: ’’بھلائی کے کام میں اسراف ہوتا ہی نہیں۔ اور تنگی کرنے کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔ مروی ہے کہ جس نے کسی حق کو منع کیا اُس نے اِقتار یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں جو لذت اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے کے لئے کھاتے ، نہ خوبصورتی اور زینت کے لئے پہنتے۔ بھوک روکنا، ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا بس یہی ان کا مقصد تھا۔ [1]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ دنیا سے بے رغبت رہتے اور دنیا سے صرف اتنا ہی لیا کرتے تھے جتنا ان کی اہم ضروریاتِ زندگی کے لئے کافی ہو، نیز وہ عیش وعشرت اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے کی بجائے سادہ زندگی گزارتے اور اپنے نفس کو دنیا کی سختی اور مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتے اور دُنْیَوی زندگی کے قیمتی لمحات کو اپنی آخرت کی زندگی بہتر سے بہتر بنانے میں صَرف کیا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے ستر بدری

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٧، ص ٨١٠، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٦٧، ٣/٣٧٩، ملتقطاً.

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا، وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اَشیاء سے اس قدر اِجتناب کرتے تھے جتنا تم حرام اشیاء سے پرہیز نہیں کرتے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جس قدر تم فراخی کی حالت پر خوش ہوتے ہو اس سے زیادہ وہ آزمائشوں پر خوش ہوا کرتے تھے، اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو کہتے یہ مجنون ہیں، اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے: ان لوگوں کا کوئی اخلاق نہیں، اور اگر وہ تم میں سے برے لوگوں کو دیکھتے تو کہتے: ان کا قیامت کے دن پر ایمان نہیں۔ ان میں سے ایک کے سامنے حلال مال پیش کیا جاتا تو وہ نہ لیتا اور کہتا: مجھے اپنے دل کے خراب ہونے کا ڈر ہے۔[1]

یہاں ان کی زُہد و تقویٰ سے بھرپور زندگی کے 4 واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اہلِ بصرہ کا ایک وفد حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی معیت میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور (کچھ دنوں میں) انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزانہ ایک چھوٹی روٹی تناول فرماتے ہیں اور یہ روٹی کبھی گھی کے ساتھ، کبھی زیتون کے ساتھ اور کبھی دودھ کے ساتھ کھاتے ہیں اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کبھی خشک گوشت کے ٹکڑے ملتے جنہیں کوٹ کر پانی سے تر کیا ہوا ہوتا اور کبھی تھوڑا سا تازہ گوشت ملتا۔ ایک دن آپ نے اہلِ بصرہ سے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے اچھا کھانا کھا سکتا ہوں، آسائش والی زندگی گزار سکتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سینے کے گوشت، گھی، آگ پر بھنے ہوئے گوشت، چٹنی اور چپاتیوں سے ناواقف نہیں ہوں (لیکن میں انہیں اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے استعمال نہیں کرتا) کیونکہ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو عار دلائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے۔

(اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن مجھ سے بھی یہ نہ فرما دیا جائے۔)[3]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: قحط سالی کے دنوں میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خود کو گھی کھانے سے روک رکھا تھا اور آپ صرف زیتون پر گزارا کیا کرتے تھے۔ ایک دن زیتون کھانے کی

1......احیاء علوم الدین، کتاب الفقر والزهد، بیان تفصیل الزهد فیما هو من ضروریات الحیاة، ٤/٢٩٧.

2......الاحقاف: ٢٠.

3......الزهد لابن مبارك، باب ما جاء فی الفقر، ص٢٠٤، روایت نمبر: ٥٧٩، الجزء الاوّل.

وجہ سے آپ کے پیٹ میں تکلیف ہونے لگی تو آپ نے پیٹ پر انگلی مار کر فرمایا: ’’تجھے جتنی تکلیف ہوتی ہے ہوتی رہے، جب تک لوگوں سے فاقہ کی سختی ختم نہیں ہو جاتی تیرے لئے میرے پاس یہی کچھ ہے۔‘‘[1]

(3)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے اپنے دورِ خلافت میں تین درہم کا ایک کپڑا خریدا اور اسے پہنا، آپ نے اس کی آستینیں کلائیوں سے کاٹ کر فرمایا: ’’تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے عمدہ لباس میں سے یہ لباس پہنایا۔‘‘[2]

(4)......جب حمص کے گورنر حضرت عمیر بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: ’’تم کیا کچھ لے کر آئے ہو؟ حضرت عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ’’میرے پاس میرا تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ رکھتا ہوں، ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں اور اسی سے اپنا سر اور کپڑے وغیرہ دھوتا ہوں، ایک پانی کا برتن ہے جس میں پانی پیتا ہوں اور وضو وغیرہ کرتا ہوں اور ایک لاٹھی ہے جس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن آجائے تو اسی لاٹھی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس کے علاوہ میرے پاس دُنیوی مال و مَتاع نہیں۔‘‘[3]

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے

1 ......الزهد لابن حنبل، زهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه، ص١٤٥، روايت نمبر: ٦٠٨.

2 ......احياء علوم الدين، كتاب الفقر والزهد، بيان تفصيل الزهد فيما هو من ضروريات الحياة، ٤/٢٨٨.

3 ......عيون الحكايات، الحكاية الاولى، ص١٣.

جسے **اللہ** نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ:اور وہ جو۔﴾ کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فضیلت والے اعمال سے مُتَّصِف ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح اور برے کاموں سے بھی بچتے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے ، شرک سے بَری اور بیزار ہیں اور وہ اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور اس کا خون مُباح نہیں کیا جیسے کہ مومن اور معاہدہ کرنے والا کافر، یونہی وہ بدکاری نہیں کرتے اور جو شخص بھی ان کاموں میں سے کوئی کام کرے گا تو وہ اس کی سزا پائے گا۔ (1)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور زنا کرنا بہت بڑے گناہ ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا ’’کونسا گناہ سب میں بڑا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک کرے، حالانکہ تجھے اُس نے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی: پھر اس کے بعد کونسا گناہ؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کی: پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا ’’یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق میں یہ آیت ’’ **وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ** ‘‘ نازل فرمائی۔ (2)

اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بیعت لیتے تو بطورِ خاص یہ تین گناہ یعنی شرک، کسی کو ناحق قتل اور زنا نہ کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک مجلس میں تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، زنا نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرو گے جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس نے ان حرام کردہ چیزوں میں سے کسی کا اِرتکاب کر لیا اور اسے (دنیا میں ہی اس کی شرعی) سزا دے دی گئی تو وہ اس کا

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٦٨، ص ٨١٠-٨١١، روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٦٨، ٦/٢٤٦-٢٤٧، ملتقطاً.

2 ......بخاري، كتاب الادب، باب قتل الولد خشية ان يأكل معه، ٤/١٠٠، الحديث: ٦٠٠١.

کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی حرام کام کو کیا اور اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) اس کا پردہ رکھا تو (آخرت میں) اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اسے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔[1]

یُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَ یَخۡلُدۡ فِیۡهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿٧٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿یُضٰعَفۡ: بڑھا دیا جائے گا۔﴾ یعنی جو شخص شرک کے ساتھ ساتھ ناحق قتل کرنے اور زنا کاری وغیرہ گناہوں کا مُرتکب ہوگا تو وہ قیامت کے دن شرک کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور اس کے ساتھ دیگر گناہوں کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگا اور یوں اس کا عذاب بڑھا دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس دگنے عذاب میں ذلت سے رہے گا۔[2]

﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ: مگر جو توبہ کرے۔﴾ یعنی جو شخص شرک، ناحق قتل، زنا اور دیگر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور توبہ کے بعد نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اس کی بخشش و مہربانی کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ

1 ......مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لاهلها، ص٩٣٩، الحدیث: ٤١(١٧٠٩).

2 ......تفسیر کبیر، الفرقان، تحت الآیة: ٦٩، ٨/٤٨٤.

گناہوں سے توبہ کرنے والوں، ایمان لانے والوں اور توبہ و ایمان کے بعد نیک عمل کرنے والوں کی برائیاں نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور نیک اعمال کرنے پر انہیں ثواب عطا فرماتا ہے۔[1]

برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے معنی

مفسرین نے برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے تین معنی درج ذیل ہیں،

(1)......اس کا معنی یہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی توفیق دیدے گا۔

(2)......اس کا یہ معنی ہے کہ برائیوں کو توبہ سے مٹادے گا اور ان کی جگہ ایمان و طاعت وغیرہ نیکیاں ثبت فرمائے گا۔

(3)......اس کا یہ معنی ہے کہ آیت میں بیان گئے اوصاف سے مُتَّصِف لوگوں سے حالتِ اسلام میں جو گناہ ہوئے ہوں گے انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔[2]

اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور شانِ کرم

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا اور سب سے آخر میں جہنم سے کون نکلے گا۔ ایک شخص ایسا ہوگا جسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا ''اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو چنانچہ اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا ''تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ شخص اقرار کرے گا اور کہے گا ''میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہوجائے۔ اس شخص سے کہا جائے گا: جا تجھے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''یہ بیان فرماتے ہوئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور اس کی شانِ کرم پر) خوشی ہوئی اور چہرۂ اقدس پر سُرور سے تبسُّم کے آثار نمایاں ہوئے۔[3]

1......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ٧٠، ٦/٢٤٧، مدارك، الفرقان، تحت الآیۃ: ٧٠، ص ٨١١، ملتقطاً.

2......مدارك، الفرقان، تحت الآیۃ: ٧٠، ص ٨١١، خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ٧٠، ٣/٣٨٠، ملتقطاً.

3......مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنّة منزلة فیها، ص١١٩، الحدیث: ٣١٤(١٩٠).

وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا۔

﴿وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے۔﴾ یعنی جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا کیونکہ ایسا رجوع اللہ تعالٰی کا پسندیدہ ہے، گناہوں کو مٹانے والا ہے اور ثواب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ (1)

[illegible]

یادرہے کہ حقیقی اور سچی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اقرار کرتے، اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے اللہ تعالٰی سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرے۔ ایسی توبہ ہی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے اور ایسی توبہ ہی حقیقی طور پر فائدہ منداور گناہوں کو مٹانے والی ہے، چنانچہ ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری بُرائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے

---

1 ......روح البیان، الفرقان، تحت الآیۃ: ٧١، ٦/٢٤٨-٢٤٩.

2 ......التحریم:٨.

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (1)

فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت میں بوقتِ موت توبہ قبول نہ ہونے سے مراد وہ وقت ہے جب موت کے بعد کے احوال نظر آنا شروع ہوجائیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے ایسی توبہ کرے جیسی توبہ کرنے کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ سے ویسی توبہ کرنے کی توفیق بھی مانگتا رہے جیسی توبہ اس کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔﴾ یعنی کامل ایمان والے گواہی دیتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتے اور وہ جھوٹ بولنے والوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، اُن کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے۔(2)

1 ......النساء: ١٧، ١٨.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٧٢، ص ٨١١.

جھوٹی گواہی دینے کی مذمت پر 4 احادیث

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی نہ دینا اور جھوٹ بولنے سے تعلق نہ رکھنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے۔

یاد رہے کہ جھوٹی گواہی دینا انتہائی مذموم عادت ہے اور کثیر اَحادیث میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کبیرہ گناہ یہ ہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ اور جھوٹی گواہی دینا۔ [1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ [2]

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے، اس نے (اپنے اوپر) جہنم (کا عذاب) واجب کر لیا۔ [3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص لوگوں کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہوئے چلا کہ یہ بھی گواہ ہے حالانکہ یہ گواہ نہیں وہ بھی جھوٹے گواہ کے حکم میں ہے اور جو بغیر جانے ہوئے کسی کے مقدمہ کی پیروی کرے وہ اللّٰہ تعالیٰ کی ناخوشی میں ہے جب تک اس سے جدا نہ ہو جائے۔ [4]

﴿وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ: اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں۔﴾ یعنی جب وہ کسی لغو اور باطل کام میں مصروف لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو لہو و باطل سے مُلَوَّث نہیں ہونے دیتے اور ایسی مجالس سے اعراض کرتے ہیں۔ [5]

---

1 ......بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالی: ومن احیاھا، ٣٥٨/٤، الحدیث: ٦٨٧١.

2 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ١٢٣/٣، الحدیث: ٢٣٧٣.

3 ......معجم الکبیر، عکرمة عن ابن عباس، ١٧٢/١١، الحدیث: ١١٥٤١.

4 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الوکالة، باب اثم من خاصم او اعان فی خصومة بباطل، ١٣٦/٦، الحدیث: ١١٤٤٤.

5 ......مدارك، الفرقان، تحت الآیة: ٧٢، ص ٨١١.

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿٧٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

﴿وَالَّذِيْنَ: اور وہ لوگ۔﴾ یعنی جب کامل ایمان والوں کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے سنتے ہیں اور چشمِ بصیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں، نفع اٹھاتے ہیں اور ان آیتوں میں دیئے گئے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید کی آیات کے ذریعے کی جانے والی نصیحت کیسے سنی جائے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب قرآن مجید کی آیات کے ذریعے اللہ تعالٰی کی نعمتیں یاد دلائی جائیں، اللہ تعالٰی کی طاعت و فرمانبرداری کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس کی نافرمانی کرنے پر اس کے غضب و عذاب سے ڈرایا جائے، یونہی جو کام کرنے کا اللہ تعالٰی نے حکم دیا ہے انہیں کرنے اور جن کاموں سے بچنے کا فرمایا ہے ان سے رک جانے پر ابھارا جائے تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان چیزوں کو بے توجہی کے ساتھ نہ سنے بلکہ کامل توجہ کے ساتھ اور ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے سنے اور ان آیات کے ذریعے جو نصیحت کی گئی اس پر عمل کرے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی

1 ......روح البيان، الفرقان، تحت الآية: ٧٣، ٦/٢٥٢، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٧٣، ٣/٣٨٠، ملتقطاً.

اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ [1] — کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ: اور وہ جو عرض کرتے ہیں۔﴾ یعنی کامل ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بیویاں اور اولاد نیک، صالح، متقی عطا فرما تا کہ ان کے اچھے عمل اور ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں۔ [2]

مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور پرہیزگار بیوی اور اولاد مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے۔ نیک بیوی کے بارے میں حضرت **عبداللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......الزمر: ۱۷، ۱۸.

2 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ۷۴، ص ۸۱۲.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا متاع (یعنی فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت ہے۔''[1]

اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے بعد مومن کے لیے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اسے حکم دیتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (یعنی اس کی عزت میں خیانت نہ کرے اور اس کا مال ضائع نہ کرے۔)''[2]

اور نیک اولاد کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ اس کے عمل مُنقطع ہو جاتے ہیں۔ **(1)** صدقہ جاریہ۔ **(2)** وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو۔ **(3)** نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرے۔''[3]

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا: اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔﴾ یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار، عبادت گزار اور خدا پرست بنا کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں اور وہ دینی اُمور میں ہماری اِقتدا کریں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی کو دینی پیشوائی اور سرداری کی رغبت رکھنی اور طلب کرنی چاہئے۔[4] لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب مقصد اچھا ہو نہ یہ کہ حبِ دنیا اور حبِ جاہ کی وجہ سے ہو۔

اُولٰٓىٕكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰمًاۙ(۷۵) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا(۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ۔

---

1 ......مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، ص۷۷۴، الحدیث: ۵۹(۱۴۶۷).

2 ......ابن ماجه، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۴، الحدیث: ۱۸۵۷.

3 ......مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص۸۸۶، الحدیث: ۱۴(۱۶۳۱).

4 ......خازن، الفرقان، تحت الآیة: ۷۴، ۳/۳۸۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں ان کے صبر کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ: انہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صالحین بندوں کے اوصاف ذکر فرمائے، اس کے بعد یہاں اُن کی جزا ذکر فرمائی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ڈٹے رہنے، گناہوں سے بچنے، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے، اِستقامت کے ساتھ عبادت کرنے اور فقر و فاقہ پر صبر کرتے رہنے کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ استقبال یوں ہوگا کہ فرشتے دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کی تعظیم و تکریم کریں گے یا یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سلام بھیجے گا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ وہ اس بلند درجے میں ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ (1)

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

ع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو تو تم نے تو جھٹلایا تو اب ہوگا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میرا رب تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اگر تم اس کی عبادت نہ کرو تو تم نے تو جھٹلایا تو اب عذاب (تم پر) ہمیشہ رہے گا۔

1 ......مدارك، الفرقان، تحت الآية: ٧٥، ص ٨١٢، خازن، الفرقان، تحت الآية: ٧٥-٧٦، ٣/٣٨١، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اہلِ مکہ سے فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی اطاعت اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اگر تم نے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہ کی تو وہ تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اور وہ تمہاری قدر کیسے فرمائے گا حالانکہ تم نے اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کی کتاب کو جھٹلایا ہے تو اب تم پر دنیا میں ہلاکت کے بعد آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔ [1]

1 ...... خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۷، ۳/۳۸۱، جلالین، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۳۰۹، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

سورۂ شعراء کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ شعراء آخری چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے، وہ چار آیتیں ’’وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ‘‘ سے شروع ہوتی ہیں۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **11** رکوع، **227** آیتیں، **1279** کلمے اور **5540** حروف ہیں۔[2]

’’شعراء‘‘ نام رکھنے کی وجہ

شعراء، شاعر کی جمع ہے جس کا معنی واضح ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر 224 سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خلاف شاعری کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ شعراء‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ شعراء کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالٰی نے مجھے تورات کی جگہ (قرآن پاک کی ابتدائی) سات (لمبی) سورتیں عطا کیں اور انجیل کی جگہ راءات (یعنی وہ سورتیں) عطا کیں (جن کے شروع میں لفظ ’’ر‘‘ موجود ہے) اور زبور کی جگہ طواسین (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں ’’طٰسٓمّٓ‘‘ ہے) اور حوامیم (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰمٓ ہے) کے مابین سورتیں عطا فرمائیں اور مجھے حوامیم اور مُفَصَّل سورتوں کے ذریعے (ان انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر) فضیلت دی گئی اور مجھ سے پہلے ان سورتوں کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔[3]

سورۂ شعراء کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالٰی کے واحد و یکتا ہونے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الشعراء، ٣/٣٨١.

2 ......خازن، تفسیر سورة الشعراء، ٣/٣٨١-٣٨٢.

3 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال، ١/٢٨٥، الحدیث: ٢٥٧٨، الجزء الاول.

عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول ہونے ،موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اسلام کے دیگر عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قرآن پاک کی عظمت وشان اور ہدایت کے معاملے میں اس کا ہدف بیان کیا گیا۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر قرآن پاک وحی کی صورت میں نازل ہونے کو ثابت کیا گیا اور کفارِ مکہ کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے سے اِعراض کرنے پر آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی۔

(3)......نباتات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر اِستدلال کیا گیا۔

(4)......سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کفار کو نصیحت کرنے کے لئے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس واقعے میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہونے والا مُکالمہ، روشن نشانیوں کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تائید و مدد کئے جانے اور جادوگروں کے ایمان لانے کو ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کیا گیا جس میں انہوں نے اپنے عُرفی باپ آزر اور اپنی قوم کا بتوں کی پوجا کرنے کے معاملے میں رد کیا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی کو ثابت کیا۔ اس کے بعد حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے گئے اور انہی واقعات کے ضمن میں رسولوں کو جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا۔

(5)......نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والے کافروں کو برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(6)......اس بات کو ثابت کیا گیا کہ قرآن مجید شیطانوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کوئی شاعر یا کاہن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم رسول ہیں جو اس کے احکام اپنے خاندان والوں اور پوری امت تک پہنچاتے ہیں۔

سورۂ شعراء کی اپنے سے ماقبل سورت ''فرقان'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی ابتداء قرآن پاک کی تعظیم سے ہوئی اور سورۂ شعراء کی ابتداء بھی قرآن پاک کی تعظیم سے ہوئی۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان میں جس ترتیب سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اُسی ترتیب سے سورۂ شعراء میں ان کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اور **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فرقان کے آخر میں کفار کی مذمت اور مسلمانوں کی مدح بیان ہوئی اور سورۂ شعراء کے آخر میں بھی کفار کی مذمت اور مسلمانوں کی مدح بیان ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ظاہر کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿ **طٰسٓمّٓ** ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿ **تِلْكَ: یہ۔** ﴾ یعنی اِس سورت کی آیتیں اُس قرآن کی آیتیں ہیں جس کا مُعْجِز یعنی دوسروں کو مقابلے سے عاجز کر دینے والا نیز اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہونا روشن وظاہر ہے اور جس کا حق کو باطل سے ممتاز کرنے والا ہونا واضح ہے۔ اگر اس کی یہ شان

نہ ہوتی تو لوگ اس کی مثل لانے پر ضرور قادر ہو جاتے اور اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز نہ رہتے۔[1]

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو ختم نہ کردو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿لَعَلَّکَ: کہیں آپ۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس بات کی شدید خواہش تھی کہ اہلِ مکہ ایمان لے آئیں، لیکن جب وہ ایمان نہ لائے اور کفارِ مکہ نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی ایمان سے محرومی کی وجہ سے قلبی طور پر بہت دکھ ہوا، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے رحمت و کرم کے انداز میں خطاب فرمایا کہ ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآن مجید حق کو بیان کرنے میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور کفارِ مکہ میں سے جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں ایمان سے محروم ہیں وہ قرآنِ کریم کی آیات سن کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر اتنا غم نہ کریں کہ آپ کی جان ہی چلی جائے۔[2]

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخلوق پر انتہائی کرم نوازی

اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی محبوبیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخلوق پر انتہائی کرم نوازی کا بھی ذکر ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر کرم نوازی دنیا میں تو ہے ہی، آخرت میں یہ رحمت و شفقت اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہوگی۔

نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا　　　　اِدھر امّت کی حسرت پر اُدھر خالق کی رحمت پر

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲، ۶/۲۶۱، جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲، ص۳۰۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۳۸۲، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۳، ۸/۴۹۰، ملتقطاً.

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتاریں تو ان کے بڑے بڑے سردار اُس نشانی کے آگے جھکے رہ جائیں۔

﴿اِنْ نَّشَاْ: اگر ہم چاہیں۔﴾ اس آیت میں مزید تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں، اگر ہمیں ان کا ایمان قبول کر لینا منظور ہوتا تو ہم ضرور ان پر ایسی نشانی اتار دیتے جس کی وجہ سے ان کے بڑے بڑے بھی اس نشانی کے سامنے جھک جاتے، لیکن ہمیں ان کی شَقاوت معلوم ہے، اس لئے ہم ان کے سامنے ایسی کوئی نشانی نہیں اتارتے، لہٰذا آپ زیادہ غم فرما کر اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہیں آتی ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا تو اب ان پر آیا چاہتی ہیں خبریں ان کے ٹھٹھے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو

بیشک انہوں نے جھٹلایا تو اب ان پر اس کی خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے تھے۔

﴿وَمَا یَاۡتِیۡهِمۡ: اوران کے پاس نہیں آتی۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے تنبیہ اور نصیحت پر مشتمل ایک کے بعد ایک آیت نازل فرمائی اور ان کفار کا حال یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے کوئی نئی نصیحت اور وحی نازل ہوتی ہے تو وہ اس کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور یوں دم بدم ان کا کفر بڑھتا جاتا ہے۔ [1]

﴿فَقَدۡ كَذَّبُوۡا: تو بیشک انہوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں قرآن مجید کا انکار کرنے پر مشرکوں کو وعید سنائی گئی اور اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللہ تعالٰی کی طرف سے جو قرآن لے کر ان مشرکوں کے پاس تشریف لائے ہیں، انہوں نے اسے جادو، شعر اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہہ کر جھٹلایا تو عنقریب جب انہیں (دنیا میں قتل یا آخرت میں جہنم کا) عذاب پہنچے گا تب انہیں خبر ہوگی کہ قرآن مجید اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے کا یہ انجام ہے اور جب جھٹلانے کا نتیجہ ظاہر ہوگیا تو اس کے بعد ان کی شرمندگی اور ندامت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ [2]

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِیۡمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿٩﴾ ع

ع ٩ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے زمین کو نہ دیکھا ہم نے اس میں کتنے عزت والے جوڑے اُگائے۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور بیشک تمہارا رب ضرور وہی عزت والا مہربان ہے۔

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٥، ٦/٢٦٢-٢٦٣، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٥، ص٨١٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ص٨١٤، تفسیرطبری، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ٩/٤٣٣، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٦، ٦/٢٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں۔ اور بیشک تمہارا رب ہی یقیناً بہت عزت والا، مہربان ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیرنے والے، انہیں جھٹلانے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے مشرکین نے کیا زمین کے عجائبات کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کی نباتات کے اچھے جوڑے اگائے اور ان سے انسان و جانور دونوں نفع اٹھاتے ہیں۔[1]

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ: بیشک اس میں۔﴾ یعنی زمین میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے جانے میں عظیم نشانی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال، اس کے علم کی کثرت اور اس کی رحمت کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اور یہ چیزیں ایمان قبول کرنے کی طرف راغب کرنے والی اور کفر سے روکنے والی ہیں اور اس کے باوجود ان مشرکوں میں سے اکثر ایمان قبول کرنے والے نہیں کیونکہ یہ کفر و گمراہی میں ڈوبے ہوئے اور سرکشی و جہالت میں مُنہمِک ہیں۔[2]

بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں ان کیلئے زمین میں مختلف قسموں کی بہترین اور نفع بخش چیزوں کی پیدائش میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ قیامت میں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ جو رب تعالیٰ مردہ زمین سے ایسی بہترین نباتات پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ ہرگز اس بات سے عاجز نہیں کہ مردوں کے بکھرے ہوئے اَجزاء جمع کر کے قبروں سے انہیں زندہ اٹھائے۔ لیکن ان میں سے اکثر قیامت کے دن اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے۔[3]

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی یقینی طور پر عزت والا ہے، وہی غالب اور کافروں کو سزا دینے پر قدرت رکھنے والا ہے اور وہی بہت بڑا مہربان ہے اور اسی نے اپنی رحمت سے مشرکوں کی فوری گرفت نہیں فرمائی بلکہ انہیں (اپنا حال سنوار لینے کی) مہلت دی ہے۔[4]

---

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٧، ٦/٢٦٣.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٨، ٦/٢٦٣.

3 ......تفسير طبرى، الشعراء، تحت الآية: ٨، ٩/٤٣٤.

4 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٩، ٦/٢٦٤.

وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔

﴿وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی۔﴾ یہاں سے مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں، ان کی ترتیب یہ ہے۔ (1) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (2) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (3) حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (4) حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (5) حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (6) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ (7) حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ اس سے پہلے (متعدد سورتوں میں) ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات گزر چکے ہیں، ان واقعات کو بار بار ذکر کرنے سے (ایک) مقصود یہ (بھی) ہے کہ مومن کے ایمان میں اضافہ ہو اور کافر پر مزید حجت قائم ہو جائے۔ [1]

اس آیت سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی ابتداء کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ وقت یاد کریں جب آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس وقت ندا فرمائی جب وہ مَدیَن سے لوٹے اور انہوں نے رات میں درخت اور آگ دیکھی، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اے موسیٰ! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ [2]

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ سورۂ اَعراف، سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ

---

1 ......البحر المحيط، الشعراء، تحت الآية: ۱۰، ۷/۷، صاوى، الشعراء، تحت الآية: ۱۰، ۱۴۵۳/۴، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۰، ۲۶۵/۶.

مؤمنون میں گزر چکا ہے۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ نہ ڈریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ نہیں ڈریں گے؟

﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ: جو فرعون کی قوم ہے۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بنی اسرائیل کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجا گیا تھا مگر یہاں جو پیغام مذکور ہے وہ خاص فرعون کی قوم قِبط کی طرف ہے تا کہ اُنہیں اُن کی بدکرداری پر زَجر فرمائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ تم ظالم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ فرعون کی قوم ہے، انہوں نے کفر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اور انہیں طرح طرح کی ایذائیں پہنچا کر اُن پر ظلم کیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے اور اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی فرمانبرداری کر کے اس کے عذاب سے نہ بچائیں گے؟[1]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ؕ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۱، ۳/۳۸۳.

تنگ ہوگا اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول بنادے۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور ان کے جھٹلانے سے میرا سینہ تنگ ہوگا اور میں نے بچپن میں جو آگ کا انگارہ منہ میں رکھا تھا اس کی وجہ سے مجھے گفتگو کرنے میں بھی کچھ تکلُّف ہوتا ہے تو تو میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنادے تاکہ وہ رسالت کی تبلیغ میں میری مدد کریں۔ جس وقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شام میں نبوت عطا کی گئی اس وقت حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر میں تھے۔ (1)

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کردیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں۔

﴿**وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ: اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔**﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید عرض کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ان فرعونیوں کا مجھ پر قتل کا ایک الزام ہے کہ میں نے قبطی کو مارا تھا تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں اکیلا گیا تو کہیں وہ مجھے رسالت کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کے بدلے میں قتل نہ کردیں جبکہ حضرت ہارون پر ان کا کوئی الزام نہیں۔ (2)

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یوں نہیں تم دونوں میری آیتیں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں۔

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٢-١٣، ٣/٣٨٣، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٢-١٣، ص٨١٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٤، ص٨١٥، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٤، ٦/٢٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں میرے معجزات لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں، خوب سننے والے ہیں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ''وہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کرسکیں گے کیونکہ میں انہیں آپ پر مُسَلَّط نہیں ہونے دوں گا بلکہ آپ کو ان پر غالب فرمادوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی درخواست منظور فرما کر حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی نبی بنادیا اور دونوں کو حکم دیا کہ ''تم دونوں میرے دیئے ہوئے معجزات لے کر جاؤ، ہم اپنی مدد و نصرت کے ذریعے تمہارے ساتھ ہیں اور جو تم کہو اور جو تمہیں جواب دیا جائے اسے خوب سننے والے ہیں۔ (1)

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہے سارے جہاں کا۔ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو: بیشک ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا: کہ تو ہمارے ساتھ بھیج دے۔﴾ فرعون نے چار سو برس تک بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا تھا اور اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مصر کی طرف روانہ ہوئے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے تھے، دستِ مبارک میں عصا تھا اور عصا کے سرے میں زنبیل لٹکی

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۵، ۳/ ۳۸۳، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۵، ص۸۱۵-۸۱۶، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۵، ۶/ ۲۶۶، ملتقطاً.

ہوئی تھی جس میں سفر کا توشہ تھا۔اس شان سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام وہیں تھے، آپ نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام سے کہنے لگیں کہ فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے، جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کردے گا لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام اُن کے یہ فرمانے سے نہ رکے اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو ساتھ لے کر رات کے وقت فرعون کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے فرمایا ''میں سب جہانوں کے رب کا رسول موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام ہوں۔فرعون کو خبر دی گئی اور صبح کے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام بلائے گئے۔آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے اس کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا کی اور فرعون کے پاس جو حکم پہنچانے پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام مامور کئے گئے تھے وہ پہنچایا۔فرعون نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو پہچان لیا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام اسی کے گھر میں پلے بڑھے تھے۔[1]

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ جب فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو پہچان لیا تو احسان جتاتے ہوئے آپ سے کہا: کیا ہم

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٧، ٣/٣٨٣-٣٨٤.

نے تمہیں اپنے شاہی محل میں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے محل میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کے محل میں تیس سال گزارے اور اس زمانے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے عمدہ لباس پہنتے تھے اور اس کی سواریوں میں سوار ہوتے تھے اور اس کے فرزند کے طور پر مشہور تھے۔[1]

﴿وَفَعَلْتَ: اور تم نے کیا۔﴾ فرعون نے مزید یہ کہا کہ اے موسیٰ! تم نے ہمارے احسانات کے باوجود قبطی کو قتل کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو کیونکہ تم نے ہماری نعمت کی شکر گزاری نہ کی اور ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔[2]

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا ”میں نے قبطی والا وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے وہ شخص مرجائے گا کیونکہ میرا مارنا ادب سکھانے کیلئے تھا نہ کہ قتل کرنے کیلئے۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا کہ اس کے بدلے تم مجھے قتل کر دو گے تو میں تمہارے پاس سے مَدیَن شہر کی طرف نکل گیا اور مدین سے مصر آتے وقت کوہِ طور کے پاس مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔ یہاں حکم سے نبوت یا علم مراد ہے۔[3]

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ١٨، ص ٣١٠، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٨، ٦/٢٦٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٩، ٣/٣٨٤، ملتقطاً.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٠-٢١، ٣/٣٨٤، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص٨١٦، ملتقطاً.

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کون سی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتارہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔

﴿وَتِلْكَ: اور یہ۔﴾ فرعون نے جو احسان جتایا تھا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس میں تیرا کیا احسان ہے کہ تم نے میری تربیت کی اور بچپن میں مجھے اپنے پاس رکھا، کھلایا اور پہنایا کیونکہ میرا تجھ تک پہنچنے کا سبب تو یہی ہوا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور اُن کی اولادوں کو قتل کیا، تیرے اس عظیم ظلم کی وجہ سے میرے والدین میری پرورش نہ کرسکے اور مجھے دریا میں ڈالنے پر مجبور ہوئے، اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں اپنے والدین کے پاس ہی رہتا، اس لئے یہ بات کیا اس قابل ہے کہ اس کا احسان جتایا جائے۔ [1] اسے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ کوئی شخص کسی بچے کے باپ کو قتل کرکے بچہ گود میں لے اور اس کی پرورش کرے پھر بڑا ہونے پر اسے احسان جتلائے کہ بیٹا تو یتیم ولاوارث تھا میں نے تجھ پر احسان کیا اور تجھے پال پوس کر بڑا کیا۔ تو اس کے جواب میں وہ بچہ کیا کہے گا۔ وہ یہی کہے گا کہ اپنا احسان اپنے پاس سنبھال کر رکھ۔ مجھے پالنا تو تجھے یاد ہے لیکن یہ تو بتا کہ مجھے یتیم ولاوارث بنایا کس نے تھا؟

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا اور سارے جہان کا رب کیا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

[1] ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢، ٦/٢٦٨، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون نے کہا: اور سارے جہان کا رب کیا چیز ہے؟ موسیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ: فرعون نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس تقریر سے فرعون لاجواب ہو گیا اور اس نے اُسلوبِ کلام بدلا اور یہ گفتگو چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی کہ سارے جہان کا رب کیا چیز ہے جس کے تم اپنے آپ کو رسول بتاتے ہو۔ (1)

﴿قَالَ: موسیٰ نے فرمایا۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال چیز کی جنس کے بارے میں تھا اور اللہ تعالیٰ چونکہ جنس اور ماہیت سے پاک ہے اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی قدرت کے وہ آثار ذکر فرمائے جن کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہے، چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان سب کو پیدا کرنے والا ہے، اگر تم لوگ اَشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش اُس کے وجود کی کافی دلیل ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے لائق گفتگو کرنی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ”ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔ (2)

بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال اللہ تعالیٰ کی صفت کے بارے میں تھا اس لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہاں جو جواب دیا وہ فرعون کے سوال کے مطابق ہے۔ یاد رہے کہ اِیقان اس علم کو کہتے ہیں جو اِستدلال سے حاصل ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی شان میں مُوْقِن نہیں کہا جاتا۔ (3)

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾

---

1 ...... ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢٣، ١٥٩/٤، ملخصاً.

2 ...... مسند الفردوس، باب الالف، ٣٩٨/١، الحديث: ١٦١١.

3 ...... خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٤، ٣٨٤/٣، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٤، ص٨١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور سے سنتے نہیں۔ موسیٰ نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) اپنے آس پاس والوں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سن رہے؟ موسیٰ نے فرمایا: وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا رب ہے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ اس آیت اور بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے آس پاس اس کی قوم کے سرداروں میں سے پانچ سو شخص زیوروں سے آراستہ زریں کرسیوں پر بیٹھے تھے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر تعجب کرتے ہوئے فرعون نے ان سے کہا ''کیا تم غور سے نہیں سنتے'' اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سارے جہان کے رب کی ماہیت پوچھی ہے اور یہ اِس کے جواب میں اُس کے افعال اور آثار بتا رہے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا یہ کہنا اس معنی میں تھا کہ وہ لوگ آسمان اور زمین کو قدیم سمجھتے تھے اور ان کے حادث ہونے کا انکار کرتے تھے اور مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو ان کے لئے ربّ کی کیا حاجت ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان چیزوں سے اِستدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی جن کا حادث ہونا اور جن کا فنا ہوجانا ان کے مشاہدہ میں آچکا تھا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ اگر تم دوسری چیزوں سے استدلال نہیں کر سکتے تو خود تمہاری جانوں سے استدلال پیش کیا جاتا ہے، سنو! تم لوگ اپنے آپ کے بارے میں جانتے ہو کہ پیدا ہوئے ہو اور اپنے باپ دادا کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ فنا ہوگئے تو تمہاری اپنی پیدائش اور تمہارے باپ دادا کے فنا ہوجانے میں اس رب تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موجود ہے جو پیدا کرنے والا اور فنا کردینے والا ہے۔[1]

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٣/٣٨٥، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ص٨١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر فرعون نے کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے کہ یہ سوال ہی نہیں سمجھ سکا تو اس کا جواب کیا دے گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون نے یہ اس لئے کہا کہ وہ اپنے سوا کسی معبود کے وجود کا قائل نہ تھا اور جو اس کے معبود ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو وہ خارج از عقل کہتا تھا اور حقیقۃً اس طرح کی گفتگو آدمی کی زبان پر اس وقت آتی ہے جب وہ عاجز ہو چکا ہو، لیکن حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کے فریضہ کو علٰی وجہِ الکمال ادا کیا اور اس کی اس تمام لایعنی گفتگو کے باوجود پھر مزید بیان کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے فرمایا رب پورب اور پچھّم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: سارے جہان کا رب وہ ہے جو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تمہیں عقل ہو تو جو بات میں نے بیان کی اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کر سکتے ہو کیونکہ مشرق سے سورج کا طلوع کرنا اور مغرب میں غروب ہو جانا اور سال کی فصلوں میں ایک مُعَیَّن حساب پر چلنا اور ہواؤں اور بارشوں وغیرہ کے نظام یہ سب اس کے وجود و قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ (1)

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾

(1)......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢٨، ٤/١٦٠، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٨، ص٨١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

﴿قَالَ: کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ جواب سن کر فرعون حیران رہ گیا اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کا انکار کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔ فرعون کی قید قتل سے بدتر تھی، اس کا جیل خانہ تنگ و تاریک اور گہرا گڑھا تھا، اس میں اکیلا ڈال دیتا تھا، نہ وہاں کوئی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ کچھ نظر آتا تھا۔ [1]

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔ کہا تو لاؤ اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لے آؤں۔ (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا: کیا تو مجھے قید کرے گا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی حق اور باطل میں فرق واضح کرنے والا کوئی معجزہ لے کر آؤں اور یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور میری رسالت کی دلیل ہو۔ اس پر فرعون نے کہا: اے موسیٰ! اگر تم اپنے دعوے کی صداقت پر دلیل پیش کرنے میں سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔ [2]

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٩، ص٨١٨.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٣٠-٣١، ص٨١٨، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٣٠-٣١، ٦/٢٧٠، ملتقطاً.

ع۲/۲۴ ۶

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح اژدہا ہوگیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ ہوگیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے نشانی طلب کرنے پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل واضح ایک بہت بڑا سانپ بن گیا اور فرعون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، مجھے جو چاہے حکم دیجئے۔ فرعون نے گھبرا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا، اس کو پکڑ لو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ فرعون کہنے لگا: اس کے سوا اور بھی کوئی معجزہ ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہاں! اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو اچانک اس سے سورج کی سی شعاع ظاہر ہوئی جس سے دیکھنے والوں کی نگاہیں چکا چوند ہوگئیں۔ [1]

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

[1]......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۳۲-۳۳، ۳/۳۸۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اپنے گرد کے سرداروں سے کہ بیشک یہ دانا جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے تب تمہارا کیا مشورہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرعون نے) اپنے اردگرد موجود سرداروں سے کہا: بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟

﴿قَالَ: کہا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دونشانیاں دیکھنے کے بعد فرعون کی حالت یہ ہوئی کہ اسے اپنی خدائی کا دعویٰ بھول گیا اور وہ خوف کی وجہ سے تھرتھرانے لگا۔ اپنے گمان میں خود کو معبود اور لوگوں کو اپنا بندہ سمجھنے کے باوجود اپنے اردگرد موجود سرداروں سے مشورہ مانگتے ہوئے کہنے لگا ''بیشک موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑے علم والا جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ اس زمانے میں چونکہ جادو کا بہت رواج تھا اس لئے فرعون نے خیال کیا کہ یہ بات چل جائے گی اوراس کی قوم کے لوگ اس دھوکے میں آ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مُتَنَفِّر ہو جائیں گے اوران کی بات قبول نہ کریں گے۔ [1]

مسلمانوں کو بدنام کرنے والوں کے لئے عبرت انگیز احادیث

آیت کی تفسیر میں فرعون کا جو طریقہ بیان ہوا، حقیقت میں یہ وہی طریقہ ہے جسے ہم سیاسی چالبازی کہتے ہیں کہ جھوٹا پروپیگنڈا کر کے کسی کو بدنام اور غیر مقبول کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ کوئی اس کی بات نہ سنے۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں دُنْیَوی اعتبار سے بڑے منصب والوں کو اور دینی اعتبار سے بڑے رتبے والی شخصیات کو اسی طریقے کے ذریعے بدنام کرنے کی بھرپور کوششیں کی جاتی ہیں تا کہ لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں اور دینی شخصیات کی صحبت وقرب اوران کے وعظ ونصیحت سے محروم رہیں اوراس مقصد کے لئے پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کو بطورِ خاص استعمال کیا جاتا اور بے حد پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، ایسے حضرات کے لئے درجِ ذیل دو اَحادیث میں بڑی عبرت ہے،

(1)......حضرت معاذ بن انس جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللّٰہ تعالیٰ جہنم کے پل پر اسے روک لے

[1]......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ص٨١٨، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٣٨٦/٣، ملتقطاً.

گا یہاں تک کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔ [1]

(2)......حضرت مستورد بن شداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو کسی مسلمان مرد کی برائی کرنے کی وجہ سے کھانے کو ملا، اللہ تعالٰی اسے اتنا ہی جہنم سے کھلائے گا اور جس کو کسی مسلمان مرد کی برائی کرنے کی وجہ سے کپڑا پہننے کو ملا، اللہ تعالٰی اسے جہنم کا اتنا ہی کپڑا پہنائے گا۔ [2]

اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو بدنام کرنے کے ارادے اور منصوبے بنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو۔ کہ وہ تیرے پاس لے آئیں ہر بڑے جادوگر دانا کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو۔ وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگروں کو لے آئیں گے۔

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے مشورہ طلب کرنے پر سرداروں نے اس سے کہا ''تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اس کے بھائی ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مہلت دو اور جب تک ان کا جھوٹا ہونا ظاہر نہیں ہو جاتا اس وقت تک انہیں قتل کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ لوگ تمہارے بارے میں برا گمان نہ کریں اور تمہارے پاس انہیں قتل کرنے کا عذر بھی ہو جائے، اس کے لئے تم یوں کرو کہ مختلف شہروں میں

[1]......ابو داود، کتاب الادب، باب من ردّ عن مسلم غیبة، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۳.

[2]......ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۱.

جادوگروں کو جمع کرنے والے بھیجو اور وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگر کو لے آئیں جو جادو کے علم میں (بقول اُن کے) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑھ کر ہو اور وہ لوگ اپنے جادو سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات کا مقابلہ کریں تاکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے اور فرعونیوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ یہ کام جادو سے ہو جاتے ہیں، لہٰذا یہ نبوت کی دلیل نہیں ہیں۔ (1)

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہو گئے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جادوگروں کو ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع کرلیا گیا۔ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم جمع ہو گے؟ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب ہو جائیں۔

﴿فَجُمِعَ: تو جمع کرلیا گیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جادوگروں کو فرعونیوں کی عید کے دن جمع کرلیا گیا اور اس مقابلے کے لئے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا اور فرعون کی جانب سے لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے تاکہ دیکھو کہ دونوں فریق کیا کرتے ہیں اور اُن میں سے کون غالب آتا ہے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہو جائیں۔ اس سے ان کا مقصود جادوگروں کی پیروی کرنا نہ تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ اس حیلے سے لوگوں کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے سے روکیں۔ (2)

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَىٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٦/٢٧١-٢٧٢، ملخصاً.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٣٨-٤٠، ص٨١٩، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٣٨-٤٠، ٣/٣٨٦، ملتقطاً.

الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب جادوگر آئے فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے۔ بولا ہاں اوراس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے اگر ہم غالب ہوگئے۔ (فرعون نے) کہا: ہاں اوراس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ: پھر جب جادوگر آئے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہوگئے تو کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے؟ فرعون نے کہا: ہاں ہے اورکوئی معمولی معاوضہ نہیں بلکہ اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے، تمہیں درباری بنالیا جائے گا، تمہیں خاص اعزاز دیئے جائیں گے، سب سے پہلے داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی اورسب سے بعد تک دربار میں رہو گے۔ (1)

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے ان سے فرمایا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔ تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بیشک ہماری ہی جیت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے ان سے فرمایا: تم ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (زمین

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٤١-٤٢، ص٨١٩، ملخصاً.

پر) ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی غالب ہوں گے۔

﴿قَالَ لَهُمْ: موسیٰ نے ان سے فرمایا۔﴾ فرعون سے معاوضے کا وعدہ لینے کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: کیا آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنا جادو کا سامان ڈالیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان جادوگروں سے فرمایا: تم اپنا وہ سامان زمین پر ڈالو جو تم ڈالنے والے ہوتا کہ تم اس کا انجام دیکھ لو۔[1]

﴿فَاَلْقَوْا: تو انہوں نے ڈال دیں۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کہنے پر جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم: بیشک ہم ہی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غالب ہوں گے۔ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اپنے غلبہ کا اطمینان تھا کیونکہ جادو کے اعمال میں سے جو انتہا کے عمل تھے یہ اُن کو کام میں لائے تھے اور کامل یقین رکھتے تھے کہ اب کوئی جادو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔[2]

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا جبھی وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔ اب سجدہ میں گرے جادوگر۔ بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈالا تو جبھی وہ ان کی جعلسازیوں کو نگلنے لگا۔ تو جادوگر سجدے میں گرادیے گئے۔ انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٤٣، ص ٣١١، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٤٣، ص ٨١٩، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٤٤، ٦/٢٧٣، ملخصاً.

﴿فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ: تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے رسیاں ڈال دیں تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اسی وقت بہت بڑا سانپ بن کر اُن رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کی وجہ سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آرہے تھے، جب وہ اُن سب کو نگل گیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا تھا۔ جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور یہ دیکھنے کے بعد ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور یوں لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں پکڑ کر سجدے میں گرا دیا ہو، پھر جادوگروں نے سچے دل سے کہا: ہم اس پر ایمان لائے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے۔ (1)

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب جانا چاہتے ہو مجھے قسم ہے بیشک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک یہ (موسیٰ) تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو جلد تم جان جاؤ گے تو مجھے قسم ہے میں ضرور ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دوں گا۔

(1) ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٤٥-٤٨، ٣/٣٨٦، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٤٥-٤٨، ٦/٢٧٣-٢٧٤، ملتقطاً.

﴿قَالَ: فرعون نے کہا۔﴾ جب جادوگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا: ''کیا تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے۔ بیشک موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، جس نے تمہیں جادو سکھایا، اسی لئے وہ تم پر غالب آ گئے اور تم نے آپس میں مل کر میرے خلاف سازش کی اور میرے ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کی، اب تم جان جاؤ گے کہ تمہارے اس عمل کی وجہ سے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ مجھے قسم ہے! عنقریب میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ اس گفتگو سے فرعون کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ جادوگروں پر حق ظاہر ہو گیا اسی لئے وہ ایمان لے آئے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ عام مخلوق ڈر جائے اور لوگ جادوگروں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لے آئیں۔ (1)

قَالُوْا لَا ضَیْرَ٘ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ؕ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ؕ

ع ۳/۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: وہ بولے کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جادوگروں نے کہا: کچھ نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہم اس بات کی لالچ کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

﴿قَالُوْا: وہ بولے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کی دھمکی سن کر ان جادوگروں نے کہا ''اللہ تعالیٰ کی خاطر جان دینے میں کچھ نقصان نہیں خواہ دنیا میں کچھ بھی پیش آئے کیونکہ ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ایمان کے ساتھ پلٹنے والے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہے اور ہمیں اس بات کا لالچ ہے کہ ہمارا

(1)......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۴۹، ۶/۲۷۴-۲۷۵، مدارك، الشعراء، تحت الآیۃ: ۴۹، ص۸۱۹-۸۲۰، ملتقطاً.

ربعَزَّوَجَلَّ اس بناپر ہماری خطائیں بخش دے کہ ہم فرعون کی رعایا میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے سب سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والے ہیں۔ (1)

اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کئی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اوران لوگوں کوحق کی دعوت دیتے رہے،لیکن اُن کی سرکشی بڑھتی گئی۔

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کووحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کولے نکل بیشک تمھارا پیچھا ہونا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کولے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

﴿**وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔**﴾ جب ایک عرصے تک حق کی دعوت دینے اور پے درپے نشانیاں دکھانے کے باوجود فرعونی ایمان نہ لائے اوراپنی سرکشی میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کومصر سے لے چلو، بیشک فرعون اوراس کے لشکرتمہارا پیچھا کریں گے اور وہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے دریا میں داخل ہوجائیں گے،اس کے بعد ہم تمہیں نجات دیں گے اورفرعون کواس کے لشکر کے ساتھ دریا میں غرق کردیں گے۔ (2)

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾

---

1 ……خازن، الشعراء، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٣/٣٨٦-٣٨٧، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٥٠-٥١، ص ٨٢٠، ملتقطاً.

2 ……روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ٥٢، ٦/٢٧٦ ملخصًا.

ترجمۂ کنزالایمان: اب فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔ کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں۔ اور بیشک وہ ہم سب کا دل جلاتے ہیں۔ اور بیشک ہم سب چوکنے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔ (اور کہا:) یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔ اور بیشک یہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں۔ اور بیشک ہم سب ہوشیار ہیں۔

﴿فَاَرْسَلَ: تو اس نے بھیجے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل گئے اور جب فرعون نے ان کے مصر سے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے لشکر جمع کرنے کے لئے شہروں میں قاصد بھیجے، جب لشکر جمع ہو گئے تو ان کی کثرت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی تعداد تھوڑی معلوم ہونے لگی، چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا: یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں اور بیشک یہ ہماری مخالفت کر کے اور ہماری اجازت کے بغیر ہماری سر زمین سے نکل کر ہم سب کا دل جلاتے اور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں اور بیشک ہم سب ہتھیاروں سے لیس اور ہوشیار ہیں۔ (1)

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے انہیں باہر نکالا باغوں اور چشموں۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے انہیں (فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں اور چشموں (کی زمین) سے باہر نکالا۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ ہم نے ایسے ہی کیا اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٥٣-٥٦، ص ٣١١، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٥٣-٥٦، ص ٨٢٠، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٥٣-٥٦، ٣/٣٨٧، ملتقطاً.

﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ :تو ہم نے انہیں باہر نکالا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرعون اور اس کی قوم کو باغوں اور چشموں کی سرزمین مصر سے اور سونے چاندی کے خزانوں اور عمدہ مکانوں سے باہر نکالا تاکہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل تک پہنچیں اور اللہ تعالٰی نے فرعونیوں کو ایسے ہی ان کے وطن سے نکالا جیسا کہ بیان ہوا، پھر فرعون اور اس کی قوم کو غرق کردیئے جانے کے بعد اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی سرزمین اور ان کے خزانوں اور مکانوں کا وارث بنا دیا۔[1]

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے۔ پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا۔ موسیٰ نے فرمایا یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دن نکلنے کے وقت فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: بیشک ہمیں پالیا گیا۔ موسیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھا دے گا۔

﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ :تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سورج طلوع ہوا تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھیوں نے کہا: بیشک اب وہ ہم پر قابو پالیں گے، نہ ہم ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے پاس بھاگنے کی کوئی جگہ ہے کیونکہ آگے دریا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چونکہ اللہ تعالٰی کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ عَلَیْهِ

1 ...... جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ٥٧-٥٩، ص ٣١١-٣١٢، روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٥٧-٥٩، ٦/٢٧٧-٢٧٨، ملتقطاً.

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے برا گمان نہ رکھو، وہ لوگ ہرگز تمہیں نہ پاسکیں گے بیشک میرے ساتھ میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور وہ ابھی مجھے بچنے کا راستہ دکھادے گا۔[1]

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو تو اچانک وہ دریا پھٹ گیا تو ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا۔ اور وہاں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى: تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دریا پر عصا مارا تو اچانک وہ دریا بارہ راستوں میں تقسیم ہو کر پھٹ گیا، ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا اور ان کے درمیان خشک راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دریا سے پار ہو گئے۔[2]

﴿وَاَزْلَفْنَا: اور ہم قریب لے آئے۔﴾ یعنی ہم فرعون اور اس کے لشکر کو بنی اسرائیل کے قریب لے آئے، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے راستوں میں چل پڑے جو اُن کے لئے دریا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے۔[3]

وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ٦/٢٧٨، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ص٨٢١، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٦٣، ص٣١٢.

3 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٦٤، ٦/٢٧٩-٢٨٠.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے بچالیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو بچالیا۔ پھر دوسروں کو غرق کردیا۔

﴿وَ اَنْجَیْنَا: اور ہم نے بچالیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے سب ساتھ والوں کو دریا سے سلامت نکال کر بچالیا اور فرعون اور اس کی قوم کو اس طرح غرق کردیا کہ جب بنی اسرائیل سارے کے سارے دریا سے باہر ہوگئے اور تمام فرعونی دریا کے اندر آ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا مل گیا اور پہلے کی طرح ہوگیا، یوں فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب گیا۔ (1)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان (فرعونیوں) میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: **بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔**﴾ یعنی دریا میں جو کچھ واقع ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ضرور نشانی ہے اور یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ ہے۔ (2)

﴿وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: **اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔**﴾ یعنی فرعونیوں میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ مصر والوں میں سے صرف تین حضرات ایمان لائے۔ **(1)** فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا۔ **(2)** حِزْقِیل۔ انہیں آلِ فرعون کا مؤمن کہتے ہیں، یہ اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے اور فرعون کے چچازاد تھے۔ **(3)** مریم۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھیں، انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جنت کا وعدہ لے کر دریائے نیل میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبرِ انور کا محلِ وقوع بتایا تھا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت یوسف عَلَیْہِ

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ٦٥-٦٦، ص ٣١٢.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٦٧، ٣/٣٨٨.

الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا تابوت شریف دریا سے نکال ملکِ شام لے گئے تھے۔[1]

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

ع ٤ / ٨

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب وہی غالب، مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ اقدس سے معجزات ظاہر ہونے کے باوجود جب آپ کی قوم جھٹلاتی تو بعض اوقات آپ کا قلبِ منیر غمزدہ ہوجاتا، اس پر اللّٰہ تعالٰی نے گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرما کر آپ کو تسلی دی اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی غالب اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر کے ان سے انتقام لیا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ایمان والوں پر مہربان ہے اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دے کر ان پر مہربانی فرمائی، لہٰذا آپ اپنی قوم کی اَذِیَّتوں پر اس طرح صبر فرمائیں جس طرح پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر فرمایا۔[2]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ بولے

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٦٧، ٣/٣٨٨، صاوی، الشعراء، تحت الآیة: ٦٧، ٤/١٤٦١، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٦٨، ٦/٢٨٠-٢٨١، جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٦٨، ص٣١٢، ملتقطاً.

ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھران کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے سامنے ابراہیم کی خبر پڑھو۔ جب اس نے اپنے باپ اوراپنی قوم سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھران کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

﴿وَاتْلُ عَلَیۡهِمۡ : اوران کے سامنے پڑھو۔﴾ اس رکوع میں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کریں کہ جب انہوں نے اپنے (عُرفی) باپ اوراپنی قوم سے فرمایا ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جانتے تھے کہ وہ لوگ بت پرست ہیں، اس کے باوجود آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ان سے یہ سوال فرمانا اس لئے تھا تاکہ اُنہیں دکھادیں کہ جن چیزوں کو وہ لوگ پوجتے ہیں وہ کسی طرح بھی عبادت کے مستحق نہیں۔ (1)

نوٹ: یادرہے کہ آیت میں باپ سے حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر مراد ہے۔ اس بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ مریم آیت نمبر **42** کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں، نیز اس واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ اَنعام، آیت نمبر **74** تا **83**، سورۂ توبہ، آیت نمبر **114**، سورۂ مریم، آیت نمبر **41** تا **49** اور سورۂ اَنبیاء، آیت نمبر **51** تا **70** میں گزرچکی ہیں۔

﴿قَالُوۡا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوال کرنے پر قوم نے جواب دیا ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد فخریہ انداز میں کہنے لگے کہ ہم ان کے سامنے سارا دن جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔ (2)

قَالَ هَلۡ یَسۡمَعُوۡنَكُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ﴿۷۲﴾ اَوۡ یَنۡفَعُوۡنَكُمۡ اَوۡ یَضُرُّوۡنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو۔ یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں۔

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ص ٨٢٢، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ٣/٣٨٨، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٧١، ٤/١٦٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: جب تم پکارتے ہوتو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: جب تم ان بتوں کو پکارتے ہوتو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں عبادت کرنے پر کوئی نفع یا عبادت نہ کرنے پر کوئی نقصان دیتے ہیں؟ جب ایسا کچھ نہیں ہے تو تم نے انہیں معبود کس طرح قرار دے دیا![1]

قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔

﴿قَالُوۡا: بولے۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیش کردہ دلیل کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے: ’’بت اگرچہ نہ کسی کی بات سنتے ہیں، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کوئی نقصان دور کر سکتے ہیں لیکن بتوں کی عبادت کرنے میں ہم نے اپنے باپ دادا کی پیروی کی ہے کیونکہ ہم نے انہیں ایسا ہی کرتے پایا ہے (اس لئے ہم آپ کے کہنے پر اپنے آباؤ اَجداد کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔)[2]

قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۵﴾ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو کیا دیکھتے ہو جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے

---

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٧٢-٧٣، ص٣١٢، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٢-٧٣، ٣٨٩/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٤، ٣٨٩/٣.

آباوَاَجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان لوگوں سے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو اور جن کی تمہارے پہلے آباوَاَجداد عبادت کرتے رہے ہیں، کیا تم نے ان کے بارے میں غور کیا؟ اگر تم حقیقی طور پر ان سے متعلق غور کرلو تو جان جاؤ گے کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت کرنا پرانی گمراہی اور باطل کام ہے اور کوئی باطل کام پرانا ہو یا نیا، یونہی اس باطل کام کو کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، اس سے اس کام کے باطل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ باطل کام باطل ہی رہتا ہے۔[1]

غمی خوشی کی ناجائز رسموں میں مبتلا لوگوں کو نصیحت

اس تفسیر کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے جو غمی خوشی کے موقع پر شریعت کے خلاف رسمیں بجالانے اور دیگر اَفعال کرنے پر کوئی شرعی دلیل پیش کرنے کی بجائے یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے عرصۂ دراز سے یہ رسم و کام کرتے چلے آرہے ہیں اور ہمارے خاندان میں شاید ہی کوئی گھرایسا ہو جو غمی خوشی کے موقع پر ان رسموں اور کاموں کو نہ کرتا ہو، پھر ہم کسی کے کہنے پر ان چیزوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں! اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیئے ہوئے احکام کو سامنے رکھ کر اپنے طرزِ عمل پر صحیح طریقے سے غور کریں تو انہیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کچھ رسمیں اور اَفعال شریعت کے سراسر خلاف ہیں اور یہ ان کے کندھوں پر اپنے اور دوسروں کے گناہوں کا بہت بھاری بوجھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنے اور ان کے خلاف کام کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَۙ(۷۷) الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِۙ(۷۸) وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِۙ(۷۹) وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِﭪ(۸۰) وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِۙ(۸۱)

[1] ......روح المعانی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۷۵-۷۶، ۱۰/۱۲۶، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۷۵-۷۶، ۸/۵۱۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگارِ عالَم ۔وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے۔جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے۔اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ : بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا: ’’بیشک وہ سب بت میرے دشمن ہیں، میں گوارا نہیں کرسکتا کہ میں یا کوئی دوسرا ان کی عبادت کرے، البتہ پروردگارِ عالَم وہ ہستی ہے جو میرا رب عَزَّوَجَلَّ ہے، میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں کیونکہ وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے اَوصاف یہ ہیں کہ وہ مجھے عدم سے وجود میں لایا اور اپنی طاعت کے لئے بنایا، تو وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھے ہدایت پر رکھتا ہے اور وہی مجھے اپنا خلیل بننے کے آداب کی ہدایت دے گا جیسا کہ پہلے دین و دنیا کی مَصلحتوں کی ہدایت فرما چکا ہے، وہی مجھے کھلاتا، پلاتا ہے اور مجھے روزی دینے والا ہے، جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی میرے اَمراض دور کر کے مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا، پھر آخرت میں مجھے زندہ کرے گا کیونکہ موت اور زندگی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ [1]

﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ : اور جب میں بیمار ہوں۔﴿ یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ادب کی وجہ سے بیماری کو اپنی طرف اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا اگرچہ بیماری اور شفا دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ برائی کی نسبت اپنی طرف اور خوبی و بہتری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے۔

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ٣٨٩/٣، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ص٣١٢، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٧٧-٨١، ص٨٢٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٨٠، ٣٨٩/٣.

وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔

﴾وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ: اور وہ جس سے مجھے امید ہے۔﴿ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آخر میں **اللہ** تعالیٰ کا یہ وصف بیان فرمایا کہ میں اس رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ میری خطائیں بخش دے گا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا **اللہ** تعالیٰ کی ان صفات کو بیان کرنا اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لئے ہے کہ معبود صرف وہی ہوسکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں، اُن سے گناہ صادِر نہیں ہوتے۔ اُن کا استغفار کرنا دراصل اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کا اظہار ہے اور اس میں امت کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ مغفرت طلب کرتے رہا کریں۔ [1]

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔

﴾رَبِّ: اے میرے رب!﴿ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے **اللہ** تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے بعد دعا مانگی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں۔ آیت میں مذکور ''حکم'' کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد علم ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس سے

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٨٢، ٣/٣٨٩، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٨٢، ص٨٢٣، ملتقطاً.

مرادحکمت ہے۔قرب کے لائق خاص بندوں سے مراد اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے۔[2]

دعا مانگنے کا ایک ادب

یہاں سے دعا مانگنے کا ایک ادب بھی معلوم ہوا کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے،اس کے بعد دعا مانگی جائے۔

وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بعد والوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے۔اور مجھے ان میں سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں۔

﴿وَ اجْعَلْ لِّیْ:اور رکھ دے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دوسری دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! میرے بعد آنے والی امتوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ عطا فرمایا کہ ہر دین والے اُن سے محبت رکھتے ہیں اور اُن کی ثنا کرتے ہیں۔[3]

﴿وَ اجْعَلْنِیْ:اور مجھے کردے۔﴾ دنیا کی سعادتیں طلب کرنے کے بعد آخرت کی سعادتیں طلب کرتے ہوئے حضرت

---

1 ......البقرة: ۱۳۰.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۸۳، ص۸۲۳.

3 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۸۴، ص۸۲۳.

ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے ان لوگوں میں سے کردے جنہیں تو اپنے فضل وکرم سے چین کے باغوں اور نعمت کی جنت کا وارث بنائے گا۔[1]

جنت کی دعا مانگنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت ملنے کی دعا کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ حدیث پاک میں بھی جنت الفردوس کی دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم اللّٰہ تعالیٰ سے مانگو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرنا کیونکہ یہ جنت کا درمیانی حصہ اور اعلیٰ درجہ ہے، اس کے اوپر اللّٰہ تعالیٰ کا عرش ہے اور جنت کی نہریں اسی سے نکلتی ہیں۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت الفردوس عطا ہونے کی دعا مانگا کرے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَکابر بزرگانِ دین کی طلبِ جنت کی دعائیں درحقیقت اللّٰہ تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات کے لئے تھیں۔

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ذکر کردہ دعاؤں کی فضیلت

حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ فرض نماز کے لئے وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد جانے کے ارادے سے اپنے گھر کے دروازے سے نکلے اور کہے: ''**بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ**'' تو اللّٰہ تعالیٰ اسے درست راستے کی ہدایت دے گا۔ اور یہ کہے: ''**وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ**'' تو اللّٰہ تعالیٰ اسے جنتی کھانا کھلائے گا اور جنتی مشروبات پلائے گا۔ اور یہ کہے: ''**وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ**'' تو اللّٰہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا اور اس کے مرض کو اس کے گناہوں کے لئے کفارہ بنادے گا۔ اور یہ کہے: ''**وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ**'' تو اللّٰہ تعالیٰ اسے سعادت مندوں والی زندگی کے ساتھ زندہ رکھے گا اور شہیدوں والی موت عطا فرمائے گا۔ اور یہ کہے: ''**وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـٴَـتِیْ**

---

1 ……تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ٨٥، ٨/٥١٦، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٨٥، ٣/٣٨٩، ملتقطاً۔

2 ……بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل اللّٰه... الخ، ٢/٢٥٠، الحدیث: ٢٧٩٠.

یَوْمَ الدِّیْنِ" تواللہ تعالیٰ اس کی ساری خطائیں معاف کردے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور یہ کہے: "**رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ**" تواللہ تعالیٰ اسے علم و حکمت عطا فرمائے گا اور جو صالح بندے گزر چکے اور جو باقی ہیں اسے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ملا دے گا۔ اور یہ کہے: "**وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ**" تو ایک سفید کاغذ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں صادقین میں سے ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے صدق کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ کہے: "**وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ**" تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکانات اور محلات بنا دے گا۔ (1)

وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

﴿وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ: اور میرے باپ کو بخش دے۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میرے باپ کو توبہ و ایمان کی توفیق عطا کر کے بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا اس لئے فرمائی کہ آپ کے باپ نے جدا ہوتے وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا تھا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بیزار ہو گئے، جیسا کہ سورۂ براءت میں ہے:

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم کا اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کرنا صرف ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا پھر جب ابراہیم کے لئے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ

1 ......در منثور، الشعراء، تحت الآية: ٨٥، ٣٠٦/٦.

2 ......التوبة: ١١٤.

وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں آیت میں باپ سے مراد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا آزر ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کیلئے سورۂ اَنعام آیت نمبر **74** کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿٨٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا۔

﴿وَلَا تُخْزِنِیْ: اور مجھے رسوانہ کرنا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے قیامت کے اس دن رسوانہ کرنا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے البتہ اس دن جو اللہ تعالیٰ کے حضور کفر، شرک اور نفاق سے سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی نفع دے گا اور اس کی نیک اولاد بھی اسے نفع دے گی۔[2]

آخرت میں مسلمان کو اس کے مال اور اولاد سے نفع حاصل ہو گا

یاد رہے کہ کافر ومشرک جو مال نیک کاموں میں خرچ کرے گا آخرت میں وہ جہنم کے عذاب سے نجات دلانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرنے میں اس کے کوئی کام نہ آئے گا البتہ مسلمان جو مال اللہ تعالیٰ کی

[1]......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٨٦، ص٣١٢-٣١٣، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٨٦، ص٨٢٣، ملتقطاً.

[2]......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٨٧-٨٩، ص٨٢٣، ملخصاً.

راہ میں خرچ کرے گا اور جو نیک اولاد چھوڑ کر مرے گا وہ مال اور اولاد اس کے کام آئے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمان کو اس کے صدقات و خیرات کا ثواب عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے علاوہ باقی عمل مُنْقَطِع ہوجاتے ہیں۔ **(1)** صدقۂ جاریہ۔ **(2)** وہ علم جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ **(3)** نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں قیامت کے دن کی رسوائی سے جو پناہ مانگی یہ دعا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے تاکہ وہ اس کی فکر کریں اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے دعا بھی مانگیں۔

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَؕ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَؕ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

---

1 ...... مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص۸۸٦، الحدیث: ١٤(١٦٣١).

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے۔ اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کے لیے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے۔ تو اوندھا دیئے گئے جہنم میں وہ اور سب گمراہ اور ابلیس کے لشکر سارے۔ کہیں گے اور وہ اس میں باہم جھگڑتے ہوں گے۔ خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے۔ تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں۔ اور نہ کوئی غم خوار دوست۔ تو کسی طرح ہمیں پھر جانا ہوتا کہ ہم مسلمان ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی۔ اور دوزخ گمراہوں کے لیے ظاہر کردی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا کیا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ تو انہیں اور گمراہوں کو اور ابلیس کے سارے لشکروں کو جہنم میں اوندھے کردیا جائے گا۔ وہ گمراہ کہیں گے اس حال میں کہ وہ اس میں باہم جھگڑ رہے ہوں گے۔ خدا کی قسم، بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے۔ اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا۔ تو اب ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں۔ اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔ تو اگر کسی طرح ہمارے لئے ایک مرتبہ لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم مسلمان ہوجاتے۔

﴿ **وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ: اور جنت قریب لائی جائے گی۔** ﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعا مانگنے کے بعد اس دن کے کچھ اوصاف بیان فرمائے جن کا ذکر اس آیت اور اس کے بعد والی 12 آیات میں ہے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1)...... قیامت کے دن جنت سعادت مندوں کے مقام سے قریب کردی جائے گی، وہ جنت کی طرف دیکھیں گے اور اس میں موجود طرح طرح کی عظیم الشّان نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اور اس لئے خوش ہوں گے کہ انہیں اس میں جمع کیا جائے گا، جبکہ حق راستے سے گمراہ ہوجانے والے بدبختوں پر جہنم ظاہر کردی جائے گی، وہ اس میں موجود طرح طرح کے ہَولناک اَحوال کو دیکھیں گے اور انہیں اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ اب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ کسی صورت اس سے چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسا اس لئے فرمائے گا کہ ایمان والوں کو جلد خوشی نصیب ہو اور کافروں کو عظیم غم ملے۔

(2)......کافروں کو ان کے کفر وشرک پر ڈانٹتے ہوئے سختی سے کہا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی دنیا میں تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ تمہاری شفاعت کریں گے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا کر تمہاری مدد کریں گے یا وہ اپنے دوزخ میں ڈالے جانے کا بدلہ لے سکتے ہیں؟ سن لو! وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔

(3)......بت اور ان کے پجاری اور ابلیس کے سارے لشکر سب اوندھے کر کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یاد رہے کہ بت جہنم میں عذاب پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ڈالے جائیں گے اور ابلیس کے لشکروں سے مراد اس کی پیروی کرنے والے ہیں چاہے وہ جن ہوں یا انسان اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس کے لشکروں سے اس کی ذُرِّیَّت مراد ہے۔

(4)......جب ان گمراہوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ جہنم میں اپنے جھوٹے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے ''خدا کی قسم، بیشک ہم اس وقت کھلی گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں عبادت کا مستحق ہونے میں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے حالانکہ تم اس کی ایک ادنیٰ، کمترین اور انتہائی عاجز مخلوق تھے اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں جیسے کہ مومنین کے لئے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، اولیاء، فرشتے اور مومنین شفاعت کرنے والے ہیں، اور نہ ہی ایمان والوں کی طرح ہمارا کوئی غم خوار دوست ہے جو اس مشکل ترین وقت میں ہمارے کام آئے، پس اگر کسی طرح ہمیں ایک مرتبہ دنیا کی طرف لوٹ کر جانا نصیب ہو جائے تو ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔[1]

﴿اَلْمُجْرِمُوْنَ: مجرموں۔﴾ مجرموں سے مراد وہ ہیں جنہوں نے بت پرستی کی دعوت دی یا وہ پہلے لوگ مراد ہیں جن کی ان گمراہوں نے پیروی کی یا ان سے ابلیس اور اس کی ذریت مراد ہے۔[2]

﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ: اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔﴾ کفار یہ بات اس وقت کہیں گے جب دیکھیں گے کہ انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، اولیاء رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ، فرشتے اور صالحین ایمان داروں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کی

1......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۸/۵۱۸-۵۱۹، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۳/۳۹۰-۳۹۱، ابو سعود، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۰-۱۰۲، ۴/۱۶۹-۱۷۱، ملتقطاً۔

2......مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۹۹، ص۸۲۴۔

دوستیاں کام آ رہی ہیں۔[1]

قیامت کے دن پرہیزگار مسلمانوں کی دوستی کام آئے گی

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن نیک، صالح اور پرہیزگار مسلمانوں کی دوستی مسلمانوں کے کام آئے گی اور وہ قیامت کے انتہائی سخت ہولناک دن میں مسلمانوں کی غم خواری اور شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جنتی کہے گا: میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے؟ اور وہ دوست گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ہوگا۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ اس کے دوست کو نکالو اور جنت میں داخل کردو تو جو لوگ جہنم میں باقی رہ جائیں گے وہ یہ کہیں گے کہ ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے اور نہ کوئی غم خوار دوست۔[3]

حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''ایماندار دوست بڑھاؤ کیونکہ وہ روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔[4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اور پرہیزگار مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے اور فاسق وفاجر لوگوں کی دوستی سے بچے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔[5]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ-وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱۰۳)

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۳۹۰.

2 ......الزخرف: ۶۷.

3 ......تفسير بغوى، الشعراء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۳۳۴.

4 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۰۱، ۳/۳۹۱.

5 ......ترمذى، كتاب الزهد، ۴۵-باب، ۴/۱۶۷، الحديث: ۲۳۸۵.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت ایمان والے نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس بیان میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اپنی قوم کے ساتھ جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں ان سب کے لئے عبرت کی نشانی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت کے دن ان کے یہی جھوٹے معبود ان سے بیزاری ظاہر کر دیں گے اور کسی کو کوئی نفع بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔ (1)

﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ : اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے۔﴾ یعنی جس طرح کفارِ قریش میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے اسی طرح حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تھے (لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ قریش کے ایمان نہ لانے پر غم نہ فرمائیں) (2)

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾

ع ۵ | ۳۶ | ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ : اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی عزت اور غلبے والا ہے اور وہی توبہ کرنے والوں کو بخش کر اور کافروں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کی وجہ سے ہی کفارِ قریش کو مہلت دی تاکہ وہ ایمان لے آئیں یا ان کی اولاد میں سے کوئی ایمان لے آئے۔ (3)

---

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٠٣، ٢٩١/٦.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٠٣، ٢٩١/٦.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٠٤، ٢٩١/٦.

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِيْنَ : نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔﴾ سیّد العالَمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہاں سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دین ایک ہے اور ہر ایک نبی لوگوں کو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اس لئے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانا تمام پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانا ہے۔ (1)

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف آیت نمبر **59** تا **64**، سورۂ یونس آیت نمبر **71** تا **73**، سورۂ ہود آیت نمبر **25** تا **49**، سورۃُ الانبیاء آیت نمبر **76** تا **77** اور سورۂ مؤمنون آیت نمبر **23** تا **30** میں بیان ہوچکا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

1 ......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۵، ۸/۵۲۰، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۵، ۳/۳۹۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے ان کے ہم قوم نوح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ: جب ان سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم نے اس وقت جھٹلایا جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں تاکہ کفر اور گناہوں کو ترک کر دو۔ بیشک میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور جو دُنْیَوی کاموں پر امین ہے وہ وحی اور رسالت پر بھی امین ہو گا لہٰذا تم اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو میں تمہیں توحید و ایمان اور اللّٰہ تعالیٰ کی طاعت کے بارے میں حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔[1]

﴿رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ: امانتدار رسول۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امانت داری آپ کی قوم کو اسی طرح تسلیم تھی جیسا کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری پر عرب کو اتفاق تھا۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شانِ امانت داری

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی میں دیگر اَوصاف کے ساتھ ساتھ امانت و دیانت داری کا وصف بھی انتہائی اعلیٰ پیمانے پر موجود تھا اور آپ کی امانت داری کے اپنے پرائے سبھی قائل تھے اور آپ صادق و امین کے لقب سے مشہور تھے، یہاں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری سے متعلق تین واقعات کا خلاصہ درج ذیل ہے جن سے آپ کی امانت و دیانت داری کی شان واضح ہوتی ہے۔

(1)...... پچیس سال کی عمر شریف میں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و صداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے اسی وصف کی وجہ سے حضرت خدیجہ نے اپنا تجارتی سامان لے جانے کے لئے آپ کو منتخب کیا اور آپ کی بارگاہ میں یہ عرض پیش کی کہ آپ میرا تجارت کا مال لے کر ملکِ شام جائیں، جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔

(2)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت کی بدولت اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ...... خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ۳/۳۹۱، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ص۸۲۵، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۶-۱۰۸، ۶/۲۹۱-۲۹۲، ملتقطاً.

2 ...... مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۰۷، ص۸۲۵.

کو مخلوق میں انتہائی مقبول بنا دیا اور عقلِ سلیم اور بے مثل دانائی کا عظیم جوہر عطا فرما دیا، چنانچہ جب تعمیرِ کعبہ کے وقت حجرِ اَسْوَد کو نَصب کرنے کے معاملے میں عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے درمیان جھگڑا کھڑا ہو گیا اور قتل و غارت گری تک نوبت پہنچ گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے جھگڑے کا ایسالا جواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا اور سبھی کفار پکار اُٹھے کہ وَاللّٰہ یہ امین ہیں اور ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

(3)......کفارِ مکہ اگرچہ رحمتِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس امانت رکھتے تھے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امانت داری کی یہ شان تھی کہ آپ نے اس وقت بھی ان کفار کی امانتیں واپس پہنچانے کا انتظام فرمایا جب وہ جان کے دشمن بن کر آپ کے مقدس مکان کا مُحاصرہ کئے ہوئے تھے۔

وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِؕ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امانت داری کا وصف بیان کر کے لوگوں کو اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا اور

اپنی اطاعت کرنے کی ترغیب دلائی اور یہاں سے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لالچ وطمع سے خالی ہونے کو بیان کرکے اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا اور اطاعت کی طرف راغب کیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجروثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے تو تم اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قوم نے) کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔

﴾قَالُوْا: بولے۔﴿ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی ہماری قوم کے صرف گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔ یہ بات انہوں نے غرور کی وجہ سے کہی تھی کیونکہ انہیں غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہ تھا اور اس میں وہ اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ کمینے اور گھٹیا لوگوں سے ان کی مراد غریب اور پیشہ ور لوگ تھے اور انہیں رذیل اور کمین کہنا یہ کفار کا مُتکبّرانہ فعل تھا ورنہ درحقیقت صَنعت اور ردی پیشہ ایسی چیز نہیں کہ جس سے آدمی دین میں ذلیل ہو جائے۔ مالداری اصل میں دینی مالداری ہے اور نسب دراصل تقویٰ کا نسب ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ مومن کو گھٹیا کہنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی محتاج ونادار ہو یا وہ کسی بھی نسب کا ہو۔[1]

عزت وذلت کا معیار دین اور پرہیز گاری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عزت وذلت کا معیار مال ودولت کی کثرت نہیں بلکہ دین اور پرہیز گاری ہے چنانچہ جس کے پاس دولت کے انبار ہوں لیکن دین اور پرہیز گاری نہ ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں عزت والا نہیں اور اس کی

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١١١، ص ٨٢٥.

بارگاہ میں ان کے مال ودولت کی حیثیت مچھر کے پر برابر بھی نہیں اگرچہ دُنْیَوی طور پر وہ کتنا ہی عزت دار شمار کیا جاتا ہو، اسی طرح جو شخص غریب اور نادار ہے لیکن دین اور پرہیز گاری کی دولت سے مالا مال ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والا ہے اگرچہ دنیوی طور پر اسے کوئی عزت داروں میں شمار نہ کرتا ہو اور لوگ اسے کمتر، حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ [(1)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں، سن لو! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں البتہ جو پرہیز گار ہے وہ دوسروں سے افضل ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ [(2)]

اور غریب، پرہیز گار مسلمانوں کی قدر و قیمت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بہت سے پَراگندہ بالوں والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں (حقیر سمجھ کر) لوگ دروازوں سے دھکے دیتے ہیں (لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا یہ مقام ہوتا ہے کہ) اگر وہ کسی کام کے لئے قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کردے۔ [(3)]

افسوس ہمارے معاشرے میں بھی عزت کے قابل اسے ہی سمجھا جاتا ہے جس کے پاس دولت کی کثرت ہو،

---

1 ......حجرات:۱۳.

2 ......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان...الخ، فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالآباء، ۲۸۹/٤، الحدیث: ۵۱۳۷.

3 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الضعفاء والخاملین، ص۱٤۱۲، الحدیث: ۱۳۸(۲٦۲۲).

گاڑیاں، بنگلے، عہدے اور منصب ہوں اگرچہ اس کے پاس یہ سب چیزیں سود، جوئے، رشوت اور دیگر حرام ذرائع سے حاصل کی ہوئی آمدنی سے آئی ہوں اور جو شخص محنت مزدوری کر کے اور طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے گزارے کے لائق حلال روزی کماتا ہو اسے لوگ کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، امین۔

قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں حس ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح نے فرمایا: مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی (کے ذمہ) پر ہے اگر تمہیں شعور ہو۔

﴿ قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں نے میری پیروی کی ہے مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی غرض اور مطلب ہے کہ وہ کیا پیشے کرتے ہیں؟ میری ذمہ داری انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے (اور وہ میں نے پوری کر دی ہے) اگر تم ان کے گھٹیا پیشوں کو جانتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا حساب تو میرے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کے ذمہ پر ہے، وہی انہیں جزا دے گا، تو نہ تم انہیں عیب لگاؤ اور نہ پیشوں کے باعث ان سے عار کرو۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے ایمان لانے والوں کے پیشے پر اعتراض کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان پر بھی اعتراض کیا اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں وہ دل سے ایمان نہیں لائے بلکہ صرف ظاہری طور پر ایمان لائے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''میری ذمہ داری ظاہر پر اعتبار کرنا ہے باطن کی تفتیش مجھ پر لازم نہیں، اگر تمہیں ان کے دل کا حال معلوم ہے تو جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس کا ان سے حساب لینا میرے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کے ذمہ پر ہے۔[1]

---

[1] ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١١٢-١١٣، ٣/٣٩١، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١١٢-١١٣، ص٨٢٥، ملتقطاً.

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ج اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ط قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ط

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔ میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔ بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں۔ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ قوم نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ: اور میں دور کرنے والا نہیں۔﴾ قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر کہا کہ پھر آپ کمینوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تا کہ ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بات مانیں۔ اس کے جواب میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''یہ میری شان نہیں کہ میں تمہاری ایسی خواہشوں کو پورا کروں اور تمہارے ایمان کے لالچ میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔ (1)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریبوں فقیروں کے ساتھ بیٹھنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ غریب مسلمانوں سے بھی ہم نشینی رکھے، ان کی دلجوئی کرے اور ان کی مشکلات دور کرنے کے لئے عملی طور پر اِقدامات کرنے کی کوشش کرے، ترغیب کے لئے یہاں غریب پروری اور مسکین نوازی سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات اور آپ کی مبارک سیرت ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا مانگی: ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، قیامت کے دن مجھے مسکینوں کی جماعت سے ہی اٹھانا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی:

(1)......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ١١٤، ٨/٥٢١، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ١١٤، ص٨٢٦، ملتقطاً.

کیوں (ایسا ہو؟) ارشاد فرمایا: ’’مسکین لوگ امیر لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکین کے سوال کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت رکھو اور انہیں اپنے قریب کرو (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (1)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہو تو) مجھے اپنے کمزور اور غریب لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں کمزور اور غریب لوگوں کے سبب رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (2)

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ (غلام) تمہارے بھائی اور خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے تو جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اسے وہ چیز کھلائے جسے خود کھاتا ہو، وہ لباس پہنائے جسے خود پہنتا ہو اور تم انہیں ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کے لئے دشوار ہو اور اگر انہیں ایسے کام کے لئے کہو تو اس میں ان کی مدد کرو۔ (3)

اسی طرح کثیر اَحادیث میں یتیموں اور بیواؤں کی سر پرستی کرنے، مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دینے، غریب مقروض کو مہلت دینے یا قرض معاف کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب غریب پَروری سے متعلق سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کا عالَم ملاحظہ ہو، چنانچہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور تصنیف ’’شفا شریف‘‘ میں ہے کہ ’’حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکینوں کی عیادت فرماتے، فقیروں کے پاس بیٹھتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرما لیتے تھے۔ (4)

علامہ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی محتاج کو ملاحظہ فرماتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے حالانکہ اس کی آپ کو بھی ضرورت ہوتی، آپ کی عطا مختلف قسم کی ہوتی جیسے کسی کو تحفہ دیتے، کسی کو کوئی حق عطا فرماتے، کسی سے قرض کا بوجھ اتار دیتے، کسی کو صدقہ عنایت

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ فقراء المھاجرین یدخلون الجنّة قبل اغنیاءھم، ۴/۱۵۷، الحدیث: ۲۳۵۹.

2 ......ترمذی، کتاب الجھاد، باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیك المسلمین، ۳/۲۶۸، الحدیث: ۱۷۰۸.

3 ......مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب اطعام المملوك ممّا یأکل... الخ، ص۹۰۶، الحدیث: ۴۰(۱۶۶۱).

4 ......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا تواضعه، ص۱۳۱، الجزء الاول.

فرماتے، کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کرکے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے، کبھی قرض لیتے اور (اپنی طرف سے) اس کی مقدار سے زیادہ عطا فرمادیتے، کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عنایت فرمادیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گُنا زیادہ انعام میں عطا فرمادیتے۔[1]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک تعلیمات کو اپنانے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیاری سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے

اس آیت میں ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کفار کے اس مطالبے کو تسلیم نہیں کیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غریبوں کو خود سے دور کردیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی کی طرف سے ہونے والی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس سے بے پرواہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور حق بات کو بیان کرنا چاہئے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بطورِ خاص صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اس بات کا حکم دیتے اور اس پر بیعت لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈریں گے نہ اس کی پرواہ کریں گے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا یہ حال تھا کہ وہ اس عہد کی پاسداری میں اپنی جان تک چلی جانے کی بھی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ افسوس! فی زمانہ حق بات بیان کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کا حال انتہائی نازک ہے، یہ اپنے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانیاں ہوتی دیکھ کر، دین کا مذاق اڑتا ہوا اور شریعت کے احکامات پر عمل پیرا حضرات کی تذلیل ہوتی دیکھ کر، دینِ اسلام کے احکام اور اس کی تعلیمات پر انگلیاں اُٹھتی دیکھ کر اتنی ہمت بھی نہیں کر پاتے کہ ایسے لوگوں کو زبان سے ہی روک دیں بلکہ الٹا ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی الٹی سیدھی اور جاہلانہ باتوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے اور حق بات کہنے اور اس میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿نَذِیْرٌ: ڈر سنانے والا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میری ذمہ داری تمہیں صحیح دلیل کے ساتھ صاف صاف ڈر سنانا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز ہوجائے، تو جو ایمان لائے وہی میرا مُقَرَّب ہے اور جو ایمان نہ لائے

[1]……مدارج النبوہ، باب دوم در بیان اخلاق وصفا، وصل در جود وسخاوت، ۱/۴۹.

وہی مجھ سے دور ہے۔[1]

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے کہا: اے نوح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم دعوت دینے اور ڈرسنانے سے باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔[2]

النصف

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اوران میں پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح نے عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو مجھ میں اوران میں پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے تیری وحی ورسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، پس تو مجھ میں اوران میں وہ فیصلہ کردے جس کا ہم میں سے ہر کوئی حق دار ہے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو ان کافروں کی اَذِیَّتوں سے نجات دے۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں جوذکر کیا کہ میری قوم نے تیری وحی اور رسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مراد یہ تھی کہ میں جو اِن کے بارے میں ہلاکت کی دعا کر رہا ہوں اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور نہ ہی یہ سبب ہے کہ انہوں نے میری پیروی کرنے والوں کو

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١١٥، ص٨٢٦، خازن، الشعراء، تحت الآية: ١١٥، ٣/٣٩١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١١٦، ٦/٢٩٣.

گھٹیا کہا بلکہ میری دعا کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے تیرے کلام کو جھٹلایا اور تیری رسالت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔[1]

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے بچالیا اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقیوں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچالیا۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کردیا۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ: تو ہم نے اسے بچالیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور اس نے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اور ان کے ساتھ والوں کو انسانوں، پرندوں اور جانوروں سے بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچالیا اور انہیں نجات دینے کے بعد باقی لوگوں کو طوفان میں غرق کردیا۔[2]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾

ع ۱۸ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۱۷-۱۱۸، ۶/۲۹۳، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ۱۱۷-۱۱۸، ۸/۵۲۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۱۹-۱۲۰، ۳/۳۹۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حق سے تکبر کرنے اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے کی وجہ سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا جو انجام ہوا اس میں بعد والوں کے لئے عبرت کی نشانی ہے۔ (1)

﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے مسلمان ہونے والے مرد و عورت کی تعداد 80 تھی اور اس آیت میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہمیشہ تھوڑے لوگ ہی ایمان اور ہدایت قبول کرتے ہیں۔ (2)

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ : عاد نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا نام عاد ہے، یہ ایک قبیلہ ہے اور دراصل یہ ایک شخص کا نام ہے جس کی اولاد سے یہ قبیلہ ہے۔ (3)

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف، آیت نمبر 65 تا 72، سورۂ ہود 50 تا 60 میں بھی گزر چکا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ۙ

---

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٢١، ٦/٢٩٣.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٢١، ٦/٢٩٣.

3 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٢٣، ص٨٢٦.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوۡنِ ۚ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ: جب ان سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم ’’عاد‘‘ نے انہیں اس وقت جھٹلایا جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ’’تم جس کفر و شرک میں مبتلا ہو، کیا اس پر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوں تو تم مجھے جھٹلانے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دوں اس میں میری اطاعت کرو۔[1]

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۙ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب۔ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۲۴-۱۲۶، ص۸۲۶، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۲۴-۱۲۶، ۶/۲۹۴، ملتقطاً.

کیا تم ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو (راہگیروں کا) مذاق اڑاتے ہو۔

﴿وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: ''میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر وثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے کیونکہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ [1]

﴿اَتَبْنُوْنَ: کیا تم بناتے ہو۔﴾ اس قوم کا معمول یہ تھا کہ انہوں نے سرِ راہ بلند عمارتیں بنالی تھیں، وہاں بیٹھ کر راہ چلنے والوں کو پریشان کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے اسی عمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''کیا تم راہگیروں کا مذاق اڑانے کے لئے ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو تاکہ اس پر چڑھ کر گزرنے والوں سے مذاق مَسخری کرو۔ [2]

حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی اس روش کے نظارے ہمارے آج کے معاشرے میں بھی بکثرت دیکھے جا رہے ہیں، جیسے چوراہوں یا گلیوں میں کھڑے ہو کر وہاں سے گزرنے والوں کو تنگ کرنا، کسی معذور شخص کو آتا دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا، راستے سے گزرنے والی خواتین پر آوازیں کسنا، راہ چلتی عورتوں سے ٹکرانا، کوئی راستہ معلوم کرے تو اسے غلط راستہ بتا دینا، راستے میں کوڑا کرکٹ پھینک دینا، گلیوں میں گندا پانی چھوڑ دینا، گلیوں میں کھدائی کر کے کئی دنوں تک بلا وجہ چھوڑے رکھنا، راستوں میں غیر قانونی تعمیرات کرنا، گلی محلوں میں کرکٹ یا کوئی اور کھیل کھیلنا اور غلط جگہ گاڑی پارک کر دینا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ راستوں میں بیٹھنے سے متعلق حدیث پاک میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمیں راستے میں بیٹھنے سے چارہ نہیں، ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا: جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کی، راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''(1) نظر نیچی رکھنا۔ (2) اَذِیَّت کو دور کرنا۔

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٢٧، ٦/٢٩٤.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٢٨، ٣/٣٩٢، ملخصاً.

(3) سلام کا جواب دینا (4) اچھی بات کا حکم کرنا اور (5) بری باتوں سے منع کرنا۔ [1]

ایک اور روایت میں راستے کے یہ دو حق بھی بیان کئے گئے ہیں: (1) فریاد کرنے والے کی فریاد سننا۔ (2) بھولے ہوئے کو ہدایت کرنا۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے، مگر اس کے لیے جو راستہ بتائے، سلام کا جواب دے، نظر نیچی رکھے اور بوجھ لادنے پر مدد کرے۔ [3]

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی بیدردی سے پکڑتے ہو۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَ تَتَّخِذُوْنَ: اور بناتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں قومِ عاد کے دو اور معمولات کے بارے میں حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام ذکر ہوا، چنانچہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''تم اس امید پر مضبوط محل بناتے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے اور کبھی مرو گے نہیں اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی کے ساتھ تلوار سے قتل کر کے اور دُرّے مار کر انتہائی بے رحمی سے گرفت کرتے ہو، تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور ان کاموں

1 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب افنية الدور والجلوس فيها... الخ، ۱۳۲/۲، الحديث: ۲۴۶۵.

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الجلوس فی الطرقات، ۳۳۷/۴، الحديث: ۴۸۱۷.

3 ......شرح سنه، کتاب الاستئذان، باب كراهية الجلوس على الطرق، ۳۶۵/۶، الحديث: ۳۲۳۲.

کو چھوڑ دو اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور عدل و انصاف وغیرہ کی دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ [1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مکانات کی سادگی

اس آیت میں قومِ عاد کے مضبوط محلات بنانے کا ذکر ہوا، فی زمانہ بھی لوگوں کی عمومی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ انتہائی خوبصورت، مضبوط اور بڑا گھر بنائیں۔ جائز ذرائع اور حلال مال سے اس خواہش کو پورا کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن اگر ضرورت کے مطابق مناسب سا گھر بنایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ دو جہاں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے پیارے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مکانات کی سادگی ملاحظہ ہو، چنانچہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسجدِ نبوی کے مُتَّصِل ہی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے لئے مکانات بنوائے تھے۔ ان مکانات کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ صرف دس دس گز لمبے اور چھ چھ، سات سات گز چوڑے تھے، کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی پتیوں کی چھت اور وہ بھی اتنی نیچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا، دروازوں میں لکڑی کے تختوں کی بجائے کمبل یا ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے۔ [2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے لئے بھی مکانات کی شان و شوکت پسند نہ فرماتے اور اگر کوئی شاندار مکان تعمیر کرتا یا اپنے مکان کی تزئین و آرائش میں مصروف ہوتا تو اس کی تربیت فرماتے، چنانچہ ایک بار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک راستے سے گزرے، راستے میں ایک اونچا سا گنبد (نما مکان) دیکھا تو فرمایا: ''یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ شان و شوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رخِ انور پھیر لیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انہوں نے دوسرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ناراضگی کا ذکر کیا، جب سبب معلوم ہوا تو انہوں نے اس قُبّے کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرے پاس

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۲۹-۱۳۱، ۳۹۲/۳، روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۲۹-۱۳۱، ۲۹۵/۶-۲۹۶، ملتقطاً.

2 ......شرح الزرقانی، ذکر بناء المسجد النبوی وعمل المنبر، ۱۸۵/۲، ملخصاً.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی البناء، ۴۶۰/۴، الحدیث: ۵۲۳۷.

سے اس وقت گزرے جب میں اور میری والدہ دیوار کی لپائی کررہے تھے۔حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، یہ کیا کررہے ہو؟ میں نے عرض کی ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں دیوار کو درست کررہا ہوں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''موت اس سے زیادہ قریب ہے۔[1]

وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں۔ تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بیشک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تمہیں معلوم ہیں۔ اس نے جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا: اور ڈرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: ''اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان نعمتوں سے مدد کی جنہیں تم جانتے ہو، جیسے اس نے جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی، باغوں اور چشموں سے تمہاری مدد کی، اگر تم نے میری نافرمانی کرکے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔[2]

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب ما جاء فی البناء، ٤/٤٥٩، الحديث: ٥٢٣٥.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٣٢-١٣٥، ٣/٣٩٢.

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: ہمارے اوپر برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

﴿قَالُوْا: بولے۔﴾ قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کا جواب یہ دیا کہ ”آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں، ہمارے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں، ہم کسی طرح آپ کی بات نہ مانیں گے اور نہ آپ کی دعوت قبول کریں گے۔[1]

نصیحت قبول کرنا مسلمان کا اور نہ ماننا کافر کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نصیحت قبول کرنا مسلمان کا کام ہے اور نہ ماننا کافر کا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا تاکہ وہ سمجھیں اور یہ سمجھانا ان کے دور ہونے کو ہی بڑھا رہا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آدمی جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٣٦، ٣/٣٩٢، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٣٦، ص٨٢٧، ملتقطاً.

2 ......التوبة: ١٢٦.

3 ......بنی اسرائيل: ٤١.

اَلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (1)

طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا وہ اس جیسا ہے جو اندھا ہے؟ صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

نیز کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جب ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ساتھ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے سنتے ہیں اور چشمِ بصیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں، نفع اُٹھاتے ہیں اور ان آیتوں پر فرمانبردارانہ گرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہوکر نہیں گرتے۔

فی زمانہ نصیحت قبول کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کی حالت ایسی ہوچکی ہے کہ اگر کسی کو سمجھایا جائے تو وہ ماننے کو تیار نہیں ہوتا اور اگر سمجھانے والا مرتبے میں اپنے سے کم ہو تو جسے سمجھایا جائے وہ اپنی بات پر اڑ جاتا ہے اور دوسرے کی بات ماننا اپنے لئے توہین سمجھتا ہے اور نصیحت کئے جانے کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب چھوٹے خاندان والے بڑے خاندان والوں کو نہیں سمجھا سکتے، عام آدمی کسی چودھری کو نہیں سمجھا سکتا، غریب شخص کسی مالدار آدمی کو نہیں سمجھا سکتا، عوام کسی دُنْیَوی منصب والے کو نہیں سمجھا سکتے، مسجدوں میں کوئی نوجوان عالم یا دینی مُبَلِّغ کسی پرانے بوڑھے کو نہیں سمجھا سکتا بلکہ جسے سمجھایا جائے وہی گلے پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے، انہیں چاہئے کہ ان آیاتِ کریمہ پر غور کرکے اپنی حالت سدھارنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے۔

---

(1) رعد: ۱۹۔ (2) الفرقان: ۷۳۔ (3) بقرہ: ۲۰۶۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور ان اعمال کو بھول جائے جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔

اور مسلمانوں کو منافقین اور مشرکین کے حال سے دُور رہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو نہیں مگر وہی اگلوں کی رِیت۔ اور ہمیں عذاب ہونا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿اِنْ هٰذَاۤ: یہ تو نہیں۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: جن چیزوں کا آپ نے خوف دلایا یہ پہلے لوگوں کی باتیں ہیں، وہ بھی ایسی ہی باتیں کہا کرتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم ان باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں جھوٹ جانتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: ہماری یہ موت و حیات اور ہمارا عمارتیں بنانا پہلوں کے طریقہ پر ہے یعنی جس طرح وہ زندہ تھے اسی طرح ہم زندہ ہیں، جس طرح وہ مر گئے اسی طرح ہم بھی مر جائیں گے اور جس طرح وہ عمارتیں بنایا کرتے تھے اسی طرح ہم بھی عمارتیں بنا رہے ہیں تو یہ مرنا جینا اور عمارتیں بنانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایسا تو

1 ...... کھف: ۵۷.

2 ...... انفال: ۲۱.

شروع سے ہوتا آرہا ہے۔ [1]

﴿وَمَا نَحْنُ: اور ہمیں نہیں۔﴾ قوم نے مزید یہ کہا کہ ہمارے اعمال اور ہماری عادات پر دنیا میں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ مرنے کے بعد ہمیں اٹھنا ہے اور نہ آخرت میں حساب دینا ہے۔ [2]

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾

ع ۱۸ / ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا مہربان ہے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ قومِ عاد نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کو نہ مانا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اس جھٹلانے پر قائم رہے تو اللّٰہ تعالٰی نے اس کی وجہ سے انہیں دنیا میں ہوا کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ بے شک قومِ عاد کی ہلاکت و بربادی میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا انجام بڑا دردناک ہے اور قومِ عاد کے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے جو بچا لئے گئے۔ [3]

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو شخص نصیحت قبول نہ کرے اور جابر و مُتکبّر لوگوں جیسے اعمال کرے تو بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی اس پر غالب اور اسے سزا دینے والا ہے اور جو ایمان

---

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۷، ص۳۱٤، تفسير كبير، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۷، ۸ /۵۲۳، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۷، ص۸۲۷، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۸، ۶/ ۲۹۶، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۸، ص۸۲۷، ملتقطاً.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۹، ۶/ ۲۹۶، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ۱۳۹، ص۳۱٤، ملتقطاً.

لے آئے اسے عذاب سے نجات دے کر اس پر مہربانی فرمانے والا ہے۔[1]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قومِ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ : قومِ ثمود نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قومِ ثمود کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس وقت جھٹلا کر انہیں اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا جب انہوں قومِ ثمود سے فرمایا: کیا تم شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔[2]

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف، آیت نمبر **73** تا **79** اور سورۂ ہود، آیت نمبر **61** تا **68** میں گزر چکا ہے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

﴿ اَمِیْنٌ : امانتدار۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قومِ ثمود سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈراؤں اور جس رسالت کے ساتھ اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا میں اس پر امین ہوں، تو اے

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۰، ۶/۲۹۶-۲۹۷.

2 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۱-۱۴۲، ۶/۲۹۷.

میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر عمل کرو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضراتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اَسرارِ اِلٰہیہ اور لوگوں کی عزت، مال آبرو وغیرہ سب کے امین ہوتے ہیں۔ خیانت اور نبوت جمع نہیں ہوسکتیں۔ ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اہلِ مکہ بچپن شریف سے محمد امین پکارتے تھے اور اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی آپ کے پاس امانتیں رکھتے رہے اور اپنے فیصلے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرواتے تھے۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور جس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔[2]

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ۙ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ۙ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں

1. ......تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٤٣-١٤٤، ٩/٤٦٤.
2. ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٤٥، ٦/٢٩٧.

میں جن کا شگوفہ نرم نازک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں امن وامان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم ونازک ہوتا ہے۔

﴿اَتُتْرَكُوْنَ: کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید نصیحت کرتے ہوئے اپنی قوم سے فرمایا: ''کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم دنیا کی نعمتوں جیسے باغوں اور چشموں میں، کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم ونازک ہوتا ہے، امن وامان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے کہ یہ نعمتیں تم سے کبھی زائل نہ ہوں گی، تم پر کبھی عذاب نہ آئے گا اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ (تمہارا یہ گمان غلط ہے اور ایسا کبھی نہیں ہوگا۔)[1]

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔

﴿فٰرِهِيْنَ: بڑی مہارت دکھاتے ہوئے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا: تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے، اپنی صنعت پر غرور کرتے اور اتراتے ہوئے پہاڑوں

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۶-۱۴۸، ۶/۲۹۷-۲۹۸، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۶-۱۴۸، ص۸۲۷، ملتقطاً.

میں سے گھر تراشتے ہو اور ان گھروں کو بنانے سے تمہارا مقصد رہائش اختیار کرنا نہیں بلکہ صرف اپنی مہارت پر غرور کرنا ہے تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرتے ہوئے وہ اعمال کرو جن کا تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ **مُسْرِفِیْنَ** سے مراد مشرکین ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ **مُسْرِفِیْنَ** سے مراد وہ نو شخص ہیں جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔[1]

الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ(۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بناؤ نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

﴿یُفْسِدُوْنَ: فساد پھیلاتے ہیں۔﴾ یعنی حد سے بڑھنے والے وہ ہیں جو کفر، ظلم اور گناہوں کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان لا کر، عدل قائم کر کے اور اللّٰہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر اصلاح نہیں کرتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بعض فساد پھیلانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کچھ فساد بھی کرتے ہیں اور ان میں کچھ نیکی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ ایسے نہیں بلکہ ان کا فساد مضبوط ہے جس میں کسی طرح نیکی کا شائبہ تک نہیں۔[2]

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ(۱۵۳)ج مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(۱۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے تم پر تو جادو ہوا ہے۔ تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو۔

---

1 ......ابن کثیر، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۹-۱۵۱، ۶/۱۴۰، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۴۹-۱۵۱، ۳/۳۹۳، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵۲، ۳/۳۹۳، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۵۲، ص۸۲۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: تم ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو، اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ۔

﴿قَالُوْا: قوم نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحتوں کے جواب میں کہا ’’تم ان میں سے ہو جن پر بار بار بکثرت جادو ہوا ہے جس کی وجہ سے عقل وحواس قائم نہیں رہے۔ (مَعَاذَ اللہ) تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو، اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنی سچائی کی کوئی نشانی لے کر آؤ۔ (1)

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا یہ ناقہ ہے ایک دن اس کے پینے کی باری اور ایک معیّن دن تمہاری باری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صالح نے فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کے مطالبے پر فرمایا: ’’یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے، تو اس میں اس کے ساتھ مزاحمت نہ کرو اور ایک مُعیّن دن تمہارے پینے کی باری ہے، تو وہ اس میں تمہارے ساتھ مزاحمت نہ کرے گی۔ یہ اونٹنی قوم کے معجزہ طلب کرنے پر ان کی خواہش کے مطابق حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے پتھر سے نکلی تھی۔ اس کا سینہ ساٹھ گز کا تھا، جب اس کے پینے کا دن ہوتا تو وہ وہاں کا تمام پانی پی جاتی اور جب لوگوں کے پینے کا دن ہوتا تو اس دن نہ پیتی۔ (2)

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾

---

1 ...... خازن، الشعراء، تحت الآية: ۱۵۳-۱۵۴، ۳/۳۹۳، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۵۳-۱۵۴، ص۸۲۸، ملتقطاً.

2 ...... مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۱۵۵، ص۸۲۸، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ لے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ: اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس اونٹنی کے بارے میں مزید فرمایا کہ تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا، نہ اس کو مارنا اور نہ اس کے پاؤں کی رگیں کاٹنا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ اس دن کو عذاب نازل ہونے کی وجہ سے بڑا فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ عذاب اس قدر عظیم اور سخت تھا کہ جس دن میں وہ واقع ہوا اس کو اس کی وجہ سے بڑا فرمایا گیا۔[1]

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچتاتے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔

﴿فَعَقَرُوْهَا: تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سمجھانے کے باوجود اس اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔ پاؤں کی رگیں کاٹنے والے شخص کا نام قدار تھا اور چونکہ لوگ اس کے اس فعل سے راضی تھے اس لئے پاؤں کی رگیں کاٹنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی اور ان کا پچھتانا پاؤں کی رگیں کاٹ دینے پر عذاب نازل ہونے کے خوف سے تھا، نہ کہ وہ مَعصیت پر توبہ کرتے ہوئے نادم ہوئے تھے یا وہ عذاب کا مُعایَنہ کر کے نادم ہوئے تھے اور ایسے وقت کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔[2]

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٦، ص٨٢٨.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٥٧، ص٨٢٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں عذاب نے آلیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ : تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔﴾ یعنی جس عذاب کی انہیں خبر دی گئی تھی اس نے انہیں پکڑ لیا اور وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔ قومِ ثمود پر آنے والے عذاب میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ نبی عَلَیْهِ السَّلَام کی صداقت پر نشانی ظاہر ہو جانے کے بعد بھی کفر پر قائم رہنا عذاب نازل ہونے کا سبب ہے اور حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی انتہائی تبلیغ کے باوجود بہت تھوڑے لوگ ان پر ایمان لائے۔[1] تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ پر سارے عرب والے ایمان نہ لائیں تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غم نہ فرمائیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تبلیغ میں کوتاہی ہے بلکہ یہ خود بدنصیب ہیں۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿١٥٩﴾ ع

ع ٨ ١٩ ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ : اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی کافروں پر عذاب نازل کرنے میں غلبے والا اور ایمان لانے والوں کو نجات دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے جیسا کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو اللّٰہ تعالٰی نے ان پر ایسا عذاب نازل فرمایا جس نے انہیں جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا، اس لئے سابقہ قوموں کے عذابات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو بھی اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔[2]

---

1 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٥٨، ٦/٣٠٠.

2 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٥٩، ٦/٣٠٠.

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللّٰہ کا امانت دار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: کیا تم نہیں ڈرتے ؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللّٰہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمے ہے۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ :لوط کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے اس وقت آپ کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب آپ نے ان سے فرمایا: ’’اے میری قوم: کیا تم شرک اور دیگر گناہوں پر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے، بیشک میں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہارے لیے اس کی وحی اور رسالت پر امانتدار رسول ہوں تو تم اللّٰہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرو اور جس سیدھے راستے پر چلنے کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ اور میں اس تبلیغ اور تعلیم پر تم سے کچھ اجرت اور دُنْیَوی مَنافع کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے۔ (1)

(1) ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ١٦٠-١٦٤، ٣٠١/٦، تفسیر طبری، الشعراء، تحت الآیة: ١٦٠-١٦٤، ٤٦٩/٩، ملتقطاً.

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف، آیت نمبر 80 تا 84۔ سورۂ ہود، آیت نمبر 74 تا 83۔ سورۂ حجر، آیت نمبر 58 تا 77 میں گزر چکا ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا مخلوق میں مَردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم لوگوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ: کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کیا مخلوق میں ایسے قبیح اور ذلیل فعل کے لئے تمہیں رہ گئے ہو، دنیا جہاں کے اور لوگ بھی تو ہیں، انہیں دیکھ کر تمہیں شرمانا چاہئے۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ کثیر عورتیں موجود ہوتے ہوئے اس قبیح فعل کا مُرتکِب ہونا انتہا درجہ کی خباثت ہے۔ مروی ہے کہ اس قوم کو یہ خبیث عمل شیطان نے سکھایا تھا۔ (1)

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے جورُوئیں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ بولے اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٥، ص٨٢٨، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٦٥، ٦/٣٠١، ملتقطاً.

﴿وَتَذَرُوْنَ: اور چھوڑتے ہو۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم سے فرمایا کہ تمہارے لیے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے جو بیویاں بنائی ہیں، کیا تم ان حلال طیب عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی جیسی حرام اور خبیث چیز میں مبتلا ہوتے ہو بلکہ تم لوگ اس خبیث عمل کی وجہ سے حد سے بڑھنے والے ہو۔[1]

[illegible]

آیت میں مردوں کے ساتھ بدفعلی کے حرام ہونے کا بیان ہے، یہاں اس کی مناسبت سے عورت کے ساتھ بھی بدفعلی یعنی پچھلے مقام میں جماع کرنے کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یاد رہے کہ بیوی سے جماع کرنا بھی صرف اسی جگہ حلال ہے جہاں کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اس سے بدفعلی کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردوں سے بدفعلی کرنا حرام ہے، یہاں بیویوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی وعید پر مشتمل **4** اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت خزیمہ بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، تم میں سے کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ عورتوں کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں وطی کرے وہ ملعون ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔[4]

(4)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام

1......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٦٦، ص٨٢٩، ملتقطاً

2......معجم الكبير، باب من اسمه: خزيمة، خزيمة بن ثابت الانصارى ذو الشهادتين، هرمى بن عبد الله الخطمى عن خزيمة بن ثابت، ٤/٨٨، الحديث: ٣٧٣٦.

3......ابو داؤد، كتاب النكاح، باب فى جامع النكاح، ٢/٣٦٢، الحديث: ٢١٦٢.

4......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النهى عن اتيان النساء فى ادبارهنّ، ٢/٤٤٩، الحديث: ١٩٢٣.

میں وطی کرے۔[1]

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا اے لوط! اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو ضرور اس شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تمہیں یہاں رہنے نہ دیا جائے گا۔[2]

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط نے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''میں تمہارے کام سے بیزار اور اس سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں اور مجھے اس سے شدید دشمنی ہے۔ پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال پر آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔[3]

فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔

---

1 ......ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراھیة اتیان النساء فی ادبارھنّ، ۲/۳۸۸، الحدیث: ۱۱۶۸.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۶۷، ص۸۲۹.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۶۸-۱۶۹، ۳/۳۹۴، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ۱۶۸-۱۶۹، ص۸۲۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اوراس کے سب گھر والوں کونجات بخشی ۔مگرایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ۔

﴿فَنَجَّيْنٰهُ: تو ہم نے اسے نجات بخشی ۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کی بیٹیوں اوران تمام لوگوں کو جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے تھے عذاب سے نجات بخشی لیکن ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اسے نجات نہ بخشی ۔ یہ بڑھیا حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی تھی ، یہ چونکہ اپنی قوم کے فعل پر راضی تھی اور جو گناہ پر راضی ہو وہ بھی گناہ کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے اسی لئے وہ بڑھیا عذاب میں گرفتار ہوئی اوراس نے نجات نہ پائی ۔ (1)

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿١٧٢﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿١٧٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کردیا۔اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی بُرا برساؤ تھا ڈرائے گیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کردیا۔اور ہم نے ان پر ایک خاص بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی ۔

﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا: پھر ہم نے ہلاک کردیا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران پر ایمان لانے والوں کونجات دینے کے بعد دوسروں کو اللّٰہ تعالٰی نے ان کی بستیاں الٹ کر ہلاک کردیا اور ان پر پتھروں کی یا گندھک اورآگ کی خاص بارش برسائی تو جن لوگوں کو اللّٰہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرایا گیا اور وہ ایمان نہ لائے ، ان پر کی جانے والی یہ بارش کتنی بری تھی ۔ (2)

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٧٠-١٧١، ص٨٢٩.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٧٢-١٧٣، ٦/٣٠٢، ملتقطاً.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً : بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی جو کچھ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے ساتھ کیا گیا، اس میں ان کے بعد والوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے تاکہ وہ اس قوم کے جیسا گندا ترین کام نہ کریں اور ان پر بھی ویسا عذاب نازل نہ ہو جیسا حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر نازل ہوا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم میں سے بھی بہت تھوڑے لوگ ہی آپ پر ایمان لائے تھے۔[1] اس لئے اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کم لوگوں کے ایمان لانے پر غمزدہ نہ ہوں۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ(۱۷۵)ع

ع ۹ ۱۶ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب ہی دشمنوں پر قہر فرمانے میں غالب ہے اور وہی تنبیہ اور نصیحت سے پہلے عذاب نازل نہ فرما کر مہربانی فرمانے والا ہے۔[2]

یہ ہم پر اللہ تعالٰی کی بہت بڑی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے ہمارے لئے ہر وہ چیز جائز اور حلال رکھی ہے

---

1 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۷۴، ۶/۳۰۲.

2 ……روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ۱۷۵، ۶/۳۰۲.

جو ہمارے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے فائدہ مند، نفع بخش، ہماری بقاو سلامتی اور اُخروی نجات کے لئے ضروری ہے اور ہر اس چیز کو ہمارے لئے حرام اور ممنوع کر دیا ہے جو ہماری دنیا یا آخرت کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انسان کی فطری خواہش یعنی شہوت کی تسکین کا ذریعہ عورت کو بنایا ہے اور اس میں بھی ہر انسان کو کھلی چھٹی نہیں دی کہ وہ جب چاہے اور جس عورت سے چاہے اپنی فطری خواہش پوری کر لے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی شہوت کی تسکین کے لئے ''نکاح'' کا ایک مقدس نظام دیا ہے تاکہ انسانوں کو اپنے جذبات کی تکمیل کے لئے جائز اور مناسب راہ مل سکے، اخلاقی طور پر بے راہ روی کا شکار نہ ہوں، نسلِ انسانی کی بقا کا سامان مہیا ہو اور لوگ ایک خاندانی نظام کے تحت معاشرے میں امن وسکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔ لیکن فی زمانہ عالمی سطح پر تہذیب وتَمَدُّن کے دعوے دار کئی غیر مسلم ممالک نے اللّٰہ تعالیٰ کے اس نظام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشروں میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دے رکھا ہے بلکہ کئی مسلم ممالک میں بھی یہ وبا پھیلتی چلی جا رہی ہے اور جن ملکوں میں اسے قانوناً اگرچہ جائز قرار نہیں دیا گیا وہاں بھی تقریباً ہر گاؤں اور شہر میں بہت سے لوگ اس غیر فطری عادت اور حرام کاری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس حرام کاری کو قانوناً جائز قرار دینے والے ملکوں میں اخلاقی اور خاندانی نظام کی تباہی کا حال یہ ہوا ہے کہ وہاں پر لوگوں میں حیا اور شرم نام کی چیز باقی نہیں رہی اور لوگ سرِ عام اس حرام کاری میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ان میں خاندانی نظامِ حیات تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ مَردوں کی مردوں اور عورتوں کی عورتوں سے باہم لذت آشنائی کے باعث ان ملکوں میں نسلِ انسانی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور آبادی کی شرح خطرناک حد تک کم ہو چکی ہے۔ شہوت پرست لوگ بچے جننے اور ان کی تربیت کرنے پر راضی نہیں۔ یہ لواطت اور ہم جنس پرستی کا عمومی نقصان ہے بطورِ خاص لواطت اور ہم جنس پرستی کا عادی انسان آتشک، سوزاک، سیلان، خارش اور خطرناک پھوڑے پھنسیوں جیسے اَمراض کا شکار ہو جاتا ہے اور ایڈز کا سب سے بڑا سبب بھی یہی حرام کاری ہے۔ ایڈز وہ انتہائی خطرناک مرض ہے کہ جس کی ہَولناکی کی وجہ سے اس وقت ساری دنیا کے لوگ لرزہ براندام ہیں، یہ وہ عالمگیر مرض ہے جس سے پوری دنیا کا کوئی خطہ، کوئی ملک محفوظ نہیں ہے۔ کروڑوں افراد اس مُہلِک مرض میں مبتلا ہیں اور آئے دن اس کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب تک لاکھوں افراد اس مرض کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں وہ انتہائی کَرب کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میڈیکل سائنس اور طب کے دیگر شعبوں میں تمام تر ترقی کے باوجود ابھی تک اس مرض کا کوئی مُؤثر علاج دریافت نہیں

کیا جاسکا۔اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اس حرام کاری سے محفوظ رکھے،اٰمین۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اَیکہ (جنگل) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ: اَیکہ (جنگل) والوں نے جھٹلایا۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔اس آیت میں جس جنگل کا ذکر ہوا یہ مَدیَن شہر کے قریب تھا اور اس میں بہت سے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ اللہ تعالٰی نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اہلِ مدین کی طرح اُن جنگل والوں کی طرف بھی مبعوث فرمایا تھا اور یہ لوگ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے تعلق نہ رکھتے تھے۔(1)

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ۚ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان سے شعیب نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔اور میں اس پر کچھ تم سے اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

1 ......جلالين، الشعراء، تحت الآية: ١٧٦، ص٣١٥، مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٧٦، ص٨٢٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ: جب ان سے شعیب نے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگل والوں نے اس وقت حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''کیا تم کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے! بے شک میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسالت پر امانت دار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

﴿وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ: اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔﴾ ان تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت کا یہی عنوان رہا کیونکہ وہ سب حضرات اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی اطاعت اور عبادت میں اخلاص کا حکم دیتے اور رسالت کی تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں لیتے تھے، لہٰذا سب نے یہی فرمایا۔[1]

اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔ اور سیدھی ترازو سے تولو۔ اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) ناپ پورا کرو اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اور بالکل درست ترازو

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۱۸۰، ۳/۳۹٤.

سے تو لو۔اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔

﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ :(اے لوگو!) ناپ پورا کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا،لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے دینا، رہزنی اور لوٹ مار کر کے اور کھیتیاں تباہ کر کے زمین میں فساد پھیلانا ان لوگوں کی عادت تھی اس لئے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اِن کاموں سے منع فرمایا اور ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد ساری مخلوق کو پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام صرف عبادات ہی سکھانے نہیں آتے بلکہ اعلیٰ اَخلاق ،سیاسیات،معاملات کی درستگی کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے ،امین۔

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے تم پر جادو ہوا ہے۔تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: (اے شعیب!) تم تو ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔

﴿ قَالُوْا: قوم نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نصیحت سن کر کہا: اے شعیب! تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے اور تم کوئی فرشتے نہیں بلکہ ہمارے

جیسے ایک آدمی ہی ہو اور تم نے جو نبوت کا دعویٰ کیا بے شک ہم تمہیں اس میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تم نبوت کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ عذاب کی صورت میں ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ (1)

﴿وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا: تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو۔﴾ صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''نبوت کا انکار کرنے والے انبیاء (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام) کی نسبت میں بالعموم یہی کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ آج کل کے بعض فاسد العقیدہ کہتے ہیں۔ (2)

قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٨٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شعیب نے فرمایا: میرا رب تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان لوگوں کا جواب سن کر ان سے فرمایا: میرا رب عَزَّوَجَلَّ تمہارے اعمال کو اور جس عذاب کے تم مستحق ہو اسے خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے گا تو آسمان کا کوئی ٹکڑا تم پر گرا دے گا یا تم پر کوئی اور عذاب نازل کرنا اس کی مَشِیَّت میں ہوگا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ وہ عذاب تم پر نازل فرما دے گا۔ (3)

﴿فَكَذَّبُوْهُ: تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو انہیں شامیانے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا جو کہ اس طرح ہوا کہ انہیں شدید گرمی

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٥-١٨٧، ص ٨٣٠، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٨٥-١٨٧، ٦/٣٠٤، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، الشعراء، تحت الآیۃ: ١٨٦، ص ٦٩٥۔

3 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٨، ص ٨٣٠.

پہنچی، ہوا بند ہوئی اور سات دن گرمی کے عذاب میں گرفتار رہے۔ تہ خانوں میں جاتے وہاں اور زیادہ گرمی پاتے۔ اس کے بعد ایک بادل آیا سب اس کے نیچے آ کے جمع ہو گئے تو اس سے آگ برسی اور سب جل گئے۔ (1)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۱۹۰) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۠(۱۹۱)

ع ۱۰ ۱۶ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً: بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔﴾ یعنی حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور جنگل والوں کا جو یہ واقعہ بیان کیا گیا اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے اور ان جنگل والوں کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ (2)

﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی غالب اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے اور اس کی ایک دلیل انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمانا ہے اور بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی لوگوں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (3)

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَؕ(۱۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٨٩، ص ٨٣٠.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٠، ٣٠٤/٦-٣٠٥.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩١، ٣٠٥/٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

﴿ **وَ اِنَّهٗ: اور بیشک یہ قرآن۔** ﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرنے کے بعد یہاں سے **اللّٰہ** تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی چیز کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن سب جہانوں کے رب تعالٰی کا اتارا ہوا ہے کسی شاعر، جادوگر یا کاہن کا کلام نہیں جیسا کہ اے کفار تم گمان کرتے ہو۔ [1]

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسے روحُ الامین لے کر اترا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسے روحُ الامین لے کر نازل ہوئے۔

﴿ **نَزَلَ بِهِ: اسے لے کر نازل ہوئے۔** ﴾ قرآن پاک کو روح الامین یعنی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام لے کر نازل ہوئے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح اور امین کہنے کی وجوہات

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہنے کی ایک وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام روح سے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح روح بدن کی زندگی کا سبب ہوتی ہے اسی طرح حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مُکَلَّف لوگوں کے دلوں کی زندگی کا سبب ہیں کیونکہ علم اور معرفت کے نور سے دل زندہ ہوتے ہیں جبکہ بے علمی اور جہالت سے مردہ ہوتے ہیں اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے وحی نازل ہوتی ہے جس سے **اللّٰہ** تعالٰی کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے ذریعے بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مردہ ہو جانے والے دل زندہ ہو جاتے ہیں، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح فرمایا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو امین اس لئے کہتے ہیں کہ **اللّٰہ** تعالٰی نے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک اپنی وحی پہنچانے کی امانت ان

---

1 ......تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۲، ۸/۵۳۰، صاوی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۲، ۴/۱۴۷۴، ملتقطاً.

کے سپرد فرمائی ہے۔[1]

قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے

یادرہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اوراس کی صفت ہے جواس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کلام کوعربی الفاظ کے لبادے میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمایااورانہیں ان الفاظ پرامین بنایا تا کہ وہ اس کے حقائق میں تَصَرُّف نہ کریں،اس کے بعد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان الفاظ کوحضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اَطہر پر نازل کیا۔[2]

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے دل پر تا کہ تم ڈرسنانے والوں میں سے ہوجاؤ۔

﴿عَلٰى قَلْبِكَ: تمہارے دل پر۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کے سامنے اس قرآن کی تلاوت کی، یہاں تک کہ آپ نے اسے اپنے دل میں یادکرلیا کیونکہ دل ہی کسی چیز کو یادرکھنے اوراسے محفوظ رکھنے کا مقام ہے،وحی اور اِلہام کامَعدِن ہے اورانسان کے جسم میں دل کے علاوہ اورکوئی چیز خطاب اورفیض کوقبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔[3] نیز اس لئے کہ آپ اسے محفوظ رکھیں اور سمجھیں اور نہ بھولیں۔دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ درحقیقت وہی مُخاطَب ہے اورتمیز،عقل اوراختیار کا مقام بھی وہی ہے،تمام اَعضاء اس کے آگے مُسَخَّر اوراطاعت گزار ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ دل کے درست ہونے سے تمام بدن درست ہوجاتا اوراس کے خراب ہونے سے سب جسم خراب ہوجاتا ہے، نیز فَرحت وسُرُور اوررنج وغم کا مقام دل ہی ہے، جب دل کوخوشی ہوتی

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٩٣، ٣/٣٩٥، تفسير كبير، الشعراء، تحت الآية: ١٩٣، ٨/٥٣٠، روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٣، ٦/٣٠٦، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٣، ٦/٣٠٦.

3 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٤، ٦/٣٠٦.

ہے تو تمام اعضاء پر اس کا اثر پڑتا ہے، پس دل ایک رئیس کی طرح ہے اور وہی عقل کا مقام ہے تو وہ امیرِ مُطلَق ہوا اور مُکَلَّف ہونا جو کہ عقل وفہم کے ساتھ مشروط ہے، اسی کی طرف لوٹا۔

﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ: تاکہ تم ڈر سنانے والوں میں سے ہو جاؤ۔﴾ یہاں قرآن پاک کو نازل کرنے کی حکمت اور مَصلحت بیان کی جا رہی ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پر قرآن پاک اس لئے نازل ہوا تا کہ آپ اس کے ذریعے اپنی امت کو ان کاموں سے ڈرائیں جنہیں کرنے یا نہ کرنے سے وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: روشن عربی زبان میں۔ اور بیشک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: روشن عربی زبان میں۔ اور بیشک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

﴿بِلِسَانٍ: زبان میں۔﴾ یعنی قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل کیا جس کے معنی ظاہر اور الفاظ کی اپنے معنی پر دلالت واضح ہے تا کہ عرب کے رہنے والوں اور کفارِ قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو سن کر کیا کریں گے جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ (1)

عربی زبان کی فضیلت

اس آیت سے عربی زبان کی دیگر زبانوں پر فضیلت بھی ثابت ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے کسی اور زبان میں نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تین وجہوں سے عربوں سے محبت رکھو، کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہے۔ (2)

حضرت فقیہ ابو لیث سمرقندی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’جان لو کہ عربی زبان تمام زبانوں سے افضل ہے

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٥، ٦/٣٠٦.

2 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ٤/١٦٤، الحديث: ٥٥٨٣.

تو جس نے عربی زبان خود سیکھی یا کسی اور کو سکھائی اسے اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔[1]

﴿وَ اِنَّهٗ: اور بیشک اس کا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ سابقہ کتابوں میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت اور صفت مذکور ہے۔[2]

اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا یہ ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔

﴿اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً: اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی۔﴾ یہاں کفارِ مکہ پر ایک اور حجت بیان کی گئی کہ کیا یہ بات کفارِ مکہ کے لیے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت کی صداقت پر نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء اپنی کتابوں سے جانتے ہیں اور لوگوں کو ان کی خبریں دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے مدینہ کے یہودیوں کے پاس اپنے بااعتماد بندوں کو یہ دریافت کرنے بھیجا کہ کیا نبی آخر الزّمان، سیّدِ کائنات، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں اُن کی کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ اس کا جواب یہودی علماء نے یہ دیا کہ یہی ان کا زمانہ ہے اور اُن کی نعت و صفت توریت میں موجود ہے۔'' یاد رہے کہ یہودی علماء میں سے حضرت عبداللہ بن سلام، ابنِ یامین، ثعلبہ، اسد اور اُسید، یہ حضرات جنہوں نے توریت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف پڑھے تھے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے تھے۔[3]

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

1 ......روح البيان، الشعراء، تحت الآية: ١٩٥، ٦/٣٠٧.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ١٩٦، ص٨٣١، خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٩٦، ٣/٣٩٥، ملتقطاً.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ١٩٧، ٣/٣٩٥، ملخصاً.

مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ؕ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے ۔کہ وہ انہیں پڑھ سناتا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے ۔ ہم نے یونہی جھٹلانا پیرادیا ہے مجرموں کے دلوں میں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے ۔ پھر وہ ان کے سامنے قرآن کو پڑھتا جب بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے ۔ یونہی ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے ۔

﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ: اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہ قرآن کریم ایک فصیح ، بلیغ اور عربی نبی پر اُتارا جس کی فصاحت سب اہلِ عرب مانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم عاجز کر دینے والا کلام ہے اور اس کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی پوری دنیا عاجز ہے ۔علاوہ بریں اہلِ کتاب کے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن پاک کے نزول سے پہلے اس کے نازل ہونے کی بشارت اور اس نبی کی صفت اُن کی کتابوں میں انہیں مل چکی ہے ، اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی اللّٰہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کتاب اس کی نازل فرمائی ہوئی ہے اور کفار جو طرح طرح کی بے ہودہ باتیں اس کتاب کے متعلق کہتے ہیں سب باطل ہیں اور خود کفار بھی حیران ہیں کہ اس کے خلاف کیا بات کہیں ، اس لئے کبھی اس کو پہلوں کی داستانیں کہتے ہیں ، کبھی شعر ، کبھی جادو اور کبھی یہ کہ **مَعَاذَ اللّٰہ** اس کو خود رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بنالیا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی طرف اس کی غلط نسبت کر دی ہے ۔اس طرح کے بے ہودہ اعتراض عناد رکھنے والا ہر حال میں کرسکتا ہے حتّٰی کہ اگر بالفرض یہ قرآن کسی غیر عربی شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور اس کے باوجود وہ ایسا عاجز کر دینے والا قرآن پڑھ کر سناتا جب بھی لوگ اسی طرح کفر کرتے جس طرح انہوں نے اب کفر و انکار کیا کیونکہ اُن کے کفر و انکار کا باعث عناد ہے ۔(1)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ عناد حق بات کو قبول کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ جس شخص کے دل میں

1......مدارک، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۸-۱۹۹، ص ۸۳۲.

کسی کے بارے میں عناد بھرا ہوا ہو وہ اس کے اعتراضات کے جتنے بھی تسلی بخش جوابات دے لے اور حق بات پر جتنے بھی ایک سے ایک دلائل پیش کر دے عناد رکھنے والے کے حق میں سب بے سود ہوتے ہیں اور عناد رکھنے والا ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ ہی ان کی وجہ سے حق بات کو قبول کرتا ہے۔ یہی چیز ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ جس شخص کے بارے میں دشمنی دل میں بیٹھ جائے تو اس پر طرح طرح کے بیہودہ اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی صداقت وصفائی پر جتنے چاہے دلائل پیش کرے اسے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ كَذٰلِكَ : یونہی۔ ﴾ یعنی ہم نے اسی طرح ان کافروں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے جن کا کفر اختیار کرنا اور اس پر مُصِر رہنا ہمارے علم میں ہے، تو اُن کے لئے ہدایت کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے کسی حال میں وہ کفر سے پلٹنے والے نہیں۔ (1)

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿٢٠١﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دیکھیں دردناک عذاب۔ تو وہ اچانک ان پر آجائے گا اور انہیں خبر نہ ہوگی۔ تو کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی۔ تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ تو وہ (عذاب) اچانک ان پر آجائے گا اور انہیں خبر (بھی) نہ ہوگی۔ پھر کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی؟ تو کیا ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟

﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ : وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک عذاب آجائے گا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی اور جب وہ عذاب کو

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٠، ص ٨٣٢.

دیکھیں گے تو حسرت زدہ ہو کر کہیں گے ''کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی اگرچہ پلک جھپکنے کے برابر ہی سہی تاکہ ہم ایمان لے آئیں؟ ان سے کہا جائے گا: اب تم سے عذاب مؤخر ہو گا اور نہ تمہیں کوئی مہلت ملے گی۔ [1]

﴿اَفَبِعَذَابِنَا: تو کیا ہمارے عذاب کو۔﴾ جب نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو وہ مذاق اڑانے کے طور پر کہنے لگے کہ یہ عذاب کب آئے گا؟ اس پر اللّٰه تَبَارَكَ وَتَعَالٰى نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟ مراد یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر کفار کا حال تو یہ ہو گا کہ وہ مہلت مانگتے پھریں گے اس کے باوجود وہ دنیا میں عذاب نازل ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں، ان کے دونوں طریقوں میں کتنا فرق ہے۔ [2]

اَفَرَءَیۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِیۡنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یُمَتَّعُوۡنَ ﴿۲۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں۔ پھر آئے ان پر وہ جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ تو کیا کام آئے گا ان کے وہ جو برتتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا۔

﴿اَفَرَءَیۡتَ: بھلا دیکھو تو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا معنی یہ ہے کہ کفار کا عذاب نازل ہونے کی جلدی مچانے کا ایک سبب ان کا یہ عقیدہ ہے کہ انہیں کوئی عذاب نہیں ہو گا اور وہ ایک طویل عرصے تک امن و سلامتی کے ساتھ دنیا سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اللّٰه تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ ان کے عقیدے کے مطابق اگر انہیں لمبے عرصے تک دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے، اس کے بعد ان پر وہ عذاب آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو اس وقت ان کی

---

1 ...... جمل، الشعراء، تحت الآیة: ٢٠١-٢٠٣، ٥/٤١٠.

2 ...... خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢٠٤، ٣/٣٩٦، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیة: ٢٠٤، ٨/٥٣٤، ملتقطًا.

لمبی عمر اور عیش وعشرت انہیں کیا فائدہ دے گی۔ دنیا کی زندگانی اور اس کا عیش خواہ طویل بھی ہو لیکن نہ وہ عذاب کو دور کر سکے گا اور نہ اس کی شدت کم کر سکے گا۔ [1]

[illegible]

ان آیات میں اگرچہ کفار کے بارے میں بیان ہوا کہ دنیا کی طویل زندگی اور عیش وعشرت کی بہتات ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور کر سکے گی اور نہ ان سے عذاب کی شدت میں کوئی کمی کر سکے گی، لیکن ان آیات سے ان مسلمانوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے جو دنیا اور اس کی آسائشوں کے حصول میں تو مگن ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل ہیں۔ انہیں ڈر جانا چاہئے کہ دنیا کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے غفلت کہیں ان کی بھی آخرت تباہ نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آدمی اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے لہٰذا فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔'' [3]

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٥-٢٠٧، ص٨٣٢-٨٣٣، خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢٠٥-٢٠٧، ٣/٣٩٦، ملتقطاً.

2 ......التكاثر: ١-٨.

3 ......مسند امام احمد، مسند الكوفيين، حديث ابى موسى الاشعرى رضى الله تعالى عنه، ٧/١٦٥، الحديث: ١٩٧١٧.

حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''لوگوں میں سب سے زیادہ غافل شخص وہ ہے جو اپنی فانی زندگی پر مغرور رہا، اپنی من پسند چیزوں کی لذت میں کھویا رہا اور اپنی عادتوں کے مطابق زندگی بسر کرتا رہا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا۔[1]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور دنیا کی بجائے اپنی آخرت سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مع

وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں۔ نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے جو بستی بھی ہلاک کی اس کیلئے ڈر سنانے والے تھے۔ نصیحت کرنے کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے۔

﴿وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ: اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم پہلے ظالم لوگوں کے پاس ڈر سنانے والے بھیج کر ان پر حجت قائم کر دیتے ہیں، اس کے بعد بھی جو لوگ راہِ راست پر نہیں آتے اور حق کو قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کر دیتے ہیں تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کے لئے عبرت اور نصیحت کا سامان ہو اور وہ ان جیسی نافرمانی کرنے سے بچ جائیں۔[2]

1......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۰۷، ص۸۳۳.

2......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ۲۰۸-۲۰۹، ص۸۳۲.

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔ اور وہ اس قابل نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیئے گئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔ اور نہ ہی وہ اس قابل تھے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیئے گئے ہیں۔

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ: اور اس قرآن کو لے کر نہ اترے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ان کفار کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ جس طرح شیاطین کاہنوں کے پاس آسمانی خبریں لاتے ہیں اسی طرح وہ (مَعَاذَاللہ) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس قرآن لاتے ہیں۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے اور نہ ہی وہ اس قابل تھے کہ قرآن لے کر آئیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ یہ اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ تو فرشتوں کا کلام سننے کی جگہ آسمان سے شعلے مار کر دور کردیئے گئے ہیں یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف جو وحی ہوتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کردیا ہے۔ جب تک کہ فرشتہ اس کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں پہنچا نہ دے اس سے پہلے شیاطین اس کو نہیں سن سکتے۔ (1)

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

---

1 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢١٠-٢١٢، ١٨١/٤، جلالين مع جمل، الشعراء، تحت الآية: ٢١٠-٢١٢، ٤١٢/٥، ملتقطًا.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا ورنہ تو عذاب والوں میں سے ہوجائے گا۔

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا۔﴾ اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اے لوگو!) جب کافروں کا حال تم نے جان لیا تو تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو تم عذاب پانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔[1]

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۲۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔ تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ اور اپنے پیروکار مسلمانوں کے لیے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔ پھر اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

﴿وَاَنْذِرْ: اور اے محبوب! ڈراؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلیاں دی گئیں، پھر آپ کی نبوت پر دلائل قائم کئے گئے، پھر منکرین کے سوالات ذکر کرکے ان کے جوابات دیئے گئے، اب یہاں سے چند وہ اُمور بیان کئے جارہے ہیں جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ اور رسالت کے ساتھ ہے۔[2]

قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم

ابتداء میں دینِ اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر جاری تھی، پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ

---

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ۲۱۳، ۳/۳۹۷، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ۲۱۳، ص۳۱۶، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الشعراء، تحت الآية: ۲۱۴، ۸/۵۳٦.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوقریبی رشتہ داروں کواسلام کی تبلیغ کرنے کاحکم دیا۔حضوراکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریبی رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مُطَّلِب ہیں۔حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اعلانیہ **اللہ** تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور خدا کا خوف دلایا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:''جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوہِ صفا پر چڑھے اور آپ نے آواز دی ''اے بنی فہر،اے بنی عدی،قریش کی شاخو! یہاں تک کہ تمام لوگ جمع ہوگئے اور جو خود نہ جاسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ آکر بتائے کہ بات کیا ہے۔ابولہب بھی آیا اور سارے قریش آئے۔(جب سب جمع ہوگئے تو) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:''اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ وادی کے اس طرف ایک لشکرِ جرّار ہے جو آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ مجھے سچا جانو گے؟ سب نے کہا: ہاں! کیونکہ ہم نے آپ سے ہمیشہ سچ بولنا ہی سنا ہے۔رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''میں آپ لوگوں کو قیامت کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو سب کے سامنے ہے۔یہ سن کر ابولہب بکواس کرتے ہوئے کہنے لگا''کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا ہے۔اس وقت یہ سورت نازل ہوئی:

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّؕ(۱) مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَؕ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوجائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔[2]

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ: **اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس کے بعد جو لوگ صدق و اخلاص کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں خواہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے رشتہ داری رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں، ان پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لطف وکرم فرمائیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں تو آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بیزاری کا اظہار کردیں۔[3]

---

1 ......جلالین، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٤، ص٣١٦.

2 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الشعراء، باب وانذر عشیرتك الاقربین ... الخ، ٣/٢٩٤، الحدیث: ٤٧٧٠.

3 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٥-٢١٦، ٣/٣٩٧-٣٩٨، مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٥-٢١٦، ص٨٣٤، ملتقطاً.

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہر والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا ، رحم فرمانے والا ہے۔

﴿وَتَوَكَّلْ : اور بھروسہ کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیں جو کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے، ان مشرکین میں سے یا ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے جو کوئی بھی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا۔ (1)

توکل کا معنی

توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام اس کے سپرد کردے جو اس کے کام کا مالک اور اسے نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جو کہ تمہارے دشمنوں پر اپنی قوت سے غالب ہے اور اپنی رحمت سے ان کے خلاف تمہاری مدد فرماتا ہے۔ (2)

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٢٢٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔ بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے۔)

---

1 ......ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢١٧، ٤/١٨١، ملخصاً.

2 ......خازن، الشعراء، تحت الآية: ٢١٧، ٣/٣٩٨.

بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ یَرٰىكَ: جو تمہیں دیکھتا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس پر بھروسہ کریں جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ آدھی رات کے وقت تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں قیام سے دعا کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی ہر اس مقام پر آپ کو دیکھتا ہے جہاں آپ ہوں۔ (1)

﴿وَتَقَلُّبَكَ: اور تمہارے دورہ فرمانے کو۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے رات کے وقت گھومتے ہیں۔ مفسرین نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان کئے ہیں۔

(1)......اس کا معنی یہ ہے: ’’اللّٰہ تعالٰی آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ امام بن کر نماز پڑھاتے ہیں اور قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔

(2)......اس کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نمازوں میں آپ کی آنکھ کی گردش کو دیکھتا ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے آگے اور پیچھے سے یکساں ملاحظہ فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث میں ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع مخفی نہیں، میں تمہیں اپنے پسِ پُشت دیکھتا ہوں۔ (2)

(3)......بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ساجدین سے مومنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے زمانے سے لے کر حضرت عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تک مومنین کی پشتوں اور رحموں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام آباء واَجداد سب کے سب مومن ہیں۔ (3)

﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ: بیشک وہی سننے والا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللّٰہ تعالٰی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو سننے

1......روح البیان، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٨، ٣١٢/٦، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٨، ٣٩٨/٣، ملتقطاً.

2......بخاری، کتاب الصلاة، باب عظة الامام الناس فی اتمام الصلاة... الخ، ١٦١/١، الحدیث: ٤١٨.

3......مدارک، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٩، ص٨٣٤، خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٩، ٣٩٨/٣، جمل، الشعراء، تحت الآیة: ٢١٩، ٤١٣/٥، ملتقطاً.

والا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عمل اور نیت کو جاننے والا ہے۔[1]

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان۔ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر۔ شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار پر اترتے ہیں۔ شیطان اپنی سنی ہوئی باتیں (ان پر) ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ: کیا میں تمہیں بتادوں۔﴾ بعض مشرکین یہ کہتے تھے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر (مَعَاذَ اللّٰہ) شیطان اُترتے ہیں۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے اُن مشرکوں کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے مشرکین! کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ یہ فرمانے کے بعد بتایا کہ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار جیسے مُسَیْلِمہ وغیرہ کاہنوں پر اترتے ہیں اور شیطان فرشتوں سے سنی ہوئی باتیں ان کاہنوں کے سامنے ذکر کرتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملادیتے ہیں۔[2]

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾

---

1 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٢٠، ص٨٣٤.

2 ......مدارك، الشعراء، تحت الآية: ٢٢١-٢٢٣، ص٨٣٤-٨٣٥، جلالين، الشعراء، تحت الآية: ٢٢١-٢٢٣، ص٣١٦، ابو سعود، الشعراء، تحت الآية: ٢٢١-٢٢٣، ٤/١٨٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

﴿وَالشُّعَرَآءُ: اور شاعر۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت کفار کے ان شاعروں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف شعر بناتے اور یہ کہتے تھے کہ جیسا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے ان اَشعار کو نقل کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کی اُن کے اشعار میں پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ اُن اشعار کو پڑھتے ہیں، رواج دیتے ہیں حالانکہ وہ اشعار جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔[1]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ شاعروں کا جھوٹے اور باطل اَشعار لکھنا، انہیں پڑھنا، دوسروں کو سنانا اور انہیں معاشرے میں رائج کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ایسے اشعار لکھتے ہیں جن میں **اللّٰہ** تعالٰی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین، دینِ اسلام اور قرآن کا مذاق اڑانے اور **اللّٰہ** تعالٰی کی بارگاہ کے مُقَرَّب بندوں کی شان میں گستاخی کے کلمات ہوتے ہیں، یونہی بے حیائی، عُریانی اور فحاشی کی ترغیب پر مشتمل نیز عورت اور مرد کے نفسانی جذبات کو بھڑکانے والے الفاظ کے ساتھ شاعری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی نصیحت حاصل کریں جو ان کی بیہودہ شاعری سنتے، پڑھتے اور دوسروں کو سناتے ہیں۔

حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔''[2]

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٢٤، ٣/٣٩٨-٣٩٩، ملخصاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر... الخ، ٤/١٤٢، الحدیث: ٦١٥٤.

حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے اسلام میں فحش اور بے حیائی پر مشتمل اشعار کہے تو اس کی زبان ناکارہ ہے۔ [1] اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا خون رائیگاں گیا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّہِیۡمُوۡنَ: شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔﴾ یعنی عرب کے شاعر کلام اور فن کی ہر قسم میں شعر کہتے ہیں، کبھی وہ اشعار کی صورت میں کسی کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی کسی کی مذمت و برائی بیان کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں اکثر بے حیائی کی باتیں، گالی گلوچ، لعن طعن، بہتان اور الزام تراشی، فخر و تکبر کا اظہار، حسد، خود پسندی، فضیلت کا اظہار، تذلیل، توہین، برے اخلاق اور ایک دوسرے کے نسبوں میں طعن کرنا وغیرہ مذموم چیزیں ہوتی ہیں۔ [3]

﴿وَاَنَّہُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ: اور وہ ایسی بات کہتے ہیں۔﴾ یہاں شاعروں کے قول اور عمل میں تضاد بیان کیا گیا کہ وہ اپنے اشعار میں سخاوت کی تعریف بیان کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود سخاوت کرنے سے اِعراض کرتے ہیں اور بخل کی مذمت بیان کرتے ہیں جبکہ خود انتہائی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ اگر کسی کے آباء و اَجداد میں سے کسی نے کوئی چھوٹی سی غلطی کی ہو تو اس کی وجہ سے لوگوں کی برائی بیان کرتے ہیں اور پھر خود بے حیائی کے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ [4]

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّانۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ؕ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾

ع ۱۱ ۱۶ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

1 ......شعب الایمان ، الرابع و الثلاثون من شعب الایمان ... الخ ، فصل فی حفظ اللسان عن الشعر الکاذب ، ۴ / ۲۷۶ ، الحدیث: ۵۰۸۸ .

2 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۲/۲۳۰، الحدیث: ۷۹۷۲، الجزء الثالث.

3 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۵، ۶/۳۱۶، ملخصاً.

4 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۶، ۳/۳۹۹، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۲۶، ۸/۵۳۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: مگر وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت میں مسلمان شاعروں کا اِستثناء فرمایا گیا کیونکہ ان کے کلام میں کافر شاعروں کی طرح مذموم باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اشعار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت لکھتے ہیں، دینِ اسلام کی تعریف لکھتے ہیں، وعظ و نصیحت لکھتے ہیں اور اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔[1]

دربارِ رسالت کے شاعر حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ نبوی شریف میں حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے منبر رکھواتے تھے۔ حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس پر کھڑے ہو کر (اشعار کی صورت میں) رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعریف و توصیف بیان کرتے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (ان کے حق میں) فرماتے تھے کہ جب تک حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کفار کی بدگوئیوں کا جواب دے رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔[2]

ایک اور روایت میں ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرماتے: ’’تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے (کفار کی بدگوئیوں کا) جواب دو۔ (پھر دعا فرماتے) اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو حضرت حسان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے مدد فرما۔[3]

اچھے اور برے اشعار

یاد رہے کہ اشعار فی نفسہ برے نہیں کیونکہ وہ ایک کلام ہے، اگر اشعار اچھے ہیں تو وہ اچھا کلام ہے اور برے اشعار ہیں تو وہ برا کلام ہے، جیسا کہ حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ۲۲۷، ۳/۳۹۹، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ۴/۳۸۵، الحدیث: ۲۸۵۵.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب هجاء المشرکین، ۴/۱۴۲، الحدیث: ۶۱۵۲.

نے ارشاد فرمایا: ’’شعر ایک کلام ہے، اچھے اشعار اچھے کلام کی طرح ہیں اور برے اشعار برے کلام کی طرح ہیں۔[1]

اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں ’’بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں، اچھے اشعار کو لے لو اور برے اشعار کو چھوڑ دو۔[2]

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔‘‘[3]

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس مبارک میں بھی شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے۔[4]

اور امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا شعر کہتے تھے اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ان دونوں سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔[5]

﴿ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا : اور اللّٰہ کو کثرت سے یاد کیا۔﴾ یعنی صالحین کیلئے شاعری اللّٰہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن کرنے سے غفلت کا سبب نہ بن سکی بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہے بھی تو ان میں اللّٰہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی توحید بیان کی۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت، صحابۂ کرام اور امت کے نیک لوگوں کی تعریف بیان کی اور اپنے اشعار میں حکمت، وعظ و نصیحت اور زہد و اَدب پر مشتمل باتیں ذکر کیں۔[6]

ایسی شاعری کی اردو میں بہترین مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا لکھا ہوا کلام بنام ’’حدائقِ بخشش‘‘ ہے، جس میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اچھی شاعری کے تمام پہلو انتہائی احسن انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس کلام کا مطالعہ کرنا بھی دل میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عشق، صحابۂ کرام رَضِیَ

---

1 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب لایضیق علی واحد منهما ان یتکلّم بما لا یأثم فیه... الخ، ٥/١١٠، الحدیث: ٩١٨١.

2 ......ادب المفرد، باب الشعر حسن کحسن الکلام ومنه قبیح، ص٢٣٥، الحدیث: ٨٩٠.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز... الخ، ١٣٩/٢، الحدیث: ٦١٤٥.

4 ......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ٣٨٦/٤، الحدیث: ٢٨٥٩.

5 ......خازن، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢٧، ٤٠٠/٣.

6 ......مدارك، الشعراء، تحت الآیة: ٢٢٧، ص٨٣٥-٨٣٦.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ کی عظمت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے، لہٰذا اس کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔

﴿وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا: اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔﴾ یعنی اگر ان کے اشعار میں کسی کی برائی بیان بھی ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کی اور اُن کے پیشواؤں کی جھوٹی برائی بیان کر کے ان پر ظلم کیا تو ان حضرات نے شعروں کے ذریعے اس ظلم کا بدلہ لیا اور کافروں کو اشعار کی صورت میں ان کی بدگوئیوں کے جواب دیئے، لہٰذا وہ مذموم نہیں ہیں۔[1] بلکہ وہ اس پر اجر وثواب کے مستحق ہیں کیونکہ یہ ان حضرات کا زبان سے جہاد ہے۔

زبانی جہاد سے متعلق احادیث

آیت کی مناسبت سے یہاں زبانی جہاد سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم اپنے مالوں، اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کرو۔‘‘[2]

(2)......حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی، اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم اسی شعر سے ان کفار کو تیروں کے مارنے کی طرح مارتے ہو۔‘‘[3]

﴿وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: اور عنقریب ظالم جان لیں گے۔﴾ یعنی جن مشرکین نے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جھوٹی برائیاں بیان کی ہیں حالانکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ وہ پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں تو یہ مشرکین عنقریب مرنے کے بعد جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ’’وہ جہنم کی طرف پلٹا کھائیں گے اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔‘‘[4]

---

1 ......روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٢٧، ٦/٣١٦، خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٢٧، ٣/٤٠٠، جلالین، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٢٧، ص٣١٧.

2 ......سنن نسائی، کتاب الجھاد، باب وجوب الجھاد، ص٥٠٣، الحدیث: ٣٠٩٣.

3 ......مسند امام احمد، من مسند القبائل، حدیث کعب بن مالک رضی اللّٰہ عنہ، ١٠/٣٣٥، الحدیث: ٢٧٢٤٤.

4 ......خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢٢٧، ٣/٤٠٠.

سُوْرَةُ النَّمْل

سورۂ نمل کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **7** رکوع، **93** آیتیں، **1317** کلمے اور **4799** حروف ہیں۔[2]

’’نمل‘‘ نام رکھنے کی وجہ

نَمل کا معنی ہے چیونٹی، اور اس سورت کی آیت نمبر 18 میں ایک چیونٹی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ نمل‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ نمل کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں وہ اُمور بیان کئے گئے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے، اسے اپنا رب اور اپنا واحد معبود مان لے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر ونشر کی تصدیق کرے اور قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانے، مزید اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس کی ابتداء میں قرآن پاک کے اوصاف بیان کئے گئے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو آخرت میں سب سے بڑے نقصان اور برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(2)......یہ پانچ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ **(1)** حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ۔ **(2)** حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور چیونٹی کا واقعہ۔ **(3)** حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملکۂ بلقیس کا واقعہ۔ **(4)** حضرت صالح

---

1 ......مدارك، سورة النمل، ص۸۳۷.

2 ......مدارك، سورة النمل، ص۸۳۷، خازن، تفسير سورة النمل، ۳/۴۰۰، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ۔(5) حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے گئے کہ اس نے زمین و آسمان اور بحر و بَر کو پیدا کیا، زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا انسان کو الہام کیا، خشکی اور تری کی اندھیریوں میں انسان کو راہ دکھائی اور اسے کثیر رزق عطا کیا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کی ہَولناکیاں اچانک آجائیں گی، نیز اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور دن اور رات کے آنے جانے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا۔

(4)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر و نشر کا انکار کرنے والے مشرکین کا رد کیا گیا۔

(5)......قیامت کی چند علامات بیان کی گئی جیسے دَآبَّۃُ الْاَرْض کا نکلنا، پہاڑوں کا اُڑنا اور صُور میں پھونک ماری جانا وغیرہ۔

(6)......قیامت کے دن لوگوں کی دو اَقسام اور ان کی جزاء بیان کی گئی۔

سورۂ شعراء کے ساتھ مناسبت

سورۂ نمل کی اپنے سے ماقبل سورت ’’شعراء‘‘ کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کی ابتداء میں قرآنِ پاک کا وصف بیان ہوا ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ شعراء کی طرح سورۂ نمل میں بھی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان ہوئے البتہ سورۂ نمل میں مزید حضرت سلیمان اور حضرت داؤد عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا تو گویا کہ سورۂ نمل سورۂ شعراء کا تتمّہ ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرکے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر تسلی دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴿طٰسٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ: یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ سورت قرآن اور اس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتی ہے اور جس میں علوم اور حکمتیں امانت رکھی گئی ہیں۔ یہاں روشن کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے یا اس سے مراد بھی قرآنِ پاک ہی ہے اور یہ قرآنِ مجید کی صفت ہے۔[1]

هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَۙ(۲) الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کو۔ وہ جو نماز برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

﴿هُدًى وَّ بُشْرٰى: ہدایت اور خوشخبری ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں، فرض نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں اور نماز کی شرائط و آداب اور

1 ......جلالين، النمل، تحت الآية: ١، ص٣١٧، مدارك، النمل، تحت الآية: ١، ص٨٣٧، ملتقطاً.

جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور جب ان کے مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو خوش دلی سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (1)

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ: بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں ایمان والوں کے حالات بیان کیے گئے اور اس آیت سے کافروں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو آخرت پر اور قرآن پاک میں قیامت کے دن ملنے والے نیک اعمال کے جو ثواب اور برے اعمال کے جو عذاب بیان کیے گئے ہیں، ان پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں کہ وہ اپنی برائیوں کو خواہشات کی وجہ سے بھلائی جانتے ہیں، پس وہ اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور ان کے پاس بصیرت نہیں جس کے ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں امتیاز کر سکیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیا میں قتل اور گرفتاری

(1)……تفسیر طبری، النمل، تحت الآیۃ: ۲-۳، ۴۹۴/۹، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲-۳، ۴۰۱/۳، روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۲-۳، ۳۱۹/۶، ملتقطاً۔

کا برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں کہ ان کا انجام دائمی عذاب ہے۔[1]

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے حکمت والے، علم والے کی طرف سے۔

﴿وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ :اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی طرف سے قرآن مجید کی آیات نہیں بناتے بلکہ آپ کو اس رب تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے جو حکمت والا اور علم والا ہے، لہٰذا کفار کا یہ اعتراض غلط اور باطل ہے کہ آپ اپنی طرف سے قرآن پاک کی آیتیں بناتے ہیں۔[2]

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاذ نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاذ نہیں بلکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے جبکہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام خادم اور قاصد بن کر تشریف لاتے رہے۔ یہ بھی پتہ لگا کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرح قرآن کوئی نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ سب لوگ مخلوق سے قرآن سیکھتے ہیں اور حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خالق سے سیکھا۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًاؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی

---

[1] ......ابو سعود، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ١٨٦/٤، مدارك، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ص٨٣٧-٨٣٨، جلالين، النمل، تحت الآية: ٤-٥، ص٣١٧، ملتقطاً.

[2] ......روح البيان، النمل، تحت الآية: ٦، ٣٢٠/٦، ملخصاً.

النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸﴾ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا کہ تم تاپو۔ پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے اور پاکی ہے اللّٰہ کو جو رب ہے سارے جہاں کا۔ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللّٰہ عزت والا حکمت والا۔ اور اپنا عصا ڈال دے پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا ہم نے فرمایا اے موسیٰ ڈر نہیں بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ ہاں جو کوئی زیادتی کرے پھر برائی کے بعد بھلائی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب نو نشانیوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے (تو میں جاتا ہوں اور) عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لاؤں گا تاکہ تم گرمی حاصل کرو۔ پھر موسیٰ آگ کے پاس آئے تو (انہیں) ندا کی گئی کہ اُس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللّٰہ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللّٰہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے۔ اور اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو تو جب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا کہ گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں رسول ڈرتے نہیں۔ لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی پھر برائی کے بعد (اپنے عمل کو) نیکی سے بدل دیا تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا، (یہ بھی) فرعون اور اس کی قوم کی طرف نو نشانیوں میں سے ہے، بیشک وہ (فرعونی) نافرمان لوگ تھے۔

﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ: جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ایک واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَدْیَن سے مصر کی طرف جارہے تھے، دورانِ سفر یوں ہوا کہ رات کے وقت کافی اندھیرا اور برف باری ہونے کی وجہ سے سخت سردی تھی، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام راستہ بھی بھول گئے تھے اور اسی رات آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ مطہرہ کو دردِ زِہ (یعنی بچے کی ولادت کا درد) بھی شروع ہوگیا۔ اسی حال میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دور سے ایک روشنی ملاحظہ فرمائی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے، تم یہیں ٹھہرو، میں اس طرف جاتا ہوں اور تھوڑی دیر میں تمہارے پاس راستے کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لے آؤں گا تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرو اور سردی کی تکلیف سے امن پاؤ۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس آگ کے پاس آئے تو انہیں ندا کی گئی کہ **اُس موسیٰ کو برکت دی گئی جو اِس آگ کی جگہ میں ہے اور جو اس آگ کے آس پاس فرشتے ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللّٰہ تعالیٰ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللّٰہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔** چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ

کے حکم سے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خوف کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں سانپ یا کسی اور چیز سے رسول ڈرتے نہیں، جب میں انہیں امن دوں تو پھر کسی چیز کا کیا اندیشہ ہے، لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی اس کو ڈر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کرلے اور برائی کے بعد اپنے عمل کو نیکی سے بدل دے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں، توبہ قبول فرماتا ہوں اور بخش دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دوسری نشانی دکھائی گئی اور فرمایا گیا "اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس وقت صُوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نو نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، بیشک وہ فرعونی نافرمان لوگ ہیں اور کفر وسرکشی میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ (1)

﴿ یٰمُوْسٰی: اے موسیٰ۔﴾ یاد رہے کہ اس ندا سے اور اِس واقعے سے ولایت ومعرفت کے بہت سے اَسرار اَخذ کئے گئے ہیں۔

﴿ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ: نو نشانیوں میں سے۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو نو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (1) عصا۔ (2) یدِ بَیضا۔ (3) بولنے میں دِقّت جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا۔ (4) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا۔ (5) طوفان۔ (6) ٹڈی۔ (7) گُھن۔ (8) مینڈک۔ (9) خون۔ (2) اس رکوع میں پہلی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جبکہ ان میں سے آخری 6 نشانیوں کا مُفَصّل بیان نویں پارے کے چھٹے رکوع میں گزر چکا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ وَ جَحَدُوْا

(1) ……خازن، النمل، تحت الآية: ٧-١٢، ٣/٤٠١-٤٠٢، روح البيان، النمل، تحت الآية: ١٢، ٦/٣٢٤، ملتقطاً.

(2) ……خازن، الاسراء، تحت الآية: ١٠١، ٣/١٩٤.

بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ان کے پاس آئیں بولے یہ تو صریح جادو ہے۔ اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولتی ہوئی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا: پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آئیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعونیوں کے پاس آنکھیں کھول دینے والی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یوں آئیں کہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرعونیوں کے پاس تشریف لا کر ان نشانیوں کو ظاہر فرمایا تو وہ کہنے لگے: ہم جو دیکھ رہے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔ انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل، دماغ ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ بے شک یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے۔ تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا کہ وہ لوگ دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے۔ [1]

عذاب یافتہ لوگوں کے انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں: یہ واقعہ کفارِ قریش کے سامنے بطورِ مثال پیش کر کے ان پر واضح کر دیا گیا کہ جو رب تعالیٰ فرعون (اور اس کی قوم) کو ہلاک کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ ان لوگوں کو بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے جو فرعون (اور اس کی قوم) کی رَوِش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس میں قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے بھی

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۱۳-۱۴، ۳/۴۰۳، روح البيان، النمل، تحت الآية: ۱۳-۱۴، ۶/۳۲۴، ملتقطاً.

نصیحت ہے کیونکہ دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب وجلال اسی طرح ہمیشہ کے لئے ہے جس طرح اولیاء پر اس کا کرم و جمال ہر زمانے میں باقی ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے حال اور انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور ان تمام اسباب کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ہلاکت کی طرف لے جانے والے ہیں۔[1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔﴾ یعنی ہم نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قضا اور سیاست کا علم دیا، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چوپایوں اور پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں نبوت و ملک عطا فرما کر، جن و اِنس اور شیاطین کو ہمارے لئے مُسخّر کر کے اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔[2]

اس آیت میں اہلِ علم کے لئے ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو علم عطا کیا اس پر وہ اللہ تعالیٰ

[1] ……روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۱۴، ۶/۳۲۴، ملخصاً۔

[2] ……خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۰۳، ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۱۹۰، ملتقطاً۔

کاشکر ادا کریں اور عاجزی وانکساری کا اظہار کریں اور یہ ذہن بنائیں کہ اگرچہ انہیں کثیر لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے لیکن بہت سے بندوں کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے کہ ہر علم والے کے اوپر بڑا علم والا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عاجزی فرماتے ہوئے کہتے تھے "سب لوگ عمر فاروق سے زیادہ فقیہ ہیں۔"(1)

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بیشک یہی ظاہر فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا، بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے۔

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ: اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے۔﴾ یہاں آیت میں نبوت، علم اور ملک میں جانشینی مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں۔ چنانچہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی نبوت، علم اور ان کے ملک کے وارث بنے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ملک عطا ہوا اور مزید انہیں ہواؤں اور جنّات کی تسخیر بھی عطا کی گئی۔(2)

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وصال کے بعد علم، نبوت اور ملک صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا ہوئے، ان کی باقی اولاد کو نہ ملے۔

1 ......ابو سعود، النمل، تحت الآية: ١٥، ٤/١٩٠، ملتقطاً.

2 ......تفسير بغوى، النمل، تحت الآية: ١٦، ٣/٣٥٠.

اسے یہاں مجازاً میراث سے تعبیر کیا گیا کیونکہ میراث درحقیقت مال میں ہوتی ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روحانی کمالات کا وارث بناتے ہیں ان کے نزدیک مال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ (1)

ابو عبداللّٰہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ''حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انیس بیٹے تھے، ان میں سے صرف حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت اور ملک کے وارث ہوئے، اگر یہاں مال کی وراثت مراد ہوتی تو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سب بیٹے اس میں برابر کے شریک ہوتے۔ (2)

سرِدست یہاں تین معتبر تفاسیر کے حوالے سے لکھا گیا جبکہ ان کے علاوہ تفسیر طبری، تفسیر بیضاوی، تفسیر ابوسعود، تفسیر کبیر، تفسیر البحر المحیط اور تفسیر جلالین وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم، نبوت اور ملک کے وارث ہوئے۔ لہٰذا اس آیت کو اس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے مال کی وارث بنتی ہے۔ اس کی مزید صراحت درج ذیل حدیث پاک میں موجود ہے، چنانچہ

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا بلکہ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ (3)

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ یعنی حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور دنیا و آخرت کی بکثرت نعمتیں ہمیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی اللّٰہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر اللّٰہ تعالیٰ کا فضل

مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالیٰ نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کی مملکت عطا فرمائی۔ چالیس سال آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے مالک رہے۔ پھر پوری دنیا کی مملکت عطا فرمائی، جن و انس، شیطان، پرندے، چوپائے، درندے سب پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حکومت تھی اور ہر ایک شے کی زبان آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/۳۲۷.

2 ......تفسیر قرطبی، النمل، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/۱۲۵، الجزء الثالث عشر.

3 ......ترمذی، کتاب العلم عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/۳۱۲، الحدیث: ۲۶۹۱.

کو عطا فرمائی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں عجیب وغریب صنعتیں ایجاد ہوئیں۔ [1]

وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ الطَّیۡرِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جمع کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنّوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے تو وہ روکے جاتے تھے۔

﴿وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ: اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے۔﴾ اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مختلف مقامات سے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکروں کو جمع کردیا گیا اور اس لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا انتظام کرنے کے لئے اگلوں کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا تاکہ سب جمع ہوجائیں، اس کے بعد انہیں چلایا جاتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے جنّوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کردیئے گئے تو وہ پہلے ایک جگہ ترتیب سے روکے جاتے تھے پھر انہیں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر کی جگہ ایک سو فرسخ (یعنی تین سو میل) میں تھی۔ 25 فرسخ (یعنی 75 میل) جنوں کے لئے، 25 فرسخ انسانوں کے لئے، 25 فرسخ پرندوں کے لئے اور 25 فرسخ وحشی جانوروں کے لئے تھی۔ [2] فی زمانہ کی چھاؤنیوں کا سسٹم دیکھ کر یہ بات کوئی بعید نہیں لگتی۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا

1 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۱۶، ۳/۴۰۴.

2 ......ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/۱۹۱-۱۹۲، ملخصاً.

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔

﴿ **حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور چیونٹی کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے لشکروں کے ساتھ طائف یا شام میں اس وادی پر سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں۔ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، جبر اور زیادتی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ گزرتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کریں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سن لی اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کی مبارک سماعت تک پہنچاتی تھی جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ سفر ہوا پر نہ تھا بلکہ پیدل اور سواریوں پر تھا۔[1]

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۱۸، ص۳۱۸، خازن، النمل، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۴۰۵، ملتقطاً.

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو سلیمان اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا: تو اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب ملکہ چیونٹی کی بات سنی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت، ان کی ضروریات کی تدبیر اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر تعجب کرتے ہوئے مسکرا کر ہنس پڑے۔ (1)

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا ہے وہ حضرات قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کبھی پورا ہنستے نہ دیکھا حتّٰی کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تالو دیکھ لیتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صرف مسکرایا کرتے تھے۔ (2)

﴿وَقَالَ: اور عرض کی۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے پر اس کی حمد کرتے ہوئے عرض

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ١٩، ص٨٤٢.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، ٤/١٢٥، الحديث: ٦٠٩٢.

کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے نبوت، ملک اور علم عطا فرما کر مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے توفیق دے کہ میں بقیہ زندگی میں بھی وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کے زمرے میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔ خاص قرب کے لائق بندوں سے مراد انبیاء و مُرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ کرام رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ ہیں۔ [1]

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ٘ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں۔ ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کردوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں ضرور ضرور اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کردوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے۔

﴿ وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ: اور پرندوں کا جائزہ لیا۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں سے اسی سفر کے دوران پیش آنے والا ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو یہاں نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا۔ سخت سزا سے مراد اس کے پر اُکھاڑ کر یا اسے اس کے پیاروں سے جدا کرکے یا اس کو اس کے ساتھیوں کا خادم بنا کر یا اُس کو غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے کی صورت میں سزا دینا ہے۔ البتہ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے مزید یہ فرمایا کہ ہدہد کو سزا دی جائے گی مگر یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول دلیل میرے پاس لائے جس سے اس کی معذوری ظاہر ہو۔ [2]

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٠٥، مدارك، النمل، تحت الآية: ١٩، ص٨٤٢، ملتقطاً.

2 ......جمل، النمل، تحت الآية: ٢٠، ٥/٤٣١، مدارك، النمل، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص٨٤٢، ملتقطاً.

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پرندوں کا جائزہ لینے اور ہد ہد کے بارے میں دریافت کرنے کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی جگہ پر اترتے تو جن و اِنس اور پرندوں کے لشکر آپ پر سایہ کر دیتے یہاں جب ہد ہد کی جگہ سے انہیں دھوپ پہنچی تو اس طرف دیکھا، وہاں ہد ہد موجود نہیں تھا اس لئے ہد ہد کے بارے میں فرمایا کہ میں ہد ہد کو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہد ہد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پانی کی جگہ کے بارے میں بتا دیتا تھا کیونکہ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ زمین کے اندر موجود پانی بھی دیکھ لیتا اور پانی کے قریب یا دور ہونے کے بارے میں جان لیتا تھا، جہاں اسے پانی نظر آتا وہ اپنی چونچ سے اس جگہ کو کُریدنا شروع کر دیتا، پھر جنّات آتے اور اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اس جگہ اترے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پانی کی حاجت ہوئی۔ لشکر والوں نے پانی تلاش کیا لیکن انہیں نہ ملا۔ ہد ہد کو دیکھا گیا تا کہ وہ پانی کے بارے میں بتائے لیکن ہد ہد یہاں موجود نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں ہد ہد کو یہاں موجود نہیں پاتا۔ (1)

یاد رہے کہ ہد ہد کو مَصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے حلال تھا اور جب پرندے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مُسخّر کر دیئے گئے تھے تو تادیب و سیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔ (2)

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٢٠، ٣/٤٠٦.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٢١، ص٨٤٢.

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة

السجدة ۸

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہُد ہُد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آ کر عرض کی کہ میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے۔ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہد ہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آ کر عرض کی: کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں ملک ِسبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی جو لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے تو انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے۔ (شیطان نے انہیں روک دیا) تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ: تو ہد ہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات میں اِس واقعے کا جو حصہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہُد ہُد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلد ہی حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دربار

شریف میں حاضر ہوگیا اور انتہائی ادب، عاجزی اور انکساری کے ساتھ معافی طلب کر کے عرض کرنے لگا: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نہ دیکھی اور میں یمن کے ایک علاقے سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا نام بلقیس ہے، وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر اس چیز میں سے وافر حصہ ملا ہے جو بادشاہوں کے لئے شایان ہوتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے جس کی لمبائی **80** گز، چوڑائی **40** گز اور اونچائی **30** گز ہے۔ وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس میں جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، اس لئے وہ سیدھا راستہ یعنی حق اور دینِ اسلام کا راستہ نہیں پاتے۔ تاکہ وہ اس **اللہ** کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ [1]

خیال رہے کہ ہد ہد کی گفتگو کے آخری حصے کا تعلق ان علوم سے ہے جو اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل کئے تھے اور یہاں ہد ہد نے اپنے دین کی مضبوطی ظاہر کرنے کے لئے یہ کلام کیا تھا۔ [2]

﴿اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ: تاکہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں سورج کی عبادت کرنے والوں بلکہ ان تمام باطل پرستوں کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی پوجیں۔ مقصود یہ ہے کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ اَرضی وسماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ [3]

نوٹ: یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا

---

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ۲۲-۲۶، ص۳۱۹، ملخصاً.

2 ......جمل، النمل، تحت الآیۃ: ۲۶، ۵/۴۳۶.

3 ......خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۴۰۸، ملخصاً.

فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ع ۲ ۱۷ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں ہے۔ میرا یہ فرمان لے جا کر ان پر ڈال پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ عورت بولی اے سردارو بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا۔ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سلیمان نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عورت نے کہا: اے سردارو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں بلندی نہ چاہو اور میرے پاس فرمانبردار بنتے ہوئے حاضر ہو جاؤ۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے شہرِ سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔ اس کے بعد مُدّعا یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ اس مکتوب پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی مہر لگائی اور ہدہد سے فرمایا ’’میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد وہ مکتوبِ گرامی لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، اس وقت بلقیس کے گرد اس

کے اُمرااور وُزراء کا مجمع تھا۔ ہد ہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس اس مکتوب کو دیکھ کر خوف سے لرز گئی اور پھر اس پر مہر دیکھ کر کہنے لگی: اے سردارو! مجھے ایک معزز خط موصول ہوا ہے۔ بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی، اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک سے تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ مکتوب کس کی طرف سے آیا ہے، چنانچہ اس نے کہا ''بیشک وہ سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرو اور تکبر نہ کرو جیسا کہ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس فرماں بردارانہ شان سے حاضر ہو جاؤ۔ [1]

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﳔ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی اے سردارو میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ملکہ نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ انہوں نے کہا: ہم قوت والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟

[1] ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ۳/۴۰۹، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ص۸۴۴-۸۴۵، جلالین، النمل، تحت الآیة: ۲۷-۳۱، ص۳۱۹، ملتقطاً.

﴿قَالَتْ: ملکہ نے کہا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ’’اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو، میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ سرداروں نے کہا: ہم قوت والے ہیں اور بڑی سخت جنگ لڑ سکتے ہیں۔ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اگر تیری رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شُجاع ہیں، قوت وتوانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں۔ سرداروں نے مزید کہا کہ صلح یا لڑائی کا اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے، اے ملکہ! تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟ ہم تیری اطاعت کریں گے اور تیرے حکم کے مُنتظِر ہیں۔ اس جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اُن کی رائے جنگ کی ہے یا اس جواب سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، تم خود صاحبِ عقل اور صاحبِ تدبیر ہو، ہم بہر حال تیری اطاعت کریں گے۔ [1]

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولی بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کردیتے ہیں اوراس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اوراس کے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

﴿قَالَتْ: اس نے کہا۔﴾ جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کی طرف مائل ہیں تو اُس نے انہیں اُن کی رائے کی خطا پر آگاہ کیا اور جنگ کے نتائج سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ ’’جب بادشاہ کسی بستی میں اپنی قوت اور طاقت سے داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اوراس کے عزت والوں کو قتل کرکے، قیدی بنا کر اور ان کی توہین کرکے انہیں ذلیل کردیتے

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ص٨٤٥، خازن، النمل، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ٣/٤٠٩-٤١٠، ملتقطاً.

ہیں یہی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ملکہ بلقیس چونکہ بادشاہوں کی عادت جانتی تھی اِس لئے اُس نے یہ کہا اور اُس کی مراد یہ تھی کہ جنگ مناسب نہیں ہے،اس میں ملک اور اہلِ ملک کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔[1]

وَ اِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کرلوٹتے ہیں؟

﴿وَ اِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ: اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں۔﴾ سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ہمارے قاصد کیا جواب لے کرلوٹتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوجائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت واحترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، اس لئے اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کرلیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ چنانچہ ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ 500 غلام اور 500 باندیاں بہترین لباس اور زیوروں کے ساتھ آراستہ کرکے سونے سے نقش ونگار کی ہوئی زِینوں پر سوار کرکے بھیجے۔ان کے علاوہ 500 سونے کی اینٹیں، جواہرات لگے ہوئے تاج اور مشک وعنبر وغیرہ بھی روانہ کئے۔ ہدہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچادی۔ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نو فرسنگ (یعنی 27 میل) کے میدان میں بچھادی جائیں اور اس کے اردگرد سونے چاندی سے بلند دیوار بنا دی جائے اور خشکی وتری کے خوب صورت جانور اور جِنّات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔[2]

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنَِۧ اللّٰہُ خَیۡرٌ مِّمَّاۤ

[1] ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٤، ص ٨٤٥، ملخصاً.

[2] ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٣٥، ص ٨٤٥-٨٤٦، جلالين، النمل، تحت الآية: ٣٥، ص ٣٢٠، ملتقطاً.

اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ سلیمان کے پاس آیا سلیمان نے فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللہ نے دیا وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللہ نے جو کچھ مجھے عطا فرما رکھا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ: پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا۔﴾ جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا: ''کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ اللہ تعالٰی نے جو کچھ مجھے علم، نبوت اور بادشاہت کی صورت میں عطا فرما رکھا ہے وہ اس دُنْیَوی مال واَسباب سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت، اللہ تعالٰی نے مجھے اِتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔ (1)

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے یوں کہ وہ پست ہوں گے۔

(1)......خازن، النمل، تحت الآية: ٣٦، ٣/٤١١.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ تو ضرور ہم ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کرکے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔

﴿اِرۡجِعۡ اِلَیۡهِمۡ: ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ۔﴾ اب حضرت سلیمان عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وفد کے امیر مُنذِر بن عمرو سے فرمایا کہ یہ ہدیئے لے کر ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ، اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ان کا انجام یہ ہوگا کہ ہم ضرور ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ہم ضرور ان کو شہرِ سبا سے ذلیل کرکے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بے شک وہ نبی ہیں اور ہمیں اُن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر بلقیس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کرکے سب دروازوں پر تالے لگوا دیئے اور ان پر پہرہ دار بھی مقرر کر دیئے اور حضرت سلیمان عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کرنے لگی تا کہ دیکھے کہ آپ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسے کیا حکم فرماتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف روانہ ہوئی۔[1]

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَیُّکُمۡ یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے جو ان کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ جب بلقیس اتنا قریب پہنچ گئی کہ حضرت سلیمان عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے صرف ایک فرسنگ (یعنی تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ تخت منگوانے سے آپ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقصود

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۳۷، ۳/۴۱۱-۴۱۲، مدارک، النمل، تحت الآیة: ۳۷، ص۸۴۷، ملتقطاً.

یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔ (1)

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک بڑا خبیث جن بولا کہ وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بیشک اس پر قوت رکھنے والا، امانتدار ہوں۔

﴿قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ: ایک بڑا خبیث جن بولا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور خبیث جن بولا ’’میں وہ تخت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں آپ کے اُس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا جہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فیصلے کرنے کے لئے تشریف فرما ہیں اور میں بیشک اس تخت کو اٹھانے پر قوت رکھنے والا اور اس میں لگے ہوئے جواہرات وغیرہ پر امانتدار ہوں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔ (2)

مروی ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک مجلس منعقد کرتے تھے جس میں صبح سے لے کر دوپہر تک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مختلف معاملات کے فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ (3)

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۳۸، ۳ /۴۱۲، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۳۸، ص۸۴۷، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۳۹، ص۳۲۰.

3 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۳۹، ۳ /۴۱۲.

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ﵕ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے تو وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ) پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔﴾ کتاب کا علم رکھنے والے سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔ چنانچہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔''(1)

(1)......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٠، ص٨٤٧.

ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ انسانوں میں سے ایک شخص تھے اور ان کا نام حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔[1]

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس سے مراد حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔[2]

اور ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اکثر مفسرین نے فرمایا کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔[3]

ان تفاسیر کے علاوہ دیگر معتبر تفاسیر جیسے تفسیر سمرقندی جلد 2 صفحہ 497، تفسیر جلالین صفحہ 320، تفسیر صاوی جلد 4 صفحہ 1498، تفسیر روح البیان جلد 6 صفحہ 349 میں راجح اور جمہور مفسرین کا یہی قول لکھا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ: میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔﴾ جب حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ’’اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہو گے۔ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے نمودار ہو گیا۔[4]

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات ظاہر ہونے کا ثبوت

اس آیت سے اولیاءِ کرام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علامہ یافعی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اولیاءِ کرام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللّٰہ تعالٰی کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات

1 ......البحر المحیط، النمل، تحت الآیة: ٤٠، ٧/٧٢-٧٣.

2 ......تفسیر قرطبی، النمل، تحت الآیة: ٤٠، ١٥٦/٧، الجزء الثالث عشر.

3 ......تفسیر بغوی، النمل، تحت الآیة: ٤٠، ٣٥٩/٣.

4 ......تفسیر سمرقندی، النمل، تحت الآیة: ٤٠، ٤٩٧/٢.

میں سے ہے، جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزات ظاہر کر دینا۔ یہ اہلسنّت کے کامل اولیاءِ کرام، اصولِ فقہ کے بڑے بڑے علماء، فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے۔ مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ پھر اہلسنّت کے جمہور محقق آئمہ کے نزدیک صحیح، ثابت اور مختار قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزے کے طور پر جائز ہے وہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامت کے طور پر جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے نبوت والا چیلنج کرنا مقصود نہ ہو۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے۔ معجزے کے ذریعے کفار کو چیلنج کیا جاتا ہے جبکہ ولی کو بغیر ضرورت کرامت ظاہر کرنا منع ہے۔

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے کرامات ثابت ہونے پر قرآنِ پاک اور بکثرت اَحادیثِ مبارکہ میں دلائل موجود ہیں۔ قرآنِ پاک میں موجود حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ۔ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ۔ اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ اور حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ولی سے کرامت ظاہر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ [1]

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ: پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔﴾ یعنی جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: پلک جھپکنے سے پہلے تخت کا میرے پاس آ جانا مجھ پر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل کی وجہ سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات پر شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر کا نفع خود اس شکر گزار کو ہی ملے گا اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ شکر سے بے پرواہ ہے اور ناشکری کرنے والے پر بھی احسان کر کے کرم فرمانے والا ہے۔ [2]

ہر نعمت و صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ بندے کو جو نعمت اور صلاحیت ملے اس پر اسے خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس طرح

---

1 ......روض الریاحین، الفصل الثانی فی اثبات کرامات الاولیاء رضی اللّٰہ تعالی عنہم، ص۳۷-۳۸، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۴/۲۰۲، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ص۸۴۸، ملتقطاً.

کا اظہار کرنا چاہئے کیونکہ خود پسندی انتہائی مذموم عمل ہے اور اس کی آفات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے بے شمار آفات جنم لیتی ہیں یونہی خود پسندی کی وجہ سے بندہ اپنے گناہوں کو بھولنے اور انہیں نظر انداز کرنے لگ جاتا ہے جبکہ عبادات اور نیک اعمال کو یاد رکھتا، انہیں بہت بڑا سمجھتا، ان پر خوش ہوتا اور ان کی بجا آوری کو اندرونِ خانہ غیر شعوری طور پر اللّٰہ تعالٰی پر احسان جانتا ہے۔ جو آدمی خود پسندی کا شکار ہوتا ہے تو وہ اس کی آفات سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو شخص اعمال کی آفات سے غافل ہو جائے اس کی زیادہ تر محنت ضائع چلی جاتی ہے کیونکہ ظاہری اعمال جب تک خالص اور (ریا کاری وغیرہ کی) آمیزش سے پاک نہ ہوں تب تک نفع بخش نہیں ہوتے۔ خود پسند آدمی اپنے آپ پر اور اپنی رائے پر مغرور رہوتا اور اللّٰہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو جاتا ہے، لہٰذا نعمت اور صلاحیت ملنے پر خود پسندی سے بچنا چاہئے اور اس نعمت اور صلاحیت کے ملنے کو اللّٰہ تعالٰی کے فضل کی طرف منسوب کرنا چاہئے کہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور نیک بزرگوں کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس مہمان آیا تو آپ نے اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات کی طرف کسی کو بھیجا تاکہ وہ ان کے پاس کھانا تلاش کرے لیکن اس نے کسی کے پاس بھی کھانا نہ پایا، اس پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا مانگی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے تیرے فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں کیونکہ اس کا مالک تو ہی ہے۔ اتنے میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھنی ہوئی ایک بکری تحفے کے طور پر پیش کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللّٰہ تعالٰی کے فضل سے ہے اور ہم اس کی رحمت کے مُنتظِر ہیں۔[1]

اسی طرح حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے توحید پر ہونے اور شرک سے محفوظ رہنے کو اللّٰہ تعالٰی کے فضل کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین ہی کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور

[1] ......حلیة الاولیاء، زبید بن الحارث الایامی، ٥/٤١، الحدیث: ٦٢٤٤.

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ[1] لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

یونہی ہمارے بزرگانِ دین کا معمول تھا کہ جب وہ کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو اس میں آنے والی غلطیوں اور خطاؤں کو اپنی طرف منسوب کرتے جبکہ غلطی اور خطا سے محفوظ رہنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرتے، کوئی ان کا حال پوچھتا تو اپنا حال درست ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف کرتے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقَرّب بندوں کی پیروی کرتے ہوئے ہر نعمت اور صلاحیت کے ملنے کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرے اور خود پسندی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے۔ پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بیشک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حضرت سلیمان نے حکم دیا: اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کو تبدیل کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا راہ نہ پانے والوں میں سے ہوتی ہے۔ پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب

[1] ......یوسف: ۳۸.

دیا: گویا یہ وہی ہے ”اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور اسے اُس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی۔

﴿قَالَ: حضرت سلیمان نے حکم دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یا نہیں۔ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ پھر ملکہ بلقیس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا: ”ہمیں اللہ تعالٰی کی قدرت اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہدہد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔“[1]

﴿وَصَدَّهَا: اور اسے روکا۔﴾ یعنی بلقیس کو اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے سورج کی پوجا نے روک رکھا تھا اور بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی عبادت کرنا ہی آتا تھا۔[2]

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾

ع ١٢/٣ ١٨

1 ......روح البيان، النمل، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٦/٣٥٢، خازن، النمل، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٣/٤١٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٤٣، ٣/٤١٣، مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٣، ص٨٤٨، ملتقطاً.

دیا: گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور اسے اُس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی۔

﴿قَالَ: حضرت سلیمان نے حکم دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یا نہیں۔ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ پھر ملکہ بلقیس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا: ''ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہدہد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔''[1]

﴿وَصَدَّهَا: اور اسے روکا۔﴾ یعنی بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے سورج کی پوجا نے روک رکھا تھا اور بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی عبادت کرنا ہی آتا تھا۔[2]

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ع ٣/١٣ ١٨

1 ......روح البيان، النمل، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٣٥٢/٦، خازن، النمل، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٤١٣/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٤٣، ٤١٣/٣، مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٣، ص٨٤٨، ملتقطاً.

ضروری نہیں لہٰذا سورج کی پوجا کو ملکہ بلقیس جیسے درست سمجھتی آرہی تھی وہ حقیقت میں ویسی درست نہیں بلکہ مکمل طور پر خلافِ حقیقت وخلافِ حق تھی۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللّٰہ کو پوجو تو جبھی وہ دو گروہ ہوگئے جھگڑا کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ (اے لوگو!) اللّٰہ کی عبادت کرو تو اسی وقت وہ جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا: اور بیشک ہم نے بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اور اس واقعے کی بعض تفصیلات اس سے پہلے سورۂ اَعراف، آیت نمبر 73 تا 79، سورۂ ہود، آیت نمبر 61 تا 68، سورۂ شعراء، آیت نمبر 141 تا 159 میں گزر چکی ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کی طرف ان کے ہم قوم حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے لوگو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ تو وہ اسی وقت جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو ہی حق پر کہتا تھا۔[1]

نوٹ: اس جھگڑے کی تفصیل سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 75 میں بیان ہو چکی ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٥، ص٨٤٩، ملخصاً.

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: صالح نے فرمایا اے میری قوم کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے اللّٰہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے شاید تم پر رحم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صالح نے فرمایا: اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم اللّٰہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے ؟ ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

﴿قَالَ: صالح نے فرمایا۔﴾ جب کافر گروہ نے کہا کہ اے صالح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اگر تم رسولوں میں سے ہو تو ہمیں جس عذاب کا وعدہ دے رہے ہو اسے لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''عافیت اور رحمت سے پہلے مصیبت اور عذاب کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر اللّٰہ تعالیٰ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے ؟ ہوسکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے اور دنیا میں عذاب نہ کیا جائے۔ [1]

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے ہم نے بُرا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللّٰہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے کہا: ہم نے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے برا شگون لیا۔ صالح نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللّٰہ کے پاس ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے۔

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٤٦، ٣ /٤١٤-٤١٥، مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٦، ص٨٤٩، ملتقطاً.

﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ: انہوں نے کہا: ہم نے تم سے براشگون لیا۔﴾ جب حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تو ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔اس کی وجہ سے بارش رک گئی، یوں وہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے اور بھوکے مرنے لگے۔ان مصائب کو انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کی طرف منسوب کیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آمد کو بدشگونی سمجھتے ہوئے کہا کہ (مَعَاذَ اللّٰہ) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔[1]

﴿قَالَ طٰٓىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ: فرمایا: تمہاری بدشگونی اللّٰہ کے پاس ہے۔﴾ قومِ ثمود کے بدشگونی لینے پر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا کہ تمہیں جو بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ اللّٰہ تعالٰی کے حکم سے ہے اور وہ تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں (آیت میں ذکر کئے گئے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قول کا معنی یہ ہے کہ) تمہارے پاس جو بدشگونی آئی یہ تمہارے کفر کے سبب اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے آئی ہے۔[2]

یاد رہے کہ بندے کو پہنچنے والی مصیبتیں اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں، جیسا کہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللّٰہ پر آسان ہے۔

اور کوئی مصیبت اللّٰہ تعالٰی کے حکم کے بغیر نہیں آتی، جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر مصیبت اللّٰہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

1 ......جلالین مع صاوی، النمل، تحت الآیة: ۴۷، ۴/۱۵۰۲، مدارک، النمل، تحت الآیة: ۴۷، ص۸۴۹-۸۵۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۴۷، ۳/۴۱۵.

3 ......حدید: ۲۲.

4 ......تغابن: ۱۱.

اور مصیبتیں آنے کا عمومی سبب بندے کے اپنے برے اعمال ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو (اللہ) معاف فرمادیتا ہے۔

اور جب ایسا ہے تو کسی چیز سے بدشگونی لینا اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو اس کی نحوست جاننا درست نہیں اور کسی مسلمان کو تو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لے کیونکہ یہ تو مشرکوں کا سا کام ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین بار ارشاد فرمایا کہ بدشگونی شرک (یعنی مشرکوں کا سا کام) ہے اور ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، اللہ تعالیٰ اسے توکُّل کے ذریعے دور کر دیتا ہے۔ [2]

اوپر بیان کردہ درس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مصیبتوں اور پریشانیوں کو دوسروں کی نحوست قرار دیتے ہیں جیسے بالفرض اگر شادی کے بعد گھر میں مسائل و مَصائب شروع ہو جائیں تو سارا الزام دلہن کے سر ڈال دیا جاتا ہے کہ جب سے یہ منحوس گھر میں آئی ہے تب سے مصیبتوں نے ہمارے گھر کا رستہ دیکھ لیا ہے، وغیرہ۔ اس طرح کی بدشگونی سخت ممنوع اور ایسی دل آزاری سخت حرام ہے۔

یہاں معاشرے میں رائج بدفالیوں اور بدشگونیوں کا ایک بہترین علاج ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عروہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس شگون کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: ''اس میں (نیک) فال اچھی چیز ہے۔ اور مسلمان کو کسی کام سے نہ روکے تو جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یوں کہے: **''اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ''** یعنی اے اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائیاں دور نہیں کرتا، نہ ہم میں طاقت ہے اور نہ قوت مگر تیری

---

1 ......شوری: ٣٠.

2 ......ابو داؤد، كتاب الطب، باب في الطيرة، ٢٣/٤، الحديث: ٣٩١٠.

توفیق کے ساتھ۔ (1)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''یہ عمل بہت ہی مُجرَّب ہے، اِنْ شَآءَ اللّٰه اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی۔ (2)

﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ: بلکہ تم ایک قوم ہو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جنہیں آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئی ہے۔ (3)

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

﴿وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ: اور شہر میں نو شخص تھے۔﴾ یہاں شہر سے مراد قومِ ثمود کا شہر ہے جس کا نام حِجر تھا۔ اس قوم کے شریف زادوں میں سے نو شخص تھے جو زمین میں اللّٰه تعالٰی کی نافرمانی کر کے فساد کرتے تھے اور اللّٰه تعالٰی کی اطاعت کر کے اپنی اصلاح نہ کرتے تھے۔ ان کا سردار قدار بن سالف تھا اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹنے پر متفق ہوئے تھے۔ (4)

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الطب، باب في الطيرة، ٢٥/٤، الحديث: ٣٩١٩.

2 ......مراۃ المناجیح، فال اور بدفالی لینے کا بیان، تیسری فصل، ۲۲۲/۶، تحت الحدیث: ۴۳۸۷۔

3 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٤٧، ص ٨٥٠.

4 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٤٨، ٣/ ٤١٥، ملخصاً.

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر بولے ہم ضرور رات کو چھاپا ماریں گے صالح اور اس کے گھر والوں پر پھر اس کے وارث سے کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہوں نے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر کہا: ہم رات کے وقت ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر چھاپا ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں۔

﴿ قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ جب ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں بتایا اور اس عذاب کی علامت بھی بیان کردی۔ اس کے بعد ان نو اَشخاص نے آپس میں اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم ضرور رات کے وقت چھاپا مار کر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اُن کی اولاد اور ان پر ایمان لانے والوں کو قتل کردیں گے، پھر ان کے اس وارث سے جسے ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کا حق ہوگا کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔[1]

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے سازش کی اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔

﴿ وَ مَكَرُوْا: اور انہوں نے سازش کی۔﴾ یعنی ان لوگوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والوں پر شب خون مارنے کی سازش تیار کی اور ہم نے ان کی سازش کی سزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی اور وہ ہماری

1 ......روح البیان، النمل، تحت الآیة: ٤٩، ٦/٣٥٧، مدارك، النمل، تحت الآیة: ٤٩، ص ٨٥٠، ملتقطاً.

خفیہ تدبیر سے غافل رہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حافظ و ناصر ہے اور انہیں لوگوں کے خفیہ شر سے بچاتا ہے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو دیکھو کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

﴿اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ : ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔﴾ یعنی ہم نے ان نو شخصوں کو ہلاک کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے۔ جب وہ نو شخص ہتھیار باندھ کر اور تلواریں کھینچ کر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دروازے پر آئے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مارے۔ وہ پتھر ان لوگوں کو لگتے تھے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ اس طرح ان نو کو ہلاک کیا اور ان کے علاوہ ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا۔[2]

نوٹ: حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دروازے پر ان نو شخصوں کے مرنے سے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھئے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بیشک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لیے۔ اور ہم نے ان کو بچا لیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۵۰، ۳/ ۴۱۵.

2 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۵۱، ۳/ ۴۱۵.

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب ویران پڑے ہیں، بیشک اس میں جاننے والوں کیلئے (عبرت کی) نشانی ہے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

﴿فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةً: تو یہ ان کے گھر ویران پڑے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود کی ہلاکت کے بعد ان کے گھر ویران پڑے ہیں اور اب ان گھروں میں اس قوم کا کوئی شخص بھی موجود نہیں اور ان کا یہ انجام اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کر کے اور اس کے رسول کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کے سامنے قومِ ثمود کا جو واقعہ بیان فرمایا اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی موجود ہے جو علم رکھتے ہیں، لٰہذا اگر آپ کی قوم کے کفار آپ کو جھٹلانے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی قومِ ثمود جیسا ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہوا تو یہ ان کے حق میں کسی طرح بہتر نہ ہوگا۔ (1)

﴿وَاَنْجَیْنَا: اور ہم نے بچالیا۔﴾ یعنی جو لوگ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور وہ کفر و شرک اور گناہوں سے بچتے اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے تھے ہم نے انہیں عذاب سے بچالیا۔ (2)

تفاسیر میں منقول ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کی حقیقی تعداد اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو اور تم سوجھ رہے ہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور لوط کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔

﴿وَلُوْطًا: اور لوط کو۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ آیت میں ذکر

---

1 ......تفسیر طبری، النمل، تحت الآیة: ۵۲، ۹/۵۳۴، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۵۲، ۶/۳۵۷-۳۵۸، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآیة: ۵۳، ص۸۵۱، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۵۳، ۶/۳۵۸، ملتقطاً.

کئے گئے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قول کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا تم بدکاری پر اتر آئے ہو حالانکہ تم اس فعل کی قباحت جانتے ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کیا تم بے حیائی پر اتر آئے ہو اور تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو کر اعلانیہ بدفعلی کا اِرتکاب کرتے ہو۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ تم اپنے سے پہلے نافرمانی کرنے والوں کی تباہی اور اُن کے عذاب کے آثار دیکھتے ہو پھر بھی اس بدعملی میں مبتلا ہو۔ [1]

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے کی بعض تفصیلات سورۂ اَعراف، آیت نمبر 80 تا 84 اور سورۂ ہود، آیت نمبر 77 تا 83 میں گزر چکی ہیں۔

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم مَردوں کے پاس مستی سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

﴿اَىِٕنَّكُمْ: کیا تم۔﴾ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مزید فرمایا کہ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کیلئے جاتے ہو حالانکہ مردوں کے فِطرتی تقاضے کی تسکین کے لئے عورتیں بنائی گئی ہیں، مردوں کے لئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں نہیں بنائی گئیں، لہٰذا یہ فعل حکمتِ الٰہی کی مخالفت ہے، بلکہ تم جاہل لوگ ہو جو ایسا کام کرتے ہو اور تمہیں اپنے اس فعل کے برے انجام کا اندازہ نہیں۔ [2]

یاد رہے کہ مردوں کے فِطرتی تقاضے یعنی شرمگاہ کی شہوت پوری کرنے کا درست ذریعہ عورت ہے اور اس

---

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٤، ص ٨٥١، ملخصاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٥، ص ٨٥١، ملخصاً.

میں بھی کھلی چھٹی نہیں کہ جب اور جس عورت سے دل چاہا اس سے اپنی شہوت پوری کر لی بلکہ اس میں شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے اور کچھ اصول وقوانین نافذ فرمائے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے بندہ عورت سے اپنا فطرتی تقاضا پورا کر سکتا ہے اور فی زمانہ شرعی نکاح کے علاوہ عورت سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت نہیں، اور شرعی نکاح کر کے اپنی بیوی سے جائز طریقے کے ساتھ فطرتی تقاضا پورا کرنا انسانی فطرت کے عین مطابق اور بے شمار فوائد کا حامل ہے، جیسے انسانوں کی تعداد میں درست طریقے سے اضافہ ہونا، خاندانی نظام قائم ہونا، معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو کر ایک پاکیزہ معاشرے کا ترتیب پانا وغیرہ اور جب سے لوگوں نے اپنی فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے معاشرے میں ہم جنس پرستی کو فروغ دینا شروع کیا، مردوں کو مردوں اور عورتوں سے بدفعلی کرنے کی طرف مُنَظَّم طریقے سے مائل کیا، فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو عام کیا، عورتوں میں پردے کی ذہنیت کو ختم کر کے آزاد رَوِش اور روشن خیالی کی سوچ کو پیدا کیا، بدفعلی اور زنا کاری کو آسان سے آسان تر کیا حتّٰی کہ بچوں کو اس کی باقاعدہ تربیت دینے کا نظام قائم کیا تب سے ان لوگوں کا حال جانوروں سے بھی بدتر ہوتا جا رہا ہے اور یہ لوگ انتہائی خطرناک مسائل اور مُہلِک اَمراض سے دوچار ہونے کے بعد اب اس بات پر مجبور ہو چکے ہیں کہ وہ فطرت سے بغاوت ختم کر دیں اور اپنے معاشرے میں اس نظام کو رائج کریں جو فطرت کے مطابق ہے۔ اے کاش! مسلمان بھی ہوش کے ناخن لیں اور یہ بھی اپنی فطرت سے بغاوت نہ کریں اور جو بغاوت کر چکے وہ اس سے باز آ جائیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ۠ ﴿۵۸﴾

ع ۱۴/۴ ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو ہم نے ٹھہرا دیا تھا کہ وہ رہ جانے

والوں میں ہے۔اور ہم نے ان پرایک برساؤ برسایا تو کیا ہی بُرا برساؤ تھاڈرائے ہوؤں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔تو ہم نے اسے اوراس کے گھر والوں کو نجات دی مگراس کی عورت کو، ہم نے اسے پیچھے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر دیا تھا۔اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی۔

﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ: بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔﴾ قومِ لوط کا یہ قول بد باطنی کی انتہا ہے کہ اپنی خبیث حرکتوں کو برا سمجھنے اوران سے باز آنے کی بجائے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کے ساتھیوں کا مذاق اُڑا رہے ہیں کہ یہ بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ بھی ایسی کئی شَناعتوں کا مُرتکب ہو چکا ہے کہ یہاں فُسّاق وفُجّار تو اپنے اَفعال پر فخر کرتے ہیں جبکہ مذہب، مذہبی لوگوں اوران کے مذہبی افعال کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ؕ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر کیا اللہ بہتر یا ان کے ساختہ شریک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کہو: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اوران بندوں پر سلام ہو جنہیں اللہ نے چن لیا ہے۔کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟

﴿قُلْ: تم کہو۔﴾ یہاں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پچھلی امتوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائیں اور اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں پر سلام بھیجیں۔ چنے ہوئے بندوں سے مراد انبیاء ومُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے

ہیں کہ چنے ہوئے بندوں سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ مراد ہیں۔[1]

﴿ آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ : کیااللہ بہتر یا ان کے خودساختہ شریک؟ ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیااللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا بتوں کے عبادت کرنے والے کے لئے بت بہتر ہیں۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ بہتر ہے کیونکہ وہ انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچاتا ہے جبکہ عذاب نازل ہونے کے وقت بت اپنے عبادت گزاروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔[2] اس لئے بتوں کو پوجنا اور معبود ماننا انتہائی بے جا ہے۔

---

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٥٩، ص ٨٥١-٨٥٢، خازن، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣/ ٤١٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣/ ٤١٦.

پارہ نمبر...... 20

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ ؕ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے باغ اُگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس پانی سے بارونق باغ اگائے۔ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درخت اگا دیتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگزنہیں،) بلکہ وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان وزمین بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کی ابتداء میں مذکور لفظ "اَمْ" کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں "اَمْ" متصلہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں "اَمْ" منقطعہ ہے۔ پہلے قول کے اعتبار سے آیت کے ابتدائی لفظ "اَمَّنْ" کا معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس نے...... دوسرے قول کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم اور عجیب مخلوق بنائی اور تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس پانی سے جدا جدا رنگوں، ذائقوں اور شکلوں والے پھلوں وغیرہ کے باغات اگائے۔ تم اگرچہ ظاہری طور پر بیج بوتے ہو، ٹہنیاں لگاتے ہو اور ان باغات کو پانی سے سیراب کرتے ہو لیکن اس کے

باوجود ان درختوں کو اگانا تمہارے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ان درختوں کے اگنے اور ان کی نَشو ونُما کے لئے اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ جو نظام قائم فرمایا ہے، اگر وہ نظام نہ ہوتا تو درخت کس طرح اگتے۔ کیا قدرت کے یہ دلائل دیکھ کر ایسا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ ہرگز ایسا نہیں کہا جاسکتا، وہ واحد ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، جبکہ مشرکین ایسے لوگ ہیں جن کی عادت راہِ حق یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے کترانا اور راہِ باطل یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کو اختیار کرنا ہے۔ [1]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَؕ(۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی اور اس کے درمیان میں نہریں بنائیں اور اس کے لئے لنگر بنائے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا: یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ”اَمَّنْ“ کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جس نے...... دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں **اللہ تعالیٰ** کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے زمین کو پھیلا کر ہموار کر کے اور اسے سختی اور نرمی کے درمیان مُتَوَسِّط بنا کر، سورج کی شعاعوں کو جذب کرنے کی صلاحیت دے کر اسے رہائش کے قابل بنایا اور زمین کے درمیان میں نہریں بنائیں جن میں پانی جاری ہے اور زمین کیلئے وزنی پہاڑوں کے لنگر بنائے جو اُسے جنبش کرنے سے روکتے ہیں اور کھاری اور میٹھے دو

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٦٠، ٣/٤١٦، روح البيان، النمل، تحت الآية: ٦٠، ٦/٣٦٠، مدارك، النمل، تحت الآية: ٦٠، ص٨٥٢، صاوى، النمل، تحت الآية: ٦٠، ٤/١٥٠٦، ملتقطاً.

سمندروں کے درمیان آڑ رکھی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں داخل نہ ہو۔ ذرا غور کرکے بتاؤ تو سہی کہ کیا کسی انسان، سورج، چاند، درخت، پتھر یا آگ میں سے کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ زمین میں ان خصوصیات اور ان نعمتوں کو پیدا کرسکے۔ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ان خصوصیات اور نعمتوں کو پیدا کرہی نہیں سکتا تو تم صرف اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی توحید اور اس کی قدرت واختیار کو نہیں جانتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بہت بڑا ذریعہ

اس سے معلوم ہوا کہ پودوں، سمندروں اور دریاؤں کے بارے میں علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لہٰذا جو لوگ ان چیزوں کا علم رکھتے ہیں وہ دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے اکیلا معبود اور یکتا خالق ہونے کے بارے میں جان سکتے ہیں۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کردیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کے وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور برائی ٹال دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ: یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ”اَمَّنْ“ کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا

1 ......تفسیر کبیر، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۸ / ۵۶۴، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۳ / ۴۱۷، قرطبی، النمل، تحت الآیۃ: ۶۱، ۷ / ۱۶۹، الجزء الثالث عشر، ملتقطًا۔

بت بہتر ہیں یا وہ جو......۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہر گز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو مجبور ولاچار کے پکارنے پر اس کی فریاد سنتا اور اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور اس سے برائی ٹال دیتا ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور اس بات پر قادر ہی نہیں کہ وہ فقر دور کر کے مال و دولت عطا کر دے، بیماری ختم کر کے صحت دیدے اور شدت و سختی کی حالت کو آسانی میں بدل دے اور وہ تمہیں پہلے لوگوں کی زمینوں کا وارث بناتا ہے، تم ان میں تَصَرُّف کرتے ہو اور تمہارے بعد والے تمہاری زمینوں کے وارث ہوں گے اور وہ ان میں تصرف کریں گے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو تمام مخلوق کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کرے؟ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی آسان ترین حجتوں سے بہت ہی کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو، اسی لئے تم اوروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ [1]

مجبور کی دعا

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجبوروں اور لاچاروں کی فریاد سنتا اور ان کی دادرسی فرماتا ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا ایک طریقہ سکھایا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجبور کی دعا کے بارے میں فرمایا (کہ وہ یوں دعا مانگے:) ’’اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ‘‘ یعنی اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو مجھے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے کام درست فرما دے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ [2]

مجبور اور لاچار مسلمان تو خاص طور پر یہ دعا مانگے جبکہ عمومی طور پر ہر مسلمان کو یہ مبارک دعا بکثرت مانگنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اور اپنے نفس کے حوالے نہ ہونے کا ہر مسلمان حاجت مند ہے اور اپنے کام درست ہونے کا ہر مسلمان طلبگار ہے۔

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٦٢، ٣/٤١٧، روح البيان، النمل، تحت الآية: ٦٢، ٦/٣٦٢، طبری، النمل، تحت الآية: ٦٢، ١٠/٦، ملتقطاً.

2 ......مسند ابو داود طيالسی، ابو بكرة رضی الله تعالى عنه، ص١١٧، الحديث: ٨٦٩.

يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے خشکی اور تری کی اندھیریوں میں اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللّٰہ ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللّٰہ کی رحمت سے پہلے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللّٰہ ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

﴿اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ: یا وہ بہتر ہے جو تمہیں راہ دکھاتا ہے۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ''اَمَّنْ'' کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جو...... دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے سفر کے دوران اندھیری راتوں میں آسمانی ستاروں کے ذریعے اور دن کے وقت زمینی علامات کے ذریعے تمہاری منزلوں اور مقاصد کی طرف راستے دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش سے پہلے بارش کے آنے کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو ایسی قدرت رکھتا ہو؟ اللّٰہ تعالیٰ خالق اور قادر ہے اور وہ عاجز مخلوق کی شرکت سے بلند و بالا ہے۔ [1]

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۶۳، ص۳۲۳، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۶۳، ۳۶۳/۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ بہتر ہے جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم فرماؤ: اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ: یا وہ بہتر ہے جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے۔﴾ آیت کے ابتدائی لفظ ''اَمَّنْ'' کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ جو......۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جو مخلوق کو بغیر کسی مثال کے ابتداءً پیدا فرماتا ہے، پھر مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ بنائے گا۔ کفار اگرچہ موت کے بعد زندہ کئے جانے کا اقرار اور اعتراف نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہونے والی دلیل اس لئے بیان کی گئی کہ جب دوبارہ زندہ کئے جانے پر نا قابلِ تردید دلائل قائم ہیں تو ان کا اقرار نہ کرنا کچھ بھی قابلِ لحاظ نہیں، بلکہ جب کفار ابتدائی پیدائش کے قائل ہیں تو انہیں دوبارہ پیدا کئے جانے کا قائل ہونا پڑے گا کیونکہ ابتدائی پیدائش دوبارہ پیدا کئے جانے کی انتہائی مضبوط دلیل ہے، تو اب اُن کے لئے اس سے عذر و انکار کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ [1]

مزید ارشاد فرمایا کہ اور وہ جو تمہیں آسمانوں سے بارش کے ذریعے اور زمین سے نباتات کے ذریعے روزی دیتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس نے یہ کام کئے ہوں؟ ہرگز اس کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ: اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں'' سچے ہو تو بتاؤ جو صفات اور کمالات (اوپر) بیان کئے گئے وہ کس میں ہیں؟ اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کوئی نہیں تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح معبود ٹھہراتے ہو۔'' یہاں ''هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ'' فرما کر ان کے عاجز اور بے بس ہونے کا اظہار مقصود ہے۔ [2]

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ

1 ......تفسیر کبیر، النمل، تحت الآیۃ: ٦٤، ٨/٥٦٧، جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ٦٤، ص٣٢٣، مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ٦٤، ص٨٥٣، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ٦٤، ص٣٢٣، تفسیر ابو سعود، النمل، تحت الآیۃ: ٦٤، ٤/٢١١، ملتقطاً.

اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا اور لوگ نہیں جانتے کہ انہیں کب اُٹھایا جائے گا؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور قیامت قائم ہونے کا وقت بھی اسے ہی معلوم ہے اور آسمانوں میں جتنے فرشتے ہیں اور زمین میں جتنے انسان ہیں وہ نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔[1]

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے سے متعلق اہم کلام

اس آیت میں اور اس کے علاوہ کئی آیات میں غیب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، اسی مناسبت سے یہاں ہم علمِ غیب سے متعلق ایک خلاصہ ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ آیات، احادیث اور اقوالِ علماء جن میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے ان کا اصل مفہوم واضح ہو اور علمِ غیب سے متعلق اہلِ حق کے اصل عقیدے کی وضاحت ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بے شک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ — تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔''

اور اس سے مراد وہی علمِ ذاتی اور علمِ محیط (یعنی ہر چیز کا علم) ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص

[1] ......خازن، النمل، تحت الآية: ٦٥، ٤١٧/٣، مدارك، النمل، تحت الآية: ٦٥، ص٨٥٣، ملتقطاً.

ہیں۔علمِ عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو اور علمِ غیر محیط کہ بعض اَشیاء سے مطلع ہو اور بعض سے ناواقف ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط کا اَنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (1)

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۟ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (2)

اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اور فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (3)

یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

اور فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (4)

یعنی اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

حتّٰی کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (5)

غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق (کا نام) ہے اور تصدیق علم ہے، (تو) جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن (لہٰذا ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو غیب کا علم حاصل ہے)، تفسیر کبیر میں ہے: ’’لَا يَمْتَنِعُ اَنْ نَّقُوْلَ نَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ مَالَنَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ‘‘ یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لیے دلیل ہے۔(6)

نسیم الریاض میں ہے: ’’لَمْ يُكَلِّفْنَا اللّٰهُ الْاِيْمَانَ بِالْغَيْبِ اِلَّا وَ قَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَيْبِهٖ‘‘ ہمیں اللہ تعالٰی

1 ……آل عمران: ۱۷۹.
2 ……الجن: ۲۶، ۲۷.
3 ……التکویر: ۲٤.
4 ……یوسف: ۱۰۲.
5 ……بقرہ: ۳ .
6 ……تفسیرِ کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۲۷٤.

نے ایمان بالغیب کا بھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔[1]

علمِ غیب سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّہ بِالْمَادَّۃِ الْغَیْبِیَّہ'' (علمِ غیب کے مسئلے کا دلائل کے ساتھ تفصیلی بیان) اور فتاویٰ رضویہ کی 29 ویں جلد میں موجود رسائل ''اِزَاحَۃُ الْعَیبِ بِسَیْفِ الْغَیبِ'' (علمِ غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بدمذہبوں کا رد) اور ''خَالِصُ الْاِعْتِقَاد'' (علمِ غیب سے متعلق ۱۲۰ دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب) کا مطالعہ فرمائیں۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہونچ گیا کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا ہے؟ بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ: کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا ہے؟﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہو چکا اور انہیں قیامت قائم ہونے کا علم و یقین حاصل ہو گیا جو وہ اس کا وقت دریافت کرتے ہیں؟ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں ہیں، انہیں ابھی تک قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے بلکہ وہ اس سے جاہل ہیں اور بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دلائل کو سمجھ نہیں سکتے۔[2]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ

1 ......نسيم الرياض، فصل و من ذلك ما اطلع عليه من الغيوب...الخ، ص ۱۵۱، فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۴۳۸-۴۳۹، ملخصاً۔

2 ......جلالين، النمل، تحت الآية: ٦٦، ص٣٢٣، بيضاوى، النمل، تحت الآية: ٦٦، ٤/٢٧٥، ملتقطاً۔

وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔ بیشک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟ بیشک یہ وعدہ ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب مرنے کے بعد ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے؟ بیشک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ ہمیں دیا گیا ہے، پچھلے زمانوں میں یہی وعدہ ہمارے باپ داداؤں کو بھی دیا گیا تھا لیکن وہ تو دوبارہ زندہ نہیں ہوئے اور نہ ہرگز ہوں گے، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں جنہیں رستم واسفندیار کے قصوں کی طرح ان لوگوں نے لکھا ہے۔ (1)

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو، مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے اور اسے جھٹلانے والے ان کافروں سے فرما دیں کہ (اگر تمہارے گمان کے مطابق یہ وعدہ جھوٹی کہانی ہے تو) تم جھٹلانے والوں

---

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۶۷، ص۳۲۳، خازن، النمل، تحت الآیة: ۶۷، ۳ / ۴۱۸، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۶۷، ۶ / ۳۶۶، ملتقطاً.

کی سرزمین جیسے حجر اور اَحقاف وغیرہ میں چل کر دیکھ لو کہ ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا، وہ لوگ اپنے انکار کے سبب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے اور اگر تم بھی ان جیسی روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا ہوسکتا ہے اور تم پر بھی ان کی طرح کا کوئی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔[1]

اجڑی بستیاں عبرت کے نشان ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کی اجڑی بستیاں لوگوں کے لئے عبرت کے نشان ہیں اور لوگوں کو چاہئے کہ جن مقامات پر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا وہاں کے رہنے والوں کے احوال اور ان کے دردناک انجام پر غور کریں اور ان کی اجڑی ہوئی اور ویران بستیوں کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز آجائیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنی نافرمانی کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ(۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان کے مکر سے دل تنگ نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) تم ان پر غم نہ کرو اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو۔

﴿وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ: اور تم ان پر غم نہ کرو۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے اِعراض کرنے، آپ کو جھٹلانے اور اسلام سے محروم رہنے کے سبب ان پر غم نہ کھائیں (کیونکہ ان کے برے اختیار کی وجہ سے ان کی قسمت میں ہی کفر کرنا لکھا ہے) اور آپ ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمانے والا اور آپ کا مددگار ہے۔[2]

1 ......روح البیان، النمل، تحت الآیۃ: ٦٩، ٦/٣٦٦، ملخصاً.

2 ......جلالین، النمل، تحت الآیۃ: ٧٠، ص٣٢٣، خازن، النمل، تحت الآیۃ: ٧٠، ٣/٤١٨، ملتقطاً.

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آ لگی ہو بعض وہ چیز جس کی تم جلدی مچارہے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر کہتے ہیں: یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)۔ تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ جس (عذاب) کی تم جلدی مچارہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آ لگا ہو۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ: اور کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر یہ کہتے ہیں: اگر آپ عذاب نازل ہونے کے وعدے میں سچے ہیں تو آپ بتائیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ جس عذاب کے نازل ہونے کی تم جلدی مچارہے ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آ لگا ہو اور تمہارے قریب پہنچ چکا ہو۔ چنانچہ وہ عذاب بدر کے دن اُن پر آ ہی گیا اور باقی عذاب وہ موت کے بعد پائیں گے۔[1]

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی حق نہیں مانتے۔ اور بیشک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

1 ......جلالين، النمل، تحت الآية: ۷۱-۷۲، ص۳۲۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تیرا رب لوگوں پر فضل والا ہے لیکن ان میں اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے ۔ اور بیشک تمہارا رب یقیناً جانتا ہے جوان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ۔

﴿ **وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تیرا رب ۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک تیرا رب عَزَّوَجَلَّ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، اسی لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے، لیکن ان میں اکثر لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق نہیں مانتے اور شکر گزاری نہیں کرتے اور اپنی جہالت کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کی جلدی کرتے ہیں ۔ (1)

﴿ **وَ اِنَّ رَبَّكَ: اور بیشک تمہارا رب ۔** ﴾ آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ پوشیدہ اور اِعلانیہ عداوت رکھنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت میں مکاریاں کرنا سب کچھ اللّٰہ تعالیٰ کو معلوم ہے، وہ انہیں اس کی سزا دے گا ۔ (2)

وَ مَا مِنْ غَآىٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جتنے غیب ہیں آسمان اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ۔

﴿ **وَ مَا مِنْ غَآىٕبَةٍ: اور جتنے غیب ہیں ۔** ﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ثَبت ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے جنہیں ان کا دیکھنا مُیَسَّر ہے اُن کے لئے ظاہر ہیں ۔ (3)

[illegible]

اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے کیونکہ اللّٰہ اُسے جانتا اور اس کے تمام اَفعال پر مطلع ہے اگرچہ وہ اپنے افعال کو مخلوق سے چھپانے کی انتہائی کوشش کر لے، نیز

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۷۳، ص ۸۵۵.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۷۴، ص ۸۵۵.

3 ......تفسیر كبير، النمل، تحت الآية: ۷۵، ۸/۵۷۰، ملخصاً.

ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کا دل کسی کے بارے میں بغض، حسد، کینہ اور عداوت وغیرہ سے صاف ہو کیونکہ اس کے دل میں چھپی ہوئی ان چیزوں کو بھی اس کا رب تعالیٰ جانتا ہے۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے، بیشک وہ تو دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور قیامت کے دن کے بارے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا۔

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنی امت کو اسی چیز کی تعلیم دی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ (اپنے گھر سے) ان کی طرف اس طرح نکلوں کہ میرا دل صاف ہو (اور میرے دل میں کسی کے بارے میں کوئی رنجش نہ ہو۔)‘‘(4)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے اور اپنے دلوں کو باطنی امراض سے پاک صاف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

---

1 ......التغابن: ٤.

2 ......الملك: ١٣.

3 ......الشعراء: ٨٨، ٨٩.

4 ......ترمذی، كتاب المناقب، باب: فضل ازواج النبی صلی اللّٰه تعالى عليه وآله وسلم، ٥/٤٧٥، الحديث: ٣٢٣٩.

يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔اور بیشک وہ ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں ذکر فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔اور بیشک یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴾اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ : بیشک یہ قرآن۔﴿ اہلِ کتاب نے دینی اُمور میں آپس میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے اُن کے بہت سے فرقے بن گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآنِ کریم نے ان کے اختلافی امور کو حقیقت کے مطابق ایسے شاندار انداز میں بیان کیا کہ اگر اہلِ کتاب انصاف کریں اور اسے قبول کریں اور اسلام لائیں تو ان میں یہ باہمی اختلاف باقی نہ رہے۔[1]

اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ‌ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرماتا ہے اپنے حکم سے اور وہی ہے عزت والا علم والا۔تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور وہی عزت والا علم والا ہے۔تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو۔

1 ……خازن، النمل، تحت الآية: ۷۶، ۳/۴۱۹، مدارك، النمل، تحت الآية: ۷۶، ص۸۵۵، ملتقطاً.

﴿اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ: بیشک تمہارا رب ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بنی اسرائیل کے جو لوگ دینی اُمور میں باہم اختلاف کررہے ہیں، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے حکم سے قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی عزت والا اور غلبے والا ہے، اس لئے کوئی اس کے حکم اور فیصلے کو رد نہیں کرسکتا اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی تمام اَشیاء کا علم رکھنے والا ہے، لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللّٰہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی عداوت و دشمنی کی پرواہ نہ کریں، بے شک آپ روشن حق پر ہیں۔[1]

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے سُنائے نہیں سنتے مُردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سُنیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں۔

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔﴾ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جن لوگوں کے دل مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے اور وہ لوگ کفار ہیں۔[2] اور ابوالبرکات عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اس آیت میں کفار کو زندہ ہونے اور حواس درست ہونے کے باوجود مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[3]

آیت ”اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى“ سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنے والوں کا رد

بعض حضرات اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال غلط ہے۔ اس کی وجہ

1 ...... روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۷۸، ۶/۳۶۹.
2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۸۰، ۳/۴۱۹.
3 ......مدارک، النمل، تحت الآیة: ۸۰، ص۸۵۶.

یہ ہے کہ یہاں کفار کو مُردہ فرمایا گیا اور اُن سے بھی مُطلَقاً ہر کلام سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کیلئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مردوں سے مراد کفار ہیں اور (یہاں) مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں سننے کی نفی نہیں بلکہ سنانے کی نفی ہے اور اگر سننے کی نفی مان لی جائے تو یہاں یقیناً ''سننا'' قبول کرنے کے لئے سننے اور نفع بخش سننے کے معنی میں ہے۔ باپ اپنے عاقل بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ''ہدایت'' شاہد کہ کفار سے نفع اٹھانے ہی کی نفی ہے نہ کہ اصل سننے کی نفی۔ خود اسی آیۂ کریمہ ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' ''تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔ اور پُر ظاہر کہ وعظ و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل، قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام، تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح مردوں کو وعظ سے کوئی فائدہ نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔ (2)

مُردوں کے سننے کا ثبوت

کثیر اَحادیث سے مُردوں کا سننا ثابت ہے، یہاں ہم بخاری شریف اور مسلم شریف سے دو اَحادیث ذکر کرتے ہیں جن میں مردوں کے سننے کا ذکر ہے۔ چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (3)

---

1 ......مرقاة المفاتيح ، كتاب الجهاد، باب حكم الاسراء، الفصل الاول، ۷/۵۱۹، تحت الحديث: ۳۹۶۷.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۹/۷۰۱، ملخصاً۔

3 ......بخاري ، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال، ۱/۴۵۰، الحديث: ۱۳۳۸.

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں کفارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ان کی لاشیں ایک کنویں میں بھر دی گئیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہاں تشریف لے گئے اور ان کفار کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمہیں دیا تھا وہ تم نے بھی پالیا؟ کیونکہ جو حق وعدہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا، میں نے تو اسے پالیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے لیکن انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔ (1)

نوٹ: مُردوں کے سننے سے متعلق مسئلے کی مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9 ویں جلد میں موجود رسالہ ''حَیَاتُ الْمَوَاتُ فِیْ بَیَانِ سِمَاعِ الْاَمْوَاتُ'' (مردوں کی سماعت کے بیان میں مفید رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ: اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو جس چیز کی دعوت دی جارہی ہے اس سے انتہا درجے کے اِعراض اور روگردانی کی وجہ سے وہ مُردے اور بہرے کی طرح ہوگئے ہیں تو جس طرح مردے اور سننے سمجھنے سے قاصر بہرے کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی طرح ان کافروں کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ (2)

وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اندھوں کو ان کی گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری

---

1 ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه...الخ، ص۱۵۳۶، الحدیث: ۷۶(۲۸۷۳).

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۸۰، ۳/۴۱۹، ملخصاً.

آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت دینے والے نہیں ۔تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

﴿**وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ: اور تم اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔**﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جسے اللّٰہ تعالیٰ نے ہدایت سے اور اس کے دل کو ایمان سے اندھا کر دیا آپ اسے گمراہی سے نکال کر ہدایت نہیں دے سکتے۔[1]

﴿**اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔**﴾ یعنی آپ صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں ایمان کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور وہ مخلص مسلمان ہیں۔[2]

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بات ان پر آپڑے گی ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر بات آپڑے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔

﴿**وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ: اور جب ان پر بات آپڑے گی۔**﴾ مفسرین نے ’’بات آپڑنے‘‘ کے مختلف معنی بیان کئے

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۸۱، ۳/۴۱۹.

2 ......بیضاوی، النمل، تحت الآية: ۸۱، ۴ /۲۷۸، تفسیر کبیر، النمل، تحت الآية: ۸۱، ۸/۵۷۱، تفسیر ابو سعود، النمل، تحت الآية: ۸۱، ۴/۲۱۵، مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۱، ص۸۵۶.

ہیں ۔(1) جب کفار پر عذاب آنا واجب ہوجائے گا۔(2) جب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب (کا وقوع لازم) ہوجائے گا۔ (3) جب ان پر حجت پوری ہوجائے گی ۔ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ نیک کاموں کی دعوت دینا اور برے کاموں سے منع کرنا ترک کردیں گے۔بعض مفسرین کے نزدیک یہ اس وقت ہوگا جب کفار کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہے گی اور یہ امید قیامت قائم ہونے سے پہلے آخری زمانے میں ختم ہوگی ۔[1]

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’بات سے مراد وہ ہے جس کا کفار سے وعدہ کیا گیا یعنی قیامت قائم ہونا اور عذاب لازم ہونا اور بات آپڑنے سے مراد اس کا حاصل ہونا ہے۔آیت سے مراد یہ ہے کہ قیامت قریب ہوجائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی اور اس وقت توبہ نفع نہ دے گی ۔[2]

﴿اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ: ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے۔﴾ یعنی جب کفار پر بات آپڑے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک عجیب وغریب جسم والا جانور نکالیں گے جو لوگوں سے فصیح وبلیغ کلام کرے گا اور کہے گا:’’هٰذَا مُؤْمِنٌ وَ هٰذَا كَافِرٌ‘‘ یعنی یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔[3]

دابۃ الارض کا تعارف

اس جانور کو ’’دَآبَّةُ الْاَرْض‘‘ کہتے ہیں۔اس جانور کے بارے میں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ عجیب وغریب شکل کا جانور ہوگا۔کوہِ صفا سے برآمد ہوکر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا۔فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا۔ ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا، ایمانداروں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عصا سے نورانی خط کھینچے گا اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا۔

﴿اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ: اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔﴾ اس آیت کے بارے میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کلام ’’دَآبَّةُ الْاَرْض‘‘ کا ہے۔اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ جانور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے لوگوں سے یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہم یہ جانور اس لئے نکالیں گے کہ لوگ قرآن پاک

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ۸۲، ۳/۴۱۹.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۲، ص۸۵۶.

3 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۲، ص۸۵۶.

پر ایمان نہ لاتے تھے جس میں مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور حساب وعذاب کا بیان ہے۔

وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَ لَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے تو ان کے اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہولیں گے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا یا کیا کام کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا یا تم کیا کام کرتے تھے؟

﴿ وَ یَوْمَ نَحْشُرُ: اور جس دن ہم اٹھائیں گے۔﴾ یہاں سے قیامت کے بارے میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل کردہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا تاکہ ان کے بعد والے ان سے آملیں، پھر انہیں حساب کی جگہ کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب سب حساب کی جگہ میں حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے رسولوں پر نازل کردہ میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچا تھا اور تم نے اُن کی معرفت حاصل نہ کی تھی اور بغیر سوچے سمجھے ہی ان آیتوں کا انکار کر دیا۔ جب تم اُن آیتوں میں غور وفکر کرنے کے اہم ترین کام میں مشغول نہ ہوئے تو تم کیا کام کرتے تھے؟ تم بے کار تو نہیں پیدا کئے گئے تھے۔ (1)

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ص۸۵۷، خازن، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ۴۲۰/۳، تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ۸۳-۸۴، ۵۷۳/۸، ملتقطاً.

وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بات پڑ چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان پر ان کے ظلم کے سبب بات واقع ہوچکی تو وہ اب کچھ نہیں بولتے۔

﴿ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ: اور ان پر بات واقع ہوچکی۔﴾ یعنی ان کے شرک کے سبب ان پر عذاب ثابت ہو چکا تو وہ اب کچھ نہیں بولتے کیونکہ اُن کے لئے کوئی حجت اور کوئی گفتگو باقی نہیں ہے۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن پر عذاب اس طرح چھا جائے گا کہ وہ بول نہ سکیں گے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار پر ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ بول نہ سکیں گے۔

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ اس میں آرام کریں اور دن کو بنایا سوجھانے والا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے کہ ایمان رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا بیشک اس میں ان لوگوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر دلیل ہے، کیونکہ جو دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدلنے پر قادر ہے وہ مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر

[1] ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۸۵، ص۳۲۴، مدارك، النمل، تحت الآیة: ۸۵، ص۸۵۷، ملتقطاً.

ہے۔ نیز لَیل ونَہار کے اِنقلاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لوگوں کی دُنْیَوی زندگی کا انتظام ہے۔ تو یہ عَبث نہیں کیا گیا بلکہ اس زندگانی کے اعمال پر عذاب وثواب کا تَرَتُّب مُقْتَضائے حکمت ہے اور جب دنیا دارُ العمل ہے تو ضروری ہے کہ ایک دارِ آخرت بھی ہوتا کہ وہاں کی زندگانی میں یہاں کے اعمال کی جزا ملے۔ (1)

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ: اس میں ان لوگوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔﴾ یعنی رات کو آرام کے لئے اور دن کو کام کاج کے لئے بنانے میں ان لوگوں کیلئے ضرور اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ دن اور رات کے بنانے میں اگرچہ تمام مخلوق کے لئے نشانیاں ہیں لیکن یہاں ایمان والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ صرف ایمان والے ہی ان نشانیوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (2)

وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن پھونکا جائے گا صُور تو گھبرائے جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے مگر وہ جنہیں اللّٰہ چاہے اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے۔

﴿ وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ: اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔﴾ یعنی جس دن اللّٰہ تعالیٰ کی اجازت سے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام صور میں پھونکیں گے تو اس کی آواز سن کر زمین و آسمان کے تمام جاندار خوف زدہ ہو جائیں گے اور اسی خوف کی وجہ سے مرجائیں گے۔ (3)

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٣/٤٢٠، مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٦، ص٨٥٧، ملتقطاً.

2 ...... روح البيان، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٦/٣٧٣، جلالين، النمل، تحت الآية: ٨٦، ص٣٢٤، تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ٨٦، ٨/٥٧٣، ملتقطاً.

3 ......تفسير كبير، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٨/٥٧٤، جمل، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٥/٤٧٧، ملتقطاً.

﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: مگر وہ جنہیں اللہ چاہے۔﴾ یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جن کے دل کو اللہ تعالیٰ سکون عطا فرمائے گا انہیں یہ گھبراہٹ نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہ لوگ شہداء ہیں جو اپنی تلواریں گلوں میں حمائل کئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''وہ لوگ شہداء ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زندہ ہیں، انہیں اس وقت گھبراہٹ نہ پہنچے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ صور پھونکنے کے بعد حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام ہی باقی رہیں گے۔ (1)

﴿ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ: اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن سب لوگ موت کے بعد زندہ کئے جائیں گے اور حساب کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ (2)

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز بیشک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تُو پہاڑوں کو دیکھے گا انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿ وَ تَرَى الْجِبَالَ: اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ صور پھونکنے کے وقت پہاڑ اپنی بڑی جسامت کی وجہ سے دیکھنے میں تو اپنی جگہ ثابت اور قائم معلوم ہوں گے اور حقیقت میں وہ بادلوں کی طرح انتہائی تیز چلتے ہوں گے،

1 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٧، ص٨٥٧، خازن، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٣/٤٢١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٧، ص٨٥٧، خازن، النمل، تحت الآية: ٨٧، ٣/٤٢١، ملتقطاً.

جیسا کہ بادل وغیرہ بڑے جسم چلتے تو ہیں لیکن حرکت کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ زمین پر گر کر اس کے برابر ہو جائیں گے، پھر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ (1)

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے۔ اور جو بدی لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن و چین میں ہوں گے۔ اور جو برائی لائے گا تو ان کے چہرے آگ میں الٹے کر دیے جائیں گے۔ (اے لوگو!) تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ: جو نیکی لائے۔﴾ نیکی سے مراد کلمۂ توحید کی شہادت ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد عمل میں اخلاص ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ یعنی جنت اور ثواب ہے اور وہ نیک لوگ قیامت کے دن کی اس گھبراہٹ سے امن و چین میں ہوں گے جو عذاب کے خوف کی وجہ سے ہوگی۔ یاد رہے کہ یہاں جس گھبراہٹ کا ذکر ہے وہ اس گھبراہٹ کے علاوہ ہے جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہوا ہے۔ (2)

﴿ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ: اور جو برائی لائے گا۔﴾ یہاں برائی سے مراد شرک ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شرک لائیں

1......مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٨، ص٨٥٨، خازن، النمل، تحت الآية: ٨٨، ٣/٤٢١، ملتقطاً.

2......خازن، النمل، تحت الآية: ٨٩، ٣/٤٢٢، مدارك، النمل، تحت الآية: ٨٩، ص٨٥٨، ملتقطاً.

گے وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے ”تمہیں تمہارے شرک اور گناہوں ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔“(1)

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَۙ﴿۹۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے اور ہر شے اسی کی ملکیت ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے۔﴾ قیامت کے ابتدائی واقعات اور قیامت قائم ہونے کے بعد کے چند اَحوال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کروں اور اپنی عبادت اس رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کوئی شکار مارا جائے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے اور ہر شے حقیقی طور پر اسی کی ملکیت ہے اور اس ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ آیت میں مکہ مکرمہ کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وطن اور وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔(2)

وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَۚ-فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ-وَ مَنْ

---

1 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۹۰، ۳/۴۲۲.

2 ......خازن، النمل، تحت الآیة: ۹۱، ۳/۴۲۲.

ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَاؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۹۳﴾

ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں تو جس نے راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی اور جو بہکے تو فرما دو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں۔ اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں پہچان لوگے اور اے محبوب تمہارا رب غافل نہیں اے لوگو تمہارے اعمال سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں تو جس نے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہو تو تم فرمادو کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اور تم فرماؤ: سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے اور (اے حبیب!) تمہارا رب، (اے لوگو!) تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ: اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔﴾ یعنی اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں مخلوقِ خدا کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے قرآن کی تلاوت کرتا رہوں تاکہ اس کے حقائق مجھ پر ظاہر ہوتے رہیں تو جس نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کر کے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کا نفع اور ثواب وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نہ کرے اور ایمان نہ لائے تو تم فرمادو کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں اور میری ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا تھا وہ میں نے انجام دے دی۔ [1]

﴿سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ: عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔﴾ ان نشانیوں سے مراد چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ معجزات اور وہ سزائیں ہیں جو دنیا میں آئیں جیسا کہ بدر میں کفار کا قتل ہونا، قید ہونا اور فرشتوں کا انہیں مارنا۔ [2]

---

1 ......جلالین، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ص۳۲۵، خازن، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ۳ / ۴۲۲، روح البیان، النمل، تحت الآیة: ۹۲، ۶ / ۳۷۸، ملتقطاً.

2 ......مدارك، النمل، تحت الآیة: ۹۳، ص۸۵۹، جلالین، النمل، تحت الآیة: ۹۳، ص۳۲۵، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْقَصَص

سورۂ قصص کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قصص چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے اور وہ چار آیتیں "اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ" سے شروع ہو کر "لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ" پر ختم ہوتی ہیں اور اس سورت میں ایک آیت "اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ" ایسی ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **9** رکوع، **88** آیتیں، **441** کلمے اور **5800** حروف ہیں۔ [2]

قصص نام رکھے جانے کی وجہ

قصص کا معنی ہے واقعات اور قصے، اور چونکہ اس سورت میں مختلف قصے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا قصہ اور قارون کا قصہ وغیرہا بیان کیے گئے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۃ القصص" رکھا گیا ہے۔

سورۂ قصص کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بیان کئے گئے واقعات کے ضمن میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت سے لے کر تورات عطا کئے جانے تک کے تمام واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور ان واقعات کی ابتداء فرعون کے ان مَظالم سے کی گئی جو وہ بنی اسرائیل پر ڈھاتا تھا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا واقعہ بیان کیا گیا، پھر قبطی کو قتل کرنے، مصر سے

---

1 ......بغوی، سورة القصص، ۳/۳۷۲.

2 ......خازن، القصص، تفسير سورة القصص، ۳/۴۲۳.

مدین کی طرف ہجرت کرنے، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صاحبزادی سے شادی ہونے اور اس کے بعد کے چند واقعات ذکر کئے گئے۔

(2)......کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ جیسے معجزات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پیش کئے تھے ویسے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیش کیوں نہیں کئے۔

(3)......پہلے تورات وانجیل پر اور پھر قرآن پاک پر ایمان لانے والوں کی جزاء بیان کی گئی۔

(4)......سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے اپنی رَوِش نہ چھوڑی تو ان پر بھی ویسا ہی عذاب آ سکتا ہے۔

(5)......قیامت کے دن مشرکین اور ان کے شریکوں کا جو حال ہوگا وہ بیان کیا گیا۔

(6)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قارون کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس نے کس طرح سرکشی کی اور اس کا کیسا دردناک انجام ہوا۔ ان دونوں واقعات میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ واقعات رونما ہوئے تو اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہاں پر موجود نہیں تھے اور نہ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی شخص سے یہ واقعات سنے تھے۔

سورۂ نمل کے ساتھ مناسبت

سورۂ قصص کی اپنے سے ماقبل سورت ''نمل'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نمل اور سورۂ شعراء میں بیان کئے گئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں جو چیزیں اجمالی طور پر بیان کی گئیں وہ سورۂ قصص میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

1......تناسق الدرر، سورة القصص، ص ١٠٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

﴾**طٰسٓمّٓ**﴿ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴾**تِلْكَ اٰیٰتُ: یہ آیتیں ہیں۔**﴿ یعنی اس سورت کی آیتیں اس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جس میں حلال وحرام کے احکام، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی صداقت، پہلوں اور بعد والوں کی خبروں کا بیان ہے اور اس کتاب کی شان یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق کر دیتی ہے۔ یہاں روشن کتاب سے مراد قرآن مجید ہے یا اس سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔ (1)

لوحِ محفوظ اور قرآنِ مجید کے روشن کتاب ہونے میں فرق

یاد رہے کہ لوحِ محفوظ کو بھی کتابِ مُبین فرمایا جاتا ہے، اور قرآن کریم کو بھی، البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لوحِ محفوظ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص مقبول بندوں پر ہی ظاہر ہے جبکہ قرآنِ کریم ہر مومن کے لئے ظاہر ہے اگرچہ اس کے اَسرار و رُموز کی معرفت بھی خاص بندوں کے ساتھ خاص ہے۔

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تم پر پڑھیں موسیٰ اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

1 ......تفسیر كبير، القصص، تحت الآية: ٢، ٨/٥٧٧، جلالين، القصص، تحت الآية: ٢، ص٣٢٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تمہارے سامنے حق کے ساتھ موسیٰ اور فرعون کی خبر پڑھتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ: ہم تمہارے سامنے خبر پڑھتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے سامنے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لئے پڑھتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں ایمان والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی ان واقعات سے حاصل ہونے والی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔ نیز یاد رہے کہ اس سورت سے پہلے 19 سورتوں میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ ذکر ہو چکا ہے اور اس سورت کے بعد مزید 17 سورتوں میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ مذکور ہے۔ اتنی کثرت سے آپ کا واقعہ ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی خاص دلیل تھی کیونکہ آپ بغیر پڑھے اور تاریخ دانوں کے پاس بیٹھے بغیر ایسے سچے واقعات بیان کر رہے تھے اور یہ وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عرب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کے واقعات خاص وعام میں بہت مشہور تھے، اور ان واقعات میں بنی اسرائیل نے بہت سی غلط باتیں ملا دی تھیں، اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے یہ واقعات قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف طریقوں سے بیان کئے تا کہ اس کے غلط اور صحیح پہلو ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنالیا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بیشک وہ فسادی تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا اور اس کے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کررکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ فسادیوں میں سے تھا۔

﴿ **اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ : بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا۔** ﴾ یعنی مصر کی سرزمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور وہ ظلم وتکبر میں انتہا کو پہنچ گیا تھا حتّٰی کہ اس نے اپنی عَبْدِیَّت اور بندہ ہونا بھی بھلا دیا تھا۔ فرعون نے مصر میں رہنے والے لوگوں کے مختلف گروہ بنادیئے تھے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا تاکہ وہ کسی ایک بات پر جمع نہ ہوسکیں اور اس نے ان گروہوں میں سے بنی اسرائیل کو کمزور اور اپنا خادم بنا کر رکھا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ اس کا سلوک یہ تھا کہ وہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو خدمت گاری کے لئے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیٹوں کو ذبح کرنے کا سبب یہ تھا کہ کاہنوں نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کے زوال کا باعث ہوگا، اس لئے وہ ایسا کرتا تھا اور یہ اس کی انتہائی حماقت تھی کیونکہ اگر وہ اپنے خیال میں کاہنوں کو سچا سمجھتا تھا تو یہ بات ہونی ہی تھی، لڑکوں کو قتل کر دینے سے کوئی نتیجہ نہ ملتا اور اگر وہ انہیں سچا نہیں جانتا تھا تو یہ اس کے نزدیک ایک لغو بات تھی اور لغو بات کا لحاظ کرنا اور بیٹوں کو قتل کرنا کسی طرح درست نہ تھا۔ بیشک وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر کے فساد کرنے والوں میں سے تھا۔[1]

حکمرانی قائم رکھنے کے لئے فرعونی طریقہ اور موجودہ حکمرانوں کا طرزِ عمل

حکمرانی قائم رکھنے کے لئے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دینا اور ان میں باہم بغض وعداوت ڈال دینا فرعون جیسے بدترین کافر کا طریقہ ہے اور دیکھا جائے تو یہی طریقہ ہمارے دور میں بھی رائج ہے، مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کے حکمران لوگوں کو مختلف مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں تاکہ لوگ ان مسائل ہی سے نہ نکل پائیں اور ان کی حکمرانی قائم رہے اور اس طرزِ عمل کے نتیجے میں ان حکمرانوں کا جو حال ہوتا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

---

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٤، ص ٨٦٠، تفسيرابو سعود، القصص، تحت الآية: ٤، ٤/٢٢٣-٢٢٤، ملتقطاً.

اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَۙ(۵) وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں قبضہ دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک و مال کا) وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ تھا۔

﴿وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ: اور ہم چاہتے تھے کہ احسان فرمائیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے تو بنی اسرائیل کو کمزور بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن اللّٰہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی سختی سے نجات دے کر ان پر احسان فرمائے اور انہیں پیشوا بنائے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی راہ بتائیں اور لوگ نیکی میں ان کی اقتدا کریں اور اللّٰہ تعالیٰ وہ تمام اَملاک واَموال ان کمزور بنی اسرائیل کو دیدے جو فرعون اور اس کی قوم کی ملکیت میں تھے اور اللّٰہ تعالیٰ انہیں مصر و شام کی سرزمین میں اقتدار دے اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادے جس کا انہیں بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا اور اس سے بچنے کی وہ بھرپور کوشش کر رہے تھے یعنی بنی اسرائیل کے ایک فرزند کے ہاتھ سے ان کی سلطنت کا زوال ہونا اور ان لوگوں کا ہلاک ہوجانا۔[1]

یاد رہے کہ آیت نمبر 5 میں وارثت سے مراد شرعی میراث نہیں کیونکہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا بلکہ یہاں وراثت کے وسیع مفہوم میں سے ایک معنی مراد ہے یعنی موت کے بعد اس کی سلطنت کا وارث ہونا۔

1 ......مدارک، القصص، تحت الآية: ۵-۶، ص ۸۶۰-۸۶۱، روح البيان، القصص، تحت الآية: ۵-۶، ۳۸۱/۶، ملتقطاً.

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۞

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

﴿وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰى: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ کا نام یوحانذ ہے اور آپ لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خواب یا فرشتے کے ذریعے یا ان کے دل میں یہ بات ڈال کر الہام فرمایا کہ تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلاؤ، پھر جب تجھے اس پر خوف ہو کہ ہمسائے واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اس فرزندِ اَرجمند کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو بے خوف وخطر اسے مصر کے دریا نیل میں ڈال دے اور اس کے غرق ہو جانے اور ہلاک ہو جانے کا اندیشہ اور اس کی جدائی کا غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا چند روز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دودھ پلاتی رہیں، اس عرصے میں نہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روتے تھے، نہ ان کی گود میں کوئی حرکت کرتے تھے اور نہ آپ کی بہن کے سوا اور کسی کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کی اطلاع تھی اور جب آپ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک صندوق میں رکھ کر جو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، رات کے وقت دریائے نیل میں بہا دیا۔ (1)

---

(1)......خازن، القصص، تحت الآية: ٧، ٣/٤٢٣، مدارك، القصص، تحت الآية: ٧، ص ٨٦١، جلالين، القصص، تحت الآية: ٧، ص ٣٢٦، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو بھی غیب کا علم ملتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوحانذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کوحسبِ ذَیل باتیں بتائی گئی تھیں،

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ابھی وفات نہ پائیں گے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پرورش وہ خود کریں گی۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رسول بنائے جائیں گے۔

یہ سب مستقبل کی خبریں غیب کے علوم میں سے ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو بھی غیب کا علم عطا ہوتا ہے۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تا کہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم بنے ، بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

﴿فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ: تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا۔﴾ یعنی جس رات حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالا اس کی صبح کو فرعون کے گھر والوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صندوق کو دریائے نیل سے اپنے محل میں آنے والی نہر سے اٹھالیا اور اس صندوق کو فرعون کے سامنے رکھا، جب اسے کھولا گیا تو اس میں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام برآمد ہوئے جو اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے۔ فرعون کے گھر والوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اٹھایا۔ (اٹھانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ان کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں لیکن اس

اٹھانے کا انجام ونتیجہ یہ بنا۔عربی زبان میں آیت میں مذکور ''لام'' کو ''لامِ عاقبت'' کہتے ہیں۔) فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے لشکر نافرمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ انہیں ہلاک کرنے والے دشمن کی انہی سے پرورش کرائی۔ (1)

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ-لَا تَقْتُلُوْهُ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون کی بیوی نے فرمایا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

﴿ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ: اور فرعون کی بیوی نے فرمایا۔﴾ جب فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ورغلائے جانے کی بنا پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اس سے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔فرعون کی بیوی آسیہ بہت نیک خاتون تھیں، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل سے تھیں، غریبوں اور مسکینوں پر رحم وکرم کرتی تھیں، انہوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ یہ بچہ سال بھر سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا ہے اور تو نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے یہاں آیا ہے اور تجھے جس بچے سے اندیشہ ہے وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے، لہٰذا تم اسے قتل نہ کرو۔ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی حالانکہ وہ اس انجام سے بے خبر تھے جو ان کا ہونے والا تھا۔ (2)

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیة: ٨، ص٣٢٦، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٨، ص٨٦٢، ملتقطاً.

2 ......جلالین، القصص، تحت الآیة: ٩، ص٣٢٦، خازن، القصص، تحت الآیة: ٩، ٣/٤٢٥، ملتقطاً.

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اس کے دل پر کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بےقرار ہو گیا، بیشک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ (ہمارے وعدے پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہے۔

﴿ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بےقرار ہو گیا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی والدہ نے سنا کہ ان کے فرزند فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ کا دل بےقرار ہو گیا اور بیشک قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظاہر کر دیتیں اور ممتا کی محبت کے جوش میں ہائے میرے بیٹا! ہائے میرے بیٹا! پکار اُٹھتیں۔ اگر ہم اس بات کا اِلہام کر کے اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھنے والوں میں سے رہے جو ہم کر چکے ہیں کہ تیرے اس فرزند کو تیری طرف پھیر لائیں گے تو اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا راز ظاہر ہو جاتا۔ (1)

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَۙ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور (اس کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ١٠، ٣/٤٢٥-٤٢٦، مدارك، القصص، تحت الآية: ١٠، ص٨٦٢-٨٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی۔

﴿وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ: اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن مریم سے کہا: تم حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلی جاؤ، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بہن آپ کے پیچھے چلتی رہی اور آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور ان فرعونیوں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ اس بچے کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کر رہی ہے۔(1)

وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو بولی کیا میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچہ کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟

﴿وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ: اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو منع کر دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نوش نہ فرمائیں۔ چنانچہ جس قدر دائیاں حاضر کی گئیں ان میں سے کسی کی چھاتی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے منہ میں نہ لی، اس سے ان لوگوں کو بہت فکر ہوئی کہ کہیں سے کوئی ایسی دائی مُیَسَّر آئے جس کا دودھ آپ پی لیں۔ دائیوں کے ساتھ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہمشیرہ بھی یہ حال دیکھنے چلی گئی تھیں اور صورتِ حال دیکھ کر انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتادوں جو

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۴۲٦.

تمہارے اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کر لی، چنانچہ آپ اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے اُن کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آ گیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرما لیا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اُس نے تیرے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک عورت ہوں، پاک صاف رہتی ہوں، میرا دودھ خوشگوار ہے، جسم خوشبودار ہے، اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے ہیں جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے مکان پر لے آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اس وقت انہیں اطمینانِ کامل ہو گیا کہ یہ فرزندِ اَرْجْمند ضرور نبی ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس وعدہ کا ذکر فرماتا ہے۔ [1]

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۱۳﴾

ع ١٣ | ٤

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ: تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ بچے کو پا کر ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ اپنے فرزند کی جدائی کا غم نہ کھائے اور وہ جان

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ١٢، ٤٢٦/٣، مدارك، القصص، تحت الآية: ١٢، ص٨٦٣، ملتقطاً.

لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے اور اس سے متعلق شک میں رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی والدہ کے پاس دودھ پینے کے زمانہ تک رہے اور اس عرصے میں فرعون انہیں ایک اشرفی روز دیتا رہا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ آپ کو فرعون کے پاس لے آئیں اور اس کے بعد آپ وہاں پرورش پاتے رہے۔ (1)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى: اور جب اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے۔﴾ گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور ان کی غیبی حفاظت کا بیان تھا اب اس آیتِ مبارکہ سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جوانی کے کچھ احوال بیان کیے جارہے ہیں کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف 30 سال سے زیادہ ہوگئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم وحکمت سے نوازا۔

یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علمِ لَدُنی ملا تھا جو استاد کے واسطے کے بغیر آپ کو عطا ہوا، جیسا کہ ”اٰتَیْنٰهُ“ فرمانے سے معلوم ہوا اور یہ علم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کئے جانے سے پہلے دیا گیا، اور یہ بھی یاد رہے کہ یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت تو مدین سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیة: ۱۳، ص۳۲۷، مدارک، القصص، تحت الآیة: ۱۳، ص۸٦۳، ملتقطاً.

ہوئی۔ نیز حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شروع سے ہی صالح، نیک، متقی، پرہیزگار تھے۔

آیت ’’وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیتِ مبارکہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ظہورِ نبوت اور کتابِ الٰہی ملنے سے پہلے ہی متقی، صالح اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جب قرآن کی پہلی آیت اتری تو اس وقت آپ غارِ حراء میں اِعتکاف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔

(2)......نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل علم ملتا ہے اور عالم کے عمل میں برکت ہوتی ہے۔ لہٰذا علماء کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال بکثرت کیا کریں۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ٘ۗ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٘ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کردیا کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ایک دن موسیٰ) شہر والوں کی (دوپہر کی) نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو اس میں دو مردوں

کو لڑتے ہوئے پایا۔ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا تو وہ جو موسیٰ کے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کردیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا : اور شہر والوں کی نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔ ﴾ آیت کے اس حصے سے متعلق یہاں دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جس شہر میں داخل ہوئے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ شہر ''مَنْف'' تھا جو کہ مصر کی حدود میں واقع ہے۔اس لفظ کی اصل مَافه ہے،قبطی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں30۔یہ وہ پہلا شہر ہے جو حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آنے کے بعد آباد ہوا۔اس سرزمین میں مصر بن حام نے اقامت کی،یہ اقامت کرنے والے کل 30 افراد تھے اس لئے اس شہر کا نام مافه ہوا،پھر عربی زبان میں اسے ''مَنْف'' پکارا جانے لگا۔دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شہر حابین تھا جو مصر سے دو فرسنگ (یعنی 6 میل) کے فاصلہ پر واقع تھا۔تیسرا قول یہ ہے کہ وہ شہر عین شمس تھا۔[1]

(2)......شہر میں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پوشیدہ طور پر داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جوان ہوئے تو آپ نے حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد شروع کیا اور فرعونیوں کے دین کی ممانعت فرمائی۔بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی بات سنتے اور آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔آہستہ آہستہ اس بات کا چرچا ہوا اور فرعونیوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تلاش شروع کردی،اس لئے آپ جس بستی میں داخل ہوتے تو ایسے وقت داخل ہوتے جب وہاں کے لوگ غفلت میں ہوں۔حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ (جس دن حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہر میں داخل ہوئے) وہ دِن عید کا تھا اور لوگ اپنے لَہو ولَعب میں مشغول تھے۔(یعنی غفلت سے مراد سونا نہیں بلکہ ان کا کھیل تماشے میں مشغول ہونا تھا۔)[2]

﴿ فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ: تو اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......جمل، القصص، تحت الآیة: ١٥، ٦/١٣، خازن، القصص، تحت الآیة: ١٥، ٣/٤٢٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القصص، تحت الآیة: ١٥، ص٨٦٤، خازن، القصص، تحت الآیة: ١٥، ٣/٤٢٧، ملتقطاً.

شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں یعنی فرعون کی قوم قبطیوں میں سے تھا، یہ اسرائیلی پر جبر کر رہا تھا تاکہ وہ اس پر لکڑیوں کا انبار لاد کر فرعون کے کچن میں لے جائے، چنانچہ جو مرد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گروہ میں سے تھا اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے اس قبطی سے کہا: تو اسرائیلی پر ظلم نہ کر اور اس کو چھوڑ دے، لیکن وہ باز نہ آیا اور بدزبانی کرنے لگا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کو اس ظلم سے روکنے کے لئے گھونسا مارا تو وہ گھونسا کھاتے ہی مر گیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور آپ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ تھا، پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اس قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا، یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے اور بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''ھٰذَا'' سے اس قتل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بلا ارادہ ہوا، یعنی قبطی کو قتل کرنے کا کام (درحقیقت) شیطان کی طرف سے ہوا۔[1] اس بات کی مزید وضاحت اگلی آیت کی تفسیر میں موجود ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے تو اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

[1] ...... خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۲۷، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۸۶۴.

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ :عرض کی:اے میرے رب!میں نے اپنی جان پر زیادتی کی۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ کلام عاجزی اور اِنکساری کے طور پر ہے کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کوئی مَعْصِیَت سرزد نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں،ان سے گناہ نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبطی کو مارنا دراصل ظلم دور کرنا اور مظلوم کی امداد کرنا تھا اور یہ کسی دین میں بھی گناہ نہیں،پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندوں کا دستور ہی ہے۔(1)

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

﴿ قَالَ رَبِّ :عرض کی:اے میرے رب!﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، جیسا کہ میری تقصیر کی بخشش فرما کر تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے تو اب مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار رہونا ہے اور میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔(2)

فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ

---

1 ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۱۶، ۸/۵۸۵، ابو سعود، القصص، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴/۲۲۸، قرطبی، القصص، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/۱۹۸، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القصص، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۸۶۴.

اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَاۙ-قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ﳓ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ(۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کررہا ہے موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو کھلا گمراہ ہے۔تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جوان دونوں کا دشمن ہے وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی تو اچانک دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی فریاد کررہا ہے تو موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس (قبطی) کو پکڑلیں جوان دونوں کا دشمن تھا تو وہ بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔

﴿ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ : پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا مانگنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شہر میں ڈرتے ہوئے اور اس انتظار میں صبح کی کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں۔جب صبح ہوئی تو اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ مرد جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی، آج پھر فریاد کررہا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے۔اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو۔چنانچہ فرعونی گشت کرتے پھرتے تھے

اور انہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ دوسرے دن جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ بنی اسرائیل کا وہی مرد جس نے ایک روز پہلے ان سے مدد چاہی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے، وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا۔ تب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے فرمایا: ’’بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ اس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مراد یہ تھی کہ تو روز لوگوں سے لڑتا ہے، اپنے آپ کو بھی مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی، تو کیوں ایسے موقعوں سے نہیں بچتا اور کیوں احتیاط نہیں کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے پنجۂ ظلم سے رہائی دلائیں۔ تو جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ اس فرعونی کو پکڑ لیں اور اس پر گرفت فرمائیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اسرائیلی مرد غلطی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مجھ سے خفا ہیں اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، یہ سمجھ کر وہ بولا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، کیا تم مجھے ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تم تو یہی چاہتے ہو کہ مصر کی سرزمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔ فرعونی نے یہ بات سنی اور جا کر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قتل کا حکم دیا اور لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ڈھونڈنے نکل گئے۔ (1)

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی٘ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا کہا اے موسیٰ! بیشک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کررہے ہیں تو نکل جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک (مومن) شخص دوڑتا ہوا آیا، کہا: اے موسیٰ! بیشک دربار والے

(1)……خازن، القصص، تحت الآية: ١٨-١٩، ٣/٤٢٨، مدارك، القصص، تحت الآية: ١٨-١٩، ص٨٦٤-٨٦٥، ملتقطاً.

آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔

﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى: اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔﴾ جب فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا اور فرعونی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تلاش میں نکل پڑے تو یہ خبر سن کر شہر کے پرلے کنارے کی طرف سے قریبی راستے پر ایک شخص جسے اٰلِ فرعون کا مومن کہتے ہیں، دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، بیشک فرعون کے درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ جلد از جلد شہر سے نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں اور یہ بات خیرخواہی اور مَصلحت اندیشی سے کہتا ہوں۔ (1)

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ٘ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستم گاروں سے بچالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ: پھر شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے اس شہر سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا اور یہاں سے مَدیَن کی طرف رَختِ سفر باندھا کیونکہ مدین ایسا علاقہ تھا جو فرعون کی مملکت سے باہر تھا اور اس کے علاوہ آباد بھی تھا اور قریب بھی تھا۔

آیت ’’فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے،

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۳۲۸، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۸۶۵، ملتقطاً.

(1)......خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(2)......اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر اختیار کرنا توکُّل کے خلاف نہیں۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مار سے قبطی کا مرجانا ایسا فعل نہیں تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم ہوتا اور اگر وہ صورت ایسی ہوتی جس میں قصاص لازم ہوتا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہر سے نکلنے کی بجائے خود اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش فرما دیتے۔

(4)......کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بظاہر فرعون کی وجہ سے شہر چھوڑ رہے تھے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف جارہے تھے۔ آپ کا یہ سفر بہت فتح اور کامیابی کا پیش خیمہ ہوا، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صحبت، نیک بیوی اور نبوت کا عطا ہونا سب اسی سفر میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مرحمت ہوا۔

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا: عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ: اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔﴾ مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف رکھتے تھے، اس کو مدینِ ابنِ ابراہیم کہتے ہیں، مصر سے یہاں تک آٹھ روز کی مسافت ہے، یہ شہر فرعون کی سلطنت کی حدود سے باہر تھا، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ نہ کوئی ہمراہی، راستے میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو یوں کہا: عنقریب میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے مدین تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بتائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مدین تک

لے گیا۔ (1)

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مدین کے پانی پر آیا وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اوران سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں موسیٰ نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف پھرا عرض کی اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اُتارے محتاج ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ مدین کے پانی پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اوران کے دوسری طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔موسیٰ نے فرمایا: تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولیں: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف پھرے اور عرض کی: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

﴾وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ: اور جب وہ مدین کے پانی پر تشریف لائے۔﴿ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ

1 ......جلالين، القصص، تحت الآية: ٢٢، ص٣٢٨، خازن، القصص، تحت الآية: ٢٢، ٣/٤٢٨-٤٢٩، ملتقطاً.

یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مدین پہنچے تو شہر کے کنارے پر موجود ایک کنوئیں پر تشریف لائے جس سے وہاں کے لوگ پانی لیتے اور اپنے جانوروں کو سیراب کرتے تھے۔ وہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے علیحدہ دوسری طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو اس انتظار میں روک رہی ہیں کہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں خالی ہو کیونکہ کنوئیں کو مضبوط اور طاقتور لوگوں نے گھیر رکھا تھا اور ان کے ہجوم میں عورتوں سے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: تم دونوں اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا: جب تک سب چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہیں لے جاتے تب تک ہم پانی نہیں پلاتیں کیونکہ نہ ہم مردوں کے مجمع میں جا سکتی ہیں نہ پانی کھینچ سکتی ہیں اور جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس ہو جاتے ہیں تو حوض میں جو پانی بچ جاتا ہے وہ ہم اپنے جانوروں کو پلا لیتی ہیں اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں، وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کی ضرورت ہمیں پیش آئی۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی باتیں سنیں تو آپ کو رحم آیا اور وہیں دوسرا کنواں جو اس کے قریب تھا اور ایک بہت بھاری پتھر اس پر رکھا ہوا تھا جسے بہت سے آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے، آپ نے تنہا اسے ہٹا دیا اور ان دونوں خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اس وقت دھوپ اور گرمی کی شدت تھی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا جس کی وجہ سے بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد آرام حاصل کرنے کی غرض سے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں اس کھانے کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔[1]

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَاؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَۙ قَالَ لَا تَخَفْ ﱎ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

[1] ......خازن، القصص، تحت الآية: ٢٣-٢٤، ٣/٤٢٩، مدارك، القصص، تحت الآية: ٢٣-٢٤، ص٨٦٥-٨٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی (اور) کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ تو جب موسیٰ اس (والد) کے پاس آئے اور اسے (اپنے) واقعات سنائے تو اس نے کہا: ڈرو نہیں، آپ ظالموں سے نجات پا چکے ہو۔

﴿ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ: تو ان دونوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو باقاعدہ کھانا تناوُل فرمائے پورا ہفتہ گزر چکا تھا، اس عرصے میں کھانے کا ایک لقمہ تک نہ کھایا اور شکم مبارک پُشْتِ اقدس سے مل گیا تھا، اس حالت میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے غذا طلب کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت قرب و منزلت رکھنے کے باوجود انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا طلب کیا اور جب وہ دونوں صاحب زادیاں اس دن بہت جلد اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئیں تو ان کے والد ماجد نے فرمایا ''آج اس قدر جلد واپس آ جانے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے کنویں کے پاس ایک نیک مرد پایا، اس نے ہم پر رحم کیا اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا اس پر ان کے والد صاحب نے ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نیک مرد کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک صاحب زادی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس چہرہ آستین سے ڈھکے، جسم چھپائے، شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ یہ بڑی صاحبزادی تھیں، ان کا نام صفوراء ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زیارت اور ان سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحبزادی صاحبہ سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے رہ کر رستہ بتاتی

جائیے۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پردہ کے اہتمام کے لئے فرمایا اور اس طرح تشریف لائے۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''بیٹھئے کھانا کھائیے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی اور فرمایا'' میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا'' مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا عِوَض نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کے عوض میں نہیں بلکہ میری اور میرے آباؤ اَجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کیا کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیٹھ گئے اور آپ نے کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد تمام واقعات واحوال جو فرعون کے ساتھ گزرے تھے، اپنی ولادت شریف سے لے کر قبطی کے قتل اور فرعونیوں کے آپ کے درپے جان ہونے تک، سب حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بیان کردیئے۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''فرعون اور فرعونیوں سے ڈریں نہیں، اب آپ ظالموں سے نجات پاچکے ہیں کیونکہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت وسلطنت نہیں۔ [1]

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں کی ایک بولی اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو۔ کہا

[1] ......خازن، القصص، تحت الآیة: ٢٥، ٣/٤٢٩-٤٣٠، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٢٤-٢٥، ص٨٦٦-٨٦٧، ملتقطاً.

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہ تعالٰی تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو بیشک آپ کا بہتر نوکر وہ ہوگا جو طاقتور اور امانتدار ہو۔ (انہوں نے) فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو وہ (اضافہ) تمہاری طرف سے ہوگا اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔

﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ: ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کھانا وغیرہ کھا چکے اور گفتگو بھی کرلی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک بیٹی نے عرض کی، ابا جان آپ انہیں اجرت پر ملازم رکھ لیں کہ یہ ہماری بکریاں چرایا کریں اور یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑے، بے شک اچھا ملازم وہی ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانتدار بھی ہو۔ اس پر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحبزادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کا کیسے علم ہوا؟ صاحبزادی نے عرض کی: قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے تنہا کنوئیں پر سے وہ پتھر اُٹھا لیا جس کو دس سے کم آدمی نہیں اُٹھا سکتے اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکا لیا اور نظر نہ اُٹھائی اور ہم سے کہا کہ تم پیچھے چلو ایسا نہ ہو کہ ہوا سے تمہارا کپڑا اڑے اور بدن کا کوئی حصہ نمودار ہو۔ یہ سن کر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ اضافہ تمہاری طرف سے مہربانی ہوگی اور تم پر واجب نہ ہوگا اور میں تم پر کوئی اضافی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے تو میری طرف سے معاملے میں اچھائی اور عہد کو پورا کرنا ہی ہوگا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالٰی کی توفیق و مدد

پر بھروسہ کرنے کے لئے اِنْ شَآءَ اللّٰہ فرمایا۔[1]

سورۂ قصص کی اِس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں، یہ کہ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغامِ نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ مزید یہ کہ لڑکی کے لئے مالدار لڑکا تلاش کرنے کی بجائے دیندار اور شریف لڑکا تلاش کیا جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسافر تھے، مالدار نہ تھے، مگر آپ کی دینداری اور شرافت ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔

صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بکریاں چروانا تھا، مگر در حقیقت ان کو اپنی صحبتِ پاک میں رکھ کر کَلِیْمُ اللّٰہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا تھا، لہٰذا یہ آیت صوفیاءِ کرام کے چِلّوں اور مرشد کے گھر رہ کران کی خدمت کرنے کی بڑی دلیل ہے۔

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

ع۷ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللّٰہ کا ذمہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے جواب دیا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ طے) ہے۔ میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہماری اس گفتگو پر اللّٰہ نگہبان ہے۔

﴿قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ: حضرت موسیٰ نے جواب دیا: یہ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔﴾ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جواب دیا ''میرے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ طے ہے اور ہم دونوں اس معاہدے کی پوری طرح پاسداری کریں گے البتہ جب میں 8 یا 10 سال دونوں میں سے

1 ……بغوی، القصص، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۳/۳۸۰، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ص۸۶۷-۸۶۸، ملتقطاً.

ملازمت کی جو مدت پوری کردوں تو اس سے زیادہ مدت تک ملازمت کرنے کا مجھ سے کوئی مطالبہ نہ ہوگا، اور ہمارے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے لہٰذا ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی اس معاہدے سے پھرنے کی کوئی راہ نہیں۔

جب معاہدہ مکمل ہو چکا تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک عصاء دیں جس سے وہ بکریوں کی نگہبانی کریں اور درندوں کو ان سے دور کریں۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کئی عصا موجود تھے، صاحبزادی صاحبہ کا ہاتھ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عصاء پر پڑا جو آپ جنت سے لائے تھے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے وارث ہوتے چلے آئے تھے، یہاں تک کہ وہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا تھا۔ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ عصاء حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دے دیا۔ (1)

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًاۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طُور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طُور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے تو کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں

(1)......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳/۴۳۱، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۸۶۸، روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ۶/۳۹۹، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۳۲۹، ملتقطاً۔

یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم گرمی حاصل کرو۔

﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ : پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے۔ ﴿ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ملازمت کی مدت پوری کر دی تو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاحبزادی صفورا سے کر دیا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دس سال کی میعاد پوری فرمائی تھی، جیسا کہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بڑی میعاد یعنی دس سال پورے کئے۔ پھر آپ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اجازت دیدی، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی زوجہ کو ان کے والد کی اجازت سے مصر کی طرف لے کر چلے۔ سفر کے دوران جب آپ ایک جنگل میں تھے، اندھیری رات تھی، سردی شدت کی پڑ رہی تھی اور راستہ گم ہو گیا تھا تو اس وقت آپ نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اسے دیکھ کر آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا ''تم یہاں ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے راستے کی کچھ خبر لاؤں کہ کدھر جانا ہے یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لے آؤں تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کر سکو۔[1]

نوٹ: اس واقعے سے متعلق بعض تفصیلات سورۂ طٰہٰ، رکوع نمبر 10 میں گزر چکی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ۙ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے دہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللّٰہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۲۹، ۳/۴۳۱، جلالين مع جمل، القصص، تحت الآية: ۲۹، ۶/۲۴، ملتقطاً.

سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا: پھر جب آگ کے پاس آئے۔ ﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی زوجہ محترمہ کو اس جگہ چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے اس کنارے سے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دائیں ہاتھ کی طرف تھا، ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! **بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔** جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بے شک جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا مُتَکَلِّم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صرف اپنے مبارک کانوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر جُزْو سے سنا، اور جس درخت سے انہیں ندا کی گئی وہ عناب کا درخت تھا یا عوسج کا (جو کہ ایک خاردار درخت ہے اور اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے۔)[1]

وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا پھر جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بیشک تجھے امان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا:) اے موسیٰ! سامنے آؤ اور نہ ڈرو، بیشک تم امن والوں میں سے ہو۔

﴿ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ: اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ ﴾ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ فرمایا گیا کہ تم اپنا عصا نیچے رکھ دو، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا نیچے رکھ دیا تو وہ سانپ بن گیا اور جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے خوفزدہ ہوئے اور اس طرح پیٹھ پھیر کر چلے کہ آپ نے پیچھے مڑ کر

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۳۰، ۳/۴۳۱-۴۳۲، مدارك، القصص، تحت الآية: ۳۰، ص۸۶۹، ملتقطاً.

نہ دیکھا۔تب انہیں ندا کی گئی ’’اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں ، بیشک تم امن والوں میں سے ہو اور تمہیں کوئی خطرہ نہیں ۔ (1)

اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ٘ وَّ اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے خوف دور کرنے کو تو یہ دو حجتیں ہیں تیرے رب کی فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی مرض کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف یہ دو بڑی دلیلیں ہیں ، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

﴿ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مزید فرمایا گیا کہ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈال کر نکالو تو وہ کسی مرض کے بغیر سفید اور سورج کی شعاع کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دستِ مبارک گریبان میں ڈال کر نکالا تو اس میں ایسی تیز چمک تھی جس سے نگاہیں جھپک گئیں ۔اس کے بعد ارشاد فرمایا: ’’اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملالو تاکہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آئے اور خوف دور ہو جائے ۔ یہاں جس خوف کا ذکر ہوا اس کے سبب کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ کی چمک دیکھ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اس خوف کو دور کرنے کے لئے یہ طریقہ ارشاد فرمایا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہی خوف مراد ہے جو سانپ کو دیکھنے سے پیدا ہوا تھا، اسے آیت میں بیان کئے گئے

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۳۱، ص۸۶۹، خازن، القصص، تحت الآية: ۳۱، ۳/۴۳۲، ملتقطاً.

طریقے سے دور کیا گیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عصا اور روشن ہاتھ تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تمہاری رسالت کی دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں اور وہ ظلم وسرکشی کی حد پار کر چکے ہیں۔ [1]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے تو ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کردیں۔ اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا کہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کردیا تھا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا تا کہ وہ میری تصدیق کرے، بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو عصا اور روشن نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بن کر جانے کا حکم ہوا تو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، فرعونیوں میں سے ایک شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ اس کے بدلے میں وہ مجھے قتل کردیں گے۔ [2]

---

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٢، ص٨٦٩، خازن، القصص، تحت الآية: ٣٢، ٣ / ٤٣٢، جلالين، القصص، تحت الآية: ٣٢، ص٣٣٠، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ٣٣، ٨ / ٥٩٦، جلالين، القصص، تحت الآية: ٣٣، ص٣٣٠، ملتقطاً.

﴿ وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا: اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔﴾ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بڑے بھائی تھے اور بچپن میں فرعون کے ہاں انگارہ منہ میں رکھ لینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان شریف میں لکنت آ گئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، اسے میری مدد کے لئے فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیج تا کہ وہ حق بات کو مزید واضح کر کے اور حق کے دلائل بیان کر کے میری تصدیق کرے، بے شک مجھے ڈر ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور میری دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ (1)

اس آیت میں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فصاحت اور زبان کی صفائی کا ذکر ہوا، اگرچہ اس سے مراد زبان میں لکنت نہ ہونا اور صحیح صحیح بات کرنا ہے لیکن لفظِ فصاحت کی مناسبت سے یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس کی فصاحت کا بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک کی فصاحت، کلام میں جامع الفاظ، انوکھا اظہارِ بیان، حیرت انگیز احکامات اور فیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی غور وفکر کرنے والا شخص ان کا اِحاطہ کر سکے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ فصیح اور شیریں بیان دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نہ تو آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ آپ نے لوگوں میں نشست وبَرخاست رکھی، پھر آپ ایسی فصاحت کہاں سے لائے ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی لغت اور اصطلاح جو ناپید اور فنا ہو چکی تھی، اسے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس لے کر آئے، جسے میں نے یاد کر لیا ہے۔ نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ادب سکھایا تو میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا۔

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۴۰۴، ملتقطاً.

عربیت کا وہ علم جو عربی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اسے ادب کہتے ہیں۔[1]

اور علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس وحیِ الٰہی کی ترجمان اور سرچشمۂ آیات ومَخزنِ معجزات ہے، اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فُصحاء و بُلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:)

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مُقدّس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالَمِ وجود میں آ گیا۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:)

وہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام[2]

آیت ’’وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی مدد لینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد لی۔

(2)...... بزرگوں کی دعا سے وہ نعمت مل سکتی ہے جو کسی اور سے نہیں مل سکتی، جیسے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے ہے۔

یاد رہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے یہ عطا فرماتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں اور آپ کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، البتہ اب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرّب بندوں کی دعا سے ولایت، علم، اولاد اور سلطنت مل سکتی ہے۔

---

1 ...... مدارج النبوہ، باب اول در بیان حسن وخلقت وجمال، بیان فصاحت شریف، ۱/۱۰.

2 ...... سیرت مصطفیٰ، شمائل وخصائل، زبان اقدس، ص۵۷۵-۵۷۶۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

معانقة ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے۔ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب آئیں گے۔

﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ: فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا ''ہم تیرے بھائی کے ذریعے تمہیں قوت دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور ہم تم دونوں کو غلبہ وتَسَلُّط عطا فرمائیں گے اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت بٹھا دیں گے، لہٰذا تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، وہ لوگ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے بلکہ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی ان پر غالب آئیں گے۔ (1)

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لایا بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو اور ہم نے

1 ......تفسیر طبری، القصص، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱۰/۷۳، مدارک، القصص، تحت الآیۃ: ۳۵، ص ۸۷۰، ملتقطاً.

اپنے اگلے باپ داداؤں میں ایسا نہ سنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو (فرعونیوں نے) کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں میں یہ (بات کبھی) نہیں سنی۔

﴿**فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا: پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون اور اس کی قوم کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے۔ ان بدنصیبوں نے معجزات کا انکار کر دیا اور ان کو جادو بتا دیا اور ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جادو کی تمام اَقسام باطل ہوتی ہیں اسی طرح (مَعَاذَاللہ) یہ معجزات بھی ہیں۔ فرعونیوں نے مزید یہ کہا کہ جو دعوت آپ ہمیں دے رہے ہیں وہ ایسی نئی ہے کہ ہمارے آباؤ اَجداد میں بھی ایسی نہیں سنی گئی تھی۔ [1]

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا بیشک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لائے اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوں گے۔

﴿**وَقَالَ مُوْسٰى: اور موسیٰ نے فرمایا۔**﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرا رب

1 ……مدارك، القصص، تحت الآية: ۳٦، ص ۸۷۰، تفسير طبرى، القصص، تحت الآية: ۳٦، ۱۰/۷۳، ملتقطاً.

عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے جو ہم میں سے حق پر ہے اور جسے اللّٰہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا اور وہ وہاں کی نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ نوازا جائے گا، اگر تمہارے گمان کے مطابق میرے دکھائے ہوئے معجزات جادو ہیں اور میں نے انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ مجھے یہ کبھی عطا نہ فرماتا کیونکہ وہ غنی اور حکمت والا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی جھوٹے اور جادوگر کو رسول بنا کر بھیجے۔ بے شک کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے اور کافروں کو آخرت کی کامیابی مُیَسَّر نہیں۔ (1)

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان میرے لیے گارا پکا کر ایک محل بنا کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا پھر میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔

﴿**وَقَالَ فِرْعَوْنُ:** اور فرعون نے کہا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کو جو اللّٰہ تعالیٰ کی وَحدانیت پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی، اس کا انکار کرتے ہوئے فرعون نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا جس کی تم عبادت کرو۔ پھر اس نے اپنے وزیر ہامان

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٧، ص ٨٧٠.

سے کہا کہ اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا کر اینٹ تیار کرو، پھر میرے لئے ایک انتہائی اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو موسیٰ کو اپنے اس دعوے میں جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک معبود ہے جس نے اسے اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے۔

فرعون نے یہ گمان کیا تھا کہ (مَعَاذَاللّٰہ) اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مکان ہے اور وہ جسم ہے کہ اس تک پہنچنا اس کے لئے ممکن ہوگا، اس لئے اس نے ہامان کو عمارت بنانے کا حکم دیا اور اپنے ارادے کا اظہار کیا، چنانچہ ہامان نے فرعون کے حکم پر عمل کرنے کے لئے ہزار ہا کاریگر اور مزدور جمع کئے، اینٹیں بنوائیں اور تعمیراتی سامان جمع کر کے اتنی بلند عمارت بنوائی کہ دنیا میں اس کے برابر کوئی عمارت بلند نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے اینٹ بنانے والا ہامان ہے، یہ صَنعت اس سے پہلے نہ تھی۔[1]

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا بڑائی چاہی اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستم گاروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ: اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں تکبر کیا۔﴾ اس آیت اور اس

[1] ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۴۳۳، مدارك، القصص، تحت الآیۃ: ۳۸، ص ۸۷۱، ملتقطاً.

کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کے لشکریوں نے مصر کی سرزمین میں بے جا تکبر کیا اور حق کو نہ مانا اور باطل پر رہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں اپنے اعمال کے حساب اور ان کی جزا کے لئے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ سب غرق ہو گئے، تو اے قرآن پڑھنے والو! دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان کے دردناک انجام سے عبرت حاصل کرو۔ (1)

یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کیلئے یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا کہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے عروج و زوال سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی حالت کو سدھارا جائے۔ افسوس! فی زمانہ لوگ اس مقصد سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور سابقہ قوموں کی عملی حالت اور ان کے عبرت ناک انجام سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةًۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۠ ﴿۴۲﴾

ع ۱۴ / ۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن ان کا بُرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ہم نے پیشوا بنادیا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن وہ قبیح (بُری) حالت والوں میں سے ہوں گے۔

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ: اور انہیں ہم نے پیشوا بنادیا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں لوگوں کا پیشوا بنادیا کہ وہ کفر اور گناہوں کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ٣/٤٣٣-٤٣٤، مدارك، القصص، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ص ٨٧١-٨٧٢، ملتقطاً.

عذابِ جہنم کے مستحق ہوں اور جو ان کی اطاعت کرے وہ بھی جہنمی ہو جائے اور قیامت کے دن کسی بھی طرح ان سے عذاب دور کر کے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (1)

گمراہی اور بدعملی کی دعوت دینے والوں کا انجام

اس آیت کے مِصداق آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کفر و گمراہی اور بد عملی کی طرف بلاتے ہیں، ان پر اپنے اس عمل کا گناہ ہوگا اور جو لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ بھی گناہگار ہوں گے اور دعوت دینے والوں کے کندھوں پر اپنے عمل کے گناہ کے علاوہ ان کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کا بوجھ الگ ہوگا۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اُٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی بُرا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (3)

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے حال پر رحم کھانے اور اپنے اس برے عمل سے باز آجانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ: اور ہم نے ان کے پیچھے (لعنت) لگادی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں فرعون اور اس کی قوم پر رسوائی اور رحمت سے دوری لازم کر دی اور قیامت کے دن وہ لوگ بری حالت والوں میں سے ہوں گے۔ (4)

---

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٤١، ٣/٤٣٤.

2 ......نحل: ٢٥.

3 ......مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيّئة... الخ، ص١٤٣٩، الحديث: ١٦(٢٦٧٤).

4 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٤٢، ص٨٧٢.

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرما دیں جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک فرما دیا تھا (موسیٰ کو وہ کتاب دی) جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور اس کی قوم کا انجام اور ان پر اللہ تعالیٰ کا ہونے والا غضب بیان کیا گیا اور اب یہاں وہ احسان اور انعام بیان کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر فرمایا۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ بے شک پہلی قوموں جیسے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں ہیں تاکہ وہ بصیرت کی نگاہ سے انہیں پڑھ کر ہدایت حاصل کریں اور یہ اس کے لئے گمراہی سے ہدایت ہے جو اس کے احکامات پر عمل کرے اور اس کے لئے رحمت ہے جو اس پر ایمان لائے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یہ کتاب اس لئے عطا فرمائی تاکہ لوگ اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کریں۔ [1]

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ

1 ......البحر المحيط، القصص، تحت الآية: ٤٣، ١١٥/٧، خازن، القصص، تحت الآية: ٤٣، ٤٣٤/٣، ملتقطاً.

وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے۔ مگر ہوا یہ کہ ہم نے سنگتیں پیدا کیں کہ ان پر زمانہ دراز گزرا اور نہ تم اہلِ مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے ہاں ہم رسول بنانے والے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور اس وقت تم موجود نہ تھے۔ لیکن (ہوا یہ) کہ ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں تو ان کی عمریں لمبی ہوگئیں اور نہ تم اہلِ مدین میں ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے لیکن ہم رسول بھیجنے والے ہیں۔

﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ: اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حیرت انگیز واقعات بیان ہوئے اور اب یہاں سے وہ انعام بیان کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ان واقعات کی وحی فرمائی اور ان غیبی علوم کے ساتھ خاص فرمایا جو آپ نہیں جانتے تھے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف رسالت کا پیغام بھیجا، ان سے کلام فرمایا اور انہیں اپنی بارگاہ میں قربِ عنایت کیا تھا، اس وقت آپ وہاں حاضر نہ تھے، لیکن ہوا یہ کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بہت سی امتیں پیدا کیں اور جب ان کی عمریں لمبی ہوگئیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور انہوں نے اس کی فرمانبرداری ترک کردی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم سے عالَم کے سردار، حبیبِ خدا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں اور آپ پر ایمان لانے کے متعلق عہد لئے تھے اور جب طویل زمانہ گزرا اور امتوں کے بعد امتیں گزرتی چلی گئیں تو وہ لوگ ان

عہدوں کو بھول گئے اور انہیں پورا کرنا ترک کر دیا، اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نہ ہی آپ مَدیَن والوں میں ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے، تو ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ کو علم دیا اور پہلوں کے حالات پر مُطَّلع کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان واقعات کو بیان فرمائیں اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی خبر نہ دیتا تو آپ از خود ان واقعات کے بارے میں نہ جان سکتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو بتا سکتے تھے۔[1]

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی ہاں تمہارے رب کی مہر ہے (کہ تمہیں غیب کے علم دیئے) کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) ندا فرمائی، لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ: اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے پر تھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اور نہ آپ اس وقت کوہِ طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تورات عطا فرمانے کے بعد ندا فرمائی، لیکن یہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمت ہے کہ اس نے آپ کو غیبی علوم عطا فرمائے جن سے آپ گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سابقہ امتوں کے احوال بیان فرما رہے ہیں اور آپ کا ان اُمور کی خبر دینا آپ کی نبوت کی روشن اور ظاہر دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبی علوم اس لئے عطا فرمائے تاکہ

[1] ......البحر المحيط، القصص، تحت الآية: ٤٤-٤٥، ١١٦/٧-١١٧، مدارك، القصص، تحت الآية: ٤٤-٤٥، ص٨٧٢-٨٧٣، خازن، القصص، تحت الآية: ٤٤-٤٥، ٤٣٤/٣.

آپ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور انہیں یہ امید کرتے ہوئے ڈرائیں کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[1]

یاد رہے کہ کفارِ مکہ کے پاس نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس طرح کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اسی طرح اہلِ عرب، اہلِ کتاب، بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگوں کو ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے (جب جہنم کی) مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوجاتے۔

﴿وَلَوْلَاۤ: اور اگر یہ بات نہ ہوتی۔﴾ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم کی طرف رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سختی آجاتی یا ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا تو وہ لوگ

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ٤٦، ٣/٤٣٤-٤٣٥، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٤٦، ص٨٧٣، ملتقطاً.

یہ عذر پیش کر سکتے تھے کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر سختی اور عذاب نازل کرنے سے پہلے تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری دلیلوں کو مانتے اور اپنے رسول پر جو کتاب تو نازل فرماتا اس کی آیتوں کی پیروی کرتے ،صرف تیرے ہی معبود ہونے پر ایمان لاتے اور تیرے رسول کی اَحکامات اور ممنوعات میں تصدیق اور اطاعت کرتے ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے عذاب نازل کرنے سے پہلے لوگوں کی طرف اپنے رسول بھیجے تاکہ ان کی تبلیغ اور کوششوں کے بعد جب اپنے کفر اور گناہوں پر قائم رہنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے تو وہ مذکورہ بالا عذر پیش نہ کر سکیں۔

اس کے ہم معنی وہ آیت ِمبارکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کردیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى ؕ اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ٙ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان کے پاس حق آیا ہماری طرف سے بولے انہیں کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کی پشتی پر اور بولے ہم ان دونوں کے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا: اس (نبی) کو اس جیسا کیوں نہ

[1] ……طٰہٰ:۱۳٤.

دیدیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟ انہوں نے کہا: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے کہا: بیشک ہم ان سب کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان کیا گیا کہ خوف کے وقت کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور اس آیت میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجے جانے کے بعد کفارِ مکہ کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب کفارِ مکہ کے پاس ہماری طرف سے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اس نبی (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا (حضرت) موسیٰ (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کو دیا گیا تھا؟ یعنی انہیں قرآنِ کریم یکبارگی کیوں نہیں دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوری توریت ایک ہی بار میں عطا کی گئی تھی؟ یا اس کے یہ معنی ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عصا اور روشن ہاتھ جیسے وہ معجزات کیوں نہ دیئے گئے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے گئے تھے؟ اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ یہودیوں نے کفارِ قریش کو پیغام بھیجا کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سے معجزات طلب کریں۔ جب کفارِ قریش نے ایسا کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن یہودیوں نے یہ سوال کرنے کا کہا ہے کیا وہ خود روشن نشانیوں کے باوجود حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اور جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے منکر نہ ہوئے اور جب یہ خود اس کے منکر ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا تو کس منہ سے اس کا مطالبہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کفارِ قریش تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے منکر تھے اور جب انہوں نے (یہودیوں کے کہنے پر) رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جیسے معجزات طلب کئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کیا کفارِ مکہ نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا گیا اور جب یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے جانے والے معجزات کے منکر ہیں تو پھر ان جیسے معجزات کا مطالبہ کیوں کررہے ہیں!'' [1]

﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ: انہوں نے کہا تھا کہ یہ دو جادو ہیں۔﴾ مکہ کے مشرکین نے مدینہ کے یہودی سرداروں کے پاس قاصد

1 ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۸/۶۰۵-۶۰۶، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/۴۳۵، ملتقطاً۔

بھیج کر دریافت کیا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں سابقہ کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نعت وصفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے۔ جب یہ خبر کفارِ قریش کو پہنچی تو وہ توریت اور قرآن کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ دونوں جادو ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی مددگار ہے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری قراءت کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ کفار نے کہا کہ حضرت موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دونوں جادوگر ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کا مُعین و مددگار ہے۔ مزید کفارِ مکہ نے یہ کہا کہ بیشک ہم توراۃ کے بھی منکر ہیں اور قرآن کے بھی، حضرت موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بھی انکار کرتے ہیں اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی۔ (1)

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اللّٰہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللّٰہ کی ہدایت سے جدا بیشک اللّٰہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تم سچے ہو تو اللّٰہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت

1 ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۴۸، ۳/۴۳۵.

والی ہو میں اس کی پیروی کرلوں گا۔ پھر اگر وہ یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں اوراس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللّٰہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللّٰہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ: تم فرماؤ: تو اللّٰہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کے انکار کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ توریت اور قرآن کریم جادو ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو، اگر تم ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کرلوں گا۔ یہاں یہ تنبیہ فرمائی گئی کہ کفار ایسی کتاب لانے سے بالکل عاجز ہیں، چنانچہ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، پھر اگر وہ کفار یہ تمہاری بات قبول نہ کریں اور ایسی کتاب نہ لاسکیں تو آپ جان لیں کہ یہ کفر کی جس سواری پر سوار ہیں اس کی ان کے پاس کوئی حجت نہیں ہے اور بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو خلافِ ہدایت اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو اپنے دین کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔ (1)

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان کے لیے بات مسلسل اتاری کہ وہ دھیان کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا تا کہ وہ نصیحت مانیں۔

﴿ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ: اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم قرآنِ مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے پر قادر ہیں لیکن ہم نے کفارِ قریش کے لیے اپنا کلام مسلسل بھیجا اور قرآنِ کریم ان کے پاس لگاتار اور مسلسل آیا جس میں جنّت کے وعدے، جہنّم کے عذاب کی وعید، سابقہ قوموں کے واقعات، عبرتوں اور نصیحتوں

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۴۹-۵۰، ۳/۴۳۵-۴۳۶، روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۴۹-۵۰، ۶/۴۱۲، ملتقطاً.

پر مشتمل آیات نازل ہوئیں تاکہ یہ لوگ بار بار سن کر سمجھ سکیں اور ایمان لائیں تو ہمارا قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنا ان کی مَصلحت کی وجہ سے ہے اور وہ لوگ کس قدر جاہل ہیں جو اپنی مصلحت کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت اہلِ کتاب کے مومن حضرات حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازِل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان انجیل والوں کے حق میں نازِل ہوئی جو حبشہ سے آ کر سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ آئے، جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور معاش کی تنگی دیکھی تو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: ہمارے پاس مال ہیں، حضور اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان کے حق میں یہ آیات **"مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ"** تک نازل ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں 80 اہلِ کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں 40 نجران کے، 32 حبشہ کے اور 8 شام کے تھے۔[1]

وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۵۲، ۳/۴۳۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہوچکے تھے۔

﴿ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ: اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں۔﴾ یہاں ان لوگوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے۔ہم اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی فرمانبردار ہوچکے تھے اور ہم حبیبِ خدا، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے برحق نبی ہونے پر ایمان رکھتے تھے کیونکہ توریت و انجیل میں ان کا ذکر موجود ہے۔[1]

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور یہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ: ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ وہ پہلی کتاب پر بھی ایمان لائے اور قرآنِ پاک پر بھی اور یہ ان کے اس صبر کا بدلہ ہے جو انہوں نے اپنے دین

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۵۳، ۳/۴۳۶.

پر اور مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر کیا۔

اس آیت میں دُگنا اجر پانے والے حضرات کا بیان ہوا اور حدیثِ پاک میں ان کے علاوہ مزید ایسے افراد کا بھی ذکر ہے جنہیں دُگنا اجر ملے گا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دو اجر ملیں گے، (1) اہلِ کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی۔ (2) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی۔ (3) وہ شخص جس کے پاس باندی تھی جس سے وہ قربت کرتا تھا، پھر اس کو اچھی طرح ادب سکھایا، اچھی تعلیم دی اور آزاد کرکے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے بھی دو اجر ہیں۔[1]

﴿وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ: اور یہ بُرائی کو بھلائی سے دُور کرتے ہیں۔﴾ یہاں ان اہلِ کتاب کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طاعت سے مَعصِیَت کو اور حِلم سے ایذاء کو دور کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وَحدانیّت کی گواہی دینے سے شرک کو دور کرتے ہیں۔ آیت کے آخر میں ان کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ اس کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں۔[2]

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/ ۲۳، الحدیث: ۱۰، مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا... الخ، ص۹۰، الحدیث: ۲۴۱(۱۵۴).

2 ......مدارك، القصص، تحت الآیة: ۵۴، ص۸۷۴، خازن، القصص، تحت الآیة: ۵۴، ۳/ ۴۳۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں کا ساتھ نہیں چاہتے۔

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کو گالیاں دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہارا ستیاناس ہو، تم نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا۔ ان کے اس طرزِ عمل پر ایمان لانے والے اہلِ کتاب ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں دُور ہی سے سلام ہے اور ہم جاہلوں کے ساتھ دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مشرک لوگ مکہ مکرمہ کے ایمانداروں کو ان کا دین ترک کرنے اور اسلام قبول کرنے پر گالیاں دیتے اور بُرا کہتے، یہ حضرات ان کی بیہودہ باتیں سن کر اِعراض فرماتے اور ان سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارا دین ہے اور تمہارے لئے تمہارا دین ہے، ہم تمہاری بیہودہ باتوں اور گالیوں کے جواب میں گالیاں نہ دیں گے اور ہم جاہلوں کے ساتھ میل جول نشست و بَرخاست نہیں چاہتے کیونکہ ہمیں جاہلانہ حرکات گوارا نہیں۔ (1)

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت

1 ......روح البيان، القصص، تحت الآية: ٥٥، ٦/٤١٤، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٥، ٣/٤٣٦، ملتقطاً.

دیدیتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ: بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو۔﴾ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کا شانِ نزول یوں مذکور ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا (ابوطالب) سے اس کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہو، میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا۔ اس نے (صاف انکار کر دیا اور) کہا: اگر مجھے قریش کی طرف سے عیب لگائے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہے) تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ [1] اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے چچا کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں، آپ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں ایمان کا نور پیدا کرنا یہ آپ کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا اور کسے اس سے محروم رکھے گا۔ [2]

ابوطالب کے ایمان سے متعلق اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تحقیق

اعلیٰ حضرت، مُجَدِّدِ دین وملت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ابوطالب کے ایمان سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سیّد المرسلین، سیّد الاوّلین والآخرین، سیّد الابرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقَرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالَم حضور کا دشمنِ جاں ہو گیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری و جاں نثاری کا نامَرعی نہ رکھا (یعنی ہر لمحے غمگساری اور جاں نثاری کی)، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت اَبدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہِ

---

1 ......مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على صحّة اسلام من حضره الموت... الخ، ص ٣٤، الحديث: ٤١-٤٢(٢٥).

2 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٥٦، ٤٣٧/٣، تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ٥٦، ٩/٥، ملتقطاً.

فراست وہ اُمور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے (بلکہ) بعدِ بعثت شریف ان کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعۂ اَحادیث ومُراجعتِ کتبِ سِیَر (یعنی سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے) سے ظاہر۔ مگر مجرَّد اِن اُمور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَام (یعنی تمام انسانوں سے افضل حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سب سے افضل چچا) کہلائے جاتے۔ تقدیرِ الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، انہیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (تو اے عقل رکھنے والو! ان کے حال سے عبرت حاصل کرو) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں۔ (1)

مزید فرماتے ہیں: ''آیاتِ قرآنیہ واَحادیثِ صحیحہ، مُتوافرہ، مُتظافرہ (یعنی بکثرت صحیح احادیث) سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ (2)

نوٹ: ابوطالب کے ایمان نہ لانے سے متعلق تفصیلی دلائل کی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا رسالہ ''شَرْحُ الْمَطَالِب فِی مَبْحَثِ اَبِی طَالِب'' (ابوطالب کے ایمان سے متعلق بحث) کا مطالعہ کریں۔

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَاؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

(1) ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۵۷-۶۵۸۔

(2) ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۶۱۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اُچک لے جائیں گے کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کی روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کافر) کہتے ہیں: (اے محمد!) اگر ہم تمہارے ساتھ (مل کر) ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ہماری سرزمین سے اچک لیا جائے گا۔ کیا ہم نے انہیں امن وامان والی جگہ حرم میں ٹھکانا نہ دیا جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں (جو) ہماری طرف کا رزق ہے لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور (کافر) کہتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبدِ مناف کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ یہ بات تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے، لیکن اگر ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور ہمیں ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے اور عرب کی سرزمین سے ایک دم ہمیں نکال دیں گے۔ اس آیت میں اس بات کا جواب دیا گیا کہ کیا ہم نے انہیں امن وامان والی جگہ حرم میں ٹھکانا نہ دیا جہاں کے رہنے والے قتل و غارت گری سے امن میں ہیں اور جہاں جانوروں اور سبزوں تک کو امن ہے اور جس کی طرف مختلف ممالک سے ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری طرف کا رزق ہے، لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے کہ یہ روزی اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے ہے، انہیں اگر یہ سمجھ ہوتی تو یہ بات جان جاتے کہ خوف اور امن بھی اسی کی طرف سے ہے اور ایمان لانے کی صورت میں شہر بدر کئے جانے کا خوف نہ کرتے۔ (1)

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ ۵۸

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٥٧، ٣/٤٣٧، مدارك، القصص، تحت الآية: ٥٧، ص٨٧٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے جو اپنے عیش پر اترا گئے تھے تو یہ ہیں ان کے مکان کہ ان کے بعد ان میں سکونت نہ ہوئی مگر کم اور ہمیں وارث ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے جو اپنے عیش پر اترانے لگے تھے تو یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی اور ہم ہی وارث ہیں۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیئے۔﴾ یہاں کفارِ مکہ کو ایسی قوموں کے خراب انجام سے خوف دلایا جارہا ہے جن کا حال اِن کی طرح تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پاتے اور شکر کرنے کی بجائے ان نعمتوں پر اتراتے تو وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کردیئے گئے اور یہ ان کے مکان ہیں جن کے آثار اب بھی باقی ہیں اور عرب کے لوگ اپنے سفروں میں انہیں دیکھتے ہیں کہ ان مکانات میں ہلاک ہونے والوں کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی کہ کوئی مسافر یا راہ گزر ان میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے، پھر یہ اسی طرح خالی پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والے ایسے ہلاک ہوئے کہ ان کے بعد ان کا کوئی جانشین باقی نہ رہا اور اب اللہ تعالیٰ کے سوا ان مکانوں کا کوئی وارث نہیں کیونکہ مخلوق کی فنا کے بعد وہی سب کا وارث ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے امن نصیب ہوتا اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے، جبکہ کفارِ مکہ نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے بدامنی ہوگی اور مخالفت سے امن ملے گا حالانکہ تاریخ اس کے برعکس ہے اور تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی انہوں نے دنیا میں امن پایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور جو لوگ اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے رُوگردانی کرتے رہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ رہے وہ انتہائی خوفناک عذابوں کے ذریعے ہلاک کردیئے گئے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے معاشرے میں

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٥٨، ص٨٧٥، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٨، ٤٣٧/٣، ملتقطاً.

پائی جانے والی بدامنی کی وجوہات اور اسباب پر بھی دل سے غور کرنا چاہئے اور بطورِ خاص اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے سوچنا چاہئے کہ کہیں یہ ہمارا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات اور احکامات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ تو نہیں، اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی اطاعت نہ کرنے کی رَوِش کو ترک کر دیں اور سیّدُ المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل اطاعت وفرمانبرداری شروع کر دیں، اِنْ شَآءَ اللہ برسوں نہیں، مہینوں میں بلکہ دنوں میں ہمارا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں لوگوں کی پکڑ اور ان کی سزا سے خوف کھانا جبکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہونا کفار کا طریقہ ہے، لٰہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں لوگوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اس سے کسی بھی حال میں بے پرواہ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ　　　وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پَروا دیکھ　　　سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں۔

﴿وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرجع شہر میں رسول نہ بھیجے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ شہروں کو اس وقت تک ہلاک نہیں فرماتا جب تک ان کے مرکزی مقام میں رسول نہ بھیج دے جو اِن میں رہنے والوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھے اور انہیں تبلیغ کرے اور اس بات کی خبر دیدے کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو اِن پر عذاب نازل کیا جائے گا تاکہ اِن پر حجت لازم ہو جائے اور ان کے لئے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ہم شہروں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان میں رہنے والے لوگ ظالم ہوں، رسول کو جھٹلاتے ہوں، اپنے کفر پر قائم ہوں اور اس سبب سے وہ عذاب کے مستحق ہوں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں مرکزی شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور رسول سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (1)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے کی وہ بستیاں جو اجڑی ہوئی اور ویران نظر آ رہی ہیں اور فی زمانہ بھی ان میں سے کئی بستیوں کے آثار باقی ہیں، یہ بغیر کسی وجہ کے تباہ و برباد نہیں کی گئیں بلکہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھیجے جنہوں نے ان میں رہنے والوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور انہیں کفر و شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی، لیکن جب وہاں کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات ماننے کی بجائے انہیں جھٹلایا اور اپنے کفر و شرک پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظلم کی وجہ سے انہیں ہلاک اور ان کے شہروں اور بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع۹

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٥٩، ص٨٧٥-٨٧٦، خازن، القصص، تحت الآية: ٥٩، ٤٣٧/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگار ہے اور جو اللّٰہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللّٰہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے۔**﴾** یہاں بطورِ خاص کفارِ مکہ سے اور عمومی طور پر تمام لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دُنْیَوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے جس کی بقا بہت تھوڑی اور جس نے آخر کار فنا ہونا ہے اور جو ثواب اور آخرت کے مَنافع اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں کیونکہ یہ تمام پریشانیوں سے خالی اور کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں، تو کیا تم میں عقل نہیں کہ اتنی بات سمجھ سکو کہ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فنا ہو جانے والی سے بہتر ہے اور تم بہتر چیز کو اختیار کر سکو اور اسے ترجیح دو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور اس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ (1)

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والا نادان ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دُنْیَوی سازوسامان، عیش وعشرت اور زیب وزینت کو اُخروی نعمتوں اور آسائشوں پر ترجیح دے وہ بے عقل اور نادان ہے کیونکہ وہ عارضی اور ختم ہو جانے والی چیز کو اس پر ترجیح دے رہا ہے جو ہمیشہ رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ ایسے شخص کے لئے درج ذیل آیات میں بڑی عبرت ہے جو اصل کے اعتبار سے تو کفار کیلئے ہیں لیکن اپنے کئی پہلوؤں کے اعتبار سے مسلمانوں کیلئے بھی درسِ نصیحت وعبرت ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے

❶......قرطبی، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ٧/٢٢٧، الجزء الثالث عشر، مدارك، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ص٨٧٦، خازن، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ٣/٤٣٧-٤٣٨، تفسیرطبری، القصص، تحت الآیة: ٦٠، ١٠/٩١، ملتقطاً.

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ﳲ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (1)

اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کیلئے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کر دی جائے گی۔ تو وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

لہٰذا اے انسان!

وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس

1 ……هود: ١٥، ١٦.

2 ……بني اسراءيل: ١٨، ١٩.

3 ……نازعات: ٣٤ـ ٤١.

نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ [1]

کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللّٰہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بےشک اللّٰہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت بھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی بے عقلی اور نادانی کا شکار ہے اور ان میں سے بعض کا حال یہ ہو چکا ہے کہ دنیا کا مال حاصل کرنے کیلئے لوگوں کو دھمکیاں دینے، انہیں اغوا کر کے تاوانوں کا مطالبہ کرنے، اسلحے کے زور پر مال چھیننے حتّٰی کے مال حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کو جان تک سے مار دینے میں لگے ہوئے ہیں، الغرض دنیا کا مال اور اس کا عیش وعشرت حاصل کرنا ان کی اوّلین ترجیح بنا ہوا ہے اور اس کے لئے وہ ہر سطح پر جانے کو تیار ہیں اور اپنی آخرت سے متعلق انہیں ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا تو وہ اس سے ملے گا اس جیسا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر لایا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے پھر وہ اس (وعدے) سے ملنے والا (بھی) ہے کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے (صرف) دنیوی زندگی کا ساز وسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو۔

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا: تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم اس بات پر غور کرو کہ وہ شخص جس سے ہم نے اس کے ایمان اور طاعت پر جنت کے ثواب کا اچھا وعدہ کیا ہوا ہے، پھر وہ اس

[1] ...... قصص ۷۷.

وعدے کو پانے والا بھی ہے، کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے صرف دُنْیَوی زندگی کا ساز وسامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو اور یہ ساز وسامان عنقریب زائل ہو جانے والا ہو، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو! یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جسے اچھا وعدہ دیا گیا اس سے مراد مومن ہے اور دوسرے شخص سے کافر مراد ہے۔[1]

دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا عقل مندی نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صرف دنیا کا طلبگار اور آخرت سے بے پرواہ ہے وہ اس شخص جیسا نہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کے عیش وعشرت پر قناعت کرنے کی بجائے آخرت کی اچھی زندگی کا خواہش مند اور وہاں کی عظیم الشّان دائمی نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کا وہ عیش وعشرت جس کے بعد بندہ عذاب میں مبتلا ہو جائے، کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ اسے آخرت پر ترجیح دی جائے اور نہ ہی کوئی عقل مند انسان ایسا کر سکتا ہے۔

وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَاۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَاۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ٘ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔ کہیں گے وہ جن پر بات ثابت ہو چکی اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم سمجھتے تھے۔

1 ……روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ٦١، ٦/٤٢٠، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ٦١، ص ٣٣٢، ملتقطاً.

وہ لوگ جن پر قول ثابت ہو چکا ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں ایسے ہی گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ ہم ان سے بیزار ہوکر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے ندا کرے گا اور ان سے فرمائے گا ’’وہ کہاں ہیں جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے۔ یہ ندا سن کر عام کفار کی بجائے گمراہوں کے سردار اور کفر کے پیشوا جن پر جہنم کا عذاب واجب ہو چکا ہے، کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہماری پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے شرک کی طرف بلا کر گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا تو یہ اسی طرح گمراہ ہو گئے جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ جیسے ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنے ہی اختیار سے گمراہ ہوئے کیونکہ ہم نے تو صرف انہیں بہکایا تھا گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا اس لئے ہماری اور ان کی گمراہی میں کوئی فرق نہیں۔ ہم ان سے اور جس کفر کو انہوں نے اختیار کیا اس سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے بلکہ یہ اپنی خواہشوں کے پَرستار اور اپنی شہوات کے اطاعت گزار تھے۔ (1)

وَ قِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی نہ سنیں گے اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں جواب نہ دیں گے

(1)……مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٢-٦٣، ص٨٧٦-٨٧٧، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٦٢-٦٣، ٦/٤٢١، ملتقطاً.

اور یہ عذاب دیکھیں گے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت حاصل کرلیتے۔

﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ: اوران سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ انہیں پکاریں گے۔﴾ یعنی بتوں کے پجاریوں سے فرمایا جائے گا: ان بتوں کو پکارو، جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے تاکہ وہ تمہیں جہنم کے عذاب سے بچائیں۔ چنانچہ وہ ان بتوں کو پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور یہ پجاری عذاب دیکھیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ دنیا میں گمراہ ہونے کی بجائے ہدایت حاصل کرلیتے تاکہ آخرت میں عذاب نہ دیکھتے۔(1)

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہوجائیں گی تو وہ کچھ پوچھ گچھ نہ کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن (اللہ) انہیں ندا فرمائے گا تو فرمائے گا: (اے لوگو!) تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہوجائیں گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ: اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار کو ڈانٹتے ہوئے فرمائے گا: ''تم نے ان رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو کیا جواب دیا تھا جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے اور تمہیں حق کی دعوت دیتے تھے؟ تو اس دن کفار کو کچھ یاد نہ رہے گا کہ انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر نہ آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے اور انتہائی دہشت کی وجہ سے ساکت رہ جائیں گے یا کوئی کسی سے اس لئے نہ پوچھے گا کہ جواب سے عاجز ہونے میں سب کے سب برابر ہیں خواہ وہ تابع

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٤، ص٨٧٧، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٦٤، ٤٢١/٦، ملتقطاً.

ہوں یا متبوع، کافر ہوں یا کافر گر۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ کوئی آدمی نہیں ہوگا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے تنہائی میں بات کرے گا (یعنی بندہ لوگوں سے جدا ہوگا)۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا اے ابنِ آدم! کس چیز نے تجھے مجھ سے دھوکے میں ڈالا؟ اے ابنِ آدم! تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اے ابنِ آدم! تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟[2]

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ: تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں عذاب پانے والے کفار کا حال بیان ہوا اور اب یہاں سے کفار کو دنیا میں توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا جس شخص نے دنیا میں شرک سے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آیا اور اس نے نیک کام کیے تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔[3]

وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

---

1 ......خازن، القصص، تحت الآية: ٦٥-٦٦، ٤٣٨/٣، روح البيان، القصص، تحت الآية: ٥٦-٦٦، ٤٢١/٦-٤٢٢، ملتقطاً.

2 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، عبد الله بن مسعود، ١٨٠/١، الحديث: ٤١٢.

3 ......تفسير كبير، القصص، تحت الآية: ٦٧، ١٠/٩، مدارك، القصص، تحت الآية: ٦٧، ص٨٧٧، ملتقطاً.

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان (مشرکوں) کا کچھ اختیار نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت کے لئے کیوں منتخب فرمایا ہے اور یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اُتارا؟ یہ کلام کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، اپنی حکمت وہی جانتا ہے انہیں اُس کی مرضی میں دخل دینے کی کیا مجال ہے۔ (1)

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ: اور تمہارا رب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب ان کے کفر اور ان کی آپ سے عداوت کو جانتا ہے جسے یہ لوگ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی وہ باتیں بھی

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۶۸، ۶/۴۲۳، خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۶۸، ۳/۴۳۹، ملتقطاً.

جانتا ہے جو یہ اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں جیسے آپ کی نبوت پر اعتراض کرنا اور قرآن پاک کو جھٹلانا۔[1] اور جب اللہ تعالیٰ ان کے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے تو وہی انہیں ان کی حرکتوں کی سزا دے گا۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے اللہ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں کہ اس کے اولیاء دنیا میں بھی اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کی حمد سے لذت اٹھائیں گے اور ہر چیز میں اسی کا حکم، فیصلہ اور قضاء نافذ و جاری ہے اور اے لوگو! قیامت کے دن اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔[2]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾

---

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ٦٩، ٦/٤٢٥، جلالین، القصص، تحت الآیة: ٦٩، ص٣٣٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ٣/٤٣٩، جلالین، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ص٣٣٣، تفسیر سمرقندی، القصص، تحت الآیة: ٧٠، ٢/٥٢٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللّٰه ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے تو اللّٰه کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لادے تو کیا تم سنتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللّٰہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی بنادے تو اللّٰہ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے گا تو کیا تم سنتے نہیں؟

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ والوں سے فرما دیں: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ سورج کو طلوع ہونے سے روک کر یا اسے بے نور کر کے تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے اور دن نکالے ہی نہیں جس میں تم اپنی معاشی سرگرمیاں انجام دے سکو تو اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ تمہارے پاس دن کی روشنی لے آئے، تو کیا تم اس کلام کو ہوش کے کانوں سے سنتے نہیں اور اس میں غور وفکر نہیں کرتے تا کہ تم پر اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہو جائے اور تم شرک سے باز آ کر اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللّٰه قیامت تک ہمیشہ دن رکھے تو اللّٰه کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لادے جس میں آرام کرو تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللّٰہ قیامت تک ہمیشہ دن ہی بنادے تو اللّٰہ کے سوا اور کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۷۱، ۶/۴۲۶، جلالین، القصص، تحت الآیة: ۷۱، ص۳۳۳، ملتقطاً.

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ والوں سے یہ بھی فرمادیں: تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللّٰہ تعالٰی سورج کو آسمان کے درمیان روک کر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رکھے اور رات ہونے ہی نہ دے تو اللّٰہ تعالٰی کے سوا اور کون معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ وہ تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرسکو اور دن میں جو کام اور محنت کی تھی اس کی تھکن دور کرسکو۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کتنی بڑی غلطی میں ہو جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور تمہیں چاہئے کہ اپنی اس غلطی کا احساس کر کے اس سے باز آجاؤ۔[1]

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس نے اپنی مہر سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکرادا کرو۔

﴿وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللّٰہ تعالٰی نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت و مشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو کہ اللّٰہ تعالٰی کا فضل ہے اور تم اپنی معاشی و کاروباری سرگرمیاں انجام دو اور تم پر یہ رحمت فرمانے کی حکمت یہ کہ تم اس کی وجہ سے اپنے اوپر اللّٰہ تعالٰی کا حق مانو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور صرف اسی کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ۔[2]

---

1 ......جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۷۲، ص۳۳۳، روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۷۲، ۶/۴۲۷، ملتقطاً.

2 ......تفسیرطبری، القصص، تحت الآیۃ: ۷۳، ۱۰/۹۸.

وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم بکتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ: اور یاد کرو جس دن انہیں ندا کرے گا۔﴾ یہاں سے مشرکین کا اُخروی حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ندا کرے گا تو فرمائے گا: اے مشرکو! جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ تاکہ آج کے دن وہ تمہیں نجات دیں اور عذاب سے تمہیں چھٹکارا دلائیں۔ یہ نداسن کر کفار کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔[1]

وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع ۱۵/۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور ان سے کھوئی جائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے پھر فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور ان سے ان کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں گم ہو جائیں گی۔

﴿وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا: اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

[1] ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیة: ۷۴، ۱۳/۹، تفسیر طبری، القصص، تحت الآیة: ۷۴، ۹۸/۱۰، ملتقطاً۔

ہرامت میں سے ایک گواہ نکال کرلائے گا جو کہ اس امت کے رسول ہوں گے اور وہ اپنی اپنی اُمتوں پراس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچائے اور انہیں نصیحتیں کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہرامت سے ارشاد فرمائے گا: دنیا میں شرک اور رسولوں کی مخالفت کرنا جو تمہارا شیوہ تھا، اس کے صحیح ہونے پر تمہارے پاس جو دلیل ہے وہ پیش کرو۔ تو اس دن وہ جان لیں گے کہ اِلٰہ اور معبود ہونے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اور دنیا میں جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اور ان شریکوں کو اپنی شفاعت کرنے والا بتا کر جھوٹی باتیں بناتے تھے، ان کی یہ سب باتیں ضائع ہو جائیں گی۔ (1)

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اِترا نہیں بیشک اللہ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے قوم پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں (اُٹھانا) ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا: اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى: بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 60 میں کفارِ

(1) ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۷۵، ص۸۷۹، جلالين، القصص، تحت الآية: ۷۵، ص۳۳۳، ملتقطاً.

مکہ سے فرمایا گیا تھا کہ تمہیں جو چیز دی گئی ہے وہ صرف دُنْیَوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور اب یہاں سے بیان فرمایا جارہا ہے کہ قارون کو بھی دُنْیَوی زندگی کا سامان دیا گیا اور اُس نے اِس پر غرور کیا تو وہ بھی فرعون کی طرح عذاب سے نہ بچ سکا تو اے مشرکو! تم قارون اور فرعون سے زیادہ مال اور تعداد نہیں رکھتے اور فرعون کو اس کے لشکر و مال نے عذاب سے بچنے میں کوئی فائدہ نہ دیا اسی طرح قارون کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے رشتہ داری اور اس کے کثیر خزانوں نے کوئی نفع نہ دیا تو تم کس چیز کے بھروسے پر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلا رہے اور ان پر ایمان لانے سے منہ موڑ رہے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم بھی اپنی رَوِش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی فرعون اور قارون سے مختلف نہ ہوگا۔ (1)

قارون کا مختصر تعارف، اس کے خزانوں کا حال اور اس کی روش

یہاں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی مناسبت سے قارون کا مختصر تعارف، اس کے خزانوں کا حال اور اس کی روش ملاحظہ ہو، چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا۔ انتہائی خوب صورت اور حسین شکل کا آدمی تھا، اسی لئے اسے مُنَوَّر کہتے تھے۔ بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بہتر قاری تھا۔ ناداری کے زمانے میں نہایت عاجزی کرنے والا اور بااخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال تبدیل ہوا اور یہ بھی سامری کی طرح منافق ہوگیا۔ کہا گیا ہے کہ فرعون نے اسے بنی اسرائیل پر حاکم بنادیا تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اُٹھانا ایک طاقتور جماعت پر بھاری پڑتا تھا اور یہ لوگ خزانوں کی وزنی چابیاں اٹھا کر تھک جایا کرتے تھے۔ جب قارون سوار ہو کر نکلتا تو کئی خچروں پر اس کے خزانوں کی چابیاں لادی جاتی تھیں۔ جب اس سے بنی اسرائیل کے مومن حضرات نے کہا: اے قارون! تم اپنے مال کی کثرت پر اِتراؤ نہیں، بیشک اللّٰہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللّٰہ تعالیٰ نے تجھے جو مال دیا ہے اس کے ذریعے تو اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرکے اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول بلکہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرتا کہ تو عذاب سے نجات پائے کیونکہ دنیا میں انسان کا حقیقی حصہ یہ ہے کہ وہ صدقہ اور صلہ رحمی وغیرہ کے ذریعے آخرت کے لئے عمل کرے اور تو اللّٰہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ اسی طرح احسان کر جیسا اللّٰہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا اور گناہوں کا ارتکاب کرکے،

1 ......تفسیر قرطبی، القصص، تحت الآیة: ۷۶، ۷/۲۳۲، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

نیز ظلم، بغاوت اور سرکشی کرکے زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔[1]

خوش ہونے اور خوشی منانے سے متعلق 3 شرعی احکام

آیت نمبر 76 میں قارون کے اترانے یعنی فخر و تکبر کے طور پر خوش ہونے کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں خوش ہونے اور خوشی منانے سے متعلق 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں:

(1)......شیخی کی خوشی یعنی اترانا حرام ہے، لیکن شکر کی خوشی عبادت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

(2)......جرم کرکے خوش ہونا حرام ہے جبکہ عبادت کرکے خوش ہونا بہتر ہے۔

(3)......ناجائز طریقے سے خوشی منانا حرام ہے جیسے خوشی سے ناچنا شروع کر دینا جبکہ جائز طور سے خوشی منانا اچھا ہے جیسے خوشی میں صدقہ کرنا وغیرہ۔

کثرتِ مال تکبر کا ایک سبب ہے

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت فخر، غرور اور تکبر میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ تکبر کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تکبر کا پانچواں سبب مال ہے اور یہ بادشاہوں کے درمیان ان کے خزانوں اور تاجروں کے درمیان ان کے سامان کے سلسلے میں ہوتا ہے، اسی طرح دیہاتیوں میں زمین اور آرائش والوں میں لباس اور سواری میں ہوتا ہے۔ مالدار آدمی، فقیر کو حقیر سمجھتا اور اس پر تکبر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو مسکین اور فقیر ہے، اگر میں چاہوں تو تیرے جیسے لوگوں کو خرید لوں، میں تو تم سے اچھے لوگوں سے خدمت لیتا ہوں، تو کون ہے؟ اور تیرے ساتھ کیا ہے؟ میرے گھر کا سامان تیرے تمام مال سے بڑھ کر ہے اور میں تو ایک دن میں اتنا خرچ کر دیتا ہوں جتنا تو سال بھر میں نہیں کھاتا۔

---

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ص٨٧٩، ابو سعود، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ٤/٢٤٤-٢٤٥، خازن، القصص، تحت الآية: ٧٦-٧٧، ٣/٤٤٠، ملتقطاً.

2 ......يونس: ٥٨.

وہ یہ تمام باتیں اس لیے کرتا ہے کہ مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے جب کہ اس شخص کو فقر کی وجہ سے حقیر جانتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ فقر کی فضیلت اور مالداری کے فتنے سے بے خبر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ (اس سے کہا) میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں۔

حتّٰی کہ دوسرے نے جواب دیا:

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم دیکھ رہا ہے۔ تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کرسکے۔

تو اس پہلے شخص کا قول مال اور اولاد کے ذریعے تکبر کے طور پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام کا یوں ذکر فرمایا:

یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

قارون کا تکبر بھی اسی انداز کا تھا۔[4]

مال ودولت کی وجہ سے پیدا ہونے والے تکبر کا علاج

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''(مال ودولت، پیروکاروں اور مددگاروں کی کثرت کی وجہ سے تکبر کرنا)

1...... کهف: ۳٤.

2...... کهف: ۳۹-٤۱.

3...... کهف: ٤۲.

4......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ما به التکبر، ۳/٤۳۲.

تکبر کی سب سے بری قسم ہے، کیونکہ مال پر تکبر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گھوڑے اور مکان پر تکبر کرتا ہے اب اگر اس کا گھوڑا مر جائے یا مکان گر جائے تو وہ ذلیل ورُسوا ہوتا ہے اور جو شخص بادشاہوں کی طرف سے اختیارات پانے پر تکبر کرتا ہے اپنی کسی ذاتی صفت پر نہیں، تو وہ اپنا معاملہ ایسے دل پر رکھتا ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش مارتا ہے، اب اگر اس سلسلے میں کچھ تبدیلی آ جائے تو وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو خارجی اُمور کی وجہ سے تکبر کرتا ہے اس کی جہالت ظاہر ہے کیونکہ مالداری پر تکبر کرنے والا آدمی اگر غور کرے تو دیکھے گا کہ کئی یہودی مال و دولت اور حسن و جمال میں اس سے بڑھے ہوئے ہیں، تو ایسے شرف پر افسوس ہے جس میں یہودی تم سے سبقت لے جائیں اور ایسے شرف پر بھی افسوس ہے جسے چور ایک لمحے میں لے جائیں اور اس کے بعد وہ شخص ذلیل اور مُفلِس ہو جائے۔[1] اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو مال و دولت کی وجہ سے پیدا ہونے والے تکبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا: اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول۔﴾ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان الطریق فی معالجة الکبر واکتساب التواضع له، ۳/۴۴۴.

کہ اے قارون! تو اپنی صحت، قوت، جوانی اور دولت کو نہ بھول بلکہ تجھے ان کے ساتھ آخرت طلب کرنی چاہئے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی صحت، قوت جوانی اور دولت اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں استعمال کر کے ضائع نہیں کرنی چاہئے بلکہ انہیں اللہ تعالٰی کی اطاعت وفرمانبرداری میں استعمال کرنا چاہئے اور اللہ تعالٰی کی ان نعمتوں کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''سیّد المرسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو۔ **(1)** جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، **(2)** تندرستی کو بیماری سے پہلے، **(3)** دولت مندی کو ناداری سے پہلے، **(4)** فراغت کو مصروفیت سے پہلے، **(5)** زندگی کو موت سے پہلے۔ [2]

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَ لَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قارون نے) کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ قومیں ہلاک فرمادیں جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۷۷، ۳/۴۴۰.

2 ......مستدرك، كتاب الرقاق، نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس... الخ، ۵/۴۳۵، الحديث: ۷۹۱۶.

گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ: کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔﴾ قارون نے نصیحت کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے کہا: یہ مال تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ اس علم سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے توریت کا علم مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے علمِ کیمیا مراد ہے جو قارون نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حاصل کیا تھا اور اس کے ذریعے سے وہ (ایک نرم دھات) رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنا لیتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے تجارت، زراعت اور پیشوں کا علم مراد ہے۔[1]

خود پسندی کی حقیقت اور اس کی مذمت

قارون کے ان جملوں میں خود پسندی کا عُنصر بالکل واضح ہے۔ خود پسندی کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز مثلاً نفس یا مخلوق سے حاصل ہوئی ہے۔ خود پسندی کی ضد احسان ہے اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے حاصل ہوئی ہے۔[2]

یاد رہے کہ خود پسندی ایک ایسی باطنی بیماری ہے جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے محروم ہو جاتا ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے محروم ہو جائے تو بہت جلد ہلاک و برباد ہو جاتا ہے۔ اس کی مذمت کے حوالے سے یہاں 4 اَحادیث اور بزرگانِ دین کے 2 اَقوال ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ (1) بخل جس کی پیروی کی جائے۔ (2) نفسانی خواہشات جن کی اتباع کی جائے۔ (3) آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔“[3]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بندہ آسمان و زمین والوں کے عمل کے برابر نیکی اور تقویٰ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۷۸، ٦/٤٣١-٤٣٢، خازن، القصص، تحت الآیة: ۷۸، ۳/٤٤١، ملتقطاً.

2 ......منهاج العابدین، العقبة السادسة، القادح الثانی: العجب، ص۱۷۹.

3 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/٤٧١، الحدیث: ۷٤٥.

میں حاضر ہو اور اس میں یہ تین برائیاں ہوں (1) خود پسندی۔ (2) مومنوں کو ایذا دینا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ تو اس کے اعمال کا وزن ایک ذرے کے برابر بھی نہ ہوگا۔[1]

(3)...... حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’خود پسندی اگر کسی مرد کی صورت میں ہوتی تو وہ انتہائی بدصورت مرد ہوتا۔‘‘[2]

(4)...... حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خود پسندی ستّر سال کے اعمال برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔‘‘[3]

(5)...... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ’’توفیق بہترین قائد ہے، حسنِ اخلاق بہترین دوست ہے، عقل بہترین ساتھی ہے، ادب بہترین میراث ہے اور خود پسندی سے زیادہ شدید کوئی وحشت نہیں۔‘‘[4]

(6)...... حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’تم خود پسندی سے بچو کیونکہ یہ خود پسندی کرنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے اور بے شک خود پسندی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔‘‘[5]

اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز باطنی مرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خود پسندی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امام غزالی کی مشہور تصنیف ’’احیاء العلوم‘‘ کی تیسری جلد اور ’’منہاج العابدین‘‘ سے ’’عجب کا بیان‘‘ مطالعہ فرمائیں۔[6]

﴿اَوَلَمْ یَعْلَمْ اور کیا اسے نہیں معلوم۔﴾ قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم، زر، زور، جتھا، جماعت بہت کافی ہے اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ مجھ پر عذابِ الٰہی آسکتا ہے۔ اس کے اس خیال کی تردید اس آیت میں فرمائی گئی، کہ تجھ سے پہلے کے کفار تجھ سے زیادہ طاقتور، مالدار، ہنرمند اور جتھے والے تھے۔ مگر نبی کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آیا تو اسے کوئی دور نہ کر سکا تو تو کیوں اپنی قوت اور مال کی کثرت پر غرور کرتا ہے؟ کیا تو جانتا نہیں کہ اس کا

---

1 ...... مسند الفردوس، باب العين، ٣/٣٦٤، الحديث: ٥١٠٢.

2 ...... مسند الفردوس، باب العين، ٣/٣٤٠، الحديث: ٥٠٢٦.

3 ...... كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف العين، العجب، ٢/٢٠٥، الحديث: ٧٦٦٦، الجزء الثالث.

4 ...... شعب الايمان، الثالث والثلاثون من شعب الايمان... الخ، فصل فی فضل العقل، ٤/١٦١، الحديث: ٤٦٦١.

5 ...... شعب الايمان، السابع والاربعون من شعب الايمان... الخ، فصل فی الطبع علی القلب، ٥/٤٥٢، روایت نمبر: ٧٢٤٨.

6 ...... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ سے بھی یہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، وہاں سے بھی خرید کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

انجام ہلاکت ہے؟

﴿وَلَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ: اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اسے ان کے گناہ دریافت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ان کا حال جانتا ہے۔ لہٰذا دوسرے وقت میں ان سے جو پوچھا جائے گا وہ معلومات کیلئے نہیں بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہوگا۔[1]

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا تو دنیاوی زندگی کے طلبگار کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسا مل جاتا جیسا قارون کو ملا بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ: تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا۔﴾ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہفتے کے دن قارون بہت جاہ وجلال سے اس طرح نکلا کہ خود سونے کی زین ڈالے ہوئے سفید رنگ کے خچر پر ارغوانی جوڑا پہنے سوار تھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لونڈی غلام زیوروں سے آراستہ، ریشمی لباس پہنے اور سجے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب لوگوں نے اس کی اس زینت کو دیکھا تو ان میں سے جو دنیا میں رغبت رکھتے اور دُنْیَوی زندگی کے طلبگار تھے، وہ کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسی شان وشوکت اور مال و دولت مل جاتی جیسی قارون کو دنیا میں ملی ہے۔ بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں رغبت رکھنے والوں سے بنی اسرائیل کے مسلمان مراد ہیں۔ ان کی یہ

1 ......تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۷۸، ۹/۱۶، روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۷۸، ۶/۴۳۳، ملتقطاً۔

تمنا بشری تقاضے سے تھی اور یہ کفر یا گناہِ کبیرہ نہیں ۔[1]

خیال رہے کہ دُنْیَوی نعمتوں میں غِبطہ کرنا یعنی کسی کی دولت وغیرہ پر اس کے زوال کی خواہش کے بغیر رشک کرنا اور اس میں برابری کی تمنا کرنا بھی اس صورت میں منع ہے جب کہ دنیا یا مال کی محبت کے طور پر ہو، اگر ایسا نہیں تو یہ تمنا جائز ہے، البتہ حسد یعنی یہ تمنا کرنا کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو کر اسے مل جائے، یہ مُطْلَقاً حرام ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو دیا جائے گا جو صبر کرنے والے ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا۔﴾ یعنی بنی اسرائیل کے علماء جو کہ آخرت کے اَحوال کا علم رکھتے اور دنیا سے بے رغبت تھے، انہوں نے تمنا کرنے والوں سے کہا: اے دنیا کے طلبگارو! تمہاری خرابی ہو، جو آدمی ایمان لائے اور اچھے کام کرے اس کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے جو دنیا میں قارون کو ملی اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔ یعنی نیک عمل کرنا صبر کرنے والوں ہی کا حصہ ہے اور اس کا ثواب وہی پاتے ہیں۔[2]

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۷۹، ۶ / ۴۳۳، تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۷۹، ۹ / ۱۲، جلالین، القصص، تحت الآیۃ: ۷۹، ص۳۳۴، ملتقطاً۔

2 ......خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۸۰، ۳ / ۴۴۱، روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۸۰، ۶ / ۴۳۴، ملتقطاً۔

معلوم ہوا کہ دنیاداروں کی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھنا اور انہیں ملنے والی دنیا کی تمنا کرنا غافل لوگوں کا کام ہے جبکہ اہلِ علم حضرات دنیا سے بے رغبت رہتے ، آخرت میں ملنے والے ثواب پر نظر رکھتے اور یہ ثواب پانے کی امید رکھتے ہوئے نیک اعمال کرتے اور گناہوں سے باز رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی دنیا کے عیش وعشرت کے حصول کی تمنا کرنے کی بجائے اُخروی ثواب پانے کے لئے کوششیں کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں ۔ لہٰذا عوام کو چاہئے کہ ایسی غفلت کا شکار ہونے سے بچیں اور اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ خود بھی زہد وتقویٰ کے پیکر بنیں اور عوام کو بھی اپنی اصلاح کی طرف راغب کرنے کی کوششیں کریں ۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود (اپنی) مدد کر سکا۔

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ : تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے عذاب دور کر کے اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بدلہ لے سکا۔ (1)

قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسانے کا واقعہ سیرت و واقعات بیان کرنے والے علماء نے یہ ذکر کیا ہے

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۱، ص ۸۸۱.

کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد قربانیوں کا انتظام حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد کر دیا۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس لاتے اور وہ ان قربانیوں کو مَذبَح میں رکھتے جہاں آسمان سے آگ اتر کر ان کو کھالیتی۔ قارون کو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس منصب پر حسد ہوا اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، میں کچھ بھی نہ رہا حالانکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں، میں اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''یہ منصب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو میں نے خود سے نہیں دیا بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے دیا ہے۔ قارون نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ مجھے اس بات کا ثبوت نہ دکھا دیں۔ اس کی بات سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ''اپنی لاٹھیاں لے آؤ۔ وہ لاٹھیاں لے آئے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن سب کو اپنے خیمے میں جمع کیا اور رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عصا سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں پتے نکل آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اے قارون! تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا: یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہے لیکن وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی و تکبر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی۔ ایک مرتبہ اس قارون نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے، بنی اسرائیل صبح و شام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے اور اُسے ہنسایا کرتے تھے۔

جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو اُس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار اور مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا، لیکن جب گھر جا کر اس نے حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا، یہ دیکھ کر اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو جمع کر کے کہا: تم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: آپ ہمارے بڑے ہیں، جو آپ چاہیں حکم دیجئے۔ قارون نے کہا: فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہمت لگائے،

ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار دینار، ایک ہزار درہم اور بہت سے وعدے کر کے یہ تہمت لگانے پر تیار کرلیا اور دوسرے دن بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ ونصیحت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا: ’’اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، جو بہتان لگائے گا اسے 80 کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اور اس کی بیوی نہیں ہے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بیوی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے۔ یہ سن کر قارون کہنے لگا: یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ قارون نے کہا: بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ’’اسے بلاؤ۔ وہ آئی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی، تو جو بات سچ ہے وہ کہہ دے۔ وہ عورت ڈر گئی اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر بہتان لگا کر اُنہیں ایذاء دینے کی جرأت اُسے نہ ہوئی اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اُس نے آپ پر تہمت لگانے کے عِوَض میں میرے لئے کثیر مال مقرر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور یہ عرض کرنے لگے: یا رب! عَزَّوَجَلَّ، اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے، آپ اسے جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ’’اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھی اسی طرح رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا، لہٰذا جو قارون کا ساتھی ہو وہ اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ اس سے جدا ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور دو شخصوں کے علاوہ کوئی قارون کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے، تو وہ لوگ گھٹنوں تک دھنس گئے۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو وہ کمر تک دھنس گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے حتّٰی کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ اب وہ بہت منتیں کرتے تھے اور قارون

آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں اور رشتہ داری کے واسطے دیتا تھا، مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ وہ لوگ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے قارون اور اس کے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر کہا: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قارون کے مکان، اس کے خزانے اور اَموال حاصل کرنے کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان، اس کے خزانے اور اموال سب زمین میں دھنس گئے۔ (1)

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَاؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۠ (۸۲)

ع ۸ / ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور کل جس نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگے عجب بات ہے اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب کافروں کا بھلا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی آرزو کرنے والے تھے وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ فرمادیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

﴿وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ: اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی آرزو کرنے والے تھے۔﴾ یعنی جو لوگ قارون کے مال و دولت دیکھ کر اس کے خواہش مند تھے، جب انہوں نے قارون کا عبرتناک انجام دیکھا تو وہ

1 ......خازن، القصص، تحت الآیة: ۸۱، ۳/ ۴۴۲-۴۴۳، مدارك، القصص، تحت الآیة: ۸۱، ص ۸۸۱، ملتقطاً.

اپنی اس آرزو پر نادم ہو کر کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ فرما دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہیں ملتی۔ (1)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًاؕ-وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم اُن کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ: یہ آخرت کا گھر۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آخرت کا گھر جنت جس کی خبریں تم نے سنیں اور جس کے اوصاف تم تک پہنچے، اس کا مستحق ہم ان لوگوں کو بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ایمان لانے والوں پر بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی گناہ کر کے فساد چاہتے ہیں اور آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ (2)

تکبر اور فساد سے بچیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکبر کرنا اور فساد پھیلانا اتنے برے کام ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ جنت جیسی عظیم

---

1 ......روح البیان، القصص، تحت الآیة: ۸۲، ۶/۴۳۶، خازن، القصص، تحت الآیة: ۸۲، ۳/۴۴۳، ملتقطاً.

2 ......روح البیان ، القصص ، تحت الآیة : ۸۳ ، ۶/۴۳۸ ، قرطبی، القصص، تحت الآیة: ۸۳، ۷/۲۴۰، الجزء الثالث عشر، ملتقطاً.

نعمت سے محروم رہ سکتا ہے جبکہ عاجزی و اِنکساری کرنا اور معاشرے میں امن وسکون کی فضا پیدا کرنا اتنے عظیم کام ہیں کہ ان کی بدولت بندہ جنت جیسی انتہائی عظمت وشان والی نعمت پا سکتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے قول اور فعل سے کسی طرح تکبر کا اظہار نہ کرے، یونہی معاشرے میں گناہ اور ظلم وزیادتی کے ذریعے فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرے۔ حضرت عیاض بن حمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی (میں تم لوگوں کو حکم دوں) کہ اِنکساری کرو حتّٰی کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔''(1)

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لائے تو بدکام والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا کیا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو برائی لائے تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا: جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جو شخص ایمان اور نیک اعمال لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا تو اس کے لئے اس نیکی سے بہتر بدلہ ہے کہ اسے ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملے گا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، پھر یہ ملنے والا ثواب دائمی ہے، کبھی فنا نہ ہوگا اور یہ ثواب اس کے خیال وگمان سے بالاتر ہوگا اور جو برے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے

1 ......مسلم، کتاب الجنّة و صفة نعيمها و اهلها، باب الصفات التی يعرف بها فی الدنيا اهل الجنّة... الخ، ص ۱۵۳۳، الحديث: ٦٤(٢٨٦٥).

تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسے اس کے گناہوں کے مطابق ہی سزا ملے گی اس میں اضافہ نہ ہوگا۔[1]

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لے جائے گا۔ تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ: بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بے شک جس نے آپ پر قرآنِ مجید کی تلاوت اور تبلیغ کرنا اور اس کے اَحکام پر عمل کرنا لازم کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ مکہ مکرمہ میں ضرور واپس لے جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو فتحِ مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان وشوکت، عزت ووقار اور غلبہ و اِقتدار کے ساتھ داخل کرے گا، وہاں کے رہنے والے سب آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ فرمان ہوں گے، شرک اور اس کے حامی ذلیل ورسوا ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیتِ کریمہ جُحفَہ کے مقام پر اس وقت نازِل ہوئی جب رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو حضرت جبریل امین عَلَيْهِ السَّلَام آئے اور انہوں نے عرض کی: کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں۔ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا

[1] ......روح البیان، القصص، تحت الآیۃ: ۸۴، ۶/۴۳۹.

اِلٰى مَعَادٍ ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لے جائے گا۔

یاد رہے کہ اس آیت میں مذکور لفظ **"مَعَادٍ"** کی ایک تفسیر اوپر بیان ہوئی کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت، قیامت اور جنت بھی مراد لی ہے۔ [1]

﴿قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ :تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** آیتِ مبارکہ کا یہ حصہ ان کفارِ مکہ کے جواب میں نازِل ہوا جنہوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں مَعَاذَاللّٰہ یہ کہا: **"اِنَّکَ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ"** یعنی آپ ضرور کھلی گمراہی میں ہیں۔ ان کے جواب میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ یعنی میرا رب عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ میں ہدایت لایا ہوں اور میرے لئے اس کا اجر و ثواب ہے جبکہ مشرکین کھلی گمراہی میں ہیں اور وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ [2]

وَ مَا كُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ یُّلۡقٰۤى اِلَیۡكَ الۡكِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِیۡرًا لِّلۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی تو تم ہرگز کافروں کی پشتی نہ کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تو تم ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا۔

﴿وَمَا كُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ یُّلۡقٰۤى اِلَیۡكَ الۡكِتٰبُ :اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی۔﴾

1 ......مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۵، ص۸۸۲، خازن، القصص، تحت الآية: ۸۵، ۳/۴۴۳-۴۴۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، القصص، تحت الآية: ۸۵، ۳/۴۴۴، مدارك، القصص، تحت الآية: ۸۵، ص۸۸۳، ملتقطاً.

ممکن ہے کہ اس آیت کا ظاہری معنی مراد ہو، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ کسی اور سبب سے قرآن مجید ملنے کی امید نہ رکھتے تھے، اور جب اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ کی طرف قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو آپ پہلے کی طرح اب بھی کافروں کے مددگار نہ ہونے پر قائم رہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں بظاہر خطاب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو اور مراد آپ کی امت ہو، یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو یہ توقّع نہ تھی کہ انہیں یہ کتاب عطا کی جائے گی لیکن اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ان پر رحمت فرمائی اور ان کی طرف قرآن مجید جیسی عظیم الشّان کتاب بھیجی، تو اے بندے! جب تمہیں ایسی عظیم نعمت ملی ہے تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا بلکہ ان سے جدا رہنا اور ان کی مخالفت کرتے رہنا۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنی نبوت کی خبر تھی

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وحی نازل ہونے سے پہلے اپنی نبوت سے خبردار نہیں تھے کیونکہ یہاں ظاہری اَسباب کے لحاظ سے وحی نازل ہونے کی امید کی نفی ہے اور کثیر دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی نبوت کی خبر رکھتے تھے، جیسے بحیرا راہب نے بچپن ہی میں آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی، نسطورا راہب نے جوانی میں آپ کی نبوت کی خبر دی اور حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا اور میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ ارشاد فرمایا: ”جس وقت حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ [2]

1 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ص۱۲۴۹، الحدیث: ۲(۲۲۷۷).

2 ......ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵ / ۳۵۱، الحدیث: ۳۶۲۹.

ان تمام اَحادیث میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا، لہٰذا یہ نظریہ ہرگز درست نہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی نازل ہونے کے بعد اپنے نبی ہونے کا علم ہوا تھا۔

وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز وہ تمہیں اللّٰہ کی آیتوں سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز وہ تمہیں اللّٰہ کی آیتوں سے نہ روکیں اس کے بعد کہ وہ تمہاری طرف نازل کی جاچکی ہیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ: اور ہرگز وہ تمہیں اللّٰہ کی آیتوں سے نہ روکیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب اللّٰہ تعالٰی کی آیتیں تمہاری طرف نازل ہوچکی ہیں تو اس کے بعد ہرگز تم قرآن مجید کے معاملے میں کفار کی گمراہ کُن باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا اور انہیں ٹھکرادینا اور تم مخلوق کو اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دو اور ہرگز شرک کرنے والوں کی مدد اور موافقت کرکے ان میں سے نہ ہونا۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ظاہر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہے اور اس سے مراد مومنین ہیں۔ (1)

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

ع ۹ وقف لازم ۱۲ الثلثۃ

1 ......جلالين، القصص، تحت الآية: ٨٧، ص٣٣٤، خازن، القصص، تحت الآية: ٨٧، ٣/٤٤٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴾وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اور اللّٰہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ پہلے بھی اللّٰہ تعالیٰ کی ہی عبادت کر رہے تھے اسی طرح آئندہ بھی کرتے رہیں اور اسی پر قائم رہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بِالذّات ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے اور وہی اعمال کی جزا دے گا۔ یہاں بھی یہ ممکن ہے کہ بظاہر خطاب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو اور سنایا امت کو جا رہا ہو۔

سُورَةُ العَنكَبُوتِ

سورۂ عنکبوت کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ عنکبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **7** رکوع، **69** آیتیں، **980** کلمے اور **4165** حروف ہیں۔[2]

’’عنکبوت‘‘ نام رکھنے کی وجہ

عربی میں مکڑی کو عنکبوت کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر **41** میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شرک کے بطلان پر عنکبوت یعنی مکڑی کی مثال دی ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ عنکبوت‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ عنکبوت کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید و رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل دیئے گئے ہیں اور مصیبت و آزمائش وغیرہ ہر حال میں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں بتایا گیا کہ دنیا میں مسلمانوں کو سختیوں اور مصیبتوں کے ذریعے آزمایا جائے گا اور ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا تھا۔

(2)......اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کا فائدہ اور ایمان قبول کر کے نیک اعمال کرنے کا صلہ بیان کیا گیا۔

(3)......والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی حد بیان کی گئی۔

(4)......یہ بتایا گیا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آزمائش مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہوتی ہے اور

1......خازن، تفسیر سورة العنکبوت، ٣/٤٤٤.

2......خازن، تفسیر سورة العنکبوت، ٣/٤٤٤.

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کے سامنے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ یہ جان جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرمائی اور انہیں جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

(5)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کرنے کے دوران اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔

(6)......اہلِ کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے۔

(7)......کفار کے ظلم و ستم کا شکار مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ہدایت دی گئی اور ان کے لئے اجر و ثواب بیان کیا گیا۔

سورۂ قصص کے ساتھ مناسبت

سورۂ عنکبوت کی اپنے سے ماقبل سورت ''قصص'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں عاجزی کرنے والے متقی لوگوں کا اچھا انجام بیان کیا گیا اور سورۂ عنکبوت میں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کا اچھا انجام بیان ہوا ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں حشر کا انکار کرنے والوں کے قول کا رد کیا گیا اور سورۂ عنکبوت میں بھی حشر کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قصص میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور سورۂ عنکبوت میں مسلمانوں کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ''ایمان لائے'' اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ : کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ''ایمان لائے'' اور انہیں شدید تکالیف، مختلف اَقسام کے مَصائب، عبادات کے ذوق، شہوات کو ترک کرنے اور جان و مال میں طرح طرح کی مشکلات سے آزمایا نہیں جائے گا؟ انہیں ضرور آزمایا جائے گا تاکہ اُن کے ایمان کی حقیقت خوب ظاہر ہو جائے اور مخلص مومن اور منافق میں امتیاز ظاہر ہو جائے۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں،

(1)...... یہ آیت اُن حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام کا اقرار کرنے کے باوجود مکہ مکرمہ میں تھے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اُنہیں لکھا کہ جب تک ہجرت نہ کرلو اس وقت تک محض اقرار کافی نہیں، اس پر اُن صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے، مشرکین اُن کے پیچھے لگ گئے اور اُن سے لڑائی کی، ان میں سے بعض حضرات شہید ہو گئے اور بعض بچ کر مدینہ منورہ آئے، اُن کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے مراد سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے۔

(2)...... یہ آیتیں حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے ستائے جاتے تھے اور کفار انہیں سخت ایذائیں پہنچاتے تھے۔

(3)...... یہ آیتیں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت مِہجع بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں، یہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہوئے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''مِہجع شہداء کے سردار ہیں اور اس اُمت میں سے جنت کے دروازے کی طرف پہلے وہ پکارے جائیں گے۔'' ان کے والدین اور اُن کی بیوی کو ان کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا تو اللّٰہ تعالٰی نے یہ آیت نازل کی، پھر ان کی تسلی فرمائی۔[1]

مسلمانوں کا ان کی ایمانی قوت کے حساب سے امتحان ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ان کی ایمانی قوت کے مطابق امتحان لینا، اللّٰہ تعالٰی کا قانون ہے۔ بیماری، ناداری، غربت، مصیبت، یہ سب رب تعالٰی کی طرف سے آنے والی آزمائشیں ہیں جن سے مخلص اور منافق ممتاز ہو جاتے ہیں۔ یہاں آزمائشوں سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بڑا ثواب، بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللّٰہ تعالٰی کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، پس جو اس پر راضی ہوا اس کے لئے اللّٰہ تعالٰی کی رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لئے ناراضگی ہے۔''[2]

(2)...... حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّب بندوں کی، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں کمزور ہو تو اس کے دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں آزمائشوں پر صبر کرنے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ

---

1 ...... مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲، ص۸۸۴، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲، ۳/۴۴۴-۴۴۵، ملتقطاً.

2 ...... ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۸/۴، الحديث: ۲۴۰۴.

3 ...... ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحديث: ۲۴۰۶.

الْكٰذِبِیْنَ ③

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تو ضرور ضرور اللہ انہیں دیکھے گا جو سچے ہیں اور ضرور ضرور جھوٹوں کو (بھی) دیکھے گا۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے اس امت سے پہلے لوگوں کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا لیکن وہ صدق و وفا کے مقام میں ثابت اور قائم رہے، تو ضرور ضرور اللہ تعالیٰ انہیں دیکھے گا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور ضرور ضرور ایمان میں جھوٹوں کو بھی دیکھے گا اور ان میں سے ہر ایک کا حال ظاہر فرمادے گا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ تمام امتوں میں کئی حکمتوں اور مَصلحتوں کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاری رہا ہے کہ وہ ایمان والوں کو آزمائشوں میں مبتلا فرماتا ہے، لہٰذا اس کے برخلاف ہونے کی توقّع رکھنا جائز نہیں اور یاد رہے کہ اس امت سے پہلے لوگوں پر انتہائی سخت آزمائشیں اور مصیبتیں آئی ہیں، لیکن پہلے لوگوں نے ان مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر کیا اور اپنے دین پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہے، یونہی ہم پر بھی آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں گی تو ہمیں بھی چاہئے کہ سابقہ لوگوں کی طرح صبر و ہمت سے کام لیں اور اپنے دین کے احکامات پر مضبوطی سے عمل کرتے رہیں۔ اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا

[1]......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۳، ص ۸۸۴-۸۸۵.

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ [1]

یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہہ اُٹھے: اللّٰہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللّٰہ کی مدد قریب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللّٰہ والے تھے تو انہوں نے اللّٰہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دِکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللّٰہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور صحیح بخاری شریف میں ہے، حضرت خباب بن الارت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کعبہ شریف کے سائے میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے کہ ہم نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (ہم پر مصائب کی حد ہو گئی) آپ اللّٰہ تعالٰی سے ہمارے لئے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے اور اللّٰہ تعالٰی سے ہمارے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(یہ مصیبتیں صرف تم ہی برداشت نہیں کر رہے ہو بلکہ) تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں اسے کمر تک گاڑ دیتے، پھر آری لا کر اس کے سر پر چلائی جاتی اور کاٹ کر اس کے دو حصے کر دیئے جاتے، بعض پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جن سے ان کے گوشت اور ہڈیوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا جاتا، اس کے باوجود وہ مومن اپنے دین پر ثابت قدم رہے، اللّٰہ تعالٰی کی قسم! یہ دین مکمل ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی سوار صنعا سے حَضر مَوت تک سفر کرے گا تو اسے اللّٰہ تعالٰی کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا اور نہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف ہو گا، لیکن تم جلد بازی سے کام لیتے ہو۔ [3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں عافیت عطا فرمائے اور اگر مَصائب و آلام آئیں تو ان پر صبر کرنے اور دینِ اسلام کے احکامات

---

1 ......بقرہ: ٢١٤.

2 ......اٰل عمران: ١٤٦.

3 ......بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّة فی الاسلام، ٢/٣ ٥٠، الحدیث: ٣٦١٢.

پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَاؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ سمجھے ہوئے ہیں وہ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا (کیا) بُرے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟ وہ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا : یا برے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟﴾ ارشاد فرمایا: جو لوگ شرک اور گناہوں میں مبتلا ہیں کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر کہیں نکل جائیں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا نہ دے سکیں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا اور وہ یہ سمجھ کر کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔[1]

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بیشک اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے اور وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ کا مقرر کیا ہوا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہی سننے

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۴، ۶/۴۴۷.

والا، جاننے والا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ: جواللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جوشخص دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب لئے جانے سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب ملنے کی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہونے والا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اس کے لئے تیار رہے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو جاننے والا ہے۔[1]

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بیشک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ: اور جو کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جوشخص اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کرکے یا نفس وشیطان کی مخالفت کرکے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر صابر اور قائم رہ کر اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کا نفع اور ثواب اسے ہی ملے گا، بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے اعمال اور عبادات سے بے پرواہ ہے اور اس کا بندوں کو کوئی حکم دینا اور کسی چیز سے منع فرمانا محض ان پر رحمت وکرم فرمانے کے لئے ہے۔[2]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٥، ٣/٤٤٥.

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ٣/٤٤٥، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ص٣٣٥، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦، ص٨٨٥، ملتقطاً.

اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ضرور اُن کی برائیاں اُتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اِجمالی طور پر بیان کیا گیا کہ جو نیک عمل کرے تو اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور اب یہاں سے نیک اعمال کرنے کا ایک فائدہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور نیکیوں کے سبب ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیں گے۔[1]

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًاؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَاؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہا نہ مان میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

[1] ……تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۲۹، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۷، ص۳۳۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے (ہر) انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی اور (اے بندے!) اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تُو ان کی بات نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں تمہیں تمہارے اعمال بتادوں گا۔

﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی۔ ﴿

شانِ نزول: یہ آیت اور سورۂ لقمان کی آیت نمبر 14 اور سورۂ اَحقاف کی آیت نمبر 15 حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں اور دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن مالک زہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ماں حمنہ بنتِ ابی سفیان بن امیہ بن عبدِ شمس تھی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سابقین اَوّلین صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی والدہ نے کہا: تو نے یہ کیا نیا کام کیا! خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی یہاں تک کہ مرجاؤں اور یوں ہمیشہ کے لئے تیری بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک دن رات نہ کھایا، نہ پیا اور نہ سائے میں بیٹھی، اس سے کمزور ہوگئی۔ پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی، تب حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُس کے پاس آئے اور آپ نے اُس سے فرمایا کہ اے ماں! اگر تیری 100 جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھا، چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے۔ (1)

کافر والدین کے حقوق سے متعلق 2 شرعی احکام

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ماں باپ کا مادری پدری حق ضرور ادا کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ اسی مناسبت سے یہاں کافر والدین کے حقوق سے متعلق 2 شرعی احکام ملاحظہ ہوں۔

(1) ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٨، ٣/٤٤٦.

(1)......کافر والدین کا نفقہ بھی مسلمان اولاد پر لازم ہے۔

(2)......اگر کافر ماں باپ بت خانے وغیرہ سے گھر تک چھوڑنے کا کہیں تو انہیں گھر تک چھوڑے اور اگر وہ گھر سے بت خانے وغیرہ تک چھوڑنے کا کہیں تو انہیں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ گھر تک چھوڑنا گناہ نہیں اور بت خانے چھوڑنا گناہ ہے۔[1]

شرعی احکام کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی احکام کے مقابلے میں کسی رشتہ دار کا کوئی حق نہیں، لہٰذا اولاد پر لازم ہے کہ شریعت کی طرف سے اجازت کے بغیر صرف ماں باپ کے کہنے پر شرعی احکام مثلاً روزہ وغیرہ رکھنا نہ چھوڑے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مُرتکِبِ کبیرہ ہوں، ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اس کے سبب یہ اُمورِ جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، **لَاطَاعَةَ لِاَحَدٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ تَعَالٰی** (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔)[2]

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی وادب گزارش کرے، اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے، اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مُطلَقاً کفر نہیں جب تک کہ حرامِ قطعی کو حلال جاننا یا حکمِ شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو، اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی ہاں اگر **مَعَاذَاللہ** یہ انکار بروجہِ کفر ہو تو وہ مُرتد ہو جائیں گے، اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔[3]

شرعی احکام کے مقابلے میں ماں باپ کی اطاعت کے حوالے سے شرعی حکم اوپر بیان ہوا اور ان کے علاوہ دیگر افراد جیسے سیٹھ، افسر، حاکم وغیرہ سے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ ان میں سے جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا کہے تو اس کی بات ہرگز نہیں مانی جائے گی، یہاں اسی سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام اُمور میں ہر مسلمان آدمی پر (امیر کی) بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا اس وقت تک

---

1 ......روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ٨، ٦/٤٥٠.

2 ......مسند امام احمد، مسند البصريين، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ، ٣٦٣/٧، الحديث: ٢٠٦٧٩.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۵/ ۲۰۴-۲۰۵۔

ضروری ہے جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دے اوراگر وہ گناہ کا حکم دے تو نہ اس کی سنی جائے اور نہ اطاعت کی جائے۔[1]

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''گناہ کے کاموں میں کسی کا حکم نہیں مانا جاتا بلکہ اطاعت تو نیک کاموں میں ہے۔[2]

(3)......حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔[3]

افسوس! فی زمانہ اس حوالے سے مسلمانوں کی صورتِ حال انتہائی نازک ہے اور دُنْیَوی مَنفعت کے حصول اور دنیا کے نقصان سے بچنے کی خاطر اپنے سیٹھ، افسر، حاکم اور دیگر لوگوں کی وہ باتیں بے دھڑک مانتے چلے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰی انہیں عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے میں مخلوق کی اطاعت کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالٰی کا کوئی شریک نہیں ہے اس لئے علم اور تحقیق کی بنا پر تو کوئی بھی کسی کو اللہ تعالٰی کا شریک مان ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کا شریک ہونا محال ہے اور جہاں تک علم کے بغیر محض کسی کے کہنے سے اللہ تعالٰی کا شریک ماننے کا معاملہ ہے تو جس چیز کا علم نہ ہوا سے کسی کے کہنے سے مان لینا تقلید ہے اور توحید کے قطعی دلائل ہوتے ہوئے محض تقلید سے کسی کو اللہ تعالٰی کا شریک مان لینا انتہائی مذموم اور قبیح ہے، لہٰذا اس میں کسی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی حتّٰی کہ والدین کی بھی اس معاملے میں ہرگز اطاعت نہیں کی جائے گی۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ⑨

1 ......بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام ما لم تکن معصیة، ٤/٤٥٥، الحدیث: ٧١٤٤.

2 ......بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق... الخ، ٤/٤٩٢، الحدیث: ٧٢٥٧.

3 ......معجم الکبیر، عمران بن حصین یکنی ابا نجید... الخ، هشام بن حسان عن الحسن عن عمران، ١٨/١٧٠، الحدیث: ٣٨١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ضرور ہم اُنہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ضرور ہم انہیں نیک بندوں میں داخل کریں گے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ہم انہیں نیک بندوں کے زُمرہ میں داخل کریں گے اور ان کا حشر نیک بندوں کے ساتھ فرمائیں گے۔ یہاں صالحین سے مراد اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ ہیں۔[1]

قیامت کے دن نیک بندوں کے ساتھ حشر

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کا حشر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ ہو اور اس دن اسے نیک بندوں کی مَعِیَّت نصیب ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے تو حید و رسالت پر ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے دن نیک بندوں کے گروہ میں داخل فرما دے گا اور ان کے ساتھ ہی اس کا حشر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِؕ وَ لَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْؕ اَوَ لَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں اُنہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے مدد آئے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہاں بھر کے دلوں میں ہے۔

[1] ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۹، ۶/۴۵۲۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللّٰہ پر ایمان لائے پھر جب اللّٰہ (کی راہ) میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنے کو اللّٰہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے کوئی مدد آجائے تو ضرور کہیں گے ہم یقیناً تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللّٰہ اسے خوب نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ: اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللّٰہ پر ایمان لائے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مخلص ایمان والوں اور کھلے کافروں کا ذکر ہوا اور ان کے احوال بیان کئے گئے اور اب یہاں سے ان لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو نہ مخلص ایمان والے ہیں اور نہ کھلے کافر بلکہ منافق ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر جب اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کفار کا ستانا تو وہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّت کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور جیسا اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا ایسا مخلوق کی ایذا سے ڈرتے ہیں، حتّٰی کہ اس کی وجہ سے ایمان ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے کوئی مدد آجائے مثلاً مسلمانوں کو فتح نصیب ہو یا انہیں دولت ملے تو وہ لوگ ضرور کہیں گے: ہم یقیناً ایمان اور اسلام میں تمہارے ساتھ تھے اور تمہاری طرح دین پر ثابت و قائم تھے تو ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔ کیا اللّٰہ تعالیٰ اسے خوب نہیں جانتا جو کفر یا ایمان تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟ کیوں نہیں! اللّٰہ تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں موجود کفر اور ایمان اچھی طرح معلوم ہے اور وہ ان منافقوں کے نفاق کو بھی جانتا ہے۔[1]

وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور اللّٰہ ظاہر کر دے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور اللّٰہ ایمان والوں کو ظاہر کر دے گا اور ضرور منافقوں کو ظاہر کر دے گا۔

﴿وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ضرور اللّٰہ ایمان والوں کو ظاہر کر دے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں

[1] ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۱۰، ۳/۴۴۶، مدارک، العنکبوت، تحت الآیة: ۱۰، ص۸۸۶، ملتقطاً.

کو ظاہر کردے گا جو صدق اور اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور آزمائش و مصیبت میں اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت و قائم رہے اور ان لوگوں کو بھی ظاہر کردے گا جو منافق ہیں اور انہوں نے مصیبت کی وجہ سے اسلام ترک کردیا اور دونوں فریقوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ (1)

مصائب و آلام میں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب

اس آیت میں ہر مسلمان کے لئے یہ تنبیہ ہے کہ وہ دین کی وجہ سے آنے والی اَذِیَّتوں اور تکلیفوں پر صبر کرے اور مصائب و آلام کی وجہ سے سرمایۂ آخرت یعنی ایمان کو ہرگز ضائع نہ کردے بلکہ اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنی اس قیمتی ترین دولت کی بھرپور حفاظت کرے۔ ایسی حالت میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کائنات کے سردار، دو عالَم کے تاجدار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو راہِ خدا میں آنے والی تکلیفوں اور ان پر اُن عظیم ہستیوں کے صبر کرنے کو یاد کرے تاکہ دل کو تسلی ہو، تکلیفوں پر صبر کرنا آسان ہو اور ایمان و اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہو۔ ترغیب کے لئے یہاں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے مخلص اور جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو راہِ خدا میں آنے والی تکالیف کی جھلک اور ان کے صبر کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کفارِ مکہ خاندانِ بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قتل تو نہیں کرسکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رَسانیوں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے لگے، چنانچہ یہ لوگ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کاہن، جادوگر، شاعر اور مجنون ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفارِ مکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک جسم پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔ جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳/۴۴۶، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۱، ص ۳۳۵، ملتقطاً۔

والے یعنی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور قرآن کونازل فرمانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کواور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کوگالیاں دیتے اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھادیتے تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کراورسیٹیاں بجابجا کراس قدرشوروغُل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کوسنائی نہیں دیتی تھی۔ حضورانور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کرسناتے یادعوتِ ایمان کاوعظ فرماتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے چلا چلا کرکہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو، (مَعَاذَاللّٰہ)۔ایک مرتبہ حضور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ''ذوالمجاز'' کے بازار میں دعوتِ اسلام کاوعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کوکلمۂ حق کی دعوت دی توابوجہل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پردُھول اڑاتا جاتا تھااور کہتا تھا کہ اے لوگو!اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعُزّٰی کی عبادت چھوڑ دو۔

حضوررحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پربھی کفارِ مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفارِ مکہ ان مسلمانوں کوایک دم قتل کرڈالتے مگراس سے ان کافروں کے جوشِ انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفاراس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کواتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کوچھوڑ کرپھرشرک وبت پرستی کرنے لگیں، اس لئے قتل کردینے کی بجائے کفارِ مکہ مسلمانوں کوطرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے اور کفارِ مکہ نے ان غریب مسلمانوں پر بے پناہ مَظالم ڈھائے اور ایسے ایسے روح فَرسا اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مخلص مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا۔صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہوجاتے، اس وقت ان مسلمانوں کی پشت کوکوڑوں کی مار سے زخمی کرکے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں، لوہے کوآگ میں گرم کرکے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے ، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا، چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کران کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہوجاتا اور وہ کرب وبے چینی سے بدحواس ہوجاتے۔الغرض سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر واِکراہ اور ظلم وستم کی کوئی صورت باقی نہیں چھوڑی مگر ایک بھی مخلص

مسلمان کے پائے اِستقامت میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ اُن کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

﴾وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا۔﴿ کفارِ مکہ نے قبیلہ قریش میں سے ایمان لانے والوں سے کہا تھا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کرو، تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبت پہنچے گی اس کے ہم ذمہ دار ہیں اور تمہارے گناہ ہماری گردن پر یعنی اگر ہمارے طریقہ پر رہنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت فرمائی اور عذاب کیا تو تمہارا عذاب ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کی انتہائی نفیس تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وقت آنے پر وہ لوگ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں۔ (1)

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ٝ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا

(1)......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ١٢، ٣/٤٤٦.

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

ع ۱ | ۱۳ | ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

﴿وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا کہنے والے کفار کا اپنا یہ حال ہوگا کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور کفر وگمراہی کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا تھا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی یہی لوگ اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ان سے ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ بہتان کیوں تراشے اور کس دلیل کی وجہ سے انہوں بہتان لگائے۔ یادر ہے کہ کافروں کے اعمال اور بہتان سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس کے باوجود کافروں سے جو سوال ہوگا وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے نہ ہوگا بلکہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنے کیلئے ہوگا۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو خود گمراہ ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اسے اپنی گمراہی کا گناہ اور اس کی سزا تو ملے گی البتہ اس کے ساتھ ان لوگوں کی گمراہی کا گناہ اور سزا بھی اسے ملے گی جنہیں اس نے گمراہ کیا تھا اور گمراہ ہونے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں اور ان عمل

کرنے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی۔[1]

اس سے ان لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی بڑی ضرورت ہے جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گناہوں میں مبتلا ہونے کے مَواقع فراہم کرتے اور انہیں طرح طرح کے دُنْیَوی مَنافع اور فوائد بتا کر گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا تو اُنہیں طوفان نے آلیا اور وہ ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر اس قوم کو طوفان نے پکڑلیا اور وہ ظالم تھے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے چند انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور ان سے مقصود حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان تکلیفوں اور اَذِیَّتوں پر تسلی دینا ہے جو کفارِ مکہ کی طرف سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں، اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا گیا، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار (یعنی 950) سال رہے، اس پوری مدت میں انہوں نے قوم کو توحید اور ایمان کی دعوت دینے کا عمل جاری رکھا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور ایذاؤں پر صبر کیا، جب وہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور مسلسل تکذیب

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص۵۰۸، الحدیث: ۶۹(۱۰۱۷).

کرتی رہی تو اس قوم کو طوفان کے عذاب نے پکڑ لیا اور وہ غرق کر دیئے گئے اور وہ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کچھ غم نہ کریں اور اس بات کو سامنے رکھیں کہ حضرت نوح نے 950 برس تک تبلیغ فرمائی، لیکن اس طویل مدت میں ان کی قوم کے بہت کم لوگ ایمان لائے جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کم مدت کی دعوت سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایمان سے مشرف ہو چکی ہے۔[1]

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اُسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے نشانی کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنادیا۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ: تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچالیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان لوگوں کو ڈوبنے سے بچالیا جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے اور اس کشتی کو ہم نے سارے جہاں کے لیے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانی بنادیا تاکہ اس سے وہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت پر اِستدلال کرسکیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ کشتی طویل عرصے تک جودی پہاڑ پر باقی رہی۔[2]

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللّٰہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے۔

1 ......البحر المحیط، العنکبوت، تحت الآیة: ١٤، ٧/١٤٠، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ١٤، ٣/٤٤٧، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ١٥، ٦/٤٥٦، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ١٥، ٣/٤٤٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ: اور ابراہیم کو۔﴾ یہاں سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا، جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے معاملے میں اس سے ڈرو، اگر تم اچھے اور برے میں تمیز کرنا جانتے ہو تو سن لو! یہ عبادت اور ڈرنا تمہارے لئے اس کفر سے بہتر ہے جسے تم اختیار کئے ہوئے ہو اور اپنے گمان میں اسے صحیح سمجھ رہے ہو۔ (1)

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو اللہ کے سوا بُتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہونچا دینا۔

---

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۶، ۶/۴۵۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے روزی کے کچھ مالک نہیں تو تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا: تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''تم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کو پوجتے ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہہ کر نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک تم اللہ تعالیٰ کی بجائے جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق طلب کرو کیونکہ وہی رزق دینے والا اور ہر ایک تک اس کی روزی پہنچانے کی قدرت رکھنے والا ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں اور اس کے شکر گزار بنو کیونکہ وہی تمہیں رزق عطا فرما کر تم پر احسان فرماتا ہے، اور یاد رکھو کہ آخرت میں اسی کی طرف تم دوبارہ زندہ کر کے لوٹائے جاؤ گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرو اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے اور میری بات نہ مانو گے تو اس سے میرا کوئی نقصان نہیں، میں نے راہ دکھا دی اور معجزات پیش کر دیئے جس سے میرا فرض ادا ہو گیا، اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ اپنے اَنبیاء اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا چکے ہیں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور عاد و ثمود وغیرہ، ان کے جھٹلانے کا انجام یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اگر تم بھی اُسی رَوِش پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی اُنہی جیسا ہوگا۔ (1)

اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾

---

(1)......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۳/۴۴۷-۴۴۸، مدارک، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ص۸۸۸، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۶/۴۵۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا اللہ کیونکر خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے؟ پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ ممکن ہے کہ اس آیت سے لے کر آیت نمبر 23 تک کا کلام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے بارے میں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے دوران ان آیات میں کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہو۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے کہ پہلے انسان کو نطفہ بناتا ہے، پھر جمے ہوئے خون کی صورت دیتا ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی تخلیق کو مکمل کرتا ہے، پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک پہلی بار پیدا کرنا اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔(1)

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌۚ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں سفر کرکے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اُٹھان اُٹھاتا ہے بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے پہلے کیسے بنایا؟ پھر اللہ دوسری مرتبہ پیدا فرمائے گا۔

(1) ......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۴۴۸۔

بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یا اے حضرت ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ کافروں سے فرما دیں: تم زمین میں چل کر سابقہ قوموں کے شہروں اور آثار کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلے کیسے بناتا، پھر موت دیتا ہے تاکہ تم مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی فطرت کے عجائبات کی معرفت حاصل کر سکو نیز جب یہ معلوم ہے کہ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تو معلوم ہو گیا کہ اس خالق کا مخلوق کو موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو وہ پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے اس کی قدرت کے نظاروں جیسے دریاؤں، پہاڑوں اور زمین کے دیگر عجائبات کی سیر کرنا بھی عبادت ہے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾

ع ۲ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اور نہ تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ اور نہ تم زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۰، ص۸۸۹، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۰، ۳/۴۴۸، ملتقطاً.

﴿یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ: وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عدل کی وجہ سے جسے چاہے عذاب دیتا ہے اوراپنے فضل کی بناء پر جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اوراے لوگو! تم قیامت کے دن اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کے حساب سے سزا یا جزا جو چاہے دے گا۔[1]

﴿وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ: اور نہ تم زمین میں (ہمیں) عاجز کرنے والے ہو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے کافرو! نہ تم زمین میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، الغرض اس سے بچنے اور بھاگنے کی کہیں کوئی جگہ نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نہ زمین والے اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے کہیں بھاگ سکتے ہیں اور نہ آسمان والے ایسا کرسکتے ہیں۔[2]

﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ: اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔﴾ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیتوں میں خطاب کفار سے ہوتا ہے کہ اے کافرو! تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے یا ایسی آیات میں یہ مراد ہوتا ہے کہ اے لوگو! تمہارا کوئی ایسا حمایتی یا مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری حمایت اور مدد کرسکے۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے مددگار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا سے ان کی مدد اور شفاعت فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآىٕهٖۤ اُولٰٓىٕكَ یَىٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا وہ ہیں جنہیں میری رحمت کی آس نہیں اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۱، ۳/۴۴۸، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۲۱، ۶/۴۵۹، ملتقطاً.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۲، ص۸۸۹، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۲، ۳/۴۴۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا وہ وہی لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآىِٕهٖ: اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا۔﴾ یعنی جو لوگ قرآنِ مجید اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان نہ لائے وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں اور وہ اپنے کسی نیک عمل کی جزاء وثواب کے قائل نہیں کیونکہ جب وہ قیامت اور جنت کے ہی منکر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جزاء کے قائل کیسے ہوسکتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(٢٤)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے اُنہیں قتل کردو یا جلادو تو اللہ نے اُسے آگ سے بچالیا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلادو تو اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں۔

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا: تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم کئے اور نصیحتیں فرمائیں تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلادو۔ یہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا سرداروں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہا، بہرحال کچھ کہنے والے تھے اور کچھ اس پر راضی ہونے والے اس لئے وہ سب کہنے والوں کے حکم میں ہیں۔ ان سب نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلانے پر اتفاق کرلیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا کرکے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَام کے لئے سلامتی والی بنا کر انہیں بچا لیا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ نے کیا اس میں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ضرور عجیب عجیب نشانیاں ہیں، جیسے آگ کا اس کثرت کے باوجود اثر نہ کرنا اور سرد ہو جانا اور اس جگہ گلشن پیدا ہو جانا اور یہ سب پل بھر سے بھی کم وقفے میں ہونا وغیرہ۔ [1]

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم نے فرمایا تم نے تو اللہ کے سوا یہ بُت بنا لیے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو دنیاوی زندگی میں اپنی آپس کی دوستی کی وجہ سے اللہ کے سوا یہ بت (معبود) بنالئے ہیں پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَقَالَ: اور ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا کہ ’’تم نے (کسی دلیل کے بغیر صرف) بتوں سے دوستی کی وجہ سے انہیں اپنا معبود تو بنا لیا لیکن یاد رکھو تمہاری یہ محض نام کی ظاہری دوستی بھی صرف دنیا کی زندگی تک رہے گی، پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہو گا کہ تم اپنے معبودوں کا انکار کر دو گے اور تمہارے معبود تمہاری عبادت کا انکار کر دیں گے، تم ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کرو گے، بت کہیں گے کہ تم لوگوں نے میری

[1] ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٢٤، ص٨٨٩، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٢٤، ص٣٣٧، ملتقطاً.

عبادت کر کے مجھے جہنم میں ڈلوا دیا اور تم کہو گے کہ ہمیں اپنی عبادت کے ذریعے گمراہ کر کے تم نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا، تم لعن طعن کے ذریعے ایک دوسرے کو دور کرنے کی کوشش کرو گے لیکن دور نہ ہو گے بلکہ جس طرح دنیا میں اکٹھے تھے اسی طرح جہنم میں بھی اکٹھے کر دیئے جاؤ گے اور جہنم کی آگ تمہاری آگ کی طرح نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور میری مدد فرمائی بلکہ تم جہنم کی آگ میں ہی رہو گے اور اس میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ **دوسری تفسیر یہ** ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا: ''میں نے تمہارے سامنے تمہارے مذہب کا باطل ہونا بیان کیا اور تم سے اس کا کوئی جواب بھی نہ بن پڑا، پھر بھی تمہارا بتوں کی پوجا پر قائم رہنا صرف اندھی تقلید ہے کیونکہ تم آپس میں ایک دوسرے سے دوستی اور محبت رکھتے ہو اس لئے تم میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ وہ سیرت اور طریقے میں اپنے دوست سے جدا ہو یا تمہاری اور تمہارے آباء و اَجداد کے مابین دوستی ہے، تم ان کے وارث ہوئے، تم نے ان کے عقیدے کو اختیار کر لیا اور ان کی جہالت و گمراہی کو مضبوطی سے تھام لیا ،لیکن یاد رکھو کہ تمہاری یہ دوستی اس فانی دنیا تک ہی محدود رہے گی پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہوگا کہ سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ ہم تمہیں نہیں پہچانتے اور پیروکار اپنے سرداروں پر لعنت کرنے لگیں گے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ وہ تمہیں جہنم سے نکال دے جس طرح مجھے تمہاری بھڑکائی ہوئی آگ سے نکالا گیا۔[1]

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بیشک وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی (سرزمین شام کی) طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بیشک وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ: تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی۔﴾ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

[1] ......تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۲۵، ۹/٤٦، جلالین مع جمل، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۲۵، ٦/٦٨، ملتقطاً.

آگ سے صحیح سلامت تشریف لائے تو آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید کا اعتقاد تو اُن کو ہمیشہ سے حاصل ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا سکتا۔[1]

﴿وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ: اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے اور اتنا عظیم الشّان معجزہ دیکھنے کے باوجود آپ کی قوم ایمان نہ لائی اور کفر و شرک پر بضد رہی تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے عراق سے سرزمینِ شام کی طرف ہجرت فرمائی، اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔[2]

آیت ”وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... بوقتِ حاجت ہجرت کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(2)......ایسی جگہ چلا جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو، دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے تو اس کے حق میں یہاں وہاں سب برابر ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲٦، ۳/٤٤٩.

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲٦، ۳/٤٤٩.

ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اُسے عطا فرمایا اور بیشک آخرت میں وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں (بھی) ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوگا۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ: اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے مزید وہ انعامات بیان فرمائے جو اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ آپ کے بیٹے ہیں اور حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ آپ کے پوتے ہیں عطا فرمائے اور ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جتنے حضرات نبوت کے منصب پر فائز ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے اور کتاب سے توریت، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں، مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا کہ انہیں پاکیزہ اولاد عطا فرمائی، نبوت ان کی نسل میں رکھی، کتابیں اُن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا کیں جو اِن کی اولاد میں ہیں اور ان کو مخلوق میں محبوب اور مقبول کیا کہ تمام مِلّتوں اور دینوں والے ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف نسبت کو فخر جانتے ہیں اور ان کے لئے دنیا کے اختتام تک درود پڑھا جانا مقرر کر دیا، یہ تو وہ ہے جو دنیا میں عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں بھی ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوں گے جن کے درجے بہت بلند ہوں گے۔ (1)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬

(1)......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٢٧، ص ٨٩٠، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٢٧، ٣/ ٤٤٩، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٢٧، ص٣٣٧، ملتقطاً.

وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَؕ-فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(۲۹) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ۠(۳۰)

ع ۳ | ۸ | ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوط کو نجات دی جب اُس نے اپنی قوم سے فرمایا تم بیشک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللّٰہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔ عرض کی اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: تم بیشک بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کو آتے ہو تو اس کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللّٰہ کا عذاب لے آؤ۔ (لوط نے) عرض کی، اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

﴿وَ لُوْطًا: اور لوط کو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں، جب انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ گیروں کو قتل کر کے اور ان کے مال لوٹ کر لوگوں کا راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام اور بری باتیں کرنے کو آتے ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ مسافروں کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے حتّٰی کہ لوگوں نے اس طرف گزرنا موقوف کر دیا تھا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ بدفعلی کے علاوہ ایسے ذلیل افعال اور حرکات کے عادی تھے جو عقلی اور عُرفی دونوں

طرح سے قبیح اور ممنوع تھے، جیسے گالی دینا، فحش بکنا، تالی اور سیٹی بجانا، ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا، راستہ چلنے والوں پر کنکری وغیرہ پھینکنا، شراب پینا، مذاق اڑانا، گندی باتیں کرنا اور ایک دوسرے پر تھوکنا وغیرہ۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس پر انہیں ملامت کی تو ان کی قوم نے مذاق اڑانے کے طور پر یہ کہا: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال قبیح ہیں اور ایسا کرنے والے پر عذاب نازل ہوگا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔ [1]

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ جب حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس قوم کے راہِ راست پر آنے کی کچھ امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، عذاب نازل ہونے کے بارے میں میری بات پوری کرکے ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ [2]

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰىۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَۚۖ (۳۱) قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًاؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا٘ۗ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ۗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے بیشک اس کے بسنے والے ستم گار ہیں۔ کہا اس میں تو لوط ہے فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ اس میں ہے ضرور ہم اُسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی عورت کو وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے ظالم ہیں۔ فرمایا: اس میں تو لوط (بھی) ہے۔ فرشتوں نے کہا: ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے، ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی بیوی

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۲۸-۲۹، ص ۸۹۱، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۲۸-۲۹، ۳/۴۴۹-۴۵۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۳۰، ۳/۴۵۰، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ۳۰، ص۳۳۷، ملتقطاً.

کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا: اور جب ہمارے فرشتے آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے کفر اور طرح طرح کے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: اس میں تو حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی موجود ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے مُقَرَّب بندے ہیں، پھر تم اس شہر والوں کو کیسے ہلاک کرو گے۔ فرشتوں نے کہا: جو کوئی اس شہر میں ہے وہ ہمیں خوب معلوم ہے اور ہم حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حال سے غافل نہیں، ہم ضرور حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے البتہ ان کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے کیونکہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہے۔ [1]

یہاں فرشتوں نے نجات دینے کی نسبت اپنی طرف کی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے خاص بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں کیونکہ نجات دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دوزخ سے نجات دیتے ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جنت دیتے ہیں اور حضور انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مشکل کشائی کرتے ہیں۔

وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

[1]......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۳۱-۳۲، ص۸۹۱، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۳۱-۳۲، ۶/۴۶۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اُسے ناگوار ہوا اور اُن کے سبب دل تنگ ہوا اور انھوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے۔ بیشک ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اُتارنے والے ہیں بدلہ ان کی نافرمانیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے آپ کی بیوی کے کہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ بیشک ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ نافرمانی کرتے تھے۔

﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملاقات کرنے کے بعد اللّٰہ تعالٰی کے فرشتے خوب صورت مہمانوں کی شکل میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہیں قوم کے افعال وحرکات اور ان کی نالائقی کا خیال کر کے فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کر سکنے کے سبب غمزدہ ہوئے، اس وقت فرشتوں نے ظاہر کیا کہ وہ اللّٰہ تعالٰی کے بھیجے ہوئے ہیں اور انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ قوم سے نہ ڈریں اور نہ ہمارے بارے میں یہ سوچ کر غمگین ہوں کہ قوم کے لوگ ہمارے ساتھ کوئی بے ادبی یا گستاخی کریں گے، ہم فرشتے ہیں اور ہم ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے اور بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نازل ہونے والے عذاب سے بچانے والے ہیں البتہ آپ کی بیوی کو نہیں بچائیں گے کیونکہ وہ بھی عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں سے ہے اور اسے بھی بقیہ لوگوں کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ بیشک ہم اِس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ اللّٰہ تعالٰی کی نافرمانی کرتے تھے اور اسی پر قائم تھے۔ چنانچہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے اہلِ خانہ میں سے ان پر ایمان لانے والوں اور دیگر مومنوں کو بچا لیا گیا اور باقی لوگوں کو انتہائی دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔ [1]

---

[1]......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۳/۴۵۰، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۶/۴۶۶-۴۶۷، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ص۳۳۷-۳۳۸، ملتقطاً۔

آیت ’’وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......مہمان کی حفاظت اور توقیر میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

(2)......کبھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو نہیں بھی پہچانتے، البتہ یاد رہے کہ جب وحی نازل ہونے کے وقت فرشتہ حاضر ہوتا ہے تو اس وقت نبی عَلَیْہِ السَّلَام فرشتے کو ضرور پہچانتے ہیں، اگر اس وقت بھی نہ پہچانیں تو وحی قطعی نہ رہے گی۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کو آنے والی مصیبتوں سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور بچاتے بھی ہیں۔

وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے عقل والوں کے لیے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا۔

﴿وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً: اور بیشک ہم نے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا۔﴾ بیشک ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لیے روشن نشانی کو باقی رکھا جو اپنی عقل غور وفکر کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ اس نشانی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: وہ روشن نشانی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے ویران مکان ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس قوم کا عجیب وغریب واقعہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ روشن نشانی سے مراد وہ پتھر ہیں جو ان پر برسے تھے اور ان پتھروں پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے، یہ عرصۂ دراز تک باقی رہے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے انہیں دیکھا تھا۔[1]

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ

[1]......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۳۵، ۶/۴۶۷، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۳۵، ۳/۴۵۰، ملتقطاً.

الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مدین کی طرف اُن کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اور پچھلے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انھوں نے اُسے جھٹلایا تو اُنھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

﴿وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں جنہیں ہم نے ان کے ہم قوم مَدیَن والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے دین کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! صرف اللہ تعالٰی کی بندگی کرو اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہوئے ایسے افعال بجالاؤ جو آخرت میں ثواب ملنے اور عذاب سے نجات حاصل ہونے کا باعث ہوں اور تم ناپ تول میں کمی کر کے مدین کی سرزمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو، تو ان لوگوں نے حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اپنے فساد سے باز نہ آئے تو انہیں زلزلے کی صورت میں اللہ تعالٰی کے عذاب نے آلیا یہاں تک کہ ان کے گھر ان کے اوپر گر گئے اور صبح تک ان کا حال یہ ہو گیا کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مردے بے جان پڑے رہ گئے۔ (1)

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٦/٤٦٨، جلالین، العنکبوت، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ص٣٣٨، ملتقطاً.

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور تمہیں ان کی بستیاں معلوم ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے اور انہیں راہ سے روکا اور انہیں سوجھتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) عاد اور ثمود کو (ہلاک کیا) اور ان کی رہائش کے مقامات تمہارے لئے ظاہر ہو چکے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں (اللہ کے) راستے سے روکا حالانکہ وہ سمجھدار تھے۔

﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ: اور عاد اور ثمود کو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کو ہلاک کیا اور اے مکہ والو! ان قوموں کا ہمارے عذاب سے ہلاک ہونا تمہارے لئے اس وقت ظاہر ہو چکا جب تم اپنے سفروں کے دوران حجر اور یمن میں موجود ان کی رہائش کے مقامات سے گزرے ہو اور شیطان نے ان قوموں کے کفر اور گناہ ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا حالانکہ وہ لوگ سمجھدار تھے، عقل رکھتے تھے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے تھے لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور باطل پر ہی قائم رہے۔ (1)

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قارون اور فرعون اور ہامان کو اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے نکل جانے والے نہ تھے۔

1 ……روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۸، ۶/۴۶۸، مدارک، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۳۸، ص ۸۹۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) قارون اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے۔

﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ: اور قارون اور فرعون اور ہامان کو۔﴾ یعنی قارون، فرعون اور ہامان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور بیشک ان کے پاس حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور حق قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے کہ ہمارے عذاب سے بچ سکتے بلکہ ہمارے عذاب کا حکم ان تک پہنچ کر رہا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔[1]

آیت ’’وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... یہاں اللہ تعالیٰ نے قارون کو جو صرف زکوٰۃ کا انکار کرتا تھا فرعون اور ہامان کے ساتھ ذکر فرمایا جو سارے دینی اُمور یعنی توحید و نبوت وغیرہ کا انکار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضروریاتِ دین میں سے ایک چیز کا انکار کرنے والا، ویسا ہی کافر ہے جیسے ساری باتوں کا منکر کافر ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے زکوٰۃ کے منکروں پر جہاد کا حکم دے دیا اور مُسَیلِمہ کذّاب کی قوم پر جہاد فرمایا کیونکہ وہ مسیلمہ کو نبی مان کر مُرتد ہو گئے تھے۔

(2)...... یہاں قارون کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاندانی شریف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایمان نہ ہو تو نسبی اور خاندانی عزت و شرافت عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ اس سے کفارِ قریش کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ تم ابراہیمی ہونے پر فخر نہ کرو بلکہ ایمان لاؤ ورنہ عذاب کے لئے تیار رہو۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

[1] ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ۳۹، ۳/۴۵۱، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ۳۹، ۶/۴۶۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور اُن میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے (ہی) پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو خوفناک آواز نے پکڑلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴾فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑا۔﴿ اس آیت کی ابتدا میں بیان فرمایا گیا کہ سابقہ قوموں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی وجہ سے ہی پکڑا۔ اس کے بعد سابقہ قوموں پر آنے والے مختلف عذابات میں سے چار عذاب بیان کئے گئے،

(1)......کسی پر اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ بھیجا۔ یہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی جنہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ہلاک کیا گیا اور یہ پتھر تیز ہوا سے ان پر لگتے تھے۔

(2)......کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا۔ یہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود تھی جو ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کی گئی۔

(3)......کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے والے قارون اور اس کے ساتھی تھے۔

(4)......کسی کو ڈبو دیا۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اور فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اس عذاب کا شکار ہوئے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان لوگوں پر ظلم کرے کیونکہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب میں گرفتار نہیں کرتا، ہاں وہ خود ہی نافرمانیاں کر کے اور کفر و سرکشی کو اختیار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے۔[1]

1......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۰، ۳/۴۵۱، مدارک، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۰، ص۸۹۲-۸۹۳، ملتقطاً.

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚۖ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنالئے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر کیا اچھا ہوتا اگر جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جس نے گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے۔

﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ: جنہوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال۔ ﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور در حقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو کہ انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کرسکتا ہے نہ سردی، نہ گردوغبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کرسکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکما دین بت پرستوں کا دین ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔(1)

حضرت علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم فرماتے ہیں: ''اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالے دور کرو کیونکہ

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۱، ۳/۴۵۱، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۱، ص۸۹۳، ملتقطاً.

انہیں (گھروں میں لگا ہوا) چھوڑ دینا ناداری کا باعث ہوتا ہے۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانتا ہے جس چیز کی اُس کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جس کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ: بیشک اللہ جانتا ہے۔﴾ یعنی بت پرست اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جس چیز کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ ہی عزت والا حکمت والا ہے، تو کسی عقل مند انسان کے شایانِ شان یہ بات کب ہے کہ وہ عزت وحکمت والے، قادر اور مختار رب تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بے علم اور بے اختیار پتھروں کی پوجا کرے۔[2]

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِۚ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور اُنہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں علماء ہی سمجھتے ہیں۔

﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ: اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں۔﴾ کفارِ قریش نے طنز کے طور پر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان فرماتا ہے اور اس پر انہوں نے مذاق اڑایا تھا۔ اس آیت میں

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤١، ص٨٩٣.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٢، ص٨٩٣، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٢، ٣/٤٥١، ملتقطاً.

ان کا رد کر دیا گیا کہ وہ جاہل ہیں جو مثال بیان کئے جانے کی حکمت کو نہیں جانتے، کیونکہ مثال سے مقصود تفہیم ہوتی ہے اور جیسی چیز ہو اس کی شان ظاہر کرنے کے لئے ویسی ہی مثال بیان کرنا حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے اور یہاں چونکہ بت پرستوں کے باطل اور کمزور دین کی کمزوری اور بُطلان بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا اس کے اِظہار کے لئے یہ مثال انتہائی نفع مند ہے اور ان مثالوں کی خوبی، نفاست، عمدگی، ان کے نفع اور فوائد اور ان کی حکمت کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے عقل اور علم عطا فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بیان کی گئی مکڑی کی مثال نے مشرک اور اللہ تعالٰی کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کا حال خوب اچھی طرح ظاہر کر دیا اور فرق واضح فرما دیا۔[1]

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ع ۱۴ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے بیشک اس میں نشانی ہے مسلمانوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانی ہے۔

﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی نے آسمان اور زمین کو باطل نہیں بنایا بلکہ حکمت کے تحت بنایا ہے اور بے شک ان دونوں کی تخلیق میں مسلمانوں کے لئے اللہ تعالٰی کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیّت اور یکتائی پر دلالت کرنے والی نشانی ضرور موجود ہے۔[2]

یاد رہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش پر غور کر کے اللہ تعالٰی کی معرفت صرف مومن ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے یہاں انہیں کا ذکر ہوا کہ اس میں مومنوں کیلئے نشانی ہے ورنہ عمومی طور پر یہ سب کے لئے عبرت ہیں۔

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٣، ص٨٩٣، ملخصاً.

2 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٤، ص٨٩٤، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٤، ٣/٤٥٢، ملتقطاً.

پارہ نمبر...... 21

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بیشک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا اور اللّٰہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کتاب کی تلاوت کرو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور بیشک اللّٰہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللّٰہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

﴿ **اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ:** اس کتاب کی تلاوت کرو جس کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی طرف جو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس کی تلاوت کرتے رہیں کیونکہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے، اس میں لوگوں کے لئے وعظ و نصیحت بھی ہے اور اس میں احکام، آداب اور اَخلاقی اچھائیوں کی تعلیم بھی ہے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ مکہ والوں کے کفر پر اَفسُردہ ہیں تو آپ اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے تاکہ آپ جان جائیں کہ آپ کی طرح حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت لوط عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر اَنبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی نبوت اور رسالت کی ذمہ داری پر فائز تھے، انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی اور (اللّٰہ تعالٰی کی قدرت اور وحدانیّت پر) دلائل قائم کرنے میں انتہائی کوشش کی لیکن ان کی قومیں گمراہی اور جہالت سے نہ بچ سکیں، یوں آپ کے دل کو تسلی حاصل ہو گی۔[1]

اس آیت سے **معلوم ہوا** کہ نماز کے علاوہ بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا چاہئے۔ یاد رہے کہ (نماز کے

1 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۴۷۳، تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۹/۶۰، ملتقطاً۔

علاوہ) قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ پڑھنا بھی ہے، دیکھنا بھی اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب چیزیں عبادت ہیں۔[1]

اوراس کی ترغیب کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم اپنی آنکھوں کو اس کی عبادت میں سے حصہ دو۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آنکھ کا عبادت میں سے حصہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا، اس (کی آیات اور معانی میں) میں غور وفکر کرنا اور اس میں بیان کئے گئے عجائبات کی تلاوت کرتے وقت عبرت ونصیحت حاصل کرنا۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ کر بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات ومعانی میں غور وفکر کرنے اور اس میں ذکر کئے گئے واقعات اور دیگر چیزوں سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نماز قائم کرتے رہیں، بیشک نماز بے حیائی اور ان چیزوں سے روکتی ہے جو شرعی طور پر ممنوع ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں نماز قائم کرتے رہنے کا حکم واضح طور پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیا گیا ہے اور ضمنی طور پر یہی حکم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے بھی ہے۔[3]

نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے

آیت میں بیان ہوا کہ نماز بے حیائیوں اور بری باتوں سے روکتی ہے، لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اسے اچھی طرح ادا کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ یہاں اسی سے متعلق دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کرتا تھا، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی شکایت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا ’’اس کی نماز کسی دن اسے اِن باتوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے

1......بہارِ شریعت، حصہ سوم، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، مسائل قراءت بیرون نماز، ۱/۵۵۰، ملتقطاً۔
2......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی القراء ة من المصحف، ۲/۴۰۸، الحدیث: ۲۲۲۲۔
3......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۵، ۶/۴۷۴۔

میں اس نے توبہ کر لی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: فلاں آدمی رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''عنقریب نماز اسے اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔'' [2]

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز پڑھنے کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آتے اور بری عادتوں سے نہیں رکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے مثلاً نماز کے ارکان وشرائط کو ان کے حقوق کے ساتھ اور صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے، نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت ان پر طاری نہیں ہوتی اور نماز کی ادائیگی غفلت سے کرتے ہیں، یہ ان کی نماز ہوتی ہے جو ظاہری نماز تو ہے لیکن حقیقی اور کامل نماز نہیں۔ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ [3]

اور حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہ روکے تو اسے **اللّٰہ** تعالیٰ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا (کیونکہ اس کی نماز ایسی نہیں جس پر ثواب ملے بلکہ وہ نماز اس کے حق میں وبال ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب کا حق دار ہے) [4]

لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ بے حیائیوں اور برائیوں سے باز آ جائے تو اس طرح نماز ادا کیا کرے جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں نماز سے متعلق حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور دیگر بزرگانِ دین کے احوال پر مشتمل 4 واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کر رہے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو (آپ **اللّٰہ** تعالیٰ کی عظمت میں اس قدر مشغول ہو جاتے کہ) گویا آپ

---

1 ......ابو سعود، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۲۶۱.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، ۳/۴۵۷، الحدیث: ۹۷۸۵.

3 ......درمنثور، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۴۶۶.

4 ......معجم الکبیر، طاوس عن ابن عباس، ۱۱/۴۶، الحدیث: ۱۱۰۲۵.

ہمیں پہچانتے ہی نہ تھے اور نہ ہم آپ کو پہچان پاتے تھے۔[1]

(2)......جب نماز کا وقت ہوجاتا تو حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم پر کپکپاہٹ طاری ہوجاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ ایک دن کسی نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا ''اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے معذرت کرلی اور اسے اُٹھانے سے ڈر گئے۔

(3)......حضرت علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہوجاتا، جب گھر والے پوچھتے کہ آپ کو کیا ہوگیا ہے تو آپ فرماتے ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کررہا ہوں۔

(4)......حضرت حاتم رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''جب نماز کا وقت ہوجاتا ہے تو میں مکمل وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ آکر بیٹھ جاتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ میرے اَعضا پُرسکون ہوجاتے ہیں، پھر میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، کعبہ شریف کو آنکھوں کے سامنے، پُل صراط کو قدموں کے نیچے، جنت کو دائیں اور جہنم کو بائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں اور اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھتا ہوں، پھر امید اور خوف کے درمیان جذبات کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں، حقیقی طور پر اللّٰہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان کرتا ہوں، قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں، رکوع عاجزی کے ساتھ اور سجدہ ڈرتے ہوئے کرتا ہوں، بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتا ہوں، دائیں پاؤں کو انگوٹھے پر کھڑا کرتا ہوں، اس کے بعد اخلاص سے کام لیتا ہوں، پھر مجھے معلوم نہیں کہ میری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں صحیح طریقے سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نماز کو ہمارے حق میں برائیوں اور بے حیائیوں سے بچنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

تلاوتِ قرآن اور نماز کی پابندی کی برکات

آیت میں تلاوت و نماز دو عبادتوں کا ذکر ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن اور نماز کی پابندی ایسی عبادتیں

1 ......فیض القدیر، حرف الهمزة، ۳/۱۱٤، تحت الحدیث: ۲۸۲۱.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، الباب الاول، فضیلة الخشوع، ۱/۲۰٦.

ہیں جن کے فوائد و برکات شمار نہیں کیے جاسکتے اور جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پاکیزہ کلام پڑھتا ہے تو اس پر اَنوار وتَجَلِّیّات کی بارشیں ہوتی ہیں اور بندہ خود اپنے دل میں ایک عجیب لذت محسوس کرتا ہے۔ تلاوتِ قرآن پاک کی کئی حکمتیں ہیں، اس میں لوگوں کیلئے نصیحتیں بھی ہیں اور احکام بھی، اخلاقیات کی تعلیم بھی ہے اور آدابِ زندگی بھی۔ یہ اوّلین وآخرین کے علوم کا جامع ہے، اس کے اَسرار ختم نہیں ہوسکتے اور اس کے عجائبات بے شمار ہیں اور یہ چیزیں دل کی پاکیزگی پر موقوف ہیں۔

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے عظیم شے ہے نیز یادِ الٰہی سب سے افضل نیک عمل ہے بلکہ تمام عبادتوں کی اصل ذکرِ الٰہی ہی ہے مثلاً نماز اصل میں یادِ الٰہی کیلئے ہے، یہی حال بقیہ تمام عبادات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے، نیز اس کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے حیائی اور بری باتوں سے روکنے اور منع کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (1)

حضرت اُمِّ درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اگر تو نماز پڑھے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اگر تو روزہ رکھے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، ہر اچھا عمل جو تو کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ہر بری چیز سے تمہارا بچنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ (2)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کرنے کے فضائل پر مشتمل 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجے والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کو صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو، تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں شہید ماریں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا'' وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ (3)

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٥، ٣/٤٥٣، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٥، ص٨٩٤، ملتقطاً.

2 ......شعب الايمان،العاشر من شعب الايمان...الخ،فصل فى ذكر اخبار وردت فى ذكر الله عزوجل،١/٤٥٢،الحديث:٦٨٦.

3 ......ترمذى، كتاب الدعوات، ٦-باب منه، ٥/٢٤٦، الحديث: ٣٣٨٨.

(2)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک کون سے بندے کا درجہ سب سے بلند ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’جو اللّٰہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کا درجہ اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہوگا؟ ارشاد فرمایا: ’’اگر وہ اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کو قتل کر دے حتّٰی کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللّٰہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے افضل ہوگا۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں کثرت کے ساتھ اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ: اور اللّٰہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ تمہارے ذکر وغیرہ نیک اعمال کو جانتا ہے، اس سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے تو وہ تمہیں ان اعمال پر بہترین جزا دے گا۔[2]

تمام اَحوال میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب

علمِ الٰہی کے متعلق مذکورہ بالا قسم کی آیات عموماً اس مفہوم کیلئے ہوتی ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ ہر بندے کے ہر ظاہری باطنی عمل کو جانتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچے اور اپنے ظاہری باطنی تمام اَحوال میں نیک اور اچھے اعمال کرنے میں مصروف رہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ’’اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ تمام مقامات اور احوال میں تمہارے عملوں کو جانتا ہے تو جسے اس بات کا یقین ہو کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کا عمل جانتا ہے وہ گناہوں اور برے اعمال سے بچے اور تنہائی میں بھی طاعات، عبادات اور بطورِ خاص نماز کی طرف متوجہ رہے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

---

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ٥-باب منه، ٥/٢٤٥، الحدیث: ٣٣٨٧.

2 ......روح البیان، العنكبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٦/٤٧٦.

3 ......روح البیان، العنكبوت، تحت الآیة: ٤٥، ٦/٤٧٦.

وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مسلمانو! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر مگر وہ جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو تمہاری طرف اُترا اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر سوائے ان میں سے ظالموں کے اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

﴿ وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ :اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہاری اہلِ کتاب سے بحث ہو تو بہترین انداز سے بحث کرو جیسے انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے دعوت دے کر اور حجتوں پر آگاہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ، یونہی بحث کے دوران وہ سختی سے پیش آئیں تو تم نرمی سے پیش آؤ، وہ غصہ کریں تو تم حِلم اور بُردباری کا مظاہرہ کرو البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں کہ زیادتی میں حد سے گزر گئے، عناد اختیار کیا، نصیحت نہ مانی، نرمی سے نفع نہ اٹھایا تو ان کے ساتھ سختی اختیار کرو۔ دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ وہ اہلِ کتاب جو ذِمّی ہیں اور جزیہ ادا کرتے ہیں ان کے ساتھ جب تمہاری بحث ہو تو احسن طریقے سے بحث کرو البتہ ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا اور ذمہ سے نکل گئے اور جزیہ دینے سے منع کر دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ان سے جھگڑنا تلوار کے ساتھ ہے۔[1]

---

[1]...... خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۶، ۳/۴۵۳، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۶، ص۸۹۵، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۴۶، ۶/۴۷۷، ملتقطاً.

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت سے کفار کے ساتھ دینی اُمور میں مناظرہ کرنے کا جواز، اور اسی طرح علمِ کلام سیکھنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ (1)

یادر ہے کہ عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ دینی اُمور میں بحث اور مناظرہ کرنا ان علماء کا کام ہے جوان کے باطل عقائد ونظریات کا بہترین اور مضبوط دلائل کے ساتھ رد کر سکتے ہوں اور ان کی طرف سے دینِ اسلام اوراس کی تعلیمات واَحکام پر ہونے والے اعتراضات کا انتہائی تسلی بخش جواب دے سکتے ہوں اور مناظرہ کے فن میں بھی خوب مہارت رکھتے ہوں۔ جو عالِم ایسی صلاحیت نہ رکھتا ہوا سے اور بطورِ خاص عام لوگ جنہیں عقائد ونظریات کی تفصیلی دلائل سے معلومات ہونا تو دور کی بات ،فرض عبادات سے متعلق شرعی احکام بھی ٹھیک سے معلوم نہیں ہوتے، انہیں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار سے دینی اُمور میں بحث مباحثہ کرنا حرام ہے اور ان لوگوں کا یہ سوچ کر بحث کرنے کی جرأت کرنا کہ ہم اپنے دین، عقیدے اور نظریات میں انتہائی مضبوط ہیں، اس لئے یہودیوں، عیسائیوں یا کسی اور کافر سے دینی امور میں بحث کرنا ہمیں کوئی نقصان نہیں دے سکتا، دین وایمان کی سلامتی کے حوالے سے انتہائی خطرناک اِقدام ہے اور ایسا شخص غیر محسوس انداز میں ایمان کے دشمن شیطان کے انتہائی خوفناک وار کا شکار ہے، اگر یہ شخص اپنے دین وایمان کی سلامتی چاہتا اور قیامت کے دن جہنم کے اَبدی عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو ان سے ہرگز بحث نہ کرے ورنہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں شیطان کے کارندے لوگوں کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے مصروفِ عمل ہیں اور انتہائی مُنَظَّم انداز میں مسلمانوں کے دلوں سے دینِ اسلام کی محبت اور اس دین کی طرف لگاؤ کو ختم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں لیکن مسلمان اپنے دین وایمان کو بچانے کی کوشش کرنے کی بجائے اسے بے دھڑک خطرے پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنے ایمان کی سلامتی اور حفاظت کی فکر کرنے اور اس کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا: اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔﴾ یعنی جب اہلِ کتاب تم سے اپنی کتابوں کا کوئی مضمون بیان کریں تو ان سے کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو

---

(1)……مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ص٨٩٥.

تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ [1]

اہلِ کتاب اپنی کتاب کا کوئی مضمون بیان کریں تو سننے والا کیا کہے

جب اہلِ کتاب کسی شخص سے اپنی کتابوں میں موجود کوئی مضمون بیان کریں تو اسے سننے والے کو کیا کہنا چاہئے وہ اس آیت میں بیان ہوا اور یہی بات حدیثِ پاک میں ایک اور انداز سے بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابونملہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ایک یہودی شخص بھی وہیں موجود تھا، اس دوران وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو یہودی نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: کیا یہ مردہ باتیں کرتا ہے؟ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ یہودی کہنے لگا: بے شک یہ باتیں کرتا ہے۔ یہ سن کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! جب اہلِ کتاب تم سے کوئی مضمون بیان کریں تو تم نہ اُن کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ یہ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے، تو (اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ) اگر وہ مضمون اُنہوں نے غلط بیان کیا ہے تو اس کی تصدیق کے گناہ سے تم بچے رہو گے اور اگر مضمون صحیح تھا تو تم اس کی تکذیب سے محفوظ رہو گے۔ [2]

یاد رہے کہ ہمارا ایمان قرآن کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی ہے لیکن عمل صرف قرآن پر ہے نیز دیگر کتابوں پر جو ایمان ہے وہ ان پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں، موجودہ تحریف شدہ کتابوں پر نہیں بلکہ ان پر یوں ہے کہ ان کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَؕ-فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖۚ-وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖؕ-وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ(۴۷)

---

1 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ٣/٤٥٣، روح البيان، العنكبوت، تحت الآية: ٤٦، ٦/٤٧٧، ملتقطاً.

2 ......سنن ابو داؤد، كتاب العلم، باب رواية حديث اهل الكتاب، ٣/٤٤٥، الحديث: ٣٦٤٤، مسند احمد، مسند الشاميين، حديث ابى نملة الانصارى رضى الله تعالى عنه، ٦/١٠٢، الحديث: ١٧٢٢٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اوراے محبوب یونہی تمہاری طرف کتاب اُتاری تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی اس پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراے حبیب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں، اور کچھ اِن دوسروں میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ: اوراے محبوب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف اسی طرح قرآن مجید نازل فرمایا جیسے اہلِ کتاب کی طرف توریت وغیرہ کتابیں اُتاری تھیں، تو وہ لوگ جنہیں ہم نے توریت عطا فرمائی جیسے کہ حضرت **عبداللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اوران کے ساتھی، وہ اِس قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اور کچھ اِن مکہ والوں میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہی کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں جو کفر میں انتہائی سخت ہیں۔ (1)

آیت ”وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ“ سے متعلق دو باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)...... یہ سورت مکیہ ہے اور حضرت **عبداللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اوران کے ساتھی مدینہ منورہ میں ایمان لائے، **اللہ** تعالٰی نے یہاں ان کے ایمان لانے سے پہلے ان کی خبر دے دی، تو یہ غیبی خبروں میں سے ہے۔ (2)

(2)...... **جُحُود** اس انکار کو کہتے ہیں جو معرفت کے بعد ہو یعنی جان بوجھ کر مکر جانا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ یہودی خوب پہچانتے تھے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالٰی کے سچّے نبی ہیں اور قرآن حق ہے، یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے عِناد کی وجہ سے انکار کیا۔ (3)

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ص٨٩٥، جلالين، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ص٣٣٩، ملتقطاً.

2 ......جمل، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ٧٧/٦.

3 ......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٧، ٤٥٣/٣.

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل والے ضرور شک کرتے۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس قرآن کے نازِل ہونے سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، اگر آپ پڑھتے اور لکھتے ہوتے تو اس وقت اہلِ کتاب ضرور شک کرتے اور یوں کہتے کہ ہماری کتابوں میں آخری زمانے میں تشریف لانے والے نبی کی صفت تو یہ مذکور ہے کہ وہ اُمّی ہوں گے، نہ لکھتے ہوں گے اور نہ ہی پڑھتے ہوں گے جبکہ یہ تو لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اس لئے یہ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مگر انہیں اس شک کا موقع ہی نہ ملا۔ (1)

غیر مسلموں کے ایک اعتراض کا جواب

اس آیتِ مبارکہ میں موجودہ زمانے کے غیر مسلموں کے اِس مشہور اعتراض کا بھی جواب ہے کہ مَعَاذَاللّٰہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے گزشتہ کتابوں کو سامنے رکھ کر قرآن لکھا ہے۔ ان کا یہ اعتراض خلافِ حقیقت ہے کیونکہ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کسی کتاب کا مطالعہ کرنے اور لکھنے کی نفی خود اللّٰہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور تاریخی حقائق سے یہی ثابت ہے، لہٰذا غیر مسلموں کا یہ خود ساختہ اعتراض اپنی بنیاد سے

1 ……مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٨، ص٨٩٥، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٨، ٣/٤٥٣، ملتقطاً.

ہی غلط ہے۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ ان لوگوں کے سینوں میں روشن نشانیاں ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ: بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں۔﴾ اس آیت میں مذکور ضمیر ”هُوَ“ کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ قرآنِ کریم روشن آیتیں ہیں جو علماء اور حُفّاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ روشن آیت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا اپنی مثل لانے سے عاجز کردینے والا ہونا ظاہر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآنِ پاک کے ساتھ خاص ہیں اور اس کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں جو معجزہ ہو اور نہ ہی ایسی ہے کہ ہر زمانے میں سینوں میں محفوظ رہی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ضمیر ”هُوَ“ کا مَرجع سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرار دے کر اس آیت کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ سرورِ عالَم، محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان روشن نشانیوں والے ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں اہلِ کتاب میں سے علم دیا گیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت پاتے ہیں۔ [1]

﴿وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ: اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں، جیسا کہ یہودی جو کہ معجزات ظاہر ہونے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٤٩، ص٨٩٥، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٤٩، ٣/٤٥٣-٤٥٤، ملتقطاً.

کے سچے اور آخری رسول ہونے کو جان اور پہچان چکے لیکن آپ سے عناد کی وجہ سے آپ کے منکر ہوتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور حُفّاظ کا بڑا ہی درجہ ہے کہ ان کے سینے قرآن کریم کے گنجینے ہیں۔ جس کاغذ پر قرآنِ مجید لکھا جائے وہ عظمت والا ہے تو جس سینے میں قرآنِ پاک ہو وہ بھی عظمت والا ہے۔ نیز یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ قرآنِ عظیم میں کبھی تحریف نہیں ہو سکتی کیونکہ تبدیلی اور تحریف کاغذ میں ہو سکتی ہے جبکہ قرآن تو خدا نے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیوں نہ اُتریں کچھ نشانیاں اُن پر ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتریں؟ تم فرماؤ: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿ **وَقَالُوْا:** اور کفار نے کہا۔﴾ یہاں سے کفارِ مکہ کا ایک اور اعتراض ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ نے کہا کہ اس نبی پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے عصا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستر خوان کی طرح نشانیاں کیوں نہیں اُتریں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے ارشاد فرما دیں: نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور وہ حکمت کے مطابق جو نشانی چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں نافرمانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صاف ڈر سنا دوں اور میں اسی کا پابند ہوں۔[1]

[1]......خازن، العنکبوت، تحت الآية: ۵۰، ۳/۴۵۴، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ۵۰، ص۸۹۶، ملتقطاً.

اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا یہ اُنہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔

﴿اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ: اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ قرآنِ کریم معجزہ ہے، گزشتہ اَنبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات سے زیادہ کامل ہے اور حق کے طلبگار کو تمام نشانیوں سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآنِ کریم باقی اور ثابت رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہوگا۔ [1] یعنی دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات قصہ بن کر رہ گئے ہیں مگر یہ قرآن ایسا جیتا جاگتا معجزہ ہے جو ہمیشہ دیکھا جاتا رہے گا، اس پر ایمان نہ لانا انتہائی بدنصیبی ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًاۚ-یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ بس ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

[1] ......خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳/۴۵۴۔

اور وہ جو باطل پر یقین لائے اور اللہ کے منکر ہوئے وہی گھاٹے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ کے منکر ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًا: تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے لوگ قرآنِ پاک کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کی رسالت کو تسلیم نہ کریں تو یہ ان کی بدبختی ہے، آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کے سچے ہونے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے، وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جس کا علم جتنا کامل ہو اُس کی گواہی بھی اتنی ہی کامل ہوتی ہے اور یقیناً کامل ترین علم اللہ تعالیٰ کا ہے تو گواہی بھی اسی کی کامل ترین ہے اور یاد رکھو کہ باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کے منکر ہی نقصان پانے والے ہیں۔

وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُؕ وَ لَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر ایک ٹھہرائی مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آ جاتا اور ضرور ان پر اچانک آئے گا جب وہ بے خبر ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور اگر ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آ جاتا اور ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

﴿وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جس نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں

کی بارش کروادو۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، یہ کافر آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر عذاب نازل ہونے کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے مُعَیَّن کی ہے اور جو حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے تو ان کے مطالبہ کرتے ہی ضرور ان پر عذاب آجاتا اور اس میں کوئی تاخیر نہ ہوتی لیکن چونکہ اب ان کیلئے ایک مدت مقرر ہے تو جب وہ مدت پوری ہوجائے گی تو ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ (1)

یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۟ۙ یَوْمَ یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ یَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔ جس دن اُنہیں ڈھانپے گا عذاب اُن کے اوپر اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے اور فرمائے گا چکھو اپنے کئے کا مزہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

﴿ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ: تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، یہ کفار آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ جہنم کا عذاب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اور ان میں سے کوئی بھی جہنم کے عذاب سے نہیں بچے گا! اور جس دن عذاب کافروں کو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے

1 ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۳، ۳/۴۵۴، مدارك، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۳، ص۸۹۶، ملتقطاً.

گا کہ اے کافرو! اب تم دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کا مزہ چکھو تو اس دن تم اللہ تعالٰی کے عذاب سے بھاگ نہیں سکو گے۔[1]

یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بندو جو ایمان لائے بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے مومن بندو! بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔

﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا: اے میرے مومن بندو! ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مومن کو کسی سرزمین میں اپنے دین پر قائم رہنا اور عبادت کرنا دشوار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر جائے جہاں آسانی سے عبادت کر سکے اور وہاں دین کی پابندی میں دشواریاں درپیش نہ ہوں۔ **شانِ نزول:** یہ آیت مکہ مکرمہ میں موجود ان کمزور مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اسلام کو ظاہر کرنے میں خطرے اور تکلیفیں تھیں اور وہ انتہائی تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی تو ضروری ہے، یہاں رہ کر نہیں کر سکتے تو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر جاؤ، وہ وسیع ہے اور وہاں امن بھی ہے۔[2]

نوٹ: ہجرت سے متعلق احکام کی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ نساء، آیت نمبر 97 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ۟ ثُمَّ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف پھرو گے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ۶۸/۹، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ۴۸۵/۶، جلالین، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۴-۵۵، ص۳۳۹، ملتقطاً.

2 ......مدارک، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۸۹۷، خازن، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ۴۵۴/۳-۴۵۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اس دارِ فانی کو چھوڑنا ہی ہے، پھر مرنے کے بعد ثواب وعذاب اور اعمال کی جزا کے لئے ہماری ہی طرف تم لوگ پھیرے جاؤ گے تو تم پر لازم ہے کہ ہمارے دین پر قائم رہو اور اپنے دین کی حفاظت کے راستے اختیار کرو۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَۗۖ (۵۸) الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ اُن میں رہیں گے کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ یہاں سے بطورِ خاص ہجرت کرنے والوں اور عمومی طور پر ہر نیک کام کرنے والے مسلمان کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے جن میں یہ ہجرت کرنا بھی داخل ہے تو ضرور ہم انہیں جنت

کے ایسے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، وہ ہمیشہ ان بالا خانوں میں رہیں گے اور اچھے عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیا ہی اچھا اجر ہے۔

جنتی بالا خانوں کے اوصاف

یہاں جنتی بالا خانوں کے اوصاف سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے والوں کو ایسے دیکھیں گے جس طرح اُفُق میں مشرق یا مغرب کی جانب کسی روشن ستارے کو دیکھتے ہوں کیونکہ ان کے مقامات کے درمیان فرق ہوگا۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی منزلیں ہیں، دوسرے وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ لوگ پہنچ سکیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کی۔ (1)

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''یہ اس کے لئے ہیں جس نے اچھی گفتگو کی، کھانا کھلایا، ہمیشہ روزہ رکھا اور رات کے وقت جبکہ لوگ سو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھی۔ (2)

﴾اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ: وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔﴿ یعنی اچھے عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تکلیفوں، مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کیا، مشرکین کی ایذائیں برداشت کیں اور ہجرت کرکے دین کی خاطر وطن بھی چھوڑ دیا مگر دینِ اسلام کو نہ چھوڑا اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ (3)

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۳، الحدیث: ۳۲۵۶.

2 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنّة، ۴/۲۳۶، الحدیث: ۲۵۳۵.

3 ......روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۹، ۶/۴۸۶، خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۵۹، ۳/۴۵۵، ملتقطاً.

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ﳓ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَ اِیَّاكُمْ ﳲ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے اُنہیں اور تمہیں اور وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ (ہی) انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی نہیں اٹھائے پھرتے۔﴾

شانِ نزول: مکہ مکرمہ میں ایمان والوں کو مشرکین دن رات طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو اُن میں سے بعض نے عرض کی: ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں، نہ وہاں ہمارا گھر ہے نہ مال، وہاں ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اگلے دن کے لئے کوئی ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسا کہ چوپائے اور پرندے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے لہٰذا تم جہاں بھی ہوگے وہی تمہیں روزی دے گا تو پھر یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ ساری مخلوق کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، کمزور اور طاقتور، مقیم اور مسافر سب کو وہی روزی دیتا ہے اور وہی تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے معاملے میں خاص

(1)......خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦٠، ٣/٤٥٥، مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٠، ص٨٩٧-٨٩٨، ملتقطاً.

طور پر اپنے رزق کی فکر نہیں کرنی چاہئے بلکہ ساری مخلوق کو رزق سے نوازنے والے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، وہی حقیقی طور پر رزق دینے والا ہے اور وہ ہر جگہ اپنی مخلوق کو رزق دینے پر قدرت رکھتا ہے۔حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا ہونا چاہیے تو وہ تمہیں ایسے روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے خالی پیٹ اُٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔(1)

ہمارے معاشرے میں یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے ہوئے دین کے احکام پر عمل کرنا شروع کرتے ہیں تو کچھ لوگ اپنی شفقت و نصیحت کے دریا بہاتے ہوئے انہیں سمجھانا شروع کر دیتے ہیں کہ بیٹا اگر تم نمازی اور پرہیزگار بن گئے اور داڑھی رکھ لی تو کمائی کس طرح کرو گے اور کماؤ گے نہیں تو اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ کس طرح پالو گے، اسی طرح اگر تم دُنْیَوی علوم چھوڑ کر دین کا علم سیکھنے لگ جاؤ گے تو بھوکے مرو گے اور تمہیں لوگوں کے دیئے ہوئے صدقات وخیرات پر گزارا کرنا پڑے گا۔ اے کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھ سکتے کہ حقیقی طور پر رزق دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مخلوق پر اتنا مہربان ہے کہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا بلکہ انہیں بھی کثیر رزق عطا فرماتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے رزق کے دروازے کیسے بند کر دے گا، ہاں اگر رزق میں تنگی کر کے اس کی آزمائش کرنا مقصود ہو تو یہ دوسری بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت رزق کی بندش کا سبب ہر گز نہیں بلکہ رزق ملنے کا عظیم ذریعہ ہے۔

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور

(1)……ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکّل علی اللّٰہ، ۴/۱۵۴، الحدیث: ۲۳۵۱.

کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو ضرور کہیں گے: ’’اللہ نے‘‘ تو کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں؟

﴿ وَلَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان کفارِ مکہ سے پوچھیں کہ اتنے بڑے اور اتنے وسیع آسمان اور زمین کس نے بنائے، سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے: ’’اللہ تعالیٰ نے‘‘ تو پھر یہ لوگ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں اور اس اقرار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے سے کیوں مُنْحَرِف ہوتے ہیں۔ (1)

اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے، بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ: اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے تو اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز میں بندے

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦١، ص٨٩٨.

کی بھلائی ہے اور کس میں نقصان ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ کون کس وقت امیری کے لائق ہے اور کون کس وقت غریبی کے لائق ہے لہٰذا وہ حکمت اور مَصلحت کے مطابق ہی ہر ایک کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے۔ (1)

نوٹ: مخلوق کے درمیان رزق میں برابری نہ ہونے کی حکمتیں جاننے کے لئے سورۂ رعد، آیت نمبر 26 کے تحت مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۳﴾

ع ۶ ۔ ۱۲ ۔ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو تم اُن سے پوچھو کس نے اُتارا آسمان سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کردی مَرے پیچھے ضرور کہیں گے اللہ نے تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ اُن میں اکثر بے عقل ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا؟ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تم فرماؤ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، بلکہ ان میں اکثر نہیں سمجھتے۔

﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ: **اور اگر تم ان سے پوچھو۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ عرب کے مشرکوں سے یہ بات پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعے خشک زمین سے کھیتی، نباتات اور درخت وغیرہ اُگا کر اسے سرسبز و شاداب کیا؟ تو اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالٰی نے پانی نازل فرمایا اور اسی نے زمین کو سرسبز کیا۔ یعنی وہ لوگ اس کا اعتراف اور اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالٰی نے ہی کیا ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے حق کو ایسا بنایا کہ باطل پرست اس کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے، بلکہ ان کافروں میں اکثر بے عقل ہیں کہ اس اقرار اور اعتراف کے باوجود اللہ تعالٰی کی وحدانیت کے منکر ہیں۔ (2)

1 ...... روح البیان، العنكبوت، تحت الآیة: ٦٢، ٦/٤٨٩، مدارك، العنكبوت، تحت الآیة: ٦٢، ص٨٩٨، ملتقطاً.

2 ...... روح البیان، العنكبوت، تحت الآیة: ٦٣، ٦/٤٨٩، خازن، العنكبوت، تحت الآیة: ٦٣، ٣/٤٥٦، ملتقطاً.

وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌؕ-وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُۘ-لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ(۶۴)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا اگر وہ (یہ) جانتے۔

﴾وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے۔﴿ ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے، جیسے بچے گھڑی بھر کھیلتے ہیں، کھیل میں دل لگاتے ہیں، پھر اس سب کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہی حال دنیا کا ہے کہ انتہائی تیزی کے ساتھ زائل ہونے والی ہے اور موت یہاں سے ایسے ہی جدا کر دیتی ہے جیسے کھیلنے والے بچے مُنتَشِر ہو جاتے ہیں اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کہ وہ زندگی پائیدار ہے، دائمی ہے، اس میں موت نہیں اور زندگانی کہلانے کے لائق بھی وہی ہے، کیا ہی اچھا تھا اگر وہ مشرک دنیا اور آخرت کی حقیقت جانتے، اگر ایسا ہوتا تو وہ فانی دنیا کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی پر ترجیح نہ دیتے۔[1]

دنیا کی مذمت سے متعلق 3 احادیث

یاد رہے کہ دنیا کی مذمت کے بارے میں قرآنِ پاک کی بہت سی آیات آئی ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی تبلیغ کے مَقاصد میں ایک مقصد دنیا کی محبت سے لوگوں کو بچانا بھی تھا، اس لئے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کے سامنے مختلف انداز میں دنیا کی مذمت بیان فرمائی، ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کے سامنے کیسے دنیا کی مذمت بیان فرمائی، اس سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں،

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٤، ص٨٩٨، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦٤، ٣/٤٥٦، ملتقطاً.

(1)......حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک کس قدر حقیر ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: جی ہاں، (اس حقارت کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینکا ہے) ارشاد فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس قدر یہ بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر ہے اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی حقیر اور ہلکی ہے اور اگر اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی مچھر کے پر برابر بھی حیثیت ہوتی تو وہ اس سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔[1]

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آدمی اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، پس فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔[2]

(3)......حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس آدمی پر انتہائی تعجب ہے جو دائمی زندگی والے گھر (یعنی آخرت) کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کوشش دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لیے کرتا ہے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی رغبت سے محفوظ فرمائے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِیَتَمَتَّعُوْا ۫ وقفة

---

[1]......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب مثل الدنیا، ٤ /٤٢٧، الحدیث: ٤١١٠، مستدرك، کتاب الرقاق، نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس... الخ، ٥/٤٣٦، الحدیث: ٧٩١٧.

[2]......مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری رضی اللّٰہ تعالی عنه، ٧/١٦٤، الحدیث: ١٩٧١٧.

[3]......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ٧/٣٤٨، الحدیث: ١٠٥٣٩.

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لاکر پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے جبھی شرک کرنے لگتے ہیں۔ کہ ناشکری کریں ہماری دی ہوئی نعمت کی اور برتیں تو اب جانا چاہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لاتا ہے تو اس وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔ تاکہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کریں اور تاکہ وہ فائدہ اٹھالیں تو عنقریب جان لیں گے۔

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ: پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیّت کے لوگ بحری سفر کرتے وقت بتوں کو ساتھ لے جاتے تھے، دورانِ سفر جب ہوا مخالف چلتی اور کشتی ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو وہ لوگ بتوں کو دریا میں پھینک دیتے اور یا ربّ! یا ربّ! پکارنے لگتے لیکن امن پانے کے بعد پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔ ان کی اس حماقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب کافر لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور سفر کے دوران انہیں ہوا مخالف سمت چلنے کی وجہ سے ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس وقت وہ اپنے شرک اور عناد کے باوجود بتوں کو نہیں پکارتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اس وقت ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نجات دے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لاتا ہے اور ڈوب جانے کا اندیشہ اور پریشانی جاتی رہتی ہے اور انہیں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت دوبارہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں اور نتیجے کے طور پر وہ شرک کی صورت میں ہماری دی ہوئی نجات والی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں تو عنقریب وہ اپنے کردار کا نتیجہ جان لیں گے۔ [1]

[illegible]

یاد رہے کہ مخلص ایمان والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اخلاص کے ساتھ شکر گزار رہتے

[1] ......خازن، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۵-۶۶، ۳/۴۵۶، روح البیان، العنکبوت، تحت الآیة: ۶۵-۶۶، ۶/۴۹۳-۴۹۴، ملتقطاً.

ہیں اور جب کوئی پریشان کُن صورتِ حال پیش آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے رہائی دیتا ہے تو وہ اس کی اطاعت میں اور زیادہ سرگرم ہوجاتے ہیں، مگر کافروں کا حال اس کے بالکل برخلاف ہے۔لیکن افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کا حال بھی کافروں کے پیچھے پیچھے ہی چل رہا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ اللہ کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور بڑی عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ اس کی بارگاہ میں اس مصیبت سے نجات کی دعائیں کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ وہ مصیبت ان سے دور کر دیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والی اپنی پرانی رَوِش پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین پناہ بنائی اور اُن کے آس پاس والے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا باطل پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین، امن وامان والی بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔تو کیا وہ باطل پر یقین کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا مکہ والوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے شہر مکہ مکرمہ کی حرمت والی زمین، ان کے لئے امن وامان والی بنائی کہ اس سرزمین میں رہنے والے امن وامان سے رہتے ہیں جبکہ اُن کے آس پاس کے لوگ قتل بھی کئے جاتے اور گرفتار بھی ہوجاتے ہیں، اِس امن وسکون کی نعمت پر توانہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ بتوں پر یقین رکھتے ہیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اور اسلام سے کفر کرکے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ (1)

(1)......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٧، ص٨٩٩.

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کیلئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں؟

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا : اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک ٹھہرائے یا جب اس کے پاس حق آئے تو وہ اس کو جھٹلا دے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن کو نہ مانے؟ بے شک ایسے ظالموں اور حق کے منکروں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتیں

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے پانچ صورتیں درج ذیل ہیں،

(1)...... کافر کا بت پرستی کر کے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔

(2)...... نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور کہنا کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے۔

(3)...... کتابُ اللہ میں اپنی طرف سے خَلْط مَلْط کر دینا اور کہہ دینا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(4)...... نبی کا انکار کرنا اور کہنا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا۔

(5)...... جھوٹا مسئلہ بیان کر کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

---

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٨، ص٨٩٩.

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جھوٹ برا ہے لیکن اگر جھوٹ کی نسبت کسی بڑی ہستی کی طرف کی جائے تو بڑا گناہ ہے، لہٰذا جھوٹی حدیث گھڑ کر یہ کہہ دینا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے، سخت جرم ہے۔

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠ (۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔﴾ اس آیت کے معنی بہت وسیع ہیں، اس لئے مفسرین نے مختلف انداز میں اسے تعبیر کیا ہے۔ یہاں چار اَقوال بیان کئے جاتے ہیں۔

(1)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری اطاعت کرنے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے ثواب کے راستے دکھا دیں گے۔

(2)...... حضرت جنید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ توبہ کرنے میں کوشش کریں گے، ہم ضرور انہیں اخلاص کے راستے دکھا دیں گے۔

(3)...... حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ علم حاصل کرنے میں کوشش کریں گے، ہم ضرور انہیں عمل کی راہیں دکھا دیں گے۔

(4)...... حضرت سہل بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ جو سنت کو قائم کرنے میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنت کے راستے دکھا دیں گے۔[1]

1 ...... مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ص٨٩٩، خازن، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ٣/٤٥٧، ملتقطاً.

یہ آیتِ کریمہ شریعت وطریقت کی جامع ہے یعنی جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اِخلاص کی، جو طلبِ علم میں کوشاں ہوں گے انہیں عمل کی، جو اِتّباعِ سنت میں کوشش کریں گے انہیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔حق تعالٰی تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے تمام مخلوق کے سانس ہیں۔

﴿ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ: اور بیشک اللّٰہ نیکوں کے ساتھ ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللّٰہ تعالٰی نیک لوگوں کے ساتھ ہے کہ دنیا میں ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور آخرت میں انہیں مغفرت اور ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ [1]

1 ......مدارك، العنكبوت، تحت الآية: ٦٩، ص ٩٠٠.

سُوۡرَۃُ الرُّوۡمِ

سورۂ روم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ روم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **60** آیتیں، **819** کلمے اور **3534** حروف ہیں۔[2]

’’روم‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

روم عیسائیوں کی مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا، اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ ابھی تو رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن عنقریب چند سالوں میں وہ مجوسیوں پر غالب آ جائیں گے، اس مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ روم‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ روم کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اس کی صفات، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا ملنے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدا ایک غیبی خبر سے کی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ قرآن پاک کی دی ہوئی یہ خبر حرف بہ حرف پوری ہوئی، رومی چند سالوں بعد ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ قرآن پاک کی یہ غیبی خبر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر زبردست دلیل ہے۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الروم، ۳/۴۵۷۔

2 ......خازن، تفسیر سورۃ الروم، ۳/۴۵۷۔

(2)......کفار کے علم کی حد بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت وقدرت پر دلائل دیئے گئے۔

(3)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا اور آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی سزا کا بیان کیا گیا ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں۔

(5)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو دینِ اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔

(6)......یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور جو اس دین سے ہٹے گا وہ فطرت سے ہٹ جائے گا۔

(7)......رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں پر صدقہ کرنے اور سود سے بچنے اور حلال طریقوں سے مال میں اضافہ کرنے اور زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔

(7)......کفار کے ایمان لانے سے اِعراض کرنے پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی۔

سورۂ عنکبوت کے ساتھ مناسبت

سورۂ روم کی اپنے سے ماقبل سورت ''عنکبوت'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء "الٓمّٓ" سے کی گئی اور ان حروف کے بعد تنزیل، کتاب اور قرآن میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا گیا ورنہ سورۂ قلم کے علاوہ حروفِ مُقَطَّعات سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں میں حروفِ مُقَطَّعات کے بعد تنزیل، کتاب یا قرآن میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت کے آخر میں جہاد کا ذکر ہے اور سورۂ روم کی ابتداء میں رومیوں کے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آنے کی خبر دی گئی ہے۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

1......تناسق الدرر، سورة الروم، ص۱۰۹-۱۱۰، ملتقطاً۔

الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رومی مغلوب ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رومی مغلوب ہوگئے۔

﴿الٓـمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿غُلِبَتْ: مغلوب ہوگئے۔﴾ **شانِ نزول:** ایران اور روم کے درمیان جنگ جاری تھی اور چونکہ ایران کے رہنے والے مجوسی تھے، اس لئے عرب کے مشرکین اُن کا غلبہ پسند کرتے تھے جبکہ رومی اہلِ کتاب تھے، اس لئے مسلمانوں کو اُن کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو روم کے بادشاہ قیصر نے بھی اس کے مقابلے کے لئے اپنا لشکر بھیج دیا۔ شام کی سرزمین کے قریب جب ان لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو ایرانی لشکر رومی فوجیوں پر غالب آ گیا اور انہیں شکست دے دی۔ مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی تو انہیں بہت گراں گزری جبکہ کفارِ مکہ اس سے خوش ہوکر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور عیسائی بھی اہلِ کتاب ہیں اور ہم بھی اُمّی ہیں اور فارس والے بھی اُمّی، ہمارے بھائی یعنی فارس والے تمہارے بھائیوں یعنی رومیوں پر غالب آ گئے ہیں اور جب ہماری تمہاری جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اِن میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی فارس والوں پر غالب آ جائیں گے اور یہ غیبی خبر سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت صحیح ہونے اور قرآنِ کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی روشن دلیل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرط

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو انہیں سن کر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کفارِ مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ اے مکہ والو! تم اس وقت کی جنگ کے نتیجے سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رومیوں کے غلبے کی خبر دے دی ہے، خدا کی قسم! رومی ضرور فارس والوں پر غلبہ پائیں گے۔ اُبی بن خلف کافر یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر اس کے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط لگ گئی

کہ اگر نو سال میں رومی فارس والوں پر غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُبی بن خلف کو سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ جائیں تو اُبی بن خلف حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سو اونٹ دے گا۔ جب یہ شرط لگی اس وقت تک جوئے کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ سات سال کے بعد اس خبر کی سچائی ظاہر ہوئی اور صلحِ حُدَیْبِیَہ یا جنگِ بدر کے دن رومی فارس والوں پر غالب آ گئے، رومیوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شرط کے اُونٹ اُبی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لئے کیونکہ وہ اس عرصے میں مر چکا تھا اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ شرط کے مال کو صدقہ کر دیں۔ (1)

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے نزدیک حَربی کفار کے ساتھ عقودِ فاسدہ وغیرہ جائز ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شرط لگانے والا واقعہ ان کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ اس مسئلے کی کچھ تفصیلات ہیں اس لئے عوامُ النّاس کو چاہئے کہ علمائے کرام سے اس مسئلے کی تفصیل معلوم کئے بغیر از خود اس پر عمل نہ کریں۔

فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند برس میں حکم اللّٰہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللّٰہ کی مدد سے وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان۔

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٣، ٣/٤٥٧-٤٥٨، مدارك، الروم، تحت الآية: ٤، ص ٩٠١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب کی زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سالوں میں۔ پہلے اور بعد حکم اللہ ہی کا ہے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب، مہربان ہے۔

﴿فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ: قریب کی زمین میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ شام کی اس سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے جو فارس سے قریب تر ہے اور رومی اپنی شکست کے بعد عنقریب چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آجائیں گے جن کی حد 9 سال ہے۔ مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے سات سال بعد ہی رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تھے۔[1]

رومیوں کے غالب آنے کی مدت ذکر نہ کرنے کی حکمت

یہاں آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مُعَیَّن مدت ذکر نہیں کی گئی، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مدت کو اس لئے مُبْہَم رکھا گیا تا کہ کفار ہر وقت رعب میں رہیں اور ان کے دلوں میں خوف بیٹھا رہے۔[2]

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رومیوں کے غالب آنے کی مدت جانتے تھے

یاد رہے کہ آیت میں رومیوں کے غالب آنے کی مُعَیَّن مدت ذکر نہ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اس مدت کا علم نہیں دیا گیا تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وہ مدت بتا دی گئی تھی البتہ اسے ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اسے ظاہر نہیں فرمایا تھا، جیسا کہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے غالب آنے کا سال، مہینہ، دن اور وقت بھی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بتا دیا تھا البتہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔[3]

﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ: اللہ ہی کا حکم ہے۔﴾ یعنی رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چل رہا ہے۔

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٣-٤، ٣/٤٥٨، تفسير قرطبي، الروم، تحت الآية: ٤، ٤/٧، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......صاوى، الروم، تحت الآية: ٤، ٤/١٥٧٥.

3 ......تفسير كبير، الروم، تحت الآية: ٤، ٩/٨٠.

مراد یہ ہے کہ پہلے فارس والوں کا غلبہ ہونا اور دوبارہ رومیوں کا غالب ہو جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم، ارادے اور اس کی قضا وقدر سے ہے کیونکہ جنگ میں جو مغلوب ہو جائے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور کمزوری کے بعد دوبارہ غالب آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا غلبہ اس کی اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلی بار ہی مغلوب نہ ہوتا۔[1]

﴿وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ: اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہوگا تو اس دن ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے کہ اُس نے کتابیوں کو غیر کتابیوں پر غلبہ دیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں نے کفار کو رومیوں کے غالب آنے کی جو خبر دی تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق جب بدر کے دن مسلمان مشرکوں پر غالب ہوئے تو انہیں خوشی ہوئی اور اسی دن رومیوں کے غالب آنے کی خبر ملنے پر بھی مسلمان خوش ہوئے، اور ایک روایت کے مطابق صلحِ حُدَیْبِیَہ کے موقع پر رومی ایرانیوں پر غالب آئے اور بیعتِ رضوان کے دن جب مسلمانوں کو اس کی خبر ملی تو وہ خوش ہوئے۔[2]

وَعْدَ اللّٰهِؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کا وعدہ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ آنکھوں

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ٤، ٣/٤٥٨، صاوی، الروم، تحت الآية: ٤، ٤/١٥٧٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤-٥، ص٩٠٢، خازن، الروم، تحت الآية: ٤-٥، ٣/٤٥٨-٤٥٩، تفسير قرطبی، الروم، تحت الآية: ٣، ٧/٦، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

﴿وَعْدَ اللّٰهِ: اللہ کا وعدہ۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے فارس والوں پر غالب آنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے کسی وعدے کے خلاف نہیں کرتا کیونکہ اس کا کلام سچا ہے اور اس کا جھوٹ بولنا قطعی طور پر محال ہے، لیکن اکثر کفار اپنی جہالت کی وجہ سے اس بات سے بے علم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرماتا ہے۔[1]

﴿یَعْلَمُوْنَ: جانتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفار کے علم کی حد بیان کی گئی کہ وہ لوگ بس اپنے معاشی معاملات کے بارے جانتے ہیں کہ کیسے کام کئے جائیں، کس طرح تجارت کی جائے اور کس وقت باغبانی اور کاشتکاری کی جائے اور کب کٹائی کی جائے، جبکہ وہ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہیں، نہ اس میں کوئی غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔[2]

موجودہ دور کے مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت

اس آیت میں کفار کی جو علمی اور عملی حالت بیان کی گئی اسے سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو فی زمانہ عمومی طور پر مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت بھی ایسی ہی نظر آتی ہے کہ یہ مال کمانے کے نت نئے طریقے اور ذرائع تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس میں جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے جبکہ اپنی آخرت کے معاملے میں انتہائی غفلت کا شکار نظر آتے ہیں، اپنی موت، قبر اور حشر کے معاملات کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے اور عقائد، عبادات اور معاملات میں سے جن چیزوں کا سیکھنا فرض ہے اس کی معلومات نہیں رکھتے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا حال ہے جبکہ خواص میں شمار کئے جانے والوں میں سے اکثر کا حال بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں، علماء کہلانے والوں کی بڑی تعداد حقیقت میں عالم ہی نہیں اور پیر کہلانے والوں کی بڑی تعداد خود محتاجِ تربیت ہے اور یہ دونوں قسم کے حضرات عوام کو تعلیم و تربیت دینے کی بجائے جہالت وجرأت دے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں اپنا اصلی مقصد سمجھنے اور اپنی علمی وعملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآیة: ٦، ٣/٤٥٩، تفسیر قرطبی، الروم، تحت الآیة: ٦، ٧/٧، الجزء الرابع عشر، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٦، ٧/٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الروم، تحت الآیة: ٧، ٣/٤٥٩.

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا کہ اللّٰہ نے پیدا نہ کئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق اور ایک مقرر میعاد سے اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غوروفکرنہیں کیا کہ اللّٰہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو حق اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ پیدا کیا اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔

﴿ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا: کیا انہوں نے غوروفکرنہیں کیا۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے حوالے سے بیان ہوا کہ وہ اللّٰہ تعالٰی اور قیامت کے دن کے منکر ہیں اور اب یہاں سے وہ اسباب بیان کئے جارہے ہیں جن سے بندہ اللّٰہ تعالٰی پر ایمان لانے کی طرف راغب ہوسکتا ہے اور اسے آخرت کے بارے میں علم بھی مل سکتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کی نظر صرف دُنْیَوی زندگی کی زیب وزینت پر ہے اور وہ اپنے دلوں میں غوروفکرنہیں کرتے، اگر وہ ایسا کرتے تو جان لیتے کہ اللّٰہ تعالٰی نے آسمان، زمین اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے، ان سب کو بیکار اور باطل نہیں بنایا بلکہ ان میں بے شمار حکمتیں رکھی ہیں تاکہ لوگ ان میں غوروفکر کرکے انہیں بنانے والے کے وجود اور اس کی وحدانیَّت پر اِستدلال کریں اور اس کی قدرت وصفات کو پہچانیں اور اللّٰہ تعالٰی نے ان چیزوں کو ہمیشہ کے لئے نہیں بنایا بلکہ ان کے لئے ایک مدت مُعَیَّن کردی ہے اور جب وہ مدت پوری ہوجائے گی تو یہ چیزیں فنا ہوجائیں گی اور وہ مدت قیامت قائم ہونے کا وقت ہے۔ بیشک بہت سے لوگ آخرت سے غافل ہونے اور آخرت کی معرفت دلانے والی چیزوں میں غوروفکر نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کے حساب، ان کی جزا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں۔[1]

[1] ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۸، ۷/۹-۱۰، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۸، ص۹۰۲-۹۰۳، ملتقطاً.

اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ-كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِؕ-فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَؕ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ اُن سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زیادہ زور آور تھے اور زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللّٰہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور اُنہوں نے زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِنہوں نے آباد کیا ہے اور اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللّٰہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

﴿ اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔ ﴾ یعنی کیا اللّٰہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے اور آخرت سے غافل کفار نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا، رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب ان کے اجڑے ہوئے دیار اور ان کی ہلاکت و بربادی کے آثار، عبرت کا سامان ہیں۔ ان قوموں کا حال یہ تھا کہ وہ لوگ اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور زمین کو اُس سے زیادہ آباد کیا جتنا اِن اہلِ مکہ نے آباد کیا ہے، لیکن جب اُن کے رسول اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ اُن پر ایمان نہ لائے، اس کی وجہ سے ان کا انجام یہ ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان کے حقوق کم کر کے اور انہیں جرم کے بغیر ہلاک کر کے ان پر ظلم کرتا، ہاں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا کر وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (1)

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر برائی کرنے والوں کا انجام سب سے برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى : پھر برائی کرنے والوں کا انجام سب سے برا ہوا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ گناہوں کا اِرتکاب کرتے رہنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، حتّٰی کہ برے اعمال کی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے لگے اور ان آیتوں کا مذاق اڑانے لگ گئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے (یعنی کفر کیا تو) ان کا انجام سب سے برا ہوا کہ دنیا میں انہیں (عذاب نازل کر کے) ہلاک کر دیا گیا اور آخرت میں ان کے لئے جہنم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہونے والی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ (2)

اس آیت کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ برے اعمال پر اصرار کی وجہ سے انسان برے عقیدے اختیار کر جاتا ہے۔

1 ......تفسیر طبری، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰/ ۱۷۰، جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ص ۳۴۱، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۹، ۳/ ۴۵۹، ملتقطاً.

2 ......بیضاوی، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/ ۳۲۹، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/ ۴۵۹-۴۶۰، ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/ ۲۷۱، روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۷/ ۱۱، ملتقطاً.

لہٰذا ہر ایک کو برے اعمال سے بچنے کی شدید حاجت ہے تا کہ وہ بدعقیدگی سے محفوظ رہے۔ کفر سے بچنے کیلئے گناہوں سے بچنا چاہیے اور گناہوں سے بچنے کیلئے مُشتَبَہ چیزوں سے بچنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ حدیثِ پاک ملاحظہ کریں۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مُشتَبَہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، تو جو شُبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی عزت بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا، جس طرح کوئی شخص کسی چراگاہ کی حدود کے گرد چَرائے تو قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی چر لیں۔ سنو ہر بادشاہ کی چراگاہ کی ایک حد ہوتی ہے اور اللّٰہ تعالٰی کی مقرر کردہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔(1)

اللّٰہ تعالٰی ہر مسلمان کو برے اعمال کرنے اور بدعقیدگی اختیار کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ پہلے بناتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف پھروگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ پہلے بناتا ہے پھر وہ دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ: اللّٰہ پہلے بناتا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی تمام مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس میں اللّٰہ تعالٰی کا کوئی شریک اور مددگار نہیں، بلکہ اس نے اکیلے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے فنا اور معدوم کرنے کے بعد (قیامت کے دن) دوبارہ نئے سرے سے اسی طرح درست بنائے گا جیسے پہلی بار بنایا تھا، پھر دوبارہ بننے کے بعد تمام مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور سب کو جمع کیا جائے گا تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے اور اللّٰہ تعالٰی برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے گا۔(2)

---

1 ......مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات، ص۸۶۲، الحدیث: ۱۰۷(۱۵۹۹).

2 ......تفسیر طبری، الروم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۰/۱۷۱.

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ(۱۲) وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىٕهِمْ كٰفِرِیْنَ(۱۳) وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىٕذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرموں کی آس ٹوٹ جائے گی۔ اور اُن کے شریک اُن کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہوجائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن الگ ہوجائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم مایوس ہوجائیں گے۔ اور ان کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہوجائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ الگ ہوجائیں گے۔

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ یہاں سے قیامت کے دن مجرموں کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرموں کو کسی نفع اور بھلائی کی امید باقی نہ رہے گی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرموں کا کلام مُنْقَطِع ہوجائے گا اور وہ خاموش رہ جائیں گے، کیونکہ اُن کے پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن مجرم رُسوا ہوں گے۔ یاد رہے کہ یہاں آیت میں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔[1]

﴿وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا: اور ان کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے۔﴾ یعنی سفارش کی امید پر مشرکین جن بتوں کو پوجتے تھے وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کرکے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچائیں گے اور مشرکین اپنے معبودوں سے مایوس ہو کر ان کا انکار کردیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے۔[2]

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ۱۲، ۳/ ۴٦۰، روح البيان، الروم، تحت الآية: ۱۲، ۷/ ۱۲، جلالين، الروم، تحت الآية: ۱۲، ص ۳۴۱، مدارك، الروم، تحت الآية: ۱۲، ص ۹۰۳، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ۱۳، ۷/ ۱۲، جلالين، الروم، تحت الآية: ۱۳، ص ۳۴۲، ملتقطاً.

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ایسے الگ الگ ہو جائیں گے کہ آئندہ پھر کبھی جمع نہ ہوں گے اور یہ اس طرح ہوگا کہ حساب کے بعد اہلِ جنت کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[1] اس کی مزید تفصیل اگلی آیات میں ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىٕكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغ کی کیاری میں اُن کی خاطر داری ہوگی۔ اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور آخرت کا ملنا جھٹلایا وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہ (جنت کے) باغ میں خوش رکھے جائیں گے۔ اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے ملنے کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو وہ جو ایمان لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں مومن اور کافر کے الگ الگ ہونے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو جنت کے باغات میں ان کا اِکرام کیا جائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ خاطر داری جنتی نعمتوں کے ساتھ ہوگی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ خاطر داری سے مراد سَماع ہے کہ انہیں طَرب اَنگیز یعنی شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے جو اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کی تسبیح پر مشتمل ہوں گے۔[2]

1 ......جلالين، الروم، تحت الآية: ١٤، ص٣٤٢، خازن، الروم، تحت الآية: ١٤، ٣/٤٦٠، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ١٥، ص٩٠٤، خازن، الروم، تحت الآية: ١٥، ٣/٤٦٠، روح البيان، الروم، تحت الآية: ١٥، ٧/١٣، ملتقطاً.

جولوگ دنیا میں گانے باجے سننے سے بچنے والے اور لَہو لَعب اور آلاتِ موسیقی سے دور رہنے والے ہوں گے تو ان خوش نصیب حضرات کو جنت میں شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے، جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کا دن آئے گا تو اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا'' وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کو شیطان کے آلاتِ موسیقی سے بچایا کرتے تھے، انہیں الگ کر دو، چنانچہ انہیں مشک اور عنبر کی کتابوں میں الگ کر دیا جائے گا۔ پھر اللّٰہ تعالٰی فرشتوں سے فرمائے گا ''انہیں میری تسبیح، تحمید اور تہلیل سناؤ تو وہ فرشتے ایسی آوازوں سے اللّٰہ تعالٰی کی تسبیح بیان کریں گے جیسی سننے والوں نے نہ سنی ہوگی۔ [1]

﴿ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جو کافر ہوئے۔ ﴾ یعنی جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کیا تو وہ عذاب میں داخل کر دیئے جائیں گے اور اس عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ہی وہ اس سے کبھی نکلیں گے۔ [2]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللّٰہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللّٰہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو۔

﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ: تو اللّٰہ کی پاکی بیان کرو۔ ﴾ یعنی اے عقل مندو! جب تم نے نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو ملنے والا ثواب اور نعمتیں یونہی جھٹلانے والے کفار کو ہونے والے عذاب کے بارے میں جان لیا تو تم صبح شام ہر اس چیز سے اللّٰہ تعالٰی کی پاکی بیان کرو جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہاں اللّٰہ تعالٰی کی پاکی بیان کرنے سے متعلق مفسرین کا ایک

1 ......در منثور، الروم، تحت الآیۃ: ١٥، ٦/٤٨٧.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآیۃ: ١٦، ص٩٠٤.

قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ادا کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے دریافت کیا گیا کہ کیا پانچ نمازوں کا بیان قرآنِ پاک میں ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہاں اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ ان میں پانچوں نمازیں اور اُن کے اوقات مذکور ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کرنے کے فضائل

اَحادیث میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح بیان کرنے کی بہت سی فضیلتیں وارد ہیں، یہاں ان میں سے دو فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزانِ عمل میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ (وہ دو کلمے یہ ہیں:) ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم''۔[2]

(2)......حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے کلام میں سے چار چیزوں کو پسند فرما لیا ہے۔ (1) سُبْحَانَ اللّٰہ، (2) اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، (3) لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ، (4) اَللّٰہُ اَکْبَر۔ جس نے ''سُبْحَانَ اللّٰہ'' کہا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے بیس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے بیس گناہ مٹا دیتا ہے۔ جس نے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہا تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے۔ جس نے ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہا تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے اور جس نے اپنی طرف سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن'' کہا تو اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے تیس گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔[3]

﴿ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ : جب شام کرو اور جب صبح کرو۔﴾ دوسرے قول کے مطابق اس آیت میں تین نمازوں کا بیان ہوا، شام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آ گئیں جبکہ صبح میں نمازِ فجر آ گئی۔[4]

---

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۱۷، ۱۶/۷، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۹۰۴، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴۶۰/۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا قال: واللّٰہ لا اتکلّم الیوم فصلّی... الخ، ۲۹۷/۴، الحدیث: ۶۶۸۲.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، ۱۶۶/۳، الحدیث: ۸۰۱۸.

4 ......خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴۶۰/۳.

وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی کیلئے تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور اس وقت جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔

﴿ **وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ : اور جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔** ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت تسبیح کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت نماز ادا کرو۔ اس میں نمازِ عصر اور نمازِ ظہر کا بیان ہوا۔

نماز کے لئے پانچ اوقات مقرر ہونے کی حکمت

یاد رہے کہ نماز کے لئے یہ پانچ اَوقات اس لئے مقرر فرمائے گئے کہ افضل اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ ہوں اور انسان یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے تمام اوقات نماز میں صَرف کرے کیونکہ اس کے ساتھ کھانے پینے وغیرہ کے حوائج و ضروریّات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر عبادت میں تخفیف فرمائی اور دن کے شروع، درمیان اور آخر میں جبکہ رات کے شروع اور آخر میں نمازیں مقرر کیں تاکہ ان اوقات کے اندر نماز میں مشغول رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو۔ [1]

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

ع ۵ ۲ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: وہ زندہ کو نکالتا ہے مُردے سے اور مُردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے

1 ……روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۱۸، ۷/۱۶، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۱۸، ص۹۰۴، خازن، الروم، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۴۶۰، ملتقطاً.

پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ زندہ کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ: وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو بے جان سے جیسے کہ پرندے کو انڈے سے، انسان کو نطفے سے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے جیسے کہ انڈے کو پرندے سے، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے اور زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بارش برسا کر اور اس سے سبزہ اُگا کر زندہ کرتا ہے اور ان چیزوں کو نکالنے کی طرح تم بھی (قیامت کے دن) قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے نکالے جاؤ گے۔(1)

سورۂ روم کی آیت نمبر 17، 18، 19 کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے صبح کے وقت یہ کہہ دیا: '' فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ '' تو اُس دن میں جو نیکی اس سے چھوٹ گئی اس کا ثواب پالے گا اور جو شام کے وقت یہ کہہ دے تو اس رات میں جو نیکی اس سے چھوٹ گئی اس کا ثواب پالے گا۔(2)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''نیکی چھوٹ جانے سے مراد نوافل نیکیاں چھوٹ جانا ہیں یا فرائض عبادات میں نقصان (یعنی کمی) رہ جانا ہے، یعنی رب تعالیٰ اس آیتِ کریمہ کی برکت سے بہت سی نفلی نیکیوں کا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر آج دن رات کے فرائض میں کچھ نقصان واقع ہو گیا ہو گا تو رب تعالیٰ نقصان پورا فرما دے گا۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام فرائض و واجبات چھوڑ دو صرف یہ ہی آیت صبح شام پڑھ لیا کرو۔(3)

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ١٩، ص٩٠٤، خازن، الروم، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٦١، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب ما يقول اذا اصبح، ٤/٤١٤، الحديث: ٥٠٧٦.

3 ......مراٰۃ المناجیح، کتاب الدعوات، باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام، الفصل الاول، ۴/۳۳-۳۴۔

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر جبھی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر جبھی تم انسان ہو جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔

﴿وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت اور قدرت پر انسان کی پیدائش سے اِستدلال کیا جارہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللّٰہ تعالٰی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جیتا جاگتا انسان بنایا اور مٹی ایک بے جان چیز ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے، پھر یہی نہیں بلکہ تمہارے اندر شعور اور عقل پیدا کی، خیالات، احساسات اور جذبات پیدا کئے، گفتگو کرنے اور چیزوں میں تَصَرُّف کرنے کی قدرت دی اور یہ سب چیزیں مٹی کا بنیادی جُزْو نہیں ہیں، پھر تم لوگ اپنی اور اپنی صفات کی پیدائش کے بعد مختلف اَغراض ومَقاصد کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔ اگر تم ان چیزوں میں غور کرو گے تو تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ جس نے انسان کو پیدا کیا وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کامل قدرت رکھتا ہے اور جو مٹی جیسی بے جان چیز سے جیتا جاگتا انسان بنانے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسانوں کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[1]

نوٹ: آیت میں جو یہ فرمایا گیا ''**اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا**'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے انسانوں کی اصل حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے پیدا کیا اور جب انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تو گویا کہ دیگر انسانوں کو بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

انسان کی مرحلہ وار تخلیق کا بیان

یہاں آیت کے ابتدائی حصے میں انسان کی مرحلہ وار تخلیق کا اِجمالی بیان ہے، جبکہ اس کا تفصیلی بیان اس آیت

[1] ......صاوی، الروم، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۱۵۷۸، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۰، ۹/۸۹-۹۰، روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۲۰، ۷/۱۹، ملتقطاً۔

میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

تخلیق کے ان مَراحل میں غور وفکر کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی معرفت حاصل کرسکتا ہے اور کفار میں سے جو شخص انصاف کی نظر سے ان میں غور وفکر کرے گا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ ایمان اور ہدایت کی عظیم سعادت سے سرفراز ہوجائے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ اُن سے آرام

(1)......حج: ۵.

پاؤاور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غوروفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے عورتیں بنائیں جو (شرعی نکاح کے بعد) تمہاری بیویاں بنتی ہیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں صرف مرد پیدا فرماتا اور عورتوں کو ان کے علاوہ کسی دوسری جنس جیسے جِنّات یا حیوانات سے پیدا فرماتا تو مَردوں کو عورتوں سے سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ ان میں نفرت پیدا ہوتی کیونکہ دو مختلف جنسوں کے افراد میں ایک دوسرے کی طرف میلان نہیں ہوتا اور وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل نہیں کرسکتے، پھر انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ کمال رحمت ہے کہ مردوں کے لئے ان کی جنس سے عورتیں بنانے کے ساتھ ساتھ شوہر اور بیوی کے دمیان محبت اور رحمت رکھی کہ پہلی کسی معرفت اور کسی قرابت کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی ہوجاتی ہے۔ بے شک ان چیزوں میں غوروفکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، اگر وہ ان میں غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ جس نے دنیا کے نظام کو اس احسن انداز میں قائم رکھا ہوا ہے صرف وہی عبادت کا مستحق اور کامل قدرت والا ہے۔[(1)]

[illegible]

اسلامی معاشرے میں خاندانی نظام قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس نظام کی عمارت چونکہ مرد اور عورت کے درمیان شوہر اور بیوی کے رشتے کی بنیاد پر ہی کھڑی ہوسکتی ہے، اس لئے اسلامی معاشرے میں اس بنیاد کو مضبوط تر بنانے کے خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت اور مرد کے ازدواجی رشتے میں ذہنی اور قلبی سکون اور باہمی ذمہ داریوں کی تقسیم کو اصل بنیاد بنایا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے

(1)......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآية: ۲۱، ۹/۹۱-۹۲، ابن کثیر، الروم، تحت الآية: ۲۱، ۶/ ۲۷۸، مدارك، الروم، تحت الآية: ۲۱، ص۹۰۵، خازن، الروم، تحت الآية: ۲۱، ۳/۴۶۱، ملتقطاً.

کو ذہنی سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت دی ہے اور جب شوہر کو اپنی بیوی سے ذہنی سکون ملے گا تو ان کی باہمی زندگی پُرسکون ہوگی اور جب میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے اطمینان وسکون کا ذریعہ ہوں گے تو ان سے بننے والا خاندان بھی خوشیوں بھرا ہوگا اور جب ہر خاندان اس دولت سے مالا مال ہوگا تو معاشرہ خود ہی امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ یہاں ہر صاحبِ عقل آدمی اس بات کا مشاہدہ کرسکتا ہے کہ معاشرے میں جہاں اسلامی تعلیمات پر عمل ہوتا ہے وہاں سکون اور چین نظر آتا ہے اور جہاں عمل نہیں ہوتا وہاں بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ اسلامی معاشرے کے مقابلے میں جب مغربی معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو اس میں بسنے والے ذہنی سکون کی دولت سے محروم نظر آتے ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے دُنْیَوی علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں کوئی کمی باقی ہے جس کی بنا پر وہ بے سکون ہیں یا ان کے پاس مال ودولت کی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ معاشی پریشانیوں کا شکار ہوکر ذہنی سکون سے محروم ہیں بلکہ تمام تر ترقی، دولت، آسائشوں اور سہولتوں کی بُہتات ہونے کے باوجود مغربی معاشرے میں بسنے والوں کے ذہنی سکون سے محروم ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف جنسی تسکین اور شہوت کی آسودگی کو بنیاد بنایا، جس کے لئے انہوں نے عورت کو بے راہ رَوی کی آزادی دیدی اور مرد کو یہ اختیار دیا کہ وہ کسی بھی عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کرلے، جب مغربی معاشرے میں ذہنی سکون کی بجائے جنسی تسکین کو بنیاد بنایا گیا اور عورت کی حیثیت محض جنسی تسکین کا آلہ ہونے کی رکھی گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس معاشرے میں عورتوں، کنواری لڑکیوں اور بچیوں کا ناجائز بچوں کی مائیں بننا عام ہوگیا، حرامی بچوں کی پیدائش اور انہیں قتل کردیئے جانے کی وارداتوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا، طلاقوں کی شرح بہت بڑھ گئی، خاندانی نظام تباہ ہوکر رہ گیا، نفسیاتی اور ذہنی اَمراض میں مبتلا افراد کی تعداد بڑھنا شروع ہوگئی اور آج یہ حال ہے کہ ذہنی اور نفسیاتی امراض کے ہسپتال سب سے زیادہ وہاں ہیں، ذہنی مریضوں اور دماغی سکون کی دوائیں کھانے والوں کی تعداد بھی وہیں سب سے زیادہ ہے اور پاگل خانوں کی زیادہ تعداد بھی وہیں پر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ مغربی معاشرے کی اندھی پیروی کرکے اپنا ذہنی سکون اور خاندانی نظام تباہی کے دہانے پر لانے کی بجائے ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں اور اسلامی معاشرے کے اصول وقوانین پر عمل پیرا ہوکر ذہنی سکون حاصل کرنے اور خاندانی نظام کو تباہ ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالٰی عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

عورت اپنے شوہر کے آرام اور سکون کا لحاظ رکھے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر کے سکون اور آرام کے لئے پیدا فرمایا ہے اور عورت سے سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ شرعی نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنا ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر نہ ہو تو اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع نہ کریں اور شوہروں کو بھی چاہئے کہ اپنی بیویوں کے شرعی یا طبعی عذر کا لحاظ رکھیں۔ جو عورت کسی عذر کے بغیر اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع کر دیتی ہے اس کے لئے درج ذیل دو اَحادیث میں بڑی عبرت ہے، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور بیوی آنے سے انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس عورت سے ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو جائے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ [2]

لہٰذا ہر بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے آرام اور سکون کا خاص طور پر لحاظ رکھے اور اسے اپنی طرف سے کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ آنے دے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف

1......مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، ص۷۵۳، الحديث: ۱۲۱(۱۴۳۶).

2......مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، ص۷۵۳، الحديث: ۱۲۲(۱۴۳۶).

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورآسمانوں اورزمین کی پیدائش اورتمہاری زبانوں اوررنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اوراس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ اس سے پہلی دوآیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی وہ نشانیاں بیان فرمائیں جوانسان کی اپنی ذات میں ہیں جبکہ اس آیت میں خارجی کائنات کی تخلیق اور انسان کی لازمی صفات سے اپنی وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اورزمین کی پیدائش اورتمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل و عریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُر ہَیبت پہاڑ نصب ہیں، اس میں وسیع وعریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں، نباتات کا ایک سلسلہ قائم ہے، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پرغور کروکہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پرغور کروکہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب کی اصل ایک ہے اورتم سب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پرغور کروکہ ہرانسان کی دوآنکھیں، دواَبرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ اور دوگالیں ہیں اورانسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پوراپورا نہیں ملتا بلکہ ہرایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اوراگر ہرایک کی شکل اورآواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہوجاتی اور بے شمار مَصلحتیں ختم ہوکر رہ جاتیں، اچھے اَخلاق والے اور برے اخلاق والے میں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں اِمتیاز نہ ہو پاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود ہی وجود میں آگئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے، یا یہ چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، اگرایسا ہے تو پھرآسمان وزمین میں ہزاروں سال سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اوراس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگرتم علم اورانصاف کی نظر

سے دیکھو گے تو جان لو گے کہ یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہیں۔ (1)

[illegible]

یاد رہے کہ یہ کائنات نہ تو کسی سبب اور علت کے بغیر اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہے اور نہ ہی اس کا انتہائی مَربوط اور مُتناسِب نظام کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے اس کائنات اور اس میں موجود طرح طرح کے عجائبات کو پیدا فرمایا اور وہی ذات انتہائی عالیشان طریقے سے اس کے نظام کو چلا رہی ہے، جیسے ہم ایک دانے یا گٹھلی کو تر زمین میں دباتے ہیں تو ایک مخصوص مدت کے بعد اس سے کچھ شاخیں نکلتی ہیں، اوپر والی شاخ زمین سے باہر نکل کر ایک تنا وَر درخت بن جاتی ہے اور نیچے والی شاخ اس درخت کی جڑیں بن جاتی ہیں، اس درخت کی طرف دیکھیں تو اس کا تنا بھی لکڑی کا ہے اور جڑیں بھی لکڑی کی ہیں، تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جڑیں نیچے کی طرف جا رہی ہیں، اب اگر لکڑی کا طبعی تقاضا اوپر کی طرف جانا ہے تو جڑیں نیچے کیوں جاتی ہیں اور اگر اس کا تقاضا نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں جاتا ہے؟ ایک ہی لکڑی ہونے کے باوجود تنے کے اوپر جانے اور جڑوں کے نیچے جانے سے معلوم ہوا کہ لکڑی کا اپنا طبعی تقاضا کچھ نہیں ہے بلکہ درخت کی لکڑی پر کسی اور ذات کا تَصَرُّف ہے جس کی قدرت کامل ہے، اسی نے لکڑی کے جس حصے کو چاہا اوپر اٹھا دیا اور جس حصے کو چاہا نیچے جھکا دیا۔ (2)

یونہی اس کائنات کے نظام کو دیکھیں تو نظر آئے گا کہ روزانہ سورج ایک مقررہ جہت سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مقررہ جہت میں غروب ہو جاتا ہے، دن کے بعد رات آتی اور رات کے بعد دن نکل آتا ہے، ہر سال اپنے اپنے موسموں میں کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں، پھل اپنی مدت پر نکلتے ہیں، پوری دنیا میں ایک خاص طریقے سے ہی انسان پیدا ہو رہے اور مخصوص مدت کے بعد مر رہے ہیں، حشراتُ الارض سے لے کر درندوں تک، چرندوں سے لے کر پرندوں تک ہر ایک کی ساخت اور تخلیق اس کے حال کے مطابق ہے اور ان کی ضرورت کے تمام اَعضاء ان میں موجود ہیں، ہر ایک کی غذا اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ مختلف ہے اور ہر علاقے میں رہنے والے کا مزاج اسی علاقے کے ماحول کے مطابق ہے، تو کائنات کا یہ مَربوط اور حسین نظام، حکیمانہ تدبیر اور ہر مخلوق کے حال

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۹ /۹۲، ابن کثیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۶ /۲۷۹، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳ /۴۶۱-۴۶۲، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۹۰۵، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۹۵، ۵ /۷۱-۷۲، ملخصاً۔

کی رعایت دیکھ کر کوئی عقلمند ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی خالق اور انتظام فرمانے والے کے بغیر خود بخود عدم سے وجود میں آ گیا اور علم و حکمت کا یہ عجیب و غریب کارخانہ کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ اسے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی ایک خالق موجود ہے اور وہ کامل قدرت، علم اور حکمت والا ہے اور اس عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ سرِ دست یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے موجود ہونے پر دلالت کرنے والی دو چیزیں ذکر کی ہیں ورنہ کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر دلالت کرنے والی علامات اور نشانیاں موجود ہیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر انسان کی ان صفات سے اِستدلال فرمایا ہے جو انسان سے جدا ہو جاتی ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ تم پر نیند کون طاری کرتا ہے اور نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی ہمت اور صلاحیت کس نے دی ہے؟ اگر تم

لاپرواہی اور ضد سے کام نہ لو تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللّٰہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔(1)

اس آیت میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر بھی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ سونے والا مردہ کی مانند ہے تو جو ذات سونے والے کو بیدار کرنے پر قادر ہے تو وہ مرنے والے کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈراتی اور امید دلاتی اور آسمان سے پانی اُتارتا ہے تو اُس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مَرے پیچھے بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں ڈرانے اور (بارش کی) امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴾وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴿ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے خارجی کائنات کے عارضی اوصاف سے اپنی قدرت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر استدلال فرمایا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کا تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھانا اور آسمان سے پانی اتار کر بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دینا اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو بسا اوقات تم خوفزدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں یہ گر کر نقصان نہ پہنچا دے اور کبھی تمہیں اس سے یہ امید ہوتی ہے کہ اب بارش برسے گی نیز جب اللّٰہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے تو اس کے پانی

(1)......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۹/۹۳، روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۷/۲۱-۲۲، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۴۶۲، ملتقطاً.

سے بنجر زمین سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے، کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی اور باغات میں درخت پھلوں سے بھرنے لگتے ہیں، یہ چیزیں دیکھ کر حقیقی طور پر غور وفکر کرنے والے اس نظام کو چلانے والے کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ برس ہا برس سے زمینوں کی سیرابی اور ان کی سرسبزی وشادابی کا یہی نظام ہے اور اس نظام کے تسلسل اور یکسانیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بنانے والا اور اسے چلانے والا موجود ہے اور وہ واحد ہے اور اس کی قدرت کامل ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔[1]

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے۔ اور اسی کے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کے زیرِ حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے۔ اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کے زیرِ حکم ہیں۔

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خارجی کائنات کے ان اوصاف سے اپنی قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا جو جدا نہیں ہوتے۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت آنے تک آسمان وزمین کا اسی ہَیئت پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور

[1] ……ابن کثیر، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۶/۲۷۹، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۹/۹۳-۹۴، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۴، ۷/۲۴، ملتقطاً۔

ارادے سے ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان اور زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سے منقول ہے۔[1]

آسمان و زمین کا اس طرح قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں قائم کرنے والا کوئی ایک ہے اور وہ اسباب سے بے نیاز ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کے حکم سے یہ دونوں قائم ہیں۔

﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ: پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمہیں قبروں سے ایک ندا فرمائے گا تو اسی وقت تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑو گے۔

ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت

ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت اسرافیل عَلَیۡہِ السَّلَام قبر والوں کو اُٹھانے کے لئے (دوسری بار) صور پھونکیں گے اور کہیں گے کہ اے قبر والو! کھڑے ہو جاؤ، تو اوّلین و آخرین میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو نہ اُٹھے۔[2]

جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيۡهِ اُخۡرٰى فَاِذَا هُمۡ قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ[3]

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوسری مرتبہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

اور فرماتا ہے کہ

---

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۲۵، ۹/ ۹٤، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۵، ۷/ ۲۵، خازن، الروم، تحت الآیة: ۲۵، ۳/ ٤٦٢، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الروم، تحت الآیة: ۲۵، ص۳٤۲، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۲۵، ص٦ ۹۰، ملتقطاً.

3 ......زمر: ٦٨.

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ[(1)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔

اور صور کے بارے میں فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ[(2)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کردیئے جائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ[(3)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ (پھونک) تو ایک جھڑکنا ہی ہے۔ تو فوراً وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

﴿ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالٰی ہے اور اس ملکیت میں کوئی دوسرا کسی طرح بھی اس کا شریک نہیں اور ان میں موجود ہر چیز اللہ تعالٰی کے زیرِ حکم ہے۔[(4)]

وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ اوّل بناتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اُسی کے لئے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

1 ......یٰس: ۵۱.

2 ......یٰس: ۵۳.

3 ......النازعات: ۱۳، ۱۴.

4 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۲۶، ۷/۲۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور (تمہاری عقلوں کے اعتبار سے) دوسری مرتبہ بنانا اللہ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ: اور وہی ہے جو اوّل بناتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس کے ہلاک ہوجانے کے بعد پھر اسے قیامت کے دن دوبارہ بنائے گا اور تمہاری عقلوں کے اعتبار سے تو دوسری مرتبہ بنانا اللہ تعالیٰ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے اگرچہ اللہ تعالیٰ کیلئے دونوں برابر ہیں کیونکہ انسانوں کا تجربہ اور اُن کی رائے یہی بتاتی ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ بنانا اسے پہلی بار بنانے سے سہل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو دوبارہ بنانا تو کچھ بھی دشوار نہیں، پھر تم دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں وہ برحق معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ (1)

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے ایک کہاوت بیان فرماتا ہے خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو تم اُن سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں عقل والوں کے لئے۔

1 ......خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۴۶۲، جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۳۴۲-۳۴۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۹۰۶-۹۰۷، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللّٰہ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس رزق میں برابر شریک ہو جاؤ۔ تم ان غلاموں (کی شرکت) سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو۔ ہم عقل والوں کے لئے اسی طرح مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ: اللّٰہ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے جو مخلوق میں سے کسی کو اللّٰہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے مشرکو! اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ مثال یہ ہے کہ ہم نے تمہیں جو مال و دولت اور رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ آقا اور غلام کو اس مال و مَتاع میں تَصَرُّف کرنے کا یکساں حق حاصل ہو اور ایسا حق ہو کہ تم اپنے مال و متاع میں ان غلاموں کی اجازت کے پابند ہو کہ ان کی اجازت کے بغیر تَصَرُّف کرنے سے اسی طرح ڈرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے (کے مشترکہ مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے) سے ڈرتے ہو۔[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ مثال یہ کہ ہم نے تمہیں جو مال واَسباب دیا ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس مال واَسباب میں برابر کے شریک ہوں؟ حالانکہ تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم اپنے مال واَسباب میں ان غلاموں کے شریک ہونے سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آزاد لوگوں کے اپنے مال میں شریک ہونے سے ڈرتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تم کسی بھی صورت میں اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا پسند نہیں کرتے تو اللّٰہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو؟ حالانکہ جنہیں تم اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ سب تو اس کے بندے اور مملوک ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ: اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ہم نے یہاں مُفَصَّل نشانی بیان فرمائی اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے مفصل

---

1 ……جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۳۴۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۹۰۷، ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۲۷۷-۲۷۸، ملتقطاً.

نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اَشیاء میں غور وفکر کرنے کے لئے اپنی عقل استعمال کرتے ہیں۔ نشانیوں کا تفصیلی بیان عمومی طور پر تو سب کے لئے ہے البتہ عقل استعمال کرنے والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی لوگ درحقیقت نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[1]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہولیے بے جانے تو اُسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اوراُن کا کوئی مدد گار نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو جس کو اللہ نے گمراہ کیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی مدد گار نہیں۔

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ: بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔﴾ یعنی جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور کسی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کر دیا تو جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور مشرکوں کے لئے کوئی مدد گار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔[2]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًاؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَاؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

1 ......ابو سعود، الروم، تحت الآية: ۲۸، ۲۷۸/٤.

2 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآية: ۲۹، ۹۸/۹، جلالین، الروم، تحت الآية: ۲۹، ص۳٤۳، ملتقطاً.

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہوکر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہر باطل سے الگ ہوکر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔ (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ کرنا۔ یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا: تو ہر باطل سے الگ ہوکر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ جب معاملہ واضح ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (روزِ روشن کی طرح) عیاں ہو چکی اور بہت سے مشرک اپنے ضد و عداوت کی وجہ سے ہدایت حاصل نہ کریں گے تو آپ ان مشرکوں کی طرف کوئی اِلتفات نہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر خلوص، اِستقامت اور اِستقلال کے ساتھ قائم رہیں۔ [1]

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا: اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان پر پیدا کیا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ’’ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔‘‘ [2]

یعنی اسی عہد پر پیدا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ’’ **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** ‘‘ فرما کر لیا ہے، تو دنیا میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی اقرار پر پیدا ہوتا ہے اگرچہ بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے لگ جائے۔

بعض مفسرین کے نزدیک فطرت سے مراد خلقت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توحید اور دینِ اسلام قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور فطری طور پر انسان نہ اس دین سے منہ موڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا

1 ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیة: ۳۰، ۹/۹۸، خازن، الروم، تحت الآیة: ۳۰، ۳/۴٦۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه... الخ، ۱/۴۵۷، الحدیث: ۱۳۵۸، مسلم، کتاب القدر، باب کلّ مولود یولد علی الفطرة... الخ، ص۱۴۲۸، الحدیث: ۲۲(۲٦۵۸).

انکار کرسکتا ہے کیونکہ یہ دین ہر اعتبار سے عقلِ سلیم سے ہم آہنگ اور صحیح فہم کے عین مطابق ہے اور لوگوں میں سے جو گمراہ ہوگا وہ جنّوں اور انسانوں کے شَیاطین کے بہکانے سے گمراہ ہوگا۔ (1)

حضرت عیاض بن حمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، بے شک ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو دین سے پھیر دیا اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں وہ انہوں نے ان پر حرام کردیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا حالانکہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے، پھر اس بچے کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ (3)

نوٹ: یاد رہے کہ دُنْیَوی اَحکام یا اُخروی نجات میں فطری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ صرف شرعی ایمان معتبر ہے۔

﴿لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ: اللّٰہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی نہ کرنا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم شرک کرکے اللّٰہ تعالیٰ کے دین میں تبدیلی نہ کرو بلکہ اسی دین پر قائم رہو جس پر اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جس کامل خِلقت پر تمہیں پیدا فرمایا ہے تم اس میں تبدیلی نہ کرو۔

﴿ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ: یہی سیدھا دین ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کا دین ہی سیدھا دین ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں مگر بہت سے لوگ اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اے لوگو! تم اسی دین پر قائم رہو۔

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾

1 ......خازن، الروم، تحت الآية: ۳۰، ۳/٤٦۳، مدارك، الروم، تحت الآية: ۳۰، ص۹۰۸، روح المعاني، الروم، تحت الآية: ۳۰، ۱۱/٥٦، ملتقطاً.

2 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنّة واهل النار، ص۱٥۳۲، الحديث: ٦۳(۲۸٦٥).

3 ......بخاري، كتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبي فمات هل يصلى عليه... الخ، ۱/٤٥۷، الحديث: ۱۳٥۸، مسلم، كتاب القدر، باب كلّ مولود يولد على الفطرة... الخ، ص۱٤۲۸، الحديث: ۲۲(۲٦٥۸).

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

﴿مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ: اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہو اور اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنا چہرہ دینِ اسلام کیلئے سیدھا رکھو اور اس کی مخالفت کرنے سے ڈرو اور نماز کی شرائط اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے وقت پر اسے ادا کرو اور ایمان قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو۔[1]

مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًاؕ-كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہوگئے گروہ گروہ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

﴿مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ: ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔﴾ یعنی ان مشرک لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے معبود کے بارے میں اختلاف کر کے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ان میں سے ہر گروہ اپنے مذہب پر خوش ہے اور اپنے باطل کو حق گمان کرتا ہے۔[2]

یاد رہے کہ اس آیت کا اسلامی فُقَہاء کے اختلاف سے کچھ تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہونا دین میں

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۳۱، ۷/۳۲-۳۳، تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۳۱، ۹/۹۹، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الروم، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۳٤۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۹۰۸، ملتقطاً.

اختلاف نہیں بلکہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی نفسانیت کی وجہ سے نہیں بلکہ تحقیق کی بنا پر ہے۔
البتہ اس آیت میں گمراہ فرقے ضرور داخل ہیں خواہ وہ پرانے زمانے کے ہوں یا نئے زمانے کے۔

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٘ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ کہ ہمارے دیئے کی ناشکری کریں تو برت لو اب قریب جاننا چاہتے ہو۔ یا ہم نے ان پر کوئی سند اُتاری کہ وہ اُنہیں ہمارے شریک بتارہی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ تاکہ ہمارے دیئے ہوئے کی ناشکری کریں تو فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان لوگے۔ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے کہ وہ دلیل انہیں ہمارے شریک بتارہی ہے۔

﴿ **وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ:** اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب شرک کرنے والوں کو مرض، قحط یا اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے ہی پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بت ان کی مصیبت ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر

جب اللہ تعالیٰ انہیں اس تکلیف سے خلاصی عنایت کرکے اور راحت عطا فرما کر اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان میں سے ایک گروہ عبادت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے مال اور رزق کی ناشکری کرنے لگتا ہے، تو اے کافرو! دنیا کی نعمتوں سے چند روز فائدہ اٹھالو، عنقریب تم جان لوگے کہ آخرت میں تمہارا کیا حال ہوتا ہے اور اس دنیا طلبی کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ آرام میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور تکلیف میں اسے یاد کرنا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور غمی، خوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔

﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا: یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے۔﴾ یعنی کیا ہم نے مشرکوں پر کوئی حجت یا کوئی کتاب اتاری ہے کہ وہ انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے اور شرک کرنے کا حکم دیتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، ان کے پاس اپنے شرک کی نہ کوئی حجت ہے نہ کوئی سند بلکہ وہ کسی بے سند و دلیل ہی ایسا کر رہے ہیں۔ (2)

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَاؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہوجاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جو اُن کے ہاتھوں نے بھیجا جبھی وہ ناامید ہوجاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوجاتے ہیں اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ ناامید ہوجاتے ہیں۔

﴿وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔﴾ یعنی جب ہم لوگوں کو تندرستی اور وسعتِ

(1) ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۳۳-۳٤، ۳۷/۷، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۳۳-۳٤، ص۹۰۹، خازن، الروم، تحت الآیة: ۳۳-۳٤، ۳/٤٦٤، ملتقطاً.

(2) ......خازن، الروم، تحت الآیة: ۳۵، ۳/٤٦٤، جلالین، الروم، تحت الآیة: ۳۵، ص۳٤۳، ملتقطاً.

رزق کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اِتراتے ہیں اور اگر انہیں ان کی مَعْصِیَت اور ان کے گناہوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہو جاتے ہیں اور یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن کا حال یہ ہے کہ جب اُسے نعمت ملتی ہے تو وہ شکر گزاری کرتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے۔(1)

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ فرما دیتا ہے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔** ﴾ یعنی کیا مشرکوں نے اس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ فرما دیتا ہے۔ رزق کی وسعت میں حکمت یہ ہے کہ وسیع رزق میں اس شخص کی بھلائی ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور رزق کی تنگی میں حکمت یہ ہے کہ اس شخص کے نظام کی درستی تھوڑے رزق میں ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ رزق کی تنگی پر صبر کرتا ہے یا نہیں۔ بے شک رزق کی اس تنگی اور وسعت میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور حکمت پر اِستدلال کرتے ہیں۔(2)

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٣٦، ص٩٠٩، خازن، الروم، تحت الآية: ٣٦، ٤٦٤/٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٣٧، ٣٨/٧، ملخصاً.

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِؕ-ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ٘-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے اُن کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اُنہیں کا کام بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ: تو رشتے دار کو اس کا حق دو۔﴾ یعنی اے وہ شخص! جسے اللہ تعالیٰ نے وسیع رزق دیا، تم اپنے رشتے دار کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کر کے اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو صدقہ دے کر اور مہمان نوازی کر کے اُن کے حق بھی دو۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے طالب ہیں اور وہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

آیت ”فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اس آیت سے مَحرم رشتہ داروں کے نَفقہ کا وُجوب ثابت ہوتا ہے (جبکہ وہ محتاج ہوں)۔[2]

(2)......اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صدقہ و خیرات، نام و نَمود اور رسم کی پابندی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے وہی ثواب کا مستحق ہے۔

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ۳۸، ص۹۰۹، روح البيان، الروم، تحت الآية: ۳۸، ۷/ ۳۹، خازن، الروم، تحت الآية: ۳۸، ۳/ ۴٦۵، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ۳۸، ص۹۰۹.

وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انھیں کے دونے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تم (لوگوں کو) دو تا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔

﴿ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ : اور جو مال تم لوگوں کو دو۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں وہی سود مراد ہے جسے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 279 میں حرام فرمایا گیا ہے یعنی تم قرض دے کر جو سود لیتے ہو اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اضافہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہ تحفے مراد ہیں جو اس نیت سے دیئے جاتے تھے کہ جسے تحفہ دیا وہ اس سے زیادہ دے گا، چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست اَحباب اور شناسائی رکھنے والوں کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا۔ (1)

[illegible]

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شادی بیاہ وغیرہ پر اپنے عزیز رشتہ داروں یا دوست احباب کو نیوتا اور تحائف وغیرہ دیتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ یا تو اس لئے دیتے ہیں کہ لوگ زیادہ دینے پر ان کی خوب تعریف کریں، یا اس لئے دیتے ہیں کہ خاندان میں ان کی ناک اونچی رہے، یا صرف اس لئے دیتے ہیں کہ انہیں پانچ کے دس ہزار ملیں، ایسے لوگ ثواب کے مستحق نہیں ہیں۔

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۳۹، ۷/۴۱۔

﴿وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ: اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو۔﴾ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ اور دیگر صدقات دیتے ہیں کہ اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا ہے نہ نام و نمود تو ان ہی لوگوں کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا اور انہیں ایک نیکی کا ثواب دس گُنا زیادہ دیا جائے گا۔[1]

زکوٰۃ اور صدقات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دیئے جائیں

معلوم ہوا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دی جائے یا دیگر نفلی صدقات نکالے جائیں، سب میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد ہونا چاہئے تاکہ اس پر انہیں کثیر اجر و ثواب ملے اور یہ مقصد نہ ہو کہ اس کے بدلے میں زکوٰۃ لینے والا ان کی خوب آؤ بھگت کرے، ان کا خدمت گار بن کر رہے اور ان کا ہر کام ایک ہی اشارے پر بجا لائے، ہر وقت ان کا احسان مند رہے، لوگوں میں ان کے نام کا خوب چرچا ہو اور لوگ ان کے صدقات وغیرہ کی کثرت پر تعریفوں کے پل باندھیں۔ اگر اس مقصد سے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دیئے تو ثواب ملنا تو دور کی بات الٹا اس کے گناہوں کا میٹر تیز ہو جاتا ہے، لہٰذا زکوٰۃ دی جائے یا صدقات بہر صورت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو۔ نیز جو لوگ زکوٰۃ کے حقداروں کو زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں، پھر اگر انہیں ان لوگوں سے کوئی ذاتی کام پڑ جائے اور وہ کسی وجہ سے نہ کر پائیں یا کرنے سے انکار کر دیں تو یہ انہیں حق دار ہونے کے باوجود زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ دینا بند کر دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کا ذاتی کام نہیں کر سکے۔ ایسے حضرات اپنے دل کی حالت پر خود ہی غور کر لیں کہ اگر واقعی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ اور صدقات دیئے تھے تو ذاتی کام نہ ہو سکنے کی وجہ سے انہیں زکوٰۃ اور صدقات دینا بند کیوں کر رہے ہیں؟ ریاکاری بڑا نازک معاملہ ہے۔ بہت سے لوگ بے تَوَجُّہی میں بھی اس کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ہر شخص کو اپنے حال پر غور کرتے رہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

[1] ......روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ٣٩، ٤٢/٧، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ٣٩، ٤٦٥/٣، مدارك، الروم، تحت الآیۃ: ٣٩، ص٩٠٩، ملتقطاً.

شُرَكَآىٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠ (۴۰)

ع ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو اُن کاموں میں سے کچھ کرے پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ :اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا اور زندہ کرنا یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، تو کیا جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، اُن میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کر سکے؟ جب اس کے جواب سے مشرکین عاجز ہو گئے اور اُنہیں دَم مارنے کی مجال نہ ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ (1)

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ انہیں ان کے بعض کوتکوں کا مزہ چکھائے کہیں وہ باز آئیں۔

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ۴۰، ص ۹۱۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا ان برائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تا کہ اللّٰہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تا کہ وہ باز آجائیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ : خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا۔﴾ یعنی شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کا رک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آدمیوں اور جانوروں میں موت، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور ہر شے میں بے برکتی، طرح طرح کی بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہوگئی اور ان پریشانیوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تا کہ اللّٰہ تعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تا کہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کرلیں۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے لوگ ہزاروں قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور صحیح اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں اِعلانیہ بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف اَمراض عام ہوجاتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے بارش رکتی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد توڑنے کی وجہ سے دشمن مُسلَّط ہوجاتا ہے۔ لوگوں کے مالوں پر جبری قبضہ کرنے کی وجہ سے اور اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکمرانوں کے فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان قتل و غارت گری ہوتی ہے اور سود خوری کی وجہ سے زلزلے آتے اور شکلیں بگڑ جاتی ہیں۔[2]

آیت اور اَحادیث کے خلاصے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ موجودہ صورتِ حال پر غور کرلے کہ فی زمانہ بے حیائی عام ہونا، ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کے اَموال پر جبری قبضے کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، جوا اور سود خوری وغیرہ، الغرض وہ کونسا گناہ ہے جو ہم میں عام نہیں اور شائد انہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ آج کل لوگ ایڈز، کینسر اور دیگر جان لیوا اَمراض میں مبتلا ہیں، ظالم حکمران ان پر مقرر ہیں، بارش رک جانے یا حد سے زیادہ آنے کی آفت کا یہ شکار ہیں، دشمن ان پر مُسلَّط ہوتے جارہے ہیں، قتل و غارت گری ان میں عام ہوچکی ہے، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی مصیبتوں

---

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤١، ص ٩١٠، جلالين، الروم، تحت الآية: ٤١، ص ٣٤٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٤١، ٧/٤٦-٤٧، ملخصاً.

میں یہ پھنسے ہوئے ہیں، تجارتی خسارے اور ہر چیز میں بے برکتی کا رونا یہ رو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا کرے اور اپنی بگڑی عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کافروں کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا و گناہ سب کچھ عام ہے وہاں فساد کیوں نہیں ہے تو اس کے دو جواب ہیں، اول یہ کہ کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے لہٰذا وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں بلکہ اور بھی ہزاروں اعتبار سے بھی ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کر لیں یونہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پاگل خانے، ذہنی مریض، دماغی سکون کی دواؤں کا استعمال، دماغی اَمراض کے مُعالجین، ذہنی مریضوں کے ادارے اور نفسیاتی ہسپتال بھی انہی کفار کے ممالک میں ہیں اور اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ طلاقیں، ناجائز اولادیں، بوڑھے والدین کو اولڈ ہومز میں پھینک کر بھول جانے کے واقعات، یونہی دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں بھی انہی ممالک میں ہیں، جو ظاہراً تو بڑے خوشحال نظر آتے ہیں لیکن اندر سے گل سڑ رہے ہیں۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا اگلوں کا ان میں بہت مشرک تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک تھے۔

﴿ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: **تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ اے مشرکو! تم (اپنے سفر کے دوران) عذاب یافتہ قوموں کی سرزمین پر چل کر عبرت کی نگاہ سے دیکھ لو کہ تم سے پہلے برے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک اور باقی لوگ دیگر گناہوں میں مبتلا تھے تو جب انہیں ان کے

شرک اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد کردیا گیا تو کفارِ قریش اور دیگر مشرکوں میں سے جو اُن کے طریقے کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں، یہ بھی ان کی طرح ہلاک اور برباد کردیئے جاسکتے ہیں، لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور اپنے کفر وشرک سے باز آجائیں۔[1]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنا منہ سیدھا کر عبادت کے لئے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن الگ پھٹ جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن کے آنے سے پہلے اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا کرلو جس دن کو اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے۔ اس دن لوگ الگ الگ ہوجائیں گے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ: تو اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا کرلو۔﴾ اس آیت میں خطاب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے اور مراد آپ اور آپ کی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے پہلے دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، دینِ اسلام کو پھیلانے میں مشغول رہیں اور کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ نہ ہوں اور قیامت کا دن ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے اور اس دن حساب کے بعد لوگ الگ الگ ہوجائیں گے کہ جنتی جنت کی طرف اور دوزخی دوزخ کی طرف چلے جائیں گے۔[2]

مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

---

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۴۲، ۷/۴۷، ملخصاً.

2 ......مدارك، الروم، تحت الآیة: ۴۳، ص ۹۱۰، جلالین مع صاوی، الروم، تحت الآیة: ۴۳، ۴/۱۵۸۵-۱۵۸۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: جو کفر کرے اس کے کفر کا وبال اُسی پر اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لئے تیاری کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں۔

﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے۔﴾ یعنی جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے کہ اس کے کفر سے دوسرے نہ پکڑے جائیں گے بلکہ خود وہی پکڑا جائے گا اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے فائدے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں کہ جنت کے درجات میں راحت و آرام پائیں گے۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے بے نیاز ہے اور ہم جو اچھا یا برا عمل کریں گے اس کا فائدہ یا نقصان ہمیں ہی ہوگا، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی وہ برا عمل کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اور جس طرح آخرت میں اچھے عمل کا فائدہ اور برے عمل کا نقصان عمل کرنے والے کو ہو گا اسی طرح قبر میں بھی اچھے برے اعمال کا فائدہ اور نقصان اسے ہی ہو گا۔ جس کے عمل اچھے ہوں گے تو وہ اسے قبر میں اُنْسِیَّت پہنچائیں گے، اس کی قبر وسیع اور منور کر دیں گے اور اسے قبر میں دہشتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھیں گے اور جس کے عمل برے

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٤٣، ٧/ ٤٧، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائیل: ٧.

3 ......حم السجدہ: ٤٦.

ہوں گے تو وہ اسے قبر میں دہشت زدہ کریں گے، اس کی قبر کو تنگ اور اندھیری کر دیں گے اور اسے دہشتوں، مصیبتوں اور عذاب سے نہ بچائیں گے۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرے تاکہ یہ قبر کی طویل اور حشر کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں اس کے کام آئیں اور وہ خود کو کفر، گمراہی، بدمذہبی اور دیگر گناہوں سے بچائے تاکہ قبر وحشر میں اپنے برے اعمال کے نقصان سے محفوظ رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے ۔۔۔ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دَم گھٹتا، دل اُکتاتا ۔۔۔ خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ صلہ دے اُنہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزاعطا فرمائے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿لِیَجْزِیَ: تاکہ اللہ جزاعطا فرمائے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ جو لوگ اچھا کام اور نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کر رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جزاعطا فرمائے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس لئے الگ الگ کر دیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے جنہوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ کافر سے ناراض ہے اور اسے سخت سزا دے گا۔[1]

1 ……قرطبی، الروم، تحت الآیة: ۴۵، ۱۴ / ۳۲، الجزء الرابع عشر، جلالین، الروم، تحت الآیة: ۴۵، ص۳۴۴، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۴۵، ۷ / ۴۸، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو اس کے نیک اعمال کا صلہ دینا اور نیک اعمال کے بدلے اسے ثواب اور جزا دینا اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں اور وہ نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا جو بھی اجر عطا فرمائے گا وہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی اور اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ تم حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتی چلے اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔

﴿ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بارش اور پیداوار کی کثرت کی خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت یعنی بارش کا مزہ چکھائے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں کشتی چلے اور تم سمندری سفر کے ذریعے اس کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق مانو اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا کر شکرگزار بندے بن جاؤ۔ (1)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآیة: ۴۶، ۳/ ۴۶۶، جلالین، الروم، تحت الآیة: ۴۶، ص۳۴۴، روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۴۶، ۷/ ۴۹-۵۰، ملتقطاً.

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْاؕ-وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے اور جس طرح آپ اپنی قوم کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اسی طرح وہ رسول بھی اپنی قوموں کے پاس کھلی نشانیاں لائے جو اُن رسولوں کی رسالت کی تصدیق پر واضح دلیل تھیں، لیکن ان کی قوم میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔ پھر ان رسولوں پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم نے مجرموں سے انتقام لیا کہ دنیا میں اُنہیں عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مسلمانوں کو نجات دینا اور کافروں کو ہلاک کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ آیت کے آخری حصے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخرت کی کامیابی اور دشمنوں پر فتح و نصرت کی بشارت دی گئی ہے۔[1]

مسلمان کی آبرو بچانے کی فضیلت

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو بچائے گا اللّٰہ تعالٰی اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بچائے گا، یہ فرما کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

1 ......ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۴۷، ۲۸۲/۴، خازن، الروم، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴۶۶/۳، مدارک، الروم، تحت الآیۃ: ۴۷، ص۹۱۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔ (1)

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اُسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کرتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جب اُسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اگرچہ اس کے اُتارنے سے پہلے آس توڑے ہوئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل ابھارتی ہیں پھر اللّٰہ اس بادل کو آسمان میں جیسا چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور (کبھی) اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے بارش نکلتی ہے پھر جب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس تک وہ بارش پہنچاتا ہے تو جبھی وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اس بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ بڑے نا امید ہوتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ: اللّٰہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللّٰہ تعالیٰ اپنی مَشِیَّت کے مطابق کبھی اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے کہ ہر طرف بادل چھائے ہوتے ہیں اور کبھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر

1 ......شرح السنه، كتاب البرّ والصلة، باب الذبّ عن المسلمين، ٦/٤٩٤، الحديث: ٣٤٢٢.

دیتا ہے کہ کہیں بادل اور کہیں خالی جگہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکلتی نظر آتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے شہروں اور سرزمین کی طرف چاہتا ہے ان تک وہ بارش پہنچاتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ بندے خوش ہوجاتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ بارش ہونے سے بڑے ناامید ہوچکے ہوتے ہیں۔ (1)

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰىۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکر زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ: تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش نازل ہونے پر مُرَتَّب ہونے والے نشانات دیکھو کہ بارش زمین کو سیراب کرتی ہے، پھر اس سے سبزہ نکلتا ہے، سبزے سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں میں غذائیت ہوتی ہے اور اس سے جانداروں کے جسمانی نظام کو مدد پہنچتی ہے اور یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ سبزے اور پھل پیدا کر کے کس طرح خشک ہوجانے والی زمین کو سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے اور جس نے خشک زمین کو سرسبز کر دیا وہ بے شک مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (2)

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ٤٨-٤٩، ص٩١١، روح البيان، الروم، تحت الآية: ٤٨-٤٩، ٧/٥١، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الروم، تحت الآية: ٥٠، ٧/٥٢، ابو سعود، الروم، تحت الآية: ٥٠، ٤/٢٨٣، مدارك، الروم، تحت الآية: ٥٠، ص٩١٢، ملتقطاً.

وَ لَىٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔

﴿وَ لَىٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا: اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ بارش رک جانے سے لوگ مایوس ہوجاتے ہیں اور بارش ہوتی دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ ان کی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جو کھیتی اور سبزے کے لئے نقصان دِہ ہو، پھر وہ کھیتی کو سرسبز وشاداب ہونے کے بعد زرد دیکھیں تو ضرور کھیتی زرد ہونے کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے اور پہلی نعمت سے بھی مکر جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں رحمت پہنچتی ہے، رزق ملتا ہے تو وہ خوش ہوجاتے ہیں اور جب کوئی سختی آتی ہے، کھیتی خراب ہوتی ہے تو پہلی نعمتوں سے بھی مکر جاتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے اور جب نعمت پہنچتی تو شکر بجالاتے اور جب بلا آتی تو صبر کرتے اور دعا و استغفار میں مشغول ہوجاتے۔ (1)

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ تم مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سناسکتے اور نہ بہروں کو پکار سناسکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سناسکتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ اکرم، سَرورِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کافروں کی محرومی

(1) ......تفسیر کبیر، الروم، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹ / ۱۰۹، ابو سعود، الروم، تحت الآیۃ: ۵۱، ٤ / ۲۸۳، روح البیان، الروم، تحت الآیۃ: ۵۱، ۷ / ۵٤، ملتقطاً.

اوران کے ایمان نہ لانے پر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جن کے دل مرچکے اوران سے کسی طرح حق بات کوقبول کرنے کی توقُّع نہیں رہی، آپ انہیں حق بات نہیں سنا سکتے، اسی طرح جولوگ حق بات سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے اوران سے کسی طرح سمجھنے کی اُمید نہیں تو آپ ان بہروں کوحق کی کوئی پکار نہیں سنا سکتے۔

اس آیت سے بعض لوگوں نے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں مردوں سے مراد موت کا شکار ہونے والے لوگ نہیں بلکہ مردہ دل کفار مراد ہیں جن کے دل مرے ہوئے ہیں جو دُنْیَوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر وعظ ونصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، اس لئے انہیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی کیونکہ مردے عمل کے مقام سے گزر گئے ہوتے ہیں اور وہ وعظ ونصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔لہٰذا اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر دلیل پیش کرنا درست نہیں اور بکثرت اَحادیث سے مُردوں کا سننا اور اپنی قبروں پر زیارت کیلئے آنے والوں کو پہچاننا ثابت ہے۔

نوٹ:اس کے بارے میں مزید تفصیل سورۂ نمل کی آیت نمبر 80 اور 81 کے تحت مذکور تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

ع ۵ / ۱۳ / ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ تم اندھوں کو اُن کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تم تو اُسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ تم اندھوں کوان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ: اور نہ تم اندھوں کوان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو۔**﴾** یہاں بھی اندھوں سے دل کے اندھے مراد ہیں۔[1]

1 ......مدارك، الروم، تحت الآية: ۵۳، ص ۹۱۲.

﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دل کے مُردوں، بہروں اور اندھوں کو سنا سکنے کی نفی کی گئی جبکہ اس آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے اللّٰہ تعالٰی کی آیتوں پر ایمان لانے والوں کو سنا سکنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن (دل کا) زندہ ہے اور سن سکتا ہے کیونکہ جب مومن کے دل پر دلائل کی بارش ہوتی ہے تو اس میں سچے عقائد پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ وعظ و نصیحت سنتا ہے تو اس سے نیک افعال صادر ہوتے ہیں۔[1]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾

قرء حفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة لكن الضم مختار۔

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے تمہیں ابتدا میں کمزور بنایا پھر تمہیں ناتوانی سے طاقت بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا بناتا ہے جو چاہے وہی علم و قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا پھر تمہیں کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہی علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ: اللّٰہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا۔﴾ اس آیت میں انسان کے مختلف احوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پہلے وہ ماں کے پیٹ میں ایک لوتھڑا تھا، پھر بچہ بن کر پیدا ہوا اور شیر خوار رہا، یہ اَحوال انتہائی ضُعف اور کمزوری کے ہیں۔ پھر تمہیں بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی قوت عطا فرمائی، پھر جوانی کی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ اللّٰہ تعالٰی جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور کمزوری، قوت، جوانی اور بڑھاپا یہ سب اللّٰہ تعالٰی کے پیدا کئے سے ہیں جو ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک طبعی عمل ہے لیکن حقیقت میں ارادۂ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اللّٰہ تعالٰی اپنی مخلوق اور اندازِ تخلیق کو جانتا ہے اور اسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔

1 ......تفسير كبير، الروم، تحت الآية: ۵۳، ۹/۱۱۱، ملخصاً.

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﳔ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍؕ-كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی وہ ایسے ہی اوندھے جاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ وہ تو صرف ایک گھڑی ہی رہے ہیں۔ اسی طرح وہ اوندھے جاتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں یعنی آخرت کو دیکھ کر مجرم کو دنیا یا قبر میں رہنے کی مدت بہت تھوڑی معلوم ہوگی، اس لئے وہ اس مدت کو ایک گھڑی سے تعبیر کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح وہ پھیرے جاتے تھے یعنی ایسے ہی دنیا میں غلط اور باطل باتوں پر جمتے اور حق سے پھرتے تھے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے جیسا کہ اب قبر یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قسم کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں۔ ان کی اس قسم سے اللہ تعالیٰ انہیں تمام اہلِ محشر کے سامنے رسوا کرے گا اور سب دیکھیں گے کہ ایسے مجمعِ عام میں قسم کھا کر ایسا صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ (1)

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ٘-فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۵٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بے شک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں اُٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اُٹھنے کا لیکن تم نہ جانتے تھے۔

---

1 ......خازن، الروم، تحت الآیة: ۵۵، ۳/۴٦۷، مدارك، الروم، تحت الآیة: ۵۵، ص۹۱۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: بیشک اللہ کے لکھے ہوئے میں تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک رہے ہو تو یہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن ہے لیکن تم نہ جانتے تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ: اور جنہیں علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے۔﴾ یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، فرشتے اور مومنین اُن کا رد کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک وہاں ٹھہرے ہو اور اب جہاں تم موجود ہو وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن یعنی قیامت کا دن ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور تم نہ جانتے تھے کہ یہ حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔ اب تم نے جان لیا کہ وہ دن آ گیا اور اس کا آنا حق تھا لیکن اب اس وقت کا جاننا تمہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ (1)

فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُس دن ظالموں کو نفع نہ دے گی اُن کی معذرت اور نہ ان سے کوئی راضی کرنا مانگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے رجوع کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

﴿فَیَوْمَىٕذٍ: تو اس دن۔﴾ یعنی قیامت کے دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن سے یہ کہا جائے گا کہ توبہ کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرلو جیسا کہ دنیا میں ان سے توبہ طلب کی جاتی تھی کیونکہ اس وقت توبہ اور طاعت مقبول نہیں۔ (2)

گنہگار مسلمانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں ان گناہگار مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ جو اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گناہوں میں صَرف کررہے ہیں اور اُن سے توبہ کی طرف اِن کا دل مائل نہیں ہورہا، انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اگر توبہ کئے بغیر مرگئے تو آخرت میں گناہوں پر پکڑ بھی ہوسکتی ہے اور توبہ کا وقت دنیا کی زندگی ہے، آخرت میں توبہ کرنا کچھ کام نہ دے گا، لہٰذا

1 ......خازن، الروم، تحت الآیة: ٥٦، ٣/٤٦٧، مدارك، الروم، تحت الآیة: ٥٦، ص٩١٣، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ٥٧، ٧/٥٩.

انہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کو غنیمت جان کر موت سے پہلے اپنے اعمال کا مُحاسبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال میں مصروف ہو جائیں۔ کثیر اَحادیث میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے، یہاں ان میں سے 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور مشغولیّت سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کر لو۔[1]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ **(1)** بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ **(2)** بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ **(3)** فقیری سے پہلے مالداری کو۔ **(4)** مشغولیّت سے پہلے فُرصت کو۔ **(5)** اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو۔[2]

(3)......حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عقلمند وہ شخص ہے جو اپنا مُحاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے۔

امام ترمذی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس حدیث میں مذکور الفاظ ’’مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ‘‘ کا مطلب قیامت کے حساب سے پہلے (دنیا ہی میں) نَفس کا محاسبہ کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہو گا جس نے دنیا ہی میں اپنا حساب کر لیا۔

حضرت میمون بن مہران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا ایسے محاسبہ نہ کرے جیسے اپنے شریک کا کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا۔[3]

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے، گناہوں سے بچنے، توبہ کرنے اور نیک اعمال میں مصروف

---

1 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب فى فرض الجمعة، ٥/٢، الحديث: ١٠٨١.

2 ......مستدرك، كتاب الرقاق، نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس... الخ، ٤٣٥/٥، الحديث: ٧٩١٦.

3 ......ترمذى، كتاب صفة القيامة... الخ، ٢٥-باب، ٢٠٧/٤، الحديث: ٢٤٦٧.

ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ-وَ لَىٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر۔

﴿وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی۔﴾ یعنی ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال بیان فرما دی جس کی انہیں دین اور دنیا میں حاجت ہے اور اس میں غور وفکر اور تدَبُّر کرنے والا ہدایت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور مثالیں اس لئے بیان فرمائی گئیں کہ کافروں کو تنبیہ ہو اور انہیں عذاب سے ڈرانا اپنے کمال کو پہنچے، لیکن انہوں نے اپنی سیاہ باطنی اور سخت دلی کے باعث کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جب کوئی آیتِ قرآن آئی اس کو جھٹلا دیا اور اس کا انکار کر دیا۔ (1)

صُوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ کہ مجرم اپنے آپ کو گنہگار جانتا ہوا گناہ کرے اور سمجھانے پر کم از کم شرمندہ ہو جائے اس کی معافی اِنْ شَآءَ اللّٰه ہو جائے گی۔ اس سے اوپر درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ سے لاپرواہ ہو جائے۔ گناہ کرے، نادم نہ ہو، کبھی یہ سوچے بھی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اس بیماری سے شفاء بمشکل ہوتی ہے۔ اس کے اوپر یہ کہ اپنے گناہوں کو اچھا سمجھے، دوسروں کی نیکیوں کو برا جانے، گناہوں پر فخر کرے اور نیکیوں پر طعنہ

1 ......روح البیان، الروم، تحت الآیة: ۵۸، ۷/۶۰، مدارک، الروم، تحت الآیة: ۵۸، ص۹۱۳-۹۱۴، ملتقطاً.

کرے، یہ دل کی مُہر کا باعث ہے۔ یہاں آیت میں کفار کا یہی تیسرا درجہ بیان ہوا ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

رکوع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: یوں ہی مُہر کر دیتا ہے اللہ جاہلوں کے دلوں پر۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی طرح اللہ جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ کرنے والے تمہیں طیش پر نہ ابھاریں۔

﴿ كَذٰلِكَ: اسی طرح۔﴾ یعنی جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی اسی طرح ان جاہلوں کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ گمراہی اختیار کریں گے اور حق والوں کو باطل پر بتائیں گے۔ [1]

﴿ فَاصْبِرْ: تو صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اِن کفار کی ایذا اور عداوت پر صبر کریں، بے شک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمانے کا اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور یہ لوگ جنہیں آخرت کا یقین نہیں ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب کے منکر ہیں، ان کی شِدّتیں اور ان کے انکار اور اُن کی نالائق حرکات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے طیش اور رنج کا باعث نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن کے حق میں عذاب کی دعا کرنے میں جلدی فرما دیں۔ [2]

---

1 ……جلالین، الروم، تحت الآية: ٥٩، ص٣٤٥، مدارك، الروم، تحت الآية: ٥٩، ص٩١٤، ملتقطاً.

2 ……مدارك، الروم، تحت الآية: ٦٠، ص٩١٤، خازن، الروم، تحت الآية: ٦٠، ٤٦٨/٣، ملتقطاً.

سُوْرَةُ لُقْمٰن

سورۂ لقمان کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ لقمان " وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ " سے شروع ہونے والی آیت نمبر 27 اور 28 کے علاوہ مکیہ ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 4 رکوع، 34 آیتیں، 548 کلمے، 2110 حروف ہیں۔ [2]

لقمان نام رکھنے کی وجہ

اس سورۂ مبارکہ کے دوسرے رکوع سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بَرگُزیدہ بندے حضرت لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ سورت ''سورۂ لقمان'' کے نام سے مَوسُوم ہوئی۔

سورۂ لقمان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیّت پر ایمان لانے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوّت کی تصدیق کرنے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن کا اقرار کرنے کے بارے میں دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی ہدایت کے دستور اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دائمی معجزے قرآنِ پاک کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا گروہ قرآنِ پاک کی تصدیق کرتا ہے اس لئے وہ جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہو جائیں گے اور کافروں کا گروہ قرآنِ پاک کی آیات کا مذاق اڑاتا اور ان کا انکار کرتا ہے اور اس نے اپنی جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو وہ جہنم کے دائمی دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر نقصان اٹھائیں گے۔

1......جلالین، سورة لقمان، ص٣٤٥.

2......خازن، تفسير سورة لقمان، ٤٦٨/٣.

(2)......کائنات کی تخلیق بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ نے اپنے برگُزیدہ بندے حضرت لقمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحتیں کیں، اور اس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دیں، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کریں، ہر طرح کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بچیں، نماز قائم کریں، نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں، تکبُّر سے بچیں اور عاجزی و اِنکساری اختیار کریں، زمین پر نرمی سے چلیں اور اپنی آوازیں ہلکی رکھیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے آباوَاَجداد کی پیروی میں شرک پر قائم رہنے والے مشرکین کی سرزَنِش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا انکار کرنے پر ان کی مذمت بیان کی گئی اور مشرکین کو یہ بتایا گیا کہ نجات کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اسلام قبول کرنا اور نیک اعمال کرنا ہے۔

(5)......کفار کے قول اور عمل میں تضاد کو بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عبادت کا مستحق ہونے میں بتوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کئے جانے کا حقدار ہرگز نہیں ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دن اور رات کے آنے جانے سے، چاند اور سورج کو مُسَخَّر کئے جانے سے اور سمندروں میں کشتیوں کی رَوانی سے اِستدلال کیا گیا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دیا گیا، قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا گیا جو کہ بہر صورت آئے گا اور یہ بتایا گیا کہ مخصوص پانچ غیبی چیزوں کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔

سورۂ روم کے ساتھ مناسبت

سورۂ لقمان کی اپنے سے ماقبل سورت ''روم'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ روم کے آخر میں اور سورۂ لقمان کی ابتداء میں قرآن پاک کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مسلمان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ

دونوں سورتوں میں متعدد مَضامین مُشترک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ کفار و مشرکین پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مُضطَرِب ہو کر دعائیں کرتے ہیں اور جب ان سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت ہیں نیکوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: الم، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہیں۔

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ: یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت کی آیتیں اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت والی ہے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔ (1)

قرآنِ مجید کی شان

معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید ایسی عظیم الشّان کتاب ہے کہ اس میں فلاح و کامیابی حاصل کرنے کے تمام تر سامان موجود ہیں اور نیک لوگ اس کا دامن مضبوطی سے تھام کر گمراہی اور عذاب سے بچ سکتے ہیں، نیز یہ کتاب حکمت کے

1 ......جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۲-۳، ص۳۴۵، روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۲-۳، ۷/۶۲-۶۳، ملتقطاً.

انمول خزانوں سے مالا مال ہے۔ لہٰذا مومن کو اسی حکمت و دانش میں مشغول ہونا چاہیے اور اسے چھوڑ کر فضول قسم کے قصے کہانیوں میں لگے رہنا مومن کی شان نہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور انہیں کا کام بنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ: وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک لوگ وہ ہیں جو نماز کو اس کی تمام شرائط اور حقوق کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ اس کے حقداروں کو دیتے ہیں اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب ہونے اور اعمال کی جزا و سزا میں شک یا انکار نہیں کرتے بلکہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں وہی لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کی گئی ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کر کے حقیقی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

سورۂ لقمان کی آیت نمبر4 اور5 سے معلوم ہونے والی باتیں

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... ہر عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ نیک لوگوں کے اوصاف اپنا کر حقیقی کامیابی حاصل کرنے والے حضرات میں

---

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ٤-٥، ٧/٦٣-٦٤، تفسیر طبری، لقمان، تحت الآیة: ٤-٥، ١٠/٢٠١، ملتقطاً.

شامل ہونے کی بھرپور کوشش کرے

(2)...... جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہ دے تب تک وہ ہدایت نہیں پا سکتا، لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتا رہے اور نیک اعمال کی توفیق مانگتا رہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

﴾وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔﴿ **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ تجارت کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا۔ اس نے عجمی لوگوں کی قصے کہانیوں پر مشتمل کتابیں خریدی ہوئی تھیں اور وہ کہانیاں قریش کو سنا کر کہا کرتا تھا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم، اسفندیار اور ایران کے شہنشاؤں کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ اُن کہانیوں میں مشغول ہو گئے اور قرآنِ پاک سننے سے رہ گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: ”کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ جہالت کی بنا پر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور قرآنِ کریم سننے سے روکیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذِلّت کا عذاب ہے۔[1]

لَہْو یعنی کھیل ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے۔ اس میں

[1]...... خازن، لقمان، تحت الآية: ٦، ٣/٤٦٨، مدارك، لقمان، تحت الآية: ٦، ص ٩١٥-٩١٦، ملتقطاً.

بے مقصد و بے اصل اور جھوٹے قصے، کہانیاں اور افسانے، جادو، ناجائز لطیفے اور گانا بجانا وغیرہ سب داخل ہے۔ اِس قسم کے آلاتِ لَہْو ولَعِب کو بیچنا بھی منع ہے اور خریدنا بھی ناجائز، کیونکہ یہ آیت ان خریداروں کی برائی بیان کرنے کے بارے میں ہی اتری ہے۔ اسی طرح ناجائز ناول، گندے رسالے، سینما کے ٹکٹ، تماشے وغیرہ کے اسباب سب کی خرید وفروخت منع ہے کہ یہ تمام لَهْوَ الْحَدِیْثِ یا ان کے ذرائع ہیں۔

آیت " وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......قرآن مجید سننے سے اِعراض کرنا اور دینِ اسلام سے روکنے کی خاطر بے فائدہ واقعات، جھوٹی اور بے اصل کہانیاں اور لطیفے وغیرہ سنا کر قرآنِ مجید سننے سے ہٹا دینا عظیم ترین جرم ہے اور اس جرم کا مُرتکِب دردناک عذاب کا حق دار ہے۔

(2)......لوگوں کو گمراہ کرنے والے کا عذاب گمراہ ہونے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے کیونکہ تمام گمراہوں کا وَبال بھی اسی پر پڑے گا۔

(3)......اس آیت سے علماءِ کرام نے گانے بجانے کی حرمت پر اِستدلال کیا ہے۔

گانے باجے کی مذمت

اس آیت میں " لَهْوَ الْحَدِیْثِ " سے متعلق ممتاز مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے، اس مناسبت سے یہاں گانے بجانے کی مذمت پر 2 اَحادیث اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو،

(1)......حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا " اس اُمّت میں زمین میں دھنسنا، مَسخ ہونا اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کب ہوگا؟ ارشاد فرمایا " جب گانے والیوں اور موسیقی کے آلات کا ظہور ہوگا اور شرابوں کو (سرِ عام) پیا جائے گا۔ [1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا " جو

1......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، ۴/۹۰، الحدیث: ۲۲۱۹.

شخص گانا سننے کے لئے کسی باندی کے پاس بیٹھا، اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ اُنڈیلا جائے گا۔ [1]

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بچوں کے استاد کی طرف خط لکھا اور فرمایا: یہ خط اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر امیر المومنین کی جانب سے سہل کی طرف ہے۔ اَمَّابَعْد! میں نے اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنی معلومات کی بنا پر تمہیں مُنتخب کیا ہے، میں نے اپنے بچوں کو تمہارے سپرد کر دیا ہے کسی اور غلام یا کسی خاص مُعتمد کے سپرد نہیں کیا۔ لہٰذا تم ان کے ساتھ (مناسب و بقدرِ ضرورت) سختی کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ یہ ان کے آگے بڑھنے کو زیادہ ممکن بنائے گی، عام لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرنے دو کیونکہ یہ غفلت پیدا کرتی ہے، زیادہ ہنسنے سے روکو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار ڈالتا ہے۔ تمہاری تعلیم سے سب سے پہلے جس چیز کا میرے بچے اِعتقاد رکھیں وہ لَہْو ولَعِب سے نفرت ہونی چاہیے جس کا آغاز شیطان کی جانب سے ہوتا ہے اور اس کا انجام رحمٰن کی ناراضگی ہے۔ اصحابِ علم میں سے ثِقہ لوگوں سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ لَہْو ولَعِب کے آلات کا سننا اور ان کا شیفتہ ہونا یہ دل میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی گھاس اگاتا ہے۔ میری زندگی کی قسم، ان مقامات پر حاضر ہونے کو ترک کر کے اپنے آپ کو بچانا دانشمندوں کے لیے زیادہ آسان ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے دل میں نفاق کو قائم رکھیں۔ جب وہ ان گانوں سے جدا ہوتا ہے تو اسے یقین نہیں ہوتا کہ اس کے کانوں نے جو سنا ہے وہ اس سے فائدہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ان بچوں میں سے ہر ایک کو قرآنِ حکیم کے ایک حصہ سے سبق شروع کراؤ۔ وہ اس کی قراءت میں خوب مضبوط ہو۔ [2]

گانے کی تحقیق اور ان کے احکام

فتاویٰ رضویہ کی 24 ویں جلد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے گانا سننے اور سنانے سے متعلق انتہائی تحقیقی کلام فرمایا ہے، یہاں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے

مَزامیر یعنی لَہْو ولَعِب کے آلات لہو ولعب کے طور پر سننا اور سنانا بلاشبہ حرام ہیں، ان کی حرمت اولیاء اور علماء دونوں کے کلماتِ عالیہ میں واضح ہے۔ ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ اصرار کے بعد گناہِ کبیرہ ہے۔

مزامیر کے بغیر محض سننے کی چند صورتیں یہ ہیں:

1 ......ابن عساکر، حرف المیم، ٦٠٦٤-محمد بن ابراھیم ابوبکر الصوری، ٢٦٣/٥١.

2 ......درمنثور، لقمان، تحت الآیۃ: ٦، ٥٠٦/٦.

(1)......گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی عورتوں، یا بدکار عورتوں اور محلِ فتنہ اَمْرَدوں کا گانا۔

(2)......جو چیز گائی جائے وہ مَعْصِیَت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا جھوٹ یا کسی مسلمان یا ذمی کافر کی مذمت یا شراب اور زنا وغیرہ فاسقانہ کاموں کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ اَمْرَد کے حسن کی یقینی طور پر تعریف یا کسی مُعَیَّن عورت کا اگرچہ مردہ ہوا ایسا ذکر جس سے اس کے قریبی رشتہ داروں کو حیا اور عار آئے۔

(3)......لَہْو ولَعِب کے طور پر سنا جائے اگرچہ اس میں کسی مذموم چیز کا ذکر نہ ہو۔

یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں اور ایسا ہی گانا ''لہوالحدیث'' ہے اس کے حرام ہونے کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو صرف یہ حدیث ''**كُلُّ لَعِبِ ابْنِ اٰدَمَ حَرَامٌ اِلَّا ثَلٰثَةٌ** ''یعنی ابنِ آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔'' کافی ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مَزامیر ہوں، نہ گانے والے محلِ فتنہ ہوں، نہ لہو ولعب مقصود ہو اور نہ کوئی ناجائز کلام ہو اس سے بھی ان لوگوں کو روکا جائے گا جو فاسق وفاجر اور دنیا کی شہوات میں مست ہوں البتہ نفسانی خواہشات و برے خیالات سے پاک دلوں والے وہ لوگ جو اللّٰہ والے ہیں ان کے حق میں یہ بغیر آلاتِ موسیقی والے سادہ اَشعار کا سننا جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں کیونکہ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے، جب دل میں بری خواہش اور بیہودہ آلائشیں ہوں تو وہ انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک، مبارک، ستھرے دل، شہوات سے خالی اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں ان کے اس شوقِ محمود اور عشقِ مسعود کو افزائش دے گا۔ ان بندگانِ خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر حمد ونعت، منقبت، وعظ ونصیحت اور آخرت کے ذکر پر مشتمل اَشعار بوڑھے یا جوان مرد خوش اِلحانی سے پڑھیں اور نیک نیت سے سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع ہونے پر شریعت سے اصلاً دلیل نہیں ہے۔ حضور پُرنور، سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حضرت حسان بن ثابت انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے خاص مسجدِ اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعتِ اَقدس سنانا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا سننا خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے واضح ہے اور عرب میں حُدی کی رسم کا صحابہ وتابعین کے زمانے بلکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عہد میں رائج رہنا مردوں کے خوش اِلحانی کے جواز پر روشن دلیل ہے، حضرت انجشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حُدی کرنے پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

منع نہ فرمایا بلکہ عورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے یَا اَنْجَشَۃُ رُوَیْدَ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ ارشاد ہوا کہ ان کی آواز دلکش ودل نواز تھی، عورتیں نرم ونازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ غرض مدارِ کار فتنہ کے تحقُّق اور توقُّع پر ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حرمت کا حکم ہے اور جہاں فتنے کی توقُّع اور اندیشہ ہے وہاں سدِّ ذریعہ کے پیشِ نظر ممانعت کا حکم ہے، جہاں نہ فتنہ ثابت نہ فتنے کی توقع تو وہاں نہ حرمت کا حکم ہے نہ ممانعت بلکہ اچھی نیت ہو تو مستحب ہوسکتا ہے۔

بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی یہ چند سطروں میں تحقیقِ نفیس ہے کہ اِنْ شَآءَاللّٰہُ الْعَزِیْز حق اس سے مُتجاوِز نہیں۔ [1]

نوٹ: یہاں خلاصے میں کچھ چیزیں ترک بھی کردی ہیں۔

دینِ اسلام سے دور کرنے والوں کے لئے عبرت

ہمارے معاشرے میں غیر مسلموں اور نام نہاد مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو لوگوں کو دینِ اسلام سے دور رکھنے، مسلمانوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے اور اس کا مخالف بنانے کے لئے مُنظَّم انداز میں کوششیں کرتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ان کے پاس ایک بڑا ذریعہ عورت ہے۔ ایسے لوگ اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، جبکہ یہ خود وہ ہیں جو عورت کی جسم فروشی پر اطمینان محسوس کرتے ہیں اور ماڈل کا نام دے کر اس کی اداؤں کی قیمت لگانے کو روشن خیالی قرار دیتے ہیں یعنی عورت کی حفاظت کی جائے اور اسے گھر بیٹھے ہر چیز عزت کے ساتھ مُہَیّا کرنے کا کہا جائے جیسے اسلام کا حکم ہے تو روشن خیال کہلانے والوں کی طبیعت خراب ہوتی ہے اور بکری، گائے کی طرح اس کے جسم یا اس کے علاوہ اس کے ناچ یا اداؤں کو فروخت کیلئے پیش کیا جائے تو اِن لوگوں کی نظر میں یہ عورت کو اس کا صحیح مقام دینا قرار پاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دینِ اسلام جیسا امن وسلامتی کا داعی مذہب دنیا میں نہیں ہے، عورتوں اور بچوں کو جتنے حقوق اس دین میں دیئے گئے اور ان کے حقوق کی حفاظت کے جو اقدامات اس دین میں کئے گئے کسی اور دین میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس میں مقرر کی گئی جرموں کی سزائیں انسانوں کی بقا، سلامتی اور معاشرے میں امن وامان کی علمبردار ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کے لئے اس آیت میں بڑی عبرت ہے کہ اگر یہ اپنی ان ذلیل حرکات سے باز نہ آئے تو اللہ تعالٰی کے اس فرمان: "اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ" کے مطابق ذلت کے عذاب کے حق دار ہیں۔

---

[1] ......فتاوی رضویہ، لہو ولعب، ۲۴/۷۸-۸۵، ملخصاً۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًاۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر کرتا ہوا پھرے جیسے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ٹینٹ ہے تو اُسے دردناک عذاب کا مژدہ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا پھر جاتا ہے جیسے اس نے ان (آیات) کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے تو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا: اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب کھیل کی باتیں خریدنے والے کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اس وقت وہ تکبُّر کرتے ہوئے ایسی حالت بنالیتا ہے جیسے اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں کوئی بوجھ ہے جس کی وجہ سے وہ سن نہیں سکتا، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔ (1)

قرآنِ کریم کی تلاوت سننے سے متعلق دو احکام

یہاں قرآنِ کریم کی تلاوت سننے سے متعلق دو اَحکام ملاحظہ ہوں،

(1)......قرآنِ کریم ذوق اور شوق سے سننا چاہیے۔ اس کی تلاوت کے وقت دُنْیَوی کاروبار میں مشغول رہنا اور تلاوت کی پرواہ نہ کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

(2)......قرآنِ عظیم کی تلاوت ہو رہی ہو تو سننا فرض ہے، لہٰذا جہاں لوگ قرآن شریف سننے سے مجبور ہوں، کاروبار میں مشغول ہوں وہاں بلند آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہیے۔ یاد رہے کہ تلاوتِ قرآن کے اَحکام اور تعلیمِ قرآن کے اَحکام میں فرق ہے، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے فقہ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

1......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۷، ۷/۶٦.

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّاؕ-وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کے لیے چین کے باغ ہیں۔ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔﴾ کافروں کی سزا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا ''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں ان کے لئے نعمتوں اور چین کے ایسے باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ کوئی اسے وعدہ پورا کرنے سے روک نہیں سکتا اور اس کا ہر فعل حکمت اور مَصلحت کے تمام تر تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ (1)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍؕ-وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۸-۹، ۷/۶۶-۶۷.

ترجمۂ کنزالایمان: اُس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کرنہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اُگایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں لنگر ڈال دیئے تا کہ زمین تمہیں لے کر ہلتی نہ رہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس قسم کا جوڑا اگایا۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا: اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی 4 چیزیں بیان فرمائی ہیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بنایا۔ انہیں ستونوں کے بغیر بنانے کا ایک معنی یہ ہے کہ کوئی ستون ہے ہی نہیں اور تمہاری نظر خود اس چیز کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن وہ ایسے نہیں جنہیں تم دیکھ سکو اس لئے وہ گویا ایسا ہے جیسے ستونوں کے بغیر ہی بنا ہوا ہے۔

(2)......زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تا کہ زمین ہلتی نہ رہے۔ اسی لئے اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین تباہ ہو جائے، جدید سائنس سے بھی یہی چیز ثابت ہے۔

(3)......زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ یاد رہے کہ بعض جانور پانی میں ہیں، بعض زمین پر اور بعض ہوا میں ہیں، مگر یہ سب زمین پر ہی ہیں کیونکہ پانی زمین پر ہے اور ہوا بھی زمین سے تعلق رکھتی ہے اور پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ کچھ جانور کسی جگہ اور دوسرے بعض کسی اور جگہ پیدا فرمائے۔

(4)......اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل فرمایا اور اس سے زمین میں عمدہ اَقسام کی نباتات کے جوڑے پیدا کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھاس اور درخت وغیرہ سب میں نر اور مادہ ہیں۔ نر درخت سے لگ کر جب ہوا مادہ درخت کو چھوتی ہے تو مادہ درخت حاملہ ہو کر پھل دیتا ہے۔ جدید سائنس سے بھی یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ان عجیب وغریب صنعتوں میں غور وفکر کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت آشکار ہو جائے گی۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ؒ

ع ۱۱ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو اللّٰہ کا بنایا ہوا ہے مجھے وہ دکھاؤ جو اس کے سوا اوروں نے بنایا بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تو اللّٰہ کا بنایا ہوا ہے تو (اے مشرکو!) تم مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ جو اللّٰہ کے سوا اوروں نے بنائی ہو بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ: یہ تو اللّٰہ کا بنایا ہوا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے تو اپنی کامل قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے یہ تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں جنہیں تم بھی دیکھتے ہو، اب تم بتاؤ کہ تم لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی عبادت کرتے اور انہیں پوجتے ہو، انہوں نے ایسا کونسا کمال دکھایا ہے جس کی وجہ سے تم نے انہیں عبادت کا مستحق سمجھ لیا اور ان کی پوجا کرنے میں مصروف ہو گئے، ان کافروں کا حق سے دور ہونا اور گمراہی میں مبتلا ہونا واضح ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللّٰہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللّٰہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللّٰہ کا شکر ادا کر اور جو شکر ادا کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللّٰہ بے پرواہ ہے، حمد کے لائق ہے۔

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعارف

مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نسب یہ ہے ''لقمان بن ناعور یا باعور بن ناحور بن تارخ۔ حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھانجے تھے جبکہ مفسر مقاتل نے کہا کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خالہ کے فرزند تھے۔ آپ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ پایا اور اُن سے علم حاصل کیا۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اعلانِ نبوت سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے اور جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوّت کے مَنصب پر فائز ہوئے تو حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے۔ [1]

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی نہیں تھے بلکہ وہ غور وفکر کرنے والے اور دولت ِیقین سے مالا مال بندے تھے۔ انہیں اللّٰہ تعالیٰ سے محبت تھی اور اللّٰہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا تھا اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں حکمت کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ دوپہر میں سوتے ہوئے انہیں ندا کی گئی: ''اے لقمان! اگر تم پسند کرو تو تمہیں خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ تم عدل وانصاف کو قائم کرو۔'' انہوں نے ندا کا جواب دیتے ہوئے عرض کی: اگر تو مجھے اختیار کا حق ہے تو میں عافیت کو قبول کروں گا اور اس آزمائش سے بچوں گا اور اگر منصبِ خلافت سنبھالنے کے متعلق قطعی حکم ہے تو میں دل وجان سے حاضر ہوں کیونکہ مجھے اللّٰہ تعالیٰ کے کرم پر یہ بھروسہ ہے کہ وہ مجھے غلطی سے بچائے گا۔ [2]

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل

یہاں حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......بغوی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ۳/۴۲۳، مدارك، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۹۱۷، ملتقطاً.

2 ......تفسیر ثعلبی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۳۱۲، ابن عساکر، حرف الدال، ذکر من اسمه داود، داود بن ایشا... الخ، ۱۷/۸۵-۸۶، ملتقطاً.

نے ارشادفرمایا ’’سوڈانیوں کے سردار چار ہیں: (1) حضرت لقمان حبشی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ، (2) حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، (3) حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، (4) حضرت مہجع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔[1]

(2)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **تاجدارِ رسالت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’سوڈانیوں کی صحبت اختیار کرو کیونکہ ان میں سے تین حضرات اہلِ جنت کے سرداروں میں سے ہیں، **(1)** حضرت لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، **(2)** حضرت نجاشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، **(3)** مُؤَذِّن حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔[2]

حکمت کی تعریف

حکمت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، ان میں سے چار درج ذیل ہیں۔

(1)......حکمت عقل اور فہم کو کہتے ہیں۔

(2)......حکمت وہ علم ہے جس کے مطابق عمل کیا جائے۔

(3)......حکمت معرفت اور کاموں میں پختگی کو کہتے ہیں

(4)......حکمت ایسی چیز ہے کہ **اللّٰہ** تعالٰی اسے جس کے دل میں رکھتا ہے یہ اس کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔[3]

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکمت بھرے ارشادات

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حکمت سے بھرپور گفتگو فرمایا کرتے تھے، یہاں ان کے حکمت بھرے 3 کلام ملاحظہ ہوں،

(1)......لوگوں پر وہ چیز دراز ہوگئی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے حالانکہ وہ آخرت کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔ بیشک دنیا پیٹھ پھیر رہی ہے تاکہ وہ چلی جائے اور آخرت سامنے آرہی ہے اور وہ گھر جس کی طرف تم جارہے ہو، اُس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔[4]

---

1 ......ابن عساکر، حرف الباء، ذکر من اسمه بلال، بلال بن رباح... الخ، ۱۰/۴٦٢.

2 ......معجم الکبیر، عطاء عن ابن عباس، ۱۱/۱۵۸، الحدیث: ۱۱۴۸۲.

3 ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۱۲، ۳/۴۷۰.

4 ......الزهد الکبیر للبیهقی، الجزء الثانی من کتاب الزهد، فصل آخر فی قصر الامل والمبادرة بالعمل... الخ، ص۲۰۱، روایت نمبر: ۵۰۱.

(2)......علماء کے ساتھ لازمی طور پر بیٹھا کرو اور حکمت والوں کا کلام سنا کرو کیونکہ **اللہ تعالیٰ** حکمت کے نور سے مردہ دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش کے قطروں سے۔[1]

(3)......تم اس مرغے سے زیادہ عاجز نہ ہو جاؤ جو صبح سویرے آواز لگاتا ہے جبکہ تم اپنے بستر پر سو رہے ہوتے ہو۔[2]

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکمت بھرے ارشادات

یوں تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر ارشاد حکمت کے انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے، البتہ موضوع کی مناسبت سے یہاں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے 4 حکمت بھرے ارشادات ملاحظہ ہوں:

(1)......حکمت کی اصل **اللہ تعالیٰ** سے ڈرنا ہے۔[3]

(2)......جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔[4]

(3)......تقویٰ اختیار کرو تو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے اور قناعت اختیار کرو تو سب سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے۔[5]

(4)......خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔[6]

﴿وَمَنْ یَّشْكُرْ: اور جو شکر ادا کرے۔﴾ یعنی جو **اللہ تعالیٰ** کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کے بھلے کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ شکر کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور بندے کو ثواب ملتا ہے اور جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ **اللہ تعالیٰ** اس سے اور اس کے شکر سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں حمد کے لائق ہے اگرچہ کوئی اس کی تعریف نہ کرے۔[7]

---

1 ......معجم الکبیر، صدی بن عجلان ابو امامۃ الباھلی ... الخ، عبید اللّٰہ بن زحر عن علی بن یزید ... الخ، ۸ / ۱۹۹، الحدیث: ۷۸۱۰.

2 ......شرح السنہ، ابواب النوافل، باب احیاء آخر اللیل وفضلہ، ۲/ ۴۸۰.

3 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/ ۴۷۰، الحدیث: ۷۴۴.

4 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۸/ ۱۶۸، الحدیث: ۲۱۷۸۰.

5 ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، ۴/ ۴۷۵، الحدیث: ۴۲۱۷.

6 ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیّۃ الخلق الادمیّ فی بطن امّہ... الخ، ص ۱۴۲۱، الحدیث: ۳(۲۶۴۵).

7 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/ ۷۵، مدارك، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۹۱۷، جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۳۴۶، ملتقطاً.

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللّٰہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللّٰہ کا شریک نہ کرنا، بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے۔

﴾وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:﴿ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے کا نام انعم تھا اور ایک قول کے مطابق اشکم تھا۔ انسان کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسرے کی تکمیل کرے، تو حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کامل ہونا تو ’’اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ‘‘ میں بیان فرمادیا اور دوسرے کی تکمیل کرنا ’’وَ هُوَ یَعِظُهٗ‘‘ سے ظاہر فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’اے میرے بیٹے! کسی کو اللّٰہ کا شریک نہ کرنا کیونکہ اس میں جو عبادت کا مستحق نہیں اسے مستحقِ عبادت کے برابر قرار دینا ہے اور عبادت کو اس کے محل کے خلاف رکھنا ہے اور یہ دونوں باتیں عظیم ظلم ہیں۔(1)

آیت ’’وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں گھر والوں اور قریب تر لوگوں کو مقدم کرنا چاہئے اور نصیحت کی ابتدا عقائد کی اصلاح سے ہونی چاہیے خصوصاً انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں بتانا چاہئے اور سب سے پہلے انہیں شرک سے بچانا چاہیے کہ یہ نہایت اہم ہے۔

1......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۱۳، ۳/۴۷۰.

(2)......انسان پہلے اپنے گھر والوں کو وعظ و نصیحت کرے پھر دوسروں کو۔

(3)......نصیحت نرم الفاظ میں ہونی چاہیے۔ آپ نے اسے ''اے میرے بچے'' فرما کر خطاب فرمایا۔

(4)......گزشتہ بزرگوں کی تعلیم یاد دلانا، ان کے اقوال نقل کرنا سنتِ الٰہیہ ہے۔

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے سے کہا میں نے بڑے پتھر، لوہا اور ہر وزنی چیز اٹھائی ہے لیکن میں نے برے پڑوسی سے بھاری چیز کوئی نہیں اٹھائی۔ میں نے ہر کڑواہٹ دیکھی ہے مگر فقر سے زیادہ کڑوی چیز نہیں دیکھی۔ اے میرے بیٹے جاہل کو قاصد بنا کر نہ بھیج، اگر تو کسی صاحبِ حکمت کو نہ پائے تو اپنا قاصد خود بن جا۔۔ اے میرے بیٹے جنازوں میں حاضر ہوا کر اور شادیوں میں نہ جایا کر کیونکہ جنازے تجھے آخرت کی یاد دلاتے ہیں اور شادی تجھے دنیا کی خواہش دلاتی ہے۔ اے میرے بیٹے سیر پر سیر ہو کر نہ کھا اگر تو اس کھانے کو کتے کے سامنے پھینک دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو خود اسے کھائے۔ اے میرے بیٹے اتنا میٹھا بھی نہ بن کہ تجھے نگل لیا جائے اور نہ اتنا کڑوا ہو جا کہ تجھے باہر پھینک دیا جائے۔ [1]

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِۚ-حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ-اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اُس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔

النصف

[1]......شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان... الخ، آثار وحکایات فی فضل الصدق... الخ، ۴ /۲۳۱، روایت نمبر: ۴۸۹۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت دو سال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔**﴾** اس آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی۔ پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا، یعنی اس کی ماں کی کمزوری میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے، جتنا حمل بڑھتا جاتا ہے اور بوجھ زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے، عورت کو حاملہ ہونے کے بعد کمزوری، تھکن اور مشقتیں پہنچتی رہتی ہیں، حمل خود کمزور کرنے والا ہے، دردِ زِہ کمزوری پر کمزوری ہے اور وضعِ حمل اس پر اور مزید شدت ہے اور دودھ پلانا بھی مستقل مشقت کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت ولادت کے وقت سے لے کر دو سال تک ہے۔ (1)

ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے

یہاں ماں کے تین درجے بیان فرمائے گئے ایک یہ کہ اس نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی، دوسرا یہ کہ اس نے بچے کو پیٹ میں رکھا، تیسرا یہ کہ اسے دودھ پلایا، اس سے معلوم ہوا کہ ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی ماں کی باپ سے تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آکر عرض کی: میری اچھی خدمت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہاری ماں۔ اس نے عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، ''تمہاری ماں''، اس نے دوبارہ عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہاری ماں۔ عرض کی: پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہارا باپ۔ (2)

---

1 ......جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۳۴۶-۳۴۷، خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۴۷۰، مدارك، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۹۱۷، ملتقطاً.

2 ......صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ۴/۹۳، الحدیث: ۵۹۷۱.

اعلیٰ حضرت، مُجدّدِ دین وملت، شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا

ترجمہ: اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے اور اسے جنا تکلیف سے اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو شمار فرمایا جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اَشد واَعظم ہوگیا مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانعِ تفضیلِ مادر (یعنی ماں کو فضیلت دینے میں رکاوٹ) نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر مَعَاذَ اللّٰہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے اَدبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَت ہیں، (اس میں) نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت ونار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ، مَعْصِیَتِ خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی

زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم وآقا ہے[1]۔[2]

﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ: کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔﴾ یہ وہ تاکید ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کا مقام انتہائی بلند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بندے کے والدین کا ذکر فرمایا اور ایک ساتھ دونوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا، اب اگر کوئی بدقسمت اپنے والدین کی خدمت نہ کرے اور انہیں تکلیفیں دے تو یہ اس کی بدنصیبی اور محرومی ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس نے پنج گانہ نمازیں ادا کیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور جس نے پنج گانہ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعائیں کیں تو اس نے والدین کی شکر گزاری کی۔[3]

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ وَّ اتَّبِـعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح اُن کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: الحقوق لطرح العقوق، ۲۴/۳۸۷-۳۹۰، ملتقطاً۔

2 ......یہ رسالہ تسہیل وتخریج کے ساتھ بنام ''والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق'' مکتبۃ المدینہ سے جداگانہ بھی شائع ہوا ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

3 ......بغوی، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۴، ۳/۴۲۳۔

کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ہی طرف تمہیں پھر کرآنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

﴿ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ: اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں۔ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندے! تم علم سے تو کسی کو میرا شریک ٹھہرا ہی نہیں سکتے کیونکہ میرا شریک محال ہے، ہو ہی نہیں سکتا، اب تجھے جو کوئی بھی کسی چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کا کہے گا تو وہ بے علمی ہی سے کہے گا، لہٰذا ایسا اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا کہنا نہ مان، کیونکہ والدین کی اطاعت اگرچہ ضروری ہے لیکن اگر وہ شرک یا گناہ کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کر کیونکہ خالق کی نافرمانی کرنے میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، البتہ دنیا میں حسنِ اخلاق، حسنِ سلوک، احسان اور تحمُّل کے ساتھ اچھی طرح ان کا ساتھ دے لیکن دین میں ان کی پیروی نہ کر بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے راستے پر چل، پھر مرنے کے بعد میری ہی طرف تمہیں اور تمہارے والدین کو لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے ایمان کی جزا دوں گا اور تمہارے والدین کو ان کے کفر کی سزا دوں گا۔ (1)

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا اور جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو میری ماں نے کہا اے سعد! رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، یہ تو نے کیا نیا دین اختیار کرلیا ہے، تجھے یہ دین چھوڑنا ہوگا یا میں نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی، یہاں تک کہ مرجاؤں گی اور یوں میری وجہ سے تمہیں عار دلائی جائے گی اور تجھے یوں خطاب کیا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل!۔ یہ سن کر میں نے کہا: اے میری ماں! ایسا نہ کر، میں کسی بھی وجہ سے یہ دین نہیں چھوڑوں گا۔ وہ ایک دن بغیر کچھ کھائے پیئے رہی، اس نے صبح کی تو بڑی مشقت میں مبتلا تھی۔ پھر وہ ایک دن اور رات مزید اسی طرح رہی تو اس کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کہا: اے ماں! اللّٰه تعالیٰ کی قسم! تو جانتی ہے کہ اگر تیری سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے تیری سب جانیں نکل جائیں، تب بھی میں تیرے لئے اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب اگر تو چاہے تو کھا ورنہ مت کھا، جب ماں نے یہ دیکھا تو اس نے کھانا کھالیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (2)

---

1 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ۱۵، ص۹۱۸، خازن، لقمان، تحت الآية: ۱۵، ۳/ ۴۷۰-۴۷۱، ملتقطاً.

2 ......ابن عساكر، حرف السين، ذكر من اسمه سعد، سعد بن مالك بن ابی وقاص بن اهيب... الخ، ۲۰/ ۳۳۱.

﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ: اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے راستے پر چل۔ اسی راہ کو مذہبِ سنّت و جماعت کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے آدمی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آئے اور کہا کہ اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا تم نے اس مرد کی تصدیق کی ہے اور اس پر ایمان لے آئے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ہاں میں ایمان لے آیا ہوں اور صِدقِ دل سے ان کی رسالت کو تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سن کر وہ سب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں والدین کی بات نہ مانی جائے

والدین کی خدمت اگرچہ عظیم چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور اسی کی اطاعت کی جائے گی، لٰہذا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے کا حکم دیں تو ان کا یہ حکم نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اگر وہ کسی فرض چیز کو چھوڑنے کا کہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو اس وقت بھی ان کا حکم ماننا لازم نہیں۔

والدین سے حسنِ سلوک [illegible]

دینِ اسلام میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس سے متعلق مسلمانوں کو خصوصی احکامات دیئے گئے ہیں حتّٰی کہ کافر والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی طرف سے پہنچنے والی سختیوں اور نازیبا باتوں پر برداشت کا مظاہرہ کرنے اور ان پر احسان کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، یہ دینِ اسلام ہی کا عظیم کارنامہ ہے جس نے والدین کے ماں باپ ہونے کے حق کو پورا کرنے کا حکم دیا اور انہیں اَذِیّت و تکلیف پہنچانے سے منع کیا۔ فی زمانہ والدین سے متعلق اولاد کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے، آج نازوں سے پلے ہوئے بچے اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرنے اور انہیں سنبھالنے کو بڑی

1 ......خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۴۷۱.

مصیبت سمجھتے ہیں، انہیں اچھا کھانا کھلانے، اچھی رہائش دینے اوران کے آرام وسکون کا خیال کرنے کو تیار نہیں اور کئی ملکوں میں تو اولاد کی اسی رَوِش کو دیکھ کر وہاں کے حکمرانوں نے ان بوڑھے والدین کو کچھ سہارا دینے کے لئے اولڈ ہاؤس قائم کر دیئے ہیں تا کہ یہ اپنی زندگی کے بقیہ دن وہاں کچھ تو چین سے گزار سکیں، ایسے والدین کی حسرت ویاس کا کیا عالَم ہوتا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ان حالات کے تناظُر میں والدین سے متعلق دی ہوئی اسلام کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو اس سے صاف واضح ہوتا ہے دینِ اسلام میں والدین کو جو حق دیئے گئے اور ان کے حقوق کو پورا کرنے کے جو اَحکام دیئے گئے ان کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِیۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بیٹے برائی اگر رائی کے دانہ برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اُسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ: اے میرے بیٹے!﴾ آیت نمبر 14 اور 15 میں جو مضمون بیان ہوا یہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور شرک کی ممانعت کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا اور اس کا محل بھی ارشاد فرما دیا، اب یہاں سے پھر حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وہ قول ذکر کیا جا رہا ہے جو انہوں نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو اور اتنی چھوٹی ہونے کے ساتھ وہ کیسی ہی جگہ میں ہو اور وہ جگہ کتنی ہی پوشیدہ ہو جیسے پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حاضر کر دے گا اور اس کا حساب فرمائے

گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور اس سے خبر دار ہے اور اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اس شان کو پہچان لے تو وہ برائی کرنے سے ضرور ڈرے گا۔[1]

معمولی سمجھے جانے والے اعمال کا بھی حساب ہوگا

اس آیت میں ہم سب کیلئے عبرت ہے کہ ہمارا معمولی سے معمولی عمل بھی قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور اس کا حساب دینا ہوگا۔ اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر بُرائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔

اور بظاہر چھوٹے سمجھے جانے والے اعمال پر بعض اوقات کس طرح گرفت ہوتی ہے اس سے متعلق یہ حکایات ملاحظہ فرمائیں، حضرت حارث محاسبی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ غلہ ماپنے والا ایک شخص اس کام کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بعض احباب نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا "مَافَعَلَ اللّٰهُ بِکَ" یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا: میرا وہ پیمانہ جس میں غلہ وغیرہ ماپا کرتا تھا، اس میں (میری بے احتیاطی کی وجہ سے) کچھ مٹی سی بیٹھ گئی تھی جس کو میں نے لاپرواہی کے سبب صاف نہ کیا تو ہر مرتبہ ماپنے کے وقت اس مٹی کی مقدار کم ہو جاتا تھا۔ میں اس قصور کے سبب عتاب میں گرفتار ہوں۔[4]

---

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۸۱/۷، خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴۷۱/۳، ملتقطاً.

2 ......زلزال: ۷، ۸.

3 ......انبیاء: ۴۷.

4 ......تنبیہ المغترین، الباب الاول، ومن اخلاقھم کثرۃ الخوف من اللہ تعالی ان یعذّبھم... الخ، ص ۵۱، ملخصاً.

لہٰذا ہمیں دنیا میں ہی اپنے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ کر لینا اور برے اعمال سے سچی توبہ کر لینی چاہئے تاکہ مرنے کے بعد ہونے والی گرفت اور آخرت کے سخت حساب سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے کو عقائد کے حوالے سے نصیحت کی اور یہاں سے ان کی وہ نصیحت ذکر کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو ظاہری اعمال کے حوالے سے کی اور جس کا تعلق اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے ساتھ ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ حضرت لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ جو کہ کامل ترین عبادت ہے اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دے اور انہیں بری بات سے منع کر اور یہ کام کرنے کی وجہ سے تم پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ وہ کام ہیں جنہیں کرنا لازم ہے۔(1)

آیت یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)……روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۱۷، ۷/ ۸۲-۸۳، جلالین، لقمان، تحت الآیة: ۱۷، ص۳۴۷، مدارک، لقمان، تحت الآیة: ۱۷، ص۹۱۸، ملتقطاً.

(1)......نماز، اچھی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا، یہ ایسی عبادات ہیں جن کا تمام اُمتوں میں حکم تھا۔

(2)......اس میں بڑی پیاری ترتیب فرمائی گئی کہ وعظ کہنے والا عالم پہلے خود نیک عمل کرے پھر دوسروں سے کہے۔ بے عمل واعظ کا وعظ دلوں میں اثر نہیں کرتا اور چونکہ اس راہ میں تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں لہٰذا صبر کا فرمایا گیا۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان دین کا مُبلِّغ ہونا چاہیے اور جو مسئلہ اسے درست معلوم ہو وہ دوسروں تک پہنچائے۔ صرف علماء پر ہی تبلیغ لازم نہیں ہے۔

(3)......تبلیغ اور صبر کے اکٹھے بیان کرنے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے مَراحل بہت مرتبہ پیش آتے ہیں لہٰذا تکالیف کی وجہ سے تبلیغ سے باز نہیں آنا چاہیے۔

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍۚ (۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اِتراتا نہ چل بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِتراتا فخر کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے۔

﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ: اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر۔﴾ یہاں سے حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی وہ نصیحت ذکر کی جارہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو باطنی اعمال کے حوالے سے فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آدمی بات کریں تو تکبر کرنے والوں کی طرح انہیں حقیر جان کر ان کی طرف سے رخ پھیر لینے والا طریقہ اختیار نہ کرنا بلکہ مالدار اور فقیر سبھی کے ساتھ عاجزی و اِنکساری کے ساتھ پیش آنا اور زمین پر اکڑتے ہوئے نہ

چلنا، بیشک اکڑنے والا اور تکبر کرنے والا کوئی بھی شخص اللّٰہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔[1]

اَکڑنا اور اِختیال میں فرق

یادر ہے کہ اندرونی عظمت پر اکڑ نافخر ہے جیسے علم، حسن، خوش آوازی، نسب، وعظ وغیرہ اور بیرونی عظمت پر اکڑنا اختیال ہے جیسے مال، جائیداد، لشکر، نوکر چاکر وغیرہ، مراد یہ ہے کہ نہ ذاتی کمال پر فخر کرو اور نہ بیرونی فضائل پر اتراؤ، کیونکہ یہ چیزیں تمہاری اپنی نہیں بلکہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی عطا کی ہوئی ہیں اور وہ جب چاہے واپس لے لے۔

کسی شخص کو حقیر نہیں جاننا چاہئے

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص امیر ہو یا غریب اسے حقیر نہیں جاننا چاہئے بلکہ جس سے بھی ملاقات ہو تو اس کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے اور اچھے انداز میں اس سے بات چیت کرنی چاہئے۔ غریبوں کو حقیر جان کر ان سے منہ موڑنا اور ان سے بات چیت کے دوران ایسا انداز اختیار کرنا جس میں حقارت کا پہلو نمایاں ہو اسی طرح امیر لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا سب تکبر کی علامات ہیں، ان سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔ حدیثِ پاک میں بھی اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور سب اللّٰہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔[2]

ترغیب کے لئے یہاں لوگوں کے ساتھ سلوک کے حوالے سے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے چند پہلو ملاحظہ ہوں، چنانچہ قاضی عیاض مالکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لوگوں سے اُلفت فرماتے اور ان سے نفرت نہ کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر قوم کے با اَخلاق فرد کی عزت فرماتے اور اسے اس کی قوم پر حاکم مقرر کر دیتے تھے۔ (بداخلاق) لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کا خوف دلاتے، ان سے احتراز فرماتے، نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیں اور بداخلاقی سے پیش آئیں۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر کوئی شخص یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نزدیک عزت والا ہے۔ جو شخص بھی آپ کے

---

1 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ١٨، ص٩١٩، خازن، لقمان، تحت الآية: ١٨، ٤٧١/٣، ملتقطاً.

2 ......صحيح بخاری، كتاب الادب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، ١١٧/٤، الحديث: ٦٠٦٥.

پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت سے زیادہ قریب ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صبر فرماتے یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اٹھ کر چلا جاتا۔ جو شخص بھی اپنی حاجت کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کرتا تو اسے دے کر بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے۔ غرض یہ کہ آپ کا اخلاق اس قدر وسیع تھا کہ وہ تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ [1]

نیز سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب سیّد العالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہوتے تو اپنے دربار میں سب سے پہلے حاجت مندوں کی طرف توجہ فرماتے اور سب کی درخواستوں کو سن کر ان کی حاجت روائی فرماتے اور قبائل کے نمائندوں سے ملاقاتیں فرماتے اور اس دوران تمام حاضرین کمالِ ادب سے سر جھکائے رہتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں تھی، امیر و فقیر، شہری اور دیہاتی سب قسم کے لوگ حاضرِ دربار ہوتے اور اپنے اپنے لہجوں میں سوال و جواب کرتے۔ کوئی شخص اگر بولتا تو خواہ وہ کتنا ہی غریب و مسکین کیوں نہ ہو مگر دوسرا شخص اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا امیر کبیر ہو اس کی بات کاٹ کر بول نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ سوال و جواب میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کمالِ حلم سے برداشت فرماتے اور سب کو مسائل اور اسلامی احکام کی تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت فرماتے رہتے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبائل سے آنے والے وفدوں کے اِستقبال، اور ان کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہایت ہی عمدہ پوشاک زیبِ تن فرما کر کاشانۂ اَقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں، پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطرِ مُدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لئے مسجدِ نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے، پھر ہر ایک وفد سے نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و اَحکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مَراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے تھے۔ اللّٰہ تعالٰی ہمیں لوگوں کو حقیر جاننے اور ان سے حقارت آمیز سلوک کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

[1]......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا حسن عشرته... الخ، ص ۱۲۰، الجزء الاول.

اکڑ کر چلنے کی مذمت

آیت میں اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا، اس مناسبت سے یہاں اکڑ کر چلنے کی مذمت پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اکڑ کر چلتا ہے، وہ اللّٰہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ [1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب میری امت اکڑ کر چلنے لگے گی اور ایران و روم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کی خدمت کرنے لگیں گے تو اس وقت شریر لوگ اچھے لوگوں پر مُسَلَّط کر دیئے جائیں گے۔ [2]

اللّٰہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مذموم فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر بیشک سب آوازوں میں بری آواز، گدھے کی آواز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

﴿وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ: اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل۔﴾ حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم چلنے لگو تو نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت سست کیونکہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں،

1......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما، ۲/۴۶۱، الحدیث: ۶۰۰۲.

2......ترمذی، کتاب الفتن، باب-۷۴، ۴/۱۱۵، الحدیث: ۲۲۶۸.

ایک میں تکبر کی جھلک ہے اور ایک میں چھچھوراپن ہے بلکہ تم درمیانی چال سے چلو نیز شور کرنے اور چیخنے چلّانے سے احتراز کرو، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شور مچانا اور آواز بلند کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اس میں کچھ فضیلت نہیں، جیسے گدھے کی آواز کہ بلند ہونے کے باوجود مکروہ اور وحشت انگیز ہے۔[1]

آہستہ چلنے کی فضیلت اور تیز چلنے کی مذمت

اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

اور اتنا تیز چلنا جو بھاگنے کے مشابہ ہو اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تیز چلنا مومن کا وقار کھو دیتا ہے۔''[3]

چلنے میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت

یہاں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چلنے سے متعلق دو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ چلتے وقت حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذرا جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔[4]

(2)......حضرت ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چلنے میں اطمینان سے قدم اٹھاتے، وقار کے ساتھ جھک کر چلتے، قدم لمبا رکھتے اور جب آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں۔''[5]

1......خازن، لقمان، تحت الآية: ١٩، ٣/٤٧١، مدارك، لقمان، تحت الآية: ١٩، ص٩١٩، ملتقطاً.

2......فرقان:٦٣.

3......مسند الفردوس، باب السين، ٢/٣٣٤، الحديث: ٣٥٠٨.

4......شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ص١٩، الحديث: ٦.

5......الشفا، القسم الاول، الباب الثانی، فصل قد اتيناك اكرمك اللّٰه من ذكر الاخلاق الحميدة...الخ، ص١٥٧، الجزء الاول.

چلنے کی سنتیں اور آداب

آیت کی مناسبت سے یہاں چلنے کی 7 سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(1)......جوتا پہن کر چلیں۔

(2)......کوشش کرکے راستے کے کنارے چلیں درمیان میں نہ چلیں۔

(3)......درمیانی چال چلیں، نہ اتنا تیز کہ لوگوں کی نظریں اٹھیں اور نہ اتنا آہستہ کہ آپ مریض معلوم ہوں۔

(4)......احمقوں اور مغروروں کی طرح گریبان کھول کر، سینہ تان کر نہ چلیں بلکہ شریفوں کی طرح چلیں۔

(5)......راستے میں دو عورتیں کھڑی ہوں یا جارہی ہوں تو ان کے بیچ میں سے نہ گزریں بلکہ دائیں یا بائیں طرف سے گزر جائیں۔

(6)......بلاضرورت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نہ چلیں بلکہ بدنگاہی سے بچتے ہوئے نیچی نظریں کر کے چلیں۔

(7)......یہ بھی خیال رکھئے کہ چلتے وقت جوتے کی آواز پیدا نہ ہو۔

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چلتے وقت جوتوں کی آواز ناپسند تھی، چنانچہ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سخت گرمی کے دن بقیع غرقد کی طرف تشریف لے جاتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے دوسرے لوگ آتے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے جوتوں کی آواز سنتے تو یہ بات آپ کو بہت ناگوار معلوم ہوتی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیٹھ جاتے حتّٰی کہ وہ لوگ آگے نکل جاتے اور آپ یہ عمل اس لئے فرماتے تاکہ دل میں فخر پیدا نہ ہو۔[1]

ضرورت سے زیادہ آواز بلند کر کے گفتگو کرنے کی مذمت

ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرکے اور چلا چلا کر گفتگو کرنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور اس کی مذمت بیان کرنے کے لئے یہاں اس کی مثال گدھے کی آواز سے دی گئی ہے اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ وہ کسی شخص کو بلند اور سخت آواز سے کلام کرتا ہوا دیکھیں اور یہ پسند فرماتے تھے کہ وہ اسے نرم آواز سے کلام کرتا ہوا دیکھیں۔[2]

1......سنن ابن ماجه، كتاب السنّة، باب من كره ان يوطأ عقباه، ١/١٦٠، الحديث: ٢٤٥.

2......معجم الكبير، صدى بن العجلان ابوامامة الباهلى...الخ، القاسم بن عبد الرحمن... الخ، ٨/١٧٧، الحديث: ٧٧٣٦.

اور بلاضرورت زیادہ باتیں کرنے والے کے بارے میں حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ اچھے اَخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے، لوگوں سے زبان درازی کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں ناپسندیدہ گفتگو سے بچنے اور اچھی گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت تیزی کے ساتھ جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ نہایت ہی مَتانت اور سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے تھے اور آپ کا کلام اتنا صاف اور واضح ہوتا تھا کہ سننے والے اس کو سمجھ کر یاد کر لیتے تھے اور اگر کوئی اہم بات ہوتی تو اس جملے کو کبھی کبھی تین تین مرتبہ فرما دیتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بلاضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ اکثر خاموش ہی رہتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''جامع کلمات'' کا معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ مختصر سے جملے میں لمبی چوڑی بات کو بیان فرما دیا کرتے تھے۔

آیت کی مناسبت سے یہاں بات چیت کرنے کی 6 سنتیں اور آداب بھی ملاحظہ ہوں تاکہ ہمارا چلنا پھرنا بھی اور گفتگو کرنا بھی سنت کے مطابق ہو۔

(1)...... مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کرنا سنت ہے۔

(2)...... چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں رائج ہے، یہ خلافِ سنت ہے۔

(3)...... گفتگو کرتے وقت چھوٹوں کے ساتھ شفقت بھرا اور بڑوں کے سامنے ادب والا لہجہ رکھئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

---

1 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ۳/۴۰۹، الحدیث: ۲۰۲۵.

(4)......جب تک دوسرا بات کر رہا ہو تب تک اطمینان سے سنیں اور اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کر دیں۔

(5)......بلا ضرورت زیادہ باتیں نہ کریں اور نہ ہی دورانِ گفتگو زیادہ قہقہے لگائیں کہ زیادہ باتیں کرنے اور قہقہہ لگانے سے وقار مجروح ہوتا ہے۔

(6)......دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں ہے کہ یہ مُعزّز و مُہذّب لوگوں کے طریقے کے خلاف ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے مطابق گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اولاد کی تربیت کے چار اہم امور

حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی جو نصیحتیں یہاں ذکر ہوئیں، ان سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت کرنے کے معاملے میں والدین کو درج ذیل 4 اُمور کا بطورِ خاص لحاظ کرنا چاہیے،

(1)......ان کے عقائد کی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے۔

(2)......ان کے ظاہری اعمال درست کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

(3)......ان کے باطن کی اصلاح اور درستی کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔

(4)......ان کی اخلاقیات بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یہ چاروں چیزیں دنیا اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی اہم ہیں، جیسے عقائد کی درستی دنیا میں بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات کا سبب ہے اور عقائد کا بگاڑ آفتوں، مصیبتوں اور بلاؤں کے نازل ہونے کا ذریعہ ہے اور عقائد کی درستی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہونے جنت میں داخلہ نصیب ہونے کا مضبوط ذریعہ ہے اور جس کے عقائد درست نہ ہوئے اور گمراہی کی حالت میں مر گیا تو وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہو گیا اور جو کفر کی حالت میں مر گیا وہ تو ضرور ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائے گا۔ اسی طرح ظاہری اور باطنی اعمال صحیح ہوں گے تو دنیا میں نیک نامی اور عزت وشہرت کا ذریعہ ہیں اور آخرت میں جنت میں جانے کا وسیلہ ہیں اور اگر درست نہ ہوں گے تو دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامان ہیں اور آخرت میں جہنم میں جانے کا ذریعہ ہیں، یونہی اخلاق اچھے ہوں گے تو معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے اور لوگ اس کی عزت کریں گے جبکہ برے اخلاق ہونے کی صورت میں معاشرے میں اس کا جو وقار گرے گا اور بے عزتی ہوگی وہ تو

اپنی جگہ الٹا والدین کی بدنامی اور رسوائی کا سبب ہوگا اور اچھے اخلاق آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہیں جبکہ برے اخلاق اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور لوگوں کی طرف سے اپنے حقوق کے مطالبات کا سامان ہیں۔افسوس! ہمارے معاشرے میں والدین اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں یہ تو دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ دُنْیَوی تعلیم اور دنیا داری میں کتنا اچھا اور چالاک، ہوشیار ہے لیکن اس طرف توجہ بہت ہی کم کرتے ہیں کہ اس کے عقائد ونظریات کیا ہیں اور اس کے ظاہری اور باطنی اعمال کس رخ کی طرف جارہے ہیں۔والدین کی یہ انتہائی دلی خواہش تو ہوتی ہے کہ ان کا بچہ دنیا کی زندگی میں کامیاب انسان بنے، اس کے پاس عہدے اور منصب ہوں، عزت، دولت اور شہرت اس کے گھر کی کنیز بنے لیکن یہ تمنا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے کہ ان کی اولاد دینی اعتبار سے بھی کامیابی کی راہ پر چلے، مسلمان ماں باپ کی اولاد ہونے کے ناطے اپنے دین و مذہب اور اس کی تعلیمات سے اچھی طرح آشنا ہو، اس کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور اس کا طرزِ زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔والدین کی یہ آرزو تو ہوتی ہے کہ ان کی اولاد دنیا میں خوب ترقی کرے تاکہ اولاد کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا بھی سَنْوَر جائے اور انہیں بھی عیش وآرام نصیب ہو لیکن اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کی اولاد قبر کی زندگی میں ان کے چین کا باعث بنے اور آخرت میں ان کے لئے شفاعت ومغفرت کا ذریعہ بنے۔جو لوگ صرف اپنی دنیا سنوارنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد صرف دنیا کی زیب وزینت اور اس کی آسائشوں کا حصول ہے، ان کے لئے درج ذیل آیات میں بڑی عبرت اور نصیحت موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

---

1 ......ھود: ۱۵، ۱۶.

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا(۱۸) وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ بنے اور والدین کے دُنْیَوی سکون اور اُخروی نجات کا سامان ہو، اٰمین۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی اور بعضے آدمی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یوں کہ نہ علم نہ عقل نہ کوئی روشن کتاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کو اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ

[1] ……بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹۔

(انہیں) نہ علم ہے اور نہ عقل اور نہ کوئی روشن کتاب۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ان نصیحتوں کا بیان ہوا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں اور اب یہاں سے وہ نعمتیں ذکر کی جا رہی ہیں جن سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر اِستدلال ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے دریا، نہریں، کانیں، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ، ان سب کو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے جس کے نتیجے میں تم آسمانی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور زمینی چیزوں سے فائدے حاصل کرتے ہو۔[1]

﴿وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً: اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں۔﴾ یہاں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں جن میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ مختلف افراد کو مختلف نعمتیں عطا کی گئیں، ان مختلف اقوال میں سے 6 قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ظاہری نعمت سے مراد اسلام اور قرآن ہے اور باطنی نعمت یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے گناہوں پر پردے ڈال دیئے، تمہاری پوشیدہ باتیں نہ کھولیں اور تمہیں سزا دینے میں جلدی نہ فرمائی۔

(2)......ظاہری نعمت سے مراد اَعضاء کی درستی اور صورت کا حسن ہے اور باطنی نعمت سے مراد دل کا اعتقاد ہے۔

(3)......ظاہری نعمت سے مراد رزق ہے اور باطنی نعمت سے مراد حسنِ خُلق ہے۔

(4)......ظاہری نعمت سے مراد شرعی اَحکام کا ہلکا ہونا ہے اور باطنی نعمت سے مراد شفاعت ہے۔

(5)......ظاہری نعمت سے مراد اسلام کا غلبہ اور دشمنوں پر فتح یاب ہونا ہے اور باطنی نعمت سے مراد فرشتوں کا امداد کے لئے آنا ہے۔

(6)......ظاہری نعمت سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی ہے اور باطنی نعمت سے مراد ان کی

1......تفسیر کبیر، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۰، ۹/۱۲۳-۱۲۴، جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۳۴۷، مدارک، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۹۲۱، ملتقطاً۔

محبت ہے۔ [1]

یہ تو چند نعمتیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو اتنی کثیر ہیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُؕ-وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں وہ بھی بہت کچھ دیدیا جو تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔

تو کیا یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔

﴾وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ: اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں۔﴿ ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے، نہ عقل اور نہ ہی کوئی روشن کتاب ہے، اس لئے وہ جو کہیں گے جہالت اور نادانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی شان میں اس طرح کی جرأت اور لب کشائی انتہائی بیجا اور گمراہی ہے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت نضر بن حارث، اُبی بن خلف، امیہ بن خلف اور ان جیسے دیگر کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو بے علم اور جاہل ہونے کے باوجود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جھگڑے کیا کرتے تھے۔ [3]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر سے متعلق مزید کلام سورۂ حج کی آیت نمبر 8 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں جو بات نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ عقائد میں کلام کرنے کو لوگوں نے بہت آسان سمجھ رکھا ہے اور اگر عوام میں بیٹھ کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ میڈیا کی وجہ سے لوگوں نے جیسے سیاست و ریاست کے ہر مسئلے پر کلام کرنے کو اپنا حق سمجھ لیا ہے اسی طرح دین، اسلام، قرآن، ایمان، آخرت اور خدا کے بارے میں بھی بے سوچے سمجھے بس اپنے دماغ میں اپنی کوئی من پسند یا سنی سنائی بات بٹھا کر کلام کر لینے کو آسان سمجھ لیا ہے۔ یہ نہایت خطرناک رَوِش ہے۔ سیاست وغیرہ میں لوگ مختلف نکتہ ہائے نظر رکھ سکتے ہیں لیکن عقائد اور دین کا معاملہ ایسا نہیں ہے وہاں مُتَعَیَّن طور پر وہی

---

1 ……خازن، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ۳/۴۷۲.

2 ……ابراهیم: ۳۴.

3 ……خازن، لقمان، تحت الآیة: ۲۰، ۳/۴۷۲.

عقیدہ رکھنا فرض ہے جو قرآن وحدیث میں آیا ہے اور جسے امتِ مُسلمہ نے اپنایا ہے۔اس لئے ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ عقیدے کے معاملے میں کوئی بھی شخص اپنی ذاتی رائے ہرگز نہ دے بلکہ کوئی بات ہو تو فوراً یہی کہے کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآن وحدیث میں بیان ہوا اور میں اپنی رائے سے نہ کوئی بات کہنا چاہتا ہوں اور نہ امتِ مسلمہ سے ہٹ کر کسی کی رائے سننا چاہتا ہوں۔

علماء و مفتیانِ کرام سے مسائل پوچھنے والوں کو نصیحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم کے بغیر دینی احکام اور مسائل میں بحث نہیں کرنی چاہئے ،اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو علماء اور مُفتیانِ کرام سے مسائل پوچھنے آتے ہیں اور جب انہیں اپنی پسند اور مراد کے مطابق جواب نہیں ملتا تو وہ جاہلوں کی طرح جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔یاد رہے کہ ایک عالم اور مفتی کی ذمہ داری شریعت کے حکم کو بیان کرنا ہے جبکہ عوام کی ذمہ داری اس حکم کے مطابق عمل کرنا ہے نہ کہ بحث کرنا اور جاہلوں کی طرح جھگڑا شروع کر دینا تو کسی مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ تو کافروں کا طریقہ ہے، لہٰذا اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَاؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن سے کہا جائے اس کی پیروی کرو جو اللّٰہ نے اُتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ شیطان ان کو عذابِ دوزخ کی طرف بلاتا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللّٰہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔کیا اگرچہ شیطان ان کو عذابِ دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔

﴿ **وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ** :اور جب ان سے کہا جائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب ان جھگڑا کرنے والوں سے کہا جائے کہ جو قرآن اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمایا ہے تم اس کی پیروی کرو،تو اس کے جواب میں وہ کہتے

ہیں: ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی رہیں گے۔ اس پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا اگر چہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو جب بھی وہ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کئے جائیں گے۔ یہ کتنے بیوقوف ہیں کہ انہیں معلوم بھی ہے کہ شیطان انہیں گمراہ کررہا ہے اور دوزخ کی طرف بلا رہا ہے مگر پھر بھی شریعت پر چلنے کی بجائے جاہل باپ دادوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ [1]

وَ مَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۲۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنا منہ اللّٰہ کی طرف جھکا دے اور ہو نیکوکار تو بیشک اُس نے مضبوط گرہ تھامی اور اللّٰہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اپنا منہ اللّٰہ کی طرف جھکا دے اور وہ نیک ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور سب کاموں کا انجام اللّٰہ ہی کی طرف ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: تو جو اپنا منہ اللّٰہ کی طرف جھکا دے۔﴾ یعنی جو اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کا دین قبول کرے، اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، اپنے کام اسی کے سپرد کرے اور اسی پر بھروسہ رکھے اور وہ نیک اعمال کرنے والا بھی ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور اس کے ذریعے وہ اعلیٰ مَراتب پر فائز ہو جائے گا اور سب کاموں کی انتہا اللّٰہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تو وہ ایسے شخص کو اچھی جزا دے گا۔ [2]

آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے ضروری عمل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے صحیح ایمان اور درست نیک اعمال دونوں کا ہونا

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۹۱، ملتقطاً.

2 ......خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۴۷۲، روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۲، ۷/۹۲، ملتقطاً.

ضروری ہے، یہی چیز قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بَلٰىۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں کیوں نہیں؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﹰالْحُسْنٰىۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہر حال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو عنقریب یہ لوگ ہدایت والوں میں سے ہوں گے۔

چنانچہ جو ایمان والا نہیں اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے کیسے ہی اچھے عمل کر رہا ہو اور جو صحیح ایمان لانے کے بعد نیک عمل نہیں کر رہا وہ اپنے آپ کو خطرے پر پیش کر رہا ہے کیونکہ برے اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے رحم نہ کیا تو اسے اس کے برے اعمال کے حساب سے ایک عرصے تک کے لئے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے صحیح ایمان لایا جائے اور پھر نیک اعمال کئے جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آخرت میں اچھی جزا نصیب ہو۔

---

1 ...... بقرہ: ۱۱۲.

2 ...... کہف: ۸۸.

3 ...... توبہ: ۱۸.

وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗؕ-اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۲۳) نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کفر کرے تو تم اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ اُنھیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ہم اُنہیں بتادیں گے جو کرتے تھے بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ہم اُنہیں کچھ برتنے دیں گے پھر اُنہیں بے بس کرکے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔انھیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے تو ہم انہیں بتا دیں گے جوانہوں نے کیا ہوگا بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

﴿ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ : اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ تسلی رکھیں اور کفر کرنے والے کے کفر پر غمزدہ نہ ہوں کیونکہ اس کا کفر کرنا دنیا و آخرت میں آپ کے لئے کسی طرح نقصان دہ نہیں، ان لوگوں کو مرنے کے بعد ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح ان کے ظاہری اعمال کو جانتا ہے اسی طرح ان کے دلوں کی بات بھی جانتا ہے تو وہ انہیں اس کی بھی سزا دے گا جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔(1)

﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا : ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کو تھوڑی مہلت دیں گے تاکہ وہ اپنی موت تک دنیا کی نعمتوں سے مزے اٹھالیں، پھر انہیں آخرت میں سخت عذاب کی طرف جانے پر مجبور کردیں

1 ......صاوی، لقمان، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۱۶۰۴، روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۲۳، ۷/۹۲، تفسیر کبیر، لقمان، تحت الآیة: ۲۳، ۹/۱۲۶، ملتقطاً.

گے اور وہ جہنم کا عذاب ہے جس سے یہ لوگ کبھی رہائی نہ پاسکیں گے۔(1)

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُؕ-قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِؕ-بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ اُن میں اکثر جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ''اللہ نے'' تم فرماؤ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

﴿وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر اگرچہ کفر اور شرک کی وادیوں میں گھوم رہے ہیں لیکن اگر ان سے سوال کیا جائے کہ بتاؤ یہ زمین اور آسمان کس نے بنائے ہیں؟ تو ضرور ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اُن کے اقرار سے یہ لازم آتا ہے کہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اللہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، تو واجب ہوا کہ اس کی حمد کی جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے جبکہ ان جاہلوں کا حال یہ ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ (مَعَاذَاللہ) شرک اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔(2)

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

---

1 ......خازن، لقمان، تحت الآية: ٢٤، ٣/٤٧٢، جلالين، لقمان، تحت الآية: ٢٤، ص٣٤٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، لقمان، تحت الآية: ٢٥، ص٩٢٠، صاوى، لقمان، تحت الآية: ٢٥، ٥/١٦٠٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کے لائق ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، مخلوق اور بندے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (1)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ: بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے، تعریف کے لائق ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات اور صفات میں بے نیاز ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا بے نیاز نہیں بلکہ ساری کائنات اسی کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں تعریف کے لائق ہے اگرچہ کوئی بھی اس کی حمد نہ کرے۔ (2)

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہوجائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بیشک اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جاتے اور سمندر (ان کی سیاہی، پھر) اس کے بعد اس (پہلی سیاہی) کو سات سمندر مزید بڑھا دیتے تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوتیں بیشک اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ: اور زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جاتے﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے اپنی عظمت کا بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ساری زمین میں موجود تمام درختوں

1 ......جلالين، لقمان، تحت الآية: ٢٦، ص٣٤٨.

2 ......روح البيان، لقمان، تحت الآية: ٢٦، ٧/٩٣.

کی قلمیں بنادی جائیں جو کھربوں سے بھی کھربوں گنا زیادہ ہوں گی اور لکھنے کے لئے سمندر بلکہ سات سمندروں کو سیاہی بنالیا جائے اوران قلموں اور سیاہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت مثلاً علم ،قدرت ،صِفات کولکھا جائے تو سارے قلم اور سمندر ختم ہو جائیں لیکن عظمتِ الٰہی کے کلمات ختم نہ ہوں کیونکہ سمندر سات ہوں یا کروڑوں ، جتنے بھی ہوں بہر حال وہ محدود ہیں اوران کی کوئی نہ کوئی انتہاء ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں ،تو مُتناہی چیز غیر مُتناہی کا اِحاطہ کر ہی نہیں سکتی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ،ان میں سے دو قول درج ذیل ہیں۔

(1)...... جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں کے علماء نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ’’**وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا**‘‘، یعنی تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔‘‘ تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف آپ کی قوم؟ ارشاد فرمایا ’’سب مراد ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے اوراس میں ہر چیز کا علم ہے؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر چیز کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے اور تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا ہے کہ اگر اس پر عمل کرو تو نفع پاؤ گے۔ انہوں نے کہا: آپ کیسے یہ خیال فرماتے ہیں حالانکہ آپ کا قول تو یہ ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیرِ کثیر دی گئی ،تو قلیل علم اور کثیر خیر کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس صورت یہ آیت مدنی ہوگی۔

(2)...... یہودیوں نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جا کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس طرح کا کلام کریں۔ (1)

مَا خَلۡقُكُمۡ وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ ۲۸

ترجمۂ کنزالایمان: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

---

(1)...... مدارك، لقمان، تحت الآية: ۲۷، ص ۹۲۱، جلالين، لقمان، تحت الآية: ۲۷، ص۳۴۸، خازن، لقمان، تحت الآية: ۲۷، ۴۷۳/۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا، بیشک اللّٰہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ : تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کے کمال کو بیان فرمایا اور اب یہاں سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے سے متعلق کفارِ مکہ کو سمجھایا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اللّٰہ تعالیٰ کیلئے ایک جان کو پیدا کرنے کے برابر ہے، یہ اللّٰہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں کیونکہ اس کی قدرت تو یہاں تک ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک لفظ "کُنْ" فرما کر سب کو پیدا کر دے۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ تمہارے اَقوال کو سننے والا اور تمہارے افعال کو دیکھنے والا ہے تو وہ تمہیں تمہاری باتوں اور عملوں کا بدلہ دے گا۔ [1]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اُبی بن خلف اور کفارِ مکہ کی ایک جماعت نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: بے شک اللّٰہ تعالیٰ نے مختلف مَراحل سے گزار کر ہمیں پیدا فرمایا، جیسے پہلے ہم نطفہ کی شکل میں تھے، پھر جما ہوا خون بنے، پھر گوشت کا ٹکڑا بنے، پھر ہماری ہڈیاں اور اَعضا وغیرہ بنے۔ تخلیق کے ان مراحل کو جاننے کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب کو ایک ہی گھڑی میں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی [2] اور اس میں گویا کہ فرمایا گیا: یہاں بہت آہستگی سے پیدا فرمانا دوسری حکمتوں سے ہے نہ کہ رب تعالیٰ کی مجبوری کی بناء پر اور وہاں ایک دم پیدا فرمانے میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوگا، لہٰذا غائب کو حاضر پر قیاس نہ کرو۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ٛ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۲۸، ۹۶/۷، خازن، لقمان، تحت الآیة: ۲۸، ۴۷۳/۳، مدارك، لقمان، تحت الآیة: ۲۸، ص ۹۲۱، ملتقطاً.

2 ......صاوی، لقمان، تحت الآیة: ۲۸، ۱۶۰۵/۵، ملخصاً.

خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ اس لیے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں سب باطل ہیں اور اس لیے کہ اللّٰہ ہی بلند بڑائی والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگادیا، ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ کہ اللّٰہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ یہاں سے ایک بار پھر اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے ایک موسم میں رات کے کچھ حصے کو کم کر کے دن میں داخل کردیتا ہے اور ایک موسم میں دن کے کچھ حصے کو بڑھا کر رات میں داخل کردیتا ہے اور جو وقت ایک میں سے کم کرتا ہے اسے دوسرے میں بڑھا دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو بندوں کے نفع کے لئے کام میں لگا دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک، مقررہ مدت تک اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہے گا اور کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ جو عجائبات بیان ہوئے ان پر صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی قادر ہے، اس لئے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل اور فنا ہونے والے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا اور اللّٰہ تعالیٰ کی یہ قدرت و عظمت اس لئے

ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات وصفات میں بلندی والا اور بڑائی والا ہے۔[1]

یادر ہے کہ آیت نمبر 29 میں جو سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا گیا کہ ’’ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے‘‘ اس میں مقررہ مدت سے مراد قیامت کا دن ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے مُعَیَّن اوقات تک چلتے ہیں جیسے سورج سال کے آخر تک اور چاند مہینے کے آخر تک چلتا ہے۔[2]

نیز خیال رہے کہ اگرچہ بعض کفار انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوجتے ہیں مگر ان بزرگوں کو باطل نہیں کہا جاسکتا، وہ بالکل حق ہیں البتہ ان کی عبادت کرنا باطل ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے لفظ ’’مَا‘‘ ذکر فرمایا ہے اور یہ لفظ عربی زبان میں بے عقل چیزوں کے لئے آتا ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جن پتھروں اور درختوں وغیرہ بے جان چیزوں کو لوگ پوجتے ہیں وہ باطل ہیں۔ یا یہاں یہ لفظ مصدر کے معنی میں ہے یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پوجنا باطل اور جھوٹ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ تمہیں وہ اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر کرنے والے شکر گزار کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کی ایک اور دلیل ذکر کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کی رحمت اور اس کے احسان سے چلتی

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ٢٩-٣٠، ٧/٩٦-٩٨، خازن، لقمان، تحت الآیة: ٢٩-٣٠، ٣/٤٧٣، مدارك، لقمان، تحت الآیة: ٢٩-٣٠، ص٩٢١، جلالین، لقمان، تحت الآیة: ٢٩-٣٠، ص٣٤٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، لقمان، تحت الآیة: ٢٩، ص٩٢١.

ہے ورنہ اس کے لئے وہاں ہزار ہا آفتیں موجود ہیں جو اس کی روانی میں رکاوٹ بن سکتی اور کشتی کوڈبو سکتی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہ فضل اس لئے فرمایا تاکہ وہ تمہیں اپنی وحدت، قدرت اور علم کے بعض دلائل اور اپنی قدرت کے عجائبات کی کچھ نشانیاں دکھادے۔ بیشک کشتی کی روانی میں ہر اس شخص کیلئے نشانیاں ہیں جو بلاؤں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالٰی کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار رہو۔ صبر اور شکر یہ دونوں صفتیں مومن کی ہیں تو گویا ارشاد فرمایا ''اس میں ہر مومن کے لئے نشانیاں ہیں۔ (1)

وَ اِذَا غَشِیَهُمۡ مَّوۡجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمۡ اِلَى الۡبَرِّ فَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر آپڑتی ہے کوئی موج پہاڑوں کی طرح تواللہ کو پکارتے ہیں نرے اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے پھر جب اُنہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اُن میں کوئی اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار نہ کرے گا مگر ہر بڑا بے وفا ناشکرا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے تواللہ ہی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں پھر جب (اللہ) انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو ان میں کوئی (ہی) اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔

﴿ وَ اِذَا غَشِیَهُمۡ مَّوۡجٌ كَالظُّلَلِ: **اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جب کفار کو سمندری سفر کے دوران پہاڑوں جیسی موجیں نیست ونابود کرنے لگتی ہیں تو وہ اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ وَحۡدَهٗ لَا

1 ......روح البيان، لقمان، تحت الآية: ۳۱، ۹۸/۷، مدارك، لقمان، تحت الآية: ۳۱، ص ۹۲۲، ملتقطاً.

شَرِیک کو پکارتے، اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے اور اسی سے دعا و اِلتجاء کرنے لگتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک کو بھول جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے صحیح سلامت ساحل پر پہنچ جاتے تو ان میں سے چند ایک ہی اپنے ایمان اور اخلاص پر قائم رہتے ہیں ورنہ اکثریت پھر کفر کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت عکرمہ بن ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، جس سال مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گیا، وہاں مخالف ہوا نے گھیرا اور خطرے میں پڑ گئے تو عکرمہ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطرے سے نجات دے تو میں ضرور دو عالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور ہوا ٹھہر گئی۔ عکرمہ مکہ مکرمہ کی طرف آ گئے اور اسلام لائے اور بڑا اخلاص والا اسلام لائے تو یہ اعتدال پر رہنے والے تھے اور ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے عہد پورا نہ کیا، ان کے بارے میں اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ صرف مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور آرام میں بھول جانا کافروں کا عمل ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وقفة وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کامی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حلم پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔

[1] ......خازن، لقمان، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۴۷۴.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔﴾ یعنی اے اہلِ مکہ! اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور قیامت کے دن سے خوف کرو جس دن ہر انسان نفسی نفسی کہتا ہوگا اور باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آسکے گا، نہ کافروں کی مسلمان اولاد انہیں فائدہ پہنچا سکے گی نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور ایسا دن ضرور آنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کی جزا دیئے جانے کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے تو دنیا کی زندگی جس کی تمام نعمتیں اور لذتیں فانی ہیں وہ تمہیں ہرگز دھوکا نہ دے کہ ان نعمتوں اور لذتوں کے شیفتہ ہو کر ایمان کی نعمت سے محروم رہ جاؤ اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا شیطان دور دراز کی امیدوں میں ڈال کر تمہیں اللہ تعالیٰ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ (1)

اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد کا بھی رد ہے کہ یہودی کہتے تھے: ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں اس لیے ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا، جبکہ عیسائی یہ کہتے تھے: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سب کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے اس لیے ہمیں بھی کچھ نہیں ہوگا۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ عقیدے کی درستی کے بغیر کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا، ہاں عقیدہ درست ہوا تو نیک دوست، نیک والدین، نیک اولاد سب کی طرف سے فائدہ مُتَوَقَّع ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۠ (۳۴)

ع ۱۳

(1) ……روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۳، ۷/ ۱۰۰-۱۰۱، خازن، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۳، ۳/ ۴۷۴، مدارک، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۳، ص ۹۲۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبردار ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ : بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، مجھے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی؟ نیز یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، البتہ مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو میں کیا کروں گا؟ نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، لیکن مجھے یہ بتائیے کہ میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

[illegible]

اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی اور مخلوق کو علمِ غیب عطا کئے جانے کے بارے میں سورۂ جن کی آیت نمبر 26 اور 27 میں ارشاد ہوا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ علمِ غیب آیت میں مذکور پانچ چیزوں سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے بارے میں،

1 ......روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/۱۰۳.

ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے مخلوق بھی غیب جان سکتی ہے۔خلاصہ یہ کہ ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اورانبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اوراولیاءِعظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کوغیب کاعلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے، یہ اس اِختصاص کے مُنافی نہیں جو آیت میں بیان ہوا بلکہ اس پر کثیر آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا ان اُمور کی خبریں اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاءِعظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے بکثرت دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں، تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں (حمل کی جمع) میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے، تو اس آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔اس کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صد ہا آیات واَحادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ:اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 26ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ ''اَلصَّمْصَامُ عَلٰی مُشَکِّکٍ فِیْ آیَۃِ عُلُوْمِ الْاَرْحَامْ'' (علومِ اَرحام سے تعلق رکھنے والی آیتوں سے متعلق کلام) کا مطالعہ فرمائیں۔

سُوْرَةُ السَّجْدَة

سورۂ سجدہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ سجدہ آیت نمبر 18 ”اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا“ سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 3 رکوع، 30 آیتیں، 380 کلمے اور 1518 حروف ہیں۔[2]

''سجدہ'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی آیت نمبر 15 میں ان مسلمانوں کا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآنِ پاک کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ سجدہ'' رکھا گیا۔

سورۂ سجدہ کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دَہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[3]

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک نیند نہ فرماتے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرما لیتے۔[4]

(3)......حضرت خالد بن معدان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''نجات دلانے والی سورت کو پڑھا کرو اور وہ سورت ”الٓمّٓ ۚ تَنْزِيْلُ“ ہے۔ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص صرف اسی سورت کی تلاوت کیا کرتا تھا اور وہ بکثرت گناہ بھی کرتا تھا۔ (اس شخص کے انتقال کے بعد) اس سورت نے اس کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے اور کہا ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ،

1......خازن، تفسیر سورة السجدة، ۳/۴۷۵.

2......خازن، تفسیر سورة السجدة، ۳/۴۷۵.

3......بخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة، ۱/۳۰۸، الحدیث: ۸۹۱.

4......ترمذی، کتاب الدعوات، ۲۲-باب منه، ۵/۲۵۸، الحدیث: ۳۴۱۵.

اس کی مغفرت فرما دے، کیونکہ یہ کثرت سے میری تلاوت کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں اس سورت کی شفاعت قبول فرمالی اور فرمایا ’’اس کے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو۔‘‘[1]

سورۂ سجدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور اس سورت میں بطورِ خاص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمائی اور اس چیز میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو ثابت کیا گیا اور مشرکین کے اس نظریے کا رد کیا گیا کہ قرآن حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلائل ذکر کئے گئے۔

(4)......کفار اور فرمانبردار مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن کافر ذلت و رسوائی کا سامنا کریں گے، نیک اعمال کرنے کی خاطر دنیا میں لوٹ جانے کی تمنا کریں گے اور وہ دردناک عذاب چکھیں گے جبکہ مسلمان چونکہ دنیا میں راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خوف اور امید رکھتے ہوئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارتے تھے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے اپنے مال راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے، اس لئے آخرت میں انہیں ان کے اعمال کی جزاء عظیم ثواب کی صورت میں ملے گی، اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور انہیں جنت میں ہمیشہ کے لئے داخلہ نصیب ہوگا۔

(5)......یہ بتایا گیا ہے کہ کفار اور مسلمانوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہے۔

(6)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کے درمیان مشابہت بیان کی گئی ہے۔

---

1 ......سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ تنزیل السجدۃ وتبارک، ۲/۵۴۶، الحدیث: ۳۴۰۸.

(7)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کرکے اس امت میں سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔

(8)......اس سورت کے آخر میں اسلام کے بنیادی عقائد، توحید، رسالت اور حشر ونشر پر کلام کیا گیا ہے۔

سورۂ لقمان کے ساتھ مناسبت

سورۂ سجدہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''لقمان'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ لقمان میں جن پانچ مخصوص غیبی چیزوں کے ذاتی علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ان پانچ چیزوں کی تشریح سورۂ سجدہ میں کی گئی ہے۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب کا اُتارنا بیشک پروردگارِ عالَم کی طرف سے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتاب کا اتارنا بیشک پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔

﴿الٓمّٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ: کتاب کا نازل کرنا۔﴾ اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنا کر نازل کرنا رَبُّ الْعَالَمِین عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے اس کے مثل ایک سورت یا چھوٹی سی عبارت بنانے سے عرب کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہ گئے۔

---

[1]......تناسق الدرر، سورة السجدة، ص ۱۱۱، ملخصاً.

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُۚ-بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کہتے ہیں اُن کی بنائی ہوئی ہے بلکہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا اس امید پر کہ وہ راہ پائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ بلکہ یہی تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ڈرسناؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (ڈراؤ) کہ وہ ہدایت پائیں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟﴾ جب حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام قرآنِ پاک کو لے کر نازل ہوئے تو کفارِ قریش نے اس کا انکار کردیا اور کہنے لگے کہ یہ مُقدّس کتاب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے پاس سے بنالی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مشرکین یہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہی قرآن تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حق ہے اور یہ اس لئے نازل ہوا تاکہ آپ ان لوگوں کو، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرائیں کہ وہ گمراہی سے ہدایت پا جائیں۔[1]

اس آیت میں جو بیان ہوا کہ ''جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا'' ان لوگوں سے مراد زمانۂ فِترت کے لوگ ہیں۔ اہلِ عرب کے لئے اس زمانے کی مدت حضرت اسماعیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تک تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے وہ زمانہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بِعثت تک تھا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔

1 ......تفسیر سمرقندی، السجدة، تحت الآیة: ۳، ۲۷/۳، ملخصاً.

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد دنیا میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ کسی نبی کے تشریف نہ لانے کی صراحت اس حدیث پاک میں بھی موجود ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں دنیا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کس طرح؟ ارشاد فرمایا: سارے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام علّاتی بھائی ہیں جن کی مائیں (یعنی فروعی احکام) الگ الگ ہیں اور ان کا دین (یعنی اصولی عقائد) ایک ہے اور میرے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (1)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا اس سے چھوٹ کر تمہارا کوئی حمایتی نہ سفارشی تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کچھ چھ دن میں بنایا پھر عرش پر استواء فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: اللّٰہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ یاد رہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں بنانے اور اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اَعراف، آیت نمبر 54 کے تحت

1 ......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیہ السلام، ص۱۲۸۷، الحدیث: ۱۴۵(۲۳۶۵).

تفسیر میں گزر چکی ہے اور جن 6 دنوں میں دنیا بنائی ان کی تفصیل سے متعلق یہاں ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن زمین پر چلنے والے جانداروں کو پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جمعہ کے دن، اس کی ساعات میں سے آخری ساعت میں، عصر کے بعد سے رات کے وقت کے درمیان پیدا کیا۔ [1]

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ: اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔﴾ یعنی اے گروہِ کفار! اگر تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ یعنی اسلام اختیار نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں کوئی مددگار ملے گا جو تمہاری مدد کر سکے، نہ کوئی شفیع جو تمہاری شفاعت کرے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی نصیحتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ [2]

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر (ہر کام) اُس دن میں اسی کی طرف رجوع کرے گا جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے۔

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ: وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت

[1] ......مسلم، كتاب صفة القيامة والجنّة والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم عليه السلام، ص ١٥٠٠، الحديث: ٢٧(٢٧٨٩).

[2] ......جلالين، السجدة، تحت الآية: ٤، ص٣٤٩، مدارك، السجدة، تحت الآية: ٤، ص٩٢٤، ملتقطاً.

تک ہونے والے دنیا کے تمام کاموں کی اپنے حکم، اَمر اور اپنے قضا وقدر سے تدبیر فرماتا ہے۔ پھر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد اس دن اَمر و تدبیر یعنی بندوں کو حاصل ظاہری تَصَرُّف بھی اللہ تعالیٰ کے پاس منتقل ہو جائے گا جس کی مقدار دنیا کے اَیّام کے حساب سے ہزار سال ہے اور وہ دن روزِ قیامت ہے۔[1]

یاد رہے کہ قیامت کے دن کی درازی بعض کافروں کے لئے ہزار برس کے برابر ہوگی اور بعض کے لئے پچاس ہزار برس کے برابر، جیسا کہ سورۂ معارج میں ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرشتے اور جبرئیل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں، وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

اور مومن پر یہ دن ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھتا تھا، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کا دن مومن پر ہلکا ہوگا حتّٰی کہ اس فرض نماز سے بھی زیادہ ہلکا ہوگا جو مومن دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔[3]

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا عزت و رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا، عزت والا، رحمت والا۔

﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ: یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ اے لوگو!

1 ......خازن، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۳/۴۷۵، صاوی، السجدۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۵/۱۶۱۲، ملتقطاً.

2 ......معارج: ۴.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، ۴/۱۵۱، الحدیث: ۱۱۷۱۷.

اللّٰہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جاننے والا ہے جو تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور ان چیزوں کو بھی جاننے والا ہے جن کا تم مشاہدہ کر سکتے ہو اور جو کوئی اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اور اس کے غیر کو اس کا شریک ٹھہرائے اور اس کے رسولوں کو جھٹلائے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے اور جو اپنی گمراہی سے توبہ کر لے، اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے اور نیک اعمال بجالائے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما کر رحمت فرمانے والا ہے۔(1)

اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائشِ انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔ پھر اُس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے۔ پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے کیا ہی تھوڑا حق مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے فرمائی۔ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے ٹھیک بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت تھوڑا شکرادا کرتے ہو۔

﴿ اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے جو چیز بھی بنائی وہ حکمت کے تقاضے کے عین مطابق بنائی ہے، ہر جاندار کو وہ صورت دی جو اُس کے معاش کے لئے بہتر ہے اور اس کو ایسے اعضاء عطا فرمائے جو اس کے معاش کے لئے مناسب ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنا کر انسان کی پیدائش کی ابتداء

(1)......تفسیر طبری، السجدة، تحت الآیة: ٦، ١٠/٢٣٢-٢٣٣، ملخصاً.

مٹی سے فرمائی، پھر ان کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے یعنی نطفے سے بنائی، پھر اسے مکمل درست بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس کو بے حس، بے جان ہونے کے بعد حسّاس اور جاندار کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم سنو، دیکھو اور سمجھو اور تمہارا حال یہ ہے کہ ان عظیم نعمتوں کے مقابلے میں تم رب تعالیٰ کا بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو۔ (1)

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے کیا پھر نئے بنیں گے بلکہ وہ اپنے رب کے حضور حاضری سے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم مٹی میں گم ہوجائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

﴿**وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔**﴾ قیامت کے بارے میں کفار جس شبہ میں مبتلا تھے یہاں اس کا ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مٹی میں مل کر خاک ہوجائیں گے اور ہمارے اَجزاء مٹی سے ممتاز نہ رہیں گے تو ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کفار صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہی منکر نہیں بلکہ وہ موت کے بعد اُٹھنے اور زندہ کئے جانے کا انکار کرکے اس انتہا تک پہنچ گئے ہیں کہ عاقبت کے تمام اُمور کے منکر ہیں حتّٰی کہ رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حاضر ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ (2)

---

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ۷-۹، ۳/۴۷۶، مدارك، السجدة، تحت الآية: ۷-۹، ص۹۲۵، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ۷-۹، ۷/۱۱۱-۱۱۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ۱۰، ۳/۴۷۶، مدارك، السجدة، تحت الآية: ۱۰، ص۹۲۵، تفسير طبری، السجدة، تحت الآية: ۱۰، ۱۰/۲۳۶، ملتقطاً.

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ع ۱۱ / ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔

﴿قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ: تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے۔﴾ اس فرشتہ کا نام حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ اپنے کام میں کچھ غفلت نہیں کرتے اور جس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، بلا تاخیر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ مروی ہے کہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح کر دی گئی ہے تو وہ مَشارق و مَغارب کی مخلوق کی روحیں کسی مشقت کے بغیر اُٹھا لیتے ہیں اور رحمت و عذاب کے بہت سے فرشتے اُن کے ماتحت ہیں۔ (1)

[illegible]

حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام مومن اور کافر ہر انسان کی روح قبض فرماتے ہیں لیکن جب کافر کی روح قبض فرماتے ہیں تو اس وقت انتہائی ڈراؤنی شکل میں اس کے پاس آتے ہیں اور جب مومن کی روح قبض فرماتے ہیں تو انتہائی خوبصورت شکل میں اس کے پاس تشریف لاتے اور اس کے ساتھ نرمی و شفقت بھرا سلوک فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنا لیا تو حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی خوشخبری دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو اجازت دے دی۔ جب حضرت عزرائیل عَلَیْہِ

(1) ......خازن، السجدة، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۴۷۶.

السَّلام حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ’’اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلَام، مجھے دکھاؤ کہ تم کافروں کی روحیں کس طرح قبض کرتے ہو؟ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ اس (وقت کی میری حالت) کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’میں دیکھ سکنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: آپ اپنا رخ پھیر لیجئے۔ جب (کچھ دیر بعد) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پلٹ کر ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف دیکھا تو وہ سیاہ رنگ کے آدمی کی شکل میں تھے، ان کا سر آسمان تک پہنچ رہا تھا، ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان کے جسم کا ہر بال ایک ایسے انسان کی صورت میں تھا جس کے منہ اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ (حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر غشی طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا اور اس عرصے میں ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام اپنی پہلی صورت میں آچکے تھے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلَام، اگر کافر کو (موت کے وقت) آپ کی یہ صورت دیکھنے کے علاوہ کوئی اور غم یا آزمائش نہ بھی پہنچے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔ اب مجھے دکھاؤ کہ تم مومن کی روح کس طرح قبض کرتے ہو؟ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اپنا رخ پھیر لیجئے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا رخ پھیر لیا اور (کچھ دیر بعد) جب ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف دیکھا تو وہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک انتہائی خوبصورت چہرے والے نوجوان کی شکل میں موجود تھے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ’’اگر مومن اپنی موت کے وقت آپ کی اس صورت کے علاوہ کوئی اور آنکھوں کی ٹھنڈک یا کرامت نہ بھی دیکھ سکے تو یہی اس کے لئے کافی ہے۔ (1)

حضرت خزرج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو کھڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ’’اے ملک الموت! عَلَیْہِ السَّلَام، میرے صحابی کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنا کیونکہ وہ مومن ہے۔ حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ’’یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خوش رہیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، میں آپ پر ایمان لانے والے ہر شخص کے ساتھ انتہائی نرمی اور شفقت سے پیش آتا ہوں۔ (2)

---

1 ......در منثور، السجدة، تحت الآية: ١١، ٦/٥٤١.

2 ......معجم الكبير، خزرج الانصاری، ٤/٢٢٠، الحديث: ٤١٨٨.

﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ: پھرتم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔﴾ یعنی موت کے بعد تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور حساب و جزا کے لئے زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے۔[1]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی طرح تم دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے پاس اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوں گے (اور کہتے ہوں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں واپس بھیج دے تاکہ نیک کام کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

﴿ وَلَوْ تَرٰۤى: اور اگر تم دیکھتے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ (قیامت کے دن کفار کی حالت) دیکھ لیں تو بہت خوفناک منظر دیکھیں گے کہ جب کفار و مشرکین اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس اپنے افعال و کردار سے شرمندہ و نادم ہوکر، اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوئے ہوں گے اور عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، اب ہم نے مرنے کے بعد اٹھنے کو اور تیرے وعدہ اور وعید کی سچائی کو دیکھ لیا جن کے ہم دنیا میں منکر تھے اور تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو سن لیا تو اب ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔ بیشک اب ہم یقین کرنے والے ہیں اور اب ہم ایمان لے آئے ہیں۔ لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں کچھ کام نہ دے گا۔[2]

اور کفار کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ نیک بن جائیں گے کیونکہ ان کا حال یہ

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ١١، ص٩٢٥.

2 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ١٢، ص٩٢٦، خازن، السجدة، تحت الآية: ١٢، ٣/٤٧٧، جلالين، السجدة، تحت الآية: ١٢، ص٣٤٩، ملتقطاً.

ہے کہ اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر پہلے کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَــٴَـنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اُس کی ہدایت عطا فرماتے مگر میری بات قرار پاچکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جِنّوں اور آدمیوں سب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو اس کی ہدایت دیدیتے مگر میری یہ بات طے ہوچکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

﴿**وَ لَوْ شِئْنَا: اور اگر ہم چاہتے۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو ایمان کی ہدایت اور توفیق دیدیتے اور اس پر ایسا لطف و کرم کرتے کہ اگر وہ اس کو اختیار کرتا تو راہ یاب ہوتا، لیکن ہم نے ایسا نہ کیا، کیونکہ ہم کافروں کو جانتے تھے کہ وہ کفر ہی اختیار کریں گے، اور میری یہ بات طے ہوچکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو ان جنوں اور

1 ......انعام:۲۷،۲۸.

انسانوں سے بھر دوں گا جنہوں نے کفر اختیار کیا۔[1]

جن اور انسانوں سے جہنم بھر دیا جائے گا

معلوم ہوا کہ جہنم کو کافر جنوں اور انسانوں سے بھر دیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر ابلیس کو مُخاطَب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے سب سے جہنم بھر دوں گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب چکھو بدلہ اس کا کہ تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اب ہمیشہ کا عذاب چکھو اپنے کئے کا بدلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اب چکھو اِس بات کا بدلہ کہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، بیشک ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اور اپنے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿فَذُوْقُوْا: تو چکھو۔﴾ جب کافر جنّات اور انسان جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے ''تو اب عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اور دنیا میں ایمان نہ لائے تھے، بیشک ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا، اب تمہاری طرف کوئی توجہ نہ ہو گی اور تم اپنے کفر و تکذیب کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔[3]

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ١٣، ص٩٢٦، خازن، السجدة، تحت الآية: ١٣، ٣/٤٧٧، ملتقطاً.

2 ......ص: ٨٥.

3 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ١٤، ٣/٤٧٧، ملخصاً.

السجدۃ ۹

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة

ترجمۂ کنزالایمان: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ اُنہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ۔

﴿اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا: ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور قرآن کی آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جو قرآن میں غور و فکر کرتے اور اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب قرآن کی آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ خشوع و خضوع سے اور اسلام کی نعمت نصیب ہونے پر شکر گزاری کے لئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے ۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر ''سجدۂ تلاوت'' کرنا واجب ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

1 ......قرطبی، السجدة، تحت الآیة: ۱۵، ۷/۷۴، الجزء الرابع عشر، مدارك، السجدة، تحت الآیة: ۱۵، ص۹۲۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اُن کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمید کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں اور وہ ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ : ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں۔ ﴾ اس آیت میں ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم و گُداز بستروں کی راحت کو چھوڑ کر اُٹھتے ہیں اور ذکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں نیز اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔

نمازِ تہجد کے فضائل

اس آیت کے مفہوم میں رات میں عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا سب داخل ہیں، اس مناسبت سے یہاں تہجد کی نماز ادا کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں بالا خانے ہیں جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہوں گے۔ ایک اَعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللّٰه!** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہ کس کے لئے ہوں گے؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اچھی گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزہ رکھے اور رات میں نماز ادا کرے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ [1]

(2)......حضرت اسماء بنتِ یزید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا'' وہ لوگ کہاں ہیں جن

---

1 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی قول المعروف، ۳۹۶/۳، الحدیث: ۱۹۹۱.

کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے الگ رہتے تھے؟ چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے، پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی (جگہ کی) طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔[1]

﴿ **وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ: اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔** ﴾ یعنی ایمان والوں کا ایک وصف یہ ہے کہ ہم نے انہیں جو مال عطا کیا ہے اس میں سے وہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔[2]

اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، میں نے **رسولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنا زائد مال راہِ خدا میں خرچ کیا تو اس کے لئے سات سو گُنا اجر ہے، اور جس نے اپنی جان اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا، یا کسی مریض کی عیادت کی، یا اَذِیّت دینے والی چیز کو ہٹایا تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے۔[3]

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ اُن کے کاموں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے۔

﴿ **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ: تو کسی جان کو نہیں معلوم۔** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں آدمی کے تصور سے بڑھ کر ہیں۔ اللّٰه تعالٰی نے ایمان والوں کے لئے نیک اعمال کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے کسی جان کو اس چیز کا تفصیلی علم نہیں۔

---

1 ......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، تحسین الصلاة والاكثار منها... الخ، ۳/۱۶۹، الحديث: ۳۲۴٤.

2 ......روح البيان، السجدة، تحت الآية: ۱۶، ۷/۱۲۱.

3 ......مسند امام احمد، حديث ابی عبيدة بن الجراح واسمه عامر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنه، ۱/٤۱٤، الحديث: ۱۶۹۰.

[illegible]

آیت کی مناسبت سے یہاں جنتی نعمتوں سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا۔'' اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: '' **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ** ''۔ [1]

(2)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دریافت کیا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، سب سے کم درجے کا جنتی کون ہوگا؟ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ''ایک آدمی ہوگا جو تمام اہلِ جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: میں کیسے داخل ہوں حالانکہ تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکے اور انہوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا۔ اس سے کہا جائے گا'' کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تجھے اتنا دیا جائے جتنا دنیا میں کسی بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہاں، مجھے یہ پسند ہے۔ اس سے کہا جائے گا: تجھے اُتنا دیا گیا اور اس سے تین گُنا زائد بھی ملے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا'' تجھے یہ سب کچھ اور اس سے دس گنا مزید دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں راضی ہوں۔ اس سے پھر کہا جائے گا کہ ''اس کے علاوہ تجھے وہ کچھ بھی ملے گا جس کا تمہارا جی چاہے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ [2]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ۟ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۟ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ

وقفِ غفران

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۳۲٤٤.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة السجدة، ۵/۱۳۷، الحدیث: ۳۲۰۹.

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے کاموں کے صلہ میں مہمان داری۔ رہے وہ جو بے حکم ہیں ان کا ٹھکانا آگ ہے جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اُسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور اُن سے فرمایا جائے گا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے؟ یہ برابر نہیں ہیں۔ بہرحال جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں مہمانی کے طور پر رہنے کے باغات ہیں۔ اور وہ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ **اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا: تو کیا جو ایمان والا ہے۔** ﴾ یعنی دُنْیَوی مال و اَسباب اور تیزی طَرّاری، مال و دولت، قوت و طاقت جن پر لوگ ناز کرتے ہیں حقیقت میں تعریف کے قابل نہیں، انسان کا فضل و شرف ایمان اور تقویٰ میں ہے، جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہا درجے کا ناکارہ ہے لہٰذا کافر و مومن آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿ **اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: بہرحال جو ایمان لائے۔** ﴾ کافر اور مومن کے دُنْیَوی اَحوال بیان کرنے کے بعد اِس آیت سے ان دونوں گروہوں کے اُخروی مَراتب بیان کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی جنتِ ماویٰ میں عزت و اِکرام کے ساتھ مہمان نوازی کی جائے گی جبکہ دنیا میں کفر کرنے والوں کا قیامت کے دن ٹھکانا آگ ہے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے، یعنی وہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اتنا اچھلیں گے کہ دوزخ کے منہ پر آ جائیں گے، قریب ہوگا کہ تڑپ کر باہر نکل پڑیں کہ فرشتے ان کے جسموں پر گُرز مار کر پھر نیچے گرا دیں گے، اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے کہ دوزخ کے عذاب نام کی کوئی

چیز نہیں۔ (1)

وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم اُنہیں چکھائیں گے کچھ نزدیک کا عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے جسے دیکھنے والا امید کرے کہ ابھی باز آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب کا عذاب چکھائیں گے (جسے دیکھنے والا کہے) امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے۔

﴿ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ : اور ضرور ہم انہیں چکھائیں گے۔ ﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کو اُخروی عذاب کی وعید سنائی گئی اور یہاں فرمایا جارہا ہے کہ جس عذاب کی وعید سنائی وہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن اس سے پہلے ہم کافروں کو دنیا کا عذاب ضرور چکھائیں گے جو آخرت کے مقابلے میں قریب اور اُخروی عذاب سے کم ہے تاکہ اس عذاب کو دیکھ کر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں۔ (2)

ادنیٰ یعنی قریبی عذاب سے مراد دنیا کے مَصائب، آفات اور بیماریاں ہیں جن میں بندوں کو اس لئے مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ کفارِ مکہ کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا کہ وہ اَمراض ومَصائب میں گرفتار ہوئے، سات برس قحط کی ایسی سخت مصیبت میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں، مردار اور کتے تک کھا گئے اور غزوۂ بدر میں قتل اور گرفتار بھی ہوئے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَاؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

1 ......تفسیر ابو سعود، السجدة، تحت الآیة: ۱۹-۲۰، ۳۰۳/۴، روح البیان، السجدة، تحت الآیة: ۱۹-۲۰، ۱۲۳/۷، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، السجدة، تحت الآیة: ۲۱، ۱۸۱/۱۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے اُن سے منہ پھیر لیا بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر (بھی) وہ ان سے منہ پھیر لے۔ بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون۔ ﴾ جھٹلانے والوں کا تفصیلی حال بیان کرنے کے بعد یہاں ان کا اِجمالی حال بیان کیا جارہا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر بھی وہ ان سے منہ پھیر لے اور آیات میں غور وفکر نہ کرے اور اُن کی وضاحت وارشاد سے فائدہ نہ اُٹھائے اور ایمان قبول نہ کرے، بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جو سب سے بڑھ کر ظالم اور سب سے بڑا مجرم ہے۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے یہ تین کام کئے وہ مجرم ہے۔ (1) جس نے ناحق جھنڈا باندھا۔ (یعنی ایسے شخص کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے جھنڈا باندھا جس کے ساتھ لڑنا اس کے لئے جائز نہ تھا) (2) جس نے والدین کی نافرمانی کی۔ (3) جو ظالم کے ساتھ اس لئے چلا تا کہ اس کی مدد کرے تو وہ مجرم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔[2]

لٰہذا جو شخص بھی ان تین جرموں میں سے کسی کا مُرتکِب ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے جرم سے باز آجائے ورنہ

1 ......صاوی، السجدۃ، تحت الآیۃ: ٢٢، ٥/١٦١٦، مدارک، السجدۃ، تحت الآیۃ: ٢٢، ص٩٢٧-٩٢٨.

2 ......معجم الکبیر، معاذ بن جبل الانصاری عقبی بدری... الخ، جنادۃ بن ابی امیۃ عن معاذ، ٢٠/٦١، الحدیث: ١١٢، کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق ... الخ، قسم الاقوال، الباب الثانی، الفصل الثالث، ٨/١٢، الجزء السادس عشر، الحدیث: ٤٣٧٧٤.

یادر کھے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں سے اِنتقام لینے والا ہے۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآئِہٖ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ۚ۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

﴿ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب تورات عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ یا یہ معنی ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آپ کی جو ملاقات ہوئی اس میں شک نہ کرنا، چنانچہ شبِ معراج حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملاقات ہوئی جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ (1)

اوران میں سے ایک حدیث یہ ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ، دراز قد اور گھنگریالے بالوں والے ہیں، گویا کہ وہ قبیلہ شَنُوءَہ کے ایک فرد ہیں۔ (2)

﴿ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی: اور ہم نے اسے ہدایت بنایا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ (3)

---

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ص٩٢٨، خازن، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ٤٧٩/٣، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین والملائکة فی السماء... الخ، ٣٨٩/٢، الحديث: ٣٢٣٩.

3 ......جلالین، السجدة، تحت الآية: ٢٣، ص ٣٥٠، ملخصاً.

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﱎ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ اُنہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔ بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب بنی اسرائیل نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے۔﴾ یعنی جب بنی اسرائیل نے اپنے دین پر اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو خدا عَزَّوَجَلَّ کی طاعت، اس کی فرمانبرداری، اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت کی پیروی اور تورات کے اَحکام کی تعمیل کے بارے میں بتاتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یہ امام بنی اسرائیل کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے یا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے والے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کا ثمرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ صبر کرنے والے کو امامت اور پیشوائی نصیب ہوجاتی ہے۔ صبر کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم

[1] ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۲۴، ص۹۲۸، خازن، السجدة، تحت الآية: ۲۴، ۳/۴۷۹-۴۸۰، ملتقطاً.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندے کو صبر سے زیادہ کوئی بھلائی عطا نہیں کی گئی۔[1]

لہٰذا جس پر کوئی آفت یا مصیبت آئی ہو یا وہ کسی پریشانی کا شکار ہو تو اسے چاہئے کہ اس پر صبر کرے اور اللہ تعالٰی کی رضا پر راضی رہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ: بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کردے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اور اُن کی اُمتوں میں یا مومنین اور مشرکین کے درمیان دینی اُمور میں سے اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق و باطل والوں کو جدا جدا ممتاز کردے گا۔[2]

اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا اُنہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک کردیں کہ آج یہ اُن کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا سنتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کے رہائشی مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا یہ سنتے نہیں؟

﴿اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ: اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی۔﴾ یعنی کیا اس بات نے اہلِ مکہ کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتیں جیسے عاد، ثمود اور قومِ لوط وغیرہ ہلاک کردیں اور آج اہلِ مکہ جب تجارت کے سلسلے میں ملکِ شام کے سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کے مَنازل اور شہروں میں گزرتے ہیں اور اُن کی ہلاکت کے آثار دیکھتے ہیں۔ بیشک اس ہلاکت اور اس سے متعلقہ آثار میں ضرور عبرت کی نشانیاں ہیں تو کیا یہ قرآن کو غور سے نہیں سنتے جو

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة السجدة، ما رزق عبد خيراً له... الخ، ۳/۱۸۷، الحديث: ۳٦۰۵.

2 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ۲۵، ص۹۲۸، جلالين، السجدة، تحت الآية: ۲۵، ص ۳۵۰، ملتقطاً.

عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ (1)

یاد رہے کہ برباد شدہ لوگوں کی بستیوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا بہت اچھا ہے اور اسی طرح مقبول بندوں کے آثار یعنی مزارات کی زیارت بھی بہت عمدہ ہے۔ پہلے سے گناہوں کا خوف اور دوسرے سے نیکیوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف پھر اُس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ اس میں سے اُن کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا انہیں سوجھتا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں؟

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا:** اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ یعنی کیا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف جس میں سبزہ کا نام ونشان نہیں ہوتا، پانی بھیجتے ہیں، پھر اس زمین سے پانی کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھوسہ کھاتے ہیں اور یہ لوگ خود غلہ کھاتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے کہ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر اِستدلال کریں اور سمجھیں کہ جو قادرِ برحق خشک زمین سے کھیتی نکالنے پر قادر ہے تو مُردوں کو زندہ کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ (2)

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾

1 ......مدارك، السجدة، تحت الآية: ٢٦، ص٩٢٨، خازن، السجدة، تحت الآية: ٢٦، ٣/٤٨٠، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ٢٦، ٧/١٢٨، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، السجدة، تحت الآية: ٢٧، ١٠/٢٥١، مدارك، السجدة، تحت الآية: ٢٧، ص٩٢٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور وہ کہتے ہیں۔﴾ مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو اُن کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم پر رحمت و کرم کرے گا اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کرے گا، اس پر کافر مذاق اڑانے کے طور پر کہتے تھے کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اس کا وقت کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔[1]

قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ع ۳ / ۸ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے۔ تو اُن سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بیشک انہیں بھی انتظار کرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی۔ تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بیشک وہ بھی منتظر ہیں۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ فیصلے کے دن جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا تو نہ ہی انہیں توبہ کرنے یا معذرت کرنے کی مہلت نصیب ہوگی اور نہ اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع دے گا یعنی مرنے کے بعد حق واضح ہو جانے پر اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو یہ انہیں نفع نہ دے گا، اس صورت میں فیصلے کے دن سے مراد غزوہِ بدر کا دن ہے جس میں کافر قتل ہوئے۔

1 ......ابوسعود، السجدة، تحت الآية: ۲۸، ۴/۳۰۵، جمل، السجدة، تحت الآية: ۲۸، ۶/۱۴۶، ملتقطاً.

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرمادیں کہ تم جلدی نہ مچاؤ اور نہ ہی اس کا مذاق اڑاؤ کیونکہ جب فیصلے کا دن آئے گا تو اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت ملے گی۔ اس صورت میں فیصلے کے دن سے مراد ''قیامت کا دن'' ہے۔[1]

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ: تو ان سے منہ پھیرلو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فیصلے کے بارے میں جلدی مچانے والے مشرکین سے منہ پھیرلیں اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کریں بیشک وہ بھی انتظار کررہے ہیں۔[2]

---

1 ......خازن، السجدة، تحت الآية: ۲۹، ۳/۴۸۰، روح البيان، السجدة، تحت الآية: ۲۹، ۷/۱۲۹-۱۳۰، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبری، السجدة، تحت الآية: ۳۰، ۱۰/۲۵۳، جلالين، السجدة، تحت الآية: ۳۰، ص۳۵۱، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْأَحْزَاب

سورۂ اَحزاب کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اَحزاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **9** رکوع، **73** آیتیں، **1280** کلمے اور **5790** حروف ہیں۔[2]

''اَحزاب'' نام رکھنے کی وجہ

احزاب حِزب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ، جماعت اور لشکر۔ اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں غزوۂ احزاب کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ احزاب'' رکھا گیا اور چونکہ مشرکینِ مکہ، یہودی اور منافقین متفق ومتحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے اس غزوہ کو غَزْوَۃُ الْاَحْزَاب کہتے ہیں، نیز نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ مل کر مدینہ کے اَطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا، اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

سورۂ اَحزاب کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لئے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کے خوف رکھنے پر قائم رہنے، کفار ومنافقین کی پیروی سے بچنے، اللّٰہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرتے رہنے اور اللّٰہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ دین ودنیا کے تمام اُمور میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم سب مسلمانوں پر نافذ ہے

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الاحزاب، ۳/۴۸۰.

2 ......خازن، تفسیر سورۃ الاحزاب، ۳/۴۸۰.

اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات تعظیم اور حرمت میں مسلمانوں کی مائیں ہیں اور جس طرح اپنی ماں سے نکاح حرام ہے اسی طرح ان سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔

(3)......غزوۂ احزاب کا واقعہ بیان کیا گیا جس میں غزوۂ احزاب کے دن مسلمانوں پر کیا گیا انعام یاد دلایا گیا، منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا اور ان کی سازشوں کو ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور یہودیوں کی عہد شکنی کا ذکر ہے۔

(4)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات کو چند احکام دیئے گئے ہیں نیز پردے کے متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔

(5)......حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے نکاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(6)......مسلمانوں کو کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے حکم دیا گیا، ان پر اللہ تعالٰی کے مہربان ہونے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

(7)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کئے گئے اور ان کی تعظیم کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔

(8)......مزید یہ شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں: (1) بیوی کو ماں جیسا کہہ دینے کا حکم۔ (2) یہ بتایا گیا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کوئی اجنبی دینی برادری کی وجہ سے کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ (3) کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لینے کا حکم۔ (4) نکاح کے بعد بیوی کو ہاتھ لگائے بغیر طلاق دینے کا حکم۔ (5) مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِیْمًا حَكِیْمًاۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا بیشک اللہ علم وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ سننا۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی!۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو "**یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ**" کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے معنی یہ ہیں "ہماری طرف سے خبریں دینے والے، ہمارے اَسرار کے امین، ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے۔ نامِ پاک کے ساتھ یعنی "**یَا مُحَمَّدُ**" کہہ کر خطاب نہ فرمایا جیسا کہ دوسرے انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خطاب فرمایا ہے، اس سے مقصود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت وتکریم، آپ کا احترام اور آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو "**اَلنَّبِیُّ**" کے ساتھ ندا کی ہے، نام کے ساتھ ندا کرتے ہوئے "یا محمد" نہیں فرمایا جس طرح دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ندا کرتے ہوئے فرمایا کہ یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا زکریا، اور یا یحییٰ، عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ اس سے مقصود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت ووجاہت کو ظاہر کرنا ہے اور "**اَلنَّبِیُّ**" ان اَلقاب میں سے ہے جو نام والے کے شرف اور مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ سورۂ فتح میں جو "**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" فرمایا ہے، اس میں آپ کا نامِ پاک اس لئے ذکر فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور لوگ آپ کے رسول ہونے کا عقیدہ رکھیں اور اس کو عقائدِ حقّہ میں شمار کریں۔[2]

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ١، ص ٩٣٠.

2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ١، ١٣١/٧.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’قرآنِ عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا ہے، حضور کے اَوصافِ جلیلہ واَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ [1]	اے نبی ہم نے تجھے رسول کیا۔
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ [2]	اے رسول پہنچا جو تیری طرف اترا۔
یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُۙ(۱) قُمِ الَّیْلَ [3]	اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے، رات میں قیام فرما۔
یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ [4]	اے جھرمٹ مارنے والے، کھڑا ہو لوگوں کو ڈر سنا۔
یٰسٓۚ(۱) وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِۙ(۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ [5]	اے یٰس، مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مُرسلوں سے ہے۔
طٰهٰۚ(۱) مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى [6]	اے طٰہٰ، ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بِالبداہت حضور سیّد المرسلین واَنبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔ امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں: بادشاہ جب اپنے تمام اُمراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مُقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت! اے نائبِ سلطنت! اے صاحبِ عزت! اے سردارِ مملکت! تو کیا کسی طرح محلِ رَیب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد واَراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔ [7]

1 ......احزاب: ۴۵.
2 ......مائدہ: ۶۷.
3 ......مزمل: ۱، ۲.
4 ......مدثر: ۱، ۲.
5 ......یس: ۱-۳.
6 ......طٰہٰ: ۱، ۲.
7 ......فتاویٰ رضویہ، سیرت وفضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۳۰/۱۵۴-۱۵۵۔

اس نداء سے تین مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فقط نام شریف سے پکارنا قرآنی طریقے کے خلاف ہے، لہٰذا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ذاتی نام کی بجائے القاب سے پکارنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: علماء تصریح فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔ اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوُز کرے۔[1]

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذاتی نام شریف **محمد و احمد** ہیں جبکہ آپ کے القاب اور صفاتی نام شریف بہت ہیں۔ نبی بھی آپ کے القاب میں سے ہے۔

(3)......رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت تمام رسولوں سے زیادہ ہے کہ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے نام شریف سے پکارا مگر ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لقب شریف سے یاد فرمایا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ: اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہنا۔﴾ شانِ نزول: ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور ابو الاعور سُلَمی جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عُزّیٰ اور مَنات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اس کے بدلے میں ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، یعنی آئندہ آپ سے لڑائی وغیرہ نہیں کریں گے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو بلکہ مدینہ شریف سے نکال دو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان لوگوں کو نکال

---

1 ......فتاویٰ رضویہ، سیرت وفضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۰/۱۵۷۔

دیا۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا ’’اے پیارے نبی! آپ ہمیشہ کی طرح اِستقامت کے ساتھ تقویٰ کی راہ پر گامزن رہئے اور کافروں اور منافقوں کی شریعت کے برخلاف بات نہ ماننے پر قائم رہئے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہے اور مقصود آپ کی اُمت سے فرمانا ہے کہ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امان دیدی تو تم اس کے پابند رہو اور عہد توڑنے کا ارادہ نہ کرو اور کفار ومنافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ [1]

یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار کی مخالفت کا حکم

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود بھی کافروں اور منافقوں کے طریقوں کی مخالفت فرمایا کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی ان کے طریقوں کی مخالفت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک یہودی اور عیسائی (سفید) بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم ان کی مخالفت کرو۔ [2]

اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مونچھیں پَست کرو اور داڑھی بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ [3]

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عاشوراء کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی اس طرح مخالفت کرو کہ عاشورا سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ [4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر تمام کفار کے طریقوں کی مخالفت کرے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، اور اَکابر بزرگانِ دین کے طریقوں کی پیروی کرے۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ۱، ۳/۴۸۱، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیة: ۱، ۴/۳۰۶، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۱، ۷/۱۳۱، روح المعانی، الاحزاب، تحت الآیة: ۱، ۱۱/۱۹۲-۱۹۳، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۲/۴۶۲، الحدیث: ۳۴۶۲.

3 ......مسلم، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة، ص۱۵۴، الحدیث: ۵۵(۲۶۰).

4 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن العباس ... الخ، ۱/۵۱۸، الحدیث: ۲۱۵۴.

وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًاۙ(۲) وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ-وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس کی پیروی رکھنا جوتمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے اے لوگو اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔اوراے محبوب تم اللّٰہ پر بھروسہ رکھواور اللّٰہ بس ہے کام بنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس کی پیروی کرتے رہنا جوتمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی کی جاتی ہے۔ بیشک اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔اور اللّٰہ پر بھروسہ رکھواور اللّٰہ کافی کام بنانے والا ہے۔

﴾ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ: اوراس کی پیروی کرتے رہنا جوتمہاری طرف وحی کی جاتی ہے۔﴿ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآنِ مجید پرعمل کرتے رہیں اور کافروں کی رائے کوخاطر میں نہ لائیں اوراے لوگو! بیشک اللّٰہ تعالٰی تمہارے سب کاموں سے خبردار ہےاورتمہارے جیسے عمل ہوں گے ویسی تمہیں جزا دے گا اوراے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے اپنے معاملات میں اللّٰہ تعالٰی پر جو بھروسہ رکھاہےاس پرقائم رہیں اور اللّٰہ تعالٰی کافی کام بنانے والا ہے۔[1]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖۚ-وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْۚ-وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْؕ-ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے اورتمہاری ان عورتوں کوجنہیں تم ماں کے برابر کہہ دوتمہاری

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲، ۷/۱۳۲.

ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنا دیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے۔﴾ اس آیت کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، علامہ ابنِ عربی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے اِنحراف جمع نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک دل میں دو مُتَضاد چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔ (1) اور اگر ظاہری دو دل مراد ہوں یعنی یہ کہ ایک انسان کے اندر دو ایک قسم کے دل نہیں ہو سکتے تو یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اگر کسی میں بالفرض یہ نظر آئے کہ اس میں دل کی شکل کے دو گوشت کے لوتھڑے ہیں تو ان میں ایک حقیقی دل ہوگا اور دوسرا محض ایک اضافی گوشت ہوگا یعنی اُس آدمی کا نظامِ بدن صرف ایک حقیقی دل کے ساتھ وابستہ ہوگا۔

﴿وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ: اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنا دیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو۔﴾ زمانۂ جاہلیّت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظِہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظِہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر میراث میں شریک ٹھہراتے اور اس کی بیوی کو بیٹا کہنے والے کے لئے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام جانتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن بیویوں کو تم نے ''ماں جیسی'' کہہ دیا ہے تو اس سے وہ تمہاری حقیقی مائیں نہیں بن گئیں اور جنہیں تم نے اپنا بیٹا کہہ دیا ہے تو وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے اگرچہ لوگ انہیں تمہارا بیٹا کہتے ہوں۔ بیوی کو ماں کے مثل کہنا اور لے پالک بچے کو بیٹا کہنا ایسی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ بیوی شوہر کی ماں ہو سکتی ہے نہ دوسرے کا فرزند اپنا بیٹا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ حق بیان فرماتا ہے اور وہی حق کی سیدھی راہ دکھاتا ہے، لہٰذا

1 ......احکام القرآن لابن عربی، سورة الاحزاب، ۳/۵۳۷.

نہ بیوی کو شوہر کی ماں قرار دو اور نہ لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا ٹھہراؤ۔[1]

ظہار سے متعلق 3 شرعی مسائل

اس آیت میں عورت سے ظہار کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں ظہار سے متعلق 3 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......ظہار کا معنی یہ ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی یا اُس کے کسی جُزوِ شائع (جیسے نصف، چوتھائی یا تیسرے حصے کو) یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عُضْو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً یوں کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔[2]

(2)......ظہار کا حکم یہ ہے کہ (اس سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ عورت بدستور اس کی بیوی ہی ہوتی ہے البتہ) جب تک شوہر کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا حرام ہو جاتا ہے البتہ شہوت کے بغیر چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ شہوت کے بغیر بھی جائز نہیں۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قُربت کرنے دے۔[3]

(3)......ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔[4]

نوٹ: ظہار سے متعلق شرعی مسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 13 سے ''ظہار کا بیان'' اور بہار شریعت، جلد 2 حصہ 8 سے ''ظہار کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

1......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴، ۳/۴۸۲، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴، ص۹۳۱-۹۳۲، ملتقطاً.

2......درمختار و ردالمحتار، کتاب الظھار، ۵/۱۲۵-۱۲۹، عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظھار، ۱/۵۰۵.

3......جوھرۃ النیرہ، کتاب الظھار، ص۸۲، الجزء الثانی، درمختار وردالمحتار، کتاب الظھار، ۵/۱۳۰.

4......فتاویٰ رضویہ، باب الظہار، ۱۳/۲۶۹۔

بیوی کو ماں بہن کہنے سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''زوجہ کو ماں بہن کہنا (یعنی تشبیہ نہیں دی، بغیر تشبیہ کے ماں، بہن کہا)، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:)

مَا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ أُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا [1]

جورئیں (یعنی بیویاں) ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اُنہیں جنا ہے اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ [2]

اس شرعی مسئلے کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو تنگ آ کر یا مذاق مَسخری میں اپنی بیوی سے یوں کہہ دیتے ہیں کہ ''او میری ماں! بس کر۔ جا بہن چلی جا وغیرہ۔ انہیں چاہئے کہ پہلے جتنی بار ایسا کہہ چکے اس سے توبہ کریں اور آئندہ خاص طور پر احتیاط سے کام لیں۔

﴿**ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ**: یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں اشارہ بیوی کو ماں کہہ دینے اور کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ دینے دونوں کی طرف ہے یا صرف کسی کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ دینے کی طرف ہے کیونکہ سابقہ کلام سے مقصود یہی ہے، یعنی تمہارا کسی کو ''اے میرے بیٹے'' کہنا تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ [3]

مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ (حضرت) محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بچپن میں اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں

---

1 ......مجادله: ۲.

2 ......فتاویٰ رضویہ، باب الظہار، ۲۸۰/۱۳۔

3 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآية: ۴، ۳۰۷/۴، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۴، ۱۳۵/۷، ملتقطاً.

ہبہ کردیا تھا۔حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں آزاد کردیا،تب بھی وہ اپنے باپ کے پاس نہ گئے بلکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی خدمت میں رہے۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن پر شفقت وکرم فرماتے تھے،اس لئے لوگ اُنہیں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرزند کہنے لگے۔حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پہلے حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نکاح میں تھیں اور جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں طلاق دے دی تو عدت گزرنے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنی زوجیّت میں آنے کا شرف عطا فرمادیا۔اس پر یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کیا تو یہاں ان کا رد بھی فرمادیا گیا کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لوگ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیٹا کہتے ہیں لیکن اس سے وہ حقیقی طور پر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بیٹے نہیں ہوگئے،لہٰذا یہودیوں اور منافقوں کا اعتراض محض غلط ہے اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔[1]

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْؕ وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝٥

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللّٰہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچازاد اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو، یہ اللّٰہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو لاعلمی

1......جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ص ٣٥١، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤، ص ٩٣١، ملتقطاً.

میں غلطی ہوئی لیکن اس میں گناہ ہے جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ: انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں لے پالک بچے کو پالنے والوں کا بیٹا قرار دینے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ تم ان بچوں کو ان کے حقیقی باپ ہی کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو اور اس وجہ سے تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب نہ کرسکو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور انسانیت کے ناطے تمہارے چچازاد ہیں، تو تم انہیں اپنا بھائی یا اے بھائی کہو اور جس کے لے پالک ہیں اس کا بیٹا نہ کہو اور ممانعت کا حکم آنے سے پہلے تم نے جو لاعلمی میں لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا کہا اس پر تمہاری گرفت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں تم گناہگار ہوگے جب ممانعت کا حکم آجانے کے بعد تم جان بوجھ کر لے پالک کو اس کے پالنے والے کا بیٹا کہو۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے، اسی لئے وہ غلطی سے ایسا ہو جانے پر گرفت نہیں فرماتا اور جس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔[1]

[illegible]

بچہ گود لینا جائز ہے لیکن یہ یاد رہے کہ گود میں لینے والا عام بول چال میں یا کاغذات وغیرہ میں اس کے حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام استعمال نہیں کرسکتا بلکہ سب جگہ حقیقی باپ کے طور پر اس بچے کے اصلی والد ہی کا نام استعمال کرنا ہوگا اور اگر اصلی باپ کا نام معلوم نہیں تو اس کی معلومات کروا کر باپ کے طور پر حقیقی باپ کا نام لکھنا ہوگا اور اگر کوشش کے باوجود کسی طرح اس کے اصلی باپ کا نام معلوم نہ ہو سکے تو گود لینے والا گفتگو میں حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام ہرگز استعمال نہ کرے اور نہ ہی بچہ اسے حقیقی والد کے طور پر اپنا باپ کہے، اسی طرح کاغذات وغیرہ میں سرپرست کے کالم میں اپنا نام لکھے حقیقی والد کے کالم میں ہرگز نہ لکھے، اگر جان بوجھ کر خود کو حقیقی باپ کہے یا لکھے گا تو یہ بھی درج ذیل دو وعیدوں میں داخل ہے، چنانچہ

(1)......حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کا باپ کوئی اور ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو کسی غیر کی طرف منسوب کرے تو اس پر

1......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۵، ۴۸۲/۳، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۵، ص ۹۳۲.

جنت حرام ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔‘‘[2]

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو اپنے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے یا ویسے ہی کسی دوسرے کی اولاد گود میں لیتے ہیں اور اپنے زیرِ سایہ اس کی پرورش کرتے اور اس کی تعلیم و تربیت کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل تو جائز ہے لیکن ان کی یہ خواہش اور تمنا ہرگز درست نہیں کہ حقیقی باپ کے طور پر پالنے والے کا نام استعمال ہو اور نہ ہی ان کا یہ عمل جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے کہ ’’**اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ**‘‘ (انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔) اور جب اللہ تعالیٰ نے حقیقی باپ ہی کا کہہ کر پکارنے کا حکم فرما دیا اور اَحادیث میں ایسا نہ کرنے پر انتہائی سخت وعیدیں بیان ہو گئیں تو کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے برخلاف اپنی خواہشات کو پروان چڑھائے اور خود کو شدید وعیدوں کا مستحق ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: یاد رہے کہ اَحادیث میں بیان کی گئی وعیدوں کا مِصداق وہ صورت ہے جس میں بچے کا نسب حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ شفقت کے طور پر کسی کو بیٹا یا بیٹی کہہ کر پکارنا یا کوئی معروف ہی کسی اور کے نام سے ہو تو پہچان کے لئے اس کا بیٹا یا بیٹی کہنا ان وعیدوں میں داخل نہیں۔

[illegible]

بچہ یا بچی گود میں لینا جائز ہے لیکن جب وہ اس عمر تک پہنچ جائیں جس میں ان پر نامحرم مرد یا عورت سے پردہ کرنا لازم ہو جاتا ہے تو اس وقت بچے پر پالنے والی عورت سے اور بچی پر پالنے والے مرد سے پردہ کرنا بھی لازم ہوگا کیونکہ وہ اس بچے کے حقیقی یا رضاعی ماں باپ نہیں اس لئے وہ اُس بچے اور بچی کے حق میں محرم نہیں، لہٰذا اگر بچہ گود میں لیا جائے

[1]......بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی الی غیر ابیه، ۳۲٦/٤، الحدیث: ٦٧٦٦.

[2]......مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة ودعاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیها بالبرکة... الخ، ص۷۱۱، الحدیث: ٤٦٧ (١٣٧٠).

تو عورت اسے اپنا یا اپنی بہن کا دودھ پلادے اور بچی گود میں لی جائے تو مرد اپنی کسی محرم عورت کا دودھ اسے پلوادے، اس صورت میں ان کے درمیان رضاعی رشتہ قائم ہوجائے گا اور محرم ہوجانے کی وجہ سے پردے کی وہ پابندیاں نہ رہیں گی جو نامحرم سے پردہ کرنے کی ہیں، البتہ یہاں مزید دو باتیں ذہن نشین رہیں،

پہلی یہ کہ دودھ بچے کی عمر دو سال ہونے سے پہلے پلایا جائے اور اگر دو سال سے لے کر ڈھائی سال کے درمیان دودھ پلایا تو بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی لیکن اس عمر میں دودھ پلانا ناجائز ہے اور ڈھائی سال عمر ہوجانے کے بعد پلایا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

دوسری یہ کہ عورت نے بچے یا بچی کو اپنی بہن کا دودھ پلوایا تو وہ اس کی رضاعی خالہ تو بن جائے گی لیکن اس کا شوہر بچی کا محرم نہ بنے گا، لہٰذا بہتر صورت وہ ہے جو اوپر ذکر کی کہ بچے کو عورت کی محرم رشتہ دار کا دودھ پلوالیا جائے اور بچی کو شوہر کی محرم رشتہ دار کا تاکہ پرورش کرنے والے پردے کے مسائل میں مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ البتہ ان مسائل میں کہیں پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو کسی قابل مفتی کو پوری تفصیل بتا کر عمل کیا جائے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓىٕكُمْ مَّعْرُوْفًاؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اوران کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور مومنوں اورمہاجروں سے زیادہ اللہ کی کتاب میں رشتے دارایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پراحسان کرو۔یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔﴾ اَولیٰ کے معنی ہیں زیادہ مالک، زیادہ قریب، زیادہ حقدار، یہاں تینوں معنی درست ہیں اوراس آیت کاایک معنی یہ ہے کہ دنیااوردین کے تمام اُمورمیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کاحکم مسلمانوں پرنافذاورآپ کی اطاعت واجب ہےاورآپ کے حکم کے مقابلے میں نفس کی خواہش کوترک کردیناواجب ہے۔دوسرامعنی یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مومنین پراُن کی جانوں سے زیادہ نرمی، رحمت اورلطف وکرم فرماتے ہیں اورانہیں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں، جیسا کہ ایک اورمقام پر اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔[2]

اورحضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’میری مثال اورلوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، جب اس نے اپنے ماحول کوروشن کیاتوپروانے اورآگ میں گرنے والے کیڑے اس میں گرناشروع ہوگئے تووہ آدمی انہیں آگ سے ہٹانے لگالیکن وہ اس پرغالب آکر آگ میں ہی گرتے رہے،پس میں کمر سے پکڑکرتمہیں آگ سے کھینچ رہاہوں اورتم ہوکہ اس میں گرتے ہی جارہے ہو۔[3]

امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ’’تمام انبیاءِکرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اپنی امت کے باپ ہوتے ہیں اوراسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولادہیں۔[4]

1 ......توبہ:١٢٨.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦، ٣/٤٨٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦، ص٩٣٢، ملتقطاً.

3 ......بخاری، كتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، ٤/٢٤٢، الحديث: ٦٤٨٣.

4 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦، ص٩٣٢.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان وجسم سب کو محیط اور جن وبشر سب کو شامل ہے، یعنی اَوْلٰی بِالتَّصَرُّف (تصرف کرنے کا ایسا مالک) ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیتِ حقہ، صادقہ، محیطہ، شاملہ، تامہ، کاملہ حضور پُر نور مَالِکُ النَّاس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بخلافتِ کبریٰ حضرت کبریا عَزَّوَعَلَا تمام جہاں پر حاصل ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ — نبی زیادہ والی و مالک ومختار ہے، تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وَقَالَ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی (اور اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے فرمایا:)

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا[1] — نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ’’اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ‘‘ میں زیادہ والی و مالک ومختار ہوں، تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے[2]۔[3]

مسلمانوں پر جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنے کے حوالے سے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ قریب ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ……احزاب: ۳۶.

2 ……بخاری، کتاب الکفالة، باب الدّین، ۲/۷۷، الحدیث: ۲۲۹۸.

3 ……فتاویٰ رضویہ، رسالہ: النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء، ۲۴/۷۰۳-۷۰۴۔

”میں دنیا اور آخرت میں ہر مومن کا سب سے زیادہ قریبی ہوں، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ نبی ایمان والوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔

تو جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور مال چھوڑے تو وہ اس کے عَصبہ (یعنی وارثوں) کا ہے اور جو قرض یا بال بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئیں کہ میں ان کا مددگار ہوں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں جب کسی مومن کا انتقال ہو جاتا تو اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دریافت فرماتے ”کیا اس کے ذمہ کوئی قرض ہے؟ اگر لوگ کہتے: ہاں، تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دریافت فرماتے ”کیا اس نے مال چھوڑا ہے جو اس کا قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہو؟ اگر لوگ بتاتے: جی ہاں، تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے اور اگر لوگ یہ بتاتے کہ مال نہیں چھوڑا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے: ”تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتوحات عطا فرمائیں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”میں مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی ہوں۔ جس نے قرض چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ وارث کے لیے ہے۔ [2]

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نفس کی اطاعت پر مقدم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کے تمام اُمور میں نفس کی اطاعت پر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت مقدم ہے کہ اگر کسی مسلمان کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کا حکم دیں اور اس کی خواہش کوئی اور کام کرنے کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنی خواہش کو پورا نہ کرے بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اسے ہی کرے۔ یاد رہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1 ......بخاری، کتاب فی الاستقراض واداء الدیون... الخ، باب الصلاة علی من ترك دَیناً، ۲/۱۰۸، الحدیث: ۲۳۹۹.

2 ......بخاری، کتاب الکفالة، باب الدَّین، ۲/۷۷، الحدیث: ۳۲۹۸، مسند ابو داؤد طیالسی، ما روی ابو سلمة عن عبد الرحمن عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنهم، ص۳۰۷، الحدیث: ۲۳۳۸.

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

اور نفس کے مقابلے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں لوگوں کی نجات ہے اور نفس اس چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں لوگوں کی ہلاکت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری اور اس کی مثال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اُس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک بہت بڑا لشکر دیکھا ہے اور میں واضح طور پر تمہیں اس سے ڈراتا ہوں، لہٰذا اپنے آپ کو بچالو، اپنے آپ کو بچالو۔ پس ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور کسی محفوظ مقام کی طرف چلے گئے، یوں انہوں نے نجات پالی اور دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا تو صبح سویرے وہ بڑا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور سب کو تہ تیغ کر دیا۔ (2)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دینی اور دُنْیَوی تمام اُمور میں اپنے نفس کی اطاعت کرنے کی بجائے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے تا کہ ہلاکت سے بچ کر نجات پا جائے۔

﴾وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ: اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔﴿ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہٰذا اُمَّہاتُ المومنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ، ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی، نیز امہات المومنین کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا۔ (3)

یہ حکم حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ان تمام ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کے لئے ہے جن

1 ......النساء: ۸۰.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، ۲۴۲/۴، الحدیث: ٦٤٨٢.

3 ......بغوی، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ٤٣٧/٣، ملخصاً.

سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نکاح فرمایا، چاہے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائقِ تعظیم و واجبُ الاحترام ہیں۔ [1]

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ: اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہجرت کے بعد بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا اور اس رشتے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور فرما دیا گیا کہ میراث رشتہ داروں کا حق ہے اور انہی کو ملے گی، ایمان یا ہجرت کے رشتہ سے جو میراث ملتی تھی وہ اب نہیں ملے گی البتہ تم دوستوں پر اس طرح احسان کر سکتے ہو کہ ان میں سے جس کے لئے چاہو کچھ مال کی وصیت کر دو تو وہ وصیت مال کے تیسرے حصے کی مقدار وراثت پر مُقدَّم کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، دینی برادری کے ذریعے کوئی اجنبی اب وارث نہیں ہو سکتا۔ [2]

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۟ۙ (٧) لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۠ (٨)

ع ٨ / ١٧

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔ تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

1 ......زرقانی علی المواهب، المقصد الثانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواجه الطاهرات... الخ، ٤/٣٥٦-٣٥٧.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ٣/٤٨٣، تفسیرات احمدیه، الاحزاب، تحت الآیة: ٦، ص٦١٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔ تاکہ اللہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ وقت یاد کرو جب ہم نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے رسالت کی تبلیغ کرنے اور دینِ حق کی دعوت دینے کا عہد لیا اور خصوصیت کے ساتھ آپ سے اور حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عہد لیا اور ہم نے ان سب سے بڑا مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور ان سے سچ کا سوال کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اور جس کی انہیں تبلیغ کی وہ دریافت فرمائے، یا اس کے یہ معنی ہیں کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امتوں نے جو جواب دیئے وہ دریافت فرمائے اور اس سوال سے مقصود کفار کو ذلیل و رسوا کرنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سچوں سے مراد مومنین ہیں اور سچ کا سوال کرنے سے مراد ان کی تصدیق کے بارے میں سوال کرنا ہے۔ (1)

اِس آیت میں بالخصوص پانچ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ انبیاء **اُولُوا العزم** رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے تھے، اور یہاں نہایت اہم نکتہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جن کا اس آیت میں ذکر ہوا، ان کا تذکرہ اسی ترتیب سے ہوا جس ترتیب سے وہ دنیا میں تشریف لائے لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اگرچہ تمام نبیوں کے بعد ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے کیا اور یہ انداز تمام نبیوں پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی افضلیت کے اظہار کے لئے ہے۔

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۷-۸، ص۹۳۳، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۷-۸، ۷/۱۴۱-۱۴۲، ملتقطاً.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ۚ (۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!**﴾ یہاں سے جنگِ اَحزاب کے اَحوال بیان کیے جا رہے ہیں جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ جنگِ اُحد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت فرمایا جب تم پر قریش، غطفان، بنوقریظہ اور بنونَضیر کے لشکر آئے اور انہوں نے تمہارا محاصرہ کرلیا تو ہم نے ان پر آندھی اور فرشتوں کے وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آئے اور تمہارا خندق کھودنا اور میرے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اسی لئے اس نے کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائی اور ان کے شر سے تمہیں محفوظ رکھا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر اس کا شکر ادا کرو۔ (1)

غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ ہے کہ یہ غزوہ سن 4 یا 5 ہجری، شوال کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ

---

(1)……خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۳/۴۸۴، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ص۹۳۳-۹۳۴، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۷/۱۴۶، ملتقطاً.

جب بنی نَضِیر کے یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا تو اُن کے سربراہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست ونابود ہو جائیں۔ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی دشمنی میں ہمارا ساتھ دے۔ پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو، ہمیں بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہودیوں نے کہا: تم ہی حق پر ہو۔اس پر کفارِ قریش خوش ہوئے اور اسی واقعے سے متعلق سورہ نساء کی آیت نمبر 51 ” اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ “ نازل ہوئی۔ پھر وہ یہودی دیگر قبائل غطفان، قیس اور غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک چلائی تو وہ سب بھی ان کے موافق ہو گئے۔اس طرح ان یہودیوں نے جا بجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرلیا۔ جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشورے سے خندق کھدوانی شروع کر دی۔اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بھی کام کیا۔ مسلمان خندق تیار کرکے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار افراد کا بڑا لشکر لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرلیا۔خندق مسلمانوں کے اور اُن کے درمیان حائل تھی اور اسے دیکھ کر سب کفار حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ”یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے۔ اب انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ جب اس محاصرے کو 15 یا 24 دن گزرے تو مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور کافروں پر تیز ہوا بھیجی، انتہائی سرد اور اندھیری رات میں اُس ہوا نے کافروں کے خیمے گرادیئے، طنابیں توڑ دیں، کھونٹے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں اور آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے کفار کو لرزا دیا اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی مگر اس جنگ میں فرشتوں نے لڑائی نہیں کی۔ پھر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔اس وقت انتہائی سخت سردی تھی اور یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دستِ مبارک پھیرا جس کی برکت سے ان

پر سردی اثر نہ کرسکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے۔ وہاں تیز ہوا چل رہی تھی، سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کو لگ رہے تھے اور آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، الغرض عجب پریشانی کا عالَم تھا۔ کافروں کے لشکر کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالَم دیکھ کر اُٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے۔ یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کردیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دانائی سے اپنے دائیں طرف موجود شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہوچکے ہیں، بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں اُن کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں۔ ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کردو اور میں کوچ کررہا ہوں۔ ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے اور لشکر میں کوچ کوچ کا شور مچ گیا۔ کافروں پر جو ہوا آئی وہ ہر چیز کو الٹ رہی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی۔ اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا سواریوں پر لاد کر لے جانا اس کے لئے دشوار ہوگیا، اس لئے کثیر سامان وہیں چھوڑ گیا۔ [1]

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جبکہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آگئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور دل گلوں کے پاس آگئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ: جب کافر تم پر آئے۔﴾ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا

1 ......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ۹، ۶/۱۵۵-۱۵۶، ملخصاً.

اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں سے وادی کے اوپر کی طرف مشرق سے اسد اور غطفان قبیلے کے لوگ، مالک بن عوف نصری اور عُیَینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جَمعِیَّت لے کر آئے اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حُیَیْ بن اخطب یہودی بنی قریظہ کی جمعیت لے کر آیا اور وادی کی نچلی جانب مغرب سے قریش اور کنانہ قبیلے کے لوگ ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں آئے۔ اس وقت لوگوں کی آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور رعب وہیبت کی شدت سے حیرت میں آ گئیں اور خوف و اِضطراب اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ دل گویا کہ گلوں کے پاس آ گئے اور منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ اب مسلمانوں کا نام ونشان باقی نہ رہے گا کیونکہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کو فنا کر ڈالے گی اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنے اور اپنے فتح یاب ہونے کی امید تھی۔ [1]

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہیں مسلمانوں کو آزمایا گیا اور انہیں خوب سختی سے جھنجھوڑا گیا۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ: وہیں مسلمانوں کو آزمایا گیا۔﴾ یعنی اسی دہشت ناک جگہ اور ہولناک حالات میں رعب اور محاصرے کے ذریعے مسلمانوں کے صبر واِخلاص کو آزمایا گیا اور اس جنگ میں ناداری، داخلی دشمنوں یعنی یہودِ مدینہ کا خطرہ، خارجی دشمنوں کی یلغار، اس کے علاوہ اپنی بے سروسامانی وغیرہ سب مسائل جمع ہو گئے تھے اور یہ ایسی چیزیں تھیں جن سے بہادر سے بہادر کے دل چھوٹ جاتے ہیں مگر سچے غلامانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایسی آفات میں بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ثابت قدم رہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۱۰، ص۹۳٤، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۱۰، ۳/٤۸۹، ملتقطاً.

وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا ہمیں اللہ ورسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا وہ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا۔

﴿وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ: اور جب منافق کہنے لگے۔﴾ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چٹان پر ضرب لگا کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کے بعد یہ بشارت دی کہ فارس، روم، یمن اور حبشہ کے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ جب کافروں نے حملہ کیا تو ان کے لشکر دیکھ کر معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو ہمیں فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرا دھوکا ہے۔ اس کے علاوہ منافقوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں۔ ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ مضبوط ہوتا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سچے رسول ہیں تو وہ کبھی یہ بات اپنی زبان پر نہ لاتے۔ (1)

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

مع

1 ......البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیة: ۱۲، ۲۱۲/۷، مدارک، الاحزاب، تحت الآیة: ۱۲، ص۹۳۵، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اِذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! (یہاں) تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں، تو تم واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگ رہا تھا کہ بیشک ہمارے گھر بے حفاظت ہیں حالانکہ وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو صرف فرار ہونا چاہتے تھے۔

﴿**وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو!**﴾ اس آیت میں ''یثرب'' کا لفظ ذکر ہوا، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قرآنِ عظیم میں کہ لفظ ''یثرب'' آیا وہ رَبُّ الْعِزَّت جَلَّ وَعَلَا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے۔ یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کر کے یثرب کہتے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضورِ اقدس، سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبَ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ'' وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (1)

اور فرماتے ہیں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَةَ'' بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

مرقاۃ میں ہے: ''اَلْمَعْنٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّاهَا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ اَمَرَ نَبِیَّهٗ اَنْ یُسَمِّیَهَا بِهَا رَدًّا عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ فِیْ تَسْمِیَتِهَا بِیَثْرِبَ اِیْمَاءً اِلٰی تَثْرِیْبِهِمْ فِی الرُّجُوْعِ اِلَیْهَا'' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام ''طابہ'' رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا رد کرتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، کیونکہ منافق مدینہ منورہ کا نام یثرب اس بات

(1)......بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب فضل المدینۃ...الخ، ۱/۶۱۷، الحدیث: ۱۸۷۱، مسلم، کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی شرارھا، ص۷۱۷، الحدیث: ۴۸۸(۱۳۸۲).

کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رکھتے تھے کہ اس کی طرف لوٹنے میں ان کا نقصان ہے۔(ت)[1]

اسی میں ہے: ”قَالَ النَّوَوِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ حُكِیَ عَنْ عِیْسَی بْنِ دِیْنَارَ اَنَّ مَنْ سَمَّاهَا یَثْرِبَ كُتِبَ عَلَیْهِ خَطِیْئَةً وَ اَمَّا تَسْمِیَتُهَا فِی الْقُرْاٰنِ بِیَثْرِبَ فَهِیَ حِكَایَةُ قَوْلِ الْمُنَافِقِیْنَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ“ امام نووی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے فرمایا: حضرت عیسٰی بن دینار رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے یہ قول حکایت کیا گیا ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام ”یثرب“ رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہ گار ہوگا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرانِ مجید میں مدینہ منورہ کا نام ”یثرب“ ذکر ہوا، تو اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ان منافقین کے قول کی حکایت ہے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔(ت)[2]۔[3]

مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کا حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ”مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ هِیَ طَابَةُ هِیَ طَابَةُ“ جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے۔[4]

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: ”فَتَسْمِیَتُهَا بِذٰلِكَ حَرَامٌ لِاَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ اِنَّمَا هُوَ عَنْ خَطِیْئَةٍ“ یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔[5]

ملا علی قاری رَحْمَةُ الْبَارِیْ مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں: ”قَدْ حُكِیَ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ تَحْرِیْمُ تَسْمِیَةِ الْمَدِیْنَةِ بِیَثْرِبَ وَ یُؤَیِّدُهٗ مَا رَوَاهُ اَحْمَدُ (فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ الْمَذْكُوْرَ ثُمَّ قَالَ) قَالَ الطِّیْبِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فَظَهَرَ اَنَّ مَنْ یُحَقِّرُ شَاْنَ مَا عَظَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ وَصَّفَ مَا سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْاِیْمَانِ بِمَا لَا یَلِیْقُ بِهٖ یَسْتَحِقُّ

1……مرقاة المفاتیح، کتاب المناسك، باب حرم المدینة حرسها اللّٰه تعالی، الفصل الاول، ٥/٦٢٢، تحت الحدیث: ٢٧٣٨.

2……مرقاة المفاتیح، کتاب المناسك، باب حرم المدینة حرسها اللّٰه تعالی، الفصل الاول، ٥/٦٢٢، تحت الحدیث: ٢٧٣٧.

3……فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۲۱/۱۱۷-۱۱۸، ملتقطاً۔

4……مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث البراء بن عازب رضی اللّٰه تعالی عنه، ٤/٤٠٩، الحدیث: ١٨٥٤٤.

5……التیسیر شرح جامع الصغیر، حرف المیم، ٢/٤٢٤.

اَنْ یُسَمّٰی عَاصِیًا'' ایک بزرگ سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے اوراس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے (پھر مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی،) پھر فرمایا: علامہ طیبی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جسے اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالٰی نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گنہگار) رکھا جائے۔ (ت)[1]۔[2]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: ''بعض اشعارِ اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اُس وقت اِس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی، جو مطلع ہو کر کہے اس کے لئے عذر نہیں، معہٰذا شرع مطہر شعر وغیر شعر سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا۔[3]

﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ: (یہاں) تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔﴾ غزوۂ خندق کے موقع پر کافروں کے لشکر دیکھ کر منافقوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو! رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لشکر میں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں کیونکہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے لشکر تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ تم مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ، اور ان کا دوسرا گروہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ کہہ کر واپسی کی اجازت مانگنے لگا کہ مدینہ منورہ میں ہمارے گھر کمزور ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں اور ہمیں دشمنوں اور چوروں کی طرف سے خطرہ ہے، اس لئے آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم ان کی حفاظت کا انتظام کرلیں، اس کے بعد ہم دوبارہ لشکر میں واپس آجائیں گے۔ اللہ تعالٰی ان لوگوں کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ منافقوں کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ یہ بہانہ بنا کر میدانِ جنگ سے فرار ہونا چاہتے تھے۔[4]

---

1 ......مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، باب حرم المدینۃ حرسہا اللّٰہ تعالی، الفصل الاول، ۶۲۲/۵، تحت الحدیث: ۲۷۳۷.

2 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۱۱۶/۲۱-۱۱۷، ملتقطاً۔

3 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۱۱۸/۲۱-۱۱۹۔

4 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۵۱/۷، ملخصاً.

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آتیں پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ان پر مدینہ کی (مختلف) طرفوں سے فوجیں آجاتیں پھر ان سے فتنے کا مطالبہ کیا جاتا تو ضرور ان کا مطالبہ دیدیتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی سی۔

﴿وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا : اور اگر ان پر مدینہ کی طرفوں سے فوجیں داخل کردی جاتیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، محض ایک بہانہ ہے اور اگر بالفرض مدینہ منورہ کے مختلف اَطراف سے فوجیں ان پر حملہ آور ہوجاتیں، پھر ان منافقوں سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صورت یہ ہے کہ تم اسلام سے مُنْحَرِف ہوجاؤ، تو یہ لوگ ضرور ان کا مطالبہ پورا کردیتے اور اس مطالبے کو پورا کرنے میں چند لمحوں کی ہی تاخیر کرتے۔

عقیدے کی کمزوری کا نقصان

معلوم ہوا کہ جب بندہ یقین اور صبر کی کمی کا شکار ہوتا ہے، بزدلی اور انسانوں کا خوف اس پر غالب ہوتا ہے، ہر دینی چیز میں شک کرتا ہے اور کسی دینی حکم پر عمل کرنے کی صورت میں اگر اَذِیَّت پہنچنے کا صرف احتمال ہی ہو تو اس سے گھبرانے لگ جاتا ہے، تو اس وقت اس کا دل عقیدے کی کمزوری اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے، پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کہلانے کے باوجود اگر کسی ہلکی سی تکلیف سے ڈرا کر اس سے کفر و شرک کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس مطالبے کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔

افسوس! فی زمانہ اسی طرح کی صورتِ حال مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے اور ان میں بھی عقیدے کی کمزوری کا مرض عام ہوتا نظر آرہا ہے اور ان کا حال یہ ہوچکا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے وجود پر کوئی عقلی اعتراضات

کرے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے باوجود کوئی اور نبوت کا دعویٰ کرے، قرآنِ مجید کی حقانیت پر کوئی انگلی اٹھائے اور اسلامی احکام کو اپنی عقل کے ترازو پر تول کران کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرے تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے اپنے دین و مذہب سے پھرنے میں دیر نہیں لگاتے اور اگر کسی طرح اپنے دین پر قائم رہیں تو صرف ان اسلامی احکام پر عمل کے لئے تیار ہوتے ہیں جو انہیں اپنی عقل کے مطابق نظر آئیں اور جو ان کی عقل کے برخلاف ہوں تو انہیں جھٹلانے اور دینِ اسلام کے دامن پر ایک بدنما داغ قرار دینے میں تاخیر نہیں کرتے۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـٴُـوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس سے پہلے وہ اللّٰہ سے عہد کرچکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللّٰہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس سے پہلے وہ اللّٰہ سے عہد کرچکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللّٰہ کے وعدے کا پوچھا جائے گا۔

﴿وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ: بیشک اس سے پہلے وہ اللّٰہ سے عہد کرچکے تھے۔﴾ یعنی جو لوگ مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف لوٹ جانے کی اجازت طلب کررہے ہیں، بیشک وہ غزوۂ خندق سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ سے یہ عہد کرچکے تھے کہ وہ دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر جنگ سے فرار نہیں ہوں گے، بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے اور جو غلطی ہم سے پہلے سرزد ہوئی اسے نہیں دہرائیں گے، لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنے گھروں میں واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگ گئے۔ یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اسے پورا نہ کرنے پر سزا دی جائے گی۔ (1)

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۵، ۷/۱۵۲.

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کسی چیز کا عہد کرنا گویا رب عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرنا ہے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رب تعالیٰ کے نائبِ اعظم اور مختارِ مُطلَق ہیں، لہٰذا آپ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا لازم ہے۔

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور جب بھی دنیا نہ برتنے دیے جاؤ گے مگر تھوڑی۔ تم فرماؤ وہ کون ہے جو اللّٰہ کا حکم تم پر سے ٹال دے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر مہر فرمانا چاہے اور وہ اللّٰہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر موت یا قتل سے بھاگ رہے ہو تو ہرگز تمہیں یہ بھاگنا نفع نہ دے گا اور اس وقت بھی تمہیں تھوڑی سی دنیا ہی فائدہ اٹھانے کو دی جائے گی۔ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں اللّٰہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحم فرمانا چاہے اور وہ اللّٰہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی مددگار۔

﴿قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ: تم فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان اجازت طلب کرنے والوں سے فرما دیں کہ اگر تم موت یا قتل ہو جانے کے ڈر سے بھاگ رہے ہو تو اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا، اس لئے اگر تمہاری تقدیر میں یہاں موت لکھی ہے تو وہ تمہیں آ ہی جائے گی اور اگر یہاں تمہاری موت کا وقت نہیں آیا ہے تو بھی میدانِ جنگ سے بھاگ کر صرف اتنے

ہی دن دنیا سے فائدہ اٹھا پاؤ گے جتنے دن تمہاری عمر باقی ہے اور یہ ایک قلیل مدت ہے، تو تم تھوڑی سی مَوہُوم زندگی کیلئے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اُٹھا رہے ہو۔ (1)

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہیں قتل اور ہلاک کرنا منظور ہو تو اسے کوئی ٹال ہی نہیں سکتا اور اگر وہ تمہیں امن و عافیت عطا فرما کر تم پر رحم فرمانا چاہے تو کوئی تمہیں قتل اور ہلاک نہیں کر سکتا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی جانوں کا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی انہیں کوئی مددگار ملے گا۔ (2)

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔

﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں۔﴾
شانِ نزول: یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کے پاس یہودیوں نے پیغام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو، اُس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے، ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، تم ہمارے بھائی اور ہمسائے ہو اس لئے ہمارے پاس آ جاؤ۔

---

1 ……روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۶، ۷/۱۵۳، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۹۳۶، ملتقطاً۔
2 ……مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۹۳۶، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۱۷، ۷/۱۵۳، ملتقطاً۔

یہ خبر پا کر عبد اللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مؤمنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی، مومنین کی ثابت قدمی اور اِستقلال اور بڑھتا گیا۔ (1)

اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری مدد میں گئی کرتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مالِ غنیمت کے لالچ میں یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کردیے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ: تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں۔﴾ یعنی منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ

1 ……بغوی، الاحزاب، تحت الآیة: ۱۸، ۳/۴۴۶.

میں ان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ لوگ بخل کرتے ہیں اور اگر جیسے تیسے لڑائی میں کچھ شرکت کرنا پڑ ہی جائے تو اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ خوف سے ان کی آنکھیں ہی گھوم رہی ہوتی ہیں اور جب اللّٰہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان جنگ میں فتح یاب ہو جاتے ہیں تو پھر مالِ غنیمت لینے کے لیے سب سے پہلے پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جرأت کی جھوٹی داستانیں سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی بہادری دکھائی اور ہماری بہادری کی وجہ سے ہی جنگ میں کامیابی اور غنیمت ملی ہے، لہٰذا ہمیں غنیمت میں سے زیادہ حصہ دیا جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اگرچہ اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار کیا ہے لیکن در حقیقت یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں اور چونکہ حقیقت میں وہ مومن نہ تھے اس لئے ان کے تمام ظاہری عمل جہاد وغیرہ سب باطل کر دیئے گئے اور عملوں کو باطل کر دینا اللّٰہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

صرف زبانی محبت کے دعوے کرنا اور وقت پر ساتھ نہ دینا منافقوں کا کام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر ساتھ نہ دینا اور زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا منافقوں کا کام ہے جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دیتا ہے اور زبانی دعوے کرنے کی بجائے عملی مظاہرہ زیادہ کرتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے بولنے کیلئے زبان ایک اور دیگر کام کرنے کیلئے اَعضاء دو دو دیئے ہیں لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ کلام کم اور کام زیادہ کرے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىٕكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ۠ ﴿۲۰﴾

ع ۲ ۱۲ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: وہ سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی نہ گئے اور اگر لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر وہ تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے اور اگر وہ لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کاش، وہ کسی گاؤں میں ہوتے (اور وہیں سے) تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھ لیتے اور اگر وہ تم میں رہتے تو جب بھی تھوڑے ہی لڑتے۔

﴿ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا: وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے۔ ﴾ یعنی منافق لوگ اپنی بزدلی اور نامردی کی وجہ سے ابھی تک یہ سمجھ رہے ہیں کہ کفارِ قریش، غطفان قبیلے کے لوگ اور یہودی وغیرہ ابھی تک میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں ہیں اگرچہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ بھاگ چکے ہیں اور ان کی بے ہمتی کا یہ عالَم ہے کہ اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں تو اب کی باران کی آرزو یہ ہوگی کہ یہ لوگ مدینہ پاک کو ہی چھوڑ کر دیہات میں بھاگ جائیں اور مدینہ منورہ آنے جانے والے لوگوں سے تمہاری ہار جیت کی خبر پوچھ لیا کریں اور خود مدینہ منورہ آنے کی ہمت کبھی نہ کریں اور اگر انہیں تمہارے درمیان ہی موجود رہنا پڑتا تب بھی ان میں سے تھوڑے لوگ ہی لڑائی کرتے اور وہ بھی صرف ریا کاری یا ذلت کے ڈر سے یا عذر پیش کرنے کے لئے تاکہ انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔[1]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ؕ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسولُ اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۲۰، ص۹۳۷، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۲۰، ۳/۴۹۱، ملتقطاً.

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ: بیشک تمہارے لئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت میں پیروی کیلئے بہترین طریقہ موجود ہے جس کا حق یہ ہے کہ اس کی اقتدا اور پیروی کی جائے، جیسے غزوہِ خندق کے موقع پر جن سنگین حالات کا سامنا تھا کہ کفارِ عرب اپنی بھرپور افرادی اور حَربی قوت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اچانک نکل پڑے تھے اوران کے حملے کو پَسپا کرنے کے لئے جس تیاری کی ضرورت تھی اس کے لئے مسلمانوں کے پاس وقت بہت کم تھا اور افرادی قوت بھی اس کے مطابق نہ تھی، خوارک کی اتنی قلت ہوگئی کہ کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا تھا، پھر عین وقت پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے دوستی کا معاہدہ توڑ دیا اوران کی غداری کی وجہ سے حالات مزید سنگین ہوگئے، ایسے ہوشرُبا حالات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی کیسی شاندار سیرت پیش فرمائی کہ قدم قدم پر اپنے جانثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ ساتھ موجود ہیں، جب خندق کھودنے کا موقع آیا تو اس کی کھدائی میں خود بھی شرکت فرمائی، چٹانوں کو توڑا اور مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا، جب خوراک کی قلت ہوئی تو دوسرے مجاہدین کی طرح خود بھی فاقہ کشی برداشت فرمائی اور اس دوران اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے فاقے کی تکلیف سے پیٹ پر ایک پتھر باندھا تو سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے نظر آئے۔ شدید سردی کے باوجود ہفتوں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ میدانِ جنگ میں قیام فرمایا۔ جب دشمن حملہ آور ہوا تو اس کے لشکر کی تعداد اور حربی طاقت کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوئے بلکہ عزم و ہمت کا پیکر بنے رہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ جب بنو قریظہ کے بارے میں خبر ملی کہ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے تو اسے سن کر مُقدّس جبین پر بل نہیں پڑے اور منافق لوگ مختلف حیلوں کے ذریعے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے لگے تب بھی پریشان نہ ہوئے اور اِستقامت کے ساتھ ان تمام حالات کا مقابلہ فرماتے رہے، جنگ میں ثابت قدمی اور شجاعت دکھائی، اس میں آنے والی سختیوں کا صبر و ہمت سے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفار کے لشکروں کو شکست دی۔ ان تمام چیزوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کی پیروی کرو اور یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی یاد، اس سے امید اور قیامت کی دہشت ہوگی۔

نوٹ: یہ آیت مبارکہ اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے اور اس موقع

کے علاوہ بھی سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ کے ان تمام اُمور میں پیروی کا حکم ہے جو آپ کی خصوصیت نہیں ہیں۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی اور اطاعت کا حکم

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری اور پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں (اس سے) باز رہو اور اللّٰہ سے ڈرو بیشک اللّٰہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللّٰہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللّٰہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر کامیاب زندگی وہی ہے جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نقشِ قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نقشِ قدم پر ہو جائے تو ہمارے سب کام عبادت بن جائیں گے۔

دعا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل طریقے سے پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور سیرتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ

[1] ......حشر:۷۔
[2] ......اٰل عمران:۳۱۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کو اپنی زندگی کا اَوّلین مقصد بنایا ہوا تھا اور ان کے نزدیک تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَقوال، اَفعال اور اَحوال کی پیروی کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ چیز اور کوئی نہ تھی، یہاں اسی سے متعلق صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے 5 واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......غزوۂ اَحزاب میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔ (1)

(2)......پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سفرِ جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ مُتَفَرِّق ہونا شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آ جاتے۔ (2)

(3)......حضرت محمد بن اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت بڑی عمر کے صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجدِ نبوی میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم! میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجدِ نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔ (3)

(4)......حضرت حمران بن ابان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: ہم حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تھے، آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور جب وضو کر کے فارغ ہوئے تو مسکرائے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا؟ پھر (خود ہی جواب دیتے ہوئے) فرمایا: ’’جس طرح میں نے وضو کیا اسی طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وضو فرمایا تھا اور اس کے بعد مسکرائے تھے۔ (4)

---

1 ......مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة الاحزاب، ص۹۸۸، الحدیث: ۹۹(۱۷۸۸).

2 ......ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر وسعته، ۳/۵۸، الحدیث: ۲۶۲۸.

3 ......اسد الغابه، باب المیم والحاء، محمد بن اسلم، ۵/۸۰ ملتقطا.

4 ......مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۱/۱۳٤، الحدیث: ٤۳۰.

(5)......حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے دریافت کیا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات شریف کس دن ہوئی؟[1]

اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آرزو تھی کہ کفن اور یومِ وفات میں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مُوافقت ہو۔ زندگی میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع تو کرتے ہی تھے وہ وفات میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی اتباع چاہتے تھے۔[2]

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی ہر ایک کے لئے کامل نمونہ ہے

یاد رہے کہ عبادات، معاملات، اَخلاقیات، سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے میں اور نعمتوں پر اللّٰہ تعالٰی کا شکر ادا کرنے میں، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر پہلو کے اعتبار سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی اور سیرت میں ایک کامل نمونہ موجود ہے، لہٰذا ہر ایک کو اور بطورِ خاص مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اَقوال میں، اَفعال میں، اَخلاق میں اور اپنے دیگر احوال میں سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک سیرت پر عمل پیرا ہوں اور اپنی زندگی کے تمام معمولات میں سیّدُ العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''شانِ حبیب الرحمٰن'' میں اس آیت پر بہت پیارا کلام فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ذات ہر درجے اور ہر مرتبے کے انسان کے لئے نمونہ ہے، جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توکُّل کا حال یہ تھا کہ دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی، صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا، تو امت کے مَساکین کو چاہئے کہ ان مبارک حالات کو دیکھیں اور صبر سے کام لیں۔

جو سلطنت اور بادشاہت کی زندگی گزار رہا ہے، تو وہ ان حالات کا ملاحظہ کرے کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، تمام وہ کفار سامنے حاضر ہیں جنہوں نے بے انتہا تکلیفیں پہنچائی تھیں، آج موقع تھا کہ ان تمام گستاخوں سے بدلہ لیا جائے مگر ہوا یہ کہ فتح فرماتے ہی عام معافی کا اعلان فرما دیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے، جو اپنا دروازہ

1......بخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، ۱/۴٦۸، الحدیث: ۱۳۸۷.

2......عمدة القاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، ٦/۳۰۰، تحت الحدیث: ۱۳۸۷.

بند کرلے اس کو امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اس کو امن ہے، الغرض، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دس بھائیوں نے چند گھنٹے ظلم و ستم کیا جس کے نتیجے میں ایک مختصر عرصے تک آپ آزمائشوں میں مبتلا رہے اور جب وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سلطنت میں غلہ لینے حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ”**لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ**“ آج تم پر کوئی سختی نہ ہوگی، اللہ تمہاری مغفرت فرمادے۔ مگر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے **13** سال تک اپنے اوپر اہلِ مکہ کی سختیاں برداشت کیں، صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، ان کے گھر والے اور ان حضرات کی جان و مال، عزت و آبرو سب ہی خطرے میں رہے اور آخر کار دیس کو چھوڑ کر پردیسی ہونا پڑا، مگر جب اپنا موقع آیا تو سب کو معاف فرما دیا، لہٰذا قیامت تک کے سَلاطین اس کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

اگر کوئی مالداری اور خوشحالی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو ان حالات کو ملاحظہ کرے کہ ایک شخص کے کھیت میں لمبی ککڑی پیدا ہوئی، تحفہ کے طور پر بارگاہ میں حاضر کی، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے عِوَض میں ایک لپ بھر سونا عنایت فرمایا۔ ایک بار بکریوں سے بھرا ہوا جنگل حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ملکیت میں آیا، کسی نے عرض کی: یاحَبِیْبَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اب اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہت ہی مالدار بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: ”تو نے میری مالداری کیا دیکھی؟ عرض کی: اس قدر بکریاں ملکیت میں ہیں۔ ارشاد فرمایا: جا سب تجھ کو عطا فرمادیں۔ وہ اپنی قوم میں یہ مال لے کر پہنچے اور قوم والوں سے کہا: اے لوگو! ایمان لے آؤ، رب کی قسم! **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کا خوف نہیں فرماتے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک بار اتنا دیا کہ وہ اٹھا نہ سکے، لہٰذا مالدار یہ واقعات اپنے خیال میں رکھیں اور زندگی گزاریں۔

اگر کسی کی زندگی اہل وعیال کی زندگی ہے تو وہ یہ خیال کرے کہ میری تو ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ چار بیویاں ہیں اور کچھ اولاد مگر محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی **9** بیویاں ہیں، اولاد اور اولاد کی اولاد، غلام، لونڈیاں، مُتَوَسِّلین اور مہمانوں کا ہجوم ہے، پھر کس طرح ان سے برتاؤ فرمایا اور اسی کے ساتھ ساتھ کس طرح رب عَزَّوَجَلَّ کی یاد فرمائی۔

اگر کوئی تارک الدنیا اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو غارِ حرا کی عبادت، وہاں کی ریاضت، دنیا کی بے رغبتی کو دیکھے۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوت وطاقت کا یہ حال ہے کہ جنگِ حُنَین میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خچر پر تنہا رہ گئے، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، کفار نے خچر کو گھیر لیا، حضرت عباس اور ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْهُمَا باگ پکڑے ہوئے تھے، جب ملاحظہ فرمایا کہ کفار نے یلغار کی ہے تو خچر سے اترے اور فرمایا: ہم جھوٹے نبی نہیں ہیں، ہم عبدالمطلب کے پوتے ہیں، اس پر کسی کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ سامنے ٹھہر جاتا۔ ابو رکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا، جو کبھی بھی کسی سے مغلوب نہ ہوتا تھا، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین بار اسے زمین پر دے مارا، وہ اسی پر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مداح بن گیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رحم و کرم کا یہ حال کہ نہ کبھی کسی کو برا فرمایا نہ خادم یا اہلِ خانہ کو ہاتھ سے مارا (لہٰذا طاقت اور قوت رکھنے والے ان حالات پر غور کریں) غرض کہ ساری قومیں (اور ہر مرتبے کے انسان سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات مبارک کو) اپنے لئے نمونہ بنا کر دنیا میں آرام اور ہدایت سے رہ سکتے ہیں۔ (1)

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ؕ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللّٰہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللّٰہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللّٰہ کی رضا پر راضی ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللّٰہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا اور اللّٰہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللّٰہ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کردیا۔

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ: اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کی بزدلی، بے ہمتی اور حیلے بہانوں کا بیان کیا گیا اور اب یہاں سے باہمت مومنوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللّٰہ تعالٰی

1 ......شان حبیب الرحمٰن، ص ۱۵۸-۱۶۰، ملخصاً۔

اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وعدہ دیا تھا کہ تمہیں شدت اور مصیبت پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے لیکن آخر میں تم ہی غالب آؤ گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں جیسی حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہہ اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا: ’’آئندہ نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس مدت کے پورا ہونے پر لشکر آ گئے تو کہا: یہ ہے وہ جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وعدہ دیا تھا۔‘‘ اور اس کے تمام وعدے سچے ہیں، سب یقینی طور پر واقع ہوں گے، ہماری مدد بھی ہو گی، ہمیں غلبہ بھی دیا جائے گا اور مکہ مکرمہ، روم اور فارس بھی ہمارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور ان لشکروں کے آنے نے ان کے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے میں اور اضافہ کر دیا۔ (2)

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت

---

1 ...... بقرہ: ۲۱۴.

2 ...... مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ۲۲، ص۹۳۷، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ۲۲، ۳/۴۹۲، ملتقطاً.

پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی ابھی انتظار کر رہا ہے اور وہ بالکل نہ بدلے۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا۔﴾ حضرت عثمانِ غنی، حضرت طلحہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ اور حضرت مصعب اور دیگر چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے نذر مانی تھی کہ وہ جب رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع پائیں گے تو ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ ان کے بارے میں اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ان میں سے کوئی ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا جیسے کہ حضرت حمزہ اور حضرت مصعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور کوئی ابھی (جہاد پر ثابت قدمی کے باوجود) شہادت کا انتظار کر رہا ہے، جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، اور یہ حضرات بالکل نہ بدلے بلکہ شہید ہو جانے والے بھی اور شہادت کا انتظار کرنے والے بھی دونوں اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے جبکہ منافق اور دل کے بیمار لوگ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔[1]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے چچا حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر کے موقع پر موجود نہ تھے، یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے مشرکین کے ساتھ جو پہلی جنگ لڑی تھی میں اس میں موجود نہ تھا، اگر اللہ تعالٰی نے مشرکین سے جنگ آزمائی کا پھر موقع دیا تو اللہ تعالٰی آپ کو ضرور دکھا دے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کی معرکہ آرائی کا دن آیا اور بعض مسلمان جنگ کے میدان میں ٹھہر نہ سکے، تو انہوں نے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور عرض کی: یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اُس حرکت سے علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں جو ہمارے بعض ساتھیوں سے سرزد ہوئی اور میں اُس فعل سے بیزار ہوں جس کے یہ مشرکین مُرتکب ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے مشرکین کی جانب پیش قدمی فرمائی تو راستے میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے فرمایا: اے سعد بن معاذ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، نضر کے رب عَزَّوَجَلَّ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۲۳، ص۹۳۷-۹۳۸.

کی قسم! مجھے اُحد کی اس جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں ان کا حال یوں عرض کیا کرتے تھے کہ یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو جوانمردی حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دکھائی وہ میری بساط سے باہر ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب (جنگ کے بعد) ہم نے حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جامِ شہادت نوش کئے ہوئے پایا تو ان کے جسم پر 80 سے زیادہ تلواروں، تیروں اور نیزوں کے زخم تھے۔ مشرکین نے ان کے کان اور ناک وغیرہ کاٹ لئے تھے جس کے باعث انہیں کوئی پہچان نہ سکا البتہ صرف ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمارا خیال اور گمان ہے کہ یہ آیت ’’ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ‘‘ ان کے بارے میں اور ان جیسے حضرات ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (1)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُحد سے واپس تشریف لائے تو حضرت مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سے گزرے جو کہ شہید ہو کر راستے میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللّٰہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی ابھی انتظار کر رہا ہے اور وہ بالکل نہ بدلے۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہیں، تو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ (3)

1 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول اللّٰه تعالی: من المؤمنین رجال صدقوا... الخ، ۲/۲۵۵، الحدیث: ۲۸۰۵.

2 ......احزاب: ۲۳.

3 ......مستدرك، کتاب التفسیر، زیارة قبور الشهداء وردّ السلام منهم الی یوم القیامة، ۲/۶۲۹، الحدیث: ۳۰۳۱.

لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے یا انہیں توبہ دے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا انہیں توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لِیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ: تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے۔﴾ یعنی غزوۂ اَحزاب میں جو اُمور واقع ہوئے جیسے مخلص ایمان والوں نے اخلاص کے ساتھ عمل کئے اور منافقوں نے نفاق سے متعلق اپنی روایت کو برقرار رکھا، یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے، ایمان والوں کو دنیا میں اقتدار عطا فرمائے اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف انہیں فتح نصیب کرے جبکہ آخرت میں انہیں اچھا ثواب دے اور جنت کی دائمی نعمتوں میں ہمیشہ کے لئے رکھے اور منافقوں سے جو اقوال اور افعال سرزد ہوئے ہیں اس پر اگر چاہے تو انہیں عذاب دے یا ان میں سے جو لوگ توبہ کرلیں ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو چھپانے والا اور اسے جنت و ثواب دے کر اس پر رحم فرمانے والا ہے۔ (1)

یاد رہے کہ جو منافق دنیا میں اپنے نفاق سے سچی توبہ کرلیں گے ان پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے آخرت میں عذاب نہ فرمائے گا اور جو اپنے کفر و نفاق سے توبہ کئے بغیر مر گیا تو اسے آخرت میں عذاب ضرور ہوگا۔

راہِ خدا میں قربانیاں دینے والوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قربانیاں دیتے ہیں اور

1 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۴، ۳۱۶/۴، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۴، ۱۶۰/۷، ملتقطاً.

اس راہ میں آنے والی سختیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں فرماتا بلکہ اپنی شانِ کریمی سے اُن ایمان والوں کو دنیا میں بھی بہترین صلہ عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اعلیٰ ترین اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ان کی قربانیوں کا جو صلہ دنیا میں عطا کیا گیا وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں کہ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود بھی دنیا انہیں خیر سے یاد کر رہی ہے، زمانہ ہر چیز کو مٹا دیتا ہے مگر ان کا ذکرِ خیر آج تک نہ مٹ سکا اور اِنْ شَآءَ اللہ قیامت تک نہ مٹ سکے گا۔

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت دی اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا، انہیں کچھ بھی بھلائی نہ ملی اور اللہ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا، عزت والا ہے۔

﴿وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ: اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا۔﴾ یعنی غزوۂ اَحزاب میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کو ان کے دلوں کی جلن اور حسرت کے ساتھ واپس لوٹا دیا اور ان کا حال یہ ہوا کہ جن ناپاک ارادوں کے ساتھ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی ان میں سے کوئی بھی پورا نہ ہوا اور وہ اپنے مَقاصد میں ناکام و نامُراد ہو کر واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا چنانچہ مسلمانوں کو کافروں کے خلاف باقاعدہ لڑنا نہیں پڑا اور دشمن نصرتِ الٰہی اور ہوا کی سختیوں سے بھاگ نکلے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ہر ارادے کو ظاہر فرمانے پر قوت رکھنے والا اور ہر چیز پر غالب اور عزت والا ہے۔[1]

[1]......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۵، ۷/۱۶۰-۱۶۱، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۴۹۳، ملتقطاً۔

اللہ تعالٰی کی قدرت وشان

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس اللہ تعالٰی کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جو واحد ہے، جس کا لشکر غالب ہے، جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کافروں کی جماعتوں کو شکست دی، اس کے سوا کوئی چیز (باقی) نہیں ہے۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن اوفٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوۂ احزاب کے دن کفار کے لشکروں کے خلاف یوں دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کتاب کو نازل کرنے والے، جلد حساب کرنے والے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ان لشکروں کو شکست دے اور ان کے قدموں کو ڈگمگا دے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ربّ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو مسلمانوں کو ہوا کے ذریعے سے اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مکڑی کے کمزور جالے کے وسیلے سے دشمن سے بچالے اور چاہے تو فرعون کو مضبوط قلعہ سے نکال کر غرق کر دے اور ابابیل جیسے چھوٹے سے پرندوں سے ہاتھیوں کو ہلاک فرما دے۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈالا ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن اہل کتاب نے اُن (مشرکوں) کی مدد کی تھی (اللہ نے) انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا، ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو۔

---

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ۳/۵۵، الحدیث: ۴۱۱۴.

2 ......بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ۳/۵۵، الحدیث: ۴۱۱۵.

﴿وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں غزوۂ احزاب کے احوال بیان ہوئے اور اب یہاں سے بنو قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کے حالات بیان کئے جارہے ہیں جنہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں قریش اور غطفان وغیرہ کے لشکروں کی مدد کی تھی۔

غزوۂ بنو قریظہ کے احوال

غزوۂ بنو قریظہ غزوۂ خندق کا ایک قسم کا تتمّہ ہے۔ یہ غزوہ سن **4** یا **5** ہجری، ماہِ ذی قعدہ کے آخری دنوں میں واقع ہوا۔ یہاں اس کے کچھ احوال پر مشتمل چار اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنگِ خندق سے واپس لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمالیا۔ فوراً حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان کا سر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، انہوں نے عرض کی: آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ میں نے ابھی نہیں اتارے۔ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اب کدھر کا ارادہ ہے؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ادھر کا، اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فوراً ہی بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔[1]

(2)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جنگِ اَحزاب کے دن ارشاد فرمایا: ''کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ چنانچہ بعض حضرات کو راستے میں عصر کا وقت ہو گیا مگر وہ کہنے لگے کہ ہم منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض حضرات نے راستے میں ہی نماز پڑھ لی اور فرمایا کہ ہمیں نماز پڑھنے سے تو منع نہیں فرمایا گیا۔ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے اس صورتِ حال کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی فریق پر بھی ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا۔[2]

(3)...... اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے، حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب ہم غزوۂ احزاب

---

1 ......بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الغسل بعد الحرب والغبار، ۲/۲۵۸، الحدیث: ۲۸۱۳.

2 ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الاحزاب... الخ، ۳/۵۶، الحدیث: ۴۱۱۹.

سے واپس لوٹے تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں یہ ندا فرمائی: بنوقریظہ میں پہنچنے سے پہلے کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے۔ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے وقت ختم ہونے کے خوف سے بنوقریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے کہا: ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں نماز پڑھنے کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فریقین میں کسی کو ملامت نہیں کی۔[1]

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تھا، بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، تو جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنوقریظہ میں جا کر ظہر کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی، ان سے آپ نے فرمایا: تم بنوقریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنا۔[2]

(4)...... حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: بنوقریظہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مُنصف بنائے جانے پر قلعے سے نیچے اتر آئے کیونکہ فریقین نے حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منصف تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ان کا یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جو مرد لڑنے کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔[3]

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فیصلہ فرمانے کے بعد مدینہ منورہ کے بازار میں خندق کھودی گئی اور وہاں لا کر اُن سب یہودیوں کی گردنیں ماری گئیں۔ ان لوگوں میں قبیلہ بنونَضیر کا سردار حُیَیْ بن اخطب اور بنوقریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور یہ لوگ چھ سو یا سات سو جوان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔[4]

[illegible]

مذکورہ بالا حدیث پاک نمبر 2 اور 3 میں نماز کے مسئلے پر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں ہونے والے جس

---

1 ......مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب المبادرة بالغزو... الخ، ص۹۷٤، الحديث: ٦٩(۱۷۷۰).

2 ......شرح نووی علی المسلم، کتاب الجهاد والسير، باب المبادرة بالغزو... الخ، ٩٨/٦، الجزء الثانی عشر.

3 ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من الاحزاب... الخ، ٥٦/٣، الحديث: ٤١٢٢.

4 ......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٢٦، ١٦٤/٦-١٦٥، ملخصاً.

اختلاف کا ذکر ہوا اس کی وجہ شارحین نے یہ بیان کی ہے کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اس ممانعت کو حقیقت پر محمول کیا اور اسے اس ممانعت پر ترجیح دی جس میں نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے سے منع کیا گیا تھا اسی لئے انہوں نے وقت نکل جانے کی پرواہ نہ کی اور بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے اس ممانعت کو حقیقت پر محمول نہیں کیا بلکہ مقصود پر نظر کی کہ اس کا مقصد بنو قریظہ میں جلد پہنچنا ہے اس لئے انہوں نے راستے میں نماز ادا کر لی۔ اس سے جمہور علماءِ کرام نے یہ اِستدلال کیا ہے کہ مُجتہد گناہگار نہیں ہوگا اور اگر کسی ایک مسئلے میں دو مجتہدین کا اختلاف ہو تو دونوں میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی جائے گی (کیونکہ یہاں گناہ کا پہلو نہیں اور) اگر گناہ کا پہلو ہوتا تو پھر گناہ کی وجہ سے ضرور ملامت کی جاتی۔[1]

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـٴُـوْهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۠ (۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے تمہیں ان کی زمین اور ان کے مکانات اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴾وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ: اور اللّٰہ نے تمہیں ان کی زمین کا وارث بنا دیا۔﴿ یعنی یہودیوں کو تو سزا ملی اور مسلمانوں پر اللّٰہ تعالٰی نے یہ احسان فرمایا کہ انہیں بنو قریظہ کی کھیتیوں اور باغات کا، ان کے قلعوں اور مکانات کا، ان کے نقد اَموال، اثاثہ جات اور مویشیوں وغیرہ کا مالک بنا دیا اور مزید یہ احسان فرمایا کہ مسلمانوں کو اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی انہوں نے قدم نہ رکھے تھے۔ اس زمین سے کونسی زمین مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خیبر کی زمین ہے جو غزوۂ بنو قریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ کی زمین ہے۔ تیسرا

[1]......فتح الباري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلى الله عليه وسلم من الاحزاب...الخ، ۸/۳۴۹، تحت الحديث: ۴۱۱۹.

قول یہ ہے کہ روم وفارس کی زمین مراد ہے، اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ زمین ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔[1]

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرما دے اگر تم دنیا کی زندگی اوراس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اوراس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دو: اگر تم دنیا کی زندگی اوراس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ تاکہ میں تمہیں مال دُوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اوراس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

﴿ **یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ:** اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دو۔﴾ **شانِ نزول:** سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات نے آپ سے دُنْیَوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی، جبکہ یہاں تو دنیا سے بے رغبتی اپنے کمال پر تھی اور دنیا کا سامان اوراس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے ان کا یہ مطالبہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا۔ اس وقت

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۷، ۷/۱۶۱، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۴۹۳، ملتقطاً۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی 9 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تھیں۔ان میں سے 5 کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور وہ یہ ہیں: (1) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔(2) حضرت حفصہ بنتِ فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔(3) حضرت اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔(4) حضرت اُمِّ سلمٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ اُمیہ۔(5) حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ زَمْعہ۔

اور 4 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا تعلق قبیلہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل سے تھا،اور وہ یہ ہیں: (1) حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ جحش اسدیہ۔(2) حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ حارث ہلالیہ۔(3) حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ حُیَیْ بن اخطب خیبریہ۔(4) حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بنتِ حارث مصطلقیہ۔

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کرکے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔انہوں نے عرض کی: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللّٰہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے بھی یہی جواب دیا۔[1]

فقہی مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اَحناف کے نزدیک ایک بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

نوٹ: طلاق سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 8 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: اور اگر تم اللّٰہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔﴾ معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کرنا درحقیقت اللّٰہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے، جسے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مل گئے اسے خدا اور ساری خدائی مل گئی اور جو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور ہوا وہ اللّٰہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی نیکیوں کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہے۔

---

[1]......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۸، ۲۹، ۳/۴۹۷، ملخصاً.

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِؕ-وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا اور یہ اللّٰہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے تو اسے دوسرں کے مقابلے میں دُگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے۔

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ: اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے۔﴾ یہاں آیت میں ''حیا کے خلاف کھلی جرأت'' سے زنا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش نہ آنا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیویوں کو بدکاری سے پاک رکھتا ہے اور حیاء کے خلاف کھلی جرأت کرنے پر انہیں دگنا عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے اسی لئے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اسی لئے اُن کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔[1]

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں فاحشۂ مُبَیِّنَہ سے مراد گناہِ کبیرہ ہے اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس سے زنا مراد ہے کیونکہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے معصوم ہیں کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اس بے حیائی کی مرتکب ہوں۔۔۔۔۔ یہاں فاحشہ سے مراد شوہر کی نافرمانی کرنا اور گھریلو معاملات میں بے اِعتدالی کرنا ہے اور چونکہ ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۳۰، ص ۹٤۰، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۳۰، ۳/٤۹۷، ملتقطاً.

سایہ اور زیرِ تربیت رہتی ہیں، ان کے سامنے وحی اترتی اور احکام نازل ہوتے ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام عام عورتوں سے بلند ہے، اس لئے ان پر گرفت بھی بہت سخت ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی کبیرہ گناہ کرلیں تو جس طرح نیک اعمال پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے اسی طرح گناہ پر دگنا عذاب بھی ہوگا۔ [1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات سے خطاب فرمایا ہے تاکہ ان کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے رتبے کی عظمت ظاہر ہو کیونکہ عِتاب اور خطاب میں سختی ان کے بلند رتبے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ازواجِ مطہرات کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی زیادہ قرب حاصل ہے اور یہ جنت میں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج ہوں گی، تو جتنا انہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرب حاصل ہے اتنا ہی انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہوگا۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا گمان یہ ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت، آپ سے قرب اور آپ کے ساتھ تعلق شرک ہے۔ (یعنی قربِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی باتیں کرتے ہی کئی لوگوں کو شرک کی بو آنا شروع ہوجاتی ہے ان کا یہ اعتقاد باطل ہے۔) [2]

---

1 ......البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۰، ۷/۲۰۰، ملخصاً.

2 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۰، ۵/۱٦۳٦.

مآخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیرِ سمرقندی	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
3	تفسیرِ ثعلبی	ابواسحاق احمد بن محمد ثعلبی نیسابوری، متوفی ۴۲۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	احکام القرآن	ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن عربی، متوفی ۵۴۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبداللہ بن ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارك	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	تفسیر ابن کثیر	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
22	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب الحدیث و متعلقاتہ

1	مسند ابو داؤد طیالسی	سلیمان بن داؤد بن جارود فارسی بصری، متوفی ۲۰۴ھ	دار المعرفہ، بیروت
2	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
4	ادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
5	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	مسند ابی یعلی	امام ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

12	معجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
14	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
15	حلية الاولياء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
16	سنن الكبرى	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
17	شعب الايمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
18	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
19	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
20	ابن عساكر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
21	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	جامع صغير	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
23	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	شرح نووی علی المسلم	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
2	فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
3	عمدة القاری	امام بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
4	مرقاة المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	التیسیر شرح جامع صغیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض ۱۴۰۸ھ
7	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الفقہ

1	الجوھرۃ النیرۃ	امام ابوبکر بن علی حدادی عبادی، متوفی ۸۰۰ھ	باب المدینہ کراچی
2	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
4	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
6	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1	الزھد	امام عبداللہ بن مبارک مروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
2	الزھد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالغد الجدید، ۱۴۲۶ھ
3	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
4	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
5	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء
6	منھاج العابدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
7	تنبیہ المغترین	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

کتب السیرۃ

1	شمائل ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
2	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

5	شرح الزرقانی علی المواهب	محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6	شانِ حبیب الرحمٰن	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	نعیمی کتب خانہ، گجرات
7	سیرتِ مصطفٰی	مولانا عبد المصطفٰی اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الکتب المتفرقة

1	عیون الحکایات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
2	اسد الغابہ	ابو الحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	روض الریاحین	عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تلاوتِ قرآن کا حکم اور قرآنِ مجید کے تقاضے

حضرت عبیدہ مُلَیْکِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ (یعنی قرآنِ مجید سے غافل اور بےفکر نہ ہو جاؤ) اور دن رات اس کی ایسے تلاوت کرو جیسے تلاوت کا حق ہے اور اسے پھیلاؤ، اسے خوش آوازی سے پڑھو، اس کے معنیٰ میں غور و فکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو اور اس کی تلاوت میں جلد بازی نہ کرو کیونکہ اس (تلاوتِ قرآن) کا بہت ثواب ہے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/۳۵۰، الحدیث: ۲۰۰۷)

ISBN 978-969-631-566-7
0126084
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، بابُ المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القرآن

جلد ہشتم

پارہ 22..تا..24

بفیضانِ نظر

سِراجُ الْاُمّہ، کاشِفُ الْغُمّہ، امامِ اعظم، فَقیہِ اَفْخَم حضرتِ سیِّدُنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدِّدِ دین وملّت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صِرَاطُ الْجِنَان فِی تَفْسِیْرِ الْقُرْآن (جلد ہشتم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار : رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، جون 2016ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شاخ		پتا	فون
باب المدینہ (کراچی)	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
مرکزالاولیاء (لاہور)	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
زم زم نگر (حیدرآباد)	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
مدینۃ الاولیاء (ملتان)	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر ''صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرانی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تعظِیْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کردیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کیے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تعظِیْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین** مَدَنی سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 22، 23 اور 24 پر مبنی آٹھویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

محمد الیاس قادری رضوی

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

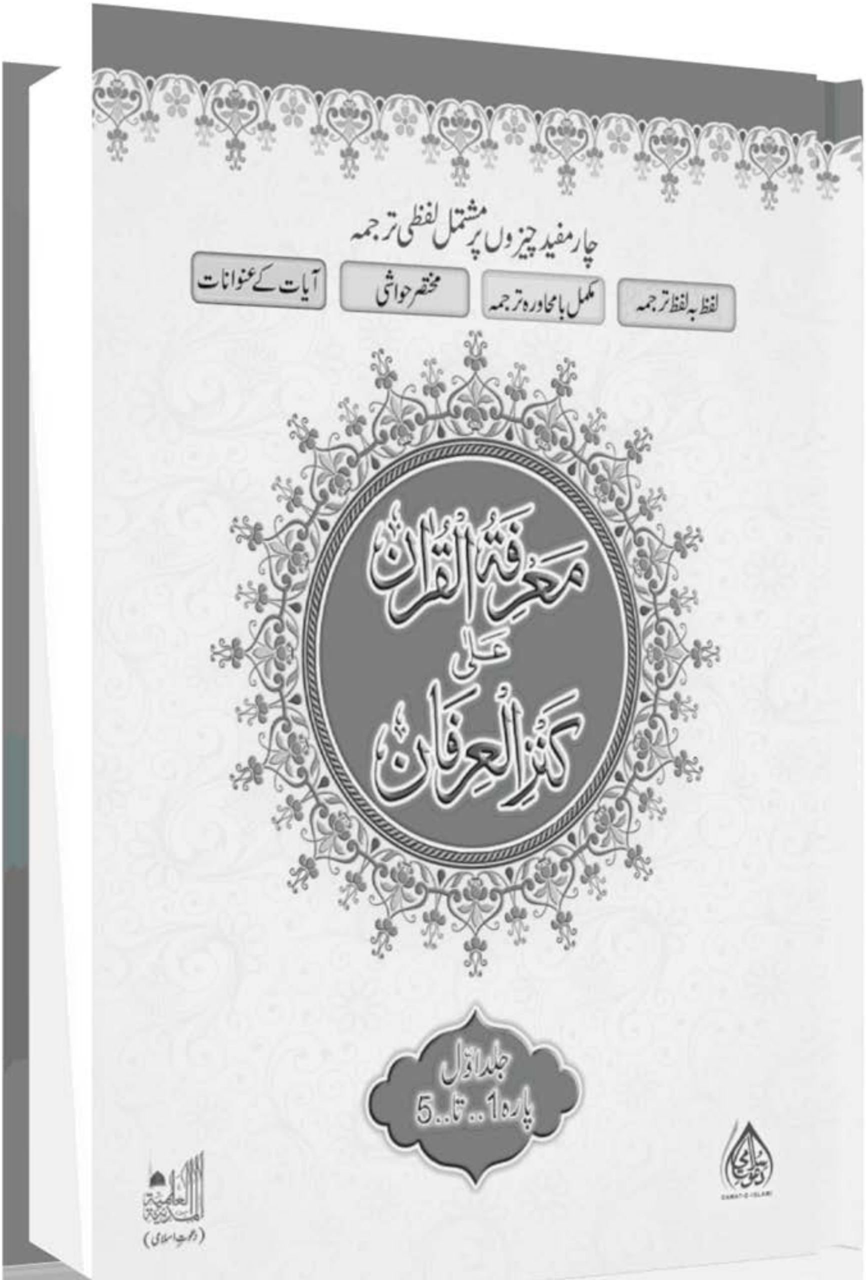
چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل بامحاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علٰی
کنز العرفان
جلد اوّل
پارہ 1 .. تا .. 5

پارہ نمبر...... 22

وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِۙ-وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا(۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو تم میں فرماں بردار رہے **اللہ** اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو تم میں **اللہ** اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے اور اچھے عمل کرے تو ہم اسے دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

﴾وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ : اور جو تم میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے۔﴿ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات! تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبردار رہے تو اسے ہم دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے کہ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گُنا ثواب دیا جائے گا تو تمہیں بیس گنا کیونکہ تمام جہان کی عورتوں میں تمہیں شرف وفضیلت حاصل ہے اور تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں ایک نیک کام کرنا، دوسری رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا جوئی، قناعت اور اچھے طرزِ زندگی کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوش کرنا اور ہم نے اس زوجۂ مُطَہَّرہ کے لئے جنت میں عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔[1]

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا مقام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کو عام عورتوں پر بڑی فضیلت حاصل ہے اور انہیں ان کے نیک عمل پر دگنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی

1......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۱، ۴/۳۱۹.

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے، ان میں سے ایک رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہّرات بھی ہیں۔ (1)

عزت کی روزی درحقیقت جنت کی نعمتیں ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر عزت کی روزی جنت کی نعمتیں ہیں۔ لہٰذا جو مسلمان اس روزی کو پانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اور قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللّٰہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کرم سے بخشش و مغفرت اور جنت کی نعمتیں نصیب فرمائے، اٰمین۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللّٰہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔

---

1 ……مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فی الذی یعتق امَته ثمّ یتزوّجها، ٤/٤٧٧، الحدیث: ٧٣٥١.

2 ……حج: ٥٠.

3 ……سبا: ٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں جیسی نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو۔

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ: اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں جیسی نہیں ہو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بیویو! تم فضیلت اور شرف میں اور عورتوں جیسی نہیں ہو کیونکہ تم سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج اور تمام مومنوں کی مائیں ہو اور تمہیں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خاص قرب حاصل ہے اور جب تمہاری قدر اتنی اعلیٰ اور تمہارا رتبہ اتنا عظیم ہے تو یہ بات تمہاری شان کے لائق نہیں کہ تم دنیا کی زینت اور آرائش کا مطالبہ کرو۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اس سے مراد یہ ہے کہ (اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات!) میری بارگاہ میں تمہاری قدر دوسری نیک خواتین کی قدر جیسی نہیں ہے بلکہ تم میری بارگاہ میں زیادہ عزت والی ہو اور میرے نزدیک تمہارا ثواب زیادہ ہے۔[2]

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور زہد وقناعت

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چاہتے تو انتہائی شاہانہ زندگی گزار سکتے تھے اور اپنی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو دنیا کی تمام راحتیں اور آسائشیں فراہم کر سکتے تھے، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا، اس کی نعمتوں اور آسائشوں کی طرف رغبت نہ رکھتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ میں دنیا سے نہیں ہوں اور دنیا مجھ سے نہیں ہے۔[3] اس لئے آپ کے ساتھ انتہائی قرب رکھنے والوں کی شان کے لائق بھی یہی تھا کہ وہ بھی دنیا کی طرف راغب نہ ہوں، پھر ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے دنیا سے بے رغبتی اور زہد وقناعت کا کیسا شاندار مظاہرہ فرمایا اس کا اندازہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے درجِ ذیل دو واقعات

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۷/۱۶۹، تفسیر کبیر، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۹/۱۶۷، صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۵/۱۶۳۷، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/۴۹۸.

3 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۲/۸۰، الحدیث: ۶۱۲۵، الجزء الثالث.

سے لگایا جا سکتا ہے،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بیت المال سے **80,000** درہم آئے تو آپ نے اپنی کنیز کو وہ درہم تقسیم کرنے کا حکم دیا، کنیز نے ایک ہی مجلس میں وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے، جب وہ فارغ ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس سے کوئی چیز مانگی جس سے وہ روزہ افطار کر لیں تو کنیز کو گھر میں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا روزہ افطار کر لیتیں۔ (1)

(2)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس وقت آپ اپنا نقاب سی رہی تھیں، اس نے عرض کی: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، کیا اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی نہیں فرما دی؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''چھوڑو (ان باتوں کو، میرے نزدیک) وہ نئے کپڑوں کا حقدار نہیں جو پرانے کپڑے استعمال نہ کرے۔ (2)

اللہ تعالیٰ ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے زہد و قناعت کا صدقہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھی زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی دولت نصیب فرمائے، اٰمین۔

﴿اِنِ اتَّقَیْتُنَّ: اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو۔﴾ آیت کے اس حصے میں ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ایک ادب کی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار کرو جس سے لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور اگر دین و اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور وعظ و نصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم اور نازک لہجے میں نہ ہو۔ (3)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ امت کی مائیں ہیں اور کوئی شخص اپنی ماں کے بارے میں بری اور شہوانی سوچ رکھنے کا تصور تک نہیں کر سکتا، اس کے باوجود ازواجِ مُطَہَّرات

---

1 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/۱۶۳۶.

2 ......طبقات الکبری، ذکر ازواج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، عائشۃ بنت ابی بکر، ۸/۵۸.

3 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۴/۳۱۹-۳۲۰، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ص ۹۴۰، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶/۱۷۰، ملتقطاً.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کو بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ جو لوگ منافق ہیں وہ کوئی لالچ نہ کر سکیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا جس کی بنا پر ان کی طرف سے کسی برے لالچ کا اندیشہ تھا اس لئے نرم لہجہ اپنانے سے منع کر کے یہ ذریعہ ہی بند کر دیا گیا۔ [1] اس سے واضح ہوا کہ جب ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کیلئے یہ حکم ہے تو بقیہ کیلئے یہ حکم کس قدر زیادہ ہوگا کہ دوسروں کیلئے تو فتنوں کے مَواقع اور زیادہ ہیں۔

عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق کام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنی عفت اور پارسائی کی حفاظت کرنے والی خواتین کی شان کے لائق یہی ہے کہ جب انہیں کسی ضرورت، مجبوری اور حاجت کی وجہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ بات کرنی پڑ جائے تو ان کے لہجے میں نزاکت نہ ہو اور آواز میں بھی نرمی اور لچک نہ ہو بلکہ ان کے لہجے میں اَجْنَبِیَّت ہو اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو، تاکہ سامنے والا کوئی بُرا لالچ نہ کر سکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو اور جب سَیِّدُ المُرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے والی امت کی ماؤں اور عفت وعصمت کی سب سے زیادہ محافظ مقدس خواتین کو یہ حکم ہے کہ وہ نازک لہجے اور نرم انداز سے بات نہ کریں تاکہ شہوت پرستوں کو لالچ کا کوئی موقع نہ ملے تو دیگر عورتوں کے لئے جو حکم ہوگا اس کا اندازہ ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔

پاکیزہ معاشرے کے قیام میں دینِ اسلام کا کردار

دینِ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پاکیزہ معاشرے کے قیام کے لئے نیز جو چیزیں اس راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں، انہیں ختم کرنے کے لئے انتہائی اَحسن اور مُؤثر اِقدامات کئے ہیں۔ فحاشی، عُریانی اور بے حیائی پاکیزہ معاشرے کے لئے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں، دینِ اسلام نے جہاں ان چیزوں کو ختم کرنے پر زور دیا وہیں ان ذرائع اور اسباب کو ختم کرنے کی طرف بھی توجہ کی جن سے فحاشی، عریانی اور بے حیائی پھیل سکتی ہے، جیسے عورتوں کا نرم و نازک لہجے میں بات کرنا مردوں کے دل میں شہوت کا بیج بونے میں انتہائی کارگر ہے اور فحاشی و بے حیائی کی طرف مائل کرنے والی عورتیں ابتدا میں اسی چیز کا سہارا لیتی ہیں، اس لئے اسلام نے اس ذریعے کو ہی بند کرنے کا فرما دیا تاکہ معاشرہ پاکیزہ رہے اور اس کی بنیادیں مضبوط ہوں۔ افسوس ہمارے معاشرے میں آزادی، روشن خیالی اور معاشی ترقی کے نام پر عورتوں کو غیر

[1] ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیة: ۳۲، ۵/۱۶۳۷، ملخصاً۔

مردوں کے ساتھ باتیں کرنے کے نت نئے مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں اور عورتوں کو نازک لہجے اور نرم انداز سے بات کرنے کی با قاعدہ تربیت دے کر تعلیم، طب، سفر، تجارت، میڈیا اور ٹیلی کام وغیرہ کے مختلف شعبوں میں تعینات کیا جاتا ہے حتّٰی کہ دُنْیَوی شعبہ جات میں عوامی رہنمائی اور خدمت کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں تربیت یافتہ عورت موجود نہ ہو اور اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے اور ایسی عورتیں اچھی طرح جانتی ہیں کہ انہیں دوسری عورتوں کے مقابلے میں شہوت پرست مردوں سے کتنا واسطہ پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور دینِ اسلام کی فطرت سے ہم آہنگ تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نقصان سے بچنے کیلئے ان کے اسباب اور ذرائع کا خاتمہ ضروری ہے

اس آیت سے ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی بھی طرح کے نقصان جیسے نیک اعمال کی بربادی، معاشرتی اَقدار کی تباہی، جان اور مال وغیرہ کی ہلاکت سے بچنے کے لئے ان اسباب اور ذرائع کو ختم کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو نقصان کی وجہ بنتے ہیں، لہٰذا نیک اعمال کو بچانے کے لئے گناہوں سے بچنا ہوگا، معاشرتی اقدار کی حفاظت کے لئے فحاشی، عریانی، بے حیائی اور ان کے ذرائع کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر غور کریں تو نقصان سے بچنے کے لئے اس کے ذرائع اور اسباب کو ختم کرنے کی سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے آسکتی ہیں اور دینِ اسلام کے احکام کی حکمتیں بھی ہم پر واضح ہوسکتی ہیں۔

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاۚ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے

اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کردے۔

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج! تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی رہائش گاہوں میں سکونت پذیر رہو (اور شرعی ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو۔) یاد رہے کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ہے لیکن اس حکم میں دیگر عورتیں بھی داخل ہیں۔[1]

ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور گھر سے باہر نکلنا

ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے اس حکم پر کس حد تک عمل کیا، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا گیا: آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ نہ حج کرتی ہیں اور نہ عمرہ کرتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے حج بھی کیا ہے اور عمرہ بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں گھر میں رہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں دوبارہ گھر سے نہیں نکلوں گی۔ راوی کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ اپنے دروازے سے باہر نہ آئیں یہاں تک کہ وہاں سے آپ کا جنازہ ہی نکالا گیا۔[2]

اللہ تعالیٰ ہماری ماں کے درجات بلند فرمائے اور مسلمان خواتین کو ان کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

عورت، چار دیواری اور اسلام

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کریں اور شرعی ضرورت وحاجت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عورتوں کے اس عمل کی فضیلت بھی بیان فرمائی

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۳، ۷/ ۱۷۰۔

2 ......در منثور، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۳، ۶/ ۵۹۹-۶۰۰۔

ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عورتیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مرد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں شریک ہو کر فضیلت لے گئے اور ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جسے بجا لا کر ہم مجاہدین کا درجہ پاسکیں؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے جو اپنے گھر میں ٹھہری رہے وہ ان مجاہدین کا درجہ پائے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (1)

اس روایت سے ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بلاضرورتِ شرعی گھروں سے باہر نکلتی اور گھومتی پھرتی ہیں اور بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں گھروں میں رہیں تو ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی طرح ثواب ملے۔

یاد رہے کہ دینِ اسلام میں عورت کو گھر میں ٹھہری رہنے کا جو حکم دیا گیا اس سے مقصود یہ ہرگز نہیں کہ دینِ اسلام عورتوں کے لئے یہ چاہتا ہے کہ جس طرح پرندے پنجروں میں اور جانور باڑے میں زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی پرندوں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ اسے یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں اس کی عزت و عصمت کا تَحَفُّظ زیادہ ہے۔ اسے آسان انداز میں یوں سمجھئے کہ جس کے پاس قیمتی ترین ہیرا ہو وہ اسے لے کر سرِ عام بازاروں میں نہیں گھومتا بلکہ اسے مضبوط سے مضبوط لاکر میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اس کی یہ دولت محفوظ رہے اور کوئی لٹیرا اسے لوٹنے کی کوشش نہ کرے اور اس کا یہ عمل عقلِ سلیم رکھنے والوں کی نظر میں بہت اچھا اور قابلِ تعریف ہے اور اس کی بجائے اگر وہ شخص اپنا قیمتی ترین ہیرا لے کر سرِ عام بازاروں میں گھومنا شروع کر دے اور لوگوں کی نظر اس ہیرے پر آسانی سے پڑتی رہے تو عین ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کسی کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اسے لوٹنے کی کوشش کرے اور ایسے شخص کو جاہل اور بیوقوف جیسے خطابات سے نوازا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیمتی ہیرے کا زیادہ تحفظ اسے مضبوط لاکر کے اندر رکھنے میں ہے نہ کہ اسے لے کر سرِ عام گھومنے میں اور اسی طرح عورت کی عصمت کا زیادہ تحفظ اس کا گھر کے اندر رہنے میں ہے نہ کہ غیر مردوں کے سامنے آنے اور ان کے درمیان گھومنے میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود کو دانشور کہلانے والے وہ لوگ حقیقت میں دانش و حکمت سے نہایت دور ہیں جو دینِ اسلام کے اس حکم کے بنیادی مقصد کو پسِ پُشت ڈال کر اور

1 ……مسند البزار، مسند ابی حمزة انس بن مالك رضی اللّٰہ عنہ، ۱۳/۳۳۹، الحدیث: ۶۹۶۲.

کافروں کے طرزِ زندگی سے مرعوب ومغلوب ہو کر غلامانہ ذہنیت سے اعتراضات کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی نظر میں اسلام کے احکام کی قدر ختم ہو جائے، عورت اسلامی احکام کو اپنے حق میں سزا تصور کرے اور وہ اپنی عصمت جیسی قیمتی ترین دولت تک لٹیروں کے ہاتھ پہنچنے کی ہر رکاوٹ دور کر دے۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی احکام کے مقاصد سمجھنے، ان پر عمل کرنے، عورت کی عفت وعصمت کے دشمنوں کے عزائم کو سمجھنے اور ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى: اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔﴾ یعنی جس طرح پہلی جاہلیت کی عورتیں بے پردہ رہا کرتی تھیں اس طرح تم بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرو۔

اگلی اور پچھلی جاہلیت سے کون سا زمانہ مراد ہے؟

اگلی اور پچھلی جاہلیت کے زمانے سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی اور اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کرتی تھیں تا کہ غیر مرد انہیں دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں اور پچھلی جاہلیت سے آخری زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ (1)

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُنَّ اور پردہ

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُنَّ پردے کا خوب اہتمام کرتی تھیں، یہاں ان کے پردے کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: ہم ازواجِ مُطَہَّرات کے پاس سے سواروں کے قافلے گزرتے تھے اور ہم (حج کے سفر میں) تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، جب سوار ہمارے سامنے سے گزرنے لگتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی چادر کو اپنے سر سے لٹکا کر چہرے کے سامنے کر لیتی اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتی تھیں۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ اُمت کی ان مقدس ماؤں کے درجات بلند فرمائے اور ایک طرح سے ان کی بیٹیوں میں داخل مسلم

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٣٣، ٤٩٩/٣، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٣٣، ص٣٥٤، ملتقطاً.

2 ......ابو داؤد، كتاب المناسك، باب في المحرمة تغطي وجهها، ٢٤١/٢، الحديث: ١٨٣٣.

خواتین کو اپنی ماؤں کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بے پردہ اور بے حیا عورتوں کا انجام

شرم و حیاء سے عاری اور بے پردہ عورتوں کا دُنْیَوی انجام تو ہر کوئی معاشرے میں اپنی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے کہ عزت دار اور باحیا طبقے میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی، لوگ انہیں اپنی ہوس بھری نگاہوں کا نشانہ بناتے ہیں، ان پر آوازیں کستے اور ان سے چھیڑ خوانی کرتے ہیں، لوگوں کی نظر میں ان کی حیثیت نفس کی خواہش اور ہوس پوری کرنے کا ذریعہ ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ ہوس پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت سے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ایسی عورت خود طرح طرح کے خطرناک اَمراض کا شکار ہو جاتی ہے اور آخر کار عبرتناک موت سے دوچار ہو کر قبر کی اندھیر نگری میں چلی جاتی ہے، یہ تو ان کا دُنیوی انجام ہے، اب یہاں ایسی عورتوں کا اُخروی انجام بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ "جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا (بلکہ وہ میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی) **(1)** وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ **(2)** وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور سے آتی ہوگی۔ [1]

اس حدیث پاک میں عورتوں کے تین کام بیان ہوئے جن کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں گی،

(1)...... لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ یعنی اپنے بدن کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ حصہ ظاہر کریں گی تا کہ ان کا حسن و جمال ظاہر ہو یا اتنا باریک لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم ویسے ہی نظر آئے گا تو یہ اگرچہ کپڑے پہنے ہوں گی لیکن درحقیقت ننگی ہوں گی۔ [2]

(2)...... مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی۔ یعنی لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی

---

1 ......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات... الخ، ص١١٧٧، الحدیث: ١٢٥(٢١٢٨).

2 ......مرقاة المفاتیح، کتاب الدیات، باب ما لا یضمن من الجنایات، الفصل الاول، ٨٣/٧، تحت الحدیث: ٣٥٢٤.

طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے اور برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی تا کہ ان کے چہرے ظاہر ہوں یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔

(3)......ان کے سر موٹی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ اس جملے کی تشریحات تو بہت ہیں لیکن بہتر تشریح یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے وقت شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی لوگوں کو گھورتی چلیں گی، جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے۔ (1)

اگر غور کیا جائے تو ان تینوں میں سے وہ کون سی ایسی صورت ہے جو ہمارے معاشرے کی عورتوں میں نہیں پائی جاتی، ہمارے غیب کی خبریں دینے والے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صدیوں پہلے جو خبر دی وہ آج حرف بہ حرف پوری ہوتی نظر آ رہی ہے اور ہمارے معاشرے کی عورتوں کا حال یہ ہے کہ وہ لباس ایسے پہنتی ہیں جس سے ان کے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوتا ہے اور کچھ ننگا ہوتا ہے، یا ان کا لباس اتنا باریک ہوتا ہے جس سے ان کے جسم کی رنگت صاف نظر آ رہی ہوتی ہے، یا ان کا لباس جسم پر اتنا فٹ ہوتا ہے جس سے ان کی جسمانی ساخت نمایاں ہو رہی ہوتی ہے تو یہ بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئی ہیں لیکن درحقیقت ننگی ہیں کیونکہ لباس پہننے سے مقصود جسم کو چھپانا اور اس کی ساخت کو نمایاں ہونے سے بچانا ہے اور ان کے لباس سے چونکہ یہ مقصود حاصل نہیں ہو رہا، اس لئے وہ ایسی ہیں جیسے انہوں نے لباس پہنا ہی نہیں اور ان کے چلنے، بولنے اور دیکھنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر رہی ہوتی ہیں اور خود کا حال بھی یہ ہوتا ہے کہ غیر مردوں کی طرف بہت مائل ہوتی ہیں، دوپٹے ان کے سر سے غائب ہوتے ہیں اور برقعہ پہننے والیاں نقاب منہ سے ہٹا کر چلتی ہیں تا کہ لوگ ان کا چہرہ دیکھیں۔ ایسی عورتوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی خوفناک سزاؤں سے ڈرنا چاہیے۔ **اللّٰہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنی بگڑی حالت سدھارنے کی توفیق نصیب کرے، اٰمین۔** (2)

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الديات، باب ما لا يضمن من الجنايات، الفصل الاول، ٧/٨٣-٨٤، تحت الحديث: ٣٥٢٤، ملخصاً.

2 ......پردے سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''پردے کے بارے میں سوال جواب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

دینِ اسلام عورت کی عصمت کا سب سے بڑا محافظ ہے

یاد رہے کہ ایک باعزت اور حیادار عورت کے لئے اس کی عصمت سب سے قیمتی چیز ہے اور ایسی عورت کے نزدیک اپنی عصمت کی اہمیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اسے لٹنے سے بچانے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے اور ہر عقل مند انسان یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اس کی حفاظت کا اتنا ہی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے حتّٰی کہ ان تمام اسباب اور ذرائع کو ختم کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی جاتی ہے جو قیمتی ترین چیز کے لٹنے کا سبب بن سکتے ہوں اور دینِ اسلام میں چونکہ عورت کی عصمت کی اہمیت اور قدر انتہائی زیادہ ہے اس لئے دینِ اسلام میں اس کی حفاظت کا بھی بھرپور اہتمام کیا گیا ہے، جیسے دینِ اسلام میں عورتوں کو ایسے احکام دیئے گئے جن پر عمل نہ کرنا عورت کی عزت کیلئے خطرناک ہوسکتا ہے، مثلاً عورتوں نیز مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، عورتوں سے فرمایا کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رکھیں، اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، نیز دورِ جاہلیّت میں جیسی بے پردگی ہوا کرتی تھی ویسی بے پردگی نہ کریں، زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے، غیر مردوں کو اپنی زینت نہ دکھائیں، اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں، غیر مرد سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو نرم ونازک لہجے اور انداز میں بات نہ کریں وغیرہ۔ پھر عورتوں کی عزت وعظمت بیان کرنے کیلئے قرآن میں فرمایا گیا کہ جو لوگ پاک دامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور اسے شرعی طریقے سے ثابت نہ کرسکیں تو انہیں اَسّی کوڑے لگائے جائیں، ان کی گواہی کبھی نہ مانی جائے اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ انجان، پاکدامن، ایمان والی عورتوں پر بدکاری کا بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے قیامت کے دن بڑا عذاب ہے۔

ان اَحکام سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام عورت اور اس کی عصمت کا سب سے بڑا محافظ ہے اور اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود چادر اور چار دیواری کے تَقَدُّس کو پامال کرکے عورت کی آزادی کا نعرہ لگانے اور روشن خیالی کے نام پر عورت کو ہر جگہ کی زینت بنانے اور حقوقِ نسواں کے نام پر ہر شعبے میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوششیں کرکے عورتوں سے کھیلنے کو آسان سے آسان تر بنانے میں مصروف ہیں اور ان عورتوں کو بھی نصیحت

حاصل کرنی چاہئے جو اپنی عزت وناموس کے دشمنوں، بے علم دانشوروں کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر خود کو خطرے پر پیش کرتی ہیں اور خود کو غیر محفوظ بناتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات! تم نماز قائم رکھو جو کہ بدنی عبادات کی اصل ہے اور اگر تمہارے پاس مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو۔[1]

نوٹ: خیال رہے کہ یہ حکم عام ہے اور تمام عورتوں کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کریں۔

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور عبادت

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خوب کوشش کیا کرتی تھیں، چنانچہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا روزانہ بلاناغہ نمازِ تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں اور اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوتِ قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔[2]

اللہ تعالیٰ اُمت کی ماؤں کی عبادات کا صدقہ ان کی روحانی بیٹیوں کو بھی نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نسبت پر بھروسہ کر کے نماز نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو نصیحت

یہاں اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو حکم دیا گیا کہ نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قرابت کے باعث اگر کوئی نماز اور زکوٰۃ کا تارک ہوگا تو اس سے کسی قسم کی پوچھ نہیں ہوگی۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو نماز نہیں پڑھتے، روزے بھی نہیں رکھتے اور فرض ہونے کے باوجود زکوٰۃ بھی نہیں دیتے اور انہیں جب عمل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو نسبت کا بہانہ بنا دیتے ہیں کہ ہماری نسبت اچھوں کے ساتھ ہے اس لئے اگر ہم ان احکام پر عمل نہ کریں تو بھی ہمارا

---

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۳۳، ۷/۱۷۱.

2 ......سیرتِ مصطفیٰ، انیسواں باب، ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن، ص۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۳-۔

بیڑہ پار ہے۔

﴿ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ : اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔﴾ یعنی تمام احکامات اور ممنوعات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو لہٰذا تم میں سے کسی کی شان کے لائق یہ بات نہیں کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا تم اس کی مخالفت کرو۔ (1)

نوٹ: یہ حکم عام ہے اور تمام عورتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کا حکم ہے۔

اَزواجِ مُطَهَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کی فرمانبرداری

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَهَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ فرائض اور سنتوں وغیرہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوب فرمانبرداری کیا کرتی تھیں حتّٰی کہ مُستحب احکام میں بھی ان کی اطاعت کا حال بے مثال تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں مجھے آپ کی اَزواجِ مُطَهَّرات میں سے رکھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اس رتبے کی تمنا رکھتی ہو تو تمہیں چاہئے کہ کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو اور جب تک کسی کپڑے میں پیوند لگ سکتا ہے تب تک اسے بیکار نہ سمجھو۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا فقر کو مالداری پر ترجیح دینے کی اس نصیحت پر اتنی عمل پیرا رہیں کہ (زندگی بھر) کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کر نہیں رکھا۔ (2)

اللہ تعالیٰ اُمَّہاتُ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کی اطاعت وفرمانبرداری کا صدقہ مسلم خواتین کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ : اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے۔﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ گناہوں

1 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٣، ٥/١٦٣٨.

2 ......مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم: ذکر ازواج مطہرات... الخ، ٢/٤٧٢-٤٧٣.

کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت

اِس آیت میں اہلِ بیت سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات سب سے پہلے مراد ہیں کیونکہ آگے پیچھے سارا کلام ہی اُن کے متعلق ہورہا ہے۔ بقیہ نُفوسِ قُدسیہ یعنی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی المرتضٰی اور حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کا اہلِ بیت میں داخل ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے۔

صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے اپنی کتاب ''سوانح کربلا'' میں یہ آیت لکھ کر اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے اَقوال اور اَحادیث نقل فرمائیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ''خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں (یعنی ازواجِ مُطَہَّرات) کیونکہ وہی اس کے مُخاطَب ہیں (اور) چونکہ اہلِ بیتِ نسب (نسبی تعلق والوں) کا مراد ہونا مخفی تھا، اس لئے آں سَرورِعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اس فعل مبارک (جس میں پنجتن پاک کو چادر میں لے کران کے لئے دعا فرمائی) سے بیان فرمادیا کہ مراد اہلِ بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیتِ مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ اَزواج یا بیتِ نسب کے اہل (جیسے کہ) بنی ہاشم ومُطّلب۔[2]

تقویٰ اور پرہیزگاری کی ترغیب

امام عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: ''ان آیات (یعنی اس آیت اور اس کے بعد والی آیت) میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں۔ یہاں گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے تشبیہ دی گئی کیونکہ گناہوں کا مُرتکب اُن سے ایسے ہی مُلَوَّث ہوتا ہے جیسے جسم نجاستوں سے آلودہ ہوتا ہے اور اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ عقل رکھنے والوں کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔[3]

وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالۡحِكۡمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۳۳، ص ۹٤۰، ملخصاً.

2 ......سوانح کربلا، اہل بیت نبوت، ص۸۲۔

3 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۳۳، ص ۹٤۰-۹٤۱.

كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بیشک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا، خبردار ہے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ: اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ اس آیت میں بھی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے خطاب فرمایا گیا کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں اور تم رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جن اَحوال کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کے جن ارشادات کو سنتی ہو انہیں یادرکھا کرو اور موقع کی مناسبت سے وعظ و نصیحت کے طور پر لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرتی رہو۔ یہاں آیت میں اللہ تعالٰی کی آیات سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور حکمت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قرآن کریم کے اَحکام اور مَواعظ مراد ہیں۔ (1)

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ اور اَحادیث کا بیان

ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احوال کو بڑے قریب سے دیکھا اور ان کے عمومی ارشادات اور بطورِ خاص گھریلو زندگی سے متعلق فرامین کو انتہائی توجہ سے سنا اور انہیں امت تک پہنچانے کا فریضہ بڑی خوبی سے ادا فرما کر امت پر عظیم احسان فرمایا، انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جو اَحوال اور ارشادات امت تک پہنچائے، یہاں اس کی 3 مثالیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب کبھی رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٤، ٧/ ١٣٤-١٣٥، الجزء الرابع عشر، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٣٤، ٣/ ٤٩٩، ملتقطاً.

وَسَلَّمَ ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھ پاتے تو انہیں بعد میں (یعنی ظہر کے فرض پڑھنے کے بعد) پڑھ لیا کرتے تھے۔[1]

(2)......اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے ''رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ'' اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، کوئی چیز لینے اور کچھ دینے کے لئے اپنا دایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے اور دیگر کاموں کے لئے بائیں ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے۔[2]

(3)......اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی: میرے والد بوڑھے ہیں اور وہ حج کرنے کی اِستطاعت نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا: ''اس بارے میں تیری کیا رائے ہے کہ اگر تیرے والد پر قرض ہوتا اور تو ان کی طرف سے قرض ادا کر دیتا تو وہ تجھ سے قبول کر لیا جاتا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تو اللّٰہ تعالٰی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔[3]

آیت '' وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآن مجید کی آیات اور اَحادیث کو یاد کرنا اور دوسروں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے تاکہ شریعت کے اَحکام کا علم ہو۔

(2)......ہر مسلمان کو اپنے گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں کا تذکرہ کرتے رہنا چاہئے۔

(3)......بعض اوقات دوسروں سے بھی قرآن پاک کی آیات سننی چاہئیں۔

اللّٰہ تعالٰی ہمیں ان تینوں باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب منه آخر، ٤٣٥/١، الحديث: ٤٢٦.

2......مسند امام احمد، حديث حفصة ام المؤمنين... الخ، ١٦٧/١٠، الحديث: ٢٦٥٢٦.

3......مسند امام احمد، حديث سودة بن زمعة رضى الله عنها، ٣٩٨/١٠، الحديث: ٢٧٤٨٧.

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار اور فرماں برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللّٰہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللّٰہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے رکھنے والے اور روزے رکھنے والیاں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللّٰہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللّٰہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت اسماء بنتِ عمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواجِ مُطَہَّرات

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ سے مل کرانہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے بارے میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔اُنہوں نے فرمایا:نہیں،تو حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: **یارسولَ اللہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،عورتیں تو بڑے نقصان میں ہیں۔ارشاد فرمایا: کیوں؟ عرض کی: ان کا ذکر (قرآن میں) خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی۔

مردوں کے ساتھ عورتوں کے دس مراتب

اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے جو دس مراتب بیان ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے،

(1)......وہ مرد اور عورتیں جو کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی اور ان احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

(2)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی تصدیق کی اور تمام ضروریاتِ دین کو مانا۔

(3)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے عبادات پر مُداوَمت اختیار کی اور انہیں (ان کی حدود اور شرائط کے ساتھ) قائم کیا۔

(4)......وہ مرد اور عورتیں جو اپنی نیت،قول اور فعل میں سچے ہیں۔

(5)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے نفس پر انتہائی دشوار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے طاعتوں کی پابندی کی،ممنوعات سے بچتے رہے اور مَصائب و آلام میں بے قراری اور شکایت کا مظاہرہ نہ کیا۔

(6)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے طاعتوں اور عبادتوں میں اپنے دل اور اعضاء کے ساتھ عاجزی وانکساری کی۔

(7)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں فرض اور نفلی صدقات دیئے۔

(8)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے فرض روزے رکھے اور نفلی روزے بھی رکھے۔منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درہم صدقہ کیا وہ خیرات کرنے والوں میں اور جس نے ہر مہینے اَیّامِ بِیض (یعنی قمری مہینے کی 13،14،15 تاریخ) کے تین روزے رکھے وہ روزے رکھنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

(9)......وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اپنی عفت اور پارسائی کو محفوظ رکھا اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے۔

(10)......وہ مرد اور عورتیں جو اپنے دل اور زبان کے ساتھ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ کثرت سے ذکر کرنے والوں میں اس وقت شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورتیں اسلام، ایمان اور طاعت میں، قول اور فعل کے سچا ہونے میں، صبر، عاجزی و انکساری اور صدقہ و خیرات کرنے میں، روزہ رکھنے اور اپنی عفت و پارسائی کی حفاظت کرنے میں اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں مردوں کے ساتھ ہیں، تو ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی کثرت سے متعلق دو باتیں

اس آیت میں مردوں اور عورتوں کے **10** مراتب ایک ساتھ بیان ہوئے جن کا بیان اوپر ہو چکا، یہاں دسویں مرتبے ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت'' کے بارے میں دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......ذکر میں تسبیح پڑھنا، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا، کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا، دین کا علم پڑھنا اور پڑھانا، نماز ادا کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، میلاد شریف اور نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔

(2)......ذکر کی کثرت کی صورتیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں، اور اس کی سب سے کم صورت یہ ہے کہ اَصحابِ بدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی تعداد کے برابر یعنی **313** مرتبہ تسبیح وغیرہ پڑھ لینا کثرت میں شمار ہوتا ہے۔

کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے تین فضائل

یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے کے فضائل پر مشتمل **3** اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ کے راستہ میں جارہے تھے کہ ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جسے **جُمْدَان** کہا جاتا ہے، اس وقت صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے ارشاد فرمایا: ''چلو یہ **جُمْدَان** ہے، سبقت لے گئے جدا رہنے والے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی

[1]......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآية: ٣٥، ٤/٣٢١، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٣٥، ص ٩٤١، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٣٥، ٣/٥٠٠، ملتقطاً.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، الگ رہنے والے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کی بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جدا رہنے والے سب سے آگے بڑھ گئے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: جدا رہنے والے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر میں مُستَغرق لوگ۔ ذکر نے ان کے بوجھ ان سے اتار دیئے پس وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے آئیں گے۔ [2]

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا گیا: کون سے بندے اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجے والے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنے والی عورتیں۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کا درجہ اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا ’’اگر کوئی شخص مشرکین اور کفار پر اتنی تلوار چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے تب بھی کثرت سے اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس سے درجے میں زیادہ ہوگا۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور عورتوں کو کثرت کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللّٰہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے

[1]......مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث علی ذکر اللّٰہ تعالی، ص۱۴۳۹، الحدیث: ٤(۲٦۷٦).

[2]......ترمذی، احادیث شتی، باب فی العفو والعافیة، ۵/۳٤۲، الحدیث: ۳٦۰۷.

[3]......مشکاة المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیه، الفصل الثالث، ۱/٤۲۷، الحدیث: ۲۲۸۰.

معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ۔﴾ **شانِ نزول:** مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خرید کر آزاد فرمایا اور انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبد المُطّلب کی بیٹی تھیں، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح کا پیغام دیا، شروع میں تو یہ اس گمان سے راضی ہوگئیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے لئے پیغام دیا ہے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے رشتہ طلب فرمایا ہے تو انکار کردیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں اس لئے ایسے شخص کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اسے سن کر دونوں بہن بھائی راضی ہوگئے اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح ہوگیا۔[1]

آیت " وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... آدمی پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے۔

(2)...... حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کا شانِ نزول

[1]...... قرطبی، الاحزاب، تحت الآية: ۳٦، ۷ / ۱۳٦-۱۳۷، الجزء الرابع عشر، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۳٦، ۳ / ۵۰۱، ملتقطاً.

لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ''ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے خصوصاً جبکہ وہ اس کا کُفو (یعنی ہم پلہ) نہ ہو خصوصاً جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کواکب ثریا (یعنی ثریا ستاروں) سے بھی بلند و بالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رَبُّ الْعِزَّۃ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرضِ اِلٰہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرض) کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نامِ اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرضِ قطعی ہوگئی، مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائے گا، دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا۔ [1]

(3)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم اور آپ کے مشورے میں فرق ہے، حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق ہوگا۔ اسی لئے یہاں: ''**اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا**'' یعنی جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں۔'' فرمایا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ''**وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ**'' [2] **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

شرعی احکام اور اختیاراتِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عطا سے شرعی احکام میں خودمختار ہیں۔ آپ جسے جو چاہے حکم دے سکتے ہیں، جس کے لئے جو چیز چاہے جائز یا ناجائز کر سکتے ہیں اور جسے جس حکم سے چاہے الگ فرما سکتے ہیں۔ کثیر صحیح اَحادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں، یہاں ان میں سے 6 اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)...... جب حرمِ مکہ کی نباتات کو کاٹنا حرام فرمایا گیا تو حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے پر اِذخر گھاس کاٹنے کو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جائز فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرام فرمایا ہے، پس یہ مجھ

---

1 ...... فتاویٰ رضویہ، رسالہ: منیۃ اللبیب انّ التشریع بید الحبیب، ۳۰/ ۵۱۷-۵۱۸۔

2 ...... ال عمران: ۱۵۹.

سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ کسی کے لئے میرے بعد حلال ہوگا، میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت حلال ہوا، نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے اور اعلان کرنے کے علاوہ اس کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اِذخر کے سوا کیونکہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ ارشاد فرمایا ''چلو اِذخر کے سوا (دوسری گھاس نہ اکھاڑی جائے۔)''[1]

(2)......حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی قربانی کر لینا جائز کر دیا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ان کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی، جب انہیں معلوم ہوا یہ کافی نہیں تو عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو میں کر چکا، اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''اِس کی جگہ اُسے کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔''[2]

(3)......حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ایک گھر کے مُردے پر بَین کر کے رونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں (جب عورتوں کی بیعت سے متعلق آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ **لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ**، اور مردے پر بین کر کے رونا چیخنا بھی گناہ تھا) میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، فلاں گھر والوں کا اِستثناء فرما دیجئے کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیّت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا وہ مُستثنیٰ کر دیئے۔''[3]

(4)......حضرت اسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو وفات کی عدت کے عام حکم سے الگ فرما دیا اور ان کی عدت چار مہینے دس دن کی بجائے تین دن مقرر فرما دی۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہو گئے تو سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حکم دیا: تم تین دن تک (سنگار سے)

1......بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، ۱/۴۵۳، الحدیث: ۱۳۴۹.

2......بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر الی العید، ۱/۳۳۲، الحدیث: ۹۶۸.

3......مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، ص۴۶۶، الحدیث: ۳۳(۹۳۷).

رکی رہو، پھر جو چاہو کرو۔ (1)

(5)......ایک شخص کے لئے قرآن مجید کی سورت سکھا دینا مہر مقرر فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ابو نعمان ازدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: مہر دو۔ اس نے عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا تجھے قرآنِ عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (2)

نوٹ: یاد رہے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سکھانا یا کوئی پارہ زبانی یاد کر کے عورت کو سنا دینا اس کا شرعی مہر نہیں ہوسکتا اگرچہ عورت اس کا تقاضا کرے اور اگر عورت کے مطالبے پر شوہر نے ایسا کر دیا تو وہ مہر کی ادائیگی سے بری الذّمہ نہ ہوگا، اگر عقدِ نکاح میں اس چیز کا تعیُّن نہیں ہوا جو مہر بن سکتی ہے تو شوہر پر مہرِ مثل دینا لازم ہوگا، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے یوں کہے: اگر تم مجھے فلاں پارہ یا سورت یاد کر کے سنا دو تو میرا مہر تجھے معاف ہے، تو یہ جائز ہے۔

(6)......حضرت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی ہمیشہ کے لئے دو مَردوں کی گواہی کے برابر فرما دی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ تیرے لئے خرابی ہو، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی کوئی نہیں دیتا کیونکہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہ میں حاضر ہوئے اور گفتگو سن کر بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھ گھوڑا بیچا ہے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے، پھر تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے، میں آسمان و زمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں گا۔ اس کے انعام میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مَرد کی گواہی کے برابر فرما دی اور ارشاد فرمایا: ''خزیمہ

1......معجم الكبير، اسماء بنت عميس الخثعمية من المهاجرات، عبد الله بن شداد بن الهاد عن اسماء، ٢٤ / ١٣٩، الحديث: ٣٦٩.

2......شرح الزرقاني، الفصل الرابع فيما اختص به صلى الله عليه وسلم من الفضائل والكرامات، ٧/٣٥٦، مختصراً.

جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی گواہی کافی ہے۔ [1]

نوٹ: شرعی احکام میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیارات سے متعلق بہترین معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے ”مُنْیَۃُ اللَّبِیْب اَنَّ التَّشْرِیْعَ بِیَدِ الْحَبِیْب“ (بیشک شرعی احکام اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیار میں ہیں) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًاؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللّٰہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللّٰہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللّٰہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللّٰہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہوجائے اور اللّٰہ کا حکم ہوکر رہنا۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب اذا علم الحاکم صدق الشاهد الواحد...الخ، ۳/۴۳۱، الحدیث: ۳۶۰۷، معجم الکبیر، خزیمة بن ثابت الانصاری... الخ، عمارة بن خزیمة بن ثابت عن ابیه، ۴/۸۷، الحدیث: ۳۷۳۰.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب تم اس سے فرمارہے تھے جس پر **اللہ** نے انعام فرمایا اور جس پر آپ نے انعام فرمایا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روک رکھو اور **اللہ** سے ڈرو اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو **اللہ** ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کا اندیشہ تھا اور **اللہ** اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب زید نے اس سے حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں کچھ حرج نہ رہے جب ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور **اللہ** کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ: اور اے محبوب! یاد کرو جب تم اس سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا۔﴾ اس آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو **اللہ** تعالیٰ نے اسلام کی عظیم دولت سے نواز کر ان پر انعام فرمایا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے انہیں آزاد کر کے اور ان کی پرورش فرما کر ان پر انعام اور احسان فرمایا۔ جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا نکاح حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے ہو چکا تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا آپ کی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ میں داخل ہوں گی، **اللہ** تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے درمیان موافقت نہ ہوئی اور حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی سخت انداز میں گفتگو، تیز زبانی، اطاعت نہ کرنے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی۔ ایسا بار بار اتفاق ہوا اور ہر بار حضور انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو سمجھا دیتے اور ان سے ارشاد فرماتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا پر تکبر کرنے اور شوہر کو تکلیف دینے کے الزام لگانے میں **اللہ** تعالیٰ سے ڈرو۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ساتھ تمہارا گزارہ نہیں ہوسکے گا اور طلاق ضرور واقع ہوگی اور **اللہ** تعالیٰ انہیں ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ میں داخل کرے گا اور **اللہ** تعالیٰ کو یہ بات ظاہر کرنا منظور تھی۔ جب حضرت زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کو طلاق دے دی تو رسول کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کی طرف سے اعتراض کئے جانے کا اندیشہ ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ کا حکم تو حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ساتھ نکاح کرنے کا ہے اور

ایسا کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جوان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی، اس پر آپ کو لوگوں کے بے جا اعتراضات کی پرواہ نہ کرنے کا فرمایا گیا۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمالِ شرم و اَدب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ میں اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی، جو میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو منظور ہو میں اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔[1]

سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 37 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے یہ باتیں معلوم ہوئیں،

یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں یہ نعمت دی ہے۔ نیز رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیادہ شادیاں فرمانے کی ایک حکمت معاشرے میں رائج بری رسموں کا خاتمہ کرنا تھی، جیسے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرما کر لوگوں کے درمیان رائج اس بری رسم کا خاتمہ کر دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی شرعی وجہ نہ ہو۔

حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شرف

حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ شرف حاصل ہے کہ تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے صرف ان کا نام صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہے اور دنیا و آخرت میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے انسان اور فرشتے آیت میں ان کا نام پڑھتے رہیں گے۔[2]

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۵۰۱-۵۰۲، مدارك، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۹۴۲-۹۴۳، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/۱۶۴۲.

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﹰ۟ۙ (٣٨)

ترجمۂ کنزالایمان: نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللّٰہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی اللّٰہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللّٰہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللّٰہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ اللّٰہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے، اور اللّٰہ کا ہر کام مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔

﴿ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللّٰہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے جو حلال فرمایا اور انہیں منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنے کا جو حکم دیا اس پر عمل کرنے میں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی حرج نہیں اور زیادہ شادیاں کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی اللّٰہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا اور انہیں نکاح کے معاملے میں امتیوں سے زیادہ وسعت عطا فرمائی اور اس سلسلے میں انہیں خاص احکام دیئے ہیں۔ (1)

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زیادہ شادیاں فرمانا مِنہاجِ نبوت کے عین مطابق تھا

اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے تمام امت کو یہ بتادیا کہ اس نے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی نکاح کے معاملے میں وسعت فرمائی اور انہیں کثیر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کثیر خواتین سے شادیاں

(1) ......ابن كثير، الاحزاب، تحت الآية: ٣٨، ٦/٣٨٠، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٣٨، ٧/١٨٢، ملتقطاً.

فرمانا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خاص اجازت سے تھا اور آپ کا یہ عمل انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستور کے برخلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق تھا کیونکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے متعدد انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کی تھیں، قرآن مجید کے علاوہ بائبل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تین شادیاں فرمائیں، آپ کی پہلی بیوی کے بارے بائبل میں ہے ''اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ [1]

آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دوسری بیوی سے اولاد کے بارے بائبل میں ہے ''موسمِ بہار میں مُعَیَّن وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ [2]

آپ کی تیسری بیوی اور ان سے ہونے والی اولاد کے بارے بائبل میں ہے ''اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔ [3]

حضرت یعقوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چار شادیاں فرمائی تھیں، آپ کی پہلی زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ''تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا۔ [4]

دوسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ''اور لابن نے اپنی لونڈی زِلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ [5]

تیسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ''یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا، تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی۔ [6]

چوتھی زوجہ بلہاہ کے بارے بائبل میں ہے ''اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کو دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ [7]

---

1 ...... بائبل، پیدائش، باب ١٦، آیت نمبر: ١٥-١٦، ص ١٦۔
2 ...... بائبل، پیدائش، باب ١٨، آیت نمبر: ١٤، ص ١٧۔
3 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٥، آیت نمبر: ١-٢، ص ٢٤۔
4 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٢-٢٣، ص ٣٠۔
5 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٤، ص ٣٠۔
6 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٨، ص ٣٠۔
7 ...... بائبل، پیدائش، باب ٢٩، آیت نمبر: ٢٩، ص ٣٠۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے بائبل میں ہے ’’اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (1)

مذکورہ بالا تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہ ہیں جن پر یہودی اور عیسائی ایمان رکھتے ہیں، تو جس طرح ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی بنا پر ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَقَدُّس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح اس عمل کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تقدس اور آپ کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی، یونہی اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی وجہ سے ان محترم اور مکرم ہستیوں پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک سے زیادہ شادیوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

کثرتِ اَزواج کا ایک اہم مقصد

یاد رہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا مَعَاذَ اللّٰہ تسکینِ نفس کے لئے ہرگز نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کی شخصیت میں اس کا ادنیٰ سا شائبہ بھی موجود ہوتا تو آپ کے دشمنوں کو اس سے بہتر اور کوئی حربہ ہاتھ نہیں آسکتا تھا جس کے ذریعے وہ آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، آپ کے دشمن جادوگر، شاعر، مجنون وغیرہ الزامات تو آپ پر لگاتے رہے، لیکن کسی سخت سے سخت دشمن کو بھی ایسا حرف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی جس کا تعلق جذباتی بے راہ روی سے ہو۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی کے ابتدائی 25 سال انتہائی عفت اور پاکبازی کے ساتھ گزارے اور پچیس سال کے بعد جب نکاح فرمایا تو ہم عمر خاتون سے نکاح میں دشواری نہ ہونے کے باوجود ایک ایسی خاتون کو شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمایا جو عمر میں آپ سے 15 سال بڑی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھیں، اولاد والی بھی تھیں اور نکاح کا پیغام بھی اس خاتون نے خود بھیجا تھا، پھر نکاح کے بعد پچاس سال کی عمر تک انہی کے ساتھ رہنے پر اِکتفا کیا اور اس دوران کسی اور رفیقۂ حیات کی خواہش تک نہ فرمائی اور جب حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے انتقال کے بعد آپ نے نکاح فرمایا تو کسی نوجوان خاتون سے نہیں بلکہ حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں۔ یونہی اعلانِ نبوت کے بعد جب کفار کی طرف سے حسین ترین عورتوں سے شادی کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا، نیز آپ نے جتنی خواتین کو زوجیت

---

1 ...... بائبل، ۱- سلاطین، باب ۱۱، آیت نمبر: ۳، ص ۳۴۰۔

کا شرف عطا فرمایا ان میں صرف ایک خاتون اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کنواری تھیں بقیہ بیوہ یا طلاق یافتہ تھیں، یہ تمام شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا تسکینِ نفس کے لئے ہرگز ہرگز نہ تھا، بلکہ آپ کے اس طرزِ عمل پر انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو ہر انصاف پسند آدمی پر یہ واضح ہو جائے گا کہ کثیر شادیوں کے پیچھے بے شمار ایسی حکمتیں اور مَقاصد پوشیدہ تھے جن کا متعدد شادیوں کے بغیر پورا ہونا مشکل ترین تھا، یہاں اس کا ایک مقصد ملاحظہ ہو۔

خواتین اس امت کا نصف حصہ ہیں اور انسانی زندگی کے ان گنت مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ہے اور فطرتی طور پر عورت اپنی نسوانی زندگی سے متعلق مسائل پر غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے، اسی طرح شرم و حیا کی وجہ سے عورتیں ازدواجی زندگی، حیض، نفاس اور جنابت وغیرہ سے متعلق مسائل کھل کر رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش نہ کرسکتی تھیں اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنا حال یہ تھا کہ آپ کنواری عورت سے بھی زیادہ شرم و حیا فرمایا کرتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی ہوں تا کہ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو احکامات اور تعلیمات لے کر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مبعوث ہوئے تھے انہیں ان کے ذریعے امت کی عورتوں تک پہنچایا جائے، وہ مسائل عورتوں کو سمجھائے جائیں اور ان مسائل پر عمل کر کے دکھایا جائے اور یہ کام صرف وہی خواتین کرسکتی تھیں جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوں اور ہجرت کے بعد چونکہ مسلمانوں کی تعداد میں اس تیزی کے ساتھ اضافہ ہونا شروع ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی، اس لئے ایک زوجہ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تنہا ان ذمہ داریوں کو سر انجام دے سکیں گی۔

ایک امتی کی ذمہ داری

یہاں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شادیوں سے متعلق جو کلام ذکر کیا اس سے مقصود کفار کی طرف سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کے اس پہلو پر کئے جانے والے اعتراضات کو ذہنوں سے صاف کرنا تھا اور آج کے زمانے میں چونکہ فحاشی، عریانی اور بے حیائی عام ہے اور زیادہ شادیوں اور کم عمر عورت سے شادی کو معاشرے

میں غلط نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس لئے ہر امتی کی یہ اہم ترین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازدواجی زندگی کے ان پہلوؤں پر غور وفکر نہ کرے اور اس حوالے سے دماغ میں آنے والے وسوسوں کو یہ کہہ کر جھٹک دے کہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا امتی ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ آپ کا کوئی عمل اللّٰہ تعالٰی کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا، لہٰذا میں شیطان کے وسوسوں پر کسی صورت کان نہیں دھر سکتا۔ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے ورنہ اس بارے میں غور وفکر ایمان کے لئے شدید خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللّٰہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللّٰہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے اور اللّٰہ بس ہے حساب لینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللّٰہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللّٰہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللّٰہ کافی حساب لینے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ: وہ جو اللّٰہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصف بیان فرمایا گیا کہ وہ اللّٰہ تعالٰی کے پیغامات بندوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے ہر عمل میں اس سے ڈرتے ہیں اور وہ اللّٰہ تعالٰی کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللّٰہ تعالٰی کے احکام پر عمل کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے (جیسے یہاں حضرت زینب سے نکاح کے معاملے میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکمِ الٰہی پر ہر خوف واندیشے کو دل سے نکال کر حکمِ خدا پر عمل کیا) اور اللّٰہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کو محفوظ فرمانے اور لوگوں کا حساب لینے کے لئے کافی ہے تو اسی سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے۔ (1)

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۳۹، ۷ / ۱۸۲، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ۳۹، ۳ / ۵۰۳، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۳۹، ص۹۴۳، ملتقطاً.

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿٤٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔﴾ جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمالیا تو کفار اور منافقین یہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم میں سے کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی مَنکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حقیقی فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں رجال یعنی مرد کہا جائے کیونکہ وہ بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ (آیت میں مذکر اولاد کی نفی نہیں بلکہ رجال یعنی بڑی عمر کے مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی ہے۔)[1]

﴿وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ: لیکن اللہ کے رسول ہیں۔﴾ آیت کے شروع کے حصہ میں فرمایا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن جیسے جسمانی باپ ہوتا ہے ایسے ہی روحانی باپ بھی ہوتا ہے تو فرمادیا کہ اگرچہ یہ مردوں میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللہ کے رسول ہیں تو آیت کے اِس حصے

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ٣/٥٠٣، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ص٣٥٥، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ص٩٤٣، ملتقطاً.

سے مراد یہ ہوا کہ تمام رسول امت کو نصیحت کرنے، ان پر شفقت فرمانے، یونہی امت پر ان کی تعظیم وتوقیر اور اطاعت لازم ہونے کے اعتبار سے اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ اُن کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت ان کی حقیقی اولاد بن گئی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام اس کے لئے ثابت ہوگئے بلکہ وہ صرف ان ہی چیزوں کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں جن کا ذکر ہوا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی حقیقی اولاد نہیں، تو ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے۔ (1)

﴿وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ: اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔﴾ یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتّٰی کہ جب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (2)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا آخری نبی ہونا قطعی ہے

یاد رہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا آخری نبی ہونا قطعی ہے اور یہ قطعیَّت قرآن وحدیث و اِجماعِ امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیت بھی موجود ہے اور اَحادیث تواتُر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اِجماعِ قطعی بھی ہے، ان سب سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ** ماننا، **اللّٰہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی** کو اَحد، صَمد، **لَاشَرِیْکَ لَہ** (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا فرضِ اوّل ومَناطِ ایمان ہے، یونہی **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ**

1 ……خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ٥٠٣/٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ص٩٤٣، ملتقطاً.

2 ……خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٠، ٥٠٣/٣.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیِ جدید کی بِعْثَت کو یقیناً محال وباطل جاننا فرضِ اَجل وجزءِ ایقان ہے۔ ” وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ “ نصِ قطعیِ قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً کافر ملعون مُخَلَّد فِی النِّیْرَان (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتَرَدُّد کو راہ دے وہ بھی کافر بَیِّنُ الْکَافِرِ جَلِیُّ الْکُفْرَان (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن) ہے۔[1]

خَتمِ نبوت سے متعلق 10 اَحادیث

یہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے سے متعلق 10 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی؟ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا میں (قصرِ نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں۔[2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ (اور اس حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ) عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، ۱۵/۶۳۰۔

2......مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین، ص۱۲۵۵، الحدیث: ۲۲(۲۲۸۶).

3......ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، ۴/۱۳۲، الحدیث: ۴۲۵۲.

’’مجھے چھ وجوہ سے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت دی گئی ہے۔(1) مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔ (2) رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔(3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے۔(4) تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت اور نماز کی جگہ بنادیا گیا ہے۔(5) مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے۔(6) اور مجھ پر نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کیا گیا ہے۔(1)

(4)......حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللّٰہ تعالٰی میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔(2)

(5)......حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا، میں تمام پیغمبروں کا خاتَم ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلی شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور یہ بات فخر کے طور پر ارشاد نہیں فرماتا۔(3)

(6)......حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک میں اللّٰہ تعالٰی کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتَمُ النَّبِیّٖن (لکھا) تھا جب حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔(4)

(7)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔(5)

(8)......حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت

1......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، ص٢٦٦، الحديث: ٥(٥٢٣).

2......ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٣٨٢/٤، الحديث: ٢٨٤٩.

3......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ٦٣/١، الحديث: ١٧٠.

4......مسند امام احمد، مسند الشاميين، حديث العرباض بن سارية عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٨٧/٦، الحديث: ١٧١٦٣.

5......ترمذی، کتاب الرؤيا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب ذهبت النبوّة وبقيت المبشّرات، ١٢١/٤، الحديث: ٢٢٧٩.

علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا:"اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"،[1] یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اپنے رب سے کلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں یہ فرق ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی تھے جبکہ میری تشریف آوری کے بعد دوسرے کے لئے نبوت نہیں اس لئے تم نبی نہیں ہو۔

(9)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن تھے۔[2]

(10)......حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، لہٰذا تم اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، اپنے مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حُکّام کی اطاعت کرو (اور) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔[3]

نوٹ: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ختمِ نبوت کے دلائل اور مُنکروں کے رد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 14 ویں جلد میں موجود رسالہ "اَلْمُبِیْن خَتْمُ النَّبِیِّیْن" (حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے دلائل) اور 15 ویں جلد میں موجود رسالہ "جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتْمَ النُّبُوَّۃِ" (ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کا رد) مطالعہ فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔

---

1 ......مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علیّ بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه، ص ١٣١٠، الحدیث: ٣١(٢٤٠٤).

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی صفة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٣٦٤/٥، الحدیث: ٣٦٥٨.

3 ......معجم الکبیر، صدی بن العجلان ابو امامة الباهلی... الخ، محمد بن زیاد الالهانی عن ابی امامة، ١١٥/٨، الحدیث: ٧٥٣٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی بیان کرنا وغیرہ داخل ہے اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے (ایک) مراد یہ ہے کہ صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، یونہی تم خشکی میں ہو یا سمندر میں، ہموار زمین پر ہو یا پہاڑوں پر تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اسی طرح تم مسافر ہو یا نہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو، لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا کروٹ کے بل لیٹے ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، عبادت میں اخلاص کے ذریعے، عبادت قبول ہونے کی اور عبادت کی توفیق ملنے کی دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، گناہوں سے باز آ کر اور ان سے توبہ و استغفار کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اور مصیبت پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے 3 فضائل

کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل اسی سورت کی آیت نمبر 35 کی تفسیر میں ذکر ہوئے اور یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل پر 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل بھی معلوم ہوں اور اس میں رغبت بھی پیدا ہو۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ (اس کے حق میں) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دِلانے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی ذکر کے مقابلے میں زیادہ نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ مجاہد اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔[2]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۱، ۷/۱۹۱.

2......الدعوات الکبیر، باب ما جاء فی فضل الدعاء والذکر، ۱/۸۰، الحدیث: ۱۹.

’’کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں جو اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لیے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر ہوں اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کرکے تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: ’’وہ عمل اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔‘‘(1)

(3)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: مجاہدین میں سے کون اجر و ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ان میں سے جو سب سے زیادہ اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کی: روزہ رکھنے والوں میں سے کس کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ ارشاد فرمایا ’’ان میں سے اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے والوں کا۔ پھر وہ نماز پڑھنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں اور صدقہ دینے والوں کے بارے میں پوچھتے رہے تو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہی ارشاد فرماتے رہے کہ ان میں سے اللّٰہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والے کا اجر سب سے زیادہ ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا اے ابوحفص! اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے سب بھلائی لے گئے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہاں (وہ بھلائی لے گئے)۔(2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت اور ہر حال میں اپنا ذکر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی 40 برکات

اَحادیث میں اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی بہت سی دینی اور دُنْیَوی برکات بیان کی گئی ہیں، یونہی علماءِ کرام نے بھی اپنی کتابوں میں اس کی بہت سی برکات بیان کی ہیں، یہاں ان میں سے 40 برکات ملاحظہ ہوں،

(1) اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ **(2)** اس کی برکت سے اللّٰہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ **(3)** معرفتِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ **(4)** ذکر کرنے والے کو اللّٰہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے۔ **(5)** یہ اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ **(6)** بندے اور جہنم کے درمیان آڑ ہے۔ **(7)** ذکر کرنے والا قیامت کے

1......ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۷-باب منه، ۲٤٦/۵، الحدیث: ۳۳۸۸.

2......مسند احمد، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنی رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۳۰۸/۵، الحدیث: ۱۵٦۱٤.

دن کی حسرت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(8) یہ خود بھی سعادت مند ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے۔(9) کثرت سے ذکر کرنا بد بختی سے امان ہے۔(10) کثرت سے ذکر کرنے والے بندے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں افضل اور اَرفع درجہ نصیب ہوگا۔(11) سکینہ نازل ہونے اور رحمت چھا جانے کا سبب ہے۔(12) گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتا ہے۔(13) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندے کا نفس شیطان سے محفوظ رہتا اور شیطان اس سے دور بھاگتا ہے۔(14) غیبت، چغلی، جھوٹ اور فحش کلامی سے زبان محفوظ رہتی ہے۔ (15) ذِکرُ اللہ پر مشتمل کلام بندے کے حق میں مفید ہے۔(16) ذکر دنیا میں، قبر میں اور حشر میں ذکر کرنے والے کے لئے نور ہوگا۔(17) یہ دل سے غم اور حزن کو زائل کر دیتا ہے۔(18) دل کے لئے فرحت اور سُرُور کا باعث ہے۔ (19) دل کی حیات کا سبب ہے۔(20) دل اور بدن کو مضبوط کرتا ہے۔(21) چہرے اور دل کو منور کرتا ہے۔(22) دل اور روح کی غذا ہے۔(23) دل کا زنگ دور کرتا ہے۔(24) دل کی سختی ختم کر دیتا ہے۔(25) بیمار دلوں کے لئے شفا کا باعث ہے۔(26) ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور نہ کرنے والا مردہ کی طرح ہے۔(27) ذکر آسان اور افضل عبادت ہے۔(28) ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد ملتی ہے۔(29) مشکلات آسان ہوتی اور تنگیاں دور ہوتی ہیں۔(30) فرشتے ذکر کرنے والے کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔(31) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔ (32) اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے ذکر کرنے والوں کے ذریعے مباہات فرماتا ہے۔(33) کثرت سے ذکر کرنے والا منافق نہیں ہوسکتا۔(34) بندوں کے دل سے مخلوق کا خوف نکال دیتا ہے۔(35) ذکر شکر کی بنیاد ہے۔ (36) ذکر کرنا رزق ملنے کا سبب ہے۔(37) ذکر میں مشغول رہنے والا مانگنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عطا پاتا ہے۔(38) کثرت سے ذکر کرنا فلاح و کامیابی کا سبب ہے۔(39) ہمیشہ ذکر کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔ (40) ذکر کے حلقے دنیا میں جنت کے باغات ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کی برکتیں نصیب فرمائے، امین۔

وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

﴿وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ صبح و شام ہر نقص و عیب سے اللہ تعالٰی کی پاکی بیان کرو۔ یہاں صبح اور شام کا خاص طور پر ذکر اس لئے ہوا کہ یہ دونوں اوقات دن اور رات کے فرشتوں کے جمع ہونے کے وقت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح اور شام یعنی دن کے دونوں اَطراف کا ذکر کرنے سے ذکر کی مُداوَمت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، یعنی ہمیشہ ذکر کرو۔ نیز بعض مفسرین نے صبح و شام اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے سے پانچوں نمازوں کو ادا کرنا بھی مراد لیا ہے۔(1)

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ: وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔﴾ شانِ نزول: حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب آیت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ" نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کو اللہ تعالٰی کوئی فضل اور شرف عطا فرماتا ہے تو

1 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ٧/ ١٩٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ص٩٤٤، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٢، ٣/ ٥٠٤، ملتقطاً.

ہم نیازمندوں کوبھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت ’’اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ‘‘ نازل فرمائی تو مہاجر اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ شرف تو خاص آپ کے لئے ہے لیکن اس میں ہمارے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا ’’وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت اور فرشتوں کی دعا کے صدقے کفر، مَعْصِیَت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کرنے کی اندھیریوں سے حق، ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی روشنی کی طرف ہدایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ [1]

آیت ’’ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ ‘‘ سے متعلق دو باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں یاد رکھیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو جو یہ شرف عطا فرمایا کہ وہ ایمان والوں پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، یہ اس امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور دیگر تمام امتوں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ صرف ان مسلمانوں پر ہی مہربان نہیں جو اس آیت کے نزول کے وقت تھے بلکہ اس میں تمام مسلمانوں کے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ٣/٤ ٥٠، قرطبی، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ٧/٦ ١٤، الجزء الرابع عشر، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٣، ص٤٤ ٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے اس وقت ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہو گا اور اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ: ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا۔﴾ ملتے وقت سے مراد یا موت کا وقت ہے یا قبروں سے نکلنے کا یا اس سے جنت میں داخل ہونے کا وقت مراد ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عزرائیل عَلَیْهِ السَّلَام کسی مومن کی روح اس کو سلام کئے بغیر قبض نہیں فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب حضرت عزرائیل عَلَیْهِ السَّلَام مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں: تیرا ربّ تجھے سلام فرماتا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے سلامتی کی بشارت کے طور پر انہیں سلام کریں گے۔[1]

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا۔﴾ آیت کے اس حصے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ایک وصف بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد کا ایک معنی ہے حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا اور ایک معنی ہے گواہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے شاہد کا ترجمہ ''حاضر ناظر'' فرمایا ہے، اس کے بارے میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے

[1] ......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٤٤، ٦/١٨٠، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٤٤، ٣/٥٠٤، ملتقطاً.

ہیں: شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے ”اَلشُّھُوْدُ وَ الشَّھَادَۃُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ“ یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ (1)

اگر اس کا معنی ”گواہ“ کیا جائے تو بھی مطلب وہی بنے گا جو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ترجمے میں لکھا، کیونکہ گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ تمام عالَم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور آپ کی رسالت عامہ ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا کہ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو۔

اس لئے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت تک ہونے والی ساری مخلوق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال، افعال، احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت اور گمراہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (3)

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حاضر وناظر ہیں

اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاضر وناظر ہیں اور یہ عقیدہ آیات، اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال سے ثابت ہے، یہاں پہلے ہم حاضر وناظر کے لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ایک آیت، ایک حدیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں سے ایک شخصیت کا قول ذکر کریں گے، چنانچہ حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا اور ناظر کے کئی معنی ہیں جیسے دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ اور آنکھ کا پانی وغیرہ اور عالَم میں حاضر وناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قُدسی قوت والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالَم کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالَم کی

1 ......خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ص۷۸۴۔

2 ......فرقان: ۱.

3 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۳۲۵، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۱۸۰، ملتقطاً.

سیر کرے اور سینکڑوں میل دور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ روحانی ہو یا جسمِ مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہے یا کسی جگہ موجود ہے۔[1]

سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’ **اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ** ‘‘ یعنی نبی کریم (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کردی ہے، لہٰذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[2]

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اہلِ حق میں سے) اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی حقیقی زندگی مبارکہ کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگاروں کو اور ان حضرات کو جو آپ کی طرف متوجہ ہیں، ان کو فیض بھی پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت بھی فرماتے ہیں اور اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں۔[3]

نوٹ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حاضر و ناظر ہونے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ’’جاء الحق‘‘ اور اس مسئلے سے متعلق دیگر علماءِ اہلسنّت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

کیا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو حاضر و ناظر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ

1 ...... جاء الحق، حاضر و ناظر کی بحث، ص۱۱۶، ملخصاً۔

2 ...... کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الاول فی فضائل سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، الفصل الثالث، ۶/۱۸۹، الحدیث: ۳۱۹۶۸، الجزء الحادی عشر.

3 ...... مکتوبات شیخ مع اخبار الاخیار، الرسالة الثامنة عشر سلوك اقرب السبل بالتوجّه الی سیّد الرسل صلی اللّٰہ علیہ واله وسلم، ص۱۵۵.

کوحاضروناظرنہیں کہہ سکتے کیونکہ حاضروناظر کے جولغوی اورحقیقی معنی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حاضروناظر کا اِطلاق بھی باری عَزَّوَجَلَّ پر نہ کیا جائے گا۔علماءِ کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس (کا اطلاق کرنے والے) پر سے نفیِ تکفیر فرمائی۔ (1)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ''اُسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) حاضروناظر بھی نہیں کہہ سکتے، وہ شہید وبصیر ہے، حاضر وناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ (2)

﴿وَمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا: اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔﴾ یہاں سیّد العالَمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو اَوصاف بیان کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ (3)

﴿وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چوتھے وصف کا بیان ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو خدا کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (4)

﴿وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا: اور چمکا دینے والا آفتاب۔﴾ یہاں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پانچواں وصف بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔اس کے بارے میں صدرالافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: سراج کا ترجمہ آفتاب قرآنِ کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ نوح میں '' وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا '' اور آخر پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے '' وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا '' اور در حقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوت نے پہنچائی اور کفر وشرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خَلق کے لئے معرفت وتوحیدِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کے وادیٔ تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ

(1) ...... فتاویٰ رضویہ، کتاب الشتی، عروض وقوافی، ۲۹/۵۴۔

(2) ...... فتاویٰ رضویہ، عقائد وکلام ودینیات، ۲۹/۳۳۳۔

(3) ...... مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٤٥، ص٩٤٤.

(4) ...... روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٤٦، ٧/١٩٦، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٤٦، ص٣٥٥، ملتقطاً.

نبوت سے ضمائر وبَصائر اور قُلوب واَرواح کو منور کیا،حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالَم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنادیئے،اسی لئے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔[1]

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ میں ایسے عظیم اَوصاف پائے جاتے ہیں تو آپ ایمان والوں کو یہ خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ بڑے فضل سے مراد جنت ہے، یا اس سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے ایمان والوں کا رتبہ اور شرف دیگر امتوں کے ایمان والوں سے زیادہ ہے۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ فضل واحسان کے طور پر انہیں نیک اعمال کا اجر زیادہ دیا جائے گا۔[2]

خوشخبری دو، نفرتیں نہ پھیلاؤ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشارت دینے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود بھی اس ذمہ داری کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے اور امت کو بھی خوشخبری دینے اور نفرتیں نہ پھیلانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خوشخبری دو نفرتیں نہ پھیلاؤ، لوگوں کی آسانی ملحوظ رکھو اور انہیں سختی میں نہ ڈالو۔''[3]

1 ......خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۶، ص۷۸۴۔

2 ......صاوی مع جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤٧، ٥/١٦٤٥، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٤٧، ٧/١٩٩، ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخوّلھم بالموعظۃ... الخ، ١/٤٢، الحدیث: ٦٩.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی ”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا“ تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان دونوں کو یمن کی طرف جانے کا حکم دے چکے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”تم دونوں جا کر لوگوں کو بشارت دینا اور انہیں مُتَنَفِّر نہ کرنا، لوگوں کی آسانی ملحوظ رکھنا اور انہیں سختی میں نہ ڈالنا۔“[1]

اللہ تعالٰی ہمیں خوشخبری دینے اور نفرتیں مٹانے والا بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا(۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ بس ہے کارساز۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو اور ان کی ایذاء پر درگزر کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کام بنانے والا ہے۔

﴿وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ: اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ کے کافروں اور مدینہ کے منافقوں کی بات نہ ماننے اور ان کی مخالفت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور جب تک اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تب تک آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں سے درگزر فرماتے رہیں اور بطورِ خاص اس معاملے میں اور عمومی طور پر تمام اُمور میں اللہ تعالٰی پر بھروسہ رکھے رہیں اور جو دُنْیَوی اور اُخروی اُمور میں اللہ تعالٰی پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالٰی اسے کافی ہے۔[2]

1 ......معجم الكبير، عكرمة عن ابن عباس، ۱۱/۲۴۷، الحديث: ۱۱۸۴۱.

2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۴۸، ۷/۱۹۹-۲۰۰، جلالين مع صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ۴۸، ۵/۱۶۴۵-۱۶۴۶، ملتقطاً.

توکّل ایک عظیم کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا عظیم کام ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اسی پر بھروسہ رکھے اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام دُنیوی اور اُخروی امور میں اسے کافی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو توکل کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور توکل کرنے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﳓ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توکل جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......اٰل عمران: ١٦٠.

2 ......طلاق: ٣.

3 ......عنکبوت: ٥٨، ٥٩.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو تو ان پر تمہاری وجہ سے کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تو انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔

﴾اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ : جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو۔﴿ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔ یہاں اس سے متعلق مزید دو مسائل بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......خَلْوَتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے، تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔

(2)......یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں عورتوں کو عام ہے، لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مومنہ سے نکاح کرنا اَولیٰ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حربی ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں بلکہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کر لیا تو نکاح ہو جائے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ واقعی کتابیہ ہو اور اگر نام کی کتابیہ حقیقت میں لامذہب دَہْرِیَّہ ہے تو اس سے نکاح اصلاً نہ ہوگا۔

﴿فَمَتِّعُوْهُنَّ: تو انہیں فائدہ پہنچاؤ۔﴾ فائدہ پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو خَلْوَت سے پہلے طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔

﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا: اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔﴾ اچھی طرح چھوڑنا یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں اور ان کو کوئی ضَرر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدّت نہیں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ٘ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَاۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر

مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں یہ خصوصیت تمہاری اس لیے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال فرمائیں جنہیں تم مہر دو اور تمہاری مملوکہ کنیزیں جو اللّٰہ نے تمہیں مالِ غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت (تمہارے لئے حلال کی) اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے، اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔ ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور ان کی مملوکہ کنیزوں میں مقرر کیا ہے۔ (یہ خصوصیت اس لئے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی!۔﴾ اس آیت میں نکاح سے متعلق نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیت بیان فرمائی گئی اور جن عورتوں سے نکاح کرنا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال فرمایا، یہاں ان کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)......وہ عورتیں جنہیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مہر عطا فرمایا، جیسے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔

(2)......وہ عورتیں جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں، جیسے حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔

(3)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت کی۔

ساتھ ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہجرت کرنے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کی خواہ انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے ہجرت کی ہو یا بعد میں کی ہو اور یہ قید بھی افضل کا بیان ہے کیونکہ ساتھ ہجرت کرنے کے بغیر بھی ان میں سے ہر ایک (سے نکاح کرنا) حلال ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خاص حضور پُر نور

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں ان عورتوں کا حلال ہونا اس قید کے ساتھ مُقَیَّد ہو جیسا کہ حضرت اُمِّ ہانی بنتِ ابو طالب کی روایت اس طرف اشارہ کرتی ہے، چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے (بچوں والی ہونے کا) عذر پیش کیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرے عذر کو قبول فرما لیا، پھر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو میں ان کے لئے حلال نہ کی گئی کیونکہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت نہ کی تھی۔

(4)......اس مومنہ عورت کو بھی اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال کر دیا جو مہر اور نکاح کی شرائط کے بغیر اپنی جان آپ کو ہبہ کر دے البتہ اس میں شرط یہ ہے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو وہ حلال ہے۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعے زوجیت سے مشرف ہوئی ہوں۔

﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ : یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔﴾ یعنی مہر کے بغیر نکاح کرنا خاص آپ کے لئے جائز ہے اُمت کے لئے نہیں، امت پر بہر حال مہر واجب ہے خواہ وہ مہر مُعَیَّن نہ کریں یا جان بوجھ کر مہر کی نفی کر دیں۔[1]

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ : ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے۔﴾ یعنی ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے جیسے مہر ادا کرنا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا اور بیویوں میں باری کا واجب ہونا اور چار آزاد عورتوں تک کو نکاح میں لانا اور ان کی ملکیت میں موجود کنیزوں کے بارے میں جو احکام لازم کئے وہ ہمیں معلوم ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً مہر کی مقدار اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع

---

1 ......تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٠، ص٦٢٨.

2 ......تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٠، ص٦٢٩.

ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔ [1]

﴿لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ : تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نکاح کے معاملے میں آپ کے لئے خصوصی رعایتیں اس لئے ہیں تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَ تُـــٔۡوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُهُنَّ وَ لَا یَحۡزَنَّ وَ یَرۡضَیۡنَ بِمَاۤ اٰتَیۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ اور ان میں سے جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جنہیں تم نے علیحدہ کر دیا تھا ان میں سے جسے تمہارا جی چاہے (اپنے قریب کرلو) تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور (اے لوگو!) اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم والا، حلم والا ہے۔

---

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/١٠، الحديث: ٣.

﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ: ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ان عورتوں کا بیان ہوا جن سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال فرمایا اور اس آیت میں اَزواجِ مُطَہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے ساتھ سلوک کے حوالے سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیئے گئے خصوصی اختیار بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس زوجہ کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور اَزواجِ مُطَہّرات میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔

دوسرا قول حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ یہ آیت ان عورتوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی جانیں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نذر کیں اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اس کے ساتھ نکاح فرمائیں اور جس کو چاہیں انکار فرما دیں۔ [1]

اَزواجِ مُطَہّرات میں عدل سے متعلق حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت

اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں عدل کرنے یا نہ کرنے سے متعلق خصوصی اختیار ملنے کے باوجود تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مبارک عمل یہ تھا کہ آپ تمام ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے، سوائے حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے، جنہوں نے اپنی باری کا دن اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دے دیا تھا اور بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی اَزواجِ مُطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں ہو۔

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس عمل مبارک میں بعد والے لوگوں کے لیے بڑی نصیحت ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اختیار ملنے کے باوجود اپنی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں عدل فرمایا تو جن لوگوں کو یہ اختیار حاصل نہیں بلکہ ان پر عدل کرنا ہی لازم ہے تو انہیں کس درجہ عدل کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگ دو یا تین شادیاں تو کر لیتے ہیں لیکن سب بیویوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

---

[1]......جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ٦ /١٨٧، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٩٤٧، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ٣/٥٠٧، ملتقطاً.

﴿مِمَّنْ عَزَلْتَ: جسے تم نے علیحدہ کردیا تھا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے جس کو معزول کردیا ہو یا جس کی باری کو ساقط کردیا ہو، اس کی طرف آپ جب چاہیں اِلتفات فرمائیں اور اس کو نوازیں، اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور یہ اختیار اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں کیونکہ جب وہ یہ جانیں گی کہ یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے تو ان کے دل مطمئن ہوجائیں گے۔ اور اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے جو عورتوں کے معاملے میں اور ان میں سے بعض کی طرف مائل ہونے سے متعلق تم سب کے دلوں میں ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ علم والا، حلم والا ہے۔ (1)

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾

ع ۶ ۱۲ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال اور اللّٰہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے بعد (مزید) عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کی جگہ اور بیویاں بدل لو اگرچہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں اور اللّٰہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ: ان کے بعد عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے نکاح میں موجود ان 9 اَزواجِ مُطَہَّرات کے بعد جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ

(1) ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٩٤٧، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٥١، ص٣٥٦، ملتقطاً.

اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کیا، مزید عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ ان اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی یہ عزت افزائی اس لئے ہے کہ جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کیا اور دنیا کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا، چنانچہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں پر اِکتفا فرمایا اور عمر مبارک کے آخر تک یہی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آخر میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں، اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ”اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ... الآیۃ“ ہے۔[1]

﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ: مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔﴾ یعنی ان اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ میں سے کسی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں اگرچہ آپ کو اس کا حسن و جمال پسند آئے البتہ آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کی ملکیت میں ہوں وہ آپ کے لئے حلال ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اس لئے کوئی شخص اللّٰہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوُز نہ کرے۔

اس کے بعد حضرت ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ملک میں آئیں اور ان سے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرزند حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے جنہوں نے چھوٹی عمر میں وفات پائی۔[2]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٩٤٧-٩٤٨.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ٣/٥٠٨، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٩٤٨، جلالين، الاحزاب، تحت الآية: ٥٢، ص٣٥٦، ملتقطاً.

فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًاؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا(۵۳) اِنْ تُبْدُوْا شَیْــٴًـا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللّٰہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسولُ اللّٰہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللّٰہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللّٰہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تمہارے دلوں

اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں،

(1)...... جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو لوگ جماعت کی صورت میں آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے۔ آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ مکان تنگ تھا تو اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج واقع ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اٹھے اور ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ کے حجروں میں تشریف لے گئے اور جب دورہ فرما کر تشریف لائے تو اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پھر واپس ہو گئے تو یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے، تب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازے پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(2)...... مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، پھر وہ آپ کے حجروں میں داخل ہو جاتے اور کھانا ملنے تک وہیں بیٹھے رہتے، پھر کھانا کھانے کے بعد بھی وہاں سے نکلتے نہ تھے اور اس سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے گھروں میں یونہی حاضر نہ ہو جاؤ بلکہ جب اجازت ملے جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے تو حاضر ہوا کرو اور یوں بھی نہ ہو کہ خود ہی میرے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو، ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت ان کی بارگاہ میں حاضری کے احکام اور آداب کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ان کے مقدس گھر میں داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتوں سے دل بہلاتے رہو کیونکہ تمہارا یہ عمل اہلِ خانہ کی تکلیف

اوران کے حرج کا باعث ہے۔ بیشک تمہارا یہ عمل گھر کی تنگی وغیرہ کی وجہ سے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دیتا تھا لیکن وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور تم سے چلے جانے کے لئے نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا۔[1]

آیت ” لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب خود بیان فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو مقام حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو حاصل نہیں۔

(2)......آیت کے اس حصے ” اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ “ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ یہ آیت اگرچہ خاص نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔

(3)......کوئی شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں کھانا کھانے نہ جائے۔

(4)......مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے ہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے تا کہ اس کے لئے حَرج اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شانِ کرم اور کمالِ حیا

اس آیت کے شانِ نزول سے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کمالِ حیا، شانِ کرم اور حسنِ اَخلاق کے بارے میں معلوم ہوا کہ ضرورت کے باوجود صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے بلکہ آپ نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو۔﴾ آیت کے شانِ نزول سے متعلق دو

1......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة:۵۳، ۷/۲۱۳-۲۱۴، جلالین، الاحزاب، تحت الآیة:۵۳، ص۳۵۶-۳۵۷، مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۳، ص۹۴۸-۹۴۹، ملتقطاً۔

روایات اوپر ذکر ہوئیں، یہاں مزید دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: نبی کریم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لئے مناصع کی طرف نکلا کرتی تھیں اور وہ بہت کشادہ ٹیلا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے کئی بار حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی تھی کہ ازواج مطہرات سے پردہ کروایئے لیکن آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجۂ مُطَہَّرہ حضرت سودہ بنتِ زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا جن کا قد اونچا تھا، عشاء کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے (اچانک انہیں دیکھ لیا اور) آواز دی: اے حضرت سودہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا، ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ (یہ بات کہنے سے آپ کا) مقصد یہ تھا کہ پردے کا حکم دیدیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے آیتِ حجاب نازل فرمادی۔ (1)

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی بارگاہ میں نیک اور فاجر دونوں طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ اُمَّہات المومنین کو پردے کا حکم فرمادیں (تو بہت بہتر ہوگا)، تو اللہ تعالٰی نے حجاب کی آیت نازل فرمادی۔ (2)

آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا، باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھے نہ رہنا اور پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں وسوسوں اور بیہودہ خیالات سے امن رہتا ہے۔ (3)

اجنبی مرد اور عورت کو پردے کا حکم

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُنَّ امت کی مائیں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی شخص اپنے دل میں بُرا خیال لانے کا تَصَوُّر تک نہیں کرسکتا، اس کے باوجود مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو پردے کے پیچھے سے

1......بخاری، کتاب الوضوء، باب خروج النساء الی البراز، ۱/۷۵، الحدیث: ۱۴۶.

2......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب، باب قوله: لا تدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم... الخ، ۳/۳۰۴، الحدیث: ۴۷۹۰.

3......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۳، ۴/۳۳۰، جمل مع جلالین، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۳، ۶/۱۹۴-۱۹۵، ملخصاً.

مانگو تا کہ کسی کے دل میں کوئی شیطانی خیال پیدا نہ ہو۔ جب امت کی ماؤں کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ عام عورتوں کو پردہ کرنے اور اجنبی مردوں کو ان سے پردہ کرنے کی حاجت زیادہ ہے کیونکہ لوگوں کی نظر میں ان کی وہ حیثیت اور مقام نہیں جو ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کا ہے، اس لئے یہاں دل میں شیطانی وسوسے آنے اور بیہودہ خیالات پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں اجنبی عورت اور مرد میں پردہ ختم کرنے اور ان کے درمیان قربتیں بڑھانے کے مختلف طریقے اور انداز اختیار کئے جا رہے اور دُنْیَوی معاملات کے ہر میدان میں عورت اور مرد ایک دوسرے کے شانہ بشانہ اور قدم بقدم چلتے نظر آ رہے ہیں جبکہ پردے کے حق میں بولنے والوں کو پرانی سوچ کا حامل اور بدلتے وقت کے تقاضوں کے مطابق نہ چلنے والا کہہ کر صَرفِ نظر کیا جا رہا ہے، ایسے طور طریقے اختیار کرنے والے لوگ خود ہی غور کر لیں کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکم کے مطابق ہے یا وہ اس کے برخلاف چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سچی ہدایت اور اسلامی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی نیک، پارسا اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، یہی اس کے حال کے زیادہ مناسب ہے اور اسی میں اس کے نفس اور عصمت کی زیادہ حفاظت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتو ان دونوں کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔''[1] اس کا مطلب ہے کہ شیطان دونوں کے جذبات ابھارتا رہتا ہے تاکہ وہ برائی میں مبتلا ہو جائیں۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ : اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو۔﴾ ایمان والوں کو بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دینے کے بعد تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دو اور کوئی کام ایسا کرو جو آپ کے مُقَدّس قلب پر گراں ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے وصالِ ظاہری کے بعد کبھی ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات سے نکاح کرو کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عَقد فرمایا وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اسی

[1]......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ٦٧/٤، الحديث: ٢١٧٢.

طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔ [1]

﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا: بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔﴾ یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا اور ان کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سخت گناہ ہے۔ اس میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی ہے۔ [2]

﴿ اِنْ تُبْدُوْا شَیْــٴًـا اَوْ تُخْفُوْهُ: اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ۔﴾ یعنی نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے نکاح کرنے کے بارے میں تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کچھ جانتا ہے اور وہ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ [3]

لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّۚ وَ اتَّقِیْنَ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر مضائقہ نہیں ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں میں اور اللہ سے ڈرتی رہو بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عورتوں پر ان کے باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں کے بارے میں (پردہ نہ کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

1 ...... تفسیر کبیر، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٣، ٩ / ١٨٠، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٣، ٤ / ٣٣٠، جمل، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٣، ٦/١٩٥، ملتقطاً.

2 ...... جمل، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٣، ٦/١٩٥، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٣، ٣/٥٠٩، ملتقطاً.

3 ...... جلالین مع صاوی، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٤، ٥/١٦٥٤.

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ: ان پران کے باپوں کے بارے میں کوئی مضائقہ نہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں پردے کا حکم دیا گیا اور اس آیت میں ان لوگوں کا بیان کیا جارہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے۔ **شانِ نزول:** جب پردہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ، بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم اپنی ماؤں اور بیٹیوں کے ساتھ پردے کے باہر سے گفتگو کریں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ عورتوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ نہ کریں اور ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، یونہی مسلمان عورتوں اور اپنی کنیزوں کے سامنے آنا بھی جائز ہے۔

نوٹ: یہاں آیت میں چچا اور ماموں کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ والدین کے حکم میں ہیں۔[1]

عورت کے پردے سے متعلق 4 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے عورت کے پردے سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......مَحرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں ہے اِلّا یہ کہ فتنے کا اندیشہ ہو اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے عورت کا نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔

(2)......مسلمان عورت دوسری مسلمان عورت کو دیکھ سکتی ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف اس صورت میں نظر کرسکتی ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔[2]

(3)......نیک پرہیزگار عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے، یعنی اس کے سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے کیونکہ وہ اسے دیکھ کر مردوں کے سامنے اس کی شکل وصورت کا ذکر کرے گی۔[3]

(4)......کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم کو چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لئے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔[4]

---

1 ......ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٥، ٤/٣٣١، مدارك، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٥، ص٩٤٩، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٥، ٣/٥١٠، ملتقطاً.

2 ......هدایه، کتاب الکراهیة، فصل فی الوطء والنظر واللمس، ٢/٣٧٠-٣٧١.

3 ......عالمگیری، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحلّ للرجل النظر الیه وما لا یحلّ له... الخ، ٥/٣٢٧.

4 ......جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٥، ٦/١٩٦.

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو شریعت کے احکام کے مطابق پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

﴿وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ : اور اللہ سے ڈرتی رہو۔﴾ یعنی اے عورتو! تمہیں جو پردے کا حکم دیا گیا اسے پورا کرو اور اس کی خلاف ورزی کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو یہاں تک کہ تمہیں کوئی غیر نہ دیکھے۔ تم پر اپنی طاقت کے مطابق احتیاط سے کام لینا لازم ہے اور یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اور بندوں کے اقوال اور افعال کسی حال میں بھی اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ (1)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ : بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صریح نعت ہے، جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو یعنی رحمت وسلامتی کی دعائیں کرو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ اَشعار کی صورت میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کیا ہے، انہی کے الفاظ میں ہم بھی عرض کرتے ہیں:

کعبہ کے بدرُ الدُّجیٰ تم پہ کروڑوں درود   طیبہ کے شمسُ الضُّحیٰ تم پہ کروڑوں درود

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۵، ۷/ ۲۱۸، قرطبی، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۵، ۷/ ۱۷۰، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ اِرم تاجدارِ حرم نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صلوٰۃ کا معنی

صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے، جب اس کی نسبت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت فرمانا ہے اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد اِستغفار کرنا ہے اور جب اس کی نسبت عام مومنین کی طرف کی جائے تو اس سے مراد دعا کرنا ہے۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں) اللّٰہ تعالیٰ کے درود بھیجنے سے مراد ایسی رحمت فرمانا ہے جو تعظیم کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور فرشتوں کے درود بھیجنے سے مراد ان کا ایسی دعا کرنا ہے جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کے لائق ہو۔[2]

آیتِ درود اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان

یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انتہائی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے، یہاں اس سے متعلق بزرگانِ دین کے 3 اِرشادات ملاحظہ ہوں:

(1)......حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: درود شریف کی آیت مدنی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ قدر و منزلت بتا رہا ہے جو مَلَاءِ اعلیٰ (عالَمِ بالا یعنی فرشتوں) میں اس کے حضور ہے کہ وہ مُقَرّب فرشتوں میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ثنا بیان فرماتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صلاۃ بھیجتے ہیں، پھر عالَمِ سِفلی کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں

---

1 ......تفسيرات احمديه، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص٦٣٤.

2 ......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ٥/١٦٥٤.

تاکہ نیچے والی اور اوپر والی ساری مخلوق کی ثنا آپ پر جمع ہو جائے۔

مزید فرماتے ہیں: آیت میں صیغہ ’’ **یُصَلُّوْنَ** ‘‘ لایا گیا ہے جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ **اللہ تعالیٰ** اور اس کے فرشتے ہمارے نبی پر ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں حالانکہ اَوّلین و آخرین کی انتہائی تمنا یہ ہوتی ہے کہ **اللہ تعالیٰ** کی ایک خاص رحمت ہی انہیں حاصل ہو جائے تو زہے نصیب اور ان کی قسمت یہ کہاں! بلکہ اگر عقلمند سے پوچھا جائے کہ ساری مخلوق کی نیکیاں تیرے نامۂ اعمال میں ہوں، تجھے یہ پسند ہے یا کہ **اللہ تعالیٰ** کی ایک خاص رحمت تجھ پر نازل ہو جائے؟ تو وہ **اللہ تعالیٰ** کی ایک خاص رحمت کو پسند کرے گا۔ اِس بات سے اُس ذات کے مقام کے بارے میں اندازہ لگالو جن پر ہمارا رب اور اس کے تمام ملائکہ ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔[1]

(2)......امام سہل بن محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **اللہ تعالیٰ** نے اس ارشاد ’’ **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ** ‘‘ کے ساتھ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو شرف بخشا وہ اس شرف سے زیادہ بڑا ہے جو فرشتوں کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بخشا تھا، کیونکہ **اللہ تعالیٰ** کا فرشتوں کے ساتھ سجدے میں شریک ہونا ممکن ہی نہیں جبکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کی خود **اللہ تعالیٰ** نے اپنے متعلق خبر دی ہے اور پھر فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے، پس **اللہ تعالیٰ** کی طرف سے جو شرف حاصل ہو وہ اس شرف سے بڑھ کر ہے جو صرف فرشتوں سے حاصل ہو اور **اللہ تعالیٰ** اس شرف کو عطا فرمانے میں شریک نہ ہو۔[2]

(3)......علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں اس بات پر بہت بڑی دلیل ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رحمتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہیں اور علی الاطلاق ساری مخلوق سے افضل ہیں۔[3]

درود پاک کے 4 فضائل

اَحادیث میں درود شریف پڑھنے کی بکثرت ترغیب دلائی گئی اور بیسیوں مقامات پر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ترغیب کے لئے یہاں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف

1......القول البديع، نبذة يسيرة من فوائد قوله تعالى: انّ الله وملائكته يصلّون على النبى... الخ، ص٨٥-٨٦.

2......القول البديع، نبذة يسيرة من فوائد قوله تعالى: انّ الله وملائكته يصلّون على النبى... الخ، ص٨٦-٨٧.

3......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ٥/١٦٥٤.

لائے اور بشاشت چہرۂ اقدس میں نمایاں تھی ،ارشاد فرمایا: ’’میرے پاس حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور کہا: ’’آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں جو کوئی آپ پر درود بھیجے، میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا اور آپ کی اُمت میں جو کوئی آپ پر سلام بھیجے، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔ [1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن مجھ سے سب لوگوں میں زیادہ قریب وہ ہوگا ،جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔ [2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے ،تو اللّٰہ تعالٰی اس کے 80 برس کے گناہ مٹادے گا۔ [3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک بار درود بھیجے تو اللّٰہ تعالٰی اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ [4]

درود پاک کی 44 برکتیں

درودِ پاک پڑھنا عظیم ترین سعادتوں اور بے شمار برکتوں کے حامل اور افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے، بزرگانِ دین نے درود شریف کی برکتوں کو بکثرت بیان کیا ہے اور مختلف کتابوں میں ان برکتوں کو جمع کر کے بیان کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 44 برکتیں پڑھ کر اپنے دلوں کو منور کریں اور درودِ پاک کی عادت بنا کر ان برکتوں کو حاصل کریں:

(1) جو خوش نصیب رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجتا ہے،اس پر اللّٰہ تعالٰی ،فرشتے اور رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود دُرود بھیجتے ہیں۔ **(2)** درود شریف خطاؤں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ **(3)** درود شریف سے اعمال پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ **(4)** درود شریف سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ **(5)** گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ **(6)** درود بھیجنے والے کے لئے درود خود اِستغفار کرتا ہے۔ **(7)** اس کے نامۂ اعمال میں اجر کا ایک قیراط لکھا جاتا ہے جو اُحد پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ **(8)** درود پڑھنے والے کو اجر کا پورا پورا پیمانہ ملے گا۔ **(9)** درود شریف اس شخص کے لئے دنیا

---

1 ......سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص٢٢٢، الحدیث: ١٢٩٢.

2 ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٢/٢٧، الحدیث: ٤٨٤.

3 ......در مختار ورد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة الی انتهائها، ٢/٢٨٤.

4 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنهما، ٢/٦١٤، الحدیث: ٦٧٦٦.

وآخرت کے تمام اُمور کیلئے کافی ہوجائے گا جو اپنے وظائف کا تمام وقت درود پاک پڑھنے میں بسر کرتا ہو۔(10)مَصائب سے نجات مل جاتی ہے۔(11)اس کے درود پاک کی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گواہی دیں گے۔(12)اس کے لئے شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔(13)درود شریف سے اللہ تعالیٰ کی رضا اوراس کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔ (14)اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے امن ملتا ہے۔(15)عرش کے سایہ کے نیچے جگہ ملے گی۔(16)میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔(17)حوضِ کوثر پر حاضری کا موقع مُیَسَّر آئے گا۔ (18)قیامت کی پیاس سے محفوظ ہوجائے گا۔ (19)جہنم کی آگ سے چھٹکارا پائے گا۔(20)پل صراط پر چلنا آسان ہوگا۔(21)مرنے سے پہلے جنت کی منزل دیکھ لے گا۔(22)جنت میں کثیر بیویاں ملیں گی۔(23)درود شریف پڑھنے والے کو بیس غزوات سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔(24)درود شریف تنگدست کے حق میں صدقہ کے قائم مقام ہوگا۔(25)یہ سراپا پاکیزگی وطہارت ہے۔ (26)درود کے وِرد سے مال میں برکت ہوتی ہے۔(27)اس کی وجہ سے سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاجات پوری ہوتی ہیں۔(28)یہ ایک عبادت ہے۔(29)درود شریف اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔(30)درود شریف مجالس کی زینت ہے۔(31)درود شریف سے غربت وفقر دور ہوتا ہے۔(32)زندگی کی تنگی دور ہوجاتی ہے۔ (33)اس کے ذریعے خیر کے مقام تلاش کئے جاتے ہیں۔(34)درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب ہوگا۔(35)درود شریف سے درود پڑھنے والا خود، اس کے بیٹے پوتے نفع پائیں گے۔(36)وہ بھی نفع حاصل کرے گا جس کو درود پاک کا ثواب پہنچایا گیا۔(37)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مُکَرَّم کا قرب نصیب ہوگا۔(38)یہ درود ایک نور ہے، اس کے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ (39)نفاق اور زنگ سے دل پاک ہوجاتا ہے۔(40)درود شریف پڑھنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں۔(41)خواب میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوتی ہے۔(42)درود شریف پڑھنے والا لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہتا ہے۔(43)درود شریف تمام اَعمال سے زیادہ برکت والا اور افضل عمل ہے۔(44)درود شریف دین ودنیا میں زیادہ نفع بخش ہے اوراس کے علاوہ اس وظیفہ میں اس سمجھدار آدمی کے لئے بہت وسیع ثواب ہے جو اعمال کے ذخائر کو اکٹھا کرنے پر حریص ہے اور عظیم فضائل، بہترین مناقب، اور کثیر فوائد پر مشتمل عمل کے لئے جو کوشاں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بکثرت درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

درود پاک پڑھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا ایک عظیم عبادت ہے، اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں نے درود شریف پڑھنے کی حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے بعد جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ کریم، رحیم، شفیق، عظیم اور سخی ہیں اور حبیبِ خدا، تاجدارِ انبیاء، سَروَرِ ہر دوسرا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مومنوں پر سب سے زیادہ احسانات ہیں، اس لئے محسنِ اعظم کے احسان کے شکر یہ میں ہم پر درود پڑھنا مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق کو ادا کرنا ہے۔ بعض بزرگوں نے مزید فرمایا کہ ہمارا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنا ہماری طرف سے آپ کے درجات کی بلندی کی سفارش نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم جیسے ناقص بندے آپ جیسے کامل واکمل کی شفاعت نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا بدلہ چکانے کا حکم فرمایا جس نے ہم پر احسان وانعام کیا اور اگر ہم احسان چکانے سے عاجز ہوں تو محسن کے لئے دعا کریں، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ دینے سے عاجز ہیں تو اس نے درود پڑھنے کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی تاکہ ہمارے درود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ بن جائیں کیونکہ آپ کے احسان سے افضل کوئی احسان نہیں۔

ابو محمد مرجانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مُخاطَب! نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا نفع حقیقت میں تیری ہی طرف لوٹتا ہے گویا تو اپنے لئے دعا کر رہا ہے۔

ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا فائدہ درود بھیجنے والے کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ اس کا درود پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا عقیدہ صاف ہے اور اس کی نیت خالص ہے اور اس کے دل میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی پر مدد حاصل ہے اور اس کے اور اس کے آقا و مولیٰ، دو عالَم کے دولہا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان ایک مبارک اور مُقدّس نسبت موجود ہے۔ (1)

---

1 ......القول البديع، المقصود بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، ص٨٣، ملخصاً.

درود پاک نہ پڑھنے کی 2 وعیدیں

اَحادیث میں جہاں درود پڑھنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہیں درود پاک نہ پڑھنے کی وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، یہاں ان میں سے دو اَحادیث درجِ ذیل ہیں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود پڑھیں تو (قیامت کے دن) ان کی وہ مجلس ان کے لیے باعثِ ندامت ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا۔[1]

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا وہ بد بخت ہے۔[2]

درود پاک سے متعلق 6 شرعی اَحکام

آیت کی مناسبت سے درود پاک سے متعلق 6 اَہم باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......کسی مجلس میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کیا جائے تو ذکر کرنے اور سننے والے کا ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور نماز کے قعدہِ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔

(2)......حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تابع کرکے آپ کی آل و اَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے جبکہ مستقل طور پر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(3)......درود شریف میں آل و اَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کا ذکر شروع سے چلتا آرہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے

---

1 ......سنن ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللّٰہ، ٥/٢٤٧، الحدیث: ٣٣٩١.

2 ......معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ : علی، ٣/٦٢، الحدیث: ٣٨٧١.

ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں یعنی درود شریف میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کو بھی شامل کیا جائے۔

(4)......درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت وتکریم ہے۔علماء نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یاربّ! محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند کر کے، ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اَوّلین وآخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور اَنبیاء ومُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملائکہ اور تمام مخلوق پر ان کی شان بلند کر کے۔[1]

(5)......خطبے میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔[2]

(6)......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود وسلام پڑھنے کے لئے کسی وقت اور خاص حالت مثلاً کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی چنانچہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جہاں چاہے، جس طرح چاہے، نماز سے قبل یا بعد، یونہی اذان سے پہلے یا بعد جب چاہے درودِ پاک پڑھنا جائز ہے۔

سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے آداب

یہاں سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے چند آداب ملاحظہ ہوں،

(1)......سب دُرودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے یعنی درودِ ابراہیمی۔

(2)......درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے البتہ جہاں نجاست پڑی ہو وہاں پڑھنے سے رک جائے۔

(3)......بہتر یہ ہے ایک وقت مُعَیَّن کر کے ایک تعداد مقرر کر لے اور روزانہ وضو کر کے، دوزانو بیٹھ کر، ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے مقرر کردہ تعداد کے مطابق درود عرض کیا کرے اور اس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو، ہاں اس سے زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے۔

(4)......اس کے علاوہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں دُرود جاری رکھے۔

---

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص ٩٥٠، تفسيرات احمديه، الاحزاب، تحت الآية: ٥٦، ص ٦٣٥، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، باب الجمعۃ، ۳۶۵/۸۔

(5)......بہتر یہ ہے کہ ایک خاص صیغہ کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے درود عرض کرتا رہے تا کہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو۔[1]

حاجتیں پوری ہونے کا ایک مفید وظیفہ

علامہ احمد سخاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرانور کے پاس کھڑے ہوکر یہ آیت پڑھے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

پھر کہے: ''صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ'' یہاں تک کہ سَتّر مرتبہ یہی کہتا چلا جائے تو فرشتہ اسے پکارتا ہے: ''صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ'' اے فلاں! تیری کوئی حاجت پوری ہوئے بغیر نہ رہے گی۔[2]

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسل کے امام — نوشہِ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام — تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم — بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم — تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم — تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود
شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم — درد کو کردو دوا تم پہ کروڑوں درود

نوٹ: درود پاک کے فضائل، فوائد، آداب اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم کی کتاب ''رحمتوں کی برسات'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ

1......فتاوی رضویہ، باب صفۃ الصلاۃ، ۶/۱۸۳، ملخصاً۔

2......القول البديع، نبذة يسيرة من فوائد قوله تعالى: انّ الله وملائكته يصلّون على النبى... الخ، ص٨٧.

وَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں ایذا دینے والوں سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے وہ مُنَزَّہ اور پاک ہے اور وہ کفار مراد ہیں جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے ایذا دے سکے یا اسے کسی سے ایذا پہنچے، اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے مراد اس کے حکم کی مخالفت کرنا اور گناہوں کا اِرتکاب کرنا ہے یا یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تعظیم کے طور پر ہے جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دینے سے مراد خاص رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا ہے، جیسے جس نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اسی طرح جس نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔[1]

نوٹ: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھنا یا کسی قسم کا اعتراض کرنا یا آپ کے ذکرِ خیر کو روکنا اور آپ کو عیب لگانا بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینے میں داخل ہے اور اس قسم کے لوگ بھی دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔

---

1 ......جلالین، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۷، ص۳۵۷، خازن، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۷، ۳/۵۱۱، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ۵۷، ۷/۲۳۷، ملتقطاً۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠ (۵۸)

ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا : اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کو ایذا دیتے تھے اور اُن کی شان میں بدگوئی کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے معاملے میں نازل ہوئی۔ یاد رہے کہ اس کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو عام ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے انہیں اَذِیَّت پہنچے حالانکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے انہیں اذیت دی جائے تو ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا اور خود کو بہتان کی سزا اور کھلے گناہ کے عذاب کا حق دار ٹھہرالیا ہے۔[1]

مسلمانوں کو ناحق ایذا اور تکلیف نہ دی جائے

یاد رہے کہ مسلمان مرد و عورت کو دینِ اسلام میں یہ حق دیا گیا ہے کہ انہیں کوئی شخص اپنے قول اور فعل کے ذریعے ناحق ایذا نہ دے، یہاں اس سے متعلق تین اَحادیث اور بزرگانِ دین کے تین اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں کو (اپنے) شر سے محفوظ رکھو، یہ ایک صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کرو گے۔''[2]

1......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ۵۸، ص ۹۵۰، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ۵۸، ۷/۲۳۸-۲۳۹، ملتقطاً.

2......بخاری، كتاب العتق، باب ایّ الرقاب افضل، ۲/۱۵۰، الحديث: ۲۵۱۸.

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللّٰہ تعالٰی اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔ ارشاد فرمایا ’’تم جانتے ہو کہ مومن کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللّٰہ تعالٰی اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’مومن وہ ہے جس سے ایمان والے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ سمجھیں اور مہاجر وہ ہے جو گناہ کو چھوڑ دے اور اس سے بچے۔[1]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، گاہک کو دھوکہ دینے اور قیمت بڑھانے کیلئے دکاندار کے ساتھ مل کر جھوٹی بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو اور اے اللّٰہ تعالٰی کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر نہ ظلم کرے، نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے اور کسی شخص کی برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔[2]

(4)......حضرت فضیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔[3]

(5)......حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جہنمیوں پر خارش مُسَلَّط کر دی جائے گی تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے حتّٰی کہ ان میں سے ایک کے چمڑے سے ہڈی ظاہر ہو جائے گی تو اسے پکارا جائے گا: اے فلاں! کیا تمہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ پکارنے والا کہے گا: تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔[4]

(6)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں ایمان والوں کو اَذِیَّت دینے کا ذکر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنهما، ٢/٦٥٤، الحدیث: ٦٩٤٢.

2 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله... الخ، ص١٣٨٦، الحدیث: ٣٢(٢٥٦٤).

3 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٨، ص٩٥٠.

4 ......احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفة والاخوة... الخ، الباب الثالث، ٢/٢٤٢.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کواذیت دینے کے ساتھ ہوا جیسا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواذیت دینے کا ذکر اللہ تعالٰی کواذیت دینے کے ساتھ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کواذیت دینا گویا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواذیت دینا ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواذیت دینا گویا کہ اللہ تعالٰی کواذیت دینا ہے تو جس طرح اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کواذیت دینے والا دنیا اور آخرت میں لعنت کا مستحق ہے اسی طرح ایمان والوں کواذیت دینے والا بھی دونوں جہاں میں لعنت و رسوائی کا حقدار ہے۔[1]

اللہ تعالٰی ہمیں شریروں کے شر اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

مسلمانوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر ایذا دینے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا

وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمے لے لیا۔

سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''**مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ**''، جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالٰی کو تکلیف دی۔[2] یعنی جس نے اللہ تعالٰی کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالٰی اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔

امام اَجل رافعی نے سیّدنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے روایت کی، مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''**لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا اَوْ ضَرَّہٗ اَوْ مَاکَرَہٗ**''، یعنی وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے[3]۔[4]

---

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٥٨، ٧/٢٣٩.

2 ......معجم الاوسط، باب السین، من اسمہ: سعید، ٢/٣٨٦، الحدیث: ٣٦٠٧.

3 ......کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف المیم، المکر والخدیعۃ، ٢/٢١٨، الحدیث: ٧٨٢٢، الجزء الثالث.

4 ......فتاوی رضویہ، ٢٤/٤٢٥-٤٢٦۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو ایذا دینے کی 20 مثالیں

زیرِ تفسیر آیت اور درج بالا اَحادیث واَقوال سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اَذِیَّت سے بچانا خاص اہمیت کا حامل ہے اور ناحق ایذا پہنچانا اسلام کی نظر میں انتہائی قبیح جرم ہے جس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں لوگ اس حوالے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو ناحق ایذا پہنچاتے اور ان کی ایذا رسانی کا سامان مہیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، یہاں ہم 20 ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعے عمومی طور پر مسلمانوں کو ناحق ایذا پہنچائی جاتی ہے تاکہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے ان افعال سے باز آ کر مسلمانوں کو اذیت سے بچائیں:

(1)......شادیوں میں شور شرابا، غل غپاڑہ کرنا اور رات کے وقت آتش بازی کا مظاہرہ کرنا۔

(2)......غلط جگہ پارکنگ کر کے، گلیوں میں ملبہ وغیرہ ڈال کر اور مختلف تقاریب کے لئے گلیاں بند کرنا۔

(3)......گلیوں میں کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ کھیلنا اور خاص طور پر رمضان کی راتوں میں رات رات بھر ایسا کرنا اور اس دوران شور مچانا۔

(4)......سائلنسر نکال کر گلیوں اور بازاروں میں موٹر سائیکل اور کاریں چلانا۔

(5)......گلیوں میں کچرا اور غلاظت ڈالنا۔

(6)......اسٹریٹ کرائم اور ٹارگٹ کلنگ کی وارداتوں کے ذریعے مسلمانوں کو اذیت پہنچانا۔

(7)......دل شکنی والے الفاظ سے پکارنا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجتِ شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو، اسے ایذا پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام ہے اگرچہ بات فی نفسہٖ سچی ہو۔[1]

(8)......گھر میں شور شرابا کرنا اور بلند آواز سے ٹی وی اور گانے وغیرہ چلا کر پڑوسیوں کو تنگ کرنا۔

(9)...... پڑوسیوں کے گھر میں تانک جھانک کرنا اور ان کے عیبوں کی تلاش میں رہنا۔

(10)......کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا۔

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: اراءۃ الادب لفاضل النسب، ۲۳/۲۰۴۔

(11)......عورت کا اپنے گھر سے بھاگ کر اور مرد کا اسے بھگا کر شادی کرنا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بلاشبہہ ایسے لوگ مُفسد وفتنہ پَرداز اور آبرو ریز، فتنہ انگیز، مستحقِ عذابِ شدید و وبالِ مدید ہیں، مَعَاذَ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ و ناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا، کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہِ شرعی ایذاءِ مسلم ہے۔[1]

(12)......رشتہ نہ ملنے پر لڑکی والوں سے متعلق اذیت بھرے کلمات کہنا اور داماد وغیرہ کا اپنے سسرال والوں کو طرح طرح سے تنگ کرنا۔

(13)......ساتھ کام کرنے والوں کی چغلیاں کھانا۔

(14)......ساتھ کام کرنے والوں کی کارکردگی ناقص بنانے کی کوشش کرنا اور اسے بلاوجہ ناقص ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

(15)......ساتھی کو تکلیف یا مصیبت پہنچنے پر خوشی کا اظہار کرنا۔

(16)......ساتھیوں اور ماتحتوں کو حقیر سمجھنا اور ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا۔

(17)......گالیاں دینا، لعنت کرنا، تہمت اور بہتان لگانا۔

(18)......مذاق اڑانا اور پھبتیاں کسنا۔

(19)......بدگمانیاں پھیلاتے پھرنا اور بلاوجہ کسی کے پوشیدہ عیبوں کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا۔

(20)......لوگوں کا مال دبالینا اور قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تنگ کرنا۔

سرِدست یہاں بیس مثالیں ذکر کی ہیں اور غور کیا جائے تو مسلمانوں کو بلاوجہ اذیت دینے کی سینکڑوں مثالیں آپ کے سامنے آسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ ایک دوسرے کو ایذا اور تکلیف دینے سے بچیں، اٰمین۔

مسلمانوں کو اَذِیَّت پہنچانے سے بچنے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت میں ایسے واقعات بہت مل جائیں گے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اَذِیَّت اور تکلیف پہنچانے سے بہت بچا کرتے تھے، ترغیب کے لئے یہاں دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عائذ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ابوسفیان حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال

1......فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، ۱۱/۲۹۲۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے پاس سے گزرے جوایک جماعت میں تھے،توان حضرات نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تلواریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہ گزریں ۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: کیاتم قریش کے شیخ اوران کے سردار کے بارے میں یہ کہتے ہو! پھروہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے اورآپ کو(اس معاملے کی)خبردی،اس پرآپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا'' اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ، شاید تم نے ان حضرات کوناراض کردیا ہے،اگرتم نے انہیں ناراض کردیاتوتم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کوناراض کردیا۔تب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ ان حضرات کے پاس آئے اورفرمایا: اے میرے بھائیو! کیامیں نے تم کورنجیدہ کردیا؟انہوں نے کہا: اے میرے بھائی! نہیں ، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ [1]

(2)......ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمرفاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے فرمایا: میں نے رات اس آیت: '' **وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا** '' کوپڑھاتومیں اس کی وجہ سے بہت ڈرگیا کیونکہ خدا کی قسم! میں مسلمانوں کومارتاہوں اورانہیں جھڑکتاہوں، حضرت اُبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے ان سے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ، آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں ،آپ تو محض مُعَلِّم اورنظام کوقائم کرنے والے ہیں۔ [2]

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

1 ......مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وصهيب وبلال، ص۱۳۵۹، الحديث: ۱۷۰(۲۵۰۴).

2 ......تفسير قرطبی، الاحزاب، تحت الآية: ۵۸، ۱۷۸/۷، الجزء الرابع عشر.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ: اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب انہیں کسی حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔ زمانۂ جاہلیّت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹہ پہنے چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور جب رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ باندیوں کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورتوں پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ اس پر آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھانک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کر دیں تا کہ کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔ (1)

یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لونڈیوں کو ستانا جائز تھا بلکہ یہ ان فاسق و فاجر لوگوں کے ایک حیلے کے سامنے بند باندھنے کیلئے فرمایا گیا۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ: یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے۔﴾ یعنی اگر آزاد مسلمان عورتیں اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانپ کر باہر نکلیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عزت دار اور باحیا خواتین ہیں اور اس سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور ستائی بھی نہیں جائیں گی۔ اس آیت مبارکہ سے ہمارے زمانے کی ان عورتوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہئے جو شرم و حیا کی چادر اتار کر بن سنور کر بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں اور لوگوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں اور اوباش قسم کے لوگ ان پر آوازیں کستے اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔

---

1 ......البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیة: ٥٩، ٧/٢٤٠.

لَىِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿٦٠﴾ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن۔ پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی خبریں پھیلانے والے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں ان کے خلاف اکسائیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن۔ اللہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، جہاں کہیں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور گن گن کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کے دستور کیلئے ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿لَىِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ: اگر منافق باز نہ آئے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو منافق ہیں اور وہ لوگ جو فاجر و بدکار ہیں اور وہ لوگ جو مدینے میں اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے والے ہیں اور یہ مشہور کیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی، وہ قتل کر ڈالے گئے، دشمن چڑھا چلا آ رہا ہے اور اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کو پریشانی میں ڈالنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے نفاق، بدکاری اور دیگر حرکتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ہم مسلمانوں کو ان کے خلاف کاروائی کرنے کی اجازت دے دیں گے اور مسلمانوں کو ان پر مُسلَّط کر دیں گے، پھر وہ

مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے دن ہی رہیں گے، پھر ان سے مدینہ طیبہ خالی کرا لیا جائے گا اور وہ لوگ وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ (1)

غلط خبریں پھیلا کر مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرنے والے دل کے منافقوں کی حالت کو آج کے دور میں آسانی سے سمجھنا ہو تو چند دن اخبار پڑھ کر دیکھ لیں کہ مغرب کے غلام لکھاری، مسلمانوں کو اپنے مغربی آقاؤں سے ڈرانے کیلئے ان کی طاقت، ترقی، تہذیب کو کیسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی طاقت، تہذیب اور ماضی وحال کو کس طرح تاریک بنا کر پیش کرتے ہیں۔

﴿مَلْعُوْنِیْنَ: اللّٰہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں۔﴾ یعنی منافقین اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، اگر یہ اپنے نفاق اور جھوٹی خبریں اڑانے پر قائم رہیں تو یہ تمہیں جہاں بھی مل جائیں انہیں پکڑ لو اور گن گن کر انہیں قتل کر دو۔ (2)

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ: اللّٰہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔﴾ یعنی ان منافقوں کے بارے میں جو حکم دیا گیا وہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ پہلی اُمتوں کے منافقین جو ایسی حرکتیں کرتے تھے اُن کے لئے بھی اللّٰہ تعالیٰ کا دستور یہی رہا ہے کہ جہاں پائے جائیں مار ڈالے جائیں اور اللّٰہ تعالیٰ کا دستور تبدیل نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رہتا ہے۔ (3)

یَسْــٴَـلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس کا علم تو اللّٰہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٠، ٥١٢/٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٠، ص٩٥١، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع جمل، الاحزاب، تحت الآية: ٦١، ١٩٩/٦.

3 ......تفسير كبير، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ١٨٤/٩، خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ٥١٢/٣، مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٢، ص٩٥١، ملتقطاً.

پاس ہی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

﴿یَسۡـَٔلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ: لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: مشرکین تو مذاق اڑانے کے طور پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے گویا کہ ان کو بہت جلدی ہے اور یہودی قیامت کے بارے میں امتحان کے طور پر پوچھتے تھے کہ وہ کب قائم ہوگی؟ کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور اس کے سوا کوئی اس پر مطلع نہیں اور اللہ تعالیٰ کا قیامت واقع ہونے کے علم کو مجھ سے مخفی رکھنا ایسی چیز نہیں جس سے میری نبوت باطل ہو جائے کیونکہ کسی شخص کے نبی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر غیب کا علم رکھتا ہو۔ (1)

علامہ احمد صاوی رَحۡمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرمانے کا حکم اس وقت دیا گیا جب ان سے قیامت کے بارے میں سوال ہوا تھا ورنہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا اور ان میں سے ایک قیامت کا علم ہے لیکن انہیں یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امت کو قیامت کا معین وقت نہیں بتایا۔) (2)

﴿وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوۡنُ قَرِیۡبًا: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔﴾ علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحۡمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں وقوعِ قیامت کی جلدی کرنے والوں کو ڈرانے اور امتحان کے طور پر سوال کرنے والوں کو خاموش کروانے اور ان کا منہ بند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٣، ٣/٥١٢، قرطبي، الاحزاب، تحت الآية: ٦٣، ٧/١٨٣، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.
2 ......صاوى، الاحزاب، تحت الآية: ٦٣، ٥/١٦٥٨.

سے ارشاد فرمایا کہ آپ (خود سے) کیا جانیں شاید قیامت کا واقع ہونا قریب ہو۔[1]

نوٹ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم عطا فرمائے جانے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَعراف آیت نمبر187 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًاۙ(۶۴) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًاۚ(۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اوران کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اوران کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اورنہ مددگار۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ: بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبھی کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اوراس کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اوراس میں نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اورنہ مددگار جو ان سے عذاب دور کر دے اورانہیں اس سے خلاصی دے۔[2] اوراس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ کفار قیامت کی تیاری کرنے کی بجائے کھیل کود اور قیامت کا مذاق اڑانے میں لگے ہوئے ہیں، جیسا کہ گزشتہ آیت میں بیان کیا گیا۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا(۶۶)

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٦٣، ص ٩٥١.

2 ......روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٦٤-٦٥، ٧/٢٤٤.

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے تو کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

﴿ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ: جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ جہنم کی آگ میں کافروں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا اور اس آیت میں ان کے عذاب کی کیفیت بیان کی جارہی ہے کہ جس دن کافروں کے چہرے جہنم کی آگ میں بار بار الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور آگ میں جلنے کے باعث ان کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو رہی ہوگی تو اس وقت وہ انتہائی حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے! اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عَلَیْهِ السَّلَام کا حکم مانا ہوتا تو آج ہم عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جہنم میں کافروں کے پورے جسم پر عذاب ہوگا اور یہاں آیت میں چہرے کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ انسان کے جسم کا سب سے مکرم اور مُعَظَّم عُضْو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں بار بار الٹ رہا ہوگا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا۔

وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿۶۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

﴿وَقَالُوْا: اور کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے کفار عذر پیش کرتے ہوئے کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم قوم کے سرداروں، بڑی عمر کے لوگوں اور اپنی جماعت کے عالموں کے کہنے پر چلے، انہوں نے ہمیں کفر کی تلقین کر کے اسلام اور توحید کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، انہیں آگ کا اس سے دگنا عذاب دے جو ہمیں دیا گیا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ان پر بڑی لعنت کر۔ (1)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اُن جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بَری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا۔﴾ سورت کی ابتداء سے لے کر یہاں تک منافقین کی اَنواع واَقسام کی ایذاؤں کا ذکر تھا اور اب یہاں سے بنی اسرائیل کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تنبیہ کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب واحترام بجالاؤ اور کوئی ایسی بات نہ کہنا اور نہ کوئی ایسا کام کرنا جو

1 ......روح البیان، الاحزاب، تحت الآیة: ٦٧-٦٨، ٧/٢٤٤-٢٤٥، مدارك، الاحزاب، تحت الآیة: ٦٧-٦٨، ص٩٥٢، ملتقطاً.

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رنج وملال کا باعث ہو اوران لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہا تھا۔ (1)

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں یاد رہیں:

(1)...... یہ ضروری نہیں کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا ہو جس سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت پہنچی تھی اور اس پر انہیں یہاں آیت میں تنبیہ کی گئی، بلکہ عین ممکن ہے کہ آئندہ ایسے کام سے بچانے کے لئے پیش بندی کے طور پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو۔ اَحادیث میں جو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا واقعہ منقول ہے اُس کا مَحمل بھی یہی ہے کہ اُس وقت ان کی اِس بات کی طرف توجہ نہ ہوئی ہوگی کہ یہ کلمہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ایذا کا باعث ہے کیونکہ کسی صحابی سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا پہنچائیں اور جتنے واقعات جان بوجھ کر ایذا پہنچانے کے ہیں وہ سب منافقین کے ہیں۔

(2)...... بنی اسرائیل نے کیا کہہ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ستایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بری ہونا کس طرح دکھایا تھا، اس سے متعلق مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پا گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور وہ آپ کی بہ نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور آپ کی بہ نسبت زیادہ نرم مزاج تھے۔ بنی اسرائیل نے ان باتوں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی۔ تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قارون نے ایک عورت کو بہت سا مال دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت موسیٰ

---

(1)......قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ١٨٤/٧، الجزء الرابع عشر، تفسیر طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٦٩، ٣٣٦/١٠، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زنا کی تہمت لگائے تو اللہ تعالیٰ نے اسی عورت کے اقرار سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس قبیح فعل سے پاک ہونا دکھا دیا۔[1]

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا: اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان بیان فرمائی گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی وجاہت والے تھے یعنی بڑے مقام والے تھے اور اِس مقام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام **مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات** تھے یعنی آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔[2]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت

مفسرین نے وجیہ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائیں مقبول تھیں، اسی مناسبت سے یہاں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اس کے مال اور اس کی اولاد کو زیادہ کر دے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! (اس دعا کی برکت سے) میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو کے قریب ہے۔[3]

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: (اس دعا کے بعد حال یہ تھا کہ) اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے یہ امید ہوتی کہ اس کے نیچے سونا ہوگا۔

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے حکومت کی دعا مانگی تو انہیں حکومت حاصل ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے **مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات** ہونے کی دعا کی تو وہ جس کے خلاف بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔

---

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٩، ٥١٣/٣، طبری، الاحزاب، تحت الآية: ٦٩، ٣٣٨/١٠، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآية: ٦٩، ٣٣٥/٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، الاحزاب، تحت الآية: ٦٩، ٥١٣/٣.

3 ......مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل انس بن مالك رضی الله عنه، ص١٣٤٧، الحديث: ١٤٣(٢٤٨١).

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا کی کہ تمہارا چہرہ کامیاب ہو، اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ان کے بالوں اور جسم میں برکت دے، چنانچہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت سَتّر سال کے ہونے کے باوجود پندرہ سال کے معلوم ہوتے تھے۔ (1)

سرِ دست یہاں چند واقعات کا خلاصہ لکھا ہے ورنہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات بڑی کثرت سے ہیں اِس کے لئے علامہ سیوطی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی کتاب الخصائص الکبریٰ کا مطالعہ فرمائیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بن کے نکلی دُعائے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللّٰہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار

1 ......الشفا، القسم الاول، الباب الرابع فی فیما اظهره اللّٰه علی یدیه من المعجزات، فصل فی اجابة دعاء ه صلی اللّٰه علیه وسلم، ص ۳۲۵-۳۲۷، الجزء الاول.

دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے، سچی اور حق بات کہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچی، درست، حق اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان اور اپنے کلام کی حفاظت رکھو، یہ سب بھلائیوں کی اصل ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر کرم فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا، تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرے اس نے دنیا و آخرت میں بڑی کامیابی پائی۔[1]

زبان کی حفاظت کی اہمیت

اس سے معلوم ہوا کہ زبان ٹھیک رکھنا، جھوٹ غیبت، چغلی، گالی گلوچ سے اسے بچانا بڑا اہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بعد زبان سنبھالنے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ورنہ یہ بھی تقویٰ میں آچکا تھا۔ یاد رہے کہ زبان کی حفاظت تمام بھلائیوں کی اصل ہے، اسی لئے دیگر کاموں کے لئے دو عضو ہیں اور بولنے کے لئے ایک زبان اور وہ بھی ہونٹوں کے پھاٹک میں بند اور 32 دانتوں کے پہرے میں قید ہے تاکہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ زبان کو بے قید نہ رکھا جائے۔ زبان کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اَعضاء صبح کے وقت زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔[2]

اور امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: وہی شخص زبان کے شر سے نجات پاتا ہے جو اسے شریعت کی لگام کے ذریعے قابو کرتا ہے اور اسے اسی بات کے لیے استعمال کرتا ہے جو اسے دنیا اور آخرت میں نفع دے۔ انسان کے اعضا میں سے زبان سب سے زیادہ نافرمان ہے کیونکہ اسے حرکت دینے اور بولنے میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس

1 ......مدارك، الاحزاب، تحت الآية: ٧٠-٧١، ص٩٥٢، روح البيان، الاحزاب، تحت الآية: ٧٠-٧١، ٧/٢٤٧-٢٤٨، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ١٨٣/٤، الحديث: ٢٤١٥.

کی آفات اور گمراہیوں سے بچنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، اسی طرح اس کے جالوں اور رسیوں سے بھی نہیں بچتے حالانکہ انسان کو گمراہ کرنے میں زبان شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی حفاظت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۟ۙ (۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اُٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بیشک وہ زیادتی کرنے والا، بڑا نادان ہے۔

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ: بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی۔﴾ اس آیت میں امانت سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 5 قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے اور نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ۱۳۳/۳.

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: امانت سے مراد نمازیں ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، سچ بولنا، ناپ تول میں اور لوگوں کی امانتوں میں عدل کرنا ہے۔

(3)......بعض مفسرین نے کہا ہے کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے فرمایا: تمام اَعضاء کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں، اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔

(5)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا ایک قول یہ بھی ہے کہ امانت سے مراد لوگوں کی امانتوں اور عہدوں کو پورا کرنا ہے، تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ اس کافر کی جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہے اور یہ خیانت نہ قلیل امانت میں ہو نہ کثیر میں۔

ان پانچوں اقوال میں پہلے چار اقوال تو تقریباً ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں یعنی اللّٰہ تعالٰی نے انسان کو ارادہ واختیار کی قوت سے نواز کر جو احکام کا پابند بنایا ہے وہ مراد ہے اور پانچویں قول میں اسی مفہوم کی ایک خاص صورت کا بیان ہے۔

اللّٰہ تعالٰی نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمائی، پھر ان سے فرمایا: ''کیا تم اس اَمان کو اس کی ذمہ داری کے ساتھ اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کی: ذمہ داری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا'' ذمہ داری یہ ہے کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے، ہمیں نہ ثواب چاہئے نہ عذاب، ہم بس تیرے حکم کے اطاعت گزار ہیں۔ ان کا یہ عرض کرنا خوف اور خَشیت کے طور پر تھا اور امانت اختیار کے طور پر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت اور ہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں، اس امانت کو اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ پھر اللّٰہ تعالٰی نے وہ امانت حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش کی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر یہ امانت پیش کی تھی مگر وہ اسے نہ اٹھا سکے: کیا تم اس کی ذمہ داری کے ساتھ اسے اٹھا سکو گے؟ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اقرار کیا اور اس امانت کو اٹھالیا۔[1]

1......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ٧٢، ٣/٥١٤.

لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتِ وَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ وَ الۡمُشۡرِكٰتِ وَ یَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۷۳﴾

ع۵ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لِیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ: تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔﴾ گزشتہ آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا کہ انسان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دی گئی امانت کو اٹھالیا اور اس کی ذمہ داری قبول کرلی، اب اس آیت مبارکہ میں امانت پیش کرنے کی حکمت بیان کی جارہی ہے کہ ہم نے یہ امانت انسان پر اس لیے پیش کی تاکہ منافقین کا نفاق اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب فرمائے اور وہ مومنین جو امانت کے ادا کرنے والے ہیں اُن کے ایمان کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان پر رحمت و مغفرت کرے اگرچہ ان سے بعض طاعات میں کچھ تقصیر بھی ہوئی ہو۔[1]

1 ......خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۷۳، ۳/۵۱۵۔

سُوۡرَةُ سَبَا

سورۂ سبا کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ سبا ایک آیت "وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **6** رکوع، **54** آیتیں، **833** کلمے اور **1512** حروف ہیں۔[2]

"سبا" نام رکھنے کی وجہ

سبا عرب کے علاقے یمن کی حدود میں واقع ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ قبیلہ اپنے دادا سبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔[3] اور اس سورت کی آیت نمبر 15 سے قومِ سبا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ سبا" کہتے ہیں۔

سورۂ سبا کے مضامین

سورۂ سبا چونکہ مکی سورت ہے اس لئے دیگر مکی سورتوں کی طرح اس کا بھی مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کافر قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں، نیز قیامت قائم ہونے کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل دی گئی۔

(2)......حضرت داؤد، حضرت سلیمان عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور سبا والوں پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے وہ بیان کئے

---

1 ......جلالين مع جمل، سورة سبأ، ٦/٢٠٥.

2 ......خازن، تفسير سورة سبأ، ٣/٥١٥.

3 ......جلالين مع جمل، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٦/٢١٧.

گئے ہیں۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیّت پر دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے شُبہات کا اِزالہ کیا گیا ہے۔

(4)......رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے عموم کو بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہر زمانے میں مالدار کافروں نے ہی اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا۔

(5)......یہ بیان کیا گیا کہ مشرکین قرآنِ پاک کا انکار کرتے ہیں اور ان کے گمان میں قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ کسی کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے اور کفار کے اس نظریے کا رد کیا گیا۔

(6)......آخر میں کفار کو غور و فکر کرنے اور انہیں قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

سورۂ اَحزاب کے ساتھ مناسبت

سورۂ سبا کی اپنے سے ماقبل سورت ''اَحزاب'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَحزاب کے آخر میں بیان ہوا ''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اور سورۂ سبا کی ابتداء میں بیان ہوا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مِلکیَّت میں ہے تو گویا کہ یہ بتا دیا گیا کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں تمام چیزوں کا مالک ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مشرکوں اور منافقوں کو عذاب دے اور مسلمانوں کو ثواب عطا کرے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَحزاب میں بیان ہوا کہ کفار و مشرکین مذاق کے طور پر قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اور سورۂ سبا میں بیان ہوا کہ کفار و مشرکین قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو کہ اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔﴾ یعنی کامل شکر اور ہر طرح کی تعریف کا مستحق صرف وہ معبود ہے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں موجود ہر چیز کا (خالق اور) مالک ہے اور جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ کسی تعریف کے مستحق ہیں اور نہ ہی کسی چیز کے مالک ہیں۔[1]

﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ: اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔﴾ یعنی جیسے دنیا میں حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے ویسے ہی آخرت میں بھی حمد کا مستحق وہی ہے کیونکہ دونوں جہان اسی کی نعمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

دنیا اور آخرت کی حمد میں فرق

دنیا اور آخرت کی حمد میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا واجب ہے کیونکہ دنیا مُکَلَّف بنائے جانے کا مقام ہے جبکہ آخرت میں حمد و ثنا واجب نہیں کیونکہ آخرت مُکَلَّف بنائے جانے کا مقام نہیں، آخرت میں اہلِ جنت نعمتوں کے سُرُور اور راحتوں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔[2]

1 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۱، ۱۰/۳٤٤، ملخصاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱، ص۹۵۵، ابو سعود، سبأ، تحت الآیة: ۱، ٤/۳۳۸، ملتقطاً.

آخرت میں اہلِ جنت کی حمد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۙﰳ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا، بیشک ہمارا رب بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔ وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اہلِ جنت کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جیسے سانس آتا جاتا ہے۔‘‘[3]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے، جیسے قیامت میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بہت حمد ہوگی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

لیکن وہ حمد چونکہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس لئے زیرِ تفسیر آیت کا حصر درست ہے۔

---

1 ......زمر: ٧٤.

2 ......فاطر: ٣٤، ٣٥.

3 ......مسلم، کتاب الجنّة وصفة نعیمها واهلها، باب فی صفات الجنّة واهلها... الخ، ص ١٥٢٠، الحدیث: ١٨(٢٨٣٥).

4 ......بنی اسرائیل: ٧٩.

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی ہے مہربان بخشش والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے۔

﴿یَعْلَمُ: وہ جانتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چندوہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے اور ان میں لوگوں کا دُنْیَوی اور اُخروی فائدہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ بارش کا پانی، مردے اور دفینے، یونہی جو زمین سے نکلتا ہے، جیسے سبزہ، درخت، چشمے، کانیں اور حشر کے وقت مردے پھر جو کچھ آسمان کی طرف سے اترتا ہے، جیسے بارش، برف، اولے، طرح طرح کی برکتیں اور فرشتے اور اسی طرح جو آسمانوں میں چڑھتا ہے، جیسے فرشتے، دعائیں اور بندوں کے عمل، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی اپنی نعمتوں پر حمد کرنے والوں پر مہربان ہے اور حمد میں کمی کرنے والوں کو اپنے لطف وکرم سے بخشنے والا ہے۔[1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾

---

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ۲، ۳۳۸/۴، خازن، سبأ، تحت الآية: ۲، ۵۱۶/۳، مدارك، سبأ، تحت الآية: ۲، ص۹۵۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم بے شک ضرور تم پر آئے گی غیب جاننے والا اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم جو غیب جاننے والا ہے بیشک وہ (قیامت) تم پر ضرور آئے گی۔ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ذرہ سے بھی کوئی چھوٹی اور بڑی چیز نہیں ہے مگر وہ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔

﴾وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴿ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کفار نے کہا کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرمادیں کہ قیامت کیوں نہیں آئے گی، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بے شک قیامت تم پر ضرور آئے گی، میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان یہ ہے کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، جب ہر چیز اسے معلوم ہے تو قیامت کا آنا اور اس کے قائم ہونے کا وقت بھی اس کے علم میں ہے۔ (1)

﴾لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ: آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔﴿ قیامت کا انکار کرنے والوں کا ایک یہ اعتراض تھا کہ انسانوں کے اَجزا بکھرنے کے بعد اس طرح کیسے جمع ہوسکیں گے کہ کسی کے بدن کا کوئی جز دوسرے کے بدن میں نہ پہنچنے پائے۔ اس آیت میں اس اعتراض کا انتہائی نفیس طریقے سے جواب دیا گیا کہ تم نے مخلوق کی پَراگندگی کو دیکھا ہے جبکہ خالق کی قدرت وعلم کا اندازہ نہ کیا کہ وہ ہر بدن کے ہر ذرے کو جانتا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا کہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک صاف بیان کرنے والی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ (2)

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣، ٥١٦/٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣، ص٩٥٥-٩٥٦، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، سبأ، تحت الآية: ٣، ٣٨٣/١١، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣، ٥١٦/٣، ملتقطاً.

لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ ہیں جن کیلئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: تاکہ اللہ ایمان لانے والوں کو بدلہ دے۔﴾ اس آیت میں قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیشک قیامت تم پر ضرور آئے گی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے، ان عظیم صفات والے لوگوں کے لیے ایمان اور اچھے اعمال کے بدلے میں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ [1]

بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ ذرے سے بھی چھوٹی بڑی ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بدلہ دے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے وہ کام کئے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور جن کاموں سے منع کیا ان سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتے ہوئے رک گئے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بخشش اور قیامت کے دن جنت میں عزت کی روزی ہے۔ [2]

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کی ان کے لیے سخت عذابِ دردناک میں سے

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٤، ٤/٣٣٩، ملخصاً.

2 ......تفسير طبری، سبأ، تحت الآية: ٤، ١٠/٣٤٦.

عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کی ان کے لئے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ: اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں میں کوشش کی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قیامت کے دن اہلِ ایمان کا حال بیان کیا گیا اور اس آیت میں کفار کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں کو جھٹلانے میں کوشش کی اور ان پر اعتراضات کر کے اور اُنہیں شعر اور جادو وغیرہ بتا کر لوگوں کو ان کی تصدیق کرنے سے روکنا چاہا، ان کے لیے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں کوشش کی دو اَقسام

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں کوشش دو طرح کی ہے۔ ایک اچھی اور دوسری بری۔ قرآن پاک کی آیات کو سمجھنے یا سمجھانے کی کوشش، ان سے مسائل و اَسرار نکالنے کی کوشش اچھی اور عبادت ہے، لیکن انہیں غلط ثابت کرنے، ان میں باہمی ٹکراؤ دکھانے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش بری اور کفر ہے۔ یہاں آیت میں یہ دوسری کوشش مراد ہے۔ کفار کی جانب سے قرآنِ پاک کی آیتوں پر اعتراضات وغیرہ کا مزید بیان اسی سورت کے آخری رکوع میں آئے گا۔

وَ یَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّۙ وَ یَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہیں علم ملا وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا وہی حق ہے اور عزت والے سب خوبیوں سراہے کی راہ بتاتا ہے۔

1 ......ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٥، ٣٣٩/٤، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے اور وہ عزت والے، حمد کے مستحق (اللہ) کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

﴿وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اہلِ ایمان کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ یا اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، وہ جانتے، دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ جو قرآن اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جانب نازل کیا گیا ہے، وہی حق ہے اور وہ قرآن عزت والے اور حمد کے مستحق اللہ تعالٰی کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔[1]

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍۚ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم پرزے ہوکر بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ تو پھر تمہیں نیا بننا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر بولے: کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو پھر تم دوبارہ نئی پیدائش میں ہوگے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس آیت میں کفار کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ کافروں نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسے مرد کے بارے میں بتادیں جو تمہیں یہ عجیب وغریب خبر دے کہ جب تم مرنے کے بعد بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو پھر تمہیں دوبارہ نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ وہ مرد محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔[2]

1 ...... خازن، سبأ، تحت الآية: ٦، ٣/٥١٦، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٦، ص٩٥٦، ملتقطاً.
2 ...... جلالين، السبا، تحت الآية: ٧، ص٣٥٩، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٧، ص٩٥٦، ملتقطاً.

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ پر اُس نے جھوٹ باندھا یا اسے سودا ہے بلکہ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس (نبی) نے اللہ پرجھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے؟ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

﴿ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: کیا اس (نبی) نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔﴾ اس آیت میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کفار کی گفتگو کا بقیہ حصہ ہے اور ایک احتمال یہ ہے کہ جو کفار گفتگو سن رہے تھے، انہوں نے کہا کہ کیا اس نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے جو وہ ایسی عجیب وغریب باتیں کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں نہیں، میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان دونوں باتوں سے پاک اور بری ہیں بلکہ وہ کافر جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور حساب کا انکار کرنے والے ہیں وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں اور وہ اس چیز سے غافل ہیں۔ (1)

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع

1......تفسیر کبیر، سبأ، تحت الآیة: ۸، ۹/۱۹۵، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۸، ص۹۵۷، خازن، سبأ، تحت الآیة: ۸، ۳/۵۱۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان اور زمین ہم چاہیں تو اُنہیں زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں بے شک اس میں نشانی ہے ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو آسمان اور زمین ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں بیشک اس میں ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے نشانی ہے۔

﴿اَفَلَمْ يَرَوْا: تو کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ کفار کا رد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا ہی نہیں جو انہیں معلوم ہوجاتا کہ وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور وہ زمین وآسمان کے کناروں سے باہر نہیں جاسکتے اور خدا کے ملک سے نہیں نکل سکتے اور انہیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں، اُنہوں نے آیات اور رسول کی تکذیب وانکار کے دہشت انگیز جرم کا اِرتکاب کرتے ہوئے خوف نہ کھایا اور اپنی اس حالت کا خیال کر کے نہ ڈرے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی تکذیب وانکار کی سزا میں قارون کی طرح انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادیں۔ بیشک زمین وآسمان کی طرف نظر کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع لانے والے ہر بندے کے لیے نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اور اس کے منکر کو عذاب دینے پر اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔[1]

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۙ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے داود کو اپنا بڑا فضل دیا اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا۔

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٩، ص٩٥٧، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٩، ٣٤١/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔اے پہاڑو اور پرندو!اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کرو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔

﴿**وَ لَقَدْ: اور بیشک۔**﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تین فضائل بیان فرمائے ہیں۔

(1)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔

(2)......پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا۔

(3)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم فرمادیا۔

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مزید 4 فضائل

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تین فضائل تو اس آیت میں بیان ہوئے اور مزید 4 فضائل درجِ ذیل آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

(1)......حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبور عطا فرمائی گئی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

(2)......انہیں کثیر علم عطا فرمایا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔

(3)......انہیں غیر معمولی قوت سے نوازا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

(4)......انہیں زمین میں خلافت سے سرفراز کیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین

1......بنی اسرائیل:٥٥.
2......النمل:١٥.
3......ص:١٧.
4......ص:٢٦.

میں (اپنا) نائب کیا۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا : اور بیشک ہم نے داوٗد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔﴾ آیت کے اس حصے میں بڑے فضل سے مراد نبوت اور کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ملک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے آواز کی خوبصورتی وغیرہ وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی گئیں۔ [1]

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں فرق

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا جبکہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ہر طرح کے فضل اور فضل کے کمال کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا [2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

﴿ یٰجِبَالُ : اے پہاڑو!﴾ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ ”اے پہاڑو اور اے پرندو! جب حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کریں تو تم بھی ان کے ساتھ تسبیح کرو۔ چنانچہ جب حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑوں سے بھی تسبیح سنی جاتی اور پرندے جھک آتے۔ یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ تھا۔ [3]

نوٹ: حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 79 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ : اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔﴾ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا نرم فرمادیا کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دست مبارک میں آتا تو موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہوجاتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنالیتے۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کئے جانے کا سبب

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٠، ٣/٥١٧.

2 ......النساء: ١١٣.

3 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٠، ٣/٥١٧، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٠، ص ٩٥٧، ملتقطاً.

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان نہ سکیں، اور جب کوئی ملتا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہچان نہ پاتا تو اس سے دریافت کرتے کہ ’’داوٗد کیسا شخص ہے؟ وہ شخص ان کی تعریف کرتا۔ اس طرح جن سے بھی اپنے بارے میں پوچھتے تو سب لوگ آپ کی تعریف ہی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے بھی حسبِ عادت یہی سوال کیا تو فرشتے نے کہا ’’داوٗد ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش! ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: ’’اے خدا کے بندے! وہ کون سی خصلت ہے؟ اس نے کہا: وہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ بیتُ المال سے لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خیال میں آیا کہ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیتُ المال سے وظیفہ نہ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اس لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اُن کے لئے کوئی ایسا سبب بنا دے جس سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اہل و عیال کا گزارہ کر سکیں اور بیت المال (یعنی شاہی خزانے) سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بے نیازی ہو جائے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زِرہ سازی کی صَنعت کا علم دیا۔ سب سے پہلے زرہ بنانے والے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور وہ چار ہزار درہم میں بکتی تھی اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء و مَساکین پر بھی صدقہ کرتے۔ (1)

نوٹ: حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 80 میں بھی گزر چکا ہے۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ اور تم سب نیکی کرو بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

(1) ......خازن، سبأ، تحت الآیة: ١٠، ٣/٥١٧، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ کشادہ زِرہیں بناؤاور بنانے میں اندازے کالحاظ رکھواورتم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

﴿ **اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ: کہ کشادہ زِرہیں بناؤ۔** ﴾ ارشادفرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے لئے لوہا نرم کرکے اُن سے فرمایا''کشادہ زِرہیں بناؤاور بنانے میں اندازے کالحاظ رکھو کہ اس کے حلقے ایک جیسے اور مُتَوَسِّط ہوں، بہت تنگ یا کشادہ نہ ہوں۔ (1)

اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عظمت وفضیلت رکھنے والی کسی شخصیت کا (ذریعۂ معاش کے لئے) کوئی صنعت اورفن سیکھنا جائز ہے اور اِس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ ان کی فضیلت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا کیونکہ اس سے ان کی عاجزی کا اظہار ہوگا اور دوسروں سے بے نیازی بھی حاصل ہوگی۔ (2)

یاد رہے کہ عمومی طور پر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے اوراس سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے ۔اَحادیث میں اس کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں،ترغیب کے لئے یہاں اس کے 6 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت مقدام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللہ تعالٰی کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ (3)

(2)......حضرت مقدام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''آدمی کی اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمائے اور وہ جو کچھ اپنی ذات، اپنے اہلِ خانہ، اپنی اولاد اور اپنے خادم پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ (4)

---

1 ......بیضاوی، سبأ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳۹۴/۴، ملخصاً.

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۲۶۸/۷.

3 ......بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۱۱/۲، الحدیث: ۲۰۷۲.

4 ......ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحثّ علی المکاسب، ۶/۳، الحدیث: ۲۱۳۸.

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’گناہوں میں سے بہت سے گناہ ایسے ہیں جنہیں نہ نماز مٹاتی ہے، نہ روزہ مٹاتا ہے، نہ حج اور عمرہ مٹاتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پھر کون سی چیز ان گناہوں کو مٹاتی ہے۔ ارشاد فرمایا’’رزق تلاش کرنے میں غمزدہ ہونا۔[1]

(5)......حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کوئی شخص رسی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچے اور سوال کی ذلت سے اللّٰہ تعالٰی اس کے چہرے کو بچائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ لوگ اُسے دیں یا نہ دیں۔[2]

(6)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک انصاری نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہے اور وہ ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا’’دونوں چیزوں کو میرے حضور حاضر کرو۔ انہوں نے حاضر کر دیں تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنے دستِ مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا’’انہیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی: ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔ ارشاد فرمایا’’ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ یہ بات دو یا تین بار فرمائی تو کسی اور صاحب نے عرض کی: میں دو درہم کے بدلے لیتا ہوں۔ انہیں یہ دونوں چیزیں دے دیں اور درہم لے لیے اور انصاری کو دونوں درہم دے کر ارشاد فرمایا’’ایک کا غلہ خرید کر گھر ڈال آؤ اور ایک کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ لے کر حاضر ہوئے تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دستِ مبارک سے اُس میں دستہ ڈالا اور فرمایا’’جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک میں تمہیں نہ دیکھوں (یعنی اتنے دنوں تک یہاں حاضر نہ ہونا) وہ گئے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے، پندرہ دن بعد حاضر ہوئے تو اُن کے پاس دس درہم تھے، چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کا غلہ۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے منہ

[1]......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٤٢، الحديث: ١٠٢.

[2]......بخاری، کتاب الزکاة، باب الاستعفاف عن المسألة، ١/٤٩٧، الحديث: ١٤٧١.

پر چھالا بن کر آتا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا: اور تم سب نیکی کرو۔ ﴾ یعنی اے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے گھر والو! تم سب نیک اعمال کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں تو میں تمہیں ان کی جزا دوں گا۔[2]

نیک اعمال کی توفیق پانے کے لئے ایک وظیفہ

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز سے پہلے 100 مرتبہ ''یَا بَصِیْرُ'' پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت میں اضافہ فرما دے گا اور اسے اچھی باتوں اور نیک کاموں کی توفیق نصیب فرمائے گا۔[3]

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سلیمان کے بس میں ہوا کردی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنّوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اُسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا، اس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ (کے برابر) ہوتا تھا اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور کچھ جن (قابو میں دیدیے) جو اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا

1 ......ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیه المسألة، ۲/۱۶۸، الحدیث: ۱۶۴۱.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱۱، ص۹۵۸.

3 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۱۱، ۷/۲٦۸.

عذاب چکھائیں گے۔

﴿ وَ لِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ :اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دیدیا۔﴾ یہاں سے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضائل بیان کئے جارہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں دے دیا۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صبح کا چلنا ایک مہینے کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ کے برابر ہوتا تھا، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صبح کے وقت دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو قَیلولہ اِصْطَخْر میں فرماتے۔ یہ ملکِ فارس کا ایک شہر ہے اور دمشق سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے اور شام کو اِصْطَخْر سے روانہ ہوتے تو رات کو کابل میں آرام فرماتے۔ یہ بھی تیز سوار کے لئے ایک مہینے کا راستہ ہے۔[1]

نوٹ: حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر **81** میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿ وَ اَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ :اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔﴾ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چشمہ تین دن تک سرزمینِ یمن میں پانی کی طرح جاری رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چشمہ ہر مہینے میں تین دن جاری رہتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ **اللہ** تعالٰی نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے تانبے کو پگھلا دیا جیسا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے لوہے کو نرم کیا تھا۔[2]

﴿ وَ مِنَ الۡجِنِّ :اور کچھ جن۔﴾ حضرت عبد **اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ **اللہ** تعالٰی نے جِنّات کو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں دے دیا اور انہیں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے احکام کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔[3]

نوٹ: حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس فضیلت کا بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر **82** میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿ وَ مَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا :اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جِنّات میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرا اور اس نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فرمانبرداری نہ کی تو ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے والے جنوں کو آخرت میں بھڑکتی

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٢، ص٩٥٨.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٥١٨/٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٢، ص٩٥٨، ملتقطاً.

3 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٥١٨/٣.

آگ کا عذاب چکھایا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب دنیا میں ہی چکھایا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جنات پر ایک ایسا فرشتہ مقرر فرما دیا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا تھا اور جو جن حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اطاعت سے روگردانی کرتا تو وہ فرشتہ آگ کے کوڑے سے اس جن کو ایسی ضرب مارتا کہ وہ اسے جلا کر رکھ دیتی۔ (1)

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داود والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر پیالے اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کی آل! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر والے کم ہیں۔

﴿ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ: وہ جنات سلیمان کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتا تھا۔﴾ اس آیت میں بیان ہوا کہ جنات حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں:

(1)......اونچے اونچے محل، عالی شان عمارتیں، مسجدیں اور انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔

(2)......تانبے، بلور اور پتھر وغیرہ سے درندوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں تصویر بنانا حرام نہ تھا۔

(3)...... بڑے بڑے حوضوں کے برابر کھانے کے پیالے۔ یہ پیالے اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ایک پیالے میں ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٢، ٣/٥١٨.

(4)......ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں ۔ یہ دیگیں اپنے پایوں پر قائم تھیں اور بہت بڑی تھیں حتّٰی کہ اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جاسکتی تھیں، لوگ سیڑھیاں لگا کران پر چڑھتے تھے اور یہ یمن میں تھیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے فرمایا ’’اے داود کی آل! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرکے ان نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔ [1]

آیت ’’ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......شکر بڑی عبادت ہے جو گزشتہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دین میں بھی جاری تھی۔

(2)......جس قدر رب تعالیٰ کی نعمتیں بندے پر زیادہ ہوں اسی قدر شکر زیادہ کرنا چاہیے۔

(3)......نیک بندے اگرچہ تھوڑے ہوں، یہ برے بندوں سے افضل ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔

فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کی موت زمین کی دیمک نے ہی بتائی جو

---

[1]......جلالین، السبا، تحت الآیة: ۱۳، ص ۳٦۰، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱۳، ص ۹۵۸، خازن، سبأ، تحت الآیة: ۱۳، ۵۱۹/۳، ملتقطاً.

اس کا عصا کھا رہی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آ رہا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت وخواری کے عذاب میں نہ رہتے۔

﴿ فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ: پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا۔﴾ حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جِنّات پر ظاہر نہ ہوتا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے، پھر آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جِنّات دستور کے مطابق اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ایک ماہ، دو ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نماز بہت لمبی ہوتی ہے، حتّٰی کہ آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وفات پر مُطَّلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ **اللہ** تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا عصا کھا لیا اور آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر تشریف لے آیا۔ اس وقت جِنّات کو آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وفات کا علم ہوا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے مقدّس اَجسام وفات کے بعد گلنے اور مٹنے سے محفوظ ہیں۔

﴿ فَلَمَّا خَرَّ: پھر جب سلیمان زمین پر آیا۔﴾ یعنی جب حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک زمین پر تشریف لایا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وفات سے مطلع ہو جاتے اور اس ذلت وخواری کے عذاب میں نہ رہتے اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں تکلیف اور مشقتیں اُٹھاتے نہ رہتے۔

مروی ہے کہ حضرت داؤد عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بیتُ المَقۡدِس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے پہلے حضرت داؤد عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وفات

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٤، ٣/٥١٩.

کا وقت آ گیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزندِ اَرْجمند حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جِنّات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات جِنّات پر ظاہر نہ ہوتا کہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروفِ عمل رہیں اور انہیں جو علمِ غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف **53** سال ہوئی، تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سلطنت کے تخت پر تشریف فرما ہوئے اور چالیس سال تک حکمرانی فرمائی۔ (1)

جِنّات کو غیب کا علم حاصل نہیں

اس آیت کے آخری حصے ”تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ“ سے معلوم ہوا کہ جِنّات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے۔ فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جِنّات سے آئندہ کے اَحوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ عقیدت میں ان سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو یقین کی حد تک سچا تصوّر کر لیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ جِنّات سے غیب کی بات پوچھنی حماقت اور اَشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”اور اگر غیب کی بات ان سے دریافت کرنی ہو جیسے بہت لوگ حاضرات کر کے موکلاں جن سے پوچھتے ہیں: فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے اور کہانت کا شعبہ بلکہ اس سے بدتر۔ زمانۂ کہانت میں جن آسمانوں تک جاتے اور ملائکہ کی باتیں سنا کرتے، ان کو جو احکام پہنچنے ہوتے اور وہ آپس میں تذکرہ کرتے (تو) یہ چوری سے سن آتے اور سچ میں دل سے جھوٹ ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے، جتنی بات سچی تھی واقع ہوتی، زمانۂ اَقدس حضور سیّد عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا دروازہ بند ہو گیا، آسمانوں پر پہرے بیٹھ گئے، اب جن کی طاقت نہیں کہ سننے جائیں، جو جاتا ہے ملائکہ اس پر شِہاب مارتے ہیں جس کا بیان سورۂ جن شریف میں ہے، تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں، ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر۔ (2)

1 ……خازن، سبأ، تحت الآية: ١٤، ٣/٥٢٠، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٤، ص٩٥٩، ملتقطاً.

2 ……فتاویٰ افریقہ، ص۱۷۷-۱۷۸۔

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ’’کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری نہیں آتی ، یہ دعویٰ فریب ہے ۔صرف جنّات کا اثر ہوتا ہے وہ بھی کسی کسی پر ۔‘‘[1]

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ دہنے اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو پاکیزہ شہر بخشنے والا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قومِ سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی ، دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ: بیشک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی۔﴾ ان آیات میں ایک ایسی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے کثیر نعمتوں سے نوازا لیکن وہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بجائے اس کی نافرمانی کرنے لگ گئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں سیلاب کے ذریعے ہلاک کردیا۔

قومِ سبا کا تعارف

سبا عرب کے علاقے یمن کی حدود میں واقع ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ قبیلہ اپنے دادا سبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔[2]

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا گیا کہ سبا کسی مرد کا نام ہے یا عورت کا یا کسی سرزمین کا نام ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1 ......وقار الفتاوی، پیری مریدی، ۱/۱۷۷۔

2 ......جلالین مع جمل، سبأ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/۲۱۷.

’’سبا ایک مرد تھا اور اس کے دس بیٹے تھے، ان میں سے چھ یمن میں آباد ہو گئے تھے اور چار شام میں چلے گئے تھے۔‘‘[1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن کی حدود میں جس جگہ یہ لوگ آباد تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی تھی۔ اس نشانی کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے شہر مآرب کے دونوں طرف کثیر باغات تھے اور ان باغوں میں پھلوں کی انتہائی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے کہا گیا کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق کھاؤ اور اس نعمت پر اس کی طاعت و عبادت بجالاؤ۔ تمہارا شہر پاکیزہ شہر ہے جس میں لطیف آب و ہوا اور صاف ستھری سرزمین ہے، اس میں مچھر، مکھی، کھٹمل، سانپ اور بچھو وغیرہ کوئی چیز نہیں اور ہوا کی پاکیزگی کا یہ عالَم ہے کہ اگر کہیں دوسرے علاقے کا کوئی شخص اس شہر میں سے گزر جائے اور اس کے کپڑوں میں جوئیں ہوں تو سب مر جائیں۔ اگر تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی روزی پر شکر ادا کرو اور اس کی اطاعت بجالاؤ تو وہ بخشش فرمانے والا ہے۔[2]

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا اہلا بھیجا اور اُن کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بکٹا میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جو کڑوے پھل والے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔

﴿فَاَعْرَضُوْا: تو انہوں نے منہ پھیرا۔﴾ یعنی سبا والوں نے اس نعمت کی شکر گزاری سے منہ پھیرا اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی۔ حضرت وہب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف 13 نبی بھیجے جنہوں نے

1 ......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب عن النبی صلی الله علیه وسلم، ۱/۲۷۷، الحدیث: ۲۹۰۰.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآیة: ۱۵، ۳/۵۲۰، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۱۵، ص۹۵۹-۹۶۰، ابو سعود، سبأ، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۳۴۵، ملتقطاً.

اُن کو حق کی دعوتیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا، لیکن وہ ایمان نہ لائے اور اُنہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر خدا کی کوئی نعمت ہے۔ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے کہہ دو کہ اس سے ہو سکے تو وہ ان نعمتوں کو روک لے۔[1]

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ: تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا۔﴾ یہاں سے ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا کہ ان کی نافرمانی کے سبب ہم نے ان پر عظیم سیلاب بھیجا جس سے ان کے باغ اور اَموال سب ڈوب گئے اور اُن کے مکانات ریت میں دفن ہو گئے اور وہ اس طرح تباہ ہوئے کہ اُن کی تباہی عرب کے لئے مثال بن گئی۔ اور ان کے خوبصورت باغوں کو ایسے دو باغوں میں بدل دیا جو کڑوے اور انتہائی بدمزہ پھل والے تھے اور ان میں جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں جیسی ویرانوں میں اُگ آتی ہیں۔ اس طرح کی جھاڑیوں اور وحشت ناک جنگل کو جو اُن کے خوش نما باغوں کی جگہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے اسے باغ فرمایا گیا۔

قومِ سبا کے واقعہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لئے نصیحت

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس واقعہ کو بیان کرنے سے مقصود حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو نصیحت کرنا ہے کہ وہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انہیں بھی اُن جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔[2]

ہم بھی آئے دن سمندری طوفان اور سیلاب سے ہونے والی عبرتناک تباہی کے نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن افسوس! اس کے باوجود بھی ہم اپنی عملی حالت سدھارنے کی بجائے اپنی سابقہ نافرمانی والی رَوِش ہی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْاؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اُسی کو جو ناشکرا ہے۔

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٦، ص ٩٦٠، خازن، سبأ، تحت الآية: ١٦، ٣/٥٢٠، ملتقطاً.

2 ......صاوى، سبأ، تحت الآية: ١٥، ٥/١٦٦٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے انہیں ان کی ناشکری کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم اسی کو سزا دیتے ہیں جو ناشکرا ہو۔

﴿ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ : ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا۔﴾ یعنی ہم نے انہیں ان کی ناشکری اور اُن کے کفر کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا اسی کو دیتے ہیں جو نعمتوں کی ناشکری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے۔[1]

ناشکری مَصائب کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان ناشکری کرنے کی وجہ سے خود مصیبت کا شکار ہوتا ہے، یہی بات ایک اور آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی جو امن واطمینان والی تھی ہر طرف سے اس کے پاس اس کا رزق کثرت سے آتا تھا تو وہاں کے رہنے والے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے تو اللہ نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔

وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کئے تھے ان میں اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی سرِ راہ کتنے شہر اور اُنہیں منزل کے اندازے پر رکھا ان میں چلو راتوں اور دنوں امن و امان سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اِن (سبا والوں) اور اُن شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم

[1] ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ۱۷، ص ۹۶۰، ملخصاً.

[2] ......نحل: ۱۱۲.

نے برکت رکھی تھی اوران بستیوں میں سفر کوایک اندازے پر رکھا (اور انہیں فرمایا:) ان میں راتوں اور دنوں کوامن وامان سے چلو۔

﴿ وَ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمۡ وَ بَیۡنَ الۡقُرَی :اور ہم نے ان میں اوران شہروں کے درمیان بنادیں۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے شہرِ سبا میں اور دوسرے شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی کہ وہاں کے رہنے والوں کو وسیع نعمتیں، پانی، درخت اور چشمے عنایت کئے۔ اُن دوسرے شہروں سے مراد شام کے شہر ہیں اور سبا سے شام تک کے سفر کرنے والوں کو اس راستے میں کھانا اور پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ ان بستیوں میں سفر کو ایک اندازے پر رکھا تاکہ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو دوپہر کو ایک آبادی میں پہنچ جائے جہاں ضروریات کے تمام سامان مُیَسَّر ہوں اور جب دوپہر کو چلے تو شام کو ایک شہر میں پہنچ جائے۔ یمن سے شام تک کا تمام سفر اسی آسائش کے ساتھ طے ہوسکے اور ہم نے اُن سے کہا کہ ان بستیوں میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلو، نہ راتوں میں کوئی کھٹکا نہ دنوں میں کوئی تکلیف، نہ دشمن کا اندیشہ نہ بھوک پیاس کا غم۔ [1]

فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَیۡنَ اَسۡفَارِنَا وَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فَجَعَلۡنٰہُمۡ اَحَادِیۡثَ وَ مَزَّقۡنٰہُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے اے ہمارے رب ہمیں سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کردیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لیے۔

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ۱۸، ۳/۵۲۱، مدارك، سبأ، تحت الآية: ۱۸، ص ۹۶۰-۹۶۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: توانہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اورانہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنا دیا اورانہیں بالکل جدا جدا کر دیا۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر والے، ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

﴿فَقَالُوْا: توانہوں نے کہا۔﴾ خوشحالی اور نعمتوں کی کثرت والے اِن حالات کی بنا پر اِترانے اور تکبر کرنے لگے اور مالداروں میں حسد پیدا ہوا کہ ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا، یونہی جو امن وعافیت انہیں حاصل تھی جیسے منزلیں قریب قریب ہیں اور لوگ خراماں خراماں ہوا خوری کرتے چلے جاتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد دوسری آبادی آجاتی ہے، وہاں آرام کرتے ہیں، نہ سفر میں تکان ہے نہ کوفت، اس پر انہوں نے قناعت نہ کی اور یہ تمنا کرنے لگے کہ اگر منزلیں دور ہوتیں، سفر کی مدت دراز ہوتی، راستے میں پانی نہ ملتا، جنگلوں اور بیابانوں میں سے گزر ہوتا تو ہم توشہ ساتھ لیتے، پانی کے انتظام کرتے، سواریاں اور خُدّام ساتھ رکھتے، سفر میں مشقت اٹھانے کا لطف آتا اور امیر وغریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ اس پر اُنہوں نے یہ دعا کی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کر دے تا کہ بغیر توشہ اور سواری کے سفر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی اور ان شہروں کو ویران کر دیا۔[1]

﴿وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: اورانہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔﴾ یعنی سبا والوں نے تکبر وسرکشی کر کے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں بعد والوں کے لئے قصے کہانیاں بنا دیا تا کہ وہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور ان قبیلوں کو ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا کر دیا، وہ بستیاں غرق ہوگئیں اور لوگ بے گھر ہو کر جدا جدا شہروں میں پہنچے۔ قبیلہ غسان، شام میں، قبیلہ اَزْد عمان میں، قبیلہ خزاعہ تہامہ میں، آلِ خزیمہ عراق میں اور اوس، خزرج کا دادا عمرو بن عامر مدینہ میں پہنچا۔ بیشک سبا والوں کے اس واقعے میں ہر بڑے صبر والے اور ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں کہ صبر وشکر مومن کی صفت ہے، جب وہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب نعمت پاتا ہے تو شکر بجالاتا ہے۔[2]

امن وعافیت بہت بڑی نعمتیں ہیں

سبا والوں کے طرزِ عمل اور ان کے انجام سے معلوم ہوا کہ امن وعافیت اور سکون وراحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی

---

1 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ١٩، ٢٨٦/٧، مدارك، سبأ، تحت الآية: ١٩، ص ٩٦١، ملتقطاً.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ١٩، ٥٢١/٣-٥٢٢.

نعمتیں ہیں اور جسے یہ نعمتیں حاصل ہوں اسے ان پر تکبر وغرور کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ان نعمتوں کے مقابلے میں بے امنی اور مشقت کی تمنا اور دعا نہیں کرنی چاہئے۔

صبر اور شکر مومن کی دو صفات ہیں

معلوم ہوا کہ صبر اور شکر مومن کی دو بہترین صفات ہیں۔اس کے بارے میں حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مومن کے معاملے پر تعجب ہوتا ہے، اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اسے اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تو بھی اسے اجر ملتا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہر مومن کو یہ عظیم صفات نصیب فرمائے ،اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صابر وشاکر کون؟

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ لوگ بھی صابر وشاکر شمار ہوتے ہیں جن کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو پیشِ نظر رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر اور شاکر لکھ دیتا ہے اور جس نے دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو پیشِ نظر رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر اور شاکر نہیں لکھتا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا صابر وشاکر بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

---

1 ......مسلم، کتاب الزہد و الرقائق، باب المؤمن امرہ کلّہ خیر، ص١٥٩٨، الحدیث: ٦٤(٢٩٩٩).

2 ......شعب الایمان، الثالث و الثلاثون من شعب الایمان... الخ، ١٣٧/٤، الحدیث: ٤٥٧٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ لوگ شیطان کے پیروکار بن گئے سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ: اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا۔﴾ یعنی ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ وہ بنی آدم کو شہوت وحرص اور غضب کے ذریعے گمراہ کردے گا۔ یہ گمان اس نے اہلِ سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ شیطان نے نہ کسی پر تلوار کھینچی، نہ کسی پر کوڑے مارے بلکہ جھوٹے وعدوں اور باطل اُمیدوں سے اس نے اہلِ باطل کو گمراہ کر دیا۔[1]

شیطان اور انسان

یہ آیتِ مبارکہ ہر مسلمان کے لئے انتہائی قابلِ غور اور عبرت انگیز ہے۔ جب شیطان حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہوا تو اس نے کہا تھا:

رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ سوائے اُن کے جو اِن میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اب عقلمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہر انسان اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مصروف رہتا اور اپنے اَزلی دشمن شیطان کے مکر وفریب سے ہوشیار رہتا اور اس کے بچھائے ہوئے جال میں نہ پھنستا، لیکن افسوس! شیطان کے بہکاوے میں آکر انسان نے اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر لیا۔

شیطان انسان کو کفر اور گناہ پر مجبور نہیں کرسکتا

یاد رکھیں کہ شیطان انسان کو گناہ اور کفر و گمراہی پر مجبور نہیں کر سکتا بلکہ صرف اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٢٠، ٥٢٢/٣، ملخصاً.

2 ......حجر: ٣٩، ٤٠.

اسے بہکانے کی کوشش کرسکتا ہے، اسی وجہ سے ایک آیت میں وضاحت ہے کہ قیامت کے دن ابلیس کہے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے تم پر کوئی زبردستی نہیں تھی مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تو تم نے میری مان لی۔

لٰہذا اس فریبی سے ہر مسلمان کو ہر وقت بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچنے اور اس کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ: تو مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ وہ اس کے پیروکار ہوگئے۔﴾ یعنی اہلِ سبا نے شرک و مَعْصِیَت میں شیطان کی پیروی کی البتہ مومنوں کے ایک گروہ نے دین کے اصول میں شیطان کی پیروی نہ کی۔ [3]

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ / ۱۲ / ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

---

1 ......ابراھیم: ۲۲.

2 ......فاطر: ۵.

3 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۲۰، ۷/۲۸۷.

﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ : اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا۔﴾ یعنی جن کے حق میں شیطان کا گمان پورا ہوا ان پر شیطان کو کچھ زبردستی نہ تھی مگر ہم نے اس لیے شیطان کو ان پر مُسلَّط کیا تا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے ممتاز کر دیں جو اس کے بارے میں شک کرنے والے ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (1)

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ پکارو انہیں جنھیں اللّٰه کے سوا سمجھے بیٹھے ہو اور وہ ذرّہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا اِن دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللّٰه کا ان میں سے کوئی مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: انہیں پکارو جنہیں اللّٰه کے سوا تم (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی، اللّٰه کا مددگار ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ شکر کرنے والوں اور ناشکری کرنے والوں کے حالات اور ان کا انجام بیان کرنے کے بعد اب کفارِ مکہ سے کلام کیا جا رہا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرما دیں کہ جن بتوں وغیرہ کو تم اللّٰه تعالیٰ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو انہیں پکارو تا کہ وہ تم پر نازل ہونے والی مصیبتیں دور کر دیں لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان بتوں کا آسمان اور زمین میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان بتوں میں سے کوئی اللّٰه تعالیٰ کا مددگار ہے۔ (2)

---

1 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۲۱، ۳۷۰/۱۰، ابو سعود، سبأ، تحت الآیة: ۲۱، ۳۴۹/۴، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، سبأ، تحت الآیة: ۲۲، ۲۰۳/۹، خازن، سبأ، تحت الآیة: ۲۲، ۵۲۲/۳، ملتقطاً۔

یاد رہے کہ اس آیت میں کفر کی اجازت نہیں بلکہ کفار کے عقیدے کی برائی کا بیان ہے نیز اس آیت میں نفع و نقصان کا مالک نہ ہونا بتوں کے لئے بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالٰی کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے ساتھ اس آیت کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اللہ تعالٰی کی عطا سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور اس کے شواہد قرآن و حدیث میں بکثرت مقامات پر مذکور ہیں جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوثر کا مالک کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مردے زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے کی طاقت دی۔

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَاۙ قَالَ رَبُّكُمْؕ قَالُوا الْحَقَّۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اِذن فرمائے یہاں تک کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴾وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اجازت دیدے۔﴿ کفار یہ کہتے تھے کہ بت اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی کے پاس صرف اسی کی شفاعت کام دے گی جس کے لیے وہ شفاعت کرنے کی اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب شفاعت کی اجازت دے کر شفاعت کرنے والے (مومنوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جائے گی تو وہ خوشی میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ ''تم سے اللہ تعالٰی نے کیا فرمایا؟ وہ جواب

دیں گے کہ شفاعت کرنے والوں کو ایمانداروں کی شفاعت کی اجازت دی ہے اور یہ شفاعت اور اجازت برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔[1]

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-قُلِ اللّٰهُۙ-وَ اِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کون جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے تم خود ہی فرماؤ اللہ اور بیشک ہم یا تم یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ تم خود ہی فرماؤ: ''اللہ'' اور بیشک ہم یا تم (کوئی ایک) ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں۔

﴿ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والوں سے فرما دیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ اگر مشرکین اس سوال کا جواب نہ دیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خود ہی فرما دیں کہ ''تمہیں اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے'' کیونکہ اس سوال کا اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے ہی نہیں اور (فرما دیں کہ) بیشک ہم یا تم دونوں فریقوں میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں ہے۔[2]

اور یہ ظاہر و یقینی اور قطعی بات ہے کہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کو روزی دینے والا، پانی برسانے والا، سبزہ اگانے والا جانتے ہوئے بھی بتوں کو پوجے جو کہ کسی ایک ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں (جیسا کہ اوپر آیات میں بیان ہو چکا) وہ یقیناً

1 ......جلالین مع صاوی، سبأ، تحت الآیة: ۲۳، ۵/۱۶۷۳-۱۶۷۴، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ۲۳، ص۹۶۲، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ۲۴، ۱۰/۳۷۵، جلالین، السبا، تحت الآیة: ۲۴، ص۳۶۱، ملتقطاً۔

کھلی گمراہی میں ہے۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کی تم سے پوچھ نہیں نہ تمہارے کوتکوں کا ہم سے سوال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔

﴾قُلْ: تم فرماؤ۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا بلکہ ہر شخص سے اس کے اپنے عمل کا سوال ہوگا اور ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا (لہٰذا تم اپنی فکر کرو اور اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔)(1)

قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی ہے بڑا نیاؤ چکانے والا سب کچھ جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴾قُلْ: تم فرماؤ۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ قیامت کے دن

1 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۲۵، ۷/۲۹۲، ملخصاً.

حساب کی جگہ میں ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہم میں سچا فیصلہ فرما دے گا تو اہلِ حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو دوزخ میں داخل کرے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے دو اسماء "اَلْفَتَّاحُ" اور "اَلْعَلِیْمُ" کے خواص

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے دو اَسماء "اَلْفَتَّاحُ" اور "اَلْعَلِیْمُ" کا ذکر ہوا، ان کے خواص بیان کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "اَلْفَتَّاحُ" اسمِ مبارک کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے مشکلات آسان ہوجاتی ہیں، دل روشن ہوجاتا ہے اور کامیابی کے اسباب حاصل ہوجاتے ہیں۔ جس نے نمازِ فجر کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر **71** مرتبہ اس اسم کو پڑھا تو اس کا دل پاک اور منور ہوجائے گا، اس کا کام آسان ہوجائے گا اور اس کی برکت سے رزق میں بھی وسعت ہوگی اور "اَلْعَلِیْمُ" اسمِ مبارک کا خاصہ یہ ہے کہ اس کا وِرد کرتے رہنے والے کو علم اور معرفت حاصل ہوگی۔[2]

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے دکھاؤ تو وہ شریک جو تم نے اس سے ملائے ہیں ہشت بلکہ وہی ہے اللہ عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے دکھاؤ تو (اپنے) وہ (معبود) جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا کر ملا رکھا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ جن بتوں کو تم نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کیا ہے مجھے دکھاؤ تو سہی کہ وہ کس قابل ہیں، کیا وہ کچھ پیدا کرتے ہیں؟ کیا وہ روزی دیتے ہیں؟ اور جب ان میں سے کچھ نہیں کر سکتے تو ان کو خدا کا شریک بنانا اور اُن کی عبادت کرنا کیسی عظیم خطا ہے، لہٰذا اس

---

1 ……جلالین مع صاوی، سبأ، تحت الآیة: ٢٦، ٥/١٦٧٥، ملخصاً.

2 ……روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ٢٦، ٧/٢٩٣.

سے باز آجاؤ، وہ بت ہرگز اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی عزت والا، حکمت والا ہے جبکہ تمہارے ذلیل اور خسیس شریکوں کو یہ بلند مرتبہ کہاں حاصل ہے۔ (1)

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو صرف آپ کی قوم کے مشرکین کی طرف ہی رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آپ کو عربی، عجمی، گورے، کالے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کیلئے اس کے عدل کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور اپنی جہالت کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرتے ہیں۔ (2)

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت عامّہ ہے، تمام انسان اس

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ۲۷، ۳/ ۵۲۳، مدارك، سبأ، تحت الآية: ۲۷، ص۹٦۳، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ۲۷، ۷/ ۲۹۳، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، سبأ، تحت الآية: ۲۸، ۱۰/ ۳۷۷، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ۲۸، ۷/ ۲۹٤، ملتقطاً.

کے اِحاطہ میں ہیں، گورے ہوں یا کالے،عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا بعد والے،سب کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسول ہیں اور وہ سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمتی ہیں۔یہ مضمون متعدد آیات میں بیان ہوا ہے اور اسی موضوع پر بہت سی اَحادیث بھی ہیں، چنانچہ ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو نہ دی گئیں۔(1) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔(2) تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے اُمتی کو نماز کا وقت ہو نماز پڑھے۔(3) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں۔(4) مجھے مرتبۂ شفاعت عطا کیا گیا۔(5) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔[1]

اس حدیث میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مخصوص فضائل کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالتِ عامّہ ہے جو کہ تمام جنّ و اِنس کو شامل ہے۔[2] خلاصہ یہ کہ حضور سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے جو کہ قرآنِ کریم کی آیات اور کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

النصف ۲ ع ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔تم فرماؤ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو نہ آگے بڑھ سکو۔

1 ......بخاري، كتاب التيمم، باب التيمم، ١/١٣٣، الحديث: ٣٣٥.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٢٨، ٣/٥٢٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ: تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنی جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمائیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے یعنی اگر تم مہلت چاہو تو تاخیر ممکن نہیں اور اگر جلدی چاہو تو پہلے ہونا ممکن نہیں، بہر صورت اس وعدے کا اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔[1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ﹰالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے ہم ہرگز نہ ایمان لائیں گے اس قرآن پر نہ ان کتابوں پر جو اس سے آگے تھیں اور کسی طرح تو دیکھے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا وہ جو دبے تھے ان سے کہیں گے جو اونچے کھنچتے تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے اور

[1] ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٩٦٣، ملخصاً.

(خوفناک منظر دیکھتے) اگر تم دیکھ لیتے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات لوٹا دے گا تو وہ جو دبے ہوئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ اس سے پہلے توحید، رسالت اور حشر کا بیان کیا گیا اور کفار ان تینوں چیزوں کا انکار کرتے ہیں، اب اس آیت میں کفار کے عمومی کفر کو بیان کیا جا رہا ہے۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے اہلِ کتاب سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے اوصاف اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے پاتے ہیں۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں یعنی تورات اور انجیل وغیرہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ (1)

﴿وَلَوْ تَرٰۤى: اور اگر تم دیکھتے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے حشر کے دن کفار کا آپس میں مُکالمہ بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اگر تم وہ منظر دیکھو تو بڑا عبرتناک منظر دیکھو گے کہ حشر کے دن جب کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑے کئے جائیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے الجھنا شروع کر دیں گے۔ ان میں سے جو لوگ کمزور اور اپنے سرداروں کے تابع تھے وہ سرداروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے اور ہمیں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔ (2)

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اونچے کھنچتے تھے ان سے کہیں گے جو دبے ہوئے تھے کیا ہم نے تمہیں روک دیا ہدایت سے بعد اس کے کہ تمہارے پاس آئی بلکہ تم خود مجرم تھے۔

---

1 ......تفسير كبير، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٢٠٧/٩، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٣٥٢/٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣١، ص٩٦٣، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣١، ٥٢٤/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑے بننے والے دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔

﴿ **قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا:** بڑے بننے والے دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے۔﴾ یعنی سردار اپنے تابع لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی تو کیا اس وقت ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، بلکہ تم نے خود اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے کر کفر کیا تھا، نہ کہ ہمارے کہنے کی وجہ سے تم نے ایسا کیا۔[1]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًاؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے وہ جو دبے ہوئے تھے اُن سے جو اونچے کھنچتے تھے بلکہ رات دن کا داؤں تھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللّٰہ کا انکار کریں اور اس کے برابر والے ٹھہرائیں اور دل ہی دل میں پچتانے لگے جب عذاب دیکھا اور ہم نے طوق ڈالے ان کی گردنوں میں جو منکر تھے وہ کیا بدلہ پائیں گے مگر وہی جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دبے ہوئے لوگ، بڑا بننے والوں سے کہیں گے بلکہ (تمہارے) رات اور دن کے فریب (نے ہمیں ہدایت سے روکا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللّٰہ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق ڈالیں گے۔ انہیں ان کے اعمال ہی کا

[1]......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٢، ٣/٥٢٤، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٢، ص٩٦٤، ملتقطاً.

بدلہ دیا جائے گا۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا : اور دبے ہوئے بڑے بننے والوں سے کہیں گے۔﴾ یعنی جب سردار اپنے تابع لوگوں کی بات کا انکار کردیں گے تو وہ لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے ”ہم مجرم نہیں ہیں بلکہ تم شب و روز ہمارے ساتھ فریب کرتے تھے اور ہمیں ہر وقت شرک پر اُبھارتے تھے، جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے اور اس کے لئے شریک ٹھہرانے لگتے تھے۔ اس آیت میں کفار کے لئے تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کا ایک دوسرے کی پیروی کرنا آخرت میں باہمی عداوت اور دشمنی کا سبب ہوگا۔ (1)

﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ : اور وہ دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دونوں فریق یعنی ماتحت بھی اور سردار بھی، سرداروں کے پیچھے پیچھے چلنے والے بھی اور انہیں بہکانے والے بھی ایمان نہ لانے پر جب جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔ اس کے بعد ان کے عذاب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمام کفار کو خواہ بہکانے والے ہوں یا اُن کے کہنے میں آنے والے، یہ سزا دیں گے کہ جہنم میں ان کے ہاتھ نارِ جہنم کی زنجیروں سے گردنوں تک باندھ دیں گے۔ یہ انہیں ان کے دنیا میں کفر اور مَعصِیَت ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ (2)

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر بھیجے گئے ہم اس کے منکر ہیں۔

---

1 ...... مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ص٩٦٤، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٥٢٤/٣، ملتقطاً.

2 ...... جلالين، السبا، تحت الآية: ٣٣، ص٣٦٢، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٣/٥٢٤-٥٢٥، تفسير طبرى، سبأ، تحت الآية: ٣٣، ٣٧٩/١٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جس (ہدایت) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ: اور ہم نے (جب کبھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔﴾ اس آیت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ خاطر فرمائی گئی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کفار کی تکذیب وانکار سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ یہی دستور رہا ہے اور مالدار لوگ اسی طرح اپنے مال اور اولاد کے غرور میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے رہے ہیں۔[1]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ دو شخص تجارت میں شریک تھے، اُن میں سے ایک ملکِ شام کو گیا اور ایک مکہ مکرمہ میں رہا۔ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور اُس نے ملکِ شام میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر سنی تو اپنے شریک کو خط لکھا اور اس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تفصیلی حال دریافت کیا۔ اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی نبوت کا اعلان تو کیا ہے لیکن چھوٹے درجے کے حقیر وغریب لوگوں کے علاوہ اور کسی نے ان کی پیروی نہیں کی۔ جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ آیا اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے سیدِ عالَم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پتہ بتاؤ۔ پتہ معلوم کرکے وہ شخص حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بت پرستی چھوڑ کر ایک اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اسلام کے احکام بتائے۔ یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں اور وہ شخص پچھلی کتابوں کا عالِم بھی تھا، کہنے لگا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بے شک اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا ''تم نے یہ کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا پہلے چھوٹے درجے کے غریب لوگ ہی اس کے تابع ہوئے، یہ سنتِ الٰہیہ ہمیشہ ہی جاری رہی ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[2]

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٤، ص٩٦٤.

2 ......در منثور، سبأ، تحت الآية: ٣٤، ٦/٧٠٤، ملخصاً.

مالداروں اور غریب لوگوں کا حال

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اکثر مالدار ہی انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کرتے ہیں اور غریب لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ قانون قیامت تک رہے گا کہ اکثر سردار اور مالدار گناہوں میں پیش پیش جبکہ غریب لوگ نیکیوں میں آگے آگے ہوں گے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں اس کی مثالیں دیکھی جارہی ہیں۔

وَ قَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ۙ وَّ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب ہونا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿**وَ قَالُوۡا:** اور انہوں نے کہا۔﴾ یہاں مالدار کفار کے ایک باطل گمان کو بیان کیا گیا کہ انہوں نے کہا ”ہمارے اعمال اور افعال اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں کیونکہ اگر وہ ہمارے اعمال سے راضی نہ ہوتا تو دنیا میں ہمیں اتنا مال اور اولاد عطا نہ کرتا اور جب ایسا ہے تو آخرت میں ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا کیونکہ دنیا میں ہمیں عزت و اِکرام سے نوازا گیا تو اگر بالفرض قیامت واقع بھی ہوئی تو ہمیں وہاں بھی رسوا نہ کیا جائے گا۔[1] اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیالِ باطل کا اِبطال فرما دیا کہ آخرت کے ثواب کو دنیا کی مَعیشت پر قِیاس کرنا غلط ہے۔

قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾

ع ٢ ١٠

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب رزق وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

1 ......صاوی، سبأ، تحت الآية: ٣٥، ١٦٧٨/٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اس باطل خیال کا رد کرتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ آزمائش اور امتحان کے طور پر جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا اور تنگ فرماتا ہے لہٰذا دنیا میں مال و دولت اور عیش و عشرت کی بہتات اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں اور ایسے ہی مال و دولت کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی وہ گنہگار پر مال و دولت کی وسعت کرتا ہے اور کبھی فرمانبردار پر تنگی کر دیتا ہے۔ اس لئے آخرت کے ثواب کو دنیا کی معیشت پر قیاس کرنا غلط و بیجا ہے۔ [1]

وَمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ بِالَّتِیۡ تُقَرِّبُكُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤی اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا وَهُمۡ فِی الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قُرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لیے دونا دون صلہ ان کے عمل کا بدلہ اور وہ بالا خانوں میں امن و امان سے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب کر دیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا (وہ ہمارے قریب ہے) ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن و چین سے ہوں گے۔

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٦، ص٩٦٥، خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٦، ٣/٥٢٥، ملتقطاً.

﴿وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی﴾: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب کردیں۔ کفار اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر فخر و تکبر کرتے تھے اور اپنے مال و اولاد کو اللّٰہ تعالیٰ کے قرب کا سبب سمجھتے تھے، اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ صالح مومن جو مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اسی کا مال قربِ خدا کا ذریعہ ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لئے اس کا مال قربِ الٰہی کا سبب نہیں اور یونہی اس مومن کی اولاد قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے جو اُنہیں نیک علم سکھائے، دین کی تعلیم دے اور صالح و متقی بنائے، ورنہ کسی کی اولاد اس کیلئے قربِ خداوندی کا سبب نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ صالح مومنین کے لئے ایک نیکی کے بدلے دس سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی خدا چاہے جزا ہے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں امن و چین سے ہوں گے۔ (1)

مال اور اولاد سے متعلق مسلمانوں کا حال

فی زمانہ مسلمانوں میں بھی مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر فخر و تکبر کرنے، غریب اور بے اولاد لوگوں کو حقیر سمجھنے، اولاد کی کثرت اور مال و دولت کی بہتات کو اللّٰہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ تصوُّر کرنے کا مرض عام ہے، یونہی اپنی اولاد کو خاطر خواہ دینی تعلیم دینے اور تقویٰ و پرہیز گاری سکھانے کی بجائے صرف دُنْیَوی علوم و فنون کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دینے کی وبا بھی عام ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ اللّٰہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

---

1 ……تفسیر طبری، سبأ، تحت الآیة: ٣٧، ١٠/٣٨١، مدارك، سبأ، تحت الآیة: ٣٧، ص٩٦٥، روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ٣٧، ٧/٢٩٩، ملتقطاً.

2 ……مؤمنون: ٥٥، ٥٦.

3 ……انفال: ٢٨.

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال و دولت کی طرف نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ: اور وہ جو ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں۔﴾ یعنی وہ لوگ جو قرآنِ کریم پر زبانِ طعن کھولتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنی ان باطل کاریوں سے وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیں گے اور ان کا یہ مکروفریب اسلام کے حق میں چل جائے گا اور وہ ہمارے عذاب سے بچ رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب اور ثواب کیسا۔ یہ لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ان کی مکاریاں انہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔ (2)

قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ ؕ

---

1 ......مسلم، كتاب البرّ والصلة والآداب، باب تحريم الظلم وخذله واحتقاره... الخ، ص١٣٨٧، الحديث: ٣٤(٢٥٦٤).

2 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٣٨، ٧/٣٠٠، ملخصاً.

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ بیشک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اپنی حکمت کے مطابق رزق وسیع فرماتا اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور اے لوگو! جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے تو وہ دنیا میں یا آخرت میں اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے کیونکہ اس کے سوا جو کوئی کسی کو دیتا ہے خواہ بادشاہ لشکر کو یا آقا غلام کو یا صاحبِ خانہ اپنے عیال کو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی عطا فرمائی ہوئی روزی میں سے دیتا ہے۔ رزق اور اس سے فائدہ اٹھانے کے اسباب کا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، وہی حقیقی رزّاق ہے۔ [1]

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی مناسبت سے یہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے متعلق 3 اَحادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں کہ بندے صبح کرتے ہیں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، خرچ

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٣٩، ٣/٥٢٥، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٣٩، ص٩٦٥، ملتقطاً.

کرنے والے کو بدلہ دے۔ دوسرا کہتا ہے: بخیل کو بربادی دے۔ (1)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے ابنِ آدم! خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ (2)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے اور عاجزی کرنے سے مرتبے بلند ہوتے ہیں۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے اور بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ تمہیں پوجتے تھے۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو تو ہمارا دوست ہے نہ وہ بلکہ وہ جنّوں کو پوجتے تھے اُن میں اکثر انہیں پر یقین لائے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جس دن (اللہ) ان سب کو اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے۔ وہ نہیں (بلکہ) تو ہمارا دوست ہے (وہ ہمارے نہیں) بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں اکثر انہیں پر یقین رکھتے تھے۔

﴿وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا: اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے

1......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰہ: فامّا من اعطی واتّقی... الخ، ١/٤٨٥، الحدیث: ١٤٤٢.

2......بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ٣/٥١١، الحدیث: ٥٣٥٢.

3......مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص١٣٩٧، الحدیث: ٦٩(٢٥٨٨).

کہ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب مشرکوں کو اٹھائے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ: کیا دنیا میں یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟ تو فرشتے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کریں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو اس سے پاک ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کی عبادت کی جائے، ہماری اُن سے کوئی دوستی نہیں بلکہ تو ہمارا دوست ہے، تو ہم کس طرح ان کے پوجنے سے راضی ہوسکتے تھے! ہم اس سے بری ہیں، وہ ہمیں نہیں بلکہ شَیاطین کو پوجتے تھے کیونکہ وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوئے غیرِ خدا کو پوجتے تھے اور ان کفار میں سے اکثر انہیں شَیاطین پر یقین رکھتے تھے۔ (1)

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو آج تم میں ایک دوسرے کے بھلے بُرے کا کچھ اختیار نہ رکھے گا اور ہم فرمائیں گے ظالموں سے اس آگ کا عذاب چکھو جسے جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آج تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا: تو آج تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو ذلیل کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ آج تم میں سے کوئی تمہاری پوجا کرنے والوں کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے (کیونکہ کفار و مشرکین کیلئے کوئی بھی شفاعت نہ کرسکے گا) اور ہم قیامت کے دن ان لوگوں سے فرمائیں گے جنہوں نے کفر اور تکذیب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ’’اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے اور اس بات پر قائم تھے کہ جہنم نہیں ہے، تو جب تمہیں اس میں داخل کیا گیا تو تمہارا گمان اور دعویٰ باطل ہوگیا۔ (2)

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤١، ص٩٦٦، خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٠-٤١، ٣/٥٢٦، ملتقطاً.

2 ......البحر المحيط، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٧/٢٧٤، روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٧/٣٠٤، ملتقطاً.

دوسری تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا کہ جن جھوٹے معبودوں اور بتوں سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج کے دن وہ تمہیں کچھ نفع نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ہم قیامت کے دن مشرکوں سے فرمائیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔[1]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًىؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر ایک مرد کہ تمہیں روکنا چاہتے ہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر بہتان جوڑا ہوا اور کافروں نے حق کو کہا جب ان کے پاس آیا یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ کہتے ہیں یہ صرف ایک مرد ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو ایک گھڑا ہوا بہتان ہے۔ اور کافروں نے حق کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ :اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں۔﴾ اس آیت میں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک کے بارے میں کفار کے بیہودہ الزامات ذکر کئے جا رہے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مکہ کے مشرکین کے سامنے سیّدِ عالَم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان سے توحید کی حقیقت اور شرک کے بُطلان پر مشتمل قرآن کی روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

1 ......تفسیر كبير، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٩ / ٢١٢، ابن كثير، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٦ / ٤٦٣، تفسير سمرقندی، سبأ، تحت الآية: ٤٢، ٣ / ٧٦، ملتقطاً.

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک مرد ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں یعنی بتوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک ایسا کلام ہے جو گھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت جھوٹی ہے اور کافروں کے پاس جب قرآن آیا تو اس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔(1)

شرعی اَحکام کے مقابلے میں آباؤ اَجداد کی رسم کو ترجیح دینا کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ دادوں کی رسم کو شرعی احکام کے مقابلے میں ترجیح دینا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو غیر شرعی رسوم پر عمل کرنے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے سب اسی طرح کرتے آئے ہیں اور شرعی حکم بتانے والے سے کہتے ہیں کہ ہماری عمر گزر گئی، ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا، تم پتا نہیں کہاں سے نئے نئے مسئلے نکال لاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

وَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍؕ(۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں کچھ کتابیں نہ دیں جنہیں پڑھتے ہوں نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔

﴿ وَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا: اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ سے پہلے عرب کے مشرکین کے پاس نہ کوئی کتاب آئی جس میں شرک صحیح ہونے پر

1 ......روح البيان، سبأ، تحت الآية: ٤٣، ٧/ ٣٠٤-٣٠٥، ملخصاً.

کوئی دلیل ہو اور نہ ان کے پاس کوئی رسول آیا جس کی طرف یہ لوگ اپنے دین کو منسوب کر سکیں تو یہ جس خیال پر ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ صرف ان کے نفس کا فریب ہے۔ (1)

وَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾

ع ۵ ۹ ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اگلوں نے جھٹلایا اور یہ اس کے دسویں کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے اُنہیں دیا تھا پھر انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا اور یہ لوگ تو اس (مال و دولت) کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو دیا تھا پھر انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا انکار کرنا کیسا ہوا؟

﴿وَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں کفارِ قریش کو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرنے سے ڈرایا گیا ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی اُمتوں نے کفارِ قریش کی طرح رسولوں کی تکذیب کی اور انہیں جھٹلایا اور جو قوت، مال و اولاد کی کثرت اور لمبی عمریں پہلوں کو دی گئی تھیں مشرکینِ قریش کے پاس تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں، اُن سے پہلے لوگ تو اُن سے طاقت، قوت اور مال و دولت میں دس گنا زیادہ تھے۔ پھر پہلے تکذیب کرنے والوں نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے اپنے عذاب سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی طاقت وقوت اور مال و دولت کوئی چیز بھی کام نہ آئی تو اِن کفارِ قریش کی کیا حقیقت ہے؟ انہیں سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ (2)

---

1 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٣/ ٥٢٦، ابو سعود، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٤/ ٣٥٦، تفسير قرطبى، سبأ، تحت الآية: ٤٤، ٧/ ٢٢٦، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٥، ص ٩٦٦، ملخصاً.

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ (۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ اللّٰہ کے لیے کھڑے رہو دو دو اور اکیلے اکیلے پھر سوچو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللّٰہ کے لیے کھڑے رہو دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے پھر تم غور وفکر کرو (تو تم جان جاؤ گے) کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ: تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ ’’اے لوگو! میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تم پر حق واضح ہو جائے گا اور تم وَساوِس وشُبہات اور گمراہی کی مصیبت سے نجات پا جاؤ گے۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو طرفداری اور تعصُّب سے خالی کر کے محض طلبِ حق کی نیّت سے اللّٰہ تعالٰی کے لیے دو دو ہو کر کھڑے رہو تا کہ باہم مشورہ کر سکو اور ہر ایک دوسرے سے اپنی فکر اور سوچ کا نتیجہ بیان کر سکے اور دونوں انصاف کے ساتھ غور کر سکیں اور اکیلے اکیلے کھڑے رہو تا کہ مجمع اور اژدھام سے طبیعت میں وحشت پیدا نہ ہو اور تعصُّب، طرفداری، مقابلہ اور لحاظ وغیرہ سے طبیعتیں پاک رہیں اور اپنے دل میں انصاف کرنے کا موقع ملے۔ پھر تم سوچو اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں غور کرو کہ کیا جیسا کہ کفار آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے ہیں اس میں سچائی کا کچھ شائبہ بھی ہے؟ تمہارے اپنے تجربہ میں، قریش میں یا پوری بنی نوعِ انسانی میں کوئی شخص بھی اس مرتبے کا عقلمند نظر آیا ہے؟ کیا ایسا ذہین، ایسا صائب الرائے

دیکھا ہے؟ ایسا سچا، ایسا پاک نفس کوئی اور بھی پایا ہے؟ جب تمہارا نفس حکم کردے اور تمہارا ضمیر مان لے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان اوصاف میں یکتا ہیں تو تم یقین جانو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تمہیں آخرت کے عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔[1]

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارے لئے۔ میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفار سے فرما دیں کہ میں نصیحت و ہدایت اور تبلیغ و رسالت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اگر میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہیں ہی مبارک ہو، اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھو، میرا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے لہٰذا وہ جانتا ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کرنے اور اس کی طرف بلانے پر صرف اسی سے اجر طلب کیا ہے۔[2]

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بے شک میرا رب حق کا اِلقا فرماتا ہے بہت جاننے والا سب غیبوں کا۔

---

1 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٦، ص٩٦٧، خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٦، ٥٢٧/٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٧، ص٩٦٧، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک تمام پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا میرا رب حق القاء فرماتا ہے۔

﴿ **قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ: تم فرماؤ: بیشک میرا رب حق القاء فرماتا ہے۔** ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ بے شک میرا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی نازل فرماتا ہے اور زمین و آسمان میں مخلوق سے پوشیدہ ہر چیز کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ میرا رب باطل پر حق کی ضرب مارتا ہے تو وہ اس کا دماغ توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اسے مٹا دیتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ مخلوق سے پوشیدہ تمام چیزوں کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ [1]

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ حق آیا اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کر آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: حق آگیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے اور نہ لوٹ کر آئے۔

﴿ **قُلْ: تم فرماؤ۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ حق یعنی قرآن اور اسلام آگیا اور باطل یعنی شرک و کفر مٹ گیا، نہ اُس کی ابتدا رہی نہ اس کا اعادہ، مراد یہ ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہ بچا۔ [2]

سر کے بل بت گر پڑے

حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ فتحِ مکہ کے دن جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی سے ان بتوں کو گرانا شروع کر دیا کہ "**جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ**" (ترجمۂ کنزُالعِرفان: حق آیا اور باطل مٹ گیا۔) "**جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ**" (ترجمۂ کنزُالعِرفان:

---

1 ......جلالين، السبأ، تحت الآية: ٤٨، ص٣٦٣، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٨، ص٩٦٧-٩٦٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، سبأ، تحت الآية: ٤٩، ٣/٥٢٧، مدارك، سبأ، تحت الآية: ٤٩، ص٩٦٨، جلالين، السبا، تحت الآية: ٤٩، ص٣٦٣، ملتقطاً.

حق آگیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے اور نہ لوٹ کر آئے۔)[1]

قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ‌ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ‌ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ۝٥٠

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بُرے کو بہکا اور اگر میں نے راہ پائی تو اس کے سبب جو میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر میں بھٹک جاؤں تو اپنے جان کے خلاف ہی بھٹکوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے تو اس وحی کے سبب جو میرا رب میری طرف بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ کفارِ مکہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتے تھے کہ آپ گمراہ ہوگئے ہیں (مَعَاذَ اللّٰہ تَعَالٰی)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُن سے فرما دیں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بھٹک گیا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے تو حکمت و بیان کی اس وحی کے سبب ہدایت پائی ہے جو میرا رب عَزَّوَجَلَّ میری طرف بھیجتا ہے کیونکہ راہ یاب ہونا اسی کی توفیق و ہدایت پر ہے۔[2]

تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب **معصوم** ہوتے ہیں کہ اُن سے گناہ نہیں ہوسکتا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھی سردار ہیں، مخلوق کو نیکیوں کی راہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی سے ملتی ہیں، اس جلیل مقام اور بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح؟، ۳/۱۰۳، الحدیث: ۴۲۸۷.

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیۃ: ۵۰، ۷/۳۰۸-۳۰۹.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کوحکم دیا گیا کہ ضلالت کی نسبت فرضی بات کے طور پر اپنے نفس کی طرف فرمائیں تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ ضلالت کا مَنشاء یعنی پیدا ہونے کی جگہ انسان کا نفس ہے، جب انسان کو اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس سے ضلالت پیدا ہوتی ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق سے حاصل ہوتی ہے، نفس اس کے پیدا ہونے کی جگہ نہیں۔ [1]

﴿اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ: بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا نزدیک ہے، ہر راہ یاب اور گمراہ کو جانتا ہے اور ان کے عمل و کردار سے باخبر ہے، کوئی کتنا ہی چھپائے کسی کا حال اس سے چھپ نہیں سکتا۔

قرآنِ کریم کے اعجاز سے متعلق ایک حکایت

عرب کے ایک مایہ ناز شاعر اسلام لائے تو کفار نے اُن سے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے اور اتنے بڑے شاعر اور زبان کے ماہر ہو کر محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے ! اُنہوں نے کہا: ہاں ! وہ مجھ پر غالب آ گئے، میں نے قرآنِ کریم کی تین آیتیں سنیں اور یہ چاہا کہ اُن کے قافیہ پر تین شعر کہوں، ہر چند کوشش کی محنت اُٹھائی، اپنی قوت صرف کر دی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا، تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ وہ آیتیں: " قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ " سے " سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ " تک ہیں۔ [2]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍۙ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی طرح تم دیکھتے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور ایک قریب کی جگہ سے انہیں پکڑ لیا جائے گا۔

﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا: اور اگر تم دیکھتے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ

---

1 ......خزائن العرفان، سبا، تحت الآیۃ: ۵۰، ص۸۰۳، ملخصاً۔

2 ......روح البیان، سبأ، تحت الآیة: ۵۰، ۷/۳۰۹.

اس وقت کفار کو دیکھتے تو بڑا ہولناک منظر دیکھتے جب وہ موت کے وقت یا قبر سے اُٹھنے کے وقت یا بدر کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے، پھر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی جگہ بھاگ کر یا پناہ لے کر اس سے نجات حاصل کر سکیں گے اور وہ جہاں بھی ہوں گے انہیں ایک قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا کیونکہ وہ کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے دور نہیں ہو سکتے، اس وقت وہ حق کی معرفت کے لئے مجبور ہوں گے۔ (1)

وَّ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ۚۖ ﴿۵۲﴾ وَّ قَدۡ كَفَرُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَ يَقۡذِفُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب وہ اسے کیونکر پائیں اتنی دور جگہ سے۔ کہ پہلے تو اس سے کفر کرچکے تھے اور بے دیکھے پھینک مارتے ہیں دُور مکان سے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اور اب ان کیلئے دور کی جگہ سے (ایمان) پالینا کیسے ہوگا؟ حالانکہ وہ پہلے اس کا انکار کرچکے اور بغیر دیکھے ہی دور کی جگہ سے پھینکتے تھے۔

﴿وَقَالُوۡا: اور کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اب وہ مُکَلَّف ہونے کی جگہ (یعنی دنیا) سے دور ہو کر توبہ و ایمان کیسے پا سکیں گے؟ حالانکہ عذاب دیکھنے سے پہلے وہ اس کا انکار کرچکے ہیں۔ (2)

وَ حِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَ بَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا فِىۡ شَكٍّ مُّرِيۡبٍ ﴿۵۴﴾ ع

ع ۶ / ۹ / ۱۲

1 ...... روح البيان، سبأ، تحت الآية: ۵۱، ۷/۳۰۹، جمل، سبأ، تحت الآية: ۵۱، ۶/۲۴۰، قرطبي، سبأ، تحت الآية: ۵۱، ۷/۲۲۹، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ...... خازن، سبأ، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ۳/۵۲۸، جلالين، السبا، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ص۳۶۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔

﴿وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ: اور ان کے درمیان اور ان کی چاہت کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی۔﴾ یعنی کفار کے درمیان اور ان کی چاہت توبہ وایمان قبول کرنے کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا کہ اُن کی توبہ و ایمان ناامیدی کے وقت قبول نہ فرمائی گئی، بیشک کفار ایمانیات کے متعلق دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے۔ (1)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قرآنِ پاک کی آیات میں بہت غور وفکر کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے ٹھنڈا پانی پیا تو رونے لگ گئے۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: ''مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب میں سے یہ آیت یاد آ گئی تھی: ''**وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ**'' اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ جہنمی صرف ٹھنڈے پانی کی خواہش کریں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اور جہنمی جنتیوں کو پکاریں گے):

اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ ہمیں کچھ پانی دیدو یا اس رزق سے کچھ دیدو جو اللّٰہ نے تمہیں دیا ہے۔ (3)

ان مقدس ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ قرآنِ مجید کی آیات میں غور وفکر کیا کریں اور ان میں بیان کئے گئے مضامین اور دیگر چیزوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کیا کریں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ……خازن، سبأ، تحت الآية: ٥٤، ٣/٥٢٨، جلالين، السبا، تحت الآية: ٥٤، ص٣٦٣-٣٦٤، ملتقطاً.

2 ……اعراف: ٥٠.

3 ……شعب الايمان، الثالث والثلاثون من شعب الايمان... الخ، ٤/١٤٩، الحديث: ٤٦١٤.

سُوْرَةُ فَاطِر

سورۂ فاطر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **5** رکوع، **45** آیتیں، **970** کلمے، **3130** حروف ہیں۔[2]

’’فاطر‘‘ نام رکھنے کی وجہ

فاطر کا معنی ہے بنانے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا ہے، اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ فاطر‘‘ کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو ’’سورۂ ملائکہ‘‘ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

سورۂ فاطر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کی دعوت دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے واحد اور موجود ہونے، مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ نیز اس میں مزید یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......کفارِ مکہ کے جھٹلانے پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے۔

(2)......شیطان کے فریب اور دھوکہ دہی سے بچنے کا حکم دیا اور یہ بتایا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار بیان کئے گئے ہیں۔

(4)......یہ بتایا گیا کہ جو گناہوں سے بچا اور نیک اعمال کئے تو اس نے اپنے بھلے کے لئے ہی ایسا کیا ہے۔

(5)......حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لوگوں کے مختلف مَراتب اور درجات بیان کئے گئے ہیں۔

1......خازن، تفسیر سورة فاطر، ٥٢٨/٣.

2......خازن، تفسیر سورة فاطر، ٥٢٨/٣.

(6)...... جنت میں مسلمانوں کا حال اور جہنم میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

(7)...... یہ بتایا گیا ہے کہ جو کفر کرے گا تو اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔

(8)......سورت کے آخر میں گناہوں پر فوری پکڑ نہ کرنے اور گناہگاروں کو مہلت دینے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

سورۂ سبا کے ساتھ مناسبت

سورۂ فاطر کی اپنے سے ماقبل سورت ''سبا'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ سبا کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہلاکت اور انہیں شدید ترین عذاب دیئے جانے کا ذکر کیا اور سورۂ فاطر کی ابتداء میں یہ بیان ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں اور اس کا شکر بجالائیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں، بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں، پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنانے والا ہے، ان فرشتوں کو اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف رسول (یعنی قاصد) بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔[1]

حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں پروں کی زیادتی ان کے مراتب کی زیادتی کی بنا پر ہے ورنہ فرشتہ ایک ہی آن میں آسمان و زمین کی مسافت طے کر لیتا ہے۔[2]

یاد رہے کہ آیت میں فرشتوں کے پروں کی تعداد کا بیان حَصر یا زیادتی کی نفی کے لئے نہیں ہے کیونکہ بعض فرشتے ایسے ہیں کہ جن کے بہت زیادہ پر ہیں، جیسے صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے چھ سو پر ملاحظہ فرمائے۔[3]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو فرشتے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے پیغام لاتے ہیں وہ دیگر فرشتوں میں اعلیٰ درجے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطورِ خاص ان کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ **یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ: پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔** ﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بناوٹ اور ان کے پروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔[4]

اور دیگر مفسرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے اس آیت میں مذکور زیادتی کی مختلف تفاسیر بیان کی ہیں، ان کے اَقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی جسم کی بناوٹ میں، یا اس کی آواز کی خوبصورتی میں، یا اس کی اچھی لکھائی میں، یا اس کی آنکھوں اور ناک کی مَلاحت میں، یا اس کے بالوں کے گھونگر میں، یا اس کی عقل میں، یا اس کے علم میں، یا اس کے

1 ......جلالین، فاطر، تحت الآیة: ١، ص٣٦٤.
2 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ١، ٣١٢/٧، ملخصاً.
3 ......مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرة المنتھی، ص١٠٧، الحدیث: ٢٨٠(١٧٤).
4 ......روح المعانی، فاطر، تحت الآیة: ١، ٤٦١/١١.

پیشے میں، یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں، یا گفتگو کی حلاوت میں جس طرح چاہتا ہے اپنی مَشِیَّت اور حکمت کے مطابق اضافہ فرمادیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا صرف ان میں ہی اضافہ مُنْحَصَر نہیں بلکہ ان چیزوں کا ذکر بطورِ مثال کیا گیا ہے اور یہ آیت تخلیق میں ہر طرح کے اضافے کو شامل ہے چاہے وہ ان چیزوں میں ہو جنہیں ظاہری طور پر حسین شمار کیا جاتا ہے یا ان چیزوں میں ہو جنہیں بظاہر اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ (1)

آیت کے آخر میں فرمایا کہ ''بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' لہٰذا اس کی قدرت صرف ان موجودات میں مُنْحَصَر نہیں بلکہ وہ ہمارے خیال اور وہم سے وراء ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ②

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک لے تو اس کی روک کے بعد اس کا کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب، حکمت والا ہے۔

﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا: اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے خزانوں میں سے جو رحمت کھول دے جیسے صحت، امن و سلامتی، علم و حکمت، بارش اور رزق وغیرہ، تو اسے روکنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کو روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے چھوڑنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ ہی کھولنے، روکنے اور اپنی مَشِیَّت کے لحاظ سے ہر چیز پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سب حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔ (2)

---

1 ……بحر المحیط، فاطر، تحت الآیة: ١، ٧/٢٨٦، ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ١، ٤/٣٦٠، ملتقطاً.

2 ……تفسیر ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ٢، ٤/٣٦٠، خازن، فاطر، تحت الآیة: ٢، ٣/٥٢٩، ملتقطاً.

فرض نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے: ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ''یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت نفع نہ دے گی۔ (1)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﱪ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو؟

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔﴾ اس آیت میں اِجمالی طور پر اپنی نعمتیں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لئے رسولوں

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱ / ۲۹۴، الحدیث: ۸۴۴، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، ص۲۹۸، الحدیث: ۱۳۷(۵۹۳).

عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بھیجا اور تم پر رزق کے دروازے کھولے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق اور رازق ہے ایمان اور توحید سے کیوں پھرتے ہو؟[1]

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بے شک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

﴿وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ: اور اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کفار پر حجتیں قائم کر دینے کے باوجود بھی اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں اور تمہاری نبوت و رسالت کو نہیں مانتے اور توحید، مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب اور عذاب کا انکار کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کے جھٹلانے پر غم نہ کریں، بیشک آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیے کیونکہ کفار کا انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ شروع سے یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ اور سب کام بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو وہ آخرت میں جھٹلانے والوں کو سزا دے گا اور رسولوں کی مدد فرمائے گا۔[2]

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٣، ٥٢٩/٣، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣، ص ٩٧١، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٤، ٣٦١/٤، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٤، ص ٣٦٤، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤، ٣١٧/٧-٣١٨، ملتقطاً.

يٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۥ وقفة وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! بے شک اللّٰہ کا وعدہ سچ ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللّٰہ کے حِلم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللّٰہ کے بارے میں فریب نہ دے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اے لوگو! بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک اللّٰہ تعالٰی کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آنی ہے، مرنے کے بعد ضرور اُٹھنا ہے، اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء بے شک ملے گی، تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے کہ اس کی لذّتوں میں مشغول ہو کر تم آخرت کو بھول جاؤ۔ (1)

دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھائیں

دنیا کی زندگی کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر و غرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسی ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٥، ٥٢٩/٣-٥٣٠، ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٥، ٣٦٢/٤، ملتقطاً.

وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (1)

(بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب (بھی) ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھانے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیا کی رنگینیوں اور اس کی لذّتوں میں کھونے کی بجائے اپنی آخرت کی تیاری میں مصروف رہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا ’’دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راہ چلتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیے

1 ......حدید: ۲۰.

2 ......ال عمران: ۱۸۵.

3 ......لقمان: ۳۳.

اور زندگی سے موت کے لیے کچھ توشہ لے لو۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی رنگینیوں سے دھوکہ نہ کھانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ: اور ہرگز وہ بڑا فریبی تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں فریب نہ دے۔﴾ یعنی گناہوں پر اِصرار کے باوجود شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر اللہ تعالیٰ کے عَفْو وکرم کے بارے میں تمہیں ہرگز فریب نہ دے کہ تم جو چاہو عمل کرو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے وہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ بے شک گناہگار کی مغفرت ہو جانا ممکن ہے لیکن مغفرت کی امید پر گناہ کرنا ایسے ہے جیسے ناساز طبیعت کے درست ہونے کی امید پر زہر کھانا۔[2]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر (تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز فریب نہ دے) کہ گناہوں سے مزہ اُٹھالو، اللہ تعالیٰ حلم فرمانے والا ہے وہ درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بے شک حلم والا ہے لیکن شیطان کی فریب کاری یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس طرح توبہ وعملِ صالح سے روکتا ہے اور گناہ ومَعْصِیَت پر جَری کرتا ہے، اس کے فریب سے ہوشیار رہو۔[3]

گناہوں اور امید سے متعلق مسلمانوں کا حال

فی زمانہ مسلمانوں کی عمومی حالت یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے گناہوں میں مصروف ہیں اور قرآنِ پاک کی آیات اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَحادیث سنا سنا کر سمجھانے کے باوجود بھی نیک اعمال کی طرف راغب ہوتے ہیں اور نہ ہی گناہوں سے تائب ہوتے ہیں بلکہ بعض بے باک تو گناہ سے باز آنے کی بجائے یہ کہہ گزرتے ہیں کہ ہم گناہ کر رہے تو کیا ہوا، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے وہ ہمیں بخش دے گا اور بعض لوگ یہ سوچ کر گناہ کرتے ہیں کہ ہم بعد میں توبہ کرلیں گے، یونہی بعض مسلمان فرائض کی بجا آوری اور حرام وممنوع کاموں سے بچنے میں تو انتہائی غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہیں جبکہ مُستحب کاموں کو نجات کا ذریعہ سمجھ کر ان کے انتہائی پابند ہیں حالانکہ فرائض مُقدّم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: کن فی الدنیا... الخ، ٢٢٣/٤، الحدیث: ٦٤١٦.

2 ......تفسیر ابو سعود، فاطر، تحت الآیۃ: ٥، ٣٦٢/٤.

3 ......خزائن العرفان، فاطر، تحت الآیۃ: ٥، ص٨٠٨۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ-اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِؕ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔

﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا بڑا پرانا دشمن ہے اور اس کی یہ دشمنی ختم نہ ہوگی لہٰذا تم بھی اپنے عقائد، افعال اور اعمال کے معاملے میں اسے اپنا دشمن سمجھو اور اس کی اطاعت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رہو، شیطان تو اپنی پیروی کرنے والوں کو کفر کی طرف اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔ (1)

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۬ؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۠(۷)

ع ۱۳/۷

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(1)......ابو سعود، فاطر، تحت الآية: ٦، ٣٦٢/٤، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٦، ص٣٦٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴾اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ: کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔﴿ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں اور اس کے مخالفین کا حال تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافروں کے لیے جو شیطان کے گروہ میں سے ہیں ان کے کفر کے سبب سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور شیطان کے فریب میں نہ آئے اور اس کی راہ پر نہ چلے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(1)

اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا بُرا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا اس لیے اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے اللّٰہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟) تو بیشک اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔ بیشک اللّٰہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

﴾اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا۔﴿ شیطان کی پیروی اور مخالفت کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۷، ۳/۵۳۰، مدارك، فاطر، تحت الآیة: ۷، ص۹۷۲، ملتقطاً.

جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنادیا گیا تو وہ اسے اچھا ہی سمجھتا ہے، کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، برے کام کو اچھا سمجھنے والا راہ یاب کی طرح کیا ہوسکتا ہے وہ تو اس بدکار سے بدر جہا بدتر ہے جو اپنے خراب عمل کو برا جانتا ہو اور حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہو۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ابوجہل وغیرہ مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے شرک و کفر جیسے قبیح اَفعال کو شیطان کے بہکانے اور اچھا سمجھانے سے اچھا سمجھتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدعتی اور نفسانی خواہشات پر چلنے والے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں خوارج وغیرہ داخل ہیں جو اپنی بد مذہبیوں کو اچھا جانتے ہیں۔ [1] اور آج کل کے تمام بد مذہب خواہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کے گستاخ ہوں یا صحابۂ کرام اور اہلبیت رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے گستاخ یا تقلید کے منکر یا جَری و بے باک نئے مُتَجَدِّدِین جو کہ اپنی بے دینیوں کو دین اور بد عملیوں کو نیکی سمجھ کر ان پر فخر کرتے ہیں سب انہیں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

بُرے اعمال کو اچھا سمجھ کر کرنا ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے

ہمارے آج کے معاشرے کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ لوگ برے اعمال کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں، یونہی لوگوں کے سامنے برے اعمال کو اس طرح سجا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والے انہیں اچھا سمجھ کر کرنا شروع کر دیتے ہیں، جیسے مَردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کو عورت کا حق جانا جاتا ہے، گلیوں اور بازاروں میں عورتوں کے بے پردہ گھومنے کو فیشن خیال کیا جاتا ہے، اجنبی مَردوں سے بے تکلُّف ہو کر باتیں کرنے اور ان سے ہاتھ ملانے کو تہذیب کا نام دیا جاتا ہے، مَردوں کے داڑھی منڈانے کو چہرے کا حسن شمار کیا جاتا ہے، موسیقی کو روح کی غذا سمجھا جاتا ہے، اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ **فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ : تو بیشک اللّٰہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک اللّٰہ تعالٰی جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے، لہٰذا غموں کی وجہ سے ان پر آپ کی جان نہ چلی جائے کہ افسوس وہ ایمان نہ لائے اور حق کو قبول کرنے سے محروم رہے۔ مراد یہ کہ آپ اُن کے کفر اور ہلاکت کا غم نہ فرمائیں، بیشک اللّٰہ تعالٰی خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللّٰہ تعالٰی انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ [2] اس طرح کی آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُبَلِّغ کی تبلیغ کا اثر ظاہر نہ

[1] ……مدارك، فاطر، تحت الآية: ٨، ص٩٧٢، خازن، فاطر، تحت الآية: ٨، ٣/٥٣٠، ملتقطاً.
[2] ……خازن، فاطر، تحت الآية: ٨، ٣/٥٣٠، جلالين، فاطر، تحت الآية: ٨، ص٣٦٤، ملتقطاً.

ہورہا ہو تو اسے بہت زیادہ غم زدہ نہیں ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب پر نظر رکھنی چاہیے۔

وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہے جس نے بھیجیں ہوائیں کہ بادل اُبھارتی ہیں پھر ہم اُسے کسی مُردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تو اُس کے سبب ہم زمین کو زندہ فرماتے ہیں اس کے مرے پیچھے یونہی حشر میں اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تو اس کے سبب ہم زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرماتے ہیں۔ یونہی حشر میں اٹھنا ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ: اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کرنے سے مُردوں کو اٹھائے جانے پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں جس میں سبزہ اور کھیتی نہیں اور خشک سالی سے وہاں کی زمین بے جان ہوگئی ہے تو اس بادل سے نازل ہونے والی بارش کے سبب ہم زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد زندہ فرماتے ہیں اور اس کو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں، اس سے ہماری قدرت ظاہر ہے اور جس طرح ہم خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں اسی طرح حشر میں مُردوں کو اٹھائیں گے۔[1]

حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے عرض کیا کہ ’’اللہ تعالیٰ مُردے کس طرح زندہ فرمائے گا؟ مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہو تو ارشاد فرمائیے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کیا تیرا کسی ایسے جنگل میں سے گزر ہوا ہے جو خشک سالی سے بے جان ہوگیا ہو اور وہاں سبزہ کا نام و نشان نہ رہا ہو، پھر کبھی اسی جنگل میں گزر ہوا ہو اور اس کو ہرا بھرا لہلہاتا پایا ہو؟ ان صحابی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے عرض کی: بیشک

1 ......روح البیان، الملائكة، تحت الآية: ٩، ٣٢٢/٧، ملخصاً.

ایسا دیکھا ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’ایسے ہی اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا اور مخلوق میں یہ اس کی نشانی ہے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاس برحق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس عالَم کے حالات پر اُس عالَم کے حالات کو قیاس کرنے کا حکم فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓىٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اُسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے اور وہ جو بُرے داؤں کرتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُنہیں کا مکر برباد ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو عزت کا طلب گار ہو تو ساری عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر وفریب برباد ہوگا۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا: جو عزت کا طلبگار ہو تو ساری عزت تو اللہ کے پاس ہے۔﴾ کفار بتوں سے عزت طلب کیا کرتے تھے اور منافقین کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے تھے، جیسا کہ سورۂ نساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

1 ......مستدرك، كتاب الاهوال، انّ الله حرّم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء، ۷۷۶/۵، الحديث: ۸۷۲۵.
2 ......النساء: ۱۳۹.

تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ دنیا اور آخرت میں صرف وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہے عزت دے، لہٰذا جو عزت کا طلب گار ہو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت طلب کرے کیونکہ ہر چیز اس کے مالک ہی سے طلب کی جاتی ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ حقیقی عزت طلب کرنے کا ذریعہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔[1]

﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ: پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے۔﴾ یعنی پاکیزہ کلام اس کی قبولیت اور رضا کے محل تک پہنچتا ہے۔[2]

پاکیزہ کلمات سے کیا مراد ہے؟

پاکیزہ کلام سے مراد کلمۂ توحید، تسبیح و تحمید اور تکبیر وغیرہ ہیں جیسا کہ امام حاکم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی مُستدرک میں اور امام بیہقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی شعب الایمان میں ذکر کردہ روایت میں ہے۔[3]

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے کلمۂ طیّب کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد ذکر ہے اور بعض مفسرین نے اس سے قرآن اور دعا بھی مراد لی ہے۔[4] اور اسی میں نیکی کی دعوت کیلئے ادا کئے جانے والے کلمات بھی داخل ہیں۔

﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ: اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔﴾ نیک کام سے مراد وہ عمل اور عبادت ہے جو اخلاص سے ہو اور آیت کے اس حصے کا **ایک معنی** یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ عمل کو بلند کرتا ہے کیونکہ توحید اور ایمان کے بغیر عمل مقبول نہیں۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ نیک عمل کو اللہ تعالیٰ رفعتِ قبول عطا فرماتا ہے۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ نیک عمل عمل کرنے والے کا مرتبہ بلند کرتے ہیں تو جو عزت چاہے اس پر لازم ہے کہ نیک عمل کرے۔[5]

عمل کرنے سے پہلے اس پر غور کرلیا جائے

حضرت مالک بن سعد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فرض

---

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٢-٩٧٣.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٣.

3 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الملائكة، ٣/٢٠٤، الحديث: ٣٦٤٢، شعب الايمان، العاشر من شعب الايمان ... الخ، فصل فى ادامة ذكر الله عزوجل، ١/٤٣٤، الحديث: ٦٢٥.

4 ......تفسير طبرى، فاطر، تحت الآية: ١٠، ١٠/٣٩٩، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٠، ٧/٣٢٤، ملتقطاً.

5 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٠، ص٩٧٣.

پر عمل کرتا ہے جبکہ دیگر فرائض کو اس نے ضائع کر دیا تو شیطان اسے اس ایک فرض کے بارے میں لگاتار امیدیں دلاتا رہتا ہے اور اس کے لئے وہ عمل مُزَیَّن کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جنت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دیکھتا، لہٰذا تم کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے غور کر لو کہ تم اس عمل کے ذریعے کیا چاہتے ہو، اگر وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اسے کر لو اور اگر کسی اور کے لئے ہو تو اپنے نفس کو مشقت میں مت ڈالو کہ تمہیں اس سے کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول فرماتا ہے جو خالص اسی کے لئے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ

ترجمۂ کنزالعرفان: پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔[1]

﴿وَ الَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ: اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں مکر کرنے والوں سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے دارُالنَّدْوَہ میں جمع ہو کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں قید کرنے، قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے تھے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۂ اَنفال کی آیت نمبر **130** کی تفسیر میں ہو چکا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے اور ان کا مکروفریب برباد ہو گا اور وہ اپنے فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے شر سے محفوظ رہے اور اُنہوں نے اپنی مَکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کئے گئے اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔[2]

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۱﴾

---

1 ......در منثور، فاطر، تحت الآية: ١٠، ٧/٩-١٠.

2 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٠، ٧/٣٢٦.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے کیا اور کوئی مادہ اللہ کے علم کے بغیر نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی بچہ جنتی ہے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ: اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی قدرت کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اصل حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنایا، پھر ان کی نسل کو پانی کی بوند سے بنایا، پھر تمہیں مرد و عورت دو جوڑے بنایا۔ اس کے بعد کمالِ علم کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم میں ہر بچے کی تخلیق سے پہلے بلکہ بعد کے بھی تمام حالات سے خبردار ہے۔ پھر اپنے ارادے کے نفاذ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے، یہ سب ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ہی قادر، عالم اور ارادے والا ہے اور بتوں میں قدرت، علم اور ارادہ کچھ بھی نہیں تو وہ عبادت کے مستحق کس طرح ہو سکتے ہیں؟[1]

﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ: بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔﴾ اس اسمِ اشارہ کی تفسیر میں ایک احتمال یہ ہے کہ مٹی سے انسان کو بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ، مادہ کے حاملہ ہونے اور بچہ جننے کے حالات سے خبردار ہونا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ کسی کو زیادہ یا کم عمر دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ نیز اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیشک عمل اور عمر کو لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے (اور حقیقتاً ساری ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہیں۔)[2]

وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

1 ......قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ۱۱، ۷/۲٤۳، الجزء الرابع عشر، تفسیر کبیر، فاطر، تحت الآیة: ۱۱، ۹/۲۲۷، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، فاطر، تحت الآیة: ۱۱، ۹/۲۲۷، خازن، فاطر، تحت الآیة: ۱۱، ۳/۵۳۱، ملتقطاً۔

اُجَاجٌؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَاۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دونوں سمندر ایک سے نہیں یہ میٹھا ہے خوب میٹھا پانی خوشگوار اور یہ کھاری ہے تلخ اور ہر ایک میں سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت اور نکالتے ہو پہننے کا ایک گہنا اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھے کہ پانی چیرتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کسی طرح حق مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین بہت کڑوا ہے اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھے گا تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿ وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ: اور دونوں سمندر برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھاری اور میٹھے سمندر بعض فوائد میں اگرچہ یکساں ہیں لیکن پانی ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں برابر نہیں کیونکہ پانی سے جو اصل مقصود ہے اس میں یہ مختلف ہیں، اسی طرح مومن اور کافر انسان ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود برابر نہیں اگرچہ بعض صفات جیسے شجاعت اور سخاوت میں یکساں ہوں کیونکہ یہ دونوں ایک عظیم خاصیت میں مختلف ہیں اور وہ عظیم خاصیت یہ ہے کہ مومن اپنی اصل فطرت یعنی اسلام پر قائم ہے جبکہ کافر اس پر قائم نہیں۔ (1)

پانی پیتے وقت کی ایک دعا

حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب پانی پیتے تو فرماتے:

1 ......بیضاوی، فاطر، تحت الآیۃ: ۱۲، ٤/٤١٤، ملخصاً.

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَ لَمْ یَجْعَلْهُ مَالِحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا" تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس پانی کو اپنی رحمت سے میٹھا خوب میٹھا بنایا ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے نمکین بہت کڑوا نہیں بنایا۔[1] (حدیث میں گناہوں کا تذکرہ ہماری تعلیم کیلئے ہے۔)

نوٹ: کھاری اور میٹھے سمندروں کا ذکر سورۂ فرقان کی آیت نمبر 53 میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا: اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سمندر سے حاصل ہونے والے فوائد بیان فرمائے ہیں، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کھاری اور میٹھے دونوں سمندروں میں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ قیمتی موتی نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دریا میں چلتے ہوئے پانی کو چیرتے ہوئے دیکھو گے اور وہ ایک ہی ہوا میں آتی بھی ہیں، جاتی بھی ہیں، تمہارے لئے سمندر کی یہ تسخیر اس لئے ہے تاکہ تم تجارتوں میں نفع حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو۔[2]

یاد رہے کہ زیور اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں لیکن چونکہ مَردوں کے لئے پہنتی ہیں اس لئے اس کے نفع کی نسبت دونوں کی طرف ہے، جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو موتی وغیرہ پہننا جائز ہے جبکہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو اور سونا چاندی پہننا مَردوں کیلئے مُطْلَقاً حرام ہے، البتہ ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک نگینے والی چاندی کی انگوٹھی مرد پہن سکتا ہے۔

نوٹ: اس آیت کی مزید تفصیل سورۂ نحل کی آیت نمبر 14 میں گزر چکی ہے۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ٘ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ؕ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رات لاتا ہے دن کے حصہ میں اور دن لاتا ہے رات کے حصہ میں اور اُس نے کام میں لگائے سورج

1 ......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١١٥، الحدیث: ٤٤٧٩.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآیة: ١٢، ص٩٧٤، خازن، فاطر، تحت الآیة: ١٢، ٣/٥٣٢، ملتقطاً.

اور چاند ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اُسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا دیا۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ کھجور کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں۔

﴿یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ: وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے کچھ حصے کو کسی موسم میں دن میں داخل کر دیتا ہے تو دن بڑھ جاتا ہے اور دن کے کچھ حصے کو کسی موسم میں رات میں داخل کر دیتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ بڑھنے والی رات یا دن کی مقدار پندرہ گھنٹے تک پہنچتی ہے اور گھٹنے والا نو گھنٹے کا رہ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ میعاد یعنی روزِ قیامت تک چلتا رہے گا کہ جب قیامت آ جائے گی تو ان کا چلنا مَوقوف ہو جائے گا اور یہ نظام باقی نہ رہے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو معبود ہونے، رب اور مالک ہونے کے تمام اَوصاف کا جامع ہے تو تم اسے پہچانو، اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ وہ کھجور کے چھلکے کی مقدار بھی تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔ (1)

نوٹ: رات کو دن میں داخل کرنے کی تفسیر سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر 27 اور سورج چاند کو مُسَخَّر کرنے کی تفسیر سورۂ رعد آیت نمبر 2 اور سورۂ ابراہیم آیت نمبر 33 میں بھی گزر چکی ہے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْؕ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ۠ (۱۴)

ع ٢ / ١٤ الآيات

(1)……روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٣، ٧/٣٣٢، مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٣، ص٩٧٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کرسکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعانہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہیں کرسکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور باخبر (خدا) کی طرح تجھے کوئی نہ بتائے گا۔

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ: اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعانہیں سنیں گے۔﴾ کفار بتوں کا قرب حاصل کرنے، ان کی طرف دیکھنے اور ان کے سامنے اپنی حاجات پیش کرنے کو عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس نظریے کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ بے جان جَمادات ہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اصلاً قدرت اور اختیار نہیں رکھتے اور قیامت کے دن وہ بت تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ پوجتے تھے اور اے بندے! دنیا و آخرت کے احوال اور بت پرستی کے انجام کی جیسی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔[1]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز، تمام خوبیوں والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔﴾ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لیکن اس آیت میں بطورِ خاص انسانوں کو اس لئے مُخاطَب کیا گیا کہ انسان ہی مالداری کا دعویٰ کرتے

1 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ١٤، ٧ /٣٣٢-٣٣٣، مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٤، ص٩٧٥، جلالين، فاطر، تحت الآية: ١٤، ص٣٦٥، ملتقطاً.

اور اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! مخلوق میں سے تم سب سے زیادہ اپنی جان، اہل وعیال، مال اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے حاجت مند ہو، تمہیں پلک جھپکنے بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں اللہ تعالیٰ سے بے نیازی نہیں ہوسکتی، اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، وہ ان کا حاجت مند نہیں اور وہی مخلوق پر اپنے احسانات اور انعامات کی وجہ سے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ (1)

حضرت ذُوالنُّون مصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ مخلوق ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کیوں نہ ہوگی کہ ان کی ہستی اور ان کی بقاسب اس کے کرم سے ہی تو ہے۔ (2)

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ: اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ چاہے تو تمہیں ہلاک کر دے کیونکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہ تم سے بے نیاز ہے اور تمہاری بجائے نئی مخلوق لے آئے جو فرمانبردار ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے والی ہو اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان سے رک جانے والی ہو اور (یاد رکھو کہ) تمہیں ہلاک کر کے نئی مخلوق لے آنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں بلکہ یہ اس کے لئے بہت آسان ہے، تو اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہلاک کر دے۔ (3)

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا

1 ……صاوی، فاطر، تحت الآیة: ١٥، ١٦٩٢/٥، خازن، فاطر، تحت الآیة: ١٥، ٥٣٢/٣، ملتقطاً.
2 ……مدارك، فاطر، تحت الآیة: ١٥، ص٩٧٥.
3 ……تفسیر طبری، فاطر، تحت الآیة: ١٦-١٧، ٤٠٥/١٠.

يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اُٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار ہو اے محبوب تمہارا ڈر سنانا تو انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللّٰہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی اور اللّٰہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اُس نے کئے ہیں اور کوئی جان کسی دوسرے کے عِوض نہ پکڑی جائے گی البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں ان کے گمراہ کرنے سے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی تمام گمراہیوں کا بوجھ ان گمراہوں پر بھی ہوگا اور اُن گمراہ کرنے والوں پر بھی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

وَ لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے۔

1 ......عنکبوت:۱۳.

اور درحقیقت یہ اُن کی اپنی کمائی ہے دوسرے کی نہیں۔[1]

حضرت عمرو بن احوص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں سے فرماتے ہوئے سنا کہ ''سن لو! انسان کے جرم کا وبال اسی پر ہے، سن لو! انسان کے جرم کا وبال نہ اس کی اولاد پر ہے اور نہ اس کے باپ پر ہے۔[2]

نوٹ: اس آیت کی مزید تفسیر سورۂ انعام، آیت نمبر **164** اور سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر **15** کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا: اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن اگر کوئی گناہ گار شخص کسی دوسرے شخص کو بلائے گا تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کچھ بوجھ اپنے سر لے لے تو دوسرا شخص اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی اپنے سر نہ لے گا اگرچہ دوسرا شخص بلانے والے کا قریبی رشتہ دار جیسے بیٹا یا باپ ہو۔[3]

قیامت کے دن قریبی رشتہ داروں کا حال

قیامت کے دن قریبی رشتہ داروں کی حالت بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے) لاپرواہ کردے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا يَوْمًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس

---

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٨، ص٩٧٥-٩٧٦، ملخصاً.

2 ......ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء دماؤكم واموالكم عليكم حرام، ٤/٦٥، الحديث: ٢١٦٦.

3 ......صاوی، فاطر، تحت الآية: ١٨، ٥/١٦٩٣.

4 ......عبس: ٣٤-٣٧.

لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا [1] دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’(قیامت کے دن) ماں باپ بیٹے کو لپٹیں گے اور کہیں گے ’’اے ہمارے بیٹے! ہمارے کچھ گناہ اٹھالے۔ تو وہ کہے گا کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں، میرا اپنا بوجھ کیا کم ہے۔ [2]

جب قریبی ترین رشتہ داروں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا تو ان کی خاطر گناہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہونا کس قدر نادانی اور حماقت کا کام ہے۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ: (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔﴾ یعنی آپ کا (اللہ تعالیٰ کے غضب سے) ڈرانا صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو بغیر دیکھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں اور اپنے وقت میں نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی کہ اس نیکی کا نفع وہی پائے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو پھرنا ہے۔ [3]

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا۔ اور نہ اندھیریاں اور اُجالا۔ اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور اجالا۔ اور نہ سایہ اور تیز دھوپ۔

---

1 ......لقمان: ٣٣.

2 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ١٨، ٣/٥٣٣.

3 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ١٨، ٣/٥٣٣، مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٨، ص٩٧٦، صاوی، فاطر، تحت الآية: ١٨، ٥/١٦٩٤، ملتقطاً.

﴿ وَمَا يَسْتَوِي: اور برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے کافر اور مومن کی ذات میں فرق بتایا کہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور مومن ایسا ہے جیسے دیکھنے والا اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جاہل اور عالم برابر نہیں۔ (1)

﴿ وَلَا الظُّلُمٰتُ: اور نہ اندھیرے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے کافر اور مومن کے اوصاف میں فرق بیان فرمایا کہ کفر ایسے ہیں جیسے اندھیرے اور ایمان ایسا ہے جیسے اجالا، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ (2)

﴿ وَلَا الظِّلُّ: اور نہ سایہ۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے قیامت کے دن کافر اور مومن کے مکان میں فرق بیان فرمایا کہ مومن کا مکان جنت ایسے ہے جیسے سایہ اور کافر کا مکان جہنم ایسے ہے جیسے تیز دھوپ، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ سایہ سے مراد حق اور تیز دھوپ سے مراد باطل ہے۔ (3)

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں زندے اور مُردے بے شک اللّٰہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے اُنہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ بیشک اللّٰہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ: اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں زندوں سے مراد مومنین یا علماء ہیں اور مُردوں سے کفار یا جاہل لوگ مراد ہیں، ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ اس کے بعد ارشاد

1 ......جلالين مع صاوى، فاطر، تحت الآية: ١٩، ١٦٩٤/٥، مدارك، فاطر، تحت الآية: ١٩، ص٩٧٦، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوى، فاطر، تحت الآية: ٢٠، ١٦٩٤/٥، ملخصاً.

3 ......جلالين مع صاوى، فاطر، تحت الآية: ٢١، ١٦٩٤/٥، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٢١، ص٩٧٦، ملتقطاً.

فرمایا کہ ’’بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ جس کی ہدایت منظور ہوا سے اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔[1]

﴿وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ: اورتم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اُٹھا سکتے اور نصیحت قبول نہیں کر سکتے ، بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت ونصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

یاد رہے کہ اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر ہدایت کا نفع مُرَتَّب ہو،اور جہاں تک مُردوں کے سننے کا تعلق ہے تو یہ کثیر اَحادیث سے ثابت ہے۔

نوٹ:اس مسئلے کی تفصیل سورۂ نمل کی آیت نمبر 80 میں گزر چکی ہے۔

﴿اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ: تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا دینا ہے، اب اگر سننے والا آپ کی نصیحتوں پر غور کرے اور قبول کرنے کے لئے سنے تو نفع پائے گا اور اگر وہ کفر پر قائم رہنے والے منکرین میں سے ہو اور آپ کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اس میں آپ کا کچھ حَرَج نہیں بلکہ وہی محروم ہے۔[2]

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًاؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا۔

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ١٩، ٣/٥٣٣، جلالین، فاطر، تحت الآیة: ١٩، ص٣٦٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآیة: ٢٣، ص٩٧٦-٩٧٧، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٢٣، ٧/٣٣٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے بھیجا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو خواہ وہ نبی ہو یا عالِمِ دین جو نبی کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ (1)

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو اُن سے اگلے بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول آئے روشن دلیلیں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں اور صحیفے اور روشن کر دینے والی کتابیں لے کر آئے۔

﴿وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ: اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر کفارِ مکہ آپ کو جھٹلانے پر ہی قائم ہیں تو آپ ان کی اور ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کریں، ان سے پہلی امتوں کے لوگ بھی اپنے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا چکے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول اپنے دعویٰ کی صداقت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والے روشن

---

(1) ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٢٤، ٧/٣٤٠، ملخصاً.

معجزات، صحیفے اور حق کو روشن کر دینے والی کتابیں توریت، انجیل اور زبور لے کر آئے تھے۔[1]

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿٢٦﴾

ع ٣ ١٢ ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: پھر میں نے کافروں کو پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر میں نے کافروں کی گرفت کی تو میرا انکار کیسا ہوا؟

﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: پھر میں نے کافروں کی گرفت کی۔﴾ یعنی پھر ہم نے ان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا جنہوں نے ہمارے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی رسالت کو نہ مانا اور ہماری نشانیوں کی حقیقت کا انکار کیا اور اپنے جھٹلانے پر قائم رہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ دیکھیں کہ انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟[2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللّٰہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو ہم نے اس سے پھل نکالے رنگ برنگ اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ رنگ رنگ کے اور کچھ کالے بھوچنگ۔

1 ......تفسیر قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ٢٥، ٧ / ٢٤٨، الجزء الرابع عشر، ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ٢٥، ٤/ ٣٦٨، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٢٥، ٧/ ٣٤١، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، فاطر، تحت الآیة: ٢٦، ١٠/ ٤٠٨، روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٢٦، ٧/ ٣٤١، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے مختلف رنگوں والے پھل نکالے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ والے راستے ہیں، ان کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ (پہاڑ) کالے بہت ہی کالے ہیں۔

﴿ اَلَمۡ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی دو نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس بات پر غور نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور اُس نے اس پانی سے زمین میں درختوں کو سیراب کیا، پھر اس نے انہی درختوں سے مختلف رنگوں والے بے شمار پھل نکالے، ان میں سے کسی کا رنگ سبز ہے، کسی کا سرخ، کسی کا سیاہ اور کسی کا زرد اور جس طرح ان کے رنگ مختلف ہیں اسی طرح ان پھلوں کی اَجناس بھی مختلف ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور اور کھجور وغیرہ اور ان میں سے ہر پھل کی مختلف اَقسام ہیں، یونہی ان پھلوں کا ذائقہ، مہک، خصوصیات اور اَثرات بھی ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں حالانکہ پانی بھی ایک ہے اور زمین بھی ایک، اس یکسانیّت کے باوجود یہ نیرَنگی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی کیسی بڑی نشانی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں کہ سب اگرچہ مٹی یا پتھر کے ہیں لیکن ان میں بھی انفرادِیّت ہے، پہاڑوں میں کہیں سفید اور کہیں سرخ رنگ والے پتھر کے راستے ہیں اور یہ رنگ بھی مختلف ہیں کہ کوئی ہلکا اور کوئی گہرا ہے جبکہ کچھ پہاڑ بہت ہی گہرے کالے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بے شک اللہ عزت والا بخشنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔ اللہ سے اس کے بندوں

میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ عزت والا، بخشنے والا ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ کَذٰلِکَ: اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔﴾ یعنی جس طرح پھلوں اور پہاڑوں کے مختلف رنگ ہیں اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں کہ ان میں سے کسی کا رنگ سرخ اور کسی کا سفید اور کسی کا سیاہ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے صانع اور مختار ہونے کی دلیل ہیں۔ (1)

﴿اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا: اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔﴾ اس آیت کی ابتداء اور اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نشان اور صَنعت کے آثار ذکر کئے جن سے اس کی ذات وصفات پر استدلال کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں اور اس کی صفات کو جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم رکھتا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا اور جس کا علم کم ہوگا تو اس کا خوف بھی کم ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جَبَرُوت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔ (2)

آیت '' اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......خوف اور خَشیَت کا مدار ڈرنے والے کے علم اور اس کی معرفت پر ہے اور چونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں علم حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہے اس لئے آپ ہی مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ''سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔ (3)

---

1 ......جلالین، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ص۳۶۶، قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ۲۴۹/۷، الجزء الرابع عشر، ملتقطاً.

2 ......مدارك، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ص۹۷۷-۹۷۸، خازن، فاطر، تحت الآیة: ۲۸، ۵۳۴/۳، ملتقطاً.

3 ......بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، ۴ /۱۲۷، الحدیث: ۶۱۰۱، مسلم، کتاب الفضائل، باب علمه صلی اللّٰه علیه وسلم باللّٰه تعالی وشدّة خشیته، ص۱۲۸۱، الحدیث: ۱۲۷(۲۳۵۶).

(2)......لوگوں کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی صحیح طریقے سے معرفت اور علم حاصل کریں تاکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو۔

(3)......علم والوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا علماء کو عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب دینی چاہئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''صحیح معنوں میں فقیہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر انہیں جَری نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کردے اور قرآن کے بغیر کوئی چیز اسے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔ (1)

ایک شخص نے امام شعبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی ''مجھے فتویٰ دیجئے کہ عالم کون ہے؟ ۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

اور حضرت ربیع بن انس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔ (2)

(4)......علم والے بہت مرتبے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خشیت اور خوف کو ان میں مُنْحَصر فرمایا، لیکن یاد رہے کہ یہاں علم والوں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں اور ان کے عقائد واعمال درست ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ

(1)......قرطبی، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ٢٥٠/٧، الجزء الرابع عشر.

(2)......خازن، فاطر، تحت الآیة: ٢٨، ٥٣٤/٣.

میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں۔ تاکہ ان کے ثواب اُنہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اَور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور اس میں موجود اَحکام وغیرہ کی معلومات حاصل کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت یعنی ثواب کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور اپنی رحمت کے خزانوں سے اُنہیں اور زیادہ عطا کرے جس کے بارے میں عمل کرتے وقت انہوں نے تَصَوُّر تک نہ کیا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو بخشنے والا اور ان کے نیک اعمال کی قدر فرمانے والا ہے۔[1]

قیامت کے دن سایۂ عرش میں جگہ پانے والے لوگ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ **(1)** عادل حکمران۔ **(2)** وہ نوجوان جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں پروان چڑھا۔ **(3)** وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔ **(4)** وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے باعث اکھٹے ہوں اور اسی وجہ سے جدا ہوں۔ **(5)** وہ آدمی جسے حیثیت اور جمال والی عورت بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ **(6)** وہ آدمی جو چھپا کر خیرات کرے، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

[1] ......خازن، فاطر، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۰، ۳/۵۳۴-۵۳۵، روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۰، ۷/۳۴۴-۳۴۵، ملتقطاً۔

(7) وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔[1]

وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے وہی حق ہے، اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار، دیکھنے والا ہے۔

﴿ وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ: اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ جس کتاب کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے یعنی قرآنِ مجید، وہی حق ہے کہ اس میں جھوٹ اور شک کا کوئی شائبہ تک نہیں اور وہ کتاب اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی عقائد، اصول اور اَحکام میں تصدیق فرماتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار اور انہیں دیکھنے والا ہے اور اُن کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔[2]

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَاۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُؕ ﴿۳۲﴾

---

1 ......بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ... الخ، ۱/۲۳۶، الحدیث: ۶۶۰.

2 ......روح البیان، الملائکۃ، تحت الآیۃ: ۳۱، ۷/۳۴۵-۳۴۶، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اُن میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چُنے ہوئے بندوں کو کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ یہی بڑا فضل ہے۔

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا: پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چُنے ہوئے بندوں کو کیا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف قرآنِ مجید کی وحی فرمائی پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: چنے ہوئے بندوں سے مراد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی و نیازمندی کی کرامت و شرافت سے مشرف فرمایا۔[1]

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ: تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے لوگوں کے تین مَدارِج اور مَراتب بیان کئے گئے ہیں (1) کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ (2) کوئی درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے۔ (3) کوئی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ ان تینوں کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے کثیر اَقوال ہیں جو کہ تفاسیر میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، یہاں اُن میں سے ایک قول درج کیا جاتا ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ سبقت لے جانے والے عہدِ رسالت کے وہ مخلص حضرات ہیں جن کے لئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جنت اور رزق کی بشارت دی اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے وہ اصحاب ہیں جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طریقہ پر عمل کرتے رہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہم تم جیسے لوگ ہیں۔[2]

---

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۳۲، ۳/۵۳۵.

2 ......المطالب العالیة، کتاب التفسیر، ۳۰-سورة فاطر، ۸/۲۶۳، الحدیث: ۳۷۰۰.

یہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف سے انتہائی اِنکساری کا اظہار تھا کہ اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے آپ کو تیسرے طبقے میں شمار فرمایا۔

یہاں ان تین مدارج کے افراد سے متعلق دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہمارا سبقت لے جانے والا تو سبقت لے جانے والا ہی ہے اور درمیانہ راستہ اختیار کرنے والے کی نجات ہے جبکہ ظالم کی مغفرت ہے۔'' (1)

اور دوسری حدیث میں ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''نیکیوں میں سبقت لے جانے والا جنت میں بے حساب داخل ہوگا اور مُقْتَصِدْ سے حساب میں آسانی کی جائے گی اور ظالم مقامِ حساب میں روکا جائے گا، اس کو پریشانی پیش آئے گی پھر وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (2)

﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ: یہی بڑا فضل ہے۔﴾ یعنی نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانا ہی اللہ تعالٰی کا بڑا فضل ہے اور یہ صرف اسی کی توفیق سے ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنانا ہی اللہ تعالٰی کا بڑا فضل ہے۔ (3)

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان کیلئے) بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن

1 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال، الباب السابع، الفصل الرابع، ٦/١، الجزء الثانی، الحدیث: ٢٩٢٢.

2 ......بغوی، فاطر، تحت الآیة: ٣٢، ٣/٤٩٣.

3 ......ابو سعود، فاطر، تحت الآیة: ٣٢، ٤/٣٧٠، خازن، فاطر، تحت الآیة: ٣٢، ٣/٥٣٦، ملتقطاً.

اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ: بسنے کے باغات۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے لئے بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے ایسے کنگن پہنائے جائیں گے جن پر موتی لگے ہوئے ہوں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا کیونکہ اس میں لذت اور زینت ہے۔[1] یاد رہے کہ دنیا میں مسلمان مرد پر سونا اور ریشم پہننا حرام ہے، جنت میں یہ سب حلال ہوگا۔

وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَكُوۡرُۨ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا، بیشک ہمارا رب بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿وَقَالُوۡا: اور وہ کہیں گے۔﴾ یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے ہوئے کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں جنت میں داخل کرکے ہم سے غم دور کردیا۔ اس غم سے مراد یا دوزخ کا غم ہے، یا موت کا، یا گناہوں کا، یا نیکیوں کے غیر مقبول ہونے کا، یا قیامت کی ہَولناکیوں کا، غرض انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور کہیں گے کہ بیشک ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے کہ گناہوں کو بخشتا ہے اگرچہ گناہ بہت زیادہ ہوں اور نیکیاں قبول فرماتا ہے اگرچہ نیکیاں کم ہوں۔[2]

”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه“ پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه“ پڑھنے والوں پر ان کی قبروں میں کوئی وحشت ہوگی اور نہ ہی حشر میں ان پر کوئی گھبراہٹ

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٣، ٣/٥٣٦، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣٣، ص ٩٨٠، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٣٤، ٧/٣٥٢-٣٥٣، خازن، فاطر، تحت الآية: ٣٤، ٣/٥٣٦، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٣٤، ص ٩٨٠، ملتقطاً.

طاری ہوگی اور گویا کہ میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پڑھنے والوں کو دیکھ رہا ہوں، وہ اپنے سروں سے گرد جھاڑتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سب خوبیاں اس اللّٰہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ (1)

الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝۳۵

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اُتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔

﴾اَلَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ: وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا۔﴿ یہاں ان لوگوں کی گفتگو کا مزید حصہ بیان کیا گیا کہ وہ کہیں گے ''ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ہمارے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے فضل سے ایسے گھر یعنی جنت میں اتارا جس میں ہم ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی منتقل نہ ہوں گے، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف اور مشقت پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔ (2)

جنت اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملے گی

یاد رہے کہ جنت میں داخلہ محض اعمال کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا جبکہ اعمال اللّٰہ

1 ......معجم الاوسط، باب الیاء، من اسمه: یعقوب، ٦/٤٨٠، الحدیث: ٩٤٧٨.

2 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٣٥، ٣٥٣/٧، خازن، فاطر، تحت الآیة: ٣٥، ٥٣٦/٣، ملتقطاً.

تعالیٰ کا فضل حاصل ہونے کا ذریعہ اور جنت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ لوگ عرض گزار ہوئے'' کیا آپ کو بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا'' مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ جنت ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے نہ کہ محض اپنے عمل سے، اس لئے کوئی پرہیزگار اپنے پرہیزگار ہونے پر ناز نہ کرے۔

وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقۡضٰى عَلَیۡهِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِیۡ كُلَّ كَفُوۡرٍ ۚ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان کی قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مرجائیں اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائیگا، ہم ہر بڑے ناشکرے کوایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ: اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔﴾ مومنین کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اب کفار کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ وہ مر جائیں اور مر کر عذاب سے چھوٹ سکیں اور نہ ان سے پلک جھپکنے کی مقدار جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا، جس طرح کی ہم نے انہیں سزا دی ایسی ہی سزا ہم ہر بڑے ناشکرے کو دیتے ہیں۔ (2)

---

1 ......بخاری، کتاب المرضی، باب تمنّی المریض الموت، ١٣/٤، الحدیث: ٥٦٧٣.

2 ......جلالین مع صاوی، فاطر، تحت الآیة: ٣٦، ١٦٩٨/٥.

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾

ع ۱۲/۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اس میں چلاّتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اس میں چیختے چلاتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے تاکہ ہم اچھا کام کریں اس کے برخلاف جو ہم پہلے کرتے تھے (جواب ملے گا) اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تھا تو اب مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا: اور وہ اس میں چیختے چلاّتے ہوں گے۔﴾ یعنی کفار جہنم میں چیختے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال دے اور دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم کفر کی بجائے ایمان لائیں اور مَعْصِیَت و نافرمانی کی بجائے تیری اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔ اس پر اُنہیں جواب دیا جائے گا ’’کیا ہم نے تمہیں دنیا میں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے یعنی رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تھے لیکن تم نے اس رسولِ محترم کی دعوت قبول نہ کی اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری بجانہ لائے تو اب عذاب کا مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر کے ان کی مدد کر سکے۔[1]

[1]......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۳۷، ۵۳۷/۳، مدارك، فاطر، تحت الآیة: ۳۷، ص ۹۸۰، جلالین، فاطر، تحت الآیة: ۳۷، ص ۳۶۷، ملتقطاً.

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں بندوں سے غائب اور ان سے مخفی ہیں ان تمام چیزوں کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے، جب اس کی شان یہ ہے تو اس پر کفار کے اَحوال کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اب بھی انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ کفر ہی کریں گے اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔ [1]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ فِی الْاَرْضِؕ-فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗؕ-وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًاۚ-وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اگلوں کا جانشین کیا تو جو کفر کرے اس کا کفر اسی پر پڑے اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے یہاں نہیں بڑھائے گا مگر بیزاری اور کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر نقصان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین کیا تو جو کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے رب کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرتا ہے۔

---

[1] ……روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٣٨، ٣٥٦/٧، ملخصاً.

﴿ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ : وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین کیا۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین کیا اور ان کی جائداد اور ان کے قبضے میں موجود چیزوں کا مالک اور ان میں تصرُّف کرنے والا بنایا اور ان کے مَنافع تمہارے لئے مُباح کئے تاکہ تم ایمان و طاعت اختیار کر کے شکر گزاری کرو، تو جو کفر کرے اور ان نعمتوں پر شکرِ الٰہی نہ بجالائے تو اپنے کفر کا وبال اسی کو برداشت کرنا پڑے گا اور کافروں کا کفران کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور آخرت میں کافروں کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرے گا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ (1)

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَیۡنٰہُمۡ کِتٰبًا فَہُمۡ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنۡہُ ۚ بَلۡ اِنۡ یَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتلاؤ تو اپنے وہ شریک جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا یا آسمانوں میں کچھ ان کا ساجھا ہے یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے مگر فریب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا اپنے وہ شریک تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کی کوئی شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں؟ بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں۔

1 ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ٣٩، ٣/٥٣٧، مدارك، فاطر، تحت الآیة: ٣٩، ص٩٨١، روح البیان، الملائكة، تحت الآیة: ٣٩، ٧/٣٥٧، ملتقطاً.

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمادیں کہ جن بتوں کو تم اللّٰہ تعالٰی کا شریک ٹھہراتے ہواور اللّٰہ تعالٰی کے سوا ان کی پوجا کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے وہ معبود ہونے میں اللّٰہ تعالٰی کے شریک ہوگئے، یا اللّٰہ تعالٰی نے ان مشرکین پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی ہے جس نے ان کے سامنے بیان کیا کہ اللّٰہ تعالٰی نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور مشرکین اپنے شرک کرنے میں اس کی روشن دلیلوں پر عمل پیرا ہیں؟ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں، بلکہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے،فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں کہ ان میں جو بہکانے والے ہیں وہ اپنی پیروی کرنے والوں کو دھوکا دیتے ہیں اور بتوں کی طرف سے اُنہیں باطل امیدیں دلاتے ہیں کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔ (1)

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کرے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اُنہیں کون روکے اللّٰہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ حرکت نہ کریں اور قسم ہے کہ اگر وہ ہٹ جائیں تو اللّٰہ کے سوا انہیں کوئی نہ روک سکے گا۔ بیشک وہ حلم والا ، بخشنے والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ حرکت نہ کریں۔﴾ بیشک اللّٰہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ آسمان وزمین کے درمیان شرک جیسی مَعْصِیَت ہوتو آسمان وزمین کیسے قائم رہیں اور قسم ہے کہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللّٰہ تعالٰی

1 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ۴۰، ۷/۳۵۷-۳۵۸، جلالین، فاطر، تحت الآیة: ۴۰، ص۳۶۷، ملتقطاً.

کے سوا کوئی اورانہیں روک نہیں سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حِلم والا ہے اسی لئے وہ کفار کو جلد سزا نہیں دیتا اور جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرلے تو اسے بخشنے والا ہے۔ (1)

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِۚ-فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَاۙﰳ (۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ پر ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اُس نے انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اپنی قسموں میں حد بھر کی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور تمام امتوں میں سے (ہر) ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے (لیکن) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا۔

﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: اور انہوں نے اپنی قسموں میں حد بھر کی کوشش کر کے اللہ کی قسم کھائی۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعثَت سے پہلے قریش نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اپنے رسولوں کو نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے کے بارے میں کہا تھا کہ ’’اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور اُنہوں نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا، خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم اُن سے زیادہ راہِ راست پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے۔ لیکن جب ان کے پاس حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رونق افروزی اور جلوہ آرائی ہوئی تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت اور دوری میں ہی اضافہ ہوا۔ (2)

---

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٤١، ٣/٥٣٧-٥٣٨، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤١، ٧/٣٥٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٤٢، ٣/٥٣٨، مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٢، ص٩٨٢، ملتقطاً.

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّیِّئِؕ وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖؕ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًاۚ۬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا (۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی جان کو زمین میں اونچا کھینچنا اور بُرا داؤں اور بُرا داؤں اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے تو کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلوں کا دستور ہوا تو تم ہرگز اللّٰہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ گے اور ہرگز اللّٰہ کے قانون کو ٹلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے) اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے، تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کر رہے ہیں تو تم ہرگز اللّٰہ کے دستور کیلئے تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہرگز اللّٰہ کے قانون کیلئے ٹالنا نہ پاؤ گے۔

﴿اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّیِّئِ: زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے)۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکروفریب کرنے کی وجہ سے حق و ہدایت سے کفارِ قریش کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کفار کے پاس تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت، ایمان لانے سے تکبر اور برا مکروفریب کرنے میں ہی اضافہ ہوا۔ برے مکروفریب کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرک اور کفر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مکروفریب کرنا ہے۔[1]

تکبر کیسی بیماری ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکبر و غرور ایسی بری بیماری ہے کہ اس کی وجہ سے انسان نبی کی پیروی سے محروم رہتا ہے

[1] ......خازن، فاطر، تحت الآیة: ۴۳، ۳/۵۳۸.

جبکہ بارگاہِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں عاجزی اور انکساری ایمان کا ذریعہ ہے۔ کفارِ مکہ کے کفر کی وجہ یہی ہوئی کہ انہوں نے اپنے کو نبی سے بڑھ کر جانا اور بولے کہ ہم ان سے زیادہ مالدار ہیں اور اکثر کفار نے نبیوں کو اپنے جیسے بشر کہا۔

﴿ وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ: اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔﴾ یعنی برا فریب مکار پر ہی پڑتا ہے، چنانچہ فریب کاری کرنے والے بدر میں مارے گئے۔ (1)

جو کسی کیلئے گڑھا کھودے تو خود ہی اس میں گرتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کعب اَحبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا ’’تورات میں یہ آیت ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ’’قرآن میں بھی ایسی آیت ہے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آیت پڑھ لو:

وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ترجمۂ کنزالعرفان: اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ (2)

فی زمانہ ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے اور سازشی لوگوں کی مدد کرنے کا مرض بہت عام ہے، کاروباری اور تاجر حضرات ایک دوسرے کے خلاف، نوکری پیشہ حضرات اپنے ساتھیوں کے خلاف، چھوٹے منصب والے بڑے منصب والوں کے خلاف اور ہم منصب اپنے منصب والوں کے ساتھ، اسی طرح گھریلو اور خاندانی نظامِ زندگی میں ساس بہو ایک دوسرے کے خلاف، بیوی اور شوہر کے خلاف، ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کے خلاف، یونہی ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے خلاف سازشیں کرتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالٰی انہیں ہدایت نصیب کرے۔ کسی کے خلاف سازش کرنے اور سازش کرنے والوں کی مدد کرنے کا انجام بہت برا ہے۔

حضرت قیس بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سازش کرنے والے اور دھوکہ دینے والے جہنم میں ہیں۔ (3)

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ص٩٨٢.

2 ......تفسير قرطبي، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ٢٦١/٧، الجزء الرابع عشر.

3 ......مسند الفردوس، باب الميم، ٢١٧/٤، الحديث: ٦٦٥٨.

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی کے خادم کو اس کے خلاف کیا تو وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکایا تو وہ ہم میں سے نہیں۔ [1]

امام زہری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم کسی کے خلاف سازش نہ کرو اور نہ ہی کسی سازش کرنے والے کی مدد کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برا مکروفریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ [2]

﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ: تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔﴾ یہاں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کفار آپ کو جھٹلا کر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس طرح ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوا اسی طرح ان پر بھی عذاب نازل ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ رسولوں کو جھٹلانے والے کے بارے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا دستور تبدیل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنے وقت سے ٹلتا ہے بلکہ وہ لازمی طور پر پورا ہوتا ہے۔ [3]

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ اُن سے زور

---

1 ......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضى الله عنه، ٣/٣٥٦، الحديث: ٩١٦٨.

2 ......تفسير قرطبى، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ٧/٢٦١، الجزء الرابع عشر.

3 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٣، ص٩٨٢، ملخصاً.

میں سخت تھے اور اللہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے آسمانوں اور زمین میں بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ نے شام، عراق اور یمن کے سفروں میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت و بربادی اور ان کے عذاب اور تباہی کے نشانات نہیں دیکھے تا کہ اُن سے عبرت حاصل کرتے حالانکہ وہ تباہ شدہ قومیں ان اہلِ مکہ سے طاقت وقوت میں زیادہ تھیں، اس کے باوجود ان سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ وہ عذاب سے بھاگ کر کہیں پناہ لے سکیں، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ تمام موجودات کا علم رکھنے والا اور تمام ممکنات پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (1)

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّىۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ع

ع ۵ ۸ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بے شک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی مقررہ مدت آئے گی تو بیشک اللہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں

1 ......مدارك، فاطر، تحت الآية: ٤٤، ص٩٨٢، روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٤٤، ٣٦٢/٧، ملتقطاً.

کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ مقررہ مدت یعنی قیامت کے دن تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کے عذاب کی مقررہ مدت آئے گی تو یاد رکھو کہ بیشک اللّٰہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے، وہ انہیں اُن کے اعمال کی جزا دے گا اور جو لوگ عذاب کے مستحق ہیں انہیں عذاب فرمائے گا اور جو لائقِ کرم ہیں ان پر رحم وکرم کرے گا۔ (1)

1 ......خازن، فاطر، تحت الآية: ٤٥، ٣/٥٣٨، جلالین، فاطر، تحت الآية: ٤٥، ص٣٦٨، ملتقطاً.

سُوْرَۃُ یٰسٓ

سورۂ یٰسٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ یٰسٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات،کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **5** رکوع، **83** آیتیں، **729** کلمے اور **3000** حروف ہیں۔[2]

''یٰسٓ'' نام رکھنے کی وجہ

یٰسٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ''یٰسٓ'' ہے اس وجہ سے اس سورت کا نام''سورۂ یٰسٓ''رکھا گیا۔

سورۂ یٰسٓ کے فضائل

اَحادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کے لئے قلب ہے اور قرآن کا قلب سورۂ یٰسٓ ہے اور جس نے سورۂ یٰسٓ پڑھی تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔[3]

(2)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''جو اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورۂ یٰسٓ پڑھے گا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے لہٰذا اسے مرنے والے کے پاس پڑھا کرو۔[4]

---

1 ......خازن، سورة يس، ٤/٢.

2 ......خازن، سورة يس، ٤/٢.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل يس، ٤/٤٠٦، الحديث: ٢٨٩٦.

4 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآيات، ٢/٤٧٩، الحديث: ٢٤٥٨.

(3)......حضرت عطاء بن ابی رباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''مجھے خبر ملی ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو دن کے شروع میں سورۂ یٰسٓ پڑھ لے تو اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (1)

(4)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر رات سورۂ یٰسٓ پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے، پھر وہ مر جائے تو شہادت کی موت مرے گا۔ (2)

سورۂ یٰسٓ کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قرآنِ پاک کی عظمت، اللہ تعالٰی کی قدرت و وحدانیت، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منصب اور قیامت میں مُردوں کو زندہ کئے جانے کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالٰی نے قرآن کی قسم کھا کر فرمایا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب جہانوں کو پالنے والے رب تعالٰی کے سچے رسول ہیں اور ان کی رسالت سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ عناد اور دشمنی کرنے والا جس کے ایمان لانے کی امید نہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے لئے خیر اور ہدایت حاصل ہونے کی توقُّع ہے، ان دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور اللہ تعالٰی کے قدیم اور اَزلی علم میں ان کے آثار موجود ہیں۔

(2)......ایک بستی انطاکیہ کے لوگوں کی مثال بیان کی گئی کہ جنہوں نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا اور جو انہیں رسولوں کو جھٹلانے پر نصیحت کرنے آیا تو ان لوگوں نے اسے شہید کر دیا۔ نصیحت کرنے والا تو جنت میں داخل ہوا اور اسے شہید کرنے والوں پر اللہ تعالٰی کا عذاب نازل ہوا اور وہ جہنم میں داخل ہوئے۔

(3)......کفارِ مکہ کو سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بتا کر اس بات سے ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ کفار جیسی رَوِش نہ چھوڑی تو ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

(4)......مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالٰی کی قدرت اور اس کی وحدانیّت پر بنجر زمین کو سرسبز کرنے، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کو مُسَخَّر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کے چلنے سے اِستدلال کیا گیا اور ان حقائق

---

1 ......دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل یس، ٥٤٩/٢، الحدیث: ٣٤١٨.

2 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، ١٨٨/٥، الحدیث: ٧٠١٨.

کا انکار کرنے والے کافروں کو دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے شاعر ہونے کی نفی کی اور یہ بتایا کہ وہ تو قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور اس بات کی خبر دینے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے۔

سورۂ فاطر کے ساتھ مناسبت

سورۂ یٰسٓ کی اپنے سے ماقبل سورت ''فاطر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ فاطر میں بیان ہوا کہ کفارِ مکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے منہ موڑتے اور انہیں جھٹلاتے ہیں اور سورۂ یٰسٓ کی ابتداء میں قرآن کی قسم ذکر فرما کر ارشاد ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، صراطِ مستقیم پر ہیں اور یہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں جن کے آباؤ اَجداد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جاچکا ہے۔[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

1......تناسق الدرر، سورة يس، ص١١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یٰسٓ۔ حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔ سیدھی راہ پر ہو۔

﴿یٰسٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، نیز اس کے بارے مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔ [1]

''یٰسین'' نام رکھنے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''یٰسین'' نام رکھنے کا جو شرعی حکم بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کا ''یٰسین'' اور طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کیونکہ بقولِ بعض علماء ممکن ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیرِ خدا پر صادق نہ آسکیں، اس لئے ان سے بچنا لازم ہے اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بقول یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی سے واقف نہیں، ہوسکتا ہے ان کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے خاص ہو اور آپ کے سوا کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو۔ اِن ناموں کی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بیان کردہ رائے زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان ناموں کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے مُقَدّس نام کے طور پر ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ [2]

نوٹ: جن حضرات کا نام ''یٰسین'' ہے وہ خود کو ''غلام یٰسین'' لکھیں اور بتائیں اور دوسروں کو چاہئے کہ اسے ''غلام یٰسین'' کہہ کر بلائیں۔

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ: حکمت والے قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ''آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا ہے۔'' ان کے اس قول کا یہاں اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا اور قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''حکمت والے قرآن کی قسم! بیشک آپ ان ہستیوں میں سے ہیں جنہیں رسالت کا منصب عطا کیا گیا ہے اور بیشک آپ ایسے سیدھے راستے پر ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والا

1 ......جلالین مع صاوی، یس، تحت الآیۃ: ۱، ۵/۱۷۰۵.

2 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء، ۲۴/۶۸۰-۶۸۱، ملخصاً۔

ہے۔ یہ راستہ توحید اور ہدایت کا راستہ ہے اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی راستے پر رہے ہیں۔ (1)

سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت سب سے زیادہ قوی اور مُعتدل ہے

یاد رہے کہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صراطِ مستقیم پر ہی ہیں اور جب یہ ارشاد فرما دیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسولوں میں سے ہیں تو اسی کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صراطِ مستقیم پر بھی ہیں، البتہ یہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں صراحت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر ہونے کی خبر دینے سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ معتدل ہے۔ (2)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صراطِ مستقیم

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود بھی صراطِ مستقیم پر ہیں جیسا کہ یہاں اللّٰہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا اور آپ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت بھی دیتے ہیں، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔

اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی بھی کرتے ہیں، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔

اور آپ کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ہدایت بھی دیتا ہے، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللّٰہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور

(1) روح البیان، یس، تحت الآیة: ۲-٤، ۷/۳٦٦، جلالین، یس، تحت الآیة: ۲-٤، ص۳٦۸، ملتقطاً.

(2) روح البیان، یس، تحت الآیة: ٤، ۷/۳٦۷، ابو سعود، یس، تحت الآیة: ٤، ٤/۳۷٦، ملتقطاً.

(3) مومنون: ۷۳.

(4) شوری: ٥۲.

وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [1] انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں ''بِہٖ'' کی ضمیر سے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں۔[2]

سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر 2 تا 4 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے تین باتیں مزید معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اتنا بلند ہے کہ کافروں کی طرف سے آپ پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عظمت کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر اپنے مُقدّس کلام قرآنِ مجید کی قسم ارشاد فرمائی ہے اور یہ خصوصیت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ اور کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو حاصل نہ ہوئی۔

(3)......حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سیادت اور سرداری کا وہ رتبہ عطا ہوا ہے جو کسی دوسرے رسول اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا نہیں ہوا۔

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا۔ تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عزت والے مہربان کا اتارا ہوا۔ تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادا کو نہ ڈرایا گیا تو وہ غفلت

1......مائدہ: ١٦.

2......البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٦، ٣/٤٦٣.

میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ: عزت والے مہربان کا اتارا ہوا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم اس رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو اپنی سلطنت میں عزت والا اور اپنی مخلوق پر مہربان ہے، تاکہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآنِ مجید کے ذریعے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے باپ دادا کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے طویل عرصے سے کوئی رسول عَلَیْہِ السَّلَام نہ پہنچا جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان اور ہدایت سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ [1]

قومِ قریش کا تو یہی حال ہے کہ ان میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک ان کے پاس کوئی رسول تشریف نہیں لایا جبکہ اہلِ کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک کوئی رسول تشریف نہیں لایا۔ [2]

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نذیر ہونا عام ہے

یہاں آیت میں بطورِ خاص کفارِ قریش کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا فرمایا گیا اور عمومی طور پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اہلِ عرب، اہلِ کتاب وغیرہ سبھی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام لوگوں کے لئے رسول ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

---

1 ......خازن، يس، تحت الآية: ٥-٦، ٢/٤، روح البيان، يس، تحت الآية: ٥-٦، ٣٦٨/٧، ملتقطاً.

2 ......جمل، يس، تحت الآية: ٦، ٢٧٥/٦، ملخصاً.

3 ......سبا: ٢٨.

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ: بیشک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رسول اور نذیر ہونا بیان فرمایا گیا اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور کسی کو ہدایت دے دینا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری نہیں ہے (یہ اس لئے فرمایا گیا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کے ایمان نہ لانے پر افسردہ اور غمزدہ نہ ہوں)۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر پر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب واجب ہوچکا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے اَزلی علم سے جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے کفر اور انکار پر اِصرار کریں گے اور کفر کی حالت میں ہی انہیں موت آئے گی، اس لئے اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ آپ کے عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔[1]

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کردیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں تو وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس

[1] ……تفسیر کبیر، یس، تحت الآیة: ۷، ۹/۲۵۴، تفسیر قرطبی، یس، تحت الآیة: ۷، ۷/۸، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

آیت میں ان کافروں کے کفر میں پختہ ہونے اور وعظ و نصیحت سے فائدہ نہ اٹھا سکنے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے وہ لوگ جن کی گردنوں میں غُل کی قسم کا طوق پڑا ہو جو کہ ٹھوڑی تک پہنچتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ سر نہیں جھکا سکتے، اسی طرح یہ لوگ کفر میں ایسے راسخ ہو چکے ہیں کہ کسی طرح حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کے حضور سر نہیں جھکاتے۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ان کے حقیقی حال کا بیان ہے اور جہنم میں انہیں اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ (1) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیت ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل ڈالے گا۔ جب اس نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی فاسد ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا اور جب اس نے پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس لوٹا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ کام میں کروں گا اور ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا، چنانچہ وہ پتھر لے کر آیا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے، جب وہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سَلب کر لی، وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آواز سنتا تھا لیکن آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا اور وہ بھی اسے نظر نہ آئے، انہوں نے ہی اسے پکارا اور اس سے کہا: تو نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگا: میں نے ان کی آواز تو سنی تھی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے۔ اب ابوجہل کے تیسرے دوست نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا: میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان حائل ہو گیا، لات و عُزّیٰ کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا ہی جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (2)

1 ......مومن: ٧١.

2 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ٨، ٣/٤، جمل، یس، تحت الآیۃ: ٨، ٦/٢٧٥-٢٧٦، ملتقطاً.

وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور اُنہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے (بھی) ایک دیوار (بنادی) پھر انہیں اوپر سے (بھی) ڈھانک دیا تو انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

﴿وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا: اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی۔﴾ یہ بھی مثال کا بیان ہے کہ جیسے کسی شخص کے لئے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ہر طرف سے راستہ بند کر دیا گیا ہو تو وہ کسی طرح منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان پر ہر طرف سے ایمان کی راہ بند ہے، ان کے سامنے دنیا کے غرور کی دیوار ہے اور ان کے پیچھے آخرت کو جھٹلانے کی اور وہ جہالت کے قید خانہ میں قید ہیں جس کی وجہ سے آیات اور دلائل میں غور وفکر کرنا انہیں مُیَسَّر نہیں ہے۔[1]

یاد رہے کہ اَزلی کفار پر ہدایت اور ایمان کی راہ بند کر کے ان پر جبر نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے خود جو کفر پر اِصرار کیا، تکبر، عناد اور سرکشی کی راہ کو مستقل اختیار کیا، اس عظیم جرم کی سزا کے طور پر ان کے لئے ایمان کا راستہ بند کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

1 ……جمل، یس، تحت الآیة: ۹، ۲۷۷/۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارا انہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ: اور تمہارا انہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن کافروں کا کفر پر جمے رہنا تقدیرِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے آپ کا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے، یہ انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور وہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ کافروں کا ایمان نہ لانا اس وجہ سے نہیں کہ خدا نے انہیں کفر پر ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ چاہتے بھی تو ایمان نہ لا پاتے بلکہ خود ان کافروں نے ضد و عناد کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم کر لی تھی۔

یاد رہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنے حق میں نہ ڈرانے کے برابر نہیں ہے کیونکہ ڈر سنا کر آپ نے تبلیغ کی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (1)

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم تو اُسی کو ڈر سناتے ہو جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے تو اُسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ: تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ١٠، ٣٧٣/٧، تفسیر کبیر، یس، تحت الآیة: ١٠، ٢٥٦/٩، ملتقطاً.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ڈرسنانے اور خوف دلانے سے وہی نفع اٹھاتا ہے جو قرآنِ مجید کی پیروی کرے اور اس میں دیئے گئے احکامات پر عمل کرے اور اللّٰہ تعالیٰ کے غیبی عذاب سے پوشیدہ اور علانیہ ہر حال میں ڈرے اور جس کا یہ حال ہے تو آپ اسے گناہوں کی بخشش اور عزت کے ثواب جنت کی بشارت دے دیں۔(1)

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ﳳ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾

وقف غفران — ع ۱۲ — ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم مُردوں کو جِلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب میں ہر چیز ہم نے شمار کررکھی ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں دین کے ایک بنیادی اصول یعنی رسالت کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے ایک اور بنیادی اصول یعنی قیامت کا ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت کے دن ہم اپنی کامل قدرت سے مُردوں کو زندہ کریں گے نیز دنیا کی زندگی میں انہوں نے جو نیک اور برے اعمال کئے وہ ہم لکھ رہے ہیں تاکہ ان کے مطابق انہیں جزا دی جائے اور ہم ان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ہر چیز ہم نے شمار کررکھی ہے۔(2)

﴿وَاٰثَارَهُمْ: اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات۔﴾ آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ لوگ جو طریقے اپنے پیچھے چھوڑ

(1)……خازن، يس، تحت الآية: ١١، ٣/٤.

(2)……تفسير كبير، يس، تحت الآية: ١٢، ٢٥٧/٩، مدارك، يس، تحت الآية: ١٢، ص٩٧٤-٩٧٥، خازن، يس، تحت الآية: ١٢، ٣/٤، ملتقطاً.

گئے وہ لکھے جارہے ہیں، یہ طریقے اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی، دونوں کا حکم جدا جدا ہے لہٰذا لوگ جو نیک طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حَسَنہ یعنی اچھی بدعت کہتے ہیں اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے اور جو برے طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ سَیِّئَہ یعنی بری بدعت کہتے ہیں، اس طریقے کو نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ سینکڑوں اچھے کام جیسے شریعت کے مطابق فاتحہ، گیارہویں، سوئم، چالیسواں، عرس، ختم، اور میلاد کی محفلیں وغیرہ جنہیں کم علم لوگ بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نیکیوں سے روکتے ہیں، یہ سب نیک کام درست اور اجر و ثواب کا باعث ہیں اور ان کو بدعتِ سیّئہ یعنی بری بدعت بتانا غلط ہے۔ یہ طاعات اور نیک اعمال جو ذکر و تلاوت اور صدقہ و خیرات پر مشتمل ہیں بری بدعت نہیں، کیونکہ بری بدعت وہ برے طریقے ہیں جن سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اور جو سنت کے مخالف ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جو قوم بدعت نکالتی ہے اس سے بدعت کی مقدار سنت اٹھ جاتی ہے۔[2]

تو بری بدعت وہی ہے جس سے سنت اُٹھتی ہو جیسا کہ بعض لوگوں نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے عداوت رکھنے کی بری بدعت نکالی جس کی وجہ سے صحابۂ کرام اور اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ محبت اور نیازمندی کا طریقہ اٹھ گیا حالانکہ شریعت میں اس کا تاکیدی حکم ہے۔ کچھ لوگوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول بندوں جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے اور تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی بدترین بدعت نکالی، اس

[1] ......مسلم، كتاب الزكاة، باب الحثّ على الصدقة ولو بشقّ تمرة... الخ، ص٥٠٨، الحديث: ٦٩(١٠١٧).

[2] ......مسند امام احمد، مسند الشاميين، حديث غضيف بن الحارث رضى الله تعالى عنه، ٦/٤٠، الحديث: ١٦٩٦٧.

سے بزرگانِ دین کی حرمت، عزت، ادب وتکریم اور مسلمانوں کے ساتھ اُخُوَّت اور محبت کی سنّتیں اٹھ جاتی ہیں حالانکہ ان کی بہت شدید تاکیدیں ہیں اور یہ دین میں بہت ضروری چیزیں ہیں۔ [1]

مرنے کے بعد باقی رہ جانے والے اچھے اور برے اعمال کی مثالیں

آیت کی تفسیر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہا ہے جو وہ اپنے بعد چھوڑ گیا خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اس مناسبت سے یہاں ہم انسان کے ان اچھے اور برے اعمال کی پانچ پانچ عام مثالیں دیتے ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور یہ لوگوں کے مشاہدے میں بھی ہیں، چنانچہ اچھے اعمال کی پانچ مثالیں یہ ہیں:

(1)......کوئی شخص دین کا علم پڑھاتا ہے، پھر اس کے شاگرد اپنے استاد کی وفات کے بعد بھی اس علم کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔

(2)......کوئی شخص دینی مدرسہ بنا دیتا ہے جس میں طلباءِ علمِ دین پڑھتے ہیں اور بانی کی وفات کے بعد بھی طلباء دین کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔

(3)......کوئی انسان کسی دینی موضوع پر کتاب تصنیف کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کتاب کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔

(4)......کوئی شخص مسجد بنا دیتا ہے جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

(5)......کوئی شخص کنواں کھدوا کر یا بورنگ کروا کر لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی پانی حاصل کرتے رہتے ہیں۔

برے اعمال کی 5 مثالیں یہ ہیں،

(1)......کوئی شخص فلم سٹوڈیو، سینما گھر، ویڈیو شاپ یا میوزک ہاؤس بناتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی فلمیں بنانے، دکھانے، بیچنے، میوزک تیار کرنے اور سننے سنانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(2)......کوئی شراب خانہ یا قحبہ خانہ بناتا ہے اور عورتوں کو بدکاری کے لئے تیار کرتا ہے جہاں لوگ شرابیں پیتے اور

[1]......خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۸۱۵، ملخصاً۔

بدکاری کرتے ہیں، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی وہ شراب اور بدکاری کے اڈے قائم رہتے ہیں، ان میں لوگ شرابیں پیتے رہتے اور بدکاری ہوتی رہتی ہے اور اس کی تیار کردہ عورتیں بدکاری کرواتی رہتی ہیں۔

(3)......انٹرنیٹ پر فحش ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پر فحاشی، عُریانی اور بے حیائی کی اشاعت کے لئے پیج بناتا ہے، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ انہیں دیکھتے رہتے اور گناہ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔

(4)......کوئی انسان جُوا خانہ بنا کر مر جاتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی جوئے اور سٹے بازی چلتی رہتی ہے۔

(5)......کوئی شخص ایسے قوانین بناتا ہے جو ظلم اور ناانصافی پر مشتمل ہوں اور لوگوں کے درمیان شر اور فساد کی بنیادیں کھڑی کرتا ہے، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی ان قوانین پر عمل ہوتا رہتا ہے اور لوگوں میں شر وفساد جاری رہتا ہے۔

ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث پاک کو ایک بار پھر پڑھیں، چنانچہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ [1]

اس میں جاری رہنے والے نیک اعمال کرنے والوں کے لئے تو ثواب کی بشارت ہے اور ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو جاری رہنے والے گناہوں کا سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں، یہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لیں کہ جب اپنے گناہوں کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ ان کے کندھے پر بھی ہوگا اور اپنے گناہوں کے عذاب کے ساتھ ساتھ دوسروں کے گناہ کا عذاب بھی پائیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللّٰہ تعالٰی ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور گناہِ جاریہ کے جاری سلسلے ختم کر کے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آثار سے مراد وہ قدم ہیں جو نمازی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف چلنے میں رکھتا ہے اور اس معنی پر آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کے کنارے پر رہتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب رہائش اختیار کر لیں، اس پر یہ آیت

1......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحثّ علی الصدقۃ ولو بشقّ تمرۃ... الخ، ص۵۰۸، الحدیث: ۶۹(۱۰۱۷).

نازل ہوئی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، اس لئے تم مکان تبدیل نہ کرو، یعنی جتنی دور سے آ ؤ گے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر وثواب زیادہ ہوگا۔[1]

باجماعت نماز پڑھنے کے لئے دور سے آنے والوں کی فضیلت اور صحابۂ کرام کا جذبہ

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جو بندہ مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے اسے ہر قدم پر ثواب دیا جاتا ہے اور جو زیادہ دور سے چل کر آئے گا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا، ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق مزید 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب آدمی اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے (گھر وغیرہ سے مسجد کی طرف جانے کے لئے) نماز نے نکالا ہو تو جو قدم بھی وہ رکھتا ہے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔[2]

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے آئے، اس کے بعد اسے اجر ملتا ہے جو اس کے بعد دور سے آنے والا ہو۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص مسجد سے جتنا زیادہ دور ہے اسے (جماعت میں شامل ہونے کے باعث) اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔[4]

یہاں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر آنے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے جذبے کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا گھر مسجدِ نبوی سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی تھی، میں نے اسے مشورہ دیا کہ دراز گوش خرید لو جس پر سوار ہو کر

1......ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة یس، ١٥٤/٥، الحدیث: ٣٢٣٧.

2......بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، ٢٣٣/١، الحدیث: ٦٤٧.

3......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل کثرة الخطا الی المساجد، ص٣٣٤، الحدیث: ٢٧٧(٦٦٢).

4......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلاة، ٢٣١/١، الحدیث: ٥٥٦.

دھوپ اور اندھیرے میں آسانی سے (مسجد تک) آسکو۔ اس نے کہا: اگر میرا گھر مسجدِ نبوی کے پہلو میں ہوتا تو یہ میرے لئے کوئی خوشی کی بات نہ تھی، میری نیت یہ ہے کہ میرے لئے گھر سے مسجد تک آنے اور مسجد سے اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹنے کا ثواب لکھا جائے۔ (جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی یہ بات معلوم ہوئی تو) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس سے) ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ نے یہ تمام (ثواب) تمہارے لئے جمع کر دیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی نیتیں مبارک اور جذبات مقدس ہوتے اور وہ نیکیاں جمع کرنے کے انتہائی حریص ہوا کرتے تھے اور چونکہ نماز کے لئے آنے اور جانے میں ہر قدم پر نیکی ملتی ہے، اس لئے وہ زیادہ نیکیاں جمع کرنے کے لئے مسجد سے دور بسنے کا ارادہ کرتے اور پھر بروقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پورا اہتمام بھی کرتے تھے۔ افسوس! فی زمانہ لوگوں کا حال اور اندازِ فکر ہی بدل چکا ہے کہ گھر قریب ہونے کے باجود جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ان کے لئے تکلیف دِہ ہے، مسجد سے دور گھر اس لئے لیتے ہیں تا کہ شرعی طور پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ان پر واجب نہ رہے اور بسا اوقات ان کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ جماعت تو رہی ایک طرف نماز بھی ضائع کرنے لگ جاتے ہیں، یہ تو عوام کا حال ہے اور ان سے زیادہ افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ جماعت کا باقاعدہ اہتمام ان حضرات کے ہاں بھی مفقود ہوتا جا رہا ہے جو اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھے بیٹھے ہیں، البتہ جو شرعاً معذور ہیں ان پر کوئی حکم نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہم سب کو سچی ہدایت اور نیکیاں جمع کرنے کی حرص نصیب فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اگر اللّٰہ تعالیٰ انسان کے نشانِ قدم میں سے کچھ چھوڑتا تو اسے چھوڑ دیتا جسے ہوائیں مٹا دیتی ہیں لیکن اللّٰہ تعالیٰ انسان کے اس نشانِ قدم اور اس کے ہر عمل کا شمار رکھتا ہے یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ اس نشانِ قدم کو بھی شمار کرتا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا اور اسے بھی جو مَعْصِیَت میں چلا، تو اے لوگو! تم میں سے جو اس چیز کی طاقت رکھتا ہو کہ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے قدم لکھے جائیں تو وہ ایسا کرے۔[2]

مسلمان کی عیادت اور ملاقات کیلئے جانے کے فضائل

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ جس نیک کام کے لئے بھی قدم اٹھاتا ہے اس کا وہ قدم شمار کیا جاتا ہے اور اسے ان

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص٣٣٤، الحدیث: ٢٧٨(٦٦٣).

2 ......در منثور، یس، تحت الآیۃ: ١٢، ٧/٤٧.

قدموں کے حساب سے ثواب دیا جائے گا، اسی مناسبت سے یہاں بطورِ خاص مریض کی عیادت کے لئے جانے اور کسی مسلمان سے ملاقات کیلئے جانے کے فضائل ملاحظہ ہوں کہ یہ قدم بھی اطاعتِ الٰہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ (اس کے پاس سے) لوٹ آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا۔‘‘[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللّٰہ تعالیٰ کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ایک مُنادی اسے مُخاطَب کر کے کہتا ہے: خوش ہو جا کیونکہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔‘‘[3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک شخص کسی شہر میں اپنے کسی بھائی سے ملنے گیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس کے راستے میں بھیجا، جب وہ فرشتہ اس کے پاس پہنچا تو اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس شہر میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جسے اتارنے جا رہا ہے؟ اس شخص نے کہا: نہیں! بلکہ میں اللّٰہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے اللّٰہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے بتادوں کہ اللّٰہ تعالیٰ بھی تجھ سے اسی طرح محبت فرماتا ہے جس طرح تو اس کے لئے دوسروں سے محبت کرتا ہے۔‘‘[4]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں مسلمان مریضوں کی عیادت کے لئے جانے اور اپنی رضا کے لئے مسلمان بھائیوں سے ملنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، ص١٣٨٩، الحديث: ٤١(٢٥٦٨).

2......ترمذی، کتاب الجنائز عن رسول الله صلی الله عليه وسلم، باب ما جاء فی عيادة المريض، ٢/٢٩٠، الحديث: ٩٧١.

3......ترمذی، کتاب البرّ والصلة، باب ما جاء فی زيارة الاخوان، ٣/٤٠٥، الحديث: ٢٠١٥.

4......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب فی فضل الحبّ فی الله، ص١٣٨٨، الحديث: ٣٨(٢٥٦٧).

وقف لازم

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَۚ(۱۳) اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ(۱۴) قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ(۱۵) قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ(۱۶) وَ مَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ(۱۷) قَالُوْۤا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸) قَالُوْا طَآىٕرُكُمْ مَّعَكُمْؕ اَىٕنْ ذُكِّرْتُمْؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ(۱۹) وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَۙ(۲۰) اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْــٴَـلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ(۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے مثال بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ جب ہم نے اُن کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا اب ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اُتارا تم نرے جھوٹے ہو۔ وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ بولے ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں بے شک تم اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے بے شک ہمارے ہاتھوں تم پر دکھ کی مار پڑے گی۔ انہوں نے فرمایا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس پر بدکتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بلکہ تم حد سے

بڑھنے والے لوگ ہو۔اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا آیا بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو۔ ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نیگ نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے شہر والوں کی مثال بیان کرو جب ان کے پاس رسول آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے کے ذریعے مدد کی تو ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔لوگوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔رسولوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔اور ہمارے ذمہ صرف صاف صاف تبلیغ کردینا ہی ہے۔لوگوں نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ بیشک اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا پہنچے گی۔رسولوں نے فرمایا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے۔کیا (اس پر بدکتے ہو) کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔اور شہر کے دور کے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿ وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ :اور ان سے شہر والوں کی مثال بیان کرو۔ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کفارِ مکہ کے سامنے شہر والوں کا واقعہ بیان کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں تا کہ جس وجہ سے اس شہر کے کافروں پر عذاب نازل ہوا اس سے یہ لوگ بچیں۔

شہر والوں کے واقعے کا خلاصہ

اس آیت میں شہر والوں کا جو واقعہ بیان کرنے کا فرمایا گیا اس کے کچھ حصے اگلی 16 آیات میں بھی بیان ہوئے ہیں، اس کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ یہاں جس شہر اور جن رسولوں کا تذکرہ ہے ان کے بارے میں مفسرین کے متعدد اَقوال ہیں اور ان میں بہت سے اختلافات ہیں اور ان اختلافات کی اکثر صورتوں پر کئی اِشکالات ہیں، اس لئے ہم ان آیات کی تفسیر میں اس واقعے کے صرف اتنے حصے کو بیان کریں گے جو قرآنِ مجید کی آیات و روایات سے زیادہ واضح طور پر سامنے آرہا ہے اور وہ بطورِ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو رسولوں کو ایک شہر والوں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے ان

شہر والوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کی دعوت سن کر شہر والوں نے انہیں جھٹلایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے رسول کو پہلے دونوں کی مدد کیلئے بھیجا۔ اب ان تینوں رسولوں نے قوم سے اِرشاد فرمایا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، لیکن قوم نے اِس بات کو تسلیم کرنے کی بجائے وہی اعتراض کیا جو اکثر و بیشتر امتوں نے اپنے رسولوں پر کیا تھا اور وہ اعتراض یہ تھا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، لہٰذا تم کیسے خدا کے رسول ہو سکتے ہو؟ یعنی اُن کافروں کے اعتقاد کے مطابق رسول انسانوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے ہونا چاہیے تھا اور یہ چونکہ انسان تھے اس لئے ان کے نزدیک رسول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ کافروں نے یہ بھی کہا کہ خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا یعنی وحی کے نزول کا دعویٰ غلط ہے اور تم جھوٹے ہو جو ہمارے سامنے رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اُن رسولوں نے سخت الفاظ کا جواب سختی کے ساتھ دینے کی بجائے بڑے خوبصورت انداز میں جواب دیا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم خدا کے رسول ہیں اور مزید یہ بھی جان لو ہماری صرف یہ ذمہ داری ہے کہ تم تک خدا کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیں۔ اس کے جواب میں قوم نے کہا کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا تم اپنی اس تبلیغ سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اُن رسولوں نے جواب دیا کہ ہمیں منحوس قرار نہ دو کیونکہ تمہاری نحوست تمہارے کفر و ضلالت کی صورت میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں اس لئے پتھر مارو گے کہ ہم نے تمہیں صحیح بات سمجھانے کی کوشش کی ہے، اگر یہ بات ہے تو تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔

جب یہ مکالمہ جاری تھا اور قوم اُن رسولوں کو شہید کرنے، ایذاء پہنچانے اور ان کے پیغام کو نہ ماننے پر تُلی ہوئی تھی، اسی دوران یہ بات ایک مردِ مومن تک پہنچی جو پہلے سے ہی مومن تھا یا اِن رسولوں سے ملاقات کے بعد مسلمان ہوا تھا اور وہ شہر کے کنارے پر رہتا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تائید اور اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بھاگا ہوا آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اِن رسولوں کی پیروی کرو، اِن کے حقّانیّت پر ہونے کی یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ اِن کا اِس پیغام پہنچانے میں کوئی دُنْیَوی مفاد نہیں، یہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، نیز یہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی باتیں معقول اور سمجھ میں آنے والی ہیں۔ نیز اے میری قوم! میں بھی مسلمان ہوں اور خالقِ کائنات کی عبادت کرنے والا ہوں اور مجھے کیا ہے کہ میں اس خدا کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا، کیا میں اُس کے علاوہ ایسے بتوں کو معبود بناؤں جن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتی اور نہ وہ مجھے اس وقت بچا سکتے ہیں جب خدا مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ اگر اس کے

باوجود میں خدا کے علاوہ کسی کی عبادت کروں تو پھر میں کھلی گمراہی میں ہوں گا، پس میں تو اپنے رب پر ایمان لایا تو تم میری بات سنو اور اس بات پر غور کر کے ایمان لاؤ۔ مردِ مومن کی اِن باتوں کو سننے کے باوجود لوگ ایمان نہ لائے بلکہ اُسے بھی تنگ کرنے کے درپے ہوگئے پھر یا تو وہ خیر خواہ مردِ مومن فوت ہوگئے یا قوم نے انہیں شہید کر دیا اور بعدِ وفات فرشتوں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت کی بشارت سنائی۔ جنت کی خوشخبری سن کر بھی اُس مردِ ناصح نے اپنی قوم کا غم کیا اور یہ تمنا کی: کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور میری عزت افزائی فرمائی ہے۔ آخر کار قوم کے تکذیب کرنے اور ایمان نہ لانے پر اُن پر خدائی عذاب آیا جو ایک چیخ کی صورت میں تھا جس کے نتیجے میں وہ ایسے ہلاک ہو گئے جیسے بجھی ہوئی راکھ ہوتی ہے۔[1]

رسولوں اور مردِ مومن کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

اس واقعے سے 6 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اللہ تعالیٰ اپنے مُقَرَّب بندوں کی دوسرے مقرب بندوں کے ذریعے مدد فرماتا اور انہیں تَقْوِیَت پہنچاتا ہے۔

(2)......دین کی دعوت دینے کے دوران سننے والے کی طرف سے جاہلانہ سلوک ہو تو اس پر صبر کرنا، عَفْو درگُزر سے کام لینا اور حِلم و بُردباری کا مظاہرہ کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ کے نیک اور مُقَرَّب بندوں کو منحوس سمجھنا اور انہیں تکلیف پہنچانے کی دھمکیاں دینا کافروں کا طریقہ ہے۔

(5)......اصل نحوست کفر اور گناہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی مخلوق کی خیر خواہی کرتے ہیں۔

اَشیاء کو منحوس سمجھنے میں لوگوں کی عادت

لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف ان کے دل مائل ہوں اور ان کی طبیعت اسے قبول کرے تو وہ اس چیز کو اپنے حق میں بابرکت سمجھتے ہیں اور جس چیز سے نفرت کرتے اور اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس چیز کو اپنے

[1]......ابن کثیر،یس،تحت الآیۃ:١٣-١٤، ٦/٤٠٥-٥٠٥، روح البیان، یس، تحت الآیۃ:١٤-١٥، ٧/٣٧٨-٣٨٠، ابو سعود، یس، تحت الآیۃ: ١٦-١٧، ٤/٣٨٠، خازن، یس، تحت الآیۃ :١٨-٢٩، ٤/٥-٦، روح المعانی، یس، تحت الآیۃ: ٢٠-٢٩، ١١/٥٤٣-٥٤٩، ١٢/٥-٦، جلالین، یس، تحت الآیۃ: ٢٠-٢٩، ص٣٦٩.

حق میں منحوس سمجھتے ہیں، اسی لئے اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی نحوست ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا یہ نقصان ہو گیا، آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، رشتہ ٹوٹ گیا، اگرچہ اِن سب کی حقیقی وجہ کچھ اور ہو۔ یاد رہے کہ شرعی طور پر نہ کوئی شخص منحوس ہے، نہ کوئی جگہ، وقت یا چیز منحوس ہے، اسلام میں اس کا کوئی تَصَوُّر نہیں اور یہ محض وہمی خیالات ہوتے ہیں۔ یہاں اسی سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ہونے والا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو تا کہ ان وہمی خیالات سے بچنے کا ذہن بنے اور انہیں دور کرنے کے اِقدامات کریں۔

سوال: ایک شخص نجابت خاں جاہل اور بدعقیدہ ہے اور سود خوار بھی ہے، نماز روزہ خیرات وغیرہ کرنا بے کارِ محض سمجھتا ہے، اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانان واہلِ ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ دقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی اور چاہے کیسا ہی یقینی طور پر کام ہو جانے کا وُثوق ہو لیکن ان کا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور رکاوٹ اور پریشانی ہو گی، چنانچہ اُن لوگوں کو ان کے خیال کے مناسب برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے سامنے پڑ گیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے ہیں اور چندے (یعنی کچھ دیر) تَوَقُّف کر کے (اور) یہ معلوم کر کے کہ وہ منحوس سامنے تو نہیں ہے، جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرزِ عمل کیسا ہے؟ (اس میں) کوئی قباحتِ شرعیہ تو نہیں؟

جواب: شرعِ مُطَہَّر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: ”اِذَا تَطَیَّرْتُمْ فَامْضُوْا“ جب کوئی شگونِ بد، گمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو۔ وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے، مسلمان کو ایسی جگہ چاہیے کہ ”اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَ لَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ“ (ترجمہ: اے اللّٰہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔) پڑھ لے، اور اپنے رب پر بھروسا کر کے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔[1]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں کسی چیز کو منحوس سمجھنے اور اس سے بدشگونی لینے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[2]

---

1 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۶۴۱۔

2 ......بدشگونی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”بدشگونی“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

پارہ نمبر...... 23

وَ مَا لِیَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴿وَ مَالِیَ: اور مجھے کیا ہے۔﴾ جب مردِ مومن نے قوم سے رسولوں کی پیروی کرنے کا کہا تو قوم نے ان سے کہا: کیا تم ہمارے دین کے مخالف، ان لوگوں کی پیروی کرنے لگے ہو اور ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ اس کے جواب میں اُس مومن نے کہا کہ اس حقیقی مالک کی عبادت نہ کرنے کا کیا مطلب جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ ہر شخص اپنے وجود پر نظر کرکے اس کی نعمت اور احسان کے حق کو پہچان سکتا ہے۔ (1)

مُبلّغ کے لئے نصیحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو وعظ و نصیحت کرتے وقت ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے وہ غور وفکر کرنے کی بجائے نصیحت کرنے والے کی مخالفت پر اتر آئے، جیسے یہاں اُس خیر خواہ مومن نے قوم کو یہ نہیں کہا کہ تم گمراہ اور خطا کار ہو، تمہاری سوچ غلط اور عقیدے میں خطا ہے بلکہ یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور یہ اس کے حقیقی معبود اور عبادت کا مستحق ہونے کی ایک دلیل ہے، تو اگر میں اس کی وحدانیت کا اقرار نہ کروں اور صرف اسی کی عبادت نہ کروں تو یہ میری ناشکری، احسان فراموشی اور میری خطا ہے، یوں اس لئے کہا تا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنا اور صرف اسی کو عبادت کا مستحق ماننا غلط طریقہ ہوتا تو یہ شخص اپنے لئے اسے اختیار نہ کرتا

(1)...... خازن، یس، تحت الآیة: ۲۲، ۶/۴، روح البیان، یس، تحت الآیة: ۲۲، ۷/۳۸۵، **خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۸۱۸، ملتقطاً۔**

کیونکہ انسان اپنے لئے ہمیشہ صحیح چیز کو ہی اختیار کرتا ہے، اس کے بعد انتہائی لطیف طریقے سے قوم کو اس کی گمراہی پر تنبیہ کی کہ مرنے کے بعد جب تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اس وقت تمہیں اللہ تعالٰی ہی کی بارگاہ میں لوٹایا جائے گا اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی تمہیں جزا ملے گی، اس لئے دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ تم اِن رسولوں کی اتباع کرو اور اللہ تعالٰی کی وحدانیت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرو۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں۔ بے شک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں۔ مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا میں اللہ کے سوا اور معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اِن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہ دے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں گے۔ بیشک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بیشک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا تو تم میری سنو۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً: کیا میں اللہ کے سوا اور معبود بنالوں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے مزید یہ کہا: کیا میں اپنے خالق اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جن کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ اگر رحمٰن عَزَّوَجَلَّ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ بت مجھے کوئی نفع نہیں پہنچاسکتے کیونکہ انہیں سفارش کرنے کی اہلیت اور اس کا حق حاصل ہی نہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی قدرت اور طاقت کے ذریعے مجھے اس نقصان سے بچاسکیں گے اور بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بت عبادت کے مستحق ہرگز نہیں ہیں اور اگر میں اللہ تعالٰی کی بجائے

بتوں کو اپنا معبود بنالوں جب تو بیشک میں کھلی گمراہی میں ہوں گا کیونکہ عاجز اور بے بس بتوں کو اس خالق کے ساتھ شریک کرنا جس کے علاوہ کسی اور کو حقیقی قدرت حاصل نہیں، ایسی گمراہی ہے جو کہ کسی بھی عقل مند سے پوشیدہ نہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹے معبود بت وغیرہ کسی کی شفاعت نہ کرسکیں گے اور اس سے پتہ لگا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے جن کو شفاعت کا اِذن مل چکا ہے وہ ضرور شفاعت کریں گے۔

﴿ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ : بیشک میں تمہارے رب (اللّٰہ) پر ایمان لایا۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جب اُس مُبَلِّغ مومن نے اپنی قوم سے ایسا نصیحت آمیز کلام کیا تو وہ لوگ ان پر یکبارگی ٹوٹ پڑے، ان پر پتھراؤ شروع کیا اور پاؤں سے کچلا، جب قوم نے ان پر حملہ شروع کیا تو انہوں نے جلدی سے رسولوں کی خدمت میں عرض کیا: بیشک میں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا تو آپ میرے ایمان کے گواہ ہو جائیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اُس مُبَلِّغ نے اپنی قوم کو مُخاطَب کرتے ہوئے کہا کہ بے شک میں تمہارے اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جس کا تم انکار کرتے ہو (کیونکہ وہی میرا، تمہارا اور ساری کائنات کا حقیقی رب ہے) تو تم اِن رسولوں کی پیروی کرنے سے متعلق میری بات غور سے سنو اور میری بات مان لو، میں نے تمہیں حق پر مُتَنَبِّہ کردیا ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ عبادت کا حق دار وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ قوم نے ان کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے انہیں شہید کردیا۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِیْ يَعْلَمُوْنَ ۟ۙ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۟

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو کہا کسی طرح میری قوم جانتی۔ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اس سے) فرمایا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: اے کاش کہ میری قوم جان لیتی۔ جیسی

[1]......روح البیان، یس، تحت الآیة: ۲۳-۲۴، ۷/۳۸۵، ملتقطاً.

میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا۔

﴿قِیْلَ: (اس سے) فرمایا گیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے اُس مخلص مُبَلِّغ کو شہید کر دیا تو عزت و اِکرام کے طور پر مُبَلِّغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔

دشمنوں پر رحم کرنا اور ان کی خیر خواہی کرنا بزرگانِ دین کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اُس مخلص مومن اور خیر خواہ مُبَلِّغ نے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اپنی قوم کا بھلا چاہا اور ان کے ایمان لانے کی تمنا کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر بھی رحم فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن اور خصوصاً مُبَلِّغ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دشمنی اور مخالفت کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں ان کا خیر خواہ رہے اور ان کی اصلاح کی دعا کرتا رہے۔ اسی مناسبت سے یہاں دشمنوں پر رحم اور ان کی خیر خواہی کرنے سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت سے 3 واقعات اور خود کو تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے سے متعلق دیگر بزرگانِ دین کے دو واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ ارشاد فرمایا ''ہاں، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، وہ دن میرے لئے جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار ''ابنِ عبد یالیل بن عبد کلال'' کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوتِ اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا (اور اہلِ طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا) میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام ''قَرْنُ الثَّعالب'' میں پہنچ کر میرے ہوش وحواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے، اس بادل میں سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے آواز دی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول

اوران کا جواب سن لیا اوراب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔تا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کرکے عرض کرنے لگا: **یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ** تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اورانہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں آپ کا حکم بجالاؤں۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ''اَخْشَبَیْن'' (ابوقُبَیس اورقُعَیقِعان نام کے) دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔یہ سن کر حضور رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا: (نہیں) بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ **اللّٰہ** تعالیٰ ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف **اللّٰہ** تعالیٰ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔[1]

(2)......حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مُقدّس دانت شہید ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا اس وقت میں وہاں حاضر تھا اور میں انہیں بھی جانتا ہوں جنہوں نے آپ کے چہرے سے خون دھویا اور جنہوں نے چہرے پر پانی ڈالا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے زخم پر کیا چیز ڈالی گئی جس سے خون رک گیا۔**اللّٰہ** تعالیٰ کے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا چہرے سے خون دھورہی تھیں اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ان کے پاس اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لارہے تھے، جب حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے اپنے والد گرامی کے چہرے سے خون دھولیا تو کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی یہاں تک کہ خون بہنا رک گیا، پھر اس وقت سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس قوم پر **اللّٰہ** تعالیٰ کا غضب شدید ہوا جس نے رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرے کو زخمی کیا، پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دعا فرمائی: **اے اللّٰہ!** عَزَّوَجَلَّ، میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔[2]

(3)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: (غزوۂ طائف کے دوران کچھ) لوگوں نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے، آپ ان کے خلاف دعا فرمادیں تو رسولِ کریم صَلَّی

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین والملائکۃ فی السماء... الخ، ۳۸۶/۲، الحدیث: ۳۲۳۱.

2 ......معجم الکبیر، زھرۃ بن عمرو بن معبد التیمی عن ابی حزام، ۱۶۲/۶، الحدیث: ۵۸۶۲.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (ان کے خلاف دعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں یہ) دعا فرمائی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ ثقیف کو ہدایت دیدے۔[1]

(4)......حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک دن کسی صحرا کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو ایک سپاہی ملا، اس نے کہا: تم غلام ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: بستی کدھر ہے؟ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ سپاہی نے کہا میں آبادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ تو قبرستان ہے، یہ سن کر اسے غصہ آیا اور اس نے ایک ڈنڈا آپ کے سر میں دے مارا اور آپ کو زخمی کر کے شہر کی طرف لے آیا، آپ کے ساتھی راستے میں ملے تو پوچھا: یہ کیا ہوا؟ سپاہی نے سب کچھ بیان کر دیا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ لوگوں نے کہا: یہ تو حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں۔ یہ سن کر سپاہی فوراً گھوڑے سے اترا اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگا، پھر آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں غلام ہوں؟ فرمایا: اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو کس کا بندہ ہے بلکہ صرف یہ کہا کہ تو بندہ ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں، کیونکہ میں اللّٰہ تعالٰی کا بندہ ہوں اور جب اس نے میرے سر میں مارا تو میں نے اللّٰہ تعالٰی سے اس کے لئے جنت کا سوال کیا۔ عرض کی گئی: جب اس نے آپ پر ظلم کیا تو آپ نے اس کے لئے دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ اس مصیبت پر مجھے (صبر کرنے کا) ثواب ملے گا تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مجھے تو اچھا اجر ملے اور اُسے عذاب ہو (جو میرے لئے ثواب پانے کا ذریعہ بنا ہے)۔[2]

(5)......ایک شخص نے حضرت احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو گالی دی تو آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، وہ گالیاں دیتے ہوئے آپ کے پیچھے چلتا رہا، جب آپ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو رک گئے اور فرمایا: اگر تمہارے دل میں کوئی اور بات ہے تو وہ بھی یہیں کہہ دو تا کہ محلے کے ناسمجھ لوگ تمہاری بات سن کر تمہیں اَذِیَّت نہ پہنچائیں۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ان بزرگانِ دین کی پاکیزہ سیرت کا صدقہ ہمیں بھی اپنی مخالفت کرنے اور تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی ثقیف وبنی حنیفۃ، ۵/۴۹۲، الحدیث: ۳۹۶۸.

2 ......احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۳/۸۷.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۳/۸۸.

دشمنی، ظلم اور مخالفت کرنے والوں سے متعلق اسلام کی حسین تعلیمات

جن لوگوں کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کی جاتی ہے اور جن پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے انہیں دشمنوں، مخالفوں اور ظالموں کے بارے میں دینِ اسلام نے کیسی عظیم اور حسین تعلیمات دی ہیں اس کی جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔ اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس میں تین چیزیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کا آسان حساب لے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔ (3)

1 ......مائدہ: ٨.

2 ......حم السجدہ: ٣٤، ٣٥.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ١/٢٦٣، الحدیث: ٩٠٩.

اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص تم سے تعلق توڑے تم اس کے ساتھ تعلق جوڑو اور جو تم سے برا سلوک کرے تم اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو اگرچہ وہ تمہارے خلاف ہو۔‘‘ (1)

دینِ اسلام کی ان عظیم الشّان تعلیمات کو دیکھ کر ہر انصاف پسند آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جو دین دشمنی، مخالفت اور ظلم کرنے والوں کے بارے ایسی بہترین تعلیم دے رہا ہے اس سے بڑا امن وسلامتی کا داعی دین اور کون ہو سکتا ہے۔

وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا۔ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم وہاں (کوئی لشکر) اتارنے والے تھے۔ وہ صرف ایک چیخ تھی تو جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

﴿مِنْۢ بَعْدِهٖ: اس کے بعد۔﴾ جب مذکورہ بالا مومن کو شہید کر دیا گیا اور قوم نے ایمان لانے سے بھی انکار کر دیا تو اللّٰہ تعالٰی کا اس قوم پر غضب نازل ہوا اور ان کی سزا میں تاخیر نہ فرمائی گئی۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم ہوا اور ان کی ایک ہی ہَولناک آواز سے سب کے سب مر گئے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا گیا: اور ہم نے اس کی قوم سے اِنتقام لینے کے لئے ان پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس قوم کی ہلاکت کے لئے وہاں کوئی لشکر اتارنے والے تھے بلکہ ان کی سزا کے لئے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی صرف ایک چیخ ہی کافی تھی جس سے وہ اس

1 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، صلة الرحم و الترغیب فیها... الخ، ۲/۱۴۵، الحدیث: ۶۹۲۶، الجزء الثالث.

طرح فنا ہو گئے جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔

اللہ تعالٰی کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان

اس آیت کے تحت مفسرین نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان سے متعلق بہت ہی پیارا کلام فرمایا ہے، چنانچہ

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر وغیرہ میں اللہ تعالٰی کا فرشتوں کے لشکر نازل فرمانا سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کے لئے تھا ورنہ کافروں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے ایک فرشتے کا اپنے پر کو ہلا دینا ہی کافی تھا۔(1)

امام ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (کفار کو ہلاک کرنے کے لئے) صرف ایک فرشتہ ہی کافی ہے، جیسے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے شہر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے پروں میں سے ایک پر سے تباہ وبرباد کر دیئے گئے اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود کے علاقے ایک ہی چیخ سے تباہ کر دیئے گئے، لیکن اللہ تعالٰی نے تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر، حتّٰی کہ اُولُو العزم رسولوں پر بھی ہر چیز میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فضیلت عطا فرمائی ہے تو حبیب (اس مومن کا نام جس کا اوپر ذکر ہوا) پر بدرجہ اَولیٰ فضیلت دی ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کرامت اور اعزاز کے وہ اَسباب عطا فرمائے ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کئے، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے آسمان سے لشکر اتارے اور یہاں آیت میں **''وَمَاۤ اَنْزَلْنَا''** اور **''وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ''** فرما کر گویا کہ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، فرشتوں کے لشکر نازل کرنا انتہائی عظمت کا حامل ہے اور اس کے لئے آپ کے سوا اور کوئی اہلیت نہیں رکھتا اور ہم آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ایسا نہیں کریں گے۔(2)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان آیات میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ جب فرشتے کی ہلکی سی چیخ کثیر جماعت کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے تو

---

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ٢٨، ٢٦٩/٩.

2 ......تفسیر قرطبی، یس، تحت الآیۃ: ٢٨، ١٨/٨، الجزء الخامس عشر.

اس سے ظاہر ہوا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق کے دن آسمان سے لشکروں کو اتارا جانا فرشتوں کی مدد کی ضرورت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کی تعظیم اور آپ کے مرتبے کی عظمت کی وجہ سے تھا۔[1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کے دن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ مل کر (کفار سے) لڑائی کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے، انہیں نازل کیا جانا تمام کفار کو ہلاک کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عزت وتکریم کے لئے تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں کا نزول اور ان کے ذریعے مدد پہنچایا جانا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں سے ہے۔[2]

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۰

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا گیا کہ ہائے افسوس ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور کہا گیا کہ) ہائے افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے ہیں۔

﴿یٰحَسْرَةً: ہائے افسوس۔﴾ ممکن ہے کہ فرشتوں نے یہ کلام کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مومنین کا کلام ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلام اللّٰہ تعالٰی نے فرمایا ہو، پہلی دو صورتوں میں آیت کا معنی واضح ہے اور تیسری صورت میں یہاں حسرت سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللّٰہ تعالٰی کی شان کے لائق نہیں بلکہ یہاں معنی یہ ہوگا حضرت حبیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی قوم کے لوگ اور ان کے جیسے وہ لوگ جو اللّٰہ تعالٰی کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ حسرت کرنے والے ان پر حسرت کریں اور افسوس کرنے والے ان کے حال پر افسوس

1 ......روح البيان، يس، تحت الآية: ٢٨، ٣٨٨/٧.

2 ......صاوى، يس، تحت الآية: ٢٨، ١٧١٣/٥.

کریں کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول تشریف لائے تو یہ اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے تھے۔[1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اور اقوال بھی تفاسیر میں موجود ہیں، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے علماءِ کرام عربی تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک فرمائیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں۔ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر لائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں۔ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہ دیکھا۔﴾ سابقہ لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں موجود لوگوں سے کلام کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ جو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں، کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اب وہ دنیا کی طرف لوٹنے والے نہیں۔ تو کیا یہ لوگ ان کے حال سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔[2]

آیت " اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں آواگون کی نفیس تردید ہے یعنی ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق بار بار مرنے اور جنم لینے کا سلسلہ

[1] ......جلالین مع جمل، یس، تحت الآیة: ۳۰، ۶/۲۸۷، مدارك، یس، تحت الآیة: ۳۰، ص۹۸۷، ملتقطاً.
[2] ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیة: ۳۱، ۹/۲۷۰-۲۷۱، خازن، یس، تحت الآیة: ۳۱، ۴/۶، ملتقطاً.

باطل ہے کیونکہ ایک بار مرنے کے بعد کوئی دوبارہ پلٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا۔

(2)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر **اللہ** تعالٰی کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے اسے آخری امت بنایا تاکہ اس امت کے لوگ سابقہ امتوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور یہ کسی اور امت کے لئے عبرت ونصیحت نہ ہوں۔

﴿وَ اِنْ كُلٌّ : اور جتنے بھی ہیں۔﴾ یعنی تمام امتیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حساب اور جزاء کے لئے ہماری بارگاہ میں حاضر کی جائیں گی اور ہم انہیں ان کے اچھے برے تمام اعمال کی جزا دیں گے۔(1)

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اناج نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں۔

﴿وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ : اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں حشر کا بیان ہوا اور اب یہاں سے اس چیز کو ذکر کیا جا رہا ہے جو اس کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے تاکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد ہو، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرنے والی ایک عظیم اور واضح نشانی مردہ یعنی خشک اور بنجر

1 ......جلالین، یس، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۳۷۰، خازن، یس، تحت الآیۃ: ۳۲، ۴ /۶، ابن کثیر، یس، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶ /۵۱۰، ملتقطاً.

زمین ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا پانی برسا کر اسے زندہ کیا یعنی اس میں نَشوونُما کی قوت پیدا کی اور پھر اس زمین سے اناج نکالا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اور ان کے مویشیوں کے لئے رزق بنایا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح وہ مُردوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔(1)

وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِۙ(۳۴) لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ(۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے۔ کہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور یہ ان کے ہاتھ کے بنائے نہیں تو کیا حق نہ مانیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے۔ تاکہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے تو کیا وہ شکر ادا نہیں کریں گے؟

﴿وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ: اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ان باغوں کی آب پاشی کے لئے زمین میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ اناج کی طرح ان باغات کے پھلوں میں سے بھی کھائیں اور اگرچہ اناج اور پھل حاصل کرنے کے لئے بیج لوگوں نے بوئے اور آب پاشی انہوں نے کی، مگر بیج سے شاخ انہوں نے نہیں نکالی، اس شاخ کو بالی اور تنا ور درخت انہوں نے نہیں بنایا، بالی سے اناج اور درخت سے پھل پیدا کرنے میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، تو کیا ان دلائل کا مُشاہدہ کرنے کے بعد بھی وہ حق کو نہیں مانیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت کا اقرار کر کے اس کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کریں گے؟

1 ......تفسير كبير، يس، تحت الآية: ٣٣، ٩/٢٧٢، روح البيان، يس، تحت الآية: ٣٣، ٧/٣٩٢، ملتقطاً.

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے، زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے اور لوگوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ جانتے بھی نہیں ہیں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا: پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے۔﴾ یہاں آیت میں اَزواج سے مراد اَصناف اور اَقسام ہیں اور ازواج کو اَنواع اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر نَوع اپنی قسم کا جوڑا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ شریک سے اور ہر نقص وعیب سے پاک ہے جس نے تمام اصناف اور انواع کو پیدا فرمایا، ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں زمین اگاتی ہے جیسے اناج، پھل اور نباتات وغیرہ، اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق خود لوگوں کے نفسوں سے ہے جیسے ان کی مذکر اور مؤنث اولاد اور کچھ وہ ہیں جن کی انسانوں کو خبر بھی نہیں ہے۔ (1)

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیرے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو جبھی وہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔

---

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیة: ٣٦، ٧/٣٩٥.

﴿وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ: اوران کے لیےایک نشانی رات ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں زمین کے اَحوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اِستدلال فرمایا گیا اور اب اس آیت میں رات کے وجود سے قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی رات ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج کو غروب کرکے رات کو دن سے جدا کردیتا ہے، اس کے بعد رات ایسے تاریک ہوجاتی ہے جیسے انتہائی کالی شے پر چڑھا ہوا سفید لباس اتار لیا جائے تو پھر وہ سیاہ ہی سیاہ رہ جاتی ہے اور رات ہونے پر لوگوں کو اندھیرے میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ پس دن کی روشنی کو رات سے جدا کردینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی اور اس کی قدرت ذاتی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں، تو جس کی قدرت کا یہ حال ہے وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ ظاہری اعتبار سے یہ دن کو رات سے جدا کردینے سے بھی زیادہ آسان ہے۔[1]

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا، یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے۔

﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا: اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والوں کے لئے اس کی عظیم قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی سورج ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت تک چلتا رہے گا۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس وقت تک سورج کے چلنے کی انتہا مقرر فرمائی گئی ہے اس وقت تک وہ چلتا ہی رہے گا اور وہ انتہائی وقت قیامت کا دن ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سورج اپنی منزلوں میں چلتا ہے اور جب سب سے دور والے مغرب میں پہنچتا ہے تو پھر لوٹ پڑتا ہے

[1] ……روح البیان، یس، تحت الآیة: ۳۷، ۷/۳۹٦، مدارك، یس، تحت الآیة: ۳۷، ص۹۸۹، تاویلات اهل السنه، یس، تحت الآیة: ۳۷، ٤/۲۰۰، ملتقطاً.

کیونکہ یہی اس کا مُستقر ہے اور سورج کا اِس طرح چلتے رہنا اُس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی تمام مخلوقات کا علم رکھنے والا ہے اور اس کی قدرت بھی کامل ہے، تو جس کی یہ شان ہے وہی واحد معبود ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔[1]

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہوجاتا ہے۔

﴿وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔**﴾** چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، ہر رات ایک منزل میں ہوتا ہے اور پوری منزل طے کرلیتا ہے، نہ کم چلتا ہے نہ زیادہ، اپنے طلوع ہونے کی تاریخ سے لے کر اٹھائیسویں تاریخ تک تمام منزلیں طے کرلیتا ہے اور اگر مہینہ تیس کا ہو تو دو راتیں اور انتیس کا ہو تو ایک رات چھپتا ہے اور جب اپنی آخری منزل میں پہنچتا ہے تو کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہوجاتا ہے جو سوکھ کر پتلی، کمان کی طرح خم دار اور زرد ہوگئی ہو۔[2]

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

---

1 ......روح البيان، يس، تحت الآية: ٣٨، ٧ /٣٩٧، خازن، يس، تحت الآية: ٣٨، ٤ /٧، جلالين، يس، تحت الآية: ٣٨، ص٣٧٠، ملتقطاً.

2 ......مدارك، يس، تحت الآية: ٣٩، ص٩٨٩، جلالين، يس، تحت الآية: ٣٩، ص٣٧٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سورج کولائق نہیں کہ چاند کو پکڑ ے اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا ہے۔

﴿ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ : سورج کولائق نہیں کہ چاند کو پکڑے۔﴾ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے سورج، چانداور رات وغیرہ کو حکمت کے تقاضوں کے مطابق پیدافرمایا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ رات میں چاند کو پکڑ سکے جو کہ چاند کی شوکت کے ظہور کا وقت ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ سورج چاند کے ساتھ جمع ہو کر اس کے نور کو مغلوب کر دے کیونکہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک کی شوکت کے ظہور کے لئے ایک وقت مقرر ہے یعنی سورج کے لئے دن اور چاند کے لئے رات۔ نیز رات دن پر سبقت نہیں لے جاسکتی، یوں کہ دن کا وقت پورا ہونے سے پہلے آ جائے بلکہ رات اور دن دونوں مُعَیَّن حساب کے ساتھ آتے جاتے ہیں، کوئی ان میں سے اپنے وقت سے پہلے نہیں آ تا اور سورج وچاند میں سے کوئی دوسرے کی شوکت کی حدود میں داخل نہیں ہوتا، نہ سورج رات میں چمکتا ہے نہ چاند دن میں اور ان میں سے ہر ایک ایک دائرے میں چل رہا ہے۔

کائنات کی ابتدا سے لے کر اب تک سورج اور چاند کے نظام کا اس مَربوط اور مُنَظَّم انداز میں چلنا اور اس میں کسی طرح کا کوئی اختلاف واقع نہ ہونا اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ اسے چلانے والا موجود ہے، وہ واحد ہے، کامل قدرت اور بے انتہاء علم والا ہے۔

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ انہیں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے بھری کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسلوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے

ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پرسوار ہوتے ہیں۔

﴿وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ: اوران کے لیےایک نشانی یہ ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں زمینی اورآسمانی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مَظاہر کا ذکر ہوااوراب یہاں سے بحری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مَظاہر بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشادفرمایا: لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت پردلالت کرنے والی ایک عظیم نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذُرِّیَّت (یعنی نسل) کوبھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ذُرِیّت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ذُرِیّت سے مراد کفارِ مکہ کی اولادیں ہیں جنہیں وہ تجارت کے لئے بھیجا کرتے تھےاور جس کشتی میں وہ سوار ہوتے تھے وہ سامان اور اَسباب وغیرہ سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔دوسراقول یہ ہے کہ اس آیت میں جس کشتی کا ذکر ہےاس سے مراد حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی ہے جس میں مکہ والوں کے آباؤ اَجداد سوار کئے گئے تھےاور یہ ان کی ذُرِیّت (ذرات کی شکل میں)ان کی پُشت میں تھی اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی سامان اوراسباب وغیرہ سے بھری ہوئی تھی۔[1]

اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ وزنی چیز پانی میں ڈوب جاتی ہےلیکن کشتی انتہائی وزنی ہونے کے باوجودڈوبتی نہیں بلکہ سینکڑوں افراداورٹنوں کے حساب سے وزن اٹھا کربھی پانی کی سطح پرچلتی رہتی ہے کیونکہ خدانے یہ نظام ایسے ہی بنایاہے۔

﴿وَ خَلَقْنَا لَهُمْ: اورہم نے ان کے لیے بنادیں۔﴾ یعنی ہم نے مکہ والوں کے لیےصورت اورشکل میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی جیسی ہی کشتیاں بنادیں جن پروہ سمندری سفر کے دوران سوار ہوتے ہیں۔[2]

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورہم چاہیں توانہیں ڈبودیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کوپہنچنے والا ہواور نہ وہ بچائے جائیں۔مگر ہماری

1 ……روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۴۱، ۷/۴۰۳، ابو سعود، یس، تحت الآیۃ: ۴۱، ۴/۳۸۶، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۴۲، ۷/۴۰۴، سمرقندی، یس، تحت الآیۃ: ۴۲، ۳/۱۰۱، ملتقطاً.

طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ انہیں بچایا جائے۔ مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے (کی مہلت ہو)۔

﴿وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ: اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کشتیوں میں موجود لوگوں کو ڈبو دیں تو اس وقت کوئی ایسا نہ ہوگا جو اُن ڈوبنے والوں کی فریاد کو پہنچ کر ان کی مدد کرے اور نہ ہی خدا کے حکم کے بعد لوگوں کو ڈوب کر مرنے سے بچایا جائے گا البتہ دو صورتوں میں یہ لوگ بچ سکتے ہیں، پہلی یہ کہ ہم ان پر رحم فرمائیں، دوسری یہ کہ ان کی دنیا سے فائدہ اٹھانے کی مہلت ابھی باقی ہو۔[1]

سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر 43 اور 44 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اپنی حفاظت کے مادی اَسباب اور ذرائع پر غرور نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسباب اختیار کر کے اللہ تعالٰی کی رحمت اور اس کے کرم پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

(2)......عیش و آرام اور نعمتوں سے مالا مال ہونے کی حالت میں اللہ تعالٰی کے عذاب اور اس کے قہر و غضب سے غافل اور بے خوف نہیں ہونا چاہئے اور دورانِ سفر تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ سفر کی حالت میں انسان کے حادثے کا شکار ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور یہ دیکھا بھی گیا ہے کہ لوگ اللہ تعالٰی سے غافل ہو کر اور موج مستی کرتے ہوئے سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک ٹرین اور بس وغیرہ حادثے کا شکار ہو جاتی ہے اور لوگ مر جاتے ہیں، اسی طرح بحری جہاز میں سفر کرنے والے اچانک سمندری طوفان کی لپیٹ میں آ کر غرق ہو جاتے ہیں، یونہی ہوائی جہاز میں سفر کرنے والے دورانِ پرواز اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

[1]......ابن كثير، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ٦/٥١٥-٥١٦، البحر المحيط، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ٧/٣٢٤، جلالين، يس، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ص٣٧٠، ملتقطاً.

تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے ڈرو تم اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے اس امید پر کہ تم پر مہر ہو تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو منہ ہی پھیر لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے، ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ : اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ تم اس عذاب سے ڈرو جو دنیا میں تم پر آسکتا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو آخرت میں آنے والا ہے اور ایمان لے آؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے نجات پا جاؤ تو وہ اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کا کردار صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ وہ ایسے پتھر دل ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کا دستور اور طریقہ کار ہی یہ ہے کہ وہ ہر آیت اور نصیحت سے اِعراض اور رُوگردانی کرتے ہیں۔

نصیحت سے منہ پھیرنا کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کا کہا جائے اور ان کی نافرمانی کرنے پر ہونے والے عذاب سے ڈرا کر نصیحت کی جائے تو اس سے منہ پھیر لینا کفار کا طریقہ اور ان کا دستور ہے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں میں بھی اس سے ملتی جلتی صورتِ حال نظر آرہی ہے کہ

جب انہیں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور بد عملی وگناہوں سے بچنے کا کہا جاتا ہے اورایسا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو ان کے طرزِ عمل سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں اورانہیں جو نصیحت کی گئی ہے اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت قبول کرنے اوراس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُۙ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: اور جب ان سے فرمایا جائے۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے انسانی ہمدردی کی بنا پر کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے نکالا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا۔ ان کا اس بات سے مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور ہے کہ مسکین لوگ محتاج رہیں، اس لئے انہیں کھانے کو دینا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے خلاف ہوگا۔ یہ بات انہوں نے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہی تھی اور یہ بات انتہائی باطل تھی کیونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، فقیری اورامیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور مالدار کی آزمائش اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں حکمت اور مَشِیَّت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے، جب ان سے

کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو وہ اس کے جواب میں کہتے تھے: ہر گز نہیں! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محتاج کر دے اسے ہم کھلائیں۔ (1)

لوگوں کی مالداری اور محتاجی میں ان کی آزمائش ہے

یاد رہے کہ مالی اعتبار سے تمام لوگوں کو ایک جیسا نہیں بنایا گیا بلکہ بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنایا گیا ہے اور اس امیری و غریبی کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو آزمایا جائے، جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْؕ-اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ﳲ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا اور تم میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلندی عطا فرمائی تاکہ وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے بیشک تمہارا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور تم سب کو مالدار بنا دیتا اور تم میں سے کوئی محتاج نہ ہوتا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور تم سب کو محتاج بنا دیتا اور تم میں سے کوئی مالدار نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے امتحان میں مبتلا کیا ہے۔ (4)

---

1 ......خازن، يس، تحت الآية: ٤٧، ٤/٨، مدارك، يس، تحت الآية: ٤٧، ص ٩٩٠، ملتقطاً.

2 ......انعام: ١٦٥.

3 ......بقره: ١٥٥.

4 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، ما ذکر عن نبیّنا صلی الله علیه وسلم فی الزهد، ١٢/٢٨، الحدیث: ٣٥٣٣٤. الفاروق الحديثية للطباعة والنشر قاهره.

امیر کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں اور غریب کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی غربت اور محتاجی پر صبر وشکر کا مظاہرہ کرتا ہے یا نہیں، لہٰذا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں اور اسی کی اطاعت میں خرچ کرے تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو، یونہی جسے اللہ تعالیٰ نے محتاج بنایا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ صبر وتحمل کا دامن مضبوطی سے تھامے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہ کر اس امتحان میں سُرخرو ہونے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور محتاجی سے محفوظ فرمائے اور محتاجی میں مبتلا ہو جانے کی صورت میں صبر وشکر کرنے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کی مذمت

یہاں راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے پر کفار کی مذمت کی گئی، اسی مناسبت سے یہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کرنے کی مذمت پر مشتمل دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’روزانہ جب بندے صبح کے وقت اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، خرچ کرنے والے کو (اس کی خرچ کی ہوئی چیز کا) بدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، بخل کرنے والے نے جو مال بچا کر رکھا ہے اسے ضائع کر دے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بخل کرنے والے اور خیرات کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کی زِرہیں ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ سینے کے ساتھ گلے سے بندھے ہوئے ہوں، جب خیرات کرنے والا کوئی خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ ڈھیلی ہو جاتی ہے اور بخیل جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زِرَہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر سخت ہو جاتا ہے۔[2]

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ سخی آدمی جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور

---

1 ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰہ تعالی: فامّا من اعطی واتقی... الخ، ۱/۴۸۵، الحدیث: ۱۴۴۲.

2 ......بخاری، کتاب اللباس، باب جیب القمیص من عند الصدر وغیرہ، ۴/۴۹، الحدیث: ۵۷۹۷.

خرچ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ کھل جاتا ہے جبکہ بخیل شخص جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ بندھ جاتے ہیں۔ (1)

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو راہِ خدا میں خرچ کرنے اور بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ بات کفار نے مسلمانوں سے کہی تھی۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کھلی گمراہی میں ہو کیونکہ تم نے ہمارے طریقے کو چھوڑ دیا اور محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی پیروی کرنے لگ گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب کافروں نے مسلمانوں کی بات کا جواب دیا تو اللہ تعالٰی نے کافروں سے فرمایا کہ تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔ (2)

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آلے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے۔ تو نہ وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)۔ وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کررہے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ تو نہ وہ وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر جاسکیں گے۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہ

---

1 ......التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف المیم، ۲/۳۷۰.

2 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴/۹.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے کہا: تم ہمیں یہ کہہ رہے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب آئے گا؟ ان لوگوں کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے بار بار پوچھنے سے یہی نظر آرہا ہے کہ وہ صرف صُور کے پہلے نفخہ کی اس چیخ کا انتظار کررہے ہیں جسے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام پھونکیں گے اور وہ چیخ اس حال میں ان تک پہنچے گی کہ وہ دنیا کے جھگڑوں جیسے خرید وفروخت میں، کھانے پینے میں، بازاروں اور مجلسوں میں اور دنیا کے کاموں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''خریدار اور بیچنے والے کے درمیان کپڑا پھیلا ہوگا، نہ سودا تمام ہونے پائے گا، نہ کپڑا لپیٹ سکے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔ یعنی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے اور وہ کام ویسے ہی ناتمام رہ جائیں گے، نہ انہیں خود پورا کرسکیں گے، نہ کسی دوسرے سے پورا کرنے کو کہہ سکیں گے اور جو گھر سے باہر گئے ہیں وہ واپس نہ آسکیں گے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت جو لوگ اپنے گھر والوں کے درمیان ہوں گے وہ وصیت نہ کرسکیں گے اور جو لوگ گھروں سے باہر ہوں گے وہ اپنے گھر پلٹ کر نہ جاسکیں گے بلکہ جہاں چیخ سنیں گے وہیں مر جائیں گے اور قیامت انہیں کچھ کرنے کی فرصت اور مہلت نہ دے گی۔ [1]

دنیا میں قیامت کی تیاری کرنا ہی عقلمندی ہے

یہاں کفار مکہ کو قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں بتایا گیا کیونکہ یہ اللّٰہ تعالٰی کی حکمت کے خلاف ہے اور انہیں جو جواب دیا گیا اس میں ان لوگوں کو یقینی طور پر آنے والی چیز پر تنبیہ فرمائی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان قیامت کا وقت اور اس کی تاریخ کی تحقیق میں وقت ضائع کرنے کی بجائے قیامت کی تیاری کرے اور اپنی مختصر زندگی میں وہ کام کرے جن سے اسے قیامت کے دن کامیابی نصیب ہو لیکن افسوس! کفار کی غفلت تو اپنی جگہ مسلمانوں کی غفلت اور سُستی کا حال دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ قیامت قائم ہوجائے تو ہی اس کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ　　　ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ

[1] ......خازن، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ۹/۴، مدارك، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ص ۹۹۰، جلالین، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ص ۳۷۱، ابو سعود، یس، تحت الآیة: ۴۸-۵۰، ۳۸۸/۴-۳۸۹، ملتقطاً.

مُّعْرِضُوْنَ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (1)

غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور لوگوں کی غفلت کا ایک سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْــٴَـلُنَّ يَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور قیامت کے دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللّٰہ کا عذاب بڑا اشدید ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......انبیاء: ۱-۳۔
2 ......تکاثر: ۱-۸۔
3 ......حج: ۱-۲۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللّٰہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

اور انسان کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِۚ(۶) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ(۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ(۸) وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۹) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ(۱۰) فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ(۱۱) وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ(۱۲) اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ(۱۳) اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَۚۛ(۱۴) بَلٰۤىۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے انسان! بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے تو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا اور جسے اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا تو وہ عنقریب موت مانگے گا اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بیشک وہ اپنے گھر میں خوش تھا، اس نے سمجھا کہ وہ واپس نہیں لوٹے گا۔ ہاں، کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ غفلت اور سُستی سے جان چھڑا کر اپنی آخرت بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کرے اور اپنی زندگی اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے گزارے تاکہ آخرت میں اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسے کامیابی نصیب ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی آخرت کی فکر کرنے اور اس کے لئے خوب تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......لقمان:٣٣.

2 ......انشقاق:٦-١٥.

وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا هُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ٜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَ صَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

﴿ وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ: اور صور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مُردوں کو اٹھانے کے لئے دوسری مرتبہ صُور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ کفار زندہ ہوکر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور اپنے حقیقی رب عَزَّوَجَلَّ کے اس مقام کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے جو حساب اور جزا کے لئے تیار کیا گیا ہوگا اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: وہ یہ بات اس لئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دونوں نَفخوں کے درمیان ان سے عذاب اٹھا دے گا اور اتنا زمانہ وہ سوتے رہیں گے اور دوسرے نَفخہ کے بعد جب وہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے اور قیامت کی ہَولناکیاں دیکھیں گے تو اس طرح چیخ اٹھیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کفار جہنم اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں انہیں قبر کا عذاب آسان معلوم ہوگا، اس لئے وہ خرابی اور افسوس پکار اٹھیں گے اور اس وقت کہیں گے: یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سچ فرمایا تھا، لیکن اس وقت کا اقرار

انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ایک قول یہ ہے کہ فرشتے کافروں سے یہ کہیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ جب کافر کہیں گے: کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگادیا؟ تو اس وقت مومنین کہیں گے کہ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے سچ فرمایا تھا۔[1]

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْــٴًـا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہ ہوگی مگر ایک چنگھاڑ جبھی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے۔تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کئے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کردیئے جائیں گے۔ تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً: وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسرا نفخہ ایک ہولناک آواز ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لئے حاضر کردیئے جائیں گے، پھر ان کافروں سے کہا جائے گا: آج کسی جان پر اس کے ثواب میں کمی کر کے یا اس کے عذاب میں اضافہ کر کے کچھ ظلم نہ ہوگا اور اے کافرو! یہاں تمہیں تمہارے ان اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم نے دنیا میں کئے تھے۔[2]

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾

1 ......روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۷/۴۱۱-۴۱۲، خازن، یس، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۴/۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، یس، تحت الآیۃ: ۵۳-۵۴، ۴/۹، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۵۳-۵۴، ۷/۴۱۲-۴۱۳، ملتقطاً.

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے ہیں۔ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں ہیں تختوں پر تکیہ لگائے۔ ان کے لیے اس میں میوہ ہے اور ان کے لیے ہے اس میں جو مانگیں۔ ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنت والے آج دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز (ہورہے) ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا۔

﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ: بیشک جنت والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں قیامت کے دن کافروں کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے اہلِ جنت کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات میں اہلِ جنت کے چار اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......قیامت کے دن جنت والے دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز ہورہے ہوں گے اور طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے سُرُور، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت، جنّتی نہروں کے کنارے، جنّتی درختوں کی دلنواز فضائیں، طَرب اَنگیز نغمات، جنت کی حسین و جمیل حوروں کا قرب اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنا، یہ ان کے شغل ہوں گے۔

(2)......وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ ان بیویوں میں دنیا کی مومنہ منکوحہ بیویاں بھی داخل ہیں اور حوریں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوریں لونڈیوں کی حیثیت سے نہ ہوں گی بلکہ بیوی کی حیثیت سے ہوں گی۔

(3)......ان کے لیے جنت میں ہر قسم کا پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ یاد رہے کہ جنت میں چونکہ نفسِ اَمّارہ فنا کردیا جائے گا اس لئے کوئی جنتی بری چیز کی خواہش نہ کرے گا۔

(4)......ان پر مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان پر سلام فرمائے گا خواہ واسطے کے ساتھ ہو

یا واسطے کے بغیر اور یہ خدا کے سلام والی نعمت وفضیلت سب سے عظیم ومحبوب مراد ہے۔ فرشتے اہلِ جنت کے پاس ہر دروازے سے آ کر کہیں گے تم پر تمہارے رحمت والے رب کا سلام ہو۔ [1]

وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کہا جائے گا) اے مجرمو! آج الگ الگ ہو جاؤ۔

﴿وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ : اور آج الگ الگ ہو جاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اہلِ جنت کا اُخروی حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے اہلِ جہنم کا اُخروی حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کہا جائے گا: اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ جس وقت مومن جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، اس وقت کفار سے کہا جائے گا کہ الگ ہٹ جاؤ اور مومنین سے علیحدہ ہو جاؤ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کفار کو یہ حکم ہوگا کہ الگ الگ جہنم میں اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا جائے گا جیسے یہودیوں، عیسائیوں، ، مجوسیوں، ستارہ پرستوں اور ہندوؤں کو جو کہ الگ الگ فرقے ہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔ [2]

ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول نقل کرتے ہیں کہ (قیامت کے دن) ایک منادی یوں ندا کرے گا: اے کافرو! تم مومنوں سے الگ ہو جاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں اور اے منافقو! تم مخلص لوگوں سے جدا ہو جاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں اور اے فاسقو! تم نیک لوگوں سے جدا ہو جاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں اور اے گناہگارو! تم اطاعت گزاروں سے جدا ہو جاؤ کیونکہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ [3]

---

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٥٥-٥٨، ٤/٩-١٠، مدارك، یس، تحت الآیة: ٥٥-٥٨، ص ٩٩١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، یس، تحت الآیة: ٥٩، ص ٩٩٢، قرطبی، یس، تحت الآیة: ٥٩، ٨/٣٥-٣٦، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

3 ......تفسیر سمرقندی، یس، تحت الآیة: ٥٩، ٣/١٠٤.

مجھے نہیں معلوم کہ میں کس گروہ میں جدا کیا جاؤں گا؟

اس قول کے مطابق مسلمانوں کے لئے بھی اس آیت میں بڑی عبرت ہے اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی بہت حاجت ہے کہ کہیں ان میں سے بھی کسی فرد کو مجرموں کے گروہ میں داخل نہ کر دیا جائے۔ ہمارے بزرگانِ دین اس حوالے سے کس قدر فکر مند رہا کرتے تھے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی کہ آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اور ان سے باتیں کیوں بیان نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: چار باتوں نے مجھے مشغول کر دیا ہے، اگر میں ان سے فارغ ہو گیا تو میں ضرور تمہارے پاس بیٹھوں گا اور تمہارے ساتھ باتیں بھی کروں گا۔ لوگوں نے عرض کی: وہ چار باتیں کیا ہیں؟ اس کے جواب میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے وہ باتیں ارشاد فرمائیں اور ان میں سے ایک بات یہ فرمائی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ“ میں غور کیا تو مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میں کس گروہ میں جدا کیا جاؤں گا۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اُخروی انجام کی فکر کرنے اور اس کی بہتری کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا

1 ......مدخل، فصل فی آداب الفقیر المنقطع التارك للاسباب... الخ، ۲/ ۲۶.

دشمن ہے۔ اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے۔

﴿یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ: اے اولادِ آدم!۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرموں سے فرمائے گا کہ اے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد! کیا میں نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی معرفت تمہیں یہ حکم نہ دیا تھا کہ شیطان تمہیں جو وسوسے دلاتا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو مُزَیَّن کرتا ہے اس میں تم اُس کی فرمانبرداری نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے اور کیا میں نے یہ حکم نہ دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا اور کسی کو عبادت میں میرا شریک نہ کرنا، یہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سیدھی راہ نہیں اور بیشک شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا تو کیا تم میں عقل نہ تھی کہ تم اس کی عداوت اور گمراہ گری کو سمجھتے اور اپنے برے اعمال چھوڑ دیتے تاکہ تم عذاب کے حقدار قرار نہ پاتے۔ (1)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔ آج اس میں جاؤ بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہے وہ جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ اپنے کفر کے سبب آج اس میں داخل ہوجاؤ۔

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ: یہ ہے جہنم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مجرم جہنم کے قریب پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اے مجرمو! یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور اب تم جہنم کو دیکھ کر اس کی تصدیق کرلو، مگر یہ تصدیق مفید نہیں اور آج تم اس جہنم میں داخل ہوجاؤ اور دنیا میں جو تم

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ٤/ ١٠، مدارك، یس، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ص٩٩٢، جلالین، یس، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ص ٣٧١، روح البیان، یس، تحت الآیة: ٦٠-٦٢، ٧/ ٤٢١-٤٢٣، ملتقطاً.

اپنے کفر پر ہی قائم رہے اس کے سبب جہنم کے عذابات چکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر اعتماد کرنے کا نام ایمان ہے۔ کفار آخرت کو دیکھ کر ساری چیزیں مان جائیں گے مگر وہ ماننا کار آمد نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھ پر اعتماد کیا نہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج ہم ان کے مونھوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

﴿ **اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ : آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے۔** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ابتداء میں کفار اپنے کفر اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کا انکار کریں گے اور کہیں گے، ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا تا کہ وہ بول نہ سکیں، پھر ان کے دیگر اَعضاء بول اٹھیں گے اور جو کچھ ان سے صادر ہوا ہے سب بیان کر دیں گے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اَعضا جو گناہوں پر ان کے مددگار تھے وہ ان کے خلاف ہی گواہ بن گئے۔ (1)

قیامت کے دن انسان کی اپنی ذات اس کے خلاف گواہ ہوگی

معلوم ہوا کہ بندہ اپنے جسم کے جن اَعضاء سے گناہ کرتا ہے وہی اَعضاء قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی

(1)......خازن، یس، تحت الآیة: ٦٥، ٤/١٠، مدارك، یس، تحت الآیة: ٦٥، ص٩٩٢، جلالین، یس، تحت الآیة: ٦٥، ص٣٧٢، ملتقطاً.

دیں گے اوراس کے تمام اعمال بیان کر دیں گے اوراس کی ایک حکمت یہ ہے کہ بندے کی ذات خود اس کے خلاف حجت ہو، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا، وہ بندہ اپنی اِستطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا: میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: تم بولو۔ پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گی اور یہ اس لئے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات اس کے خلاف حجت ہو اور یہ بندہ وہ منافق ہوگا جس پر اللّٰہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔[1]

یاد رہے کہ مونہوں پر لگائی جانے والی مہر ہمیشہ کے لئے نہ ہوگی بلکہ اعضا کی گواہی لے کر توڑ دی جائے گی، اس لئے وہ دوزخ میں پہنچ کر شور مچائیں گے۔

وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر لپک کر رستے کی طرف جاتے تو انہیں کچھ نہ سوجھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے تو وہ جلدی سے راستے کی طرف جاتے تو کہاں سے دکھائی دیتا؟

﴿وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے۔﴾ یعنی جہنم کا عذاب تو آخرت میں ہوگا جبکہ اگر ہم چاہتے تو دنیا میں بھی ان کے کفر کی سزا کے طور پر ان کی آنکھیں مٹا کر انہیں اندھا کر دیتے، پھر وہ جلدی سے راستے کی طرف چلنے کے لئے جاتے تو انہیں کہاں سے دکھائی دیتا کیونکہ ہم نے تو انہیں اندھا کر دیا تھا، لیکن ہم نے ایسا نہ کیا اور اپنے فضل و کرم سے آنکھ کی نعمت ان کے پاس باقی رکھی، تو اب ان پر حق یہ ہے کہ وہ شکر گزاری کریں

1 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص۱۵۸۷، الحدیث: ۱۶(۲۹۶۸).

کفر نہ کریں۔ [1]

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ۠ ﴿۶۷﴾

ع ۴ / ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کے گھر بیٹھے ان کی صورتیں بدل دیتے کہ نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے تو نہ وہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹتے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے۔﴾ یعنی اس سزا سے بڑھ کر اگر ہم چاہتے تو جن گھروں میں یہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں ان کے کفر کی سزا میں ان کی صورتیں بدل کر انہیں بندر یا سور بنا دیتے، پھر وہ نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے اور ان کے جرم ایسے تھے کہ وہ اس سزا کا تقاضا کرتے تھے لیکن ہم نے اپنی رحمت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں عذاب دینے میں جلدی نہ کی اور ان کے لئے مہلت رکھی تا کہ وہ توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور نعمتوں کا شکرادا کریں۔ [2]

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے ہم بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں تو کیا وہ سمجھتے نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو خلقت و بناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں، تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر بیان کی گئی سزاؤں کا واقع ہونا قابلِ

---

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٦٦، ١١/٤، جمل، یس، تحت الآیة: ٦٦، ٣٠٥/٦، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع جمل، یس، تحت الآیة: ٦٧، ٣٠٦/٦، روح البیان، یس، تحت الآیة: ٦٧، ٤٢٧/٧، ملتقطاً.

تعجب نہیں، اس کی ایک نظیر پر ہماری قدرت گواہ ہے کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائش میں الٹا پھیر دیتے ہیں کہ وہ بچپن جیسی کمزوری اور ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگتا ہے اور دم بدم اس کی طاقتیں، قوتیں، جسم اور عقل کم ہونے لگتے ہیں، تو کیا اس حالت کو دیکھ کر وہ سمجھتے نہیں کہ جو اَحوال کو بدلنے پر ایسا قادر ہو کہ بچپن کی کمزوری، ناتوانی، چھوٹے جسم اور نادانی کے بعد شباب کی قوتیں، توانائی، مضبوط جسم اور دانائی عطا فرماتا ہے، پھر بڑی عمر اور عمر کے آخری حصے میں اسی قوی ہیکل جوان کو دبلا اور حقیر کر دیتا ہے، اب نہ وہ جسم باقی ہے نہ قوتیں، نِشَست بَرخاست میں مجبوریاں درپیش ہیں، عقل کام نہیں کرتی، بات یاد نہیں رہتی، عزیز و اَقارب کو پہچان نہیں سکتا، تو جس پروردگار نے یہ تبدیلی کی وہ اس پر قادر ہے کہ آنکھیں دینے کے بعد انہیں مٹا دے اور اچھی صورتیں عطا کرنے کے بعد ان کو مَسخ کر دے اور موت دینے کے بعد پھر زندہ کر دے۔ (1)

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿ۙ۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ شعر گوئی کا ملکہ دیا ہے اور نہ قرآن مجید شعر کی تعلیم ہے اور نہ ہی شعر کہنا میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کے لائق ہے اور قرآنِ کریم کی شان تو یہ ہے کہ وہ صاف صریح حق و ہدایت ہے، تو کہاں وہ تمام علوم کی جامع پاک آسمانی کتاب اور کہاں شعر جیسا جھوٹا کلام، ان میں نسبت ہی کیا ہے۔ **شانِ نزول:** کفارِ قریش نے کہا تھا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآنِ پاک وہ شعر ہے، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ (مَعَاذَ اللّٰہ) یہ کلام جھوٹا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ان کا مقولہ نقل فرمایا گیا ہے کہ

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ٦٨، ١١/٤، مدارك، یس، تحت الآیة: ٦٨، ص٩٩٢-٩٩٣، ملتقطاً.

بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں۔

اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اَشعار یعنی جھوٹی باتوں پر مشتمل نہیں، کفارِ قریش زبان سے ایسے بد ذوق اور نظمِ عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیتے اور کلامِ پاک کو شعرِ عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا مَحض وزنِ عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے، اس سے ثابت ہوگیا کہ ان بے دینوں کی شعر سے مراد جھوٹا کلام تھی۔[2]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَوّلین وآخرین کے علوم تعلیم فرمائے گئے ہیں

صدرُ الافاضل، مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے علومِ اَوّلین وآخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشفِ حقائق ہوتا ہے اور آپ کی معلومات واقعی نفس الامری ہیں، کِذبِ شِعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے، وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔ اس میں شعر بمعنی کلامِ موزون کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم جید ورَدِی کو پہچاننے کی نفی نہیں۔ علمِ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں طعن کرنے والوں کے لئے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہوسکتی، اللّٰہ تعالیٰ نے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو علومِ کائنات عطا فرمائے، اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا مَحض غلط ہے۔[3]

لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہوجائے۔

---

1 ......الانبياء: ٥.

2 ......مدارك، يس، تحت الآية: ٦٩، ص٩٩٣، جمل، يس، تحت الآية: ٦٩، ٦/٣٠٧، روح البيان، يس، تحت الآية: ٦٩، ٤٣١/٧، خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۶۹، ص۸۲۳، ملتقطاً۔

3 ......خزائن العرفان، یٰس، تحت الآیۃ: ۶۹، ص۸۲۳۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔

﴿ لِیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا: تا کہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو۔﴾ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں ڈرانے والے سے مراد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآنِ مجید ہے، اور زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو دل کا زندہ ہو اور کلام و خطاب کو سمجھتا ہے، یہ مومن کی شان ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: قرآنِ پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن، مومن کو گناہوں پر ہونے والے عذاب سے ڈرائیں (تا کہ وہ گناہوں سے باز رہے) اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دل میں اللہ تعالٰی کی معرفت کا نور ہو وہی دل زندہ ہوتا ہے اور اسی کو اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرانا فائدہ مند ہوتا ہے، وہی اس ڈرانے کا اثر قبول کرتا ہے اور دنیا سے اِعراض کر کے آخرت اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالٰی کے علم میں ایمان لانے والا ہے کیونکہ ہمیشہ کی کامیاب زندگی تو صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالٰی کے علم میں ایمان والا ہے اس کا ایمان ایسے ہے جیسے بدن کے لئے زندگی کیونکہ ایمان ابدی زندگی حاصل ہونے کا سبب ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: قرآنِ پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یا قرآن اسے عذاب سے ڈرائیں جو اللہ تعالٰی کے علم میں ایمان لانے والا ہے تا کہ وہ ایمان لے آئے اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے۔ (1)

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

(1) ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ۹/ ۳۰۵، جلالین، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ص۳۷۲، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۷۰، ۷/ ۴۳۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔ اور انہیں ان کے لیے نرم کردیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو یہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے تابع کردیا تو ان چوپایوں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ کھاتے ہیں۔ اور لوگوں کے لیے ان چوپایوں میں کئی طرح کے منافع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا وہ لوگ شکر ادا نہیں کریں گے۔

﴿ **اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ : اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے پیدا کیے۔** ﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مکہ کے مشرکین نے اس بات پر غور نہیں کیا اور یقینی طور پر نہیں جانا کہ ہم نے اپنی قدرت سے بنائے ہوئے چوپائے ان کے اور ان کے فائدے کے لئے پیدا کیے اور یہ ہمارے مالک بنانے کی وجہ سے ان چوپایوں کے مالک ہیں اور ان میں تَصَرُّف کرتے ہیں کیونکہ چوپایوں کو پیدا کرنے کے بعد اگر ہم مالک نہ بناتے تو یہ ان سے نفع نہیں اٹھا سکتے تھے اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے مُسَخَّر اور تابع کردیا جس کے نتیجے میں طاقتور اور مضبوط چوپایوں پر سوار ہونا، سامان لادنا، جہاں چاہے انہیں لے جانا اور ذبح کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں اور ان کے بڑے بڑے منافع یہ ہیں کہ کچھ چوپائے ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ گوشت اور چربی کھاتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی چوپایوں میں ان کے لیے کئی طرح کے منافع اور فائدے ہیں جیسا کہ وہ ان کی کھالوں، بالوں اور اون وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جیسے دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزیں جیسے دہی وغیرہ حاصل ہوتی ہیں، تو کیا وہ مشرکین یہ نعمتیں عطا فرمانے والے رب تعالٰی کی وحدانیّت کا اقرار کرکے اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا کر اس کا شکر ادا نہیں کریں گے۔ [1]

---

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۷۱-۷۳، ۹/۳۰۶، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۷۱-۷۳، ۷/۴۳۳-۴۳۴، ملتقطاً۔

نوٹ: آیت میں ہاتھ کا لفظ ہے، یہ بطورِ محاورہ کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہاتھوں سے پاک ہے۔

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ شاید ان کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے کہ شاید ان کی مدد ہوجائے۔

﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالئے۔﴾ یہاں سے کفارِ مکہ کی گمراہی میں زیادتی اور انتہاء بیان کی جارہی ہے کہ ان پر تو یہ لازم تھا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اس کی نعمتوں کا شکرادا کرتے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے نفع یا نقصان پہنچانے سے عاجز بتوں کو پوجنا شروع کردیا اوران سے یہ توقُّع رکھنے لگ گئے کہ شاید ان کی مدد ہوجائے اور یہ بت مصیبت کے وقت ان کے کام آئیں اور عذاب سے بچائیں اور ایسا ہونا ممکن نہیں۔ (1)

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ان کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ ان کے لشکر سب گرفتار حاضر آئیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ معبود اِن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ لوگ خود ان معبودوں کیلئے حاضرِ خدمت لشکر بنے ہوئے ہیں۔

﴿لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ: وہ معبود ان کی مدد نہیں کرسکتے۔﴾ یعنی مشرکوں کا اپنے معبودوں سے مدد کی توقع رکھنا بیکار ہے، ان کے معبود ان کی مدد کرسکتے ہیں اور نہ ہی ان سے عذاب دور کرسکتے ہیں کیونکہ وہ جَماد، بے جان بے قدرت اور بے شعور ہیں اور الٹا معاملہ یہ ہے کہ یہ بت پرست خود اپنے معبودوں کی حفاظت کیلئے ان کے لشکر بنے ہوئے ہیں جو بتوں کی خدمت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آخرت میں کافروں کے ساتھ ان کے بت بھی

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیة: ۷۴، ۹/۳۰۶.

گرفتار کرکے حاضر کئے جائیں گے اور سب جہنم میں داخل ہوں گے، بت بھی اور ان کے پجاری بھی۔ یاد رہے کہ بتوں کا جہنم میں داخلہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ہوگا اور پجاریوں کا داخلہ عذاب پانے کے لئے ہوگا۔

فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

﴿ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ: تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب یہ کفار ایسے واضح اور کھلے ہوئے اُمور میں بھی مخالفت ہی کرتے ہیں تو آپ کفار کی تکذیب و انکار سے، ان کی ایذاؤں اور جفا کاریوں سے غمگین نہ ہوں، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں ہم انہیں ان کے کردار کی سزا دیں گے۔ (1)

اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

1 ......مدارك، يس، تحت الآية: ٧٦، ص٩٩٤، جلالين، يس، تحت الآية: ٧٦، ص٣٧٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے ایک بوند سے بنایا پھر تب ہی وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے مثال دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا: ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کردے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں۔ تم فرماؤ: ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت عاص بن وائل یا ابوجہل اور مشہور قول کے مطابق اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بحث وتکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی، وہ اس کو توڑتا جاتا اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد بھی **اللّٰہ** تعالیٰ زندہ کرے گا؟ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں! اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس کی جہالت کا اظہار فرمایا گیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو انسان گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد **اللّٰہ** تعالیٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے، وہ کتنا احمق ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا جو کہ گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر ہے، **اللّٰہ** تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور ومتکبر انسان ہوا کہ **اللّٰہ** تعالیٰ کی قدرت ہی کا منکر ہوکر جھگڑنے آ گیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادرِ برحق پانی کی بوند کو ایک قوی اور طاقتور انسان کی صورت بنا دیتا ہے اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی کھلی ہوئی جہالت ہے اور وہ گلی ہوئی ہڈی کو ہاتھ سے مل کر ہمارے لئے مثال دیتا ہے کہ یہ ہڈی تو ایسی بکھری ہوئی ہے، یہ کیسے زندہ ہوگی اور یہ کہتے ہوئے اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ منی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس سے فرما دیں کہ ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ پہلی اور بعد والی ہر پیدائش کو جاننے والا ہے اور جب اس کا علم بھی کامل ہے، قدرت بھی کامل تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کو ماننے میں کیوں تأمُّل ہے۔ (1)

1 ......خازن، یس، تحت الآیة: ۷۷-۷۹، ۱۳/۴، البحر المحیط، یس، تحت الآیة: ۷۷-۷۹، ۲۳۲/۷، مدارك، یس، تحت الآیة: ۷۷-۷۹، ص۹۹۴، ملتقطاً.

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے تمہارے لیے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی تو جبھی تم اس سے آگ جلاتے ہو۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔﴾ عرب کے دو درخت ہوتے ہیں جو وہاں کے جنگلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ایک کا نام مَرخ ہے دوسرے کا عَفار، ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے حالانکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی کیسی عجیب و غریب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد، ہر ایک ایک جگہ ایک لکڑی میں موجود، نہ پانی آگ کو بجھائے نہ آگ لکڑی کو جلائے ، جس قادرِ مُطْلَق کی یہ حکمت ہے وہ اگر ایک بدن پر موت کے بعد زندگی وارِد کرے تو اس کی قدرت سے کیا عجیب اور اس کو ناممکن کہنا آثارِ قدرت دیکھ کر جاہلانہ اور سرکشی والا انکار کرنا ہے۔ (1)

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾

وقف غفران

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کردے؟ کیوں

1 ……جلالین، یس، تحت الآیة: ۸۰، ص۳۷۳، مدارك، یس، تحت الآیة: ۸۰، ص۹۹۵، ملتقطاً.

نہیں! اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: جس نے آسمان اور زمین بنائے۔﴾ اس آیت میں مُردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ جس رب تعالیٰ نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنادی کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ آخرت میں ان جیسے چھوٹے اور حقیر انسان دوبارہ بنادے؟ کیوں نہیں! بے شک وہ اس پر قادر ہے اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ جو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اس کی قدرت کامل اور اس کا علم تمام معلومات کو شامل ہے کیونکہ وہی بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (1)

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔

﴿اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗ: اس کا کام تو یہی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے یعنی مخلوقات کا وجود اس کے حکم کے تابع ہے اور جب خدا کسی چیز کو وجود میں آنے کا حکم فرماتا ہے تو اسے لوگوں کی طرح مختلف اَشیاء کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ خدا کے حکم پر ہر چیز امرِ الٰہی کے مطابق وجود میں آجاتی ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

1 ......تفسیر کبیر، یس، تحت الآیۃ: ۸۱، ۹/۳۰۹، روح البیان، یس، تحت الآیۃ: ۸۱، ۷/۴۴۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ : تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔﴾ یعنی بیان کردہ سب چیزوں سے ثابت ہو گیا کہ مشرکین جو کہتے ہیں اس سے وہ رب تعالیٰ پاک ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور مرنے کے بعد اسی کی طرف تم آخرت میں پھیرے جاؤ گے کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی علی الاِطْلاق مالک نہیں ہے۔ (1)

1......مدارك، يس، تحت الآية: ۸۳، ص۹۹۶، روح البيان، يس، تحت الآية: ۸۳، ۴۴۲/۷، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت

سورۂ صافّات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ صافّات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **182** آیتیں، **860** کلمے اور **3826** حروف ہیں۔[2]

''صافّات'' نام رکھنے کی وجہ

صافّات کا معنی ہے صفیں باندھنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں صفیں باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ صافّات'' رکھا گیا۔

سورۂ صافّات کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن سورۂ یٰسین اور سورۂ **وَالصّٰفّٰت** کی تلاوت کی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ سوال پورا کردے گا۔[3]

سورۂ صافّات کے مضامین

جس طرح دیگر مکی سورتوں میں اکثر بنیادی عقائد کے بیان پر زور دیا گیا ہے اسی طرح اس سورت میں بھی توحید، وحی، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

---

1 ......خازن، تفسير سورة والصافات، ١٤/٤.

2 ......خازن، تفسير سورة والصافات، ١٤/٤.

3 ......در منثور، سورة الصافات، ٧٧/٧.

(1)......اس سورت کی ابتداء میں صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی قسم ذکر کرکے فرمایا گیا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو کہ آسمانوں، زمینوں، ان کے درمیان موجود تمام چیزوں اور تمام مشرقوں کا رب ہے اور یہ بتایا گیا کہ آسمان کو تمام سرکش جِنّات سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب وہ عالَمِ بالا کے فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور جو ان کی باتیں سننے کے لئے اوپر جائے تو اسے شِہابِ ثاقب سے مارا جاتا ہے۔

(2)......جو کفار نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات دیکھ کر مذاق اڑاتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کی مذمت بیان کی گئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی کہ وہ دن عنقریب آنے والا ہے جس میں ان کافروں کا انجام انتہائی دردناک ہوگا۔

(3)......اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جزاء میں جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ لوگوں کو کس چیز کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

(4)......پچھلی امتوں کے احوال بیان کئے گئے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے رسولوں کی پیروی کی تو وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

(5)......حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے اور ان میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت یونس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔

(6)......کفار کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، ان کے اس عقیدے کا رد کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی۔

سورۂ یٰسین کے ساتھ مناسبت

سورۂ صافّات کی اپنے سے ماقبل سورت "یٰسین" کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ یٰسین میں ہلاک کی گئی سابقہ اُمتوں کے احوال کی طرف اشارہ کیا گیا اور سورۂ صافّات میں ان امتوں کے اَحوال تفصیل سے بیان کئے گئے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ یٰسین میں دنیا اور آخرت میں کافروں اور مسلمانوں کے اَحوال اِجمالی طور پر ذکر کئے گئے اور سورۂ صافّات میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں۔ پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کی قسم جو باقاعدہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں۔

﴿وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا: ان کی قسم جو باقاعدہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند گروہوں کی قسم یاد فرمائی، ان کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ ان سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ان سے علماءِ دین کے گروہ مراد ہیں جو تہجُّد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ ان سے مراد غازیوں کے گروہ ہیں جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔[1]

جہاد میں اور نماز میں صفیں باندھنے والوں کی فضیلت

یہاں صف باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ صف باندھنا بہت اہمیت اور فضیلت کا باعث ہے، اسی مناسبت سے یہاں جہاد میں صف باندھ کر لڑنے کی اور نماز میں صف باندھنے کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ جہاد میں صفیں باندھ کر لڑنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١، ص٩٩٧، ملخصاً.

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کرلڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

اور نماز میں صف باندھنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’(اے لوگو!) نماز میں صف کوقائم کرو کیونکہ صف کوقائم کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔ [2]

﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا: پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں صفیں بنانے والوں کی تفسیر میں ذکر کردہ تین اَقوال میں سے **پہلے قول** کے مطابق یہاں جھڑک کر چلانے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادل پر مقرر ہیں اوراس کوحکم دے کر چلاتے ہیں اور دوسرے **قول** کے مطابق ان سے علماء مراد ہیں جو وعظ ونصیحت سے لوگوں کو جھڑک کر یعنی بعض اوقات موقع محل اور موضوع کی مناسبت سخت الفاظ کے ساتھ دین کی راہ پر چلاتے ہیں اور تیسرے **قول** کے مطابق ان سے غازی مراد ہیں جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔ [3]

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھران جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم۔ بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا: پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم۔﴾ اس آیت میں بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نماز میں تلاوت کرتے ہیں، یا وہ علماء مراد ہیں جو اپنے درس اور بیانات میں قرآنِ کریم کی

---

1 ......الصف: ٤.

2 ......بخاری، کتاب الاذان، باب اقامة الصفّ من تمام الصلاة، ١/٢٥٧، الحدیث: ٧٢٢.

3 ......مدارك، الصافات، تحت الآیة: ٢، ص٩٩٧، ملخصاً.

تلاوت کرتے ہیں یا وہ غازی مراد ہیں جو جہاد کرتے وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں ۔[1]

تلاوتِ قرآن بڑی اعلیٰ عبادت ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والوں کی قسم یاد فرمائی ،اس سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن بڑی اعلیٰ عبادت ہے، لہٰذا اسے سفر وحضر کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے ۔ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے ان کا حصہ دیا کرو۔عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عبادت میں سے آنکھوں کا حصہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’دیکھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، اس (کی آیات اور معانی) میں غور وفکر کرنا اور اس میں ذکر کئے گئے عجائبات پڑھتے وقت نصیحت حاصل کرنا۔[2]

(2)......حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میرے امتی کی افضل عبادت قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ عظیم کی تلاوت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

﴿ اِنَّ اِلٰهَكُمْ: بیشک تمہارا معبود۔﴾ کفارِ مکہ تعجب کے طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چیزوں کی قسم یاد فرما کر ان کی عظمت وشرافت بھی بیان کردی اور بتوں کے پجاریوں کا رد کرتے ہوئے فرمادیا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ،لہٰذا تم

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٣، ص٩٩٧، ملخصاً.

2 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل فى القراءة من المصحف، ٤٠٨/٢، الحديث: ٢٢٢٢.

3 ......نوادر الاصول، الاصل الخامس والخمسون والمائتان، ١٠٤١/٢، الحديث: ١٣٤٣.

4 ......سورة ص:٥.

بتوں کو اپنا معبود قرار نہ دو۔ حقیقی اعتبار سے اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ (1)

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور مشرقوں کا مالک ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔﴾ اس آیت میں بیان فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام حدود وجہات سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے، لہٰذا وہ شریک سے مُنَزَّہ ہے۔ (2)

ربُّ العالمین کی بارگاہ میں سیّدالمرسلین کا مقام

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی صفات کو آیات میں مذکور چیزوں کی قسم کے ساتھ بیان کیا جبکہ قرآنِ پاک میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت و رسالت کو جب بیان کیا تو کسی جگہ قرآن کی قسم اور کسی جگہ اپنی رَبُوبیّت کی قسم کے ساتھ بیان فرمایا، جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حکمت والے قرآن کی قسم۔ بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔

سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم،

1 ……خازن، والصافات، تحت الآية: ٤، ١٤/٤، روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٤، ٤٤٦/٧، ملتقطاً.

2 ……روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٥، ٤٤٧/٧، خازن، والصافات، تحت الآية: ٥، ١٤/٤، ملتقطاً.

3 ……يس: ٢، ٣.

فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ[1] یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام بہت بلند ہے۔

﴾وَرَبُّ الْمَشَارِقِ: اور مشرقوں کا مالک ہے۔﴿ اس آیت میں جمع کا صیغہ "مَشَارِق" ذکر کیا گیا ہے، اس کے بارے میں مفسر سُدِّی کا قول ہے کہ چونکہ سورج طلوع ہونے کی **360** جگہیں ہیں اسی طرح سورج غروب ہونے کی بھی **360** جگہیں ہیں اور ہر روز سورج نئی جگہ سے طلوع ہوتا اور نئی جگہ میں غروب ہوتا ہے (اس لئے یہاں جمع کا صیغہ ذکر ہوا۔)[2]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس آیت میں "مَشَارِق" جمع کا صیغہ ہر روز کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سال میں سورج طلوع اور غروب ہونے کی 360 جگہیں ہیں اور ہر روز سورج ان میں سے ایک مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اسی طرح ہر روز ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ سورۂ رحمٰن کی آیت میں جو "مَشْرِقَیْنِ" اور "مَغْرِبَیْنِ" تثنیہ کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے، یہ گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے اعتبار سے ہے اور سورۂ مُزَّمِّل کی آیت میں جو "مَشْرِق" اور "مَغْرِب" واحد کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے یہ ہر سال کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے۔[3]

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "سورۂ مزمل کی آیت میں "مَشْرِق" اور "مَغْرِب" واحد کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے یہ اس اعتبار سے ہے کہ یہاں مشرق اور مغرب کی جہت مراد ہے۔[4]

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ﹰالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ کیا۔ اور نگاہ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے۔

1 ......النساء: ٦٥.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ٥، ٤/١٤.

3 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ٥، ٥/١٧٣١.

4 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ٥، ٤/١٤-١٥، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ٥، ٧/٤٤٧.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا۔اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیلئے۔

﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا: بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو آراستہ کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں آسمان کو ستاروں سے سجانے کے دو فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......**زینت کے لئے۔** چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو جو دوسرے آسمانوں کی بہ نسبت زمین سے قریب تر ہے، ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا کیونکہ دیکھنے والے کو سارے ستارے پہلے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے کسی چادر پر رنگ برنگ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔

(2)......**سرکش شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کیلئے۔** چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان کو ہر ایک نافرمان شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے ستاروں سے سجایا کہ جب شیاطین آسمان پر جانے کا ارادہ کریں تو فرشتے شہاب مار کر ان کو دور کر دیں۔[1]

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے مار پھینک ہوتی ہے۔انہیں بھگانے کو اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب۔مگر جو ایک آدھ بار اچک لے چلا تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ شیاطین عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور انہیں ہر جانب سے مارا جاتا ہے۔(انہیں) بھگانے

1......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ:۶، ۹/۳۱۷، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۶-۷، ۴/۱۵، صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۶-۷، ۵/۱۷۳۱-۱۷۳۲، ملتقطاً.

کیلئے اوران کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔مگر جوایک آدھ بار (کوئی بات) اُچک کرلے چلے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

﴿لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى: وہ شیاطین عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگاسکتے۔﴾ شیاطین آسمان کے قریب جاتے اور بعض اوقات فرشتوں کا کلام سن کراس کی خبر کاہنوں کو دیتے اور کاہن اس بنا پر غیب کی باتیں جاننے کا دعویٰ کرتے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے شہاب کے ذریعے شیطانوں کو آسمان تک پہنچنے سے روک دیا۔چنانچہ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ شیاطین آسمان کے فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے عالَمِ بالا کی طرف کان نہیں لگاسکتے اور وہ آسمان کے فرشتوں کی گفتگو نہیں سن سکتے اور جب وہ گفتگو سننے کی نیت سے آسمان کی طرف جائیں تو انہیں دور کرنے کیلئے ہر طرف سے انگاروں کے ساتھ مارا جاتا ہے، یہ ان کا دنیا میں عارضی عذاب ہے جبکہ آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے،اور اگر کوئی شیطان ایک آدھ بار فرشتوں کی کوئی بات سن کر بھاگنے لگے تو روشن انگارا اسے جلانے یا ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔(1)

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق (آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ) کی بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان سے پوچھو، کیا اِن لوگوں کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری (دوسری) مخلوق کی۔ بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۸-۱۰، ۱۵/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸-۱۰، ص۹۹۸، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۸-۱۰، ص۳۷۳، ملتقطاً.

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ: تو ان سے پوچھو۔﴾ کفارِ مکہ دوبارہ زندہ کئے جانے کو عقلی طور پر محال سمجھتے تھے تو اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ کفارِ مکہ سے پوچھیں ''کیا اِن کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری دوسری مخلوق مثلاً آسمان، زمین اور فرشتوں وغیرہ کی؟ تو جس قادرِ برحق کو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کر دینا کچھ بھی مشکل اور دشوار نہیں تو انسانوں کو پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہو سکتا ہے۔ بیشک ہم نے انسانوں کو چپکنے والی مٹی سے بنایا، یہ ان کے کمزور ہونے کی ایک اور دلیل ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے جو کوئی شدت اور قوت نہیں رکھتی اور اس میں ان پر ایک اور دلیل قائم فرمائی گئی ہے کہ چپکتی مٹی ان کا مادۂ پیدائش ہے تو اب جسم کے گل جانے اور حد یہ ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد اُس مٹی سے پھر دوبارہ پیدائش کو وہ کیوں ناممکن جانتے ہیں، جب مادہ موجود اور بنانے والا موجود تو پھر دوبارہ پیدائش کیسے محال ہو سکتی ہے۔ [1]

بَلْ عَجِبْتَ وَ یَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا یَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تمہیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔ اور سمجھائے نہیں سمجھتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ تم نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انہیں سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔

﴿بَلْ عَجِبْتَ: بلکہ تم نے تعجب کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے کفارِ مکہ کے انکار پر تعجب کیا کہ آپ کی رسالت اور مرنے کے بعد اٹھنے پر دلالت کرنے والی واضح نشانیاں اور دلائل ہونے کے باوجود وہ کس طرح انکار کرتے ہیں اور وہ کفار آپ کا اور آپ کے تعجب کرنے کا یا

[1] ......مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۹۹۸-۹۹۹، ملخصاً.

مرنے کے بعد اٹھنے کا مذاق اڑاتے ہیں، اور جب انہیں کسی چیز کے ذریعے سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں، اور جب چاند کے ٹکڑے ہونا وغیرہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔[1]

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ تم فرماؤ ہاں یوں کہ ذلیل ہوکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ تم فرماؤ: ہاں اور اس وقت تم ذلیل و رسوا ہوگے۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا: کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ کا ایک سوال ذکر کیا گیا ہے کہ کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا حالانکہ ہم تو مٹی ہو چکے ہوں گے اور ہماری صرف ہڈیاں باقی ہوں گی، اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا حالانکہ انہیں مرے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ کفار کے نزدیک چونکہ اُن کے باپ دادا کا زندہ کیا جانا خود اُن کے زندہ کئے جانے سے زیادہ بعید تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔[2]

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان کفار سے فرمادیں کہ ”ہاں! تم سب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اس وقت تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم ذلیل و رُسوا ہوگے۔[3]

---

1 ……مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۲-۱۵، ص۹۹۹.

2 ……صاوی، الصافات، تحت الآية: ۱۶، ۱۷۳۳/۵-۱۳۳۴، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۶-۱۷، ص۹۹۹، ملتقطاً.

3 ……روح البيان، الصافات، تحت الآية: ۱۸، ۴۵۲/۷، ملخصاً.

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾

ع ١ / ٢١ / ٥

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ تو ایک ہی جھڑک ہے جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ان سے کہا جائے گا یہ انصاف کا دن ہے۔ یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی تو جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! یہ بدلے کا دن ہے۔ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ: تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالٰی دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ نَفخۂ ثانیہ کی ایک ہی ہَولناک آواز ہوگی اور وہ اسی وقت زندہ ہوکر اپنے اَفعال اور پیش آنے والے اَحوال دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! فرشتے ان سے کہیں گے کہ ''یہ انصاف کا دن ہے، یہ حساب وجزا کا دن ہے اور یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔[1]

قیامت کے 18 نام اور ان کی وجوہِ تَسمِیَہ

آیت نمبر 21 سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بہت سے نام ہیں اور یہ نام اس دن کے کاموں کے لحاظ سے ہیں، ان میں سے قرآنِ پاک میں ذکر کردہ کچھ نام یہاں مذکور ہیں،

(1)......قیامت کا دن قریب ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا آنا یقینی ہے وہ قریب ہے، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ الْاٰزِفَةِ'' یعنی قریب آنے والا دن کہتے ہیں۔

(2)......دنیا میں قیامت کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ الْوَعِیْدِ'' یعنی عذاب کی وعید کا دن کہتے ہیں۔

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٩-٢١، ص٩٩٩، جلالين، الصافات، تحت الآية: ١٩-٢١، ص٣٧٤، ملتقطاً.

(3)......اس دن اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْبَعْث''یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کا دن ہے۔

(4)......اس دن لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے اس لئے وہ ''یَوْمُ الْخُرُوْج''یعنی نکلنے کا دن ہے۔

(5)......اس دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو حشر کے میدان میں جمع فرمائے گا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْجَمْع''اور ''یَوْمُ الْحَشْر'' یعنی جمع ہونے اور اکٹھا ہونے کا دن ہے۔

(6)......اس دن تمام مخلوق حاضر ہوگی اس لئے وہ ''یَوْمٌ مَشْهُوْدٌ''یعنی حاضری کا دن ہے۔

(7)......اس دن تمام مخلوق کے اعمال کا حساب ہوگا اس لئے وہ ''یَوْمُ الْحِسَابْ''یعنی حساب کا دن ہے۔

(8)......اس دن بدلہ دیا جائے گا اور انصاف کیا جائے گا لہٰذا وہ ''یَوْمُ الدِّیْنْ''یعنی بدلے اور انصاف کا دن ہے۔

(9)......دہشت، حساب اور جزاء کے اعتبار سے وہ بڑا دن ہے، اس لئے اسے ''یَوْمٌ عَظِیْمٌ''یعنی بڑا دن کہتے ہیں۔

(10)......اس دن لوگوں کا فیصلہ یا ان میں فاصلہ اور جدائی ہو جائے گی اس لئے وہ ''یَوْمُ الْفَصْل''یعنی فیصلے یا فاصلے کا دن ہے۔

(11)......قیامت کے دن چونکہ کفار کے لئے اصلاً کوئی بھلائی نہ ہوگی، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ عَقِیْمٌ''یعنی بانجھ دن کہتے ہیں۔

(12)......برے حساب اور عذاب کے اعتبار سے وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا، اس لئے اسے ''یَوْمٌ عَسِیْرٌ''یعنی بڑا سخت دن کہتے ہیں۔

(13)......اس دن مجرم عذاب میں گھیر لئے جائیں گے اس لئے وہ ''یَوْمٌ مُحِیْطٌ''یعنی گھیر لینے والا دن ہے۔

(14)......اس دن کفار و مشرکین کو دردناک عذاب ہوگا، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ اَلِیْمٌ''یعنی دردناک دن کہتے ہیں۔

(15)......اس دن کی سختی کے اعتبار سے اسے ''یَوْمٌ کَبِیْرٌ''یعنی بڑی سختی والا دن کہتے ہیں۔

(16)......اس دن لوگ نادم اور مغموم ہوں گے، اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ الْحَسْرَةْ''یعنی حسرت زدہ ہونے کا دن کہتے ہیں۔

(17)......قیامت کے دن روحیں اور اَجسام ملیں گے، زمین والے اور آسمان والے ملیں گے، غیرِ خدا کی عبادت کرنے

والے اوران کے معبود ملیں گے، عمل کرنے والے اور اعمال ملیں گے، پہلے اور آخری لوگ ملیں گے، ظالم اور مظلوم ملیں گے اور جہنمی عذاب دینے والے فرشتوں کے ساتھ ملیں گے اس اعتبار سے اسے ''یَوْمُ التَّـلَاقِ'' یعنی ملنے کا دن کہتے ہیں۔

(18)......قیامت کے دن مختلف اعتبارات سے جنّتیوں کی جیت اور کفار کی شکست ظاہر ہو جائے گی اس لئے اسے ''یَوْمُ التَّغَابُنْ'' یعنی ہار ظاہر ہونے کا دن کہتے ہیں۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جن اُمور کا قرانِ مجید میں ذکر ہے ان میں سے ایک قیامت ہے، اللہ تعالٰی نے اس کے مَصائب کا ذکر کیا اور اس کے بہت سے نام ذکر فرمائے تا کہ تم اس کے ناموں کی کثرت سے اس کے معانی کی کثرت پر مطلع ہو جاؤ، زیادہ ناموں کا مقصد ناموں اور اَلقاب کو بار بار ذکر کرنا نہیں بلکہ اس میں عقلمند لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کیونکہ قیامت کے ہر نام کے تحت ایک راز ہے اور اس کے ہر وصف کے تحت ایک معنی ہے، تو تجھے اس کے معانی کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (1)

نوٹ: یہاں جو نام ذکر کئے گئے ان کے علاوہ قیامت کے اور نام بھی قرآنِ مجید میں مذکور ہیں، نیز قیامت کے مزید ناموں اور اس دن لوگوں کو پیش آنے والے مَصائب کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے احیاء العلوم جلد 4 کا مطالعہ فرمائیں۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ظالموں اور ان کے جوڑوں کو اور جو کچھ وہ پوجتے تھے۔ اللہ کے سوا ان سب کو ہانکو راہِ دوزخ کی طرف۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کر دو۔ پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ۔

1......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعده، الشطر الثانی، صفة یوم القیامة ودواهیه واسامیه، ۵/۲۷۵.

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: ظالموں کو اکٹھا کردو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی یہ پوجا کرتے تھے ان سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کردو، پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں اور اُن کے ساتھیوں سے مراد وہ شَیاطین ہیں جو دنیا میں ان کے ہم نشین اور پاس رہتے تھے۔ ہر ایک کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ساتھیوں سے مراد اس کی جنس کے دوسرے افراد ہیں۔[1]

یعنی ہر کافر اپنی ہی قسم کے کفار کے ساتھ ہانکا جائے گا، جیسے بت پرست بت پرستوں کے ساتھ اور آتش پرست آتش پرستوں کے ساتھ۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔ تمہیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟

﴿ وَقِفُوْهُمْ: اور انہیں ٹھہراؤ۔﴾ جب کفار جہنم کے قریب پہنچیں گے تو فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ، بیشک ان سے ابھی پوچھ گچھ کی جائے گی۔[2]

قیامت کے دن ہونے والی پوچھ گچھ

یاد رہے کہ قیامت کے دن جہنم کے خازن بھی مشرکین سے سوال کریں گے، جیسا کہ سورۂ زُمر میں ارشادِ باری

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۲۲-۲۳، ۱۶/۴، قرطبي، الصافات، تحت الآية: ۲۲-۲۳، ۸/۵۵، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......قرطبي، الصافات، تحت الآية: ۲۴، ۸/۵۵، الجزء الخامس عشر، خازن، والصافات، تحت الآية: ۲۴، ۴/۱۶، ملتقطاً.

تعالیٰ ہے:

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًاؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَاؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا۔

اور کفار کے علاوہ بھی ہر ایک سے اس کے اَقوال اور اَفعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ حضرت ابو بَرزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن بندہ اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہ سکے گا جب تک اس سے چار باتیں نہ پوچھ لی جائیں۔ **(1)** اس کی عمر کہ کس کام میں گزری۔ **(2)** اس کا علم کہ اس پر کیا عمل کیا۔ **(3)** اُس کا مال کہ کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا۔ **(4)** اس کا جسم کہ اس کو کس کام میں لایا۔ (2)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس بلانے والے نے کسی چیز (یعنی شرک اور گناہ) کی طرف بلایا ہوگا تو قیامت کے دن وہ ٹھہرا رہے گا اور اس چیز سے چمٹا ہوگا اور اس سے جدا نہ ہوگا اگرچہ ایک ہی آدمی کو بلایا ہو، پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ’’**وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـٴُـوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ**‘‘۔ (3)

لہٰذا ان روایات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو بھی اپنے اَقوال اور اَعمال کے بارے میں ہونے والی پوچھ گچھ کے بارے میں فکر کرنی چاہئے اور کسی صورت بھی اس حوالے سے غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دنیا

1 ......زمر: ۷۱.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب فی القیامة، ۱۸۸/۴، الحدیث: ۲۴۲۵.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الصافات، ۱۵۶/۵، الحدیث: ۳۲۳۹.

کی زندگی میں ہی اپنے اُخروی حساب اور سوالات کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿مَا لَكُمْ: تمہیں کیا ہوا؟﴾ یعنی جہنم کے خازن ڈانٹتے ہوئے مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے حالانکہ دنیا میں تم ایک دوسرے کی مدد کرنے پر بہت گھمنڈ رکھتے تھے۔[1]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے شفاعت فرمائیں گے

یاد رہے کہ قیامت کے دن مشرکین ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے جبکہ اَنبیاء و اَولیاء و صُلحاء اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اہلِ ایمان کی شفاعت فرما کر ان کی مدد فرمائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٧﴾ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَاۙ قَالَ رَبُّكُمْؕ قَالُوا الْحَقَّۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

البتہ یاد رہے کہ بزرگانِ دین کی شفاعت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری چھوڑ دینا، اس کے عذاب سے بے خوف ہوجانا اور گناہوں میں مبتلا رہنا کسی صورت درست نہیں ہے۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

1 ......جلالين مع صاوی، الصافات، تحت الآية: ٢٥، ٥/١٧٣٥.
2 ......زخرف: ٦٧، ٦٨.
3 ......سبا: ٢٣.

فرماتے ہیں: شفاعت کی امید پر گناہوں میں مبتلا ہونا اور تقویٰ کو چھوڑ دینا ایسے ہے جیسے کوئی مریض کسی ایسے ماہر ڈاکٹر پر اعتماد کر کے بد پرہیزی میں مبتلا ہو جائے جو اس کا قریبی عزیز اور اس پر شفقت کرنے والا ہو جیسے باپ یا بھائی وغیرہ، اور یہ اعتماد جہالت ہے کیونکہ ڈاکٹر کی کوشش، اس کی ہمت اور مہارت بعض بیماریوں کے ازالے میں نفع دیتی ہے تمام بیماریوں کے ازالے کے لئے نہیں، لہٰذا محض ڈاکٹر پر اعتماد کر کے مُطْلَقاً پرہیز کو ترک کر دینا جائز نہیں۔ طبیب کا اثر ہوتا ہے لیکن معمولی اَمراض اور مُعتدل مزاج کے غلبہ کے وقت ہوتا ہے، اس لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صلحاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی عنایتِ شفاعت اپنوں اور غیروں کے لئے اسی انداز میں ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خوف اور پرہیز کو ترک نہیں کرنا چاہئے اور اسے کیسے ترک کر سکتے ہیں جبکہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد سب سے بہتر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تھے، لیکن وہ آخرت کے خوف سے تمنّا کرتے تھے کہ کاش وہ چوپائے ہوتے، حالانکہ ان کا تقویٰ کامل، اعمال عمدہ اور دل صاف تھے اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت کا خصوصی وعدہ بھی سن چکے تھے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر شفاعت کے بارے میں بھی جانتے تھے، لیکن انہوں نے اس پر بھروسہ نہیں کیا اور ان کے دلوں سے خوف اور خشوع جدا نہیں ہوا اور جو لوگ صحابیّت کے درجے پر بھی فائز نہیں اور انہیں اسلام لانے میں سبقت بھی حاصل نہیں وہ کس طرح خود پسندی میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور وہ کیسے شفاعت پر بھروسہ کر کے بیٹھ سکتے ہیں۔ (1)

بَلْ هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۗ اِنَّا لَذَآىٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی، بیان اقسام ما بہ العجب وتفصیل علاجہ، ۳/۴۶۰-۴۶۱.

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں۔ اوران میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے۔ بولے تم ہمارے دہنی طرف سے بہکانے آتے تھے۔ جواب دیں گے تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے۔ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔ تو ثابت ہوگئی ہم پر ہمارے رب کی بات ہمیں ضرور چکھنا ہے۔ تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا کہ ہم خود گمراہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہوئے ہوں گے۔ اوران میں ایک دوسرے کی طرف آپس میں سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوگا۔ پیروکار کہیں گے: تم ہمارے پاس طاقت وقوت سے آتے تھے۔ سردار کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان والے نہیں تھے۔ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔ تو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی (کہ) ہم ضرور مزہ چکھیں گے۔ تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا، بیشک ہم خود گمراہ تھے۔

﴿**بَلْ هُمُ: بلکہ وہ۔**﴾ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کفار عاجز وذلیل ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہوں گے اور کوئی حیلہ انہیں کام نہ آئے گا۔ (1)

﴿**وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: اوران میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی پانچ آیات میں قیامت کے دن کفار کا آپس میں ہونے والا مُکالمہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سرداراوران کی پیروی کرنے والے آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور پیروی کرنے والے اپنے سرداروں سے کہیں گے: دنیا میں تم ہمیں اپنی طاقت اور قوت کے زور پر گمراہی پر آمادہ کرتے تھے اور ہم تمہارے خوف کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس پر کفار کے سردار کہیں گے کہ '' ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی کہ اس کی وجہ سے تم ہماری پیروی کرنے پر مجبور ہوگئے ہو بلکہ تم پہلے ہی سے کافر اور سرکش تھے اور اپنے اختیار سے خود ہی ایمان سے اِعراض کر چکے تھے۔ اب ہم پر ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کی وہ بات ثابت ہوگئی جو اُس نے فرمائی تھی کہ'' **میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔** لہٰذا اس کے عذاب کا مزہ گمراہوں کو بھی اور گمراہ کرنے والوں کو بھی ضرور چکھنا ہے، ہم خود گمراہ تھے تو ہمارے پاس سے گمراہی ہی مل سکتی تھی، تم ہمارے پاس آئے ہی کیوں۔ (2)

1 ……خازن، والصافات، تحت الآية: ٢٦، ١٧/٤، ملخصاً.

2 ……خازن، والصافات، تحت الآية: ٢٧-٣٢، ١٧/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ٢٧-٣٢، ص ١٠٠٠، ملتقطاً.

نوٹ: میدانِ محشر میں کفار کا اسی طرح کا ایک مُکالمہ سورۂ سبا کی آیت نمبر 31 میں بھی گزر چکا ہے۔

فَاِنَّهُمْ یَوْمَىٕذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ(۳۳) اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

﴿فَاِنَّهُمْ یَوْمَىٕذٍ: تو اس دن وہ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن گمراہ بھی اور انہیں گمراہ کرنے والے سردار بھی سب عذاب میں شریک ہوں گے اگرچہ ان کے عذاب کی کَیفِیَّت میں فرق ہوگا کیونکہ یہ سب لوگ دنیا میں گمراہی میں شریک تھے اور ہم نے گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے ساتھ جو کیا کہ عذاب میں انہیں جمع کر دیا، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ (1)

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ(۳۵) وَ یَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍؕ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللّٰہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچے کھینچتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے

1 ......مدارک، الصافات، تحت الآیة: ۳۳-۳۴، ص ۱۰۰۰، روح المعانی، الصافات، تحت الآیة: ۳۳-۳۴، ۱۲/۱۱۲، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۳۳-۳۴، ۷/۴۵۶، ملتقطاً۔

کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے اور نہ توحید قبول کرتے اور نہ ہی اپنے شرک سے باز آتے بلکہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر یعنی محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟(1)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ’’لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کہہ لیں اور جس نے ’’لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ کہہ لیا تو اس نے شرعی حق کے علاوہ اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے بچا لی اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (ایمان قبول کرنے سے) تکبر کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ’’اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ‘‘ اور (جبکہ مسلمانوں کے بارے میں اسی کلمہ طیبہ کے حوالے سے) فرمایا:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرما دیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔

اور وہ کلمہ ’’لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘‘ ہے۔(3)

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ٣٥-٣٦، ٤/١٧، مدارك، الصافات، تحت الآیة: ٣٥-٣٦، ص ١٠٠٠، ملتقطاً.

2 ......فتح: ٢٦.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٣٤٩، الحدیث: ١٢٧٢.

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ نبی دیوانے اور شاعر نہیں، بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے دین، توحید اور شرک کی نفی میں اپنے سے پہلے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق فرمائی ہے۔(1)

اِنَّكُمْ لَذَآىٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے۔ تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کیے کا۔ مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔ تو تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ مگر جو اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہیں۔

﴿اِنَّكُمْ: بیشک تم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف شاعری اور جنون کی نسبت کی، ان سے فرمایا گیا کہ بیشک تم ضرور آخرت میں دردناک عذاب چکھنے والے ہو اور تم جو دنیا میں شرک اور تکذیب کر آئے ہو تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔(2)

﴿اِلَّا: مگر۔﴾ اس آیت میں مخلص بندوں کا عذاب کے حکم سے اِستثناء کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ البتہ جو اللہ تعالیٰ کے

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۳۷، ۱۷/٤، روح البيان، الصافات، تحت الآية: ۳۷، ٤٥٧/۷، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، الصافات، تحت الآية: ۳۸-۳۹، ٤٨٣/١٠، خازن، والصافات، تحت الآية: ۳۸-۳۹، ۱۷/٤، ملتقطاً.

چنے ہوئے یعنی ایمان اور اخلاص والے بندے ہیں وہ دردناک عذاب نہیں چکھیں گے اور ان کے حساب میں سوال وکلام نہ ہوگا بلکہ اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہوگی تو اس سے درگزر کر دیا جائے گا اور انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا یا اس سے جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ چاہے دیا جائے گا۔ (1)

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے۔ میوے اور ان کی عزت ہوگی۔ چین کے باغوں میں۔ تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو معلوم ہے۔ پھل میوے ہیں اور وہ معزز ہوں گے۔ چین کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ: ان کے لیے روزی ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت قبول کرنے سے انکار کرنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے انکار پر قائم رہنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے ایمان والے مخلص بندوں کے ثواب کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے مخلص بندوں کے لئے جنت میں وہ روزی ہے جو (قرآن کے ذریعے) معلوم (ہو چکی) ہے یا جو ہمارے علم میں ہے اور وہ روزی پھل میوے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں پیدا فرمائے ہیں اور وہ انتہائی نفیس، لذیذ، خوش ذائقہ، خوشبودار اور خوش منظر ہوں گے اور یہ روزی انتہائی عزت و تعظیم کے ساتھ انہیں پیش کی جائے گی اور وہ چین کے باغوں میں ایک دوسرے سے مانوس اور مَسرور تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ (2)

---

1 ......ابن کثیر، الصافات، تحت الآیة: ۴۰، ۷/۱۰.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۹/۳۳۲، تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۱۰/۴۸۴، مدارک، الصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ص۱۰۰۱، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۴۱-۴۴، ۴/۱۷، ملتقطاً.

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر دورہ ہوگا نگاہ کے سامنے بہتی شراب کے جام کا۔ سفید رنگ پینے والوں کے لیے لذت۔ نہ اس میں خُمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خالص شراب کے جام کے ان پر دَور ہوں گے۔ سفید رنگ کی شراب ہوگی، پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی۔ نہ اس میں عقل کی خرابی ہوگی اور نہ وہ اس سے نشے میں لائے جائیں گے۔

﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ: ان پر دَور ہوں گے۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ایمان والے مخلص بندوں کو جنت میں ملنے والی شراب اور اس کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنتی شراب کی پاکیزہ نہریں ان کی نگاہوں کے سامنے جاری ہوں گی اور وہ خالص شراب ہوگی جس کے جام کے ان پر دَور ہوں گے، اس شراب کے اوصاف یہ ہیں۔ (1) دودھ سے بھی زیادہ سفید رنگ کی شراب ہوگی۔ (2) پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی، جبکہ دنیا کی شراب میں یہ وصف نہیں بلکہ وہ بدبودار اور بدذائقہ ہوتی ہے اور پینے والا اس کو پیتے وقت منہ بگاڑتا رہتا ہے۔ (3) جنتی شراب میں خُمار نہیں ہے جس سے عقل میں خَلَل آئے۔ (4) جنتی اس شراب سے نشے میں نہیں آئیں گے۔ جبکہ دنیا کی شراب میں یہ اوصاف نہیں بلکہ اس میں بہت سے فسادات اور عیب ہیں، اس سے پیٹ میں بھی درد ہوتا ہے اور سر میں بھی، پیشاب میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے، قے آتی ہے، سر چکراتا ہے اور عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ (1)

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

(1) ...... خازن، والصافات، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ٤/١٧-١٨، جلالين، الصافات، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ص٣٧٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ انڈے ہیں پوشیدہ رکھے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی آنکھوں والی (بیویاں) ہوں گی۔ گویا وہ پوشیدہ رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

﴿وَعِنْدَهُمْ: اور ان کے پاس۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ایمان والے مخلص بندوں کو جنت میں ملنے والی حوروں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اوصاف یہ ہیں۔ (1) وہ حوریں شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی کہ اس کے نزدیک اس کا شوہر ہی صاحبِ حسن اور پیارا ہے۔ (2) بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ (3) وہ گرد وغبار سے پاک اور اس قدر صاف شفاف اور سفید ہوں گی گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔[1]

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌۙ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَىٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِۙ ﴿۵۶﴾ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ ان میں سے کہنے والا بولا میرا ایک ہم نشین تھا۔ مجھ سے کہا کرتا کیا تم اسے سچ مانتے ہو۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی

1 ...... جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۴۸-۴۹، ص۳۷۵، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۴۸-۴۹، ۴/۱۸، ملتقطاً.

جائے گی۔ کہا کیا تم جھانک کر دیکھو گے۔ پھر جھانکا تو اسے بیچ بھڑکتی آگ میں دیکھا۔ کہا خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کردے۔ اور میرا رب فضل نہ کرے تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جنتی آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بیشک میرا ایک ساتھی تھا۔ (مجھ سے) کہا کرتا تھا: کیا تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی؟ جنتی کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے؟ تو وہ جھانکے گا تو اس ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا۔ وہ جنتی کہے گا: خدا کی قسم، قریب تھا کہ تو ضرور مجھے ہلاک کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا۔

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: پھر جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات میں بیان کی گئی اہلِ جنت کی باہمی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جنتی شرابِ طَہور پینے کے دوران آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ دنیا میں کیا حالات اور واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد اُٹھنے کا منکر تھا اور اس کے بارے میں طنز کے طور پر مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد اُٹھنے کو سچ مانتے ہو؟ اور کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی اور ہم سے حساب لیا جائے گا؟ یہ بیان کر کے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے کہ میرے اس ہم نشین کا جہنم میں کیا حال ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم ہم سے زیادہ اسے جانتے ہو۔ پھر جب وہ جھانکے گا تو اپنے اس دنیا کے ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا کہ عذاب کے اندر گرفتار ہے، تو وہ جنتی اس سے کہے گا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو ضرور مجھے بھی راہِ راست سے بہکا کر ہلاک کر دیتا۔ اور اگر میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا احسان نہ ہوتا اور وہ اپنی رحمت و کرم سے مجھے تیرے بہکانے سے محفوظ نہ رکھتا اور اسلام پر قائم رہنے کی توفیق نہ دیتا تو ضرور میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا۔ [1]

1 ......خازن، و الصافات، تحت الآية: ٥٠-٥٧، ١٨/٤، مدارك، الصافات، تحت الآية: ٥٠-٥٧، ص ١٠٠٢، جلالين، الصافات، تحت الآية: ٥٠-٥٧، ص٣٧٥، ملتقطاً.

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہمیں مرنا نہیں۔ مگر ہماری پہلی موت اور ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہم مریں گے نہیں؟ سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ بیشک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ: تو کیا ہم مریں گے نہیں؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب موت ذبح کردی جائے گی تو اہلِ جنت فرشتوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں ہو جانے والی پہلی موت کے سوا مریں گے نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ فرشتے کہیں گے: نہیں یعنی اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتی کہیں گے کہ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے جو ہمیں نصیب ہوئی۔ یاد رہے کہ اہلِ جنت کا یہ دریافت کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ لذّت حاصل کرنے کیلئے ہوگا اور اس لئے ہوگا تاکہ وہ دائمی حیات کی نعمت اور عذاب سے مامون ہونے کے احسان پر اللہ کی نعمت کو یاد کریں اور اس ذکر سے انہیں سُرور حاصل ہوگا۔ (1)

﴿لِمِثْلِ هٰذَا: ایسی ہی کامیابی کے لیے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے ثواب اور اُخروی انعامات حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔ (2)

اُخروی کامیابی کے لئے ہی عمل کرنا چاہئے

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اصل اور حقیقی کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کو جہنم کے عذاب سے

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۵۸-۶۰، ۴/۱۸، مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۵۸-۶۰، ص۱۰۰۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۶۱، ۴/۱۸-۱۹.

بچالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے ،لہٰذا اسی کامیابی کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے ۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے عملِ مبارک میں بھی اس کی ترغیب موجود ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں، میں رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا دستِ اَقدس میرے ہاتھ میں تھا، اسی دوران آپ نے ایک جنازہ دیکھا تو آپ جلدی جلدی چلنے لگے حتّٰی کہ قبر کے پاس پہنچ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ آپ کے مبارک آنسوؤں سے مٹی تر ہوگئی، پھر ارشاد فرمایا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ [1]

اور ہمارے دیگر بزرگانِ دین بھی اسی کی ترغیب دیتے رہے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عبداللّٰه بن مبارک رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے وفات کے وقت آنکھیں کھولیں، پھر مسکرائے اور فرمایا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ [2]

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سفیان ثوری رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف پرواز کر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ [3]

اللّٰه تعالٰی ہمیں بھی اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾

---

1 ......در منثور، الصافات، تحت الآية: ٦١، ٩٥/٧.

2 ......تاريخ دمشق، حرف الميم في اسماء آباء العبادلة، عبد الله بن المبارك بن واضح... الخ، ٤٧٦/٣٢.

3 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الشطر الاول، الباب الثامن، بيان منامات المشايخ... الخ، ٢٦٦/٥.

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ مہمانی بھلی یا تھوہڑ کا پیڑ۔ بے شک ہم نے اسے ظالموں کی جانچ کیا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ بیشک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنادیا ہے۔

﴿ اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا : تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے۔﴾ یعنی جنت کی نعمتیں، لذتیں، وہاں کے نفیس و لطیف کھانے اور مشروبات، دائمی عیش اور بے انتہا راحت وسُرور بہتر ہے یا جہنم میں ملنے والا زَقوم کا درخت جو نہایت تلخ، انتہائی بدبودار، حد درجہ کا بدمزہ اور سخت ناگوار ہے، اس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی اور ان کو اس کے کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔[1]

جہنمی درخت زقوم کی کیفیت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر زقوم کے درخت کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرا دیا جائے تو ان کی زندگی برباد ہو جائے گی تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔[2]

اللہ تعالٰی ہمارا ایمان سلامت رکھے اور جہنم کے اس عذاب سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا : بیشک ہم نے اس درخت کو بنادیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بے شک ہم نے زقوم کے درخت کو آخرت میں کافروں کے لئے عذاب بنا دیا ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے اس درخت کو دنیا میں کافروں کیلئے آزمائش بنادیا ہے۔ جب کفار نے جہنم میں اس درخت کے بارے میں سنا تو وہ اس کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے اور وہ فتنہ یہ کہ اس کے سبب قرآن اور نبوت پر طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ میں درخت ہو حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا ڈالتی ہے۔ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے جانتے نہیں کہ جو رب تعالٰی ایسا حیوان پیدا

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٢، ص١٠٠٢، خازن، والصافات، تحت الآية: ٦٢، ١٩/٤، ملتقطاً.

2 ......ترمذي، كتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب اهل النار، ٢٦٣/٤، الحديث: ٢٥٩٤.

کرنے پر قدرت رکھتا ہے جو آگ میں زندگی گزارتا اور آگ سے لذت حاصل کرتا ہے تو وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آگ میں درخت پیدا فرمادے اور اسے جلنے سے محفوظ رکھے۔ (1)

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ جیسے دیووں کے سر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔

﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ: بیشک وہ ایک درخت ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کافروں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ بیشک زقوم ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے ہر طبقے میں پہنچتی ہیں، اس کا شگوفہ بدصورتی میں ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں یعنی نہایت بدہَیئت اور قبیح المنظر، سانپوں کے پھن کی طرح۔ چونکہ کفار کا کفر دل میں تھا اور بداَعمالیاں ظاہری جسم میں اور وہ خود انسانی شکل میں شیطان تھے۔ اس لئے انہیں سزا بھی اسی قسم کی دی گئی، نیز جب اس درخت کا اصل عُنصر ہی آگ ہے تو آگ اسے کیسے جلائے گی؟ (2)

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَى الْجَحِیْمِ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔ پھر بے شک ان کے لیے

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ٦٣، ٧/٤٦٤-٤٦٥.

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ٦٤-٦٥، ٧/٤٦٥، ملخصاً.

اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے۔ پھر ان کی بازگشت ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔ پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے۔ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔

﴿فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا: پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں جہنم میں کفار کے کھانے اور مشروب کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر جہنمی تھوہڑ میں سے کھائیں گے، یہاں تک کہ اس سے ان کے پیٹ بھر جائیں گے، وہ تھوہڑ جلتا ہوگا اور ان کے پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہوگا اور وہ ایک عرصے تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے۔ پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم کھولتا پانی، اس کی گرمی اور سوزش، اُس تھوہڑ کی گرمی اور جلن سے مل کر تکلیف و بے چینی اور بڑھا دے گی۔[1]

﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ: پھر بیشک ان کا لوٹنا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے کیونکہ زقوم کھلانے اور گرم پانی پلانے کے لئے ان کو اپنے دَرکات یعنی عذاب کے مقام سے دوسرے درکات میں لے جایا جائے گا اس کے بعد پھر اپنے درکات کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[2]

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا گمراہ پائے۔ تو وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ تو وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑائے جارہے ہیں۔

﴿اِنَّهُمْ: بیشک انہوں نے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے عذاب کا مستحق ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اپنے باپ دادا کو گمراہ پانے کے باوجود وہ انہیں کے نشانِ قدم پر دوڑے جارہے ہیں اور گمراہی میں ان کی پیروی

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٦-٦٧، ص١٠٠٣.

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٨، ص١٠٠٣.

کرتے ہیں جبکہ حق کے واضح دلائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔[1]

گمراہوں کی پیروی ہلاکت میں مبتلا ہونے کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح نیک بندوں کی پیروی ہدایت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اسی طرح گمراہوں کی پیروی ہلاکت میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔اس آیت سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جن کے پاس غیر شرعی رسم ورواج کے صحیح ہونے کی دلیل صرف خاندان میں عرصۂ دراز سے اسی طرح ہوتے آنا ہے یا آج تک کسی سے اس کا ناجائز ہونا نہ سننا ہے۔یونہی ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو غیر عالم سے سنے ہوئے غلط مسائل پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جب انہیں درست مسائل بتائے جائیں تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ اتنے لوگوں سے سنا ہے اور ہمیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ یہ غلط ہے اور تم نے دو چار لفظ کیا پڑھ لئے اب ہمیں سمجھانے بیٹھ گئے ہو۔انہیں چاہئے کہ رسم ورواج پر عمل کرنا ہو یا انہیں کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو تو اپنے بڑے بوڑھوں کے عمل اور عام لوگوں کے جواب کو دلیل بنا کر پیش کرنے کی بجائے مُستَنَد سنی عالِم دین سے شرعی رہنمائی لے کر ہی اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے،آمین۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۷۴﴾

ع ۲ / ۵۳ / ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ان سے پہلے بہت سے اگلے گمراہ ہوئے۔اور بے شک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے۔تو دیکھو ڈرائے گیوں کا کیسا انجام ہوا۔مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے۔اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے۔تو دیکھو ڈرائے جانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندے۔

---

[1]......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٦٩-٧٠، ص١٠٠٣، ملخصاً.

﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ :اور بیشک ان سے پہلے گمراہ ہوئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک کفارِ قریش سے پہلے بہت سے اگلے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے باپ دادا کی غلط راہ نہ چھوڑی اور حجت و دلیل سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا، اور بیشک ہم نے ان میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھیجے جنہوں نے ان کو گمراہی اور بد عملی کے برے انجام کا خوف دلایا لیکن انہوں نے اپنے جاہل باپ داداؤں کی پیروی نہ چھوڑی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کہنا نہ مانا جس کی وجہ سے ان ڈرائے جانے والوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے جبکہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایماندار بندے عافیت میں رہے اور انہوں نے اپنے اخلاص کے سبب عذاب سے نجات پائی۔ (1)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿٧٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہمیں نوح نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ :اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے 7 واقعات بیان فرمائے، سب سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان فرمایا اور اس کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اور حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

(1) ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٧١-٧٤، ص١٠٠٣، خازن، والصافات، تحت الآية: ٧١-٧٤، ١٩/٤، ملتقطاً.

کا واقعہ بیان فرمایا۔ان تمام واقعات کو بیان فرمانے سے مقصود حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا اوران کی امت میں سے کفر کرنے والوں کوعذاب سے ڈرانا ہے۔[1]

جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رہی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کی،

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں مغلوب ہوں تو تو میرا بدلہ لے۔

اور عرض کی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝۲۶ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی۔

زیرِ تفسیر آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کردینے کی درخواست کی تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں کہ ہم نے اُن کی دعا قبول کی اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کی اور اُن کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا کہ انہیں غرق کرکے ہلاک کردیا۔[4]

﴿ **وَ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ:** **اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔** ﴾ یعنی ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اور جوان پر ایمان لایا انہیں غرق ہونے سے نجات دی۔[5]

---

1 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ۷۵، ۵/۱۷۴۲.

2 ......قمر: ۱۰.

3 ......نوح: ۲۶، ۲۷.

4 ......مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۷۵، ص۱۰۰۳، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۷۵، ص۳۷۶، قرطبی، الصافات، تحت الآیة: ۷۵، ۸/۶۶، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

5 ......مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۷۶، ص۱۰۰۳.

وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ نوح پر سلام ہو جہان والوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو۔

﴿وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ: اور ہم نے اسی کی اولاد کو کر دیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہی باقی رکھی تو اب دنیا میں جتنے انسان ہیں سب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کشتی سے اترنے کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے علاوہ جتنے مرد و عورت تھے سبھی آگے کوئی نسل چلائے بغیر فوت ہو گئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد سے دنیا کی نسلیں چلیں۔ عرب، فارس اور روم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرزند سام کی اولاد سے ہیں۔ سوڈان کے لوگ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بیٹے حام کی نسل سے ہیں۔ ترک اور یاجوج ماجوج وغیرہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صاحب زادے یافث کی اولاد سے ہیں۔[1]

﴿وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ: اور ہم نے اس کی تعریف باقی رکھی۔﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی اُمتوں میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکرِ جمیل باقی رکھا۔[2]

وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالٰی کی رحمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالٰی کی رحمت ہے اور دنیا میں لوگوں کا اچھے

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۷۷، ۴/۱۹-۲۰، مدارک، الصافات، تحت الآیة: ۷۷، ص۱۰۰۳-۱۰۰۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۷۸، ۴/۲۰.

الفاظ میں یاد کرنا کس قدر باعثِ رحمت ہے اس کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ جب دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو آپ نے تین بار فرمایا ''واجب ہوگئی! اور ایک دوسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو بھی آپ نے تین بار فرمایا: ''واجب ہوگئی! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس جنازے کی تم نے مذمت بیان کی اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللّٰہ تعالیٰ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللّٰہ تعالیٰ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللّٰہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ [1]

﴿سَلٰمٌ: سلام ہو۔﴾ یعنی فرشتے، جنات اور انسان سب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر قیامت تک سلام بھیجتے رہیں گے۔ [2]

بچھو کے ڈنگ اور زہریلے جانوروں سے محفوظ رہنے کا وظیفہ

حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ آیت ''سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ'' پڑھ لیا کرے تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا۔ [3] اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص یہ آیت صبح شام پڑھ لیا کرے وہ زہریلے جانوروں سے امن میں رہے اور اگر کشتی میں سوار ہوتے وقت پڑھ لے تو ڈوبنے سے محفوظ رہے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۱﴾

---

1 ......مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیه خیر او شرّ من الموتی، ص۴۷۳، الحدیث: ۶۰(۹۴۹).

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۷۹، ص۱۰۰۴.

3 ......التمهید لابن عبد البر، سهیل بن ابی صالح، ۸/۵۶۵، تحت الحدیث: ۶۱۱.

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

﴿**اِنَّا كَذٰلِكَ: بیشک ہم ایسا ہی۔**﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرما کر، ان کی نسل کو باقی رکھ کر، بعد والوں میں ان کی تعریف باقی چھوڑ کر اور تمام جہان والوں میں ان پر سلام بھیج کر جو انہیں مقام اور مرتبہ عطا کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔[1]

﴿**اِنَّهٗ: بیشک وہ۔**﴾ یعنی حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نیک ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ اسے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ درجہ اور سب سے زیادہ عزت کا مقام اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی طاعت کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے۔ پھر جو اِس ایمان و اطاعت میں جتنا زیادہ ہے وہ اتنا ہی مُقرّب ہے۔

﴿**ثُمَّ اَغْرَقْنَا: پھر ہم نے ڈبو دیا۔**﴾ اس آیت کا تعلق آیت نمبر 76 کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی، پھر ان کی قوم کے تمام کافروں کو غرق کر دیا۔

وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ﴿۸۳﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے۔

---

1 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ۸۰، ۵/۱۷۴۲، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے ابراہیم ہے۔

﴿وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ: اور بیشک اسی کے گروہ سے۔﴾ یہاں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین وملت اور انہیں کے طریقے پر ہیں۔

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان دو ہزار سے زیادہ برس کے زمانے کا فرق ہے اور دونوں حضرات کے درمیان جو زمانہ گزرا اس میں صرف دو نبی، حضرت ہود اور حضرت صالح عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے تین نبی، حضرت ادریس، حضرت شیث اور حضرت آدم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے، اس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ساتویں نبی ہیں۔[1]

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جبکہ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے کر حاضر ہوا۔

﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ: جبکہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی دعوت دی تو اس وقت ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص تھا اور انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اپنے دل کو فارغ کر لیا تھا۔[2]

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَىٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ

1 ...... خازن، والصافات، تحت الآية: ۸۳، ٤/ ۲۰، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸۳، ص ۱۰۰٤، صاوی، الصافات، تحت الآية: ۸۳، ٥/ ۱۷٤۳، ملتقطاً.

2 ...... قرطبی، الصافات، تحت الآية: ۸٤، ۸/ ٦۸، الجزء الخامس عشر، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۸٤، ص ۱۰۰٤، ملتقطاً.

تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو۔ تو تمہارا کیا گمان ہے ربُّ العالمین پر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ کیا بہتان باندھ کر اللہ کے سوا اور معبود چاہتے ہو؟ تو تمہارا رب العالمین پر کیا گمان ہے؟

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ : جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے عرفی باپ آزر اور اپنی قوم سے عتاب کے طور پر فرمایا: ''تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم بہتان باندھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ تمہارا رب العالمین پر کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کی پوجا کرو گے تو کیا وہ تمہیں عذاب دیئے بغیر چھوڑ دے گا، حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی درحقیقت نعمتیں عطا کرنے والا اور عبادت کا مستحق ہے۔ قوم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواب دیا کہ ''کل کے دن ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلے سے واپس آکر تبرُّک کے طور پر وہ کھانے کھائیں گے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور مجمع اور میلہ کی رونق دیکھیں، وہاں سے واپس آکر بتوں کی زینت، سجاوٹ اور ان کا بناؤ سنگار دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہیں کریں گے۔[1]

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا۔ پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

[1] ……روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۸۵-۸۷، ۷/۴۶۹، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۸۵-۸۷، ۴/۲۰، مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۸۵-۸۷، ص۱۰۰۴، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۸۵-۸۷، ص۳۷۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس نے ستاروں کو ایک نگاہ دیکھا۔ تو کہا: میں بیمار ہونے والا ہوں۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً: پھر اس نے ایک نگاہ دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ایک نظر ستاروں کی طرف ایسے دیکھا جیسے ستارہ شناس اور علمِ نجوم کے ماہر ستاروں کے ملنے اور جدا ہونے کی جگہ کو دیکھا کرتے ہیں، اس کے بعد فرمایا: ''میں بیمار ہونے والا ہوں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم چونکہ ستاروں کی بہت معتقد تھی اس لئے وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کرلیا ہے۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ علمِ نجوم حق ہے اور یہ علم سیکھنے میں مشغول ہونا منسوخ ہو چکا ہے۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ اس پر پیٹھ دے کر پھر گئے۔ پھر ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلا تو کہا کیا تم نہیں کھاتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو قوم کے لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔ پھر آپ ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے پھر فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ: تو قوم کے لوگ اس سے پھر گئے۔﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں تو اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ اپنی عیدگاہ کی طرف پھر گئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس لئے ساتھ لے کر نہ گئے تاکہ ان کے اعتقاد کے مطابق آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری اُڑ

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ٨٨-٨٩، ص ١٠٠٤، ملخصاً.

کر انہیں نہ لگ جائے۔[1]

﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ: پھران کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے۔﴾ جب قوم کے لوگ چلے گئے تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے نگاہ بچاتے ہوئے ان کے بت خانے کی طرف چلے، پھر وہاں جا کر بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے ان سے فرمایا: کیا تم اس کھانے کو نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے وہ لوگ اس لئے رکھ گئے ہیں تا کہ برکت والا ہو جائے؟ ان بتوں کی تعداد کافی زیادہ تھی، ان میں سے بعض بت پتھر کے تھے، بعض لکڑی کے، بعض سونے کے، بعض چاندی کے، بعض تانبے کے، بعض لوہے کے، اور بعض سیسے کے بنے ہوئے تھے، سب سے بڑا بت سونے کا بنا ہوا تھا اور اس پر جواہرات لگے ہوئے تھے۔[2]

﴿مَا لَكُمْ: تمہیں کیا ہوا۔﴾ جب بتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ پھر بھی بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور وہ جواب ہی کیا دیتے کیونکہ وہ تو بے جان تھے۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں دہنے ہاتھ سے مارنے لگا۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے لگے۔ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے ہوئے آئے۔

﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا: تو لوگوں سے نظر بچا کر انہیں مارنے لگے۔﴾ جب بتوں نے بالکل کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اٹھایا اور ان بتوں کو مارنے لگے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بتوں کو مار مار کر پارہ پارہ کر دیا۔[3]

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٩٠، ٤٧٠/٧، خازن، والصافات، تحت الآية: ٨٩-٩٠، ٢٠/٤، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآية: ٩١، ٤١٤/٤، جمل، الصافات، تحت الآية: ٩١، ٣٤١/٦، ملتقطاً.

3 ......بحر المحيط، الصافات، تحت الآية: ٩٣، ٣٥١/٧، قرطبى، الصافات، تحت الآية: ٩٣، ٧٠/٨، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

نوٹ: اس واقعہ کی تفصیل سورۂ انبیاء آیت نمبر 57،58 میں بیان ہو چکی ہے۔

﴿فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ: تو کافر اس کی طرف آئے۔﴾ جب کافروں کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت جلد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ ہم تو ان بتوں کو پوجتے ہیں اور تم انہیں توڑتے ہو۔ (1)

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا کیا اپنے ہاتھ کے تراشوں کو پوجتے ہو۔ اور اللّٰہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ اور اللّٰہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کافروں سے فرمایا: کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو خالق ہے وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے جبکہ مخلوق کسی طرح بھی عبادت کی مستحق نہیں۔ (2)

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اس کے لیے ایک عمارت چُنو پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قوم نے کہا: اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

﴿قَالُوْا: قوم نے کہا۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جواب سن کر وہ لوگ حیران ہو گئے اور اُن سے کوئی جواب

❶......خازن، والصافات، تحت الآية: ٩٤، ٤/٢١، جلالين، الصافات، تحت الآية: ٩٤، ص٣٧٦-٣٧٧، ملتقطاً.

❷......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٩٥-٩٦، ٧/٤٧١.

نہ بن پایا تو کہنے لگے کہ ’’اس کے لیے پتھر کی لمبی چوڑی چار دیواری بناؤ، پھر اس کو لکڑیوں سے بھر دو اور ان میں آگ لگا دو، یہاں تک کہ جب آگ زور پکڑ لے تو پھر انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔[1] چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا اور ان کے لئے لکڑیاں جمع کرنے لگ گئے اور سب نے جوش و خروش سے حصہ لیا، جب انہوں نے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی تو اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ اگر اس طرف سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اس کی تپش سے جل جاتا تھا۔ جب لوگوں نے عمارت کے کنارے تک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند کیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، اس وقت آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور فرشتوں نے فریاد کی: ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرے نام کو بلند کرنے کی پاداش میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے یہ بات معلوم ہے، اگر وہ تمہیں پکارے تو تم اس کی مدد کرنا۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو عرض کی: ’’اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو واحد ہے اور میں زمین میں واحد ہوں اور زمین میں میرے علاوہ اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو تیری عبادت کرے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔[3]

نوٹ: اس واقعے کی بعض تفصیل سورۂ اَنبیاء کی آیت نمبر 68 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اس پر داؤں چلنا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے انہیں نیچا کر دیا۔

---

1 ......خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۹۷، ۴/۲۱، ملتقطاً.

2 ......الانبیاء: ۶۹.

3 ......در منثور، الصافات، تحت الآیۃ: ۹۷، ۷/۱۰۱-۱۰۲.

﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا: تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفار نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈال کر ان کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس آگ میں سلامت رکھ کر کفار کے فریب کو باطل کر کے انہیں ذلیل کر دیا۔[1]

نوٹ: اس واقعہ کی مزید تفصیل سورۂ اَنبیاء آیت نمبر 68 تا 70 میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے کہا: بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دکھائے گا۔

﴿وَقَالَ: اور فرمایا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ سے نجات عطا فرمادی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: بیشک میں اس کفر کے مقام سے ہجرت کر کے وہاں جانے والا ہوں جہاں جانے کا میرا رب عَزَّوَجَلَّ حکم دے، اب وہ مجھے میرے مقصد کی طرف راہ دکھائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سرزمینِ شام میں ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے۔[2]

ہجرت اور فتنے کے اَیّام میں گوشہ نشینی کی اصل

ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’یہ آیتِ مبارکہ ہجرت اور (فتنے کے اَیام میں) گوشہ نشینی کی اصل ہے اور سب سے پہلے جس نے ہجرت کی وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔[3]

اور حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور چٹیل

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٩٨، ٤٧١/٧، ملخصاً.
2 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ٩٩، ٤٧٢/٧، جلالين، الصافات، تحت الآية: ٩٩، ص٣٧٧، ملتقطاً.
3 ......تفسير قرطبى، الصافات، تحت الآية: ٩٩، ٧٢/٨، الجزء الخامس عشر.

میدانوں میں اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر بھاگتا پھرے گا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کہیں جانا اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہجرت کر کے شام کی طرف تشریف لے گئے تھے، لیکن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف جانے والا ہوں۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

﴿رَبِّ: اے میرے رب!﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب ارضِ مُقَدَّسہ کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس اولاد نہیں تھی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے نیک اولاد عطا فرما جو کہ دینِ حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار رہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسِیَّت حاصل ہو۔[2]

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک اور صالح اولاد کی دعا مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نیک، صالح اور متقی بیویوں اور اولاد کی دعا مانگتے ہیں تاکہ اُن کے اچھے عمل دیکھ کر نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب من الدّین الفرار من الفتن، ۱/۱۸، الحدیث: ۱۹.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۴/۴۱۵.

وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا [1]

ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ: تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی۔﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تین بشارتیں دی گئیں۔ (1) ان کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ لڑکا ہوگا۔ (2) وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔ (3) وہ عقلمند اور بُردبار ہوگا۔ [2]

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصف

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حلیم اور بُردبار لڑکے کی بشارت دی اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود بھی حلیم تھے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خَمسہ کی خبر دی جاتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ کی خبر دی جاتی ہے، کیونکہ بیٹے کی ولادت سے پہلے اس کی خبر دے دینا علمِ غیب بلکہ ان پانچ علوم میں سے ہے جن کے علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا بطورِ خاص قرآن میں مذکور ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ

---

1 ......فرقان: ۷۴.

2 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۴/۴۱۵.

3 ......توبہ: ۱۱۴.

4 ......ھود: ۷۵.

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (1)

میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبردار ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰىؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ: پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند عطا فرمایا، وہ پلتے بڑھتے جب اس عمر تک پہنچ گئے جس میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حاجت اور ضروریات میں ان کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہوگئے تو ان سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب حق ہوتے ہیں اور ان کے افعال اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہیں، اب تو دیکھ لے کہ تیری

(1) ......لقمان: ۳٤.

کیا رائے ہے؟ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ اس لئے کہا تھا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے وحشت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لئے رغبت کے ساتھ تیار ہو جائیں، چنانچہ اس فرزندِ اَرْجمند نے اللہ تعالیٰ کی رضا پر فدا ہونے کا کمالِ شوق سے اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ [1]

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ۔۔۔ سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ)۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا: تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکا دی۔ ﴾ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے فرزند نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی ''اے والدِ محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں تا کہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے بھی سمیٹ لیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے چل جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو پہلو کے بل لٹانے کی بجائے پیشانی کے بل لٹائیں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو اس وقت آپ کے

[1] ......ابو سعود، الصافات، تحت الآية: ١٠٢، ٤ / ٤١٥-٤١٦، خازن، والصافات، تحت الآية: ١٠٢، ٤ / ٢٢، جلالين، الصافات، تحت الآية: ١٠٢، ص٣٧٧، ملتقطاً.

دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور آپ کے درمیان حائل ہوسکتی ہے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دیدیں تاکہ انہیں تسلی ہو اور انہیں مجھ پر صبر آجائے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد فرزند کی خواہش کے مطابق پہلے اسے اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹالی، پھر ان کے حلق پر چھری چلادی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی ''اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر کے اطاعت وفرمانبرداری کمال کو پہنچادی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کردو۔ یہ واقعہ منیٰ میں واقع ہوا۔ (1)

جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے فرزند کو ذبح کرنے کیلئے چلے تو شیطان ایک مرد کی صورت میں حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس آیا اور کہنے لگا ''کیا آپ جانتی ہیں کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کے صاحبزادے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ''وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں لینے کیلئے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا ''خدا کی قسم! ایسا نہیں، وہ تو آپ کے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ''ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو اپنے فرزند پر بہت شفقت کرتے اور اس سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا ''ان کا گمان یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''اگر انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو پھر اس سے اچھی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ یہاں سے نامراد ہو کر شیطان حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا اور ان سے کہا ''اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ آپ کے والد آپ کو کہاں لے کر جارہے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''ہم اپنے اہلِ خانہ کے لئے اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے جارہے ہیں۔ شیطان نے کہا: ''خدا کی قسم! وہ آپ کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''وہ اس چیز کا ارادہ کیوں رکھتے ہیں؟ شیطان نے کہا ''ان کے رب تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا پھر تو انہیں اپنے رب تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا چاہئے، مجھے بسر وچشم یہ حکم قبول ہے۔

(1) بغوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ٤/۲۸-۲۹، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ص۱۰۰٦، ملتقطاً۔

جب شیطان نے یہاں سے بھی منہ کی کھائی تو وہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پاس پہنچا اور کہنے لگے ’’اے شیخ! آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ’’اس گھاٹی میں اپنے کسی کام سے جارہا ہوں۔ شیطان نے کہا ’’اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ شیطان آپ کے خواب میں آیا اور اس نے آپ کو اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی بات سن کر حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اسے پہچان لیا اور فرمایا ’’اے دشمنِ خدا! مجھ سے دور ہٹ جا، خدا کی قسم! میں اپنے رب تعالیٰ کے حکم کو ضرور پورا کروں گا۔ یہاں سے بھی شیطان ناکام ونامراد ہی لوٹا۔ [1]

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم　　نہایت اس کی حُسین ابتدا ہے اسماعیل

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم۔ بیشک تو نے خواب سچ کر دکھائی ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچالیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کاملُ الایمان بندوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ندائی فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔ اور ہم

---

[1] ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۱۰۳، ۴/۲۳.

نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ : ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے صاحبزادے اس اطاعت میں نیکی کرنے والے تھے تو جس طرح ہم نے ان دونوں نیک ہستیوں کو جزا دی اسی طرح ہم ہر نیکی کرنے والے کو جزا دیں گے۔ (1)

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ : بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔﴾ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جان، مال اور وطن کی قربانیاں پہلے ہی پیش فرمادی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اس فرزند کو بھی قربانی کے لئے پیش کردیا جسے اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا، گود کا پالا اور آنکھوں کا نور تھا اور یہ سب سے سخت آزمائش تھی۔

﴿وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ :اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔﴾ علامہ بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں اس ذبیحہ کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے اسے بڑا فرمایا گیا کیونکہ یہ اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا فدیہ بنا جن کی نسل سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ (2)

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

ع ۳/۷ ۳۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں۔اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحٰق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۹/۳۵۰.

2 ......بیضاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۲۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو اللہ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔

﴿وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ : اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی۔﴾ ذبح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خوشخبری دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔

﴿وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ : اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دینی اور دُنْیَوی ہر طرح کی برکت اتاری اور ظاہری برکت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں کثرت کی اور حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نسل سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مبعوث کئے۔[1]

﴿وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ : اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا ہے۔﴾ یعنی ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی ایمان لا کر اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی کفر کر کے اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی باپ کے بکثرت فضائل والا ہونے سے اولاد کا بھی ویسا ہی ہونا لازم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں کہ کبھی نیک سے نیک پیدا کرتا ہے کبھی بد سے بد اور کبھی بد سے نیک، تاکہ نہ اولاد کا بد ہونا آباء کے لئے عیب ہو اور نہ آباء کی بَدی اولاد کے لئے باعثِ عار ہو۔[2]

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّیْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو بڑی سختی سے نجات

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١١٣، ص١٠٠٨.

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١١٣، ص١٠٠٨، خازن، والصافات، تحت الآية: ١١٣، ٤/٢٤، ملتقطاً.

بخشی۔اوران کی ہم نے مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا۔اور انہیں اوران کی قوم کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی۔اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے۔

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا: اور بیشک ہم نے احسان فرمایا۔﴾ یہاں سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کئے گئے انعامات اور احسانات بیان کئے جا رہے ہیں،اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر احسان فرمایا کہ انہیں نبوت ورسالت عنایت فرمائی اور اس کے علاوہ دینی اور دُنْیَوی نعمتوں سے نوازا۔(1)

﴿وَنَجَّیْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا: اور انہیں اوران کی قوم کو نجات بخشی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اوران کی قوم بنی اسرائیل کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی کہ انہیں فرعون اوراس کی قوم قبطیوں کے ظلم وستم سے رہائی دی۔بنی اسرائیل کی مَظلُومِیَّت کا سبب یہ ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آباء واَجداد اپنے والد حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ان کی سلطنت مصر میں تشریف لے آئے اور وہیں قیام پذیر رہے، جب فرعون کی حکومت آئی تو اس نے تکبر وسرکشی کی اور بنی اسرائیل کو غلام بنالیا اور انہیں قبطیوں کا خدمتگار بنا دیا۔(2)

﴿وَنَصَرْنٰهُمْ: اور ہم نے ان کی مدد فرمائی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے قبطیوں کے مقابلے میں دلائل اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی تو وہی فرعون اوراس کی قوم پر ہر حال میں غالب رہے اور آخر کار انہیں سلطنت اور حکومت بھی عطا فرمائی۔(3)

وَاٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ۚ وَهَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

(1)……صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۵/۱۷۴۸، ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۴/۴۱۸، ملتقطاً.

(2)……جلالین مع صاوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۵/۱۷۴۸.

(3)……جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ص۳۷۷، مدارک، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ص۱۰۰۸، تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۹/۳۵۲، ملتقطاً.

الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ اور ان کو سیدھی راہ دکھائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔ اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ: اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو روشن کتاب عطا فرمائی جس کا بیان بلیغ اور وہ حدود واَحکام وغیرہ کی جامع ہے۔ اس کتاب سے مراد توریت شریف ہے۔[1] جو کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلاواسطہ عطا ہوئی اور حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واسطے سے عطا ہوئی۔

﴿وَهَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ: اور انہیں سیدھی راہ دکھائی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ انہیں عقلی اور سمعی دلائل سے دینِ حق پر مضبوطی سے قائم رہنے، باطل سے بچے رہنے اور حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔[2]

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ۙ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ: اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ بعد میں آنے والوں میں ان کے اچھے ذکر کو باقی رکھا۔ یہاں بعد میں آنے والوں سے مراد حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے اور اچھے ذکر سے ان کی تعریف و توصیف اور ثناءِ جمیل مراد ہے۔[3]

---

1 ......جلالین، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ص۳۷۷.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۳۵۲/۹.

3 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۱۹، ۳۵۲/۹.

﴿ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ: موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قیامت تک مخلوق ان دونوں بزرگوں پر سلام بھیجتی رہے گی اوران کا ذکرِ خیر کرتی رہے گی۔ (1) دوسرا معنی یہ ہے کہ خالق کی طرف سے وہ دونوں ہمیشہ امن وسلامتی میں رہیں گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامِل الایمان بندوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔

﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ: بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ ﴾ یعنی جس طرح ہم نے فرعون کے مَظالم سے نجات دے کر، قبطیوں کے مقابلے میں ان کی مدد کر کے، حدود واَحکام کی جامع کتاب عطا فرما کر اور قیامت تک ذکرِ خیر باقی رکھ کے حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جزا عطا فرمائی اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والوں کو دیگر ثوابوں کے علاوہ دنیا میں ذکرِ خیر اور امن وسلامتی بھی عطا ہوتی ہے۔

﴿ اِنَّهُمَا: بیشک وہ دونوں۔ ﴾ اس آیت سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سب سے بڑی فضیلت اور سب سے اعلیٰ شرف کامل ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ (3)

وَ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ؕ

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٢٠، ٧/٤٨٠.

2 ......صاوی، الصافات، تحت الآیة: ١٢١، ٥/١٧٤٩، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ١٢٢، ٩/٣٥٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہے۔

﴿وَ اِنَّ اِلْیَاسَ: اور بیشک الیاس۔﴾ یہاں سے حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بہت عرصہ بعد بَعْلَبَکْ اوران کے اطراف کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

چار پیغمبروں کی ابھی تک ظاہری وفات نہیں ہوئی

یاد رہے کہ چار پیغمبر ابھی تک زندہ ہیں۔ دو آسمان میں، **(1)** حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **(2)** حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، **اور دو زمین پر۔(1)** حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔**(2)** حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سمندر پر اور حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خشکی پر مُنْتَظِم ہیں۔[1] جب قیامت قریب آئے گی تو اس وقت وفات پائیں گے اور بعض بزرگوں کی ان سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو۔ جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل (بت) کی پوجا کرتے ہو اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو؟ اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۱۳۲، ۷/۴۸۱، ۴۸۳۔

﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ: جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت الیاس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''اے لوگو! کیا تمہیں اللّٰہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور تم اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ معبود کی عبادت کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کی پوجا کرتے ہو اور اس سے بھلائیاں طلب کرتے ہو جبکہ اس رب تعالیٰ کی عبادت کو ترک کرتے ہو جو بہترین خالق ہے اور وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

''بَعل'' اُن لوگوں کے بت کا نام تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا، اس کی لمبائی 20 گز تھی اور اس کے چار منہ تھے، وہ لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے، جس مقام میں وہ بت تھا اس جگہ کا نام ''بک'' تھا اس لئے اس کا نام بَعلبک مشہور ہوگیا، یہ ملک شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ (1)

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿١٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے۔ مگر اللّٰہ کے چنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پیش کئے جائیں گے۔ مگر اللّٰہ کے چُنے ہوئے بندے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ: پھر انہوں نے اسے جھٹلایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم نے حضرت الیاس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے قیامت کے دن ضرور ہمارے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے البتہ اس قوم میں سے اللّٰہ تعالیٰ کے وہ بَرگُزیدہ بندے جو حضرت الیاس عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔ (2)

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

1 ......تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیة: ١٢٤-١٢٥، ١٠/٥٢٠، ابو سعود، الصافات، تحت الآیة: ١٢٥، ٤/٤١٩، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٢٤-١٢٦، ٧/٤٨١.

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٢٧-١٢٨، ٧/٤٨٢، خازن، والصافات، تحت الآیة: ١٢٧-١٢٨، ٤/٢٦، ملتقطاً.

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس پر۔ بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کاملُ الایمان بندوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ الیاس پر سلام ہو۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ: الیاس پر سلام ہو۔﴾ اِل یاسین بھی الیاس کی ایک لغت ہے۔ جیسے سینا اور سِیْنِیْن دونوں ''طورِ سینا'' ہی کے نام ہیں، ایسے ہی الیاس اور اِلْ یاسین ایک ہی ذات کے نام ہیں۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر سلام ہو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت تک بندے ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے رہیں گے۔ (1)

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ؕ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ۙ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک لوط پیغمبروں میں ہے۔ جب کہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرما دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک لوط ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرما دیا۔

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۳۰، ۷/۴۸۲، جلالین، الصافات، تحت الآیة: ۱۳۰، ص۳۷۸، ملتقطاً۔

﴿وَ اِنَّ لُوْطًا: اور بیشک لوط۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔اس آیت اوراس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو اہلِ سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا، ان لوگوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو جھٹلایا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا، اس وقت حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے دعا مانگی ’’اے میرے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان لوگوں کے عمل سے نجات دے۔ اللہ تعالٰی نے انہیں اور ان کے سب گھر والوں کو نجات بخشی البتہ ایک بڑھیا عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں شامل ہوگئی، یہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی بیوی ’’واہلہ‘‘ تھی جو کافرہ اور خائنہ تھی، پھر اللہ تعالٰی نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی قوم کے کفار پر پتھر برسا کر اور ان کی بستیوں کا تختہ الٹ کر سب کو ہلاک کر دیا۔ (1)

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام اور ان کی قوم کا واقعہ سورۂ ہود اور سورۂ شعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ع ۲۵ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو۔ اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) بیشک تم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرتے ہو۔ اور رات کے وقت (بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو) تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿وَ اِنَّكُمْ: اور بیشک تم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تم ملکِ شام کی طرف اپنے کاروباری سفروں کے دوران صبح و شام ان بستیوں سے گزرتے ہو اور ان کی ہلاکت و بربادی کے آثار کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیوں سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ جیسا عذاب اہلِ سدوم پر نازل ہوا ویسا تم پر بھی نازل ہوسکتا ہے کیونکہ جو رب تعالٰی کفر اور تکذیب کی وجہ سے اہلِ سدوم کو ہلاک کرنے پر قادر ہے تو اے کفارِ مکہ! وہ تمہیں بھی ہلاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ (2)

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۳-۱۳۶، ۷/۴۸۴-۴۸۵، ملخصاً.

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۷-۱۳۸، ۷/۴۸۵.

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے۔ جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک یونس ضرور رسولوں میں سے ہے۔ جب وہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

﴿وَ اِنَّ یُوْنُسَ: اور بیشک یونس۔﴾ یہاں سے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام یونس بن متّٰی ہے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لقب ذُوالنُّون اور صَاحِبُ الْحُوْت ہے، آپ بستی نِیْنَوٰی کے نبی تھے جو مُوصَل کے علاقہ میں دجلہ کے کنارے پر واقع تھی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چالیس سال ان لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اپنے شرک سے باز نہ آئے، تب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں تین دن کے بعد عذاب آجانے کی خبر دی۔ [1]

﴿اِذْ اَبَقَ: جب وہ نکل گیا۔﴾ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی جو خبر دی تھی جب اس میں تاخیر ہوئی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قوم کے کفر و نافرمانی پر اِصرار کرنے کی وجہ سے غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہی ہجرت کے ارادے سے چل دیئے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی تنگی نہیں کرے گا اور نہ ہی اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پُرس ہوگی۔ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہجرت کرنے اور غضبناک ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اس شخص کو قتل کر دیتے تھے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یقینی طور پر سچے تھے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے وحیِ الٰہی سے ہی انہیں بتایا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب آئے گا لیکن چونکہ فی الحال عذاب آیا نہیں تھا تو قوم کی نظر میں آپ کا کہنا واقع کے خلاف تھا اسی لئے وہ آپ کے قتل کے درپے تھے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی اندیشے سے وہاں سے چل دیئے حالانکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عذاب کا تو فرمایا تھا لیکن انہیں کوئی مُتَعَیَّن وقت نہیں بتایا تھا کہ جس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو مَعَاذَ اللہ آپ کی قوم جھوٹا کہہ سکتی۔

---

1 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۳۹، ۷/۴۸۶.

حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے کہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا، جب اس میں تاخیر ہوئی تو (قتل سے بچنے کے لئے) آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن سے چھپ کر نکل گئے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہو گئے، جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ (1)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اجتہاد کی وجہ سے کشتی میں سوار ہوئے تھے کیونکہ جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ گمان ہوا کہ اگر وہ اپنی قوم میں ٹھہرے رہے تو وہ انہیں شہید کر دیں گے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے لہٰذا حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کشتی میں سوار ہونا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں اور نہ ہی کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ تھا اور مچھلی کے پیٹ میں قید کر کے ان کا جو مُؤاخذہ ہوا وہ اَولیٰ کام کی مخالفت کی بنا پر ہوا کیونکہ ان کے لئے اَولیٰ یہی تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے۔ (2)

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا۔ پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کشتی والے نے قرعہ ڈالا تو یونس دھکیلے جانے والوں میں سے ہو گئے۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل

(1) ......خازن، والصافات، تحت الآية: ۱٤۰، ٤/۲٦، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱٤۰، ص۱۰۰۹، ملتقطاً.

(2) ......صاوی، الصافات، تحت الآية: ۱٤۰، ٥/۱۷٥۲، ملخصاً.

لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔

﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ : پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا۔﴾ جب حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حال یہ تھا کہ آپ خود کو اس بات پر ملامت کر رہے تھے کہ نکلنے میں جلدی کیوں کی اور قوم سے جدا ہونے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیوں نہ کیا۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو اِلہام فرمایا: ”میں نے حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے لہٰذا تم نہ تو ان کی کوئی ہڈی توڑنا اور نہ ہی ان کے گوشت کو کاٹنا۔“[1]

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

﴿ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ : تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنے والے اور مچھلی کے پیٹ میں ”لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﳓ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ“ پڑھنے والے نہ ہوتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔[2]

دعا قبول ہونے کا وظیفہ

حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مچھلی

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ١٤٢، ٧/٤٨٧، ملخصاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ١٤٣-١٤٤، ٤/٢٧.

کے پیٹ میں حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا مانگی: ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ“ اور جو مسلمان اس کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ (1)

مفسرین فرماتے ہیں: ”تم آسانی کے وقت اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو وہ تمہیں تمہاری سختی اور مصیبت کے وقت یاد کرے گا کیونکہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندے اور اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تھے، جب وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۔ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

اس کے برعکس فرعون ساری زندگی تو سرکش، نافرمان اور اللّٰہ تعالیٰ کو بھولا رہا لیکن جب وہ ڈوبنے لگا تو خدا کو یاد کر کے کہنے لگا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

تو اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اُسے کہا گیا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا۔ (4)

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ: پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا۔﴾ جب حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے کمزور، دبلے پتلے اور نازک ہو گئے تھے جیسے بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی

1 ......ابن عساكر، حرف السين في آبائهم، عمر بن سعد بن ابي وقاص... الخ، ۳۸/۴۵.

2 ......یونس: ۹۰.

3 ......یونس: ۹۱.

4 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۱۴۳-۱۴۴، ۹/۳۵۷.

اور بدن پر کوئی بال باقی نہ رہا تھا۔[1]

حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں۔ اُسی دن یا 3 دن یا 7 دن یا 20 دن یا 40 دن کے بعد آپ مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔[2]

وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا۔

﴿ **وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ:** **اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا۔** ﴾ جس جگہ حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دہنِ مبارک میں دے کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے مقام سے بال اگ آئے اور جسم میں توانائی آئی۔[3]

یاد رہے کہ کدو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آرام کرتے تھے۔

بزرگانِ دین کی پسندیدہ سبزی

کدو (یعنی لوکی) کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہت پسند فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت انس رَضِیَ

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ١٤٥، ٧/٤٨٨.

2 ......جلالين، الصافات، تحت الآية: ١٤٥، ص٣٧٨.

3 ......خازن، والصافات، تحت الآية: ١٤٦، ٤/٢٧.

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کدو شریف پسند فرماتے تھے۔(1)

ایک مرتبہ کسی نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کدو شریف بہت پسند فرماتے ہیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں، یہ میرے بھائی حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا درخت ہے۔(2)

یونہی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم بھی کدو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ حضرتِ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کھانے کی دعوت کی، میں بھی حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ گیا، جَو کی روٹی اور شوربا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔(3)

حضرت ابو طالوت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس حاضر ہوا، وہ کدو کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ''اے درخت! تیری کیا شان ہے، تو مجھے کس قدر محبوب ہے (اور یہ محبت صرف) اس لئے (ہے) کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تجھے محبوب رکھا کرتے تھے۔(4)

امامِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے شاگرد امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے سامنے جب اِس روایت کا ذکر آیا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کدو پسند فرماتے تھے، تو مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں۔ یہ سن کر امام ابو یوسف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تلوار کھینچ لی اور اس سے فرمایا: ''جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَ اِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ'' تجدیدِ ایمان کر، ورنہ میں تمہیں قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔(5)

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الدبّاء، ۲۷/٤، الحديث: ۳۳۰۲.

2 ......بيضاوى، الصافات، تحت الآية: ۱٤٦، ۲۷/٥.

3 ......بخارى، كتاب البيوع، باب ذكر الخيّاط، ۱۷/۲، الحديث: ۲۰۹۲.

4 ......ترمذى، كتاب الاطعمة، باب ما جاء فى اكل الدبّاء، ۳۳٦/۳، الحديث: ۱۸٥٦.

5 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، ۱٦٦/۳، تحت الحديث: ۱۰۸۳.

کدو (لوکی) کے طبی فوائد

لوکی کا استعمال نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔ طب کے ماہرین نے اس کے بہت سے طبی فوائد بھی بیان کئے ہیں، یہاں ان میں سے 7 طبی فوائد ملاحظہ ہوں۔

(1)......لوکی میں موجود قدرتی وٹامن سی، سوڈیم، پوٹاشیم اور فولاد نہ صرف طاقت بخش ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کا روزانہ استعمال پیٹ کے مختلف اَمراض کے خلاف مُؤثّر حفاظت بھی فراہم کرتا ہے۔

(2)......لوکی میں پائے جانے والے اَجزا کی تاثیر قدرتی طور پر ٹھنڈی ہوتی ہے جو گرمی کا اثر کم کرنے کے ساتھ ساتھ تھکن کا احساس بھی گھٹا دیتا ہے۔

(3)......لوکی کھانے سے خوب بھوک لگتی ہے اور کمزوری دور ہوتی ہے۔

(4)......قبض کے مریضوں کے لئے لوکی بہت فائدہ مند ہے۔

(5)......کدو جگر کے درد کو دور کرنے میں مفید ہے۔

(6)...... پیشاب کے امراض، معدے کے امراض اور یرقان کی مرض میں بہت فائدہ دیتا ہے۔

(7)......اس کے بیجوں کا تیل دردِ سر اور سر کے بالوں کیلئے بہت مفید ہے اور نیند لاتا ہے۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ: اور ہم نے اسے بھیجا۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت

یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہلے کی طرح موصل کی سرزمین میں قومِ نینوٰی کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف انتہائی عزت واحترام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی تھی، پھر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دوبارہ تشریف لانے پر باقاعدہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔

نوٹ: حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی توبہ کا بیان سورۂ یونس آیت نمبر **98** میں گزر چکا ہے اور اس واقعہ کا بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 87، 88 میں بھی گزر چکا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان سے پوچھو، کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ: تو ان سے پوچھو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے گزشتہ نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں قبیلہ جُہَیْنَہ اور بنی سلمہ وغیرہ کفار کے اس عقیدے ''فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں'' کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟ تم اپنے لئے تو بیٹیاں گوارا نہیں کرتے اور انہیں بُری جانتے ہو اور پھر ایسی چیز کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو۔[1]

کفار کا اپنی بیٹیوں سے نفرت کا حال

کفار خود بیٹیوں سے کس قدر نفرت کرتے اور انہیں اپنے لئے کتنا باعثِ عار سمجھتے تھے، اس کا حال بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1 ......تفسير قرطبي، الصافات، تحت الآية: ۱۴۹، ۹۸/۸، الجزء الخامس عشر، خازن، و الصافات، تحت الآية: ۱۴۹، ۲۷/۴، ملتقطاً.

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۟ۚ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں۔

اور یہ کتنا افسوس کا مقام ہے کہ جس چیز سے وہ اتنی نفرت کرتے ہیں اور اپنے لئے اتنا باعثِ عار سمجھتے ہیں کہ اسے زندہ دفن کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں، اسی چیز کو وہ اولادہی سے پاک رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ۝۲۱ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔ جب تو یہ سخت بری تقسیم ہے۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ۝۱۵۰ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ ۝۱۵۱ۙ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۵۲ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِیْنَ ۝۱۵۳ؕ مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۱۵۴ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۵ۚ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۵۶ۙ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۵۷

ترجمۂ کنزالایمان: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔ سنتے ہو بے شک وہ اپنے بہتان سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی اولاد ہے اور بے شک ضرور وہ جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر۔ تمہیں کیا ہے کیسا حکم

---

1 ...... نحل: ۵۸، ۵۹.

2 ...... النجم: ۲۱، ۲۲.

لگاتے ہو۔تو کیا دھیان نہیں کرتے ۔یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے۔تو اپنی کتاب لاؤ اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ موجود تھے۔خبردار! بیشک وہ اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں۔کہ **اللہ** کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔کیا **اللہ** نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔تمہیں کیا ہے؟تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے ؟ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا تھا۔﴾ کفار فرشتوں کو عورتیں سمجھتے تھے،ان کی یہ بات اس وقت درست ثابت ہوسکتی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو پیدا ہوتے ہوئے دیکھا ہو،یا کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں اس کی خبر دی ہو یا ان کے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہو۔**پہلی صورت** کا رد اسی آیت میں ہے کہ کفار فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود نہیں تھے لہٰذا ان کی بات درست نہیں ۔اسی طرح ایک اور مقام پر کفار کے اس نظریے کا رد کرتے ہوئے **اللہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًاؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْــٴَـلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت موجود تھے؟ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

دوسری صورت کا رد آیت نمبر 151 تا 154 میں فرمایا کہ انہیں کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے خبر نہیں دی بلکہ ان کے فاسد مذہب کی بنیاد صریح اور بدترین بہتان پر ہے، چنانچہ **اللہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَۙ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِیْنَﭤ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! بیشک وہ اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں۔کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔کیا اللہ نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔تمہیں کیا ہے؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟

1 ......زخرف:۱۹.

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ اِنَاثًاؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے چن لئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنالیں۔ بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔

تیسری صورت یہ تھی کہ ان کے پاس اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہوتی اور وہ ان کے پاس موجود نہیں، اس کے بارے میں آیت نمبر 155 تا 157 میں ارشاد فرمایا:

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم دھیان نہیں کرتے؟ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کو عورتیں سمجھنے والا کفار کا نظریہ ہر اعتبار سے باطل ہے۔[2]

وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًاؕ وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں اور جنّوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جنّوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ان کی پیشی کی جائے گی۔

﴿وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا۔﴾ بعض مشرکین

1 ......بنی اسرائیل: ٤٠.

2 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ١٥٠، ٩/٣٥٩، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ١٥٠، ٧/٤٩٢، ملتقطاً.

کہتے تھے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جنّات میں شادی کی جس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ (مَعَاذَاللّٰہ) اس آیت میں ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکین اللّٰہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرا کر کیسے عظیم کفر کے مُرتکِب ہوئے اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ یہ بے ہودہ بات کہنے والے ضرور جہنم میں عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جنّات سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کفار نے فرشتوں اور اللّٰہ تعالیٰ کے درمیان جو نسبی رشتہ ٹھہرایا اس سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (مَعَاذَاللّٰہ)[1]

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اللّٰہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔ مگر اللّٰہ کے چُنے ہوئے بندے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ اس سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں۔ مگر اللّٰہ کے چُنے ہوئے بندے۔

﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ: اللّٰہ پاک ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا **ایک معنی** یہ ہے مشرکین اللّٰہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں اللّٰہ تعالیٰ ان سے پاک ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایماندار بندے ان تمام باتوں سے اللّٰہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کفارِ نابکار کہتے ہیں۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ان تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں کہتے ہیں نیز اللّٰہ تعالیٰ کے چنے ہوئے مومن اور متقی بندے جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔[2]

فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۶۳﴾

---

1 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۵۸، ص ۱۰۱۰-۱۰۱۱، جلالين، الصافات، تحت الآية: ۱۵۸، ص ۳۷۹، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۵۹-۱۶۰، ص ۱۰۱۱، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔تم اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں۔مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں جانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اور جنہیں تم (اللہ کے سوا) پوجتے ہو۔تم اس کے خلاف (کسی کو) فتنے میں ڈالنے والے نہیں۔ مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والا ہے۔

﴿فَاِنَّكُمْ: تو تم۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کا مذہب فاسد ہونے پر دلائل بیان کئے گئے جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے سب کے سب بت اور تم اللہ تعالٰی کے خلاف کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ،البتہ اسے گمراہ کر سکتے ہو جس کی قسمت ہی میں یہ ہے کہ وہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔ (1)

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے۔

﴿وَمَا مِنَّا: ہم میں ہر ایک کیلئے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے کفار! جن فرشتوں کو تم اللہ تعالٰی کی بیٹیاں کہتے ہو، اللہ تعالٰی اور فرشتوں کے درمیان نسب ثابت کر کے ان کی عبادت کرتے ہو، ان فرشتوں کا اقرار تو یہ ہے کہ ہم رب تعالٰی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب کے مقامات علیحدہ ہیں جہاں رہ کر اس کی بتائی ہوئی عبادت کرتے ہیں، اور جب وہ اپنی عَبدِیَّت اور اللہ تعالٰی کی معبودِیَّت کا اقرار کر رہے ہیں تو وہ اللہ تعالٰی کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم فرشتوں کے گروہوں میں سے ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے جس میں وہ اپنے رب تعالٰی کی عبادت کرتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ آسمانوں

1 ......تفسير كبير، الصافات، تحت الآية: ۱۶۱-۱۶۳، ۹/۳۶۱، مدارك، الصافات، تحت الآية: ۱۶۱-۱۶۳، ص۱۰۱۱، ملتقطاً.

میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ نماز نہ پڑھتا ہو یا تسبیح نہ کرتا ہو۔[1]

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چر چرایا اور اس کا چرچرانا حق ہے، اس میں چار انگلی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اپنی پیشانی رکھے اللّٰہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں نہ ہوں۔[2]

وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں۔ اور بے شک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں۔ اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں۔

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ: اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ فرشتے کہتے ہیں: بیشک ہم اطاعت کے مقامات اور خدمت کی جگہوں میں پر پھیلائے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ جس طرح لوگ زمین میں صفیں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ہم (آسمان میں) صفیں باندھ کر اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ **تیسری تفسیر** یہ ہے کہ ہم عرش کے اردگرد اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔[3]

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ: اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں۔﴾ یعنی ہم اللّٰہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں کہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

وَ اِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

---

1 ......روح البيان، الصافات، تحت الآية: ١٦٤، ٧/٤٩٤-٤٩٥، خازن، والصافات، تحت الآية: ١٦٤، ٤/٢٨، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب الزهد، باب فی قول النبی صلی الله عليه وسلم: لو تعلمون ما اعلم... الخ، ٤/١٤٠، الحديث: ٢٣١٩.

3 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآية: ١٦٥، ٤/٤٢٤، خازن، و الصافات، تحت الآية: ١٦٥، ٤/٢٨، روح المعانی، الصافات، تحت الآية: ١٦٥، ١٢/٢٠٥، ملتقطاً.

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وہ کہتے تھے۔ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ضرور ہم اللہ کے چُنے بندے ہوتے۔ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب جان لیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک کافر کہتے تھے۔ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ضرور ہم اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا۔

﴿**وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ: اور بیشک وہ کہتے تھے۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تاجدارِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں بھی پہلے لوگوں پر نازل ہونے والی کتابوں تورات اور انجیل کی طرح کوئی کتاب ملتی تو ضرور ہم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے، ہم اس کی اطاعت کرتے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور جس طرح انہوں نے جھٹلایا اس طرح ہم نہ جھٹلاتے اور جس طرح انہوں نے مخالفت کی اس طرح ہم مخالفت نہ کرتے، پھر جب تمام کتابوں سے افضل و اشرف اور اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والی کتاب انہیں ملی یعنی قرآن مجید نازل ہوا تو یہی لوگ اس کے منکر ہوگئے، پس عنقریب یہ لوگ اپنے کفر کا انجام جان لیں گے۔ (1)

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾

(1) ......مدارك، الصافات، تحت الآية: ١٦٧-١٧٠، ص١٠١٢، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے۔ کہ بے شک انہیں کی مدد ہوگی۔ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔ تو ایک وقت تک تم ان سے منہ پھیرلو۔ اور انہیں دیکھتے رہو کہ عنقریب وہ دیکھیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا کلام گزر چکا ہے۔ کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی۔ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔ تو ایک وقت تک تم ان سے منہ پھیرلو۔ اور انہیں دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا: اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے۔ ﴾ کفار کو ان کے انجام سے ڈرانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہاں سے ایسا کلام فرمایا ہے جس سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کو تَقْوِیَت حاصل ہو۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا کلام لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی اور جس کی ہم مدد کریں وہ کبھی مغلوب نہ ہوگا اور بیشک رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والے اہلِ ایمان کا لشکر ہی اپنے دشمنوں پر دنیا اور آخرت میں غالب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ نے جان لیا کہ نصرت اور غلبہ آپ کا اور آپ کی پیروی کرنے والوں کا ہوگا تو آپ ان مشرکین سے منہ پھیرلیں اور ان کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں یہاں تک کہ آپ کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیدیا جائے اور جب ان پر عذاب نازل ہو تو انہیں دیکھتے رہیں، عنقریب وہ لوگ دنیا و آخرت میں طرح طرح کے عذاب دیکھیں گے۔ (1)

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾

1 ......تفسیر کبیر، الصافات، تحت الآیة: ۱۷۱-۱۷۵، ۹/۳۶۳، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۷۱-۱۷۵، ۷/۴۹۷-۴۹۸، خازن، والصافات، تحت الآیة: ۱۷۱-۱۷۵، ۴/۲۹، مدارك، الصافات، تحت الآیة: ۱۷۱-۱۷۵، ص۱۰۱۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں تو ڈرائے گیوں کی کیا ہی بُری صبح ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟ پھر جب ان کے صحن میں عذاب اترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی۔

﴿ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ: تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟﴾ جب اس سے اوپر والی آیت نازل ہوئی تو کفار نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا کہ یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا اس پختہ وعید کے بعد بھی کفار ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں، پھر جب ان کے صحن میں وہ عذاب اترے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بُری صبح ہوگی۔ (1)

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرلو۔ اور انتظار کرو کہ وہ عنقریب دیکھیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرلو۔ اور دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ: اور ان سے منہ پھیرلو۔﴾ یہاں دوبارہ یہ کلام عذاب کی وعید کو تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت نمبر 174 اور 175 میں کفار کے دُنْیَوی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا گیا اور اب یہاں سے ان کے اُخروی اَحوال کے بارے میں کلام فرمایا جارہا ہے۔ اس صورت میں آیات میں تکرار نہیں ہے۔ (2)

---

1 ......ابو سعود، الصافات، تحت الآیة: ۱۷٦-۱۷۷، ٤/٤٢٥، روح البیان، الصافات، تحت الآیة: ۱۷٦-۱۷۷، ۷/٤۹۸-٤۹۹، ملتقطاً.

2 ......خازن، والصافات، تحت الآیة: ۱۷۸، ٤/۲۹.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

ع ۵ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے۔ اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا رب عزت والا ان تمام باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور رسولوں پر سلام ہو۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ: تمہارا رب پاک ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا عزت والا رب ان تمام باتوں سے پاک اور بَری ہے جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں اور اس کے لئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔[1]

﴿وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ: اور رسولوں پر سلام ہو۔﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ چونکہ رسول ہیں اس لئے ان کی شان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولوں پر سلام ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید اور احکامِ شرع پہنچائے کیونکہ انسانی مَراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کرے، یہ شان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہے، لہٰذا ہر ایک پر ان حضرات کی پیروی اور ان کی اِقتدا لازم ہے۔[2] اور ہم چونکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہیں اس لئے ہم پر ان کی پیروی لازم ہے۔

سورۂ صافّات کی آخری 3 آیات کی فضیلت

سورۂ صافّات کی ان آخری 3 آیات کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

---

1 ......تفسیر طبری، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۰، ۱۰/۵۴۳، ملخصاً۔

2 ......روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۷/۵۰۰، خازن، والصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۴/۲۹، ملتقطاً۔

حضرت ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ کہا: ’’سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ‘‘ تو اس نے اپنا اجر کا پیمانہ بھر لیا۔[1]

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کے دن اسے اجر کا پیمانہ بھر بھر کے دیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس کی مجلس کا آخری کلام یہ ہو: ’’سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ‘‘[2]

1 ......معجم الکبیر، عبد اللّٰہ بن زید بن ارقم عن ابیہ، ۲۱۱/۵، الحدیث: ۵۱۲۴.

2 ......تفسیر بغوی، الصافات، تحت الآیۃ: ۱۸۲، ۴۰/۴.

سُوْرَۃُ صٓ

سورۂ صٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ صٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **88** آیتیں، **732** کلمے اور **3067** حرف ہیں۔[2]

''صٓ'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی ابتداء میں حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ''صٓ'' ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اسے سورۂ صٓ کہتے ہیں۔

سورۂ صٓ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں کفار سے ان کے عقائد کے بارے بحث کے ضمن میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ کفار صرف تکبُّر اور عناد کی وجہ سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت پر عمل پیرا ہیں اور انہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا عظیم رسول تشریف لایا اور اس نے ان سب بتوں کی عبادت کو باطل قرار دے دیا جن کی وہ بڑے عرصے سے عبادت کرتے چلے آرہے ہیں۔

(2)......اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے دردناک انجام کو بیان کر کے کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی کہ اگر وہ بھی اپنی سرکشی پر قائم رہے تو انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة ص، ٤/٣٠.

2 ......خازن، تفسیر سورة ص، ٤/٣٠.

(3)......حضرت داوٗد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت یَسَع اور حضرت ذُوالکِفْل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اور ان واقعات کو بیان کرنے سے مقصود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر تسلی دینا ہے۔

(4)......آخر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور شیطان کے انہیں سجدہ نہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

سورۂ صافّات کے ساتھ مناسبت

سورۂ صٓ کی اپنے سے ماقبل سورت ''صافّات'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صافّات میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات ذکر کئے گئے اور سورۂ صٓ میں حضرت داوٗد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب (اور حضرت آدم عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کے واقعات بیان کئے گئے اور بقیہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف اشارہ کر دیا گیا تو گویا کہ سورۂ صٓ سورۂ صافّات میں بیان کئے گئے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات کا تَتِمَّہ ہے۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ؕ ① بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ②

ترجمۂ کنزالایمان: اس نامور قرآن کی قسم۔ بلکہ کافر تکبر اور خلاف میں ہیں۔

[1]......تناسق الدرر، سورة ص، ص١١٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صٓ، نصیحت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ کافر تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿صٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ: اس نامور قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ''اَلذِّكْرِ'' کا ایک معنی ہے عظمت، ناموری اور دوسرا معنی ہے نصیحت۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی تفسیر یہ ہے کہ نامور قرآن جو شرف والا اور اپنی مثل کلام لانے سے عاجز کردینے والا ہے، اس قرآن کی قسم! کافر اس کا یقین کرنے اور حق کا اعتراف کرنے سے تکبر کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسرے معنی کے اعتبار سے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصیحت والے قرآن کی قسم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ جس طرح کفار مُتَعَدَّد خدا مانتے ہیں درحقیقت ویسا ہے نہیں، بلکہ کافر تکبُّر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت رکھتے ہیں اس لئے حق کا اعتراف نہیں کرتے۔[1]

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں تو اب وہ پکاریں اور چھوٹنے کا وقت نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں تو وہ پکارنے لگے حالانکہ بھاگنے کا وقت نہ تھا۔

﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ: ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسی تکبر اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کے باعث ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں اور جب ان پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے فریاد کی اور توبہ و اِستغفار کرنے لگے تاکہ اس

[1]......مدارك، ص، تحت الآية: ۱-۲، ص۱۰۱٤، تفسير طبرى، ص، تحت الآية: ۱-۲، ۱۰/٥٤٤-٥٤٥، جلالين، ص، تحت الآية: ۱-۲، ص۳۸۰، خازن، ص، تحت الآية: ۱-۲، ٤/۳۰، ملتقطاً.

عذاب سے نجات پا جائیں حالانکہ اس وقت بھاگنے اور عذاب سے نجات پانے کا وقت نہ تھا اور اس وقت ان کی فریاد بیکار تھی کیونکہ وہ وقت مایوس ہو جانے کا تھا، لیکن کفارِ مکہ نے اُن کے حال سے عبرت حاصل نہ کی۔ [1]

وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌۚۖ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا (رسول) تشریف لایا اور کافروں نے کہا: یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

﴿وَ عَجِبُوْۤا: اور انہیں تعجب ہوا۔﴾ یعنی کفارِ مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ظاہری خِلقت، باطنی اَخلاق، نسب اور شکل وصورت میں تو ہم جیسے انسان ہیں، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے صرف وہ رسالت جیسے بلند منصب کے حق دار ٹھہریں اور جب کفار تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان دیکھ کر حیران رہ گئے تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو (مَعَاذَ اللّٰه) جادوگر اور جھوٹا کہنے لگے۔ [2]

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًاۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کردیا بےشک یہ عجیب بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

---

1 ......جلالین، ص، تحت الآية: ٣، ص ٣٨٠، روح البيان، ص، تحت الآية: ٣، ٣/٨، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ٤، ٤/٨.

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسلام لائے تو مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور کافروں کو انتہائی رنج ہوا، ولید بن مغیرہ نے قریش کے پچیس سرداروں اور بڑے آدمیوں کو جمع کیا اور انہیں ابو طالب کے پاس لایا۔ اُن سے کہا کہ تم ہمارے سردار اور بزرگ ہو، ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کردو، ان کی جماعت کے چھوٹے درجے کے لوگوں نے جو شورش برپا کر رکھی ہے وہ تم جانتے ہو۔ ابو طالب نے حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بلا کر عرض کی ''یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، آپ اُن کی طرف سے یک لخت اِنحراف نہ کیجئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبود کو برا نہیں کہیں گے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کیا تم ایک کلمہ قبول کرسکتے ہو جس سے عرب وعجم کے مالک و فرمانْرَوا ہو جاؤ۔ ابو جہل نے کہا: ایک کیا، ہم ایسے دس کلمے قبول کرسکتے ہیں۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''کہو ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اس پر وہ لوگ اُٹھ گئے اور کہنے لگے کہ کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کردیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہوسکتا ہے، بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے کیونکہ آج تک ہمارے آباؤ اَجداد جس چیز پر متفق رہے یہ اس کے خلاف ہے۔ (1)

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۟ۚۖ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۟ۚۖ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بے شک اس

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ٥، ٤/٣٠، روح البيان، ص، تحت الآية: ٥، ٨/٥، ملتقطاً.

میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گڑھت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران میں سے جو سردار تھے وہ (یہ کہتے ہوئے) چل پڑے کہ (اے لوگو!) تم بھی چلے جاؤ اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بیشک اس بات میں اس کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ یہ صرف خود بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

﴿وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ: اوران میں سے جو سردار تھے وہ چل پڑے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جواب سن کر کفارِ قریش کے سردار ابوطالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ اے لوگو! تم بھی یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے معبودوں کی عبادت کرنے پر ڈٹے رہو اور یہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو توحید کی بات کر رہے ہیں اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے اور یہ بات تو ہم نے پچھلے دین یعنی اپنے آباؤ اَجداد کے دین میں یا سب سے پچھلے دین، دینِ عیسائیت میں بھی نہیں سنی، کیونکہ عیسائی بھی تین خداؤں کے قائل تھے جبکہ یہ تو ایک ہی خدا بتاتے ہیں، یہ صرف ان کی خود سے بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَاؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِؕ ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم سب میں سے بلکہ وہ شک میں ہیں میری کتاب سے بلکہ ابھی میری مار نہیں چکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن اتارا گیا؟ بلکہ وہ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں بلکہ ابھی انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا۔

﴿ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا: کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن اتارا گیا؟﴾ اہلِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منصبِ نبوت پر حسد کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں شرف وعزت والے آدمی موجود تھے، اُن میں سے تو کسی پر قرآن نہیں اُترا، خاص حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہی کیوں اترا حالانکہ وہ ہم سے بڑے اور ہم سے زیادہ عزت والے نہیں۔ کفار کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کا یہ کہنا اس وجہ سے نہیں کہ اگر رسول ان کا کوئی شرف وعزت والا آدمی ہوتا تو یہ اس کی پیروی کر لیتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ اسے لانے والے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ تکذیب بھی اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا، اگر میرا عذاب چکھ لیتے تو یہ شک، تکذیب اور حسد کچھ باقی نہ رہتا اور وہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرتے لیکن اس وقت کی تصدیق ان کے لئے مفید نہ ہوتی۔ (1)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے دوری کی بنیادی وجہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ کے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی ایک وجہ دُنْیَوی عزت، وجاہت، شرافت اور مال دولت کی وسعت تھی، اور فی زمانہ بعض مسلمانوں کے اندر بھی اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت وفرمانبرداری سے دوری کی بنیادی وجہ مالی وسعت اور دُنْیَوی عیش وعشرت کے سامان کی کثرت نظر آتی ہے، اللّٰہ تعالٰی انہیں قبر وآخرت کے عذاب سے ڈرنے اور اپنی اطاعت وعبادت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۚ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے پاس تمہارے عزت والے، بہت عطا فرمانے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟

﴿ **اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ:** کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

(1) ……جلالین، ص، تحت الآیة: ۸، ص ۳۸۰، مدارک، ص، تحت الآیة: ۸، ص ۱۰۱۵، ملتقطاً۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو کفار آپ کی نبوت پر اعتراض کر رہے ہیں، کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، وہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی مالکیّت کو نہیں جانتے، وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جسے جو چاہے عطا فرمائے اور اس نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے اور چوں چرا کرنے کی کیا مجال ہے۔[1]

اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس سعادت سے مشرف فرما دے، لیکن یہ یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘[3]

نوٹ: ختمِ نبوت سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر 40 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

---

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ٩، ص ١٠١٥، ملتقطاً.

2 ......احزاب: ٤٠.

3 ......سنن ابوداؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ١٣٢/٤، الحديث: ٤٢٥٢.

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا- فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لٹکا کر چڑھ نہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ پھر تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے چڑھ جائیں۔

﴿ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا: یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟﴾ یعنی جو مشرکین تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس صورت میں انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور ایسا اختیار ان کے پاس ہو تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو اللّٰہ تعالیٰ کے کاموں اور اس کے انتظامات میں دخل کیوں دیتے ہیں اور انہیں ایسی بے سروپا باتیں کرنے کا کیا حق ہے؟[1]

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک ذلیل لشکر ہے انہیں لشکروں میں سے جو وہیں بھگا دیا جائے گا۔

---

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۱۰، ۱۰/۵۵٤، جلالین، ص، تحت الآیة: ۱۰، ص ۳۸۰، مدارك، ص، تحت الآیة: ۱۰، ص ۱۰۱۵-۱۰۱٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لشکروں میں سے ایک ذلیل لشکر ہے جسے یہاں شکست دیدی جائے گی۔

﴿جُنْدٌ: یہ ایک ذلیل لشکر ہے۔﴾ کفار کو جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ان سے مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کفارِ قریش کی جماعت انہیں لشکروں میں سے ایک ہے جو آپ سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں گروہ بن کر آیا کرتے تھے اور ان پر زیادتیاں کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے اور یہی حال کفارِ قریش کا ہے کہ انہیں بھی شکست ہوگی۔ (1)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین کی شکست کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (2)

ترجمۂ کنزالعِرفان: عنقریب سب بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔

اور اس خبر کی صداقت غزوۂ بدر میں ظاہر ہوگئی۔ (3)

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـٴَـیْكَةِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم اور عاد اور چومیخا کرنے والا فرعون۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور بَن والے یہ ہیں وہ گروہ۔ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

---

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۳۱، مدارک، ص، تحت الآیة: ۱۱، ص۱۰۱۶، ملتقطاً.

2 ......قمر: ۴۵.

3 ......جمل، ص، تحت الآیة: ۱۱، ۶/۳۷۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں ۔اور ثمود اور لوط کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے ۔یہی گروہ ہیں ۔ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوگیا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ :ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قلبی تسکین کے لئے پچھلے اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوموں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب !صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم جنہیں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سینکڑوں سال تبلیغ فرمائی اور عاد جنہیں حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرصۂ دراز تک تبلیغ فرمائی اور میخوں میں گاڑھ کر سزا دینے والا فرعون جو کسی پر غصہ کرتا تھا تو اُسے لِٹا کر اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کھینچ کر چاروں طرف کھونٹوں میں بندھوا دیتا تھا، پھر اس کو پٹواتا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا،اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور اَیکہ (نامی جنگل) والے جو حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے تھے، یہ سب کفارِ قریش سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں، یہی وہ گروہ ہیں جو اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں جتھے باندھ کر آئے اور مشرکینِ مکہ انہیں گروہوں میں سے ہیں اوران لوگوں نے جب انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب لازم ہوگیا اور جب پہلے کی طاقتور قومیں عذابِ الٰہی کے سامنے بے بس ولاچار ہوگئیں تو اب کے کمزور کافر لوگوں پر جب میرا عذاب نازل ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا۔ [1]

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿١٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کر رہے ہیں جسے کوئی پھیرنے والا نہیں۔

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ١٢-١٤، ٨/٩-١٠، خازن، ص، تحت الآية: ١٢-١٤، ٤/٣١-٣٢، ملتقطاً.

﴿ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً: اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کررہے ہیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے عذابات کا ذکر فرمایا اور یہاں سے کفارِقریش کے عذاب کا ذکر فرمارہا ہے، چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ سابقہ ہلاک شدہ امتوں کی طرح کفرو تکذیب میں مبتلا کفارِقریش قیامت کے پہلے نفخہ کی چیخ کا ہی انتظار کررہے ہیں جو اُن کے عذاب کی مقررہ مدت ہے اور وہ چیخ ایسی ہے جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔ [1]

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِۚ-اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں جلد دے دے حساب کے دن سے پہلے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داود نعمتوں والے کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رُجوع کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے جلد دیدے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

﴿ وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا ’’اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کا ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے دنیا میں ہی جلد دیدے۔ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کریں اور ان کی اَذِیَّتوں کو برداشت کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے نعمتوں والے بندے حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو یاد کریں بیشک وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہر حال میں رجوع کرنے والا ہے۔ ایک برگزیدہ نبی کو یاد کرنے کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت پر دل مضبوط ہو جائے کہ اللّٰہ تعالیٰ کس طرح اپنے مقبول ومحبوب بندوں کو اپنے فضل و کرم

[1] ……ابو سعود، ص، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۴۳۱، خازن، ص، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۳۲، مدارك، ص، تحت الآیة: ۱۵، ص۱۰۱۶، ملتقطاً.

سے نوازتا ہے، لہٰذا اگر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے ایذاء پہنچ رہی ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ فضلِ الٰہی ان سب غموں کو دھو دے گا۔ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''ذَاالْاَیْدِ'' سے مراد یہ ہے کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عبادت میں بہت قوت والے تھے۔ (1)

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کا حال

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کے بارے میں حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالٰی کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے (نفلی) روزے سب روزوں سے پسند ہیں، (ان کا طریقہ یہ تھا کہ) وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔ اللّٰہ تعالٰی کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی (نفل) نماز سب نمازوں سے پسند ہے، وہ آدھی رات تک سوتے، تہائی رات عبادت کرتے، پھر باقی چھٹا حصہ سوتے تھے۔ (2)

اور بعض اوقات اس طرح کرتے کہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار فرماتے اور رات کے پہلے نصف حصہ میں عبادت کرتے اس کے بعد رات کی ایک تہائی آرام فرماتے پھر باقی چھٹا حصہ عبادت میں گزارتے۔ (3)

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت کا حال

یہاں حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کا حال بیان ہوا، اسی مناسبت سے یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت میں سے نماز اور روزہ کا حال بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غارِ حرا میں قیام ومُراقبہ اور ذکر وفکر کے طور پر خدا عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، نزولِ وحی کے بعد ہی آپ کو نماز کا طریقہ بھی بتا دیا گیا، پھر شبِ معراج میں نمازِ پنجگانہ فرض ہوئی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ پنجگانہ کے علاوہ نمازِ اِشراق، نمازِ چاشت، تَحِیَّۃُ الوضوء، تَحِیَّۃُ المسجد، صلٰوۃُ الاَوّابین وغیرہ سُنَن ونوافل بھی ادا فرماتے تھے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ تمام عمر نمازِ تہجد کے پابند رہے، راتوں کے نوافل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ١٦-١٧، ٣٢/٤، مدارك، ص، تحت الآیة: ١٦-١٧، ص١٠١٦-١٠١٧، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احبّ الصلاة الی اللّٰہ صلاة داود... الخ، ٤٤٨/٢، الحدیث: ٣٤٢٠.

3 ......جلالین مع جمل، ص، تحت الآیة: ١٧، ٣٧٥/٦.

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ عشاء کے بعد کچھ دیر سوتے ، پھر کچھ دیر تک اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے ، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے ۔غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی ۔کبھی دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے اور صبح صادق تک نمازوں میں مشغول رہتے ۔کبھی نصف رات گزر جانے کے بعد بستر سے اٹھ جاتے اور پھر ساری رات بستر پر پیٹھ نہیں لگاتے تھے اور لمبی لمبی سورتیں نمازوں میں پڑھا کرتے ، کبھی رکوع و سجود طویل ہوتا کبھی قیام طویل ہوتا ۔کبھی چھ رکعت ، کبھی آٹھ رکعت ، کبھی اس سے کم کبھی اس سے زیادہ ۔اخیر عمر شریف میں کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے ، نمازِ وتر نمازِ تہجد کے ساتھ ادا فرماتے ، رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی ۔آپ ساری رات بیدار رہتے اور اپنی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے بے تعلق ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو نمازوں کے لئے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے ۔نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر ، کبھی بیٹھ کر ، کبھی سر بسجود ہو کر نہایت آہ و زاری اور گریہ و بُکا کے ساتھ گڑگڑا گڑگڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے ، رمضان شریف میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ قرآنِ عظیم کا دور بھی فرماتے اور تلاوتِ قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اَقدس میں ورم آ جایا کرتا تھا۔

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ روزہ دار ہی رہتے تھے ۔سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کَیفیَّت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے ، پھر ترک فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے ۔خاص کر ہر مہینے میں تین دن اَیّامِ بِیض کے روزے ، دو شَنبہ و جمعرات کے روزے ، عاشوراء کے روزے ، عشرۂ ذُوالحجہ کے روزے ، شوال کے چھ روزے ، معمولاً رکھا کرتے تھے ۔کبھی کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''صَومِ وصال'' بھی رکھتے تھے ، یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے ، بعض صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کیا کہ یارسولَ اللہ ! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) آپ تو صومِ وصال رکھتے ہیں ۔ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے ؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے [1] ۔ [2]

---

1 ......بخاری، کتاب التمنی، باب ما یجوز من اللّو، ٤/٤٨٨، الحدیث: ٧٢٤٢.

2 ......سیرت مصطفٰی ، شمائل و خصائل ، نماز ، روزہ ، ص ۵۹۵-۵۹۷ ۔

تعریف کے قابل بندہ

ویسے تو ہر انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے لیکن تعریف کے قابل وہ بندہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرما دے کہ یہ ہمارا بندہ ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا بندہ فرمایا اور یہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عظمت وشرافت اور فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے، یونہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر اپنا بندہ فرمایا، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کے دن اتارا۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔

اور ارشاد فرمایا

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فضیلت کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنا بندہ فرماتا ہے اور اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ میں ان کا رب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔

---

(1)......انفال: ٤١.

(2)......الکہف: ١.

(3)......بنی اسرائیل: ١.

(4)......حجر: ٩٢.

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کردیا کہ وہ شام اور سورج کے چمکتے وقت تسبیح کریں۔

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ: بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کردیا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیا کہ جب شام اور سورج کے چمکتے وقت حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے۔(1)

﴿بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ: شام اور سورج کے چمکتے وقت۔﴾ اس آیت میں اِشراق وچاشت کی نماز کا ثبوت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا ''کیا تم قرآنِ پاک میں چاشت کی نماز کا ذکر پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: '' **اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ** '' اور فرمایا کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چاشت کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک عرصے سے میرے دل میں چاشت کی نماز کے بارے میں کچھ الجھن تھی یہاں تک کہ میں نے اس کا ذکر اس آیت '' **یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ** '' میں پالیا۔(2)

اِشراق وچاشت کی نماز کے فضائل

آیت کی مناسبت سے یہاں اِشراق وچاشت کی نماز ادا کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسے حج اور عمرے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔(3)

1......خازن، ص، تحت الآیة: ۱۸، ۳۲/٤، مدارك، ص، تحت الآیة: ۱۸، ص۱۰۱۷، ملتقطاً.

2......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیة: ۱۸، ۳۷۵/۹.

3......ترمذی، کتاب السفر، باب ذکر ما یستحبّ من الجلوس فی المسجد بعد صلاة الصبح...الخ، ۱۰۰/۲، الحدیث: ۵۸۵.

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے چاشت کی نماز کی بارہ رکعتیں پڑھیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بنادے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِشراق اور چاشت کی نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جمع کئے ہوئے پرندے، سب اس کے فرمانبردار تھے۔

﴿وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً: اور جمع کئے ہوئے پرندے۔﴾ یعنی ہر جانب سے جمع کئے ہوئے پرندے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیئے، پہاڑ اور پرندے سبھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمانبردار تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تسبیح کرتے تو پہاڑ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس جمع ہوکر تسبیح کرتے۔[2]

نوٹ: حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کی تسخیر کا ذکر سورۂ اَنبیاء، آیت نمبر 79 اور سورۂ سبا، آیت نمبر 10 میں بھی گزر چکا ہے۔

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کردینے والا علم عطا فرمایا۔

1 ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، ۲/۱۷، الحدیث: ۴۷۲.

2 ......مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۱۹، ص۱۰۱۷.

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا۔﴾ یعنی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے وہ اَسباب و ذرائع عطا فرمائے جن کے ذریعے سلطنت مضبوط ہوتی ہے خواہ وہ لشکر کی صورت میں ہو یا ذاتی عظمت و ہیبت کی صورت میں ہو۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ: اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کردینے والا علم عطا فرمایا۔﴾ اس آیت میں حکمت سے مراد نبوت ہے اور بعض مفسرین نے حکمت سے عدل کرنا مراد لیا ہے جبکہ بعض نے اس سے کتابُ اللہ کا علم بعض نے فقہ اور بعض نے سنت مراد لی ہے۔ اور قولِ فیصل سے قضا کا علم مراد ہے جو حق و باطل میں فرق و تمیز کردے۔[1]

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داوٗد کی مسجد میں آئے۔ جب وہ داوٗد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا انہوں نے عرض کی ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلافِ حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی اب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کردے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔

[1]......جمل، ص، تحت الآیة: ۲۰، ۶/۳۷۷، مدارك، ص، تحت الآیة: ۲۰، ص۱۰۱۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے اور حق کے خلاف نہ کیجئے گا اور ہمیں سیدھی راہ بتادیں۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کردو اور اس نے اس بات میں مجھ پر زور ڈالا ہے۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی۔﴾ مشہور قول کے مطابق یہ آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آزمائش کے لئے آئے تھے، اور انہوں نے جو یہ کہا ''**ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے**'' اس کے بارے میں صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ان کا یہ قول ایک مسئلہ کی فرضی شکل پیش کر کے جواب حاصل کرنا تھا اور کسی مسئلہ کے متعلق حکم معلوم کرنے کے لئے فرضی صورتیں مقرر کر لی جاتی ہیں اور مُعَیَّن اَشخاص کی طرف ان کی نسبت کر دی جاتی ہے تاکہ مسئلہ کا بیان بہت واضح طریقہ پر ہو اور ابہام باقی نہ رہے۔ یہاں جو صورتِ مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کو توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اَعِزّہ واَقارب دوسرے کی طرف اِلتفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہوگئے اور آپ سے نکاح ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی، آپ کا نکاح ہوگیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی کی عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اس سے اِستدعا کر کے طلاق دلوا لیتا اور بعدِ عدت نکاح کر لیتا، یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ اس زمانہ کے رسم و عادت کے خلاف، لیکن شانِ انبیاء بہت ارفع واعلیٰ ہوتی ہے اس لئے یہ آپ کے مَنصبِ عالی کے لائق نہ تھا تو مرضیٔ الٰہی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر آگاہ کیا جائے اور اس کا سبب یہ پیدا کیا کہ ملائکہ مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی

شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے۔[1]

بزرگوں سے خلافِ شان واقع ہونے والے کام کی اصلاح کا طریقہ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بزرگوں سے کوئی لغزش صادر ہو اور کوئی امر خلافِ شان واقع ہو جائے تو ادب یہ ہے کہ مُعترِضانہ زبان نہ کھولی جائے بلکہ اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ مُتَصَوَّر کر کے اس کی نسبت سائلانہ و مُستفتیانہ و مُستفیدانہ سوال کیا جائے اور ان کی عظمت واحترام کا لحاظ رکھا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مالک ومولیٰ اپنے اَنبیاء کی ایسی عزت فرماتا ہے کہ ان کو کسی بات پر آگاہ کرنے کے لئے ملائکہ کو اس طریقِ ادب کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے۔[2]

نوٹ: اِس آیت کی تفسیر میں جو بیان ہوا یہی حقیقتِ حال ہے بقیہ جو اسرائیلی و یہودی روایات میں اس بارے میں بکواسات مروی ہیں وہ سب جھوٹ اور اِفتراء ہیں۔

طبعی خوف نبوت کے مُنافی نہیں

یاد رہے کہ دیوار کود کر آنے والوں کو دیکھ کر حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا گھبرانا فطری اور طبعی تھا کیونکہ کسی شخص کا عادت کے برخلاف بے وقت اور پہرہ توڑ کر اس طرح آنا عام طور پر بُری نیت سے ہی ہوتا ہے اور جو خوف اور گھبراہٹ طبعی ہو وہ نبوت کے مُنافی نہیں ہوتی۔

گفتگو کے آداب کی خلاف ورزی ہونے پر کیا کرنا چاہئے؟

دیوار کود کر آنے والوں نے آتے ہی اپنی بات شروع کر دی اور حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خاموشی کے ساتھ ان کی بات سنتے رہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص گفتگو کے آداب کی خلاف ورزی کرے تو اسے فوراً ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے پہلے اس کی بات سن لینی چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اس کا کوئی جواز تھا یا نہیں اور اگر جواز نہ بھی ہو تو بھی ممکنہ حد تک صبر ہی کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آدابِ گفتگو کی خلاف ورزی ہونے پر درگزر کرتے اور صبر فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلے

1 ...... خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۸۴۰۔
2 ...... خزائن العرفان، ص، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۸۴۰۔

میں حضرت زید بن سعنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک مرتبہ انتہائی سخت انداز میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کیا لیکن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ صرف خود حِلم، صبر اور عَفْو و درگزر کا مظاہرہ فرمایا بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بھی ان کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۩ (۲۴)

السجدۃ ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: داؤد نے فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: داؤد نے فرمایا: بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے تو صرف اسے آزمایا تھا تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔

﴿قَالَ: داؤد نے فرمایا۔﴾ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کر لیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا کہ ’’بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال

کر کے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے کسی پر زیادتی نہیں کرتے لیکن وہ ہیں بہت تھوڑے۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تَبَسُّم کر کے وہ آسمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کِنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن کے پڑھنے اور سننے والوں پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں رکوع کرنا سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہو جاتا ہے جب کہ رکوع میں اس کی نیت کی جائے۔

اصلاح کرنے کا ایک طریقہ

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں وحی کے ذریعے اپنے پیارے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تربیت فرمانے کی بجائے جو خاص طریقہ اختیار فرمایا اس میں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے کے لئے بھی ہدایت کا سامان موجود ہے کہ جب وہ کسی کی اصلاح کرنے لگے تو اس وقت حکمت سے کام لے اور موقع کی مناسبت سے ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے سامنے والا اپنی غلطی خود ہی محسوس کر لے، اسے زبانی تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کے لئے مثال بیان کرنے کا طریقہ اور کنایہ سے کام لینا بہت مُؤثّر ہوتا ہے، اس میں کسی کی دل آزاری بھی نہیں ہوتی اور اصل مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ٢٤، ص١٠١٩، خازن، ص، تحت الآية: ٢٤، ٤/٣٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا اور بے شک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ : تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا۔﴾ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مقام و مرتبہ دیگر لوگوں کے مقابلے میں انتہائی بلند ہے اسی وجہ سے بہت سے وہ کام جو دوسرے لوگوں کے لئے تو روا ہوتے ہیں لیکن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان اوران کے مقام و مرتبے کے لائق نہیں ہوتے، اسی لئے جب ان سے کوئی خلافِ شان کام واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے ان مقبول بندوں کی تربیت فرمادیتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہاء درجے کی عاجزی و اِنکساری کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبول بندوں کا معاملہ ہے، وہ جیسے چاہے اپنے مقبول بندوں کی تربیت فرمائے اور یہ جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی واِنکساری کا اظہار کریں، عام لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان کے خلافِ شان کاموں اوران پر کئے گئے عجز واِنکسار کو بنیاد بنا کران کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں اوران کی عِصمت پر اعتراضات کرنا شروع کردیں، یہ ایمان کے لئے زہرِ قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکادے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ

حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے داود! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کر اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ: اے داود! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا۔﴾ حضرت داود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں ان کی زمینی خلافت کا ذکر فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے داود! بیشک ہم نے تجھے زمین میں اپنا نائب مقرر کیا اور مخلوق کے کاموں کا انتظام کرنے پر آپ کو مامور کیا اور آپ کا حکم ان میں نافذ فرمایا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرو اور (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ جانا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے اس بنا پر سخت عذاب ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ایمان سے محروم رہے، اگر انہیں حساب کے دن کا یقین ہوتا تو اس کی تیاری سے اِعراض نہ کرتے اور دنیا ہی میں ایمان لے آتے۔ [1]

آیت ” یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حکمران اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اَحکام کے مطابق ہی چلیں اور اس سے باہر ہرگز نہ جائیں۔

(2)......اسلامی ریاست کا بنیادی کام حق کو قائم کرنا ہے نیز حکمرانوں پر لازم ہے کہ تنازعات وغیرہ کا حق اور انصاف کے مطابق ہی فیصلہ کریں۔

(3)......حکمران نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچیں کہ یہی چیز راہِ حق اور عدل وانصاف سے دور کرتی ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ

[1] ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیة: ۲۶، ۹/۳۸۶-۳۸۷، جلالین، ص، تحت الآیة: ۲۶، ص ۳۸۲، ملتقطاً.

كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے یہ کافروں کا گمان ہے تو کافروں کی خرابی ہے آگ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ (بیکار پیدا کرنے کا خیال) کافروں کا گمان ہے تو کافروں کیلئے آگ سے خرابی ہے۔

﴾وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا : اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔﴿ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین و آسمان میں ہماری عبادت کی جائے، ہمارے اَحکامات کی پیروی کی جائے اور ممنوعات سے رکا جائے۔ یہ بیکار پیدا کرنے کا خیال کافروں کا گمان ہے اگرچہ وہ صراحۃً یہ نہ کہیں کہ آسمان و زمین اور تمام دنیا بے کار پیدا کی گئی ہے لیکن جب کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے منکر ہیں تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ عالَم کی ایجاد کو عَبث اور بے فائدہ مانیں اور جب کافروں کا گمان یہ ہے تو ان کے لئے آگ سے خرابی ہے۔ (1)

اِس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صراحتًا کوئی بات نہ کہے لیکن اس کی کسی بات کا لازمی نتیجہ جو نکلتا ہو وہ اس کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے اور اس پر اصل بات کہنے کا ہی حکم لگایا جائے گا جیسے بہت سے لوگ ختمِ نبوت کے قائل ہونے کا نام لیتے ہیں لیکن باتیں ایسی کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ انکارِ ختمِ نبوت ہے تو انہیں منکرینِ ختمِ نبوت ہی کہا جائے گا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ٢٧، ١٠/٥٧٦، مدارك، ص، تحت الآیة: ٢٧، ص١٠٢٠، روح البیان، ص، تحت الآیة: ٢٧، ٨/٢٤، ملتقطاً.

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیز گاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیز گاروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟

﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ: کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟﴿ ارشاد فرمایا کہ کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں کفر اور گناہوں کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیز گاروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات حکمت کے بالکل خلاف ہے جبکہ جو شخص جزا کا قائل نہیں وہ ضرور فساد کرنے اور اصلاح کرنے والے کو، فاسق و فاجر اور متقی پرہیز گار کو برابر قرار دے گا اور ان میں کوئی فرق نہ کرے گا، کفار اس جہالت میں گرفتار ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آخرت میں جو نعمتیں تمہیں ملیں گی وہی ہمیں بھی ملیں گی اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ نیک و بد، مومن و کافر کو برابر کر دینا حکمت کے تقاضے کے مطابق نہیں کفار کا یہ خیال باطل ہے۔[1]

نیک لوگ گناہگاروں جیسے نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اعمال کرنے والے برے اعمال کرنے والوں کی طرح نہیں اور نیک لوگ گناہگاروں جیسے نہیں، اب یہ ہم پر ہے کہ ہم نیکی کا راستہ اختیار کر کے اس کی جزا کے حق دار قرار پاتے ہیں یا برے اعمال کر کے ان کی سزا کے مستحق بنتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1]......روح البیان، ص، تحت الآیة: ۲۸، ۲۴/۸، مدارك، ص، تحت الآیة: ۲۸، ص ۱۰۲۰، خازن، ص، تحت الآیة: ۲۸، ۳۸/۴، ملتقطاً.

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس طرح کانٹے سے انگور حاصل نہیں کیے جا سکتے اسی طرح فاسق و فاجر لوگ متقی اور پرہیزگار لوگوں کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے، نیکی اور برائی دو راستے ہیں، ان میں سے جس راستے کو اختیار کرو گے اس کے انجام تک پہنچ جاؤ گے۔ [2]

اور حضرت ابو قلابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا اور حساب لینے والے خدا کو کبھی موت نہیں آئے گی، تم (نیک یا گناہگار) جیسے چاہو بن جاؤ، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ [3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں برے اعمال سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یہ قرآن) ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ: ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف قرآنِ پاک نازل کیا ہے جس میں ان لوگوں کے لئے دُنْیَوی اور اُخروی کثیر مَنافع ہیں جو اس پر ایمان لائیں اور انہوں نے اس کے احکامات، حقائق اور اشارات پر عمل کیا۔ ہم نے قرآنِ پاک

1 ……بنی اسرائیل: ۷.

2 ……ابن عساکر، من سمّی بکنیته، حرف المیم، ابو المهاجر، ۶۷/ ۲۶۰.

3 ……کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب الاغتیاب والشتم، ۱۰/ ۱۸۹، الحدیث: ۲۰۴۳۰.

کواس لئے نازل کیا ہے تاکہ (علم رکھنے والے) لوگ اس کی آیتوں کے معانی میں غور وفکر کریں اور ان کی تاویلات جان جائیں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔[1]

قرآنِ پاک کی آیات سے دینی اَحکام نکالنا ہر ایک کا کام نہیں

قرآنِ پاک کی آیات سے نصیحت تو ہر ایک حاصل کرسکتا ہے لیکن اس سے دینی اَحکام نکالنا اور اس کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ صرف ان کا کام ہے جو اعلیٰ درجے کی دینی عقل رکھتے ہیں یعنی ماہر علماء اور خاص طور پر مُجتہدین اس منصب کے اہل ہیں، عوام کو چاہیے کہ قرآنِ پاک سے دینی مسائل نکالنے کی بجائے علماء سے مسائل سیکھیں تاکہ غلطیوں سے بچ سکیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط قرآنِ پاک کی عربی عبارت کو پڑھ لینا نزولِ قرآن کے مقصد کو پورا کرنے کیلئے کافی نہیں بلکہ اس کی آیات کے معنی اور ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے تاکہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کرنا، اس میں بیان کی گئی عبرت انگیز باتوں سے نصیحت حاصل کرنا اور اس میں بتائے گئے اَحکامات پر عمل کرنا ممکن ہو، جبکہ فی زمانہ صورتِ حال یہ ہے کہ قرآنِ پاک سمجھنا اور اس میں غور وفکر کرنا تو بہت دور کی بات ہے یہاں تو قرآن پاک گھروں میں ہفتوں بلکہ مہینوں صرف جُزدان اور الماریوں کی زینت نظر آتا ہے اور اس کا خیال آجانے پر اس سے چمٹی ہوئی گرد صاف کرکے دوبارہ اسی مقام پر رکھ دیا جاتا ہے اور اگر کبھی اس کی تلاوت کی توفیق نصیب ہوجائے تو اس کے تَلَفُّظ کی ادائیگی کا حال بہت برا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حالِ زار پر رحم فرمائے اور قرآنِ پاک صحیح طریقے سے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَؕ-نِعْمَ الْعَبْدُؕ-اِنَّهٗۤ اَوَّابٌؕ(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا، وہ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

﴿وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ۲۹، ۸/۲۵.

السَّلام کو فرزندِ اَرْجمند حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام عطا فرمایا، سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کیسا اچھا بندہ ہے، بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور تمام اوقات تسبیح و ذکر میں مشغول رہنے والا ہے۔[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک بیٹا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سُم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلایئے تو ہوا ہو جائیں۔ تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس کے سامنے شام کے وقت ایسے گھوڑے پیش کئے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے (اور) چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے، بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ تو سلیمان نے کہا: مجھے اپنے رب کی یاد کیلئے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ وہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

﴿ اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ : جب اس کے سامنے پیش کئے گئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں ظہر کی نماز کے بعد جہاد کے لئے ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے تاکہ وہ انہیں دیکھ لیں اور ان کے اَحوال کی کَیفیَّت سے واقف ہو جائیں، ان گھوڑں میں خوبی یہ تھی کہ وہ تین پاؤں پر کھڑے

[1] ......جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۰، ص ۳۸۲، ملخصاً۔

اور چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت انداز تھا اور وہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''میں ان سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضاء اور دین کی تَقْوِیَت و تائید کے لئے محبت کرتا ہوں، میری ان کے ساتھ محبت دُنْیَوی غرض سے نہیں ہے۔ پھر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہوگئے، پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، جب گھوڑے واپس پہنچے تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں،

(1)......گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار مقصود تھا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر مددگار ہیں۔

(2)......اُمورِ سلطنت کی خود نگرانی فرمائی تا کہ تمام حُکام مُستَعِد رہیں۔

(3)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گھوڑوں کے اَحوال اور ان کے اَمراض و عُیوب کے اعلیٰ ماہر تھے ان پر ہاتھ پھیر کر اُن کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ بعض لوگوں نے ان آیات کی تفسیر میں بہت سے غلط اَقوال لکھ دیئے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں اور وہ محض حکایات ہیں جو مضبوط دلائل کے سامنے کسی طرح قابلِ قبول نہیں اور یہ تفسیر جو ذکر کی گئی یہ الفاظِ قرآنی سے بالکل مطابق ہے۔ [1]

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اسکے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رُجوع لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔

﴿**وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ: اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا۔**﴾ علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ جس آزمائش میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبتلا کیا گیا وہ کیا تھی اور نہ ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تخت پر جس بے جان جسم کو ڈالا گیا اس کا مِصداق

---

1 ......جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ص۳۸۲، تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ۹/۳۸۹-۳۹۲، ملتقطاً۔

کون ہے، البتہ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب وہ حدیث ہے جس میں حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہ کہنے کا ذکر ہے۔ (1)

وہ حدیث یہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات میں اپنی 90 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا، لیکن یہ فرماتے وقت زبانِ مبارک سے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نہ فرمایا تو ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اِنْ شَآءَ اللّٰہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ (2)

نوٹ: ایک روایت میں ستر اور ایک روایت میں سو بیویوں کے پاس جانے کا بھی ذکر ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑی دَین والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

---

(1)......البحر المحیط، ص، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/۳۸۱.

(2)......بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۲۸۵، الحدیث: ۶۶۳۹.

﴿قَالَ: عرض کی۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنے کی بھول پر اِستغفار کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے۔ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''(مُستحب کاموں کے نہ کرسکنے پر بھی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرکے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک ادب ہے تاکہ ان کے مقام ومرتبہ میں ترقی ہو۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی قسم! میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ [2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بعض اوقات (کسی مقرب) انسان سے افضل اور اَولیٰ کام ترک ہوجاتا ہے تو اس وقت وہ مغفرت طلب کرنے کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ نیک بندوں کی نیکیاں مُقَرَّب بندوں کے نزدیک ان کے اپنے حق میں برائیوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ [3]

یعنی عام نیک آدمی جو نیک عمل کرتا ہے، مُقَرَّب بندہ اس سے بہت بڑھ کر عمل کرتا ہے، اگر وہ بھی عام نیک آدمی جیسا ہی عمل کرے تو اسے وہ اپنے حق میں برائی سمجھتا ہے کیونکہ اس کا مرتبہ یہ تھا کہ وہ اس سے بڑھ کر عمل کرتا۔

﴿ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ: اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔﴾ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہلے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی، اس کے بعد ایسی سلطنت کی دعا مانگی جو ان کے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب

اس سے معلوم ہوا کہ (دعامیں) دینی مَقاصد کو دُنْیَوی مقاصد پر مُقدَّم رکھنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا دنیا میں بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب ہے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اپنی امت کو اس کی تلقین کی، چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ہیں:

1 ......البحر المحيط، ص، تحت الآية: ۳۵، ۳۸۱/۷.

2 ......بخاری، كتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلۃ، ۱۹۰/۴، الحديث: ۶۳۰۷.

3 ......تفسير كبير، ص، تحت الآية: ۳۵، ۳۹۴/۹.

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا:

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے۔ [3]

یاد رہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو بے مثل سلطنت طلب کی وہ مَعَاذَ اللّٰہ کسی حسد کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ سلطنت آپ کے لئے معجزہ ہو۔ [4]

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾ وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا۔ اور دیو بس میں کردیئے ہر معمار اور غوطہ خور۔ اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔

1 ......نوح: ۱۰۔۱۲.
2 ......طه: ۱۳۲.
3 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیة: ۳۵، ۹/۳۹٤.
4 ......مدارك، ص، تحت الآیة: ۳۵، ص ۱۰۲۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے ہوا سلیمان کے قابو میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتے ۔اور ہر معمار اور غوطہ خور جن کو۔اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے (جنوں کوسلیمان کے تابع کردیا)۔

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ: تو ہم نے ہوا اس کے قابو میں کردی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قابو میں کردی کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے اور جہاں آپ چاہتے اس طرف فرمانبردارانہ طریقے پر نرم نرم چلتی ،اور ہر معمار اور غوطہ خور جن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کردیا،معمار آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مرضی کے مطابق عجیب وغریب عمارتیں تعمیر کرتا اور غوطہ خور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے سمندر سے موتی نکالتا۔ دنیا میں سب سے پہلے سمندر سے موتی نکلوانے والے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی ہیں اور سرکش شیطان بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے مُسخّر کردیئے گئے جنہیں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ادب سکھانے اور فساد سے روکنے کے لئے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑوا کر قید کردیتے تھے۔[1]

جِنّات پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تَصَرُّف

یاد رہے کہ جِنّات پر حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی تَصَرُّف حاصل تھا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’گزشتہ رات ایک بڑا خبیث جن آکر مجھے چھیڑنے لگا تاکہ وہ میری نماز کو مُنقطع کروادے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کردیا، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا یاد آ گئی کہ ’’اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تو میں نے اسے ذلیل وخوار کرکے لوٹا دیا۔[2]

اور ہوا بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زیرِ تَصَرُّف تھی کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور اس میں ہوا بھی داخل ہے، البتہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَصَرُّفات کا ظہور زیادہ ہوا۔

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ٣٦-٣٨، ٤/٤٢، مدارك، ص، تحت الآية: ٣٦-٣٨، ص١٠٢٢، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالی: ووهبنا لداود سلیمان... الخ، ٢/٤٥٠، الحدیث: ٣٤٢٣.

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ہماری عطا ہے تو تم احسان کرو یا روک رکھو (تم پر) کوئی حساب نہیں۔

﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا: یہ ہماری عطا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا کہ یہ ہماری عطا ہے تو اب جس پر چاہو احسان کرو اور جس کسی سے چاہو روک رکھو تم پر کسی قسم کا کوئی حساب نہیں۔[1] یعنی آپ کو دینے اور نہ دینے کا اختیار دیا گیا کہ جیسی مرضی ہو ویسے کریں۔

اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیتا ہے اور وہ مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اور اس تقسیم میں انہیں دینے اور نہ دینے کا مُطْلَقاً اختیار ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں۔''[2]

دو اَحادیثِ مبارکہ مزید ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ربیعہ بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رات کے وقت رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہا کرتا اور آپ کے اِستنجاء اور وضو کے لئے پانی لاتا تھا، ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے جنت کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں عرض کی: مجھے یہی کافی ہے۔ ارشاد فرمایا ''پھر زیادہ سجدے کر کے میری مدد کرو۔''[3]

(2)......امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جب کوئی شخص سوال کرتا (تو اس وقت دو طرح کی صورتِ حال ہوتی) اگر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دینا

1......خازن، ص، تحت الآیة: ۳۹، ۴/۴۲.
2......بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقّھہ فی الدین، ۱/۴۲، الحدیث: ۷۱.
3......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحثّ علیہ، ص۲۵۲، الحدیث: ۲۲۶(۴۸۹).

منظور ہوتا تو نَعَم فرماتے یعنی اچھا، اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو ''لا'' یعنی ''نہ'' نہ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اَعرابی نے حاضر ہوکر سوال کیا تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش رہے، پھر سوال کیا تو خاموشی اختیار فرمائی، پھر سوال کیا تو اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِی'' اے اَعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: یہ حال دیکھ کر (کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمادیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اس اَعرابی پر رشک آیا، ہم نے اپنے دل میں کہا: اب یہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت مانگے گا، لیکن اَعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ ''میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سواری کا اونٹ مانگتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: عطا ہوا۔ عرض کی: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زادِ سفر مانگتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا اور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس اَعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔ پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا اور وہ دریا کے کنارے تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سواری کے جانوروں کے منہ پھیر دیئے کہ خود واپس پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا: تم حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا، آپ نے لوگوں سے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے بارے میں جانتا ہو تو مجھے بتاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: ہم میں سے تو کوئی نہیں جانتا البتہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر کے بارے میں جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کے پاس آدمی بھیجا (جب وہ آگئی تو اس سے) فرمایا: تجھے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر معلوم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ اس نے عرض کی: خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے وہ عطا نہ فرمادیں جو کچھ میں آپ سے مانگوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: تیری عرض قبول ہے۔ بڑھیا نے عرض کی: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں رہوں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: جنت مانگ لے۔ (یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔) بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ

ہوں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دی اور اس نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قبر بتا دی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی تصنیف ''الامن والعلیٰ'' میں یہ حدیثِ پاک نقل کر کے اس کے تحت سات نِکات بیان فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس ارشاد ''جو جی میں آئے مانگ'' میں صراحت کے ساتھ عموم موجود ہے کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اَعرابی کو اختیار ملنے پر رشک فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تمام خزانوں اور دنیا وآخرت کی ہر نعمت پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں۔ اختیارِ عام ملنے کے بعد اَعرابی نے جو مانگا اس پر حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تعجب فرمانا اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کی مثال دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ جنت کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ مانگتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وہی اسے عطا فرما دیتے۔ بڑھیا کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جنت میں ان کی رفاقت کا سوال کرنا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ سوال سن کر غضب وجلال میں نہ آنا بلکہ اس سے یہ کہنا کہ ہم سے جنت مانگ لو اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بڑھیا کی طلب کے مطابق عطا فرمانے کا حکم دینا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بڑھیا کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دینا، یہ سب شواہد اس بات کی دلیل ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بے پناہ اختیارات عطا فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مخلوق میں جنت اور اس کے درجات تک تقسیم فرماتے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق کا ان سے جنت اور اس کے اعلیٰ درجات مانگنا شرک ہرگز نہیں ہے۔ (2)

---

1 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: محمد، ۵/۴۰۷، الحدیث: ۷۷۶۷، مکارم الاخلاق للخرائطی، القسم الثانی، الجزء الخامس، باب ما جاء فی السخاء والکرم والبذل من الفضل، ص۱۴۰۷، الحدیث: ۱۵۴، ملتقطاً.

2 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء، ۳۰/۶۰۰-۶۰۴، ملخصاً۔

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا: اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں وہ نعمتیں بیان کی گئیں جو حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دنیا میں عطا کی گئیں اور اس آیت میں آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر آخرت میں کی جانے والی نعمتوں کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس عظیم سلطنت کے ساتھ ساتھ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے لئے آخرت میں بھی ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے اور وہ ٹھکانہ جنت ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بارگاہِ الٰہی میں بڑی عزت و وجاہت والے ہوتے ہیں۔

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ط

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا لگادی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔

﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ: اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضرت داؤد اور حضرت

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۴۰، ۴/۴۲-۴۳، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴۰، ۸/۳۹، ملتقطاً.

سلیمان عَلَیۡہِمَاالصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا اور یہ دونوں وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، اب اس آیت میں حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے اور یہ وہ مبارک ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی آزمائشوں کے ساتھ خاص فرمایا۔ ان واقعات کو بیان کرنے سے مقصود ان کی سیرت میں غور وفکر کرنا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کی جہالت پر صبر فرمائیں کیونکہ دنیا میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیۡہِمَاالصَّلٰوۃُوَالسَّلَام سے زیادہ نعمت، مال اور وجاہت والا کوئی نہیں تھا اور حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام سے زیادہ مشقت اور آزمائش میں مبتلا ہونے والا کوئی نہ تھا، آپ ان انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَحوال میں غور فرمائیں تاکہ آپ جان جائیں کہ دنیا کے احوال کسی کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے اور یہ بھی جان جائیں کہ عقلمند کو مشکلات پر صبر کرنا چاہئے۔ [1]

﴿اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الشَّیۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّعَذَابٍ: مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ تکلیف اور ایذا سے آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی بیماری اور اس کے شَدائد مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے ہیں جو کہ ناکام ہی ثابت ہوئے۔

حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کئے جانے کے مختلف اَسباب بیان کئے گئے ہیں، ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے کسی خطا کی وجہ سے حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلا نہیں کیا بلکہ آپ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے درجات (مزید) بلند کرنے کیلئے آزمائش میں مبتلا کیا۔ [2]

اللہ تعالیٰ کے ادب اور تعظیم کا تقاضا

یاد رہے کہ اچھے برے تمام افعال جیسے ایمان، کفر، اطاعت اور مَعصیت وغیرہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، برے افعال کو بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے لیکن اس کے ادب اور تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں ان افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔ [3] اسی ادب کی وجہ سے حضرت ایوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے تکلیف اور ایذا پہنچانے کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی ہے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۴۱، ۹/۳۹۶.

2 ......مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۴۱، ص۱۰۲۳.

3 ......تفسیر قرطبی، ص، تحت الآیۃ: ۴۱، ۸/۱۵۵، الجزء الخامس عشر.

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے، حدیث پاک میں ہے، حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، پھر اپنے درجے کے حساب سے مُقَرَّبین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں کمزور ہو تو اسی حساب سے آزمائش کی جاتی ہے، بندے کے ساتھ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (1)

نوٹ: حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری اور مال واولاد کی ہلاکت کا تفصیلی بیان سورۂ انبیاء کی آیت نمبر83 اور 84 میں گزر چکا ہے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔

﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ: ہم نے فرمایا: زمین پر اپنا پاؤں مارو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی طرف وحی فرمائی کہ ’’زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا گیا کہ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس چشمے سے پانی پیا اور غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تمام ظاہری و باطنی مرض اور تکلیفیں دور فرما دیں۔ (2)

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۶.

2 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ۳۹۸/۹، خازن، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ۴۳/۴، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ۴۲، ص۳۸۳، ملتقطاً.

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اوران کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقل مندوں کی نصیحت کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے اسے اس کے گھر والے اوران کے برابر اور عطا فرمادیئے۔

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا فرمادیئے۔﴾ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جو اولاد مر چکی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اپنے فضل ورحمت سے اتنے ہی اور عطا فرمائے۔ (1)

﴿وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ: اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے۔﴾ یعنی ہم نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آزمائش میں مبتلاء کیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ہم نے ان کی آزمائش ختم فرمادی اور ان کی تکلیفیں دور کردیں تو انہوں نے شکر کیا، اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے۔ (2) کہ وہ مصیبت آنے پر واویلا کرنے کی بجائے صبر کریں اور مصیبت سے خلاصی پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے

1 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۴۳، ۱۰/۵۹۰، ملخصاً.

2 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۴۳، ۴/۴۳.

صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

﴿وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا: اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لو۔﴾ بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صحت یاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار ماردیا۔[1]

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قسم کھانے کا ایک سبب اوپر بیان ہوا اور دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ایوب عَلَیْہِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش و ابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم، یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھا، وہ آپ کیلئے محنت و مزدوری کر کے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کر لائی ہیں، اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا۔[2] آگے کی تفصیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ پر رحمت اور تخفیف کا سبب

مفسرین نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ پر اس رحمت اور تخفیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بیماری کے زمانہ میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی اور آپ کے شوہر آپ سے راضی ہوئے تو اس کی

[1]......بیضاوی، ص، تحت الآیۃ: ٤٤، ٥/٤٩، جلالین، ص، تحت الآیۃ: ٤٤، ص٣٨٣، ملتقطاً.

[2]......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین، ٥٢٦/١٣۔

برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آسانی فرمائی۔[1]

شوہر کو خوش رکھنا بیوی کیلئے نہایت ثواب کا کام ہے اور تنگ کرنا اور ایذاء پہنچانا سخت گناہ ہے، ہمارے ہاں بعض اوقات معمولی سی بات پر بیویاں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، اور یہ حرکت شوہر کیلئے نہایت تکلیف دِہ ہوتی ہے، ایسی عورتوں کے لئے درج ذیل 3 اَحادیث میں بھی بہت عبرت اور نصیحت ہے، چنانچہ

(1)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔[2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس عورت نے بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے خلع لی تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گی۔[3]

(3)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِعین کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے اِسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔[4]

اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

شرعی حیلوں کے جواز کا ثبوت

فقہاءِ کرام نے اس آیت سے شرعی حیلوں کے جواز پر اِستدلال کیا ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کرلے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو

1 ......ابو سعود، ص، تحت الآية: ٤٤، ٤/٤٤٤، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ٢/٤٠٢، الحديث: ١١٩١.

3 ......ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ٢/٤٠٢، الحديث: ١١٩٠.

4 ......ابن ماجه، کتاب النکاح، باب فی المرأة تؤذی زوجها، ٢/٤٩٨، الحديث: ٢٠١٤.

لے کر اس سے ماردو اور قسم نہ توڑو۔ [1]

البتہ یاد رہے کہ قابلِ اعتماد مُفتیانِ کرام سے رہنمائی لئے بغیر عوامُ النّاس کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض حیلوں کی شرعی طور پر اجازت نہیں ہوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے حیلہ ہوتا ہی نہیں۔

﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا: بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔﴾ یعنی بے شک ہم نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جان، اولاد اور مال میں آزمائش پر صبر کرنے والا پایا اور اس آزمائش نے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے اور کسی مَعصِیَت میں مبتلا ہو جانے پر نہیں ابھارا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قیامت کے دن صبر کرنے والوں کے سردار ہوں گے۔ [3]

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

---

1 ......فتاوی عالمگیری، کتاب الحیل، الفصل الاول، ۶/۳۹۰.

2 ......تفسیر طبری، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ۱۰/۵۹۱، بیضاوی، ص، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۴۹، ملتقطاً.

3 ......ابن عساکر، ذکر من اسمہ: ایوب، ایوب نبیّ اللہ، ۱۰/۶۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

﴾وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے عنایتوں والے خاص بندوں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کے بیٹے حضرت اسحاق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یاد کریں کہ انہیں اللّٰہ تعالیٰ نے علمی اور عملی قوتیں عطا فرمائیں جن کی بنا پر انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا اور وہ بات آخرت کے گھر کی یاد ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے، کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے اور دنیا کی محبت نے اُن کے دلوں میں جگہ نہیں پائی اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔[1]

﴾وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا: اور بیشک وہ ہمارے نزدیک۔﴿ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اس آیت سے علماء نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت (یعنی گناہ سے پاک ہونے) پر اِستدلال کیا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں کسی قید کے بغیر اَخیار فرمایا اور یہ بہتری ان کے تمام اَفعال اور صفات کو عام ہے۔[2]

وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ؕ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذُوالکِفْل کو اور سب اچھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔

---

1 ……روح البيان، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ٨/٤٦، مدارك، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ص١٠٢٤، خازن، ص، تحت الآية: ٤٥-٤٧، ٤/٤٣-٤٤، ملتقطاً.

2 ……تفسير كبير، ص، تحت الآية: ٤٧، ٩/٤٠٠.

﴿وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ :اوراسماعیل اوریسع اورذوالکفل کو یاد کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حضرت اسماعیل، حضرت یَسَع اور حضرت ذوالکفل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فضائل اوران کے صبر کو یاد کریں تاکہ ان کی سیرت سے آپ کو تسلی حاصل ہو۔ (1) اوران کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق وشوق حاصل کریں اور وہ سب بہترین لوگ ہیں۔

یادرہے کہ حضرت یَسَع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بنی اسرائیل کے اَنبیاء میں سے ہیں،انہیں حضرت الیاس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔حضرت ذوالکفل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔ (2)

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ نصیحت ہے اور بے شک پرہیز گاروں کا ٹھکانہ بھلا۔ بسنے کے باغ ان کے لیے سب دروازے کھلے ہوئے۔ان میں تکیہ لگائے ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں۔اور ان کے پاس وہ بیبیاں ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ایک عمر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ نصیحت ہے اور بیشک پرہیز گاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔ بسنے کے باغات ہیں جن کے سب دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ان میں تکیہ لگائے ہوں گے۔ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور پینے کی چیزیں مانگیں گے۔اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو شوہر کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں، جو ہم عمر ہوں گی۔

---

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ٤٨، ٤/٤٤، ملخصاً.

2 ......روح البیان، ص، تحت الآیة: ٤٨، ٤٧/٨، صاوی، ص، تحت الآیة: ٤٨، ١٧٧٦/٥، ملتقطاً.

﴿هٰذَا ذِكْرٌ: یہ نصیحت ہے۔﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہ قرآن جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا اس کے ذریعے ہم نے آپ کو اور آپ کی قوم کو نصیحت کی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اوپر والی آیات میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جو سیرت بیان ہوئی یہ ان کا ذکرِ جمیل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ (1)

﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ: اور بیشک پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللّٰہ تعالٰی سے ڈرے اور انہوں نے اللّٰہ تعالٰی کے فرائض کی ادائیگی میں اور اس کی نافرمانی سے بچنے میں اس کا خوف رکھا تو ان کیلئے آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہے اور وہ اچھا ٹھکانہ بسنے کے باغات ہیں، جب وہ ان باغات کے دروازوں تک پہنچیں گے تو انہیں اپنے لئے کھلا ہوا پائیں گے، فرشتے تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔ ان باغات میں وہ نقش ونگار کئے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور شراب مانگیں گے۔ اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں گی اور وہ سب عمر میں برابر ہوں گی ایسے ہی حسن وجوانی میں بھی برابر ہوں گی، آپس میں محبت رکھنے والی ہوں گی، ایک کو دوسرے سے بغض، رشک اور حسد نہ ہوگا۔ (2)

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے حساب کے دن۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ ہے جس کا تمہیں حساب کے دن کیلئے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہمارا رزق ہے، اس کیلئے کبھی ختم ہونا نہیں ہے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ: یہ وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے۔﴾ یعنی فرشتے ان سے کہیں گے: اے پرہیزگارو! یہ ثواب

1 ...... تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۴۹، ۱۰/۵۹۵، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴۹، ۸/۴۸، ملتقطاً.

2 ...... تفسیر طبری، ص، تحت الآیة: ۴۹، ۱۰/۵۹۵، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۴۹-۵۲، ۸/۴۸-۴۹، خازن، ص، تحت الآیة: ۴۹-۵۲، ۴/۴۴، ملتقطاً.

اور نعمتیں وہ ہیں جن کا حساب کے دن کے لئے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے تمہیں وعدہ کیا جاتا ہے۔[1]

﴿ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا: بیشک یہ ہمارا رزق ہے۔﴾ یعنی پرہیزگاروں کے لئے جو اِنعام واِکرام ذکر کیا گیا یہ ہمارا عطا کردہ رزق ہے اور یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍۙ(۵۵) جَهَنَّمَۚ یَصْلَوْنَهَاۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ(۵۶) هٰذَاۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌۙ(۵۷) وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌؕ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو تو یہ ہے اور بے شک سرکشوں کا بُرا ٹھکانا۔ جہنم کہ اس میں جائیں گے تو کیا ہی بُرا بچھونا۔ ان کو یہ ہے تو اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ۔ اور اسی شکل کے اور جوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (نیکوں کیلئے تو) یہ (ہے) اور بیشک سرکشی کرنے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے۔ جہنم ہے جس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا بچھونا ہے۔ یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے تو جہنمی اسے چکھیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے مختلف اقسام کے عذاب ہوں گے۔

﴿ هٰذَا: یہ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں پرہیزگاروں کا ثواب بیان کیا گیا اور اس آیت سے سرکشی کرنے والوں کی سزا بیان کی جارہی ہے تاکہ وعدے کے بعد وعید کا اور ترغیب کے بعد ڈرانے اور خوف دلانے کا بیان ہو۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والوں کا صلہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور اب اس کے مقابل سنو: بیشک اللہ تعالیٰ کے (حکم کے) خلاف سرکشی کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے، اور وہ برا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے، تو وہ بھڑکنے والی آگ کیا ہی برا بچھونا ہے کیونکہ وہی آگ ان کا فرش ہوگی۔ جہنمیوں کیلئے یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے جو جہنمیوں کے جسموں اور ان کے سڑے ہوئے زخموں اور نجاست کے مقاموں سے بہے گی، جلتی اور بدبودار ہوگی، تو وہ اسے چکھیں اور ان کے لئے اسی طرح کے ملتے جلتے قسم قسم کے

[1] ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۵۳، ۸/۴۹-۵۰.

عذاب ہوں گے۔ [1]

جہنمیوں کی پیپ کی کیفیت

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر غَسّاق یعنی جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو پوری دنیا والے بدبودار ہوجائیں۔[2]

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے کہا جائے گا یہ ایک اور فوج تمہارے ساتھ دھنسی پڑتی ہے جو تمہاری تھی وہ کہیں گے ان کو کھلی جگہ نہ ملو آگ میں تو ان کو جانا ہی ہے وہاں بھی تنگ جگہ میں رہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی جارہی ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بیشک یہ آگ میں داخل ہورہے ہیں۔

﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ: یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی جارہی ہے۔﴾ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جب کافروں کے سردار جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کی پیروی کرنے والے بھی جارہے ہوں گے تو جہنم کے خازن ان سرداروں سے کہیں گے ''یہ تمہاری پیروی کرنے والوں کی فوج ہے جو تمہاری طرح تمہارے ساتھ جہنم میں دھنسی جارہی ہے۔'' کافر سردار جہنم کے خازن فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ان پَیروکاروں کو (جہنم میں) کھلی جگہ نہ ملے، بیشک ہماری طرح یہ بھی آگ میں داخل ہورہے ہیں۔[3]

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیة: ۵۵-۵۸، ۹/۴۰۳-۴۰۴، روح البیان، ص، تحت الآیة: ۵۵-۵۸، ۸/۵۰-۵۱، خازن، ص، تحت الآیة: ۵۵-۵۸، ۴/۴۴، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار، ۴/۲۶۳، الحدیث: ۲۵۹۳.

3 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۵۹، ۴/۴۴-۴۵، ملخصاً.

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تابع بولے بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملو یہ مصیبت تم ہمارے آگے لائے تو کیا ہی برا ٹھکانا۔ وہ بولے اے ہمارے رب جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دونا عذاب بڑھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (پیروکار) کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں۔ تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لائے ہو تو کیا ہی براٹھکانہ ہے۔ (پھر پیروکار) کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دُگنا عذاب بڑھا۔

﴿قَالُوْا: وہ کہیں گے۔﴾ یعنی پیروکار اپنے سرداروں سے کہیں گے: بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو کیونکہ تم نے پہلے کفر اختیار کیا اور پھر ہمیں بھی اس راہ پر چلایا تو جہنم بہت ہی براٹھکانہ ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ جنت آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں گے جبکہ اہلِ جہنم آپس میں نااتفاقی کا شکار ہوں گے۔

﴿قَالُوْا: وہ کہیں گے۔﴾ یعنی پیروی کرنے والے کفار اپنے سرداروں کے متعلق بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، جو یہ عذاب ہمارے آگے لایا اسے آگ میں ہم سے دگنا عذاب دے کیونکہ وہ کافر بھی ہے اور کافر گر بھی اور ہم صرف کافر ہیں۔[2]

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

ع ۴ ۲۴ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہمیں کیا ہوا ہم ان مَردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں بُرا سمجھتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں ہنسی بنالیا

1 ......خازن، ص، تحت الآية: ۶۰، ۴/۴۵.

2 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ۶۱، ۸/۵۲-۵۳، ملخصاً.

یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں ۔ بے شک یہ ضرور حق ہے دوزخیوں کا باہم جھگڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہیں گے: ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم برا شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں (ایسے ہی) ہنسی بنالیا تھا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں؟ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے۔

﴿ وَقَالُوْا: اور وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار جہنم میں غریب مسلمانوں کو نہ دیکھیں گے تو کفار کے سردار کہیں گے: ہمیں جہنم میں وہ غریب مسلمان نظر کیوں نہیں آرہے جنہیں ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے تھے اور انہیں ہم اپنے دین کا مخالف ہونے کی وجہ سے شریر کہتے تھے اور غریب ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے، پھر کہیں گے کہ کیا ہم نے انہیں مذاق نہ بنالیا تھا جبکہ حقیقت میں وہ ایسے نہ تھے اور وہ دوزخ میں آئے ہی نہیں ہیں نیز ہمارا اُن کے ساتھ اِستہزاء کرنا اور اُن کا مذاق اڑانا باطل اور غلط تھا یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں اس لئے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ دوسری آیت کے آخری حصے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ یا اُن کی طرف سے ہماری آنکھیں پھر گئیں اور دنیا میں ہم اُن کے مرتبے اور بزرگی کو نہ دیکھ سکے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ کفار جہنم میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور دنیا کی باتیں بھی یاد کریں گے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں صرف ڈر سنانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔

﴿ قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سورت کی ابتداء میں بیان ہوا کہ جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو اللہ تعالٰی کی وحدانیّت، اپنی رسالت اور قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانے کی دعوت دی تو کفار نے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر اور جھوٹا کہا، پھر اللہ تعالٰی نے مختلف انبیاءِ کرام عَلَیْهِم

[1] ......خازن، ص، تحت الآیۃ: ٦٢-٦٣، ٤/٤٥، ملخصاً۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ ان کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے کفار کی جہالت پر صبر کرنا آسان ہو اور کفار اپنے کفر پر اِصرار اور جہالت کو چھوڑ کر ایمان قبول کرنے کی طرف راغب ہوں، ان چیزوں کو بیان کرنے کے بعد اب پھر اللہ تعالیٰ وحدانیّت، رسالت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا بیان فرما رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ میں صرف تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے کفر اور گناہوں کے بدلے عذاب کا ڈر سنانے والا ہوں اور یہ بھی فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں اصلاً شرک کو قبول نہیں کرتا، اس کی بارگاہ کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر ممکن چیز پر غالب ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجود تمام مخلوقات کا مالک ہے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔ [1]

مخلوق کا خوف دور کرنے کا وظیفہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جو کوئی ''یَا قَھَّارُ'' روزانہ ایک ہزار بار پڑھ لیا کرے تو اس کے دل سے مخلوق (کا خوف) دور ہو جائے گا۔ [2]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے صاحبِ عزت بڑا بخشنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے، عزت والا، بڑا بخشنے والا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت اور اس سے اوپر والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی **5** صفات بیان فرمائی ہیں: **(1)** واحد۔ **(2)** قہّار۔ **(3)** رب۔ **(4)** عزیز۔ **(5)** غفّار۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت وہ چیز ہے کہ جس کے

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۹/۴۰۶، روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۸/۵۵، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۶۵، ۸/۵۵.

بارے میں اہلِ حق اور مشرکین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''قَہَّار'' بیان فرما کر اپنی وحدانیت پر اِستدلال فرمایا، اور یہ صفت اگرچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے لیکن صرف اسے سن کر لوگوں کے دلوں میں شدید خوف بیٹھ جاتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنی تین وہ صفات بیان فرمادیں جو اس کی رحمت، فضل اور کرم پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی صفت: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اس صفت کی کامل معرفت اس وقت حاصل ہو گی جب زمین و آسمان کی تخلیق اور عناصرِ اربعہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور و فکر کیا جائے اور یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں، لہٰذا جب تم ان چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور کرو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کو پہچان جاؤ گے۔

دوسری صفت: اللہ تعالیٰ عزیز یعنی عزت اور غلبے والا ہے۔ اس صفت کو بیان کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا سن کر کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ رب تو ہے لیکن وہ ہر چیز پر قادر نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس بات کا جواب دے دیا کہ وہ عزیز ہے، یعنی ہر ممکن چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے جبکہ اس پر کوئی چیز غالب نہیں۔

تیسری صفت: اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔ اس صفت کو بیان کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی یہ بات کہہ سکتا تھا کہ ہاں اللہ تعالیٰ رب ہے اور وہ احسان فرمانے والا ہے لیکن وہ اطاعت گزاروں اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں پر احسان فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی اس طرح دے دیا کہ جو شخص **70** سال تک اپنے کفر پر قائم رہے، پھر اپنے کفر سے (سچی) توبہ کر لے تو میں گناہگاروں کے زُمرے سے اس کا نام خارج کر دوں گا اور اپنے فضل و رحمت سے اس کے تمام گناہوں پر پردہ ڈال دوں گا اور اسے نیک لوگوں کے مرتبے تک پہنچا دوں گا۔[1]

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ بڑی خبر ہے۔ تم اس سے غفلت میں ہو۔

[1] ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۶۶، ۹/۴۰۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہ ایک عظیم خبر ہے۔ تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔

﴿**هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ**: وہ ایک عظیم خبر ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ قرآنِ پاک اور جو کچھ اس میں توحید، نبوت، قیامت، حشر اور جنت و دوزخ وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا یہ عظیم الشّان خبر ہے اور اے کافرو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس سے غفلت میں ہو کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور قرآنِ پاک اور میرے دین کو نہیں مانتے۔[1]

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے عالَمِ بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے عالَمِ بالا کی کوئی خبر نہیں تھی جب وہ بحث کررہے تھے۔

﴿**اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ**: جب وہ بحث کررہے تھے۔﴾ بحث کرنے والوں کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ اس صورت میں یہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت صحیح ہونے کی ایک دلیل ہے، مُدّعا یہ ہے کہ اگر میں نبی نہ ہوتا تو عالَمِ بالا میں فرشتوں کا حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں سوال و جواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا، اس کی خبر دینا میری نبوت اور میرے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ان سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اس چیز میں بحث کر رہے تھے کہ کون سے کام گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔[2]

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عالَمِ بالا کے فرشتوں کی بحث کا علم عطا ہوا

اللّٰہ تعالیٰ نے اس کا علم بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کیا جیسا کہ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بہترین حال میں

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ٦٧-٦٨، ٨/٥٦، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، ص، تحت الآية: ٦٩، ٨/١٦٦-١٦٧، الجزء الخامس عشر، مدارك، ص، تحت الآية: ٦٩، ص١٠٢٧، ملتقطاً.

اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دیدار سے مشرف ہوا (حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ واقعہ خواب کا ہے) حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تمہیں معلوم ہے کہ عالَمِ بالا کے فرشتے کس بحث میں ہیں۔ میں نے عرض کی: ''نہیں۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ رحمت وکرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے فیض کا اثر اپنے قلبِ مبارک میں پایا تو آسمان وزمین کی تمام چیزیں میرے علم میں آ گئیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا تم جانتے ہو کہ عالَمِ بالا کے فرشتے کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: ''ہاں، اے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں جانتا ہوں، وہ کَفّارات میں بحث کر رہے ہیں اور کَفّارات یہ ہیں، نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا، پیدل جماعتوں کے لئے جانا، جس وقت سردی وغیرہ کے باعث پانی کا استعمال ناگوار ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔ جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر، موت بھی بہتر اور وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف نکلے گا جیسا اپنی ولادت کے دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنَ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ''۔[1]

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔[2]

اور ایک روایت میں ہے کہ جو کچھ مشرق ومغرب میں ہے سب میں نے جان لیا۔[3]

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو کہ خازن کے نام سے معروف ہیں، اپنی تفسیر میں ''دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھنے اور ٹھنڈک محسوس ہونے'' کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سینۂ مبارک کھول دیا اور قلب شریف کو مُنَوّر کر دیا اور جن چیزوں کو کوئی نہ جانتا ہو ان سب کی معرفت آپ کو عطا کر دی حتّٰی کہ آپ نے نعمت ومعرفت کی ٹھنڈک اپنے قلبِ مبارک میں پائی اور جب قلب

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ۵/۱۵۸، الحدیث: ۳۲۴۴.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ۵/۱۶۰، الحدیث: ۳۲۴۶.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ص، ۵/۱۵۹، الحدیث: ۳۲۴۵.

شریف منور ہوگیا اور سینۂ پاک کھل گیا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جان لیا۔ (1)

اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷۰

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر روشن ڈر سنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں تو کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں۔

﴿اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ میری طرف جو غیبی اُمور کی وحی کی جاتی ہے جن میں عالَمِ بالا کی خبریں بھی شامل ہیں وہ اس لئے ہے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو کھلا ڈر سناؤں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ مجھے صرف اس چیز کا حکم دیا گیا ہے کہ میں عذابِ الٰہی کا کھلا ڈر سنا دوں اور خدا کا پیغام پہنچا دوں، اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ (2)

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۷۴ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝۷۵ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝۷۶ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۷۷ۚۖ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ

1 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۷۰، ۴/۴۶۔

2 ......ابو سعود، ص، تحت الآیة: ۷۰، ۴/۴۴۹، مدارك، ص، تحت الآیة: ۷۰، ص۱۰۲۷، ملتقطاً۔

اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا۔ تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا۔ مگر ابلیس نے اس نے غرور کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا گیا۔ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔ تو تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو تھا ہی متکبروں میں سے؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو دھتکارا ہوا ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔﴾ کفارِ مکہ چونکہ حسد اور تکبر کی بنا پر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑتے تھے، اِس لئے یہاں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق اور ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان فرمایا تا کہ اسے سن کر وہ عبرت حاصل کریں اور اپنے حسد وتکبر سے باز آ جائیں۔ (1)

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کے چوتھے رکوع میں بیان ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ سورۂ اعراف، سورۂ

1 ......تفسیر کبیر، ص، تحت الآیۃ: ۷۱، ۹/۴۰۹.

حجر، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں بھی بیان ہو چکا ہے۔اس آیت اور اس کے بعد والی سات آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کروں گا، پھر جب میں اس کی پیدائش مکمل کردوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک کر اسے زندگی عطا کردوں تو تم اس کے لیے سجدے میں چلے جانا، جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کے مراحل مکمل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے تکبُّر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کافروں میں سے ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو (پہلے ہی) اس قوم میں سے تھا جن کا شیوہ ہی تکبر ہے۔ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ اگر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آگ سے پیدا کئے جاتے اور میرے برابر بھی ہوتے جب بھی میں انہیں سجدہ نہ کرتا چہ جائیکہ ان سے بہتر ہو کر انہیں سجدہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ بیشک تو اپنی سرکشی، نافرمانی اور تکبر کے باعث دھتکارا ہوا ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے اور قیامت کے بعد لعنت بھی اور طرح طرح کے عذاب بھی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت بدل دی، وہ پہلے حسین تھا بدشکل رُوسیاہ کردیا گیا اور اس کی نورانیّت سَلب کردی گئی۔[1]

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَۙ ﴿۸۰﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔فرمایا تو تُو مہلت والوں میں ہے۔اس جانے ہوئے وقت کے دن تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: اے میرے رب! (اگر ایسا ہی ہے) تو مجھے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک

1 ......مدارك، ص، تحت الآية: ۷۱-۷۸، ص۱۰۲۷-۱۰۲۸، خازن، ص، تحت الآية: ۷۱-۷۸، ۴/۴۷، ملتقطاً.

مہلت دے۔ اللہ نے فرمایا: پس بیشک تو مہلت والوں میں سے ہے۔ معین وقت کے دن تک۔

﴿قَالَ رَبِّ: اس نے کہا: اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب شیطان مردود ہوگیا تو اس نے عرض کی ''اے میرے رب! اگر ایسا ہی ہے تو مجھے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی اولاد کے فنا ہونے کے بعد جزا کے لئے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے۔ اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فراغت پائے اور ان سے اپنا بغض خوب نکالے اور موت سے بالکل بچ جائے کیونکہ اُٹھنے کے بعد موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس بیشک تو مُعَیَّن وقت کے دن تک مہلت والوں میں سے ہے۔ یہاں مُعَیَّن وقت سے قیامت کے پہلے نفخہ تک کا وقت مراد ہے کہ جسے مخلوق کی فنا کے لئے مُعَیَّن فرمایا گیا ہے۔ [1]

نوٹ: ابلیس کے مہلت طلب کرنے کا بیان سورۂ اَعراف کی آیت نمبر **14** اور سورۂ حجر کی آیت نمبر **36** میں بھی گزر چکا ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

﴿قَالَ: اس نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مہلت ملنے کے بعد ابلیس نے کہا: ''یا رب! تیری عزت کی قسم! میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کے سامنے گناہوں کو سجا سنوار کر اور ان کے دلوں میں شکوک

1 ......روح البیان، ص، تحت الآیۃ: ۷۹-۸۱، ۸/۶۵.

وشبہات پیدا کر کے ان سب کو گمراہ کر دوں گا البتہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں وہ میرے وار سے بچے رہیں گے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بہت سے صالحین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کرا دے۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَــٴَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں۔ بے شک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: تو حق (میری طرف سے ہی ہوتا ہے) اور میں حق ہی فرماتا ہوں۔ بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کرنے والے ہیں۔

﴿قَالَ: فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تو سچ یہ ہے جو ہم ارشاد فرماتے ہیں اور میں سچ ہی فرماتا ہوں، بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری ذُرِّیَّت سے اور انسانوں میں سے جتنے لوگ اپنے اختیار سے گمراہی میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔ (2)

قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾

ع ۵ / ۲۴ / ۱۴

(1)......روح البيان، ص، تحت الآية: ۸۲-۸۳، ۸/۶۶.

(2)......روح البيان، ص، تحت الآية: ۸۴-۸۵، ۸/۶۶.

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اِس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے۔ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جان لوگے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرما دیں کہ میں وحی کی تبلیغ اور رسالت کی ادائیگی پر تم سے دنیا کا مال طلب نہیں کرتا بلکہ میں کسی اجرت کے بغیر تمہیں دین کی تعلیم دیتا ہوں اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں کہ میں نے اپنی طرف سے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو اور قرآنِ پاک میں نے اپنے پاس سے بنالیا ہو۔ [1] بلکہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا سردار بنایا ہے اور یہ قرآنِ پاک بھی اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

عالم کو اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموش رہے اور اپنی طرف سے گھڑ کر نہ بتائے

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ عالم کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموشی اختیار کرے اور خود گھڑ کر نہ بتائے کہ یہ بھی تکلُّف میں داخل ہے۔ حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک شخص کِندہ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن ایک ایسا دھواں آئے گا جو منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں داخل ہو جائے گا اور اہلِ ایمان کو اس سے صرف اتنی تکلیف پہنچے گی جیسے زکام ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر ہم ڈر گئے، چنانچہ میں حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے (جب میں نے واقعہ بیان کیا) تو وہ غضبناک ہوئے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا ''جو کسی بات کو جانتا ہو تو کہے اور جو نہ جانتا ہو تو اسے کہنا چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم ہی سے ہے کہ جس بات کو نہ جانے تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا:

قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اِس پر تم سے کچھ

1 ......روح البيان، ص، تحت الآية: ٨٦، ٦٧/٨.

اجرت نہیں مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (1)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا ''جو آدمی کسی چیز کا علم رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کو سکھائے اور وہ بات کہنے سے بچے جس کا علم نہ رکھتا ہو ورنہ وہ دین سے نکل جائے گا اور تکلُّف کرنے والوں میں سے ہوگا۔ (2)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ: اور ضرور تم اس کی خبر جان لوگے۔﴾ یعنی اے کفارِ مکہ! ضرور تم ایک وقت کے بعد قرآن کی خبروں کے حق اور سچا ہونے کو جان جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس وقت سے مراد موت کے بعد کا وقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قیامت کا دن آجانے کے بعد کا وقت مراد ہے۔ (3)

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الم، ۳/۴۹۷، الحدیث: ۴۷۷۴.

2 ......سنن دارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس فی كلّ ما یستفتی، ۱/۷۴، الحدیث: ۱۷۴.

3 ......خازن، ص، تحت الآیة: ۸۸، ۴/۴۸.

سُوْرَةُ الزُّمَر

سورۂ زُمَر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ زُمَر اس آیت ” قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ “ اور اس آیت ” اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ “ کے علاوہ مکیہ ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **8** رکوع، **75** آیتیں، **1172** کلمے اور **4908** حروف ہیں۔ [2]

” زُمَر “ نام رکھنے کی وجہ

زُمَر کا معنی ہے کئی گروہ اور کئی جماعتیں، اور اس سورت کی آیت نمبر **71** میں کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکنے اور آیت نمبر **73** میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جانے کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ” سورۂ زُمَر “ رکھا گیا ہے۔

سورۂ زُمَر کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اتنے تسلسل سے) روزہ رکھتے حتّٰی کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور کبھی روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمَر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [3]

سورۂ زُمَر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے ہیں

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الزمر، ٤/٤٨.

2 ......خازن، تفسیر سورة الزمر، ٤/٤٨.

3 ......مسند امام احمد، مسند السيّدة عائشة رضى الله عنها، ٩/٤٣٧، الحديث: ٢٤٩٦٢.

اور قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ کی وحی ہونا بتایا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتے رہنے کا حکم دیا اور یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے اور مشرکین کے ان شُبہات کو زائل فرمایا ہے جن کی وجہ سے وہ بتوں کو معبود اور شفاعت کرنے والا مانتے تھے اور ان کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتے تھے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر زمین و آسمان کی تخلیق، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کے مُسَخَّر ہونے اور مختلف مراحل میں انسان کی تخلیق سے اِستدلال فرمایا گیا اور کفار کی اس عادت پر ان کی مذمت بیان کی گئی کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنے لگ جاتے ہیں اور جب انہیں آسانی ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔

(3)......مسلمانوں اور کفار کے مابین فرق بیان کیا گیا کہ مسلمان دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت مند ہوں گے اور کفار دونوں جہان میں بد بخت رہیں گے اور عذاب دیکھ کر تمنا کریں کہ کاش فدیہ دے کر وہ اس عذاب سے بچ جائیں۔

(4)......قرآنِ پاک کی عظمت و شان بیان کی گئی کہ جب مسلمان اس کی آیتیں سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں جبکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل سن کر کفار کے دل مزید سخت ہو جاتے ہیں۔

(5)......گناہگاروں کو تسلی دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(6)......اس سورت کے آخر میں قیامت کے اَحوال بیان کئے گئے اور کافروں اور مسلمانوں کی جزاء بیان کی گئی۔

سورۂ صٓ کے ساتھ مناسبت

سورۂ زُمَر کی اپنے سے ماقبل سورت ''صٓ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صٓ کے آخر میں قرآنِ مجید کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ قرآن تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے اور سورۂ زُمَر کی ابتداء میں قرآنِ پاک کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے تو گویا کہ ارشاد فرمایا:

قرآن وہ کتاب ہے جو سب جہان والوں کے لئے ہے اور جسے عزت وحکمت والے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صٓ میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تخلیق کا ذکر کیا گیا اور سورۂ زُمَر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجۂ محترمہ حضرت حواء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی پیدائش اور ان سے دیگر انسانوں کی پیدائش کا ذکر کیا گیا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب اتارنا ہے اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ: کتاب کا نازل فرمانا۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اس کتاب قرآنِ پاک کو نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، کسی اور کی طرف سے ہرگز نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں کہ اسے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ یہ کتاب قرآنِ کریم اور خصوصاً اس مبارک سورت کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تم اسے غور سے سنو اور اس کے احکامات پر عمل کرو کہ یہ کتاب عزیز، اسے بھیجنے والا عزیز، اسے لے کر آنے والا فرشتہ عزیز اور جس پر نازل ہوئی وہ بھی عزیز ہے۔[2]

---

1 ......تناسق الدرر، سورة الزمر، ص١١٤-١١٥.

2 ......روح البيان، الزمر، تحت الآية: ١، ٨/٦٨.

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ؕ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہوکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللہ کی عبادت کرو اسی کے بندے بن کر۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب اتاری اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حق ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور وہ حتمی طور پر عمل کے قابل ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر قائم رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہئے کہ اس میں نہ شرک کا کوئی شائبہ ہو اور نہ ہی اس میں ریاکاری کا کوئی عمل دخل ہو اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

---

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیۃ: ۲، ۸/۶۹، جلالین، الزمر، تحت الآیۃ: ۲، ص۳۸۵، ملتقطاً۔

2 ......النساء: ۱۴٦۔

وقف لازم

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؕ-وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَۘ-مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۬ؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنالیے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں اللہ ان میں فیصلہ کردے گا اس بات کا جس میں اختلاف کررہے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں:) ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے زیادہ نزدیک کردیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو۔

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ: **سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں کہ ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کردیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اِس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اِس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اس کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہوگا۔

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا عمل مقبول ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہی عمل قابلِ قبول ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے ، اسی طرح حضرت یزید رقاشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے اَموال دیتے ہیں، کیا ہمیں اس کا کوئی اجر ملے گا؟ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لئے کیا جائے ، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ''۔ (1)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو وسیلہ سمجھنا شرک نہیں

یاد رہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنا شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنے کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

البتہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا ضرور شرک ہے۔ یہ فرق سامنے رکھتے ہوئے اگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عِظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنے سے متعلق اہلِ حق کا عقیدہ اور نظریہ دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہرگز نہیں، کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کو معبود نہیں مانتے اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ معبود صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں جبکہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ مان کر اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کی تردید دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ وہ وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جیسا کہ ان کا اپنا قول آیت میں موجود ہے کہ ہم ان کی عبادت اِس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کردیں۔ دوسرا رد اِس وجہ سے ہے کہ وسیلہ ماننا اصل میں انہیں

---

1 ......در منثور، الزمر، تحت الآیۃ: ۳، ۷/۲۱۱.

2 ......مائدہ: ۳۵.

شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ماننا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت اَنبیاء واَولیاء وصُلحاء کو ہے نہ کہ بتوں کو، تو بتوں کو شفیع ماننا خدا پر جھوٹ ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اپنے لیے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ اپنے لیے اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے۔ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے۔

﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا: اگر اللہ اپنے لیے اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا۔﴾ کفار اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد کرتے ہوئے اپنے اولاد سے پاک ہونے کا بیان فرمایا کہ اگر بالفرض مشرکین کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ممکن ہوتی تو وہ خود جسے چاہتا اولاد بناتا نہ کہ یہ تجویز کفار پر چھوڑتا کہ وہ جسے چاہیں خدا کی اولاد قرار دیں (مَعَاذَاللہ) لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں، کیونکہ وہی ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ سب پر غالب ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔[1]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

[1] ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ٤، ص ١٠٣٠-١٠٣١، خازن، الزمر، تحت الآية: ٤، ٤/٤٩، ملتقطاً.

اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان اور زمین حق بنائے رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی میعاد کے لیے چلتا ہے سنتا ہے وہی صاحبِ عزت بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ سن لو! وہی عزت والا، بخشنے والا ہے۔

﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔﴾ اس سے پہلی آیت کے آخر میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ غلبے والا، قدرت والا ہے اور اس آیت میں اپنے اوصاف بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیّت اور قدرت کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان باطل اور بیکار نہیں بنائے بلکہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل بنائے ہیں، وہ کبھی رات کی تاریکی سے دن کے ایک حصہ کو چھپاتا ہے اور کبھی دن کی روشنی سے رات کے حصہ کو۔ مراد یہ ہے کہ کبھی دن کا وقت کم کر کے رات کو بڑھاتا ہے اور کبھی رات کا وقت کم کر کے دن کو زیادہ کرتا ہے، یوں رات اور دن میں سے کم ہونے والا کم ہوتے ہوتے کئی گھنٹے کم ہو جاتا ہے اور بڑھنے والا بڑھتے بڑھتے کئی گھنٹے بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا، ان میں سے ہر ایک قیامت تک اپنے مُقَرر نظام پر چلتا رہے گا، (جب اللہ تعالیٰ کے اوصاف یہ ہیں تو اس کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے) سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دینے پر قادر ہے جو سورج اور چاند کی تسخیر سے نصیحت حاصل نہ کرے اور اسے بخشنے والا ہے جو ان میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرے اور ان کے نظام کو چلانے والے رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔[1]

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

---

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیۃ: ۵، ۸/۷۲-۷۳، خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۴۹، مدارک، الزمر، تحت الآیۃ: ۵، ص ۱۰۳۱، ملتقطاً.

الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھراسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں سے آٹھ جوڑے اتارے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر آفاقی نشانیوں سے دلائل بیان کئے گئے اور اس آیت میں زمینی نشانیوں سے وحدانیّت اور قدرت پر دلائل دیئے جا رہے ہیں:

پہلی دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا فرمایا، پھر انہی سے حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا کو پیدا فرمایا۔

دوسری دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے آٹھ جوڑے پیدا کئے، جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہیں۔

تیسری دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ تین اندھیروں سے مراد پیٹ، بچہ دانی اور اس کی جھلی کا اندھیرا ہے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی تخلیق سے مراد یہ ہے کہ پہلے نطفہ، پھر جمے ہوئے خون، پھر گوشت کے ٹکڑے اور پھر مکمل بچے کی تخلیق ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی کامل قدرت سے ان چیزوں کو پیدا فرمایا صرف وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے نہ کہ کسی اور کی، اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے، تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو اور اس بیان کے بعد حق راستے سے دور ہوتے ہو کہ اس کی عبادت چھوڑ کر غیر کی عبادت کرتے ہو۔ [1]

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ لَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا: اگر تم ناشکری کرو۔﴾ اس آیت میں کفار سے خطاب فرمایا گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ تمام لوگوں سے

1 ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ٦، ص ١٠٣١، خازن، الزمر، تحت الآية: ٦، ٤/٤٩، ملتقطاً.

خطاب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دیئے گئے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر تم (کفر کرکے) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تمہاری طاعت وعبادت سے بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو، ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے اور کافر ہوجانے میں تمہارا ہی نقصان ہے اور اگرچہ بندوں کے کفر وایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بندوں کا نقصان ہے اور اگر تم ایمان قبول کرکے شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے، اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جنت عطا فرمائے گا اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا (البتہ گمراہ کرنے والوں پر ان کا اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسرے گمراہوں کا بھی جنہیں انہوں نے بہکایا ہوگا)، پھر تمہیں آخرت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کی تمہیں جزا دے گا، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔[1]

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے اسی طرف جھکا ہوا پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے جس لیے پہلے پکارا تھا اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکادے تم فرماؤ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ برت لے بے شک تو دوزخیوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے

[1]......بحر المحيط، الزمر، تحت الآية: ٧، ٧/٠٠٤، بيضاوى، الزمر، تحت الآية: ٧، ٥/٥٩، مدارك، الزمر، تحت الآية: ٧، ص١٠٣١-١٠٣٢، خازن، الزمر، تحت الآية: ٧، ٤/٤٩-٥٠، ملتقطاً.

پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تا کہ اس کے راستے سے بہکا دے۔تم فرماؤ: تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے۔

﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ: اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی کو فقر، بیماری یا کوئی اور تکلیف وشدت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اسی سے فریاد کرتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے اور اس کی تکلیف دور کر کے اس کے حال کو درست کر دے تو وہ اس شدت و تکلیف کو فراموش کر دیتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور حاجت پوری ہونے کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ صرف اپنی گمراہی کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ اپنے قول اور فعل سے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس کافر سے فرما دیں کہ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھالے اور دنیا کی زندگی کے دن پورے کر لے بیشک تو قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ہے۔[1]

مصیبت و راحت میں مسلمانوں کا حال

کفار کے اس طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنی حالت پر غور کریں تو بے شمار مسلمان ایسے نظر آئیں گے جو مصیبت، پریشانی یا بیماری آنے پر نہ صرف خود دعاؤں، التجاؤں اور اللہ تعالیٰ سے مُناجات میں مصروف ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوست احباب سے بھی دعاؤں کا کہنے لگتے ہیں لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت و پریشانی یا بیماری دور کر دے تو دوبارہ ایسے ہو جاتے ہیں گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور انہیں اپنے اس طرزِ عمل کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٨، ٤/ ٥٠، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ٨، ٨/ ٧٨-٨٠، تفسير كبير، الزمر، تحت الآية: ٨، ٤٢٨/٩، ملتقطاً.

’’جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصائب میں اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ راحت و آسائش کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرے۔‘‘[1]

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۠ ﴿۹﴾

ع ١/ ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید لگا رکھتا ہے (کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟) تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔

﴿ **اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا : کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے تمام اوقات فرمانبرداری میں گزارتا ہے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت یعنی مغفرت اور جنت کی امید لگا رکھتا ہے، وہ نافرمانی اور غفلت میں رہنے والے کی طرح ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمائیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ جب یہ برابر نہیں تو اطاعت گزار و فرمانبردار اور غافل و نافرمان کس

---

1 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوة المسلم مستجابة، ٥/٢٤٨، الحدیث: ٣٣٩٣.

طرح برابر ہوسکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے حق میں نازل ہوئی۔

رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رات کے نوافل اور عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں، اس کی **ایک وجہ** تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے وہ ریا سے بہت دور ہوتا ہے۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ رات کے وقت دنیا کے کاروبار بند ہوتے ہیں اس لئے دن کے مقابلے میں دل بہت فارغ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں مُیَسَّر آتا ہے۔ **تیسری وجہ** یہ ہے کہ رات کا وقت چونکہ راحت و آرام اور سونے کا ہوتا ہے اس لئے اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقت اور تکلیف میں ڈالتا ہے لہٰذا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

مومن پر امید اور خوف کے درمیان رہنا لازم ہے

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان ہو، اپنے عمل کی تقصیر پر نظر کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں بالکل بے خوف ہونا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مُطْلَقاً مایوس ہونا یہ دونوں حالتیں قرآنِ کریم میں کفار کی بتائی گئی ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

(1) ......اعراف: ۹۹.

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافرلوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔ [2]

امید اور خوف کے درمیان رہنے کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مرنے کے قریب تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، خدا کی قسم! اللہ تعالٰی (کی رحمت) کی امید بھی ہے اور گناہوں کا خوف بھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب مومن کے دل میں اس موقع پر یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالٰی وہ چیز عطا فرماتا ہے جس کی بندہ امید کرتا ہے اور اس چیز سے بے خوف کر دیتا ہے جس سے بندہ ڈرتا ہے۔ [3]

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ: تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟﴾ اس آیت سے علم اور علماءِ کرام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالٰی نے علم والوں کو بے علموں سے ممتاز فرمایا ہے۔

علماء کے فضائل پر مشتمل 4 اَحادیث

بکثرت اَحادیث میں بھی علماء کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 اَحادیث یہاں درج ذیل ہیں، چنانچہ

(1)......حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ ہے اور تمہارے دین کی بھلائی تقویٰ و پرہیزگاری (میں) ہے۔ [4]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ [5]

1 ......یوسف:٨٧.

2 ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ٩، ص١٠٣٢، خازن، الزمر، تحت الآية: ٩، ٤/٥٠، ملتقطاً.

3 ......ترمذی، کتاب الجنائز، ١١-باب، ٢/٢٩٦، الحديث: ٩٨٥.

4 ......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه: علی، ٣/٩٢، الحديث: ٣٩٦٠.

5 ......ابو داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ٣/٤٤٤، الحديث: ٣٦٤١.

(3)......حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عالم تھا اور دوسرا عبادت گزار، تو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے، پھر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی مخلوق حتّٰی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں لوگوں کو (دین کا) علم سکھانے والے پر درود بھیجتے ہیں۔ (1)

(4)......حضرت جابر بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(قیامت کے دن) عالم اور عبادت گزار کو لایا جائے گا اور عبادت گزار سے کہا جائے گا ’’تم جنت میں داخل ہو جاؤ جبکہ عالم سے کہا جائے گا کہ تم ٹھہرو اور لوگوں کی شفاعت کرو کیونکہ تم نے ان کے اَخلاق کو سنوارا ہے۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں علمِ دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے مومن بندو! اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اِس دنیا میں بھلائی ہے اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔

1......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۳۱۳/۴، الحدیث: ۲۶۹۴.

2......شعب الایمان، السابع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضل العلم وشرفه، ۲۶۸/۲، الحدیث: ۱۷۱۷.

﴿قُلْ:تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں سیِّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ آپ اہلِ ایمان کو نصیحت فرمائیں اور انہیں تقویٰ و پرہیز گاری اور عبادت و ریاضت کی ترغیب دلائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے ایمان والے بندو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرکے اور اس کی نافرمانی سے خود کو بچا کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرو۔[1]

﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ: جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جنہوں نے عبادت کی اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی یعنی صحت و عافیت ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنہوں نے اس دنیا میں عبادت کی اور اچھے اعمال بجالائے ان کے لئے آخرت میں بھلائی یعنی جنت ہے۔[2]

﴿وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ: اور اللّٰہ کی زمین وسیع ہے۔﴾ اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے کہ جس شہر میں گناہوں کی کثرت ہو اور وہاں رہنے سے آدمی کو اپنی دینداری پر قائم رہنا دشوار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دے اور وہاں سے ہجرت کر جائے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت مہاجرینِ حبشہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے، اسے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔[3]

﴿اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔﴾ یعنی جنہوں نے اپنے دین پر صبر کیا اور اس کی حدود پر پابندی سے عمل پیرا رہے اور جب یہ کسی آفت یا مصیبت میں مبتلا ہوئے تو دین کے حقوق کی رعایت کرنے میں کوئی زیادتی نہ کی انہیں دیگر لوگوں کے مقابلے میں بے حساب اور بھرپور ثواب دیا جائے گا۔[4]

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والے بڑے خوش نصیب ہیں کیونکہ قیامت کے دن انہیں بے حساب

1 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ٤/٤٦۰، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ص۱۰۳۳، ملتقطاً.
2 ......بیضاوی، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ٥/٦۰، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ٤/٥۱، ملتقطاً.
3 ......خازن، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ٤/٥۱، ملخصاً.
4 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآیة: ۱۰، ٤/٤٦۱.

اجر وثواب دیا جائے گا۔ یہاں ان کے اجر وثواب سے متعلق حدیثِ پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مصیبت اور بلا میں مبتلا رہنے والے (قیامت کے دن) حاضر کئے جائیں گے، نہ اُن کے لئے میزان قائم کی جائے گی اور نہ اُن کے لئے (اعمال ناموں کے) دفتر کھولے جائیں گے، ان پر اجر وثواب کی (بے حساب) بارش ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں عافیت کی زندگی بسر کرنے والے ان کا بہترین ثواب دیکھ کر آرزو کریں گے کہ'' کاش (وہ اہلِ مصیبت میں سے ہوتے اور) ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے گئے ہوتے (تاکہ آج یہ صبر کا اجر پاتے)۔ (1)

اور حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے علاوہ ہر نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا کیونکہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ اور بے حساب دیا جائے گا۔ (2)

اللہ تعالٰی ہمیں عافیت نصیب فرمائے اور مصائب وآلام آنے کی صورت میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں نرا اس کا بندہ ہوکر۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

﴿ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ: تم فرماؤ: مجھے حکم ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی

1 ......معجم الكبير، ابو الشعثاء جابر بن زيد عن ابن عباس، ۱۲/۱۴۱، الحديث: ۱۲۸۲۹.

2 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۱۰، ۴/۵۱.

اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرما دیں کہ اللّٰہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ صرف اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں اور مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے (اللّٰہ تعالٰی کے حضور) گردن رکھوں اور عبادت گزاروں اور مخلص لوگوں میں سب سے مُقدّم اور سبقت لے جانے والا ہوں۔ اللّٰہ تعالٰی نے پہلے اخلاص کا حکم دیا جو دل کا عمل ہے پھر اطاعت یعنی اعمالِ جوارح کا حکم دیا اور چونکہ شرعی اَحکام رسول سے حاصل ہوتے ہیں، وہی ان اَحکام کو پہنچانے والے ہیں تو وہ ان کے شروع کرنے میں سب سے مقدم اور اوّل ہوئے۔ اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دے کر لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ دوسروں پر اس کی پابندی انتہائی ضروری ہے اور دوسروں کی ترغیب کے لئے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ (1)

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ قریش نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ آپ اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے رشتہ داروں کو نہیں دیکھتے جو لات وعُزّیٰ کی پوجا کرتے ہیں۔ اُن کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ ان مشرکین سے فرما دیں ''اگر بالفرض مجھ سے اللّٰہ تعالٰی کے حکم کی نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ایک بڑے دن یعنی قیامت

1 ......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیۃ: ١١-١٢، ١٠/٦٢٣، خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ١١-١٢، ٤/٥١، مدارك، الزمر، تحت الآیۃ: ١١-١٢، ص١٠٣٣، ملتقطاً.

کے عذاب کا ڈر ہے۔ [1] مراد یہ ہے کہ میں خدا کے عذاب سے بچنے کی کوشش کروں یا آباؤ اَجداد کی مخالفت سے بچوں۔ وہ آباؤ اَجداد جو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں نرا اس کا بندہ ہو کر۔ تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو تم فرماؤ پوری ہار انھیں جو اپنی جان اوراپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص اس کا بندہ ہو کر۔ تو تم اس کے سوا جس کی عبادت کرنا چاہتے ہو، کرلو۔ (اے نبی) تم فرماؤ: بلاشبہ نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرما دیں کہ میں کسی اور کی عبادت نہیں کرتا بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو کر صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اوراے کفار! تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔ جب مشرکین نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ نے اپنے آباؤ اَجداد کے دین کی مخالفت کر کے نقصان اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں: بیشک حقیقت میں نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا کہ خود گمراہی اختیار کر کے اور گھر والوں کو گمراہی

---

[1]......مدارك، الزمر، تحت الآية: ۱۳، ص۱۰۳۳، تفسير طبرى، الزمر، تحت الآية: ۱۳، ۱۰/۶۲۳، ملتقطاً.

میں مبتلا کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم کے مستحق ہو گئے اور جنت کی ان عالیشان نعمتوں سے محروم ہو گئے جو ایمان لانے پر نہیں ملتیں۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔ یاد رہے کہ یہ جو فرمایا گیا: ''تم **اللہ تعالیٰ** کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو'' اس میں شرک کی اجازت نہیں بلکہ انتہائی غضب کا اظہار ہے۔[1]

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے **اللہ** ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے اور ان کے نیچے پہاڑ ہوں گے۔ **اللہ** اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے، اے میرے بندو! تو تم مجھ سے ڈرو۔

﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ: ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے۔﴾ اوپر نیچے آگ کے پہاڑ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔[2]

کافروں کو ہر طرف سے آگ گھیرے ہوئے ہوگی

ایک اور مقام پر کفار کے اس عذاب کا ذکر کرتے ہوئے **اللہ تعالیٰ** ارشاد فرماتا ہے:

یَوْمَ یَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ یَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (**اللہ**) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

---

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ١٤-١٥، ٤/٥١، مدارك، الزمر، تحت الآية: ١٤-١٥، ص١٠٣٣، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ١٤-١٥، ٨/٨٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الزمر، تحت الآية: ١٦، ص١٠٣٤.

3 ......عنكبوت: ٥٥.

اور حضرت سوید بن غفلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ فرمائے گا کہ جہنمی اپنے ماسوا سب کو بھول جائیں تو ان میں سے ہر شخص کے لئے اس کے قد برابر آگ کا ایک صندوق بنایا جائے گا پھر اس پر آگ کے تالوں میں سے ایک تالا لگا دیا جائے گا، پھر اس شخص کی ہر رگ میں آگ کی کیلیں لگا دی جائیں گی، پھر اس صندوق کو آگ کے دوسرے صندوق میں رکھ کر آگ کا تالا لگا دیا جائے گا، پھر ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی آگ میں نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ‘‘ اور ارشاد فرمایا:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے لئے آگ بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور جہنم کے عذابات سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

﴿ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ: اللہ اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! میں نے قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں کے جس عذاب کی تمہیں خبر دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ تم اس کے خوف سے گناہوں سے بچو اور کفر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، اس کے رسول کی تصدیق کر کے اور احکامات و ممنوعات میں اس کی پیروی کر کے آخرت کے عذاب سے نجات پا جاؤ۔ اے میرے بندو! میں نے جو چیزیں تم پر فرض کیں ان کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے معاملے میں مجھ سے ڈرو اور وہ کام نہ کرو جو میری ناراضی کا سبب ہو۔ (2)

وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، الشعبی، ٨/٢٨١، الحدیث: ١٠.

2 ......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیة: ١٦، ١٠/٦٢٤، مدارك، الزمر، تحت الآیة: ١٦، ص١٠٣٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے انھیں کے لیے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو۔ جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا انہیں کے لیے خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

﴿ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا: اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بتوں کی پوجا کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اس کی توحید کے اقرار، صرف اسی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودوں سے براءت کا اظہار کیا، انہیں کے لئے دنیا میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، دنیا میں نیک اعمال کی وجہ سے اچھی تعریف، موت کے وقت اور قبر میں رکھے جانے کے وقت راحت اور یونہی آخرت میں قبروں سے نکالنے کے وقت، حساب کے لئے کھڑے ہوتے وقت، پل صراط پار کرتے وقت، جنت میں داخل ہوتے وقت اور جنت میں الغرض ان تمام مقامات پر بھلائی، راحت اور رحمت انہیں حاصل ہوگی، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو جو کان لگا کر غور سے بات سنتے ہیں، پھر اس پر عمل کرتے ہیں جس میں ان کی بہتری ہو۔ یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور وحدانیّت کے اقرار کی ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔ **شانِ نزول۔** حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آئے اور ان سے حال دریافت کیا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی تو یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے۔ ان کے حق میں یہ آیت "**فَبَشِّرْ عِبَادِ......الآیہ**" نازل ہوئی۔ (1)

1......تفسیر طبری، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۱۰/۶۲٤-٦٢٥، جلالین، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ص۳۸٦، خازن، الزمر، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ٤/٥٢.

زیادہ بہتر احکام پر عمل کرنے والے بشارت کے مستحق ہیں

قرآن وحدیث میں مسلمانوں کو جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں ثواب کے اعتبار سے فرق ہے، یوں بعض اعمال بعض سے بہتر ہیں، جیسے تنگدست مقروض کو آسانی آنے تک مہلت دینا اور قرض معاف کر دینا دونوں بہتر ہیں لیکن قرض معاف کر دینا مہلت دینے سے زیادہ بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو۔

اسی طرح جیسی کسی نے تکلیف پہنچائی ویسی اسے سزا دینا اور صبر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن صبر کرنا سزا دینے سے زیادہ بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

یونہی سب سے بہتر نیک عمل وہ ہے جو اِستقامت کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم اتنے عمل کی عادت بناؤ جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو، پس بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہی ہو۔ (3)

جو لوگ جائز احکام پر عمل کرتے ہیں وہ ملامت کے مستحق نہیں اور جو ثواب کے کام کرتے ہیں وہ قابلِ تعریف ہیں لیکن جو زیادہ بہتر اعمال بجالاتے ہیں وہ زیادہ ثواب کے مستحق اور زیادہ قابلِ تعریف ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾

1 ......بقرہ: ۲۸۰.

2 ......نحل: ۱۲۶.

3 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب المداومة على العمل، ٤٨٧/٤، الحديث: ٤٢٤٠.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی نجات والوں کے برابر ہوجائے گا تو کیا تم ہدایت دے کر آگ کے مستحق کو بچالوگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے (وہ نجات والوں کے برابر ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں۔) تو کیا تم اسے جو آگ کا مستحق ہے، بچالوگے؟

﴿ **اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ :تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔**﴾ بت پرستی سے بچنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے بت پرستوں کا حال بیان کیا جارہا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ جہنمی ہے کیا وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جس پر عذاب واجب نہیں ہوا۔ (وہ ہرگز اس کی طرح نہیں ہوسکتا۔)[1]

﴿ **اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ :تو کیا تم اسے جو آگ میں ہے بچالوگے؟**﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ (جو ازلی بدبخت ہے اور) جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ اپنے خبیث اعمال کی وجہ سے جہنم میں جانے کا حقدار ہے تو کیا آپ اسے ہدایت دے کر جہنم سے بچالیں گے، ہرگز نہیں۔[2]

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ۝۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالاخانے ہیں ان پر بالاخانے بنے ان کے نیچے نہریں بہیں اللہ کا وعدہ اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

1 ......روح البیان، الزمر، تحت الآیة: ١٩، ٤/٩١-٩٢، تفسیر سمرقندی، الزمر، تحت الآیة: ١٩، ١٤٧/٣، ملتقطاً.

2 ......تفسیر سمرقندی، الزمر، تحت الآیة: ١٩، ١٤٧/٣، جلالین، الزمر، تحت الآیة: ١٩، ص٣٨٦، خازن، الزمر، تحت الآیة: ١٩، ٥٢/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اپنے رب سے ڈرنے والوں کیلئے بلند محلات ہیں جن کے اوپر (مزید) بلند محلات بنے ہوئے ہیں۔ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ : لیکن جو اپنے رب سے ڈرے۔﴾ اس آیت میں متقی اور پرہیزگار اہلِ ایمان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: لیکن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کیلئے جنت کے بلند محلات ہیں جن کے اوپر مزید بلند محلات بنے ہوئے ہیں جو ان سے زیادہ بلند ہیں۔ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک جنتی لوگ اپنے مقامات میں فرق کے باعث اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو ایسے دیکھیں گے جس طرح اُفق میں مشرق یا مغرب کی جانب کسی روشن ستارے کو دیکھتے ہوں۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی منزلیں ہیں دوسرے وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں! ارشاد فرمایا: ’’کیوں نہیں، وہ لوگ پہنچ سکیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تصدیق کی۔[2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے پھر اس سے

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۰، ۴/۵۲.

2 ......بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۳، الحديث: ۳۲۵۶.

کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت کی پھر سوکھ جاتی ہے تو تُو دیکھے کہ وہ پیلی پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بے شک اس میں دھیان کی بات ہے عقل مندوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کیا پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے تو تُو دیکھتا ہے کہ وہ پیلی پڑ جاتی ہے پھر اللہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نصیحت ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے اوصاف بیان فرمائے تاکہ عقلمند اس کی طرف راغب ہوں جبکہ اس آیت میں دنیا کے اوصاف بیان فرمائے تاکہ ان میں دنیا کی محبت سے دوری پیدا ہو۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی، پھر اس پانی کو مختلف جگہوں کی طرف بھیجا، پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ اس پانی سے مختلف رنگوں جیسے زرد، سبز، سرخ، سفید اور مختلف قسموں جیسے گیہوں، جَو اور طرح طرح کے غلے کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے اور تُو دیکھتا ہے کہ وہ سرسبز وشاداب ہونے کے بعد پیلی پڑ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ بے شک جس نے نباتات میں ان احوال کا مشاہدہ کیا ہے تو وہ جان جائے گا کہ حیوان اور انسان کا حال بھی اسی طرح ہے کہ اگرچہ اس کی عمر لمبی ہو لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کا رنگ پیلا پڑ جائے گا اور اس کے اَعضاء واَجزاء ٹوٹنے لگیں گے اور بالآخر اس کا انجام موت ہے لہٰذا جب وہ نباتات میں ان اَحوال کا مشاہدہ کر کے اپنی ذات اور زندگی میں غور کرے گا تو اس سے اس کے دل میں دنیا اور اس کی رنگینیوں سے نفرت پیدا ہو گی۔ (1)

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

1 ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیۃ: ۲۱، ۹/۴۳۹-۴۴۰.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہوجائے گا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (اس جیسا ہوجائے گا جو سنگدل ہے) تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یقین و ہدایت پر ہے اس جیسا ہوجائے گا جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی تو وہ ہدایت قبول نہیں کرتا۔ (1)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب یہ آیت "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" تلاوت فرمائی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سینے کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۲، ۴/۵۳.

2 ......انعام: ۱۲۵.

ہےاوراس میں وسعت ہوتی ہے۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی:اس کی کیاعلامت ہے؟ارشادفرمایا:’’ہمیشگی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف متوجہ ہونا اور دھوکے کے گھر (یعنی دنیا سے) دور رہنا اور موت کے لئے اس کے آنے سے پہلے آمادہ ہونا۔[1]

﴿فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ: تو خرابی ہےان کیلئے جن کے دل اللّٰہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔﴾ یعنی ان کے لئے خرابی ہے جن کے پاس اللّٰہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے یا اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو وہ پہلے سے زیادہ سکڑ جائیں اوران کے دلوں کی سختی زیادہ ہوجائے ،یہی لوگ جن کے دل سخت ہوگئے حق سے بہت دوراور کھلی گمراہی میں ہیں۔[2]

اللّٰہ تعالٰی کے ذکر سے مومنوں کے دل نرم ہوتے اور کافروں کے دِلوں کی سختی بڑھتی ہے

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی مشہور تصنیف تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ’’نفس جب خبیث ہوتا ہےتو اسے حق قبول کرنے سے بہت دوری ہوجاتی ہےاور اللّٰہ تعالٰی کا ذکر سننے سےاس کی سختی اوردل کا غبار بڑھتا ہےاور جیسے سورج کی گرمی سے موم نرم ہوتا ہےاورنمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی اللّٰہ تعالٰی کے ذکر سے مومنین کے دل نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دِلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔[3]

اس آیت سے ان لوگوں کوعبرت حاصل کرنی چاہئے جنہوں نے اللّٰہ تعالٰی کے ذکر سے روکنا اپنا شعار بنالیا ہے، وہ صوفیوں کے ذکر کوبھی منع کرتے ہیں،نمازوں کے بعد اللّٰہ کا ذکر کرنے والوں کوبھی روکتے اورمنع کرتے ہیں، ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم اور کلمہ پڑھنے والوں کوبھی بدعتی بتاتے ہیں اوران ذکر کی محفلوں سے بہت گھبراتے اوردور بھاگتے ہیں،اللّٰہ تعالٰی انہیں ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:’’اللّٰہ تعالٰی کے ذکر کے سوا زیادہ گفتگو نہ کیا کرو کیونکہ اللّٰہ تعالٰی کے ذکر کےعلاوہ زیادہ گفتگو دل کی سختی ہے،اورلوگوں میں اللّٰہ تعالٰی سے زیادہ دوروہ ہوتا ہےجس کا دل سخت ہو۔[4]

---

1 ......الزهد الكبير للبيهقي، الجزء الخامس، ص٣٥٦، الحديث: ٩٧٤.

2 ......ابو سعود، الزمر، تحت الآية: ٢٢، ٤/٤٦٥، ملخصاً.

3 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ٢٢، ٤/٥٣.

4 ......ترمذي، كتاب الزهد، ٦٢-باب، ٤/١٨٤، الحديث: ٢٤١٩.

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖۗ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ : اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کے چار اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

پہلا وصف: قرآن پاک سب سے اچھی کتاب ہے۔ قرآن شریف عبارت اور معنی دونوں اعتبار سے سب سے اچھی کتاب ہے، عبارت میں اس طرح کہ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا، اس کا مضمون انتہائی دل پذیر ہے حالانکہ یہ نہ عام کلاموں جیسی نظم ہے نہ شعر بلکہ بڑے نرالے ہی اُسلوب پر ہے اور معنی میں یہ ایسا بلند مرتبہ ہے کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی جیسی عظیم الشان نعمت کا رہنما ہے اور اس میں باہمی

کوئی ٹکراؤ اور اختلاف نہیں۔

دوسرا وصف: یہ کتاب شروع سے آخر تک حسن وخوبی میں ایک جیسی ہے۔

تیسرا وصف: یہ کتاب مَثَانی ہے، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ دوہرے بیان والی ہے کہ اس میں وعدے کے ساتھ وعید، امر کے ساتھ نہی اور اَخبار کے ساتھ اَحکام ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ کتاب بار بار پڑھی جانے والی ہے۔

چوتھا وصف: اس کی تلاوت کرنے سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رغبت میں نرم پڑ جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ اَولیاءُ اللہ کی صفت ہے کہ ذکرِ الٰہی سے اُن کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنا حقیقی خوف نصیب کرے۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے بال کھڑے ہوجائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔ (2)

﴿ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ: یہ اللہ کی ہدایت ہے۔﴾ یعنی یہ قرآن جو سب سے اچھی کتاب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت پانے والا وہ ہے جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کے لئے کھول دے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے (اس طرح کہ اس کی بدعملیوں کی وجہ سے اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو) اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (3)

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۲۴

---

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۳، ۴/۵۳-۵۴، ملخصاً.

2 ......شعب الايمان، الحادى عشر من شعب الايمان... الخ، ۱/۴۹۱، الحديث: ۸۰۳.

3 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۳، ۴/۵۴.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو قیامت کے دن برے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرے کے سوانجات والے کی طرح ہوجائے گا اور ظالموں سے فرمایا جائے گا اپنا کمایا چکھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا (وہ نجات پانے والوں کی طرح ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں سے فرمایا جائے گا: اپنے کمائے ہوئے اعمال کا مزہ چکھو۔

﴿ **اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا۔** ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر دو چیزیں لازم فرمادیں جن کے دل (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سخت ہوگئے، **(1)** دنیا میں گمراہی۔ اس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہوا، **(2)** آخرت میں شدید عذاب۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے جائیں گے اور اس کی گردن میں گندھک کا ایک جلتا ہوا پہاڑ پڑا ہوگا جو اس کے چہرے کو بھون ڈالتا ہوگا، اس طرح اسے اوندھا کرکے آتشِ جہنم میں گرایا جائے گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کو ڈھال بنا کر اس کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا وہ اس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے مامون اور محفوظ ہو؟ ہرگز نہیں۔ اور ظالموں سے جہنم کے خازن کہیں گے: دنیا میں جو کفر سرکشی اختیار کی تھی اب اس کا وبال وعذاب برداشت کرو۔ [1]

كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

وقف لازم

1 ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیة: ۲۴، ۹/۴۴۸، خازن، الزمر، تحت الآیة: ۲۴، ۴/۵۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو انھیں عذاب آیا جہاں سے انھیں خبر نہ تھی۔ اور اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے بڑا کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر نہ تھی۔ اور اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جان لیتے۔

﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اسی طرح کفارِ مکہ سے پہلے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے عذاب آنے کا انہیں خطرہ بھی نہ تھا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا کہ کسی قوم کی صورتیں مَسخ کیں، کسی کو زمین میں دھنسایا، کسی کو قتل اور جلا وطنی میں مبتلا کیا، کسی پر پانی کا طوفان بھیجا اور کسی پر پتھر برسائے اور بیشک آخرت کا جو عذاب ان کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دنیا کے سب عذابوں سے بڑا ہے۔ اگر وہ اس بات کو جان لیتے اور تکذیب کرنے کی بجائے ایمان لے آتے تو ان کیلئے بہتر ہوتا۔[1]

آیت ”كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)...... غفلت بھی کفار کے عیوب میں سے ایک عیب ہے، یعنی سرکشی کرنا اور انجام سے بے خبر رہنا۔

(2)...... کبھی بد عملی کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے مگر یہ سزا آخرت کی سزا پر اثر انداز نہ ہوگی بلکہ وہ سزا پوری پوری علیحدہ ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

---

(1)...... خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ۴/۵۴، مدارك، الزمر، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ص۱۰۳۶، روح البيان، الزمر، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ۸/۱۰۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی کہ کسی طرح انہیں دھیان ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔

﴿ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں وہ تمام مثالیں بیان فرمائی ہیں جن کی اپنے دین کے معاملے میں غور کرنے والے کو ضرورت ہے تا کہ وہ (انہیں پڑھ اور سن کر) نصیحت قبول کریں۔[1]

قرآنِ پاک میں سب کی ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے

یاد رہے کہ قرآنِ کریم میں دلائل، مثالیں، بشارت، ڈرانا، عشقِ الٰہی اور نعتِ مصطفٰی سب ہی مذکور ہیں کیونکہ قرآنِ پاک ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور ہر جگہ اور علاقے کے لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں، ان میں سے کوئی دلائل سے مانتا ہے، کوئی خوف سے، کوئی لالچ سے، کوئی عشق و محبت سے، اس لئے قرآنِ پاک میں سب کی ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عربی زبان کا قرآن جس میں اصلاً کجی نہیں کہ کہیں وہ ڈریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عربی زبان کا قرآن جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں تا کہ وہ ڈریں۔

﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا: عربی زبان کا قرآن۔ ﴾ یعنی اس قرآن کی زبان عربی ہے اور یہ ایسا فصیح ہے کہ جس نے فصاحت و بلاغت کے ماہر ترین افراد کو بھی اپنی مثل بنالانے سے عاجز کردیا اور یہ آیات کے باہمی ٹکراؤ اور اختلاف سے پاک ہے اور اس لئے نازل ہوا تا کہ لوگ اللّٰہ تعالٰی سے ڈریں اور کفر و تکذیب سے باز آئیں۔[2]

---

1 ......بیضاوی، الزمر، تحت الآیة: ٢٧، ٥/٦٥.

2 ......خازن، الزمر، تحت الآیة: ٢٨، ٤/٥٤.

قرآنِ پاک کی یہی شان بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

اور فرماتا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ-وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍؕ-هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًاؕ-اَلْحَمْدُ لِلّٰهِؕ-بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام میں کئی بدخوآقا شریک اور ایک نرے ایک مولیٰ کا کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ایک غلام آدمی کی مثال بیان فرمائی جس میں کئی بداخلاق آقا شریک ہوں اور ایک ایسا غلام مرد ہو جو خالص ایک ہی کا غلام ہو۔ کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے؟ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا: اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرما کر مومن اور کافر میں فرق بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم

1 ......بنی اسرائیل: ۸۸۔

2 ......النساء: ۸۲۔

کے سامنے ایک مثال بیان فرمائیں اوران سے دریافت فرمائیں کہ تم اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کئی بداخلاق آقاؤں کا غلام ہو اور وہ آقا آپس میں اختلاف کریں اور ہر ایک دعویٰ کرے کہ یہ مرد میرا غلام ہے، ان میں سے ہر ایک آقا اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے اپنے کام بتاتا ہے، وہ غلام حیران اور انتہائی پریشان ہے کہ کس کا حکم بجالائے اور کس طرح اپنے تمام آقاؤں کو راضی کرے اور خود اس غلام کو جب کوئی حاجت وضرورت درپیش ہو تو کس آقا سے کہے، اوراس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ایک ہی آقا کا غلام ہو، وہ اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کرکے اسے راضی کرسکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کرسکتا ہے، اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی ۔ مجھے بتاؤ کہ ان دونوں غلاموں میں سے کس کا حال اچھا ہے (یقیناً اسی غلام کا حال اچھا ہے جو صرف ایک آقا کا غلام ہے) تو یہی حال مومن اور کافر کا ہے کہ مومن ایک مالک کا بندہ ہے، اسی کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کا حال اچھا ہے جبکہ مشرک جماعت کے غلام کی طرح ہے کہ اس نے بہت سے معبود قرار دے دیئے ہیں اس لئے اس کا حال برا ہے۔ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلکہ ان کفار میں اکثر یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ۔[1]

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اوران کو بھی مرنا ہے۔﴾ اس آیت میں ان کفار کا رد ہے جو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے، انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔[2]

1 ......خازن، الزمر، تحت الآية: ۲۹، ۴/۵۵، ملخصاً.

2 ......جلالين مع صاوی، الزمر، تحت الآية: ۳۰، ۵/۱۷۹۶.

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر اُنہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سے شرعی دلائل قائم ہیں، ان میں سے دو یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللّٰہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام فرما دیا ہے، پس اللّٰہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔[1]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان میں نماز پڑھتے ہیں۔[2] اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر (اے لوگو!) تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ: پھر تم۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! پھر مرنے کے بعد تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔ اس جھگڑے سے مراد یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُمت پر حجت قائم کریں گے کہ انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی اور دین کی دعوت دینے میں بہت زیادہ کوشش صَرف فرمائی اور کافر بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا

[1]......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ۲/۲۹۱، الحديث: ۱۶۳۷.

[2]......مسند ابو يعلى، مسند انس بن مالك، ثابت البنانى عن انس، ۳/۲۱۶، الحديث: ۳۴۱۲.

ہے کہ اس سے سب لوگوں کا جھگڑنا مراد ہے کہ لوگ دُنیوی حقوق کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔[1]

بندوں کے حقوق کی اہمیت

اس آیت سے بندوں کے حقوق کی اہمیت بھی واضح ہوئی ،لہٰذا جس نے کسی کا کوئی حق تلف کیا ہے اسے چاہئے کہ اپنی زندگی میں ہی اس کا حق ادا کر دے یا اس سے معاف کروا لے ورنہ قیامت کے دن حق کی ادائیگی کرنا پڑی تو وہ بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ یہاں اس سے متعلق **2** اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی کی عزت یا کسی اور چیز پر زیادتی کی ہو تو اسے چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے آج ہی معافی حاصل کر لے جس دن درہم و دینار پاس نہ ہوں گے۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوئے تو ظلم کے برابر ان میں سے لے لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو ظلم کے برابر مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مُفلس و کنگال کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: ہم میں مُفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان۔ ارشاد فرمایا: ’’میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آیا کہ اِسے گالی دی، اُسے تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا۔ اِس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اُس مظلوم کو، پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کی حق تلفی کرنے سے محفوظ فرمائے اور جن کے حقوق تلف ہوگئے تو دنیا کی زندگی میں ہی ان کے حق ادا کر دینے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

1......روح البيان، الزمر، تحت الآية: ۳۱، ۸/۱۰۶.

2......بخاری، كتاب المظالم والغصب، باب من كانت له مظلمة عند الرجل... الخ، ۲/۱۲۸، الحديث: ۲۴۴۹.

3......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، ص۱۳۹۴، الحديث: ۵۹ (۲۵۸۱).

پارہ نمبر...... 24

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اُس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ ظالم وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کرے اور اس کے لئے اولاد قرار دے، پھر کہے کہ ہمیں اللّٰہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی اس کتاب کو جھٹلائے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمائی ہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرے جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور خود ہی سمجھ لو کہ کیا ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہونا چاہیے جو اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرنے سے انکار کرے اور قرآنِ پاک کے اَحکامات کی پیروی کرنے سے منہ موڑے۔ (یقیناً جہنم ہی میں اس کا ٹھکانہ ہے۔)[1]

اللّٰہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورت

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی مختلف صورتیں ہیں، ایک صورت تو یہاں آیت کی تفسیر میں بیان ہوئی

---

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۳۲، ۱۱/۴، ملخصاً.

کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اوراس کے لئے اولاد قرار دینا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور دوسری صورت بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جھوٹ باندھا جائے، مثلاً یوں کہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح فرمایا، یا یہ ان کی شریعت ہے، حالانکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ اُس طرح فرمایا ہو اور نہ ہی وہ چیز ان کی شریعت ہو۔[1]

لہٰذا جو لوگ اپنی گھڑی ہوئی باتیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف یا ان کی شریعت کی جانب منسوب کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں شامل ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس کی ایک عام مثال یہ ہے کہ کچھ لوگ SMS یا E-MAIL وغیرہ کے ذریعے قرآن پاک اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر کے عوام میں پھیلاتے ہیں اور انہیں عام کرنے کی لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں اور بعض اوقات عام نہ کرنے پر جھوٹی وعیدیں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ عوامُ النّاس کو چاہئے کہ آیات واَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال وغیرہ پر مشتمل اسلامی SMS مُستنَد علماءِ کرام سے تصدیق کروائے بغیر کسی کو مت بھیجیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی وعید بہت سخت ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کوئی بھی جھوٹی بات منسوب کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

---

1 ......صاوی، الزّمر، تحت الآية: ٣٢، ١٧٩٧/٥.

2 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب ما يکره من النّياحة على الميّت، ٤٣٧/١، الحديث: ١٢٩١.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جس نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے۔﴾ اس آیت میں صِدق سے کیا مراد ہے اور اسے لانے والے اور اس صِدق کی تصدیق کرنے والے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 5 قول درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''صدق سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ہے اور اسے لے کر تشریف لانے والے سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی ہیں کہ اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مخلوق تک پہنچایا۔

(2)......صدق سے مراد قرآنِ پاک ہے، اسے لانے والے جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ سچ لے کر تشریف لانے والے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

(4)......سچ لے کر تشریف لانے والے سے مراد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور تصدیق کرنے والے سے تمام مومنین مراد ہیں۔

(5)......سچ لے کر تشریف لانے والے اور تصدیق کرنے والے سے ایک پوری جماعت مراد ہے، تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور تصدیق کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔[1]

﴿اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ: یہی پرہیزگار ہیں۔﴾ یعنی وہ لوگ جن کے یہ اَوصاف ہیں (جو اوپر بیان ہوئے) یہی اللہ

[1]......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ٤/٥٥-٥٦، تـفسير كبير، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ٩/٤٥٢، مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٣٣، ص١٠٣٨، ملتقطاً.

تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے، بتوں سے بیزاری ظاہر کرکے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی اور اس کی نافرمانی سے اِجتناب کرکے اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔[1]

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَۚۖ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس نیکوں کا یہی صلہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں گے۔ یہ نیک بندوں کا صلہ ہے۔

﴿لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہوگی جو یہ چاہیں گے۔﴾ اس آیت میں متقی لوگوں کے اُخروی انعامات کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان متقی لوگوں کے لئے دنیا میں اچھے اعمال کرنے کے بدلے آخرت میں ہر وہ نفع ہے جو وہ چاہیں گے اور وہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رہیں گے، نیک بندوں کا یہی صلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندوں کو ملنے والی قدرت اور اختیار

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب بندے ایسے ہیں جنہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ یہ قدرت و اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تمہیں بتا دوں کہ جنتی کون ہیں؟ ہر وہ کمزور اور گمنام آدمی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دے۔[2]

اور صحیح مسلم میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کے بال پَراگندہ ہیں، اور لوگ انہیں اپنے دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں (لیکن ان کا مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔[3]

1 ……تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۳۳، ۱۱/۶.

2 ……بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، ۱۱۸/۴، الحدیث: ۶۰۷۱.

3 ……مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب فضل الضّعفاء والخاملین، ص۱۴۱۲، الحدیث: ۱۳۸(۲۶۲۲).

یہاں ایک بڑی دلچسپ بات ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر اولیاء رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم کیلئے یہ فضیلت ثابت کریں کہ وہ جو چاہیں ہوجاتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں خدا بنا دیا، یا یہ تو خدا بنانے والی بات ہوگئی۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ جنت میں تو ہر جنتی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی تو کیا جنت میں تمام لوگ خدا بن جائیں گے؟ یا اِس آیت میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ بندوں کو جنت میں خدا بن جانے کی بشارت سنا رہی ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ، اصل یہ ہے کہ سب کچھ دنیا میں اولیاء کے لئے ثابت کیا جائے یا آخرت میں جنت میں ہر جنتی کیلئے وہ بہر حال اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے ہوگا لہٰذا یہاں شرک کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ ایسی چیزوں کو شرک کہتے ہیں وہ حقیقت میں نہ تو شرک کا مطلب جانتے ہیں اور نہ ہی خدا کی عظمت کو سمجھتے ہیں۔

لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ اللّٰہ ان سے اُتار دے برے سے برا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں اُن کے ثواب کا صلہ دے اچھے سے اچھے کام پر جو وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ اللّٰہ ان سے ان کے برے کام مٹا دے جو انہوں نے کیے اور انہیں ان کا اجر دے ان اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے۔

﴿لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ: تا کہ اللّٰہ مٹا دے۔﴾ امام محمد بن جریر طبری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ’’ان نیک بندوں کو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے نیک کاموں کی جزا دی ہے تا کہ اللّٰہ تعالیٰ دنیا میں کئے ہوئے ان کے وہ برے کام مٹا دے جن کا صرف ان کے رب تعالیٰ کو علم تھا اور جو انہوں نے ظاہری طور پر برے کام کئے، پھر ان سے توبہ و اِستغفار کی اور اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو انہیں بھی مٹا دے۔ یونہی انہوں نے دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا والے جو اچھے کام کئے تھے ان پر اللّٰہ تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔ (1)

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۳۵، ۱۱/۶.

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اَوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ عزت والا بدلہ لینے والا نہیں؟

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ کیا اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا نہیں؟

﴿ **اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟** ﴾ اس آیت میں ’’بندے‘‘ سے مراد سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں جیسے وہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جن کے ساتھ ان کی قوموں نے ایذا رسانی کے ارادے کئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کی کفایت فرمائی، جیسے حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو غرق ہونے سے محفوظ رکھا اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں سلامت رکھا، تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جب اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی رہا تو آپ کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا، یقیناً جس طرح اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی تھا اسی طرح آپ کو بھی کافی ہے۔

﴿ **وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔** ﴾ **شانِ نزول:** بعض مفسرین نے فرمایا کہ کفارِ عرب نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بتوں سے ڈرانا چاہا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی برائی بیان کرنے سے باز آیئے ورنہ وہ آپ کو اس طرح نقصان پہنچائیں گے کہ ہلاک کردیں گے یا عقل کو فاسد کردیں گے۔ [1] اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عُزّٰی بت کی طرف گئے تاکہ اسے کلہاڑے کے ذریعے توڑ دیں، جب اس کے قریب پہنچے تو اس کے خدمتگار نے کہا ''اے خالد بن ولید! اس بت سے ڈرو کیونکہ یہ بڑی قوت والا ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی پرواہ کئے بغیر کلہاڑے سے عُزّٰی بت کی ناک توڑ دی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ڈرانا گویا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ڈرانا ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ہی یہ کام کیا تھا اس لئے آیت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ وہ تمہیں اللّٰہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔ [2]

آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کی حماقت کا یہ حال ہے کہ وہ آپ کو اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں حالانکہ ان کے بناوٹی معبود خود بے جان اور بے بس ہیں اور اگر بالفرض انہیں کوئی قدرت حاصل بھی ہوتی تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کے مقابلے میں عاجز ہی رہتے اور جب حقیقت یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے تو ان کا اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے معبودوں سے ڈرانا باطل اور بے کار ہے۔

﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ: اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ باتیں اسی وقت فائدہ مند ہیں جب بندے کو ہدایت اور توفیق حاصل ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرمادے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللّٰہ تعالیٰ ہدایت یعنی ایمان کا نور دے تو اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ مزید فرمایا کہ کیا اللّٰہ تعالیٰ سب پر غالب

1 ......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٣٦، ٤/٥٦.

2 ......قرطبی، الزّمر، تحت الآية: ٣٦، ٨/١٨٨، الجزء الخامس عشر.

اور بدلہ لینے والا نہیں؟ کیوں نہیں؟ یقیناً ہے تو جب اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور بتوں کا عاجز و بے بس ہونا بھی ظاہر ہے تو پھر کافروں کا بتوں سے ڈرانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے **اللہ** نے تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر **اللہ** مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی تکلیف ٹال دیں گے یا وہ مجھ پر مہر فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہر کو روک رکھیں گے تم فرماؤ **اللہ** مجھے بس ہے بھروسے والے اس پر بھروسہ کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو: آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ''**اللہ** نے'' تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر **اللہ** مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے یا اگر **اللہ** مجھ پر مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تم فرماؤ: مجھے **اللہ** کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو مشرکین آپ کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرانا چاہ رہے ہیں آپ اگر ان سے پوچھیں کہ ''آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں، یعنی یہ مشرکین قادر اور علم و حکمت والے خدا کی ہستی اور اس کی کامل قدرت کا اقرار کرتے ہیں اور ویسے بھی یہ بات تمام مخلوق کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور مخلوق کی فطرت اس کی گواہ ہے اور جو شخص آسمان و زمین

کے عجائبات اور ان میں پائی جانے والی طرح طرح کی موجودات میں نظر کرے تو اسے یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ موجودات ایک قادر اور حکیم کی بنائی ہوئی ہیں۔

یہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین پر حجت قائم کیجئے، چنانچہ فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں: جب تم اللہ تعالیٰ کو خالق اور قادر مانتے ہو تو بھلا بتاؤ کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ کچھ بھی قدرت رکھتے ہیں اور کسی کام بھی آسکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی طرح کے مرض کی، یا قحط کی، یا ناداری کی، یا اور کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ بت اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر صحت کی، مالداری کی یا کوئی اور مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکین سے یہ سوال فرمایا تو وہ لاجواب ہوئے اور خاموش رہ گئے، اب حجت تمام ہوگئی اور ان کے خاموش اقرار سے ثابت ہو گیا کہ بت محض بے قدرت ہیں، نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کچھ نقصان، ان کی عبادت کرنا انتہائی جہالت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں: (اس سے ثابت ہو گیا کہ) مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور چونکہ توکُّل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی لئے میرا بھی اُسی پر بھروسہ ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا، تم جو مجھے بت جیسی بے قدرت اور بے اختیار چیزوں سے ڈراتے ہو یہ تمہاری انتہائی بے وقوفی اور جہالت ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنے کی تعلیم

توکل کا عام فہم معنی یہ ہے کہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور یاد رہے کہ قرآنِ پاک اور اَحادیثِ مبارکہ میں بیسیوں مقامات پر اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (2) **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے

(1) روح البیان، الزمر، تحت الآیۃ: ٣٨، ٨/١١١، خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ٣٨، ٤/٥٦، مدارك، الزّمر، تحت الآیۃ: ٣٨، ص١٠٣٨-١٠٣٩، ملتقطاً.

(2) طلاق: ٣.

کافی ہے۔

اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مُعَظَّم بن جائے تو اسے چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرا کرے اور جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ طاقتور بن جائے تو اسے چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ پر توکل کیا کرے اور جسے یہ بات اچھی لگے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ جو مال و دولت اس کے ہاتھ میں ہے اِس سے زیادہ وہ اُس پر یقین رکھے جو اللّٰہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں توکل اور یقین کی دولت عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ (٣٩) مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (٤٠)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میری قوم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو آگے جان جاؤ گے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اُسے رُسوا کرے گا اور کس پر اُترتا ہے عذاب کہ رہ پڑے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لوگے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اسے رسوا کردے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے وہ مشرک جنہوں نے بتوں کو معبود بنالیا ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بجائے ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہیں، اور آپ کو ان بتوں سے ڈراتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں ’’اے میری قوم! اگر تم نہیں مانتے تو تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ اور میری عداوت و دشمنی میں تم سے جو جو سازشیں اور حیلے ہوسکیں سب ہی کر گزرو اور میں اپنا وہ کام کرتا ہوں جس پر

[1] ……مکارم الاخلاق لابن ابی دنیا، باب ما جاء فی مکارم الاخلاق، ص٨، الحدیث: ٥.

مامور ہوں، میری ذمہ داری دین قائم کرنا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ میرا حامی و ناصر اور مددگار ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے، بس عنقریب تم جان لو گے کہ رسوا کُن عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟ چنانچہ غزوۂ بدر کے دن وہ مشرکین رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ (1)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّۚ-فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖۚ-وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَاۚ-وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ۠(۴۱)

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کو حق کے ساتھ اُتاری تو جس نے راہ پائی تو اپنے بھلے کو اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری تو جس نے ہدایت پائی تو اپنی ذات کیلئے ہی (پائی) اور جو گمراہ ہوا تو اپنی جان کے خلاف ہی گمراہ ہوا اور تم ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہو۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ: بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اہلِ مکہ کے کفر پر اصرار کرنے کی وجہ سے بہت غم ہوتا تھا، اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہوسکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو

---

1 ...... تفسیر طبری، الزمر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ١١/٨-٩، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ٤/٥٦-٥٧، مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٣٩-٤٠، ص١٠٣٩، ملتقطاً.

2 ...... كهف: ٦.

مُؤْمِنِيْنَ (1) — ختم نہ کر دو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے ۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مضبوط دلائل، مثالیں اور وعدہ وعید بیان کر کے مشرکین کا رد کر دیا اور اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو سورۂ زمر کی آیت نمبر 41 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے لوگوں کے فائدے اور ان کی ہدایت کے لئے یہ کامل اور عظیم کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اور اسے معجزہ بنا کر نازل کیا ہے جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے تو اس راہ یابی کا نفع وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا نقصان اور وبال اسی پر پڑے گا، اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ چار و ناچار انہیں ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں بلکہ ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا ان مشرکین کے ذمے ہے، آپ سے اُن کی کوتاہیوں کا مُؤاخذہ نہ ہوگا۔ (3)

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں اُنہیں ان کے سوتے میں پھر

---

1 ......شعراء:٣.

2 ......فاطر:٨.

3 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآية: ٤١، ٩/٤٥٥، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٤١، ٤/٥٧، ملتقطاً.

جس پر موت کا حکم فرمادیا اُسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعادِ مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ جانوں کوان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے اور جو نہ مریں انہیں ان کی نیند کی حالت میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسرے کوایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿ اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا: اللہ جانوں کوان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کوان کی زندگی کی مدت پوری ہو جانے پر روح قبض کر کے وفات دیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی تک نہیں آیا انہیں ان کی نیند کی حالت میں ایک قسم کی وفات دیتا ہے، پھر جس پر حقیقی موت کا حکم فرمادیتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا اور جس کی موت مقدر نہیں فرمائی تو اس کی روح کو موت کے وقت تک کیلئے اس کے جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سوچیں اور سمجھیں کہ جو اس پر قادر ہے وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[1]

نیند ایک طرح کی موت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’نیند موت کی بہن ہے۔[2]

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ سوتے وقت اور نیند سے بیدار ہوتے وقت وہ دعائیں پڑھ لیا کریں جن کا درج ذیل دو اَحادیث میں ذکر ہے،

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے وقت اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ لیتے، پھر کہتے ’’اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا‘‘ اے

1 ......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٤٢، ٤/٥٧، ملخصاً.

2 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: مقدام، ٦/٢٩٣، الحديث: ٨٨١٦.

اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔ ‘‘اور جب بیدار ہوتے تو یوں (دعا) فرماتے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ‘‘ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (ہمیں قیامت کے دن) لوٹنا ہے۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی اپنے بستر سے اٹھے اور پھر واپس جائے تو اسے اپنے ازار کے پلّو سے تین مرتبہ جھاڑے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے بعد بستر پر کیا چیز آئی ہے۔ پھر لیٹتے وقت کہے ’’بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ فَاِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ‘‘ اے میرے رب! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو رکھا اور تیرے ہی نام سے اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی ایسے حفاظت فرما جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔‘‘اور جب بیدار ہو تو کہے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِہٖ‘‘ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے جسم میں مجھے عافیت دی، میری روح میری طرف لوٹا دی اور مجھے اپنے ذکر کی اجازت دی۔[2]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُنہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں تم فرماؤ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی پھر

1......بخاری، کتاب الدّعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخدّ الایمن، ۴/۱۹۲، الحدیث: ۶۳۱۴.

2......ترمذی، ابواب الدّعوات، ۲۰-باب، ۹/۸۷، الحدیث: ۳۴۰۲، مطبوعه دار ابن کثیر دمشق، بیروت.

تمہیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں۔ تم فرماؤ: تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ: کیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن باطل معبودوں کی پوجا کرتے ہیں، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انہیں سفارشی بنا رکھا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی حاجات کے وقت شفاعت کریں گے؟ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا سفارشی بناتے ہو اگرچہ وہ تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہ ہوں، اگرچہ وہ کسی چیز کی سمجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں؟ اگر تم اس وجہ سے بتوں کی پوجا کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کریں گے تو پھر انہیں چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کر دو اور صرف اسے ہی اپنا معبود مانو کیونکہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی بارگاہ میں صرف وہی کسی کی سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ آسمانوں اور زمینوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت اور بادشاہت ہے جبکہ تمہارے باطل معبودوں کو ذرہ بھر بھی بادشاہت حاصل نہیں لہٰذا تم اس کی عبادت کرو جس کی بادشاہت ہے اور جو تمہیں دنیا میں اور مرنے کے بعد اپنی طرف لوٹتے وقت بھی نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[1]

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآية: ٤٣-٤٤، ١١/١٠، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ایک اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں اُن کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اُس کے سوا اَوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ایک اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل متنفر ہوجاتے ہیں اور جب اللّٰہ کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہوجاتے ہیں۔

﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ: اور جب ایک اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔﴾ اس آیت میں مشرکین کے برے اعمال کی ایک اورقسم بیان کی جارہی کہ جب ایک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہی تنہا معبود و مالک ہے تو منکرینِ آخرت کے دلوں میں ذکرِ خدا سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ سینوں میں گھٹن محسوس کرتے ہیں نیز تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں اور ناگواری کے اثرات ان کے چہروں پر ظاہر ہوجاتے ہیں اور جب اللّٰہ تعالٰی کی بجائے ان کے بتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت خوش ہوتے ہیں اور دلوں میں بڑی فرحت محسوس کرتے ہیں، یہ ان کی جہالت اور حماقت کی دلیل ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی کا ذکر تو سب سے بڑی سعادت، تمام بھلائیوں کی بنیاد اور دلوں کی ٹھنڈک ہے جبکہ بے جان اور خسیس بتوں کا ذکر جہالت وحماقت ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم عرض کرو اے اللّٰہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے نہاں اور عِیاں کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم عرض کرو: اے اللّٰہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں اس چیز کا فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

﴿قُلْ: تم عرض کرو۔﴾ مشرکین کی خراب عقل پر دلالت کرنے والا عجیب و غریب معاملہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایک عظیم دعا تعلیم فرمائی ہے، اس دعا میں پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد کامل علم کا بیان ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اس طرح عرض کرو ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سنتے وقت کی خوشی معروف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس پر اتنے مضبوطی سے قائم ہیں کہ تیرے سوا کوئی بھی ان کے فاسد عقیدے اور باطل مذہب کو زائل نہیں کرسکتا۔ (1)

دعا قبول ہونے کے لئے پڑھی جانے والی آیت

زیرِ تفسیر آیت کے بارے میں حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ یہ آیت پڑھ کر جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ (2)

لہٰذا جب بھی کوئی دعا مانگیں تو اُس سے پہلے مذکورہ بالا آیت پڑھ لیں اِنْ شَآءَ اللہ دعا قبول ہوگی۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے ساتھ اُس جیسا تو یہ سب چھڑائی میں دیتے روزِ قیامت کے بڑے عذاب سے اور اُنہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں اور ان پر آپڑا وہ جس کی ہنسی بناتے تھے۔

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٦، ٩/٤٥٧.

2 ......مدارک، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٦، ص ١٠٤١.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگر جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اوراس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ظالموں کی ملک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دیدیتے اوران کیلئے اللّٰہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔اوران پران کے کمائے ہوئے برے اعمال کھل گئے اوران پروہی آپڑا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: اوراگر ظالموں کی ملک میں ہوتا۔﴾ مشرکین کے باطل مذہب کو بیان کرنے کے بعداس آیت اوراس کے بعدوالی آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے ان کے لئے تین وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وعید: اگر بالفرض کافر پوری دنیا کے اَموال اور ذخائر کے مالک ہوتے اوراتنا ہی اور بھی ان کے مِلک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عِوَض وہ سب کا سب دیدیتے تاکہ کسی طرح یہ اَموال دے کرانہیں اِس عذابِ عظیم سے رہائی مل جائے لیکن وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

دوسری وعید: بروزِ قیامت ان کیلئے اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے لئے ایسے ایسے شدید عذاب ظاہر ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔

تیسری وعید: اُن پران کے برے اعمال کے آثار ظاہر ہوجائیں گے جوانہوں نے دنیا میں کئے تھے جیسے اللّٰہ تعالٰی کے ساتھ شریک کرنا اوراس کے دوستوں پرظلم کرنا وغیرہ اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خبر دینے پر وہ جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ نازل ہوجائے گا اور مشرکین کو گھیر لے گا۔[1]

﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ: اوران کیلئے اللّٰہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین گمان کرتے ہوں گے کہ اُن کے پاس نیکیاں ہیں لیکن جب نامۂ اعمال کھلیں گے تو بدیاں ظاہر ہوں گی۔[2]

نیک اعمال کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہئے

یادرہے کہ اس آیت میں اگرچہ مشرکین کے لئے وعید کا بیان ہے لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت

1 ......تفسیر کبیر، الزمر، تحت الآیۃ:٤٧-٤٨، ٩/٤٥٨، خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧-٤٨، ٤/٥٨، روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧-٤٨، ٨/١٢٠-١٢١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٧، ص١٠٤١.

اور نصیحت ہے اور انہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین اس حوالے سے کس قدر خوفزدہ رہا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت محمد بن منکدر رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ گریہ وزاری کرنے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا ''میرے پیشِ نظر قرآنِ پاک کی ایک آیت ہے جس کی وجہ سے میں بہت خوفزدہ ہوں، پھر آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہی آیت تلاوت کی اور فرمایا ''مجھے اس بات کا خوف ہے کہ جنہیں میں نیکیاں شمار کر رہا ہوں کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے بدیاں بن کر نہ ظاہر ہو جائیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمارے نیک اعمال کو محفوظ فرمائے اور ان کے بارے میں اپنی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا٘ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا١ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں بلاتا ہے پھر جب اُسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو آزمائش ہے مگر ان میں بہتوں کو علم نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے مگر ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں۔

﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا: پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے۔﴾ یعنی یوں تو مشرک اپنے معبودوں کے ذکر سے مسرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ بگاڑتا ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس وقت ہمیں پکارتا ہے اور ہم سے مدد طلب کرتا ہے، پھر جب ہم اپنے فضل سے اس کی تکلیف دور کر دیں اور اسے اپنے

1 ......مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٤٧، ص ١٠٤١.

پاس سے کوئی نعمت عطا فرما دیں تو وہ اس راحت و نعمت کو ہماری طرف منسوب کرنے کی بجائے یوں کہتا ہے کہ میں معاش کا جو علم رکھتا ہوں اس کے ذریعے سے میں نے یہ دولت کمائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ راحت اور نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے دیکھا جاتا ہے کہ بندہ اس کے ملنے پر شکر کرتا ہے یا ناشکری، لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں کہ یہ نعمت اور عطا اِستدراج اور امتحان ہے۔ (1)

مصیبت اور راحت کے وقت مشرکوں کی عملی حالت کو دیکھتے ہوئے ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ہم بھی تو مصیبت میں خدا کو یاد کرنے اور خوشی کے وقت بھلا دینے کے مرض میں مبتلا تو نہیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو یہ چاہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں راحت و تکلیف ہر حال میں اپنا ذکر اور اپنی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نعمت آزمائش اور امتحان بھی ہوسکتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا ہونے والی کوئی نعمت آزمائش بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتیں پانے والوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو نعمتوں کے آزمائش ہونے اور اس کا انجام برا ہونے کو نہیں جانتی اور نعمتوں پر تکبر اور غرور کرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو چکے ہیں، غفلت ان پر غالب آ چکی ہے، وہ ان نعمتوں پر مطمئن ہو گئے ہیں اور اپنے مالک و مولیٰ اور آخرت کو بھول چکے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ہمارے معاشرے میں بطورِ خاص مالدار اور منصب دار طبقے کی ایک تعداد ایسی نظر آئے گی جن کے پاس نعمتوں کی بہتات ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ تکبر و غرور کا نشہ ان کے سر سے نہیں اترتا، دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ انسان کو انسان سمجھنا بھی انہیں ناگوار گزرتا ہے، غفلت ایسی غالب ہے کہ انہیں فرض نمازوں اور ان کی رکعتوں کی تعداد تک یاد نہیں، نعمتوں پر مطمئن ایسے ہیں جیسے یہ ہمیشہ ان کے پاس ہی رہیں گی اور یہ بات ان کے خیال میں بھی نہیں آتی کہ ایک دن انہیں ضرور مرنا ہے، قبر میں مُنکَر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے ہیں اور قیامت کے دن ایک ایک نعمت کا اور ہر ہر عمل کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

1 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٩، ٨/١٢١-١٢٢، مدارک، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٩، ص ١٠٤١، جلالین، الزّمر، تحت الآیۃ: ٤٩، ص ٣٨٩، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب الدّعوات، باب ما جاء انّ دعوۃ المسلم مستجابۃ، ٥/٢٤٨، الحدیث: ٣٣٩٣.

حساب دینا ہے۔اے کاش!ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ دنیا کی سب نعمتیں عارضی اور فانی ہیں اور دنیا میں نعمتیں دے کرانہیں آزمایا بھی جاسکتا ہےاس لئے ان نعمتوں پرتکبر وغرور کرنے اوران پر مطمئن ہونے کی بجائے آخرت میں ملنے والی دائمی نعمتوں کوحاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطافرمائے،امین۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے اگلے بھی ایسے ہی کہہ چکے تو اُن کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی تو ان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں۔

﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی۔﴾ یعنی کفارِ مکہ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی یہ بات کہی تھی کہ ”یہ نعمت تو ہمیں ایک علم کی بدولت ملی ہے۔مفسرین فرماتے ہیں ”پہلوں سے مراد قارون اور اس کی قوم ہے۔قارون نے یہ کہا تھا کہ یہ (خزانہ) تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے،اور قارون کی قوم چونکہ اس کی اس بے ہودہ گوئی پر راضی رہی تھی اس لئے وہ بھی کہنے والوں میں شمار ہوئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں ”ممکن ہے کہ قارون کے علاوہ سابقہ امتوں میں سے اور لوگوں نے بھی ایسا کہا ہو۔[1]

﴿فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ: تو ان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں۔﴾ یعنی جو نعمت انہیں ملی اس نے ان سے سختی اور عذاب دور نہ کیا اور نہ ہی اس نعمت نے انہیں کوئی فائدہ دیا۔[2]

فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْاؕ وَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْاۙ وَ مَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿٥١﴾

---

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ١١/١٣، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ٨/١٢٢، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥٠، ٨/١٢٢.

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر پڑ گئیں ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اُن کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں اُنہیں پہنچیں اور اِن میں (بھی) جو ظالم ہیں عنقریب ان پر ان کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں آ پڑیں گی اور وہ اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے۔

﴿فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: تو اُن کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں انہیں پہنچیں۔﴾ یعنی پہلے لوگوں نے جو برے اعمال کئے تھے، اُن کی سزائیں انہیں پہنچیں اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ہم عصر وہ لوگ جو شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں عنقریب پہلوں کی طرح ان پر بھی ان کے کفر اور گناہوں کی سزائیں آ پڑیں گی اور وہ اپنے برے اعمال اور اخلاق کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔ کفارِ مکہ کو ان کے اعمال کی سزائیں ملیں، چنانچہ ان پر قحط کی مصیبت آئی اور وہ سات برس تک قحط کی مصیبت میں مبتلا رکھے گئے اور غزوۂ بدر کے دن ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے۔ (1)

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ع ۵ / ۱۱ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُنہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بیشک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ (بھی) فرماتا ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

1 ......روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٥١، ٨/١٢٢، ملخصاً.

﴿اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا: کیا انہیں معلوم نہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن لوگوں کی ہم نے تکلیف دور کردی اور وہ ہمارا احسان ماننے کی بجائے کہنے لگے کہ یہ نعمتیں تو ہمیں ہمارے علم کی بنا پر ملی ہیں، کیا وہ جانتے نہیں کہ تکلیف اور راحت، وسعت، تنگی اور مصیبت اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا، کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کردے اور جس کے لئے چاہے تنگ کردے۔ بے شک یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعے عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور بے شک رزق کی وسعت اور تنگی میں ایمان والوں کے لیے اس بات پر ضرور دلائل ہیں کہ رزق وسیع اور تنگ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جو شخص ان نشانیوں کو دیکھ لے گا اور دلائل کو سمجھ لے گا تو وہ نعمت ملنے کو اپنے علم اور کوشش کی طرف منسوب نہیں کرے گا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا ہی فضل و کرم اور اس کی عطا قرار دے گا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی کامل رحمت، فضل اور احسان کا بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد سابقہ کفر و شرک پر تمہارا مُؤاخذہ ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے

کفر سے باز آئے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، بیشک وہی گناہوں پر پردہ ڈال کر بخشنے والا اور مصیبتوں کو دور کرکے مہربانی فرمانے والا ہے۔[1]

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں متعدد روایات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''مشرکوں کے کچھ آدمیوں نے بارہا قتل و زِنا کا اِرتکاب کیا تھا، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن ہمیں یہ تو معلوم ہوجائے کہ کیا ہمارے اتنے سارے گناہوں کا کفارہ ہوسکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے۔

اور یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔[3]

گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے سے اگرچہ بڑے بڑے اور بے شمار گناہ صادر ہوئے ہوں لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہا وسیع ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت کا دروازہ تب تک کھلا ہے جب تک بندہ اپنی موت کے وقت غَرغَرہ کی حالت کو نہیں پہنچ جاتا، اس وقت

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة:٥٣، ٩/٤٦٣-٤٦٤، جلالین مع جمل، الزّمر، تحت الآیة: ٥٣، ٦/٤٣٩-٤٤٠، مدارك، الزّمر، تحت الآیة: ٥٣، ص١٠٤٣، ملتقطاً.

2 ......فرقان:٦٨.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم... الخ، ٣/٣١٤، الحدیث: ٤٨١٠.

سے پہلے پہلے بندہ جب بھی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے گا تو اللہ تعالٰی اپنے فضل و رحمت سے اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کے سب گناہ معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالٰی کی رحمت اور مغفرت کی تو کیا بات ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: ’’اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے پاس لے کر آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تمہیں اس کے برابر بخشش دوں گا۔ [1]

اس آیت کا مفہوم مزید وضاحت سے سمجھنے کیلئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیں: جو شخص سرتاپا گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو، جب اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہو تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تمہاری توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے؟ وہ (یہ کہہ کر) اسے اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس کر دیتا ہے، تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مایوسی کو دور کر کے امید رکھے اور اس بات کو یاد کرے کہ اللہ تعالٰی تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے اور بے شک اللہ تعالٰی کریم ہے جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، نیز توبہ ایسی عبادت ہے جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

تو اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنی طرف رجوع (یعنی توبہ) کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدّعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار... الخ، ۵/۳۱۸، الحدیث: ۳۵۵۱.

[2] ......زمر: ۵۳، ۵۴.

ثُمَّ اهْتَدٰى[1] والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

تو جب توبہ کے ساتھ مغفرت کی توقُّع ہو تو ایسا شخص امید کرنے والا ہے اور اگر گناہ پر اِصرار کے باوجود مغفرت کی توقع ہو تو یہ شخص دھوکے میں ہے جیسے ایک شخص بازار میں ہو اور اس پر جمعہ کی نماز کا وقت تنگ ہو جائے، اب اس کے دل میں خیال آئے کہ وہ نمازِ جمعہ کے لئے جائے لیکن شیطان اس سے کہتا ہے کہ تم جمعہ کی نماز نہیں پا سکتے لہٰذا یہاں ہی ٹھہرو، لیکن وہ شیطان کو جھٹلاتے ہوئے دوڑ جاتا ہے اور اسے امید ہے کہ نمازِ جمعہ پالے گا تو یہ شخص امید رکھنے والا ہے اور اگر وہ شخص کاروبار میں مصروف رہے اور یہ امید رکھے کہ امام میرے یا کسی اور کے لئے درمیانے وقت تک انتظار کرے گا یا کسی اور وجہ سے منتظر رہے گا جس کا اسے علم نہیں ہے تو یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور اپنی رحمت و مغفرت سے حقیقی امید رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

یاد رہے کہ اس آیت میں اگرچہ ایک خاص چیز کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے سے منع فرمایا گیا لیکن عمومی طور پر ہر حوالے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا منع ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ زندگی میں آنے والی پے در پے مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس اور ناامید نہ ہو کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے، چنانچہ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......طه: ٨٢.

2 ......احياء علوم الدّين، كتاب ذمّ الغرور، بيان ذمّ الغرور وحقيقته وامثلته، ٤٧٣/٣.

3 ......يوسف: ٨٧.

وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟

اور کافر شخص کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ٘ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـٔـُوْسٌ قَنُوْطٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہوجاتا ہے۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف اور اُس کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا۔ [3]

اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: دو باتوں میں ہلاکت ہے، **(1)** مایوسی۔ **(2)** خود پسندی۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان دو باتوں کو جمع فرمایا کیونکہ سعادت کا حصول کوشش، طلب، محنت اور ارادے کے بغیر ناممکن ہے اور مایوس آدمی نہ کوشش کرتا ہے اور نہ ہی طلب کرتا ہے جبکہ خود پسند آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ خوش بخت ہے اور اپنی مراد کے حصول میں کامیاب ہو چکا ہے اس لئے وہ کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ [4]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ کسی حال میں بھی اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور مَصائب و آلام میں اسی کی بارگاہ میں دستِ دعا دراز کرتا رہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ہی حقیقی طور پر مشکلات کو دور کرنے والا اور آسانیاں عطا فرمانے والا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس اور ناامید ہوجانے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

---

1 ……حجر: ٥٦.

2 ……حٰمٓ السجدة: ٤٩.

3 ……کنز العمّال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورة النّساء، ١٦٧/١، الجزء الثانی، الحدیث: ٤٣٢٢.

4 ……احیاء علوم الدّین، کتاب ذمّ االکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، بیان ذمّ العجب وآفاته، ٤٥٢/٣.

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔

﴿وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ جو کفر و شرک اور گناہوں سے سچی توبہ کرلے اسے بخش دیا جائے گا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جلد توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! کفر و شرک اور گناہوں سے سچی توبہ کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو کہ تم پر دنیا میں عذاب آجائے، اگر تم نے توبہ نہ کی تو عذاب سے چھٹکارا پانے میں تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے گناہوں میں مصروف رہنا درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ مطلوب ہے اور جو توبہ کرنا چھوڑ دے گا تو اس کے لئے بڑی وعید ہے۔

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى

---

(1) ......تفسیر قرطبی، الزّمر، تحت الآیة: ٥٤، ١٩٦/٨، الجزء الخامس عشر، ابن کثیر، الزّمر، تحت الآیة: ٥٤، ٩٩/٧، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٥٤، ١٢٧/٨، ملتقطاً.

مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اوراس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔ کہ کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں ہنسی بنایا کرتا تھا۔ یا کہے اگر اللّٰہ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈر والوں میں ہوتا۔ یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے کہ میں نیکیاں کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔ (پھر ایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یا کہے: اگر اللّٰہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھے تو کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ لوٹنا (نصیب) ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہوجاتا۔

﴿وَاتَّبِعُوْۤا: اور پیروی کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، تم وہ کام کرو جس کا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ پاک میں تمہیں حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ پھر ایسا نہ ہو کہ عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللّٰہ تعالیٰ کے بارے میں کیں کہ اس کی فرمانبرداری نہ کرسکا اور اس کے حق کو نہ پہچانا اور اس کی رضا حاصل کرنے کی فکر نہ کی اور بیشک میں تو اللّٰہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی کتاب کا مذاق اڑانے والوں میں سے

تھا۔ یا کوئی جان یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنا دین قبول کرنے اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھے تو کوئی جان یہ کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹنا نصیب ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔[1]

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافر تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں کیوں نہیں! بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے ہو گیا۔

﴿بَلٰى: ہاں کیوں نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان باطل عذروں کا رد کرتے ہوئے گویا کہ ارشاد فرمایا: ''ہاں کیوں نہیں! تیرے پاس قرآنِ پاک پہنچا اور حق و باطل کی راہیں تم پر واضح کر دی گئیں اور تجھے حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت بھی دی گئی، اس کے باوجود تو نے حق کو چھوڑا اور اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا، گمراہی اختیار کی اور جو حکم دیا گیا اس کی ضد و مخالفت کی، تو اب تیرا یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈرنے والوں میں سے ہوتا اور تیرے تمام عذر جھوٹے ہیں۔[2]

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾

---

1 ......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۵-۵۸، ۱۱/۱۸-۲۰، خازن، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۵-۵۸، ۴/۶۰-۶۱، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۹، ص۱۰۴۴۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور قیامت کے دن تم دیکھو گے اُنہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے منہ کالے ہیں کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالٰی کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے، اولاد بتائی اور اس کی صفات کا انکار کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا ان متکبروں کیلئے جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے؟ یقیناً وہیں ان کا ٹھکانہ ہے۔[1]

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ بچائے گا پرہیزگاروں کو اُن کی نجات کی جگہ نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ اُنہیں غم ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ کے ذریعے بچائے گا۔ نہ انہیں عذاب چھوئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا: اور اللہ پرہیزگاروں کو نجات دے گا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں جھٹلانے والوں کا اُخروی حال بیان ہوا اور اس آیت میں پرہیزگار مسلمانوں کا اُخروی حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے

1 ......مدارك، الزّمر، تحت الآية: ٦٠، ص١٠٤٤، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٠، ٤/٦١، ملتقطاً.

دن اللہ تعالیٰ شرک اور گناہوں سے بچنے والوں کو نجات کی جگہ جنت میں بھیج کر تکبر کرنے والوں کے ٹھکانے جہنم سے بچالے گا اور ان کا حال یہ ہوگا کہ نہ ان کے جسموں کو عذاب چھوئے گا اور نہ ان کے دلوں کو غم پہنچے گا۔ (1)

جہنم کے عذاب سے نجات کا سبب اور تقویٰ کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں پرہیزگاری اختیار کرنا یعنی کفر وشرک اور گناہوں سے بچنا قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات پانے کا بہت بڑا سبب ہے۔اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَاؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَاۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّاۚ۝ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

---

1 ……روح البیان، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦١، ٨/١٣٠-١٣١، ملتقطاً.
2 ……بقرہ:١٠٣.
3 ……رعد:٣٥.
4 ……مریم:٧١، ٧٢.

لہٰذا جو کافر ہے تو اسے چاہئے کہ ایمان لائے اور ہر مومن کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے بچے اور نیک اعمال کرے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسے جہنم کے عذاب سے نجات ملے اور جنت میں داخلہ نصیب ہو۔ ترغیب کے لئے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔[1]

(2)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔[2]

(3)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔[3]

(4)......جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔[4]

(5)......قیامت کے دن متقی لوگوں کو مہمان بنا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا۔[5]

(6)......متقی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔[6]

(7)......اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کا مددگار ہے۔[7]

(8)......متقی لوگ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔[8]

(9)......متقی لوگ امن والے مقام میں ہوں گے۔[9]

(10)......آخرت کا اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔[10]

(11)......تقویٰ فضیلت حاصل ہونے کا سبب ہے۔[11]

1......حجرات:١٣.
2......بقرہ:١٩٤.
3......ال عمران:٧٦.
4......ال عمران:١٣٣.
5......مریم:٨٥.
6......قلم:٣٤.
7......جاثیہ:١٩.
8......زخرف:٦٧.
9......دخان:٥١.
10......ھود:٥١.
11......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه: عبد الرحمن، ٣٢٩/٣، الحديث: ٤٧٤٩.

(12)......تقویٰ بہترین زادِراہ ہے۔[1]

(13)......جسے تقویٰ عطا کیا گیا اسے دین و دنیا کی بہترین چیز دی گئی۔[2]

(14)......تقویٰ آخرت کا شرف ہے۔[3]

(15)......متقی لوگ سردار ہیں۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے، اٰمین۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ٘ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ: اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ہونے والی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔[5]

حاجات پوری ہونے اور مَصائب دور ہونے سے متعلق ایک مفید وظیفہ

جس شخص کو آندھی، آسمانی بجلی یا کسی اور چیز سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو یا وہ تنگدستی کا شکار ہو تو اسے چاہئے کہ کثرت سے ''یَا وَكِیْلُ'' پڑھا کرے، اس سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ حاجتیں پوری ہوں گی، مصیبتیں دور ہوں گی اور پڑھنے والے کے لئے رزق اور بھلائی کے دروازے کھلیں گے۔[6]

1......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانى، ٤١/٢، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٣٢.

2......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانى، ٤١/٢، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٣٨.

3......مسند الفردوس، باب الشين، ٣٥٨/٢، الحديث: ٣٦٠٠.

4......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانى، ٤١/٢، الجزء الثالث، الحديث: ٥٦٥٠.

5......خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ٦١/٤، جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ص٣٨٩.

6......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٢، ١٣١/٨، ملخصاً.

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۠ (٦٣)

ع ٦ / ١١ / ٢

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں۔﴾ یعنی رحمت، رزق اور بارش وغیرہ کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، وہی اُن کا مالک ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ ’’زمین وآسمان کی کنجیاں یہ ہیں: ’’لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر‘‘۔ مراد یہ ہے کہ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید ہے، یہ آسمان وزمین کی بھلائیوں کی کنجیاں ہیں، جس مومن نے یہ کلمات پڑھے تو وہ دونوں جہاں کی بہتری پائے گا۔[1]

زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی عطا ہوئی ہیں

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی عطا فرمائی ہیں، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک دن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہدائے اُحد پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا ’’میں تمہارا پیش رو

1 ...... جلالین، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٣، ص٣٨٩، مدارك، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٣، ص١٠٤٥، ملتقطاً.

ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا (یہ فرمایا کہ مجھے) زمین کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔ [1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کیا خوب فرماتے ہیں:

اِن کے ہاتھ میں ہر کُنجی ہے مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ: اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا۔﴾ یعنی جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور کفار ان چیزوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کریں، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کا اقرار کرنے کے باوجود جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جزا وسزا کے مضمون پر مشتمل آیات کا انکار کیا وہی نقصان اٹھائیں گے کیونکہ انہوں نے ثواب کے مقابلے میں سزا کو اختیار کیا اور کفر ونفاق کی چابی سے اپنے آپ کے لئے عذاب کے دروازے کھول لئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار ہی دراصل نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص کافر نہیں اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے کچھ حصہ ضرور ملے گا۔ [2]

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْۤ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو کیا اللہ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہوا ے جاہلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے جاہلو! کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ مشرکین نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ ہمارے بعض معبودوں کی

---

1 ......بخاري، كتاب الجنائز، باب الصّلاة على الشهيد، ٤٥٢/١، الحديث: ١٣٤٤.

2 ......تفسير كبير، الزّمر، تحت الآية: ٦٣، ٤٧١/٩.

عبادت کریں تو ہم آپ کے معبود پر ایمان لے آئیں گے۔اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفارِ قریش سے فرمادیں جو آپ کو اپنے آباؤ اَجداد کے دین یعنی بت پرستی کی طرف بلاتے ہیں کہ اے جاہلو! دلائل کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا حق ہونا اور کفر وشرک کا باطل ہونا ثابت ہوجانے کے باوجود کیا مجھے یہ کہتے ہو کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ انہیں جاہل اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے پہلے حقیقی معبود کے یہ اوصاف بیان ہوئے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور آسمان وزمین کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ بتوں کا تعلق جمادات سے ہے اور وہ کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور جو شخص اتنے مقدس اور عظمت والے اوصاف سے مَوصوف معبود کی عبادت سے منہ پھیر کر ان بے جان جسموں کی عبادت میں مشغول ہو تو وہ بہت بڑا جاہل ہے (اور اس کے ساتھ ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے علمبردار کو بھی اس جھوٹی عبادت کی طرف بلانا اس سے بڑی جہالت ہے) اس لئے یہاں انہیں جاہل فرمایا گیا۔ (1)

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَۚ لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللّٰہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ (اے ہر سننے والے مخاطب!) اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا ہر عمل برباد ہوجائے گا اور ضرور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائے گا۔

﴾ **وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ:** اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٩ /٤٧١-٤٧٢، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٤ /٦٢، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٦٤، ٨/١٣٢، ملتقطاً.

ہے۔ ﴾یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر بالفرض تم نے اللّٰہ تعالیٰ کا شریک کیا تو ضرور تمہارا ہر عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں خطاب اگرچہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن مراد سننے والے ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (اور تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) شرک سے معصوم فرمایا ہے۔ [1]

یا اس آیت میں ایک ناممکن چیز کو ناممکن چیز پر مَوقوف کیا گیا ہے، جیسے اس آیت میں ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کو فرض کر کے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللّٰہ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللّٰہ ہی کی بندگی کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

﴿بَلْ: بلکہ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مشرکین جو آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کا کہتے ہیں آپ ان کی بات کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرتے رہیں اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں آپ کو عطا فرمائی ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت بجالا کر ان کی شکر گزاری کرتے رہیں۔ [3]

---

1 ……خازن، الزّمر، تحت الآية: ٦٥، ٦٢/٤، جلالين، الزّمر، تحت الآية: ٦٥، ص ٣٩٠، ملتقطاً.

2 ……زخرف: ٨١.

3 ……روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٦، ١٣٣/٨، ملخصاً.

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖۗ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور اُن کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اورانہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ: اورانہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو مشرکین آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا، اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوئے، اگر وہ عظمتِ الٰہی سے واقف ہوتے اور اس کا مرتبہ پہچانتے تو ایسا کیوں کرتے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس دن کوئی بھی زمین کے کسی حصے پر اپنی ظاہری مِلکیّت کا دعویٰ نہ کر سکے گا اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔ (1)

یہاں آیت کے اس حصے سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ کر اپنے دستِ قدرت میں لے گا، پھر فرمائے گا ''میں ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں جبّار؟ کہاں ہیں مُتکبّر؟ ملک وحکومت کے دعویدار؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے دوسرے دستِ قدرت میں لے گا اور یہی فرمائے گا ''میں ہوں بادشاہ، کہاں

(1)......تفسیر طبری، الزّمر، تحت الآیة: ٦٧، ١١/٢٣-٢٧، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٦٧، ٨/١٣٤-١٣٥، ملتقطاً.

ہیں زمین کے بادشاہ؟[1]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صُور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہوجائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللّٰہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے مگر جسے اللّٰہ چاہے پھر اس میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے میں پہلی بار صور پھونکنے کا بیان ہے، اس سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ فرشتوں اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے اور ان پر موت نہ آئی ہوگی تو وہ اس سے مرجائیں گے اور وہ بزرگ ہستیاں جنہیں ان کی دُنْیوی موت کے بعد پھر اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں زندگی عنایت کی ہوئی ہے اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور شہداء، ان پر اُس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیّت طاری ہوگی۔[2] اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔

﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: مگر جسے اللّٰہ چاہے۔﴾ یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد آسمانوں میں اور زمین پر موجود تمام فرشتے اور جاندار مرجائیں گے البتہ جسے اللّٰہ تعالیٰ چاہے گا اُسے اُس وقت موت نہ آئے گی۔ اس اِستثناء میں کون کون داخل ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے اَقوال ہیں، ان میں سے **4** قول درج ذیل ہیں:

1 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالی: مالك النّاس، ٤/٥٣٣، الحدیث: ٧٣٨٢، مسلم، کتاب صفة القیامة و الجنة والنار، ص١٤٩٩، الحدیث: ٢٤(٢٧٨٨).

2 ......جمل، الزّمر، تحت الآیة: ٦٨، ٦/٤٤٧.

پہلا قول: حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ بے ہوشی کے نَفخہ سے حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت مَلکُ الموت عَلَیْہِمُ السَّلَام کے علاوہ تمام آسمان اور زمین والے مرجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ پہلے اور دوسرے نَفخہ کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں اُن فرشتوں کو بھی موت دے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جنہیں پہلے نَفخہ سے موت نہیں آئے گی ان سے مراد شہداء ہیں جن کے لئے قرآن مجید میں ''**بَلْ اَحْیَآءٌ**'' آیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے۔

تیسرا قول: حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اس وقت جنہیں موت نہیں آئے گی وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، چونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوہِ طور پر بے ہوش ہوچکے ہیں اس لئے پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بیدار اور ہوشیار رہیں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ پہلی بار صور پھونکے جانے کے وقت جنہیں موت نہ آئے گی وہ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ حضرت ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ مُستثنیٰ رضوانِ جنت، حوریں، وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں اور جہنم کے سانپ، بچھو ہیں۔[1]

﴿ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى: پھر اس میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ آیت کے اس حصے میں دوسری بار صور پھونکے جانے کا بیان ہے جس سے مردے زندہ کئے جائیں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر کھڑے ہوجائیں گے۔

دیکھتے ہوئے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آکر مَبہوت شخص کی طرح ہر طرف نگاہیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھیں گے یا یہ معنی ہیں کہ وہ یہ دیکھتے ہوں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس وقت مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا[2] | **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر لے جائیں گے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ۶۸، ۹ /۴۷۶، جمل، الزّمر، تحت الآیة: ۶۸، ۶ /۴۴۹-۴۵۰، قرطبی، الزّمر، تحت الآیة: ۶۸، ۸/ ۲۰۴، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......مریم: ۸۵.

جبکہ کفار کو پیدل ہی ہانکا جائے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔[2]

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین جگمگا اُٹھے گی اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اُس کی اُمت کہ اُن پر گواہ ہونگے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہی دینے والے لائے جائیں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا: اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے 5 اَحوال بیان فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1)......قیامت کے دن زمین اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نور سے بہت تیز روشنی کے ساتھ جگمگا اٹھے گی یہاں تک کہ سرخی کی جھلک نمودار ہوگی، اور یہ زمین دنیا کی زمین نہ ہوگی بلکہ نئی ہی زمین ہوگی جسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے لئے پیدا فرمائے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ[3] ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرو جس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا۔

---

1 ......مریم:٨٦.

2 ......تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٩/٤٧٧، جمل، الزّمر، تحت الآیۃ: ٦٨، ٦/٤٤٩، ملتقطًا.

3 ......ابراھیم:٤٨.

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس آیت میں جس نور کا ذکر ہے یہ چاند، سورج کا نور نہ ہوگا بلکہ یہ اور ہی نور ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور اس سے زمین روشن ہوجائے گی۔

(2)......حساب کے لئے اَعمال کی کتاب رکھی جائے گی۔ اِس کتاب سے مراد یا تو لوحِ محفوظ ہے کہ جس میں قیامت تک ہونے والے دنیا کے تمام اَحوال اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں یا اس سے ہر شخص کا اعمال نامہ مراد ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوگا، جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

اور مجرموں کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لایا جائے گا تا کہ وہ لوگوں پر گواہی دیں۔ ان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

(4)......گواہی دینے والے لائے جائیں گے جو رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ کی گواہی دیں گے۔ اس سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

---

1 ......بنی اسرائیل:١٣۔
2 ...... کہف:٤٩۔
3 ......النساء:٤١۔
4 ......البقرہ:١٤٣۔

(5)......قیامت کے دن لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کمی کر کے یا عذاب میں زیادتی کر کے ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔[1]

وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر جان کو اس کا کیا بھرپور دیا جائے گا اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور وہ (اللہ) خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں۔

﴾ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ: اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔﴿ یعنی قیامت کے دن ہر جان کو اس کے اچھے یا برے تمام اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کو خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں، اس سے کچھ مخفی نہیں اور نہ اسے گواہ اور لکھنے والے کی حاجت ہے بلکہ یہ سب لوگوں پر حجت تمام کرنے کیلئے ہوں گے۔[2]

گناہ گاروں کے لئے عبرت اور نصیحت

اس آیتِ مبارکہ میں خاص طور پر ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں میں مصروف ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن سے زیادہ طویل دن اور کوئی نہیں، اس دن سے زیادہ ہَولناک دن اور کوئی نہیں اور اس دن اعمال کا حساب لئے جانے کے مرحلے سے زیادہ خطرناک مرحلہ اور کوئی نہیں، اس دن کی دہشت، شدت اور ہَولناکی بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۫ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

1......جمل، الزمر، تحت الآية: ٦٩، ٦/٤٥٠-٤٥١، تفسير كبير، الزّمر، تحت الآية: ٦٩، ٩/٤٧٧-٤٧٨، روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٦٩، ٨/١٤٠، ملتقطاً.

2......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٧٠، ٨/١٤٠-١٤١، جمل، الزّمر، تحت الآية: ٧٠، ٦/٤٥١، ملتقطاً.

3......ال عمران: ٢٥.

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَىٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

لہٰذا اس نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر گناہگار کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے باز آجائے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کر لے تاکہ قیامت کے دن گناہوں کی سزا سے بچ سکے۔ اللہ تعالٰی ہمیں گناہوں سے بچنے، سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًاؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَاؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے

1 ……سورۃ نساء: ۴۱، ۴۲.

دروازے کھولے جائیں گے اوراس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جوتم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا۔ فرمایا جائے گا داخل ہو جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانا متکبروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا۔ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا: اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔﴾ قیامت کے دن کے چند اَحوال بیان کرنے کے بعد اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافروں کو سختی کے ساتھ قیدیوں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور ان کی ہر ہر جماعت اور اُمت علیحدہ علیحدہ ہوگی، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے ساتوں دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے سے بند تھے اور جہنم کے داروغہ ڈانٹتے ہوئے ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اِس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تشریف بھی لائے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام بھی سنائے اور اُس دن سے بھی ڈرایا مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا کہ ہم پر ہماری بدنصیبی غالب ہوئی اور ہم نے گمراہی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جہنم میں بھرے گئے۔ ان کافروں سے کہا جائے گا: تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہو گے اور کسی طرح اس سے نکل نہ سکو گے۔ (اے لوگو! دیکھ لو کہ) ایمان اور اطاعت سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔[1]

1 ...... تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ٤٧٨/٩، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ٦٣/٤، مدارك، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ص١٠٤٧، روح البیان، الزّمر، تحت الآیة: ٧١-٧٢، ١٤٢/٨-١٤٣، ملتقطاً.

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے اُن کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغہ اُن سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔ اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔ اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اِس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

﴿وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا۔﴾ اس سے پہلے عذاب پانے والوں کا حال بیان کیا گیا اور اب اس آیت سے ثواب پانے والوں کے احوال بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کو عزت واحترام اور لطف وکرم کے ساتھ سواریوں پر گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُن کی عزت واحترام کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے ہی کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے کے قریب ایک درخت ہے، اس کے نیچے سے دو چشمے نکلتے ہیں، مومن وہاں پہنچ کر ایک چشمہ میں غسل کرے گا تو اس سے اس کا جسم پاک وصاف ہو جائے گا اور دوسرے چشمہ کا پانی پیئے گا تو اس سے اس کا باطن پاکیزہ ہو جائے گا، پھر فرشتے جنت کے دروازے پر استقبال کریں گے اور جنت کے خازن ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔ (1)

﴿وَقَالُوْا: اور وہ کہیں گے۔﴾ یعنی اہلِ جنت کہیں گے کہ سب خوبیاں اس اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے اپنا جنت کا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا تاکہ ہم اس میں جیسے چاہیں تَصَرُّف کریں اور ہم اپنی جنت میں جہاں چاہیں رہیں، لہٰذا دنیا میں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کا آخرت میں کیا ہی اچھا اجر ہے۔ (2)

وَتَرَى الْمَلٰٓىِٕكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع

رکوع ۸ ‏۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓىِٕكَةَ: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کے دن جب اللہ تعالٰی فرشتوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ فرشتے ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ

1 ...... تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیة: ۷۳، ۹/۴۷۹-۴۸۰، خازن، الزّمر، تحت الآیة: ۷۳، ۴/۶۳-۶۴، ملتقطاً.

2 ...... خازن، الزمر، تحت الآیة: ۷۴، ۴/۶۴، ملخصاً.

کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور قیامت کے دن لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا کہ مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کردیا جائے گا اور جنتی لوگ جنت میں داخل ہو کر شکر ادا کرنے کے لئے عرض کریں گے کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔[1]

حضرت وہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جو یہ جاننے کا ارادہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان کیسے فیصلہ فرماتا ہے تو وہ سورۂ زمر کے آخری حصے کو پڑھے۔[2]

1......روح البيان، الزّمر، تحت الآية: ٧٥، ٨/١٤٧-١٤٨، خازن، الزّمر، تحت الآية: ٧٥، ٤/٦٤، ملتقطاً.

2......درمنثور، الزّمر، تحت الآية: ٧٥، ٧/٢٦٧.

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن

سورۂ مومن کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مومن مکی سورت ہے البتہ اس کی آیت نمبر 56 ”اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ“ اور آیت نمبر 57 ”لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ“ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 9 رکوع، 85 آیتیں، 1199 کلمے اور 4960 حروف ہیں۔ (2)

سورۂ مؤمن کے نام اور ان کی وجہِ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں (1) مومن۔ اس کا معنی ہے ایمان لانے والا اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اسے ”سورۂ مومن“ کہتے ہیں۔ (2) غافر۔ اس کا معنی ہے بخشنے والا اور اس سورت کی آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ گناہ بخشنے والا ہے، اس وجہ سے اسے ”سورۂ غافر“ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سورۂ مومن کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر (سورۂ مومن کی آیت نمبر 1) ”حٰمٓ“ سے لے کر (آیت نمبر 3 کے آخر) ”اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ“ تک پڑھا اور آیت الکرسی پڑھی تو ان کی برکت سے صبح سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے انہیں شام میں پڑھا تو ان کی برکت سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ (3)

1......جلالین مع صاوی، سورة غافر، ٥/١٨١٣.

2......خازن، تفسیر سورة حم المؤمن، ٤/٦٥.

3......سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسی، ٤/٤٠٢، الحدیث: ٢٨٨٨.

(2)......حضرت خلیل بن مُرَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''حوامیم (یعنی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں) 7 ہیں اور جہنم کے دروازے بھی 7 ہیں۔ان سورتوں میں سے ہر ایک سورت جہنم کے اُن دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر جا کر کہتی ہے ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اُس شخص کو اِس دروازے سے داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور میری تلاوت کیا کرتا تھا۔[1]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں قرآنِ مجید کی زینت ہیں۔[2]

سورۂ مومن کے مضامین

سورۂ مومن چونکہ مکی سورت ہے اس لئے دیگر سورتوں کی طرح اس کا بھی مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے، ان عقائد کے منکروں کو عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں اور بت پرستی کا رد کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ اعلان کیا گیا کہ قرآنِ پاک اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ عزت والا، علم والا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے، نیز باطل کے ذریعے جھگڑنے والے کفار کی مذمت بیان کی گئی اور عرش اٹھانے والے فرشتوں کے اوصاف بتائے گئے۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کفار اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے اور عذاب کی شدت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جانے کی فریاد کریں گے اور ان کی فریاد کو رد کر دیا جائے گا، نیز اللّٰہ تعالیٰ کے موجود اور قادر ہونے پر دلائل دیئے گئے، قیامت کی ہَولناکیوں سے خوف دلایا گیا اور اس دن کی سختیوں سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔

(3)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بیان کر کے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر وہ اپنی رَوِش سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی اگلے لوگوں جیسا ہوسکتا ہے اور اس سلسلے میں حضرت

[1]......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، ٢/٤٨٥، الحدیث: ٢٤٧٩.
[2]......مستدرك، کتاب التفسیر، تفسیر سورة حمٓ المؤمن، ٣/٢٢٣، الحدیث: ٣٦٨٦.

موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون، ہامان اور قارون کا واقعہ بیان کیا گیا اور اس میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا بطورِ خاص تذکرہ کیا گیا۔

(4)......دنیا اور آخرت میں کافروں کی رسوائی کا اعلان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کی جائے گی۔

(5)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کی اَذِیّتوں پر صبر فرمایا اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی صبر فرمائیں۔

(6)......مسلمان اور کافر کی ایک مثال بیان کی گئی کہ مسلمان ایسا ہے جیسے بینا یعنی دیکھنے والا جبکہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور اس کے بعد بندوں پر کی گئی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کی گئیں۔

(7)......سورت کے آخر میں مشرکین کا اُخروی انجام بیان کیا گیا اور سابقہ قوموں کے دردناک انجام کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی۔

سورۂ زُمَر کے ساتھ مناسبت

سورۂ مومن کی اپنے سے ماقبل سورت ''زُمَر'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کے اَحوال اور حشر کے میدان میں کفار کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ زُمَر کے آخر میں کافروں کی سزا اور متقی مسلمانوں کی جزاء بیان کی گئی اور سورۂ مومن کے شروع میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا ہے تاکہ کافر کو کفر چھوڑنے اور ایمان قبول کرنے کی ترغیب ملے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب اُتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، علم والا ہے۔

﴿ حٰمٓ ﴾ ان حروف کا تعلق حروفِ مُقَطَّعات سے ہے اور ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ **تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ : کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے۔** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ یہ وہ کتاب ہے جسے اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا ہے اور تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے۔ (1)

یاد رہے کہ قرآنِ کریم وہ عظیم الشّان کتاب ہے جسے نازل فرمانے والا عزت و علم والا، لانے والا بھی عزت و علم والا، جس نبی کی طرف لایا گیا وہ بھی عزت و علم والا ہے اور جو اس قرآن کو پڑھتا، سمجھتا اور عمل کرتا ہے وہ بھی عزت و علم والا ہو جاتا ہے البتہ یہاں یہ فرق ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا عزت والا اور علم والا ہونا ذاتی ہے کسی کا دیا ہوا نہیں، نیز اللہ تعالیٰ کا علم کسی آلے یا غور و فکر کا محتاج نہیں، اس کا علم اَزلی اور اَبدی ہے کہ نہ اس کی کسی وقت سے کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، اس کے علم کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے، اس کا علم دائمی ہے، اس میں تبدیلی اور تَغَیُّر محال ہے اور اس کا علم انتہائی کامل ہے جبکہ مخلوق کا عزت اور علم والا ہونا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور جو اوصاف اللہ تعالیٰ کے علم کے ہیں وہ مخلوق کے علم کے ہرگز نہیں ہیں۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

---

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٢، ٨/١٥٠.

اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے انعام والا ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں،اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ: گناہ بخشنے والا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید 6 اَوصاف بیان فرمائے ہیں۔

(1)......وہ گناہ بخشنے والا ہے۔ جو مسلمان اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے اس کے گناہوں کی بخشش کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا البتہ توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے چاہے گناہ بخش دے،اور یہ اس کا فضل و کرم اور احسان ہے۔مفسرین نے ''**غَافِرْ**'' کا ایک معنی **ساتِر یعنی** ''چھپانے والا'' بھی بیان کیا ہے۔اس صورت میں ''**غَافِرِ الذَّنْۢبِ**'' کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں اور خطاؤں کو محض اپنے فضل سے دنیا میں چھپانے والا ہے اور قیامت کے دن بھی چھپائے گا۔

(2)......وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ جو کافر اپنے کفر سے اور جو مومن اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اگرچہ اس نے موت سے چند لمحے پہلے ہی توبہ کیوں نہ کی ہو۔

(3)......سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے جہنم میں سخت عذاب دے گا،البتہ یاد رہے کہ بعض گناہگار مسلمان بھی ایسے ہوں گے جن کے گناہوں کی بنا پر انہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

(4)......بڑے انعام والا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔

(5)......اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں فضل و رحمت کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس کے علاوہ اور کسی کی ایسی صفات نہیں ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی ایسے وصف نہیں رکھتا تو اس کے علاوہ

کوئی اور معبود بھی نہیں ہے۔

(6)......اسی کی طرف پھرنا ہے۔ جب قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سبھی نے اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے خواہ وہ خوشی سے جائے یا اسے جبری طور پر لے کر جایا جائے۔

گناہوں سے توبہ کرنے اور عملی حالت سدھارنے کی ترغیب

جب اللّٰہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور کافروں اور گناہگاروں کی توبہ قبول فرمانے والا بھی ہے، سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور انعام و احسان فرمانے والا بھی ہے، وہی اکیلا معبود ہے اور سبھی کو اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا بھی ہے، تو ہر کافر اور گناہگار مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے کفر اور گناہوں سے سچی توبہ کرے، اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے، اس کے عذاب سے ڈرتا اور اس سے پناہ مانگتا رہے، اس کے انعام اور احسان کو پانے کی کوشش کرے، صرف اللّٰہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرے اور آخرت میں ہونے والے حساب کی دنیا میں ہی تیاری کرے۔ انہی چیزوں کی ترغیب اور حکم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللّٰہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللّٰہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

1......ال عمران:١٣٥، ١٣٦.

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ(۷۰) یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ-وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

اللہ تعالٰی ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور اپنی آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اس آیت کے متعلق ایک واقعہ

حضرت یزید بن اصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ ایک آدمی بڑا طاقتور تھا اور شام کے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے اپنے پاس نہ پایا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ عرض کی گئی: وہ تو شراب کے نشے میں دُھت ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کاتب کو بلایا اور اس سے فرمایا: لکھو! عمر بن خطاب کی جانب سے فلاں بن فلاں کے نام، تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ”غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِۙ ذِی الطَّوْلِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ“ پھر آپ نے دعا کی اور جو لوگ آپ کے پاس تھے انہوں نے آمین کہی۔ انہوں نے اس آدمی کے حق میں یہ دعا کی کہ اللہ تعالٰی اس پر نظرِ رحمت فرمائے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب وہ خط اس آدمی تک پہنچا تو وہ اسے پڑھنے لگا اور ساتھ میں یوں کہتا ”غَافِرِ الذَّنْۢبِ“ اللہ تعالٰی نے مجھ سے بخشش کا وعدہ کیا ہے۔ ”وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ“ اللہ تعالٰی نے مجھے اپنے عذاب سے ڈرایا۔ ”ذِی الطَّوْلِ“ بہت زیادہ انعام فرمانے والا ہے۔ ”اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ“ وہ بار بار اسے اپنے اوپر دہراتا رہا یہاں تک کے رونے لگا، پھر اس نے گناہوں سے توبہ کی اور بہترین توبہ کی۔ جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تک اس کا معاملہ پہنچا تو آپ نے فرمایا: تم اسی طرح کیا کرو کہ جب تم کسی کو لغزش کی حالت میں دیکھو تو اسے درست ہونے کا موقع دو، نیز اللہ تعالٰی سے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔ (2)

1 ......احزاب: ۷۰، ۷۱.

2 ......درمنثور، غافر، تحت الآیة: ۳، ۷/ ۲۷۰-۲۷۱.

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو کسی کے گناہ میں مبتلا ہونے کے بارے میں جاننے کے بعد اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے وہ اپنے گناہوں سے باز آنے کی بجائے اور زیادہ گناہوں پر بے باک ہو جاتا ہے، انہیں چاہئے کہ گناہگار سے نفرت نہ کریں بلکہ اس کے گناہ سے نفرت کریں اور اسے اس طرح نصیحت کریں جس سے اسے گناہ چھوڑ دینے اور نیک اعمال کرنے کی رغبت ملے، وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف مائل ہو اور پرہیزگار انسان بننے کی کوشش شروع کر دے، نیز اس کی اصلاح اور توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو بھی رہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے گناہوں سے توبہ اور نیک اعمال کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہگار مسلمانوں کی احسن انداز میں اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتوں میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر تو اے سننے والے تجھے دھوکا نہ دے ان کا شہروں میں اَہلے گہلے پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔

﴿مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں۔﴾ یعنی قرآن مجید کو جھٹلانا، اس کی آیتوں کا انکار کرنا، قرآن کریم پر اعتراض کرنا، اسے جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہنا کافروں کا ہی کام ہے۔

قرآنِ مجید کے بارے میں جھگڑا کرنے سے متعلق 4 اَحادیث

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کے بارے میں جھگڑا کرنا کسی مومن کا کام نہیں بلکہ کافر کا کام ہے۔ یہاں

قرآنی آیات میں جھگڑا اور اختلاف کرنے سے متعلق 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (1)

(2)......حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآنِ مجید میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (2)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک دن میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے دو شخصوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے کہ چہرۂ انور میں غصہ معلوم ہوتا تھا، ارشاد فرمایا ''تم سے پہلے لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوگئے۔ (3)

(4)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک جماعت کو قرآنِ مجید میں جھگڑا کرتے سنا تو ارشاد فرمایا ''اس حرکت کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوگئے کہ انہوں نے کتاب کے ایک حصے کو دوسرے حصے کے مخالف دکھایا۔ اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب تو اس لیے اتری ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرے، لہٰذا تم ایک حصے کو دوسرے حصے سے جھٹلاؤ نہیں بلکہ کتاب میں سے جس قدر جانتے ہو اتنا کہو اور جو نہیں جانتے اسے عالِم کے سپرد کرو۔ (4)

قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنے کی صورتیں

یاد رہے کہ قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے بعض صورتیں، کفر، بعض کفر کے قریب اور حرام ہیں، مثلاً قرآنِ پاک کو جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی داستان کہنا، جیسا کہ کفارِ مکہ کہا کرتے تھے، یہ کفر ہے۔ یونہی قرآنِ عظیم کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد

1......ابو داؤد، كتاب السنّة، باب النّهى عن الجدال فى القرآن، ٤/٢٦٥، الحديث: ٤٦٠٣.

2......معجم الكبير، عبد اللّٰه بن عبد الرّحمن عن زيد بن ثابت، ٥/١٥٢، الحديث: ٤٩١٦.

3......مسلم، كتاب العلم، باب النّهي عن اتباع متشابه القرآن... الخ، ص١٤٣٣، الحديث: ٢(٢٦٦٦).

4......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضى اللّٰه عنهما، ٢/٦١١، الحديث: ٦٧٥٣.

کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے۔ یہ کفر بھی ہوسکتا ہے اور ضلالت و گمراہی بھی۔ اسی طرح بغیر علم کے قرآن کا مطلب بیان کرنا حرام اور اپنے بیان کردہ مطلب کے درست ہونے پر اِصرار مزید حرام ہے۔

نوٹ: آیت اور اَحادیث میں جو قرآنِ کریم میں جھگڑا کرنے کا ذکر ہے اس سے مذکورہ بالا صورتیں مراد ہیں جبکہ مشکل مقامات کو حل کرنے اور پیچیدہ مسائل کو واضح کرنے کے لئے علمی اور اصولی بحثیں کرنا جیسا کہ ممتاز مفسرین اور مُجتہدین نے کیا، ان کا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ بہت بڑی عبادات میں سے ہیں نیز مفسرین اور مجتہدین کا جو اختلاف ہے وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

﴿فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ: تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔﴾ یعنی اے سننے والے! کافروں کا صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے شہروں میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک تجارتیں کرتے پھرنا اور نفع پانا تمہارے لئے تَرَدُّد کا باعث نہ ہو کہ یہ کفر جیسا عظیم جرم کرنے کے بعد بھی عذاب سے امن میں کیوں ہیں، کیونکہ ان کا آخری انجام خواری اور عذاب ہے۔[1]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۪ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ۫ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ اس سے حق کو ٹال دیں تو میں نے انہیں پکڑا پھر کیسا ہوا میرا عذاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعے جھگڑتے رہے تاکہ اس سے حق کو مٹادیں تو میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ٤، ٤/٦٥-٦٦، مدارك، غافر، تحت الآیۃ: ٤، ص ١٠٥١، ملتقطاً.

عذاب کیسا ہوا؟

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: ان سے پہلے نوح کی قوم اوران کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کافروں کا انجام ذلت وخواری اور عذاب میں مبتلا ہونا ہے اور اب یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ پہلی امتوں میں بھی ایسے حالات گزر چکے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اوران کے بعد کے گروہوں جیسے عاد، ثمود اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم وغیرہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور ان میں سے ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پکڑ لیں اور اسے شہید کردیں اور وہ لوگ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے رہے تاکہ اِس کے ذریعے اُس حق کو مٹادیں جسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لے کر آئے ہیں، جب انہوں نے اپنے رسول عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو میں نے انہیں پکڑ لیا، تو اے لوگو! تم ان کے شہروں سے گزرتے ہوئے دیکھ لو کہ ان پر میرا آنے والا عذاب کیسا ہوا؟ کیا ان میں کوئی اس عذاب سے بچ سکا۔[1]

سابقہ امتوں کے احوال میں موجودہ زمانے کے کفار کیلئے عبرت ہے

اس آیت میں سابقہ امتوں کے جو اَحوال اور اپنے رسولوں کے ساتھ ان کا جو طرزِ عمل بیان کیا گیا اور اس بنا پر ان کا جو حال ہوا اس میں اسلام کے ابتدائی زمانے کے کفار اور بعد والے ان تمام لوگوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے جو سابقہ امتوں کی رَوِش پر عمل پیرا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرما کر اور قرآنِ پاک میں اپنی وحدانیت، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور اسلام کی حقّانیّت پر روشن اور مضبوط ترین دلائل بیان فرما کر تمام حجتیں پوری کر دیں اور قیامت تک آنے والے کسی بھی فرد کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا، اس کے باوجود بھی اب کوئی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا اقرار کر کے دینِ اسلام میں داخل نہ ہو بلکہ الٹا باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرے تو اسے چاہئے کہ ایسی صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ کے اَزلی قانون کے مطابق عذابِ الٰہی کا انتظار کرے۔

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥، ٤/٦٦، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥، ص ١٠٥١، ملتقطاً.

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ‏ وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوچکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوچکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ: اور یونہی۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح سابقہ جھٹلانے والی اور اپنے رسولوں کے ساتھ باطل جھگڑا کرنے والی امتوں پر عذاب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم اوراس کی قضا جاری ہوئی اسی طرح آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے والے کفار پر بھی اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔[1] یادرہے کہ اس آیت میں کافروں سے وہ مراد ہیں جن کی موت کفر پر ہوگی اور یہ کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

عبرت کا نشان بننے سے پہلے عبرت حاصل کرلیں

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ کفراور گناہوں پر قائم رہنا دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اورعذاب کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ کفر اور گناہوں پر اِصرار کرنے کی بجائے فوراً ان سے سچی توبہ کرلے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اسے عبرت کا نشان بنا دیا جائے اوراس کے نصیحت حاصل کرنے سے پہلے دوسرے لوگ اس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی اورفوری توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦، ٨/١٥٤.

رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اِلَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ۞ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں اے رب ہمارے تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب اور اُنہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔ اور اُنہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو اُس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! اور انہیں اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور

انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو نے اس دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ: عرش اٹھانے والے اوراس کے اردگرد موجود (فرشتے)۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بتایا گیا کہ کفار و مشرکین ایمان والوں سے بہت زیادہ عداوت اور دشمنی رکھتے اور انہیں نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں اور اس آیت سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد موجود فرشتے جو کہ بہت افضل مخلوق ہیں وہ ایمان والوں سے انتہائی محبت اور الفت رکھتے ہیں اور ان کی بھلائی چاہنے میں مشغول رہتے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ عرش اٹھانے والے فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں خاص قرب اور شرف رکھتے ہیں نیز عرش کے اردگرد موجود وہ فرشتے جو عرش کا طواف کر رہے ہیں، یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے ہیں اور یہ فرشتے اللّٰہ تعالٰی پر ایمان رکھتے اور اس کی وحدانیّت کی تصدیق کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے، تو انہیں بخش دے جو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تیرے دین اسلام کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، انہیں ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی ان باغات میں داخل فرما، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے، اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور گناہوں کا عذاب ان سے دور کر دے اور جسے تو نے قیامت کے دن گناہوں کی شامت سے بچالیا تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہ عذاب سے بچالیا جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ مشرکین آپ کی پیروی کرنے والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ مخلوق کے بہترین افراد آپ کی پیروی کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (1)

1 ……تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٧-٩، ٩/٤٨٧-٤٩٣، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٧-٩، ٤/٦٦-٦٧، جلالین، غافر، تحت الآیة: ٧-٩، ص ٣٩١، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٧-٩، ٨/١٥٥-١٦٠، ملتقطاً.

عرش اٹھانے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی تسبیح

ایک قول یہ ہے کہ ابھی عرش اٹھانے والے فرشتوں کی تعداد چار ہے اور قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ ان کی تعداد میں اضافہ فرما کر انہیں آٹھ کر دے گا، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائیں گے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اِس وقت وہی آٹھ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں جو قیامت کے دن اٹھائیں گے۔

حضرت شہر بن حوشب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عرش اٹھانے والے فرشتے آٹھ ہیں، ان میں سے چار کی تسبیح یہ ہے ”**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ**“ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے، اپنے علم کے بعد اپنے حلم پر تو ہی حمد کا مستحق ہے۔“ اور چار کی تسبیح یہ ہے: ”**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ**“ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے، اپنی قدرت کے بعد اپنے عفو پر تو ہی حمد کا مستحق ہے۔ (2)

سورۂ مومن کی آیت نمبر 7، 8 اور 9 سے معلوم ہونے والے مسائل

ان آیات سے 9 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......ایمان ایک بہت بڑا شرف اور فضیلت ہے کہ یہ فرشتوں جیسی عظیم مخلوق کیلئے بھی باعثِ شرف ہے۔

(2)......مومن بڑی عزت والے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے مُقَرَّب فرشتوں کی زبان سے اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو رہا ہے اور ان کے لئے دعائیں بھی ہو رہی ہیں۔

(3)......فرشتوں کی شفاعت برحق ہے کہ وہ مومنوں کے لئے آج بھی دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔

(4)......مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ان فرشتوں کا ذکر خیر سے کیا کریں اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں کیونکہ نیکی کا

---

1 ......حاقه:١٧.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧، ٦٧/٤، تفسير كبير، الحاقة، تحت الآية: ١٧، ٦٢٦/١٠، ابن كثير، غافر، تحت الآية: ٧، ١١٩/٧، ملتقطاً.

بدلہ نیکی ہے۔

(5)......مسلمانوں کے لئے غائبانہ اور کسی غرض کے بغیر دعا کرنا فرشتوں کی سنت اور اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

(6)......مُقدّس مقامات پر جا کر اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے ساتھ مسلمان بھائیوں کے لئے دعا مانگنی قبولیت کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا حاجی کو چاہیے کہ کعبہ معظّمہ اور سنہری جالیوں پر تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرے۔

(7)......دعا کرنے سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ کی حمد کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔

(8)......توبہ کرنے والے شخص کی برکت اس کے والدین اور بیوی بچوں کو بھی پہنچتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں بھی جنت اور اس کی نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں؟ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے، اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا: میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کیا کرتا تھا۔ پھر کہا جائے گا کہ اُن لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو۔ [1]

(9)......حقیقی اور اصل کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن بندے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں اور اسے جہنم کے عذاب سے بچا لیا جائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اُن کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللّٰہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کافروں کو ندا دی جائے گی کہ یقیناً اللّٰہ کی تم سے ناراضی اس سے بڑھ کر ہے جو (آج) تمہیں

1......بغوی، غافر، تحت الآیة: ٨، ٤/٨٢.

اپنی جانوں سے ہے کیونکہ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ: بیشک کافروں کو ندادی جائے گی۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں ان کافروں کے احوال بیان کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے تھے اور اب یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا اور اپنے اوپر نازل ہونے والے عذاب کے حقدار ہونے کا اعتراف کریں گے اور دنیا کی طرف لوٹا دیئے جانے کا سوال کریں گے تاکہ وہ اپنی کوتاہیوں کا اِزالہ کرلیں۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کافر جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کی بدیاں ان پر پیش کی جائیں گی اور وہ عذاب دیکھیں گے تو اس وقت وہ اپنے آپ پر غصہ کریں گے اور اپنی جانوں سے بیزار ہوجائیں گے، اس پر فرشتے ان سے کہیں گے: یقیناً اللہ تعالیٰ کا تم پر غضب اور ناراضی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا آج تمہیں اپنی جانوں پر غصہ آرہا ہے اور ان سے تم بیزار ہورہے ہو کیونکہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے کی طرف بلایا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جس ناراضی کا ذکر ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ناراضی ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں پر فرمائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ناراضی ہے جو اللہ تعالیٰ اس وقت فرماتا تھا جب دنیا میں کافر اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا انکار کرتے اور اس کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے۔[1]

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْاؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار مُردہ کیا اور دوبار زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر

[1] ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٩/٤٩٣-٤٩٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٤/٦٧، روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٠، ٨/١٦٠-١٦١، ملتقطاً.

مُقِر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔ یہ اس پر ہوا کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لیے ہے جو سب سے بلند بڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے تو ہر حکم اس اللہ کا ہے جو بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَا: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب!۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں فرشتوں کی ندا سن کر کفار کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا اور اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرکے جو گناہ کیا کرتے تھے اب ہمیں اس کا اعتراف ہے، تو کیا جہنم سے نکل کر دنیا کی طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ ہم اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور صرف تیری ہی اطاعت کریں؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں اور تم جس حال میں اور جس عذاب میں مبتلا ہو، اس سے رہائی کی کوئی راہ نہیں پاسکتے۔ اس عذاب اور اس کے ہمیشہ رہنے کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اعلان ہوتا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور کفر اختیار کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے اور اس شرک کی تصدیق کرتے تھے، تو جان لو کہ حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایسا بلندی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بلند نہیں اور ایسا بڑائی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بڑا نہیں۔ (1)

دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دینے سے کیا مراد ہے؟

آیت نمبر **10** میں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دیئے جانے کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ پہلے وہ بے جان نطفہ تھے، اس موت کے بعد انہیں جان دے کر زندہ کیا، پھر عمر پوری ہو جانے پر انہیں موت دی، پھر

(1)......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ۹/۴۹۴-۴۹۶، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ۴/۶۷-۶۸، مدارك، غافر، تحت الآیة: ۱۱-۱۲، ص۱۰۵۳، ملتقطاً.

اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے زندہ کیا۔ اس کی دلیل وہ آیتِ مبارکہ ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (1)

ترجمۂ کنزالعِرفان: تم کیسے اللہ کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اُتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔ تو اللہ کی بندگی کرو نرے اس کے بندے ہو کر پڑے برا مانیں کافر۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر وہی جو رجوع کرے۔ تو اللہ کی بندگی کرو، خالص اسی کے بندے بن کر، اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ: وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مشرکوں کا دردناک انجام بیان ہوا اور اب یہاں سے وہ چیزیں بیان کی جا رہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور وحدانیّت پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ صرف وہی ہے جو تمہیں اپنی مصنوعات جیسے ہوا، بادل اور بجلی وغیرہ کے عجائبات دکھاتا ہے جو اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں اور تمہارے لیے آسمان کی طرف سے بارش برساتا ہے جو کہ روزی ملنے کا سبب ہے اور ان نشانیوں سے وہی نصیحت حاصل کرتا اور نصیحت مانتا

1 ……بقرہ:٢٨.

ہے جوتمام اُمور میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے والا اور شرک سے تائب ہو کیونکہ سرکش انسان نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ ہی نصیحت قبول کرتا ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ شرک سے کنارہ کشی کر کے اور خالص اللّٰہ تعالیٰ کے بندے بن کر صرف اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرو اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ (1)

سورۂ مؤمن کی آیت نمبر 13 اور 14 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......روزی تو سب کے لئے ہے مگر ہدایت سب کے لئے نہیں۔ افسوس کہ ہمیں اپنی روزی کی تو بہت فکر ہے لیکن ہدایت کی کوئی فکر نہیں۔

(2)......جو بھی نیک عمل کیا جائے اس میں رِیا کاری اور لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ وہ خالص اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ رِیا، دکھلاوے وغیرہ سے پاک عمل ہی کو قبول فرماتا ہے۔

(3)......آیت نمبر 14 میں صلحِ کُلّیّت کا ذہن رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں اللّٰہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی ناپسندیدگی کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلند درجے دینے والا عرش کا مالک ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللّٰہ) بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے تاکہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

1......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآية: ١٣-١٤، ٩/٤٩٦-٤٩٧، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ١٣-١٤، ٤/٦٨، مدارك، غافر، تحت الآية: ١٣-١٤، ص١٠٥٤، ملتقطاً.

﴿رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ: بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال والی مزید صفات بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ تنہا معبود ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء اور علماء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کو جنت میں بلند درجات دینے والا اور عرش جیسی عظیم چیز کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کا منصب عطا فرماتا ہے اور جس کو نبی بناتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قیامت کے دن کا خوف دلائے، اور قیامت کا دن وہ ہے جس میں آسمان والے، زمین والے اور اوّلین وآخرین ملیں گے، روحیں جسموں سے اور ہر عمل کرنے والا اپنے عمل سے ملے گا۔

رفیع کا ایک معنی مُرْتَفِعْ بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بلند درجہ والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جمال اور جلال کی تمام صفات میں اور اپنی وحدانیّت کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند اور برتر ہے اور وہ ہر چیز سے بے پرواہ ہے اور ہم سب اس کے محتاج ہیں۔(1)

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے اللہ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے۔ ان کے حال میں سے کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

﴿یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ: جس دن وہ بالکل ظاہر ہوجائیں گے۔﴾ یعنی قیامت کا دن وہ ہے جس دن لوگ قبروں سے نکل

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١٥، ٩/٤٩٧-٤٩٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ١٥، ٤/٦٨، مدارك، غافر، تحت الآیة: ١٥، ص١٠٥٤، ملتقطاً.

کر بالکل ظاہر ہوجائیں گے اور کوئی عمارت، پہاڑ، چھپنے کی جگہ اور آڑ نہ پائیں گے کیونکہ اس دن زمین برابر اور چٹیل میدان ہوجائے گی اور مخلوق کی کثرت کے باوجود ان کے اگلے پچھلے، خفیہ اور ظاہر تمام اعمال، اقوال اور احوال میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی اور وہ ان کے اچھے برے اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

یہاں خاص طور پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہونے کا ذکر کیا گیا اگرچہ آج بھی لوگوں کا کوئی عمل، قول اور حال اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں کفار یہ خیال کیا کرتے تھے کہ ''جب ہم کسی آڑ میں چھپ جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں نہیں دیکھتا اور اس پر ہمارے اعمال پوشیدہ رہتے ہیں'' اس پر بتا دیا گیا کہ آج تو وہ یہ خیال کر رہے ہیں، لیکن قیامت کے دن وہ یہ خیال بھی نہ کر سکیں گے کیونکہ اس دن لوگوں کے لئے کوئی پردہ اور آڑ کی چیز نہ ہوگی جس کے ذریعے سے وہ اپنے خیال میں بھی اپنے حال کو چھپا سکیں اور اس دن انہیں بھی یقین ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔[1]

چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہونے کا دن

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کے تمام اعمال اور احوال ظاہر ہوجائیں گے خواہ دنیا میں وہ کتنے ہی پوشیدہ ہوں اور وہ دن چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاۙ(۱) وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاۙ(۲) وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاۚ(۳) یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاۙ(۴) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاؕ(۵) یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْؕ(۶) فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗؕ(۷) وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب زمین اپنے زلزلے کے ساتھ تھرتھرا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔ اور آدمی کہے گا: اسے کیا ہوا؟ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٦، ١٦٧/٨، تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ١٦، ٤٩٩/٩-٥٠٠، ملتقطاً۔
2 ......زلزال: ١-٨۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟ اور جو سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی۔ بیشک ان کا رب اس دن ان کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔

ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے چھپ کر گناہ کرنے والے مسلمانوں کو بھی اپنے اعمال اور احوال پر غور کرنا چاہئے اور اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ قیامت کے دن جب ان کے خفیہ اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنا خوف نصیب کرے اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ: آج کس کی بادشاہی ہے؟۔﴾ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ اب جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا، تو اللہ تعالیٰ خود ہی جواب میں فرمائے گا: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اَوّلین وآخرین حاضر ہوں گے تو ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ تمام مخلوق جواب دے گی: ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔ مومن تو یہ جواب بہت لذت کے ساتھ عرض کریں گے کیونکہ وہ دنیا میں یہی اعتقاد رکھتے تھے، یہی کہتے تھے اور اسی کی بدولت انہیں مرتبے ملے اور کفار ذِلّت وندامت کے ساتھ اس کا اقرار کریں گے اور دنیا میں اپنے منکر رہنے پر شرمندہ ہوں گے۔ (2)

قیامت کے دن صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی

آیت کی مناسبت سے یہاں دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اپنے دائیں دستِ قدرت سے زمین کو اپنے ہی قبضے میں لے گا اور آسمان کو لپیٹ لے گا،

1......عادیات: ٩۔١١.

2......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ١٦، ٤/٦٩، مدارك، غافر، تحت الآية: ١٦، ص ١٠٥٤، ملتقطاً.

پھر فرمائے گا: حقیقی بادشاہ میں ہوں، آج زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا۔ پھر انہیں اپنے (شایانِ شان معنوں میں) دائیں ہاتھ میں لے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبُّر والے لوگ؟ پھر زمینوں کو اپنے (شایانِ شان معنوں میں) بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبُّر وغرور کرنے والے لوگ۔[2]

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی آج کسی پر زیادتی نہیں بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ: آج ہر جان کو اس کے کمائے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔﴾ یعنی قیامت کے دن ہر نیک اور برے انسان کو اس کی دنیا میں کی ہوئی نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور نیک شخص کے ثواب میں کمی کرکے یا برے شخص کے عذاب میں زیادتی کرکے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔[3]

حق داروں کو ان کے حقوق دنیا میں ہی ادا کر دینے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جیسے اعمال کئے ہوں گے آخرت میں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور یاد رہے

1......صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللّٰہ الارض، ٢٥١/٤، الحدیث: ٦٥١٩.

2......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنّة والنّار، ص١٤٩٩، الحدیث: ٢٤(٢٧٨٨).

3......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ١٧، ١٦٨/٨-١٦٩.

کہ اس دن ان لوگوں کو بھی ان کے حقوق دلائے جائیں گے جن کے حقوق دنیا میں ضائع کئے گئے ہوں گے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن اُنیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن، بے ختنہ شدہ اور مال کے بغیر اٹھائے گا۔ ہم نے عرض کی: بُہْم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا'' جن کے پاس کوئی چیز نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بلند آواز سے ندا فرمائے گا: جسے دور والے اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سنتے ہیں (ارشاد فرمائے گا:) میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ لینے والا ہوں، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا، یونہی کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا یہاں تک کہ میں اِس سے اُس حق کا بدلہ نہ لے لوں جو کسی کا اس کے ذمے ہے حتّٰی کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی۔ ہم نے عرض کی: یہ کیسے ہوگا جبکہ ہم تو اس وقت ننگے بدن اور کنگال ہوں گے؟ ارشاد فرمایا'' یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعے ہوگا (یعنی حق داروں کو اس شخص کی نیکیاں دے دی جائیں گی یا حق داروں کے گناہ اس کے ذمے ڈال دیئے جائیں گے) پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔ (1)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا ہے کہ عرب کی سرزمین پر اس کی پوجا کی جائے لیکن عنقریب وہ اِس سے کم اور حقیر باتوں پر تم سے راضی ہوگا اور وہ ہلاکت خیز باتیں ہیں، تو جس قدر ممکن ہو ظلم سے بچو کیونکہ بندہ قیامت کے دن نیکیاں لائے گا اور اس کے خیال میں وہ اسے نجات دینے والی ہوں گی لیکن ایک بندہ آ کر کہے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اُس شخص کی نیکیوں میں سے کچھ مٹا دو، اسی طرح لوگ آتے رہیں گے (اور اس کی نیکیاں لے جاتے رہیں گے) حتّٰی کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہے گی۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے مسافر جنگل میں اتریں اور ان کے پاس لکڑیاں نہ ہوں، اب وہ لوگ بکھر جائیں اور لکڑیاں جمع کر کے لائیں اور تھوڑی ہی دیر میں وہ بہت بڑی آگ جلا کر اپنا مقصد حاصل کرلیں تو یہی معاملہ گناہوں کا ہے (کہ یہ نیکیوں کو اس طرح ختم

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم المؤمن، يحشر الناس غرلا بهما، ٣/٢٢٤، الحديث: ٣٦٩٠.

کردیں گے جس طرح آگ نے دیکھتے ہی دیکھتے لکڑیاں جلادیں)[1]

فکرِ آخرت کی ضرورت

اور امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اے مسکین شخص !اس دن کیا صورتِ حال ہوگی ، جب تو اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے خالی دیکھے گا حالانکہ تو نے ان کے لیے سخت مشقت اٹھائی ہوگی ،تم کہو گے : میری نیکیاں کہاں ہیں ؟ تو جواب دیا جائے گا : وہ تو ان لوگوں کی طرف منتقل ہو گئیں جن کے حقوق تمہارے ذمہ تھے اور تم دیکھو گے کہ تمہارا نامۂ اعمال برائیوں سے بھرا ہوا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے تم نے بہت زیادہ مشقّت اٹھائی ہوگی اور ان سے رکنے کے سبب تم نے بہت تکلیف برداشت کی ہوگی ،تم کہو گے :اے میرے رب !عَزَّوَجَلَّ، میں نے یہ گناہ کبھی نہیں کئے ۔جواب دیا جائے گا :یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت کی ،جنہیں گالی دی ،جن سے برائی کا ارادہ کیا اور جن سے خرید وفروخت کے اعتبار سے ، پڑوسی ہونے کے ناطے سے ، گفتگو وغیرہ اور درس وتدریس کے اعتبار سے یا باقی معاملات میں تو نے ان پر ظلم کیا ۔[2]

لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ ابھی سے اپنے نفس کا مُحاسبہ کر لے اور جن لوگوں کے حقوق اس کے ذمے ہیں انہیں فوری طور پر ادا کر دے ۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں :’’اپنے نفس کے حساب (یامُحاسبہ) سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ہر گناہ سے سچی توبہ کرے اور اللہ تعالٰی کے فرائض میں جو کوتاہی کی ہے اس کا تدارُک کرے اور لوگوں کے حقوق ایک ایک کوڑی کے حساب سے واپس کرے اور اپنی زبان ، ہاتھ یا دل کی بدگمانی کے ذریعے کسی کی بے عزتی کی ہو تو اس کی معافی مانگے اور ان کے دلوں کو خوش کرے حتّٰی کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ نہ کسی کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کوئی فرض ،تو یہ شخص کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا ،اور اگر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو حقدار اس کا گھیراؤ کریں گے کوئی اسے ہاتھ سے پکڑے گا اور کوئی اس کی پیشانی کے بال پکڑے گا اور کسی کا ہاتھ اس کی گردن پر ہوگا ،کوئی کہے گا :تم نے مجھ پر ظلم کیا اور کوئی کہے گا : تو نے مجھے گالی دی اور کوئی کہے گا :تم نے مجھ سے مذاق کیا ،

---

1 ......مجمع الزوائد، کتاب التوبة، باب فيما يحتقر من الذنوب، ١٠/٣٠٨، الحديث: ١٧٤٦٠.

2 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الشطر الثانى... الخ، صفة الخصماء ورد المظالم، ٥/٢٨٢.

کوئی کہے گا: تم نے میری غیبت کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو مجھے بری لگتی تھی، کوئی کہے گا: تم میرے پڑوسی تھے لیکن تم نے مجھے ایذا دی۔ کوئی کہے گا: تم نے مجھ سے معاملہ کرتے ہوئے دھوکہ کیا۔ کوئی کہے گا: تو نے مجھ سے سودا کیا، تو مجھ سے دھوکہ کیا اور مجھ سے اپنے مال کے عیب کو چھپایا۔ کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کا نرخ بتاتے ہوئے جھوٹ بولا۔ کوئی کہے گا تو نے مجھے محتاج دیکھا اور تو مال دار تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ کوئی کہے گا: تو نے دیکھا کہ میں مظلوم ہوں اور تو اس ظلم کو دور کرنے پر قادر بھی تھا، لیکن تو نے ظالم سے مُصالَحت کی اور میرا خیال نہ کیا۔ تو جب اس وقت تیرا یہ حال ہوگا اور حقداروں نے تیرے بدن میں ناخن گاڑ رکھے ہوں گے اور تیرے گریبان پر مضبوط ہاتھ ڈالا ہوگا اور تو ان کی کثرت کے باعث حیران و پریشان ہوگا، حتّٰی کہ تو نے اپنی زندگی میں جس سے ایک درہم کا معاملہ کیا ہوگا یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا ہوگا تو غیبت، خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کے اعتبار سے اس کا تجھ پر حق بنتا ہوگا اور تو ان کے معاملے میں کمزور ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مولیٰ کی طرف اس نیت سے اٹھائے گا کہ شاید وہ تجھے ان کے ہاتھ سے چھڑائے کہ اتنے میں اللّٰہ تعالیٰ کا یہ کلام تجھے سنائی دے گا:

اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

اُس وقت ہیبت کے مارے تیرا دل نکل جائے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے جو تجھے ڈرایا تھا وہ تجھے یاد آ جائے گا، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُۙ(۴۲) مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْۚ وَ اَفْـٕدَتُهُمْ هَوَآءٌؕ(۴۳) وَ اَنْذِرِ النَّاسَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے سننے والے!) ہرگز اللّٰہ کو ان کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم کر رہے ہیں۔ اللّٰہ انہیں صرف ایک ایسے دن کیلئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ لوگ بے تحاشا اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے جا رہے ہوں گے، ان کی پلک بھی

---

1 ......مومن: ۱۷.

2 ......ابراھیم: ۴۲-۴۴.

ان کی طرف نہیں لوٹ رہی ہوگی اور ان کے دل خالی ہوں گے ۔اور لوگوں کوڈراؤ۔

آج جب تو لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے اور ان کے مال کھاتا ہے تو کس قدر خوش ہوتا ہے، لیکن اس دن تجھے کس قدر حسرت ہوگی جب تو عدل کے میدان میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا۔۔۔۔اس وقت تو مُفلِس ، فقیر، عاجز اور ذلیل ہوگا نہ کسی کا حق ادا کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عذر پیش کر سکے گا۔ پھر تیری وہ نیکیاں جن کے لیے تو نے زندگی بھر مشقت برداشت کی تجھ سے لے کر ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق تیرے ذمہ ہوں گے اور یہ ان کے حقوق کا عِوَض ہوگا۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے ،حق داروں کو ان کے حقوق ادا کرنے یا ان سے معاف کروا لینے اور اُخروی حساب کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ﱞ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ﰑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے غم میں بھرے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈراؤ، جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے اس حال میں کہ غم میں بھرے ہوں گے۔ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

﴿وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ: اور انہیں قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈراؤ۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کو قیامت کے دن سے ڈرائیں جس کی ہولناکی کا یہ حال ہے کہ اس دن دل گلوں

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعده، الشطر الثانی... الخ، صفة الخصماء ورد المظالم، ٥/٢٨١ .

کے پاس آ جائیں گے اور خوف کی شدت کی وجہ سے نہ ہی باہر نکل سکیں گے تاکہ مر کر کچھ راحت پالیں اور نہ ہی اندر اپنی جگہ واپس جا سکیں گے تاکہ انہیں راحت نصیب ہو اور لوگوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ غم میں بھرے ہوں گے اور اس دن نہ تو کافروں کا کوئی دوست ہو گا اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا کہ جس کی سفارش سے یہ لوگ عذاب سے نجات پا سکیں۔[1]

قیامت کے دن مسلمانوں کے دوست اور شفاعت کرنے والے ہوں گے

یاد رہے کہ اس آیت میں ظالموں سے کفار مراد ہیں گناہگار مسلمان اس آیت میں بیان کی گئی وعید میں داخل نہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں ظالموں سے مراد کفار ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت ان کافروں کی سرزَنِش کے لئے آئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ یہ آیت کافروں کے ساتھ خاص ہو۔[2]

اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ کافروں کے حق میں کوئی شفاعت نہیں کیونکہ یہ آیت کافروں کی مذمت میں آئی ہے۔ مزید فرماتے ہیں: (اس سے) ثابت ہوا کہ گناہگار مسلمانوں کے لئے قیامت کے دن دوست بھی ہوں گے، شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی اور شفاعت کرنے والے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمام اَنبیاء اور مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، مُقَرَّب اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور تمام فرشتے ہوں گے۔[3]

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

---

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ١٨، ص١٠٥٥، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ١٦٩/٨-١٧٠، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ٥٠٤/٩.

3 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ١٨، ١٧٠/٨.

﴿یَعْلَمُ خَآىٕنَةَ الْاَعْیُنِ: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔﴾ آنکھوں کی خیانت سے مراد چوری چھپے نامَحرم عورت کو دیکھنا اور ممنوعات پر نظر ڈالنا ہے اور سینوں میں چھپی چیز سے مراد عورت کے حسن و جمال کے بارے میں سوچنا ہے، یہ سب چیزیں اگرچہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہوں لیکن انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ایک آدمی لوگوں میں موجود ہوتا ہے اور ایک عورت ان کے پاس سے گزرتی ہے، وہ آدمی دوسرے لوگوں کو یہ دکھاتا ہے کہ اس عورت کی طرف نہیں دیکھ رہا اور جب لوگ اس سے غافل ہوتے ہیں تو وہ اس عورت کو دیکھ لیتا ہے اور جب لوگ اسے دیکھنے لگتے ہیں تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مطلع ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔[2]

نظر بچا کر غیر مَحرم عورتوں کو دیکھنے والوں کے لئے نصیحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اَعضا کے اَفعال جانتا ہے کیونکہ اعضا کے افعال میں سب سے خفیہ فعل چوری چھپے دیکھنا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو دیگر اعضا کے افعال بدرجہ اَولیٰ اسے معلوم ہوں گے، یونہی اللہ تعالیٰ دلوں کے افعال بھی جانتا ہے اور جب حاکم کے علم کا یہ حال ہے تو ہر مجرم کو اس سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے اور بطورِ خاص ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا چاہئے جو چوری چھپے غیر محرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے حسن و جمال پر نثار ہوتے ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا ایسے معاملات میں کیسا تقویٰ تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت سیدنا سلیمان بن یسار رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حج کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے ایک رفیق کے ساتھ نکلے۔ جب ابواء کے مقام پر پہنچے تو رفیقِ سفر اٹھا اور دستر خوان لے کر کچھ خریدنے بازار چلا گیا جبکہ حضرت سلیمان بن یسار رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ خیمے میں بیٹھے رہے، آپ بہت زیادہ خوبصورت اور انتہائی متقی تھے، ایک دیہاتی عورت نے پہاڑ کی چوٹی سے آپ کو دیکھ لیا اور اتر کر آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی، اس نے برقعہ اور دستانے پہنے ہوئے تھے، جب اس نے چہرے سے پردہ اٹھایا تو (اس کے حسن کا حال یہ تھا کہ) گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہو، اس نے کہا: مجھے کچھ دیجئے۔ حضرت سلیمان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سمجھا کہ شاید روٹی مانگ رہی ہے (آپ اسے روٹی دینے لگے تو) وہ کہنے

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ١٩، ص١٠٥٥.

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، كتاب النكاح، ما قالو فی الرجل تمر به المرأة... الخ، ٣/٤١٠، الحديث: ١٥.

لگی: مجھے روٹی نہیں چاہئے بلکہ میں تو وہ تعلق چاہتی ہوں جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: تجھے شیطان نے میرے پاس بھیجا ہے، یہ فرما کر آپ نے سر مبارک اپنے گھٹنوں میں رکھ لیا اور زور زور سے رونے لگ گئے، جب عورت نے یہ حالت دیکھی تو اپنا چہرہ ڈھانپ کر واپس چلی گئی۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ساتھی واپس آیا اور آپ کی یہ حالت دیکھی کہ رونے کی وجہ سے آنکھیں سوج گئیں اور گلا بند ہو گیا ہے تو پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: کوئی بات نہیں، بس مجھے اپنا بچہ یاد آ گیا ہے۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے ورنہ بچے سے جدا ہوئے تو ابھی تین دن ہوئے ہیں، وہ مسلسل پوچھتا رہا حتّٰی کہ آپ نے اسے دیہاتی عورت کا واقعہ بتا دیا۔ اس رفیق نے دستر خوان رکھا اور رونے لگ گیا۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: مجھے آپ سے زیادہ رونا چاہئے کیونکہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو شاید اس سے صبر نہ کرسکتا۔[1]

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ — وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پروا دیکھ — سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۲۰﴾

ع ٢ / ١١

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور اس کے سوا جن کو وہ پوجتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ: اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر نیک اور گناہگار کے حق

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب کسر الشهوتین، بیان فضیلة من یخالف شهوة الفرج والعین، ٣/١٣٠.

میں عادلانہ اور سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جن بتوں کو یہ مشرکین پوجتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے کیونکہ نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت، تو ان بتوں کی عبادت کرنا اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا بہت ہی کھلا باطل ہے۔ بے شک اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کے اَقوال کو سننے والا اور ان کے اَفعال اور تمام اَحوال کو دیکھنے والا ہے۔(1)

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُؕ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا اُن سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں جو نشانیاں چھوڑ گئے اُن سے زائد تو اللّٰہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا اور اللّٰہ سے اُن کا کوئی بچانے والا نہ ہوا۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پھر وہ کفر کرتے تو اللّٰہ نے انہیں پکڑا بیشک اللّٰہ زبردست عذاب والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے تو اللّٰہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑلیا اور ان کیلئے اللّٰہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔ یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں

(1)......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٢٠، ٨/ ١٧٢، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٢٠، ٤/ ٦٩، جلالین، غافر، تحت الآیة: ٢٠، ص ٣٩٢، ملتقطاً.

لے کرآئے پھر(بھی) انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ تجارت کے لئے یمن اور شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو کیا اس دوران انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا ان کا کیسا انجام ہوا؟ وہ لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں مثلاً قلعے، محل، نہریں، حوض اور بڑی بڑی عمارتوں کے اعتبار سے ان کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اِس زمانے کے کافر یہ حالات دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اور کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی، توانا اور ثَروَت واِقتدار والی ہونے کے باوجود اس عبرت ناک طریقہ سے کیوں تباہ کر دی گئیں؟ ان لوگوں کی یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس ان کے رسول اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اپنی رسالت کی صداقت پر دلالت کرنے والی واضح نشانیاں اور معجزات لے کر آئے پھر بھی انہوں نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے پکڑ لیا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور شرک کرنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ لہٰذا اے کافرو! تم عقل مندی کا ثبوت دو اور میرے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات مانو اور انہیں ایذا مت دو ورنہ تمہارا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہوگا اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (1)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

1 ……روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۸/۱۷۲-۱۷۳، تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۹/۵۰۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو بھیجا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ان کافروں کا ذکر کر کے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی جنہوں نے کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور اس آیت سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کر کے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب انہیں معجزات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا گیا تو ان لوگوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔[1]

یہاں آیت نمبر 24 سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ ساتھ ان کی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے جبکہ یہاں صرف ان تینوں کا ذکر ہوا، ان کی قوم کا ذکر نہیں ہوا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: فرعون بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اور پوری قوم چونکہ بادشاہ اور وزیر کے تحت تَصَرُّف ہوتی ہے اور (اس زمانے میں) لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوا کرتے تھے اس لئے یہاں (قوم کی بجائے) فرعون اور ہامان کا ذکر کیا گیا اور قارون چونکہ اپنے مال اور خزانوں کی کثرت کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون اور ہامان کی طرف بھیجنے کے بعد قارون کی طرف بھیجا گیا تھا کیونکہ قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا بیٹا تھا، شروع میں مومن تھا، بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ تورات کا حافظ تھا، پھر مال و دولت کی وجہ سے اس کا حال بدل گیا اور سامری کی طرح منافق ہو گیا تو یہ کفر اور ہلاکت میں فرعون اور ہامان کے ساتھ لاحق ہو گیا اس لئے یہاں اس کا ذکر فرعون اور ہامان کے ساتھ کیا گیا۔[2]

(2)......قارون کے ظاہری حال سے یہ نہیں لگتا کہ اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا کہا ہو کیونکہ اس کا اپنا تعلق بنی اسرائیل سے تھا اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان بھی رکھتا تھا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٣-٢٤، ٩/٥٠٦.

2......روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٢٤، ٨/١٧٣.

کو جھوٹا اور جادو گر کہنے کی نسبت اس کی طرف کیسے کی گئی؟ اس کے جواب میں علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت قارون کی طرف آخری اَمر کے اعتبار سے ہے۔[1] یعنی قارون شروع میں تو ایمان لایا جبکہ آخر میں منافق ہو گیا تو یہ بھی گویا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا کہنے میں فرعون اور ہامان کے ساتھ شریک ہو گیا، اس لئے یہاں اس قول کی نسبت ان دونوں کے ساتھ ساتھ قارون کی طرف بھی کی گئی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اعلانیہ طور پر صرف فرعون اور ہامان نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہا ہو اور ان کی اس بات کے وقت بھی قارون صرف ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہو اور خفیہ طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتا ہو، اس لئے یہاں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت ان تینوں کی طرف کی گئی ہو۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْؕ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اُن پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے اُن کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اور کافروں کا داؤ نہیں مگر بھٹکتا پھرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو اور کافروں کا مکر وفریب تو گمراہی میں ہی ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا: پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا۔﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت کے منصب پر فائز ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے اور کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کہنے لگے: جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو تا کہ ان کی تعداد اور قوت نہ بڑھ

[1] ......صاوی، غافر، تحت الآیۃ: ٢٤، ٥/١٨٢١.

جائے جو کہ بعد میں سلطنت کے زوال کا سبب بن سکتی ہے اور چونکہ ان کی عورتوں سے ایسا کوئی اندیشہ نہیں اور گھروں میں کام کاج کے لئے ان کی ضرورت بھی ہے اس لئے انہیں زندہ رکھو اور یوں دوسرے لوگ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے سے بھی باز آ جائیں گے۔ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غلبے کا خطرہ محسوس کر کے اس سے بچنے کی یہ تدبیر کی لیکن یہ کچھ بھی کار آمد ثابت نہ ہوئی اور ان کا داؤ بالکل نکما اور بے کار رہا۔ پہلے بھی فرعونیوں نے فرعون کے حکم سے ہزارہا قتل کئے مگر اللّٰہ تعالیٰ کی قضا ہو کر رہی اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پروردگارِ عالَم نے فرعون کے گھر بار میں پالا، اسی سے خدمتیں کرائیں اور جیسے فرعونیوں کا وہ داؤ بے کار گیا ایسے ہی اب ایمان والوں کو روکنے کے لئے پھر دوبارہ قتل شروع کرنا بیکار جائے گا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین کا رواج اللّٰہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ (1)

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗۚ-اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو بلالے۔ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔

﴾وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى: اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں۔﴿ اس آیت میں فرعون کی تین باتیں بیان ہوئیں،

(1)......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٢٥، ٩/٥٠٦، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٢٥، ٤/٦٩-٧٠، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٢٥، ص١٠٥٦، ملتقطاً.

(1)......فرعون نے اپنے درباروالوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کردوں۔

فرعون جب کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو اس کی قوم کے لوگ اسے اس چیز سے منع کرتے اور کہتے کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جس کا تجھے اندیشہ ہے، یہ تو ایک معمولی جادوگر ہے، اس پر ہم اپنے جادو سے غالب آجائیں گے اور اگر اسے قتل کردیا تو عام لوگ شبہ میں پڑ جائیں گے کہ وہ شخص سچا تھا، حق پر تھا اور تم دلیل سے اس کا مقابلہ کرنے میں عاجز ہوئے اور جواب نہ دے سکے تو تم نے اسے قتل کردیا۔ لیکن حقیقت میں فرعون کا یہ کہنا کہ ''مجھے چھوڑ دو تا کہ میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کروں'' صرف دھمکی ہی تھی، کیونکہ اسے خود آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے برحق نبی ہونے کا یقین تھا اور وہ جانتا تھا کہ جو معجزات آپ لے کر آئے ہیں وہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر اس نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ اس کو ہلاک کرنے میں جلدی فرمائیں گے، اس سے یہ بہتر ہے کہ طویل بحث میں زیادہ وقت گزار دیا جائے، اگر فرعون اپنے دل میں آپ کو برحق نبی نہ سمجھتا اور یہ نہ جانتا کہ ربانی تائیدیں جو آپ کے ساتھ ہیں ان کا مقابلہ ناممکن ہے تو وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے میں ہرگز دیر نہ کرتا کیونکہ وہ بڑا خونخوار، سَفّاک، ظالم اور بیدرد تھا اور چھوٹی سی بات پر ہزارہا خون کرڈالتا تھا۔

(2)......فرعون نے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے اس رب کو بلالے جس کا وہ اپنے آپ کو رسول بتاتا ہے تا کہ اُس کا رب اسے ہم سے بچائے۔

فرعون کا یہ مقولہ اس پر شاہد ہے کہ اس کے دل میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اور آپ کی دعاؤں کا خوف تھا اور وہ اپنے دل میں آپ سے ڈرتا تھا اور صرف ظاہری عزت بنی رکھنے کے لئے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ قوم کے منع کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل نہیں کرتا۔

(3)......آخر میں فرعون نے یوں کہا کہ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا اور تم سے فرعون پرستی چھڑا دے گا یا جھگڑے اور قتل کرکے زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔ [1]

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ

---

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٢٦، ٤/٧٠، مدارك، غافر، تحت الآية: ٢٦، ص١٠٥٦، ملتقطاً.

بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ نے کہا میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے کہ حساب کے دن پر یقین نہیں لاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ: اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں۔﴾ فرعون کی دھمکیاں سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا ''میں مُتکبِّروں اور منکرینِ قیامت کے مقابلے میں اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جملوں سے حاصل ہونے والے فوائد

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون کی سختیوں کے جواب میں اپنی طرف سے کوئی تکبُّر والا کلمہ نہ فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور اس پر بھروسہ کیا، یہی خدا شناسوں کا طریقہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھا۔ یہاں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک جملوں سے معلوم ہونے والی چند فائدہ مند باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......لفظ ''اِنِّیْ '' تاکید پر دلالت کرتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اپنی جان سے آفات اور شُرور کو دور کرنے کا معتبر اور بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی حفاظت پر بھروسہ کرنا ہے۔

(2)......حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: **''میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں''** تو جس طرح قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے وقت مسلمان جب **''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ''** پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دین اور اِخلاص کو شیطان کے وَسْوَسوں سے بچالیتا ہے بالکل اسی طرح جب آفتوں کا سامنا ہو اور انسانی شیطانوں (کی طرف سے

تکلیف پہنچائے جانے) کا ڈر ہو اور اس وقت مسلمان یہ کہے ''اَعُوْذُ بِاللّٰہ'' تو اللہ تعالیٰ اسے ہر آفت اور خوف سے بچالے گا۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ''**تمہارے اور اپنے رب کی**'' یعنی گویا کہ بندہ یوں کہہ رہا ہے کہ ہر نقص وعیب سے پاک اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے مجھے پالا، بھلائی کے درجات تک مجھے پہنچایا، آفات سے مجھے بچایا اور مجھے اتنی نعمتیں عطا کیں جن کی نہ کوئی حد ہے نہ کوئی شمار، تو جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حقیقی مددگار نہیں تو عقل مند انسان کو چاہئے کہ وہ آفات کو دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔[1]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ان مبارک جملوں میں کیسی نفیس ہدایتیں ہیں، یہ فرمانا کہ ''میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں'' اور اس میں (یہ) ہدایت ہے (کہ) رب ایک ہی ہے، یہ بھی ہدایت ہے کہ جو اس کی پناہ میں آئے اس پر بھروسہ کرے اور وہ اس کی مدد فرمائے (تو) کوئی اس کو ضَرر نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بھی ہدایت ہے کہ اسی پر بھروسہ کرنا شانِ بندگی ہے اور ''تمہارے رب'' فرمانے میں یہ بھی ہدایت ہے کہ اگر تم اس پر بھروسہ کرو تو تمہیں بھی سعادت نصیب ہو۔[2]

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے وہ کلمات بھی مفید ہیں جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمائے اور وہ کلمات بھی انتہائی فائدہ مند ہیں جو سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ یہ دعا ارشاد فرماتے تھے ''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ**'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ان کے مقابلے میں ہم تجھے لاتے ہیں اور ان کے شر اور فساد سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔[3]

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

1......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٢٧، ٩/٥٠٧-٥٠٨.

2......خزائن العرفان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۸۶۸۔

3......سنن ابو داؤد، كتاب الوتر، باب ما يقول الرجل اذا خاف قوما، ١٢٧/٢، الحديث: ١٥٣٧.

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال اُن پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا: کیا تم ایک مرد کو اس بنا پر قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب کی وہ تمہیں وعید سنا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بڑا جھوٹا ہو۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اور اس کے فضل و رحمت پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کو سرد کرنے کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حمایت میں ایک اجنبی شخص کو کھڑا کر دیا، چنانچہ فرمایا کہ فرعون والوں میں سے اپنے ایمان کو چھپانے والے ایک مسلمان مرد نے کہا: کیا تم ایک مرد کو کسی دلیل کے بغیر صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہ رہے ہو کہ وہ یوں کہتا ہے ’’میرا رب اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں‘‘ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس دعوے

پر تمہارے پاس تمہارے حقیقی رب کی طرف سے روشن معجزات لے کر آیا ہے جن کا تم مشاہدہ بھی کر چکے ہو اور ان سے اُن کی صداقت ظاہر اور ان کی نبوت ثابت ہو گئی ہے (اور دلیل موجود ہوتے ہوئے دلیل والے کی مخالفت کرنا اور وہ بھی اتنی کہ انہیں قتل کر دیا جائے کسی صورت بھی درست نہیں) اور اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوں تو انہیں قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ایسے معاملے میں جھوٹ بول کر وہ اس کے وبال سے بچ نہیں سکتے بلکہ (خود ہی) ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو ایمان نہ لانے کی صورت میں جس عذاب سے تمہیں ڈرا رہے ہیں اس میں سے بالفعل کچھ تمہیں پہنچ ہی جائے گا، (تو ایسی صورت میں اگر تم انہیں قتل کر دو گے تو اس سے بڑی بلا اپنے سر لو گے، الغرض، ان کے جھوٹا ہونے کی صورت میں انہیں قتل کرنا فضول ہے اور سچا ہونے کی صورت میں اپنا نقصان ہے) اور ویسے بھی جو حد سے بڑھنے والا ہو اور اتنا بڑا جھوٹا ہو کہ **اللہ** تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دے تو **اللہ** تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا (تو اس اعتبار سے بھی اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوئے تو رسوا ہو جائیں گے، لہٰذا بہر صورت تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ انہیں قتل نہ کرو۔)[1]

اٰلِ فرعون کے مومن سے مراد کون ہے؟

اس آیت میں اٰلِ فرعون کے مومن کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن فرعون کا چچا زاد بھائی تھا لیکن وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے چھپا کر رکھتا تھا کیونکہ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص اسرائیلی تھا وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آلِ فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔ امام ابنِ جریر طبری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اٰلِ فرعون کے مومن سے بہتر ہیں

یہاں اٰلِ فرعون کے مومن کا ذکر ہوا، اسی کے ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ

---

1 ……روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٢٨، ١٧٦/٨-١٧٨، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٢٨، ٤/٧٠-٧١، مدارك، غافر، تحت الآية: ٢٨، ص١٠٥٧، ابن كثير، غافر، تحت الآية: ٢٨، ١٢٦/٧-١٢٨، ملتقطاً.

2 ……طبری، غافر، تحت الآية: ٢٨، ٥٤/١١.

جولوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہے۔لوگوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ (سب سے زیادہ بہادر ہیں)۔آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: نہیں (میں ایسا نہیں ہوں)۔لوگوں نے پوچھا: پھر وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قریش نے پکڑ رکھا تھا۔ان میں سے ایک دوسرے کو ابھار رہا تھا اور دوسرا کسی اور کو بھڑکا رہا تھا۔وہ کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جس نے تمام معبودوں کو ایک بنا دیا ہے۔اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس وقت ہم میں سے کوئی بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب نہ ہوا مگر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قریب ہوئے۔وہ ایک کو مارتے، دوسرے سے مقابلہ کرتے اور کہتے: تم برباد ہو جاؤ، کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتے ہیں ''میرا رب اللّٰہ تعالٰی ہے''۔

پھر حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے وہ چادر اٹھائی جو آپ نے زیبِ تن کر رکھی تھی اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔پھر فرمایا: میں تمہیں اللّٰہ تعالٰی کی قسم دے کر کہتا ہوں، کیا آلِ فرعون کا مومن بہتر ہے یا حضرت ابوبکر صدیق (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قومِ فرعون کے مومن سے بہتر ہیں؟ (یقیناً یہی بہتر ہیں کیونکہ) آلِ فرعون کا مومن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔[1]

یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَاؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو تو اللّٰہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا اگر ہم پر آئے فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

1 ......مسند البزار، مسند علیّ بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ، ومما روی محمد بن عقیل عن علیّ، ٣/١٤، الحدیث: ٧٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! زمین میں غلبہ رکھتے ہوئے آج بادشاہی تمہاری ہے تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے۔ فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

﴿يٰقَوْمِ: اے میری قوم!﴾ آلِ فرعون کے مومن نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا: اے میری قوم! آج تمہاری بادشاہی ہے اور بنی اسرائیل پر تمہیں غلبہ حاصل ہے اس لئے اپنے ملک مصر میں تو کوئی ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے اور ملک وقوم تباہ و برباد ہوجائے اور یاد رکھو کہ (انہیں قتل کردینے کی صورت میں) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر عذاب نازل کردیا تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچاسکے گا۔ اس مومن کی نصیحت سن کر فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل ہی کردیا جائے تاکہ یہ معاملہ ہی ختم ہوجائے اور میں اس رائے کے ذریعے تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔ (1)

وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۟ۙ(۳۰) مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ(۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے۔ جیسا دستور گزرا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! مجھے تم پر (گزشتہ) گروہوں کے دن جیسا خوف ہے۔ جیسا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا طریقہ گزرا ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ۲۹، ۸/۱۷۸-۱۷۹.

﴿وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ: اور وہ ایمان والا بولا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور سامنے والے کے خیال کی رعایت کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آتے نظر نہیں آ رہے تو اس نے انہیں سابقہ قوموں پر آنے والے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! تم جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلا رہے ہو اور انہیں شہید کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہو، اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہی دن نہ آ جائے جو سابقہ قوموں میں سے ان لوگوں پر آیا جنہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تھا جیسا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ کا دستور گزرا ہے کہ وہ لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب نے ہلاک کر دیا اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور گناہ کے بغیر ان پر عذاب نہیں فرماتا اور ان پر حجت قائم کئے بغیر ان کو ہلاک نہیں کرتا (اور جب تم حرکتیں ہی عذاب پانے والی کرو گے تو ضرور تمہیں ان کی سزا ملے گی)۔[1]

وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی۔ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے اللّٰہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! میں تم پر پکارے جانے کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ دے کر

1 ……روح البیان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٣٠-٣١، ٨/١٧٩-١٨٠، خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ٣٠-٣١، ٤/٧١، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ٣٠-٣١، ص١٠٥٨، ملتقطاً۔

بھاگو گے۔ اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والانہیں ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والانہیں۔

﴿وَ یٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ اس سے پہلی آیات میں ذکر ہوا کہ مردِ مومن نے لوگوں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا اور اب یہاں سے یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اس مومن نے دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈرایا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! میں تم پر اس دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں جس دن ہر طرف پکار مچی ہوئی ہوگی اور اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا اور تمہاری حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور (جو باتیں میں نے تمہارے سامنے کی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آؤ، میں نے تمہیں ہر طریقے سے نصیحت کر دی ہے، اس کے بعد بھی اگر تم ہدایت حاصل نہیں کرتے تو تمہاری قسمت کیونکہ) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اسے نجات کی راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ [1]

قیامت کے دن کو پکار کا دن کہنے کی وجہ

قیامت کے دن کو یَوْمُ التَّنَاد یعنی پکار کا دن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی، جیسے ہر شخص اپنے گروہ کے سردار کے ساتھ اور ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی، جنتی دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے، سعادت اور شقاوت کی ندائیں کی جائیں گی کہ فلاں سعادت مند ہوا اب کبھی بد بخت نہ ہوگا اور فلاں بد بخت ہوگیا اب کبھی سعادت مند نہ ہوگا اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت ندا کی جائے گی کہ اے جنت والو! اب تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنم والو! اب تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور تمہیں موت نہیں آئے گی۔ [2]

---

1 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ص١٠٥٨، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٢-٣٣، ١٨٠/٨-١٨١، ملتقطاً.

2 ......خازن، المؤمن، تحت الآية: ٣٢، ٧١/٤.

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖؕ-حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًاؕ-كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﹰۚ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کرآئے تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تم بولے ہرگز اب اللّٰہ کوئی رسول نہ بھیجے گا اللّٰہ یونہی گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا شک لانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کرآئے تو تم ان کے لائے ہوئے پر شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تم نے کہا: اب اللّٰہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اللّٰہ یونہی اسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہو۔

{وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ: اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے۔} اس آیت میں خطاب اگرچہ فرعون اور اس کی قوم سے ہے لیکن مراد ان کے آبا ؤ اَجداد ہیں (کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون اور اس کی قوم کے پاس رسول بن کر تشریف نہیں لائے تھے بلکہ ان کے آبا ؤ اَجداد کے پاس آئے تھے،) چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مصر والو! بیشک حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے تمہارے آبا ؤ اَجداد کے پاس حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روشن نشانیاں لے کرآئے تو وہ ان کے لائے ہوئے حق دین سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو تمہارے آبا ؤ اَجداد نے کہا: اب اللّٰہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ یہ بے دلیل بات تمہارے پہلے لوگوں نے خود گڑھی تاکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کریں اور انہیں جھٹلائیں، تو وہ کفر پر قائم رہے، حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

کی نبوت میں شک کرتے رہے اور بعد والوں کی نبوت کے انکار کے لئے انہوں نے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول ہی نہ بھیجے گا۔ یادرکھو کہ جس طرح تمہارے آبا ؤ اَجداد گمراہ ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اوران چیزوں میں شک کرنے والا ہو جن پر روشن دلیلیں شاہد ہیں۔ (1)

اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے کہ انہیں ملی ہو کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک اللہ یوں ہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، یہ بات اللہ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک کس قدر سخت بیزاری کی ہے۔ اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ: وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں۔﴾ یعنی حد سے بڑھنے والے اور شک کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا کر اور ان پر اعتراضات کر کے جھگڑا کرتے ہیں اور ان کا یہ جھگڑا کسی ایسی دلیل کے ساتھ نہیں ہوتا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہو بلکہ محض آبا ؤ اَجداد کی اندھی تقلید اور جاہلانہ شُبہات کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ جھگڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایمان لانے والوں کے نزدیک انتہائی سخت بیزاری کی بات ہے اور جس طرح ان جھگڑا کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے کہ اس میں ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔ (2)

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٤، ٤/٧٢، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٤، ٨/١٨١، جلالين، غافر، تحت الآية: ٣٤، ص٣٩٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ٤/٧٢، تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ٩/٥١٣-٥١٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٥، ٨/١٨١-١٨٢، ملتقطاً.

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًاؕ وَ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِؕ وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ۠ ﴿۳۷﴾

ع ۱۰ ۴ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک۔ کاہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر دکھایا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاک ہونے ہی کو تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں۔ آسمان کے راستوں تک تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام خوبصورت بنا دیا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاکت میں ہی تھا۔

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ: اور فرعون نے کہا:﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے جب دیکھا کہ یہ شخص تو ایسی گفتگو کر رہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور لوگ اس کی بات کو درست سمجھ رہے ہیں تو اس نے موضوع ہی تبدیل کر دیا اور لوگوں کو مُطْمَئن کرنے کیلئے مَکّاری اور چالبازی کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہنے لگا کہ میرے لیے آسمان کے راستوں تک ایک اونچا محل بناؤ، میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا، شاید میں آسمان پر جانے والے راستوں تک پہنچ جاؤں اور وہاں جا کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میرے گمان کے مطابق میرے علاوہ کسی اور خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے میں موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جھوٹے ہیں۔ یہ بات بھی فرعون نے اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کہی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ برحق معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے اور فرعون اپنے آپ

کوفریب کاری کے لئے معبود ٹھہرا رہا ہے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام یعنی اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے رسول کو جھٹلانا خوش نُما بنا دیا گیا اور شیطانوں نے وَسْوَسے ڈال کر اس کی برائیاں اس کی نظر میں بھلی کر دکھائیں اور وہ ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نشانیوں کے مقابلے میں فرعون کے مکروفریب نقصان اور ہلاکت کا شکار ہوئے اور وہ اپنے کسی داؤ میں کامیاب نہ ہوسکا۔(1)

نوٹ: ہامان کو محل بنانے کا حکم دینے والا واقعہ سورۂ قصص کی آیت نمبر 38 میں بھی گزر چکا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والے نے کہا: اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ: اور ایمان والے نے کہا۔﴾ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول جواب نہیں دے سکا تو اس نے دوبارہ اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم فرعون کی بجائے میری پیروی کرو میں تمہیں بھلائی اور نجات کا راستہ دکھاؤں گا۔

اولیاء کی پیروی میں بھی ہدایت ہے

اس میں اشارہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم جس راستہ پر چل رہی ہے وہ گمراہی کا راستہ ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہدایت انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی پیروی میں رکھی گئی ہے اور جس طرح نبی عَلَیْہِ السَّلَام اپنے امتی کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں اسی طرح نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع رہتے ہوئے اولیاء وصالحین بھی ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔(2)

---

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ٤/٧٢، جلالين، غافر، تحت الآية: ٣٦-٣٧، ص٣٩٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٣٨، ٨/١٨٥.

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ٘ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو تھوڑا سا سامان ہی ہے اور بیشک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

﴿يٰقَوْمِ: اے میری قوم۔﴾ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تھوڑی مدت تک کے لئے صرف ایک ناپائیدار نفع ہے جس کو بقا نہیں اور یہ ایک دن ضرور فنا ہو جائے گا جبکہ آخرت کی زندگی باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور یہ فانی زندگی سے بہتر ہے۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زہد

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سابقہ امتوں کے عقل مند حضرات کے نزدیک بھی دنیا ہمیشہ مذموم ہی رہی اور وہ لوگ دنیا کے پیچھے بھاگنے، اس کا مال و متاع جمع کرنے اور اس سے محبت رکھنے سے بچتے رہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے رہے۔ ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنے عمل مبارک سے اور اپنی روشن تعلیمات کے ذریعے ہمیں دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب رہنے کی ترغیب اور تعلیم دی ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کونین کے شہنشاہ اور دو عالَم کے تاجدار ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرمائی کہ تاریخِ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک، پوشاک، مکان، سامان اور رہن سہن الغرض مبارک زندگی کے ہر گوشہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زہد اور دنیا سے بے رَغبتی کا عالَم اس درجہ نمایاں تھا کہ اسے دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذّتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نگاہِ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل اور حقیر تھیں، چنانچہ

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک چٹائی پر سو گئے، جب آپ بیدار ہوئے تو جسمِ اَقدس پر چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کی اگر ہم آپ کے لیے ایک بستر

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٣٩، ٤/٧٢.

بنادیں۔تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے میں دنیامیں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سائے کو طلب کرے پھر اس درخت کے سائے کو چھوڑ کر روانہ ہو جائے۔[(1)]

حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منبر پر فرمایا: اللّٰہ کی قسم! میں نے تم لوگوں سے زیادہ کسی کو اس چیز میں رغبت کرتے نہیں دیکھا جس چیز سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دور رہتے تھے۔تم لوگ دنیا میں رغبت رکھتے ہو جبکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا میں رغبت نہ رکھتے تھے۔اللّٰہ کی قسم! آپ پر تین دن بھی نہ گزرتے کہ آپ کی آمدنی سے قرض زیادہ ہوتا۔[(2)]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''اے میرے بیٹے! موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب تم کثرت سے موت کو یاد کرو گے تو تمہیں دنیا میں رغبت نہ رہے گی اور تم آخرت میں رغبت رکھنے لگو گے، بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے اور دنیا اس کے لئے دھوکے کی جگہ ہے جو اس سے دھوکہ کھا جائے۔[(3)]

حضرت عبداللّٰہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''اس آدمی پر انتہائی تعجب ہے جو آخرت کے گھر کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن کوشش دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کرتا ہے۔[(4)]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں دنیا سے زیادہ اپنی آخرت سنوارنے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَاۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ٤/٤٢٦، الحديث: ٤١٠٩.

2 ......مستدرك، كتاب الرقاق، اربع اذا كان فيك... الخ، ٥/٤٤٨، الحديث: ٧٩٥١.

3 ......جامع الاحاديث، مسند انس بن مالك رضى الله عنه، ١٨/٤٨٢، الحديث: ١٣٠٣٧.

4 ......مسند شهاب، يا عجبا كل العجب... الخ، ١/٣٤٧، الحديث: ٥٩٥.

فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو بُرا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد ہو خواہ عورت اور وہ ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً: جو برا کام کرے۔﴾ یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نیک اور برے اعمال اور ان کے انجام کے بارے میں بتایا، چنانچہ مردِ مومن نے کہا: جو دنیا میں برا کام کرے تو اسے اس برے کام کے حساب سے آخرت میں بدلہ ملے گا اور مرد و عورت میں سے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا والا اچھا کام کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمان بھی ہو کیونکہ اعمال کی مقبولیت ایمان پر مَوقوف ہے، تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ بے حساب رزق پائیں گے اور نیک عمل کے مقابلے میں زیادہ ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔[1]

جنت میں بے حساب رزق ملے گا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ جنت کو جنت میں بے حساب رزق ملے گا، اسی مناسبت سے یہاں جنتی نعمتوں سے متعلق ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ ترمذی شریف میں ہے، حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں اکٹھا کر دے۔ حضرت سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حیران ہو کر) کہا: کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ہاں! مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خبر دی ہے کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے درجات میں اپنے اعمال کے مطابق داخل ہوں گے، پھر انہیں دنیا کے دنوں کے حساب سے ایک ہفتہ میں اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے رب کی زیارت

1 ……خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤٠، ٤/٧٢-٧٣، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٤٠، ٨/١٨٦، ملتقطاً.

کریں گے اوران کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ کا عرش ظاہر ہوگا اور اللّٰہ تعالیٰ ان پر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلّی فرمائے گا تو ان کے لیے نور کے منبر، موتیوں کے منبر، یاقوت اور زَبَرجَد کے منبر، سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے، ان میں سے ادنیٰ درجے والے جنتی حالانکہ ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، مشک اور کافور کے ٹیلہ پر ہوں گے اور وہ یہ تصوُّر نہ کریں گے کہ کرسیوں والے ان سے اعلیٰ جگہ میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں! کیا تم سورج کو اور چودھویں رات میں چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا ’’ ایسے ہی تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے میں شک نہ کرو گے، اس مجلس میں ہر ایک کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ بے حجاب موجود ہوگا حتّٰی کہ ان میں سے ایک شخص سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کہا تھا؟ اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کی بعض دُنْیَوی بدعہدیاں یاد دلائے گا تو وہ بندہ عرض کرے گا: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ہاں! تو میری وسیع رحمت کی وجہ سے ہی تو اپنے اس درجہ میں پہنچا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے اوپر بادل چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہ پائی ہوگی، اور ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: اس اِنعام واِکرام کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لیے تیار کیا ہوا ہے اور اس میں سے جو چاہو لے لو۔ تب ہم اس بازار میں پہنچیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوگا، اس میں وہ چیزیں ہوں گی جن کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی اور نہ دلوں پر ان کا خیال گزرا۔ تب ہم جو چاہیں گے وہ ہمیں دیدیا جائے گا، وہاں نہ تو خرید ہوگی نہ فروخت اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملیں گے اور بلند درجے والا خود آئے گا اور اپنے سے نیچے درجے والے سے ملے گا حالانکہ ان میں نیچا کوئی نہیں تو اس پر جو لباس یہ دیکھے گا وہ اسے پسند آئے گا، ابھی اس کی آخری بات ختم نہ ہوگی کہ اسے اپنے اوپر موجود لباس اس سے اچھا محسوس ہوگا، یہ اس لیے ہوگا کہ جنت میں کوئی غمگین نہ ہو، پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی اور کہیں گی: مرحبا، خوش آمدید! جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے اس وقت کے مقابلے میں اب آپ کا حسن و جمال بہت زیادہ ہے۔ تب ہم کہیں گے: آج ہمیں اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنا نصیب ہوا تھا، (خدائے) جبّار کے حضور ہمیں ہم نشینی نصیب ہوئی، ہمارا حق یہ ہی تھا کہ ہم ایسے لوٹیں جیسے اب لوٹے ہیں۔ (1)

1 ......ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی سوق الجنة، ٤/٢٤٦، الحدیث: ٢٥٥٨.

اللہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں بھی جنت میں داخلہ نصیب فرمائے ، اٰمین۔

وَ یٰقَوْمِ مَالِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِؕ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف۔ مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو اسے بلانا کہیں کام کا نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں ، اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کو بلانا کہیں کام کا نہیں ، دنیا میں ، نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

﴿وَ یٰقَوْمِ: اور اے میری قوم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی قوم کو نصیحت کرتے وقت

مردِ مومن نے یہ محسوس کیا کہ لوگ میری باتوں پر تعجب کر رہے ہیں اور میری بات ماننے کی بجائے مجھے اپنے باطل دین کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو مُخاطَب کر کے کہا: تم عجیب لوگ ہو کہ میں تمہیں ایمان اور طاعت کی تلقین کر کے جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے کفر وشرک کی دعوت دے کر جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اِس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اُس اللہ تعالیٰ کا انکار کر دوں جس کا کوئی شریک نہیں اور معبود ہونے میں ایسے کو اس کا شریک کروں جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہی نہیں اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزت والا ہے اور توبہ کرنے والے کو بہت بخشنے والا ہے، تو خود ہی ثابت ہوا کہ تم مجھے جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اس کی عبادت کرنا دنیا اور آخرت میں کہیں کام نہ آئے گا کیونکہ وہ حقیقی معبود نہیں اور یاد رکھو کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافر ہی ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے۔ (1)

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

﴿ **فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ:** تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مردِ مومن نے کہا: میری باتیں ابھی تمہارے دل پر نہیں لگتیں لیکن عنقریب جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو اس وقت تم

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٤١-٤٣، ٨/١٨٦-١٨٧، مدارك، غافر، تحت الآية: ٤١-٤٣، ص ١٠٦٠-١٠٦١، ملتقطاً.

میری نصیحتیں یاد کرو گے مگراس وقت کا یاد کرنا کچھ کام نہ دے گا۔ یہ سن کران لوگوں نے اس مومن کو دھمکی دی کہ اگر تم ہمارے دین کی مخالفت کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آئیں گے۔اس کے جواب میں اس نے کہا: میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کوسونپتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہےاوران کے اعمال اوراحوال کو جانتا ہے (لہٰذا مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں)۔ (1)

میرا مالک نہیں، میرا اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی عمل کرتے وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہےاور وہ اس کے تمام اَعمال اور اَحوال سے باخبر ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بعض لوگوں کے ساتھ صحرا کی طرف نکلے، وہاں انہوں نے کھانا پکایا، جب کھانا تیار ہوگیا تو وہاں انہوں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا، انہوں نے اسے کھانے کی دعوت دی تو چرواہے نے کہا: آپ کھائیں کیونکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔لوگوں نے اسے آزمانے کے طور پر کہا: اس جیسے شدید گرم دن میں تم نے کیسے روزہ رکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا: جہنم کی گرمی اس سے زیادہ شدید ہے۔لوگ اس کی بات سن کر حیران ہوئے اوراس سے کہا: ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں بیچ دو، ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اوراس کے گوشت میں سے حصہ بھی دیں گے۔اس نے کہا: یہ بکریاں میری نہیں بلکہ میرے سرداراور میرے مالک کی ہیں تو پھر میں اسے کیسے بیچ سکتا ہوں۔لوگوں نے اس سے کہا: تم اپنے مالک سے یہ کہنا دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے یا وہ گم ہوگئی ہے۔اس چرواہے نے کہا: (اگر میرا مالک مجھے نہیں دیکھ رہا تو پھر) اللہ تعالیٰ کہاں ہے (یعنی جب وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر میں جھوٹی بات کیسے کہہ سکتا ہوں) لوگ اس کے کلام سے بہت حیران ہوئے، پھر جب وہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بکریوں سمیت اس چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور وہ بکریاں اسے تحفے میں دیدیں۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی خوف نصیب فرمائے اور ہر حال میں اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

(1) ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤٤، ٤/٧٣، ملخصاً.

(2) ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٤٤، ٨/١٨٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ نے اُسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

﴾فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا : تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے۔﴿ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ مردِ مومن نے (فرعونیوں کی دھمکی کی پرواہ نہ کی اور) اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور یہاں بیان کیا جارہا ہے کہ جب فرعون اوراس کے درباریوں نے مردِ مومن کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے شر سے بچالیا جبکہ فرعون کی قوم اور فرعون کا انجام یہ ہوا کہ انہیں برے عذاب نے گھیر لیا، دنیا میں وہ فرعون کے ساتھ دریا میں غرق ہو گئے اور قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرماتا اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچالیتا ہے۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

﴾اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا : آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔﴿ یعنی فرعون اور اس کی قوم

[1] ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٤٥، ٥٢١/٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٤٥، ٧٣/٤، ملتقطاً.

کو دنیا میں غرق کر دیا گیا، پھر انہیں صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس میں جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن فرشتوں کو حکم فرمایا جائے گا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کر دو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔ (2)

عذابِ قبر کا ثبوت

اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر اِستدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح وشام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے۔ کثیر اَحادیث سے بھی قبر کا عذاب برحق ہونا ثابت ہے، ان میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی تجھے اس کی طرف اٹھائے۔ (3)

اللہ تعالٰی ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

1 ......جلالين، غافر، تحت الآية: ٤٦، ص٣٩٤.

2 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٤٦، ٤/٧٣.

3 ......صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب الميّت يعرض عليه مقعده... الخ، ١/٤٦٥، الحديث: ١٣٧٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور اُن سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے۔ وہ تکبر والے بولے ہم سب آگ میں ہیں بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ کم کرو گے؟ وہ بڑے بننے والے کہیں گے: ہم سب آگ میں ہیں بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا۔

﴿ وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ: اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیاء کے سردار! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمائیے کہ جب وہ لوگ جہنم کی آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ان میں سے جو لوگ کمزور تھے وہ اپنے متکبّر سرداروں سے کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہاری وجہ سے ہی کافر بنے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ ہم جس عذاب میں مبتلا ہیں اس کا کوئی حصہ ہم سے دور کر دو؟ کافروں کے سردار جواب دیں گے: ہم سب آگ میں ہیں اور ہر ایک اپنی مصیبت میں گرفتار ہے، ہم میں سے کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا، اگر ہم کچھ کر سکتے ہوتے تو اپنے لئے نہ کر لیتے۔ اب فیصلہ ہو چکا ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو جنت میں داخل کر دیا اور کافروں کو جہنم میں بھیج دیا، جو ہونا تھا ہو چکا اب اس سے ہٹ کر کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِؕ قَالُوْا بَلٰىؕ قَالُوْا فَادْعُوْاۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے بولے کیوں نہیں بولے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو آگ میں ہیں وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے، آپ اپنے رب سے دعا کردیں کہ وہ ہم پر ایک دن کچھ عذاب (یا) عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ داروغہ فرشتے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے؟ کافر کہیں گے، کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے، تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ: اور جو آگ میں ہیں وہ کہیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں میں سے کمزور لوگ اپنے سرداروں سے مایوس ہو جائیں گے تو وہ جہنم پر مامور فرشتوں کی طرف رخ کریں گے اور ان سے کہیں گے: آپ حضرات ہی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں کہ دنیا کے ایک دن کی مقدار تک ہمارے عذاب میں تخفیف رہے۔ فرشتے جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے اللہ تعالٰی کے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے اور کیا انہوں نے واضح معجزات پیش نہ کئے تھے؟ مراد یہ ہے کہ اب تمہارے لئے عذر کرنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ کافر لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے تشریف لانے کو تسلیم کریں گے اور اپنے کفر کرنے کا بھی اقرار کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے: ہم کافروں کے حق میں دعا نہیں کریں گے، لہٰذا تم خود ہی اپنے رب سے دعا کرکے دیکھ لو کہ وہ تم پر ایک دن کے لئے عذاب ہلکا کردے لیکن بہرحال تمہارا دعا کرنا بھی بیکار ہی جائے گا کیونکہ وہ قبول نہیں ہوگی۔ (1)

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

(1) تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ٩/٥٢٢-٥٢٣، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ص ١٠٦١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو اُن کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے اور اُن کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں جہنم کے اندر کافروں کے باہمی جھگڑے کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی مدد کی جائے گی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غلبہ عطا فرما کر، مضبوط حجت دے کر اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر دنیا کی زندگی میں ان کی مدد کریں گے اور قیامت کے اس دن بھی ان کی مدد کریں گے جس دن فرشتے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تبلیغ اور کفار کی تکذیب کی گواہی دیں گے اور اگر اس دن کافر اپنے کفر کے متعلق کسی قسم کا عذر پیش کریں گے تو وہ مانا نہیں جائے گا اور اگر توبہ کریں گے تو وہ قبول نہیں ہوگی اور اس دن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہوں گے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا۔[1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

[1]......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٥٢٣/٩-٥٢٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٧٤/٤، بغوی، غافر، تحت الآیة: ٥١-٥٢، ٨٩/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔ عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کیلئے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْهُدٰى: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی۔﴾ اس آیت میں لفظ ''اَلْهُدٰى'' سے مراد تورات اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیئے جانے والے معجزات ہیں جو ان کی قوم کے لئے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ تھے، نیز اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا کئے جانے والے وہ کثیر علوم بھی مراد ہو سکتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نفع مند ہیں اور بنی اسرائیل کو جس کتاب کا وارث بنایا گیا اس سے مراد تورات ہے۔[1]

﴿هُدًى وَّ ذِكْرٰى: ہدایت اور نصیحت کے لئے۔﴾ یعنی یہ کتاب عقلمندوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ یہاں آیت میں بطورِ خاص عقل مندوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کتاب کی ہدایت اور نصیحت سے فائدہ یہی لوگ اٹھاتے ہیں۔[2]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم صبر کرو بے شک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم صبر کرو، بیشک اللّٰہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف

1 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ١٩٥/٨، تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ٥٢٥/٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٣، ٧٤/٤، ملتقطاً.

2 ......روح المعاني، غافر، تحت الآية: ٥٤، ٤٥٢/١٢.

کرتے ہوئے صبح اور شام (اس کی) پاکی بولو۔

﴿فَاصْبِرْ: تو تم صبر کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائے گا اور اب یہاں سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرتے رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اس نے جس طرح پہلے رسولوں کی مدد فرمائی اسی طرح وہ آپ کی مدد بھی فرمائے گا، آپ کے دین کو غالب کرے گا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا نیز آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر ہمیشہ قائم رہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولنے سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔[1]

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔﴾ یاد رہے کہ آیت کے اس حصے میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہی خطاب ہونا مُتَعَیَّن نہیں بلکہ اس کا احتمال ہے اور اس صورت میں اس کے جو معنی ہوں گے ان میں سے ایک اوپر بیان ہوا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی امت کے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر بالفرض کوئی مَعصِیَت واقع ہوتو اس سے استغفار واجب ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (سورۂ مومن اور سورۂ محمد کی) دونوں آیتِ کریمہ میں صیغۂ اَمر ہے اور امر اِنشا ہے اور اِنشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرضِ وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ مَعَاذَ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا ''اَکْرِمْ ضَیْفَکَ'' اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے، نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی، بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو یوں کرنا۔[2]

اور اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں خطاب ہر سامع سے ہو، جیسا کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: سورۂ مومن و سورۂ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی آیاتِ کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضورِ

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٥٥، ٩/٥٢٥، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٥، ٤/٧٤، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٥، ص١٠٦٢، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰۔

اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ" اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ۔ کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآنِ عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین (کی ہدایت کے لئے) بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے "اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ" نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔۔۔ یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کافِ خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ (1)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 394 تا 401 کا مطالعہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿٥٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللّٰہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے جو انہیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جسے نہ پہنچیں گے تو تم اللّٰہ کی پناہ مانگو بے شک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ جو اللّٰہ کی آیتوں میں کسی ایسی دلیل کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو، ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جس تک یہ پہنچ نہیں پائیں گے تو تم اللّٰہ کی پناہ مانگو بیشک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ: بیشک وہ جو اللّٰہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مراد کفارِ قریش ہیں، یہ لوگ تکبر کیا کرتے تھے اور ان کا یہی تکبر ان کے تکذیب و انکار اور کفر کو اختیار کرنے کا سبب بنا کیونکہ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان سے اونچا ہو، اور یہ فاسد خیال کیا کہ اگر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/۳۹۸-۳۹۹۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبی مان لیں گے تو ہماری اپنی بڑائی جاتی رہے گی، ہمیں امتی اور چھوٹا بننا پڑے گا حالانکہ ہمیں تو بڑا بننے کی ہوس ہے، اس لئے انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ لوگ جس چیز کی ہوس رکھتے ہیں اسے نہ پاسکیں گے اور انہیں بڑائی مُیَسَّر نہ آئے گی، بلکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت اور انکار، ان لوگوں کے حق میں ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حاسدوں کے مکر اور ان کی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، کیونکہ یقیناً وہی ان کے اَقوال کو سنتا اور ان کے اَحوال کو دیکھتا ہے تو وہی ان کے خلاف آپ کی مدد کرے گا اور ان کے شر سے آپ کو بچائے گا۔[1]

ضد بازی اور جھگڑنے کی عادت آدمی کے حق قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہر معاملے میں اپنی ہی رائے کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں اور اس کے برخلاف کوئی رائے قبول کرنا گوارا نہیں کرتے اور بہرصورت دوسرے کو نیچا ہی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ حق قبول کرنے سے بہت دور ہوتے ہیں۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ۙ۬ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بدکار کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ۵۶، ۹/۵۲۶، جلالین، غافر، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۳۹۴، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۱۰۶۲، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار (برابر ہیں)۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔﴾ یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے، اس میں ان پر حجت قائم کی گئی کہ جب تم آسمان و زمین کی اس عظمت اور بڑائی کے باوجود انہیں پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔ (1)

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ: لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔﴾ یہاں بہت لوگوں سے مراد کفار ہیں اور ان کی طرف سے دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے کا سبب ان کی بے علمی ہے کہ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی پیدائش پر قادر ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی قادر ذات لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے تو یہ لوگ اندھوں کی مثل ہیں جبکہ ان کے مقابل وہ لوگ جو مخلوقات کے وجود سے خالق کی قدرت پر اِستدلال کرتے ہیں وہ آنکھ والے کی مثل ہیں۔ (2)

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ: اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔﴾ یعنی جاہل اور عالم یکساں نہیں، یونہی نیک مومن اور بدکار، یہ دونوں بھی برابر نہیں یہ سب جاننے کے باوجود تم کتنی کم ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہو۔

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ: بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اور اس کے شواہد اتنے واضح ہیں جن کی وجہ سے قیامت آنے میں کچھ شک نہیں رہتا لیکن اکثر لوگ (دلائل میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے) اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (3)

---

1 ……مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٧، ص١٠٦٣، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٧، ٧٥/٤، ملتقطاً.

2 ……خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٥٧، ٧٥/٤، جلالين، غافر، تحت الآية: ٥٧، ص٣٩٥، ملتقطاً.

3 ……روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٥٩، ١٩٩/٨-٢٠٠، مدارك، غافر، تحت الآية: ٥٩، ص١٠٦٣، ملتقطاً.

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۠(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔

﴾وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔﴿ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ بات ضروری طور پر معلوم ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہی نفع پہنچے گا اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہونا انتہائی اہم کام ہے اور چونکہ عبادات کی اَقسام میں دعا ایک بہترین قسم ہے اس لئے یہاں بندوں کو دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔(1)

اس آیت میں لفظ ''اُدْعُوْنِیْ'' کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دعا کرنا ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے کہ اے لوگو! تم مجھ سے دعا کرو میں اسے قبول کروں گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ''عبادت کرنا'' ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔(2)

دعا مانگنے کی ترغیب اور اس کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنی چاہیے، کثیر اَحادیث میں بھی دعا مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہاں ان میں سے دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

1 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ٦٠، ٥٢٧/٩.

2 ......تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ٦٠، ٥٢٧/٩، جلالین، غافر، تحت الآیۃ: ٦٠، ص٣٩٥، مدارک، غافر، تحت الآیۃ: ٦٠، ص١٠٦٣، ملتقطاً.

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دعا ان مصیبتوں میں نفع دیتی ہے جو نازل ہوگئیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں ان میں بھی فائدہ دیتی ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔[2]

نیز دعا کی مزید ترغیب پانے کے لئے یہاں دعا مانگنے کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔[3]

(2)......دعا مسلمانوں کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور ہے۔[4]

(3)......دعا مصیبت وبلا کو اترنے نہیں دیتی۔[5]

(4)......دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا دشمن سے نجات اور رزق وسیع ہونے کا ذریعہ ہے۔[6]

(5)......دعا کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔[7]

(6)......اللہ تعالیٰ (اپنے علم وقدرت سے) دعا کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔[8]

(7)......جو بلا اتر چکی اور جو نہیں اتری، دعا ان سے نفع دیتی ہے۔[9]

(8)......دعا عبادت کا مغز ہے۔[10]

1......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء ينفع ممّا نزل وممّا لم ينزل، ١٦٣/٢، الحديث: ١٨٥٨.

2......ترمذی، كتاب الدعوات، ٢-باب منه، ٢٤٤/٥، الحديث: ٣٣٨٤.

3......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ٢٤٣/٥، الحديث: ٣٣٨١.

4......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدين، ١٦٢/٢، الحديث: ١٨٥٥.

5......مستدرك، كتاب الدعاء والتهليل... الخ، الدعاء ينفع ممّا نزل وممّا لم ينزل، ١٦٢/٢، الحديث: ١٨٥٦.

6......مسند ابی يعلى، مسند جابر بن عبد الله رضی الله عنه، ٢٠١/٢، الحديث: ١٨٠٦.

7......ترمذی، كتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار... الخ، ٣١٨/٥، الحديث: ٣٥٥١.

8......مسلم، كتاب الذكر والدعاء... الخ، باب فضل الذكر والدعاء... الخ، ص١٤٤٢، الحديث: ١٩(٢٦٧٥).

9......ترمذی، كتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلى الله عليه وسلم، ٣٢١/٥، الحديث: ٣٥٥٩.

10......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ٢٤٣/٥، الحديث: ٣٣٨٢.

(9)......دعا رحمت کی چابی ہے۔[1]

(10)......دعا قضا کو ٹال دیتی ہے۔[2]

(11)......دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔[3]

(12)......دعا بلا کو ٹال دیتی ہے۔[4]

(13)......جسے دعا کرنے کی توفیق دی گئی اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔[5]

(14)......جب بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ فرماتا ہے۔[6]

(15)......دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔[7]

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

دعا قبول ہونے کی شرائط

اس مقام پر مفسرین نے دعا قبول ہونے کی چند شرائط ذکر فرمائی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے،

(1)......دعا مانگنے میں اخلاص ہو۔

(2)......دعا مانگتے وقت دل دعا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو۔

(3)......جو دعا مانگی وہ کسی ایسی چیز پر مشتمل نہ ہو جو شرعی طور پر ممنوع ہو۔

(4)......دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو۔

(5)......اگر دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو وہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔[8]

---

1 ......مسند الفردوس، باب الدال، ذکر الفصول من ذوات الالف واللام، ٢/٢٢٤، الحدیث: ٣٠٨٦.

2 ......مستدرك، کتاب معرفة الصحابة رضی اللّٰہ تعالی عنهم، البرّ یزید فی الرزق، ٤/٦٠٨، الحدیث: ٦٠٩٢.

3 ......ابن عساکر، ذکر من اسمه: سلم، سلم بن یحی بن عبد الحمید... الخ، ٢٢/١٥٨.

4 ......کنزالعمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال، الباب الثامن، الفصل الاوّل، ١/٢٨، الجزء الثانی، الحدیث: ٣١١٨.

5 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٥/٣٢١، الحدیث: ٣٥٥٩.

6 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٢٨٦، الحدیث: ١١٢٢.

7 ......مسند امام احمد، مسند ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه، ٣/٢٨٨، الحدیث: ٨٧٥٦.

8 ......خزائن العرفان، المؤمن، تحت الآیۃ: ٦٠، ص٨٧٣، ملخصاً۔

جب ان شرطوں کو پورا کرتے ہوئے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے اور یاد رہے کہ جو دعا تمام شرائط و آداب کی جامع ہو تو اس کے قبول ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو مانگا وہ مل جائے بلکہ اس کی قبولیت کی اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں مثلاً اُس دعا کے مطابق گناہ معاف کر دیئے جائیں یا آخرت میں اس کے لئے ثواب ذخیرہ کر دیا جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندہ اپنے رب سے جو بھی دعا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے، (اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ) یا تو اس کی مانگی ہوئی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دیدی جاتی ہے، یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا دعا کے مطابق اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ دعا گناہ یا رشتہ داری توڑنے کے بارے میں نہ ہو اور (اس کی قبولیت میں) جلدی نہ مچائے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: وہ جلدی کیسے مچائے گا؟ ارشاد فرمایا: ’’اس کا یہ کہنا کہ میں نے دعا مانگی لیکن قبول ہی نہ ہوئی (یہ کہنا ہی جلدی مچانا ہے)۔[1]

دعا قبول نہ ہونے کے اَسباب

اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنی رحمت سے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ہماری مانگی ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کے کچھ اَسباب ہوتے ہیں جنہیں بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ نقی علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

اے عزیز! اگر دعا قبول نہ ہو تو (تجھے چاہئے کہ) اسے اپنا قصور سمجھے، خدائے تعالیٰ کی شکایت نہ کرے (کیوں) کہ اس کی عطا میں نقصان (یعنی کوئی کمی) نہیں، تیری دعا میں نقصان (یعنی کمی) ہے۔ اے عزیز! دعا چند سبب سے رد ہوتی ہے:

پہلا سبب: کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا اور یہ تیرا قصور ہے، اپنی خطا پر نادم نہ ہونا اور خدا کی شکایت کرنا نری بے حیائی ہے۔

دوسرا سبب: گناہوں سے تَلَوُّث (یعنی گناہوں میں مبتلا رہنا)۔

تیسرا سبب: اِسْتِغْنائے مولیٰ۔ وہ حاکم ہے محکوم نہیں، غالب ہے مغلوب نہیں، مالک ہے تابع نہیں، اگر (اس نے) تیری دعا قبول نہ فرمائی (تو) تجھے ناخوشی اور غصے، شکایت اور شکوے کی مجال کب ہے، جب خاصوں کے ساتھ یہ

[1] ......ترمذی، احادیث شتّی، ١٣٥-باب، ٣٤٧/٥، الحدیث: ٣٦١٨.

معاملہ ہے کہ جب چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں، جب چاہتے منع فرماتے ہیں تو تُو کس شمار میں ہے کہ اپنی مراد (ملنے ہی) پر اصرار کرتا ہے۔

چوتھا سبب: حکمتِ الٰہی ہے کہ کبھی تو براہِ نادانی کوئی چیز اس سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی تیری دعا کو اس سبب سے کہ تیرے حق میں مُضِر (یعنی نقصان دِہ) ہے، رد فرماتا ہے (اور اسے قبول نہیں فرماتا)، مثلاً: تو جویائے سیم و زَر (یعنی مال و دولت کا طلبگار) ہے اور اس میں تیرے ایمان کا خطر (یعنی ایمان ضائع ہوجانے کا ڈر) ہے یا تو خواہانِ تندرستی و عافیت (یعنی ان چیزوں کا سوال کرتا) ہے اور وہ علمِ خدا میں مُوجبِ نقصانِ عاقبت (یعنی اللّٰہ تعالٰی جانتا ہے کہ یہ تیرے اُخروی نقصان کا باعث) ہے، ایسا رد، قبول سے بہتر (یعنی ایسی دعا کو قبول کئے جانے کی بجائے رد کردینا ہی بہتر ہے)۔

پانچواں سبب: کبھی دعا کے بدلے ثوابِ آخرت دینا منظور ہوتا ہے، تو حُطامِ دنیا (یعنی دنیا کا ساز وسامان) طلب کرتا ہے اور پروردگار نفائسِ آخرت (یعنی آخرت کی عمدہ اور نفیس چیزیں) تیرے لیے ذخیرہ فرماتا ہے، یہ جائے شکر (یعنی شکر کا مقام) ہے نہ (کہ) مقامِ شکایت۔ [1]

نوٹ: دعا کے فضائل و آداب اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شاندار تصنیف "اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ" [2] اور راقم کی کتاب "فیضانِ دعا" کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ: بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔﴾ یاد رہے کہ جن آیات و اَحادیث میں دعا ترک کرنے پر جہنم میں داخلے یا غضبِ الٰہی وغیرہ کی وعیدیں آئی ہیں، ان میں وہ لوگ مراد ہیں جو مُطْلَقاً دعا کو ترک کردیتے ہیں (یعنی کچھ بھی ہوجائے، ہم نے دعا نہیں کرنی) یا مَعَاذَ اللّٰہ اپنے آپ کو اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ سے بے نیاز سمجھ کر دعا ترک کردیتے ہیں، اور اسی وجہ سے اس کے حضور گریہ وزاری کرنے سے کتراتے اور پرہیز کرتے ہیں اور یہ صورت صریح کفر اور اللّٰہ تعالٰی کے دائمی غضب کا باعث ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اَحادیثِ سابقہ (جو کہ دوسری فصل، ادب نمبر 30 کے تحت ذکر ہوئیں) جن میں ارشاد ہوا کہ "جو دعا نہ کرے

---

1 ......فضائل دعا، فصل ششم، ص۱۵۳-۱۵۹، ملتقطاً۔

2 ......یہ کتاب تسہیل و تخریج کے ساتھ مکتبۃ المدینہ سے بھی بنام "فضائل دعا" شائع ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے''، ترکِ مُطْلَق ہی پر محمول یامَعاذَ اللہ، اپنے کو بارگاہِ عزت عَزَّوَجَلَّ سے بے نیاز جاننا، اس کے حضور تَضَرُّ ع وزاری سے پرہیز رکھنا کہ اب صریح کفر وموجِبِ غضبِ اَبدی ہے، ولہٰذا '' اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ '' (مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا) کے مُتَّصِل ہی ارشاد ہوا '' اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ '' (بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں جائیں گے۔)(1)

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے دعا مانگنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعا مانگنے میں تکبر کرنے سے ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝٦١

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اُس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا اور دعا میں مشغول ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہونا ضروری ہے، اس لئے یہاں ایک قادر معبود کے موجود ہونے پر دلیل بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام اور سکون پاؤ، کیونکہ رات میں ٹھنڈک اور نمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کی حرکت کرنے والی قوتیں رات میں قدرے ساکن ہوجاتی ہیں، نیز رات میں اندھیرا

1 ......فضائل دعا، فصل دہم، ص۲۳۹۔

ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان کے حواس بھی پوری طرح کام کرنے سے رک جاتے ہیں اور یوں انسان کے اَعصاب اور حواس کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے دن کو روشن بنایا تا کہ تم اس کی روشنی میں اپنے ضروری کام اطمینان کے ساتھ انجام دے سکو، بیشک رات اور دن کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن بہت سے آدمی اس کا شکرادا نہیں کرتے۔ (1)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ٘ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اللہ ہے تمہارا رب، ہر شے کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: وہی اللہ ہے تمہارا رب۔﴾ یعنی جس نے تمہارے فائدے کے لئے رات اور دن جیسی عظیم چیزوں کو پیدا کیا وہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی معبود ہے، تمہارا رب ہے اور تمام اَشیاء کا خالق ہے اور ان اَوصاف میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو اے کافرو! تم کہاں اوندھے جا رہے ہو کہ اس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے معبود ہونے پر قطعی دلائل قائم ہیں۔ (2)

كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

---

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٦١، ٩/٥٢٨، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦١، ٨/٢٠٣، ملتقطاً.

2 ......مدارك، غافر، تحت الآية: ٦٢، ص١٠٦٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٢، ٤/٧٧، جلالين، غافر، تحت الآية: ٦٢، ص٣٩٥، ملتقطاً.

﴿ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ : یونہی اوندھے ہوتے ہیں۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح کفارِ قریش حق سے پھر گئے اسی طرح وہ لوگ اوندھے ہوتے اور دلائل قائم ہونے کے باوجود حق سے پھر جاتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور اس کے رسول کے معجزات کا انکار کرتے ہیں اور ان میں غور وفکر کر کے حق کو طلب نہیں کرتے (لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے جھٹلانے سے غمزدہ اور افسردہ نہ ہوں)۔[1]

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں روزی دیں۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ تو وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا : اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا۔ ﴾ یہاں سے اللہ تعالٰی کے موجود ہونے اور اس کی قدرت کے مزید دلائل بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری مَصلحت اور ضروریات کے لیے زمین کو ایسا بنایا جس پر ٹھہرنا ممکن ہوا اور اس

1 ......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٦٣، ٨/٢٠٤، مدارك، غافر، تحت الآیة: ٦٣، ص ١٠٦٤، ملتقطاً.

نے آسمان کو گنبد کی طرح بلند فرما کر اسے تمہارے اوپر مضبوط چھت بنایا تاکہ تمہیں ایک مستقل چھت مُیَسَّر ہو اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں کہ تمہیں جانوروں کی طرح اوندھا چلنے والا نہیں بنایا بلکہ تمہیں سیدھے قد والا، خوبصورت اور مُتَناسِب اَعضاء والا بنایا اور اس نے تمہیں کھانے پینے کی ستھری اور لذیذ چیزیں روزی کے طور پر دیں اور جس کی یہ عظیم قدرت اور شان ہے وہ اللّٰہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمہاری عبادت کا حق دار ہے، تو وہ اللّٰہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور رب ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ [1]

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللّٰہ کو جو سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کی عبادت کرو، خالص اسی کے بندے ہو کر، تمام تعریفیں اللّٰہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿هُوَ الْحَيُّ: وہی زندہ ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہی ذاتی طور پر زندہ ہے جبکہ اسے موت آنا اور اس کا فنا ہو جانا محال ہے اور ذات، صفات اور اَفعال میں چونکہ اس کا کوئی مقابل نہیں اِس لئے اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں، لہٰذا اے لوگو! تم اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو اور یوں کہو کہ تمام تعریفیں اس اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔ [2]

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٦٤، ٩/٥٣٠، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٤، ٨/٢٠٥-٢٠٦، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٦٥، ٩/٥٣٠، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٥، ٨/٢٠٦، ملتقطاً.

الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ٘ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انھیں پوجوں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ربُّ العالَمین کے حضور گردن رکھوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آئی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں۔

﴿ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ: تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے۔﴾ شانِ نزول: کفارِ مکہ نے جہالت اور گمراہی کی بنا پر اپنے باطل دین کی طرف حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دعوت دی تھی اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ مجھے بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بے شک میرے پاس میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی وحدانیّت پر دلالت کرنے والی روشن دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ربُّ العالَمین کے حضور گردن جھکا کر رکھوں اور اخلاص کے ساتھ اسی کے دین پر قائم رہوں۔ (1)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں نکالتا ہے

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٦، ٤/٧٧، مدارك، غافر، تحت الآية: ٦٦، ص١٠٦٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٦، ٨/٢٠٦-٢٠٧، ملتقطاً.

بچہ پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقرر وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) تا کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔﴾ یعنی اے لوگو! اللّٰہ وہی ہے جس نے تمہاری اصل اور تمہارے جدِّ اعلیٰ، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مٹی سے بنایا پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمہیں نسل در نسل پہلے منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے بنایا، پھر ایک مخصوص مدت کے بعد وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری قوت کامل ہو، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تا کہ بالآخر تم بڑھاپے کی عمر کو پہنچو اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بڑھاپے یا جوانی کو پہنچنے سے پہلے ہی موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ تمہارے ساتھ یہ اس لئے کیا کہ تم زندگی گزارو اور اس لیے کیا کہ تم زندگی کے محدود وقت تک پہنچو اور اس لیے کیا کہ تم اپنے بدلتے احوال میں موجود اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل کو سمجھو اور ایمان لاؤ۔ (1)

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا جبھی وہ ہو جاتا ہے۔

(1)......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٦٧، ٤/ ٧٧-٧٨، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٧، ٨/ ٢٠٧-٢٠٨، جلالين، غافر، تحت الآية: ٦٧، ص٣٩٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے کہ زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہوجا جبھی وہ ہوجاتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ: وہی ہے کہ زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے۔﴾ یعنی اللہ وہی ہے جس کی یہ شان ہے کہ وہی حقیقی طور پر مُردوں کو زندہ کرتا اور زندوں کو موت دیتا ہے اور اس کی قدرت کے کمال کا یہ حال ہے کہ اسے کسی چیز کو وجود عطا کرنے میں نہ کوئی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، نہ کسی مشقت کا سامنا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سامان کی حاجت ہوتی ہے بلکہ اَشیاء کا وجود اس کے ارادہ کا تابع ہے کہ جیسے ہی اس نے کسی چیز کا ارادہ فرمایا وہ چیز حکمِ الٰہی کے مطابق وجود میں آجاتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ-اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اُنھیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو قرآنِ مجید کی واضح آیات کو باطل کرنے کے لئے ان میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ آیتیں ایمان قبول کر لینے کا باعث ہیں اور آیتوں میں جھگڑا کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ روکتی ہیں اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان کے خراب احوال اور کمزور آراء پر تعجب فرمائیے کہ یہ کس طرح قرآن مجید کی آیات اور ان کی تصدیق کرنے سے انہیں جھٹلانے کی طرف پھر رہے ہیں حالانکہ بے شمار ایسے دلائل موجود ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان قبول کر کے قرآنی آیات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیں۔

یاد رہے کہ اس سورت میں 4 مقامات پر قرآنِ کریم کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ ہر مقام پر جھگڑا کرنے والے مختلف لوگوں کا ذکر ہوا اور ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جن آیات میں جھگڑا

کیا گیا وہ مختلف ہوں اور ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ (اس معاملے کی اہمیت کی وجہ سے) تاکید کے طور پر اس کا چار بار ذکر کیا گیا ہو، نیز بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مشرکین مراد ہیں اور بعض کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔[1]

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ﰱ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے جھٹلائی کتاب اور جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا وہ عنقریب جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے کتاب کو اور اسے جھٹلایا جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا، تو وہ عنقریب جان جائیں گے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ: وہ جنہوں نے کتاب کو جھٹلایا۔﴾ یعنی جن کافروں نے قرآنِ کریم کو جھٹلایا اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھیجا اسے بھی جھٹلایا تو عنقریب وہ اپنے جھٹلانے کا انجام جان جائیں گے۔

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جو چیز بھیجی، اس سے مراد یا تو وہ کتابیں ہیں جو پہلے رسول لائے یا وہ حق عقائد ہیں جو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پہنچائے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔[2]

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ

---

1 ……روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٦٩، ٨/٢١٠، طبری، غافر، تحت الآية: ٦٩، ١١/٧٦، ملتقطاً.

2 ……ابو سعود، غافر، تحت الآية: ٧٠، ٤/٤٩٧، جلالين، غافر، تحت الآية: ٧٠، ص٣٩٥، ملتقطاً.

شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝۷۵ۚ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۶

ترجمۂ کنزالایمان: جب اُن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے پانی میں پھر آگ میں دہکائے جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جو تم شریک بتاتے تھے۔ اللّٰہ کے مقابل کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللّٰہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں دہکائے جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جنہیں تم شریک بناتے تھے۔ اللّٰہ کے مقابل، کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللّٰہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اِتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو مغروروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ: جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جھٹلانے والے کافر اس وقت اپنا انجام جان جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ ان زنجیروں سے کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ لوگ آگ میں دہکائے جائیں گے اور وہ آگ باہر سے بھی انہیں گھیرے ہوگی اور ان کے اندر بھی بھری ہوگی، پھر ڈانٹتے ہوئے ان سے فرمایا جائے گا: وہ بت کہاں

گئے جنہیں تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کفار کہیں گے: وہ تو ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئے اور ہمیں کہیں نظر ہی نہیں آتے، بلکہ ہم پر تو یہ واضح ہوا ہے کہ ہم دنیا میں کچھ پوجتے ہی نہ تھے۔ کفار بتوں کی پوجا کرنے کا انکار کر جائیں گے، پھر بت حاضر کئے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے، اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں ظاہر ہوگیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس طرح ان کے بت گم ہوگئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو حق سے گمراہ کرتا ہے۔ اے کافرو! جس عذاب میں تم مبتلا ہو، یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں شرک، بت پرستی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم نعمتوں پر اِتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں! تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو جہنم ان لوگوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جنہوں نے تکبر کیا اور حق کو قبول نہ کیا۔ [1]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۝۷۷

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو اگر ہم تمہیں دکھا دیں کچھ وہ چیز جس کا اُنھیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تمہیں پہلے ہی وفات دیں بہرحال اُنھیں ہماری ہی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو اگر ہم تمہیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کی ہم انہیں وعید سنا رہے ہیں یا تمہیں (پہلے ہی) وفات دیں بہرحال انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی

---

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧١-٧٦، ٤/٧٨، جلالين، غافر، تحت الآية: ٧١-٧٦، ص٣٩٥-٣٩٦، مدارك، غافر، تحت الآية: ٧١-٧٦، ص١٠٦٥، ملتقطاً.

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کفار کے جھگڑوں اور دیگر چیزوں سے آپ کو جو اَذِیَّت پہنچی ہے اس پر صبر فرمائیں، بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے، اور اس عذاب کا کچھ حصہ اگر ہم آپ کی وفات سے پہلے دنیا میں ہی آپ کو دکھا دیں تو وہ آپ ملاحظہ فرمائیں اور اگر ہم انہیں عذاب دینے سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تو آپ آخرت میں کافروں کے عذاب کو ضرور دیکھ لیں گے کیونکہ قیامت کے دن انہیں بہر حال ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا اور شدید عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی کافروں کے عذاب کا کچھ حصہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو دکھایا جیسا کہ جنگِ بدر کے دن کافر مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸ / ۱۰ / ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کے احوال تم سے بیان فرمائے اور کسی کے احوال نہ بیان فرمائے اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کو وہاں خسارہ ہوگا۔

---

1 ……روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ۷۷، ۸/۲۱۴، جلالین، غافر، تحت الآیة: ۷۷، ص۳۹۶، ملتقطاً.

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ کی بعثت سے پہلے بہت سے رسول مختلف امتوں کی طرف بھیجے اوران میں سے کسی کے احوال آپ سے اس قرآن میں صراحت کے ساتھ بیان فرمائے اور کسی کے احوال قرآنِ مجید میں تفصیل اور صراحت کے ساتھ بیان نہ فرمائے۔ اِن تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے نشانی اور معجزات عطا فرمائے، اس کے باوجود ان کی قوموں نے ان سے جھگڑا کیا اور انہیں جھٹلایا اور اس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ گزشتہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس تذکرہ سے مقصود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا ہے کہ جس طرح کے واقعات قوم کی طرف سے آپ کو پیش آرہے ہیں اور جیسی ایذائیں آپ کو پہنچ رہی ہیں پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی یہی حالات گزر چکے ہیں اور جیسے انہوں نے صبر کیا اسی طرح آپ بھی صبر فرمائیں۔ (1)

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: اور کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔﴾ یعنی کفار کے من مانے معجزے کا ظاہر نہ ہونا ایسی چیز نہیں کہ جس کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کیا جاسکے کیونکہ کسی رسول کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کوئی نشانی اور معجزہ لے آئے، لہٰذا اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافروں کے مطالبے کے مطابق آپ کا معجزات نہ دکھانا قابلِ اعتراض نہیں۔ پھر وعید بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب کفار پر عذاب نازل کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں ناحق جھگڑنے اور من چاہے معجزات ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے نبوت پر اعتراض کرنے والوں کو خسارہ ہوگا۔ (2)

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾

1 ......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٤/٧٨، مدارك، غافر، تحت الآية: ٧٨، ص١٠٦٦، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٨/٢١٧، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٩/٥٣٣، ابو سعود، المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٤/٤٩٩، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧٨، ٤/٧٨-٧٩، ملتقطاً.

وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو اور اُن پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا انکار کروگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر تم سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا انکار کروگے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ: **اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے۔**﴾ اس سے پہلی آیات میں کافروں کے لئے وعید بیان ہوئی اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی اَشیاء بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے کسی پر تم سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لیے ان چوپایوں میں سواری اور گوشت کھانے کے علاوہ بھی کتنے ہی فائدے ہیں کہ تم ان کا دودھ اور اُون وغیرہ اپنے کام میں لاتے ہو اور ان کی نسل سے نفع اٹھاتے ہو اور وہ چوپائے اس لئے بنائے تاکہ تم اپنے سفروں میں اپنے وزنی سامان ان کی پیٹھوں پر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاؤ اور تم خشکی کے سفروں میں ان چوپایوں پر اور دریائی سفروں میں کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی وہ نشانیاں دکھاتا ہے جو اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ نشانیاں ایسی ظاہر و باہر

ہیں کہ ان کے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی کون سی نشانی کا انکار کرو گے۔ (1)

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اُنھوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت اور زمین میں نشانیاں اُن سے زیادہ تو ان کے کیا کام آیا جو اُنھوں نے کمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا، وہ ان سے تعداد میں زیادہ اور قوت اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے زیادہ قوی تھے تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا؟

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا کفارِ قریش نے زمین میں سفر نہ کیا تا کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، وہ لوگ ان کفارِ قریش سے تعداد میں بھی کثیر تھے اور ان کی جسمانی طاقت بھی ان سے زیادہ تھی اور زمین میں محل اور عمارتوں کے اعتبار سے بھی وہ ان سے زیادہ قوی تھے تو انہوں نے جو کمایا وہ ان کے کیا کام آیا؟ معنی یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ (عاد اور ثمود وغیرہ کی) زمین میں سفر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ سرکش منکروں کا کیا انجام ہوا اور وہ کس طرح ہلاک و برباد ہوئے اور ان کی تعداد، ان کی طاقت اور ان کے مال کچھ بھی ان کے کام نہ آ سکے۔ (2)

---

1 ......تفسير كبير، المؤمن، تحت الآية: ٧٩-٨١، ٩/٥٣٤، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٧٩-٨١، ٤/٧٩، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٨٢، ٨/٢١٩-٢٢٠، خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٨٢، ٤/٧٩، ملتقطاً.

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ان کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا اور انھیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے ،تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس (دنیا کا) علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے۔﴾ یعنی سابقہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس ان کے رسول عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام روشن دلیلیں اور معجزات لے کر آئے ،تو وہ اپنے پاس موجود علم پر ہی خوش رہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے علم کی طرف مائل نہ ہوئے ،اسے حاصل کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ اس کو حقیر جانا اور اس کی ہنسی بنائی اور اپنے علم کو پسند کرتے رہے۔

یہاں کافروں کے علم سے مراد ان کے دُنْیَوی علوم ہیں جیسے پیشوں ،صنعتوں ،ستارہ شناسی ،منطق اور فلسفہ وغیرہ کا علم ،یا اس سے مراد ان کے فاسد عقائد اور باطل شُبہات ہیں ،جیسے وہ کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا ، قیامت قائم نہیں ہوگی ،اعمال کا حساب ہونے کی کوئی حقیقت نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا وغیرہ اور یہ در حقیقت علم نہیں بلکہ جہالت ہے اور اس پر علم کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ کافر اسے اپنے گمان میں علم سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ۔آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑانے اور ان کے علوم کو حقیر جاننے کی بنا پر کافروں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے ۔(1)

دُنْیَوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کمتر خیال کرنا کفار کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دُنْیَوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کم تر خیال کرنا اور دین کی بجائے دنیا کا علم

(1)......خازن، حم المؤمن، تحت الآية: ٨٣، ٧٩/٤، روح البيان، المؤمن، تحت الآية: ٨٣، ٢٢٠/٨، ملتقطاً.

حاصل ہونے پر نازاں ہونا اور اسے اپنے لئے کافی سمجھنا کفار کا پسندیدہ لیکن خدا کی بارگاہ میں ناپسندیدہ طریقہ ہے اور سابقہ زمانوں میں بھی اس طرح ہوتا آیا ہے کہ منطق اور فلسفہ میں مہارت کا دعویٰ کرنے والے لوگ اپنے علم کی وجہ سے خود کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم سے بے پرواہ سمجھا کرتے تھے اور کچھ ایسا ہی حال آج کے غیر مسلم یا ان کے اندھے مُقلِّد سائنس دانوں کا ہے کہ ان کے نزدیک قرآنِ مجید کے بیان کردہ حقائق سے زیادہ سائنسی خیالات سچے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَاؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۹ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے اُن سے منکر ہوئے۔ تو ان کے ایمان نے اُنھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو بولے، ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہوئے۔ تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر جب سابقہ جھٹلانے والی امتوں نے دنیا میں ہمارا شدید عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس ایمان کے ذریعے ان کا انکار کرتے ہیں جنہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کی پوجا

کرتے تھے ان سے بیزار ہوئے ،تو جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اس وقت ان کا ایمان قبول کرنا ان کے کام نہ آیا اور اللہ تعالیٰ کا جو دستور اس کے بندوں میں گزر چکا وہ یہی ہے کہ نزولِ عذاب کے وقت ایمان لانا نفع مند نہیں ہوتا اور اس وقت ایمان قبول نہیں کیا جاتا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ رسولوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب کافروں نے عذاب دیکھا تو اس وقت ان کا نقصان اور خسارے میں رہنا اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔[1]

1......روح البیان، المؤمن، تحت الآیة: ٨٤-٨٥، ٨/٢٢١، خازن، حم المؤمن، تحت الآیة: ٨٤-٨٥، ٤/٧٩، ملتقطاً.

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 6 رکوع، 54 آیتیں، 796 کلمے اور 3350 حروف ہیں۔[2]

"حٰمٓ اَلسَّجدہ" نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کا ایک نام "حٰمٓ اَلسَّجدہ" ہے اور حٰمٓ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی اور "اَلسَّجْدَہ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آیت نمبر 38 آیتِ سجدہ ہے اور "حٰمٓ اَلسَّجدہ" کہنے کی وجہ سے یہ سورت حٰمٓ سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں سے ممتاز ہوگئی۔ دوسرا نام "فُصِّلَتْ" ہے، اور یہ نام اس کی آیت نمبر 3 میں مذکور کلمہ "فُصِّلَتْ" سے ماخوذ ہے۔

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کی فضیلت

حضرت خلیل بن مُرَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سورۂ تَبٰرَکَ اور سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کی تلاوت کئے بغیر نیند نہیں فرماتے تھے۔[3]

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......خازن، تفسير سورة فصلت، ٤/٧٩.

2 ......خازن، تفسير سورة فصلت، ٤/٧٩.

3 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان ... الخ، فصل فی فضائل السور و الآيات، ذكر الحواميم، ٢ / ٤٨٥، الحديث: ٢٤٧٩.

کی رسالت، قرآنِ پاک کے اللہ تعالٰی کی کتاب ہونے، مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس کی ابتداء میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہوئی ہے، عربی زبان میں ہے، اللہ تعالٰی کی قدرت و وحدانیّت کے دلائل کو تفصیل سے بیان کرنے والی ہے، خوشخبری دینے والی اور ڈر سنانے والی ہے۔

(2)......قرآنِ پاک کے بارے میں مشرکین کا موقف بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ مشرکین قرآنِ پاک میں غور وفکر کرنے سے اِعراض کرتے ہیں، نیز حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ایک بشر ہیں اور انہیں اللہ تعالٰی نے اس وحی کے ساتھ خاص فرمالیا ہے جس میں اللہ تعالٰی کی وحدانیّت کا اعلان ہے، کافروں کی سزا اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا کی وضاحت ہے۔

(3)......کفر کرنے پر مشرکین کا رد کیا گیا، زمین و آسمان کی تخلیق سے اللہ تعالٰی کی وحدانیّت پر اِستدلال کیا گیا اور اللہ تعالٰی کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کی گئی سابقہ قوموں جیسا عذاب نازل ہونے سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا۔

(4)......قیامت کے حساب کا خوف دلایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن انسان کے اَعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

(5)......اللہ تعالٰی کی اطاعت پر صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی، قرآنِ مجید کے ہدایت اور شفاء ہونے کے بارے میں بتایا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ جو نیک عمل کرے گا وہ اپنی جان کے لئے ہی کرے گا اور جو برے عمل کرے گا تو وہ خود ہی ان کی سزا پائے گا۔

(6)......اللہ تعالٰی کی عظیم قدرت اور علم کے بارے میں بتایا گیا اور یہ بتایا کہ آسانی ملنے پر فخر وتکبر کرنا اور مصیبت وسختی آنے پر گریہ وزاری کرنا عمومی طور پر لوگوں کی فطرت ہے۔

سورۂ مومن کے ساتھ مناسبت

سورۂ حٰمٓ **السَّجدہ** کی اپنے سے ماقبل سورت ''مؤمن'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی

ابتداء میں قرآنِ مجید کا وصف بیان کیا گیا ہے اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑنے والے مشرکین کی سرزنش کی گئی اور انہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اُتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ ۔ (یہ قرآن) بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنْزِیْلٌ: نازل کیا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں قرآنِ مجید کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قرآنِ پاک اُس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا ہوا ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مُفَصَّل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ عربی قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔

﴿ كِتٰبٌ: ایک کتاب ہے۔﴾اس آیت میں قرآنِ کریم کے پانچ اَوصاف بیان کئے گئے ہیں،

(1)......**یہ کلام ایک کتاب ہے۔** کتاب اسے کہتے ہیں جو کئی مضامین کی جامع ہو اور قرآنِ کریم چونکہ اَوّلین وآخرین کے علوم کا جامع ہے اس لئے اسے کتاب فرمایا گیا۔

(2)......**اس کلام کی آیتیں تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔** یعنی قرآنِ پاک کی آیتیں مختلف اَقسام کی ہیں جن میں احکام، مثالوں، وعظ ونصیحت، وعدہ اور وعید وغیرہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(3)......**یہ کلام قرآن ہے۔** یہ ایسا کلام ہے جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی آیتیں باہم مَربوط اور ملی ہوئی ہیں، نیز یہ بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔

(4)......**اس کلام کی زبان عربی ہے۔** اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان بہت فضیلت اور اہمیت کی حامل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ قرآن نہیں لہٰذا نماز میں صرف ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہ ہوگی۔

(5)......قرآنِ مجید کا عربی میں ہونا ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معانی کو سمجھ سکیں۔ ایک تفسیر کے اعتبار سے اس آیت میں قرآنِ مجید کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اس کی آیتیں عرب والوں کے لئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اہلِ عرب کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہ ہم زبان ہونے کی وجہ سے اس کے معانی کو کسی واسطے کے بغیر سمجھ سکتے ہیں جبکہ دیگر زبانوں سے تعلق رکھنے والوں کو قرآنِ کریم کے معانی سمجھنے کے لئے واسطے کی حاجت ہے۔[1]

بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو اُن میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تو ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔

[1]......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٣، ٥٣٨/٩، جلالین مع صاوی، فصلت، تحت الآیة: ٣، ١٨٣٩/٥، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٣، ٢٢٦/٨، ملتقطاً.

﴿بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا: خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔﴾ یعنی قرآنِ مجید کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دینے والا اور اس کے نافرمانوں کو عذاب کا ڈر سنانے والا ہے۔ ایسی عظمت و شان والی کتاب ملنے کے باوجود کفارِ مکہ میں سے اکثر نے اس سے منہ پھیر لیا اور عربی زبان میں ہونے کے باوجود اس میں غور وفکر نہ کیا اور وہ اسے توجہ سے سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: ہمارے دل اُس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

﴿وَ قَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں توحید اور ایمان کی جو دعوت دے رہے ہیں ہم اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس بات سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے جس کی وجہ سے بہرے ہیں اور آپ کی بات ہمارے سننے میں نہیں آتی۔ اس سے مشرکوں کی مراد یہ تھی کہ آپ ہم سے ایمان اور توحید کو قبول کرنے کی توقُّع نہ رکھئے، ہم کسی طرح ماننے والے نہیں اور نہ ماننے میں ہم اس شخص کی طرح ہیں جو نہ سمجھتا ہو، نہ سنتا ہو۔ مشرکوں نے مزید یہ کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان دینی مخالفت ہے، اس لئے ہم آپ کی بات ماننے والے نہیں، تو تم اپنے دین پر رہو، ہم اپنے دین پر قائم ہیں اور تم سے ہمارا کام بگاڑنے کی جو کوشش ہو سکے وہ کرو، ہم بھی تمہارے خلاف جو ہو سکے

گا کریں گے۔[1]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں، میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ (اے لوگو!) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے خرابی ہے۔

﴾قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں۔﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے تمام مخلوق سے زیادہ مُعزّز اور دو عالَم کے سردار! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر فرما دیں کہ میں آدمی ہونے میں ظاہری طور پر تم جیسا ہوں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سنی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر جنس کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچتی ہے، نہ تمہارے سننے میں آتی اور میرے تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ ہے، اگر میری بجائے کوئی دوسری جنس کا فرد جیسے جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں، نہ ان کی بات سننے میں آتی ہے اور نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکتے ہیں، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی رکاوٹ ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں، کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا ہوں تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی

[1] ……روح البیان ، حم السجدة ، تحت الآیة : ٥، ٨/٢٢٧ ، خازن ، فصلت ، تحت الآیة: ٥، ٤/٨٠، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ٥، ص١٠٦٨، ملتقطاً.

ہے،اس لئے میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی راہ سے نہ پھرو اور اس سے اپنے فاسد عقائد اور اعمال کی معافی مانگو اور یاد رکھو کہ مشرکوں کیلئے خرابی اور ہلاکت ہے۔ (1)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بَشریَّت

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ظاہری لحاظ سے ''اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' فرمانا اس حکمت کی وجہ سے ہے کہ لوگ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں، نیز آپ کا یہ فرمان تواضُع کے طور پر ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کا منصب بلند ہونے کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو روا نہیں کہ وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بَشریَّت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ (2)

نوٹ: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشریت سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت نمبر 110 کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ: وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال

1......ابو سعود، السجدة، تحت الآية: ٦، ٥ / ٥٠٢، خازن، فصلت، تحت الآية: ٦، ٤ / ٨٠، خزائن العرفان، حم السجدة، تحت الآية: ٦، ص٨٧٨-٨٧٩، ملتقطاً۔

2......خزائن العرفان، حم السجدة، تحت الآية: ٦، ص٨٧٩، ملخصاً۔

ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ ''یہاں زکوٰۃ سے مراد (اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ اس سے مراد) توحید کا معتقد ہونا اور ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ'' کہنا ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مشرکین وہ لوگ ہیں جو توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے باز نہیں رکھتے۔

(2)......حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول یہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ مشرکین زکوٰۃ کے فرض ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا اقرار نہیں کرتے۔

(3)......حضرت مجاہد اور حضرت ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا قول یہ ہے کہ (یہاں زکوٰۃ کا اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ) زکوٰۃ سے مراد اپنے اعمال کا تزکیہ کرنا (اور ایمان قبول کر کے انہیں شرک کی نجاست سے پاک کرنا) ہے۔[1]

نوٹ: اس آیت کی تفسیر میں ان تین کے علاوہ مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

امام عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ''یہاں آیت میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے کو آخرت کے انکار کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو مال بہت پیارا ہوتا ہے تو جب وہ مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے گا تو یہ اس کی اِستقامت، اِستقلال، صدق اور نیت کے اخلاص کی مضبوط دلیل ہوگی۔ نیز اس آیت میں ضمنی طور ان مسلمانوں کو بھی خوف دلایا گیا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ زکوٰۃ نہ دینا ایسا برا فعل ہے کہ اسے قرآنِ کریم میں مشرکین کے اَوصاف میں ذکر کیا گیا ہے۔[2]

﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں مشرکوں کا ایک اور جرم بیان کیا گیا کہ وہ آخرت کے منکر ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھنے اور اعمال کی جزا ملنے کے قائل نہیں۔[3]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۠ ﴿٨﴾

ع ۱۵ / ۸

1 ......البحر المحيط، فصلت، تحت الآية: ٧، ٧/٤٦٤.

2 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٧، ص١٠٦٩، ملخصاً.

3 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٧، ٤/٨٠.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہے۔

﴿**اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جو ایمان لائے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں کے لئے وعید بیان ہوئی اور اس آیت میں ایمان والوں کے لئے وعدہ کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہے جو مُنقطع نہ ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت بیماروں، اپاہجوں اور ان بوڑھوں کے حق میں نازل ہوئی جو عمل اور طاعت کے قابل نہ رہے، انہیں اب بھی وہی اجر ملے گا جو تندرستی کے زمانے میں عمل کرنے پر ملا کرتا تھا۔[1]

مسلمانوں کے نیک اعمال کا ثواب بیماری اور بڑھاپے وغیرہ میں مُنقطع نہیں ہوتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے) مسلمانوں کو ان کے نیک اعمال کا بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان تندرستی اور صحت کے اَیّام میں کوئی نیک عمل پابندی کے ساتھ کیا کرتا تھا، پھر بیماری، معذوری یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے وہ نیک عمل نہ کرسکا تو ان اَیّام میں عمل نہ کرنے کے باوجود اسے اسی نیک عمل کا ثواب ملتا رہے گا، یہ مضمون کثیر اَحادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے، ان میں سے تین اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب کوئی بندہ بیمار ہوجائے یا کسی سفر پر جائے تو اسے اس کے ان نیک اعمال کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت کے اَیّام میں اور حالتِ اقامت میں کیا کرتا تھا۔[2]

(2)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب بندہ عبادت کے اچھے راستے پر ہوتا ہے، پھر بیمار ہوجاتا ہے تو اس پر مقرر فرشتے سے کہا جاتا ہے: تم اس کی تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھتے رہو یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اسے اپنے پاس بلالوں۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۸، ۵۴۳/۹.

2 ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامة، ۳۰۸/۲، الحدیث: ۲۹۹۶.

3 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه تعالی عنهما، ٦٤٨/۲، الحدیث: ٦۹۱۲.

(3)......حضرت عتبہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مومن کا اپنی بیماری پر بے قرار ہونا تعجب خیز ہے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری میں کتنا ثواب ہے تو وہ یہ چاہے گا کہ ساری زندگی بیمار ہی رہے، پھر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آسمان کی طرف سر اٹھا کر مسکرائے تو آپ سے عرض کی گئی: آپ آسمان کی طرف دیکھ کر کیوں مسکرائے؟ ارشاد فرمایا: ’’مجھے دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا، وہ نماز پڑھنے کی ایک جگہ میں وہاں نماز پڑھنے والے کو ڈھونڈ رہے تھے، جب اس جگہ وہ نمازی نہیں ملا تو فرشتے واپس چلے گئے، پھر انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیرے فلاں بندے کا نیک عمل دن رات لکھتے تھے، اب ہمیں معلوم ہوا کہ تو نے اسے اپنی (تقدیر کی) رسی سے باندھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’تم میرے بندے کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو وہ دن رات کیا کرتا تھا اور اس میں کوئی کمی نہ کرو اور میں نے جتنے دن اسے روک لیا ہے ان دنوں کا اجر میرے ذمہ کرم پر ہے اور جو عمل وہ کیا کرتا تھا اس کا اجر اسے ملتا رہے گا۔ (1)

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًاؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَۚ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تم اس (اللہ) کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کیلئے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 6 میں بتایا گیا کہ لوگوں کا معبود صرف ایک ہے اور اب اس آیت سے یہ بتایا جارہا ہے کہ معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: ابراهيم، ٢/١١، الحديث: ٢٣١٧.

وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں سے ارشاد فرما دیں کہ کیا تم اس عظمت وشان والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرکے اس کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے اتنی بڑی زمین کو صرف دو دن میں بنا دیا اور تم بتوں اور بے جان مورتیوں کو ایسی قدرت اور حکمت والے رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس کا کوئی شریک ہونا ممکن ہی نہیں اور وہ سارے جہانوں کا رب ہے تو اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک کس طرح ہوسکتا ہے۔ یاد رکھو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ سب اس کی مخلوق اور اس کی مِلکیَّت ہیں۔ [1]

نوٹ: یاد رہے کہ زمین کو دو دن میں پیدا فرمانا حکمت کے پیشِ نظر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی ہے کہ وہ چاہتا تو ایک لمحے سے بھی کم میں پوری زمین بنا دیتا۔

وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىٕلِيْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں (یہ سب) چار دنوں میں (ہوا۔) سوال کرنے والوں کے لئے درست جواب ہے۔

﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا: اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور دریا، نہریں، درخت، پھل اور طرح طرح کے حیوانات وغیرہ پیدا کرکے اس میں برکت رکھی اور زمین میں بسنے والے انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے ان کی روزیاں مقرر کردیں، یہ سب کچھ چار دنوں میں ہوا اور جو لوگ زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کرنے والے ہیں ان

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ۹، ۹/۵۴۳-۵۴۴، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۹، ۸/۲۳۲، ملتقطاً.

کے لئے یہ پورے چار دن ہیں۔ [1]

نوٹ: یادر ہے کہ یہاں چار دنوں میں وہ دو دن شامل ہیں جن میں زمین کو پیدا کیا گیا یعنی دو دن میں زمین کی پیدائش ہوئی اور دو دن میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، یوں یہ مکمل چار دن ہوئے۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًاؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ (١١)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور آسمان دھواں تھا تو اللّٰہ نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ: پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا۔﴾ اس آیت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......زمین کی تخلیق کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق آسمان کو پیدا کرنے کی طرف قصد فرمایا۔

آیت کے اس حصے سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ پہلے زمین اور اس پر موجود دیگر چیزوں کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد آسمانوں کو پیدا کیا گیا جبکہ سورۂ نازعات کی آیت نمبر 27 تا 32 میں یہ مذکور ہے کہ پہلے آسمانوں کو پیدا کیا گیا اس کے بعد زمین کو پھیلایا گیا اور اس میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، ان دونوں سورتوں کی آیات میں بیان کی گئی چیزیں بظاہر ایک دوسرے کے مخالف نظر آتی ہیں اور اس ظاہری اختلاف کو دور کرنے کے لئے مفسرین نے مختلف جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک واضح جواب یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے پہلے دو دن زمین کو گول دائرے کی صورت میں پیدا فرمایا، پھر اس کے بعد آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا، تو تمام چیزوں کی تخلیق 6

[1]......خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ١٠، ٤/٨٠-٨١، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ١٠، ٨/٢٣٣-٢٣٤، ملتقطاً۔

دنوں میں ہوئی اور زمین کو پھیلانا اس کے بعد ہوا، لہٰذا ان آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ [1]

(2)......آیت میں دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ آسمان دھواں تھا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دھواں پانی کا بخارتھا اور اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں حرکت پیدا فرمائی (اور موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں) تو اس سے جھاگ پیدا ہوئی اور اس جھاگ سے دھواں نکلا، پھر جھاگ تو پانی کی سطح پر باقی رہی اور اس سے خشکی پیدا کی گئی اور اس خشکی سے زمین کو بنایا گیا، جبکہ دھواں بلند ہوا اور اس سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔ [2]

(3)......اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین دونوں سے فرمایا کہ تم خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اے آسمان اور زمین! میں نے تم میں جو مَنافع اور مَصالح پیدا فرمائے ہیں انہیں لے آؤ اور میری مخلوق کے لئے انہیں ظاہر کردو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کردو اور اپنی ہواؤں اور بادلوں کو جاری کردو اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نہروں کو رواں کردو اور اپنے درختوں اور پھلوں کو نکال دو اور یہ کام خوشی سے کرو یا ناخوشی سے (تمہیں بہر حال ایسا کرنا ہے) آسمان اور زمین نے عرض کی: ہم خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔ [3]

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُنھیں پورے سات آسمان کردیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے اور

1 ......صاوی، فصلت، تحت الآیة: ١٢، ١٨٤٣/٥.

2 ......جمل، فصلت، تحت الآیة: ١٢، ٩/٧.

3 ......تفسیر قرطبی، فصلت، تحت الآیة: ١١، ٢٤٩/٨، الجزء الخامس عشر.

ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اللہ نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے اور ہم نے سب سے نیچے والے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور حفاظت کے لیے۔ یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے جو غالب، علم والا ہے۔

﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ: تو اللہ نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنادیا۔﴾ اس آیت میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)...... جب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے کا قصد فرمایا تو اس نے دو دن میں سات آسمان بنادیئے۔ یہ کل چھ دن ہوئے جن میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔

(2)...... اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں وہاں کے رہنے والوں کو طاعت وعبادت اور امر و نہی کے احکام بھیج دیئے،

(3)...... اللہ تعالیٰ نے سب سے نیچے والے آسمان کو جو زمین سے قریب ہے چراغ کی طرح روشن ہونے والے ستاروں سے آراستہ کیا اور باتیں چرانے والے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لیے ستارے بنائے۔

(4)...... یہ بہترین نظام اس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو سب پر غالب اور اپنی مخلوق اور ان کی حرکات وسکنات کا علم رکھنے والا ہے۔ (1)

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٢، ٤/٨٢، مدارك، فصلت، تحت الآية: ١٢، ص١٠٧٠-١٠٧١، جلالين، فصلت، تحت الآية: ١٢، ص٣٩٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ جب رسول اُن کے آگے پیچھے پھرتے تھے کہ اللّٰه کے سوا کسی کو نہ پوجو بولے ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اُتارتا تو جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اُسے نہیں مانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ایک کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ جب ان کے آگے اور ان کے پیچھے رسول ان کے پاس آئے (اور کہا) کہ اللّٰه کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا: پھر اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰه تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے بیان کے بعد بھی اگر کفارِ مکہ ایمان لانے سے اِعراض کریں تو آپ ان سے فرما دیں ’’میں تمہیں ایسے ہَولناک اور ہلاک کر دینے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا قومِ عاد اور ثمود پر اس وقت آیا تھا جب ان قوموں کے رسول ہر طرف سے ان کے پاس آتے تھے اور ان کی ہدایت کی ہر تدبیر عمل میں لاتے اور انہیں ہر طرح نصیحت کرتے اور سمجھاتے تھے کہ اللّٰه تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو ان کی قوم کے کافر ان کی نصیحتوں کے جواب میں یوں کہتے تھے کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ہماری نصیحت کے لئے تمہاری بجائے فرشتوں کو اتارتا اور تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ قومِ عاد اور ثمود کا یہ کہنا حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے تھا جنہوں نے ایمان کی دعوت دی۔[1]

سورۂ حٰمٓ السَّجدہ کی آیات سن کر عتبہ بن ربیعہ کا حال

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت نے جن میں ابو جہل وغیرہ سردار بھی تھے یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا شخص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کلام کرنے کے لئے بھیجا جائے جو شعر، جادو اور،

[1]……روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ١٣-١٤، ٨/٢٤١-٢٤٢، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ١٣-١٤، ص١٠٧١، ملتقطاً.

کہانت میں ماہر ہو، چنانچہ اس کے لئے عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب ہوا اور عتبہ نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبد اللّٰہ؟ آپ کیوں ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں؟ کیوں ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتاتے ہیں؟ اگر آپ کو حکومت کرنے کا شوق ہو تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیتے ہیں اور آپ کے جھنڈے لہراتے ہیں، اگر عورتوں کا شوق ہو تو قریش کی جو لڑکیاں آپ پسند کریں ان میں سے دس لڑکیاں ہم آپ کے نکاح میں دے دیتے ہیں، اگر مال کی خواہش ہو تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے جو آپ کی نسلوں سے بھی بچ رہے گا۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ تمام گفتگو خاموشی سے سنتے رہے اور جب عتبہ اپنی تقریر کر کے خاموش ہوا تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہی سورت حٰمٓ اَلسَّجدہ پڑھی، جب آپ اس آیت "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ" پر پہنچے تو عتبہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دہنِ مبارک پر رکھ دیا اور آپ کو رشتے داری اور قرابت کا واسطہ دے کر قسم دلائی اور ڈر کر اپنے گھر بھاگ گیا۔ جب قریش کے لوگ اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ خدا کی قسم! محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) جو کہتے ہیں نہ وہ شعر ہے، نہ جادو ہے اور نہ کہانت کیونکہ میں ان چیزوں کو خوب جانتا ہوں اور میں نے ان کا کلام سنا، جب انہوں نے آیت "فَاِنْ اَعْرَضُوْا" پڑھی تو میں نے ان کے دہنِ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں قسم دی کہ بس کریں اور تم جانتے ہی ہو کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہی ہو جاتا ہے، ان کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوتی، اس لئے مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہونے لگے۔ (1)

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ

1 ……بغوی، فصلت، تحت الآیۃ: ١٤، ٤/٩٧، ٩٨.

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور اور کیا اُنھوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ اور کیا انہوں نے اس بات کو نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

﴿فَاَمَّا عَادٌ: تو وہ جو عاد تھے۔﴾ اس سے پہلے قومِ عاد کا اِجمالی طور پر ذکر ہوا اور اب یہاں سے ان کا حال اور انجام کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد کے لوگ بڑے طاقتور اور شہ زور تھے لیکن اس کے ساتھ ناحق تکبر بھی کیا کرتے تھے، جب حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے اپنی قوت پر غرور کرتے ہوئے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور اگر عذاب آیا تو ہم اسے اپنی طاقت سے ہٹا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ لوگ غافل ہیں اور ان لوگوں نے اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا اور قدرت والا ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ قومِ عاد کا حال یہ تھا کہ وہ ہماری اُن آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کرتے تھے جو ہم نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل فرمائیں تو ہم نے اُن پر اُن کی شامت کے دنوں میں بارش کے بغیر انتہائی ٹھنڈی

ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ اس کے ذریعے ہم دنیا کی زندگی میں انہیں رسوا کردینے والا عذاب چکھائیں اور بیشک انہیں آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ دنیا کے عذاب سے زیادہ رُسوا کُن ہے اور وہاں ان کی کوئی بھی مدد نہ ہوگی۔[1]

کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں

یہاں آیت نمبر 16 میں منحوس دنوں کا ذکر ہوا، اس سلسلے میں یاد رہے کہ کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں البتہ جس وقت، دن یا مہینے میں کوئی گناہ کیا جائے یا اس میں گناہگاروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو تو وہ گناہ اور عذاب کے اعتبار سے گناہگار کے حق میں منحوس ہے، جیسا کہ حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زمانے کے اجزاء اپنی اصل حقیقت میں برابر ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں البتہ ان اجزاء میں جو نیکی یا گناہ واقع ہو اس میں فرق کی وجہ سے زمانے کے اَجزاء میں فرق ہوتا ہے، تو جمعہ کا دن نیک کام کرنے والے کے اعتبار سے سعادت مندی کا دن ہے اور گناہ کرنے والے کے اعتبار سے (اس کے حق میں) منحوس ہے۔[2]

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مسلمان مطیع (یعنی اطاعت گزار مسلمان) پر کوئی چیز نَحس (یعنی منحوس) نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد (یعنی مبارک) نہیں، اور مسلمان عاصی کے لئے اس کا اسلام سعد ہے۔ طاعت بشرطِ قبول سعد ہے۔ مَعصِیَت بجائے خود نَحس ہے، اگر رحمت و شفاعت اس کی نحوست سے بچا لیں بلکہ نحوست کو سعادت کردیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) ''اُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ'' (ترجمہ: ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔) (تو یہ الگ بات ہے) بلکہ کبھی گناہ یوں سعادت ہو جاتا ہے کہ بندہ اس پر خائف و ترساں و تائب و کوشاں رہتا ہے، وہ دُھل گیا اور بہت سی حَسنات مل گئیں، باقی کواکب (یعنی ستاروں) میں کوئی سعادت و نحوست نہیں، اگر ان کو خود مؤثّر جانے مشرک ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے، ورنہ ان کی رعایت ضرور خلافِ توکُّل ہے۔[3]

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں: ماہِ صفر کو لوگ منحوس

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآیة: ١٥-١٦، ٤/٨٣، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ١٥-١٦، ٨/٢٤٣-٢٤٤، ملتقطاً.
2 ......روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ١٦، ٨/٢٤٤.
3 ......فتاویٰ رضویہ، ۲۱/ ۲۲۳-۲۲۴۔

جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے ،لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نَحس مانی جاتی ہیں اور ان کو ''تیرہ تیزی'' کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔حدیث میں فرمایا کہ''صفر کوئی چیز نہیں۔''یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے، اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں 3، 13، 23، 8، 18، 28 کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لَغْو بات ہے۔[1]

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

ع ۲ / ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور رہے ثمود انھیں ہم نے راہ دکھائی تو انھوں نے سوجھنے پر اندھے ہونے کو پسند کیا تو انھیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا سزا اُن کے کئے کی۔ اور ہم نے انھیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔ اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

﴿وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ: اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی۔﴾ اس سے پہلے قومِ ثمود کا اِجمالی تذکرہ ہوا اور اب یہاں سے ان کی عملی حالت اور انجام کی کچھ تفصیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک قومِ ثمود کا معاملہ ہے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی اور نیکی اور بدی کے طریقے ان پر ظاہر فرمائے لیکن انہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کے اندھے پن کو پسند کیا اور ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کیا تو ان

[1] ...... بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، متفرقات، ۳/۶۵۹۔

کے شرک، نبی کو جھٹلانے اور گناہوں کی وجہ سے انہیں ذلیل کر دینے والے عذاب کی کڑک نے آ لیا اور وہ ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے اور ہم نے کڑک کے اس ذلیل کر دینے والے عذاب سے ان لوگوں کو بچا لیا جو حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور وہ شرک اور خبیث اعمال کرنے سے ڈرتے تھے۔[1]

حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب کی 3 کَیْفِیّات

قرآنِ مجید میں حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب کو بیان کرتے ہوئے ایک آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کو چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔

اور تیسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔

ان تینوں آیات میں باہم کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان میں عذاب کی جدا جدا کَیْفِیّات بیان ہوئی ہیں، یعنی تینوں اَسباب ہی وقوع پذیر ہوئے، لہٰذا قومِ ثمود کی ہلاکت کو ان میں کسی کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔

وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ١٧-١٨، ٤/٨٣، مدارك، فصلت، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١٠٧٢، ملتقطاً.

2 ......اعراف:٧٨.

3 ......هود:٦٧.

4 ......حم السجده:١٧.

مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کے اگلوں کو روکیں گے یہاں تک کہ پچھلے آملیں۔ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور اُن کے چمڑے سب اُن پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کے پہلوں کو روکا جائے گا حتّٰی کہ بعد والے ان سے آملیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (سب) آگ کے پاس آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

﴾وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ: اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے۔﴿ گزشتہ آیات میں کفار کے دُنْیَوی عذاب کا بیان ہوا اور اب یہاں سے کفار کا اُخروی عذاب بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا ذکر فرمائیں جب قیامت کے دن پہلے اور بعد والے تمام کافروں کو انتہائی ذلت کے ساتھ ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور ان میں سے جو کافر دوزخ کے کنارے پر پہنچ جائیں گے انہیں روک دیا جائے گا یہاں تک کہ پیچھے رہ جانے والے کفار ان کے پاس آجائیں، اور جب یہ کافر جہنم کے کنارے پہنچ جانے والے کافروں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول اٹھیں گے اور انہوں نے ان اعضا سے دنیا میں جو جو عمل کئے ہوں گے وہ سب بتا دیں گے۔ (1)

(1)……تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ۹/۵۵۵، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ۸/۲۴۷، مدارک، فصلت، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ص۱۰۷۳، ملتقطاً۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَاؕ-قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ(۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللّٰہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اُسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اس اللّٰہ نے بولنے کی قوت بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ بنایا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

﴾وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ: اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے۔﴿ جب کفار کے اَعضا ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اعمال بتا دیں گے تو وہ حیران ہو کر اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کھالیں کہیں گی: ہمارا بولنا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ ہمیں بولنے پر اس اللّٰہ تعالیٰ نے قدرت اور قوت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے، اس لئے اس کی دی ہوئی قوت سے ہم نے تمہارے تمام برے اعمال کو کچھ چھپائے بغیر بیان کر دیا اور اس اللّٰہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمہیں پہلی بار بنانے اور تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنی سزا کی طرف لوٹانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسے قادر رب تعالیٰ کا ہمیں بولنے کی طاقت دے دینا کوئی عجیب بات نہیں۔[1]

آیت میں ان لوگوں کے شبہ کا بھی جواب دیدیا جو یہ سوچیں کہ اَعضاء کیسے بولیں گے؟ تو فرمایا کہ اعضاء کو بولنے کی طاقت وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دے گا جس نے سب کو بولنے کی طاقت دی تو جو زبان جیسے ایک چھوٹے سے عضو کو بولنے کی طاقت دے سکتا ہے وہ دیگر اعضاء کو بھی بولنے کی طاقت دے سکتا ہے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢١، ص١٠٧٣، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢١، ٢٤٨/٨، ملتقطاً.

جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ: اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو کہا جائے گا کہ اے کافرو! تم چھپ کر گناہ کرتے تھے لیکن اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں اور تمہیں تو اس کا گمان بھی نہ تھا کیونکہ تم تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے سرے ہی سے قائل نہ تھے اور تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے وہ کام نہیں جانتا جو تم چھپا کر کرتے ہو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''کفار یوں کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کی باتیں جانتا ہے اور جو ہمارے دلوں میں ہے اسے نہیں جانتا۔ (2)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بَیْتُ اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے، یہ بہت موٹے اور جسیم تھے اور ان کے دلوں میں سمجھ بوجھ بہت کم تھی، ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سن رہا ہے؟ دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں گے تو وہ سنے گا اور اگر آہستہ باتیں کریں گے تو وہ نہیں سنے گا۔ ایک اور نے کہا: اگر وہ ہماری زور سے کی ہوئی باتیں سن سکتا ہے تو وہ ہماری آہستہ سے کی ہوئی باتیں بھی سن سکتا ہے۔ تب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (3)

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٢٢، ٤/٨٤، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢٢، ص١٠٧٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٢٢، ٤/٨٤.

3 ......صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة حم السجدة، باب وذلكم ظنّكم الذى ظننتم بربّكم...الخ، ٣/٣١٩، الحديث: ٤٨١٧.

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

﴿وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ: اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا۔﴾ یعنی اے خدا کے دشمنو! اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جاننے کی نسبت کرنا تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر کیا ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمام کُلِّیّات اور جُزئِیّات کا علم رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور اے کافرو! اسی برے گمان نے تمہیں جہنم میں ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اب تم کامل نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھنا کافروں کا طریقہ ہے اور برا گمان رکھنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا جو ہلاک ہونے والے اور نقصان اٹھانے والے ہیں، برے گمان کی مثال یہ ہے کہ سچی توبہ کرکے بندہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف نہیں فرمائے گا، اپنی اولاد کو اس لئے قتل کر دے کہ پتا نہیں، اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے یا نہیں اور دعا کرنے کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا بھی ہے یا نہیں وغیرہ۔ اچھے گمان کی مثال یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا اور اس کے گناہ بخش دے گا، رزق کے اسباب اختیار کرنے کے بعد یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرمائے گا اور دعا کرنے کے بعد اس کی

1 ......روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۳، ۸/۲۵۰، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۳، ۴/۸۴، ملتقطاً۔

قبولیت کی امید رکھنا وغیرہ، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھنے سے بچے اور اچھا گمان رکھے، ترغیب کے لئے یہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا اور اچھا گمان رکھنے کے بارے میں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھنا بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔[1] (یہ برے گمان کی خاص اَقسام کے اعتبار سے ہے۔)

(2)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے کسی شخص کو ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔[2]

(3)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک اچھی عبادت ہے۔[3]

(4)......ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت یزید بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ان سے پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ انہوں نے کہا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ہلاکت قریب نظر آتی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَر اور گھر والوں نے بھی کہا، اَللّٰہُ اَکْبَر۔ حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ساتھ برا گمان رکھنے سے بچنے اور اچھا گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

امید اور خوف کے درمیان رہنے میں ہی سلامتی ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب

---

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٣٦٤، الحديث: ١٤٦٩.

2 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب الامر بحسن الظنّ باللّٰه تعالى عند الموت، ص١٥٣٨، الحديث: ٨١ (٢٨٧٧).

3 ......ترمذی، احاديث شتّى، ١٣٦-باب، ٥/٣٤٨، الحديث: ٣٦٢٠.

4 ......شعب الايمان، الثانی عشر من شعب الايمان... الخ، ٢/٦، الحديث: ١٠٠٦.

سے ہی بے خوف ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اور نہ ہی اس کے عذاب اور اس کی سزا سے بے خوف ہو جائے بلکہ اسے چاہئے کہ امید اور خوف کے درمیان رہے کہ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانے والوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جانے والوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے امید رکھنے اور اپنے عذاب سے خوفزدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اگر وہ (آگ پر) صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ اللہ کو راضی کرنا چاہیں گے تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن سے اللہ راضی ہے۔

﴿فَاِنْ یَّصْبِرُوْا: پھر اگر وہ صبر کریں۔﴾ یعنی پھر اگر وہ جہنم میں عذاب پر صبر کریں اور فریاد کرنا، رونا دھونا بند کر دیں تو بھی ان کا ٹھکانہ آگ ہی ہے اور یہ صبر بھی ان کے لئے کارآمد نہیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی دور کرنا چاہیں اور اس کے لئے کتنی ہی منت سماجت کرلیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوگا اور انہیں کسی طرح عذاب سے رہائی نہیں ملے

1 ......سورۂ یوسف: ۸۷.

2 ......اعراف: ۹۹.

گی ،لہٰذا ان کے حق میں صبر کرنا اور فریاد کرنا دونوں برابر ہیں اور ان دونوں سے انہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔[1]

وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ۠ (۲۵)

ع ۳ / ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن پر کچھ ساتھی تعینات کیے اُنھوں نے اُنھیں بھلا کر دکھایا جو اُن کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور ان پر بات پوری ہوئی ان گروہوں کے ساتھ جو اُن سے پہلے گزر چکے جنّ اور آدمیوں کے بے شک وہ زیاں کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کردیئے تو ان ساتھیوں نے کافروں کی نظر میں ان کے اگلے اور ان کے پچھلے (اعمال) کو خوبصورت بنادیا اور ان پر بات ثابت ہوچکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

﴿وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ : اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کردیئے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کیلئے شیطانوں میں سے کچھ ساتھی مقرر کردیئے جنہوں نے ان کے لئے دنیا کی زیب و زینت ،اور نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ،تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی اور شیطانوں نے انہیں یہ وسوسہ ڈالا کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، نہ حساب، نہ عذاب ،بس چَین ہی چَین ہے ،تو اس کی وجہ سے کفار آخرت کو جھٹلانے لگے۔ ان کافروں پر بھی اس عذاب کی بات پوری ہوگئی ہے جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافر جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہوچکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے ،اسی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوئے۔[2]

---

1 ……مدارك، فصلت، تحت الآية: ٢٤، ص١٠٧٣، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٢٤، ٨/٢٥٠، ملتقطاً.

2 ……خازن،فصلت،تحت الآية:٢٥، ٤/٨٤، مدارك،فصلت،تحت الآية:٢٥،ص١٠٧٣-١٠٧٤، روح البيان،حم السجدة، تحت الآية: ٢٥، ٨/٢٥١، ملتقطاً.

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شوروغل مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ: اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکینِ قریش کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ قرآنِ پاک کی تاثیر سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ لوگوں کو دل جمعی کے ساتھ قرآن پاک سننے نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی عادت یہی تھی کہ جس وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو شور مچانا شروع کر دیتے، سیٹیاں بجاتے، اور طرح طرح سے آوازیں بلند کرتے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت نہ سن سکیں کیونکہ اگر انہوں نے اس کو دل جمعی سے سن لیا تو ایمان لے آئیں گے۔ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک کی تاثیر سے کفار بھی خوف زدہ تھے۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ میں تھے۔ جب قرآن پڑھتے تھے تو اپنی آواز بلند کرتے تھے جبکہ مشرکین لوگوں کو آپ سے دور بھگاتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت فضول شوروغل کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔(1)

فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِیْهَا

---

1 ......درمنثور، فصلت، تحت الآیة: ۲۵، ۷/۳۲۰، ۳۲۱.

دَارُ الْخُلْدِؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بے شک ہم اُن کے بُرے سے بُرے کام کا اُنہیں بدلہ دیں گے۔ یہ ہے اللّٰہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ اس میں اُنھیں ہمیشہ رہنا ہے سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دیں گے۔ یہ اللّٰہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے۔ ان کیلئے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے (یہ) اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

﴿فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا: تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے۔﴾ کفارِ مکہ کے طرزِ عمل کو بیان کرنے کے بعد اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں شدید عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اس وقت جو کافر فضول شور وغل کرنے کا کہتے اور کرتے ہیں انہیں اور تمام کافروں کو ہم ایسا سخت عذاب چکھائیں گے جس کی سختی کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا اور بیشک ہم انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ دیں گے اور کفر کا بدلہ سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اللّٰہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کیلئے جہنم میں ایک گھر ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کہیں اور منتقل نہ ہو سکیں گے اور یہ سخت عذاب اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ان کی تلاوت ہوتی سن کر فضول شور وغل کیا کرتے تھے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کا دشمن، اللّٰہ تعالیٰ کا دشمن ہے کہ ان کافروں نے قرآن کی آواز روکنی چاہی تو انہیں اللّٰہ تعالیٰ کا دشمن قرار دیا گیا۔

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۲۷-۲۸، ۹/۵۵۹، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۲۷-۲۸، ۸/۲۵۲-۲۵۳، ملتقطاً.

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافر بولے اے ہمارے رب ہمیں دکھا وہ دونوں جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ ہر نیچے سے نیچے رہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر (جہنم میں جاکر) کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں (گروہ) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ (آج) ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے (روند) ڈالیں تاکہ وہ (جہنم میں) سب سے نیچے والوں میں سے ہوجائیں۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافر کہیں گے۔﴾ یعنی جب کافروں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس میں یوں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں شیطان جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو خوبصورت بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا اور وَسْوَسے ڈال کر ہمیں آخرت کو جھٹلانے کی طرف مائل کیا اور یوں ہمیں گمراہ کر دیا، تاکہ آج آگ کے اندر ہم ان سے انتقام لیتے ہوئے انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیں اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہم سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے ہوجائیں اور ہمیں گمراہ کرنے کی سزا پائیں۔(1)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰه ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ

---

1 ……روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٢٩، ٨/٢٥٣، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٢٩، ٤/٨٥، مدارک، فصلت، تحت الآیة: ٢٩، ص١٠٧٤، ملتقطاً.

ڈرواور نہ غم کرواور خوش ہواس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب **اللہ** ہے پھراس پرثابت قدم رہےان پرفرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرواور نہ غم کرواوراس جنت پرخوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ: بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب **اللہ** ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کافروں کے لئے وعیدیں بیان ہوئیں اوراب یہاں سے ایمان والوں کے لئے وعدہ کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اوراس کی وحدانیّت کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے، پھروہ اس اقراراوراس کے تقاضوں پرثابت قدم رہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اترتے ہیں اورانہیں یہ بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم آخرت میں پیش آنے والے حالات سے نہ ڈرواوراہل وعیال وغیرہ میں سے جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے اس کا نہ غم کرواوراس جنت پرخوش ہوجاؤ جس کا تم سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مُقدّس زبان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔(1)

اِستقامت کے معنی

اس آیت میں اِستقامت کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں اِستقامت کے بارے میں دو اَحادیث اور خلفائے راشدین کے اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت پڑھی "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" پھر آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ کہا، یعنی ہمارا رب اللہ ہے، پھران میں سے اکثر کافر ہوگئے۔ تو جو شخص اسی قول (کہ ہمارا رب اللہ ہے) پرڈٹا رہا حتّٰی کہ مرگیا، وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پرثابت قدم رہے۔(2)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٣٠، ٨/٢٥٤-٢٥٥.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة حم السجدة، ٥/١٦٨، الحدیث: ٣٢٦١.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیے کہ میں آپ کے بعد کسی اور سے (اس بارے میں) سوال نہ کروں۔ ارشاد فرمایا ’’تم کہو: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس (اقرار) پر ثابت قدم رہو۔‘‘[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا گیا: اِستقامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ اَمر و نہی (یعنی احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے) پر قائم رہے اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہِ فرار اختیار نہ کرے۔

حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ عمل میں اخلاص پیدا کرے۔

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ بندہ فرائض (کو پابندی کے ساتھ) ادا کرے۔[2]

ان اَحادیث اور اَقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے اقرار اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے پر ثابت قدم رہے۔

مؤمن کو دی جانے والی بشارت کا مقام

اس آیت میں فرشتوں کی طرف سے مومن کو بشارت دیئے جانے کا بھی ذکر ہوا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور مومن کو آخرت میں پیش آنے والے اَحوال یا ایمان سَلب ہونے کا خوف اور اہل وعیال کے چھوٹنے کا یا گناہوں کا غم نہ کرنے کا کہتے اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جب مومن قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں یہ بشارت دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مومن کو تین بار بشارت دی جاتی ہے ایک موت کے وقت، دوسری قبر میں اور تیسری قبروں سے اٹھنے کے وقت۔[3]

ایک قول یہ ہے کہ ایمان والوں پر فرشتے اترتے ہیں اور انہیں دینی اور دُنْیَوی جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان میں اُن کی اس چیز کے ساتھ امداد کرتے ہیں جو ان کے سینوں کو کشادہ کر دے اور اِلہام کے ذریعے ان کے خوف اور غم

1 ......مسلم، كتاب الايمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ص٤٠، الحديث: ٦٢(٣٨).
2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٠، ٨٥/٤.
3 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٣٠، ص١٠٧٥، خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٠، ٨٥/٤، ملتقطاً.

کو اسی طرح دور کر دیتے ہیں۔ (1)

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُکُمْ وَ لَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

ع ۴ ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ بخشنے والے، مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔

﴿نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ: ہم تمہارے دوست ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ایمان والوں کو جنت کی بشارت دینے کے ساتھ یہ کہیں گے کہ ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا کی زندگی میں ہم تمہاری حفاظت کرتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ رہیں گے اور جب تک تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ تب تک تم سے جدا نہ ہوں گے اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ کرامت، نعمت اور لذّت ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ یہ اس رب تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے جو بڑے بڑے گناہوں کو بخشنے والا، گناہوں کو اپنی رحمت سے نیکیوں میں تبدیل فرما دینے والا اور اطاعت گزار مومنوں پر خاص رحم فرمانے والا ہے۔ (2)

جنتی نعمتوں کے بارے میں ایک حدیثِ پاک

یہاں جنت کی نعمتوں کے بارے میں ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنتی اپنی مجلس میں ہوں گے کہ ان کے لیے جنت

1 ......روح المعانی، فصلت، تحت الآیة: ۳۰، ۱۲/۵۱۰۔

2 ......جلالین، فصلت، تحت الآیة: ۳۱-۳۲، ص۳۹۹، خازن، فصلت، تحت الآیة: ۳۱-۳۲، ۴/۸۵-۸۶، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۳۱-۳۲، ۸/۲۵۶-۲۵۷، ملتقطاً۔

کے دروازے پر ایک نور ظاہر ہوگا۔ وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ جلوہ فرما ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''اے جنّتیو! مجھ سے مانگو۔ وہ عرض کریں گے: ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہم سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''میری رضا نے ہی تو تمہیں میرے اس گھر میں اتارا ہے اور تمہیں یہ عزت دی ہے، تو تم مجھ سے (کچھ اور) مانگو۔ جنتی عرض کریں گے: ہم تجھ سے مزید نعمتوں کا سوال کرتے ہیں۔ تو انہیں سرخ یاقوت کے گھوڑے عطا کیے جائیں گے جن کی لگامیں سبز زَبَرجَد اور سرخ یاقوت کی ہوں گی، وہ جنتی ان پر سوار ہوں گے اور وہ گھوڑے اپنے قدم حدِ نگاہ پر رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ درختوں کو حکم دے گا تو ان پر پھل آجائیں گے اور جنتیوں کے پاس حورِعین آئیں گی، جو کہیں گی: ہم نرم و نازک ہیں اور ہم سخت نہیں ہیں، ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم پر موت نہیں آتی اور معزز لوگوں کی بیویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کستوری کے ٹیلے کو حکم دے گا جو سفید اور مہکتا ہوگا، تو وہ ان پر خوشبو بکھیر دے گا جسے مثیرہ کہتے ہیں یہاں تک کہ فرشتے انہیں جنتِ عدن میں لے جائیں گے جو جنت کا وسط ہے۔ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، لوگ حاضر ہو گئے ہیں، تو کہا جائے گا: صادقین کو خوش آمدید! اطاعت گزاروں کو خوش آمدید! تو ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور رحمٰن کے نور سے لطف اٹھائیں گے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''تم اپنے محلات کی طرف تحائف کے ساتھ واپس لوٹ جاؤ۔ وہ اس حال میں واپس لوٹیں گے کہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فرمان ''نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ'' کا یہی مفہوم ہے۔[1]

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

1 ......البعث و النشور للبيهقي، باب قول الله عزّوجل: و للذين احسنوا الحسنى و زيادة، ص٢٦٢، الحديث: ٤٤٨، حلية الاولياء، ذكر طوائف من النساك والعباد، الفضل بن عيسى الرقاشي، ٦/٢٢٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے جو اَقوال ذکر فرمائے گئے، ان سے معلوم ہوتا تھا کہ کفار سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوتِ حق سے بہت زیادہ منہ موڑتے ہیں، جیسے کافروں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔ [1] اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم آپ کی بات کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کی دی ہوئی دلیل کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یونہی کافروں نے اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ’’اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شور وغل کرو۔ [2] اور اب گویا کہ یہاں سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافروں نے اگرچہ آپ سے بہت دل آزاری والی باتیں کی ہیں لیکن آپ ان کی باتوں اور جاہلانہ حرکتوں کی پرواہ نہ فرمائیں اور مسلسل تبلیغ فرماتے رہیں کیونکہ دینِ حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت اور سب سے اہم اطاعت ہے اور اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ [3]

یہاں دعوت دینے والے سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول تو یہی ہے کہ اس سے مراد حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ مومن مراد ہے جس نے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی دعوت کو قبول کیا اور دوسروں کو نیکی کی دعوت دی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ آیت مُؤَذِّنوں کے حق میں نازل ہوئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقے پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے، وہ اس آیت میں داخل ہے۔ [4]

---

1 ......حم السجدہ:٥.
2 ......حم السجدہ:٢٦.
3 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٣، ٩/٥٦٢، ملتقطاً.
4 ......خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ٣٣، ٤/٨٦.

اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے مَراتب

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے کئی مرتبے ہیں،

پہلا مرتبہ: انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا دعوت دینا، کیونکہ یہ معجزات، حجتوں، دلیلوں اور تلوار سبھی طریقوں کے ساتھ لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ مرتبہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرا مرتبہ: علماءِ کرام کا دعوت دینا۔ یہ فقط حجتوں اور دلائل کے ساتھ لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور علماء تین طرح کے ہوتے ہیں (1) اللّٰہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت رکھنے والے، (2) اللّٰہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھنے والے، (3) اللّٰہ تعالیٰ کے احکام کو جاننے والے۔

تیسرا مرتبہ: مجاہدین کا دعوت دینا۔ یہ کفار کو تلوار کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ان سے جہاد کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہو جائیں اور طاعت قبول کر لیں۔

چوتھا مرتبہ: اذان دینے والوں کا ہے، کیونکہ یہ اذان دے کر لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت یعنی نماز کے لئے بلاتے ہیں۔ (1)

مُبَلِّغ کے لئے باعمل ہونا ضروری ہے

اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ ’’اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللّٰہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنے کی دعوت دے رہا ہے وہ خود بھی اللّٰہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔ یاد رہے کہ بے عمل مُبَلِّغ اللّٰہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا مُستحق ہوسکتا ہے، جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللّٰہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

---

1 ......روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٣٣، ٨/٢٥٨، تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٣٣، ٩/٥٦٣، ملتقطاً.

2 ......الصف: ٢، ٣.

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعِرفان: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یونہی بے عمل مُبَلِّغ قیامت کے دن جہنم کے عذاب میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے، جیسا کہ حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنت والوں میں سے کچھ لوگ جہنم والوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف جائیں گے تو ان سے کہیں گے: اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! ہم تو اسی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئے جو تم ہمیں سکھاتے تھے لیکن تم کس وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے: ہم جو (تمہیں) کہتے تھے وہ خود نہیں کرتے تھے۔ [2]

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے نکل کر بکھر جائیں گی اور وہ ان کے ساتھ اس طرح چکر کاٹ رہا ہوگا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ جہنمی اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا بات ہے؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: (کیوں نہیں!) میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیک عمل نہیں کرتا تھا اور میں تمہیں تو برے کاموں سے روکتا تھا لیکن خود برے کام کرتا تھا (اسی وجہ سے مجھے جہنم میں ڈال دیا گیا ہے)۔ [3]

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں معراج کی رات ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ سے بنی ہوئی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جارہے تھے، میں نے کہا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ کی امت میں سے وہ لوگ ہیں جو خطیب (یعنی عالم، واعظ اور شاعر) تھے، یہ لوگوں کو تو نیک کام کرنے کا حکم دیتے لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے

1 ......بقرہ: ٤٤.

2 ......معجم الكبير، من اسمه وليد، وليد بن عقبة بن ابى معيط... الخ، ١٥٠/٢٢، الحديث: ٤٠٥.

3 ......بخارى، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانّها مخلوقة، ٣٩٦/٢، الحديث: ٣٢٦٧.

تھے حالانکہ یہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے، تو کیا انہیں عقل نہیں تھی۔ [1]

لہٰذا ہر مُبَلِّغ کو چاہئے کہ لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی نیک کام کرے اور برے کاموں سے باز رہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نیک اور باعمل مُبَلِّغ بننے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا ذریعہ

یاد رہے کہ کسی بھی مُبَلِّغ کے کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا بنیادی ذریعہ اس کا باعمل ہونا ہے کیونکہ جو مُبَلِّغ خود باعمل ہے تو اس کے حال سے یہ ظاہر ہو رہا ہوہے کہ اس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر انداز ہو رہا ہے اور جو مُبَلِّغ خود بے عمل ہے تو اس کے حال سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر نہیں کر رہا اور جب اس کے کلام کا یہ حال ہے تو وہ دوسروں پر کیسے اثر انداز ہوگا، اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو پورا کرے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اِجتناب کرے اور نیک اعمال کے ساتھ مُتَّصِف ہو کر (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے تو اس کی بات مانی جائے گی اور اس کا کلام دلوں میں اثر بھی کرے گا اور جس کا حال اس کے برخلاف ہو تو نہ اس کی بات مانی جائے گی اور نہ ہی اس کا کلام دلوں میں اثر کرے گا کیونکہ جس کا کلام اس کی اپنی ذات پر اثر انداز نہیں ہو رہا تو اس کے علاوہ کسی اور پر بدرجہ اَولیٰ اثر نہیں کرے گا۔ [2]

لہٰذا اس اعتبار سے بھی ہر مُبَلِّغ کے لئے باعمل ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے کلام میں اللہ تعالیٰ تاثیر پیدا فرما دے اور لوگ اس کی نصیحت و ہدایت سن کر راہِ راست پر آنا شروع ہو جائیں۔

مسلمان ہونے کا فقط زبان سے اقرار نہ ہو بلکہ دل میں اس کا اعتقاد بھی ہو

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ''اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں'' اس سے متعلق یاد رہے کہ یہ کہنا فقط زبان سے نہ ہو بلکہ دل سے دینِ اسلام کا اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ بے شک میں مسلمان ہوں، کیونکہ سچا کہنا یہی ہے [3]۔ [4]

1 ......شرح السنه، كتاب الرقاق، باب وعيد من يأمر بالمعروف ولا يأتيه، ٣٦٢/٧، الحديث: ٤٠٥٤.

2 ......تفسير صاوى، فصلت، تحت الآية: ٣٣، ١٨٥١/٥.

3 ......خزائن العرفان، حٰم السجدة، تحت الآية: ٣٣، ص٨٨٤، ملخصاً۔

4 ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہوجائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہوجائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی تو اس وقت وہ ایسا ہوجائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔

﴿ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ: اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ نیکی اور گناہ برابر نہیں بلکہ نیکی خیر ہے اور گناہ شر (اور خیر وشر برابر نہیں ہوسکتے۔) دوسرا معنی یہ ہے کہ نیکیوں کے مَراتب برابر نہیں بلکہ بعض نیکیاں دوسری نیکیوں سے اعلیٰ ہیں، اسی طرح گناہوں کے مَراتب برابر نہیں بلکہ بعض گناہ دوسرے گناہوں سے بڑے ہیں تو لوگوں میں بڑے مرتبے والا وہ ہے جو بڑی بڑی نیکیاں کرتا ہے اور بدتر مرتبے والا وہ ہے جو بڑے بڑے گناہ کرتا ہے۔[1]

آیت ” وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......نیکی ہر حال میں ہی نیکی ہے خواہ وہ معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق ہو یا نہ ہو اور برائی، برائی ہی ہے چاہے وہ رسم و رواج کے مطابق ہو۔

(2)......صحیح عقیدے والا اور برے عقیدے والا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو مثلاً

1......جلالین مع صاوی، فصلت، تحت الآیة: ٣٤، ٥/١٨٥٢.

غصے کو صبر سے، لوگوں کی جہالت کو حلم سے اور بدسلوکی کو عَفْو و درگزر سے کہ اگر تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کر دے، تو اس خصلت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن دوستوں کی طرح تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ **شانِ نزول:** کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کی شدید عداوت کے باوجود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زَوجیّت کا شرف عطا فرمایا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سچے محبت کرنے والے اور آپ کے جاں نثار صحابی بن گئے۔ [1]

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اَخلاق

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اَخلاق میں برائی کو بھلائی سے ٹال دینے کی انتہائی عالی شان مثالیں موجود ہیں، ان میں سے یہاں دو واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت **عبداللّٰہ** بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب (غزوۂ اُحد میں) رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے والے مبارک دانت شہید ہوئے اور آپ کا چہرۂ انور لہولہان ہو گیا تو عرض کی گئی: یارسولَ **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کے خلاف دعا فرمائیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا "بے شک **اللّٰہ** تعالٰی نے مجھے طعنے دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے دعوت دینے والا اور رحمت فرمانے والا بنا کر بھیجا ہے، (پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی) اے **اللّٰہ**! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم کو (دینِ اسلام کی) ہدایت دے کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں۔ [2]

حضرت علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک پر غور کرو کہ اس میں کس قدر فضیلت، درجات، احسان، حُسنِ خُلق، بے انتہا صبر اور حلم جیسے اَوصاف جمع ہیں کیونکہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صرف ان سے خاموشی اختیار کرنے پر ہی اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان (زخم دینے والوں) کو معاف بھی فرما دیا، پھر شفقت و محبت فرماتے ہوئے ان کے لئے یہ دعا بھی فرمائی کہ اے **اللّٰہ**! عَزَّوَجَلَّ، ان کو ہدایت دے، پھر اس شفقت و رحمت کا

---

1 ......جلالين، فصلت، تحت الآية: ٣٤، ص٣٩٩، خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٤، ٨٦/٤، ملتقطاً.

2 ......شعب الايمان،الرابع عشر من شعب الايمان...الخ،فصل في حدب النبي صلى الله عليه وسلم على امّته...الخ، ١٦٤/٢، الحديث: ١٤٤٧.

سبب بھی بیان فرمادیا کہ یہ میری قوم ہے، پھر ان کی طرف سے عذر بیان فرمادیا کہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ [1]

بد کریں ہر دم برائی تم کہو ان کا بھلا ہو

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے، اتنے میں ایک اَعرابی ملا اور اس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چادر کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا یہاں تک کہ میں نے حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کندھے پر زور سے چادر کھینچے جانے کی وجہ سے رگڑ کا نشان دیکھا۔ اس اَعرابی نے کہا: اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اللہ تعالیٰ نے جو مال آپ کو دیا ہے وہ میرے ان اونٹوں پر لاد دو کیونکہ آپ نہ مجھے اپنے مال سے دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے والد کے مال سے دیتے ہیں۔ سیّد العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش رہے اور صرف اتنا فرمایا کہ مال تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے اور میں تو اس کا بندہ ہوں، پھر ارشاد فرمایا کہ اے اَعرابی: کیا تم سے اس کا بدلہ لیا جائے جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں؟ اَعرابی نے عرض کی: کیونکہ آپ کی یہ عادتِ کریمہ ہی نہیں کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے لیں۔ اس کی یہ بات سن کر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا: ''اس کے ایک اونٹ کو جَو سے اور دوسرے کو کھجور سے بھر دو۔ [2]

دینِ اسلام کی شاہکار تعلیم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اَخلاقیات کی انتہائی اعلیٰ، جامع اور شاہکار تعلیم دی گئی ہے کہ برائی کو بھلائی سے ٹال دو جیسے کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرو، کوئی جہالت اور بیوقوفی کا برتاؤ کرے تو اس پر حِلم و بُردباری کا مظاہرہ کرو اور اپنے ساتھ بدسلوکی ہونے پر عَفْو و درگُزر سے کام لو، اسی سے متعلق یہاں دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ملاقات کی اور عرض کی کہ مجھے افضل اعمال کے بارے میں بتائیے۔ ارشاد فرمایا ''جو تجھے محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو

1......الشفاء، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا الحلم، ص١٠٦، الجزء الاول.

2......بخاری، کتاب الادب، باب التبسم و الضحک، ١٢٤/٤، الحدیث: ٦٠٨٨، الشفاء، القسم الاول، الباب الثانی، فصل وامّا الحلم، ص١٠٨، الجزء الاول.

تم سے رشتہ داری توڑے تم اس کے ساتھ رشتہ داری جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ مال میں کوئی کمی نہیں کرتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرمائے گا۔ [2]

یعنی صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت وغیرہ کے ذریعے اضافہ کرتا ہے اور بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود کسی کا قصور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں بلندی عطا فرماتا ہے۔

وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْاۚ-وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔

﴿ **وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا: اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے۔** ﴾ یعنی برائیوں کو بھلائیوں سے ٹال دینے جیسی عظیم خصلت کی دولت ان لوگوں کو ہی ملتی ہے جو تکلیفوں اور مصیبتوں وغیرہ پر صبر کرتے ہیں اور یہ دولت اسے ہی ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے۔ [3]

اچھے اَخلاق والا ہونا بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اَخلاق والا ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اچھے اخلاق اپنانے کی کوشش کرے، ترغیب کے لئے یہاں اچھے اخلاق کے 4 فضائل ملاحظہ ہوں،

1......معجم الکبیر، ما اسند عقبة بن عامر... الخ، ابو امامة الباھلی عن عقبة بن عامر، ۲۷۰/۱۷، الحدیث: ۷۴۰.
2......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۶۹(۲۵۸۸).
3......خازن، فصلت، تحت الآیة: ۳۵، ۸۶/۴، تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ۳۵، ۵۶۵/۹، ملتقطاً.

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو اَخلاق کے اعتبار سے ان میں سب سے اچھا ہے۔[1]

(2)......حضرت اسامہ بن شریک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منیٰ کی مسجد میں تھے تو ان کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے عرض کی: انسان کو عطا کی جانے والی بہترین چیز کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا'' اچھا خُلق۔[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: '' اچھا خلق خطا کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے سورج جمے ہوئے پانی کو پگھلا (کر اس کا جمنا ختم کر) دیتا ہے۔[3]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے جس شخص کی صورت اور اَخلاق کو اچھا بنایا اور اسے اسلام (قبول کرنے) کی توفیق دی اسے وہ جنت میں داخل فرمادے گا۔[4]

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو اچھے اَخلاق والا اور باعمل بننے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللّٰہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللّٰہ کی پناہ مانگ۔ بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

1......ابو داؤد، كتاب السنّة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٤/ ٢٩٠، الحديث: ٤٦٨٢.

2......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/ ١١٧، الحديث: ٣٦٧.

3......شعب الايمان، السابع والخمسون من شعب الايمان... الخ، ٦/ ٢٤٧، الحديث: ٨٠٣٦.

4......جامع الاحاديث، قسم الاقوال، حرف الميم، الميم مع النون، ٧/ ١٩٤، الحديث: ٢١٨٣٦.

﴿ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ: اوراگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے۔ ﴾ یعنی اے انسان! اگر شیطان تجھے برائیوں پر ابھارے اوراس نیک خصلت سے اوراس کے علاوہ اور نیکیوں سے مُنْحَرِف کرنے کی کوشش کرے تواس کے شر سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اوراپنی نیکیوں پر قائم رہ اور شیطان کی راہ اختیار نہ کر، اللّٰہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا، بیشک وہی تمہارے پناہ طلب کرنے کو سننے والا اور تمہارے احوال کو جاننے والا ہے۔ (1)

غصہ ختم کرنے کا ایک طریقہ

یاد رہے کہ غصہ آنے کا ایک سبب شیطان کا وسوسہ ڈالنا ہے اور جب کسی انسان کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ ’’اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمُ ‘‘ پڑھ لے، اس سے اِنْ شَآءَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ غصہ ختم ہو جائے گا، جیسا کہ حضرت سلیمان بن صرد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب دو شخصوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا تو ان میں سے ایک کو شدید غصہ آ گیا، اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر وہ اسے پڑھ لیتا تو ضرور اس کا غصہ چلا جاتا (وہ کلمہ یہ ہے) ’’اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمُ ‘‘ اس شخص نے عرض کی: کیا آپ مجھے مجنون گمان کرتے ہیں؟ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللّٰہ کی پناہ مانگ۔ بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ (2)

غصے پر قابو پانے کے دو فضائل

موضوع کی مناسبت سے یہاں غصے پر قابو پانے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......جلالين ، فصلت ، تحت الآية : ٣٦، ص٣٩٩، خازن، فصلت، تحت الآية: ٣٦، ٤/ ٨٦، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٣٦، ص١٠٧٥-١٠٧٦، ملتقطاً.

2 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم السجدة، عمل دفع الغضب عن الغضبان، ٣/ ٢٣٠، الحديث: ٣٧٠١.

''وہ شخص زور آور نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، زور آور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔''[1]

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنے غصہ کے تقاضے کو پورا کرنے پر قادر ہو، اس کے باوجود وہ اپنے غصے کو ضبط کر لے تو قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے گا: تم حورِ عین میں سے جس حور کو چاہو لے لو۔''[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں غصے سے بچائے اور غصہ آنے کی صورت میں اس پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

غصہ کرنے کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات

یہاں حدیثِ پاک کی مناسبت سے غصہ کرنے کے دینی اور دُنْیَوی 6 نقصانات ملاحظہ ہوں،

(1)......غصہ کرنے والا صبر، عاجزی اور اِنکساری جیسے عظیم اوصاف سے محروم ہو جاتا ہے۔

(2)......عمومی طور پر غصہ اسی شخص کو آتا ہے جس میں تکبر، فخر اور غرور کا مادہ پایا جاتا ہے۔

(3)......غصے کی حالت میں انسان اللّٰہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت نہیں کر پاتا اور انہیں توڑ کر اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4)......غصہ کرنے سے بندے کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور اگر بلڈ پریشر کا مریض غصہ کرے تو اسے فالج بھی ہو سکتا ہے اور اس کے دماغ کی رگ بھی پھٹ سکتی ہے اور یہ دونوں جان لیوا اَمراض میں سے ہیں۔

(5)......غصہ کرنے سے لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے جس سے رشتے داریاں ختم ہو جاتی ہیں اور بندہ مخلص دوستوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

(6)......غصے کی حالت میں بعض اوقات انسان ایسے کام کر جاتا ہے جو اس کے لئے مستقل پریشانی اور ڈپریشن کا سبب بن جاتے ہیں، جیسے غصے کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دینا یا کسی کو قتل کر دینا وغیرہ۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں غصہ کرنے سے بچنے اور غصہ آ جانے کی صورت میں اسے دور کرنے کے اِقدامات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ٤/١٣٠، الحدیث: ٦١١٤.

2......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً، ٤/٣٢٥، الحدیث: ٤٧٧٧.

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے اُنھیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن اور سورج اور چاند سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهِ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 33 میں بیان ہوا کہ سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے اور اب اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ،قدرت اور حکمت پر دلالت کرنے والی چیزوں کو بیان کیا جا رہا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اس کی ذات وصفات پر دلالت کرنے والی چیزوں کو بیان کرنے کے ذریعے بھی ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات، دن، سورج اور چاند سب اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی رَبوبیّت اور وحدانیّت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، تو تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو کیونکہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے حکم سے مُسَخَّر ہیں اور جو اس طرح مُسَخَّر ہو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا اور تم اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے رات، دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے اور وہی سجدہ اور عبادت کا مستحق ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ (1)

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ

(1)......تفسیر کبیر،فصلت،تحت الآیة:۳۷، ۹/۵۶۵-۵۶۶، خازن،فصلت،تحت الآیة:۳۷، ۴/۸۶، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۳۷، ۸/۲۶۵، ملتقطاً.

لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿٣٨﴾ السجدة

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور اُکتاتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں۔

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا: تو اگر یہ تکبر کریں۔﴾ یعنی اگر کفار اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عظیم دلائل دیکھ لینے کے باوجود بھی غرور وتکبر کریں تو پھر بھی اللّٰہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کفار کے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے یہ نہیں ہوگا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد وثنا کرنے والے ختم ہو جائیں گے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے پیدا کردہ فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرنے میں مصروف ہیں اور وہ پاکی بیان کرنے سے تھکتے بھی نہیں، لہٰذا اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرنا لوگوں کیلئے باعثِ شرف ہے، نہ کہ خدا کو اس کا کوئی فائدہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰىؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو زمین کو دیکھے بے قدر پڑی پھر ہم نے جب اس پر پانی اُتارا تروتازہ ہوئی اور بڑھ چلی بے شک جس نے اُسے جلایا ضرور مُردے جلائے گا بے شک وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو لہلہانےلگتی ہےاور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً: اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مُطلَق ہونے اور خاص طور پر قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کی ایک نشانی اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ تم لوگ زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس پر بارش ہوتی ہے تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے ،تو جو ذات اس مردہ زمین میں زندگی پیدا کر کے اس سے پھل اور سبزیاں نکالنے پر قادر ہے بے شک وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں تو کیا جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امان سے آئے گا۔ تم جو چاہو کرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیتوں میں

بیان ہوا کہ اللہ تعالٰی کے دین کی طرف بلانا بہت بڑا منصب اور بہت اعلیٰ مرتبہ ہے، پھر بیان ہوا کہ اللہ تعالٰی کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل بیان کر کے بھی اللہ تعالٰی کے دین کی طرف بلایا جاتا ہے اور اب یہاں سے اللہ تعالٰی کی آیتوں کے بارے میں ٹیڑھی راہ چلنے والوں کو ڈانٹا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے، تو کیا وہ مُلحِد کافر جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ سچے عقیدے والا مومن جو قیامت میں امان سے آئے گا، بے شک یہ مومن ہی بہتر ہے، اور جب تم نے جان لیا کہ آگ میں ڈالا جانے والا اور قیامت کے دن امان پانے والا دونوں آپس میں برابر نہیں تو اب تمہاری مرضی ہے کہ تم چاہے وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے یا وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں قیامت کے دن امان نصیب ہو اور ان میں سے جس کام کو چاہو دوسرے پر ترجیح دو کیونکہ تمہارے کاموں کا نفع یا نقصان تمہیں ہی ہوگا اور یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالٰی تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔[1]

اللہ تعالٰی کی آیتوں میں اِلحاد کی مختلف صورتیں

مفسرین نے اللہ تعالٰی کی آیتوں میں اِلحاد کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے 3 صورتیں درج ذیل ہیں،

(1)......قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل بیان کرنے میں صحیح اور سیدھی راہ سے عدول اور اِنحراف کرتے ہوئے انہیں باطل معانی پر محمول کرنا۔

(2)......قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں ایسی باتیں کرنا یا انہیں سن کر ایسا کام کرنا جو ان کی شان کے لائق نہیں جیسے انہیں جادو یا شعر بتانا یا انہیں جھٹلانا یا آیات کو سن کر شور وغل کرنا وغیرہ۔

(3)......قرآنِ مجید میں بیان گئے توحید ورسالت کے دلائل پر اعتراضات کرنا اور ان سے منہ پھیر لینا۔[2]

---

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ٤٠، ٩ /٥٦٨، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ٤٠، ٨ /٢٦٨-٢٦٩، قرطبی، فصلت، تحت الآیۃ: ٤٠، ٨/٢٦٦، الجزء الخامس عشر، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، فصلت، تحت الآیۃ: ٤٠، ١٢/٥١٧.

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو قرآنِ مجید کی آیات کے اپنی مرضی کے مطابق معنی بیان کرتے ہیں اور قرآنِ پاک کے صحیح اور حقیقی معنی اور مفہوم سے ہٹ کر اپنی مرضی کی تاویلیں کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

بناوٹی اور جاہل صوفیاء کے لئے درسِ عبرت

اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو زہد، تقویٰ اور پرہیز گاری کا اظہار کرتے ہیں، کشف کے اونچے مَراتب پر فائز ہونے اور اِلہام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لوگوں میں اپنی روحانیّت اور کرامتوں کا بڑے مُنَظَّم طریقے سے چرچا کرتے اور مالدار افراد کو اپنی طرف مائل کرنے کوششیں کرتے ہیں، علماءِ کرام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے، ان سے عداوت اور دشمنی رکھتے اور لوگوں کو ان سے مُتَنَفِّر کرتے ہیں، علم اور معرفت کی حقیقی دولت سے خالی ہوتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرتے اور اَحادیث کی اپنی طرف سے تشریح کرتے ہیں، نیز قرآنِ مجید کی آیات کے اپنی طرف سے ایسے باطنی معنی بیان کرتے ہیں جن کا باطل ہونا بالکل واضح ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل حدیثِ پاک میں بھی بہت عبرت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے ذریعے دنیا کمائیں گے، وہ لوگوں کیلئے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’کیا وہ (میرے حِلم اور میری طرف سے ملنے والی مہلت سے) دھوکہ کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت کرکے) مجھ پر جرأت کر رہے ہیں، مجھے اپنی قسم! میں ان لوگوں پر ان میں سے ہی فتنہ مُسَلَّط کر دوں گا جو ان میں سے دانشور و سمجھدار لوگوں کو حیران کر دے گا۔ (1)

حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو لوگوں کے سامنے دین کے احکام پر عمل کر کے دنیا والوں کو دھوکہ دیں گے اور ان سے دنیا کا مال بٹوریں گے، لوگوں کو دکھانے کے لئے اون کا لباس پہن کر صوفی بنیں گے، ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں گے اور ان کے سامنے عاجزی و اِنکساری کا اظہار کریں گے تاکہ لوگ انہیں عابد و زاہد، دنیا سے کنارہ کشی کرنے والا اور

(1)......ترمذی، کتاب الزھد، ٦٠-باب، ١٨١/٤، الحدیث: ٤٢١٢.

آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا سمجھیں ،لوگ ان کے مرید بنیں اور ان کے حالات دیکھ کر ان کے معتقد بن جائیں ۔ ان کی زبانیں تو چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل دنیا اور منصب کی محبت میں ، پرہیزگاروں (اور خدا ترس علماء) سے عداوت اور بغض رکھنے میں ، جانوروں جیسی صفات اور شہوات کے غالب ہونے میں بھیڑیوں کی طرح سخت ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا یہ جانتے نہیں کہ میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں اور یہ میرے عذاب سے بے خوف ہو کر دھوکا کھا رہے ہیں ، کیا یہ میری ناراضی اور میرے عذاب سے ڈرتے نہیں اور کیا یہ لوگوں کے سامنے نیک اعمال کر کے انہیں دھوکہ دے کر میری مخالفت پر جرأت کر رہے ہیں ، مجھے اپنی ذات وصفات کی قسم ! میں ان لوگوں پر ان میں سے ہی بعض افراد کو بعض پر غلبہ دے کر ایسا فتنہ مُسَلّط کر دوں گا جسے دیکھ کر ان میں سے دانشور و سمجھدار شخص بھی حیران رہ جائے گا اور وہ اسے دور کرنے پر قادر نہ ہوگا اور نہ ہی اس سے خلاصی پاسکے گا اور نہ ہی اس سے کہیں فرار ہو سکے گا۔ [1]

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنا خوف نصیب کرے اور اپنی بگڑی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۙ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا اُن کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا (ان کیلئے خرابی ہے) اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ : بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا۔﴾ یعنی جن لوگوں کے پاس قرآنِ کریم آیا اور انہوں نے اس کا انکار کیا اور اس پر اعتراضات کئے تو انہیں ان کے کفر کی سزا دی جائے گی اور عنقریب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ [2]

---

1 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الثانى، ٩/١٨٢-١٨٣، تحت الحديث: ٥٣٢٣ .

2 ......خازن ، فصلت ، تحت الآية : ٤١ ، ٤/٨٧ ، مدارك ، فصلت، تحت الآية: ٤١، ص١٠٧٧، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٤١، ٨/٢٦٩، ملتقطاً.

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ: اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔﴾ عزیز کے دو معنی ہیں، (1) غالب اور قاہر، (2) جس کی نظیر نہ پائی جاسکتی ہو۔ قرآنِ مجید اپنے دلائل کی قوت سے ہر ایک پر غالب ہے اور بے مثل بھی ہے کیونکہ اوّلین و آخرین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہیں بنا سکتی۔ (1)

لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اُتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔ (وہ قرآن) اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق ہے۔

﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔﴾ یعنی قرآنِ مجید باطل کی رسائی سے دور ہے اور کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پاسکتا، یہ فرق، تبدیلی اور کمی و زیادتی سے محفوظ ہے اور شیطان اس میں تَصَرُّف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، جس چیز کے حق ہونے کا قرآنِ مجید حکم فرمادے اسے کوئی باطل نہیں کرسکتا اور جس کے باطل ہونے کا قرآنِ کریم حکم فرمادے اسے کوئی حق قرار نہیں دے سکتا اور قرآنِ عظیم اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا اور تعریف کے لائق ہے۔ (2)

مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۴۳﴾

1 ...... تفسير كبير، فصلت، تحت الآية: ٤١، ٩/٥٦٨، خازن، فصلت، تحت الآية: ٤١، ٤/٨٧، ملتقطاً.

2 ...... خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٢، ٤/٨٧، تفسير كبير، فصلت، تحت الآية: ٤٢، ٩/٥٦٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے نہ فرمایا جائے مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا کہ بے شک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔ بیشک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ: آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں اور تسلی رکھیں کیونکہ جس طرح آپ کو کافروں نے جادوگر اور کاہن وغیرہ کہا اسی طرح آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی ان کی قوموں کے کفار نے جادوگر وغیرہ کہا تھا اور آپ کی طرح انہیں بھی جھٹلایا گیا تھا، بے شک جو توبہ کرے اور ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور جو جھٹلانے پر ہی قائم رہے تو اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دینے والا ہے، اس لئے آپ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمادیں اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا جو حکم فرمایا ہے آپ اس میں مشغول رہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے پہلے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہی گئی تھی کہ اپنی قوم کی جاہلانہ حرکتوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے بخشش والا اور اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دشمنوں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب والا ہے۔[1]

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ

قرء حفص بتسهيل الهمزة الثانية ۱۲

[1] ……تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ۴۳، ۹/۵۶۹، خازن، فصلت، تحت الآیة: ۴۳، ۴/۸۷، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۴۳، ۸/۲۷۱، ملتقطاً.

وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

ع ۵ ۱۲/۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اُسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا کتاب عجمی اور نبی عربی تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے گویا وہ دُور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کردیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کی آیتیں کیوں نہ واضح کی گئیں؟ کیا کتاب عجمی ہے اور نبی عربی ہے؟ تم فرماؤ: وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا انہیں دور کی جگہ سے پکارا جارہا ہے۔

﴾**وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا:** اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کردیتے۔﴿ کافروں نے قرآنِ مجید پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ’’اگر ہم قرآنِ کریم کو عربی کی بجائے عجمی زبان میں نازل کردیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کتاب کی آیتیں عربی زبان میں کیوں بیان نہیں کی گئیں تاکہ ہم انہیں سمجھ سکتے اور کتاب نبی کی زبان کے خلاف کیوں اتری؟ حاصل یہ ہے کہ قرآنِ پاک عجمی زبان میں ہوتا تو یہ کافر اعتراض کرتے اور عربی میں آیا ہے تو بھی اعتراض کررہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ اعتراض نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے کیونکہ جو شخص حق کا طلبگار ہے اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ایسے اعتراض کرے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ارشاد فرمادیں کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے کہ یہ انہیں حق کی راہ بتاتا ہے، گمراہی سے بچاتا ہے، جہالت اور شک وغیرہ قلبی اَمراض سے شفا دیتا ہے اور جسمانی اَمراض کے لئے بھی اس کا پڑھ کر دم کرنا مرض دور کرنے کے لئے مُؤثّر ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کو اس کے حق کے مطابق سننے کی نعمت سے محروم ہیں اور وہ ان پر اندھا پن

ہے کہ وہ شکوک وشبہات کی ظلمتوں میں گرفتار ہیں اور وہ اپنی قبول نہ کرنے والی روش سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں جیسے کسی کو دور سے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی بات نہ سنے، نہ سمجھے۔[1]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِؕ-وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْؕ-وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے گزر نہ چکی ہوتی تو جبھی اُن کا فیصلہ ہوجاتا اور بے شک وہ ضرور اس کی طرف سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے بات پہلے نہ گزرچکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ ضرور قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ کی قوم کے لوگ قرآنِ مجید میں اختلاف کررہے ہیں اس طرح پہلے بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور بعض افراد نے اس کو مانا اور بعض نے نہ مانا، بعض نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے اسے جھٹلایا اور اگر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے حساب اور جزا کو روزِ قیامت تک مُؤخَّر نہ فرمادیا ہوتا تو ان کافروں کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور دنیا ہی میں انہیں اس اختلاف کرنے کی سزا دے دی جاتی اور بیشک جو لوگ قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں وہ ضرور اس قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں، اس لئے آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ فرمائیں۔[2]

---

1 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٤، ٤/٨٨، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤٤، ص١٠٧٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٥، ٤/٨٨، تفسير كبير، فصلت، تحت الآية: ٤٥، ٩/٥٧٠، ملتقطاً.

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے برے کو اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ: جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کے اِعراض کرنے کی وجہ سے خود پر بوجھ محسوس نہ فرمائیں کیونکہ ان میں سے جو شخص قرآنِ مجید پر ایمان لائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے تو وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے ہی کرے گا اور جو کفر کرے تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ فرماتا ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔ (1)

1 ......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ٤٦، ٩/٥٧٠، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٤٦، ٨/٢٧٤، ملتقطاً.

مآخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تاویلات اھل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
10	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
11	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
12	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
13	تفسیرِ دُرِّ منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

14	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
15	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفٰی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
16	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملّا جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
17	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
18	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
19	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
20	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
21	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب الحدیث و متعلقاتہ

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	مکارم الاخلاق	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
11	مسند البزار	امام ابو بکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ

12	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
14	نوادر الاصول	امام ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
15	مکارم الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۷ھ
16	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاءالتراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
17	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
18	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
20	مسند الشهاب	قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
21	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	الدعوات الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	غراس، کویت ۱۴۲۹ھ
23	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
25	تاریخ دمشق=ابن عساکر	امام ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
26	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
27	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
28	المطالب العالية	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
29	جامع الاحاديث	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
30	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	التمهيد	امام یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
2	مرقاة المفاتيح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	التيسير شرح جامع صغير	علامہ محمد عبد الرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض ۱۴۰۸ھ

كتب الفقه

1	هدايه	امام برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
2	مدخل	ابو عبداللہ محمد بن محمد عبدری مالکی المعروف بابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
3	درّ مختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	عالمگيرى	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
6	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	فتاویٰ افریقہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	نوری کتب خانہ، لاہور ۲۰۰۳ء
8	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
9	وقار الفتاویٰ	مفتی وقار الدین قادری رضوی، متوفی ۱۴۱۳ھ	بزم وقار الدین، باب المدینہ کراچی

كتب التصوف

1	الزهد الكبير	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
2	البعث والنشور	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
3	احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء

كتب السيرة والطبقات

1	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

2	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	القول البدیع	حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	مؤسسۃ الریان، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	مدارج النبوت	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
5	شرح الزرقانی علی المواھب	محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6	سیرتِ مصطفیٰ	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الكتب المتفرقة

1	مکتوبات شیخ مع اخبار الاخیار	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	گمبٹ ضلع خیر پور
2	فضائل دعا	مصنف: رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
3	سوانح کربلا	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
4	جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	قادری پبلشرز، لاہور ۲۰۰۳ء
5	بائبل		لاہور

ضِمنی فہرست

نظریات و معمولاتِ اہلسنّت

قرآنِ کریم

عبادت

اعمال

عنوان	صفحہ

حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فضل وعلم

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان اور آپ کے اختیارات

حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت ومبارک اَخلاق

اُمّہاتُ المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ

علم وعلماء

نیکی کی دعوت اور اِصلاح کا طریقہ

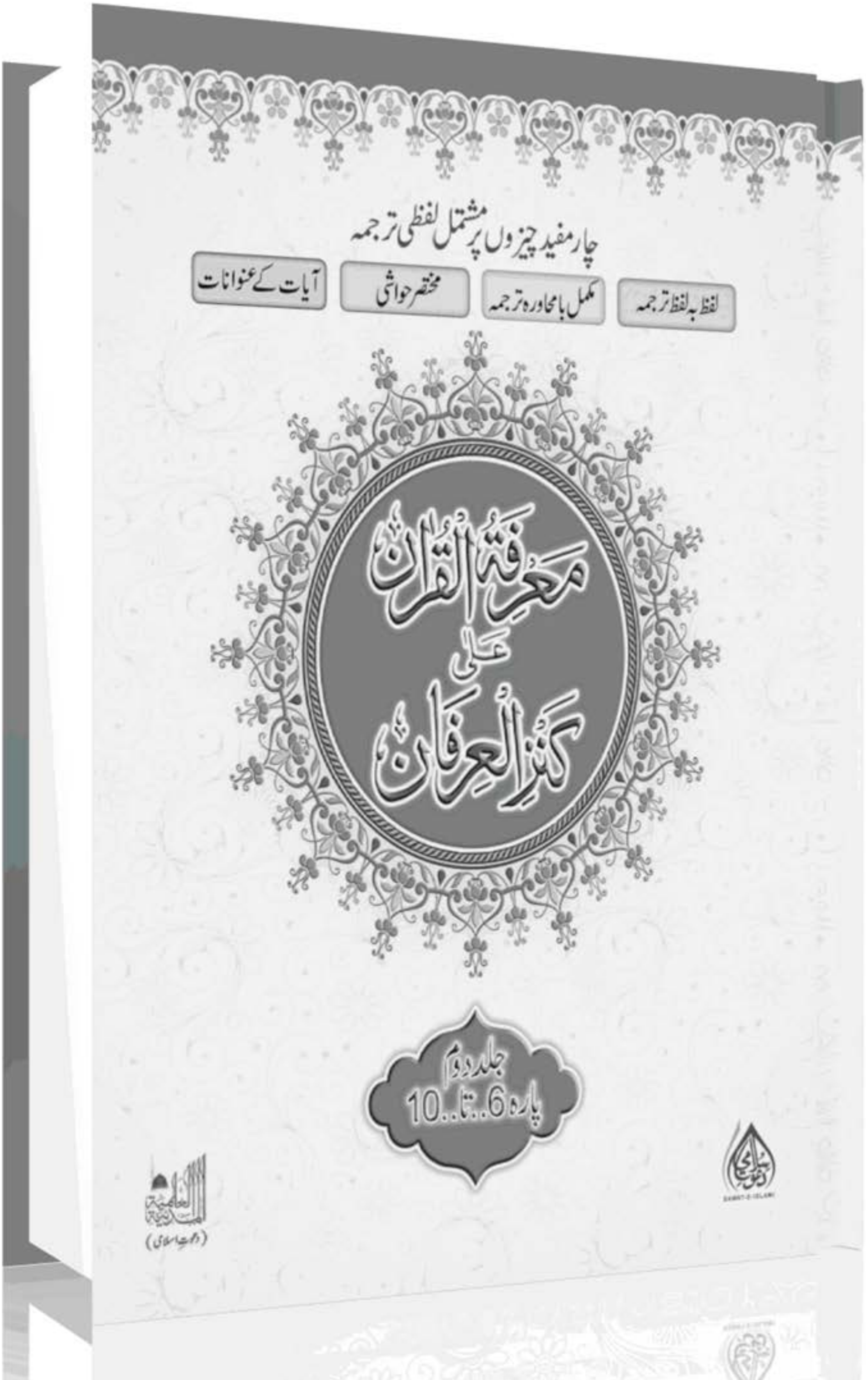
چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل بامحاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علیٰ
کنز العرفان
جلد دوم
پارہ 6..تا..10

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن سیکھنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن سیکھو اور اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے پھر اس کی قراءت کرے اور اس پر عمل کرے، اس کی مثال چمڑے کے اُس تھیلے کی سی ہے جس میں مُشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھے، پھر سو یا رہے (یعنی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے) اور اس کے سینے میں قرآن ہو تو وہ اُس تھیلے کی طرح ہے جس میں مُشک ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا گیا۔

(سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، ٤/٤٠١، الحدیث: ٢٨٨٥)

ISBN 978-969-631-700-1
0126165

مکتبۃ المدینہ
MAKTABA TUL MADINAH
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجنان فی تفسیرِ القرآن

جلد نہم

پارہ 25 .. تا .. 27

بفیضانِ نظر

سِراجُ الْاُمّہ، کاشِفُ الْغُمّہ، امامِ اعظم، فَقِیہِ اَفْخَم حضرت سیِّدُنا

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالی علیہ

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجدِّدِ دین وملت شاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرۂ کتب کی روشنی میں قرآنِ مجید کی آیات کے مطالب و معانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس و مسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف و خصوصیات، اہلسنّت کے نظریات و معمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن و حدیث، اقوالِ صحابہ و تابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

كَنْزُ الْاِيْمَان فِي تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن

اور

كَنْزُ الْعِرْفَان فِي تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِي تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰن

از: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد نہم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار : صفر المظفر ۱۴۳۸ھ، نومبر 2016ء تعداد: 5000(پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

باب المدینہ (کراچی)	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
مرکز الاولیاء (لاہور)	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
زم زم نگر (حیدر آباد)	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
مدینۃ الاولیاء (ملتان)	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر ''صِرَاطُ الْجِنَان فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/ ١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول

- بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

١٤٢٢ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی ’’چل مدینہ‘‘ کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ١٨ محرم الحرام ١٤٢٧ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِين بِجاهِ النَّبِيِّ الْاَمِين صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوصالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِنو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّۃُ المکرَّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔
کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین** مَدَنی سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 25، 26 اور 27 پر مبنی نویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالٰی الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَان فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمّد

طالبِ غمِ مدینہ و
بقیع ومغفرت و
بے حساب جنّت
الفردوس میں آقا
کا پڑوس

۹ جمادَی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
20-04-2013

فہرست

سورۂ زُخْرُف

پچیسواں پارہ

(اِلَيۡهِ يُرَدُّ)

پارہ نمبر...... 25

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِهَا وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ ﴿ۚ۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قیامت کے علم کا اسی پر حوالہ ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک کہیں گے ہم تجھ سے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ تو کہیں گے: ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں۔

﴿**اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ: قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف کیا جاتا ہے۔**﴾ اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ’’جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی وہ برا عمل کرتا ہے‘‘ اس سے مراد یہ تھی کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا قیامت کے دن ملے گی، اب گویا کہ کسی نے سوال کیا: قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا: جب کسی سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کب واقع ہوگی تو اس پر لازم ہے کہ وہ یہ جواب دے: قیامت واقع ہونے کے وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی (از خود) اس کے وقت کے بارے نہیں جان سکتا اور جب قیامت آجائے گی تو اللہ تعالیٰ نیکوں اور گناہگاروں میں جنت و دوزخ کا فیصلہ فرما دے گا۔ (1)

1...... تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیة: ۴۷، ۹/۵۷۱، خازن، فصلت، تحت الآیة: ۴۷، ۴/۸۸، روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۴۷، ۸/۲۷۵، ملتقطاً۔

قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اسی کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ-لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ﲪ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ-یَسْــٴَـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے مُنافی نہیں ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے، اس کا علم نہ عطا فرما دیا اور اسی میں سے قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم ہے البتہ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو بتایا اس لئے نہیں کہ) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اَسرار میں سے ہے)۔[2]

نوٹ: اس موضوع پر مزید تفصیل جاننے کیلئے سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 187 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا: اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پھل کے غلاف سے برآمد ہونے سے پہلے اس کے اَحوال کو جانتا ہے اور مادہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور اس کی ولادت کے وقت کو اور اس کے ناقص اور غیر ناقص، اچھے اور برے، نر اور مادہ ہونے وغیرہ سب کو جانتا ہے، لہٰذا جس طرح قیامت

1 ......اعراف: ١٨٧.

2 ......صاوی، فصلت، تحت الآیة: ٤٧، ١٨٥٧/٥.

کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح ان اُمور کا علم بھی اسی کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔

اولیاءِ کرام کی دی ہوئی خبروں پر ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اور اصحابِ کشف بسا اوقات ان اُمور کی خبریں دیتے ہیں اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں بلکہ کبھی نجومی اور کاہن بھی ان اُمور کی خبریں دیدیتے ہیں تو پھر ان اُمور کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نجومیوں اور کاہنوں کی خبریں تو محض اٹکل کی باتیں ہیں جو اکثر و بیشتر غلط ہوجایا کرتی ہیں اس لئے وہ علم ہی نہیں بلکہ بے حقیقت باتیں ہیں اور اولیاءِ کرام کی خبریں بے شک صحیح ہوتی ہیں اور وہ علم سے فرماتے ہیں لیکن یہ علم ان کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا ہی علم ہوا، غیر کا نہیں۔ (1)

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ: اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یاد کریں کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: تمہارے گمان اور تمہارے عقیدے میں جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں؟ جنہیں تم نے دنیا میں گھڑ رکھا تھا اور انہیں تم پوجا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں مشرکین کہیں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں ایسا کوئی گواہ نہیں جو آج یہ باطل گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے، (آج) ہم سب مومن اور تیری وحدانیّت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ مشرکین یہ بات عذاب دیکھ کر کہیں گے اور اسی وجہ سے اپنے بتوں سے بیزار ہونے کا اظہار کریں گے۔ (2)

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گم گیا اُن سے جسے پہلے پوجتے تھے اور سمجھ لیے کہ اُنھیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہوگئے اور وہ سمجھ گئے کہ ان کے لئے کہیں بھاگنے

1 ...... خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ٤/٨٨.

2 ...... خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ٤/٨٨-٨٩، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ص١٠٧٨، ملتقطاً.

کی جگہ نہیں۔

﴿وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ: اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہوگئے۔﴾ یعنی مشرکین دنیا میں جن بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ حشر کے میدان میں نہ ان کی سفارش کریں گے اور نہ ہی ان کی مدد کریں گے تو ان کا وہاں موجود ہونا ایسے ہوگا جیسے یہ وہاں سے غائب ہیں اور مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ اب ان کیلئے اللہ تعالٰی کے عذاب سے بچنے اور جہنم سے کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں۔(1)

لَا یَسْــٴَـمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ٘ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـٴُـوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور کوئی برائی پہنچے تو نا امید آس ٹوٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو بہت نا امید، بڑا مایوس ہوجاتا ہے۔

﴿لَا یَسْــٴَـمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا۔﴾ یعنی کافر انسان ہمیشہ اللہ تعالٰی سے مال، امیری اور تندرستی مانگتا رہتا ہے اور اگر اسے کوئی سختی، مصیبت اور معاش کی تنگی پہنچے تو وہ اللہ تعالٰی کے فضل اور اس کی رحمت سے بہت نا امید اور بڑا مایوس ہو جاتا ہے۔(2)

اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوسی کافر کا وصف ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالٰی کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس ہو جانا کافر کا وصف ہے، جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی نا امید ہوتے ہیں۔

مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ مصیبتوں، پریشانیوں اور تنگدستی کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

---

1 ...... جلالين صاوى، فصلت، تحت الآية: ٤٨، ١٨٥٧/٥، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٤٨، ٢٧٦/٨، ملتقطاً.

2 ...... خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٩، ٨٩/٤، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤٩، ص١٠٧٨، ملتقطاً.

3 ...... يوسف: ٨٧.

حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو گناہگار آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہے وہ اس بندے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوتا ہے جو بڑا عبادت گزار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہونے کے باوجود یہ امید نہیں رکھتا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت ملے گی۔''[1]

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے، یہ نہیں کہ آدمی عمل کر کے یا بغیر عمل کے بے خوف ہو جائے کہ یہ جرأت ہے۔

وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَلَـنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اُسے کچھ اپنی رحمت کا مزہ دیں اس تکلیف کے بعد جو اُسے پہنچی تھی تو کہے گا یہ تو میری ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر میں رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی خوبی ہی ہے تو ضرور ہم بتادیں گے کافروں کو جو اُنھوں نے کیا اور ضرور انھیں گاڑھا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور کہے گا: یہ تو میرا حق ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے تو ضرور ہم کافروں کو ان کے اعمال کی خبر دیں گے اور ضرور ضرور انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔

﴾ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ: اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا

[1] مسند الفردوس، باب العين، فصل من ذوات الالف واللام، ٣/١٥٩، الحديث: ٤٤٢٧.

مزہ چکھائیں۔ ﴾ یہاں سے کافر انسان کا دوسرا حال بیان کیا جارہا ہے کہ اگر ہم اسے بیماری کے بعد صحت، سختی کے بعد سلامتی اور تنگدستی کے بعد مال و دولت عطا فرما کر اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگتا ہے کہ ''یہ تو خالص میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے اور میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا ہوں اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر بالفرض مسلمانوں کے کہنے کے مطابق قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی دنیا کی طرح عیش و راحت اور عزت و کرامت ہے۔ فرمایا گیا کہ اس کا یہ گمان فاسد ہے، ضرور ہم ان کے قبیح اعمال، ان اعمال کے نتائج اور جس عذاب کے وہ مستحق ہیں اس سے انہیں آگاہ کردیں گے اور ضرور ضرور انہیں انتہائی سخت عذاب چکھائیں گے۔[1]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دُور ہٹ جاتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے۔

﴿وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے قبیح اَقوال بیان کئے گئے اور اس آیت میں ان کے قبیح اَفعال بیان کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اِترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے تکبر کرتا ہے اور جب اسے

[1]......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٥٠، ص١٠٧٩، خازن، فصلت، تحت الآية: ٥٠، ٤/٨٩، ملتقطاً.

کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو اس وقت وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے اور لگاتار دعائیں مانگے جاتا ہے۔[1]

راحت میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں دعا کرنا کفار کا طریقہ ہے

کافر کی اس طرح کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـٴُـوْسًا[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ راحت کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت کے اَیّام میں دعا کرنا کفار کا طریقہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کیونکہ یہاں دعا مانگنے پر عتاب نہیں کیا گیا بلکہ راحت میں دعا نہ مانگنے پر عتاب کیا گیا ہے۔ نیز یہ عمل مَصائب و آلام کے وقت مانگی جانے والی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ صحت اور کشادگی کی حالت میں کثرت سے دعا کیا کرے۔[3]

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ راحت میں، آسانی میں، تنگی میں، مشکلات میں اور مَصائب و آلام کے وقت الغرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں اور اس سلسلے میں کافروں کی رَوِش پر چلنے سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مصیبتوں کا سامنا تسلیم و رضا اور صبر و استقلال سے کریں

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بندے پر نازل ہونے والی ہر بلا، مصیبت، نعمت، رحمت، تنگی اور آسانی

---

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٥١، ص١٠٧٩، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائيل:٨٣.

3 ......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوة المسلم مستجابة، ٥/٢٤٨، الحديث: ٣٣٩٣.

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے تو اگر بندہ مَصائب و آلام، مشکلات، تنگیوں، سختیوں اور آسانیوں وغیرہ کا سامنا تسلیم و رضا، صبر و اِستقلال اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کرے تو وہ ہدایت پانے والوں اور مُقرّب بندوں میں سے ہے اور اگر ان کا سامنا کفر کے ساتھ کرے اور مصیبتوں وغیرہ میں شکوہ شکایت کرنا شروع کر دے تو وہ بد بختوں، گمراہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والوں میں سے ہے۔ (1)

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ زندگی میں آنے والی مشکلات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور ہر مشکل اور مصیبت میں اچھی طرح صبر کیا کریں۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کی طرف اس کے بدن میں، اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں کوئی مصیبت بھیجوں، پھر وہ اس مصیبت کا سامنا اچھی طرح صبر کرنے کے ساتھ کرے تو میں قیامت کے دن اس کے لئے میزان نصب کرنے یا اس کا نامۂ اعمال کھولنے سے حیا فرماؤں گا۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیّت نصیب فرمائے اور اگر زندگی میں کوئی مشکل یا مصیبت آئے تو اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کی ضد میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو پھر تم اس کے منکر بنو تو اس سے بڑھ کر گمراہ

---

1 ......روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۸/۲۸۰، ملخصاً.

2 ......مسند شہاب قضاعی، اذا وجّہت الی عبد من عبیدی مصیبۃ... الخ، ۲/۳۳۰، الحدیث: ۱۴۶۲.

کون جو دور کی ضد و مخالفت میں ہے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرما دیں: اگر یہ قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل ہوا ہے جیسا کہ میں تم سے یہی بات کہتا ہوں اور قطعی دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہوا ہے، پھر تم اس کے اللہ تعالٰی کی طرف سے ہونے کا انکار کرو تو مجھے بتاؤ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو دور کی ضد اور حق کی مخالفت میں پڑا ہوا ہے؟[1]

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ابھی ہم اُنھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابھی ہم انہیں آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی ذاتوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے اور کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟

﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا: ابھی ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ابھی ہم کفارِ قریش کو آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں قرآن کریم کی حقّانِیَّت اور اس کے اللہ تعالٰی کی طرف سے ہونے پر دلالت کرنے والی اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک قرآن ہی حق ہے اور یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کے کفر پر انہیں سزا دیئے جانے کا جو بیان ہوا ہے وہ بھی حق ہے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کا ہر چیز پر گواہ ہونا آپ کی سچائی کے لئے انہیں کافی نہیں؟

1 ......جلالین، فصلت، تحت الآیة: ۵۲، ص۴۰۱، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ۵۲، ص۱۰۷۹، ملتقطاً.

آفاقی نشانیوں کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد سورج، چاند، ستارے، نباتات اور حیوان ہیں کیونکہ یہ سب **اللّٰہ** تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ان نشانیوں سے مراد گزری ہوئی اُمتوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں جن سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا حال معلوم ہوتا ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو **اللّٰہ** تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے نیاز مندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔

کفار کی ذات میں نشانیوں سے مراد یہ ہے کہ ان کی ہستیوں میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی صَنعت اور حکمت کے لاکھوں لطائف اور بے شمار عجائبات موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ان چیزوں پر **اللّٰہ** تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں، یا اس سے مراد یہ ہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے بدر میں کفار کو مغلوب کیا اور ان پر قہر نازل کر کے خود ان کے اپنے اَحوال میں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرا دیا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر اُن میں اپنی نشانیاں ظاہر کردیں گے۔ (1)

اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔ خبردار! وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿**اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ: سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے قائل نہیں ہیں، اسی لئے وہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں، نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں بلکہ وہ ان کے نزدیک ایک باطل چیز ہے جس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں حالانکہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور اس کے

1 ……روح البیان، حم السجدة، تحت الآية: ۵۳، ۸/۲۸۱، جلالین، فصلت، تحت الآية: ۵۳، ص۴۰۱، خازن، فصلت، تحت الآية: ۵۳، ۴/۸۹، ملتقطاً.

واقع ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔انہیں خبر دار ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے،کوئی چیز اس کے علم کے اِحاطے سے باہر نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں تو وہ انہیں ان کے کفر اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کے متعلق شک کرنے پر سزا دے گا۔(1)

شیطان آخرت کے بارے میں شک ڈال کر دھوکہ دیتا ہے

اس آیت میں بیان ہوا کہ کفار آخرت کے بارے شک میں مبتلا ہیں البتہ کچھ مسلمانوں کی عملی حالت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی آخرت کے بارے میں دھوکے کا شکار ہیں،جیسا کہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شیطان آخرت کے بارے میں شک ڈال کر اس کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے اور اس کا علاج یا تو تقلیدی یقین ہے یا باطنی بصیرت ومشاہدہ ہے اور وہ لوگ جو اپنے عقائد اور زبان سے مومن ہیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ضائع کر دیتے ہیں، نیک اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں اور خواہشات اور گناہوں کا لباس پہن لیتے ہیں تو اس دھوکے میں وہ بھی کفار کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی البتہ مومن کا معاملہ ذرا ہلکا اور آسان ہے کیونکہ اس کا ایمان اسے دائمی عذاب سے محفوظ رکھتا ہے،لہٰذا وہ جہنم سے نکل جائیں گے اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو، لیکن دھوکے میں یہ بھی ہیں، انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود وہ دنیا کی طرف مائل ہوئے اور اس کو ترجیح دی اور کامیابی کے لئے محض ایمان کافی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

---

1 ......جلالين، فصلت، تحت الآية: ٥٤، ص ٤٠١، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٥٤، ص ١٠٨٠، ابن كثير، فصلت، تحت الآية: ٥٤، ١٧١/٧، خازن، فصلت، تحت الآية: ٥٤، ٩٠/٤، ملتقطاً.

2 ......طٰهٰ:٨٢.

3 ......اعراف:٥٦.

پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ [1]

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْعَصْرِۙ(۱) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ(۲) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ﳔ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمانے کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

تو پورے قرآنِ پاک میں مغفرت کا وعدہ ایمان اور نیک اعمال سے مُنسلِک ہے صرف ایمان کے ساتھ نہیں۔ تو وہ لوگ بھی دھوکے میں ہیں جو دُنْیَوی زندگی پر مُطْمَئِن اور خوش ہیں، اس کی لذّات میں ڈوبے ہوئے اور اس سے محبت کرنے والے ہیں اور صرف دُنْیَوی لذّات کے فوت ہونے کے خوف سے موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ [3]

اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور کثرت سے نیک اعمال کر کے اپنی آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ……بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان... الخ، ۱/۳۱، الحدیث: ۵۰.

2 ……عصر: ۱-۳.

3 ……احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور وحقیقته وامثلته، ۳/۴۶۸-۴۶۹.

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی

سورۂ شُوریٰ کا تعارف

مقامِ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ شوریٰ مکیہ ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس سورت کی چار آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، اُن میں سے پہلی آیت " **قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا** " ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **53** آیتیں، **860** کلمے اور **3588** حروف ہیں۔[2]

''شوریٰ'' نام رکھنے کی وجہ

شوریٰ کا معنی ہے مشورہ، اور یہ لفظ اس سورت کی آیت نمبر 38 میں موجود ہے جس میں مسلمانوں کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ شوریٰ'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ شوریٰ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت درست ہونے، لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزاء ملنے کی تصدیق کرنے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جس طرح لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام اَنبیاء ومُرسَلین عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی اسی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بھی وحی فرمائی۔

1......خازن، تفسير سورة الشورى، ٤/٩٠.

2......خازن، تفسير سورة الشورى، ٤/٩٠.

(2)...... یہ بیان کیا گیا کہ زمین وآسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی عظمت وشان یہ ہے کہ اس کی کِبریائی کی ہَیبت سے آسمان جیسی عظیم مخلوق پھٹنے کے قریب ہوجاتی ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور مشرکین کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ تمام نبیوں کو ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ وہ دین کو صحیح طریقے سے قائم کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین پر جس طرح عمل کرنے کا فرمایا گیا ہے، بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح عمل کریں۔

(4)...... نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت ظاہر ہونے کے باوجود ان کی نبوت ورسالت کا انکار کرنے والے کافروں کا رد کیا گیا اور انہیں اس قیامت کے قریب ہونے سے ڈرایا گیا جس کے جلد واقع ہونے کا مشرکین مطالبہ کرتے ہیں اور اہلِ ایمان اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں، نیز قیامت کے دن کے ہَولناک عذابات ذکر کئے گئے تاکہ کفار کے دلوں میں ڈر پیدا ہو اور جنتی نعمتوں کے اوصاف بیان کئے گئے تاکہ نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو عظیم ثواب کی بشارت ملے۔

(5)...... یہ بتایا گیا کہ رزق اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ حکمت ومَصلحت کے مطابق اپنی مخلوق کو عطا کرتا ہے۔ مزید یہ فرمایا کہ جو صرف دنیا کے لئے عمل کرتا ہے وہ آخرت کی خیر سے محروم رہے گا اور جس نے آخرت کے لئے عمل کئے تو وہ دونوں جہاں کی بھلائیاں پائے گا۔

(6)...... زمین وآسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کی تخلیق، ان دونوں میں ہر طرح کا تَصَرُّف کرنے پر قدرت اور سمندروں میں کشتیوں کو چلانے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت پر استدلال کیا گیا اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صَنعت کے عظیم شاہکار ہیں۔

(7)...... یہ بتایا گیا کہ دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو آخرت کے لئے عمل کریں، بے حیائی کے کاموں سے بچیں، بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کردیں، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے احکامات کی پیروی کریں، علم اور معرفت رکھنے والوں سے مشورہ کریں، ظلم اور سرکشی کرنے والوں کو سزا دیں اور مصیبت آنے پر صبر کریں وغیرہ۔

(8)...... جہنم کی ہَولناکیاں، اہلِ جہنم کا نقصان میں ہونا، عذاب دیکھ کر دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کرنا وغیرہ چیزیں بیان کی گئیں تاکہ سب لوگ اچانک آجانے والی قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شریعت کی پیروی

کرنے لگ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کر لیں۔

(9)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مَشِیَّت کے مطابق اولاد عطا کردے اور جسے چاہے نہ عطا کرے، نیز وحی کی اَقسام اور قرآنِ پاک کی عظمت وشان بیان کی گئی کہ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔

سورۂ حٰمٓ السَّجدہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ شوریٰ کی اپنے سے ماقبل سورت "حٰمٓ السَّجدہ" کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں کفار کے عقائد کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور انہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے نیز دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت پر زمینی اور آسمانی دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں مسلمانوں کو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچانے والے دینِ حق یعنی اسلام پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہنے کی ترغیب دی گئی اور کفار کو جہنم کے ہَولناک عذابات تک پہنچانے والے عمل یعنی دینِ حق سے اِنحراف کرنے پر ڈرایا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت وحکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ عزت وحکمت والا اللہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف یونہی وحی فرماتا ہے۔

﴿حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ﴾ ان حروف کا تعلق حروفِ مُقَطَّعات سے ہے، ان کا معنی اور انہیں جدا جدا بیان کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔[1]

﴿كَذٰلِكَ: یونہی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ہم نے غیبی خبریں وحی فرمائیں اسی طرح آپ کی طرف بھی عزت وحکمت والا اللہ تعالیٰ غیبی خبریں وحی فرماتا ہے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اب کوئی نبی نہیں بن سکتا

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہاں اُس کا اِس طرح ذکر ہوتا کہ یوں ہی ہم آئندہ نبیوں کی طرف بھی وحی کریں گے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کے نبی ہیں لہٰذا اب ان کا تشریف لانا اس آیت کے خلاف نہیں۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بلندی وعظمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی بلندی والا، عظمت والا ہے۔

﴿لَهٗ: اسی کا ہے۔﴾ یعنی زمین و آسمان میں موجود تمام چیزوں کا خالق، مالک اور انہیں جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کی شان بھی بلند ہے اور اس کی مِلکِیَّت، قدرت اور حکمت بھی عظیم ہے۔ یاد رہے کہ حقیقی عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے اپنے محبوب بندوں کو جو عظمت حاصل ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔[3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ١-٢، ٩/٥٧٥، ملخصاً.

2 ......خازن، الشوری، تحت الآیة: ٣، ٤/٩٠، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٣، ص ١٠٨١، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٤، ٨/٢٨٧.

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شق ہوجائیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں سن لو بے شک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو! بیشک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴾تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ: قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں۔﴿ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وہَیبت اور اس کی بلند شان کا یہ عالَم ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم الشّان مخلوق اپنے اوپر سے پھٹنے کے قریب ہوجاتی ہے، اور فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہ زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔

یہاں زمین والوں سے مراد اہلِ ایمان ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔

اور ایمان والوں کے لئے معافی مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کافر اس لائق نہیں ہیں کہ فرشتے ان کے لئے استغفار کریں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کافروں کے لئے یہ دعا کریں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، انہیں ایمان کی توفیق دے کر اُن کی مغفرت فرما۔[2]

آیت ”وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے،

1 ......مومن: ٧.

2 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٥، ٨/٢٨٧، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٥، ٤/٩٠، ملتقطاً.

(1)......فرشتوں کی شفاعت برحق ہے۔

(2)......فرشتوں کو اس شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اور آج بھی وہ مسلمانوں کی شفاعت کر رہے ہیں، جب فرشتے شفاعت کر رہے ہیں تو پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت میں کیسے تاَمُّل ہوسکتا ہے۔

(3)......جب اللّٰہ تعالیٰ کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو مقبول بندوں کی دعا سے بھی دیتا ہے، جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخشنا چاہتا ہے تو فرشتوں سے کہہ دیا ہے کہ ان کے لئے بخشش مانگا کرو۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ﳲ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے اللّٰہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ اللّٰہ کی نگاہ میں ہیں اور تم اُن کے ذمہ دار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے اللّٰہ کے سوا (بتوں کو) مددگار بنا رکھا ہے اللّٰہ ان پر نگران ہے اور تم ان کے کاموں پر ذمہ دار نہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ: اور جنہوں نے اللّٰہ کے سوا مددگار بنا رکھے ہیں۔**﴾** اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے وہ مشرکین جو اللّٰہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا معبود سمجھتے ہیں، اُن کے تمام اَعمال اور اَفعال اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، وہ قیامت کے دن انہیں ان کا بدلہ ضرور دے گا، اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری بس انہیں ڈر سنانا ہے، لہٰذا آپ سے اُن کے اَفعال کا مُواخذہ نہ ہوگا، آپ انہیں رسالت کی تبلیغ کریں ان سے حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔[1]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ

1......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ٦، ١١/١٢٩، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٦، ٤/٩١، ملتقطاً.

حَوۡلَهَا وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ۞

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن وحی بھیجا کہ تم ڈراؤ سب شہروں کی اصل مکہ والوں کو اور جتنے اس کے گرد ہیں اور تم ڈراؤ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شک نہیں ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تا کہ تم مرکزی شہر اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سناؤ اور تم جمع ہونے کے دن سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ آپ ان مشرکین کے کاموں پر ذمہ دار نہیں اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تا کہ آپ (بطورِ خاص) مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سنائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں اللہ تعالیٰ اَوّلین وآخرین اور آسمان و زمین والوں سب کو جمع فرمائے گا اور اس میں کچھ شک نہیں، اس دن جمع ہونے کے بعد پھر سب اس طرح علیحدہ علیحدہ ہوں گے کہ ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا۔ [1]

قیامت کے دن کو جمع کا دن فرمائے جانے کی وجہ

یہاں آیت میں قیامت کے دن کو ''جمع ہونے کا دن'' فرمایا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام زمین و آسمان والوں کو جمع فرمائے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۷، ۹/۵۸۰، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۷، ۴/۹۱، ملتقطاً.

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ [1] **ترجمۂ کنزالعرفان:** جس دن وہ جمع ہونے کے دن تمہیں اکٹھا کرے گا۔

نیز اس دن روحوں اور جسموں کو جمع کیا جائے گا، ہر عمل کرنے والے اور اس کے عمل کو جمع کیا جائے گا، ظالم اور مظلوم کو جمع کیا جائے گا اس لئے قیامت کے دن کو جمع کا دن فرمایا گیا۔ [2]

حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جنّتیوں اور جہنمیوں کے بارے میں اور ان کی تعداد جانتے ہیں

آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ’’ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں‘‘ اور حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ معلوم ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں داخل ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک دن رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: ’’کیا تم ان دو کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: ’’یہ تمام جہان کے پالنے والے کی طرف سے ایک کتاب ہے جس میں اہلِ جنت، ان کے آباء واَجداد اور ان کے قبیلوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، آخر میں ان کی مجموعی تعداد درج ہے اور اب ان میں کبھی بھی کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ’’اس میں اہلِ جہنم، ان کے آباء واَجداد اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں، آخر میں ان کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے اور اب کبھی بھی ان میں کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہمارا انجام لکھا جا چکا ہے تو اب ہمیں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سیدھی راہ چلو اور میانہ روی اختیار کرو کیونکہ جنّتی کا خاتمہ جنت میں جانے والوں کے اعمال پر ہوگا اگرچہ وہ (زندگی بھر) کیسا ہی عمل کرتا رہا ہو اور جہنمی کا خاتمہ جہنم میں جانے والوں کے اعمال پر ہوگا اگرچہ وہ (زندگی بھر) کیسا ہی عمل کرتا رہے، پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دونوں ہاتھوں

1 ...... تغابن: ۹.

2 ...... تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۷، ۹/ ۵۸۰.

سے اشارہ فرمایا اور ان کتابوں کو رکھ دیا اور فرمایا ’’تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کی تقدیر کو مکمل کر دیا (ان میں سے) ایک جماعت جنّتی ہے اور ایک دوزخ میں جائے گی۔ [1]

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علم کی تابندہ دلیل

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جنّتیوں اور جہنمیوں، ان کی ولدِیّت، ان کے قبائل حتّٰی کہ ان کی تعداد بھی جانتے ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا، ان کے باپ، دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مُطَّلع کیا، یہ حدیث حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے علم کی تابندہ دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ [2]

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اللّٰہ اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللّٰہ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللّٰہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالموں کیلئے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور اگر اللّٰہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا۔﴾ یعنی اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو دنیا میں ایک ہی گروہ بنا دیتا کہ سب ہدایت یافتہ ہوتے یا سبھی گمراہ ہوتے، لیکن اللّٰہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی

---

1 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء انّ اللّٰہ کتب کتاباً لاھل الجنّة... الخ، ۴/۵۵، الحدیث: ۲۱۴۸.

2 ......مراۃ المناجیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الثانی، ۱/۱۰۳، تحت الحدیث: ۸۹۔

جنت میں داخل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اس کے مستحق ہونے کی وجہ سے) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے یہ نہیں چاہا کہ سب کو ایک ہی گروہ بنا دے بلکہ انہیں دو گروہ بنایا اور ان دو گروہوں میں جو کافروں کا گروہ ہے اس کا کوئی دوست نہیں جو ان سے عذاب دور کر سکے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہے جو ان سے عذاب روک سکے۔ (1)

گنا ہگار مسلمانوں کے لئے قیامت کے دن مددگار ہوں گے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں ظالم سے مراد کفار ہیں اور جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں مشغول ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں تو ان کے لئے مددگار رہوں گے جو ان سے عذاب دور کریں گے، کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ (2)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَ هُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰى٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۠(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللّٰہ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں تو اللّٰہ ہی والی ہے اور وہ مُردے جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا کافروں نے اللّٰہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں تو اللّٰہ ہی مددگار ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ: کیا کافروں نے اللّٰہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں۔﴾ یعنی کیا کفار نے اللّٰہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی (حقیقی) مددگار نہیں، اگر انہوں نے کسی کو اپنا مددگار

1 ……روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۸، ۸/۲۹۰، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۸، ۴/۹۱، ملتقطاً.

2 ……صاوی، الشوری، تحت الآیة: ۸، ۵/۱۸۶۴، ملخصاً، ترمذی، کتاب صفة القیامة... الخ، ۱۱-باب منه، ۴/۱۹۸، الحدیث: ۲۴۴۳.

بنانے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اس بات کا حق دار نہیں کہ اسے مددگار بنایا جائے کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے اور جس کی یہ شان ہے وہی اس بات کا حق دار ہے کہ اسے مددگار بنایا جائے جبکہ یہ بت تو خود عاجز ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی قدرت نہیں تو پھر ان کی یہ اوقات کہاں ہے کہ انہیں مددگار تسلیم کیا جائے۔ (1)

وَ مَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡهِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیۡ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۖۗ وَ اِلَیۡهِ اُنِیۡبُ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے یہ ہے اللہ میرا رب میں نے اس پر بھروسہ کیا اور میں اس کی طرف رجوع لاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور اے لوگو!) تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ اللہ میرا رب ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

﴿ وَ مَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡهِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ ﴾ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ کفار کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہ کریں اسی طرح ایمان والوں کو کفار کے ساتھ اختلافات میں پڑنے سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم دین کی باتوں میں سے جس بات میں کفار کے ساتھ اختلاف کرو تو ان سے یہ کہہ دو کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ’’یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرا رب ہے جو اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کیا اور میں ہر کام میں اسی کی

---

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٩، ص ١٠٨٢-١٠٨٣، خازن، الشورى، تحت الآية: ٩، ٤/ ٩١، تفسير كبير، الشورى، تحت الآية: ٩، ٩/ ٥٨١، ملتقطاً.

طرف رجوع کرتا ہوں۔[1]

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًاۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، اس نے تمہارے لیے تم میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے جوڑے بنائے۔ اس (جوڑے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے، اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کو بنانے والا ہے اور اس نے اپنے فضل سے تم پر احسان کرتے ہوئے تمہارے لیے تمہاری جنس میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے بنائے۔ ان جوڑوں سے وہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے اور ان جوڑوں کو پیدا کرنے والے خالق جیسا کوئی نہیں کیونکہ وہ یکتا اور بے نیاز ہے اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔[2]

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۱۲)

---

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۱۰، ۹/۵۸۱، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۱۰، ۴/۹۱، تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ۱۰، ۲۱/۵۰۶، ملتقطاً.

2 ......ابن کثیر، الشوری، تحت الآیة: ۱۱، ۷/۱۷۷-۱۷۸.

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں روزی وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی مِلک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے۔ بیشک وہ سب کچھ خوب جاننے والا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے لیے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان وزمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں خواہ وہ بارش کے خزانے ہوں یا رزق کے یا زمین سے نکلنے والے جواہرات وغیرہ کے، سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، جبکہ بتوں کو ان میں سے کسی چیز پر کوئی مِلکِیَّت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ فرماتا ہے کیونکہ وہ مالک ہے اور رزق کی چابیاں اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، جبکہ بتوں کا حال ایسا نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ خوب جاننے والا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی حکمت کے مطابق کس کو مال دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے، جبکہ بتوں کی یہ اوقات نہیں کہ وہ ایسا کرسکیں، تو پھر ان عاجز، بے بس اور جامِد بتوں کو معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دینا کس طرح روا ہوسکتا ہے؟(1)

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ

(1)......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیة: ١٢، ٥/١٨٦٥، خازن، الشوری، تحت الآیة: ١٢، ٩٢/٤، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ١٢، ٥٨٦/٩، ملتقطاً۔

يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم اُنھیں بلاتے ہو اور اللہ اپنے قریب کے لیے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اُسے جو رجوع لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے میرے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ! حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے لے کر میرے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تک جتنے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تشریف لائے سب کے لئے ہم نے دین کا ایک ہی راستہ مقرر کیا اور اس میں وہ سب متفق ہیں، وہ راستہ یہ ہے کہ دینِ اسلام کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ میں نے تمہارے لئے بھی یہی راستہ مقرر کیا ہے لٰہذا تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی فرمانبرداری، اُس پر اور اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، روزِ جزا پر اور باقی تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ یہ اُمور تمام انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی امتوں کے لئے یکساں لازم ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ دین کے اصول میں تمام مسلمان خواہ وہ کسی زمانے یا کسی امت کے ہوں، یکساں ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ احکام میں امتیں اپنے اَحوال اور خصوصیات کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ١٣، ٩/٥٨٧، مدارك، الشوری، تحت الآیۃ: ١٣، ص١٠٨٤، ملتقطاً۔

ارشاد فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔

زیرِ تفسیر آیت میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پہلے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ صاحبِ شریعت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سب سے پہلے نبی ہیں اور یہاں صرف ان پانچ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کا رتبہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑا ہے، یہ اُولُوا الْعزم ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک مستقل شریعت ہے۔ (2)

﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ: اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔﴾ اس آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو بھی غلط عقائد اپنا کر دین میں پھوٹ ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (3) اور سابقہ امتوں میں سے یا اس امت میں سے جنہوں نے اس ممانعت پر عمل نہیں کیا ان کے بارے میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (4)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالٰی ہمیں صحیح عقائد اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: دین میں تفرقہ بازی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَنعام، آیت نمبر 159 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ: مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو۔﴾

---

1 ......مائدہ: ۴۸.

2 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیۃ: ۱۳، ۵/۱۸۶۵-۱۸۶۶.

3 ......ابو سعود، الشوری، تحت الآیۃ: ۱۳، ۵/۵۲۳، ملخصاً.

4 ......انعام: ۱۵۹.

یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکوں کو توحید اختیار کرنے اور بتوں کی عبادت چھوڑ دینے کی جو دعوت دیتے ہیں یہ ان پر بہت بھاری ہے اور وہ اسے بہت بعید جانتے ہیں جیسا کہ ان کی اس بات سے ظاہر ہے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

اور اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین کے لئے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا اور اس کی فرمانبرداری قبول کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (2)

وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ اُنھیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے رب کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی ایک مقرر میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کردیا ہوتا اور بے شک وہ جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے وہ اس سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد اپنے باہمی حسد کی وجہ سے اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک مقررہ مدت تک کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بیشک وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس (قرآن) کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ: اور انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی پھوٹ ڈالی۔﴾ اس

1 ......ص:۵.

2 ......ابو سعود، الشوری، تحت الآیۃ: ۱۳، ۵/۵۲٤، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۱۳، ٤/۹۲، ملتقطاً.

آیت میں اہلِ کتاب کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جو دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی اور کوئی کافر ہوگیا، وہ اس سے پہلے جان چکے تھے کہ اس طرح اختلاف کرنا اور فرقہ فرقہ ہوجانا گمراہی ہے لیکن اس کے باوجود اُنہوں نے آپس کے حسد کی وجہ سے، ریاست و ناحق کی حکومت کے شوق میں اور نفسانی حَمِیَّت کے ابھارنے پر یہ سب کچھ کیا، اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوچکے تھے لیکن اگر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے قیامت کے دن تک ان سے عذاب مُؤخّر فرمانے کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کافروں پر دنیا میں عذاب نازل فرما کر ان کے اور ایمان والوں کے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ کتاب کو جب سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعثَت کی خبر ملی تو اس وقت انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حسد کی وجہ سے آپس میں پھوٹ ڈالی۔ (1)

﴿لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ: اس کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے یہودی اور عیسائی اپنی کتاب پر مضبوط ایمان نہیں رکھتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی اس قرآن کے متعلق شک میں مبتلا ہیں جس شک نے انہیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ (2)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا ۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ؕ (١٥)

(1) ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٤، ص١٠٨٤، جلالين، الشورى، تحت الآية: ١٤، ص٤٠٢، تفسير كبير، الشورى، تحت الآية: ١٤، ٩/٥٨٨، ملتقطاً.

(2) ......مدارك،الشورى،تحت الآية: ١٤، ص١٠٨٤، بيضاوى، الشورى، تحت الآية: ١٤، ٥/١٢٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ١٤، ٤/٩٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں اللہ ہمارا تمہارا سب کا رب ہے ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا کیا کوئی حجت نہیں ہم میں اور تم میں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو اور کہو کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے اتاری ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ: تو اسی لیے (انہیں) بلاؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اُن کفار کے اس اختلاف اور پَرا گندگی کی وجہ سے انہیں توحید اور سچے دین پر متفق ہونے کی دعوت دیں اور آپ (ان کے انکار کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ) اس دین پر اور اس دین کی دعوت دینے پر ثابت قدم رہیں جیسا آپ کو اللہ تعالٰی کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور ان کی باطل خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں اور کہیں کہ میں اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالٰی نے اتاری ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں اللہ تعالٰی کی تمام کتابوں پر ایمان لایا کیونکہ پھوٹ ڈالنے والے بعض کتابوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض سے کفر کرتے تھے، جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِكَ سَبِیۡلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

1 ......النساء: ۱۵۰، ۱۵۱.

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان تمام چیزوں میں، تمام اَحوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا اور نہ تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں باز پُرس ہوگی بلکہ ہر ایک اپنے اپنے عمل کی جزا پائے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور فیصلے کے لئے سب کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ (1)

وَ الَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِي اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے اُن کی دلیل محض بے ثبات ہے ان کے رب کے پاس اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو اللہ کے (دین کے) بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس (دین) کو قبول کیا جا چکا ہے، ان جھگڑنے والوں کی دلیل ان کے رب کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِي اللّٰهِ: اور وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔﴾ اِن جھگڑنے والوں سے مراد یہودی ہیں، وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، اس لئے وہ مسلمانوں سے جھگڑا کرتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ ہمارا دین پرانا، ہماری کتاب پرانی اور ہمارے نبی پہلے آئے، اِس لئے ہم تم سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان جھگڑنے والوں کی اپنے دین کے حق ہونے پر ہر دلیل ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے آخرت میں ایسا سخت عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔ (2)

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٥، ص١٠٨٤-١٠٨٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ١٥، ٩٣/٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٦، ص١٠٨٥، روح البيان، الشورى، تحت الآية: ١٦، ٣٠١/٨، ملتقطاً.

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور انصاف کی ترازو اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اتارا اور میزان کو اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ قرآنِ پاک نازل کیا جو طرح طرح کے دلائل اور اَحکام پر مشتمل ہے نیز اس نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں عدل کا حکم دیا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ میزان سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ (1) کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق و باطل کو جانچنے کا معیار ہیں۔

﴿وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قیامت کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے جھٹلانے کے طور پر کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور گویا کہ فرمایا گیا ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل کرنے اور شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم قرآن پر عمل کرو اور عدل کرو اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے حساب اور اعمال کا وزن ہونے کا دن اچانک آجائے۔ (2)

دنیا کا باقی رہ جانے والا عرصہ بہت کم ہے

یاد رہے کہ اس دنیا کا جو عرصہ کچھ گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں وہ عرصہ بہت کم ہے جو اس دنیا کا باقی رہ گیا

1 ……مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٧، ص١٠٨٥، روح البيان، الشورى، تحت الآية: ١٧، ٨/٣٠٢، ملتقطاً.
2 ……خازن، الشورى، تحت الآية: ١٧، ٤/٩٣، مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٧، ص١٠٨٥، ملتقطاً.

ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ عرفات کے مقام میں ٹھہرے ہوئے تھے، جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ ڈھال کی مانند ہے، یہ دیکھ کر آپ بہت شدید روئے اور ”اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ“ سے لے کر ”اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ“ تک آیات تلاوت فرمائیں۔ آپ کے غلام نے عرض کی ”اے ابوعبدالرحمٰن! میں آپ کے ساتھ کئی مرتبہ کھڑا ہوا ہوں لیکن کبھی آپ نے اس طرح نہیں کیا (آج آپ اتنا کیوں رو رہے ہیں) آپ نے فرمایا ”مجھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یاد آگئے، وہ اسی جگہ کھڑے تھے اور ارشاد فرمایا ”اے لوگو! تمہاری اس دنیا میں سے جو گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں جو باقی ہے وہ اس طرح ہے کہ جو وقت آج کے دن گزر چکا ہے اور جو باقی ہے۔ (1)

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”دنیا (کے جانے) اور آخرت (کے آنے) کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور آخر میں ایک دھاگے سے لٹک کر رہ گیا ہو، عنقریب وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے گا۔ (2)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالٰی نے (ابتداء سے لے کر انتہاء تک) پوری دنیا کو تھوڑا بنایا اور اب اس میں سے جو باقی بچا ہے وہ تھوڑے سے بھی تھوڑا ہے اور باقی رہ جانے والے کی مثال اس حوض کی طرح ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا ہو اور (اس کی تہ میں موجود) گدلا پانی باقی رہ گیا ہو۔ (3)

علامہ عبدالرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی دنیا کی مثال اس بڑے تالاب کی طرح ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو اور اسے انسانوں اور جانوروں کے پانی پینے کے لئے بنایا گیا ہو، پھر پانی پینے والوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا پانی کم ہونا شروع ہو جائے یہاں تک کہ اس کی تہ میں کیچڑ ہی باقی بچے جس میں جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہوں، تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا پر مطمئن نہ ہو اور نہ ہی یہ بات واضح ہو جانے کے بعد دنیا سے دھوکہ

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم عسق، اسباب نزول هاروت وماروت... الخ، ٢٣٣/٣، الحديث: ٣٧٠٨.

2 ......حلية الاولياء، ذكر تابعي التابعين، الفضيل بن عياض، ١٣٨/٨، الحديث: ١١٦٣٠.

3 ......مستدرك، كتاب الرقاق، تمثيل آخر للدنيا، ٤٥٦/٥، الحديث: ٧٩٧٤.

کھائے کہ یہ بہت جلد زائل ہو جانے والی ہے اور اس کا اچھا حصہ گزر چکا ہے اور موت ضرور آنے والی ہے۔ (1)

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور ِاقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جن چیزوں (میں مبتلا ہونے) کا میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں سے زیادہ خوفناک نفسانی خواہش اور لمبی امید ہے۔ نفسانی خواہش بندے کو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جارہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آرہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے طلبگار ہیں، اگر تم یہ کرسکو کہ دنیا کے طلبگار نہ بنو تو ایسا ہی کرو، کیونکہ تم آج عمل کرنے کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں (اس لئے جو چاہو عمل کرلو) جبکہ کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہوگا (بلکہ اعمال کا حساب دینا ہوگا)۔ (2)

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’آگاہ رہو کہ دنیا موجودہ سامان ہے جس سے نیک اور بد سبھی کھاتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ آخرت سچا وعدہ ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔ خبردار! ساری راحت اپنے کناروں سمیت جنت میں ہے اور پوری مصیبت اپنے کناروں سمیت جہنم کی آگ میں ہے۔ خبردار! تم اللّٰہ سے ڈرتے ہوئے نیک عمل کیا کرو (کہ نہ معلوم یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں) اور یاد رکھو! تم پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا۔ (3)

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس باقی رہ جانے والے عرصے کو غنیمت جانتے ہوئے فوری طور پر اللّٰہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں اور جن چیزوں سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان سے باز آجائیں اور دنیا کی قلیل زندگی سے دھوکہ کھا کر اپنی آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کو خراب نہ کرلیں۔ اللّٰہ تعالٰی ہمیں نیک اعمال میں جلدی کرنے اور تاخیر کی آفت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ

---

1 ......فیض القدیر، حرف الهمزة، ٢/٢٧٩، تحت الحدیث: ١٧١٠، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ٧/٣٧٠، الحدیث: ١٠٦١٦.

3 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الجمعة، باب کیف یستحبّ ان تکون الخطبة، ٣/٣٠٦، الحدیث: ٥٨٠٨.

وَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُمَارُوۡنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جنھیں اس پر ایمان ہے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے سنتے ہو بے شک جو قیامت میں شک کرتے ہیں ضرور دُور کی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور دُور کی گمراہی میں ہیں۔

﴾ یَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا: قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿ ارشاد فرمایا کہ قیامت پر ایمان نہ لانے والے اس کے قائم ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں کیونکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ قیامت قائم ہونے والی ہی نہیں، اسی لئے وہ مذاق اڑانے کے طور پر جلدی مچاتے ہیں اور ایمان والے ثواب ملنے کی توقُّع کے باوجود قیامت سے ڈر رہے ہیں اور اس کی ہَولناکیوں سے کانپ رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بیشک قیامت حق ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں اسی لئے وہ اس کی تیاری کر رہے ہیں اور اس دن کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہیں۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور دور کی گمراہی میں ہیں کیونکہ قیامت قائم کرنا اللہ تعالٰی کی قدرت سے کوئی بعید نہیں۔ (1)

قیامت پر ایمان رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کر کے اس دن کی تیاری کرنے میں مصروف رہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مکانِ عالیشان میں

---

1 ......مدارك، الشوری، تحت الآیة: ١٨، ص ١٠٨٥، ابن کثیر، الشوری، تحت الآیة: ١٨، ١٨٠/٧، خازن، الشوری، تحت الآیة: ١٨، ٩٣/٤، ملتقطاً.

آپ کے پاس تھا تو ایک شخص نے سوال کیا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک وہ ضرور قائم ہوگی تو تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں نے بہت زیادہ نیک عمل تو نہیں کئے البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا'' بے شک تم انہی کے ساتھ ہوگے جن سے تم محبت رکھتے ہو اور تمہیں وہی ثواب ملے گا جس کی تم امید رکھتے ہو۔[1]

اس حدیثِ پاک سے بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سوال کرنے والے شخص کو قیامت کے وقت کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ اسے قیامت کے دن کی تیاری کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۱۹﴾

ع ٢

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت و عزت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا، عزت والا ہے۔

﴿ **اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے شمار احسانات کرتا ہے اور اس کے احسانات کے دائرے میں نیک اور بد سبھی داخل ہیں حتّٰی کہ بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں میں مشغول رہتے ہیں اس کے باوجود وہ انہیں بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق روزی دیتا ہے اور وسعتِ عیش عطا فرماتا ہے اور اس میں مؤمن اور کافر سبھی داخل ہیں۔[2]

رزق کی وسعت اور تنگی حکمت کے مطابق ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو زیادہ اور بعض کو کم رزق عطا فرماتا ہے اور اس وسعت

1 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضى الله عنه، ٤/٤٥٠، الحديث: ١٣٣٦١.

2 ......خازن، الشورى، تحت الآية: ١٩، ٤/٩٣-٩٤.

اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں۔اسی سورت میں ایک اور مقام پر اس کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے،انہیں) دیکھ رہا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بعض مؤمن بندے ایسے ہیں کہ مالداری اُن کے ایمان کی قوت کا باعث ہے اگر میں انہیں فقیر محتاج کر دوں تو اُن کے عقیدے فاسد ہو جائیں اور بعض بندے ایسے ہیں کہ تنگی اور محتاجی ان کے ایمان کی قوت کا باعث ہے، اگر میں انہیں غنی مالدار کر دوں تو اُن کے عقیدے خراب ہو جائیں۔ (2)

لہٰذا جسے رزق میں تنگی کا سامنا ہے وہ یہ نہ سوچے کہ فلاں شخص کو اتنا مال ملا ہے، فلاں کو اتنی دولت عطا ہوئی ہے جبکہ میں رزق کے معاملے میں تنگیوں کا سامنا کر رہا ہوں بلکہ اسے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ رزق تھوڑا ملنے میں میری ہی بھلائی ہوگی کیونکہ جس چیز میں میری بھلائی ہے اسے میرا رب عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور چونکہ رزق دینے والا بھی وہی ہے اس لئے اس کی بارگاہ سے مجھے دوسروں کے مقابلے میں کم رزق ملنے میں یقیناً میری دنیا اور آخرت کا بھلا ہوگا اور اسی میں میرے ایمان کی قیمتی ترین دولت کی حفاظت کا سامان ہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دولت ملنے کے بعد میرا دل بدل جائے اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان کی دولت ضائع کر بیٹھوں اور قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاؤں۔ایسا کرنے سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ پریشان دماغ کو راحت اور بے چین دل کو سکون نصیب ہوگا۔

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ

1 ......شوری:۲۷.

2 ......تاریخ بغداد، حرف الالف من آباء الابراهیمین، ۳۰۴۴-ابراهیم بن احمد بن الحسن... الخ، ۶/۱۴-۱۵.

حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے۔﴾ اس آیت میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرنے والوں اور ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے اعمال کے ذریعے دُنْیَوی وجاہت اور ساز و سامان کے خواہش مند ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے اپنی نماز، روزہ اور دیگر اعمال سے آخرت کا نفع مقصود ہو تو ہم اسے نیکیوں کی توفیق دے کر، اس کے لئے نیک اعمال اور اطاعت گزاری کی راہیں آسان کرکے اور اس کی نیکیوں کا ثواب دس گُنا سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا ہم چاہیں بڑھا کر اس کے اُخروی نفع میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دنیا میں سے اُتنا دے دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیا میں اس کے لئے مقدّر کیا ہے اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ (1)

نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار اور دنیا کے طلبگار کا حال

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے عمل کرے اور ان اعمال سے صرف اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کی نیت کرے تو اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر اپنے لطف و کرم کی بارش فرمائے گا اور وہ شخص جو اپنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اور دیگر نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا

1 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ۵/۱۸۶۹-۱۸۷۰، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۹۴، مدارک، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ص۱۰۸۶، ملتقطاً.

حاصل کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ ان اعمال کے ذریعے دنیا میں مال و دولت، عزت و شہرت اور اپنی واہ واہ چاہے تو دنیا میں اسے صرف اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے نصیب میں لکھا ہے اور آخرت میں ان اعمال کے ثواب سے اسے محروم کر دیا جائے گا۔ اسی سے متعلق یہاں تین اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص (صرف) دنیا کی فکر میں رہتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے معاملے کو پَراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی تنگ دستی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا اس کے لئے (پہلے سے) لکھ دیا گیا ہے اور جو شخص آخرت کا قصد کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے معاملے کو اکٹھا کر دیتا ہے اور اس کی مالداری کو اس کے دل میں رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خاک آلود ہو کر آتی ہے۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے اپنی تمام فکروں کو صرف ایک فکر بنا دیا اور وہ آخرت کی فکر ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کی دنیا کی فکر کے لئے کافی ہے اور جس کی فکریں دنیا کے اَحوال میں مشغول رہیں تو اللّٰہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہو گی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہا ہے۔‘‘[2]

(3)......حضرت جارود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کی تو اس کا چہرہ بگاڑ دیا جائے گا، اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور جہنم میں اس کا نام لکھ دیا جائے گا۔‘‘[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿٢١﴾

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهمّ بالدنيا، ٤/٤٢٤، الحديث: ٤١٠٥.
2 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهمّ بالدنيا، ٤/٤٢٥، الحديث: ٤١٠٦.
3 ......معجم الكبير، الجارود بن عمرو بن المعلى... الخ، ٢/٢٦٨، الحديث: ٢١٢٨.

ترجمۂ کنزالایمان: یاان کے لیے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا وہ راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کرنے کی بات (طے) نہ ہوتی تو (یہیں) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا: یاان کے لیے کچھ شریک ہیں۔﴾ دنیا اور آخرت کے اعمال کے بارے میں ایک قانون بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ چیز بیان فرمائی ہے جو بدبختی اور گمراہی کی بنیاد ہے۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفارِ مکہ اُس دین کو قبول نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں، شَیاطین وغیرہ جنہوں نے ان کے لیے کُفریّہ دینوں میں سے وہ دین انہیں پیش کیا ہے جو شرک اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکار پر مشتمل ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف ہے اور کفار اسی دین کو قبول کئے ہوئے ہیں جس کا انجام تو یہ ہے کہ اگر فیصلہ کرنے کی بات طے نہ ہوتی اور جزا کے لئے قیامت کا دن مُعَیَّن نہ فرما دیا گیا ہوتا تو یہیں ایمان والوں اور کفار میں فیصلہ کر دیا جاتا اور دنیا ہی میں جھٹلانے والوں کو عذاب میں گرفتار کر دیا جاتا اور بیشک آخرت میں ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔یاد رہے کہ اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں۔ (1)

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾

1 ……تفسیر کبیر ، الشوری ، تحت الآیة : ٢١ ، ٥٩٢/٩ ، جلالین، الشوری، تحت الآیة: ٢١، ص٤٠٣، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٢١، ص١٠٨٦، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٢١، ٩٤/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنی کمائیوں سے سہمے ہوئے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہیں گی اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہیں جو چاہیں یہی بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے اور ان کی کمائیاں ان پر پڑ کر رہیں گی اور ایمان لانے والے اور اچھے اعمال کرنے والے جنتوں کے پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے۔

﴿ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ: تم ظالموں کو دیکھو گے۔ ﴾ اس آیت میں قیامت کے دن عذاب کے حق داروں اور ثواب پانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم قیامت کے دن ظالموں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ اس اندیشے سے اپنے کفر اور خبیث اعمال سے ڈر رہے ہوں گے کہ اب انہیں ان اعمال کی سزا ملنے والی ہے۔ یہ چاہے ڈریں یا نہ ڈریں، ان کے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا اور یہ اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتے اور ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جنتوں کے نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے کیونکہ وہ جنت کے سب سے زیادہ پاکیزہ مقام ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور تھوڑے عمل پر یہی بڑا فضل ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فاسق و فاجر مسلمان بھی (اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے بغیر ہی بخش دیئے جانے کے بعد) جنت میں جائیں گے البتہ وہاں ان کے مقام میں فرق ہوگا کہ اچھے اعمال کرنے والے مسلمان پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے اور ان کے علاوہ مسلمان جنت کے دیگر حصوں میں ہوں گے۔[1]

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

[1] ……تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ٢٢، ٩/٥٩٣، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٢٢، ص١٠٨٦، ملتقطاً.

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰىؕ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًاؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی ہے وہ جس کی اللہ اپنے ایمان والے اور اچھے اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ اے لوگو، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، (جیسے دوسرے کسی نبی نے تبلیغِ دین پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا۔) اس کے بعد جداگانہ طور پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ظلم وستم کرنے سے باز رکھنے کیلئے فرمایا کہ تمہیں کم از کم میرے ساتھ اپنی قرابتداری یعنی رشتے داری کا خیال کرنا چاہیے، یعنی چونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور کفارِ مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم ایمان قبول نہیں بھی کرتے تو کم از کم رشتے داری کا لحاظ کرتے ہوئے ایذاء رسانی سے تو باز رہو۔

﴿وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً: اور جو نیک کام کرے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نیک کام کرنے والوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ جو نیک کام کرے گا تو ہم اسے اس جیسے مزید نیک کام کرنے اور ان میں اخلاص کی توفیق عطا کرکے اس کے لیے نیک کام میں مزید خوبی بڑھا دیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو بخشنے والا اور اپنے اطاعت گزاروں کی قدر فرمانے

والا ہے۔ (1)

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرمادے اور مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو ثابت فرماتا ہے اپنی باتوں سے بے شک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر (صبر کی) مہر لگادے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور اپنی باتوں کے ذریعے حق کو ثابت فرماتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا: بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر 3 میں بیان ہوا کہ قرآنِ مجید وہ کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی فرمایا ہے اور اب یہاں سے قرآنِ مجید کے بارے میں کافروں کا ایک اعتراض ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ کافروں کا یہ قول بہتان ہے کیونکہ اے نبی! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر بالفرض آپ جھوٹی بات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے دل پر مہر لگا دیتا (جس سے قرآن آپ کے سینے سے سَلب ہو جاتا اور جب اللہ تعالیٰ نے ایسی مہر نہیں لگائی تو معلوم ہوا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ کفار یہ دعویٰ کرنے میں جھوٹے ہیں) یونہی اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا اور حق کو اپنے کلام سے ثابت فرماتا ہے، تو اگر بالفرض آپ

1 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۲۳، ۸/۳۱۲.

جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور رسوا کر دیتا اور باطل کا پردہ فاش کر دیتا لیکن معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوت اور مدد کے ساتھ آپ کی تائید فرمائی ہے تو یقیناً آپ سچے ہیں اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جھوٹے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر بہتان لگانے والے ہرگز نہیں ہیں، البتہ کافر جھوٹے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ تو دلوں تک کی باتیں جانتا ہے، تو اسے کافروں کے عقائد، اَقوال اور اَحوال سب کی خبر ہے اور وہ انہیں اس کی خوب سزا دے گا۔ (1)

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر گناہگار کی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس توبہ کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر فرماتا اور اسے معاف فرما دیتا ہے اور اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہارے نیک اعمال پر تمہیں ثواب اور برے اعمال پر سزا دے گا۔

یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت اور فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور ان کے گناہوں

(1)......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۲۴، ۹/۵۹۶-۵۹۷، البحر المحیط، الشوری، تحت الآیة: ۲۴، ۷/۴۹۴، ملتقطاً.

سے درگزر فرماتا ہے اوراس آیت میں توبہ کی قبولیّت کا مُژدہ سنا کر گناہ کرنے والوں کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ يَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللّٰہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ **اللّٰہ** تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ راضی ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی پُرخطر منزل پر ٹھہرے اور اس کے پاس سواری ہو جس کے اوپر کھانے پینے کی چیزیں ہوں چنانچہ وہ اپنا سر رکھ کر سوجاتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری کہیں جاچکی ہوتی ہے، پھر گرمی اور پیاس کی شدت اسے تڑپاتی ہے یا جو **اللّٰہ** تعالیٰ چاہے (اس کے ساتھ ہوتا ہے)۔ پھر اس نے کہا میں اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاتا ہوں چنانچہ وہ لوٹ آتا اور پھر سوجاتا ہے، جب (بیدار ہو کر) سر اٹھاتا ہے تو اس کی سواری پاس ہوتی ہے (تو وہ اس پر خوش ہوتا ہے)۔ [2]

اور مسلمانوں کو سچی توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے **اللّٰہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّكَفِّرَ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ يُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ **اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے، علماء فرماتے ہیں کہ ہر ایک گناہ سے توبہ واجب ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی بدی اور معصِیَت سے باز آجائے اور جو گناہ اس

1 ......توبہ:١٠٤.

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ٤/١٩٠، الحديث: ٦٣٠٨.

3 ......تحریم:٨.

سے صادر ہوا اس پر نادم ہو اور ہمیشہ گناہ سے بچے رہنے کا پختہ ارادہ کرے اور اگر گناہ میں کسی بندے کی حق تلفی بھی تھی تو اس حق سے شرعی طریقے سے بَرِیُّ الذِّمہ ہو جائے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سچی توبہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ نفیس شے بنائی ہے کہ ہر گناہ کے اِزالہ کو کافی ووافی ہے۔کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر (بھی باقی نہیں رہتے)۔ سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی تھی نادم وپریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے، جو چارۂ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سَرقہ (یعنی چوری)، رشوت، رِبا (یعنی سود) سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے، جو مال جس جس سے چھینا، چُرایا، رشوت، سود میں لیا انہیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کر دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تَصَدُّق کر دے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تَصَدُّق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انہیں پھیر دوں گا۔[2] سود میں لئے گئے مال کے بارے میں یہ بھی اجازت ہوتی ہے کہ جس سے لیا ہے اسے دینے کی بجائے ابتداء میں ہی صدقہ کر دے یعنی سود دینے والے کو لوٹانا ہی ضروری نہیں ہوتا۔[3]

﴿وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ: اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔﴾ اگر ہم عمل کرتے وقت یہ سوچ لیا کریں کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمارے ظاہری اور پوشیدہ ہر عمل کو جانتا ہے اور وہ ہمارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے تو امید ہے کہ کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جو چاہو کرتے رہو، بیشک اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......خازن، الشوری، تحت الآیة: ٢٥، ٤/٩٦.

2 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، اعتقادیات وسیر، ۲۱/۱۲۱-۱۲۲۔

3 ......توبہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''توبہ کی روایات وحکایات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

4 ......حم السجدہ: ٤٠.

يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

حضرت شعیب حریفیش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں سے بے نیاز ہے، وہ انہیں اپنی اطاعت اور (توحید ورسالت پر) ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور ان کے لئے کفر وشرک پر راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ نہ اسے بندوں کی اطاعت وعبادت نفع پہنچاتی ہے اور نہ ہی ان کی نافرمانی سے کوئی نقصان ہوتا ہے اور اے گنہگار انسان! اس نے تجھے اپنی فرمانبرداری کا حکم محض اس لئے دیا اور اپنی نافرمانی سے اس لئے منع فرماتا ہے تاکہ تجھے تیرے یقین کی آنکھ سے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرائے اور تیرے لئے تیرے دین اور دنیا کا معاملہ واضح فرما دے، لہٰذا تو ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہ، اس سے ڈر اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہ۔ اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس بات پر یقین رکھ کہ وہ تو تجھے یقیناً دیکھ رہا ہے۔ نمازوں کی پابندی کر جن کا اس نے تجھے تاکیدی حکم دیا ہے اور سحری کے وقت عاجزی و اِنکساری سے اس کی بارگاہ میں کھڑا ہو، بے شک وہ تجھ پر اپنی روشن نعمتیں نچھاور فرمائے گا اور تجھے تیرے مقصود تک پہنچا کر تجھ پر احسان فرمائے گا۔ کیا اس نے ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تیری حفاظت نہیں کی اور وہاں اپنے لطف وکرم سے تجھے خوراک مہیا نہیں کی؟...... کیا اس نے تجھے کمزور پیدا کر کے، پھر رزق فراہم کر کے تجھے قوی نہیں کیا؟...... کیا اس نے تیری پیدائش اور پرورش اچھی طرح نہ کی؟...... کیا اس نے تجھے عزت نہیں بخشی اور تیرے ٹھکانے کو معزز نہیں بنایا؟...... کیا تجھے ہدایت اور تقویٰ جیسی عظیم دولت کا اِلہام نہیں فرمایا؟...... کیا تجھے عقل دے کر ایمان کی طرف تیری رہنمائی نہیں فرمائی؟...... کیا اس نے تجھے اپنی نعمتیں عطا نہیں فرمائیں؟...... کیا اس نے تجھے اپنی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا اور اس کی تاکید نہیں کی اور کیا اس نے تجھے اپنی نافرمانی سے نہیں ڈرایا اور اس سے منع نہیں کیا؟...... کیا اس نے تجھے ندا دے کر اپنے درِ رحمت پر نہیں بلایا؟...... کیا اس نے سحری کے وقت تجھے اپنے مکرم خطاب سے بیدار نہیں کیا اور تجھ سے راز کی باتیں نہ کیں؟...... کیا اس نے تجھ سے آخرت میں کامیابی اور جزا کا وعدہ نہیں فرمایا؟...... کیا تو نے سوال کیا اور دعا کی تو اس نے تیرے سوال کا جواب نہیں دیا اور تیری دعا قبول نہیں کی؟...... جب تو نے مصیبتوں میں مدد مانگی تو کیا اس نے تیری مدد نہیں فرمائی اور تجھے نجات عطا نہیں کی؟...... اور جب تو نے اس کی نافرمانی کی تو کیا اس نے اپنے حلم سے تیری

[1] ......مومن: ١٩.

پردہ پوشی نہیں فرمائی اور تجھے اپنی رحمت سے نہیں ڈھانپا؟......کیا تو نے کئی مرتبہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو دعوت نہیں دی لیکن پھر بھی اس نے تجھے راضی رکھا؟......تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو گناہوں اور نافرمانیوں سے اس کا سامنا کرے؟ وہ تجھ پر اپنا رزق کشادہ کرتا ہے لیکن تو اس کی نافرمانی میں اضافہ کرتا ہے۔تو لوگوں سے تو چھپ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکے گا۔وہ (تیرے اعمال پر) گواہ اور تجھے دیکھ رہا ہے،تو کب تک تو اپنی گمراہی اور خواہشات کے سمندر میں غرق رہے گا؟ اگر تو نجات چاہتا ہے تو ندامت کی کشتی پر سوار ہو جا اور اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچی توبہ کر کے فائدہ اٹھا۔اپنے آپ کو اخلاص کے ساحل پر ڈال دے تو وہ تجھے نجات اور خلاصی عطا فرما دے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَ يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے اُن کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور انھیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

﴿وَ يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور اچھے اعمال کریں اور اپنے فضل سے لوگوں کی طلب سے بڑھ کر انہیں عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔[2]

1 ......الروض الفائق، المجلس الحادی والاربعون فی مناقب الصالحین رضی اللّٰہ عنھم اجمعین، ص٢٢٢.

2 ......مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٢٦، ص١٠٨٨.

معلوم ہوا کہ مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اعمال دعا کی قبولیت میں بہت معاون ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اچھے اعمال کرنے کی بجائے ہر وقت برے اعمال کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اس کے باوجود ان کی زبانیں اس شکوہ سے تر نظر آتی ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، انہیں چاہئے کہ اگر دعا قبول کروانی ہے تو برے اعمال چھوڑ کر نیک اعمال کرنے میں مصروف ہوجائیں اِنْ شَآءَ اللہ ان کی دعاؤں کی قبولیت بھی ظاہر ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ایک شخص طویل سفر کرے، اس کے بال اُلجھے اور کپڑے گرد میں اَٹے ہوئے ہوں، وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور اے میرے رب! اے میرے رب! کہے اور اس کا کھانا حرام سے اور پینا حرام سے اور پہننا حرام سے اور پرورش پائی حرام سے، تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔[1]

کسی نے حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن وہ قبول نہیں ہوتیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا ’’اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس کام کا حکم دیا ہے تم وہ نہیں کرتے۔[2]

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اُتارتا ہے جتنا چاہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اُنھیں دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ

1 ……مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیّب وتربیتھا، ص٥٠٦، الحدیث: ٦٥(١٠١٥).

2 ……مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ٢٦، ص١٠٨٨.

اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کردیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو غریب اور بعض کو مالدار بنانے کی حکمت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کردیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کا رزق ایک جیسا کردے تو یہ بھی ہوسکتا تھا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی صورت ہوسکتی تھی کہ جب کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہوجائے گا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا، کوئی سامان اٹھانے پر راضی نہ ہوگا، کوئی تعمیراتی کاموں میں محنت مزدوری نہیں کرے گا، یوں نظامِ عالَم میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اسے ہر عقلمند باآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں

ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''اگرچہ بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے اَفعال کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے اَفعال حکمتوں اور مَصلحتوں سے خالی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حال کو جانتا ہے کہ اگر اس پر دنیا کا رزق وسیع کردیا تو یہ وسعت بندے کے اعمال کو فاسد کردے گی، اس لئے اس پر رزق تنگ کردینے میں ہی اسی کی مَصلحت اور بہتری ہے، لہٰذا کسی پر رزق تنگ کردینے میں اس کی توہین نہیں اور نہ ہی کسی پر رزق کشادہ کردینا اس کی فضیلت ہے۔ مزید فرماتے ہیں ''تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ اپنے کسی فعل پر جواب دِہ نہیں کیونکہ وہ علی الاطلاق مالک ہے۔ [1]

امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی کی ایک بڑی حکمت

ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ امیر، کچھ لوگ غریب، کچھ بیمار اور کچھ تندرست ہیں، اس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، یہاں لوگوں کے احوال میں اس فرق کی ایک بہت بڑی حکمت ملاحظہ ہو، چنانچہ

[1] ......قرطبی، الشوری، تحت الآیۃ: ٢٧، ٨/٢١، الجزء السادس عشر، ملخصاً.

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالداری میں ہے، اگر میں انہیں فقیر کردوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہوجائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی فقیری میں ہے، اگر میں انہیں مالدار بنادوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہوجائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی صحت مندر رہنے میں ہے، اگر میں انہیں بیمار کردوں تو اس بنا پر ان کا ایمان خراب ہوجائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کی ایمان کی بھلائی بیمار رہنے میں ہے، اگر میں انہیں صحت عطا کردوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہوجائے گا۔ میں اپنے علم سے اپنے بندوں کے معاملات کا انتظام فرماتا ہوں، بے شک میں علیم وخبیر ہوں۔[1]

اسی طرح کی ایک حدیث پاک آیت نمبر 17 کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے، ان اَحادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کی امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی حکمت کے عین مطابق ہے اور اُخروی اعتبار سے بہت بڑے فائدے کی حامل ہے لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی اسے چاہئے کہ وہ اس دولت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے غریب رکھا اسے چاہئے کہ وہ اپنی غربت اور تنگدستی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسی کی بارگاہ سے صبر کرنے کی توفیق مانگے اور آسانی طلب کرتا رہے۔ جو تندرست ہے وہ اس نعمت کو غنیمت جانے اور اپنی جسمانی صحت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت زیادہ کرنے کا فائدہ اٹھائے، اور جو بیمار ہے وہ بیماری کو اپنے حق میں مصیبت نہ سمجھے بلکہ یہ ذہن بنائے کہ اس بیماری کے ذریعے میری خطائیں معاف ہورہی ہیں اور میرے ایمان کو تباہی سے بچایا جارہا ہے اور یہ دونوں چیزیں آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں بہت کام آنے والی ہیں۔ اس سے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دل اور دماغ کو راحت نصیب ہوگی۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗؕ وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾

[1] ......حلیة الاولیاء، الحسین بن یحی الحسینی، ۸/۳۵۵، الحدیث: ۱۲۴۸۵.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ مینہ اُتارتا ہے اُن کے ناامید ہونے پر اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جولوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا، تعریف کے لائق ہے۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا: اور وہی ہے جولوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! اللہ وہی ہے جو تمہارے بارش آنے سے ناامید ہونے کے بعد آسمان سے بارش نازل فرما کر تمہیں سیراب کرتا ہے اور بارش سے نفع دیتا اور قحط دور فرماتا ہے، وہی اپنے فضل اور احسان سے تمہارے کام بنانے والا ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرمانے میں تعریف کے لائق ہے اور اس کے فرمانبردار بندے اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ (1)

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍؕ وَ هُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ۠ (۲۹)

رکوع ۳ ｜ ۱۰ ｜ ۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو چلنے والے ان میں پھیلائے اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں جو جاندار اس نے پھیلائے ہیں سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں اور وہ ان سب کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی کی وحدانیّت کے دلائل اور اس کی قدرت کے عجائبات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے، کیونکہ یہ دونوں اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اپنے خالق کی قدرت اور

(1)......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۱/۱۴۹، مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۱۰۸۸، ملتقطاً.

کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان نشانیوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿٦﴾ وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡهَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَهِیۡجٍ ﴿٧﴾ تَبۡصِرَةً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں بڑے بڑے پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا۔ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بصیرت اور نصیحت کیلئے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین پر چلنے والے انسان اور دیگر جاندار پیدا فرمائے ہیں یہ سب بھی اس کی قدرت اور وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب اور جس وقت چاہے ان سب کو حشر کے لئے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔ [2]

وَ مَاۤ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ﴿٣٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

﴿وَ مَاۤ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی۔﴾ اس آیت میں ان مُکَلَّف مومنین سے خطاب ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر اُن کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، اُن تکلیفوں کو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے

1 ......سورۃ ق:٦۔٨.

2 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیة: ٢٩، ٥/١٨٧٤، ملخصاً.

لئے ہوتی ہے۔

مصیبتیں آنے کا ایک سبب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر آنے والی مصیبتوں کا ایک سبب ان کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرنا ہے، اگر یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں تو مصیبتوں سے بچ سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’(اے لوگو!) تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے ’’اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں انہیں رات میں بارش سے سیراب کروں گا، دن میں ان پر سورج کو طلوع کروں گا اور انہیں کڑک کی آواز تک نہ سناؤں گا۔ [1]

نیز انہیں چاہئے کہ ان پر اپنے ہی اعمال کی وجہ سے جو مصیبتیں آتی ہیں ان میں بے صبری اور شکوہ شکایت کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ انہیں اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہوئے صبر وشکر سے کام لیں، ترغیب کے لئے یہاں گناہوں کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں سے متعلق اور ان مصیبتوں کے گناہوں کا کفارہ ہونے کے بارے میں **5** اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بندے کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہنچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **’’وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ‘‘**۔ [2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نیک کاموں سے عمر بڑھتی ہے، دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے اور بے شک آدمی اپنے کسی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ [3]

(3)......حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’لکڑی کی خراش لگنا، قدم کا ٹھوکر کھانا اور رگ کا پھڑکنا کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے

---

1 ......مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، ٢٨١/٣، الحدیث: ٨٧١٦.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الشوری... الخ، ١٦٩/٥، الحدیث: ٣٢٦٣.

3 ......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ٣٦٩/٤، الحدیث: ٤٠٢٢.

وہ اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَیۡدِیۡكُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِیۡرٍ“۔ [1]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مومن کو کانٹا چبھنے یا اس سے بڑی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے یا اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔ [2]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مومن کی بیماری اس کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہے۔ [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت میں مصروف رہنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، مشکلات اور مَصائب سے ہماری حفاظت فرمائے اور آنے والی مشکلات پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ گناہوں سے پاک ہیں اور چھوٹے بچے جو کہ مُکَلَّف نہیں ہیں، ان سے اس آیت میں خطاب نہیں کیا گیا، اور بعض گمراہ فرقے جو تناسُخ یعنی روح کے ایک بدن سے دوسرے بدن میں جانے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے اِستدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹے بچوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ہو اور ابھی تک چونکہ اُن سے کوئی گناہ ہوا نہیں تو لازم آیا کہ اس زندگی سے پہلے کوئی اور زندگی ہوگی جس میں گناہ ہوئے ہوں گے۔ ان کا اس آیت سے اپنے باطل مذہب پر اِستدلال باطل ہے کیونکہ بچے اس کلام کے مُخاطَب ہی نہیں جیسا کہ عام طور پر تمام خطابات عقلمند اور بالغ حضرات کو ہی ہوتے ہیں۔ [4]

نیز بالفرض اگر ان لوگوں کی بات کو ایک لمحے کے لئے تسلیم کر لیں تو ان سے سوال ہے کہ بچوں کو تکالیف تو

---

1 ......کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الافعال، الصبر علی البلایا مطلقاً، ۲/۳۰٤، الجزء الثالث، الحدیث: ۸٦٦٦.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه... الخ، ص۱۳۹۱، الحدیث: ٤۷(۲۵۷۲).

3 ......شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان ... الخ، فصل فی ذکر ما فی الاوجاع و الامراض ... الخ، ۷ / ۱۵۸، الحدیث: ۹۸۳۵.

4 ......خزائن العرفان، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۳۰، ص۸۹۵، ملخصاً۔

یقینی طور پر آتی ہی ہیں خواہ وہ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق ساتواں جنم ہو یا پہلا، تو سوال یہ ہے کہ بچوں کے پہلے جنم میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ کون سے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں؟ کیونکہ اس سے پہلے تو کوئی جنم ان کے عقیدے کے مطابق بھی نہیں گزرا ہوتا۔

وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚۖ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم زمین میں قابو سے نہیں نکل سکتے اور نہ اللہ کے مقابل تمہارا کوئی دوست نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے اور نہ اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿ **وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ: اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے۔** ﴾ یعنی جو مصیبتیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دی ہیں تم ان سے کہیں بھاگ نہیں سکتے اور نہ ہی ان سے بچ سکتے ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تمہیں مصیبت اور تکلیف سے بچا سکے۔ [1]

یاد رہے کہ اس آیت میں دعائیں داخل نہیں کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کبھی کچھ نہیں کرتی بلکہ اس کی مرضی کے موافق کرتی ہے اور دعا کے نتیجے میں خود خداوندِ قدوس ہی رحمت فرماتا ہے، یونہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کا معاملہ ہے کہ ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ تقدیر بدل دیتا اور بلائیں ٹال دیتا ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی ہی سے عمر بڑھتی ہے۔“ [2]

---

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٣١، ص ١٠٩٠.

2 ......ترمذی، كتاب القدر، باب ما جاء لا يردّ القدر الاّ الدعاء، ٤/٥٤، الحديث: ٢١٤٦.

وَ مِنۡ اٰیٰتِهِ الۡجَوَارِ فِی الۡبَحۡرِ كَالۡاَعۡلَامِ ﴿۳۲﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہیں دریا میں چلنے والیاں جیسے پہاڑیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔

﴿وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖ: اوراس کی نشانیوں سے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی بڑی بڑی کشتیاں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل اوراس کی قدرت، عظمت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ بادبانی کشتیاں ہوا کے ذریعے چلتی اور رکتی ہیں اور ان ہواؤں کو چلانے اور روکنے پر اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قدرت نہیں رکھتا اور یہ قدرت والے معبود کے وجود کی دلیل ہے، اوراس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ کشتیاں انتہائی وزنی ہوتی ہیں لیکن اپنے بھر پور وزن کے باوجود ڈوبتی نہیں بلکہ پانی کی سطح پر تیرتی جاتی ہیں۔ ان کشتیوں کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر عظیم انعامات کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے، جیسے ان کشتیوں کے ذریعے زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سامان کی نقل وحمل سے تجارت کے عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ (1)

اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡكِنِ الرِّیۡحَ فَیَظۡلَلۡنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿ۙ۳۳﴾ اَوۡ یُوۡبِقۡهُنَّ بِمَا كَسَبُوۡا وَ یَعۡفُ عَنۡ كَثِیۡرٍ ﴿۫۳۴﴾ وَّ یَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ چاہے تو ہوا تھما دے کہ اس کی پیٹھ پر ٹھہری رہ جائیں بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کو۔ یا اُنھیں تباہ کردے لوگوں کے گناہوں کے سبب اور بہت کچھ معاف فرمادے۔ اور جان جائیں وہ

(1)……روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۲، ۸/۳۲۴، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۲، ۹/۶۰۲، ملتقطاً.

جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ اُنھیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے تو کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں، بیشک اس میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔ یا (اگر اللہ چاہے تو) ان کشتیوں کو لوگوں کے گناہوں کے سبب تباہ کردے اور بہت سے گناہوں سے درگزر فرمادے۔ اور ہماری آیتوں میں جھگڑنے والے جان جائیں کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

﴿اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ: اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس ہوا کو روک دے جو کشتیوں کو چلاتی ہے تو تمام کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں اور چل ہی نہ پائیں، یا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مخالف سمت سے ہوا بھیج کر بعض کشتیوں کو اس میں سوار لوگوں کے گناہوں کے سبب غرق کردے اور بہت سے لوگوں کے گناہوں سے درگزر فرمادے کہ اُن پر عذاب نہ کرے اور انہیں ڈوبنے سے محفوظ رکھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کشتیوں کے چلنے اور رکنے میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔

یہاں صابر شاکر سے مخلص مومن مراد ہے جو سختی و تکلیف میں صبر کرتا ہے اور راحت و عیش میں شکر اور مقصد یہ ہے کہ مومن بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دلائل سے کسی طرح غافل نہ ہو کیونکہ مومن بندہ یا تو سختی اور تکلیف میں مبتلاء ہوگا یا راحت و عیش میں ہوگا، لہٰذا اسے چاہئے کہ اگر اس پر سختی اور تکلیف آئے تو وہ صبر کرے اور نعمتیں ملیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔[1]

شکر کے 15 فضائل

یہاں آیت کی مناسبت سے شکر کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......شکر ادا کرتے ہوئے کھانے والے کا اجر صبر کرتے ہوئے روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔[2]

---

1 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۳۳، ۸/ ۳۲٤، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۳۳، ۹/ ۶۰۲، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۳۳، ٤/ ۹۸، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۳۳، ص ۱۰۹۰، ملتقطاً.

2 ......مستدرك، كتاب الاطعمة، الطاعم الشاكر مثل الصائم الصابر، ۵/ ۱۸۸، الحدیث ۷۲۷۷.

(2)......اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اس کا صلہ دے گا۔[1]

(3)......شکر کرنے سے بندہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔[2]

(4)......شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔[3]

(5)......اللہ تعالیٰ اپنی حمد و شکر کئے جانے کو پسند فرماتا ہے۔[4]

(6)......شکر کرنے والا دل بندے کے ایمان پر مددگار ہے۔[5]

(7)......شکر گزار دل دین و دنیا کے اُمور پر مددگار ہے۔[6]

(8)......عطا پر شکر کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔[7]

(9)......وہ خیر جس میں کوئی شر نہیں، عافیّت کے ساتھ شکر کرنا ہے۔[8]

(10)......آسانی میں شکر کرنے والا زاہد ہے۔[9]

(11)......شکر ایمان کا نصف حصہ ہے۔[10]

(12)......اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔[11]

(13)......قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے وہ ہوں گے جو بہت شکر گزار ہوں گے۔[12]

(14)......شکر ادا کرنے سے بندہ زوالِ نعمت سے بچ جاتا ہے۔[13]

(15)......جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کی عمر دراز کر دیتا اور انہیں شکر کا الہام

1......ال عمران:١٤٤.

2......النساء:١٤٧.

3......سورۃ ابراھیم:٧.

4......معجم الکبیر، الاسود بن شریع المجاشعی، ١/٢٨٣، الحدیث: ٨٢٥.

5......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ التوبۃ، ٥/٦٥، الحدیث: ٣١٠٥.

6......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١٠٤، الحدیث: ٤٤٣٠.

7......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١٠٥، الحدیث: ٤٤٣٢.

8......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١٠٦، روایت نمبر: ٤٤٣٦.

9......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١٠٦، روایت نمبر: ٤٤٣٨.

10......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ٤/١٠٩، روایت نمبر: ٤٤٤٨.

11......ابن عساکر، محمد بن عبد اللّٰہ بن محمد بن عبید اللّٰہ بن ھمام... الخ، ٥٤/١٦.

12......معجم الکبیر، عبد الرحمن بن مورق العجلی عن مطرف، ١٨/١٢٤، الحدیث: ٢٥٤.

13......مسند الفردوس، باب الحاء، ٢/١٥٥، الحدیث: ٢٧٨٣.

فرماتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنا شکر ادا کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

﴿وَ یَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا : اور ہماری آیتوں میں جھگڑنے والے جان جائیں ۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لوگوں کو سمندر میں غرق کر دے اور قرآنِ پاک کو جھٹلانے والے جان جائیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ۔[2]

فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَۚ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ جیتی دنیا میں برتنے کا ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے لوگو!) تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ۔

﴿فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ : تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے ۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا ، اس پر عرب کے لوگوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ملامت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں جو کچھ دُنْیَوی مال و اَسباب دیا گیا ہے وہ آخرت کا زادِ راہ نہیں بلکہ صرف چند روز کی دُنْیَوی زندگی کا سازوسامان ہے اور یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا ، جبکہ جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ۔[3]

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۲٤٦، الحديث: ۹٥۳.
2 ......جلالين، الشورى، تحت الآية: ۳٥، ص٤٠٤، خازن، الشورى، تحت الآية: ۳٥، ٤/۹۸، ملتقطاً.
3 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ۳٦، ص۱۰۹۰، جلالين، الشورى، تحت الآية: ۳٦، ص٤٠٤، ملتقطاً.

دنیا کی زینت کے مقابلے میں اُخروی اجر و ثواب ہی بہتر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دُنْیَوی مال و دولت، شان وشوکت اور ساز و سامان کے مقابلے میں اُخروی اجر و ثواب ہی بہتر ہے اور ہر مسلمان کو اسی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا ساز و سامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

1 ……قصص: ۶۰.

2 ……اٰل عمران: ۱۴، ۱۵.

اور اُخروی ثواب اور انعامات حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾(1) ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اُخروی نعمتوں کی اہمیت کو سمجھنے اور ان نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوششیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کیلئے) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ: اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔﴾ یعنی اجر و ثواب ان کیلئے بھی ہے جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اِجتناب کرتے ہیں۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریاکاری وغیرہ۔ بے حیائی کے کاموں سے وہ تمام کام اور باتیں مراد ہیں جو معیوب اور قبیح ہوں۔(2)

کبیرہ گناہوں سے بچنے کا ثواب

اس آیت میں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے لئے قیامت کے دن اجر و ثواب

---

1 ……صافات: ۶۱.

2 ……روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۳۷، ۸/۳۲۸، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۳۷، ۴/۹۸، ملخصاً.

کی بشارت سنائی گئی ہے۔کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبٰٓئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَنُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، رمضان کے روزے رکھے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا تو اس کے لئے جنت ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: (یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ)، کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی مسلمان کو (ناحق) قتل کرنا اور کفار سے جنگ کے دن میدان سے فرار ہونا۔ (2)

اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔

اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) اور جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (4)

اللہ تعالیٰ ہمیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: کبیرہ گناہوں سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے سورۂ نساء، آیت نمبر 31 کے تحت تفسیر ملاحظہ

---

1 ......النساء: ٣١.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰہ تعالی عنه، ١٣٢/٩، الحدیث: ٢٣٥٦٥.

3 ......النجم: ٣٢.

4 ......بخاری، کتاب المحاربین من اهل الکفر والرّدة، باب فضل من ترك الفواحش، ٣٣٧/٤، الحدیث: ٦٨٠٧.

فرمائیں اور تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''اَلزَّوَاجِر لِاقْتِرَافِ الْکَبَائِر'' کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

﴿وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ: اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کسی پر غصہ آنے کی صورت میں معاف کر دینے والے کو بھی اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو اس وقت درگُزر کرنا اور بُردباری کا مظاہرہ کرنا اَخلاقی اچھائیوں میں سے ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ درگزر کرنے سے کسی واجب میں خَلَل واقع نہ ہو اور اگر کسی واجب میں خَلَل واقع ہو تو غضب کا اظہار کرنا ضروری ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کسی کام کو کرے تو اس وقت درگزر سے کام نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر غصہ کرنا واجب ہے۔ (مراد یہ کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر دل میں ناراضگی کا آنا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ گناہ کے مُرتکِب پر اظہار بھی کیا جائے۔ اس کا دارومدار موقع محل کی مناسبت پر ہے۔)[2]

غصہ آنے پر معاف کر دینے کی فضیلت

غصہ آنے پر معاف کر دینے کی فضیلت بکثرت اَحادیث میں بھی بیان ہوئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنے غصے کو نافذ کرنے پر قادر ہونے کے باوجود غصہ پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اختیار دے گا کہ حورِ عین میں سے جو حور وہ چاہے لے لے۔[3]

اور حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیا یا جس نے مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیا، اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ پسند نہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ نے آنسو کا قطرہ گرایا اور خون کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرا اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی قطرہ پسند نہیں۔[4]

---

1 ......اس کتاب کا اردو ترجمہ بنام ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' مکتبۃ المدینہ سے شائع ہو چکا ہے، وہاں سے ہدیۃً حاصل کر کے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ......صاوی، الشوری، تحت الآية: ٣٧، ٥/١٨٧٨.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من کظم غيظاً، ٤/٣٢٥، الحديث: ٤٧٧٧.

4 ...... کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب الغضب والغيظ وما جاء فيه، ١٠/١٩٥، الحديث: ٢٠٤٥٧.

[illegible]

غصہ آنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ جب انسان کسی اور سے کوئی بات کرتا یا اسے کوئی کام کرنے کا کہتا ہے اور وہ بات نہیں مانتا یا وہ کام نہیں کرتا تو غصہ آجاتا ہے، ایسی حالت میں انسان کو چاہئے کہ وہ ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف کردے یا ایسے اَسباب اختیار کرے جن سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور دل و دماغ کو تسکین حاصل ہو، ترغیب کے لئے یہاں غصہ ٹھنڈا کرنے کے 3 طریقے ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر اس کا غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ خاموش ہو جائے۔‘‘[2]

علامہ ابنِ رجب حنبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یہ غصے کا بہت بڑا علاج ہے کیونکہ غصہ کرنے والے سے غصے کی حالت میں ایسی بات صادر ہو جاتی ہے جس پر اسے غصہ ختم ہونے کے بعد بہت زیادہ ندامت اٹھانی پڑتی ہے، جیسے غصے کی حالت میں گالی وغیرہ دے دینا جس کا نقصان بہت زیادہ ہے، تو جب وہ خاموش ہو جائے گا تو اسے اس کے کسی شر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔[3]

(3)......حضرت عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی کے ذریعے ہی بجھایا جا سکتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔‘‘[4]

1......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٤٧٨٣.

2......مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس... الخ، ١/٥١٥، الحدیث: ٢١٣٦.

3......جامع العلوم و الحکم، الحدیث السادس عشر، ص١٨٤.

4......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٤٧٨٤.

اللہ تعالیٰ ہمیں غصہ کرنے سے بچنے اور غصہ آجانے کی صورت میں معاف کردینے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔[1]

وَ الَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ۪ وَ اَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ۪ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿ۚ۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کے لیے) جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے (ہوتا) ہے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا۔﴾ یعنی اجروثواب ان لوگوں کے لئے بھی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار اور اس کی عبادت کرکے اپنے رب کا حکم مانا اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور جب انہیں کوئی کام درپیش ہو تو وہ ان کے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اَقدس سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی دعوت قبول کرکے ایمان اور طاعت کو اختیار کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہجرت سے پہلے ان پر بارہ نقیب مقرر فرمائے ، ان انصار کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جب انہیں کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو پہلے آپس میں مشورہ کرتے ہیں پھر وہ کام سرانجام دیتے ہیں ، اس میں وہ جلد بازی اور اپنی من مرضی نہیں کرتے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔[2]

---

1 ......غصہ اور عَفْو و درگُزر سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتۡ بَرَکَاتُہُمُ الۡعَالِیَہ کے ان رسائل ''غصے کا علاج'' اور ''عفوودرگزر کے فضائل'' کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۸۷۸/۵-۱۸۷۹، روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳۳۱/۸، ملتقطاً.

نماز کی اہمیت

اس آیت میں انصار کا ایک وصف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ تمام شرائط وآداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے، اگر یہ عمل صحیح ہوا تو کامیابی اور نجات ہے اور اگر یہ ٹھیک نہ ہوا تو وہ ناکام ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔ اگر فرض نماز میں کچھ کمی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے، پھر اس سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا۔ (1)

مشورے کی اہمیت

اور ایک وصف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے اپنے کام کرتے ہیں۔ مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھی اِجتہادی اُمور میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمۡ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمۡ بھی دینی اور دُنْیَوی اہم اُمور باہمی مشورے سے طے کیا کرتے تھے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تمہارے حاکم اچھے لوگ ہوں، تمہارے مالدار سخی لوگ اور تمہارے کام باہمی مشورے سے طے ہوں تو زمین کا ظاہر اس کے باطن سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور جب تمہارے حاکم شریر لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کے ظاہر سے زیادہ بہتر ہے۔ (3)

اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ نے فرمایا: جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے۔ (4)

---

1 ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء انّ اوّل یحاسب به العبد... الخ، ۱/۴۲۱، الحدیث: ۴۱۳.

2 ......ال عمران: ۱۵۹.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، ۷۸-باب، ۴/۱۱۸، الحدیث: ۲۲۷۳.

4 ......مدارک، الشوری، تحت الآیة: ۳۸، ص۱۰۹۰.

اور ایک وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے مراد تمام قسم کے صدقات ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندہ جب صدقہ دینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں آجاتا ہے اور جو بندہ بلاضرورت سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے، اپنے اہم کاموں میں صحیح مشورہ دینے والوں سے مشورہ کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَہُمُ الۡبَغۡیُ ہُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب اُنھیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کے لیے) جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے تو وہ (انصاف کے ساتھ) بدلہ لیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَہُمُ الۡبَغۡیُ: اور وہ کہ جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے۔﴾ یعنی اجر وثواب ان کیلئے بھی ہے کہ جن پر کوئی ظلم کرے تو وہ اس سے انصاف کے ساتھ بدلہ لیتے ہیں اور بدلہ لینے میں حد سے تجاوُز نہیں کرتے۔

ابنِ زید کا قول ہے کہ مومن دو طرح کے ہیں ایک وہ جو ظلم کو معاف کرتے ہیں۔ پہلی آیت میں اُن کا ذکر فرمایا گیا۔ دوسرے وہ جو ظالم سے بدلہ لیتے ہیں، ان کا اس آیت میں ذکر ہے۔

اور حضرت عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مومنین ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ سے نکالا اور اُن پر ظلم کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سرزمین میں تَسلُّط دیا اور اُنہوں نے ظالموں سے بدلہ لیا۔ (2)

---

1 ......معجم الكبير، وما اسند عبد الله بن عباس رضى الله عنهما، مقسم عن ابن عباس، ٣٢٠/١١، الحديث: ١٢١٥٠.

2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٣٩، ص١٠٩١، خازن، الشورى، تحت الآية: ٣٩، ٩٨/٤-٩٩، ملتقطاً.

ظالم سے بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کر دینا بہتر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے اور اس سے اتنا ہی بدلہ لیا جائے گا جتنا اس نے ظلم کیا لیکن بدلہ لینے پر قدرت کے باوجود معاف کر دینا بہت بہتر ہے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، ان میں سے 4 مثالیں درج ذیل ہیں،

(1)......صلحِ حُدَیْبِیَہ کے سال جبلِ تنعیم کی طرف سے اسّی افراد کا گروہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے ارادے سے آیا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان پر غلبہ پالیا تو انتقام پر قدرت کے باوجود ان پر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

(2)......غورث بن حارث جس نے نیند کی حالت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وار کرنے کی کوشش کی، لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہوگئے اور جب اس کی تلوار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قبضے میں آگئی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بلا کر اس کے ارادے سے باخبر بھی کر دیا تو قدرت کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے معاف کر دیا۔

(3)......لبید بن عاصم جس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود معاف کر دیا۔

(4)......مرحب یہودی کی بہن زینب جس نے زہر لگی ران بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں بھیجی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی ذات کی وجہ سے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا لیکن جب حضرت بشر بن براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس زہر کے اثر کی وجہ سے انتقال کر گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس عورت پر شرعی سزا جاری کی۔[1]

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾

[1]......تفسير ابن كثير، الشورى، تحت الآية: ٣٩، ٧/١٩٣-١٩٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرائی کا بدلہ اُسی کی برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بے شک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ بدلہ جرم کے برابر ہونا چاہیے اور اس میں زیادتی نہ ہو، اور بدلے کو برائی سے صورۃً مشابہ ہونے کی وجہ سے مجازی طور پر برائی کہا جاتا ہے کیونکہ جس کو وہ بدلہ دیا جائے اسے برا معلوم ہوتا ہے اور بدلے کو برائی کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن معاف کر دینا اس سے بہتر ہے۔ [1]

﴿فَمَنْ عَفَا: تو جس نے معاف کیا۔﴾ یعنی جس نے ظالم کو معاف کر دیا اور معافی کے ذریعے اپنے اور ظالم کے مابین معاملے کی اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں یا بدلہ لینے میں حد سے تجاوُز کرتے ہیں۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برائی کے برابر بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ نہ لینا اور معاف کر دینا افضل ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں ظالم کو معاف کر دینے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)...... نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن عرش کے درمیانی حصے سے ایک مُنادی اعلان کرے گا ’’اے لوگو! سنو، جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اسے چاہئے کہ وہ کھڑا ہو جائے، تو اس شخص کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوگا جس نے (دنیا میں) اپنے بھائی کا جرم معاف کیا تھا۔ [3]

(2)...... حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ص١٠٩١، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ٩٩/٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ص١٠٩١.

3 ......ابن عساكر، ذكر من اسمه ربيعة، ٢١٥٩-الربيع بن يونس بن محمد بن كيسان... الخ، ٨٧/١٨.

”جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کئے جائیں تو اسے چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کر دیا کرے، جو اسے محروم کرے اسے عطا کیا کرے اور جو اس سے تعلق توڑے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔[1]

یاد رہے کہ ظالم سے بدلہ لینا ایک فطرتی تقاضا ہے اور شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی نے تھپڑ مارا تو اسے دو تھپڑ مارے جائیں، کسی نے سر پھاڑا تو اس کے سر کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کو بھی ادھیڑ کر رکھ دیا جائے، کسی نے بازو توڑا تو اس کے بازو کو جسم سے ہی اتار دیا جائے، کسی نے ٹانگ توڑی تو اس کی ٹانگ ہی کاٹ دی جائے، کسی نے قتل کر دیا تو اس کے پورے خاندان کو ہی موت کی نیند سلا دیا جائے بلکہ جتنا اس پر ظلم ہوا اتنا ہی بدلہ لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ بدلہ ہرگز نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت میں اگرچہ یہودیوں پر قصاص کے اَحکام بیان ہوئے لیکن چونکہ ہمیں اُن کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہی اَحکام لازم ہیں، لہٰذا بدلہ لینے میں اس کی حد سے ہرگز تجاوُز نہ کیا جائے بلکہ کوشش یہی کی جائے کہ جس نے ظلم کیا اسے معاف کر دیا جائے تاکہ آخرت میں کثیر اجر و ثواب حاصل ہو نیز جہاں بدلہ لینا بھی ہے وہاں بھی حاکمِ وقت کے ذریعے لیا جائے گا، نہ یہ کہ خود ہی قاضی بن گئے اور خود ہی جلّاد

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة آل عمران، شرح آية: كنتم خير امّة... الخ، ۱۲/۳، الحديث: ۳۲۱۵.
2 ......مائدہ: ۴۵.

وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍؕ(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اُن پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں۔

﴿وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ: اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا۔**﴾** یعنی جنہوں نے ظالم کے ظلم کے بعد اس سے اپنی مظلومی کا بدلہ لیا ان پر کوئی سزا نہیں کیونکہ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ان کے لئے جائز تھا۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مظلوم کا ظالم سے بدلہ لینا ظلم نہیں اور نہ ہی اس پر سزا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ جن ظلموں کی سزا دینے کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کے پاس ہے ان کی سزا کوئی اور از خود نہیں دے سکتا۔ جیسے قاتل سے قصاص لینا وغیرہ۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ-اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: مواخذہ تو اُنھیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

1 ......روح البيان، الشورى، تحت الآية: ٤١، ٨/٣٣٦.

﴿اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ: گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جولوگوں پرظلم کرتے ہیں۔﴾ یعنی گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو ابتداءً لوگوں پرظلم کرتے ہیں اور تکبُّر اور گناہوں کا اِرتکاب کرکے اور فساد برپا کرکے زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔[1]

یادرہے کہ ظلم کی دوقسمیں ہیں (1) شخصی ظلم۔(2) قومی ظلم۔ آیت کے اس حصے "یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ" میں شخصی ظلم مراد ہے جیسے کسی کو مارنا، گالی دینا، مال مارلینا، اورآیت کے اس حصے "وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ" میں قومی ظلم مراد ہے، جیسے ملک وقوم سے غداری اور بادشاہِ اسلام سے بغاوت وغیرہ۔ دونوں قسم کے ظالموں سے بدلہ لینا چاہیے، لیکن پہلے ظالم کو معافی دے دینا حسنِ اَخلاق ہے اور دوسرے ظالم کو بلاوجہ معافی دینا سخت ظلم ہے، اسے عبرتناک سزا دینی چاہئے تاکہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے۔ یہ آیتِ کریمہ ملکی انتظامات، حُکّام کے فیصلوں اور معاملات کی جامع آیت ہے۔

وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾ ع

ع ۱۴ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کردیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

﴿وَلَمَنۡ صَبَرَ: اور بیشک جس نے صبر کیا۔﴾ یعنی جس نے اپنے مجرم کے ظلم اور ایذا پر صبر کیا اور اپنے ذاتی معاملات میں بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کردیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے کہ اس میں نفس سے مقابلہ ہے کیونکہ اپنے مجرم سے بدلہ لینے کا نفس تقاضا کرتا ہے لہٰذا اسے مغلوب کرنا بہادری ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم سے بدلہ نہ لینے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو ظلم پر صبر کرلینا اور ظالم کو معاف کردینا زیادہ بہتر ہے۔ ظلم پر صبر کرنے سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ۴۲، ص۱۰۹۱، خازن، الشورى، تحت الآية: ۴۲، ۹۹/۴، ملتقطاً.

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور حضرت کبشہ انماری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مظلوم جب ظلم پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ [2]

اور حضرت عمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک مُنادی ندا کرے گا: فضل والے کہاں ہیں؟ تو کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور ان کی تعداد بہت کم ہوگی۔ جب یہ جلدی سے جنت کی طرف بڑھیں گے تو فرشتے ان سے ملاقات کریں گے اور کہیں گے: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم تیزی سے جنت کی طرف جا رہے ہو، تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم فضل والے ہیں۔ فرشتے کہیں گے: تمہارا فضل کیا ہے؟ وہ جواب دیں گے جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے اور جب ہم سے برائی کا برتاؤ کیا جاتا تھا تو اسے برداشت کرتے تھے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اچھے عمل والوں کا ثواب کتنا اچھا ہے۔ [3]

اللہ تعالیٰ ہمیں ظالموں کے ظلم اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے، اور ظلم ہونے کی صورت میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ۚ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی رفیق نہیں اللہ کے مقابل اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب

❶ ......نحل: ١٢٦۔

❷ ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ٤/١٤٥، الحدیث: ٢٣٣٢۔

❸ ......الترغیب والترهیب، کتاب الادب وغیره، الترغیب فی الرفق والاناة والحلم، ٣/٢٨١، الحدیث: ١٨۔

عذاب دیکھیں گے کہیں گے کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کیلئے کوئی مددگار نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟

﴿وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ: اور جسے اللہ گمراہ کرے۔﴾ یعنی جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا کر دے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کیلئے کوئی مددگار نہیں کہ اُسے عذاب سے بچا سکے اور تم قیامت کے دن کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ عذاب دیکھ کر کہیں گے: کیا دنیا میں واپس جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ وہاں جا کر ایمان لے آئیں؟[1]

وَتَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم اُنھیں دیکھو گے کہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ذلت سے دبے لچے چھپی نگاہوں دیکھتے ہیں اور ایمان والے کہیں گے بے شک ہار میں وہ ہیں جو اپنی جانیں اور اپنے گھر والے ہار بیٹھے قیامت کے دن سنتے ہو بے شک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم انہیں دیکھو گے کہ انہیں اس حال میں آگ پر پیش کیا جائے گا کہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے ہوں گے، چھپی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈالا۔ خبردار! بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

1 ……روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۴، ۸/۳۳۷-۳۳۸، ملخصاً۔

﴿وَتَرٰىهُمْ: اور تم انہیں دیکھو گے۔﴾ یعنی جب ظالموں کو آگ پر پیش کیا جائے گا تو اس وقت تم انہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ ذلت وخوف کے باعث جہنم کی آگ کو ایسی چھپی نگاہوں سے دیکھیں گے جیسے قتل کا ملزم اپنے قتل کے وقت تلوار کو دیکھتا ہے کہ یہ اب مجھ پر چلنے والی ہے اور جب ایمان والے کفار کا یہ حال دیکھیں گے تو کہیں گے: بیشک نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ہار بیٹھے۔ اپنی جانوں کو ہارنا تو یہ ہے کہ وہ کفر اختیار کر کے جہنم کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوئے اور گھر والوں کو ہارنا یہ ہے کہ ایمان لانے کی صورت میں جنت کی جو حوریں اُن کے لئے نامزد تھیں ان سے وہ محروم ہو گئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! بیشک ظالم یعنی کافر ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔ (1)

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل اُن کی مدد کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کہیں راستہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کیلئے دوست نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ: اور ان کیلئے دوست نہ ہوں گے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کافروں کو عذاب دے گا تو اس وقت ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے عذاب سے بچا سکیں، اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں حق کے راستے سے بھٹکا دے تو اس کے لئے

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ص١٠٩٢، جلالين، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ص٤٠٤-٤٠٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ٩٩/٤، ملتقطاً.

ایسا کوئی راستہ نہیں جو اسے دنیا میں حق تک اور آخرت میں جنت تک پہنچا سکے، کیونکہ کسی کو ہدایت دے دینا یا اس میں گمراہی پیدا کر دینا اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے اختیار میں نہیں۔ (1)

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللّٰہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں انکار کرتے بنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللّٰہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا۔

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ: اپنے رب کا حکم مان لو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں وعدہ اور وعید بیان کرنے کے بعد اب اس آیت میں وہ چیز بیان کی جا رہی ہے جو مقصودِ اصلی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ دن جو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس کے آنے سے پہلے پہلے تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے داعی کا حکم مان لو اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آؤ نیز تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو کچھ یہ لائے ہیں اس میں ان کی فرمانبرداری کر لو۔ اے لوگو! (یاد رکھو، جب وہ دن آئے گا تو) اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کہ جس میں پناہ لے کر تم اپنے دُنْیَوی کفر کی بنا پر نازل ہونے والے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو اور نہ تمہارے لئے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے انکار کرنا ممکن ہوگا، الغرض! اس دن رہائی کی کوئی صورت نہیں، نہ عذاب سے بچ سکو گے اور نہ اپنے ان قبیح اَعمال کا انکار کر سکو گے جو تمہارے اعمال ناموں میں درج ہیں۔ آیت میں جس دن کا ذکر ہوا اس سے موت کا دن یا قیامت کا دن مراد ہے۔ (2)

---

1 ......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ٤٦، ١١/١٦٠، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٤٦، ٤/٩٩، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ٤٧، ٩/٦٠٨-٦٠٩، تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ٤٧، ١١/١٦٠، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٤٧، ٤/٩٩-١٠٠، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٤٧، ص١٠٩٢، ملتقطاً.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہم اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ اسی دنیا کی زندگی میں کرنا ہوگا، موت کے وقت اور قیامت کا دن آنے کے بعد نیک اعمال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ میں نہ رہے گا۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ ۚ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللّٰہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۬ۙ وَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِهَادُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اِس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنی سانسوں کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی آخرت کے بھلے کے لئے جو ہوسکتا ہے وہ کرلیں ورنہ موت سر پہ آگئی تو پچھتانے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِکُمۡ اَمۡوَالُکُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللّٰہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو

1 ...... انفال: ٢٤.

2 ...... رعد: ١٨.

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۹) وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۰) وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (1)

ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ(۹۹) لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّاؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَاؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ(۱۰۰) فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ(۱۰۱) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۱۰۲) وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَۚ(۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے۔ جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔ تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔ تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔

1 ......منافقون: ۹۔۱۱۔

2 ......مومنون: ۹۹۔۱۰۴۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی بھرپور تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًاؕ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَاۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تم پر تو نہیں مگر پہنچا دینا اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر اُنھیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جواُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تم پر صرف تبلیغ کی ذمے داری ہے اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا: تو اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے دینِ اسلام کی دعوت دینے کے باوجود اگر وہ مشرکین ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے سے منہ پھیر رہے ہیں تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیونکہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ پر ان کے اعمال کی حفاظت لازم ہو، آپ پر صرف رسالت کی تبلیغ کی ذمے داری ہے اور وہ آپ نے ادا کر دی۔ (1)

﴿وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً: جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔﴾ آیت کے اس

---

1 ......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ٤٨، ١١/١٦١، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٤٨، ٤/١٠٠، جلالین، الشوری، تحت الآیة: ٤٨، ص٤٠٥، ملتقطاً.

حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں خواہ وہ دولت وثروت ہو یا صحت و عافِیَت ، امن وسلامتی ہو یا مقام و مرتبہ تو وہ اس پر خوشی میں اِترانے اور فخر کرنے لگ جاتا ہے اور اگر انہیں ان کی نافرمانیوں اور مَعصِیَتوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے یا اور کوئی مصیبت و بلا جیسے قحط، بیماری اور تنگ دستی وغیرہ رُونما ہو تو انسان بڑا ناشکرا ہو جاتا ہے اور ان مصیبتوں کو دیکھ کر نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔[1]

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کردے بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا دے اور جسے چاہے بانجھ کردے، بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک اللّٰہ تعالیٰ ہی ہے، وہ ان میں جیسا چاہتا ہے تَصَرُّف فرماتا ہے اور اس میں کوئی دخل دینے اور اِعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔[2]

1 ......خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٨، ٤/١٠٠، مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٨، ص١٠٩٢، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الشورى، تحت الآية: ٤٩، ٨/٣٤٢، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٩، ٤/١٠٠، ملتقطاً.

اپنی ملکیت میں موجود چیزوں پر غرور نہ کیا جائے

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ بیان فرمانے سے مقصود یہ ہے کہ کوئی انسان اپنی مِلکیَّت میں موجود مال اور عزت وشہرت کی وجہ سے مغرور نہ ہو، کیونکہ جب اسے اس بات کا یقین ہوگا کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تو اس صورت میں وہ مزید اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہوگا اور جب اس کا اعتقاد یہ ہوگا کہ اس کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اس کی عقلمندی اور کوشش کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں تو وہ اپنے نفس پر غرور کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہو جائے گا۔[1]

﴿یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عالَم میں اپنے تَصَرُّف اور اپنی نعمت کو تقسیم کرنے کی صورتیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ جسے چاہے صرف بیٹیاں عطا فرمائے اور بیٹا نہ دے اور جسے چاہے صرف بیٹے دے اور بیٹیاں نہ دے اور جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا کر دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے کہ اس کے ہاں اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے اور جسے جو چاہے دے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں، کوئی بیٹا نہ تھا جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں صرف بیٹے تھے، کوئی بیٹی نہیں تھی اور انبیاء کے سردار، حبیبِ خدا، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے چار (یا تین) فرزند عطا فرمائے اور چار صاحب زادیاں عطا فرمائیں۔

بیٹا اور بیٹی دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی کے ہاں صرف بیٹے پیدا کرنے، کسی کے ہاں صرف بیٹیاں پیدا کرنے اور کسی کے ہاں بیٹے اور بیٹیاں دونوں پیدا کرنے کا اختیار اور قدرت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کسی عورت کے بس میں یہ بات نہیں کہ وہ اپنے ہاں بیٹا یا بیٹی جو چاہے پیدا کر لے، اور جب یہ بات روشن دن سے بھی زیادہ واضح ہے تو بیٹی پیدا ہونے پر عورت کو مَشقِ سِتم بنانا، اسے طرح طرح کی اَذِیَّتیں دینا، بات بات پہ طعنوں کے نشتر چبھونا، آئے دن ذلیل کرتے رہنا، صرف بیٹیاں پیدا ہونے پر اسے منحوس سمجھنا اور طلاق دے دینا، قتل کی دھمکیاں دینا بلکہ بعض اوقات قتل

[1] ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ٤٩، ٩/٦٠٩.

ہی کرڈالنا، یہ اس مجبور اور بے بس کے ساتھ کہاں کا انصاف ہے،افسوس! ہمارے آج کے معاشرے میں مسلمانوں نے اُس طرزِ عمل کو اپنایا ہوا ہے جو دراصل کفار کا طریقہ تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ (۵۸) یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں۔

افسوس! اسلام نے عورت کو جس آگ سے نکالا آج کے لوگ اسے پھر سے اسی میں جھونک رہے ہیں۔ اسلام نے کفار کے چھینے ہوئے جو حق عورت کو واپس دلائے آج کے مسلمان وہی حق چھیننے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کی چکی سے نکال کر معاشرے میں جو عزت اور مقام عطا کیا، آج کے مسلمان دوبارہ اسے اسی چکی میں پسنے کے لئے دھکیل رہے ہیں اور شاید انہی بدعملیوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام کے دشمن عورت کے حقوق کی آڑ میں مسلمانوں کے اسی کردار کو دنیا کے سامنے پیش کر کے دینِ اسلام جیسے امن کے علمبردار مذہب کو ہی دہشت گرد مذہب ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ (۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا (یوں کہ وہ آدمی عظمت

[1] ......سورۃ النحل:۵۸،۵۹.

کے) پردے کے پیچھے ہو یا (یہ کہ) اللہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اس کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ چاہے۔ بیشک وہ بلندی والا ،حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا: اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم وحکمت کے کمال کو بیان فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کرنے اور ان سے کلام کرنے کی صورتیں بیان فرمائی ہیں ۔[1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں کسی فردِ بشر سے کلام ممکن ہے۔

(1)......**وحی کے طور پر۔** یعنی اللہ تعالیٰ کسی واسطہ کے بغیر اس کے دل میں اِلقا فرما کر اور بیداری میں یا خواب میں اِلہام کرکے کلام فرمائے ۔اس صورت میں وحی کا پہنچنا فرشتے اور سماعت کے واسطے کے بغیر ہے اور آیت میں ’’**اِلَّا وَحْيًا**‘‘ سے یہی مراد ہے۔ نیز اس میں یہ قید بھی نہیں کہ اس حال میں جس کی طرف وحی کی گئی ہو وہ کلام فرمانے والے کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔

امام مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سینۂ مبارک میں زبور کی وحی فرمائی ۔اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند ذبح کرنے کی خواب میں وحی فرمائی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معراج میں اسی طرح کی وحی فرمائی جس کا ’’**فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى**‘‘ میں بیان ہے۔ یہ سب اسی قسم میں داخل ہیں ،انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب حق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب وحی ہیں ۔

(2)......**وہ آدمی عظمت کے پردے کے پیچھے ہو۔** یعنی رسول پسِ پردہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے ،وحی کے اس طریقے میں بھی کوئی واسطہ نہیں لیکن سننے والے کو اس حال میں کلام فرمانے والے کا دیدار نہیں ہوتا ۔حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی طرح کے کلام سے مشرف فرمائے گئے ۔

شانِ نزول: یہودیوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ

[1]......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹/ ۶۱۱.

سے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام دیکھتے تھے؟ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف کلام سنتے تھے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یہاں یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسا پردہ ہو جیسا جسمانیات کے لئے ہوتا ہے اور آیت میں مذکور پردہ سے مراد سننے والے کا دنیا میں دیدار نہ کر سکنا ہے۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللّٰہ تعالیٰ چاہے۔ وحی کے اس طریقے میں رسول کی طرف وحی پہنچنے میں فرشتے کا واسطہ ہے۔[1]

﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ: بیشک وہ بلندی والا، حکمت والا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند اور پاک ہے اور وہ اپنے تمام اَفعال میں حکمت والا ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ اِلقاء اور اِلہام کے ذریعے اور کبھی اپنا کلام سنا کر بغیر واسطے کے کلام کرتا ہے اور کبھی فرشتوں کے واسطے سے کلام فرماتا ہے۔[2]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

ع۱۰
۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اُسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک

1......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۵۱، ۶۱۱/۹، مدارک، الشوری، تحت الآیة: ۵۱، ص۱۰۹۳، ابو سعود، الشوری، تحت الآیة: ۵۱، ۵۳۴/۵، ملتقطاً.

2......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۵۱، ۶۱۴/۹.

تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سنتے ہو سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔ اس سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو۔ لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔ اس اللہ کے راستے کی طرف (کہ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔ سن لو! سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کی صورتیں بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے اپنے تمام رسولوں عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی یونہی ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف قرآنِ پاک کی وحی بھیجی جو کہ دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے ورنہ ہمارے بتانے سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے اور نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو جانتے تھے، لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن ایمان کی جان ہے کہ اس کی تلاوت اور فہم سے ایمان میں جان پڑ جاتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن سے سب ہدایت نہیں پاتے بلکہ وہ ہی ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے حضور پُرنور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہدایت دیتے ہیں۔

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ: اللہ کے راستے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اس اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہوئے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا مالک ہے، سن لو! آخرت میں مخلوق کے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھریں گے تو وہ نیک انسان کو ثواب اور گناہگار کو سزا دے گا۔[2]

1 ......تفسير كبير، الشورى، تحت الآية: ٥٢، ٩/٦١٤-٦١٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ٥٢، ٤/١٠١، ملتقطاً.

2 ......خازن، الشورى، تحت الآية: ٥٣، ٤/١٠١.

سُوْرَۃُ الزُّخْرُف

سورۂ زُخرُف کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ زُخرُف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **7** رکوع، **89** آیتیں اور **3400** حروف ہیں۔[2]

’’زُخرُف‘‘ نام رکھنے کی وجہ

زُخرُف کا معنی ہے ’’سونا‘‘ نیز کسی چیز کے حسن کا کمال بھی زُخرُف کہلاتا ہے، اور اس سورت کی آیت نمبر **35** میں کلمہ ’’وَزُخْرُفًا‘‘ مذکور ہے، اس کی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ زُخرُف‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ زُخرُف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اللّٰہ تعالیٰ کا رسول ہونے، قرآنِ مجید اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہونے، قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے پر کلام کیا گیا ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید عربی زبان میں اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسے عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اَوّلین مُخاطَب یعنی عرب والے اس کے معانی اور اَحکام کو سمجھ سکیں۔

(2)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کر کے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الزخرف، ٤/١٠١.

2 ......خازن، تفسیر سورة الزخرف، ٤/١٠١.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر تسلی دی اور کفارِ مکہ کو ڈرایا کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہوسکتا ہے۔

(3)......اللّٰہ تعالٰی کی قدرت پر دلالت کرنے والی چند چیزیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ کفار کی جہالت اور بیوقوفی کا یہ حال ہے کہ وہ اللّٰہ تعالٰی کو اپنا خالق ماننے کے باوجود بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

(4)......کفارِ مکہ فرشتوں کی عبادت کرتے اور انہیں اللّٰہ تعالٰی کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس پر ان کا شدید رد کیا گیا اور بیٹیوں کے معاملے میں ان کا اپنا حال بیان کیا گیا کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کے بارے میں بتایا جائے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے اور یہ بتایا گیا کہ فرشتوں کی عبادت کرنے کے معاملے میں ان کے پاس کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ صرف اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایسا کررہے ہیں اور یہی حال ان سے پہلے کفار کا تھا کہ ان کے پاس بھی اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ تھی۔

(5)......حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کے واقعات بیان فرمائے تاکہ کفارِ مکہ ان قوموں کے اعمال کے نتائج سن کر عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہونے کے بارے میں کفار کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

(6)...... یہ بیان کیا گیا کہ دنیا کے ساز و سامان اور زیب و زینت کی اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں کوئی قدر نہیں اور آخرت کی نعمتیں پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔

(7)...... یہ بتایا گیا کہ جو قرآن کی ہدایتوں سے منہ پھیرے اور اللّٰہ تعالٰی کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بے خوف ہوجائے تو اللّٰہ تعالٰی اس پر ایک شیطان مقرر کردیتا ہے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتا ہے، اسے نیک کاموں سے روکتا اور حرام کاموں میں مبتلا کرتا ہے اور وہ شخص گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتا رہتا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، نیز آخرت میں بھی وہ شیطان اس کا ساتھی ہوگا اور اس وقت وہ شخص شیطان کے ساتھ پر حسرت و افسوس کا اظہار کرے گا لیکن اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(8)......کفارِ مکہ کے ایمان قبول نہ کرنے پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی اور بتایا گیا کہ یہ لوگ دل

کے بہرے اور اندھے ہیں جس کی وجہ سے یہ ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے آپ کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکامات پر عمل کرتے رہیں۔

(9)...... یہ بتایا گیا کہ مُتّقی مسلمانوں کے علاوہ دیگر لوگ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور فرمانبردار مسلمان اس دن بے خوف ہوں گے اور انہیں نیک اعمال کے صدقے میں جنت کی عظیم الشّان نعمتیں ملیں گی جبکہ کافر ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا چیخنا چلّانا اور فریادیں کرنا انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

(10)......اس سورت کے آخر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف دارُ النَّدْ وَہ میں تیار کی گئی کفارِ مکہ کی سازش کا ذکر کیا گیا۔

سورۂ زُخرف کی سورۂ شوریٰ کے ساتھ مناسبت

سورۂ زُخْرُف کی اپنے سے ماقبل سورت ''شوریٰ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ شوریٰ کی ابتداء اور آخر میں قرآنِ پاک کا وصف بیان کیا گیا اور سورۂ زُخْرُف کی ابتداء بھی قرآنِ مجید کے وصف کے بیان سے ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۳﴾ مع

ترجمۂ کنزالایمان: روشن کتاب کی قسم۔ ہم نے اُسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ روشن کتاب کی قسم۔ ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

﴿وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ: روشن کتاب کی قسم۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ روشن کتاب قرآنِ پاک کی قسم، جس نے ہدایت اور گمراہی کی راہیں جدا جدا اور واضح کردیں اور اُمت کی تمام شرعی ضروریات کو بیان فرما دیا۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا تاکہ اے عرب والو! تم اس کے معانی اور اَحکام کو سمجھ سکو۔[1]

عربی زبان کی فضیلت

یاد رہے کہ قرآنِ پاک کے سوا کوئی آسمانی کتاب عربی زبان میں نہ آئی کیونکہ عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ اور کوئی نبی تشریف نہ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان تمام زبانوں سے اشرف ہے کہ اس زبان میں قرآنِ پاک آیا، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی زبان عربی تھی، مرنے کے بعد سب کی زبان عربی ہوجاتی ہے، عربی میں ہی قبر اور قیامت کا حساب ہوگا اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔

وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ؕ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بلندی والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا: اور بیشک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں ہے۔﴾ یعنی بے شک قرآن پاک ہمارے پاس سب کتابوں کی بنیاد لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور اے اہلِ مکہ! تم اگرچہ قرآنِ پاک کو جھٹلاتے رہو (لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) کیونکہ ہمارے نزدیک اس کی شان بہت بلند ہے اور یہ تمام کتابوں سے اشرف واعلیٰ ہے کیونکہ سب اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں اور یہ حکمت والا کلام ہے۔[2]

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآیة: ۲-۳، ۴/۱۰۱۔

2 ......خازن، الزخرف، تحت الآیة: ۴، ۴/۱۰۱، مدارك، الزخرف، تحت الآیة: ۴، ص۱۰۹۵، ملتقطاً۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول اس لئے روک دیں کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو؟

﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا: تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول روک دیں۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے کفر میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے کیا ہم تمہیں بیکار چھوڑ دیں اور تمہاری طرف سے وحیِ قرآن کا رخ پھیر دیں اور تمہیں حکم اور ممانعت کچھ نہ کریں، (یہ تمہاری بھول ہے) ہم ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس وقت یہ قرآنِ پاک اٹھا لیا جاتا جب اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس سے اِعراض کیا تھا، تو وہ سب ہلاک ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے اس قرآن کا نزول جاری رکھا۔ (1)

قربِ قیامت میں قرآنِ پاک اٹھا لیا جائے گا

یاد رہے کہ جب قیامت قریب ہو گی تو اس وقت قرآنِ پاک اٹھا لیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ حجرِ اَسوَد اور قرآنِ پاک کو اٹھا نہ لیا جائے۔ (2)

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ٥، ٤/١٠١.

2 ......الجامع الصغير، حرف لا، ص٥٨٣، الحديث: ٩٨٥٢.

الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) اگلوں میں بھیجے۔ اور اُن کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے۔ تو ہم نے وہ ہلاک کر دیئے جو اُن سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اوران کے پاس جو نبی آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے۔ تو ہم نے اِن سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کا حال گزر چکا ہے۔

﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ: اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس جو بھی نبی تشریف لایا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے جیسا کہ آپ کی قوم کے لوگ کرتے ہیں، تو ہم نے ان موجودہ کافروں سے زیادہ قوت والوں اور ہر طرح کی طاقت رکھنے والوں کو ہلاک کر دیا، اس لئے آپ کی امت کے لوگ جو سابقہ کفار کی چال چل رہے ہیں، اُنہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں اُن کا بھی وہی انجام نہ ہو جو سابقہ کافروں کا ہوا کہ یہ بھی انہی کی طرح ذلت و رسوائی کی سزاؤں سے ہلاک نہ کر دیئے جائیں۔ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کفار کی طرف سے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا مذاق اُڑانے کا عمل کوئی آج کا نہیں بلکہ شروع سے ہی ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے، لہٰذا آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں جیسا کہ آپ سے پہلے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمایا۔[1]

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾

[1] ......خازن، الزخرف، تحت الآیة: ۶-۸، ۴/۱۰۲، صاوی، الزخرف، تحت الآیة: ۶-۸، ۵/۱۸۸۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اُنھیں بنایا اس عزت والے علم والے نے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ؟ تو ضرور کہیں گے: انہیں عزت والے، علم والے نے بنایا۔

﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو وہ ضرور اقرار کریں گے کہ آسمان اور زمین کو اللّٰہ تعالیٰ نے بنایا اور وہ یہ بھی اقرار کریں گے کہ اللّٰہ تعالیٰ عزت وعلم والا ہے، اس اقرار کے باوجود ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنا کیسی انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ (1)

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تا کہ تم راہ پاؤ۔

﴿اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی مصنوعات کا ذکر فرمایا اور اپنے اوصاف وشان کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ عزت وعلم والا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا (جو کہ پھیلاوے اور ٹھہرے ہوئے ہونے میں بستر کی طرح ہے) اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہتا تو اسے مُتَحَرِّک بنا دیتا لیکن اس صورت میں کوئی چیز اس پر نہ ٹھہرتی اور زمین سے نفع اٹھانا

(1) ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۹، ۴/ ۱۰۲.

ممکن نہ رہتا تو یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے زمین کو ہموار اور ساکن بنایا، اور اس نے تمہارے لیے اس زمین میں راستے بنائے تاکہ تم دینی اور دُنْیَوی اُمور کے لئے سفر کے دوران اپنی منزل تک پہنچنے کی راہ پاؤ، اور اگر وہ چاہتا تو زمین کو اس طرح بند بنا دیتا کہ اس میں کوئی راستہ ہی نہ چھوڑتا، اگر ایسا ہوجاتا تو اس صورت میں تمہارے لئے سفر کرنا ہی ممکن نہ رہتا جیسا کہ بعض جگہ پہاڑ ہونے کی وجہ سے راستہ بند ہوجاتا ہے اور (زمینی) سفر ممکن نہیں رہتا۔[1]

وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًاۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازے سے تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر زندہ فرما دیا یونہی تم نکالے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جس نے ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر کو زندہ فرمادیا۔ یونہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ: اور وہ جس نے ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ عزت وعلم والا اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے تمہاری حاجتوں کی مقدار ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا، وہ نہ اتنا کم ہے کہ اس سے تمہاری حاجتیں پوری نہ ہوں اور نہ اتنا زیادہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح تمہیں ہلاک کردے۔ ہم نے اس بارش سے نباتات سے خالی ایک شہر کو سرسبز فرمادیا اور جس طرح بارش سے مردہ شہر کو زندہ فرمایا یونہی تم اپنی قبروں سے زندہ کرکے نکالے جاؤ گے کیونکہ جو زمین کو بنجر ہوجانے کے بعد پانی کے ذریعے دوبارہ سرسبز وشاداب کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ١٠، ١٠٢/٤، صاوی، الزخرف، تحت الآية: ١٠، ١٨٨٧/٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ١١، ١٠٢/٤، جلالين مع صاوی، الزخرف، تحت الآية: ١١، ١٨٨٧/٥، ملتقطاً.

وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا وَ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّکُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡهِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے سب جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں۔ کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کردیا اور یہ ہمارے بُوتے کی نہ تھی۔ اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو پھر جب اس پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یوں کہو: پاک ہے وہ جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کردیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔

﴿ وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ: اور جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا۔﴾ یعنی عزت و علم والا اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے مخلوق کی تمام اَقسام کے جوڑے بنائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ تمام اَنواع کے جوڑے بنائے جیسے میٹھا اور نمکین، سفید اور سیاہ، مُذَکَّر اور مُؤنَّث وغیرہ۔ (1)''

﴿ وَ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ: اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں

1 ......روح البیان، الزخرف، تحت الآیة: ۱۲، ۸/۳۵۵.

بنائیں تاکہ تم خشکی اور تری کے سفر میں کشتیوں کی پشت اور چوپایوں کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو، پھر جب اس سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو دل میں اپنے رب کا احسان یاد کرو اور اپنی زبان سے یوں کہو: وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور بیشک ہم آخر کار اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔[1]

سواری پر سوار ہونے کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے وقت پہلے تین بار اَللّٰهُ اَكْبَرْ پڑھتے، پھر یہ آیت پڑھتے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"۔ (اور اس کے بعد یہ دعائیں پڑھتے)۔ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ" اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ان دعاؤں کے ساتھ مزید یہ پڑھتے "آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ"۔[2]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سے جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لے تو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا: "بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ o بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔[3]

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ ع

---

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۱۲-۱۴، ۴/۱۰۲، جلالین مع صاوی، الزخرف، تحت الآية: ۱۲-۱۴، ۵/۱۸۸۸، ملتقطاً.

2 ......مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول اذا ركب الى سفر الحجّ وغيره، ص۷۰۰، الحديث: ۴۲۵(۱۳۴۲).

3 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۴/۳۲۹، الحديث: ۶۱۳۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا بے شک آدمی کُھلا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے اللہ کیلئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔ بیشک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

﴿ وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا : اور کافروں نے اللہ کیلئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔﴾ یعنی کفار نے اس اقرار کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق ہے، یہ ستم کیا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتایا اور چونکہ اولاد صاحبِ اولاد کا جز ہوتی ہے، تو ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جز قرار دے کر کیسا عظیم جرم کیا ہے، بیشک جو آدمی ایسی باتوں کا قائل ہے اس کا کفر ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا کفر ہے اور کفر سب سے بڑی ناشکری ہے۔ (1)

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصۡفٰىكُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا؟

﴿ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخۡلُقُ بَنٰتٍ : کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سرے سے اولاد محال ہونے کے باوجود اگر بالفرض اس کے لئے اولاد مان لی جائے تو کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں خاص طور پر بیٹوں سے نوازا؟ حالانکہ تم بیٹیوں کو بیٹوں سے کم تر سمجھتے ہو تو کیا اس نے کم تر چیز اپنے لئے رکھی اور اعلیٰ چیز تمہیں عطا کی؟ تم کیسے جاہل ہو!

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیۡمٌ ﴿۱۷﴾

---

1 ......مدارك، الزخرف، تحت الآية: ۱۵، ص۱۰۹۷، جلالين، الزخرف، تحت الآية: ۱۵، ص۴۰۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن میں کسی کو خوشخبری دی جائے اُس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لیے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے۔﴾ یعنی کفار جو کہ اولاد سے پاک رب تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کر رہے ہیں، بیٹیوں سے نفرت میں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جائے کہ تیرے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔ جب یہ اپنے لئے بیٹیوں کو اس قدر ناگوار سمجھتے ہیں تو اس خدائے پاک کے لئے بیٹیاں بتاتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ (1)

بیٹیوں سے نفرت اور ان کی پیدائش سے گھبرانا کفار کا طریقہ ہے

کفار کا اپنی بیٹیوں سے نفرت کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی پیدائش سے گھبرانا کافروں کا طریقہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ بیٹی پیدا ہونے پر گھبرانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور جس عورت کے ہاں پہلی اولاد بیٹی ہو اسے منحوس نہ سمجھیں

---

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۱۷، ۴/۱۰۳، ملتقطاً.

2 ......سورة النحل: ۵۸، ۵۹.

کیونکہ ایسی عورت برکت والی ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلی بار بیٹی پیدا ہو۔‘‘ [1]

اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡنٍ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ بحث میں صاف بات کرنے والی بھی نہیں ہوتی۔

﴿اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ: اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے اور جب کفار نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں بتا کر اس کی اولاد ثابت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل اور فہم کے مطابق کلام فرماتے ہوئے ان کے اس نظریے کو رد فرمایا اور اس آیت میں عورت کے اندر پائے جانے والے دو نقص بیان فرما کر کفار کی کم عقلی اور جہالت کو واضح فرمایا کہ جس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایسے نقص بھی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا کیسی جہالت ہے۔ اس آیت میں عورت کے جو دو نقص بیان کئے گئے وہ یہ ہیں۔

(1)......زیور میں پرورش پانا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن اس میں بچپن سے لے کر جوانی بلکہ بڑھاپے تک زیورات سے آراستہ ہونے کی خواہش اور طلب ضرور پائی جاتی ہے اور اس کے بغیر وہ اپنے حسن کے متعلق احساسِ کمتری محسوس کرتی رہتی ہے اور یہ بات نزاکت کی علامت ہے جو ایک اعتبار سے تو خوبی ہے لیکن ایک اعتبار سے نقص بھی ہے۔

(2)......بحث کے دوران اپنا موقف صاف بیان نہ کرسکنا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جس طرح بہت سے مرد ذہین ہوتے ہیں اور بحث کے دوران اپنا موقف انتہائی اچھے انداز میں پیش کر سکتے ہیں جبکہ بعض مَردوں میں ذہانت کی کمی اور اپنا موقف اچھے انداز میں پیش کرنے کی خوبی نہیں ہوتی اسی طرح بعض عورتیں بھی انتہائی ذہین ہوتی

1......ابن عساكر، ذكر من اسمه: العلاء، ٥٤٧٣-العلاء بن كثير ابو سعيد، ٢٢٥/٤٧.

ہیں اور بحث کے دوران اپنا مَوقِف بڑے اچھے انداز میں بیان کرسکتی ہیں البتہ عورتوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو اس خوبی سے آراستہ نہیں، بلکہ عموماً جذبات سے جلد مغلوب ہو کر یا سختی کے مقامات پر اپنی بات صحیح طریقے سے نہیں کرپاتی لہٰذا مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو بحث کے دوران اپنا مَوقِف صاف اور واضح طور پر بیان نہ کرپانا بھی عورت کا ایک نقص ہے۔

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًاؕ-اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْؕ-سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے اب لکھ لی جائے گی اُن کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔ کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت موجود تھے؟ اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

﴿ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس سے اوپر والی آیات کا حاصل یہ ہے کہ بے دینوں نے فرشتوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتا کر اس طرح کفر کا اِرتکاب کیا کہ انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی اور اس چیز کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جسے وہ خود بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے لئے گوارا نہیں کرتے۔ اس کے بعد کفار کا رد فرمایا کہ فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہرگز نہیں بلکہ وہ اس کے بندے ہیں اور فرشتوں کا مُذَکّر یا مُؤنّث ہونا ایسی چیز تو ہے نہیں جس پر کوئی عقلی دلیل قائم ہوسکے اور اس حوالے سے اُن کے پاس کوئی خبر بھی نہیں آئی جسے وہ نقلی دلیل قرار دے سکیں، تو جو کفار ان کو مُؤنّث قرار دیتے ہیں اُن کا ذریعۂ علم کیا ہے؟ کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور اُنہوں نے مشاہدہ کرلیا ہے؟ جب یہ بھی نہیں تو انہیں مُؤنّث کہنا محض جاہلانہ اور گمراہی کی بات ہے۔ (1)

(1) ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ١٥-١٩، ص١٠٩٧، ملخصاً.

﴿ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ : اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔﴾ جب کفار نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار سے دریافت فرمایا کہ تم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کس طرح کہتے ہو اور تمہارا ذریعۂ علم کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے تھے۔ اس گواہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کفار کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور آخرت میں ان سے اس کا جواب طلب ہوگا اور اس پر انہیں سزا دی جائے گی۔ (1)

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ؕ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم اُنہیں نہ پوجتے اُنہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں درحقیقت اس کا کچھ علم ہی نہیں۔ وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔

﴿ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ : اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت نہ کرتے۔﴾ فرشتوں کی عبادت کرنے والے کفار نے کہا کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت نہ کرتے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر فرشتوں کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب عذاب نہیں آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے، یہ اُنہوں نے ایسی باطل بات کہی جس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں ہونے والے تمام جرموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''انہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کا کچھ علم ہی نہیں اور وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔ (2)

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ١٩، ٤/١٠٣.

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٢٠، ٤/١٠٣-١٠٤، روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٢٠، ٨/٣٦٠، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور رضا میں بہت فرق ہے

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور رضا میں بہت فرق ہے،اس کائنات میں ہونے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اوراس کے ارادے سے ہوتی ہے لیکن ایسانہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی ہواور ہر چیز کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے ،اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہرگزنہیں کہ وہ کفراور گناہ سے راضی ہو،لہٰذا کفراور گناہ کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ میرے ان اعمال سے راضی ہے یا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے کفراور گناہ میں مصروف ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے سعادت اور بدبختی دونوں کے راستے واضح فرما دیئے ہیں اوراسے محض مجبوراور بے بس نہیں بنایا بلکہ ان راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے کا اسے اختیار بھی دے دیا ہے،اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

اَمۡ اٰتَیۡنٰہُمۡ کِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ فَہُمۡ بِہٖ مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یااس سے قبل ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیااس سے پہلے ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟

﴿ اَمۡ اٰتَیۡنٰہُمۡ کِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ: یا کیااس سے پہلے ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے۔﴾ یعنی کیا فرشتوں کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھنے والوں کو ہم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والے قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اوراس میں غیرِ خدا کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے جسے وہ آپ کے سامنے دلیل کے طور پر پیش کررہے ہیں؟ ایسا بھی نہیں کیونکہ عرب شریف میں قرآنِ کریم کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ آئی ،اور کسی کتابِ الٰہی میں کفر کی اجازت ہوسکتی بھی نہیں ، یہ باطل ہے اوراُن لوگوں کے پاس اس کے سوا بھی کوئی حجت نہیں ہے۔[1]

1 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۱، ۱۱/۱۷۶، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۰۴، ملتقطاً.

بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر پر چل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم پر ہی راہ پانے والے ہیں۔

﴿بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ: بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا۔﴾ یعنی ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت کرنے کی ان کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کرتے ہیں۔ (1)

شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کے رسم و رواج کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت کے مقابلے میں باپ داداؤں کے رسم و رواج کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے جیسے آج کل بعض مسلمان شادی بیاہ یا مَرگ کے موقع پر ناجائز رسومات صرف اپنے پرانے باپ داداؤں کی پیروی میں مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ

(1) ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآية: ۲۲، ۵/۵٤٠، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ۲۲، ٤/۱۰٤، ملتقطاً.

اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۲۵﴾

ع ۱۰ النصف ۸ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں ۔ نبی نے فرمایا اور کیا جب بھی کہ میں تمہارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے جس پر تمہارے باپ دادا تھے بولے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اُسے نہیں مانتے ۔ تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں ۔ نبی نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے ۔ انہوں نے کہا: جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں ۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَ كَذٰلِكَ : اور ایسے ہی ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ دے سکنا صرف آپ کی قوم کے کفار کا ہی خاصہ نہیں بلکہ ہم نے آپ سے پہلے جب کسی شہر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی اندھے بن کر پیروی کرنا کفار کا پرانا مرض ہے اور انہیں اتنی تمیز نہیں کہ کسی کی پیروی کرنے کے لئے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ خود سیدھی راہ پر ہو، چنانچہ جب کسی نبی سے فرمایا گیا کہ اپنی قوم کے کفار سے کہیں: کیا تم اپنے

باپ دادا کے دین پر ہی چلو گے اگر چہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو انہوں نے اس بات کے جواب میں کہا: جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں اگر چہ تمہارا دین حق وصواب ہو، مگر ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے والے نہیں چاہے وہ کیسا ہی ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب یہ اپنے شرک پر ہی ڈٹے رہے تو ہم نے رسولوں کے نہ ماننے والوں اور اُنہیں جھٹلانے والوں سے بدلہ لیا تو اے کافرو! تم دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟۔[1]

خوش حال اور مالدار کفار کے طرزِ عمل سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت، دنیا کی رنگینیوں اور عیش ونشاط کی وجہ سے انسان اپنی آخرت کے معاملے میں غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی وقعت اور ان کی بات کی اہمیت بہت کم ہو جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو دولت مندوں کی عزت کرتے ہیں اور عبادت گزاروں کو حقیر سمجھتے ہیں، قرآنِ پاک کی ان آیات پر تو عمل کرتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہوں لیکن خواہشات کے خلاف آیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس صورت میں وہ قرآن کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انہیں محنت کے بغیر حاصل ہو جائے گی اور وہ ان کی تقدیر اور ان کے حصے کا رزق ہے جبکہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس میں محنت کرنی پڑتی ہے۔[2] اللہ تعالیٰ ہم سب کو مال کے وبال سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۲۷﴾

---

[1] ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٢٣-٢٥، ٤/١٠٤، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٢٣-٢٥، ص١٠٩٨-١٠٩٩، روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٢٣-٢٥، ٨/٣٦١-٣٦٢، ملتقطاً.

[2] ......معجم الكبير، ومن مسند عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، ١٠/١٩٣، الحديث: ١٠٤٣٢.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے۔سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں۔ مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے راستہ دکھائے گا۔

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ: اور جب ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے بارے میں بیان ہوا کہ ان کے پاس اپنے شرک کے جواز کی دلیل صرف اپنے آباءواَجداد کی پیروی ہے اور اس آیت سے اہلِ عرب کے جدِاعلیٰ، حضرتِ ابراہیم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کئے گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے سے انکار کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور صرف اسی کی عبادت پر قائم رہے تا کہ اہلِ عرب اپنے جدِاعلیٰ کے دین کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان کے آباء میں سب سے زیادہ مُعزَّز ہیں اور وہ سب ان سے محبت کرتے ہیں تو جس طرح انہوں نے بتوں کی عبادت کرنے میں اپنے آباء کی پیروی نہیں کی تو اسی طرح انہیں بھی چاہئے کہ وہ (بت پرستی کرنے میں) اپنے قریبی آباءواَجداد کی پیروی چھوڑ دینے میں حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیروی کریں اور دینِ حق کی اتباع کرنے کی طرف لوٹ آئیں۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جو کفار اپنے آباءواَجداد کی پیروی پر اَڑے ہوئے ہیں، انہیں وہ وقت یاد دلائیں جب ان کے جدِاعلیٰ، حضرتِ ابراہیم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے آگ سے نکلنے کے بعد بت پرستی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے عُرفی باپ یعنی چچا آزر اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں اور میں صرف اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے میری ہجرت گاہ کی طرف راستہ دکھائے گا جہاں جا کر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرسکوں۔[1]

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

---

1 ......تفسير كبير، الزّخرف، تحت الآية: ٢٦-٢٧، ٩/٦٢٨-٦٢٩، البحر المحيط، الزّخرف، تحت الآية: ٢٦-٢٧، ١٣/٨، ابو سعود، الزّخرف، تحت الآية: ٢٦-٢٧، ٥/٥٤٠-٥٤١، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے اس کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا تا کہ وہ رجوع کریں۔

﴿وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ: اور ابراہیم نے اس کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے توحید کا جو کلمہ فرمایا تھا کہ **میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا،** آپ نے اسے اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا چنانچہ آپ کی اولاد میں توحید کا اقرار کرنے والے اور توحید کی دعوت دینے والے ہمیشہ رہیں گے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے باقی رہنے والا کلمہ اس لئے بنایا تا کہ ان کی نسل میں سے جو شرک کرے وہ توحید کی دعوت دینے والے کی بات سن کر شرک سے باز آجائے اور اس توحید کے کلمہ کی طرف لوٹ آئے اور دینِ حق قبول کرلے۔ (1)

حضرت صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمانے میں تنبیہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! اگر تمہیں اپنے باپ دادا کا اِتباع (یعنی پیروی) کرنا ہی ہے تو تمہارے آباء میں جو سب سے بہتر ہیں (یعنی) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کا اتباع کرو اور شرک چھوڑ دو اور یہ بھی دیکھو کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو راہِ راست پر نہیں پایا تو ان سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو باپ دادا راہِ راست پر ہوں دینِ حق رکھتے ہوں ان کا اتباع کیا جائے اور جو باطل پر ہوں، گمراہی میں ہوں ان کے طریقہ سے بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ (2)

بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا

1 ……مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٢٨، ص١٠٩٩.

2 ……خزائن العرفان، الزخرف، تحت الآية: ٢٨، ص٩٠٣۔

نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ میں نے اُنہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا۔ اور جب اُن کے پاس حق آیا بولے یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور بولے کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا۔ اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے: ان دوشہروں کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟

﴿ بَلۡ مَتَّعۡتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمۡ: بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی نسل کے لوگوں سے جو امید کی تھی وہ پوری نہ ہوئی بلکہ میں نے ابراہیم کی نسل میں سے اِن کفارِ مکہ کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے کہ انہیں لمبی عمریں عطا فرمائیں اور ان کے کفر کے باعث ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی، یہاں تک کہ ان کے پاس قرآنِ پاک اور صاف بتانے والے رسول، اَنبیاء کے سردار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سامنے شرعی اَحکام واضح طور پر بیان فرمائے۔ ہمارے اس انعام کا حق یہ تھا کہ وہ لوگ اس رسولِ مُکَرَّم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ جب ان کے پاس قرآن آیا تو اس کے بارے کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں جبکہ رسولُ اللّٰہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہنے لگے کہ ان پر قرآن کیوں اترا؟ ان دو شہروں مکہ اور طائف میں رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی جو مال و دولت اور غلاموں کی کثرت رکھتا ہو اس پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ اس بڑے آدمی سے مراد مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔[1]

1 ......روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٢٩-٣١، ٨/٣٦٤-٣٦٥، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٢٩-٣١، ٤/١٠٤، ملتقطاً.

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَؕ-نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّاؕ-وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں ہم نے اُن میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی (بھی) ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلند کیا ہے تاکہ ان میں ایک دوسرے کو اپنا خادم بنائے اور تمہارے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کررہے ہیں۔

﴿اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وہ کفار بانٹتے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق رسول بنایا جائے اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس کو چاہیں دے دیں؟ جب ایسا ہرگز نہیں ہے تو یہ کس قدر جاہلانہ بات کہتے ہیں، انہیں ذرا غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی بھی ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور ان میں سے کسی کو مالدار اور کسی کو فقیر، کسی کو مالک اور کسی کو غلام، کسی کو طاقتور اور کسی کو کمزور ہم نے ہی بنایا ہے، مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو جب دنیا جیسی قلیل چیز میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں تو نبوت جیسے منصبِ عالی میں کیا کسی کو دَم مارنے کا موقع ہے؟ ہم جسے چاہتے ہیں غنی کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے

چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں امتی بناتے ہیں، کیا کوئی اپنی قابلیت سے امیر ہوجاتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ ہماری عطا ہے اور جسے ہم چاہیں امیر کریں۔ ہم نے مال ودولت میں لوگوں کو ایک جیسا نہیں کیا تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو، غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مالدار کو کام کرنے والے اَفراد مُہَیّا ہوں، تو اس پر کون اعتراض کرسکتا ہے کہ فلاں کو مالدار اور فلاں کو فقیر کیوں کیا اور جب دُنْیَوی اُمور میں کوئی شخص دَم نہیں مارسکتا تو نبوت جیسے رتبۂ عالی میں کسی کو کیا تابِ سخن اور اعتراض کا کیا حق ہے، اُس کی مرضی جس کو چاہے نبوت سے سرفراز فرمائے۔ اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت یعنی جنت اس مال ودولت سے بہتر ہے جو کفار دنیا میں جمع کرکے رکھتے ہیں۔ (1)

نبوت عطا فرمانے کا اختیار صرف خدا کے پاس ہے اور اس نے اپنے اختیار سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی بنادیا ہے اور اس کا قرآن میں اعلان بھی فرمادیا لہٰذا اب کوئی دوسرا شخص نبوت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًاؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾

ع ۶ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہوجائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے۔ اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے۔ اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

(1) ...... خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۳۲، ۴/۱۰۴-۱۰۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت ہوجائیں گے تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے جن پر وہ چڑھتے ۔ اوران کے گھروں کے لیے (چاندی کے) دروازے اور تخت بنا دیتے جن پر وہ تکیہ لگاتے ۔ اور (یہ چیزیں ان کیلئے) سونا (بھی بنا دیتے) اور یہ جو کچھ ہے سب دنیاوی زندگی ہی کا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

﴿وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت ہوجائیں گے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگراس بات کا لحاظ نہ ہوتا کہ کافروں کے مال ودولت کی کثرت اور عیش وعشرت کی بہتات دیکھ کر سب لوگ کافر ہو جائیں گے تو ہم ضرور کافروں کو اتنا سونا چاندی دیدیتے کہ وہ انہیں پہننے کے علاوہ ان سے اپنے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر وہ چڑھتے اور وہ اپنے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے بناتے اور بیٹھنے کے لئے چاندی کے تخت بناتے جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے اور وہ طرح طرح کی آرائش کرتے ، کیونکہ دنیا اوراس کے سامان کی ہمارے نزدیک کچھ قدر نہیں ، یہ بہت جلد زائل ہونے والا ہے اور یہ جو کچھ ہے سب دُنْیَوی زندگی ہی کا سامان ہے جس سے انسان بہت تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھا سکے گا اور آخرت تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ان پرہیزگاروں کے لیے ہے جنہیں دنیا کی چاہت نہیں ۔ (1)

کافروں کی مال و دولت اور عیش وعشرت دیکھ کر مسلمانوں کا حال

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافروں کے مال ودولت اور عیش وعشرت کی بہتات دیکھ کر لوگ کافر ہوسکتے ہیں ۔ اس کی صداقت آج کھلی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے ، گو کہ ابھی کافروں کا مال ودولت اور عیش وعشرت اس مقام تک نہیں پہنچا کہ وہ چاندی سے اپنے گھروں کی تعمیرات شروع کر دیں لیکن اس وقت جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس کی چمک دمک دیکھ کر کچھ مسلمان اپنا دین چھوڑ چکے ہیں ، کچھ اس کی تیاری میں ہیں اور کچھ مسلمان کہلانے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ کافروں کی دُنْیَوی ترقی دیکھ کر دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے اور خود پر کافروں کے طور طریقے مُسَلَّط کئے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے ۔ یاد رہے کہ دنیا کا عیش

(1)……خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٣٣-٣٥، ٤/١٠٥.

وعشرت اوراس کا ساز وسامان عارضی ہے جو کہ ایک دن ضرور ختم ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ وَّ زِیۡنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَكُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ ؕ وَمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کوداور زینت اور آپس میں فخر وغرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسی ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب (بھی) ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۞ وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡهَا صَعِیۡدًا جُرُزًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔ اور بیشک جو کچھ زمین پر ہے (قیامت کے دن) ہم اسے خشک میدان بنادیں گے (جس پر کوئی رونق نہیں ہوتی۔)

لہٰذا مسلمانوں کو دنیا کے عیش عشرت اور مال ودولت کی طرف راغب نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے اپنے حق میں ایک آزمائش یقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش ومغفرت کا پروانہ پانے کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک کوشش کرنی چاہئے، جیسا کہ دنیا کی فنائیَّت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ جَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۙ اُعِدَّتۡ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی

(1) ......حدید: ۲۰.

(2) ......کہف: ۷،۸.

لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ [1]

آسمان وزمین کی وسعت کی طرح ہے۔اللہ اوراس کے سب رسولوں پر ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللہ کافضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور اس پر اِستقامت پانے کے لئے اس حقیقت کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ دنیا کا جتنا ساز وسامان اور جتنی عیش وعشرت ہے،اس سب کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مچھر کے پر جتنی بھی حیثیت نہیں ،جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ [2]

اور حضرت مُستَورِد بن شداد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نیاز مندوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مردہ بکری دیکھی تو ارشاد فرمایا: ’’تم دیکھ رہے ہو کہ اس کے مالکوں نے اسے بہت بے قدری سے پھینک دیا، دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بھی قدر نہیں جتنی بکری والوں کے نزدیک اس مری ہوئی بکری کی ہو۔ [3]

اور جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا کی یہ حیثیت ہے تو دنیا کا مال ودولت اور عیش وعشرت نہ ملنے پر کسی مسلمان کو غمزدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز سے بچالیا جس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ۔حضرت قتادہ بن نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم فرماتا ہے تو اُسے دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔ [4]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ [5]

---

1 ......حدید:۲۱.

2 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدّنیا علی اللّٰه، ۱۴۳/۴، الحدیث: ۲۳۲۷.

3 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدّنیا علی اللّٰه، ۱۴۴/۴، الحدیث: ۲۳۲۸.

4 ......ترمذی، کتاب الطّب، باب ما جاء فی الحمیة، ۴/۴، الحدیث: ۲۰۴۴.

5 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص۱۵۸۲، الحدیث: ۱(۲۹۵۶).

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی حیثیت اور حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور کافروں کے مال و دولت کی چمک سے مُتأثّر ہونے کی بجائے دینِ اسلام کے دیئے ہوئے اَحکام اور تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہمیں اپنی دنیا و آخرت دونوں کو بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَهٗ شَیۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیۡنٌ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے رَتُوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔

﴿وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جو قرآنِ پاک سے اس طرح اندھا بن جائے کہ نہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے اور نہ ان سے فائدہ اٹھائے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں اور وہ شیطان دنیا میں بھی اندھا بننے والے کا ساتھی رہتا ہے کہ اسے حلال کاموں سے روکتا اور حرام کاموں کی ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کرتا اور اس کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔[1]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس طرح اِعراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف ہو جائے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے اور وہ اس شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔[2]

تیسری تفسیر یہ ہے کہ جو دُنْیَوی زندگی کی لذّتوں اور آسائشوں میں زیادہ مشغولیّت اور اس کی فانی نعمتوں اور نفسانی خواہشات میں اِنہماک کی وجہ سے قرآن سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں اور وہ

1 ......صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۳۶، ۵/۱۸۹۴-۱۸۹۵، ملتقطاً.

2 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ۳۶، ۱۱/۱۸۸.

شیطان اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کے دل میں وسوسے ڈال کر اسے گمراہ کرتا رہتا ہے۔[1]

قرآن سے منہ پھیرنے کا ایک نقصان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن سے منہ پھیرنے والے کافر کا شیطان ساتھی بنا دیا جاتا ہے اور شیطان کو کافروں کا ساتھی بنانے سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کردیئے تو انہوں نے ان کیلئے ان کے آگے اور ان کے پیچھے کو خوبصورت بنادیا۔ ان پر بات پوری ہوگئی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہوچکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے تو وہ جب بھی کسی نیک کام کو دیکھتا ہے وہ اسے برا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور جب بھی وہ کسی برے کام کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اچھا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کر لیتا ہے۔[3]

البتہ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیرِ تفسیر آیت میں جہاں کفار کے لئے وعید ہے وہیں ہمارے معاشرے کے ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو دنیا کی زیب و زینت، اس کی چمک دمک اور مال و دولت کے حصول میں حد درجہ مصروفیّت کی وجہ سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور قرآنِ مجید سے تعلق قائم رکھا رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یاد رہے کہ زیرِ تفسیر آیت میں جس شیطان کا ذکر ہے یہ اس شیطان کے علاوہ ہے جس کا ذکر درج ذیل حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ

---

1 ……ابو سعود، الزّخرف، تحت الآية: ٣٦، ٥/٥٤٣.

2 ……حم السجده: ٢٥.

3 ……مسند الفردوس، باب الالف، ١/٢٤٥، الحديث: ٩٤٨.

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ مُسلَّط کر دیا گیا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ساتھ بھی؟ ارشاد فرمایا: ’’میرے ساتھ بھی، لیکن اللّٰہ تعالیٰ نے اس شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا، اب وہ مجھے اچھی بات کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔ (1)

برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برا ساتھی اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اچھا ساتھی نصیب ہونا اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اچھے اور برے ساتھی کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھے اور برے ہم نشین کی مثال ایسے ہے جیسے مشک اٹھانے والا اور بھٹی پھونکنے والا۔ ان میں سے جو مشک اٹھائے ہوئے ہے (اس کے ساتھ رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ) وہ تجھے اس میں سے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا تجھے مشک کی خوشبو پہنچے گی اور جو بھٹی پھونکنے والا ہے (اس کے ساتھ رہنے کا نقصان یہ ہے کہ) وہ تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے بُری بو پہنچے گی۔ (2)

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: فاجر سے بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور (اسی طرح) اَحمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچا دے گا، اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے، اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر اور جھوٹے سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ میل جول تجھے نفع نہ دے گا، وہ تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں اچھے اور نیک ساتھی عطا فرمائے اور برے ساتھیوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان... الخ، ص١٥١٢، الحديث: ٦٩(٢٨١٤).

2 ......بخاری، کتاب الذبائح والصيد... الخ، باب المسك، ٥٦٧/٣، الحديث: ٥٥٣٤.

3 ......ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمه علیّ، علیّ بن ابی طالب... الخ، ٥١٦/٤٢.

وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ: اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ شَیاطین قرآنِ پاک سے منہ موڑنے والوں کو اس راستے سے روکتے ہیں جس کی طرف قرآن بلاتا ہے اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔[1] تو جس کی گمراہی کا یہ حال ہو اس کے راہِ راست پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچّھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہوجائے تو (تُو) کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا: یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا۔﴾ یعنی قرآن سے منہ پھیرنے والے کفار، شیطان کے ساتھی ہوں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ ہمارے پاس

[1] ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآية: ۳۷، ۵/۵۴۳، ملخصاً.

آئے گا تو وہ شیطان کو مُخاطَب کر کے کہے گا: اے میرے ساتھی! اے کاش! میرے اور تیرے درمیان اتنی دوری ہو جائے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے کہ جس طرح وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے ہیں اسی طرح ہم بھی اکٹھے نہ ہوں اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہوں اور تو میرا کتنا ہی برا ساتھی ہے۔ (1)

حضرت سعید جریری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں ''مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے دن جب کافر کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا تو شیطان اس کا ہاتھ تھام لے گا، وہ شیطان اس کے ساتھ ہی رہے گا یہاں تک کہ **اللّٰه** تعالٰی دونوں کو جہنم میں جانے کا حکم فرما دے گا، اس وقت کافر کہے گا: **اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہو جائے تو تُو کتنا ہی برا ساتھی ہے۔** (2)

وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آج ہرگز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو جبکہ تم نے ظلم کیا۔

﴿وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ: اور آج ہرگز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے دنیا میں **اللّٰه** تعالٰی کے ذکر سے غفلت کرنے والو! تمہارا یہ حسرت و افسوس کرنا آج ہرگز تمہیں نفع نہیں دے گا کیونکہ آج ظاہر اور ثابت ہو گیا کہ دنیا میں شرک کر کے تم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب تم اور تمہارے ساتھی شَیاطین سب اسی طرح عذاب میں شریک ہیں جیسے دنیا میں اکٹھے تھے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا اور تمہارے ساتھی شیطانوں کا عذاب میں اکٹھے ہونا آج تمہیں ہرگز نفع نہیں دے گا اور نہ ہی تم سے کچھ عذاب ہلکا کیا جائے گا کیونکہ کفار اور ان کے شیطانوں میں سے ہر ایک کے لئے اپنا اپنا عذاب کا وافر حصہ ہے۔ (3)

---

1 ......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۸۹۵/۵-۱۸۹۶.

2 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۸۹/۱۱.

3 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۹، ۱۰۶/۴، جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۴۰۸، ملتقطاً.

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے؟﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کو دین کی دعوت دینے میں بہت کوشش فرماتے لیکن کفارِ مکہ اسلام قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر اور سرکشی میں مزید ہٹ دھرم ہو رہے تھے، ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْسُردہ ہو جاتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کفار آپ سے اور آپ کے دین سے نفرت کرنے میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں اور جب آپ کے معجزات دیکھتے ہیں تو وہ اندھوں کی طرح ہو جاتے ہیں، ان کے اندھا اور بہرہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہیں، لہٰذا آپ ان دل کے بہروں کو نہیں سنا سکتے کیونکہ وہ قرآن سن کر اسے قبول کرنے والے کان ہی نہیں رکھتے اور آپ ان دل کے اندھوں کو ہدایت کی راہ نہیں دکھا سکتے کیونکہ یہ حق بات دیکھنے والی آنکھ ہی سے محروم ہیں اور آپ ان لوگوں کو سنا اور دکھا نہیں سکتے جو کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ ان کے نصیب میں ایمان نہیں۔ (1)

فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اَوۡ نُرِیَنَّكَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَیۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴿۴۲﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۰، ۹/۶۳۴، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۰، ص ۱۱۰۱، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۰، ۴/۱۰۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔ یا تمہیں دکھادیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم اُن پر بڑی قدرت والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔ یا ہم تمہیں دکھادیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم ان پر بڑی قدرت والے ہیں۔

﴾فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں۔﴿ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا کہ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی دعوت دل کے بہروں اور اندھوں پر اثر نہیں کرتی جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے لئے دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم کفارِ مکہ کو عذاب دینے سے پہلے آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے بعد ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے یا آپ کی زندگی میں ہی ان پر ہونے والا وہ عذاب آپ کو دکھا دیں گے جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے کیونکہ ہم جب چاہیں انہیں عذاب دینے پر بڑی قدرت رکھنے والے ہیں۔ (1)

فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِيۡۤ اُوۡحِيَ اِلَيۡكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿٤٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مضبوط تھامے رہو اُسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

﴾فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِيۡۤ اُوۡحِيَ اِلَيۡكَ: تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔﴿ رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ (کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ) ہماری کتاب قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکامات پر عمل

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٦٣٤/٩، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٤١-٤٢، ١٠٦/٤، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤١-٤٢، ص ١١٠١، ملتقطاً.

کرتے رہیں بے شک آپ اس دین پر ہیں جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ [1]

قرآنِ مجید میں اور مقامات پر بھی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک کے احکامات کی پیروی کرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور آپ کے سیدھی راہ پر ہونے کے بارے میں بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سیدھی راہ پر ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ صرف خود سیدھے راستے پر ہیں بلکہ سیدھے راستے کے راہنما بھی ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَۚ وَ سَوْفَ تُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) بیشک یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف و بزرگی ہے اور (اے لوگو!)

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۳، ۹/۶۳۴، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۳، ص ۱۱۰۱، ملتقطاً.

2 ......انعام: ۱۰۶.

3 ......حج: ۶۷.

4 ......شوریٰ: ۵۲.

عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔

﴿وَ اِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَ لِقَوۡمِكَ: اور بیشک یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف و بزرگی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہ قرآن آپ کے لئے بطورِ خاص عظیم شرف کا سبب ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو نبوت اور حکمت عطا فرمائی اور عمومی طور پر آپ کی امت کے لئے بھی عظمت کا سبب ہے کہ انہیں اس سے ہدایت فرمائی اور اے لوگو! عنقریب قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اس کی کیا تعظیم کی اور اس نعمت کا کیا شکر بجالائے۔ (1)

مسلمانوں کی عظمت، شہرت اور عزت کا ذریعہ قرآنِ مجید ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشّان کتاب ہے جو اس امت کی عظمت، ناموَری اور چرچے کا ذریعہ ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ كِتٰبًا فِیۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

اس کے ذریعے عظمت اور ناموَری اسی صورت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ اس کے اَحکام اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، اگر تاریخ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت روشن دن سے بھی زیادہ واضح نظر آئے گی کہ دینِ اسلام کے ابتدائی سالوں میں مسلمانوں کو دنیا میں جو عظمت ملی، دنیا جہاں میں ان کا سکہ چلا اور دبدبہ بیٹھا اور ہر طرف ان کی نیک نامی کا جو چرچا ہوا، اس کا بنیادی سبب قرآنِ مجید سے والہانہ وابستگی، اس کے احکامات اور تعلیمات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا اور مشکل ترین حالات میں بھی ان پر عمل پیرا رہنا تھا اور فی زمانہ مسلمان دنیا بھر میں جس ذلت و رسوائی کا شکار نظر آرہے ہیں اس کی بہت بڑی وجہ قرآنِ مجید سے ان کی وابستگی ختم ہوجانا، اس کے احکامات کی پرواہ نہ کرنا اور ان پر عمل چھوڑ دینا ہے، بلکہ قرآنِ کریم سے ان کی دوری کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد کو قرآنِ مجید کے دیئے

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤٤، ص١١٠١، ملتقطاً.

2 ......انبیاء: ١٠.

ہوئے احکامات اوراس کی روشن تعلیمات کی خبر تک نہیں ہے حتّٰی کہ صرف قرآنِ مجید کا عربی متن پڑھنے کا کہا جائے تو وہ تک انہیں صحیح پڑھنا نہیں آتا، گھروں میں ہفتوں اور مہینوں قرآنِ مجید سنہری کپڑوں میں ملبوس پڑا رہتا ہے اور موقع ملنے پر اس سے گرد وغیرہ کی تہ صاف کر کے دوبارہ اسی مقام پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اے کاش!

درسِ قرآں ہم نے نہ بھلایا ہوتا　　یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت　　شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلہ

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہباں　　بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی حالت پر غور کرلے کہ اس نے قرآنِ مجید کا کتنا حق ادا کیا، قرآن کی کیا تعظیم کی، اس نعمت کا کتنا شکر بجالایا اور اس کے احکامات اور تعلیمات پر کس قدر عمل کیا۔

وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ع

منزل۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اَور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

﴿وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَا: اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا کہ رسولوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سوال کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن کے اَدیان اور ان کی ملتوں کو تلاش کرو کہ کیا کہیں بھی اور کسی بھی نبی کی اُمت میں بت پرستی روا رکھی گئی ہے؟ اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان سے دریافت کرو کہ کیا کبھی کسی نبی نے غَیۡرُ اللّٰه کی عبادت کی اجازت

دی تا کہ مشرکین پر ثابت ہوجائے کہ مخلوق پرستی نہ کسی رسول نے بتائی اور نہ کسی کتاب میں آئی۔اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توحید کی دعوت دیتے آئے اور سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی،اور تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے توحید کی دعوت دیتے رہنے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا یَضۡحَكُوۡنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ پھر جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لایا جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو موسیٰ نے فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے۔

﴿وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔﴾ اس مقام پر حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ دوبارہ بیان کرنے سے مقصود کفارِ قریش کی گفتگو کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کی قوم نے جیسا سلوک کیا کہ مال کی کمی اور معاشرے میں ان

[1] ......نحل:۳۶۔

کی نظر میں مقام نہ ہونے پر عار دلایا، ویسا سلوک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم نے بھی ان کے ساتھ کیا تھا، انبیاءِ کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفار کی یہ رَوِش کوئی آج کی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیں۔ جب حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان کے پاس پہنچے تو فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی بات سن کر انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے عصا اور ید بیضا، ایسی وہ نشانیاں دکھائیں جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں تو وہ ان نشانیوں میں غور وفکر کرنے کی بجائے الٹا ہنسنے اور مذاق اڑانے لگ گئے اور انہیں جادو بتانے لگے۔ (1)

وَمَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۫ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی اور ہم نے اُنہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تا کہ وہ باز آجائیں۔

﴿وَمَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی

(1)......صاوی، الزّخرف، تحت الآية: ٤٦-٤٧، ٥/١٨٩٧-١٨٩٨، ابن كثير، الزّخرف، تحت الآية: ٤٦-٤٧، ٧/٢١١، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤٦-٤٧، ص١١٠٢، ملتقطاً.

ہوتی۔﴾یعنی ہر ایک نشانی اپنی خصوصیت میں دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی، مراد یہ ہے کہ ایک سے ایک اعلیٰ تھی۔

﴿وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ: اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا۔﴾ یعنی جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں اور کفر چھوڑ کر ایمان کو اختیار کر لیں ۔ یہ عذاب قحط سالی، طوفان اور ٹڈی وغیرہ سے کئے گئے، یہ سب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نشانیاں تھیں جو اُن کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں اور ان میں ایک سے ایک بلند و بالا تھی۔ (1)

نوٹ: اس عذاب کی تفصیل جاننے کے لئے سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 133 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے بیشک ہم ہدایت پر آئیں گے۔ پھر جب ہم نے اُن سے وہ مصیبت ٹال دی جبھی وہ عہد توڑ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: اے جادو کے علم والے! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اُس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے۔ بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے عہد توڑ دیا۔

﴿وَ قَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دیکھا تو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا ''اے جادو کے علم والے!'' یہ کلمہ اُن کے عرف اور مُحاورہ میں بہت تعظیم و تکریم کا تھا، وہ لوگ عالم، ماہر، حاذِق، اور کامل کو جادوگر کہا کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اُن کی نظر میں جادو کی بہت عظمت تھی اور وہ اسے قابلِ تعریف وصف سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اِلتجا کے وقت حضرت موسیٰ عَلَیْهِ

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۸، ۱۰۷/۴.

الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کواس کلمہ سے ندا کی اور کہا: تم سے جو تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے عہد کیا ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہے اور ایمان لانے والوں اور ہدایت قبول کرنے والوں پر سے اللہ تعالیٰ عذاب اٹھالے گا، اس عہد کے سبب ہمارے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرو کہ ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بیشک ہم ہدایت پر آ جائیں گے اور ایمان قبول کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے دعا کی تو اُن پر سے عذاب اٹھالیا گیا، جب اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور ایمان قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر پر ہی اَڑے رہے۔[1]

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 134 اور 135 میں گزر چکا ہے۔

وَ نَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِهٖ قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡكُ مِصۡرَ وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿٥١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم کیا میرے لیے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

﴿**وَ نَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِهٖ قَالَ:** اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کر کے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے مابین ہونے والا معاملہ بیان کیا گیا اور اس آیت سے فرعون اور اس کی قوم کے مابین ہونے والا معاملہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت اور میرے محل کے نیچے بہنے والی دریائے نیل سے نکلی ہوئی بڑی بڑی نہریں میری نہیں ہیں؟ تو کیا تم میری عظمت وقوت اور شان وسَطْوَت دیکھتے نہیں؟

[1] ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٤٩، ٤/١٠٧، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤٩، ص١١٠٢، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ آیت پڑھی اور مصر کی حکومت پر فرعون کا غرور دیکھا تو کہا ’’میں وہ مصر اپنے ایک ادنیٰ غلام کو دے دوں گا، چنانچہ اُنہوں نے ملکِ مصر خصیب کو دے دیا جو اُن کا غلام تھا اور وضو کرانے کی خدمت پر مامور تھا۔[1]

اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیۡنُ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا میں اس سے بہتر ہوں جو معمولی سا آدمی ہے اور صاف طریقے سے باتیں کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

﴿ **اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا: یا میں اس سے بہتر ہوں۔** ﴾ فرعون نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک ثابت ہو گیا اور تم نے سمجھ لیا کہ میں اس سے بہتر ہوں جو کمزور اور حقیر سا آدمی ہے اور جو اپنی بات بھی صاف طریقے سے بیان کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

یہ اس ملعون نے جھوٹ کہا کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعا سے **اللہ** تعالیٰ نے زبانِ اَقدس کی وہ گرہ زائل کر دی تھی لیکن فرعونی اپنے پہلے ہی خیال میں تھے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو نبی سے اعلیٰ کہنا یا نبی کو ذلت کے الفاظ سے یاد کرنا فرعونی کفر ہے۔

فَلَوۡ لَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس پر کیوں نہ ڈالے گئے سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اگر یہ رسول ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے آتے؟

---

1 ......تفسير كبير، الزّخرف، تحت الآية: ٥١، ٩ / ٦٣٧، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٥١، ٤/١٠٧، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٥١، ص١١٠٢-١١٠٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٥٢، ٨/٣٧٨.

﴿فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ: تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟﴾ فرعون نے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا سردار بنایا ہے جس کی اطاعت واجب ہے تو انہیں سونے کا کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا۔ فرعون نے یہ بات اپنے زمانے کے دستور کے مطابق کہی کہ اس زمانے میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔ فرعون نے مزید یہ کہا کہ رسالت کے دعویٰ میں سچے ہونے کی گواہی دینے کیلئے اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے کیوں نہیں آتے؟[1]

فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کر لیا تو وہ اس کے کہنے پر چلے بیشک وہ بے حکم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔

﴿فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ: تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا۔﴾ یعنی فرعون نے اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے ان جاہلوں کی عقل ماردی اور انہیں بہلا پھسلا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے لگے۔ بے شک وہ نافرمان لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے فرعون جیسے جاہل اور سرکش کی پیروی کی۔[2]

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾

ع ۱۱ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اُنہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٥٣، ٤/١٠٨.

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٥٤، ٤/١٠٨، تفسير كبير، الزّخرف، تحت الآية: ٥٤، ٩/٦٣٨، ملتقطاً.

کوڈبودیا۔ اُنہیں ہم نے کردیا اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ تو ہم نے انہیں اگلی داستان کر دیا اور بعد والوں کیلئے مثال بنادیا۔

﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جرموں کی سزا میں سب کو غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ماضی کی عبرتناک داستان بنادیا اور بعد والوں کے لئے مثال بنادیا تاکہ بعد والے اُن کے حال اور انجام سے نصیحت وعبرت حاصل کریں۔ (1)

مال ودولت اور منصب والوں کے لئے عبرت کا مقام

ان آیات میں بیان کئے گئے واقعے میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا، معاشرے میں مقام ومرتبہ عطا کیا اور حکومت وسلطنت سے سرفراز کیا لیکن وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرنے کی بجائے اس کی ناشکری کرنے میں اور گناہوں میں مشغول رہ کر مسلسل اس کی نافرمانیوں میں مصروف ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

---

(1) ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٥٥، ١٠٨/٤.

(2) ......انعام: ٤٤، ٤٥.

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی پسند کی تمام چیزیں عطا کر رہا ہے لیکن اس بندے کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم ہے تو یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے۔‘‘ (1)

اور حضرت عمر بن ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ’’اے گناہگارو! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کے باوجود جو مسلسل حِلم فرما رہا ہے تم اس کی وجہ سے گناہوں پر اور جَری نہ ہو جاؤ اور اس کی ناراضی سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ **ترجمۂ کنزالعرفان:** پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ (2)

اللہ تعالیٰ مال و دولت اور منصب و مرتبے کی وجہ سے پیدا ہونے والی سرکشی اور اس کی آفات سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ یَصِدُّوۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اُس سے ہنسنے لگتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے۔

﴿وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قریش کے سامنے یہ آیت ’’**وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ**‘‘ پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ اے مشرکین! تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے۔ یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابنِ زبعری کہنے لگا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا یہ خاص ہمارے

1 ......معجم الاوسط، باب الواو، من اسمه ولید، ۶/۴۲۲، الحدیث: ۹۲۷۲.

2 ......شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان..الخ، فصل فی الطبع علی القلب..الخ، ۵/۴۴۷، الحدیث: ۷۲۲۷.

اور ہمارے معبودوں ہی کے لئے ہے یا ہر اُمت اور گروہ کے لئے ہے؟ سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے اور سب اُمتوں کے لئے بھی ہے۔ اس پر ابنِ زبعری نے کہا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں اور آپ اُن کی اور اُن کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے عیسائی ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں یعنی یہودی وغیرہ ان کو پوجتے ہیں تو اگر یہ حضرات (مَعَاذَ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

اور یہ آیت نازل ہوئی "وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُکَ مِنۡہُ یَصِدُّوۡنَ" جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابنِ زبعری نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مثال بیان کی اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑا کیا کہ عیسائی انہیں پوجتے ہیں تو کفارِ قریش اُس کی اِس بات پر ہنسنے لگے۔ [2]

وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِہَتُنَا خَیۡرٌ اَمۡ ہُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ؟) انہوں نے یہ مثال تم سے صرف جھگڑا کرنے

1 ......انبیاء: ١٠١.

2 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٥٧، ص١١٠٣-١١٠٤.

کیلئے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑنے والے لوگ ہیں۔

﴿وَقَالُوْۤا: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے مشرکین کہتے ہیں کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بہتر ہیں تو اگر (مَعَاذَ الله) وہ جہنم میں ہوئے تو ہمارے معبود یعنی بت بھی جہنم میں چلے جائیں ہمیں کچھ پروا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، انہوں نے یہ مثال حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے بیان نہیں کی بلکہ صرف آپ سے جھگڑا کرنے کیلئے بیان کی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ باطل ہے اور اس آیتِ کریمہ "اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ" سے صرف بت مراد ہیں حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مراد نہیں لئے جاسکتے۔

ابنِ زبعری عرب کا رہنے والا تھا اور عربی زبان جاننے والا تھا، یہ بات اسے بہت اچھی طرح معلوم تھی کہ "مَا تَعۡبُدُوۡنَ" میں جو "مَا" ہے اس کے معنی چیز کے ہیں اور اس سے وہ چیزیں مراد ہوتی ہیں جن میں عقل نہ ہو، لیکن اس کے باوجود اس کا عربی زبان کے اصول سے جاہل بن کر حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتوں عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اس میں داخل کرنا کٹ حجتی اور جہل پروری ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بلکہ وہ جھگڑنے والے اور باطل کے درپے ہونے والے لوگ ہیں۔ (1)

صرف جھگڑا کرنے کے لئے بحث مباحثہ شروع کردینا کفار کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق و باطل میں فرق بیان کرنے کی بجائے صرف جھگڑا کرنے کے لئے بحث مُباحثہ شروع کردینا کفار کا طریقہ ہے۔ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جو قوم بھی ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوئی وہ باطل جھگڑوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہوئی، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ"۔ (2)

کفار کے طریقے اور اس حدیثِ پاک کو سامنے رکھتے ہوئے ان حضرات کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ۵۸، ص ۱۱۰۴، ملخصاً.

2 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الزّخرف، ۱۷۰/۵، الحديث: ۳۲۶۴.

حاجت ہے جو شرعی مسائل سے جاہل اور ان کی حکمتوں سے ناواقف ہونے ، یا ان کا علم رکھنے کے باوجود جان بوجھ کر سوشل، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر ان کے بارے شرعی تقاضوں کے برخلاف بحث مُباحثہ کرنا اور شریعت کے مسائل کو اپنی ناقص عقل کے ترازو پر تول کر ان کے حق اور ناحق ہونے کا فیصلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور عقائد و عبادات و معاملات وغیرہا پر احمقانہ بحثوں کی وجہ سے یہ چیزیں ایک مذاق بن کر رہ گئی ہیں اور یہ ان کی انہی جاہلانہ بحثوں کا نتیجہ ہے کہ آج عام مسلمانوں میں شریعت کے احکام کی وقعت ختم ہوتی، ان پر عمل سے دوری اور گمراہی سے قربت بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے عجیب نمونہ بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک عجیب نمونہ بنایا۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ: عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ وہ (نہ خدا ہے اور نہ خدا کے بیٹے، بلکہ خالص) اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن پر ہم نے نبوت عطا فرما کر احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک عجیب نمونہ بنایا ہے۔ (1)

آیت "اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں ان عیسائیوں کا بھی رد ہے جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور ان یہودیوں کا بھی رد ہے جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کے منکر ہیں۔

---

(1)......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٥٩، ٤/١٠٨-١٠٩۔

(2)......مقبول بندوں کی طرف داری اور تعریف کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(3)......اگر کسی محبوب بندے کو لوگ خدا بھی مان لیں تو ان لوگوں کی تردید میں اس مقبول بندے کی توہین نہ کی جائے بلکہ اس کی عظمت کو باقی رکھا جائے۔

وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىٕكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسا دیتے۔

﴿وَ لَوْ نَشَآءُ: اور اگر ہم چاہتے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! ہم تم سے اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہیں، اگر ہم چاہتے تو تمہیں ہلاک کر کے زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسا دیتے جو تمہارے بعد آباد رہتے اور ہماری عبادت واطاعت کرتے اور فرشتوں کے آسمانوں پر رہنے میں کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے کہ ان کی عبادت کی جائے یا یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (تو پھر تم کیوں ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو)۔[1]

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

---

1 ......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۰، ۵/۱۹۰۱، قرطبی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۰، ۸/۷۶، الجزء السادس عشر، ملتقطاً.

﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ آپ فرما دیں: ''حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانا قیامت کی علامات میں سے ہے، تو اے لوگو! ہرگز قیامت کے آنے میں شک نہ کرنا اور میری ہدایت اور شریعت کی پیروی کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔[1]

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین پر تشریف لائیں گے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانا برحق ہے کیونکہ ان کا آنا قیامت کی علامت ہے، لیکن یہ یاد رہے آپ کا وہ آنا سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کا نبی بن کر نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں حضرت ابنِ مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے جو انصاف پسند ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ مَوقوف کردیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا کہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔[2]

(2)......حضرت نواس بن سمعان کلابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' (دجال ظاہر ہونے کے بعد) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجے گا تو وہ جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی مینارے پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حُلّے پہنے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوں گے، جب آپ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔[3]

1......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦١، ص١١٠٤، ملخصاً.

2......بخاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، ٥٠/٢، الحدیث: ٢٢٢٢.

3......مسلم ، کتاب الفتن و اشراط الساعة ، باب ذکر الدجال و صفته و ما معه، ص١٥٦٨، الحدیث: ١١٠(٢١٣٧)، ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ١٥٧/٤، الحدیث: ٤٣٢١.

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میرے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (قیامت کے قریب آسمان سے) نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان لو گے، ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا، قد درمیانہ ہوگا، وہ ہلکے زرد رنگ کے حُلّے پہنے ہوئے ہوں گے، ان پر تری نہیں ہوگی لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، وہ اسلام پر لوگوں سے قتال کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے، اللّٰہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔‘‘[1]

قیامت کی 10 علامات

قیامت کی ایک علامت اس آیت میں بیان ہوئی اور چند علامات اس حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس اس دوران تشریف لائے جب ہم آپس میں گفتگو کررہے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم کیا باتیں کررہے تھے۔ ہم نے عرض کی: ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ ارشاد فرمایا ’’اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم اس کے بارے میں دس نشانیاں نہ دیکھ لو (1) دھواں (2) دجال (3) دابۃ الارض، (ایک عجیب و غریب شکل وصورت کا جانور) (4) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (5) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول (6) یاجوج ماجوج (7) مشرق میں زمین دھنسنا (8) مغرب میں زمین دھنسنا (9) جزیرۂ عرب میں زمین دھنسنا (10) یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہَنکا کر میدانِ محشر کی طرف لے آئے گی۔‘‘[2]

وَ لَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۲﴾

1......ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴/۱۵۸، الحدیث: ۴۳۲۴.

2......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة، ص۱۵۵۱، الحدیث: ۳۹(۲۹۰۱).

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روک دے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے۔**﴾** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہرگز شیطان تمہیں شریعت کی پیروی کرنے سے یا قیامت کا یقین رکھنے سے یا اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے سے نہ روک دے، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اوراس کی عداوت اس سے ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جنت سے (زمین پر) تشریف لے جانا پڑا اوران کے جسم سے نور کا لباس اتار لیا گیا پھر وہ تمہارا دوست کیسے ہوسکتا ہے؟[1]

شیطان کی انسان سے عداوت اور دشمنی

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر شیطان کی عداوت اور دشمنی کی پہچان کروائی ہے اوراس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دشمن ہونے پر ایمان لائیں اوراس کے شر سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦٢، ص١١٠٤-١١٠٥، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٦٢، ٤/١٠٩، ملتقطاً.

2 ......بنی اسرائیل: ٥٣.

3 ......سوره بقره: ١٦٨، ١٦٩.

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡکُمُ الۡبَیِّنٰتُ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لٰہذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اس خبیث ترین اور انتہائی خطرناک دشمن کو پہچاننے اور اس کے واروں سے بچنے اور اس دشمن کو خود سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔

سَرورِ دیں لیجے اپنے ناتوانوں کی خبر | نفس و شیطاں سیّدا کب تک دباتے جائیں گے
تم ہو حفیظ و مُغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث | تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وَلَمَّا جَآءَ عِیۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِالۡحِکۡمَۃِ وَلِاُبَیِّنَ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡہِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۴﴾

1 ......فاطر:۶۔

2 ......سورہ بقرہ:۲۰۸، ۲۰۹۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا اس نے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا اور اس لیے میں تم سے بیان کردوں بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللّٰہ میرا رب اور تمہارا رب تو اسے پوجو یہ سیدھی راہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا تو اس نے فرمایا: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے (آیا ہوں) تا کہ میں تم سے بعض وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللّٰہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللّٰہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معجزات لے کر آئے تو انہوں نے فرمایا: ''میں تمہارے پاس نبوت اور انجیل کے احکام لے کر آیا ہوں تا کہ تم ان احکام پر عمل کرو اور میں اس لئے آیا ہوں تا کہ میں تم سے توریت کے احکام میں سے وہ تمام باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو، لہٰذا تم میری مخالفت کرنے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو اور میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان میں میرا حکم مانو کیونکہ میری اطاعت حق کی اطاعت ہے۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو، یہ سیدھا راستہ ہے کہ اس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا۔ [1]

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ‌ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے تو ظالموں کی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔

---

1 ......جلالین، الزّخرف، تحت الآية: ٦٣-٦٤، ص٤٠٩، روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٦٣-٦٤، ٨/٣٨٥-٣٨٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے تو ظالموں کیلئے ایک دردناک دن کے عذاب کی خرابی ہے۔

﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے۔﴾ اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے عیسائیوں کے شرک بیان فرمائے ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد عیسائیوں کے مختلف گروہ بن گئے، ان میں سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خدا تھے، کسی نے کہا کہ خدا کے بیٹے تھے اور کسی نے کہا کہ تین خداؤں میں سے تیسرے تھے۔ الغرض عیسائیوں کے یعقوبی، نسطوری، ملکانی اور شمعونی فرقے بن گئے۔ **اللہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کفر کی باتیں کہیں، ان ظالموں کیلئے قیامت کے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔ (1)

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ اُن پر اچانک آجائے اور اُنہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ: وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں مختلف فرقے بن گئے اور ان کے متعلق باطل باتیں کہہ رہے ہیں (ان کے حال سے یہی نظر آرہا ہے کہ) وہ اس وقت کا انتظار کررہے ہیں جس میں قیامت اچانک قائم ہوجائے گی اور انہیں اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کفارِ مکہ (کے طرزِ عمل سے یہی نظر آتا ہے کہ) قیامت کے آنے کا ہی انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے اور انہیں دُنْیَوی کام کاج میں مشغولیّت کی وجہ سے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔ (2)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت اچانک آئے گی اور یاد رہے کہ بڑی قیامت سے پہلے ایک چھوٹی قیامت

---

1 ...... جلالین، الزّخرف، تحت الآية: ٦٥، ص٤٠٩، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦٥، ص١١٠٥، ملتقطاً.

2 ...... تفسير طبری، الزّخرف، تحت الآية: ٦٦، ١١/٢٠٨، جلالين، الزّخرف، تحت الآية: ٦٦، ص٤٠٩، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦٦، ص١١٠٥، ملتقطاً.

ہے، یہ بھی اچانک ہی آئے گی اور یہ قیامت ''موت'' ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ چھوٹی قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے بھی گناہوں کو چھوڑ دے اور اپنے سابقہ تمام گناہوں اور جُرموں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائے، اَحادیث میں بھی اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو موت آ گئی تو بے شک اس کی قیامت قائم ہو گئی تو تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور ہر گھڑی اس سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ (1)

اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھتے اور فرماتے: ''اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ تھرتھرا دینے والی چیز آ پہنچی، اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ موت اپنے اندر موجود تکالیف کے ساتھ آ پہنچی ہے، موت اپنے اندر موجود تکالیف کے ساتھ آ پہنچی ہے۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قیامت کا ذکر ہوا، اب اس آیت سے قیامت کے بعض اَحوال بیان کئے جا رہے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں جو دوستی کفر اور مَعصیت کی بنا پر تھی وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی جبکہ دینی دوستی اور وہ محبت

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۲۸۵، الحديث: ۱۱۱۷.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة... الخ، ۲۳-باب، ۴/۲۰۷، الحديث: ۲۴۶۵.

جو اللہ تعالیٰ کے لئے تھی دشمنی میں تبدیل نہ ہوگی بلکہ باقی رہے گی۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے، آپ نے فرمایا: دو دوست مومن ہیں اور دو دوست کافر۔ مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کرنے کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور یہ خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب! عَزَّوَجَلَّ، اسے میرے بعد گمراہ نہ کرنا اور اسے ایسی ہدایت دے جیسی ہدایت مجھے عطا فرمائی اور اس کا ایسا اِکرام کر جیسا میرا اِکرام فرمایا۔ جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے، تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور یہ خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر نہیں ہونا، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو بُرا بھائی، بُرا دوست اور بُرا رفیق کہتا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت قیامت کے دن کام آئے گی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایمان والوں کی آپس میں محبت اور دوستی قیامت کے دن کام آئے گی، لہٰذا اہلِ حق کا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ سے محبت اور عقیدت رکھنا انہیں ضرور نفع دے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب ہوگی؟ ارشاد فرمایا: تُو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، اس کے لیے میں نے کوئی تیاری نہیں کی، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''تو ان کے ساتھ ہے جن سے تجھے محبت ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد مسلمانوں کو جتنی اس کلمہ سے خوشی ہوئی، ایسی خوشی میں نے کبھی

---

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ٦٤١/٩، جلالین، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ص٤٠٩، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ١٠٩/٤-١١٠.

نہیں دیکھی۔ [1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اور پرہیزگار بندوں کو اپنا دوست بنائے اور ان سے محبت رکھے تاکہ آخرت میں ان کی دوستی اور محبت کام آئے۔

اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھنے کے فضائل

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، ان کے اَحادیث میں بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں چار اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، ان سے میری محبت واجب ہو گئی۔ [2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ''وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے، آج میں ان کو اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھوں گا، آج میرے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ [3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر دو شخصوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے باہم محبت کی اور ایک مشرق میں ہے، دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کر دے گا اور فرمائے گا: ''یہی وہ ہے جس سے تو نے میرے لیے محبت کی تھی۔ [4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں یاقوت کے ستون ہیں ان پر زَبَرجد کے بالا خانے ہیں، وہ ایسے روشن ہیں جیسے چمکدار ستارے۔ لوگوں

1......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النّبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب ... الخ، ٢ / ٥٢٧، الحدیث: ٣٦٨٨، مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللّٰہ ومن اللّٰہ، الفصل الاول، ٢/٢١٨، الحدیث: ٥٠٠٩.

2......مؤطا امام مالك، کتاب الشعر، باب ما جاء فی المتحابین فی اللّٰہ، ٢/٤٣٩، الحدیث: ١٨٢٨.

3......مسلم، کتاب البرّ والصلة والاداب، باب فی فضل الحب فی اللّٰہ، ص١٣٨٨، الحدیث: ٣٧(٢٥٦٦).

4......شعب الایمان، الحادی والستون من شعب الایمان...الخ، قصة ابراهیم فی المعانقة...الخ، ٦/٤٩٢، الحدیث: ٩٠٢٢.

نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان میں کون رہے گا؟ فرمایا: ’’وہ لوگ جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ایک جگہ بیٹھتے ہیں، آپس میں ملتے ہیں۔ [1]

يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ۚ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ ۚ﴿۶۹﴾ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔ داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطریں ہوتیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے۔ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہوجائیں اور تمہیں خوش کیا جائے گا۔

﴿يٰعِبَادِ: اے میرے بندو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دینی دوستی اور اللّٰہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والوں کی تعظیم اور ان کے دل خوش کرنے کے لئے ان سے فرمایا جائے گا ’’اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے اور میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومنہ بیویاں جنت میں داخل ہوجائیں اور جنت میں تمہارا اکرام ہوگا، نعمتیں دی جائیں گی اور ایسے خوش کئے جاؤ گے کہ تمہارے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار ہوں گے۔ [2]

مقاتل نے کہا کہ ’’حشر کے میدان میں ایک مُنادی یہ اعلان فرمائے گا ’’**يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ**‘‘ یعنی اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہے۔ تو تمام اہلِ محشر اپنے سروں کو اٹھالیں گے۔ پھر وہ مُنادی فرمائے گا

1 ......شعب الایمان، الحادی والستون من شعب الایمان...الخ، قصة ابراهیم فی المعانقة...الخ، ٦/٤٨٧، الحدیث: ٩٠٠٢.

2 ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٨-٧٠، ٥/٥٥٠، ملخصاً.

"اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ" یعنی میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب والے اپنے سروں کو جھکالیں گے۔

اور حضرت حارث محاسبی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن مُنادی اعلان فرمائے گا" یٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمُ الۡیَوۡمَ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ " تو تمام لوگ اپنے سروں کو اٹھالیں گے اور کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ پھر دوسری بار مُنادی فرمائے گا" اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ" تو تمام کفار اپنے سروں کو جھکالیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے اپنے سر اٹھائے رکھیں گے۔ پھر تیسری بار مُنادی فرمائے گا" اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ" تو کبیرہ گناہ کرنے والے اپنے سروں کو جھکالیں گے جبکہ مُتّقی لوگ اسی طرح اپنے سر اٹھائے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ان سے خوف اور غم دور کردے گا کیونکہ وہ اکرمُ الاکرمین ہے، وہ اپنے اولیاء کو شرمندہ نہیں ہونے دے گا۔[1]

یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّ اَكۡوَابٍ ۚ وَ فِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَ تَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ ۚ وَ اَنۡتُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۱﴾ۚ وَ تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان پر سونے کی تھالیوں اور جاموں کے دَور ہوں گے اور جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہی وہ جنت ہے

[1]......تفسیر قرطبی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۸، ۸/۸۰-۸۱، الجزء السادس عشر.

جس کا تمہارے اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔

﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ: ان پر سونے کی تھالیوں اور جاموں کے دَور ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد مومن بندوں پر کھانے سے بھری سونے کی تھالیوں اور شراب سے لبریز جاموں کے دَور ہوں گے اور جنت میں ان کے لئے مختلف اَقسام کی وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذّت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے دُنْیَوی نیک اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔[1]

جنت کی ان عظیم نعمتوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِیْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِیْرًا ﴿۱۶﴾ وَ یُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا ﴿۱۷﴾ عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا ﴿۱۸﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ٘ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کے دَور ہوں گے جو شیشے کی طرح ہوں گے۔ چاندی کے شفاف شیشے جنہیں پلانے والوں نے پورے اندازہ سے (بھر کر) رکھا ہوگا۔ اور جنت میں انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جس میں زنجبیل ملا ہوا ہوگا۔ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔ اور ان کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے (خدمت کیلئے) پھریں گے جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا۔ اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا۔ ان پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں

[1] ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۷۱-۷۲، ۸/۳۸۹-۳۹۲۔

هٰذَا كَانَ لَكُمۡ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعۡیُكُمۡ مَّشۡكُوۡرًا (1)

گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) بیشک یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

اور حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے پوچھا: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا تو تم اس میں سرخ یاقوت کے جس گھوڑے پر سوار ہونا چاہو گے (ہو جاؤ گے) اور جنت میں (تم جہاں چاہو گے) وہ تمہیں اڑا کر لے جائے گا۔ ایک اور آدمی نے پوچھا: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اسے وہ جواب نہ دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا بلکہ ارشاد فرمایا ''اگر اللّٰہ تعالیٰ تمہیں جنت میں لے جائے تو جو کچھ تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز سے تمہاری آنکھوں کو لذت ملے گی تمہیں وہی کچھ ملے گا۔ (2)

جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخلہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا اور اس کے درجات کی تقسیم نیک اعمال کے مطابق ہوگی۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اللّٰہ تعالیٰ کے معاف فرمانے سے پل صراط پار کرو گے، اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو گے اور تمہارے اعمال کے مطابق (جنت کے) درجات تم میں تقسیم کئے جائیں گے۔ (3)

﴿وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا: اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔﴾ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے ہر شخص کا ایک گھر جنت میں اور ایک گھر جہنم میں ہے، کافر جہنم میں مومن کے گھر کا وارث بن جاتا ہے اور مومن جنت میں کافر کے گھر کا وارث

1 ......دھر: ۱۵۔۲۲.

2 ......ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة خیل الجنة، ۴/۲۴۳، الحدیث: ۲۵۵۲.

3 ......در منثور، الزّخرف، تحت الآیة: ۷۲، ۷/۳۹۴.

بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے۔[1]

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔

﴿لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ: تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں۔﴾ یعنی تمہارے لئے جنت میں کھانے اور شراب کے علاوہ طرح طرح کے بے شمار پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔[2]

جنت کے پھلوں کا ذکر

جنت کے پھلوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھل میوے جو جنتی پسند کریں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے۔

اور حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اہلِ جنت میں سے کوئی شخص جنتی درخت سے ایک پھل لے گا تو درخت میں اس کی جگہ دو پھل نمودار ہو جائیں گے۔''[5]

1. ابن ابی حاتم، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۷۲، ۱۰/۳۲۸۶.
2. روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۷۳، ۸/۳۹۲.
3. واقعہ: ۲۰.
4. رعد: ۳۵.
5. مسند البزار، مسند ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ۱۰/۱۲۳، الحدیث: ۴۱۸۷.

معلوم ہوا کہ جنت کے درخت سدا بہار پھل دار ہیں، ان کی زیب و زینت میں فرق نہیں آتا۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ کبھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، ہاں وہ خود ہی ظالم تھے۔

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ: بیشک مجرم۔﴾ ایمان والے متقی لوگوں کے لئے جنت کے انعامات ذکر فرمانے کے بعد یہاں سے کفار کے لئے جہنم کی سزا بیان کی جارہی ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کافر جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں کہ جیسے گناہ گار مسلمانوں کا عذاب ختم ہو جائے گا ویسے ان کا عذاب کبھی ختم نہ ہو گا۔ وہ عذاب ان سے کبھی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی اس میں کمی کی جائے گی، وہ اس میں نجات، راحت اور سزا میں کمی سے مایوس پڑے رہیں گے اور یہ عذاب دے کر ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، ہاں وہ خود ہی ظالم تھے کہ سرکشی و نافرمانی کر کے اس حال کو پہنچے ہیں۔ (1)

کفار کے لئے بیان کی گئی سزاؤں میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت

یاد رہے کہ کفار کے لئے بیان کی گئی سزاؤں میں جہاں ان کے لئے وعید ہے وہیں ان میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت اور نصیحت ہے کیونکہ اس بات میں اگرچہ کوئی شک نہیں کہ ہم فی الوقت مسلمان ہیں، لیکن ہم میں سے کسی کے پاس اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں کہ وہ مرتے دم تک مسلمان ہی رہے گا کیونکہ جس طرح بے شمار کفار خوش قسمتی

1 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیة: ٧٤-٧٦، ٨/٣٩٣.

سے مسلمان ہوجاتے ہیں اُسی طرح بہت سے بدنصیب مسلمانوں کا بھی ایمان سے پھر جانا ثابت ہے۔جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اولادِ آدم مختلف طبقات پر پیدا کی گئی ان میں سے بعض مومن پیدا ہوئے حالتِ ایمان پر زندہ رہے اور مومن ہی مریں گے، بعض کافر پیدا ہوئے حالتِ کفر پر زندہ رہے اور کافر ہی مریں گے، جبکہ بعض مومن پیدا ہوئے مومنانہ زندگی گزاری اور حالتِ کفر پر رخصت ہوئے، بعض کافر پیدا ہوئے، کافر زندہ رہے اور مومن ہو کر مریں گے۔ (1)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ان فتنوں سے پہلے نیک اعمال کے سلسلے میں جلدی کرو! جو تاریک رات کے حصوں کی طرح ہوں گے۔ایک آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کافر ہوگا۔ نیز اپنے دین کو دنیاوی ساز و سامان کے بدلے فروخت کردے گا۔ (2)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علمائے کرام فرماتے ہیں: ''جس کو سَلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اس کا ایمان سَلب ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: ایمان کی حفاظت کے بارے میں اور جن کلمات سے ایمان ضائع ہوجاتا ہے ان کی تفصیل جاننے کے لئے ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' کتاب کا مطالعہ کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کرچکے وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

1 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما اخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ... الخ، ٤/٨١، الحدیث: ٢١٩٨.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال... الخ، ص٧٣، الحدیث: ١٨٦(١١٨).

3 ......ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص٤٩٥۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کردے۔ وہ داروغہ فرمائے گا: تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

﴿وَ نَادَوۡا: اور وہ پکاریں گے۔﴾ کفار جہنم کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے: اے مالک! اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں موت دے کر ہمارا کام پورا کردے تاکہ ہمیں اس عذاب سے راحت نصیب ہو۔ (ایک قول کے مطابق) حضرت مالک عَلَيْهِ السَّلَام ایک ہزار سال بعد جواب دیں گے اور فرمائیں گے تم عذاب میں ہمیشہ ٹھہرنے والے ہو اور تم موت سے اور نہ کسی اور طرح کبھی بھی اس سے رہائی نہ پاؤ گے۔[1]

حضرت مالک عَلَيْهِ السَّلَام کا جواب سن کر کفار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے:

قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ كُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَ لَا تُكَلِّمُوۡنِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

اس کے بعد وہ گدھے کی طرح چیختے چلّاتے رہیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيۡنَ شَقُوۡا فَفِى النَّارِ لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّ شَهِيۡقٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔

لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿٧٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے مگر تم میں اکثر کو حق ناگوار ہے۔

---

1 ......روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٧٧، ٣٩٣/٨.

2 ......مومنون: ١٠٦-١٠٨.

3 ......هود: ١٠٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے مگر تم میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے۔﴾ اس آیت میں **ایک احتمال** یہ ہے کہ یہ جہنمی کفار کے ساتھ حضرت مالک عَلَیْهِ السَّلَام کے کلام کا حصہ ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے ”تم ہمیشہ جہنم میں اس لئے رہو گے کہ بیشک ہم تمہارے پاس انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے دینِ حق لائے تھے مگر تم سب اپنی نفسانی خواہشات کے مخالف ہونے کی وجہ سے دینِ حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔ **دوسرا احتمال** یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ میں رہنے والے کفار سے خطاب فرمایا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے ”اے کفارِ مکہ! بے شک ہم تمہارے پاس اپنے رسول کی معرفت سچا دین لائے مگر تم میں سے تھوڑے اَفراد اس پر ایمان لائے جبکہ اکثر لوگ بغض اور نفرت کی وجہ سے اس سچے دین کو ناپسند کرنے والے ہیں۔ [1]

دینی چیزوں سے ناگواری کا اظہار کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینی چیزوں سے کراہت اور ناگواری کا اظہار کرنا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے شَعائر کو ناپسند کرتے ہیں اور اسلام کے احکامات پر عمل کرنے والے کو بُری نظر سے دیکھتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اٰمین۔

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُنہوں نے اپنے خیال میں کوئی کام پکا کرلیا ہے تو ہم اپنا کام پکا کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے کام پکا کرلیا ہے؟ تو ہم بھی (اپنا کام) پکا کرنے والے ہیں۔

﴿اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا: کیا انہوں نے کام پکا کرلیا ہے؟﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خلاف

1 ......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۷۸، ۵/۴، ۱۹۰، ملخصاً.

سازش کرنے اور دھوکے سے انہیں ایذا پہنچانے کا کام پکا کرلیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی تھا کہ قریش دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہوکر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا پہنچانے کے لئے حیلے سوچتے تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''تو ہم بھی اپنے نبی کی حفاظت اور ان کے مُنکروں کی بربادی کا کام پکا کرنے والے ہیں۔''(1)

کفارِ قریش نے دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہوکر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جو سازش تیار کی اس کی تفصیل اس آیت میں ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذۡ یَمۡكُرُ بِكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡكَ ؕ وَ یَمۡكُرُوۡنَ وَ یَمۡكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیۡرُ الۡمٰكِرِیۡنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کردیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کررہے تھے اور اللّٰہ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللّٰہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰی وَ رُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مَشْوَرَت نہیں سنتے ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی خفیہ مشاورت نہیں سنتے؟ ہاں، کیوں نہیں؟ اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٧٩، ص١١٠٦، ملخصاً.

2 ......انفال: ٣٠.

﴿ اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ : کیاوہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اوران کی خفیہ مشاورت نہیں سنتے ؟ ﴾ یعنی کیا کفار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اوران کی خفیہ مُشاوَرَت نہیں سنتے ؟ ہاں ، کیوں نہیں ؟ ہم ضرور سنتے ہیں اور پوشیدہ ظاہر ہر بات جانتے ہیں ، ہم سے کچھ نہیں چھپ سکتا اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کے تمام اَقوال اور اَفعال کولکھ رہے ہیں ، اس میں ان کی آہستہ باتیں اور خفیہ مشاورتیں سب شامل ہیں اور جب کوئی خفیہ بات فرشتوں سے پوشیدہ نہیں تو ظاہری و باطنی تمام چیزوں کو جاننے والے ربتعالیٰ سے کیسے چھپ سکتی ہے۔[1]

تنہائی میں گناہ کرنے والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جولوگوں کے سامنے گناہ کرتے ہوئے تو خوف محسوس کرتے ہیں لیکن تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے اس ربتعالیٰ سے نہیں ڈرتے جوان کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اوران کے باطن سے بھی خبردار ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ”جس نے لوگوں سے تو اپنے گناہوں کو چھپایا اور اس ذات کے سامنے ظاہر کیا جس سے کوئی خفیہ چیز پوشیدہ نہیں تو اس نے اپنے نزدیک اس ذات کو دیکھنے والوں میں سب سے ہلکا سمجھا اور یہ منافقت کی نشانی ہے۔[2]

قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بفرضِ مُحال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کوفرض کر کے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔

﴿ قُلۡ : تم فرماؤ۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، آپ فرمائیں کہ میں ایک ناممکن بات کوفرض کر کے کہتا ہوں کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا لیکن اس کا کوئی بیٹا نہیں

1 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۸/۳۹۵.

2 ......مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۰، ص۱۱۰۶.

کیونکہ اس کے لئے اولاد ہی محال ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث نے کہا تھا: فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا: تم دیکھو قرآن میں میری تصدیق آ گئی ہے۔ ولید نے اس سے کہا: تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رحمٰن کی اولاد نہیں ہے۔[1]

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ تو تم انہیں چھوڑو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اُس دن کو پائیں جس کا اُن سے وعدہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کا رب، عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو کافر بیان کرتے ہیں۔ تو تم انہیں چھوڑ دو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

﴿فَذَرْهُمْ: تو تم انہیں چھوڑ دو۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے کفار کا نظریہ باطل ہونے پر قطعی دلیل بیان کر دی لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ وہ مال، منصب اور حکومت کی طلب میں ڈوبے ہوئے ہیں، اس لئے آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ جس لَغْو اور باطل کام میں لگے ہوئے ہیں اسی میں پڑے رہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں انہیں عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔[2]

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا اور وہی حکمت و علم والا ہے۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ۸۱، ص۱۱۰۷.

2 ......تفسير كبير، الزّخرف، تحت الآية: ۸۳، ۶۴۷/۹.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ: اور وہی آسمان والوں کا معبود ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جو آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لہٰذا جو آسمان اور زمین والوں کا معبود ہے تم صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، وہ اپنی مخلوق کے معاملات کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے اور ان کی ضروریات سے باخبر ہے۔[1]

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاۚ-وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ-وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ(۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہی ہے اور قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَ تَبٰرَكَ: اور وہ بڑی برکت والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس کے لئے ساتوں آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان تمام چیزوں کی بادشاہی ہے، ان سب پر اس کا حکم جاری ہے اور ان سب میں اس کی قضا نافذ ہے تو جسے ان کی بادشاہی حاصل ہے اور جس کا حکم ان میں نافذ ہے اس کا کوئی شریک کس طرح ہوسکتا ہے اور اس وقت کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس میں قیامت قائم ہوگی اور مخلوق اپنی قبروں سے حساب کے مقام پر جمع کی جائے گی اور اے لوگو! تم مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء اور

[1] ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٤، ١١/٢١٧-٢١٨۔

برے لوگوں کوان کے برے اعمال کی سزا دے گا۔[1]

وَ لَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو یہ اللّٰه کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں شفاعت کا اختیار اُنہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار جن کو اللّٰه کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں (شفاعت کا اختیار انہیں ہے) جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

﴿وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ: اور کفار جن کو اللّٰه کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ کفار اللّٰه تعالیٰ کے علاوہ جن فرشتوں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر عَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کرتے ہیں وہ صرف انہی کی شفاعت کریں گے جو زبان سے اللّٰه تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں اور دل سے اس گواہی کا علم رکھیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے معبودان کی شفاعت کریں گے حالانکہ وہ تمام چیزیں جن کی کفار اللّٰه تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی البتہ شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو اللّٰه تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں اور دل سے اس بات کا علم رکھیں کہ اللّٰه تعالیٰ ان کا رب ہے، ایسے مقبول بندے ایمان داروں کی شفاعت کریں گے۔[2]

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۸۷﴾

---

1 ……تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۵، ۱۱/۲۱۸.

2 ……تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۶، ۹/۶۴۸، مدارك، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۶، ص۱۱۰۷، جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۶، ص۴۱۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو: انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو ضرور کہیں گے: ''اللہ نے'' تو کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

﴿وَلَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ اقرار کریں گے کہ جہان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، تو اس اقرار کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کیسے کرتے ہیں اور اس کی توحید اور عبادت سے کس طرح پھرتے ہیں؟(1)

وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ تو اُن سے درگزر کرو اور فرماؤ بس سلام ہے کہ آگے جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ: بس سلام ہے تو عنقریب جان جائیں گے۔

﴿وَقِیْلِهٖ: رسول کے اس کہنے کی قسم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''مجھے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اس بات کی قسم کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے مجھے ان مشرکین کو عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا اور ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ میں انہیں تیری طرف بلاؤں لیکن میرے

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۷، ۴/۱۱۱.

ع ۱۳ / ۲۲ وقف لازم

ڈرانے اوردعوت دینے کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں سے درگزر کرواور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دواور ان سے فرماؤ کہ تمہیں دور ہی سے سلام ہے، ہم تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے امن میں رہنا چاہتے ہیں ۔عنقریب یہ لوگ اپنا انجام جان جائیں گے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قولِ مبارک کی قسم یاد فرمائی، اس میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اِکرام اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا و اِلتجا کی تعظیم کا اظہار ہے۔یاد رہے کہ یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا گیا تھا۔ [1]

1......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ١١/٢١٩-٢٢٠، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ص١١٠٨، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ٤/١١١-١١٢، ملتقطاً.

سُوۡرَۃُ الدُّخَان

سورۂ دُخان کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ دُخان مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **3** رکوع، **59** آیتیں، **346** کلمے اور **1431** حروف ہیں۔ (2)

’’دُخان‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں دھوئیں کو ’’دُخان‘‘ کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 10 میں دھوئیں کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کو سورۂ دُخان‘‘ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ دُخان کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے رات کے وقت سورۂ حٰمٓ دُخان کی تلاوت کی تو وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کر رہے ہوں گے۔‘‘ (3)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے جمعہ کی رات میں سورۂ حٰمٓ دُخان پڑھی اسے بخش دیا جائے گا۔‘‘ (4)

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس

---

(1)......خازن، تفسیر سورة الدخان، ١١٢/٤.

(2)......خازن، تفسیر سورة الدخان، ١١٢/٤.

(3)......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل حم الدخان، ٤٠٦/٤، الحدیث: ٢٨٩٧.

(4)......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل حم الدخان، ٤٠٧/٤، الحدیث: ٢٨٩٨.

نے جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں سورۂ حٰمٓ دُخان پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔‘‘[1]

سورۂ دخان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون توحید ورسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کا بیان ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ **اللہ** تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور اس رات میں **اللہ** تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام فرشتوں کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بتایا گیا کہ کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس دن انہیں عذاب دیا جائے گا تو اس دن وہ عذاب دور کئے جانے کی فریاد کریں گے اور ایمان قبول کرنے کا اقرار کریں گے اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واضح معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لائے تو اب کہاں لائیں گے اور یہی حال ان سے پہلے کفار کا تھا کہ وہ بھی روشن نشانیاں دیکھنے کے باوجود اپنے کفر پر قائم رہے، اور اس کی مثال کے طور پر حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا گیا، فرعون اور اس کی قوم کا دردناک انجام بتایا گیا تا کہ کفارِ مکہ اس سے عبرت حاصل کریں۔

(2)......کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا تو تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلی قوموں جیسے عاد اور ثمود کا انجام بیان کر کے ان کا رد کیا گیا۔

(3)......کفارِ مکہ کے سامنے قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں اور اس دن ہونے والے حساب اور ملنے والے عذاب اور جہنمی کھانے زقوم کے بارے میں بتایا گیا اور سورت کے آخر میں نیک لوگوں کا ٹھکانہ اور برے لوگوں کا ٹھکانہ بتایا گیا تا کہ نیک لوگ خوش ہو جائیں اور برے لوگ دردناک عذاب سے ڈر جائیں اور اپنے برے افعال سے باز آجائیں۔

سورۂ زخرف کے ساتھ مناسبت

سورۂ دُخان کی اپنے سے ماقبل سورت ’’زُخۡرُف‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کے شروع

[1]......معجم الكبير، صدى بن العجلان ابوامامة الباهلى... الخ، فضال بن جبير عن ابى امامة، ٢٦٤/٨، الحديث: ٨٠٢٦.

میں قرآنِ مجید کی عظمت وشان بیان ہوئی ہے اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ زُخْرُف کے آخر میں اس دن کا ذکر کیا گیا جس میں کفارِ مکہ کو عذاب دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے اور سورۂ دُخان میں اس دن کا وصف بیان ہوا ہے کہ اس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

مع ١٢

حٰمٓ ۚ ۝١ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۙ ۝٢ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۝٣

ترجمۂ کنزالایمان: قسم اس روشن کتاب کی ۔ بیشک ہم نے اُسے برکت والی رات میں اُتارا بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ اس روشن کتاب کی قسم ۔ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ: اس روشن کتاب کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآنِ پاک کی قسم! جو حلال اور حرام وغیرہ ان احکام کو بیان فرمانے والا ہے جن کی لوگوں کو حاجت اور ضرورت ہے، بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم اپنے عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔

برکت والی رات

اکثر مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے اور بعض مفسرین اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں۔اس رات میں مکمل قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا،پھر وہاں سے حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام 23 سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے اور اسے برکت والی رات اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآنِ پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس رات میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور دعائیں (خصوصیت کے ساتھ) قبول کی جاتی ہیں۔

جن کثیر علماء کے نزدیک یہاں آیت میں برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے،ان کی دلیل یہ آیاتِ مبارکہ ہیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ [(1)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر میں قرآنِ مجید کو نازل فرمایا اور یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ ”اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ“ یعنی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔اسی لئے ضروری ہے کہ شبِ قدر اور مبارک رات سے ایک ہی رات مراد ہوتا کہ قرآنِ مجید کی آیات میں تضاد لازم نہ آئے۔

(2)......اور ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ [(2)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ قرآنِ مجید کو رمضان کے مہینے میں نازل کیا گیا اور یہاں یوں ارشاد فرمایا کہ ”اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ“ یعنی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔تو ضروری ہوا کہ یہ رات بھی رمضان کے مہینے میں واقع ہو اور جس شخص نے بھی یہ کہا ہے کہ مبارک رات رمضان کے مہینے میں واقع ہے اس نے یہی کہا کہ مبارک رات شبِ قدر ہے۔[(3)]

---

(1)......قدر:۱.

(2)......بقرہ:۱۸۵.

(3)......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیة: ۳، ۹/۶۵۲، خازن، الدخان، تحت الآیة: ۳، ۴/۱۱۲، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ۳، ص۱۱۰۹، ابو سعود، الدخان، تحت الآیة: ۴، ۵/۵۵۴، ملتقطاً.

شبِ براءت کے فضائل

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ برکت والی رات کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شبِ براءت ہے، اس مناسبت سے یہاں شبِ براءت کے دو فضائل ملاحظہ ہوں

(1)......اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیتا ہے: (1) بقر عید کی رات (2) عید الفطر کی رات (3) شعبان کی پندرہویں رات کہ اس رات میں مرنے والوں کے نام اور لوگوں کا رزق اور (اِس سال) حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں (4) عرفہ کی رات اذانِ (فجر) تک۔''[1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے پاس جبریل آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے اس میں اللّٰہ تعالیٰ جہنم سے اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور (تکبر کی وجہ سے) کپڑ ا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کے عادی کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔[2]

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۟ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۟ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔ ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

﴿فِيْهَا يُفْرَقُ: اس رات میں بانٹ دیا جاتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس برکت والی رات میں سال بھر میں ہونے والا ہر حکمت والا کام جیسے رزق، زندگی، موت اور دیگر احکام ان فرشتوں کے درمیان

---

1 ......در منثور، الدخان، تحت الآية: ، ٧/٢ ٠ ٤ .

2 ......شعب الايمان ، الباب الثالث و العشرون من شعب الايمان ... الخ ، ما جاء فى ليلة النصف من شعبان ، ٣ / ٣٨٣ ، الحديث: ٣٨٣٧ .

بانٹ دیئے جاتے ہیں جو انہیں سر انجام دیتے ہیں اور یہ تقسیم ہمارے حکم سے ہوتی ہے۔ بیشک ہم ہی سَیِّدُ المرسلین محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجنے والے ہیں۔ (1)

یاد رہے کہ کئی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ 15 شعبان کی رات لوگوں کے اُمور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتی ہو اس رات یعنی پندرہویں شعبان میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس میں کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے تمام بچے لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں۔''(2)

ان احادیث اور اس آیت میں مطابقت یہ ہے کہ فیصلہ 15 شعبان کی رات ہوتا ہے اور شبِ قدر میں وہ فیصلہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اس فیصلے کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''لوگوں کے اُمور کا فیصلہ نصف شعبان کی رات کر دیا جاتا ہے اور شبِ قدر میں یہ فیصلہ ان فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو ان اُمور کو سر انجام دیں گے۔''(3)

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۷﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے رب کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

---

1 ......جلالين، الدخان، تحت الآية: ٤-٥، ص ٤١٠، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٤-٥، ٤٠٤/٨، ملتقطاً.

2 ......مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث، ٢٥٤/١، الحديث: ١٣٠٥.

3 ......بغوى، الدخان، تحت الآية: ٤، ١٣٣/٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔

﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: تمہارے رب کی طرف سے رحمت۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کا اترنا اور رسولوں کی تشریف آوری تمہارے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، بیشک وہی ان کی باتوں کو سننے والا اور ان کے کاموں اور احوال کو جاننے والا ہے۔ اے کفارِ مکہ! اگر تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا رب ہے تو اس بات پر بھی یقین کرلو کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (1)

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔ بلکہ وہ کافر شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ یعنی اے لوگو! زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کے رب کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا کا بھی رب ہے، جس کی ایسی شان ہے صرف وہی رب

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٦-٧، ص ١١١٠، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٦-٧، ص ٤١١، ملتقطاً.

ہونے اور عبادت کئے جانے کے لائق ہے۔[1]

﴿بَلۡ هُمۡ: بلکہ وہ کافر۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے جو دلائل ذکر کئے گئے ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ کفار اس کی وحدانیت کو مان لیتے لیکن یہ پھر بھی نہیں مانتے بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں اور انہیں اپنی آخرت کی کوئی فکر ہی نہیں۔

فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ۙ﴿١٠﴾ يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے۔

﴿فَارۡتَقِبۡ: تو تم منتظر رہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے اسلام کی دعوت ملنے پر کفارِ قریش آپ کو جھٹلاتے، آپ کی نافرمانی کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے، اس بنا پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے خلاف دعا کی کہ ''یا رب! انہیں ایسے سات سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر جیسے سات سال کا قحط حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں بھیجا تھا۔'' یہ دعا قبول ہوئی اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا گیا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کیلئے اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔'' چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے اور بھوک سے اس حال کو پہنچ گئے کہ جب اوپر کو

[1]......تفسير طبری، الدخان، تحت الآية: ٨، ١١/٢٢٤.

نظر اٹھاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا، یعنی ایک تو کمزوری کی وجہ سے انہیں نگاہوں کے سامنے اندھیرا محسوس ہوتا اور دوسرا قحط سے زمین خشک ہوگئی، اس سے خاک اڑنے لگی اور غبار نے ہوا کو ایسا گدلا کر دیا کہ انہیں آسمان دھوئیں کی طرح محسوس ہوتا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، اس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے، چالیس دن اور رات رہے گا، اس سے مومن کی حالت تو ایسے ہوجائے گی جیسے زکام ہوجائے جبکہ کافر مدہوش ہوجائیں گے، ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔ (1)

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اس دن کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں۔

﴿ **رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ:** اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے۔﴾ یعنی جس دن وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا اس دن وہ کہیں گے: یہ ایک دردناک عذاب ہے، اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں اور تیرے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اور قرآن پاک کی تصدیق کرتے ہیں، چنانچہ اس قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دعا فرمائیں اگر قحط دور ہوگیا تو ہم آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں گے۔ (2)

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾

وقف لازم

1 ......خازن، الدخان، تحت الآية: ١٠-١١، ١١٣/٤، جمل، الدخان، تحت الآية: ١٠-١١، ١١٨/٧-١١٩، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٢، ٦٥٧/٩، روح المعانى، الدخان، تحت الآية: ١٢، ١٦٤/١٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا۔ پھر اس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہوگا؟ حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا۔ پھر وہ اس سے منہ پھیر گئے اور کہنے لگے: یہ تو سکھایا ہوا ایک دیوانہ ہے۔

﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى: ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہوگا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ کہاں ایمان لائیں گے حالانکہ یہ اس سے بڑی بڑی وہ علامات دیکھ چکے ہیں جن سے نصیحت حاصل کر کے ایمان قبول کر سکتے تھے اور وہ علامات یہ ہیں کہ ان کے پاس ایک عظیم الشّان رسول تشریف لایا اور اس نے ان کے سامنے روشن آیات اور ایسے مضبوط معجزات کے ذریعے حق کے راستوں کو واضح کیا کہ انہیں دیکھ کر پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سَرک جائیں لیکن میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے پیش کی گئی روشن آیات اور مضبوط معجزات دیکھ کر بھی یہ لوگ ان سے منہ پھیر گئے اور صرف منہ پھیرنے کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ ان کے متعلق یہ اِفتراء بھی کرنے لگے کہ یہ تو کسی آدمی کی طرف سے سکھایا ہوا ہے اور دیوانہ ہے جسے وحی کی غشی طاری ہونے کے وقت جنات یہ کلمات تلقین کر جاتے ہیں۔ (1)

قرآنِ پاک کی حقانیت پر کفار کا ردِّ عمل

قرآنِ مجید کی حقانیت دیکھ کر کفار بہت زیادہ بوکھلا گئے تھے، اسی وجہ سے وہ قرآنِ کریم سے لوگوں کو بہکانے کیلئے کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ، جیسے کبھی وہ یہ دعویٰ کرتے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کسی آدمی نے سکھایا ہے، جیسا کہ سورۂ نحل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔

---

1 ......ابو سعود، الدخان، تحت الآية: ١٣-١٤، ٥/٥٥٦، تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٣-١٤، ٩/٦٥٧-٦٥٨، ملتقطاً.

پھر ان کفار کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِسَانُ الَّذِیۡ یُلۡحِدُوۡنَ اِلَیۡہِ اَعۡجَمِیٌّ وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

کبھی یہ کہتے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اپنی طرف سے بنالیا ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکُ ۨافۡتَرٰىہُ وَ اَعَانَہٗ عَلَیۡہِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّ زُوۡرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آ گئے ہیں۔

اور کبھی یہ دعویٰ کرتے کہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان ہی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اکۡتَتَبَہَا فَہِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡہِ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾

وقف لازم

---

1 ......نحل:١٠٣.

2 ......فرقان:٤.

3 ......فرقان:٥.

ترجمۂ کنزالایمان: ہم کچھ دنوں کو عذاب کھولے دیتے ہیں تم پھر وہی کرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں ۔ بیشک تم پھر لوٹنے والے ہو۔

﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا: ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں ۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جیسے ہی ہم تم سے کچھ دنوں کے لئے عذاب دور کر دیں گے تم پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاؤ گے جس پر اس سے پہلے قائم تھے۔ اس سے مقصود یہ تنبیہ کرنا ہے کہ وہ لوگ اپنے عہد کو پورا نہیں کریں گے کیونکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب کسی مصیبت کی وجہ عاجز ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں اور جب ان کا خوف اور مصیبت دور ہو جاتی ہے تو اپنے کفر اور آباء واَجداد کی اندھی پیروی کی طرف پلٹ جاتے ہیں ۔[1]

چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ان کی مصیبت دور ہو جانے کے بعد ایسا ہی ہوا کہ وہ لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے شرک و کفر پر ہی قائم رہے۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کو یاد کرو جب ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

﴿یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى: اس دن کو یاد کرو جب ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔﴾ یعنی اے مشرکو! اگر میں تم پر نازل ہونے والا وہ عذاب دور کر دوں جس نے تمہیں بے حال کر دیا ہے، اس کے بعد پھر تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے رب سے کیا ہوا عہد توڑ دو تو میں تم سے اس دن بدلہ لوں گا جب تمہیں بڑی پکڑ کے ساتھ پکڑوں گا۔ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے یا غزوۂ بدر کا دن مراد ہے۔[2]

---

1 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیۃ: ١٥، ٩/٦٥٨، ملخصاً.

2 ......تفسیر طبری، الدخان، تحت الآیۃ: ١٦، ١١/٢٣٠، مدارك، الدخان، تحت الآیۃ: ١٦، ص١١١١، ملتقطاً.

وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور اُن کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اوران کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا۔

﴿وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفارِ مکہ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں اوراس آیت سے بیان فرمایا کہ ان سے پہلے جو کفار گزرے ہیں ان کا طریقہ بھی یہی رہا تھا۔ چنانچہ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا تا کہ وہ ایمان لے آئیں اوران کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے لیکن انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو ہی اختیار کیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو مہلت دے کراوران پر رزق وسیع کر کے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا تا کہ ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے اور ان کے پاس ایک معزز رسول حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے۔[1]

اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کردو بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور کہا) کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو۔ بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔

﴿اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ: کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے

---

1 ......تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٧، ٩/٦٥٩، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ١٧، ٨/٤٠٩، مدارك، الدخان، تحت الآية: ١٧، ص١١١١، ملتقطاً.

پاس آئے تو اس سے فرمایا: بنی اسرائیل کو میرے حوالے کردو اور تم جو شدتیں اور سختیاں ان پر کرتے ہو اس سے انہیں رہائی دو، بیشک میں تمہارے لیے وحی پر امانت والا، رسول ہوں۔

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ واقعہ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر **47** میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس ایک روشن سند لاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ بیشک میں تمہارے پاس روشن دلیل لاتا ہوں۔

﴿ **وَ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ: اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔** ﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کے رسول اور اس کے بندوں کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بیشک میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کی صورت میں اپنی نبوت اور رسالت کی سچائی کی روشن دلیل لاتا ہوں جس کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ (1)

وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم میرا یقین نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے اس بات سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم

(1) ...... روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ١٩، ٨/٤١٠، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ١٩، ص ١١١١، ملتقطاً۔

مجھ پر یقین نہ کرو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

﴿وَ اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ : اور میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا تو فرعونیوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کی دھمکی دی اور کہا کہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میرا توکل اور اعتماد اس پر ہے جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، مجھے تمہاری دھمکی کی کچھ پروا نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بچانے والا ہے اور اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ اور مجھے ایذا پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔ (1)

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ تو (ہم نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗ: تو اس نے اپنے رب سے دعا کی۔﴾ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس بات کو بھی نہ مانا اور انہیں جھٹلایا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ قبطی مشرک لوگ ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں اور تو ان کا حال بہتر جانتا ہے، اس لئے جس چیز کے وہ مستحق ہیں تو ان کے ساتھ وہ فرما۔ (2)

﴿فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا: تو میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں حکم فرمایا کہ جب دشمن غافل ہو تو بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر مصر سے نکل جاؤ، جب فرعون کو تمہارے نکل جانے کی خبر ملے گی تو وہ اپنے لشکروں کے ساتھ تمہارا پیچھا کرے گا تاکہ

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص ١١١١، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص ٤١١، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٢، ص ٤١١، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٢، ٨/٤١١، ملتقطاً.

تمہیں قتل کردے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام روانہ ہوئے اور دریا پر پہنچ کر آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے عصا مارا تو دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہوگئے اور آپ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا میں سے گزر گئے۔[1]

وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۴﴾ كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوۡعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيۡمٍ ۙ﴿۲۶﴾ وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبویا جائے گا۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے۔ اور کھیت اور عمدہ مکانات۔ اور نعمتیں جن میں فارغُ البال تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو بیشک وہ لشکر غرق کردیا جائے گا۔ وہ کتنے باغ اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیت اور عمدہ مکانات۔ اور نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے۔

﴿وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا: اور دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آرہا تھا، اس پر آپ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ پھر عصا مار کر دریا کو ملا دیں تاکہ فرعون اس میں سے گزر نہ سکے تو آپ کو حکم ہوا: دریا کو جگہ جگہ سے گزرنے کیلئے کھلا ہوا چھوڑ دو تاکہ فرعونی ان راستوں سے دریا میں داخل ہوجائیں، بیشک وہ لشکر غرق کر دیا جائے گا۔ یہ حکم سن کر حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو اطمینان ہوگیا اور جب فرعون اور اس کے لشکر دریا میں داخل ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو ملا دیا جس سے وہ سب غرق ہوگئے اور وہ کتنے باغ، چشمے، کھیت، آراستہ وپیراستہ عمدہ مکانات، اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے، چھوڑ گئے الغرض ان کا تمام مال ومتاع اور سامان یہیں رہ گیا۔[2]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو فرعونیوں کی موت کے وقت، جگہ اور کیفیت

---

1 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٣، ٨/٤١١.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ص١١١٢، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ص٤١١، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ٨/٤١١-٤١٢، ملتقطاً.

سے مُطّلع فرما دیا تھا اور یہ سب چیزیں ان پانچ علوم میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالٰی کو ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ سے بھی نوازتا ہے۔

كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے یونہی کیا اور ان کا وارث دوسری قوم کو کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے یونہی کیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم کو وارث بنادیا۔

﴿ كَذٰلِكَ: ہم نے یونہی کیا۔﴾ یعنی ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ اسی طرح کیا کہ ان کا تمام مال و متاع سلب کرلیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو وارث بنادیا جو ان کے ہم مذہب تھے نہ رشتہ دار اور نہ دوست تھے۔[1]

آیت ’’ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......کفار کی بستیوں اور ان کے مکانات میں رہنا منع نہیں، ہاں جہاں عذابِ الٰہی آیا ہو وہاں رہنا منع ہے اور چونکہ فرعون کی قوم پر مصر میں عذاب نہ آیا بلکہ انہیں وہاں سے نکال کر دریا میں غرق کیا گیا لہٰذا مصر میں رہنا درست ہوا۔

(2)......فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد مصر میں خود بنی اسرائیل آباد ہوئے تھے۔ اس کی تائید قرآنِ پاک کی ان آیات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ۲۸، ۸/۴۱۲، ملخصاً.

2 ......اعراف: ۱۲۹.

وَ اَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا ‌ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰى عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ بِمَا صَبَرُوۡا‌ ؕ وَدَمَّرۡنَا مَا كَانَ يَصۡنَعُ فِرۡعَوۡنُ وَقَوۡمُهٗ وَمَا كَانُوۡا يَعۡرِشُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اُس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہوگیا اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کردیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے۔

فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

﴿ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم پر آسمان اور زمین نہ روئے کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے اور انہیں عذاب میں گرفتار کرنے کے بعد توبہ وغیرہ کے لئے مہلت نہ دی گئی۔[2]

مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں

یاد رہے کہ جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو اس پر آسمان وزمین روتے ہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر مومن کے لئے دو دروازے ہیں، ایک سے اعمال اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو دونوں اس پر روتے ہیں۔ اور اللّٰہ تعالٰی کے اس فرمان ’’ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ‘‘ میں یہی

1 ......اعراف:۱۳۷.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ۲۹، ص۱۱۱۲، خازن، الدخان، تحت الآية: ۲۹، ٤/۱۱٤، ملتقطاً.

مذکور ہے۔‘‘(1)

اور امام مجاہد رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ سے کہا گیا کہ کیا مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے فرمایا: زمین اس بندے پر کیوں نہ روئے جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا اور آسمان اس بندے پر کیوں نہ روئے جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہنچتی تھی۔ (2)

بعض مفسرین کے نزدیک زمین وآسمان خود نہیں روتے بلکہ یہاں ان کے رونے سے مراد آسمان اور زمین والوں کا رونا ہے جیسا کہ حضرت حسن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کا قول ہے کہ (زمین وآسمان کے رونے سے مراد یہ ہے کہ) آسمان والے اور زمین والے روتے ہیں۔ (3)

وَ لَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ﴿۳۰﴾ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی۔ فرعون سے بیشک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات بخشی۔ فرعون سے، بیشک وہ متکبر، حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

﴿وَ لَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو نجات بخشی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون کی ہلاکت کی کیفیت بیان کی گئی اور ان آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم پر کئے گئے احسانات کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ہم نے بنی اسرائیل

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الدخان، ٥/١٧١، الحدیث: ٣٢٦٦.

2 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٢٩، ٤/١١٤.

3 ......مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٢٩، ص١١١٢.

کو اس رُسوا کُن عذاب سے نجات بخشی جو انہیں فرعون کی طرف سے غلامی، مشقت سے بھرپور خدمتوں، مختنوں اور اولاد کے قتل کئے جانے کی صورت میں پہنچتا تھا۔ بیشک فرعون متکبر اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔ (1)

وَ لَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ اٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ مَا فِیۡهِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِیۡنٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اُنہیں دانستہ چن لیا اس زمانہ والوں سے۔ اور ہم نے اُنہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح انعام تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انہیں جانتے ہوئے اس زمانے والوں پر چن لیا۔ اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا۔

﴿وَ لَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ: اور بیشک ہم نے انہیں جانتے ہوئے چن لیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ) ہم نے اپنے علم کی بنا پر بنی اسرائیل کو اس زمانے میں تمام جہان والوں پر چُن لیا۔ (2)

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنی اسرائیل حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت سے بھی افضل ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کا افضل ہونا اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے۔

﴿وَ اٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ: اور ہم نے انہیں نشانیاں عطا فرمائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ) ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا جیسے ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنائے، بادل کو سائبان کیا، مَنّ وسَلوىٰ اتارا اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دیں۔ (3)

---

1 ......تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ٣٠-٣١، ٩/٦٦١، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٣٠-٣١، ٨/٤١٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٣٢، ص١١١٢.

3 ......خازن، الدخان، تحت الآية: ٣٣، ٤/١١٥.

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَ مَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ ﴿۳۵﴾ فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ کہتے ہیں۔ وہ تو نہیں مگر ہمارا ایک دفعہ کا مرنا اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔ تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ (کفارِ مکہ) ضرور کہتے ہیں۔ بیشک موت تو صرف ہماری پہلی موت ہی ہے اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

﴿اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ: بیشک یہ ضرور کہتے ہیں۔﴾ یہاں سے دوبارہ کفارِ مکہ کے بارے میں کلام شروع ہو رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ ضرور کہتے ہیں کہ اس زندگانی کے بعد ایک موت کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی حال اور زندگی باقی نہیں۔ اس سے ان کا مقصود موت کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنا تھا جس کو اگلے جملے میں واضح کر دیا کہ ہم موت کے بعد دوبارہ کبھی زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو ہمارے باپ دادا کو دوباہ زندہ کر کے لے آؤ۔

کفارِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر موت کے بعد کسی کا زندہ ہونا ممکن ہو تو قُصَی بن کلاب کو زندہ کر دو اور یہ ان کی جاہلانہ بات تھی کیونکہ جس کام کے لئے وقت مُعَیَّن ہو اس کا اس وقت سے پہلے وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے، جیسے اگر کوئی شخص کسی نئے اُگے ہوئے درخت یا پودے کو کہے کہ اس میں سے اب پھل نکالو ورنہ ہم نہیں مانیں گے کہ اس درخت سے پھل نکل سکتا ہے تو اس کو جاہل قرار دیا جائے گا اور اس کا انکار محض حماقت یا جھگڑا ہوگا۔ (1)

1 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیۃ: ٣٤-٣٦، ٩/٦٦٢، روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ٣٤-٣٦، ٨/٤١٦-٤١٧، ملتقطاً.

اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَکۡنٰهُمۡ ۫ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ بہتر ہیں یا تُبَّع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے ہم نے انہیں ہلاک کردیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ بہتر ہیں یا تبع (نامی بادشاہ) کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ؟ ہم نے انہیں ہلاک کردیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے۔

﴿اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ : کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم۔﴾ اس آیت میں کفارِ قریش کا رد کیا گیا ہے کہ کیا طاقت وقوت اور شان وشوکت میں کفارِ مکہ بہتر ہیں یا تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ جیسے عاد اور ثمود وغیرہ جو کہ کافر امتوں میں سے تھے؟ ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے انہیں ان کے کفر کے باعث ہلاک کردیا، بیشک وہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر لوگ تھے جس کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے۔ جب یہ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقت وقوت رکھنے کے باوجود کفر کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تو کفارِ مکہ جو کہ کفر میں ان کے شریک ہیں، انہیں ہلاک کرنا کونسا دشوار کام ہے، حالانکہ یہ تو ان کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہیں۔

یاد رہے کہ اس آیت میں جس تُبَّع کا ذکر ہے یہ تُبَّع حِمْیَری تھے، یہ خود مومن اور یمن کے بادشاہ تھے لیکن ان کی قوم کافر تھی جو کہ انتہائی طاقت وقوت اور شان وشوکت کی مالک تھی اور ان کی تعداد بھی بہت کثیر تھی۔[1]

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تُبَّع کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ اسلام قبول کرچکے تھے۔‘‘[2]

اسی تُبَّع نے مدینہ منورہ بسایا، اس تُبَّع نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غائبانہ خط لکھ کر لوگوں کو سپرد

1 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ٣٧، ٨ /٤١٨، خازن، الدخان، تحت الآیة: ٣٧، ٤ /١١٥، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٣٧، ص١١١٣، ملتقطاً.

2 ......معجم الکبیر، سهل بن سعد الساعدی، ابو زرعة عمرو بن جابر الحضرمی عن سهل بن سعد، ٦/٢٠٣، الحدیث: ٦٠٣١.

کیا تھا، کہ جب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جلوہ گر ہوں تو میرا یہ خط پیش کر دیا جائے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان میں جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو یعلیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ خط پیش کیا۔

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ ﴿٣٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔

﴿وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو ایسے ہی کھیل کے طور پر بے مقصد نہیں بنایا کیونکہ اگر مرنے کے بعد اٹھنا اور حساب و ثواب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش محض فنا کے لئے ہوگی اور یہ عبث و لعب ہے، تو اس دلیل سے ثابت ہوا کہ اس دنیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی ضرور ہے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور ان کی جزا ملے گی۔ [1]

مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے اُنہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔

﴿مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ: ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ

---

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٣٨، ص١١١٣، بيضاوى، الدخان، تحت الآية: ٣٨، ١٦٣/٥، ملتقطاً.

ان کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ہی بنایا تا کہ لوگوں کو فرمانبرداری کرنے پر ثواب دیں اور نافرمانی کرنے پر عذاب کریں لیکن کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ غفلت اور غور وفکر نہ کرنے کے باعث جانتے نہیں کہ آسمان و زمین پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے اور حکیم کا کوئی فعل بیکار نہیں ہوتا۔ [1]

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک فیصلہ کا دن ان سب کی میعاد ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی۔ مگر جس پر اللہ رحم کرے بیشک وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فیصلے کا دن ان سب کا مقرر کیا ہوا وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ مہربانی فرمائے، بیشک وہی عزت والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ: بیشک فیصلے کا دن۔﴾ یعنی قیامت کا دن جس میں اللہ تبارَکَ وَتَعَالٰی اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا، وہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے مقرر کیا ہوا وقت ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ [2]

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْــًٔا: جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا دن ایسا ہے کہ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور رشتے داری اور محبت نفع نہ دے گی اور نہ ان کافروں کی مدد کی جائے گی البتہ مومنین اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔ بے شک وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت والا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں غلبے والا ہے

1 ……خازن، الدخان، تحت الآية: ٣٩، ٤/١١٦، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٣٩، ٨/٤٢٣، ملتقطاً.

2 ……خازن، الدخان، تحت الآية: ٤٠، ٤/١١٦، مدارك، الدخان، تحت الآية: ٤٠، ص١١١٣، ملتقطاً.

اور اپنے دوستوں یعنی ایمان والوں پر مہربان ہے۔ (1)

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تھوہڑ کا پیڑ۔ گنہگاروں کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے۔ جیسا کھولتا پانی جوش مارے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک زقوم کا درخت۔ گناہگار کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہوگا۔ جیسا کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ: بیشک زقوم کا درخت۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جہنم کا کانٹے دار اور انتہائی کڑوا زقوم نام کا درخت بڑے گناہگار یعنی کافر کی خوراک ہے اور جہنمی زقوم کی کیفیت یہ ہے کہ گلے ہوئے تانبے کی طرح کفار کے پیٹوں میں ایسے جوش مارتا ہوگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ (2)

جہنمی درخت زقوم کا وصف

زقوم نامی درخت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــٴُـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔ پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔

---

1 ......خازن، الدخان، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٤/١١٦، جمل، الدخان، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٧/١٣٠، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الدخان، تحت الآية: ٤٣-٤٦، ٥/٥٦٠، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٤٣-٤٦، ص٤١٢، ملتقطاً.

3 ......صافات: ٦٤-٦٦.

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پھر تم اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگانی خراب ہو جائے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی یہ ہوگا۔'' [2]

اللّٰہ تعالٰی ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں جہنم کے اس بدترین عذاب سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسے پکڑو ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسے پکڑو پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔

﴿خُذُوْهُ: اسے پکڑو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (حساب و کتاب کے بعد) جہنم کے فرشتوں

1 ......واقعہ: ۵۱-۵۶.

2 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النّار، ۴/۲۶۳، الحدیث: ۲۵۹۴.

کو حکم دیا جائے گا کہ اس گناہگار کو پکڑو، پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو تا کہ اس کی شدت سے اسے عذاب پہنچے۔[1]

نوٹ: جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کی کیفیت کے بارے میں جاننے کے لئے سورۂ حج کی آیت نمبر 19 اور 20 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

ذُقْ ۚۙ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ بیشک یہ ہے وہ جس میں تم شبہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: چکھ۔ تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے۔ بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔

﴿ذُقْ: چکھ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس جہنمی کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس وقت اس کی تذلیل اور توہین کرتے ہوئے اس سے کہا جائے گا: اس ذلت اور اِہانت والے عذاب کو چکھ، تو اپنے گمان میں اپنی قوم کے نزدیک بڑا عزت والا کرم والا ہے، تو یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں: ابو جہل نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: مکہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ عزت والا اور کرم والا کوئی نہیں تو خدا کی قسم! آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کے لئے وعید کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے عذاب کے وقت یہ طعنہ دیا جائے گا۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار سے یہ بھی کہا جائے گا: بیشک جو عذاب تم دیکھ رہے ہو یہ وہ عذاب ہے جس میں تم شک کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔[2]

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾

1 ......جلالین، الدخان، تحت الآیة: ٤٧-٤٨، ص٤١٢، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٤٧-٤٨، ص١١١٤، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ٤٢٨/٨، خازن، الدخان، تحت الآیة: ٤٩-٥٠، ١١٦/٤، ملتقطاً.

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں۔ باغوں اور چشموں میں۔ پہنیں گے کریب اور قنادیز آمنے سامنے۔ یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے۔ اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن وامان سے۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ نے اُنہیں آگ کے عذاب سے بچالیا۔ تمہارے ربّ کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈر والے امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ یونہی ہوگا اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی عورتوں سے ہم نے ان کا نکاح کر دیا۔ وہ جنت میں بے خوف ہو کر ہر قسم کا پھل میوہ مانگیں گے۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا۔ تمہارے رب کے فضل سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ: بیشک ڈرنے والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے لئے وعید کا بیان ہوا اور یہاں سے پرہیز گاروں کے ساتھ کئے گئے وعدہ کا بیان ہو رہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی چھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کفر اور گناہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ایسی جگہ میں ہوں گے جہاں انہیں آفات سے امن نصیب ہوگا اور انہیں اس امن والی جگہ کے چھوٹ جانے کا کوئی خوف نہ ہوگا بلکہ یقین ہوگا کہ وہ وہیں رہیں گے، وہ اس جگہ ہوں گے جہاں باغ اور بہنے والے چشمے ہوں گے، وہاں وہ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے اور وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اس طرح ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی کی طرف نہ ہوگی۔ جنتی اسی طرح ہمیشہ دل پسند نعمتوں میں رہیں گے اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں سے ہم ان کی شادی کریں گے۔ وہ جنت

میں اس طرح بے خوف ہو کر اپنے جنتی خادموں کو میوے حاضر کرنے کا حکم دیں گے کہ انہیں کسی قسم کا اندیشہ ہی نہ ہو گا، نہ میوے کم ہونے کا، نہ ختم ہو جانے کا، نہ نقصان پہنچانے کا، نہ اور کوئی اندیشہ ہو گا۔ وہ دنیا میں واقع ہونے والی پہلی موت کے سوا جنت میں پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے رب کے فضل سے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا اور اس سے نجات عطا فرمائی، یہی بڑی کامیابی ہے۔(1)

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۱۶/۱۷ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کیا کہ وہ سمجھیں۔ تو تم انتظار کرو وہ بھی کسی انتظار میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تو تم انتظار کرو، بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان عربی میں نازل فرما کر اس لئے آسان کر دیا تا کہ آپ کی قوم کے لوگ اسے سمجھیں اور اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ ان کی ہلاکت اور ان پر آنے والے عذاب کا انتظار کریں، بے شک وہ بھی آپ کی وفات کا انتظار کر رہے ہیں۔(2)

---

1 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۷، ۸/۴۲۸-۴۳۱، جلالین، الدخان، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۷، ص۴۱۲، مدارک، الدخان، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۷، ص۱۱۱٤-۱۱۱۵، ملتقطاً۔

2 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ۵۸-۵۹، ۸/۴۳۳، خازن، الدخان، تحت الآیۃ: ۵۸-۵۹، ۴/۱۱۷، ملتقطاً۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَة

سورۂ جاثیہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ جاثیہ اس آیت " قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا " کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **37** آیتیں، **488** کلمے، اور **2191** حروف ہیں۔[2]

جاثیہ نام رکھنے کی وجہ

جاثیہ کا معنی ہے زانو کے بل گرا ہوا، اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں بیان کیا گیا کہ قیامت کی ہولناکیوں کی شدت سے ہر امت زانو کے بل گری ہوگی، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا۔

سورۂ جاثیہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی تصدیق کرنے، قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کا اعتراف کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں میں، انسانوں کی تخلیق اور جانوروں میں، رات اور دن کی تبدیلیوں میں، آسمان سے بارش نازل کرکے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کرنے میں اور ہواؤں کی گردش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں موجود ہیں تو ان نشانیوں کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

(2)......قرآنِ مجید کی آیتیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرنے والے، اپنے کفر پر قائم رہنے والے اور قرآنِ مجید کی

---

1 ......جلالین، سورة الجاثیة، ص٤١٣.

2 ......خازن، تفسیر سورة الجاثیة، ١١٧/٤.

آیتوں کا مذاق اڑانے والے اوراس کی ہدایت کو نہ ماننے والے کو جہنم کے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی، مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو نیک کام کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی ذات کو ہوگا اور جو برے کام کرتا ہے تو ان کاموں کا وبال بھی اسی پر ہے۔

(4)......بنی اسرائیل کو عطا کی جانے والی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دین، حلال وحرام کے بیان اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے معاملے کی روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہو جانے کے اندیشے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حسد کیا اور دشمنی مول لی اور علم کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے بارے میں اختلاف کیا۔

(5)......برے کام کرنے والوں کو بتایا گیا کہ وہ اچھے کام کرنے والوں جیسے نہیں اور ان کی زندگی اور موت برابر نہیں ہے، نیز کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے گئے اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔

(6)......اس سورت کے آخر میں قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں اور کفار کے انجام کے بارے میں بتایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کی گئی۔

سورۂ دخان کے ساتھ مناسبت

سورۂ جاثیہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''دخان'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ دخان کے آخر میں قرآنِ پاک کا تعارف بیان کیا گیا اور سورۂ جاثیہ کی ابتداء میں بھی قرآنِ مجید کا تعارف بیان ہوا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب کا اُتارنا ہے اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ کتاب کا اتارنا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروف مقطّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ: کتاب کا اتارنا۔﴾ یعنی بندوں میں سب سے عظیم ہستی پر سب سے اعلیٰ کتاب قرآنِ پاک کو نازل کرنا اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے جو عزت وحکمت والا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حق اور سچ ہے، یہ اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا اور غالب ہے، کامل حکمتوں پر مشتمل ہے، شعر، کہانت اور رستم واسفندیار کے قصوں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ اسے نازل فرمانے والا تمام ممکنات پر قادر ہے، تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے، تمام حاجتوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے اور جس کی یہ شان ہو اس سے کسی بے کار اور باطل فعل کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے۔[1]

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں۔

---

1 ......صاوی، الجاثیة، تحت الآیة: ٢، ٥/١٩٢٠، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ٢، ٨/٤٣٤، تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ٢، ٩/٦٦٨، ملتقطاً.

﴿اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ: بیشک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں موجود اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں بتایا ہے جو ان نشانیوں سے حقیقی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں اور جنہیں یہ نشانیاں مفید ہوسکتی ہیں، چنانچہ یہاں ارشاد فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور ان میں جو قدرت کے آثار پیدا کئے گئے ہیں جیسے ستارے، پہاڑ اور دریا وغیرہ، ان میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ آسمان، زمین اور ان میں موجود چیزیں اگرچہ تمام لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیاں ہیں لیکن چونکہ ان نشانیوں سے نفع صرف مومن اٹھاتے ہیں کہ وہ مخلوق سے اس کے خالق اور بنی ہوئی چیزوں سے اس کے بنانے والے پر استدلال کرتے اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاتے ہیں، اس لئے یہاں خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں کا ذکر فرمایا گیا۔ [1]

وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری پیدائش میں اور جو جو جانور وہ پھیلاتا ہے ان میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری پیدائش میں اور جو جانور وہ (زمین میں) پھیلاتا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ فِیْ خَلْقِكُمْ: اور تمہاری پیدائش میں۔﴾ یعنی اے لوگو! جس طرح تمہیں پیدا کیا گیا کہ پہلے تم نطفہ کی صورت میں تھے، پھر اسے خون بنایا گیا، پھر اس خون کو جما دیا گیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا گیا یہاں تک کہ اسی ٹکڑے سے ذات اور بشری صفات میں کامل انسان بنا دیا گیا، یونہی زمین کے مختلف حصوں میں پھیلائے گئے جانور جو کہ جدا جدا شکل وصورت والے، الگ الگ اوصاف اور مزاج رکھنے والے ہیں اور ان کی جنسیں بھی مختلف ہیں، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ انسانوں اور جانوروں میں مُعَیَّن

1 ......روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٣، ٨/٤٣٥، جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٣، ص٤١٣، ملتقطاً.

شکل، مُعَیَّن وصف اور مُعَیَّن اعضاء کا ہونا، یونہی ان کا عمر کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں داخل ہونا کسی قادر، مختار اور واحد ہستی کے وجود اور تصرّف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو یقین کرنے والے ہیں۔ (1)

وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں کہ اللّٰہ نے آسمان سے روزی کا سبب مینہ اُتارا تو اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں جو اللّٰہ نے آسمان سے رزق کا سبب بارش اتاری تو اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات اور دن کی تبدیلیوں میں کہ ان میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے، کبھی رات چھوٹی ہوتی ہے اور دن بڑا اور کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے تو رات بڑی، کبھی یہ گرم ہوتے ہیں اور کبھی سرد، رات اندھیری ہوتی ہے اور دن روشن، اسی طرح آسمان کی جانب سے اللّٰہ تعالٰی جو بندوں کی روزی کا سبب یعنی بارش کا پانی نازل فرماتا ہے اور اس سے خشک اور بنجر زمین کو سیراب کر کے اسے سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے، یونہی ہواؤں کی جو گردش ہے کہ کبھی جنوب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی شمال کی طرف، کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم چلتی ہیں کبھی سرد، کبھی نفع پہنچاتی ہیں تو کبھی نقصان، ان سب چیزوں اور ان کے

1 ......تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ٤، ٩/٦٧٠، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ٤، ٨/٤٣٥، ملتقطاً.

احوال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ یہ سب کسی قادر، مختار، واحد، حکمت والی اور مہربان ہستی کے وجود اور تصرف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو عقل مند ہیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل جاننے کی نیت سے سائنس اور ریاضی کا علم حاصل کرنا عبادت ہے۔

قدرت کی نشانیوں سے فائدہ اٹھانے والے لوگ

یہاں کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمانے کے بعد ایک جگہ فرمایا "**ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں**" دوسری جگہ ارشاد فرمایا "**یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں**" اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا "**عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں**" اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: میرے گمان کے مطابق اس ترتیب کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ان دلائل کو سمجھ جاؤ گے اور اگر تم فی الحال مومن نہیں بلکہ حق اور یقین کے طلبگار ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر تم نہ ایمان والے ہو اور نہ یقین کرنے والے، لیکن کم از کم عقلِ سلیم رکھنے والوں میں سے ہو تو ان دلائل کی معرفت حاصل کرنے کی خوب کوشش کرو۔[2]

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟

[1] ......تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ٥، ٩/٦٧٠، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ٥، ٨/٤٣٦، ملتقطاً.

[2] ......تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ٥، ٩/٦٧١.

﴿ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کے یہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور یہ دلائل جھوٹ اور باطل پر مشتمل نہیں بلکہ ہم آپ کو حق کے ساتھ ان کی خبر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بیان کئے ہوئے دلائل کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

یاد رہے کہ یہ آیتِ مبارکہ حدیثِ پاک کا انکار کرنے والوں کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں ''حدیث'' سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان مراد نہیں بلکہ کفار کی اپنی باتیں مراد ہیں، اگر یہاں ''حدیث'' سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان مراد لیا جائے تو یہ آیت اُن تمام آیات کے خلاف ہو گی جن میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، نیز یہ ویسے بھی جہالت ہو گی کہ حدیث کا لفظ یہاں اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے بیان ہوا تو اسے فنِ حدیث کی اصطلاح پر کیسے مُنْطَبِق کیا جا سکتا ہے۔

وَیۡلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیۡمٍ ۙ﴿۷﴾ یَّسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتۡلٰی عَلَیۡہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہے ہر بڑے بہتان ہائے گنہگار کے لیے۔ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ہَٹ پر جمتا ہے غرور کرتا گویا انھیں سُنا ہی نہیں تو اُسے خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار کے لئے خرابی ہے۔ (جو) اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے ضد پر ڈٹ جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں تو ایسے کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

﴿ وَیۡلٌ: خرابی ہے۔ ﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کافر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے، اور جب وہ ایمان نہ لائے تو اس آیت سے ان کے لئے بہت بڑی وعید بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گنہگار کے لئے خرابی ہے اور یہ وہ

شخص ہے جس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ انہیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور وہ ایسا بن جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں ، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ایسے شخص کو قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

مفسرین نے اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ بھی بیان کیا ہے کہ نَضر بن حارِث عجمی لوگوں (جیسے رستم اور اسفندیار) کے قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآنِ پاک سننے سے روکتا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یاد رہے کہ اس آیت کا نزول اگرچہ نَضر بن حارِث کے لئے ہے لیکن اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کو نقصان پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔ (1)

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًـا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ؕ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْــٴًـا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ؕ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۠﴿۱۱﴾

ع ١٧ ۔ ١١

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے اس کی ہنسی بناتا ہے اُن کے لیے خواری کا عذاب۔ اُن کے پیچھے جہنم ہے اور اُنھیں کچھ کام نہ دے گا ان کا کمایا ہوا اور نہ وہ جو اللہ کے سوا حمایتی ٹھہرا رکھے تھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ راہ دکھانا ہے اور جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا اُن کے لیے دردناک عذاب میں سے سخت تر عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے تو اسے ہنسی بنالیتا ہے، ان کیلئے ذلیل کردینے

1 ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ٧-٨، ١١/٢٥٤، مدارک، الجاثیة، تحت الآیة: ٧-٨، ص١١١٧، ملتقطاً.

والا عذاب ہے۔ ان کے پیچھے جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا مال انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے مددگار بنا رکھا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ عظیم ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا: اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بڑے بہتان باندھنے والے، گنہگار کا حال یہ ہے کہ جب اس تک ہماری کوئی آیت پہنچے اور اسے پتا چل جائے کہ یہ رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی آیت ہے تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے اور صرف اس آیت کا مذاق اڑانے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب ہے اور اس کا انجام موت کے بعد بالآخر جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا وہ مال انہیں کچھ کام نہ دے گا جس پر وہ بہت نازاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے ایسا بڑا عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔ [1]

﴿هٰذَا هُدًى: یہ عظیم ہدایت ہے۔﴾ یعنی یہ قرآن ہدایت میں کمال کو پہنچا ہوا ہے تو گویا کہ یہ عظیم ہدایت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا تو ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔ [2]

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ حق مانو۔

1 ......جمل، الجاثية، تحت الآية: ٩-١٠، ١٣٩/٧، روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٩-١٠، ٤٣٨/٨-٤٣٩، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ١١، ٤٣٩/٨.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہی ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَكُمُ الۡبَحۡرَ: اللہ وہی ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی تسخیر کے ذریعے اپنی وحدانیت اور قدرت پر استدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! معبود ہونا اسی کے لائق اور شایانِ شان ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا اور اس تابع کرنے میں حکمتیں یہ ہیں کہ اس کے حکم سے دریا میں کشتیاں چلیں اور تم دریائی سفر کے ذریعے تجارت کرکے اور دریاؤں میں غوطہ زنی کے ذریعے موتی وغیرہ نکال کر اس کا فضل تلاش کرو اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت وکرم اور فضل واحسان کا شکر ادا کرکے اس کا حق مانو، لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور جس کام کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے وہ کرو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ (1)

وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا، بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمۡ: اور تمہارے کام میں لگا دیا۔﴾ یعنی اے لوگو! جو کچھ آسمان میں ہے جیسے سورج چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہے جیسے جانور، درخت، پہاڑ اور کشتیاں وغیرہ سب کا سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے تمہارے

1 ......تفسیر طبری، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۱/۲۵۵، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۸/۴۳۹-۴۴۰، ملتقطاً.

فائدے اور مصلحت کے لئے کام میں لگا دیا ہے، لہٰذا تم اسی کی حمد کرو، اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی معبود مانو کیونکہ تمہیں یہ نعمتیں دینے میں اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ تم پر اتنے سارے انعامات کرنے میں وہ یکتا ہے۔ بے شک اِس میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ان لوگوں کے لئے عظیم الشّان نشانیاں ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان دلائل میں غور کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنا منع ہے

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ غور وفکر اللّٰہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں کرنا چاہئے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر کرنا بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ وہ انسانی عقل سے ماوراء ہے جبکہ اللّٰہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کرنا ایمان کی سعادتوں سے سرفراز کر دیتا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو اور اللّٰہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔ (2)

اور حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آکر کہتا ہے: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پھر شیطان سوال کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کوئی ایک ایسا سوال سنے تو کہہ دے کہ میں اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ (3)

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَغۡفِرُوۡا لِلَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ اَیَّامَ اللّٰہِ لِیَجۡزِیَ قَوۡمًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والوں سے فرماؤ درگزریں اُن سے جو اللّٰہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللّٰہ ایک

❶ ......تفسیر طبری، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/۲۵۵-۲۵٦، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۳، ۸/٤٤۰، ملتقطاً.

❷ ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، ٤/۳۸۳، الحدیث: ٦۳۱۹.

❸ ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۵۱٤، الحدیث: ۱۸۹٦.

قوم کواس کی کمائی کا بدلہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ایمان والوں سے فرماؤ کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللّٰہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللّٰہ ایک قوم کوان کی کمائی کا بدلہ دے۔

﴿قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا: تم ایمان والوں سے فرماؤ۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت، قدرت اور حکمت کے دلائل بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی ہے۔ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کے لئے مقرر فرمائے ہیں یا ان دنوں سے وہ واقعات مراد ہیں جن میں وہ اپنے دشمنوں کی پکڑ فرماتا ہے اور ان دنوں کی امید نہ رکھنے والوں سے مراد کفار ہیں۔

آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار سے جو ایذا پہنچے اور ان کے کلمات جو تکلیف پہنچائیں مسلمان ان سے درگزر کریں اور ان سے جھگڑا نہ کریں تا کہ اللّٰہ تعالیٰ اس قوم کو ان کے احسانات کا بدلہ دے جنہوں نے دشمنوں کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر صبر کیا۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں کئی قول ہیں، ان میں سے 3 درج ذیل ہیں۔

(1)......غزوۂ بنی مُصْطَلَق میں مسلمان **بیر مُرَیْسِیع** پر اُترے، یہ ایک کنواں تھا، عبداللّٰہ بن اُبَی منافق نے اپنے غلام کو پانی کے لئے بھیجا اور وہ دیر سے واپس آیا تو اس نے غلام سے سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے، جب تک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کی مَشکیں نہ بھر گئیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو پانی بھرنے نہ دیا۔ یہ سن کر اس بدبخت نے ان حضرات کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تلوار لے کر تیار ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شانِ نزول کے مطابق یہ آیت مدنی ہوگی۔

(2)......مقاتل کا قول ہے کہ قبیلۂ بنی غِفار کے ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو گالی دی تو آپ نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(3)......جب آیت **"مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا"** نازل ہوئی تو **فِنۡحَاص** یہودی نے کہا کہ محمد (صَلَّی

اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) کا رب محتاج ہوگیا۔ (مَعَاذَاللّٰه تَعَالٰی) اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے تلوار کھینچی اور اس کی تلاش میں نکلے، لیکن حضور پرنور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے آدمی بھیج کر انہیں واپس بلوالیا۔ (1)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: جو بھلا کام کرے تو اپنے لیے اور بُرا کرے تو اپنے بُرے کو پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے (ہی کرتا ہے) اور جو برائی کرے تو وہ اسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ: جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے۔﴾ یعنی جو شخص ایسے نیک کام کرے جن سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے کہ ان نیک اعمال کا فائدہ اور ثواب اسے ہی ملے گا اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے کہ وہی اپنے برے کاموں کا نقصان اور عذاب برداشت کرے گا، پھر تم مرنے کے بعد اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے تمام اُمور کا مالک ہے، وہ نیکوں اور بدوں کو اُن کے اعمال کی جزا دے گا لہٰذا تم اس ملاقات کی تیاری کرو۔ (2)

اس آیت میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور برے اعمال کرنے سے ڈرایا بھی گیا ہے لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے اعمال اور ان کے انجام پر غور کرے، اگر کوئی نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر برے اعمال میں مصروف تو اسے چاہئے کہ برے اعمال سے سچی توبہ کرکے نیک اعمال شروع کر دے تاکہ ان کی سزا سے بچ سکے اور جو برے اعمال سے بچتے ہوئے نیک اعمال میں مشغول ہو تو اسے چاہئے کہ مزید نیک اعمال کرے تاکہ آخرت

❶......تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۴، ۹/۶۷۳-۶۷۴، مدارك، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۴، ص۱۱۱۸، جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۴، ص۴۱۳، ملتقطاً.

❷......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۵، ۸/۴۴۲.

کا توشہ زیادہ سے زیادہ جمع ہوجائے۔ نیکی کا فائدہ اور گناہ کا نقصان نیکی اور گناہ کرنے والے کو ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کے لئے تیاری کررہے ہیں۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۚ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے اُنھیں ستھری روزیاں دیں اور اُنھیں اُن کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں ان کے زمانے والوں پر فضیلت بخشی۔

﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ

(1)......بنی اسرائیل:۷.
(2)......روم:٤٤.

نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے کفر پر غمزدہ نہ ہوں اور (اپنی تسلی کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں غور فرمائیں کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو تورات عطا فرمائی، انہیں حکومت دی اور ان میں بکثرت انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کر کے نبوت کی عظیم نعمت سے سرفراز کیا، ہم نے انہیں فرعون اور اس کی قوم کے مال و دولت اور شہروں کا مالک کر کے اور ان پر مَنّ وسلویٰ نازل فرما کر وُسعت کے ساتھ حلال رزق عطا فرمایا اور انہیں ان کے زمانے میں جہان والوں پر فضیلت بخشی لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔[1]

وَ اٰتَیۡنٰهُمۡ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡیًۢا بَیۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فِیۡمَا كَانُوۡا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُنھیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں تو اُنھوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم اُن کے پاس آچکا آپس کے حسد سے بے شک تمہارا رب قیامت کے دن اُن میں فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں تو انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی آپس کے حسد کی وجہ سے اختلاف کیا تھا۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

﴿**وَ اٰتَیۡنٰهُمۡ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ: اور ہم نے انہیں اس معاملے کی روشن دلیلیں دیں۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کو تورات میں دین اور حلال وحرام کے بیان نیز تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

1 ......صاوی، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۶، ۵/۱۹۲۳-۱۹۲۴، خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۶، ۴/۱۱۹، ملتقطاً.

تشریف آوری کے معاملے کی روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہو جانے کے اندیشے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حسد کیا اور دشمنی مول لی اور اپنے پاس علم آجانے کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر پہلے سے متفق ہونے کے باوجود آپ کی بعثت کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ علم اختلاف زائل کرنے کا سبب ہوتا ہے اور یہاں ان لوگوں کے لئے اختلاف کا سبب ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مقصود علم نہ تھا بلکہ اُن کا مقصود منصب و ریاست کی طلب تھی اسی لئے انہوں نے اختلاف کیا۔ آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب قیامت کے دن بنی اسرائیل کے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔[1]

علماء میں حسد پیدا ہونے کا نقصان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم اختلافات کو زائل کرنے والا اور جھگڑے مٹانے والا ہے لیکن جب عالم میں حسد پیدا ہو جائے تو علم اختلافات کو زائل کرنے اور جھگڑے مٹانے کی بجائے بڑھا دیتا ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں بھی علماء کی ایک تعداد ایسی ہے جو باطنی گناہوں کا یا تو علم ہی نہیں رکھتے اور یا پھر علم رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے اختلافات اور آپس میں انتشار کا شکار ہیں اور اس کا بنیادی سبب ایک دوسرے سے حسد کرنا ہے۔ علماء کے باہمی حسد کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ایک عالم دوسرے عالم سے تو حسد کرتا ہے لیکن کسی عبادت گزار سے حسد نہیں کرتا اسی طرح ایک عبادت گزار دوسرے عبادت گزار سے تو حسد کرتا ہے لیکن عالم سے حسد نہیں کرتا۔ مزید فرماتے ہیں ''وعظ کرنے والا جتنا کسی دوسرے وعظ کرنے والے سے حسد کرتا ہے اتنا کسی فقیہ یا حکیم سے حسد نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک مقصد پر جھگڑا ہوتا ہے تو ان حسدوں کی اصل وجہ اور دشمنی کی بنیاد کسی ایک غرض پر اکٹھا ہونا ہے اور ایک غرض پر وہ دو آدمی جمع نہیں ہوتے جو ایک دوسرے سے دور ہوں بلکہ ان کے درمیان کسی قسم کی مناسبت ضروری ہے اسی لئے ان دو آدمیوں کے درمیان حسد ہوتا ہے۔[2]

اور حسد کی وجہ سے فی زمانہ علماء کا باہمی حال یہ نظر آتا ہے جس کی نشاندہی اس حدیث پاک میں کی گئی ہے۔

---

1 ……خازن، الجاثية، تحت الآية: ١٧، ١١٩/٤، جلالين مع صاوى، الجاثية، تحت الآية: ١٧، ١٩٢٤/٥، ملتقطاً.

2 ……احياء علوم الدين، كتاب ذمّ الغضب والحقد والحسد، القول فى ذمّ الحسد... الخ، بيان السبب فى كثرة الحسد... الخ، ٢٤٠/٣.

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ فقہاء ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور ایک دوسرے سے اس طرح لڑائی کیا کریں گے جیسے جنگلی بکرے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ (1)

اللہ تعالیٰ اہلِ علم حضرات کو اپنا اصلی مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہُمۡ لَنۡ یُّغۡنُوۡا عَنۡکَ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۚ وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔ بے شک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے آپ کو اس معاملہ (یعنی دین) کے عمدہ راستے پر رکھا تو تم اسی راستے پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔ بیشک وہ اللہ کے مقابلے میں تمہیں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ: پھر ہم نے آپ کو (دین کے) معاملے میں عمدہ راستے پر رکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے بنی اسرائیل کے بعد آپ کو دین کے معاملے میں عمدہ راستے (یعنی اسلام) پر رکھا لہٰذا آپ اسی راستے پر چلیں اور اس کے احکامات نافذ کریں اور قریش کے نادان سردار جو آپ کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا کیونکہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ

1 ......تاریخ بغداد، ذکر من اسمه عبد الرحمن، ٥٤٤٧-عبد الرحمن بن ابراهيم بن محمد بن يحيى... الخ، ٣٠١/١٠.

کے مقابلے میں کچھ کام نہ دیں گے اور بے شک کافر صرف دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جبکہ آخرت میں ان کا کوئی دوست نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے مومنین کا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ دوست ہے اور آخرت میں بھی وہی دوست ہے۔ (1)

هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ قرآن لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ: یہ لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف جو کتاب نازل فرمائی یہ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر مشتمل ہے جو قیامت تک رہیں گے اور اس میں تمام لوگوں کے لئے وہ دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جن کی انہیں دین کے احکام میں ضرورت ہے، جو شخص اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے جنت کی طرف ہدایت دیتا ہے اور جو اس پر صحیح طریقے سے ایمان لاتا ہے یہ اس کے لئے رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں اسے عذاب سے بچاتا ہے۔ (2)

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

ع ۲ / ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنھوں نے برائیوں کا اِرتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنھیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

---

1 ......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۸-۱۹، ۸/۴۴۴، خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۸-۱۹، ۴/۱۱۹، ملتقطاً.

2 ......تفسیر منیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۰، ۱۳/۲۷۱، الجزء الخامس والعشرون.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کیا) ان کی زندگی اور موت برابر ہوگی؟ وہ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

﴿ **اَلَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ: کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا۔** ﴾ مکہ کے مشرکین کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہم ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر اور گناہوں میں مصروف ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے، کیا ایمانداروں اور کافروں کی موت اور زندگی برابر ہو جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ایماندار زندگی میں نیکیوں پر قائم رہے اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی اور ایسے ہی ان کی موت بھی یکساں نہیں کیونکہ مومن کی موت بشارت اور رحمت و کرامت پر ہوتی ہے جبکہ کافر کی موت رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہوتی ہے اور کافر اپنے آپ کو مومنین کے برابر سمجھ کر کتنا برا حکم لگا رہے ہیں حالانکہ مومنین تو قیامت کے دن اعلیٰ جنتوں میں عزت و کرامت اور عیش و راحت پائیں گے اور کفار جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں ذلّت و اِہانت کے ساتھ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔[1]

مومن اور کافر کی زندگی ایک جیسی نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن اور کافر کی زندگی ایک جیسی نہیں اسی طرح دونوں کی موت میں بھی فرق ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو نہ صرف خود اپنی صورت، سیرت اور زندگی کافروں کی طرح بنائے ہوئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی صورت و سیرت میں کفار کی طرح ہونے کی دعوت دینے میں مصروف ہیں، حالانکہ کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ صورت اور سیرت میں کفار کی طرح بنے بلکہ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں کفار سے ممتاز رہے۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم چند وہ اعمال بیان کرتے ہیں جن سے مسلمانوں اور کفار میں فرق کیا جاتا ہے۔

(1)......نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا مسلمانوں کا کام ہے جبکہ برائی کی دعوت دینا اور نیکی سے منع کرنا کافروں اور منافقوں کا کام ہے، جیسا کہ منافقین کے بارے میں **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1......خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۱۹-۱۲۰، مدارك، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۱، ص۱۱۱۹-۱۱۲۰، ملتقطاً.

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

اور مسلمانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

(2)......نماز ادا کرنا مسلمانوں کا کام ہے اور نماز ترک کرنا مشرکوں کا سا کام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’انسان اور اس کے کفر وشرک کے درمیان فرق نماز نہ پڑھنا ہے۔[4]

(3)......مسلمان داڑھیاں بڑھاتے اور مونچھیں پست رکھتے ہیں جبکہ مشرکین اس کے برعکس کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کردو۔[5]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔[6]

اللہ تعالیٰ ہمیں صورت اور سیرت میں کفار سے ممتاز رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......توبہ:۶۷.
2......توبہ:۷۱.
3......روم:۳۱.
4......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، ص۵۷، الحديث: ۱۳٤(۸۲).
5......بخاری، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار، ٤/۷۵، الحديث: ۵۸۹۲.
6......مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ص۱۵٤، الحديث: ۵۵(۲۶۰).

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور اس لیے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور تا کہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ: اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بامقصد بنایا تا کہ یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرے اور تا کہ ہر جان کو اس کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ثواب کی کمی یا عذاب کی زیادتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اِس عالَم کی پیدائش سے عدل اور رحمت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور یہ پوری طرح قیامت ہی میں ہوسکتا ہے کہ اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز کامل ہو، مخلص مومن جنت کے درجات میں ہوں اور نافرمان کافر جہنم کے دَرَکات میں ہوں۔ (1)

یاد رہے کہ قیامت کے دن بعض مجرموں کو معافی دے دینا اور اطاعت گزاروں کو ان کے عمل سے زیادہ ثواب عطا فرما دینا اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے، جبکہ بعض لوگوں کے اعمال ضبط ہو جانا ان کے اپنے قصور کی وجہ سے ہوگا نہ کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے سے پاک ہے۔

---

1 ......جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ص٤١٤، روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ٨/٤٤٧، خازن، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ٤/١٢٠، ملتقطاً.

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةًؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھوتو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللّٰہ نے اُسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللّٰہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھوتو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللّٰہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اللّٰہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿اَفَرَءَیْتَ: بھلا دیکھوتو۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالٰی نے کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے ہیں۔ مشرکین کا یہ حال تھا کہ وہ پتھر، سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے، جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ کر پھینک دیتے اور دوسری چیز کو پوجنے لگتے۔ چنانچہ کفار کی اسی حرکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ ذرا اس شخص کا حال تو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا کہ جسے نفس نے چاہا اسے پوجنے لگا اور اللّٰہ تعالٰی نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہ روی اختیار کی۔

مفسّرین نے علم کے باوجود گمراہ کرنے کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی نے اس کے انجامِ کار اور اس کے شقی ہونے کو جانتے ہوئے اُسے گمراہ کیا، یعنی اللّٰہ تعالٰی پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے حق کے راستے سے

ہٹے ہوگا اور گمراہی اختیار کرے گا اس لئے اسے گمراہ کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اس نے ہدایت ونصیحت کو نہ سنا، نہ سمجھا اور نہ ہی راہِ حق کو دیکھا، تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اب اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا، تو اے لوگو! کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟[1]

نفسانی خواہشات کی پیروی دنیا اور آخرت کے لئے بہت نقصان دہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی دنیا اور آخرت دونوں کے لئے بہت نقصان دہ ہے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا يَوۡمَ الۡحِسَابِ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

---

1 ......خازن، الجاثية، تحت الآية: ٢٣، ٤/١٢٠، مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٢٣، ص ١١٢٠، ملتقطاً.

2 ......قصص: ٥٠.

3 ......ص: ٢٦.

4 ...... كهف: ٢٨.

کثیر احادیث میں بھی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے یہاں 5 احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ (1) وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے۔ (2) وہ نفسانی خواہشات جن کی پیروی کی جائے۔ (3) آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔ [(1)]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (دین) کے تابع نہ ہو جائے۔ [(2)]

(3)......حضرت شَدَّاد بن اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا رہے اور اللّٰہ تعالٰی سے امید رکھے۔ [(3)]

(4)......حضرت ابو ثَعْلَبَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم پر اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا بھی ضروری ہے یہاں تک کہ جب تم بخل کرنے والے کی اطاعت، نفسانی خواہشات کی پیروی، دنیا سے پیار اور ہر صاحبِ رائے کو اپنی رائے اچھی سمجھنے والا دیکھو تو تم پر اپنی فکر کرنا لازم ہے۔ [(4)]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللّٰہ تعالٰی نے جنت پیدا کی تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا ''جاؤ اسے دیکھو۔ وہ گئے، اسے اور جو نعمتیں اس میں جنتیوں کے لیے اللّٰہ تعالٰی نے تیار کی ہیں انہیں دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، جو (اس کے بارے میں) سنے گا وہ اس میں داخل ہوگا۔ پھر اللّٰہ تعالٰی نے اسے مَشَقَّتوں سے گھیر دیا اور فرمایا ''اے جبریل! جاؤ اسے

1......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۴۷۱، الحدیث: ۷۴۵.

2......شرح السنہ، کتاب الایمان، باب ردّ البدع والاھواء، ۱/۱۸۵، الحدیث: ۱۰۴.

3......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، ۲۵-باب، ۴/۲۰۷، الحدیث: ۲۴۶۷.

4......ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۴، الحدیث: ۴۳۴۱.

دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، مجھے خطرہ ہے کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوسکے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آگ پیدا کی تو فرمایا ’’اے جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو۔ وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، جو اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لذّتوں سے گھیر دیا، پھر فرمایا ’’اے جبریل! اسے دیکھو۔ وہ گئے اور اسے دیکھ کر عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ اس میں داخل ہوئے بغیر کوئی نہ بچے گا۔ (1)

اللہ تعالیٰ ہمیں نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچنے اور قرآن و حدیث کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور اُنھیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: زندگی تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں۔

﴿وَ قَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں کو جب دوسری مرتبہ زندہ کئے جانے کا وعدہ سنایا گیا تو انہوں نے اپنی انتہائی سرکشی اور گمراہی کی بنا پر کہا کہ دنیا کی جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں، ہم میں سے بعض مرتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہیں اور ہمیں صرف دن اور رات کا آنا جانا ہی ہلاک کرتا ہے۔ مشرکین مرنے کے معاملے میں زمانے کو ہی مؤثّر مانتے تھے جبکہ ملک الموت عَلَیْهِ السَّلَام کا اور اللہ تعالیٰ کے

1 ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب فی خلق الجنّة والنار، ۴/۳۱۲، الحدیث: ۴۷۴۴.

حکم سے روحیں قبض کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر مصیبت کو دَہر اور زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے، اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یہ بات علم اور یقین کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ واقع کے برخلاف صرف گمان دوڑاتے ہیں۔ (1)

زمانے کو برا کہنا منع ہے

یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ مصیبتوں اور تکلیفوں کو زمانے کی طرف منسوب کرنا اور ناگوار مصیبتیں آنے پر زمانے کو برا کہنا ممنوع ہے کیونکہ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’آدم کی اولاد زمانے کو گالیاں دیتی ہے جبکہ زمانہ (کا خالق) میں ہوں، رات اور دن میرے قبضے میں ہیں۔ (2)

یہی آج کل کے دہریوں کی حالت ہے جو دَہر یعنی زمانے کی طرف ہی سب کچھ منسوب کرتے ہیں اور خدا کا انکار کرتے ہیں، اگرچہ انہیں آج تک اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملی کہ اگر کوئی خالق نہیں ہے تو مخلوق کیسے وجود میں آ گئی؟ دہریے ابھی تک بے معنیٰ و فضول تھیوریاں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت تک دنیا کے وجود میں آنے کی کوئی توجیہ نہیں کرسکتے جب تک کہ خالقِ حقیقی کے وُجود کو تسلیم نہیں کریں گے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو بس اُن کی حجت یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو لے آؤ تم اگر سچے ہو۔

---

1 ......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۴، ۸/۴۴۹، مدارك، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۴، ص ۱۱۲۰، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب لا تسبّوا الدهر، ۴/۱۵۰، الحدیث: ۶۱۸۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی (جوابی) دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ یعنی جب ان مشرکین کے سامنے قرآنِ پاک کی وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں اس بات کی دلیلیں مذکور ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ کفار اُن دلیلوں کا جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تا کہ ہم دوبارہ زندہ ہونے پر یقین کر لیں۔ (1)

قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ (۲۶)

ع ۱۹ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللّٰه تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللّٰہ تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہ تمہیں مارے گا پھر تم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں سے فرما دیں کہ تم پہلے بے جان نطفہ تھے، اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری عمریں پوری ہونے کے وقت تمہیں مارے گا، پھر تم سب کو زندہ کر کے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ ایسی قدرت والا ہے وہ تمہارے

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ۲۵، ص ۱۱۲۰، خازن، الجاثية، تحت الآية: ۲۵، ۱۲۰/۴-۱۲۱، ملتقطاً.

باپ دادا کو زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے، وہ سب کو زندہ کرے گا، لیکن بہت سے آدمی اس بات کو نہیں جانتے کہ اللّٰہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور ان کا نہ جاننا اس وجہ سے ہے کہ وہ زندہ کئے جانے کے دلائل کی طرف مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں غور کرتے ہیں ۔[1]

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جس دن قیامت قائم ہوگی باطل والوں کی اس دن ہار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ پہلی بار زندہ کرنے پر قادر ہے اور دوسری بار بھی زندہ کرنے پر قادر ہے، اور اس آیت میں زندہ کرنے کی قدرت ہونے پر اللّٰہ تعالیٰ نے ایک عام فہم دلیل بیان فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کی تمام ممکن چیزوں پر اللّٰہ تعالیٰ قادر ہے اور جب تمام ممکن چیزوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مرنے کے بعد زندگی مل جانا ممکن ہے کیونکہ اگر زندگی ملنا ممکن نہ ہوتو پہلی بار بھی زندگی نہ ملتی تو اس سے ثابت ہوگیا کہ اللّٰہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ حشر ونشر کے ممکن ہونے کو بیان کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٢٦، ص ١١٢١، جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٢٦، ص ٤١٥، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الجاثية، تحت الآية: ٢٧، ٩/ ٦٨٠.

نے آیت کے اس حصے سے قیامت کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جہنمی ہونے کی صورت میں کافروں کا نقصان میں ہونا ظاہر ہو جائے گا۔[1]

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہمارا یہ نوِشْتَہ تم پر حق بولتا ہے ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تم پر حق بولتا ہے، بیشک ہم لکھتے رہے تھے جو تم کیا کرتے تھے۔

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، تم قیامت کے دن یہ منظر بھی دیکھو گے کہ ہر دین والے زانو کے بل گرے ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور اپنے اعمال کے بارے میں سوالات کئے جانے اور حساب لئے جانے کی وجہ سے بے چین ہوں گے، ہر دین والا اپنے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، یہ وہ (اعمال نامہ) ہے جسے لکھنے کا ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، یہ کسی کمی زیادتی کے بغیر تمہارے خلاف تمہارے عملوں کی گواہی دے گا، بیشک ہم نے فرشتوں کو تمہارے عمل لکھنے کا حکم دیا تھا تو

[1] ......تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ٢٧، ٩/٦٨٠، جلالین، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ٢٧، ص٤١٥، ملتقطاً.

گویا کہ تمہارے اعمال ہم ہی لکھ رہے تھے۔ (1)

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب انھیں اپنی رحمت میں لے گا یہی کھلی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہی کھلی کامیابی ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اطاعت گزاروں کا انجام بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کام کئے اور جن کاموں سے منع کیا ان سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل فرمائے گا اور قیامت کے دن یہی بڑی کامیابی ہے۔ (2)

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جہنم سے نجات مل جانا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو جانا ہی حقیقی طور پر بڑی کامیابی ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دنیا کی ناپائیدار کامیابی حاصل کرنے کے مقابلے میں آخرت کی ہمیشہ رہنے والی کامیابی حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثۡلِ هٰذَا — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی

---

1 ......جلالین، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۲۸-۲۹، ص۴۱۵، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۲۸-۲۹، ۸/۴۵۳-۴۵۴، تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۲۸-۲۹، ۹/۶۸۱، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۹/۶۸۱، تفسیر طبری، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۱۱/۲۶۷، ملتقطاً۔

فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ[1] کامیابی کے لیےعمل کرنے والوں کوعمل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت ”فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی شخص کی دستگیری نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص محض اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنتی نہیں ہوسکتا۔

(2)......ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے اور کوئی شخص نیک اعمال سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کافر ہوئے ان سے فرمایا جائے گا کیا نہ تھا کہ میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے اور تم مجرم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کافر ہوئے (ان سے فرمایا جائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے اور تم مجرم لوگ تھے۔

﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جو کافر ہوئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اسے یکتا معبود نہ مانا ان سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا ”کیا دنیا میں تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ (ضرور پڑھی جاتی تھیں) لیکن تم انہیں سننے، ان پر ایمان لانے اور حق بات قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے، گناہوں میں مشغول رہنے والے، قیامت کی تصدیق نہ کرنے والے، ثواب اور سزا

[1]......صافات: ۶۰، ۶۱.

پر ایمان نہ لانے والے لوگ تھے۔ [1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جن تک نبی کی تعلیم پہنچی اور انہوں نے قبول نہ کی لیکن وہ لوگ جو فَتْرَت کے زمانہ میں گزر گئے اگر مُوَحِّد (یعنی اللہ تعالٰی کی وحدانیت کو ماننے والے) تھے تو نجات پائیں گے، اگر مشرک تھے تو پکڑے جائیں گے مگر ان سے یہ سوال نہ ہوگا کیونکہ ان تک آیاتِ الٰہیہ پہنچی ہی نہیں۔ [2]

وَ اِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہا جاتا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔ اور اُن پر کھل گئیں ان کے کاموں کی بُرائیاں اور اُنھیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کہا جاتا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے ، قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں ہے۔ اور ان کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں کھل جائیں گی اور انہیں وہی عذاب گھیر لے گا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ: اور جب کہا جاتا۔﴾ یعنی اس وقت ان کفار سے یہ بھی کہا جائے گا ’’جب تم سے کہا جاتا کہ بیشک اللہ تعالٰی کا وہ وعدہ سچا ہے جو اس نے اپنے بندوں سے کیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جائیں اور اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں

1 ……تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۱، ۱۱/۲۶۸، تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۱، ۹/۶۸۱، ملتقطاً.

2 ……نور العرفان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۸۰۰۔

گے اور قیامت، جس کے بارے میں انہیں خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے حشر کے لئے قائم فرمائے گا اور اس دن انہیں حساب کے لئے جمع کرے گا، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے وعدے کو جھٹلاتے ہوئے اور اس کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ اور کہتے تھے کہ ہمیں تو یونہی قیامت آنے کا کچھ گمان سا ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے آنے کا یقین نہیں ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کے معاملے میں بے یقینی کی کیفیت تباہ کُن ہوتی ہے۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا: اور ان کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں کھل گئیں۔﴾ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ آخرت میں کفار کے سامنے ان کے دنیا میں کئے ہوئے برے اعمال انتہائی بری شکلوں میں ظاہر ہوں گے اور ان پر وہی عذاب اتر پڑے گا اور انہیں گھیر لے گا جس کی دنیا میں ہنسی اڑاتے تھے۔[2]

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے تم اپنے اس دن کے ملنے کو بھولے ہوئے تھے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلایا ہوا تھا اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَقِيْلَ: اور فرمایا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان کافروں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں جہنم کے عذاب میں اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح تم نے دنیا میں ایمان قبول کرنے اور اس دن کی ملاقات کے لئے عمل

[1] ......تفسیر طبری، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۲، ۱۱/۲۶۸.

[2] ......روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۳، ۸/۴۵۸، جلالین، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۳، ص۴۱۵، ملتقطاً.

کرنے کو چھوڑا ہوا تھا، تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس عذاب سے بچا سکے۔ (1)

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا ٹھٹا بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ اُن سے کوئی منانا چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہوگا۔

﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا: یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا۔ ﴾ یعنی تمہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا ٹھٹّھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا کہ تم اس کے عاشق ہو گئے اور تم نے مرنے کے بعد اٹھنے اور حساب ہونے کا انکار کر دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اب ان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ توبہ کر کے اور ایمان و طاعت اختیار کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کریں کیونکہ اس دن کوئی عذر اور توبہ قبول نہیں۔ (2)

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہاں کا رب۔

❶......خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٤، ١٢١/٤، جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٤، ص٤١٥، ملتقطاً.

❷......خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٥، ١٢١/٤، مدارك، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٥، ص١١٢٢، ملتقطاً.

اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، سارے جہان کا رب ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے بڑائی ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ: تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرو جو تمہارا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں میں موجود تمام چیزوں کا اور سارے جہاں کا رب ہے کیونکہ جس کی ربوبیت ایسی عام ہو تو اس کی حمد وثنا کرنا ہر اس چیز پر لازم ہے جس کا وہ رب ہے۔[1]

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ: اسی کے لئے بڑائی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالٰی کی بڑائی بیان کرو کیونکہ آسمانوں اور زمین میں اس کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بڑائی کے آثار ظاہر ہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔[2]

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٣٦، ص١١٢٢.

2 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٣٧، ص١١٢٢، روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٣٧، ٤٥٩/٨، ملتقطاً.

چھبیسواں پارہ

(حٰمٓ)

پارہ نمبر...... 26

سُوْرَةُ الْأَحْقَاف

سورۂ احقاف کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اَحقاف مکیہ ہے، البتہ بعض مفسرین کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں اور وہ "قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" اور "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ" اور "وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ" سے لے کر "اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ" تک تین آیتیں ہیں۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **35** آیتیں، **644** کلمے اور **2595** حروف ہیں۔ (2)

احقاف نام رکھنے کی وجہ

اَحقاف یمن کی اس سرزمین کا نام ہے جہاں قومِ عاد آباد تھی، اور اس سورت کی آیت نمبر **21** سے سرزمینِ اَحقاف میں رہنے والی اس قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ اَحقاف" رکھا گیا۔

سورۂ احقاف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید، رسالت، وحی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)...... ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قیامت سے متعلق دلائل دیئے گئے، بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی، قرآنِ مجید اور رسولِ اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے بارے میں

---

1 ...... جلالين مع جمل، سورة الاحقاف، ١٥٣/٧.

2 ...... خازن، تفسير سورة الاحقاف، ١٢٢/٤.

کفار کے شُبہات کا جواب دیا گیا۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کو ماننے والے، اس کے دین پر ثابت قدم رہنے والے، والدین کی اطاعت کرنے والے اوران کے ساتھ بھلائی کرنے والے کی جزاء بیان کی گئی کہ یہ جنّتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کی سزا بیان کی گئی کہ یہ جہنمی ہے۔

(3)......حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم عاد کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس قوم کے لوگ اپنی طاقت وقوت کی وجہ سے سرکش ہوگئے اور بتوں کی پوجا کرنے پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے آندھی کے عذاب کے ذریعے انہیں نیست نابُود کر دیا اوراس واقعے کو بیان کرنے سے مقصود کفارِ مکہ کو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرنے سے ڈرانا ہے کہ اگر وہ اپنی اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو ان کا انجام بھی قومِ عاد جیسا ہوسکتا ہے۔

(4)......قرآنِ پاک کی آیات سن کر ایمان قبول کرنے والی جنوں کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی دعوت دی اورانہیں بتایا کہ جو ان پر ایمان نہیں لائے گا وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کفار بہرصورت جہنم کا عذاب پائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تلقین کی کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اوران کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو۔

سورۂ اَحقاف کی سابقہ سورت کے ساتھ مناسبت

سورۂ اَحقاف کی اپنے سے ماقبل سورت ''جاثیہ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں قرآنِ مجید کا تعارف بیان کیا گیا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ جاثیہ کے آخر میں شرک کرنے پر مشرکین کی سرزَنش کی گئی اور سورۂ اَحقاف کی ابتداء میں بھی شرک کرنے پر ان کی سرزَنش کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب اُتارنا ہے اللّٰہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ کتاب کا نازل فرمانا اللّٰہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ: کتاب کا نازل فرمانا اللّٰہ کی طرف سے ہے۔﴾ یعنی قرآنِ مجید کو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا اور نہ ہی کسی انسان اور جن سے اسے نقل کیا ہے بلکہ یہ قرآن اس اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اپنی سَلْطَنَت میں عزت اور غلبے والا اور اپنی صَنعَت میں حکمت والا ہے۔(1)

قرآنِ مجید کی چار خوبیاں

اس آیت سے قرآنِ کریم کی چار خوبیاں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآنِ عظیم کسی انسان یا جن کا کلام نہیں بلکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(2)......قرآنِ مجید حق اور سچ ہے کیونکہ اسے اللّٰہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

(3)......قرآنِ کریم اپنی عبارت اور معنی دونوں کے اعتبار سے تمام کتابوں پر غالب ہے کیونکہ اس کتاب کو نازل

1 ......جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢، ٥/١٩٣١.

2 ......النساء: ١٢٢.

فرمانے والے کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا اور غلبے والا ہے اور قرآن کلامِ الٰہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

(4)......قرآنِ حکیم انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پر مشتمل ہے کیونکہ یہ حکمت والے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقرر میعاد پر اور کافر اس چیز سے کہ ڈرائے گئے منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی اور ایک مقررہ مدت تک (کیلئے) بنایا اور کافر اس چیز سے منہ پھیرے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا تاکہ وہ ہماری قدرت، وحدانیّت، کمال کی باقی صفات، اور ہر نقص وعیب سے پاک ہونے پر دلالت کریں کیونکہ تخلیق کے ذریعے حق کی پہچان ہوتی ہے اور ہر صَنعت اپنے بنانے والے کے وجود اور اس کے کمال کی صفت کے ساتھ مُتَّصِف ہونے پر دلالت کرتی ہے، نیز انہیں ہمیشہ باقی رہنے کے لئے نہیں بنایا بلکہ ایک مقررہ مدت تک کیلئے بنایا ہے اور وہ مقررہ مدت قیامت کا دن ہے جس کے آجانے پر آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے اور جس چیز سے کفار کو ڈرایا گیا ہے وہ اس پر ایمان لانے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس چیز سے مراد عذاب ہے، یا اس سے قیامت کے دن کی وحشت مراد ہے، یا اس سے قرآنِ پاک مراد ہے جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کا حساب لئے جانے کا خوف دلاتا ہے۔[1]

1......جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیة:٣، ٥/١٩٣١، خازن، الاحقاف، تحت الآیة:٣، ٤/١٢٢، مدارك، الاحقاف، تحت الآیة: ٣، ص١١٢٣، ملتقطاً.

[illegible]

اس آیت سے 5 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس جہان کا ایک خدا ہے اور یہ وہ ہے جس کی قدرت کے آثار آسمانوں اور زمین میں کئی طرح سے ظاہر ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عَبَث ، بے کار اور بے فائدہ نہیں بنایا بلکہ ہر چیز کو کسی نہ کسی حکمت سے بنایا ہے۔

(3)......تمام مخلوقات کو پیدا فرمائے جانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اس کی قدرت و وحدانیّت پر ایمان لائیں۔

(4)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا اور قیامت کا واقع ہونا حق ہے کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو ظالموں سے مظلوموں کا حق لینا رہ جائے گا اور اطاعت گزار مومنین ثواب کے بغیر اور کافر عذاب کے بغیر رہ جائیں گے اور یہ اس حقیقت کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا ہے۔

(5)......اس جہان کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ یہ ہمیشہ کے لئے باقی رہے بلکہ اسے ایک مخصوص مدت تک مُکَلَّف لوگوں کے لئے عمل کرنے کا مقام بنایا ہے تاکہ وہ یہاں نیک عمل کر کے آخرت میں اس کی اچھی جزا پائیں، لہٰذا ہر شخص کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس سے کیا مطلوب ہے اور اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِؕ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا یا

[1] ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۵-۶، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۸/۴۶۱-۴۶۲، ملتقطاً۔

آسمان میں اُن کا کوئی حصّہ ہے میرے پاس لاؤ اس سے پہلی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم ہی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ۔﴾ اس آیت میں بتوں وغیرہ کی پوجا کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں سے فرما دیں: اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں وغیرہ کی تم عبادت کرتے ہو، اگر وہ حقیقی معبود ہیں تو اس کی دلیل کے طور پر مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ وہم ہوا کہ یہ معبود ہونے کا کوئی حق رکھتے ہیں؟ اور اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا کا کوئی شریک ہے جس کی عبادت کرنے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے تو اس کی دلیل کے طور پر میرے پاس اس قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کوئی کتاب لے آؤ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ مجید توحید کے حق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کو بیان فرماتا ہے اور اس سے پہلے جو کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی اس میں بھی یہی بیان ہے، تو تم اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب تو ایسی لے آؤ جس میں تمہارے دِین یعنی بت پرستی کی شہادت ہو، یا اگر تم کتاب نہیں لا سکتے تو کوئی ایسا مُستنَد مضمون ہی لے آؤ جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آرہا ہو اور اس میں اس بات کی گواہی موجود ہو کہ تمہارے معبود عبادت کے مستحق ہیں اور جب تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے نہ نقلی تو تم کس بنیاد پر بتوں کی عبادت کرتے ہو۔ (1)

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

1 ......روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ٤، ٨/٤٦٣-٤٦٤، مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ٤، ص١١٢٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سُنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی بجائے ان بتوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں گے اور وہ ان کی پوجا سے بے خبر ہیں۔

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی بجائے ان بتوں کی عبادت کرے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا گیا اور اس کی ایک دلیل یہ بیان کی گئی کہ بتوں کو کسی طرح کی کوئی قدرت حاصل نہیں اور اس آیت میں بتوں کی عبادت باطل ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ یہ پکارنے والوں کی پکار نہیں سن سکتے اور محتاجوں کی حاجات سمجھ نہیں سکتے ، چنانچہ فرمایا گیا کہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بناتے ہیں اور پھر انہیں خدا مان کر ان کی عبادت شروع کردیتے ہیں حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر یہ مشرکین قیامت تک بتوں کو پکارتے رہیں تو وہ ان کی پکار سن نہیں سکتے اور نہ ہی ان کو اپنے پُجاریوں کی پوجا کی خبر ہے کیونکہ یہ جَمادا ور بے جان ہیں جس کی وجہ سے نہ سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں اور اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عاجز اور بے بس بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے ، نیز جو وہ کہہ رہا ہے اس سے بت غافل ہیں ، نہ سنتے ہیں ، نہ دیکھتے ہیں ، نہ پکڑتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے اور فہم کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ (1)

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہوجائیں گے۔

---

(1)......تفسیر کبیر ، الاحقاف ، تحت الآیة : ٥، ١٠/٧-٨ ، خازن ، الاحقاف، تحت الآیة: ٥، ١٢٢/٤، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٥، ٢٥٣/٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ بت ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوجائیں گے۔

﴿وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا۔﴾ یعنی دنیا میں تو بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے اور قیامت کے دن ان کا حال یہ ہوگا کہ اس دن جب قبروں سے نکالنے کے بعد لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ بت اپنے پجاریوں کے دشمن ہوں گے اور انہیں نفع کی بجائے نقصان پہنچائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اور کہیں گے: ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی، درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پَرَستار تھے۔ (یعنی اپنی مرضی سے جس کو چاہا خدا قرار دیدیا اور اس کی پوجا شروع کردی تو یہ حقیقت میں اپنی خواہش کی پوجا ہوئی۔) (1)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌؕ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر پڑھی جائیں ہماری روشن آیتیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کو کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں: یہ کھلا جادو ہے۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید کے حق ہونے اور بتوں کی عبادت باطل ہونے کے بارے میں بیان کیا گیا اور اب یہاں سے قرآنِ مجید کے بارے کفار کی گفتگو ذکر کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جب اہلِ مکہ کے سامنے قرآنِ مجید کی روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان میں سے کافر لوگ غور وفکر کئے اور اچھی طرح سنے بغیر قرآن شریف کے بارے میں

1 ......مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ٦، ص١١٢٣-١١٢٤، صاوی، الاحقاف، تحت الآية: ٦، ١٩٣٢/٥، ملتقطاً.

کہتے ہیں: یہ ایسا کھلا جادو ہے جس کے جادو ہونے میں کوئی شُبہ نہیں (ان کی یہ بات باطل ہونے کی صریح دلیل یہ ہے کہ جادو وہ چیز ہے جس کی نظیر ممکن ہے اور قرآنِ مجید کی نظیر ممکن ہی نہیں، لہٰذا قرآن جادو ہرگز نہیں ہے)۔ [1]

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کہتے ہیں انہوں نے اسے جی سے بنایا تم فرماؤ اگر میں نے اسے جی سے بنالیا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور وہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے اسے خود ہی بنایا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور میرے اور تمہارے درمیان وہ کافی گواہ ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ: بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کا قرآنِ مجید کو جادو کہنا ایک طرف، وہ تو اس سے بھی بدتر بات یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے خود ہی قرآن بنالیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اگر بالفرض میں اپنی طرف سے قرآن بنا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا تو یہ اللہ تعالیٰ پر اِفتراء ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایسے اِفتراء کرنے والے کو جلد سزا میں گرفتار کرتا ہے اور تمہیں تو یہ قدرت حاصل ہی نہیں کہ تم کسی کو اس کی سزا سے بچا سکو یا کسی سے اس کے عذاب کو دور کر سکو، تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اِفتراء

[1] ......جلالین، الاحقاف، تحت الآیة: ۷، ص۴۱۶، مدارك، الاحقاف، تحت الآیة: ۷، ص۱۱۲۴، ملتقطاً.

کر کے خود کو اس کے عذاب کے لئے پیش کر دیتا، (نیز تم جانتے ہو کہ مجھے کسی طرح کی کوئی سزا نہیں دی گئی، تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے میں اپنی رسالت کے دعوے میں جھوٹا نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے اپنی طرف سے قرآن بنایا ہے اور جب میں سچا ہوں اور قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے تو یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم مشغول ہو اور تم جو کچھ قرآنِ پاک کے بارے کہتے ہو وہ بھی اسے اچھی طرح معلوم ہے تو وہ تمہیں اس کی سزا دے گا اور یاد رکھو! میرے اور تمہارے درمیان سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، (لہٰذا اگر بالفرض میں جھوٹا ہوا تو وہ مجھے فوری عذاب دے گا اور اگر تم جھوٹے ہوئے تو وہ تمہیں فوری یا کچھ عرصے بعد عذاب دے گا۔) پھر انہیں توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں کے باوجود اگر تم اپنے کفر سے رجوع کر کے توبہ کر لو تو وہ تمہاری توبہ قبول فرما کر تمہیں معاف فرما دے گا، تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (1)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ⑨

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ: تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نت نئے اعتراضات کرنا کفارِ مکہ کا معمول تھا، چنانچہ کبھی وہ کہتے کہ کوئی بشر کیسے رسول

(1)……تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٨، ١٠/ ٨، خازن، الاحقاف، تحت الآیة: ٨، ٤/ ١٢٣، مدارك، الاحقاف، تحت الآیة: ٨، ص١١٢٤، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٨، ٧/ ٢٥٣-٢٥٤، ملتقطاً.

ہوسکتا ہے؟ رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، کبھی کہتے کہ آپ تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ہماری طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، آپ کیسے رسول ہوسکتے ہیں؟ کبھی کہتے: آپ کے پاس نہ مال ودولت ہے اور نہ ہی کوئی اثر ورسوخ ہے۔ ان سب باتوں کا جواب اس آیتِ مبارکہ میں دیا گیا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں، وہ بھی انسان ہی تھے اور وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور یہ چیزیں جس طرح ان کی نبوت پر اعتراض کا باعث نہ تھیں اسی طرح میری نبوت پر بھی اعتراض کا باعث نہیں ہیں تو تم ایسے فضول شُبہات کی وجہ سے کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کفارِ مکہ عجیب معجزات دکھانے اور عناد کی وجہ سے غیب کی خبریں دینے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ میں انسانوں کی طرف پہلا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول تشریف لاچکے ہیں اور وہ سب اللّٰہ تعالٰی کے بندوں کو اس کی وحدانیّت اور عبادت کی طرف بلاتے تھے اور میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بلانے والا نہیں ہوں بلکہ میں بھی اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور سچے دل کے ساتھ اس کی عبادت کرنے کی طرف بلاتا ہوں اور مجھے اَخلاقی اچھائیوں کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور میں بھی اس چیز پر (ذاتی) قدرت نہیں رکھتا جس پر مجھ سے پہلے رسول (ذاتی) قدرت نہیں رکھتے تھے، تو پھر میں تمہیں تمہارا مطلوبہ ہر معجزہ کس طرح دکھا سکتا ہوں اور تمہاری پوچھی گئی ہر غیب کی خبر کس طرح دے سکتا ہوں کیونکہ مجھ سے پہلے رسول وہی معجزات دکھایا کرتے تھے جو اللّٰہ تعالٰی نے انہیں عطا فرمائے تھے اور اپنی قوم کو وہی خبریں دیا کرتے تھے جو اللّٰہ تعالٰی نے ان کی طرف وحی فرمائی تھیں اور جب میں نے پچھلے رسولوں سے کوئی انوکھا طریقہ اختیار نہیں کیا تو پھر تم میری نبوت کا انکار کیوں کرتے ہو؟[1]

﴿وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین نے جو کلام فرمایا ہے اس میں سے چار چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں،

---

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیة: ۹، ۱۰/۹، خازن، الاحقاف، تحت الآیة: ۹، ۱۲۳/۴، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ۹، ۴۶۷/۸، ملتقطاً.

(1)…… یہ آیت منسوخ ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہاں دوصورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ اگر اس آیت کے یہ معنی ہوں ''قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا وہ مجھے معلوم نہیں۔'' تو یہ آیت سورۂ فتح کی آیت نمبر 2 اور 5 سے منسوخ ہے، جیسا کہ حضرت عکرمہ اور حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اسے سورۂ فتح کی اس آیت " اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ... الایة " نے منسوخ کر دیا ہے۔[1]

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیت کریمہ " وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ " کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیات " لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ " اور " لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ... الایة " نازل فرمائیں اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ (آخرت میں) کیا معاملہ فرمائے گا۔[2]

اس کی تفصیل اس حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حُدَیْبِیَہ سے واپسی کے وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللّٰہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے اسی آیت کی تلاوت فرمائی تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مبارک ہو، اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا، اب (یہ معلوم نہیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں

---

1 …… تفسیر طبری، الاحقاف، تحت الآیة: ٩، ١١/٢٧٦.

2 …… در منثور، الاحقاف، تحت الآیة: ٩، ٧/٤٣٥.

3 …… فتح: ٢.

يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (1)

بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تا کہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ (2)

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعُزّیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کو بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضور کو مبارک ہو، آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، اب یہ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

---

1 ......فتح:٥.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الفتح، ١٧٦/٥، الحدیث: ٣٢٧٤.

3 ......فتح:٢.

4 ......فتح:٥.

5 ......احزاب:٤٧.

تواللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اور مومنین کے ساتھ کیا کرے گا۔[1]

دوسری صورت یہ ہے کہ آخرت کا حال تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنا بھی معلوم ہے، مومنین کا بھی اور جھٹلانے والوں کا بھی، اور اس آیت کے معنی یہ ہیں ''دنیا میں کیا کیا جائے گا، یہ معلوم نہیں'' اگر آیت کے یہ معنی لئے جائیں تو بھی یہ آیت منسوخ ہے، کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ بھی بتا دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔[4]

یہاں اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں جو تفصیل بیان کی اسے دوسرے انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمانا'' **وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ** '' قرآنِ مجید کا نزول مکمل ہونے سے پہلے کی بات ہے، اس لئے یہاں فی الحال جاننے کی نفی ہے۔ آئندہ اس کا علم حاصل نہ ہونے کی نفی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اسلام کے ابتدائی دور میں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مومنین اور کفار کا انجام بیان کئے جانے سے پہلے نازل ہوئی، ورنہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں قرآنِ مجید میں اجمالی اور تفصیلی طور پر وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مومنین اور کفار کے ساتھ کیا جائے گا۔[5]

---

1 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۴/۱۲۳.

2 ......توبہ:۳۳.

3 ......انفال:۳۳.

4 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۴/۱۲۳، **خزائن العرفان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ص۹۲۴۔**

5 ......صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۵/۱۹۳۳-۱۹۳۴.

(2)...... یہاں ذاتی طور پر جاننے کی نفی کی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نفی دائمی اور اَبدی ہے، لیکن اس سے **اللہ** تعالیٰ کے بتانے سے ہر چیز کے جاننے کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشا پوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں اپنی ذات سے جاننے کی نفی ہے وحی کے ذریعے جاننے کی نفی نہیں ہے۔(1)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حضور کے ساتھ اور حضور کی امت کے ساتھ پیش آنے والے اُمور پر مُطَّلع فرما دیا خواہ وہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے اور اگر دِرایَت بمعنی اِدراک بِالقیاس یعنی عقل سے جاننے کے معنی میں لیا جائے تو مضمون اور بھی زیادہ صاف ہے اور آیت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مُؤَیِّد ہے۔(2)

(3)...... یہاں تفصیلی دِرایَت کی نفی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مومنین پر فضل وثواب کی خِلعَتوں کی نوازش کرتا رہے گا اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں پر ذلت وعذاب کے تازیانے اور کوڑے برساتا رہے گا اور یہ سب کے سب غیر مُتناہی ہیں یعنی ان کی کوئی انتہاء نہیں، اور غیر مُتناہی کی تفصیلات کا اِحاطہ **اللہ** تعالیٰ کا علم ہی کر سکتا ہے۔

علامہ نیشا پوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: تفصیلی دِرایَت حاصل نہیں ہے۔(3)

اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ یہاں جس چیز کی نفی کی گئی ہے وہ تفصیلی دِرایَت ہو، یعنی مجھے اِجمالی طور پر تو معلوم ہے لیکن میں تمام تفصیلات کے ساتھ یہ نہیں جانتا کہ دنیا اور آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ مجھے (ذاتی طور پر) غیب کا علم حاصل نہیں۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مُبَلِّغ (یعنی بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینے والا) بنا کر بھیجا گیا ہے اور کسی کو ہدایت دے دینا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری نہیں بلکہ **اللہ** تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غیبوں کا ذاتی علم **اللہ** تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا غیبی خبریں دینا وحی، اِلہام

---

1 ......غرائب القرآن ورغائب الفرقان، الاحقاف، تحت الآية: ٩، ١١٨/٦.

2 ......خزائن العرفان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ص۹۲۴۔

3 ......غرائب القرآن ورغائب الفرقان، الاحقاف، تحت الآية: ٩، ١١٨/٦.

اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے واسطے سے ہے۔[1]

(4)...... یہاں دِرایَت کی نفی ہے، علم کی نہیں ۔ دِرایَت کا معنی قیاس کے ذریعے جاننا ہے یعنی خبر کی بجائے آدمی اپنی عقل سے جانتا ہو اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اُخروی اَحوال کو اپنے عقلی قیاس سے نہیں جانا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانا۔ یہ معنی اوپر دوسری تاویل میں خزائن العرفان کے حوالے سے ضمنی طور پر بھی موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ پیش آنے والے اُمور پر مُطَّلع فرمادیا ہے خواہ وہ دنیا کے اُمور ہوں یا آخرت کے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیب کا ذاتی علم نہیں رکھتے اور جو کچھ جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں۔

نوٹ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''اِنْبَاءُ الْحَی اَنَّ کَلَامَهُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْء'' (قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں اسی آیت کو ذکر کر کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کی نفی پر بطورِ دلیل یہ آیت پیش کرنے والوں کا رد فرمایا اور اس آیت میں مذکور نفی ''مَاۤ اَدْرِیْ: میں نہیں جانتا'' کے 10 جوابات ارشاد فرمائے ہیں، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے مذکورہ بالا کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠(۱۰)

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا بیشک اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو۔

1 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۸/۴۶۷-۴۶۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو اگر وہ قرآن **اللہ** کے پاس سے ہو اور تم اس کا انکار کرو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا۔ بیشک **اللہ** ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔**﴾** یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ اے کافرو! میری طرف جس قرآن کی وحی کی جاتی ہے اگر وہ حقیقت میں **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تمہارا حال یہ ہو کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو جبکہ بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہو کہ وہ قرآن **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر وہ گواہ تو ایمان لے آیا اور تم نے ایمان لانے سے تکبر کیا تو مجھے بتاؤ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا ایسی صورت میں تم ظالم نہیں ہو؟ (یقیناً اس صورت میں تم نے ایمان نہ لا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور) بے شک **اللہ** تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [1]

گواہ سے مراد کون ہے؟

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد حضرت **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے کیونکہ حضرت **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ منورہ میں ایمان لائے۔ [2]

آپ کے ایمان لانے سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضرت **عبد اللہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سنا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے ہیں تو وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ **(1)** قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ **(2)** اہلِ جنت کا پہلا کھانا کون سا ہوگا؟ **(3)** بچہ اپنے باپ یا ماں کے کیسے مشابہ ہوتا ہے؟ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی اور اہلِ جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ

---

1 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیة: ١٠، ١٢٤/٤، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ١٠، ٤٦٩/٨، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الاحقاف، تحت الآیة: ١٠، ص١١٢٥.

بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے (یہ سن کر) کہا: ’’اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ‘‘میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک یہودی بہت بہتان تراش قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام کا آپ کے اُن سے پوچھنے سے پہلے علم ہوگیا تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ پھر یہودی آئے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے سوال کیا ’’تم میں عبداللہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں، ان کے والد بھی ہم میں سب سے بہتر تھے، وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ’’اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائیں تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر حضرت عبداللہ بن سلام باہر نکلے اور کہا: ’’اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه‘‘ تو یہودیوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بُرے ہیں، سب سے بُرے شخص کے بیٹے ہیں اور ان کی برائیاں بیان کیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا۔ [1]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ ہم سے آگے اس تک نہ پہنچ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے مسلمانوں کے متعلق کہا: اگر اس (اسلام) میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ مسلمان اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے اور جب ان کہنے والوں کو اس قرآن سے ہدایت نہ ملی تو اب کہیں گے کہ یہ ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

1 ……بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: من كان عدوّا لجبريل، ٣/١٦٦، الحديث: ٤٤٨٠.

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے والوں میں غریب لوگ سرِفہرست تھے جیسے حضرت عمار، حضرت صُہیب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وغیرہ، کفارِ مکہ نے ان کے بارے میں کہا کہ اگر اُس قرآن اور دین میں کچھ بھلائی ہوتی جو محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) لے کر آئے ہیں تو یہ غریب مسلمان ہم سے پہلے اسلام قبول نہ کرلیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب یہ بات کہنے والوں کو اس قرآن سے اُس طرح ہدایت نہ ملی جس طرح ایمان والوں کو ملی ہے تو یہ صرف اسی بات پر اِکتفا نہیں کریں گے بلکہ عناد کی وجہ سے قرآنِ مجید کے بارے میں اب کہیں گے کہ یہ قرآن ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔[1]

وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ۚ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے پیشوا اور مہربانی اور یہ کتاب ہے تصدیق فرماتی عربی زبان میں کہ ظالموں کو ڈر سنائے اور نیکوں کو بشارت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ (قرآن) عربی زبان میں ہوتے ہوئے تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت ہو۔

﴿وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کا ایک اعتراض ذکر ہوا کہ اگر اس قرآن میں کوئی بھلائی ہوتی تو ہم غریب لوگوں سے پہلے ایمان لے آتے، یہاں اس اعتراض کا رد کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی یہ بات کس طرح درست ہوسکتی ہے حالانکہ قرآنِ مجید سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تورات کا نازل ہونا اور اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنے والوں کا پیشوا ہونا اور اس پر ایمان لانے والوں اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والوں کے

[1] ......مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ١١، ص١١٢٥، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ١١، ٨/٤٧٠، ملتقطاً.

لئے رحمت ہونا انہیں خود تسلیم ہے اور یہ قرآن جس کے بارے میں کفارِ مکہ ایسی بیہودہ گفتگو کرتے ہیں، اس کی شان تو یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے جو اس لئے نازل ہوئی ہے تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت کا ذریعہ ہو۔ [1]

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ وہ جنت والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے ان کے اعمال کا انعام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا: بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید اور نبوت کے دلائل بیان ہوئے، منکروں کے شبہات ذکر کر کے ان کا جواب دیا گیا اور اب یہاں سے توحید و رسالت پر ایمان لانے اور اس پر ثابت قدم رہنے والوں کی جزا بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللّٰہ ہے، پھر وہ اللّٰہ تعالیٰ کی توحید اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر آخری دم تک ثابت قدم رہے، تو قیامت میں نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ موت کے وقت غمگین ہوں گے اور ان اوصاف کے حامل افراد جنت والے ہیں اور یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے

1 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۸/۴۷۱.

اورانہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (1)

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًاؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةًۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ﱂ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں مشقت سے رکھا اور مشقت سے اس کو جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوگیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکرادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور میں وہ نیک کام کروں جس سے تو راضی ہوجائے

(1)......تفسير كبير، الاحقاف، تحت الآية: ١٣-١٤، ١٠/١٣-١٤، مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ١٣-١٤، ص١١٢٦، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ١٣-١٤، ٨/٤٧٢، ملتقطاً.

اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا: اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔﴾ آیت کے اس حصے میں بندوں کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حصہ کی تفسیر اور اس سے متعلق تفصیل، سورۂ عنکبوت آیت نمبر 8 اور سورۂ لقمان آیت نمبر 14 کے تحت گزر چکی ہے، اسے وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا: اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے۔ یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمَا کا ہے اور حضرت امام اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے نزدیک اس آیت سے رضاعت کی مدت ڈھائی سال ثابت ہوتی ہے۔

نوٹ: اس مسئلے کی تفصیل دلائل کے ساتھ اصول کی کتابوں میں مذکور ہے، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے علماءِ کرام ان کی طرف رجوع فرمائیں اور عوامُ النّاس صحیح العقیدہ مفتیانِ کرام کی طرف رجوع فرمائیں۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً: یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔﴾ یعنی جب وہ آدمی اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے دینِ اسلام عطا کر کے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور مجھے وہ کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کو نیک بنا دے اور نیکی ان میں راسخ فرما دے، میں نے تمام اُمور میں تیری طرف رجوع کیا اور میں اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے مسلمانوں میں سے ہوں۔(2)

1 ......بقرہ: ۲۳۳.

2 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۸/ ٤٧٤-٤٧٥، بیضاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۵/ ۱۸۰-۱۸۱، ملتقطاً.

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِؕ-وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے جنت والوں میں سچا وعدہ جو اُنہیں دیا جاتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہوں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے جو اِن سے کیا جاتا تھا۔

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں بیان کئے گئے وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اعمال قبول فرما کر ہم ان پر ثواب دیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگُزر فرما کر ان سے کوئی مُواخذہ نہیں فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو دنیا میں ان سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ مبارک سے کیا جاتا تھا۔(1)

وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْۚ-وَ هُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ﳓ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

1 ......جلالين مع صاوی، الاحقاف، تحت الآية: ١٦، ٥/١٩٣٧، تفسير كبير، الاحقاف، تحت الآية: ١٦، ١٠/٢٠-٢١، خازن، الاحقاف، تحت الآية: ١٦، ٤/١٢٦، ملتقطاً.

حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف تم سے دل پک گیا کیا مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تمہارے لئے اُف (تم سے دل بیزار ہوگیا ہے) کیا مجھے ڈراتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں، (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری خرابی ہو، ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے بیٹے کا وصف بیان ہوا اور اس آیت میں اپنے والدین کے نافرمان بیٹے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جسے اس کے والدین نے ایمان کی دعوت دی تو اس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اُف تم سے دل بیزار ہوگیا ہے، کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانوں کے لوگ گزر چکے ہیں، ان میں سے تو کوئی مر کر زندہ نہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں ماں باپ کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کی مدد فرمائے اور اسے ایمان کی توفیق دے اور بیٹے سے کہتے ہیں: اے بیٹے! تیری خرابی ہو، تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لے آ، بیشک اللہ تعالیٰ نے مُردے زندہ کرنے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے، لیکن بیٹا انہیں جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ جسے تم اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہہ رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِؕ-اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے جن اور آدمی بیشک وہ زیاں کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ہے۔﴾ یعنی یہ باطل باتیں کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر جہنم میں داخل کئے جانے کی بات ثابت ہوچکی ہے اور یہ اپنے رب کے احکام سے سرکشی کرنے اور رسولوں کو جھٹلانے والے جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک وہ ہدایت کے بدلے گمراہی اور نعمتوں کے بدلے عذاب کو اختیار کرکے نقصان اٹھانے والے تھے۔ [1]

قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن والدین کے ساتھ نہ ہوگی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن ماں باپ کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ کفار کے ساتھ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ یہ اولاد پچھلے جن و انس کفار میں شامل ہوگی۔ قیامت میں ایمانی رشتہ مُعتبر ہوگا نہ کہ محض خونی رشتہ، جیسے کنعان اگرچہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نسبی بیٹا تھا مگر رہا کفار کے ساتھ، انہیں کے ساتھ ہلاک ہوا اور انہیں کے ساتھ جہنم میں جائے گا کیونکہ اس نے ایمان قبول نہیں کیا تھا۔ یاد رہے کہ مومن اولاد اور مومن والدین کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔ والدین کے نیک اعمال سے ان کی اولاد کو فائدہ پہنچنے کے بارے میں یہ آیت ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان

[1] ……روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ١٨، ٤٧٧/٨، تفسیر طبری، الاحقاف، تحت الآیة: ١٨، ٢٨٨/١١، ملتقطاً.

مِّنْ شَیْءٍؕ (1) کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

اولاد کے نیک اعمال سے ان کے والدین کو فائدہ پہنچنے کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ ہو۔حضرت معاذ جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن پڑھے اور اس کے اَحکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی جو دنیا میں تمہارے گھروں میں چمکتا ہے، تو خود اس شخص کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس نے اس پر عمل کیا۔ (2)

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْاۚ-وَ لِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں اور تاکہ اللہ ان کے کام انہیں پورے بھردے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں اور تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا: اور سب کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں۔ ﴾ یعنی مومن اور کافر میں سے ہر ایک کے لئے قیامت کے دن مَنازل اور مَراتب ہیں اور یہ ان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اور برے اعمال کے سبب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی فرمانبرداری اور کافروں کو ان کی نافرمانی کی پوری جزا دے کیونکہ قیامت کے دن کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔ (3)

وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ-اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ

---

1 ......طور: ٢١.

2 ......ابو داؤد، كتاب الوتر، باب فى ثواب قراءة القرآن، ٢/١٠٠، الحديث: ١٤٥٣.

3 ......جلالين، الاحقاف، تحت الآية: ١٩، ص٤١٧، البحر المحيط، الاحقاف، تحت الآية: ١٩، ٦٢/٨، ملتقطاً.

الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے اُن سے فرمایا جائے گا تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور سزا اس کی کہ حکم عدولی کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: تم لذّتوں میں مشغول ہو کر اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، اس لئے یہاں آخرت میں تمہارا کوئی حصہ باقی نہ رہا جسے تم لے سکو، تو تم جو دنیا میں ایمان قبول کرنے سے ناحق تکبر کرتے تھے اور احکامات کو ترک کرکے اور ممنوعات کا اِرتکاب کرکے نافرمانی کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں آج تمہیں ذلیل اور رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ (1)

[illegible]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دُنْیَوی لذتوں اور عیش و عشرت کو اختیار کرنے پر کفار کی مذمت اور انہیں ملامت فرمائی ہے، اسی لئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور امت کے دیگر

1 ......صاوی، الاحقاف، تحت الآية: ٢٠، ١٩٣٩/٥-١٩٤٠، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ٢٠، ٤٧٩/٨، ملتقطاً.

نیک لوگ دنیا کے عیش وعشرت اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش رہتے تھے اور زہد وقناعت والی زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے تھے تاکہ آخرت میں ان کا ثواب زیادہ ہو۔[1] یہاں اسی سے متعلق دو روایات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے کاشانۂ اَقدس میں دیکھا تو خدا کی قسم! مجھے تین کھالوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا، میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: آپ اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کیجئے آپ کی امت پر وسعت فرمائے کیونکہ اس نے ایران اور روم کے لئے وسعت کرکے انہیں دنیا عطا فرمائی ہے حالانکہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابنِ خطاب! کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے حصے کی پاک چیزیں دنیا میں ہی جلد دے دی گئی ہیں۔حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے لئے مغفرت کی دعا فرما دیجئے۔[2]

(2)......حضرت سالم بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہمیں بھی زندگی کی لذّتیں حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور ہم بھی یہ حکم دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے چھوٹی بکری بھونی جائے، میدے کی روٹی اور مشکیزے میں نبیذ بنائی جائے، یہاں تک کہ جب گوشت چکور (یعنی تیتر کی مثل پہاڑی پرندے کے گوشت) کی طرح (نرم) ہو جائے تو اسے کھائیں اور نبیذ پئیں، لیکن (ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ) ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ پاکیزہ چیزوں کو آخرت کے لئے بچا لیں کیونکہ ہم نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن رکھا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی اُخروی ثواب میں اضافے کی خاطر دنیا کی لذّتوں اور اس کے عیش وعشرت کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......الوسیط، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٠، ٤/ ١١٠.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب الغرفۃ والعلیۃ... الخ، ٢/ ١٣٣، الحدیث: ٢٤٦٨.

3 ......حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ١/ ٨٥، الحدیث: ١١٨.

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی زاہدانہ زندگی

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہر چیز کے مالک ہیں اور آپ جیسی چاہتے ویسی شاہانہ زندگی بسر فرما سکتے تھے لیکن آپ نے اس زندگی پر قدرت واختیار کے باوجود زُہد وقناعت سے بھرپور اور دنیا کے عیش وعشرت سے دور رہتے ہوئے زندگی بسر فرمائی اور آپ کی صحبت سے فیض یافتہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی اسی طرح زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی، یہاں ان کی زاہدانہ زندگی کے مزید 6 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ معاملہ پیش فرمایا کہ میرے لیے مکہ کی وادی سونے کی بنا دے، میں نے عرض کی: اے میرے رب! (عَزَّوَجَلَّ) نہیں، میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، پھر جب میں بھوکا رہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو میں تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔[1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا مگر گھر میں آگ نہ جلتی تھی، محض چند کھجوروں اور پانی پر گزارہ کیا جاتا تھا۔[2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے (جَو کی) روٹی کا ایک ٹکڑا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تمہارے والد کے منہ میں داخل ہوا ہے۔[3]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت نے کبھی جَو کی روٹی بھی دو دن مُتَواتِر نہ کھائی۔[4]

(5)......حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر آپ کو پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھائے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ٤/١٥٥، الحدیث: ٢٣٥٤.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، ٤/٢٣٦، الحدیث: ٦٤٥٨.

3 ......معجم الکبیر، ومما اسند انس بن مالك رضی اللّٰہ عنه، ١/٢٥٨، الحدیث: ٧٥٠.

4 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص١٥٨٨، الحدیث: ٢٢(٢٩٧٠).

وَسَلَّمَ نے اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔[1]

(6)...... جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ملکِ شام میں گئے تو ان کے لیے ایسا لذیذ کھانا تیار کیا گیا کہ اس سے پہلے اتنا لذیذ کھانا دیکھا نہیں گیا تھا، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: یہ کھانا ہمارے لئے ہے تو ان محتاج مسلمانوں کے لیے کیا تھا جو اس حال میں فوت ہو گئے کہ انہوں نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی؟ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ان کے لیے جنت ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ نے فرمایا: کاش! ہمارے لیے دنیا کا حصہ چند لکڑیاں ہوتیں، وہ محتاج مسلمان اپنے حصے میں جنت لے گئے، ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے۔[2]

کائنات کی ان مُقدّس ہستیوں کے زُہد و قناعت کا صدقہ اللہ تعالٰی ہمیں بھی زہد و قناعت کی عظیم دولت عطا فرمائے، اٰمین۔

[illegible]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بزرگانِ دین کے زُہد و قناعت اور دُنْیَوی لذّتوں سے کنارہ کشی کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو جائز خواہشات کے لئے بھی کھلی چھٹی نہیں دینی چاہئے اور نہ ہی یہ ہونا چاہئے کہ اس کی ہر حال میں پیروی کی جائے، بندہ جس قدر خواہشات کو پورا کرتا ہے اسی قدر اسے اس بات کا ڈر بھی ہونا چاہئے کہ کہیں قیامت کے دن اس سے یہ نہ کہہ دیا جائے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے۔

اور جس قدر بندہ اپنے نفس کو مجاہدات میں ڈالے گا اور خواہش کو چھوڑے گا اسی قدر آخرت میں من پسند چیزوں سے نفع اٹھائے گا۔[3]

---

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٤/١٦٤، الحدیث: ٢٣٧٨.

2 ......قرطبی، الاحقاف، تحت الآیة: ٢٠، ٨/١٤٦، الجزء السادس عشر.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب کسر الشهوتین، بیان طریق الریاضة فی کسر شهوات البطن، ٣/١١٨.

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ لذیذ چیزوں سے فائدہ اٹھانا مذموم نہیں

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی لذیذ اور پسندیدہ حلال چیزوں کو حاصل کرنا اوران سے نفع اٹھانا گناہ نہیں کیونکہ شریعت میں حلال اور طیب چیز کے حصول اوراس سے نفع اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے اور نہ ہی ان چیزوں کا استعمال جائز اور حلال سمجھتے ہوئے انہیں ترک کرنا قابلِ مذمت ہے بلکہ مذموم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اوران کا شکرادا نہ کرے، یا حرام ذریعے سے حاصل کرکے انہیں استعمال کرے، یا حلال چیزوں کی بجائے حرام چیزوں سے فائدہ اٹھائے، لہٰذا بعض بزرگانِ دین کا حلال وطیب، لذیذ اور عمدہ چیزوں کو استعمال کرنا مذموم نہیں کیونکہ وہ شریعت کی دی ہوئی اجازت پر عمل کررہے ہوتے ہیں، اسی طرح بعض بزرگانِ دین کا ان چیزوں کے استعمال سے گریز کرنا بھی مذموم نہیں کیونکہ وہ ان کے ساتھ حرام جیسا سلوک نہیں کرتے بلکہ ان کا استعمال جائز وحلال سمجھتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ایسا کرتے ہیں، البتہ ان لوگوں کا طرزِ عمل ضرور مذموم ہے جو اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا اپنے اوپر حرام قرار دیتے ہوئے ان سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﳲ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۱۶۸) اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

---

1 ...... بقرہ: ۱٦۸، ۱٦۹.

2 ...... بقرہ: ۱۷۲.

اور ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللّٰہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللّٰہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللّٰہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللّٰہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللّٰہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے اَحکام اور مَقاصد کو سمجھنے اور اعتدال کی راہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ

---

1 ……مائدہ: ۸۷، ۸۸۔

2 ……اعراف: ۳۲۔

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمینِ اَحقاف میں ڈرایا اور بیشک اس سے پہلے ڈرسنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پُوجو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ بولے کیا تم اس لیے آئے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا اور بیشک اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرسنانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو، اگر تم سچے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔

﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ: اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید اور نبوت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل بیان کئے گئے اور کفارِ مکہ کا حال یہ تھا کہ وہ دُنْیوی لذّتوں میں ڈوبے ہوئے اور انہیں حاصل کرنے میں مشغول ہونے کی بنا پر ان دلائل سے منہ پھیرتے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ کیا کرتے تھے، اس لئے یہاں سے قومِ عاد کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ مال، قوت اور وجاہت میں کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے اور جب وہ اپنے کفر و سرکشی پر قائم رہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مُسلّط کر دیا۔ اس واقعے کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کفارِ مکہ اس سے عبرت پکڑیں اور اپنے غرور و تکبُّر کو چھوڑ کر دینِ اسلام کو قبول کر لیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ہود عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کریں جب انہوں نے اَحقاف کی سرزمین میں بسنے والی اپنی قوم کو ایمان نہ لانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ ایسی لازمی اور

صحیح بات ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے عذابِ الٰہی کا ڈر سنانے والے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شرک اور توحید سے اِعراض کرنے کی وجہ سے تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے۔ (اگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو۔)[1]

﴿قَالُوْٓا: انہوں نے کہا۔﴾ قوم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم سے ہمارے بتوں کی پوجا چھڑا کر ہمیں اپنے دین کی طرف پھیر دو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور تم نے ہمیں جو عذاب کی وعید سنائی ہے، اس میں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔[2]

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اپنے رب کے پیام پہونچاتا ہوں ہاں ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں اسی چیز کی تبلیغ کرتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایک جاہل قوم سمجھتا ہوں۔

﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ: فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کے جواب میں ارشاد فرمایا: عذاب نازل ہونے کا وقت مجھے معلوم نہیں کیونکہ اس کا علم تو اللہ تعالٰی ہی کے پاس ہے اور جب عذاب کا مقررہ وقت آئے گا تو وہی اسے نازل فرمائے گا اور میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس معاملے میں کوئی دخل دوں بلکہ میری

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢١، ١٠/٢٤، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢١، ٨/٤٨٠-٤٨١، ملتقطاً.
2 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٢، ٨/٤٨١.

ذمہ داری یہ ہے کہ مجھے جو احکام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم تک پہنچا دوں، اس لئے تمہیں تبلیغ کر کے میں تو اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں لیکن تم میرے حساب سے جاہل لوگ ہو کیونکہ تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو میرے دائرۂ اختیار میں ہے ہی نہیں (اور یہ بھی تمہاری جہالت ہے کہ ایک طرف توحید کا انکار کر رہے ہو اور دوسری طرف اپنے ہی منہ سے مصیبت و بلا مانگ رہے ہو)۔[1]

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۟ۙ (۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اُن کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی صورت میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ (کہا گیا کہ نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچائی تھی، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ: پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا۔﴾ جب قومِ عاد نے کسی طرح حق کو قبول نہ کیا تو ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آ گیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ کچھ عرصہ ان کے علاقوں میں بارش نہ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک سیاہ بادل چلایا جس میں ان پر آنے والا عذاب تھا اور جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی

[1] ……روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ۲۳، ۸/۴۸۱.

مچا رہے تھے، اس بادل میں ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ [1]

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر چیز کو تباہ کرڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے سُونے مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے تو صبح کو ان کی ایسی حالت تھی کہ ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔ ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

﴿**تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا: اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے۔**﴾ یعنی اس آندھی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے، چنانچہ اس آندھی کے عذاب نے قومِ عاد کے مَردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں سب کو ہلاک کردیا، ان کے اَموال آسمان وزمین کے درمیان اُڑتے پھرتے تھے اور ان کی چیزیں پارہ پارہ ہوگئیں اور صبح کے وقت ایسی حالت تھی کہ وہاں ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں جیسی ہم نے قومِ عاد کو دی، اس لئے کفارِ مکہ کو بھی اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے کفر وعناد پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی قومِ عاد جیسی آندھی بھیج سکتا ہے۔ [2]

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ

1 ...... تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۴، ۱۰/۲۵، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۴، ۸/۴۸۲، مدارک، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۴، ص۱۱۲۸-۱۱۲۹، ملتقطاً۔

2 ...... جلالین، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۴۱۸، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۵، ۸/۴۸۲-۴۸۳، ملتقطاً۔

شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۠ (۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے انہیں وہ مقدور دیئے تھے جو تم کو نہ دیئے اور اُن کے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں (اے اہلِ مکہ) تمہیں قدرت نہیں دی اور ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

﴿وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ: اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی۔﴾ کفارِ مکہ کو عذاب سے ڈرانے کے بعد یہاں سے قومِ عاد کی ان پر برتری بیان کر کے انہیں نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا: اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے قومِ عاد کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی، جیسے وہ جسمانی قوت، مال کی کثرت اور عمر لمبی ہونے میں تم سے زیادہ تھے، لیکن اس قوت کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ پا سکے تو پھر غور کرو کہ تمہارا کیا حال ہوگا؟ مزید یہ کہ ہم نے قومِ عاد پر نعمتوں کے دروازے کھولے، انہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کئے تاکہ وہ ان اَعضاء کو دین کے کام میں لائیں مگر انہوں نے ان خداداد نعمتوں سے دین کا کام ہی نہیں لیا بلکہ ان کے ذریعے صرف دنیا اور اس کی لذّتیں طلب کرنے میں لگے رہے، تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اس لئے انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کر کے وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو اے اہلِ مکہ! جب قومِ عاد نے اپنی دنیا پر غرور کیا اور حجت و دلیل کو قبول کرنے سے اِعراض کیا تو ان پر

اللہ تعالٰی کا عذاب نازل ہو گیا اور ان کی قوت و کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور تم تو ان کے مقابلے میں کمزور اور عاجز ہو اس لئے تمہیں اللہ تعالٰی کے عذاب سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ (1)

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ہلاک کر دیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور طرح طرح کی نشانیاں لائے کہ وہ باز آئیں۔ تو کیوں نہ مدد کی ان کی جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کو خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ اُن سے گم گئے اور یہ اُن کا بہتان و افترا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے اہلِ مکہ!) بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور بار بار نشانیاں لائے تاکہ وہ باز آ جائیں۔ تو جن بتوں کو قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کافروں کی مدد کیوں نہیں کی بلکہ وہ ان سے گم گئے اور یہ ان کا بہتان تھا اور جو وہ گھڑتے رہتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى: اور بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔﴾ یہاں سے قومِ عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیوں، ان کی تباہی اور ان میں رہنے والوں کی ہلاکت کے سبب کی طرف اشارہ کر کے کفارِ مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے آس پاس عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیاں موجود ہیں اور جب تم یمن اور شام کا سفر کرتے ہو تو راستے میں ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے ہو، کبھی تم نے ان کی تباہی و بربادی کا سبب تلاش کیا ہے کہ آخر کس وجہ سے وہ بستیاں تباہ ہو گئیں

(1)......خازن، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ٤/١٢٨-١٢٩، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ٨/٤٨٣-٤٨٤، تفسير كبير، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ١٠/٢٦، ملتقطاً.

اور ان میں بسنے والے لوگ تم سے زیادہ طاقتور اور مالدار ہونے کے باوجود ہلاک ہو کر عبرت کا نشان بن گئے؟ تو سنو! ان کی تباہی و بربادی اور ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ جب وہاں کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور ان کی ہٹ دھرمی کا حال یہ تھا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت اور اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بار بار پیش کیں، سابقہ امتوں کی بربادی کے عبرت ناک واقعات ان کے سامنے بیان کئے تا کہ وہ اپنے کفر اور مَعصِیَت سے باز آ جائیں، لیکن وہ کسی صورت اس سے باز نہ آئے اور کفر و مَعصِیَت ہی کو اختیار کیا تو اس کی وجہ سے ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے ہلاک کر دیا، تو اب تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کو ان کافروں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا اور ان کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ ان بتوں کو پوجنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اُن بتوں نے اِن کافروں کی مدد کیوں نہیں کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیوں نہیں بچایا؟ بلکہ اس وقت تو یوں ہوا کہ ان بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا پوری طرح ظاہر ہو گیا اور عذاب نازل ہوتے وقت وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور یاد رکھو کہ وہ جو بتوں کو اپنا معبود کہتے اور بت پرستی کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہراتے تھے، یہ ان کا بہتان اور اِفتراء تھا، حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے، لہٰذا اب تم بھی اپنے حال پر غور کر لو اور اپنے طرزِ عمل کو درست کر لو ورنہ تمہارا انجام بھی ان کی طرح ہو گا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا شفیع، مددگار اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا کفر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار اور شفیع ماننا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا عین ایمان ہے، جیسے بت کی طرف سجدہ کرنا کفر ہے اور کعبہ کی طرف سجدہ کرنا ایمان ہے، لہٰذا اس عظیم فرق کو پسِ پُشت ڈال کر یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام اور ولی پر چسپاں کرنا اور اسے ان کے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار اور شفیع نہ ہونے کی دلیل بنانا جہالت کی انتہاء ہے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَۚ فَلَمَّا

حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جِنّ پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔ بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سُنی کہ موسیٰ کے بعد اُتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب! یاد کرو) جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری جو کان لگا کر قرآن سنتی تھی پھر جب وہ نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور سنو) پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے پلٹ گئے۔ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے

ہماری قوم !اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔اور جو اللہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں ہے اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ: اور جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفارِ مکہ کے سامنے سابقہ امتوں کے حالات اور ان کا انجام بیان ہوا اور اب یہاں سے ان کے سامنے جنوں کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کر کے انہیں شرم وعار دلائی جارہی ہے چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے اس وقت کا واقعہ بیان کیجئے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیج دیا جس کا حال یہ تھا کہ وہ غور سے قرآن سنتی تھی، پھر جب وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو تاکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قراءت اچھی طرح سن لیں، پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ جنات رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لا کر آپ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ایمان کی دعوت دینے گئے اور انہیں ایمان نہ لانے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت سے ڈرایا، چنانچہ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب قرآن شریف سنی ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد نازل کی گئی ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات مانو اور ان پر ایمان لاؤ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا اور یاد رکھو! جو اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا اور اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے جو اسے عذاب سے بچا سکے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات نہ مانیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ جب ان کی صداقت پر مضبوط دلائل قائم ہیں تو ان کی بات نہ ماننا ایسی گمراہی ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔اس واقعے کو سن کر

کفارِ مکہ کو غور کرنا چاہئے کہ ان کی زبان وہی ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تعلق بھی انسانوں سے ہے جبکہ جِنّات نہ تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم زبان ہیں اور نہ آپ کی جنس سے انسان اور بشر ہیں، جب وہ قرآنِ مجید کی آیات سن کر سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے ہیں تو کفارِ مکہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآن کریم سن کر اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور قرآنِ مجید کے اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہونے پر ایمان لائیں۔ [1]

سورۂ اَحقاف کی آیت نمبر 29 تا 32 سے متعلق 5 باتیں

مفسرین نے ان آیات کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے لئے کثیر کلام فرمایا ہے، یہاں اس میں سے 5 باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......آیت نمبر 29 میں لفظِ ''نَفَرْ'' مذکور ہے، مشہور قول کے مطابق اس کا اِطلاق تین سے لے کر دس تک اَفراد پر ہوتا ہے اور جنوں کی جو جماعت حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھیجی گئی اس کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ وہ سات جِنّات پر اور ایک قول یہ ہے کہ وہ نو جِنّات پر مشتمل تھی۔ [2]

(2)......ان جِنّات کا تعلق کس علاقے سے تھا اس کے بارے میں بھی ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق یمن کے علاقے نَصِیبِین سے تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق نِیْنَوٰی سے تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جِنّات شَیصَبان سے تھے۔ [3]

(3)......مُحقّق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن سب کے سب مُکَلَّف ہیں۔ [4]

(4)......آیت نمبر 30 میں ہے کہ جِنّات نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا، اس کے بارے میں حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا: چونکہ وہ جِنّات دینِ یہودیّت پر تھے اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب کا نام نہ لیا، اور بعض مفسرین نے کہا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۲، ۸/۴۸۶-۴۹۰، روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۲، ۱۳/۲۵۹-۲۶۴، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۳/۲۵۹، جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/۱۹۴۳-۱۹۴۴، ملتقطاً.

3 ......روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۳/۲۶۰.

4 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۹، ۴/۱۳۱.

کی کتاب کا نام نہ لینے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف مَواعِظ ہیں، اَحکام بہت ہی کم ہیں۔ [1]

(5)......آیت نمبر31 میں بیان ہوا کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ گناہ بخش دے گا۔اس میں تفصیل یہ ہے کہ ایمان لانے سے جو گناہ بخشے جائیں گے ان سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق حُقُوقُ اللہ سے ہو اور جو گناہ حُقُوقُ الْعِبَاد سے متعلق ہو گئے وہ (محض ایمان قبول کرنے سے) معاف نہیں ہوں گے (بلکہ ان کی تلافی ضروری ہے)۔ [2]

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰىؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ جانا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر ہے کہ مُردے جلائے کیوں نہیں بیشک وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں، بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مختلف انداز سے کفارِ مکہ کو تنبیہ اور نصیحت کی گئی اور اب اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا دلیل کے ساتھ رد کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ابتداء سے آسمان اور زمین جیسی عظیم اور بڑی مخلوق بنا دی اور انہیں بنانے میں وہ تھکا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ آسمان و زمین بنا سکتا ہے کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں جو کہ زمین و آسمان بنانے سے ظاہراً لوگوں کے اعتبار

---

[1]......بغوی، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۰، ۱۵۸/٤، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۰، ۲۸۰/۷، ملتقطاً.

[2]......ابو سعود، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۱، ۵۸۱/۵.

سے کہیں آسان ہے، کیوں نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن شے پر قادر ہے، اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم ہونے کو دیکھا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کیونکہ اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو پہلی بار بھی قائم نہ ہوتا اور جب یہ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام مُمکِنات پر قادر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَاؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کئے جائیں گے ان سے فرمایا جائے گا کیا یہ حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم فرمایا جائے گا تو عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم، اللہ فرمائے گا: تو اپنے کفر کے بدلے عذاب چکھو۔

﴿وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں یہ ثابت کیا گیا کہ مُردوں کو زندہ کیا جانا حق ہے اور اس آیت میں قیامت کے دن کافروں کے بعض احوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: جو عذاب تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حق نہیں؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! بے شک یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: (آج یہ اقرار تمہیں عذاب سے نہیں بچائے گا اس لئے اب) تم اپنے دنیوی کفر کے بدلے عذاب چکھو۔[1]

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍؕ بَلٰغٌۚ

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٤، ١٠/٣٠، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٤، ٨/٤٩٣، ملتقطاً.

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لیے جلدی نہ کرو گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر دن کی ایک گھڑی بھر یہ پہنچانا ہے تو کون ہلاک کئے جائیں گے مگر بے حکم لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن وہ دیکھیں گے اسے جس کی وعید انہیں سنائی جاتی ہے (تو سمجھیں گے کہ) گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ ایک تبلیغ ہے تو نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں۔

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: تو تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔﴾ توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کرنے کے بعد یہاں سے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب کافروں کا انجام یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا تو آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر ایسے ہی صبر کریں جیسے ہمّت والے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر کیا کیونکہ آپ بھی انہی میں سے ہیں بلکہ ان میں سب سے اعلیٰ ہیں اور ان کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ فی الحال اگرچہ انہیں مہلت ملی ہوئی ہے لیکن قیامت کے دن ان (میں سے کفر کی حالت میں مرنے والوں) پر عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے، اور جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں دنیا میں وعدہ دیا جاتا ہے تو اس کی درازی اور دَوام کے سامنے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو یہ لوگ بہت قلیل سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ قرآن اور وہ ہدایت اور روشن نشانیاں جو اس قرآن میں ہیں یہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور یاد رکھو کہ وہی نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں جو ایمان اور طاعت

سے خارج ہیں۔(1)

یوں تو سبھی انبیاء ومُرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمّت والے ہیں اور سبھی نے راہِ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر وہمّت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے البتہ ان کی مقدس جماعت میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیاء ومُرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ ہے اس لئے انہیں بطورِ خاص ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جاتا ہے اور جب بھی ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جائے تو ان سے یہی پانچوں رسول مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(1)......حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

(2)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(4)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(5)......حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

قرآنِ مجید میں ان مقدس ہستیوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ احزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔

اور سورۂ شوریٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی

1......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٥، ١٠/٣٠-٣١، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٥، ١٠/٤٩٤-٤٩٥، ملتقطاً۔

2......احزاب: ٧۔

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى [1] ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی۔

حضرت علامہ مُلّا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ پانچوں ہی **اُولُوا الْعَزْم رسول** ہیں اور **اللّٰہ** تعالیٰ نے ان کا ذکر مذکورہ (بالا) دونوں آیتوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ [2]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: صحیح قول کے مطابق یہ پانچوں ہی **اُولُوا الْعَزْم رسول** ہیں۔ [3]

صدرُ الشّریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں، حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم **خَلِیْلُ اللّٰہ** عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا، اِن حضرات کو **مُرْسَلِیْنِ اُولُوا الْعَزْم** کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیا و مُرسلین، اِنس و مَلک و جن و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔ [4]

راہِ حق میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جتنا ستایا گیا اور جتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئیں اور صبر کا جیسا مظاہرہ آپ نے فرمایا ویسا اور کوئی نہ کر سکا، جیسا کہ حضرت اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جتنا میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی راہ میں ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی اور نہیں ڈرایا گیا اور جتنا میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی راہ میں ستایا گیا ہوں اتنا کوئی اور نہیں ستایا گیا۔ [5]

حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، دنیا (کی زیب و زینت اور عیش) محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان

---

1 ......شوریٰ: ١٣.

2 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدى الساعة... الخ، الفصل الاول، ٩/٣٧٦، تحت الحديث: ٥٤٧٢.

3 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر، الفصل الثالث، ١/٣٣٣، تحت الحديث: ١٢٢.

4 ......**بہارِ شریعت، حصہ اول، ۱/۵۲-۵۴۔**

5 ......ترمذى، كتاب صفة القيامة... الخ، ٣٤-باب، ٤/٢١٣، الحديث: ٢٤٨٠.

کی آل کے لئے مناسب نہیں، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، بے شک اللہ تعالیٰ اُلُو االْعَزْم رسولوں سے یہ پسند فرماتا ہے کہ وہ دنیا کی تکلیفوں پر اور دنیا کی پسندیدہ چیزوں سے صبر کریں، پھر مجھے بھی انہی چیزوں کا مکلّف بنانا پسند کیا جن کا انہیں مکلّف بنایا، تو ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے لئے اس کی فرمانبرداری ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے لئے اس کی فرمانبرداری ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور صبر کروں گا جس طرح اُلُو االْعَزْم رسولوں نے صبر کیا اور قوت تو اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔[1]

حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: خدا کی قسم! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے (کسی سے) انتقام نہیں لیا، ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے تھے۔[2]

صبر کے 15 فضائل

یہاں آیت میں ہم مسلمانوں کے لئے بھی صبر کرنے کی ترغیب ہے اور اس کی مزید ترغیب حاصل کرنے کے لئے یہاں صبر کرنے کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......صبر ایمان کا نصف حصہ ہے۔[3]

(2)......صبر ایمان کا ایک ستون ہے۔[4]

(3)......بندے کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہیں دی گئی۔[5]

---

1 ......اخلاق النّبی لابی شیخ اصبهانی، ذکر محبته للتیامن فی جمع افعاله، ص١٥٤، الحدیث: ٨٠٦.

2 ......بخاری، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود... الخ، ٤/٣٣١، الحدیث: ٦٧٨٦.

3 ......حلیة الاولیاء، زبید بن الحارث الایامی، ٥/٣٨، الحدیث: ٦٢٣٥.

4 ......شعب الایمان، باب القول فی زیادة الایمان ونقصانه... الخ، ١/٧٠، الحدیث: ٣٩.

5 ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورة السجدة، ما رزق عبد خیر له... الخ، ٣/١٨٧، الحدیث: ٣٦٠٥.

(4)......اگر صبر کسی مرد کی شکل میں ہوتا تو وہ عزت والا مرد ہوتا۔ (1)

(5)......صبر بہترین سواری ہے۔ (2)

(6)......صبر کرنے سے مدد ملتی ہے۔ (3)

(7)......صبر کے ساتھ آسانی کا انتظار کرنا عبادت ہے۔ (4)

(8)......صبر مومن کا ہتھیار ہے۔ (5)

(9)......آزمائش پر صبر کرنے والوں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔

(10)......آنکھیں چلی جانے پر صبر کرنے کی جزاء جنت ہے۔ (6)

(11)......صبر افضل ترین عمل ہے۔ (7)

(12)......فتنے کی شدت پر صبر کرنے والے کو قیامت کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ (8)

(13)......لوگوں سے میل جول رکھنے والا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے والا اُن مسلمانوں سے افضل ہے جو ایسے نہیں ہیں۔ (9)

(14)......صبر کرنے اور اپنا محاسبہ کرنے والے کو اللّٰہ تعالیٰ حساب کے بغیر جنت میں داخل فرمادے گا۔ (10)

(15)......صبر بھلائیوں کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ (11)

اللّٰہ تعالیٰ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صبر کے صدقے ہمیں بھی مصائب و آلام میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

1......حلية الاولياء، ابو مسعود الموصلى، ٣٢١/٨، الحديث: ١٢٣٥٢.
2......جامع صغير، حرف الحاء، فصل فى المحلى بأل... الخ، ٢٣٥/١، الحديث: ٣٨٦٨.
3......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن العباس... الخ، ٦٥٩/١، الحديث: ٢٨٠٤.
4......شعب الايمان،السبعون من شعب الايمان...الخ، فصل فى ذكر ما فى الاوجاع... الخ، ٢٠٤/٧، الحديث: ١٠٠٠٣.
5......مسند الفردوس، باب النون، ٢٦٧/٤، الحديث: ٦٧٨٧.
6......بخارى، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره، ٦/٤، الحديث: ٥٦٥٣.
7......شعب الايمان، السبعون من شعب الايمان... الخ، ١٢٢/٧، الحديث: ٩٧١٠.
8......شعب الايمان، السبعون من شعب الايمان... الخ، ١٢٤/٧، الحديث: ٩٧٢١.
9......ترمذى، كتاب صفة القيامة... الخ، ٥٥-باب، ٢٢٧/٤، الحديث: ٢٥١٥.
10......معجم الكبير، الحكم بن عمير الثمالى، ٢١٧/٣، الحديث: ٣١٨٦.
11......رسائل ابن ابى دنيا، الصبر، ٢٤/٤، الحديث: ١٧.

سُوْرَۃُ مُحَمَّد

سورۂ محمد کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ محمد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **38** آیتیں، **558** کلمے اور **2475** حروف ہیں۔

اسمِ سورت کی وجہ

اس سورت کی دوسری آیت میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اسمِ گرامی ''محمد'' ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ محمد'' کہتے ہیں، نیز اس سورت کا ایک نام ''سورۂ قتال'' بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ محمد کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے احکام اور جہاد کرنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جو کافر دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے جبکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیاں مٹا دیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مسلمانوں نے حق کی پیروی کی۔

(2)......کفار کے ساتھ جنگ کے دوران انہیں قتل کرنے اور کافر قیدیوں کے بارے میں حکم دیا گیا، جنگ کے دوران

شہید ہونے والے مجاہدوں کا ثواب بیان کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی بشارت دی۔

(3)......کافروں کی رسوائی کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے ہیں اس لئے رسوا ہوئے ہیں۔

(4)......کفارِ مکہ کے سامنے سابقہ لوگوں کا انجام بیان کر کے انہیں بتایا گیا کہ ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوسکتا ہے۔

(5)......پرہیزگار مسلمانوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف بیان کئے گئے۔

(6)......منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے چھپے ہوئے بغض اور کینے کو ظاہر فرما دے گا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں دنیوی زندگی کی حقیقت اور بخل کرنے کی مذمت بیان کی گئی۔

سورۂ احقاف کے ساتھ مناسبت

سورۂ محمد کی اپنے سے ماقبل سورت ''احقاف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ احقاف کی آخری آیت کے اس حصے ''فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ'' کا سورۂ محمد کی پہلی آیت کے ساتھ ایسا مضبوط ربط ہے کہ ان دونوں آیتوں کی تلاوت کے دوران اگر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھی جائے تو ایسے لگے گا جیسے یہ ایک ہی آیت ہے۔(1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

1......تناسق الدّرر، سورة القتال، ص١١٧.

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا اللّٰہ نے اُن کے عمل برباد کئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا، اللّٰہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا۔﴾ مفسّرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ کے ان اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سَیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کیا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے ساتھ کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کا وہ ایمان ضائع کردیا جو یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے پچھلے انبیاء کرام اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رکھتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو انہوں نے کفر کی حالت میں جو بھی نیک اعمال کئے ہوں خواہ بھوکوں کو کھلایا ہو، یا اسیروں کو چھڑایا ہو، یا غریبوں کی مدد کی ہو، یا مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ کی عمارت میں کوئی خدمت کی ہو، یہ سب اعمال اللّٰہ تعالیٰ نے برباد کردیئے اور آخرت میں انہیں ان اعمال کا کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں۔

بعض مفسّرین کے نزدیک یہاں کفارِ مکہ کے وہ افراد مراد ہیں جو اپنے کفر کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ایمان قبول کرنے سے روکتے تھے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف سازشیں کرتے تھے تو ان کافروں نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے جو سازشیں تیار کیں، مکر سوچے اور حیلے بنائے تھے، اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے وہ تمام کام باطل کردیئے اور ان کے مقابلے میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد و نصرت فرمائی اور ان کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق سورۂ احقاف کی آخری آیت کے ساتھ ہے، اُس کے آخر میں ارشاد فرمایا

گیا کہ ''نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں'' اس پر گویا یہ سوال پیدا ہوا کہ نافرمان لوگوں کو کیسے ہلاک کیا جاتا ہے حالانکہ وہ تو نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں فرماتا اگرچہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو؟ اس کے جواب میں یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ نافرمان وہ لوگ ہیں جو خود اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو انہوں نے اسلام قبول کرنے سے روکا، (اور یہ اس طرح ہلاک ہوئے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام نیک اعمال برباد کر دیئے اور آخرت میں انہیں ان اعمال کا کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں۔ (1)

کفر نیک اعمال کی بربادی کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر نیک اعمال کی بربادی کا بہت بڑا سبب ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح کفر کی حالت میں کئے گئے نیک اعمال باطل اور بے کار ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی اجر و ثواب نہیں، اسی طرح ایمان کی حالت میں کئے گئے نیک اعمال بھی کفر کرنے کی صورت میں ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کے ثواب سے بھی بندہ محروم کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر

---

1 ......تاویلات اهل السنه، محمد، تحت الآية: ١، ٤/٤٩٩، مدارك، محمد، تحت الآية: ١، ص ١١٣٢، جلالين، القتال، تحت الآية: ١، ص ٤١٩، خازن، محمد، تحت الآية: ١، ٤/١٣٣، روح المعانى، محمد، تحت الآية: ١، ١٣/٢٦٩-٢٧٠، ملتقطاً.

2 ......بقره: ٢١٧.

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (1)

جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مال غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کی بھی بھرپور کوشش کریں اور ہر ایسے قول اور فعل سے بچیں جس سے مسلمان کا ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی اُن کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی بُرائیاں اُتاردیں اور اُن کی حالتیں سنواردیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں مٹادیں اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں کا حال بیان ہوا اور اس آیت میں ایمان والوں کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور اس قرآنِ پاک پر ایمان لائے جو میرے حبیب محمدِ مصطفٰی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

1 ......احزاب: ۱۸، ۱۹.

پراتارا گیا اور وہی ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے، تو اس ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ بخش دیئے اور دینی امور میں توفیق عطا فرما کر اور دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرما کر ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: یہاں حالتوں کی اصلاح فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی زندگی کے دنوں میں ان کی حفاظت فرمائی۔ (1)

آیت ’’وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنِ مجید پر ایمان لانے کو جداگانہ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی شان انتہائی بلند ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے ان کی شان بھی بہت عظیم ہے۔

(2)......ایمان کے لئے ان تمام چیزوں کو ماننا ضروری ہے جو حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اگر کسی نے ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا تو کافر ہو جائے گا۔

(3)......ایمان سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، مگر نیکیاں باقی رہتی ہیں۔ یاد رہے کہ سَیِّئَات گناہوں کو کہتے ہیں جبکہ **حُقُوقُ الْعِباد** کو ضائع کرنا دوسری چیز ہے، اس لئے ایمان لانے سے زمانۂ کفر کے قرض وغیرہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ نو مسلم نے کفر کے زمانہ میں بندوں کے جو حقوق تلف کئے ہوں گے وہ اسے بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

---

(1)......خازن، محمد، تحت الآية: ٢، ١٣٣/٤، مدارك، محمد، تحت الآية: ٢، ص١١٣٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار رہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جوان کے رب کی طرف سے ہے۔اللہ ان کے حالات لوگوں سے یونہی بیان فرماتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار رہوئے۔﴾ یعنی ہم نے جو کافروں کے اعمال ضائع کر دیئے جبکہ ایمان والے نیک بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمایا اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کر کے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا اور ایمان والوں نے اس حق کی پیروی کی جوان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے دونوں گروہوں کے حالات یونہی بیان فرماتا ہے کہ کافروں کے عمل ضائع ہیں اور ایمانداروں کی لغزشیں بھی بخش دی جائیں گی تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور کفار کی خصلتوں سے بچ کر مومنین کے طریقے اختیار کریں۔[1]

یادرہے کہ یہاں آیت میں باطل سے مراد شیطان، یا نفسِ اَمّارہ، یا برے سردار ہیں اور حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔امت کا اِجماع اور مجتہد علماء کا قیاس چونکہ سنت کے ساتھ لاحق ہے اس لئے یہ بھی حق میں داخل ہے۔یا حق سے مراد حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کیونکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر قول اور فعل شریف برحق ہے اور حق حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسا وابستہ ہے جیسے نور سورج سے، یا خوشبو پھول سے وابستہ ہے۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ۬ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَیَهْدِیْهِمْ

مع

[1]......ابن كثير، محمد، تحت الآية: ٣، ٢٨٣/٧، خازن، محمد، تحت الآية: ٣، ٤/١٣٣-١٣٤، ملتقطاً.

وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ﴿۵﴾ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب اُنہیں خوب قتل کرلو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے بات یہ ہے اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لیتا مگر اس لیے کہ تم میں ایک کو دوسرے سے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا۔ جلد اُنہیں راہ دے گا اور اُن کا کام بنا دے گا۔ اور اُنہیں جنت میں لے جائے گا انہیں اس کی پہچان کرادی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کرلو تو (قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے بوجھ رکھ دے۔ (حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا مگر (تمہیں قتال کا حکم دیا) تاکہ تم میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا۔ عنقریب اللہ انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی۔

﴿فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو۔﴾ یعنی جب کافروں اور ایمان والوں کا حال یہ ہے جو بیان ہوا، تو اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ تمہاری جنگ ہو تو اس دوران لڑنے والے کافروں کی کوئی رعایت نہ کرو بلکہ انہیں قتل کرو یہاں تک کہ جب تم انہیں کثرت سے قتل کرلو (جس کی حد یہ ہے کہ کافروں کا زور ٹوٹ جائے اور مسلمانوں پر غالب آنے کا امکان نہ رہے) اور باقی رہ جانے والوں کو قید کرنے کا موقع آ جائے تو اس وقت انہیں مضبوطی سے باندھ دو تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ قید کرنے کے بعد تمہیں دو باتوں کا اختیار ہے، چاہے ان قیدیوں پر احسان کر کے انہیں کوئی فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے لو۔ یہ قتل اور قید کرنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ لڑائی کرنے والے کافر اپنا اسلحہ رکھ دیں اور اس طرح جنگ ختم ہو جائے کہ مشرکین مسلمانوں کی

اطاعت قبول کرلیں یا اسلام لائیں، اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔[1]

﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ: اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا۔﴾ یہاں جہاد کا حکم دینے کی حکمت بیان کی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگ کے بغیر ہی کافروں کو زمین میں دھنسا کر، یا ان پر پتھر برسا کر، یا اور کسی طرح خود ہی اُن سے بدلہ لے لیتا (جیسا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس نے تمہیں جہاد کا حکم دیا تا کہ کافروں کے ذریعے مومنوں کو جانچے (کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا نہیں) کیونکہ اگر وہ جہاد کرتے ہیں تو عظیم ثواب کے مستحق ہو جائیں گے اور دوسری طرف مومنوں کے ذریعے کافروں کو جانچے (کہ وہ حق کا اقرار کرتے ہیں یا نہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے) کہ تمہارے ہاتھوں انہیں کچھ عذاب جلدی پہنچ جائے اور ان میں سے بعض کافر اس سے نصیحت حاصل کر کے اسلام قبول کرلیں۔[2]

اللہ تعالیٰ کی جانچ سے کیا مراد ہے؟

یادر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ کون سا مسلمان اس کی راہ میں جہاد کرے گا اور کون سا کافر اسلام قبول کرے گا اور یہاں اللہ تعالیٰ کے جانچنے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم نہ تھا اور اس جانچ کے ذریعے اسے معلوم ہوا، بلکہ اس جانچ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتا ہے جیسا امتحان لینے اور آزمانے والا کرتا ہے تا کہ فرشتوں اور جنّ و اِنس کے سامنے معاملہ ظاہر ہو جائے۔

﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔﴾ جنگ کے دوران چونکہ مسلمان شہید بھی ہوتے ہیں اس لئے یہاں سے شہیدوں کی فضیلت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بلند درجات کا راستہ دکھائے گا اور ان کے اعمال قبول کر کے ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی پہچان کروا دی تھی اس لئے وہ جنت کی منازِل میں اس ناآشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اسے ہر چیز کے بارے میں

1 ......مدارك، محمد، تحت الآية: ٤، ص١١٣٣، روح المعاني، محمد، تحت الآية: ٤، ١٣/٢٧٢-٢٧٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، محمد، تحت الآية: ٤، ٨/٤٩٩-٥٠٠، روح المعاني، محمد، تحت الآية: ٤، ١٣/٢٧٧، ملتقطاً.

دریافت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے بلکہ وہ واقف کاروں کی طرح داخل ہوں گے، اپنے منازِل اور مساکن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خُدّام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا مقام ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔[(1)]

شہید کے فضائل

احادیث میں بھی شہید کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے دو احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت مِقْدام بن مَعد یکَرِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں شہید کی چھ خصلتیں (یعنی درجے) ہیں، **(1)** پہلی ہی دفعہ میں اسے بخش دیا جاتا ہے۔ **(2)** اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ **(3)** اسے قبر کے عذاب سے امان دی جاتی ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ **(4)** اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا۔ **(5)** 72 حورِ عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔ **(6)** اور اس کے 70 قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[(2)]

(2)......حضرت قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شہید کو چھ خصلتیں عطا کی جاتی ہیں **(1)** اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ **(2)** اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ **(3)** حورِ عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔ **(4،5)** بڑی گھبراہٹ اور قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا۔ **(6)** اسے ایمان کا حُلّہ پہنایا جائے گا۔[(3)]

اہلِ جنت اپنے جنتی گھروں کو پہچانتے ہوں گے

آیت نمبر 6 میں شہید کے بارے میں بیان ہوا کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے انہیں جنت میں ان کے مقام اور نعمتوں کی پہچان کروا دی تھی اور حدیثِ پاک میں عام جنتیوں کے بارے میں بھی اسی طرح کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ

---

❶......ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ٧/٢٨٥-٢٨٦، مدارك، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ص١١٣٤، بغوی، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ٤/١٦٢، ملتقطاً.

❷......ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید، ٣/٢٥٠، الحدیث: ١٦٦٩.

❸......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث قیس الجذامی رضی الله تعالی عنه، ٦/٢٣٤، الحدیث: ١٧٧٩٨.

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مومنین دوزخ سے نجات پا جائیں گے جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل ہے اس پر ان کو روک لیا جائے گا پھر دنیا میں ان میں سے بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہوگی اس کا ان سے بدلہ لیا جائے گا حتّٰی کہ وہ بالکل پاک وصاف ہو جائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان ہے ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنے ٹھکانے کو دنیا میں اپنے ٹھکانے کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔ (1)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ: اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ تعالٰی کے دین اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تعالٰی دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح و کامرانی نصیب فرمائے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں اور دینِ اسلام اور پُلِ صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ (2)

اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرنے کی 7 صورتیں

اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے 7 صورتیں درج ذیل ہیں۔

(1)……اللّٰہ تعالٰی کے دین کو غالب کرنے کیلئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔

---

1 ……بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، ٤/٢٥٦، الحدیث: ٦٥٣٥.

2 ……خازن، محمد، تحت الآیۃ: ٧، ٤/١٣٥، مدارک، محمد، تحت الآیۃ: ٧، ص١١٣٤، ملتقطاً.

(2)......دین کے دلائل کو واضح کرنا، ان پر ہونے والے شبہات کو زائل کرنا، دین کے احکام، فرائض، سُنَن، حلال اور حرام کی شرح بیان کرنا۔

(3)......نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

(4)......دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کوشش اور جدو جہد کرنا۔

(5)......وہ قابل اور مستند علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں، ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔

(6)......نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا۔

(7)......علماء اور مبلغین کی مالی خیر خواہی کر کے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔

نوٹ: ان سات صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں داخل ہیں۔

بندوں سے مدد لینا شرک نہیں

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، اسے نہ بندوں کی مدد کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ اپنے دین کی ترویج واشاعت اور اسے غالب کرنے میں بندوں کی مدد کا محتاج ہے، یہاں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کا فرمایا گیا یہ دراصل ان کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے کہ اس صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ یہاں اسی حوالے سے مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے اس میں کوئی دنیاوی مقصد پیشِ نظر نہ ہو۔

(2)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں، کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ نے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہوگا؟

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے کفر کیا تو اُن پر تباہی پڑے اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے۔ یہ اس لیے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ نے اُتارا تو اللہ نے ان کا کیا دھرا اکارت کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے تباہی و بربادی ہے اور اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔ یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالٰی نے کفر کے دو نتیجے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے دنیا میں تباہی و بربادی ہے اور آخرت میں اللہ تعالٰی نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔ انہیں یہ سزا اس وجہ سے ملی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے قرآن کو ناپسند کیا کیونکہ اس میں شہوات اور لذّات کو ترک کرنے جبکہ طاعات اور عبادات میں مَشَقَّتیں اٹھانے کے احکام ہیں جو نفس پر شاق ہوتے ہیں تو ان کے اس کفر کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے ان کے نیک اعمال برباد کردیئے۔ (1)

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ٘ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۞۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۠ ۞۱۱

ع ۱۱ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اللہ نے اُن پر تباہی ڈالی اور ان کافروں کے لیے بھی ویسی کتنی ہی ہیں۔ یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی اور اِن کافروں کے لیے بھی پہلوں کے انجام جیسی بہت سی سزائیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا

(1) ......خازن، محمد، تحت الآیة: ٨-٩، ١٣٥/٤، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٨-٩، ٥٠١/٨، ملتقطاً.

مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا۔﴾ یہاں سے پچھلی امتوں کا انجام بیان کر کے کافروں کو ڈرایا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کافر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے ہیں اور انہوں نے شام، یمن اور عراق کی جانب سفر کے دوران دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جھٹلانے والی امتوں عاد اور ثمود وغیرہ کا کیسا انجام ہوا، جو اُن کے اجڑے ہوئے مکانات اور محلّات کے آثار سے خوب ظاہر ہے۔ ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی تباہی ڈالی جس سے وہ خود، ان کی اولاد اور ان کے اموال سب ہلاک ہو گئے، لہٰذا ان موجودہ کافروں کو بے فکر نہیں ہونا چاہئے، اگر یہ بھی سیّدِ عالَم محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائیں گے تو ان کے لئے پہلے کافروں جیسی بہت سی سزائیں اور تباہیاں ہیں اور یہ مسلمانوں کی مدد ہونا اور کافروں پر قہر ہونا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں کیونکہ کافروں نے ان بتوں کی پوجا کی جو بے جان ہیں، نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اس لئے ان کا کوئی مددگار نہیں۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور کافر برتتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور آگ میں ان کا ٹھکانا ہے۔

1 ......خازن، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۴/۱۳۶، ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۷/۲۸۷، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۸/۵۰۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ ایمان لانے والوں اوراچھے اعمال کرنے والوں کوان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اورکافر فائدہ اٹھارہے ہیں اورایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اورآگ ان کا ٹھکانہ ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ: بیشک اللّٰہ داخل فرمائے گا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ایمان والوں اورکافروں کا دنیوی حال بیان کیا گیااوراس آیت میں ان دونوں کا اخروی حال بیان کیاجارہاہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ چونکہ ایمان والوں کا مددگار ہے اس لئے انہیں اس کا آخرت میں ثمرہ یہ ملے گا کہ اللّٰہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اوراچھے اعمال کرنے والوں کوان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے انجام کوفراموش کئے ہوئے ہیں اورغفلت کے ساتھ چند دنوں کے لئے اپنے مال ومتاع سے فائدہ اٹھارہے ہیں اورایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں کیونکہ جانوروں کو یہ تمیزنہیں ہوتی کہ کہاں سے کھاناہے،اس لئے انہیں جہاں سے جومل جائے اسے کھانا شروع کردیتے ہیں، اسی طرح کھاتے وقت جانوراس چیز سے غافل ہوتے ہیں کہ اس کھانے کے بعدوہ ذبح کردیئے جائیں گےاوریہی حال کفار کا ہے جوحلال وحرام کی تمیز کئے بغیر کھاتے رہتے ہیں اور غفلت کےساتھ دنیا طلب کرنے اوراس کےعیش وعشرت سے فائدہ اٹھانے میں مشغول ہیں اورآنے والی مصیبتوں کا خیال بھی نہیں کرتے حالانکہ جہنم کی آگ ان کا ٹھکانا ہے۔ (1)

کافروں اور ایمان والوں میں فرق

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اس کا حاصل یہ ہے کہ کافرصرف اپنے پیٹ اورشرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنے میں لگےرہتے ہیں اورآخرت کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے توانہوں نے اپنے دنوں کوکفراورگناہوں میں ضائع کردیااوردنیا میں جانوروں کی طرح کھاتے پیتے رہے جبکہ ایمان والے اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، ریاضت اورمجاہدے کرنے میں مشغول رہتے ہیں اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں عالیشان جنتیں عطافرماکر ان پراحسان فرمایااوریہیں سے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کےاس فرمان ’’دنیامومن کا قیدخانہ اورکافر کی جنت ہے‘‘ کا راز ظاہر ہوا کہ مومن اس چیز کو پہچانتا ہے کہ دنیا قیدخانہ ہےاوراس کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں،اس

(1) ......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیة: ١٢، ١٠/٤٤-٤٥، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٢، ٨/٥٠٣، ملتقطاً.

لئے وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں اسے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جنت اور اس کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں اور کافر چونکہ آخرت کا منکر ہے اس لئے وہ دنیا میں لذّتوں اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا تو اس کے لئے آخرت میں جہنم کی قید اور زَقُّوم کھانے کے سوا کچھ باقی نہ بچا۔[1]

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی غفلت کا حال بھی کچھ کم نظر نہیں آتا اور ان کا حال دیکھ کر یہ نظر آتا ہے کہ وہ موت کے بعد قبر وحشر کے ہولناک احوال سے بے فکر ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہونے والی پیشی اور اعمال کے حساب سے غافل ہیں اور ان کا مقصود صرف دنیا کے عیش و عشرت سے لطف اندوز ہونا اور اس کی زیب و زینت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

مومن اور کافر کے کھانے میں فرق

یہاں آیت کی مناسبت مومن اور کافر کے کھانے میں 4 فرق ملاحظہ ہوں:

(1)......سچا مسلمان کھانے سے پہلے حلال وحرام کی تمیز کرتا ہے کہ کیا میرے لیے اس کا کھانا شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ کافر جانوروں کی طرح حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر کھاتا رہتا ہے۔

(2)......کافر کی نظر جانوروں کی طرح ہر وقت کھانے پینے میں رہتی ہیں جبکہ مومن کی نگاہ ذکر وفکر میں رہتی ہے۔

(3)......کافر کھانے پینے کا حریص ہوتا ہے جبکہ مومن قَناعَت کرنے والا ہوتا ہے۔

(4)......کافر جانور کی طرح اپنے انجام سے غافل رہتے ہوئے کھاتا پیتا ہے جبکہ مومن اپنے انجام پر نگاہ رکھتے اور اس کی فکر کرتے ہوئے کھاتا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہونا بُرا نہیں بلکہ بُرا یہ ہے کہ حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر جو کچھ ملے اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا جائے، یونہی بُرا یہ ہے کہ نعمتوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت کو فراموش کر دیا جائے، بُرا یہ ہے کہ نعمتوں میں کھو کر بندہ اپنے انجام سے غافل ہو جائے اس لئے جو مسلمان اپنے انجام کی فکر کرتے ہوئے اور آخرت کو بہتر بنانے کی تیاری کرتے ہوئے دنیا کی جائز وحلال نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اس میں کوئی برائی نہیں اور جو مسلمان حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یا اپنی آخرت اور انجام سے بے فکر ہو کر نعمتوں

---

[1]......روح البيان، محمد، تحت الآية: ١٢، ٨/٥٠٤.

سے لطف اندوز ہونے میں مشغول رہتا ہے وہ ضرور برا ہے۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوّت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے اُنہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اس شہر سے زیادہ قوت والے تھے جس نے تمہیں باہر نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ: اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اس شہر سے زیادہ قوت والے تھے۔**﴾ شانِ نزول:** جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کی اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے چلے تو مکۂ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تُو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس شہر سے نکلنے پر غم نہ فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں ہی اضافہ فرمائے گا اور ان کافروں کو ذلیل کرے گا اور اپنی تسلی کے لئے اس بات پر غور فرمائیں کہ سابقہ زمانے میں میں بھی کئی شہروں کے باسی اِن کفارِ مکہ سے زیادہ قوت والے تھے جو آپ کے مکۂ مکرمہ سے نکلنے کا سبب بنے ہیں، ہم نے ان سابقہ قوت والے لوگوں کو ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں تھا جو انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچا سکتا تو اسی طرح ہم آپ کے شہر والے کافروں کے ساتھ کریں گے، اس لئے آپ اسی طرح صبر فرمائیں جیسے سابقہ شہروں کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر فرمایا۔(1)

---

(1)......صاوی، محمد، تحت الآیة: ١٣، ١٩٥٤/٥، خازن، محمد، تحت الآیة: ١٣، ١٣٦/٤، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٣، ٥٠٥/٨، ملتقطاً.

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا جس کے بُرے عمل اُسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اُس جیسا ہوگا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنادیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو۔﴾ یہاں سے دوبارہ مومنوں اور کافروں کے احوال بیان کر کے ان میں فرق واضح کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہونے والے شخص سے مراد مومن ہے کیونکہ وہ اپنی مثل بنا کر دکھانے سے عاجز کر دینے والے قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کی مضبوط دلیل پر کامل یقین اور سچا جزم رکھتا ہے، تو جو شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اُس کافر مشرک جیسا ہوگا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنادیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے لگا اور اس نے کفر و بت پرستی اختیار کی، ہرگز وہ مومن اور یہ کافر ایک سے نہیں ہو سکتے اور ان دونوں میں کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ (1)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ-فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۬ۚ

1 ......مدارك، محمد، تحت الآية: ١٤، ص١١٣٥، جلالين، القتال، تحت الآية: ١٤، ص٤٢٠، ملتقطاً.

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اپنے رب کی مغفرت کیا ایسے چین والے ان کے برابر ہو جائیں گے جنہیں ہمیشہ آگ میں رہنا اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراسر لذت ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا (یہ جنتی) اس کے برابر ہو سکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا **ایک وصف** یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو انتہائی لطیف ہے، نہ سڑتا ہے، نہ اس کی بو بدلتی ہے اور نہ ہی اس کے ذائقے میں فرق آتا ہے۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا جبکہ دنیا کے دودھ کا حال اس کے برخلاف ہے کہ وہ خراب ہو جاتا ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ اس جنت میں ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے خالص لذت ہی لذت ہے، وہ دنیا کی شرابوں کی طرح خراب ذائقے والی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں میل کچیل ہے، نہ خراب چیزوں کی آمیزش ہے، نہ وہ سڑ کر بنی ہے، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی، نہ سر چکراتا ہے، نہ خُمار آتا ہے اور نہ ہی دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب آفتیں دنیا ہی کی شراب میں ہیں جبکہ جنت کی شراب ان سب عیوب سے پاک، انتہائی لذیذ، فرحت بخش اور خوش گوار ہے۔

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس میں صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں یعنی وہ شہد صاف ہی پیدا کیا گیا، دنیا کے شہد کی طرح نہیں جو مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس میں موم وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے۔

پانچواں وصف یہ ہے کہ اس جنت میں پرہیزگاروں کے لئے ہر قسم کے پھل اور ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مغفرت ہے کہ وہ رب ان پر احسان فرماتا ہے اور ان سے راضی ہے اور ان پر سے تمام تکلیفی احکام اٹھالئے گئے ہیں، وہ جنتی جو چاہیں کھائیں، جتنا چاہیں کھائیں، وہاں کوئی حساب نہیں ہوگا۔

تو کیا ایسے سُکھ چین والا شخص اس کافر کے برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو پیٹ میں جاتے ہی ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟ (ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہیں بلکہ ان میں انتہائی فرق ہے۔)(1)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر

(1) ......مدارك، محمد، تحت الآية: ١٥، ص١١٣٥، خازن، محمد، تحت الآية: ١٥، ٤/١٣٦-١٣٧، ملتقطاً.

جائیں علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کردی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علم والوں سے کہتے ہیں: ابھی انہوں نے کیا کہا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوگئے۔

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کافر کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے منافق کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو خطبہ وغیرہ میں حقیقت میں انتہائی بے توجّہی کے ساتھ لیکن ظاہر میں بڑے غور سے آپ کے ارشادات سنتے ہیں تاکہ لوگ انہیں مخلص مسلمان سمجھیں، یہاں تک کہ جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علمی مقام رکھنے والے صحابۂ کرام جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: ابھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کیا فرمایا ہے کیونکہ ہم آپ کی باتیں سمجھ نہیں سکے؟ ان منافقوں کا طرزِ عمل بیان کرنے کے بعد ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی پیروی کرنا ترک کردی تو ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی اور ان کے دلوں کو مردہ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لائے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات سن کر ان سے نفع نہ اٹھایا، اپنی باطل خواہشوں کے تابع ہوگئے اور نفاق کو اختیار کیا۔ (1)

وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی۔

(1)......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیۃ: ١٦، ١٠/٤٩-٥٠، خازن، محمد، تحت الآیۃ: ١٦، ٤/١٣٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہدایت پائی تواللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمادی اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطافرمائی۔

﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا: اور جنہوں نے ہدایت پائی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ سن کر نفع نہیں اٹھاتا بلکہ وہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا رہتا ہے اور اس آیت میں مومن کا حال بیان فرما رہا ہے جس نے سن کر نفع اٹھایا اور ہدایت پائی، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ ایمان والے جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام غور سے سنا اور اس سے نفع اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت، علم اور سینے کی کشادگی میں مزید اضافہ فرمادیا اور انہیں پرہیزگاری عطا فرمائی۔ پرہیزگاری عطا فرمانے سے مراد پرہیزگاری کی توفیق دینا ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اُنہیں پرہیزگاری کی جزا دی اور اس کا ثواب عطا فرمایا۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا صلہ مزید نیکی کی توفیق اور ہدایت کا صلہ مزید ہدایت ملنا بھی ہوتا ہے۔ یونہی علم سیکھنے کا صلہ مزید علم کی توفیق ملنا بھی ہے اور علم سیکھنے پر اللہ تعالیٰ مزید علم عطا فرماتا ہے اور دیگر عُلوم کی بھی راہ دکھاتا ہے۔

فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةًۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَاۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ ان پر اچانک آجائے کہ اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں پھر جب وہ آجائے گی تو کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے تو بیشک اس کی (کئی) علامتیں تو آ ہی چکی ہیں پھر جب قیامت آجائے گی تو ان کا نصیحت ماننا انہیں کہاں مفید ہوگا؟

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ١٧، ٤/١٣٧-١٣٨، مدارك، محمد، تحت الآية: ١٧، ص ١١٣٥، ملتقطاً.

﴿فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ: تو وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ کفار اور منافقین قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے کیونکہ توحید و رسالت پر دلائل دیئے جاچکے، سابقہ امتوں کے احوال ان کے سامنے بیان کردیئے گئے، قیامت قائم ہونے اور اس کے ہولناک اُمور کے بارے میں خبریں دے دی گئیں، اس کے باوجود بھی اگر یہ ایمان نہیں لائے تو اب قیامت کے دن ہی ان کا ایمان لانا متوقَّع ہے، یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں حالانکہ اس کی کئی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں جن میں سے ایک نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اور دوسری چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے، پھر جب قیامت آجائے گی تو اس وقت ان کا نصیحت ماننا کہاں مفید ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ اور ایمان قبول ہی نہ کیا جائے گا۔[1]

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ۠ (۱۹)

ع ۶ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: تو جان لو کہ اللّٰہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللّٰہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جان لو کہ اللّٰہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور (اے لوگو!) اللّٰہ دن کے وقت تمہارے پھرنے اور رات کو تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے۔

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: تو جان لو کہ اللّٰہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔﴾ یعنی جب آپ نے جان لیا کہ قیامت قائم ہوتے وقت نصیحت حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو آپ اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت کے بارے میں جو

[1] ......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیة: ١٨، ١٠/٥١-٥٢، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٨، ٨/٥٠٩-٥١٠، ملتقطاً.

علم اور یقین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں کیونکہ یہ قیامت کے دن ضرور نفع دے گا۔ (1)

﴾وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ: اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔﴿ یہاں آیت میں اگر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی گناہ ہوا تھا جس کی معافی مانگنے کا فرمایا گیا کیونکہ آپ یقینی طور پر گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقصد کے پیشِ نظر فرمایا گیا ہوگا، جیسا کہ امام جلالُ الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گناہوں سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کو گناہ سے مغفرت طلب کرنے کا فرمایا گیا (یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے) تاکہ اس معاملے میں امت آپ کی پیروی کرے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مغفرت طلب بھی کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ''میں روزانہ سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔ (2)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: یہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ''ذَنْب'' کی جو نسبت کی گئی اس سے مراد آپ کے اہلِ بیت کی خطائیں ہیں، نیز اس آیت میں امت کے لئے بھی بشارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بھی مغفرت طلب فرمائیں اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے اور مَقْبُولُ الشَّفاعَت ہیں (تو آپ جس کی مغفرت طلب فرمائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ضرور قبول ہوگی۔) (3)

نوٹ: اس مسئلے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے پارہ 24، سورۂ مومن، آیت نمبر 55 کے تحت مذکور تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴾وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ: اور اللہ جانتا ہے۔﴿ یہاں ایمان والوں اور دیگر تمام لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے دن کے وقت کی مشغولیات اور رات کے وقت تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے۔ یعنی وہ تمہارے تمام

---

1 ......صاوی، محمد، تحت الآیة: ١٩، ٥/١٩٥٧.

2 ......جلالین، القتال، تحت الآیة: ١٩، ص ٤٢١.

3 ......صاوی، محمد، تحت الآیة: ١٩، ٥/١٩٥٨.

احوال کو جاننے والا ہے، اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے تو تم اس سے ڈرو۔ (1)

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌۚ-فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُۙ-رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِؕ-فَاَوْلٰى لَهُمْۚ(۲۰) طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۫-فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ۫-فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْۚ(۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہ اُتاری گئی پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم دیکھو گے انہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف اس کا دیکھنا دیکھتے ہیں جس پر مُردنی چھائی ہو تو اُن کے حق میں بہتر یہ تھا۔ کہ فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچّے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت چھائی ہوئی ہو تو ان کے لئے بہتر تھا۔ فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا، پھر جب (جہاد کا) حکم قطعی ہو گیا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔

﴿وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور مسلمان کہتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا بہت

1 ......جلالین مع صاوی، محمد، تحت الآیة: ١٩، ٥/١٩٥٨.

ہی شوق تھا اور اسی شوق کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہو، تاکہ ہم جہاد کریں اور یہی بات منافق بھی کہہ دیا کرتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے جس کا معنیٰ واضح ہو اور اس کا کوئی حکم منسوخ ہونے والا نہ ہو اور اس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو تو تم دلوں میں مُنافَقَت کا مرض رکھنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ پریشان ہو کر تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کے وقت غشی چھائی ہوئی ہو، حالانکہ اگر یہ اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ تو جب جہاد کا حکم قطعی ہو گیا اور جہاد فرض کر دیا گیا تو منافقوں نے اس سے جان چھڑانے کیلئے کوششیں شروع کر دیں حالانکہ اگر یہ ایمان اور اطاعت پر قائم رہ کر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے میں سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔ [1]

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

﴿**فَهَلْ عَسَیْتُمْ: تو کیا تم اس بات کے قریب ہو۔**﴾ جب منافقوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کے خلاف جہاد کریں تو انہوں نے جہاد میں شرکت نہ کرنے سے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکوں کے خلاف جہاد کیسے کریں کیونکہ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ عرب والے ہمارے رشتہ دار

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ٢٠، ٤/١٣٩، مدارك، محمد، تحت الآية: ٢٠، ص١١٣٦، ملتقطاً.

ہیں اور ہمارے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے جنگ کرکے انہیں قتل کرنا رشتے داری کو توڑ دینا ہے اور یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے منافقو! تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے والے کو قتل کرکے زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتے داری توڑ دو۔کیا دورِ جاہلیت میں تم آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے؟ اور کیا اس دوران ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے؟ اور تم اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن نہیں کرتے تھے؟ کیا تمہاری یہ لڑائیاں، قتل اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے جیسا گھناؤنا فعل زمین میں فساد پھیلانا اور رشتے داری توڑ دینا نہیں تھا؟ تو اب تم کس منہ سے یہ کہتے ہو کہ جہاد کرنا زمین میں فساد پھیلانے اور رشتہ داری توڑ دینے جیسی خرابیوں کا حامل ہے اور ان سب شواہد کے ہوتے ہوئے تمہارا جہاد میں شریک نہ ہونے کے لئے یہ عذر پیش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ منافقین اسلامی جہاد کو زمین میں فساد اور خرابیوں کا سبب سمجھتے تھے اس لئے جہاد سے منہ موڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا جو رد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منافقوں کا اسلامی جہاد کے بارے میں یہ نظریہ غلط و باطل تھا اور اس سے ان کا مقصد صرف جہاد میں جانے سے بچنا اور دوسروں کو جہاد میں شرکت سے روکنا تھا۔فی زمانہ بھی اسلام کے دشمن اسلامی جہاد پر اسی طرح کے اعتراض کرتے ہیں اور ان اعتراضات کے ذریعے لوگوں کے دلوں سے اسلام کی محبت اور اس سے قلبی تعلق ختم کرکے اس کے خلاف نفرت ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور مختلف واقعات کو بنیاد بنا کر لوگوں کے سامنے دینِ اسلام کو ایک ایسے دین کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں انسانیت پر بے انتہا ظلم و ستم کی تعلیم دی گئی ہے، اسی طرح اسلام دشمنوں کے افکار و نظریات اور ان کی تعلیمات سے مرعوب کچھ نام نہاد مسلمان بھی اسلامی جہاد سے متعلق ایسا کلام کرتے ہیں جو اس کی حقیقت اور اس کے اصل مقاصد کے بالکل برخلاف ہوتا ہے، حالانکہ ان میں بہت سے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت اس سے کہیں مختلف ہے حتّٰی کہ تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ دینِ اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے انسانوں کا حال کیا تھا اور وہ ظلم و ستم کی کس چکّی میں پس رہے تھے اور لوگ کس طرح غلامی کی زنجیروں میں قید اور اپنے آقاؤں کے ظلم و ستم کا

شکار تھے، بچے، جوان، بوڑھے، مرد اور عورت الغرض ہر سطح کے انسان جس ظلم و زیادتی اور بے رحمی کا شکار تھے وہ تاریخ کے واقِف کار سے ڈھکی چُھپی نہیں اور اس کے مقابلے میں دینِ اسلام کے تاریخی کارناموں پر نظر دوڑائی جائے تو صاف نظر آئے گا کہ دینِ اسلام نے ہی انسانیت کو ظلم وستم کے گہرے اندھیرے سے نکالا، دینِ اسلام نے ہی انسانوں کو سر اُٹھا کر جینا سکھایا، دینِ اسلام نے ہی انسانوں میں انسانیت کی قدر اور عظمت پیدا کی، دینِ اسلام نے ہی زمین میں فساد کو ختم کر کے پُرسکون معاشرہ اور امن کی فضا قائم کی، انسانوں کو ان کے حقوق دلائے اور ان کے حقوق پر دست اندازی کرنے والوں کو شکنجے میں جکڑا اور بڑے فسادیوں کے فساد سے دوسروں کو بچانے کے لئے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے ذریعے ہونے والے فساد سے دوسرے انسانوں کی حفاظت ہو اور یہ دوسروں کے لئے عبرت کا مقام بنیں اور وہ فساد برپا کرنے سے باز رہیں، اسی تناظر میں اسلامی جہاد کو انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور اس کے بنیادی مقاصد پر سچے دل سے غور کیا جائے تو ہر عقلِ سلیم رکھنے والے شخص پر واضح ہو جائے گا کہ اسلامی جہاد سراپا رحمت ہے کیونکہ اس کے ذریعے فساد کا خاتمہ ہوتا اور معاشرے میں امن وسکون قائم ہوتا ہے۔

رشتہ داری توڑنے کی مذمت

آیت میں رشتے داریاں توڑنے کے موضوع پر بھی کلام ہے تو اس کے بارے میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءًۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِۙ(۱۹) الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے

(1) ...... نساء: ۱۔

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (1)

ہیں۔ وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو توڑتے نہیں۔ اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو (اس کی مخلوق میں سے) رشتہ کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اِستغاثہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا ہے؟‘‘ اس نے عرض کی: میں (رشتہ) کاٹنے والوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ارشاد ہوا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے مِلائے میں اسے مِلاؤں گا اور جو تجھے کاٹے میں اسے کاٹ دوں گا؟ اس نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہاں! میں راضی ہوں۔ ارشاد فرمایا ’’تو بس تیرے ساتھ یہی ہوگا۔ (3)

اور حضرت ابو بَکْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سرکشی اور رشتے داری توڑنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں جلد دیدے اور اس کے ساتھ اس کیلئے آخرت میں بھی عذاب کا ذخیرہ رہے۔ (یعنی یہ دونوں گناہ دنیا میں جلد سزا اور آخرت میں عذاب کے زیادہ مستحق ہیں۔) (4)

1 ……رعد: ١٩-٢١.

2 ……رعد: ٢٥.

3 ……بخاری، کتاب التفسير، باب وتقطّعوا ارحامكم، ٣/٣٢٦، الحديث: ٤٨٣٠.

4 ……ترمذی، کتاب صفة القيامة... الخ، ٥٧-باب، ٤/٢٢٩، الحديث: ٢٥١٩.

البتہ یاد رہے کہ جہاں عدل وانصاف یا دین کا معاملہ ہو وہاں رشتے داری کا لحاظ نہ کرنے اور اس کے مقابلے میں دین کو ترجیح دینے کا حکم ہے، یہاں قرآنِ مجید سے اس کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ رشتے داروں کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

1 ......نساء: ۱۳۵۔ 2 ......انعام: ۱۵۲۔ 3 ......سورۂ توبہ: ۲۴۔

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور اُنہیں حق سے بہرا کر دیا اوران کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر اُن کے قفل لگے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو اللہ نے انہیں بہرا کر دیا اوران کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ؟ بلکہ دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ : یہ وہ لوگ ہیں۔﴾ یعنی یہ فساد پھیلانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وعظ ونصیحت سننے سے بہرا کر دیا اور حق کی راہ دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اس لئے اب وہ حق راستے کی طرف ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔ [1]

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ : تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ؟﴾ یعنی جن کے دلوں میں نفاق کے قفل لگے ہیں وہ نہ تو قرآنِ کریم میں غور وفکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے حق کی بات ان میں پہنچ ہی نہیں پاتی۔ تدبُّر قرآنِ پاک میں گہرے غور وخوض کو کہتے ہیں جو تعصّبات اور جانبداری سے پاک اور عقل ونقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کُھل چکی تھی شیطان نے اُنہیں فریب دیا اورانہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی تھی شیطان

---

1 ......روح البیان، محمد، تحت الآیۃ: ۲۳، ۸/۵۱۷، صاوی، محمد، تحت الآیۃ: ۲۳-۲۴، ۵/۱۹۵۹-۱۹۶۰، ملتقطاً۔

نے انہیں فریب دیا اور انہیں (لمبی لمبی) امیدیں دلائیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ: بیشک وہ لوگ جو اپنے پشت پیچھے پلٹ گئے۔﴾ یعنی جو لوگ ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد ایمان سے کفر کی طرف پلٹ گئے انہیں شیطان نے دھوکہ دیا اور ان کی نظر میں برائیوں کو ایسا مزین کیا کہ وہ انہیں اچھا سمجھنے لگے اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے، خوب دنیا کے مزے اٹھالو اور ان پر شیطان کا فریب چل گیا۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس آیت میں اہلِ کتاب کے ان کفار کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانا اور آپ کی نعت وصفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر جاننے پہچاننے کے باوجود کفر اختیار کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، ضَحّاک اور مُفَسِّر سُدِی کا قول ہے کہ ان لوگوں سے مراد منافق ہیں جو ایمان لا کر کفر کی طرف پھر گئے۔[1]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚۖ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اُنہوں نے کہا ان لوگوں سے جنہیں اللہ کا اتارا ہوا ناگوار ہے ایک کام میں ہم تمہاری مانیں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والوں سے کہا: کسی کام میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ٢٥، ٤/١٤١.

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہا۔﴾ یعنی ایمان سے کفر کی طرف پھر جانا اس لیے ہے کہ منافقوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور دین کے احکام کو ناپسند کرنے والے یہودیوں سے پوشیدہ طور پر یہ کہا: بعض کاموں جیسے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت اور حضور کے خلاف ان کے دشمنوں کی امداد کرنے اور لوگوں کو جہاد سے روکنے میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے۔ انہوں نے یہ بات اگرچہ خفیہ طور پر کہی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی چھپی ہوئی ان سب باتوں کو جانتا ہے جو وہ یہودیوں سے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی خبر بھی دے دی ہے۔ (1)

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوگا جب فرشتے اُن کی روح قبض کریں گے اُن کے منہ اور اُن کی پیٹھیں مارتے ہوئے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسی بات کے تابع ہوئے جس میں اللہ کی ناراضی ہے اور اس کی خوشی انہیں گوارا نہ ہوئی تو اس نے ان کے اعمال اَکارت کردیئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی بات کی پیروی کی اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ: تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے۔﴾ اس آیت اور اس

1 ......روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٢٦، ٨/ ٥١٩، خازن، محمد، تحت الآیة: ٢٦، ٤/ ١٤١، مدارک، محمد، تحت الآیة: ٢٦، ص١١٣٧، ملتقطاً.

کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافق لوگ اپنی زندگی میں سازشیں کر رہے ہیں تو اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں گے اور وہ ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گُرزوں سے ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ ان کی اس ہولناک طریقے سے روح قبض کرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس بات کی پیروی کی جو اللّٰہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے اور اس چیز کو ناپسند کیا جس میں اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے تو اس وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے وہ تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے جو انہوں نے ایمان کی حالت میں کئے تھے اور یہ چیز ان کے لئے سزا کا باعث بنی۔

مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہاں اللّٰہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات سے مراد لوگوں کو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں جانے سے روکنا اور کافروں کی مدد کرنا ہے۔ جبکہ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں کہ وہ بات تورات کے ان مضامین کو چھپانا ہے جن میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف ہے۔

اور جس چیز میں اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اس سے مراد ایمان وطاعت، مسلمانوں کی مدد اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا ہے۔[1]

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللّٰہ ان کے چھپے بیر ظاہر نہ فرمائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللّٰہ ان کے چھپے ہوئے بغض و کینے کو ظاہر نہ فرمائے گا۔

﴿ **اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: جن کے دلوں میں بیماری ہے۔** ﴾ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا

1 ……روح البیان ، محمد ، تحت الآیة : ۲۷ - ۲۸ ، ۸/۵۱۹، ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ۲۷، ۷/۲۹٦، خازن، محمد، تحت الآیة: ۲۷-۲۸، ٤/۱٤۱، ملتقطاً۔

وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں موجود نفرت وعداوت کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں فرمائے گا اور ان کے معاملات اسی طرح چھپے رہیں گے، ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا فرمائے گا اور ان کا پردہ فاش فرمادے گا۔[1]

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھادیں کہ تم ان کی صورت سے پہچان لو اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے اور اللہ تمہارے عمل جانتا ہے۔ اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھادیتے تو تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لیتے اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو دیکھ لیں اور تمہاری خبریں آزمالیں۔

﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ: اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھادیتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل اور علامات کے ذریعے ان منافقوں کی پہچان کروادیتے یہاں تک کہ آپ انہیں ان کی صورت سے ہی پہچان لیتے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت میں اپنے حبیب

---

[1] ……روح البيان، محمد، تحت الآية: ٢٩، ٨/٥٢٠، مدارك، محمد، تحت الآية: ٢٩، ص١١٣٧، ملتقطاً.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو منافقوں کی پہچان کروادی ہے۔

اور حضرت اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی منافق پوشیدہ نہ رہا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب کو ان کی صورتوں سے پہچانتے تھے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ضرور انہیں گفتگو کے انداز سے پہچان لوگے اور وہ اپنے ضمیر کا حال آپ سے چھپا نہ سکیں گے، چنانچہ اس کے بعد جو منافق لب ہلاتا تھا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے نفاق کو اس کی بات سے اور اس کے اندازِ کلام سے پہچان لیتے تھے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے لائق جزا دے گا۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو بہت سی اقسام کا علم عطا فرمایا ہے، ان میں صورت سے پہچاننا اور بات سے پہچاننا بھی داخل ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ہم تمہیں جہاد کا حکم دے کر ضرور آزمائش میں ڈالیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور اس پر صبر کرنے والوں کو ظاہر فرمادیں اور تمہاری خبروں کو آزمالیں تاکہ ظاہر ہوجائے کہ طاعت و اخلاص کے دعوے میں تم میں سے کون سچا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰىۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـاؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ(۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت

[1] ......تفسیر قرطبی ، محمد ، تحت الآیة : ۳۰ ، ۸ / ۱۸۱ - ۱۸۲ ، الجزء السادس عشر ، خازن، محمد، تحت الآیة: ۳۰، ۱۴۱/۴-۱۴۲ ، ملتقطاً.

اُن پر ظاہر ہوچکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کردے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل ظاہر ہوچکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاسکیں گے اور بہت جلد اللہ ان کے اعمال برباد کردے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے (ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کیا اور باطنی طور پر) کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے جو جہاد کرنے کا کہا اور اس کے علاوہ جو احکام دیئے اس میں ان کی مخالفت کی حالانکہ ان کے سامنے ہدایت کے دلائل اور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی صداقت بالکل ظاہر ہوچکی تھی، وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاسکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ کوئی اسے نقصان پہنچا سکے بلکہ وہ لوگ ایسا کرکے اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال برباد کردے گا تو وہ آخرت میں ان اعمال کا کوئی ثواب نہ دیکھیں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کئے گئے تھے اور جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اس کا ثواب ہی کیا؟

بعض مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب کفارِ قریش جنگِ بدر کے لئے نکلے تو وہ سال قحط کا تھا اور لشکر کا کھانا قریش کے دولت مند افراد نے ہر ہر پڑاؤ پر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ مکۂ مکرمہ سے نکل کر سب سے پہلا کھانا ابوجہل کی طرف سے تھا جس کے لئے اس نے دس اونٹ ذبح کئے تھے، پھر صَفْوان نے عُسْفان کے مقام میں نو اونٹ، پھر سَہْل نے قُدَیْد کے مقام میں دس اونٹ ذبح کئے، یہاں سے وہ لوگ سمندر کی طرف پھر گئے اور رستہ گُم ہوگیا تو ایک دن ٹھہرے رہے، وہاں شَیْبَہ کی طرف سے کھانا ہوا اور نو اونٹ ذبح ہوئے، پھر اَبْواء کے مقام میں پہنچے، وہاں مِقْیَس جُمَحِی نے نو اونٹ ذبح کئے۔ حضرت عباس کی طرف سے بھی دعوت ہوئی، اس وقت تک آپ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے، آپ کی طرف سے دس اونٹ ذبح کئے گئے، پھر حارث کی طرف سے نو، اور ابوالبَخْتَرِی کی طرف سے بدر کے چشمے پر دس اونٹ ذبح ہوئے۔ ان کھانا دینے والوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے خود کفر کیا اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں داخل ہونے سے

روکا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا حق ہونا بالکل ظاہر ہونے کے بعد ان کی مخالفت کی، وہ اپنے کفر اور لوگوں کو روکنے کے ذریعے ہرگز اللّٰہ تعالٰی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور بہت جلد اللّٰہ تعالٰی ان کے وہ اعمال برباد کردے گا جو انہوں نے اللّٰہ تعالٰی کے دین کو مٹانے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت میں کئے ہیں، چنانچہ وہ اپنے مقاصد کو پورا نہیں کرسکیں گے۔[1]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ : اے ایمان والو! اللّٰہ کا حکم مانو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ کافروں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی اور اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے رہیں، چنانچہ اس آیت میں پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم جو اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے ہو اور ان کی اطاعت کرتے ہو اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ریاکاری یا منافقت کرکے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللّٰہ تعالٰی اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو ریاکاری اور نفاق سے خالی ہو اور صرف اللّٰہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔

اس آیت میں عمل کو باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لہٰذا آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفلی نماز یا

[1] ......قرطبی ، محمد ، تحت الآیة: ٣٢، ١٨٢/٨، الجزء السادس عشر، خازن، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ١٤٢/٤، صاوی، محمد ، تحت الآیة : ٣٢ ، ٥ / ١٩٦٢ ، مدارك ، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ص١١٣٨، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ٥٢٢/٨، ملتقطاً.

روزہ یا کوئی اور ہی عمل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے بلکہ اسے پورا کرے۔

نیک اعمال برباد کرنے والے اعمال

یہاں آیت کی مناسبت سے ہم 6 ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جو نیک اعمال کو باطل اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بچیں اور اپنے اعمال کو برباد ہونے سے بچائیں،

(1)......کفر و شرک: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًاؕ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

(2)......مرتد ہونا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد

1 ......اعراف: ١٤٧.

2 ...... کہف: ١٠٣-١٠٦.

كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ-وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (1)

ہو جائے پھر کافر ہی مرجائے توان لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ٘-وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

(3)……منافقت: چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ-وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ(۱۸) اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ-فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِۚ-فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِؕ-اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْؕ-وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آ ؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللّٰہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے۔

(4)……نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا: چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی

1……بقرہ:۲۱۷۔ 2……مائدہ:۵۔ 3……احزاب:۱۸،۱۹۔

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [1]

آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5)......صدقہ دے کر احسان جتانا اور تکلیف پہنچانا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو۔

(6)......نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ٘ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو نیک اعمال کی بربادی کا سبب بنتے ہیں، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ ہرگز اُنہیں نہ بخشے گا۔

---

1 ......حجرات: ٢.

2 ......بقرہ: ٢٦٤.

3 ......ھود: ١٥، ١٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچانے والے راستے سے روکا، پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہر گز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا کیونکہ وہ کفر پر مرے ہیں تو اسی کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت قُلَیب والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ قلیب بدر میں ایک کنواں ہے جس میں ابوجہل اور اس کے ساتھ دیگر مقتول کفار ڈالے گئے تھے، البتہ اس آیت کا حکم ہر اس کافر کے لئے عام ہے جو کفر پر مرا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ہر گز مغفرت نہ فرمائے گا۔ (1)

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۗۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم سُستی نہ کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہر گز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم سستی نہ کرو اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو اور تم ہی غالب ہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہر گز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ: تو تم سستی نہ کرو اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو۔﴾ یہاں آیت میں اگرچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے خطاب فرمایا جا رہا ہے لیکن اس حکم میں تمام مسلمان

1 ......روح البيان، محمد، تحت الآية: ٣٤، ٨/٥٢٣، خازن، محمد، تحت الآية: ٣٤، ٤/١٤٢، ملتقطاً.

شامل ہیں اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے اعمال باطل کر دے گا اور ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا تو تم دشمن کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور کفار کو خود صلح کی طرف دعوت نہ دو کیونکہ اس میں ذلّت ہے اور ان سے جنگ کرو، اس میں تم ہی ان پر غالب ہوگے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور نصرت سے تمہارے ساتھ ہے تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو وہی غالب آئے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا بلکہ تمہیں اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔[1]

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْــٴَـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْــٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر اُنہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کر دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو وہ تمہیں تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر اللہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا۔

﴿ اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کی ہمّت بڑھا کر انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی اور اب اس آیت سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی بیان فرما کر جہاد کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو!

[1] ......خازن، محمد، تحت الآية: ٣٥، ٤/١٤٢-١٤٣، روح البيان، محمد، تحت الآية: ٣٥، ٨/٥٢٣، ملتقطاً.

کافروں کے خلاف جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں اور دنیوی زندگی کی رغبت تمہیں جہاد چھوڑ دینے پر نہ ابھارے کیونکہ دنیا کی زندگی تو کھیل کود کی طرح ہے اور یہ اتنی جلد گزر جاتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا، لہٰذا اس میں مشغول ہونا کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''اے لوگو! اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے ایمان اور پرہیزگاری کا ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے لئے تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہے، البتہ تمہیں راہِ خدا میں کچھ مال خرچ کرنے کا حکم دے گا تاکہ تمہیں اس کا ثواب ملے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم میں سے اکثر اس کی اطاعت کرنے کی بجائے بخل کرنے لگیں گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا کیونکہ انسان فطری طور پر مال سے محبت کرتا ہے اور جس سے اس کی محبوب چیز لے لی جائے تو اس کے دل میں موجود باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ وہ ان پر ایسے احکام نافذ نہیں فرماتا جنہیں پورا کرنا انتہائی دشوار ہو۔[1]

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۠ (۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں یہ جو تم ہو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور

ع ۸

[1] ......تفسیر طبری، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ١١/٣٢٨، خازن، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٤/١٤٣، مدارك، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ص ١١٣٨، صاوی، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٥/١٩٦٣-١٩٦٤، ملتقطاً.

جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ : ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں، تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہاں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جہاں خرچ کرنا تم پر ضروری ہے تو تم میں کوئی صدقہ دینے اور فرض ادا کرنے میں بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے کیونکہ وہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جائے گا اور بخل کرنے کا نقصان اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات اور طاعات سے بالکل بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فضل و رحمت کے محتاج ہو تو وہ تمہیں جو بھی حکم دیتا ہے تمہارے فائدے کے لئے ہی دیتا ہے، اگر تم اس پر عمل کرو گے تو نفع اٹھاؤ گے اور نہیں کرو گے تو نقصان بھی تمہیں ہی ہوگا اور یاد رکھو! اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے منہ پھیرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نافرمان نہ ہوں گے بلکہ انتہائی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں گے۔ (1)

فرض مال خرچ کرنے کے دینی اور دنیوی فوائد

یاد رہے کہ بعض مقامات پر مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے جیسے حقدار کو زکوٰۃ دینا، اور یہ اس وجہ سے ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے مال کی حاجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام حاجتوں سے بے نیاز ہے بلکہ بندے ہی ہر طرح سے اس کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو مال خرچ کرنا فرض فرمایا اس میں بندوں کا ہی دینی اور دنیوی فائدہ ہے، دینی فائدہ تو یہ ہے کہ مال خرچ کرنے کی صورت میں وہ ثواب کے حقدار ٹھہریں اور نہ خرچ کرنے کے وبال سے بچ جائیں گے جبکہ دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اگر اپنے معاشرے کے غریب اور مُفْلُوکُ الحال لوگوں کو زکوٰۃ ملے گی تو انہیں معاشی سکون نصیب ہوگا، معاشرے سے غربت اور محتاجی کا خاتمہ ہوگا۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایک دور ایسا آچکا ہے جس میں مالدار مسلمان اسلام کے احکام پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے اپنی زکوٰۃ وغیرہ غریب مسلمانوں پر خوب

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ٣٨، ٤/١٤٣، مدارك، محمد، تحت الآية: ٣٨، ص١١٣٨-١١٣٩، روح البيان، محمد، تحت الآية: ٣٨، ٨/٥٢٥-٥٢٧، ملتقطاً.

خرچ کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں غربت کا خاتمہ ہوا اور مسلمانوں نے ترقی کی بلندیوں کو چھوا اور اسلام کے آخری زمانے میں بھی ایک وقت ایسا آئے گا جس میں مسلمان اتنے مالدار ہوجائیں گے کہ ان میں بڑی مشکل سے زکوٰۃ لینے والا ملے گا، جیسا کہ حضرت حارِثہ بن وَہْب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ آدمی کہے گا: اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی ضرورت نہیں۔''[1]

آج بھی اگر ہمارے معاشرے کے مالدار مسلمان اپنی زکوٰۃ ہی صحیح طور پر اپنے ملک کے غریبوں کو دے دیں تو شاید اس ملک میں کوئی غریب نہ رہے اور غربت کے باعث آج معاشرے میں جو بدامنی پھیلی ہوئی ہے وہ ختم ہوجائے اور پورا ملک امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

بخل کرنے کے دینی اور دنیوی نقصانات

بخل کرنے کے بہت سے دینی اور دنیوی نقصانات ہیں، ہم یہاں اس کے 5 دینی اور 6 دنیوی نقصانات ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگ بخل کرنے سے بچیں، چنانچہ اس کے دینی نقصانات یہ ہیں

(1)......بخل کرنے والا کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے اور انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے، جیسے قارون کو اس کے بخل نے کافر بنادیا۔

(2)......بخل کرنے والا گویا کہ اس درخت کی شاخ پکڑ رہا ہے جو اسے جہنم کی آگ میں داخل کرکے ہی چھوڑے گی۔

(3)......بخل کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔

(4)......بخل کرنے والا مال خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہوجاتا اور نہ خرچ کرنے کے وبال میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

(5)......بخل کرنے والا حرص جیسی خطرناک باطنی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے اور اس پر مال جمع کرنے کی دھن سوار جاتی ہے اور اس کیلئے وہ جائز ناجائز تک کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور بخل کے دنیوی نقصانات یہ ہیں:

(1)......بخل آدمی کی سب سے بدتر خامی ہے۔

[1] ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصّدقۃ قبل الرد، ۱/۴۷۶، الحدیث: ۱۴۱۱.

(2)......بخل ملامت اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔

(3)......بخل خونریزی اور فساد کی جڑ اور ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

(4)......بخل ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔

(5)......بخل کرنے سے رشتہ داریاں ٹوٹتی ہیں۔

(6)......بخل کرنے کی وجہ سے آدمی مال کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بخل جیسی بدترین باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا: اور اگر تم منہ پھیرو گے۔﴾ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے خطاب ہے (اگر ایسا ہے) تو (یہ تبدیلی بالفعل حاصل نہیں ہوئی بلکہ) اس سے مقصود محض ڈرانا ہے کیونکہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ (کو یہ مقام حاصل ہے کہ ان) کے بعد کوئی شخص بھی ان کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو (یعنی جیسے کوئی اپنے نوکر سے کہے کہ اگر تم نے صحیح کام نہ کیا تو میں تمہیں نوکری سے نکال دوں گا تو اس کہنے کے بعد ضروری نہیں کہ نوکر غلط کام ضرور کرے گا بلکہ یہ محض سمجھانا تھا)۔ یا یہاں خطاب منافقوں سے ہے، (اگر ایسا ہے) تو یہ تبدیلی بالفعل ہوئی ہے (اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آئے ہیں جو ان جیسے نہ تھے بلکہ مخلص اور انتہائی اطاعت گزار مومن تھے۔)[1]

---

[1] ......صاوی، محمد، تحت الآیۃ: ٣٨، ١٩٦٤/٥.

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

سورۂ فتح کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فتح مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **4** رکوع، **29** آیتیں، **568** کلمے اور **2559** حروف ہیں۔

"فتح" نام رکھنے کی وجہ

اس سورتِ مبارکہ کی پہلی آیت میں حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روشن فتح کی بشارت دی گئی، اس مناسبت سے اس سورۂ مبارکہ کا نام "سورۂ فتح" ہے۔

سورۂ فتح کی فضیلت

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک سفر کے دوران میں نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے (اس سورت کی) یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرما دیا۔ (1)

سورۂ فتح کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں صلحِ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی

---

(1) ......بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الفتح، ٣/٤٠٦، الحديث: ٥٠١٢.

گئی ہے کہ یہ صلح مکۂ مکرمہ کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور اب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہونے کا وقت قریب ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں فتحِ مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اس مہم سے مسلمانوں کو عظیم کامیابی اور جنت حاصل ہوگی اور یہ مہم ان منافقوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا سبب بنی جنہوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یہ بدگمانی کی کہ وہ مسلمانوں کو موت کے منہ میں لے جارہے ہیں اور اب ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر واپس نہیں آئے گا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاضر وناظر، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتوقیر کریں۔

(3)......منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ جو مسلمان اندھے، لنگڑے اور بیمار ہیں وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہوسکیں تو ان پر کوئی حرج نہیں، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمادے گا۔

(4)......حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اور مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا گیا۔

(5)......حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ سے جنگ کی بجائے صلح ہونے میں مسلمانوں پر جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا وہ بیان کیا گیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خواب کی تصدیق اور اس کی تعبیر میں تاخیر کی حکمت بیان کی گئی۔

(6)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام آپس میں نرم دل جبکہ کافروں پر سخت ہیں، نیز نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں سے مغفرت اور عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا گیا۔

سورۂ محمد کے ساتھ مناسبت

سورۂ فتح کی اپنے سے ماقبل سورت ''سورۂ محمد'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ محمد میں جہاد کی کیفیت بتائی گئی کہ جب کفار سے معرکہ آرائی ہو تو انہیں قتل کیا جائے اور جو قتل ہونے سے بچ جائیں انہیں قید کر لیا جائے اور سورۂ فتح میں اس کیفیت کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا کہ اس طرح کرنے سے مدد اور فتح حاصل ہوگی۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں مسلمانوں، مشرکوں اور منافقوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا۔

﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا۔﴾ اس آیت میں صرف نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے آپ کے لئے ایسی فتح کا فیصلہ فرمادیا ہے جو انتہائی عظیم، روشن اور ظاہر ہے۔

شانِ نزول: حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب ''**اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا**'' سے لے کر ''**فَوۡزًا عَظِیۡمًا**'' تک آیات نازل ہوئیں اس وقت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حدیبیہ سے واپس لوٹ

رہے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بہت حزن وملال تھا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ میں اونٹ نحر فرما دیا تھا، (جب یہ آیات نازل ہوئیں) تو ارشاد فرمایا: ''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔''(1)

ترمذی شریف کی روایت میں ہے، حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی '' **لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ** '' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مبارک ہو، بیشک اللّٰہ تعالٰی نے بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا لیکن (ابھی تک یہ بیان نہیں فرمایا گیا کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ پھر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللّٰہ ان کی برائیاں ان سے مٹا دے، اور یہ اللّٰہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔(3)

اس آیت میں جس فتح کی بشارت دی گئی اس سے کون سی فتح مراد ہے، اس کے بارے میں مفسّرین کے مختلف اقوال ہیں، اکثر مفسّرین کے نزدیک اس سے صلحِ حدیبیہ کی فتح مراد ہے۔ حدیبیہ مکۂ مکرمہ کے نزدیک ایک کنواں ہے اور اس سارے واقعہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خواب دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ہمراہ امن کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے، ان میں سے کوئی حلق کئے

---

1 ......مسلم، كتاب الجهاد والسّير، باب صلح الحديبية فى الحديبية، ص٩٨٧، الحديث: ٩٧(١٧٨٦).

2 ......فتح: ٥.

3 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الفتح، ٥/١٧٦، الحديث: ٣٢٧٤.

ہوئے اور کوئی قصر کئے ہوئے تھا، نیز آپ کعبۂ معظّمہ میں داخل ہوئے، کعبہ کی چابی لی، طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اس خواب کی خبر دی تو سب خوش ہوئے۔ پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور 1400 صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ، سن 6 ہجری کو روانہ ہوگئے اور ذوالحُلَیْفَہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں، عمرہ کا احرام باندھا اور حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اکثر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی احرام باندھا۔ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے **جُحفَہ** سے احرام باندھا۔ راستے میں پانی ختم ہوگیا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: لشکر میں پانی بالکل باقی نہیں ہے، صرف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے برتن میں تھوڑا سا پانی بچا ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے برتن میں دستِ مبارک ڈالا تو مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جوش مارنے لگے، پھر سارے لشکر نے پانی پیا اور وضو کیا۔ جب مقامِ عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفارِ قریش بڑے ساز وسامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو پھر پانی ختم ہوگیا حتّٰی کہ لشکر والوں کے پاس ایک قطرہ نہ رہا، اوپر سے گرمی بھی بہت شدید تھی۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کنوئیں میں کلی فرمائی تو اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، پھر سب نے وہ پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفارِ قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے اور سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن انہیں یقین نہ آیا تو آخر کار انہوں نے عُرْوَہ بن مسعود ثَقَفی کو حقیقت حال جاننے کے لئے بھیجا، یہ طائف کے بڑے سردار اور عرب کے انتہائی مالدار شخص تھے، اُنہوں نے آ کر دیکھا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تَبَرُّک کے طور پر غُسالہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر کبھی لعابِ دہن ڈالتے ہیں تو لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے مل لیتا ہے، جسمِ اقدس کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا اگر کبھی جدا ہوا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کلام فرماتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ادب و تعظیم کی وجہ سے کوئی شخص اوپر کی طرف نظر

نہیں اُٹھا سکتا۔ عُروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا: میں فارس، روم اور مصر کے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُن کے اصحاب میں ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوسکو گے۔ قریش نے کہا ایسی بات مت کہو، ہم اس سال انہیں واپس کردیں گے وہ اگلے سال آئیں۔ عُروہ نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے گی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللّٰہ تعالٰی نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ اسی مقام پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بیعت لی، اسے ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے رائے دینے والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کرلیں، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور آئندہ سال حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نفع مند ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر مفسرین فتح سے صلحِ حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض مفسرین وہ تمام اسلامی فتوحات مراد لیتے ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں جیسے مکہ، خیبر، حنین اور طائف وغیرہ کی فتوحات۔ اس صورت میں یہاں فتح کو ماضی کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان فتوحات کا وقوع یقینی تھا۔ (1)

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاۙ ﴿۲﴾ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللّٰہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ اور اللّٰہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

(1)......خازن، الفتح، تحت الآیة: ١، ٤/ ١٤٤، روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ١، ٩/ ٣-٧، جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیة: ١، ٥/ ١٩٦٥-١٩٦٦، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اوراپنا انعام تم پر تمام کردے اورتمہیں سیدھی راہ دکھادے۔اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

﴾ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔﴿ اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ''ہم نے آپ کے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا'' اور اس آیت سے فتح کا فیصلہ فرمادینے کی عِلّت بیان کی جارہی ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کے لئے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے آپ کے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور آپ کی بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آیتِ مبارکہ کے اس حصے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں بہت تفصیل سے کلام فرمایا ہے، اس میں سے ایک جز کا خلاصہ یہ ہے کہ ''سورۂ فتح کی اس آیتِ کریمہ میں موجود لفظ '' لَكَ '' میں لام تعلیل کا ہے اور '' مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ '' سے مراد ''تمہارے اگلوں کے گناہ'' ہے اور اگلوں سے میری مراد سیّدنا عبداللہ اور سیّدتنا آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے لے کر نسبِ کریم کی انتہاء تک تمام آبائے کرام اور اُمّہاتِ طیّبات مراد ہیں، البتہ ان میں سے جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جیسے حضرت آدم، شیث، نوح، خلیل اور اسماعیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، وہ اس سے مُستثنیٰ ہیں، اور '' مَا تَاَخَّرَ '' سے مراد ''تمہارے پچھلے'' یعنی ''قیامت تک تمہارے اہلِ بیت اور امتِ مرحومہ'' مراد ہے، تو آیتِ کریمہ کا حاصل یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتحِ مبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے تم سے تعلق رکھنے والے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ (1)

نوٹ: اس آیتِ مبارکہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 394 تا 401 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴾ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ: اوراپنا انعام تم پر تمام کردے۔﴿ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے فتح کا جو فیصلہ فرمایا اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ

---

(1) ......فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۴۰۱، ملخصاً۔

تعالیٰ اپنی دُنْیَوی اور دینی نعمتیں آپ پر تمام کردے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو رسالت کی تبلیغ اور ریاست میں اصول و قوانین قائم کرنے میں سیدھی راہ دکھادے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے اور دشمنوں پر کامل غلبہ عطا فرمائے۔ (1)

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًاۙ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اُتارا تاکہ اُنہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی مِلک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کے یقین پر یقین میں اضافہ ہو اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مدد فرمانے کا ذکر ہوا اور اس آیت میں مدد کی صورت بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی صلح اور امن کے ذریعے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو جائے اور عقیدہ راسخ ہونے کے باوجود نفس کو اطمینان حاصل ہو اور یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے جنگ وغیرہ کے دوران ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر جیسے فرشتے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں اور وہ اس پر قادر ہے کہ جس سے چاہے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمائے

1 ......بیضاوی، الفتح، تحت الآیة: ۲-۳، ۵/۲۰۰، خازن، الفتح، تحت الآیة: ۲-۳، ۴/۱۴۵، ملتقطاً.

لیکن اس نے کسی اور کو مدد کرنے پر مُقرر نہیں فرمایا بلکہ اے ایمان والو! تمہارے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرنا اوران کے دشمنوں کو ہلاک کرنا تمہارے ہاتھوں سے ہو اور اس کی وجہ سے تمہیں ثواب اور دشمنوں کو عذاب ملے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کے تمام لشکروں کا علم رکھنے والا اوران کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے۔ (1)

لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًاۙ ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِؕ عَلَیْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں اوران کی بُرائیاں اُن سے اُتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مَردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر بُرا گمان رکھتے ہیں انہیں پر ہے بُری گردش اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور اُنہیں لعنت کی اوران کے لیے جہنم تیار فرمایا اور وہ کیا ہی بُرا انجام ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں

---

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ٤، ٤/١٤٥-١٤٦، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ٤، ص١١٤١، ملتقطاً.

بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تا کہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ اور تا کہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ پر برا گمان کرتے ہیں بری گردش انہیں پر ہے اور اللہ نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ: تا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں داخل فرمادے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا اور ایمان والوں کے دلوں کو تسکین دی، اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ ایمان والے اللہ تعالٰی کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں جس پر اللہ تعالٰی انہیں ثواب عطا فرمائے اور ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی ایمان والوں کے ان گناہوں کو مٹادے جو ان سے سرزَد ہوئے تا کہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں، اور یہ جنت میں داخل کیا جانا اور برائیوں کا مٹادیا جانا اللہ تعالٰی کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مدینہ منورہ کے منافق مَردوں اور منافقہ عورتوں کو اور مکہ مکرمہ کے مُشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو ان کے باطنی اور ظاہری کفر کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ تعالٰی پر بُرا گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول، دوعالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد نہ فرمائے گا۔ ان کے بُرے گمان کا وبال عذاب اور ہلاکت کی صورت میں انہیں پر ہے اور اللہ تعالٰی نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔[1]

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝۷

[1] ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ٥-٦، ٤/١٤٦، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ٥-٦، ص١١٤١، روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ٥-٦، ٩/١٤-١٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کی مِلک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی مِلکیَّت میں ہیں۔﴾ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب صلحِ حدیبیہ ہوگئی تو عبداللہ بن اُبی نے کہا: کیا محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اہلِ مکہ سے صلح کر لی یا مکہ کو فتح کر لیا تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا (اگر ایسی بات ہے) تو فارس اور روم کدھر جائیں گے؟ تب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکروں کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے اور یہ فارس و رُوم کے لشکروں سے بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالٰی اس پر قادر ہے کہ وہ ان میں سے جس لشکر کے ذریعے چاہے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ایمان والوں کے دشمن (اور اس) کی سازش کو دور فرما دے اور اللہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ غالب ہے تو اس کے عذاب کو کوئی دور نہیں کرسکتا اور وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے۔ (1)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ کو اپنی امت کے اَعمال اور اَحوال کا مشاہدہ فرمانے والا بنا کر بھیجا تاکہ آپ قیامت کے دن ان کی گواہی دیں اور دنیا میں ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں، نافرمانوں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (2)

---

1 ......قرطبی، الفتح، تحت الآیة: ٧، ١٩١/٨، الجزء السادس عشر، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ٧، ص ١١٤١، ملتقطاً.

2 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ٨، ١٤٦/٤.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ جو تمھاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو مَعَاذَاللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ اَلیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال واعمال واحوال اُن کے سامنے ہوں (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ) طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ'' بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔(1)

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شاہد، مُبَشِّر اور نذیر بنا کر بھیجنے کے گویا 3 مَقاصِد بیان فرمائے ہیں، پہلا مقصد یہ ہے

1 ...... کنز العمال بحواله طبرانی ، کتاب الفضائل ، قسم الافعال ، الباب الاول ، ٦ / ١٨٩ ، الجزء الحادی عشر ، الحدیث: ٣١٩٦٨ ، فتاوی رضویہ، ۱۵/۱۶۸۔

کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں، دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر کریں، تیسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔ پہلا مقصد تو واضح ہے جبکہ دوسرے مقصد کے بارے میں بعض مفسرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں تعظیم وتوقیر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر کرو، البتہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر کرنا ہے۔ تیسرے مقصد کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد ان اوقات میں ہر نقص وعیب سے اس کی پاکی بیان کرنا ہے، یا صبح کی تسبیح سے مراد نمازِ فجر اور شام کی تسبیح سے باقی چاروں نمازیں مراد ہیں۔ (1)

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر انتہائی مطلوب اور بے انتہاء اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتوقیر کو مُقدَّم فرمایا ہے اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کرتے ہیں ان کے کامیاب اور بامُراد ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

[illegible]

دنیا کے شہنشاہوں کا اصول یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی شہنشاہ آتا ہے تو وہ اپنی تعظیم کے اصول اور اپنے دربار کے آداب خود بناتا ہے اور جب وہ چلا جاتا ہے تو اپنی تعظیم وادب کے نظام کو بھی ساتھ لے جاتا ہے لیکن کائنات

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ٩، ص ١١٤١، خازن، الفتح، تحت الآية: ٩، ٤/١٤٦-١٤٧، ملتقطاً.

2 ......اعراف:١٥٧.

میں ایک شہنشاہ ایسا ہے جس کے دربار کا عالَم ہی نرالا ہے کہ اس کی تعظیم اوراس کی بارگاہ میں ادب واحترام کے اصول و قوانین نہ اس نے خود بنائے ہیں اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی اور نے بنائے ہیں بلکہ اس کی تعظیم کے احکام اوراس کے دربار کے آداب تمام شہنشاہوں کے شہنشاہ، تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور ساری کائنات کو پیدا فرمانے والے رب تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور بہت سے قوانین ایسے ہیں جو کسی خاص وقت تک کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر فرمائے ہیں اوروہ عظیم شہنشاہ اس کائنات کے مالک ومختار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہے، جن کی تعظیم وتوقیر کرنے کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور قرآنِ مجید میں آپ کی تعظیم اورادب کے باقاعدہ اصول اوراحکام بیان فرمائے، یہاں اس شہنشاہ کے ادب وتعظیم کے اَحکام پر مشتمل قرآنِ مجید کی 9 آیات ملاحظہ ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے متعدد اَحکام دیئے ہیں،

(1)......حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی بلائیں فوراً ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

(2)......بارگاہِ رسالت میں کوئی بات عرض کرنے سے پہلے صدقہ دے لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تم (اس پر قدرت) نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بعد میں وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

---

1 ......انفال:٢٤.

2 ......مجادله:١٢.

(3)......ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ پکارو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے۔

(4)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بات کرتے وقت ان کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو اور ان کی بارگاہ میں زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5)......جس کلمہ میں ادب ترک ہونے کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے، جیسا کہ لفظِ ''رَاعِنَا'' کو تبدیل کرنے کا حکم دینے سے یہ بات واضح ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(6)......کسی قول اور فعل میں ان سے آگے نہ بڑھو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

---

1 ......نور:٦٣.

2 ......حجرات:٢.

3 ......بقرہ:١٠٤.

4 ......حجرات:١.

(7)......**حُجروں کے باہر سے پکارنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بے عقل فرمایا اور انہیں تعظیم کی تعلیم دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ** ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(8)......**رسولِ اکرم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **کے گھر میں اجازت کے بغیر نہ جاؤ اور وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھو، چنانچہ اللہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًاؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

---

1 ......حجرات: ٤، ٥.

2 ......احزاب: ٥٣.

ان آیات میں دیئے گئے اَحکام سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و تعظیم انتہائی مطلوب ہے اور ان کا ادب و تعظیم نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی سخت ناپسندیدہ ہے حتّٰی کہ اس پر سخت وعیدیں بھی ارشاد فرمائی ہیں، اسی سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و تعظیم کرنا شرک ہرگز نہیں ہے، جو لوگ اسے شرک کہتے ہیں ان کا یہ کہنا مردود ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب　　اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے اللہ تعالیٰ کے وہ اَحکام سنے جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام کرنے کا فرمایا گیا ہے، اسی لئے ان عالی شان ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور ان کی بابرکت بارگاہ کے ادب و احترام کی انتہائی شاندار مثالیں رقم کی ہیں اور اگرچہ انہیں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت کا فیض بہت زیادہ حاصل تھا، یونہی یہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی شدید محبت بھی کرتے تھے اس کے باوجود تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے کبھی مُرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر میں اضافہ ہی کرتے تھے، جیسے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہترین اَلقاب کے ساتھ، انتہائی عاجزی سے اور آپ کے مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت کرتے ہوئے خطاب کرتے تھے اور جب کلام کرتے تو اس کی ابتداء میں سلام کے بعد یوں کہتے "فَدَیْتُکَ بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ" میرے ماں باپ بھی آپ پر فدا ہوں، یا یوں کہتے "بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَارَسُوْلَ!" میری جان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نثار رہے۔

حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گرد اس طرح (ساکن) بیٹھے ہوئے تھے گویا

ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ [1]

یہ تو ان کی اجتماعی تعظیم کا حال تھا اب اِنفرادی تعظیم پر مشتمل دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں روایت ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو طوافِ کعبہ کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ''**مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' میں اس وقت تک طواف نہیں کرسکتا جب تک کہ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طواف نہیں کرتے۔ [2]

(2)......غَزْوَۂ خیبر سے واپسی میں صہبا کے مقام پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نمازِ عصر پڑھی، اس کے بعد حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے (کسی وجہ سے ابھی تک) نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، یہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے، مگر اس خیال سے کہ زانو سَر کاتا ہوں تو کہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک نیند میں خَلل نہ آجائے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چشمِ مبارک کھلی تو حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی تو سورج پلٹ آیا، حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے نمازِ عصر ادا کی، پھر سورج ڈوب گیا۔ [3]

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کی خاطر عبادات میں سے افضل عبادت نماز اور وہ بھی درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر قربان کردی، نیز ہجرت کے موقع پر یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو جاں نثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے اور ان واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

مَولیٰ علی نے واری تِری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خَطر کی ہے

---

1 ......شفاء، القسم الثاني، الباب الثالث، فصل في عادة الصحابة في تعظيمه... الخ، ص٣٨، الجزء الثاني.

2 ......شفاء، القسم الثاني، الباب الثالث، فصل في عادة الصحابة في تعظيمه... الخ، ص٣٩، الجزء الثاني.

3 ......شفاء، القسم الاول، الباب الرابع، فصل في انشقاق القمر، ص٢٨٤، الجزء الاول، شواهد النبوه، رکن سادس، ص٢٢٠.

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے   اور حفظِ جاں تو جان فُروضِ غُرَر کی ہے
ہاں تُو نے اُن کو جان اِنھیں پھیر دی نماز   پَر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فُروع ہیں   اصل الاصول بندگی اس تاجْوَر کی ہے

الغرض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شاہکار تعظیم اور بے مثال ادب واحترام کیا کرتے تھے، اللہ تعالٰی ان کے ادب و تعظیم کا صدقہ ہمیں بھی حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت ”لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......تمام مخلوق پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت واجب ہے۔

(2)......ہمارا ایمان حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت و شہادت پر مَوقوف ہے نہ کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایمان۔

(3)......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ دین و ایمان مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصلِ رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔[1]

(4)......سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر وہ تعظیم جو خلافِ شرع نہ ہو، کی جائے گی کیونکہ یہاں تعظیم و توقیر کے لئے کسی قسم کی کوئی قید بیان نہیں کی گئی، اب وہ چاہے کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہو یا کوئی دوسرا طریقہ۔

مسلمانوں سے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک درخواست

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی ایک مشہور و معروف کتاب ”تمہیدِ ایمان“ میں سورۂ فتح کی مذکورہ بالا دو آیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایک درخواست کی ہے، اس کی اہمیت کے پیشِ نظر یہاں اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

1......فتاوی رضویہ، ۱۵/۱۶۸۔

پیارے بھائیو! السّلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز، کَثِیْرُ السَّیِّاٰت کو دینِ حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی محبت، دل میں سچی عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ اٰمِیْنْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۸) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (1)

اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللّٰه اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللّٰه کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے، قرآنِ مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا تین باتیں بتاناہے:

اول یہ کہ لوگ اللّٰه ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کریں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان، تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصاری (یعنی بہت سے عیسائی ایسے) ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفعِ اعتراضاتِ کافرانِ لئیم (یعنی کمینے کافروں کے اعتراضات دور کرنے) میں تصنیفیں کر چکے، لیکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادتِ الٰہی میں گزارے سب بیکار ومردود ہے، بہتیرے (یعنی بہت سے) جوگی اور راہب ترکِ دنیا کر کے، اپنے طور پر ذکر وعبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازانجا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ؟ اصلاً قابلِ قبول بارگاہِ الٰہی نہیں۔ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

(1)……فتح: ۸، ۹۔

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [1]

جو کچھ اعمال انہوں نے کئے، ہم نے سب برباد کردیے۔

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌۙ(۳) تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً [2]

عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں پیٹھیں گے۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

مسلمانو! کہو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم مدارِ ایمان، مدارِ نجات، مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئے اور ضرور ہوئے۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اﰳقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ [3]

اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمھارے بیٹے تمھارے بھائی، تمھاری بیبیاں، تمھارا کنبہ تمھاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمھاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالٰی بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز، اللہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے، اُسے اللہ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اُسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہئے۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

---

1 ......فرقان:٢٣.

2 ......غاشیہ:٣، ٤.

3 ......توبہ:٢٤.

تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: '' لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وُلْدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ '' تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے۔ (1) اِس نے تو یہ بات صاف فرما دی کہ جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو کہو! مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظیم عظمت ہے۔ ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (2)

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی اِدِّعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا۔ ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں:

(1)......مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعظیم۔

(2)......اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی،

1......بخاری، کتاب الایمان، باب حبّ الرّسول صلی اللّٰہ علیه وسلم من الایمان، ١/١٧، الحدیث: ١٥، مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبّة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، ص٤٢، الحدیث: ٧٠(٤٤).

2......عنکبوت: ١، ٢.

کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمھارے باپ، تمھارے استاد، تمہارے پیر، تمھارے بھائی، تمھارے اَحباب، تمھارے اَصحاب، تمھارے مولوی، تمھارے حافظ، تمھارے مفتی، تمھارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو، نہ اس کی مَولَوِیَّت، شَیْخِیَّت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر میں یہ جو کچھ تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص اُنھیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جُبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے (یعنی بہت سے) یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی، یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا، یا اسے برا کہنے پر برا مانا، یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی، یا تمہارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو لِلّٰہ! اب تمھیں انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست، یا برادر، یا پسر ہی کیوں نہ ہو، لِلّٰہ! اپنے حال پر رحم کرو اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، دیکھو رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ

تُو نہ پائے گا اُنہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی

اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ-وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ-اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ-اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [1]

یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں ، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائیگا ، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ، ہمیشہ رہیں گے ان میں ، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ، یہی لوگ اللہ والے ہیں ۔ سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے ۔

اس آیتِ کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے ، مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا ، جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا ۔ پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بِالتَّصریح ارشاد فرمایا کہ باپ ، بیٹے ، بھائی ، عزیز سب کو گنا یا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں مُعَظَّم یا کیسا ہی تمھیں بِالطَّبع محبوب ہو ، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے ، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے ۔ مَولٰی سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ ورسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا ، کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے ۔

(1)......اللہ تعالٰی تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا ، جس میں اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا ۔

(2)......اللہ تعالٰی رُوح القدُس سے تمہاری مدد فرمائے گا ۔

(3)......تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ۔

(4)......تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے ، خدا والے ہو جاؤ گے ۔

(5)......منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید وخیال وگمان سے کروڑوں درجے افزوں ۔

(6)......سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا ۔

---

[1]......مجادلہ:۲۲ .

(7)...... یہ کہ فرماتا ہے ’’میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی‘‘ بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا ’’اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا: اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو وَاللہ کہ مفت پائیں، پھر زید وعَمْرو سے علاقۂ تعظیم ومحبت، یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ (1)

نوٹ: مذکورہ بالا کلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مشہور رسالے ’’تَمْہِیْدِ اِیْمَان بَآیَاتِ قُرْآن‘‘ سے نقل کیا ہے، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود ہے اور جداگانہ بھی چھپا ہوا ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس رسالے کا ضرور مطالعہ کرے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے اور جس نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ اسے عظیم ثواب دے گا۔

(1)...... فتاوی رضویہ، ۳۰/۳۰۷-۳۱۲۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ: بیشک جولوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تواللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اوراس کے مَقاصِد بیان ہوئے اور اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، بیشک جولوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جن ہاتھوں سے انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بیعت کا شرف حاصل کیا، ان پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے تو جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے کیونکہ اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے عظیم ثواب دے گا۔ (1)

نوٹ: اس آیت میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا اس کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بیعت ہے جو حُدَیْبِیَہ کے مقام پر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے لی تھی اور یہ بیعت ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کا واقعہ اسی سورت کی آیت نمبر 18 کی تفسیر میں مذکور ہے۔

آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے 5 مسئلے معلوم ہوئے

(1)......حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا قرب حاصل ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے۔

(2)......بیعتِ رضوان والے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑی ہی شان والے ہیں۔

(3)......حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہیں کی وجہ سے ہوئی۔

(4)......بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سنت ہے، خواہ بیعتِ اسلام ہو یا بیعتِ تقویٰ،

1......تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیة: ١٠، ١٠/٧٣، جلالین، الفتح، تحت الآیة: ١٠، ص٤٢٣-٤٢٤، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ١٠، ص١١٤٢، ملتقطاً.

یا بیعتِ توبہ، یا بیعتِ اعمال وغیرہ۔

(5)...... بیعت کے وقت مصافحہ بھی سنت سے ثابت ہے، البتہ عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کیا جائے کیونکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی بیعت کے لیے کسی غیر محرم عورت کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں تم فرماؤ تو اللّٰہ کے سامنے کسے تمہارا کچھ اختیار ہے اگر وہ تمہارا بُرا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو ایمان نہ لائے اللّٰہ اور اس کے رسول پر تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دیں، وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تم فرماؤ اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی اور تم نے (یہ) بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

﴿سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ: پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے۔﴾ جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کے سال عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ منورہ سے قریبی گاؤں والے اور دیہاتی جن کا تعلق غِفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور اسلم قبیلے سے تھا، کفارِ قریش کے خوف سے آپ کے ساتھ نہ گئے حالانکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے دیہاتیوں پر جانا بھاری ہوا اور وہ کام کا بہانہ بنا کر وہیں رہ گئے اور حقیقت میں ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور ہیں، اس لئے مسلمان ان سے بچ کر نہ آئیں گے بلکہ سب وہیں ہلاک ہو جائیں گے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ان دیہاتیوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاملہ ان دیہاتیوں کے خیال کے بالکل خلاف ہوا ہے (اور جب اس کی خبر پہنچے گی تو) انہیں آپ کے ساتھ نہ جانے پر افسوس ہوگا اور جب آپ واپس جائیں گے اور پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں پر عتاب فرمائیں گے تو وہ معذرت کرتے ہوئے آپ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا کیونکہ عورتیں اور بچے اکیلے تھے اور کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، اس لئے ہم آپ کے ساتھ جانے سے قاصر رہے، تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس قصور کو معاف کر دے جو ہم نے آپ کے ساتھ نہ جا کر کیا۔ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ

عذر پیش کرنے اور مغفرت طلب کرنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں یا نہیں (اور جب یہ لوگ آپ کے سامنے عذر پیش کریں تو) ان سے فرمادیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے مال واولاد پر آفت آنے والی ہوتی تو تم یہاں رہ کر وہ آفت دور نہ کر دیتے اور اگر نہ آنے والی ہوتی تو تمہارے جانے سے وہ ہلاک نہ ہو جاتے، پھر تم کیوں ایسی نعمتِ عُظمیٰ یعنی بیعتِ رضوان سے محروم رہے (اور تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے تمہارے اس جھوٹ کی خبر نہیں) بلکہ یادرکھو: اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے (اور اس نے وحی کے ذریعے مجھے یہ بتادیا ہے کہ تمہاری غیر حاضری کی وجہ وہ نہیں جو تم بیان کررہے ہو) بلکہ اے منافقو! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے اور دشمن ان سب کا وہیں خاتمہ کردیں گے اور شیطان کی طرف سے یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی یہاں تک کہ تم نے اس پر یقین کرلیا اور یہ گمان کرلیا کہ کفر غالب آئے گا، اسلام مغلوب ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہوگا اور اس گمان کی وجہ سے تم ہلاک ہونے والے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق لوگ تھے۔ (1)

آیت نمبر 12 سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جانے والے 1400 حضرات سب کامل مومن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''مومنون'' فرمایا ہے، اب جو بدبخت ان میں سے کسی کے ایمان میں شک کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ: اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے۔﴾ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو، وہ کافر ہے اور اپنے کفر کی وجہ سے اس بھڑکتی آگ کا مستحق ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ

---

1 ......مدارك،الفتح،تحت الآية: ١١-١٢، ص١١٤٢-١١٤٣، بغوى، الفتح، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/١٧٣، خازن، الفتح، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/١٤٧-١٤٨، ملتقطاً.

یَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔﴾ بیعت کرنے والوں اور بُرے گمان کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرمائے اور جس کی یہ شان ہے وہ اپنی مَشِیَّت کے مطابق جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور (اس کی مغفرت و رحمت عذاب کے مقابلے میں زیادہ ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں یہ ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (1)

مغفرت اور عذاب سے متعلق 4 باتیں

یہاں مغفرت اور عذاب سے متعلق 4 باتیں یاد رکھیں:

(1)......گناہگار مسلمان کی مغفرت فرمادینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اسے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور عدل پر اعتراض کرکے اس میں دخل اندازی کرے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اور عذاب کے مقابلے میں مغفرت زیادہ ہے لیکن اس کی وجہ سے نیک اعمال چھوڑ دینا اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو جانا بہت بڑی نادانی ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر صحیح طریقے سے ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہونے کے اہم ترین ذرائع اور اسباب ہیں، انہیں اختیار کرنے کے بعد

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ١٤، ٤/١٤٨ ملتقطاً.

اس کے فضل کی امید رکھنی چاہئے اور اس کے عدل سے ڈرنا چاہئے۔

(4)......جو لوگ کافر ہیں اور کسی صورت اپنے کفر سے توبہ کرکے ایمان لانے پر تیار نہیں اور وہ اسی حال میں مرجاتے ہیں، یونہی جو شخص زندگی میں مسلمان رہا لیکن اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا، ان کی مغفرت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہی جائیں گے۔ لہٰذا کافر تو دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے۔

سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں تم فرماؤ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اللہ نے پہلے سے یونہی فرمادیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم غنیمتیں حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے: ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ: ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے، تو اب کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ منافق بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں۔

﴿سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ: پیچھے رہ جانے والے کہیں گے۔﴾ جب مسلمان حُدَیْبِیَہ کی صلح سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا اور وہاں سے حاصل ہونے والے غنیمت کے اَموال حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کے لئے خاص کردیئے گئے، جب خیبر کی طرف روانہ ہونے کا وقت آیا تو مسلمانوں کو یہ خبر دی گئی کہ جو لوگ

حدیبیہ میں حاضر نہیں ہوئے وہ غنیمت کے لالچ میں تمہارے ساتھ جانا چاہیں گے اور تم سے کہیں گے: ہم بھی تمہارے ساتھ خیبر چلیں اور جنگ میں شریک ہوں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ جو وعدہ فرمایا کہ خیبر کی غنیمت ان کے لئے خاص ہے، اسے بدل دیں۔ آپ ان سے فرما دینا کہ تم ہمارے پیچھے ہرگز نہ آؤ، اللّٰہ تعالیٰ نے ہمارے مدینہ منورہ آنے سے پہلے یونہی فرما دیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں وہی شریک ہوں گے اور اس کی غنیمتیں انہیں ہی ملیں گی جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت کی تھی (اور ہم تمہیں اپنے ساتھ آنے کی اجازت دے کر اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے) یہ جواب سن کر وہ (صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے) کہیں گے: ایسی بات نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت کا مال پائیں۔ (صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں تو حسد کا شائبہ تک نہیں) بلکہ وہ منافق دین کی بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ محض دنیا کی بات سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ ان کا زبانی اقرار بھی دنیا ہی کی غرض سے تھا اور آخرت کے اُمور کو بالکل نہیں سمجھتے۔ (1)

یہاں فتحِ خیبر اور اس سے حاصل ہونے والی غنیمت کی تقسیم سے متعلق مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......صلحِ حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی اور فتحِ خیبر 7 ہجری میں، خیبر نہایت آسانی سے فتح ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت غنیمتیں ملیں۔

(2)......حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگِ خیبر کے موقعہ پر حبشہ سے پہنچے تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی غنیمت سے حصہ دیا، یہ عطیہ سلطانی تھا، لہٰذا اس عطا کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾

(1)......بغوی، الفتح، تحت الآیة: ۱۵، ۱۷٤/٤، جمل، الفتح، تحت الآیة: ۱۵، ۲۱٦/۷-۲۱۷، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اُن پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ اُن سے لڑو یا وہ مسلمان ہوجائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللّٰہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرماؤ: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوجائیں گے پھر اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللّٰہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تھے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ: پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرماؤ۔﴾ اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا کہ وہ حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والے دیہاتیوں کو جنگِ خیبر میں اپنے ساتھ آنے سے منع کر دیں اور ان دیہاتیوں کا حال یہ تھا کہ ان کا تعلق مختلف قبائل سے تھا اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جن کے تائب ہونے کی امید تھی اور بعض ایسے بھی تھے جو نفاق میں بہت پختہ اور سخت تھے، اللّٰہ تعالٰی کو انہیں آزمائش میں ڈالنا منظور ہوا تاکہ توبہ کرنے والے اور نہ کرنے والے میں فرق ہوجائے، اس لئے حکم ہوا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی کرنے والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تاکہ تم ان سے جنگ کرو یا وہ لوگ مسلمان ہوجائیں، پھر اگر تم بلانے والے کی فرمانبرداری کرو گے تو اللّٰہ تعالٰی تمہیں دنیا میں غنیمت اور آخرت میں جنت کی صورت میں اچھا اجر دے گا اور اگر فرمانبرداری کرنے سے پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے حدیبیہ کے موقع پر پھر گئے تھے تو وہ تمہیں آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

سخت لڑائی والی قوم سے کون لوگ مراد ہیں، ان کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے دو قول درج ذیل ہیں:

(1)......ان سے یمامہ کے رہائشی بنو حنیفہ مراد ہیں جو کہ مُسیلمہ کذّاب کی قوم کے لوگ ہیں اور ان سے جنگ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعوت دی۔ حضرت رافع بن خدیج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس جنگجو قوم سے کون سی قوم مراد ہے، حتّٰی کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی، تب ہمیں پتہ چلا کہ اس جنگجو قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔

(2)......ان سے مراد فارس اور رُوم کے لوگ ہیں جن سے جنگ کرنے کیلئے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعوت دی۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافت حق ہونے کی دلیل

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافت صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ (اس آیت کے نزول کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں کسی جہاد کے لئے ان دیہاتیوں کو دعوت نہیں دی گئی، آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے زمانہ میں مُرتدوں اور کافروں کے خلاف جہاد ہوئے اور ان جہادوں میں شرکت کی دعوت دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ جنگجو قوم کے خلاف لڑائی کی دعوت دینے والا برحق امام ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی اطاعت پر جنت کا اور ان کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا (جس سے معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت کرنا اور مخالفت نہ کرنا لازم تھا اور یہ حکم بھی برحق امام کیلئے ہے)۔[2]

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا۠ (١٧)

ع ٢ النصف

[1]......خازن، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ٤/١٤٩-١٥٠، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ص١١٤٣-١١٤٤، قرطبی، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ٨/١٩٥-١٩٦، الجزء السادس عشر، روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ٩/٣٠-٣٢، ملتقطاً.

[2]......خازن، الفتح، تحت الآیة:١٦، ٤/١٤٩، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ص١١٤٣، قرطبی، الفتح، تحت الآیة: ١٦، ٨/١٩٥-١٩٦، الجزء السادس عشر، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ اور جو **اللّٰہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے **اللّٰہ** اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اُسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور جو **اللّٰہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے تو **اللّٰہ** اسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو پھرے **اللّٰہ** اسے دردناک عذاب دے گا۔

﴿لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ : اندھے پر کوئی تنگی نہیں ۔﴾ **شانِ نزول:** جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جولوگ اپاہج اور معذور تھے انہوں نے عرض کی: یارسولَ **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جہاد سے رہ جانے کی صورت میں اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ یہ عذر ظاہر ہے اور ان کے لئے جہاد میں حاضر نہ ہونا جائز ہے کیونکہ نہ یہ لوگ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، نہ اس کے حملہ سے بچنے اور بھاگنے کی۔

یاد رہے کہ انہیں کے حکم میں وہ بوڑھے اور ضعیف افراد بھی داخل ہیں جنہیں نشست و برخاست کی طاقت نہیں، اسی طرح وہ بیمار بھی داخل ہیں جنہیں دمہ کھانسی ہے، یا جن کی تلّی بہت بڑھ گئی ہے اور انہیں چلنا، پھرنا دشوار ہے، ظاہر ہے کہ یہ عذر جہاد سے روکنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی اَعذار ہیں جن کے ہوتے ہوئے جہاد میں شرکت نہ کرنا جائز ہے مثلاً انتہاء درجہ کی محتاجی اور سفر کے لئے درکار ضروری چیزوں پر قدرت نہ رکھنا، یا ایسی ضروری مشغولیات جو سفر سے مانع ہوں، جیسے کسی ایسے مریض کی خدمت میں مصروف ہے جس کی خدمت کرنا اس پر لازم ہے اور اس کے سوا کوئی اس خدمت کو انجام دینے والا نہیں ہے۔(1)

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ : اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کا حکم مانے۔﴾ اور جو **اللّٰہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جہاد اور اس کے علاوہ دیگر احکام میں **اللّٰہ تعالٰی** اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانے گا تو (اس کی جزا کے طور پر) **اللّٰہ تعالٰی** اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو اطاعت

(1) ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ١٧، ٤/١٥٠.

سے اِعراض کرے گا اور کفر و نفاق پر ہی قائم رہے گا تو (اس کی سزا کے طور پر) اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ (1)

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاۙ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کررہے تھے تو اللہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ: بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا۔﴾ حُدَیْبِیَہ میں حاضر ہونے سے پیچھے رہ جانے والوں کے اَحوال بیان کرنے کے بعد یہاں سے دوبارہ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے تمہاری بیعت کررہے تھے اور جس چیز پر بیعت کررہے تھے اس سے متعلق ان کے دلوں میں موجود صدق، اخلاص اور وفا سب اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے جو کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ (2)

بیعتِ رضوان اور اس کا سبب

حُدَیْبِیَہ کے مقام پر جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بیعت کی انہیں چونکہ رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی،

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ١٧، ٤/ ١٥٠.

2 ......تفسير كبير، الفتح، تحت الآية: ١٨، ١٠/ ٧٩، خازن، الفتح، تحت الآية: ١٨، ٤/ ١٥٠-١٥١، مدارك، الفتح، تحت الآية: ١٨، ص١١٤٤، ملتقطاً.

اس لئے اس بیعت کو ''بیعتِ رِضوان'' کہتے ہیں۔ اس بیعت کا ظاہری سبب یہ پیش آیا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اَشرافِ قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ انہیں اس بات کی خبر دیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَیْتُ اللّٰہ کی زیارت کے لئے عمرہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں اور آپ کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے اور ان سے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں اُنہیں اطمینان دلادیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللّٰہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سردارانِ قریش کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں خبر دی۔ قریش اس بات پر مُتّفق رہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کرلیں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر طواف کروں۔ اِدھر حدیبیہ میں موجود مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ مُعَظَّمہ پہنچے اور طواف سے مُشَرَّف ہوئے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کو فتح کی بشارت بھی پہنچائی، پھر قریش نے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روک لیا اور حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کفار کے مقابلے میں جہاد پر ثابت قدم رہنے کی بیعت لی، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جسے عرب میں ''سَمُرَہ'' کہتے ہیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا بایاں دستِ مبارک دائیں دستِ اَقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت ہے اور دعا فرمائی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تیرے اور تیرے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کام میں ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی۔ مشرکین اس بیعت کا حال سن کر خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیا۔ [1]

بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت

اس بیعت میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے شرکت فرمائی، ان کی ایک فضیلت تو اسی آیتِ پاک میں بیان ہوئی کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں خاص طور پر اپنی رضا سے نوازا اور دوسری فضیلت حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ [2]

آیت ’’لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے

(1)...... بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں کسی تخصیص کے بغیر مومن فرمایا۔

(2)...... یہ بیعت کرنے والے تمام حضرات سے **اللہ** تعالیٰ خاص طور پر راضی ہو چکا ہے۔

(3)...... اس خصوصی رضا کا سبب یہ بیعت ہے کہ ارشاد ہوا ’’ **اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ** ‘‘ جب وہ تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

(4)...... بیعت ایمان کے سوا اعمال وغیرہ پر بھی ہونی چاہیے۔

وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَاؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا(۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور **اللہ** عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ لیں گے اور **اللہ** عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴾ وَ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا: اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ لیں گے۔ ﴿ یعنی حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کو **اللہ**

[1] ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ١٨، ٤/١٥٠-١٥١، خزائن العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ١٨، ص ٩٤٣۔

[2] ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل من بایع تحت الشجرة، ٥/٤٦٢، الحدیث: ٣٨٦٦۔

تعالیٰ دُنْیَوی انعام کے طور پر ''خیبر کی فتح'' عطا فرمائے گا اور اس فتح میں غنیمت کے طور پر خیبر والوں کے بہت سے اَموال بھی عطا فرمائے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کی قدرت وغلبہ کامل ہے اور وہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اور کامل حکمت والا ہے، اسی لئے اس نے اپنے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا تاکہ تمہیں ثواب ملے۔[1]

یاد رہے کہ خیبر کا علاقہ بڑا زرخیز تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں اور یہاں کے یہودی مالدار بھی بہت تھے، جب خیبر فتح ہوا تو ان کے اَموال رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں تقسیم فرمائے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿٢٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کروگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تاکہ وہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً: اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔**﴾** یعنی اے حدیبیہ میں شرکت کرنے والو! اللہ تعالیٰ نے تم سے خیبر کے علاوہ بھی بہت سے اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم آئندہ فتوحات کے

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ١٩، ٤/ ١٥١، تفسير كبير، الفتح، تحت الآية: ١٩، ١٠/٧٩-٨٠، ملتقطاً.

ذریعے حاصل کرتے رہو گے، تو سرِ دست تمہیں یہ خیبر کی غنیمت عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خیبر والوں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے (کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ کثیر تعداد اور حربی قوت ہونے کے باوجود مسلمانوں پر فتح حاصل نہ کر سکے،) یا یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے اہل وعیال سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے کہ وہ خوفزدہ ہو کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ جب مسلمان جنگِ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تو خیبر والوں کے حلیف بنی اسد وغطفان نے چاہا کہ مسلمانوں کے پیچھے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے ان کے اہل وعیال کو لوٹ لیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں اس کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ (1)

﴿وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: اور تاکہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو۔﴾ یعنی یہ غنیمت دینا اور دشمنوں کے ہاتھ روک دینا اس لئے کیا تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی نشانی ہو اور وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں جو غیب کی خبر دی وہ سچی ہے اور تاکہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے رب پر توکُّل کرنے اور اپنے کام اس کے سپرد کر دینے کا سیدھا راستہ دکھائے جس سے بصیرت اور یقین زیادہ ہو۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ صلحِ حدیبیہ میں حاضر ہونے والے مومنین ہدایت پر تھے اور ہدایت پر رہے، ان میں سے کوئی ہدایت سے نہ ہٹا تو جو اس کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دوسری غنیمتوں کا (بھی وعدہ فرمایا ہے) جن پر تمہیں قدرت نہیں، انہیں اللہ نے گھیر رکھا ہے اور

1 ......جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیة: ٢٠، ٥/١٩٧٤-١٩٧٥، خازن، الفتح، تحت الآیة: ٢٠، ٤/١٥١، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ٢٠، ٩/٣٦، جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیة: ٢٠، ٥/١٩٧٥، خازن، الفتح، تحت الآیة: ٢٠، ٤/١٥١، ملتقطا.

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا: اور دوسری غنیمتوں کا جن پر تمہیں قدرت نہیں ۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک اور علاقے کی فتح اور اس سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت کا تم سے وعدہ فرمایا ہے جسے فتح کرنے پر تمہیں قدرت نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے انہیں گھیر رکھا ہے تاکہ تم ان پر فتح و غنیمت حاصل کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس علاقے سے فارس اور رُوم مراد ہے، اہلِ عرب ان سے جنگ کرنے پر قادر نہ تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دینِ اسلام سے مُشَرَّف فرمایا اور اس کی برکت سے عرب والوں کو اہلِ فارس اور رُوم سے جنگ کرنے کی قدرت عطا فرما دی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں: اس سے خیبر مراد ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ فرمایا تھا اور مسلمانوں کو کامیابی کی اُمید نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے فتحِ مکہ مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ فتح مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ [1]

وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کافر تم سے لڑیں گے تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

(1)......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢١، ٤/١٥٤.

﴿ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اوراگر کافر تم سے لڑیں گے۔﴾ یعنی اہلِ مکہ اگر صلح کرنے کی بجائے جنگ کرتے یا اہلِ خیبر کے حلیف قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان کے لوگ تم سے جنگ کرنے کی ہمت کریں تو یہ لوگ تمہارے مقابلے میں ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور انہیں شکست ہوگی، پھر وہ اپنا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔ (1) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اب بھی مسلمان صحیح مسلمان ہو کر یعنی صحیح طریقے سے اسلامی احکام پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جنگ کریں تو بدر و حُنَین کے نظارے نظر آ سکتے ہیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں گزر چکا ہے اور تم ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ: اللہ کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں گزر چکا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ ایمان والوں کی مدد فرماتا اور کافروں پر قہر فرماتا ہے جیسا کہ گزشتہ امتوں کے حالات سے ظاہر ہے اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اس دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے، یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں ایمان والوں کی مدد بلا وجہ نہ فرمائے، اگر کبھی مسلمان شکست کھا جائیں تو یا ان کی اپنی غلطی ہوگی یا اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہوگی اور یہ شکست بھی عارضی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت دفعہ مسلمانوں کا مغلوب ہو جانا اس آیت کے خلاف نہیں ہے اور کافروں کے غلبے کو بنیاد بنا کر اس آیت پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴿۲۴﴾

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٢، ٤/١٥٤، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٢، ص١١٤٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے حالانکہ اللّٰہ نے تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ: اور وہی ہے جس نے کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔﴾ ارشاد فرمایا: اللّٰہ وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے (لڑائی کرنے سے) روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان کافروں (کو قتل کرنے) سے روک دیئے حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں ان کافروں پر قابو دے دیا تھا (اور تم انہیں آسانی سے قتل کر سکتے تھے، اگر تم انہیں قتل کر دیتے تو دونوں طرف سے لڑائی چھڑ جاتی اور اس لڑائی میں اگرچہ مسلمان ہی غالب آتے لیکن اس موقع پر یہ مسلمانوں کے حق زیادہ مفید نہ ہوتی، اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے جنگ کا سبب پیدا ہی نہ ہونے دیا) اور اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ معاملہ فتحِ مکہ کے دن ہوا اور اسی سے امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت سے فتح ہوا تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک صلحِ حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہوا۔ (1)

اور اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اہلِ مکہ میں سے 80 ہتھیار بند جوان جبلِ تنعیم سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے اُترے، مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر کر دیا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معاف فرمایا اور چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (2)

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٤، ص ١١٤٥.

2 ......در منثور، الفتح، تحت الآية: ٢٤، ٥٢٧/٧، خزائن العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۴، ص ۹۴۴۔

لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رُکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم اُنہیں روند ڈالو تو تمہیں اُن کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ضرور ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو (روکا) اس حال میں کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچنے سے رُکے ہوئے تھے اور اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی) کہ تم انہیں روند ڈالو گے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی (تو ہم تمہیں کفارِ مکہ سے جہاد کی اجازت دیدیتے۔ان کا یہ بچاؤ) اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔اگر مسلمان (وہاں سے) ہٹ جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

﴿هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یعنی کفارِ مکہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں حدیبیہ کے مقام پر مسجدِ حرام تک پہنچنے اور کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنے سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو حرم میں موجود اس مقام پر پہنچنے سے روکا جہاں انہیں ذبح کیا جانا تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں مکہ مکرمہ میں موجود ہیں جنہیں تم پہچانتے نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے حملے میں تم انہیں بھی روند ڈالو، پھر تمہیں اس پر افسوس ہو کہ تم نے اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کر دیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمہیں اہلِ مکہ سے جہاد کی

اجازت دیدیتے لیکن مسلمان مَردوں، عورتوں کی مکہ میں موجودگی کی وجہ سے ابھی تک مکہ کے کافروں کی بھی بچت ہورہی ہے اوران کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اگر مسلمان کافروں سے ممتاز ہوجاتے تو اس وقت ہم ضرور اہلِ مکہ میں سے کافروں کو تمہارے ہاتھ سے قتل کرا کے اور تمہاری قید میں لاکر دردناک عذاب دیتے۔ (1)

نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے جیسے آیت میں مسلمانوں کی وجہ سے کافروں سے عذاب کے مُؤخّر ہونے کا تذکرہ ہے اور یہ معاملہ صرف دنیا میں نہیں بلکہ مسلمان گناہگاروں کے حق میں قبر و آخرت میں بھی نیکوں کے قرب کی برکتیں ہوتی ہیں، اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو دیکھیں تو دو اژدھے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھَنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدھا ہی تھے مگر ایک وَلِیُّ اللّٰہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہوگیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہوگئے تھے اور ان کے پھَن گلاب کے پھول۔ اِس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔ (2)

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٥، ٤/١٥٩-١٦٠، جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٥، ٥/١٩٧٨-١٩٧٩، ملتقطاً.

2 ......ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص٢٧٠۔

وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ (۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اَڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اَڑ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اُتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ اُن پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمادیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ: جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیَّت کی ہٹ دھرمی جیسی ہٹ دھرمی رکھی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ وقت یاد کریں جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیَّت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو مکے میں داخل ہونے اور کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا جس کی برکت سے اُنہوں نے آئندہ سال آنے پر صلح کی، اگر وہ بھی کفارِ قریش کی طرح ضد کرتے تو ضرور جنگ ہوجاتی اور پرہیزگاری کا کلمہ ایمان والوں پر لازم فرمادیا اور کافروں کے مقابلے میں مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت سے مُشَرَّف فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کافروں کا حال بھی جانتا ہے اور مسلمانوں کی بھی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ (1)

اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حُدَیْبِیَہ میں شریک صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر پرہیزگاری کا کلمہ

1 ......روح البیان، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ۹/۴۹-۵۰، جلالین، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۴۲۵، خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ۴/۱۶۰، ملتقطاً.

لازم فرمادیا، اس کلمے سے مراد ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه“ ہے اور اسے ”تقویٰ“ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ یہ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہونے کا سبب ہے۔ (1)

حضرت حمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، (حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے) فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”بے شک میں وہ کلمہ جانتا ہوں جسے کوئی بندہ دل سے حق سمجھ کر کہتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام قرار دے دیتا ہے، تو (یہ سن کر) حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کون سا ہے، وہ کلمہ اخلاص ہے جو اللّٰہ تعالیٰ نے نبیٔ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اصحاب پر لازم کیا ہے اور وہی پرہیزگاری کا کلمہ ہے جس کی ترغیب اللّٰہ تعالیٰ کے محبوب نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا ابوطالب کو موت کے وقت دلائی، اور وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (2)

آیت ”فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

(1)......حدیبیہ میں شریک تمام حضرات مخلص مومن تھے، کیونکہ آیت میں مذکور سکینہ سب پر اترا، تو اگر وہ بیعتِ رضوان والے حضرات مومن نہ تھے تو پھر دنیا میں مومن کون ہے؟

(2)...... پرہیزگاری کا کلمہ یعنی ایمان اور اخلاص ان سے جدا ہو ہی نہیں سکتا، اس میں ان سب کے حسنِ خاتمہ کی یقینی خبر ہے کہ ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے دنیا میں، وفات کے وقت، قبر میں اور حشر میں تقویٰ جدا نہ ہو سکے گا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَۙ لَا تَخَافُوْنَؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾

---

1 ......جلالين، الفتح، تحت الآية: ٢٦، ص٤٢٥.

2 ......درمنثور، الفتح، تحت الآية: ٢٦، ٧/٥٣٦.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ نے سچ کردیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللّٰہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کردیا۔ اگر اللّٰہ چاہے تو تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان سے داخل ہوگے، کچھ اپنے سروں کے بال منڈاتے ہوئے اور کچھ بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ تو اللّٰہ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ: بیشک اللّٰہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کردیا۔﴾ شانِ نزول: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کا قصد فرمانے سے پہلے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ مکہ مُعَظَّمہ میں امن سے داخل ہوئے اور اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے بعض نے سر کے بال منڈائے اور بعض نے ترشوائے۔ یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے صلح کے بعد واپس ہوئے اور اس سال مکہ مکرمہ میں ان کا داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے مذاق اڑایا، طعنے دیئے اور کہا: اس خواب کا کیا ہوا؟ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا، چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال بڑی شان وشوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سچا خواب سچ کردیا، اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہے تو تم ضرور مسجدِ حرام میں امن وامان سے داخل ہوگے، کچھ اپنے سروں کے تمام بال منڈاتے ہوئے اور کچھ تھوڑے سے بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی دشمن کا ڈر نہیں ہوگا اور اللّٰہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں یعنی یہ کہ تمہارا داخل ہونا اگلے سال ہے اور تم اسی سال سمجھے تھے اور تمہارے لئے تاخیر بہتر تھی کہ اس کے باعث وہاں کے ضعیف مسلمان پامال ہونے سے بچ گئے تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے کہ

جس فتح کا وعدہ کیا گیا اس کے حاصل ہونے تک مسلمانوں کے دل اس سے راحت پائیں۔ نزدیک آنے والی فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے۔[1]

آیت ’’لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والے حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......کبھی سارے حرم شریف کو مسجدِ حرام کہہ دیتے ہیں، یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ خاص مسجد حرام شریف میں حاجی بال نہیں منڈاتے۔

(2)......حج وغیرہ میں بال منڈانا کتروانے سے افضل ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے بال منڈانے کا ذکر فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاؕ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ : وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔﴾ جب اگلا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خواب کا جلوہ دکھلایا اور واقعات اس کے مطابق رونُما ہوئے، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ وہ مشرکین کے دین ہوں یا اہلِ کتاب کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت

1......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٧، ٤/١٦١، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٧، ص١١٤٦-١١٤٧، ملتقطاً.

عطا فرمائی اور اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرما دیا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر گواہ کافی ہے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، کلمہ طیبہ میں دونوں سنتیں جمع ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

معانقة ١٥ ع ٣ ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ اُن سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٨، ١٦١/٤، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٨، ص١١٤٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد اللّٰہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللّٰہ کا فضل ورضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اوران کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللّٰہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللّٰہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ: محمد اللّٰہ کے رسول ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروائی کہ ’’اللّٰہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا‘‘ اوراس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پہچان کروارہا ہے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اگرچہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بہت ہیں، لیکن رب تعالیٰ نے انہیں یہاں رسالت کی صفت سے یاد فرمایا اور کلمہ میں بھی یہ ہی وصف رکھا، دو وجہ سے، ایک یہ کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا تعلق رب (عَزَّوَجَلَّ) سے بھی ہے اور مخلوق سے بھی۔ رسول میں ان دونوں تعلقوں کا ذکر ہے یعنی خدا کے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے۔ اگرچہ نبی میں بھی یہ بات حاصل ہے لیکن نبی میں صرف خبر لانا ہے اور رسول میں (شریعت و کتاب) خبر، ہدایات اور انعامات سب لانے کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے اس لئے کہ وہ بچھڑوں کو ملانے والے رسول ہی ہوتے ہیں، جیسے ڈاک کا محکمہ کہ اگر یہ نہ ہوں تو وہ ملک اور وہ شہر کٹ جاویں، اسی طرح خالق و مخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہی ہیں کہ اگر ان کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق و مخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے، حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہِ رب میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں، جو کہے کہ ہم خود رب (عَزَّوَجَلَّ) تک پہنچ جائیں گے وہ در پردہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کا منکر ہے، اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی، رب (عَزَّوَجَلَّ) غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا

توہم محتاج اور ضعیف ہو کر (واسطے کے بغیر) رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں۔ (1)

﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ: اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے اَوصاف بیان فرما کر ان کی پہچان کروائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دشمنوں سے نفرت کرتا اور ان پر سختی کرتا ہے اور اس میں بھی جس کی محبت جتنی زیادہ ہو اس کی اپنے محبوب کے دشمن سے نفرت اور سختی بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور یہ چیز اس کے عشق و محبت کی علامات میں سے ایک اہم علامت شمار کی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عشق و محبت بے مثال اور لازوال ہے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی انہیں اپنے مال، اولاد، اہل و عیال حتّٰی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تھی اور اسی بے انتہاء عشق و محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں یعنی کفار سے سخت نفرت کرتے اور ان پر انتہائی سختی فرمایا کرتے تھے اور ان کے اسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے ایک وصف کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں۔''

عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہی کافروں پر سختی فرمایا کرتے تھے البتہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس معاملے میں سب سے زیادہ مشہور تھے، حتّٰی کہ شیطان جیسا بدترین کافر بھی آپ کی سختی سے ڈرتا تھا، یہاں آپ کی اس سیرت سے متعلق تین واقعات کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

(1)......غزوۂ بدر کے بعد آپ نے یہ رائے پیش کی کہ سارے کافر قیدی قتل کر دیئے جائیں اور آپ کی اس رائے کی تائید میں قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

1......شانِ حبیب الرحمٰن، ص ۲۱۸۔

(2)……بشر نامی منافق نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ ماننے سے انکار کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا جو اللّٰہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اُس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔

(3)……جب منافقوں کا سردار عبداللّٰہ بن اُبی مر گیا تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے یہ تھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور اس کی قبر پر نہ جایا جائے، اس کی تائید میں بھی قرآنِ مجید کی آیت نازل ہوئی۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی باہمی محبت

اس سے پہلے اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سلوک کا حال بیان ہوا اور اب اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کامل محبت کرنے والوں کے باہمی سلوک کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ ان کا یہ وصف بیان کرتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ وہ آپس میں نرم دل ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپس میں ایسے نرم دل اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسے محبت و مہربانی کرنے والے تھے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے اور ان کی یہ ایمانی محبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جب ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوسرے کو دیکھتے تو فرطِ محبت سے مصافحہ اور معانقہ کرتے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی اس سیرت میں دیگر مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے نفرت نہ کرے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ شفقت و نرمی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ مہربانی بھرا سلوک کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ تم مسلمانوں کو آپس کی رحمت، باہمی محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب ایک عُضْو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اَعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔[1] اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو آپس میں شفقت و نرمی سے پیش آنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا: تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا۔ ﴾ یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کثرت سے اور پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے کبھی تم انہیں رکوع کرتے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے اور اس قدر عبادت سے ان کا مقصد صرف اللّٰہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنا ہے۔[2]

1 ……بخاری، کتاب الادب، باب رحمة النّاس والبهائم، ١٠٣/٤، الحديث: ٦٠١١.

2 ……خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ١٦٢/٤، روح البيان، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ٥٧/٩، ملتقطاً.

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کی عبادت کا حال

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت سے فیضیاب فرمایا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی خود تربیت فرمائی جس کی برکت سے یہ حضرات نیک کاموں میں مصروف رہتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خوب کوشش کیا کرتے تھے، یہاں بطورِ خاص نماز کے حوالے سے ان کی کوشش، جذبے اور عمل سے متعلق 7 واقعات ملاحظہ ہوں

(1)......جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرمایا کرتے: اے لوگو! اٹھو، (گناہوں کی) جو آگ تم نے جلا رکھی ہے اسے (نماز ادا کر کے) بجھا دو (کیونکہ نماز گناہوں کی آگ بجھا دیتی ہے)۔[1]

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: اگر تین چیزیں نہ ہوتیں (یعنی) اگر میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی پیشانی کو (سجدے میں) نہ رکھتا، یا ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھتا جن میں اچھی باتیں اس طرح چنی جاتی ہیں جیسے عمدہ کھجوریں چنی جاتی ہیں یا راہِ خدا میں سفر نہ کرتا تو میں ضرور اللہ تعالیٰ سے ملاقات (یعنی وفات پا جانے) کو پسند کرتا۔[2]

(3)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ (ممنوع اَیّام کے علاوہ) مسلسل روزہ رکھا کرتے اور رات کے ابتدائی حصے میں کچھ دیر آرام کرتے پھر ساری رات عبادت میں بسر کرتے تھے۔[3]

(4)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی زوجہ فرماتی ہیں: آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ ساری رات عبادت کرتے اور (بسا اوقات) ایک رکعت میں قرآنِ مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔[4]

(5)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کے بارے میں مروی ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا، آپ سے عرض کی گئی: اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہو گیا؟ ارشاد فرمایا: ''اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اسے اٹھانے سے ڈر گئے۔[5]

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضیلة المکتوبة، ۱/۲۰۱.

2 ......حلیة الاولیاء، عمر بن الخطاب، ۱/۸۷، الحدیث: ۱۳۰.

3 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب صلاۃ التطوع... الخ، من کان یامر بقیام اللیل، ۲/۱۷۳، الحدیث: ٦.

4 ......معجم الکبیر، سن عثمان ووفاته رضی الله عنه، ۱/۸۷، الحدیث: ۱۳۰.

5 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، فضیلة الخشوع، ۱/۲۰٦.

(6)......حضرت نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا رات میں نماز پڑھتے، پھر فرماتے: اے نافع! کیا سحری کا وقت ہوگیا؟ وہ عرض کرتے: نہیں، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوبارہ نماز پڑھنا شروع کر دیتے، پھر (جب نماز سے فارغ ہوتے تو) فرماتے: اے نافع! کیا سحری کا وقت ہوگیا؟ میں عرض کرتا: جی ہاں، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیٹھ کر استغفار اور دعا میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ (1)

(7)...... جب قبیلہ بنو حارث کے لوگ حضرت خبیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنے کے لئے مقامِ تنعیم کی طرف لے گئے تو اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے اجازت دیدی تو آپ نے نماز ادا کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر کر لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو میں ضرور نماز کو طویل کر دیتا۔ (2)

اللہ تعالیٰ ان عظیم ہستیوں کی مقبول نمازوں کے صدقے ہمیں بھی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ: ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔﴾ یعنی ان کی عبادت کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامت وہ نور ہے جو قیامت کے دن اُن کے چہروں سے تاباں ہوگا اور اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدے کا مقام چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا۔ حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ رات کی لمبی نمازوں سے اُن کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: جو رات میں کثرت سے نماز پڑھتا ہے تو صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا ہے۔'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گرد کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔ (3)

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ: یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ توریت اور انجیل میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بیان کردہ یہ اوصاف مذکور

1 ......معجم الكبير، عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنهما، ٢٦٠/١٢، الحديث: ١٣٠٤٣.

2 ......سيرت نبويه لابن هشام، ذكر يوم الرجيع فى سنة ثلاث، ص٣٧١، ملخصاً.

3 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ١٦٢/٤، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ص١١٤٨، ملتقطا.

ہیں اور خاص طور پر وہ مثال مذکور ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ توریت میں مذکور ہیں اور انجیل میں مذکور ہے کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور ان چیزوں کی وجہ سے وہ کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی ابتداء اور اس کی ترقی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تنہا اُٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلص اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے تَقْوِیَت دی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، اس کے لوگ نیکیوں کا حکم کریں گے اور بدیوں سے منع کریں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ کھیتی سے مراد حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی شاخوں سے مراد صحابۂ کرام اور (ان کے علاوہ) دیگر مومنین ہیں۔(1)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کو کھیتی سے اس لئے تشبیہ دی کہ جیسے کھیتی پر زندگی کا دارومدار ہے ایسے ہی ان پر مسلمانوں کی ایمانی زندگی کا مدار ہے اور جیسے کھیتی کی ہمیشہ نگرانی کی جاتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کی نگرانی فرماتا رہتا رہے گا، نیز جیسے کھیتی اولاً کمزور ہوتی ہے پھر طاقت پکڑتی ہے ایسے ہی صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) اولاً بہت کمزور معلوم ہوتے تھے پھر طاقتور ہوئے۔(2)

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ جس طرح توریت اور انجیل میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف مذکور تھی ایسے ہی حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مَناقِب بھی تھے۔

﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ: تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔﴾ یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو کھیتی سے تشبیہ اس

---

1 ......تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیة: ٢٩، ١٠/٨٩، خازن، الفتح، تحت الآیة: ٢٩، ٤/١٦٢، مدارک، الفتح، تحت الآیة: ٢٩، ص١١٤٨، ملتقطاً.

2 ......نور العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٩، ص٨٢٢۔

لئے دی گئی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے جلنا کافروں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اُلفت و محبت نصیب فرمائے، آمین۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ: اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔﴾ اس آیت کے شروع میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے اَوصاف و فضائل بیان کیے گئے اور آخر میں ان کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی جا رہی ہے۔ یاد رہے کہ تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ صاحبِ ایمان اور نیک اعمال کرنے والے ہیں اس لئے یہ وعدہ سبھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے ہے۔

---

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ص١١٤٨.

سُوْرَةُ الحُجُرَات

سورۂ حجرات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **18** آیتیں، **343** کلمے اور **1476** حروف ہیں۔[2]

’’حجرات‘‘ نام رکھنے کی وجہ

حجرات کا معنی ’’حجرے اور کمرے‘‘ ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر **4** میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’**سورۃُ الحجرات**‘‘ ہے۔

سورۂ حجرات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس سورت میں متعدد اُمور میں مسلمانوں کی تربیت فرمائی گئی ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کے خصوصی آداب بیان کئے گئے ہیں اور جو لوگ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں انہیں بخشش اور بڑے ثواب کی بشارت دی گئی۔

(2)......مسلمانوں کو معاشرتی آداب بتائے گئے اور ان کی اَخلاقی تربیت کی گئی کہ تحقیق کئے بغیر کوئی خبر قبول نہ کریں، کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی نہ کریں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کا نام نہ بگاڑیں اور کسی کا مذاق نہ اُڑائیں۔

1......خازن، تفسیر سورة الحجرات، ١٦٣/٤.

2......خازن، تفسیر سورة الحجرات، ١٦٣/٤.

(3)...... یہ حکم دیا گیا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دی جائے اور اگر وہ صلح نہ کریں تو ان میں سے جو گروہ باطل پر ہو تو اس کے ساتھ جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ راہِ راست پر گامزن ہو جائے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں اپنے ایمان کا احسان جتانے والوں کی سرزَنش کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کسی کا اسلام قبول کرنا **اللہ** کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی احسان نہیں ہے نیز حقیقی مسلمان وہ ہے جو **اللہ** تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے پھر وہ دین کے کسی کام میں شک نہ کرے اور اپنی جان اور مال سے **اللہ** تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔

سورۂ فتح کے ساتھ مناسبت

سورۂ حجرات کی اپنے سے ماقبل سورت ''فتح'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ فتح میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا اور سورۂ حجرات میں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اور مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سُنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ آگے بڑھنا رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ادب واحترام کے خلاف ہے جبکہ بارگاہِ رسالت میں نیازمندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور تم اپنے تمام اَقوال واَفعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات درجِ ذیل ہیں،

(1)...... چند لوگوں نے عیدُ الاضحیٰ کے دِن سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

(2)...... حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو۔[1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: (اس آیت کا) شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آگے ہونا منع ہے، اگر حضور عَلَیْهِ السَّلَام کے ہمراہ راستہ

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١، ٤/١٦٣-١٦٤، جلالين، الحجرات، تحت الآية: ١، ص٤٢٦، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١، ص١١٤٩-١١٥٠، ملتقطاً.

میں جارہے ہوں تو آگے آگے چلنا منع ہے مگر خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت سے اجازت لے کر (چلنا منع نہیں)، اگر ساتھ کھانا ہو تو پہلے شروع کر دینا ناجائز، اسی طرح اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔[1]

آیت ”لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ“ سے متعلق 5 باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق 5 باتیں ملاحظہ ہوں

(1)......اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(2)......اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں اور آگے ہونا یا زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں، معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی دراصل اللّٰہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔[2]

(3)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت کی بنا پر آپ سے اجازت لے کر آگے بڑھنا اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا احادیث میں جو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آگے آگے چلنا مذکور ہے وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ ان کا چلنا خادم کی حیثیت سے تھا، یونہی حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا امامت کروانا بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ آپ کا یہ عمل حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھا۔

(4)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: علماءِ کرام چونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق

---

1 ......شان حبیب الرحمٰن، ص۲۲۴۔

2 ......شان حبیب الرحمٰن، ص۲۲۴-۲۲۵، ملخصاً۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا ’’اے ابودرداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔ (1)

یاد رہے کہ یہ ادب ان علماءِ کرام کے لئے ہے جو اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں جبکہ بدمذہبوں کے علماء اور بے عمل عالم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

(5)......بعض ادب والے لوگ بزرگوں یا قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، ان کے اس عمل کا ماخذ یہ آیت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔**﴾** اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو عظیم آداب

1......روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ١، ٩/٦٢.

سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آوز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پَست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توصیف وتکریم کے کلمات اور عظمت والے اَلقاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یا نَبِیَّ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (1)

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے چند روایت درج ذیل ہیں:

(1)……حضرت ابن اَبی مُلیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو بہترین حضرات ہلاک ہونے کے قریب جا پہنچے تھے، ہُوا یوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جب بنو تمیم کے سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، اُن میں سے ایک صاحب نے بنی مجاشع کے بھائی اقرع بن حابس کی طرف اشارہ کیا (کہ انہیں ان کی قوم کا حاکم بنا دیا جائے) اور دوسرے نے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ (یہ کہہ کر) میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں تو آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہو گئیں، اس پر اللّٰہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی ”**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ… الایہ**“۔ (2)

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے، حضرت عبداللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہی واقعہ مروی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ”اس گفتگو کے دوران ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اس معاملے میں یہ آیت

---

1 ……قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٢، ٨/٢٢٠، الجزء السادس عشر.

2 ……بخاری، کتاب التفسیر، باب لا ترفعوا اصواتکم… الخ، ٣/٣٣١، الحدیث: ٤٨٤٥.

نازل ہوئی ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا“ یہاں تک کہ آیت (”وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ“ تک) پوری ہوگئی۔[1] اس صورت میں اس شانِ نزول کا تعلق آیت نمبر 1 اور 2 دونوں سے ہے۔

(2)......دوسرا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان (اس معاملے میں) ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا (تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں)[2]

(3)......تیسرا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے، حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اونچا سنا کرتے تھے، اُن کی آواز بھی اُونچی تھی اور بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی اور بعض اوقات اس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی۔[3]

حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بلند آواز سے بات کرنا اگرچہ اونچا سننے کی معذوری کی بنا پر تھا لیکن معذوری اونچا سننا تھا نہ کہ اونچا بولنا کیونکہ اونچا سننے والے کیلئے اونچا بولنا تو ضروری نہیں اور اونچا سننے والے کو سمجھایا جائے کہ بھائی، تمہیں اونچا سنتا ہے، دوسروں کو نہیں لہٰذا تم اپنی آواز پست رکھو تو اس کہنے میں حرج نہیں بلکہ یہ عین درست اور قابلِ عمل بات ہے اور تیسرے شانِ نزول کے اعتبار سے یہی تفہیم کی گئی ہے۔

نوٹ: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہوگئی ہو، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ آیت کا نزول مختلف اَسباب کی وجہ سے ہوا ہو جو آیت نازل ہونے سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اور جب ان (روایات جن میں یہ) اَسباب (بیان ہوئے،) کی اسناد صحیح ہیں اور ان میں تطبیق واضح ہے تو پھر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔[4]

1......بخاری، کتاب التفسیر، باب اِنّ الذین یُنادونك... الخ، ۳/۳۳۲، الحدیث: ۴۸۴۷.

2......قرطبی، الحجرات، تحت الآیة: ۲، ۸/۲۲۰، الجزء السادس عشر.

3......مدارك، الحجرات، تحت الآیة: ۲، ص ۱۱۵۰.

4......فتح الباری، کتاب التفسیر، باب لاترفعوا اصواتکم... الخ، ۹/۵۱۰، تحت الحدیث: ۴۸۴۶.

نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو، عین ممکن ہے کہ پیش بندی کے طور پر انہیں یہ آداب تعلیم فرمائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

آیت ”لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ“ کے نزول کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بہت محتاط ہو گئے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کے دوران بہت سی احتیاطوں کو اپنے اوپر لازم کرلیا تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو جائے، نیز اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس ادب کی سختی سے تلقین کرتے تھے، اسی طرح آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کے روضۂ انور کے پاس (خود بھی آواز بلند نہ کرتے اور) دوسروں کو بھی آواز اونچی کرنے سے منع کرتے تھے، یہاں اسی سے متعلق 6 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ”**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ**“ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حال یہ تھا کہ آپ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتّٰی کہ بعض اوقات حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (اللّٰہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے) کہنے لگے: میں اہلِ نار سے ہوں۔ (جب یہ کچھ عرصہ بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اُن کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی: وہ میرے پڑوسی ہیں اور میری معلومات کے مطابق انہیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے کہا: یہ آیت نازل

---

1 ...... کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورۃ الحجرات، ١/٢١٤، الجزء الثانی، الحدیث: ٤٦٠٤.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجرات، ٥/١٧٧، الحدیث: ٣٢٧٧.

ہوئی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں (اور جب ایسا ہے) تو میں جہنمی ہوگیا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ صورتِ حال حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنت والوں میں سے ہیں۔''[1]

نوٹ: صحیح مسلم کی اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے اور تفسیر ابنِ منذر میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی یہی واقعہ مذکور ہے، اس میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بجائے حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے، اس کے بارے میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھنا زیادہ درست ہے کیونکہ آپ کا تعلق حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قبیلہ (خزرج) سے ہے اور حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں ان کا حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پڑوسی ہونا زیادہ واضح ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعلق دوسرے قبیلے (یعنی اَوس) سے تھا۔[2]

نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بنو تمیم کا وفد سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ سن 9 ہجری کا واقعہ ہے جبکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تو سن 5 ہجری میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد وفات پا گئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بہت بعد کی ہے۔

(4)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبر کے پاس تھا، ایک شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں مسجدِ حرام کو آباد کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے کہا: اللّٰہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنا تمہاری کہی ہوئی باتوں سے افضل ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب مخافة المؤمن ان یحبط عمله، ص٧٣، الحدیث: ١٨٧(١١٩).

2 ......فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النّبوة فی الاسلام، ٥١٧/٧، تحت الحدیث: ٣٦١٣.

منبر کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرو۔[1]

(5)......ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجدِ نبوی میں دو شخصوں کی بلند آواز سنی تو آپ (ان کے پاس) تشریف لائے اور فرمایا ”کیا تم دونوں جانتے ہو کہ کہاں کھڑے ہو؟ پھر ارشاد فرمایا: تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: ہم طائف کے رہنے والے ہیں: ارشاد فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں (یہاں آواز بلند کرنے کی وجہ سے) تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ مدینہ منورہ میں رہنے والے دربارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آداب سے خوب واقف ہیں)۔[2]

(6)......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: امیر المومنین عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے، اور یہی آیت (**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ**) تلاوت کی۔ (ہوسکتا ہے کہ واقعہ وہی ہو جو اوپر چار نمبر کے تحت بیان ہوا ہے۔)[3]

آیت ”لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ“ سے متعلق بزرگانِ دین کا عمل

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی آپ کی بارگاہ کا بے حد ادب و احترام کیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کے جو آداب انہیں تعلیم فرمائے انہیں دل و جان سے بجالائے، اسی طرح ان کے بعد تشریف لانے والے دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے بھی دربارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آداب کا خوب خیال رکھا اور دوسروں کو بھی وہ آداب بجالانے کی تلقین کی، چنانچہ یہاں ان کی سیرت کے اس پہلو سے متعلق 3 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......ابو جعفر منصور بادشاہ مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک مسئلے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، (اس دوران اس کی آواز کچھ بلند ہوئی تو) امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اس

---

1 ......مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشّهادة فی سبیل اللّٰه تعالی، ص۱۰۴۴، الحدیث: ۱۱۱(۱۸۷۹).

2 ......ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیة: ۲، ۳۴۳/۷.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ۱۶۹/۱۵۔

مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کوادب سکھایا اور فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بے شک وصال کے بعد بھی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا: اے ابو عبداللہ! میں قبلہ رُو ہو کر دعا کروں یا، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: تُو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کیوں رُخ پھیرتا ہے حالانکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے اور تیرے جدِ امجد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وسیلہ ہیں، تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رُخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔ [4]

(2)......امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (مسجدِ نبوی میں درس دیا کرتے تھے، جب ان) کے حلقۂ درس میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان سے عرض کی گئی: آپ ایک آدمی مقرر کرلیں جو (آپ سے حدیث پاک سن کر) لوگوں کو سنا دے۔ امام مالک رَضِیَ

1......حجرات:٢.

2......حجرات:٣.

3......حجرات:٤.

4......الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمة النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم... الخ، ص٤١، الجزء الثانی.

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عزت و حرمت زندگی اور وفات دونوں میں برابر ہے (اس لئے میں یہاں کسی شخص کو آواز بلند کرنے کے لئے ہرگز مقرر نہیں کرسکتا)۔ [2]

(3)...... حضرت سلیمان بن حرب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت حماد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے حدیث پاک بیان کی تو ایک شخص کسی چیز کے بارے میں کلام کرنے لگ گیا، اس پر حضرت حماد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ غضبناک ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور میں کہہ رہا ہوں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جبکہ تم کلام کررہے ہو (یعنی آواز اگرچہ میری ہے لیکن کلام تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ہے، پھر تم اس کلام کو سنتے ہوئے کیوں گفتگو کررہے ہو)۔ [4]

یہاں اس آیت سے متعلق 3 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...... بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا، یہ آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ آپ کی وفاتِ ظاہری سے لے کر تا قیامت بھی یہی ادب و احترام باقی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اب بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ جب روضۂ پاک پر حاضری نصیب ہو تو سلام بہت آہستہ کریں اور کچھ دور کھڑے ہوں بلکہ بعض فُقَہا نے تو حکم دیا ہے کہ جب حدیثِ پاک کا درس ہو رہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں کہ اگرچہ بولنے والا (یعنی حدیثِ پاک کا درس دینے والا) اور ہے مگر کلام تو

1 ......حجرات: ٢.

2 ......الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمة النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم... الخ، ص٤٣، الجزء الثانی.

3 ......حجرات: ٢.

4 ......شعب الایمان، الخامس عشر من شعب الایمان... الخ، ٢/٢٠٦، روایت نمبر: ١٥٤٦.

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہے۔[1]

(2)......بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ایسی آواز بلند کرنا منع ہے جو آپ کی تعظیم وتوقیر کے برخلاف ہے اور بے ادبی کے زُمرے میں داخل ہے اور اگر اس سے بے ادبی اور توہین کی نیت ہو تو یہ کفر ہے، لہٰذا جنگ کے دوران یا اَشعار کی صورت میں کفار کی مذمت بیان کرنے کے دوران صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی جو آوازیں بلند ہوئیں وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعظیم وتوقیر کے خلاف نہ تھیں بلکہ بعض مقامات پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھیں، اسی طرح اذان کے وقت جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ اذان ہوتی ہی بلند آواز سے ہے۔

(3)......علماءِ کرام کی مجالس میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔[2]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ③

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسولُ اللّٰہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللّٰہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ اللّٰہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللّٰہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ: بیشک جو لوگ اللّٰہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** جب یہ آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ“ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت

---

1 ......شان حبیب الرحمٰن، ص ۲۲۵۔

2 ......قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ۸/۲۲۰، الجزء السادس عشر.

ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے بہت احتیاط لازم کرلی اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اَقدس میں بہت ہی پَست آواز سے عرض معروض کرتے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ''بیشک جو لوگ ادب اور تعظیم کے طور پر اللّٰہ تعالٰی کے رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پَست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللّٰہ تعالٰی نے پرہیزگاری کے لئے پَرَکھ لیا (اور ان میں موجود پرہیزگاری کو ظاہر فرما دیا) ہے، ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا ثواب ہے۔[1]

آیت ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 5 باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... تمام عبادات بدن کا تقویٰ ہیں اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب دل کا تقویٰ ہے۔

(2)...... اللّٰہ تعالٰی نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے دل تقویٰ کے لئے پَرَکھ لئے ہیں تو جو انہیں مَعَاذَاللّٰہ فاسق مانے وہ اس آیت کا مُنکر ہے۔

(3)...... صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ انتہائی پرہیزگار اور اللّٰہ تعالٰی سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے کیونکہ جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالٰی کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اس ڈر سے اپنی آواز تک بلند نہ کی کہ کہیں بلند آواز سے بولنے کی بنا پر اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللّٰہ تعالٰی کی تعظیم اور اس کا خوف کتنا زیادہ ہوگا۔

(4)...... حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کی بخشش یقینی ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے ان کی بخشش کا اعلان فرما دیا ہے۔

(5)...... ان دونوں بزرگوں کا اجر و ثواب ہمارے وہم و خیال سے بالا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے اسے عظیم فرمایا ہے۔

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی شان

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اپنی معذوری کے باوجود اپنے اوپر یہ لازم کرلیا تھا کہ وہ کبھی نبی کریم صَلَّی

[1]...... جلالین مع صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٣، ٥/١٩٨٧-١٩٨٨.

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کریں گے، ان کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو اپنے سامنے چلتا ہوا دیکھتے تھے اور جب یمامہ کے مقام پر مُسیلمہ سے جنگ ہوئی تو حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ شکست کھا گیا ہے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ان لوگوں پر افسوس ہے، پھر حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اللہ تعالٰی کے دشمنوں سے اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں ڈٹ گئے اور لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: فلاں شخص میری ذرع اتار کر لے گیا ہے اور وہ لشکر کے کونے میں گھوڑے کے پاس پتھر کی ہنڈیا کے نیچے رکھی ہوئی ہے، لہٰذا آپ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جائیں اور انہیں اس کی خبر دیں تا کہ وہ میری ذرع واپس لے سکیں اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں: مجھ پر قرض ہے، تا کہ وہ میرا قرض ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ چنانچہ ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس کی خبر دی تو انہوں نے ذرع اور گھوڑے کو اسی طرح پایا جیسے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا تھا، انہوں نے ذرع لے لی اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس خواب کی خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وصیت کو نافذ کر دیا۔ حضرت مالک بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: مجھے اس وصیت کے علاوہ کوئی ایسی وصیت معلوم نہیں جو کسی کی وفات کے بعد نافذ کی گئی ہو۔ (1)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(1)......صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۳، ۵/۱۹۸۸.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ۔﴾ شانِ نزول: بنو تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے، اس وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حُجروں کے باہر سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پکارنا شروع کر دیا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لے آئے، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلالتِ شان کو بیان فرمایا گیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہِ اقدس میں اس طرح پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے۔ (1)

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُ جَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا: اور اگر وہ صبر کرتے ۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی کہ انہیں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پکارنے کی بجائے صبر اور انتظار کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود ہی مُقدّس حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے اور اس کے بعد یہ لوگ اپنی عرض پیش کرتے ۔ اگر وہ اپنے اوپر لازم اس ادب کو بجالاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور جن سے یہ بے ادبی سرزد ہوئی ہے اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (2)

---

1 ......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ٤، ص ١١٥١، ملخصاً.

2 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ٥، ٤/١٦٦، روح البيان، الحجرات، تحت الآية: ٥، ٩/٦٨، ملخصاً.

علماء اور بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری کا ایک ادب

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرَّب بندوں اور باعمل علماء کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ان کے آستانے کا دروازہ بجا کر جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ انتظار کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے معمول کے مطابق آستانے سے باہر تشریف لے آئیں۔ ہمارے بزرگانِ دین کا یہی طرزِ عمل ہوا کرتا تھا، چنانچہ بلند پایہ عالم حضرت ابوعبید رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرمایا کرتے تھے: میں نے کبھی بھی کسی استاد کے دروازہ پر دستک نہیں دی بلکہ میں ان کا انتظار کرتا رہتا اور جب وہ خود تشریف لاتے تو میں ان سے اِستفادہ حاصل کرتا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کرنے ان کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے پاس کھڑے ہوجاتے اور ان کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے (بلکہ خاموشی سے ان کا انتظار کرتے) یہاں تک کے وہ اپنے معمول کے مطابق باہر تشریف لے آتے۔ حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہ طرزِ عمل بہت برا معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: آپ نے دروازہ کیوں نہیں بجایا (تاکہ میں فوراً باہر آجاتا اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی؟) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جواب دیا: عالم اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت میں ہوتا ہے (یعنی عالم نبی کا وارث ہوتا ہے) اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے " وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ " (اس لئے میں نے بھی دروازہ بجانے کی بجائے آپ کے خود ہی تشریف لے آنے کا انتظار کیا)۔

علامہ آلوسی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا، اس کے بعد میں عمر بھر اسی کے مطابق اپنے استادوں کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔[1]

[illegible]

اس آیت سے مزید تین باتیں معلوم ہوئیں،

1 ......روح المعانی، الحجرات، تحت الآیة: ٥، ١٣/٤١٢.

(1)......اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار شریف کے آداب اللہ تعالیٰ نے بنائے اور اسی نے سکھائے ہیں، یاد رہے کہ یہ آداب صرف انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ جنوں، انسانوں اور فرشتوں سب پر جاری ہیں اور یہ آداب کسی خاص وقت تک کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔

(2)......اکابرین کی بارگاہ کا ادب کرنا بندے کو بلند درجات تک پہنچاتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے نوازتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔﴾ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو صرف اس کی بات پر اعتماد نہ کرو بلکہ تحقیق کرلو کہ وہ صحیح ہے یا نہیں کیونکہ جو فسق سے نہیں بچا وہ جھوٹ سے بھی نہ بچے گا تاکہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر ان کی براءت ظاہر ہونے کی صورت میں تمہیں اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بنی مُصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا، زمانۂ جاہلیّت میں اِن کے اور اُن کے درمیان دشمنی تھی، جب حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے علاقے کے قریب پہنچے اور اُن لوگوں کو خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ

حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کر کے حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس ہوگئے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کر دیا کہ حضور! ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کر دیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہوگئے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ صدقات لے کر خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

[illegible]

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہے لیکن فاسق سے مراد بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں ہیں کیونکہ آپ فاسق نہیں بلکہ عظیم صحابی ہیں۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اِس آیت کے پیشِ نظر کسی شخص کا) حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر فاسق کا اطلاق کرنا بڑی خطا ہے کیونکہ انہوں نے وہم اور گمان کیا جس میں خطا کر گئے اور خطا کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ (3)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہی ہو، لیکن یہ نہیں ہے کہ آیت میں بطورِ خاص آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہی فاسق کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (اس واقعے میں یا اس

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۴/ ۱۶۶-۱۶۷، مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ص ۱۱۵۲، روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۹/ ۷۰-۷۱، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۵/ ۱۹۹۰-۱۹۹۱، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۱۰/ ۹۸.

سے پہلے ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس کی بنا پر انہیں فاسق کہا جا سکے اور) اس واقعے میں بھی انہوں نے بنو مصطلق کی طرف جو بات منسوب کی تھی وہ اپنے گمان کے مطابق صحیح سمجھ کر کی تھی اگرچہ حقیقت میں وہ غلط تھی اور یہ ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر کسی کو فاسق قرار دیا جا سکے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام ان کاموں سے روکتا ہے جو معاشرتی امن کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنتا ہے، جیسے مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دَور میں پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے اور فسادات ہوتے ہی اسی وجہ سے ہیں کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ فوراً غصہ میں آجاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں خاندانی طور پر جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ اسی نوعیَّت کے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ ساس بہو کا معاملہ ہو یا شوہر وبیوی کا کہ تصدیق نہیں کی جاتی اور لڑائیاں شروع کر دی جاتی ہیں۔

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(2)......حاکم یک طرفہ بیان پر فیصلہ نہ کرے بلکہ فریقین کا بیان سن کر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

(3)......غیبت کرنے والے اور چغل خور کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔

(4)......کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِؕ-لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ

اِلَیۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعۡمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اُسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنادیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ: **اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کردے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کرکے تمہیں رُسوا کردیں گے، لہٰذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور یاد رکھو کہ اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں اور تمہاری رائے کے مطابق حکم دیدیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچالیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے جس کی برکت سے تم رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے مُتَنَفِّر ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ان کے اَحوال کا علم رکھنے

والا اور ان پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔[1]

آیت ’’ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 6 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔

(2)......نعت لکھنے پڑھنے والوں اور عرض و معروض کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنا سچا دکھ درد عرض کریں وہاں مبالغہ نہ کریں۔

(3)......ایمان پیارا معلوم ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

(4)......ایمان کا کمال اپنی کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔

(5)......گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچا لیتی ہے۔

(6)......تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کفر و فسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رُشد و ہدایت ایسی رَچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ و بُو۔

وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَاۚ-فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِۚ-فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو اُن میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے

1 ......مدارک، الحجرات، تحت الآیة: ٧-٨، ص١١٥٢-١١٥٣، خازن، الحجرات، تحت الآیة: ٧-٨، ٤/١٦٧، جلالین مع صاوی، الحجرات، تحت الآیة: ٧-٨، ٥/١٩٩١-١٩٩٢، ملتقطاً۔

تواس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردواور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کروادو اور عدل کرو، بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کروادو۔﴾ **شانِ نزول:** ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن اُبی نے ناک بند کر لی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا ”اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کردے تو مظلوم کی حمایت میں اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کروادو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو (کیونکہ اس جماعت کو ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سختی کے ساتھ راہِ راست پر لانا مقصود ہے) اور صرف اس معاملے میں ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ (1)

---

(1)……جلالین مع صاوی، الحجرات، تحت الآیة: ٩، ٥/١٩٩٢-١٩٩٣، مدارك، الحجرات، تحت الآیة: ٩، ص١١٥٣، روح البیان، الحجرات، تحت الآیة: ٩، ٩/٧٣-٧٦، ملتقطاً.

آیت" وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا "سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... جنگ وجِدال گناہ ہے،مگر یہاں دونوں فریقوں کو مومن فرمایا گیا،اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔

(2)......مسلمانوں میں صلح کرانا حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت اوراعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

(3)......غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہِ اسلام کی مخالفت یااس سے جنگ کرنے والا کافراور فاسق نہیں بلکہ مومن ہے۔

(4)......سلطانِ اسلام باغیوں سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آجائیں۔

(5)...... یہ جنگ جہاد نہ ہوگی، نہ ان باغیوں کا مال غنیمت ہوگا، نہ ان کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائیں گے بلکہ ان کازورتوڑ کران سے برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔

مسلمانوں میں صلح کروانے کے فضائل

قرآنِ مجیداوراَحادیثِ مبارکہ میں بکثرت مقامات پر مسلمانوں کوآپس میں صلح صفائی رکھنےاوران کے درمیان صلح کروانے کاحکم دیا گیااوراس کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ-وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگرکسی عورت کواپنے شوہر کی زیادتی یابے رغبتی کااندیشہ ہوتوان پرکوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اورصلح بہتر ہے۔

اورارشادفرماتا ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ-قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِۚ-فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب!تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔تم فرماؤ،غنیمت کے مالوں کے مالک اللّٰہ اوررسول ہیں تواللّٰہ سے ڈرتے رہواورآپس میں صلح صفائی رکھو۔

---

1 ......النساء:١٢٨.

2 ......انفال:١.

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرتِ اُمِّ کلثوم بنت عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔ (2)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، نماز اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہو، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: ''آپس میں صلح کروا دینا۔ (3)

البتہ یاد رہے کہ مسلمانوں میں وہی صلح کروانا جائز ہے جو شریعت کے دائرے میں ہو جبکہ ایسی صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے وہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں کے مابین صلح کروانا جائز ہے مگر وہ صلح (جائز نہیں) جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔ (4)

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کو تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود شوہر اور بیوی سے یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، تم سے جو غلطی ہوئی اسے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اس لئے تم اب آپس میں صلح کر لو، حالانکہ تین طلاقوں کے بعد وہ عورت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَحکام کے مطابق اپنے شوہر پر

1 ......النساء: ١١٤.
2 ......بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ٢/ ٢١٠، الحدیث: ٢٦٩٢.
3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، ٤/ ٣٦٥، الحدیث: ٤٩١٩.
4 ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب فی الصلح، ٣/ ٤٢٥، الحدیث: ٣٥٩٤.

حرام ہو چکی ہے اور صرف صلح کر لینے سے یہ حرام حلال نہیں ہو سکتا، تو ان کا یہ صلح کروانا حرام کو حلال کرنے کی کوشش کرنا ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں ہے اور ایسی صلح کروانے والے خود بھی گناہگار ہوں گے اور اس صلح کے بعد وہ مرد و عورت شوہر اور بیوی والا جو تعلق قائم کریں گے اس کا گناہ انہیں بھی ہوگا کیونکہ ان کے لئے اب وہ تعلق قائم کرنا حرام ہے اور یہ چونکہ حرام کام میں ان کی مدد کر رہے ہیں اور اس کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس کے گناہ میں یہ بھی شریک ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

معاشرے سے ظلم کا خاتمہ کرنے میں دینِ اسلام کا کردار

ظلم ایک ایسا بدترین فعل ہے جس سے انسان اپنے بنیادی حق سے محروم ہو کر اَذِیَّت اور کرب کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ وہ عمل ہے جس سے جھگڑے اور فسادات جنم لیتے، لوگ بغاوت اور سرکشی پر اتر آتے اور اصول و قوانین ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی حقوق تلف ہوتے اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو کر رہ جاتا ہے، دینِ اسلام چونکہ انسانی حقوق کا سب سے بڑا محافظ اور معاشرتی امن کو برقرار رکھنے کا سب سے زیادہ حامی ہے اسی لئے اس دین نے انسانی حقوق تلف کرنے اور معاشرتی امن میں بگاڑ پیدا کرنے والے ہر فعل سے روکا ہے اور ان چیزوں میں ظلم کا کردار دوسرے افعال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اس لئے اسلام نے ظلم کے خاتمے کیلئے بھی انتہائی احسن اِقدامات کئے ہیں تاکہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں اور وہ امن و سکون کی زندگی بسر کریں، ان میں سے ایک اِقدام لوگوں کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ ظالم کو روکیں اور دوسرا اِقدام ظالم کو وعیدیں سنانا ہے تاکہ وہ خود اپنے ظلم سے باز آ جائے، جیسا کہ درج ذیل تین اَحادیث سے واضح ہے، چنانچہ

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ مظلوم ہو تو مدد کروں گا لیکن ظالم ہو تو کیسے مدد کروں؟ ارشاد فرمایا ''اس کو ظلم کرنے سے روک دے یہی (اس کی) مدد کرنا ہے۔[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1......بخاري، كتاب الاكراه، باب يمين الرجل لصاحبه... الخ، ٣٨٩/٤، الحديث: ٦٩٥٢.

فرمایا ''مظلوم کی بددعا سے بچو، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔''[1]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا اپنے مسلمان بھائی پر اس کی آبرو یا کسی اور چیز کا کوئی ظلم ہو تو وہ آج ہی اس سے معافی لے لے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آجائے جب) اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم، (اس دن) اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو ظلم کے مطابق اس سے چھین لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔''[2]

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرتی امن کو قائم کرنے اور اس کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ ''ظلم'' کو ختم کرنے میں اسلام کا کردار سب سے زیادہ ہے اور اس کی کوششیں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ کارگر ہیں کیونکہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دیں گے تو وہ ظلم نہ کر سکے گا اور ظالم جب اتنی ہَولناک وعیدیں سنے گا تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوگا اور یہی خوف ظلم سے باز آنے میں اس کی مدد کرے گا، یوں معاشرے سے ظلم کا جڑ سے خاتمہ ہوگا اور معاشرہ امن و سکون کا پُر لُطف باغ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کے احکامات اور تعلیمات کو صحیح طریقے سے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مظلوم کی حمایت اور فریاد رسی کرنے کے فضائل

یہاں آیت کی مناسبت سے مظلوم کی حمایت کرنے اور اس کی فریاد رسی کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے 73 مغفرتیں لکھے گا، ان میں سے ایک سے اس کے تمام کاموں کی درستی ہو جائے گی اور 72 سے قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں گے۔''[3]

---

1 ......شعب الایمان، التاسع والاربعون من شعب الایمان ... الخ، فصل فی ذکر ماورد من التشدید ... الخ، ٤٩/٦، الحدیث: ٧٤٦٤.

2 ......بخاری، کتاب المظالم و الغصب، باب من کانت له مظلمة عند الرجل... الخ، ١٢٨/٢، الحدیث: ٢٤٤٩، مشکاة المصابیح، کتاب الآدب، باب الظّلم، الفصل الاول، ٢٣٥/٢، الحدیث: ٥١٢٦.

3 ......شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان... الخ، ١٢٠/٦، الحدیث: ٧٦٧٠.

(2)......اور حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی مظلوم کے ساتھ اس کی مدد کرنے چلے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔‘‘ (1)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی مظلوم کی حمایت اور مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق 8 اہم باتیں

اس آیت کے شانِ نزول میں (اگرچہ جھگڑے میں کچھ منافق بھی شریک تھے لیکن) اہلِ ایمان کے اختلاف کا بھی ذکر ہوا، اسی مناسبت سے یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام سے 8 اہم باتوں کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

(1)......تابعین سے لے کر قیامت تک امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی کم مرتبے والے صحابی کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قرب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے امتی کو مُیَسَّر نہیں اور جو بلند درجات یہ پائیں گے وہ کسی اور امتی کو نہ ملیں گے۔

(3)......اہلسنّت کے خواص اور عوام پہلے سے آخری درجے تک کے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو انتہاء درجے کا نیک اور متقی جانتے ہیں اور ان کے اَحوال کی تفاصیل کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس پر نظر کرنا حرام مانتے ہیں۔

(4)......اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے کسی کا کوئی ایسا فعل منقول ہے جو کم نظر کی آنکھ میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ہو اور اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ملے تو (اس کے بارے میں اہلسنت کے علماء اور عوام کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ) اس کا اچھا مَحمل بیان کرتے ہیں، اسے ان کے قلبی اخلاص اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کا سچا فرمان ’’ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ ‘‘ سن کر دل کے آئینے میں تفتیش کے زنگ کو جگہ نہیں دیتے اور حقیقی اَحوال کی تحقیق کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے۔

(5)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں، پھر ہم اُن کے معاملات میں کیسے دخل دے

(1)......حلیة الاولیاء، مالك بن انس، ۶/۳۸۳، الحدیث: ۹۰۱۲.

سکتے ہیں اوران میں صورۃً جو تنازعات اور اختلافات واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان جھگڑوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں، بلکہ یقین سے جانتے ہیں کہ وہ سب دین کی مَصلحتوں کے طلبگار تھے، اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی ان کا نصبُ العَین تھی، پھر وہ مُجتہد بھی تھے، تو جس کے اجتہاد میں جو بات اللّٰہ تعالٰی کے دین اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت کے لیے زیادہ مَصلحت آمیز اور مسلمانوں کے اَحوال سے مناسب تر معلوم ہوئی، اس نے اسے اختیار کیا، اگرچہ اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں اور سب واجبُ الاحترام ہیں، ان کا حال بالکل ایسا ہے جیسا دین کے فروعی مسائل میں خود علماءِ اہلسنت بلکہ ان کے مُجتہدین مثلاً امامِ اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہما رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے اختلافات ہیں۔

(6)......مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان جھگڑوں کے سبب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں ایک دوسرے کو نہ گمراہ فاسق جانیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دشمن ہوں بلکہ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آقائے دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، اللّٰہ تعالٰی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہوں میں مُعَظَّم و مُعَزَّز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔

(7)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ انبیاء اور فرشتے نہ تھے کہ گناہ سے معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللّٰہ تعالٰی اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اَحکام کے خلاف ہے۔

(8)......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ حدید میں سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی دو قِسمیں بیان فرمائی ہیں، **(1) مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ۔ (2) اَلَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا۔**

یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک قسم وہ ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے مُشَرَّف بایمان ہوئے، اس وقت راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب ان کی تعداد بھی بہت کم تھی اور وہ ہر طرح کمزور بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کردیا، یہ حضرات مہاجرین وانصار میں سے سابقین اَوّلین ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے، اللّٰہ تعالٰی کی

راہ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان ایمان والوں نے اس وقت اِس اخلاص کا ثبوت مالی اور جنگی جہاد سے دیا جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال، ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے۔ اجر اِن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُن سابقون اَوّلون والوں کے درجہ کا نہیں، اسی لیے قرآنِ عظیم نے اُن پہلوں کو اِن بعد والوں پر فضیلت دی اور پھر فرمایا:

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا،

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے سب ہی کو اجر ملے گا، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (1) وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا (2) وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (3) وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (4) قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔

وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ (5) فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (6) یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عَزَّوَجَلَّ بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر اعتراض کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات کو جن میں اکثر جھوٹی حکایات ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حدید کی اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے دونوں گروہوں سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا:

---

1 ......انبیاء:١٠١۔
2 ......انبیاء:١٠٢۔
3 ......انبیاء:١٠٢۔
4 ......انبیاء:١٠٣۔
5 ......انبیاء:١٠٣۔
6 ......انبیاء:١٠٣۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ [1] اور اللّٰہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

اس کے باوجود اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے بے عذاب جنت اور بے حساب کرامت وثواب کا وعدہ فرما چکا ہے، تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر اعتراض کرے، کیا اعتراض کرنے والا، اللّٰہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس بیان کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔ [2]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ (۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللّٰہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللّٰہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مَربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دُنْیَوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرادو اور اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔ [3]

مسلمانوں کے باہمی تعلق سے متعلق 3 احادیث

یہاں آیت کی مناسبت سے مسلمانوں کے باہمی تعلق کے بارے میں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

1 ......حدید: ۱۰.

2 ......فتاوی رضویہ، ۲۹/ ۳۵۷-۳۶۳، ملخصاً۔

3 ......خازن، الحجرات، تحت الآیة: ۱۰، ۴/ ۱۶۸، مدارك، الحجرات، تحت الآیة: ۱۰، ص ۱۱۵۳، ملتقطاً.

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رُسوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مَصائب میں سے کوئی مصیبت دُور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔ (1)

(2)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں، جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔ (2)

(3)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ (3)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے باہمی تعلقات سمجھنے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

1 ......بخاری، كتاب المظالم والغصب، باب لا يظلم المسلم... الخ، ٢/١٢٦، الحديث: ٢٤٤٢.

2 ......مسلم، كتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تراحم المؤمنين... الخ، ص١٣٩٦، الحديث: ٦٧(٢٥٨٦).

3 ......مسلم، كتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تراحم المؤمنين... الخ، ص١٣٩٦، الحديث: ٦٥(٢٥٨٥).

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ :اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں۔﴾ شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ کے مختلف حصوں کا نزول مختلف واقعات میں ہوا ہے اور آیت کے زیرِ تفسیر حصے کے نزول سے متعلق دو واقعات درج ذیل ہیں

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اونچا سنتے تھے، جب وہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ انہیں آگے بٹھاتے اور اُن کے لئے جگہ خالی کر دیتے تا کہ وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور جب مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت آپ تشریف لائے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا۔ لیکن حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ ''جگہ دو جگہ'' یہاں تک کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ اُن کے اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا: تمہیں جگہ مل گئی ہے اس لئے بیٹھ جاؤ۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ غصہ میں آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا جسم دبا کر کہا: کون؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: فلانی کا لڑکا۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا کیونکہ اس زمانے میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(2)......حضرت ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت بنی تمیم کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سلمان اور حضرت سالم وغیرہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی غُربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مَردوں سے نہ ہنسیں، یعنی مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست اپاہج کا اور آنکھ والے اس کا مذاق نہ اُڑائیں جس کی آنکھ میں عیب ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔ [1]

کسی شخص میں فقر کے آثار دیکھ کر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے

آیت کے دوسرے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں فقر، محتاجی اور غریبی کے آثار نظر آئیں تو ان کی بنا پر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے کے مقابلے میں دینداری کے لحاظ سے کہیں بہتر ہو۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، ان کے پاس دو پُرانی چادریں ہوتی ہیں اور انہیں کوئی پناہ نہیں دیتا (لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا رتبہ و مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا لیں (کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا) تو اللہ تعالیٰ (وہ کام کر کے) ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ [2]

حضرت حارث بن وہب خزاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور اور (لوگوں کی نگاہوں میں) گرا ہوا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی قسم سچی کر دے گا۔ [3]

﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ﴾: اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیة: ١١، ١٦٩/٤.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالك رضی الله عنه، ٤٥٩/٥، الحدیث: ٣٨٨٠.

3 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، ١٣-باب، ٢٧٢/٤، الحدیث: ٢٦١٤.

والیوں سے بہتر ہوں۔ ﴿شانِ نزول: آیتِ مبارکہ کے اس حصے کے نزول سے متعلق دو روایات درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے حضرتِ اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔

(2)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ اُمُّ المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجۂ مُطَہَّرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔[1]

اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا ہے، (اس پر انہیں رنج ہوا اور) آپ رونے لگیں، جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں روتا ہوا پایا تو ارشاد فرمایا ''تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے یہودی کی لڑکی کہا ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم نبی زادی ہو، تیرے چچا نبی ہیں اور نبی کی بیوی ہو، تو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں اور حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا ''اے حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا **اللّٰہ تعالٰی** سے ڈرو۔[2]

نوٹ: آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اُڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے، نیز آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں کسی صورت آپس میں ہنسی مذاق نہیں کرسکتیں بلکہ چند شرائط کے ساتھ ان کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (عورتوں کی ایک دوسرے سے) جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مُسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے۔[3]

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١١، ٤/١٦٩.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النّبی، ٥/٤٧٤، الحديث: ٣٩٢٠.

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۳/۱۹۴۔

مذاق اڑانے کا شرعی حکم اور اس کی مذمت

مذاق اُڑانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات، یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذاء رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔(1)

کثیر اَحادیث میں اس فعل سے ممانعت اور اس کی شدید مذمت اور شناعت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو، نہ اس کا مذاق اڑاؤ، نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کی خلاف ورزی کرو۔(2)

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے بہت مال ملے۔(3)

حضرت حسن رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آؤ آؤ، تو وہ بہت ہی بے چینی اور غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے سامنے آئے گا مگر جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچے گا وہ دروازہ بند ہو جائے گا، پھر ایک دوسرا جنت کا دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا: آؤ یہاں آؤ، چنانچہ یہ بے چینی اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا، اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ دروازہ کھلے گا اور پکار پڑے گی تو وہ ناامیدی کی وجہ سے نہیں جائے گا۔ (اس طرح وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا)(4)

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: کسی کو ذلیل کرنے کے لیے اور اس کی تحقیر

---

1 ......جہنم کے خطرات، ص۱۷۳۔

2 ...... ترمذی، کتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء فی المراء، ٣/٤٠٠، الحدیث: ٢٠٠٢.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ٣٥٣/٤، الحدیث: ٤٨٧٥.

4 ......موسوعة ابن ابی دنیا، الصّمت وآداب اللّسان، باب ما نهی عنه العباد ان یسخر... الخ، ١٨٣/٧، الحدیث: ٢٨٧.

کرنے کے لیے اس کی خامیوں کو ظاہر کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا یا اس کو طعنہ مارنا یا عار دلانا یا اس پر ہنسنا یا اس کو بُرے بُرے اَلقاب سے یاد کرنا اور اس کی ہنسی اُڑانا مثلاً آج کل کے بزعمِ خود اپنے آپ کو عُرفی شُرفاء کہلانے والے کچھ قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور محض قومیَّت کی بنا پر ان کا تَمَسْخُر اور اِستہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور قِسم قسم کے دل آزار اَلقاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، کبھی طعنہ زنی کرتے ہیں، کبھی عار دلاتے ہیں، یہ سب حرکتیں حرام و گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ لہٰذا ان حرکتوں سے توبہ لازم ہے، ورنہ یہ لوگ فاسق ٹھہریں گے۔ اسی طرح سیٹھوں اور مالداروں کی عادت ہے کہ وہ غریبوں کے ساتھ تَمَسْخُر اور اہانت آمیز القاب سے ان کو عار دلاتے اور طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں جس سے غریبوں کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے، مگر وہ اپنی غُربَت اور مُفلسی کی وجہ سے مالداروں کے سامنے دَم نہیں مار سکتے۔ ان مالداروں کو ہوش میں آجانا چاہیے کہ اگر وہ اپنے ان کَرتُوتوں سے توبہ کرکے باز نہ آئے تو یقیناً وہ قہرِ قَہّار و غضبِ جَبّار میں گرفتار ہو کر جہنم کے سزاوار بنیں گے اور دنیا میں ان غریبوں کے آنسو قہرِ خداوندی کا سیلاب بن کر ان مالداروں کے محلات کو خَس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گے۔ (1)

یاد رہے کہ کسی شخص سے ایسا مذاق کرنا حرام ہے جس سے اسے اَذِیَّت پہنچے البتہ ایسا مذاق جو اسے خوش کر دے، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں، جائز ہے، بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے، اسی لیے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنتِ مُستحبہ ہے۔ (2)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اگر تم اس بات پر قادر ہو کہ جس پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قادر تھے کہ مزاح (یعنی خوش طبعی) کرتے وقت صرف حق بات کہو، کسی کے دل کو اَذِیَّت نہ پہنچاؤ، حد سے نہ بڑھو اور کبھی کبھی مزاح کرو تو تمہارے لئے بھی کوئی حرج نہیں لیکن مزاح کو پیشہ بنا لینا بہت

❶......جہنم کے خطرات، ص۱۷۵-۱۷۶۔

❷......مراٰۃ المناجیح، ۶/۴۹۳-۴۹۴۔

بڑی غلطی ہے۔[1]

مزید فرماتے ہیں: وہ مزاح ممنوع ہے جو حد سے زیادہ کیا جائے اور ہمیشہ اسی میں مصروف رہا جائے اور جہاں تک ہمیشہ مزاح کرنے کا تعلق ہے تو اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ کھیل کود اور غیر سنجیدگی ہے، کھیل اگرچہ (بعض صورتوں میں) جائز ہے لیکن ہمیشہ اسی کام میں لگ جانا مذموم ہے اور حد سے زیادہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، بعض اوقات دل میں بُغض پیدا ہو جاتا ہے اور ہَیبت و وقار ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا جو مزاح ان اُمور سے خالی ہو وہ قابلِ مذمت نہیں، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک میں بھی مزاح کرتا ہوں اور میں (خوش طبعی میں) سچی بات ہی کہتا ہوں۔[2]

لیکن یہ بات تو آپ کے ساتھ خاص تھی کہ مزاح بھی فرماتے اور جھوٹ بھی نہ ہوتا لیکن جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے تو وہ مزاح اسی لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو ہنسائیں خواہ جس طرح بھی ہو، اور (اس کی وعید بیان کرتے ہوئے) نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایک شخص کوئی بات کہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ہم مجلس لوگوں کو ہنساتا ہے، اس کی وجہ سے ثُرَیّا ستارے سے بھی زیادہ دور تک جہنم میں گرتا ہے۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں جائز خوش طبعی کرنے اور ناجائز خوش طبعی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

[illegible]

یہاں موضوع کی مناسبت سے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوش طبعی کے چار واقعات بھی ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''کون، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ عرض کی: اللّٰہ تعالٰی کی قسم! ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں، بے شک

---

1 ......احياء علوم الدين، كتاب آفات اللّسان، الآفة العاشرة المزاح، ۳/۱۵۹.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۲۸۳، الحديث: ۹۹۵.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابى هريرة رضى الله عنه، ۳/۳٦٦، الحديث: ۹۲۳۱، احياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان، الآفة العاشرة المزاح، ۳/۱۵۸.

اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کیا کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو (آپ نے اس سے وہ سفیدی مراد لی تھی جو آنکھ کے سیاہ حلقے کے اردگرد ہوتی ہے)۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم میں گھلے ملے رہتے، حتّٰی کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے ’’ابو عمیر! چڑیا کا کیا ہوا۔[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سواری مانگی تو ارشاد فرمایا ’’ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنم دیتی ہے۔[3]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: ’’جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ انہوں نے (پریشان ہوکر) عرض کی: تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ

اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًۙ(۳۵) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا[4] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔[5]

﴿وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو۔﴾ یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہے جب کسی دوسرے مومن پر عیب لگایا جائے گا تو گویا اپنے پر ہی عیب لگایا جائے گا۔[6]

---

1 ......سبل الهدى والرشاد، جماع ابواب صفاته المعنوية، الباب الثاني والعشرون في مزاحه... الخ، ١١٤/٧.

2 ......بخاری، كتاب الادب، باب الانبساط الى الناس، ١٣٤/٤، الحديث: ٦١٢٩.

3 ...... ترمذی، كتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء في المزاح، ٣٩٩/٣، الحديث: ١٩٩٩.

4 ......واقعه: ٣٥، ٣٦.

5 ......مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثاني، ٢٠٠/٢، الحديث: ٤٨٨٨.

6 ......روح المعاني، الحجرات، تحت الآية: ١١، ٤٢٤/١٣.

اَحادیث میں طعنہ دینے کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں اس سے متعلق 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع۔''[1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔''[2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں طعنہ دینے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔﴾ برے نام رکھنے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کرلی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے۔ یہاں آیت میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے۔

حدیثِ پاک میں اس عمل کی وعید بھی بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا اِرتکاب نہ کرلے۔''[3]

(2)......بعض علماء نے فرمایا ''برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، یا گدھا، یا سور کہنا ہے۔

(3)......بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ اَلقاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو (لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں، جیسے کہ حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا لقب عتیق اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فاروق اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذوالنُّورَین اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ابوتُراب اور حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب النّهی عن لعن الدّواب وغیرها، ص ١٤٠٠، الحدیث: ٨٥(٢٥٩٨).

2 ......ترمذی، کتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء فی اللّعنة، ٣/٣٩٣، الحدیث: ١٩٨٤.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة...الخ، ٥٣-باب، ٤/٢٢٦، الحدیث: ٢٥١٣.

عَنْهُ کا سَیْفُ اللّٰہ تھا) اور جو اَلقاب گویا کہ نام بن گئے اور اَلقاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں، جیسے اَعْمَش اور اَعرَ ج وغیرہ۔[1]

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے۔﴾ ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو، کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔[2]

آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے

(1)......مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مومن عزت والا ہے۔

(2)......عظمت کا دار و مدار محض نسب پر نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔

(3)......مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے نہ معلوم بارگاہِ الٰہی میں کون کس سے بہتر ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ-اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللّٰہ سے

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١١، ١٧٠/٤.

2 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١١، ١٧٠/٤.

ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالٰی نے اپنے مومن بندوں کو بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو محض گناہ ہیں لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ گمان کی کثرت سے بچا جائے۔ (1)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں گمان کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا) کیونکہ گمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے، اس پر قبیح افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان اُمور سے یقینی طور پر واقف ہوگا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تا کہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر قبیح ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔ (2)

علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کی کثرت کو مُبہم رکھا گیا تا کہ مسلمان ہر گمان کے بارے میں محتاط ہو جائے اور غور وفکر کرے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس گمان کا تعلق کس صورت سے ہے کیونکہ بعض گمان واجب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مُباح ہیں۔ (3)

گمان کی اَقسام اور ان کا شرعی حکم

گمان کی کئی اَقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (1) واجب، جیسے اللہ تعالٰی کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (2) مُستحَب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ (3) ممنوع حرام۔ جیسے اللہ تعالٰی کے ساتھ برا گمان کرنا

---

1 ......ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیة: ۱۲، ۷/۳۵۲.

2 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیة: ۱۲، ۱۰/۱۱۰.

3 ......بیضاوی، الحجرات، تحت الآیة: ۱۲، ۵/۲۱۸، ملخصاً.

اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔**(4)** جائز، جیسے فاسقِ مُعْلِن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: گمان دوطرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر برائی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل کو خالی کرنا ضروری ہے۔[1]

یہاں بطورِ خاص بدگمانی کے شرعی حکم کی تفصیل ملاحظہ ہو، چنانچہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔[2]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتَّی الامکان اس کے قول وفعل کو وجہِ صحیح پر حمل واجب (ہے)۔[3]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو (جیسا اس کے بارے میں گمان کیا) تو اب حرام نہیں، مثلاً کسی کو (شراب بنانے کی) بھٹی میں آتے جاتے دیکھ کر اسے شراب خور گمان کیا تو اِس کا قصور نہیں (بلکہ بھٹی میں آنے جانے والے کا قصور ہے کیونکہ) اُس نے موضعِ تہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اِجتناب نہ کیا۔[4]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مومنِ صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجود یکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔[5]

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٤/١٧٠-١٧١، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ص١١٥٥، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۶/۴۸۶۔

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۰/۲۷۸۔

4 ......فتاوی امجدیہ، ۱/۱۲۳۔

5 ......خزائن العرفان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۹۵۰۔

بدگمانی کی مذمت اور اچھا گمان رکھنے کی ترغیب

دینِ اسلام وہ عظیم دین ہے جس میں انسانوں کے باہمی حقوق اور معاشرتی آداب کو خاص اہمیت دی گئی اور ان چیزوں کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے اسی لئے جو چیز انسانی حقوق کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور جو چیز معاشرتی آداب کے برخلاف ہے اس سے دینِ اسلام نے منع فرمایا اور اس سے بچنے کا تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے، جیسے ان اَشیاء میں سے ایک چیز ''بدگمانی'' ہے جو کہ انسانی حقوق کی پامالی کا بہت بڑا سبب اور معاشرتی آداب کے انتہائی برخلاف ہے، اس سے دینِ اسلام میں خاص طور پر منع کیا گیا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے رُوگردانی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔(2)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بدگمانی کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات

یہاں بدگمانی کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات بھی ملاحظہ ہوں تا کہ بدگمانی سے بچنے کی ترغیب ملے، چنانچہ اس کے 4 دینی نقصانات یہ ہیں

(1)......جس کے بارے میں بدگمانی کی، اگر اُس کے سامنے اِس کا اظہار کر دیا تو اُس کی دل آزاری ہو سکتی ہے اور شرعی اجازت کے بغیر مسلمان کی دل آزاری حرام ہے۔

(2)......اگر اس کی غیر موجودگی میں دوسرے کے سامنے اپنے برے گمان کا اظہار کیا تو یہ غیبت ہو جائے گی اور مسلمان

(1)......بنی اسرائیل:٣٦.

(2)......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تحریم الظّنّ والتّجسّس... الخ، ص١٣٨٦، الحدیث: ٢٨(٢٥٦٣).

کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(3)...... بدگمانی کرنے والا محض اپنے گمان پر صبر نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے عیب تلاش کرنے میں لگ جاتا ہے اور کسی مسلمان کے عیبوں کو تلاش کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

(4)...... بدگمانی کرنے سے بُغض اور حسد جیسے خطرناک اَمراض پیدا ہوتے ہیں۔

اور اس کے دو بڑے دُنْیَوی نقصانات یہ ہیں،

(1)...... بدگمانی کرنے سے دو بھائیوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، ساس اور بہو ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں، شوہر اور بیوی میں ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا اور بات بات پر آپس میں لڑائی رہنے لگتی ہے اور آخر کار ان میں طلاق اور جدائی کی نوبت آجاتی ہے، بھائی اور بہن کے درمیان تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں اور یوں ایک ہنستا بستا گھر اجڑ کر رہ جاتا ہے۔

(2)...... دوسروں کے لئے برے خیالات رکھنے والے افراد پر فالج اور دل کی بیماریوں کا خطرہ زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حال ہی میں امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپوٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ وہ افراد جو دوسروں کے لئے مخالفانہ سوچ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ذہنی دباؤ کا شکار اور غصے میں رہتے ہیں ان میں دل کی بیماریوں اور فالج کا خطرہ 86% بڑھ جاتا ہے۔

بدگمانی کا علاج

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتّٰی کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو پھر بھی اس پر حد لگانا جائز نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا اِحتمال ہے تو وہ دل سے بدگمانی کی تصدیق کر کے شیطان کو خوش نہ کرے (اگرچہ مذکورہ صورت میں بدگمانی کا گناہ نہیں ہوگا لیکن بچنے میں پھر بھی بھلائی ہی ہے) [1]۔ [2]

---

❶...... احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، بیان تحریم الغیبۃ بالقلب، ۳/۱۸۶ ملخصاً۔

❷...... بدگمانی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''بدگمانی'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا: اور جستجو نہ کرو۔﴾ اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی سَتّاری سے چھپایا ہے۔

مسلمانوں کے عیب تلاش کرنے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا ممنوع ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک عبرت انگیز حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اے ان لوگوں کے گروہ، جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کردے) گا اور جس کی اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ٹٹول کرے گا (یعنی عیب ظاہر کرے گا) اس کو رسوا کردے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنا اور ان کے عیب تلاش کرنا منافق کا شِعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے کیونکہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے عیب تلاش کر رہا ہے، یقیناً اس میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ عیب ایسا ہو جس کے ظاہر ہونے سے وہ معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جائے لہٰذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان کی اس حرکت کی بنا پر کہیں اللہ تعالیٰ ان کے وہ پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرما دے جس سے وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہو جائیں۔

عیب چھپانے کے فضائل

یہاں موضوع کی مناسبت سے مسلمانوں کے عیب چھپانے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔ (2)

(2)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب في الغيبة، ٤/٣٥٤، الحديث: ٤٨٨٠.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا يظلم المسلم... الخ، ٢/١٢٦، الحديث: ٢٤٤٢.

فرمایا: ’’جو شخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اور اس نے پردہ ڈال دیا (یعنی چھپادی) تو ایسا ہے جیسے مَوْءُوْدَہ (یعنی زندہ زمین میں دبادی جانے والی بچی) کو زندہ کیا۔‘‘[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے عیب چھپانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے عیبوں کی اصلاح کی جائے

جو شخص لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں رہتا ہے اسے خاص طور پر اور تمام لوگوں کو عمومی طور پر چاہئے کہ کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ اسی میں ان کی اور دوسروں کی دنیا و آخرت کا بھلا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔[2]

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب تم اپنے ساتھی کے عیب ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو (اس وقت) اپنے عیبوں کو یاد کرو۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے بچنے، اپنے عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

انسان کی عزت وحرمت کی حفاظت میں اسلام کا کردار

دینِ اسلام کی نظر میں ایک انسان کی عزت و حرمت کی قدر بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت و حرمت کی قدر اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے، اسی لئے دینِ اسلام نے ان تمام اَفعال سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے کسی انسان کی عزت و حرمت پامال ہوتی ہو، ان افعال میں سے ایک فعل کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دینا ہے جس کا انسانوں کی عزت و حرمت ختم کرنے میں بہت بڑا کردار ہے، اس وجہ سے جہاں اس شخص کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا عیب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے وہیں وہ شخص بھی

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الستر علی المسلم، ٤/٣٥٧، الحدیث: ٤٨١٩.

2 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ٥/٣١١، الحدیث: ٦٧٦١.

3 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ٥/٣١١، الحدیث: ٦٧٥٨.

لوگوں کی نفرت اور ملامت کا سامنا کرتا ہے جو عیب تلاش کرنے اور انہیں ظاہر کرنے میں لگا رہتا ہے، یوں عیب تلاش کرنے والے اور جس کا عیب بیان کیا جائے، دونوں کی عزت وحرمت چلی جاتی ہے، اس لئے دینِ اسلام نے عیبوں کی تلاش میں رہنے اور انہیں لوگوں کے سامنے شرعی اجازت کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا اور اس سے باز نہ آنے والوں کو سخت وعیدیں سنائیں تاکہ ان وعیدوں سے ڈر کر لوگ اس بُرے فعل سے باز آجائیں اور سب کی عزت وحرمت کی حفاظت ہو۔

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔﴾ اس آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مَرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت وآبرُو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ **شانِ نزول:** جب سرکارِ دوعالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مالداروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب اُن کی خدمت کرے اور وہ اسے کھلائیں پلائیں، یوں ہر ایک کا کام چلے، چنانچہ اسی دستور کے مطابق حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو اُن دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجا، حضورِ اَقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے کچن کے خادم حضرتِ اُسامہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ تھے، اُن کے پاس کھانے میں سے کچھ باقی رہا نہ تھا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے یہی آ کر کہہ دیا تو اُن دونوں رفیقوں نے کہا: اُسامہ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) نے بُخل کیا۔ جب وہ حضورِ انور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔ اُنہوں نے عرض کی: ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا ''تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اُس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔ (1)

(1)......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٤/١٧٠-١٧١ ملخصاً.

غیبت کی مذمت سے متعلق 4 اَحادیث

اس آیت میں غیبت کرنے سے منع کیا گیا اور ایک مثال کے ذریعے اس کی شَناعت اور برائی کو بیان فرمایا گیا ہے، کثیر اَحادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: **اللّٰہ تعالٰی** اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ [1]

(2)......حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’غیبت زِنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، **یارسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا ’’مرد زِنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو **اللّٰہ تعالٰی** اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی تب تک مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ معاف نہ کردے جس کی غیبت کی ہے۔ [2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ افراد ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ [3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تحریم الغیبة، ص١٣٩٧، الحدیث: ٧٠(٢٥٨٩).

2 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ٣٠٦/٥، الحدیث: ٦٧٤١.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ٣٥٣/٤، الحدیث: ٤٨٧٨.

جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس قیامت کے دن اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا تم جس طرح دنیا میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب زندہ کا گوشت کھاؤ وہ چیخ مارتا ہوا اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔[1]

سرِ دست یہ 4 اَحادیث ذکر کی ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ انہیں غور سے پڑھے اور غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غیبت جیسی خطرناک باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

غیبت کی تعریف اور اس سے متعلق 5 شرعی مسائل

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔[2]

غیبت سے متعلق 5 شرعی مسائل درج ذیل ہیں:

(1)......غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے (اسی طرح) فعل سے بھی ہوتی ہے، صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا تعریض و کنایہ کے ساتھ ہو سب صورتیں حرام ہیں، برائی کو جس نَوعِیَّت سے سمجھائے گا سب غیبت میں داخل ہے۔ تعریض کی یہ صورت ہے کہ کسی کے ذکر کرتے وقت یہ کہا کہ ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ایسا نہیں‘‘ جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ایسا ہے۔ کسی کی برائی لکھ دی یہ بھی غیبت ہے، سر وغیرہ کی حرکت بھی غیبت ہو سکتی ہے، مثلاً کسی کی خوبیوں کا تذکرہ تھا اس نے سر کے اشارہ سے یہ بتانا چاہا کہ اس میں جو کچھ برائیاں ہیں ان سے تم واقف نہیں، ہونٹوں اور آنکھوں اور بھوؤں اور زبان یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہو سکتی ہے۔

(2)......ایک صورت غیبت کی نقل ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل کرے اور لنگڑا کر چلے، یا جس چال سے کوئی چلتا ہے اس

---

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ١/٤٥٠، الحدیث: ١٦٥٦.

2 ......بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ٥٣٢/٣۔

کی نقل اتاری جائے یہ بھی غیبت ہے، بلکہ زبان سے کہہ دینے سے یہ زیادہ برا ہے کیونکہ نقل کرنے میں پوری تصویر کشی اور بات کو سمجھانا پایا جاتا ہے (جب) کہ کہنے میں وہ بات نہیں ہوتی۔[1]

(3)......جس طرح زندہ آدمی کی غیبت ہوسکتی ہے مرے ہوئے مسلمان کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غیبت ہے، جبکہ وہ صورتیں نہ ہوں جن میں عیوب کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ مسلم کی غیبت جس طرح حرام ہے کافر ذمی کی بھی ناجائز ہے کہ ان کے حقوق بھی مسلم کی طرح ہیں (جبکہ) کافر حربی کی برائی کرنا غیبت نہیں۔

(4)......کسی کی برائی اس کے سامنے کرنا اگر غیبت میں داخل نہ بھی ہو جبکہ غیبت میں پیٹھ پیچھے برائی کرنا معتبر ہو مگر یہ اس سے بڑھ کر حرام ہے کیونکہ غیبت میں جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایذاءِ مسلم ہے وہ یہاں بدرجہ اَولی پائی جاتی ہے غیبت میں تو یہ اِحتمال ہے کہ اسے اطلاع ملے یا نہ ملے اگر اسے اطلاع نہ ہوئی تو ایذا بھی نہ ہوئی، مگر احتمالِ ایذا کو یہاں ایذا قرار دے کر شرعِ مُطَہَّر نے حرام کیا اور مونھ پر اس کی مذمت کرنا تو حقیقۃً ایذا ہے پھر یہ کیوں حرام نہ ہو۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بعض لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کی غیبت کیوں کرتے ہو، وہ نہایت دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کا ڈر اپڑا ہے چلو میں اس کے مونھ پر یہ باتیں کہہ دوں گا، ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا غیبت وحرام ہے اور مونھ پر کہو گے تو یہ دوسرا حرام ہوگا، اگر تم اس کے سامنے کہنے کی جرأت رکھتے ہو تو اس کی وجہ سے غیبت حلال نہیں ہوگی۔

(5)......جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے لازم ہے کہ زبان سے انکار کردے مثلاً کہدے کہ میرے سامنے اس کی برائی نہ کرو۔ اگر زبان سے انکار کرنے میں اس کو خوف واندیشہ ہے تو دل سے اسے برا جانے اور اگر ممکن ہو تو یہ شخص جس کے سامنے برائی کی جارہی ہے وہاں سے اٹھ جائے یا اس بات کو کاٹ کر کوئی دوسری بات شروع کردے ایسا نہ کرنے میں سننے والا بھی گناہ گار ہوگا، غیبت کا سننے والا بھی غیبت کرنے والے کے حکم میں ہے۔[2]

غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل

یہاں غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں

1 ...... بہارشریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۶۔

2 ...... بہارشریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۷-۵۳۸۔

(1)......جس کی غیبت کی اگراس کواس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمھاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بریُ الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔

(2)......جس کی غیبت کی ہے اسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے آیا اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں علما کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ توبہ صحیح ہے اللّٰہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمادے گا، جس نے غیبت کی اس کی مغفرت توبہ سے ہوئی اور جس کی غیبت کی گئی اس کو جو تکلیف پہنچی اور اس نے درگزر کیا، اس وجہ سے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ مُعلَّق رہے گی اگر وہ شخص جس کی غیبت ہوئی خبر پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا تو توبہ صحیح ہے اور توبہ کے بعد اسے خبر پہنچ گئی تو صحیح نہیں، جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔ بہتان کی صورت میں توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔

(3)......معافی مانگنے میں یہ ضرور ہے کہ غیبت کے مقابل میں اس کی ثناءِ حسن (اچھی تعریف) کرے اور اس کے ساتھ اظہارِ محبت کرے کہ اس کے دل سے یہ بات جاتی رہے اور فرض کرو اس نے زبان سے معاف کردیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا تو اس کا معافی مانگنا اور اظہارِ محبت کرنا غیبت کی برائی کے مقابل ہوجائے گا اور آخرت میں مُواخذہ نہ ہوگا۔

(4)......اس نے معافی مانگی اور اس نے معاف کردیا مگر اس نے سچائی اور خلوصِ دل سے معافی نہیں مانگی تھی محض ظاہری اور نمائشی یہ معافی تھی، تو ہوسکتا ہے کہ آخرت میں مُؤاخذہ ہو، کیونکہ اس نے یہ سمجھ کر معاف کیا تھا کہ یہ خلوص کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے۔

(5)......امام غزالی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ یہ فرماتے ہیں، کہ جس کی غیبت کی وہ مرگیا یا کہیں غائب ہوگیا اس سے کیونکر معافی مانگے یہ معاملہ بہت دشوار ہوگیا، اس کو چاہیے کہ نیک کام کی کثرت کرے تا کہ اگر اس کی نیکیاں غیبت کے بدلے میں اسے دے دی جائیں، جب بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔[1]

[1]......بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۸-۵۳۹۔

نوٹ: غیبت سے متعلق مزید شرعی مسائل جاننے کیلئے، بہارِ شریعت جلد 3 ص 532 تا 539 کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔﴾ ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ایک عورت حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِّ اعلیٰ کی اولاد ہو (اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو) اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔[2]

یاد رہے کہ دنیا میں وہ اُمور اگرچہ کثیر ہیں کہ جن کی وجہ سے فخر و تکبر کیا جاتا ہے لیکن نسب ان میں سب سے

---

1 ......غیبت سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی کتاب ''غیبت کی تباہ کاریاں'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

2 ......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص١١٥٦.

بڑا اَمر ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ ان چیزوں کے ختم ہونے پر تکبر بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔[1]

[illegible]

فخر وتکبُّر کے اَسباب میں سے ایک اہم سبب اپنے نسب کے ذریعے دوسروں پر تکبر کرنا ہے، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے اور بعض لوگ حسب ونسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں کہ گویا دوسرے لوگ ان کی مِلکیَّت میں اور ان کے غلام ہیں، وہ اِن سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟ (وغیرہ)

یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالت اِعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نورِ بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اس کی زبان پر آجاتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں ایک شخص سے میری تکرار ہو گئی تو میں نے کہا: اے کالی عورت کے بیٹے! تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوذر! صاع پورا نہیں بھرا جاتا، سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا: اٹھو اور میرے رخسار کو پامال کر دو۔

تو دیکھئے کس طرح نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں تنبیہ فرمائی جب انہوں نے سفید خاتون کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھا اور یہ بات خطا اور نادانی ہے، اور دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح توبہ کی اور اپنے آپ سے تکبر کے درخت کو اس شخص کے تلوے کے ذریعے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کے مقابلے میں تکبر کیا گیا تھا

1 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ١٣، ١٠/١١٣، ملخصاً.

کیونکہ آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ تکبر کو صرف عاجزی کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔

اسی سلسلے میں مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں تم کون ہو؟ تمہاری تو ماں ہی نہیں۔ اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اس طرح وہ نو پُشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری تو ماں ہی نہیں ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرما دیجئے: وہ نو کی نو پشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہوگے۔ [1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اپنے آباؤ اَجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے ناک سے گندگی کو دھکیلتے ہیں [2]۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔ [4]

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ: بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جارہی ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ تعالیٰ تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔ **شانِ نزول:** حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے، وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک حبشی غلام یہ کہہ رہا تھا: جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث عبد الرّحمن بن ابی ليلی... الخ، ٣٤/٨، الحديث: ٢١٢٣٦.
2 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب فی التّفاخر بالاحساب، ٤٢٧/٤، الحديث: ٥١١٦، باختلاف بعض الالفاظ.
3 ......احياء علوم الدين، كتاب ذمّ الكبر والعجب، بيان ما به التكبّر، ٤٣١/٣-٤٣٢.
4 ......تکبر سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی تدفین میں تشریف لائے، اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

عزت و فضیلت کا مدار پرہیز گاری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وفضیلت کا مدار نسب نہیں بلکہ پرہیز گاری ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے بچے اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے عزت و فضیلت نصیب ہو، ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: فتحِ مکہ کے دن حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیَّت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کر دیا ہے اور اب صرف دو قسم کے لوگ ہیں (1) نیک اور متقی شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہے۔ (2) گناہگار اور بدبخت آدمی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل وخوار ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔[2]

(2)......حضرت عداء بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے دن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبرِ اقدس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور

1 ......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص١١٥٦، جلالين، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص٤٢٨، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الحجرات، ١٧٩/٥، الحديث: ٣٢٨١.

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جوتم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

تو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر فضیلت حاصل ہے بلکہ فضیلت صرف تقویٰ و پرہیز گاری سے ہے (تو جو مُتَّقی اور پرہیز گار ہے وہ افضل ہے)۔(1)

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب قیامت کا دن ہوگا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اس حال میں کہ وہ غیر مختون ہوں گے اور ان کی رنگت سیاہ ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ’’اے میرے بندو! میں نے تمہیں حکم دیا اور تم نے میرے حکم کو ضائع کر دیا اور تم نے اپنے نسبوں کو بلند کیا اور انہی کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے، آج کے دن میں تمہارے نسبوں کو حقیر و ذلیل قرار دے رہا ہوں، میں ہی غالب حکمران ہوں، کہاں ہیں مُتَّقی لوگ؟ کہاں ہیں متقی لوگ؟ بیشک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جوتم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔(2)

اللہ تعالیٰ ہمیں نسبی فخر و تکبر سے بچائے اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّاؕ-قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْؕ-وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـاؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی

1 ......معجم الکبیر، عداء بن خالد بن ھوذہ العامری، ۱۲/۱۸، الحدیث: ۱۶.

2 ......تاریخ بغداد، ذکر من اسمه علیّ، حرف الالف من آباء العلیین، ۶۱۷۲-علیّ بن ابراهیم العمری القزوینی، ۳۳۷/۱۱.

ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے ،تم فرماؤ: تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے اعمال سے کچھ کمی نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ **قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے۔** ﴾ **شانِ نزول:** بنواسد بن خزیمہ کے کچھ لوگ خشک سالی کے زمانہ میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کیا، ان لوگوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور ان کی وجہ سے وہاں غلہ کے دام بڑھ گئے اور دوسری طرف صبح و شام رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آ کر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے: ہمیں کچھ دیجئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں تم سچے دل سے ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم ظاہری طور پر فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم ظاہری و باطنی طور پر، سچائی اور اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو اللہ تعالٰی تمہارے نیک اعمال کے ثواب سے کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہیں اپنی شان کے لائق جزا دے گا جو تمہارے وہم و گمان سے باہر ہے، بیشک اللہ تعالٰی بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں بخشنے والا اور انہیں توبہ کی ہدایت دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (1)

یہاں آیت کی مناسبت سے دو باتیں یاد رہیں، ایک یہ کہ محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں اور اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ اطاعت و فرمانبرداری، اسلام کے لغوی معنی ہیں اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان ایک ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔

(1)......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٤، ١٧٣/٤، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٤، ص١١٥٧، ملتقطاً.

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچّے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔﴾ ایمان کا دعویٰ کرنے والے دیہاتیوں سے فرمایا گیا: اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، پھر انہوں نے اپنے دین و ایمان میں شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور یہی لوگ ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ (1)

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا تم اللّٰہ کو اپنا دین بتاتے ہو اور اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

(1)......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیة: ١٥، ١٠/١١٧، خازن، الحجرات، تحت الآیة: ١٥، ٤/١٧٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تم **اللّٰہ** کو اپنا دین بتاتے ہو حالانکہ **اللّٰہ** جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ: تم فرماؤ: کیا تم اللّٰہ کو اپنا دین بتاتے ہو۔﴾ شانِ نزول: جب اس سے پہلے کی دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو دیہاتیوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم مخلص مومن ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خطاب فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں: کیا تم اللّٰہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو حالانکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے اسے اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، مومن کا ایمان بھی اسے معلوم ہے اور منافق کا نفاق بھی اس کے علم میں ہے، تمہارے بتانے اور خبر دینے کی حاجت نہیں۔[1]

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْاؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ **اللّٰہ** تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ تم فرماؤ: اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ **اللّٰہ** تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

﴿یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا: اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں تو آپ ان کی یہ غلط فہمی

[1] ......خازن، الحجرات، تحت الآیة: ١٦، ٤/١٧٤، مدارك، الحجرات، تحت الآیة: ١٦، ص١١٥٨، ملتقطاً.

دور کردیں اور انہیں بتا دیں کہ تم نے اسلام لا کر مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ایمان کی دولت دیدی ورنہ کافر مرتے تو جہنم میں جاتے اور ہمیشہ کے لیے عذاب کے حقدار ٹھہرتے۔

مخلوق میں سے کسی کا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر احسان نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مخلوق کا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر احسان نہیں بلکہ سب پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا احسان ہے کہ ہمیں جو نعمتیں ملیں وہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہی ملیں، اگر تمام جہان کافر ہو جائے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر تمام دنیا مومن و مُتّقی ہو جائے تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کچھ احسان نہیں، اگر ہم سورج سے نور لے لیں تو ہمارا احسان سورج پر نہیں بلکہ اس کا ہم پر احسان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۠(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سب غیب اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: بیشک اللّٰہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے۔﴾ یعنی جو علیم و خبیر تمام آسمانوں کے غُیوب جانتا ہے اس پر تمہارے دل کے حالات کیسے چھپ سکتے ہیں اس کی بارگاہ میں اپنا ایمان ظاہر کرنا عَبَث ہے۔ یاد رہے کہ ہم گنہگاروں کا یہ عرض کرنا کہ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم گنہگار ہیں یا اے مولیٰ! ہم تیرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، یہ اللّٰہ تعالیٰ پر ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس سے بھیک مانگنے کے لئے ہے لہٰذا یہ آیت ان آیتوں کے خلاف نہیں جن میں اس کے اظہار کا ذکر ہے۔

سُوْرَةُ قٓ

سورۂ قٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **45** آیتیں، **357** کلمے **1494** حروف ہیں۔ (2)

’’قٓ‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

قٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اوراس سورت کی پہلی آیت میں یہ حرف موجود ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ قٓ کہتے ہیں۔

سورۂ قٓ سے متعلق احادیث

(1)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوواقد لیثی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عِیْدَیْن کی نماز میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے عرض کی: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عید کی نماز میں ’’ قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ‘‘ اور ’’اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ‘‘ پڑھا کرتے تھے۔ (3)

(2)......حضرت اُمِّ ہشام بنتِ حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے ’’ قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ‘‘ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اَقدس سے سن کر ہی یاد کیا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔ (4)

1......خازن، تفسير سورة ق، ۴/۱۷۴.

2......خازن، تفسير سورة ق، ۴/۱۷۴.

3......مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ما يقرأ فى صلاة العيدين، ص ۴۴۱، الحديث: ۱۴(۸۹۱).

4......مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ص ۴۳۲، الحديث: ۵۲(۸۷۳).

سورۂ قٓ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا ثبوت پیش کیا گیا اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں آسمانوں کی ستونوں کے بغیر تخلیق، ان میں ستاروں کو سجائے جانے، آسمانوں میں شگاف نہ ہونے، زمین کو پانی پر پھیلانے، اس میں بڑے بڑے پہاڑوں کو نَصب کرنے، خوبصورت پودے اُگانے، آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل کر کے زمین میں درخت اور اناج اُگانے اور ان کے فوائد بیان کر کے مُردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

(2)......سابقہ امتوں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، اصحابِ رَس، ثمود، عاد، فرعون، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، اصحابِ اَیکہ، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور قومِ تُبَّع کے بارے میں بتایا گیا کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا لہٰذا کفارِ مکہ کو بھی ڈر جانا چاہئے کہ ان جیسے عمل کر کے کہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(3)......یہ بتایا گیا کہ ہر انسان کے دائیں بائیں ایک ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو کہ انسان کا ہر قول اور عمل لکھ رہے ہیں۔

(4)......موت کی سختیاں، حشر اور حساب کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں۔

(5)......مُتَّقی لوگوں کا وصف اور ان کی جزاء بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو حق قبول کرنے والا دل رکھتا ہو یا کان لگا کر اور دل سے حاضر ہو کر قرآن کی نصیحتیں سنتا ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۚ(۱) بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۚ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: عزت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: قٓ، عزت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر کہنے لگے: یہ تو عجیب بات ہے۔

﴿قٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ: عزت والے قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عزت والے قرآن کی قسم! ہم جانتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفارِ مکہ ایمان نہیں لائے بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایسی صفات کا حامل شخص سچا نصیحت کرنے والا ہوتا ہے، اس کے باوجود ان لوگوں کا سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ڈر سنانے سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت میں قرآنِ مجید کو عزت والا فرمایا گیا، یہ دنیا میں بھی عزت والا ہے کہ تمام کلاموں پر فائق ہے اور آخرت میں بھی عزت والا کہ اپنے ماننے والے کی شفاعت فرمائے گا اور اس کی شفاعت اللّٰہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے گا۔

1 ......خازن، ق، تحت الآية: ١-٢، ٤/١٧٤، مدارك، ق، تحت الآية: ١-٢، ص١١٥٩، ملتقطاً.

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے پھر جئیں گے یہ پلٹنا دُور ہے۔ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے (تو اس کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے) یہ پلٹنا دور ہے۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر بھی تعجب کیا اور کہا: مرنے کے بعد جب ہمارے جسم کے اَجزاء زمین میں بکھر جائیں گے اور ہم بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائیں گے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ جیسا ابھی ہمارا جسم ہے اور جس طرح ابھی ہم زندہ ہیں دوبارہ اسی طرح ہمارا جسم بن جائے اور ہم پھر سے زندہ ہوجائیں، اس کا واقع ہونا عقلی طور پر بعید ہے اور ایسا ہوتا کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کفارِ مکہ کی اس بات کا رد کرتے اور انہیں جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اُن کے جسم کے جو حصے، گوشت، خون اور ہڈیاں وغیرہ زمین کھاجاتی ہے ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں بلکہ ہم ان کے بدن کے ہر حصے کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ بکھر کر کہاں گیا اور کس چیز میں مل گیا، اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب لوحِ محفوظ ہے جس میں ان کے اَسماء، اَعداد اور جو کچھ ان کے جسم میں سے زمین نے کھایا سب درج، لکھا ہوا اور محفوظ ہے۔ جب ہمارے علم کا یہ حال ہے اور ہم انہیں ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر بھی ہیں جیسے پہلے تھے تو پھر انہیں پہلے کی طرح دوبارہ زندہ کر دیا جانا عقل سے کیسے دور ہے۔[1]

[1]......ابن کثیر، ق، تحت الآیۃ: ٣-٤، ٣٦٩/٧، ابو سعود، ق، تحت الآیۃ: ٣-٤، ٦١٧/٥، خازن، ق، تحت الآیۃ: ٣-٤، ١٧٤/٤-١٧٥، ملتقطاً۔

انسان کا جسم مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم مٹی ہو جائے گا، اس سلسلے میں یاد رہے کہ انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا بدن خاک ہو جاتا ہے اور وہ بھی سارا بدن نہیں ہوتا بلکہ اس کے کچھ باریک اصلی اجزاء جنہیں ''عُجْبُ الذَّنْب'' کہتے ہیں، وہ جلتے اور گلتے نہیں بلکہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اور قیامت کے دن انہی اجزا پر جسم کو دوبارہ بنایا جائے گا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جسے مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی اور قیامت کے دن اسی پر (بدن کی) ترکیب کی جائے گی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ ہڈی کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا ''عُجُبُ الذَّنْب''۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عُجُبُ الذَّنْب کہتے ہیں، وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، اُنھیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہوگی۔ (2)

انبیاء، شہداء اور اولیاء کے اجسام اور کفن سلامت رہتے ہیں

یاد رہے کہ بعض عام مومنین اور دیگر انتقال کر جانے والوں کے اَجسام قبر میں اگرچہ سلامت نہیں رہتے البتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، شہداء اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مبارک جسم قبروں میں سلامت رہتے ہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء عَلَیْہِمُ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاء اپنے اَبدانِ شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے، اسی طرح شہداء و اولیاء عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃُ وَالثَّنَاء کے اَبدان و کفن بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں،

علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں: شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل

---

1 ......مسلم، کتاب الفتن واشراط السّاعة، باب مابين النّفختين، ص ۱۵۸۱، الحديث: ۱۴۳(۲۹۵۵).

2 ......فتاوی رضویہ، ۹/۶۵۸۔

نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔(1)

اور قاضی ثناءُاللّٰہ صاحب پانی پتی تذکرۃُ الموتٰی میں لکھتے ہیں: اَولیاءُاللّٰہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی اَرواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اَجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابنِ ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآنِ کریم پڑھتے ہیں۔(2)

اور شیخُ الہند محدّثِ دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کُوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔(3)

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: اَولیاءُاللّٰہ کی دونوں حالتوں (حیات ومَمات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں(4)۔(5)

انتقال کے بعد اولیائے کرام کی زندگی کے 5 واقعات

علامہ جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شرح الصُّدور میں انتقال کے بعد اولیائے کرام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے بارے میں چند مُستَنَد رِوایات لکھی ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انہیں فتاویٰ

(1)……شفاء السقام، الباب التاسع فی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، الفصل الرابع، ص ٤٣١.

(2)……تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو، ص ٧٥۔

(3)……اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، ٣/٤٢٣-٤٢٤.

(4)……مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، الفصل الثالث، ٣/٤٥٩-٤٦٠، تحت الحدیث: ١٣٦٦.

(5)……فتاویٰ رضویہ، ٩/٤٣١-٤٣٣۔

رضویہ میں بھی نقل فرمایا ہے، ان میں سے 5 روایات درج ذیل ہیں:

(1)......مشہور ولی حضرت ابوسعید خراز رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں مکہ مُعَظَّمَہ میں تھا، بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا: اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالٰی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کئے جاتے ہیں۔[1]

(2)......حضرت سیدی ابوعلی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا تو ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالٰی ان کی غُربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی: اے میرے سردار! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے قیامت کے دن ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔[2]

(3)......حضرات ابراہیم بن شیبان رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میرا ایک جوان مرید فوت ہوگیا تو مجھے سخت صدمہ ہوا، جب میں اسے غسل دینے کے لئے بیٹھا تو گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، اس جوان مرید نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دائیں کروٹ میری طرف کردی۔ میں نے کہا: اے بیٹے! تو سچا ہے، مجھ سے غلطی ہوئی۔[3]

(4)......حضرت ابویعقوب سوسی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا تو اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے اس سے کہا: اے بیٹے! میرا ہاتھ چھوڑ دے، بے شک میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں، یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، اس لئے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔[4]

(5)......حضرت ابویعقوب سوسی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مکہ مُعَظَّمَہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: اے میرے پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت، ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا تو، مذکورہ مرید نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا اور انتقال کرگیا، جب

1......شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص۲۰۷.

2......شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص۲۰۸ ملتقطاً.

3......شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص۲۰۸.

4......شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص۲۰۸.

میں نے اسے قبر میں اتارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ اس نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللّٰہ تعالٰی کا ہر دوست زندہ ہے۔ (1)

لوحِ محفوظ اللّٰہ تعالٰی کے علم کے لئے نہیں

آیت نمبر 3 کے آخر میں بیان ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی کے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے، اس کتاب سے لوحِ محفوظ مراد ہے اور یاد رہے کہ لوحِ محفوظ اللّٰہ تعالٰی کے علم کے لئے نہیں ہے کیونکہ لوحِ محفوظ میں تو سب کچھ خود اللّٰہ کے علم سے ہے لہٰذا لوحِ محفوظ خاص بندوں کو علم دینے کے لئے ہے، لہٰذا جن فرشتوں کے پاس یا جن انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ کے علم میں وہ کتاب ہے انہیں ان سب باتوں کی خبر ہے۔

بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک مضطرب بے ثبات بات میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک ایسی بات میں ہیں جسے قرار نہیں۔

﴿بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ : بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں حق سے مراد نبوت ہے جس کے ساتھ روشن معجزات ہیں یا اس سے مراد قرآنِ مجید ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے صرف تعجب ہی نہیں کیا بلکہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک کام بھی کیا کہ جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے سوچے سمجھے بغیر اسے جھٹلا دیا اور وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ مجید سے متعلق ایک ایسی بات میں پڑے ہوئے ہیں جسے قرار نہیں اور وہ یہ ہے کہ کبھی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شاعر، کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے ہیں، اسی طرح قرآنِ پاک کو کبھی شعر، کبھی جادو اور کبھی کہانت کہتے ہیں، کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے۔ (2)

---

1 ......شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص٢٠٨ ملتقطاً.

2 ......روح البيان، ق، تحت الآية: ٥، ٩ / ١٠٥-١٠٦، مدارك، ق، تحت الآية: ٥، ص١١٦٠، جلالين، ق، تحت الآية: ٥، ص٤٢٩، ملتقطاً.

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اُسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں۔

﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا۔﴾ اس آیت سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے بارے میں دلائل دیئے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا اُس وقت کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا جس کی تخلیق میں ہماری قدرت کے آثار نمایاں ہیں تاکہ وہ اس بات میں غور کرتے کہ ہم نے اسے کیسے اونچا اور بڑا بنایا اور ستونوں کے بغیر بلند کیا اور اسے روشن ستاروں سے سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں، کہیں کوئی عیب اور کمی نہیں (تو جو رب تعالیٰ اتنے بڑے آسمان کو بنا سکتا ہے اور ظاہری اسباب کے بغیر اسے بلند کر سکتا اور اس میں ستاروں کو روشن کر سکتا ہے اور اتنے طویل و عریض آسمان کو کسی شگاف اور نقص و عیب کے بغیر بنا سکتا ہے وہی رب تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے تو اس میں کیا بعید ہے؟)۔[(1)]

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾

(1) ......مدارك، ق، تحت الآية: ٦، ص ١١٦٠، روح البيان، ق، تحت الآية: ٦، ٩/١٠٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اُگایا۔ سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا۔ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بصیرت اور نصیحت کیلئے۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا: اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دوسری دلیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ان کافروں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے زمین کو پانی کی سطح پر (اس طرح) پھیلایا (کہ پانی میں گھل کر فنا نہیں ہوتی ورنہ مٹی پانی میں گھل جاتی ہے) اور زمین پر بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں تاکہ زمین قائم رہے اور اس میں ہر سبزے، پھلوں اور پھولوں کے جوڑے اُگائے جو دیکھنے میں خوبصورت لگتے ہیں (تو جو رب تعالیٰ زمین کو پیدا فرما سکتا، پہاڑوں کے ذریعے اسے قائم رکھ سکتا اور اس میں نَشْوونَما کی قوت پیدا کرسکتا ہے تو مُردوں کو دوبارہ زندہ کردینا اس کی قدرت سے کہاں بعید ہے) [1]

﴿تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى: بصیرت اور نصیحت کیلئے۔﴾ یعنی آسمان و زمین اور ان سے متعلق بیان کی گئی تمام چیزیں ہر اس بندے کے لئے بصیرت اور نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی انوکھی چیزوں اور خلقت کے عجائبات میں غور و فکر کرکے اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِۙ(۹) وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌۙ(۱۰) رِّزْقًا لِّلْعِبَادِۙ وَ اَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًاؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ(۱۱)

1 ......جمل، ق، تحت الآية: ۷، ۲۵۸/۷، روح البيان، ق، تحت الآية: ۷، ۱۰۷/۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اُتارا تو اس سے باغ اُگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے۔ اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گابھا۔ بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس سے مردہ شہر جلایا یونہی قبروں سے تمہارا نکلنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغات اور کاٹا جانے والا اناج اُگایا۔ اور کھجور کے لمبے درخت (اگائے) جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں۔ بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کیا۔ یونہی (قبروں سے تمہارا) نکلنا ہوگا۔

﴿**وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔**﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تیسری دلیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے آسمان سے بارش کا پانی اتارا جس سے ہر چیز کی زندگی بھی ہے اور بہت خیر و برکت بھی۔ تو اس پانی سے باغ اُگائے اور وہ اناج اُگایا جسے ہر سال بویا اور کاٹا جاتا ہے جیسے گندم اور جو وغیرہ اور خاص طور پر کھجور کے لمبے درخت اُگائے جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں اور یہ چیزیں بندوں کی روزی کے لیے اُگائی ہیں اور ہم نے بارش کے پانی سے اُس شہر کی سرزمین کو جس کے نباتات خشک ہو چکے تھے پھر سے سبزہ زار کر دیا اور جس طرح ہم نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کیا اسی طرح قبروں سے تمہارا نکلنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ آثار دیکھ کر مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو۔ [1]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ

---

1 ......مدارك، ق، تحت الآية: ٩-١١، ص ١١٦٠، خازن، ق، تحت الآية: ٩-١١، ٤/١٧٥، جلالين، ق، تحت الآية: ٩-١١، ص ٤٢٩-٤٣٠، ملتقطاً.

فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور لوط کے ہم قوموں۔ اور بَن والوں اور تُبَّع کی قوم نے ان میں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان (کفارِ مکہ) سے پہلے نوح کی قوم اور رس (نامی کنویں) والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے ہم قوم لوگوں نے۔ اور جنگل والوں اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے ان سابقہ قوموں کا حال اور انجام بیان کیا جارہا ہے جنہوں نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تاکہ ان کے حال اور وبال سے کفارِ مکہ نصیحت حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں سابقہ قوموں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرایا بھی گیا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور رَس والوں اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا، اسی طرح حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور فرعون نے، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہم قوم لوگوں نے اور حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے جنگل والوں اور تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم نے، ان سب نے اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ان پر میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا، لہٰذا اے اہلِ مکہ! تم بھی سابقہ قوموں جیسے عذاب سے ڈرو اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ جھٹلاؤ۔

اس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے تسلی بھی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے جھٹلانے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی ان کی قوم کے لوگ اسی طرح کیا کرتے تھے، لہٰذا جس طرح انہوں نے صبر کیا اسی طرح آپ بھی

صبر فرمائیں، (نیز ہم ہمیشہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرماتے اور ان کے دشمنوں پر عذاب کرتے رہے ہیں تو آپ کی بھی مدد فرمائیں گے اور آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب میں مبتلا کریں گے)۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں آیات میں جتنی قوموں کا ذکر ہوا ان سب کے تذکرے، سورۂ حجر، سُورۂ فرقان اور سورۂ دُخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ ع

ع ۱۵/۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے؟ بلکہ وہ نئی پیدائش کے متعلق شبے میں ہیں۔

﴿ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ: تو کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے؟ ﴾ اس صورت کی ابتدا میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفارِ مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں اور اب یہاں سے ان منکروں کے انکار کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے ہیں جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے دشوار ہے؟ ہم تھکے ہرگز نہیں بلکہ وہ لوگ موت کے بعد پیدا کئے جانے سے متعلق شبے میں ہیں۔[2]

کفار کی ایک جہالت

کفارِ مکہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس کے باوجود وہ اس بات کو محال اور بعید سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یہ ان کی کمال جہالت تھی کیونکہ ایجاد کے مقابلے میں دوبارہ بنانا ظاہر نظر میں زیادہ آسان ہے اور یہ لوگ ایجاد پر تو قدرت مان رہے ہیں اور اس سے زیادہ آسان پر قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔

1 ......تفسیر کبیر، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۴، ۱۰/۱۳۲، جلالین، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۴، ص ۴۳۰، روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۴، ۹/۱۰۹-۱۱۱، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، ق، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۰/۱۳۳، خازن، ق، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۱۷۶، ملتقطاً۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم کا حال بیان کیا گیا ہے چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک اعلیٰ دلیل ہے اور ہم اس وَسْوَسے تک کو بھی جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے اور اس کے پوشیدہ اَحوال اور دلوں کے راز ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور ہم اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے انسان کے دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اور بندے کے حال کو خود اس سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: وَرِید وہ رگ ہے جس سے خون جاری ہو کر بدن کے ہر جُزْ ؤ میں پہنچتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اَجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللّٰہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردے میں نہیں۔ (1)

اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنے بیٹھا اور ایک بائیں۔

(1) ......تفسیر خازن، ق، تحت الآیة: ١٦، ٤/١٧٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اس سے لینے والے دوفرشتے لیتے ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے۔

﴿اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ: جب اس سے لینے والے دوفرشتے لیتے ہیں۔﴾ یعنی ہم اس وقت بھی انسان کے دل کی رگ سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں جب انسان کا ہر عمل اور ہر بات لکھنے پر مامور دوفرشتے اس کا ہر قول اور فعل لکھ لیتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ دائیں جانب نیکیاں لکھنے کیلئے اور دوسرا بائیں جانب برائیاں لکھنے کیلئے بیٹھا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی بے نیاز ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ پوشیدہ چیز کو بھی جاننے والا ہے اور نفس کے وسوسے تک اس سے چھپے نہیں ہیں البتہ یاد رہے کہ فرشتوں کا لکھنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ [1]

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ: جو بات وہ زبان سے نکالتا ہے۔﴾ یعنی بندہ جو بات زبان سے نکالتا ہے اسے لکھنے کیلئے ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار ہوتا ہے خواہ وہ بندہ کہیں بھی ہو۔

اعمال لکھنے والے فرشتوں سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں اعمال لکھنے والے فرشتوں سے متعلق تین باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......قضائے حاجت اور جماع کے وقت فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

(2)......ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تا کہ اسے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے

1......خازن، ق، تحت الآية: ١٧، ١٧٦/٤، مدارك، ق، تحت الآية: ١٧، ص ١١٦١، ملتقطاً.

قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو۔

(3)...... یہ فرشتے آدمی کی ہر بات حتّٰی کہ بیماری کی حالت میں کراہنا تک لکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجروثواب یا گرفت وعذاب ہو۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی، یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکروں کا ردفرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کا حال بیان فرما کران کے خلاف دلائل قائم فرمائے اور اب یہاں سے انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب اُن کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے والی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی جس کی شدت انسان پر غشی طاری کر دیتی اور اس کی عقل پر غالب آ جاتی ہے اور سکرات کی حالت میں مرنے والے سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

نوٹ: یہاں آیت میں موت کی سختی آنے کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان فرما کر اس کا قریب ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور حق سے مراد حقیقی طور پر موت آنا ہے یا اس سے مراد آخرت کا معاملہ ہے جس کا انسان خود معائنہ کرتا ہے، یا اس سے مراد انجامِ کار سعادت اور شقاوت ہے۔[1]

نوٹ: یہاں اگرچہ بطورِ خاص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد ہے البتہ عمومی طور پر اس میں ہر مسلمان کے لئے بھی نصیحت ہے کیونکہ اسے بھی موت ضرور آنی ہے اور اسے بھی نزع کی سختیوں کا سامنا ہوگا، لہٰذا اسے چاہئے کہ اپنی موت اور اس وقت کے حالات کو سامنے رکھے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کی

1 ......ابو سعود، ق، تحت الآية: ١٩، ٥/٦٢١، خازن، ق، تحت الآية: ١٩، ٤/١٧٦، ملتقطاً.

خوب کوشش کرے اور کسی حال میں بھی اپنی موت سے غافل نہ ہو۔

موت کی سختی کا حال

یہاں آیت میں **موت کی سختی** کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نزع اس تکلیف کا نام ہے جو صرف روح پر اترتی ہے اور تمام اَعضاء کو گھیر لیتی ہے حتّٰی کہ بدن میں روح کے جتنے اَجزاء ہیں ان سب کو درد محسوس ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کانٹا چبھ جائے تو اس سے پہنچنے والا درد رُوح کے صرف اس جز کو پہنچتا ہے جو اس عُضْو سے ملا ہوا ہے جس میں کانٹا چبھتا ہے اور (اس کے مقابلے میں) جلنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ آگ کے اجزاء بدن کے تمام اَجزاء میں سَرایَت کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے جلنے والے عُضْو کا کوئی ظاہری اور باطنی جز آگ سے محفوظ نہیں رہتا، اس لئے گوشت کے تمام اَجزاء میں پھیلے ہوئے روح کے اجزاء جلنے کی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں جبکہ زخم صرف اسی جگہ کو پہنچتا ہے جس تک (کانٹا اور تلوار وغیرہ کا) لوہا پہنچا اس لئے جلنے کی تکلیف زیادہ اور زخم کی تکلیف کم ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف نفسِ روح پر حملہ آور ہوتی اور تمام اَعضاء کو گھیر لیتی ہے کیونکہ ہر رگ، ہر پٹھے، بدن کے ہر حصے، ہر جوڑ، ہر بال کی جڑ اور کھال کے نیچے سے حتّٰی کہ سر کی چوٹی سے قدم تک ہر جگہ سے روح کو نکالا جاتا ہے، اس لئے تم اس کے کرب اور تکلیف کا حال نہ پوچھو، حتّٰی کہ بزرگوں نے فرمایا: موت، تلوار کی مار، آرے کے چیرنے اور قینچی کی کاٹ سے زیادہ سخت ہے کیونکہ بدن کو تلوار سے کاٹا جائے تو صرف اس لیے تکلیف ہوتی ہے کہ بدن کا روح سے تعلق ہے تو جب صرف روح ہی کو صدمہ پہنچے تو کس قدر تکلیف ہوگی۔

نیز جب کسی شخص کو مارا جاتا ہے تو وہ مدد بھی مانگ سکتا ہے اور چیخ بھی سکتا ہے کیونکہ اس کے دل اور زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن مرنے والے کی آواز اور چیخ و پکار سخت تکلیف کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ روح نکلنے کی بے انتہاء تکلیف ہوتی ہے اور یہ دل پر سوار ہو کر پوری قوت کو ختم کر دیتی ہے، مرنے والے کے اعضاء کمزور پڑ جاتے اور اس میں مدد مانگنے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔ یہ تکلیف عقل کو بھی ڈھانپ لیتی، اوسان خطا کر دیتی اور زبان کو بولنے سے روک دیتی ہے۔ موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلائے اور مدد مانگے، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی بھی ہے تو روح نکلنے کے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ

بدل کرمٹیالا ہوجاتا ہے گویا اس سے وہی مٹی ظاہر ہوئی جس سے وہ بنا تھا اور جو اس کی اصل فطرت ہے، اس کی رگیں کھینچ لی جاتی ہیں حتّٰی کہ آنکھوں کے ڈھیلے پلکوں کی طرف اٹھ جاتے ہیں، ہونٹ سکڑ جاتے ہیں، زبان اپنی جڑ کی طرف کھنچ جاتی ہے اور انگلیاں سبز ہوجاتی (اور ٹھنڈی پڑ جاتی) ہیں تو ایسے بدن کا حال نہ پوچھو جس کی ہر رگ کھینچ لی گئی ہو (ذرا غور کرو کہ) ایک رگ کھینچی جانے سے سخت تکلیف ہوتی ہے تو اس وقت کیا حال ہوگا جب درد میں مبتلا روح کو بھی کھینچ لیا جائے اور کسی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے اسے کھینچا جاتا ہے، پھر ایک ایک کر کے ہر عضو میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں اور پھر رانیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور ہر عضو میں نئی سختی اور شدت پیدا ہوتی ہے حتّٰی کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اور اس وقت اس کی نظر دنیا اور دنیا والوں سے پھر جاتی ہے، اس پر توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور اسے حسرت وندامت گھیر لیتی ہے۔[1]

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو جب پڑے مشکل شہِ مشکل کُشا کا ساتھ ہو
یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو شادیِٔ دیدارِ حسنِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

درج ذیل اَشعار میں بھی موت سے غافل ہر انسان کے لئے بڑی عبرت ہے، چنانچہ ایک شاعر لکھتے ہیں:

اَجل نے نہ کِسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

زیرِ تفسیر آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ موت سے فرار ممکن نہیں بلکہ یہ بہر صورت آ کر ہی رہے گی۔ موت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

[1] ……احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث، ۵/۲۰۷-۲۰۸.

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تم میں موت مقرر کردی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہم میں موت مقرر کردی اور ہر جان نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور بندہ چاہے مضبوط ترین مکانات میں چلا جائے وہاں بھی موت اسے ضرور پکڑ لے گی اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے روح قبض کرنے میں کوئی

---

1 ......واقعہ: ٦٠.
2 ......عنکبوت: ٥٧.
3 ......النساء: ٧٨.
4 ......انعام: ٦١.
5 ......جمعہ: ٨.

کوتاہی نہیں کرتے تو پھر موت سے غافل رہنا، نزع کی حالت میں طاری ہونے والی سختیوں کی فکر نہ کرنا اور موت کے بعد برزخ اور حشر کی زندگی کے لئے کوئی تیاری نہ کرنا انتہائی نادانی ہے، اے انسان!

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے　　بن تو مت انجان آخر موت ہے

مُلکِ فانی میں فنا ہر شے کو ہے　　سن لگا کر کان آخر موت ہے

بارہا علمی تجھے سمجھا چکے　　مان یا مت مان، آخر موت ہے

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىٕقٌ وَّ شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صور پھونکا گیا یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن۔ اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ۔ بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اُٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی، یہ عذاب کی وعید کا دن ہے۔ اور ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

﴿وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ موت کا ذکر کرنے کے بعد اب یہاں سے قیامت واقع ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تاکہ مر جانے والے دوبارہ زندہ ہو جائیں (اور اس وقت فرمایا جائے گا) یہ وہ دن ہے جس میں کافروں کو عذاب دینے کا اللہ تعالٰی نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔ (1)

1 ......خازن، ق، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۱۷۶.

﴿وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ: اور ہر جان حاضر ہوگی۔﴾ یہاں سے قیامت کے ہَولناک واقعات اور حالات بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ چلانے والا ہوگا جو اسے میدانِ محشر کی طرف ہانکے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے عملوں کی گواہی دے گا۔

یہاں آیت میں ہانکنے والے اور گواہ سے مراد کون ہے، اس کے بارے میں حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور گواہ خود اس کا اپنا نفس ہوگا۔ امام ضحاک کا قول ہے کہ ہانکنے والا فرشتہ ہے اور گواہ اپنے بدن کے اَعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ ہوں گے۔ حضرتِ عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے برسرِ منبر فرمایا کہ ''ہانکنے والا بھی فرشتہ ہے اور گواہ بھی فرشتہ ہے۔ (1)

﴿لَقَدۡ كُنۡتَ فِیۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا: بیشک تو اس سے غفلت میں تھا۔﴾ یعنی قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: بیشک تو دنیا میں اس قیامت کا منکر تھا تو آج ہم نے تجھ سے وہ پردہ اٹھا دیا جو تیرے دل، کانوں اور آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے آج تیری نگاہ تیز ہے کہ تو ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا۔ (2)

وَقَالَ قَرِیۡنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیۡدٌ ﴿٢٣﴾ اَلۡقِیَا فِیۡ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیۡدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ مُعۡتَدٍ مُّرِیۡبِ ﴿٢٥﴾ الَّذِیۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَاَلۡقِیٰهُ فِی الۡعَذَابِ الشَّدِیۡدِ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا ہمنشین فرشتہ بولا یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔ حکم ہوگا تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو۔ جو بھلائی سے بہت روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا۔ جس نے اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈالو۔

---

1 ……خازن، ق، تحت الآية: ٢١، ١٧٦/٤، جمل، ق، تحت الآية: ٢١، ٢٦٥/٧، ملتقطاً.

2 ……خازن، ق، تحت الآية: ٢٢، ١٧٧/٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا: یہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے۔ (حکم ہوگا) تم دونوں ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو جہنم میں ڈال دو۔ جو بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔

﴿وَقَالَ قَرِیْنُهٗ: اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر کا ساتھی فرشتہ جو اس کے اعمال لکھنے والا اور اس پر گواہی دینے والا ہے، کہے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے۔ (اس اعمال نامے کے مطابق) اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو حکم فرمائے گا: تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو بڑا ناشکرا، ہٹ دھرم، بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا اور دین میں شک کرنے والا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا، تو تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ (1)

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے ساتھی شیطان نے کہا ہمارے رب میں نے اُسے سرکش نہ کیا ہاں یہ آپ ہی دُور کی گمراہی میں تھا۔ فرمائے گا میرے پاس نہ جھگڑو میں تمہیں پہلے ہی عذاب کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا ساتھی شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا، ہاں یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ اللہ فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو، میں پہلے ہی تمہاری طرف عذاب کی وعید بھیج چکا تھا۔ میرے

(1)......خازن، ق، تحت الآية: ٢٣-٢٦، ٤/١٧٧، مدارك، ق، تحت الآية: ٢٣-٢٦، ص ١١٦٢، ملتقطاً.

ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔

﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ: اس کے ساتھی شیطان نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن کافر کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: اے ہمارے رب! مجھے اس شیطان نے وَرغلایا اور کبھی بھی راہِ راست پر چلنے نہ دیا، اس لئے میں بے قصور ہوں۔ اس پر وہ شیطان جو دنیا میں اس پر مُسلَّط تھا، کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے کبھی بھی سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ میں تو اسے فقط مشورہ دیتا اور یہ اس پر عمل کرتا رہا اور گمراہی کی عمیق وادیوں میں جا گرا، لہٰذا میں اس سے بَری ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو کیونکہ جزا کے مقام اور حساب کی جگہ میں جھگڑا کچھ نفع نہیں دے گا اور میں نے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان سے یہ وعید بھیج دی تھی کہ جو سرکشی کرے گا اسے میں عذاب دوں گا اور اس وعید کے بعد میں نے تمہارے لئے کوئی حجت باقی نہیں چھوڑی اور یاد رکھو کہ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اس لئے تم یہ طمع نہ کرو کہ میں نے کافروں کو جہنم میں داخل کرنے کی جو وعید سنائی تھی اسے میں بدل دوں گا اور نہ ہی میری یہ شان ہے کہ میں کسی کو جرم کے بغیر سزا دے کر اس پر ظلم کروں۔ (1)

﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ: میرے ہاں بات بدلتی نہیں۔﴾ یاد رہے کہ دعا اور نیک کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقدیرِ مُبرَم حقیقی نہیں بدلتی بلکہ وہ تبدیلی ہمارے علم کے لحاظ سے ہوتی ہے، لہٰذا اس آیت میں اور حدیث میں کہ دعا سے قضا بدل جاتی ہے، تعارُض نہیں۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی؟ وہ عرض کرے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے؟

﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی

1 ......خازن، ق، تحت الآية: ۲۷-۲۹، ۴/۱۷۷، مدارك، ق، تحت الآية: ۲۷-۲۹، ص ۱۱۶۲-۱۱۶۳، ملتقطاً.

قوم کے سامنے اس دن کا ذکر فرمائیں جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو ان لوگوں سے بھر گئی جنہیں تجھ میں ڈالا گیا ہے؟ وہ بڑے ادب سے عرض کرے گی: ابھی نہیں بھری بلکہ مجھ میں اور بھی گنجائش ہے۔ آیت کے آخری حصے کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اب مجھ میں گنجائش باقی نہیں بلکہ میں بھر چکی ہوں، نیز یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا، اس وعدہ کی تحقیق کے لئے جہنم سے یہ سوال فرمایا جائے گا۔ (1)

یہاں جہنم کے بھرنے سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جہنم میں مسلسل (جنّوں اور انسانوں کو) ڈالا جائے گا اور جہنم عرض کرے گی: کیا کچھ اور ہیں؟ حتّٰی کہ ربُّ العزّت اس میں (اپنی شان کے لائق) اپنا قدم رکھ دے گا، پھر جہنم کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مل جائے گا اور وہ عرض کرے گی: بس بس، تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم! اور جنت میں مسلسل جگہ زیادہ رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جسے جنت کے اضافی حصے میں رکھے گا۔ (2)

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پاس لائی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے کہ ان سے دُور نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہوگی۔

﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہوگی۔﴾ کافروں کا حال بیان کرنے کے بعد اب مؤمنین کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جنت ان لوگوں کے قریب لائی جائے گی جو دنیا میں کفر اور گناہوں سے بچتے رہے اور جنت ان سے دور نہ ہوگی بلکہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ (3)

---

1 ......روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ۳۰، ۹/۱۲۶-۱۲۷، مدارک، ق، تحت الآیۃ: ۳۰، ص۱۱۶۳.

2 ......مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمها واهلها، باب النّار یدخلها الجبّارون... الخ، ص۱۵۲۵، الحدیث: ۳۸(۲۸۴۸).

3 ......روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ۳۱، ۹/۱۳۰.

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ہر رجوع لانے والے نگہداشت والے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ (جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا، ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے کے لیے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ: یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔﴾ جب جنت قریب لائی جائے گی تو مُتّقی لوگوں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا رسولوں کے ذریعے دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا اور یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو رجوع کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔

آیت میں ''رجوع کرنے والے'' سے مراد کون ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں،

(1)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو مَعْصِیَت و نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے۔

(2)......حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''**اَوَّابٍ**'' وہ ہے جو گناہ کرے پھر توبہ کرے، پھر اس سے گناہ صادر ہو پھر توبہ کرے۔

(3)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرے۔

اسی طرح ''حفاظت کرنے والے'' سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں بھی مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے چار قول درج ذیل ہیں

(1)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو **اللّٰہ** تعالیٰ کے حکم کا لحاظ رکھے۔

(2)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اُن سے استغفار کرے۔

(3)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانتوں اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

(4)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو طاعات کا پابند ہو، خدا اور رسول کے حکم بجالائے اور اپنے نفس کی نگہبانی کرے یعنی ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔(1)

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔ ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ اُن کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آیا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

﴿مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو اخلاص مند، اطاعت گزار اور صحیح العقیدہ ہو، ایسے لوگوں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: بے خوف و خطر، امن اور اطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہیں عذاب ہو گا اور نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں گی، یہ جنت میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے اور اب نہ فنا ہے نہ موت۔(2)

---

1 ......خازن، ق، تحت الآیۃ: ۳۲، ۴/۱۷۸۔

2 ......روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۹/۱۳۱-۱۳۲، خازن، ق، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۴/۱۷۸، ملتقطاً۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنتی لوگوں کا بہت عزت وعظمت کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔

﴿وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ: اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔﴾ یعنی اہلِ جنت جوطلب کریں گے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اوراس کی تجلّی ہے جس سے وہ لوگ ہر جمعہ کو دارِ کرامت میں نوازے جائیں گے۔ (1)

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ(۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن سے پہلے ہم نے کتنی سنگتیں ہلاک فرمادیں کہ گرفت میں اُن سے سخت تھیں تو شہروں میں کاوشیں کیں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرمادیا، وہ گرفت میں ان سے زیادہ سخت تھیں توانہوں نے شہروں میں کوشش کی کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ: اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرمادیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور اب یہاں سے دنیا میں آنے والے عذاب سے کفارِ مکہ کو ڈرایا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک فرمادیا، وہ لوگ ان کافروں سے زیادہ طاقتور اور زبردست تھے اور انہوں نے ہمارے عذاب سے بچنے کے لئے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کرنا چاہی مگر کوئی ایسی جگہ نہ پائی جہاں ہمارے عذاب سے انہیں پناہ مل سکے تو کفارِ مکہ کو چاہئے کہ سابقہ امتوں کے طرزِ عمل پر چلنے سے باز رہیں ورنہ اِن کا انجام بھی اُن جیسا ہوسکتا ہے۔

---

1 ......خازن، ق، تحت الآیة: ۳۵، ۴/۱۷۸.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى: بیشک اس میں نصیحت ہے۔﴾ یعنی اس سورت میں سابقہ امتوں کی ہلاکت وغیرہ کا جو بیان ہوا اس میں بیشک اُس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (حق قبول کرنے والا) دِل رکھتا ہو یا قرآن اور نصیحت کو توجہ سے سنے اور دل و دماغ سے متوجہ و حاضر ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت اور عبرت سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے پاس عبرت پکڑنے والا دل ہو، غور سے سننے والے کان ہوں اور وہ دل سے حاضر رہ کر وعظ و نصیحت سنے۔ حضرت شبلی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ قرآن کی نصیحتوں سے فیض حاصل کرنے کے لئے دل ایسے حاضر ہونا چاہیے کہ اس میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی غفلت نہ آئے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﳓ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔

1 ……روح البيان، ق، تحت الآية: ٣٧، ٩/١٣٥، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی۔

﴿ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ : اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔﴾ شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان موجود کائنات کو چھ دن میں بنایا جس میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ ہے، پھر وہ (مَعَاذَاللہ) تھک گیا اور ہفتے کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا۔[1] اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے اور وہ اس پر قادر ہے کہ ایک آن میں سارا عالم بنادے لیکن وہ چونکہ ہر چیز کو حکمت کے تقاضے کے مطابق ہستی عطا فرماتا ہے اس لئے اس نے کائنات کو چھ دن میں تخلیق فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمانا کمزوری یا تھکن کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس آہستگی میں ہزار ہا حکمتیں تھیں، اور بندوں کو تعلیم تھی کہ ہم قادر ہو کر جلدی نہیں کرتے تم مجبور ہونے کے باوجود کیوں جلد بازی کرتے ہو۔

فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡہُ وَاَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔ اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

﴿ فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ : تو ان کی باتوں پر صبر کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ

[1] ......خازن، ق، تحت الآیۃ: ۳۸، ۴/۱۷۹۔

تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کا یہ کلمہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت ناگوار ہوا اور شدید غضب کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر سرخی نمودار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین فرمائی اور خطاب ہوا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان یہودیوں کی باتوں پر صبر کریں بے شک آپ کا رب ان کا قول سن رہا ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا اور آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر، ظہر اور عصر کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور رات کے کچھ حصے یعنی مغرب، عشاء اور تہجد کے وقت میں اس کی تسبیح کریں اور نمازوں کے بعد بھی تسبیح کریں۔

نمازوں کے بعد تسبیح کی فضیلت

آیت کے آخر میں نمازوں کے بعد بھی تسبیح کرنے کا فرمایا گیا، یہاں اس کی ایک فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہُ، 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ، 33 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور 1 مرتبہ '' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' پڑھے، اس کے گناہ بخشے جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر (یعنی بہت ہی کثیر) ہوں۔ (1)

وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔ جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔ بیشک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔

1 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب استحباب الذّکر بعد الصّلاة...الخ، ص ۳۰۱، الحدیث: ۱۴۶ (۵۹۷).

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کان لگا کر سنو جس دن ایک قریب کی جگہ سے پکارنے والا پکارے گا۔ جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے، یہ (قبروں سے) باہر آنے کا دن ہوگا۔ بیشک ہم زندگی دیتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی پھرنا ہے۔

﴿وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ: اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا۔﴾ یہاں سے قیامت کے اَحوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مُخاطَب! میں قیامت کے جو اَحوال تمہارے سامنے بیان فرما رہا ہوں اسے غور سے سنو، جس دن ایک قریب کی جگہ سے پکارنے والا پکارے گا۔ اس آیت میں قریب کی جگہ سے بیتُ المقدس کا صَخْرہ مراد ہے جو آسمان کی طرف زمین کا سب سے قریبی مقام ہے۔ پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور آپ کی ندا یہ ہوگی: اے گلی ہوئی ہڈیو! بکھرے ہوئے جوڑو! ریزہ ریزہ شدہ گوشتو! پَراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے لئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔[1]

﴿یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ: جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے۔﴾ اس چیخ سے مراد دوسرا نفخہ ہے اور جس دن سب لوگ یہ ندا اور چیخ سنیں گے وہ قبروں سے باہر آنے کا دن ہوگا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ: بیشک ہم زندگی دیتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم ہی دنیا میں زندگی اور موت دیتے ہیں اور آخرت میں جزاء وسزا کے لئے سب لوگوں کو ہماری بارگاہ میں ہی حاضر ہونا ہے۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًاؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن زمین اُن سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے، یہ حشر ہم پر آسان ہے۔

﴿یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے۔﴾

[1] ......جمل مع جلالین، ق، تحت الآیة: ٤١، ٧/٢٧٣-٢٧٤.

یعنی جب دوسرا صُور پھونکا جائے گا تو قبر کی زمین پھٹ جائے گی اور مُردے میدانِ محشر کی طرف دوڑتے جائیں گے، یہ قبروں سے زندہ ہوکر نکلنا حشر ہے اور یہ ہمارے لئے بہت آسان ہے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے کس سے زمین شق ہوگی

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلا میں ہوں جس سے زمین شق ہوگی۔ پھر ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور پھر عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر میں اہلِ بقیع کے پاس جاؤں گا اور انہیں میرے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ پھر میں اہلِ مکہ کا انتظار کروں گا۔ (1)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو تو اس شخص کو قرآن سے نصیحت کرو جو میری دھمکی سے ڈرے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ قریش کا آپ کو جھٹلانا، قیامت کا انکار کرنا، ہماری قدرت میں تَرَدُّد کرنا ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے اور ہم ان سب کو اس کی سزا دیں گے اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں کہ انہیں طاقت کے ذریعے اسلام میں داخل کر دیں بلکہ آپ کی ذمہ داری دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے، لہٰذا آپ قرآنِ مجید کے ذریعے کافروں کو میرے عقاب سے، غافلوں کو میرے عذاب سے اور اطاعت گزاروں کو میرے عتاب سے ڈرائیں۔

---

1 ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورة ق، ٣/٢٦٨، الحدیث: ٣٧٨٤.

سُوۡرَۃُ الذّٰرِيٰت

سورۂ ذاریات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ ذارِیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **60** آیتیں، **360** کلمے اور **1239** حروف ہیں۔[2]

’’ذاریات‘‘ نام رکھنے کی وجہ

ذارِیات کا معنی ہے خاک بکھیر کر اُڑا دینے والی ہوائیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ ذارِیات‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ ذاریات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے مخالف چیزوں جیسے شرک، نبوت کی تکذیب اور حشر ونشر کے انکار کی نفی کی گئی ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں کفارِ مکہ کے اَحوال بیان کئے گئے کہ وہ قرآنِ مجید، آخرت اور جہنم کے شدید عذاب کو جھٹلاتے ہیں اسی طرح مُتّقی مسلمانوں کے اَحوال اور ان کے لئے تیار کی گئی جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں تا کہ عقلمند انسان ان دونوں میں فرق سمجھ سکے اور اسے عبرت و نصیحت حاصل ہو۔

(2)......کفارِ مکہ کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کو تسلی دینے کے لئے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے۔

---

1 ......خازن، تفسير سورة الذّاريات، ٤/١٨٠.

2 ......خازن، تفسير سورة الذّاريات، ٤/١٨٠.

(3)......اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل ذکر فرمائے اور کسی کو اللہ تعالٰی کا شریک قرار دینے، اللہ تعالٰی کے رسولوں کی تکذیب کرنے سے منع فرمایا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ منکرین سے منہ پھیر لیں اور مُتّقی لوگوں کو نصیحت کریں۔

(4)......اس سورت کے آخر میں جنّات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا کہ انہیں پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ اللہ تعالٰی کی معرفت حاصل کریں اور اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کریں اور یہ بتایا گیا کہ تمام مخلوق کا رزق اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے، نیز کفار و مشرکین سے قیامت کے دن شدید عذاب کا وعدہ کیا گیا اور انہیں دنیا میں سابقہ امتوں جیسا عذاب نازل ہونے سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۂ ق کے ساتھ مناسبت

سورۂ ذارِیات کی اپنے سے ماقبل سورت " قٓ " کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قٓ کے آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کا ذکر کیا گیا اور سورۂ ذارِیات کی ابتداء میں قسموں کے ساتھ فرمایا گیا کہ لوگوں سے جو وعدہ کیا گیا ہے یہ سچا ہے اور اعمال کی جزاء یا سزا ضرور ملے گی۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قٓ میں جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اِجمالی طور پر ذکر ہوا ان کا سورۂ ذارِیات میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی جو بکھیر کر اُڑانے والیاں۔ پھر بوجھ اٹھانے والیاں۔ پھر نرم چلنے والیاں۔ پھر حکم سے بانٹنے والیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بکھیر کر اڑا دینے والیوں کی قسم۔ پھر بوجھ اٹھانے والیوں کی۔ پھر آسانی سے چلنے والیوں کی۔ پھر حکم کو تقسیم کرنے والیوں کی۔

﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا: خاک وغیرہ کو بکھیر کر اڑا دینے والی ہواؤں کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاک وغیرہ کو بکھیر کر اُڑا دینے والی ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی، دوسری آیت میں بارش کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی بدلیوں اور گھٹاؤں کی قسم ارشاد فرمائی، تیسری آیت میں پانی پر آسانی کے ساتھ چلنے والی کشتیوں کی قسم ارشاد فرمائی اور چوتھی آیت میں فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم ارشاد فرمائی جو اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے بارش اور رزق وغیرہ تقسیم کرتی ہیں اور جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے پر مامور کیا ہے اور عالَم کے نظام میں تَصَرُّف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ تمام صفتیں ہواؤں کی ہیں کہ وہ خاک بھی اُڑاتی ہیں، بادلوں کو بھی اُٹھائے پھرتی ہیں، پھر اُنہیں لے کر سہولت کے ساتھ چلتی ہیں، پھر اللّٰہ تعالیٰ کے شہروں میں اُس کے حکم سے بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

یاد رہے کہ ان چیزوں کی قسم ارشاد فرمانے کا اصلی مقصود اس چیز کی عظمت بیان کرنا ہے جس کے ساتھ قسم ارشاد فرمائی گئی کیونکہ یہ چیزیں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی ہیں اور ان چیزوں کو بیان فرما کر اربابِ دانش کو موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ ان میں غور کر کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا ملنے پر اِستدلال کریں کہ جو قادرِ برحق ایسے عجیب وغریب اُمور پر قدرت رکھتا ہے تو وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ ہستی عطا فرمانے پر بھی بے شک قادر ہے۔(1)

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾

1 ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ١-٤، ٤/١٨٠، جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١-٤، ٧/٢٧٦-٢٧٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور سچ ہے۔ اور بیشک انصاف ضرور ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس کی تمہیں وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے۔ اور بیشک بدلہ دیا جانا ضرور واقع ہونے والا ہے۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ : بیشک جس کی تمہیں وعید سنائی جارہی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں، بدلیوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کی جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے عذاب کی جو وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے اور اس میں جھوٹ کا امکان بھی نہیں ہے اور بیشک قیامت کے دن انصاف ضرور ہونا ہے اور حساب کے بعد نیک اور برے اعمال کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔ (1)

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آرائش والے آسمان کی قسم۔ تم مختلف بات میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: راستوں والے آسمان کی قسم۔ تم طرح طرح کی بات میں ہو۔

﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ : راستوں والے آسمان کی قسم۔﴾ اس آیت کے آخری لفظ " ذَاتِ الْحُبُكِ " کا ایک معنی ہے زینت والا اور دوسرا معنی ہے راستوں والا۔ ان دونوں معنی کے اعتبار سے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حسن و جمال والے آسمان کی قسم جسے ہم نے ستاروں سے مُزَیَّن فرمایا ہے (یا) سیاروں کی گردش کے راستوں والے آسمان کی قسم! اے اہلِ مکہ! تم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اور قرآنِ پاک کے بارے میں مختلف باتوں کے قائل ہو، کبھی رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر کہتے ہو، کبھی شاعر، کبھی کاہن اور کبھی مجنون کہتے ہو (مَعَاذَ اللّٰہ تَعَالٰی) اسی طرح قرآنِ کریم کو کبھی جادو بتاتے ہو، کبھی شعر، کبھی کہانت اور کبھی اگلوں کی

---

1 ......روح البیان، الذّاریات، تحت الآیۃ: ٥-٦، ٩/١٤٩، جلالین، الذّاریت، تحت الآیۃ: ٥-٦، ص٤٣٢، ملتقطاً.

داستانیں کہتے ہو۔[1]

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جو اوندھا ہی کردیا گیا ہو۔

﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کفار جب کسی کو دیکھتے کہ وہ ایمان لانے کا ارادہ کررہا ہے تو اس کے پاس جا کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہتے کہ تم اُن کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وہ تو شاعر ہیں، جادوگر ہیں اور جھوٹے ہیں (مَعَاذَاللّٰہ) اوراسی طرح قرآنِ پاک کے بارے میں کہتے کہ وہ شعر ہے، جادو ہے، اور جھوٹ ہے (مَعَاذَاللّٰہ) تو اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور) اس قرآن پر ایمان لانے سے اسی کا منہ پھیر دیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی ہدایت سے منہ پھیر دیا جانا ہو، جو اَزل سے ہی محروم ہے وہی اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور وہی بہکانے والوں کے بہکاوے میں آتا ہے۔[2]

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَسْــٴَـلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ؕ﴿۱۲﴾ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

[1] ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٧-٨، ٤/١٨٠-١٨١، روح البيان، الذّاريات، تحت الآية: ٧-٨، ٩/١٤٩-١٥٠، جلالين، الذّاريٰت، تحت الآية: ٧-٨، ص٤٣٢، ملتقطاً.

[2] ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٩، ٤/١٨١، جلالين مع صاوى، الذّاريات، تحت الآية: ٩، ٥/٢٠١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: مارے جائیں دل سے تراشنے والے۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا تپنا یہ ہے وہ جس کی تمہیں جلدی تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بدلے کا دن کب ہوگا؟ (یہ اس دن واقع ہوگا) جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اور (فرمایا جائے گا) اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔

﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ: جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں۔ ﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں جو جہالت کے نشے میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حصولِ علم کے ارادے سے نہیں بلکہ مذاق اڑانے اور جھٹلانے کے طور پر پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ کفار نے جس انداز میں سوال کیا تھا اسی کے مطابق انہیں جواب دیتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کا دن وہ ہوگا جس دن انہیں آگ پر تپایا جائے گا اور انہیں عذاب دیا جائے گا اوران سے فرمایا جائے گا کہ اب اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کے آنے کی تم جلدی مچاتے تھے اور دنیا میں مذاق اُڑاتے ہوئے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کرتے تھے کہ وہ عذاب جلدی لے آؤ جس کا آپ ہمیں وعدہ دیتے ہو۔ (1)

ان آیات سے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اور مرتبہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب کفار نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کی تو اللّٰہ تعالٰی نے خود بڑے پُر جلال انداز میں کفار کو ان کی گستاخی کا جواب دیا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

1 ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ١٠-١٤، ص١١٦٧، جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١٠-١٤، ٧/٢٧٨-٢٧٩، ملتقطاً.

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بیشک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ: بیشک پرہیزگار۔﴾ کفار کا انجام بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے پرہیزگار لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک پرہیزگار لوگ ان باغوں میں ہوں گے جن میں لطیف چشمے جاری ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جو کچھ عطا فرمائے گا اسے راضی خوشی قبول کرتے ہوں گے۔ بیشک وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں نیک کام کرتے تھے اسی لئے انہیں یہ عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ [1]

نیک اعمال آخرت کی عظیم کامیابی ملنے کا ذریعہ ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال آخرت کی عظیم کامیابی یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور نیک اعمال کی کثرت کرے تاکہ دنیا و آخرت کی سرفرازی نصیب ہو۔ نیک اعمال کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

---

1 ......ابو سعود، الذّاريات، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۵/۶۲۸، خازن، الذّاريات، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۴/۱۸۱، ملتقطاً.

2 ......یونس: ۲۶.

اورحضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا ''اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (اپنے گناہوں سے) توبہ کرلو اور مصروف ہوجانے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو اور ذکر کی کثرت سے اپنے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان تعلق پیدا کرلو، اسی طرح ظاہری اور پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرو تو تمہیں رزق بھی دیا جائے گا، تمہاری مدد بھی کی جائے گی اور تمہارے نقصان کی تلافی بھی کی جائے گی۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔ اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔ اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔

﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ: وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پرہیزگار لوگوں کا نیک اعمال کرنے میں حال یہ تھا کہ وہ رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارتے اور رات میں بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور اتنا سوجانے کو بھی اپنا قصور سمجھتے تھے اور رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارنے کے باوجود بھی وہ خود کو گناہگار سمجھتے تھے اور رات کا پچھلا حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں گزارتے تھے۔[2]

رات کا آخری حصہ مغفرت طلب کرنے اور دعا مانگنے کے لئے انتہائی موزوں ہے

اس سے معلوم ہوا کہ رات کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے اور دعا کے لئے بہت مَوزوں ہے۔

یہاں اس سے متعلق ایک حدیث پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہمارا رب تعالیٰ ہر رات اس وقت دنیا کے آسمان کی طرف نزولِ اِجلال فرماتا

[1] ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب فى فرض الجمعة، ٢/٥، الحديث: ١٠٨١.

[2] ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١١٦٧، جلالين مع جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١٧-١٨، ٢٧٩/٧، ملتقطاً.

ہے جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے ”کوئی ایسا ہے جو مجھ سے دعا کرے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ایسا ہے جو مجھ سے سوال کرے تاکہ میں اسے عطا کروں، کوئی ایسا ہے جو مجھ سے معافی چاہے تاکہ میں اسے بخش دوں۔[1]

وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔

﴿وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ: اور ان کے مالوں میں حق تھا۔﴾ اس آیت میں پرہیزگاروں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔ مانگنے والے سے مراد وہ ہے جو اپنی حاجت کے لئے لوگوں سے سوال کرے اور محروم سے مراد وہ ہے جو حاجت مند ہو اور حیاء کی وجہ سے سوال بھی نہ کرے۔[2]

پرہیزگاروں کی صفات

اس آیت سے پرہیزگاروں کی 4 صفات معلوم ہوئیں:

(1)......ان کے مال میں غریبوں کا حصہ ہوتا ہے۔

(2)......وہ ہر قسم کے فقیر کو دیتے ہیں چاہے اسے پہچانتے ہوں یا نہیں۔

(3)......ان کا دینا سائل کے مانگنے پر مَوقوف نہیں، وہ مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور تلاش کر کے ان مَساکین کو بھی دیتے ہیں جو حیاء اور شرم کی وجہ سے مانگ نہ سکیں۔

(4)......وہ فقیروں کو دے کر ان پر اپنا احسان نہیں جتاتے بلکہ اپنی کمائی میں ان کا حق سمجھتے ہیں اور ان کا احسان مانتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مال قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کے مسلمانوں کو بھی یہ اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ......بخاری، كتاب التّهجّد، باب الدّعاء والصّلاة من آخر اللّيل، ۱/۳۸۸، الحديث: ۱۱۴۵.

2 ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ۱۹، ص۱۱۶۷.

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں یقین والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ: اور زمین میں نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی زمین میں پہاڑ، دریا، درخت، پھل اور نباتات وغیرہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت وحکمت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔ (1)

زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں

زمین میں اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًاؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپالیتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے

1 ......جلالین، الذّاریات، تحت الآیة: ۲۰، ص۴۳۳، ملخصاً.

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (1)

سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰىؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو لہلہانے لگتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور خود تمہاری ذاتوں میں، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

﴿وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ: اور خود تمہاری ذاتوں میں۔﴾ یعنی تمہاری پیدائش کے مراحل میں، تمہارے اَعضا کی بناوٹ اور ترتیب میں، تمہارے جسم کے اندرونی نظام میں، پیدائش کے بعد مرحلہ وار تمہارے حالات کے بدلنے میں، تمہاری شکلوں، صورتوں اور زبانوں کے اختلاف میں، تمہاری ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے مختلف ہونے میں اور تمہارے

1 ......رعد:٣، ٤.

2 ......حم السجدہ:٣٩.

ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بے شمار عجائبات موجود ہیں جن میں غور کر کے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جان سکتے ہو اور جب وہ ان عجیب و غریب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے تو اے کافرو! تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

﴿وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمان میں تمہارا رزق ہے کہ اسی طرف سے بارش نازل کر کے زمین کو پیداوار سے مالا مال کیا جاتا ہے اور آخرت کا وہ ثواب و عذاب بھی آسمان میں لکھا ہوا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا ہے۔[1]

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم!﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتے نے اسے اسی زبان میں بیان کیا ہے جو تم بولتے ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم! میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھا کر) کہتے ہو۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک تم سے جو آخرت کے ثواب اور عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھا کر) کہتے ہو۔[2]

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ وقف لازم

---

1 ……جلالین، الذّاریٰت، تحت الآیۃ: ۲۲، ص۴۳۳، ملخصاً۔

2 ……تفسیر کبیر، الذّاریات، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۰/۱۷۲، تفسیر طبری، الذّاریات، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۱/۴۶۱-۴۶۲، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ: اے محبوب! کیا تمہارے پاس آئی۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سن کر سیّدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب کو تسلی حاصل ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کی اولاد میں سے ہی تشریف لائے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی بعض چیزوں میں ان کے طریقے کو اختیار فرمایا اور اس واقعے کو بیان کرنے سے مقصود حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانا بھی ہے۔[1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ کے پاس ان فرشتوں کی خبر آئی جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں معزز مہمان بن کر حاضر ہوئے تھے۔ ان فرشتوں کی تعداد دس یا بارہ تھی اور ان میں حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام بھی شامل تھے۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ واقعہ پارہ نمبر 14 کے رکوع نمبر 3 اور 4 میں بھی گزر چکا ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاؕ-قَالَ سَلٰمٌۚ-قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ(۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (ابراہیم نے) فرمایا، ''سلام'' اجنبی لوگ ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الذّاریات، تحت الآیۃ: ٢٤، ١٧٣/١٠، ملخصاً.

2 ......جلالین، الذّاریت، تحت الآیۃ: ٢٤، ص٤٣٣.

﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ: جب وہ اس کے پاس آئے۔﴾ جب فرشتے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: سلام۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی جواب میں سلام فرمایا اور کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ [1] یہ آپ نے دل میں فرمایا کہ میں ان سے واقف نہیں، مُنکَر بمعنی اجنبی ہے، اسی لئے قبر کے فرشتوں کو مُنکَر نکیر کہا جاتا ہے کہ وہ اجنبی ہوتے ہیں۔

آیت ”اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......سلام بڑی پرانی سنت ہے کہ دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین میں بھی تھی بلکہ حدیثِ مبارک سے ثابت ہے کہ سلام کا طریقہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش کیا گیا۔

(2)......آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے خواہ سارے لوگ سلام کریں یا ان میں سے ایک ظاہر یہ ہے کہ یہاں سب نے سلام کیا۔

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اُسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں۔ تو اپنے جی میں اُن سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریئے نہیں اور اُسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر ابراہیم اپنے گھر والوں کی طرف گئے تو ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے۔ پھر اسے ان کے پاس

[1]......جلالین، الذّاریٰت، تحت الآیۃ: ٢٥، ص٤٣٣، ملخصاً۔

رکھ دیا تو فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ تو اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا، (فرشتوں نے) عرض کی: آپ نہ ڈریں اور انہوں نے اسے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ: پھر ابراہیم اپنے گھر گئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک موٹا تازہ اور نفیس بچھڑا بھون کر لے آئے، پھر اسے ان مہمانوں کے پاس رکھ دیا تا کہ اسے کھائیں اور یہ میزبان کے آداب میں سے ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا پیش کرے۔ جب اُن فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ فرشتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کے دل میں بات آئی کہ یہ فرشتے ہیں اور عذاب کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خوف دیکھ کر فرشتوں نے عرض کی: آپ ڈریں نہیں، ہم اللہ تعالٰی کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔ (1)

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر اس کی بی بی چلاّتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ۔ انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرمادیا ہے اور وہی حکیم دانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی پھر اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: کیا بوڑھی بانجھ عورت (بچہ جنے گی۔) فرشتوں نے کہا: تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ: تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ

(1) ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٢٦-٢٨، ٤/١٨٣، مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ٢٦-٢٨، ص١١٦٩، ملتقطاً.

ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی تو یہ بات آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے بھی سن لی، اس پر آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا چلّاتی ہوئی آئیں اور حیرت سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: کیا وہ عورت بچہ جنے گی جو (90یا99 برس کی) بوڑھی ہے اور اس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسی حالت میں بچہ ہونا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: جو بات ہم نے کہی آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی اپنے اَفعال میں حکمت والا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ [1]

1......جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٤٣٣، مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص١١٦٩، ملتقطاً.

ستائیسواں پارہ

(قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ)

پارہ نمبر...... 27

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔ بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ کہ اُن پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔ جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کئے رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے فرمایا: تو اے بھیجے ہوئے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر گارے کے پتھر برسائیں۔ جن پر تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔

﴿قَالَ: ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جان گئے کہ آنے والے مہمان فرشتے ہیں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: اے فرشتو! کیا تم صرف بیٹے کی بشارت دینے آئے ہو یا اس کے علاوہ تمہارا اور بھی کوئی کام ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ (ان کی بستیوں کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد) ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جن پر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پتھروں پر ایسے نشان تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ دنیا کے پتھروں میں سے نہیں ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس پتھر سے ہلاک کیا جانے والا تھا۔ [1]

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣١-٣٤، ١٨٣/٤، مدارك، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣١-٣٤، ص ١١٧٠، ملتقطاً.

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے۔ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس شہر میں موجود ایمان والوں کو نکال لیا۔ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

﴿فَاَخْرَجْنَا: تو ہم نے نکال لیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس شہر پر عذاب آیا جس میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ آباد تھے تو پہلے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیا اور اس شہر میں ایک ہی گھر کے لوگ مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور آپ کی دونوں صاحب زادیاں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے اہلِ بیت میں سے جن لوگوں نے نجات پائی ان کی تعداد 13 تھی۔[1]

وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً: اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے اس شہر میں کافروں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی تباہی اور بربادی کی نشانی ان لوگوں کے لیے باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور ان لوگوں جیسے افعال کرنے سے باز رہیں اور وہ نشانی ان کے

[1] ......خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۳۵-۳۶، ۱۸۴/۴، ابو سعود، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۳۵-۳۶، ۶۳۱/۵، ملتقطاً.

اُجڑے ہوئے شہر تھے، یا وہ پتھر تھے جن سے وہ ہلاک کئے گئے، یا وہ کالا بدبودار پانی تھا جو اس سرزمین سے نکلا تھا۔[1]

[illegible]

حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم جس جرم کی بنا پر تباہ و برباد کردی گئی اور دنیا میں انہیں عبرت کا نشان بنا دیا گیا وہ مَردوں کا آپس میں اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنا تھا، ان کے دردناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو فی زمانہ مَردوں کے ساتھ ہم جنس پرستی کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ تقریبات منعقد کرنے اور اسے قانونی جواز مُہَیّا کرنے میں مصروف ہیں۔

وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ میں جب ہم نے اُسے روشن سند لے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے اسے روشن سند کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا۔ اور وہ (فرعون) اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا: (موسیٰ تو) جادوگر ہے یا دیوانہ۔

﴿ وَفِيْ مُوْسٰى: اور موسیٰ میں۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں بھی (عبرت کی) نشانی رکھی ہے اور ان کا واقعہ یہ ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان روشن معجزات کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے پیش فرمائے تو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے سے اِعراض کیا اور ان کی شان میں یہ کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو جادوگر یا دیوانے ہیں (جو مجھ جیسے جابر بادشاہ

1 ......ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٧، ٥/٦٣١، جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٧، ص٤٣٣، ملتقطاً.

کا مقابلہ کرنے آئے ہیں)۔ (1)

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَ هُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کررہا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ (خود کو) ملامت کررہا تھا۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ: اور ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اور اس وقت اس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کررہا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور وہ کیوں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لایا اور کیوں ان پر اعتراضات کئے۔ (2)

وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد میں جب ہم نے اُن پر خشک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔

---

1 ......خازن، الذّٰريت، تحت الآية: ٣٨-٣٩، ٤/١٨٤، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، الذّٰريت، تحت الآية: ٤٠، ٥/٦٣١، جلالين، الذّٰريت، تحت الآية: ٤٠، ص٤٣٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور قومِ عاد میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔

﴿وَفِیْ عَادٍ: اور عاد میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد کو ہلاک کرنے میں بھی قابلِ عبرت نشانیاں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس میں کچھ بھی خیر و برکت نہ تھی اور یہ ہلاک کرنے والی ہوا تھی اور یہ ہوا آدمی، جانور یا دیگر اَموال میں سے جس چیز کو بھی چھو جاتی تھی تو اسے ہلاک کر کے ایسا کر دیتی تھی کہ گویا وہ مدتوں کی ہلاک شدہ اور گلی ہوئی ہے۔ (1)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر صرف اس حلقہ یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے برابر ہوا بھیجی، پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: ’’اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ‘‘۔ (2)

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

ع ۲۲ / ۲ / ۱

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ اور اُن سے پہلے قومِ نوح کو ہلاک فرمایا، بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

---

1 ......خازن، الذّٰریٰت، تحت الآية: ٤١-٤٢، ٤/١٨٤، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الذاريات، ٥/١٨١، الحديث: ٣٢٨٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ثمود میں (نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا، بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

﴿وَفِيْ ثَمُوْدَ: اور ثمود میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود کو ہلاک کرنے میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے سرکشی کی اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور ان کی اونٹنی کی رگیں کاٹ دیں تو ان سے فرمایا گیا کہ تین دن تک دنیا میں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالو، یہی زمانہ تمہاری مہلت کا ہے اور جب تین دن گزر گئے تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا اور وہ ہولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کردیئے گئے اور عذاب نازل ہونے کے وقت نہ وہ کھڑے ہوکر بھاگ سکے اور نہ ہی وہ اس سے بدلہ لے سکتے تھے جس نے انہیں ہلاک کیا۔ (1)

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ: اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا۔﴾ یعنی ہلاک کی جانے والی ان قوموں سے پہلے ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو ہلاک کیا اور انہیں ہلاک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوُز کر کے کفر اور گناہوں پر قائم رہے۔ (2)

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿٤٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بےشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے۔

1 ......جلالين مع جمل، الذاريات، تحت الآية: ٤٣-٤٥، ٧/٢٨٧، ملخصاً.

2 ......روح البيان، الذاريات، تحت الآية: ٤٦، ٩/١٦٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا اور بیشک ہم وسعت وقدرت والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں۔

﴿وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ: اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا۔**﴾** یہاں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل ذکر کئے جارہے ہیں اور اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بے شک ہم اسے اتنی وسعت دینے والے ہیں کہ زمین اپنی فضا کے ساتھ اس کے اندر اس طرح آجائے جیسے کہ ایک وسیع وعریض میدان میں گیند پڑی ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بیشک ہم اپنی مخلوق پر رزق وسیع کرنے والے ہیں۔ (1)

﴿وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا: اور زمین کو ہم نے فرش بنایا۔**﴾** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا کہ زمین اس قدر وسیع ہے کہ گول ہونے کے باوجود فرش کی طرح بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، نیز نہ تو لوہے کی طرح سخت ہے کہ اس پر چلنا پھرنا دشوار ہو جائے اور نہ پانی کی طرح پتلی کہ مخلوق اس میں ڈوب جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت کی بڑی دلیل ہے۔

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ: اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں۔**﴾** ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں جیسے آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی اور تری، گرمی اور سردی، جن اور انسان، روشنی اور تاریکی، ایمان اور کفر، سعادت اور بدبختی، حق اور باطل اور نر و مادہ وغیرہ اور یہ قسمیں اس لئے بنائیں تاکہ تم ان میں

1 ......خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۴۷، ۴/۱۸۴.

غور کرکے یہ بات سمجھ سکو کہ ان تمام قسموں کو پیدا کرنے والی ذات واحد ہے، نہ اس کی نظیر ہے، نہ اس کا شریک ہے، نہ اس کا کوئی مدِمقابل ہے اور نہ اس کا کوئی مثل ہے، لہٰذا صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ [1]

فی زمانہ سائنس کی تحقیق سے یہ پتہ لگ چکا ہے کہ درخت اور پتھروں میں بھی نر اور مادہ دو قسمیں ہیں، جب نر درخت سے ہوا لگ کر مادہ درخت سے چھوتی ہے تو پھل زیادہ آتا ہے اگرچہ نر درخت دور ہو، ان چیزوں کی بھی نسل ہے مگر نسل کا طریقہ جداگانہ ہے۔

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۰) وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ اَور معبود نہ ٹھہراؤ، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ: اور اللہ کی طرف بھاگو۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ جب عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اے لوگو! تم کفر سے ایمان کی طرف، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اطاعت کی طرف، اپنے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی طرف دوڑتے ہوئے آؤ اور اس کے علاوہ سب کو چھوڑ کر صرف اسی کی عبادت کرو تاکہ تم اس کے عذاب سے نجات پا جاؤ اور اس کی طرف سے ثواب حاصل کرکے کامیاب ہو جاؤ، بیشک میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر اور نافرمانی پر اس کے عذاب

[1]......خازن، الذّٰريت، تحت الآية: ٤٩، ١٨٤/٤-١٨٥، مدارك، الذّٰريت، تحت الآية: ٤٩، ص ١١٧١، ملتقطاً.

سے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔[1]

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ مرے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی جب ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو وہ یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ۔ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کی تھی بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

﴿ كَذٰلِكَ : یونہی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جیسے آپ کی قوم کے کفار نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ کو جادوگر اور مجنون کہا ایسے ہی جب کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں کے پاس میری طرف سے کوئی رسول تشریف لایا اور اس نے اپنی قوم کو مجھ پر ایمان لانے اور میری اطاعت کرنے کی دعوت دی تو ان کے بارے میں بھی کفار نے یہی کہا کہ یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ سابقہ کفار نے اپنے بعد والوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے رہنا اور ان کی شان میں اس طرح کی باتیں بنانا لیکن چونکہ سرکشی اور نافرمانی کی عِلّت دونوں میں ہے اس لئے یہ گمراہی میں ایک دوسرے کے موافق رہے اور اسی چیز نے انہیں اس طرح کی باتیں کرنے پر ابھارا لہٰذا آپ اپنی قوم کے جھٹلانے اور اس طرح کی باتیں کرنے سے غمزدہ نہ ہوں۔[2]

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

---

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٠-٥١، ١٨٥/٤، قرطبی، الذاريات، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٤١/٩، الجزء السابع عشر، ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٦٣٢/٥-٦٣٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ١٨٥/٤، روح البيان، الذاريات، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ١٧٤/٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم اُن سے منہ پھیرلو تو تم پر کچھ الزام نہیں۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تم ان سے منہ پھیرلو تو تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ: تو اے محبوب! تم ان سے منہ پھیرلو۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے منہ پھیرلیں کیونکہ آپ رسالت کی تبلیغ فرما چکے اوراسلام کی دعوت اور ہدایت دینے میں انتہائی محنت کر چکے اور آپ نے اپنی کوشش میں معمولی سی بات بھی نہ چھوڑی تو ان کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کوئی ملامت نہیں۔

نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے فوائد

آیت نمبر 55 سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا چاہئے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے سمجھایا جائے اس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ برے کام چھوڑ کر نیک کام کرنے لگے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی ذمہ داری پوری ہوجاتی ہے۔ سمجھانے اور نصیحت کرنے کے ان فوائد کو قرآنِ پاک میں ایک اور مقام پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًاؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہوجنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے رب کے حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں۔

1 ......اعراف: ١٦٤.

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (٥٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جنّ اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں مُنْہَمِک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو۔ [1]

جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا اصل مقصد

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اور ارشاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۙﰳ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی عزت والا، بخشش والا ہے۔

---

1 ......صاوی، الذاریات، تحت الآیۃ: ٥٦، ٥/٢٠٢٦، خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیۃ: ٥٦، ٤/١٨٥.

2 ......مومنون: ١١٥.

3 ......ملک: ١، ٢.

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھنے اور اس مقصد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میں اُن سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

﴿مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ: میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ عادتِ کریمہ ایسی نہیں ہے جیسی بندوں کی اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ ہے کیونکہ بندے اپنے پاس غلام اور نوکر اس لئے رکھتے ہیں تاکہ وہ معاشی معاملات میں ان کی مدد کریں جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رزق یا کسی بھی معاملے میں بندوں کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور سب کی روزی کا کفیل بھی وہی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لئے کھانا دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی بڑا رزق دینے والا ہے، وہی ہر کسی کو رزق دیتا ہے، وہ قوت والا ہے اسی لئے مخلوق تک رزق پہنچانے میں اسے

[1] ......ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۳۰-باب، ۲۱۱/۴، الحديث: ۲۴۷۴.

کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور رزق پیدا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے، سب کو وہی دیتا اور سب کو وہی پالتا ہے۔ (1)

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۳ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے ان کے ساتھیوں کے عذاب کا حصہ تھا تو یہ مجھ سے (عذاب مانگنے میں) جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کیلئے ان کے اس دن سے خرابی ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے۔

﴿فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: تو بیشک ان ظالموں کے لیے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ان ظالموں کے لیے جنہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ایسے ہی عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے سابقہ امتوں کے کفار کا عذاب اور ہلاکت میں حصہ تھا جو کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے میں اِن کے ساتھی تھے، لہٰذا اگر میں نے ان سے قیامت تک کے لئے عذاب مُؤَخَّر کر دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ مجھ سے عذاب نازل کرنے کی جلدی نہ کریں۔ (2)

1 ......جلالين مع صاوى ، الذاريات ، تحت الآية : ٥٧ - ٥٨ ، ٥/٢٠٢٦-٢٠٢٧ ، خازن ، الذّٰريٰت ، تحت الآية: ٥٧-٥٨، ٤/١٨٥-١٨٦ ، روح البيان، الذاريات، تحت الآية: ٥٧-٥٨، ٩/١٨٠-١٨١، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٩، ص٤٣٤-٤٣٥، خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٩، ٤/١٨٦، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الطُّوْر

سورۂ طور کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ طور مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **2** رکوع، **49** آیتیں، **312** کلمے اور **1500** حروف ہیں۔ (2)

’’طور‘‘ نام رکھنے کی وجہ

طور ایک پہاڑ کا نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ طور‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ طور کے متعلق احادیث

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو، چنانچہ میں نے طواف کیا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَیْتُ اللّٰہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (نماز میں) سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔ (3)

(2)......حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے مغرب کی نماز میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سورۂ طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان آیات پر پہنچے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ۳۵ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کردیئے

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الطور، ١٨٦/٤.

2 ......خازن، تفسیر سورة الطور، ١٨٦/٤.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الطور، ١-باب، ٣٣٥/٣، الحدیث: ٤٨٥٣.

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ

گئے ہیں یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں۔‘‘

تو (انہیں سن کر) مجھے لگا کہ میرا دل (سینے سے نکل کر) اُڑ جائے گا۔[1]

سورۂ طور کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات کے بڑے پُرجلال انداز میں جوابات دیئے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے **5** چیزوں کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ قیامت کے دن ان پر ضرور واقع ہوگا۔

(2)......آخرت کی ہَولناکیوں اور شدّتوں کا ذکر کیا گیا اور قیامت کے دن کفار کے برے انجام اور پرہیزگاروں کو ملنے والی نعمتوں اور ان کی طرف سے اللّٰہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرنے کا بیان فرمایا گیا۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسالت کی تبلیغ جاری رکھنے اور کفار کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہنے کا حکم دیا اور جس طرح اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی معبودیَّت اور وحدانیَّت پر قطعی دلیلیں قائم فرمائیں اسی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور صداقت کو قطعی دلیلوں سے ثابت فرمایا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی اور کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینے اور تمام اَوقات میں اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

سورۂ ذاریات کے ساتھ مناسبت

سورۂ طور کی اپنے سے ماقبل سورت ’’ذاریات‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں قیامت کے دن مُتّقی مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا اور دونوں سورتوں کے آخر میں کفار کا حال بیان کیا گیا ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الطور، ۱-باب، ۳/۳۳۶، الحدیث: ۴۸۵۴.

دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار سے اِعراض کرنے اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الطُّوْرِ ۙ(۱) وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ(۲) فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ(۳) وَّ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ(۴) وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ(۵) وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: طور کی قسم۔ اور اس نَوِشْتَہ کی۔ جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔ اور بیتِ معمور۔ اور بلند چھت۔ اور سلگائے ہوئے سمندر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: طور کی قسم۔ اور لکھی ہوئی کتاب کی۔ (جو) کھلے ہوئے صفحات میں (ہے)۔ اور بیت معمور کی۔ اور بلند چھت کی۔ اور سلگائے جانے والے سمندر کی۔

﴿وَ الطُّوْرِ: طور کی قسم۔﴾ یعنی اس پہاڑ کی قسم جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلامِ الٰہی سننے کا شرف عطا فرمایا۔[1]

اس پہاڑ کو یہ عظمت اس لئے حاصل ہوئی کہ وہاں کلامِ الٰہی سنا گیا اور اسے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت حاصل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر اور پہاڑ کو اللہ تعالیٰ کے نبی سے نسبت

1 ......جلالین، الطور، تحت الآیۃ: ۱، ص ۴۳۵.

ہو جائے وہ بھی عظمت والا ہو جاتا ہے۔

﴿وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ: اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم۔﴾ لکھی ہوئی کتاب کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کتاب سے مراد، توریت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے دفتر مراد ہیں اور اس کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآنِ پاک ہے۔[2]

﴿وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ: اور بیتِ معمور کی قسم۔﴾ بیتُ المعمور ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل اوپر ہے۔ آسمانوں میں اس کی حرمت ایسے ہی ہے جیسے زمین پر کعبہ مُعَظَّمہ کی حرمت ہے۔ یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے اور ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں طواف اور نماز کے لئے حاضر ہوتے ہیں، پھر کبھی انہیں واپس یہاں آنے کا موقع نہیں ملتا بلکہ ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔[3]

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیتُ المعمور کو ملاحظہ فرمایا

حدیثِ معراج میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معراج کی رات ساتویں آسمان میں بیتُ المعمور کو ملاحظہ فرمایا تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پھر میرے لئے بیتُ المعمور ظاہر فرمایا گیا، میں نے جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: یہ بیتُ المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب وہ پڑھ کر نکل جاتے ہیں تو ان کی پھر کبھی باری نہیں آتی۔[4]

---

1 ......بنی اسرائیل:١٣.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٣، ١٨٦/٤، روح البیان، الطور، تحت الآیة: ٢، ١٨٥/٩، ملتقطاً.

3 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٤، ١٨٦/٤.

4 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ٣٨٠/٢، الحدیث: ٣٢٠٧، مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم السموات... الخ، ص١٠١، الحدیث: ٢٦٤(١٦٤).

﴿وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اور بلند کی ہوئی چھت کی قسم۔﴾ اس چھت سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے چھت کی طرح ہے اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اس سے مراد عرش ہے جو جنت کی چھت ہے۔[1]

﴿وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ: اور بھڑکائے جانے والے سمندر کی قسم!﴾ مروی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کردے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی زیادتی ہوجائے گی۔[2]

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ: بیشک تیرے رب کا عذاب۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم فرما کر اپنی قدرت کی عظمت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کا وہ عذاب جس کا کفار کو وعدہ دیا گیا ہے آخرت میں ضرور واقع ہونے والا ہے اور کوئی اسے ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام قبول کرنے کا سبب

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، (اسلام قبول کرنے سے پہلے) میں مدینہ منورہ میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں بات چیت کروں، اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی تلاوت کی آواز مسجد سے باہر سنائی دے رہی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سورۂ وَالطُّوْرِ کی تلاوت فرمائی اور جب اس مقام پر پہنچے "اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ" تو ان آیات کو سن کر میرا دل ایسے ہوگیا جیسے ابھی

1 ......قرطبی، الطور، تحت الآیة: ٥، ٩/٤٦، الجزء السابع عشر.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٦، ٤/١٨٦.

پھٹ جائے گا اور مجھے ایسے لگا جیسے ابھی میرے یہاں سے ہٹنے سے پہلے ہی مجھ پر عذاب نازل ہوجائے گا چنانچہ میں نے عذاب نازل ہوجانے کے خوف سے اسی وقت ایمان قبول کرلیا۔ (1)

آیت اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ پڑھنے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کیفیت

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت ''اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ'' تلاوت فرمائی تو آپ کا سانس پھول گیا اور اس کی وجہ سے بیس دن تک بار بار یہی کیفیَّت بنتی رہی۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی وہ آیات جن میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے ان کی تلاوت کرتے وقت اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جانا ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ایسی آیات کی تلاوت کرتے وقت اپنے دل میں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف پیدا کریں اور خود کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں۔

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آسمان ہلنا سا ہلنا ہلیں گے۔ اور پہاڑ چلنا سا چلنا چلیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن آسمان سختی سے ہلے گا۔ اور پہاڑ تیزی سے چلیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ وہ جو شغل میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

﴿**يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا: جس دن آسمان سختی سے ہلے گا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے عذاب نازل ہونے کا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ عذاب اس دن ضرور واقع ہوگا جس

وقف لازم

---

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٨، ١٨٦/٤-١٨٧.

2 ......كنز العمال، كتاب الفضائل، فضائل الصحابة، فضائل الفاروق رضى الله عنه، ٢٦٤/٦، الجزء الحادى عشر، الحديث: ٣٥٨٢٧.

دن آسمان چکی کی طرح گھومیں گے اور اس طرح ڈولنے لگیں گے جس طرح کشتی اپنے سواروں کے ساتھ ڈولتی ہے اور ایسی حرکت میں آئیں گے کہ اُن کے اَجزاء بکھر جائیں گے اور پہاڑ تیزی سے ایسے چلیں گے جیسے کہ غبار ہوا میں اُڑتا ہے اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔ (1)

﴿فَوَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ: تو اس دن خرابی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن وہ عذاب واقع ہوگا تو اس دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور وہ اپنے کفر و باطل کے شغل میں پڑے کھیلتے رہے۔ (2)

یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا۔ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ اس میں داخل ہو جاؤ، تو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کرتے تھے۔

﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا: جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس

1 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٩-١٠، ٤/١٨٦-١٨٧، جلالین، الطور، تحت الآیة: ٩-١٠، ص٤٣٥، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الطور، تحت الآیة: ١١-١٢، ٥/٦٣٦، جلالین، الطور، تحت الآیة: ١١-١٢، ص٤٣٥، ملتقطاً.

کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والے جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے اور جہنم کے خازن کافروں کے ہاتھ گردنوں، پاؤں اور پیشانیوں سے ملا کر باندھیں گے اور انہیں منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیں گے (تو اس دن ان کے لئے خرابی ہے) اور جب وہ آگ میں پہنچ جائیں گے تو جہنم کے خازن ان سے کہیں گے: یہ وہ آگ ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ یہ اُن سے اس لئے کہا جائے گا کہ وہ دنیا میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری نظر بندی کردی ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، تو اب چاہے اس عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، نہ کہیں بھاگ سکتے ہو اور نہ عذاب سے بچ سکتے ہو اور یہ عذاب تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم دنیا میں کفر و تکذیب کرتے تھے۔ (1)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ اپنے رب کی دَین پر شاد شاد اور اُنہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا۔ تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے اُنھیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطاؤں پر خوش ہو رہے ہوں گے اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔ اپنے اعمال کے بدلے میں خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو۔ وہ قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیا۔

(1)......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ۱۳-۱۶، ۴/۱۸۷، ملخصاً.

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک پرہیزگار۔﴾ کفار کا انجام بیان کرنے کے بعد اب اہلِ ایمان کی جزا بیان فرمائی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کفر اور گناہوں سے بچنے والے آخرت میں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتوں، کرامتوں اور اس بات پر خوش ہو رہے ہوں گے کہ انہیں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے جہنم کے عذاب سے بچالیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ اپنے ان اعمال کے بدلے میں جنت کی خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو جو تم نے دنیا میں کئے کہ ایمان لائے اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اختیار کی، وہ جنت کی نعمتیں کھانے کے وقت قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حسین حوروں کو ان کی بیویاں بنادیا۔[1]

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور اُن کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملادیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی، ہر آدمی اپنے اعمال میں گِروی ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور جو لوگ ایمان لائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی جس اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اس اولاد کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں ان کے ساتھ ملادیں گے کہ اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی ان کی خوشی کے لئے اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ملادی جائے گی اور اللہ تعالٰی اپنے فضل و

[1] ......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۰، ۴/۱۸۷، روح البیان، الطور، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۰، ۹/۱۹۰-۱۹۱، ملتقطاً۔

کرم سے اس اولاد کو بھی وہ درجہ عطا فرمائے گا اور ان والدین کے عمل کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں ان کے اعمال کا پورا ثواب دیا جائے گا اور اولاد کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے جائیں گے۔[1]

جنت میں اللہ والوں کی نسبت کام آئے گی

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت میں اولاد کو ان کے ماں باپ کا وسیلہ کام آئے گا کہ ماں باپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ اولاد کے درجات بلند فرما دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کا وسیلہ مقبول ہے۔

﴿ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ: ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی رکھا ہوا ہے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر کافر اپنے کفری عمل کی وجہ سے جہنم کے اندر (دائمی طور پر) ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے رہن رکھا ہوا ہو جبکہ مومن اپنے عمل (کی وجہ سے دائمی طور پر جہنم) میں گروی نہیں رکھا ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔[3]

وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم نے ان کی مدد کی۔

﴿ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ: ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کا اہلِ ایمان سے وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جنت میں پھل، میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے وہ مُہَیّا کرکے ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اہلِ جنت پر اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہوگا کہ ان کی نعمتیں دم بدم بڑھتی ہی جائیں

---

1 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۸۷-۱۸۸، ملخصاً.

2 ......مدثر: ۳۸، ۳۹.

3 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۸۸.

گی کبھی کم نہ ہوں گی۔

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بے ہودگی اور نہ گنہگاری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات۔

﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا: جنتی لوگ جنت میں شراب کے جام ایک دوسرے سے لیں گے۔﴾ یعنی جنتی لوگ جنت میں شراب کے ایسے لذیذ اور پاکیزہ جام ایک دوسرے سے ہنسی خوشی لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات جیسا کہ دنیا کی شراب میں طرح طرح کی خرابیاں تھیں کیونکہ جنت کی شراب پینے سے نہ عقل زائل ہوتی ہے، نہ عادتیں خراب ہوتی ہیں نہ پینے والا بے ہودہ بکتا ہے اور نہ گنہگار رہوتا ہے۔ (1)

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنت کے خدمتگار لڑکے ان کی خدمت کے لئے ان کے ارد گرد پھریں گے اور ان کے حسن، صفائی اور پاکیزگی کا یہ عالَم ہوگا کہ گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے ایسے موتی ہیں جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٢٣، ١٨٨/٤، ملخصاً.

فرماتے ہیں کہ کسی جنتی کے پاس خدمت میں دوڑنے والے غلام ہزار سے کم نہ ہوں گے اور ہر غلام جُداجُدا خدمت پر مُقرّر رہوگا۔[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر جنتی کو جنت میں خدمتگار ملیں گے چاہے اس کا مرتبہ اعلیٰ ہو یا نہ ہو۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ ع

ع ۲۸/۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا۔ بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کہیں گے: بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا۔ بیشک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اللہ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

﴿ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جنتی ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کیا عمل کرتے تھے اور کس بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان نعمتوں سے سرفراز ہوئے، یہ دریافت کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنے کیلئے ہوگا، چنانچہ وہ کہیں گے کہ بیشک ہم جنت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے سہمے ہوئے تھے کہ نفس و شیطان ایمان میں خَلَل کا باعث نہ ہو جائیں اور نیکیوں کو روک لئے جانے اور بَدیوں پر گرفت کئے جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت اور مغفرت فرما کر احسان

[1]......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ۲۴، ۴/۱۸۸.

کیا اور ہمیں جہنم کی سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچا لیا بیشک ہم دنیا میں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اسی سے جہنم کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے کہ جب کوئی اس کی عبادت کرے تو اسے ثواب عطا فرماتا ہے اور جب کوئی اس سے دعا کرے تو وہ قبول فرماتا ہے۔[1]

جہنم کی گرم ہوا کے عذاب سے پناہ مانگیں

آیت نمبر 27 میں جہنم کی جس گرم ہوا کے عذاب کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر (انگلی کے) ایک پورے کی مقدار گرم ہوا کے عذاب کو کھول دے تو زمین اور اس پر موجود تمام چیزیں جل جائیں گی۔''[2]

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہنم کی اس گرم ہوا سے پناہ طلب کیا کرے، اس سے متعلق دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک مرتبہ اس آیت **''فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ''** کی تلاوت فرمائی تو (خوف کی وجہ سے یہ) دعا مانگی **''اَللّٰھُمَّ مُنَّ عَلَیْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ، اِنَّکَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ''** اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر احسان فرما اور ہمیں گرم ہوا کے عذاب سے بچا لے، بے شک تو ہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔[3]

(2)......حضرت عباد بن حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ اس آیت **''فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ''** کی تلاوت فرما رہی تھیں، یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد رک گئیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (گرم ہوا کے عذاب سے) پناہ مانگنے لگیں اور دعا کرنے لگیں۔ اس دوران میں بازار کسی کام سے گیا اور جب اپنا کام پورا کر کے واپس لوٹا تو ابھی تک حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا (گرم ہوا کے عذاب سے) پناہ مانگ رہی تھیں اور دعا کر رہی تھیں۔[4]

1......جلالین، الطور، تحت الآیة: ٢٥-٢٨، ص٤٣٦، مدارك، الطور، تحت الآیة: ٢٥-٢٨، ص١١٧٥، ملتقطاً.

2......در منثور، الطور، تحت الآیة: ٢٧، ٦٣٤/٧.

3......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب صلاة التطوّع والامامة، فی الرجل یصلّی فیمرّ بآیة رحمة او آیة عذاب، ١١٥/٢، الحدیث: ٢.

4......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب صلاة التطوّع والامامة، فی الرجل یصلّی فیمرّ بآیة رحمة او آیة عذاب، ١١٥/٢، الحدیث: ٣.

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عذاب سے محفوظ رکھے اور اس سے پناہ مانگنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین ۔

آیت نمبر 25 تا 27 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان سے تین باتیں معلوم ہوئیں ،

(1)......جنتیوں کو اپنی دنیاوی مصروفیات یاد ہوں گی جن کا وہ تذکرہ کریں گے ۔

(2)......اللہ تعالیٰ کا خوف تقویٰ کی جڑ ہے کہ نیک عمل کرنے کے باوجود بھی اس سے ڈرے ۔

(3)......دنیا کا خوف آخرت کی بے خوفی کا ذریعہ ہے ۔

فَذَكِّرْ فَمَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ تو تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو، اور نہ ہی مجنون ۔

﴿فَذَكِّرْ: تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ۔﴾ اس رکوع میں کفار کی طرف سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کئے جانے والے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات بیان ہوئے ہیں، ان جوابات کا اندازِ بیان دیکھ کر اللہ رَبُّ الْعِزَّت کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام ومرتبہ اور آپ کی شان ظاہر ہوتی ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے رہیں اور کفارِ مکہ جو آپ کو کاہن اور مجنون کہتے ہیں اس وجہ سے آپ نصیحت کرنے سے باز نہ رہیں کیونکہ آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے نہ غیب کی جھوٹی خبریں دینے والے ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں ۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مُبَلِّغ کو نیکی کی دعوت دینے کے دوران اگر لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا سامنا ہو تو اس سے دلبرداشتہ ہو کر نیکی کی دعوت دینا چھوڑ نہیں دینا چاہئے ، بلکہ اسے صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیکی کی دعوت دیتے رہنا چاہئے ۔

1......مدارك، الطور، تحت الآية: ۲۹، ص۱۱۷۵، جلالين، الطور، تحت الآية: ۲۹، ص۴۳۶، ملتقطاً.

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔ تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافر کہتے ہیں: یہ شاعر ہیں، ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تم فرماؤ: تم انتظار کرتے رہو، پس بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ: بلکہ کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کفارِ مکہ آپ کی شان میں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جیسے ان سے پہلے شاعر مر گئے اور ان کے جتھے ٹوٹ گئے یہی حال ان کا ہونا ہے اور وہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح اِن کے والد کی موت جوانی میں ہوئی ہے ان کی بھی ایسی ہی ہوگی۔ تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں: تم میرے انتقال کرنے کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کہ تم پر اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب آئے۔ چنانچہ یہ ہوا اور وہ کفار بدر میں قتل اور قید کے عذاب میں گرفتار کیے گئے۔ (1)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات اور اللّٰہ تعالیٰ کے جوابات

اللّٰہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اور مقامات پر بھی سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کافروں کے ایسے فضول اعتراضات کو دفع کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مجنون، کاہن اور شاعر ہونے کی نفی فرمائی ہے، چنانچہ جنون کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو۔

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٣٠-٣١، ٤/١٨٨-١٨٩، ملخصاً.

2 ......قلم: ٢.

اور ارشاد فرمایا:

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

شاعر اور کاہن ہونے کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے۔ تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کی بات ہے۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ یہ قرآن سارے جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ج

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُن کی عقلیں انھیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں؟ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ: کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا ''کیا ان مشرکین کی عقلیں انہیں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہنے کا حکم دیتی ہیں؟ ایسا کہنا بالکل عقل کے خلاف ہے اور ان کی سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ مجنون بھی کہتے ہیں اور شاعر، جادوگر اور کاہن بھی

[1] ……تکویر: ۲۲۔ [2] ……حاقہ: ۴۰۔۴۳۔ [3] ……یس: ۶۹۔

اوراس کے ساتھ اپنے عقلمند ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں حالانکہ انہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ کاہن، شاعر اور جادوگر بہرحال عقلمند ہوتے ہیں جبکہ مجنون تو بے عقل ہوتا ہے اور یہ اوصاف ایک شخص میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان کی عقلیں انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیتیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں کہ دشمنی اور عناد میں اندھے ہو رہے ہیں اور کفر و سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں۔[1]

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں اُنھوں نے یہ قرآن بنالیا بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔

﴾اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دِل سے یہ قرآن بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی بات نہیں جیسی یہ گمان کر رہے ہیں بلکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ کفار ایمان نہیں لاتے اور ان اعتراضات کا باطل ہونا جاننے کے باوجود دشمنی اور نفس کی خباثت کی وجہ سے ایسے اعتراض کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر ان کے خیال میں قرآن جیسا کلام کوئی انسان بنا سکتا ہے اور یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو بنا کر لے آئیں جو حسن و خوبی اور فصاحت و بلاغت

[1] ......خازن، الطور، تحت الآية: ۳۲، ۴/۱۸۹، مدارك، الطور، تحت الآية: ۳۲، ص۱۱۷۵، جلالين مع صاوى، الطور، تحت الآية: ۳۲، ۵/۲۰۴۰، ملتقطاً.

میں اس کے مثل ہو۔[1]

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کردیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ: کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کردیئے گئے ہیں۔﴾ جب کفارِ مکہ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا اور انہیں شاعر، کاہن اور مجنون کہنے لگے تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ان چیزوں سے بَری ہونا بیان فرمایا، اب اللّٰہ تعالیٰ نے مشرکین کی تکذیب کے باطل ہونے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سچے ہونے پر دلائل ارشاد فرمائے اور سب سے پہلے اپنی ذات سے ابتدا فرمائی، گویا کہ ارشاد فرمایا اے کافرو! تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو توحید اور حشر ونشر کی بات میں کیسے جھٹلاتے ہو حالانکہ ان کی سچائی کی دلیل تو تمہاری اپنی ذات میں موجود ہے۔ تم غور کرو کہ کیا تم ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے اور کیا تم بے جان اور بے عقل ہو کہ جن پر حجت قائم نہ کی جائے گی، ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔ (یا) کیا تم نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے اور کیا تمہیں خدا نے نہیں بنایا یا تم خود ہی اپنے خالق ہو کہ تم نے اپنے آپ کو خود ہی بنا لیا ہو، اور جب یہ بھی محال ہے تو لامحالہ تمہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ تمہیں اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور جب تم یہ اقرار بھی کرتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور بتوں کو پوجتے ہو اور کیا وجہ ہے کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور جزا و سزا کا انکار کرتے ہو۔[2]

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾

---

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ١٨٩/٤، مدارك، الطور، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ص١١٧٦، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الطور، تحت الآية: ٣٥، ٢١٥/١٠-٢١٦، جلالين، الطور، تحت الآية: ٣٥، ص٤٣٦، قرطبي، الطور، تحت الآية: ٣٥، ٥٥/٩، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یا آسمان اور زمین اُنھوں نے پیدا کئے بلکہ انھیں یقین نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟﴾ اس آیت میں ایک اور دلیل ارشاد فرمائی کہ کیا آسمان اور زمین ان مشرکین نے پیدا کئے ہیں؟ جب یہ بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا آسمان و زمین پیدا کرنے کی کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا تو کیوں یہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت اور خالقیّت کا یقین نہیں کرتے، اگر انہیں اس بات کا یقین ہوتا تو ضرور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے۔[1]

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یا اُن کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ: یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کے پاس آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے رزق اور اس کی رحمت وغیرہ کے خزانے ہیں کہ اس وجہ سے انہیں اختیار ہو کہ جہاں چاہیں خرچ کریں اور جسے چاہیں نبوت دیں اور جسے چاہیں نبوت سے محروم کردیں یا وہ بڑے حاکم اور خود مختار ہیں کہ جو چاہے کریں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ ہو، ایسا نہیں ہے۔[2]

بلکہ کفار کا حال تو یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے

---

1 ......جلالین، الطور، تحت الآیة: ٣٦، ص٤٣٦، خازن، الطور، تحت الآیة: ٣٦، ١٨٩/٤، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع جمل، الطور، تحت الآیة: ٣٧، ٣٠٧/٧، خازن، الطور، تحت الآیة: ٣٧، ١٨٩/٤، روح البیان، الطور، تحت الآیة: ٣٧، ٢٠٣/٩، ملتقطاً.

خوف سے کنجوسی کی وجہ سے انہیں روک لیتے ، جیسا کہ ایک اور مقام ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہوجانے کے ڈر سے تم انہیں روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِۚ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍؕ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس میں چڑھ کر وہ سن لیتے ہیں۔ (اگر ایسا ہے) تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے۔

﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ: یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یا ان مشرکین کے پاس کوئی سیڑھی ہے اور وہ آسمان کی طرف لگی ہوئی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں اور انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون پہلے ہلاک ہو گا اور کس کی فتح ہو گی۔ اگر انہیں اس بات کا دعویٰ ہو تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی صداقت پر دلیل پیش فرمائی ہے۔ (2)

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَؕ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اللہ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟

---

1 ......بنی اسرائیل: ۱۰۰.

2 ......جلالین، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ص۴۳۶، مدارك، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ص۱۱۷۶، تفسیر طبری، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ۱۱/۴۹۶، ملتقطاً.

﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ: کیااللہ کیلئے بیٹیاں ہوں؟۔﴾ اس آیت میں کفار کی حماقت اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ بیٹیوں کو وہ خود اپنے لئے برا جانتے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔

اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو کہ (جس سے) وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔

﴿اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو۔﴾ کفار نے شریعت کے اَحکام کو پسِ پُشت ڈالا اور اپنی عقل کے مطابق جو انہیں اچھا لگا اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے شریعت کے احکام پسِ پُشت ڈالنے پر اور اِس رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی چھوڑ دینے پر ابھارا، کیا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دین کی تعلیم دینے پر تم سے کوئی اجرت مانگی ہے کہ اس کی وجہ سے تم تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہو اور اس بوجھ کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے، جب یہ بھی نہیں ہے تو پھر اسلام قبول نہ کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے احکام پر عمل نہ کرنا اور اپنی عقل کے مطابق جو اچھا لگے اسی کی پیروی کرنا کفار کا طریقہ ہے اور انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے

1 ......زخرف:۱۷.

2 ......تفسیر کبیر، الطور، تحت الآیة: ۴۰، ۱۰/۲۱۹، خازن، الطور، تحت الآیة: ۴۰، ۴/۱۸۹، ملتقطاً.

ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ، اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے اور خود کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ دین کے وہ اَحکام جو ان کی عقل کے ترازو پر پورے نہیں اترتے ، ان کا مذاق اُڑاتے ، انہیں انسانیّت کے برخلاف بتاتے اور قرآن وحدیث کی غلط تفسیر وتشریح کرکے اپنی طرف سے اَحکام گھڑتے اور اسے دینِ اسلام کی تعلیم بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے ، اور اپنی اس رَوِش کو ترک کرکے اس طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتایا ہے ، اٰمین۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اُن کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ (اس کے ذریعے فیصلہ) لکھتے ہیں۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ: یا ان کے پاس غیب ہے۔﴾ یعنی شریعت کے احکام پسِ پُشت ڈالنے والے مشرکین کے پاس کیا غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حکم لگاتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے اور اٹھے بھی تو انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جب یہ بات بھی نہیں ہے تو وہ کیوں اسلام قبول نہیں کرتے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جو کچھ اَسرار ، اَحکام اور کثیر خبروں کا علمِ غیب ہے وہ وحی کے ذریعے انہیں حاصل ہوا ہے۔ [1]

اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًاؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں پر ہی داؤں پڑنا ہے۔ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا

---

1 ......تفسير كبير، الطور، تحت الآية: ٤١، ١٠/٢٢١، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤١، ص١١٧٦، ملتقطاً.

ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: یا وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں تو کافر خود ہی (اپنے) فریب کا شکار ہونے والے ہیں۔ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

﴿ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا: یا وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ مشرکین زبانی طور پر ہی آپ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں اور دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی، ہادیٔ برحق صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کے مشورے کررہے ہیں تو کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہونے والے ہیں اور ان کی دھوکہ دہی اور فریب کا وبال اُنہیں پر پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین کے فریب سے محفوظ رکھا اور بدر میں مشرکین کو ہلاک کردیا۔ (1)

﴿ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ: یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟ ﴾ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ مشرکین کا کوئی اور خدا ہے جو انہیں روزی دیتا ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ (2)

وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ بادل ہے۔

﴿ وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے۔ ﴾ کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت سے مطالبہ کیا تھا کہ

1 ......روح البيان، الطور، تحت الآية: ٤٢، ٢٠٤/٩، جلالين، الطور، تحت الآية: ٤٢، ص٤٣٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٤٣، ١٨٩/٤، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤٣، ص١١٧٦، ملتقطاً.

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** یا تم ہم پرآسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو جیسا تم نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مطالبے کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان کا کفر اور عناد اس حد پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان پر ایسا ہی کیا جائے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادیا جائے اور یہ لوگ آسمان سے اُسے گرتے ہوئے دیکھ بھی لیں تو بھی اپنے کفر سے باز نہیں آئیں گے اور عناد کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ یہ تو تہہ در تہہ بادل ہے اور ہم اس سے سیراب ہوں گے۔[2]

اس کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کردیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے نصیب میں ایمان نہ ہوتو بڑا معجزہ دیکھ کر بھی اسے ہدایت نہیں مل سکتی۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم انھیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش کردیئے جائیں گے۔

﴿**فَذَرْهُمْ: تو تم انہیں چھوڑ دو۔**﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب یہ مشرکین عناد میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں اور یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ وہ اپنے کفر سے نہیں پھریں گے تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش کردیئے جائیں گے۔ اس دن

---

1 ......بنی اسرائیل:٩٢.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٤٤، ٤/١٨٩-١٩٠.

3 ......حجر:١٤، ١٥.

سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا دن ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت کا دن بھی مراد لیا ہے۔[1]

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْــٴًـا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اُن کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ اُن کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْــٴًـا: جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا۔﴾ یعنی مشرکین کو بے ہوش کر دیئے جانے کا دن وہ ہے جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا بلکہ اُلٹا انہیں نقصان پہنچائے گا اور نہ ان سے عذاب دور کر دینے میں کسی کی طرف سے ان کی مدد ہوگی۔[2]

یاد رہے کہ کافروں کو ان کے فریب تو کچھ کام نہ دیں گے جبکہ دنیا میں ایمان قبول کرنے والوں کو قیامت کے دن ان کا ایمان لانا ضرور کام آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾

---

1 ......جلالين مع صاوى، الطور، تحت الآية: ٤٥، ٦/٢٠٤٣، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤٥، ص١١٧٧، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، الطور، تحت الآية: ٤٦، ١١/٤٩٨، روح البيان، الطور، تحت الآية: ٤٦، ٩/٢٠٥، ملتقطاً.

3 ......مائده: ١١٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں۔

﴿وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ: اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اِن کافروں کے لئے اُن کے کفر کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر لوگ (غفلت اور جہالت کی وجہ سے) اپنے انجام کو جانتے نہیں اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ آخرت سے پہلے والے عذاب سے مراد یا تو بدر میں قتل ہونا ہے یا بھوک وقحط کی سات سالہ مصیبت یا عذابِ قبر مراد ہے۔(1)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت سے عذابِ قبر (کا حق ہونا) ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی قبر میں زندگی عطا فرمائے گا اور اسے ویسی ہی عقل عطا فرمائے گا جیسی دنیا میں اسے ملی تھی تاکہ وہ خود سے کئے گئے سوالات اور اس کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو انعامات یا عذابات تیار کئے ہیں ان کا فہم اسے حاصل ہو۔(2)

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔ اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگاہوں (حفاظت) میں ہو اور

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٤٧، ٤/١٩٠.

2 ......روح البيان، الطور، تحت الآية: ٤٧، ٩/٢٠٥.

اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی پاکی بیان کرواور تاروں کے جانے کے بعد۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: اوراے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللہ** تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس پر قائم رہیں اور **اللہ** تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے اور ممنوعات سے رکے رہیں اور **اللہ** تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے رہیں اور جو مہلت ان مشرکین کو دی گئی ہے اس پر دِل تنگ نہ ہوں بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں وہ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (1)

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ: اوراپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ نماز کے لئے اپنے قیام کے وقت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔ اس صورت میں حمد سے تکبیرِ اُولیٰ کے بعد **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ** پڑھنا مراد ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ جب سو کر اٹھیں تو **اللہ** تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

تیسرا معنی یہ ہے کہ ہر مجلس سے اٹھتے وقت حمد اور تسبیح کیا کریں۔ (2)

مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس نے مجلس میں بہت سی لَغْو باتیں کیں تو اٹھنے سے پہلے یہ کلام کہے، اس کی لَغْو باتوں کی مغفرت ہو جائے گی، ''**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ**'' یعنی اے **اللہ**! عَزَّوَجَلَّ، تیری پاکی اور حمد بیان کرتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، میں تم سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (3)

---

1 ......تفسیر طبری، الطور، تحت الآية: ٤٨، ١١/٥٠٠، جلالين، الطور، تحت الآية: ٤٨، ص٤٣٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الطور، تحت الآية: ٤٨، ص١١٧٧.

3 ......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا قام من مجلسه، ٥/٢٧٣، الحديث: ٣٤٤٤.

حضرت عاصم بن حمید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے سوال کیا کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کس طرح اپنی رات کی نماز شروع فرماتے تھے، آپ نے جواب دیا: تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے کسی اور نے نہیں پوچھی، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دس مرتبہ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کہتے، دس مرتبہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہتے، دس مرتبہ **سُبْحَانَ اللّٰہِ** کہتے، دس مرتبہ **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہتے، دس مرتبہ **اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ** کہتے، پھر یوں دعا مانگتے "**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ اھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَ عَافِنِیْ**" یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق دے اور مجھے عافیت دے۔ پھر آپ قیامت کے دن جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (1)

﴿وَمِنَ الَّیْلِ: اور رات کے کچھ حصے میں۔﴾ یعنی رات کے کچھ حصے میں اور تاروں کے چھپ جانے کے بعد اللّٰہ تعالٰی کی تسبیح اور حمد بیان کرو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے۔ (2)

---

1 ……ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یستفتح به الصلاة من الدعاء، ۱/۲۹۷، الحدیث: ۷۶٦.

2 ……مدارك، الطور، تحت الآية: ۴۹، ص۱۱۷۷.

سُوْرَةُ النَّجْم

سورۂ نجم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نجم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **62** آیتیں، **360** کلمے، اور **1405** حروف ہیں۔ (2)

’’نجم‘‘ نام رکھنے کی وجہ

عربی میں ستارے کو نَجم کہتے ہیں نیز یہ ایک مخصوص ستارے کا نام بھی ہے اور اللہ تعالٰی نے اس سورت کی پہلی آیت میں ’’نَجْم‘‘ کی قسم ارشاد فرمائی اسی مناسبت سے اس کا نام ’’سورۂ نجم‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ نجم کے فضائل

(1)......حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سجدہ والی سورتوں میں سب سے پہلے ’’سورۂ نجم‘‘ نازل ہوئی، اس کی تلاوت کر کے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سجدہ کیا اور جتنے لوگ بھی آپ کے پیچھے تھے (مسلمان یا کافر) ان میں سے ایک کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، میں نے اس (سجدہ نہ کرنے والے) کو دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کر لیا اور اس (دن) کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا پڑا تھا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔ (3)

(2)......علامہ محمود آلوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ علامہ احمد بن موسیٰ المعروف ابن مَرْدَوَیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’سورۂ نجم، یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا رسولِ

1......خازن، تفسير سورة النجم، ٤/١٩٠.

2......خازن، تفسير سورة النجم، ٤/١٩٠.

3......بخاری، كتاب التفسير، سورة النجم، باب فاسجدوا لله واعبدوا، ٣/٣٣٨، الحديث: ٤٨٦٣.

کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے سامنے پڑھی۔ (1)

سورۂ نجم کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت ، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالٰی نے قَسم ارشاد فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان بیان فرمائی۔

(2)......واقعۂ معراج کا کچھ حصہ بیان کیا گیا اور معراج کو جھٹلانے والے مشرکین کا رد فرمایا گیا۔

(3)......ان بتوں کا ذکر کیا گیا جن کی مشرکین پوجا کرتے تھے اور ان کے معبود ہونے کو اور ان کی شفاعت سے متعلق کفار کے نظریّے کا رد کیا گیا، نیز جو کفار فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے تھے ان کا رد اور کفار کے علم کی حد بیان فرمائی گئی۔

(4)......کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کی جزاء بیان کی گئی اور ریا کاری کی مذمت فرمائی گئی۔

(5)......اسلام قبول کر کے اس سے مُنْحَرِف ہونے والے ایک کافر کی مذمت فرمائی گئی اور اس کے بعد اللّٰہ تعالٰی نے وہ مضمون بیان فرمایا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا کہ کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا اور آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔

(6)......قیامت کے دن اعمال دیکھے جانے اور ان کے مطابق جزا ملنے کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالٰی ہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہی مرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کرے گا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں قومِ عاد، قومِ ثمود، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذابات کا ذکر کیا گیا تا کہ ان کا انجام سن کر کفارِ مکہ عبرت حاصل کریں اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے سے باز آ جائیں۔

---

1 ......روح المعانی، سورة والنجم، ١٤/٦٣.

سورۂ طور کے ساتھ مناسبت

سورۂ نجم کی اپنے سے ماقبل سورت ''طور'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طور کے آخر میں ستاروں کا ذکر ہوا اور سورۂ نجم کی ابتداء میں بھی ستارے کا ذکر ہوا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طور میں کفار کا یہ اعتراض ذکر کیا گیا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے، اور سورۂ نجم کی ابتداء میں کفار کے اس اعتراض کا رد کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تارے کی قسم، جب وہ اترے۔

﴿ وَ النَّجْمِ: تارے کی قسم۔ ﴾ اس آیت میں نَجم سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں اور ان اَقوال کے اعتبار سے آیت کے معنی بھی مختلف ہیں۔

پہلا قول: اس سے مراد ''ثُرَیّا'' ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ثریا تارے کی قسم! جب وہ فجر کے وقت غروب ہو۔ یاد رہے کہ اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن ان پر نَجم کا اِطلاق عرب والوں کی عادت ہے۔

دوسرا قول: نجم سے نجوم کی جنس یعنی تمام تارے مراد ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ

آسمان کے تمام تاروں کی قسم! جب وہ غروب ہوں۔

تیسرا قول: اس سے وہ نباتات مراد ہیں جو تنا نہیں رکھتیں بلکہ زمین پر پھیلتی ہیں۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین پر پھیلے ہوئے بیل بوٹوں کی قسم! جب وہ جنبش کریں۔

چوتھا قول: نجم سے مراد قرآنِ پاک ہے۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کی قسم! جب وہ رفتہ رفتہ نازل ہو۔

پانچواں قول: نجم سے مراد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ مبارکہ ہے،اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ (اس پیارے چمکتے) تارے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قسم! جب وہ معراج کی رات آسمانوں سے اترے۔[1]

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے۔

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ: تمہارے صاحب نہ بہکے۔﴾ اس آیت میں ''صَاحِبُ'' سے مراد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور ''نہ بہکنے'' کے معنی یہ ہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی حق اور ہدایت کے راستے سے عدول نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی توحید پر اور عبادت کرنے میں رہے، آپ کے دامنِ عِصْمَت پر کبھی کسی مکروہ کام کی گرد نہ آئی اور ''ٹیڑھا راستہ نہ چلنے'' سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ رُشد و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر فائز رہے، فاسد عقائد کا شائبہ بھی کبھی آپ کی مبارک زندگی تک نہ پہنچ سکا۔[2]

[illegible]

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے صَفی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں قرآنِ

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ١، ٤/١٩٠، قرطبي، النجم، تحت الآية: ١، ٩/٦٢، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، النجم، تحت الآية: ٢، ٥/٦٤١.

پاک میں ارشاد فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں ارشاد فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام حضرت آدم** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **سے بلند ہے۔**

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نامِ اقدس کے ساتھ لفظ ”صاحب“ ملانے کا شرعی حکم

یہاں ایک شرعی مسئلہ یادر ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر اطلاقِ صاحب خود قرآنِ عظیم میں وارد ” **وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ(۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى** “ مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظ ”صاحب“ کا ملانا (جیسے محمد صاحب کہنا) یہ آریوں اور پادریوں کا شِعار رہے، وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید وعمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، مولیٰ ہیں۔ [2]

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ(۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۙ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنھیں کی جاتی ہے۔

1 ...... طٰہٰ: ۱۲۱.

2 ...... فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/ ۶۱۴۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کوئی بات خواہش سے نہیں کہتے۔ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کہتے تھے: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے اسے اپنی طرف سے بنا لیا ہے، اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو کلام تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس کی کوئی بات وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس قرآن کی ہر بات وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے کی جاتی ہے۔(1)

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿٥﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا، پھر اس نے قصد فرمایا۔

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى: انہیں سخت قوتوں والے نے سکھایا۔ ﴾ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی فرمائی وہ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا۔ بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ سخت قوتوں والے، طاقتور سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور سکھانے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے سکھانا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب تک پہنچانا ہے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی شدت اور قوت کا حال

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی شدت اور قوت کا یہ عالَم تھا کہ انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کو زمین کی جڑ سے اکھاڑ کر اپنے پروں پر رکھ لیا اور آسمان کی طرف اتنا بلند کر دیا کہ ان لوگوں کے مرغوں کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتوں نے سنی، پھر ان بستیوں کو پلٹ کر پھینک دیا۔ ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ ارضِ مقدّسہ کی گھاٹی میں ابلیس کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام کرتے دیکھا تو انہوں نے اپنے پر سے پھونک

(1)......خازن، النجم، تحت الآية: ٣-٤، ١٩١/٤، جلالين، النجم، تحت الآية: ٣-٤، ص٤٣٧، ملتقطاً.

مار کر ابلیس کو ہند کی سرزمین کے دور دراز پہاڑ پر پھینک دیا۔ان کی شدّت کی یہ کیفیّت تھی کہ قومِ ثمود اپنی کثیر تعداد اور بھرپور قوت کا مالک ہونے کے باوجود حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک ہی چیخ سے ہلاک ہوگئی۔ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ پلک جھکنے میں آسمان سے زمین پر نازل ہوتے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک وحی پہنچا کر دوبارہ آسمان پر پہنچ جاتے۔

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ''شَدِیْدُ الْقُوٰی'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اُس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے کسی واسطہ کے بغیر تعلیم فرمائی۔[1]

﴿**فَاسْتَوٰی: پھر اس نے قصد فرمایا۔**﴾ عام مفسرین نے ''فَاسْتَوٰی'' کا فاعل بھی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو قرار دیا ہے اور اس کے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے،اور اصلی صورت پر قائم ہونے کا سبب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل کو اُن کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مشرق کی جانب میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کے وجود سے مشرق سے مغرب تک کا علاقہ بھر گیا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا کسی اِنسان نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو اُن کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔[2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنا تو صحیح ہے اور حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہری طور پر تفسیر یہ ہے کہ ''فَاسْتَوٰی'' سے مراد سَرْوَرِعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بلند جگہ اور اعلیٰ مقام میں اِسْتَوٰی فرمانا ہے۔[3]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُفُقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر اِسْتَوٰی فرمایا اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی پر رک گئے اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور عرض کی کہ اگر میں ذرا بھی آگے

---

1 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ٥، ١٢، ٩/٢١٤، ٢١٨، قرطبی، النجم، تحت الآیۃ: ٦، ٩/٦٤، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، النجم، تحت الآیۃ: ٦، ٥/٦٤٢.

3 ......تفسیر کبیر، النجم، تحت الآیۃ: ٧، ١٠/٢٣٨-٢٣٩.

بڑھوں گا تو اللہ تعالٰی کی تجلّیات مجھے جلا ڈالیں گی، پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آگے بڑھ گئے اور عرش کے اوپر سے بھی گزر گئے۔ [1]

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں اِسْتَوٰی فرمانے کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف ہے۔ [2] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمے سے بھی اسی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہاں اِسْتَوٰی کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىؕ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔﴾ یہاں بھی عام مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے لیکن امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے کہ آپ اُفُقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تھے، اور (اس کی دلیل یہ ہے کہ) جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا یا پہاڑ پر چاند دیکھا، تو اس بات کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا بلکہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا، اسی طرح یہاں بھی مراد یہ ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آسمانوں کے اوپر پہنچے تو اللہ تعالٰی کی تجلی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ [3]

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ ۝۹

---

1 ……روح البيان، النجم، تحت الآية: ٦، ٩/٢١٧.

2 ……تفسير قرطبی، النجم، تحت الآية: ٦، ٩/٦٥، الجزء السابع عشر.

3 ……تفسير كبير، النجم، تحت الآية: ٧، ١٠/٢٣٨.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا۔ تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

﴿ثُمَّ دَنَا : پھر وہ قریب ہوا۔﴾ کون کس کے قریب ہوا اس کے بارے میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔

(1)......اس سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قریب ہونا مراد ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اصلی صورت دکھا دینے کے بعد حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قرب میں حاضر ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے۔

(2)......اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا **اللّٰہ** تعالیٰ کے قرب سے مُشَرَّف ہونا مراد ہے اور آیت میں قریب ہونے سے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اوپر چڑھنا اور ملاقات کرنا مراد ہے اور اتر آنے سے نازل ہونا، لوٹ آنا مراد ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا حاصلِ معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللّٰہ** تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے۔

(3)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ **اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّت** اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔

یہ تیسرا قول صحیح تر ہے اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اور **جَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّت** قریب ہوا۔''[1]

(4)......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بارگاہِ رَبُوبِیَّت میں مُقَرَّب ہو کر سجدۂ طاعت ادا کیا۔[2]

---

1 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالی: وکلّم اللّٰه موسی تکلیماً، ٤/٥٨٠، الحدیث: ٧٥١٧.

2 ......تفسیر کبیر، النجم، تحت الآیة: ٨، ١٠/٢٣٩، قرطبی، النجم، تحت الآیة: ٨، ٩/٦٦، الجزء السابع عشر، روح البیان، النجم، تحت الآیة: ١٢، ٩/٢١٨-٢١٩، ملتقطاً.

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے مشہور کلام ''قصیدۂ معراجیہ'' میں اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

تنزّلوں میں ترقی افزا دَنٰی تَدَلّٰی کے سلسلے تھے ۔ پر اِن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا

دَنٰی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے ۔ ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموُّجِ بحرِ ھو میں اُبھرا

اٹھے جو قصرِ دنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے ۔ وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى: تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظِ ''قَوْسَیْنِ'' کا ایک معنی ہے دو ہاتھ (یعنی دو شرعی گز) اور ایک معنی ہے دو کمانیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان اتنا قرب ہوا کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان اتنی نزدیکی ہوئی کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فاصلے کی یہ مقدار بتانے میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب اَحباب میں جو نزدیکی تصوُّر کی جاسکتی ہے وہ اپنی انتہاء کو پہنچی۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس قدر قُربت سے معلوم ہوا کہ جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں مقبول ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی مقبول ہے اور جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ سے مَردُود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی مردود ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں،

وہ کہ اس دَر کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی ۔ وہ کہ اس دَر سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ﴿۱۰﴾

---

1 ......تفسير قرطبی، النجم، تحت الآية: ٩، ٦٦/٩، ٦٨، الجزء السابع عشر.

2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ١٢، ٢١٩/٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى: پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔﴾ بعض مفسرین نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے بندے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وہ وحی فرمائی جو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچائی اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ یہاں جو وحی فرمائی گئی اس کی عظمت وشان کی وجہ سے یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ وحی کیا تھی۔[1]

حضرت جعفر صادق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ **اللہ تعالیٰ** اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اَسرار ہیں جن پر اُن کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی نے کہا کہ **اللہ تعالیٰ** نے اس راز کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور یہ نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کیا وحی فرمائی اور محبّ ومحبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس رات میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے، ان میں سے چند علوم یہ ہیں:

(1)......شرعی مسائل اور اَحکام کا علم جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔

(2)......**اللہ تعالیٰ** کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔

(3)......علومِ ذَوْقِیّہ کے حقائق اور نتائج جو صرف اَخَصُّ الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں۔

(4)......اور ان علوم کی ایک قسم وہ اَسرار ہیں جو **اللہ تعالیٰ** اور اس کے رسولِ مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ خاص ہیں کوئی انہیں برداشت نہیں کر سکتا۔[2]

---

1 ......جلالين مع جمل، النجم، تحت الآية: ۱۰، ۷/۳۱۶.

2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ۱۲، ۹/۲۲۱-۲۲۲.

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى: دل نے اس کو جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔﴾ یعنی سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھا، دِل سے پہچانا اور اس دیکھنے اور پہچاننے میں شک اور تَرَدُّد نے راہ نہ پائی۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا

اب رہی یہ بات کہ کیا دیکھا، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ سَرْوَرِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کیا سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے، اس بارے میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رب عَزَّوَجَلَّ کو اپنے قلب مبارک سے دیکھا۔

اور مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رب عَزَّوَجَلَّ کو حقیقتاً چشمِ مبارک سے دیکھا۔

یہ قول حضرت انس بن مالک، حضرت حسن اور حضرت عکرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا ہے اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خُلَّت اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلام اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ حضرت کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دو بار کلام فرمایا اور سَیِّدُ الْمُرْسَلِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللّٰہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا[1] لیکن حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ والنجم، ۵/۱۸۴، الحدیث: ۳۲۸۹.

وَسَلَّمَ کے دیدارِ الٰہی کا انکار کیا اور اس آیت کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور اس بات کی دلیل کے طور پر یہ آیت ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' تلاوت فرمائی۔

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے یہاں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا قول نفی میں ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا اِثبات میں اور جب نفی اور اثبات میں ٹکراؤ ہو تو مُثبَت ہی مُقدَّم ہوتا ہے کیونکہ نفی کرنے والا کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اُس نے نہیں سنا اور کسی چیز کو ثابت کرنے والا اِثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم ثابت کرنے والے کے پاس ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ کلام حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے جو آپ نے مسئلہ اَخذ کیا اس پر اعتماد فرمایا اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اپنی رائے ہے جبکہ درحقیقت آیت میں اِدراک یعنی اِحاطہ کی نفی ہے دیکھ سکنے کی نفی نہیں ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دیدارِ الٰہی سے مُشَرَّف فرمائے گئے، مسلم شریف کی حدیثِ مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو کہ حِبْرُ الْاُمَّت ہیں وہ بھی اسی پر ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قسم کھاتے تھے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔ امام احمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے تھے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اُس کو دیکھا اُس کو دیکھا۔ امام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گیا (پھر آپ نے دوسرا سانس لیا)۔ (1)

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ١١، ١٨٠/٤، ١٩٢، ١٩٤، روح البيان، النجم، تحت الآية: ١٢، ٢٢٢/٩، ٢٢٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سِدْرَۃُ الْمُنْتَهٰى کے پاس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ: تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو جب معراج شریف کے واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے ان واقعات کا انکار کر دیا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، کبھی کہتے کہ ہمارے سامنے بیتُ المقدس کے اوصاف بیان کریں اور کبھی کہتے کہ راستوں میں سفر کرنے والے ہمارے قافلوں کے بارے میں خبر دیں تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ان کے دیکھے ہوئے کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ انہوں نے تو سدرۃُ المنتہیٰ کے پاس وہ جلوہ بار بار دیکھا کیونکہ نمازوں میں تخفیف کی درخواست کرنے کیلئے چند بار چڑھنا اور اترنا ہوا۔[1]

یہاں ہم صحیح بخاری کی وہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بار بار اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ذکر ہے، چنانچہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’معراج کی رات مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں واپس ہوا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا: آپ کو کیا حکم دیا گیا؟ میں نے کہا ’’ہر دن میں پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا: آپ کی امت ہر دن پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی اور بنی اسرائیل کو تو خوب آزمایا ہے، لہٰذا آپ اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹئے اور اس سے اپنی امت کے لیے آسانی مانگئے۔ چنانچہ میں واپس ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو انہوں پہلے جیسا کلام کیا، میں پھر رب تعالیٰ کی طرف لوٹا تو اس نے مجھ سے

---

[1] ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۴، ۴/۱۹۲، ملخصاً۔

دس معاف فرما دیں، میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا، انہوں نے پھر پہلے جیسا کلام کیا، میں پھر اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے مجھ سے دس اور معاف کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا، انہوں نے پھر وہی کہا، میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا، انہوں نے پھر وہی کہا، میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا اور انہوں نے کہا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا ''ہر دن پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پانچ نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کر لی ہے اور بنی اسرائیل کو تو میں نے اچھی طرح آزما لیا ہے، آپ پھر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹئے، آپ اس سے اپنی امت کے لیے کمی کا سوال کریں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کہا ''میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اتنے سوال کر لیے کہ اب شرم کرتا ہوں، لیکن میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ (1)

اس روایت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جن خدشات کا ذکر ہے ان کا ثبوت فی زمانہ عام نظر آتا ہے اور آج مسلمانوں کے لئے جتنا مشکل پانچ نمازیں ادا کرنا ہے شاید ہی کوئی چیز ان کے لئے اتنی مشکل ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: سدرۃ المنتہیٰ۔﴾ سدرۃُ المنتہیٰ بیری کا ایک درخت ہے، اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان میں پھیلی ہیں جبکہ بلندی میں وہ ساتویں آسمان سے بھی گزر گیا ہے، اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں جیسے اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔

مفسرین نے اس درخت کو سدرۃُ المنتہیٰ کہنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ ان میں سے دو وجوہات درج ذیل ہیں:

(1)...... فرشتے، شُہداء اور مُتّقی لوگوں کی اَرواح اس سے آگے نہیں جاسکتیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

(2)...... زمین سے اوپر جانے والی چیزیں اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہیٰ کہتے ہیں۔ (2)

---

1 ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، ۲/۵۸۴، الحدیث: ۳۸۸۷.

2 ......صاوی، النجم، تحت الآیة: ۱۴، ۶/۲۰۴۷، قرطبی، النجم، تحت الآیة: ۱۴، ۹/۷۱، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃُ المنتہیٰ پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر آ کر رک جاتی ہیں، پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔[1]

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

﴿جَنَّةُ الْمَاْوٰى: جنت الماویٰ۔﴾ یہ وہ جنت ہے جہاں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیام فرمایا تھا اور اسی جنت سے آپ زمین پر تشریف لائے تھے۔[2]

﴿اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ: جب سدرہ پر چھا رہا تھا۔﴾ یعنی سدرہ کو فرشتوں نے اور انوار نے گھیرا ہوا تھا۔[3]

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ: آنکھ نہ کسی طرف پھری۔﴾ یعنی اس دیدار کے وقت آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ اس میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوت کے کمال کا اظہار ہے کہ اُس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں بائیں کسی طرف

1 ……مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرة المنتهی، ص۱۰٦، الحدیث: ۲۷۹(۱۷۳).

2 ……صاوی، النجم، تحت الآیة: ۱۵، ٦/۲۰٤۸.

3 ……خازن، النجم، تحت الآیة: ۱٦، ٤/۱۹۳.

توجہ نہ فرمائی اور نہ مقصود کے دیدار سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام میں ثابت رہے۔ (1)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت

اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طاقت سے زیادہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تجلّی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللّٰہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا تو نہ آنکھ جھپکی، نہ دل گھبرایا اور نہ ہی بے ہوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نگاہِ نبوت کا عالَم بیان فرماتے ہیں:

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال　　　دھوم وَالنَّجْم میں ہے آپ کی بینائی کی

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى: بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔﴾ یعنی بے شک حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور عظیم نشانیاں دیکھیں اور ملک وملکوت کے عجائبات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام غیبی ملکوتی معلومات پر محیط ہوگیا۔ (2)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر　　　ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

---

1 ......جلالین، النجم، تحت الآیة: ۱۷، ص۴۳۸، خازن، النجم، تحت الآیة: ۱۷، ۱۹۳/۴، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیة: ۱۸، ۲۲۹/۹، ۲۳۲.

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزّٰی۔ اور اس تیسری منات کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے لوگو!) کیا تم نے لات اور عزیٰ دیکھا۔ اور ایک اور تیسری منات کو۔

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى: تو کیا تم نے لات اور عزّٰی دیکھا۔﴾ یہاں سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں لات ، عُزّٰی اور مَنات کا ذکر ہوا، یہ ان بتوں کے نام ہیں جنہیں مشرکین پوجتے تھے اور ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان بتوں کو تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا ہے؟ اگر تم نے اس طرح دیکھا ہو تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ بت محض بے قدرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جو کہ قادر اور برحق معبود ہے اسے چھوڑ کر ان بے قدرت بتوں کو پوجنا اور اس کا شریک ٹھہرانا کس قدر عظیم ظلم اور عقل و دانش کے خلاف ہے۔ (1)

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔ جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔ جب تو یہ غیر منصفانہ تقسیم ہے۔

﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے حالانکہ بیٹی تمہارے نزدیک ایسی بری چیز ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے حتّٰی کہ تم بیٹیوں سے اتنی

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ١٩، ١٩٥/٤، جلالين، النجم، تحت الآية: ١٩-٢٠، ص٤٣٨، ملتقطاً.

نفرت کرتے ہو کہ انہیں زندہ در گور کرڈالتے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے ہو۔ یہ کتنی غیر منصفانہ تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لئے بری سمجھتے ہو وہ خدا کے لئے تجویز کرتے ہو۔[1]

اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان (کی حقانیت) پر کوئی سند نہیں اتاری، وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

﴿اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ: یہ تو صرف چند نام ہیں۔﴾ یعنی ان بتوں کا نام الٰہ اور معبود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بالکل غلط طور پر رکھ لیا ہے، نہ یہ حقیقت میں الٰہ ہیں نہ معبود ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حقّانیَّت پر کوئی سند نہیں اتاری بلکہ مشرکین کا بتوں کو پوجنا عقل، علم اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف نفس اور خواہشات کی اِتّباع اور وہم پرستی کی بنا پر ہے حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ پاک اور اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لا چکے ہیں اور انہوں نے صراحت کے ساتھ بار بار بتایا ہے کہ بت معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں۔[2]

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۲۱-۲۲، ۴/۱۹۵.

2 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۲۳، ۴/۱۹۵-۱۹۶، ملخصاً.

ع ۱ ۲۵ ۵

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے۔تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انسان کو ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى: کیا انسان کو ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟﴾ یہاں انسان سے مراد مشرک ہے اور اس کی تمنا سے مراد بتوں کی شفاعت ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر بتوں کے ساتھ جو جھوٹی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے اور ان کے کام آئیں گے، یہ امیدیں باطل ہیں۔ (1)

﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى: تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے ہی کچھ عطا فرماتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کی ہو اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ (2)

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کافر اپنے من پسند معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں (یہ جان لیں کہ) آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ کافر کو اس کے کفر کی سزا چاہے دنیا میں دے یا آخرت تک اسے مہلت دیدے، یہ اس کی مرضی ہے۔ (3)

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾

1 ...... خازن، النجم، تحت الآية: ٢٤، ١٩٦/٤، ملخصاً.

2 ...... صاوی، النجم، تحت الآية: ٢٥، ٢٠٥١/٦.

3 ...... خازن، النجم، تحت الآية: ٢٥، ١٩٦/٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دے دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور مقام رکھنے کے باوجود فرشتے صرف اس کے لئے شفاعت کریں گے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے مومن کے لئے فرشتے شفاعت کریں گے اور جب شفاعت کے معاملے میں فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں سے شفاعت کی اُمید رکھنا انتہائی جہالت اور حماقت ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ قرب حاصل ہے اور نہ کفار شفاعت کے اہل ہیں۔ (1)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿ۚ۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿ؕ۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٢٦، ١٩٦/٤، روح البيان، النجم، تحت الآية: ٢٦، ٢٣٧/٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو صرف گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتا کر ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں حالانکہ انہیں خود بھی اس بات کا کوئی یقینی علم نہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں بلکہ وہ تو فرشتوں کو عورتیں کہنے میں صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یقین کی جگہ گمان کچھ کام نہیں دیتا کیونکہ حقیقتِ حال علم اور یقین سے معلوم ہوتی ہے نہ کہ وہم و گمان سے، لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس سے منہ پھیر لیں جو ہمارے قرآن پر ایمان لانے سے پھرا اور اس نے صرف دُنْیَوی زندگی کو چاہا اور آخرت پر ایمان نہ لایا کہ اس کا طلبگار رہوتا اور آخرت کے لئے کچھ عمل کرتا۔[1]

﴿وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْــٴًـا: اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔﴾ اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ علماءِ کرام نے جن شرعی مسائل کا حکم قرآنِ پاک یا اَحادیثِ طیبہ وغیرہ میں نہ پایا تو ان مسائل کا شرعی حکم قرآن و حدیث وغیرہ میں موجود ان جیسے دیگر مسائل پر قیاس کرتے ہوئے بیان فرمایا اور وہ قیاس جو قرآنِ پاک، حدیثِ پاک اور اجماع کے موافق ہو وہ بالکل حق ہے جبکہ وہ قیاس جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں ہو وہ ناحق بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے اور یہاں آیت میں بھی اسی گمان کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں ہو نہ کہ اس گمان کا ذکر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے موافق ہو۔ قرآن و حدیث میں اس قیاس کے جائز ہونے کا ثبوت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے موافق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا دُنْیَوی انجام بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ[2] ‏ ترجمۂ کنزالعِرفان: تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ٢٧-٢٩، ٤/١٩٦.

2 ......حشر: ٢.

یعنی ہر شخص اپنی عملی حالت کو ان کفار کی حالت پر قیاس کر لے تو اسے اپنا انجام خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے۔ حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں (اس کا حکم) نہ پاؤ (تو کیسے فیصلہ کرو گے)۔ حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اگر تم رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت میں (اس کا حکم) نہ پاؤ اور نہ ہی کتابُ اللہ میں پاؤ (تو کیسے فیصلہ کرو گے) حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں اپنی رائے سے اِجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ (ان کی بات سن کر) حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سینے کو تھپکا اور فرمایا: ''خدا عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھیجے ہوئے کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوش کرے۔ (1)

لہٰذا زیرِ تفسیر آیت کو قیاس کا مُطلَقاً انکار کرنے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

﴿وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا: اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین نہ آخرت کو مانتے ہیں اور نہ وہاں کے لئے تیاری کرتے ہیں بلکہ ان کی ہر کوشش دنیا کے لئے ہوتی ہے، اور فی زمانہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ کفار کی طرح آخرت کا انکار تو نہیں کرتے بلکہ انہیں قیامت قائم ہونے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے دن اعمال کے حساب اور ان کی جزا و سزا پر ایمان ہے لیکن وہ آخرت کی تیاری سے انتہائی غافل اور صرف اپنی دنیا سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔ آج مسلمان اپنی اولاد کو دُنْیَوی علوم و فنون کی تعلیم دینے اور اس تعلیم پر آنے والے بھاری اخراجات برداشت کرنے پر اس لئے تیار ہیں کہ ان کی دنیا سنور جائے گی جبکہ دینی اور مذہبی تعلیم دینے سے اس لئے کتراتے ہیں کہ کہیں ان کی دنیا خراب نہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ آج کل دینی مدارس میں زیادہ تر

---

1 ......ابو داؤد، كتاب الاقضية، باب اجتهاد الرأى فى القضاء، ٣/٤٢٤، الحديث: ٣٥٩٢.

تعداد ان طالب علموں کی نظر آتی ہے جن کا تعلق غریب گھرانوں سے ہے۔

حضرت موسیٰ بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اسے دنیا سے زیادہ ناپسندیدہ ہو اور اللّٰہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا فرمائی ہے تب سے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔(1)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے دنیا کو اصل مقصود نہیں بنایا بلکہ اسے مقصود تک پہنچنے کا راستہ بنایا ہے۔(2) اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور آخرت کی تیاری کی توفیق دے، اٰمین۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝۳۰

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بےشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔ بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔

﴿ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ: یہ ان کے علم کی انتہاء ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ کفار اس قدر کم عقل اور کم علم ہیں کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے دی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اُن کے علم کی انتہا وہم اور گمان ہیں جو انہوں نے باندھ رکھے ہیں کہ (مَعَاذَاللّٰہ) فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، وہ ان کی شفاعت کریں گے اور اس باطل وہم پر

---

1 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ۷/۳۳۸، الحدیث: ۱۰۵۰۰.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ۳۰، ۹/۲۴۰.

بھروسہ کر کے اُنہوں نے ایمان اور قرآن کی پرواہ نہ کی۔ [1]

اسی طرح ایک اور مقام پر کفار کے علم کی حد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ (٣١)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تاکہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔﴾ یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے کائنات کی تخلیق اس لئے فرمائی تاکہ مخلوق میں سے جس نے اس کی نافرمانی کی اور برے اعمال میں مصروف رہا اسے جہنم کی سزا دے اور جنہوں نے دنیا میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور نیک اعمال کئے انہیں انتہائی اچھا صلہ یعنی جنت عطا فرمائے۔ [3]

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٠، ١٩٦/٤.

2 ......روم: ٧.

3 ......تفسير طبرى، النجم، تحت الآية: ٣٠، ٥٢٥/١١، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣١، ص ١١٨١، ملتقطاً.

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

رکوع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل کی صورت میں تھے تو تم خود اپنی جانوں کی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے اسے جو پرہیز گار ہوا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔﴾ گناہ وہ عمل ہے جس کا کرنے والا عذاب کا مستحق ہو یا یوں کہہ لیں کہ ناجائز کام کرنے کو گناہ کہتے ہیں۔ بہر حال گناہ کی دو قسمیں ہیں: (1) صغیرہ۔ (2) کبیرہ۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریا کاری وغیرہ اور فواحش میں ہر قبیح قول، فعل اور تمام صغیرہ، کبیرہ گناہ داخل ہیں، البتہ یہاں فواحش سے وہ کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کی قباحت اور فساد بہت زیادہ ہو جیسے زنا کرنا، قتل کرنا اور چوری کرنا وغیرہ اور صغیرہ گناہ وہ ہے جس میں بیان کردہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے کہ اتنا تو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے، بیشک تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت

وسیع ہے تو وہ جو گناہ چاہے بغیر توبہ کے معاف کردے۔[1]

گناہوں کی معافی کے متعلق شرعی اصول

یاد رہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت بہت وسیع ہے، وہ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہ گار مسلمان کو بغیر توبہ کے معاف فرما دے البتہ گناہوں کی معافی کے معاملے میں اصول یہ ہے کہ کبیرہ گناہ سچی توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے بھی معاف ہو جاتے ہیں لیکن اگر کوئی صغیرہ گناہ مسلسل کرتے رہیں تو وہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "توبہ کرنے سے کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا اور صغیرہ گناہ کرتے رہنے سے صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے)۔[2]

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو بندہ پانچوں نمازیں ادا کرتا رہتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔[4]

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٢، ٤/١٩٦-١٩٧، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣٢، ص١١٨١، ابو سعود، النجم، تحت الآية: ٣٢، ٥/٦٤٨، ملتقطاً.

2 ......مسند شهاب، ٥٥٥-لا كبيرة مع استغفار، ٢/٤٤، الحديث: ٨٥٣.

3 ......نساء: ٣١.

4 ......سنن نسائی، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، ص٣٩٩، الحديث: ٢٤٣٥.

نوٹ: کبیرہ گناہوں سے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ نساء کی آیت نمبر 31 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں، نیز اس موضوع پر علامہ ابنِ حجر مکی کی تالیف ''اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ: وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نیکیاں کرتے اور اپنے عملوں کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم فخریہ طور پر اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو اور جس کی حقیقت کے بارے میں تم نہیں جانتے اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں اس سے زیادہ پاکیزہ ہوں اور میں زیادہ مُتّقی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خود جاننے والا ہے، وہ اُن کی ہستی کی ابتدا سے لے کر آخری اَیّام تک کے جملہ اَحوال جانتا ہے، وہ ان بندوں کو خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں اور اسی کا جاننا کافی ہے کیونکہ وہی جزا دینے والا ہے لہٰذا دوسروں پر اپنے اعمال کا اظہار اور نام و نمود سے کیا فائدہ۔ (1)

[illegible]

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں ریاکاری، اپنی نمود و نمائش اور خود پسندی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اعتراف اور اطاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (2)

عبادت اور اطاعت کے معاملے میں خود پسندی بہت بڑی حماقت ہے کہ ہماری عبادتوں کی اوقات ہی کیا ہے جس پر ناز کیا جائے یا جس کی بنا پر خود کو اچھا سمجھا جائے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسی بات کو منہاج العابدین میں بہت پیاری مثالوں کے ساتھ سمجھایا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں صرف ایک مثال دی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں: جب کوئی بڑا بادشاہ تحفہ اور تحائف پیش کرنے کی اجازت دے اور اس کی خدمت میں امیر ترین لوگ، بادشاہ، بڑے بڑے مرتبے اور منصب والے، رئیس اور عقلمند لوگ طرح طرح کے قیمتی جواہرات، بہترین ذخیرے اور بے حساب مال و دولت کے تحائف پیش کرنے لگیں، پھر اگر کوئی سبزی بیچنے والا معمولی قسم کی سبزی

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٢، ١٩٨/٤، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣٢، ص١١٨٢.

2 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٣٢، ص١١٨٢ ملخصاً.

یا کوئی دیہاتی کم قیمت انگور کا خوشہ لے کر ان بڑے بڑے رئیسوں اور دولت مندوں کی جماعت میں گھس جائے جو بہترین، عمدہ اور قیمتی تحائف لے کر کھڑے ہیں اور بادشاہ کی خدمت میں ہدیے اور نذرانے کے طور پر وہ سبزی یا انگور کا خوشہ پیش کرے، پھر وہ بادشاہ اس کا نذرانہ قبول کر لے اور اس کے لئے بہترین اور نفیس شاہانہ لباس دینے اور اس کی عزت واحترام کرنے کا حکم دے تو کیا یہ اُس بادشاہ کا اِس کے ساتھ انتہائی فضل وکرم نہ ہوگا اور پھر اگر یہ سبزی بیچنے والا یا دیہاتی بادشاہ پر احسان جتانے لگے اور اپنے اس ہدیئے پر اِترائے اور اسے بہت بڑا سمجھے اور بادشاہ کے احسان وانعام کو فراموش کر دے تو کیا ایسے شخص کو دیوانہ، بدحواس، بے وقوف، بے ادب، گستاخ اور انتہائی جاہل و ناسمجھ نہیں کہا جائے گا، لہٰذا (اے مسلمان!) تم پر لازم ہے کہ جب تم اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں رات کے وقت نماز پڑھو اور دو رکعت نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو کر غور وفکر تو کرو کہ روئے زمین کے مختلف خطّوں اور گوشوں میں اس رات اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں نجانے کتنے خُدّام کھڑے ہوں گے، اسی طرح سمندروں میں، جنگلوں میں، صحراؤں میں، پہاڑوں میں اور شہروں میں کتنے اللّٰہ تعالٰی کے بندے بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور صدیقین، خائفین، مشتاقین، مجتہدین اور عاجزی کرنے والوں کی کتنی جماعتیں اللّٰہ تعالٰی کے لئے کھڑی ہوں گی اور اس وقت اللّٰہ تعالٰی کے دربار میں کتنی ستھری عبادت اور کتنی خالص بندگی ڈرنے والی جانوں، پاکیزہ زبانوں، رونے والی آنکھوں، خوفزدہ دلوں، کدورتوں سے پاک سینوں اور پرہیزگار اعضاء کی طرف سے پیش ہو رہی ہوں گی اور تمہاری نماز، اگرچہ تم نے اسے اچھی طرح ادا کرنے، اس کے اَحکام اور اخلاص کی رعایت کرنے میں بھرپور کوشش کی ہوگی لیکن پھر بھی اس بزرگ و برتر بادشاہ کے دربار میں پیش ہونے کے کہاں لائق ہوگی اور ان عبادتوں کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہیں جو وہاں پیش ہو رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ تم نے ان عبادتوں کو غافل دل سے ادا کیا اور اس میں طرح طرح کے عیوب ونقائص بھی ہیں اور بدن بھی گناہوں کی پلیدی سے نجس وناپاک ہے اور زبان قسم قسم کے گناہوں اور بیہودگیوں سے آلودہ ہے تو ایسی ناقص نماز کہاں سے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل ہے اور اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں ایسا ہدیہ پیش کرنے کی جرأت کون کر سکتا ہے؟(1)

---

1 ......منهاج العابدين، العقبة السادسة، القادح الثاني، فصل في من يعجب بعمله وينسى فضل الله عليه، ص١٨٧-١٨٨.

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰىۙ(۳۳) وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔ اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا۔ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور روک رکھا۔

﴿اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰى: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ان کے دین میں پیروی کی تھی، جب بعض مشرکین نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا ہے تو اُس نے کہا: میں نے اللہ تعالٰی کے عذاب کے خوف سے ایسا کیا ہے۔ عار دلانے والے کافر نے اس سے کہا کہ اگر تو شرک کی طرف لوٹ کر آئے اور اتنا مال مجھے دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس پر ولید اسلام سے مُنْحَرِف اور مُرتَد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا اور جس شخص کو مال دینا ٹھہرا تھا، اسے ولید نے تھوڑا سا مال دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا جو ایمان اور اسلام سے پھر گیا اور اس نے عذاب اپنے ذمے لینے والے کو طے شدہ مال میں سے تھوڑا سا مال دیا اور باقی مال روک لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اکثر کاموں میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تائید و موافقت کیا کرتا تھا، پھر اس سے پھر گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے کہا تھا اللہ تعالٰی کی قسم! محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہمیں بہترین اَخلاق کا حکم فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت اور بعد والی آیت کے معنی یہ ہیں کہ کیا تم نے اسے دیکھا جس نے تھوڑا سا اقرار کیا اور لازم حق میں سے تھوڑا سا ادا کیا اور باقی حق کی ادائیگی سے باز رہا یعنی ایمان نہ لایا۔(1)

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰى(۳۵)

---

(1) ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۴/۱۹۸.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے جس کے ساتھی نے اس کے اُخروی عذاب کو اپنے ذمے لیا ہے اور اس غیب کے علم کی بنا پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعی اس کا ساتھی اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھا لے گا اور اس کے اُخروی عذاب کو اپنے ذمے لے لے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔[1]

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے۔ اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔

﴿اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى: یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔﴾ اس آیت میں صحیفوں سے مراد یا توریت شریف کی تختیاں ہیں یا وہ صحیفے مراد ہیں جو توریت شریف سے پہلے نازل ہوئے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا پہلے ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں کفارِ قریش سے زیادہ قریب ہے۔[2]

﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى: اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی شان کا بیان ہے کہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا وہ انہوں نے پورے طور پر ادا کیا، اس میں بیٹے کو ذبح کرنا بھی داخل ہے اور اپنا آگ میں ڈالا جانا بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ اور اَحکامات بھی داخل ہیں۔[3]

---

1 ......جلالین، النجم، تحت الآیة: ٣٥، ص٤٣٩، تفسیر طبری، النجم، تحت الآیة: ٣٥، ١١/٥٣١-٥٣٢، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، النجم، تحت الآیة: ٣٦، ٦/٢٠٥٤.

3 ......ابو سعود، النجم، تحت الآیة: ٣٧، ٥/٦٤٩-٦٥٠، ملخصاً.

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ بات یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے وہ مضمون بیان فرمایا ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ بات یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا۔ اس میں اس شخص کے قول کو باطل کر دیا گیا ہے جو ولید بن مغیرہ کے عذاب کا ذمہ دار بنا تھا اور اس کے گناہ اپنے ذمے لینے کو کہتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے سے پہلے لوگ آدمی کو دوسرے کے گناہ پر بھی پکڑ لیتے تھے، اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہوتا تو اس قاتل کی بجائے اس کے بیٹے یا بھائی یا بیوی یا غلام کو قتل کر دیتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ آیا تو آپ نے اس کی ممانعت فرمائی اور ان تک اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ کوئی کسی کے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے پکڑا نہیں جائے گا۔ (1)

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔

﴿وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے

1 ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۳۸، ۴/۱۹۹.

کہ آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ مضمون بھی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں کا ہے،اور کہا گیا ہے کہ یہ اُن ہی امتوں کے لئے خاص تھا جبکہ اس امت کے لئے ان کا اپنا عمل بھی ہے اور وہ عمل بھی ہے جو ان (کوثواب پہنچانے) کے لئے کیا گیا ہو۔اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں:

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا کہ یہ حکم ہماری شریعت میں اس آیت "**اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ**" سے منسوخ ہوگیا۔

(2)...... یہاں انسان سے کافر مراد ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی البتہ اس نے دنیا میں جو بھلائی کی ہوگی تو دُنیا ہی میں رزق کی وسعت یا تندرستی وغیرہ کے ذریعے اس کا بدلہ اسے دے دیا جائے گا تا کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے۔

(3)......مفسرین نے اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ آدمی عدل کے تقاضے کے مطابق وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو اور **اللہ** تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے۔[1]

میت کو نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے

اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ میت کو نیک اعمال کا جو ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ اسے پہنچتا ہے اور یہ بات کثیر اَحادیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: میری مالدہ ماجدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کوئی بات کرتیں تو صدقہ دینے کا کہتیں، اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب ملے گا۔ارشاد فرمایا: ہاں۔[2]

حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور میں ان کے پاس موجود نہیں تھا، اگر میں ان کی طرف سے کوئی خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا۔تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" ہاں۔حضرت سعد بن عبادہ

1......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٩، ١٩٩/٤، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣٩، ص١١٨٢، ملتقطاً.

2......بخاري، كتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، ٤٦٨/١، الحديث: ١٣٨٨.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔[1]

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں نے (ایک مرتبہ) بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سعد کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا" پانی۔ چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا "هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ" یہ سعد کی والدہ (کے ایصالِ ثواب) کے لئے ہے۔[2]

نیز ایصالِ ثواب کے درست ہونے پر صحیح العقیدہ علماءِ امت کا اِجماع ہے اور فقہ کی کتابوں میں بھی بکثرت مقامات پر اس کا جواز مذکور ہے، اسی لئے مسلمانوں میں جو یہ معمول ہے کہ وہ اپنے مُردوں کو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ میں عبادات اور صدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں، ان کا یہ عمل اَحادیث کے بالکل مطابق ہے۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ ایصالِ ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی دن خاص نہیں بلکہ جب چاہیں جس وقت چاہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں اور اگر عزیز رشتہ داروں یا دوست اَحباب کی سہولت کے لئے دن مُعَیَّن کر کے ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ **وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عنقریب قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال اسے نظر آئیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ اس کا نامۂ اعمال اسے دیا جائے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال میں اور میزان میں اپنے عمل دیکھے گا۔ اس میں مومن کے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اس کے نیک اعمال دکھائے گا تاکہ اسے خوشی حاصل ہو اور کافر (کے لئے وعید ہے کہ وہ) اپنے برے اعمال (دیکھ کر ان)

1 ......بخاری، کتاب الوصایا، باب اذا قال: ارضی او بستانی صدقة عن امّی فهو جائز... الخ، ٢/٢٣٩، الحدیث: ٢٧٥٦.

2 ......ابو داود، کتاب الزکاة، باب فی فضل سقی الماء، ٢/١٨٠، الحدیث: ١٦٨١.

کی وجہ سے غمزدہ ہوگا۔اور دوسری صورت یہ ہوگی کہ اچھے اعمال کو حسین وجمیل شکل عطا کی جائے گی اور برے اعمال کو بری صورت میں ڈھال دیا جائے گا تا کہ انہیں دیکھنا مومن کیلئے خوشی اور کافر کیلئے غم کا باعث ہو۔[1]

﴿ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى: پھر اسے اس کا بھرپور بدلا دیا جائے گا۔﴾ یعنی اعمال دیکھنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بھرپور بدلہ دے گا۔[2]

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى: اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ غم نہ کریں کیونکہ تمام مخلوق کی انتہا آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے اور آخرت میں انہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی نیک اور بد انسان کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہگار کو ڈراتے ہوئے اور نیکوکار کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے سننے والو! بے شک تمام مخلوق کی انتہا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے، یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی تا کہ گناہگار اپنے گناہوں سے باز آجائے اور نیکوکار اپنے نیک اعمال اور زیادہ کرے۔[3]

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾

---

1 ......روح البیان، النجم، تحت الآیة: ٤٠، ٩/٢٥٢، خازن، النجم، تحت الآیة: ٤٠، ٤/١٩٩، جلالین مع صاوی، النجم، تحت الآیة: ٤٠، ٦/٢٠٥٦، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیة: ٤١، ٩/٢٥٣، ملخصاً.

3 ......تفسیر طبری، النجم، تحت الآیة: ٤٢، ١١/٥٣٤، ، خازن، النجم، تحت الآیة: ٤٢، ٤/١٩٩-٢٠٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ وہ ہی ہے جس نے ہنسایا اور رولایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى: اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔﴾ یعنی ایک ہی محل میں مختلف اوقات میں ایک دوسرے کے مخالف دو چیزوں، رونے اور ہنسنے کو پیدا کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ ہی قادر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے تمام اعمال اللّٰہ تعالیٰ کی قضاء، قدرت اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔ اس کے علاوہ مفسرین نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں،

(1)......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل کرکے ہنسائے گا اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کرکے رُلائے گا۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ دنیا والوں میں سے جسے چاہتا ہے ہنساتا ہے اور جسے چاہتا ہے رُلاتا ہے۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ زمین کو نباتات کے ذریعے ہنساتا ہے اور آسمان کو بارش کے ذریعے رُلاتا ہے۔[1]

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی۔

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا: اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہی دنیا میں موت دی اور وہی آخرت میں زندگی عطا فرمائے گا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہی باپ دادا کو موت دی اور ان کی اولاد کو زندگی بخشی۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کافروں کو کفر کی موت سے ہلاک کیا اور ایمانداروں

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۴۳، ۴/۲۰۰، تفسير طبرى، النجم، تحت الآية: ۴۳، ۱۱/۵۳۴، ملتقطاً.

کو ایمانی زندگی بخشی۔[1]

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰىۙ(۴۵) مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى۪(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ۔ نطفہ سے جب ڈالا جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو جوڑے بنائے ۔ نطفہ سے جب اسے ڈالا جائے۔

﴿وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ: اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رحم میں نطفہ ڈالا جائے تو اس نطفہ سے انسانوں اور حیوانات کے نر اور مادہ دو جوڑے **اللہ** تعالیٰ نے ہی بنائے[2] اس سے **اللہ** تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوئی کہ سانچہ ایک ہے مگر اس میں بننے والے برتن مختلف ہیں کہ ایک رحم، ایک ہی نطفہ مگر کبھی اس سے لڑکا بنتا ہے کبھی لڑکی، کبھی نر کبھی مادہ۔ سُبْحَانَ اللہ۔

وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰىۙ(۴۷) وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰىۙ(۴۸) وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰىۙ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اٹھانا۔ اور یہ کہ اسی نے غنیٰ دی اور قناعت دی۔ اور یہ کہ وہی ستارہ شِعریٰ کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا اور قناعت دی ۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ (نامی ستارے) کا رب ہے۔

1 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٤٤، ص١١٨٣.

2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ٩/٢٥٥.

﴿وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى: اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے ذمہ ہے۔﴾ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زندہ کرنا واجب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت میں زندہ فرمانے کا وعدہ فرما لیا ہے اس لئے اپنے وعدے کو پورا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔ (1)

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى: اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو مال و دولت سے نواز کر غنی کرتا ہے اور قناعت کی نعمت سے بھی وہی نوازتا ہے۔ (2)

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى: اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔﴾ شعریٰ ایک ستارہ ہے جو کہ شدید گرمی کے موسم میں جوزاء ستارے کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ دورِ جاہلیّت میں خزاعہ قبیلے کے لوگ اس کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سب سے پہلے عبادت کا یہ طریقہ ان کے ایک سردار ابو کبشہ نے جاری کیا۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے اور جس ستارے کی تم پوجا کرتے ہو اس کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ (3)

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ۙ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۙ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔

﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔﴾ قومِ عاد دو ہیں، ایک حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، یہ چونکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سب سے پہلے تیز آندھی سے ہلاک ہوئے تھے اس لئے انہیں پہلی عاد کہتے ہیں اور ان کے بعد والوں کو دوسری عاد کہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں کی اولاد میں سے تھے۔ (4)

﴿وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى: اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔﴾ ثمود حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی، اس

---

1 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٧، ٩/٢٥٦.

2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٨، ٩/٢٥٦.

3 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٤٩، ص١١٨٣، خازن، النجم، تحت الآية: ٤٩، ٤/٢٠٠، ملتقطاً.

4 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٥٠، ٤/٢٠٠.

قوم کو اللہ تعالیٰ نے (حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی) چیخ سے ہلاک کیا اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔ (1)

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰىؕ ۝۵۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ ان (دوسروں) سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو۔﴾ یعنی عاد اور ثمود سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو غرق کر کے ہلاک کیا بیشک وہ ان عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان میں ایک ہزار برس کے قریب تشریف فرما رہے، لیکن انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول نہ کی اور اُن کی سرکشی بھی کم نہ ہوئی۔ (2)

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰىۙ ۝۵۳ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰىۚ ۝۵۴ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝۵۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس نے اُلٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔ تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔ تو اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ تو اے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۵۱، ۴/۲۰۰.

2 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۵۲، ۴/۲۰۰، جلالين، النجم، تحت الآية: ۵۲، ص۴۳۹، ملتقطاً.

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى: اوراس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔﴾ ان بستیوں سے مراد حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیاں ہیں جنہیں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھا کر اوندھا کر کے زمین پر ڈال دیا اوران بستیوں کو زیر وزبر کر دیا۔[1]

﴿فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى: پھران بستیوں کواس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔﴾ یعنی بستیوں کو الٹنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو نشان لگے ہوئے پتھروں کی خوفناک بارش سے ڈھانپ دیا۔[2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى: تواے بندے! تواپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نعمتیں بے شمار ہیں جن میں سے بعض کا اوپر تذکرہ ہوا، پھراے بندے! تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝۵۶ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝۵۷ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝۵۸

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح۔ پاس آئی پاس آنے والی۔ اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ پہلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔ قریب آنے والی (قیامت) قریب آ گئی۔ اللہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔

﴿هٰذَا نَذِیْرٌ: یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں۔﴾ یعنی اے لوگو! جس طرح پہلے ڈر سنانے والے اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اسی طرح تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی ایک ڈر سنانے والے عظیم رسول ہیں جو

1 ……جلالین، النجم، تحت الآیة: ۵۳، ص۴۳۹-۴۴۰.

2 ……خازن، النجم، تحت الآیة: ۵۴، ۲۰۱/۴.

تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔[1]

﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ: قریب آنے والی قریب آ گئی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور جب قیامت قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ-لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ﳕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آ جائے گی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو اس کی ہَولناکیوں اور شدّتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ انہیں دور نہ فرمائے گا۔[3]

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

السجدة ۱۲ ع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو۔ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ اور تم کھیل میں پڑے ہو۔ تو اللہ کے لیے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غفلت میں پڑے ہوئے

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٥٦، ٤/٢٠١.

2 ......اعراف: ١٨٧.

3 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٥٧-٥٨، ص١١٨٤.

ہو۔تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ: تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کو مُخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے کی وجہ سے اس قرآن کا انکار کرتے ہو اور اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے ہنستے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جو وعیدیں اس میں بیان ہوئی ہیں انہیں سن کر روتے نہیں حالانکہ تم نافرمان ہو اور اس قرآن میں ذکر کی گئی عبرت اور نصیحت انگیز باتوں سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو اور اس کی آیتوں سے منہ پھیرتے ہو۔ (1)

﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ: تو اللہ کے لیے سجدہ کرو۔ ﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (2)

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

---

1 ......تفسیر طبری، النجم، تحت الآیۃ: ٥٩-٦١، ١١/٥٤١.

2 ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ٦٢، ٤/٢٠١.

سُوْرَةُ الْقَمَر

سورۂ قمر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قمر اس آیت "سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **55** آیتیں، **342** کلمے اور **1423** حروف ہیں۔[2]

قمر نام رکھنے کی وجہ

عربی میں چاند کو قمر کہتے ہیں۔ اِس سورت کی پہلی آیت میں چاند کے پھٹ جانے کا بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ قمر" رکھا گیا ہے۔

سورۂ قمر کے فضائل

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "سورۂ اِقْتَرَبَ کی تلاوت کرنے والے (کا چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا کہ اس سورت) کو تورات میں "مُبَیِّضَة" یعنی روشن کرنے والی پکارا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی تلاوت کرنے والے کا چہرہ اس دن روشن کرے گی جس دن چہرے سیاہ ہوں گے۔[3]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے رات میں سورۂ سجدہ، سورۂ قمر اور سورۂ ملک کی تلاوت کی تو یہ سورتیں، شیطان اور شرک سے اس کی حفاظت کریں گی اور قیامت کے دن اللّٰہ تعالٰی اسے درجات میں بلندی عطا کرے گا۔[4]

1 ......خازن، تفسیر سورة القمر، ٤/٢٠١، جلالين، سورة القمر، ص٤٤٠.

2 ......خازن، تفسير سورة القمر، ٤/٢٠١.

3 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل في فضائل السور والآيات، ٢/٤٩٠، الحديث: ٢٤٩٥.

4 ...... كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، الباب السابع، الفصل الاول، ١/٢٦٩، الجزء الاول، الحديث: ٢٤١٠.

سورۂ قمر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور قرآنِ مجید کی صداقت وغیرہ اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایک معجزہ اور کفارِ مکہ کے طرزِ عمل کو بیان فرمایا گیا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین سے اِعراض کرنے اور انہیں قیامت قریب آنے اور اس دن انہیں پہنچنے والی سختیوں سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

(3)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے اِختصار کے ساتھ سابقہ امتوں میں سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، قومِ عاد، قومِ ثمود، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور فرعون کی قوم کے حالات اور ان کا انجام بیان کیا گیا اور کفارِ قریش کو مُخاطَب کر کے ان امتوں کے انجام سے ڈرایا گیا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بد بخت کفار کا حال اور سعادت مند مُتّقی لوگوں کی جزا کو بیان فرمایا گیا۔

سورۂ نجم کے ساتھ مناسبت

سورۂ قمر کی اپنے سے ماقبل سورت ''نجم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نجم کی طرح اس سورت میں بھی اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے احوال اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

[1]......تناسق الدرر، سورة القمر، ص ١٢٠ ملخصاً.

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ①

ترجمۂ کنزالایمان: پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ: قیامت قریب آ گئی۔﴾ یعنی قیامت کے نزدیک ہونے کی نشانی ظاہر ہو گئی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزہ سے چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا جس کا اس آیت میں بیان ہے، یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روشن معجزات میں سے ہے۔(1)

صحاح ستہ کی کثیر اَحادیث میں اس عظیم معجزے کے مختلف پہلو بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اہلِ مکہ نے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک معجزہ دکھانے کی درخواست کی تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند ٹکڑے کر کے دکھایا۔(2)

حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے، تب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا گواہ رہو۔(3)

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا تو کفارِ قریش نے کہا: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے جادو سے ہماری نظر بند کر دی ہے، اس پر ان کی جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ ہماری نظر بندی ہے تو باہر کہیں بھی کسی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ١، ٤/٢٠١.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین ان یریهم النبیّ صلی الله علیه وسلم آیة...الخ، ٢/٥١١، الحدیث: ٣٦٣٧.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقتربت الساعة القمر، باب وانشقّ القمر... الخ، ٣/٣٣٩، الحدیث: ٤٨٦٤.

گے۔اب جو قافلے آنے والے ہیں اُن کی جستجو رکھواور مسافروں سے دریافت کرو،اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند کا ٹکڑے ہونا دیکھا گیا ہے تو بے شک معجزہ ہے۔چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس روز چاند کے دو حصے ہو گئے تھے۔[1] اب مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی لیکن وہ جاہلانہ طور پر اسے جادو ہی جادو کہتے رہے۔

ان کے علاوہ صحاح ستہ کی اوراَحادیث میں بھی اس عظیم معجزے کا بیان ہے اور یہ خبر شہرت کے اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل وانصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو کوئی دائمی جادو ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً: اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کی ایک عادت بیان کی گئی کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت اور نبوت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا یا کوئی اور نشانی دیکھتے ہیں تو اس نشانی میں غور کر کے اس کی حقیقت جاننے ،اس کی تصدیق کرنے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) جو کچھ ہمیں دکھا رہے ہیں یہ تو کوئی دائمی طاقتور جادو ہے۔[2]

[illegible]

اس آیت میں کفارِ مکہ کا جو حال بیان ہوا کہ ان کا مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تو بھی یہ ایمان نہیں لاتے ،اس کا

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر،باب ومن سورة القمر،٥/١٨٩، الحدیث: ٣٣٠٠، جامع الاصول فی احادیث الرسول، حرف النون، الکتاب الاول، الباب الخامس، الفصل السابع، ١١/٣٦٧، الحدیث: ٨٩٣٧.

2 ......مدارك، القمر، تحت الآیة: ٢، ص١١٨٥، روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٢، ٩/٢٦٧، ملتقطاً.

بیان اور آیات میں بھی کیا گیا ہے، جیسے کفارِ مکہ نے کہا کہ

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا آپ پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

کفارِ مکہ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا:

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو جیسا تم نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ بادل ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کردیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

---

1 ......بنی اسرائیل:۹۳.
2 ......انعام:۷.
3 ......بنی اسرائیل:۹۲.
4 ......طور:٤٤.
5 ......حجر:۱٤،۱٥.

کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مُردوں کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھائیے جو ہمارے سامنے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

﴿وَكَذَّبُوْا: اور انہوں نے جھٹلایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور ان معجزات کو جھٹلایا جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور وہ اپنی ان باطل خواہشوں کے پیچھے ہوئے جو شیطان نے ان کے دل میں ڈال دی تھیں (کہ اگر انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کی تصدیق کی تو اُن کی سرداری تمام عالَم میں مانی جائے گی اور قریش کی کچھ بھی عزت اور قدر باقی نہ رہے گی۔) اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہونے ہی والا ہے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ [2]

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾

---

1 ......انعام: ۱۱۱.

2 ......ابو سعود، القمر، تحت الآیة: ۳، ۵/۶۵۳، بغوی، القمر، تحت الآیة: ۳، ۴/۲۳۵-۲۳۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکی جن میں کافی ڈانٹ ڈپٹ تھی۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ: اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کے پاس قرآنِ پاک کے ذریعے پچھلی امتوں کے ان لوگوں کی خبریں آچکی ہیں جو اپنے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اور ان خبروں میں کفارِ مکہ کے لئے کفر اور تکذیب سے کافی روک اور انتہا درجہ کی نصیحت تھی۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے حالات معلوم کرنا عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یہ قرآن) انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت ہے تو (ایسوں کو) ڈرانے والے امور فائدہ نہیں دیتے۔

﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ: انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ قرآن انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھرپور ہے تو جب کافر ڈر سنانے والوں کی مخالفت کریں گے اور انہیں جھٹلائیں گے تو یہ انہیں کیا فائدہ دیں گے۔[2] اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ مَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

---

1 ......جلالین، القمر، تحت الآیة: ٤، ص٤٤٠، مدارك، القمر، تحت الآیة: ٤، ص١١٨٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، القمر، تحت الآیة: ٥، ٤/٢٠٢.

3 ......یونس: ١٠١.

دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ قرآن انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھرپور ہے تو (کافروں کو پھر بھی) ڈرانے والے اُمور جیسے سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات نے فائدہ نہ دیا۔ (1)

وقف لازم

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اُن سے منہ پھیرلو جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا۔ نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹیڑی ہیں پھیلی ہوئی۔ بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم ان سے منہ پھیرلو، جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔ (تو) ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوں گی۔ قبروں سے یوں نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کہیں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ: تو تم ان سے منہ پھیرلو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان کفار کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ان سے منہ پھیرلیں کیونکہ وہ نصیحت کرنے اور ڈرسنانے سے عبرت حاصل کرنے والے نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد والی آیت سے منسوخ ہوچکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے منہ پھیرلیں اور ان سے کلام کرنے کی بجائے ان کے ساتھ جہاد فرمائیں۔ (2)

---

1 ......جلالين مع صاوى، القمر، تحت الآية: ٥، ٢٠٦١/٦.

2 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٦، ص١١٨٥، جلالين مع صاوى، القمر، تحت الآية: ٦، ٢٠٦١/٦، ملتقطاً.

﴿یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ: جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ دن یاد کریں جب حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام بیتُ الْمَقْدِس کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک ایسی سخت انجان بات کی طرف بلائیں گے کہ اس جیسی سختی کبھی لوگوں نے نہ دیکھی ہوگی اور وہ بات قیامت اور حساب کی ہَولناکی ہے۔ اس وقت لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ کثرت کی وجہ سے گویا وہ ہر طرف پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں اور وہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کہاں جائیں، حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز کی طرف دوڑتے ہوئے ان میں سے کافر کہیں گے: یہ کافروں پر بڑا سخت دن ہے۔[1]

ان آیات میں قیامت قائم ہوتے وقت کی جو حالت بیان کی گئی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ﱃ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٦-٨، ٤/٢٠٢-٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ٦-٨، ص١١٨٥-١١٨٦، جلالين مع صاوی، القمر، تحت الآية: ٦-٨، ٦/٢٠٦١-٢٠٦٢، ملتقطاً.

2 ......يس: ٥١، ٥٢.

یُوْعَدُوْنَ [1] رہی ہوگی ، یہ ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی سختیوں اور ہَولناکیوں سے امن نصیب فرمائے ، اٰمین۔

قیامت کا دن کافروں پر سخت ہوگا جبکہ کامل ایمان والوں پر سخت نہیں ہوگا

آیت نمبر 8 سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن کافروں پر سخت ہوگا اور کامل ایمان والوں پر سخت نہیں ہوگا۔ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ اِ۟لْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِؕ-وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ بڑا سخت دن ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِۙ(۸) فَذٰلِكَ یَوْمَىٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌۙ(۹) عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔تو وہ دن سخت دن ہوگا۔کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔

اور نیک اعمال کرنے والے مومنین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَاۚ-وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن وچین میں ہوں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنت والے اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی ان خوش نصیب حضرات کے گروہ میں شامل فرمائے جنہیں قیامت کے دن امن اور چین

---

1 ......معارج:٤٣،٤٤.
2 ......فرقان:٢٦.
3 ......مدثر:٨-١٠.
4 ......نمل:٨٩.
5 ......فرقان:٢٤.

نصیب ہوگا، اٰمین۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اُسے جھڑکا۔ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو تو (میرا) بدلہ لے۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ہیں تاکہ ان کے حالات سن کر اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی حاصل ہو۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر تم اپنے وعظ و نصیحت اور دین کی دعوت دینے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے اور سنگسار کر ڈالیں گے اور ان کی شان میں کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دین کی دعوت دینے پر جھڑکا تو (بہت عرصہ ان کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کے بعد) حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں مغلوب ہوں تو تو ان سے میرا بدلہ لے۔ (1)

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٩-١٠، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ٩-١٠، ص١١٨٦، ملتقطاً.

فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے۔ اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین کو چشمے کرکے بہادیا تو پانی اس مقدار پر مل گیا جو مقدر تھی۔

﴿ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ: تو ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ ﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر عذاب بھیج دیا، اسی عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور وہ پانی چالیس دن تک نہ تھما اور زمین سے اس قدر پانی نکالا کہ زمین چشموں کی طرح ہوگئی اور آسمان سے برسنے والے اور زمین سے ابلنے والے دونوں پانی اس مقدار پر مل گئے جو ان کیلئے مقدّر تھی اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی کہ طوفان اس حد تک پہنچے گا۔[1]

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ۙ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَاۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر۔ کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

[1] ……خازن، القمر، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ١١-١٢، ص١١٨٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے بہہ رہی تھی (سب کچھ) اس (نوح) کو جزا دینے کیلئے (ہوا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

﴿وَ حَمَلْنٰهُ: اور ہم نے نوح کو سوار کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تختوں اور کیلوں والی ایسی کشتی پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں بہہ رہی تھی اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دینا اور ان کی کافر قوم کو غرق کر دینا اس پیارے نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جزا دینے کیلئے ہوا جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ (1)

وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

﴿وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً: اور ہم نے اسے نشانی بنا چھوڑا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دی گئی، آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا جو اس واقعہ سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے اس کشتی کو آنے والی امتوں کیلئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جزیرہ کی سرزمین میں اور بعض مفسرین کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری اُمت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کشتی کو دیکھا۔ (2)

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۱۶﴾

---

1 ……خازن، القمر، تحت الآیة: ١٣-١٤، ٤/٢٠٣.

2 ……خازن، القمر، تحت الآیة: ١٥، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآیة: ١٥، ص١١٨٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ فَكَيْفَ كَانَ: تو کیسا ہوا۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (آپ دیکھیں کہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا! کیا میرے رسول کو جھٹلانے والوں کو عذاب پہنچا، یا نہیں! اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کو ان کے حالات معلوم ہو چکے تو آپ (کفار کی اَذِیَّتوں پر) صبر کیجئے، آپ کے (ساتھ کفار کے) معاملے کا انجام بھی اسی طرح ہوگا جیسے سابقہ رسولوں (کے ساتھ کفر کرنے والوں) کا ہوا۔[1]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے/نصیحت لینے والا؟

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان فرما دیا۔ ﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آپ کی قوم کی زبان میں قرآنِ مجید نازل فرما کر ان کے لئے آسان کر دیا اور طرح طرح کی نصیحتوں اور عبرتوں سے قرآن کو بھر دیا اور اس میں وعدوں اور وعیدوں کو بیان کر دیا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی جو اسے یاد کرے۔[2]

قرآنِ کریم یاد کرنے کے لئے آسان ہے

حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں قرآنِ کریم کی تعلیم

---

[1] ……تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیۃ: ١٦، ١٠/٢٩٩-٣٠٠، ملخصاً.

[2] ……ابو سعود، القمر، تحت الآیۃ: ١٧، ٥/٦٥٥، مدارك، القمر، تحت الآیۃ: ١٧، ص١١٨٧، ملتقطاً.

حاصل کرنے،قرآنِ پاک کی تعلیم دینے،اس میں مشغول رہنے اوراسے حفظ کرنے کی ترغیب ہےاوراس سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ قرآنِ پاک یادکرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہےاوراس کوحفظ کرناسہل وآسان فرما دینے ہی کا ثمرہ ہے کہ عربی،عجمی،بڑے حتّٰی کہ بچے تک بھی اس کویادکرلیتے ہیں اوراس کے علاوہ کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جویاد کی جاتی ہواور سہولت سے یاد ہوجاتی ہو۔[1]

حضرتِ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا’’اللہ تعالیٰ قرآن سننے والے سے دنیا کی مصیبتیں دورکردیتا ہےاورقرآن پڑھنے والے سے آخرت کی مصیبتیں دُورکردیتا ہے۔قرآنِ پاک کی ایک آیت سننا سونے کے خزانے سے بہتر ہےاوراس کی ایک آیت پڑھنا عرش کے نیچے موجود چیزوں سے افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کاوہ کلام ہے جواس نے مخلوق پیداکرنے سے پہلے فرمایاتوجس نے قرآن میں اِلحادکیا(یعنی بے دینی کاکوئی معاملہ کیا)یاقرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہاتواس نے کفرکیااوراگراللہ تعالیٰ قرآنِ پاک کولوگوں کی زبانوں پرآسان نہ فرمادیتاکوئی شخص بھی رحمٰن کے کلام کاتکلّم کرنے پرقادرنہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یادکرنے کے لیے آسان فرمادیاتو ہےکوئی یادکرنے والا؟[2]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عاد نے جھٹلایا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ **كَذَّبَتْ عَادٌ:** عاد نے جھٹلایا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد قومِ عاد کا واقعہ بیان کیا

1 ......خزائن العرفان،القمر،تحت الآیۃ:۱۷،ص۹۷۷،ملخصاً۔

2 ......مسند الفردوس، باب الياء، ٥/٢٥٩، الحديث: ٨١٢٢.

گیا کیونکہ عاد، ارم بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے تھا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد نے اپنے نبی حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا، اس پر وہ عذاب میں مبتلا کئے گئے تو ان پر میرا عذاب آنا کیسا ہوا اور میرے عذاب سے ڈرلانے کے فرامین کیسے ہوئے جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس آچکے تھے۔ (1)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔ لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان پر ایسے دن میں ایک سخت آندھی بھیجی جس کی نحوست (ان پر) ہمیشہ کے لیے رہی۔ وہ آندھی لوگوں کو یوں اکھیڑ مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا: بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی۔﴾ اس آیت سے قومِ عاد پر آنے والے عذاب کی کیفِیَّت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم نے قومِ عاد پر ایسے دن میں ایک بہت تیز چلنے والی، نہایت ٹھنڈی اور سخت سناٹے والی آندھی بھیجی جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی حتّٰی کہ ان میں سے کوئی نہ بچا اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ وہ آندھی لوگوں کو زمین سے یوں اکھیڑ دیتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں اور پھر سر کے بل انہیں زمین پر اس طرح دے مارتی کہ ان کے سر تن سے جدا ہوجاتے تھے اور جس دن وہ آندھی آئی تھی وہ دن مہینے کا آخری بدھ تھا۔ (2)

نوٹ: بعض لوگ مہینے کے آخری بدھ کو منحوس کہتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں، مگر

---

1 ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیۃ: ۱۸، ٦/٢٠٦٤-٢٠٦٥.

2 ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ٦/٢٠٦٥، خازن، القمر، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ٤/٢٠٤، ملتقطاً.

یہ غلط ہے کیونکہ اس بدھ کی نحوست صرف قومِ عاد کے لئے تھی۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي: تو کیسا ہوا میرا عذاب۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ قومِ عاد کے واقعہ میں دو مرتبہ " فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ " فرمائے جانے کی ایک وجہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں " اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مقام پر دُنْیوی عذاب کا ذکر ہے اور اس مقام پر اُخروی عذاب کا ذکر ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تا کہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

اور ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ پہلے مقام پر قومِ عاد کو ان کی ہلاکت سے پہلے ڈرایا گیا ہے اور اس مقام پر قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد دوسروں کو ان پر آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔[2]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

---

1 ......حٰم السجدة: ١٦.

2 ......روح البيان، القمر، تحت الآية: ٢١، ٩/٢٧٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے/نصیحت لینے والا؟

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ: **اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کر دیا۔** ﴾ قرآنِ پاک کے علاوہ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ صرف انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو زبانی یاد تھیں اور ان کی امت کے لوگ صرف دیکھ کر ہی ان کی تلاوت کر سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ ان میں چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں قرآنِ پاک زبانی یاد ہے۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا: ”**جَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِکَ اَقْوَامًا قُلُوْبُهُمْ اَنَاجِيْلُهُمْ**“[1] اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا کروں گا جن کے دلوں میں قرآن اس طرح محفوظ ہوگا جیسے سابقہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دلوں میں انجیل محفوظ تھی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ: **ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔** ﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والی باتوں اور ان نصیحتوں کو جھٹلایا جو انہوں نے حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے سنی تھیں۔ دوسری **تفسیر** یہ ہے کہ قومِ ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی دعوت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر انہیں جھٹلایا۔

یاد رہے کہ قومِ ثمود نے اگرچہ صرف حضرت صالح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تھا مگر چونکہ ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار شمار ہوتا ہے کیونکہ سب کا عقیدہ ایک ہی ہے اس لئے یہاں آیت میں جمع کا صیغہ ”**اَلنُّذُرُ**“ ذکر

1 ......تهذيب الآثار للطبري، مسند عبد الله بن عباس رضي الله عنه، ٤٣٣/٢، السفر الاول، الحديث: ٧٢٧.

کیا گیا۔[1]

فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

﴿فَقَالُوْۤا: تو انہوں نے کہا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ اور بے عقل ہو۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کے کس طرح تابع ہو جائیں حالانکہ ہماری تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اکیلا ہے، یونہی وہ نہ تو بادشاہ ہے اور نہ ہی کوئی سردار ہے، ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اگر ایسا کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔[2]

ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اُتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترونا ہے۔ بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے۔ بہت جلد کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا، متکبر تھا۔

1 ......ابو سعود، القمر، تحت الآية: ٢٣، ٦٥٦/٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٢٤، ص١١٨٨، جلالين، القمر، تحت الآية: ٢٤، ص٤٤١، ملتقطاً.

﴿ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا: کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم سب میں سے صرف حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے پاس دولت کی کثرت ہے اور ان کا حال بھی بہت اچھا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ بڑا جھوٹا، مُتکبِّر ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے بڑا آدمی بننا چاہتا ہے۔ (مَعَاذَ الله) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جب وہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے تو بہت جلد خود ہی جان جائیں گے کہ ان میں سے کون بڑا جھوٹا اور مُتکبِّر تھا۔ [1]

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ اور اُنہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کا انتظار کرو اور صبر کرو۔ اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی تقسیم ہے، ہر باری پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ: **بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ کہا تھا کہ آپ پتھر سے ایک اونٹنی نکال دیجئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن کے ایمان قبول کرنے کی شرط مقرر فرما کر یہ بات منظور کر لی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

[1] ......روح البیان، القمر، تحت الآیۃ: ۲۵-۲۶، ۹/۲۷۷، خازن، القمر، تحت الآیۃ: ۲۵-۲۶، ۴/۲۰۴، جلالین، القمر، تحت الآیۃ: ۲۵-۲۶، ص ۴۴۱، ملتقطاً۔

اونٹنی بھیجنے کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو اے صالح! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم اس بات کا انتظار کرو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور اُن کی ایذا پر صبر کرو اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی کی باری تقسیم کی گئی ہے کہ ایک دن اونٹنی کا ہے اور ایک دن ان کا ہے، لہٰذا جو دن اونٹنی کا ہے اُس دن صرف اونٹنی ہی پانی پینے آئے اور جو دن قوم کا ہے اُس دن قوم پانی لینے آئے۔ (1)

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لے کر اس کی کوچیں کاٹ دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا: تو اس نے (اونٹنی کو) پکڑا پھر (اس کی) کونچیں کاٹ دیں۔

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا۔﴾ قومِ ثمود ایک عرصہ تک اس طریقے پر قائم رہی، پھر انہیں اپنی چراگاہوں میں اور مویشیوں پر پانی کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہوا تو وہ لوگ اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے اور اس کام کے لئے اپنے ساتھی کو پکارا جس کا نام قدار بن سالف تھا، تو اس نے اونٹنی کو پکڑا اور تیز تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے قتل کر ڈالا۔ (2)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ میرا عذاب اور

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ٤/٢٠٤، جلالين، القمر، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ص ٤٤١-٤٤٢، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوی، القمر، تحت الآية: ٢٩، ٦/٢٠٦٧، ملخصاً.

میرے ڈر کے فرمان جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس میری طرف سے آئے تھے اور اپنے موقع پر واقع ہوئے وہ کیسے ہوئے۔ (1)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! جب میں نے قومِ ثمود کو عذاب دیا تو انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟ کیا میں نے انہیں زلزلے سے ہلاک نہیں کیا اور میں نے جس عذاب سے انہیں ہلاک کیا اس سے بعد والی امتوں کو میرا ڈرانا کیسا ہوا! (2)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہوگئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی تو اسی وقت وہ باڑ بنانے والے شخص کی بچ جانے والی روندی ہوئی خشک گھاس کی طرح ہوگئے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً: بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی۔﴾ اس آیت میں قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیَّت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تو اس کے چوتھے دن ان پر حضرت جبریل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک زوردار چیخ ماری جس کی وجہ سے ان کی حالت ایسے ہوگئی جس طرح چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے گھاس کانٹوں کا اِحاطہ بنالیتے ہیں، اس میں سے کچھ گھاس بچی رہ جاتی ہے اور وہ جانوروں کے پاؤں میں روند کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ (3)

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

---

1 ......جلالین، القمر، تحت الآیة: ٣٠، ص٤٤٢.

2 ......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیة: ٣٠، ١١/٥٦١.

3 ......صاوی، القمر، تحت الآیة: ٣١، ٦/٢٠٦٧، مدارك، القمر، تحت الآیة: ٣١، ص١١٨٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے/نصیحت لینے والا؟

﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ:اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم نے اس شخص کے لئے قرآنِ پاک کو آسان کردیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے تو ہے کوئی ایسا شخص جو قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالٰی کو پسند نہیں۔ [1]

[illegible]

قرآنِ پاک کی ایک آیت حفظ کرنا ہر مُکَلَّف مسلمان پر فرضِ عَین ہے اور پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کو حفظ کرنا واجبِ عَین ہے۔ [2]

اَحادیث میں قرآنِ مجید یاد کرنے کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں دو اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کرلیا، اس کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا، اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے شخصوں کے بارے میں **اللّٰه** تعالٰی اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔ [3]

(2)......حضرت **عبداللّٰه** بن عمرو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ اور اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح دنیا میں

---

1 ......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیة: ٣٢، ٥٦٣/١١.

2 ......ردالمحتار مع درالمختار، کتاب الصلاة، ٣١٥/٢.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل قارئ القرآن، ٤١٤/٤، الحدیث: ٢٩١٤.

ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا، آخری آیت جو تو پڑھے گا، وہاں تیری منزل ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید یاد کرنے اور اپنے بچوں کو یاد کروانے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَاؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ بیشک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے اُنہیں پچھلے پہر بچالیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔ بیشک ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں رات کے آخری پہر بچالیا۔ اپنے پاس سے احسان فرما کر، ہم یونہی شکر کرنے والے کو صلہ دیتے ہیں۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ: لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا حال بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انکار کر کے سب رسولوں کو جھٹلایا کیونکہ ایک نبی کا انکار کرنا گویا تمام پیغمبروں کا انکار ہے۔

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا: بیشک ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب اور ان کی ہلاکت کے بارے میں بتایا گیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کی سزا میں ہم نے ان لوگوں پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے برسائے اور ہم نے اپنے پاس سے احسان فرما کر حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور انہیں صبح ہونے سے پہلے بچالیا، اور یہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کی خصوصیت نہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے ہر بندے کو یونہی صلہ دیتے ہیں کہ

1 ......ابو داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، ٢/١٠٤، الحدیث: ١٤٦٤.

انہیں مشرکین کے ساتھ عذاب نہیں دیتے۔ یاد رہے کہ شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔ (1)

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے انکی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرامین میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا (اور فرمایا) میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرامین کا مزہ چکھو۔

﴿وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا۔﴾ یعنی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا اور ان کی تصدیق کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگے۔ (2)

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ: انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے انہیں ان کے معزز مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے مہمانوں کے درمیان دخل اندازی نہ کریں اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے یہ بات فاسد نیت اور خبیث ارادے سے کہی تھی۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

---

1 ......جلالين مع صاوی، القمر، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٦/٢٠٦٨، خازن، القمر، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٤/٢٠٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٣٦، ٤/٢٠٥.

کے مہمان فرشتے تھے، انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ اُنہیں چھوڑ دیجئے اور گھر میں آنے دیجئے ۔ جیسے ہی وہ گھر میں آئے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک دستک دی تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا جس سے وہ فوراً اندھے ہوگئے اور ان کی آنکھیں ایسی ناپید ہوگئیں کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہا اور چہرے سپاٹ ہوگئے ۔ وہ لوگ حیرت زدہ مارے مارے پھرتے تھے اور دروازہ ان کے ہاتھ نہ آتا تھا، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں دروازے سے باہر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے ان سے ارشاد فرمایا کہ میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو جو تمہیں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سنائے تھے۔ (1)

وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

ع ۲ ۱۸/۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔ تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔ اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔ تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو۔ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟

﴿وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً: اور بیشک صبح سویرے ان پر آیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر صبح سویرے ٹھہرنے والا عذاب آیا جو کہ آخرت تک باقی رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ دُنْیَوی عذاب بَرزخی عذاب سے اور برزخی عذاب اُخروی عذاب سے ملا ہوا ہے لہٰذا نفسِ عذاب دائمی اور قائم ہے۔ اس آیت سے عذابِ قبر کا ثبوت بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر عذابِ قبر حق نہ ہوتو ان کا عذاب مُسْتَقِر یعنی ٹھہرنے والا نہیں رہتا۔

---

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٣٧، ٤/٥/٢٠٥، مدارك، القمر، تحت الآية: ٣٧، ص١١٨٩، جلالين، القمر، تحت الآية: ٣٧، ص٤٤٢، ملتقطاً.

﴿ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ: تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو۔ ﴾ دوسری بار یہ بات اس لئے فرمائی گئی کہ ان پر عذاب دو مرتبہ نازل ہوا تھا، پہلا عذاب خاص ان لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر میں داخل ہوئے تھے اور دوسرا عذاب سب کو عام تھا۔ (1)

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک فرعونیوں کے پاس ڈر سنانے والے (رسول) آئے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے۔

﴿ وَ لَقَدْ جَآءَ: اور بیشک آئے۔ ﴾ یہاں سے فرعون اور اس کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک فرعونیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آئے تو فرعونی اُن پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے ہماری ان سب نشانیوں کو جھٹلا دیا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دی گئیں تھیں تو ہم نے اس جھٹلانے کی وجہ سے ان پر عذاب کے ساتھ ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت ہوتی ہے کہ قدرت والے کی پکڑ سے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ (2)

﴿ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ: تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے ﴾ سابقہ امتوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے، اس کے رسول کو جھٹلا کر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں

---

1 ……تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیة: ٣٩، ٣١٨/١٠، ملخصاً.

2 ……روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٤١-٤٢، ٢٨١/٩-٢٨٢، ملخصاً.

میں مصروف رہ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب سے ڈرانے کے فرمان آنے اور مہلت ملنے کے باوجود اپنی حالت کو نہ سدھارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت سخت گرفت فرمائی اور سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کے واقعات سنانے سے مقصود اس امت کے لوگوں کو اس بات سے ڈرانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی ان جیسے اعمال اختیار کئے ، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو پسِ پُشت ڈالا تو ان کی بھی بڑی سخت گرفت ہوسکتی ہے ۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے ۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے ۔ وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی ۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرمالیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا ۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے ۔(4)

1 ......ھود: ١٠٢ .
2 ......ھود: ١٠٣ .
3 ......ھود: ١٠٢ .
4 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب و کذلك اخذ ربّك ...الخ، ٣/٢٤٧، الحدیث: ٤٦٨٦ .

لہٰذا اس امت کے ہر ایک فرد کو ان آیات میں غور کرنا چاہئے اور ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی سے بچے تاکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے محفوظ رہے۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓىِٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے کافر اُن (پہلوں) سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے؟

﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓىِٕكُمْ: کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کو ڈراتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے اہلِ مکہ! کیا تمہارے کافر حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد، ثمود، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور فرعون کی قوم سے زیادہ طاقتور اور توانا ہیں یا وہ کفر و عناد میں کچھ ان سے کم ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم سے پہلے کے کافر تم سے زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے، اس کے باوجود ان کی سرکشی کی بنا پر جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ تم نے سن لیا، تو کیا تمہیں یہ امید ہے کہ تمہیں ان جیسا عذاب نہیں ہوگا حالانکہ تمہارا حال ان سے بہت بدتر ہے، یا یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے کہ تمہارے کفر کی گرفت نہ ہوگی اور تم عذابِ الٰہی سے امن میں رہو گے اور اس وجہ سے تم اپنے کفر و سرکشی پر ڈٹے ہوئے ہو۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔ (1)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٤٣، ٤/٢٠٥، مدارك، القمر، تحت الآية: ٤٣، ص١١٨٩، روح البيان، القمر، تحت الآية: ٤٣، ٩/٢٨٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب بدلہ لے لیں گے۔ عنقریب سب بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ: یا وہ یہ کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ قریش اپنی جہالت اور قوت وشوکت کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بدلہ لیں گے؟ اللّٰہ تعالٰی نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب کفارِ مکہ کے گروہ میں شامل سب لوگ بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے اور اس طرح بھاگیں گے کہ ان میں سے ایک بھی قائم نہ رہے گا۔ **شانِ نزول:** جب غزوۂ بدر کے دن ابوجہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی ''سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ'' اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ایسا ہی ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت وشکست سے دوچار ہونا پڑا۔ [1]

بعض علماء کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور بعض کے نزدیک مکی ہے، ان دونوں اَقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ یہ آیت ایک مرتبہ مکے میں اور ایک مرتبہ مدینے میں نازل ہوئی۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ (۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے۔

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ: بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے۔﴾ یعنی بدر کی شکست کفارِ مکہ کا پورا عذاب نہیں بلکہ اس عذاب کے بعد انہیں قیامت کے دن اصل عذاب کا وعدہ ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے کہ دُنْیَوی عذاب کے مقابلے میں اس کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ دُنْیَوی عذاب جیسے قید ہونا، قتل ہونا اور شکست

[1] ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٦/ ٢٠٦٩-٢٠٧٠، روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٩/ ٢٨٢، ملتقطاً.

کھانا وغیرہ تو اُخروی عذاب کی ایک جھلک ہے۔ (1)

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مجرم گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ: بیشک مجرم۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، اس کے رسولوں کو جھٹلانے والے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور حشر کا انکار کرنے والے مشرکین دنیا میں گمراہ اور دیوانے ہیں کہ نہ سمجھتے ہیں اور نہ راہ یاب ہوتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام مشرکین دنیا میں حق سے گمراہ ہیں اور آخرت میں جہنم میں ہوں گے۔ (2)

یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (فرمایا جائے گا)، دوزخ کا چھونا چکھو۔

﴿یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ: جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کو جہنم میں منہ کے بل گھسیٹے جانے کا ذکر ہے اور حدیثِ پاک میں بعض ایسے مسلمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق

---

1 ......روح البیان، القمر، تحت الآیۃ: ٤٦، ٩/٢٨٢-٢٨٣.

2 ......تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیۃ: ٤٧، ١٠/٣٢٤-٣٢٥، روح البیان، القمر، تحت الآیۃ: ٤٧، ٩/٢٨٣، ملتقطاً.

فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا،اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتّٰی کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو نے اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے ،لہٰذا وہ تجھے کہہ دیا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتّٰی کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو بلایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا،لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن پڑھا،اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) اس سے ارشاد فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ’’تو جھوٹ بولتا ہے،تم نے اس لئے علم حاصل کیا تاکہ تجھے عالم کہا جائے ،تم نے قرآن اس لئے پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے ،سو تمہیں (عالم اور قاری) کہہ دیا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو بلایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی اور اسے ہر قسم کا مال عطا فرمایا، اسے بھی اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے ہر اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’تو جھوٹ بولتا ہے،تم نے یہ کام اس لئے کئے تاکہ تجھے سخی کہا جائے ،لہٰذا وہ تمہیں کہہ دیا گیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتّٰی کہ اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (1)

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو ایک بات ہے جیسے

(1) ......مسلم، كتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ص١٠٥٥، الحديث: ١٥٢(١٩٠٥).

پلک مارنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے جیسے پلک جھپکنا۔

﴿اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے ہر چیز حکمت کے تقاضے کے مطابق ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے۔[1] **شانِ نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تقدیر کے منکروں کے بارے میں احادیث

یہاں تقدیر کے منکر لوگوں کے بارے میں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر امت میں مجوسی ہوتے تھے اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا، وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے۔[2]

(2)......حضرت جابر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، اگر وہ لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا، اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہونا اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں سلام تک نہ کرنا۔[3]

یاد رہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ حضرت جابر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ

---

1 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٤٩، ص ١١٩٠.

2 ......ابو داؤد، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٤/٢٩٤، الحديث: ٤٦٩٢.

3 ......ابن ماجه، كتاب السنة، باب في القدر، ١/٧٠، الحديث: ٩٢.

کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان نہ لائے ،اسی طرح جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو مصیبت اسے پہنچی ہے وہ اس سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تقدیر کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کررہے تھے (یہ دیکھ کر) آپ کو اتنا جلال آیا کہ چہرۂ اَقدس ایسے سرخ ہوگیا جیسے آپ کے مبارک رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔آپ نے فرمایا ’’کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے یا اسی بات کے لئے میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگوں نے جب اس (تقدیر کے) بارے میں اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہوگئے ، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس کے بارے میں مت جھگڑو۔ (2)

جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جیسی عظیم ہستیوں کو تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے روک دیا گیا تو ہمیں اس سے بدرجہ اَوْلیٰ باز رہنا چاہئے۔

﴿وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ: اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو وہ ہمارے صرف ایک مرتبہ حکم فرمانے کے ساتھ ہی اتنی دیر میں ہوجاتی ہے جتنی دیر تم میں سے کسی کو پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔ (3)

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کردیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے (بہت سے گروہ) ہلاک کردیئے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

1 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء انّ الایمان بالقدر خیره وشرّه، ٥٧/٤، الحدیث: ٢١٥١.

2 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، ٥١/٤، الحدیث: ٢١٤٠.

3 ......مدارك، القمر، تحت الآیة: ٥٠، ص١١٩٠.

﴿وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ: اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے (بہت سے گروہ) ہلاک کردیئے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کفارِ قریش سے فرمایا کہ اے کفارِ قریش! بے شک ہم نے پہلی امتوں میں سے بہت سے کفار کے گروہ ہلاک کردیئے ہیں، وہ بھی تمہاری طرح اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کرتے اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے انجام سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے۔ (1)

وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

﴿وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ: اور انہوں نے جو کچھ کیا۔﴾ مزید ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ قریش! پہلی امتوں میں سے تم جیسے کفار نے جو کچھ کیا وہ سب ان کتابوں میں موجود ہے جنہیں ان پر مقرر فرشتوں نے لکھا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ بندوں کے تمام اَفعال اَعمال لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں میں موجود ہیں۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلی امتوں کے کفار کی ہلاکت کے بعد ان کا کام ختم نہیں ہوگیا بلکہ ان کی ہلاکت تو ان کا وہ عذاب ہے جو ان پر دنیا میں آیا اور ان کا اُخروی عذاب ابھی آئے گا جو کہ اِن کے اُن اعمال کے بدلے میں تیار کیا گیا ہے جو ان کے اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ (3)

وَ كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

---

1 ......تفسير طبرى، القمر، تحت الآية: ٥١، ١١/٥٧٠.

2 ......تفسير طبرى، القمر، تحت الآية: ٥٢، ١١/٥٧٠، جلالين، القمر، تحت الآية: ٥٢، ص٤٤٣، ملتقطاً.

3 ......تفسير كبير، القمر، تحت الآية: ٥٢، ١٠/٣٣٠.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

﴿ وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ : اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔﴾ یعنی چھوٹے اور بڑے تمام اعمال اپنی تفصیل کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ (1)

ان آیات میں ہر مسلمان کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ اس کے تمام اعمال لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور اَعمال لکھنے والے فرشتے بھی اپنے صحیفوں میں اس کا ہر ہر عمل لکھ رہے ہیں اور پھر قیامت کے دن ہر شخص ان اعمال ناموں کو اپنے سامنے پائے گا۔ اس نازک ترین مرحلے کی منظر کشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًاۚۖ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًاؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال

1 ......روح البيان، القمر، تحت الآية: ٥٣، ٩/٢٨٥.

2 ...... كهف: ٤٩.

نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (1) کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ وہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچے اور جو گناہ سرزد ہو چکے ان سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرلے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جسے یہ معلوم ہے کہ اس کے اعمال قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ان اعمال کے مطابق اسے جزا دی جائے گی تو اسے چاہیے کہ اپنے کام درست کرنے کی کوشش کرے اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرے اور جو گناہ اس سے ہو چکے ان سے لازمی توبہ کرلے۔ (2) اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں ہوں گے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک پرہیزگار لوگ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں مُتّقی لوگوں کی جزاء بیان کی گئی ہے کہ بے شک وہ لوگ جو کفر اور گناہوں سے بچے رہے، وہ ایسے عظیم الشّان باغوں میں ہوں گے جن میں موجود نعمتوں اور ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی چیزوں کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اسی طرح ان کے باغوں اور گھروں میں پانی،

1 ……ال عمران: ۳۰.

2 ……روح البیان، القمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۹/۲۸۵.

شراب، شہد اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور وہ عظیم قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ کے مُقرَّب ہوں گے۔ [1]

جو باغ اور نہریں مُتّقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہیں ان کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۬ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّىؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراسر لذت ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

1 ……روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٥٤-٥٥، ٩/٢٨٥، ملخصاً.

2 ……سورہ محمد: ١٥.

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

سورۂ رحمٰن کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ رحمٰن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **78** آیتیں، **351** کلمے اور **1636** حروف ہیں۔ (2)

’’رحمٰن‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

اس سورت کا نام ’’سورۂ رحمٰن‘‘ اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے اَسماءِ حُسنیٰ میں سے ایک اسم ’’اَلرَّحْمٰنُ‘‘ سے کی گئی ہے۔

سورۂ رحمٰن کے فضائل

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔‘‘ (3)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’چند وجہ سے سورۂ رحمٰن کو قرآن کی دلہن، زینت فرمایا گیا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر ہے اور ذات وصفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے۔ اس سورت میں جنت کی حوروں، ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے (اور) یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں۔ اس سورت میں آیتِ مبارکہ ”فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ“ 31 جگہ ارشاد ہوا اس سے سورت کی زینت زیادہ ہوگئی۔ (4)

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الرحمن، ۴/۲۰۸.

2 ......جلالین، سورة الرحمن، ص۴۴۳، خازن، تفسیر سورة الرحمن، ۴/۲۰۸، ملتقطاً.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۹۰، الحدیث: ۲۴۹۴.

4 ......مرأة المناجیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ۳/۲۸۱-۲۸۲، تحت الحدیث: ۲۰۷۴۔

(2)......حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سورۂ حدید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں جنّتُ الفردوس کا مکین پکارا جاتا ہے۔[1]

(3)......اس سورت کی آیات اگرچہ چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن ان کی تاثیر بہت مضبوط ہے۔ مروی ہے کہ حضرت قیس بن عاصم مِنْقَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اسلام قبول کرنے سے پہلے) سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے میرے سامنے اس کی تلاوت کیجئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سامنے سورۂ رحمٰن پڑھی تو اس نے عرض کی: اسے دوبارہ پڑھئے، حتّٰی کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس کے کہنے پر) تین مرتبہ سورۂ رحمٰن کو پڑھا۔ (سورۂ رحمٰن سن کر) اس نے عرض کی: خدا کی قسم! یہ سورت بہت ہی خوبصورت ہے، اس میں بہت حلاوت ہے، اس کا نیچے والا حصہ سرسبز ہے اور اوپر والا حصہ پھل دار ہے اور یہ کسی انسان کا کلام ہی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ تعالٰی کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں۔[2]

سورۂ رحمٰن کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت اور قدرت، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآنِ مجید کے اللّٰہ تعالٰی کی وحی ہونے پر دلائل بیان کئے گئے ہیں، نیز اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدا میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی عظیم نعمتوں جیسے قرآنِ پاک کو نازل کرنے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی تعلیم دینے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کی تعلیم دینے کا ذکر فرمایا۔

(2)......اس کے بعد سورج، چاند، زمین پر اُگی ہوئی بیلوں، درختوں، آسمانوں، زمینوں، باغات میں پھلوں اور کھیتوں میں فصلوں کا ذکر فرمایا۔

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ٢/٤٩٠، الحدیث: ٢٤٩٦.

2 ......تفسیر قرطبی، تفسیر سورۃ الرحمن، ٩/١١٣، الجزء السابع عشر.

(3)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کی پیدائش، میٹھے اور کھاری سمندروں اور ان سے موتیوں کے نکلنے کو بیان فرمایا گیا۔

(4)......اس جہاں کے فنا ہونے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے باقی رہنے اور تمام مخلوق کے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں قیامت، جنت کی نعمتوں اور جہنم کی سختیوں اور ہَولناکیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

سورۂ قمر کے ساتھ مناسبت

سورۂ رحمٰن کی اپنے سے ماقبل سورت ’’قمر‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قمر میں قیامت، جہنم کی ہَولناکیوں، مجرموں کا عذاب، مُتّقی مسلمانوں کا ثواب اور جنت کے اوصاف اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اور سورۂ رحمٰن میں یہ چیزیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رحمٰن نے۔ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رحمٰن نے، قرآن سکھایا۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ: رحمٰن۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جب سورۂ فرقان کی آیت نمبر 60

نازل ہوئی جس میں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو کفارِ مکہ نے کہا کہ رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے ،اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ الرَّحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔اور ایک قول یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے جب کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تَبارَک وَتَعَالٰی نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھایا۔[1]

سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر 1 اور 2 سے حاصل ہونے والی معلومات

اِس معنی کے اعتبار سے ان آیات سے 5 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اسی لئے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس قرآن پاک بظاہر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے آیا لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآن سکھایا۔

(3)......مخلوق میں سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کوئی استاذ نہیں بلکہ آپ کا علم مخلوق کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔

(4)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک کے مُتَشابہات کا علم بھی دیا گیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھا دیا تو اس میں متشابہات کا علم بھی آ گیا کہ یہ بھی قرآنِ پاک کا حصہ ہی ہیں۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تمام اَشیاء کے نام سکھائے ،جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے۔

حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زِرہ بنانا سکھائی ،چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ١-٢، ٤/٢٠٨، ملخصاً.

2 ......بقره: ٣١.

3 ......انبياء: ٨٠.

(جنگی) لباس کی صنعت سکھا دی۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پرندوں کی زبان سکھائی، جیسا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو طب، تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔

حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علمِ لدُنی عطا فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو کچھ سکھایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

اَلرَّحْمٰنُۙ(۱) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رحمٰن نے قرآن سکھایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو حکمت والے، علم والے کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے۔

اور ایک جگہ واضح طور پر فرما دیا کہ

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلکہ

---

1 ......نمل:١٦.
2 ......ال عمران:٤٨.
3 ...... کھف:٦٥.
4 ......نمل:٦.
5 ......النساء:١١٣.

تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا بیان اُنہیں سکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ: انسان کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ''انسان'' اور ''بیان'' کے مصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد دوعالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور بیان سے ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ'' یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا، کا بیان مراد ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوّلین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبریں دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور بیان سے مراد تمام چیزوں کے اَسماء اور تمام زبانوں کا بیان مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی تمام اولاد مراد ہے اور بیان سے مراد گفتگو کی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ [1]

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے آسمانی نعمتوں میں دو ایسی نعمتیں بیان فرمائیں جو ظاہری طور پر نظر آتی ہیں اور وہ نعمتیں سورج اور چاند ہیں، ان نعمتوں کی اہمیت کا اندازہ

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣-٤، ٢٠٨/٤، صاوی، الرحمن، تحت الآية: ٣-٤، ٢٢٧٣/٦-٢٢٧٤، ملتقطاً.

اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر سورج نہ ہوتا تو اندھیرا کبھی ختم ہی نہ ہوتا اور اگر چاند نہ ہوتا تو بہت ساری ظاہری نعمتیں ختم ہو کر رہ جاتیں اوران کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سورج اور چاند مُعَیَّن اندازے کے ساتھ اپنے اپنے بُروج اور مَنازل میں حرکت کرتے ہیں کیونکہ اگر سورج حرکت کرنے کی بجائے ایک ہی جگہ کھڑا رہے تو اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اگر اس کی گردش لوگوں کو معلوم نہ ہو تو وہ معاملات ٹھیک طرح سے سرانجام نہیں دے سکتے اور ان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اوقات کے حساب سالوں اور مہینوں کا شمار انہیں کی رفتار سے ہوتا ہے۔[1]

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

﴿وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ: اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔﴾ یہاں ''نجم'' سے مراد زمین سے پیدا ہونے والی وہ نباتات ہیں جو تنا نہیں رکھتیں جیسے سبزہ اور انگور کی بیل وغیرہ اور ''شجر'' سے مراد وہ نباتات ہیں جو تنا رکھتی ہیں جیسے گندم، جَو اور درخت وغیرہ اوران کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے سائے سجدہ کرتے ہیں، اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔[3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الرحمن، تحت الآیة: ۵، ۱۰/۳۳۹، مدارك، الرحمن، تحت الآیة: ۵، ص ۱۱۹۱، ملتقطاً.

2 ......نحل: ۴۸.

3 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآیة: ۶، ۵/۶۶۰، تفسیر کبیر، الرحمن، تحت الآیة: ۶، ۱۰/۳۴۱، خازن، الرحمن، تحت الآیة: ۶، ۴/۲۰۸-۲۰۹، ملتقطاً.

سبزے اور درختوں کی اہمیت

یادرہے کہ سبزے اور درخت زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں اور ان نعمتوں کی اہمیت کا کچھ اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو انسان رزق کے وافر حصے سے محروم ہو جائے گا اور جانوروں کا گوشت کھانے کو ترس جائے گا کیونکہ جانوروں کی نَشو ونُما انہیں سے ہوتی ہے اور جب یہ سبزے نہ ہوں گے تو جانور کیسے پلیں بڑھیں گے اور جب جانور پلیں بڑھیں گے نہیں تو انسان ان کا گوشت کہاں سے حاصل کریں گے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔ کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔ کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو۔

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محل اور رتبے کے اعتبار سے بلند پیدا فرمایا ہے۔ محل کے اعتبار سے بلندی تو ظاہر ہے کہ آسمان زمین سے اونچا ہے جبکہ رتبے کے اعتبار سے آسمان کی بلندی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کا مَسکن ہے اور یہیں سے اللہ تعالیٰ کے اَحکام صادر ہوتے ہیں۔[(1)]

﴿وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ: اور ترازو رکھی۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ یہاں میزان سے مراد عدل کرنا ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے درمیان تمام معاملات میں) عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ میزان سے مراد وہ تمام آلات ہیں جن سے اَشیاء کا وزن کیا جائے اور اُن کی مقداریں معلوم ہوسکیں جیسے ترازو، اَشیاء ناپنے کے آلات اور پیمانے وغیرہ۔ اس صورت میں آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَشیاء ناپنے اور تولنے کے آلات پیدا فرمائے اور اپنے بندوں پر لین دین کے معاملات میں عدل قائم رکھنے اور برابری کرنے کے اَحکام نافذ فرمائے تاکہ وہ ناپ تول میں ناانصافی نہ کریں اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔[(2)]

---

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ۷، ۵/۶۶۱، ملخصاً.

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ۷-۸، ۴/۲۰۹، مدارك، الرحمن، تحت الآية: ۷-۸، ص۱۱۹۲، ملتقطاً.

[illegible]

اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کا بیان اس آیت میں ہوا اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ اپنے ساتھ غَبن اور دھوکہ دِہی پسند نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کسی چیز میں اس پر غالب آجائے چاہے وہ چیز معمولی سی ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا اگر ناپ تول کے معاملات میں عدل و انصاف اور برابری نہ ہو تو معاشرے میں جو جھگڑے اور فسادات برپا ہوں گے اور آپس میں جو بغض و عناد پیدا ہوگا وہ کسی عقلمند سے ڈھکا چھپا نہیں۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اے انسان! تو دوسروں کے ساتھ اسی طرح انصاف کر جس طرح تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ انصاف کیا جائے اور تو دوسروں کو اسی طرح پورا پورا ناپ تول کر دے جیسے تجھے پورا پورا ناپ تول کر لینا پسند ہے کیونکہ عدل و انصاف ہی سے لوگوں کے حالات درست رہ سکتے ہیں۔ [1]

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

﴿وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔﴾ یعنی جب تم لوگوں کے لئے کوئی چیز ناپو یا تولو تو انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو اور اس چیز کا وزن کم نہ کرو۔

ناپ تول میں انصاف کرنے کا حکم

ناپ تول میں انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور

1 ……تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۵۷۶.

الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا [1]

بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَۚ(۱۸۱) وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِۚ(۱۸۲) وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) ناپ پورا کرو اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اور بالکل درست ترازو سے تولو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

اور کم ناپنے تولنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَۙ(۱) الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ٘ۖ(۲) وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَؕ(۳) اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَۙ(۴) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍۙ(۵) یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کم تولنے والوں کیلئے خرابی ہے۔ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں۔ اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں اٹھایا جائے گا۔ ایک عظمت والے دن کے لیے۔ جس دن سب لوگ ربُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ’’اے مہاجرین! جب تم پانچ باتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان باتوں کو پاؤ۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام اعلانیہ ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ

1 ......بنی اسرائیل:٣٥.
2 ......شعراء:١٨١-١٨٣.
3 ......مطففین:١-٦.

جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے غیروں میں سے دشمنوں کو مُسلَّط کر دیتا ہے تو وہ ان کا مال وغیرہ چھین لیتے ہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ جب مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا قانون اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام میں سے کچھ لیتے اور کچھ چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔ (1)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِیْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں۔ اور بُھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی۔ اس میں پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں۔ اور بھوسے والا اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ: اور اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا جو اس میں رہتی اور بستی ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور فائدے اٹھائیں۔

﴿فِیْهَا فَاكِهَةٌ: اس میں پھل میوے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چندوہ مَنافع بیان فرمائے ہیں جو اس نے مخلوق کے لئے زمین میں پیدا فرمائے ہیں، ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین میں بے شمار اَقسام کے پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں جن میں بہت برکت ہے اور بھوسے والا اناج جیسے گندم اور جو وغیرہ پیدا فرمایا ہے، بھوسے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اناج دیر تک محفوظ رہے گا اور جب تم اناج استعمال کر لو تو وہ بھوسا تمہارے

(1) ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات، ٤/٣٦٧، الحديث: ٤٠١٩.

جانوروں کے چارے میں کام آئے گا اور زمین میں طرح طرح کے خوشبودار پھول پیدا فرمائے تاکہ ان کی خوشبو سونگھ کر تمہیں فرحت حاصل ہو اور وہ پھول تمہاری زیب و زینت میں کام آئیں۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو اے جن و انسان! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن و اِنس کے گروہ! جو نعمتیں تمہارے سامنے بیان کی گئیں، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (1)

ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اسلوب

اس سورۂ مبارکہ میں یہ آیت **31** بار آئی ہے اور اس سورت میں بار بار نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہ ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اُسلوب ہے اور اس اُسلوب کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے کے نفس کو تنبیہ ہو اور اسے اپنے جرم اور کوتاہی کا حال معلوم ہو جائے کہ اُس نے کس قدر نعمتوں کو جھٹلایا ہے اور اسے اپنے کرتوتوں پر شرم آئے اور اس طرح وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور فرمانبرداری کرنے کی طرف مائل ہو اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بے شمار نعمتیں ہیں۔

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے سورۂ رحمٰن شروع سے لے کر آخر تک پڑھی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ یہ سورت سن کر خاموش رہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے یہ سورت جنّات کو سنائی تو انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا، جب میں یہ آیت ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' پڑھتا تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (2)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

---

1 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/۵۸۱.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الرحمن، ۵/۱۹۰، الحدیث: ۳۳۰۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ: اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔﴾ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیّت کا ایک انداز بیان فرمایا ہے،

قرآنِ پاک میں دیگر مقامات پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیت کے اور انداز بھی بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ(1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ(3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ(4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بُو آتی تھی۔

ان سب آیات کا معنی ایک ہی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش سے پہلے ہر قسم کی مٹی جمع فرمائی گئی، پھر اسے پانی سے گوندھا گیا تو وہ مٹی ایسا سیاہ گارہ بن گئی جس سے بو آتی تھی، اس سے **اللہ** تعالیٰ

1 ......مؤمن:٦٧.
2 ......مؤمنون:١٢.
3 ......صافات:١١.
4 ......حجر:٢٦.

نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک بنایا اور جب وہ مٹی خشک ہوگئی تو ہوا گزرنے کی وجہ سے ٹھیکری کی طرح بجنے لگی۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔ تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ: اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔﴾ یہاں جن سے مراد ابلیس ہے۔ (1)

ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے آگ سے پیدا فرمایا، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، ابلیس کو خالص آگ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس طرح پیدا کیا گیا جس طرح تمہارے سامنے (اللہ تعالیٰ نے قرآن میں) بیان کیا۔ (3)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو اے جن وانسان! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے

---

1 ......جلالین، الرحمن، تحت الآیة: ١٥، ص٤٤٤.

2 ......حجر: ٢٧.

3 ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب فی احادیث متفرقة، ص١٥٩٧، الحدیث: ٦٠(٢٩٩٦).

جن وانسان کے گروہ! تمہاری تخلیق کی مختلف ہَیئتوں میں اللہ تعالیٰ نے تم پر جو نعمتیں فرمائیں حتّٰی کہ تمہیں مُرَکَّبات میں سے افضل اور کائنات کا خلاصہ بنا دیا، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھّم کا رب۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ: وہ دونوں مَشرقوں کا رب ہے۔﴾ اس آیت میں دونوں مشرق اور دونوں مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے دونوں مقام مراد ہیں۔[2]

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی سردی اور گرمی کے دونوں مشرقوں اور مغربوں میں جو بے شمار فوائد ہیں جیسے ہوا کا مُعتدل ہونا، مختلف موسموں جیسے سردی گرمی بہار اور خزاں کا آنا اور ہر موسم کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا پیدا ہونا وغیرہ، تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾

---

1 ......بيضاوى، الرحمن، تحت الآية: ١٦، ٥/٢٧٥.

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ١٧، ٤/٢١٠.

3 ......بيضاوى، الرحمن، تحت الآية: ١٨، ٥/٢٧٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔ اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے دو سمندر بہائے کہ دونوں ملے ہوئے (لگتے) ہیں۔ ان کے درمیان ایک آڑ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان سمندروں سے موتی اور مرجان (موتی) نکلتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ: اس نے دو سمندر بہائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو ایسے سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ان کی سطح آپس میں ملی ہوئی لگتی ہے کیونکہ ان کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے ظاہری طور پر کوئی چیز حائل نہیں لیکن **اللہ** تعالیٰ کی قدرت سے ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے بلکہ ہر ایک اپنی حد پر رہتا ہے اور دونوں میں سے کسی کا ذائقہ بھی تبدیل نہیں ہوتا حالانکہ پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے پانی میں فوراً مل جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی تبدیل کر دیتا ہے۔

[illegible]

ان سمندروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے اور ان کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ﳓ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآىٕغٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں سمندر برابر نہیں (ان میں

(1)......فرقان: ۵۳.

شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (1)

سے ایک) یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین بہت کڑوا ہے اور (ان دونوں سمندروں میں سے) ہر ایک سے تم (مچھلی کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور (قیمتی موتی) نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھے گا تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو سمندر بہا کر اور ان میں تمہارے پہننے کا زیور رکھ کر تم پر جو انعام کیا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(2)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سمندروں میں مَنافع پیدا فرما کر تم پر جو انعام کیا تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(3)

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع

النصف ع ٢٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1 ......فاطر: ١٢.

2 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٢١، ١١/٥٨٨.

3 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٢٣، ١١/٥٩٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی کشتیاں اسی کی ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ :اور دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی کشتیاں اسی کی ہیں۔﴾ یعنی جن چیزوں سے وہ کشتیاں بنائی گئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں اور ان کو ترکیب دینے اور کشتی بنانے اور کاریگری کرنے کی عقل بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور دریاؤں میں ان کشتیوں کا چلنا اور تیرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔(1)

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ :تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے سمندر میں (پہاڑوں کی مانند) بڑی بڑی کشتیاں جاری فرما کر تم پر جو انعام فرمایا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(2)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔ اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین پر جتنی مخلوق ہے سب فنا ہونے والی ہے۔اور تمہارے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات باقی رہے گی۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ :زمین پر جتنی مخلوق ہے سب فنا ہونے والی ہے۔﴾ یعنی زمین پر جتنے جاندار ہیں سب ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ دنیا میں انسان (اور دیگر جانداروں) کا وجود عارضی ہے لہٰذا وہ باقی نہیں رہے گا اور جو چیز باقی نہ رہے وہ

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٢٤، ٥/٦٦٣.

2 ......تفسير طبرى، الرحمن، تحت الآية: ٢٥، ١١/٥٩١.

فانی ہوتی ہے۔[1]

[illegible]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ انسان ہلاک ہوگئے اور جب یہ آیت "كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ" نازل ہوئی تو فرشتوں کو اپنی موت کا بھی یقین ہوگیا۔[2]

﴿ وَ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ : اور تمہارے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات باقی رہے گی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، زمین پر موجود تمام مخلوق فنا ہوجائے گی اور صرف تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی ذات باقی رہے گی جو عظمت و کبریائی والی ہے اور وہ اپنی عظمت وجلالت کے باوجود اپنے اَنبیاء، اولیاء اور اہلِ ایمان پر لطف وکرم فرمائے گا اور مخلوق کے فنا ہونے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور انہیں اَبدی زندگی عطا فرمائے گا۔[3]

سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر 27 کے آخری الفاظ "ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ" کی برکت

اس آیت کے آخری الفاظ کو اپنی دعا میں شامل کرنے کی برکت سے دعا قبول ہوجاتی ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "اس دعا "یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام" کو لازم پکڑلو اور اس کی کثرت کیا کرو۔[4]

اور حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو "یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام" کہہ رہا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: "بے شک تیری دعا قبول کرلی جائے گی تو دعا مانگ۔[5]

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی جو نعمتیں سب کے فنا ہونے پر مُرَتَّب ہیں جیسے دوبارہ زندہ ہونا، دائمی زندگی ملنا اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں عطا ہونا وغیرہ، تم دونوں ان میں سے

1. ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٦، ٤/٢١٠.
2. ......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٢٦، ٩/٢٩٧-٢٩٨.
3. ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٧، ٤/٢١١، ملتقطاً.
4. ......ترمذى، كتاب الدعوات، ٩١-باب، ٥/٣١١، الحديث: ٣٥٣٥.
5. ......مصنف ابن ابى شيبه، كتاب الدعاء، ما ذكر فيمن سأل النبى صلى الله عليه وسلم ان يعلّمه ما يدعو به فعلّمه، ٧/٥٦، الحديث: ٧.

اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

فنا ہونا بھی ایک اعتبار سے نعمت

حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فنا ہونا اس اعتبار سے نعمت ہے کہ ایمان والے موت کے بعد اَبدی اور سَرمدی نعمتوں کو پائیں گے۔[2]

جیسا کہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا: ''مُسْتَرِیْحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مُسْتَرِیْحٌ اور مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: ''مومن بندہ جب مرتا ہے تو وہ مصیبتوں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں جانا چاہتا ہے اور بدکار آدمی جب مرتا ہے تو اس کے مرجانے سے اللہ تعالیٰ کے بندے، شہر، درخت اور جانور بھی راحت پانا چاہتے ہیں۔[3]

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''موت کو خوش آمدید ہو کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو حبیب کو حبیب کے قریب کر دیتی ہے۔[4]

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اُسے ہر دن ایک کام ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1. ……بيضاوی، الرحمن، تحت الآية: ٢٨، ٥/٢٧٦.
2. ……مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٢٨، ص١١٩٣.
3. ……بخاری، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، ٤/٢٥٠، الحديث: ٦٥١٢.
4. ……مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٢٨، ص١١٩٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں، وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں میں رہنے والے فرشتے ہوں یا زمین پر بسنے والے جن، انسان یا اور کوئی مخلوق، الغرض کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ سب کے سب اس کے فضل کے محتاج ہیں اور زبانِ حال اور قال سے اسی کی بارگاہ کے سوالی ہیں۔اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، وہ اپنی ضروریات کو از خود پورا کرنے سے عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔(1)

﴿ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ: وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتے کے دن کوئی کام نہیں کرتا، چنانچہ اس آیت میں ان کے قول کا باطل ہونا ظاہر فرمایا گیا۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے، کسی کو روزی دیتا ہے، کسی کو مارتا ہے اور کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، کسی کو مالدار کرتا ہے اور کسی کو محتاج، کسی کے گناہ بخشتا ہے اور کسی کی تکلیف دور کرتا ہے۔(2)

یہاں اسی سے متعلق دو اَحادیث اور ایک حکایت ملاحظہ ہو،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت ’’**كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ**‘‘ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ بخشتا ہے، مَصائب وآلام دور کرتا ہے، کسی قوم کو بلندی عطا فرماتا ہے اور کسی قوم کو پستی سے دوچار کر دیتا ہے۔(3)

(2)......حضرت عبید بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت ’’**كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ**‘‘ کے بارے میں مروی ہے ’’اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ پریشان حال کی پریشانی دور کرتا ہے، دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے، مریض کو شفا دیتا

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ٤/٢١١، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص٤٤٤، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص٤٤٤، خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ٤/٢١١، ملتقطاً.

3 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب فيما انكرت الجهميّة، ١/١٣٣، الحديث: ٢٠٢.

ہے اور مانگنے والے کو عطا کرتا ہے۔[1]

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے تو اُس نے ایک دن کی مہلت چاہی اور انتہائی پریشان وغمزدہ ہوکر اپنے مکان پر چلا آیا۔اس کے ایک حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا: اے میرے آقا! آپ کو کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ بیان تو کیجئے۔جب وزیر نے ساری بات اس کے سامنے بیان کر دی تو غلام نے کہا ’’میں اس کے معنی بادشاہ کو سمجھا دوں گا۔وزیر نے اس حبشی غلام کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا: اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ، بیمار کو تندرستی دیتا ہے اور تندرست کو بیمار کرتا ہے، مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے اور بے غموں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے اور ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے اور محتاجوں کو مالدار بناتا ہے۔بادشاہ کو غلام کا جواب بہت پسند آیا اور اس نے وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو وزارت کی خِلعت پہنا دے۔غلام نے وزیر سے کہا: اے آقا! یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک شان ہے۔[2]

نوٹ: اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ’’مصروف‘‘ اور ’’مشغول‘‘ کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے پاک ہے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴾ یعنی اے جن وانسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے جو احسانات بیان ہوئے ان کا مشاہدہ کرنے کے باوجود تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ۔تو اپنے رب

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، كتاب الزهد، كلام عبيد بن عمير، ٨/٢٢٨، الحديث: ٩.

2 ......مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص١١٩٤.

3 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٠، ٥/٦٦٤.

کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! ابھی ہم تمہارے حساب کا قصد فرمائیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ: اے جن اور انسانوں کے گروہ!۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو خوف دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے جن اور انسانوں کے گروہ! عنقریب ہم تم سے حساب لینے اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کا قصد فرمائیں گے۔

جنوں اور انسانوں کو ”ثَقَلَان“ فرمانے کی وجوہات

مفسرین نے جنوں اور انسانوں کو ” ثَقَلانِ “ فرمائے جانے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، ان میں تین وجوہات درج ذیل ہیں:

(1)......زمین پر موجود دیگر مخلوق کے مقابلے میں صرف جنوں اور انسانوں کو شرعی اَحکام کا مُکلَّف بنایا گیا، ان کی اس عظمت کی وجہ سے انہیں ” ثَقَلانِ “ فرمایا گیا۔

(2)......زندگی اور موت دونوں صورتوں میں زمین پر ان کا وزن ہے، اس لئے انہیں ” ثَقَلانِ “ فرمایا گیا۔

(3)......انہیں ” ثَقَلانِ “ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ گناہوں کی وجہ سے بھاری ہیں۔ [1]

تمام انسانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے کہ دنیا میں وہ جیسے چاہیں زندگی گزاریں لیکن مرنے کے بعد انہیں بہر حال اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور پھر جس طرح کے عمل کئے ہوں گے اسی طرح کی جزا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔

نوٹ: اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ”فارغ“ کا لفظ استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ مصروفیت اور فراغت کے وصف سے پاک ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں **”سَنَفْرُغُ“** سے اس کا حقیقی معنی

1 ......قرطبی، الرحمن، تحت الآیة: ۳۱، ۹/۱۲۵، الجزء السابع عشر، ملخصاً.

''فراغت'' مراد نہیں بلکہ اس کا مجازی معنی ''قصد کرنا'' مراد ہے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا دیگر نعمتیں عطا کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اعمال کے حساب کے معاملے میں تمہیں تنبیہ کرنا بھی ایک نعمت ہے، توتم دونوں اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْاؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍۚ (۳۳) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے جنّ و انسان کے گروہ اگر تم سے ہوسکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہوسکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم جہاں نکل کر جاؤ گے (وہاں) اسی کی سلطنت ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو، میری سلطنت اور میرے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو ان سے نکل جاؤ اور اپنی جانوں کو میرے عذاب سے بچالو لیکن تم اس بات پر قادر ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ تم جہاں بھی جاؤ گے وہیں میری سلطنت ہے۔ یہ حکم جنوں اور انسانوں کا عجز ظاہر کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔[2]

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٢، ٥/٦٦٤، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٣، ٥/٦٦٤، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٣٣، ص٤٤٤، ملتقطاً.

گروہ! اللہ تعالیٰ نے سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود تمہیں تنبیہ کر کے، اپنے عذاب سے ڈرا کر، تم پر آسانی فرما کر اور تمہیں معافی سے نواز کر تم پر جو انعامات فرمائے، تم دونوں ان میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (1)

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ: تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے (کافر) جن اور انسان! قیامت کے دن جب تم قبروں سے نکلو گے تو تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو اس وقت تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے بلکہ یہ آگ کا شعلہ اور دھواں تمہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔ (2)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضرت مترجم قُدِّسَ سِرُّہٗ (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے فرمایا: ''لپٹ (یعنی شعلے) میں دھواں ہو تو اس کے سب اجزاء جلانے والے نہ ہوں گے کہ (اس میں) زمین کے (وہ) اجزاء شامل ہیں جن سے دھواں بنتا ہے اور دھوئیں میں لپٹ ہو تو وہ پورا سیاہ اور اندھیرا

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٤، ٥/٦٦٤، ملخصاً.

2 ......مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ص١١٩٥، خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ٤/٢١٢، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ص٤٤٤، ملتقطاً.

نہ ہوگا کہ لپٹ کی رنگت شامل ہے، ان پر بے دھوئیں کی لپٹ بھیجی جائے گی جس کے سب اجزاء جلانے والے (ہوں گے) اور بے لپٹ کا دھواں (بھیجا جائے گا) جو سخت کالا، اندھیرا (ہوگا) اور (ہم اس عذاب سے) اسی کے وجہ کریم کی پناہ (چاہتے ہیں)۔(1)

یاد رہے کہ پہلے سے اس کی خبر دے دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے تا کہ اس کی نافرمانی سے باز رہ کر اپنے آپ کو اس بلا سے بچایا جاسکے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! کافر اور گناہگار کا انجام پہلے سے بیان کردینا اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور نعمت ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(2)

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب قیامت کے دن آسمان اس طرح پھٹ جائے گا کہ جگہ جگہ سے چیرا ہوا ہوگا اور اس کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح اور ایسا سرخ ہوگا جیسے بکرے کی رنگی

1 ......خزائن العرفان، الرحمٰن، تحت الآیۃ: ۳۵، ص۹۸۳۔

2 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٦، ٥/٦٦٥.

ہوئی کھال ہوتی ہے تو یہ ایسا ہَولناک منظر ہوگا جسے بول کر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ [1]

[illegible]

امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اپنی مشہور تفسیر ’’درمنثور‘‘ میں نقل کرتے ہیں ’’ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس سے گزرے، وہ نوجوان یہ آیت ’’ **فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ** ‘‘ پڑھ رہا تھا، آپ وہیں رک گئے اور دیکھا کہ اس نوجوان پر کپکپی طاری ہوگئی ہے اور آنسوؤں نے اس کا گلا بند کر دیا ہے، وہ روتا رہا اور یہی کہتا رہا: اس دن میری خرابی ہوگی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس نوجوان سے فرمایا ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تیرے رونے کی وجہ سے فرشتے بھی روئے ہیں۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں قیامت کے ہَولناک مناظر بیان کئے گئے ہیں، ان کی تلاوت کرتے وقت خوفزدہ ہونا ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ایسے مقامات کی تلاوت کرتے وقت دل میں خوف پیدا کرنے اور آنسو بہانے کی کوشش کرنی اور اللّٰه تعالٰی سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں قیامت کی ہَولناکیوں اور شدّتوں میں امن وسکون نصیب فرمائے، اٰمین۔

﴿ **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ**: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴾ یعنی جب قیامت کے دن آسمان اللّٰه تعالٰی کی ہَیبت سے پھٹ جائیں گے اور اللّٰه تعالٰی مخلوق کے حساب کا حکم دے گا تو اس وقت وہی تمہیں قیامت کے دن کی ہَولناکیوں سے نجات دے گا، تو اے جن وانسان! تم دونوں اس نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔ [3]

فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

---

1 ……روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٣٧، ٩/٣٠٢، ملخصاً.

2 ……در منثور، الرحمن، تحت الآیة: ٣٧، ٧/٧٠٣.

3 ……تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٣٨، ٣/٣٠٩.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَیَوْمَىٕذٍ: تو اس دن۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے اور آسمان پھٹے گا تو اس دن فرشتے مجرموں سے دریافت نہیں کریں گے بلکہ ان کی صورتیں دیکھ کر ہی انہیں پہچان لیں گے اور ان سے سوال دوسرے وقت میں ہوگا جب کہ لوگ حساب کے مقام میں جمع ہوں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن آسمان پھٹے گا تو اس دن قبروں سے نکلتے ہی فوراً کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ جب وہ حساب کی جگہ میں اکٹھے ہوں گے تو اس وقت ان سے پوچھا جائے گا۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تمہیں ان چیزوں کی خبر دینا جن سے ڈر کر تم گناہوں سے باز آ جاؤ اور دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٤/٢١٢، روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٩/٣٠٣، صاوی، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٦/٢٠٨٠، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٤٠، ٥/٦٦٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے تو انہیں پیشانی اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ: مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مجرم اپنے چہروں سے اس طرح پہچانے جائیں گے کہ اُن کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی، تو حساب کے بعد جہنم کے خازن انہیں پکڑیں گے اور ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیں گے اور ان کے پاؤں پیٹھ کے پیچھے سے لاکر پیشانیوں سے ملا دیں گے، پھر انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض مجرم پیشانیوں سے گھسیٹے جائیں گے اور بعض پاؤں سے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔[1]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! فرشتوں کا تم میں سے مجرموں اور اطاعت گزاروں کو ان کی علامات سے پہچان لینا اور صرف مجرموں کو ذلت اور توہین سے دوچار کرنا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھنا اللّٰہ تعالٰی کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[2]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ؕ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ع

وقف لازم ۲ ع ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں۔ پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ جہنم ہے جسے مجرم جھٹلاتے تھے۔جہنمی جہنم اور انتہائی کھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٤١، ٢١٣/٤، تفسير سمرقندى، الرحمن، تحت الآية: ٤١، ٣٠٩/٣، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، الرحمن، تحت الآية: ٤٢، ٦٠٠/١١.

توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ: یہ وہ جہنم ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے تھے وہ ان سے دورنہیں بلکہ ان کے قریب ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب کفار جہنم کے قریب ہوں گے تو اس وقت جہنم کے خازن ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔(1)

﴿یَطُوْفُوْنَ: جہنمی چکر لگائیں گے۔﴾ اس آیت میں جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جہنمی جہنم اور اس کے انتہائی کھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ جب وہ جہنم کی آگ سے جل بُھن کر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی کا چشمہ ہے، وہاں انہیں جلتا اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور جب اس عذاب پر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں آگ کا عذاب ہے۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ جہنمیوں پر بھوک کا عذاب مُسلَّط کیا جائے گا، جب وہ کھانے کے لئے چیخیں گے تو انہیں تھوہڑ کھلایا جائے گا اور وہ ان کے حَلق میں چبھ جائے گا، تب پانی کے لئے شور مچائیں گے تو پھر انہیں وہاں لے جایا جائے گا جہاں کھولتے پانی کا چشمہ ہے۔ جب وہ پانی اپنے چہرے کے قریب کریں گے تو ان کے چہرے کا گوشت گل کر اس میں گر پڑے گا، پھر اسے پئیں گے تو وہ ان کے پیٹوں میں جوش مارے گا اور ان میں موجود ہر چیز نکال دے گا۔ پھر ان پر بھوک مُسلَّط کی جائے گی اور وہ اسی طرح جہنم کے ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں چکر لگائیں گے۔(2)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا اپنی نافرمانی کے اس انجام سے دنیا میں ہی آگاہ فرمادینا بھی اس کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الرحمن، تحت الآیة: ٤٣، ٣٦٨/١٠، تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٤٣، ٣٠٩/٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٤٤، ٢١٣/٤، جلالین، الرحمن، تحت الآیة: ٤٤، ص٤٤٥، تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٤٤، ٣٠٩/٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے۔**﴾** یہاں سے اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں بیان فرمائی ہیں جو اس نے اپنی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرنے والے متقی اور مومن بندوں کے لئے تیار فرمائی ہیں۔

اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ جسے دنیا میں قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حساب کی جگہ میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ گناہوں کو چھوڑ دے اور فرائض کی بجا آوری کرے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔(1)

اس معنی کی تائید اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى(2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ جو اس بات سے ڈرے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ بندہ گناہ چھوڑ دے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔

اس معنی کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

اَفَمَنْ هُوَ قَآىٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال

1 ......مدارک، الرحمن، تحت الآیۃ: ٤٦، ص١١٩٥، خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ٤٦، ٤/٢١٣، ملتقطاً.

2 ......نازعات: ٤٠، ٤١.

گَسَبَتْ [1] کی نگرانی رکھتا ہے۔

دو جنتوں سے مراد جنتِ عَدن اور جنتِ نعیم ہے اور دو جنتیں ملنے کی وجوہات مفسرین نے مختلف بیان فرمائی ہیں۔

(1)......ایک جنت اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے کا صلہ ہے اور ایک نفسانی خواہشات ترک کرنے کا صلہ ہے۔

(2)......ایک جنت اس کے درست عقیدہ رکھنے کا صلہ ہے اور ایک جنت اس کے نیک اعمال کا صلہ ہے۔

(3)......ایک جنت اس کے فرمانبرداری کرنے کا صلہ ہے اور ایک جنت گناہ چھوڑ دینے کا صلہ ہے۔

(4)......ایک جنت ثواب کے طور پر ملے گی اور ایک جنت اللّٰہ تعالیٰ کے فضل کے طور پر ملے گی۔

(5)......ایک جنت اس کی رہائش کے لئے ہوگی اور دوسری جنت اس کی بیویوں کی رہائش کے لئے ہوگی۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا خوف بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنا خوف نصیب کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ مبارک میں ایک نوجوان بہت متقی و پرہیزگار و عبادت گزار تھا، حتّٰی کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی اس کی عبادت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ نوجوان نمازِ عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک خوبرو عورت اسے اپنی طرف بلاتی اور چھیڑتی تھی، لیکن یہ نوجوان اس پر توجہ دیئے بغیر نگاہیں جھکائے گزر جایا کرتا تھا۔ آخر کار ایک دن وہ نوجوان شیطان کے ورغلانے اور اس عورت کی دعوت پر برائی کے ارادے سے اس کی جانب بڑھا، لیکن جب دروازے پر پہنچا تو اسے اللّٰہ تعالیٰ کا یہی فرمانِ عالیشان یاد آ گیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جب شیطان کی طرف سے پرہیزگاروں کو کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً حکمِ خدا یاد کرتے

[1]......رعد:٢٣.

[2]......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٤٦، ٢١٣/٤، صاوی، الرحمن، تحت الآية: ٤٦، ٢٠٨١/٦، ملتقطاً.

ہیں پھر اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس آیتِ پاک کے یاد آتے ہی اس کے دل پر اللّٰہ تعالیٰ کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب یہ بہت دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور لوگوں کی مدد سے اسے اٹھوا کر گھر لے آیا۔ ہوش آنے پر باپ نے تمام واقعہ دریافت کیا، نوجوان نے پورا واقعہ بیان کر کے جب اس آیتِ پاک کا ذکر کیا، تو ایک مرتبہ پھر اس پر اللّٰہ تعالیٰ کا شدید خوف غالب ہوا، اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ راتوں رات ہی اس کے غسل وکفن ودفن کا انتظام کر دیا گیا۔ صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اُس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ ’’آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ (تاکہ ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے)۔ اس نے عرض کی ’’امیر المومنین! اس کا انتقال رات میں ہوا تھا (اور آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے بتانا مناسب معلوم نہ ہوا)۔ آپ نے فرمایا کہ ’’مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔‘‘ وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

تو قبر میں سے اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا: **یا امیرَ المومنین! بیشک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔**‘‘[1]

﴿ **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟** ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! جب اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کے ثواب کے لئے جنت بنائی ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[2]

ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

---

1 ……ابن عساکر، ذکر من اسمه عمرو، عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد... الخ، ٤٥ / ٤٥٠، ذمّ الهوى، الباب الثانی و الثلاثون فی فضل من ذكر ربّه فترك ذنبه، ص ١٩٠-١٩١.

2 ……تفسير سمرقندی، الرحمن، تحت الآية: ٤٧، ٣ / ٣١٠.

ترجمۂ کنزالایمان: بہت سی ڈالوں والیاں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شاخوں والی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ: شاخوں والی ہیں۔﴾ یہاں سے ان دو جنتوں کے اوصاف بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ دونوں جنتیں پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں والی ہیں اور ہر شاخ میں قسم قسم کے میوے ہیں۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اطاعت گزاروں کو ایسا ثواب دے کر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر انعام فرمایا تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ: ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔﴾ یہاں ان جنتوں کا ایک اور وصف بیان ہوا کہ ان میں سے ہر ایک جنت میں صاف اور میٹھے پانی کے دو چشمے بہہ رہے ہیں، ان میں سے ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا نام سَلْسَبِیْل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایک چشمہ خراب نہ ہونے والے پانی کا ہے اور ایک چشمہ ایسی شراب کا ہے جو پینے والوں کے لئے لذّت بخش ہے۔ (3)

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٤٨، ٩/٣٠٦، ملخصاً.

2 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٤٩، ١١/٦٠٤.

3 ......صاوی، الرحمن، تحت الآیة: ٥٠، ٦/٢٠٨٢.

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ چشمے عطا کر کے تمہاری نعمت میں اضافہ فرمایا تو تم اس کی قدرت اور نعمت کا انکار کیسے کر سکتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(1)

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔﴾ دو قسموں سے مراد یہ ہے کہ بعض وہ پھل ہیں جو دنیا میں دیکھے گئے اور بعض وہ عجیب و غریب پھل ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ بعض پھل خشک ہیں اور بعض تر۔ یا یہ مراد ہے کہ بعض پھل خالص میٹھے ہیں اور بعض ترشی کی طرف مائل ہیں۔(2)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تم ان لذیذ نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(3)

مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۚ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

1 ……تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٥١، ٣/٣١٠.

2 ……روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٢، ٩/٣٠٦.

3 ……روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٣، ٩/٣٠٧.

ترجمۂ کنزالایمان: ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قناویز کا اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (جنتی) ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍ: بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔﴾ یعنی جنتی لوگ بادشاہوں کی طرح آرام اور راحت سے ایسے بچھونوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہوں گے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب اس بچھونے کے اندرونی حصے کا یہ حال ہے تو ظاہری حصے کا کیا حال ہوگا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان بچھونوں کے اندرونی حصے کا حال تو بیان کر دیا لیکن ظاہری حصے کا بیان نہیں کیا کیونکہ زمین میں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جس سے ان کے ظاہری حصوں کا حال پہچانا جا سکے۔[2]

﴿وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ: اور دونوں جنتوں کا پھل جھکا ہوا ہے۔﴾ یعنی ان دونوں جنتوں کا پھل اتنا قریب ہوگا کہ کھڑا، بیٹھا اور لیٹا ہر شخص اسے چن لے گا جبکہ دنیا کے پھلوں میں یہ خاصیت نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ درخت اتنا قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے کھڑے یا بیٹھے جیسے چاہیں گے اس کا پھل چن لیں گے۔[3]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! ان لذیذ اور باقی رہنے والی نعمتوں میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[4]

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیۃ: ٥٤، ٩/٣٠٧.
2 ......خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ٥٤، ٤/٢١٣.
3 ......خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ٥٤، ٤/٢١٤.
4 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیۃ: ٥٥، ٩/٣٠٧.

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جِنّ نے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، جنہیں ان کے شوہروں سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جنتوں کے محلات میں جنّتی مَردوں کے لئے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی اور ان میں سے ہر ایک اپنے شوہر سے کہے گی: مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عزت وجلال کی قسم! جنت میں مجھے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتی، تو اس خدا عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے جس نے تمہیں میرا شوہر بنایا اور مجھے تمہاری بیوی بنایا۔ اور وہ بیویاں ایسی ہوں گی کہ انہیں ان کے جنّتی شوہروں کے علاوہ نہ کسی آدمی نے چھوا ہوگا اور نہ ہی کسی جن نے۔ ان بیویوں سے مراد حورِعین ہیں کیونکہ وہ جنت میں پیدا کی گئی ہیں، اس لئے ان کے شوہروں کے سوا انہیں کسی نے نہیں چھوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ان سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں، انہیں دوبارہ کنواریاں پیدا کیا جائے گا اور اس پیدائش کے بعد انہیں ان کے شوہروں کے علاوہ کسی اور نے نہ چھوا ہوگا۔[1]

آیت ’’فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ‘‘ سے معلوم ہونے والی باتیں

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......تقویٰ اور شرم وحیا عورت کا بہت بڑا کمال ہے۔

[1]......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٦، ٩/٣٠٧-٣٠٨، خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٥٦، ٤/٢١٤، ملتقطاً.

(2)......اجنبی عورت کا متقی پرہیزگار مرد سے بھی پردہ ہے کیونکہ جنت میں سب متقی ہوں گے،مگران سے بھی پردہ ہوگا۔

(3)...... پردہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو جنت میں بھی ہوگی۔

(4)......حوریں پیدا ہوچکی ہیں اور جنت کی تمام نعمتوں کی طرح وہ بھی موجود ہیں۔

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اگرچہ جنت میں رہے اور وہاں کی نعمتیں کھائیں،مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حوروں کی طرف مائل نہ ہوئے کیونکہ حوریں صرف جزا کے طور پر ملیں گی۔

﴿ **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟** ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبیعت کے موافق تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور وہ تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھتیں تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گویا وہ لعل اور مرجان (موتی) ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ **كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ: گویا وہ لعل اور مرجان (موتی) ہیں۔** ﴾ یعنی جنتی حوریں صفائی اور خوش رنگی میں لعل اور مونگے پتھر کی طرح ہیں۔[2]

[illegible]

جنتی حوروں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنتی عورتوں کی پنڈلیوں کی سفیدی ستر جوڑوں کے نیچے سے نظر آئے گی یہاں تک کہ پنڈلیوں کا گودا بھی نظر آئے گا اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ‘‘

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۳۱۰۔

2 ......مدارک، الرحمن، تحت الآیۃ: ۵۸، ص۱۱۹۶۔

اور یاقوت ایک ایسا پتھر ہے کہ اگر اس میں دھاگہ ڈال کر باہر سے دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔ [1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حورِعین کی پنڈلی کا مغز (لباس کے) ستر جوڑوں کے نیچے گوشت اور ہڈی کے پیچھے سے اس طرح نظر آتا ہے جس طرح شیشے کی صراحی میں سرخ شراب نظر آتی ہے۔ [2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالٰی نے تمہاری نگاہوں کی لذّت ان حوروں کو دیکھنے میں رکھی تو تم اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور اس کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ [3]

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ: نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔﴾ یعنی جو (قیامت کے دن) اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور دنیا میں اس نے اچھے عمل کئے اور اپنے رب تعالٰی کی فرمانبرداری کی تو آخرت میں اللہ تعالٰی اس کے ساتھ اس طرح احسان فرمائے گا کہ اسے اس کی دُنْیَوی نیکیوں پر وہ جزا عطا فرمائے گا جو ان آیات میں بیان ہوئی۔ [4]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جو ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ'' کا قائل ہو اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر عامل ہو تو اس کی جزاء جنت ہے۔ [5]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة والنار، باب فی صفة نساء اهل الجنّة، ٢٣٩/٤، الحدیث: ٢٥٤١.

2 ......کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب الجنّة وصفتها، ٣٤٥/١٠، الحدیث: ٢١٠٣١.

3 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٥٩، ٣١١/٣.

4 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٦٠، ٦٠٩/١١.

5 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٦٠، ٢١٤/٤.

گروہ! تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تمہاری نیکی کا ثواب جنت رکھی اور اسے تمہارے سامنے بیان کر دیا تاکہ تم نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے ثواب اور اس کے احسان کو پالو۔ (1)

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے علاوہ دو جنتیں (اور) ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔﴾ یعنی جن دو جنتوں کا ذکر اوپر گزرا ان کے علاوہ دو جنتیں اور بھی ہیں مگر یہ دونوں ان پہلی جنتوں سے مرتبے، مقام اور فضیلت میں کم ہیں۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دو جنتیں تو ایسی ہیں جن کے برتن اور سامان چاندی کے ہیں اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ جن کے برتن اور سامان سونے کے ہیں۔ (3)

امام ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''پہلی دو جنتیں سونے اور چاندی کی اور دُوسری دو جنتیں یاقوت اور زَبَرجد کی ہیں۔ (4)

جن جنتوں کا اس آیت میں بیان ہوا ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ دائیں جانب والوں کے لئے ہیں کیونکہ ان کا مرتبہ ان لوگوں سے کم ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں جنتیں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کے لئے ہیں۔ (5)

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٦١، ٣/٣١١.
2 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٩/٣١٠، ملخصاً.
3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن، باب ومن دونهما جنّتان، ٣/٣٤٤، الحدیث: ٤٨٧٨.
4 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٤/٢١٥.
5 ......صاوی، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٦/٢٠٨٤.

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے پہلے متقی لوگوں کے لئے دو جنتوں کا ذکر فرمایا اور اب ان کی فضیلت و کرامت میں اضافہ کرتے ہوئے دو اور جنتوں کا ذکر فرمایا تو تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرامت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔ (1)

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ: وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔﴾ اس آیت میں ان جنتوں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ ان کے درختوں کے پتے اتنے سبز ہیں کہ وہ سیاہی کی جھلک دے رہے ہیں۔

یہ انتہائی خوشنما رنگ ہے اور نورِ نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (2)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سبز جنتیں بنائیں کیونکہ سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے تو تم اس کی وحدانیت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔ (3)

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٦٣، ٣/٣١١.

2 ......مسند الشهاب، الباب الاول، النظر الی الخضرة یزید فی البصر... الخ، ١/١٩٣، الحدیث: ٢٨٩.

3 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٦٥، ٣/٣١١.

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ: ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔﴾ یعنی ان دونوں جنتوں میں پانی کے چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں جن کا پانی ٹوٹتا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں جنتوں میں اہلِ جنت پر خیر وبرکت کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں جنتوں میں اللہ تعالیٰ کے پیاروں پر مشک اور کافور (کی خوشبو) کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اہلِ جنت کے گھروں میں مشک اور عنبر (کی خوشبو) کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔ [1]

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تم میں سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایسا عظیم ثواب عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے تم پر انعام کیا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [2]

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

---

1 ...... خازن، الرحمن، تحت الآية: ٦٦، ٤/٢١٥.

2 ...... تفسير طبرى، الرحمن، تحت الآية: ٦٧، ١١/٦١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان جنتوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ: اور کھجوریں اور انار۔﴾ یعنی جنتوں میں ہر طرح کے میوے ہوں گے۔ کھجور اور انار اگرچہ میوے میں داخل ہے لیکن ان کی فضیلت اور شرف کی وجہ سے انہیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ (1)

کھجور اور انار کے فضائل

یہاں آیت میں کھجور اور انار کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا، اسی مناسبت سے ہم یہاں کھجور اور انار کے چند فضائل بیان کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''درختوں میں سے ایک ایسا بھی ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال ایک مسلمان جیسی ہے، مجھے بتاؤ وہ کونسا ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے اور مجھے خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے (بولنے سے) شرم آئی (کیونکہ اس وقت بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ موجود تھے) پھر لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خود بتا دیجئے کہ وہ کونسا درخت ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں، آپ نے یہ کلمات دو یا تین بار ارشاد فرمائے۔ (3)

مروی ہے کہ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ زمین میں ایسا کوئی انار نہیں جس کے دانوں میں جنتی انار کے دانوں سے پیوندکاری نہ کی گئی ہو۔ (4)

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٦٨، ٤/٢١٥.

2 ......بخاری، كتاب العلم، باب قول المحدّث: حدّثنا او اخبرنا... الخ، ١/٣٧، الحديث: ٦١.

3 ......مسلم، كتاب الاشربة، باب في ادخال التمر ونحوه من الاقوات للعيال، ص١١٣١، الحديث: ١٥٣(٢٠٤٦).

4 ......معجم الكبير، ومن مناقب عبد الله بن عباس واخباره، ١٠/٢٦٣، الحديث: ١٠٦١١.

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسے پھل پیدا کئے جنہیں کھانے سے تمہیں لذت حاصل ہوتی ہے تو تم دونوں اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(1)

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں عورتیں ہیں عادت کی اچھی صورت کی اچھی۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں اچھے اخلاق والی، حسین شکل والی عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿**فِیْهِنَّ: ان میں عورتیں ہیں۔**﴾ یعنی ان دونوں جنتوں میں اخلاق کے اعتبار سے اچھی اور صورت کے اعتبار سے حسین وجمیل عورتیں ہیں۔(2)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”جنت میں حورِعین یہ نغمہ گائیں گی ”**نَحْنُ الْخَیْرَاتُ الْحِسَانُ حُبِسْنَا لِاَزْوَاجٍ كِرَامٍ**“ ہم اچھی سیرت اور اچھی صورت والیاں ہیں، ہم معزز ومحترم شوہروں کے لئے روکی گئی ہیں۔(3)

اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے

یہاں اَخلاقی اچھائی کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے، لہٰذا نکاح کے لئے کسی عورت کا رشتہ دیکھتے وقت اس کے حسن وجمال کے مقابلے میں اس کی اچھی سیرت، اس کے اچھے کردار، اس کی دینداری اور اس کی اچھی عادات کو زیادہ ترجیح دینی چاہئے۔ اَحادیث میں بھی اسی چیز کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ

---

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیۃ: ٦٩، ٩/٣١٢، ملخصاً.

2 ......جلالین، الرحمن، تحت الآیۃ: ٧٠، ص٤٤٥.

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنۃ، ما ذکر فی الجنۃ وما فیھا ممّا اعدّ لاھلھا، ٨/٧٢، الحدیث: ٣٥.

تقوے کے بعد مومن کے لیے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اسے دیکھے تو وہ خوش کر دیتی ہے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دیتی ہے اور اگر کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرتی ہے (یعنی اس میں خیانت نہیں کرتی اور نہ ہی اسے ضائع کرتی ہے)۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (یعنی نکاح میں ان چار باتوں کا لحاظ ہوتا ہے) **(1)** مال **(2)** حسب نسب **(3)** حسن و جمال اور **(4)** دین۔ اورتم دین والی کو ترجیح دو۔[2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللّٰہ تعالٰی اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کے سبب نکاح کرے گا، اللّٰہ تعالٰی اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو کسی عورت سے اس کے حسب کی بنا پر نکاح کرے گا تو اللّٰہ تعالٰی اس کے کمینہ پن میں اضافہ فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاک دامنی حاصل ہو یا صِلۂ رحم کرے تو اللّٰہ تعالٰی اس مرد کے لیے اس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں برکت دے گا۔[3]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللّٰہ تعالٰی نے تمہارے سامنے جنّتی عورتوں کے اوصاف بیان کرکے تم پر انعام فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[4]

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

---

1 ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ٢/٤١٤، الحديث: ١٨٥٧.

2 ......بخاری، كتاب النكاح، باب الاكفّاء في الدّين، ٣/٤٢٩، الحديث: ٥٠٩٠.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: ابراهيم، ٢/١٨، الحديث: ٢٣٤٢.

4 ......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٧١، ٩/٣١٣، ملخصاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں ۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿**حُوْرٌ:** حوریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں میں خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں جو کہ اپنی شرافت اور کرامت کی وجہ سے ان خیموں سے باہر نہیں نکلتیں۔ (1)

جنتی حوروں کے حسن و جمال

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر جنتی عورتوں میں سے زمین کی طرف کسی ایک کی جھلک پڑ جائے تو آسمان و زمین کے درمیان کی تمام فضا روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے۔ (2)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مؤمن کے لئے جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہو گا، اس کی لمبائی **60** میل ہو گی، مؤمن کے اہلِ خانہ بھی اس میں رہیں گے، مؤمن ان کے پاس (حقِ زوجیّت ادا کرنے کے لئے) چکر لگائے گا اور ان میں سے بعض بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ (3)

﴿**فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ:** تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں پیدا فرمائیں جو تمہارے لئے پردہ نشین اور (دوسروں سے) چھپی ہوئی ہیں تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (4)

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور نہ جِنّ نے۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٧٢، ٤/٢١٥.

2 ......بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦٤، الحديث: ٦٥٦٨.

3 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب في صفة خيام الجنّة وما للمؤمنين فيها من الاهلين، ص١٥٢٢، الحديث: ٢٣(٢٨٣٨).

4 ......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٧٣، ٩/٣١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ: ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا۔﴾ یعنی جیسے اُن دو جنتوں کی حوریں اپنے جنتی شوہروں کے علاوہ جن و اِنس کے چھونے سے محفوظ تھیں ایسے ہی اِن دونوں جنتوں کی حوریں بھی محفوظ ہیں، لہٰذا آیت میں تکرار نہیں۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ان نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یا ان کے علاوہ دوسری نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (1)

مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (جنتی) سبز قالینوں اور انتہائی خوبصورت بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـِٕیْنَ: تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔﴾ اللہ تعالٰی کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کو جو دو جنتیں عطا ہوں گی ان کے جنتی بچھونوں کا ظاہری حال بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ آیت نمبر 54 میں گزرا، کیونکہ ان بچھونوں کی شان بہت بلند ہے اور ان کا ظاہری حال عقل اور فہم کے اِدراک سے باہر ہے جبکہ دوسری دو جنتوں میں اہلِ جنت کو جو

1 ......جمل، الرحمن، تحت الآية: ٧٥، ٣٨٢/٧.

بچھونے عطا ہوں گے ان کا ظاہری حال یہاں بیان کر دیا گیا کہ وہ سبز اور مُنَقَّش ہوں گے، اس سے ان بچھونوں میں فرق صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ تم پر کوئی احسان فرمانے والا نہیں، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

ع ۳ ۳۲ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت اور بزرگی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ: تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے۔﴾ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و بزرگی بیان فرما کر آخرت کی نعمتوں کے بیان کا اختتام فرمایا۔ (3)

نماز کے بعد پڑھی جانے والی ایک دعا

حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار اِستغفار کرتے اور فرماتے "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامْ" یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے اور تو برکت والا ہے (اے) جلالت اور بزرگی والے۔ (4)

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٧٦، ٩/٣١٥، ملخصاً.

2 ......جمل، الرحمن، تحت الآیة: ٧٧، ٧/٣٨٣.

3 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٧٨، ٤/٢١٦.

4 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفته، ص ٢٩٧، الحدیث: ١٣٥ (٥٩١).

سُوْرَةُ الْوَاقِعَة

سورۂ واقعہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ واقعہ اس آیت "اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ" اور اس آیت "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **96** آیتیں، **378** کلمے اور **1703** حروف ہیں۔ [2]

''واقعہ'' نام رکھنے کی وجہ

''واقعہ'' قیامت کا ایک نام ہے اور اس سورت کا نام ''واقعہ'' اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''اَلْوَاقِعَةُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورۂ واقعہ کے فضائل

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ [3]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃُ الغنٰی (یعنی محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔ [4]

(3)......مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ مرضِ وفات میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا ''آپ

---

1 ......جلالین، تفسیر سورة الواقعة، ص٤٤٥-٤٤٦.

2 ......خازن، تفسیر سورة الواقعة، ٤/٢١٦، جلالین، تفسیر سورة الواقعة، ص٤٤٦، ملتقطاً.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان...الخ، ٢/٤٩٢، الحدیث: ٢٥٠٠.

4 ......مسند الفردوس، باب العین، ٣/١٠، الحدیث: ٤٠٠٥.

کس چیز کی تکلیف محسوس کررہے ہیں؟ حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: اپنے گناہوں کی تکلیف محسوس کررہا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’آپ کو کس چیز کی آرزو ہے؟ حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی آرزو ہے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’آپ کسی طبیب کو کیوں نہیں بلوا لیتے۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’طبیب ہی نے تو مجھے مرض میں مبتلا کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’کیا ہم آپ کو کچھ (مال) عطا کرنے کا حکم نہ کریں! حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’ہم وہ مال آپ کی بیٹیوں کو دے دیتے ہیں۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’انہیں بھی اس مال کی کوئی ضرورت نہیں، میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ سورۂ واقعہ پڑھا کریں کیونکہ میں نے رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ’’جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ [1]

(4)......حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ اَوّلین وآخرین کا علم اور دنیا وآخرت کا علم جان جائے تو اسے چاہئے کہ سورۂ واقعہ پڑھ لے۔ [2]

سورۂ واقعہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں **اللّٰہ** تعالٰی کی وحدانیّت کے دلائل، حشر کے اَحوال اور لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت قائم ہونے اور اس وقت زمین کے تھرتھرانے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے کا ذکر ہے۔

(2)......حساب کے وقت لوگوں کی تین قسمیں بیان کی گئیں۔ **(1)** دائیں طرف والے۔ **(2)** بائیں طرف والے۔ **(3)** سبقت کرنے والے۔ پھر ان تینوں اَقسام کے لوگوں کا حال اور قیامت کے دن ان کے لئے جو جزا تیار

---

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ۹۶، ص ۱۲۰۵.

2 ......مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الزهد، كلام مسروق، ۸/۲۱۱، روایت نمبر: ۹.

کی گئی ہے اسے بیان فرمایا گیا۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیّت کے دلائل، انسانوں کی تخلیق، نَباتات کو پیدا کرنے اور پانی نازل کرنے میں اس کی قدرت کے کمال پر دلائل بیان کئے گئے۔

(4)......قرآنِ پاک کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ قرآن پاک سب جہانوں کے پالنے والے رب تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں ان تین اَقسام کے لوگوں کا حال اور ان کا انجام بیان کیا گیا۔ **(1)** سعادت مند۔ **(2)** بدبخت، اور **(3)** نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔

سورۂ رحمٰن کے ساتھ مناسبت

سورۂ واقعہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''رحمٰن'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کے حالات، جنت کے اَوصاف اور جہنم کی ہَولناکیاں بیان کی گئی ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ جو چیز سورۂ رحمٰن کے شروع میں ذکر کی گئی اسے سورۂ واقعہ کے آخر میں بیان کیا گیا اور جو چیز سورۂ رحمٰن کے آخر میں بیان کی گئی اسے سورۂ واقعہ کی ابتداء میں بیان کیا گیا جیسے سورۂ رحمٰن کے شروع میں قرآنِ مجید کا ذکر کیا گیا، پھر سورج اور چاند کا، پھر نباتات کا، پھر انسانوں اور جنّات کی تخلیق کا ذکر کیا گیا، پھر قیامت، جہنم اور جنت کی صفات بیان کی گئیں اور سورۂ واقعہ میں پہلے قیامت کی صفات اور اس کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں، پھر جنت اور جہنم کی صفات ذکر کی گئیں، پھر انسان کی تخلیق، نباتات، پانی اور آگ کا ذکر کیا گیا، اس کے بعد ستاروں کا اور آخر میں قرآنِ مجید کا ذکر کیا گیا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

1......تناسق الدرر، سورة الواقعة، ص ١٢١.

وقف لازم

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب ہولے گی وہ ہونے والی۔ اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب واقع ہونے والی واقع ہوگی۔ (اس وقت) اس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ: جب واقع ہونے والی واقع ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی جو کہ ضرور قائم ہونے والی ہے تو اس وقت ہر ایک اس کا اعتراف کرلے گا اور اس کے واقع ہونے کا کوئی انکار نہیں کرسکے گا۔ اور قیامت چونکہ بہر صورت واقع ہوگی اس لئے اس کا نام واقعہ رکھا گیا ہے۔ [1]

قیامت ضرور واقع ہوگی

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اس لئے ہر ایک کو قیامت سے ڈرنا چاہئے اور اس دن کے لئے دنیا کی زندگی میں ہی تیاری کرلینی چاہئے، چنانچہ قیامت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی اور نہ کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی

---

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ص ١١٩٨، تفسير كبير، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ١٠/٣٨٤، بيضاوی، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ٥/٢٨٣، ملتقطاً.

2 ......بقرہ: ٤٨.

يُظْلَمُوْنَ (1) | بھرپوری دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کسی کو نیچا کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی۔

﴿خَافِضَةٌ: کسی کو نیچا کرنے والی۔﴾ اس آیت میں قیامت کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ یہ کسی قوم کو اس کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں گرا کر اسے نیچا کرنے والی ہے اور کسی قوم کو اس کے اعمال کی بنا پر جنت میں داخل کر کے اسے بلندی دینے والی ہے۔ (3)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ’’قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جہنم میں گرا کر ذلیل کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو جنت میں داخل کر کے ان کے مرتبے بلند کرے گی۔ (4)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں اُونچے بنتے تھے قیامت انہیں پَست اور ذلیل کرے گی اور جو لوگ دنیا میں کمزور تھے (اور عاجزی و انکساری کیا کرتے تھے) ان

1 ......بقرہ: ٢٨١.

2 ......ال عمران: ٢٥.

3 ......تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآیة: ٣، ٣/٣١٣.

4 ......تفسیر ابن ابی حاتم، الواقعة، تحت الآیة: ٣، ١٠/٣٣٢٩.

کے مرتبے بلند کرے گی۔ (1)

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے چُورا ہوکر۔ تو ہوجائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرّے پھیلے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب زمین بڑے زور سے ہلادی جائے گی۔ اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کردیئے جائیں گے۔ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہوجائیں گے۔

﴿**اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا: جب زمین تھرتھرا کر کانپے گی۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب (قیامت قائم ہوگی تو اس وقت) زمین تھرتھرا کر کانپے گی جس سے اس کے اوپر موجود پہاڑ اور تمام عمارتیں گر جائیں گی اور یہ اپنے اندر موجود تمام چیزیں باہر آجانے تک کانپتی رہے گی اور پہاڑ چُورا ہوکر خشک ستو کی طرح ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور وہ اس وجہ سے ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہوجائیں گے۔ (2)

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْــٴَـمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْــٴَـمَةِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚۙ﴿۱۰﴾

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٣، ٢٥٩/٤.

2 ......روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٤-٦، ٣١٦/٩-٣١٧.

ترجمۂ کنزالایمان: اورتم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔تو دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے۔اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔تو دائیں جانب والے (جنّتی) کیا ہی دائیں جانب والے ہیں۔اور بائیں جانب والے (یعنی جہنمی) کیا ہی بائیں جانب والے ہیں۔اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہی بڑھ جانے والے ہیں۔

﴿وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً: اورتم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مخلوق کا حال بیان فرمایا اور ان کی تین قسموں کے بارے خبر دی جن میں سے دو جنت میں جائیں گی اور ایک جہنم میں داخل ہوگی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن تین قسموں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دائیں جانب والے ہوں گے۔ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دائیں جانب تھے۔تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن عرش کی دائیں جانب ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے دائیں جانب والوں کی شان ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ کیا ہی اچھے ہیں کہ وہ بڑی شان رکھتے ہیں، سعادت مند ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو بائیں جانب والے ہوں گے۔ان کے بارے میں بھی مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بائیں جانب تھے۔تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن عرش کی بائیں جانب ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ بائیں جانب والے کیا ہی برے ہیں کہ وہ بدبخت ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہاں آگے بڑھ جانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس مقام پر نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے

مراد ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں اور وہ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ مہاجرین اور اَنصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہونے میں آگے بڑھ جانے والے ہیں۔[1]

أُولَٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی مقرب بارگاہ ہیں۔چین کے باغوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی قرب والے ہیں۔نعمتوں کے باغوں میں ہیں۔

﴿ أُولَٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ: وہی قرب والے ہیں۔﴾ یہاں سے ان تینوں اَقسام کے لوگوں کی جزا بیان فرمائی گئی اور سب سے پہلے آگے بڑھ جانے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہی اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مُقَرَّب درجات والے ہیں اور وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔[2]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ۔اور پچھلوں میں سے تھوڑے۔

---

1 ......تفسير سمرقندى، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ٣/٣١٣-٣١٤، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ٤/٢١٦-٢١٧، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ص ١١٩٨-١١٩٩، ملتقطاً.

2 ......تفسير سمرقندى، الواقعة، تحت الآية: ١١-١٢، ٣/٣١٤.

ترجمۂ کنزالعِرفان: وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا۔ اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہوں گے۔

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آگے بڑھ جانے والے پہلے لوگوں میں سے بہت ہیں اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہیں۔ پہلے لوگوں سے کون مراد ہیں اس کی تفسیر میں صحیح قول یہ ہے کہ پہلے لوگوں سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہی کے پہلے وہ لوگ مراد ہیں جو مہاجرین و انصار میں سے (اسلام قبول کرنے میں) سابقین اَوّلین ہیں اور بعد والوں سے ان کے بعد والے لوگ مراد ہیں۔[1]

اَحادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ مرفوع حدیث میں ہے کہ ''یہاں اَوّلین وآخرین اسی اُمت کے پہلے اور بعد والے لوگ ہیں۔''[2]

اور حضرت ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دونوں گروہ میری ہی امت کے ہیں۔[3]

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: (جواہرات سے) جڑے ہوئے تختوں پر ہوں گے۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے۔

﴿عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ: جڑے ہوئے تختوں پر ہوں گے۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقَرَّب بندوں کا مزید حال بیان کیا جارہا ہے کہ وہ جنت میں ایسے تختوں پر ہوں گے جن میں لعل، یاقوت اور موتی وغیرہ جواہرات جَڑے ہوں گے اور وہ ان تختوں پر عیش ونَشاط کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود ہوں گے اور ایک

---

1 ......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ١٠/٣٩٢، تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ٣/٣١٤، خازن، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ٤/٢١٧، **خزائن العرفان، البقرة، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۹۸۷، ملتقطاً۔**

2 ......ابو سعود، الواقعة، تحت الآية: ١٤، ٥/٦٧٢.

3 ......مسند ابو داود طیالسی، بقیة احادیث ابی بکرة رضی الله عنه، ص ١٢٠، الحدیث: ٨٨٦.

دوسرے کو دیکھ کر مَسرور اور دل شاد ہوں گے۔ (1)

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ۬ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔کوزے اور آفتابے اور جام آنکھوں کے سامنے بہتی شراب کے۔اس سے نہ اُنہیں دردِ سر ہو نہ ہوش میں فرق آئے۔اور میوے جو پسند کریں۔اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے اردگرد ہمیشہ رہنے والے لڑکے پھریں گے۔ کوزوں اور صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی شراب کے جام کے ساتھ۔اس سے نہ انہیں سر درد ہوگا اور نہ ان کے ہوش میں فرق آئے گا۔اور پھل میوے جو جنتی پسند کریں گے۔اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔

﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ: ان پر دور چلائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حوروں کی طرح اہلِ جنت کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے پیدا کئے ہیں جو نہ کبھی مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ ہی ان میں کوئی (جسمانی) تبدیلی آئے گی، یہ ہمیشہ رہنے والے لڑکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں پر خدمت کے آداب کے ساتھ کوزوں، صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی پاک شراب کے جام کے دَور چلائیں گے، وہ شراب ایسی ہے کہ اسے پینے سے نہ انہیں سر درد ہوگا اور نہ ان کے ہوش میں کوئی فرق آئے گا (جبکہ دنیا کی شراب میں یہ وصف نہیں کیونکہ اسے پینے سے حواس بگڑ جاتے ہیں اور بندے کے اَوسان میں فتور جاتا ہے) اور (شراب پیش کرنے کے ساتھ ساتھ)

1 ......ابو سعود، الواقعة، تحت الآية: ١٥-١٦، ٦٧٢/٥، ملتقطاً.

خدمتگار لڑکے وہ تمام پھل میوے اہلِ جنت کے پاس لائیں گے جو وہ پسند کریں گے اور ان پرندوں کا گوشت لائیں گے جن کی وہ تمنا کریں گے۔ (1)

[illegible]

اہلِ جنت پر کئے گئے ان انعامات کو ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَ لَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات۔ اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں۔

یاد رہے کہ خدمت گار لڑکوں کا اہلِ جنت کو پھل اور گوشت پیش کرنا ان کی خصوصی خدمت کے طور پر ہوگا ورنہ جنّتی درختوں پر لگے ہوئے پھل ان کے اتنے قریب ہوں گے کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اسے پکڑ سکیں گے اور جس پرندے کی تمنا کریں گے وہ بھنا ہوا ان کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے پھل قریب ہوں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ اگر جنّتی کو پرندوں کا گوشت کھانے کی خواہش ہوگی تو اس کی مرضی کے مطابق پرندہ اڑتا ہوا سامنے آ جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ رِکابی میں (بھنا ہوا) آ کر سامنے

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ١٧-٢١، ٤/٢١٧-٢١٨، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ١٧-٢١، ص١١٩٩، ملتقطاً.

2 ......طور: ٢٢-٢٤.

3 ......رحمن: ٥٤.

4 ......حاقه: ٢٣.

پیش ہوگا، اس میں سے جتنا چاہے گا جنتی کھائے گا، پھر وہ اُڑ جائے گا۔[1]

جنتی پرندوں سے متعلق 3 احادیث

آیت نمبر 21 میں اہلِ جنت کے لئے پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے ان پرندوں کے بارے میں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جنت کا پرندہ بُختی اونٹ کی طرح ہوگا اور وہ جنت کے درختوں میں چرے گا۔ (یہ سن کر) حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک وہ پرندہ تو بہت اچھا اور عمدہ ہوگا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اسے کھانے والا اس سے زیادہ عمدہ اور اعلیٰ ہوگا اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ تم بھی اسے کھاؤ گے۔[2]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' بے شک تم جنت میں اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھو اور تمہارے دل میں اسے کھانے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسی وقت بھونا ہوا تمہارے سامنے پیش ہو جائے گا۔[3]

(3)......حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک جنت میں جب کوئی آدمی پرندے کا گوشت کھانے کی خواہش کرے گا تو بُختی اونٹ کی طرح (بڑا) پرندہ آجائے گا یہاں تک کہ اس کے دستر خوان پر ایسے (بُھن کر) پیش ہو جائے گا کہ اسے کوئی دھواں لگا ہوا ہوگا اور نہ ہی کسی آگ نے اسے چھوا ہوگا، وہ آدمی اس سے پیٹ بھر کر کھائے گا، پھر وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔[4]

وَحُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢١، ٤/٢١٨.

2 ......مسند امام احمد، مسند المكثّرين من الصحابة، مسند انس بن مالك، ٤/٤٤١، الحديث: ١٣٣١٠.

3 ......رسائل ابن ابى الدنيا، صفة الجنة، ٦/٣٤٢، الحديث: ١٠٣.

4 ......رسائل ابن ابى الدنيا، صفة الجنة، ٦/٣٤٦، الحديث: ١٢٣.

يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بڑی آنکھ والیاں حوریں۔ جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔ صلہ ان کے اعمال کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہیں۔ جیسے چھپا کرر کھے ہوئے موتی ہوں۔ ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر۔

﴿وَحُوْرٌ عِیْنٌ: اور بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرّب اہلِ جنت (کی خدمت) کے لئے بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہوں گی اور وہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے موتی صَدَف میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی کے ہاتھ نے چھوا، نہ دھوپ اور ہوا لگی اور اس وجہ سے وہ انتہائی صاف اور شفاف ہوتا ہے، الغرض جس طرح یہ موتی اچھوتا ہوتا ہے اسی طرح وہ حوریں اچھوتی ہوں گی۔ یہ بھی مروی ہے کہ حوروں کے تَبَسُّم سے جنت میں نور چمکے گا اور جب وہ چلیں گی تو اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کے زیوروں سے تقدیس اور تمجید کی آوازیں آئیں گی اور یاقوتی ہار اُن کے گردنوں کے حسن وخوبی سے ہنسیں گے۔ [1]

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر۔﴾ یعنی بارگاہِ الٰہی کے مُقرّب بندوں کو یہ سب کچھ ان کے دُنْیَوی نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کے صِلہ میں ملے گا۔ [2]

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں نہ سُنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری۔ ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس میں نہ کوئی بیکار بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات۔ مگر سلام سلام کہنا۔

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٢-٢٣، ٤/٢١٨.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٤، ٤/٢١٨.

﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا: اس میں نہ کوئی بیکار بات سنیں گے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ناگواراور باطل بات ان کے سننے میں نہ آئے گی البتہ وہ ہرطرف سے سلام سلام کا قول ہی سنیں گے کہ جنتی آپس میں ایک دوسرے کوسلام کریں گے،فرشتے اہلِ جنت کوسلام کریں گے اور اللہ ربُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اُن کی جانب سلام آئے گا۔ (1)

وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﳔ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﳰ ﴿٢٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دائیں جانب والے کیا دائیں جانب والے ہیں۔

﴿وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ: اوردائیں جانب والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں آگے بڑھ جانے والے، بارگاہِ الٰہی کے مُقرّب بندوں کی جزا اوران کا حال بیان کیا گیا،اب یہاں سے اہلِ جنت کے دوسرے گروہ یعنی دائیں جانب والے اَصحاب کا ذکرفرمایا جارہاہے کہ وہ لوگ جودائیں جانب والے ہیں ان کی عجیب شان ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ومُکرّم ہیں) اوران کی اچھی صفات اورخوبیوں کی وجہ سے ان کے لئے جوکچھ تیار کیا گیا ہے اسے تم نہیں جان سکتے۔ (2)

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے کانٹے کی بیریوں میں۔اور کیلے کے گچھوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے۔اور کیلے کے گچھوں میں۔

﴿فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ: بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے۔﴾ یہاں سے دائیں جانب والوں کی جزا

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٤/٢١٨، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ص ١٢٠٠، ملتقطاً.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٧، ٤/٢١٨، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٢٧، ٩/٣٢٤، ملتقطاً.

بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایسی جنّتوں میں مزے لوٹیں گے جن میں بیری کے ایسے درخت ہوں گے جن پر کانٹے نہیں لگے ہوں گے۔

[illegible]

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی مسلمانوں اوران کے (پوچھے گئے) سوالات کی وجہ سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ایک دن ایک دیہاتی مسلمان آئے اورانہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک اَذِیَّت ناک درخت کا ذکر فرمایا ہے اور میرا یہ گمان نہیں کہ جنت میں کوئی ایسا درخت ہو جو اپنے مالک کے لئے تکلیف دِہ ثابت ہو۔حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا ’’وہ کونسا درخت ہے؟ اس نے عرض کی: بیری کا درخت، (یہ اذِیَّت ناک اس لئے ہے) کہ اس کے اوپر کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: (کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا) ’’**فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ**‘‘ اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے کاٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ پھل پیدا فرمائے گا، لہٰذا وہ درخت (کانٹوں کی بجائے) پھل اُگائے گا اور اس کے پھل میں 72 رنگ ظاہر ہوں گے اور ان میں سے کوئی رنگ بھی دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔ (1)

﴿ **وَ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ**: اور کیلے کے گچھوں میں۔﴾ یعنی دائیں جانب والے ان جنّتوں میں مزے کریں گے جن میں کیلے کے ایسے درخت ہوں گے جو جڑ سے چوٹی تک کیلے کے گچھوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیشہ کے سائے میں۔ اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دراز سائے میں۔ اور جاری پانی میں۔

﴿ **وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ**: اور ہمیشہ کے سائے میں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الواقعة، سدر الجنّة مخضود... الخ، ۲۸۷/۳، الحديث: ۳۸۳۰.

دراز سائے میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں سوار شخص سو سال تک دوڑتا رہے تو وہ اسے طے نہ کر سکے گا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ''۔ (1)

جنت میں سایہ ہے یا نہیں؟

جنت میں سایہ ہے یا نہیں، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ جنت میں سورج نہ ہونے کے باوجود سایہ ہے، جیسا کہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''پوری جنت سائے دار ہے حالانکہ وہاں سورج نہیں ہے۔ (2)

اور بعض مفسرین کے نزدیک جنت میں سایہ نہیں اور آیت میں سائے سے اس کا مجازی معنی مراد ہے، جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں سائے سے (اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی) راحت و آرام مراد ہے۔ (3)

﴿وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ: اور جاری پانی میں۔﴾ یعنی دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن کی زمینی سطح پر پانی ہمیشہ کے لئے جاری ہوگا اور وہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں کسی مشقت کے بغیر پانی حاصل کر لیں گے۔ (4)

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سے میووں میں۔ جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔ اور بلند بچھونوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہت سے پھلوں میں۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے۔ اور بلند بچھونوں میں

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الواقعة، باب وظلّ ممدود، ٣/٣٤٥، الحدیث: ٤٨٨١.

2 ......تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآیة: ٣٠، ٩/١٥٣، الجزء السابع عشر.

3 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ٣٠، ٩/٣٢٥.

4 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ٣١، ٩/٣٢٥، ملتقطاً.

ہوں گے۔

﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ: اور بہت سے پھلوں میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن میں مختلف اَجناس اور اَقسام کے بہت سے پھل ہیں اور وہ پھل کبھی ختم نہ ہوں گے کیونکہ جب بھی کوئی پھل توڑا جائے گا تو فوراً اس کی جگہ ویسے ہی دو پھل آ جائیں گے اور اہلِ جنت کو ان پھلوں کے استعمال سے نہ کوئی روک ٹوک ہوگی، نہ شرعی رکاوٹ، نہ طبی پابندی اور نہ کسی بندے کی طرف سے ممانعت ہوگی۔

﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ: اور بلند بچھونوں میں ہوں گے۔﴾ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دائیں جانب والے جنتوں میں آرام کے بستروں میں ہوں گے جو جواہرات سے سجے ہوئے اونچے اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے۔(1)

اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًۙ ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاۙ ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًاۙ ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۠ ﴿۳۸﴾

ع ۱ ۳۸ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اُٹھان اُٹھایا۔ تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں۔ اُنہیں پیار دِلاتیاں ایک عمر والیاں۔ دہنی طرف والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔ محبت کرنے والیاں، سب ایک عمر والیاں۔ دائیں جانب والوں کے لیے۔

﴿اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا تو ہم نے انہیں ایسی کنواریاں بنایا کہ جب بھی ان کے شوہر ان کے پاس جائیں گے وہ انہیں کنواریاں ہی پائیں گے اور وہ عورتیں اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت کرنے والیاں ہیں اور ان سب کی عمر بھی ایک ہوگی کہ 33 سال کی جوان ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہر

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٣٤، ٢١٩/٤، ملتقطاً.

بھی جوان ہوں گے اور یہ جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی ۔[1]

بعض مفسرین کے نزدیک ان عورتوں سے دنیا کی عورتیں مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد حوریں ہیں ۔[2]

یہاں ہم اسی آیت سے متعلق ایک دلچسپ روایت ذکر کرتے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی ۔انہوں نے (پریشان ہوکر) عرض کی: تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی ۔تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ

اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًۙ(۳۵) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاۙ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کوایک خاص انداز سے پیدا کیا۔تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔[3]

﴿ لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: دائیں جانب والوں کے لیے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو دائیں جانب والوں کے لئے پیدا کیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ جو نعمتیں بیان کی گئیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو دائیں جانب والے ہیں ۔[4]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَۙ(۳۹) وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَؕ(۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ۔اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔اور بعد والے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے۔

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٣٥-٣٧، ص ١٢٠٠، ملخصاً.

2 ......صاوی، الواقعة، تحت الآية: ٣٥، ٢٠٩١/٦.

3 ......مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، ٢/٢٠٠، الحديث: ٤٨٨٨.

4 ......خازن،الواقعة، تحت الآية: ٣٨، ٢١٩/٤.

﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: پہلےلوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔﴾ اس سے پہلے رکوع میں آگے بڑھ جانے والے اور بارگاہِ الٰہی کے مُقرّب بندوں کی دو جماعتوں کا ذکر کیا گیا تھا اور یہاں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں دائیں جانب والوں کے دو گروہوں کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس اُمت کے پہلوں اور بعد والوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلا گروہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں اور بعد والوں سے قیامت تک کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بعد والے مراد ہیں۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بائیں جانب والے کیا بائیں جانب والے ہیں۔

﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ: اور بائیں جانب والے۔﴾ اہلِ جنت کے دو گروہوں کا حال اور ان کی جزا بیان کرنے کے بعد اب اہلِ جہنم کے گروہ کا حال اور اس کا انجام بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، بدبختی میں ان کا حال عجیب ہے۔ (1)

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ۙ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۙ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔ اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔ جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شدید گرم ہوا اور کھولتے پانی میں ہوں گے۔ اور شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو (سایہ) نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام بخش۔

﴿ فِیْ سَمُوْمٍ: شدید گرم ہوا میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں بائیں جانب والوں کے تقریباً چار

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٤١، ٤/٢٢٠، ملخصاً.

عذاب بیان فرمائے گے۔(1)وہ جہنم کے اندر ایسی شدید گرم ہوا میں ہوں گے جو کہ مَساموں میں داخل ہو رہی ہو گی۔ (2)وہ وہاں کھولتے پانی میں ہوں گے۔(3)اس میں شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔(4)وہ سایہ عام سایوں کی طرح نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی خوش منظر اور آرام بخش۔[1]

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ﴰ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔اور اس بڑے گناہ کی ہَٹ رکھتے تھے۔اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اُٹھائے جائیں گے۔اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اس سے پہلے خوشحال تھے۔اور بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔اور کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی۔

﴿اِنَّهُمْ: بیشک وہ۔﴾ یہاں سے بائیں جانب والوں کے عذاب کا مستحق ہونے کا سبب بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک بائیں جانب والے اس عذاب سے پہلے دنیا کے اندر کھانے پینے، اچھی رہائش اور خوبصورت مقامات وغیرہ نعمتوں سے خوشحال تھے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں مُنہمِک تھے اور وہ شرک جیسے بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور وہ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ سرکشی اور عناد کی وجہ سے یہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہماری کھال اور گوشت مٹی میں مل جائے گی اور ہم ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ضرور ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ یا کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٤٢-٤٤، ٤/٢٢٠، جلالين، الواقعة، تحت الآية: ٤٢-٤٤، ص ٤٤٧، ملتقطاً.

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اس سے پہلے اہلِ جنت کے دو گروہوں کے حالات بیان ہوئے تو ان کے جنت کا مستحق ہونے کی وجہ بیان نہیں کی گئی جبکہ اہلِ جہنم کے گروہ کے حالات بیان کرتے وقت ان کے جہنمی ہونے کی وجہ بیان کی گئی، اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اہلِ جنت اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے انہیں جنت کا داخلہ نصیب ہوا ہے اور اہلِ جہنم اللہ تعالیٰ کے عدل کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے ہیں۔ (1)

گناہوں پر اصرار کا انجام

آیت نمبر 46 میں بائیں جانب والوں کے جہنم کے عذاب کا حق دار ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر اِصرار ایسی خطرناک چیز ہے جس کے انجام کے طور پر بندے کا ایمان مکمل طور پر سَلب ہوسکتا اور اس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’گناہوں پر اِصرار کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں پر ڈٹے ہوئے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ (2)

اور حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’گناہوں پر اِصرار بہت سے گناہگار مسلمانوں کو کفر پر موت کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (3)

مزید فرماتے ہیں: شیطان گناہوں پر اِصرار کے ساتھ تمہیں مغفرت کی امید دلاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تم جو چاہے عمل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ تمہاری عبادت اور تمہیں عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ بے شک یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے سارے گناہ بخش دے، لیکن مغفرت کی توقُّع رکھتے ہوئے گناہ پر گناہ کرتے چلے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شفا ملنے کی امید پر زہر کھانا شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ تمام کریموں

---

1 ……روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ٤٥-٤٨، ٩/٣٢٨-٣٢٩.

2 ……مسند امام احمد، مسند المکثّرین، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنهما، ٢/٥٦٥، الحدیث: ٦٥٥٢.

3 ……روح البیان، الانعام، تحت الآیة: ٧٠، ٣/٥١.

سے بڑھ کر کرم فرمانے والا ہے لیکن وہ شدید عذاب دینے والا بھی تو ہے۔ (1)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں پر قائم رہنا چھوڑ دے اور گزشتہ گناہوں پر سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کر لے اور اس وقت سے ڈرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے ایمان کے نور اور ہمارے عقیدے کی شمع کو زوال کی انتہائی سخت گرجتی آندھی سے محفوظ فرما اور تمام اوقات اور ہر حال میں کلمۂ ایمان پر ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما، اٰمین۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـٔـوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾ ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿۵۵﴾ ؕ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۵۶﴾ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ بیشک سب اگلے اور پچھلے۔ ضرور اکٹھے کئے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر۔ پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو۔ ضرور تھوہڑ کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔ پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر

1 ......روح البیان، الملائکة، تحت الآیة: ٥، ٧/٣١٩.

2 ......النساء: ١٨.

کھولتا پانی پیو گے۔ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اُونٹ پئیں۔ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک سب اگلے اور پچھلے لوگ۔ ضرور ایک معین دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے۔ پھر اے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم۔ ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

﴿ قُلْ: تم فرماؤ۔ ﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ تم سے پہلے اور بعد والے لوگ جن میں تم اور تمہارے باپ دادا بھی شامل ہیں، یہ سب ضرور مرنے کے بعد ایک مُعیّن دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ قیامت کا دن ہے، پھر اے راہِ حق سے بہکنے والو اور حق کو جھٹلانے والو! بیشک تم جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور حساب کے بعد جہنم میں داخل ہو جاؤ گے تو ضرور زَقّوم نام کے کانٹے دار، کڑوے درخت میں سے کھاؤ گے، اور صرف اسے کھانا ہی تمہارے لئے کافی نہ ہو گا بلکہ بھوک کی شدّت کی وجہ سے تم اس سے پیٹ بھرو گے، پھر جب زقوم کھانے کے بعد تم پر پیاس کا غلبہ ہو گا تو کھولتا ہوا پانی عام طریقے سے نہیں بلکہ ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر ایسی بھوک مُسلّط کی جائے گی کہ وہ مجبور ہو کر جہنم کا جلتا تھوہڑ کھائیں گے، پھر جب اُس سے پیٹ بھر لیں گے تو اُن پر پیاس مُسلّط کی جائے گی جس سے مجبور ہو کر ایسا کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو ذکر کیا انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔ (1)

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے۔ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔ کیا تم اس کا

(1)……روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ٤٩-٥٦، ٩/٣٢٩-٣٣٠.

آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں سچ نہیں مانتے؟ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو تم گراتے ہو۔ کیا تم اسے (آدمی) بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ: ہم نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدائی تخلیق سے اپنی قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تم کچھ بھی نہیں تھے، ہم تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آئے تو تم مرنے کے بعد اُٹھنے کو کیوں سچ نہیں مانتے حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پہ قادر ہے تو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر (بدرجہ اَولیٰ) قادر ہے۔ اور اگر تمہیں اس بات میں کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں، شک ہے تو یہ بتاؤ کہ منی کے ایک قطرے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا اس سے عورتوں کے رحم میں لڑکے یا لڑکی کی شکل وصورت تم بناتے ہو یا ہم ہی اسے انسانی صورت دیتے ہیں اور اسے زندگی عطا فرماتے ہیں؟ جب ہم بے جان نطفے کو انسانی صورت عطا کر سکتے ہیں تو پیدا ہونے کے بعد مر جانے والوں کو زندہ کرنا ہماری قدرت سے کیا بعید ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’یاد رکھیں کہ (قرآنِ پاک میں) جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے بارے میں جمع کے صیغہ کے ساتھ کوئی خبر دے تو اس وقت وہ اپنی ذات، صفات اور اَسماء کی طرف اشارہ فرما رہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ واحد کے صیغہ کے ساتھ اپنی ذات کے بارے میں کوئی خبر دے تو اس وقت وہ صرف اپنی

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ٤/٢٢١، جلالين، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ص ٤٤٧، تفسير كبير، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ١٠/٤١٥-٤١٦، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ٩/٣٣٠-٣٣١، ملتقطاً.

2 ......حجر: ٩.

ذات کی طرف اشارہ فرمار ہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

اور یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ خود خبر دے، البتہ بندے پر لازم ہے کہ وہ (ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ بولے کبھی جمع کا صیغہ نہ بولے، جیسے) یوں کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، یوں (ہرگز) نہ کہے کہ اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ ہے جو توحید کے مُنافی ہے۔ [2] یعنی مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے نہیں۔ کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی اور ہم پیچھے رہ جانے والے نہیں ہیں۔ اس سے کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ: ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی حکمت اور مَشِیَّت کے تقاضے کے مطابق تم میں موت مقرر کر دی اور تمہاری عمریں مختلف رکھیں، اسی لئے تم میں سے کوئی بچپن میں ہی مر جاتا ہے، کوئی جوان ہو کر، کوئی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان عمر میں اور کوئی بڑھاپے

1 ......قصص: ۳۰.

2 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ۵۷، ۹/ ۳۳۰.

تک پہنچ کر مرجاتا ہے، الغرض جو ہم مقدر کرتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ اور ہم اس بات سے پیچھے رہ جانے والے (بے بس) نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کرکے تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں مَسخ کرکے بندر، سور وغیرہ کی ان صورتوں میں بنادیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔ جب یہ سب ہماری قدرت میں ہے تو تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے ہم عاجز کس طرح ہوسکتے ہیں؟[1]

انسان کو کسی بھی وقت موت آسکتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور کسی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بڑھاپے میں ہی موت کا شکار ہو بلکہ بھری جوانی میں اور مُتَوَسّط عمر میں بھی موت اپنے پنجے گاڑ سکتی ہے اور اس کیلئے کوئی جگہ بھی خاص نہیں بلکہ کہیں بھی آسکتی ہے اور اس سے کسی صورت فرار ہونا بھی ممکن نہیں نیز کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں کہ اس کی موت کب اور عمر کے کس حصے میں اور کہاں پر آئے گی، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت نیک اعمال میں مصروف رہے، اپنی لمبی عمر پر بھروسہ نہ کرے اور آخرت کی تیاری سے کسی بھی وقت غفلت نہ کرے۔

حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دنیا میں ایسے رہو گویا تم مسافر ہو یا راہ گیر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے شمار کرو۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمہارے درمیان میری مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کو نصیحت کرنے والا ہے، اس نے قوم کے پاس آکر کہا: میں ڈرانے والا ہوں اور موت حملہ آور ہونے والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے۔[3]

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے وعظ کے دوران فرماتے ''جلدی کرو، جلدی کرو، کیونکہ یہ چند سانس ہیں، اگر رک گئے تو تم وہ اعمال نہیں کرسکو گے جو تمہیں **اللّٰہ** تعالیٰ کے قریب کرسکتے ہیں۔ **اللّٰہ** تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنی جان کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے۔[4]

حضرت فضیل رقاشی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے فلاں! لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے آپ سے

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٦٠-٦١، ٤/٢٢١، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٦٠-٦١، ص١٢٠٢، ملتقطاً.

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الامل والحرص، الفصل الاول، ٢/٢٥٩، الحديث: ٥٢٧٤.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٣٨، الحديث: ٨٦.

4 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الباب الثاني، بيان المبادرة الى العمل... الخ، ٥/٢٠٥.

غافل نہ ہو کیونکہ معاملہ خاص تم سے ہوگا ان سے نہیں اور یہ نہ کہو کہ میں وہاں جاتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں، اس طرح تمہارا دن ضائع ہو جائے گا اور موت تمہارے اوپر مُتَعَیَّن ہے اور جتنی جلدی نئی نیکی پرانے گناہ کو تلاش کر کر کے پکڑتی ہے اتنی جلدی تم نے کسی کو پکڑتے نہ دیکھا ہوگا۔ (1)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی اُٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم پہلی پیدائش جان چکے ہو تو پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى: اور بیشک تم پہلی پیدائش جان چکے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پہلی پیدائش کے بارے میں جان چکے ہو کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں تو پھر (اسے سامنے رکھتے ہوئے دوسری پیدائش کے متعلق) کیوں غور نہیں کرتے کہ جو ربّ تعالیٰ پہلی بار تمہیں عدم سے وجود میں لا سکتا ہے تو وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوسری بار زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو پہلی بار کی پیدائش کو دیکھنے کے باوجود دوسری بار کی پیدائش کا انکار کرتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو موت کے گھیر لینے کو جھٹلاتا ہے حالانکہ وہ دن رات مرتا اور زندہ ہوتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو ہمیشگی کے گھر (یعنی جنت) کی تصدیق کرنے کے باوجود دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش میں مصروف ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو اِتراتا اور فخر وغرور کرتا ہے حالانکہ وہ نطفہ سے پیدا ہوا، پھر وہ سڑی

1 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الباب الثاني، بيان المبادرة الى العمل... الخ، ٢٠٦/٥.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٦٢، ٢٢١/٤، ملخصاً.

ہوئی لاش بن جائے گا اور اِس دوران اُس پر کیا بیتے گی وہ اُسے معلوم ہی نہیں۔ [1]

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ: تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے حشر ونشر پر اپنی قدرت کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم اس کھیتی میں غور کیوں نہیں کرتے جسے تم زمین میں کاشت کرتے ہو، کیا تم اس کی نَشو ونُما کر کے کھیتی بناتے ہو یا ہم ہی اسے کھیتی بنانے والے ہیں اور اس بات میں کوئی شک ہی نہیں کہ اگرچہ زمین میں بیج ڈالنا تم لوگوں کا کام ہے لیکن اس بیج سے بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں ہے، تو جب اللہ تعالیٰ بیج سے فصل پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ [2]

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ ہم پر چٹّی پڑی۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا گھاس کر دیتے پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے۔ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا

---

1 ......مسند شهاب قضاعی، الباب الاوّل، يا عجباً كل العجب... الخ، ۱/۳٤۷، الحديث: ٥٩٥.

2 ......تفسير سمر قندی، الواقعة، تحت الآية: ٦٣-٦٤، ٣/٣١٨، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٦٣-٦٤، ٤/٢٢١، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٦٣-٦٤، ٩/٣٣٢، ملتقطاً.

ہے۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

﴿ لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا: اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا گھاس کردیتے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے لطف و رحمت سے اس کھیتی کی نشو و نُما کرتے ہیں اور تم پر رحمت کرتے ہوئے اسے تمہارے لئے باقی رکھتے ہیں ورنہ اگر ہم چاہتے تو زمین میں جو بیج تم بوتے ہو اسے پوری طرح پھلنے پھولنے سے پہلے ہی چُورا چُورا کردیتے جو کسی کام کا نہ رہے، پھر تم حیرت زدہ اور نادم و غمگین ہو کر یہ باتیں بناتے رہ جاتے کہ ہمارا مال بیکار ضائع ہو گیا، بلکہ ہم اپنے رزق سے محروم رہے۔ [(1)]

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟

﴿ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس پانی پر غور نہیں کیا جو تم زندہ رہنے کے لئے پیتے ہو اور اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے اتارنے والے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا کہ ہم ہی اس پانی کو نازل کرنے والے ہیں تو صرف میری عبادت کر کے اس نعمت کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ [(2)]

---

1 ......ابن کثیر، الواقعة، تحت الآیة: ٦٥-٦٧، ٢٨/٨، خازن، الواقعة، تحت الآیة: ٦٥-٦٧، ٢٢١/٤-٢٢٢، روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ٦٥-٦٧، ٣٣٣/٩، ملتقطاً.

2 ......تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآیة: ٦٨-٦٩، ١٦١/٩-١٦٢، الجزء السابع عشر، ابو سعود، الواقعة، تحت الآیة: ٦٨-٦٩، ٦٧٧/٥، ملتقطاً.

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو اُسے کھاری کردیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کردیتے پھر تم کیوں شکرنہیں کرتے ؟

﴿لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا : اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کردیتے۔﴾ ارشادفرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو سخت کھاری کردیتے ، اور ایسا ہوجاتا تو تم نہ اسے پی سکتے تھے، نہ اس سے شجر کاری اور کھیتی باڑی کرسکتے تھے۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہاری معاشی بہتری، تمہارے فائدے اور پینے کے لئے میٹھا پانی نازل فرمایا اور تمہیں نقصان سے بچانے کے لئے کھاری پانی نازل نہ فرمایا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسان وکرم کا کیوں شکر نہیں کرتے ؟[1]

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟

﴿اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ : تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس آگ کے بارے میں بتاؤ جو تم دو تر لکڑیوں سے روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت پیدا

1 ......تفسیر طبری، الواقعة، تحت الآیة: ٧٠، ١١/٦٥٥، خازن، الواقعة، تحت الآیة: ٧٠، ٤/٢٢٢، ملتقطاً.

کیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اسے پیدا کرنے والے ہیں، تو جب تم نے میری قدرت کو پہچان لیا تو میرا شکر ادا کرو اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار نہ کرو۔ اہلِ عرب (اس زمانے میں) دو مخصوص لکڑیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ جلایا کرتے تھے، اوپر والی لکڑی کو وہ زَند اور نیچے والی لکڑی کو زَندہ کہتے تھے اور جن درختوں سے یہ لکڑیاں حاصل ہوتی تھیں انہیں مَرْخ اور عَفار کہتے تھے۔[1]

ایندھن حاصل کرنے کے جدید ذرائع اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے فی زمانہ ہمارے لئے ایندھن حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع جیسے کوئلہ، گیس اور تیل وغیرہ ظاہر فرما دیئے ہیں اور ان سے ہم آسانی کے ساتھ اپنی ضروریّات پوری کر رہے ہیں۔ جس طرح اُس درخت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے رگڑ کر ایندھن حاصل کیا جاتا تھا اسی طرح کوئلہ، گیس اور تیل وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، لہٰذا ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے اسے جہنم کی یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔ تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے اسے یادگار بنایا اور جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع بنایا۔ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً: ہم نے اسے یادگار بنایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگ کے دو فوائد بیان فرمائے،

[1] ……تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآیة: ۷۱-۷۲، ۹/۱۶۲، الجزء السابع عشر، مدارك، الواقعة، تحت الآیة: ۷۱-۷۲، ص۱۲۰۳، ملتقطاً.

پہلا فائدہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس آگ کو جہنم کی آگ کی یادگار بنایا تاکہ دیکھنے والا اس آگ کو دیکھ کر جہنم کی بڑی آگ کو یاد کرے اور **اللہ تعالیٰ** سے اور اس کے عذاب سے ڈرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ **اللہ**! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ آگ بھی کافی گرم ہے۔ ارشاد فرمایا ''وہ اس سے **69** حصے زیادہ گرم ہے اور ہر حصے میں اس کے برابر گرمی ہے۔ (1)

دوسرا فائدہ یہ ارشاد فرمایا کہ آگ کو جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع مند بنایا کہ وہ اپنے سفروں میں شمعیں جلا کر، کھانا وغیرہ پکا کر اور خود کو سردی سے بچا کر اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔ (2)

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ: تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔﴾ **اللہ تعالیٰ** نے اپنی وحدانیّت اور قدرت کے دلائل اور تمام مخلوق پر اپنے انعامات ذکر فرمانے کے بعد اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے عظمت والے رب عَزَّوَجَلَّ کے نام کی ان تمام چیزوں سے پاکی بیان کریں جو مشرکین کہتے ہیں۔ (3)

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔ اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے تاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔

﴿فَلَاۤ اُقْسِمُ: تو مجھے قسم ہے۔﴾ اس آیت میں **اللہ تعالیٰ** نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرمائی، ان جگہوں کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

(1)......ان سے مَشارِق اور مَغارِب مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے صرف مغارب مراد ہیں کیونکہ ستارے

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۶، الحدیث: ۳۲۶۵.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۷۳، ۴/۲۲۲، ملخصاً.

3 ......خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۷۴، ۴/۲۲۲.

اسی جگہ غروب ہوتے ہیں۔

(2)......ان سے آسمان میں بُروج اور (سیاروں یا ستاروں) کی مَنازل مراد ہیں۔

(3)......ان سے شَیاطین کو پڑنے والے شہابِ ثاقب کے گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔

(4)......ان سے قیامت کے دن ستاروں کے مُنتشر ہونے کے بعد گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔ [1]

﴿وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ: اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں علم ہو تو تم اس قسم کی عظمت جان لو گے کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ [2]

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۷﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ: بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔﴾ کفارِ مکہ قرآنِ پاک کو شعر اور جادو کہا کرتے تھے، اللّٰہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرما کر ان کا رد کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا کہ بے شک جو قرآن سرکارِ دوعالَم، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمایا گیا یہ شعر اور جادو نہیں اور نہ ہی یہ کسی کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے، بلکہ یہ عزت والا قرآن ہے کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اسے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ بنایا ہے اور یہ محفوظ اور پوشیدہ کتاب لوحِ محفوظ میں موجود ہے جس میں تبدیل اور تحریف ممکن نہیں اور نہ ہی اس تک شَیاطین پہنچ سکتے ہیں۔ [3]

1......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآیة: ٧٥، ١٠/٤٢٦.

2......جلالین مع صاوی، الواقعة، تحت الآیة: ٧٦، ٦/٢٠٩٦-٢٠٩٧.

3......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآیة: ٧٧-٧٨، ١٠/٤٢٨، خازن، الواقعة، تحت الآیة: ٧٧-٧٨، ٤/٢٢٣، تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآیة: ٧٧-٧٨، ٩/١٦٤، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ(۷۸) لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ(۷۹) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: محفوظ نوشتہ میں۔ اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پوشیدہ کتاب میں (ہے)۔ اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے مالک کا اتارا ہوا ہے۔

﴿ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ: اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس محفوظ اور پوشیدہ کتاب کو فرشتے ہی چھوتے ہیں جو کہ شرک، گناہ اور ناپاک ہونے سے پاک ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو شرک سے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو وہ لوگ ہاتھ لگائیں جو باوضو ہوں اور ان پر غسل فرض نہ ہو۔(1)

حدیث شریف میں بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآن پاک کو وہی ہاتھ لگائے جو پاک ہو۔''(2)

قرآنِ مجید چھونے سے متعلق 7 احکام

یہاں آیت کی مناسبت سے قرآنِ مجید چھونے سے متعلق 7 اَحکام ملاحظہ ہوں،

(1)......قرآن عظیم کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔(3)

(2)......جس کا وضو نہ ہو اسے قرآنِ مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے، البتہ چھوئے بغیر زبانی یا دیکھ کر کوئی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

1......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٧٩، ٤/٢٢٣.

2......معجم صغير، باب الياء، من اسمه: يحيى، ص ١٣٩، الجزء الثاني.

3......نور الايضاح، كتاب الطهارة، فصل فى اوصاف الوضوء، ص ٥٩.

(3)......جس کونہانے کی ضرورت ہو (یعنی جس پر غسل فرض ہو) اسے قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے، یا چھوئے بغیر دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، یا کسی آیت کا لکھنا، یا آیت کا تعویذ لکھنا، یا قرآنِ پاک کی آیات سے لکھا تعویذ چھونا، یا قرآن پاک کی آیات والی انگوٹھی جیسے حروفِ مُقطَّعات کی انگوٹھی چھونا یا پہننا حرام ہے۔

(4)......اگر قرانِ عظیم جُزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں، یو ہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے۔ کرتے کی آستین، دُوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے کندھے پر ہے تو دوسرے کونے سے قرآن پاک چھونا حرام ہے کیونکہ یہ سب اس کے ایسے ہی تابع ہیں جیسے چولی قرآن مجید کے تابع تھی۔

(5)......روپیہ کے اوپر آیت لکھی ہو تو ان سب کو (یعنی بے وضو اور جنب اور حیض ونفاس والی کو) اس کا چھونا حرام ہے، ہاں اگر روپے تھیلی میں ہوں تو تھیلی اٹھانا جائز ہے۔ یو ہیں جس برتن یا گلاس پر سورت یا آیت لکھی ہو اس کو چھونا بھی انہیں حرام ہے اور اس برتن یا گلاس کو استعمال کرنا ان سب کے لئے مکروہ ہے، البتہ اگر خاص شفا کی نیت سے انہیں استعمال کریں تو حرج نہیں۔

(6)......قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو تو اسے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔

(7)......قرآنِ مجید دیکھنے میں ان سب پر کچھ حرج نہیں اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور دل میں پڑھتے جائیں۔ (1)

﴿**تَنْزِيْلٌ**: اتارا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد کیا جو قرآن پاک کو شعر، جادو یا کہانت کہتے ہیں، اور ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اس ربّ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو سب جہانوں کا مالک ہے تو پھر یہ شعر یا جادو کس طرح ہوسکتا ہے۔ (2)

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾

---

1 ...... بہارِ شریعت، حصہ دوم، غسل کا بیان، ۱/۳۲۶-۳۲۷، ملخصاً۔

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٠، ٤/٢٢٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔اور اپنا حصّہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم اس بات میں سستی کرتے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ بناتے ہو کہ تم جھٹلاتے رہو۔

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ: تو کیا تم اس بات میں سستی کرتے ہو؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کا انکار کرتے ہو اور اس انکار کو معمولی سمجھتے ہو اور تم نے اس عظیم نعمت کا شکر کرنے کی بجائے قرآن کو جھٹلانا ہی اپنا حصہ قرار دے رکھا ہے۔تفسیر خازن میں ہے، حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’وہ بندہ بڑا بدنصیب ہے جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلانا ہو۔[1]

بعض مفسرین نے اس آیت ’’وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ‘‘ کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں تم نے ان کا شکر کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانا اپنا حصہ بنا رکھا ہے۔[2] اور جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ نعمت ملنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اَسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیہ کے مقام پر بارش والی رات میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ’’کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ’’ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’میرے بندوں نے صبح کی تو کچھ مجھ پر ایمان رکھنے والے اور کچھ منکر تھے، بہرحال جس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش برسائی گئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے نے بارش برسائی ہے تو وہ میرا منکر اور ستاروں پر یقین رکھنے والا ہے۔[3]

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٢، ٤/٢٢٤.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٢، ٤/٢٢٤.

3 ......بخاری، کتاب الاذان، باب يستقبل الامام الناس اذا سلّم، ١/٢٩٥، الحديث: ٨٤٦.

فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِیْنَىٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیوں نہ ہو کہ جب جان گلے تک پہنچے۔ اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہو۔ اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں۔ کہ اُسے لوٹا لاتے اگر تم سچّے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر کیوں نہیں جب جان گلے تک پہنچے۔ حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔ تو اگر تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا تو کیوں نہیں۔ روح کو لوٹا لیتے ، اگر تم سچے ہو۔

﴿فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ: پھر کیوں نہیں جب جان گلے تک پہنچے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کفار! تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس وہ کتاب لائی جائے جس نے تمہیں اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیا تو تم کہتے ہو کہ یہ جادو ہے اور یہ خود بنائی ہوئی کتاب ہے، اگر تمہاری طرف سچا رسول بھیجا جائے تو تم اسے جادوگر اور جھوٹا کہنے لگ جاتے ہو اور اگر ہم تمہیں بارش عطا کریں تو تم کہنے لگتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے۔ اگر تم اپنی ان باتوں میں سچے ہو اور تمہارے خیال کے مطابق مرنے کے بعد اُٹھنا، اعمال کا حساب کیا جانا اور جزا دینے والا معبود وغیرہ یہ سب کچھ کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب تمہارے پیاروں میں سے کسی پر نزع کا وقت طاری ہو اور اس کی روح حلق تک پہنچ چکی ہو تو تم (اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر) اس کی روح کو لوٹا دو، حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو کہ اس پر موت کی غَشی طاری ہے اور اس کی روح بس نکلنے ہی والی ہے لیکن تم اس مرنے والے کی روح لوٹانے اور اس کی جان بچانے پر قادر نہیں البتہ ہم اس وقت اپنے علم وقدرت کے ساتھ تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں کہ ہر چیز کو جانتے بھی ہیں اور سب کچھ کر بھی سکتے ہیں لیکن تم

اس چیز کو جانتے نہیں۔ جب تمہیں معلوم ہے کہ روح کو لوٹا دینا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔ [1]

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ فوت ہونے والا اگر مقرب بندوں میں سے ہے۔ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں کی جنت ہے۔

﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ: پھر وہ فوت ہونے والا اگر مقرب بندوں میں سے ہے۔﴾ یہاں سے موت کے وقت مخلوق کے طبقات کے احوال اور ان کے درجات بیان فرمائے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا آگے بڑھ جانے والے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے لئے (موت کے وقت) راحت، خوشبودار پھول اور آخرت میں نعمتوں کی جنت ہے۔

حضرت ابو العالیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مُقَرَّبین سے جو کوئی دنیا سے جدا ہوتا ہے تو اس کے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے، وہ جب اس کی خوشبو لیتا ہے تو اس وقت اس کی روح قبض ہوتی ہے۔ [2]

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۱﴾

---

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ص ١٢٠٤-١٢٠٥، جلالين مع جمل، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ٧/٤٠٦-٤٠٧، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ٤/٢٢٤-٢٢٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٨-٨٩، ٤/٢٢٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو۔تو اے محبوب تم پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں سے ہو۔تو (اے حبیب!) تم پر دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہو۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں سے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے اَنبیاء کے سردار! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کا سلام قبول فرمائیں اور ان کے لئے غمگین نہ ہوں وہ اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامت اور محفوظ رہیں گے اور آپ ان کو اسی حال میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔ (1)

بعض مفسرین نے ان آیات کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے دائیں جانب والے! موت کے وقت اور اس کے بعد تمہارے ساتھی تم پر سلام بھیجیں گے۔ (2)

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿٩٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔تو اس کی مہمانی کھولتا پانی۔اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی۔اور بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔

﴿وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ: اور اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔﴾ اس آیت

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٠-٩١، ٤/٢٢٥.

2 ......روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٩٠-٩١، ٩/٣٤١.

اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو جو کہ بائیں جانب والے ہوں گے تو اس کے لئے (آخرت میں) کھولتا ہوا گرم پانی تیار کیا گیا ہے اور اسے جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔[1]

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۹۶﴾

ع ۳ ۲۲ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے۔ تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک یہ اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے۔ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

﴿اِنَّ هٰذَا: بیشک یہ۔﴾ یعنی مرنے والوں کے اَحوال اور جو مَضامین اس سورت میں بیان کئے گئے، اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے تیار کی گئی جن نعمتوں اور اللّٰہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے تیار کئے گئے جن عذابات کا ذکر ہوا اور اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے جو دلائل بیان ہوئے، یہ بے شک اعلیٰ درجے کی یقینی بات ہے اور اس میں تَرَدُّد کی کوئی گنجائش نہیں۔[2]

﴿فَسَبِّحْ: تو اے محبوب! تم پاکی بیان کرو۔﴾ حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب یہ آیت ’’ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ‘‘ نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اسے اپنے رکوع میں داخل کرلو اور جب یہ آیت ’’سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ‘‘ نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجدوں میں داخل کرلو۔[3]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رکوع وسجود کی تسبیحات قرآنِ کریم سے ماخوذ ہیں۔

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٢-٩٤، ٤/٢٢٥.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٥، ٤/٢٢٥.

3 ......ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب مايقول الرجل فى ركوعه وسجوده، ١/٣٣٠، الحديث: ٨٦٩.

سُوْرَةُ الْحَدِيْد

سورۂ حدید کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حدید کے مقامِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **29** آیتیں، **544** کلمے اور **2476** حروف ہیں۔[2]

’’حدید‘‘ نام رکھنے کی وجہ

عربی میں لوہے کو حدید کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر **25** میں اللہ تعالیٰ نے حدید یعنی لوہے کے فوائد بیان فرمائے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ حدید‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ حدید کی فضیلت

حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سونے سے پہلے مُسَبِّحَاتُ (سورتوں) کی تلاوت فرماتے اور ارشاد فرماتے ’’ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔[3]

یاد رہے کہ مُسَبِّحَات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی ابتداء میں تسبیح کی آیات ہیں، جیسے سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابُن۔

سورۂ حدید کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں عقیدے اور ایمان سے متعلق، جہاد اور راہِ خدا میں خرچ کرنے

---

1 ......جلالین، تفسیر سورة الحديد، ص٤٤٨.

2 ......خازن، تفسير سورة الحديد، ٤/٢٢٥.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ٢١-باب، ٤/٤٢٢، الحديث: ٢٩٣٠.

کے بارے میں اوران کے علاوہ دیگر چیزوں سے متعلق شرعی اُمور بیان کئے گئے ہیں، نیز اس میں یہ مضامین ذکر کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالٰی کی صفات، اس کے اسماءِ حسنٰی اور کائنات کی تخلیق میں اس کی عظمت وقدرت کے آثار کے ظہور کا بیان ہے۔

(2)......مسلمانوں کو دینِ اسلام کی سر بلندی اوراس کے اعزاز کی خاطر اللہ تعالٰی کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(3)......دنیا اور آخرت کی حقیقت کو واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ دنیا فنا ہونے والا گھر اور کھیل تماشے کی طرح ہے جبکہ آخرت ہمیشہ باقی رہنے والا گھر، سعادت اور بڑی راحت کی جگہ ہے اوراس کے ساتھ دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہونے سے ڈرایا گیا اور آخرت کی بہتری کے لئے عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(4)......مسلمانوں کو مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور تکبُّر وبخل کی مذمت بیان کی گئی نیز اللہ تعالٰی سے ڈرنے اور اَنبیاء ورُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے راستے کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں سابقہ امتوں کے حالات سے نصیحت حاصل کرنے کا کہا گیا اوراس سلسلے میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے گئے۔ مُتّقی لوگوں کے ثواب کو واضح کیا گیا اور اپنے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے دگنے اجر کا بیان ہوا، اوراس کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ رسالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک چناؤ اوراس کا فضل ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے یہ رتبہ عطا کردے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالٰی نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

سورۂ واقعہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ حدید کی اپنے سے ماقبل سورت ''واقعہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ واقعہ کے آخر میں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا اور سورۂ حدید کی ابتدا میں تسبیح بیان کرکے گویا ہمیں اس کا طریقہ سکھادیا گیا یا آسمان وزمین میں موجود چیزوں کی تسبیح کا ذکر کرکے ایک اور انداز میں ترغیب دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا ،حکمت والا ہے۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین وآسمانوں میں ہے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللہ ذات میں، صفات میں، اَفعال میں اور اَحکام میں ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے اور اس کی اطاعت کا یقین رکھتے ہیں اور وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ غالب اور کامل قدرت والا اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔[1]

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

---

[1] ......تفسیر کبیر ، الحدید ، تحت الآیة : ۱ ، ۴۴۱/۱۰ ، تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیة: ۱، ۶۶۹/۱۱، خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱، ۲۲۶/۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی سلطنت سب اسی کے لیے ہے، وہ زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی سلطنت سب اسی کے لیے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر تَصَرُّف ہے اور ان سب میں اس کا حکم نافذ ہے، وہ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کر کے انہیں زندگی دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ دنیا میں زندوں کو موت دیتا ہے اور وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔[1]

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ: وہی اول۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں۔

پہلی صفت: وہی اول ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے ہر چیز سے پہلے ہے کہ وہ اس وقت بھی تھا جب کسی چیز کا وجود نہ تھا، اس کے لئے کوئی ابتداء نہیں۔

دوسری صفت: وہی آخر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ہلاک اور فنا ہونے کے بعد رہنے والا ہے کہ سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا، اس کے لئے کوئی انتہا نہیں۔

تیسری صفت: وہی ظاہر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلائل و براہین سے ایسا ظاہر ہے کہ ذرے ذرے میں اس کے وجود پر دلالت کرنے والے دلائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

---

1 ......روح البیان، الحدید، تحت الآیة: ۲، ۹/۳٤٦، خازن، الحدید، تحت الآیة: ۲، ٤/۲۲٦، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ۲، ص٤٤٨، ملتقطاً.

چوتھی صفت: وہی باطن ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حواس اللّٰہ تعالیٰ کا اِدراک کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی ذات ایسی پوشیدہ ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اور یہ پوشیدگی دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔

پانچویں صفت: وہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شے کو ہر طرح سے جانتا ہے۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اول، آخر، ظاہر اور باطن ہیں

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سیرت کے موضوع پر اپنی مشہور کتاب ''مدارج النُّبوۃ'' کے خطبے میں ذکر کیا ہے کہ یہ پانچوں صفات حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بھی ہیں۔ ان کا ذکر کردہ کلام بعض مقامات پر کچھ تبدیلی کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اوّل بھی ہیں، آخر بھی ہیں، ظاہر بھی ہیں، باطن بھی ہیں اور سب کچھ جانتے بھی ہیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَوّلیّت اس بنا پر ہے کہ موجودات کی تخلیق میں سب سے اول ہیں (جیسا کہ) حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے جابر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ''**اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ**'' **اللّٰہ تعالیٰ** نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مرتبۂ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن شقیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روح اور جسم کے درمیان تھے۔''[2]

میثاق کے دن سب جہاں والوں سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا۔

قیامت کے دن جب زمین شَق ہوگی تو سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے زمین شَق ہوگی۔

---

1 ......روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ٣، ٩/٣٤٦، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ٣، ٤/٢٢٦، جلالین، الحدید، تحت الآیۃ: ٣، ص٤٤٨-٤٤٩، ملتقطاً۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، ماجاء فی مبعث النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ٨/٤٣٨، الحدیث: ١۔

شفاعت کا دروازہ سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے کھلے گا۔

جنت میں سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ داخل ہوں گے۔

اس اَوّلیّت کے باوجود بِعثت ورسالت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے آخر ہیں۔ کتابوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین سب سے آخری ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ظاہر سے مراد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کے اَنوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے، مخلوق میں سے کسی کا ظہور آپ کے ظہور کی مانند اور کسی کا نور آپ کے نور کے ہم پلہ نہیں اور باطن سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ اَسرار ہیں جن کی حقیقت کا اِدراک مخلوق کے لئے ناممکن ہے اور دور ونزدیک کے لوگ آپ کے جمال اور کمال میں کھو کر رہ گئے۔

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ " وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ " کا ارشاد بلاشبہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے (بھی) ہے کیونکہ " وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ " (یعنی اور ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں معنیٔ اوّل آخر ۔ کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

(1) ......مدارج النبوہ، حصہ اول، ص ۲، ملتقطاً۔

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللّٰہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کیلئے ہے اور اللّٰہ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کے بارے میں بیان فرمایا، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین دنیا کے اَیّام کے حساب سے چھ دن میں پیدا کئے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہتا تو پلک جھپکنے میں زمین و آسمان پیدا کر دیتا لیکن اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہوا کہ چھ دن کو اصل بنائے اور ان پر مدار رکھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے خواہ وہ دانہ ہو یا پانی کا قطرہ، خزانہ ہو یا مردہ، اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے خواہ وہ نباتات ہو یا دھات یا اور کوئی چیز اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے جیسے رحمت و عذاب، فرشتے اور بارش اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے جیسے اَعمال اور دعائیں، ان سب کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ عام طور پر اپنے علم و قدرت کے ساتھ اور خاص طور پر

اپنے فضل ورحمت کے ساتھ تمہارے ساتھ ہے چاہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ (1)

اس آیت میں غفلت کی نیند سونے والوں اور گناہوں میں مصروف لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس سے حیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں اور وہ ان کا ہر کام دیکھ رہا ہے اور یہ جہاں بھی چلے جائیں اور جو حیلہ اور تدبیر اپنا لیں، مگر کسی جگہ اور کسی صورت اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتے اور وہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے اور گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: رات کو دن کے حصّے میں لاتا ہے اور دن کو رات کے حصّے میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

﴿**يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ: رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (کسی موسم میں) رات کی مقدار کم کرکے اور دن کی مقدار بڑھا کر رات کے کچھ حصے کو دن میں داخل کرتا ہے اور (کسی موسم میں) دن کی مقدار کم کرکے اور رات کی مقدار بڑھا کر دن کے کچھ حصے کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دِل کے عقیدے اور قلبی اَسرار سب کو جانتا ہے۔ (2)

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٤، ص١٢٠٧، جلالين، الحديد، تحت الآية: ٤، ص٤٤٩، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الحديد، تحت الآية: ٦، ص٤٤٩، ملخصاً.

نوٹ: رات اور دن میں کمی زیادتی کا بیان اس سے پہلے سورۂ اٰلِ عمران، سورۂ حج، سورۂ لقمان اور سورۂ فاطر میں گزر چکا ہے، یہاں ایک بار پھر ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور وفکر کریں اور اس کی وحدانیّت پر ایمان لائیں۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اَوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا اُن کے لیے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (اس کی راہ میں) اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے تو تم میں جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر دلالت کرنے والی مختلف چیزیں بیان کرنے کے بعد اب بندوں کو ایمان قبول کرنے، محبتِ دنیا کو چھوڑ دینے اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرکے اور جن چیزوں کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اُن میں اِن کی تصدیق کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو اور جو مال اس وقت تمہارے قبضے میں ہے، تم وراثت کے طور پر اس میں دوسروں کے جانشین بنے ہو اور عنقریب یہ تمہارے بعد والوں کی طرف منتقل ہوجائے گا لہٰذا تم پہلے لوگوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل نہ کرو، اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مال اسی طرح خرچ کیا جیسے انہیں حکم دیا گیا تھا تو اس بنا پر ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جو مال تمہارے قبضے میں ہے یہ

سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس نے تمہیں نفع اُٹھانے کے لئے دے دیئے ہیں، تم حقیقی طور پر ان کے مالک نہیں بلکہ نائب اور وکیل کی طرح ہو، انہیں راہِ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح نائب اور وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تأمُّل نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تأمُّل وتَرَدُّد نہ ہو۔ اور تم میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔[1]

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور (اے لوگو!) تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک اللہ تم سے عہد لے چکا ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لا رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کر کے اس پر ایمان لاؤ اور وہ تمہارے سامنے (اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اپنی رسالت کی) دلیلیں پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سنا رہے ہیں، اب تمہیں ایمان قبول کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم سے اس وقت عہد لے چکا ہے جب اس نے تمہیں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پشت سے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر تم اس عہد پر یقین رکھتے ہو تو ایمان لے آؤ۔[2]

1 ......صاوی، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۶/۲۱۰۲-۲۱۰۳، تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۱۱/۶۷۱-۶۷۲، روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۳۵۳-۳۵۴، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۶۷۲، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۲۲۷، ملتقطاً۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اُتارتا ہے کہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تا کہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحمت والا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ: وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو حضرت جبریل کے واسطے سے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حکم اور مُمانعت، حلال اور حرام کے اَحکام پر مشتمل روشن آیتیں اتارتا ہے تا کہ اے میرے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت! یہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں کفر، شرک، شک، جہالت اور مخالفت کے اندھیروں سے ایمان، توحید، یقین، علم اور مُوافقت کے نور کی طرف لے جائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر ضرور مہربان اور رحمت والا ہے کہ اس نے تمہاری طرف اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا اور ان پر قرآنِ پاک کی آیات نازل فرمائیں۔[1]

یہی مضمون ایک دوسری آیت میں بیان ہوا ہے

الٓرٰ- كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﳔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللہ) کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔

1 ......روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۹، ۹/۳۵۵.

2 ......ابراھیم: ۱.

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ ﴿۱۰﴾

ع ١٠ / ١٧

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔﴾ یعنی تم کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کررہے حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی ہمیشہ رہنے والا ہے جبکہ تم ہلاک ہوجاؤ گے اور تمہارے مال اسی کی مِلکیّت میں رہ جائیں گے اور تمہیں خرچ نہ کرنے کی صورت میں ثواب بھی نہ ملے گا، تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو تاکہ اس کے بدلے ثواب تو پاسکو۔ (1)

(1) ......خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ١٠، ٤/٢٢٨.

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

قرآن وحدیث میں بکثرت مقامات پر راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم جو اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللّٰہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللّٰہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے ابنِ آدم! اگر تم اپنا ضرورت سے زائد مال خرچ کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اسے روکے رکھو گے تو یہ تمہارے حق میں برا ہے اور تمہیں اتنے مال پر ملامت نہ کی جائے گی جو تمہیں قناعت کی صورت میں لوگوں کی محتاجی سے

---

1 ......بقرہ: ۲۷۲.

2 ......فاطر: ۲۹، ۳۰.

محفوظ رکھے اور اپنے خرچ کی ابتدا اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (1)

اور حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''ربِ کعبہ کی قسم! وہی لوگ خسارے میں ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا لیکن ابھی ٹھیک سے بیٹھ نہ پایا تھا کہ اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی ''یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون سے لوگ خسارے میں ہیں؟ ارشاد فرمایا ''وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں البتہ ان میں سے جو اِدھر اُدھر، آگے پیچھے، دائیں بائیں (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں (وہ خسارے میں نہیں) لیکن ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ (2)

﴿ **لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ:** تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے میں سبقت کی، چنانچہ ارشاد فرمایا ''اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ! مکہ کی فتح سے پہلے جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے، اس وقت جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فضیلت میں دوسروں کے برابر نہیں اور وہ فتحِ مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں اور فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور فتح کے بعد خرچ کرنے والوں سے بھی اللّٰہ تعالیٰ نے سب سے اچھی چیز یعنی جنت کا وعدہ فرما لیا ہے البتہ جنت میں ان کے درجات میں فرق ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں سے اعلیٰ ہے اور اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا مقام دیگر صحابہ سے بلند ہے

آیت کے اس حصے ''**اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً**'' سے معلوم ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت اور ان کا مقام دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بہت بلند ہے۔ انہیں میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی شامل ہیں اور ان کی عظمت کی گواہی خود

1 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى... الخ، ص٥١٥، الحديث: ٩٧(١٠٣٦).

2 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة، ص٤٩٥، الحديث: ٣٠(٩٩٠).

اللّٰہ تعالٰی قرآنِ پاک میں دے رہا ہے۔اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ان کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتے اور انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ (ان کی شان یہ ہے کہ) تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کردے تو وہ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں سے کسی کے ایک مُد بلکہ اس کے نصف (خیرات کرنے) تک نہیں پہنچ سکتا۔''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان

یہاں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان کے بارے میں ایک انتہائی ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ہم تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حاضر تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھے اور اسے آگے سے باندھا ہوا تھا۔اس وقت حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوئے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے سلام پیش کیا اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کیا بات ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ایسی عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ہیں جسے سامنے سے کانٹوں کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، (ان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ) انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کردیا تھا۔حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: آپ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اللّٰہ تعالٰی کی طرف سلام پیش کیجئے اور ان سے فرمائیے کہ اللّٰہ تعالٰی آپ سے فرمارہا ہے کہ تم اپنے اس فقر پر مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام تمہیں اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے سلام پیش کررہے ہیں اور اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔(یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور عرض کرنے لگے: کیا میں اپنے رب تعالٰی سے ناراض ہوسکتا ہوں،

[1]......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ٢/٥٢٢، الحدیث: ٣٦٧٣.

میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ (1)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کیلئے اس کو کئی گنا بڑھادے گا اور اس کیلئے اچھا اجر ہے۔

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ لوگوں کو مسلمانوں کی حمایت میں، کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں اور فقیر ومحتاج مسلمانوں کی مدد کرنے میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو خوش دلی کے ساتھ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے خرچ کرنے کا ثواب اسے کئی گُنا تک بڑھا کر دے اور اس اضافے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اچھا اجر ہے اور اسے اس کے اعمال کا ثواب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی بارگاہ میں قبولیت کے ساتھ دیا جائے گا۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض سے اس طور پر تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی راہ میں خرچ کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (2)

راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اور اس کا ثواب بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......حلیة الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/۱۱۵، الحدیث: ۹۸۴۵.

2 ......تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ۱۰/۴۵٤، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ص۱۲۰۸، جلالین مع صاوی، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ۶/۲۱۰۵، ملتقطاً.

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةًؕ-وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ۪-وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (1)

ترجمۂکنزُالعِرفان: ہےکوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھادے اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ-وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ-وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (2)

ترجمۂکنزُالعِرفان: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے جذبے کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ''جب یہ آیت ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا'' نازل ہوئی تو حضرت ابودحداح انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم قرض دیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں اے ابودحداح! حضرت ابودحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنا دستِ اقدس مجھے دکھائیے، حضرت ابودحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے دستِ اقدس تھام کر عرض کی: میں نے اپنا باغ اپنے ربعَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بطورِ قرض پیش کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں ''ان کے باغ میں 600 کھجور کے درخت تھے اور اُمِّ دحداح اور ان کے بچے بھی اسی میں رہتے تھے، حضرت ابودحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ آئے اور انہوں نے پکارا: اے اُمِّ دحداح! انہوں نے عرض کی: لبیک میں حاضر ہوں، حضرت ابودحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے

1 ......بقرہ: ۲٤٥.

2 ......بقرہ: ۲٦١.

فرمایا: آپ اس باغ سے نکل چلیں کیونکہ میں نے اس باغ کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بطورِ قرض پیش کر دیا ہے۔[1]

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم اُن میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں خبر دی کہ قیامت کے دن تم مومن مَردوں اور ایمان والی عورتوں کو پُل صراط پر اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے ایمان اور بندگی کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے اور وہ نور جنت کی طرف اُن کی رہنمائی کر رہا ہے اور (پل صراط سے گزر جانے کے بعد) ان سے فرمایا جائے گا کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[2]

1 ......شعب الايمان، باب الثانی والعشرين من شعب الايمان ... الخ، فصل فی الاختيار فی صدقة التطوّع ... الخ، ۳/۲۴۹، الحديث: ۳۴۵۲.

2 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ۱۲، ص۱۲۰۸-۱۲۰۹، خازن، الحديد، تحت الآية: ۱۲، ۴/۲۲۸-۲۲۹، ملتقطاً.

اسی نور کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَاۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رسوانہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ“ کے بارے میں فرماتے ہیں ”ایمان والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا کیا جائے گا (جس کی روشنی میں وہ پل صراط پار کریں گے، حتّٰی کہ) ان میں سے بعض مومن ایسے ہوں گے جن کا نور پہاڑ کی مانند ہوگا اور بعض مومن ایسے ہوں گے جن کا نور کھجور کے درخت کی مثل ہوگا اور ان میں سے سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کہ کبھی روشن ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا۔ [2]

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًاؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ

---

1 ......تحریم: ۸۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزھد، کلام ابن مسعود رضی اللہ عنه، ۱٦٤/۸، الحدیث: ٤۳۔

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈ و وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر نظر کردو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ تو وہاں نور ڈھونڈو، جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

﴿ **يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے۔** ﴾ یہاں سے منافقوں کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مسلمان بڑی تیزی کے ساتھ جنت کی طرف جا رہے ہوں گے تو اس وقت منافق مرد اور منافقہ عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ’’ہم پر بھی ایک نظر کردو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں اور اس روشنی میں ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ مومنوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا کہ تم جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ جاؤ اور وہاں نور ڈھونڈو۔ اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ تم حساب کی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ جہاں ہمیں نور دیا گیا ہے اور وہاں سے نور طلب کرو۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارا نور نہیں پاسکتے لہٰذا نور کی طلب کے لئے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر وہ نور کی تلاش میں واپس ہوں گے اور کچھ نہ پائیں گے، دوبارہ مومنین کی طرف پھریں گے تو اس وقت ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی اور اس میں ایک دروازہ ہوگا جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اس دروازے کے اندر کی طرف جنت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ اس دیوار کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہی اَعراف ہے۔[1]

1 ......روح البيان، الحديد، تحت الآية: ١٣، ٩/٣٦٠-٣٦٢، مدارك، الحديد، تحت الآية: ١٣، ص١٢٠٩، ملتقطاً.

نوٹ: اس دیوار کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: منافق مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، مگر تم نے تو اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور (مسلمانوں کے نقصان کے) منتظر رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور بڑے فریبی نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا۔

﴿یُنَادُوْنَهُمْ: وہ مسلمانوں کو پکاریں گے۔﴾ اس آیت میں منافقین اور مومنین کے درمیان ہونے والے مکالمے کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ دیوار کھڑی ہو جانے اور عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد منافق مسلمانوں کو اس دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور تمہارے ساتھ روزے نہیں رکھتے تھے؟ مومنین کہیں گے: کیوں نہیں، تم ظاہری طور پر ہمارے ساتھ ہی تھے لیکن تم نے تو منافقت اور کفر اختیار کر کے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور گناہوں میں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہے اور مسلمانوں کے نقصان کے منتظر رہے اور دینِ اسلام کی حقانیت میں شک کرتے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں

ڈالے رکھا اور تم ان باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمانوں پر مَصائب آئیں گے تو وہ تباہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ موت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور بڑے فریبی شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے، تم پر عذاب نہ کرے گا اور نہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے نہ حساب ہوگا، تم اس کے اس فریب میں آ گئے۔ (1)

اس آیت میں بیان کی گئی منافقین کی صفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی صفت اس میں تو نہیں پائی جاتی، اگر پائی جاتی ہو تو فوراً اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرے تاکہ وہ اُخروی رسوائی سے بچ سکے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانہ آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی کھلے کافروں سے۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا۔﴾ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منافقوں کو مسلمانوں سے ممتاز کردے گا تو ارشاد فرمائے گا ''اے منافقو! آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا جسے دے کر تم اپنی جان کو عذاب سے بچا سکو اور نہ ہی کھلے کافروں سے فدیہ لیا جائے گا۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تم اس کے علاوہ کسی اور

(1)......روح البیان، الحدید، تحت الآیة: ۱۳، ۹/۳۶۲، خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱۳، ۴/۲۲۹، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ۱۳، ص۱۲۰۹، ملتقطاً.

ٹھکانے کی طرف کبھی نہیں لوٹو گے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور وہ آگ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فدیہ نہ لئے جانے کا معنی یہ ہے کہ آج تم سے ایمان قبول کیا جائے گا اور نہ ہی توبہ قبول کی جائے گی۔ [1]

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ اُن کے دل جھک جائیں اللّٰہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللّٰہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اپنے دولت سرائے اقدس سے) باہر آئے اور مسجد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے، وہ لوگ آپس میں ہنس رہے تھے۔ آپ ان کے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کی چادر مبارک گھسٹ رہی تھی اور چہرۂ انور سرخ تھا۔ آپ نے (ان سے) ارشاد فرمایا ''تم ہنس رہے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے

[1] ......تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۱/ ۶۸۰، روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۵، ۹/ ۳۶۲-۳۶۳، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/ ۲۲۹، ملتقطاً۔

تمہیں بخش دیا ہے اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے " اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ " صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اتنا ہی رونا۔[1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور قرآن کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے دل نرم پڑ جائیں۔

حضرت نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جب اس آیتِ مبارکہ " اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ " کی تلاوت کرتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور اتنا روتے کہ آپ بے حال ہو جاتے۔[2]

اور اسی آیتِ مبارکہ کو سن کر بہت سے لوگ اپنے گناہوں سے تائب ہوئے اور ولایت کی عظیم منازل پر فائز ہوئے، یہاں ہم اس کے دو واقعات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی توبہ

حضرت فضل بن موسیٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں " حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (توبہ سے پہلے) ڈاکو تھے اور " ابیورد " اور " سرخس " کے درمیان ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ انہیں ایک لونڈی سے عشق ہو گیا، ایک مرتبہ وہ اس کے پاس جانے کے لئے دیوار پر چڑھ رہے تھے کہ اس وقت کسی نے یہ آیت پڑھی " اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ " جونہی یہ آیت آپ نے سنی تو بے اختیار آپ کے منہ سے نکلا " کیوں نہیں میرے پروردگار! اب اس کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ دیوار سے اتر پڑے اور رات کو ایک سنسان اور بے آباد کھنڈر نما مکان میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک قافلہ موجود تھا اور شُرکائے قافلہ میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ ہم سفر جاری رکھیں گے اور بعض نے کہا کہ صبح تک یہیں رک جاؤ کیونکہ فضیل بن عیاض ڈاکو اسی اَطراف میں رہتا ہے، کہیں وہ ہم پر حملہ نہ کر دے۔ آپ نے قافلے والوں کی باتیں سنیں تو غور کرنے لگے اور کہا: (افسوس) میں رات کے

1 ......در منثور، الحديد، تحت الآية: ١٦، ٥٧/٨.

2 ......ابن عساكر، عبد الله بن عمر بن الخطاب... الخ، ١٢٧/٣١.

وقت بھی گناہ کرتا ہوں اور (میرے گناہوں کی وجہ سے) مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہاں مجھ سے خوفزدہ ہو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے پاس اس حال میں لایا ہے کہ میں اب اپنے جرم سے رجوع کر چکا ہوں، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اب میں (ساری زندگی) کعبۃُ اللہ کی مجاوری میں گزاروں گا۔[1]

[illegible]

حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (توبہ سے پہلے) نشہ کے عادی تھے، آپ کی توبہ کا سبب یہ بنا کہ آپ اپنی ایک بیٹی سے بہت محبت کیا کرتے تھے، اس کا انتقال ہوا تو آپ نے شعبان کی پندرھویں رات خواب دیکھا کہ آپ کی قبر سے ایک بہت بڑا اژدھا نکل کر آپ کے پیچھے رینگنے لگا ہے، آپ جب تیز چلنے لگتے تو وہ بھی تیز ہو جاتا، پھر آپ ایک کمزور سن رسیدہ شخص کے قریب سے گزرے تو اس سے کہا ''مجھے اس اژدھے سے بچائیں۔ انہوں نے جواب دیا'' میں کمزور ہوں، رفتار تیز کر لو شاید اس طرح اس سے نجات پا سکو۔ تو آپ مزید تیز چلنے لگے، اژدھا پیچھے ہی تھا یہاں تک کہ آپ آگ کے ابلتے ہوئے گڑھوں کے پاس سے گزرے، قریب تھا کہ آپ اس میں گر جاتے، اتنے میں ایک آواز آئی: تو میرا اہل نہیں ہے۔ آپ چلتے رہے حتّٰی کہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے، اس پر شامیانے اور سائبان لگے ہوئے تھے، اچانک ایک آواز آئی: اس نا امید کو دشمن کے نرغے میں جانے سے پہلے ہی گھیر لو۔ تو بہت سے بچوں نے انہیں گھیر لیا جن میں آپ کی وہ بیٹی بھی تھی، وہ آپ کے پاس آئی اور اپنا دایاں ہاتھ اس اژدھے کو مارا تو وہ بھاگ گیا اور پھر وہ آپ کی گود میں بیٹھ کر یہ آیت پڑھنے لگی: '' اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ '' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس بیٹی سے پوچھا'' کیا تم (فوت ہونے والے) قرآن بھی پڑھتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: '' جی ہاں! ہم آپ (یعنی زندہ لوگوں) سے زیادہ اس کی معرفت رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے اس سے اس جگہ ٹھہرنے کا مقصد پوچھا تو اس نے بتایا: '' یہ بچے قیامت تک یہاں ٹھہر کر اپنے ان والدین کا انتظار کریں گے جنہوں نے انہیں آگے بھیجا ہے۔ پھر اس اژدھے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا'' وہ آپ کا برا عمل ہے۔ پھر اس ضعیف العمر شخص کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا: '' وہ آپ کا نیک عمل ہے، آپ نے اسے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ اس میں آپ کے برے عمل کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور ہلاک ہونے سے

---

[1] ......شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فی محقرات الذنوب، ٥/٤٦٨، الحدیث: ٧٣١٦.

بچیں۔ پھر وہ بلندی پر چلی گئی جب آپ بیدار ہوئے تو اسی وقت سچی توبہ کر لی۔[1]

﴿وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ: اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جنہیں ان سے پہلے کتاب (تورات اور انجیل) دی گئی، جب ان پر (ان کے اور ان کے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کی) مدت دراز ہوگئی تو (ان کا حال یہ ہوا کہ) انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کر دی اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی اور اس کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور مختلف نظریات اور عجیب وغریب اَقوال کے درپے ہوئے اور دینِ الٰہی کے اَحکام پر لوگوں کے کہنے کے مطابق عمل کرنے لگے اور انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب مان لیا تو اس وقت ان کے دل سخت ہو گئے اور (اس سختی کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا کہ وہ) کسی نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور نہ ہی جنت کی بشارت اور جہنم کی وعید سن کر ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ ان کے دل بھی فاسد اور اعمال بھی باطل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں۔

یعنی، ان کے دلوں میں فساد آ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ سخت ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، انہوں نے وہ کام کرنے چھوڑ دیئے جن کے کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور ان کاموں کو کرنے لگ گئے جنہیں کرنے سے انہیں منع کیا گیا تھا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُمورِ اصلیہ اور فرعیہ (یعنی عقائد و اَحکام) میں سے کسی ایک چیز میں بھی ان کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اپنی صورت اور سیرت

---

1 ……روض الریاحین، الفصل الثانی فی اثبات کرامات الاولیاء، الحکایة الحادیة والخمسون بعد المئة، ص١٧٣.

2 ……مائدہ:١٣.

3 ……ابن کثیر، الحدید، تحت الآیة: ١٦، ٨/٥٣.

یہودیوں اور عیسائیوں جیسی بناتے اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی نظریات اور ان کے طور طریقے اپنانے کی کسی بھی انداز میں ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تم سمجھو۔

﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! تم جان لو کہ زمین کے خشک ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اور سبزہ اگا کر زمین کو زندہ کرتا ہے اور ایسے ہی دِلوں کو سخت ہوجانے کے بعد نرم کرتا ہے اور انہیں علم و حکمت سے زندگی عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ’’یہ ذکر کے دِلوں میں اثر کرنے کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بارش سے زمین کو زندگی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دِل زندہ ہوتے ہیں۔‘‘[1]

دل کی سختی کے اسباب اور اس کی علامات

یاد رہے کہ دل کی نرمی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور دل کی سختی بہت بڑی آفت ہے کیونکہ دل کی سختی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا، انسان کبھی اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کر کے نہیں روتا اور اللہ تعالیٰ کی

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ۴/۲۳۰، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ص ۱۲۱۰، ملتقطاً.

آیات میں غور وفکر نہیں کرتا۔دل کی سختی کے مختلف اَسباب اور علامات ہیں،ان میں سے چند یہ ہیں:

(1)......اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت برتنا۔

(2)......قرآنِ پاک کی تلاوت نہ کرنا۔

(3)......موت کو یاد نہ کرنا۔

(4)......بیکار باتیں زیادہ کرنا۔

(5)......فحش گوئی کرنا۔

اب ان سے متعلق 6اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''اس کی مثال جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور جو نہ کرے زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''[1]

(2)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''جس گھر میں اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''[2]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے،رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں (یعنی بیکار باتیں) نہ کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے اور لوگوں میں اللّٰہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہے۔''[3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے،حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔عرض کی گئی:یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،ان دلوں کی صفائی کس چیز سے ہوگی؟ارشاد فرمایا''موت کو زیادہ یاد کرنے سے اور قرآنِ

1......بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللّٰہ عزوجل ، ٤/٢٢٠، الحدیث: ٦٤٠٧ .

2......مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة... الخ، ص٣٩٣، الحدیث: ٢١١(٧٧٩).

3...... ترمذی، کتاب الزهد، ٦٢-باب منه، ٤/١٨٤، الحدیث: ٢٤١٩ .

کریم کی تلاوت کرنے سے۔[1]

(5)......حضرت ربیع بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا سے بے رغبت ہونے اور آخرت کی طرف راغب ہونے کے لئے موت کو یاد کرنا کافی ہے۔[2]

(6)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شرم وحیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے اور دل کی نرمی عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ: بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہارے لیے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تم ان سے اللّٰہ تعالٰی کی قدرت کو سمجھو اور ان نشانیوں کے تقاضوں کے مطابق عمل کرکے دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔[4]

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللّٰہ کو اچھا قرض دیا ان کے دُونے ہیں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللّٰہ کو اچھا قرض دیا ان کیلئے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوة القرآن، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴.

2 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ۷/۳۵۲، الحدیث: ۱۰۵۵۴.

3 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الحیاء، ۳/۴۰۶، الحدیث: ۲۰۱۶.

4 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ۴/۲۳۰، ابو سعود، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ۵/۶۸۶، ملتقطاً.

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے خوش دلی اور نیک نیت کے ساتھ حق داروں کو صدقہ دیا اور راہِ خدا میں خرچ کیا تو ان کیلئے صدقہ کرنے اور راہِ خدا میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنے کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے اور وہ جنت ہے۔ (1)

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖۗ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۠﴿۱۹﴾

ع ٢ ١٨

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اَوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور اُن کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدّیق اور گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کا ثواب ہے اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور منافقوں کا حال بیان فرمایا اور اس آیت میں ایمان والوں اور کافروں کا حال بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں، ان کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مقام یہ ہے کہ وہی کامل سچے اور گزری ہوئی امتوں میں سے جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کے نیک عمل کا وہ ثواب ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان کا وہ نور ہے جو حشر میں ان کے ساتھ ہوگا اور

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ١٨، ص ١٢١٠، خازن، الحديد، تحت الآية: ١٨، ٤/٢٣٠، ملتقطاً.

جنہوں نے کفر کیا اور ہماری قدرت و وحدانیّت پر دلالت کرنے والی آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔[1]

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ کی طرح جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر و غرور کرنا اور مالوں اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسے ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف۔﴾ آخرت اور اس میں مخلوق کے اَحوال ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں دنیا کی حقیقت بیان کی جارہی ہے تاکہ مسلمان اس کی طرف راغب نہ ہوں کیونکہ دنیا بہت کم نفع

[1]......تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱۰/۴۶۲، جلالین، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۹، ص ۴۵۰، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۹، ۴/۲۳۰، ملتقطاً۔

والی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے۔اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں پانچ چیزیں اور ایک مثال بیان فرمائی ہے۔وہ پانچ چیزیں یہ ہیں

(2،1)......دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے جو کہ بچوں کا کام ہے اور صرف اس کے حصول میں محنت و مشقت کرتے رہنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

(3)......دنیا کی زندگی زینت و آرائش کا نام ہے جو کہ عورتوں کا شیوہ ہے۔

(5،4)......دنیا کی زندگی آپس میں فخر و غرور کرنے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنے کا نام ہے۔اور جب دنیا کا یہ حال ہے اور اس میں ایسی قباحتیں موجود ہیں تو اس میں دل لگانے اور اس کے حصول کی کوشش کرتے رہنے کی بجائے ان کاموں میں مشغول ہونا چاہئے جن سے اُخروی زندگی سنور سکتی ہے۔اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے دُنْیَوی زندگی کی ایک مثال ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے، پھر وہ سبزہ کسی زمینی یا آسمانی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتا ہے تو تم اس کی سبزی (سبز رنگ) جاتے رہنے کے بعد اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ پامال کیا ہوا بے کار ہو جاتا ہے۔یہی حال دنیا کی اس زندگی کا ہے جس پر دنیا کا طلبگار بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بہت سی امیدیں رکھتا ہے لیکن وہ انتہائی جلد گزر جاتی ہے۔اس دنیا کے مقابلے میں آخرت ہے جس میں اللّٰہ تعالیٰ کا سخت عذاب بھی ہے جو دنیا کے طلبگاروں، لَہْو و لَعِب میں زندگی گزارنے والوں اور آخرت سے بے پرواہ لوگوں کیلئے ہے جو بطورِ خاص کفار ہیں جبکہ دوسری طرف آخرت میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور اس کی خوشنودی بھی ہے جو اس آدمی کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی۔اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔دنیا دھوکے کا سامان اس کے لئے ہے جو دنیا ہی کا ہو جائے اور اس پر بھروسہ کرلے اور آخرت کی فکر نہ کرے اور جو شخص دنیا میں رہ کر آخرت کا طلبگار رہا اور دُنْیَوی اَسباب سے بھی آخرت ہی کے لئے تعلق رکھے تو اس کے لئے دنیا آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔[1]

دنیا سے متعلق اَحادیث اور اَقوال

یہاں دنیا سے متعلق چند اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

[1]......صاوی، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۰، ۶/۹-۲۱۰۹-۲۱۱۰، تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۰، ۱۰/۴۶۳-۴۶۴، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۲۳۰-۲۳۱، مدارک، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۱۲۱۰-۱۲۱۱، ملتقطاً۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز بھی ملعون ہے البتہ دنیا میں سے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ملعون نہیں۔‘‘(1)

حضرت عبداللہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو آخرت کے گھر کی تصدیق کرتا ہے لیکن وہ دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش کرتا ہے۔‘‘(2)

حضرت ذوالنّون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اے مریدین کے گروہ! دنیا طلب نہ کرو اور اگر طلب کرو تو اس سے محبت نہ کرو، یہاں سے صرف زادِ راہ لو کیونکہ آرام گاہ تو اور ہے (یعنی آخرت ہے۔)(3)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اشعار کی صورت میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

دنیا کو تو کیا جانے یہ بِس کی گانٹھ ہے حرّافہ — صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش — اس مُردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں رہ کر اپنی آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نوٹ: دنیا کی حقیقت اور اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور تصنیف ’’احیاء العلوم‘‘ کی تیسری جلد میں موجود باب ’’دنیا کی مذمت‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

1 ...... كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف الزاى الزهد، ٢/٧٧، الجزء الثالث، الحديث: ٦٠٨٠.

2 ...... مسند شهاب، الباب الثالث، الجزء الخامس، يا عجبا كل العجب... الخ، ١/٣٤٧، الحديث: ٥٩٥.

3 ...... مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٠، ص ١٢١٠-١٢١١.

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللّٰہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی وسعت جیسی ہے۔ اللّٰہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ: اپنے رب کی بخشش کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے دنیا کے حقیر ہونے اور آخرت کے عظیم ہونے کو بیان فرمایا اور اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان اعمال میں جلدی کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی ترغیب دی ہے جن کی بنا پر بندہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی بخشش اور جنت کا حق دار قرار پاتا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! دنیا کی زندگی بہت قلیل ہے، اس لئے وہ اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جن کی وجہ سے تم اللّٰہ تعالیٰ کی بخشش اور اس جنت کے حق دار ٹھہرو جس کی چوڑائی ایسی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے ٹکڑے ایک دوسرے سے ملا دیئے جائیں تو جتنے چوڑے وہ ہوں گے اتنی جنت کی چوڑائی ہے۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیَّت کا اقرار کرتے اور اس کے سب رسولوں کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ جنت اللّٰہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا اور اللّٰہ تعالیٰ اپنا فضل اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے دے اور اللّٰہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے کہ اسی نے دنیا میں لوگوں پر رزق وسیع کیا، انہیں نعمتیں عطا فرمائیں اور انہیں شکر کے مقامات کی پہچان کرائی پھر اپنی اطاعت وفرمانبرداری کرنے پر آخرت میں انہیں وہ جزا عطا فرمائی جو اس نے اطاعت گزاروں کے لئے تیار فرمائی ہے اور اس کا (کچھ) وصف ابھی بیان ہوا۔ (1)

(1)......مدارك، الحديد، تحت الآية: ۲۱، ص ۱۲۱۱، خازن، الحديد، تحت الآية: ۲۱، ۴/۲۳۱، تفسير طبرى، الحديد، تحت الآية: ۲۱، ۱۱/۶۸۵، ملتقطاً.

دعائے مغفرت نہایت محبوب شے ہے لہٰذا مسلمان بندے کو اپنی بخشش کی دعا کرتے رہنا چاہیے اور خصوصاً اگر گناہوں سے توبہ کر کے ہو اور نورٌ علٰی نور یہ کہ بارگاہِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر اپنی بخشش کی دعا کی جائے چنانچہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ سے بخشش مانگو، بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللّٰہ سے مغفرت طلب کرے تو اللّٰہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے ’’اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے پاس لے کر آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اس کے برابر بخشش دوں گا۔ (3)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے کوئی اس طرح نہ کہے ’’یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھے بخش۔ یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ یقین کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ (4)

اور اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

1 ......مزمل: ٢٠.

2 ......نساء: ١١٠.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة، والاستغفار... الخ، ٣١٨/٥، الحدیث: ٣٥٥١.

4 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ٧٧-باب، ٢٩٩/٥، الحدیث: ٣٥٠٨.

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۪ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﳑ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پرظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔

اور اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پرظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ایمان پر قائم رہنے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚۖ (٢٢)

ترجمۂ کنزالایمان: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اُسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔

---

(1) ......ال عمران:١٣٥.
(2) ......النساء:٦٤.

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء اور تقدیر کا بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! زمین میں قحط کی، بارش رک جانے کی، پیداوار نہ ہونے کی، پھلوں کی کمی کی اور کھیتیوں کے تباہ ہونے کی، اسی طرح تمہاری جانوں میں بیماریوں کی اور اولاد کے غموں کی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے (یعنی زمین کو یا جانوں کو یا مصیبت کو) پیدا کرنے سے پہلے ہی ہماری ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور انہیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینا ہمارے لئے آسان ہے۔[1]

یاد رہے کہ بندے کو پہنچنے والی ہر مصیبت اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ[2] | **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

البتہ بعض مصیبتیں بعض وجوہات کی بنا پر بھی آتی ہیں اور یہ وجوہات بھی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، ان وجوہات میں سے ایک وجہ گناہ کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ[3] | **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بندے کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہنچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔[4]

اور بسا اوقات مومن کے گناہوں کو معاف کرنے اور اس کے درجات کی بلندی کے لئے اسے مصیبت پہنچتی

---

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٢، ص ١٢١١، خازن، الحديد، تحت الآية: ٢٢، ٢٣١/٤، ملتقطاً.
2 ......تغابن: ١١.
3 ......شورى: ٣٠.
4 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الشورى، ١٦٩/٥، الحديث: ٣٢٦٣.

ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' مومن کو کانٹا چبھنے یا اس سے بڑی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے یا اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔ [1]

لہٰذا جس شخص پر کوئی مصیبت آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اس بات پر یقین رکھے کہ یہ مصیبت اس کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی اور اس بات پر غور کرے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا گناہ صادر نہ ہوا ہو جس کے نتیجے میں اس پر یہ مصیبت آئی، نیز اللّٰہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے کہ وہ اس مصیبت کے سبب اس کے گناہ مٹا دے اور اس کے درجات بلند فرما دے۔ ایسا کرنے سے ذہن کو سکون نصیب ہوگا، دل کو تسلی حاصل ہوگی اور مصیبت پر صبر کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ (٢٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللّٰہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے اور اس پر اتراؤ نہیں جو تمہیں اللّٰہ نے دیا ہے اور اللّٰہ ہر متکبر، بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ: تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے۔﴾ یعنی تمہیں پہنچنے والی مصیبتیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کی حکمت یہ ہے کہ دنیا کا جو ساز و سامان تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے تم اس پر غم نہ کھاؤ اور دنیا کا جو مال و متاع اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر خوش نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ جو اللّٰہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے ضرور ہونا ہے، نہ غم کرنے

1 ......مسلم، كتاب البر والصلة والاداب، ص ١٣٩١، الحديث: ٤٧(٢٥٧٢).

سے کوئی ضائع شدہ چیز واپس مل سکتی ہے اور نہ فنا ہونے والی چیز اِترانے کے لائق ہے، تو ہونا یہ چاہیے کہ خوشی کی جگہ شکر اور غم کی جگہ صبر اختیار کرو۔

یہاں غم کی مذمت بیان ہوئی ہے اس غم سے مراد انسان کی وہ حالت ہے جس میں صبر نہ ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا نہ پایا جائے اور ثواب کی امید بھی آدمی نہ رکھے جبکہ خوشی سے وہ اِترانا مراد ہے جس میں مست ہو کر آدمی شکر سے غافل ہو جائے البتہ وہ رنج وغم جس میں بندہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا پر راضی ہو ایسے ہی وہ خوشی جس پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو ممنوع نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اے فرزندِ آدم! کسی چیز کے فُقدان پر کیوں غم کرتا ہے؟ یہ اس کو تیرے پاس واپس نہ لائے گا اور کسی موجود چیز پر کیوں اِتراتا ہے؟ موت اس کو تیرے ہاتھ میں نہ چھوڑے گی۔ (1)

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو آپ بخل کریں اور اَوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللّٰہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا کہیں اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللّٰہ ہی بے نیاز، حمد کے لائق ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ: وہ جو بخل کریں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے پاس مال اور دنیا کا ساز و سامان ہونے کے باوجود اس مال و دولت سے محبت اور اپنے نزدیک اس کی قدر کی وجہ سے

(1)......مدارك، الحديد، تحت الآية: ۲۳، ص ۱۲۱۱-۱۲۱۲، خازن، الحديد، تحت الآية: ۲۳، ٤/۲۳۱-۲۳۲، ملتقطاً.

اُس مال میں بخل کرتے ہیں اور اس مال کو اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتے اور وہ صرف اپنے بخل کو ہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اپنا مال روک لینے کی ترغیب دیتے ہیں، اور جو واجب صدقات سے منہ پھیرے تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ یہودی جو سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف چھپاتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے اور جو ایمان لانے اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے سے منہ پھیرے تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے تو ان سے کس طرح بے نیاز نہ ہوگا۔[1]

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف چھپانے کی مذمت

اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنے والوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللّٰہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اور سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف چھپانے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی

---

1 ……خازن، الحدید، تحت الآیة: ٢٤، ٤/٢٣٢، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ٢٤، ص١٢١٢، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ٢٤، ص٤٥١، ملتقطاً.

2 ……سوره محمد: ٣٨.

وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (1)

روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرما دیا ہے تو ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًاؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔ ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بُخل کرنا، لوگوں کو بُخل کرنے کی ترغیب دینا، یونہی حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف چھپانا اور ان اوصاف کو چھپانے کی ترغیب دینا انتہائی مذموم اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿ؑ۲۵﴾

ع ۳ ۱۹

1 ……بقرہ:۱۵۹۔
2 ……اٰل عمران:۱۸۷،۱۸۸۔

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اُتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ اس شخص کو دیکھے جو بغیر دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ان چیزوں کو نازل فرمایا۔

(1)......دین کے اَحکام اور مسائل بیان کرنے والی کتاب۔

(2)......ترازو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ترازو سے مراد عدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے عدل کا حکم دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ترازو سے وزن کرنے کا آلہ ہی مراد ہے، اور ترازو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ آپس میں تول کر چیزیں لینے دینے کے معاملے میں انصاف پر قائم ہوں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ مروی ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ترازو لائے اور فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس سے وزن کریں۔

(3)......لوہا۔ مفسرین نے فرمایا کہ یہاں آیت میں ''اتارنا'' پیدا کرنے کے معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے لوہا پیدا کیا اور لوگوں کے لئے مَعادِن سے نکالا اور انہیں اس کی صنعت کا علم دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے چار بابرکت چیزیں آسمان سے

زمین کی طرف اتاریں، (1) لوہا۔ (2) آگ۔ (3) پانی۔ (4) نمک۔ [1]

اور لوہے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سخت قوت ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے اسلحہ اور جنگی ساز و سامان بنائے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کیلئے اور بھی فائدے ہیں کہ لوہا صنعتوں اور دیگر پیشوں میں بہت کام آتا ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ لوہا نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو دیکھے جو جہاد میں لوہے کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں ہوا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا، غالب ہے، اس کو کسی کی مدد درکار نہیں اور دین کی مدد کرنے کا اس نے جو حکم دیا یہ انہیں لوگوں کے فائدے کے لئے ہے۔ [2]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے ابراہیم اور نوح کو بھیجا اور اُن کی اولاد میں نبوّت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی ہدایت یافتہ ہے اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو منصبِ رسالت سے مُشَرَّف فرمایا اور نبوت اور کتاب ان دونوں کی اولاد میں رکھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان کی اولاد

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/١٧٥، الحديث: ٦٥٦.

2 ......خازن، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ٤/٢٣٢، مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ص١٢١٢، روح البيان، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ٩/٣٧٩-٣٨٠، جلالين، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ص٤٥١، ملتقطاً.

سے ہوئے اور چاروں کتابیں یعنی توریت، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے منصبِ رسالت پر فائز ہونے والوں پر نازل ہوئیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان دونوں رسولوں کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔[1]

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اَور رسول بھیجے اور اُن کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللّٰہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اُسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت (دنیا سے قطع تعلقی) کو انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے ان پر یہ مقرر نہ کیا تھا ہاں اللّٰہ کی رضا طلب کرنے کے لیے

[1] ……خازن، الحدید، تحت الآیة: ٢٦، ٢٣٢/٤، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ٢٦، ص ٤٥١، ملتقطاً.

(انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی) پھراس کی ویسی رعایت نہ کی جیسی رعایت کرنے کا حق تھا تو ان میں ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔

﴿ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے تک یکے بعد دیگرے اپنے مزید رسول بھیجے اور ان کے بعد حضرت عیسٰی بن مریم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور دین میں ان کی پیروی کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت وشفقت رکھتے ہیں اور راہب بننا یعنی پہاڑوں، غاروں اور تنہا مکانوں میں خَلْوَت نشین ہونے، صَومَعَہ بنانے، دنیا والوں سے میل جول ترک کرنے، عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھا لینے، نکاح نہ کرنے، نہایت موٹے کپڑے پہننے اور ادنیٰ غذا انتہائی کم مقدار میں کھانے کے عمل کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا اللہ تعالٰی نے ان پر یہ چیزیں مقرر نہ کی تھیں، البتہ یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالٰی کی رضا طلب کرنے کیلئے ایجاد کی لیکن پھر ان کے بعد والے اس کی ویسی رعایت نہ کر سکے جیسی رعایت کرنے کا حق تھا بلکہ اس کو ضائع کر دیا اور تثلیث و اتحاد (یعنی تین خدا ماننے اور حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں خدائی اور انسانیّت کا اتحاد ماننے) میں مبتلا ہوئے اور حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے کفر کر کے اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین پر قائم اور ثابت بھی رہے اور جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا مبارک زمانہ پایا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر بھی ایمان لائے تو ان میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالٰی نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ جنہوں نے رہبانیّت کو ترک کیا اور حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے مُنْحَرِف ہو گئے، وہ نافرمان ہیں۔ [1]

بدعتِ حسنہ ایجاد کرنے کی اجازت ہے

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ لکھتے ہیں ”اس آیت میں اللہ تعالٰی نے رہبانیّت اختیار کرنے پر ان کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس پر جیسے عمل کرنے کا حق تھا (بعد والوں کے) ویسے عمل نہ کرنے پر ان کی مذمت فرمائی ہے اور ان کے ایجاد کئے ہوئے فعل کو بدعت کہا گیا اور ان کے برخلاف اس امت نے جس نئے کام کو نیکی کے طریقے کے طور پر

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۲۷، ۲۳۳/٤.

ایجاد کیا، ان کی عظمت وشرافت کی وجہ سے اسے سنت (یعنی طریقہ) کہا گیا جیسا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ''جس نے اسلام میں اچھی سنت (طریقہ) ایجاد کیا۔[1]

اس حدیث میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں اسلام میں نیک طریقے نکالنے کی اجازت دی ہے اور اس کا نام سنت رکھا ہے اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کو اجروثواب کی بشارت دی ہے۔[2]

ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے تو جو اچھی بدعت نکالے اسے چاہئے کہ وہ اس پر ہمیشہ قائم رہے اور اس کی ضد (یعنی مخالف چیز) کی طرف عدول نہ کرے ورنہ وہ اس آیت (میں مذکور فسق) کی وعید میں داخل ہوگا۔ (جبکہ وہ مخالفت شریعت کے برخلاف ہو۔)[3]

حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیے، ایسی بدعت کو بدعتِ حَسنہ کہتے ہیں البتہ دین میں بری بات نکالنا بدعتِ سَیِّئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سَیِّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سنت اُٹھ جائے۔ اس سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے اُمورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تَقْوِیَت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اُخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، ایسے اُمور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔[4]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ

1 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب الحثّ على الصدقة ولو بشقّ تمرة... الخ، ص٥٠٨، الحديث: ٦٩(١٠١٧).

2 ......روح البيان، الحديد، تحت الآية: ٢٧، ٩/٣٨٤.

3 ......تفسير قرطبى، الحديد، تحت الآية: ٢٧، ٩/١٩٣، الجزء السابع عشر.

4 ......خزائن العرفان، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۹۹۹۔

مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے ایک ایسا نور کر دے گا جس کے ذریعے تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والو! رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دے گا کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک پر بھی ایمان لائے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لیے پل صراط پر ایک ایسا نور کر دے گا جس (کی روشنی) کے ذریعے تم چلو گے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے پہلے کے تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (1)

اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لئے دُگنا اجر

اس آیت کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۲۳۴.

يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝۵۳ اُولٰٓىٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا [1]

پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے۔ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

اور حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین آدمیوں کے لئے دُگنا اجر ہے۔(1) اہلِ کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر (بھی) ایمان لایا۔(2) وہ غلام جو اللّٰہ تعالیٰ کا حق بجالائے اور اپنے مالکوں کے حقوق (بھی) پورے کرے۔(3) وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو تو وہ اس سے وطی کرے اور اسے تہذیب و تعلیم کے زیور سے خوب آراستہ کرے، پھر اسے آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے لئے دُگنا ثواب ہے۔ [2]

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ ع

ع۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللّٰہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللّٰہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللّٰہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ سارا فضل اللّٰہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

---

1 ......قصص: ۵۲-۵۴.

2 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/۲۳، الجزء الاول، الحدیث: ۱۱.

﴿لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ: تا کہ اہلِ کتاب جان لیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب اوپر والی آیت نازل ہوئی اوراس میں اہلِ کتاب میں سے مومنین کو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کےاوپر ایمان لانے پر دگنے اجر کا وعدہ دیا گیا تو اہلِ کتاب میں سے کفار نے کہا ''اگر ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں تو ہمیں دگنا اجر ملے گا اور اگر ایمان نہ لائیں تو ہمارے لئے ایک اجر جب بھی رہے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اُن کے اس خیال کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو آخری نبی پر ایمان لانے کا حکم اس لئے دیا ہے تا کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے بغیر وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل یعنی دُگنے اجر، نور اور مغفرت میں سے کچھ نہیں پاسکتے کیونکہ جب وہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لائے تو ان کا پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانا بھی ان کے لئے مفید نہ ہوگا، اور وہ یہ بھی جان لیں کہ سارا فضل اللّٰہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ قادر اور مختار ہے اور اللّٰہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (1)

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۲۹، ۴/۲۳۴.

مآخذ ومراجع

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

كتب التفسير وعلوم القرآن

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسيرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیر ابن ابی حاتم	حافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفٰی الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اهل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسيرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	الوسيط=تفسير واحدی	ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیسابوری، متوفی ۴۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
6	تفسيرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسيرِ كبير	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسيرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسيرِ بيضاوی	ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسيرِ مدارك	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	غرائب القرآن	نظام الدین حسن بن محمد قمی نیسابوری، متوفی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
12	تفسيرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
13	البحرُ المحيط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
14	تفسير ابن كثير	ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

15	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۳ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
16	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰٦ھ
18	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفٰی عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
19	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳٦۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
24	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور
25	تفسیر منیر	وہبہ بن مصطفٰی زحیلی	پشاور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	موطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	مسند ابو داؤد طیالسی	سلیمان بن داود بن جارود فارسی الشہیر بابی داود طیالسی، متوفی ۲۰۴ھ	دار المعرفہ، بیروت
4	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲٦۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ

8	ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
11	مسند البزار	امام ابو بکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
12	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	تهذيب الآثار	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	مطبعۃ المدنی، قاہرہ
14	معجم الكبير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	مستدرك	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
18	حلية الاولياء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
19	مسند الشهاب	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	شعب الايمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	سنن الكبرى	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	تاريخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
23	شرح السنّة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	مسند الفردوس	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
25	ابن عساكر	امام ابو القاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
26	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی معروف بابن اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
27	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	مشكاة المصابيح	28
المکتبۃ الفیصلیۃ، مکۃ المکرّمہ	عبدالرحمٰن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	جامع العلوم والحكم	29
دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	جامع صغير	30
دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	كنز العمال	31

کتب شروح الحدیث

دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	فتح البارى	1
دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	مرقاة المفاتيح	2
دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ	علامہ محمد عبد الرءُوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	فيض القدير	3
کوئٹہ	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	اشعة اللمعات	4
مکتبہ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مرآۃ المناجیح	5

کتب الفقہ

مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی، ۱۴۳۲ھ	ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ	نور الايضاح	1
دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	ردّ المحتار	2
رضا فاؤنڈیشن، لاہور	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	فتاویٰ رضویہ	3
مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	بہارِ شریعت	4
مکتبہ رضویہ، باب المدینہ کراچی ۱۴۱۹ھ	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	فتاویٰ امجدیہ	5

کتب التصوف

مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	رسائل ابن ابى الدنيا	1
دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	احياء علوم الدين	2

3	منهاج العابدين	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسة السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
4	ذم الهوی	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	پشاور
5	الروض الفائق	شعیب بن عبداللہ بن سعد حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۶ھ
6	شرح الصدور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند

كتب السيرة والطبقات

1	سیرت نبویه	ابومحمد عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	اخلاق النبی	حافظ عبداللہ بن محمد اصبہانی معروف بابی الشیخ، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۲۸ھ
3	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	شفاء السقام	تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی، متوفی ۷۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ
5	شواهد النبوة	مولانا عبدالرحمٰن جامی، متوفی ۸۹۸ھ	مکتبہ حقیقیہ استنبول، ۱۴۱۵ھ
6	سبل الهدى والرشاد	محمد بن یوسف صالحی شامی، متوفی ۹۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ
7	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
8	شانِ حبیب الرحمٰن	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	نعیمی کتب خانہ، گجرات

الكتب المتفرقة

1	روض الرياحين	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	تذکرۃ الموتی والقبور (مترجم)	قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۸۱۰ء	نوری کتب خانہ، مرکز الاولیاء لاہور
3	ملفوظات اعلیٰ حضرت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
4	جہنم کے خطرات	مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

ضمنی فہرست

عنوان	صفحہ

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن

سورتوں کا تعارف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن سے خالی دل ویران گھر کی طرح ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ١٨-باب، ٤/٤١٩، الحدیث: ٢٩٢٢)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: گھر کی آبادی انسان وسامان سے ہے (اور) دل کی آبادی قرآن سے، تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے، اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان وسامان سے خالی گھر۔

(مرآۃ المناجیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ٣/٢٥٧)

ISBN 978-969-631-768-5
0126226
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

صِراطُ الجِنان فِی تَفسِیرِ القُرآن

جلد دہم

پارہ 28 .. تا .. 30

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدّدِ دین وملّت شاہ

امام احمد رضا خان رحمۃُ الرّحمٰن علیہ

بفیضانِ نظر

سِراجُ الْاُمَّہ، کاشِفُ الْغُمَّہ، امامِ اعظم، فقیہِ افخم حضرتِ سیّدنا

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃُ اللہِ تعالٰی علیہ

المدینۃ العلمیۃ

(دعوتِ اسلامی)

یادداشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القراٰن (جلد دہم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار : شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ، مئی 2017ء

تعداد : 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شاخ		پتہ	فون
باب المدینہ (کراچی)	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
مرکزالاولیاء (لاہور)	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	:	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
زم زم نگر (حیدرآباد)	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
مدینۃ الاولیاء (ملتان)	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول

بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرانی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی "چل مدینہ" کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ **مکّۃُ المکرّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً **مکّۃُ المکرّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیثِ والتّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی **مکّۃُ المکرّمہ** زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کی پُر بہار

فضاؤں میں ہوا تھا اور ’’صِراطُ الْجنان‘‘ نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدّ ظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین** مَدَنی سلّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 28، 29 اور 30 پر مبنی دسویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدّظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و
بقیع و مغفرت و
بے حساب جنّت
الفردوس میں آقا
کا پڑوس

٩ جمادی الاخریٰ ١٤٣٤ھ
20-04-2013

فہرست

پارہ نمبر...... 28

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة

سورۂ مجادلہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 3 رکوع، 22 آیتیں ہیں۔

''مُجادلہ'' نام رکھنے کی وجہ

بحث اور تکرار کرنے والی عورت کو عربی میں ''مُجادِلَہ'' کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضرت خولہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ظِہار کے مسئلے میں ہونے والی بحث کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ مجادلہ'' رکھا گیا۔

سورۂ مجادلہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں ظِہار اور اس کے کفارے سے متعلق اور چند دیگر چیزوں کے بارے میں شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مزید اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں حضرت خولہ بنتِ ثَعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ظِہار کے مسئلے میں ہونے والی بحث اور ظِہار سے متعلق چند اَحکام بیان کئے گئے۔

(2)......مجلس کے چند آداب بیان کئے گئے اور مسلمانوں کو اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

---

1 ......خازن، سورة المجادلة، ٤/٢٣٥.

کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز علماءِ دین کی تعریف کی گئی اور ان کے مرتبہ و مقام کو واضح کیا گیا۔

(3)......ان منافقین کی سرزنش کی گئی جو یہودیوں سے محبت کرتے تھے، مسلمانوں کے راز ان تک پہنچاتے تھے، جھوٹی قسمیں کھاتے تھے، اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت رکھتے اور ان کے احکامات کی مخالفت کرتے تھے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ مسلمان کافروں سے محبت نہ رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

سورۂ حدید کے ساتھ مناسبت

سورۂ مجادلہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''حدید'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حدید میں اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم اور جلیل صفات ذکر کی گئیں کہ وہ ظاہر ہے، باطن ہے، اور اس کا علم ایسا محیط ہے کہ زمین کے اندر موجود اور اس سے نکلنے والی ہر چیز کو جانتا ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے اور اس کی مخلوق جہاں کہیں ہو وہ اس کے ساتھ ہے، اور سورۂ مجادلہ کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کے ان اوصاف پر دلالت کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں مناجات کرنے والی عورت کی بات کو سن لیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جوتم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کررہی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا: بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کررہی ہے۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت اوس بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کسی بات پر اپنی زوجہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ یہ کہنے کے بعد حضرت اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ندامت ہوئی، یہ کلمہ زمانۂ جاہلیّت میں طلاق شمار کیا جاتا تھا اس لئے حضرت اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی زوجہ سے کہا: میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات ذکر کئے اور عرض کیا: میرا مال ختم ہو چکا، ماں باپ وفات پاگئے، عمر زیادہ ہوگئی اور بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، اگر انہیں ان کے باپ کے پاس چھوڑوں تو ہلاک ہو جائیں گے اور اپنے ساتھ رکھوں تو بھوکے مرجائیں گے، اب ایسی کیا صورت ہے کہ میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تیرے بارے میں میرے پاس کوئی حکم نہیں، یعنی ابھی تک ظِہار کے متعلق کوئی جدید حکم نازل نہیں ہوا اور پرانا دستور یہی ہے کہ ظِہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت خولہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے طلاق کا لفظ نہیں کہا، وہ میرے بچوں کے باپ ہیں اور مجھے بہت ہی پیارے ہیں، اسی طرح وہ بار بار عرض کرتی رہیں اور جب اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہنے لگی: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے اپنی محتاجی، بے کسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں، اپنے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو جائے۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس سے فرمایا: خاموش ہو جا

اور دیکھ، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ مبارک پر وحی کے آثار ظاہر ہیں۔ جب وحی پوری ہوگئی تو ارشاد فرمایا: ''اپنے شوہر کو بلاؤ۔ حضرت اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک اللّٰہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کررہی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حال، فاقے اور تنہائی کے شدید ہونے کی شکایت کرتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ تم دونوں کی آپس میں ہونے والی گفتگو سن رہا ہے، بیشک جو اللّٰہ تعالیٰ سے مناجات کرے اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی مناجات کو سننے والا اور شکایت کُنندہ کو دیکھنے والا ہے۔[1]

نوٹ: خیال رہے کہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بحث و تکرار کرنا مخالفت یا مقابلہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کرم طلب کرنے کے لیے تھا اور اس سے اپنے دکھ درد کا اظہار مقصود تھا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت چونکہ آپ کی باندی غلام ہیں اس لئے کرم طلب کرنے کے لئے آپ سے عرض و معروض کرسکتے ہیں، نیز یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر شکایت کرنی بری نہیں بلکہ بے صبری والی شکایت کرنا برا ہے۔

حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا احترام

حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حاصل ہونے والی اس خصوصیت کی وجہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے دورِ خلافت میں ایک بار حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس سے گزرے، اس وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دراز گوش پر سوار تھے اور لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا۔ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عمیر کہا جاتا تھا، پھر عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں، تو اے عمر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے

[1] ......خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۲۳۵، مدارک، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۲۱۵، ملتقطاً.

اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے اور جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہو کر ان کی نصیحت کو سنتے رہے اور جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لیے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روک کر رکھے تو میں کھڑا رہوں گا اور صرف نماز کے وقت میں رخصت لوں گا، کیا تم جانتے نہیں کہ یہ بوڑھی خاتون کون ہے؟ یہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ہے جس کی فریاد کو اللّٰہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ربُّ العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہ سنے؟[1]

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ-اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ-وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بُری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللّٰہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا اور بیشک وہ ضرور ناپسندیدہ اور بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللّٰہ ضرور بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ: تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں۔﴾ اس آیت

[1] ……قرطبی، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۹/۱۹۷، الجزء السابع عشر.

میں ظِہار کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظِہار کرتے ہیں اور انہیں اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں، یہ کہنے سے وہ ان کی مائیں نہیں ہو گئیں بلکہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے اور بیشک ظِہار کرنے والے بیویوں کو ماں کہہ کر ناپسندیدہ اور بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں، بیوی کو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دینا ٹھیک نہیں اور بیشک اللّٰہ تعالیٰ انہیں ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔[1]

ظِہار کی تعریف اور اس سے متعلق 4 شرعی اَحکام

اس آیت میں ظِہار کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں ظِہار کی تعریف اور اس سے متعلق 4 شرعی اَحکام ملاحظہ ہوں، چنانچہ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ظِہار کے یہ معنے ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جُزْوِ شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یا اس کے کسی ایسے عُضْو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً (بیوی سے) کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا (یوں کہا کہ) تیرا سر، یا تیری گردن، یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔[2]

اور ظِہار سے متعلق 4 شرعی اَحکام درج ذیل ہیں،

(1)......جس عورت سے تشبیہ دی اگر اُس کی حرمت عارضی ہے ہمیشہ کے لیے نہیں تو ظِہار نہیں (ہوگا) مثلاً (جس سے تشبیہ دی وہ) زوجہ کی بہن، یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں، یا مجوسی یا بت پرست عورت (ہے) کہ یہ مسلمان یا کتابیہ ہو سکتی ہیں اور اِن کی حرمت دائمی نہ ہونا ظاہر (ہے)۔[3]

(2)......محارم سے مراد عام ہے نسبی ہوں یا رضاعی یا سسرالی رشتہ سے، لہٰذا ماں، بہن، پھوپھی، لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہما اور زوجہ کی ماں اور لڑکی جبکہ زوجہ مدخولہ (یعنی اس سے حقِ زوجیّت ادا کیا) ہو، اور مدخولہ نہ ہو تو اُس کی لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظِہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔ یوہیں جس عورت سے اُس کے باپ یا بیٹے نے مَعَاذَ اللّٰہ زنا کیا ہے اُس سے تشبیہ دی یا جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے اُس کی ماں یا لڑکی سے تشبیہ دی تو ظِہار ہے۔

---

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ٢، ٤/٢٣٦.

2 ......بہارِ شریعت، حصہ ہشتم، ظِہار کا بیان، ٢/٢٠٥-٢٠٦۔

3 ......بہارِ شریعت، حصہ ہشتم، ظِہار کا بیان، ٢/٢٠٦۔

(3)......عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ (یہ الفاظ) لَغْو ہیں۔[1]

(4)......ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا، یا اُس کو چھونا، یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں، کفارہ سے پہلے جماع کرلیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا، مگر خبردار! پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔[2]

نوٹ: ظہار سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت حصہ 8 سے ''ظہار کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔ نیز یاد رہے کہ دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے کی وجہ سے ماؤں کے حکم میں ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ حرمت اور تعظیم کے اعتبار سے مائیں بلکہ حقیقی ماؤں سے بڑھ کر ہیں، لہٰذا یہ آیت اُس آیت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد فرمایا گیا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[3] ترجمۂ کنزالعرفان: اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

کیونکہ یہاں حقیقی ماں کا ذکر ہے اور سورۂ اَحزاب میں حکمی ماں کا ذکر ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللّٰہ تمہارے

1......بہار شریعت، حصہ ہشتم، ظہار کا بیان، ۲/۲۰۷۔

2......بہار شریعت، حصہ ہشتم، ظہار کا بیان، ۲/۲۰۸۔

3......احزاب: ٦.

کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کا تدارک (تلافی) کرنا چاہیں تو (اس کا کفارہ) میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے یہ وہ ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ: اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں ظِہار کی مذمت بیان کی گئی اور اب یہاں سے ظِہار کا شرعی حکم بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظِہار کریں، پھر اس ظِہار کو توڑ دینا اور اس کی وجہ سے ہونے والی حرمت کو ختم کر دینا چاہیں تو ان پر ظِہار کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا اُن پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں، یہ وہ حکم ہے جس کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تاکہ تم دوبارہ ظِہار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شریعت کی جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرو اور کسی حد کو نہ توڑو۔ (1)

ظِہار کا کفارہ کب واجب ہے؟

صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ظِہار کرنے والا جماع کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے اور اگر یہ چاہے کہ وطی نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر ارادۂ جماع تھا مگر زوجہ مرگئی تو واجب نہ رہا۔ (2)

جب غلام پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہوگا اور اگر غلام کی اِستطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اس کے پاس دام نہیں تو کفارہ میں پے درپے (یعنی مسلسل) دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اُس کے پاس خدمت کا غلام ہے یا مدیون (یعنی مقروض) ہے اور دَین (یعنی قرض) ادا کرنے کے لیے غلام کے سوا کچھ نہیں تو ان

1 ......مدارک، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ٣، ص١٢١٦، خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ٣، ٤/٢٣٧، روح البیان، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ٣، ٩/٣٩٢، ملتقطاً.

2 ......بہارِ شریعت، حصہ ہشتم، کفارہ کا بیان، ٢/٢١٠۔

صورتوں میں بھی روزے وغیرہ سے کفارہ ادا نہیں کرسکتا بلکہ غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔[1]

نوٹ: ظِہار کے کفارے سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 8 سے ”کفارہ کا بیان“ مطالعہ فرمائیں۔

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ④

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہوسکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جو شخص (غلام) نہ پائے تو میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا (شوہر پر لازم ہے) پھر جو (روزے کی) طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (لازم ہے) یہ اس لیے کہ تم اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ **فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ: پھر جو شخص (غلام) نہ پائے۔** ﴾ اس آیت میں ظِہار کے کفارے کی مزید دو صورتیں بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر جسے غلام نہ ملے تو اس صورت میں ظِہار کا کفارہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا شوہر پر لازم ہے، پھر جو اتنے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شوہر پر لازم ہے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ تم اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول

[1] ......بہارِ شریعت، حصہ ہشتم، کفارہ کا بیان، ۲/۲۱۳۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھو، ان کی فرمانبرداری کرو اور جاہلیت کے طریقے چھوڑ دو اور یہاں جو ظہار اور اس کے کفارے کے اَحکام بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان کو توڑنا اور ان سے تجاوُز کرنا جائز نہیں اور کافروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب ہے۔[1]

روزے رکھ کر اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے متعلق 10 شرعی مسائل

یہاں آیت میں کفارے کی بیان کردہ دو صورتوں سے متعلق 10 شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)......روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اس مدت کے اندر ماہِ رمضان ہو، نہ عیدالفطر، نہ عیدِ اضحیٰ نہ اَیّامِ تشریق۔ ہاں اگر مسافر ہے تو ماہِ رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھ سکتا ہے، مگر وہ اَیّام جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، اُن میں اسے بھی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔

(2)......روزے اگر پہلی تاریخ سے رکھے تو دوسرا مہینہ ختم ہونے پر کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ دونوں مہینے 29 دن کے ہوں جبکہ اگر پہلی تاریخ سے نہ رکھے ہوں تو ساٹھ پورے رکھنے ہوں گے اور اگر پندرہ روزے رکھنے کے بعد چاند ہوا پھر اس مہینے کے روزے رکھ لیے اور یہ 29 دن کا مہینہ ہو، اس کے بعد پندرہ دن اور رکھ لیے کہ 59 دن ہوئے جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(3)......کفارہ کا روزہ توڑ دیا خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑا یا عذر کے بغیر توڑ دیا، یا ظہار کرنے والے نے جس عورت سے ظہار کیا ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں اُس سے جان بوجھ کر یا بھول کر صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھے کیونکہ شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور ان صورتوں میں یہ شرط نہ پائی گئی۔

(4)......روزے رکھنے پر بھی اگر قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور صحت یاب ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور اس میں یہ اختیار ہے کہ اکٹھے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا مُتفرِّق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس دوران روزے رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقۂ نفل ہو گا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضروری ہے کہ پہلے یا بعد والے مسکینوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔

[1] ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ٥، ٤/٢٣٧، مدارك، المجادلة، تحت الآية: ٥، ص١٢١٧، ملتقطاً.

(5)......شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو اُن میں کوئی ایسا نابالغ نہ ہو جو بالغ ہونے کے قریب ہو، ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔

(6)......یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع (تقریباً دو کلو) گندم یا ایک صاع (تقریباً چار کلو) جَو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے، مگر مباح کر دینا کافی نہیں (بلکہ مالک بنانا ضروری ہے) اور یہ اُنہی لوگوں کو دے سکتے ہیں جنہیں صدقۂ فطر دے سکتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صبح کو کھلائے اور شام کے لیے قیمت دیدے یا شام کو کھلائے اور صبح کے کھانے کی قیمت دیدے، یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلائے، یا تیس کو کھلائے اور تیس کو دیدے غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے۔

(7)......کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگرچہ تھوڑے ہی کھانے میں سیر ہو جائیں اور اگر پہلے ہی سے کوئی سیر تھا تو اُس کا کھانا کافی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ گندم کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر اور جَو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔

(8)......ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا، یا ہر روز صدقۂ فطر کی مقدار اُسے دیدیا جب بھی کفارہ ادا ہو گیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دیدیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے، یا اُس کو سب مباح کرنے کے طور پر دیا تو صرف اُس ایک دن کا ادا ہوا۔ یوہیں اگر تیس مَساکین کو ایک ایک صاع گندم دی یا دو دو صاع جَو دیئے تو صرف تیس کو دینا قرار پائے گا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا، یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیئے ہوں اور اگر دو دنوں میں دیئے ہوں تو جائز ہے۔

(9)......ایک سو بیس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضروری ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اُسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھلائے۔

(10)......ظہار میں یہ ضروری ہے کہ قربت سے پہلے ساٹھ مساکین کو کھلا دے اور اگر ابھی پورے ساٹھ مساکین کو کھلا نہیں چکا ہے اور درمیان میں وطی کر لی تو اگرچہ یہ حرام ہے مگر جتنوں کو کھلا چکا ہے وہ باطل نہ ہوا، باقیوں کو کھلا دے، نئے سرے سے پھر ساٹھ کو کھلانا ضروری نہیں۔ (1)

---

1 ......بہارِ شریعت، حصہ ہشتم، کفارہ کا بیان، ۲/ ۲۱۳-۲۱۷۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍؕ-وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌۚ(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اُتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ذلیل ورسوا کردیا جائے گا جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ورسوا کردیئے گئے اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت اور دینِ اسلام کے دیئے ہوئے احکام کی پابندی کرنے کی تاکید کی گئی اور اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید بیان کی گئی ہے جو ان کی مخالفت کرتے اور ان کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ہی ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کرنے کے سبب ذلیل و رسوا کردیئے گئے اور یہ ذلت اس لئے ہوگی کہ بیشک ہم نے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صداقت پر دلالت کرنے والی اور واضح احکام پر مشتمل روشن آیتیں اتاریں، اس کے باوجود انہوں نے مخالفت کی اور یہ تو دنیا کی سزا ہے جبکہ آخرت میں ان آیتوں کا انکار کرنے والے کافروں کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔

آیت ’’اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔

(2)......اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول بندوں کے دشمن کو جنگ کا اعلان بھی ہے اور اس کے مغلوب ہونے

ع۔١

کا اعلان بھی۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۠﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں اُن کے کوتک جتا دے گا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن اللہ ان سب کو (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے گا پھر وہ انہیں ان کے اعمال بتائے گا، اللہ نے ان اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ لوگ انہیں بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا: جس دن اللہ ان سب کو (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے گا۔﴾ یعنی کافروں کو رسوا کردینے والا عذاب اس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا یہاں تک کہ کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا، پھر انہیں رسوا اور شرمندہ کرنے کیلئے ان کے اعمال بتائے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال کو گن رکھا ہے جبکہ وہ لوگ بے فکری اور توجہ نہ ہونے کے سبب دنیا میں کئے ہوئے اپنے اعمال بھول گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے اور اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔[1]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا

1 ...... مدارك، المجادلة، تحت الآية: ٦، ص١٢١٧.

عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے بندے!) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو ان میں چوتھا اللہ ہی ہے اور پانچ کی سرگوشی ہو تو وہ اللہ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم اور اس سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر اللہ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ: (اے بندے!) کیا تو نے نہ دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیت کے آخر میں بیان ہوا کہ ’’اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے‘‘ اور اس آیت میں تاکید کے ساتھ یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کو جانتا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں حتّٰی کہ جہاں کہیں تین شخص سرگوشی سے بات کریں اور اپنے راز آپس میں ایک دوسرے کو آہستہ آواز سے بتائیں اور اپنی مشاورت پر کسی کو مطلع نہ کریں تو ان میں چوتھا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کی سرگوشی اور ان کے رازوں کو جانتا ہے اور اگر پانچ لوگ سرگوشی سے بات کریں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور (یہ چیز اسی تعداد پر موقوف نہیں بلکہ) تین سے کم اور پانچ سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت سے ان سب کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں، پھر اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔[1]

---

1 ...... تفسیر کبیر، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۱۰/۴۹۰، خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۲۳۹، مدارک، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۷، ص ۱۲۱۷، ملتقطاً.

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُۚ یَصْلَوْنَهَاۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اُنھیں نہ دیکھا جنہیں بُری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انھیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو اُن الفاظ سے تمہیں سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے تمہیں سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری باتوں کی وجہ سے اللہ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ انہیں جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا۔﴾

شانِ نزول: یہ آیت ان یہودیوں اور منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے اُن کی طرف اشارے کرتے جاتے تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ اُن کے خلاف کوئی پوشیدہ بات کی جارہی ہے اور اس سے انہیں رنج ہو۔ اُن کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے

کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کے شہید ہونے یا شکست کھانے کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہوئے ہیں اور یہ اسی کے بارے باتیں بنا رہے اور اشارے کر رہے ہیں۔ جب منافقوں کی یہ حرکات بہت زیادہ ہوگئیں اور مسلمانوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس کی شکایتیں کیں تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا، لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی منع کئے ہوئے کام کی طرف لوٹتے ہیں اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

ان کا گناہ اور حد سے بڑھنا یہ ہے کہ مکاری کے ساتھ سرگوشیاں کرکے مسلمانوں کو رنج وغم میں ڈالتے ہیں اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی یہ ہے کہ ممانعت کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے کی رائے دیتے تھے۔[1]

کسی کے سامنے سرگوشی سے بات نہ کی جائے

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے سرگوشی سے بات کرنا اسے تشویش میں ڈال دیتا اور رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے، اَحادیث میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔''[2]

اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تم تین افراد ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں جب تک کہ بہت سے آدمیوں سے نہ مل جاؤ (یعنی تمہاری تعداد کثیر ہو جائے) ورنہ یہ بات اسے رنج پہنچائے گی۔''[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَ اِذَا جَآءُوْكَ: اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں یہودیوں کی ایک اور بری

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ٨، ٤/٢٣٩.

2 ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب لا يتناجى اثنان دون الثالث، ٤/١٨٥، الحديث: ٦٢٨٨.

3 ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا كانوا اكثر من ثلاثة... الخ، ٤/١٨٥، الحديث: ٦٢٩٠.

عادت کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو کسی اچھے الفاظ سے سلام نہیں کرتے اور ان کے سلام کے الفاظ وہ نہیں ہوتے جن سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سلام فرمایا ہے۔

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں یہودیوں کی ایک ذلیل حرکت

یہودی جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو یوں کہتے تھے ''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ'' یعنی تم پر موت آئے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اس کے جواب میں '' عَلَیْکُمْ''یعنی تم پر بھی موت آئے، فرمادیتے تھے، یہاں اسی سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: یہودیوں کی ایک جماعت رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو انہوں نے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَیْکُم''یعنی تم پر موت ہو۔ میں ان کی گفتگو سمجھ گئی اور کہا: تم پر موت اور لعنت ہو۔ پھر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! جانے دو، اللّٰہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے کہہ دیا تھا'' وَعَلَیْکُمْ'' یعنی تم پر ہو۔[1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ کچھ یہودی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں آئے اور انہوں نے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ''یعنی تم پر موت ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا: تمہارے اوپر موت ہو، اللّٰہ تعالیٰ تم پر لعنت کرے اور تم پر اللّٰہ تعالیٰ غضب فرمائے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! جانے دو اور نرمی اختیار کرو، کج خُلقی اور بدگوئی سے بچو۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: جو انہوں نے کہا وہ آپ نے سنا نہیں؟ ارشاد فرمایا'' کیا تم نے وہ نہیں سنا جو میں نے کہا۔ میں نے وہی بات ان پر لوٹا دی تھی پس ان کے بارے میں میرے الفاظ شرفِ قبولیت حاصل کر گئے اور میرے بارے میں ان کے الفاظ قبول نہیں ہوئے۔[2]

---

1 ......بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلّہ، ۴/۱۰۶، الحدیث: ٦٠٢٤.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاحشاً ولا متفحّشاً، ۴/۱۰۸، الحدیث: ٦٠٣٠.

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک یہودی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی مجلس میں آیا اور اس نے کہا ''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اسے جواب دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا'' تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللّٰہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے خیال میں اس نے سلام کیا تھا۔ ارشاد فرمایا'' نہیں، بلکہ اس نے یوں کہا'' اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ'' یعنی تم پر موت ہو۔ (وہ چلا گیا ہے) تم اسے واپس لے کر آؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے واپس لے کر آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا'' تم نے ''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ'' کہا تھا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا'' جب اہلِ کتاب میں سے کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو تم کہو ''عَلَیْکَ مَا قُلْتَ'' یعنی تم پر وہی نازل ہو جو تم نے کہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان الفاظ سے تمہیں سلام کرتے ہیں جن سے اللّٰہ نے تمہیں سلام نہیں فرمایا۔[1]

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ: اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے میں یہودیوں کے بارے میں ایک اور بات بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: ہماری باتوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نبی ہوتے تو ہماری اس گستاخی پر اللّٰہ تعالیٰ ہمیں عذاب دیتا۔ اس کے جواب میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انہیں عذاب کے طور پر جہنم کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے تو یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اگر کسی جرم پر فوراً عذاب نہ آئے تو یہ معنی نہیں کہ وہ جرم جرم نہیں، بلکہ اس کا جرم ہونا اپنی جگہ برقرار ہے اور عذاب اس لئے نازل نہیں ہوا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا اور جب وقت آجائے گا تو عذاب میں تاخیر نہ کی جائے گی، لہٰذا فوری عذاب نازل نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المجادلة، ۵/۱۹۷، الحدیث: ۳۳۱۲.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کے بارے میں مشورے کرنے پر یہودیوں اور منافقوں کی مذمت بیان کی گئی اور اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو ان جیسے طریقے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو یہودیوں اور منافقوں کی طرح گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرنا بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرنا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں منافقوں سے خطاب ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اے اپنی زبان سے ایمان لانے والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تم حساب کے لئے

اٹھائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے مشوروں کی جزا دے گا۔[1]

آیت ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں

(1)......مسلمان صلاح مشورے مسلمانوں ہی سے کریں، کفار سے نہ کریں اور انہیں اپنا مشیر وغیرہ نہ بنائیں۔

(2)......آپس میں مشورے بھی اچھے ہی کریں، برے نہ کریں۔

(3)......مسلمانوں کی خَلْوَت بھی جَلْوَت کی طرح پاکیزہ ہونی چاہیے۔

(4)......تنہائی میں بھی حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب واحترام ملحوظ رکھے۔ مبارک ہے وہ عالم جو اپنی تنہائی میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل سوچے اور بدنصیب ہے وہ شخص جس کا وقت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین کے بارے سوچنے میں گزرے۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا اور مسلمانوں کو اللّٰہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ پوشیدہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے اور وہ اللّٰہ کے حکم کے بغیر ایمان والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو تو اللّٰہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ: پوشیدہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ مشورہ تو شیطان ہی

[1]......تفسیر کبیر، المجادلة، تحت الآیة: ٩، ٤٩٢/١٠، خازن، المجادلة، تحت الآیة: ٩، ٢٤٠/٤، مدارك، المجادلة، تحت الآیة: ٩، ص١٢١٨، ملتقطاً.

کی طرف سے ہے جس میں گناہ، حد سے بڑھنا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی ہو اور شیطان اپنے دوستوں کو اس پر اُبھارتا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کردے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو اللّٰہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا نقصان میں نہیں رہتا۔[1]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللّٰہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللّٰہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللّٰہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہوجاؤ تو کھڑے ہوجایا کرو، اللّٰہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ شانِ نزول: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عزت کرتے تھے، ایک روز چند بدری صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، اُنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ١٠، ٤/٢٤٠، مدارك، المجادلة، تحت الآية: ١٠، ص١٢١٨، ملتقطاً.

کیا۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا، پھر انہوں نے حاضرین کو سلام کیا تو اُنہوں نے جواب دیا، پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ اُن کیلئے مجلس شریف میں جگہ بنائی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ چیز گراں گزری تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اُٹھا کر اُن کیلئے جگہ بنادی، اُٹھنے والوں کو اُٹھنا شاق ہوا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللّٰہ تعالیٰ تمہارے لئے جنت میں جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب تمہیں اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کا کہا جائے تا کہ جگہ کشادہ ہوجائے تو کھڑے ہوجایا کرو، اللّٰہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے باعث تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔[1]

بزرگانِ دین کی تعظیم کرنا سنت ہے

اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا جائز بلکہ سنت ہے حتّٰی کہ مسجد میں بھی ان کی تعظیم کرسکتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ مسجدِ نبوی شریف میں ہی ہوا تھا۔ یاد رہے کہ حدیثِ پاک میں بزرگانِ دین اور دینی پیشواؤں کی تعظیم و توقیر کا باقاعدہ حکم بھی دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے لئے عاجزی اختیار کرو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو ان کے لئے تواضع اختیار کرو اور سرکش عالِم نہ بنو۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بزرگانِ دین کی تعظیم کرتا رہے اور ان کی بے ادبی کرنے سے بچے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ادب و تعظیم کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مسلمانوں کی تعظیم کرنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا اللّٰہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے کیونکہ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی تعظیم کیا کریں۔ حضرت

1 ......خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۲۴۰-۲۴۱.

2 ......الجامع لاخلاق الراوی، باب توقیر المحدّث طلبۃ العلم... الخ، تواضعہ لھم، ص ۲۳۰، الحدیث: ۸۰۲.

ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اور اس حاملِ قرآن کی تعظیم کرنا جو قرآن میں غُلُو نہ کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے اور عادل سلطان کی تعظیم کرنا، اللّٰہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں داخل ہے۔ (1)

فضیلت اور مرتبے والوں کو اگلی صفوں میں بٹھایا جاسکتا ہے

یاد رہے کہ مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ چکا ہو اسے اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے سوائے کسی بڑی ضرورت کے یا یوں کہ اہم حضرات کیلئے نمایاں جگہ بنادی جائے جیسے دینی و دُنْیَوی دونوں قسم کی مجلسوں میں سرکردہ حضرات کو اسٹیج پر یا سب سے آگے جگہ دی جاتی ہے اور ویسے یہ ہونا چاہیے کہ بڑے اور سمجھدار حضرات سننے کیلئے زیادہ قریب بیٹھیں۔ حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے جو لوگ بالغ اور عقل مند ہیں انہیں میرے قریب کھڑے ہونا چاہئے، پھر جوان کے قریب ہوں، پھر جوان کے قریب ہوں۔ (2)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’لوگوں سے ان کے مرتبے اور منصب کے مطابق معاملہ کرو۔ (3)

فضیلت اور مرتبے والے خود کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھیں

فضیلت اور مرتبہ رکھنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ خود کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھیں کیونکہ کثیر احادیث میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کوئی شخص مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ (4)

حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی دوسری روایت میں ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 ……ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، ٤/٣٤٤، الحدیث: ٤٨٤٣.

2 ……ابو داؤد ، کتاب الصلاة، باب من یستحبّ ان یلی الامام فی الصفّ و کراهیة التأخّر، ١/٢٦٧، الحدیث: ٦٧٤.

3 ……ابو داؤد ، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، ٤/٣٤٣، الحدیث: ٤٨٤٢.

4 ……مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه، ص١١٩٨، الحدیث: ٢٧(٢١٧٧).

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ (تمہیں چاہئے کہ) دوسروں کے لئے جگہ کشادہ اور وسیع کر دو۔[1]

علم حاصل کرنے کی ترغیب اور علم و علماء کے فضائل

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماءِ دین بڑے درجے والے ہیں اور دنیا وآخرت میں ان کی عزت ہے، جب اللّٰہ تعالٰی نے ان کے درجات کی بلندی کا وعدہ کیا ہے تو انہیں اس کے فضل وکرم سے دنیا وآخرت میں عزت ضرور ملے گی۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسی آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! اس آیت کو سمجھو اور علم حاصل کرنے کی طرف راغب ہو جاؤ کیونکہ اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مومن عالم کو اس مومن سے بلند درجات عطا فرمائے گا جو عالم نہیں ہے۔[2]

یہاں موضوع کی مناسبت سے علم اور علماء کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......ایک ساعت علم حاصل کرنا ساری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔[3]

(2)......علم عبادت سے افضل ہے۔[4]

(3)......علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے۔[5]

(4)......علماء زمین کے چراغ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔[6]

(5)......مرنے کے بعد بھی بندے کو علم سے نفع پہنچتا رہتا ہے۔[7]

(6)......ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔[8]

---

1 ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجلس... الخ، ١٧٩/٤، الحدیث: ٦٢٧٠.

2 ......خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ١٠، ٢٤١/٤.

3 ......مسند الفردوس، باب الطاء، ٤٤١/٢، الحدیث: ٣٩١٧.

4 ......کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥٨/٥، الجزء العاشر، الحدیث: ٢٨٦٥٣.

5 ......کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥٨/٥، الجزء العاشر، الحدیث: ٢٨٦٥٧.

6 ......کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥٩/٥، الجزء العاشر، الحدیث: ٢٨٦٧٣.

7 ......مسلم، ص٨٨٦، الحدیث: ١٤(١٦٣١).

8 ......ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ٣١١/٤، الحدیث: ٢٦٩٠.

(7)......علم کی مجالس جنت کے باغات ہیں۔ (1)

(8)......علم کی طلب میں کسی راستے پر چلنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (2)

(9)......قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔ (3)

(10)......عالم کے لئے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے حتّٰی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ (4)

(11)......علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔ (5)

(12)......علماء کی تعظیم کرو کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔ (6)

(13)......اہلِ جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے۔ (7)

(14)......علماء آسمان میں ستاروں کی مثل ہیں جن کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ پائی جاتی ہے۔ (8)

(15)......قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد علماء شفاعت کریں گے۔ (9)

اللہ تعالیٰ ہمیں علمِ دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: علم اور علماءِ کرام کے فضائل وغیرہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم کی کتاب ’’علم اور علماء کی فضیلت‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

---

1 ......معجم الكبير، مجاهد عن ابن عباس، ١١/٧٨، الحديث: ١١١٥٨.

2 ......ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ٤/٢٩٤، الحديث: ٢٦٥٥.

3 ......کنز العمال، حرف العين، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥/٦١، الجزء العاشر، الحديث: ٢٨٧١١.

4 ......کنز العمال، حرف العين، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥/٦٣، الجزء العاشر، الحديث: ٢٨٧٣٥.

5 ......مسند الفردوس، باب الميم، ٤/١٥٦، الحديث: ٦٤٨٦.

6 ......ابن عساكر، عبد الملك بن محمد بن يونس بن الفتح ابو قعيل السمرقندی، ٣٧/١٠٤.

7 ......ابن عساكر، محمد بن احمد بن سهل بن عقيل ابوبكر البغدادی الاصباغی، ٥١/٥٠.

8 ......کنز العمال، حرف العين، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥/٦٥، الجزء العاشر، الحديث: ٢٨٧٦٥.

9 ......کنز العمال، حرف العين، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ٥/٦٥، الجزء العاشر، الحديث: ٢٨٧٦٦.

صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر تم (اس پر قدرت) نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو کہ اس میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہونے کی تعظیم اور فقراء کا نفع ہے، یہ عرض کرنے سے پہلے صدقہ کرنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہے اور یہ تمہیں خطاؤں سے پاک کرنے والا ہے، پھر اگر تم اس پر قدرت نہ پاؤ تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

شانِ نزول: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جب مالداروں نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا۔ بعض روایتوں کے مطابق اس حکم پر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عمل کیا اور 1 دینار صدقہ کر کے 10 مسائل دریافت کئے۔۔۔۔۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے علاوہ اور کسی کو اس حکم پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔[2]

---

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ١٢، ٤/٢٤١-٢٤٢، روح البيان، المجادلة، تحت الآية: ١٢، ٩/٤٠٥، ملتقطاً.

2 ......مدارك، المجادلة، تحت الآية: ١٢، ص١٢١٩، خازن، المجادلة، تحت الآية: ١٢، ٤/٢٤٢، ملتقطاً.

اولیاءِ کرام کے مزارات پر شیرینی لے جانے کی دلیل

اس آیتِ مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مزارات پر صدقہ کرنے کے لئے شیرینی وغیرہ لے کر جانا جائز ہے، چنانچہ صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت مترجم قدس سرہ (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے فرمایا: یہ اس کی اصل ہے جو مزاراتِ اولیاء پر تصدّق کیلئے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں۔[1]

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۠﴿۱۳﴾

ع ۲/۲

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو پھر جب تم نے (یہ) نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا تو تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔

﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ: کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو۔﴾ یعنی کیا تم غریبی اور ناداری کی وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنی عرض سے

[1] ……خزائن العرفان، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۰۰۵۔

پہلے کچھ صدقہ دینے سے ڈر گئے، پھر جب تم نے صدقہ نہ دیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اور پہلے صدقہ نہ دینے کا مُواخذہ تم پر سے اُٹھالیا تو تم دوسری عبادات بجالاؤ جیسے نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمانبردار رہو اور یاد رکھو کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اور باطنی تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے سبب امت پر آسانی

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جب یہ آیتِ مبارکہ ’’ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ ‘‘ نازل ہوئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے خیال میں ایک دینار ٹھیک ہے؟ میں نے عرض کی: لوگ اتنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ ارشاد فرمایا ’’نصف دینار۔ میں نے عرض کی: یہ بھی نہیں دے سکیں گے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پھر کتنا ہونا چاہئے۔ میں نے عرض کی: جَو کے ایک دانے کے برابر۔ ارشاد فرمایا ’’تم تو بڑے تنگ دست ہو۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی ’’ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ‘‘ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: پس میرے سبب سے اللّٰہ تعالیٰ نے اس امت پر آسانی فرمادی۔ (1)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ یَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے اُنھیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللّٰہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ اُن میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنالیا جن پر اللّٰہ نے غضب فرمایا،

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المجادلۃ، ۱۹۶/۵، الحدیث: ۳۳۱۱.

وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ہی ان میں سے۔اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے یہودیوں سے دوستی کی اور ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے اور مسلمانوں کے راز ان سے کہتے۔ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے سننے والے! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہوں نے یہودیوں کو دوست بنالیا جن پر اللّٰہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ نہ مسلمان ہیں اور نہ یہودی بلکہ منافق ہیں۔ (1)

منافقوں کے تَذَبْذُب کا حال

منافقوں کے اسی تَذَبْذُب کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

اور حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" منافقوں کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان مُتَرَدِّد ہو، کبھی اس ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔ (3)

﴿وَ یَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ: اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت عبد اللّٰہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس میں حاضر رہتا اور یہاں کی بات یہودیوں کے پاس پہنچاتا، ایک روز حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دولت سرائے اقدس میں تشریف فرماتھے، آپ نے ارشاد فرمایا" اس وقت ایک آدمی آئے گا جس کا دِل انتہائی سخت ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔تھوڑی ہی دیر بعد عبد اللّٰہ بن نبتل آیا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ١٤، ٢٤٢/٤.

2 ......النساء: ١٤٣.

3 ......مسلم، كتاب صفات المنافقين واحكامهم، ص١٤٩٨، الحديث: ١٧(٢٧٨٤).

نے اس سے ارشاد فرمایا'' تو اور تیرے ساتھی ہمیں کیوں گالیاں دیتے ہیں؟ وہ قسم کھا گیا کہ ایسا نہیں کرتا اور اپنے یاروں کو بھی لے آیا، اُنہوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی اس پر یہ آیت ِکریمہ نازل ہوئی۔[1]

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انھیں کچھ کام نہ دیں گے وہ دوزخی ہیں اُنھیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تو انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں ہرگز کچھ کام نہ دیں گے، وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ لوگ بہت ہی برے کام کرتے ہیں اور ان کے برے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان ومال کی حفاظت کیلئے ڈھال بنالیا ہے، پھر اپنی حیلہ سازی سے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے

1 ......خازن، المجادلة، تحت الآية: ١٤، ٤/٢٤٢.

اور دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، تو ان کے کفر اور راہِ خدا سے روکنے کی بنا پر ان کے لیے آخرت میں رسوا کردینے والا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللّٰه تعالٰی کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور قیامت کے دن انہیں عذابِ الٰہی سے بچانہ سکیں گے، وہ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (1)

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اللّٰه ان سب کو اٹھائے گا تو اُس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے کچھ کیا سنتے ہو بے شک وہی جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جس دن اللّٰه ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر ہیں۔ خبردار! بیشک وہی جھوٹے ہیں۔

﴿**يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا: جس دن اللّٰه ان سب کو اٹھائے گا۔**﴾ یعنی وہ دن یاد کریں جس دن اللّٰه تعالٰی ان سب منافقوں کو اٹھائے گا تو اس کی بارگاہ میں بھی قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں ہم مخلص مومن تھے منافق نہ تھے جیسے آج تمہارے سامنے دنیا میں کھا رہے ہیں اور وہ اپنی جھوٹی قسموں کو کارآمد سمجھتے ہیں کہ ان کی بدولت بچ جائیں گے (حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہوگا) خبردار! بیشک وہی اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں اور ایسے جھوٹے کہ دنیا میں بھی جھوٹ بولتے رہے اور آخرت میں بھی بولیں گے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے سامنے بھی جھوٹ بولا اور قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولیں گے۔ (2)

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ

---

1 ......روح البیان، المجادلة، تحت الآیة: ۱۵-۱۷، ۹/۴۰۸، خازن، المجادلة، تحت الآیة: ۱۵-۱۷، ۴/۲۴۲-۲۴۳، ملتقطاً.

2 ......مدارك، المجادلة، تحت الآیة: ۱۸، ص ۱۲۲۰، روح البیان، المجادلة، تحت الآیة: ۱۸، ۹/۴۰۹، ملتقطاً.

الشَّيْطٰنِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر شیطان غالب آ گیا تو اُنھیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سُنتا ہے بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی، وہ شیطان کا گروہ ہیں، سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے۔

﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ: ان پر شیطان غالب آگیا۔﴾ یعنی منافقوں کا یہ حال اس لئے ہوا کہ ان پر شیطان غالب آ گیا ہے جس کی وجہ سے ان کی اپنی سوچ سمجھ ختم ہو چکی ہے، شیطان انہیں جن کاموں میں چاہتا ہے لگا دیتا ہے اور جب ان کی یہ حالت ہوگی تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کب پرواہ ہوگی اور یہ کب اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو یاد کریں گے۔ وہ منافق شیطان کے گروہ ہیں اور سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے کہ جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم اور جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

شیطان کے غلبہ کی ایک علامت

تفسیر مدارک میں ہے، شاہ کرمانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بندے پر شیطان کے غالب آنے کی علامت یہ ہے کہ شیطان اسے کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دیتا ہے، بندے کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعامات میں غور و فکر کرنے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے غافل کر دیتا ہے، بندے کو اس کے رب تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غافل کر کے جھوٹ، غیبت اور بہتان تراشی میں مصروف کر دیتا ہے اور بندے کے دل میں دنیا (کا مال) جمع کرنے اور دنیا سنوارنے کی لگن ڈال کر اسے غور و فکر کرنے اور اپنے انجام کے بارے میں سوچنے سے غافل کر دیتا ہے۔[1]

ان علامات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے حال اور اپنے اعمال پر غور کرے، اگر اس میں مذکورہ بالا علامات نہیں پائی جاتیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس سے مزید توفیق اور استقامت حاصل ہونے کی دعا

1 ......مدارک، المجادلة، تحت الآية: ١٩، ص ١٢٢١، ملخصاً.

کرتا رہے اور اگر اس میں یہ علامات پائی جاتی ہیں تو اسے چاہئے کہ فوراً ہوشیار ہوجائے اور اپنے اوپر سے شیطان کا غلبہ دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوجائے تاکہ قیامت کے دن شیطان کے گروہ میں شامل ہونے اور ان جیسے برے انجام سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں شیطان پر غلبہ نصیب فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔﴾ یعنی بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت رکھتے اور ان کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں شامل ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ زمانۂ رسالت کے کفار و منافقین اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ کافر تو کفر بھی یہ سمجھ کر کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، البتہ وہ حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت فرمایا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بیشک اللہ قوت والا، سب پر غالب ہے۔

﴿ كَتَبَ اللّٰهُ : اللہ لکھ چکا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ میں لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا ہے، اسے کوئی اس کے ارادے سے منع نہیں کرسکتا، عزت والا اور غلبے والا ہے، کوئی اسے مغلوب نہیں کرسکتا۔ یاد رہے کہ یہاں آیت میں رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غالب آنے سے مراد دلیل اور حجت کے ساتھ، یا تلوار کے ساتھ غالب آنا مراد ہے۔[1] دلیل و حجت کے ساتھ تو سبھی غالب تھے البتہ بہت ساروں کو تلوار کے ساتھ بھی غلبہ عطا کیا گیا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں اُن میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی

[1] ......مدارك، المجادلة، تحت الآية: ٢١، ص ١٢٢١.

جماعت کامیاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ایسے لوگوں کونہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ: تم ایسے لوگوں کونہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں۔ ﴾ کافروں سے دوستی کرنے کے بارے میں منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں سے مخلص ایمان والوں کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر سچا ایمان رکھتے ہیں آپ انہیں ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے مخالفت کی، یعنی ان سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ان کا ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان، اخلاص اور طاعت کے سبب ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم سے راضی ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہے کہ یہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور جنت کی عظیم الشان دائمی نعمتیں ہمیشہ کے لئے پائیں گے۔

مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے گستاخوں سے دوستی نہیں کرسکتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں، بدمذہبوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے قلبی محبت، دوستی اور میل جول جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں سے دوستی کرنا مسلمان کی شان

اور اس کے ایمان کے تقاضوں کے برخلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیتِ کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بالتَّصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا، یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں مُعَظَّم یا کیسا ہی تمہیں بالطَّبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہوگے۔ مَولیٰ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(1)......اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کردے گا جس میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(2)......اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(3)......تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(4)......تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(5)......منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(6)......سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(7)......یہ کہ فرماتا ہے "میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی، بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کردے تو وَاللہ کہ مفت پائیں، پھر زید و عمرو سے علاقۂ تعظیم و محبت، یک لخت قطع کردینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرمارہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔[1]

---

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: تمہید ایمان بآیات قرآن، ۳۰/۳۱۲۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا کردار

اس آیت میں مخلص ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی نہیں کرتے اگرچہ وہ ان کے کیسے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں، چنانچہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر کے دکھایا کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقابلے میں رشتے داری کا کوئی لحاظ نہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنگِ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنگِ بدر کے دن اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو لڑائی کیلئے طلب کیا لیکن رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی۔ حضرت معصب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو جنگِ بدر کے دن قتل کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، حضرت حمزہ اور حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے۔[1]

اس آیت سے ان لوگوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے جو اپنے دُنْیَوی مفادات کی خاطر صلحِ کُلّیت کے قائل ہوتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں نبھاتے ہیں۔

1 ……بغوی، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۲۲، ۲۸۵/۴.

سُوْرَةُ الْحَشْر

سورۂ حشر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ حشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **24** آیتیں ہیں۔

''حشر'' نام رکھنے کی وجہ

حشر کا معنی ہے لوگوں کو اکٹھا کرنا اور اس سورت کی دوسری آیت میں بنو نَضیر کے یہودیوں کے پہلے حشر یعنی انہیں اکٹھا کر کے مدینے سے نکال دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ حشر'' کہتے ہیں۔

سورۂ حشر کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' کہا اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللّٰہ تعالیٰ 70,000 فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر اسی دن انتقال کر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور جو شخص شام کے وقت اُسے پڑھے تو اس کا بھی یہی مرتبہ ہے۔[2]

سورۂ حشر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں بنو نَضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کرنے کے بارے

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الحشر، ٢٤٤/٤.

2 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ٢٢-باب، ٤٢٣/٤، الحدیث: ٢٩٣١.

میں بیان کیا گیا اور مسلمانوں کو چند شرعی احکام بتائے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات الغرض کائنات کی ہر چیز ہر نقص وعیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے، اس کی قدرت و وحدانیّت کی گواہی دیتی ہے اور اس کی عظمت کا اقرار کرتی ہے۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ بنو نَضیر کے یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کئے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کی سازش کی تو اس کے نتیجے میں انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

(3)......فَئے کے مال کے اَحکام بیان کئے گئے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو کچھ انہیں عطا فرمائیں وہ لے لیں اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی عظمت وشان بیان فرمائی اور یہ بتایا کہ جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

(5)......منافقوں کی باطنی خباثت ذکر کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کس طرح انہوں نے یہودیوں سے ان کی مدد کرنے کے خفیہ وعدے کئے اور کس طرح یہ اپنے وعدوں سے منہ پھیر گئے، نیز ان منافقوں کو شیطان سے تشبیہ دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جس نے شیطان کی باتوں میں آکر کفر کیا تو وہ اور شیطان دونوں جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(6)......مسلمانوں کو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے، آخرت کی تیاری کرنے اور سابقہ امتوں کے اَحوال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں اور جنت والے ہی کامیاب ہیں۔

(7)......اس سورت کے آخر میں قرآنِ مجید کی عظمت بیان کی گئی اور اسے نازل کرنے والے رب تعالیٰ کے عظیم اور جلیل اوصاف اور اس کے اسماءِ حُسنیٰ بیان کئے گئے۔

سورۂ مجادلہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ حشر کی اپنے سے ماقبل سورت ''مجادلہ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مجادلہ کے آخر میں ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا ذکر کیا گیا جنہوں نے غزوۂ بدر میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا اور سورۂ حشر

میں غزوۂ بدر کے بعد ہونے والے غزوہ بنونضیر اور یہودیوں کی جلاوطنی کا ذکر کیا گیا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مجادلہ میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کی جانے کی خبر دی گئی اور سورۂ حشر کی ابتداء میں ذکر کیا گیا کہ یہودیوں کے مقابلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾

وقف النبی علیہ السلام

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو اُن کے گھروں سے نکالا اُن کے پہلے حشر کے لیے تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے

اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے اُنھیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر چیز زبانِ قال یا حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جسے ہم نہیں سمجھتے، مگر ان کی تسبیح کی تاثیر جداگانہ ہے جیسے سبزے کی تسبیح سے عذابِ قبر دور ہوتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو نکالا۔﴾ شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورت بنونَضِیر کے بارے میں نازل ہوئی، یہ لوگ یہودی تھے، جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اُنہوں نے حضور سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہو کر کسی سے لڑیں گے اور نہ آپ سے جنگ کریں گے۔ جب جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنونضیر نے کہا: یہ وہی نبی ہیں جن کی صفت توَرات میں ہے، پھر جب اُحد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے اور انہوں نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے نیازمندوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا اور جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور کعبہ معظّمہ کے پردے تھام کر قریش کے سرداروں سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس حال پر مُطّلع تھے اور بنونضیر سے ایک خیانت اور بھی واقع ہو چکی تھی کہ انہوں

نے قلعہ کے اوپر سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فاسد ارادے سے ایک پتھر گرانے کا قصد کیا، اللّٰہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبردار کر دیا اور اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے آپ محفوظ رہے۔ غرض جب بنونَضِیر کے یہودیوں نے خیانت کی اور عہد شکنی کی اور کفارِ قریش سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف عہد کیا تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا اور اُنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا، پھر حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لشکر کے ساتھ بنونَضِیر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کرلیا، یہ محاصرہ اکیس روز رہا، اس درمیان میں منافقین نے یہودیوں سے ہمدردی اور موافقت کے بہت معاہدے کئے لیکن اللّٰہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا، یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈالا اور آخر کار انہیں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے جلاوطن ہونا پڑا اور وہ شام، اریحا اور خیبر کی طرف چلے گئے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنونضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ میں موجود ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور ان کا دوسرا حشر یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا، یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ (یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور) آخری حشر روزِ قیامت کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو سرزمینِ شام کی طرف لے جائے گی اور وہیں اُن پر قیامت قائم ہوگی۔ اس کے بعد اہلِ اسلام سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکلیں گے کیونکہ وہ قوت اور لشکر والے تھے، مضبوط قلعے رکھتے تھے، اُن کی تعداد کثیر تھی، جاگیردار اور صاحبِ مال تھے اور وہ یہودی سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللّٰہ تعالیٰ سے بچالیں گے تو اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا اور انہیں اس بات کا خطرہ بھی نہ تھا کہ مسلمان اُن پر حملہ آور ہو سکتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل سے ان کے دلوں میں رعب ڈالا جس کے بعد وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ویران کرتے اور اُنہیں ڈھاتے ہیں تاکہ جو لکڑی وغیرہ انہیں اچھی معلوم ہو وہ جلاوطن ہوتے وقت اپنے ساتھ لے جائیں جبکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفار کے گھر اس طور پر ویران ہوتے ہیں کہ اُن کے مکانوں کے جو حصے باقی رہ جاتے تھے، انہیں مسلمان گرا دیتے تھے تاکہ جنگ کیلئے میدان صاف ہو جائے۔ تو اے آنکھیں رکھنے والو!

ان یہودیوں کے طرزِ عمل اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور ان جیسے افعال کرنے سے بچو۔ [1]

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَاؕ-وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ(۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۚ-وَ مَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر نہ ہوتا کہ اللّٰہ نے اُن پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللّٰہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بے شک اللّٰہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللّٰہ نے ان پر گھروں سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو ضرور وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ (سزا) اس لیے ہے کہ انہوں نے اللّٰہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللّٰہ کی مخالفت کرے تو بیشک اللّٰہ سخت سزا دینے والا ہے۔

﴿وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللّٰہ نے ان پر گھروں سے اجڑنا لکھ دیا تھا۔**﴾** اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا مال اور اولاد کے ساتھ گھروں سے جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرح انہیں بھی قتل اور قید میں مبتلا کرتا اور یہ لوگ خواہ جلاوطن کئے جائیں یا قتل کئے جائیں بہر حال ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے جس سے سخت کوئی عذاب نہیں، انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ یہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرتے رہے اور (قانون یہ ہے کہ) جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے

1 ......خازن، الحشر، تحت الآیة: ۲، ۴/۲۴۴-۲۴۵، جلالین، الحشر، تحت الآیة: ۲، ص۴۵۴، مدارك، الحشر، تحت الآیة: ۱-۲، ص۱۲۲۲-۱۲۲۳، ملتقطاً.

تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ اسے سخت سزا دینے والا ہے۔ (1)

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىٕمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللّٰہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تم نے جو درخت کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے تو یہ سب اللّٰہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے تاکہ اللّٰہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىٕمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا: تم نے جو درخت کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے۔﴾ **شانِ نزول:** جب بنو نضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے درخت کاٹ ڈالنے اور اُنہیں جلا دینے کا حکم دیا، اس پر وہ دشمنانِ خدا بہت گھبرائے اور رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے؟ (یہ سن کر) مسلمان اس بارے میں مختلف ہو گئے اور بعض نے کہا: درخت نہ کاٹو یہ غنیمت ہے جو اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی۔ بعض نے کہا: اس سے کفار کو رسوا کرنا اور انہیں غیظ میں ڈالنا منظور ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ مسلمانوں میں جو درخت کاٹنے والے ہیں ان کا عمل بھی درست ہے اور جو کاٹنا نہیں چاہتے وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ درختوں کو کاٹنا اور باقی چھوڑ دینا یہ دونوں اللّٰہ تعالیٰ کی اجازت سے تھے اور اجازت دینا اس لئے تھا کہ اس کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ یہودیوں کو ذلیل کرے۔ (2)

آیت "مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 2 مسئلے معلوم ہوئے:

1 ......مدارك، الحشر، تحت الآية: ٣، ص١٢٢٣.

2 ......خازن، الحشر، تحت الآية: ٥، ٢٤٦/٤، ملخصاً.

(1)......قرآن کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی بھیجی جاتی تھی کیونکہ آیت میں بیان کردہ درختوں کو کاٹنے کا اذنِ الٰہی قرآن میں کہیں مذکور نہیں تو یہ اجازت قرآن کے علاوہ وحی میں ہی دی گئی تھی۔

(2)...... جہاد میں کفار کو مغموم کرنے کے لئے ان کا مال برباد کرنا جائز ہے۔

وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے اپنے رسول کو ان سے جو غنیمت دلائی تو تم نے اس پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ دیدیتا ہے اور اللہ ہر شے پر خوب قادر ہے۔

﴿ وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ: اور اللہ نے اپنے رسول کو ان سے جو غنیمت دلائی۔﴾ بنونضیر کے یہودیوں کو دی جانے والی سزا بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اُن اَموال کا حکم بیان کیا جارہا ہے جو اِن سے حاصل ہوئے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بنونضیر کے یہودیوں سے جو غنیمت دلائی تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، یعنی اس کیلئے تمہیں کوئی مشقت اور کوفت نہیں اٹھانا پڑی، صرف دو میل کا فاصلہ تھا، سب لوگ پیدل چلے گئے اور صرف رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سوار ہوئے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جس دشمن پر چاہتا ہے غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

مراد یہ ہے کہ بنو نضیر سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوئے اُن کیلئے مسلمانوں کو جنگ نہیں کرنا پڑی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن پر مُسلّط کر دیا تو یہ مال حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ جہاں چاہیں خرچ کریں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ مال مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور انصار میں سے صرف تین صاحبِ حاجت لوگوں کو دیا اور وہ تین حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت حارث بن صمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں۔[1]

مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِۘ(۷)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیا کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

[1] ......مدارك، الحشر، تحت الآية: ٦، ص ١٢٢٤، خازن، الحشر، تحت الآية: ٦، ٤/٢٤٦، ملتقطاً.

﴿ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى : اللّٰہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک پہلی آیت میں غنیمت کا جو حکم مذکور ہوا اس آیت میں اسی کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور بعض مفسرین نے اس قول کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی آیت بنو نضیر کے اَموال سے متعلق نازل ہوئی، ان کو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے رسول کیلئے خاص کیا اور یہ آیت ہر اس شہر کے اَموالِ غنیمت کے بارے میں ہے جس کو مسلمان اپنی قوت سے حاصل کریں اور یہاں ان اَموال کے پانچویں حصے کا مَصرَف بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی وہ اللّٰہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے ہے اور ان کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رشتہ داروں (یعنی بنی ہاشم اور بنی مُطّلِب) کیلئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان گھومنے والی چیز نہ ہو جائے اور غریب، فقیر لوگ نقصان میں رہیں۔ زمانۂ جاہلیّت میں دستور تھا کہ غنیمت میں سے ایک چوتھائی تو سردار لے لیتا اور باقی قوم کیلئے چھوڑ دیتا تھا، اس میں سے مال دار لوگ بہت زیادہ لے لیتے اور غریبوں کیلئے بہت ہی تھوڑا بچتا تھا، اسی معمول کے مطابق لوگوں نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ حضور غنیمت میں سے چوتھائی لیں، باقی ہم باہم تقسیم کر لیں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اس کا رد فرما دیا اور تقسیم کا اختیار نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیا اور اس کا طریقہ ارشاد فرمایا۔[1]

﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا : اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غنیمت میں سے جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اور جو چیز لینے سے منع کریں اس سے باز رہو اور اس کا مطالبہ نہ کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں جو حکم دیں اس کی اِتّباع کرو کیونکہ ہر حکم میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت واجب ہے اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ مزید فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت نہ کرو اور ان کے حکم کی تعمیل میں سستی نہ کرو، بیشک اللّٰہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والا ہے جو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرے۔[2]

---

1 ......خازن، الحشر، تحت الآية: ٧، ٤/٢٤٧، مدارك، الحشر، تحت الآية: ٧، ص ١٢٢٤، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الحشر، تحت الآية: ٧، ٩/٤٢٩، مدارك، الحشر، تحت الآية: ٧، ص ١٢٢٤، ملتقطاً.

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان فقیر مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔

﴾ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ: ان فقیر مہاجروں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے۔﴿ یعنی مالِ غنیمت میں جیسا کہ اُوپر ذکر کئے ہوئے لوگوں کا حق ہے ایسا ہی یہ مال ان فقیر مہاجروں کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور ان کے گھروں اور مالوں پر کفارِ مکہ نے قبضہ کر لیا اور اُن کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی آخرت کا ثواب اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے جان و مال سے دین کی حمایت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی ایمان اور اخلاص میں سچے ہیں۔ (1)

فقیر مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کا حال اور ان کی فضیلت

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ان مہاجرین نے گھر، مال اور کنبے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں چھوڑے اور اسلام کو قبول کیا اور ان تمام شدتوں اور سختیوں کو گوارا کیا جو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انہیں پیش آئیں، ان کی حالتیں یہاں تک پہنچیں کہ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے

(1)......خازن، الحشر، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۲۴۸، مدارک، الحشر، تحت الآیۃ: ۸، ص۱۲۲۵، ملتقطاً.

اور سردیوں میں کپڑا نہ ہونے کے باعث گڑھوں اور غاروں میں گزارا کرتے تھے۔[1]

ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’فقراء مہاجرین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔[2]

دوسری حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے تنگدست مہاجرین کے گروہ! تمہیں بشارت ہو، قیامت کے دن تم مکمل نور کے ساتھ امیر لوگوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ نصف دن پانچ سو برس کے برابر ہے۔[3]

نوٹ: یاد رہے کہ فقراء مہاجرین بعض مالداروں سے 40 برس پہلے جنت میں جائیں گے اور بعض سے 500 برس پہلے جنت میں جائیں گے، لہٰذا پہلے والی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جیسا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پہلی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ فقراء بعض امیروں سے چالیس سال پہلے اور بعض امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے لہٰذا یہ حدیث پانچ سو برس والی حدیث کے خلاف نہیں۔[4]

آیت ’’لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چار مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان مہاجر مسلمانوں کو فقراء فرمایا جو اپنے اَموال وغیرہ مکہ معظّمہ میں چھوڑ کر آئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

(2)......مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کے لئے آئے تھے اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مدد کے لئے آئے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی مدد کرنا ہے یعنی حقیقت میں اللّٰہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے۔

---

1 ......خازن، الحشر، تحت الآية: ٨، ٢٤٨/٤.

2 ......مسلم، كتاب الزهد والرقائق، ص ١٥٩١، الحديث: ٣٧(٢٩٧٩).

3 ......ابو داؤد، كتاب العلم، باب فى القصص، ٤٥٢/٣، الحديث: ٣٦٦٦.

4 ......مراٰۃ المناجیح، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله عليه وسلم، الفصل الاول، ٦٦/٧، تحت الحدیث: ٥٠٠٢۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں۔

(4)......خلفاءِ راشدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی خلافت برحق ہے، کیونکہ ان خلافتوں کو سارے مہاجرین وانصار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے حق کہا اور وہ سب سچے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﻗﻒ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنھوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا۔﴾ اس آیت میں انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی انتہائی مدح وثنا کی گئی ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے یا ان کی ہجرت سے پہلے بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے اس شہر مدینہ کو اپنا وطن اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنالیا، اسلام لائے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری

سے دوسال پہلے مسجدیں بنائیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں (اور اس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے) اپنے گھروں میں اُنہیں ٹھہراتے اور اپنے مالوں میں نصف کا انہیں شریک کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اُس مال کے بارے میں کوئی خواہش اور طلب نہیں پاتے جو ان مہاجرین کو دیا گیا اور وہ اپنے اَموال اور گھر ایثار کر کے مہاجرین کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود مال کی حاجت ہو اور جس کے نفس کو لالچ سے پاک کیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

نوٹ: بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا تعلق پچھلی آیات کے ساتھ ہے اور اس میں انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے لئے بھی اس مال کا حصہ بیان کیا گیا ہے جو بنو نضیر کے یہودیوں سے حاصل ہوا۔ [1]

انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کا بے مثل ایثار

انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ نے مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے ساتھ جس اُخُوَّت، محبت اور ایثار کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال ملنا انتہائی مشکل ہے، یہاں ان کے ایثار کے تین واقعات ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں انصار نے عرض کی: ہمارے اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں کے درمیان کھجور کے درخت تقسیم فرما دیجئے۔ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے انکار فرما دیا، انصار نے مہاجرین سے کہا: آپ محنت کی ذمہ داری لے لیں اور ہم آپ کو پھلوں میں شریک کر لیتے ہیں، مہاجرین نے کہا: ہمیں آپ کی بات منظور ہے۔ [2]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: حضورِ انور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بحرین میں جاگیریں بخشنے کے لئے انصار کو بلایا تو انہوں نے عرض کی: اگر آپ نے یہی کرنا ہے تو ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے لکھ دیجئے حالانکہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس نہ تھے۔ [3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک

---

1 ......روح البیان، الحشر، تحت الآیة: ٩، ٩/٤٣٢، خازن، الحشر، تحت الآیة: ٩، ٤/٢٤٨، مدارك، الحشر، تحت الآیة: ٩، ص١٢٢٥، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی المعاملة، ٢/٢٢٠، الحدیث: ٢٧١٩.

3 ......بخاری، کتاب المساقاة، باب کتابة القطائع، ٢/١٠٢، الحدیث: ٢٣٧٧.

شخص حاضر ہوا اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ آپ نے ازواجِ مُطَہّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے پاس کسی کو بھیج کر معلوم کیا لیکن کھانے کی کوئی چیز نہ ملی، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جو شخص آج رات اسے مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی زوجہ سے کہا: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہمان آیا ہے، لہٰذا تم نے اس سے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھنی۔ انہوں نے عرض کی: ہمارے پاس تو بچوں کی خوراک کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا: جب عشاء کا وقت ہو جائے تو تم بچوں کو بہلا پھسلا کر سُلا دینا، پھر جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو تم چراغ درست کرنے کے بہانے آکر اسے بجھا دینا، اگر آج رات ہم بھوکے رہیں تو کیا ہوگا۔ چنانچہ یہی کچھ کیا گیا اور جب صبح کے وقت وہ شخص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے تمہاری کارگزاری کو بہت پسند فرمایا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔[1]

نفس کے لالچ سے پاک کئے جانے والے کامیاب ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن حضرات کے نفس کو لالچ سے پاک کر دیا گیا وہ حقیقی طور پر کامیاب ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس کے لالچ جیسی بری عادت سے بچنا بہت مشکل ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہو تو وہی اس عادت سے بچ سکتا ہے۔ یہ عادت کس قدر نقصان دِہ ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیثِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' ظلم کرنے سے ڈرو کیونکہ ظلم قیامت کا اندھیرا ہے اور شُح (یعنی نفس کے لالچ) سے بچو کیونکہ شُح نے تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا کہ اسی نے ان کو ناحق قتل کرنے اور حرام کام کرنے پر ابھارا۔[2]

اور اس سے بچنا کس قدر فائدہ مند ہے اس کا اندازہ درج ذیل روایت سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب ویؤثرون علی انفسھم... الخ، ۳/۳۴۸، الحدیث: ۴۸۸۹.

2 ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ص۱۳۹۴، الحدیث: ۵۶(۲۵۷۸).

مروی ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیتُ اللّٰہ شریف کا طواف کر رہے اور یہ دعا مانگ رہے تھے: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے میرے نفس کی حرص سے بچا۔ اس سے زائد وہ کچھ نہیں کہتے تھے، جب ان سے اس کے بارے میں اِستفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب مجھے میرے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا گیا تو نہ میں چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا اور نہ ہی میں نے اس قسم کا کوئی کام کیا ہے۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ ہم پر اپنا رحم فرمائے اور ہمیں نفس کے حرص اور لالچ سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

آیت ” وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت وشان اور ان کے اوصاف بیان کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(2)...... انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی تعریف میں اللّٰہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے محبت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تمام مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے محبت کرنا کمالِ ایمان کی نشانی ہے۔

(3)...... سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت نے انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے دل ایسے پاک کر دیئے کہ وہ مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے حسد نہیں کرتے اور ان کے ساتھ محبت و ایثار کا سلوک کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بے شک تو

1...... تفسیر طبری، الحشر، تحت الآیۃ: ۹، ۱۲/ ۴۲۔

ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور ان کے بعد آنے والے۔﴾ یعنی مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، رحمت والا ہے اور تو اپنی مہربانی اور رحم کے صدقے ہماری اس دعا کو قبول فرما۔[1]

یاد رہے کہ مہاجرین و انصار کے بعد آنے والوں میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسلمان داخل ہیں اور ان سے پہلے ایمان لانے والوں میں تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ داخل ہیں۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بغض رکھنے والے ایمان والوں کی اَقسام سے خارج ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے دل میں کینہ نہ رکھنا ایمان کی علامت اور ان کے بارے میں بغض سے بچنے کی دعا کرنا مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس کے دِل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو اور وہ اُن کے لیے دعائے رحمت و اِستغفار نہ کرے، وہ مؤمنین کی اَقسام سے خارج ہے کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو اُن کے تابع ہوں اور ان کی طرف سے دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔[2]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بغض رکھنے کا نتیجہ

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......روح البيان، الحشر، تحت الآية: ١٠، ٩/٤٣٦-٤٣٧.

2 ......خزائن العرفان، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۱۰۱۱۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے منتخب فرمایا اور ان کی عظمت وشان کو قرآنِ مجید میں بیان فرمایا،لیکن افسوس! کچھ لوگ خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور ان کے سینے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بُغض سے بھرے ہوئے ہیں،انہیں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے لئے اِستغفار کرنے کا حکم دیا گیا لیکن یہ انہیں گالیاں دیتے ہیں جیسا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: لوگوں کو حکم تو یہ دیا گیا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کیلئے اِستغفار کریں اور کرتے یہ ہیں کہ انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ (1)

ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل حدیثِ پاک میں بڑی عبرت ہے، چنانچہ

حضرت عبداللّٰہ بن مغفل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے متعلق اللّٰہ سے ڈرو اللّٰہ سے ڈرو، میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے میں اللّٰہ سے ڈرو اللّٰہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو میرے بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللّٰہ کو ایذا دی اور جس نے اللّٰہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللّٰہ اسے پکڑ ے۔ (2)

اللّٰہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور ان کے دلوں کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت وشان سے معمور فرمائے،اٰمین۔

مسلمانوں سے بُغض نہ رکھنے کے سبب جنت کی بشارت ملی

آیتِ پاک میں مذکور دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے دل میں کسی بھی مسلمان کے بارے میں بُغض اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے، یہاں اسی سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک بار ہم سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

1 ......مسلم، کتاب التفسیر، ص ١٦١١، الحدیث: ١٥(٣٠٢٢).

2 ......ترمذی ، ابواب المناقب ، باب فیمن سبّ اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، ٣٠٢/٥ ، الحدیث : ٣٨٦٤ ، دار ابن کثیر، بیروت.

ارشاد فرمایا: ابھی اہلِ جنت میں سے ایک آدمی تمہارے سامنے آئے گا، تو انصار میں سے ایک شخص آیا جس کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اور وہ بائیں ہاتھ میں اپنا جوتا لٹکائے ہوا تھا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا" ابھی تمہارے سامنے اہلِ جنت میں سے ایک آدمی آئے گا، چنانچہ وہی آدمی اپنی پہلے دن والی کَیفیّت کے مطابق آیا۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا اور پھر وہی آدمی آیا۔ جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آدمی کے پیچھے گئے اور فرمایا: میرا اپنے والد سے جھگڑا ہو گیا ہے اور میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں تین راتیں ان کے پاس نہیں جاؤں گا، لہٰذا اگر آپ مناسب خیال کریں تو میری قسم کا وقت ختم ہونے تک مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بتایا کہ انہوں نے تین راتیں اس کے ساتھ گزاریں، اس دوران انہوں نے رات میں کسی بھی وقت اس آدمی کو اٹھتے نہیں دیکھا، البتہ اس کا حال یہ تھا کہ جب وہ اپنے بستر پر کروٹ بدلتا تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرتا، یہاں تک کہ وہ صبح کی نماز کے لئے اٹھا اور خوب اچھی طرح وضو کیا اور میں نے اسے کلمۂ خیر کہنے کے علاوہ کچھ کہتے نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور قریب تھا کہ میں اس کے عمل کو کم گمان کرتا تو میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! بے شک میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی جھگڑا اور ناراضی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فراق اور جدائی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمہارے بارے میں تین مجالس میں تین بار یہ فرماتے سنا ہے کہ ابھی تمہارے سامنے اہلِ جنت میں سے ایک آدمی داخل ہوگا اور تینوں بار تم ہی آئے، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس ٹھہر کر تمہارے عمل کو دیکھوں۔ میں نے تمہیں کوئی بڑا عمل کرتے نہیں پایا تو وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے تم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے یہ فضیلت پائی۔ اس نے کہا: میرا عمل وہی ہے جو آپ نے دیکھا۔ یہ بات سن کر میں واپس جانے کے لئے پلٹا تو اس نے مجھے بلایا اور کہا: عمل تو وہی ہے جو آپ نے دیکھ لیا ہے البتہ میں اپنے دل میں کبھی مسلمان کے بارے میں کوئی کینہ نہیں رکھتا اور جو خیر و برکت اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہے اس پر کبھی حسد نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس سے فرمایا: یہی وہ

عمل ہے جس نے تجھے جنت میں پہنچا دیا ہے اور یہی وہ عمل ہے جس کی ہم طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بغض اور کینہ رکھنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

آیت ” وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے مزید تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف اپنے لئے دعا نہ کرے بلکہ اپنے بزرگوں کے لئے بھی دعا کیا کرے۔

(2)...... بزرگانِ دین خصوصاً صحابۂ کرام اور اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے عرس، ختم، نیاز اور فاتحہ اعلیٰ چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لئے دعا ہے۔

(3)...... مومن کی پہچان یہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے اچھی عقیدت رکھے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًاۙ-وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کبھی کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہلِ کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ قسم ہے اگر تم نکالے گئے

[1] ...... سنن الكبرى للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، ما يقول اذا انتبه من منامه، ۶/۲۱۵، الحديث: ۱۰۶۹۹.

تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللّٰہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے عبداللّٰہ بن اُبَی سلول منافق اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہلِ کتاب کافر بھائیوں بنوقریظہ اور بنونضیر سے کہتے ہیں کہ اگر تم مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ جائیں گے اور ہرگز تمہارے خلاف کسی کا کہنا مانیں گے نہ مسلمانوں کا نہ رسولِ اکرم کا، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اللّٰہ تعالٰی گواہ ہے کہ یہودیوں سے منافقین کے یہ سب وعدے جھوٹے ہیں۔ (1)

آیت ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......منافق کفار کے بھائی ہیں مومنوں کے بھائی نہیں، اگرچہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں لیکن وقت پر کفار ہی کا ساتھ دیتے ہیں۔

(2)......کفار کو بھائی سمجھنا اور بھائی کہنا منافقوں کا کام ہے۔

(3)......منافق درحقیقت کسی کا ساتھی نہیں اور نہ ہی اس کے وعدوں کا کوئی اعتبار ہے، نہ کفار کو اس پر اعتبار آتا ہے اور نہ مسلمانوں کو۔

(4)......اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے خفیہ رازوں پر اطلاع دیتا ہے کیونکہ منافقوں کی یہ گفتگو نہایت رازداری کے ساتھ تنہائی میں ہوئی تھی۔

لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

(1)......روح البيان، الحشر، تحت الآية: ١١، ٩/٤٣٨، خازن، الحشر، تحت الآية: ١١، ٤/٢٥٠، مدارك، الحشر، تحت الآية: ١١، ص١٢٢٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اگر وہ نکالے گئے تو یہ اُن کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قسم ہے اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور قسم ہے اگر اُن سے لڑائی کی گئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور قسم ہے اگر یہ ان کی مدد کریں گے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

﴿ **لَىٕنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ: قسم ہے اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔** ﴾ اس آیت میں منافقین کے حال کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر وہ یہودی مدینے سے نکالے گئے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان یہودیوں سے لڑائی کی گئی تو یہ منافق ان کی مدد نہ کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا اور منافقین ان کے ساتھ نہ نکلے اور یہودیوں سے لڑائی ہوئی لیکن منافقوں نے یہودیوں کی مدد نہ کی۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض منافق یہودیوں کی مدد کریں گے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر جب یہ مددگار بھاگ نکلیں گے تو منافقوں کی مدد نہ کی جائے گی، اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرما دے گا اور ان کا کفر ظاہر ہونے کے بعد ان کا نفاق انہیں نفع نہ دے گا۔ (1)

لَاَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اُن کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

---

1 ......خازن، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/ ۲۵۰، مدارک، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۲۲۶، ملتقطاً۔

﴿لَاَ نْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ: بیشک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔﴾ یعنی اے مسلمانو! بیشک ان منافقوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے کہ تمہارے سامنے تو کفر کا اظہار کرنے سے ڈرتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی چھپی باتیں جانتا ہے دل میں کفر رکھتے ہیں۔ان کا یہ ڈر اس لیے ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں جانتے ورنہ جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے ویسا اس سے ڈرتے۔[1]

لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰىؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَۚ (۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا دُھسوں کے پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ سب (مل کر بھی) تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کے پیچھے سے، ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں، یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

﴿لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا: یہ سب (مل کر بھی) تم سے نہ لڑیں گے۔﴾ یعنی اے مسلمانو! سب یہودی مل کر بھی اعلانیہ تم سے نہ لڑیں گے بلکہ قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر لڑیں گے۔[2] چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مدینہ منورہ کے اہلِ کتاب نے کبھی کھلم کھلا مسلمانوں کے مقابلے کی ہمت نہ کی، بلکہ غزوۂ خندق کے بعد جب مسلمانوں نے ان کی بدعہدی کی بنا پر ان سے مقابلہ کیا تو وہ اپنے کوچہ بند محلوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے، پھر مجبوراً نکلے تو بنو قریظہ قتل اور بنو نضیر جلا وطن کر دیئے گئے، یوں اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔خیال رہے کہ یہاں صرف مدینہ منورہ کے کتابیوں کا ذکر ہے،

1 ......خازن، الحشر، تحت الآیة: ۱۳، ۴/۲۵۰، مدارك، الحشر، تحت الآیة: ۱۳، ص۱۲۲۶، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الحشر، تحت الآیة: ۱۴، ۹/۴۴۰-۴۴۱.

لہٰذا اس آیت پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں مشرکین اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے مقابلے میں آئے اور ان سے بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔

﴿ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ: ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ ﴾ یعنی جب وہ یہودی آپس میں لڑتے ہیں تو بہت شدت اور سختی سے لڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں بزدل اور نامرد ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا ہے۔

﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى: تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں۔ ﴾ یعنی اے سننے والے تم انہیں ایک متحد، متفق اور ایک دوسرے سے اُلفت رکھنے والی جماعت سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کوئی الفت نہیں رکھتے اور ان کے دلوں کا الگ الگ ہونا اس لیے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں، نہ حق کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ (1)

مسلمان کافروں پر کسی صورت اعتماد نہ کریں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار مسلمانوں کے مقابلے میں کسی مصلحت کی وجہ سے ایک ہوجاتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں باہمی اتفاق اور اتحاد نہیں ہے بلکہ یہ ایک دوسرے کے شدید دشمن ہیں اور اپنی دشمنی نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان والے ایک دوسرے کے خیر خواہ اور باہم محبت کرنے والے ہوتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور اَجسام جدا جدا ہوں اور فاجر لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والے ہوتے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور بدن اکٹھے ہوں۔ (2)

فی زمانہ بھی اس کے نظارے دیکھے جارہے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار پر کسی صورت اعتماد نہ کریں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں پر اعتماد کریں اور مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے اعتماد پر پورا اُتریں۔

---

1 ……روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: ١٤، ٩/٤٤١.

2 ……الفردوس بماثور الخطاب، باب المیم، ٤/١٨٩، الحدیث: ٦٥٨٤.

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے اُنھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان کی مثال) ان لوگوں کی مثال جیسی ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے ہوئے ہیں انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا: (ان کی مثال) ان لوگوں کی مثال جیسی ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے ہوئے ہیں۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا حال مشرکین جیسا ہے جنہوں نے جنگِ بدر میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ عداوت رکھنے کا اور کفر کرنے کا وبال چکھا اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کئے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے (تو دنیا و آخرت میں جو حشر ان مشرکوں کا ہوا وہی ان یہودیوں کا ہوگا)۔[1]

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان کی کہاوت جب اُس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کرلیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب۔

---

1 ……خازن، الحشر، تحت الآية: ۱۵، ۴/۲۵۱، مدارك، الحشر، تحت الآية: ۱۵، ص۱۲۲۷، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسے شیطان کی مثال جب اس نے آدمی سے کہا: ''کفر کر'' پھر جب اس نے کفر کرلیا تو کہا: بیشک میں تجھ سے بیزار ہوں، بیشک میں اس اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿ کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ: جیسے شیطان کی مثال۔ ﴾ اس آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی ایک مثال بیان کی جارہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا بنونضیر کے یہودیوں کے ساتھ سلوک ایسا ہے جیسے شیطان کی مثال کہ اس نے اپنے مکروفریب سے آدمی کو کفر کرنے کا کہا اور جب اس نے کفر کرلیا تو اس سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ میں تجھ سے بیزار ہوں اور بیشک میں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ ایسے ہی منافقوں نے بنونضیر کے یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا، جنگ پر آمادہ کیا، اُن سے مدد کے وعدے کئے اور جب اُن کے کہنے سے یہودیوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تو منافق اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور یہودیوں کا ساتھ نہ دیا۔ (1)

مسلمانوں کو کفر میں مبتلا کرنے کیلئے شیطان کا ایک خطرناک طریقہ

یادرہے کہ انسانوں کو کفر، گمراہی اور گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے شیطان مختلف راستے اختیار کرتا اور طرح طرح کے طریقے آزماتا ہے، ان میں سے ایک راستہ یہ ہے کہ شیطان کسی کام کو بندے کے سامنے نیک بنا کر پیش کرتا ہے اور بندہ نیک عمل سمجھتے ہوئے وہ کام کرنا شروع کر دیتا ہے، پھر شیطان اسے رفتہ رفتہ گناہ کی طرف لے جاتا ہے یہاں تک کے بندہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس گناہ سے ہونے والی رسوائی سے بندے کو خوفزدہ کرکے دوسرے گناہ پر مجبور کرتا ہے، یوں اس سے گناہ در گناہ کرواتا رہتا ہے اور آخر کار بندے کو کفر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور جب بندہ کفر کر لیتا ہے تو شیطان اسے کفر کی اندھیری وادی میں تنہا چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور یہ بندہ کفر کی حالت میں موت کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہاں اسی سے متعلق ایک عبرت انگیز حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا، شیطان نے ایک لونڈی کا گلا دبایا اور اس کے مالکوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج (فلاں) راہب کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اسے لے کر راہب کے پاس آئے تو اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا، وہ مسلسل اصرار کرتے رہے

1 ......خازن، الحشر، تحت الآیة: ١٦، ٤/٢٥١، مدارک، الحشر، تحت الآیة: ١٦، ص١٢٢٧، ملتقطاً.

یہاں تک کہ راہب علاج کرنے پر آمادہ ہوگیا، وہ لونڈی (علاج کے لئے) اس کے پاس موجود تھی کہ اس دوران شیطان راہب کے پاس آیا اور اس کے دل میں لونڈی کے ساتھ صحبت کرنے کا وسوسہ ڈالا، وہ مسلسل وسوسے ڈالتا رہا یہاں تک کہ راہب نے اس لونڈی کے ساتھ صحبت کرلی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی، اب شیطان نے راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جب اس کے گھر والے آئیں گے (اور انہیں یہ بات پتا چلے گی) تو تو رُسوا ہو جائے گا، لہٰذا تو اسے قتل کردے اور جب اس کے گھر والے آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، چنانچہ راہب نے اس لونڈی کو قتل کرکے دفن کردیا۔ اس کے بعد شیطان لونڈی کے مالکوں کے پاس گیا اور انہیں وسوسے ڈالنے لگا اور ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ راہب نے لونڈی کو حاملہ کردیا، پھر اسے قتل کرکے دفن کردیا ہے، چنانچہ اس کے مالک راہب کے پاس آئے اور اس سے لونڈی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: وہ تو مرگئی ہے۔ یہ سن کر مالکوں نے اسے پکڑلیا (جب وہ اسے قتل کرنے لگے) تو شیطان راہب کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے ہی اس لونڈی کا گلا دبایا تھا اور میں نے ہی ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ اسے تمہارے پاس لائیں، اب اگر تم میری بات مان لو تو نجات پا جاؤ گے اور میں تمہیں ان لوگوں سے چھڑا لوں گا۔ اس نے پوچھا: کیسے؟ شیطان نے کہا: مجھے دو سجدے کردو۔ جب اس نے دو سجدے کرلئے تو شیطان نے کہا: میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جیسے شیطان کی مثال جب اس نے آدمی سے کہا: ''کفرکر'' پھر جب اس نے کفر کرلیا تو کہا: بیشک میں تجھ سے بیزار ہوں، بیشک میں اس اللّٰہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ [1]

یہ حدیث پاک امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے احیاء العلوم میں بھی ذکر فرمائی ہے، اسے لکھنے کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دیکھو کہ شیطان نے کیسے کیسے حیلے بہانوں سے راہب کو ان کبیرہ گناہوں کی طرف مجبور کیا اور اس کی بنیاد صرف یہ بنی کہ اس نے (نیک کام سمجھ کر) لونڈی کا علاج کرنا قبول کرلیا۔ بعض اوقات آدمی سمجھتا ہے کہ یہ ایک نیکی اور بھلائی کا کام ہے اور شیطان اس کے دل میں خفیہ طریقے سے یہ بات ڈالتا ہے کہ اسے یہ اچھا کام

[1] ......رسائل ابن ابی دنیا، مکائد الشیطان، الباب الثانی، ٤/٥٤٦، الحدیث: ٦١.

کرنا چاہئے، پھر وہ نیکی میں رغبت رکھنے والے آدمی کی طرح اس کام کو کرتا ہے یہاں تک کہ معاملہ اس کے اختیار سے نکل جاتا ہے (اور وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے)، پھر ایک بات دوسری بات کی طرف لے جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے لئے چھٹکارے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ [1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ شیطان کے اس خطرناک طریقے سے ہوشیار رہے اور بطورِ خاص کسی عورت کے ساتھ اچھائی کرنے سے پہلے اس بات پر خوب غور کر لے کہ یہ چیز آگے چل کر اسے گناہ میں مبتلا تو نہ کر دے گی، اگر اس کا ذرا سا بھی اندیشہ نظر آئے تو ہر گز ہر گز اپنے نفس پر اعتماد کرتے ہوئے بظاہر اچھا نظر آنے والا وہ کام نہ کرے کہ اسی میں اس کے دین کی سلامتی اور ایمان کی حفاظت کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں شیطان کے مکر و فریب سے بچائے، اٰمین۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَاؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

ع ٥

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہوں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا: تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا۔﴾ یعنی شیطان اور کفر کرنے والے اس انسان کا اُخروی انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں جہنم کی آگ میں ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں۔ [2]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ

1 ......احياء علوم الدين، كتاب شرح عجائب القلب، بيان تسلّط الشيطان على القلب بالوسواس وسبب غلبتها، ٣/٣٨-٣٩.

2 ......روح البيان، الحشر، تحت الآية: ١٧، ٩/٤٤٣-٤٤٤.

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ گزشتہ آیات میں یہودیوں کی عہد شکنی اور منافقین کے مکروفریب کو بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ایمان والوں کو نصیحت کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو کام کرتے ہو اور جو چھوڑتے ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے اور تمہیں مزید تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں سرگرم رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے (لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے، وہ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا اور اس کی سزا دے گا)۔ [1]

مُراقبہ کی اصل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک گھڑی غوروفکر کرنا بہت سے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال کے بارے میں سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مراقبہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''(آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر غوروفکر کرنا 60 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔'' [2] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اُخروی معاملات کے بارے میں مراقبہ اور غوروفکر کرتا رہے۔ مراقبہ کا معنی اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی

---

1 ……روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۸، ۹/۴۴۷-۴۴۸.

2 ……کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، التفکر، الجزء الثالث، ۲/۴۸، الحدیث: ۵۷۰۷.

رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مراقبہ کا معنی ہے نگہبانی کرنا، جس طرح اپنا مال شریک کے حوالے کرکے شرط رکھی جاتی ہے اور عہد و پیمان کے بعد بھی بے خبر ہوکر نہیں بیٹھ رہتے اسی طرح ہر وقت نفس کی خبر گیری کرتے رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر تم اس سے غافل ہو گئے تو وہ کاہلی اور خواہشات کو پورا کرنے کے سبب پھر سے سرکش ہو جائے گا۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات پر کامل یقین رکھے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے ہر فعل اور ہر خیال سے واقف ہے اور اس سے کسی بات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں ہے، لوگ اگر صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن دونوں کو دیکھتا ہے۔ جس نے یہ بات سمجھ لی اور یہ آگہی اس کے دل پر غالب آ گئی تو اس کا ظاہر و باطن زیورِ ادب سے آراستہ ہو جائے گا۔ انسان اگر اس بات پر یقین کرے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن سے واقف نہیں ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس پر ایمان لایا، پھر اس کی مخالفت کی تو وہ بڑا دلیر اور بے شرم ہے۔ [1]

ترغیب کے لئے یہاں بزرگانِ دین کے مُراقبہِ فکرِ آخرت سے متعلق تین واقعات بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک باغ میں گیا تو وہاں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آواز سنی، ہم دونوں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور وہ کہہ رہے تھے: عمر، خطاب کا بیٹا اور امیر المؤمنین کا منصب! واہ کیا خوب! اے عمر! اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ورنہ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب دے گا۔ [2]

(2)......حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: جنت اور دوزخ کے تذکرے پر آپ اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر روتے ہیں، (اس کی حکمت کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر قبر والے نے اس سے نجات پالی تو بعد (یعنی قیامت) کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں نے قبر سے زیادہ ہَولناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔ [3]

(3)......حضرت ضرار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت علی

---

1 ...... کیمیاء سعادت، رکن چھارم، اصل ششم در محاسبت و مراقبت، ۲/۸۸۵-۸۸۶.

2 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی نبذ من سیرتہ، ص۱۰۲.

3 ......ترمذی، کتاب الزھد، ۵-باب، ۴/۱۳۸، الحدیث: ۲۳۱۵.

المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجہَہُ الکَرِیۡم کو کئی مرتبہ دیکھا کہ رات کی تاریکی میں آپ اپنے محراب میں لرزاں وترساں اپنی داڑھی مبارک تھامے ہوئے ایسے بے چین بیٹھے ہوتے کہ گویا زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ آپ غم کے ماروں کی طرح روتے اور بے اختیار ہوکر ''اے میرے رب! اے میرے رب!'' پکارتے، پھر دنیا سے مخاطب ہوکر فرماتے، ''تو مجھے دھوکے میں ڈالنے کے لئے آئی ہے؟ میرے لئے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہوجا! کسی اور کو دھوکا دینا، میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، تیری عمر کم ہے اور تیری محفل حقیر جبکہ تیرے مصائب جھیلنا آسان ہیں، آہ صد آہ! زادِ راہ کی کمی ہے اور سفر طویل ہے جبکہ راستہ وحشت سے بھرپور ہے۔ (1)

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے اُنھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں، وہی نافرمان ہیں۔

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ: اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔﴾ یعنی اے ایمان والو! ان یہودیوں اور منافقوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالٰی کے حقوق کو بھلا دیا اور جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا ویسی قدر نہ کی اور اس کے احکامات و ممنوعات کی ان کے حق کے مطابق رعایت نہ کی، تو اس کے سبب اللہ تعالٰی نے انہیں اپنی جانوں کو بھول جانے والا بنا دیا (جس کا نتیجہ یہ ہوا) کہ وہ اس چیز کو نہیں سنتے جو انہیں نفع دے اور وہ کام نہیں کرتے جو انہیں نجات دے اور یہ بھول جانے والے ہی کامل فاسق ہیں۔ (2)

---

1 ......حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرين، علی بن ابی طالب، ۱/۱۲۶، روایت نمبر: ۲۶۱۔

2 ......روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۹، ۹/۴۴۹-۴۵۰۔

آیت " وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......جن لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے حقوق یاد نہ رہے جیسے یہودی اور عیسائی وغیرہ، ان جیسا ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(2)......اسلام کے سوا کسی اور دین میں رہ کر اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرنا قابلِ قبول نہیں، کیونکہ وہ کفار اپنے عقیدے کے مطابق اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، لیکن ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندے کو اس بات کی کبھی فکر نہیں ہوتی کہ وہ دنیا میں کیوں آیا اور اسے کیا کرنا چاہیے۔

(4)......آخرت کی فکر نہ ہونا اللّٰہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی کامیاب ہیں۔

﴿ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ: **دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔** ﴾ یعنی جہنم والے جن کے لئے دائمی عذاب ہے اور جنت والے جن کیلئے ہمیشہ کا عیش اور سرمدی راحت ہے، یہ دونوں برابر نہیں بلکہ جنت والے ہی کامیاب ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی اللّٰہ تعالیٰ کی رضا میں گزاری اور آخرت میں اس کی نعمتوں کے مستحق ہوئے جبکہ کفار دونوں جگہ نقصان میں رہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارتے تو ضرور تو اُسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللّٰہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللّٰہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے۔﴾ یعنی قرآنِ مجید کی عظمت وشان ایسی ہے کہ اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر اتارتے اور اُس کو انسان کی سی تمیز عطا کرتے تو انتہائی سخت اور مضبوط ہونے کے باوجود تم اسے ضرور جھکا ہوا اور اللّٰہ تعالیٰ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے، ہم یہ اور اس جیسی دیگر مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ سوچیں (اور خیال کریں کہ جب ہم اشرف المخلوقات ہیں تو چاہیے کہ ہمارے اعمال بھی اشرف واعلیٰ ہوں۔)[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں آیت میں قرآن سے مراد اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اتارنے سے مراد اس کلام کو اس کی عظمت کے ظہور کے ساتھ اتارنا مراد ہے یعنی اگر ہم قرآنِ مجید کو اس کی عظمت ظاہر کرتے ہوئے پہاڑ پر اُتار دیتے تو وہ اس کی تاب نہ لاتا اور پھٹ جاتا۔

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلب شریف پہاڑ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے کیونکہ آپ کو اللّٰہ تعالیٰ کا خوف اور اَسرارِ الٰہی سے واقفیت کامل طریقے سے حاصل ہونے کے باوجود آپ اپنے مقام پر قائم ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ

[1] ……مدارك، الحشر، تحت الآية: ٢١، ص١٢٢٨، خازن، الحشر، تحت الآية: ٢١، ٤/٢٥٣، ملتقطاً.

الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قرآنِ مجید کی عظمت وشان بیان کی گئی اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وشان بیان فرما رہا ہے کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ نیز موجود و معدوم سب کو جانتا ہے اور وہی بڑا مہربان رحمت والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امن بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، بہت عزت والا، بے حد عظمت والا، اپنی بڑائی بیان فرمانے والا ہے، اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دس اوصاف بیان فرمائے ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(2)......ملک وحکومت کا حقیقی مالک ہے کہ تمام موجودات اس کے ملک اور حکومت کے تحت ہیں اور اس کا مالک ہونا اوراس کی سلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں۔

(3)......ہر عیب سے اور تمام برائیوں سے نہایت پاک ہے۔

(4)......اپنی مخلوق کو آفتوں اور نقصانات سے سلامتی دینے والا ہے۔

(5)......اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے عذاب سے امن بخشنے والا ہے۔

(6)......ہر چیز پر نگہبان اور اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔

(7)......ایسی عزت والا ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی اور ایسے غلبے والا ہے کہ اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا۔

(8،9)......اپنی ذات اور تمام صفات میں عظمت اور بڑائی والا ہے اور اپنی بڑائی کا اظہار کرنا اسی کے شایاں اور لائق ہے کیونکہ اس کا ہر کمال عظیم ہے اور ہر صفت عالی ہے جبکہ مخلوق میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ تکبُّر یعنی اپنی بڑائی کا اظہار کرے بلکہ بندے کیلئے شایاں یہ ہے کہ وہ عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرے۔

(10)......اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔[1]

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰىؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۠ (۲۴)

ع ۳ / ۶

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے اللّٰہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اُسی کے ہیں سب اچھے نام اُس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہی اللّٰہ بنانے والا ، پیدا کرنے والا ، ہر ایک کو صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی بہت عزت والا ، بڑا حکمت والا ہے۔

1......خازن، الحشر، تحت الآية: ٢٣، ٤/ ٢٥٤، مدارك، الحشر، تحت الآية: ٢٣، ص ١٢٢٨، ملتقطاً.

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ: وہی اللہ بنانے والا۔﴾ یعنی وہی اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ بنانے والا، عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر ایک کو جیسی چاہے ویسی صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں جو کہ اس کی بلند صفات پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز تمام عیوب و نقائص سے اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی حقیقی طور پر عزت والا، حکمت والا ہے۔[1]

سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت

سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی بڑی فضیلت ہے، حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' کہا اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللّٰہ تعالیٰ 70,000 فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر اسی دن انتقال کر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور جو شخص شام کے وقت اُسے پڑھے تو اس کا بھی یہی مرتبہ ہے۔[2]

اس کی دوسری فضیلت ملاحظہ ہو،

حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رات یا دن میں سورۂ حشر کی آخری (تین) آیتیں پڑھیں اور اسی رات یا دن میں اس کا انتقال ہو گیا تو اس نے جنت کو واجب کر لیا۔[3]

1 ......مدارك، الحشر، تحت الآية: ٢٤، ص١٢٢٨-١٢٢٩، خازن، الحشر، تحت الآية: ٢٤، ٤/٢٥٤-٢٥٥، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب فضائل القرآن، ٢٢-باب، ٤/٤٢٣، الحديث: ٢٩٣١.

3 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل في فضائل السور والآيات، ٢/٤٩٢، الحديث: ٢٥٠١.

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

سورۂ مُمْتَحِنَہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مُمْتَحِنَہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **13** آیتیں ہیں۔

''مُمْتَحِنَہ'' نام رکھنے کی وجہ

ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام ''مُمْتَحِنَہ'' ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہوگا عورتوں کا امتحان لینے والی سورت۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام ''مُمْتَحَنَہ'' ہے، یعنی اس سورت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔ اس سورت کا نام اس کی آیت نمبر 10 کے کلمہ ''**فَامْتَحِنُوْهُنَّ**'' سے ماخوذ ہے۔

سورۂ مُمْتَحِنَہ کے مَضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں ان مشرکین کے اَحکام بیان کئے گئے جنہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا اور جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ نہیں کی نیز اس میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والی مومنہ عورتوں کے ایمان کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سورت میں مزید یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے اور ان سے محبت رکھنے سے منع کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ کفار کو جب بھی موقع ملے گا تو تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور یہ بھی بتایا گیا کہ قیامت کے دن کافر اولاد اور کافر رشتہ دار کوئی فائدہ نہیں دیں گے بلکہ اس دن ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔

(2)......اس کی مثال کے طور پر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے ساتھیوں کی سیرت بیان کی گئی کہ کس طرح

---

(1)......خازن، تفسیر سورة الممتحنة، ٤/٢٥٥.

انہوں نے اپنی مشرک قوم سے بیزاری کا اظہار کیا تا کہ مسلمان حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

(3)......یہودیوں اور مشرکوں سے تعلُّقات کے بارے میں اصول بیان کئے گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچنے والی مومنہ عورتوں کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں شرعی حکم بیان کیا گیا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

سورۂ حشر کے ساتھ مناسبت

سورۂ مُمْتَحِنَہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''حشر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے اہلِ کتاب اور کفار و مشرکین کے ساتھ تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ

بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والومیرے اوراپنے دشمنوں کودوست نہ بناؤتم انہیں خبریں پہنچاتے ہودوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جوتمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کواور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پرایمان لائے اگرتم نکلے ہومیری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کوتو ان سے دوستی نہ کروتم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہواور میں خوب جانتا ہوں جوتم چھپاؤاور جوظاہر کرواورتم میں جوایسا کرے وہ بیشک سیدھی راہ سے بہکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! میرے اوراپنے دشمنوں کودوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کی وجہ سے خبریں پہنچاتے ہوحالانکہ یقیناً وہ اس حق کے منکر ہیں جوتمہارے پاس آیا، وہ رسول کواور تمہیں اس بناپرنکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پرایمان لائے ، اگرتم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے نکلے تھے (توان سے دوستی نہ کرو) تم ان کی طرف محبت کا خفیہ پیغام بھیجتے ہواور میں ہراس چیز کوخوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایااور جسے تم نے ظاہر کیااورتم میں سے جو یہ (دوستی) کرے توبیشک وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ: اے ایمان والو! میرے اوراپنے دشمنوں کودوست نہ بناؤ۔﴾ **شانِ نزول:** بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی ''سارہ'' مدینہ منورہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئی جب آپ فتحِ مکہ کی تیاری فرمارہے تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا'' کیا تو مسلمان ہوکر آئی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا'' کیا ہجرت کرکے آئی ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا'' پھر کیوں آئی ہو؟ اُس نے عرض کی: محتاجی سے تنگ ہوکر آئی ہوں۔ حضرت عبدالمطلب کی اولاد نے اس کی امداد کرتے ہوئے کپڑے بنائے اور سامان دیا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُس سے ملے تو اُنہوں نے اسے دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور اس کی معرفت ایک خط اہلِ مکہ کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ

تھا: حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہوسکے کرلو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہوگئی۔ اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی خبر دی تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بھی تھے، گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا ''روضہِ خاخ کے مقام پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہلِ مکہ کے نام لکھا گیا ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو، اگر خط دینے سے انکار کرے تو اس کی گردن ماردو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا، اس سے خط مانگا تو وہ انکار کرگئی اور قسم کھا گئی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے قسم کھا کر فرمایا: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر واقع کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی، پھر تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: تو خط نکال دے ورنہ میں تیری گردن اڑادوں گا۔ جب اُس نے دیکھا کہ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم قتل کرنے پر بالکل آمادہ ہیں تو اس نے اپنے جُوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ حضرات خط لے کر واپس پہنچے تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حاطب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا کر فرمایا ''اے حاطب! خط لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ اُنہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں جب سے اسلام لایا ہوں تب سے کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیازمندی مُیَسَّر آئی ہے تب سے کبھی آپ کے ساتھ خیانت نہ کی اور جب سے اہلِ مکہ کو چھوڑا ہے تب سے کبھی اُن کی محبت دل میں نہ آئی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور اُن کی قوم میں سے نہ تھا، میرے سوا دوسرے مہاجرین کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں (لیکن میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں) مجھے اپنے گھر والوں کے بارے اندیشہ تھا اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہلِ مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تا کہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ بات میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللّٰہ تعالٰی اہلِ مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اجازت دیجئے تا کہ اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اللّٰہ تعالٰی خبردار ہے جب ہی اُس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں

بخش دیا ہے، یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں ۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمہارے دشمن ہیں ،تم انہیں دوستی کی وجہ سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پوشیدہ خبریں پہنچاتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پاس آئے ہوئے حق یعنی اسلام اور قرآن کا انکار کرتے ہیں ، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور تمہیں اس بنا پر مکہ مکرمہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے اپنے وطن سے نکلے تھے تو ان کافروں سے دوستی نہ کرو، تم انہیں خفیہ محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور یاد رکھو! تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔ [1]

آیت " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے مزید 5 باتیں یہ معلوم ہوئیں ،

(1)......کفارِ مکہ مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دشمن بھی فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا دشمن اللّٰہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے۔

(2)......کفار کو مسلمانوں کے راز سے خبر دار کرنا غداری اور دین وقوم سے بغاوت ہے۔

(3)......حضرت حاطب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے گناہ سرزد ہوا اور اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں مومن فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔

(4)......ایمان کا دشمن جان کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے۔

(5)......اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اسی وقت ہوگا، جب مجاہد کا دل مومن کی محبت اور کافر کی عداوت سے پُر ہو، اگر مجاہد کے دل میں کافر کی طرف تھوڑا سا میلان بھی ہوا، تو اس کا مجاہد فی سبیل اللّٰہ رہنا مشکل ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی سے دوستی اور دشمنی رکھنے کے 4 فضائل

یہاں موضوع کی مناسبت سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی سے دوستی اور دشمنی رکھنے کے 4 فضائل ملاحظہ ہوں:

1......مدارك، سورة الممتحنة، ص ۱۲۳۰، خازن، الممتحنة، تحت الآية: ۱، ۴/ ۲۵۵-۲۵۶، ملتقطاً.

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’**اللّٰہ** تعالٰی قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا ’’وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے، آج میں انہیں اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا، آج میرے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ [1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسرے علاقے میں گیا، **اللّٰہ** تعالٰی نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ جب وہ فرشتے کے پاس آیا تو اس نے دریافت کیا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس علاقے میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جسے لینے جارہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، صرف یہ بات ہے کہ میں اسے **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے **اللّٰہ** تعالٰی نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے یہ خبر دوں کہ **اللّٰہ** تعالٰی نے تجھے دوست رکھا جیسے تو نے **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے اس سے محبت کی ہے۔ [2]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی سے **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے محبت رکھے، **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے دشمنی رکھے، **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے دے اور **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے منع کرے تو اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔ [3]

(4)......حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تمہیں معلوم ہے کہ **اللّٰہ** تعالٰی کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کون سا عمل ہے؟ کسی نے کہا، نماز و زکوٰۃ اور کسی نے کہا جہاد۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’**اللّٰہ** تعالٰی کو سب سے زیادہ پیارا عمل **اللّٰہ** تعالٰی کے لیے محبت اور بغض رکھنا ہے۔ [4]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں اپنی رضا کے لئے کسی سے دوستی، دشمنی اور بغض رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

---

1 ......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فى فضل الحبّ فى اللّٰه، ص١٣٨٨، الحديث: ٣٧(٢٥٦٦).

2 ......مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فى فضل الحب فى اللّٰه، ص١٣٨٨، الحديث: ٣٨(٢٥٦٧).

3 ......ابو داوٗد، كتاب السنّة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٢٩٠/٤، الحديث: ٤٦٨١.

4 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابى ذر الغفارى رضى اللّٰه تعالى عنه، ٦٨/٨، الحديث: ٢١٣٦١.

اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَؕ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بُرائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

﴿ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً: اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہوں گے۔﴾ یعنی کفار کی عداوت کا یہ حال ہے کہ تم ان کے ساتھ کتنے ہی اس قسم کے سلوک کرو، لیکن انہیں جب کبھی موقعہ ملے گا تو وہ تم سے اپنی دشمنی نکالنے میں کمی نہ کریں گے، تمہیں مارنے اور قتل کرنے کے لئے تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں گے، تمہیں گالی گلوچ کرنے اور برا بھلا کہنے کے ساتھ اپنی زبانیں دراز کریں گے اور ان کی تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ تو ایسے لوگوں کو دوست بنانا اور اُن سے بھلائی کی اُمید رکھنا اور اُن کی عداوت سے غافل رہنا ہرگز نہیں چاہیے۔[(1)]

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚۛ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۳)

معانقۃ ۱۲ السماع الوقف على القيمة ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کردے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(1)......خازن، الممتحنة، تحت الآية: ۲، ۴/ ۲۵۶، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ۲، ص ۱۲۳۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللّٰہ تمہارے درمیان جدائی کردے گا اور اللّٰہ تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے۔﴾ یعنی اے ایمان والو! جن رشتے داروں اور اولاد کی وجہ سے تم کفار سے دوستی اور موالات کرتے ہو یہ قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان اس طرح جدائی کردے گا کہ فرمانبردار جنت میں ہوں گے اور کافر نافرمان جہنم میں اور یاد رکھو کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔[1]

یاد رہے کہ قیامت کے دن مسلمان کے کافر رشتے دار اور کافر اولاد اس کے کام نہ آئے گی جبکہ مومن رشتے دار اور مومن اولاد اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے ضرور کام آئے گی۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملادیں گے اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ ایمان والے ایک دوسرے کے کام آئیں گے جبکہ کافر کسی کے کام نہ آئیں گے۔

---

1 ......خازن، الممتحنة، تحت الآية: ۳، ۴/۲۵۷، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ۳، ص۱۲۳۱-۱۲۳۲، ملتقطاً.

2 ......زخرف: ۶۷.

3 ......طور: ۲۱.

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۚ-اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ٘-كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ-رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ(۴) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَاۚ-اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بیشک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بیشک ہم تم سے اور ان سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے

درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی حتّٰی کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا (پیروی کے قابل نہیں) کہ میں ضرور تیرے لئے مغفرت کی دعا مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کیلئے آزمائش نہ بنا اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب! بیشک تو ہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

﴾قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ: بیشک ابراہیم اوراس کے ساتھیوں میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی۔﴿ اس آیت میں حضرت حاطب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور دوسرے مومنین سے خطاب ہے اور سب کو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنے کا حکم ہے کہ دین کے معاملے میں رشتہ داروں کے ساتھ ان کا طریقہ اختیار کریں۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی، جب انہوں نے اپنی مشرک قوم سے کہا: بیشک ہم تم سے اوران بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تب تک ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی، البتہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے عُرفی باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگنا پیروی کے قابل نہیں کیونکہ یہ ایک وعدے کی بناء پر تھا اور جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ظاہر ہوگیا کہ وہ کفر پر ہی قائم ہے تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کردی، لہٰذا یہ کسی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کافر رشتہ دار کیلئے دعائے مغفرت کرے۔(1)

﴾رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا: اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا۔﴿ یہ بھی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اور اُن مومنین کی دعا ہے جو آپ کے ساتھ تھے اور یہ اِستثناء سے پہلے والے کلام کے ساتھ مُتَّصل ہے، لہٰذا مومنین کو اس دعا میں بھی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کرنی چاہئے۔(2)

نوٹ: خیال رہے کہ مسلمانوں پر حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی مُطْلَقاً لازم ہے جبکہ دیگر

---

1 ......خازن، الممتحنة، تحت الآية: ٤، ٤/٢٥٧، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ٤، ص١٢٣٢، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ٤، ص١٢٣٢، ملخصاً.

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی پیروی خاص اعمال میں ہے کیونکہ سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کی شریعت کے بہت سے اَحکام مَنسوخ بھی ہوگئے ہیں، لہٰذا یہ آیت سورۂ اَحزاب کی اس آیت " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ " کے خلاف نہیں، کیونکہ یہاں خاص صورتوں میں خاص پیروی کا حکم ہے اور سورۂ احزاب کی آیت میں مطلقاً پیروی کا حکم ہے۔

آیت " قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت یہ ہے کہ اپنا ایمان اپنے قول اور فعل سے ظاہر کردے۔

(2)......کفار سے دشمنی رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مسلمانوں سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اس کی اجازت سے اَنبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام گناہگار مومنوں سے عذاب دور کریں گے اور ان کی شفاعت سے عذاب دور ہوگا، لہٰذا یہ آیت مومنوں کے حق میں شفاعت نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کیلئے آزمائش نہ بنا۔﴾ یعنی یہ دعا مانگنے میں بھی مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی چاہئے کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، کافروں کو ہم پر غلبہ دے کر ہمیں ان کیلئے آزمائش نہ بنا کیونکہ وہ اپنے آپ کو حق پر اور مسلمانوں کو باطل پر گمان کرنے لگیں گے اور یوں ان کا کفر اور بھی بڑھ جائے گا نیز اے اللہ، ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک تو ہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۠ ﴿۶﴾

ع ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) بیشک ضرور تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی، اس کیلئے جو **اللّٰہ** اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرے تو بیشک **اللّٰہ** ہی بے نیاز، ہر حمد کے لائق ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: **بیشک ضرور تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی۔**﴾ یعنی اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت! تمہارے لئے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں اچھی پیروی تھی، خاص طور پر اس کے لئے جو اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت و ثواب اور آخرت کی راحت کا طالب ہو اور اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفار سے دوستی کرے تو وہ سمجھ لے کہ ہمارے دین کو اس کی ضرورت نہیں، بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔ (1)

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ اللّٰہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے اور اللّٰہ قادر ہے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ **اللّٰہ** تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔ اور **اللّٰہ** بہت قدرت والا ہے اور **اللّٰہ** بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً: **قریب ہے کہ اللّٰہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔**﴾ **شانِ نزول:** جب اُوپر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اپنے عزیز واَقارب کی دشمنی میں بہت سخت اور ان سے بیزار ہوگئے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ

---

1 ......جلالین، الممتحنة، تحت الآية: ٦، ص٤٥٧، خازن، الممتحنة، تحت الآية: ٦، ٤/٢٥٧، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ٦، ص١٢٣٢، ملتقطاً.

آیت نازل فرما کر انہیں امید دلائی کہ اُن کفار کا حال بدلنے والا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور کفارِ مکہ میں سے ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہاری دشمنی ہوگئی ہے اس طرح محبت پیدا کردے کہ انہیں ایمان کی توفیق دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ دل بدلنے، حال تبدیل کرنے اور محبت کے اسباب آسان کرنے پر بہت قدرت والا ہے اور مشرکوں میں سے جو ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور فتحِ مکہ کے بعد اُن میں سے ایک کثیر تعداد ایمان لے آئی اور وہ ایمان والوں کے دوست اور بھائی بن گئے اور ان کی ایک دوسرے سے محبت بڑھی۔ [1]

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۸﴾ اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْۚ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

1 ......مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ٧، ص١٢٣٣، خازن، الممتحنة، تحت الآية: ٧، ٤/٢٥٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اورانہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اورتمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جوان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں۔

﴿لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ: اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں کثیر اَقوال اور اختلاف ہیں، اور عملی صورتیں جن پر اِس آیت کو مُنطَبق کرنا ہے وہ تو سینکڑوں سے زائد ہیں لہٰذا صرف ایک راجح خلاصۂ کلام یہاں پیش کیا جاتا ہے، تفصیل کیلئے فتاویٰ رضویہ کی چودھویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے " اَلْمَحَجَّۃُ الْمُؤْتَمِنَۃُ فِیْ اٰیَۃِ الْمُمْتَحِنَہ" کا مطالعہ کریں۔ خلاصۂ آیات یہ ہے کہ جن کفار سے مسلمانوں کا امن وامان کا معاہدہ ہے یا جو ذِمّی کفار ہیں ان کے ساتھ بِر یعنی اچھا سلوک کرنے اور اِقساط کی ممانعت نہیں بلکہ اجازت ہے جبکہ ان کے علاوہ کے ساتھ ممانعت ہے۔ اِقساط کا معنی اور بر و اِقساط دونوں کی تفصیل کیلئے نیچے کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

بِر یعنی نیکی کرنا، حُسنِ سلوک کرنا کیا ہے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کفار کے ساتھ بِر و صِلہ کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ بر و صلہ کی تین صورتیں ہیں:

(1)......اعلیٰ صورت: اپنی کسی صحیح غرض کے بغیر بالقصد محض کافر کو نفع دینا اور بھلائی پہنچانا مقصود ہو۔ یہ صورت مُستامن یعنی امان لے کر اسلامی سلطنت میں آنے والے کافر اور مُعاہِد یعنی اس کافر سے بھی حرام ہے جس کے ساتھ معاہدہ ہے کیونکہ امان اور معاہدہ ضَرر کو روکنے کے لئے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جان بوجھ کر نفع پہنچانے کے لئے۔

(2)......درمیانی صورت: اپنی ذاتی مصلحت جیسے کافر نے کچھ دیا تو اس کے بدلے میں اسے دینا یا رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ مالی سلوک کرنا۔ یہ اس کافر کے ساتھ جائز ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے اور جس سے معاہدہ نہیں اس سے ممنوع ہے۔

(3)......ادنیٰ صورت: اسلام اور مسلمانوں کی مَصلحت کے لئے جنگی چال کے طور پر کچھ دیا جائے۔ یہ حربی کافر یعنی جس سے معاہدہ نہیں اس کے ساتھ بھی جائز ہے۔

آیتِ کریمہ ” لَا یَنْهٰىكُمْ “ میں ” بِر “ یعنی احسان کی درمیانی صورت مراد ہے کیونکہ اعلیٰ اس کافر سے بھی حرام ہے جس سے معاہدہ ہے اور ادنیٰ اس کافر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے معاہدہ نہیں۔ [1]

اقساط کا مفہوم

اِقساط یعنی انصاف کرنے کے مفسرین نے تین معانی بیان کئے ہیں:

ایک معنی یہ ہے کہ ان پر ظلم نہ کرو۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ حکم حربی و معاہد ہر طرح کے کافر کیلئے عام ہے کہ حربی پر بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں اور اِس معنی کے اعتبار سے یہ حکم رخصت نہیں بلکہ واجب ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں سے کیا ہوا معاہدہ پورا کرو اور اس صورت میں بھی یہ حکم واجب ہے نہ کہ صرف رخصت، البتہ معاہدے کی مدت پوری کرنا واجب نہیں، کوئی مصلحت ہو تو مدت سے پہلے بتا کر معاہدہ توڑ دینا جائز ہے۔

تیسرا معنی یہ کہ اِقساط سے مراد اپنے مال سے کچھ حصہ دیدینا ہے اور یہ وہی بر یعنی نیکی کرنا ہی ہے، گویا اِس صورت میں بر و اِقساط ایک ہی چیز ہو گئے۔ اس پر اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں یہاں بر (نیکی کرنے) اور اِقساط (انصاف کرنے) دونوں لفظوں میں یوں فرق ہو سکتا ہے کہ اِقساط کا مطلب ہے کہ جتنا کافر نے دیا اتنا ہی دیا جائے جیسے کافر نے ہزار روپے کی چیز دی تو جواب میں ہزار روپے کی چیز ہی دیدی جائے تو یہ اقساط یعنی برابری کرنا ہو گیا جبکہ اگر وہ کچھ نہ دے اور مسلمان اپنی رشتے داری یا کسی مصلحت کی وجہ سے اسے ہزار روپے کی چیز دیدے یا کافر نے ہزار روپے کی چیز دی لیکن مسلمان ہزار سے زائد کی شے دیدے تو یہ بر یعنی احسان کرنا، نیکی کرنا، سلوک کرنا کہلائے گا۔ [2]

کفار کے ساتھ دوستی کی صورتیں اور ان کے اَحکام

آیت نمبر 9 میں کفار کے ساتھ دوستی سے منع کیا گیا، یہاں ان سے دوستی سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ، ۱۴/۴۶۵، ۴۶۸، ۴۶۹، ملخصاً۔

2 ......فتاویٰ رضویہ، رسالہ: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ، ۱۴/۴۷۱، ملخصاً۔

مُوالات (یعنی کفار کے ساتھ دوستی) کی دو قسمیں ہیں:

(1)......حقیقی موالات: اس کی ادنیٰ صورت قلبی میلان ہے، یہ تمام صورتوں میں ہر کافر سے مُطْلَقاً ہر حال میں حرام ہے البتہ طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف غیر اختیاری طور پر ہوتا ہے یہ اس حکم میں داخل نہیں پھر بھی اس تَصَوُّر سے کہ یہ اللّٰہ ورسول کے دشمن ہیں اور ان سے دوستی حرام ہے، اپنی طاقت کے مطابق اس میلان کو دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے، اس میلان کا آنا بے اختیار تھا اور اسے زائل کرنا قدرت میں ہے تو اسے رکھنا دوستی کو اختیار کرنا ہوا اور یہ حرامِ قطعی ہے اسی لئے جس غیر اختیاری چیز کے ابتدائی اُمور کسی شخص نے اپنے اختیار سے پیدا کئے تو اس میں اس کا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا جیسے شراب سے عقل زائل ہو جانا اختیار میں نہیں لیکن جب اختیار سے پی تو عقل کا زوال اور اس پر جو کچھ مُرَتَّب ہوا سب اسی کے اختیار سے ہوگا۔

(2)......صورۃً موالات: اس کی صورت یہ ہے کہ بندے کا دل کافر کی طرف اصلاً مائل نہ ہو لیکن اس سے برتاؤ ایسا کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو۔ یہ ضرورت اور مجبوری کی حالت میں صرف ضرورت و مجبوری کی مقدار مُطْلَقاً جائز ہے اور بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عداوت کا اظہار نہ کرنے سے کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اِکتفاء کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتَّی الامکان پہلو دار بات کہے، صراحت کے ساتھ اظہار کرنے کی اجازت نہیں، اور اگر اس کے بغیر نجات نہ ملے اور دل ایمان پر مطمئن ہو تو صراحت کے ساتھ اظہار کی رخصت ہے اور اب بھی عزیمت یہی ہے کہ ایسا نہ کرے۔[1]

اب زیرِ تفسیر دونوں آیات کا خلاصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللّٰہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللّٰہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور وہ تمہیں صرف ان کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے پر تمہارے مخالفین کی مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔[2]

1 ......فتاوی رضویہ، رسالہ: المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ، ۱۴/۴۶۵-۴۶۷، ملخصاً۔

2 ......خازن، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۴/ ۲۵۸.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرلو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو اُن کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر انہیں دو اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو، اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے، پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ، نہ یہ ان (کافروں) کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کیلئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہروں کو وہ (حق مہر) دیدو جو انہوں نے خرچ کیا ہو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر انہیں دو اور کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو اور وہ مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہو اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تم میں

فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا ، بڑا حکمت والا ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ : اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر آئیں۔ ﴾ اس آیت میں ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورتوں کے بارے میں 7 اَحکام دیئے گئے ہیں،

(1)......اے ایمان والو! جب کفرستان سے مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو ان کی جانچ کر لیا کرو کہ ان کی ہجرت خالص دین کیلئے ہے، ایسا تو نہیں ہے کہ اُنہوں نے شوہروں کی عداوت میں گھر چھوڑا ہو اور یاد رکھو کہ ان عورتوں کا امتحان تمہارے علم کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کا حال تم سے بہتر جانتا ہے۔

ان کی جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے قسم لی جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ان عورتوں کو قسم دی جائے کہ وہ نہ شوہروں کی عداوت میں نکلی ہیں اور نہ اور کسی دُنیوی وجہ سے بلکہ اُنہوں نے صرف اپنے دین وایمان کیلئے ہجرت کی ہے۔

(2)......اگر جانچ کے بعد وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ کیونکہ نہ یہ مسلمان عورتیں ان کافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مرد ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کی کافرہ بیوی ایمان لا کر ہجرت کر جائے تو وہ اس کافر کے نکاح سے نکل جائے گی۔

(3)......ان کے کافر شوہروں کو وہ حق مہر دیدو جو انہوں نے ان عورتوں کو دیئے تھے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت صلحِ حُدَیْبیہ کے بعد نازل ہوئی، صلح میں یہ شرط تھی کہ مکہ والوں میں سے جو شخص ایمان لا کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو اس کو اہلِ مکہ واپس لے سکتے ہیں اور اس آیت میں یہ بیان فرما دیا گیا کہ یہ شرط صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کی تصریح عہد نامہ میں نہیں اور نہ عورتیں اس قرارداد میں داخل ہو سکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت کا یہ حصہ پہلے حکم (یعنی انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ) کا ناسخ ہے۔

یہ قول اس صورت میں درست ہے کہ عورتیں صلح کے عہد میں داخل ہوں، لیکن عورتوں کا اس عہد میں داخل ہونا صحیح نہیں کیونکہ بخاری شریف میں عہد نامہ کے یہ الفاظ مروی ہیں: ”لَا یَاْتِیْکَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ کَانَ عَلٰی دِیْنِکَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ“ یعنی ہم سے جو مرد آپ کے پاس پہنچے خواہ وہ آپ کے دین ہی پر ہو آپ اس کو واپس دیں گے۔ [1] ان

---

1 ......بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب... الخ، ٢/٢٢٣، الحدیث: ٢٧٣١، ٢٧٣٢.

میں عورت کا ذکر نہیں ہے۔

یہاں اس مہر سے متعلق دو شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں:

(1)...... یہ مہر دینا اس صورت میں ہے جب کہ عورت کا کافر شوہر اسے طلب کرے اور اگر طلب نہ کرے تو اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔

(2)...... اسی طرح اگر کافر نے اس مہاجرہ عورت کو مہر نہیں دیا تھا تو بھی وہ کچھ نہ پائے گا۔

(4)...... تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان ہجرت کرنے والی عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو اگرچہ دارُالحرب میں ان کے شوہر ہوں کیونکہ اسلام لانے سے وہ ان شوہروں پر حرام ہوگئیں اور ان کی زوجیت میں نہ رہیں۔ یاد رہے کہ یہاں مہر دینے سے مراد اس کو اپنے ذمہ لازم کرلینا ہے اگرچہ بِالفعل نہ دیا جائے۔ نیز اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان عورتوں سے نکاح کرنے پر نیا مہر واجب ہوگا جبکہ ان کے شوہروں کو جو ادا کر دیا گیا وہ اس میں شمار نہیں ہوگا گویا یہاں دو قسم کی رقم دینا ہوگی، ایک سابقہ کافر شوہر کو اور دوسری بطورِ مہر عورت کو۔

(5)...... کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو، یعنی جو عورتیں دارالحرب میں رہ گئیں یا مُرتَدّہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئیں ان سے زوجیت کا علاقہ نہ رکھو، چنانچہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے ان کافرہ عورتوں کو طلاق دیدی جو مکہ مکرمہ میں تھیں۔ یہاں یہ مسئلہ یاد رہے کہ اگر مسلمان کی عورت (مَعَاذَاللّٰہ) مرتدہ ہوجائے تو وہ اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی البتہ عورت کے مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح ضرور پڑھا جائے گا۔

(6)...... ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کرلو جنہوں نے اُن سے نکاح کیا۔

(7)...... کافروں کی جو عورتیں ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئیں، ان پر کافروں نے جو خرچ کیا وہ اُن مسلمانوں سے مانگ لیں جنہوں نے ان عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہاں جو اَحکام دیئے یہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔[1]

1 ...... خازن، الممتحنة، تحت الآية: ١٠، ٤/ ٢٥٩، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ١٠، ص١٢٣٣-١٢٣٤.

وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْاؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا دیدو جوان کا خرچ ہوا تھا اور اللّٰہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم مسلمانوں کے ہاتھ سے تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم (کافروں کو) سزا دو تو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں انہیں (مالِ غنیمت سے) اتنا دیدو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴾ وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ: اور اگر تم مسلمانوں کے ہاتھ سے تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں۔﴿

شانِ نزول: اس سے پہلے والی آیت نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے تو ہجرت کرنے والی عورتوں کے مہر اُن کے کافر شوہروں کو ادا کر دیئے جبکہ کافروں نے مرتدہ عورتوں کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس سے کچھ عورتیں مرتدہ ہو کر کافروں کی طرف نکل جائیں، پھر تم کافروں کو جہاد کے ذریعے سزا دو اور ان سے غنیمت پاؤ تو جن کی عورتیں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئیں تھیں انہیں مالِ غنیمت سے اتنا دیدو جتنا انہوں نے ان عورتوں کو مہر دینے میں خرچ کیا تھا اور اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ مومنین مہاجرین کی عورتوں میں سے چھ عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے دارالحرب کو اختیار کیا اور مشرکین کے ساتھ ملیں اور مرتدہ ہو گئیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ نے اُن کے شوہروں کو مالِ غنیمت سے ان کے مہر عطا فرمائے۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ ان آیتوں میں جو یہ احکام دیئے گئے کہ مہاجرات کا امتحان لینا، کفار نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ہجرت کے بعد انہیں دینا، مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ان کے مرتدہ ہو کر کافروں سے مل جانے کے بعد کافروں سے مانگنا، جن کی بیویاں مرتدہ ہو کر چلی گئی ہوں اُنہوں نے جو ان پر خرچ کیا تھا وہ انہیں مالِ غنیمت میں سے دینا، یہ تمام اَحکام جہاد والی آیت سے یا غنیمت والی آیت سے یا اَحادیث سے مَنسوخ ہو گئے ہیں کیونکہ یہ اَحکام تب تک باقی رہے جب تک یہ عہد رہا اور جب وہ عہد اٹھ گیا تو احکام بھی نہ رہے۔[2]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــٴًـا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللّٰہ کا شریک کچھ نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضعِ ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللّٰہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے حضور اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللّٰہ کے

---

1 ......خازن، الممتحنة، تحت الآية: ١١، ٤/٢٥٩-٢٦٠، مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ١١، ص١٢٣٤، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۱۰۱۸-۱۰۱۹، ملخصاً۔

ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان میں گھڑیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ :اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے حضور حاضر ہوں۔﴾ جب فتحِ مکہ کے دن حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مردوں سے بیعت لے کر فارغ ہوئے اور عورتوں سے بیعت لینا شروع کی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! جب مسلمان عورتیں آپ کی بارگاہ میں اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے پر قائم رہیں گی، چوری نہ کریں گی، بدکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، کسی کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کریں گی، اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرنے میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لیں اور اللہ تعالٰی سے ان کی مغفرت چاہیں بیشک اللہ تعالٰی بخشنے والا، مہربان ہے۔(1)

حضرت ہند بنتِ عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور دیگر خواتین کی بیعت

جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فتحِ مکہ کے دن مردوں کی بیعت لے کر فارغ ہوئے تو کوہِ صفا پر عورتوں سے بیعت لینا شروع کی، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نیچے کھڑے ہو کر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام مبارک عورتوں کو سناتے جاتے تھے۔ اسی دوران حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ حضرت ہند بنتِ عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ڈرتے ڈرتے برقع پہن کر اس طرح حاضر ہوئیں کہ پہچانی نہ جائیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گی۔ حضرت ہند نے سر اٹھا کر کہا: آپ ہم سے وہ عہد لے رہے ہیں جو ہم نے آپ کو مردوں سے لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس دن مردوں سے صرف اسلام و جہاد پر بیعت لی گئی تھی۔ پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا اور چوری نہ کرو گی۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بخیل آدمی ہیں اور میں نے اُن کا مال

---

1 ......روح البیان، الممتحنة، تحت الآیة: ۱۲، ۹/۴۸۷-۴۸۸، خازن، الممتحنة، تحت الآیة: ۱۲، ۴/۲۶۰، مدارك، الممتحنة، تحت الآیة: ۱۲، ص ۱۲۳۴، ملتقطاً.

ضرور لیا ہے، میں نہیں سمجھتی کہ مجھے حلال ہوا یا نہیں۔ حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں حاضر تھے، اُنہوں نے کہا: جو تو نے پہلے لیا اور جو آئندہ لے گی سب حلال ہے۔ اس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تو ہند بنتِ عتبہ ہے۔ عرض کی: جی ہاں! مجھ سے جو کچھ قصور ہوئے ہیں وہ معاف فرما دیجئے۔ پھر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اور بدکاری نہ کرو گی۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: کیا کوئی آزاد عورت بدکاری کرتی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ''اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ہم نے چھوٹے چھوٹے بچے پالے، جب وہ بڑے ہوگئے تو آپ نے انہیں قتل کردیا، اب آپ جانیں اور وہ جانیں۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ اس لئے کہا کہ ان کا لڑکا حنظلہ بن ابوسفیان بدر میں قتل کردیا گیا تھا۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت ہنسی آئی۔ پھر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ گھڑو گی۔ حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: خدا کی قسم! بہتان بہت بری چیز ہے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں نیک باتوں اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''کسی نیک بات میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی نہ کرو گی۔ اس پر حضرت ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: اس مجلس میں ہم اس لئے حاضر ہی نہیں ہوئے کہ اپنے دل میں آپ کی نافرمانی کا خیال آنے دیں۔ عورتوں نے ان تمام اُمور کا اقرار کیا اور 457 عورتوں نے بیعت کی۔[1]

عورتوں سے بیعت کی کیفیت

عورتوں سے لی جانے والی بیعت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے مصافحہ نہ فرمایا اور عورتوں کو اپنا دستِ مبارک چھونے نہ دیا۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مَس نہیں کیا، آپ ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔[2]

بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پانی کے ایک بڑے برتن میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ......خازن، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۲۶۰، مدارک، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۲۳۴-۱۲۳۵، **خزائن العرفان**، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۰۱۹، ملتقطاً۔

2 ......صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الممتحنۃ، باب اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات، ۳/۳۵۰، الحدیث: ۴۸۹۱.

وَسَلَّمَ نے اپنا دستِ مبارک ڈالا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی تھی اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔

آیت ”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......پیر کسی کو مرید کرتے وقت عمومی توبہ کے ساتھ خاص ان گناہوں سے بھی توبہ کرائے جن میں مرید گرفتار ہے، مثلاً بے نمازی سے ترکِ نماز کی یا سود خور سے سود خوری سے خاص طور پر توبہ کرائے اور آئندہ کے لئے اس پر قائم رہنے کا حکم دے۔

(2)......پیر کو چاہئے کہ بیعت لینے کے بعد اپنے مرید کے لئے دعائے مغفرت کرے کہ اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، اس کے گزشتہ گناہ بخش دے۔

(3)......خود توبہ کرنے کا حکم اور ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر توبہ کرنے کا دوسرا حکم ہے۔

(4)......مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا سنت ہے کیونکہ یہ مومنہ عورتیں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کی بیعت کرتی تھیں کہ ہم آئندہ گناہوں سے بچیں گی اور یہی مشائخ کی بیعت کا منشا ہے۔ یاد رہے کہ بیعت کی چار قسمیں ہیں، (1) بیعتِ اسلام، (2) بیعتِ خلافت، (3) بیعتِ تقویٰ، (4) بیعتِ توبہ، آج کل کی بیعت توبہ یا تقویٰ کی بیعت ہے، اس بیعت کا ماخذ یہ آیت اور اس جیسی دوسری آیات ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

ع ۲ ۸ اَلْحَشْرِ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللّٰہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب کیا، بیشک وہ آخرت سے ناامید ہوچکے ہیں جیسے کافر قبر والوں (کے دنیا میں لوٹنے) سے ناامید ہوچکے ہیں۔ (یا، قبر والوں میں سے کفار (ثوابِ آخرت سے) ناامید ہوچکے ہیں۔)

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب کیا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے ایمان والو! مشرکوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ آخرت کے منکر ہونے کی وجہ سے اس کے ثواب سے ایسے ناامید ہوچکے ہیں جیسے وہ قبر والوں کے دنیا میں واپس آنے سے ناامید ہوچکے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے ایمان والو! یہودیوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو برحق نبی جاننے کے باوجود اِنکار کرنے کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے ایسے ہی ناامید ہوچکے ہیں جیسے کفار مرے ہوئے لوگوں کے دنیا میں واپس آنے سے مایوس ہوچکے ہیں۔[1]

1 ......مدارك، الممتحنة، تحت الآية: ۱۳، ص ۱۲۳۵، ملخصاً.

سُوْرَةُ الصَّفّ

سورۂ صف کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ صف مکیہ ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور جمہور مفسرین کے قول کے مطابق مدنیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **14** آیتیں ہیں۔

''صف'' نام رکھنے کی وجہ

صف کا معنی ہے سیدھی قطار اور اس سورت کی آیت نمبر **4** میں مذکور کلمہ ''صَفًّا'' کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ صف'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ صف سے متعلق حدیث

حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ہم نے اس بات پر مذاکرہ کیا کہ کون حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جا کر یہ پوچھے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ابھی ہم میں سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہماری طرف ایک شخص بھیجا اور اس نے ہمیں جمع کر کے ہمارے سامنے پوری سورۂ صف کی تلاوت کی۔[2]

سورۂ صف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور مجاہدین کا عظیم

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الصف، ٤/٢٦١.

2 ......مسند امام احمد، حديث عبد اللّٰه بن سلام رضى اللّٰه عنه، ٩/٢٠٥، الحديث: ٢٣٨٤٩.

ثواب بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ بات نہ کہیں جو خود کرتے نہیں۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ جولوگ اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کرلڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں ان سے اللّٰہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے اور دین میں تَفْرِقہ بازی سے منع کیا گیااور بتایا گیا کہ یہ یہودیوں اورعیسائیوں کا طریقہ ہے۔

(4)......مسلمانوں کو یہ بشارت دی گئی کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے اور یہ دین سب دینوں پر غالب ہوگا اگر چہ مشرکوں کو ناپسند ہو۔

(5)......مسلمانوں کے سامنے اُخروی عذاب سے نجات کا راستہ بیان کیا گیا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھیں اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اوراپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں۔

(6)......اس سورت کے آخر میں مسلمانوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے دین کا مددگار بننے کا حکم دیا گیااوران کے سامنے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کے حواریوں کی ایک مثال بیان فرمائی گئی۔

سورۂ مُمْتَحِنَۃ کے ساتھ مناسبت

سورۂ صف کی اپنے سے ماقبل سورت ''مُمْتَحِنَۃ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مُمْتَحِنَۃ کی ابتداء میں، وسط میں اور آخر میں کفار سے دوستی اور محبت رکھنے سے منع کیا گیا اوراس سورت میں مسلمانوں کومتحد ہونے اور دشمنوں کے سامنے ایک صف میں کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مُمْتَحِنَۃ میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان ملکی، داخلی اورخارجی معاملات کے احکام بیان کئے گئے اوراس سورت میں دشمنوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور جہاد چھوڑنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کتنی سخت ناپسند ہے اللّٰہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللّٰہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ: اللّٰہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اَشیاء ہر اس چیز سے اللّٰہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو اس کی بلند و بالا اور عظیم بارگاہ کے لائق نہیں، وہی عزت والا اور تمام اَفعال میں حکمت والا ہے۔ (1)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’ہم چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، ہم میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا

1 ......روح البيان، الصف، تحت الآية: ۱، ۹/۴۹۳.

عمل محبوب ترین ہے اگر ہمیں معلوم ہو جاتا تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمارے سامنے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔[1]

یاد رہے کہ اس آیت کے شانِ نزول میں اور بھی کئی قول ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کرنے کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔[2] اس اعتبار سے منافقوں کی مذمت ہے اور انہیں اہلِ ایمان کہہ کر مُخاطب کرنا ان کے ظاہری ایمان کی وجہ سے ہے۔ اور اگر یہ آیت صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس میں ان کی مذمت نہیں بلکہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایسے دعوے کرنا درست نہیں کیونکہ آنے والے وقت کا معلوم نہیں کہ کیسا آئے، ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے وہ یہ دعویٰ پورا نہ کر سکیں۔

قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے قول کے مطابق عمل بھی کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اس تضاد کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے لوگوں کو اچھی باتیں بتانا لیکن خود ان پر عمل نہ کرنا، یا کسی سے وعدہ کرنا اور اس وقت یہ خیال کرنا کہ میں یہ کام کروں گا ہی نہیں، صرف زبانی وعدہ کر لیتا ہوں، وغیرہ یعنی ایک بات کہہ دیتا ہوں لیکن پوری نہیں کروں گا۔ اَحادیث میں ان چیزوں کی خاص طور پر شدید مذمت اور وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور خود برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کے بارے میں حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الصف، ٥/٢٠٢، الحدیث: ٣٣٢٠.

2 ......خازن، الصف، تحت الآیة: ٢، ٤/٢٦٢.

میں ڈال دیا جائے گا،اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کررہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے،جہنمی اس کے گرد جمع ہو کراس سے کہیں گے :اے فلاں! کیابات ہے تم تو ہم کونیکی کی دعوت دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے۔وہ کہے گا میں تم کونیکی کی دعوت دیتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کوتو برائی سے روکتا تھا مگر خود برے کام کرتا تھا۔[1]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''شبِ معراج میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔میں نے پوچھا:اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام ،یہ کون لوگ ہیں؟انہوں نے عرض کی:یہ آپ کی امت کے وہ وعظ کرنے والے ہیں جو وہ باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔[2]

اور وعدہ خلافی کرنے والوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے،جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے،اس پر اللّٰہ تعالیٰ ،فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اوراس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔[3]

یونہی آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جو کام تم کرتے نہیں ہو اس کے دعوے نہیں کرو جیسے ایک آدمی غریبوں کی مدد نہیں کرتا لیکن دعویٰ یہ کرتا ہے کہ وہ غریبوں کی بہت مدد کرتا ہے تو یہ محض جھوٹا دعویٰ ہے اور کچھ بھی نہیں۔یا ایک آدمی ایک کام کرنے کا دعویٰ کرے لیکن اسے پورا نہ کرے جیسے کہے کہ فلاں جگہ کے غریبوں کی اتنی مدد کروں گا لیکن کہتے ہوئے دل میں موجود ہو کہ عمل نہیں کروں گا تو گویا جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں قول اور فعل کے تضاد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے،امین۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانّها مخلوقة، ٣٩٦/٢، الحدیث: ٣٢٦٧.

2 ......مشكاة المصابیح، كتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثانی، ١٨٨/٢، الحدیث: ٤٨٠١.

3 ......بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، باب مایکره من التعمّق والتنازع فی العلم...الخ، ٥٠٥/٤، الحدیث: ٧٣٠٠.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کرلڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ : بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کے دوران اس طرح صفیں باندھ کرلڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں، ان میں ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابلے میں سب کے سب ایک چیز کی طرح ہیں۔[1]
مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہادر مجاہد پسند ہیں جو ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کریں اور پیٹھ نہ دکھائیں، اس زمانہ میں چونکہ جہاد میں صفیں باندھی جاتی تھیں، اس لئے یہاں صف کا ذکر ہوا جبکہ ہمارے دور میں اب صفیں باندھ کر بھی جہاد کی صورت ہوسکتی ہے اور دوسرے طریقے سے بھی اور اب ہر وہ طریقہ اس میں شامل ہوگا جس میں ایک مفید نظم وضبط ہو اور جو آپس میں ایک دوسرے کی قوت وطاقت اور دوسروں پر فتح کا ذریعہ بنے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور فاسق

[1] ......خازن، الصف، تحت الآیۃ: ٤، ٤/٢٦٢، ملخصاً۔

لوگوں کو اللّٰہ راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللّٰہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللّٰہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللّٰہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی قوم کے سامنے وہ واقعہ بیان کریں جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم! آیات کا انکار کر کے اور میرے اوپر جھوٹی تہمتیں لگا کر مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم یقین کے ساتھ جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللّٰہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور رسول کی تعظیم واجب، ان کی توقیر اور احترام لازم ہے اور انہیں ایذا دینا سخت حرام اور انتہا درجہ کی بدنصیبی ہے۔ پھر جب وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایذا دے کر راہِ حق سے مُنْحَرِف اور ٹیڑھے ہوئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اِتباعِ حق کی توفیق سے محروم کر کے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللّٰہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایذا دینا شدید ترین جرم ہے اور اس کے وبال سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور آدمی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ [1]

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۶

[1] ...... خازن، الصف، تحت الآیة: ۵، ۴/۲۶۲، مدارک، الصف، تحت الآیة: ۵، ص۱۲۳۷، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔

﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ: اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے فرمایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جب حضرت عیسٰی بن مریم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالٰی کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق اور اللہ تعالٰی کی دیگر کتابوں کا اقرار واعتراف کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے تشریف لانے والے تمام انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانتا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے۔'' اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ پھر جب وہ احمد کفار کے پاس روشن نشانیاں اور معجزات لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔ (1)

حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت

کثیر اَحادیث اور روایات میں بھی حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشارت کا ذکر ہے، ان میں سے تین روایات درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے ملک میں چلے جانے کا حکم فرمایا (جب ہم اس کے پاس گئے تو) نجاشی بادشاہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰی

1...... خازن، الصف، تحت الآیة: ٦، ٤/٢٦٢، جلالین، الصف، تحت الآیة: ٦، ص٤٥٩، ملتقطاً.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بشارت دی، اگر مجھ پر اُمورِ سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر نعلین اٹھانے کی خدمت بجالاتا۔ [1]

(2)......حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''توریت میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کے پاس مدفون ہوں گے۔ ابومودود نے کہا ہے کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ [2]

(3)......حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: یَا رُوۡحَ اللّٰهِ ! کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت ہے، وہ لوگ حکمت والے، علم والے، نیکوکار اور متقی ہوں گے اور فقہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نائب ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی رہنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی گا۔ [3]

اس آیت کی مناسبت سے یہاں 5 باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

(1)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ماں کی طرف نسبت کی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بغیر باپ پیدا ہوئے ہیں۔

(2)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں جبکہ ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سارے عالَم کے رسول ہیں۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صرف آپ کی بشارت دی ہے۔

(4)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا اور کوئی نبی نہ آیا۔

(5)......حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تھا کیونکہ بنی اسرائیل کو باقاعدہ بتا دیا گیا تھا۔

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک، ۳/۲۸۵، الحدیث: ۳۲۰۵.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۵/۳۵۵، الحدیث: ۳۶۳۷.

3 ......خازن، الصف، تحت الآیة: ۶، ۴/۲۶۲.

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے دینِ اسلام کی طرف بلائے جس میں دونوں جہاں کی سعادت ہے اور وہ اس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جادو بتا کر اس پر جھوٹ باندھے، اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اَزلی علم سے جانتا ہے کہ کافر ہی رہیں گے۔)[1]

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــٴُـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونھوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔

1 ......خازن، الصف، تحت الآية: ٧، ٤/٢٦٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔﴾ یعنی ان کا ارادہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک کو جادو بتا کر اسلام کو باطل کر دیں (لیکن یہ اپنے ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے کیونکہ) اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو ہر صورت میں غالب فرمائے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین اور آپ کا نام چمکتا رہے گا خواہ دشمن کتنی ہی دشمنی کر لیں۔ آج بھی اس کا نظارہ ہو رہا ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو ناپسند ہو۔

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔﴾ یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کے ذرائع قرآن اور معجزات اور اس سچے دین کے ساتھ بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کے لئے منتخب فرمایا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو یہ غلبہ ناپسند ہو۔

1 ……خازن، الصف، تحت الآية: ٨، ٤/٢٦٣.

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دینِ اسلام غالب ہوا اور اس کے علاوہ تمام اَدیان اسلام سے مغلوب ہو گئے۔

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نزول فرمائیں گے تو روئے زمین پر اسلام کے سوا اور کوئی دین نہ ہوگا۔ [1]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَۙ ﴿۱۱﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُۙ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیا میں بتادوں وہ سوداگری جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت پر تمہاری رہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

[1] ......روح البیان، الصف، تحت الآیۃ: ۹، ۹/۴۰۵، مدارک، الصف، تحت الآیۃ: ۹، ص۱۲۳۷، ملتقطاً.

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ سنو، وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھنے میں ثابت قدم رہو اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم اپنا حقیقی نفع جانتے ہو تو ایمان پر ثابت قدم رہنا اور جہاد کرنا تمہارے لیے جان، مال اور ہر ایک چیز سے بہتر ہے اور اگر ایسا کرو گے تو اللّٰہ تعالیٰ تمہارے دنیا میں کئے ہوئے گناہ بخش دے گا اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں داخل فرمائے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں اور یہ جزا ملنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے لیکن چونکہ اس وقت جہاد کی سخت ضرورت تھی اس کے لئے یہاں ایمان کے بعد جہاد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

یہاں اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے کو تجارت سے تعبیر فرمایا گیا کیونکہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بہترین نفع یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی رضا جنت اور نجات حاصل ہوتی ہے۔

سورۂ صف کی آیت نمبر 12 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... مجاہد کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حتّٰی کہ حقوق العباد بھی کہ رب تعالیٰ اس کے حق والے کو جنت دے کر راضی کر دے گا۔ اور حق معاف کرا دے گا۔

(2)...... دنیا میں امیر یا وزیر بن جانا بڑی کامیابی نہیں بلکہ بڑی کامیابی یہ ہے کہ بندہ دنیا میں نیکیاں کر کے جنت اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق ہو جائے۔

وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ

---

1 ......روح البیان، الصف، تحت الآیۃ: ١٠-١١، ٩/٥، ٥-٦، ٥، خازن، الصف، تحت الآیۃ: ١٠-١٢، ٤/٢٦٣، ملتقطاً۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللّٰہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنا دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک دوسری (نعمت تمہیں دے گا) جسے تم پسند کرتے ہو (وہ) اللّٰہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح (ہے) اور (اے حبیب!) مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

﴿ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا: اور ایک دوسری (نعمت تمہیں دے گا) جسے تم پسند کرتے ہو۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اُخروی نعمتوں مغفرت اور ثواب کے علاوہ اللّٰہ تعالیٰ دنیا میں ہی ایک اور نعمت تمہیں دے گا جسے تم پسند کرتے ہو اور وہ نعمت اللّٰہ تعالیٰ کی مدد اور جلد آنے والی فتح ہے اور اے محبوب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسلمانوں کو دنیا میں فتح کی اور آخرت میں جنت کی خوشخبری سنا دیں۔[1]

نوٹ: اس آیت میں فتح سے یا فتحِ مکہ مراد ہے یا اس سے فارس اور روم کے شہروں کی فتح مراد ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہی کے دور میں فارس اور روم کے شہر فتح ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی خلافتیں برحق ہیں اور ان کی فتوحات اللّٰہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں جن کی یہاں بشارت دی جا رہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌ ۚ

[1] ……خازن، الصف، تحت الآیۃ: ۱۳، ۴/۲۶۳، مدارک، الصف، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۱۲۳۷، ملتقطاً۔

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۠ ﴿١٤﴾

ع ٥/١٠

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہو گئے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ: اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو دین کی مدد کرنے اور مخالفین کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالٰی کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسے حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے حواریوں نے اس وقت اللہ تعالٰی کے دین کی مدد کی تھی جب آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے حواریوں سے فرمایا تھا ''کون ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالٰی کے دین کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا، ان دونوں میں جنگ ہوئی تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو ایمان والے غالب ہو گئے۔

آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آسمان پر اُٹھا لیے گئے تو ان کی قوم تین فرقوں میں مُنْقَسِم ہو گئی، ایک فرقے نے حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہا: وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا۔ دوسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالٰی کا بیٹا تھا اُس نے اپنے پاس بلا لیا۔ تیسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول تھے اُس نے اُٹھا لیا۔ یہ تیسرے فرقے والے مومن تھے اور اِن کی اُن دونوں فرقوں

سے جنگ رہی اور کافر گروہ اُن پر غالب رہے یہاں تک کہ انبیاء کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ظہور فرمایا، اس وقت ایمان دار گروہ ان کافروں پر غالب ہوا۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرنے سے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائی، اس کی برکت سے یہ لوگ کافروں پر غالب ہوگئے۔ (1)

آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... مصیبت کے وقت اللہ تعالٰی کے بندوں سے مدد مانگنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، یہ شرک نہیں اور ”اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ“ کے خلاف نہیں۔

(2)...... عیسائیوں کو نصاریٰ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے آباء واَجداد نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا تھا: ”نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ“۔

(3)...... اللہ تعالٰی کے پیاروں کی مدد کرنا درحقیقت اللہ تعالٰی کے دین کی مدد کرنا ہے، کیونکہ حواریوں نے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد کی تھی مگر عرض کی کہ ہم اللہ تعالٰی کے مددگار ہیں۔

---

(1)...... خازن، الصف، تحت الآية: ١٤، ٤/٢٦٣-٢٦٤، جلالين، الصف، تحت الآية: ١٤، ص٤٥٩، مدارك، الصف، تحت الآية: ١٤، ص١٢٣٨، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْجُمُعَة

سورۂ جمعہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ جمعہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **11** آیتیں ہیں۔

''جمعہ'' نام رکھنے کی وجہ

سات دنوں میں سے ایک دن کا نام جمعہ ہے اور اس دن سورج ڈھلنے کے بعد جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نمازِ جمعہ کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں لفظ **''اَلْجُمُعَہ''** موجود ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام **''سُوْرَةُ الْجُمُعَة''** رکھا گیا ہے۔

سورۂ جمعہ سے متعلق 2 اَحادیث

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت فرماتے تھے۔[2]

(2)......حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت فرماتے تھے، سورۂ جمعہ کی تلاوت کے ذریعے مسلمانوں کو بشارت دیتے اور (مزید نیک اعمال کرنے پر) ابھارتے تھے جبکہ سورۂ منافقون کے ذریعے منافقوں کو مایوس کرتے اور ان کی سرزَنش فرماتے تھے۔[3]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الجمعة، ٤/٢٦٤.

2 ......مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة، ص٤٣٥، الحدیث: ٦٤(٨٧٩).

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الرد علی ابی حنیفة، مسألة فی ما یقرأ فی الجمعة والعیدین، ٨/٤٢٤، الحدیث: ٢.

سورۂ جمعہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نمازِ جمعہ کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اور ان کے اوصاف بیان فرمائے گئے۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر یہ بڑا فضل ہے کہ اُس نے اُن کی ہدایت کیلئے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کومبعوث فرمایا۔

(3)......تورات کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت کی گئی اور یہودیوں سے کہا گیا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو ذرا موت کی تمنا کریں۔ نیز یہ بتایا گیا کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور یہودی جس موت سے بھاگتے ہیں وہ بہر صورت انہیں آکر رہے گی۔

(4)......سورت کے آخر میں نمازِ جمعہ کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

سورۂ صف کے ساتھ مناسبت

سورۂ جمعہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''صف'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صف میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کا حال بیان کیا گیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو اَذِیَّتیں دیں انہیں ذکر کیا گیا اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال اور ان کی امت کی فضیلت وشرافت بیان فرمائی تاکہ دونوں امتوں میں فرق ظاہر ہو جائے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ صف میں ذکر کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک عظیم رسول کی تشریف آوری کی بشارت دی جن کا اسمِ گرامی احمد ہوگا اور سورۂ جمعہ میں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جن کی بشارت دی تھی وہ دو عالَم کے تاجدار اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سردار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو بادشاہ، نہایت پاکی والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ: اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی ہر نقص و عیب سے پاکی بیان کرتی ہیں جس کی شان یہ ہے کہ وہ حقیقی بادشاہ، انتہائی پاکی والا، عزت والا اور حکمت والا ہے۔

تسبیح کی تین اَقسام

تسبیح تین طرح کی ہے۔

(1)......خلقت کی تسبیح۔ وہ یہ ہے کہ ہر شے کی ذات اور اس کی پیدائش خالق و قدیر رب تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیت اور ہر نقص و عیب سے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(2)......معرفت کی تسبیح۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے مخلوق میں اپنی معرفت پیدا کردے اور وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرے۔

(3)......ضروری تسبیح۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک جوہر پر اپنی تسبیح جاری فرماتا ہے اور معرفت کے بغیر ہی ہر جوہر یہ تسبیح کرتا ہے۔[1]

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے نسب وشرافت کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں، ان کا نامِ پاک محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہے، وہ ان کے سامنے قرآنِ مجید کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں جن میں رسالت، حلال وحرام اور حق وباطل کا بیان ہے، انہیں باطل عقیدوں، مذموم اَخلاق، دورِ جاہلیّت کی خباثتوں اور قبیح اَعمال سے پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت (یعنی قرآن، سنت اور فقہ یا شریعت کے اَحکام اور طریقت

[1]......مدارك، الجمعة، تحت الآية: ١، ص١٢٣٩، ملخصاً.

کے اَسرار) کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے کہ شرک، باطل عقائد، اور خبیث اَعمال میں گرفتار تھے اور انہیں کامل مرشد کی شدید حاجت تھی۔ (1)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صفت ’’نبی اُمّی‘‘ کی 3 وجوہات

سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک صفت ’’نبی اُمّی‘‘ ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہیں، یہاں اس کی تین وجوہات ملاحظہ ہوں:

(1)......آپ اُمتِ اُمِّیَہ کی طرف معبوث ہوئے۔ کتاب شعیاء میں ہے، اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے ’’میں اُمّیوں میں ایک اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کر دوں گا۔

(2)......آپ کی بعثت اُمُّ القریٰ یعنی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

(3)......حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لکھتے اور کتاب سے کچھ پڑھتے نہ تھے اور یہ آپ کی فضیلت تھی کہ علم انتہائی یاد ہونے کی وجہ سے اس کی حاجت نہ تھی۔ خط ایک ذہنی صنعت ہے جو کہ جسمانی آلہ سے صادر ہوتی ہے، تو جو ذات ایسی ہو کہ قلمِ اعلیٰ اس کے زیرِ فرمان ہو اُس کو اِس کتابت کی کیا حاجت؟ پھر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کتابت نہ فرمانا اور (پھر بھی) کتابت کا ماہر ہونا ایک عظیم معجزہ ہے، آپ کاتبوں کو لکھنے کا علم اور کتابت کے طریقے تعلیم فرماتے، پیشہ وروں کو پیشوں کی تعلیم دیتے ہیں حتّٰی کہ دنیا وآخرت کے ہر کمال میں اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ علم والا بنایا ہے۔ (2)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر   بس قسم کھایئے اُمّی تری دانائی کی

آیت ’’هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......دل کی پاکی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے، ایمان اور اَعمال پاکی کے

---

1 ......خازن، الجمعة، تحت الآية: ٢، ٤/٢٦٤، مدارك، الجمعة، تحت الآية: ٢، ص١٢٣٩، ملتقطاً.

2 ......خزائن العرفان، الجمعۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص۱۰۲۳، ملخصاً۔

اَسباب ہیں۔

(2)......قرآن وحدیث آسان نہیں کہ ہر کوئی محض اپنی عقل سے سمجھ لے ورنہ ان کی تعلیم کے لئے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ بھیجے جاتے۔

(3)......ہدایت کے لئے حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

(4)......قرآنِ مجید کو محض اپنی عقل سے نہ سمجھا جائے بلکہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم سے سمجھا جائے، ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔

(5)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا میں کسی کے شاگرد نہیں کیونکہ آپ کی تشریف آوری کے وقت عام لوگ جاہل تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں،

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاد ہو | کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ رَبُّکَ الْاَکْرَمْ نہیں

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو (بھی یہ رسول پاک کرتے اور علم دیتے ہیں) جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جسے چاہے دے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ: اور ان سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو۔﴾ اس آیت کا تعلق پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور اس میں مزید ایسے افراد کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پاک کرتے اور علم عطا فرماتے

ہیں۔ یاد رہے کہ اُمِّیوں میں سے دوسرے لوگوں سے مراد یا تو عجمی ہیں یا وہ تمام لوگ مراد ہیں جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور اگلوں سے نہ ملنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا زمانہ نہیں پایا بلکہ ان کے بعد آئے۔ [1]

دوسرے لوگوں سے عجمی مراد ہونے پر یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی اس وقت ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے، جب آپ نے یہ آیت ''**وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ**'' تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو اگلوں کے ساتھ ابھی نہیں ملے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کوئی جواب نہ دیا حتّٰی کہ اس نے دو یا تین بار عرض کی، اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر دین ثُرَیّا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو فرزندانِ فارس وہاں جائیں گے اور دین کو حاصل کرلیں گے۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیض صرف صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تک مَوقوف نہیں بلکہ تا قیامت رہے گا، لوگ ان کی نگاہِ کرم سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، علم سیکھتے ہیں اور سیکھتے رہیں گے۔

﴿**ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ: یہ اللّٰہ کا فضل ہے۔**﴾ یعنی رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کی امت کی فضیلت کے بارے میں جو ذکر کیا گیا یہ اللّٰہ تعالٰی کا فضل ہے، وہ جسے چاہے یہ فضل عطا فرمائے اور اللّٰہ تعالٰی اپنی مخلوق پر بڑے فضل والا ہے کہ اُس نے اِن کی ہدایت کیلئے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا۔ [3]

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

---

1 ......مدارك، الجمعة، تحت الآية: ٣، ص١٢٣٩، خازن، الجمعة، تحت الآية: ٣، ٢٦٤/٤.

2 ......مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ص١٣٧٨، الحديث: ٢٣٠-٢٣١(٢٥٤٦).

3 ......صاوى، الجمعة، تحت الآية: ٤، ٢١٦٣/٦، خازن، الجمعة، تحت الآية: ٤، ٢٦٥/٤، ملتقطاً.

يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انھوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اس کا بوجھ نہ اٹھایا ان لوگوں کی مثال گدھے کی مثال جیسی ہے جو کتابیں اٹھائے ہو، ان لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ: ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی۔﴾ اس سے پہلے والی آیات میں بیان فرمایا گیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُمّیوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، یہودیوں نے اس پر یہ شُبہ پیش کیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صرف عرب والوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ہماری طرف مبعوث نہیں ہوئے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہاں ان کی ایک مثال بیان فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن پر توریت کے احکام کی پیروی کرنا لازم کیا گیا، پھر انہوں نے توریت پر عمل نہ کرکے اس ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھایا اور اس میں مذکور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان نہ لائے، ان لوگوں کی مثال گدھے جیسی ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے اور بوجھ کے سوا اُن سے کچھ بھی نفع نہ پائے اور جو علوم ان کتابوں میں ہیں ان سے اصلاً واقف نہ ہو، یہی حال ان یہودیوں کا ہے جو توریت اُٹھائے پھرتے ہیں، اس کے الفاظ رٹتے ہیں لیکن اس سے نفع نہیں اُٹھاتے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اُن لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں

کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں ظالم ہیں۔[1]

یہودیوں کو گدھے سے تشبیہ دینے کی وجوہات

اس آیت میں یہودیوں کو کسی اور جانور کی بجائے گدھے سے تشبیہ دی گئی، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ گھوڑے اور خچر کی بہ نسبت گدھے پر زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گدھے میں جہالت اور حماقت کا معنی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عرف میں بھی دوسرے جانوروں کے مقابلے میں گدھے کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔[2]

قرآنِ مجید کو نہ سمجھنے اور اس پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں توریت پر عمل نہ کرنے والے یہودیوں کی جو مثال بیان کی گئی یہ ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے جو قرآنِ کریم کے معانی کو نہ سمجھیں اور اس پر عمل نہ کریں اور اس سے اِعراض کریں۔[3] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کے دیئے ہوئے اَحکام پر عمل کرے تاکہ اس پر یہ مثال صادق نہ آئے۔

علم پر عمل نہ کرنے کی 5 وعیدیں

یہاں علم پر عمل نہ کرنے کی 5 وعیدیں بھی ملاحظہ ہوں:

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب پانے والا وہ عالم ہوگا جسے اس کے علم نے کوئی نفع نہ دیا۔[4]

(2)...... حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اہلِ جنت میں سے کچھ لوگ اہلِ جہنم کے کچھ لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے: تم جہنم میں کیوں داخل ہوئے حالانکہ ہم جنت میں

---

1 ......تفسیر کبیر، الجمعة، تحت الآیة: ٥، ١٠/٥٣٩، خازن، الجمعة، تحت الآیة: ٥، ٤/٢٦٥، مدارك، الجمعة، تحت الآیة: ٥، ص ١٢٤٠، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، الجمعة، تحت الآیة: ٥، ١٠/٥٤٠، ملخصاً.

3 ......خازن، الجمعة، تحت الآیة: ٥، ٤/٢٦٥.

4 ......معجم صغیر، باب الطاء، من اسمه: طاهر، ص ١٨٢، الجزء الاول.

اسی علم کے ذریعے داخل ہوئے ہیں جو ہم نے تم سے ہی سیکھا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے۔[1]

(3)......حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''اے عویمر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن تم سے کہا جائے گا: تو نے علم حاصل کیا تھا یا جاہل رہے؟ اگر تو نے یہ جواب دیا کہ میں نے علم حاصل کیا تھا تو تم سے پوچھا جائے گا: تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اگر تو نے کہا: میں جاہل رہا، تو تم سے کہا جائے گا: جاہل رہنے میں تمہارا عذر کیا تھا؟ تم نے علم کیوں نہ حاصل کیا؟[2]

(4)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو علم حاصل نہ کرے اور اس آدمی کے لئے بھی ہلاکت ہے جو علم حاصل کرے پھر اس پر عمل نہ کرے۔[3]

(5)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' مجھے تم پر ہر علم والے منافق کا خوف ہے جو کلام حکمت والا کرے گا اور عمل گناہوں پر کرے گا۔[4]

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ صرف تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں، تو ذرا مرنے کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/ ٤١، الحديث: ٩٩.
2 ......ابن عساكر، حرف الميم، ٨٧٩٣- ابو محمد الكلبي، ٦٧/ ١٨١.
3 ......كنز العمال، حرف العين، كتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الثاني، ٥/ ٨٦، الجزء العاشر، الحديث: ٢٩٠٣٦.
4 ......كنز العمال، حرف العين، كتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الثاني، ٥/ ٨٦، الجزء العاشر، الحديث: ٢٩٠٤٠.

﴿ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا: تم فرماؤ: اے یہودیو! ۔﴾ یہودی کہتے تھے کہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کے بیٹے اوراس کے پیارے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کا گھر خالص ہمارے لئے ہے اور جنت میں صرف یہودی ہی جائیں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ ان کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے فرمادیں: اے یہودیو! تمہیں یہ گمان ہے کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم اللّٰہ تعالیٰ کے دوست ہو، اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہوتو مرنے کی آرزو کروتا کہ موت تمہیں اس تک پہنچادے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے۔[1]

وَ لَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کوتکوں کے سبب جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللّٰہ ظالموں کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اُن اعمال کے سبب جو اُن کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللّٰہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

﴿ وَ لَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا: اور وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔﴾ یعنی یہودیوں نے جو کفر کیا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا اس کی وجہ سے یہ کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے۔ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبر تھی جو سچی ثابت ہوئی کہ آیت میں جن یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے انہوں نے ہرگز موت کی تمنا نہیں کی۔

موت کی تمنا کرنے کا شرعی حکم

اَحادیث میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے نیک شخص تو اس

[1] ......روح البیان، الجمعة، تحت الآیة: ٦، ٩/٥١٨، خازن، الجمعة، تحت الآیة: ٦، ٤/٢٦٥، ملتقطاً.

لئے کہ شاید وہ مزید نیکیاں کرلے اور گناہگار اس لئے کہ شاید وہ توبہ کرلے۔ (1)

اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کوئی نہ موت کی آرزو کرے، نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب وہ مرجائے گا تو اس کا عمل ختم ہوجائے گا اور مومن کی عمر بھلائی ہی بڑھاتی ہے۔ (2)

البتہ اگر مجبوری میں موت کی آرزو کرنی ہی پڑے تو حدیثِ پاک میں اس کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کوئی آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، پھر اگر کرنی ہی پڑ جائے تو یوں کہے: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے۔ (3)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ حدیث گزشتہ (دونوں) اَحادیث کی شرح ہے کہ بیماری وآزاری سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس خیر وشر میں دین ودنیا کی خیر وشر شامل ہے گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔ (4) یعنی مقصد بھی پورا ہوگیا اور ممانعت کے حکم پر بھی عمل ہوگیا۔

مزید فرماتے ہیں: موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بری بھی، اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرنا ہے تو اچھا ہے اور اگر دُنْیَوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو برا (ہے)۔ (5)

﴿وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ: اور اللّٰہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔﴾ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے یعنی اللّٰہ تعالٰی کافروں کو خوب جانتا ہے اور وہ انہیں سخت سزا دے گا۔

---

1 ......بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، ١٣/٤، الحديث: ٥٦٧٣.

2 ......مسلم، كتاب الذكر والدعاء... الخ، باب كراهة تمنّي الموت لضر نزل به، ص١٤٤١، الحديث: ١٣(٢٦٨٢).

3 ......بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، ١٣/٤، الحديث: ٥٦٧١.

4 ......مراٰۃ المناجیح، جنازوں کا باب، باب موت کی آرزو اور اس کا ذکر، پہلی فصل، ۲/۴۲۱، تحت الحدیث: ۱۵۱۳۔

5 ......مراٰۃ المناجیح، جنازوں کا باب، باب موت کی آرزو اور اس کا ذکر، پہلی فصل، ۲/۴۲۰۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

ع ۱۸

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم نے کیا تھا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو پس وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

﴿**قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ:** تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان یہودیوں سے فرما دیں: اپنے کفر کے وبال کی وجہ سے تم جس موت سے بھاگتے ہو اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، بے شک وہ ضرور تمہیں آنے والی ہے اور یہ بھاگنا تمہیں کوئی نفع نہ دے گا، پھر مرنے کے بعد تم اس اللہ تعالٰی کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور اس سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں ہے، پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا (کہ تم نے دنیا میں کیا اعمال کئے تھے اور وہ تمہیں ان اعمال کی سزا دے گا)۔[1]

قیامت کے دن اعمال بتائے جانے کی 3 صورتیں

یاد رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اعمال بتا دیئے جانے کی مختلف صورتیں ہوں گی، ان میں سے تین صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)......اعمال نامے دکھا کر اعمال بتا دیئے جائیں گے، چنانچہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے

1......تفسیر کبیر، الجمعة، تحت الآية: ٨، ٥٤١/١٠، روح البيان، الجمعة، تحت الآية: ٨، ٥١٩/٩-٥٢٠، ملتقطاً.

لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا [1]

ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

(2)......انسان کے اَعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

(3)......زمین لوگوں کے اعمال بیان کردے گی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاۙ(۴) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۹)

---

1 ...... کہف: ٤٩.
2 ......النور: ٢٤.
3 ......یس: ٦٥.
4 ......زلزال: ٤، ٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو **اللہ** کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو **اللہ** کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے۔﴾ اس آیت سے نمازِ جمعہ کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق تین باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......اس آیت میں اذان سے مراد پہلی اذان ہے نہ کہ دوسری اذان جو خطبہ سے مُتَّصِل ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلی اذان حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں اضافہ کی گئی مگر نماز کی تیاری کے واجب ہونے اور خرید وفروخت ترک کر دینے کا تعلق اسی سے ہے۔

(2)......دوڑنے سے بھاگنا مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کیلئے تیاری شروع کر دو اور ذِکْرُ اللّٰہ سے جمہور علماء کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔

(3)......اس آیت سے نمازِ جمعہ کی فرضیّت، خرید وفروخت وغیرہ دُنْیَوی مَشاغل کی حرمت اور سعی یعنی نماز کے اہتمام کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔[1]

جمعہ کی وجہِ تسمیہ

عربی زبان میں اس دن کا نام عَروبہ تھا بعد میں جمعہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جس شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا وہ کعب بن لُوی ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن نماز کیلئے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پہلا جمعہ

سیرت بیان کرنے والے علماء کا بیان ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کر کے مدینہ

---

1 ......خزائن العرفان، الجمعۃ، تحت الآیۃ: ۹، ص۱۰۲۵، ملخصاً۔

2 ......خازن، الجمعة، تحت الآية: ٩، ٤/٢٦٥.

طیبہ تشریف لائے تو 12 ربیع الاوّل، پیر کے دن، چاشت کے وقت قباء کے مقام پر ٹھہرے، پیر سے لے کر جمعرات تک یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی، جمعہ کے دن مدینہ طیبہ جانے کا عزم فرمایا، بنی سالم بن عوف کی وادی کے درمیان جمعہ کا وقت آیا، اس جگہ کو لوگوں نے مسجد بنایا اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں جمعہ پڑھایا اور خطبہ فرمایا۔ یہ پہلا جمعہ ہے جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے ساتھ پڑھا۔[1]

روزِ جمعہ کے 4 فضائل

کثیر اَحادیث میں جمعہ کے دن کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بہتر دن جس پر سورج نے طلوع کیا، جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کیے گئے، اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں انہیں جنت سے اترنے کا حکم ہوا اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔[2]

(2)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جمعہ کے دن مجھ پر دُرود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو دُرود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے عرض کی اور موت کے بعد؟ ارشاد فرمایا: بے شک! اللّٰہ تعالٰی نے زمین پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے، اللّٰہ تعالٰی کا نبی زندہ ہے، روزی دیا جاتا ہے۔[3]

(3)......حضرت ابو لبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک عید الاضحٰی اور عید الفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: (1) اللّٰہ تعالٰی نے اسی میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا۔ (2) اسی میں انہیں زمین پر اُتارا۔ (3) اسی میں انہیں وفات دی۔ (4) اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس

1......خازن، الجمعة، تحت الآية: ٩، ٤/٢٦٦.

2......مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، ص٤٢٥، الحديث: ١٨(٨٥٤).

3......ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ٢/٢٩١، الحديث: ١٦٣٧.

چیز کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ (5) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی مُقَرَّب فرشتہ، آسمان وزمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔[1]

(4)......حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اسے عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر ہوگی۔[2]

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی گھڑی

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ خاص طور پر دعا قبول فرماتا ہے، جیسا کہ اوپر حدیث نمبر 3 میں بیان ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جمعہ کے دن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اس میں ایک ساعت ہے، جو مسلمان بندہ اسے پائے اور وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے گا وہی عطا فرما دی جائے گی، اور ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔[3]

یاد رہے کہ وہ کون سا وقت ہے اس بارے میں روایتیں بہت ہیں، ان میں سے دو قوی ہیں: (1) وہ وقت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے نماز ختم تک ہے۔ (2) وہ جمعہ کی آخری ساعت ہے۔[4]

نمازِ جمعہ کے 2 فضائل

اَحادیث میں جمعہ کی نماز کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا، اس کے لیے ان گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے ہیں اور (ان کے علاوہ) مزید تین دن (کے گناہ بخش دیئے جائیں گے) اور

1......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب في فضل الجمعة، ٢/٨، الحديث: ١٠٨٤.

2......حلية الاولياء، ذكر طبقة من تابعي المدينة... الخ، محمد بن المنكدر، ٣/١٨١، الحديث: ٣٦٢٩.

3......بخاری، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، ١/٣٢١، الحديث: ٩٣٥.

4......بہارِ شریعت، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ۱/۷۵۴، ملخصاً۔

جس نے کنکری چھوئی اس نے لَغْوْ کیا۔[1] یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لَغْوْ میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہو اُسے ہٹادے۔

(2)......حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''پانچ چیزیں جو ایک دن میں کرے گا، اللّٰہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔ **(1)** جو مریض کو پوچھنے جائے، **(2)** جنازے میں حاضر ہو، **(3)** روزہ رکھے، **(4)** جمعہ کو جائے، **(5)** اور غلام آزاد کرے۔[2]

جمعہ کی نماز چھوڑنے کی وعیدیں

اَحادیث میں جہاں نمازِ جمعہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں وہیں جمعہ کی نماز چھوڑنے پر وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں چنانچہ یہاں اس کی دو وعیدیں ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللّٰہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کردے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہوجائیں گے۔[3]

(2)......حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑے وہ منافقین میں لکھ دیا گیا۔[4]

نمازِ جمعہ کی فرضیّت کی شرائط اور دیگر مسائل کیلئے بہارِ شریعت کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت سے متعلق 3 شرعی مسائل

یہاں نمازِ جمعہ کی فرضیت سے متعلق 3 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مُؤَکَّد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔[5]

---

1 ......مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وانصت فى الخطبة، ص٤٢٧، الحديث: ٢٧(٨٥٧).

2 ......الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ١٩١/٣، الجزء الرابع، الحديث: ٢٧٦٠.

3 ......مسلم، كتاب الجمعة، باب التغليظ فى ترك الجمعة، ص ٤٣٠، الحديث: ٤٠(٨٦٥).

4 ......معجم الكبير، مسند الزبير بن العوام، باب ما جاء فى المرأة السوء... الخ، ١٧٠/١، الحديث: ٤٢٢.

5 ......بہارِ شریعت، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، مسائل فقہیہ، ۷۶۲/۱۔

(2)...... جمعہ پڑھنے کے لئے 6 شرطیں ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو جمعہ ہوگا ہی نہیں، (1) جہاں جمعہ پڑھا جارہا ہے وہ شہر یا فناءِ شہر ہو۔ (2) جمعہ پڑھانے والا سلطانِ اسلام ہو یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ (3) ظہر کا وقت ہو۔ یعنی ظہر کے وقت میں نماز پوری ہو جائے، لہٰذا اگر نماز کے دوران اگرچہ تشہد کے بعد عصر کا وقت آ گیا تو جمعہ باطل ہو گیا، اب ظہر کی قضا پڑھیں۔ (4) خطبہ ہونا۔ (5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مَردوں کا ہونا۔ (6) اذنِ عام، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے، کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔

(3)...... جمعہ فرض ہونے کے لئے 11 شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو جمعہ فرض نہیں، لیکن اگر پڑھے گا تو ادا ہو جائے گا۔ (1) شہر میں مقیم ہونا، (2) صحت، یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں، مریض سے مراد وہ ہے کہ جامع مسجد تک نہ جا سکتا ہو، یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ (3) آزاد ہونا، (4) مرد ہونا، (5) عاقل ہونا، (6) بالغ ہونا، (7) آنکھوں والا ہونا، یعنی نابینا نہ ہو، (8) چلنے پر قادر ہونا، (9) قید میں نہ ہونا (10) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا، (11) اس قدر بارش، آندھی، اولے یا سردی نہ ہونا کہ ان سے نقصان کا صحیح خوف ہو۔

نوٹ: جمعہ سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ 4 سے ''جمعہ کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ: یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔﴾ یہاں بہتری سے مراد لُغوی بہتری ہے یعنی دنیاوی کاروبار سے نمازِ جمعہ اور خطبہ وغیرہ بہتر ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حاضری واجب نہ ہو، صرف مستحب ہو۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ: پھر جب نماز پوری ہوجائے۔﴾ یعنی جب نماز پوری ہوجائے تو اب تمہارے لئے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہوجاؤ یا علم حاصل کرنے، مریض کی عیادت کرنے، جنازے میں شرکت کرنے، علماء کی زیارت کرنے اور ان جیسے دیگر کاموں میں مشغول ہوکر نیکیاں حاصل کرو اور نماز کے علاوہ بھی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔ (1)

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآىٕمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ: جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا: اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا۔﴾ شانِ نزول: حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن کھڑے (ہوکر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے) تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ میں ایک تجارتی قافلہ آپہنچا (دستور کے مطابق اعلان کیلئے طبل بجایا گیا) تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب اس کی طرف چل دیئے حتّٰی کہ 12 آدمیوں کے سوا مسجد میں کوئی بھی باقی نہ بچا۔ میں، حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان بارہ افراد میں شامل تھے۔ اس وقت

1 ......خازن، الجمعة، تحت الآية: ١٠، ٤/٢٦٨، مدارك، الجمعة، تحت الآية: ١٠، ص١٢٤١، ملتقطاً.

یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب انہوں نے کسی تجارت کے بارے میں جانا یا کھیل کے بارے میں سنا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو خطبے کی حالت میں منبر پر کھڑا چھوڑ گئے، آپ ان سے فرما دیں: جو نماز کا اجر وثواب اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر رہنے کی برکت وسعادت ہے جو درحقیقت **اللّٰہ** تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور چونکہ **اللّٰہ** تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے اس لئے تم اسی کی طرف چلو اور اسی سے رزق طلب کرو۔ [2]

یادرہے کہ جب یہ واقعہ رونما ہوا اس وقت بہت تنگی اور مہنگائی کا دور تھا اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اس خیال سے چلے گئے تھے کہ کہیں اَجناس ختم نہ ہو جائیں اور وہ انہیں پانے سے رہ جائیں، اور ایسے حالات میں اس طرح ہونا ایک فِطری امر ہے نیز اس آیت کے نزول سے پہلے اِس طرح کے فعل سے کہیں منع بھی نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس آیت کے ذریعے حکم نازل کیا گیا تو حکم کے نزول سے پہلے ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں تھا، اسی لئے اس آیت میں **اللّٰہ** تعالیٰ نے ان کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ تربیت فرمائی ہے کہ ایسا کرنا ان کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا ان کے اس فعل پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

نوٹ: اس سے ثابت ہوا کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا چاہیے۔

---

1 ......مسلم، كتاب الجمعة، باب في قوله تعالى: واذا رأوا تجارة او لهوًا انفضوا اليها...الخ، ص٤٢٩، الحديث: ٣٨(٨٦٣).

2 ......روح البيان، الجمعة، تحت الآية: ١١، ٩/٥٢٨.

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

سورۂ منافقون کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ منافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **11** آیتیں ہیں۔

''منافقون'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی ابتداء میں منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں سے متعلق ان کا مَوقف ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اس سورت کو ''سورۂ منافقون'' کہتے ہیں۔

سورۂ منافقون کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں منافقوں کے نفاق کو ظاہر کیا گیا اور ان کے بارے میں بتایا گیا کہ منافق جھوٹ بولتے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ منافق اپنے دلی عقیدے میں ضرور جھوٹے ہیں اور اپنی جان بچانے کیلئے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے اور زبان سے ایمان لانے اور دل سے کفر کرنے کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

(2)......مسلمانوں کو بتایا گیا کہ منافق لوگ تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ منافقوں کا یہ گمان باطل ہے کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں اور ان کے آقا و مولیٰ محمد مصطفٰی صَلَّی

1......خازن، تفسیر سورة المنافقین ٤/٢٧٠.

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کومدینہ منورہ سے نکال دیں گے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرنے میں مصروف رہیں، اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کریں اور اس میں دیر نہ کریں کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

سورۂ جمعہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ منافقون کی اپنے سے ماقبل سورت''جمعہ'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ جمعہ میں مسلمانوں کا ذکر کیا گیا اور اس سورت میں ان کی ضد یعنی منافقوں کا ذکر کیا گیا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ جمعہ میں یہودیوں کا ذکر کیا گیا جو کہ زبان اور دل دونوں سے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلاتے تھے اور سورۂ منافقون میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو زبان سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا اقرار کرتے اور دل سے اس کے منکر تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک

یقیناً اللّٰہ کے رسول ہیں اور اللّٰہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللّٰہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللّٰہ کے رسول ہیں اور اللّٰہ جانتا ہے کہ بیشک تم یقیناً اس کے رسول ہو اور اللّٰہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں۔﴾ اس سورۂ مبارکہ میں منافقین کے مختلف اَحوال بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب منافق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اپنی دلی حالت کے برخلاف کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں۔ ان منافقوں کے اس قول کے جواب میں اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللّٰہ تعالٰی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور ان منافقوں کے منہ سے جو بات نکلی وہ بالکل درست ہے لیکن اللّٰہ تعالٰی یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق اِس گواہی دینے میں ضرور جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں اور جو بات وہ کہتے ہیں اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں۔(1)

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللّٰہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو اُن کے دلوں پر مہر کردی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا تو انہوں نے اللّٰہ کے راستے سے روکا بیشک وہ بہت ہی برے

(1) ......خازن، المنافقون، تحت الآیة: ١، ٤/ ٢٧٠، مدارك، المنافقون، تحت الآیة: ١، ص١٢٤٢، ملتقطاً.

کام کرتے ہیں ۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر (دل سے) کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو اب وہ سمجھتے نہیں ۔

﴿اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً: اورانہوں نے اپنی قسموں کوڈھال بنالیا۔﴾ یعنی منافقوں نے اپنی قسموں کوڈھال بنالیا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے قتل اور قید کئے جانے سے محفوظ رہیں، یہ زبان سے توقسمیں کھاتے ہیں لیکن ان کا عمل یہ ہے کہ لوگوں کوطرح طرح کے وسوسے اور شُبہے ڈال کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے روکتے ہیں، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں کہ نفاق سے آپ کی بارگاہ میں آتے ، دھوکہ دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے ،لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے اور ایمان کے مقابلے میں کفر کواختیار کرتے ہیں ۔ [1]

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا: یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے ۔﴾ یعنی منافقوں کے یہ برے اعمال اس لیے ہیں کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر وہ دل سے کافر ہوگئے اور ان کے دل کا کفر لوگوں پر ظاہر ہوگیا، منافقوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو اب ان کے دلوں میں ایمان کیسے داخل ہو۔

وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ٘ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو اُن کی بات غور سے سنے گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللّٰہ اُنھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

[1] ......خازن، المنافقون، تحت الآية: ٢، ٤/٢٧١، مدارك، المنافقون، تحت الآية: ٢، ص١٢٤٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے جسم تجھے اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے (حقیقتاً وہ ایسے ہیں) جیسے وہ دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں، وہی دشمن ہیں تو ان سے محتاط رہو، اللّٰہ انہیں مارے، یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

﴿ وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ: اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے جسم تجھے اچھے لگتے ہیں۔ ﴾ عبد اللّٰہ بن اُبی صحت مند، خوبْرُو اور خوش بیان آدمی تھا اور اس کے ساتھ والے منافقین قریب قریب ویسے ہی تھے، جب یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتی تھیں، چنانچہ اس آیت میں مسلمانوں کو ان کی حقیقت بتائی گئی کہ اے مسلمانو! جب تم منافقین جیسے عبد اللّٰہ بن اُبی وغیرہ کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے حالانکہ حقیقت میں وہ ایسے ہیں جیسے دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں جن میں بے جان تصویر کی طرح نہ ایمان کی روح، نہ انجام سوچنے والی عقل ہے، وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھتے لیتے ہیں اور جب کوئی کسی کو پکارتا ہے، یا اپنی گمشدہ چیز ڈھونڈھتا ہے یا لشکر میں کسی مقصد کیلئے کوئی بات بلند آواز سے کہتا ہے تو یہ اپنے نفس کی خباثت اور برے گمان کی وجہ سے یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ کہا گیا اور انہیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اُن کے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہوا ہے جس سے اُن کے راز فاش ہو جائیں گے، وہ دشمن ہیں، اپنے دل میں شدید عداوت رکھتے ہیں اور کفار کے پاس یہاں کی خبریں پہنچاتے اور اُن کے لئے جاسوسی کرتے ہیں تو ان سے بچتے رہو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ، اللّٰہ انہیں مارے، یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں اور روشن دلیلیں قائم ہونے کے باوجود حق سے مُنْحَرِف ہوتے ہیں۔ (1)

یہاں آیت کی مناسبت سے ان لوگوں کے بارے میں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں جن کی زبان اور دل آپس میں مختلف ہوں گے۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو دھوکہ اور فریب کے ساتھ دین کے ذریعے دنیا کمائیں گے، لوگوں کو نرمی دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دل (کی طرح) ہوں

1......خازن، المنافقون، تحت الآية: ٤، ٢٧١/٤، مدارك، المنافقون، تحت الآية: ٤، ص١٢٤٣، ملتقطاً.

گے، اللہ تعالیٰ (ان سے) فرمائے گا ’’کیا تم میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو، مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ضرور فتنہ بھیجوں گا جو ان میں سے سمجھ دار لوگوں کو بھی حیران اور پریشان کر دے گا۔ (1)

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’میرے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو لوگوں کے سامنے تو بھیڑ کی کھال پہنیں گے جبکہ ان کے دل ایلوا (نام کی جڑی بوٹی) سے بھی زیادہ کڑوے ہوں گے اور ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی، وہ لوگوں کو اپنے دین کے ذریعے دھوکہ دیں گے، کیا وہ مجھے دھوکہ دے رہے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں، مجھے اپنی قسم ہے، میں ان میں ایسا فتنہ بھیجوں گا جو ان میں حکیم شخص کو حیران کر چھوڑے گا۔ (2)

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم اُنھیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ تاکہ اللہ کے رسول تمہارے لیے معافی چاہیں تو وہ اپنے سر گھما لیتے ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ۔﴾ **شانِ نزول:** غزوۂ مریسیع سے فارغ ہو کر جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سرِ راہ قیام فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اجیر جہجاہ غفاری اور عبداللہ بن اُبی کے حلیف سنان بن دبر جُہنی کے درمیان لڑائی ہوگئی، جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا،

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، ٦٠-باب، ١٨١/٤، الحديث: ٢٤١٢.

2 ......ابن عساكر، ذكر من اسم ابيه سليمان، ٦٤١٦- محمد بن سليمان بن ابی داود... الخ، ١٢١/٥٣.

اس وقت عبد اللہ بن اُبی منافق نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے، اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں، اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں۔ اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اِس بکواس کی برداشت کی تاب نہ رہی اور اُنہوں نے اس سے فرمایا: خدا کی قسم! تو ہی ذلیل اور اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا ہے جبکہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے عزت و قوت دی ہے اور آپ مسلمانوں کے محبوب ہیں۔ عبد اللہ بن اُبی کہنے لگا: چپ ہو جاؤ، میں تو ہنسی مذاق کے طور پر یوں کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ خبر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچائی تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عبد اللہ بن اُبی کے قتل کی اجازت چاہی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا ''لوگ کہیں گے کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عبد اللہ بن اُبی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہیں تھیں؟ وہ مُکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، اس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے وہ عرض کرنے لگے کہ عبد اللہ بن اُبی بوڑھا شخص ہے، یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے، حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شاید دھوکا ہوا اور بات یاد نہ رہی ہو۔ پھر جب اُوپر کی آیتیں نازل ہوئیں اور عبد اللہ بن اُبی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ جا اور جا کر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے درخواست کر کہ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں، یہ سن کر اس نے گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا: ایمان لا تو میں ایمان لے آیا، تم نے کہا: زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی، اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سجدہ کروں، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب منافقوں کا جھوٹ ظاہر ہونے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے ان سے کہا جائے کہ تم آؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اپنے لطف و کرم سے تمہارے گناہ بخش دے اور تمہارے عیبوں پر پردہ ڈال دے تو وہ اس سے اِعراض کرتے ہوئے اپنے سروں کو دوسری طرف گھما لیتے ہیں (اور اے مسلمانو!) تم انہیں دیکھو گے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری سے تکبر کرتے ہوئے

منہ پھیر لیتے ہیں۔ (1)

سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لیے استغفار کرو یا ان کے لیے استغفار نہ کرو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، بیشک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴾ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ: ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لیے استغفار کرو یا ان کے لیے استغفار نہ کرو۔﴿ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا ان کیلئے استغفار کرنا اور نہ کرنا ان کے حق میں برابر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا کیونکہ وہ نفاق میں راسخ اور پختہ ہو چکے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔

یہ ارشاد اسی وقت تھا جب منافقوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا ممنوع نہ تھا، بعد میں اس سے منع فرما دیا گیا ہے، لہٰذا اب منافقوں اور کافروں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا منع ہے بلکہ کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے۔

هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآىٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ

---

1 ......خازن، المنافقون، تحت الآية: ٥، ٤/٢٧١، مدارك، المنافقون، تحت الآية: ٥، ص١٢٤٤، روح البيان، المنافقون، تحت الآية: ٥، ٩/٥٣٥، ملتقطاً.

لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہیں جو کہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسولُ اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کی ملک ہیں مگر منافق سمجھتے نہیں۔

﴿هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ: وہی ہیں جو کہتے ہیں۔﴾ یعنی منافقین وہی ہیں جو لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس موجود مہاجر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ غریبی سے پریشان ہو کر خود ہی ادھر ادھر ہو جائیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ نہ رہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کا اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور در حقیقت وہی سب کو رزق دینے والا ہے، اگر لوگ ان پر خرچ کرنا بند کر دیں گے تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرمائے گا، مگر منافق یہ بات سمجھتے نہیں اسی لئے وہ ایسی واہیات بکتے ہیں، نیز انہیں ابھی تک صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ایمان کی پختگی کا حال معلوم نہیں کہ وہ کسی بھی حال میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے اور وہ یہ بات جانتے ہیں کہ ان کا رزق بندوں پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہِ کرم پر ہے اور وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔

آج کے بہت سے بد مذہب بھی اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کے مالک نہیں حالانکہ کثیر اَحادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالکِ کل ہیں، یہاں ان میں سے دو اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔[1]

[1]......بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقّھہ فی الدین، ۱/۴۲، الحدیث: ۷۱.

(2)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ’’مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ ‘‘(1)

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۸﴾

ع-۸ ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللّٰہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہتے ہیں: قسم ہے اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا حالانکہ عزت تو اللّٰہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں۔

﴿يَقُوْلُوْنَ: وہ کہتے ہیں۔﴾ یعنی منافق کہتے ہیں: اگر ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا۔ منافقوں نے اپنے آپ کو عزت والا کہا اور مسلمانوں کو ذلت والا، اللّٰہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ عزت تو اللّٰہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں، اگر وہ یہ بات جانتے تو ایسا کبھی نہ کہتے۔ منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے چند ہی روز بعد عبد اللّٰہ بن اُبی منافق اپنے نفاق کی حالت پر مر گیا۔(2)

عبداللّٰہ بن اُبی منافق کے بیٹے کا عشقِ رسول

عبد اللّٰہ بن اُبی کے بیٹے کا نام بھی عبد اللّٰہ تھا اور یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشقِ رسول تھے، جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے

1......بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، ۱/۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴.

2......خازن، المنافقون، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۲۷۴.

نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت ومحبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اقرار کیا کہ واللّٰہ میں ذلیل ہوں اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عزیز ہیں، اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔[1]

آیت ”وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...... ہر مومن عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا یا اسے کمین کہنا حرام ہے۔

(2)...... مومن کی عزت ایمان اور نیک اعمال سے ہے، روپیہ پیسہ سے نہیں۔

(3)...... مومن کی عزت دائمی ہے فانی نہیں اسی لئے مومن کی لاش اور قبر کی بھی عزت کی جاتی ہے۔

(4)...... جو مومن کو ذلیل سمجھے وہ اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک ذلیل ہے، غریب مسکین مومن عزت والا ہے جبکہ مالدار کافر بدتر ہے۔

نفاق کی اَقسام اور عملی منافقوں کی علامات

منافقوں کا بیان ختم ہوا، اب یہاں نفاق کی اَقسام اور عملی منافقوں کی علامات کے بیان پر مشتمل 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ نفاق کے بارے میں بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نفاق کہ زبان سے دعوئ اسلام کرنا اور دل میں اسلام سے انکار، یہ بھی خالص کفر ہے، بلکہ ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفرِ باطنی پر قرآن ناطق ہوا، نیز نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔ اب اِس زمانہ میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع (یعنی یقین) کے ساتھ منافق نہیں کہا جا سکتا، کہ ہمارے سامنے جو دعوئ اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے، جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو

1 ......سیرت حلبیه، باب ذکر مغازیه صلی اللّٰه علیه وسلم، غزوة بنی المصطلق، ۲/۳۹۳، مدارج النبوة، قسم سوم، باب پنجم، ۲/۱۵۷، ملتقطاً.

مُنافیٔ ایمان ہے نہ صادر ہو، البتہ نفاق کی ایک شاخ اِس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو دعویٔ اسلام کے ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار بھی ہے۔[1]

اور عملی نفاق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایانِ شان نہ ہو بلکہ منافقین کے کرتوت ہوں۔ یہاں ان میں سے دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کہ جس میں چار عیوب ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک عیب ہو تو اس میں منافقت کا عیب ہوگا جب تک کہ اُسے چھوڑ نہ دے (1) جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، (2) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (3) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، (4) جب لڑائی کرے تو گالیاں بکے۔[2]

(2)......حضرت عبدالرحمٰن بن حرملہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق عشاء اور صبح کی نماز میں حاضر ہونا ہے، منافقین ان دونوں نمازوں (میں حاضر ہونے) کی اِستطاعت نہیں رکھتے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں نفاق سے اور منافقوں جیسے کام کرنے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللّٰہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

---

1 ......بہارِ شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱/۱۸۲۔

2 ......بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/۲۵، الحدیث: ۳٤.

3 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاة، باب ما جاء من التشدید فی ترك الجماعة من غیر عذر، ۳/۸۳، الحدیث: ٤٩٥٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کے اَحوال بیان کئے گئے اور اب یہاں سے ایمان والوں کو نصیحت کی جارہی ہے کہ اے ایمان والو! منافقوں کی طرح تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا کہ دنیا میں مشغول ہوکر دین کو فراموش کردے گا، مال کی محبت میں اپنے حال کی پرواہ نہ کرے گا اور اولاد کی خوشی کیلئے آخرت کی راحت سے غافل رہے گا تو ایسے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں کیونکہ اُنہوں نے فانی دنیا کے پیچھے آخرت کے گھر کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔[1] یہاں آیت کی مناسبت سے دنیا کے مال سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کچھ مال کا سوال کیا اور بہت اِلتجاء کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! تمہارا اتنی کثرت سے سوال کرنا کیا ہے؟ اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے جسے دیا گیا اور جسے دیا گیا اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہوتا ہے۔[2]

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

1 ......خازن، المنافقون، تحت الآیة: ۹، ۴/۲۷۴، مدارك، المنافقون، تحت الآیة: ۹، ص۱۲۴۵، ملتقطاً.

2 ......مسند امام احمد، مسند المكيين، مسند حكيم بن حزام، ۵/۲۲۸، الحديث: ۱۵۳۲۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔

﴿وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ: اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو۔﴾ یعنی اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس میں جو صدقات واجب ہیں انہیں ادا کرو اور یہ کام موت کی علامات ظاہر ہونے اور زبان بند ہوجانے سے پہلے پہلے کرلو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو وہ دل میں کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ دیتا اور نیک لوگوں میں سے ہوجاتا۔

وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا مقررہ وقت آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

﴿وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا مقررہ وقت آجائے۔﴾ یعنی یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے گا تو وہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔

یاد رہے کہ یہاں آیت میں وعدے سے وہ وعدہ مراد ہے جس کا فیصلہ ہوچکا، جسے قضاءِ مُبْرَم کہتے ہیں، اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ

وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ [1] — ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے ہو سکیں گے۔

لیکن قضاءِ مُعلَّق میں تبدیلی واقع ہوسکتی ہے، آئی ہوئی موت ٹل جاتی ہے، عمریں بڑھ جاتی ہیں، اسی کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ [2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اللّٰہ جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے اور برقرار رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

شیطان نے جو یہ عرض کیا تھا کہ

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ [3] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اے میرے رب! تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ اٹھائے جائیں۔

اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا تھا

فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ [4] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** پس بیشک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے۔

یہ بھی اسی قضاءِ مُعلَّق میں داخل ہے۔اس سے واضح ہوا کہ ہر آیت اپنے موقع محل کے اعتبار سے درست ہے۔

1 ......یونس:٤٩.
2 ......رعد:٣٩.
3 ......حجر:٣٦.
4 ......حجر:٣٧.

سُوْرَةُ التَّغَابُن

سورۂ تغابُن کا تعارف

مقامِ نزول

اکثر مفسرین کے نزدیک سورۂ تغابُن مدنیہ ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت نمبر 14 ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ“ سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ یہ سورت مکیہ ہے۔(1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2 رکوع، 18 آیتیں ہیں۔

”تغابُن“ نام رکھنے کی وجہ

تغابُن کا لفظی معنی ہے خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا اور یہ قیامت کے دن کا ایک نام بھی ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں بتایا گیا کہ قیامت کا دن ”یَوْمُ التَّغَابُنِ“ یعنی نقصان اور خسارے کا دن ہے، اس مناسبت سے اسے ”سورۂ تغابُن“ کہتے ہیں۔

سورۂ تغابُن کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں عقائد سے متعلق اُمور بیان کئے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی گئیں جو اس کے علم، قدرت اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ کے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان کے بشر ہونے کی وجہ سے جھٹلانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کر کے کفار کو ڈرایا گیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں سے قسم کے ساتھ فرمایا گیا کہ انہیں

1......خازن، تفسیر سورة التغابن، ٤/٢٧٤.

ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

(3)...... قیامت کے دن کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ دن ہارنے والوں کی ہار ظاہر ہونے کا دن ہے۔

(4)...... یہ بتایا گیا کہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچتی ہے۔

(5)...... یہ خبر دی گئی کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے وہ تمہارے دشمن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

(6)...... سورت کے آخر میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے، بخل اور لالچ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے والے نیک لوگوں کو دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

سورۂ منافقون کے ساتھ مناسبت

سورۂ تغابُن کی اپنے سے ماقبل سورت ''منافقون'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ منافقون میں منافقوں کی صفات بیان کرکے مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا اور سورۂ تغابن میں کافروں کی صفات بیان کرکے مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اُسی کا مُلک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اللّٰہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کیلئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اللّٰہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی چار شانیں بیان ہوئی ہیں، (1) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللّٰہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ (2) اسی کی بادشاہت ہے اور وہ اپنی بادشاہت میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے، اِس میں اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ حصہ دار۔ (3) تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں کیونکہ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔ (4) وہ ہر چیز پر قادر ہے اور کسی مانع اور رکاوٹ کے بغیر جو چاہتا ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔[1]

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مسلمان ہے اور اللّٰہ تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ وہی ہے

1 ......خازن، التغابن، تحت الآية: ١، ٤/٢٧٤، ملخصاً.

جس نے تمہیں پیدا کر کے اور عدم سے وجود میں لا کر تم پر احسان فرمایا اور اس کا حق یہ تھا کہ تم سب اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے اس کے شکر گزار ہوتے لیکن تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور تم میں سے کوئی کافر ہے کوئی مسلمان، (یاد رکھو کہ) اللّٰہ تعالیٰ کافر کے کفر اور مومن کے ایمان کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو قیامت کے دن اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔(1)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! وہی اللّٰہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے کافر پیدا فرمایا اور کوئی ایسا ہے جسے مسلمان پیدا فرمایا ہے اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ فرمائے گا جو تمہارے اعمال کے مناسب ہو۔(2)

یہاں آیت کی دوسری تفسیر کی مناسبت سے تین اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں:

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے عائشہ! اللّٰہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا حالانکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور بعض لوگوں کو جہنم کا اہل بنایا حالانکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔(3)

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے: اے میرے رب! یہ تو نطفہ ہے، یہ تو خون کا لوتھڑا ہے، یہ تو گوشت کا ٹکڑا ہے، اور جب اللّٰہ تعالیٰ اسے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے: یہ مُذَکَّر ہے یا مُؤَنَّث؟ یہ بد بخت ہے یا سعادت مند؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہے؟ تو (جس طرح بتایا جاتا ہے) اسی کے مطابق اس کی والدہ کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔(4)

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، صادِق اور مَصدوق رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی والدہ کے پیٹ میں چالیس دن تک رہتا ہے، پھر اتنے

1 ......مدارک، التغابن، تحت الآیۃ: ۲، ص۱۲٤٦، روح البیان، التغابن، تحت الآیۃ: ۲، ۱۰/٤-۵، ملتقطاً.
2 ......تفسیر سمرقندی، التغابن، تحت الآیۃ: ۲، ۳/۳٦۸-۳٦۹، بیضاوی، التغابن، تحت الآیۃ: ۲، ۵/۳٤٤، ملتقطاً.
3 ......مسلم، کتاب القدر، باب کلّ مولود یولد علی الفطرۃ... الخ، ص۱٤۳۱، الحدیث: ۳۱(۲٦٦۲).
4 ......بخاری، کتاب القدر، باب فی القدر، ٤/۲۷۱، الحدیث: ٦۵۹۵.

ہی دن وہ جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کی بوٹی کی صورت میں رہتا ہے، پھر اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے تو اسے چار باتوں کی اجازت دی جاتی ہے، چنانچہ وہ اس کا رزق، موت، عمل اور بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دیتا ہے، پھر اس کے اندر رُوح پھونکی جاتی ہے، پس تم میں سے کوئی اہلِ جنت جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف گز بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے اور وہ اہلِ جہنم جیسے کام کرنے لگتا ہے حتّٰی کہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہلِ جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف گز بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہلِ جنت جیسے عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔(1)

تفسیر اور اَحادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات خاص طور پر یاد رہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے انسان کو بے بس اور مجبور نہیں بنایا بلکہ اسے عمر کے آخری حصے تک یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کفر اور ایمان میں سے یونہی اچھے اور برے اعمال میں جسے چاہے اختیار کرے لہٰذا اس کا کافر یا مسلمان ہونا یونہی نیک یا گناہگار ہونا اس کے اپنے اختیار سے ہے اور جو کچھ انسان نے اپنے اختیار سے کرنا تھا اس کا اللہ تعالیٰ کو ازل سے ہی علم تھا اور اسی کے موافق لوحِ محفوظ میں اور ماں کے پیٹ میں فرشتے نے لکھا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ③

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورتیں

1 ......بخاری، کتاب التوحید، باب ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين، ٤/٥٦٠، الحديث: ٧٤٥٤.

بنائیں اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے جن میں ہزاروں دینی اور دُنْیَوی مَصلحتیں ہیں اور اس نے تمہاری صورت بنائی تو دیگر مخلوق کے مقابلے میں تمہاری اچھی صورتیں بنائیں، اس احسان کے شکریے میں تم پر لازم ہے کہ اپنی سیرت بھی اچھی رکھو، نیز قیامت کے دن تمہیں اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے تو تم اپنے باطن کو اچھا کرلو تاکہ عذاب کے ذریعے تمہارے ظاہر کو مَسخ نہ کردیا جائے۔ (1)

انسانی صورت بہترین صورت ہے، اسے بگاڑنا حرام ہے، لہٰذا ناک کان کاٹنا، چہرے پر راکھ وغیرہ مل کر صورت بگاڑنا، مَردوں کو عورت کی شکل یا عورتوں کو مَردوں کی شکل بنانا حرام ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے جو صورت بخشی وہ ہی اچھی ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

ترجمۂ کنزالایمان: جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللّٰہ دلوں کی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللّٰہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا

1 ......روح البيان، التغابن، تحت الآية:٣، ١٠/٥-٦، بيضاوى، التغابن، تحت الآية: ٣، ٥/٣٤٥، خازن، التغابن، تحت الآية: ٣، ٤/٢٧٥، ملتقطاً.

ہے،تمہاری نیتوں، دلی ارادوں اور اعمال کو بھی جانتا ہے،تمہارے ظاہری اور پوشیدہ کاموں سے بھی خبردار ہے حتّٰی کہ جو چیزیں صرف خیال میں رہیں اور کبھی ان کا ظہور نہ ہوا، ان کی بھی خبر رکھتا ہے، لہٰذا ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس سے حیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ٘ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبر نہ آئی جنہوں نے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھ لیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ: کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبر نہ آئی جنہوں نے کفر کیا۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ سے خطاب فرمایا گیا کہ اے کافرو! کیا تمہیں گزری ہوئی ان اُمتوں کے اَحوال معلوم نہیں جنہوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی، انہیں جھٹلایا اور دنیا میں اپنے کفر کی سزا پائی اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔[1]

آیت ”اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......صحیح تاریخ کا پڑھنا مفید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید حاصل ہوتی ہے۔

(2)......کفار پر دنیا میں عذاب آنا آخرت کے عذاب کو کم نہ کرے گا۔

---

[1]......خازن، التغابن، تحت الآية: ٥، ٤/٢٧٥، مدارك، التغابن، تحت الآية: ٥، ص١٢٤٧، ملتقطاً.

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا٘ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُؕ-وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو وہ کہتے: کیا آدمی ہماری رہنمائی کریں گے تو انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیرلیا اور اللہ نے بے پروائی فرمائی اور اللہ بے پروا، ہر حمد کے لائق ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے۔ ﴾ یعنی سابقہ کافروں پر یہ دنیا کے عذاب اس لیے آئے کہ جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے اور معجزے دکھاتے (جن سے ان کی حقانیت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوجاتی) تو وہ کہتے: کیا آدمی بشر ہماری رہنمائی کریں گے؟ تو انہوں نے رسولوں کا انکار کرکے کفر کیا اور ایمان لانے سے پھر گئے اور اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہی ان کے ایمان اور ان کی طاعت وعبادت سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور اپنے تمام اَفعال میں حمد کے لائق ہے، (چنانچہ جب انہوں نے کفر کیا اور کسی طرح ایمان نہ لائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں ان پر عذاب آئے)۔ (1)

آیت " ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... ہر رسول عَلَیْهِ السَّلَام کو معجزہ ضرور دیا گیا۔ یاد رہے کہ کسی کو ایک اور کسی کو زیادہ معجزات عطا کئے گئے اور ہمارے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو سب سے زیادہ معجزے عطا ہوئے ہیں۔

---

1 ...... خازن، التغابن، تحت الآية: ٦، ٤/٢٧٥، تفسير كبير، التغابن، تحت الآية: ٦، ١٠/٥٥٣، مدارك، التغابن، تحت الآية: ٦، ص١٢٤٧، ملتقطاً.

(2)......کافروں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا۔ یہ ان کی بے عقلی اور نافہمی کی انتہاء ہے، کہ انہوں نے بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا جبکہ پتھروں کو خدا تسلیم کرلیا۔

(3)...... برابری کا دعویٰ کرنے کے لئے نبی کو بشر کہنا کفر ہے۔ یاد رہے کہ عام محاورہ میں یعنی بے ادبی کے انداز میں انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے اور یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کوتک تمہیں جتادیئے جائیں گے اور یہ اللّٰہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافروں نے گمان کرلیا کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم، تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر ضرور تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے اور یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے۔

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا: کافروں نے گمان کرلیا کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے اور کبھی اپنی قبروں سے نہ نکلیں گے، اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کے گمان کا رد کرتے ہوئے ان سے فرمادیں: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم، تم قیامت کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے تاکہ تم سے حساب لیا جائے اور تمہیں تمہارے اعمال کی سزا دی جائے اور (یاد رکھو) قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا، اعمال کا حساب لینا اور ان کی جزا دینا اللّٰہ تعالیٰ پر آسان ہے کیونکہ اس کی قدرت کامل ہے۔[1]

1......خازن، التغابن، تحت الآية: ٧، ٤/٢٧٥، روح البيان، التغابن، تحت الآية: ٧، ١٠/٩-١٠، ملتقطاً.

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَاؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ایمان لاؤ اللّٰہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ایمان لاؤ اللّٰہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا: تو ایمان لاؤ اللّٰہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کی جو خبر دی گئی، اس کا اعتراف کرنا چونکہ ایمان لانے پر ابھارتا ہے اس لئے یہاں آیت میں ایمان لانے کا فرمایا گیا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جھٹلانے والی امتوں کا حال اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اے کافرو! جب تم نے ان کا حال اور انجام جان لیا تو اللّٰہ تعالیٰ، اس کے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے تاکہ تم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو سابقہ کافروں پر نازل ہوا ہے اور (یاد رکھو کہ) اللّٰہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔[1]

اس آیت میں نور سے مراد قرآن شریف ہے کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہدایت و ضلالت دونوں واضح ہوتی ہیں۔

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

1 ......تفسیر کبیر، التغابن، تحت الآیة: ۸، ۱۰/۵۵۴، خازن، التغابن، تحت الآیة: ۸، ۴/۲۷۵، روح البیان، التغابن، تحت الآیة: ۸، ۱۰/۱۰، ملتقطاً.

وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائیاں اُتار دے گا اور اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ جمع ہونے کے دن میں تمہیں اکٹھا کرے گا۔ وہ دن (ہارنے والوں کی) ہار ظاہر ہونے کا دن ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹادے گا اور اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

﴿ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ: جس دن وہ جمع ہونے کے دن میں تمہیں اکٹھا کرے گا۔﴾ اس آیت میں جمع ہونے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں سب اوّلین و آخرین جمع ہوں گے اور یہ وہ دن ہوگا جس میں کفار کی محرومی اور مسلمانوں کی کامیابی پورے طور پر ظاہر ہوگی، کفار اپنی ہار کا اقرار کرلیں گے، نیز اس دن اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کی برائیاں مٹادی جائیں گی اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور یہی حقیقی اور بڑی کامیابی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۱۰ع

ع ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ آگ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا ہی

بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ لوگ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا: اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت کا انکار کر کے کفر کیا اور ہماری ان آیتوں کو جھٹلایا جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرتی ہیں، وہ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا اور سخت عذاب ہونا صرف کفار کے لئے ہے۔ گنہگار مومن خواہ کیسا ہی گنہگار ہو، اِنْ شَآءَ اللّٰہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا اور اللّٰہ تعالیٰ اسے رسوا نہ کرے گا۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللّٰہ کے حکم سے اور جو اللّٰہ پر ایمان لائے اللّٰہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا اور اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر مصیبت اللّٰہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللّٰہ پر ایمان لائے اللّٰہ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا اور اللّٰہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: ہر مصیبت اللّٰہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی، مرض کی اور مال کے نقصان وغیرہ کی، الغرض ہر مصیبت اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان

1 ......تفسیر کبیر، التغابن، تحت الآیۃ: ۱۰، ۱۰/۵۵٤.

لائے اور جانے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر اور بلا پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا کہ وہ اور زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ (1)

خیال رہے کہ بعض مصیبتیں ہمارے گناہوں کی شامت سے آتی ہیں مگر آتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہیں، لہٰذا یہ آیت سورۂ شوریٰ کی اس آیت:

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے۔

کے خلاف نہیں۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ دنیا کی مصیبتیں مومن کے لئے بہت مرتبہ گناہ کا کفارہ بنتی ہیں، یا درجات کی بلندی کا سبب ہوتی ہیں جبکہ کفار کے لئے عذاب ہیں، لہٰذا زیرِ تفسیر آیت بالکل صاف ہے، اس پر کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو (جان لو کہ) ہمارے رسول پر صرف صاف صاف

1 ......خزائن العرفان، التغابن، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۱۰۳۰، ملخصاً۔

2 ......شوریٰ: ۳۰.

پہنچادینے کی ذمہ داری ہے۔ اللّٰہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو تو اللّٰہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ: اور اللّٰہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔﴾ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اسے مانو اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو حکم دیا اسے بھی مانو، پھر اگر تم اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچادینے کی ذمہ داری ہے، چنانچہ اُنہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور کامل طور پر دین کی تبلیغ فرمادی۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح ضروری ہے، کیونکہ دونوں اطاعتوں کو ایک ہی طریقہ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ: اور ایمان والوں کو تو اللّٰہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔﴾ یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ پر توکُّل کی حقیقت یہ ہے کہ اَسباب کو اختیار کیا جائے مگر اعتماد اور بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر کیا جائے، لہٰذا بیماری میں علاج کرنا، مصیبت میں ظاہری حکام یا باطنی حکام جیسے اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء کی بارگاہ میں حاضر ہونا توکُّل کے خلاف نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط

[1] ……خازن، التغابن، تحت الآية: ١٢، ٤/٢٧٦، مدارك، التغابن، تحت الآية: ١٢، ص١٢٤٨، ملتقطاً.

رکھو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللّٰہ بڑا بخشنے والا ، بہت مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ: اے ایمان والو!بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں۔ ﴾ شانِ نزول: چند مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیوی اور بچوں نے انہیں روکا اور کہا: ہم آپ کی جدائی پر صبر نہ کرسکیں گے، آپ چلے جاؤ گے تو ہم آپ کے پیچھے ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ بات ان پر اثر کرگئی اور وہ ٹھہر گئے ۔کچھ عرصہ کے بعد اُنہوں نے ہجرت کی تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر اُنہوں نے اپنے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہ قصد کیا کہ ان کا خرچ بند کر دیں گے کیونکہ وہی لوگ اُنہیں ہجرت سے مانع ہوئے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت کرنے والے اصحاب علم و فقہ میں اُن سے منزلوں آگے نکل گئے ۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں آئندہ ایسے بیوی بچوں کی بات ماننے سے منع کیا گیا، ان سے تعلق ترک کرنے سے بھی روکا گیا اور انہیں اپنے بیوی بچوں سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کی ترغیب بھی دی گئی، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں کہ تمہیں نیک اعمال کرنے سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور ان کے کہنے میں آ کر نیکی سے باز نہ رہو اور اگر تم ان کی ایسی حرکت پر مُطّلع ہونے کے بعد انہیں معاف کر دو اور انہیں ڈانٹنے سے درگُزر کرو اور ان کی خطا بخش دو تو بیشک اللّٰہ تعالٰی بخشنے والا ، مہربان ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہاری خطاؤں کو مٹا دے گا۔[1]

آیت ” اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......جو بیوی بچے اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت، نماز، حج اور ہجرت سے روکیں وہ ایک اعتبار سے ہمارے دشمن ہیں کہ ہماری آخرت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور دشمن وہی ہوتا ہے جو نقصان پہنچائے ، لہٰذا ان کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جن کو ان کے بال بچوں نے ہجرت کرنے سے روکا تھا حالانکہ ہجرت ان پر فرض تھی۔

(2)......ہمارا وہ رشتہ دار جو اللّٰہ تعالٰی اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے روکے وہ دشمن ہے اور وہ اجنبی اور

[1] ......خازن، التغابن، تحت الآیة: ١٤، ٤/٢٧٦، مدارك، التغابن، تحت الآیة: ١٤، ص١٢٤٨، ملتقطاً.

غیر جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچائے وہ ہمارا عزیز ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں۔

(4)......بیوی بچوں کے قصور معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، جو مخلوق پر رحم کرے گا خالق اس پر رحم فرمائے گا۔

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہی ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے۔

﴿اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ: تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی ہیں کہ کبھی آدمی اُن کی وجہ سے گناہ اور مَعْصِیَت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان میں مشغول ہو کر اُمورِ آخرت کو سر انجام دینے سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے جو کہ تمہارے اَموال اور اولاد سے حاصل ہونے والی مَنفعت سے کہیں زیادہ عظیم ہے، تو تم لحاظ رکھو تا کہ ایسا نہ ہو کہ اَموال اور اولاد میں مشغول ہو کر ثوابِ عظیم کھو بیٹھو۔[1]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

1......مدارك، التغابن، تحت الآية: ١٥، ص١٢٤٨، جلالين، التغابن، تحت الآية: ١٥، ص٤٦٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور حکم مانو اور راہِ خدا میں خرچ کرو یہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہوگا اور جسے اس کے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے۔﴾ یعنی جب تم نے اس نصیحت کو سن لیا اور ثواب کے بارے میں جان لیا تو تم اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہیں جو بات ارشاد فرمائیں اسے سنو اور ان کا حکم مانو اور اپنے فائدے کیلئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو اور جو اپنے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا اور اس نے اپنے مال کو اطمینان کے ساتھ حکمِ شریعت کے مطابق خرچ کیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر اپنی طاقت کے مطابق تقویٰ اور پرہیزگاری لازم ہے اور یہ اپنی طاقت کے مطابق تقویٰ ہی اس آیت میں مراد ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ [2] — ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌۙ(۱۷) عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۠(۱۸)

ع ٢ ٨ ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لیے اس کے دونے کردے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا حلم والا ہے۔ ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھادے گا اور تمہیں بخش دے گا اور

1 ......روح البیان، التغابن، تحت الآیة: ١٦، ١٠/١٩، خازن، التغابن، تحت الآیة: ١٦، ٤/٢٧٧، خزائن العرفان، التغابن، تحت الآیۃ: ١٦، ص١٠٣١، ملتقطاً۔

2 ......اٰل عمران: ١٠٢۔

اللہ قدر فرمانے والا، بہت حلم والا ہے۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

﴿اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا: اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم خوش دِلی سے اور نیک نیتی کے ساتھ حلال مال سے صدقہ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور اس کی برکت سے تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ تھوڑے عمل کے بدلے بہت زیادہ عطا کر کے قدر فرمانے والا ہے جبکہ گناہوں کی کثرت کے باوجود فوری عذاب نازل نہ کر کے حِلم فرمانے والا ہے، نیز وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، عزت والا اور حکمت والا ہے، [1] لہٰذا اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری خیرات سے بے خبر ہے، نہ تمہارے اِخلاص سے غافل، اور نہ ہی اس کے خزانوں میں کچھ کمی ہے، جب اس کی یہ شان ہے تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ خیرات کا بدلہ نہ ملے یا کم ملے۔

صدقہ دینے کے فضائل

آیت نمبر 17 میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے کو لطف وکرم کے طور پر قرض سے تعبیر فرمایا، اس میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے کہ صدقہ دینے والا نقصان میں نہیں ہے بلکہ بشرطِ قبول وہ یقینی طور پر اس کی جزا پائے گا۔ اسی مناسبت سے یہاں صدقہ کے فضائل پر مشتمل تین اَحادیث ملاحظہ ہوں تاکہ خوش دلی سے صدقہ دینے کی مزید ترغیب ملے اور صدقہ دینے میں آسانی ہو۔

(1)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، ’’اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرلو اور مشغولیّت سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے اور پوشیدہ اور ظاہر طور پر کثرت سے صدقہ دینے کے ذریعے اس سے اپنا رابطہ جوڑ لو، تو تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری مصیبتیں دور کی جائیں گی۔ [2]

(2)......حضرت رافع بن خدیج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ......خازن، التغابن، تحت الآية: ١٧-١٨، ٤/٢٧٧، روح البيان، التغابن، تحت الآية: ١٧، ١٠/٢٢، ملتقطاً.

2 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنّة فيها، باب في فرض الجمعة، ٢/٥، الحديث: ١٠٨١.

فرمایا، ''صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔''[1]

(3)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو منبر کی سیڑھیوں پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا، ''آگ سے بچو! اگرچہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے ہو بے شک یہ ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بُری موت سے بچاتی ہے۔''[2]

اللّٰہ تعالیٰ خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ صدقہ دینے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

❶......مجمع الزوائد، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ٢٨٣/٣، الحديث: ٤٦٠٤.

❷......مجمع الزوائد، كتاب الزكاة، باب الحثّ على الصدقة... الخ، الصدقة، ٢٧٦/٣، الحديث: ٤٥٨٣.

سُوْرَةُ الطَّلَاق

سورۂ طلاق کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ طلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔(1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **12** آیتیں ہیں۔

''طلاق'' نام رکھنے کی وجہ

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے، اس پابندی کے اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ طلاق اور اس کے بعد کے یعنی عدت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اس لئے اس سورت کا نام ''سورۂ طلاق'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ طلاق کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق میاں بیوی کی ازدواجی زندگی کے ساتھ ہے، نیز اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں صحیح طریقے سے طلاق دینے کا طریقہ، عدت اور رجوع کے مسائل بیان کئے گئے ہیں کہ اگر عورت کو طلاق دینی ہو تو پاکی کے دنوں میں اسے طلاق دی جائے، عورت شوہر کے گھر میں اپنی عدت پوری کرے، اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو عدت پوری ہونے سے پہلے بھلائی کے ساتھ عورت سے رجوع کرلیا جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر رجوع کیا جائے تو اس رجوع پر دو مَردوں کو گواہ بنالیا جائے۔

1......خازن، تفسیر سورة الطلاق، ٤/٢٧٧.

(2)...... یہ بتایا گیا ہے کہ وہ عورت جسے بچپنے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے اور جو عورت حاملہ ہو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔

(3)...... شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدت ختم ہونے تک اپنی حیثیت کے مطابق عورت کو رہائش اور خرچ مہیا کرے اور اگر بچے کو دودھ پلانے کی اجرت دینی پڑے تو وہ اجرت دینا بھی شوہر پر لازم ہے۔

(4)...... اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے والی قوموں پر نازل ہونے والے عذابات کا ذکر کر کے شرعی احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرایا گیا، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کی حکمت بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ تغابُن کے ساتھ مناسبت

سورۂ طلاق کی اپنے سے ماقبل سورت ''تغابُن'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ تغابُن میں فرمایا گیا کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں۔ بیویوں کی دشمنی سے بعض اوقات معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے اور اولاد کی دشمنی کی وجہ سے انسان بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اولاد پر مال خرچ کرنا بند کر دیتا ہے، اس لئے قرآنِ مجید میں سورۂ تغابُن کے بعد وہ سورت رکھی گئی جس میں طلاق کے اَحکام، اولاد اور طلاق یافتہ عورتوں پر مال خرچ کرنے کے اَحکام بیان کئے گئے ہیں۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ

1...... تناسق الدرر، سورة الطلاق، ص١٢٦.

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

ترجمۂ کنزالایمان: اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر اُنھیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللّٰہ سے ڈرو عدت میں انھیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں اور جو اللّٰہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللّٰہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! (امت سے فرما دیں کہ) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو اور اللّٰہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح برائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں اور جو اللّٰہ کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے شاید اللّٰہ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا فرما دے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ: اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔**﴾** **شانِ نزول:** یہ آیت حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے حق میں نازل ہوئی، اُنہوں نے اپنی بیوی کو عورتوں کے مخصوص اَیّام میں طلاق دی تھی، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں حکم دیا کہ رجوع کریں پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طُہر یعنی پاکی کے دنوں میں طلاق دیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی، اس کے بارے میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولِ کریم

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''اسے رجوع کرنے کا حکم دو تا کہ وہ ٹھہری رہے یہاں تک کہ پاک ہوجائے، پھر حیض آئے اور پاک ہوجائے، اب اگر چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے چھونے سے پہلے طلاق دیدے، پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللّٰہ تعالٰی نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس طرح طلاق دی جائے۔ (1)

﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ: جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو۔﴾ اس آیت میں بیوی کو طلاق دینے کا طریقہ اور طلاق یافتہ عورت کی عدت سے متعلق شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں ہے، چنانچہ آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی امت سے فرمادیں کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو ان کی عدت کے وقت پر یعنی پاکی کے دنوں میں انہیں طلاق دو تاکہ ان کی عدت لمبی نہ ہو۔ (2)

عورت کو طلاق دینے سے متعلق 5 شرعی احکام

آیت کے اس حصے کی مناسبت سے عورت کو طلاق دینے سے متعلق 5 شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)......اس آیت میں عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ان کے شوہروں نے حقِ زوجیّت ادا کیا ہو اور ان کی عدت حیض سے شمار کی جائے، اگر انہیں طلاق دینی ہو تو ایسے پاکی کے دنوں میں ایک طلاق دیں جن میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو اور عدت گزرنے تک رجوع نہ کریں۔ اسے طلاقِ احسن کہتے ہیں۔

(2)......اگر انہیں حیض کے دنوں میں طلاق دی، یا پاکی کے ایسے دنوں میں طلاق دی جن میں حقِ زوجیّت ادا کیا ہو، اسی طرح پاکی کے ایک زمانے میں دو یا تین طلاقیں ایک ساتھ یا الگ الگ دیدیں اگرچہ اس زمانے میں حقِ زوجیّت ادا نہ کیا ہو تو یہ سب صورتیں طلاقِ بدعت کی ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ طلاقِ بدعت مکروہ ہے، مگر واقع ہوجاتی ہے اور ایسی طلاق دینے والا گناہگار ہوتا ہے۔

(3)......وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آتا جیسے چھوٹی بچی اور حاملہ عورت، یا آئسہ یعنی جسے بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو، وہ اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔

(4)......وہ عورت جس سے اس کے شوہر نے حقِ زوجیّت ادا نہ کیا ہو، اور نہ اسے شوہر کے ساتھ ایسی تنہائی ہوئی ہو جس

---

1 ......بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللّٰہ تعالی: یاایّھا النبی اذا طلّقتم النساء... الخ، ٣/٤٧٨، الحدیث: ٥٢٥١.

2 ......خازن، الطلاق، تحت الآیۃ: ١، ٤/٢٧٧.

میں وہ ہم بستری کر سکیں تو اس پر عدت نہیں ہے، باقی وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آتا، ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہو گی۔

(5)......جس عورت سے حقِ زوجیت ادا نہیں کیا گیا اسے حیض کے دنوں میں طلاق دینا جائز ہے۔[1]

﴿**وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ: اور عدت کو شمار کرتے رہو۔**﴾ یہاں مَردوں کو حکم دیا گیا کہ طلاق دینے کے بعد عورت کی عدت کو شمار کرتے رہو یہاں تک کہ اسے تین بار حیض آجائے۔ یاد رہے کہ عدت کا شمار مرد و عورت دونوں ہی کریں گے البتہ یہاں بطورِ خاص مَردوں کو عدت شمار کرنے کا اس لئے فرمایا گیا کہ عورتوں میں بہت مرتبہ غفلت ہو جاتی ہے۔

﴿**وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ: اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔**﴾ یعنی عورتوں کی عدت دراز کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا حقیقی رب ہے۔

﴿**لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ: تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔**﴾ یعنی اے لوگو! عدت کے دنوں میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ اس دوران وہ خود اپنی رہائش گاہ سے نکلیں، البتہ اگر وہ کسی صریح بے حیائی کا اِرتکاب کریں اور اُن سے کوئی اعلانیہ فسق صادر ہو جس پر حد آتی ہے جیسے زنا اور چوری وغیرہ کریں تو اس صورت میں تم انہیں گھر سے نکال سکتے ہو۔[2]

گھر میں عدت گزارنے سے متعلق 5 شرعی مسائل

یہاں آیت کے اس حصے کی مناسبت سے گھر میں عدت گزارنے سے متعلق 5 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......عورت کو عدت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے۔ شوہر کو جائز نہیں کہ طلاق یافتہ کو عدت کے ایّام میں گھر سے نکالے اور نہ ان عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا جائز ہے کیونکہ یہ رہائش محض شوہر کا حق نہیں ہے جو اس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے بلکہ یہ شریعت کا حق بھی ہے۔

(2)......اگر عورت فحش بولے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اسے نکالنا جائز ہے کیونکہ وہ ناشزہ (یعنی نافرمان عورت) کے حکم میں ہے۔

1......طلاق سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے کتاب ''طلاق کے آسان مسائل'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

2......مدارک، الطلاق، تحت الآیۃ: ١، ص١٢٥١، روح البیان، الطلاق، تحت الآیۃ: ١، ١٠/ ٢٨، **خزائن العرفان، الطلاق، تحت الآیۃ: ١، ص١٠٣٢۔**

(3)...... جو عورت طلاقِ رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے لیکن اسے شوہر کے گھر ہی میں رات گزارنا ضروری ہے۔

(4)...... جو عورت طلاقِ بائن کی عدت میں ہو، اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو۔

(5)...... اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر اس مکان سے چلا جائے۔

﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ: اور یہ اللّٰہ کی حدیں ہیں۔ ﴾ یعنی تمہیں جو احکام دیئے گئے یہ اللّٰہ تعالٰی کی حدیں ہیں جن کے اندر رہنا بندوں پر لازم ہے اور جو اللّٰہ تعالٰی کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا۔

﴿ لَا تَدْرِیْ: تم نہیں جانتے۔ ﴾ آیت کے اس حصے میں طلاق دینے والے کو ترغیب دی گئی ہے کہ طلاقِ رجعی یعنی ایک طلاق دے کر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے مُخاطَب! تمہیں معلوم نہیں، ممکن ہے کہ اللّٰہ تعالٰی طلاق دینے کے بعد شوہر کے دل میں عورت کی طرف میلان پیدا فرما دے اور اسے اپنے فعل پر ندامت محسوس ہو اور رجوع کرنے کی طرف مائل ہو، اس لئے اگر رجعی طلاق دی ہوگی تو ایسی صورتِ حال میں رجوع کرنا آسان ہوگا یا تین سے کم طلاقِ بائن دی ہوں تو خالی نکاح سے رجوع ہو سکتا ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو اُنھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو

اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو اور اللّٰہ کے لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اُسے جو اللّٰہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب عورتیں اپنی مدت تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کردو اور اپنوں میں سے دو عادل گواہ بنالو اور اللّٰہ کے لیے گواہی قائم کرو۔ یہ ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللّٰہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادے گا۔

﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ: تو جب عورتیں اپنی مدت تک پہنچنے کو ہوں۔﴾ اس آیت میں طلاق یافتہ عورت سے رجوع کرنے کے احکام بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اوپر بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دی جانے والی عورتیں اپنی عدت کی اختتامی مدت کے قریب تک پہنچ جائیں تو تمہیں اختیار ہے، اگر تم ان کے ساتھ حُسنِ معاشرت اور اچھا سلوک کرتے ہوئے رہنا چاہو تو رجوع کرلو اور دل میں دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ خوبی اور اچھائی سے بسر کرسکنے کی اُمید نہ ہو تو ان کے حق، جیسے مہر وغیرہ ادا کرکے اُن سے جدائی اختیار کرلو اور انہیں اس طرح نقصان نہ پہنچاؤ کہ عدت کے آخر میں رجوع کرلو پھر طلاق دے دو، یوں اُن کی عدت دراز کرکے انہیں پریشانی میں ڈالو، نیز رجوع کرو یا جدائی اختیار کرو دونوں صورتوں میں تہمت دور کرنے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے اپنوں میں سے دو ایسے مسلمانوں کو گواہ بنالو جو عادل یعنی شرعاً قابلِ قبول ہوں اور گواہ بنانے سے مقصود اللّٰہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہو اور اس میں حق کو قائم کرنے اور اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے علاوہ اپنی کوئی فاسد غرض نہ ہو۔ یہ وہ حکم ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرے اور طلاق دے تو سنت کے مطابق دے، عدت والی کو نقصان نہ پہنچائے، نہ اُسے رہائش گاہ سے نکالے اور اللّٰہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو گواہ کرلے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاصی پائے گا اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔[1]

1 ......مدارك، الطلاق، تحت الآية: ٢، ص ١٢٥١، ملخصاً.

طلاق یافتہ عورت سے رجوع کرنے سے متعلق 3 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے رجوع کا معنی اور طلاق یافتہ عورت سے رجوع کرنے سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدت کے اندر اسے پہلے نکاح پر باقی رکھنا ''رجوع'' کہلاتا ہے۔

(2)......رجوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجوع کرے اور رجوع کرنے پر دو عادل شخصوں کو گواہ بنا لے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے تاکہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور اگر شوہر کے رجوع کے بعد بھی عورت نے لاعلمی میں نکاح کر لیا تو دوسرے شوہر سے جدا کر دیا جائے اگرچہ وہ حقِ زوجیّت ادا کر چکا ہو کیونکہ یہ نکاح نہیں ہوا، اور اگر کسی لفظ سے رجوع کیا مگر گواہ نہ بنائے یا گواہ بھی بنائے مگر عورت کو خبر نہ کی تو یہ مکروہ اور خلافِ سنت ہے مگر رجوع ہو جائے گا، اور اگر فعل سے رجوع کیا مثلاً اُس سے صحبت کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا کام کیا تو رجوع ہو گیا مگر مکروہ ہے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجوع کے الفاظ کہے۔

(3)......رجوع کرنے میں عورت کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار بھی کرے جب بھی رجوع ہو جائے گا بلکہ اگر شوہر نے طلاق دینے کے بعد کہہ دیا ہو کہ میں نے رجوع باطل کر دیا یا مجھے رجوع کا اختیار نہیں جب بھی رجوع کر سکتا ہے۔[1]

نوٹ: رجوع سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت، حصہ 8 سے ''رجعت کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا: اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی اوپر بیان ہوا اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرزند کو مشرکین نے قید کر لیا تو آپ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم**

1 ......بہار شریعت، رجعت کا بیان، ۲/۱۷۰-۱۷۲، ملخصاً۔

پڑھتے رہو، حضرت عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گھر آ کر اپنی زوجہ سے یہ کہا اور دونوں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا، ابھی وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹا دیا، ہوا یوں کہ دشمن غافل ہو گیا تھا اور یہ موقع پا کر قید سے بھاگ آیا اور ایک روایت کے مطابق چلتے ہوئے دشمن کے سو اونٹ اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار بکریاں بھی ساتھ لے آیا۔ حضرت عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یہ اونٹ یا بکریاں ان کے لئے حلال ہیں؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

لوگوں کو کفایت کرنے والی آیت

آیت کے اس حصے کے بارے میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں ایک آیت جانتا ہوں، اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کے لئے کافی ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون سی آیت ہے؟ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا　　ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ [2]

وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللّٰہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے بے شک اللّٰہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللّٰہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللّٰہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے

1 ......خازن، الطلاق، تحت الآیة: ٢، ٤/٢٧٩، مدارك، الطلاق، تحت الآیة: ٣، ص١٢٥٢، ملتقطاً.

2 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الورع و التقوی، الجزء الثانی، ص١٤١١، الحدیث: ٤٢٢٠، مطبعة دار احیاء الکتب العربیة، قاهره.

کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔﴾ اوپر والی آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو ایک بشارت دی گئی اور یہاں اسے مزید بشارت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اپنے تمام اُمور اسی کے سپرد کر دے تو وہ اسے دونوں جہان میں کافی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے (لہٰذا تم توکُّل کرو یا نہ کرو، ملے گا وہی جو مقدر ہے، تو توکُّل چھوڑ کر ثواب سے محروم کیوں ہوتے ہو۔)[1]

توکُّل کرنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنا چاہئے اور اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ توکُّل کے بارے میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکُّل کرو جس طرح توکُّل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔[2]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فاقہ میں مبتلا ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اپنے فاقہ کو بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے فاقہ کو دور نہیں کرتا اور جس شخص کو فاقہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد وفات دے کر یا دیر سے رزق عطا فرما کر بے نیاز کر دے گا۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں جیسا توکُّل کرنے کا حق ہے ویسا توکُّل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ

1 ......مدارك، الطلاق، تحت الآية: ٣، ص ١٢٥١-١٢٥٢.
2 ......ترمذی، كتاب الزهد، باب فی التوكل علی الله، ١٥٤/٤، الحديث: ٢٣٥١.
3 ......ابو داؤد، كتاب الزكاة، باب فی الاستعفاف، ١٧٠/٢، الحديث: ١٦٤٥.

اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمادے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی اور جنہیں حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرمادے گا۔

﴿وَ الّٰٓـِٔیْ یَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ: اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں۔﴾ **شانِ نزول:** صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: حیض والی عورتوں کی عدت تو ہمیں معلوم ہوگئی، اب جو حیض والی نہ ہوں تو اُن کی عدت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہاری عورتوں میں جو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ ان کا حکم کیا ہے تو سن لو، ان کی اور جنہیں ابھی کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی فرمادے گا۔[1]

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت سے متعلق 4 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت کے بارے میں 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...... بڑھاپے کی وجہ سے جب حیض منقطع ہو جائے وہ سِنِ اِیاس ہے، اور اس عمر میں پہنچی ہوئی عورت کی عدت تین ماہ ہے۔

[1] ......مدارک، الطلاق، تحت الآیۃ: ٤، ص ١٢٥٢.

(2)......لڑکی نابالغہ ہو یا اس کے بالغ ہونے کی عمر تو آ گئی مگر ابھی حیض نہیں شروع ہوا تو اُن دونوں کی عدت تین ماہ ہے۔

(3)......حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی۔

(4)......وضعِ حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں، موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی اگرچہ ایک منٹ بعد۔ یونہی اگر حمل ساقط ہو گیا لیکن بچے کے اَعضا بن چکے ہیں تو عدت پوری ہو گئی اور بچے کے اَعضاء بننے سے پہلے حمل ساقط ہوا تو عدت ختم نہیں ہو گی۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللّٰہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اُتارا اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کی بُرائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللّٰہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللّٰہ سے ڈرے تو اللّٰہ اس سے اس کی برائیاں مٹا دے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کر دے گا۔

﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ: یہ اللّٰہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا۔﴾ یعنی یہاں جو احکام مذکور ہوئے یہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللّٰہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام پر عمل کرے اور اپنے اوپر جو حقوق واجب ہیں انہیں احتیاط کے ساتھ ادا کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی برائیاں مٹا دے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کر دے گا۔ [1]

تقویٰ دینی، دُنْیَوی نعمتیں ملنے کا سبب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ دینی، دُنْیَوی نعمتیں ملنے کا سبب ہے، اس سے آفتیں دور ہوتی ہیں، دنیا میں رحمتیں

1......مدارك، الطلاق، تحت الآية: ٥، ص ١٢٥٢.

آتی ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰى یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰىؕ(۶) لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠(۷)

ع ۱ ۱۷

ترجمۂ کنزالایمان: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انھیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ اُن کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو اُنھیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اُسے اَور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اُسی قابل جتنا اُسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی گنجائش کے مطابق اور انہیں تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جن دیں پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرلو اور اگر تم آپس میں دشواری سمجھو تو عنقریب اسے کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔ مالی وسعت رکھنے والے کو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور

جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ اس میں سے خرچ دے جو اسے اللّٰہ نے دیا ہے، اللّٰہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، جلد ہی اللّٰہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ: عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔﴾ اس آیت میں عدت کے دوران عورت کی رہائش، اس کے اخراجات اور اگر اس کے ہاں پیدا ہو جائے تو اسے دودھ پلانے سے متعلق شرعی احکام بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن عورتوں کو تم نے طلاق دی انہیں وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق انہیں رہائش دو اور انہیں یوں تکلیف نہ دو کہ ان کے مکان کو گھیر کر ان کی جگہ تنگ کر دو، یا کسی ناموافق کو ان کے ساتھ رہائش دے دو نیز تم انہیں کوئی ایسی ایذا دے کر تنگی نہ پہنچاؤ کہ وہ گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں اور اگر طلاق والی عورتیں حمل والیاں ہوں تو ان پر شریعت کے مطابق خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ پیدا کر دیں کیونکہ اُن کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ہی پوری ہوگی، پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کے کام کی اجرت دو اور اجرت سے متعلق آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کر لو اور یہ خیال رکھو کہ نہ مرد عورت کے حق میں کوتاہی کرے، نہ عورت اِس معاملہ میں سختی کرے، پھر اگر تم آپس میں یہ معاملہ طے کرنے میں دشواری سمجھو اور بچے کی ماں کسی دوسری عورت کے برابر اُجرت پر راضی نہ ہو بلکہ زیادہ اجرت کا مطالبہ کرے اور باپ زیادہ دینا نہ چاہے تو قریب ہے کہ اسے کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی یعنی پھر شوہر کسی دوسری کا انتظام کر لے۔(1)

طلاق یافتہ عورت کو عدت کے دوران رہائش اور نفقہ دینے سے متعلق دو شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے طلاق یافتہ عورت کو عدت کے دوران رہائش اور نفقہ دینے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)......طلاق دی ہوئی عورت کو عدت پوری ہونے تک رہنے کیلئے اپنی حیثیت کے مطابق مکان دینا شوہر پر واجب ہے اور عدت کے زمانہ میں نفقہ یعنی اخراجات دینا بھی واجب ہے۔

(2)......نفقہ جیسے حاملہ عورت کو دینا واجب ہے ایسے ہی غیر حاملہ کو بھی دینا واجب ہے خواہ اسے طلاق رجعی دی ہو یا بائن۔

1......مدارك، الطلاق، تحت الآية: ٦، ص١٢٥٣، خازن، الطلاق، تحت الآية: ٦، ٤/٢٨٠، ملتقطاً.

بچے کو دودھ پلانے سے متعلق شرعی مسائل

آیت کی مناسبت سے بچے کو دودھ پلانے سے متعلق چار شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)...... بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں، باپ کی ذمہ داری ہے کہ اجرت دے کر دودھ پلوائے لیکن اگر بچہ ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ نہ پیئے، یا باپ فقیر ہو تو اس حالت میں ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے، بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو ایسی حالت میں اسے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں، عدت کے بعد لینا جائز ہے۔

(2)...... کسی عورت کو مُعَیَّن اجرت پر دودھ پلانے کیلئے مقرر کرنا جائز ہے۔

(3)...... اجرت پر دودھ پلانے کیلئے غیر عورت کی بہ نسبت ماں زیادہ مستحق ہے۔

(4)...... اگر ماں زیادہ اُجرت طلب کرے تو پھر غیر عورت کو مقرر کرنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ: مالی وسعت رکھنے والے کو چاہیے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے۔﴾ یعنی مالی وسعت رکھنے والا اپنی گنجائش کے مطابق اور تنگدستی میں مبتلا شخص اپنی حیثیت کے مطابق طلاق والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو خرچہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جان پر اسی قابل بوجھ رکھتا ہے جتنا اسے رزق دیا ہے اور تنگدست آدمی خرچ کرنے سے ڈرے نہیں، جلد ہی اللہ تعالیٰ معاش کی تنگی کے بعد اسے آسانی عطا فرمادے گا۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی شہر تھے جنھوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انھیں بُری مار دی۔ تو انھوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا۔

﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ: اور کتنے ہی شہر تھے۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کتنے ہی شہر والے ایسے تھے جنہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے ان کے اعمال کا سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ یہاں سخت حساب سے مراد آخرت کا حساب ہے اور چونکہ اس کا واقع ہونا یقینی ہے اس لئے یہاں ماضی کے صیغہ سے اسے بیان فرمایا گیا اور برے عذاب سے جہنم کا عذاب مراد ہے یا اس سے مراد دنیا میں قحط اور قتل وغیرہ بلاؤں میں مبتلا کرنا ہے۔[1]

﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا: تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا۔﴾ یعنی ان شہر والوں نے (سخت حساب اور برے عذاب کے ذریعے) اپنے کفر اور سرکشی کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا کہ وہ منافع سے محروم ہو گئے اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔[2]

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۛۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا ۙ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

مع ١٤

❶......روح البيان، الطلاق، تحت الآية: ٨، ١٠/٣٩-٤٠، مدارك، الطلاق، تحت الآية: ٨، ص١٢٥٤، خازن، الطلاق، تحت الآية: ٨، ٤/٢٨١-٢٨٢، ملتقطاً.

❷......روح البيان، الطلاق، تحت الآية: ٩، ١٠/٤٠.

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اُتاری ہے۔ وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ اُنھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو، اے عقل والو جو ایمان لائے ہو، بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری۔ (نیز) رسول (بھیجا) جو تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔﴾ یعنی دُنْیَوی عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اور سابقہ جھٹلانے والی امتوں کے حال اور ان پر نازل ہونے والے عذاب سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے بچو۔ (1)

﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا: بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری اور وہ نصیحت قرآن ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ذکر سے مراد رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اگلی آیت کے شروع کا لفظ اسی ذکر کی تفسیر

(1) ……روح البیان، الطلاق، تحت الآیة: ١٠، ١٠/٤٠-٤١.

ہے اور معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اپنا رسول بھیجا جو تمہارے سامنے حلال وحرام کے بیان پر مشتمل اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں تا کہ وہ ان لوگوں کو کفر اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان اور علم کے نور کی طرف لے جائیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھی روزی یعنی جنت رکھی ہے جس کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی مُنقطع نہ ہوں گی۔[1]

سورۂ طلاق کی آیت نمبر 11 سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 7 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......کفر اندھیرا اور اسلام روشنی ہے۔

(2)......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کے لئے ’’ظُلُمات‘‘ جمع کا صیغہ ذکر فرمایا اور اسلام کے لئے ’’نور‘‘ واحد کا صیغہ ارشاد فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کفر ہزاروں قسم کا ہے مگر اسلام ایک ہی ہے۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفر سے ایمان کی طرف، جہل سے علم کی طرف، فسق سے تقویٰ کی طرف نکالتے ہیں۔

(4)......ایمان عمل سے مُقدّم ہے۔

(5)......نجات کے لئے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے۔

(6)......اللہ تعالیٰ ایک مومن کو کئی باغات عطا فرما دے گا۔

(7)......جنت میں ہمیشگی ہے، نہ وہاں موت آئے گی اور نہ وہاں سے نکلنا ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ

[1]......مدارك، الطلاق، تحت الآية: ١٠-١١، ص١٢٥٤، خازن، الطلاق، تحت الآية: ١٠-١١، ٤/٢٨٢، ملتقطاً.

بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللّٰہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللّٰہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔ حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللّٰہ ہر شے پر خوب قادر ہے اور یہ کہ اللّٰہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ: اللّٰہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔﴾ یعنی اے لوگو! اللّٰہ وہی ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں بنائی ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ان سب میں جاری اور نافذ ہے تاکہ تم جان لو کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے (لہٰذا اس کے لئے مُردوں کو زندہ کرنا اور ساری مخلوق کا حساب لینا کچھ مشکل نہیں)۔ (1)

(1)......روح البیان، الطلاق، تحت الآیة: ١٢، ١٠/٤٣، مدارك، الطلاق، تحت الآیة: ١٢، ص١٢٥٤-١٢٥٥، ملتقطاً.

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

سورۂ تحریم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ تحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **12** آیتیں ہیں۔

''تحریم'' نام رکھنے کی وجہ

تحریم کا معنی ہے کسی چیز کو حرام ٹھہرانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت کے کلمہ ''**لِمَ تُحَرِّمُ**'' سے ماخوذ ہے۔

سورۂ تحریم کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں وہ اَحکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے ساتھ بعض واقعات سے ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

(1)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اَزواجِ مُطَہَّرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے اوپر شہد کھانا یا حضرت ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا چنانچہ اس سورت کی ابتداء میں انتہائی لطف وکرم والے انداز میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ بات آپ کی شان کے لائق نہیں کہ آپ اَزواجِ مُطَہَّرات کو راضی کریں بلکہ اَزواجِ مُطَہَّرات کو چاہئے کہ وہ آپ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(2)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجہ محترمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

(1)......خازن، تفسیر سورة التحریم، ٢٨٢/٤.

وَسَلَّمَ کے راز کی ایک بات دوسری زوجہ محترمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بتائی تو اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ان اَزواجِ مُطَہَّرات کو تنبیہ فرمائی اور انہیں توبہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(3)......ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اور اپنے گھر والوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دے کر اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانیں جہنم کی آگ سے بچائیں اور اہلِ ایمان کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔

(4)......نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں کافروں کے لئے حضرت نوح اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیویوں کی مثال بیان کی گئی اور مسلمانوں کے لئے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی مثال بیان فرمائی گئی تاکہ دو بُری مثالیں اور دو اچھی مثالیں لوگوں کے سامنے واضح ہو جائیں۔

سورۂ طلاق کے ساتھ مناسبت

سورۂ تحریم کی اپنے سے ماقبل سورت ''طلاق'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں عورتوں سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! تم اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ: اے نبی!﴾ شانِ نزول: حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُمُّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں شہد نوش فرماتے اور اُن کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے تھے۔ میں نے اور حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوں تو وہ ان سے عرض کرے: کیا آپ نے مغافیر تناوُل فرمایا ہے، مجھے آپ (کے دہنِ مبارک) سے مغافیر کی بُو آرہی ہے۔ (جب ایسا کیا گیا اور حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کا مَنشاء معلوم تھا تو) ارشاد فرمایا: ’’نہیں، البتہ میں نے زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں شہد نوش فرمایا تھا تو ہرگز میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور میں نے اس پر قَسم کھائی، تم اس بات کی کسی اور کو خبر مت دینا۔ [1] اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، اس نے آپ کی ان دونوں مبارک بیویوں کا یہ قصور معاف فرمادیا اور آپ کے لئے اس قَسم کا کفارہ بیان فرمادیا ہے جس سے آپ کی ساری امت پر آسانی ہوگی۔

آیت ” یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......بخاری، کتاب التفسیر، سورة التحریم، باب یا ایّها النبی لم تحرّم ما احلّ اللّٰه لك... الخ، ٣٥٩/٣، الحدیث: ٤٩١٢.

(1)......قسم کھالینے سے چیز قسم کھانے والے پر حرام ہوجاتی ہے اور جب وہ چیز استعمال کرے گا کفارہ لازم ہوگا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا شہد کو اپنے آپ پر حرام فرمالینا محض ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کو راضی کرنے کے لئے تھا، نہ کہ بے علمی کی وجہ سے کیونکہ اپنے منہ کی بُو غیب نہیں وہ تو محسوس ہوتی ہے، لہٰذا بدمذہب اس آیت سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے علمی پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا اُتار مقرر فرمادیا اور اللّٰہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے اور اللّٰہ تمہارا مددگار ہے اور وہی بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ: بیشک اللّٰہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے۔﴾ اس آیت میں قسم کو کھولنے سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قسم کا کفارہ مقرر کردیا ہے لہٰذا آپ حضرت ماریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو خدمت سے سرفراز فرمائیے، یا شہد نوش فرمائیے۔ بعض مفسرین کے نزدیک قسم کھولنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کے بعد اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہا جائے تاکہ اس کے برخلاف کرنے سے قسم شکنی نہ ہو۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفارہ دیا یا نہیں دیا، اس کے بارے میں مقاتل سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ماریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو اپنے اوپر حرام کرنے کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا، اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں جبکہ کفارہ کا حکم اُمت کی تعلیم کیلئے ہے۔[1]

1......مدارك، التحريم، تحت الآية: ٢، ص١٢٥٦-١٢٥٧.

آیت ” قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی قسم کی ایک قسم ہے، البتہ اس کے برعکس یعنی حرام کو اپنے اوپر حلال کر لینا قسم نہیں مثلاً یوں کہا کہ اگر میں یہ کروں تو مجھ پر میری بیوی حرام، یہ قسم ہے اور یوں کہا کہ اگر فلاں کام کروں تو سور کھاؤں، یہ قسم نہیں۔

(2)......قسم کا کفارہ صرف اس دِین میں ہے، پچھلی شریعتوں میں یہ نہ تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کفارہ کا حکم نہ دیا بلکہ قسم پوری کرنے کا حیلہ بتایا کہ اپنی بیوی کو جھاڑو ماردیں۔

﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ: اور اللہ تمہارا مددگار ہے۔﴾ یعنی اے میرے حبیب اور ان کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، اسی لئے وہ تمہارے گھر کے انتظامات خود فرماتا ہے اور تمہارے گھر کے آداب سکھاتا ہے، وہ تمہاری مصلحتوں کا علم رکھنے والا اور اپنے اَفعال واَحکام میں حکمت والا ہے تو وہ تمہاری طاقت کے مطابق ہی تمہیں کسی کام کا حکم دے گا اور کسی سے منع فرمائے گا۔[1]

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

1 ......نور العرفان، التحریم، تحت الآیۃ: ۲، ص۸۹۴، روح البیان، التحریم، تحت الآیة: ۲، ۱۰/ ۵۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی کو راز کی ایک بات بتائی پھر جب اس نے اس بات کی (دوسری کو) خبر دیدی اور اللہ نے اس بات کو نبی پر ظاہر کردیا تو نبی نے اس بات کا کچھ حصہ تو جتادیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس بیوی کو اس کی خبر دی تو اس نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے بہت علم والے، بہت خبر رکھنے والے نے بتایا۔

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا: اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی کو راز کی ایک بات بتائی ۔﴾ اس آیت میں جو واقعہ بیان کیا گیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زوجہ حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دو چیزوں پر مشتمل راز کی ایک بات بتائی اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ یہ بات کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا، پھر جب حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس بات کی خبر دیدی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ظاہر کردیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سامنے ان میں سے ایک چیز کا ذکر فرمایا کہ تم نے یہ بات ظاہر کردی اور دوسری چیز کا ذکر نہ فرمایا، یہ شانِ کریمی تھی کہ گرفت فرمانے میں ایک بات سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس کی خبر دی تو انہوں نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ ارشاد فرمایا: مجھے علم والے اور خبر دار اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں۔ (1)

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَاۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

1 ……خازن، التحریم، تحت الآیة: ٣، ٤/٢٨٤-٢٨٥، مدارك، التحریم، تحت الآیة: ٣، ص١٢٥٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں **اللّٰه** کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ تمہارے دل ضرور کچھ ہٹ گئے ہیں (تو وہ توبہ قبول کرے گا) اور اگر نبی کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی مدد کرو تو بیشک **اللّٰه** خود ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

﴿اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا: اگر تم دونوں اللّٰه کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ تمہارے دل ضرور کچھ ہٹ گئے ہیں۔﴾ اس آیت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کو مُخاطَب کر کے فرمایا گیا کہ اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دونوں بیویو! **اللّٰه** تعالٰی کی طرف رجوع کرنا تم پر واجب ہے کیونکہ تمہارے دل ضرور حق سے کچھ ہٹ گئے ہیں کہ تمہیں حضرت ماریہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کو نبی عَلَیْهِ السَّلَام کے اپنے اوپر حرام کر لینے کی بات پسند آئی جو کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھاری ہے اور اگر نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی مدد کرو اور باہم مل کر ایسا طریقہ اختیار کرو جو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ناگوار ہو تو سن لو! بیشک **اللّٰه** تعالٰی ان کا مددگار ہے، حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام، نیک ایمان والے اور ان کی مدد کے بعد فرشتے بھی مددگار ہیں۔[1]

یہاں اس آیت سے متعلق تین باتیں بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......اگرچہ حضرت جبریل بھی فرشتوں میں داخل ہیں مگر چونکہ وہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں اس لئے خصوصیّت سے ان کا علیحدہ ذکر ہوا۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسلمانوں کے ایسے مددگار ہیں، جیسے بادشاہ رعایا کا مددگار اور مومن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایسے مددگار جیسے خُدّام اور سپاہی بادشاہ کے، لہٰذا اس آیت کی بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسلمانوں کے حاجت مند ہیں۔

(3)......اس آیت میں حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام اور نیک مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا اور فرشتوں کو ظَہِیر یعنی معاون قرار دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ **اللّٰه** تعالٰی کے بندے مددگار ہیں، یاد رہے کہ جہاں غیرُ **اللّٰه** کی مدد کی نفی ہے

1......خازن، التحريم، تحت الآية: ٤، ٤/٢٨٥، مدارك، التحريم، تحت الآية: ٤، ص١٢٥٧، ملتقطاً.

وہاں حقیقی مدد مراد ہے، لہٰذا آیات میں تعارُض نہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ⑤

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ اُنھیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں ہوں۔

﴿اِنْ طَلَّقَكُنَّ: اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بیویو! اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب عَزَّوَجَلَّ اس بات پر قادر ہے کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا کردے جن کا وصف یہ ہوگا کہ وہ **اللّٰہ** تعالٰی کی اطاعت کرنے والیاں، اخلاص کے ساتھ اس کی وحدانیت پر ایمان رکھنے والیاں، **اللّٰہ** تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبردار اور اُن کی رضاجُو ہوں گی، کثرت سے توبہ کرنے والیاں، کثرت سے عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں ہوں گی۔ (1)

یہ فرما کر دراصل ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر اُنہوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آزُرْدَہ کیا اور حضور ِانور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں طلاق دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو **اللّٰہ** تعالٰی اپنے لطف وکرم سے دوسری بہتر بیویاں عطا فرما دے گا۔ اس ڈرانے سے ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ مُتَأَثِّر ہوئیں اور اُنہوں نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کے شرف کو ہر نعمت سے

(1)……تفسير كبير، التحريم، تحت الآية: ٥، ١٠/ ٥٧١، خازن، التحريم، تحت الآية: ٥، ٤/ ٢٨٦، مدارك، التحريم، تحت الآية: ٥، ص١٢٥٧-١٢٥٨، ملتقطاً.

زیادہ سمجھا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دِلجوئی اور رضا طلبی مُقدّم جانی، لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں طلاق نہ دی۔ [1]

اچھی بیوی کے اوصاف

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیوی وہ اچھی ہے جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبردار، اور شوہر کی اطاعت گزار ہو نیز عبادت گزار اور گناہوں سے بچنے والی ہو اگرچہ وہ غریب ہو، لہٰذا نکاح کے لئے صرف عورت کا حسن اور اس کی مالداری نہ دیکھی جائے بلکہ اس کی دینداری دیکھی جائے اور اسے ہی ترجیح دی جائے۔ حدیثِ پاک میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (یعنی نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے) (1) مال، (2) حسب نسب، (3) جمال، (4) دین، اور تم دین والی کو ترجیح دو۔ [2]

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کہ جو کسی عورت سے اُس کی عزت کی بنا پر نکاح کرے، اللّٰہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب نکاح کرے گا، اللّٰہ تعالیٰ اُس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو اُس کے حسب کی وجہ سے نکاح کرے گا تو اُس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلہ رحمی کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس مرد کے لیے اُس عورت میں اور عورت کے لیے مرد میں برکت دے گا۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں نیک اور دیندار عورت سے نکاح کرنے اور دوسری عورتوں کے مقابلے میں دیندار عورت کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ

1 ......خزائن العرفان، التحریم، تحت الآیۃ: ۵، ص۱۰۳۷، ملخصاً۔
2 ......بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ۳/۴۲۹، الحدیث: ۵۰۹۰.
3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: ابراھیم، ۲/۱۸، الحدیث: ۲۳۴۲.

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری اختیار کرکے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کرکے اور انہیں علم وادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

یہاں آدمی سے کافر اور پتھر سے بت وغیرہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت ہی شدید حرارت والی ہے اور جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے جلتی ہے جہنم کی آگ اس طرح نہیں جلتی بلکہ ان چیزوں سے جلتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

مزید فرمایا کہ جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو جہنمیوں پر سختی کرنے والے اور انتہائی طاقتور ہیں اور ان کی طبیعتوں میں رحم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔[1]

ہر مسلمان پر اپنے اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم و تربیت لازم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم و تربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور گھر میں جو افراد اس کے ماتحت ہیں

1 ……خازن، التحریم، تحت الآیۃ: ٦، ٤/٢٨٧، مدارك، التحریم، تحت الآیۃ: ٦، ص١٢٥٨، ملتقطاً.

ان سب کو اسلامی احکامات کی تعلیم دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے تاکہ یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں اہلِ خانہ کی اسلامی تربیت کرنے اور ان سے احکامِ شرعیہ پر عمل کروانے سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔[1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر الگ کر دو۔[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) جگائے، اگر وہ نہ اُٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللّٰہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کے وقت اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔[3]

پانی کے چھینٹے مارنے کی اجازت اُس صورت میں ہے جب جگانے کے لئے بھی ایسا کرنے میں خوش طبعی کی صورت ہو یا دوسرے نے ایسا کرنے کا کہا ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنے اہلِ خانہ کی صحیح اسلامی تعلیم و تربیت کرنے کی توفیق

1 ......بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ١/٣٠٩، الحدیث: ٨٩٣.

2 ......ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة؟، ١/٢٠٨، الحدیث: ٤٩٥.

3 ......ابو داؤد، کتاب التطوّع، باب قیام اللیل، ٢/٤٨، الحدیث: ١٣٠٨.

عطا فرمائے، اٰمین۔

جہنم کے خوف سے روح پرواز کرگئی

یہاں اسی آیت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت منصور بن عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حج کیا اور (سفر کے دوران) کوفہ کے ایک سرائے میں ٹھہرا، پھر میں ایک اندھیری رات میں باہر نکلا تو آدھی رات کے وقت کسی کی درد بھری آواز سنی اور وہ یوں کہہ رہا تھا: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تیری عزت وجلال کی قسم! میں نے جان بوجھ کر تیری نافرمانی اور مخالفت نہیں کی اور مجھ سے جب بھی تیری نافرمانی ہوئی میں اس سے ناواقف نہیں تھا لیکن خطا کرنے پر میری بدبختی نے میری مدد کی اور تیری ستاری (کی امید) نے مجھے گناہ پر ابھارا اور بے شک میں نے اپنی نادانی کی بنا پر تیری نافرمانی اور مخالفت کی تو اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا، اگر تو نے مجھ سے اپنی (رحمت وعنایت کی) رسی کاٹ لی تو میں کس کی رسی کو تھاموں گا۔ جب وہ اپنی اس اِلتجاء سے فارغ ہوا تو میں نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللّٰہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

پھر میں نے ایک شدید حرکت سنی اور اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی۔ میں وہاں سے چلا گیا اور دوسرے دن اپنی رہائش گاہ میں لوٹا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے وہاں موجود ایک بوڑھی خاتون سے میت کے بارے میں پوچھا اور وہ مجھے نہیں جانتی تھی، اس نے کہا: رات کے وقت یہاں سے ایک مرد گزرا، اس وقت میرا بیٹا نماز پڑھ رہا تھا، اس آدمی نے قرآنِ مجید کی ایک آیت پڑھی جسے سن کر میرے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے۔[1]

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة التحريم، حكاية اخرى فى خشية الله تعالى، ٣/٣١٨، الحديث: ٣٨٨٢.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۠﴿۷﴾

ع۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کافرو! آج تم بہانے نہ بناؤ، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اے کافرو!۔﴾ یعنی کافر جب جہنم میں داخل ہوتے وقت اس کی آگ کی شدّت اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا: اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ، کیونکہ اب تمہارے لئے عذر کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور نہ ہی آج کوئی عذر قبول کیا جائے گا اور تمہیں ان اعمال کا ہی بدلہ ملے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ [1]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب

[1] ......خازن، التحريم، تحت الآية: ٧، ٤/٢٨٧، مدارك، التحريم، تحت الآية: ٧، ص١٢٥٨، ملتقطاً.

تمہاری برائیاں تم سے اُتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللّٰه رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو اُن کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور اُن کے دہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو!اللّٰه کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللّٰه نبی اور ان لوگوں کو جواُن کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا: اے ایمان والو! اللّٰه کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اللّٰه تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اَعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے بچتا رہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اور دوسرے اَصحاب نے فرمایا: ’’توبۂ نصوح یہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔‘‘[1]

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ: قریب ہے کہ تمہارا رب۔﴾ ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور قیامت کے اس دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللّٰه تعالیٰ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رسوا نہ کرے گا، پل صراط پر ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا اور جب ایمان والے دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جنت میں داخل ہونے تک ہمارے لئے اس نور کو باقی رکھ اور جب کافروں کو جہنم میں گرتا ہوا دیکھیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔[2]

1 ......خازن، التحریم، تحت الآیة: ٨، ٤/٢٨٧، مدارک، التحریم، تحت الآیة: ٨، ص١٢٥٨، ملتقطاً.

2 ......مدارک، التحریم، تحت الآیة: ٨، ص١٢٥٩، روح البیان، التحریم، تحت الآیة: ٨، ١٠/٦٥-٦٦، ملتقطاً.

سچی توبہ کی ترغیب

فی زمانہ حالات ایسے پُر فِتَن ہیں کہ گناہ کا اِرتکاب کرنا بے حد آسان جبکہ گناہ سے بچنا بے حد دشوار اور نیکی کرنا بہت مشکل ہو چکا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور جو گناہ اس سے سرزَد ہو چکے ہیں ان سے سچی توبہ کرے کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو انسان کے نامۂ اعمال سے اس کے گناہ مٹا دیتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ شخص جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔‘‘ (2)

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو اس کے گناہ بُھلا دیتا ہے، اس کے اَعضا کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے زمین پر نشانات بھی مٹا ڈالتا ہے یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہ ہوگا۔‘‘ (3)

اللہ تعالیٰ ہمیں سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور آئندہ گناہوں سے بچتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت ’’ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......توبہ گناہوں کی معافی اور جنت کا مُستحق ہونے کا ذریعہ ہے۔

---

1 ......شوریٰ:٢٥.

2 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ٤/٤٩١، الحديث: ٤٢٥٠.

3 ......الترغيب والترهيب، كتاب التوبة والزهد، الترغيب في التوبة والمبادرة بها واتباع السيئة الحسنة، ٤/٤٨، الحديث: ١٧.

(2)...... مُتَّقی مومن قیامت کے دن حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہوں گے۔

(3)...... قیامت کا دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھ والوں کی عزت کا، جبکہ کافروں کی رُسوائی کا دن ہوگا۔

(4)...... مومن اگرچہ گنہگار ہو لیکن اِنْ شَآءَ اللّٰہ آخرت کی رسوائی سے محفوظ رہے گا، اگر اسے سزا بھی دی جائے گی تو اس طرح کہ اس کی رسوائی نہ ہو۔

(5)...... ابتداء میں پل صراط پر منافقوں کو نور ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچیں گے تو وہ نور بجھ جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ حکمت کے تقاضوں کے مطابق اور موقع محل کی مناسبت سے کافروں پر تلوار سے جبکہ منافقوں پر سخت کلامی اور مضبوط دلائل کے ساتھ جہاد فرمائیں اور ان دونوں گروہوں پر سختی کریں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔[1]

1 ...... مدارك، التحريم، تحت الآية: ١٠، ص١٢٥٩، جلالين، التحريم، تحت الآية: ١٠، ص٤٦٨، ملتقطاً.

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوارِ قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کومثال بنادیا، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے ان سے خیانت کی تو وہ (صالح بندے) اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ: اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کومثال بنادیا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کومثال بنادیا کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے قرب کے لائق دو بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے کفر اختیار کرکے دین کے معاملے میں ان سے خیانت کی تو وہ دومُقَرَّب بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اوران عورتوں سے موت کے وقت فرمادیا گیا یا قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ تم دونوں عورتیں اپنی قوموں کے کفار کے ساتھ جہنم میں جاؤ کیونکہ تمہارے اوران انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان تمہارے کفر کی وجہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہا (توجس طرح کفر کے ہوتے ہوئے ان عورتوں کو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے رشتہ داری کام نہ آئی اسی طرح اے کفارِ مکہ! کفر کے ہوتے ہوئے تمہیں بھی میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے رشتہ داری کوئی کام نہ آئے گی)۔[1]

1 ......مدارك، التحريم، تحت الآية: ١٠، ص١٢٥٩، خازن، التحريم، تحت الآية: ١٠، ٤/٢٨٨، ملتقطاً.

حضرت نوح اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیویوں کا حال

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا نام واہلہ تھا، یہ اپنی قوم سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیوی کا نام واعلہ تھا، یہ اپنا نفاق چھپاتی تھی۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر بزرگوں کی صحبت قیامت میں فائدہ نہیں دے گی نیز یہ کہ کفار کے لئے نبی کا رشتہ یا نبی کا نسب کام نہیں آتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرتا تھا۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے مسلمانوں کے لئے فرعون کی بیوی کو مثال بنادیا جب اس نے عرض کی، اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ: اور اللہ نے مسلمانوں کیلئے فرعون کی بیوی کو مثال بنادیا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں کے لئے مثال بیان فرمائی گئی اور اس آیت میں مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرمائی جا

(1)......خازن، التحریم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۲۸۸۔

رہی ہے کہ انہیں دوسرے کا گناہ نقصان نہیں دے گا۔اس کا پسِ منظر اور خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو فرعون کی بیوی آسیہ آپ پر ایمان لے آئیں ،فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے انہیں سخت سزا دی اور چار میخوں سے آپ کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے ، سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور اسی حال میں انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا۔جب فرعون کی سختیاں بڑھ گئیں تو حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے۔اللہ تعالیٰ نے ان کا جنتی مکان ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی خوشی میں ان پر فرعون کی سختیوں کی شدت آسان ہوگئی۔پھر عرض کی: مجھے فرعون ،اس کے کفر وشرک اور ظلم سے نجات دے اور مجھے فرعون کے دین والے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما، چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی روح قبض فرمالی۔(تو جس طرح فرعون کے کفر نے حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو کوئی نقصان نہ پہنچایا اور اس کی وجہ سے آپ کو کوئی عذاب نہیں ہوا اسی طرح مسلمانوں کو ان کے رشتہ داروں کا کفر نقصان نہیں پہنچائے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے مسلمانوں کو عذاب نہ ہوگا۔)[1]

آیت ” اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......جنت میں وہ گھر زیادہ درجے والا ہے جس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو۔

(2)......اللہ کی محبت میں اس سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا اور دعا کرنا جائز ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا، اس کی بارگاہ میں التجائیں کرنا، مشکلات اور مصائب میں اس سے خلاصی کا سوال کرنا نیک بندوں کی سیرت ہے۔

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴿۱۲﴾

[1]......خازن، التحريم، تحت الآية: ١١، ٤/٢٨٨، جلالين، التحريم، تحت الآية: ١١، ص٤٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عمران کی بیٹی مریم کو (مثال بنادیا) جس نے اپنے پارسائی کے مقام کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: اور عمران کی بیٹی مریم کو (مثال بنادیا) جس نے اپنے پارسائی کے مقام کی حفاظت کی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کے لئے اس خاتون کی مثال بیان کی گئی جن کا شوہر تھا اور اس آیت میں اس خاتون کی مثال بیان کی جارہی ہے جن کا شوہر نہیں تھا، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیٹی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو مثال بنادیا جنہوں نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی اور کسی مرد نے آپ کو نہیں چھوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔ یہاں رب عَزَّوَجَلَّ کی باتوں سے وہ شرعی اَحکام مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے اور کتابوں سے وہ کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہوئی تھیں۔[1]

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے فضائل

حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے سوا کسی عورت کا نام قرآنِ مجید میں نہیں آیا، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو یہ فضیلت بھی حاصل ہوگی کہ جنت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواج میں سے ہوں گی۔ نیز حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کو کامل خواتین میں شمار فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مردوں میں کامل بہت ہیں اور عورتوں میں سے کامل حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور حضرت مریم بنتِ عمران رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

1 ......روح البیان، التحریم، تحت الآیة: ١٢، ١٠/ ٧٠، خازن، التحریم، تحت الآیة: ١٢، ٤/ ٢٨٨، مدارك، التحریم، تحت الآیة: ١٢، ص١٢٥٩، ملتقطاً.

ہیں اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔[1]

آیت ”فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......پھونک حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ماری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ہم نے پھونکا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا کام درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

(2)......فیض دینے کے لئے دَم کرنا فرشتوں کی سنت ہے مشائخ کے دَم دُرود کی اصل یہ آیتِ کریمہ ہے نیز کثیر اَحادیثِ صحیحہ سے بھی دَم کرنا ثابت ہے۔

(3)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو روحُ اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش رُوْحُ الْاَمِیْن کی پھونک سے ہے۔

1......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی: و ضرب اللّٰہ مثلاً للذین امنوا امرأة فرعون... الخ، ۲ / ٤٤٥، الحدیث: ۳٤۱۱.

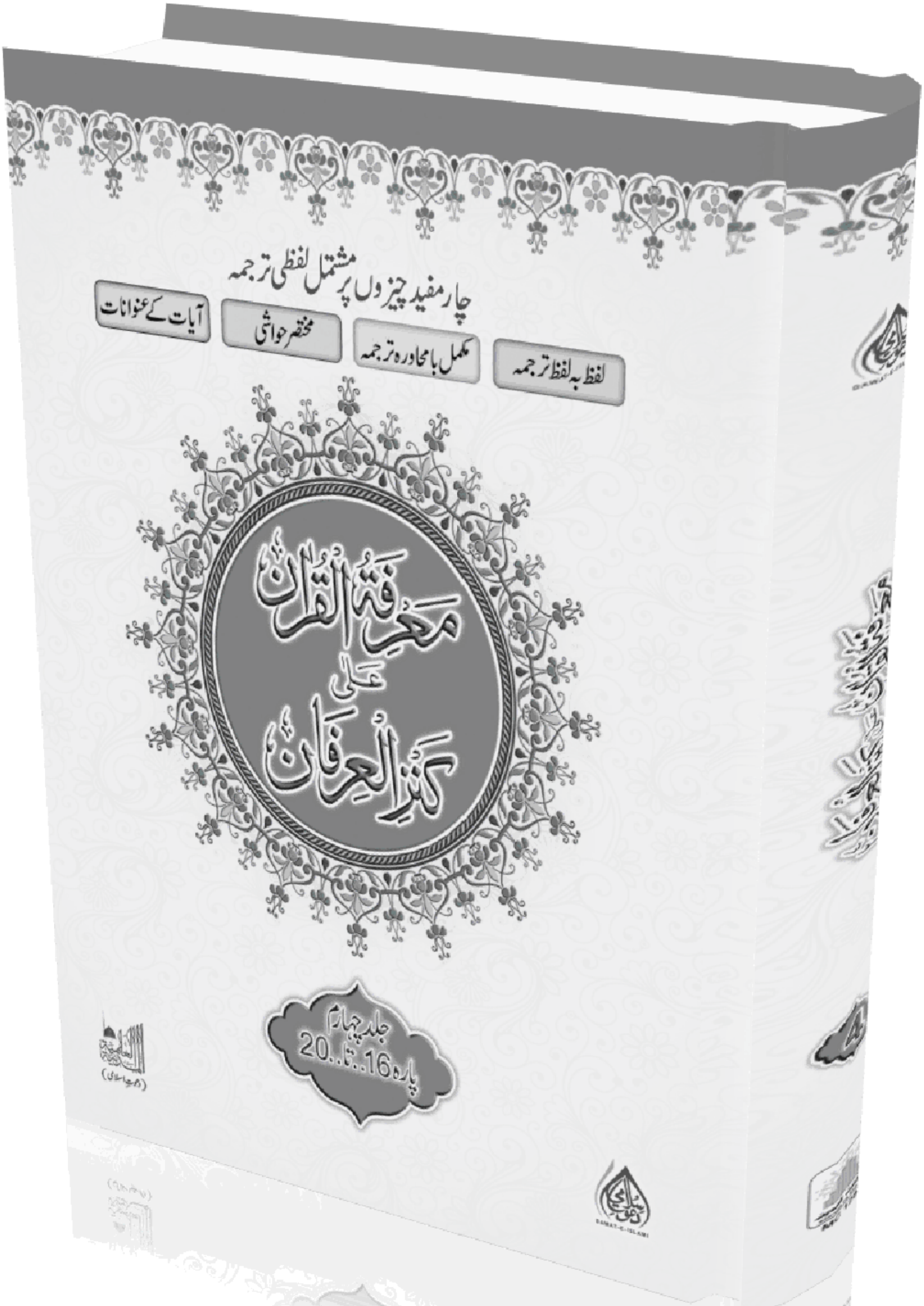

چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل بامحاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علی
کنز العرفان
جلد چہارم
پارہ 16 تا 20

پارہ نمبر...... 29

سُوۡرَۃُ الۡمُلۡکِ

سورۂ ملک کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2 رکوع، 30 آیتیں ہیں۔

سورۂ ملک کے اَسماء اور ان کی وجہِ تَسْمِیَہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں جیسے اس کی پہلی آیت میں ملک یعنی سلطنت اور بادشاہت کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ملک کہتے ہیں۔ اس کی پہلی آیت کے شروع میں لفظ'' تَبٰرَکَ '' ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ تبارک کہتے ہیں۔ یہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی، عذاب سے بچانے والی اور عذاب کو روکنے والی ہے اس لئے اسے سورۂ مُنْجِیَہْ، سورۂ وَاقِیَہْ اور سورۂ مَانِعَہْ کہتے ہیں۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے بارے میں جھگڑا کرے گی اس لئے اسے سورۂ مُجَادِلَہْ کہتے ہیں اور یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی اس لئے اسے سورۂ شَافِعَہْ کہتے ہیں۔

سورۂ ملک کے فضائل

اَحادیث میں سورۂ ملک کے بکثرت فضائل بیان ہوئے ہیں اور ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کسی

1...... خازن، تفسیر سورۃ الملک، ۴/۲۸۹.

صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک جگہ خیمہ نصب کیا، وہاں ایک قبر تھی اور انہیں معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ اچانک انہیں پتا چلا کہ یہ ایک قبر ہے اور اس میں ایک آدمی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے سورۂ ملک مکمل کر لی۔ وہ صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جب) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے نادانستہ ایک قبر پر خیمہ لگا لیا، اچانک مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایک قبر ہے اور اس میں ایک آدمی سورۂ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے سورت مکمل کر لی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نے ارشاد فرمایا ''یہ سورت عذابِ قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔''[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن پاک میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے، وہ اپنی تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورت ''**تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ**'' ہے۔''[2]

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''سورۂ تبارک اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کر دے گی۔''[3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک میں کتابُ اللّٰہ میں ایک ایسی سورت پاتا ہوں جس کی تیس آیتیں ہیں۔ جو شخص سوتے وقت اس کی تلاوت کرے گا تو اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے تیس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے تیس درجات بلند کر دیئے جائیں گے اور اللّٰہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس پر اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور وہ اس آدمی کے بیدار ہونے تک ہر چیز سے اس کی حفاظت کرتا ہے، وہ سورت ''**مُجادلہ**'' (یعنی بحث کرنے والی) ہے جو اپنی تلاوت کرنے والے کے لئے قبر میں بحث کرتی ہے اور وہ سورت '' **تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ**'' ہے۔''[4]

---

1 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ الملک، ۴/۴۰۷، الحدیث: ۲۸۹۹.

2 ......ابو داود، کتاب شهر رمضان، باب فی عدد الآی، ۲/۸۱، الحدیث: ۱۴۰۰.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۹۴، الحدیث: ۲۵۰۸.

4 ......مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۶۲، الحدیث: ۱۷۹.

سورۂ ملک کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت، حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت، قرآن کی حقّانیّت، حشر ونشر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء وسزا کو انتہائی مُؤثّر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(5)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت، سلطنت اور قدرت کے بارے میں بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ زندگی اور موت کو پیدا کرنے سے مقصود لوگوں کے اعمال کی جانچ کرنا ہے۔

(6)......اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار بیان کئے گئے کہ اس نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے اور ان آسمانوں میں کسی طرح کا کوئی عیب نہیں، انہیں ستاروں سے مُزَیَّن کیا اور ان ستاروں کے ذریعے آسمان کی طرف چڑھنے والے شیطانوں کو مارا جاتا ہے۔ نیز اس کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے کافروں کے لئے جہنم کا دردناک عذاب تیار کیا ہے اور ایمان والوں کو مغفرت اور عظیم اجر کی بشارت دی ہے۔

(7)...... یہ بتایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ، کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی ہر ہر بات کو جانتا ہے۔

(8)......ان نعمتوں کو بیان کیا گیا جو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں تاکہ وہ اس کی نعمت کو پہچان کر اس کا شکر ادا کریں اور اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کریں۔

(9)......کفارِ مکہ کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے کافر بھی اپنے اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے تھے۔

(10)......اس سورت کے آخر میں مؤمن اور کافر کا حال واضح کرنے کے لئے الٹا چلنے والے اور سیدھا چلنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی اور حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

سورۂ تحریم کے ساتھ مناسبت

سورۂ ملک کی اپنے سے ماقبل سورت ''تحریم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ تحریم کے آخر میں کافروں کے

لئے حضرت نوح اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کافرہ بیویوں کی مثال بیان کی گئی اور مسلمانوں کے لئے فرعون کی مومنہ بیوی حضرت آسیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی مثال بیان کی گئی اور یہ سورت اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطے، تدبیر اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جو عجائبات چاہے ظاہر کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۙﰳ

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا مُلک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ہی ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

﴿ تَبٰرَكَ: وہ بڑی برکت والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں اور اَفعال میں اَزل سے لے کر اَبد تک مخلوق کی صفات سے پاک ہے اور صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام اُمور میں ہر طرح کا تَصَرُّف ہے، لہٰذا وہ جس چیز کا چاہے حکم دے اور جس چیز سے چاہے منع کر دے، جو چاہے عطا کرے اور جو چاہے نہ دے، جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت دے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے غریب بنا دے اور جسے چاہے امیر کر دے، جسے چاہے بیمار کر دے اور جسے چاہے شفا عطا کر دے، جسے چاہے قریب کر دے اور جسے چاہے دور کر دے، جسے چاہے آباد کر دے اور جسے چاہے برباد کر دے، جسے چاہے توڑ دے اور جسے چاہے ملا دے اور وہ ہر اس

چیز پر قادر جو اس کی قدرت کے تحت آنے کے لائق ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان

اپنی اسی شان کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یوں عرض کرو، اے اللہ! مُلک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًاۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًاؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے، بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

---

1 ......صاوی، الملك، تحت الآية: ١، ٦/٢١٩٩، روح البيان، الملك، تحت الآية: ١، ١٠/٧٣، مدارك، الملك، تحت الآية: ١، ص١٢٦١، ملتقطاً.

2 ......ال عمران: ٢٦.

3 ......مائده: ٤٠.

4 ......شورى: ٤٩، ٥٠.

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ-وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی بہت عزت والا، بہت بخشش والا ہے۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بعض آثار بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ موت (انسانوں اور حیوانوں میں) روح کے جسم سے جدا ہو جانے اور حواس کی طاقت زائل ہو جانے کا نام ہے جبکہ زندگی جسم میں روح کے وجود کے ساتھ حواس کی طاقت باقی رہنے کا نام ہے اور پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشنا، اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے کیونکہ محض عدمی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ (1)

﴿لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔﴾ یہاں زندگی اور موت پیدا کرنے کی حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ دنیا کی زندگی میں وہ اپنے اَحکامات اور مَمنوعات کے ذریعے تمہاری آزمائش کرے کہ کون زیادہ فرمانبردار، مخلص اور شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق عمل کرنے والا ہے اور کوئی اپنے برے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا کیونکہ وہ غالب ہے اور گناہگاروں میں سے جو توبہ کرے اسے وہ بخشنے والا ہے۔ (2)

---

1 ...... خازن، الملك، تحت الآية: ۲، ۴/۲۸۹، تفسير كبير، الملك، تحت الآية: ۲، ۱۰/۵۷۹، ملتقطاً.

2 ...... مدارك، الملك، تحت الآية: ۲، ص۱۲۶۱، روح البيان، الملك، تحت الآية: ۲، ۱۰/۷۶، ابو سعود، الملك، تحت الآية: ۲، ۵/۷۴۳، ملتقطاً.

بندے کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور شرعی طریقے کے مطابق ہونا چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کا ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق ہونا چاہئے ،لہٰذا جس کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو لیکن شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل مقبول نہیں ، اسی طرح جس کا عمل شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق تو ہو لیکن وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ ریا کاری اور نفاق کے طور پر ہو تو وہ عمل بھی مقبول نہیں ۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جب عمل خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور جب عمل درست تو ہو لیکن خالص نہ ہو تو یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا ،عمل صرف وہی مقبول ہے جو خالص اور درست ہو اور عمل خالص اس وقت ہو گا جب اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور درست اس وقت ہو گا جب وہ سنت (یعنی شریعت کے بتائے ہوئے طریقے) کے مطابق ہو گا۔ [2]

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق عمل نہیں کرتے اور اگر انہیں کوئی سمجھائے تو اپنا عمل درست کرنے کی بجائے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔

ہمیں زندگی عطا کئے جانے اور ہم پر موت مُسَلَّط کئے جانے کی حکمت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیں زندگی عطا کئے جانے اور ہم پر موت مسلّط کئے جانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے معاملے میں ہماری جانچ ہو جائے کہ ہم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کیسی اطاعت کرتا ہے تاکہ آخرت میں جب اطاعت گزاروں کو انعامات ملیں اور نافرمانوں کو سزائیں ملیں

---

1 ...... کہف: ۱۱۰.

2 ......جامع العلوم والحکم، الحدیث الاول، ص ۲٤.

تو کوئی یہ اعتراض نہ کرسکے کہ اطاعت گزاروں کو انعامات اور نافرمانوں کو سزا کیوں ملی۔ یاد رکھیں کہ دنیا کی زندگی ایک دن ضرور ختم ہو جائے گی جبکہ آخرت کی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا اگر وہ (یہ) جانتے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَاۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰىؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور دنیا کی رنگینیوں اور رونقوں سے بھی ہمیں آزمایا جارہا ہے کہ ہم کیسے عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔

اسی طرح ہمیں پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جو نعمتیں پیدا کی ہیں، ان کے ذریعے بھی ہمارے اعمال کی آزمائش ہو رہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔

1 ...... عنکبوت: ۶۴۔
2 ...... قصص: ۶۰۔
3 ...... کہف: ۷۔
4 ...... ہود: ۷۔

اور وہ لوگ جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًاۚ(۳۰) اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِؕ نِعْمَ الثَّوَابُؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

اور جنہوں نے کفر کیا اور گناہوں میں مصروف رہے ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَاۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًاؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، انہیں اللّٰہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لہٰذا اے لوگو!

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللّٰہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔

1 ...... کہف: ۳۰، ۳۱.

2 ......یونس: ۲۷.

وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ (1) اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے (اے بندے!) تو رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا پس تو نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ، نگاہ تیری طرف ناکام ہوکر تھکی ماندی پلٹ آئے گی۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا: وہ جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے۔ ہر آسمان دوسرے کے اوپر کمان کی طرح ہے اور دنیا کا آسمان زمین کے اوپر گنبد کی طرح ہے اور ایک آسمان کا فاصلہ دوسرے آسمان سے کئی سو برس کی راہ ہے۔ تو اے بندے! تو اللہ تعالیٰ کے بنانے میں کوئی فرق اور کوئی عیب نہیں دیکھے گا بلکہ انہیں مضبوط، درست، برابر اور مُتَناسِب پائے گا۔ تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ تاکہ تو اپنی آنکھوں سے اس خبر کے درست ہونے کو دیکھ لے اور تیرے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہے، پھر

1 ......شوریٰ:۴۷.

دوبارہ نگاہ اٹھا اور بار بار دیکھ، ہر بار تیری نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی کہ بار بار کی جُستجو کے باوجود بھی وہ ان میں کوئی خَلَل اور عیب نہ پا سکے گی۔ [1]

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کررکھا ہے۔

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ: اور ضرور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔**﴾** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نیچے کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا جو کہ زمین کی طرف سب سے زیادہ قریب ہے اور لوگ اسے دیکھتے ہیں اور ان ستاروں کو شیطانوں کے لیے مارنے کا ذریعہ بنایا کہ جب شَیاطین آسمان کی طرف فرشتوں کی گفتگو سننے اور باتیں چُرانے پہنچیں تو ستاروں سے شعلے اور چنگاریاں نکلیں جن سے انہیں مارا جائے اور اللہ تعالیٰ نے ان شَیاطین کے لیے دنیا میں جلانے کے بعد آخرت میں بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [2]

اس کی نظیر یہ آیاتِ مبارکہ ہیں:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ اِۨلْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو

[1] خازن، الملك، تحت الآية: ۳-۴، ۴/۲۸۹-۲۹۰، مدارك، الملك، تحت الآية: ۳-۴، ص۱۲۶۱-۱۲۶۲، روح البيان، الملك، تحت الآية: ۳-۴، ۱۰/۷۸-۷۹، ملتقطاً.

[2] خازن، الملك، تحت الآية: ۵، ۴/۲۹۰.

وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ [1] ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا۔ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیلئے۔

مسجدوں میں روشنی کے آلات نصب کرنے کی ترغیب

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس مقام پر مَساجد میں روشنی کرنے کے آلات نَصب کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی چھت آسمان کو ستاروں سے مُزَیَّن فرمایا ہے تو بندوں کو چاہئے کہ وہ مساجد کی چھتوں کو قندیلوں اور چراغوں (اور فی زمانہ روشنی حاصل کرنے کے جدید آلات) سے مُزَیَّن کریں۔ جب حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ تراویح میں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پیچھے اکٹھا کیا تو مسجد میں قندیلیں لٹکائیں، انہیں دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اے ابنِ خطاب! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو روشن کرے۔ [2]

وَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿وَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ: اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔﴾ یعنی بھڑکتی آگ کا عذاب شیطانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انسانوں اور جنّوں میں سے جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ [3]

کہ وہ جگہ بھی تکلیف دِہ، وہاں کا کھانا پانی بھی تکلیف دہ، سانپ بچھو تکلیف دہ اور ساتھی بھی ایذا رَساں، غرض

1 ......صٰفّٰت: ٦، ٧.

2 ......روح البیان، الملك، تحت الآیة: ٥، ١٠/٨١، سیرت حلبیه، باب الهجرة الی المدینة، ٢/١١٢.

3 ......خازن، الملك، تحت الآیة: ٦، ٤/٢٩٠، سمرقندی، الملك، تحت الآیة: ٦، ٣/٣٨٦-٣٨٧، ملتقطاً.

یہ کہ اس میں ہر تکلیف جمع ہے۔

اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّ هِیَ تَفُوْرُ ۙ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینکنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کی چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔

﴿اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا: جب وہ کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ کفار جہنم میں اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح بڑی آگ میں لکڑیاں ڈالی جاتی ہیں تو وہ گدھے کی آواز کی طرح جہنم کی خوفناک چنگھاڑ سنیں گے اور اس وقت جہنم ایسے جوش مارتی ہو گی جیسے پانی ہنڈیا میں جوش مارتا ہے۔[1]

پل صراط سے گزرتے وقت جنّتیوں پر انعام

یاد رہے کہ قیامت کے دن جنّتی اگرچہ پل صراط پر سے گزریں گے لیکن اس وقت ان پر یہ انعام ہوگا کہ وہ جہنم کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ

1 ......تفسیر کبیر، الملك، تحت الآیة: ۷، ۱۰/۵۸۶، خازن، الملك، تحت الآیة: ۷، ۴/۳۱۱، ملتقطاً.

2 ......انبیاء:۱۰۲.

اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ﴿۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ کہیں گے کیوں نہیں بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اوتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: معلوم ہوتا ہے کہ غضب سے پھٹ جائے گی، جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے (انہیں) جھٹلایا اور ہم نے کہا: اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو۔ اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ تو اب انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو دوزخیوں کے لیے پھٹکار ہو۔

﴿تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ: معلوم ہوتا ہے کہ غضب سے پھٹ جائے گی۔﴾ یہاں جہنم کا ایک اور وصف بیان کیا گیا کہ جہنم کفار پر غضبناک ہوگی اور یوں لگے گا جیسے غضب کی شدت کی وجہ سے جہنم ابھی پھٹ جائے گی اور اس کے اَجزاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں احساس ہے، وہ غضب بھی کرتی ہے بلکہ کلام بھی کرتی ہے جیسا کہ ایک اور مقام

1 ......روح البیان، الملک، تحت الآیۃ: ۸، ۸۳/۱۰، ملخصاً.

پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی؟ وہ عرض کرے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے؟

﴿ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ: جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا۔﴾ جہنم کا حال بیان کرنے کے بعد اہلِ جہنم کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کبھی کفار کا کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کے داروغہ حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے مدد گار فرشتے ڈانٹتے ہوئے ان سے پوچھیں گے: اے کافرو! کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا جو تمہارے سامنے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیات پڑھتا، تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلاتا۔ وہ اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اَحکام پہنچائے، اللہ تعالیٰ کے غضب اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا، لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا اور دُنْیَوی کاموں میں مشغولیّت اور تکبُّر میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے ہم نے ان آیات کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری، اے ہمیں ڈرانے والو! تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو۔ جہنم کے خازن انہیں مزید ڈانتے ہوئے کہیں گے ’’کیا تم نے رسولوں کی زبان سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیات نہیں سنیں اور ان کے معانی کو نہیں سمجھا تاکہ تم انہیں نہ جھٹلاتے؟ کفار جواب دیتے ہوئے کہیں گے اگر ہم نے دنیا میں رسولوں کی ہدایت کو دل سے سنا ہوتا اور اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے اسے سمجھا ہوتا تو آج ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔ (2)

بعض مسلمان بھی جہنم میں داخل ہوں گے

یاد رہے کہ قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا کہ صرف کافروں کو ہی جہنم میں ڈالا جائے گا بلکہ بعض گنہگار مسلمان بھی ایسے ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لئے جہنم میں داخل کیا جائے گا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی عقل سے کام لے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیئے ہوئے اَحکامات

---

1 ......ق: ٣٠.

2 ......روح البیان، الملک، تحت الآیۃ: ٨-١٠، ١٠/٨٤-٨٥، خازن، الملک، تحت الآیۃ: ٨-١٠، ٤/٢٩٠، مدارک، الملک، تحت الآیۃ: ٨-١٠، ص١٢٦٣، ملتقطاً.

کے مطابق نیک عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے تاکہ قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے اور اس بات پر پچھتانے سے بچ جائے کہ کاش! میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری ہوتی تو آج مجھے جہنم میں داخل نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا والی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم اور اس کے عذابات سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ: اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔﴾ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ احکامِ شرع کا مدار دلیلِ عقلی اور دلیلِ سمعی دونوں پر ہے اور دونوں حجت لازمہ ہیں۔ (1)

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ: تو اب انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اب (جہنم میں داخل ہوتے وقت) انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا کہ ہم رسولوں کی تکذیب کرتے تھے! اس وقت چاہے یہ اقرار کریں یا انکار انہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں اور جہنمیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ (2)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُن کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ: بیشک جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں ایمان والوں کے بارے میں وعدہ کا بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا نہیں ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس پر ایمان لاتے ہیں تو ان کے لئے ان کے گناہوں سے بخشش اور اُن کی نیکیوں کا بڑا ثواب

---

1 ......مدارك، الملك، تحت الآية: ١٠، ص١٢٦٣.

2 ......مدارك، الملك، تحت الآية: ١١، ص١٢٦٣، ملخصاً.

(یعنی جنت) ہے۔[1]

اللہ تعالٰی کا خوف رکھنے والے بزرگ

اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِۙ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آیا (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دل میں اللہ تعالٰی کا خوف رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہے، ترغیب کے لئے یہاں خوفِ خدا کی 2 مثالیں ملاحظہ ہوں،

(1)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نمازِ تہجد میں اتنا روتے تھے کہ آپ کے سینہ مبارک سے ہانڈی کھولنے کی سی آواز آتی تھی۔[3]

(2)......حضرت ابو عمران رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت کیا ’’اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، تمہیں کس چیز نے رُلا دیا؟ انہوں نے عرض کی ’’جب سے اللہ تعالٰی نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے، میری آنکھیں اُس وقت سے کبھی اس خوف کے سبب خشک نہیں ہوئیں کہ مجھ سے کہیں کوئی نافرمانی نہ ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔[4] اللہ تعالٰی ہمیں بھی اپنا خوف نصیب کرے، اٰمین۔[5]

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴿۱۳﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الملک، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۵۸۸-۵۸۹، خازن، الملک، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۲۹۱.

2 ......ق: ۳۳، ۳۴.

3 ......روح البیان، الملک، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۸۵.

4 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۵۲۱، الحدیث: ۹۱۵.

5 ......خوفِ خدا سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لیے کتاب ’’خوفِ خدا‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے، بیشک وہ تو دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ: اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''مشرکین رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں باتیں کیا کرتے اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ان کی گفتگو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچا دیتے، اس پر مشرکین نے آپس میں کہا کہ چپکے چپکے بات کیا کرو تاکہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا خدا سن نہ پائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ تمہاری یہ کوشش فضول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے وہ دل کی بات کو زبان پر آنے سے پہلے ہی جانتا ہے تو وہ تمہاری زبانوں سے کی ہوئی گفتگو کو کیسے نہیں جان سکتا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی شان تو بہت ہی بلند و بالا ہے، اس کے محبوب بندے حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ حال تھا کہ انہوں نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سن لی تھی۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟ حالانکہ وہی ہر باریکی کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے۔

﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ: کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟﴾ اس سے پہلی آیت میں کئے ہوئے دعویٰ کی دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس رب تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت سے تمام اَشیاء کو وجود بخشا ہے اور انہی چیزوں میں تمہاری آہستہ یا بلند آواز سے کی گئی گفتگو بھی شامل ہے تو کیا اسے تمہاری باتوں کا علم نہ ہوگا حالانکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہر

---

1 ......خازن، الملك، تحت الآية: ١٣، ٤/٢٩١، مدارك، الملك، تحت الآية: ١٣، ص١٢٦٣، ملتقطاً.

باریکی کو جاننے والا ہے حتّٰی کہ وہ اندھیری رات میں ٹھوس پتھر پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کے نشانات کو بھی دیکھتا ہے اور وہ تمام باطنی چیزوں پر خبردار ہے۔ (1)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر دیا تو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا: وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر دیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں بیان فرمائیں جو اس نے اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں تاکہ وہ اس کی نعمت کو پہچان کر اس کا شکر ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کریں۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے زمین کو مناسب طور پر نرم فرما کر تمہارے تابع کر دیا تاکہ تمہارے لئے اس میں کنویں کھودنا، چشمے جاری کرنا، نہریں بنانا، مکانات اور عمارتیں تعمیر کرنا، کھیتی باڑی اور باغبانی کرنا ممکن ہو جائے، ورنہ اگر وہ زمین کو ٹھوس پتھر کی طرح بنا دیتا یا لوہا، سونا، پیتل وغیرہ کسی دھات کی بنا دیتا تو گرمیوں میں زمین انتہائی گرم ہو جاتی اور سردیوں میں انتہائی ٹھنڈی، اس طرح زمین پر چلنا دشوار ہو جاتا (اور اگر پانی کی طرح نرم بنا دیتا تو کوئی چیز اس پر ٹھہر ہی نہ سکتی اور یوں زمین پر زندگی گزارنا ہی دشوار ہو جاتا) یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ اس سے نفع حاصل کیا جا سکے تو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ جو اس نے تمہارے لئے پیدا فرمائی ہے اور تمہیں قبروں سے جزاء کیلئے اسی

1 ......روح البیان، الملك، تحت الآیة: ۱٤، ۱۰/ ۸۷، ملخصاً.

کی طرف اٹھنا ہے۔[1]

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم اس سے نڈر ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسادے جبھی وہ کانپتی رہے۔ یا تم نڈر ہوگئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ بھیجے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اُس (اللہ) سے بے خوف ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے اس بات میں کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسادے تو وہ زمین اچانک کانپنے لگے۔ یا تم اُس سے بے خوف ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے اس بات میں کہ وہ تم پر پتھراؤ بھیجے تو تم جلد جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ: کیا تم اُس سے بے خوف ہوگئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! جس رب تعالیٰ کی سلطنت آسمان میں ہے، اس کی نافرمانی کر کے کیا تم اِس بات میں اُس سے بے خوف ہوگئے کہ وہ قارون کی طرح تمہیں بھی زمین میں دھنسا دے اور اس وقت تک زمین کو حرکت میں رکھے جب تک تم اس کے سب سے نچلے حصے میں نہ پہنچ جاؤ۔ یا جس رب تعالیٰ کی سلطنت آسمان میں ہے، اس کی نافرمانی کر کے کیا تم اِس بات میں اُس سے بے خوف ہوگئے کہ وہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح تم پر بھی پتھراؤ بھیجے، تو عذاب دیکھ کر تم جلد جان لوگے کہ میرا اپنے عذاب سے ڈرانا کیسا تھا؟[2]

1 ......روح البيان، الملك، تحت الآية: ١٥، ١٠/٨٨-٨٩، خازن، الملك، تحت الآية: ١٥، ٤/٢٩١، سمرقندى، الملك، تحت الآية: ١٥، ٣/٣٨٨، صاوى، الملك، تحت الآية: ١٥، ٦/٢٢٠٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، الملك، تحت الآية: ١٦-١٧، ٤/٢٩١، سمرقندى، الملك، تحت الآية: ١٦-١٧، ٣/٣٨٨، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ ہُوا جائے

اسی عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کا کنارہ زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر بھیجے پھر تم اپنے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ انہیں عذاب دینے پر قادر ہونے کے باوجود ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے فوری عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ اسے مُؤخر فرما دیتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیۡرًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی مقررہ مدت آئے گی تو بیشک اللہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

لہٰذا اس کی رحمت اور کرم کے پیشِ نظر اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانا بہت بڑی نادانی اور کم عقلی ہے۔

وَلَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۱۸﴾

1 ......بنی اسرائیل:٦٨.

2 ......انعام:٦٥.

3 ......فاطر:٤٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اُن سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو میرا انکار کیسا ہوا؟

﴿وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور بیشک ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے اور کفارِ مکہ کو اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ مکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس پر آپ غم نہ فرمائیں کیونکہ کفارِ مکہ سے پہلی اُمتوں کے کفار جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور قومِ عاد وغیرہ نے بھی میرے رسولوں کو جھٹلایا تو جب میں نے انہیں ہلاک کیا تو اس وقت میرا انکار کیسا ہوا، کیا انہوں نے میرے عذاب کو حق نہیں پایا۔ ضرور انہوں نے میرے عذاب کو حق پایا ہے۔[1]

اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؔۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے ہوئے اور سمیٹتے ہوئے پرندے نہ دیکھے انہیں رحمٰن کے سوا کوئی نہیں روکتا، بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔

﴿اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ: اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ

[1] ……ابو سعود، الملك، تحت الآية: ۱۸، ۵/۷۴۸، صاوی، الملك، تحت الآية: ۱۸، ۶/۲۲۰۵، خازن، الملك، تحت الآية: ۱۸، ۴/۲۹۱، ملتقطاً.

چیز بیان فرمائی جو اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ غافل ہیں اور انہوں نے اپنے اوپر ہوا میں اُڑتے وقت پر پھیلاتے ہوئے اور سمیٹتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے، انہیں ہوا میں پر پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں گرنے سے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں روکتا حالانکہ پرندے بوجھل، موٹے اور جسیم ہوتے ہیں اور بھاری چیز طبعاً پستی کی طرف مائل ہوتی ہے وہ فضا میں نہیں رک سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ٹھہرے رہتے ہیں، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو فضا میں ٹھہرایا ایسے ہی آسمانوں کو جب تک وہ چاہے روکے ہوئے ہے اور اگر وہ نہ روکے تو آسمان گر پڑیں۔ بیشک وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس پر کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ (1)

پرندوں اور جہازوں کی پرواز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے

پرندوں کی پرواز کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ پرندوں کو ہوا میں محض پَر نہیں روکتے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے، اسی طرح فی زمانہ ہوا میں مَحوِ پرواز ٹنوں وزنی ہوائی جہازوں کو مشین اور انجن گرنے سے نہیں بچاتے بلکہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی گرنے سے بچاتا ہے یعنی مُؤثِّرِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍۚ ﴿۲۰﴾

---

1 ……خازن، الملك، تحت الآية: ١٩، ٤/٢٩١، مدارك، الملك، تحت الآية: ١٩، ص ١٢٦٤، ملتقطاً.

2 ……نحل: ٧٩.

ترجمۂ کنزالایمان: یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے کافر نہیں مگر دھوکے میں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا؟ کافر صرف دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ: یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے۔﴾ کفارِ مکہ دو چیزوں پر اعتماد کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے انکار کرتے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی رکھتے تھے۔(1) مالی اور افرادی قوت۔ (2) ان کا یہ عقیدہ کہ بت ان تک بھلائیاں پہنچاتے ہیں اور ان سے نقصانات دور کرتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلی چیز کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ'' اے کافرو! اگر اللّٰہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تم سے اس کا عذاب دور کر دے گا، تمہارا کوئی مددگار نہیں اور کافر صرف شیطان کے اس فریب میں ہیں کہ اُن پر عذاب نازل نہ ہوگا۔ (1)

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کون سا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر اللّٰہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں۔

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ: یا کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔﴾ اس آیت میں دوسری چیز کا رد کرتے ہوئے ارشاد

(1) ......جلالین مع صاوی، الملك، تحت الآیة: ۲۰، ۶/۲۲۰۵-۲۲۰۶، خازن، الملك، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۲۹۲، ملتقطاً.

فرمایا کہ اے کافرو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اگر وہ اپنا رزق اوراس کے پہنچنے کے اَسباب (جیسے بارش یا دھوپ وغیرہ) روک لے تو ایسا کون ہے جو تمہیں کھلائے اور پلائے گا اور تم تک تمہاری غذا پہنچائے گا۔ان کفار کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے ان نصیحتوں سے اثر نہیں لیا اور نہ ہی ان پر یقین کیا بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق سے قریب نہیں ہوتے۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساری مخلوق کو حقیقی طور پر رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اس کا بہت بڑا انعام ہے اور جس نے مخلوق پر اتنا عظیم احسان اور انعام فرمایا صرف وہی عبادت کئے جانے کا حق دار ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو؟

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھی راہ پر سیدھا چلے؟

﴿ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ: تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن

1 ......صاوی، الملك، تحت الآیة: ۲۱، ۶/۲۲۰۶، تفسیر طبری، الملك، تحت الآیة: ۲۱، ۱۲/۱۷۰، خازن، الملك، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۲۹۲، ملتقطاً۔

2 ......فاطر: ۳۔

اور کافر کا حال واضح کرنے کے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے اور نہ آگے دیکھے نہ پیچھے، نہ دائیں دیکھے نہ بائیں، وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ شخص جو راستے کو دیکھتے ہوئے سیدھی راہ پر سیدھا چلے جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔ (1)

کافر اور مؤمن کی دُنْیَوی مثال اور ان کا اُخروی حال

اس مثال کا مقصود یہ ہے کہ کافر گمراہی کے میدان میں اس طرح حیران و سرگرداں جاتا ہے کہ نہ اسے منزل معلوم اور نہ وہ راستہ پہچانے اور مؤمن آنکھیں کھولے راہِ حق دیکھتا اور پہچانتا چلتا ہے۔ یہ تو کافر اور مؤمن کی دُنْیَوی مثال ہے جبکہ آخرت میں کفار کو واقعی منہ کے بل اٹھایا اور چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّاؕ-مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَۙ-اُولٰٓىٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔

اور ایمان والے متّقی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًاؕ-حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ

1 ......صاوی، الملك، تحت الآیة: ۲۲، ۶/۲۲۰۶، تفسیر طبری، الملك، تحت الآیة: ۲۲، ۱۲/۱۷۱، ملتقطاً.
2 ......بنی اسرائیل: ۹۷.
3 ......فرقان: ۳٤.

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ (1)

جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو،تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکرادا کرتے ہو۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ: تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرما دیں کہ اے کافرو! جس خدا کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں وہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ تم اللّٰہ تعالیٰ کی آیات کو سنو اور ان سے نصیحت حاصل کرو، اس نے تمہارے لئے آنکھیں بنائیں تاکہ تم ان کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ کی ان مَصنوعات کو دیکھو جو اس کی وحدانیَّت پر دلالت کرتی ہیں اور اس نے تمہارے لئے دل بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ کی آیات اور مَصنوعات میں غوروفکر کر سکو، لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اِن اعضاء سے فائدہ نہ اُٹھایا کہ جو سنا وہ نہ مانا، جو دیکھا اُس سے عبرت حاصل نہ کی اور جو سمجھا اس میں غور نہ کیا اور تم بہت کم شکرادا کرتے ہو کہ اللّٰہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے اَعضاء سے وہ کام نہیں لیتے جس کیلئے وہ عطا ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تم شرک و کفر میں مبتلا ہو گئے ہو۔(2)

1 ......زمر: ۷۳.

2 ......صاوی، الملك، تحت الآیة: ۲۳، ۶/۲۲۰۷، خازن، الملك، تحت الآیة: ۲۳، ۴/۲۹۲، ملتقطاً.

نعمتوں کو ان کے مقاصد میں استعمال کریں

اس آیت میں خطاب اگرچہ کفار سے ہے لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھ اور دل کی جو نعمت عطا کی ہے اسے انہی مقاصد کے لئے استعمال کریں جس کے لئے یہ نعمت عطا ہوئی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دی ہوئی ہر نعمت کو اس کے مقصد میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

---

1 ......انفال: ۲۰، ۲۱۔ 2 ......بنی اسرائیل: ۳۶۔ 3 ......حم السجدة: ۲۲۔

ترجمۂکنزالایمان: تم فرماؤ وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلایا اور اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

ترجمۂکنزُالعِرفان: تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ: تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے گفتگو میں تمہاری زبانوں، تمہارے رنگوں، تمہارے لباسوں، تمہاری شکلوں اور صورتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ تمہیں زمین کے کونے کونے میں پھیلایا اور تم (قیامت کے دن اپنے اعمال کے) حساب اور (ان کی) جزا کے لئے اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔[1]

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂکنزالایمان: اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ یہ علم تو اللّٰہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا۔

ترجمۂکنزُالعِرفان: اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)۔ تم فرماؤ: یہ علم تو اللّٰہ ہی کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار مسلمانوں سے مذاق اور محض دل لگی کے طور پر کہتے تھے کہ اگر تم قیامت یا عذاب کی خبر دینے میں سچے ہو، تو بتاؤ ان کا ظہور کب ہوگا؟ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے مخلوق میں سب سے بڑے عالم! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرما دیں کہ اس کا علم تو اللّٰہ

---

1 ......ابن کثیر، الملک، تحت الآیۃ: ٢٤، ٢٠٢/٨، مدارک، الملک، تحت الآیۃ: ٢٤، ص١٢٦٥، ملتقطاً۔

تعالیٰ ہی کے پاس ہے، میں تو عذاب اور قیامت کے آنے کا تمہیں ڈر سنا تا ہوں اور مجھے اتنے ہی کام کا حکم دیا گیا ہے، اسی سے میرا فرض ادا ہو جاتا ہے اس لئے وقت کا بتانا میری ذمہ داری نہیں۔ (1)

﴿**قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ: تم فرماؤ: یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔**﴾ یاد رہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم نہیں دیا کیونکہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ حقیقی و ذاتی علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور ایسے انداز میں بات اس وقت بھی کہی جاتی جب معلومات ہونے کے باوجود بتانا نہ ہو۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت کا علم دیا ہے اور اس پر وہ تمام اَحادیث شاہد ہیں جن میں آپ نے قیامت کی علامات ارشاد فرمائیں حتّٰی کہ سال بتانے کے علاوہ وقت، دن اور مہینہ بھی بتا دیا۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـٴَـتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ اسے قریب دیکھیں گے تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا: یہی ہے وہ عذاب جو تم مانگتے تھے۔

﴿**فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً: پھر جب وہ اسے قریب دیکھیں گے۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار آخرت میں اس عذاب کو اپنے قریب دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور وحشت و غم سے ان کی صورتیں خراب ہو جائیں گی اور جہنم کے فرشتے ان سے کہیں گے یہ وہ عذاب ہے جو مذاق کے طور پر تم مانگتے تھے

1......مدارك، الملك، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ص١٢٦٥، روح البيان، الملك، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ١٠/٩٥-٩٦، ملتقطاً.

اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہتے تھے کہ وہ عذاب کہاں ہے جلدی لاؤ، اب دیکھ لو یہ ہے وہ عذاب جس کی تمہیں طلب تھی۔ (1)

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَاۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللّٰہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کونسا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللّٰہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچالے گا؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ کفارِ مکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کی وفات کی آرزو رکھتے تھے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے فرمادیں کہ ہم مومن ہیں اور دو اچھی چیزوں میں سے ایک کے مُنتظر ہیں **(1)** تمہاری آرزو کے مطابق اللّٰہ تعالیٰ مجھے اور میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کو وفات دیدے تو (اس میں بھی ہمارا فائدہ ہے کہ) ہم جنت میں چلے جائیں گے۔ **(2)** اللّٰہ تعالیٰ تمہارے مقابلے میں ہماری مدد فرما کر ہم پر رحم فرمائے اور ہماری عمریں دراز کردے۔ دونوں صورتوں میں فائدہ ہمارا ہی ہے اب تم بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللّٰہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچالے گا؟ تمہیں تو بہر حال اپنے کفر کے سبب ضرور عذاب میں مبتلا ہونا ہے، ہماری وفات تمہیں کیا فائدہ دے گی۔ (2)

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَاۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ

(1) ......مدارك، الملك، تحت الآية: ۲۷، ص۱۲٦٥، روح البيان، الملك، تحت الآية: ۲۷، ۱۰/۹٦، ملتقطاً.

(2) ......مدارك، الملك، تحت الآية: ۲۸، ص۱۲٦٥، ملخصاً.

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: وہی رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے؟

﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ: تم فرماؤ: وہی رحمٰن ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ جس کی طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں وہی رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اسی کی عبادت کرتے ہیں اور تم اس کے ساتھ کفر کرتے ہو اور ہم نے اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے تمام اُمور اس کے سپرد کر دیئے ہیں اور جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ ہم گمراہی میں تھے یا تم۔ (1)

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لادے نگاہ کے سامنے بہتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی لادے؟

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے دلیل کے طور پر اپنی ایک نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے اور اتنی گہرائی

---

1 ......خازن، الملك، تحت الآية: ۲۹، ۲۹۲/٤، مدارك، الملك، تحت الآية: ۲۹، ص ۱۲٦٥، ملتقطاً.

میں پہنچ جائے کہ ڈول وغیرہ سے بھی ہاتھ نہ آسکے تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی لا دے کہ اُس تک ہر ایک کا ہاتھ پہنچ سکے۔ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ بت جو کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے انہیں کیوں عبادت میں اُس قادرِ برحق کا شریک کرتے ہو۔[1]

1 ......خازن، الملك، تحت الآية: ٣٠، ٤/٢٩٣.

سُوْرَۃُ الْقَلَم

سورۂ قلم کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قلم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **52** آیتیں ہیں۔

''قلم'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قَسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ قلم'' رکھا گیا۔ اس سورت کا ایک نام ''سورۂ نون'' بھی ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت کی ابتدا میں مذکور حرف ''نٓ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورۂ قلم کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اور ان کے عظیم مقام کو ظاہر فرمایا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں،

(1)......کافروں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی قَسم ذکر کر کے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کفار کے اس الزام کی نفی فرمائی، اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بے انتہاء اجر وثواب ملنے کی بشارت دے کر تسلی دی اور ان سے فرمایا کہ بیشک تم عظمت و بزرگی والے اخلاق پر ہو، اس کے بعد مجموعی طور پر کفار کے 16 اور جس کافر نے گستاخی کی

1......خازن، تفسير سورة ن، ٤/٢٩٣.

اس کے 10 عیب بیان کرکے اسے ذلیل ورُسوا کردیا۔

(2)......کفارِ مکہ کے سامنے ایک باغ والوں کی مثال بیان کی گئی کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور حقداروں کو ان کا حق نہ دینے کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو جلا کر خاکستر کردیا، اور انہیں بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوُز کرے اور اس کے حکم کی مخالفت کرے تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی سزا ہوتی ہے، لہٰذا وہ ہوش میں آئیں اور اپنا انجام خود سوچ لیں کہ دنیا کی سزا اتنی دردناک ہے تو آخرت کی سزا کیسی ہوگی۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ کافروں کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسلمان اور کافر ایک جیسے ہیں اور اس دعوے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

(4)......حشر کے میدان میں کفار کی ذلت ورُسوائی بیان کی گئی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے اور ہر حال میں حکمِ الٰہی کے انتظار و پیروی کرنے کی تلقین کی گئی اور اسی سلسلے میں حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کیا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں کفار کے حسد وعناد کا ذکر گیا اور یہ بتایا گیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہانوں کیلئے شرف کا باعث ہیں تو ان کی طرف جنون کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے۔

سورۂ ملک کے ساتھ مناسبت

سورۂ قلم کی اپنے سے ماقبل سورت ''ملک'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ملک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنے علم کی وسعت کے دلائل بیان فرمائے، مرنے کے بعد مخلوق کے دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت فرمایا، مشرکین کو دنیا وآخرت کے دردناک عذاب سے ڈرایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، موت کے بعد اٹھائے جانے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور سورۂ قلم کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی طرف سے اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر لگائے گئے الزامات کا بڑے پُرجلال انداز میں جواب دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نٓ ، قلم اوراس کی قسم جو لکھتے ہیں۔

﴿نٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ: قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔﴾ **ایک قول** یہ ہے کہ اس آیت میں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے لوگ لکھتے ہیں اور ''ان کے لکھے'' سے مراد لوگوں کی دینی تحریریں ہیں۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے فرشتے لکھتے ہیں اور ''ان کے لکھے'' سے بنی آدم کے اعمال کے نگہبان فرشتوں کا لکھا مراد ہے یا ان فرشتوں کا لکھا مراد ہے جو لوحِ محفوظ سے عالَم میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات اپنے صحیفوں میں لکھتے ہیں۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ اس قلم سے وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ پر لکھا گیا، یہ نوری قلم ہے اور اس کی لمبائی زمین وآسمان کے فاصلے کے برابر ہے، اور ''ان کے لکھے'' سے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا مراد ہے۔[(1)]

اس قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوحِ محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور لکھ دیئے ہیں، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے فرمایا لکھ۔ وہ عرض گزار ہوا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا: ''جو کچھ ہو چکا اور جو اَبد تک ہوگا سب کی تقدیر لکھ دے۔[(2)]

1 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ١، ص١٢٦٦، خازن، ن، تحت الآية: ١، ٢٩٣/٤، جمل، القلم، تحت الآية: ١، ٧١/٨-٧٢، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب القدر، ١٧-باب، ٦٢/٤، الحديث: ٢١٦٢.

اور سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم سے ارشاد فرمایا ’’قیامت تک جو چیزیں ہوں گی سب کی تقدیریں لکھ دے۔‘‘[1]

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ہو۔

﴿مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ: تم اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ہو۔﴾ کفار نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں (گستاخی کرتے ہوئے) کہا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے! بیشک تم مجنون ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قسم ارشاد فرما کر ان کی بدگوئی کا رد کرتے ہوئے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا: ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قلم اور ان کے لکھے کی قسم! آپ مجنون نہیں ہیں کیونکہ آپ پر آپ کے رب تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا لطف و کرم آپ کے شاملِ حال ہے، اس نے آپ پر انعام و احسان فرمائے، نبوت اور حکمت عطا کی، مکمل فصاحت، کامل عقل، پاکیزہ خصائل اور پسندیدہ اَخلاق عطا کئے، مخلوق کے لئے جس قدر کمالات ہونا ممکن ہیں وہ سب علٰی وجہِ الکمال عطا فرمائے اور ہر عیب سے آپ کی بلند صفات ذات کو پاک رکھا اور ان چیزوں کے ہوتے ہوئے آپ مجنون کیسے ہو سکتے ہیں۔[3]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ قرآنِ پاک میں بکثرت مقامات پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار

1 ......ابو داؤد، کتاب السنة، باب القدر، ۴/۲۹۸، الحديث: ۴۷۰۰.

2 ......حجر: ۶.

3 ......خازن، ن، تحت الآية: ۲، ۴/۲۹۳، تفسير كبير، القلم، تحت الآية: ۲، ۱۰/۶۰۰، ملتقطاً.

کی جاہلانہ گفتگو کا ذکر ہے جس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بد بخت طرح طرح سے انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں سخت کلامی اور بیہودہ گوئی کرتے اور وہ مُقَدّس حضرات اپنے عظیم حِلم اور فضل کے لائق انہیں جواب دیتے، لیکن حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ والا میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے اس کا جواب زمین وآسمان کی سلطنت کے مالک رب تعالیٰ نے خود دیا ہے اور محبوبِ اکرم، مطلوبِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے خود دفاع فرمایا ہے اور طرح طرح سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی (کفار کے الزامات سے) پاکی اور براءت ارشاد فرمائی ہے اور بکثرت مقامات پر دشمنوں کے الزامات دور کرنے پر قسم یاد فرمائی، یہاں تک کہ غنی اور غنی کرنے والے رب تعالیٰ نے ہر جواب سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بے نیاز کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے بہتر ہوا اور یہ وہ مرتبۂ عُظمیٰ ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ (1)

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک عقل

نیز کفار کے اس اعتراض سے ان کی جہالت اور بیوقوفی بھی واضح ہے کیونکہ مجنون وہ ہوتا ہے جس کی عقل سلامت نہ رہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقل مبارک تو ایسی تھی کہ کسی بشر میں اس کی مثال ملنا ممکن ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جیسی عقل آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمائی ہے ویسی کسی اور کو عطا ہی نہیں کی تو پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جنون کی نسبت کرنا جہالت کے سوا اور کیا ہے۔ عقل کی تعریف اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقل مبارک کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: ’’عقل کی حقیقت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، (لغت کی کتاب) قاموس میں کہا گیا ہے کہ عقل، چیزوں کے حسن وقباحت اور ان کے کمال ونقصان کی صفات کے علم کا نام ہے اور یہ علم عقل کے نتائج اور ثمرات سے حاصل ہوتا ہے اور عقل ایسی قوت ہے جو اس علم کا مَبداء اور سرچشمہ ہے۔ اور بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان کی حرکات وسکنات میں محمودیت کا نام عقل ہے، حالانکہ یہ بھی عقل کے خواص اور آثار کی قسم سے ہے۔ (عقل کی تعریف کے بارے میں) قولِ حق جسے علماء نے بیان کیا، یہ ہے کہ عقل ایک روحانی نور ہے جس سے ضروری اور

---

1 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۶۲-۱۶۴، ملخصاً۔

نظری علوم معلوم ہوتے ہیں اور عقل کے وجود کا آغاز بچے کی پیدائش کے ساتھ ہے، پھر وہ رفتہ رفتہ نشو ونما پاتا ہے یہاں تک کہ بالغ ہونے کے وقت کامل ہوجاتا ہے اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عقل اور علم میں کمال کے اس مرتبے پر تھے کہ آپ کے علاوہ کوئی بشر اس درجے تک نہیں پہنچا، اللّٰہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فیضان فرمایا ان میں سے بعض پر عقول واَفکار حیران ہیں اور جو بھی آپ کے اَحوال کی کَیْفِیَّتوں اور آپ کی صفاتِ حمیدہ اور محاسنِ اَفعال کی تلاش و جُستجو کرتا ہے اور جوامع الکلم، حسنِ شمائل، نادر ولطیف خصائل، لوگوں کی سیاسی تدبیر، شرعی اَحکام کا اظہار و بیان، آدابِ جلیلہ کی تفاصیل، اَخلاقِ حسنہ کی ترغیب وتحریص، آسمانی کتابوں اور ربانی صحیفوں پر آپ کا عمل، گزشتہ امتوں کے تاریخی حالات، سابقہ دنوں کے اَحوال، کہاوتوں اور ان کے وقائع اور احوال کا بیان، اہلِ عرب جو کہ چوپایوں اور درندوں کی مانند تھے، جن کی طبیعتیں جہل و جفا اور نادانی وشقاوت کی بنا پر مُتَنَفِّر اور دور رہنے والی تھیں، ان کی اصلاح وتدبیر، ان کے ظلم و جفا اور ایذا وتکلیفوں پر آپ کا صبر وتَحَمُّل، پھر ان کو علم وعمل، حسنِ اَخلاق اور اعمال میں انتہائی درجے تک پہنچانا، انہیں دنیا وآخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور کرنا پھر کس طرح ان کا ان سعادتوں کو اپنے نفسوں پر اختیار کرنا اور ان کا اپنے گھروں، دوستوں، عزیزوں کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوشنودی کی خاطر چھوڑ دینا۔ ان سب چیزوں کا اگر کوئی مطالعہ کرے تو وہ جان لے گا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقل کامل اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل کس مرتبہ ومقام پر تھا۔ جو بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَحوال شریف کو ابتداء سے انتہاء تک مطالعہ کرے گا وہ دیکھے گا کہ پروردگارِ عالَم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کتنا علم عطا فرمایا اور آپ پر اس کا کتنا فیضان ہے اور مَا کَانَ وَمَا یَكُوْنُ یعنی گزشتہ وآئندہ کے علوم واَسرار بدیہی طور پر کس طرح حاصل ہیں تو وہ شک وشُبہ اور وہم وخیال کے بغیر علمِ نبوت کو جان لے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدح وثنا اور وفورِ علم کے بارے میں فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللّٰہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو کہ تابعی، سند کے حوالے سے قابلِ اعتماد، ہمیشہ سچ بولنے والے

(1) ......نساء:١١٣.

عالم ، صاحبِ کُتب واَخبار تھے ”فرماتے ہیں کہ میں نے مُتَقَدِّمین کی 71 کتابیں پڑھی ہیں ، میں نے ان تمام کتابوں میں پایا کہ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے دنیا کے آغاز سے لے کر دنیا کے انجام تک تمام لوگوں کو جس قدر عقلیں عطا فرمائی ہیں ان سب کی عقلیں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عقلِ مبارک کے مقابلے میں یوں ہیں جیسے دنیا بھر کے ریگستانوں کے مقابلے میں ایک ذرہ ہے ، آپ کی رائے ان سب سے اَفضل واعلیٰ ہے۔

عوارفُ المعارف میں بعض علماء سے نقل کیا ہے ”پوری عقل کے سوحصے ہیں ، ان میں سے ننانوے حصے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ہیں اور ایک حصہ تمام مسلمانوں میں ہے۔

بندۂ مسکین کہتا ہے (یعنی شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں) کہ اگر وہ یوں کہیں کہ عقل کے ہزار حصے ہیں جن میں سے نوسوننانوے حصے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ہیں اور ایک حصہ تمام لوگوں میں ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے ، اس لئے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں بے انتہاء کمال ثابت ہے تو (آپ کی شان میں معبود ہونے کے علاوہ) جو کچھ بھی کہا جائے گا بجا ہوگا۔ اس پر اگر حاسدوں کا سینہ جلے اور گمراہوں کا دل تنگ ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

اور فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ (3)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

ملکِ خاصِ کبریا ہو مالکِ ہر ما سوا ہو
کوئی کیا جانے کہ کیا ہو عقلِ عالَم سے ورا ہو

1 ...... کوثر: ۱.
2 ...... کوثر: ۳.
3 ...... مدارج النبوہ، باب دوم دربیان اخلاق وصفا، وصل دربیان عقل وعلم، ۱/ ۵۳.

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍۚ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یقیناً تمہارے لیے ضرور بے انتہا ثواب ہے۔

﴿وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ: اور یقیناً تمہارے لیے ضرور بے انتہا ثواب ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ضرور تمہارے لیے رسالت کی تبلیغ، نبوت کے اِظہار، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور کفار کی ان بے ہودہ باتوں، اِفتراؤں اور طعنوں پر صبر کرنے کا بے انتہاء ثواب ہے لہٰذا کفار جو آپ کی طرف جنون کی نسبت کررہے ہیں آپ اسے خاطر میں نہ لائیے اور رسالت کی تبلیغ کے اہم کام کو جاری رکھئے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ’’حق جَلَّ وَ عَلَا نے فرمایا:

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ اور بے شک تیرے لیے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم وکرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں ، تیرا سا حلم وصبر کوئی تمام عالَم کے عقلاء میں تو بتادے۔[2]

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ملنے والا ثواب

یاد رہے کہ تمام مسلمانوں کی نیکیوں کا ثواب اضافے در اضافے کے ساتھ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے، مثال کے طور پر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جتنے لوگوں کو مسلمان کیا تو انہیں مسلمان کرنے کا ثواب حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ملے گا اور ان کے تمام نیک اعمال کا ثواب ان کے ساتھ ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی ملے گا، اسی طرح ان مسلمانوں نے آگے جتنے لوگوں کو مسلمان کیا تو اُن کو مسلمان کرنے کا اور ان کی نیکیوں کا ثواب اِن مسلمانوں کو بھی ملے گا اور ان کے ثواب کے ساتھ مل

1 ......خازن، ن، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۲۹۴.

2 ......فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۶۴۔

کر اضافے کے ساتھ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی ملے گا، اسی طرح قیامت تک سلسلہ در سلسلہ جتنے لوگ مسلمان ہوتے جائیں گے اور نیک اعمال کرتے جائیں گے سب کے مسلمان ہونے اور نیک اعمال کرنے کا ثواب بے انتہا اضافے کے ساتھ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی ملے گا۔ اسی طرح کا مضمون علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ''فیض القدیر'' کی جلد نمبر 11 کے صفحہ نمبر 5789 پر امام مقریزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ اور ہدایت کی دعوت دینے والوں اور دین میں اچھا طریقہ جاری کرنے والوں کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [1]

اور حضرت جریر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقے پر عمل کیا گیا تو اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقے پر عمل کیا گیا تو اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [2]

سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا صبر، حِلم اور عَفْو و درگزر

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صبر، حِلم اور عَفْو و درگزر کی کچھ جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادتی کرنے والوں کے عمل پر حِلم اور صبر کا مظاہرہ کرتے اور ان سے درگزر فرماتے حتّٰی کہ جان کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے، چنانچہ یہاں اختصار کے ساتھ اس کی چار مثالیں ملاحظہ ہوں:

---

1 ......مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنة حسنة... الخ، ص۱۴۳۸، الحدیث: ۱۶(۲۶۷۴).

2 ......مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنة حسنة... الخ، ص۱۴۳۷، الحدیث: ۱۵(۱۰۱۷).

(1)......لبید بن اعصم یہودی نے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا تو اس کے بارے میں معلوم ہو جانے کے باوجود بھی اسے کوئی سزا نہ دی۔

(2)...... یہودی عورت زینب نے گوشت میں زہر ملا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کھلا دیا تو اپنی ذات کی وجہ سے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا البتہ جب اس زہر کے اثر سے ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انتقال فرما گئے تو اس عورت پر شرعی سزا نافذ فرمائی۔

(3)......غورث بن حارث نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کی کوشش کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر غالب آ جانے کے باوجود اسے معاف کر دیا۔

(4)...... کفارِ مکہ نے وہ کونسا ایسا ظالمانہ برتاؤ تھا جو آپ کے ساتھ نہ کیا ہو لیکن فتحِ مکہ کے دن جب یہ سب جبّارانِ قریش مہاجرین و اَنصار کے لشکروں کے محاصرہ میں مجبور ہو کر حرمِ کعبہ میں خوف اور دہشت سے کانپ رہے تھے اور انتقام کے ڈر سے ان کے جسم کا رُواں رُواں لرز رہا تھا تو رسولِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان مجرموں کو یہ فرما کر چھوڑ دیا کہ جاؤ آج تم سے کوئی مُؤاخذہ نہیں، تم سب آزاد ہو۔

مختصر یہ کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پوری سیرتِ طیبہ میں صبر، حلم اور عَفْو و درگزر کی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنہیں شمار کیا جائے تو ایک انتہائی ضخیم کتاب مُرتّب ہو سکتی ہے۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو۔

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ: اور بیشک تم یقیناً عظیم اَخلاق پر ہو۔﴾ علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یہ آیت گویا کہ ''مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ'' کی تفسیر ہے کیونکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قابلِ تعریف اَخلاق اور پسندیدہ اَفعال آپ کی ذاتِ مبارکہ سے ظاہر تھے اور جس کی ایسی شان ہو اس کی طرف جنون کی نسبت کرنا درست نہیں۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حق جَلَّ وَ عَلَا نے فرمایا: ''وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے کہ ایک حِلم وصبر کیا، تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اَخلاقِ عاقلانِ جہان مُجْتَمَع ہو کر اس کے ایک شمّہ (یعنی قلیل مقدار) کو نہیں پہنچتے، پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے۔[2]

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اَخلاق

اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاقِ کریمہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اللّٰہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ نے اخلاق کے درجات مکمل کرنے اور اچھے اعمال کے کمالات پورے کرنے کے لیے مجھ کو بھیجا۔[4]

اور حضرت سعد بن ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے دریافت کیا: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، مجھے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق کے بارے میں بتائیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی:

1 ......خازن، ن، تحت الآیۃ: ٤، ٤/٢٩٤.

2 ......فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۶۴-۱۶۵۔

3 ......ال عمران: ١٥٩.

4 ......شرح السنہ، کتاب الفضائل، باب فضائل سید الاولین والآخرین...الخ، ٩/٧، الحدیث: ٣٥١٦.

کیوں نہیں! تو آپ نے ارشادفرمایا: ’’رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خُلْق قرآن ہی تو ہے۔[(1)]

اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ’’حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ محاسنِ اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حلم وعفو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدمِ تشدُّد، شجاعت، ایفاءِ عہد، حسنِ معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلُّفی، تواضع واِنکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ ‘‘ یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاق تھے۔[(2)]

اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اَخلاق تمام اَخلاقی اچھائیوں کا جامع ہے اور اللّٰہ تعالٰی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شکر، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خُلَّت، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اخلاص، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صبر، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عذر، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عاجزی اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَخلاق عطا فرمائے اور یہ وہ مقام ہے جو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے صرف سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا ہوا ہے۔[(3)]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

ترے خُلْق کو حق نے عظیم کہا تری خِلْق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن واَدا کی قسم

علم اور عمل دونوں اعتبار سے کامل اور جامع شخصیت

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے، اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علم مبارک کے بارے میں ارشاد فرمایا:

---

1 ……مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاة اللیل... الخ، ص۳۷٤، الحدیث: ۱۳۹(۷٤٦).
2 ……سیرت مصطفیٰ، ص۶۰۰۔
3 ……روح البیان، ن، تحت الآیۃ: ٤، ۱۰/۱۰٦.

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عمل مبارک کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ علم اور عمل دونوں اعتبار سے کامل اور جامع ہیں۔

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاقِ کریمہ سے متعلق ایک عظیم واقعہ

ویسے تو اَحادیث اور سیرت کی کتابوں میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاقِ کریمہ کے بے شمار واقعات مذکور ہیں جنہیں اِختصار کے ساتھ بھی یہاں بیان کرنا ممکن نہیں، البتہ ہم ایک ایسا واقعہ ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے تو بڑے سبھی چھوٹے بچے تک بھی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَخلاقِ کریمہ سے بہت مُتاثّر تھے اور کسی صورت بھی آپ کے دامنِ اقدس سے جدائی انہیں برداشت نہ تھی۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ زمانۂ جاہلیّت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننہیال جارہے تھے کہ بنو قین نے وہ قافلہ لوٹ لیا اور حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مکہ میں لاکر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نکاح حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہوا تو انھوں نے زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کر دیا۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والد کو ان کی جدائی کا بہت صدمہ تھا اور وہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی جدائی میں اَشعار پڑھتے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کی غرض سے مکہ جانا ہوا تو وہاں انہوں نے حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہچان لیا اور جب وہ حج سے واپس گئے تو انہوں نے حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے

1 ......النساء: ۱۱۳.

کی خاطر مکہ مکرمہ میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: اے ہاشم کی اولاد! اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر کے پڑوسی ہو، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان فرماؤ اور کرم کرو۔ فدیہ قبول کرو اور اس کو رہا کردو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: بس اتنی سی بات ہے! عرض کیا حضور! بس یہی عرض ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: زید کو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ چنانچہ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بلائے گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم ان کو پہچانتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: حضور! میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ہیں۔ ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے ان میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ (1)

اَخلاقِ حسنہ کی تعلیم

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت و بزرگی کا ایک پہلو اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی اَخلاقِ حسنہ اپنانے کی تعلیم اور ترغیب دی ہے، اس سے متعلق یہاں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......الاصابہ فی تمییز الصحابہ، حرف الزای المنقوطۃ، زید بن حارثۃ بن شراحیل الکعبی، ۲/۴۹۵.

(1)......حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھا وہ ہے جس کے اَخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں۔‘‘[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بندہ حُسنِ اخلاق کی وجہ سے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والوں کا درجہ پالیتا ہے۔‘‘[2]

(3)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میزانِ عمل میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں۔‘‘[3]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ’’کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ مجھے محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب گا۔ ہم نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں! ارشاد فرمایا ’’یہ وہ شخص ہوگا جس کے اَخلاق تم میں سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔‘‘[4]

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ۵ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۶

ترجمۂ کنزالایمان: تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کون مجنون تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جلد ہی تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کون مجنون تھا۔

﴿فَسَتُبْصِرُ: تو جلد ہی تم بھی دیکھ لوگے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر لگائے گئے کفار کے الزام کا جواب دیا اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کو بیان کیا اور اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب دنیا میں

1......مسند امام احمد، مسند البصريين، حديث جابر بن سمرة، ۷/۴۱۰، الحديث: ۲۰۸۷۴.

2......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه محمد، ۴/۳۷۲، الحديث: ۶۲۸۳.

3......ابو داؤد، كتاب الادب، باب في حسن الخلق، ۴/۳۳۲، الحديث: ۴۷۹۹.

4......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص، ۲/۶۷۹، الحديث: ۷۰۵۶.

ان پر آپ کے معاملے کی حقیقت ظاہر ہوگی اور آپ کفار کو قتل کر کے اوران کے مال بطورِ غنیمت حاصل کر کے ان پر غالب ہوں گے اور جب قیامت کے دن حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا تو آپ بھی جان جائیں گے اور کفارِ مکہ بھی جان لیں گے کہ جنون آپ پر تھا یا وہ خود مجنون اور پاگل تھے۔ (1)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۪ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ: بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو حقیقت میں مجنون ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے سے بہک گئے کیونکہ انہوں نے اپنی عقلوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور جو کچھ رسول لے کر آئے ان میں اپنی عقلوں کو استعمال نہیں کیا، اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو درحقیقت عقلمند ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے پر ہیں۔ (2)

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔ وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔ انہوں نے تو یہی خواہش رکھی کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ

1 ......جلالین مع صاوی، ن القلم، تحت الآیة: ۵-۶، ۶/۲۲۱۱-۲۲۱۲.

2 ......مدارك، القلم، تحت الآیة: ۷، ص۱۲۶۷، البحر المحیط، القلم، تحت الآیة: ۷، ۸/۳۰۳، ملتقطاً.

بھی نرم پڑ جائیں۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ: توتم جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ پر یہ سب واضح ہو چکا ہو تو آپ اُن کی اِس بات کو نہ ماننے پر ثابت قدم رہیں کہ آپ انہیں (شرک سے روکنے اور بتوں کی مذمت کرنے سے) باز آجائیں تا کہ ہم بھی آپ کی (مخالفت کرنے سے) باز آجائیں، کیونکہ ان مشرکین کی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ آپ اپنے دین میں ان کے لئے اس طرح نرمی کرلیں کہ آپ ان کی بات مان کر ان کے بتوں کی پوجا کرلیں تو وہ بھی آپ کی بات مان کر آپ کے رب تعالٰی کی عبادت کے معاملے میں نرمی کرلیں گے۔ (1)

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ: انہوں نے تو یہی خواہش رکھی کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔﴾ مُداہَنت یہ ہے کہ اپنی دنیا کی خاطر دین کے احکام میں خلافِ شرع نرمی برتنا جیسے لالچ کی وجہ سے یا کسی کے مرتبے کی رعایت کرتے ہوئے اسے برائی سے منع نہ کرنا یا منع کرنے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس کی برائی کو دل میں برا نہ جاننا اور مدارات یہ ہے کہ دین یا دنیا کی بہتری کے لئے کسی کے ساتھ دُنْیَوی معاملات سرانجام دینا جیسے کسی فاسق و گناہگار شخص کے گناہ کو دل میں برا جانتے ہوئے اس کے شر سے بچنے کے لئے یا اس نیت سے اس کے ساتھ نرم لہجے سے گفتگو کرنا اور خوش روئی سے پیش آنا کہ یہ اچھے اَخلاق سے مُتأثّر ہو کر گناہوں سے باز آجائے گا۔

ہر مسلمان کو دین کے معاملے میں پختہ ہونا چاہئے

لہٰذا ہر مسلمان کو اپنے دین کے معاملے میں پختہ ہونا چاہیے اور دین کے معاملات میں کسی طرح کی نرمی اور رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے لیکن افسوس کہ آج کل مسلمان اپنے نفسانی معاملات میں تو انتہائی سختی سے کام لیتے ہیں اور کسی طرح کی رعایت کرنے پر تیار نہیں ہوتے جبکہ دین کے معاملے میں بہت نرم اور پلپلے نظر آتے ہیں، کسی کو برائی کرتے ہوئے، اسلام کے احکامات کو پامال کرتے ہوئے اور اسلام کے احکامات کا مذاق اُڑاتے ہوئے دیکھ کر، اسے روکنے پر قادر ہونے کے باوجود اس کی رعایت کرتے ہوئے یا کسی لالچ کی وجہ سے اسے نہیں روکتے اور جب کسی سے

---

1 ...... روح البیان، ن، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۱۰/۱۰۹، ابو سعود، ن، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۵/۷۵۳، تفسیر طبری، ن، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۱۰/۱۰۹، ملتقطاً۔

اپنی ذات کو تکلیف پہنچے یا ان کا کوئی نقصان کر بیٹھے تو خوب شور مچاتے ہیں اور بعض مسلمان کہلانے والے تو ایسے ہیں کہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار سے دوستی اور محبت کے رشتے قائم کرتے، ان کی خاطر اسلام کے بعض احکامات پر عمل کرنا چھوڑتے، ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کی مذہبی رسومات کا اہتمام کرتے، ان کے ہاں ان کی مذہبی رسومات میں شرکت کرتے، انہیں مساجد میں بلوا کر اور مسلمانوں سے اونچا بٹھا کر مسلمانوں کو ان کی تقریریں سنواتے اور ان سے اتحاد اور یگانگت کرنے کی کوششیں کرتے اور دیگر مسلمانوں کو اس کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ پروگرام منعقد کرتے ہیں حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے دوستی کرنے اور ان سے محبت کا رشتہ اُستوار کرنے سے منع کیا اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے اور کفار سے دوستی اور محبت کرنے کو منافقوں کی خصلت بتایا ہے، چنانچہ منافقوں کی اس خصلت کو بیان کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًاۙ-وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہلِ کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ قسم ہے اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللّٰہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

اور مسلمانوں سے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللّٰہ سے ڈرتے رہو۔

اور ارشاد فرمایا:

(1)......حشر: ۱۱۔ (2)......مائدہ: ۵۷۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللّٰہ کے لئے صریح حجت قائم کرلو۔

اور ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللّٰہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللّٰہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللّٰہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور کفار سے دوستی کرنے والے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللّٰہ ہے۔

---

1 ……النساء: ۱۴۴.

2 ……توبہ: ۲۳.

3 ……ال عمران: ۲۸.

4 ……النساء: ۱۳۸، ۱۳۹.

اور برائی ہوتی دیکھ کر اس سے نہ روکنے والوں کے بارے میں حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ کی حدود میں نرمی برتنے والے اور ان میں مبتلاء ہونے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں اوپر والا، نیچے والوں کو پانی کے لئے اوپر والوں کے پاس جانا ہوتا تھا، اوپر والوں (کو نیچے والوں کے پانی لے کر گزرنے کی وجہ سے اَذِیَّت پہنچی اور انہوں) نے اسے زحمت شمار کیا تو نیچے والوں (میں سے ایک شخص) نے کلہاڑہ لیا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا، اوپر والے اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوتی تھی اور پانی کے بغیر گزارا نہیں (اس لئے میں کشتی میں سوراخ کر رہا ہوں تاکہ مجھے پانی حاصل ہو جائے اور تمہاری تکلیف دور ہو جائے) پس اگر انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اسے (ڈوبنے سے) بچا لیا اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیا (اور سوراخ کرنے سے منع نہیں کیا) تو اسے ہلاک کریں گے اور اپنی جانوں کو ہلاک کر بیٹھیں گے۔ [1]

اور حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب تم پر ایسے بادشاہ مُسلَّط ہوں گے جن سے تم نیکی بھی دیکھو گے اور برائی بھی، تو جس نے ان کی برائی کو بُرا کہا وہ بَری ہوا اور جس نے (ان کی بُرائی کو برا کہنے کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے اس برائی کو دل سے) برا سمجھا وہ بھی (ان کی برائی میں شریک ہونے کے وبال سے) سلامت رہا البتہ جو (دل سے ان کی برائی پر) راضی ہوا اور اس نے (ان کی) پیروی کی تو وہ ہلاک ہوا۔ [2]

اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اپنے دین پر پختگی اور اس کے احکامات پر مضبوطی سے عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: کفار ومشرکین سے تعلقات رکھنے کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر 14 میں موجود اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے ''اَلْمَحَجَّۃُ الْمُؤْتَمِنَۃُ فِیْ آیَۃِ الْمُمْتَحِنَۃِ'' (غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کی شرعی حدود کا تفصیلی بیان) کا مطالعہ فرمائیں۔

1 ......بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات، ۲/۲۰۸، الحدیث: ۲۶۸۶.

2 ......ترمذی، کتاب الفتن، ۷۸-باب، ۴/۱۱۷، الحدیث: ۲۲۷۲.

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍۙ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر ایسے آدمی کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل۔

﴿وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ: اور ہر ایسے آدمی کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا۔**﴾** اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بات ماننے سے منع کیا اور اس ممانعت میں تمام کفار داخل ہیں، اب یہاں کفر کے علاوہ مزید عیوب بیان کر کے دوبارہ منع کیا جارہا ہے کہ جس کافر میں یہ عیب ہوں اس کی بات بطورِ خاص نہ مانی جائے۔ یہاں آیت میں دو عیب بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......وہ **"حَلَّافٍ"** ہے۔ حلّاف اسے کہتے ہیں جو حق اور باطل دونوں طرح کے معاملات میں بہت زیادہ قسمیں کھاتا ہو۔

(2)......وہ ذلیل ہے، کیونکہ بات بات پر قسمیں کھانے والا اور جھوٹی قسمیں کھانے والا لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔[1]

یاد رہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت سے لے کر آیت نمبر **16** تک جو مذموم اوصاف بیان کئے گئے، یہ ولید بن مغیرہ کے ہیں، جبکہ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ اوصاف اسود بن عبد یغوث، یا اخنس بن شریق، یا ابو جہل بن ہشام کے ہیں۔[2]

بات بات پر قسمیں اٹھانے والے نصیحت حاصل کریں

اس آیت سے ان مسلمانوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو بات بات پر اللہ تعالیٰ کی یا قرآن کی قسمیں اٹھانا شروع کر دیتے ہیں اور بسا اوقات جھوٹے ہونے کے باوجود بھی کثرت کے ساتھ قسمیں کھاتے نظر آتے ہیں

1......تفسیر کبیر، القلم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۱۰/۶۰۳-۶۰۴، ملخصاً۔

2......صاوی، القلم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۶/۲۲۱۲-۲۲۱۳۔

تا کہ کسی طرح ان کی بات کو سچ مان لیا جائے اور ان کے اس عمل کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں ان کی جو عزت اور مقام بنتا ہے وہ سب اچھی طرح جانتے ہیں ۔زیادہ قسمیں کھانے اور قسموں کو دھوکا دینے اور فساد برپا کرنے کا ذریعہ بنانے سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو آڑ نہ بنالو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ قدم ثابت قدمی کے بعد پھسل جائیں گے اور تم اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے سزا کا مزہ چکھو گے اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

اور قسموں کے بدلے دنیا کا ذلیل مال لینے والوں کے بارے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے ، اٰمین۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ﴿۱۱﴾

1 ......بقرة:۲۲٤.

2 ......نحل:۹٤.

3 ......ال عمران:۷۷.

ترجمۂ کنزالایمان: بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سامنے سامنے بہت طعنے دینے والا، چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا۔

﴿هَمَّازٍ: بہت طعنے دینے والا۔﴾ اس آیت میں بھی دو عیب بیان کئے گئے ہیں:

(1)......وہ " هَمَّازٍ " ہے۔ ہَمّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے ان کے بکثرت عیب نکالے یا بہت طعنے دے۔(1)

عیب جوئی کرنے اور طعنے دینے کی مذمت

ایسے شخص کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ(2) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اس کے لیےخرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے۔

اور حضرت راشد بن سعد مقرائی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''معراج کی رات میں کچھ عورتوں اور مَردوں کے پاس سے گزرا جوان کی پستانوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو لوگوں کے سامنے بہت عیب نکالتے اور طعنے دیا کرتے تھے۔(3)

(2)......وہ چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا ہے۔

چغلی کی تعریف اور اس کی مذمت

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لئے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔(4)

---

1 ......قرطبی، القلم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۹/۱۷۳، الجزء الثامن عشر، ملخصاً.

2 ......ھُمَزَۃ: ۱.

3 ......شعب الایمان، الرابع و الاربعون من شعب الایمان ... الخ، فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید ... الخ، ۵/۳۰۹، الحدیث: ۶۷۵۰.

4 ......الزواجر عن اقتراف الکبائر، الباب الثانی، الکبیرۃ الثانیۃ والخمسون بعد المأتین: النمیمۃ، ۲/۴۶.

اَحادیث میں چغل خوری کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ’’چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’**اللّٰہ** تعالٰی کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو **اللّٰہ** تعالٰی یاد آجائے اور **اللّٰہ** تعالٰی کے بدترین بندے چغلی کھانے کے لئے اِدھر اُدھر پھرنے والے، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں کی خامیاں نکالنے والے ہیں۔‘‘[2]

(3)......حضرت علاء بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’منہ پر بُرا بھلا کہنے والوں، پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرنے والوں، چغلی کھانے والوں اور بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والوں کو **اللّٰہ** تعالٰی (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں جمع فرمائے گا۔‘‘[3]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، بڑا گناہگار۔

﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ: بھلائی سے بڑا روکنے والا۔﴾ اس آیت میں اس کافر کے تین عیوب بیان کئے گئے ہیں:

(1)......وہ بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ایسا) بخیل ہے کہ نہ خود نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے اور نہ دوسرے کو نیک کاموں میں خرچ کرنے دیتا ہے۔ حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس کے معنی

---

1 ......مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، ص٦٦، الحديث: ١٦٨(١٠٥).

2 ......مسند امام احمد، مسند الشاميين، حديث عبد الرحمن بن غنم الاشعرى رضى الله تعالى عنه، ٢٩١/٦، الحديث: ١٨٠٢٠.

3 ......التوبيخ والتنبيه لابى الشيخ الاصبهانى، باب البهتان وماجاء فيه، ص٢٣٧، الحديث: ٢١٦.

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بھلائی سے روکنے سے مقصود اسلام سے روکنا ہے کیونکہ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں سے کہتا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی اسلام میں داخل ہوا تو میں اُسے اپنے مال میں سے کچھ نہ دوں گا۔

(2)......لوگوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والا ہے۔

(3)......سخت گناہگار ہے۔[1]

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍۙ(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: دُرُشت خُو اس سب پر طُرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سخت مزاج، اس کے بعد ناجائز پیداوار ہے۔

﴿عُتُلٍّ: سخت مزاج۔﴾ اس آیت میں اس کافر کے دوعیب بیان کئے گئے ہیں کہ وہ طبعی طور پر بدمزاج اور بدزبان ہے اور ان تمام عیوب سے بڑھ کر اس کا عیب یہ ہے کہ وہ ناجائز پیداوار ہے تو اس سے خبیث اَفعال کے صادر ہونے میں کیا تعجب ہے۔

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے میرے بارے میں دس باتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے 9 کے بارے میں تو میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ میں موجود ہیں لیکن ان کی یہ بات کہ میں ناجائز پیداوار ہوں، اس کا حال مجھے معلوم نہیں، اب تو مجھے سچ سچ بتادے (کہ اصل حقیقت کیا ہے) ورنہ میں تیری گردن ماردوں گا۔ اِس پر اُس کی ماں نے کہا کہ ''تیرا باپ نامرد تھا، اس لئے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ جب وہ مرجائے گا تو اس کا مال دوسرے لوگ لے جائیں گے، تو (اس چیز سے بچنے کے لئے) میں نے ایک چرواہے کو اپنے پاس بلالیا اور تو اس چرواہے کی اولاد ہے۔[2]

1 ......خازن، ن، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۲۹۵، صاوی، القلم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۶/۲۲۱۳، قرطبی، القلم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۹/۱۷۴، الجزء الثامن عشر، تفسیر کبیر، القلم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۶۰۴، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، القلم، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۱۲۶۷۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شانِ محبوبیّت

اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی فضیلت، شانِ محبوبیّت اور بارگاہِ الٰہی میں آپ کا مقام معلوم ہوتا ہے کہ ولید نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا کہ (مَعَاذَ اللّٰه) آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مجنون ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دس وہ عیوب ظاہر فرما دیئے جو واقعی اس میں موجود تھے اور ان میں سے ایک عیب یعنی حرامی ہونا ایسا تھا کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے ہی معلوم ہوا ورنہ اب تک اس کے بارے میں سب یہی سمجھتے تھے کہ وہ خاندانِ قریش سے ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں تک 9 عیب بیان ہوئے جبکہ دسویں عیب کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس بنا پر (بات نہ مانو) کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیْنَ: کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔﴾ اس آیت کا تعلق اسی سورت کی آیت نمبر 10 سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان عیبوں کے ہونے کے ساتھ آپ اس کافر کی بات نہ مانیں کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے۔ اور اس آیت کا تعلق اس کے بعد والی آیت سے بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کافر مال اور اولاد والا ہے، تو اسے چاہئے تھا کہ ان نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور ایمان لاتا لیکن اس لعین نے شکر کرنے کی بجائے مال اور

اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا شروع کر دیا اور جب اس کے سامنے قرآنِ پاک کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ (1)

اس صورت میں یہ ولید بن مغیرہ کا دسواں عیب بنتا ہے جبکہ مجموعی طور پر آیت نمبر 8 سے لے کر یہاں تک سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے 10 سے زیادہ عیب بیان کئے گئے ہیں۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ ہم اس کی سؤر کی سی تھوتھنی پر داغ لگا دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

﴿ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ: قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔﴾ اس آیت میں اس کافر کے لئے وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ کر اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے اور اس کی بدباطنی کی علامت اس کے چہرے پر نمودار کر دیں گے تاکہ یہ اس کیلئے عار کا سبب ہو۔ یہ خبر دنیا میں اس طرح پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عیوب بیان کر کے اسے ایسا ذلیل و رُسوا کیا کہ جس طرح داغ کبھی ختم نہیں ہوتا اسی طرح اس کی ذلت بھی کبھی ختم نہ ہوئی اور آخرت میں یہ خبر اس طرح پوری ہوگی کہ جہنم میں داخل کرنے سے پہلے اس کے چہرے کو سیاہ کر دیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ اس کی ناک پر ایسی علامت بنا دے گا جس سے اہلِ محشر پہچان لیں گے کہ یہی وہ کافر ہے جو دینِ حق کا انکار کرنے میں اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عداوت رکھنے میں پیش پیش تھا۔ (2)

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا

1 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ١٤-١٥، ص١٢٦٧، صاوى، القلم، تحت الآية: ١٤-١٥، ٦/٢٢١٤، جمل، القلم، تحت الآية: ١٤-١٥، ٨/٧٥، ملتقطاً.

2 ......جلالين، ن، تحت الآية: ١٦، ص٤٦٩، خازن، ن، تحت الآية: ١٦، ٤/٢٩٦، تفسير كبير، القلم، تحت الآية: ١٦، ١٠/٦٠٦، ملتقطاً.

مُصْبِحِیْنَ ﴿۱۷﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے انہیں جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے انہیں جانچا جیسا باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس باغ کو کاٹ لیں گے۔

﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ: بیشک ہم نے ان کو جانچا جیسا باغ والوں کو جانچا تھا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کفارِ مکہ کو مال اور دولت شکر ادا کرنے کے لئے دی تھی نہ کہ تکبُّر و سرکشی کرنے کے لئے، تو جب انہوں نے تکبر کیا اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی مول لی تو ہم نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس دعا سے کہ یارب! عَزَّوَجَلَّ، انہیں ایسی قحط سالی میں مبتلا کر جیسی حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ میں ہوئی تھی، نیز کفارِ مکہ کو بھوک اور قحط کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا جیسا کہ باغ والوں کو کیا تھا۔ چنانچہ کفارِ مکہ قحط کی مصیبت میں اس قدر مبتلا کئے گئے کہ وہ بھوک کی شدت میں مُردار اور ہڈیاں تک کھا گئے۔

باغ والوں کا واقعہ

اس آیت میں جس باغ کی مثال دے کر اس کا واقعہ بیان کیا گیا اس کا نام ضردان تھا، یہ باغ یمن کے شہر صنعاء سے دو فرسنگ (یعنی 6 میل) کے فاصلے پر سرِ راہ واقع تھا۔ اس باغ کا مالک ایک نیک مرد تھا اور وہ باغ کے پھل کثرت سے فُقَراء کو دیتا تھا، اس کی عادت یہ تھی کہ جب باغ میں جاتا تو فقراء کو بلا لیتا اور تمام گرے پڑے پھل فقراء لے لیتے۔ پھر باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے اور جب پھل توڑے جاتے تو جتنے پھل بستروں پر گرتے وہ بھی فقراء کو دے دیئے جاتے اور جو خالص اپنا حصہ ہوتا اس سے بھی وہ دسواں حصہ فقراء کو دے دیتا، اسی طرح کھیتی کاٹتے وقت بھی اس نے فُقَراء کے حقوق بہت زیادہ مقرر کئے ہوئے تھے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے تین بیٹے وارث ہوئے،

انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ مال قلیل ہے اور کنبہ بہت زیادہ ہے اس لئے اگر والد کی طرح ہم بھی خیرات جاری رکھیں تو تنگ دست ہوجائیں گے۔ اس پر انہوں نے آپس میں مل کر قسمیں کھائیں کہ صبح سویرے لوگوں کے اٹھنے سے پہلے ہی باغ میں چل کر پھل توڑ لیں گے تا کہ مسکینوں کو خبر نہ ہو۔ (1)

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اِنْ شَآءَ اللّٰه نہ کہا۔ تو اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کرگیا اور

---

1 ......تفسیر قرطبی، القلم، تحت الآية: ۱۷، ۹/۱۸۰، الجزء الثامن عشر، مدارك، القلم، تحت الآية: ۱۷، ص۱۲٦۸، خازن، ن، تحت الآية: ۱۷، ٤/۲۹٦، ملتقطاً.

وہ سوتے تھے۔تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔پھر انہوں نے صبح ہوتے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا۔کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔پھر جب اسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔ان میں جو سب سے غنیمت تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہم ظالم تھے۔اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتا متوجہ ہوا۔بولے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم سرکش تھے۔اُمید ہے کہ ہمیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں کہہ رہے تھے۔تو اس باغ پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیری کر گیا جبکہ وہ سو رہے تھے۔تو صبح کے وقت وہ باغ سیاہ رات کی طرح ہوگیا۔پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا۔کہ اگر تم کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر چلو۔تو وہ چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں آنے نہ پائے۔اور وہ خود کو روکنے پر قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے چلے۔پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: بیشک ہم ضرور راستہ بھٹک گئے ہیں۔بلکہ ہم محروم ہوگئے ہیں۔ان میں جو بہتر تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے، پھر وہ ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے متوجہ ہوئے۔بولے: ہائے ہماری خرابی، بیشک ہم سرکش تھے۔امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدل دے یقیناً (اب) ہم اپنے رب کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں۔

﴿وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ: اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ نہیں کہہ رہے تھے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 14 آیات میں اس واقعے کا بقیہ حصہ بیان کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے پھل توڑنے کی قسم کھائی اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا بھول گئے۔پھر یہ لوگ تو قسمیں کھا کر سو گئے اور اس باغ پر اللّٰہ تعالٰی کے حکم سے رات میں ایک آگ آئی جو اسے تباہ کر گئی اور صبح کے وقت تک وہ باغ جل کر سیاہ رات کی طرح ہوگیا اور ان لوگوں کو اس کی کچھ خبر نہ ہوئی۔یہ صبح سویرے اٹھے اور ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر تم باغ کا پھل کاٹنا چاہتے ہو تو صبح منہ اندھیرے اپنی کھیتی پر چلو۔چنانچہ وہ لوگ باغ

کی طرف چلے اوراس دوران آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے اور وہ اپنے آپ کواس ارادہ پر قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے چلے کہ کسی مسکین کو اندر نہ آنے دیں گے اور وہ تمام پھل اپنے قبضہ میں لائیں گے۔ پھر جب باغ کے قریب پہنچے اورانہوں نے اس باغ کو دیکھا کہ وہ جل چکا ہے اور اس میں پھل کا نام ونشان نہیں تو کہنے لگے: بیشک ہم کسی اور باغ پر پہنچ گئے ہیں کیونکہ ہمارا باغ تو بہت پھل دار ہے۔ پھر جب غور کیا اوراس کے درودیوار کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ اپنا ہی باغ ہے تو کہنے لگے: ہم راستہ نہیں بھولے بلکہ حق دار مسکینوں کو روکنے کی نیت کرکے ہم خوداس کے پھل سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان میں سے جو عقلمند تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے اوراس برے ارادے سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کیوں نہیں بجالاتے ؟ اس پر سب نے کہا: ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے، اوراس وقت وہ ملامت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر کاران سب نے اعتراف کیا کہ ہم سے خطا ہوئی اور ہم حد سے تجاوُز کر گئے۔ وہ کہنے لگے: ہائے ہماری خرابی، بے شک ہم سرکش تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر نہ کیا اوراپنے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑ دیا، امید ہے کہ ہمارا رب عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے بہتر بدل دے، اب ہم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں اوراس کے عَفْو وکرم کی امید رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے سچے دل سے اوراخلاص کے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اِس کے بدلے اُس سے بہتر باغ عطا فرمایا جس کا نام ''باغِ حیوان'' تھا اوراس میں کثیر پیداوار ہوئی۔ (1)

کَذٰلِکَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سزا ایسی ہی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی سزا سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ جانتے۔

﴾ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ: سزا ایسی ہی ہوتی ہے۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے

---

1 ......خازن، ن، تحت الآیۃ: ۱۸-۳۲، ۴/۲۹۶-۲۹۷، مدارک، القلم، تحت الآیۃ: ۱۸-۳۲، ص۱۲۶۸-۱۲۶۹، ملتقطاً.

فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! جس طرح ہم نے باغ والوں کے ساتھ کیا اسی طرح جو ہماری حدوں سے تجاوُز کرے اور ہمارے حکم کی مخالفت کرے اس کے لئے بھی ہماری سزا ایسی ہی ہوتی ہے، لہٰذا ہوش میں آؤ اور اپنا انجام خود سوچ لو کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے اور بیشک آخرت کی سزا سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ آخرت کے عذاب کو جانتے اور اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرتے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں سا کردیں۔ تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔ تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا حکم لگاتے ہو؟

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ: بیشک ڈر والوں کے لیے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفر اور گناہوں سے بچنے والوں کے لئے آخرت میں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ایسے باغ ہیں جن میں صرف نعمتیں ہی ہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں کی طرح بدمزہ اور زائل ہونے کے خوف سے پاک ہیں۔[1]

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ: تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔﴾ شانِ نزول: جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے مسلمانوں سے کہا کہ جس طرح ہمیں دنیا میں آسائش حاصل ہے اسی طرح اگر ہم مرنے کے بعد پھر اُٹھائے بھی گئے تو آخرت میں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہم نجات حاصل ہونے اور

[1] ......ابو سعود، ن، تحت الآیۃ: ۳۴، ۵/۷۵۶.

درجات ملنے کے معاملے میں مسلمانوں کو کافروں جیسا کردیں گے اور اُن مخلص فرمانبرداروں کو ان سرکش باغیوں پر فضیلت نہ دیں گے! ہمارے بارے میں ایسا فاسد گمان رکھتے ہو، تمہیں کیا ہوا اور تم اپنی جہالت کی وجہ سے کیسا حکم لگا رہے ہو، تمہاری حالت سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے جزا کا معاملہ تمہارے سپرد ہے اور تم اس میں جو چاہے فیصلہ کرلو۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مسلمان برابر نہیں بلکہ یہ دو الگ الگ قومیں ہیں۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو۔ کہ تمہارے لیے اس میں جو تم پسند کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم (ایسی بات) پڑھتے ہو۔ کہ تمہارے لیے قیامت کے دن میں ضرور وہ سب کچھ ہے جو تم پسند کرو۔

﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ: کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے انعامات میں مسلمانوں اور کافروں کو برابر سمجھنے والو! کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ تمہارے پاس ایسی کتاب لے کر نازل ہوا ہے جس میں لکھا ہو کہ تمہارے لئے (قیامت کے دن) وہ سب کچھ ہے جو تم پسند کرو اور اس میں سے پڑھ کر تم یہ بات کہتے ہو؟ (2)

اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

1 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ۳۵-۳۶، ص۱۲۶۹، روح البيان، ن، تحت الآية: ۳۵-۳۶، ۱۰/۱۱۹، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، القلم، تحت الآية: ۳۷-۳۸، ۱۲/۱۹۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا تمہارے لیے ہم پر قیامت کے دن تک پہنچتی ہوئی کچھ قسمیں ہیں کہ ضرور تمہیں وہی کچھ ملے گا جو تم فیصلہ کرو گے۔

﴿اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ: یا تمہارے لیے ہم پر قیامت کے دن تک پہنچتی ہوئی کچھ قسمیں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے کافرو! کیا ہم تمہارے بارے میں ایسی قسمیں فرما چکے ہیں جو قیامت تک ہم پر لازم ہیں اور ہم ان قسموں سے اس دن نکلیں گے جس دن ہم تمہارے لئے یہ حکم کردیں کہ آج تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم اپنے لئے اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک خیر و کرامت کا دعویٰ کرتے ہو؟ (1)

سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿٤١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم ان سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے۔ یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ان سے پوچھو کہ ان میں کون اس کا ضامن ہے؟ یا ان کیلئے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

﴿سَلْهُمْ: تم ان سے پوچھو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے پوچھیں کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے کہ آخرت میں انہیں مسلمانوں سے بہتر یا اُن کے برابر ملے گا یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں جو اس دعوے میں ان کی موافقت کر رہے ہیں اور وہ ان کے ذمہ دار بنے ہیں، اگر

1 ……مدارك، القلم، تحت الآية: ٣٩، ص ١٢٧٠، خازن، ن، تحت الآية: ٣٩، ٤/٢٩٨، ملتقطاً.

وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اپنے ان شریکوں کو لے آئیں ۔حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی سمجھتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں، نہ اُن کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ مذکور ہو جو وہ کہتے ہیں، نہ ان کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی کا کوئی عہد ہے، نہ ان کا کوئی ضامن اور نہ ہی کوئی ان سے موافقت کرتا ہے۔(1)

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللّٰہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے۔ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن معاملہ بڑا سخت ہوجائے گا اور کافروں کو سجدے کی طرف بلایا جائے گا تو وہ (اس کی) طاقت نہ رکھیں گے۔ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی اور بیشک انہیں (دنیا میں) سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جبکہ وہ تندرست تھے۔

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: جس دن معاملہ بڑا سخت ہوجائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے شریکوں کو اس دن لے آئیں جس دن ایک ساق کھولی جائے گی تاکہ وہ انہیں فائدہ پہنچائیں اور ان کی سفارش کریں اور (قیامت کے دن) کفار و منافقین کو ان کے ایمان کے امتحان اور دنیا میں سجدہ ریز نہ ہونے پر ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر سجدے کی طرف بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے کیونکہ ان کی پشتیں تانبے کے تختے کی طرح

1 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ٤٠-٤١، ص ١٢٧٠، جلالين، ن، تحت الآية: ٤٠-٤١، ص ٤٧٠، ملتقطاً.

سخت ہوجائیں گی اوراس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ دنیا میں ایمان قبول نہ کرنے اور سجدوں کو ترک کرنے پر شرم وندامت سے ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ان کے چہرے سیاہ ہوجائیں گے اوران پر ذلت چڑھ رہی ہوگی حالانکہ انہیں رسولوں کی (مُقَدَّس) زبانوں سے دنیا میں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا اوراذانوں اور تکبیروں میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے ساتھ انہیں نماز اور سجدے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن یہ تندرست ہونے کے باوجود سجدہ نہ کرتے تھے اوران کے اسی عمل کا یہ نتیجہ ہے جو یہاں سجدے سے محروم رہے۔

یاد رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہاں آیت میں ساق کھلنے سے مراد وہ شدت اور سختی ہے جو قیامت کے دن حساب اور جزا کے لئے پیش آئے گی اور اس وقت کے بارے میں حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ قیامت میں وہ بڑا سخت وقت ہے۔ آیت کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ یہاں محاورے والا معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہے کہ جس دن ساق یعنی پنڈلی کھولی جائے گی۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ آیت مُتشابہات میں سے ہے اور قرآنِ پاک یا اَحادیث میں مذکور مُتشابہات کے بارے میں اَسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کے معنیٰ میں کلام نہیں کرتے اور یہ فرماتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اوراس سے جو مراد ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ [1]

نماز میں سُستی کرنے والے مسلمانوں کے لئے عبرت ونصیحت

یہاں آیت میں بیان کی گئی وعید اگرچہ کفار اور منافقین کے لئے ہے کہ انہیں سجدے کی طرف بلایا جائے گا تو وہ اس کی طاقت نہیں رکھیں گے کیونکہ دنیا میں انہیں خدا کے سامنے جھکنے کی طرف بلایا جاتا تھا تو یہ انکار کرتے تھے، یہ اگرچہ کفار کے بارے میں ہے لیکن اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بہت عبرت اور نصیحت ہے جو شرعی عذر نہ ہونے کے باوجود نماز ادا نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات نماز ہی قضا کر دیتے ہیں یا سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

---

[1] ......خازن، ن، تحت الآیة: ۴۲-۴۳، ۴/۲۹۸، ۳۰۱، مدارك، القلم، تحت الآیة: ۴۲-۴۳، ص ۱۲۷۰، جمل، القلم، تحت الآیة: ۴۲-۴۳، ۸/۸۳-۸۴، عمدة القاری، کتاب تفسیر القرآن، سورة ن والقلم، باب یوم یکشف عن ساق، ۱۳/۴۳۲، تحت الحدیث: ۴۹۱۹، ملتقطاً.

مَعَ الرّٰكِعِیْنَ (1) رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اور نماز ادا کرنے میں سُستی کرنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہوکر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

اور نمازیں قضا کر کے پڑھنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ(۴) الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

اور نمازیں ضائع کرنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (4)

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’منافقین پر سب سے زیادہ گراں نمازِ عشا اور فجر ہے اور اگر وہ جانتے کہ اس میں کیا ہے؟ تو گھسٹتے ہوئے آتے اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر اُن

1 ...... بقرہ:۴۳۔
2 ...... نساء:۱۴۲۔
3 ...... ماعون:۴،۵۔
4 ...... مریم:۵۹۔

پر آگ سے جلادوں۔ (1)

اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اسلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا'' وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔ (2)

اور حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' جس نے قصداً نماز چھوڑی تو اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (3)

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور یہ بگڑی تو سبھی بگڑے۔ (4)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو پابندی کے ساتھ اور صحیح طریقے سے باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نماز کی ادائیگی میں سُستی اور کاہلی سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

1 ......مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و بیان التشدید فی التخلف عنہا، ص ۳۲۷، الحدیث: ۲۵۲ (۶۵۱).

2 ......شعب الایمان، باب الحادی والعشرون من شعب الایمان... الخ، ۳/۳۹، الحدیث: ۲۸۰۷.

3 ......حلیۃ الاولیاء، ۳۹۰- مسعر بن کدام، ۷/۲۹۹، الحدیث: ۱۰۵۹۰.

4 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۵۰۴، الحدیث: ۱۸۵۹.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

﴿فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ: تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو قیامت کے دن کی ہولناکی کا خوف دلایا اور اب انہیں ڈرسنانے میں اضافہ کرتے ہوئے اپنے عذاب سے ڈرایا اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آخرت میں کفار کا حال یہ ہوگا تو جو اس قرآنِ مجید کو جھٹلاتا ہے اس کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں، میں اسے سزا دوں گا اور آپ اس کے معاملے میں اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ قریب ہے کہ ہم کفار کو آہستہ آہستہ اپنے عذاب کی طرف وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود انہیں صحت اور رزق سب کچھ ملتا رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو گناہوں میں زیادتی کا ذریعہ بنالیں گے اور ہم انہیں اِستغفار اور توبہ کرنا بھلا دیں گے، یوں رفتہ رفتہ عذاب ان کے قریب ہوتا جائے گا۔ (1)

نافرمانیوں کے باوجود نعمتیں ملنا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر بھی ہوسکتی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانیوں کے باوجود دنیا کی نعمتیں ملتی رہنا بلکہ ان میں مزید اضافہ ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بجائے اس کی کوئی خفیہ تدبیر بھی ہوسکتی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ-حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑلیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......تفسير كبير، القلم، تحت الآية: ٤٤، ١٠/٦١٥، مدارك، القلم، تحت الآية: ٤٤، ص١٢٧٠، خازن، ن، تحت الآية: ٤٤، ٤/٣٠١، ملتقطاً.

2 ......انعام: ٤٤.

فرمایا: ’’جب تم یہ دیکھو کہ بندے کے گناہوں پر قائم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے اس کی پسند کی دُنْیَوی نعمتیں عطا کر رہا ہے تو (جان لو کہ) یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِستدراج (یعنی خفیہ تدبیر) ہے۔ (1)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اسے جب بھی کوئی نعمت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر اس سے کوئی گناہ سَرزَد ہو جائے تو توبہ واِستغفار کرنے میں دیر نہ کرے۔

وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں انہیں ڈھیل دوں گا، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ : اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔ ﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ میں ان کفار کو ان کی موت آنے تک ڈھیل دوں گا اس لئے انہیں جلد سزا نہیں دوں گا ، بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں ان کفار کو لمبی عمر عطا کر کے اور ان کی موت میں تاخیر کر کے انہیں ڈھیل دوں گا تا کہ وہ اور گناہ کر لیں لیکن وہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کی عمر لمبی ہونا ان کے حق میں بہتر ہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔ (2)

کافروں کو لمبی عمر ملنے کی حقیقت اور مسلمانوں کے لئے نصیحت

کافروں کو لمبی عمر ملنے اور مہلت دیئے جانے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ

1 ......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبة بن عامر الجهنی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ۶/۱۲۲، الحدیث: ۱۷۳۱۳.

2 ......خازن، ن، تحت الآیة: ۴۵، ۴/۳۰۱، روح البیان، ن، تحت الآیة: ۴۵، ۱۰/۱۲۵، ملتقطاً.

3 ......ال عمران: ۱۷۸.

اور زیادہ ہو جائیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہے، گناہوں پر اللہ تعالٰی کی گرفت، اپنے نیک اعمال ضائع ہو جانے اور برا خاتمہ ہونے پر خوفزدہ رہے۔ اللہ تعالٰی اپنی خفیہ تدبیر سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں۔ یا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آ جائے جب وہ کھیل میں پڑے ہوئے ہوں۔ کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف

(1) ......اعراف: ۱۸۲-۱۸۳۔
(2) ...... کہف: ۱۰۳، ۱۰۴۔
(3) ......اعراف: ۹۷-۹۹۔

ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی

بے خوف ہوتے ہیں۔

اور حضرت بلال بن سعید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیاء کیا کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ (1)

اور امام بیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''بندے کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر خوفزدہ نہیں ہوجانا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی مایوس ہو جائے اور بندے کو اللہ تعالیٰ سے اتنی امید بھی نہیں لگا لینی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ہی بے خوف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر بے باک ہو جائے۔ (2)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ جیسے عظیم حضرات اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بہت خوف زدہ رہا کرتے تھے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سنا کہ وہ اپنے آپ کو مُخاطَب کر کے فرما رہے تھے: ''واہ واہ! (اے) عمر بن خطاب (تو) مسلمانوں کا امیر (بن چکا) ہے۔ خدا کی قسم! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ورنہ وہ تمہیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ (3)

جب بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت کا پروانہ حاصل کر لینے والے قطعی جنتی حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے کے معاملے میں یہ حال ہے تو ہم جیسے لوگوں کو خود ہی غور کر لینا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے کس قدر ڈرنا چاہئے۔ حضرت بشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے تھے: ''ہم نے لوگوں کو اس طرح پایا کہ ان کے اچھے اعمال پہاڑوں کی طرح ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دھوکے میں نہیں ہیں اور تم لوگوں کے پاس کوئی عمل نہیں اور تم دھوکے میں مبتلا ہو، اللہ کی قسم! ہماری باتیں زاہدوں کی باتوں جیسی ہیں اور ہمارے اَعمال مُتکبّرین اور منافقین کے اعمال جیسے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے ہر دم خوف زدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ۱/۴۸۰، الحدیث: ۷۷۰.

2 ......شعب الایمان، الثانی عشر من شعب الایمان... الخ، ۲/۲۲، تحت الحدیث: ۱۰۵۸.

3 ......مؤطا امام مالك، كتاب الكلام، باب ما جاء فی التقی، ۲/۴۶۹، الحدیث: ۱۹۱۸.

4 ......تنبیه المغترین، الباب الاول، ومن اخلاقهم رضی الله عنهم كثرة خوفهم من الله تعالی فی حال بدایتهم... الخ ص۴۹.

اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یاتم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹّی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیاتم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔

﴿اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا: یا کیاتم ان سے اجرت مانگتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ رسالت کی تبلیغ پر ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ انہیں اپنے مالوں سے وہ تاوان ادا کرنا بھاری پڑ رہا ہے اور وہ اسی تاوان کے بھاری بوجھ کے نیچے دبے ہونے کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے اور جب ایسا بھی نہیں ہے تو پھر ایمان قبول کرنے سے اِعراض کرنے کا ان کے پاس کیا عذر ہے۔ (1)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا ان کفار کے پاس لوحِ محفوظ ہے جس میں آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں ہیں اور یہ لوگ اس میں موجود باتیں لکھ رہے ہیں اور اس بناء پر آپ سے جھگڑ رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان والوں سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں؟ (2)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ

وقف لازم

1 ……خازن، ن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/۳۰۱، روح البیان، ن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۱۰/۱۲۶، ملتقطاً۔

2 ……تفسیر طبری، القلم، تحت الآیۃ: ۴۷، ۱۲/۲۰۲۔

مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس نے اس حال میں پکارا کہ وہ بہت غمگین تھا۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: تو تم اپنے رب کے حکم تک صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کو مہلت دینے اور ان کے خلاف آپ کی مدد کو مُؤخّر کرنے کے معاملے میں آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم کا انتظار کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کریں۔ (1)

﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ: اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جب اُحد کے میدان میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے مسلمانوں کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ثقیف والوں کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم پر جلدی عذاب نازل کرنے کے معاملے میں مچھلی والے کی طرح نہ ہونا تاکہ کہیں ان کی طرح آپ بھی آزمائش میں مبتلاء نہ ہو جائیں اور وہ وقت یاد کریں جب اُس نے اِس حال میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو پکارا کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں بہت غمگین تھا۔ یاد رہے کہ یہاں مچھلی والے سے مراد حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ (2)

1 ......خازن، ن، تحت الآیة: ۴۸، ۴/۳۰۱، مدارک، القلم، تحت الآیة: ۴۸، ص۱۲۷۱، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، القلم، تحت الآیة: ۴۸، ۱۰/۶۱۶، خازن، ن، تحت الآیة: ۴۸، ۴/۳۰۱، مدارک، القلم، تحت الآیة: ۴۸، ص۱۲۷۱، ملتقطاً.

لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قُربِ خاص کے سزاواروں میں کرلیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اس کے رب کی نعمت اسے نہ پالیتی تو وہ ضرور چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور وہ ملامت کیا ہوا ہوتا۔ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے حقداروں میں کرلیا۔

﴿**لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ: اگر اس کے رب کی نعمت اسے نہ پالیتی۔**﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی اور اللہ تعالیٰ اُن کے عذر اور دعا کو قبول فرما کر ان پر انعام نہ فرماتا تو وہ ضرور ملامت کئے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور وہ بغیر ملامت کئے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ان کی دستگیری نہ فرماتی تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے، پھر وہ ضرور ملامت کئے ہوئے میدانِ حشر میں پھینک دیئے جاتے۔[1]

﴿**فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ: تو اسے اس کے رب نے چن لیا۔**﴾ یعنی حضرت یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دعا کرنے اور اپنا عذر پیش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور ان کی نیکی کی صفات کو مزید ترقی دی اور انہیں ہر ایسا کام کرنے سے محفوظ کردیا جسے چھوڑ دینا بہتر ہو۔[2]

وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

1 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ٤٩، ص١٢٧١، تفسير كبير، القلم، تحت الآية: ٤٩، ١٠/٦١٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القلم، تحت الآية: ٥٠، ص١٢٧١، روح البيان، ن، تحت الآية: ٥٠، ١٠/١٢٦-١٢٧، ملتقطاً.

وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرادیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں۔ اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنی آنکھوں سے نظر لگا کر تمہیں ضرور گرادیں گے اور وہ کہتے ہیں: یہ ضرور عقل سے دور ہیں۔ حالانکہ وہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہیں۔

﴿**وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور بیشک ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کافر جب قرآن سنتے ہیں اور بغض وعداوت کی نگاہوں سے آپ کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنی آنکھوں کے ساتھ نظر لگا کر تمہیں اپنی جگہ سے گرادیں گے اور جب آپ کو قرآنِ کریم پڑھتے دیکھتے ہیں تو حسد وعناد اور لوگوں کو نفرت دلانے کیلئے آپ کی شان میں کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں حالانکہ جس قرآن کی وجہ سے وہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جُنون کی نسبت کر رہے ہیں وہ تو جِنّوں کیلئے بھی اور انسانوں کے لئے بھی نصیحت ہی ہے لہٰذا وہ شخصیت مجنون کس طرح ہوسکتی ہے جو قرآن جیسی کتاب لے کر آئی ہو۔ **شانِ نزول:** منقول ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرۂ آفاق تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ دعویٰ کر کے نظر لگاتے تھے اور جس چیز کو اُنہوں نے نقصان پہنچانے کے ارادے سے دیکھا تو وہ دیکھتے ہی ہلاک ہوگئی، ایسے بہت سے واقعات اُن کے تجربہ میں آچکے تھے اس لئے کفار نے اُن سے کہا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ ہم نے اب تک نہ ایسا آدمی دیکھا اور نہ ایسی دلیلیں دیکھیں۔ اِن لوگوں کا کسی چیز کو دیکھ کر حیرت کرنا ہی ستم ہوتا تھا لیکن اُن کی یہ تمام جدوجہد ان کی طرف سے دن رات کی جانے والی دیگر سازشوں اور فریب کاریوں کی طرح بے کار گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

1 ......خازن، ن، تحت الآیة: ۵۱-۵۲، ۴/۳۰۲، مدارك، القلم، تحت الآیة: ۵۱-۵۲، ص۱۲۷۱-۱۲۷۲، ملتقطاً.

نظر کی حقیقت اور نظرِ بد کا علاج

اس سے معلوم ہوا کہ نظر واقعی لگ جاتی ہے، اَحادیث میں بھی اس چیز کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نظر کا لگ جانا درست ہے۔‘‘ [1]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نظر حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاتی تو وہ نظر ہوتی اور جب تم سے (اعضاء) دھونے کا کہا جائے تو دھو دو۔‘‘ [2]

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک نظر (کا اثر یہاں تک ہو جاتا ہے کہ وہ) آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے اور اونٹ کو ہنڈیا میں ڈال دیتی ہے۔‘‘ [3]

زیرِ تفسیر آیت نظرِ بد کے علاج کے لیے اکسیر ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جس کو نظر لگے اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کر دی جائے۔ [4]

﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ: حالانکہ وہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہیں۔ ﴾ اس آیت کا ایک معنی اوپر بیان ہوا کہ قرآنِ مجید جنّوں اور انسانوں سبھی کے لئے نصیحت ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں ’’ هُوَ ‘‘ ضمیر کا مِصداق رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور ’’ذکر‘‘ فضل و شرف کے معنی میں ہے، اس صورت میں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جہانوں کیلئے شرف ہیں تو ان کی طرف جنون کی نسبت کس طرح کی جا سکتی ہے۔ [5]

---

1 ……بخاری، کتاب الطب، باب العین حق، ۴/۳۲، الحدیث: ۵۷۴۰.
2 ……مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ص۱۲۰۲، الحدیث: ۴۲(۲۱۸۸).
3 ……مسند شھاب، ۶۷۸-انّ العین لتدخل الرجل القبر، ۲/۱۴۰، الحدیث: ۱۰۵۷.
4 ……ابو سعود، ن، تحت الآیۃ: ۵۱، ۵/۷۵۹.
5 ……ابو سعود، ن، تحت الآیۃ: ۵۲، ۵/۷۵۹، مدارک، القلم، تحت الآیۃ: ۵۲، ص۱۲۷۲، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْحَاقَّة

سورۂ حاقہ کا تعارُف

مقامِ نزول

سورۂ حاقہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **52** آیتیں ہیں۔

’’حاقہ‘‘ نام رکھنے کی وجہ

حاقہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے یقینی طور پر واقع ہونے والی، اور چونکہ اس سورت کو اسی نام کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اس لئے اسے ’’سورۂ حاقہ‘‘ کہتے ہیں۔

سورۂ حاقہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کے تمام الزامات سے بَری ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ قیامت کا واقع ہونا یقینی اور قطعی ہے اور اس کی دہشت، ہَولناکی اور شدّت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

(2)......کفارِ مکہ کو نصیحت کرنے کے لئے قومِ عاد اور قومِ ثمود کا دردناک انجام بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ وہ دیگر جرائم کے علاوہ دلوں کو دہلا دینے والی قیامت کو بھی جھٹلاتے تھے، نیز فرعون اور اس سے پہلے الٹنے والی بستیوں کا ذکر کیا گیا

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الحاقۃ، ٤/٣٠١.

کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑ لیا۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ جو لوگ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے انہیں اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار کر کے طوفان کے عذاب سے بچا لیا اور نسلِ انسانی کو باقی رکھا۔

(4)...... قیامت کی چند ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور سعادت مندوں اور بدبختوں کا حال بیان کیا گیا۔

(5)...... اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر بتایا کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے کسی شاعر کا کلام یا کاہن کا قول نہیں ہے۔

(6)...... اس سورت کے آخر میں دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سچے رسول ہیں۔

سورۂ قلم کے ساتھ مناسبت

سورۂ حاقہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''قلم'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قلم میں قیامت کا ذکر اِجمالی طور پر ہوا اور سورۂ حاقہ میں قیامت کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قلم میں قرآنِ مجید کو جھٹلانے والے ہر شخص کے بارے میں وعید بیان ہوئی اور سورۂ حاقہ میں کفارِ مکہ کو تنبیہ اور نصیحت کرنے کے لئے ان امتوں کے اَحوال بیان کئے گئے جو اپنے رسولوں کو جھٹلانے کی پاداش میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ حق ہونے والی۔ کیسی وہ حق ہونے والی۔ اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یقینی طور پرواقع ہونے والی۔ یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ یقینی طور پرواقع ہونے والی کیا ہے؟

﴿اَلْحَآقَّةُ: یقینی طور پرواقع ہونے والی۔﴾ اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ قیامت کا آنا درست اور ثابت ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں بلکہ اس کا واقع ہونا یقینی اور قطعی ہے اور اس میں وہ چیزیں ثابت ہوجائیں گی جن کا دنیا میں انکار کیا جاتا ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حساب اور جزاء وغیرہ۔ (1)

﴿مَاالْحَآقَّةُ: یقینی طور پرواقع ہونے والی کیا ہے؟۔﴾ یہ سوال قیامت کی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے طور پر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت انتہائی عجیب اور عظیم الشان ہے۔ (2)

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ: اور تمہیں کیا معلوم۔﴾ یعنی تم قیامت کی حقیقت کو نہیں جانتے کیونکہ تم نے اس کا مشاہدہ نہیں کیا اور نہ ہی اس میں موجود ہَولناکیوں کو دیکھا ہے اور اس کی دہشت، ہَولناکی اور شدّت ایسی ہے کہ انسان کسی طرح اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی کسی کی سوچ اس تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ (3)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: یہاں یہ اِحتمال ہے کہ یہ بات دوسروں کو سنانے کے لئے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے کہی گئی ہو۔ (4)

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا۔ تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی

1 ……قرطبی، الحاقة، تحت الآية: ١-٢، ٩/ ١٩١، الجزء الثامن عشر، جلالين مع صاوى، الحاقة، تحت الآية: ١، ٦/ ٢٢٢٤، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ١، ص١٢٧٣، ملتقطاً.

2 ……مدارك، الحاقة، تحت الآية: ٢، ص١٢٧٣، ابو سعود، الحاقة، تحت الآية: ٢، ٥/ ٧٦٠، ملتقطاً.

3 ……خازن، الحاقة، تحت الآية: ٣، ٤/ ٣٠٢، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ٣، ص١٢٧٣، ملتقطاً.

4 ……روح البيان، الحاقة، تحت الآية: ٣، ١٠/ ١٣١.

چنگھاڑ سے۔ اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ثمود اور عاد نے دلوں کو دہلا دینے والی کو جھٹلایا۔ قومِ ثمود کے لوگ تو حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے۔ اور عاد کے لوگ تو وہ نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے۔

﴿ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ: ثمود اور عاد نے جھٹلایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں قیامت کی ہَولناکی اور شدّت کو بیان کیا گیا اور یہاں سے سابقہ امتوں میں سے ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا جنہوں نے قیامت کو جھٹلایا تا کہ کفارِ مکہ ان سے نصیحت حاصل کریں اور قیامت کو جھٹلانے والوں کا انجام دیکھ کر ڈریں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود نے اور حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد نے طرح طرح کی دہشتوں اور ہَولناکیوں سے دلوں کو دہلا دینے والی قیامت کو جھٹلایا تو (دیگر جرائم کے ساتھ ساتھ اس جرم کی وجہ سے بھی) قومِ ثمود کے لوگ تو شدّت میں حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ یعنی سخت ہَولناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد کے لوگ انتہائی سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے اور وہ لوگ اپنی طاقت اور قوت کے باوجود بھی اس آندھی کو روک نہ سکے۔ (1)

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈنڈ ہیں گرے ہوئے۔ تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے وہ آندھی ان پر لگا تار سات راتیں اور آٹھ دن پوری قوت کے ساتھ مسلط کر دی تو تم ان

(1) ......تفسیر کبیر، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٤-٥، ١٠/٦٢١، روح البیان، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٤-٦، ١٠/١٣١-١٣٢، مدارک، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٤-٦، ص١٢٧٣، ملتقطاً۔

لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں یوں پچھاڑے ہوئے دیکھتے گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہیں ۔ تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟

﴿سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍۙ حُسُوْمًا: اللّٰہ نے وہ آندھی ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن پوری قوت کے ساتھ مسلط کردی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے قومِ عاد پر ماہِ شوال کے آخر میں اور انتہائی تیز سردی کے موسم میں ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن وہ آندھی پوری قوت کے ساتھ مُسَلَّط کردی ، تو اے مُخاطَب ! اگر تم اس واقعے کے وقت وہاں موجود ہوتے تو ان لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں پچھاڑے ہوئے دیکھتے اور ہلاک ہونے کے بعد وہ لوگ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ کھجور کے گرے ہوئے سوکھے تنے ہیں تو کیا تم ایمان والوں کے علاوہ ان میں سے کسی چھوٹے بڑے، مرد یا عورت کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟ کہا گیا ہے کہ آٹھویں روز جب صبح کو وہ سب لوگ ہلاک ہوگئے تو ہواؤں نے اُنہیں اُڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ (1)

وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ وَ مَنْ قَبْلَهٗ وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِۚ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِیَةً ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون اور اس سے اگلے اور اُلٹنے والی بستیاں خطالائے ۔ تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون اور اس سے پہلے والے اور الٹنے والی بستیوں نے خطاؤں کا ارتکاب کیا۔ تو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا حکم نہ مانا تو اللّٰہ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑلیا۔

1 ......خازن، الحاقة، تحت الآية: ۷-۸، ۴/۳۰۳، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ۷-۸، ص۱۲۷۴، روح البيان، الحاقة، تحت الآية: ۷-۸، ۱۰/۱۳۲-۱۳۴، بيضاوی، الحاقة، تحت الآية: ۷-۸، ۵/۳۷۸-۳۷۹، ملتقطاً.

﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ :اور فرعون اور اس سے پہلے والے لائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس سے بھی پہلی اُمتوں کے کفار اور نافرمانیوں کی شامت سے الٹنے والی بستیوں کے لوگ جیسے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کے لوگ، یہ سب قبیح اَفعال، گناہوں اور شرک کے مُرتکب ہوئے اور ہر امت نے منع کئے جانے کے باوجود گناہوں سے رکنے میں اپنے اُس رسول کی نافرمانی کی جو اللّٰہ تعالٰی کی جانب سے اُن کی طرف بھیجے گئے تھے تو اللّٰہ تعالٰی نے ان میں سے ہر قوم کی انتہائی سخت گرفت فرمائی۔ (1)

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جب پانی نے سر اٹھایا تھا ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔ کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جب پانی نے سر اٹھایا تھا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ اسے تمہارے لیے یادگار بنادیں اور سن کر یاد رکھنے والے کان اس واقعہ کو یاد رکھیں۔

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ : بیشک جب پانی نے سر اٹھایا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے کفر اور گناہوں پر قائم رہنے اور قیامت کے احوال کے ساتھ ساتھ دیگر جو احکام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کئے جاتے تھے ان میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے طوفانِ نوح کے پانی نے سر اٹھایا اور وہ درختوں، عمارتوں، پہاڑوں اور ہر چیز سے بلند ہوگیا تھا تو اے لوگو! ہم نے تمہیں اس وقت حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی میں سوار کیا جب کہ تم اپنے آباء کی پشتوں میں تھے تاکہ ہم مومنین کو نجات دینے اور کافروں کے ہلاک فرمانے کو تمہارے لیے یادگار بنادیں کہ یہ واقعہ لوگوں کے لئے عبرت و

1 ......روح البیان، الحاقة، تحت الآیة: ۹-۱۰، ۱۰/۱۳۴-۱۳۵، ملخصاً.

نصیحت کا سبب ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے کمال، اس کے قہر کی قوت اور رحمت کی وسعت کی دلیل ہو اور سن کر یاد رکھنے والے لوگ اس واقعہ کی کام کی باتوں کو یاد رکھیں تاکہ اُن سے نفع اُٹھا سکیں۔

یاد رہے کہ یہاں آباء سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تین بیٹے سام، حام اور یافث مراد ہیں اور سابقہ امتوں کے واقعات بیان کرنے اور ان پر آنے والے عذابات کا ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس امت کے لوگ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے میں ان لوگوں کی پیروی کرنے سے ڈریں۔[1]

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا کر دیئے جائیں۔ وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب صور میں (پہلی مرتبہ) ایک پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک دم چورا چورا کر دیئے جائیں گے۔ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔

﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ: پھر جب صور میں ایک پھونک ماری جائے گی۔﴾ اس سورت کی ابتدائی آیات میں قیامت اور اس کی ہَولناکیوں کا اِجمالی ذکر ہوا اور اب یہاں سے قیامت کے احوال کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے اور اس کی ابتداء قیامت قائم ہوتے وقت کے واقعات سے کی گئی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ پھر جب صور میں پہلی مرتبہ ایک پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہوں سے اٹھا کر ایک دم چورا چورا کر دیئے جائیں گے تو اس دن وہ قیامت قائم ہو جائے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔[2]

1 ......ابو سعود، الحاقة، تحت الآية: ۱۱-۱۲، ۷۶۱/۵، قرطبي، الحاقة، تحت الآية: ۱۱-۱۲، ۱۹۵/۹، الجزء الثامن عشر، جلالين مع صاوي، الحاقة، تحت الآية: ۱۱-۱۲، ۲۲۲۶/۶-۲۲۲۷، ملتقطاً.

2 ......جمل، الحاقة، تحت الآية: ۱۳، ۹۳/۸، خازن، الحاقة، تحت الآية: ۱۳-۱۵، ۳۰۳/۴-۳۰۴، روح البيان، الحاقة، تحت الآية: ۱۳-۱۵، ۱۳۶/۱۰-۱۳۷، ملتقطاً.

وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَىٕذٍ وَّاهِیَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّ الْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىٕهَا ؕ وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ بہت کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائیں گے۔

﴿وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ: اور آسمان پھٹ جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ہَولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا تو ابھی اس قدر مضبوط اور مُستحکم ہونے کے باوجود اس دن آسمان انتہائی ضعیف اور کمزور ہوگا اور جن فرشتوں کا مَسکَن آسمان ہے وہ اس کے پھٹنے کے بعد اس کے کناروں پر کھڑے ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُتر کر زمین کا اِحاطہ کرلیں گے اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا عرش اپنے سروں کے اوپر اٹھائیں گے۔ حضرت ابنِ اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عرش اٹھانے والے فرشتے آج کل چار ہیں اور قیامت کے دن ان کی تائید کیلئے چار کا اور اضافہ کیا جائے گا تو اس طرح آٹھ ہوجائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آٹھ فرشتوں سے فرشتوں کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (1)

یَوْمَىٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ﴿۱۸﴾

1 ......مدارك، الحاقة، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١٢٧٤، تفسير طبری، الحاقة، تحت الآية: ١٧، ١٢/٢١٦، خازن، الحاقة، تحت الآية: ١٦-١٧، ٤/٣٠٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن تم سب اس حال میں پیش کئے جاؤ گے کہ تم میں سے کسی کی کوئی پوشیدہ حالت چھپ نہ سکے گی۔

﴾ یَوْمَىٕذٍ تُعْرَضُوْنَ: اس دن تم سب پیش کئے جاؤ گے۔﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال جانتا ہے، اس پر تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں اور قیامت کے دن تم اسی کی بارگاہ میں حساب کے لئے پیش کئے جاؤ گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں تمہاری جو حالت پوشیدہ تھی قیامت کے دن وہ پوشیدہ نہیں رہے گی کیونکہ وہ مخلوق کے احوال ظاہر کر دے گی تو نیک لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے خوش ہوں گے اور گناہگار اپنے گناہوں کی وجہ سے غمزدہ ہوں گے۔(1)

اپنے اعمال کا محاسبہ اور اُخروی حساب کی تیاری کرنے کی ترغیب

اس آیت میں دنیا میں ہی اپنے اعمال کا محاسبہ کر لینے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہونے والے حساب کی تیاری کر لینے کی بھی ترغیب ہے۔ اسی چیز کا حکم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

اور اپنے حساب کے معاملے میں لوگوں کا حال بیان کرتے ارشاد فرماتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اور قیامت کے دن حساب کے معاملات اور لوگوں کی جزا کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّاؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب تمہارے رب کی بارگاہ میں

---

1 ......خازن، الحاقة، تحت الآية: ۱۸، ۴/۳۰۴.

2 ......الحشر: ۱۸.

3 ......انبیاء: ۱.

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ٘ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۝۴۸ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (1)

صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے۔اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامہ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًاؕ۝۱۴ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگا دی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔ جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے فائدے کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اپنے نقصان کو ہی گمراہ ہوا۔

اور ارشاد فرمایا:

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔؕ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان

1 ...... کہف:٤٨، ٤٩۔

2 ...... بنی اسرائیل:١٣۔١٥۔

جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ (1)

کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم حساب لئے جانے سے پہلے اپنے آپ کا محاسبہ کرلو اور (اعمال کا) وزن کئے جانے سے پہلے اپنے آپ (کے اعمال) کا وزن کرلو اور اس دن کی بڑی پیشی کی تیاری کرلو جس دن تم سب (اللہ کی بارگاہ میں) اس حال میں پیش کئے جاؤ گے کہ تم میں سے کسی کی کوئی پوشیدہ حالت چُھپ نہ سکے گی۔ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے اور آخرت میں ہونے والے حساب کی ابھی سے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿ۚ۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿ۚ۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بہرحال جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: لو میرا نامہ اعمال پڑھ لو۔ بیشک مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو ملنے والا ہوں۔

---

1 ……رعد:١٨.

2 ……مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ١٤٩/٨، الحدیث: ١٨.

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: تو بہرحال جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔﴾ یہاں سے پیشی کے وقت لوگوں کے احوال کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کے وقت اعمال نامے تقسیم ہوں گے تو جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ یہ سمجھ لے گا کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہے اور وہ انتہائی فرحت و سُرور کے ساتھ اپنی جماعت، اپنے اہلِ خانہ اور قرابت داروں سے کہے گا کہ لو میرے نامۂ اعمال کو پڑھ لو، مجھے دنیا میں یقین تھا کہ آخرت میں مجھ سے حساب لیا جائے گا (اسی لئے میں نے اس کی تیاری کر لی تھی اور حساب دینے سے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لیا تھا)۔ (1)

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍۙ(۲۱) فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍۙ(۲۲) قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ(۲۳) كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ من مانتے چین میں ہے۔ بلند باغ میں۔ جس کے خوشے جھکے ہوئے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ بلند باغ میں۔ اس کے پھل قریب ہوں گے۔ (کہا جائے گا:) گزرے ہوئے دنوں میں جو تم نے آگے بھیجا اس کے بدلے میں خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔

﴿فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ: تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔﴾ یہاں سے ان لوگوں کا ثواب بیان کیا گیا ہے جنہیں اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ عذاب سے محفوظ رہنے اور ثواب ملنے کی وجہ سے بلند باغ میں پسندیدہ زندگی میں ہوگا، اس کے پھل کھانے والے کے قریب ہوں گے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جیسے چاہے بآسانی لے سکے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو نیک اعمال آخرت کیلئے کئے ان کے بدلے میں خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ (2)

1 ......صاوی، الحاقة، تحت الآية: ١٩-٢٠، ٦/٢٢٢٨، خازن، الحاقة، تحت الآية: ١٩-٢٠، ٤/٣٠٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الحاقة، تحت الآية: ٢١-٢٤، ٤/٣٠٥.

نیک سیرت چرواہا

حضرت نافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’ایک مرتبہ میں حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ انہوں نے اپنا دستر خوان لگایا اور سب کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک چرواہا گزرا، حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس سے فرمایا ’’آئیے! آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناوُل فرمائیے۔ چرواہے نے جواب دیا ’’میرا روزہ ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: ’’تم اس شدید گرمی کے عالَم میں سارا دن جنگل میں بکریاں چَراتے اور اتنی مشقت کا کام کرتے ہو اور پھر بھی تم نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے؟ کیا تم پر نفلی روزہ رکھنا ضروری ہے؟ یہ سن کر وہ چرواہا کہنے لگا ’’حضور! کیا وہ وقت آ گیا جس کے بارے میں قرآنِ پاک میں فرمایا گیا کہ

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (کہا جائے گا:) گزرے ہوئے دنوں میں جو تم نے آگے بھیجا اس کے بدلے میں خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس چرواہے کی باتیں سن کر بڑے حیران ہوئے اور اس سے فرمانے لگے ’’تم ہمیں ایک بکری فروخت کر دو ہم اسے ذبح کریں گے، تمہیں اس کا گوشت بھی کھلائیں گے اور بکری کی مناسب قیمت بھی دیں گے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ بات سن کر وہ چرواہا عرض گزار ہوا: حضور! یہ بکریاں میری مِلکیّت میں نہیں بلکہ یہ میرے آقا کی ہیں، میں تو غلام ہوں میں انہیں کیسے فروخت کر سکتا ہوں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کی امانت داری سے بہت مُتأثر ہوئے اور ہم سے فرمایا ’’یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ چرواہا ہمیں بکری بیچ دیتا اور جب اس کا آقا پوچھتا تو جھوٹ بول دیتا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا لیکن دیکھو یہ کتنا امین اور مُتّقی چرواہا ہے۔ چرواہے نے بھی یہ بات سن لی، اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا ’’اگرچہ میرا آقا مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن میرا پروردگار عَزَّوَجَلَّ تو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا رب عَزَّوَجَلَّ تو میرے ہر ہر فعل سے باخبر ہے۔ حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس چرواہے کی باتوں اور نیک سیرت سے بہت مُتأثر ہوئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس

[1] ......الحاقہ: ٢٤.

چرواہے کے مالک کے پاس پہنچے اور اس نیک چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور ساری بکریاں بھی خرید کر اس چرواہے کو تحفے میں دے دیں۔[1]

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوِشتہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔ میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال۔ میرا سب زور جاتا رہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رہا وہ جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش کہ مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ دنیا کی موت ہی (میرا کام) تمام کر دینے والی ہو جاتی۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سب زور جاتا رہا۔

﴿وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ: اور رہا وہ جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔﴾ سعادت مندوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب بدبختوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ جب اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا اور اس میں اپنے برے اعمال لکھے ہوئے پائے گا تو شرمندہ و رُسوا ہو کر کہے گا: اے کاش کہ مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ دنیا کی موت ہی ہمیشہ کیلئے میری زندگی ختم کر دیتی اور مجھے حساب کیلئے نہ اُٹھایا جاتا اور اپنا

1 ......عیون الحکایات، الحکایة السابعة والسبعون، ص۹۸-۹۹، ملتقطاً.

اعمال نامہ پڑھتے وقت مجھے یہ ذلت ورسوائی پیش نہ آتی۔ میرا وہ مال جو میں نے دنیا میں جمع کیا تھا میرے کچھ کام نہ آیا اور وہ ذرا سا بھی میرا عذاب ٹال نہ سکا۔ میرا سب زور جاتا رہا اور میں ذلیل ومحتاج ہو کر رہ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ دنیا میں جو حجتیں میں کیا کرتا تھا وہ سب باطل ہوگئیں۔ [1]

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ۔ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (فرشتوں کو حکم ہوگا) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کرو۔ پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ: (فرشتوں کو حکم ہوگا) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم کے خازنوں کو حکم دے گا کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے اس نافرمان کو پکڑ لو، پھر اس کے ہاتھ اس کی گردن سے ملا کر طوق میں باندھ دو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کر دو تا کہ اس کی جزا اس کے گناہ کے مطابق ہو، پھر ایسی زنجیر کو جس کی لمبائی فرشتوں کے ہاتھ سے ستر ہاتھ ہے اس میں اس طرح داخل کر دو جیسے کسی چیز میں ڈوری داخل کی جاتی ہے۔ [2]

اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

---

1 ......صاوی، الحاقة، تحت الآية: ۲۵-۲۹، ۶/ ۲۲۲۹، خازن، الحاقة، تحت الآية: ۲۵-۲۹، ۴/ ۳۰۵، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ۲۵-۲۹، ص۱۲۷۵، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الحاقة، تحت الآية: ۳۰-۳۲، ۱۰/ ۱۴۵، جلالين مع صاوی، الحاقة، تحت الآية: ۳۰-۳۲، ۶/ ۲۲۳۰، ملتقطاً.

الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ: بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اسے یہ شدید عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا تھا اور اس کی عظمت و وحدانیّت کا اعتقاد نہ رکھتا تھا اور وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ نہ اپنے نفس کو، نہ اپنے اہلِ خانہ کو اور نہ دوسروں کو مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اس میں اشارہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا قائل نہ تھا کیونکہ مسکین کو کھانا دینے والا مسکین سے تو کسی بدلہ کی اُمید رکھتا ہی نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثوابِ آخرت کی اُمید پر مسکین کو دیتا ہے اور جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو تو اُسے مسکین کو کھلانے کی کیا غرض ہے۔ (1)

مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب

اس سے معلوم ہوا کہ مسکین کو کھانا کھلانے اور اس کی ترغیب دینے کی بہت اہمیت ہے اور اسے محروم کرنا جرمِ عظیم ہے۔ مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔ (2)

مسکین کو کھانا کھلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ……خازن، الحاقة، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ۴/۳۰۶، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ۳۳-۳۴، ص۱۲۷۶، ملتقطاً.

2 ……عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ۱/۱۸۷-۱۸۸.

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

اور ارشاد فرمایا:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟۔ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔ یا بھوک کے دن میں کھانا دینا۔ رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین مسکین کو۔ پھر یہ ان میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی نصیحتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں۔ یہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک اللہ تعالیٰ روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور ان جیسی مَساکین کے لئے نفع بخش چیزوں کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا (1) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا۔ (2) اس کی زوجہ کو جس نے وہ چیز درست کر کے دی۔ (3) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔ پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے جو ہمارے خادموں کو بھی نہیں بھولا۔ (3)

خیال رہے کہ فی زمانہ ہر بھکاری اور مانگنے والے کو نہیں دینا چاہئے بلکہ جو واقعی اس حالت کو پہنچ چکا ہو کہ شرعی طور پر اس کے لئے سوال کرنا جائز ہو جائے اسے مانگنے پر دینا چاہئے۔ فتاویٰ رضویہ میں مذکور مسئلے کا خلاصہ ہے کہ جو

1 ......دھر: ۸، ۹.

2 ......بلد: ۱۱-۱۸.

3 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۴/۸۹، الحديث: ۵۳۰۹.

تندرست ہو اور کمانے پر قادر ہو تو اسے جانتے بوجھتے بھیک دینا ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دینے والے اُس کے سوال پر جو کہ اس کے لئے حرام تھا بھیک دے کر اس کی مدد کرتے ہیں، اگر لوگ اسے نہ دیں تو وہ مجبور ہو جائیں گے اور کمانے کی کوشش کریں گے۔ (1)

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِــٴُـوْنَ ﴿٣٧﴾

ع ١٤ ۔ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔ اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔ اور نہ دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے۔ اسے خطا کار لوگ ہی کھائیں گے۔

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ: تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پکڑنے اور طوق ڈالے جانے کی جگہ پر کافر کا کوئی دوست نہیں جو اسے کچھ نفع پہنچائے یا اس کی شفاعت کرے اور نہ (اس کے لئے) دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے اور اس پیپ کو کفار ہی کھائیں گے جو کہ خطا کار ہیں۔ (2)

جہنمیوں کی پیپ کی کیفیت

قیامت کے دن کفار کا کوئی دوست نہ ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (3) ترجمۂ کنزُالعِرفان: ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور

---

1 ...... فتاوی رضویہ، رسالہ: بدر الانوار فی آداب الآثار، ۲۱/۴۲۰۔

2 ...... روح البيان، الحاقة، تحت الآية: ٣٥-٣٧، ١٠/١٤٧-١٤٨، خازن، الحاقة، تحت الآية: ٣٥-٣٧، ٤/٣٠٦، ملتقطاً.

3 ...... مؤمن: ١٨.

نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

اور جہنمیوں کی پیپ کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں انڈیل دیا جائے تو وہ (پوری) دنیا والوں کو بدبودار کردے۔ (1)

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ: تو مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو۔﴾ قیامت کے واقع ہونے اور سعادت مندوں اور بدبختوں کے اَحوال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے قرآنِ پاک کی عظمت و شان بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مشرکین قرآنِ پاک کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں، مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

یہاں **مَا تُبْصِرُوْنَ** اور **مَا لَا تُبْصِرُوْنَ** کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں۔

(1)......ان سے مراد یہ ہے کہ تمام مخلوقات کی قسم جنہیں تم دیکھ سکتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔

(2)...... **مَا تُبْصِرُوْنَ** سے دُنیا اور **مَا لَا تُبْصِرُوْنَ** سے آخرت مراد ہے۔

(3)...... **مَا تُبْصِرُوْنَ** سے مراد وہ چیزیں ہیں جو زمین کے اوپر موجود ہیں اور **مَا لَا تُبْصِرُوْنَ** سے وہ چیزیں مراد ہیں جو زمین کے اندر موجود ہیں۔

(4)...... **مَا تُبْصِرُوْنَ** سے اجسام مراد ہیں اور **مَا لَا تُبْصِرُوْنَ** سے روحیں مراد ہیں۔

(5)...... **مَا تُبْصِرُوْنَ** سے ظاہری نعمتیں مراد ہیں اور **مَا لَا تُبْصِرُوْنَ** سے باطنی نعمتیں مراد ہیں۔ ان کی تفسیر میں

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الحاقة، ٣٢٧/٣، الحديث: ٣٩٠٤.

مفسرین کے اور بھی قول ہیں۔[1]

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سارے ہی معانی مراد ہوں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍۚۙ(۴۰) وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍؕ-قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَۙ(۴۱) وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍؕ-قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَؕ(۴۲) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔اور نہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو۔اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن ضرور ایک معزز رسول سے باتیں ہیں۔اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے۔تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔اور نہ کسی کاہن کی بات ہے۔تم بہت کم نصیحت مانتے ہو۔یہ قرآن سارے جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ: بیشک یہ قرآن ضرور ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھی جانے والی اور نہ دیکھی جانے والی چیزوں کی قسم ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے وہ باتیں ہیں جو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے فرمائیں اور قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے جیسا کہ کفار کہتے ہیں، تم بالکل بے ایمان ہو اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ قرآن نہ شعر ہے نہ اس میں شِعْرِیَّت کی کوئی بات پائی جاتی ہے اور قرآن نہ کسی کاہن کی بات ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کافر اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں۔تم بہت کم نصیحت مانتے ہو، نہ اس کتاب کی ہدایات کو دیکھتے ہو نہ اس کی تعلیموں پر غور کرتے ہو کہ اس میں کیسی روحانی تعلیم ہے اور نہ اس کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال اعجاز پر

[1]......تفسیر کبیر، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ١٠/٦٣٣، روح البیان، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ١٠/١٤٨، خازن، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ٣٨-٣٩، ٤/٣٠٦، ملتقطاً.

غور کرتے ہو جو یہ سمجھ سکو کہ یہ کلام سارے جہانوں کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔[1]

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔ ضرور ہم ان سے بقُوَّت بدلہ لیتے۔ پھر ہم ان کی رگِ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ ایک بات بھی خود بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے۔ تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے۔ پھر ان کی دل کی رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بیشک یہ قرآن ڈر والوں کے لئے ضرور نصیحت ہے۔

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ: اور اگر وہ ایک بات بھی خود بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات میں ارشاد فرمایا کہ سارا قرآن اپنی طرف سے بنا لینا تو دور کی بات ہے اگر بالفرض میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک بات بھی خود سے بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی یا ہم نے وہ بات کہنے کی انہیں اجازت نہ دی ہوتی تو ضرور ہم ان سے قوت اور قدرت کے ساتھ بدلہ لیتے پھر ان کی دل کی رگ کاٹ دیتے جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، پھر تم میں سے کوئی ہمیں ان سے بدلہ لینے سے روکنے والا نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب نہیں کر سکتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سزا

1 ......خازن، الحاقة، تحت الآية: ٤٠-٤٣، ٤/٣٠٦، مدارك، الحاقة، تحت الآية: ٤٠-٤٣، ص١٢٧٦، تفسير كبير، الحاقة، تحت الآية: ٤٠-٤٣، ١٠/٦٣٣-٦٣٤، خزائن العرفان، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۰-۴۲، ص۱۰۵۱-۱۰۵۲، ملتقطاً۔

دور کرنے پر کوئی بھی قادر نہیں۔ [1]

یہ آیاتِ مبارکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کمالِ صدق اور بارگاہِ خداوندی میں نہایت درجے قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہیں۔

﴿وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ: اور بیشک یہ قرآن ڈر والوں کیلئے ضرور نصیحت ہے۔﴾ یعنی بیشک یہ قرآن ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرکے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑ کر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہی لوگ اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ [2]

وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾

ع ۲ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔ اور بے شک وہ یقینی حق ہے۔ تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بیشک وہ کافروں پر ضرور حسرت ہے۔ اور بیشک وہ ضرور یقینی حق ہے۔ تو (اے محبوب!) تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

﴿وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ: اور بیشک ضرور ہم جانتے ہیں۔﴾ یعنی اے لوگو! ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں تو ہم انہیں ان کے جھٹلانے پر سزا دیں گے۔ [3]

﴿وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ: اور بیشک وہ کافروں پر ضرور حسرت ہے۔﴾ یعنی بیشک وہ قرآن کافروں پر حسرت کا

---

1 ......روح البیان، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۴-۴۷، ۱۰/ ۱۵۰-۱۵۱، جلالین مع صاوی، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۴-۴۷، ۶/ ۲۲۳۲، خازن، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۴-۴۷، ۴/ ۳۰۷، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۸، ۱۲/ ۲۲۴، صاوی، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۸، ۶/ ۲۲۳۳، ملتقطاً۔

3 ......روح البیان، الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۴۹، ۱۰/ ۱۵۱-۱۵۲۔

سبب ہوگا کہ جب وہ قیامت کے دن قرآن پر ایمان لانے والوں کا ثواب اور اس کا انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کا عذاب دیکھیں گے تو اپنے ایمان نہ لانے پر افسوس کریں گے اور حسرت وندامت میں گرفتار ہوں گے۔[1]

﴿وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ: اور بیشک وہ ضرور یقینی حق ہے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ بے شک (قیامت کے دن) کفار کی ندامت یقینی حق ہے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ بے شک قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا یقینی حق ہے۔ **تیسری تفسیر** یہ ہے کہ بیشک قرآن یقینی حق ہے کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔[2]

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ: تو (اے محبوب!) تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے عظمت والے رب عَزَّوَجَلَّ کی ہر طرح کے نقص وعیب سے پاکی بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اُس نے تمہاری طرف اپنے اس جلیل کلام کی وحی فرمائی۔[3]

---

1 ......خازن، الحاقة، تحت الآیة: ۵۰، ۴/۳۰۷، جلالین، الحاقة، تحت الآیة: ۵۰، ص۴۷۳، ملتقطاً.

2 ......تفسیر سمرقندی، الحاقة، تحت الآیة: ۵۱، ۳/۴۰۱، خازن، الحاقة، تحت الآیة: ۵۱، ۴/۳۰۷، ملتقطاً.

3 ......خازن، الحاقة، تحت الآیة: ۵۲، ۴/۳۰۷.

سُوْرَۃُ الْمَعَارِج

سورۂ معارِج کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ معارج مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **44** آیتیں ہیں۔

''معارِج'' نام رکھنے کی وجہ

معارج کا معنی ہے بلندیاں اور اس سورت کی تیسری آیت میں مذکور لفظ'' **اَلْمَعَارِج** '' کی مناسبت سے اس کا نام سورۂ معارج رکھا گیا ہے۔

سورۂ معارج کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، جزا اور حساب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اور عذابِ جہنم کی کیفِیَّت بتائی گئی ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ جس عذاب کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر واقع ہونے والا ہے اور اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

(3)......قیامت، جہنم اور اس کے عذاب کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور کافروں کا اُخروی حال بتایا گیا۔

(4)...... یہ بتایا گیا کہ عام انسان کا حال یہ ہے کہ جب اسے کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال ملتا ہے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔

(5)......مسلمانوں کے 8 وہ اوصاف بیان کئے گئے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں۔

(6)......اس سورت کے آخر میں کفارِ مکہ کی سَرزَنِش کی گئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ان کے سامنے کفار کا اُخروی انجام بیان کیا گیا۔

سورۂ حاقہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ معارج کی اپنے سے ماقبل سورت ''حاقہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ حاقہ کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کی ہَولناکیاں، جنت اور جہنم کے اَحوال، اہلِ ایمان اور کفار کا اُخروی انجام بیان کیا گیا ہے اور یہ سورت گویا کہ سورۂ حاقہ کا تَتِمَّہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَاَلَ سَآىٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے، اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔

﴿سَاَلَ سَآىٕلٌۢ بِعَذَابٍ: ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا۔﴾ ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جب کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پوچھو کہ اس عذاب کے مُستحق کون لوگ ہیں اور یہ کن لوگوں پر

آئے گا؟ تو اُنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اس صورت میں یہاں لفظِ ”سَاَلَ“ سوال کرنے کے معنی میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نضر بن حارث نے عذاب نازل ہونے کی دعا کی تھی جس کا ذکر سورۂ اَنفال میں ہے۔ چنانچہ نضر بن حارث نے کہا کہ

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے اللّٰہ اگر یہ (قرآن) ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔

اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللّٰہ تعالیٰ سے کفار پر عذاب نازل کرنے کی دعا کی تھی اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس صورت میں یہاں لفظِ ”سَاَلَ“ دعا کرنے کے معنی میں ہے۔ (2)

پہلے قول کے مطابق اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار جس عذاب کے بارے میں آپ سے سوال کر رہے ہیں وہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے اور اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

دوسرے قول کے مطابق اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مانگنے والے نے مذاق کے طور پر وہ عذاب مانگا ہے جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے، کافر چاہے طلب کریں یا نہ کریں جو عذاب ان کے لئے مُقَدَّر ہے وہ ان پر ضرور آنا ہے، اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

تیسرے قول کے مطابق اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نے کفار پر جو عذاب نازل کرنے کی دعا ہے وہ ان پر واقع ہونے والا ہے اور اس عذاب کو ان سے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

---

1 ......انفال: ٣٢.

2 ......تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیة: ١، ٦٣٧/١٠، خازن، المعارج، تحت الآیة: ٢، ٣٠٧/٤، ملتقطاً.

مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔ ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی طرف سے ہوگا جو بلندیوں کا مالک ہے۔ فرشتے اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

﴿مِنَ اللّٰهِ: اللہ کی طرف سے۔﴾ یعنی کافروں پر وہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا جو ساتوں آسمانوں کا مالک ہے۔ (1)

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ: فرشتے اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں۔﴾ یعنی فرشتے اور حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام قرب کے اس مقام کی طرف چڑھتے ہیں جو آسمان میں اللہ تعالیٰ کے احکامات نازل ہونے کی جگہ ہے اور عالَم میں تَصَرُّف کرنے والے فرشتے وہاں سے اَحکامات وصول کرتے ہیں۔ یہاں حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام کے شرف اور اعلیٰ مقام کی وجہ سے بطورِ خاص ان کا ذکر کیا گیا اگرچہ وہ جملہ فرشتوں میں داخل ہیں۔ (2)

﴿فِیْ یَوْمٍ: (وہ عذاب) اس دن میں ہوگا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اگر فرشتوں کے علاوہ کوئی انسان ساتویں زمین کے نیچے سے اس مقام تک چڑھے جہاں سے اللہ تعالیٰ کے احکامات نازل ہوتے ہیں تو وہ پچاس ہزار سال سے پہلے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جبکہ فرشتہ ایک لمحے میں یہ فاصلہ طے کرلیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار پر وہ عذاب قیامت کے دن ہوگا جس کی مقدار دُنْیَوی سالوں کے حساب سے پچاس ہزار سال ہے۔ (3)

---

1 ......تفسیر سمرقندی، المعارج، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۴۰۲۔

2 ......خازن، المعارج، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۳۰۸، جمل، المعارج، تحت الآیۃ: ۴، ۸/۱۰۷، ملتقطاً۔

3 ......خازن، المعارج، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۳۰۸، جلالین، المعارج، تحت الآیۃ: ۴، ص۴۷۳، ملتقطاً۔

نوٹ: یاد رہے کہ قیامت کی سختیوں کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر لگے گا جیسا کہ یہاں بیان ہوا اور بعض کو دوسرے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر لگے گا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (1) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اُس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے۔

جبکہ مومن کیلئے وہ دن دنیا میں ادا کی جانے والی ایک فرض نماز سے بھی کم ہوگا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! قیامت کا دن مومن پر ہلکا ہوگا حتّٰی کہ اس فرض نماز سے بھی زیادہ ہلکا ہوگا جو مومن دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ (2)

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا: تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر اور مذاق اُڑانے کے طور پر عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کرنے پر صبرِ جمیل فرمائیں اور کفار کی سختی پر تنگدل نہ ہوں کیونکہ کفارِ مکہ اس عذاب کو اپنے گمان میں ناممکن سمجھ رہے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ واقع ہونے والا ہی نہیں اور اسی وجہ سے عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ہماری قدرت سے کوئی بعید نہیں اور نہ ہی ان پر عذاب نازل کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل ہے۔ (3)

1 ......السجدہ: ۵.

2 ......مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، ۱۵۱/٤، الحدیث: ۱۱۷۱۷.

3 ......روح البیان، المعارج، تحت الآیۃ: ۵-۷، ۱۵۹/۱۰، ابو سعود، المعارج، تحت الآیۃ: ۵-۷، ۷٦٦/۵، ملتقطاً.

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی۔اور پہاڑ ایسے ہلکے ہوجائیں گے جیسے اُون۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوجائے گا۔اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے۔

﴿**یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ: جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوجائے گا۔**﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ وہ عذاب ممکن ہے اوراس دن میں کوئی مشکل نہیں جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوگا اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے اور ہوا میں اُڑتے پھریں گے۔**دوسری تفسیر** یہ ہے کہ ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جواس دن واقع ہوگا جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوجائے گا اور پہاڑ اُون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے اور ہوا میں اُڑتے پھریں گے۔**تیسری تفسیر** یہ ہے کہ جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہوگا اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہوجائیں گے اور ہوا میں اُڑتے پھریں گے تو اس دن کی دہشت اور ہَولنا کی تصوُّر سے بالاتر ہے۔[1]

وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اورکوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے۔اور اپنی جورو اور اپنا بھائی۔اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے۔

---

1 ......ابو سعود، المعارج، تحت الآية: ۸-۹، ۵/۷۶۷، تفسير كبير، المعارج، تحت الآية: ۸-۹، ۱۰/۶۴۱، مدارك، المعارج، تحت الآية: ۸-۹، ص۱۲۷۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی دوست کسی دوست سے حال نہ پوچھے گا۔ وہ ان کو دکھائے جارہے ہوں گے۔ مجرم آرزو کرے گا، کاش! اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں اپنے بیٹے دیدے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا وہ کنبہ جواسے پناہ دیتا ہے۔ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب، پھر یہ (بدلہ دینا) اسے بچالے۔

﴿وَلَا یَسْــٴَـلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا: اور کوئی دوست کسی دوست سے حال نہ پوچھے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کی شدّت اور ہَولناکی کی وجہ سے یہ حال ہوگا کہ کوئی دوست کسی دوست سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرا حال کیا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی بات کرے گا کیونکہ اسے تو صرف اپنی ہی جان کی فکر پڑی ہوگی اور یہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ دوست ایک دوسرے کو دیکھ نہ رہے ہوں گے بلکہ وہ دوست ان دوسرے دوستوں کو دکھائے جارہے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن اپنے حال میں ایسے مبتلا ہوں گے کہ نہ اُن سے حال پوچھیں گے اور نہ بات کرسکیں گے۔ اس دن کافر کا حال یہ ہوگا کہ وہ یہ آرزو کرے گا: کاش! قیامت کے دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں مجھ سے میرے (محبوب ترین) بیٹے لے لئے جائیں، اور (زندگی بھر) میرا ساتھ نبھانے والی بیوی لے لی جائے اور دنیا میں (ہر طرح سے) میری مدد کرنے والے میرے بھائی لے لئے جائیں اور میرا وہ کنبہ لے لیا جائے جو مجھے اپنے پاس جگہ دیتا تھا، حتّٰی کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ جتنے لوگ زمین میں ہیں سب اس کے ماتحت ہوں اور وہ ان سب کو فدیے میں دیدے اور پھر یہ بدلہ دینا اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار کو اپنے کسی عزیز سے محبت نہ رہے گی اور وہ یہ چاہے گا کہ میرے بچے، بیوی، بھائی، خاندان کے لوگ بلکہ ساری دنیا کے لوگ میرے بدلے دوزخ میں پھینک دیئے جائیں اور میں کسی طرح عذاب سے بچ جاؤں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ﴿۱۶﴾

[1]......خازن، المعارج، تحت الآية: ۱۰-۱۴، ۴/ ۳۰۸-۳۰۹، روح البيان، المعارج، تحت الآية: ۱۰-۱۴، ۱۰/ ۱۶۰، مدارك، المعارج، تحت الآية: ۱۰-۱۴، ص۱۲۷۹، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ کھال اتار لینے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ کھال کھینچ لینے والی۔

﴿ كَلَّا: ہرگز نہیں۔﴾ یہاں کافر کی تمنا کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ فدیے میں دے دینا ہرگز اس کے کام نہ آئے گا اور نہ اسے کسی طرح عذاب سے بچا سکے گا۔[1]

فدیہ دینا بھی کفار کو عذاب سے بچا نہ سکے گا

کفار کا عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ دینے اور اس کے قبول نہ ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؕ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ﳔ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ (ملا کر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کیلئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

---

1 ......جلالین، المعارج، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۴۷۳، مدارک، المعارج، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۱۲۷۹، ملتقطاً.

2 ......رعد: ۱۸.

3 ......مائدہ: ۳۶.

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس جہنمی سے فرمائے گا جس کو سب سے کم عذاب دیا جا رہا ہو گا کہ اگر تجھے دنیا کا سارا ساز و سامان دے دیا جائے تو کیا تو عذاب سے بچنے کے لئے انہیں فدیے میں دیدے گا۔ وہ عرض کرے گا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ’’میں نے (اس وقت) تم سے اس کے مقابلے میں بہت تھوڑا مطالبہ کیا تھا جب تو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تو (نے دنیا میں آنے کے بعد یہ بات نہ مانی اور) شرک پر ہی ڈٹا رہا۔ [1]

﴿ اِنَّهَا لَظٰى: وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جہنم تو کافروں پر بھڑکتی آگ ہے اور وہ ان (کے جسم) کی کھال کھینچ لے گی یہاں تک کہ ان کے جسم پر گوشت اور کھال (کا نشان تک) باقی نہ رہے گا۔ [2]

یاد رہے کہ ایک بار کھال جل جانے کے بعد سزا ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ان کے جسم پر کھال پیدا کر دے گا تا کہ یہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں، جیسا کہ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۟ۙ(۱۷) وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔ اور جوڑ کر سینت رکھا۔

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ۴/۲۶۱، الحدیث: ۶۵۵۷.

2 ......جلالین، المعارج، تحت الآیة: ۱۵-۱۶، ص۴۷۳، خازن، المعارج، تحت الآیة: ۱۵-۱۶، ۴/۳۰۹، ملتقطاً.

3 ......النساء: ۵۶.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلا رہی ہے اسے جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور جوڑ کررکھا پھر (اسے) محفوظ کرلیا۔

﴿تَدْعُوْا: بلا رہی ہے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم نام لے لے کرکہ اے کافر میرے پاس آ، اے منافق میرے پاس آ، اسے اپنی طرف بلائے گی جس نے حق قبول کرنے سے پیٹھ پھیری اور ایمان لانے سے اِعراض کیا اور اپنا مال جوڑ کر رکھا پھر اسے محفوظ کرلیا اور اس پر اس مال کے جو حقوق واجب تھے وہ اس نے ادا نہ کئے۔ جہنم کا یہ بلانا یا تو زبانِ حال سے ہوگا یا اللہ تعالیٰ آگ میں کلام کرنے کی صلاحیت پیدا کردے گا اور وہ واضح طور پر کلام کرے گی یا اس سے مراد یہ ہے کہ جہنم پر مامور فرشتے بلائیں گے۔ (1)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت سے اِعراض کرنا، دنیا کی محبت، مال کی حرص اور نفسانی خواہشات دین کی آفات کا مجموعہ ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاۙ(۱۹) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاۙ(۲۰) وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًاۙ(۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا۔ اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آدمی بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہوجاتا ہے۔ اور جب اسے بھلائی پہنچے تو بہت روک رکھنے والا ہوجاتا ہے۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا: بیشک آدمی بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک انسان بڑا بے صبرا اور حریص پیدا کیا گیا ہے کہ جب اسے تنگ دستی اور بیماری وغیرہ کی

1 ......خازن، المعارج، تحت الآیة: ۱۷-۱۸، ۴/۳۰۹، مدارک، المعارج، تحت الآیة: ۱۷-۱۸، ص۱۲۷۹، تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیة: ۱۷-۱۸، ۱۰/۶۴۳.

صورت میں کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے اور جب اسے دولت مندی و مال اور صحت وتندرستی کی صورت میں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اسے اپنے پاس روک رکھنے والا ہو جاتا ہے یعنی انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اسے کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال ملتا ہے تو وہ اس کو خرچ نہیں کرتا۔[1]

غریبی اور بیماری کی حالت میں شکوہ شکایت کرنے سے بچا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو زندگی میں کبھی غربت، تنگدستی اور ناداری کا سامنا ہو یا کسی بیماری اور مرض وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس پر بے صبری اور بے قراری کا مظاہرہ کرنے اور شکوہ شکایت کرنے سے بچے اور ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے، البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تنگدستی دور کرنے کے لئے محنت اور کوشش کرنا چھوڑ دے اور بیماری کا علاج کروانا ترک کر دے بلکہ اسے چاہئے کہ تنگدستی دور کرنے کے لئے محنت اور جدوجہد بھی کرتا رہے اور اپنے مرض کا علاج بھی کرواتا رہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آسانی اور شفا ملنے کی دعا بھی کرتا رہے اور جب اللہ تعالیٰ اسے فراخ دستی اور شفا عطا فرما دے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ہر دم اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہے اور اس کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں کرچ کرتا رہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىٕمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر نمازی۔ جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ نمازی۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔

﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ: مگر نمازی۔﴾ یہاں سے ان لوگوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جن میں اس سے پہلی آیات میں بیان کی گئی حالت یعنی حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی اور یہ وہ لوگ ہیں جن میں یہ آٹھ اوصاف پائے جاتے ہوں:

(1)......فرض نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنا۔

---

[1]......مدارك، المعارج، تحت الآية: ۱۹-۲۱، ص ۱۲۸۰، خازن، المعارج، تحت الآية: ۱۹-۲۱، ۴/۳۰۹، ملتقطاً.

(2)......اپنے مال سے واجب صدقات ادا کرنا۔

(3)......انصاف کے دن یعنی قیامت کی تصدیق کرنا۔

(4)......اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا۔

(5)......شرمگاہوں کی حرام کاری سے حفاظت کرنا۔

(6)......امانت اور عہد کی حفاظت کرنا۔

(7)......صدق وانصاف کے ساتھ گواہی پر قائم رہنا۔

(8)......نماز کی حفاظت کرنا۔

ان اوصاف کی تفصیل اگلی آیات میں مذکور ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىٕمُوْنَ: جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔ ﴾ اس آیت میں پہلا وصف بیان ہوا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو اپنے اوپر فرض پانچوں نمازیں ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ (1)

نماز، حرص اور ہَوَس سے بچنے کا ذریعہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کو نماز کی برکت سے دُنْیَوی عیوب مثلاً حرص اور ہَوَس وغیرہ سے بچالے گا۔ اَحادیث میں پانچوں نمازیں اپنے وقت میں پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیں، جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں نمازیں پڑھیں اور رکوع وخشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کرلیا ہے کہ اسے بخش دے، اور جس نے نہ کیا اس کے لیے عہد نہیں، چاہے بخش دے، چاہے عذاب کرے۔ (2)

اور اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ......تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیة: ۲۳، ۱۰/۶۴۴، خازن، المعارج، تحت الآیة: ۲۳، ۴/۳۰۹، ملتقطاً.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبادة بن الصامت رضی اللّٰہ عنہ، ۸/۳۹۷، الحدیث: ۲۲۷۵۶.

وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ’’میرے بندے کا میرے ذمۂ کرم پر عہد ہے کہ اگر وہ وقت میں نماز قائم رکھے تو میں اسے عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کروں۔ (1)

وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآىٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔اس کے لیے جو مانگے اوراس کے لیے جومحروم رہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ:اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔﴾ یہاں سے دوسرا وصف بیان کیا گیا چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جن کے مال میں سائل اور محروم کے لئے ایک معلوم اور مُعَیَّن حق ہے۔معلوم حق سے مراد زکوٰۃ ہے جس کی مقدار معلوم ہے یا اس سے وہ صدقہ مراد ہے جو آدمی اپنے آپ پر مُعَیَّن کرلے اور اُسے مُعَیَّن اوقات میں ادا کیا کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ مُستحب صدقات کیلئے اپنی طرف سے وقت مُعَیَّن کرنا شریعت میں جائز اور قابلِ تعریف ہے۔سائل سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے وقت سوال کرے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود شرم وحیا کی وجہ سے نہیں مانگتا اور اس کی محتاجی ظاہر نہیں ہوتی۔ (2)

فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھنا چاہئے اور انہیں اپنے مالوں میں سے کچھ نہ کچھ مال دیتے رہنا چاہئے ،اسی سلسلے میں یہاں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1 ......کنز العمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، ۴/۱۲۷، الحدیث: ۱۹۰۳۲.

2 ......تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیۃ: ۲۴-۲۵، ۱۰/۶۴۵، خازن، المعارج، تحت الآیۃ: ۲۴-۲۵، ۴/۳۱۰، ملتقطاً.

فرمایا: ’’اپنے مال کی زکاۃ نکالو کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کردے گی اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر اور مسکین، پڑوسی اور سائل کا حق پہچانو۔‘‘[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مال داروں کے ہاتھوں، سن لو! ایسے مالداروں سے اللّٰہ تعالٰی سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔‘‘[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن مالداروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھوں سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے، ہمارے حقوق جو تو نے اُن پر فرض کیے تھے، انہوں نے ظلماً نہ دیے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا ’’مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں دور رکھوں گا۔‘‘[3]

وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ: اور وہ لوگ جو انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو اُخروی ثواب کی امید میں اپنی جانوں کو بدنی اور مالی عبادتوں میں مصروف رکھ کر اپنے اعمال کے ذریعے انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اُٹھنے، حشر ونشر، جزاء اور قیامت ان سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں۔[4]

---

1 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی الله عنه، ۲۷۳/۴، الحديث: ۱۲۳۹۷ .

2 ......معجم الاوسط، باب الدال، من اسمه: دليل، ۳۷۴/۲، الحديث: ۳۵۷۹ .

3 ......معجم الاوسط، باب العين، من اسمه: عبيد، ۳۴۹/۳، الحديث: ۴۸۱۳ .

4 ......تفسير كبير،المعارج،تحت الآية:۲۶، ۶۴۵/۱۰، روح البيان، المعارج، تحت الآية: ۲۶، ۱۶۵/۱۰، خازن، المعارج، تحت الآية: ۲۶، ۳۱۰/۴، ملتقطاً.

وَ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَۚ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ:اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔﴾ اس آیت میں چوتھا وصف بیان کیا گیا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو فرض عبادات کے علاوہ بھی نیک اعمال بکثرت کرنے کے باوجود اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر رہے ہیں کہ نجانے ان کے وہ اعمال قبول ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔(1)

بکثرت نیک اعمال کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے گناہوں سے ہر دم بچتے رہنے اور کثرت کے ساتھ نیک اعمال کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے تھے اور انہیں یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں ان کے اعمال رد ہی نہ کر دیئے جائیں۔ایک اور مقام پر ایمان والوں کا ایک وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جنہوں نے جو کچھ دیا وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

یہاں ہم چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے اَقوال ذکر کرتے ہیں جنہیں پڑھ کر ہر مسلمان کو غور کر لینا چاہئے

---

1 ……تفسیر کبیر ، المعارج ، تحت الآیة : ۲۷ ، ۱۰ / ۶۴۵ ، ابو سعود ، المعارج ، تحت الآیة : ۲۷ ، ۷۶۸/۵، روح البیان، المعارج، تحت الآیة: ۲۷، ۱۶۵/۱۰، ملتقطاً.

2 ……مومنون: ۶۰.

کہ وہ لوگ جو قطعی جنّتی تھے، ہر وقت نیک اعمال میں مصروف رہتے تھے اور گناہوں سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کرتے تھے، اس کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کے خوف سے ان کا کیا حال تھا، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک بار پرندے کو دیکھ کر فرمایا: ''اے پرندے! کاش! میں تمہاری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک مینڈھا ہوتا جسے میرے اہلِ خانہ اپنے مہمانوں کے لیے ذبح کر دیتے۔

حضرت ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ'' کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: ''میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے وفات کے بعد اُٹھایا نہ جائے۔

حضرت طَلْحہ اور حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: ''کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرمایا کرتیں: ''کاش! میں کوئی بھولی بسری چیز ہوتی۔

حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: کاش! میں راکھ ہوتا۔ (1)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ: بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔﴾ امام عبد اللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس کا معنی یہ ہے کہ انسان چاہے کتنا ہی نیک، پارسا اور عبادت و اطاعت کی

1 ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الخوف ووصف الخائفین... الخ، ۱/۴۵۹-۴۶۰.

کثرت کرنے والا ہو لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔[1]

اور علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ فرض عبادات اسی طرح ادا کرتا ہے جس طرح ادا کرنی چاہئیں اور تمام ممنوعات سے اسی طرح بچتا ہے جیسا بچنے کا حق ہے بلکہ کبھی دونوں طرف سے اس سے خطا واقع ہو جاتی ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان رہے۔[2]

اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید کیسی رکھنی چاہئے؟

اللہ تعالیٰ سے کیسا خوف اور کیسی امید رکھنی چاہئے اس کا اندازہ درج ذیل دو واقعات سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ

(1)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اگر آسمان سے کوئی مُنادی یہ آواز دے کہ اے لوگو! ایک شخص کے علاوہ تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے تو میں اس بات سے ڈروں گا کہ کہیں وہ ایک شخص میں ہی نہ ہوں اور اگر مُنادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک شخص کے علاوہ تم سب جہنم میں داخل ہو جاؤ گے تو میں یہ امید کروں گا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔[3]

(2)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ایسا خوف رکھو کہ تمہیں گمان ہونے لگے کہ اگر تم تمام زمین والوں کی نیکیاں اس کی بارگاہ میں پیش کرو تو وہ انہیں قبول نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے ایسی امید رکھو کہ تم سمجھو کہ اگر سب زمین والوں کی برائیاں لے کر اس کی بارگاہ میں جاؤ گے تو بھی تمہیں بخش دے گا۔[4]

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَۙ(۲۹) اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَۚ(۳۰)

1 ......مدارك، المعارج، تحت الآية: ۲۸، ص۱۲۸۰.
2 ......خازن، المعارج، تحت الآية: ۲۸، ۴/۳۱۰.
3 ......حلية الاولياء، ذكر الصحابة من المهاجرين، ۲-عمر بن الخطاب، ۱/۸۹، الحديث: ۱۴۲.
4 ......احياء علوم الدين، كتاب الخوف والرجاء، بيان انّ الافضل هو غلبة الخوف... الخ، ۴/۲۰۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا اپنی کنیزوں سے تو بیشک ان پر کچھ ملامت نہیں۔

﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں پانچواں وصف بیان کیا گیا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو اپنی بیویوں یا اپنی کنیزوں کے علاوہ (دیگر لوگوں) سے اپنی شرمگاہوں کی (زنا، لواطت اور مُشت زنی وغیرہ سے) حفاظت کرتے ہیں تو بیشک اپنی بیویوں اور کنیزوں سے حیض ونفاس کے علاوہ اوقات میں شرمگاہوں کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ان پر کچھ ملامت نہیں اور اس بناء پر دنیا اور آخرت میں ان سے کوئی مُؤاخذہ نہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی منکوحہ بیوی اور اپنی مِلکیّت میں موجود وہ لونڈی جس سے صحبت حلال ہے، ان سے پردہ نہیں لہٰذا شوہر بیوی اور مالک لونڈی ایک دوسرے کا بدن دیکھ سکتے ہیں۔

فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ﴿۳۱﴾ ج

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو ان دو کے سوا اور کوئی صورت چاہیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

﴿فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ: تو جو ان دو کے سوا اور کوئی صورت چاہیں۔﴾ یعنی جو لوگ اپنی بیویوں اور اپنی مِلکیّت میں موجود (ان) کنیزوں (جن سے صحبت حلال ہے) کے علاوہ (شہوت پوری کرنے کی) کوئی اور صورت چاہیں تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوُز کرتے ہیں۔ اس آیت سے مُتعہ، لواطت، جانوروں کے

[1] ......تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰/۶۴۵، روح البیان، المعارج، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۰، ۱۰/۱۶۵، ملتقطاً.

ساتھ قضاءِ شہوت اور اپنے ہاتھ سے منی خارج کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔[1]

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں چھٹا وصف بیان کیا گیا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ امانت میں خیانت نہیں کرتے اور نہ ہی عہد توڑتے ہیں۔ یہاں امانت میں شرعی امانتیں اور بندوں کی امانتیں دونوں داخل ہیں اور عہد میں مخلوق کے ساتھ کئے ہوئے عہد اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد نذریں اور قسمیں بھی داخل ہیں۔[2]

امانت میں خیانت کرنے اور عہد کی خلاف ورزی کرنے سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کا ایک حصہ ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے (1) جب اسے امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ (2) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (3) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (4) جب جھگڑا کرے تو بیہودہ بکے۔[3]

وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾

1 ......مدارك، المعارج، تحت الآية: ٣١، ص ١٢٨٠.

2 ......تفسير كبير، المعارج، تحت الآية: ٣٢، ٦٤٦/١٠، مدارك، المعارج، تحت الآية: ٣٢، ص ١٢٨٠.

3 ......بخاری، كتاب الايمان، باب علامة المنافق، ٢٥/١، الحديث: ٣٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىٕمُوْنَ : اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں ساتواں وصف بیان کیا گیا کہ وہ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور اس پر قائم رہتے ہیں، نہ اس میں رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ زبردست کو کمزور پر ترجیح دیتے ہیں اور نہ کسی حق دار کا حق تلف کرنا گوارا کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں گواہی سے مراد توحید (اور رسالت) کی گواہی پر قائم رہنا ہے۔[1]

گواہی چُھپانے اور جھوٹی گواہی دینے کی وعید

گواہی چُھپانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

اور جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں حدیثِ پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔[3]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے تو اُس نے جہنم واجب کر لیا۔[4]

1 ......تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیة: ۳۳، ۱۰/۶٤٦، مدارك، المعارج، تحت الآیة: ۳۳، ص ۱۲۸۰، خازن، المعارج، تحت الآیة: ۳۳، ٤/۳۱۰، ملتقطاً.

2 ......بقرہ: ۲۸۳.

3 ......ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب شهادة الزور، ۳/۱۲۳، الحدیث: ۲۳۷۳.

4 ......معجم کبیر، عکرمة عن ابن عباس، ۱۱/۱۷۲، الحدیث: ۱۱٥٤۱.

وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ؕ۬ع

ع ۱ / ۳۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں۔ یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کی (جنت کے) باغوں میں عزت کی جائے گی۔

﴿وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ: اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں آٹھواں وصف بیان کیا گیا کہ (ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی) جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں نماز کا دوبارہ ذکر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ نماز بہت اہم ہے یا اس لئے دوبارہ ذکر کیا گیا کہ ایک جگہ فرائض مراد ہیں اور دوسری جگہ نوافل مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے پہلی آیت میں دوام سے ہمیشہ نماز پڑھنا اور اس کے وقت میں پڑھنا مراد ہے اور یہاں نماز کی حفاظت کرنے کا بیان ہے اور حفاظت سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے ارکان، واجبات، سنتوں اور مُستحبات کو کامل طور پر ادا کرتے ہیں۔ (1)

﴿اُولٰٓىٕكَ: یہ لوگ وہ ہیں۔﴾ یعنی جن لوگوں میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی جنت کے باغوں میں اَبدی ثواب اور سَرمدی جزا کے ذریعے عزت کی جائے گی۔ (2)

فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ۙ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ۙ

---

1 ……تفسیر کبیر، المعارج، تحت الآیة: ۳۴، ۱۰/۶۴۶، مدارك، المعارج، تحت الآیة: ۳۴، ص ۱۲۸۰، ملتقطاً.

2 ……مدارك، المعارج، تحت الآیة: ۳۵، ص ۱۲۸۰، روح البیان، المعارج، تحت الآیة: ۳۵، ۱۰/۱۶۸، ملتقطاً.

كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔ کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔ ہر گز نہیں بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گروہ کے گروہ دائیں اور بائیں جانب سے۔ کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ اسے چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا۔ ہرگز نہیں، بیشک ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا جسے جانتے ہیں۔

﴿فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: تو ان کافروں کو کیا ہوا۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت کفار کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گرد حلقے باندھ کر گروہ کے گروہ جمع ہوتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مبارک کلام سن کر اسے جھٹلاتے، مذاق اُڑاتے اور کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) فرماتے ہیں تو ہم ضرور ان سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کافروں کا کیا حال ہے جو آپ کے پاس بیٹھتے بھی ہیں اور گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے بھی ہیں پھر بھی جو آپ سے سنتے ہیں اس سے نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیا ان میں سے ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ اسے ایمان والوں کی طرح چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا! ہر گز اسے داخل نہیں کیا جائے گا (کیونکہ) ہم نے جس طرح سب آدمیوں کو منی سے پیدا کیا اسی طرح انہیں بھی منی سے پیدا کیا ہے اور صرف منی سے پیدا ہو جانا جنتی ہونے کا سبب نہیں بلکہ جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ تو ایمان اور نیک اعمال ہیں اور جب وہ ایمان ہی نہیں لائے تو حکمت والے رب تعالٰی کے یہ شایانِ شان کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں جنت میں داخل کر دے۔ (1)

1 ......مدارك، المعارج، تحت الآية: ٣٦-٣٩، ص١٢٨١، خازن، المعارج، تحت الآية: ٣٦-٣٩، ٣١٠/٤، تفسير كبير، المعارج، تحت الآية: ٣٦-٣٩، ٦٤٦/١٠-٦٤٧، ملتقطاً.

کلام دل میں کب اثر کرتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ کلام دل میں تب ہی اثر کرتا ہے جب کہ کلام کرنے والے کا وقار دل میں موجود ہو، ان کفار کے دلوں میں چونکہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وقار نہ تھا اس لئے وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وعظ سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَۙ(۴۰) عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْۙ-وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ(۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب پوربوں سب پچھموں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔ کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جاسکتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کے رب کی قسم، بیشک ہم ضرور قادر ہیں۔ اس بات پر کہ ان سے اچھے لوگ بدل دیں اور کوئی ہم سے نکل کر نہیں جاسکتا۔

﴿ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ: تو مجھے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کے رب کی قسم۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب معاملہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں منی سے پیدا کر دیا تو مجھے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی تمام جگہوں کے مالک رب کی قسم! بیشک ہم اس بات پر ضرور قادر ہیں کہ انہیں ان کے جرموں کی وجہ سے ہلاک کر دیں اور ان کی بجائے وہ لوگ پیدا کر دیں جو ان جیسے نہ ہوں بلکہ وہ ہمارے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں اور ہم انہیں ہلاک کرنے اور دوسرے لوگ پیدا کرنے سے عاجز نہیں لیکن ہماری انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت اور مَشِیَّت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی سزا کو مُؤخَّر کیا جائے۔ (1)

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَۙ(۴۲)

1 ......ابو سعود، المعارج، تحت الآیۃ: ۴۰-۴۱، ۵/۷۷۰، خازن، المعارج، تحت الآیۃ: ۴۰-۴۱، ۴/۳۱۱، مدارك، المعارج، تحت الآیۃ: ۴۰-۴۱، ص ۱۲۸۱، ملتقطاً.

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ع ٢
٨

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت سوار یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں اپنی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے چھوڑ دو یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ جس دن قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی، یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا: تو انہیں اپنی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے چھوڑ دو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو مشرکین آپ کے دائیں بائیں بیٹھ کر آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر غم نہ کریں بلکہ انہیں چھوڑ دیں کہ یہ اپنی بیہودگیوں میں پڑے رہیں اور اپنی دنیا میں کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے عذاب کے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے اور یہ وہ دن ہے جس دن یہ قبروں سے جلدی کرتے ہوئے محشر کی طرف اس طرح نکلیں گے گویا وہ اپنے مقررہ نشانوں کی طرف ایسے لپک رہے ہیں جیسے جھنڈے گاڑنے والے اپنے جھنڈے کی طرف دوڑتے ہیں اور اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی اور قیامت کا دن ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور وہ اسے جھٹلاتے تھے۔ (1)

1 ......تفسیر طبری، المعارج، تحت الآیۃ: ٤٢، ١٢/٢٤٣، خازن، المعارج، تحت الآیۃ: ٤٢-٤٤، ٤/٣١١، مدارك، المعارج، تحت الآیۃ: ٤٢-٤٤، ص١٢٨١، جلالین، المعارج، تحت الآیۃ: ٤٢-٤٤، ص٤٧٤، ملتقطاً.

سُوْرَۃُ نُوح

سورۂ نوح کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نوح مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2 رکوع، 28 آیتیں ہیں۔

''نوح'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت میں چونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نوح'' کہتے ہیں۔

سورۂ نوح کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اوراس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے اپنی قوم کو بُت پرستی چھوڑ دینے اور صرف اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی، ان کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل بیان کئے، اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پراس کے غضب اور عذاب سے ڈرایا لیکن انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ جب نو سو سال سے زیادہ عرصے تک دعوت دیتے رہنے کے باوجود قوم اپنی سرکشی سے باز نہ آئی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوشش اور قوم کی ہٹ دھرمی عرض کی اور کافروں کی تباہی و بربادی کی دعا کی تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے کفار پر طوفان کا عذاب بھیجا اور وہ لوگ ڈبو کر ہلاک کردیئے گئے۔

---

1 ...... خازن، تفسیر سورۃ نوح، ۳۱۱/۴.

سورۂ معارِج کے ساتھ مناسبت

سورۂ نوح کی اپنے سے ماقبل سورت ''معارِج'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ معارج میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ مشرکینِ مکہ سے اچھے اور بہتر لوگ لے آئے اور سورۂ نوح میں بیان کیا گیا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آیا جس سے تمام کافر غرق ہو گئے اور وہ لوگ زندہ بچے جو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے تھے، اس طرح اس بات پر دلیل قائم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ایک قوم کو ہلاک کر کے اس کی جگہ دوسری قوم لاسکتا ہے جو کہ ہلاک ہونے والوں سے بہتر ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اس وقت سے پہلے اپنی قوم کو ڈرا کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ: بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی

قوم بتوں کی پُجاری تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو پہلے سے ہی ڈرا دیں کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر دنیا و آخرت کا دردناک عذاب آئے گا تاکہ ان کے لئے اصلاً کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یاد رہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہ سب سے پہلے رسول ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ کی اور سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر ہی دُنْیَوی عذاب آیا۔[1]

نوٹ: لوگوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء اور کفار کی طرف اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مبعوث فرمائے جانے کی شروعات کا بیان سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 213 اور سورۂ یونس کی آیت نمبر 19 کے تحت مذکور تفسیر میں گزر چکا ہے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور ان کے علاوہ متعدد سورتوں میں بیان ہو چکا ہے۔

قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۳﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا کسی طرح تم جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا بیشک اللہ کی مقررہ مدت جب آجائے تو اسے پیچھے نہیں کیا جاتا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم جانتے۔

1 ......سمرقندی، نوح، تحت الآیۃ: ۱، ۳/۶۰۴، جلالین، نوح، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۷۳، روح البیان، نوح، تحت الآیۃ: ۱، ۱۰/۱۷۱، ملتقطاً.

﴿قَالَ یٰقَوْمِ: اس نے فرمایا: اے میری قوم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ''اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کھلا ڈر سنانے والا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر اس سے ڈرو تا کہ وہ تم پر غضب نہ فرمائے اور ان تمام باتوں میں میرا حکم مانو جنہیں کرنے کا کہوں اور جنہیں کرنے سے منع کروں۔ اگر تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی اور جو چیزیں دے کر میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، تم نے ان کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ وہ گناہ بخش دے گا جو تم سے ایمان لانے تک صادر ہوئے ہوں گے یا وہ گناہ بخش دے گا جو بندوں کے حقوق سے متعلق نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ موت کے وقت تک تمہیں مہلت دے گا کہ اس دوران تم پر قحط وغیرہ کی صورت میں کوئی عذاب نہ فرمائے گا لہٰذا تم عذاب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کرنے میں جلدی کرلو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جاتا ہے تو اسے مُؤَخَّر نہیں کیا جاتا، اگر تم اس بات کو جانتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ (1)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًاۙ(۵) فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا(۶) وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاۚ(۷) ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًاۙ(۸) ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًاۙ(۹)

---

(1) ......خازن، نوح، تحت الآیة: ۲-۴، ۴/۳۱۱، مدارك، نوح، تحت الآیة: ۲-۴، ص۱۲۸۲، ابن کثیر، نوح، تحت الآیة: ۲-۴، ۸/۲۴۵، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کورات دن بلایا۔تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا۔اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا۔پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا۔پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عرض کی: اے میرے رب! بیشک میں نے اپنی قوم کورات دن دعوت دی۔تو میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا۔اور بیشک میں نے جتنی بار انہیں بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور وہ ڈٹ گئے اور بڑا تکبر کیا۔پھر یقیناً میں نے انہیں بلند آواز سے دعوت دی۔پھر یقیناً میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔

﴿قَالَ رَبِّ: عرض کی: اے میرے رب!۔﴾ یہاں سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں کی گئی مُناجات بیان فرمائی گئی ہیں چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم تک اللہ تعالٰی کا پیغام پہنچایا اور اس چیز سے ڈرایا جس سے ڈرانے کا اللہ تعالٰی نے حکم دیا تھا تو قوم نے ان کی بات نہ مانی اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالٰی کی طرف سے جو احکامات لے کر آئے تھے انہیں رد کر دیا، اس پر حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، (تو جانتا ہے کہ) میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری توحید اور تیری عبادت کی طرف بلایا، تیرے عذاب اور تیری قدرت سے ڈرایا لیکن (ان کے طبعی فتور کی بنا پر) میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا اور جتنی انہیں ایمان لانے کی ترغیب دی گئی اُتنی ہی اِن کی سرکشی بڑھتی گئی اور میں نے جتنی بار انہیں تیری وحدانیّت کا اقرار کرنے، تیرے احکامات پر عمل کرنے اور تیرے علاوہ تمام معبودوں سے براءت کا اظہار کرنے کی طرف بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ میری دعوت کو سن نہ سکیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور منہ چُھپا لئے تاکہ مجھے دیکھ نہ سکیں کیونکہ انہیں اللہ تعالٰی کے دین کی طرف نصیحت کرنے والے کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا اور وہ اپنے شرک و کفر پر ڈٹ گئے اور بڑا تکبُّر کیا اور میری دعوت کو قبول کرنا اپنی شان کے خلاف جانا۔پھر میں نے انہیں محفلوں

میں اس طرف بلند آواز سے اعلانیہ بلایا جس طرف بلانے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، پھر میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور اعلانیہ دعوت دینے کی تکرار بھی کی اور ایک ایک سے آہستہ اور خفیہ بھی کہا اور دعوت دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔[1]

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ تم پر شرّاٹے کا مینہ بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔ اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

﴾فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ: تو میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو۔﴿ یہاں سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو ترغیب دلا کر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کفر وشرک سے توبہ کرنے کی دعوت دی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم لمبے عرصے تک آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش روک دی اور چالیس سال تک ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، ان کے مال ہلاک ہو گئے اور جانور مر گئے، جب ان کا یہ حال ہوا تو حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ''اے لوگو! تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر وشرک کرنے پر اس سے معافی مانگو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے مغفرت

---

1 ......تفسیر طبری، نوح، تحت الآیۃ: ۵-۹، ۱۲/۲۴۷-۲۴۸، مدارک، نوح، تحت الآیۃ: ۵-۹، ص۱۲۸۳، خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۵-۹، ۴/۳۱۲، ملتقطاً۔

طلب کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول ہونا خیر و برکت اور وسعتِ رزق کا سبب ہوتا ہے اور کفر سے دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اُسے بڑا معاف فرمانے والا ہے جو (سچے دل سے) اس کی بارگاہ میں رجوع کرے، اگر تم توبہ کر لوگے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرو گے تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال اور بیٹوں میں اضافے سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا تاکہ ان سے تم اپنے باغات اور کھیتیوں کو سیراب کرو۔ (1)

اِستغفار کرنے کے دینی اور دُنیوی فوائد

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِستغفار کرنے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے سے بے شمار دینی اور دُنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اِستغفار کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت

---

1 ......تفسیر طبری، نوح، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۲، ۱۲/۲۴۹، خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۲، ۴/۳۱۲، مدارک، نوح، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۲، ص۱۲۸۳، ملتقطاً.

2 ......النساء: ۱۱۰.

3 ......انفال: ۳۳.

4 ......ھود: ۳.

اچھا فائدہ دے گا۔

حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ مزید قوت زیادہ کرے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو اپنے لئے ضروری قرار دیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر غم اور تکلیف سے نجات دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ (2)

یاد رہے کہ اولاد کے حصول، بارش کی طلب، تنگدستی سے نجات اور پیداوار کی کثرت کے لئے استغفار کرنا بہت مُجَرَّب قرآنی عمل ہے۔ اسی سلسلے میں یہاں دو حکایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ حضرتِ امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مرتبہ حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں مگر میرے ہاں کوئی اولاد نہیں، مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اولاد دے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا، اس کی برکت سے اس شخص کے ہاں دس بیٹے ہوئے، جب یہ بات حضرت امیرِ معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرتِ امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے فرمایا۔ دوسری مرتبہ جب اس شخص کو حضرتِ امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا۔ حضرتِ امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ تو نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نہیں سنا جو اُنہوں نے فرمایا: ''وَیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ'' اور حضرت

1 ......ہود: ۵۲.

2 ......ابن ماجه، كتاب الادب، باب الاستغفار، ۲۵۷/۴، الحديث: ۳۸۱۹.

نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ ارشاد نہیں سنا: ”یُّمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ“۔[1]

اسی طرح حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بارش کی قلت کی شکایت کی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے استغفار کرنے کا حکم دیا، دوسرا شخص آیا اور اس نے تنگ دستی کی شکایت کی تو اسے بھی یہی حکم فرمایا، پھر تیسرا شخص آیا اور اُس نے نسل کم ہونے کی شکایت کی تو اس سے بھی یہی فرمایا، پھر چوتھا شخص آیا اور اس نے اپنی زمین کی پیداوار کم ہونے کی شکایت کی تو اس سے بھی یہی فرمایا۔ حضرت ربیع بن صبیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو کہ وہاں حاضر تھے انہوں نے عرض کی: آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس چند لوگ آئے اور انہوں نے طرح طرح کی حاجتیں پیش کیں، آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ استغفار کرو؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کے سامنے یہ آیات پڑھیں: ”اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا“۔[2]

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا ہوا اللّٰہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللّٰہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللّٰہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے۔﴾ یہاں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف سے ترغیب دینے کی بناء پر بھی ان کی قوم نے نصیحت حاصل نہ کی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعوت دینے کا ایک اور انداز اختیار کیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت

[1] ......مدارك، هود، تحت الآية: ۵۲، ص۵۰۲.

[2] ......خازن، نوح، تحت الآية: ۱۰-۱۱، ۴/۳۱۲، تفسير ثعلبى، نوح، تحت الآية: ۱۲، ۱۰/۴۴.

کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا کہ پہلے تم نطفہ کی صورت میں ہوئے، پھر تمہیں خون کا لوتھڑا بنایا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنایا یہاں تک کہ اس نے تمہاری خِلقت کامل کی، اور تمہارا اپنی تخلیق میں نظر کرنا ایسی چیز ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت، قدرت اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانے کو واجب کرتی ہے۔[1]

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاۙ(۱۵) وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔ اور اُن میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے؟ اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا۔

﴿ اَلَمْ تَرَوْا: کیا تم نے دیکھا نہیں۔ ﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اپنی جانوں میں غور کرنے کی دعوت دینے کے بعد عالَم اور اس کے عجائبات میں غور کرنے کی دعوت دی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے اور ان آسمانوں میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا کہ وہ دنیا کو روشن کرتا ہے اور دنیا والے اس کی روشنی میں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے گھر والے چراغ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ سورج کی روشنی چاند کے نور سے مضبوط تر ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ ‏ ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور

[1] ......خازن، نوح، تحت الآیة: ۱۳-۱۴، ۴/۳۱۲-۳۱۳، مدارك، نوح، تحت الآیة: ۱۳-۱۴، ص۱۲۸۴، ملتقطاً.

نُوۡرًا (1) چاند کو نور بنایا۔ (2)

وَ اللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیۡدُكُمۡ فِیۡهَا وَ یُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

﴿وَاللّٰهُ: اور اللّٰہ نے۔﴾ یہاں سے دوبارہ انسان کی تخلیق سے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل پیش کی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین سے پیدا کیا اور تم انہی کی اولاد ہو، پھر اللّٰہ تعالیٰ تمہیں موت کے بعد اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں قیامت کے دن اس سے دوبارہ نکالے گا۔ (3)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

---

1 ...... یونس: ۵.

2 ...... مدارك، نوح، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ص ۱۲۸٤، خازن، نوح، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ٤/۳۱۳، البحر المحيط، نوح، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۸/۳۳٤، ملتقطاً.

3 ...... تفسير كبير، نوح، تحت الآية: ۱۷، ۱۰/٦٥٤، سمرقندی، نوح، تحت الآية: ۱۷-۱۸، ۳/٤۰۷-٤۰۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا: اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قوم کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں اس طرح (بآسانی) چلو جس طرح آدمی اپنے بستر پر چلتا ہے۔[1]

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہولیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔ اور بہت بڑا داؤں کھیلے۔ اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ اور نہ سُواع اور یغُوث اور یعُوق اور نَسر کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نوح نے عرض کی، اے میرے رب! بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے لگ گئے جس کے مال اور اولاد نے اس کے نقصان ہی کو بڑھایا۔ اور انہوں نے بہت بڑا مکروفریب کیا۔ اور انہوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہرگز وَدّ اور سُواع اور یغُوث اور یعُوق اور نَسر (نامی بتوں) کو نہ چھوڑنا۔

﴿قَالَ نُوْحٌ: نوح نے عرض کی۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور طرح طرح کے دلائل سے انہیں تنبیہ کی، اب یہاں سے ان لوگوں کی مختلف قولی اور فعلی قباحتیں بیان کی جارہی ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض

[1] ......تفسیر طبری، نوح، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ۱۲/۲۵۲، مدارک، نوح، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ص۱۲۸۴، ملتقطاً.

کی ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی اور میں نے انہیں جو ایمان لانے اور استغفار کرنے کا حکم دیا تھا اس کو اُنہوں نے نہ مانا اور میری نافرمانی کرنے میں ان کے عام غریب اور چھوٹے لوگ اُن سرکش رئیسوں اور مال واولاد والوں کی پیروی کرنے لگے جن کے مال اور اولاد نے اُن کے نقصان ہی کو بڑھایا اور وہ مال کے غرور میں مست ہو کر کفر و سرکشی میں بڑھتے رہے اور ان امیر لوگوں نے بہت بڑے مکر و فریب کئے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا، لوگوں کو ایمان قبول کرنے اور میری دعوت سننے سے روکا، مجھے اور میری پیروی کرنے والوں کو ایذائیں پہنچائیں۔[1]

مال اور اولاد کی کثرت راہِ راست پر ہونے کی دلیل نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ مال اور اولاد کی کثرت کسی کے راہِ راست پر ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اکثر اوقات مال اور اولاد کی زیادتی دینی گمراہی اور اُخروی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

اور کفار کے مال واولاد کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں ان سے راحت و آرام دور کردے اور کفر کی حالت میں ان کی روح نکلے۔

اور مال اور اولاد کے حوالے سے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور

---

1 ......تفسیر کبیر، نوح، تحت الآیۃ: ۲۱، ۱۰/۶۵۵، خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۲۱-۲۲، ۴/۳۱۳، مدارك، نوح، تحت الآیة: ۲۱-۲۲، ص۱۲۸۴، ملتقطاً.

2 ......انفال: ۲۸.

3 ......توبہ: ۵۵.

لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (1)

تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ کافروں کے مال ودولت اور آسائشوں کو دیکھ کر ان سے مرعوب نہ ہوں اور اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں بلکہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری اور عبادت گزاری میں مصروف رہیں۔

﴿وَقَالُوْا: اور انہوں نے کہا۔﴾ یعنی اور مالدار کافروں نے اپنی عوام سے کہا کہ (حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وجہ سے) اپنے معبودوں کی عبادت ہرگز ترک نہ کرنا اور ہرگز وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑنا۔

وَدّ اور سُواع وغیرہ بتوں کی تاریخی حیثیت

وَدّ اور سُواع وغیرہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے ان بتوں کے نام ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے۔ اُن لوگوں کے بُت تو بہت تھے مگر یہ پانچ اُن کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے اس لئے بطورِ خاص ان پانچوں کا یہاں ذکر کیا گیا۔ وَدّ مرد کی صورت پر تھا، سُواع عورت کی صورت پر، یَغوث شیر کی شکل میں، یَعوق گھوڑے کی شکل میں اور نَسر گدھ کی شکل میں تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ بُت حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم سے منتقل ہو کر عرب میں پہنچے اور مشرکین کے قبائل میں سے ایک ایک نے ایک ایک بُت کو اپنے لئے خاص کرلیا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ان بتوں کو طوفان نے مٹی میں دفن کردیا تھا تو وہ اس وقت سے مدفون ہی رہے یہاں تک کہ شیطان نے عرب کے مشرکین کے لئے انہیں زمین سے نکال دیا۔ (2)

اور صحیح بخاری میں ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جو بُت حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم میں پوجے جاتے تھے وہی بعد میں اہلِ عرب نے اپنے معبود بنالئے، چنانچہ وَدّ بنی کلب کا بُت تھا جو دَوْمَۃُ الْجَنْدَل کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ سُواع بنی ہُذَیل کا بُت تھا، یَغُوث بنی مراد کا بُت تھا، پھر بنی غُطَیف کا جوسَبا کے پاس جوف میں تھا۔ یَعُوق ہمدان کا بُت تھا اور نَسر ذوالکلاع کی آلِ حِمْیَرْ کا بُت تھا۔ یہ (یعنی وَدّ اور سُواع وغیرہ)

(1) ......منافقون:۹.

(2) ......خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳۱۳/۴-۳۱۴، مدارك، نوح، تحت الآیۃ: ۲۳، ص۱۲۸۵، ملتقطاً.

حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں پر وہ اللہ والے بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مُجَسَّمے بنا کر رکھ دو اور ان بتوں کے نام بھی ان نیک لوگوں کے نام پر ہی رکھ دو۔ لوگوں نے عقیدت کے طور پر ایسا کر دیا لیکن ان کی پوجا نہیں کرتے تھے، جب وہ لوگ دنیا سے چلے گئے اور علم بھی کم ہو گیا تو ان مجسموں کی پوجا ہونے لگ گئی۔ (1)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب تک وہ بُت نہیں پہنچے بلکہ ان بتوں کے نام پہنچے اور عرب والوں نے ان ناموں کے بعض بُت تراش لئے اور ان کی پوجا کرنے لگ گئے کیونکہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے طوفان کے زمانے میں دنیا تَہَس نَہَس ہو گئی تھی تو یہ بُت کس طرح باقی رہ سکتے ہیں اور (جب وہ باقی نہیں رہے تو) اہلِ عرب کی طرف کس طرح منتقل ہو سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے ان بتوں کو کشتی میں رکھ لیا ہو گا کیونکہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام تو بُت شِکَن تھے لہٰذا یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بتوں کی حفاظت کی کوشش کرتے ہوئے انہیں کشتی میں رکھ لیا تھا۔ (2)

حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: وَدّ اور سُواع وغیرہ حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بیٹوں کے نام ہیں، یہ بہت عبادت گزار تھے، جب ان میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا تو لوگ اس پر شدید غمزدہ ہوئے، یہ حال دیکھ کر شیطان (انسانی شکل میں) ان کے پاس آیا اور کہا: تم اپنے ساتھی پر غمگین ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا میں تمہارے لئے اس جیسی تصویر بنا دوں جسے تم نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے رکھ لینا اور جب تم اسے دیکھو تو وہ ساتھی تمہیں یاد آجائے (اور تمہارے دل کو سکون نصیب ہو) لوگوں نے کہا: ہمیں یہ پسند نہیں کہ نماز پڑھتے وقت ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز ہو۔ شیطان نے کہا: تو پھر تم اسے مسجد کے آخری کونے میں رکھ دو۔ لوگوں نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ شیطان نے ان کے لئے تصویر بنا دی اور جب پانچوں اَشخاص کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے سب کی تصویریں بنا کر مسجد کے کونے میں رکھ دیں، پھر ایک وقت وہ آیا کہ لوگوں نے اللہ تعالٰی کی عبادت چھوڑ کر ان تصویروں کی پوجا شروع کر دی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو بھیجا جنہوں نے ان لوگوں

---

1 ……بخاری، کتاب التفسیر، سورة انّا ارسلنا، باب ودّاً ولا سواعاً ولا یغوث ویعوق، ۳/۳۶۴، الحدیث: ۴۹۲۰.

2 ……تفسیر کبیر، نوح، تحت الآیة: ۲۳، ۱۰/۶۵۷، روح البیان، نوح، تحت الآیة: ۲۳، ۱۰/۱۸۱، ملتقطاً.

کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور عبادت کی طرف دعوت دی۔[1]

وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کرنا مگر گمراہی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا اور تو ظالموں کی گمراہی میں ہی اضافہ کر۔

﴿وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا: اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب اپنی قوم کے رئیسوں کی وہ بات بیان کی جو انہوں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہی تھی تو اس کے بعد عرض کی: اور بیشک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ بُت بہت سے لوگوں کیلئے گمراہی کا سبب بنے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ قوم کے رئیسوں نے بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دے کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ اور جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو وحی کے ذریعے معلوم ہوگیا کہ جو لوگ ایمان لاچکے ہیں ان کے علاوہ قوم میں سے اور لوگ ایمان لانے والے نہیں، تب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کی گمراہی میں ہی اضافہ کر اور اب انہیں ایمان لانے کی توفیق ہی نہ دے۔[2]

مِمَّا خَطِیْٓــٴٰـتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

1 ......روح المعانی، نوح، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۵/۱۲۲، ملخصاً۔

2 ......تفسیر کبیر، نوح، تحت الآیۃ: ۲۴، ۱۰/۶۵۸، خازن، نوح، تحت الآیۃ: ۲۴، ۴/۳۱۴، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اپنے لیے اللّٰہ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے۔

﴿ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا: وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے۔﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا کلام ذکر کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے طوفان میں ڈبو دیئے گئے، پھر غرق ہونے کے بعد آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے جو انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتے۔[1]

قبر کا عذاب برحق ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم غرق ہونے کے بعد ہی آگ میں داخل کر دی گئی اور یہ بات واضح ہے کہ یہ جہنم کی آگ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آگ میں کفار قیامت کے دن ہی داخل کئے جائیں گے اور ابھی قیامت واقع نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ بعض گناہگار مسلمانوں یا کفار پر ہونے والا قبر کا عذاب زمین میں دفن ہونے پر ہی مَوقوف نہیں بلکہ جس انسان کو عذاب ہونا ہے وہ جہاں بھی مرے اور مرنے کے بعد اس کا جسم کہیں بھی ہو اسے عذاب ہو گا کیونکہ عذابِ قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہو چاہئے مردہ زمین میں دفن ہو یا نہ ہو اور اس عذاب کو عذابِ قبر اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ تر مُردے زمین میں ہی دفن کئے جاتے ہیں۔

گناہگار مسلمانوں کے لئے عبرت اور نصیحت کا مقام

اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی نصیحت اور عبرت ہے جو نیکیوں سے دور اور گناہوں میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر طوفان کا عذاب آنے کی وجہ ان کے گناہ تھے، لہٰذا گناہ کرنے والوں کو ڈر جانا چاہئے کہ کہیں گناہوں کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ ان کی بھی دنیا میں ہی گرفت نہ فرما لے، پھر انہیں قبر و آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دے اور اگر گناہوں کی وجہ سے ایمان برباد ہو گیا اور کفر کی حالت میں موت واقع ہوئی تو پھر ہمیشہ کے لئے جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1 ......جلالین، نوح، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۴۷۵۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کردیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـٴَـتُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیوں نہیں ، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کرلیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کرنے ، گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اٰمین۔

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نوح نے عرض کی، اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی۔

﴿وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ: اور نوح نے عرض کی، اے میرے رب!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے

(1) ......فرقان:۳۷.

(2) ......بقرہ:۸۱.

کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد اور کئی صدیوں تک تبلیغ کرنے کے باوجود قوم کے کفر پر ہی قائم رہنے کی وجہ سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت پر آنے والے نہیں تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ''اے میرے پروردگار! عَزَّوَجَلَّ، زمین پر ان لوگوں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا اور تیری طرف سے آنے والے احکامات کا انکار کیا۔ بیشک اگر تو ان سب کو یا ان میں سے بعض کو زمین پر چھوڑ دے گا اور ہلاک نہ فرمائے گا تو یہ تیرے بندوں کو راہِ حق سے گمراہ کر دیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار اور بڑی ناشکری ہو گی۔ (1)

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

ع ۲ ۸ ۱۰ النصف

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں حالتِ ایمان میں داخل ہونے والے کو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے۔

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ: اے میرے رب! مجھے بخش دے۔﴾ کفار کے خلاف دعا کرنے کے بعد حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے لئے، اپنے والدین اور مومن مَردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہونے والے کو اور قیامت تک آنے والے سب مسلمان مَردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کے تمام کفار کو عذاب سے

(1) ......روح البیان، نوح، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۱۰/۱۸۴۔

ہلاک کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا قبول فرمالی لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے جو دعا مسلمانوں کے بارے میں فرمائی اسے اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے۔[1]

انتقال کر جانے والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے والدین مومن تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انتقال کر جانے والے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے کہ اس سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں، باپ، بھائی یا دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے، پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو پہاڑوں کی مانند ثواب دیتا ہے اور یقیناً زندہ کا مُردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دعائے مغفرت ہے۔''[2]

---

1 ......خازن، نوح، تحت الآیة: ۲۸، ۴/۳۱۴-۳۱۵، مدارك، نوح، تحت الآیة: ۲۸، ص۱۲۸۶، ملتقطاً.

2 ......شعب الایمان، الرابع والستون من شعب الایمان... الخ، فصل فی زیارة القبور، ۷/۱۶، الحدیث: ۹۲۹۵.

سُوْرَةُ الْجِنّ

سورۂ جن کا تعارُف

مقامِ نزول

سورۂ جن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2 رکوع، 28 آیتیں ہیں۔

''جن'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت میں چونکہ جِنّات کے اَحوال اور ان کے اَقوال ذکر کئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ جن'' رکھا گیا۔

سورۂ جن کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں جِنّات سے متعلق حقائق کی خبر دی گئی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بیان فرمایا گیا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے قرآنِ مجید کی تلاوت سن کر جِنّات کا ایک گروہ ان پر ایمان لے آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت کا اقرار کیا اور یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔

(2)......جِنّات کا انسانوں کے متعلق گمان اور ان کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جِنّات فرشتوں کی باتیں چوری چُھپے سننے کے لئے آسمانوں کی طرف جاتے تھے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد آسمانوں پر پہرے بٹھادیئے گئے۔

---

[1]......جلالین، سورة الجن، ص ٤٧٥.

(3)......جِنّات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح متعدد فرقے ہیں اور ان میں مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہر طرح کے جِنّات ہیں۔

(4)......مسلمانوں کو وسیع رزق دیئے جانے کی حکمت بیان کی گئی اور یہ فرمایا گیا کہ جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا۔

(5)......مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں لہٰذا ان میں صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

(6)......اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی طرف جو وحی نازل فرماتا ہے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

جِنّات اور فرشتوں کے بارے میں عقائد

اس سورت میں چونکہ جِنّات کا ذکر ہے، اس مناسبت سے یہاں ہم جِنّات کے بارے میں مسلمانوں کے چند عقائد ذکر کرتے ہیں۔

(1)......جِنّات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اِن میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، اِن کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، اِن کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، یہ سب انسان کی طرح عقل والے اور اَرواح واَجسام والے ہیں، اِن میں اولاد پیدا ہونا اور نسل چلنا ہوتا ہے، یہ کھاتے، پیتے، جیتے اور مرتے ہیں۔

(2)......جِنّات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، مگر کافر جنّات انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں، اور اِن میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی، سُنّی بھی ہیں، بدمذہب بھی، اور اِن میں فاسقوں کی تعداد انسان کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

(3)......اِن کے وجود کا انکار کرنا یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔[1]

نیز جس طرح جِنّات انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اسی طرح فرشتے بھی انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، اس لئے یہاں فرشتوں سے متعلق بھی مسلمانوں کے چند عقائد ملاحظہ ہوں:

(1)......فرشتے نوری اَجسام ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

1......بہارِ شریعت، حصہ اول، جن کا بیان، ۱/۹۶-۹۷، ملخصاً۔

(2)......فرشتے وہی کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے اور وہ جان بوجھ کر، یا بھول کر، یا غلطی سے، الغرض کسی بھی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے ،وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معصوم بندے ہیں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

(3)......فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت۔

(4)......فرشتوں کو قدیم ماننا یا خالق جاننا کفر ہے۔

(5)......فرشتوں کی تعداد وہی جانتا جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور اُس کے بتانے سے اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی جانتے ہیں۔

(6)......کسی فرشتے کے ساتھ ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے، جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا ناپسندیدہ شخص کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ مَلکُ الموت یا عزرائیل آ گیا، یہ بات کلمۂ کُفر کے قریب ہے۔

(7)......فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ صرف نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴿۲﴾

1...... بہارِ شریعت، حصہ اول، ملائکہ کا بیان، ۱/۹۰،۹۳-۹۵، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تم فرماؤ، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے (میری تلاوت کو) غور سے سنا تو انہوں نے کہا: بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے سامنے جِنّات کا واقعہ ظاہر فرمادیں اور یہ بات بھی بیان فرمادیں کہ جس طرح وہ انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اسی طرح جِنّات کی طرف بھی مبعوث فرمائے گئے ہیں تاکہ کفارِ قریش کو معلوم ہوجائے کہ جِنّات اپنی سرکشی کے باوجود جب قرآنِ مجید سنتے ہیں تو وہ اس کے اِعجاز کو پہچان لیتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں (جبکہ انسان ہونے کے باوجود ان کی حالت جِنّات سے بھی گئی گزری ہے)، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں سے فرمادیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ نَصِیْبِیْن کے کچھ جنوں نے مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر فجر کی نماز میں میری تلاوت کو غور سے سنا تو انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو اپنی فصاحت و بلاغت، مضامین کی خوبی اور معنی کی بلندی میں ایسا نادر ہے کہ مخلوق کا کوئی کلام اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اور اس کی یہ شان ہے کہ وہ توحید اور ایمان کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس قرآن پر ایمان لائے اور آج کے بعد ہم ہرگز کسی کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا شریک نہ کریں گے۔ ان جِنّات کی تعداد مفسرین نے 9 تک بیان کی ہے۔[1]

ان جنوں کا ذکر سورۂ جن کے بعد نازل ہونے والی سورت ''سورۂ اَحقاف'' میں بھی کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور (اے محبوب! یاد کرو) جب ہم نے

1 ......خازن، الجن، تحت الآية: ١-٢، ٤/٣١٦، جلالين، الجن، تحت الآية: ١-٢، ص٤٧٦، ملتقطاً.

الْقُرْاٰنَۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (1)

تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری جو کان لگا کر قرآن سنتی تھی پھر جب وہ نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو(اور سنو) پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے پلٹ گئے۔ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللّٰہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ اور جو اللّٰہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں ہے اور اللّٰہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًاۙ ﴿۳﴾ وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًاۙ ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًاۙ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔ اور یہ کہ ہم میں

(1)……احقاف: ۲۹-۳۲.

کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا۔اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز جن اور آدمی اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے،اس نے کوئی بیوی اور بچہ نہ بنایا۔اور یہ کہ ہم میں سے کوئی بیوقوف ہی اللہ پر حد سے بڑھ کر بات کہتا تھا۔اور یہ کہ ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ آدمی اور جن ہرگز اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

﴿وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا: اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جِنّات نے قرآن سنا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور ایمان سے واقف ہوئے تو وہ اس اعتقادی غلطی سے بھی آگاہ ہوگئے جو کافر انسان اور جِنّات اللہ تعالیٰ کے بارے میں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کی طرح بیوی اور بچہ مانتے تھے، چنانچہ ان جِنّات نے قوم کے سامنے کہا کہ ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کی شان بہت بلند ہے اور اس نے اپنے لئے کوئی بیوی اور بچہ نہیں بنایا کیونکہ بیوی اور بچے حاجت اور ضرورت کے لئے بنائے جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور وہ ایسا بے نیاز ہے کہ اس کے لئے بیوی اور بچے کا تصوُّر تک نہیں کیا جاسکتا اور ہم میں سے کوئی بے وقوف ہی اللہ تعالیٰ پر حد سے بڑھ کر جھوٹی بات کہتا تھا اور اس کیلئے شریک، اولاد اور بیوی بتا کر بے ادبی کرتا تھا اور ہم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ آدمی اور جن ہرگز اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھیں گے اور اس پر بہتان نہیں لگائیں گے اس لئے ہم اِن کی اُن تمام باتوں کی تصدیق کرتے تھے جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کہتے تھے اور ان کی پیروی میں رب تعالیٰ کی طرف بیوی اور بچے کی نسبت کرتے تھے یہاں تک کہ قرآنِ کریم کی ہدایت سے ہم پر ان کا جھوٹ اور بہتان ظاہر ہوگیا۔ (1)

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًاۙ(۶)

(1)……روح البیان، الجن، تحت الآیۃ: ۳-۵، ۱۰/۱۹۰-۱۹۱، خازن، الجن، تحت الآیۃ: ۳-۵، ۴/۳۱۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنّوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو انہوں نے ان جنوں کی سرکشی کو مزید بڑھا دیا۔

﴿وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ: اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد۔﴾ دورِ جاہلیَّت میں عرب کے لوگ جب سفر کرتے اور کسی چٹیل میدان میں انہیں شام ہو جاتی تو وہ کہتے کہ ہم اس جگہ کے شریر جِنّات سے ان کے سردار کی پناہ چاہتے ہیں، اس طرح ان کی رات امن سے گزر جاتی۔ انسانوں کے اسی عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اِن جِنّات نے اپنی قوم سے کہا کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مَردوں کی پناہ لیتے تھے اور جب جِنّات نے انسانوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھے کہ واقعی ہم میں بہت قدرت ہے کیونکہ مخلوق میں سب سے بہتر یعنی انسان بھی ہمارے حاجت مند ہیں، انسانوں کے اسی عمل کی وجہ سے جِنّات میں سرکشی بڑھ گئی اور وہ شیطانوں کی پیروی کرنے اور ان کے وسوسے قبول کرنے کی طرف اور زیادہ راغب ہو گئے۔[1]

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۟ۙ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللّٰہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ انہوں نے ویسے ہی گمان کیا جیسا (اے جنو) تم نے گمان کیا کہ اللّٰہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا (یا، ہرگز کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ کرے گا)۔

﴿وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ: اور یہ کہ انہوں نے ویسے ہی گمان کیا جیسا (اے جنو) تم نے گمان کیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے والے جِنّات نے اپنی قوم کے کافر جِنّات سے کہا کہ اے جنو! انسانوں نے بھی ویسے ہی گمان کیا تھا جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے

[1] ......خازن، الجن، تحت الآیة: ٦، ٣١٦/٤، روح البیان، الجن، تحت الآیة: ٦، ١٩١/١٠، ملتقطاً.

گا، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف آخری نبی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا تو وہ ان پر ایمان لائے، لہٰذا اے جِنّات کے گروہ! تم بھی انسانوں کی طرح سیِّدُ المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آؤ۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! جِنّات بھی تمہاری طرح یہی گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو مرنے کے بعد نہیں اٹھائے گا، پھر جب انہوں نے قرآن سنا تو وہ ہدایت پا گئے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا اقرار کرنے لگے تو تم جِنّات کی طرح اقرار کیوں نہیں کرتے۔[1]

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لوکا پائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ پائے گا۔

﴿وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ: اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جِنّات نے کہا: ہم نے اپنی عادت کے مطابق آسمان والوں کا کلام سننے کیلئے آسمانِ دنیا پر جانا چاہا تو اسے یوں پایا کہ

[1] ......روح البيان، الجن، تحت الآية: ٧، ١٠/١٩٢، مدارك، الجن، تحت الآية: ٧، ص١٢٨٨، ملتقطاً.

فرشتوں کے سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے تا کہ جنّات کو آسمان والوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان تک پہنچنے سے روکا جائے حالانکہ ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے آسمان میں فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے خالی کچھ جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد وہ جگہیں بھر دی گئی ہیں لہٰذا ب جو کوئی سننے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنی تاک میں ستارے کی صورت میں آگ کا شعلہ پائے گا جس سے اس کو مارا جائے۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ''جن آسمانوں کی طرف چڑھتے اور انتہائی غور سے وحی سنتے اور ایک کلمہ سن کر 9 کلمے اپنی طرف سے ملا لیتے، ایک کلمہ تو حق ہوتا لیکن جو اضافہ کرتے وہ باطل ہوتا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے بعد انہیں وہاں جانے سے روک دیا گیا، انہوں نے یہ معاملہ ابلیس سے ذکر کیا اور اس سے پہلے انہیں ستاروں سے نہیں مارا جاتا تھا۔ ابلیس نے کہا کہ ضرور زمین میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ آئی ہے، چنانچہ اس نے اپنا لشکر بھیجا، انہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہاڑوں کے درمیان (یا مکہ میں) نماز پڑھتے ہوئے پایا، پھر اس لشکر نے ابلیس سے ملاقات کر کے یہ بات اسے بتائی تو اس نے کہا یہی وہ نئی بات ہے جو زمین میں پیدا ہوئی ہے۔ (2)

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۟ۙ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

---

1 ......تفسیر قرطبی، الجن، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۱۰/۱۰-۱۱، الجزء التاسع عشر، خازن، الجن، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۴/۳۱۷، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الجن، ۵/۲۱۵، الحدیث: ۳۳۳۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا زمین میں رہنے والوں سے کسی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

﴿وَ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ: اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا زمین میں رہنے والوں سے کسی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے۔**﴾** اس آیت کی تفسیر میں **ایک قول** یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے والے جِنّات کو یہ ڈر ہوا کہ زمین پر رہنے والے بہت سارے لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس پر انہوں نے اپنی قوم سے کہا ''ہم نہیں جانتے کہ جس قرآن پر ہم ایمان لائے ہیں زمین پر رہنے والے اس کا انکار کرتے ہیں یا اس پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ابلیس نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہماری اس بندش اور روک سے **اللّٰہ** تعالیٰ نے زمین والوں پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمایا ہے یا ان کی طرف کسی رسول کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جِنّات نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاوت سننے سے پہلے آپس میں کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو انسانوں کی طرف بھیج کر ان کے ساتھ برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کی بھلائی چاہی گئی ہے کیونکہ اگر لوگ انہیں جھٹلائیں گے تو وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے سابقہ امتوں کی طرح ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر ایمان لے آئیں گے تو ہدایت پا جائیں گے۔ (1)

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَؕ كُنَّا طَرَآىٕقَ قِدَدًاۙ(۱۱) وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًاۙ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز زمین میں **اللّٰہ** کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف راہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

---

1 ...... تفسیر قرطبی، الجن، تحت الآیة: ۱۲، ۱۰/۱۲، الجزء التاسع عشر.

اور یہ کہ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم ہرگز زمین میں اللہ کو بے بس نہیں کرسکتے اور نہ (زمین سے) بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں۔

﴿وَ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے والے جنّات نے اپنے ساتھیوں کو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے بعد ایک دوسرے سے کہا کہ قرآنِ کریم سننے کے بعد ہم میں کچھ مخلص مومن، مُتّقی اور اَبرار ہیں اور کچھ کامل نیک نہیں ہیں اور ہم مختلف مذاہب کی طرح مختلف اَحوال میں بٹے ہوئے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنّات نے کہا کہ قرآنِ کریم سننے سے پہلے ہم میں سے کچھ جنّات طبعی طور پر نیک سیرت ہیں اور دوسروں کے ساتھ معاملات کرنے میں نیکی اور بھلائی کی طرف مائل ہیں اور کچھ ان کی طرح نیک سیرت نہیں ہیں اور ہم مختلف حالتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جنّات نے کہا کہ قرآنِ کریم سننے سے پہلے ہم میں سے کچھ جنّات حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے ہیں اور کچھ کافر بھی ہیں اور ہم مختلف دینوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ (1)

﴿وَ اَنَّا ظَنَنَّا: اور یہ کہ ہمیں یقین ہوگیا ہے۔﴾ جنات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر کرنے کے بعد ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم زمین کے کسی کنارے میں بھی رہ کر اللہ تعالیٰ کو ہمارے بارے میں اپنا ارادہ پورا کرنے سے بے بس نہیں کرسکتے اور نہ زمین سے آسمان کی طرف بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں۔ (2)

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًاۙ(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سنی اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف نہ زیادتی کا۔

1 ......تفسیر قرطبی، الجن، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۰ / ۱۲، الجزء التاسع عشر، جلالین، الجن، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۴۷۶، مدارك، الجن، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۱۲۸۸-۱۲۸۹، ابو سعود، الجن، تحت الآیۃ: ۱۱، ۵/۷۷۸، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الجن، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۱۹۵.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت (قرآن) کوسنا تو اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا۔

﴿ وَ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى: اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت (قرآن) کوسنا۔﴾ ایمان قبول کرنے والے جِنّات نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہم نے جب اس قرآنِ پاک کوسنا جو سب سے سیدھی راہ دکھاتا ہے تو ہم کسی تاخیر اور شک کے بغیر فوراً اس پر اور اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی تصدیق کردی تو جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر اور جس قرآن کو اس نے نازل کیا اس پر ایمان لائے تو اسے نیکیوں یا ثواب کی کسی کمی کا خوف ہے اور نہ بدیوں کی کسی زیادتی کا ڈر ہے (تو اے ہمارے ساتھیو! تم بھی ہماری طرح قرآن اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آؤ)۔(1)

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًاۙ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انھوں نے بھلائی سوچی۔ اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے تو وہی ہیں جنہوں نے ہدایت کا قصد کیا۔ اور بہرحال جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کے ایندھن ہوگئے۔

﴿ وَ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ: اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جِنّات نے کہا: قرآن سننے کے بعد ہم مختلف ہوگئے کہ ہم میں سے کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا اور کچھ نے اسلام قبول

1 ......روح البیان، الجن، تحت الآیة: ۱۳، ۱۰/۱۹۵، قرطبی، الجن، تحت الآیة: ۱۳، ۱۰/۱۳، الجزء التاسع عشر، خازن، الجن، تحت الآیة: ۱۳، ۴/۳۱۷، ملتقطاً۔

کرنے سے انکار کردیا اور راہِ حق سے پھر گئے تو جنہوں نے اسلام قبول کرلیا انہوں نے تو ہدایت کا قصد کیا، ہدایت اور راہِ حق کو اپنا مقصود ٹھہرایا اور بہر حال جو کافر اور راہِ حق سے پھرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن جہنم کے ایندھن ہوں گے اوران کے ذریعے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ (1)

﴿فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: تو وہ جہنم کے ایندھن ہوگئے۔﴾ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر جن جہنم کی آگ کے عذاب میں گرفتار کئے جائیں گے اور یاد رہے کہ جِنّات اگرچہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ آگ کو آگ کے ذریعے عذاب میں مبتلاء کردے یا جِنّات کی ہَیئت تبدیل کرکے انہیں عذاب دے لہٰذا یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جب جِنّات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں تو انہیں آگ سے عذاب کیسے ہوگا۔ (2)

وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اگر وہ راستے پر سیدھے ہوجاتے تو ضرور ہم انہیں وافر مقدار میں پانی دیتے۔

﴿وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ: اور یہ کہ اگر وہ راستے پر سیدھے ہوجاتے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی امت سے فرمادیں کہ مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر انسان اسلام کے راستے پر سیدھے ہوجاتے اور ایمان لے آتے تو ضرور ہم دنیا میں ان پر رزق وسیع کرتے اور انہیں کثیر پانی اور وُسعتِ عیش عنایت فرماتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں ''مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر کافر اپنی گمراہی کے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان پر اپنا رزق وسیع کردیتے۔ (3)

پہلی تفسیر کی نظیر یہ آیاتِ مبارکہ ہیں:

---

1 ......تفسیر قرطبی، الجن، تحت الآیة: ۱۴-۱۵، ۱۰/۱۴، الجزء التاسع عشر، خازن، الجن، تحت الآیة: ۱۴-۱۵، ۴/۳۱۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الجن، تحت الآیة: ۱۵، ص۱۲۸۹، خازن، الجن، تحت الآیة: ۱۵، ۴/۳۱۷-۳۱۸، ملتقطاً.

3 ......خازن، الجن، تحت الآیة: ۱۶، ۴/۳۱۸، ابن کثیر، الجن، تحت الآیة: ۱۶، ۸/۲۵۵، ملتقطاً.

(1)......

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔

(2)......

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

دوسری تفسیر کی نظیر یہ آیاتِ مبارکہ ہیں:

(1)......

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

(2)......

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَۙ(۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ تو یہ ہم ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں۔

1 ......مائدہ:۶۶۔
2 ......اعراف:۹۶۔
3 ......انعام:۴۴۔
4 ......مؤمنون:۵۵،۵۶۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاۙ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا۔

﴿لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ: تا کہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں۔﴾ یعنی ہم ایمان لانے والوں پر رزق اس لئے وسیع کر دیتے تا کہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں کہ وہ رزق ملنے پر ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور اس رزق کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور شیطان کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔[1]

وسیع رزق آزمائش بھی ہوسکتا ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو وسیع رزق دیا جانا ان کی آزمائش کے لئے ہے کہ وہ اس رزق کا استعمال کیسا کرتے ہیں لیکن افسوس کہ فی زمانہ اکثر مالدار مسلمان اس آزمائش میں ناکام نظر آرہے ہیں کیونکہ ان کی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں صَرف ہونے کی بجائے اسے ناراض کرنے والے کاموں میں خرچ ہورہی ہے۔ آخرت کا چین اور سکون دینے والوں کاموں میں استعمال ہونے کی بجائے ہر طرح کا دُنْیَوی عیش حاصل کرنے میں لگائی جارہی ہے۔ان کی دولت سے عالیشان مکانات کی تعمیر اور ان میں دنیا کی ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔صرف شوق پورا کرنے کی خاطر دنیا کی مہنگی ترین گاڑیاں خریدی جارہی ہیں اور مسلمان کہلانے والے مالداروں کی طرف سے اپنے نفس کی خواہشات اور شہوت کی تکمیل کے لئے کروڑوں ڈالر لمحوں میں اُڑائے جارہے ہیں، ان کی دولت دنیا کی رنگینی سے لطف اندوز ہونے کے لئے دوسرے ممالک کے مہنگے ترین سفر اور دنیا کی حسین ترین عورتوں

---

[1] ......تفسیر کبیر، الجن، تحت الآیۃ: ١٧، ١٠/٦٧٢.

سے اپنی عیش ونشاط کی بزم سجانے میں صَرف ہورہی ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے حرام کاموں میں پانی کی طرح پیسہ بہادیتے ہیں جبکہ نیک کاموں میں خرچ کرتے وقت انہیں اپنی دولت کم ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (1)

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو کیاانہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑلیا اور ان کے لئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ هِیَ حَسْبُهُمْۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌۙ(۶۸) كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًاؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْاؕ اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۶۹) اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﳔ وَ قَوْمِ

ترجمۂ کنزالعِرفان: اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے۔ان لوگوں کے تمام

(1)......مومن:۲۱.

اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ[1]

اعمال دنیاو آخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔کیاان کے پاس ان سے پہلےلوگوں (یعنی) قومِ نوح اور عاداور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی ؟ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کرتشریف لائے تواللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ خودہی اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے۔

اے کاش! دولت مند مسلمان اپنی عملی حالت پرغور کر کے اسے سدھارنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوامال اس کی نافرمانی میں خرچ کرنے کی بجائے صرف اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں صرف کرنے کی طرف راغب ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطافرمائے ، امین۔

﴿وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ: اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔﴾ یعنی جو قرآنِ پاک سے یااللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یااس کی عبادت کرنے سے منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا جس کی شدت دم بدم بڑھتی ہی جائے گی۔[2]

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ پھیرنے والے کا انجام

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ پھیرے اس کا انجام انتہائی دردناک ہے، ایسے شخص کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَاۚ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ اللہ

1 ……توبہ:٦٨۔٧٠.

2 ……مدارك، الجن، تحت الآية: ١٧، ص١٢٨٩، خازن، الجن، تحت الآية: ١٧، ٤/٣١٨، ملتقطاً.

وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى [1] فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِۚ-فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ(۹۱) وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْاۚ-فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد میں مصروف رہنے اور اپنا ذکر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًاۙ(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

﴾وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔﴿ یعنی میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو مکان (بطورِ خاص) نماز ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بنائے گئے ہیں ان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اے مسلمانو! جب تم ان مسجدوں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔[3] اس آیت کو لے کر بعض جاہل لوگ یَارَسُوْلَ اللہ پکارنے کو

[1] ......طه: ۱۲۴-۱۲۶.

[2] ......مائده: ۹۱، ۹۲.

[3] ......خازن، الجن، تحت الآية: ۱۸، ۴/۳۱۸، جلالين، الجن، تحت الآية: ۱۸، ص۴۷۷، ملتقطاً.

حرام قرار دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تو مسجد میں عین حالتِ نماز میں پکارا جاتا ہے جب اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہا جاتا ہے۔ آیت میں پکارنے سے مراد معبود بنا کر پکارنا ہے، نہ کہ کسی بھی طرح کسی کو بھی پکارنا منع ہو جائے۔

آیت " وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......وقف اور احترام کے احکام میں تمام مسجدیں برابر ہیں اگرچہ بعض مَساجد میں نماز ادا کرنے پر ملنے والے اجرو ثواب میں فرق ہے۔

(2)......مسجد خاص اللّٰہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی مِلک ہے نہ ہو سکتی ہے۔

(3)......شرک و بت پرستی ہر جگہ جرم ہے لیکن مسجد میں زیادہ جرم ہے کہ اس میں مسجد کی بے ادبی ہے۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾

ع ۱/۱۹ ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ جب اللّٰہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جِنّ اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ جب اللّٰہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ہجوم کر دیتے۔

﴿ **وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ: اور یہ کہ جب اللّٰہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کھڑا ہوا۔** ﴾ یعنی میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ کے بندے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نخلہ کے مقام پر فجر کے وقت میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو قریب تھا کہ وہ جن قرآن سننے کیلئے رش کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جائیں کیونکہ انہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت، تلاوت اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے قیام، رکوع اور سجود میں آپ کی اقتداء انتہائی عجیب اور پسندیدہ معلوم ہوئی، اس سے پہلے انہوں نے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی ایسا بے مثل کلام سنا تھا۔ (1)

1......مدارک، الجن، تحت الآیۃ: ۱۹، ص ۱۲۹۰، جلالین، الجن، تحت الآیۃ: ۱۹، ص ۴۷۷، ملتقطاً۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ: تم فرماؤ: میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔﴾ کفارِ مکہ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ بے شک آپ بہت بڑا حکم لے کر آئے ہیں، آپ اس سے رجوع کرلیں تو ہم آپ کو بچالیں گے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ میں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا اور یہ کوئی ایسا نیا اور ناپسندیدہ کام نہیں ہے جس کی وجہ سے تم تعجب کر رہے ہو۔[1]

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا(۲۱) قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﳔ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًاۙ(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔ تم فرماؤ ہرگز مجھے اللّٰہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک میں تمہارے لئے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔ تم فرماؤ: یقیناً ہرگز مجھے اللّٰہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ عرب کے ان مشرکین سے فرمادیں جو آپ کی

---

1 ......خازن، الجن، تحت الآية: ۲۰، ۴/۳۱۹، ابو سعود، الجن، تحت الآية: ۲۰، ۵/۷۸۰، ملتقطاً.

نصیحت آپ کی طرف پھیر رہے ہیں کہ میں تمہارے کسی دینی اور دُنْیَوی نفع نقصان کا مالک نہیں کیونکہ ان چیزوں کا (حقیقی) مالک وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو ہر چیز کا مالک ہے۔[1]

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ بالفرض اگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو ہرگز مجھے مخلوق میں سے کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قہر اور اس کے عذاب سے نہ بچاسکے گا اور نہ ہی کوئی مددگار میری مدد کرے گا اور میں سختیوں کے وقت ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔[2]

حضرت نوح اور حضرت صالح عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی اپنی قوموں سے اسی طرح فرمایا تھا، چنانچہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ان کی قوم کے لوگوں نے غریب مسلمانوں کو اپنے آپ سے دور کرنے کا مطالبہ کیا تو انہیں حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ جواب دیا:

وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دور کردوں تو مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میری قوم! بھلا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس سے کون بچائے گا؟

---

1 ......تفسیر طبری، الجن، تحت الآیة: ٢١، ٢٧٤/١٢.

2 ......روح البیان، الجن، تحت الآیة: ٢٢، ١٩٩/١٠، تفسیر طبری، الجن، تحت الآیة: ٢٢، ٢٧٤/١٢، ملتقطاً.

3 ......ھود: ٣٠.

4 ......ھود: ٦٣.

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖؕ-وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر (میرا کام) اللہ کی طرف سے تبلیغ اور اس کے پیغامات (پہنچانا ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ: مگر اللہ کی طرف سے تبلیغ اور اس کے پیغامات پہنچانا ہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا مالک نہیں البتہ میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تبلیغ کردوں جن کی تبلیغ کرنے کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور تم تک اللہ تعالیٰ کے وہ پیغامات پہنچادوں جو اس نے مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور جہاں تک ہدایت اور گمراہی کا تعلق ہے تو اس کا اختیار مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کرے اور جو توحید کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی یوں نافرمانی کرے گا کہ انہوں نے جس چیز کا حکم دیا اور جس چیز کی طرف بلایا اس پر عمل کرنے کی بجائے شرک کرنے لگے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ [1]

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا(۲۴)

1 ......تفسیر طبری، الجن، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۲/۲۷۴-۲۷۵، روح البیان، الجن، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۰/۱۹۹-۲۰۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مدد گار کمزور اور کس کی گنتی کم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی تھی تو جلد جان جائیں گے کہ کس کا مدد گار کمزور ہے اور کس کی تعداد کم ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ: یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی تھی۔﴾ یعنی وہ اپنے کفر پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو اس وقت جان جائیں گے کہ کافر کے مدد گار کمزور ہیں نیز یہ کہ ان کے مدد گاروں کی تعداد کم ہے یا مومن کے؟ مراد یہ ہے کہ اس دن کافر کا کوئی مدد گار نہ ہوگا اور مومن کی مدد اللہ تعالٰی اور اس کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے سب فرمائیں گے۔ (1)

قیامت کے دن کافروں اور مسلمانوں کا حال

قیامت کے دن کفار کا کوئی مدد گار ہونے اور کسی کی طرف سے ان کی شفاعت نہ کئے جانے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

اور اس دن ایمان والوں کو ملنے والی عزت، کرامت اور کثرت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور

(1)……مدارك، الجن، تحت الآية: ۲۴، ص ۱۲۹۰.

(2)……مومن: ۱۸.

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ[1]

اولاد میں سے جو لائق ہوں گے اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس یہ کہتے آئیں گے۔ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنت والے آج دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز (ہورہے) ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جنت میں پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا۔

قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں نہیں جانتا کہ جس کی تمہیں وعید سنائی جاتی ہے وہ نزدیک ہے یا میرا رب اس کے لئے ایک وقفہ کرے گا۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ **شانِ نزول:** جب مشرکین نے اوپر والی آیت میں دیئے گئے وعدے کو سنا تو نضر بن حارث نے کہا کہ جس کا آپ ہمیں وعدہ دے رہے ہیں یہ کب پورا ہوگا؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ (قیامت کے دن) اس عذاب کا واقع ہونا تو یقینی ہے البتہ میں (اللّٰہ تعالیٰ کے بتائے بغیر) یہ نہیں جانتا کہ وہ نزدیک ہے یا میرا رب عَزَّوَجَلَّ اسے نازل کرنے کے لئے

[1] ......رعد: ۲۳، ۲۴.
[2] ......یس: ۵۵-۵۸.

ایک وقفہ کرے گا۔[1]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت واقع ہونے کے وقت کا علم ہے اوراس کی دلیل وہ تمام اَحادیث ہیں جن میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قیامت کی علامت اور نشانیاں بیان فرمائیں حتّٰی کہ مہینہ، دن اور وہ وقت بھی بتا دیا جس میں قیامت قائم ہو گی۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ: غیب کا جاننے والا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے اُس غیب پر جس کا علم اس کے ساتھ خاص ہے، اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا جس سے حقیقتِ حال مکمل طور پر مُنکشف ہو جائے اوراس کے ساتھ یقین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو (اور رسولوں کو) ان میں سے بعض غیوب کا علم، کامل اطلاع اور کشفِ تام کے ساتھ اس لئے دیتا ہے کہ وہ علمِ غیب ان کے لئے معجزہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان رسولوں کے آگے پیچھے پہرے دار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شیطان کے اِختلاط سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔[2]

---

1 ...... تفسیر کبیر، الجن، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱۰/۶۷۸۔

2 ...... بیضاوی، الجن، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۵/۴۰۲، جمل، الجن، تحت الآیۃ: ۲۶-۲۷، ۸/۱۴۰، ملتقطاً۔

اولیاء کے لئے غیب کا علم نہ ماننے والوں کا رد

معتزلہ فرقے کے لوگوں نے اس آیت سے اولیاء کے لئے علمِ غیب ماننے سے انکار کیا ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب ”شرح مقاصد“ میں باطل فرقے ”معتزلہ“ کی جانب سے اولیاء کی کرامات سے انکار اور ان کے فاسد شبہات کا ذکر کر کے ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے، وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ — غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنّت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مُطْلَقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے، بلکہ یہ تو مُطْلَق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیرِ رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا اس سے خاص وقوعِ قیامت کا وقت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیبِ قیامت ہی کا ذکر ہے۔ (تو آیت سے صرف اتنا مطلب نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص قیامت کے وقت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر یہ شُبہ قائم ہو کہ اللہ تعالٰی تو رسولوں کا اِستثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مُطّلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے قیامت کے وقت کی تعیین مراد لیں تو رسولوں کا بھی اِستثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) فرشتوں یا انسانوں میں سے بعض رسولوں کو قیامت کے وقت کی تعیین کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو یہاں اللہ تعالٰی کا اِستثناء فرمانا ضرور صحیح ہے۔ [1]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی جن کرامات کا تعلق کشف کے ساتھ ہے ان کی نفی پر اس آیت میں کوئی دلیل نہیں البتہ یہ (ضرور ثابت ہوتا) ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی غیب پر اطلاع اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی غیب پر اطلاع سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وحی کے

---

1 ......شرح مقاصد، المقصد السادس، الفصل الاول، المبحث الثامن: الولی، ۳/۳۲۹، ۳۳۰، فتاویٰ رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۷۵-۴۷۶۔

ذریعے غیب جانتے ہیں اور وہ ہر نقص سے معصوم ہے جبکہ اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی اطلاع کا یہ مقام نہیں، اسی لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت واجب ہے اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کی عصمت جائز ہے۔[1]

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم باعتبارِ کشف و اِنجلاء (یعنی غیب کی باتوں کو ظاہر کرنے کے اعتبار سے) اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا و اَرفع و اعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وَساطت اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں، معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اولیاء کیلئے علمِ غیب کا قائل نہیں، اس کا خیال باطل اور احادیثِ کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تمسّک (یعنی دلیل پکڑنا) صحیح نہیں، بیانِ مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے، سیدُ الرُّسُل خاتَمُ الانبیاء محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرتَضٰی رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اَشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر اَحادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے اور تمام مرتضٰی رسولوں کیلئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔[2]

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ع ۲ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ دیکھ لے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ دیکھ لے کہ بیشک انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور اللہ نے وہ سب کچھ گھیر رکھا ہے جو ان کے پاس ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

---

1 ......صاوی، الجن، تحت الآیۃ: ۲۶، ۶/۲۲۵۶.

2 ......خزائن العرفان، الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۱۰۶۲۔

﴿لِیَعْلَمَ: تاکہ دیکھ لے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسولوں کی ہر طرف فرشتوں کا یہ پہرہ اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات اِختلاط سے محفوظ رکھ کر پہنچادیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو ان رسولوں اور فرشتوں کے پاس ہے تو ان کے اُمور میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں اور اس نے اپنی پیدا کی ہوئی ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔[1]

1 ......روح البیان، الجن، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۰/۲۰۲، خازن، الجن، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۳۲۰، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

سورۂ مزمل کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مزمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **20** آیتیں ہیں۔

''مزمل'' نام رکھنے کی وجہ

مزمل کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ''یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ'' فرما کر ندا کی ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مزمل'' کہتے ہیں۔

سورۂ مزمل کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادت، وظائف اور اَذکار سے متعلق کلام کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑے لطف وکرم والے انداز میں خطاب فرمایا اور انہیں رات کے کچھ حصے میں اپنی عبادت کرنے، خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتایا کہ ہم عنقریب آپ پر ایک انتہائی عظمت، جلالت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے۔

(1)...... یہ بتایا گیا کہ دن کے مقابلے میں رات کے وقت عبادت کرنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔

(2)...... کافروں کی گستاخیوں پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور آپ سے فرمایا

1 ......خازن، تفسیر سورة المزمل، ٤/٣٢٠.

گیا کہ جولوگ آپ کواور قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں آپ کی طرف سے انہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

(3)......قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی اور کفارِ مکہ کو بتایا گیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف رسول بھیجے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیجے جو تم پر گواہ ہیں اور اگر تم بھی ان کی نافرمانی کرتے رہے تو تمہیں فرعون سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کیا جاسکتا ہے۔

(4)...... یہ بتایا گیا کہ دنیا وآخرت کے عذاب سے ڈرانے والی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں اور جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں امت سے تہجد کی فرضیّت منسوخ کردی گئی اور عبادت کے معاملے میں آسانی فرمادی گئی۔

سورۂ جن کے ساتھ مناسبت

سورۂ مزمل کی اپنے سے ماقبل سورت ''جن'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ جن کے آخر میں وحی کی عظمت بیان ہوئی اور سورۂ مزمل میں بھی وحی کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے جھرمٹ مارنے والے۔ رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔ آدھی رات یا اس سے

کچھ کم کرو۔ یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے چادر اوڑھنے والے۔ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو۔ آدھی رات (قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کرلو۔ یا اس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ: اے چادر اوڑھنے والے۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وحی نازل ہونے کے ابتدائی زمانے میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو **"یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ"** کہہ کر ندا کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی **"یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ"**۔ [1]

آیت "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآنِ پاک میں دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے نام شریف سے پکارا گیا جبکہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی صفات شریف سے ندا کی گئی ہے۔

(2)......ندا کے اس انداز سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر ادا پیاری ہے۔

﴿قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا: رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے چادر اوڑھنے والے میرے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، رات کے تھوڑے حصے میں آرام فرمایئے اور باقی رات نماز اور عبادت کے ساتھ قیام میں گزاریئے اور وہ باقی آدھی رات ہو یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس پر کچھ اضافہ کرلو۔ یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا گیا ہے کہ عبادت خواہ آدھی رات تک کریں یا اس سے کم یعنی تہائی رات تک کریں یا اس سے زیادہ یعنی دو تہائی رات تک کرتے رہیں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسی مقدار کے مطابق رات کو

[1]......خازن، المزمل، تحت الآیة: ۱، ۴/۳۲۰، ابو سعود، المزمل، تحت الآیة: ۱، ۵/۷۸۲-۷۸۳.

قیام فرماتے اور ان میں سے جو حضرات یہ بات نہیں جانتے تھے کہ تہائی رات، یا آدھی رات، یا دو تہائی رات کب ہوتی ہے تو وہ ساری رات قیام میں رہتے اور اس اندیشے سے صبح تک نمازیں پڑھتے رہتے کہ کہیں قیام واجب مقدار سے کم نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ پھر تخفیف ہوئی اور بعض مفسرین کے نزدیک ایک سال کے بعد اسی سورت کی آخری آیت کے اس حصے " فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ " سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض مفسرین کے نزدیک پانچ نمازوں کی فرضیّت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یاد رہے کہ اس آیت میں قیام سے مراد تہجد کی نماز ہے۔[1]

اُمّت کے حق میں تَہَجُّد کی فرضیَّت منسوخ ہو چکی ہے

اب رہی یہ بات کہ تَہَجُّد کی فرضیَّت کس کے لئے منسوخ ہوئی اس کے بارے میں علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اسلام کے ابتدائی دور میں سورۂ مُزَّمِّل کی ان آیات کی وجہ سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر اور آپ کی اُمّت پر تہجد کی نماز فرض تھی، پھر تخفیف کی گئی اور پانچ نمازوں کی فرضیّت سے امت کے حق میں تہجد کا وجوب منسوخ ہو گیا اور ان کے لئے تہجد کی نماز ادا کرنا مُستحب ہو گیا جبکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے اس کا وجوب باقی رہا، اس کی دلیل یہ آیتِ مبارکہ ہے:

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ[2] — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

یعنی آپ پر اللہ تعالٰی نے جو اور عبادات فرض کی ہیں ان کے ساتھ ساتھ مزید تہجد کی نماز پڑھنا بھی خاص آپ کے لئے فرض ہے۔[3]

جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر فرض نمازوں کے علاوہ نمازِ تہجد کی فرضیّت بھی باقی رہی جبکہ امت کے حق میں منسوخ ہوئی اور دلائل کی رُو سے بھی یہی صحیح ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "قولِ جمہور، مذہبِ مختار و منصور، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

1 ......خازن، المزمل، تحت الآیة: ٢-٤، ٤/ ٣٢٠-٣٢١، مدارك، المزمل، تحت الآیة: ٢-٣، ص ١٢٩٢، تفسیر کبیر، المزمل، تحت الآیة: ٢-٣، ١٠/ ٦٨١-٦٨٢، ملتقطاً.

2 ......بنی اسرائیل: ٧٩.

3 ......خازن، المزمل، تحت الآیة: ٤، ٤/ ٣٢١.

کے حق میں (تہجد کی) فرضیَّت (کا) ہے۔اسی پر ظاہرِ قرآنِ عظیم شاہد اور اسی طرف حدیثِ مرفوع وارد۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ''یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے چادر اوڑھنے والے! رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو۔(ت)

وَقَالَ تَعَالٰی: ''وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ'' اور ارشاد فرمایا: ''اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو۔''[1]

ان آیتوں میں خاص حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو امرِ الٰہی ہے، اور امرِ الٰہی مفیدِ وجوب، اور اللہ تعالیٰ کا ''نَافِلَةً'' فرمانا اس وجوب کے مُنافی نہیں کیونکہ ''نَافِلَةً'' کا معنی ہے زائدہ، اب اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے اور فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں، بلکہ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''لَكَ'' سے ہو رہی ہے۔ امام ابنِ ہمام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور (یعنی حرف ''ک'') کے ساتھ مُقیّد کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ مُتعارَف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مُشتَرَک ہیں۔(ت)[2]

اور مفتی شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس مسئلے کی تحقیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''صحیح یہ ہے نمازِ تہجد حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نمازِ پنجگانہ کی فرضیت کے بعد بھی فرض رہی۔''[3]

اور مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''نمازِ تہجد سیّد عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر فرض تھی، جمہور کا یہی قول ہے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی امت کے لئے یہ نماز سنت ہے۔''[4]

جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک امت کی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی۔

﴿اَوْ زِدْ عَلَیْهِ: یا اس پر کچھ اضافہ کرلو۔﴾ صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا چاہے تو اسے افضل یہ ہے کہ وہ رات کے پہلے اور آخری تہائی حصے میں

1 ......بنی اسرائیل ۷۹.
2 ......فتاوی رضویہ، باب الوتر والنوافل، ۷/ ۴۰۲-۴۰۳۔
3 ......نزہۃ القاری، کتاب التہجد، ۲/ ۶۸۳۔
4 ......خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۷۹، ص ۵۴۱۔

سوئے اور درمیان کے تہائی حصے میں عبادت کرے اور اگر آدھی رات میں سونا چاہتا ہے اور آدھی رات میں جاگنا تو بعد والی آدھی رات میں عبادت کرنا افضل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ رب عَزَّوَجَلَّ ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے آسمانِ دنیا پر خاص تجلّی فرماتا ہے اور فرماتا ہے ''ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی بخشش کر دوں۔[1]

اور سب سے بڑھ کر تو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے طریقے کے مطابق نماز ادا کرنا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: سب نمازوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو زیادہ محبوب نمازِ داؤد ہے کہ وہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات عبادت کرتے پھر چھٹے حصے میں سوتے تھے[2]۔[3]

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا: اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھو کہ حروف جُدا جُدا رہیں، جن مقامات پر وقف کرنا ہے ان کا اور تمام حرکات (اور مدّات) کی ادائیگی کا خاص خیال رہے۔ آیت کے آخر میں ''تَرْتِیْلًا'' فرما کر اس بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے کے لئے ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنا انتہائی ضروری ہے۔[4]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''(قیامت کے دن) قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور ترقی کی منازل طے کرتا جا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا، جہاں تو آخری آیت پڑھے گا اسی کے پاس تیری منزل ہے۔[5]

---

1 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والاجابة فیه، ص۳۸۱، الحدیث: ۱۶۸(۷۵۸).

2 ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احبّ الصلاۃ الی اللّٰہ صلاۃ داود... الخ، ۲/۴۴۸، الحدیث: ۳۴۲۰.

3 ......بہارِ شریعت، حصہ چہارم، سنن ونوافل کا بیان، نمازِ تہجد، ۱/۶۷۸، ملخصاً۔

4 ......مدارک، المزمل، تحت الآیة: ۴، ص۱۲۹۲.

5 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۱۸-باب، ۴/۴۱۹، الحدیث: ۲۹۲۳.

قرآنِ پاک کی قراءت سے متعلق چند اَحکام

یہاں آیت کی مناسبت سے قرآنِ مجید کی قراءت سے متعلق 4 ضروری اَحکام ملاحظہ ہوں ،

(1)......تجوید قرآنِ پاک کی آیت ،مُتَواتِر اَحادیث ،صحابۂ کرام ،تابعین اور تمام ائمۂ کرام کے مکمل اِجماع کی وجہ سے حق اور واجب اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت کا علم ہے ،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ” وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا “ اسے مُطْلَقاً ناحق بتانا کلمۂ کفر ہے ۔(1)

(2)......قرآنِ پاک کو اتنی تجوید سے پڑھنا فرضِ عین ہے جس سے حروف صحیح ادا ہوں اور غلط پڑھنے سے بچے ۔(2)

(3)......جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر واجب ہے کہ حروف صحیح ادا کرنے کی رات دن پوری کوشش کرے اور اگر نماز میں صحیح پڑھنے والے کی اِقتدا کرسکتا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی اقتدا کرے یا وہ آیتیں پڑھے جن کے حروف صحیح ادا کرسکتا ہو اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو کوشش کے زمانے میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور اگر کوشش بھی نہیں کرتا تو اس کی خود بھی نماز نہیں ہوگی دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہوگی ۔آج کل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور صحیح پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے ان کی اپنی نمازیں باطل ہیں ۔(3)

(4)......فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراءت کی جائے ،تراویح میں مُتَوَسِّط انداز پر اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے ،لیکن ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آسکے یعنی کم سے کم مد کا جو درجہ قاریوں نے رکھا ہے اس کو ادا کرے ،ورنہ حرام ہے ،اس لیے کہ ترتیل سے قرآن پڑھنے کا حکم ہے ۔آج کل کے اکثر حُفّاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے سوا کسی لفظ کا پتہ بھی نہیں چلتا ہے نہ حروف کی تصحیح ہوتی ہے ، بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں اور اس پر ایک دوسرے سے فخر ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد پڑھتا ہے ، حالانکہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام اور سخت حرام ہے ۔(4)

ایک اور مقام پر صدرُ الشَّریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے زمانے کے حفاظ کی حالت بیان کرتے

---

1 ......فتاویٰ رضویہ ،۶/ ۳۲۲-۳۲۳ ،ملتقطاً۔

2 ......فتاویٰ رضویہ ،۶/ ۳۴۳ ،ملخصاً۔

3 ......بہارِ شریعت ،حصہ سوم ،امامت کا بیان ،امامت کا زیادہ حقدار کون ہے ،۱/ ۵۷۰-۵۷۱ ،ملخصاً۔

4 ......بہارِ شریعت ،حصہ سوم ،قرآن مجید پڑھنے کا بیان ،۱/ ۵۴۷ ،ملخصاً۔

ہوئے فرماتے ہیں ’’افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حُفّاظ کی حالت نہایت ناگُفتہ بہ ہے، اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا، الفاظ وحروف کھا جایا کرتے ہیں، جو اچھا پڑھنے والے کہے جاتے ہیں اُنھیں دیکھیے تو حروف صحیح نہیں ادا کرتے، ہمزہ، الف، عین اور ذ، ز، ظ اور ث، س، ص، ت، ط وغیرہا حروف میں فرق نہیں کرتے جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی فقیر کو انھیں مصیبتوں کی وجہ سے تین سال ختمِ قرآن مجید سننا نہ ملا۔ مولا عَزَّوَجَلَّ مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ (یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک نازل فرمایا اسی طرح) پڑھنے کی کوشش کریں۔ (1)

اور فی زمانہ حُفّاظ کا تو جو حال ہو چکا ہے وہ تو ایک طرف عوام اور مَساجد کی انتظامیہ کا حال یہ ہو چکا ہے کہ تراویح کے لئے اس حافظ کو منتخب کرتے ہیں جو قرآنِ پاک تیزی سے پڑھے اور جتنا جلدی ہو سکے تراویح ختم ہو جائے اور اس امام کے پیچھے تراویح پڑھنے سے جو تجوید کے مطابق قرآن پڑھتا ہے اس لئے دور بھاگتے ہیں کہ یہ دیر میں تراویح ختم کرے گا اور بعض جگہ تو یوں ہوتا ہے کہ تراویح پڑھانے والے کو مسجد انتظامیہ کی طرف سے ٹائم بتا دیا جاتا ہے کہ اتنے منٹ میں آپ کو تراویح ختم کرنی ہے اور اگر اس وقت سے 5 منٹ بھی لیٹ ہو جائے تو حافظ صاحب کو سنا دیا جاتا ہے کہ حضرت آج آپ نے اتنے منٹ لیٹ کر دی آئندہ خیال رکھئے گا۔ اے کاش کہ مسلمان اپنے وقت کا خیال کرنے کی بجائے اپنی نماز کی حفاظت کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ: ترتیل کی حدود، ان کی تفصیلات اور اَحکام جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 6 صفحہ 275 تا 282 کا مطالعہ کیجئے۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

(1) ...... بہارِ شریعت، حصہ چہارم، تراویح کا بیان، ۶۹۱/۱-۶۹۲۔

﴿ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا : بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم عنقریب آپ پر ایک انتہائی عظمت، جلالت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے اور اس کی عظمت وجلالت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ربُّ العالَمین کا کلام ہے لہٰذا آپ خود کو وہ عظیم بات قبول کرنے کے لئے تیار رکھیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عنقریب ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے جس میں اَحکامات اور مَمنوعات ہیں جو کہ سخت تکلیف دِہ اور شرعی اَحکام کے پابند (عام) لوگوں پر بھاری پڑیں گے (اس لئے آپ ابھی سے انہیں بھاری احکام کا عادی بنائیں)۔[1]

تیسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عنقریب ہم آپ پر ایسا کلام نازل فرمائیں گے جس کا نازل ہونا بہت بھاری ہے۔[2]

قرآنِ پاک کے نزول کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔

اور حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل کی اور اس وقت آپ کی ران میری ران پر تھی، مجھے اپنے اوپر اتنا بوجھ محسوس ہوا جس سے مجھے ڈر لگ گیا کہ کہیں میری ران ٹوٹ ہی نہ جائے۔[4]

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ

---

1 ......خازن، المزمل، تحت الآیة: ٥، ٣٢٢/٤، مدارك، المزمل، تحت الآیة: ٥، ص ١٢٩٢، ملتقطاً.

2 ......تفسیر سمرقندی، المزمل، تحت الآیة: ٥، ٤١٦/٣.

3 ......حشر: ٢١.

4 ......بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ، ١٤٨/١.

سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؕ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک رات کو قیام کرنا زیادہ موافقت کا سبب ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ بیشک دن میں تو تمہیں بہت سے کام ہیں۔

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ: بیشک رات کو قیام کرنا۔﴾ یعنی رات سونے کے بعد اٹھ کر عبادت کرنا دن کی نماز کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ مُوافقت کا سبب ہے اور اس وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ وقت سکون اور اطمینان کا ہے، شور وغُل سے امن ہوتا ہے، کامل اخلاص نصیب ہوتا ہے، ریا کاری اور نمود و نمائش کا موقع نہیں ہوتا۔ (1)

﴿اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ: بیشک دن میں تمہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک دن میں تو آپ بہت سے کاموں میں مصروف رہتے ہیں جس کی وجہ سے یک سوئی کے ساتھ عبادت نہیں ہو پاتی لہٰذا آپ رات کے اوقات کو اللّٰہ تعالٰی کی عبادت کرنے اور اس سے مُناجات کرنے کے لئے خاص رکھیں۔ (2)

وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کے بنے رہو۔

---

1 ......خازن، المزمل، تحت الآیة: ٦، ٤/٣٢٢، ابن کثیر، المزمل، تحت الآیة: ٦، ٨/٢٦٣، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، المزمل، تحت الآیة: ٧، ١٠/٢١٠.

﴿وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ: اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ رات اور دن کے تمام اوقات میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا نام یاد کرتے رہیں چاہے وہ تسبیح اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے ہو، نماز ادا کرنے، قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے اور علم کا درس دینے کے ساتھ ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی قراءت کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھیں۔ [1]

یاد رہے کہ نماز کے علاوہ اگر قرآنِ پاک کی تلاوت سورت کی ابتدا سے کی جائے تو بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا سنت ہے اور اگر سورت کے درمیان سے تلاوت شروع کی جائے تو بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا مُستحب ہے اور نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کی تلاوت سے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ پڑھنا سنت نہیں۔

﴿وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا: اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے بنے رہو۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی ہو کہ اس میں اِنقطاع کی صفت ہو کہ دِل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی یاد میں مشغول نہ ہو، اس کی عبادت کے وقت سب سے تعلق ختم ہو جائے اور صرف اسی کی طرف توجہ رہے۔

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان نکاح کرنا چھوڑ دے اور سب سے ناطہ توڑ کر کسی جنگل، غار یا ویران جگہ میں اللہ اللہ کرنا شروع کر دے کیونکہ یہ اسلام میں منع ہے، جیسا کہ حضرت طاؤس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے، نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام میں نکاح نہ کرنا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر عبادت کرنا منع ہے۔ [2]

حضرت سعد بن ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ نکاح نہ کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّذُرِّیَّةً [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔

---

1 ......روح البیان، المزمل، تحت الآیة: ۸، ۱۰/۲۱۰، جلالین، المزمل، تحت الآیة: ۸، ص۴۷۸، ملتقطاً.

2 ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الایمان والنذور، باب الخزامة، ۸/۳۸۹، الحدیث: ۱۶۱۴۰.

3 ......رعد: ۳۸.

لہٰذا تم نکاح کرنے سے کنارہ کشی نہ کرو۔[1]

اور ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ’’اے ہشام! نکاح کرنے سے کنارہ کشی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

اور بیشک رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نکاح فرمایا اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔[3]

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ: وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کا رب اور ان کا خالق و مالک ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں لہٰذا تم اپنے دینی اور دُنْیَوی تمام اُمور میں اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور اپنے کام اسی کے سپرد کر دو اور اسی پر بھروسہ کرو۔[4]

حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے

یاد رہے کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اسباب کو اختیار کرنا چھوڑ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائے بلکہ ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اسباب ضرور اختیار کرے لیکن ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے جیسے ہر ایک کو روزی دینا اللہ

1 ......مسند امام احمد، مسند السيدة عائشة رضى الله عنها، ۳۹۱/۹، الحديث: ۲۴۷۱۲.

2 ......احزاب: ۲۱.

3 ......مسند ابو يعلى، مسند عائشة رضى الله عنها، ۲۶۱/۴، الحديث: ۴۸۴۲.

4 ......روح البيان، المزمل، تحت الآية: ۹، ۲۱۲/۱۰، خازن، المزمل، تحت الآية: ۹، ۳۲۳/۴، ملتقطاً.

تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہوا ہے، اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملنے کی امید لگا کر گھر بیٹھ جائے اور رزق حاصل ہونے کے اَسباب اختیار کرنا چھوڑ دے، اس طرح اگر وہ ساری عمر بھی بیٹھا رہے گا تو اسے ایک لقمہ بھی نہیں ملے گا۔

وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

﴿وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ: اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ قریش اللہ تعالیٰ کے بارے میں شریک، بیوی اور اولاد بتا کر خُرافات بکتے ہیں اور آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور مجنون کہہ کر آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور قرآن کو سابقہ لوگوں کی کہانیاں بتا کر اس کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہیں، آپ کافروں کی ان باتوں پر صبر فرمائیں اور انہیں بدنی، زبانی، قلبی ہر اعتبار سے چھوڑ دیں اور ان کا معاملہ ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کردیں۔(1)

وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھ پر چھوڑ وان جھٹلانے والے مال داروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

﴿وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ: اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ

---

(1) روح البیان، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۰، ۲۱۳/۱۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو اور قرآن کو جھٹلانے والے ان مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیں، میں آپ کی طرف سے انہیں کافی ہوں اور انہیں بدر کے دن تک تھوڑی مہلت دیں۔ چنانچہ کچھ ہی مدت بعد یہ لوگ بدر کی جنگ میں قتل کر دیئے گئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں تھوڑی مہلت دینے سے مراد قیامت کے دن تک مہلت دینا ہے۔ (1)

اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًاۙ(۱۲) وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًاۗ(۱۳) یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔ جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہوجائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرائیں گے اور پہاڑ ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہوجائیں گے۔

﴿اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا: بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے عذاب کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جنہوں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا ان کے لئے ہمارے پاس آخرت میں لوہے کی بھاری بیڑیاں ہیں جو کہ ذلیل کرنے اور عذاب دینے کے لئے ان کے پاؤں میں ڈالی جائیں گی اور بھڑکتی آگ ہے جس میں انہیں جلایا جائے گا اور گلے میں پھنسنے والا کھانا ہے جو نہ حلق سے نیچے اترے گا اور نہ حلق سے باہر آسکے گا اور اِن چیزوں کے علاوہ ان کے لئے ایسا دردناک عذاب ہے جس کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ (2)

کفار کے لئے تیار کئے گئے عذابات پڑھ کر مسلمان کو کیا کرنا چاہئے

قیامت کے دن کفار کے لئے تیار کئے گئے عذاب کے بارے میں پڑھ یا سن کر ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے

1 ......روح البیان، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۰/۲۱۳-۲۱۴، جلالین، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۴۷۸، مدارک، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۱۲۹۳، ملتقطاً.

2 ......جلالین، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۳، ص۴۷۸، خازن، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۳، ۴/۳۲۳، روح البیان، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۳، ۱۰/۲۱۴، ملتقطاً.

دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرے، یہی ہمارے اَسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں ’’حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کسی قاری سے یہ آیت سنی ’’اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًا‘‘ تو (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر غشی طاری ہوگئی۔[1]

مَروی ہے کہ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ روزے کی حالت میں تھے، شام کے وقت جب ان کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا تو انہیں یہی آیت یاد آ گئی (اور اللہ کے خوف سے) انہوں نے کہا: کھانا اٹھالو۔ دوسری رات کھانا پیش کیا گیا تو پھر یہی آیت یاد آ گئی، آپ نے فرمایا: کھانا اٹھالو۔ تیسری رات بھی اسی طرح ہوا تو حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور چند دیگر بزرگوں کو اس بات کی خبر دی گئی، وہ تشریف لائے اور مسلسل حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کو کھانے کا کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ستو کا صرف ایک گھونٹ پیا۔[2]

﴿ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ: جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن زمین اور پہاڑ اللہ تعالیٰ کی ہَیبت اور جلال سے تھرتھرائیں گے اور پہاڑ اپنی سختی اور بلندی کے باوجود تھرتھرانے کی شدت کی وجہ سے ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہوجائیں گے وہ قیامت کا دن ہوگا۔[3]

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ﳔ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ(۱۵) فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا (۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے جو تم پر گواہ ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول

---

1 ......كنز العمال، كتاب الشمائل، قسم الافعال، باب شمائل الاخلاق، ۴/۸۰، الجزء السابع، الحديث: ۱۸۶۴۰۔

2 ......مدارك، المزمل، تحت الآية: ۱۳، ص۱۲۹۴۔

3 ......روح البيان، المزمل، تحت الآية: ۱۴، ۱۰/۲۱۴-۲۱۵، خازن، المزمل، تحت الآية: ۱۴، ۴/۳۲۳، ملتقطاً۔

بھیجے۔تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو دنیا کے ہَولناک عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے اُسی طرح محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جو کہ مومن کے ایمان اور کافر کے کفر کو جانتے ہیں جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور جب فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر ان کا حکم نہ مانا تو ہم نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے دریا میں ڈبو کر اسے سخت گرفت سے پکڑا، لہٰذا تم بھی اس بات سے ڈرو کہ کہیں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے کی وجہ سے تم پر بھی فرعون کی طرح دنیا میں عذاب نہ آجائے اور اگر نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں تم پر عذاب آ گیا تو وہ فرعون کے عذاب سے زیادہ سخت ہوگا کیونکہ تمہارے پاس جو رسول تشریف لائے ہیں وہ رتبے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑے ہیں۔ (1)

فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن سے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا۔ بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر اگر تم کفر کرو تو اس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ آسمان اس کی وجہ سے پھٹ

(1)......خازن، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۵-۱۶، ۴/۳۲۳، روح البیان، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۵-۱۶، ۱۰/۲۱۵، ابن کثیر، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۵-۱۶، ۸/۲۶۷، ملتقطاً۔

جائے گا، اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا ہے۔ بیشک یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا: پھر اگر تم کفر کرو تو اس دن کیسے بچو گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفارِ مکہ کو آخرت کے ہولناک عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے کفر پر قائم رہنے کے باوجود تم سے فرعون کی طرح دنیا میں ہی مُؤاخذہ نہ ہوا تو تم قیامت کے اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو انتہائی ہولناک ہوگا اور وہ اپنی شدت اور دہشت سے بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور آسمان اپنی عظمت و قوت کے باوجود اس دن کی شدت کی وجہ سے پھٹ جائے گا، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم ہونے کا جو وعدہ دیا ہے وہ ہو کر رہنا ہے۔[1]

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ: بیشک یہ نصیحت ہے۔﴾ یعنی بیشک دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی یہ آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں، تو اب جو چاہے ایمان اور طاعت اختیار کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راستہ اختیار کرے۔[2]

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا

1 ......روح البیان، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۱۰ / ۲۱۶، جلالین، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ص۴۷۸-۴۷۹، ملتقطاً۔

2 ......جلالین، المزمل، تحت الآیۃ: ۱۹، ص۴۷۹۔

وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللّٰہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللّٰہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللّٰہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللّٰہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللّٰہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللّٰہ سے بخشش مانگو بے شک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی ہے اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات ۔ اور اللّٰہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اسے معلوم ہے کہ (اے مسلمانو!) تم ساری رات قیام نہیں کرسکو گے تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں اللّٰہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ اللّٰہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن آسان ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللّٰہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللّٰہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللّٰہ سے بخشش مانگو، بیشک اللّٰہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ: بیشک تمہارا رب جانتا ہے۔﴾ اس سورت کی ابتدائی آیات میں نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ پر تَہَجُّد کی فرضِیَّت کا بیان ہوا اور اس آیت میں امت سے تہجد کی فرضِیَّت منسوخ ہونے کا بیان ہے۔ چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، بیشک تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ میں سے ایک جماعت آپ کی پیروی کرتے ہوئے کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی

ہے اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام میں گزارتی ہے اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کے اَجزا اور ان کی گھڑیوں کی مقدار جانتا ہے لہٰذا وہ رات کی اس مقدار کو بھی جانتا ہے جس میں تم قیام کرتے ہو اور اسے وہ مقدار بھی معلوم ہے جس میں تم سوتے ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اے مسلمانو! تم رات کا شمار نہیں کر سکو گے اور اس کے اوقات کی تعیین نہ کر سکو گے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اور تم سے مشقت دور کر دی لہٰذا اب نماز کے دوران قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اور رات کا لمبا قیام تمہیں معاف ہے۔ اور تمہیں یہ تخفیف دینے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ تجارت کے ذریعے زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کرنے یا علم حاصل کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے لڑتے ہوں گے، اس وجہ سے ان سب پر رات کا قیام دشوار ہوگا تو تم پر جتنا قرآن آسان ہو اتنا پڑھو اور فرض نماز قائم رکھو اور جو زکوٰۃ تم پر واجب ہو اسے ادا کرو اور نفلی صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ [1]

﴿فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ: اب قرآن میں سے جتنا آسان ہو اتنا پڑھو۔﴾ یہاں تین باتیں یاد رکھیں: **(1)** اس آیت سے نماز میں مُطْلَقاً قراءت کی فرضیَّت ثابت ہوئی۔ **(2)** فرض قراءت کا سب سے کم درجہ ایک بڑی آیت یا تین ایسی چھوٹی آیتیں ہیں جو بڑی آیت کے برابر ہوں۔ **(3)** اس آیت سے رات میں قیام کی مقدار منسوخ ہوئی، پھر (ایک قول کے مطابق) پانچ نمازوں کی فرضیَّت سے امت کے حق میں تہجد کا اصل وجوب بھی منسوخ ہوگیا۔

﴿وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا: اور اللہ کو اچھا قرض دو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں کہ اس قرض سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے جیسے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے میں اور مہمان نوازی کرنے میں خرچ کرنا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے وہ تمام صدقات مراد ہیں جنہیں اچھی طرح حلال مال سے اور خوش دِلی کے ساتھ راہِ خدا میں خرچ کیا جائے۔ [2]

---

1 ……خازن، المزمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۳۲۴-۳۲۵، ملخصاً.

2 ……خازن، المزمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۳۲۵.

سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر

سورۂ مُدَّثِّر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مُدَّثِّر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **56** آیتیں ہیں۔

''مدثر'' نام رکھنے کی وجہ

مدثر کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا ، اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس وصف سے مُخاطَب کیا گیا اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مدثر'' کہتے ہیں۔

سورۂ مدثر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دینِ اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا، مشرک سرداروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں تبلیغِ دین کے حوالے سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت فرمائی گئی اور کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

(2)......قیامت کے دن کی ہَولناکی اور ولید بن مغیرہ مخزومی کی مذمت بیان کی گئی اور اس کے دردناک انجام کے بارے میں بتایا گیا۔

(3)......جہنم کے اَوصاف بیان کئے گئے اور اس کے محافظوں کی تعداد بیان کی گئی۔

[1]......خازن، تفسیر سورة المدثر، ٣٢٦/٤.

(4)......چاند، رات اور صبح کی قسم کھا کر فرمایا کہ دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔

(5)......یہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، نیز جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بیان کی گئی۔

(6)......مشرکین کی نادانی اور بیوقوفی بیان کی گئی کہ جس طرح شیر سے خوفزدہ ہو کر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاوتِ قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں۔

(7)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید عظیم نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

سورۂ مُزَّمِّل کے ساتھ مناسبت

سورۂ مُدَّثِّر کی اپنے سے ماقبل سورت ''مزمل'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کے شروع میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے لباس کے ایک وصف کے ساتھ ندا فرمائی گئی۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدا میں تَہَجُّد پڑھنے کا حکم دیا گیا اور اس میں اپنی ذات کی تکمیل ہے اور سورۂ مدثر کی ابتدا میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا گیا اور اس میں دوسروں کی تکمیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْﭪ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے بالاپوش اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے چادر اوڑھنے والے۔ کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ: اے چادر اوڑھنے والے۔﴾ شانِ نزول: حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں حرا پہاڑ پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی ''یَامُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ'' میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نہ پایا اور جب اوپر دیکھا تو ایک شخص (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) آسمان اور زمین کے درمیان بیٹھا ہے، یہ دیکھ کر مجھ پر رُعب طاری ہوا اور میں حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے پاس آیا اور میں نے انہیں کہا کہ مجھے چادر اُڑھاؤ، انہوں نے چادر اُڑھا دی، اس کے بعد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور انہوں نے کہا ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' اے چادر اوڑھنے والے۔[1]

﴿قُمْ: کھڑے ہوجاؤ۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے چادر اوڑھنے والے (نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ اپنی خواب گاہ سے کھڑے ہوجائیں، پھر اپنی قوم کو ایمان نہ لانے پر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے چادر اوڑھنے والے (نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ اپنی خواب گاہ سے کھڑے ہوجائیں پھر تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں کیونکہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔[2]

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

﴿وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ: اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کرو۔﴾ یعنی بتوں کے پُجاری اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں جو بکواس کرتے ہیں آپ اس سے اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کریں۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورِ

1 ......مدارك، المدثر، تحت الآية: ۱، ص۱۲۹۶.

2 ......مدارك، المدثر، تحت الآية: ۲، ص۱۲۹۶، روح البيان، المدثر، تحت الآية: ۲، ۱۰/۲۲۴، ملتقطاً.

اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اَللّٰہُ اَکْبَر فرمایا، حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بھی حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکبیر سن کر تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ وحی آئی ہے۔(1)

﴿وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے کپڑے ہر طرح کی نجاست سے پاک رکھیں کیونکہ نماز کیلئے طہارت ضروری ہے اور نماز کے علاوہ اور حالتوں میں بھی کپڑے پاک رکھنا بہتر ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ کے کپڑے عربوں کی عادت کے مطابق زیادہ لمبے نہ ہوں کیونکہ بہت زیادہ لمبے ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے کے دوران کپڑے نجس ہونے کا اِحتمال رہتا ہے۔(2)

وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ(۵) وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ(۶) وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بتوں سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کئے رہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور گندگی سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی خاطر کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کے لیے ہی صبر کرتے رہو۔

﴿وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ: اور گندگی سے دور رہو۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو (پہلے کی طرح) بتوں کی عبادت سے دور رہنے پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس طرح مسلمان کے اس قول ''اِهْدِنَا'' کا یہ معنی نہیں کہ اے اللّٰہ ہم ہدایت پر نہیں اس لئے ہمیں ہدایت عطا فرما، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں اس ہدایت پر ثابت قدم رکھ تو اسی طرح یہاں ہے (کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اب انہیں اس سے منع کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ پہلے بتوں کی پوجا کرنے سے دور تھے اسی طرح ہمیشہ اس سے دور ہی رہئے)۔(3)

---

1 ......خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۳۲۶، مدارک، المدثر، تحت الآیۃ: ۳، ص۱۲۹۶، ملتقطاً.

2 ......مدارک، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ص۱۲۹۶.

3 ......تفسیر کبیر، المدثر، تحت الآیۃ: ۵، ۱۰/۷۰۰.

﴿ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ: اور زیادہ لینے کی خاطر کسی پر احسان نہ کرو۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنا مال کسی کو اس نیت سے ہدیئے کے طور پر نہ دینا کہ وہ آپ کو اس سے زیادہ دے گا۔

یاد رہے کہ دنیا میں تحفے اور نیوتے دینے کے معاملے میں دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ موقع آنے پر مجھے اس سے زیادہ دیدے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیئے شرعاً اگرچہ جائز ہیں لیکن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ شانِ نبوت بہت اَرفع واعلیٰ ہے اور اس مَنصبِ عالی کے لائق یہی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس کو جو کچھ دیں وہ محض کرم کے طور پر ہو اور جسے دیا اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ (1)

﴿ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ: اور اپنے رب کے لیے ہی صبر کرتے رہو۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اس کی اطاعت، اس کے احکامات، اس کے ممنوعات اور ان ایذاؤں پر صبر کرتے رہیں جو دین کی خاطر آپ کو (کفّار کی طرف سے) برداشت کرنی پڑیں۔ (2)

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَىٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن کرّا دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا۔ کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔

﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ: پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔ ﴾ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے چند باتیں ارشاد فرمانے کے بعد یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے بدبخت کافروں کے لئے وعید بیان فرمائی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس

1 ...... خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۳۲۷، خزائن العرفان، المدثر، تحت الآیۃ: ۶، ص۱۰۶۶، ملتقطاً۔

2 ...... خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۳۲۷۔

کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ دن عذاب اور برے حساب کے اعتبار سے سخت دن ہوگا اور وہ کافروں پر آسان نہیں ہوگا کیونکہ ان سے سخت حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کے اعضاء کلام کریں گے اور وہ محشر میں سب لوگوں کے سامنے رُسوا ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومنین پر آسان ہوگا۔[1]

ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًاۙ(۱۱) وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًاۙ(۱۲) وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًاۙ(۱۳) وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًاۙ(۱۴) ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَۗۙ(۱۵) كَلَّاؕ-اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًاؕ(۱۶) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًاؕ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے وسیع مال دیا۔ اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔ اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔ پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسے مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے وسیع مال دیا۔ اور سامنے حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور میں نے اس کے لیے (نعمتوں کو) خوب بچھا دیا۔ پھر وہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ تو ہماری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ جلد ہی میں اسے (آگ کے پہاڑ) صعود پر چڑھاؤں گا۔

﴿ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا: اسے مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔﴾ شانِ نزول: ولید بن مغیرہ مخزومی اپنی قوم میں وحید یعنی یکتا کے لقب سے مشہور تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ اس آیت اور اس کے

1 ......تفسیر کبیر، المدثر، تحت الآیۃ: ۸-۱۰، ۱۰/۷۰۲، خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۸-۱۰، ۴/۳۲۷، روح البیان، المدثر، تحت الآیۃ: ۸-۱۰، ۱۰/۲۲۷، ملتقطاً۔

بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی طرف سے اس سے انتقام لینے کے لئے میں کافی ہوں جسے میں نے اس کی ماں کے پیٹ سے مال اور اولاد کے بغیر اکیلا پیدا کیا، پھر میں نے اس پر انعام کیا اور اسے کھیتیوں، کثیر مویشیوں اور تجارتوں سے وسیع مال دیا اور اسے ایسے دس بیٹے دیئے جنہیں مالدار ہونے کی وجہ سے مال کمانے کیلئے سفر کرنے کی حاجت نہ تھی اس لئے وہ سب باپ کے سامنے رہتے اور میں نے اس کے لیے دُنْیَوی نعمتوں کو خوب بچھا دیا کہ اسے (قوم میں) عزت و مرتبہ بھی دیا، ریاست بھی عطا فرمائی، عیش بھی دیا اور لمبی عمر بھی عطا کی، پھر وہ میری ناشکری کے باوجود حرص اور ہَوس کی وجہ سے یہ امید کرتا ہے کہ میں اسے مال و اولاد اور زیادہ دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور آج کے بعد اس کے کفر کے ہوتے ہوئے اس کی نعمتوں میں اضافہ نہیں ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے اور ان کا انکار کرتا ہے۔ (1)

﴿وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا: اور اسے وسیع مال دیا۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’ولید بن مغیرہ کے پاس 9000 مثقال (یعنی تقریباً 3375 تولے) چاندی تھی اور اس کے پاس اونٹ، گھوڑے اور مویشی اتنے زیادہ تھے کہ مکہ سے لے کر طائف تک کا علاقہ بھر جاتا تھا اور ان کے علاوہ کثیر تعداد میں بکریاں، غلام اور لونڈیاں بھی تھیں۔ حضرت مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس ایک لاکھ دینار نقد موجود تھے اور طائف میں اس کا ایسا بڑا باغ تھا جو سال کے کسی وقت پھلوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔ (2)

﴿وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا: اور سامنے حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔﴾ ولید بن مغیرہ کے دس بیٹوں میں سے تین مُشَرَّف بہ اسلام ہوئے اور ان میں سے ایک اسلامی لشکروں کے مشہور سپہ سالار اور ملکِ شام کے فاتح حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

﴿كَلَّا: ہرگز نہیں۔﴾ منقول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال، اولاد اور عزت و مرتبے میں کمی ہونا شروع ہوگئی یہاں تک کہ (وہ بڑی ذلت و خواری کے ساتھ) ہلاک ہوگیا۔ (3)

---

1 ...... خازن، المدثر، تحت الآية: ۱۱-۱۶، ۴/۳۲۷-۳۲۸، روح البيان، المدثر، تحت الآية: ۱۱-۱۶، ۱۰/۲۲۸، مدارك، المدثر، تحت الآية: ۱۱-۱۶، ص۱۲۹۷، ملتقطاً.

2 ...... خازن، المدثر، تحت الآية: ۱۲، ۴/۳۲۸، مدارك، المدثر، تحت الآية: ۱۲، ص۱۲۹۷، ملتقطاً.

3 ...... خازن، المدثر، تحت الآية: ۱۶، ۴/۳۲۸.

﴿سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا: جلد ہی میں اسے (آگ کے پہاڑ) صعود پر چڑھاؤں گا۔﴾ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ستر سال تک چڑھایا جائے گا، پھر ستر سال تک اسے اس پہاڑ سے نیچے گرایا جائے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔''(1)

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۟ۙ(۱۸) فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۟ۙ(۱۹) ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۟ۙ(۲۰) ثُمَّ نَظَرَ ۟ۙ(۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۟ۙ(۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۟ۙ(۲۳) فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۟ۙ(۲۴) اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ(۲۵) سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔ تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔ پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔ کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اس نے سوچا اور دل میں کوئی بات ٹھہرالی۔ تو اس پر لعنت ہو، اس نے کیسی بات ٹھہرائی۔ پھر اس پر لعنت ہو، اس نے کیسی بات ٹھہرائی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر بولا: یہ تو وہی جادو ہے جو منقول چلتا آرہا ہے۔ یہ آدمی ہی کا کلام ہے۔ جلد ہی میں اسے دوزخ میں دھنساؤں گا۔

﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ: بیشک اس نے سوچا اور دل میں کوئی بات ٹھہرالی۔﴾ شانِ نزول: جب یہ آیت ''حٰمٓ ۚ(۱) تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ'' نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسجد میں نماز کے دوران اس کی اس کی تلاوت فرمائی تو ولید نے اس آیت کو سنا اور اپنی قوم کی مجلس میں آکر اُس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

1 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة المدثر، ۲۱۶/۵، الحديث: ۳۳۳۷.

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے ابھی ایک کلام سنا ہے، نہ وہ کلام آدمی کا ہے اور نہ جن کا، خدا کی قسم! اس کلام میں عجیب شیرینی، تازگی، فوائد اور دل کشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا۔ قریش کو اُس کی اِن باتوں سے بہت غم ہوا اور ان میں مشہور ہوگیا کہ ولید اپنے آبائی دین سے مُنْحَرِف ہوگیا ہے۔ ابوجہل نے ولید کو سمجھانے کا ذمہ لیا اور اس کے پاس آکر بہت غمزدہ صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ ولید نے کہا: تمہیں کیا غم ہے؟ ابوجہل نے کہا: غم کیسے نہ ہو، تو بوڑھا ہوگیا ہے اور قریش تیرے خرچ کیلئے روپیہ جمع کردیں گے، اُنہیں خیال ہے کہ تو نے محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دسترخوان کا بچا ہوا کھانا مل جائے۔ اس پر اُسے بہت طیش آیا اور کہنے لگا کہ کیا قریش کو میرے مال ودولت کا حال معلوم نہیں ہے اور کیا محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اور ان کے اَصحاب نے کبھی سیر ہوکر کھانا بھی کھایا ہے جو اُن کے دسترخوان پر کچھ بچے گا۔ پھر وہ ابوجہل کے ساتھ اُٹھا اور قوم میں آکر کہنے لگا: تمہیں خیال ہے کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) مجنون ہیں، کیا تم نے اُن میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید کہنے لگا: تم اُنہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے اُنہیں کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید بولا: تم اُنہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی اُنہیں شعر کہتے ہوئے پایا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں: ولید کہنے لگا: تم اُنہیں کذّاب کہتے ہو، کیا تمہارے تجربہ میں ایسا ہے کہ کبھی اُنہوں نے جھوٹ بولا ہو؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں اور قریش میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سچائی اور دیانت ایسی مشہور تھی کہ قریش آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو امین کہا کرتے تھے۔ یہ سن کر قریش نے کہا: ولید! پھر بات کیا ہے؟ تو ولید سوچ کر بولا کہ بات یہ ہے کہ وہ جادوگر ہیں، تم نے دیکھا ہوگا کہ ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے اور باپ بیٹے سے جدا ہوجاتے ہیں بس یہی جادوگر کا کام ہے اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کرجاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جادو ہے۔ اس سے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 8 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے سوچا کہ وہ اُس قرآن کے بارے میں کیا کہے جو اس نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا، چنانچہ اس نے غور وفکر کرکے اپنے دل میں وہ کلام مُرَتَّب کرلیا جو اس نے قرآن کے بارے میں کہنا تھا۔ اب فرمانِ الٰہی ہوتا ہے کہ اس پر لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی عجیب بات ٹھہرائی ہے۔ پھر اس پر لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی حیرت انگیز بات ٹھہرائی ہے۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر اپنی قوم کے چہروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کسی چیز میں غور کرنے والے کی طرح تیوری چڑھائی

اور منہ بگاڑا۔ پھر اس نے ایمان لانے سے پیٹھ پھیری اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھا۔ پھر قرآنِ مجید کے بارے میں بولا: یہ تو وہی جادو ہے جو جادوگروں سے منقول چلتا آرہا ہے اور یہ کسی آدمی ہی کا کلام ہے۔ یہ سن لے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں دھنسا دے گا۔ (1)

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔ نہ چھوڑے نہ لگی رکھے۔ آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔ اس پر اُنیس داروغہ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ آدمی کی کھال جلا دینے والی ہے۔ اس پر اُنیس داروغہ ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ: اور تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مُخاطَب! تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ ایسی جگہ ہے کہ عقل اس کی شدت اور سختی کا اندازہ نہیں لگا سکتی، وہ نہ کسی عذاب کے مُستحق کو چھوڑے گی اور نہ کسی کے جسم پر گوشت پوست کھال لگی رہنے دے گی، بلکہ عذاب کے مُستحق کو گرفتار کرے گی اور گرفتار کو جلائے گی اور ایسا نہیں ہوگا کہ ہلاک ہونے کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا بلکہ جب اس میں داخل لوگ جل جائیں گے تو پھر ویسے ہی کر دیئے جائیں گے جیسے پہلے تھے اور جہنم پھر انہیں جلائے گی، وہ جہنم تو جلا کر آدمی کی کھال اتار لینے والی ہے اور اس پر 19 فرشتے حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے اٹھارہ ساتھی داروغہ کے طور پر مقرر ہیں۔ (2)

---

1 ......جلالین، المدثر، تحت الآیۃ: ۱۸-۲۶، ص ۴۸۰، خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۱۸-۲۶، ۴/۳۲۹، ملتقطاً۔

2 ......روح البیان، المدثر، تحت الآیۃ: ۲۷-۳۰، ۱۰/۲۳۱، خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ۲۷-۳۰، ۴/۳۲۹، ملتقطاً۔

کفار کا سخت عذاب اور جہنم کی شدت

کفار کے سخت عذاب اور جہنم کی شدت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًاۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَاؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَؕ بِئْسَ الشَّرَابُؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا [2]

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری کی جائے گی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو اُن کے منہ کو بھون دے گا۔ کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ایمان کی حالت میں ہی ہمیں موت نصیب فرمائے اور جہنم کے انتہائی سخت اور دردناک عذاب سے ہمیں نجات عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓىٕكَةًۙ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْاۙ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ یَزْدَادَ الَّذِیْنَ

[1] ……النساء:۵۶۔

[2] ……کہف:۲۹۔

اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا وَّ لَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَۙ وَ لِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًاؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَؕ وَ مَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ۠ (٣١)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کئے مگر فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر کہیں اس اچنبے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی بنائے اور ہم نے ان کی یہ گنتی کافروں کی آزمائش کیلئے ہی رکھی اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین ہوجائے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور اہلِ کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور تاکہ جن کے دلوں میں مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب وغریب بات سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جہنم تو انسان کیلئے نصیحت ہی ہے۔

﴿**وَ مَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓىٕكَةً:** اور ہم نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی بنائے۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب یہ آیت نازل ہوئی (جس میں دوزخ پر مقرر فرشتوں کی تعداد 19 بتائی گئی) تو ابوجہل نے قریش سے کہا ''تمہاری ماں تم پر روئے، محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے خبر دی ہے کہ دوزخ کے داروغہ 19 ہیں اور تم انتہائی بہادر اور تعداد میں کثیر لوگ ہو تو کیا تم میں سے دس مرد دوزخ کے ایک داروغہ کو

نہیں پکڑ سکتے؟ ابوالاشد بن اُسید نے کہا: میں اکیلا ان میں سے 17 کو کافی ہوں گا، 10 اپنی پیٹھ پر رکھ لوں گا اور 7 اپنے پیٹ پر باقی دو کو تم سنبھال لینا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اوراس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغے انسانوں میں مرد نہیں بنائے جن پر کفار غالب آجائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی بنائے ہیں لہٰذا ان میں سے ایسا کون ہے جو فرشتوں پر غالب آسکے اور اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ قلیل تعداد کافروں کی اس آزمائش کیلئے ہی رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتماد نہ کر کے اس تعداد میں کلام کریں اور کہیں کہ 19 کیوں ہوئے، نیز یہ تعداد بیان کرنے میں چار باتیں اور مقصود ہیں۔

(1)......تورات اور انجیل میں لکھا ہوا تھا دوزخ کے داروغے 19 ہیں، قرآنِ پاک میں بھی ان کی تعداد بیان کر دی گئی تاکہ یہ تعداد اپنی کتابوں کے موافق دیکھ کر یہودیوں کو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت کا یقین حاصل ہو۔

(2)......اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اعتقاد اور زیادہ ہو جائے اور وہ یہ بات جان لیں کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اور اسی لئے وہ سابقہ کتابوں سے مطابقت رکھتی ہے۔

(3)......اہلِ کتاب اور مسلمان اس گنتی میں شک نہ کریں۔

(4)......جن کے دلوں میں مُنافقت کا مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب وغریب بات سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُسے گمراہ کیا جس نے اس تعداد کا انکار کیا اور اُسے ہدایت دی جس نے اس تعداد کی تصدیق کی، اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ یعنی جہنم اور اس کی صفت یا قرآن کی آیات تو انسان کیلئے نصیحت ہی ہے۔(1)

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا

(1)......خازن، المدثر، تحت الآية: ۳۱، ۴/۳۲۹-۳۳۰، تفسير كبير، المدثر، تحت الآية: ۳۱، ۱۰/۷۱۰-۷۱۱، مدارك، المدثر، تحت الآية: ۳۱، ص۱۲۹۹، ملتقطاً.

لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں چاند کی قسم۔اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔اور صبح کی جب اُجالا ڈالے۔بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔آدمیوں کو ڈراوا۔اُسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! چاند کی قسم۔اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔اور صبح کی جب وہ خوب روشن ہوجائے۔بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔آدمیوں کو ڈرانے والی ہے۔اسے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے۔

﴿اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ: بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔﴾ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے چاند، رات اور صبح کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہیں، اس کے بعد اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ بیشک دوزخ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے تمام گناہگار جنوں اور انسانوں کو عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے پر دلالت کرنے والی بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور یہ دوزخ آدمیوں میں سے اس کو ڈرانے والی ہے جو تم میں سے ایمان لا کر بھلائی کی طرف یا جنت کی طرف آگے بڑھنا چاہے یا کفر اختیار کر کے جنت سے پیچھے ہٹنا چاہے اور جہنم کے عذاب میں گرفتار ہونا چاہے۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے اعمال میں مجبورِ محض نہیں بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار حاصل ہے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ﴿۳۹﴾

مع ۱۶

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔مگر دہنی طرف والے۔

1 ......روح البیان، المدثر، تحت الآیۃ: ۳۵-۳۷، ۱۰/۲۳۸-۲۳۹، جلالین، المدثر، تحت الآیۃ: ۳۵-۳۷، ص ۴۸۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ: ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے ہر جان اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے گروی رکھا ہوا ہے، البتہ کافر دائمی طور پر اور ایمان والے عارضی طور پر قید ہیں کیونکہ کافر جہنم کے عذاب سے کبھی نجات نہ پائیں گے جبکہ بعض ایمان والے شروع سے ہی جہنم سے نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے اور بعض اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، اس طرح ایمان والے سب کے سب نجات پا جائیں گے۔[1]

فِیْ جَنّٰتٍ ﶝ یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ﴿٤٣﴾ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ﴿٤٤﴾ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآىٕضِیْنَ ﴿٤٥﴾ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: باغوں میں پوچھتے ہیں۔ مجرموں سے۔ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔ وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: باغوں میں ہوں گے۔ وہ پوچھ رہے ہوں گے۔ مجرموں سے۔ کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ

1 ......صاوی، المدثر، تحت الآیۃ: ٣٨، ٦/٢٢٧٣، ملخصاً۔

بیہودہ باتیں سوچتے تھے۔اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

﴿فِیْ جَنّٰتٍ ﳍ یَتَسَآءَلُوْنَ: باغوں میں ہوں گے۔وہ پوچھ رہے ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے آخرت میں باغوں میں ہوں گے اور جب جہنم میں داخل ہونے والے مومن اس سے نکل جائیں گے تو جنتی کافروں سے ان کا حال پوچھیں گے کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ انہیں جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ہم دنیا میں نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے کیونکہ ہم نماز کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور مسلمانوں کی طرح مسکین پر صدقہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ فکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر بیہودہ باتیں سوچتے تھے اور ان کے بارے میں جھوٹی باتیں بولتے تھے اور ہم انصاف کے اس دن کو جھٹلاتے رہے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور ان کی جزا دی جائے گی، یہاں تک کہ ہمیں موت آئی اور ہم ان مذموم افعال کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل ہوگئے۔ (1)

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ: تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔﴾ یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، فرشتے، شُہداء اور صالحین جنہیں اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کا اِذن دیا ہے وہ ایمانداروں کی شفاعت کریں گے اور کافروں کی شفاعت نہیں کریں گے، لہٰذا جو لوگ ایمان نہیں رکھتے انہیں قیامت کے دن شفاعت مُیَسَّر بھی نہ ہوگی۔ (2)

---

1 ......مدارك، المدثر، تحت الآية: ٤٠-٤٧، ص١٣٠٠-١٣٠١، جلالين مع صاوی، المدثر، تحت الآية: ٤٠-٤٧، ٢٢٧٣/٦-٢٢٧٤، روح البيان، المدثر، تحت الآية: ٤٠-٤٧، ٢٤٠/١٠، ملتقطاً.

2 ......مدارك، المدثر، تحت الآية: ٤٨، ص١٣٠١، جلالين مع صاوی، المدثر، تحت الآية: ٤٨، ٢٢٧٤/٦، ملتقطاً.

گناہگار مسلمانوں کی شفاعت ہوگی

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قیامت کے دن گناہگار مسلمانوں کے لئے شفاعت ہوگی اور انہیں شفاعت کام بھی آئے گی اور یہ بات کثیر اَحادیث سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن شقیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں اِیلیا کے مقام پر ایک قافلے کے ساتھ تھا، ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت کے ذریعے بنو تمیم کی آبادی کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا وہ شخص آپ کے علاوہ کوئی اور ہوگا؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں! میرے علاوہ کوئی اور ہوگا۔ (1)

اور حضرت حارث بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے، نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی شفاعت کے ذریعے قبیلۂ مُضر کے لوگوں سے زیادہ لوگ بخشے جائیں گے۔ (2)

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں۔ کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں۔ جو شیر سے بھاگے ہوں۔

﴿فَمَا لَهُمْ: تو انہیں کیا ہوا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مُشرکین نادانی اور بے وقوفی

---

1 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ١١-باب منه، ١٩٩/٤، الحدیث: ٢٤٤٦.

2 ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة النار، ٥٣١/٤، الحدیث: ٤٣٢٣.

میں گدھے کی طرح ہیں کہ جس طرح شیر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاوتِ قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں اور قرآن کی نصیحتوں سے اِعراض کرتے ہیں۔[1]

بَلْ یُرِیْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیدیے جائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں۔

﴿بَلْ یُرِیْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ: بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے۔﴾ کفارِ قریش نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک ہرگز آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہم میں ہر ایک کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک کتاب نہ آئے جس میں لکھا ہوا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور فلاں بن فلاں کے نام ہے ہم اس میں تمہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہ نصیحت انہیں کافی نہیں اور نہ ہی وہ راضی ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے اس کے نام پر نازل کئے ہوئے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیدیے جائیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ صحیفے ان کے ہاتھ میں دیدئے جائیں بلکہ وہ لوگ آخرت سے ڈرتے نہیں کیونکہ اگر انہیں آخرت کا خوف ہوتا تو دلائل قائم ہونے اور معجزات ظاہر ہونے کے بعد اس قسم کی سرکشی والی حیلہ بازیاں نہ کرتے۔[2]

1 ......خازن، المدثر، تحت الآية: ۴۹-۵۱، ۴/۳۳۲.

2 ......خازن، المدثر، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ۴/۳۳۲، روح البيان، المدثر، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ۱۰/۲۴۲، مدارك، المدثر، تحت الآية: ۵۲-۵۳، ص ۱۳۰۱، ملتقطاً.

كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ﴿۵۵﴾ وَ مَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۠﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے۔تو جو چاہے اس سے نصیحت لے۔اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک وہ نصیحت ہے۔تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔اور وہ اللہ کے چاہنے سے ہی نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔وہی لائق ہے کہ (اس سے) ڈرا جائے اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

﴿ كَلَّا: سن لو!۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو، بیشک وہ قرآن شریف عظیم نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے کیونکہ اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور وہ اللہ تعالٰی کے چاہنے سے ہی نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔وہی اللہ اس لائق ہے کہ اس کے بندے اس سے ڈریں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہوں، اس پر ایمان لائیں اور اس کی اطاعت کریں اور وہی بندوں کے سابقہ کفر اور گناہوں کی مغفرت فرمانے والا ہے۔(1)

اللہ تعالٰی سے ڈرنے کی فضیلت

حضرتِ انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت "هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ" کے بارے میں ارشاد فرمایا "اللہ تعالٰی فرماتا ہے "میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے لہٰذا جو مجھ سے ڈرا اور اس نے میرے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہ بنایا تو میں اس بات کا اہل ہوں کہ اسے بخش دوں۔(2)

1 ......خازن، المدثر، تحت الآیۃ: ٥٤-٥٦، ٤/٣٣٢.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المدثر، ٥/٢١٧، الحدیث: ٣٣٣٩.

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

سورۂ قیامہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قیامہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2 رکوع، 40 آیتیں ہیں۔

''قیامہ'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی قَسم ارشاد فرمائی ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قیامہ'' کہتے ہیں۔

سورۂ قیامہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے شُبہات کا جواب دیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت کے دن اور نفسِ لَوّامہ کی قَسم ذکر کر کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی۔

(2)......قیامت کے دن کی نشانیاں بیان کی گئیں کہ اس دن کی ہَولناکی دیکھ کر آنکھ دہشت اور حیرت زَدہ ہو جائے گی، چاند تاریک ہو جائے گا اور سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا۔

(3)...... یہ بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے اگلے پچھلے، اچھے برے سب عمل بتا دیئے جائیں گے اور اگر اس نے کوئی معذرت پیش کی تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

1 ......خازن، تفسير سورة القيامة، ٣٣٢/٤.

(4)......اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآنِ مجید نازل ہونے کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اسے جمع کرنا، اسے پڑھنا اور اس کے معانی واَحکام کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

(5)......دنیا سے محبت رکھنے اور اسے آخرت پر ترجیح دینے کی مذمت بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ دو طرح کے ہوں گے، بعض کے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور وہ اپنے رب کے نظارے کر رہے ہوں گے جبکہ بعض کے چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے اور قیامت کے اَحوال دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب ان کے ساتھ پیٹھ توڑ دینے والا سلوک کیا جائے گا۔

(6)......نزع کی سختیاں اور ہولناکیاں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن بندوں کو رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ جس نے پہلی بار پیدا کر دیا تو وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

سورۂ مُدَّثِّر کے ساتھ مناسبت

سورۂ قیامہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''مدثر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قیامہ میں بیان ہوا کہ کافروں کا قرآنِ مجید کی نصیحتوں سے اِعراض کرنے کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں اور اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے، قیامت کے دن کے اَوصاف، ہولناکیاں اور اَحوال وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَاۤ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِۙ(۱) وَ لَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِؕ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: روزِ قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے قیامت کے دن کی قسم ہے۔اور مجھے اس جان کی قسم ہے جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

﴾لَاۤ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ: مجھے قیامت کے دن کی قسم ہے۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مُشرکین مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسا تم گمان کرتے ہو در حقیقت ویسا نہیں ہے، مجھے قیامت کے دن کی قَسم ہے اور مجھے اس جان کی قسم ہے جو مُتَّقی اور کثرت سے نیکیاں کرنے والی ہونے کے باوجود اپنے اوپر اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ملامت کرے کہ تم مرنے کے بعد ضرور اٹھائے جاؤ گے۔[1]

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗؕ(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

﴾اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے۔﴿ شانِ نزول: یہ آیت عدی بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھا: قیامت کب واقع ہوگی اور اس کے اَحوال کیسے ہوں گے؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے بتایا تو اس نے کہا: اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں تو بھی نہ مانوں اور آپ پر ایمان نہ لاؤں، کیا اللہ تعالیٰ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کر دے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے، گلنے، ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے اور ہواؤں کے ساتھ اُڑ کر دور دراز مقامات میں

[1] ......مدارک، القیامة، تحت الآیة: ۱-۲، ص۱۳۰۲.

مُنتشِر ہوجانے سے ایسی ہوجاتی ہیں کہ ان کو جمع کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے، یہ فاسد خیال اس کے دِل میں کیوں آیا اور اس نے یہ کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ یاد رہے کہ یہاں آیت میں آدمی سے مراد خاص عدی بن ربیعہ ہے یا ہر وہ کافر مراد ہے جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتا ہے۔ (1)

بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیوں نہیں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پوروں (تک) کو ٹھیک کردیں۔

﴿بَلٰى: کیوں نہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کیا کافر یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرسکتے؟ کیوں نہیں، ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کرسکتے ہیں اور ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس آدمی کی انگلیاں جیسی تھیں کسی فرق کے بغیر ویسی ہی کردیں اور اُن کی ہڈیاں اُن کے مقام پر پہنچادیں، جب ہم چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں تو بڑی ہڈیوں کا کیا کہنا، انہیں تو بدرجہ اَوْلیٰ ترتیب دے سکتے ہیں۔ (2)

بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ یَسْــٴَـلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے کو جھٹلائے۔ پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہوگا؟

﴿بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ: بلکہ آدمی چاہتا ہے۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے مختلف معنی بیان کئے ہیں، ان میں سے 3 معانی درج ذیل ہیں:

---

1 ......خازن، القیامة، تحت الآیة: ٣، ٤/٣٣٣، روح البیان، القیامة، تحت الآیة: ٣، ١٠/٢٤٤، ملتقطاً.

2 ......خازن، القیامة، تحت الآیة: ٤، ٤/٣٣٣، مدارک، القیامة، تحت الآیة: ٤، ص١٣٠٢، ملتقطاً.

(1)......اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنا کسی شُبہے اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حال یہ ہے کہ وہ سوال کرنے کے باوجود بھی اپنی بدی پر قائم رہنا چاہتا ہے اور اِس کی دلیل یہ ہے کہ وہ مذاق اُڑانے کے طور پر پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کے دن حساب ہونے کو جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے سامنے ہے۔

(3)......حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی گناہ کو مُقدّم کرتا ہے اور توبہ کو مُؤخّر کرتا ہے اور یہی کہتا رہتا ہے کہ اب توبہ کروں گا، اب عمل کروں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اپنی بدیوں میں ہی مبتلا ہوتا ہے۔[1]

توبہ میں تاخیر کا مرض

فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جس میں یہ مرض پایا جاتا ہے کہ انہیں گناہوں سے رُک جانے اور ان سے توبہ کرنے کی ترغیب دی جائے اور شریعت کے اَحکامات پر عمل کرنے کا کہا جائے تو آگے سے یہ جواب دیتے ہیں کہ بھیا! ابھی تو بہت عمر پڑی ہے، جب بڑھاپا آئے گا تو گناہوں سے توبہ بھی کر لیں گے، نمازیں بھی شروع کر دیں گے، روزے بھی رکھنے لگیں گے، داڑھی بھی رکھ لیں گے اور اللہ اللہ کرنے میں مصروف ہو جائیں گے لیکن ابھی تو ہم جوان ہیں، ابھی تو ہمارے عیش کرنے کے دن ہیں اور ابھی تو ہم نے دنیا دیکھی ہی کیا ہے جو اِن چیزوں میں مصروف ہو جائیں اور بعض مسلمان تو ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی جوانی میں گناہوں سے دور بھاگنے لگے، نیکیوں کی طرف راغب ہونے لگے، چہرے پہ داڑھی شریف سجالے، نماز روزے کی پابندی شروع کر دے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں پر عمل کرنے لگے تو اسے عمر لمبی ہونے کا کہہ کر ان چیزوں سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور طرح طرح سے اسے سمجھاتے ہیں، مرنے یا مار دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور اسے گناہوں بھری زندگی میں لَوٹانے کے پورے پورے جَتن کرتے ہیں اور اگر وہ ان کی باتوں میں نہ آئے تو اسے گھر سے نکال دیتے اور اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیتے ہیں گویا کہ ان کے نزدیک اسلام کے اَحکام پر عمل کرنا ایسا سنگین جرم ہے جو اس وقت

[1]......جلالین مع جمل، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۸/۱۷۳-۱۷۴، خازن، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۳۳۴، ملتقطاً۔

تک معافی کے قابل نہیں جب تک وہ ان احکام پر عمل کرنا چھوڑ نہیں دیتا۔ مسلمانوں کی گناہوں میں مشغولیّت، توبہ اور اپنی اصلاح سے دوری اور اسلام کے احکامات پر عمل نہ کرنے کا دُنْیَوی نتیجہ آج سب کے سامنے ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں کمزور اور مغلوب نظر آرہے ہیں اور کفار مُسلم ممالک پر حملے کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہیں جبکہ آخرت میں اس چیز کا انجام کیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وہ مُعزّز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر　　ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

توبہ میں تاخیر کرنے کے حوالے سے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’ایمان دار توبہ کرنے کی خواہش تو رکھتا ہے لیکن محض سُستی اور کاہلی کے باعث اس سے توبہ کرنے میں تاخیر ہو رہی ہوتی ہے اور وہ دل ہی دل میں کہتا جاتا ہے کہ میں کل توبہ کرلوں گا، ابھی یہ خواہش تو پوری کرلوں بعد میں اس کا نام تک نہ لوں گا، تو ایسے شخص سے پوچھیے کہ تُو (توبہ کے معاملے میں) ٹال مٹول کرنے میں کیوں مبتلا ہے؟ تو کس خوش فہمی کا شکار ہے؟ تو توبہ کرنے کے لئے آج کی بجائے کل کا کیوں مُنتظر ہے؟ کیا معلوم کہ تجھے کل کا دن نصیب ہی نہ ہو، اگر تم یہ گمان رکھتے ہو کہ آج کی بجائے کل توبہ آسان ہوگی تو اس خام خیالی کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ یہ محال ہے اور یہ غلط بات جتنی جلدی تیرے دل سے نکل جائے اتنا ہی (تیرے لئے) اچھا ہے کیونکہ جو مشکل آج تمہیں درپیش ہے وہی کل بھی ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام دن ایک جیسے بنائے ہیں، ان میں کوئی دن خاص نہیں کیا جس میں شہوت کو ترک کرنا آسان ہو۔ ایسے شخص کی مثال یوں سمجھئے کہ جب اسے کہا جائے کہ فلاں درخت کو جڑوں سے اکھیڑ دو تو وہ کہے کہ یہ درخت بہت مضبوط ہے اور میں بہت کمزور ہوں، اب تو اسے اکھیڑنا میرے بس کی بات نہیں البتہ آئندہ سال میں اسے اکھیڑ دوں گا۔ ذرا اس احمق سے پوچھئے کہ کیا اگلے سال وہ درخت اور مضبوط نہیں ہو چکا ہوگا اور تیری کمزوری مزید بڑھ نہ چکی ہوگی؟ بس یہی صورتِ حال خواہشات کے درخت کی ہے جو روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے اس لئے کہ وہ تو خواہشات اور لذات کا محکوم بن چکا ہے جس کی وجہ سے وہ خواہشات کے اَحکام پر تَسَلْسُل سے عمل پیرا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان خواہشات کی غلامی کی بندش کی وجہ سے ان کے خلاف چلنا اس کے بس کا روگ نہیں رہتا، لہٰذا اے انسان! جتنی جلدی تو خواہشات اور شہوات کے درخت کو اکھیڑ سکتا ہے اسے اکھیڑ دے کیونکہ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے۔‘‘[1]

[1]...... کیمیاء سعادت، رکن چہارم، اصل اول در توبہ، ۲/۷۷۳۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جس دن آنکھ چوندھیائے گی۔ اور چاند گہے گا۔ اور سورج اور چاند ملادیئے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جس دن آنکھ دہشت زدہ ہوجائے گی۔ اور چاند تاریک ہوجائے گا۔ اور سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا۔

﴿ **فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ: تو جس دن آنکھ دہشت زدہ ہوجائے گی۔** ﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ کافر نے قیامت کے واقع ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے مذاق اُڑانے کے طور پر اس کے بارے میں سوال کیا کہ قیامت کب واقع ہوگی اور اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے قیامت کی تین علامات بیان فرمائی ہیں۔

(1)......اس دن کی ہَولناکی دیکھ کر آنکھ دہشت اور حیرت زدہ ہوجائے گی۔

(2)......چاند کی روشنی زائل ہوجائے گی جس سے وہ تاریک ہوجائے گا۔

(3)......سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا۔ یہ ملا دینا طلوع ہونے میں ہوگا کہ دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے یا بے نور ہونے میں ہوگا کہ دونوں کی روشنی ختم ہوجائے گی۔ (1)

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔ ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی کہے گا: بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، کوئی پناہ نہیں۔

---

(1)......تفسیر کبیر، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۷-۹، ۱۰/۷۲۳-۷۲۴، روح البیان، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۷-۹، ۱۰/۲۴۵-۲۴۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی کہے گا: بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، کوئی پناہ نہیں ہوگی۔

﴿یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ: اس دن آدمی کہے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا انکار کرنے والا انسان جب قیامت کے ان اَحوال کو دیکھے گا تو کہے گا: میں اس نازل ہونے والی ہَولناکی سے بچنے کے لئے کس طرف بھاگ کر جاؤں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہاں بھاگ جانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ اس طرح اسے نجات نہیں مل جائے گی اور اس دن نہ ہی پہاڑ یا قلعہ وغیرہ ایسی کوئی پناہ ہوگی جہاں جا کر وہ اللہ تعالیٰ کے آجانے والے حکم سے بچ سکے۔ (1)

اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

﴿اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ: اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔﴾ یعنی جس دن یہ کام ہوں گے جن کا اوپر ذکر ہوا اس دن تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی اور ان کے اعمال کا حساب کیا جائے گا اور انہیں جزا دی جائے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا اور جسے چاہے گا اسے اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔ (2)

یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾

---

1 ......تفسیر طبری، القیامة، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۱۲/۳۳۳، ملخصاً.

2 ......جلالین مع جمل، القیامة، تحت الآیة: ۱۲، ۸/۱۷۵، خازن، القیامة، تحت الآیة: ۱۲، ۴/۳۳۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔ بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لاڈالے جب بھی نہ سنا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا بتادیا جائے گا۔ بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا۔ اگرچہ اپنی سب معذرتیں لاڈالے۔

﴿یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ: اس دن آدمی کو بتادیا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر مُحاسبہ کئے جانے اور اعمال کا وزن کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سب اگلے پچھلے اور اچھے برے عمل بتادیئے جائیں گے بلکہ آدمی تو خبر دیئے جانے کا محتاج ہی نہ ہوگا کیونکہ وہ خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا کہ اس کے نفس نے کون کون سے برے عمل کئے اور اس نے اپنے اَعضا سے کون کون سے برے کام سرانجام دیئے اور ممکن ہے کہ وہ اپنی طرف سے ان برے اعمال پر کوئی معذرت پیش کرے لیکن اگرچہ وہ اپنی سب معذرتیں پیش کر ڈالے جب بھی اسے نجات نہیں ملے گی۔ [1]

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔﴾

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس وحی لے کر آتے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے (پڑھنے کے) ساتھ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے اور اس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو

[1] ......روح البيان، القيامة، تحت الآية: ١٣-١٥، ١٠/ ٢٤٦-٢٤٧.

تکلیف ہوتی جو کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو جاتی تھی (اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یہ مشقت گوارا نہ فرمائی اور) سورۂ قیامہ میں یہ آیات نازل فرمائیں: '' لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ '' یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، بیشک اس کو آپ کے سینۂ پاک میں محفوظ کر دینا اور آپ کی زبان پر اس کا پڑھنا جاری کر دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہماری جانب سے پڑھا جا چکے تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اِتباع کرو اور جب ہماری طرف سے کچھ نازل ہو تو اسے غور سے سنیں پھر اس کو بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اس کے بعد جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آتے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنا سرِ انور جھکا لیتے اور جب وہ (وحی نازل کر کے) چلے جاتے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی طرح پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ [1]

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚۖ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمّہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اُس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمّہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ لیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر بیشک اسے بیان فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ: بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔﴾ اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں،

1 ......بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورة المدثر، باب قوله: فاذا قرأناه فاتبع قرآنه، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۴۹۲۹.

(1)......درحقیقت قرآن کو جمع فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ اس نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سینہ مبارک میں قرآنِ کریم کو ترتیب وار جمع فرمایا۔

(2)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے حافظ، قاری، عالم اور صاحبِ اَسرار ہیں کسی مخلوق کے شاگرد نہیں۔

(3)......حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان پیغام رَساں ہیں نہ کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاد ہیں۔

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ: تو جب ہم اسے پڑھ لیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے پڑھنے کو اپنی طرف منسوب کرنا ان کی عظمت وشرافت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کئی کام بھی اپنی طرف منسوب کئے ہیں جیسا کہ بیعتِ عقبہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے 70 اَنصاری صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خریدے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (1)

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اور بیعتِ رضوان کے موقع پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بیعت لی اور ان کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (2)

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور جنگِ بدر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے

---

(1)......توبہ: ۱۱۱.

(2)......فتح: ۱۰.

ارشادفرمایا:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللّٰہ نے پھینکی تھی۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ: پھر بیشک اسے بیان فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآن کے معانی اور اَحکام میں سے جس چیز کو سمجھنا آپ کو مشکل لگے تو اسے بیان کرنا اور اس کی باریکیوں کو ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔[2]

آیت ”ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......قرآن کا بیان قرآن نازل ہونے سے کچھ دیر بعد بھی ہوسکتا ہے۔

(2)......حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام صرف قرآن کے الفاظ لاتے تھے اور قرآن کے معانی، اس کے اَحکام اور اَسرار بلا واسطہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا ہوتے تھے۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بلا واسطہ اللّٰہ تعالیٰ سے سیکھنے والے ہیں لہٰذا دنیا میں کوئی آپ جیسا عالم نہیں ہوسکتا کیونکہ سب لوگ مخلوق سے علم حاصل کرتے ہیں جبکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خالق سے علم حاصل کیا۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو۔ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! بلکہ (اے کافرو!) تم جلد جانے والی کو پسند کرتے ہو۔ اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔

[1] ......انفال: ۱۷.

[2] ......روح البیان، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱۰/ ۲۴۸.

﴿ كَلَّا: خبردار! ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کافروں سے فرمایا کہ اصل بات وہ نہیں جو تم گمان کرتے ہو بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو جلد جانے والی دنیا اور اس کی زندگی کو پسند کرتے ہو اور تم پر دُنْیَوی خواہشات کی محبت غالب آچکی ہے حتّٰی کہ تم آخرت کے گھر اور اس کی نعمتوں کو چھوڑ رہے ہو، یہی وجہ ہے کہ تم انہیں پانے کے لئے عمل نہیں کرتے بلکہ ان کا انکار کرتے ہو۔[1]

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔

﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ: کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں مخلص مومنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت و کرم پر مَسرور ہوں گے اور ان سے اَنوار پھوٹ رہے ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔[2]

جنتیوں میں سب سے زیادہ عزت والا شخص

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ادنیٰ درجے کا جنتی اپنے باغات، بیویوں، خادموں اور تختوں کو ہزار برس کی مسافت تک دیکھے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہوگا جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مُشَرَّف ہوگا۔ اس کے بعد نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پڑھا: ’’وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ‘‘۔[3]

1 ......البحر المحيط، القيامة، تحت الآية: ۲۰-۲۱، ۸/۳۸۰، تفسير قرطبی، القيامة، تحت الآية: ۲۰-۲۱، ۱۰/۷۹، الجزء التاسع عشر، ملتقطاً.

2 ......خازن، القيامة، تحت الآية: ۲۲-۲۳، ۴/۳۳۵، روح البيان، القيامة، تحت الآية: ۲۲-۲۳، ۱۰/۲۵۰.

3 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة القيامة، ۵/۲۱۸، الحديث: ۳۳۴۱.

﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ: اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، یہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے اور اس پر قرآن و حدیث اور اِجماع کے کثیر دلائل قائم ہیں اور یہ دیدار کسی کَیفِیَّت اور جہت کے بغیر ہوگا۔

نوٹ: اس عقیدے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَنعام کی آیت نمبر 103 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌۙ(۲۴) تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌؕ(۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ پیٹھ توڑ دینے والا سلوک کیا جائے گا۔

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ: اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔﴾ اس آیت سے کفار اور منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے کہ جب وہ اپنی بدبختی کے آثار دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائیں گے تو ان کا رنگ سیاہ ہوجائے گا اور ان سے خوشی کے آثار ختم ہوجائیں گے۔ (1)

﴿تَظُنُّ: سمجھتے ہوں گے۔﴾ یعنی جب وہ یہ اَحوال دیکھیں گے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ اب وہ عذاب کی شدت اور ہَولناک مَصائب میں گرفتار کئے جائیں گے۔ (2)

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَۙ(۲۶) وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍۙ(۲۷) وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُۙ(۲۸)

---

1 ……تفسیر کبیر، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۲۴، ۱۰/۷۳۳، ملخصاً.

2 ……خازن، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۲۵، ۴/۳۳۶.

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور لوگ کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں، جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور کہا جارہا ہوگا کہ جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے؟ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کا وقت ہے۔

﴿كَلَّا: ہاں ہاں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! جب تم نے آخرت میں خوش نصیبوں کی سَعادت اور بدبختوں کی شقاوت کے بارے میں جان لیا تو تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت ہی نہیں لہٰذا تم دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے باز آجاؤ اور اپنے سامنے موجود موت کو پیشِ نظر رکھو جو کہ دنیا سے نکال کر آخرت کی طرف لے جانے والی ہے اور یاد رکھو کہ جب موت کے وقت کسی کی جان گلے کو پہنچ جائے گی اور اس کے پاس موجود لوگ کہیں گے کہ کوئی طبیب یا جھاڑ پھونک کرنے والا ہے جو اس کا علاج کرے یا دَم وغیرہ کرے تاکہ اسے شِفا حاصل ہو جائے لیکن وہ (اپنی کوششوں کے باوجود) اس پر آنے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹال نہیں سکیں گے اور اس وقت مرنے والے کو یقین ہو جائے گا کہ اب یہ مال، اولاد اور اہلِ خانہ سے جدائی اور اس کی محبوب دنیا سے نکل جانے کی گھڑی ہے۔[1]

نیک اعمال کرنے کا وقت موت آنے سے پہلے تک ہے

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جس نے جو عمل کرنا ہے وہ موت آنے سے پہلے پہلے ہی کرسکتا ہے اور جب موت کا وقت آجائے گا تو اس وقت عمل کرنے کا وقت ختم ہو جائے گا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو

1 ……تفسیر طبری، القیامۃ، تحت الآیۃ: ٢٦-٢٨، ١٢/٣٤٥-٣٤٦، ملتقطاً.

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [1]

نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ اور ہرگز اللّٰہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا مقررہ وقت آجائے اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

اور حضرت بسر بن جحاش قرشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا لعابِ دَہن اپنی ہتھیلی پر ڈالا اور اس پر شہادت کی انگلی رکھ کر فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ مجھے عاجز کرنا چاہتا ہے حالانکہ میں نے اُسے اِس جیسی چیز سے پیدا کیا، جب اس کا سانس گلے میں پہنچتا ہے تو کہتا ہے ''اب میں صدقہ کرتا ہوں'' حالانکہ وہ صدقہ کرنے کا وقت نہیں۔ [2]

اور حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند اور پختہ ارادے والا کون ہے؟ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت ہے، یہی لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں (کیونکہ) وہ دنیا کا شرف اور آخرت کی سعادت پا گئے۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں موت سے پہلے پہلے اپنی قبر و آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ لا

ترجمۂ کنزالایمان: اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

1 ...... منافقون: ۱۰، ۱۱۔

2 ...... ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهى عن الامساك فى الحياة... الخ، ۳۰۷/۳، الحديث: ۲۷۰۷۔

3 ...... معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۳۱/۵، الحديث: ٦٤٨٨۔

﴿وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ: اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ موت کی سختی اور کرب سے انسان کے پاؤں ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ دونوں پاؤں کفن میں لپیٹ دیئے جائیں گے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایک سختی کے ساتھ دوسری سختی جمع ہو جائے گی، یعنی ایک تو دنیا سے جدائی کی سختی ہوگی اور اس کے ساتھ موت کی سختی بھی ہوگی یا ایک تو موت کی سختی ہوگی اور اس کے ساتھ آخرت کی سختیاں بھی مل جائیں گی۔ (1)

اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔ اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن تیرے رب ہی کی طرف چلنا ہوگا۔ تو کافر نے نہ تو تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا۔

﴿اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمَسَاقُ: اس دن تیرے رب ہی کی طرف چلنا ہوگا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بندوں کا رجوع اللہ تعالٰی کی طرف ہی ہے اور قیامت کے دن بندوں کو آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ (2)

﴿فَلَا صَدَّقَ: تو کافر نے نہ تو تصدیق کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوجہل نے نہ تو قرآن کی تصدیق کی اور نہ ہی اللہ تعالٰی کے لئے نماز پڑھی، ہاں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور ایمان لانے سے منہ پھیرا، پھر اپنے گھر کو اکڑتا ہوا متکبرانہ شان سے چلا گیا۔ (3)

1 ...... تفسیر قرطبی، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱۰ / ۸۳، الجزء التاسع عشر، خازن، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۲۹، ۴ / ۳۳۶-۳۳۷، ملتقطاً.

2 ...... خازن، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۳۰، ۴ / ۳۳۷.

3 ...... خازن، القیامۃ، تحت الآیۃ: ۳۱-۳۳، ۴ / ۳۳۷.

اس سے معلوم ہوا کہ کفّار اسلام کے فروعی اَحکام پر عمل کرنے کے اس اعتبار سے مُکَلَّف ہیں کہ قیامت کے دن ان اَحکام پر عمل نہ کرنے کا بھی ان سے مُؤاخذہ ہوگا یعنی جس طرح کافر کو ایمان نہ لانے پر سزا دی جائے گی اسی طرح نماز چھوڑنے پر بھی اسے سزا دی جائے گی اور اس کی مذمت کی جائے گی اگرچہ دنیا میں کافر پر (ایمان قبول کرنے کے بعد سابقہ) نماز کی قضا واجب نہیں۔[1]

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تیری خرابی آلگی اب آ لگی۔ پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے۔ پھر تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے۔

﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى: تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو مُخاطَب کرکے فرمایا کہ تیرے لئے بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت کی صورت میں خرابی ہے، پھر قبر کی سختیوں کی صورت میں خرابی ہے، پھر تیرے لئے مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت مَصائب میں گرفتار ہونے کی صورت میں خرابی ہے، پھر جہنم کے عذاب کی صورت میں خرابی ہے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''ہمیں بتایا گیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بطحا کی وادی میں ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر اس سے فرمایا: ''**اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى**'' یعنی تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے۔ پھر تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے۔ تو ابوجہل نے کہا: اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا تم مجھے دھمکاتے ہو! تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں سب سے زیادہ مضبوط، زورآور اور شوکت وقوت کا مالک ہوں۔ (لیکن چونکہ قرآن کی خبر ضرور پوری ہونی تھی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ضرور پورا ہونے والا تھا، اس لئے ایسا ہی ہوا اور) جنگِ بدر میں ابوجہل ذلت وخواری کے ساتھ بری طرح مارا گیا۔[2]

1 ......روح البيان، القيامة، تحت الآية: ٣١، ١٠/٢٥٦.

2 ......مدارك، القيامة، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ص١٣٠٤، خازن، القيامة، تحت الآية: ٣٤-٣٥، ٤/٣٣٧، ملتقطاً.

اس امت کا فرعون

ابوجہل کے بارے میں حدیثِ پاک میں ہے، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے اور میری امت کا فرعون ابوجہل ہے۔''[1]

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَكَ سُدًی ﴿۳۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

﴿اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے۔﴾ ارشاد فرمایا: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے یوں آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ نہ اسے کسی چیز کا حکم دیا جائے اور نہ اسے کسی چیز سے منع کیا جائے، نہ وہ مرنے کے بعد اُٹھایا جائے، نہ اس سے اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ اُسے آخرت میں جزا دی جائے۔ ایسا نہیں ہوگا بلکہ اسے دنیا میں اَمرونہی کا پابند کیا جائے گا، مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا، اس سے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور آخرت میں اسے اس کے اعمال کی جزا بھی دی جائے گی۔

ہمیں آزاد نہیں چھوڑا گیا

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ جیسے چاہیں زندگی گزاریں، جیسے چاہیں اعمال کریں اور اپنی مرضی کے مطابق جس طرح اور جہاں چاہے رہیں بلکہ ہمیں دنیا کی زندگی میں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے کچھ چیزوں کا پابند کیا گیا ہے اور کچھ چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور زندگی گزارنے کے لئے ہمیں ایک دائرۂ کار عطا کیا گیا ہے جس میں رہ کر ہمیں اپنی زندگی کے اَیّام پورے کرنے ہیں اور ہمارے سامنے یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا

[1] ......مسند شاشي، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، ما روى ابوعبيدة بن عبد الله عن ابيه، ۲/۳۳۱، الحديث: ۹۲۲.

ہے اور پھر دنیا میں جیسے اعمال کئے ہوں گے ویسی جزا بھی ملے گی ،لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ خود کو شریعت کی پابندیوں سے آزاد سمجھ کر زندگی نہ گزاری جائے بلکہ زندگی جینے کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دیا ہے اسی کے مطابق زندگی بسر کی جائے کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے اور جو شخص شریعت کے احکامات سے آزاد ہو کر جینا چاہتا ہے وہ بڑا بیوقوف اور بہت نادان ہے کہ وہ تھوڑے سے مزے کی خاطر ہمیشہ کے لئے خود کو ذلت ورُسوائی اور انتہائی دردناک عذاب میں دھکیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور انہیں شریعت کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے۔ پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔ تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ اس منی کا ایک قطرہ نہ تھا؟ جو گرایا جاتا ہے۔ پھر خون کا لوتھڑا ہو گیا تو پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔ تو اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔

﴿ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ : کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس انسان کی یہ اَوقات کہاں ہے کہ وہ تکبُّر کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرے جو منی کا وہ گندہ قطرہ تھا جسے عورت کے رحم میں گرایا جاتا ہے، پھر وہ چالیس دن کے بعد منی سے خون کا لوتھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انسان کو بنایا، پھر اس کے اَعضا کو کامل کیا اور اس میں روح ڈالی تو اس منی سے اس نے مرد اور عورت کی صورت میں دو قسمیں بنائیں۔(1)

1 ......خازن، القیامة، تحت الآیة: ۳۷-۳۹، ٤/۳۳۷، مدارك، القیامة، تحت الآیة: ۳۷-۳۹، ص۱۳۰٤، ملتقطاً.

ع ۲/ ۱۸

اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مُردے نہ جِلا سکے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جس نے یہ سب کچھ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

﴿اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ: کیا وہ قادر نہیں ہے؟﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے تو کہتے **"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ بَلٰی"** یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو (ہر نقص وعیب سے) پاک ہے، کیوں نہیں (تو مُردوں کو زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے)۔[1]

[1]......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یدعو ویسمّی فی دعائہ، ۲/۲۹۹، الحدیث: ٤٠٦٤.

سُوْرَةُ الدَّهْر

سورۂ دَہر کا تعارف

مقامِ نزول

امام مجاہد، حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ دَہر مدینہ مُنَوَّرہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سورت مکہ مُکَرَّمہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سورت کی کچھ آیتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں اور کچھ آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **31** آیتیں ہیں۔

''دَہر'' نام رکھنے کی وجہ

لمبے زمانے کو عربی میں دہر کہتے ہیں، نیز سورۂ دہر کا ایک نام سورۂ انسان بھی ہے اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

سورۂ دَہر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں آخرت کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں،

(1)......اس سورت کے شروع میں انسان کی تخلیق کی ابتدا کے بارے میں بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس کا امتحان لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے۔

(2)......انسانوں کی دو قسمیں بیان کی گئیں کہ بعض انسان شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں، شکر کرنے والوں کی جزا جنت ہے اور ناشکری کرنے والوں کی سزا جہنم ہے۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة هل اتی، ٤/٣٣٧.

(3)......نیک مسلمانوں کی جزا جنت کے اَوصاف بیان کئے گئے اور ان کے وہ اعمال بتائے گئے جس کی وجہ سے وہ اس جزا کے مُستحق ہوئے۔

(4)...... یہ بتایا گیا کہ نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

(5)......دنیا کی فانی نعمتوں سے محبت کرنے اور آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو ترک کرنے کی مذمت اور کفر و عناد پر وعید بیان کی گئی۔

(6)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راہ اختیار کرے۔

سورۂ قیامہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ دَہر کی اپنے سے ماقبل سورت ’’قیامہ‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قیامہ میں جنت اور جہنم کے اَوصاف اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اور سورۂ دَہر میں جہنم کے اَوصاف اور خاص طور پر جنت کے اوصاف تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قیامہ میں قیامت کے دن کافروں اور فاجروں کو پیش آنے والے دردناک اُمور بیان کئے گئے اور سورۂ دہر میں نیک مسلمانوں کو قیامت کے دن ملنے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بےشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ وہ کوئی ذکر کے قابل چیز نہ تھا۔

﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ: بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا۔﴾ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہیں۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ روح پھونکے جانے سے پہلے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر چالیس سال کا وقت ایسا گزرا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھے کیونکہ وہ ایک مٹی کا خمیر تھے، نہ کہیں ان کا ذکر تھا، نہ ان کو کوئی جانتا تھا اور نہ کسی کو ان کی پیدائش کی حکمتیں معلوم تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اولاد مراد ہے اور وقت سے اس کے حمل میں رہنے کا زمانہ مراد ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ بےشک ماں کے پیٹ میں آدمی پر ایک وقت وہ گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا کیونکہ وہ پہلے نطفے کی شکل میں تھا، پھر جما ہوا خون بنا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنا اور اس کی جنس کسی کو معلوم نہ تھی یہاں تک کہ وہ لوگوں کے درمیان قابلِ ذکر چیز بن گیا۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ ان کا کہیں ذکر نہ تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات وجود میں آنے سے پہلے ہی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ذکر جاری فرما دیا اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عظمت کو بیان فرما دیا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْؕ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہوگا تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا

[1] ……تفسیر کبیر، الانسان، تحت الآیۃ: ۱، ۱۰ / ۷۳۹، مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۳۰۵، جلالین، الانسان، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۸۳، خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۳۷-۳۳۸، ملتقطاً۔

قَالُوْۤا اَقْرَرْنَاؕ-قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (1)

اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اللہ نے) فرمایا: (اے انبیاء!) کیا تم نے (اس حکم کا) اقرار کرلیا اور اس (اقرار) پر میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کی، ''ہم نے اقرار کرلیا'' (اللہ نے) فرمایا، ''تو (اب) ایک دوسرے پر (بھی) گواہ بن جاؤ اور میں خود (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی پیدائش کے بعد عرش پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نامِ پاک لکھا دیکھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت کو پہچان گئے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے عرش کی طرف اپنا سر اُٹھایا اور عرض کی (اے اللہ!) میں محمد کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ محمد کون ہیں؟ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرا نام برکت والا ہے، جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اُٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' تو میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں اُس شخص سے زیادہ کسی کا مرتبہ اور مقام نہ ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے آدم! یہ تیری اولاد میں سے سب سے آخری نبی ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد کی امتوں میں سے سب سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ (2)

اور دنیا میں تشریف آوری سے صدیوں پہلے حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ کی آمد کی بشارت دے دی حتّٰی کہ آپ کا نام تک بتا دیا، جیسا کہ سورۂ صف میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے

1 ......اٰل عمران: ٨١.

2 ......معجم صغیر، باب المیم، من اسمه: محمد، الجزء الثانی، ص ٨٢.

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[1]

فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام و مرتبہ سب سے بلند ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﳓ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ اسے جانچیں تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا۔ بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی منی سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔ بیشک ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (اب) یا شکر گزار ہے اور یا ناشکری کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ: بیشک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی منی سے پیدا کیا۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے متعلق اپنے قانون کو بیان فرمایا کہ اس نے آدمی کو مرد و عورت کی ملی ہوئی منی سے پیدا کیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت انسان کی پیدائش کے سلسلے میں اس ذریعے کی محتاج نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کر دیا، حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو بغیر ماں کے پیدا کر دیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔

[1] ......صف: ۶۔

﴿نَّبْتَلِیْهِ: تاکہ ہم اس کا امتحان لیں۔﴾ یعنی جب ہم نے انسان کو پیدا کیا تو اس وقت یہ ارادہ کیا کہ ہم اسے مُکَلَّف کر کے اپنے اَحکامات اور مَمنوعات سے اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا تا کہ وہ دلائل کا مشاہدہ کر سکے اور آیات کو غور سے سن سکے۔ یاد رہے کہ یہاں انسان سے حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد مراد ہے۔ (1)

﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ: بیشک ہم نے اسے راستہ دکھادیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم نے ظاہری اور باطنی حَواس عطا کرنے کے بعد انسان کو دلائل قائم کر کے، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر ہدایت کا راستہ دکھادیا، اب چاہے وہ ایمان قبول کر کے شکر گزار بنے یا کفر کر کے ناشکری کرنے والا بنے۔ (2)

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہیں۔

﴿اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ: بیشک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں اور ایمان والوں کا ذکر کیا اور اس آیت میں وہ چیزیں بیان کی جارہی ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آخرت میں کافروں کے لیے زنجیریں تیار کر رکھی ہیں جن سے باندھ کر انہیں دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے لئے طَوق تیار کر رکھے ہیں جو ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں جلایا جائے گا۔ (3)

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَیْنًا

---

1 ......مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۲، ص۱۳۰۵، روح البیان، الانسان، تحت الآیۃ: ۲، ۱۰/۲۶۰، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الانسان، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۷۴۱۔

3 ......مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۴، ص۱۳۰۵، جلالین، الانسان، تحت الآیۃ: ۴، ص۴۸۳، ملتقطاً۔

يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی مِلَونی کافور ہے۔ وہ کافور کیا؟ ایک چشمہ ہے جس میں سے **اللہ** کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کرلے جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیک لوگ اس جام سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ کافور ایک چشمہ ہے جس سے **اللہ** کے نہایت خاص بندے پئیں گے، وہ اسے (جہاں چاہیں گے) بہا کرلے جائیں گے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ: بیشک نیک لوگ۔﴾ کفّار کا حال بیان کرنے کے بعد اب اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ایمان والوں کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ بیشک نیک لوگ جنت میں اس جام میں سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا، وہ کافور جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے **اللہ تعالیٰ** کے نہایت خاص بندے پئیں گے اور وہ اپنے مکانات اور محلوں میں اسے آسانی کے ساتھ جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے، نیز کافور ملا جام پینے سے انہیں کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ جنتی لوگ جنت سے جو کچھ کھائیں پئیں گے اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (1)

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہوگی۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ: وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔﴾ **اللہ تعالیٰ** کے نیک بندوں کا ثواب بیان فرمانے کے بعد اب ان کے وہ اعمال ذکر فرمائے جارہے ہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ ثواب حاصل ہوا۔

---

1 ......روح البیان، الانسان، تحت الآیۃ: ۵-۶، ۱۰/۲۶۲-۲۶۳، خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۵-۶، ۴/۳۳۸-۳۳۹، جمل، الانسان، تحت الآیۃ: ۵-۶، ۸/۱۸۵-۱۸۶، ملتقطاً۔

پہلا عمل: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے طاعت وعبادت اور شریعت کے واجبات پر عمل کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ عبادات جو واجب نہیں لیکن مَنّت مان کر انہیں اپنے اوپر واجب کرلیا تو انہیں بھی ادا کرتے ہیں۔ (1)

مَنّت کی دو صورتیں

یاد رہے، منت کی ایک صورت یہ ہے کہ جو چیز آدمی پر واجب نہیں ہے اسے کسی شرط کے ساتھ اپنے اوپر واجب کرلے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسے کام کی شرط لگائی جس کے ہوجانے کی خواہش ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میرا مریض اچھا ہوگیا یا میرا مسافر خَیْرِیَّت سے واپس آ گیا تو میں راہِ خدا میں اس قدر صدقہ دوں گا یا اتنی رکعت نماز پڑھوں گا یا اتنے روزے رکھوں گا، تو اس صورت میں جب وہ کام ہوگیا تو اتنی مقدار صدقہ کرنا اور اتنی رکعت نماز پڑھنا اور اتنے روزے رکھنا ضروری ہے، اس میں ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ کام نہ کرے اور مَنّت کا کَفّارہ دیدے، اور اگر منت میں ایسے کام کی شرط لگائی ہے کہ جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تم سے بات کروں یا تمہارے گھر آؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں، اس صورت میں اگر شرط پائی گئی یعنی اس سے بات کرلی یا اس کے گھر چلا گیا تو اب اسے اختیار ہے کہ جتنے روزے کہے تھے وہ رکھ لے یا کَفّارہ دیدے۔ منت کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شرط کا ذکر کئے بغیر اپنے اوپر وہ چیز واجب کرلے جو واجب نہیں ہے مثلاً یوں کہے کہ میں نے اتنے روزوں کی منت مانی یا اس طرح کہے میں اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے روزے رکھوں گا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی وہ کرنا ضروری ہے اس کے بدلے کفارہ نہیں دے سکتا۔ (2)

نوٹ: مَنّت کے مسائل کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت، جلد نمبر 2 حصہ 9 سے "**منت کا بیان**" مطالعہ فرمائیں۔

دوسرا عمل: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شدت اور سختی پھیلی ہوئی ہوگی۔

حضرت قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس دن کی شدت اس قدر پھیلی ہوئی ہوگی کہ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے گر پڑیں گے، چاند سورج بے نور ہوجائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور زمین پر کوئی

---

1 ...... خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۳۳۹، مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۷، ص۱۳۰۶، ملتقطاً۔

2 ...... بہارِ شریعت، حصہ نہم، منت کا بیان، ۲/۳۱۴-۳۱۵، ملخصاً۔

عمارت باقی نہ رہے گی۔[1]

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اَسیر کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

﴾وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ: اور وہ اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں۔﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نیک بندے ایسی حالت میں بھی مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت اور خواہش ہوتی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نیک بندے مسکین، یتیم اور قیدی کو اللہ تعالٰی کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔[2]

مسکین اور یتیم کو کھانا کھلانے کی اہمیت

یاد رہے کہ مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ مسکین اور یتیم کو کھانا کھلانے کی اہمیت کیا ہے اس کا اندازہ ان آیات سے لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

اور ارشاد فرمایا:

---

1 ......جمل، الانسان، تحت الآیۃ: ۷، ۸/۱۸۷.

2 ......مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۸، ص۱۳۰۶.

3 ......ماعون: ۱-۳.

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: تو بہرحال آدمی کو جب اس کا رب آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور بہرحال جب (اللہ) بندے کو آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

اور ارشاد فرمایا:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟۔ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔ یا بھوک کے دن میں کھانا دینا۔ رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین مسکین کو۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت تُرش نہایت سخت ہے۔

---

1 ...... فجر: ۱۵ـ۱۸۔

2 ...... بلد: ۱۱ـ۱٦۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم تمہیں خاص اللّٰہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش، نہایت سخت ہے۔

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ: ہم تمہیں خاص اللّٰہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اس غرض سے کھانا کھلاتے ہیں تا کہ ہمیں اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے اور اس غرض سے کھانا کھلاتے ہیں کہ بیشک ہمیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جس میں کافروں کے چہرے نہایت سخت بگڑے ہوئے ہوں گے لہٰذا ہم اپنے عمل کی جزا یا شکر گزاری تم سے نہیں چاہتے بلکہ ہم نے یہ عمل اس لئے کیا ہے تا کہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔[1]

کسی کے ساتھ بھلائی کرنے سے مقصود اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو

اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کسی کے ساتھ بھلائی کرنی چاہئے، لوگوں کو دکھانا، اپنی واہ واہ چاہنا اور جس کے ساتھ بھلائی کی اس پر احسان جتانا یا اس کی طرف سے کوئی بدلہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تم (لوگوں کو) دو تا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھتا رہے تو وہ اللّٰہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللّٰہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی

1 ……تفسیر کبیر، الانسان، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰/۷۴۸، مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۹-۱۰، ص۱۳۰۶، ملتقطاً۔

2 ……بقرہ: ۲۶۴۔

الْمُضْعِفُوْنَ (1) لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًاۚ(۱۱) وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًاۙ(۱۲) مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِۚ-لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًاۚ(۱۳) وَ دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو انھیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انھیں تازگی اور شادمانی دی۔ اور ان کے صبر پر انھیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے۔ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کردیئے گئے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہیں اللہ اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تروتازگی اور خوشی دے گا۔ اور ان کے صبر کے سبب انہیں جنت اور ریشمی کپڑے بدلے میں دے گا۔ وہ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے، نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور جنت کے گچھے جھکا کر نیچے کردیئے گئے ہوں گے۔

﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ: تو انہیں اللہ اس دن کے شر سے بچالے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تو ان نیک بندوں کے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا جس سے وہ ڈر رہے ہیں اور ان کے چہروں میں تروتازگی اور دلوں میں خوشی دے گا۔ (2)

﴿وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا: اور ان کے صبر کے سبب انہیں بدلے میں دے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات

---

1 ......روم: ۳۹.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۳۴۰.

کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کو گناہ نہ کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور بھوک پر صبر کرنے کے بدلے جنت میں داخل کرے گا اور انہیں ریشمی لباس پہنائے گا اور وہ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے اور دنیا کی طرح وہاں انہیں گرمی یا سردی کی کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور جنت کے درختوں کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے تاکہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں باآسانی گچھے لے سکیں اور جیسے چاہے کھا سکیں۔ (1)

وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِیْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِیْرًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔ کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انھیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کے دَور ہوں گے جو شیشے کی طرح ہوں گے۔ چاندی کے شفاف شیشے جنہیں پلانے والوں نے پورے اندازہ سے (بھرکر) رکھا ہوگا۔

﴿وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کے دَور ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان نیک بندوں پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں میں جنتی شراب کے دَور ہوں گے اور وہ برتن چاندی کے رنگ اور اس کے حسن کے ساتھ شیشے کی طرح صاف شفاف ہوں گے اور ان میں جو چیز پی جائے گی وہ باہر سے نظر آئے گی اور ان برتنوں کو پلانے والوں نے پورے اندازے سے بھر کر رکھا ہوگا کہ پینے والوں کی رغبت کی مقدار نہ اس سے کم ہوگی اور نہ زیادہ۔ (2)

قرء حفص بغير الالف في الوصل فيهما و وقف على الاول بالالف و على الثاني بغير الالف.

1 ......خازن، الانسان، تحت الآية: ۱۲-۱۴، ۴/ ۳۴۰.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۴/ ۳۴۰، مدارك، الانسان، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ص۱۳۰۷، ملتقطاً.

وَ یُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًاۚ(۱۷) عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا(۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی۔ وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سَلْسَبِیْل کہتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنت میں انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جس میں زنجبیل ملا ہوا ہوگا۔ (زنجبیل) جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔

﴿وَ یُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا: **اور جنت میں انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے۔﴾** اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں ان نیک بندوں کو پاکیزہ شراب کے ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل یعنی ایسا پانی ملا ہوا ہوگا جو ذائقے میں ادرک کی طرح ہوگا اور اس کے ملنے کی وجہ سے شراب کی لذت اور زیادہ ہوجائے گی اور زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جسے جنتی فرشتے سَلْسَبِیْل کہتے ہیں کیونکہ اس کا پانی رواں اور آسانی سے حلق میں اتر جانے والا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندے خالص اسی چشمے سے پئیں گے جبکہ ان سے کم درجے والے نیک بندوں کی شرابوں میں اس چشمے کا پانی ملایا جائے گا اور یہ چشمہ عرش کے نیچے سے جنّتِ عدن سے ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گزرتا ہے۔[1]

وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَۚ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا(۱۹)

---

[1] ……روح البیان، الانسان، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۱۰/۲۷۲، خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۱۷-۱۸، ۴/۳۴۰-۳۴۱، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اوران کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انھیں دیکھے تو انھیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوران کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے (خدمت کیلئے) پھریں گے جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا۔

﴿وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ: اوران کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے پھریں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اوران نیک بندوں کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے خدمت کیلئے پھریں گے، وہ لڑکے نہ کبھی مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ اُن میں کوئی تبدیلی آئے گی اور نہ وہ خدمت کرنے سے اُکتائیں گے اوران کے حُسن کا یہ عالَم ہوگا کہ جب تو انہیں دیکھے گا تو تُو انہیں ایسے سمجھے گا جس طرح صاف شفاف فرش پر چمکیلے موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ اس حسن اور پاکیزگی کے ساتھ جنتی لڑکے خدمت میں مشغول ہوں گے۔[1]

وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا۔

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ: اور جب تو وہاں دیکھے گا۔﴾ یعنی اے جنت میں داخل ہونے والے! جب تو جنت میں نظر اٹھائے گا تو وہاں ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور تو وہاں بہت بڑی سلطنت دیکھے گا جس کی حد اور انتہا نہیں، نہ اسے زوال آئے گا، نہ جنتی کو وہاں سے منتقل کیا جائے گا اور اس سلطنت کی وُسعت کا یہ عالَم ہے کہ ادنیٰ مرتبے کا جنتی جب اپنے ملک کو دیکھے گا تو ایک ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو اور قوت و دبدبے کا یہ حال ہوگا کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر نہیں آئیں گے۔[2]

1 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳۴۱/۴، روح البیان، الانسان، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲۷۳/۱۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳۴۱/۴، جلالین، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۴۸۴، ملتقطاً.

عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ٘ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انھیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

﴿عٰلِیَهُمْ: ان پر ہیں۔﴾ یعنی ان جنتیوں کے بدن پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے (بھی) کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا جو کہ انتہائی پاک صاف ہوگی، نہ اسے کسی کا ہاتھ لگا ہوگا، نہ کسی نے اسے چھوا ہوگا اور نہ وہ پینے کے بعد دنیا کی شراب کی طرح جسم کے اندر سڑ کر پیشاب بنے گی بلکہ اس شراب کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ جسم کے اندر اتر کر پاکیزہ خوشبو بن کر جسم سے نکلتی ہے اور جنت میں رہنے والوں کو کھانے کے بعد شراب پیش کی جائے گی، اسے پینے سے ان کے پیٹ صاف ہو جائیں گے اور جو کچھ انہوں نے کھایا ہوگا وہ پاکیزہ خوشبو بن کر ان کے جسموں سے نکلے گا اور ان کی خواہشیں اور رغبتیں پھر تازہ ہو جائیں گی۔ (1)

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ۧ

ع ۱ ۲۲ ۱۹

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان سے فرمایا جائے گا) بیشک یہ تمہارے لیے صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

1 ......خازن، الانسان، تحت الآية: ۲۱، ۴/۳۴۱.

﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً : بیشک یہ تمہارے لیے صلہ ہے۔﴾ جب جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی اس کی نعمتوں کا مُشاہدہ کریں گے تو ان سے فرمایا جائے گا: بیشک یہ نعمتیں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کا صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے کہ تم سے تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ راضی ہوا اور اس نے تمہیں ثوابِ عظیم عطا فرمایا۔[1]

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) بیشک ہم نے تم پر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن اتارا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا: بیشک ہم نے تم پر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن اتارا۔﴾ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ پر ایک ہی مرتبہ پورا قرآن نازل نہیں کیا بلکہ آیت آیت کرکے تھوڑا تھوڑا نازل کیا اور اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اس سے مقصود حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے دل کو تَقْوِیَت دینا ہے، گویا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، یہ کافر اگرچہ قرآن کو کہانت اور جادو کہتے ہیں لیکن میں تاکید کے ساتھ فرماتا ہوں کہ یہ قرآن میری طرف سے وحی ہے، حق ہے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے لہٰذا آپ کافروں کی طعنہ زنی سے دِلبرداشتہ نہ ہوں کیونکہ آپ سچے نبی ہیں۔[2]

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اپنے رب کے حکم پر ڈٹے رہو اور ان میں کسی گناہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنو۔

---

1 ......خازن، الانسان، تحت الآیة: ٢٢، ٤/٣٤١، مدارك، الانسان، تحت الآیة: ٢٢، ص١٣٠٨، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآیة: ٢٣، ٤/٣٤١، روح البیان، الانسان، تحت الآیة: ٢٣، ١٠/٢٧٧، ملتقطاً.

﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: تو اپنے رب کے حکم پر ڈٹے رہو۔﴾ شانِ نزول: عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ عورتیں اور مال حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں تو اس کام سے باز آ جائیے اور عتبہ نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کر دوں گا اور مہر کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا اور ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دے دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ رسالت کی تبلیغ فرما کر اور اس میں مشقتیں اٹھا کر اور دین کے دشمنوں کی ایذائیں برداشت کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر ڈٹے رہیں اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنیں۔ (1)

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔ اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں اسے سجدہ کرو اور لمبی رات میں اس کی پاکی بیان کرو۔

﴿ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا: اور صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ذکر سے نماز مراد ہے، چنانچہ صبح کے ذکر سے نمازِ فجر اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں جبکہ رات کے کچھ حصے میں سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں

1 ......خازن، الانسان، تحت الآية: ٢٤، ٤/٣٤٢.

پڑھیں اور باقی لمبی رات میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل پڑھتے رہیں، یوں اس میں تہجد کی نماز بھی شامل ہوگئی، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دن رات کے تمام اَوقات میں دِل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیں۔ [1]

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ لوگ جلد جانے والی سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

﴿اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ: **بیشک یہ لوگ جلد جانے والی سے محبت کرتے ہیں۔**﴾ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مُخاطَب ہونے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کفّار کے حالات بیان فرما رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ان کفارِ مکہ کا حال یہ ہے کہ وہ جلد جانے والی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور اسے آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے آگے قیامت کے اس دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس کی شدّتیں اور سختیاں کفار پر بھاری ہوں گی، یہ لوگ نہ اس دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اس دن کے لئے عمل کرتے ہیں۔ [2]

دنیا سے محبت کب بری اور کب اچھی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ جب دین کو چھوڑ کر دنیا سے محبت کی جائے تو یہ بُری ہے اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر دنیا کو دین کے لئے وسیلہ بنایا جائے تو اس سے محبت اچھی ہے۔ ہمارے اَسلاف کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا کا مال ملنے پر خوش ہونے کی بجائے غمزدہ ہو جایا کرتے تھے اور دین کی خاطر دنیا کا مال حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے، جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزے سے تھے، جب (افطار کے وقت) ان کے سامنے کھانا لایا گیا تو فرمایا ''حضرت مُصْعَب بن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، انہیں ایک چادر کا کفن دیا گیا،

1 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ٢٥-٢٦، ٤/٣٤٢.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ٢٧، ٤/٣٤٢، مدارك، الانسان، تحت الآیۃ: ٢٧، ص١٣٠٩، ملتقطاً.

اگر ان کے سر کو چھپایا جاتا تو قدم کھل جاتے تھے اور قدموں کو چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا تھا۔ حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا خوب کشادہ کر دی گئی اور ہمیں دنیا کا مال عطا فرما دیا گیا، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ ہماری نیکیوں کا جلد بدلہ نہ مل رہا ہو، پھر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ [1]

اور حضرت حماد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ اگر پانچ افراد نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ کسی نے ان سے کہا: اے ابو محمد! وہ پانچ افراد کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا (1) حضرت سفیان ثوری۔ (2) حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ۔ (3) حضرت فضیل بن عیاض۔ (4) حضرت محمد بن سماک۔ اور (5) حضرت ابن عُلَیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خراسان شہر تک تجارت کے لئے جاتے اور تجارت سے جو نفع ہوتا اس میں سے اپنے اہلِ خانہ کا اور حج کا خرچ نکال کر باقی جو کچھ بچتا وہ ان پانچ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ [2]

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْۚ-وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے اعضا اور جوڑ مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ: ہم نے انہیں پیدا کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں منی سے پیدا کیا اور ان کے اَعضا اور جوڑ مضبوط کئے تاکہ ان کے لئے کھڑے ہونا، بیٹھنا، پکڑنا اور حرکت کرنا ممکن ہو جائے اور خالق کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے اور ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی بجائے تخلیق میں ان جیسے اور لوگ

---

1 ......بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا لم یوجد الّا ثوب واحد، ۱/۴۳۱، الحدیث: ۱۲۷۵۔

2 ......تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ اسماعیل، ۳۲۷۷-اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم... الخ، ۶/۲۳۴۔

لے آئیں جو کہ اطاعت شِعار ہوں۔ [1]

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۳۰﴾ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ **اللہ** چاہے بے شک وہ علم و حکمت والا ہے۔ اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔ اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک اللہ خوب علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔ وہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ: بیشک یہ ایک نصیحت ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ سورت مخلوق کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے دنیا میں اپنی ذات کے لئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر کے اور اس کے رسول کی پیروی کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راہ اختیار کرے۔ [2]

﴿وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ: اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم کچھ نہیں چاہتے مگر تب ہی کچھ ہوتا ہے جب کہ **اللہ** تعالیٰ چاہے کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مَشِیَّت سے ہوتا ہے، بیشک وہ اپنی مخلوق کے اَحوال جانتا ہے اور انہیں پیدا کرنے میں حکمت والا ہے۔ [3]

1 ......روح البیان، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۸، ۱۰/۲۷۹، مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۱۳۰۸، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۹، ۴/۳۴۲، مدارک، الانسان، تحت الآیۃ: ۲۹، ص۱۳۰۹، ملتقطاً.

3 ......خازن، الانسان، تحت الآیۃ: ۳۰، ۴/۳۴۲.

آیت ”وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ،

(1)......انسان پتھر کی طرح بے اختیار نہیں بلکہ اسے اختیار اور ارادہ ملا ہے۔

(2)......انسان اپنے ارادے میں بالکل مُستقل اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ماتحت ہے، لہٰذا انسان مختارِ مُطلَق نہیں، اسی عقیدے پر ایمان کا مدار ہے۔

﴿ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ: وہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل و احسان سے ایمان عطا فرما کر اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے اور کافروں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ ظالم اس لئے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں وغیرہ کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔[1]

1......خازن، الانسان، تحت الآية: ۳۱، ۳٤۲/٤، مدارك، الانسان، تحت الآية: ۳۱، ص۱۳۰۹، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰت

سورۂ مرسلات کا تعارُف

مقامِ نزول

سورۂ مُرسَلات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **50** آیتیں ہیں۔

''مرسلات'' نام رکھنے کی وجہ

جنہیں لگاتار بھیجا جائے انہیں عربی میں مُرسَلات کہتے ہیں جیسے ہوائیں، فرشتے اور گھوڑے وغیرہ، اور اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور لفظ '' **وَالْمُرْسَلٰتِ** '' کی مناسبت سے اسے ''سورۂ مرسلات'' کہتے ہیں۔

سورۂ مرسلات سے متعلق اَحادیث

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک غار میں تھے، اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر **سُوْرَۃُ وَالْمُرْسَلٰتِ** نازل ہوئی، ہم نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منہ سے (سن کر) اس سورت کو یاد کیا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دہنِ اقدس اس سورت کی تلاوت سے تر تھا کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس سانپ کو مار دو۔ہم اس کو مارنے کیلئے لپکے تو وہ بھاگ گیا۔حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ تمہارے شر سے بچایا گیا جس طرح تمہیں اس کے شر سے بچایا گیا۔ [2]

علامہ سلیمان جمل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ غار مِنٰی میں غارِ **وَالْمُرْسَلٰتِ** کے نام سے مشہور ہے۔ [3]

1......خازن، تفسیر سورة المرسلات، ۴/۳۴۳.

2......بخاری، کتاب التفسیر، سورة والمرسلات، ۳/۳۷۰، الحدیث: ۴۹۳۱.

3......جمل، سورة المرسلات، ۸/۲۰۰.

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:(میری والدہ) اُمِّ فضل نے مجھے "وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا" پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: اے میرے بیٹے! تم نے اپنی تلاوت کے ذریعے مجھے یہ سورت یاد کروا دی۔ یہ آخری سورت ہے جو میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنی جسے آپ نمازِ مغرب میں پڑھا کرتے۔[1]

سورۂ مُرسَلات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے اور آخرت کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتدا میں پانچ صفات کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور اس دن کافروں کو جہنم کا عذاب لازمی طور پر ہوگا اور اس کے بعد قیامت قائم ہوتے وقت کی چند علامات بیان کی گئیں۔

(2)......سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بیان فرمایا گیا اور انسان کی ابتدائی تخلیق کے مراحل بیان کر کے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والوں کو اس کے عذاب سے ڈرایا گیا اور قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کَیْفِیَّت بیان کی گئی نیز اس دن اہلِ ایمان کو ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا گیا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں کفار کے بعض اعمال پر ان کی سرزَنِش کی گئی اور فرمایا گیا کہ کافر اگر قرآنِ مجید پر ایمان نہ لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

سورۂ دَہر کے ساتھ مناسبت

سورۂ مرسلات کی اپنے سے ماقبل سورت" دہر" کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ دہر میں نیک مسلمانوں سے جنتی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا اور کافروں اور فاجروں کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی اور سورۂ مرسلات میں قَسم کے ساتھ فرمایا گیا کہ نیک مسلمانوں سے جنتی نعمتوں کا جو وعدہ کیا گیا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کی جو وعید سنائی گئی وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ دہر میں قیامت کے دن مسلمانوں کے اَحوال تفصیل سے بیان کئے گئے اور اس سورت میں کافروں کے اَحوال تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

[1]......بخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی المغرب، ۱/۲۷۰، الحدیث: ۷۶۳.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ پھر زور سے جھونکا دینے والیاں۔ پھر ابھار کر اٹھانے والیاں۔ پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں۔ پھر ان کی قسم جو ذکر کا اِلقا کرتی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قسم ان کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان کی جو نہایت تیز چلنے والی ہیں۔ اور خوب پھیلانے والیوں کی۔ پھر خوب جدا کرنے والیوں کی۔ پھر ذکر کا القا کرنے والیوں کی۔

﴿وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا: ان کی قسم جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ارشاد فرمائی اور جن چیزوں کی یہ صفات ہیں ان کا آیات میں ذکر نہیں کیا گیا، اسی لئے مفسرین نے ان چیزوں کی تفسیر میں بہت سی وجوہات ذکر کی ہیں۔

(1)...... یہ پانچوں صفتیں ہواؤں کی ہیں۔ اس صورت میں ان پانچ آیات کا معنی یہ ہے کہ ان ہواؤں کی قسم جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو زور سے جھونکے دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو ابھار کر اٹھاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو جدا کرتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جن کے زوردار جھونکوں سے درخت اکھڑ جاتے ہیں، شہر ویران ہو جاتے ہیں اور ان کے آثار مٹ جاتے ہیں تو اس سے بندوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے

اور وہ اللہ تعالیٰ سے اِلتجائیں کرتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہیں تو گویا کہ ان ہواؤں نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر اِلقا کردیا۔

(2)...... **یہ پانچوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔** اس صورت میں ان پانچ آیات کا معنی یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے احکامات دے کر لگاتار بھیجے جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو ہواؤں کی طرح تیز چلنے والے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو زمین پر اتر کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز لاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو رسولوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لاکر انہیں اِلقا کرتے ہیں۔

(3)...... **یہ پانچوں صفتیں قرآنِ پاک کی آیات کی ہیں۔** اس صورت میں ان پانچ آیات کا معنی یہ ہے کہ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر لگاتار بھیجی جانے والی قرآن کی آیتوں کی قسم۔ پھر قرآن کی ان آیتوں کی قسم جو وعید بیان کر کے دلوں کی دھڑکن تیز کر دیتی ہیں۔ پھر قرآن کی ان آیات کی قسم! جو ایمان والوں کے دلوں میں ہدایت اور معرفت کے اَنوار پھیلا دیتی ہیں۔ پھر قرآن کی ان آیات کی قسم! جو حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیتی ہیں۔ پھر قرآن کی ان آیات کی قسم جو حکمت والا ذکر ہیں اور وہ ایمان والوں کے دلوں میں نور و ایمان ڈال دیتی ہیں۔

(4)...... پہلی تین صفتیں ہواؤں کی ہیں، چوتھی صفت قرآنِ پاک کی آیات کی اور پانچویں صفت فرشتوں کی ہے۔

(5)...... پہلی تین صفتیں ہواؤں کی ہیں جبکہ چوتھی اور پانچویں صفت فرشتوں کی ہے۔[1]

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔ بے شک جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عذر کی گنجائش نہ چھوڑنے کیلئے یا ڈرانے کیلئے۔ بیشک جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔

﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا: عذر کی گنجائش نہ چھوڑنے کیلئے یا ڈرانے کیلئے۔﴾ یعنی ذکر کا اِلقا کرنا اس لئے ہے کہ مخلوق میں سے

[1] ...... جلالین مع جمل، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱-۵، ۸/ ۲۰۰-۲۰۱، خازن، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱-۵، ۴/ ۳۴۳، ملتقطاً۔

کسی کے لئے عذر بیان کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے یا انہیں (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے کے لئے ہے۔ (1)

﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ: بیشک جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔﴿ اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! مرنے کے بعد اُٹھائے جانے، عذاب دیئے جانے اور قیامت کے آنے کا جو تم سے وعدہ کیا جارہا ہے یہ بات ضرور واقع ہونے والی ہے اور اس کے ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ (2)

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب تارے مَحْو کردیئے جائیں۔ اور جب آسمان میں رخنے پڑیں۔ اور جب پہاڑ غبار کر کے اُڑا دیئے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب تارے مٹا دیئے جائیں گے۔ اور جب آسمان پھاڑ دیئے جائیں گے۔ اور جب پہاڑ غبار بنا کے اڑا دیئے جائیں گے۔

﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ: پھر جب تارے مٹا دیئے جائیں گے۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں قیامت واقع ہونے کی علامات بیان کی جارہی ہیں۔

قیامت کی تین علامتیں

اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دن ستاروں کو بے نور کر کے مٹا دیا جائے گا۔ قیامت کے دن ستاروں کی ایک اور حالت بیان کرتے ہوئے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (3) — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔

---

1 ......صاوی، المرسلات، تحت الآیۃ: ۶، ۶/۲۲۹۳.

2 ......جلالین، المرسلات، تحت الآیۃ: ۷، ص۴۸۵، مدارک، المرسلات، تحت الآیۃ: ۷، ص۱۳۱۰، ملتقطاً.

3 ......تکویر: ۲.

اور ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (1) **ترجمۂ کنزالعرفان**: اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اس دن آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جائیں گے اور ان میں سوراخ ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن آسمان پھٹنے کے بعد کی حالتیں بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (2) **ترجمۂ کنزالعرفان**: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَىٕذٍ وَّاهِیَةٌ (3) **ترجمۂ کنزالعرفان**: اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ بہت کمزور ہوگا۔

تیسری علامت یہ ہے کہ اس دن پہاڑ غبار بنا کے اُڑا دیئے جائیں گے۔ قیامت کے دن پہاڑوں کی اور حالتیں بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (4) **ترجمۂ کنزالعرفان**: اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ(۵) فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (5) **ترجمۂ کنزالعرفان**: اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کر دیئے جائیں گے۔ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے۔

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ(۱۱) لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ(۱۲) لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۚ(۱۳)

---

1 ...... انفطار: ۲.
2 ...... رحمٰن: ۳۷.
3 ...... حاقه: ۱۶.
4 ...... نمل: ۸۸.
5 ...... واقعه: ۵، ۶.

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب رسولوں کا وقت آئے۔ کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔ روزِ فیصلہ کے لیے۔ اور تو کیا جانے وہ روزِ فیصلہ کیسا ہے۔ جھٹلانے والوں کی اُس دن خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب رسولوں کو ایک خاص وقت پر جمع کیا جائے گا۔ کس بڑے دن کے لیے انہیں ٹھہرایا گیا تھا۔ فیصلہ کے دن کے لیے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴿وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ: اور جب رسولوں کو ایک خاص وقت پر جمع کیا جائے گا۔﴾ اس وقت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اِحتمال بیان کئے ہیں،

(1)......اس سے وہ وقت مراد ہوسکتا ہے جس میں رسول اپنی امتوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر ہوں گے۔

(2)......اس سے وہ وقت مراد ہوسکتا ہے جس میں رسول ثواب پاکر کامیابی حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔

(3)......اس سے وہ وقت مراد ہوسکتا ہے جس میں رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پوچھا جائے گا کہ (جب انہوں نے تبلیغ کی تو ان کی امتوں کی طرف سے) انہیں کیا جواب دیا گیا اور امتوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنَسْــٴَـلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْــٴَـلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے اور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے۔[2]

﴿لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ: کس بڑے دن کے لیے انہیں ٹھہرایا گیا تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جھٹلانے والوں کو عذاب دینا، ایمان لانے والوں کی تعظیم کرنا اور ان چیزوں کو ظاہر کرنا جن پر ایمان لانے کی

---

1 ......اعراف:۶.

2 ......تفسیر کبیر، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۰/۷۶۹.

مخلوق کو دعوت دی جاتی تھی، جیسے قیامت کے ہَولناک دن کا قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری، اَعمال کا حساب ہونا، اعمال ناموں کا کھلنا اور میزان کا رکھا جانا وغیرہ، یہ تمام اُمور کس بڑے دن کے لئے مُؤخَّر کئے گئے تھے! اس دن کے لئے مؤخر کئے گئے تھے جس میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور تو کیا جانے کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے اور اس کی ہَولناکی اور شدّت کا کیا عالَم ہے۔[1]

﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَىٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے اس ہَولناک دن میں ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نُبُوّت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے اور اعمال کا حساب لئے جانے کے مُنکر تھے۔ یہ آیت لوگوں کو ایمان لانے کی مزید ترغیب دینے اور ایمان نہ لانے پر عذاب سے مزید ڈرانے کے لئے اس سورت میں **10** بار ذکر کی گئی ہے۔[2]

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَىٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔ پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ فرمایا۔ پھر بعد والوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴿اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِیۡنَ: کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں کفارِ مکہ کو ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب سابقہ اُمتوں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود نے

1 ...... تفسیر کبیر، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱۲-۱۴، ۱۰/۷۶۹-۷۷۰.

2 ...... خازن، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۳۴۴، صاوی، المرسلات، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/۲۲۹۳، ملتقطاً.

اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو کیا ہم نے ان پر دنیا میں عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک نہ فرمایا اور یاد رکھو کہ تم میں سے جو لوگ پہلی امتوں میں سے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کے راستے پر چل کر میرے حبیب محمد مُصْطَفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلا رہے ہیں، ہم انہیں بھی سابقہ لوگوں کی طرح ہلاک فرما دیں گے اور مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں کہ انہیں کفر کرنے اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک فرما دیتے ہیں۔ (1)

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالٰی کی آیات اور اس کے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں پر دنیا میں عذاب آئے گا تو اس دن ان کے لئے خرابی ہے۔ (2)

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معلوم اندازہ تک۔ پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا؟ پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ تو ہم قادر ہیں تو ہم کیا ہی اچھے قدرت رکھنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ: کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالٰی نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا فرمایا اور وہ پانی نطفہ ہے، پھر اس پانی کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا اور وہ جگہ ماں کا رحم ہے اور اس پانی کو ماں کے رحم میں ایک معلوم اندازے تک رکھا اور وہ معلوم اندازہ ولادت کا وقت ہے جسے اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے کہ وہ 9 مہینے ہے یا اس سے کم زیادہ تو اللہ تعالٰی نے اس

1 ......خازن، المرسلات، تحت الآیة: ۱۶-۱۸، ۴/۳۴۴، ابو سعود، المرسلات، تحت الآیة: ۱۶-۱۸، ۵/۸۰۷، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، المرسلات، تحت الآیة: ۱۹، ۱۰/۲۸۴.

پانی سے ماں کے رحم میں تمہاری تخلیق کے مراحل کا (حتمی) اندازہ فرمایا اور وہ (حتمی) اندازہ فرمانے پر کیا ہی اچھا قادر ہے۔[1]

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے اپنے پہلی بار پیدا کئے جانے کو دیکھنے کے باوجود دوسری بار پیدا کئے جانے کا انکار کردیا۔[2]

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاۙ(۲۵) اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًاۙ(۲۶) وَّ جَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًاؕ(۲۷) وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔ تمہارے زندوں اور مُردوں کی۔ اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ بنایا۔ زندوں اور مردوں کو۔ اور ہم نے اس میں اونچے اونچے مضبوط پہاڑ بنادیئے اور ہم نے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا: کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ بنایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے زمین کو تمام زندہ اور مُردہ لوگوں کو جمع کرنے والی بنایا ہے کہ زندہ لوگ اس کی پُشت پر مکانات اور محلات میں رہتے ہیں اور مردہ لوگ اس کے اندر اپنی قبروں میں رہتے ہیں اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنادیئے اور ہم نے زمین میں چشمے اور پانی نکلنے کے مقامات پیدا کر کے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا اور یہ تمام باتیں مُردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ عجیب ہیں لہٰذا جو ان چیزوں پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[3]

---

1 ......خازن، المرسلات، تحت الآية: ٢٠-٢٣، ٣٤٤/٤، روح البيان، المرسلات، تحت الآية: ٢٠-٢٣، ٢٨٥/١٠، جلالين مع جمل، المرسلات، تحت الآية: ٢٠-٢٣، ٢٠٥/٨، ملتقطاً.

2 ......تفسير سمرقندی، المرسلات، تحت الآية: ٢٤، ٤٣٦/٤.

3 ......خازن، المرسلات، تحت الآية: ٢٥-٢٧، ٣٤٤/٤، روح البيان، المرسلات، تحت الآية: ٢٥-٢٧، ٢٨٥/١٠-٢٨٦، ملتقطاً.

﴾وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔﴿ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کی خرابی ہے جنہوں نے ان چیزوں کا مُشاہدہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کیا۔ (1)

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔ چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اس دھوئیں کے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔

﴾اِنْطَلِقُوْۤا: چلو۔﴿ یعنی قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ اس آگ اور اس عذاب کی طرف چلو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ (2)

﴾اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ: اس دھوئیں کے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔﴿ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے جہنم کا دھواں مراد ہے، یہ دھواں اونچا ہو کر تین شاخوں میں تقسیم ہو جائے گا اور اس کی ایک شاخ کفّار کے سروں پر، ایک ان کے دائیں طرف اور ایک ان کے بائیں طرف ہو گی اور حساب سے فارغ ہونے تک انہیں اسی دھوئیں میں رہنے کا حکم ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ (3)

کفار کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﳔ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بائیں جانب والے کیا بائیں جانب والے ہیں۔ شدید گرم ہوا اور کھولتے پانی میں ہوں گے۔ اور شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔

1 ......تفسیر سمرقندی، المرسلات، تحت الآیة: ۲۸، ۴/۴۳۶.

2 ......مدارك، المرسلات، تحت الآیة: ۲۹، ص۱۳۱۱، خازن، المرسلات، تحت الآیة: ۲۹، ۴/۳۴۴، ملتقطاً.

3 ......خازن، المرسلات، تحت الآیة: ۳۰، ۴/۳۴۴.

4 ......واقعہ: ۴۱-۴۳.

اور ایمان والے قیامت کے دن کہیں گے:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ [1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا۔

لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے۔ بے شک دوزخ چنگاریاں اُڑاتی ہے جیسے اونچے محل۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نہ سایہ دے اور نہ وہ شعلے سے بچائے۔ بیشک دوزخ محل جیسی چنگاریاں پھینکتی ہے۔ گویا وہ (چنگاریاں) زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

﴿لَا ظَلِیْلٍ: جو نہ سایہ دے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم کا وہ دھواں ایسا ہے کہ نہ سایہ دے جس سے کفار اس دن کی گرمی سے کچھ امن پا سکیں اور نہ وہ کفار کو جہنم کی آگ کے شعلے سے بچائے گا۔ بیشک دوزخ اونچے محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہے اور ان چنگاریوں کا رنگ ایسا ہے گویا کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ [2]

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اس دن کی ہولناکیوں اور اس دن میں گناہگاروں کے احوال کو جھٹلاتے ہیں۔ [3]

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ

1 ...... الطور:۲۷.

2 ...... مدارك، المرسلات، تحت الآية: ۳۱-۳۳، ص ۱۳۱۲.

3 ...... روح البيان، المرسلات، تحت الآية: ۳۴، ۱۰/۲۸۸.

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ دن ہے جس میں وہ بول نہ سکیں گے۔ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ معذرت کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴿هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ: یہ وہ دن ہے جس میں وہ بول نہ سکیں گے۔﴾ یعنی قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں کفار نہ بول سکیں گے اور نہ کوئی ایسی حجت پیش کر سکیں گے جو ان کے کام آئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سے مواقع ہوں گے جن میں سے بعض مواقع پر کفار کلام کریں گے اور بعض میں کچھ بول نہ سکیں گے۔ (1)

﴿وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ: اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ معذرت کریں۔﴾ یعنی قیامت کے دن کفار کو معذرت کرنے کی اجازت نہیں ملے گی اور اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے پاس کوئی عذر موجود ہوگا لیکن عذر بیان کرنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ درحقیقت اُن کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا کیونکہ دنیا میں حجتیں تمام کر دی گئیں اور آخرت کیلئے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، البتہ انہیں یہ فاسد خیال آئے گا کہ کچھ حیلے بہانے بنائیں، یہ حیلے پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ حضرت جنید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کہ اس کے پاس عذر ہی کیا ہے جس نے نعمت دینے والے سے رُوگردانی کی، اس کی نعمتوں کو جھٹلایا اور اس کے احسانوں کی ناشکری کی۔ (2)

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے اِن خبروں کو اور اپنے پاس آنے والی اُن حق باتوں کو جھٹلایا جو یقینی طور پر واقع ہوں گی۔ (3)

---

1 ……خازن، المرسلات، تحت الآية: ۳۵، ۴/۳۴۵، مدارك، المرسلات، تحت الآية: ۳۵، ص۱۳۱۲، ملتقطاً.

2 ……خازن، المرسلات، تحت الآية: ۳۶، ۴/۳۴۵، تفسير كبير، المرسلات، تحت الآية: ۳۶، ۱۰/۷۷۸، ملتقطاً.

3 ……روح البيان، المرسلات، تحت الآية: ۳۷، ۱۰/۲۸۹.

هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِیْنَ(۳۸) فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ(۳۹) وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۴۰)ع

ع ۱ ۲۱

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔ اب اگر تمہارا کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چل لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ فیصلے کا دن ہے ہم نے تمہیں اور سب اگلوں کو جمع کردیا۔ اب اگر تمہارا کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلالو۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴿هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ: یہ فیصلے کا دن ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قیامت کا دن جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان فیصلے کا دن ہے اور اے میرے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والو! ہم نے تمہیں اور ان لوگوں کو جمع کردیا جو تم سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلاتے تھے، تمہارا اور ان کا سب کا حساب کیا جائے گا اور تمہیں اور انہیں سب کو عذاب دیا جائے گا، اب اگر عذاب سے بچنے کے لئے تمہارے پاس کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلالو اور کسی طرح اپنے آپ کو عذاب سے بچاسکتے ہو تو بچالو۔ یہ انتہا درجہ کی ڈانٹ ہے کیونکہ یہ بات تو وہ بھی یقینی طور پر جانتے ہوں گے کہ نہ آج کوئی داؤ چل سکتا ہے اور نہ کوئی حیلہ کام دے سکتا ہے۔ (1)

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اللّٰہ تعالٰی کی قدرت، مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کے دن جمع کئے جانے کا انکار کریں۔ (2)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ(۴۱) وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ(۴۲) كُلُوْا

(1) ……خازن، المرسلات، تحت الآیة: ۳۸-۳۹، ۴/۳۴۵، جلالین، المرسلات، تحت الآیة: ۳۸-۳۹، ص۴۸۶، ملتقطاً.

(2) ……تفسیر سمرقندی، المرسلات، تحت الآیة: ۴۰، ۴/۴۳۷.

وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں۔ اور میووں میں سے جو کچھ ان کا جی چاہے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔ بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور پھلوں میں سے جو وہ چاہیں گے۔ اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴾اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک ڈرنے والے۔﴿ قیامت کے دن کفار پر آنے والے مختلف عذابات اور اس دن ان کی ہونے والی رُسوائیاں بیان کرنے کے بعد اب اہلِ ایمان کو ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے وہ آخرت میں جنّتی درختوں کے سایوں اور جنت میں جاری چشموں میں ہوں گے اور جن پھلوں سے ان کا جی چاہے گا ان سے لذت اٹھائیں گے اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے ان نیک اعمال کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کئے تھے مزے سے ایسی لذیذ اور خالص چیزیں کھاؤ اور پیو جن میں ذرا سا بھی طبعی طور پر نقصان کا شائبہ نہیں۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں لہٰذا تم بھی نیکیاں کرو تاکہ ایسی جزا حاصل کرسکو۔ (1)

﴾وَ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ: اور پھلوں میں سے جو وہ چاہیں گے۔﴿ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہلِ جنت کو دُنْیَوی زندگی کے برخلاف ان کی مرضی کے مطابق جنّتی نعمتیں ملیں گی جبکہ دنیا میں آدمی کو جو مُیَسَّر ہوتا ہے اسی پر اسے راضی ہونا پڑتا ہے۔ (2)

1 ……خازن، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۴، ۴/۳۴۵، مدارک، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۱-۴۴، ص۱۳۱۲، ملتقطاً.

2 ……جلالین، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۲، ص۴۸۶.

﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَىِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ قیامت کے دن مومن انتہائی عزت وکرامت کے ساتھ ہوگا جبکہ کافر انتہائی ذلت ورُسوائی کی حالت میں ہوگا۔ جب وہ مومن کو انتہائی عزت وکرامت میں دیکھے گا تو اس کی حسرت بڑھ جائے گی اور اس کے غم اور زیادہ ہو جائیں گے اور یہ بھی روحانی طور پر ایک عذاب ہے، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔ (1)

كُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِیۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَىِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ دن کھالو اور برت لو ضرور تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے کافرو!) تم (بھی دنیا میں) کچھ دن کھالو اور فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

﴿كُلُوۡا: کھالو۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے سرزنش کرنے کے طور پر کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے دنیا میں جھٹلانے والو! تم دنیا میں کچھ دن کھالو اور اپنی موت کے وقت تک فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم اور کافر ہو اور دائمی عذاب کے مُستحق ہو۔ (2)

﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَىِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے کیونکہ انہوں نے عارضی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی جانوں کو دائمی عذاب کے لئے پیش کر دیا۔ (3)

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا یَرۡكَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَىِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾

ع ۲ / ۲۲

1 ...... تفسیر کبیر، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۵، ۱۰/۷۷۹-۷۸۰۔

2 ...... مدارک، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۶، ص۱۳۱۲، خازن، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/۳۴۵، ملتقطاً۔

3 ...... روح البیان، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۷، ۱۰/۲۹۰۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے ۔اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ۔پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے ۔اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ۔ پھر اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے ؟

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ: اور جب ان سے کہا جائے ۔﴾ قیامت کے دن جب کفار کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے تو کہا جائے گا کہ جب دنیا میں ان سے کہا جاتا کہ (ایمان لا کر) محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کے ساتھ نماز پڑھو تو یہ نماز نہیں پڑھتے تھے ۔اسی سبب سے آج یہ سجدہ کرنے سے محروم کر دیئے گئے ۔[1]

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ: اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ۔﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے دنیا میں رکوع اور سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل نہ کیا ۔[2]

﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ: پھر اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے ؟﴾ یعنی قرآن شریف اللّٰہ تعالٰی کی کتابوں میں سب سے آخری کتاب اور بہت ظاہر معجزہ ہے، جب یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائے تو پھر اس کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے ۔[3]

---

1 ......خازن، المرسلات، تحت الآیة: ۴۸، ۴/۳۴۵.

2 ......روح البیان، المرسلات، تحت الآیة: ۴۹، ۱۰/۲۹۱.

3 ......مدارک، المرسلات، تحت الآیة: ۵۰، ص۱۳۱۲.

چار مفید چیزوں پر مشتمل لفظی ترجمہ
لفظ بہ لفظ ترجمہ
مکمل بامحاورہ ترجمہ
مختصر حواشی
آیات کے عنوانات
معرفۃ القرآن
علیٰ
کنز العرفان
جلد پنجم
پارہ 21...25

پارہ نمبر...... 30

سُوْرَةُ النَّبَا

سورۂ نبا کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نَبا مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 2رکوع، 40 آیتیں ہیں۔

''نبا'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں خبر کو''نَبا'' کہتے ہیں اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے جس کی مناسبت سے اسے ''سورۂ نبا'' کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو سورۂ تَساؤل اور سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ بھی کہتے ہیں، اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

سورۂ نبا کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مختلف دلائل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت کے بارے میں مشرکین کی باہمی گفتگو کے بارے میں بتایا گیا اور قیامت قائم ہونے کی خبر دے کر اس کے واقع ہونے پر دلائل بیان کئے گئے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی قدرت کے چند آثار بتا کر انسان کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل بیان

[1]......خازن، تفسیر سورة النّبأ، ٤/٣٤٥.

کئے گئے۔

(3)......دوبارہ زندہ کئے جانے اور مخلوق کے درمیان فیصلہ کئے جانے کا وقت بتایا گیا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ جہنم کافروں کے انتظار میں ہے اور اس کے بعد کافروں کے عذاب کی مختلف اَقسام اور نیک مسلمانوں کے ثواب کی مختلف اَنواع بیان کی گئیں۔

سورۂ مُرسَلات کے ساتھ مناسبت

سورۂ نبا کی اپنے سے ماقبل سورت ''مُرسَلات'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بیان کیا گیا اور اس چیز پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں جنت اور جہنم کے اوصاف، نیک مسلمانوں کی نعمتوں اور کافروں کے عذاب، قیامت کی ہولناکیاں اور اس کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کررہے ہیں۔ بڑی خبر کی۔ جس میں وہ کئی راہ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوال کررہے ہیں؟ بڑی خبر کے متعلق۔ جس میں انہیں اختلاف ہے۔

﴿عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ: لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوال کررہے ہیں؟۔﴾ یعنی وہ کیا عظیم الشان بات ہے جس میں کفارِ قریش ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کررہے ہیں ۔اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفارِ مکہ کو توحید کی دعوت دی اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور قرآنِ کریم کی تلاوت فرما کر اُنہیں سنایا تو انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو کرنا شروع کردی اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیسا دین لائے ہیں؟ ان کی اس باہمی گفتگو کو یہاں بیان کیا گیا ہے اور یاد رہے کہ اس آیت میں حقیقتاً سوال نہیں کیا گیا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں بلکہ اس بات کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے اسے اِستفہام کے پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔[1]

﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ: بڑی خبر کے متعلق۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں وہ بات بیان فرمائی جارہی ہے جس کے بارے کفار ایک دوسرے سے گفتگو کررہے تھے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ اس بڑی خبر کے بارے میں گفتگو کررہے ہیں جس میں انہیں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک بڑی خبر سے قرآنِ پاک مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی تو قرآنِ پاک کو جادو کہتا ہے، کوئی شعر کہتا ہے، کوئی کہانت اور کوئی اور کچھ کہتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور آپ کا دین مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر کہتا ہے، کوئی شاعر اور کوئی کاہن کہتا ہے، اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ بڑی خبر سے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا مسئلہ مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ بعض کافر تو اس کا قطعی طور پر انکار کرتے ہیں اور بعض کافر اس کے بارے شک میں ہیں۔[2]

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

1 ......خازن، النّبأ، تحت الآية: ۱، ۴/۳۴۶، روح البيان، النّبأ، تحت الآية: ۱، ۱۰/۲۹۲، ملتقطاً.

2 ......خازن، النّبأ، تحت الآية: ۲-۳، ۴/۳۴۶، مدارك، النّبأ، تحت الآية: ۲-۳، ص ۱۳۱۳، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! وہ جلد جان جائیں گے۔ پھر خبردار! وہ جلد جان جائیں گے۔

﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ: خبردار! وہ جلد جان جائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ کفار جیسی باتیں کر رہے ہیں در حقیقت ویسا ہے نہیں اور جب قیامت کے دن اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی تو اس وقت یہ اپنے انکار کا انجام جان جائیں گے، یہ پھر خبردار ہو جائیں کہ اس وقت وہ اپنے انکار کا انجام جان جائیں گے۔ (1)

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۪ۙ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۪﴿۱۱﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۪ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور تمہیں جوڑے بنایا۔ اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔ اور رات کو پردہ پوش کیا۔ اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔ اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔ اور بھری بدلیوں سے زور کا پانی اتارا۔ کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ۔ اور گھنے باغ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا۔ اور تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا۔ اور رات کو ڈھانپ دینے والی بنایا۔ اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔ اور تمہارے

(1)......خازن، النّبأ، تحت الآية: ٤-٥، ٤/٣٤٦.

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ایک نہایت چمکتا چراغ (سورج) بنایا۔ اور بدلیوں سے زوردار پانی اُتارا۔ تاکہ اس کے ذریعے اناج اور سبزہ نکالیں۔ اور گھنے باغات۔

﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا؟ ﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات میں سے چند چیزیں ذکر فرمائیں تاکہ کفارِ قریش ان کی دلالت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو جانیں اور یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ عالَم کو پیدا کرنے اور اس کے بعد اس کو فنا کرنے اور فنا کرنے کے بعد پھر حساب اور جزا کے لئے پیدا کرنے پر قادر ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 10 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا تاکہ تم اس پر رہو اور وہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہو، اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہ بنایا تاکہ ان سے زمین ثابت اور قائم رہے، اور کیا ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑے نہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے سے سکون حاصل کرو اور معاشی و معاشرتی اُمور کا انتظام کرو، اور کیا ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے جسموں کے لئے آرام کا ذریعہ نہ بنایا تاکہ اس سے تمہاری کوفت اور تھکن دور ہو اور تمہیں راحت و آرام حاصل ہو، اور کیا ہم نے رات کو ڈھانپ دینے والی نہ بنایا جو کہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو چھپا دیتی ہے تاکہ تمہارے معاملات پوشیدہ رہیں، اور کیا ہم نے دن کو روزگار کمانے کا وقت نہ بنایا تاکہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنی روزی تلاش کرو، اور کیا ہم نے تمہارے اوپر ایسے سات مضبوط آسمان نہ بنائے جن پر زمانہ گزرنے کا اثر نہیں ہوتا اور پرانا پن اور بوسیدگی ان تک راہ نہیں پاتی اور کیا ہم نے ان آسمانوں میں ایک نہایت چمکتا چراغ سورج نہ بنایا جس میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی، اور کیا ہم نے بدلیوں سے زوردار پانی نہ اتارا تاکہ اس کے ذریعے زمین سے انسانوں کے کھانے کے لئے اناج، جانوروں کے کھانے کے لئے سبزہ اور گھنے باغات نکالیں؟ تو غور کرو کہ جس نے اتنی چیزیں پیدا کر دیں وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، نیز ان چیزوں کو پیدا کرنا حکیم یعنی حکمت والے کا فعل ہے اور حکمت والے کا فعل ہرگز عبث اور بے کار نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد اُٹھنے اور سزا و جزا کے انکار کرنے سے لازم آتا ہے کہ انکار کرنے والے کے نزدیک تمام افعال بیکار ہوں، حالانکہ یہ باطل ہے اور جب بیکار ہونا باطل ہے تو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کا انکار کرنا بھی باطل ہے۔ اس مضبوط دلیل سے ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے، اعمال کا حساب ہونا ہے

اوران کی جزا ضرور ملنی ہے اوراس میں کوئی شک ہرگز نہیں ۔[1]

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک فیصلے کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آ ؤ گے فوجوں کی فوجیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم فوج در فوج چلے آ ؤ گے۔

﴿اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا: بیشک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔﴾ یعنی بیشک وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا وہ اس کے علم میں ثواب اور عذاب کے لئے ایک مقرر کیا ہوا وقت ہے۔[2]

﴿یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ: جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ فیصلے کا دن وہ ہوگا جس دن صور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو تم اپنی قبروں سے حساب کیلئے حساب کی جگہ کی طرف فوج در فوج چلے آ ؤ گے۔[3]

اس حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

---

1 ......خازن، النّبأ، تحت الآية: ٦-١٦، ٤/٣٤٦-٣٤٧، مدارك، النّبأ، تحت الآية: ٦-١٦، ص ١٣١٣-١٣١٤، روح البيان، النّبأ، تحت الآية: ٦-١٦، ١٠/٢٩٣-٢٩٩، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوی، النّبأ، تحت الآية: ١٧، ٦/٢٣٠٠.

3 ......روح البيان، النّبأ، تحت الآية: ١٨، ١٠/٢٩٩، ملخصاً.

4 ......يس: ٥١.

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو ہم سب کو جمع کرلائیں گے۔

وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہوجائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے بن جائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ایسے ہوجائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی کا دھوکا دیتی ہے۔

﴿وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ: اور آسمان کھول دیا جائے گا۔﴾ یعنی قیامت کے دن آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ کثیر دروازوں والا ہوجائے گا اور اس میں ایسے راستے بن جائیں گے جن سے فرشتے اُتریں گے۔[2]

اسی بات کو صراحت کے ساتھ ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ تَنْزِيْلًا[3] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے پوری طرح اتارے جائیں گے۔

﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ: اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔﴾ قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر قیامت کے دن پہاڑوں کی مختلف حالتیں بیان کی گئیں ہیں۔

پہلی حالت: پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر چورا چورا کردیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ...... کہف: ۹۹.

2 ......روح البیان، النّبأ، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱۰/۳۰۰-۳۰۱، خازن، النّبأ، تحت الآیۃ: ۱۹، ۴/۳۴۷.

3 ......فرقان: ۲۵.

وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک دم چورا چورا کردیئے جائیں گے۔

دوسری حالت: پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے۔

تیسری حالت: پہاڑ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّاۙ(۵) فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کردیئے جائیں گے۔تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہوجائیں گے۔

چوتھی حالت: غبار بنا کر پہاڑوں کو اڑا دیا جائے گا،ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب پہاڑ غبار بنا کے اڑا دیئے جائیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔تم فرماؤ!انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔

پانچویں حالت: غبار بن کر اڑنے کے بعد پہاڑ تیزی سے چل رہے ہوں گے لیکن دیکھنے میں ٹھہرے ہوئے لگیں گے۔ارشاد فرمایا کہ

وَّ تَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا (6)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہاڑ تیزی سے چلیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

---

1 ...... حاقه: ۱۴.
2 ...... القارعه: ۵.
3 ...... واقعه: ۵، ۶.
4 ...... مرسلات: ۱۰.
5 ...... طٰه: ۱۰۵.
6 ...... طور: ۱۰.

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔

چھٹی حالت: جب پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ دیکھنے والے کی نظر میں ایسے ہوجائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جسے دور سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے پانی ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتی۔ [2]

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جہنم تاک میں ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانا۔ اس میں قرنوں رہیں گے۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔ جیسے کو تیسا بدلہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جہنم تاک میں ہے۔ سرکشوں کے لئے ٹھکانہ ہے۔ اس میں مدتوں رہیں گے۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ چکھیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کی پیپ۔ برابر بدلہ ہوگا۔

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا: بیشک جہنم تاک میں ہے۔﴾ اس کا **ایک معنی** یہ ہے کہ جہنم کافروں کی مُنتظر اور ان کی طلبگار رہے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ جہنم کے فرشتے کفار کے انتظار میں ہیں۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ جہنم ایک گزرگاہ ہے اور کوئی بھی اس پر سے گزرے بغیر جنت تک نہیں پہنچ سکتا۔ [3]

---

1 ...... نمل: ٨٨.

2 ...... تفسیر کبیر، النّبأ، تحت الآیة: ٢٠، ١٣/١١-١٤، ملخصاً.

3 ...... خازن، النّبأ، تحت الآیة: ٢١، ٤/٣٤٧، تفسیر کبیر، النّبأ، تحت الآیة: ٢١، ١١/١٤، ملتقطاً.

﴿لِلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا: سرکشوں کیلئے ٹھکانا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنم کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ ہے لہٰذا وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس میں نہ ختم ہونے والی مدت تک یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس میں کسی طرح کی ایسی ٹھنڈک محسوس نہ کریں گے جس سے انہیں راحت نصیب ہو اور جہنم کی گرمی سے سکون ملے اور نہ جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنمیوں کی پیپ کے علاوہ انہیں کچھ پینے کو ملے گا۔ (1)

یاد رہے کہ جو مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پانے جہنم میں جائیں گے انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ انہیں مُقَرَّب بندوں اور دیگر حضرات کی شفاعت کے ذریعے یا محض فضلِ الٰہی سے یا جب ان کی سزا پوری ہو جائے گی تو انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

﴿جَزَآءً وِّفَاقًا: برابر بدلہ ہوگا۔﴾ یعنی جیسے عمل ہوں گے ویسی جزا ملے گی اور چونکہ کفر سے بدترین کوئی جرم نہیں ہے اس لئے سب سے سخت عذاب بھی کفار کو ہوگا۔ (2)

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔ اور ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ حساب کا خوف نہ رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا: بیشک وہ حساب کا خوف نہ رکھتے تھے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار اس سزا کے مستحق اس وجہ سے ہوئے ہیں کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا حساب ہونے کا خوف نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور انہوں نے ہماری وحدانیّت اور ہمارے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی صداقت کے دلائل پر مشتمل آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا تھا۔ (3)

---

1 ......روح البیان، النّبأ، تحت الآیة: ۲۲-۲۵، ۱۰/۲، ۳۰۳-۳۰۵، جلالین، النّبأ، تحت الآیة: ۲۲-۲۵، ص ۴۸۷، ملتقطاً.

2 ......جلالین، النّبأ، تحت الآیة: ۲۶، ص ۴۸۷، ملخصاً.

3 ......روح البیان، النّبأ، تحت الآیة: ۲۷-۲۸، ۱۰/۳۰۶، خازن، النّبأ، تحت الآیة: ۲۷-۲۸، ۴/۳۴۷-۳۴۸، ملتقطاً.

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًاۙ(۲۹) فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا۠(۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔ اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔ تو اب چکھو تو ہم تمہارے عذاب ہی کو بڑھائیں گے۔

﴿ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا: اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اور کافروں کے تمام نیک اور برے اعمال ہمارے علم میں ہیں، ہم انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا دیں گے اور آخرت میں جب کفار کو عذاب دیا جائے گا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی سزا کے طور پر جہنم کا عذاب چکھو اور ہم تمہارے عذاب پر عذاب ہی کو بڑھائیں گے۔ (1)

اہلِ جہنم پر سب سے زیادہ سخت اور تکلیف دِہ آیت

حضرت حسن بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابو برزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ کون سی آیت ہے جو اہلِ جہنم کے لئے سب سے زیادہ سخت اور تکلیف دِہ ہے؟ حضرت ابو برزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ’’فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا‘‘۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’اہلِ جہنم کے لئے اس آیت ’’فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا‘‘ سے زیادہ سخت کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے مزید عذاب میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ (3)

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًاۙ(۳۱) حَدَآىٕقَ وَ اَعْنَابًاۙ(۳۲) وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًاۙ(۳۳) وَّ كَاْسًا

1 ......خازن، النّبأ، تحت الآية: ۲۹-۳۰، ۴/۳۴۸، جلالين، النّبأ، تحت الآية: ۲۹-۳۰، ص ۴۸۷، روح البيان، النّبأ، تحت الآية: ۲۹-۳۰، ۱۰/۳۰۶-۳۰۷، ملتقطاً.

2 ......مجمع الزّوائد، كتاب التفسير، سورة عمّ يتساء لون، ۷/۲۸۱، الحديث: ۱۱۴۶۳.

3 ......د رمنثور، النّبأ، تحت الآية: ۳۰، ۸/۳۹۷.

دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔ باغ ہیں اور انگور۔ اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔ اور چھلکتا جام۔ جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں اور نہ جھٹلانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ڈر والوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور اٹھتے جوبن والیاں جو ایک عمر کی ہیں۔ اور چھلکتا جام ہے۔ وہ جنت میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانا۔

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا: بیشک ڈر والوں کیلئے کامیابی کی جگہ ہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے لئے وعیدیں بیان کی گئیں اور اب متقی لوگوں کی جزا بیان کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو کفر اور دیگر برے اعمال سے بچتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنت میں کامیابی کی جگہ ہے جہاں انہیں عذاب سے نجات ہو گی اور انہیں اپنی ہر مراد حاصل ہو گی اور ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے نفیس پھلوں والے درخت ہیں اور ان کے لئے انگور ہیں اور ان کے لئے اٹھتے جوبن والی ایک عمر کی بیویاں ہیں اور ان کے لئے جنت کی نفیس شراب سے چھلکتا جام ہے اور جنت میں شراب پینے کی وجہ سے انہیں نہ کوئی بے ہودہ بات سننے میں آئے گی اور نہ وہاں کوئی کسی کو جھٹلائے گا۔[1]

حقیقی طور پر کامیاب کون؟

اس سے معلوم ہوا کہ اصل کامیاب وہ نہیں جو دنیا میں کامیابی پالے بلکہ حقیقی طور پر کامیاب وہ ہے جو قیامت کے دن جنت حاصل کر لے۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے

[1] ......روح البيان، النّبأ، تحت الآية: ۳۱-۳۵، ۱۰/۳۰۷-۳۰۸، مدارك، النّبأ، تحت الآية: ۳۱-۳۵، ص ۱۳۱۵، خازن، النّبأ، تحت الآية: ۳۱-۳۵، ۴/۳۴۸، ملتقطاً.

وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (1) جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے اعمال کرے جس سے دنیا میں بھی سُرخرو ہو اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جنت اور اس کی ابدی نعمتیں حاصل کرلے۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ صَفًّا ﯼ لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا۔ وہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔ جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اِذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔ وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (یہ) بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا۔ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، نہایت رحم فرمانے والا ہے، لوگ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔ جس دن جبریل اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے۔ کوئی نہ بول سکے گا مگر وہی جسے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور

1......ال عمران: ۱۸۵.

اس نے ٹھیک بات کہی ہو۔ وہ سچا دن ہے، اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ: (یہ) بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں سے جو وعدہ فرمایا ہے یہ اس وعدے کے مطابق تمہارے اعمال کے بدلے کے طور پر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نہایت کافی عطا ہے اور تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب عَزَّوَجَلَّ ہے اور وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے اور جس دن حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے تو اس دن لوگ اللہ تعالیٰ کے رعب و جلال اور خوف کی وجہ سے اس سے مصیبت دور کرنے اور عذاب اٹھادینے کی بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے البتہ جسے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ نے کلام کرنے یا شفاعت کرنے کی اجازت دی ہو اور اس نے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہو اور اُسی کے مطابق عمل کیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کلام کر سکے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ٹھیک بات سے کلمۂ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مراد ہے۔ (1)

﴿ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ: وہ سچا دن ہے۔﴾ یعنی قیامت کا واقع ہونا برحق ہے، اب جو چاہے نیک اعمال کرکے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف راہ بنالے تاکہ اس دن میں عذاب سے محفوظ رہ سکے۔ (2)

اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚۖ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَ یَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آ گیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم تمہیں ایک قریب آئے ہوئے عذاب سے ڈرا چکے جس دن آدمی وہ دیکھے گا جو اس کے

1 ......جلالین مع صاوی، النّبأ، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۸، ۶/ ۲۳۰۳-۲۳۰۴، خازن، النّبأ، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۸، ۴/ ۳۴۸، تفسیر قرطبی، النّبأ، تحت الآیۃ: ۳۶-۳۸، ۱۰/ ۱۳۱-۱۳۳، الجزء التاسع عشر، ملتقطاً۔

2 ......جلالین، النّبأ، تحت الآیۃ: ۳۹، ص ۴۸۸۔

ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہو جاتا۔

﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا: بیشک ہم تمہیں ایک قریب آئے ہوئے عذاب سے ڈرا چکے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! ہم دنیا میں تمہیں اپنی آیات کے ذریعے قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا چکے ہیں جو کہ قریب آ گیا ہے اور یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے دیکھے گا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہو جاتا تاکہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ کافر یہ تمنا کب کرے گا اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب جانوروں اور چوپایوں کو اٹھایا جائے گا اور انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا یہاں تک کہ اگر سینگ والے نے بے سینگ والے کو مارا ہوگا تو اُسے بھی بدلہ دلایا جائے گا، اس کے بعد وہ سب خاک کر دیئے جائیں گے، یہ دیکھ کر کافر تمنا کرے گا کہ کاش! میں بھی ان کی طرح خاک کر دیا جاتا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب مومنین پر اللہ تعالٰی انعام فرمائے گا تو ان نعامات کو دیکھ کر کافر تمنا کرے گا کہ کاش! وہ دنیا میں خاک ہوتا یعنی اللہ تعالٰی کی اطاعت کے معاملے میں عاجزی اور تواضع کرنے والا ہوتا متکبر اور سرکش نہ ہوتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر سے مراد ابلیس ہے جس نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ مٹی سے پیدا کئے گئے اور اپنے آگ سے پیدا کئے جانے پر فخر کیا تھا۔ جب وہ قیامت کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی ایماندار اولاد کے ثواب کو دیکھے گا اور اپنے آپ کو عذاب کی شدت میں مبتلا پائے گا تو کہے گا: کاش! میں مٹی ہوتا یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح مٹی سے پیدا کیا ہوا ہوتا۔ (1)

1 ...... جلالین، النّبأ، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۴۸۸، خازن، النّبأ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۴/۳۴۸-۳۴۹، ملتقطاً.

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

سورۂ نازعات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نازعات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **2** رکوع، **46** آیتیں ہیں۔

''نازعات'' نام رکھنے کی وجہ

اُن فرشتوں کو نازعات کہتے ہیں جو انسانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ان فرشتوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نازعات'' کہتے ہیں

سورۂ نازعات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں مختلف خدمات پر مامور فرشتوں کی قسم ذکر کر کے بتایا گیا کہ قیامت کے دن کافروں کو ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

(2)......قیامت کے دن کی ہَولناکی اور دہشت سے کفار کا جو حال ہوگا وہ بیان کیا گیا۔

(3)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے میں کفار کے اَقوال بیان کئے گئے اور ان کفار کا رد کیا گیا۔

(4)......عبرت اور نصیحت کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا گیا کہ کس طرح اس نے

---

1 ......خازن، تفسیر سورة النّازعات، ۳۴۹/۴.

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معرکہ آرائی کی اور اس کا انجام کیا ہوا۔

(5)......مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں سے خطاب فرمایا گیا اور بعض محسوس دلائل بیان کر کے اس چیز پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ثابت کیا گیا ہے۔

(6)......یہ بتایا گیا کہ آخرت میں انسان کو اعمال نامے دیکھ کر اپنے تمام دُنْیَوی اچھے برے اعمال یاد آ جائیں گے اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش کی پیروی کرنے سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

(7)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ جو کافر قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں انہیں وہ وقت بتانا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور کافر جب اس قیامت کو دیکھیں گے تو اس کی ہَولناکی اور دہشت سے اپنی زندگانی کی مدت ہی بھول جائیں گے۔

سورۂ نباء کے ساتھ مناسبت

سورۂ نازعات کی اپنے سے ماقبل سورت ''نباء'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت، اس کے احوال، نیک مسلمانوں کے انجام اور کافروں کے ٹھکانے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔اور نرمی سے بند کھولیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سختی سے جان کھینچنے والوں کی قسم۔اور نرمی سے بند کھولنے والوں کی۔

﴿وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا: سختی سے جان کھینچنے والوں کی قسم۔﴾ یعنی ان فرشتوں کی قسم! جو کافروں کے جسموں سے ان کی روح سختی سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔ (1)

﴿وَ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا: اور نرمی سے بند کھولنے والوں کی۔﴾ یعنی ان فرشتوں کی قسم! جو مومنوں کے جسموں سے ان کی روحیں نرمی سے قبض کرتے ہیں۔ (2)

مومن کی روح نرمی سے نکالی جاتی ہے

حضرت عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام جب کسی مومن کی روح قبض فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ نرمی فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت خزرج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سرہانے حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا تو ان سے فرمایا ''میرے صحابی پر نرمی کرنا کیونکہ یہ مومن ہے۔ حضرت ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں بے شک میں ہر مومن کے ساتھ (روح نکالنے کے معاملے میں) نرمی کرنے والا ہوں۔ (3)

وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسانی سے پیریں۔ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔ پھر کام کی تدبیر کریں کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسانی سے تیرنے والوں کی۔ پھر آگے بڑھنے والوں کی۔ پھر کائنات کا نظام چلانے والوں

---

1 ......تفسیر بغوی، النّازعات، تحت الآیة: ۱، ۴/ ۴۱۰.

2 ......تفسیر بغوی، النّازعات، تحت الآیة: ۲، ۴/ ۴۱۰.

3 ......معجم الکبیر، باب الخاء، خزرج الانصاری، ۴/ ۲۲۰، الحدیث: ۴۱۸۸.

کی (اے کافرو! تم پر قیامت ضرور آئے گی)۔

﴿وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا: اور آسانی سے تیرنے والوں کی۔﴾ یعنی اور ان فرشتوں کی قسم! جو (زمین اور آسمان کے درمیان) مومنین کی روحیں لے کر آسانی سے تیرنے والے ہیں۔ (1)

﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا: پھر آگے بڑھنے والوں کی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر ان فرشتوں کی قسم جن کا وصف یہ ہے کہ وہ اپنی اس خدمت پر جلد پہنچتے ہیں جس پر وہ مقرر ہیں۔ (2)

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا: پھر کائنات کا نظام چلانے والوں کی۔﴾ یعنی، پھر ان فرشتوں کی قسم! جو دنیا کے کاموں کا انتظام کرنے پر مقرر ہیں اور ان کاموں کو سرانجام دیتے ہیں، ان تمام قسموں کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اے کفارِ مکہ! تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور ضرور تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ (3)

ہر کام وسیلے کے ذریعے ہونا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑا کام کسی وسیلے کے بغیر خود اسی کے حکم سے ہو جائے، لیکن قانون یہ ہے کہ کام وسیلے کے ذریعے ہو کیونکہ دنیا کا ہر کام کائنات کا نظام چلانے پر مقرر فرشتوں کے سپرد ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان مُشترک ہیں، جیسے علی، سمیع، بصیر، انہیں میں سے مُدَبِّر بھی ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ بھی تدبیر فرمانے والا ہے اور فرشتے بھی مُدَبِّراتِ اَمر یعنی کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اُس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

---

1 ...... تفسیر قرطبی، النّٰزعات، تحت الآیۃ: ٣، ١٠/١٣٦-١٣٧، الجزء التاسع عشر.

2 ...... روح البیان، النّٰزعات، تحت الآیۃ: ٤، ١٠/٣١٥.

3 ...... بغوی، النّٰزعات، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٤١١.

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ: جس دن تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تم اس دن ضرور زندہ کئے جاؤ گے جس دن (ایک سینگ میں) پہلی پھونک ماری جائے گی تو اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے زمین اور پہاڑ شدید حرکت کرنے لگیں گے اور انتہائی سخت زلزلہ آجائے گا اور تمام مخلوق مرجائے گی، پھر اس پہلی پھونک کے بعد دوسری پھونک ماری جائے گی جس سے ہر چیز اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کردی جائے گی۔ ان دونوں پھونکوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔[1]

قیامت قریب ہے، جو کرنا ہے کرلو

حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب رات کے دو تہائی حصے گزرجاتے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھتے اور ارشاد فرماتے ''اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللّٰہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ (قیامت کا) پہلا نَفخہ آن پہنچا اور دوسرا نَفخہ اس کے تابع ہوگا، موت آپہنچی ہے، موت اپنی ان تکالیف کے ساتھ آپہنچی ہے جو اس میں ہیں۔[2] مراد یہ ہے کہ قیامت قریب ہے، جو کرنا ہے کرلو اور موت تمہارے سر پہ کھڑی ہے اس لئے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے ۔۔۔ اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے

قُلُوْبٌ يَّوْمَىٕذٍ وَّاجِفَةٌۙ(۸) اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌۘ(۹)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دل اس دن خوفزدہ ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَىٕذٍ وَّاجِفَةٌ: دل اس دن خوفزدہ ہوں گے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن (صُور میں) پھونک ماری جائے گی تو اس دن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کفار کا حال یہ ہوگا کہ

1 ......روح البیان، النّازعات، تحت الآیۃ: ٦-٧، ١٠/٣١٦-٣١٧، بغوی، النّازعات، تحت الآیۃ: ٦-٧، ٤/٤١١، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، ٢٣-باب، ٤/٢٠٧، الحدیث: ٢٤٦٥.

برے اعمال اور قبیح اَفعال کی وجہ سے ان کے دل خوفزدہ ہوں گے اور اس دن کی وحشت اور ہولناکی کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔(1)

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: کافر کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے۔کیا جب گلی ہڈیاں ہوجائیں گے۔بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کافر کہتے ہیں: کیا بیشک ہم ضرور پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے۔کیا اس وقت جب ہم گلی ہڈیاں ہوجائیں گے؟ کہنے لگے: جب تو یہ پلٹنا نقصان کا پلٹنا ہے۔تو وہ (پھونک) تو ایک جھڑکنا ہی ہے۔تو فوراً وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

﴿يَقُوْلُوْنَ: کافر کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جاؤ گے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم موت کے بعد پھر زندگی کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے؟ کیا جب ہماری یہ حالت ہوجائے گی کہ ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوکر بکھر چکی ہوں گی تو پھر بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر مذاق اڑانے کے طور پر وہ کہنے لگے کہ اگر موت کے بعد زندہ کیا جانا صحیح ہے اور ہم مرنے کے بعد اُٹھائے گئے تو اس میں ہمارا بڑا نقصان ہے کیونکہ ہم دنیا میں اس بات کو جھٹلاتے رہے۔اس پر انہیں بتایا گیا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کچھ دشوار ہے، کیونکہ وہ قادر برحق ہے اور اس پر

1 ......روح البیان، النّازعات، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۱۰/۳۱۷، مدارک، النّازعات، تحت الآیۃ: ۸-۹، ص ۱۳۱۷-۱۳۱۸، ملتقطاً.

کچھ بھی دشوار نہیں تو جب اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا، اس وقت وہ دوسری پھونک ایک ہَولناک آواز ہی ہوگی اور اس کے بعد فوراً وہ زندہ ہو کر کھلے میدان میں آ پڑے ہوں گے۔ (1)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰىۘ ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىۚ ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىۖ ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰىۙ ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِیَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰىۚ ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰىۖ ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰىۖ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰىۖ ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰىۖ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰىۖ ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰىؕ ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰىؕ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔ کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اُٹھایا۔ اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔ اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔ پھر پیٹھ دی اپنی کوشش میں لگا۔ تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا۔ پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔ بیشک اس میں سیکھ ملتا ہے اُسے جو ڈرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔ (فرمایا) کہ فرعون کے پاس جا، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے۔ تو اس سے کہہ: کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ

(1)......خازن، النّازعات، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۴، ۴/ ۳۵۰-۳۵۱، مدارك، النّازعات، تحت الآية: ۱۰-۱۴، ص۱۳۱۸، ملتقطاً.

ہوجائے ؟اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں تو تو ڈرے۔پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔پھر اس نے (مقابلے کی) کوشش کرتے ہوئے پیٹھ پھیردی۔تو (لوگوں کو) جمع کیا پھر پکارا۔ پھر بولا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں۔تو اللّٰہ نے اسے دنیا وآخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔ بیشک اس میں ڈرنے والے کے لئے ضرور عبرت ہے۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى : کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔﴾ جب قوم کا جھٹلانا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دشوار اور ناگوار گزرا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دل کی تسکین کے لئے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنی قوم سے بہت تکلیفیں پائی تھیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 11 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکین کے جھٹلانے کی وجہ سے غمگین نہ ہوں کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کفار کی طرف سے ایسی باتیں پیش آتی رہتی ہیں، آپ میرے کلیم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہی دیکھ لیں، جب اسے اس کے رب عَزَّوَجَلَّ نے ملکِ شام میں طور پہاڑ کے قریب واقع پاک جنگل طُویٰ میں ندا فرمائی کہ اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے اور وہ کفر وفساد میں حد سے گزر گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو ایمان قبول کرکے اور اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوکر کفر، شرک، مَعْصِیَت اور نافرمانی سے پاکیزہ ہوجائے اور کیا تو اس بات کی طرف رغبت رکھتا ہے کہ میں تجھے تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کی معرفت کی طرف راہ بتاؤں تاکہ تو اس کے عذاب سے ڈرے کیونکہ اس کے عذاب سے ڈر اسی وقت لگے گا جب اس کی تمہیں معرفت ہوگی۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے فرعون کو روشن ہاتھ اور عصا کی بہت بڑی نشانی دکھائی تو اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور اللّٰہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس نشانی کو جادو کہنے لگا، پھر اس نے مقابلے اور فساد انگیزی کی کوشش کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے منہ موڑ لیا اور اس نے جادوگروں کو اور اپنے لشکروں کو جمع کیا، جب وہ جمع ہوگئے تو فرعون نے انہیں پکارا اور ان سے کہا ''میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں، میرے اوپر اور کوئی رب نہیں، تو اللّٰہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں اس طرح پکڑا کہ دنیا میں اسے غرق کردیا اور آخرت میں جہنم میں داخل فرمائے گا۔ بے شک فرعون

کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔[1]

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا (تمہاری سمجھ کے مطابق) تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسے اللہ نے بنایا۔

﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ: کیا (تمہاری سمجھ کے مطابق) تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟﴾ اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں سے فرمایا کہ کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں دوبارہ بنانا مشکل ہے یا آسمان کو بنانا؟ اس کے جواب میں تم یہی کہو گے کہ آسمان جیسی بڑی اور مضبوط چیز پیدا کرنے کے مقابلے میں انسان کو پیدا کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ وہ آسمان سے بہت چھوٹا اور کمزور ہے۔ تو جب تمہاری سمجھ کے مطابق تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے تو پھر تم اس کا انکار کیوں کرتے ہیں حالانکہ تم جانتے ہو کہ زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کا تم انکار بھی نہیں کرتے۔[2]

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔ اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔ اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو جمایا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں

---

1 ......خازن، النّازعات، تحت الآیۃ: ۱۵-۲۶، ۴/۳۵۱، مدارک، النّازعات، تحت الآیۃ: ۱۵-۲۶، ص۱۳۱۸-۱۳۱۹، ملتقطاً۔

2 ......خازن، النّازعات، تحت الآیۃ: ۲۷، ۴/۳۵۱، ملخصاً۔

کے فائدہ کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔ اوراس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے نور کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو جمایا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے۔

﴿ رَفَعَ سَمْكَهَا: اس کی چھت اونچی کی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی 5 آیات میں آسمان اور زمین کی تخلیق کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اور کسی ستون کے بغیر اس کی چھت اونچی کی، پھر اسے ایسا ٹھیک کیا کہ اس میں کہیں کوئی خلل نہیں اور اس کی رات کو تاریک کیا اور سورج کے نور کو ظاہر فرما کر اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی جو پیدا تو آسمان سے پہلے فرمائی گئی تھی مگر پھیلائی نہ گئی تھی اور اس میں سے چشمے جاری فرما کر اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا جسے جاندار کھاتے ہیں اور پہاڑوں کو روئے زمین پر جمایا تا کہ اس کو سکون ہو اور جو کچھ زمین سے نکالا ہے وہ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے ہے۔ (1)

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ اور

1 ......خازن، النّازعات، تحت الآية: ۲۸-۳۳، ۴/۱ ۵۳-۲ ۵۳، مدارك، النّازعات، تحت الآية: ۲۸-۳۳، ص۱۳۱۹، جلالين، النّازعات، تحت الآية: ۲۸-۳۳، ص۴۸۹، ملتقطاً۔

جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔ تو وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کر دی جائے گی۔ تو بہرحال وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے۔ اور رہا وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى : پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ ﴾ یہاں سے مخلوق کا اُخروی حال بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوسری بار صُور میں پھونک ماری جائے گی اور اس وقت مردے زندہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن آدمی کو اپنے اعمال نامے دیکھ کر وہ تمام اچھے برے اعمال یاد آ جائیں گے جو اس نے دنیا میں کئے تھے اور اس دن جہنم ظاہر کر دی جائے گی اور تمام مخلوق اسے دیکھے گی تو وہ شخص جس نے سرکشی کی، نافرمانی میں حد سے گزرا اور کفر اختیار کیا اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور اپنی نفسانی خواہشات کا تابع ہوا تو بیشک جہنم ہی اس شخص کا ٹھکانہ ہے جس سے اسے نکالا نہیں جائے گا اور وہ جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے جانا کہ اسے قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حساب کے لئے حاضر ہونا ہے اور اس نے اپنے نفس کو حرام چیزوں کی خواہش سے روکا تو بیشک ثواب کا گھر جنت ہی اس شخص کا ٹھکانہ ہے۔ (1)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ

1 ......روح البیان، النّازعات، تحت الآیۃ: ۳۴-۴۱، ۱۰/ ۳۲۶-۳۲۸، خازن، النّازعات، تحت الآیۃ: ۳۴-۴۱، ۴/ ۳۵۲، مدارک، النّازعات، تحت الآیۃ: ۳۴-۴۱، ص۱۳۱۹-۱۳۲۰، ملتقطاً۔

يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوۡ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔تم تو فقط اُسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سے قیامت کے بارے پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔تمہارا اس کے بیان سے کیا تعلق؟ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے (تو سمجھیں گے کہ) وہ صرف ایک شام یا ایک دن چڑھے کے وقت برابر ہی ٹھہرے تھے۔

﴿يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ: تم سے قیامت کے بارے پوچھتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین قیامت اور اس کی ہَولناکیوں کے بارے میں آنے والی خبریں سنتے تھے تو انہوں نے مذاق کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مکہ کے کافر آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب ظاہر ہوگی اور کس وقت قائم ہوگی؟ آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں بتائیں کہ قیامت کب اور کس وقت واقع ہوگی، قیامت ایسی چیز ہے کہ اس کے واقع ہونے کے علم کی انتہاء آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ تک ہے اور اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب واقع ہوگی۔آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو قیامت کی ہَولناکیوں اور سختیوں سے ڈرائیں جو ڈرانے سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور آپ کا ڈرانا اس بات پر موقوف نہیں کہ آپ کو قیامت واقع ہونے کا علم بھی ہو کیونکہ اس کے علم کے بغیر بھی آپ کی ذمہ داری پوری ہوسکتی ہے۔کافر جس قیامت کا انکار کر رہے ہیں عنقریب اسے دیکھ لیں گے اور گویا کہ جس دن کافر قیامت کو دیکھیں گے تو اس کی ہَولناکی اور دہشت کی وجہ سے ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی کی مدت بھول جائیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں صرف ایک رات یا

ایک دن چڑھے کے وقت برابر ہی رہے تھے۔[1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم دیا گیا ہے

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ’’یہ اس وقت کی بات ہے جب اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت واقع ہونے کے وقت کا علم نہیں دیا تھا لہٰذا یہ اس بات کے مُنافی نہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کے تمام غُیوب کا علم عطا نہیں فرمایا (اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کچھ چیزوں کی غیبی معلومات نہ بتانا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کو غیب کا علم نہیں تھا کیونکہ) آپ کو (علم ہونے کے باوجود) کچھ باتیں چھپانے کا حکم تھا۔[2]

---

1 ……تفسیر کبیر، النّازعات، تحت الآیۃ: ۴۲-۴۶، ۱۱/ ۵۰-۵۱، مدارك، النّازعات، تحت الآیۃ: ۴۲-۴۶، ص ۱۳۲۰، ملتقطاً.

2 ……صاوی، النّازعات، تحت الآیۃ: ۴۳، ۶/ ۲۳۱۲.

سُوْرَةُ عَبَسَ

سورۂ عبس کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ عبس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **42** آیتیں ہیں۔

''عبس'' نام رکھنے کی وجہ

عبس کا معنی ہے تیوری چڑھانا اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عبس'' کہتے ہیں۔

سورۂ عبس کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے بارے میں بیان کیا گیا اور اَخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے کہ لوگوں کے درمیان ان کے بنیادی حقوق میں مساوات رکھی جائے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان ظاہر فرمائی اور ان کے ایک عاشق حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ بیان فرمایا۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ قرآنِ مجید کی آیات تمام مخلوق کے لئے نصیحت ہیں اور جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے اور جو چاہے ان سے اِعراض کرے۔ نیز ان آیات کی عظمت و شان بیان کی گئی۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة عبس، ٣٥٢/٤.

(3)......اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر کفار کی سرزنش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وقدرت کے دلائل بیان کئے گئے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں قیامت کے دہشت ناک مَناظِر بیان فرمائے گئے نیز نیک مسلمانوں کا ثواب اور کافروں، فاجروں کا عذاب بیان کیا گیا۔

سورۂ نازعات کے ساتھ مناسبت

سورۂ عبس کی اپنے سے ماقبل سورت ''نازعات'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نازعات میں بتایا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرانا ہے اور اس سورت میں بتایا گیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ڈرسنانے سے کون لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ۙ(۱) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ(۲) وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤى ۙ(۳) اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ(۴) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ(۵) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ(۶) وَ مَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰى ؕ(۷) وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰى ۙ(۸) وَ هُوَ یَخْشٰى ۙ(۹) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے وہ جو بے پرواہ بنتا ہے تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو اور تمہارا کچھ زیاں نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا۔ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکیزہ ہوجائے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو نصیحت اسے فائدہ دے۔ بہرحال وہ شخص جو بے پروا بنا۔ تو تم اس کے پیچھے پڑتے ہو۔ اور تم پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ وہ (کافر) پاکیزہ نہ ہو۔ اور رہا وہ جو تمہارے حضور دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تم اسے چھوڑ کر (دوسری طرف) مشغول ہوتے ہو۔

﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔﴾ اس سورت کی ابتدائی دس آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور اپنی بارگاہ میں ان کی محبوبیّت کے ایک پہلو کو بیان فرمایا ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اجتہاد سے ایک کام کو زیادہ اہم سمجھتے ہوئے اسے دوسرے کام پر فوقیت دی اور دوسرے کام کی طرف توجہ نہ فرمائی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے لطیف انداز میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت فرمائی۔ ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، اُبی بن خلف اور اُمیہ بن خلف کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوئے جو کہ نابینا تھے اور اُنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بار بار ندا کر کے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ نہ سمجھا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دوسروں سے گفتگو فرما رہے ہیں اور میرے ندا کرنے سے قطعِ کلامی ہوگی۔ یہ بات حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گراں گزری اور ناگواری کے آثار چہرۂ اَقدس پر نمایاں ہوئے یہاں تک کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی دولت سرائے اقدس کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اس آیت اور اس کے بعد والی 9 آیات میں فرمایا گیا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس بات پر اپنے ماتھے پر شکن چڑھائی اور منہ پھیرا کہ ان کے پاس ایک نابینا

شخص حاضر ہوا اور اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ آپ کا ارشاد سن کر پاکیزہ ہو جائے یا آپ کے کلام سے نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ جبکہ دوسرا وہ شخص جو اپنے مال کے تکبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور ایمان لانے سے بے پرواہ ہوا تو آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس کے ایمان لانے کی امید میں اس پر کوشش کرتے ہیں (تاکہ دینِ اسلام کی قوت میں اضافہ ہو اور ان کے پیچھے چلنے والے اور لوگ بھی ایمان لے آئیں) حالانکہ آپ پر اس بات کا کوئی اِلزام نہیں کہ وہ کافر ایمان لا کر اور ہدایت پا کر پاکیزہ نہ ہو کیونکہ آپ کے ذمہ دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور وہ ابنِ اُمِّ مکتوم، جو بھلائی کی طلب میں تمہارے حضور ناز سے دوڑتا ہوا آیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو آپ اسے چھوڑ کر دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں، ایسا کرنا آپ کی شان کے لائق ہرگز نہیں۔ (1)

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے دو طرح کے لوگ تھے، ایک مالدار کفار جن کے اسلام لانے سے خود اُن کفار کو اور اسلام و مسلمانوں کو فائدہ تھا جبکہ دوسری طرف نابینا مسلمان صحابی تھا۔ دونوں کے اعتبار سے یہاں تین پہلو تھے،

پہلا یہ کہ مالدار کفار، خصوصاً سردار ہر وقت تبلیغ کے لئے مُیَسَّر نہیں ہوتے تھے اور اُس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت ان کا ایمان کی بات سننے کیلئے آنا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی ہر وقت حاضر رہتے اور اُس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں ان کا آنا یقینی تھا۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ کفار سے بات اِیمانیات کے متعلق ہو رہی تھی جبکہ صحابی سے بات ایمان کی تکمیل یا عمل وغیرہ کے متعلق ہوتی تھی اور ایمان کا معاملہ اس کی تکمیل اور اعمال سے زیادہ اہم ہے۔

تیسرا پہلو یہ تھا کہ کفار کا ایمان لانا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرمان پر عمل نسبتاً یقینی تھا۔ ان تینوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اب آیت اور اس واقعے کا مفہوم سمجھیں کہ پہلے دو پہلوؤں کا تقاضا یہ تھا کہ کفار سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے جبکہ تیسرے پہلو کا تقاضا تھا کہ صحابی سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے،

(1)......خازن، عبس، تحت الآیۃ: ۱-۱۰، ۴/۳۵۳، مدارک، عبس، تحت الآیۃ: ۱-۱۰، ص ۱۳۲۱، جلالین، عبس، تحت الآیۃ: ۱-۱۰، ص ۴۹۰، ملتقطاً.

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہلے دو پہلوؤں کو کثرتِ فوائد کے پیشِ نظر اپنے اِجتہاد سے ترجیح دی جبکہ حکمِ الٰہی میں بتادیا گیا کہ تیسرا پہلو جو یقینی تھا اسے پہلے والے دو غیر یقینی پہلوؤں پر ترجیح دی جانی چاہیے تھی چنانچہ اسی کے حوالے سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تربیت فرمادی گئی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آپ کی تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونے والی شان کے مطابق انداز اپنانے کا بھی فرمادیا گیا کہ اس طرح کے معاملات میں چہرے پر تیوری نہ چڑھائی جائے۔

﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى: اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا۔﴾ حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نابینا فرما کر ان کی تحقیر نہیں کی گئی بلکہ اس میں ان کی معذوری کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے قطعِ کلامی بینائی نہ ہونے کی وجہ سے واقع ہوئی اور اس وجہ سے وہ مزید نرمی کیے جانے کے مستحق تھے۔

حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بہت عزت فرماتے تھے اور خود ان سے ان کی حاجتیں دریافت فرماتے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غزوات کے دوران دو مرتبہ حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اور حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگِ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ (1)

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اُسے یاد کرے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے۔

وقف لازم

1 ......تفسیر کبیر، عبس، تحت الآية: ۱، ۱۱/۵۲، روح المعاني، عبس، تحت الآية: ۱، ۱۵/۳۳۸، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایسے نہیں، بیشک یہ باتیں نصیحت ہیں ۔تو جو چاہے اسے یاد کرے ۔ان عزت والے صحیفوں میں ۔ جو بلندی والے پاکی والے ہیں ۔ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے (لکھے ہوئے) ۔جو معزز نیکی والے ہیں ۔

﴿اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ: بیشک یہ باتیں نصیحت ہیں ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک قرآن کی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں تو بندوں میں سے جو چاہے ان آیات کو یاد کرکے ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے اور جو چاہے ان سے اِعراض کرے اور یہ آیات ان صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے، بلند قدر والے اور پاکی والے ہیں کہ انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور یہ صحیفے ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہیں جو کرم والے، نیکی والے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو ان کو لوحِ محفوظ سے نقل کرتے ہیں ۔[1]

قرآنِ کریم کی عظمت

اس سے معلوم ہوا کہ جن کاغذوں پر قرآن لکھا جائے ،جن قلموں سے لکھا جائے اور جو لوگ لکھیں سب حرمت والے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کو سب سے اونچا رکھا جائے ،ادھر پاؤں یا پیٹھ نہ کی جائے اور ناپاک آدمی اسے نہ چھوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کو حفظ کرنا چاہئے ،اس کی فضیلت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس شخص کی مثال جو قرآنِ کریم کو پڑھتا ہے یہاں تک کہ اسے ذہن نشین کر لیتا ہے تو وہ بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور اس شخص کی مثال جو قرآن کریم کو پڑھے اور اسے ذہن نشین کرتے ہوئے بڑی دشواری کا سامنا ہو تو اس کے لئے دُگنا ثواب ہے ۔‘‘[2]

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

---

[1] ......مدارك، عبس، تحت الآية: ۱۱-۱٦، ص۱۳۲۲، جلالين مع صاوی، عبس، تحت الآية: ۱۱-۱٦، ٦/۲۳۱۵، خازن، عبس، تحت الآية: ۱۱-۱٦، ٤/۳۵۳، ملتقطاً.

[2] ......بخاری، کتاب التفسير، سورة عبس، ۳/۳۷۳، الحديث: ٤۹۳۷.

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے اُسے کاہے سے بنایا پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اسے راستہ آسان کیا پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: آدمی مارا جائے، کتنا ناشکرا ہے وہ۔ اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ ایک بوند سے اسے پیدا فرمایا، پھر اسے طرح طرح کی حالتوں میں رکھا۔ پھر راستہ آسان کر دیا اسے۔ پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب چاہے گا اسے باہر نکالے گا۔

﴿**قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ: آدمی مارا جائے، کتنا ناشکرا ہے وہ۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر آدمی مارا جائے، وہ کتنا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں اور بے انتہا احسانات کے باوجود اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، کیا اس نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے، وہ حقیر چیز منی کے پانی کی بوند ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے، تو جس کی اصل اِس جیسی چیز ہے اُس کی یہ اوقات کہاں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے سے تکبر کرے اور اس کے ساتھ کفر کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق، اس کی زندگی کے مَراحل اور اس پر اپنے انعامات بیان فرمائے کہ اس نے انسان کو ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ نطفے کی شکل میں، کچھ عرصہ جمے ہوئے خون کی صورت میں اور کچھ عرصہ گوشت کے ٹکڑے کی شان میں رکھا، پھر اس کے ہاتھ، پاؤں آنکھیں اور دیگر اَعضاء بنائے یہاں تک کہ اسے انسانی صورت کا جامہ پہنا دیا۔ پھر اس کیلئے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کا راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے دُنْیَوی زندگی کی مدت پوری ہونے کے بعد موت دی تاکہ وہ اَبدی زندگی اور دائمی نعمتوں تک پہنچ سکے، پھر اسے قبر میں رکھوایا تاکہ وہ موت کے بعد درندوں کی خوراک بن کے بے عزت نہ ہو۔ پھر اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے حساب و جزا کے لئے قبر سے باہر نکالے گا، پھر اِس کے بعد اُس کے مومن ہونے کی صورت میں اپنے فضل سے اسے نعمتوں، لذتوں اور آسائشوں سے بھرپور دائمی زندگی عطا کرے گا۔

جب عقلمند انسان ان چیزوں میں غور کرے گا تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری اور اللّٰہ تعالٰی کے ساتھ کفر کرنے کی قباحت کو جان لے گا اور اللّٰہ تعالٰی کی نعمتوں کا شکر کرنے اور اللّٰہ تعالٰی پر ایمان لانے کی طرف مائل ہوگا۔[1]

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یقیناً اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اللّٰہ نے اسے حکم دیا تھا۔

﴿ كَلَّا: کوئی نہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کافر انسان کو تکبر کرنے سے، اس کے کفر سے، توحید، مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور حشر ونشر کا انکار کرنے پر اصرار کرنے سے روکا گیا تھا لیکن اس کافر نے اب تک اللّٰہ تعالٰی کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے ایمان قبول کیا ہے اور نہ ہی وہ اپنے تکبر سے باز آیا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے یقیناً اس کافر انسان نے اب تک ایمان قبول کرنے کا وہ کام پورا نہ کیا جو اللّٰہ تعالٰی نے اسے حکم دیا تھا۔[2]

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو آدمی کو چاہئے اپنے کھانوں کو دیکھے کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا پھر زمین کو خوب چیرا تو اس

---

1 ......خازن، عبس، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۲، ۴/۳۵۴، روح البیان، عبس، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۲، ۱۰/۳۳۴-۳۳۶، تفسیر قرطبی، عبس، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۲، ۱۰/۱۵۳-۱۵۴، الجزء التاسع عشر، روح المعانی، عبس، تحت الآیۃ: ۱۷-۲۲، ۱۵/۳۴۴-۳۴۷، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، عبس، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۱/۵۸، تفسیر صاوی، عبس، تحت الآیۃ: ۲۳، ۶/۲۳۱۷، ملتقطاً۔

میں اُگایا اناج اور انگور اور چارہ اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغیچے اور میوے اور دُوب تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپایوں کے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے۔ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔ پھر زمین کو خوب چیرا۔ تو اس میں اناج اُگایا۔ اور انگور اور چارہ۔ اور زیتون اور کھجور۔ اور گھنے باغیچے۔ اور پھل اور گھاس۔ تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے۔

﴿فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ: تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت کے وہ دلائل بیان کئے گئے جو انسان کی اپنی ذات میں موجود ہیں اور اب اس عالَم میں موجود ان چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت کے دلائل بیان کئے جارہے ہیں جو انسان کی ضروریاتِ زندگی میں داخل ہیں اور انسان اپنی زندگی گزارنے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 8 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ”آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی ان چیزوں کو غور سے دیکھ لے جنہیں وہ کھاتا ہے اور وہ چیزیں اس کی زندگی اور حیات کا سبب ہیں کہ ان میں بھی اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی قدرت ظاہر ہے، انسان غور کرے کہ کس طرح وہ کھانے کی چیزیں اس کے بدن کا حصہ بنتی ہیں اور کس عجیب نظام سے وہ کام میں آتی ہیں اور کس طرح رب عَزَّوَجَلَّ وہ چیزیں عطا فرماتا ہے، کھانے کی یہ چیزیں ملنے کا قدرتی نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے زمین پر اچھی طرح بارش کا پانی ڈالا کیونکہ پانی کھانے والی چیزوں کی پیداوار کا ذریعہ ہے، پھر اس نے زمین کو خوب چیرا جس سے دانے کا کمزور پودا نمودار ہوتا ہے، اگر رب تعالیٰ زمین کو چیر نہ دیتا تو کمزور کونپل باہر کیسے نکلتی، اور تمہارے فائدے کے لئے اس زمین سے اللہ تعالیٰ نے گندم اور جَو وغیرہ اناج اُگایا جن سے غذا حاصل کی جاتی ہے اور زمین سے انگور، چارہ، زیتون، کھجور، گھنے باغیچے اور پھل پیدا کئے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے گھاس پیدا کی، تو غور کرو کہ جس رب تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے انہیں ایسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اس کی عبادت سے منہ پھیرنا اور اس پر ایمان لانے سے تکبر کرنا کسی عقلمند انسان کے شایانِ شان کس طرح ہوسکتا ہے۔ (1)

1 ......تفسیر کبیر، عبس، تحت الآیۃ: ۲۴-۳۲، ۱۱/۵۹-۶۱، خازن، عبس، تحت الآیۃ: ۲۴-۳۲، ۴/۳۵۴، مدارک، عبس، تحت الآیۃ: ۲۴-۳۲، ص۱۳۲۲، روح البیان، عبس، تحت الآیۃ: ۲۴-۳۲، ۱۰/۳۳۸-۳۳۹، ملتقطاً.

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ۔ اور جورو اور بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ آئے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کردے گی۔

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ: پھر جب وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ آئے گی۔﴾ اب یہاں سے قیامت کی ہَولناکیاں بیان کی جارہی ہیں کیونکہ انسان جب ان ہَولناکیوں کے بارے میں سنے گا تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوگا اور اسی خوف کی وجہ سے وہ دلائل میں غور وفکر کرنے، کفر سے منہ موڑ کر ایمان قبول کرنے، لوگوں پر تکبر کرنا چھوڑ دینے اور ہر ایک کے ساتھ عاجزی واِنکساری کے ساتھ پیش آنے کی طرف مائل ہوگا۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکنے کی کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی تو اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا اور ان میں سے کسی کی طرف توجہ نہیں کرے گا تاکہ ان میں کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرلے اور ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے دوسروں سے لاپرواہ کردے گی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ شدہ اٹھائے جاؤ گے۔ ایک صحابیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا لوگ ایک دوسرے کے ستر کو بھی دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا:

1 ...... تفسیر کبیر، عبس، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۷، ۱۱/۶۱-۶۲، خازن، عبس، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۷، ۴/۳۵۴-۳۵۵، ملتقطاً.

”اے فلاں عورت!

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ

ترجمۂ کنزالعرفان: ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کردے گی۔ [1]

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے مونھوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہروں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔ یہ لوگ وہی کافر بدکار ہیں۔

﴾وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔﴿ قیامت کا حال اور اس کی ہَولناکیاں بیان فرمانے کے بعد اب اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات میں مُکَلَّف لوگوں کی دو قسمیں بیان کی جا رہی ہیں۔ (1) سعادت مند۔ (2) بدبخت۔ جو لوگ سعادت مند ہیں ان کا حال یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے ایمان کے نور سے یا رات کی عبادتوں سے یا وضو کے آثار سے روشن ہوں گے اور حساب سے فارغ ہونے کے بعد وہ اللہ تعالٰی کی نعمت، اس کے کرم اور اس کی رضا پر ہنستے ہوئے خوشیاں منا رہے ہوں گے اور جو لوگ بدبخت ہیں قیامت کے دن ان کا حال یہ ہوگا کہ (ان کی بدعملیوں کی وجہ سے) ان کے چہروں پر گرد پڑی ہوگی اور (ان کے کفر کی وجہ سے) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہ وہی کافر بدکار ہیں جن کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔ [2]

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ عبس، ۵/۲۱۹، الحدیث: ۳۳۴۳.

2 ......خازن، عبس، تحت الآیۃ: ۳۸-۴۲، ۴/۳۵۵.

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

سورۂ تکویر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ تکویر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 29 آیتیں ہیں۔

’’تکویر‘‘ نام رکھنے کی وجہ

تکویر کا معنی ہے لپیٹنا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ’’کُوِّرَتْ‘‘ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ تکویر کے بارے میں حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو ایسا دیکھے گویا کہ وہ نظر کے سامنے ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔‘‘[2]

سورۂ تکویر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں اور قرآنِ مجید کے اللہ تعالٰی کا کلام ہونے کو ثابت کیا گیا ہے، اور اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدائی 13 آیات میں قیامت کے چند ہَولناک اُمور بیان کر کے فرمایا گیا کہ جب یہ چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضر

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ التکویر، ٤/٣٥٥.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة اذا الشمس کوّرت، ٥/٢٢٠، الحدیث: ٣٣٤٤.

ہوئی ہے۔

(2)......الٹے اور سیدھے چلنے والوں ، ستاروں ، رات کے آخری حصے اور صبح کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ بیشک قرآنِ مجید عزت والے رسول حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کا پہنچایا ہوا کلام ہے، نیز حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کی شان بیان کی گئی۔

(3)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن مجید پر کئے گئے کفار کے اعتراضات کا جواب دیا اور یہ بتایا گیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور قرآن مجید سب جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

سورۂ عبس کے ساتھ مناسبت

سورۂ تکویر کی اپنے سے ماقبل سورت ’’عبس‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کی ہَولناکیاں اور شدتیں بیان کی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ ﴿۸﴾ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ

كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب دھوپ لپیٹی جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوں کے جوڑ بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے اور جب جہنم کو بھڑکایا جائے اور جب جنت پاس لائی جائے ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔ اور جب سمندر سلگائے جائیں گے۔ اور جب جانوں کو جوڑا جائے گا۔ اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟ اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے۔ اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔﴾ اس سورت کی ابتدائی 14 آیات میں 12 چیزوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

(1)...... جب سورج کے نور کو زائل کر دیا جائے گا۔

(2)...... جب ستارے جھڑ کر بارش کی طرح آسمان سے زمین پر گر پڑیں گے اور کوئی ستارہ اپنی جگہ پر باقی نہ رہے گا۔

(3)...... جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے۔

(4)...... جب وہ اونٹنیاں جن کے حمل کو دس مہینے گزر چکے ہوں گے اور ان کا دودھ نکالنے کا وقت قریب آ گیا ہوگا، آزاد پھریں گی کہ ان کو نہ کوئی چرانے والا ہوگا اور نہ ان کا کوئی نگراں ہوگا، اس دن کی دہشت اور ہَولناکی کا یہ عالَم ہوگا

اورلوگ اپنے حال میں ایسے مبتلا ہوں گے کہ ان اونٹنیوں کی پرواہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

(5)...... جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد وحشی جانور جمع کیے جائیں گے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں، پھر خاک کردیئے جائیں۔

(6)...... جب سمندر سلگائے جائیں گے، پھر وہ خاک ہوجائیں گے۔

(7)...... جب جانوں کے جوڑ بنیں گے۔ مفسرین نے اس کے مختلف معنی بیان کئے ہیں **(1)** نیک لوگ نیکوں کے ساتھ اور برے لوگ بروں کے ساتھ کردیئے جائیں گے۔ **(2)** جانیں اپنے جسموں کے ساتھ یا اپنے عملوں کے ساتھ ملادی جائیں گی۔ **(3)** ایمانداروں کی جانیں حوروں کے ساتھ اور کافروں کی جانیں شیاطین کے ساتھ ملادی جائیں گی۔ **(4)** روحیں اپنے جسموں کی طرف لوٹادی جائیں گی۔

(8)...... جب اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جو زندہ دفن کی گئی ہو کہ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟۔ اہلِ عرب کا دستور تھا کہ زمانۂ جاہلیّت میں وہ لڑکیوں کو زمین میں زندہ دفن کردیتے تھے اور یہ سوال قاتل کی سرزنش کے لئے ہوگا تاکہ وہ لڑکی جواب دے کہ میں بے گناہ ماری گئی تھی۔

(9)...... جب نامۂ اعمال حساب کے لئے کھولے جائیں گے۔

(10)...... جب آسمان اپنی جگہ سے ایسے کھینچ لیا جائے گا جیسے ذبح کی ہوئی بکری کے جسم سے کھال کھینچ لی جاتی ہے۔

(11)...... جب جہنم کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے بھڑکایا جائے گا۔

(12)...... اور جب جنت کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے قریب لایا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ 12 چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر حاضر ہوئی ہے۔[1]

﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ: اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائیگا۔﴾ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نام لے کر فرمایا ''ایک صاحب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے زمانۂ جاہلیّت میں اپنی

[1]......خازن، التكوير، تحت الآية: ١-١٤، ٤/٣٥٥-٣٥٦، مدارك، تحت الآية: ١-١٤، ص١٣٢٤-١٣٢٥، جلالين مع صاوى، التكوير، تحت الآية: ١-١٤، ٦/٢٣١٩-٢٣٢١، ملتقطاً.

آٹھ بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا تھا (اب میرے لئے کیا حکم ہے) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کردو۔ اس شخص نے دوبارہ عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (میرے پاس غلام نہیں ہیں البتہ) میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ ارشاد فرمایا: ’’اگر تم چاہو تو ہر بیٹی کے بدلے ایک اونٹ ہدیہ کردو۔ [1]

بیٹیوں سے متعلق دینِ اسلام کا عظیم کارنامہ

یہ دینِ اسلام کا ہی عظیم کارنامہ ہے جس نے بیٹیوں کو اپنے لئے بدنامی کا باعث سمجھ کر زمین میں زندہ دفن کر دینے والے لوگوں کو اس انسانیّت کُش ظلم کا احساس دلایا اور ان لوگوں کی نظروں میں بیٹی کی عزت اور وقار قائم کیا اور بیٹیوں کے فضائل بیان کر کے معاشرے میں برسوں سے جاری اس دردناک عمل کا خاتمہ کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عورتوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ انہیں ہر طرح کے ظلم سے بچاتا ہے، چاہے وہ ظلم ان کی ناحق زندگی ختم کر کے کیا جائے یا ان کی عزت وناموس اور ان کے جسم کے ساتھ کھیل کر یا ان کے جسم کی نمائش کروا کر کیا جائے۔ اس سے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے جو عورت کے بارے دینِ اسلام کے اَحکامات کو اس کے اوپر ظلم قرار دیتے ہیں، چادر و چار دیواری کو عورت کے حق میں ناانصافی کہتے ہیں اور روشن خیالی اور نام نہاد تہذیب وتَمَدُّن کے نام پر عورت کو شرم و حیا سے عاری کرنے میں اسلام کی شان سمجھتے ہیں۔

﴿ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ: اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جہنم کی بھڑک میں مزید اضافہ کیا جائے گا تاکہ وہ کفار کو ہمیشہ کے لئے جلاتی رہے ورنہ جہنم تو جب سے پیدا کی گئی ہے تب سے ہی بھڑک رہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جہنم کی آگ ایک ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی، اب وہ انتہائی سیاہ ہے۔ [2]

﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ: ہر جان کو معلوم ہوجائے گا جو حاضر لائی۔﴾ جب لوگوں کو اپنے کئے ہوئے اچھے برے

1 ......معجم الکبیر، باب القاف، من اسمہ: قیس، قیس بن عاصم المنقری، ۱۸/۳۳۷، الحدیث: ۸۶۳.

2 ......ترمذی، کتاب صفۃ جهنم، ۸-باب منہ، ۴/۲۶۶، الحدیث: ۲۶۰۰.

اعمال معلوم ہوں گے تو اس وقت ان کا جو حال ہوگا اس کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان آیات میں زیادہ سے زیادہ غور کرے تا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی سوچ نصیب ہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں سیدھے چلیں تھم رہیں اور رات کی جب پیٹھ دے اور صبح کی جب دم لے بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان ستاروں کی قسم جو الٹے چلیں۔ جو سیدھے چلیں، چھپ جائیں۔ اور رات کی جب پیٹھ پھیر کر جائے۔ اور صبح کی جب سانس لے۔ بیشک یہ ضرور عزت والے رسول کا کلام ہے۔ جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے حضور عزت والا ہے۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے۔

(1) ......ال عمران: ۳۰.

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ: تو ان ستاروں کی قسم جو اُلٹے چلیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا یہ گمان کہ قرآن جادو یا شعر یا اگلے لوگوں کی کہانیاں ہے، ہرگز درست نہیں، مجھے ان ستاروں کی قسم! جو الٹے چلیں اور سیدھے چلیں اور اپنے چھپنے کی جگہوں پر چھپ جائیں، اور رات کی قسم! جب وہ جانے لگے اور اس کی تاریکی ہلکی پڑ جائے، اور صبح کی قسم! جب وہ ظاہر ہو جائے اور اس کی روشنی خوب پھیل جائے، بیشک یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت والے رسول حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کا پہنچایا ہوا کلام ہے جو کہ قوت والا ہے، عرش کے مالک کے حضور عزت و مرتبے والا ہے اور آسمانوں میں فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے پر امانت دار ہے۔[1]

﴿اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ: جو سیدھے چلیں، چھپ جائیں۔﴾ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ ان (آیات میں جن کا ذکر ہے ان) سے مراد وہ پانچ سیارے ہیں جنہیں ''خَمسہ مُتَحَیِّرہ'' کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں (1) زُحَل۔ (2) مُشْتَرِی۔ (3) مِرِّیخ۔ (4) زُہْرہ۔ (5) عُطَارِدْ۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان سے تمام ستارے مراد ہیں۔[2]

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ: بیشک یہ ضرور عزت والے رسول کا کلام ہے۔﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''رسول کریم'' سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں البتہ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہاں رسولِ کریم سے مراد حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جیسا کہ علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں مذکور ''رسولِ کریم'' کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔[3]

اور علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''رسولِ کریم'' سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔[4]

---

1 ......روح البیان، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۰/۳۴۹، خازن، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۵-۲۱، ۴/۳۵۶-۳۵۷، ملتقطاً.

2 ......قرطبی، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۶، ۱۰/۱۶۶، الجزء التاسع عشر، مدارک، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۶، ص۱۳۲۵، ملتقطاً.

3 ......النکت والعیون، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶/۲۱۸.

4 ......البحر المحیط، التکویر، تحت الآیۃ: ۱۹، ۸/۴۲۵.

اور علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ شفاء شریف میں فرماتے ہیں ''حضرت علی بن عیسیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں ''رسولِ کریم'' سے مراد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ اس قول کے مطابق اس کے بعد والی آیات میں مذکور اوصاف نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہیں اور ان کے علاوہ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں ''رسولِ کریم'' سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔ اس صورت میں اگلی آیات میں مذکور اوصاف حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ہوں گے۔ [1]

﴿ذِیْ قُوَّةٍ: جو قوت والا ہے۔﴾ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی قوت کا یہ عالَم ہے کہ انہوں نے حضرتِ لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیاں جڑ سے اکھاڑ کر اپنے پروں پر رکھ لیں اور انہیں آسمان کی بلندی تک اٹھا کر پلٹ دیا۔ ایک مرتبہ ابلیس کو بیتُ المقدس کی سرزمین پر ایک وادی میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو اسے ایک پھونک مار کر ہند کے دور دراز پہاڑوں میں پھینک دیا۔ ایک چیخ مار کر حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے دلوں کو پھاڑ دیا اور وہ اس چیخ سے ہلاک ہو گئے۔ ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ پلک جھپکنے میں آسمان سے زمین پر تشریف لاتے اور پھر زمین سے آسمان پر پہنچ جاتے۔ [2]

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت

اب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت اور قوت کی کچھ جھلک ملاحظہ ہو۔ چنانچہ قرآنِ پاک کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللّٰہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) بیشک ہم نے تم پر تھوڑا

---

1 ......شفاء شریف، القسم الاول، الفصل الخامس، ص۳۹، الجزء الاول.

2 ......خازن، التکویر، تحت الآیۃ: ۲۰، ۴/۳۵۷.

3 ......حشر: ۲۱.

4 ......دھر: ۲۳.

تھوڑا کر کے قرآن اتارا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے اپنا دیدار کروانے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر گئے۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىؕ(۷) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ(۸) فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ(۹) فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ(۱۰) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى(۱۱) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى(۱۲) وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىۙ(۱۳) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى(۱۴) عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰىؕ(۱۵) اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰىۙ(۱۶) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔ تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے۔

﴿عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ: عرش کے مالک کے حضور عزت والا ہے۔﴾ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت مقام اور مرتبہ حاصل ہے وہ کسی اور فرشتے کے پاس نہیں۔

1 ...... اعراف: ۱۴۳۔ 2 ...... نجم: ۷۔۱۷۔

بارگاہِ ربِ قدیر عَزَّوَجَلَّ میں مقامِ حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اب یہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت، مقام اور مرتبے کے بے شمار پہلوؤں میں سے 5 پہلو ملاحظہ ہوں۔

(1)......اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں بھی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نام سے نہیں بلکہ اَوصاف اور اَلقاب سے یاد کیا۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر مدینہ منورہ کے یہودیوں اور مکہ مکرمہ کے مشرکین کی اس جاہلانہ گفتگو کا رد کرنے کے لئے اسے نقل کیا جو وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کرتے تھے لیکن ان گستاخوں کی اس بے اَدبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے اسے نقل کرنے کے طور پر بھی ذکر نہ کیا، ہاں جہاں انہوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی اگرچہ ان کے گمان میں مذاق اڑانے کے طور پر تھی اسے قرآنِ کریم میں نقل کیا گیا۔

(3)......اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر کی قسم، ان کی باتوں کی قسم، ان کے زمانے کی قسم اور ان کی جان کی قسم بیان فرمائی۔ یہ وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

(4)......دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار نے جو جاہلانہ اور بیہودہ گفتگو کی اس کا جواب ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہی اپنے حِلم اور فضل کے لائق دیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں کفار نے زبان درازی کی تو اس کا جواب خود رب تعالیٰ نے دیا۔

(5)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ پسند تھا کہ خانہ کعبہ قبلہ ہو جائے اور ایک دن اس امید پر آسمان کی طرف بار بار دیکھا کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجائے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
ترجمۂ کنزالعرفان: ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ [1]

بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے اسے مکمل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ مِنْ وَّجْهِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

تیرے تو وصف ''عیبِ تناہی'' سے ہیں بَری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامشی چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رؔضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

﴿مُطَاعٍ ثَمَّ: وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔﴾ آسمان میں فرشتے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کرتے ہیں، جیسے معراج کی رات ان کے کہنے پر فرشتوں نے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور جنت کے خازن نے جنت کے دروازے کھول دیئے۔[2]

یہ تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کا حال ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

جبکہ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے کہیں نہیں فرمایا کہ ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

1 ……بقرہ: ۱٤٤.

2 ……خازن، التکویر، تحت الآیۃ: ۲۱، ٤/۳۵۷.

3 ……النساء: ۸۰.

﴿اَمِیْنٍ: امانت دار ہے۔﴾ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کی وحی اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک پہنچانے میں امانت دار ہیں اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وحی کو مخلوق تک پہنچانے میں امانت دار ہیں، اللہ تعالیٰ کے اَسرار اور رُموز میں امانت دار ہیں اور آپ ایسے امانت دار ہیں کہ آپ کی جان کے دشمن بھی آپ کو امین کہتے اور اپنی امانتیں بے خوف وخطر آپ کے پاس رکھوا دیتے تھے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے صاحب ہرگز مجنون نہیں۔

﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ: اور تمہارے صاحب ہرگز مجنون نہیں۔﴾ یہ بھی اس سے پہلی آیات میں مذکور قسم کا جواب ہے کہ کفارِ مکہ جو میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مجنون کہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔[1] اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام ومرتبہ معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کفار نے کی اور ان کی گستاخی کا جواب خود ربُّ تعالیٰ نے دیا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿٢٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یقیناً بیشک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا۔ اور یہ نبی غیب بتانے پر ہرگز بخیل نہیں۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ: اور یقیناً بیشک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا۔﴾ یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ……خازن، التکویر، تحت الآیة: ٢٢، ٤/٣٥٧.

وَسَلَّمَ نے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔[1]

﴿وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ: اور یہ نبی غیب بتانے پر ہرگز بخیل نہیں۔﴾ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''یعنی میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیب کا علم آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔[2]

ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں بتانے میں وہ بخل نہیں کرتے۔[3]

اس سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالٰی نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس میں سے بہت کچھ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بتایا ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر 29 سے ان 3 رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) اِنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَّ اَخْفٰی۔ (حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم دیئے جانے کا ثبوت) (2) اِزَاحَةُ الْعَیْبِ بِسَیْفِ الْغَیْبِ۔ (علمِ غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بدمذہبوں کا رد) (3) خَالِصُ الْاِعْتِقَادْ۔ (علمِ غیب سے متعلق 120 دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب)

وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں پھر کدھر جاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ (قرآن) ہرگز مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔ پھر تم کدھر جاتے ہو؟

﴿وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ: اور وہ (قرآن) ہرگز مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔﴾ کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ کوئی جن یا شیطان

[1] ......خازن، التکویر، تحت الآیۃ: ۲۳، ۴/۳۵۷.

[2] ......بغوی، التکویر، تحت الآیۃ: ۲۴، ۴/۴۲۲.

[3] ......بیضاوی، التکویر، تحت الآیۃ: ۲۴، ۵/۴۵۹.

حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ کلام سنا جاتا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن، مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ہے، پھر تم قرآن کو چھوڑ کر کدھر جاتے ہو اور کیوں قرآن سے اِعراض کرتے ہو حالانکہ اس میں شفاء اور ہدایت ہے۔ [1]

کفار کے اس اعتراض کا جواب ایک اور مقام پر بھی دیا گیا ہے، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَ مَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔ اور نہ ہی وہ اس قابل تھے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیئے گئے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۶ | ۳۹

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہاں کے لیے اس کے لیے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللّٰہ سارے جہان کا رب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے سیدھا ہونا چاہے۔ اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللّٰہ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ: وہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ عظیم تمام جنوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے اور اس سے وہی نصیحت حاصل کرسکتا ہے جسے حق کی پیروی کرنا، اس پر قائم رہنا اور اس سے نفع حاصل کرنا منظور ہو۔ [3]

1 ......خازن، التكوير، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٤/٣٥٧.

2 ......شعراء: ٢١٠-٢١٢.

3 ......روح البيان، التكوير، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ١٠/٣٥٤، خازن، التكوير، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ٤/٣٥٧، ملتقطاً.

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ: اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔﴾ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ چاہ بھی نہیں سکتے ،تمہارا ارادہ اور چاہنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے۔

آیت ”وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)......انسان اپنے اختیاری کام میں مختار ہے۔

(2)......انسان کا اختیار مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے تابع ہے۔

(3)......دنیا کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور ارادے سے ہے مگر اس کی پسندیدگی سے نہیں۔

(4)...... اللہ تعالیٰ بندے کے ہر کام کا ارادہ فرماتا ہے مگر اسے برے کام کی رغبت یا مشورہ نہیں دیتا بلکہ اس سے منع فرماتا ہے، برے کاموں کی رغبت ابلیس لعین دیتا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار

سورۂ اِنفطار کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اِنفطار مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **19** آیتیں ہیں۔

’’اِنفطار‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اِنفطار کا معنی ہے پھٹ جانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ’’**اِنْفَطَرَتْ**‘‘ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ اِنفطار کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کی علامات بیان کی گئی ہیں اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی ہیبت ناک تبدیلیاں بیان کر کے فرمایا گیا کہ اس وقت ہر جان کو وہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔

(2)......انسان کو عطا کی جانے والی نعمتیں بیان کر کے اسے جھنجوڑا گیا کہ کس چیز نے تجھے اپنے کرم والے رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا اور تو نے اس کی نافرمانی شروع کر دی۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ ہر انسان پر کراماً کاتبین دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اَعمال اور اَقوال کے نگہبان ہیں اور وہ اس کے تمام اعمال جانتے ہیں۔

1......خازن، تفسیر سورة الانفطار، ٣٥٨/٤.

(4)......اس سورت کے آخر میں نیکوں اور بدکاروں کا انجام بیان کیا گیا اور قیامت کے دن کے احوال بیان کئے گئے۔

سورۂ تکویر کے ساتھ مناسبت

سورۂ اِنفطار کی اپنے سے ماقبل سورت ''تکویر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کی ہَولناکیاں اور اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب آسمان پھٹ پڑے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب سمندر بہادیئے جائیں اور جب قبریں کریدی جائیں ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔ اور جب سمندر بہادیے جائیں گے۔ اور جب قبریں کریدی جائیں گی۔ ہر جان کو معلوم ہوجائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ: جب آسمان پھٹ جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات میں قیامت کے

اَحوال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب آسمان فرشتوں کے نازل ہونے کے لئے پھٹ جائے گا اور جب ستارے اپنی جگہوں سے اس طرح جھڑ کے گر پڑیں گے جس طرح پروئے ہوئے موتی ڈوری سے گرتے ہیں اور جب سمندروں میں قائم آڑ دور کر کے انہیں بہادیا جائے گا اور میٹھے اور کھاری سمندر مل کر ایک ہوجائیں گے اور جب قبریں کریدی جائیں گی اور ان کے مردے زندہ کر کے نکال دیئے جائیں گے تو اس دن ہر جان کو معلوم ہوجائے گا جو اس نے نیک یا برا عمل آگے بھیجا اور جو نیکی بدی پیچھے چھوڑی۔ ایک قول یہ ہے کہ جو آگے بھیجا اس سے صدقات مراد ہیں اور جو پیچھے چھوڑا اس سے میراث مراد ہے۔ (1)

اور یہ جاننا اعمال نامے پڑھنے کے ذریعے ہوگا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا(۱۳) اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگادی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِۙ(۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ(۷) فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَؕ(۸) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِۙ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

1 ...... روح البیان، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱-۵، ۱۰/۳۵۵-۳۵۶، خازن، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱-۵، ۴/۳۵۸، ملتقطاً۔

2 ...... بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر اعتدال والا کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ: اے انسان!۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا کہ تو نے اس کی نعمت اور کرم کے باوجود اس کا حق نہ پہچانا اور اس کی نافرمانی کی جو تجھے عدم سے وجود میں لے کر آیا، پھر اس نے تمہارے اعضاء کو ٹھیک بنایا اور تجھے پکڑنے کے لئے ہاتھ، چلنے کے لئے پاؤں، بولنے کے لئے زبان، دیکھنے کے لئے آنکھ اور سننے کے لئے کان عطا کئے، پھر ان اعضاء میں مناسبت رکھی کہ ایک ہاتھ یا پاؤں دوسرے ہاتھ یا پاؤں سے چھوٹا یا لمبا نہیں، پھر تمہیں لمبے قد والا یا چھوٹے قد والا، خوب صورت یا بدصورت، گورا یا کالا، مرد یا عورت جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا، اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ان کرم نوازیوں کو دیکھ کر بھی اس کی نافرمانی سے نہیں رکے بلکہ تم انصاف کے دن کو جھٹلانے لگے اور اعمال کی جزاء ملنے کے دن کا انکار کرنے لگ گئے۔ (1)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اچھی جزا کی امید رکھنا بیوقوفی کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کرم فرمانے والا ہے لیکن اس کے کرم کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی نافرمانی کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کی پکڑ اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اس کی نافرمانی سے ہر دم بچتے رہنا چاہئے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو گناہ کرنے کے بعد اس سے سچی توبہ کرنے کی بجائے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے، وہ معاف کر دے گا کوئی بات نہیں۔ ان کے لئے درج ذیل دو اَحادیث میں بھی بڑی عبرت ہے، چنانچہ

(1)......حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1......مدارك، الانفطار، تحت الآية: ٦-٩، ص١٣٢٧، روح البيان، الانفطار، تحت الآية: ٦-٩، ١٠/٣٥٨-٣٦٠، خازن، الانفطار، تحت الآية: ٦-٩، ٤/٣٥٨، جلالين، الانفطار، تحت الآية: ٦-٩، ص٤٩٢، ملتقطاً.

’’سمجھدار شخص وہ ہے جو (دنیا میں ہی) اپنا محاسبہ کرلے اور آخرت کی بہتری کے لئے نیک اعمال کرے اور وہ شخص احمق ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے آخرت کے انعام کی امید رکھے۔‘‘[1]

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے حِلم اور بُردباری سے دھوکے میں نہ پڑ جائے، بے شک جنت اور دوزخ تمہارے جوتے کے تَسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔‘‘[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے بچتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے کہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم پر کچھ ضرور نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

﴿**وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ: اور بیشک تم پر کچھ ضرور نگہبان ہیں۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! بیشک ہماری جانب سے تم پر کچھ فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اَعمال اور اَقوال کے نگہبان ہیں، وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہیں اور تمہارے اقوال اور اعمال لکھ رہے ہیں تاکہ تمہیں ان کی جزا دی جائے، وہ تمہارے ساتھ رہنے کی وجہ سے تمہارا ہر نیک اور برا عمل جانتے ہیں اور ان سے تمہارا کوئی عمل چھپا نہیں۔[3]

محافظ اور نگہبان فرشتے

ان فرشتوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ — **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جب اس سے لینے والے دو فرشتے

1 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة... الخ، ۲۵-باب، ۲۰۷/٤، الحدیث: ۲٤٦۷.

2 ......الترغیب والترهیب، کتاب التوبة والزهد، الترغیب فی التوبة والمبادرة بها... الخ، ٤۸/٤، الحدیث: ٤۷۵۷.

3 ......روح البیان، الانفطار، تحت الآیة: ۱۰-۱۲، ۳٦۰/۱۰، خازن، الانفطار، تحت الآیة: ۱۰-۱۲، ۳۵۸/٤، مدارك، الانفطار، تحت الآیة: ۱۰-۱۲، ص۱۳۲۷-۱۳۲۸، ملتقطاً.

الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ [1]

لیتے ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے۔ وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

اور ان آیات میں ہر اس انسان کے لئے نصیحت ہے جو اپنے اعمال کے حوالے سے انتہائی غفلت کا شکار ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جب اس آیت "یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ" کی تلاوت فرماتے تو کہتے: غافل لوگوں پر اس سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں۔ [2]

سورۂ انفطار کی آیت نمبر 10، 11 اور 12 سے معلوم ہونے والی باتیں

ان آیات سے 6 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......انسان کی جان اور اس کے اعمال کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔

(2)......فرشتے صرف انسانوں پر مقرر ہیں دیگر مخلوق پر نہیں۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے کام اس کے بندوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں کیونکہ حافظ و ناصر رب تعالیٰ ہے مگر ارشاد ہوا کہ فرشتے حفاظت کرتے ہیں۔

(4)......انسان کو بری جگہ نہیں جانا چاہیے تاکہ ہماری وجہ سے ان فرشتوں کو وہاں نہ جانا پڑے۔

(5)......فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت والے کریم ہیں۔

(6)......ان پر ہمارے چھپے اور ظاہر کوئی عمل پوشیدہ نہیں، تب ہی تو وہ ہر عمل کو لکھ لیتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْــٴًـا

1 ......ق: ۱۷، ۱۸۔

2 ......مدارک، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۳۲۸۔

وَ الْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک نکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں انصاف کے دن اس میں جائیں گے اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں (جانے والے) ہیں۔ اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔ انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔ اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہوگا۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بندوں کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے بارے میں بیان کیا گیا اور اب یہاں سے عمل کرنے والوں کے احوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 6 آیات میں ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے ذریعے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا، یہ ضرور نعمتوں سے بھرپور جنت میں جانے والے ہیں اور بیشک کافر لوگ ضرور جلا کر راکھ دینے والی دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ انصاف کے دن اُس جہنم میں جائیں گے جسے وہ دنیا میں جھٹلاتے رہے، اور اس جہنم سے کہیں چھپ نہ سکیں گے اور اے بندے! تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ انصاف کا دن وہ ہے جس دن کوئی کافر جان کسی کافر جان کیلئے کچھ اختیار نہ رکھے گی اور اس دن سارا حکم اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔[1]

﴿یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْــٴًـا: جس دن کوئی جان کسی جان کیلئے کچھ اختیار نہ رکھے گی۔﴾ یعنی قیامت کے دن کوئی کافر کسی کافر کو کچھ نفع پہنچانے کا اختیار نہ رکھے گا اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی کافر کو فائدہ پہنچا سکے گا۔

---

1 ……تفسیر کبیر، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/ ۷۹، خازن، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۳-۱۹، ۴/ ۳۵۹، مدارک، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۳-۱۹، ص۱۳۲۸، روح البیان، الانفطار، تحت الآیۃ: ۱۳-۱۹، ۱۰/ ۳۶۱-۳۶۲، ملتقطاً.

قیامت کے دن سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے

یاد رہے کہ اس آیت میں اگرچہ کفار کا حال بیان ہوا ہے کہ انہیں قیامت کے دن کوئی دوسرا کافر یا مسلمان نفع نہیں پہنچا سکے گا، البتہ اس دن کی سختیوں، ہَولناکیوں اور شدّتوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو بھی اس سے ڈرنا چاہئے، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی اور نہ کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ﳜ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''قیامت کا دن وہ دن جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ وہ دن ہے جس میں چھپی باتوں (جیسے عقائد، اعمال اور نیتوں) کو جانچا جائے گا۔ اس دن کوئی (کافر) جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی۔ اس دن (کی ہولناکی اور شدت سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے

---

[1] ...... بقرہ: ۴۸۔ [2] ...... بقرہ: ۲۸۱۔ [3] ...... لقمان: ۳۳۔

کچھ کام نہ آئے گا۔اس دن کوئی جان کسی (کافر) جان کے لئے (نفع پہنچانے کا) کچھ اختیار نہ رکھے گی۔اس دن ان (کفار) کو جہنم کی طرف دھکادے کر دھکیلا جائے گا۔اس دن وہ (کفار) آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔اس دن ان (کفار) کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے۔اس دن کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آسکے۔اس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے بھاگتا پھرے گا۔اس دن لوگ (دہشت غالب ہونے کی وجہ سے) بات نہیں کرسکیں گے اور نہ انہیں اس بات کی اجازت دی جائے گی کہ وہ کوئی عذر پیش کریں۔یہ وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔اس دن لوگ بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔اس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے کام آئیں گے۔اس دن ظالموں کو ان کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔اس دن تمام عذر رد کر دیئے جائیں گے اور چھپی باتوں کو جانچا جائے گا۔اس دن پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور پردے اٹھ جائیں گے۔اس دن آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور آوازیں بند ہوں گی۔اس دن (دائیں بائیں) توجہ کم ہوگی، پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور گناہ بھی سامنے آجائیں گے۔اس دن لوگوں کو ان کے گواہوں سمیت (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کے لئے) چلایا جائے گا۔اس دن بچے جوان ہو جائیں گے اور بڑے نشے میں ہوں گے۔اس دن (اعمال کا وزن کرنے کے لئے) ترازو رکھے جائیں گے، اعمال نامے کھولے جائیں گے، جہنم ظاہر کر دی جائے گی، کھولتا ہوا پانی جوش مارے گا، جہنم سانس لے گی، کفار مایوس ہو جائیں گے، جہنم کو بھڑکایا جائے گا، رنگ بدل جائیں گے، زبان گونگی ہو جائے گی اور انسان کے اعضاء گفتگو کریں گے۔تو اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ تو دروازے بند کر کے، پردے لٹکا کر اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گیا! (تو لوگوں کے خبردار ہونے سے ڈرتا ہے حالانکہ تجھے پیدا کرنے والے سے تیرا کوئی حال چھپا ہوا نہیں،) جب تیرے اعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے (اور جو کچھ تو لوگوں سے چھپ کر کرتا رہا وہ سب ظاہر کر دیں گے) تو اس وقت تو کیا کرے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور شیطان کے دھوکے سے محفوظ فرمائے اور اپنی آخرت کے بارے میں سچی فکر اور قیامت کے دن کا حقیقی خوف نصیب کرے، امین۔

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعده، صفة یوم القیامة ودواهیه واسامیه، ۲۷٦/۵.

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن

سورۂ مُطَفِّفِین کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مُطَفِّفِین کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت ہجرت کے زمانے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 36 آیتیں ہیں۔

''مُطَفِّفِیْن'' نام رکھنے کی وجہ

مُطَفِّفِیْن کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ مُطَفِّفِیْن'' کہتے ہیں۔

سورۂ مُطَفِّفِیْن کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد بیان کئے گئے اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت فرمائی گئی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں ناپ تول میں کمی کرنے کے بارے میں شدید وعید بیان کی گئی۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ کافروں کا اعمال نامہ سب سے نیچی جگہ سجّین میں لکھا ہوا ہے اور جس دن وہ اعمال نامہ نکالا جائے گا تو اس دن قیامت کے منکروں کے لئے خرابی ہے۔ نیز یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کو وہی جھٹلاتا ہے جو سرکش اور گناہگار ہے۔

(3)......جو کافر قرآن مجید کو سابقہ لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل کتاب کہتے تھے ان کا رد کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جس طرح

---

1 ......خازن، تفسير سورة المطفّفين، ۴/۳۵۹.

وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے محروم رہے اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے سے محروم رہیں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(4)......نیک لوگوں کے نامۂ اعمال کی جگہ اور ان کی جزا بیان کی گئی۔

(5)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ دنیا میں جو کافر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان پر ہنستے تھے، قیامت کے دن ان کی رسوائی اور دردناک انجام دیکھ کر مسلمان ان پر ہنسیں گے۔

سورۂ اِنفطار کے ساتھ مناسبت

سورۂ مُطَفِّفِین کی اپنے سے ماقبل سورت ''انفطار'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ انفطار کے آخر میں نافرمانی کرنے والوں کو ڈرایا گیا کہ قیامت کے دن کوئی جان کسی جان کیلئے کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ تعالیٰ کا ہوگا، اور سورۂ مُطَفِّفِین کی ابتداء میں بھی نافرمانی کرنے والوں کے لئے وعید بیان کی گئی ہے۔ (1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۙ(۱) الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۖ(۲) وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ؕ(۳) اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ(۴) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ(۵) یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ(۶)

1 ......تفسیر کبیر، المطفّفین، تحت الآیۃ: ۱، ۱۱ / ۸۲.

ترجمۂ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں۔ اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیں کم کر دیں کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے جس دن سب لوگ رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے حضور کھڑے ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے۔ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں۔ اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا۔ ایک عظمت والے دن کے لیے۔ جس دن سب لوگ رَبُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ: کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے۔﴾ جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس وقت یہاں کے لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ ناپ تول میں خیانت کرتے تھے اور خاص طور پر ابوجُہینہ ایک ایسا شخص تھا جس نے چیزیں لینے اور دینے کے لئے دو جدا جدا پیمانے رکھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات میں فرمایا گیا کہ کم تولنے والوں کیلئے خرابی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں، کیا جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں ایک عظمت والے دن کے لیے اٹھایا جائے گا اور اس دن ان سے ذرے ذرے کا حساب کیا جائے گا، اگر انہیں اٹھائے جانے کا یقین ہوتا تو ناپ تول میں کمی کرنے سے باز رہتے اور عظمت والا دن وہ ہے جس دن سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ربُّ العالمین کے حضور حساب اور جزاء کے لئے کھڑے ہوں گے۔[1]

ناپ، تول صحیح رکھنے کا فائدہ اور نہ رکھنے کا نقصان

یاد رہے کہ ناپ تول ایک انتہائی اہم معاملہ ہے کیونکہ تقریباً تمام لوگوں کو اَشیاء بیچنے اور خریدنے سے واسطہ پڑتا ہے اور زیادہ تر چیزوں کا بیچنا اور خریدنا انہیں ناپنے اور تولنے پر ہی مَبنی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کام کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[1] ......خازن، المطفّفين، تحت الآية: ١-٦، ٤/٣٥٩-٣٦٠، مدارك، المطفّفين، تحت الآية: ١-٦، ص١٣٢٩، ملتقطاً.

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ ۙ(۷) اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ (۸) وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔ کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

اور صحیح ناپنے تولنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

صحیح ناپنے اور تولنے کا انجام دنیا میں بھی بہتر ہوتا ہے کہ اس سے لوگوں کا اعتبار قائم رہتا ہے، تجارت میں خوب اضافہ ہوتا ہے اور رزق میں برکت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی یقیناً بہتر ہوگا کہ اِس حوالے سے لوگوں کا اُس پر کوئی حق نہیں ہوگا اور یوں لوگ اپنا حق طلب کرنے کے لئے اسے نہیں پکڑیں گے، یہ حرام رزق کھانے اور کھلانے کے عذاب سے بچ جائے گا اور اس کے نیک اعمال محفوظ رہیں گے اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ان کے لئے زیرِ تفسیر آیات میں سخت وعید ہے اور ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل حکایت میں بھی بڑی عبرت ہے، چنانچہ

حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''میں اپنے ایک پڑوسی کے پاس اس کے انتقال کے وقت گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر کہا: ''اے مالک بن دینار! رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، اس وقت مجھے اپنے سامنے آگ کے دو پہاڑ نظر آرہے ہیں اور مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ ان پہاڑوں پر چڑھو لیکن ان پر چڑھنا میرے لئے دشوار ہے۔ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس غلہ ناپنے کے دو پیمانے ہیں،

[1] ......الرحمٰن: ۷-۹۔ [2] ......حدید: ۲۵۔ [3] ......بنی اسرائیل: ۳۵۔

ایک سے غلہ ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے غلہ ناپ کر دیتا تھا۔ حضرت مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”میں نے ان دونوں پیمانوں کو منگوایا اور انہیں ایک دوسرے پر رکھ کر توڑ دیا، پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ اب تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہے بلکہ اب پہلے سے زیادہ خراب ہو گیا ہے۔“[1]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح ناپنے اور تولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ: وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں۔﴾ یہ ایک اَخلاقی تنبیہ ہے کہ جب یہ خود لیتے ہیں تو پورا وصول کرتے ہیں لیکن دوسروں کو دیتے ہوئے ڈنڈی مارتے ہیں جبکہ صحیح انسان وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اپنے ساتھ دوسرے کا چاہتا ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“[2]

﴿وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ: اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔﴾ ناپ تول میں کمی کرنے کی تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں جیسے کپڑا ناپتے وقت لچک دار کپڑے کو کھینچ کر ناپنا، الاسٹک کو کھینچ کر ناپنا، باٹ کم رکھنا، باٹ تو پورا ہو لیکن تولنے میں ڈنڈی مار دینا، چیز کو زور سے ترازو میں رکھ کر فوراً اٹھا لینا، ترازو کے پلڑوں میں فرق رکھنا، ترازو کے جس حصے میں باٹ رکھے جاتے ہیں اس کے نیچے کوئی چیز لگا دینا، وزن کرنے کے الیکٹرونک آلات کی سیٹنگ میں یا میٹر میں تبدیلی کر کے کم تول کے دینا وغیرہ۔

﴿یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔﴾ یعنی جس دن سب لوگ اپنے اعمال کے حساب اور ان کی جزا کے لئے رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اس دن ان لوگوں کا ناپ تول میں کمی کرنا اور ان کی جزا ظاہر ہو جائے گی۔[3]

ربُّ العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے وقت لوگوں کا حال

قیامت کے دن جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے اور حشر کے میدان میں جمع ہوں گے، پھر اپنے اعمال

1 ......منہاج العابدین، العقبة الخامسة، اصول سلوك طريق الخوف والرجاء، الاصل الثالث، ص١٦٦.

2 ......بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیه ما یحبّ لنفسه، ١٦/١، الحدیث: ١٣.

3 ......جلالین، المطفّفین، تحت الآیة: ٦، ص٤٩٣، روح البیان، المطفّفین، تحت الآیة: ٦، ٣٦٥/١٠، ملتقطاً.

کے حساب وکتاب اوران کی جزاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو اس وقت ان کا حال کیا ہوگا، اس سے متعلق درج ذیل 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بشیر نام کا ایک آدمی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ تین دن بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی بدلی ہوئی رنگت دیکھ کر ارشاد فرمایا ''اے بشیر! تیرا رنگ کیسے تبدیل ہوگیا؟ اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے ایک اونٹ خریدا تھا، وہ مجھ سے بھاگ گیا تو میں تین دن تک اس کی تلاش میں لگا رہا اور میں نے اس کے بارے میں کوئی شرط بھی نہیں رکھی تھی۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بھاگے ہوئے اونٹ کو تو واپس لوٹایا جاسکتا ہے، کیا اس کے علاوہ کسی اور چیز نے تیرا رنگ تو نہیں بدلا؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' (آج تین دن تک اونٹ تلاش کرنے کی وجہ سے تیرا یہ حال ہوگیا ہے) تو اس دن تیرا کیا حال ہوگا جس کی مقدار 50,000 سال ہے اور اس دن سب لوگ ربُّ العٰلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ [1]

(2)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس دن تمام انسان پروردگارِ عالَم کے حضور کھڑے ہوں گے تو کوئی اس حال تک پہنچا ہوا ہوگا کہ کانوں کی لَو تک اپنے پسینے میں غرق ہوگا۔ [2]

(3)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے خبر دیجئے کہ قیامت کے اس دن کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمۂ کنزالعرفان: جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

---

1 ...... كنز العمال، كتاب البيوع، قسم الافعال، الرّد بالعيب، ٦٣/٢، الجزء الرابع، الحديث: ٩٩٥٠.

2 ......بخاری، كتاب التفسير، سورة ويل للمطفّفين، باب يوم يقوم الناس... الخ، ٣٧٤/٣، الحديث: ٤٩٣٨.

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’وہ دن مومن پر ہلکا کر دیا جائے گا حتّٰی کہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔‘‘ (1)

اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قیامت کے دن کی شدتوں اور حساب کی سختیوں سے پناہ مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍؕ(۷) وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌؕ(۸) كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌؕ(۹) وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَۙ(۱۰) الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِؕ(۱۱) وَ مَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍۙ(۱۲) اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَؕ(۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے وہ لکھت ایک مُہر کیا نوِشتہ ہے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گنہگار جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یقیناً بیشک بدکاروں کا نامہ اعمال ضرور سجین میں ہے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔ جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسے نہیں جھٹلائے گا مگر ہر سرکش، بڑا گناہگار۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ: یقیناً بیشک بدکاروں کا نامہ اعمال ضرور سجین میں ہے۔﴾ اس

(1) ......مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ و بدء الخلق، باب الحساب و القصاص و المیزان، الفصل الثالث، ۲/۳۱۷، الحدیث: ۵۵۶۳.

آیت اوراس کے بعد والی 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ کتاب جس میں کافروں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں سب سے نیچی جگہ سجّین میں ہے اور تم اس جگہ کی حقیقت نہیں جان سکتے کہ وہ کتنا ہَولناک اور ہیبت کا مقام ہے اور کافروں کا اعمال نامہ مُہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جو نہ مٹ سکتی ہے نہ بدل سکتی ہے یہاں تک کہ ان سے اُن اعمال کا حساب لے لیا جائے اور اُن اعمال پر انہیں سزا دے دی جائے اور جس دن اعمال نامے کی وہ کتاب نکالی جائے گی تو اس دن اُن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور جزا ملنے کے دن یعنی قیامت کے منکر ہیں اور اس دن کو وہی جھٹلاتا ہے جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں

(1)......وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہو اور مخلوق کے ساتھ معاملات کرنے میں ان پر ظلم کرنے والا ہو۔

(2)......اپنے اَفعال اور اَقوال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گناہوں میں مُنْہمِک ہو۔

(3)......جب اس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

یاد رہے کہ سجّین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے اور یہ مقام ابلیس اور اس کے لشکروں کا محل ہے۔[1]

كَلَّا بَلْ ٚ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ایسا) ہرگز نہیں (ہے) بلکہ ان کے کمائے ہوئے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

﴿كَلَّا: ہرگز نہیں۔﴾ یعنی اس سرکش اور گناہگار کا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن تو سابقہ لوگوں کے قصوں، کہانیوں کی بات ہے یعنی اس طرح کی باتیں کر کے اس کا اثر اپنے اوپر نہیں ہونے دیتے تو اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر و شرک جیسے برے

1......خازن، المطفّفين، تحت الآية: ۷، ۴ / ۳۶۰، مدارك، المطفّفين، تحت الآية: ۷-۹، ص ۱۳۳۰، قرطبى، المطفّفين، تحت الآية: ۷، ۱۰ / ۱۸۲، الجزء التاسع عشر، ملتقطاً.

اعمال کی شامت سے ان کے دل زنگ آلود اور سیاہ ہو گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق کو پہچان نہیں سکتے ۔ [1]

گناہ دل کو میلا کر دیتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ دل کو میلا کرتے ہیں اور گناہوں کی زیادتی دل کے زنگ کا باعث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے، جب اس گناہ سے باز آ جاتا ہے اور توبہ و اِستغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی رَان یعنی وہ زنگ ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہوا۔ [2]

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یقیناً بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

﴿ كَلَّا: یقیناً۔ ﴾ یعنی یقیناً بیشک وہ کفار قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دیدار سے اسی طرح محروم ہوں گے جس طرح دنیا میں اس کی توحید کا اقرار کرنے سے محروم رہے۔

ایمان والوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت نصیب ہو گی

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مؤمنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت مُیَسَّر آئے گی کیونکہ دیدار سے محرومی کفار کے لئے وعید کے طور پر ذکر کی گئی اور جو چیز کفار کے لئے وعید اور تہدید ہو وہ مسلمان کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ کافروں کی وہ خاص سزا ہی کیا جو اُن کے ساتھ مسلمانوں کو بھی برابر مل رہی ہو، تو اس سے لازم آیا کہ مؤمنین کے حق میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کے بارے میں

1 ......روح البیان، المطفّفین، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/۳۶۷۔

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ویل للمطفّفین، ۵/۲۲۰، الحدیث: ۳۳۴۵۔

پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کیا تو دوستوں کو اپنی تجلّی سے نوازے گا اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا اور حضرت امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اس کا دیدار کریں گے۔ (1)

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا۔ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بیشک وہ ضرور جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا: یہ وہ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ: پھر بیشک وہ ضرور جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہونے کے بعد جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے، پھر ان سے جہنم کے خازن کہیں گے کہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے اور اس کے واقع ہونے کا انکار کرتے تھے۔ (2)

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچے محل عِلّیّین میں ہے اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے وہ لکھت ایک مُہر کیا نوشتہ ہے کہ مُقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

1 ......خازن، المطفّفين، تحت الآية: ١٥، ٤/٣٦١.

2 ......مدارك، المطفّفين، تحت الآية: ١٦-١٧، ص ١٣٣٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یقیناً بیشک نیک لوگوں کا نامہ اعمال ضرور علیین میں ہے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے۔ قرب والے اس کی زیارت کرتے ہیں۔

﴿ كَلَّآ : یقیناً۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے اعمال ناموں کی جگہ بیان کی گئی اور اب یہاں سے اہلِ ایمان کے اعمال ناموں کی جگہ بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک یقیناً وہ کتاب جس میں سچے دل سے ایمان لانے والے نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے سب سے اونچے مقام عِلّیّین میں ہے اور تجھے کیا معلوم کہ عِلّیّین کی شان کتنی عجیب ہے اور وہ کیسی عظمت والی ہے اور وہ اعمال نامے عِلّیّین میں مُہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں ان نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں اور جب وہ کتاب علیین تک پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے مُقرَّب فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (1)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍۙ(۲۲) عَلَى الْاَرَآىٕكِ یَنْظُرُوْنَۙ(۲۳) تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِۚ(۲۴) یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍۙ(۲۵) خِتٰمُهٗ مِسْكٌؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَؕ(۲۶) وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍۙ(۲۷) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَؕ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں تو اُن کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مُہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مُقرَّبانِ بارگاہ پیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں ہوں گے۔ تختوں پر نظارے کررہے ہوں گے۔ تم ان کے چہروں

1 ......خازن، المطفّفين، تحت الآية: ۱۸-۲۱، ۴/۳۶۱، جلالين، المطفّفين، تحت الآية: ۱۸-۲۱، ص۴۹۳، ملتقطاً.

میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے۔انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگائی ہوئی ہوگی۔اس کی مہر مشک (کی) ہے اور للچانے والوں کوتو اسی پر للچانا چاہئے۔اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہے۔ایک چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ: بیشک نیک لوگ ضرور چین میں ہوں گے۔﴾ نیک لوگوں کے اعمال نامے کی جگہ بیان کرنے کے بعد اب ان کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللّٰہ تعالیٰ کے اطاعت گزار نیک لوگ ضرور جنت کی نعمتوں میں ہوں گے، وہ جنت میں تختوں پر بیٹھ کر اللّٰہ تعالیٰ کے اِکرام اور اس کی نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اُس نے انہیں عطا فرمائیں اور وہ اپنے دشمنوں کو بھی دیکھ رہے ہوں گے جو کہ طرح طرح کے عذابات میں گرفتار ہوں گے۔جب تم ان کی طرف دیکھو گے تو تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے کہ وہ خوشی سے چمکتے دمکتے ہوں گے اور دل کی خوشی کے آثار ان چہروں پر نمایاں ہوں گے اور جنت میں انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس کے برتنوں پر مُہر لگائی ہوئی ہوگی اور اَبرار ہی ان کی مہر توڑیں گے، ان برتنوں پر لگی مہر مشک کی بنی ہوئی ہے اور للچانے والوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف سبقت کرکے اور برائیوں سے باز رہ کر، اسی پر للچانا چاہئے تاکہ انہیں مشک کی مہر لگی یہ شراب حاصل ہو اور اس شراب میں تسنیم ملی ہوئی ہے جو کہ جنت کی شرابوں میں سب سے اعلیٰ ہے اور تسنیم شراب کا وہ چشمہ ہے جس سے صرف اللّٰہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندے پئیں گے اور باقی جنتیوں کی شرابوں میں شرابِ تسنیم کے چند قطرے ملائے جائیں گے۔ [1]

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۳۳﴾

1 ......خازن، المطفّفين، تحت الآية: ۲۲-۲۸، ۴/۳۶۱-۳۶۲، مدارك، المطفّفين، تحت الآية: ۲۲-۲۸، ص ۱۳۳۱، ملتقطاً.

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ع ۱ ۳۶ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو اپنے کئے کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ آپس میں (ان پر) آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب یہ کافر اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تو خوش ہو کر لوٹتے۔ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ تو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ کیا بدلہ دیا گیا کافروں کو اس کا جو وہ کام کرتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا: بیشک مجرم لوگ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں آخرت میں اَبرار کو ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا گیا اور اب یہاں سے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں کفار کس طرح مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان پر ہنستے تھے اور آخرت میں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک مجرم لوگ جیسے ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار کے سردار ایمان والوں جیسے حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت صہیب اور حضرت بلال وغیرہ غریب مؤمنین پر ہنسا کرتے تھے اور جب وہ غریب مومنین ان مالدار کافر سرداروں کے پاس سے گزرتے تو یہ سردار آپس میں طعن کے طور پر ان مومنین پر آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھروں کو لوٹتے تو مسلمانوں کو برا کہہ کر آپس میں اُن کی ہنسی بناتے اور خوش ہوتے ہوئے لوٹتے

اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے اور دنیا کی لذتوں کو آخرت کی امیدوں پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ اُن کے احوال اور اعمال پر گرفت کریں بلکہ ان کفار کو اپنی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنا حال درست کریں، دوسروں کو بے وقوف بتانے اور ان کی ہنسی اڑانے سے یہ لوگ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، تو جس طرح کافر دنیا میں مسلمانوں کی غربت اور محنت پر ہنستے ہیں اسی طرح قیامت کے دن ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے اور قیامت کے دن معاملہ اس کے برعکس ہوگا کہ ایمان والے دائمی عیش اور راحت میں ہوں گے اور کافر ذلت وخواری کے دائمی عذاب میں ہوں گے، جب جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا تو کافر جہنم سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑیں گے اور جب وہ دروازہ کے قریب پہنچیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور ان کے ساتھ بار بار ایسا ہی ہوگا اور کافروں کی یہ حالت دیکھ کر مسلمان اُن پر ہنسیں گے اور مسلمانوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جنت میں جواہرات کے تختوں پر بیٹھ کر کفار کی ذلت و رسوائی اور عذاب کی شدت کو دیکھ رہے ہوں گے اور اس پر ہنستے ہوں گے اور کافروں کو ان کے کئے ہوئے ان اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا جو اُنہوں نے دُنیا میں کئے تھے کہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان پر ہنستے تھے۔ بعض مفسرین نے ان آیات کے شانِ نزول میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، منافقین نے انہیں دیکھ کر آنکھوں سے اشارے کئے اور مَسخری سے ہنسے اور آپس میں ان حضرات کے حق میں بے ہودہ کلمات کہے، تو حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہی یہ آیتیں نازل ہو گئیں۔ (1)

---

1 ...... تفسیر کبیر، المطفّفین، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۶، ۱۱/۹۴-۹۵، خازن، المطفّفین، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۶، ۴/۳۶۲، مدارک، المطفّفین، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۶، ص ۱۳۳۱-۱۳۳۲، ملتقطاً۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاق

سورۂ اِنشقاق کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اِنشقاق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 25 آیتیں ہیں۔

''اِنشقاق'' نام رکھنے کی وجہ

اِنشقاق کا معنی ہے پھٹنا، اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''اِنْشَقَّتْ'' سے ماخوذ ہے۔

سورۂ اِنشقاق کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کی ہَولناکیاں بیان کی گئی ہیں اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی بعض تبدیلیاں بیان کی گئیں۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ ہر انسان مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب ضرور دے گا اور اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔

(3)......یہ بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو ان سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے جنتی گھر والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور جنہیں اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے موت مانگیں گے اور انہیں جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(4)......شَفق، رات اور چاند کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا کہ قیامت کے دن مشرکین ہَولناک اُمور اور مشکل ترین اَحوال

[1]......خازن، تفسير سورة الانشقاق، ٣٦٣/٤.

کا سامنا کریں گے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں کفار و مشرکین اور مُلحدوں وغیرہ کی ایمان قبول نہ کرنے پر سرزنش کی گئی اور دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے تو انہیں دائمی ثواب کا مُژدہ سنایا گیا۔

سورۂ مُطَفِّفِین کے ساتھ مناسبت

سورۂ اِنشقاق کی اپنے سے ماقبل سورت ''مُطَفِّفِین'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ مُطَفِّفِین میں اعمال نامہ لکھنے والے فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں اعمال نامہ لوگوں کے ہاتھ میں دیئے جانے کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ؕ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ؕ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب آسمان شق ہو۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔ اور جب زمین دراز کی جائے۔ اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گا اور اسے یہی لائق ہے۔ اور جب زمین کو دراز کر دیا جائے گا۔ اور جو کچھ اس میں ہے زمین اسے (باہر) ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گی اور اسے یہی لائق ہے۔

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ: جب آسمان پھٹ جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے پھٹنے کے بارے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے اور اس کی اطاعت کرے اور جب زمین کو برابر کر کے دراز کر دیا جائے گا اور اس پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور زمین اپنے اندر موجود سب خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی اور خزانوں اور مُردوں سے خالی ہو جائے گی اور وہ اپنے اندر کی چیزیں باہر پھینک دینے کے بارے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے گی اور اس کی اطاعت کرے گی اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے اور اس کی اطاعت کرے تو اس وقت انسان اپنے عمل کا نتیجہ ثواب اور عذاب کی صورت میں دیکھ لے گا۔[1]

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے انسان! بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ: اے انسان!﴾ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے انسان! تو اپنی موت آنے تک اچھے یا برے عمل کرنے میں محنت ومشقت کرتا رہتا ہے، پھر مرنے کے بعد تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے) ضرور حاضر ہونا ہے اور تو نے دنیا میں جیسے عمل کئے ہوں گے انہی کے مطابق تمہیں اس کی بارگاہ سے جزا ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے عمل کریں اور ناراض کرنے والے اعمال سے بچیں

ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اس آیت میں غور کرے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور موت آنے سے پہلے پہلے ایسے عمل کر لے جن کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نجات پا جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اور ایسے عمل کرنے سے خود کو بچا لے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاکت میں پڑ جائے۔ اگر وہ

1 ......خازن، الانشقاق، تحت الآية: ١-٥، ٤/٣٦٣.

ایسا کرے گا تو اس میں اسی کا بھلا اور فائدہ ہے، اور نہیں کرے گا تو سراسر نقصان بھی اسی کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے عمل کئے ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی بات کی پیروی کی اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی اور ناراض کر دینے والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾

1 ……روم:٤٤. 2 ……عنکبوت:٦. 3 ……سورہ محمد:٢٧، ٢٨.

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے۔اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بہرحال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا۔

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ: تو بہرحال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جسے اس کا نامۂ اَعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ حساب کے بعد اپنے جنتی گھر والوں کی طرف اپنی اس کامیابی پر خوشی خوشی پلٹے گا۔[1]

قیامت کے دن ایمان والوں کے حساب کی صورتیں

یاد رہے کہ قیامت کے دن بعض اہلِ ایمان ایسے ہوں گے کہ جنہیں اعمال نامہ دیا ہی نہیں جائے گا اور وہ بغیر حساب کتاب کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور بعض اہلِ ایمان ایسے ہوں گے کہ جب وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ان سے تحقیق اور جَرح والا حساب نہیں ہوگا بلکہ صرف ان کے اعمال ان پر پیش کئے جائیں گے، وہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو پہچانیں گے، پھر انہیں نیکیوں پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا۔ یہ وہ آسان حساب ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے کہ نہ شدید اعتراضات کر کے اعمال کی تنقیح ہو، نہ یہ کہا جائے کہ ایسا کیوں کیا، نہ عذر طلب کیا جائے، نہ اس پر حجت قائم کی جائے کیونکہ جس سے مطالبہ کیا گیا تو اسے کوئی عذر ہاتھ آئے گا اور نہ وہ کوئی حجت پائے گا اس طرح وہ رسوا ہو جائے گا، اور بعض اہلِ ایمان ایسے ہوں گے کہ جب وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو ان کے ہر عمل کی پوچھ گچھ ہوگی، ان کا کوئی گناہ نظر انداز نہیں کیا جائے گا اور انہیں برے اعمال کی سزا کاٹنے کے لئے ایک مخصوص مدت تک جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

[1] ......خازن، الانشقاق، تحت الآية: ۷-۹، ۴/۳۶۳.

قیامت کے دن آسان حساب لئے جانے کی دعا مانگا کرے۔حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، میں نے ایک مرتبہ نماز کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ’’**اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا**‘‘ اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لے۔جب نماز سے فارغ ہو کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ واپس ہوئے تو میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا’’اس سے مراد یہ ہے کہ بس بندے کے اعمال نامے کو دیکھا جائے اور اس کے گناہوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، قیامت کے دن جس سے اعمال کے حساب کے معاملے میں جرح کی گئی تو وہ ہلاک (یعنی عذاب میں گرفتار) ہو جائے گا۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور ان کے ہی الفاظ میں ہم بھی اسی کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے — اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امت میں بنایا انہیں رحمت بھیجا — یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے
صدقہ پیارے کی حیاء کا کہ نہ لے مجھ سے حساب — بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ(۱۰) فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ(۱۱) وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ؕ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔وہ عنقریب موت مانگے گا۔اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔تو وہ عنقریب موت مانگے گا۔اور

[1] ......مسند امام احمد، مسند السيدة عائشة رضي الله عنها، ۹/۳۰۳، الحديث: ۲۴۲۷۰.

وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔

﴿وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ: اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی **2** آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کا دایاں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا اور بایاں ہاتھ پسِ پشت کر دیا جائے گا اور اس میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا، اس حال کو دیکھ کر وہ جان لے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں سے ہے تو اس وقت وہ موت کی دعا مانگے گا اور یَا ثُبُوْرَاهُ یعنی ہائے موت کہے گا تا کہ موت کے ذریعے عذاب سے چھٹکارا پا جائے، لیکن اسے موت نہ آئے گی اور اسے بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔[1]

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنے والوں کا حال

بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رہا وہ جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش کہ مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ دنیا کی موت ہی (میرا کام) تمام کر دینے والی ہو جاتی۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سب زور جاتا رہا۔ (فرشتوں کو حکم ہوگا) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کرو۔ پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔

اور کفار جہنم میں بھی موت کی دعا مانگیں گے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ

1 ......خازن، الانشقاق، تحت الآیة: ۱۰-۱۲، ۴/۳۶۳.

2 ......حاقہ: ۲۵-۳۲.

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا [1]

جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے۔(فرمایا جائے گا) آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ایمان پر ہی خاتمہ نصیب فرمائے اور قیامت کی ہَولناکیوں اور جہنم کے عذابات کی شدّتوں سے ہمیں نجات عطا فرمائے،اٰمین۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ وہ سمجھا کہ اُسے پھرنا نہیں۔ ہاں کیوں نہیں بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ بیشک اس نے سمجھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا۔ ہاں، کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا: بیشک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کا یہ حال اس لئے ہوگا کہ وہ دنیا کے اندر اپنے گھر میں اپنی خواہشوں، شہوتوں، تکبر اور غرور میں خوش تھا،اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف نہیں لوٹے گا اور وہ مرنے کے بعد اُٹھایا نہ جائے گا اور جیسا اس نے گمان کیا تھا در حقیقت ویسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ ضرور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹے گا اور مرنے کے بعد اسے اُٹھایا جائے گا اور اس کے اعمال کا حساب کیا جائے گا، بیشک اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس کے کفر اور تمام گناہوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا وہ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے گا اور اپنے اعمال کی جزا

[1] ......فرقان:۱۳،۱۴.

پائے گا۔[1]

آخرت سے غفلت اور بے فکری انتہائی نقصان دِہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کی رنگینیوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سے غافل اور بے فکر ہو جائے اور اس کی بہتری کے لئے کوشش نہ کرے تو وہ آخرت میں بہت نقصان اٹھائے گا اور ایسا شخص دنیا میں بھی نقصان ہی اٹھاتا ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل لونڈی بن کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو، اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے، اس کے جمع شدہ کاموں کو مُنتشر کر دیتا ہے اور دنیا (کے مال) سے بھی اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے عیش وعشرت میں کھو کر اپنی آخرت سے غافل اور بے فکر ہونے سے بچائے اور اپنی آخرت بہتر بنانے کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے شام کے اُجالے کی۔ اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔ اور چاند کی جب پورا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے شام کے اجالے کی قسم ہے۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں رات جمع کر دے۔ اور چاند کی جب اس کا نور پورا ہو جائے۔

﴿فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ: تو مجھے شام کے اجالے کی قسم ہے۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چند چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے تاکہ لوگ ان میں غور و فکر کر کے عبرت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوں۔

1 ......خازن، الانشقاق، تحت الآية: ١٣-١٥، ٤/٣٦٣، مدارك، الانشقاق، تحت الآية: ١٣-١٥، ص ١٣٣٤، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ٣٠-باب، ٤/٢١١، الحديث: ٢٤٧٣.

شفق سے کیا مراد ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نزدیک شفق سے مراد وہ اجالا ہے جو مغرب کی جانب سرخی ختم ہونے کے بعد شمال اور جنوب کی طرف نمودار ہوتا ہے اور اس اجالے کے غائب ہونے پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت ختم ہوتا اور عشاء کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور یہی کثیر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اکابر تابعین اور تبعِ تابعین کا قول ہے اور بعض علماء شفق سے وہی سرخی مراد لیتے ہیں جو سورج غروب ہونے کے بعد اُفق میں نمودار ہوتی ہے۔

﴿وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ: اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں رات جمع کردے۔﴾ یعنی رات کی قسم اور ان چیزوں کی قسم، جنہیں رات جمع کر دیتی ہے۔ ان چیزوں سے مراد یا تو جانور ہیں جو کہ دن میں مُنتشر ہوتے ہیں اور رات میں اپنے آشیانوں اور ٹھکانوں کی طرف چلے آتے ہیں یا ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو رات میں کئے جاتے ہیں جیسے تہجد کی نماز کہ یہ رات میں ادا کی جاتی ہے یا ان سے مراد تاریکی اور ستارے ہیں کہ یہ رات میں جمع ہوتے ہیں۔ (1)

﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ: اور چاند کی جب اس کا نور پورا ہوجائے۔﴾ یعنی چاند کی قسم! جب وہ پورا ہوجائے اور اس کا نور کامل ہوجائے۔ چاند کا نور اَیّامِ بیض یعنی قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں کامل ہوتا ہے۔ (2)

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔ تو کیا ہوا ایمان نہیں لاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ضرور تم ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف چڑھو گے۔ تو انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: ضرور تم ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف چڑھو گے۔﴾ یہ اس سے اوپر آیات میں مذکور قسموں کا جواب ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں عام انسانوں سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! تمہیں ایک حال کے بعد دوسرا حال پیش آئے گا۔ ان

1 ......خازن، الانشقاق، تحت الآية: ۱۷، ۴/۳۶۴، مدارك، الانشقاق، تحت الآية: ۱۷، ص۱۳۳۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، الانشقاق، تحت الآية: ۱۸، ۴/۳۶۴، ملخصاً.

احوال کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ پہلے موت کی سختیوں اور ہولناکیوں میں مبتلا ہونا، پھر مرنے کے بعد اُٹھنا اور پھر حساب کی جگہ میں پیش ہونا مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے حالات میں مختلف درجے ہیں کہ ایک وقت وہ دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے، پھر اس کا دودھ چھوٹتا ہے، پھر اس کے لڑکپن کا زمانہ آتا ہے، پھر وہ جوان ہوتا ہے، پھر اس کی جوانی ڈھلتی ہے اور پھر وہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں خاص نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایسا کیا کہ آپ معراج کی رات ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح درجہ بدرجہ اور مرتبہ بمرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے قرب کی منازل میں پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اس آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حال بیان فرمایا گیا ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آپ کفار کی سرکشی اور ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غمگین نہ ہوں، آپ کو مشرکین پر فتح اور کامیابی حاصل ہوگی اور آپ کا انجام بہت بہتر ہوگا۔ (1)

﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: تو انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔﴾ یعنی اس سے پہلی آیات میں جن چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان چیزوں کو دیکھ کر کسی عقلمند انسان کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو اب کفار کے پاس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں کیا عذر باقی رہ گیا ہے اور وہ دلائل ظاہر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ (2)

وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدة

السجدة ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

1 ……خازن، الانشقاق، تحت الآية: ۱۹، ۴/۳٦٤.

2 ……جلالين مع صاوى، الانشقاق، تحت الآية: ۲۰، ۶/۲۳۳٦-۲۳۳۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

﴿ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ: اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ ﴾

شانِ نزول: جب ''سورۂ اِقْرَاْ'' میں آیت ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ''[1] نازل ہوئی تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا، مومنین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا البتہ کفارِ قریش نے سجدہ نہ کیا تو اُن کے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب کفار کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔[2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''کفار چونکہ انتہائی فصیح و بلیغ تھے اس لئے قرآن سننے کے بعد ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ قرآن کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا مان لیں اور جب انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت درست ہونے اور اَحکامات اور ممنوعات میں ان کی اطاعت واجب ہونے کو جان لیا تو (ان پر لازم تھا کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور ان کی اطاعت کریں، اور چونکہ کفار نے ایسا نہیں کیا اس لئے) قرآن سن کر سجدہ نہ کرنے پر اللّٰہ تعالیٰ کا ان کی مذمت کرنا حق ہے۔[3]

سجدۂ تلاوت سے متعلق 8 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے سجدۂ تلاوت سے متعلق 8 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ وہ آیت پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

(2)......قرآنِ کریم میں کل چودہ آیتیں ایسی ہیں جنہیں پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(3)......آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے البتہ پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے پڑھا ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے۔

---

1 ......یہ آیت بھی آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

2 ......تفسیر احمدی، سورة انشقت، تحت الآیة: ۲۱، ص۷۳۸.

3 ......تفسیر کبیر، الانشقاق، تحت الآیة: ۲۱، ۱۱/۱۰۴.

(4)......اگراتنی آواز سے آیتِ سجدہ پڑھی کہ وہ خود سن سکتا تھا مگر شور وغل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہوگیا اور اگر محض ہونٹ ملے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔

(5)......سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں جیسے طہارت، قبلہ رو ہونا اور سترِ عورت وغیرہ۔

(6)......اگر امام نے نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر اور مقتدیوں پر اور جو شخص نماز میں تو نہ ہو لیکن اس آیت کو سن لے تو اس پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ (اس مسئلے کا خیال بطورِ خاص ان لوگوں کو رکھنا چاہئے جو تراویح پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یا گھروں میں بیٹھے مرد یا عورتیں امام کی تلاوت کو سن رہے ہوتے ہیں، البتہ آیتِ سجدہ سننے سے عورت پر سجدۂ تلاوت اس صورت میں واجب ہوگا کہ وہ اس وقت جنابت، حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو۔)

(7)......سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھی جائیں گی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور اگر ایک ہی آیت ایک مجلس میں بار بار پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

(8)......سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے، پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، سجدۂ تلاوت کے شروع اور آخر میں دونوں بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب ہیں۔[1]

نوٹ: سجدۂ تلاوت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت، جلد نمبر 1، حصہ نمبر 4 سے ''سجدۂ تلاوت کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

ع ۱ ۲۵ ۹

1......بہارِ شریعت، حصہ چہارم، ۱/۷۲۸-۷۳۱، تفسیر احمدی، سورۃ انشقت، ص۷۳۹، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں۔ تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔ اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنادو۔ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ: بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن دلائل کی وجہ سے ایمان لانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہتا وہ اگرچہ ظاہر ہیں لیکن کفار قرآن کی آیات کو اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو اپنے باپ دادا کی پیروی کی وجہ سے یا حسد کی وجہ سے یا اس خوف کی وجہ سے جھٹلا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے ایمان قبول کرلیا تو ان کا دُنْیَوی مَنصب اور دنیا کے فوائد ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جو کفر و شرک اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانا وہ اپنے دلوں میں محفوظ رکھتے ہیں، تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم انہیں ان کے کفر اور عناد پر دردناک عذاب کی بشارت سنادو مگر ان میں سے جو لوگ کفر سے توبہ کر کے سچے دل سے ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تو ان کے لیے آخرت میں وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ رہے گا۔ (1)

کفار کی حالت سامنے رکھتے ہوئے مسلمان بھی اپنے حال پر غور کریں

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے ایمان قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے دُنْیَوی منصب چھن جانے اور دنیا کے وہ فوائد ختم ہو جانے کا خوف تھا جو انہیں حاصل تھے۔ کفار کے اسی خوف کو سامنے رکھتے ہوئے ان مسلمانوں کو بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے جو دنیا کی عزت، وجاہت، دولت اور مرتبے ختم ہونے کے خوف سے اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے خود بھی دور بھاگتے ہیں اور اپنی اولادوں کو بھی دور رکھتے ہیں اور فقط کبھی کبھار نماز پڑھ لینا یا تھوڑا بہت اللہ اللہ کر لینا اپنی اُخروی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

1 ......تفسیر کبیر، الانشقاق، تحت الآیۃ: ٢٢-٢٥، ١١/١٠٤-١٠٥، خازن، الانشقاق، تحت الآیۃ: ٢٢-٢٥، ٤/٣٦٤، ملتقطاً۔

سُوْرَۃُ الْبُرُوْج

سورۂ بُروج کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ بُروج مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **22** آیتیں ہیں۔

’’بروج‘‘ نام رکھنے کی وجہ

ستاروں کی منزلوں کو بُروج کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بُرجوں والے آسمان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ بروج‘‘ کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ بروج سے متعلق دو اَحادیث

(1)......حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ظہر اور عصر کی نماز میں ’’وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ‘‘۔ ’’وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ‘‘ اور ان دونوں جیسی سورتیں تلاوت فرماتے تھے۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ عشاء کی نماز میں وہ (چار) سورتیں تلاوت کی جائیں جن کے شروع میں آسمان کا ذکر ہے۔[3]

سورۂ بُروج کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں سابقہ امتوں کے احوال بیان کر کے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......خازن، تفسیر سورة البروج، ٤/٣٦٤.

2 ......ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ١/٣٠٩، الحديث: ٨٠٥.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی هريرة رضی الله عنه، ٣/٢١٧، الحديث: ٨٣٤١.

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں پر تسلی دی گئی ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں آسمان، قیامت کے دن، جمعہ اور عرفہ کے دن کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا گیا کہ کفارِ قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر لعنت کی گئی تھی۔

(2)......سابقہ امتوں جیسے اصحابُ الاُخدود، فرعون اور ثمود کے واقعات بیان کئے گئے اور انہی واقعات کے ضمن میں بتایا گیا کہ جنہوں نے مسلمان مَردوں اور عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ حالتِ کفر میں مر گئے تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ جب کسی ظالم کی پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور نیک بندوں سے محبت فرمانے والا ہے، عزت والے عرش کا مالک اور ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ سابقہ امتوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ مجید کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، قرآن کو شاعری اور کہانت کی کتاب کہتے ہیں حالانکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

سورۂ اِنشقاق کے ساتھ مناسبت

سورۂ بُروج کی اپنے سے ماقبل سورت ''اِنشقاق'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی پہلی آیت میں آسمان کا ذکر ہے۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کے لئے جنت کی بشارت، کافروں کے لئے جہنم کی وعید اور قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ **تیسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ اِنشقاق میں بیان کیا گیا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے بارے میں کافروں کے دلوں میں جو بغض و عناد ہے وہ سب اللّٰہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور اس سورت میں بتایا گیا کہ سابقہ امتوں کے کفار کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم آسمان کی جس میں بُرج ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: برجوں والے آسمان کی قسم۔

﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ: برجوں والے آسمان کی قسم۔﴾ آسمان میں موجود برجوں کی تعداد بارہ ہے اور ان کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی گئی کہ ان میں اللّٰہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائبات نمودار ہیں جیسے سورج، چاند اور ستاروں کا ان بُروج میں ایک مُعَیَّن انداز ے پر چلنا اور اس چال میں اِختلاف نہ ہونا وغیرہ۔(1)

نوٹ: ان بُروج کی تفصیل سورۂ فرقان کی آیت نمبر 61 میں بیان ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے لکھے ہوئے مشہور کلام ''قصیدۂ نور'' میں انہی بارہ برجوں کا ذکر کر کے اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں:

بارہ برجوں سے جھکا ایک اک ستارہ نور کا بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

وَ الۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ۙ﴿۲﴾ وَ شَاہِدٍ وَّ مَشۡہُوۡدٍ ؕ﴿۳﴾

1 ......خازن، البروج، تحت الآیة: ۱، ۴/۳۶۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔اور گواہ دن کی اور اس دن کی جس میں (لوگ) حاضر ہوتے ہیں۔

﴿وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ: اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔**﴾** اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں جن دِنوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی،اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''وعدے کے دن سے قیامت کا دن،حاضر ہونے کے دن سے عرفہ کا دن اور گواہ دن سے جمعہ کا دن مراد ہے۔''(1)

چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قیامت کے اس دن کی قسم!جس میں تمام زمین اور آسمان والوں کو جمع کرنے کا وعدہ ہے اور جمعہ کے اس دن کی قسم!جو کہ بندوں کے اعمال کا گواہ ہے اور عرفہ کے اس دن کی قسم!جس میں آدمی اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔(2)

﴿وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ: اور گواہ دن کی اور اس دن کی جس میں (لوگ) حاضر ہوتے ہیں۔**﴾** جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ یہاں گواہ دن سے مراد جمعہ کا دن اور جس دن میں لوگ اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس سے عرفہ کا دن مراد ہے،اسی مناسبت سے ہم یہاں جمعہ اور عرفہ کے دن کے چند فضائل بیان کرتے ہیں۔

جمعہ اور عرفہ کے دن کے 6 فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''بہتر دن کہ جس پر سورج طلوع ہوا،جمعہ کا دن ہے،اسی دن میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے اترنے کا انہیں حکم ہوا اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔''(3)

(2)......حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحٰی اور عید الفطر

1......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البروج، ۵/۲۲۲، الحدیث: ۳۳۵۰.

2......قرطبی، البروج، تحت الآیۃ:۲-۳، ۱۰/۲۰۰، الجزء التاسع عشر، جلالین، البروج، تحت الآیۃ:۲-۳، ص۴۹۵، ملتقطاً.

3......مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، ص۴۲۵، الحدیث: ۱۸(۸۵۴).

سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں ۔(1) اللہ تعالیٰ نے اسی دن میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا۔ (2) اور اسی دن میں زمین پر انہیں اتارا۔(3) اور اسی دن میں انہیں وفات دی۔(4) اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔(5) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی مُقرّب فرشتہ، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں ہے کہ وہ جمعہ کے دن سے ڈرتے نہ ہوں۔ (1)

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جمعہ کے دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہیں اور کوئی گھنٹہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے چھ لاکھ ایسے افراد کو آزاد نہ کرتا ہو جن پر جہنم واجب ہوگیا تھا۔ (2)

(4)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے بچالے گا۔ (3)

(5)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر مُباہات فرماتا ہے۔ (4)

(6)......حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر گمان ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (5)

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا

1 ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب في فضل الجمعة، ۸/۲، الحديث: ۱۰۸٤.

2 ......مسند ابي يعلى، مسند انس بن مالك، ثابت البناني عن انس، ۲۳٥/۳، الحديث: ۳٤۷۱.

3 ......ترمذي، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة، ۳۳۹/۲، الحديث: ۱۰۷٦.

4 ......مسلم، كتاب الحج، باب في فضل الحج والعمرة ويوم عرفة، ص۷۰۳، الحديث: ٤۳٦(۱۳٤۸).

5 ......مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب ثلاثة ايام من كل شهر... الخ، ص۵۸۹، الحديث: ۱۹٦(۱۱٦۲).

قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّ هُمْ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کھائی والوں پر لعنت ہو۔ وہ اس بھڑکتی آگ والے۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کھائی والوں پر لعنت ہو۔ بھڑکتی آگ والے۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ خود اس پر گواہ ہیں جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے۔

﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ: کھائی والوں پر لعنت ہو۔﴾ اس سے اوپر والی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے آسمان، قیامت کے دن، جمعہ اور عرفہ کے دن کی قسمیں ارشاد فرماکر اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات میں فرمایا کہ کفارِ قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر اس وقت لعنت کی گئی جب وہ اس کھائی کے کناروں پر کرسیاں بچھائے بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو آگ میں ڈال رہے تھے اور شاہی لوگ بادشاہ کے پاس آکر ایک دوسرے کے لئے گواہی دیتے تھے کہ انہوں نے حکم کی تعمیل کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور ایمانداروں کو آگ میں ڈال دیا۔ (1)

کھائی والوں کا واقعہ

یہاں کھائی والوں کا جو واقعہ ذکر کیا گیا اس کے بارے میں حضرت صہیب رومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں، آپ میرے پاس ایک لڑکا بھیج دیں تاکہ میں اسے جادو سکھادوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا، وہ لڑکا جس راستے سے گزر کر جادوگر کے پاس جاتا اس راستے میں ایک راہب رہتا تھا، وہ لڑکا (روزانہ) اس راہب کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سننے لگا اور اُس راہب کا کلام اِس لڑکے کے دل میں اترتا جارہا تھا۔ جب وہ لڑکا جادوگر کے پاس پہنچتا تو (دیر سے

1 ......مدارك، البروج، تحت الآية: ٤-٧، ص١٣٣٥-١٣٣٦.

آنے پر) جادوگر اسے مارتا۔ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی تو راہب نے کہا: جب تمہیں جادوگر سے خوف ہو تو کہہ دینا: گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو ان سے کہہ دینا کہ جادوگر نے مجھے روک لیا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی جاری تھا کہ اسی دوران ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا، لڑکے نے سوچا: آج میں آزماؤں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تجھے راہب کے کام جادوگر سے زیادہ پسند ہیں تو اس پتھر سے جانور کو ہلاک کر دے تا کہ لوگ راستے سے گزر سکیں۔ چنانچہ جب لڑکے نے پتھر مارا تو وہ جانور اس کے پتھر سے مر گیا۔ پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اسے اس واقعے کی خبر دی تو اس نے کہا: اے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا۔ (اس کے بعد اس لڑکے کی دعائیں قبول ہونے لگیں) اور اس کی دعا سے مادرزاد اندھے اور برص کے مریض اچھے ہونے لگ گئے اور وہ تمام بیماریوں کا علاج کرنے لگا۔ بادشاہ کا ایک ساتھی نابینا ہو گیا تھا، اس نے جب یہ خبر سنی تو وہ اس لڑکے کے پاس بہت سے تحائف لے کر آیا اور اس سے کہا: اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تمہیں دے دوں گا۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں شفا عطا کر دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ جب وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا تو بادشاہ نے پوچھا: تمہاری بینائی کس نے لوٹائی ہے؟ اس نے کہا: میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے سوا تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اسے اَذِیَّت دیتا رہا جب تک اس نے لڑکے کا پتا نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا اور بادشاہ نے اس سے کہا: اے بیٹے! تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کر دیتے ہو، برص کے مریضوں کو تندرست کر دیتے ہو اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کرتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو میرا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اسے اَذِیَّت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا۔ پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ راہب نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرا منگوا کر اس کے سر کے درمیان رکھا اور اسے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے

پھر جاؤ۔اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے اسے بھی آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔اس لڑکے نے انکار کیا تو بادشاہ نے اپنے چند ساتھیوں سے کہا: اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ، اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دینا۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔اس لڑکے نے دعا کی! اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچالے۔اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب لوگ پہاڑ سے نیچے گر گئے۔اس کے بعد وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا! جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچالیا۔ بادشاہ نے پھر اسے اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے ایک کشتی میں سوار کر کے سمندر کے وسط میں لے جاؤ، اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو ٹھیک ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اسے سمندر میں لے گئے تو اس نے دعا کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچالے۔ وہ کشتی فوراً الٹ گئی اور اس لڑکے کے علاوہ سب لوگ غرق ہو گئے۔ وہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس چلا گیا تو بادشاہ نے پوچھا: جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچالیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا: تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکو گے جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے وہ عمل پوچھا تو لڑکے نے کہا: تم ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کرو اور مجھے کھجور کے تنے پر سولی دو، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر **بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ** کہہ کر مجھے مارو، اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تیر مجھے قتل کر دے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس لڑکے کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کر کے تیر چھوڑ دیا، وہ تیر لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا، لڑکے نے تیر لگنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگوں نے کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو اس واقعے کی خبر دی گئی اور اس سے کہا گیا کہ کیا تم نے دیکھا کہ جس سے تم ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ تمہارے ساتھ کر دیا اور تمام لوگ ایمان لے آئے۔ اس نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، جب ان کی کھدائی مکمل ہوئی تو ان میں آگ جلوائی گئی، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ لوگ اس آگ میں ڈالے جانے لگے یہاں تک کہ ایک عورت آئی اور اس کی گود میں بچہ تھا، وہ ذرا جھجکی تو بچے نے کہا: اے ماں صبر کر!

اور جھجک نہیں تو سچے دین پر ہے (اور وہ بچہ اور ماں بھی آگ میں ڈال دیئے گئے)۔[1]

اور حضرت ربیع بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو مومن آگ میں ڈالے گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے آگ میں پڑنے سے پہلے ہی اُن کی رُوحیں قبض فرما کر انہیں نجات دی اور آگ نے خندق کے کناروں سے باہر نکل کر کنارے پر بیٹھے ہوئے کفار کو جلا دیا۔[2]

کھائی والوں کے واقعے سے حاصل ہونے والی معلومات

اس واقعہ سے 6 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس واقعہ میں اہلِ ایمان کو صبر کرنے اور کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں پر تحمُّل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[3]

(2)......اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

(3)......ولایت عمل اور عمر پر مَوقوف نہیں بلکہ چھوٹے بچوں کو بھی ولایت مل جاتی ہے، حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا مادرزاد وَلِیّہ تھیں۔

(4)......بزرگوں کی صحبت کا فیض عبادات سے زیادہ ہے۔

(5)......جس دین میں اولیاء موجود ہوں وہ اس دین کی حقانیّت کی دلیل ہے۔

(6)......اللہ والوں سے ان کی وفات کے بعد بھی ہدایت ملتی ہے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌؕ﴿۹﴾

---

1 ......مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب قصة اصحاب الاخدود... الخ، ص ١٦٠٠، الحديث: ٧٣(٣٠٠٥).

2 ......خازن، البروج، تحت الآية: ٥، ٣٦٦/٤.

3 ......مدارك، البروج، تحت الآية: ٧، ص١٣٣٦.

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں مسلمانوں کا کیا بُرا لگا یہی نہ کہ وہ ایمان لائے اللہ عزت والے سب خوبیوں سراہے پر۔ کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے جو بہت عزت والا، ہر تعریف کے لائق ہے۔ وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ: اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ اور مسلمانوں کو آگ میں جلانے والے اس کے ساتھیوں کو مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لے آئے جو عزت والا اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اس سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اور اس سے مخلوق کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں بلکہ وہ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے۔(1)

علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''آیت (نمبر 9) میں کھائی میں گرنے والے مسلمانوں کے لئے (جنت کا) وعدہ اور کھائی میں گرانے والے کافروں کے لئے (جہنم کے عذاب کی) وعید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور اسی میں کفار اور مسلمانوں کے عمل بھی داخل ہیں اور ان کے اعمال کو جاننا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے۔(2)

کافر مومن کے کس عمل کی وجہ سے اس کا دشمن ہے؟

آیت نمبر 8 سے معلوم ہوا کہ کافر مومن کے ایمان کی وجہ سے اس کا دشمن ہے اور کوئی مومن، مومن رہتے ہوئے کفار کو خوش نہیں کر سکتا۔ یہی چیز قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ ایک مقام پر اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1 ......تفسیر قرطبی، البروج، تحت الآیۃ: ۸-۹، ۱۰/۲۰۸، الجزء التاسع عشر.

2 ......ابو سعود، البروج، تحت الآیۃ: ۹، ۵/۸۵۵.

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ وَ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کرلیں۔ تم فرمادو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔

مسلمانوں کے اَخلاق کیسے ہونے چاہئیں

یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اخلاق ایسے بلند ہونے چاہئیں کہ کفار کو مسلمانوں میں اخلاقی عیب نکالنے کا کوئی موقع نہ ملے بلکہ وہ مخالف رہیں تو صرف ایمان کی وجہ سے مسلمانوں کے مخالف رہیں۔ اس سے موجودہ زمانے کے ان مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جن کے برے اخلاق کو پیش کر کے دنیا بھر میں مسلمانوں کو اخلاق اور انسانیت سے عاری ثابت کرکے دینِ اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔

مومن کی علامت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ کافر اس سے ناخوش رہیں اور مومن خوش رہیں، لہٰذا جو کفار کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو وہ دین میں مُداہَنَت کرنے والا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو اپنے طرزِ

(1) ...... مائدہ: ۵۹۔
(2) ...... بقرہ: ۱۲۰۔

عمل پر غور کرنا چاہئے جو کفار کی خوشی کے لئے ان کی مذہبی تقریبات منعقد کرتے یا ان میں شرکت کرتے ہیں، کفار کی خوشی کے لئے اسلام کے احکامات پر عمل کرنا چھوڑتے ہیں اور کفار کی خوشی کے لئے مسلمانوں کو اذیّتیں دیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﱠ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنھوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بےشک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ بےشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ: بے شک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا۔﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آگ میں جلا کر آزمائش میں مبتلا کیا، پھر اس سے توبہ نہ کی اور اپنے کفر سے باز نہ آئے تو ان کے لئے ان کے کفر کے بدلے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے دنیا میں آگ کا عذاب ہے کہ اسی آگ نے انہیں جلا ڈالا اور یہ مسلمانوں کو آگ میں ڈالنے کا بدلہ ہے۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اذیّتیں

دے کر آزمائش میں مبتلا کیا، پھر اپنے اس عمل سے توبہ نہ کی توان کے لئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اوران کے لئے (قبر میں بھی) آگ کا عذاب ہے۔[1]

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ جب ظالموں کو اپنے عذاب میں پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے اگرچہ یہ پکڑ کچھ عرصہ ظالموں کو مہلت دینے کے بعد ہو کیونکہ انہیں مہلت دینا عاجز ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حکمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔[2]

ظالموں کے لئے نصیحت

اس آیت میں ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے کہ اگرچہ ابھی اللّٰہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ نہیں فرمائی لیکن جب بھی اللّٰہ تعالیٰ نے اس کے ظلم کی وجہ سے اس کی گرفت فرمائی تو وہ بہت سخت ہوگی اور یہ گرفت دنیا میں بھی ہوسکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ جیسا کہ

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، خدا کی قسم! جو مومن دوسرے مومن پر ظلم کرے گا تو قیامت کے دن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس ظالم سے انتقام لے گا۔[3]

1 ......مدارك، البروج، تحت الآية: ١٠، ص١٣٣٦-١٣٣٧، خازن، البروج، تحت الآية: ١٠، ٤/٣٦٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، البروج، تحت الآية: ١٢، ١٠/٣٩١-٣٩٢.

3 ...... كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الثانى فى الاخلاق و الافعال المذمومة، الفصل الثانى، ٢/٢٠٢، الجزء الثالث، الحديث: ٧٦٢١.

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ، رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی ظالم کی اس کے ظلم پر مدد کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہے۔‘‘(1)

اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ اللّٰہ تعالٰی سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللّٰہ تعالٰی کسی حقدار کو اس کے حق سے منع نہیں کرتا۔‘‘(2)

اللّٰہ تعالٰی ظالموں کو اپنے ظلم سے باز آنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ظالموں کے ظلم اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ پہلے کرے اور پھر کرے۔ اور وہی ہے بخشنے والا اپنے نیک بندوں پر پیارا۔ عرش کا مالک عزت والا۔ ہمیشہ جو چاہے کرلینے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی بہت بخشنے والا ہے، نہایت محبت فرمانے والا ہے۔ عرش کا مالک، بڑی عظمت والا ہے۔ (ہمیشہ) جو چاہے کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ: بیشک وہی پہلے پیدا کرتا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللّٰہ تعالٰی بندوں کو پہلے دنیا میں پیدا کرتا ہے پھر ان کی موت کے بعد قیامت کے دن انہیں دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے اور جو پہلی بار پیدا کرنے

1 ...... مسند الفردوس، باب المیم، ۳/۵۸۳، الحدیث: ۵۸۲۳.

2 ...... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الباب الثانی فی الاخلاق و الافعال المذمومة، الفصل الثانی، ۲/۲۰۰، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۵۹٤.

اور دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جب وہ کسی کی پکڑ فرمائے گا تو وہ پکڑ بھی انتہائی سخت ہوگی۔ [1]

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ: اور وہی بہت بخشنے والا ہے، نہایت محبت فرمانے والا ہے۔﴾ یعنی جو کافر اپنے کفر سے توبہ کر کے ایمان لے آئے، اسی طرح جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کر لے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہگار مسلمان کو توبہ کے بغیر ہی بخش سکتا ہے اور وہی اپنے نیک بندوں سے محبت فرمانے والا ہے۔ [2]

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔ وہ لشکر کون فرعون اور ثمود۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔ فرعون اور ثمود۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ: کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کی طرف سے اہلِ ایمان کو اَذِیّتیں پہنچنے کے حوالے سے اصحابُ الاُخدود کا حال بیان کر کے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو تسلی دی گئی اور اب یہاں سے اصحابُ الاُخدود سے بھی پہلے کے کفار کا حال بیان کر کے تسلی دی جارہی ہے چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک آپ کے پاس فرعون اور اس کی قوم اور ثمود کے ان لشکروں کی خبر آئی ہے جنہیں کافر لوگ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں لائے تھے اور آپ کو ان کے انجام کے بارے میں معلوم بھی ہے کہ وہ لشکر اپنے کفر کے سبب ہلاک کر دیئے گئے، لہٰذا آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ کے بارے میں بتائیں اور انہیں سابقہ کفار کے حالات اور ان کا انجام سنا کر ڈرائیں کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔ [3]

---

1 ...... خازن، البروج، تحت الآية: ١٣، ٣٦٧/٤، جمل، البروج، تحت الآية: ١٣، ٢٨٨/٨، ملتقطاً.

2 ...... روح البيان، البروج، تحت الآية: ١٤، ٣٩٢/١٠، جلالين، البروج، تحت الآية: ١٤، ص٤٩٦، ملتقطاً.

3 ...... تفسير كبير، البروج، تحت الآية: ١٧-١٨، ١١٥/١١، ابو سعود، البروج، تحت الآية: ١٧-١٨، ٨٥٦/٥، جلالين، البروج، تحت الآية: ١٧-١٨، ص٤٩٦، ملتقطاً.

آیت ”هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......عبرت حاصل کرنے کے لئے کفار کے عذاب سے متعلق سچی تاریخی خبریں معلوم کرنا جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔

(2)......جب عبرت حاصل کرنے کے لئے کفار کے عذاب کی سچی خبریں معلوم کرنا ثواب کا کام ہے تو انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی سیرت وحالات سے متعلق سچی تاریخی خبریں پڑھنا اور پڑھانا، سننا اور سنانا تاکہ ان کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا شوق پیدا ہو، یہ بھی ثواب کا کام ہے اور بزرگانِ دین کا عرس منانے اور گیارہویں شریف کی محافل سجانے سے اصل مقصود یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے ان بزرگوں کے سچے حالاتِ زندگی سنائے جائیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا نتیجہ دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزاری اور دنیا میں رہ کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کر لیا تو دنیا سے چلے جانے کے بعد اسے کتنی عزت ملی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی شان کو کتنا بلند کیا اور یوں ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہو، گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی رغبت پیدا ہو اور لوگ اپنے ظاہر کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کی اصلاح کرنے کی طرف بھی مائل ہوں البتہ یہ بات خاص طور پر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا عرس منانا جائز ہے اور منانا بھی چاہئے کہ اس سے لوگوں کو اپنی اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے لیکن ان کا عرس منانے میں کوئی ایسا کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہو، مثلاً عرس کے موقع پر ڈھول بجانا، گانے بجانے کے آلات کے ساتھ قوالی کرنا، آتش بازی کرنا، عورتوں کا ڈانس کرنا اور دیگر وہ تمام چیزیں جنہیں کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، لہٰذا بزرگانِ دین کا عرس اس طرح منائیں کہ اس میں کوئی بھی غیر شرعی کام نہ ہو تاکہ اس کی برکات حاصل ہوں۔ ہمارے زمانے میں شریعت کے دائرے میں رہ کر جو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کئے جاتے ہیں، ان کی شرعی حیثیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر 9 سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا رسالہ ”اَلْحُجَّةُ الْفَائِحَةُ لِطِیْبِ التَّعْیِیْنِ وَ الْفَاتِحَةُ“ (دن مُتَعَیَّن کرنے اور مُرَوَّجہ فاتحہ، سوئم وغیرہ کا ثبوت) مطالعہ فرمائیں۔

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍۙ(۱۹) وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌۚ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں۔اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

﴿ **بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ: بلکہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔** ﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کفار کا جرم صرف یہ ہی نہیں کہ انہوں نے سابقہ امتوں کے کفار کے حالات سن کر نصیحت حاصل نہ کی بلکہ وہ اِس کے ساتھ ساتھ اُسی طرح آپ کو اور قرآنِ پاک کو بھی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں جس طرح ان سے پہلی امتوں نے اپنے رسولوں اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کو جھٹلایا حالانکہ قرآنِ پاک کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا معاملہ واضح ہے اوراس کا یہ وصف روشن اور قطعی دلیلوں سے ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ اِن کافروں کو جانتا ہے اور اِن کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اِن کفار پر بھی ویسا ہی عذاب نازل کردے جیسا اِن سے پہلے کفار پر نازل کیا گیا تھا۔[1]

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌۙ(۲۱) فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۠(۲۲)

ع ۲۲ ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔لوحِ محفوظ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ بہت بزرگی والا قرآن ہے۔لوحِ محفوظ میں۔

﴿ **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ: بلکہ وہ بہت بزرگی والا قرآن ہے۔** ﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے بارے میں کفار کا جو گمان ہے کہ یہ شعر اور کہانت ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن

1 ......ابو سعود، البروج، تحت الآية: ۱۹-۲۰، ۵/۸۵۶، خازن، البروج، تحت الآية: ۱۹-۲۰، ۴/۳۶۷-۳۶۸، ملتقطاً.

ہے اور اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں سے بڑا ہے اور وہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ (1)

قرآنِ کریم کی عظمت وشان

یاد رہے کہ قرآنِ پاک خود ایسا عظمت والا ہے کہ جس پر غسل فرض ہو اُسے پاک ہوئے بغیر قرآنِ پاک کو پڑھنا حرام ہے، وضو کے بغیر اسے چھونا منع ہے، اس کی طرف پیٹھ اور جوتے کرنا منع ہے اور قرآنِ پاک دوسروں کو ایسی عزت دیتا ہے کہ اس کو لانے والا فرشتہ سب فرشتوں سے افضل ہے، جس مہینے میں آیا وہ مہینہ سب مہینوں سے افضل ہے، جس رات میں نازل ہوا وہ رات سب راتوں سے افضل ہے، جس جگہ آیا وہ جگہ سب جگہوں سے افضل ہے، جس زبان میں آیا وہ زبان تمام زبانوں سے افضل ہے اور جس محترم نبی پر نازل ہوا وہ نبی تمام نبیوں اور رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا سردار ہے۔

1 ......خازن، البروج، تحت الآية: ۲۱-۲۲، ۳۶۸/۴، ابو سعود، البروج، تحت الآية: ۲۱-۲۲، ۸۵۶/۵-۸۵۷، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الطَّارِق

سورۂ طارق کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ طارق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **17** آیتیں ہیں۔

’’طارق‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اُس ستارے کو طارق کہتے ہیں جو رات میں خوب چمکتا ہے نیز رات میں آنے والے شخص کو بھی طارق کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ستارے کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس لئے اسے ’’سورۂ طارق‘‘ کہتے ہیں۔

سورۂ طارق سے متعلق دو اَحادیث

(1)......حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو اس میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کی تلاوت کی، (جب حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ بات معلوم ہوئی) تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم لوگوں کو فتنے میں ڈال رہے ہو! کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تم (نماز میں) ’’ **وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ** ‘‘۔ ’’ **وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا** ‘‘ (اور ان کی مثل اور سورتیں) پڑھو۔[2]

(2)......حضرت خالد عدوانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قبیلہ ثقیف کے بازار میں دیکھا کہ آپ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوئے تھے، جب آپ ثقیف والوں کے پاس مدد طلب کرنے آئے تو میں نے انہیں ’’ **وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ** ‘‘ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا یہاں تک کہ آپ نے یہ

1 ......خازن، تفسیر سورة الطّارق، ٤/٣٦٨.

2 ......سنن الكبرى للنسائي، كتاب التفسير، سورة الطّارق، ٦/٥١٢، الحديث: ١١٦٦٤.

سورت ختم فرمالی۔ میں نے اس سورت کو دورِ جاہلیّت میں یاد رکھا پھر اسلام قبول کرنے کے بعد اسے پڑھا۔[1]

سورۂ طارق کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، حشر ونشر اور حساب و جزا پر ایمان لانے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں آسمان اور رات کے وقت خوب چمکنے والے ستارے کی قسم کھا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر انسان پر حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ مقرر ہے۔

(2)......انسان کو اپنی تخلیق کی ابتداء میں غور کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ پہلی بار پیدا کرنے والا رب تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

(3)......یہ بتایا گیا کہ جب قیامت کے دن عقائد، اعمال اور نیتیں ظاہر کر دی جائیں گی تو اس وقت مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کے پاس کوئی طاقت اور کوئی مددگار نہ ہوگا جو اسے **اللہ** تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

(4)......آسمان اور زمین کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا گیا کہ قرآنِ مجید کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں بلکہ یہ حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ کفار **اللہ** تعالیٰ کے دین کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں اور **اللہ** تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے جس کی انہیں خبر نہیں۔

سورۂ بُروج کے ساتھ مناسبت

سورۂ طارق کی اپنے سے ماقبل سورت ''بروج'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں آسمان کی قسم ارشاد فرمائی گئی۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قرآنِ مجید کو جھٹلانے والوں کا رد کرنے کے لئے قرآنِ مجید کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

1......مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث خالد العدوانی رضی اللّٰہ عنہ، ۸/۷، الحدیث: ۱۸۹۸۰.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔ اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمان کی اور رات کو آنے والے کی قسم۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ خوب چمکنے والا ستارا ہے۔ کوئی جان نہیں مگر اس پر نگہبان موجود ہے۔

﴿وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ: آسمان کی اور رات کو آنے والے کی قسم۔﴾ شانِ نزول: ایک رات سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ابو طالب کچھ ہدیہ لائے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کو تناوُل فرمارہے تھے کہ اسی دوران ایک ستارا ٹوٹا اور پوری فضا آگ سے بھر گئی۔ ابو طالب گھبرا کر کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' کہ یہ ستارہ ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالٰی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابو طالب کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالٰی نے (اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق میں) یہ آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آسمان کی اور رات میں خوب چمکنے والے ستارے کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ ہر جان پر اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک

نگہبان مقرر ہے جو اس کے اعمال کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کی نیکی بدی سب لکھ لیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہاں نگہبان سے مراد فرشتے ہیں۔ (1)

ان فرشتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔

آیت " اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......اگرچہ رب تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ خود سب کی ہر طرح حفاظت فرمائے، مگر قانون یہ ہے کہ یہ کام اس کے مقرر کردہ فرشتے کریں۔

(2)......رب تعالیٰ کے بعض نام اس کے بندوں کو دے سکتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ایک نام حافظ ہے اور یہاں آیت میں فرشتوں کو حافظ بتایا گیا، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے حافظ و ناصر ہیں۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا۔

﴿ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ : انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قسم ذکر فرما کر یہ بات ارشاد فرمائی کہ ہر جان پر ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اعمال کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کے اعمال لکھ لیتا ہے اور اس آیت میں انسان کو اپنی تخلیق کی ابتداء میں غور کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ وہ یہ بات

(1)......خازن، الطّارق، تحت الآية: ١-٤، ٤/٣٦٨.

(2)......انعام: ٦١.

جان لے کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ اُس انسان کی موت کے بعد جزا دینے کے لئے اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اس دن کے لئے عمل کرے جس دن اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے جزا دی جائے گی۔ (1)

خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ یَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَیۡنِ الصُّلۡبِ وَ التَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰی رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جَست کرتے پانی سے۔ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔ بے شک **اللہ** اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اچھل کر نکلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا۔ جو پیٹھ اور سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بیشک **اللہ** اس کے واپس کرنے پر ضرور قادر ہے۔

﴿خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ: اچھل کر نکلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا۔﴾ یہاں سے وہ چیز بیان کی گئی ہے جس سے **اللہ** تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی یعنی مرد اور عورت کے نطفوں سے پیدا کیا جو کہ عورت کے رحم میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور یہ نطفہ مَردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ حضرت عبد **اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ پانی عورت کے سینے کے اس مقام سے نکلتا ہے جہاں ہار پہنا جاتا ہے اور اِنہیں سے منقول ہے کہ عورت کی دونوں چھاتیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ منی انسان کے تمام اَعضاء سے برآمد ہوتی ہے اور اس کا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت میں آتا ہے اور عورت کے بدن کے اگلے حصے کی بہت سی ان رگوں میں سے آتا ہے جو سینے کے مقام پر ہیں، اسی لئے یہاں ان دونوں مقامات کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا۔ (2)

1 ......مدارك، الطّارق، تحت الآية: ٥، ص١٣٣٨.

2 ......مدارك، الطّارق، تحت الآية: ٦-٧، ص١٣٣٨، خازن، الطّارق، تحت الآية: ٦-٧، ٤/٣٦٨، ملتقطاً.

﴿اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ: بیشک اللہ اس کے واپس کرنے پر ضرور قادر ہے۔﴾ یعنی انسان کا اپنی تخلیق میں غور کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جس رب تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پہلی بار پیدا کردیا تو وہ انسان کی موت کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی طرف لوٹا دینے پر خاص طور پر قادر ہے۔ (1)

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآىِٕرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن چھپی باتوں کو جانچا جائے گا۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآىِٕرُ: جس دن چھپی باتوں کو جانچا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن چھپی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا تو اس دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے آدمی کے پاس نہ کوئی ایسی قوت ہوگی جس سے وہ عذاب کو روک سکے اور نہ اس کا کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اُسے عذاب سے بچا سکے۔ چھپی باتوں سے مراد عقائد، نیتیں اور وہ اعمال ہیں جن کو آدمی چھپاتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو ظاہر کردے گا۔ (2)

قیامت کے دن پوشیدہ اعمال ظاہر کردیئے جائیں گے

معلوم ہوا کہ بندے کے عقائد، نیتیں اور اعمال اگرچہ دنیا میں کسی پر ظاہر نہ ہوسکیں لیکن قیامت کے دن اس کا کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔ چنانچہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہاں ہر آدمی اپنے سابقہ اعمال کو جانچ لے گا اور انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا سچا مولیٰ ہے۔

---

1 ......صاوی، الطّارق، تحت الآیة: ۸، ۲۳۴۶/۶، مدارك، الطّارق، تحت الآیة: ۸، ص۱۳۳۸، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الطّارق، تحت الآیة: ۹-۱۰، ص۱۳۳۸-۱۳۳۹، خازن، الطّارق، تحت الآیة: ۹-۱۰، ۳۶۹/۴، ملتقطاً.

3 ......یونس: ۳۰.

اور ارشاد فرمایا:

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ؕ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا بتا دیا جائے گا۔ بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا۔

لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے ظاہری اعمال درست کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے باطنی اور پوشیدہ اعمال کو بھی درست کرے تاکہ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے رسوا ہونے سے بچ سکے۔

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ(۱۱) وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ(۱۲) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ(۱۳) وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔ اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔ بیشک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔ اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس آسمان کی قسم جو لوٹ لوٹ کر برستا ہے۔ اور پھاڑی جانے والی زمین کی۔ بیشک قرآن ضرور فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے۔

﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ: اس آسمان کی قسم جو لوٹ لوٹ کر برستا ہے۔﴾ توحید اور حشر و نشر کے دلائل بیان فرمانے کے بعد یہاں سے زمین و آسمان کی قسم ارشاد فرما کر قرآنِ پاک کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آسمان کی قسم جس سے بار بار بارش اترتی ہے اور اس زمین کی قسم جسے سبزہ نکالنے کیلئے پھاڑا جاتا ہے، بیشک قرآن ضرور فیصلہ کر دینے والا کلام ہے کہ یہ حق اور باطل میں فرق و امتیاز کر دیتا ہے اور قرآن کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے جو نکمی اور بے کار ہو۔[2]

1 ......قیامہ:۱۳،۱۴.

2 ......تفسیر کبیر، الطّارق، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۴، ۱۱/۱۲۲-۱۲۳، خازن، الطّارق، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۴، ۴/۳۶۹، ملتقطاً.

ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آسمان جس سے بار بار بارش نازل ہوتی ہے، یہ زمینی پیداوار، نباتات اور درختوں کے لئے باپ کی طرح ہے اور پھاڑی جانے والی زمین نباتات کے لئے ماں کی طرح ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عجیب نعمتیں ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بے شمار آثار نمودار ہیں جن میں غور کرنے سے آدمی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بہت سے دلائل ملتے ہیں۔ (1)

قرآن فیصلہ کُن کلام ہے

قرآنِ مجید کی اس شان اور اس کے علاوہ دیگر شانوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی کتاب، جس میں تمہارے اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں، قرآن فیصلہ کُن ہے اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ جو ظالم اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اسے تباہ کر دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور وہ حکمت والا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے، قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خواہشات بگڑتی نہیں اور جس کے ساتھ دوسری زبانیں مل کر اسے مُشْتَبَہ و مشکوک نہیں بنا سکتیں، جس سے علماء سیر نہیں ہوتے، جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا، جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے، قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جِنّات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو اچھائی کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے، جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے، جس نے اس پر عمل کیا وہ ثواب پائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ مُنْصِف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا۔ (2)

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

ع ۱۷ / ۱۱

1 ......روح البیان، الطّارق، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۴۰۰، ملخصاً۔

2 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن، ۴/۴۱۴، الحدیث: ۲۹۱۵۔

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں۔ اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔ تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کافراپنی چالیں چل رہے ہیں۔ اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔ تو تم کافروں کو ڈھیل دو، انہیں کچھ تھوڑی سی مہلت دو۔

﴿اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا: بیشک کافراپنی چالیں چل رہے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے، حق کے نور کو بجھانے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تکلیف پہنچانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں جس کی انہیں خبر نہیں تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں کی ہلاکت کی دعا نہ فرمائیں بلکہ انہیں ڈھیل دیں اور انہیں چند روز کے لئے کچھ تھوڑی سی مہلت دیں کیونکہ وہ عنقریب ہلاک کر دیئے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غزوۂ بدر میں انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔[1]

1 ......خازن، الطّارق، تحت الآية: ١٥-١٧، ٣٦٩/٤، مدارك، الطّارق، تحت الآية: ١٥-١٧، ص١٣٣٩، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْأَعْلٰى

سورۂ اعلٰی کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اعلٰی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 19 آیتیں ہیں۔

''اعلٰی'' نام رکھنے کی وجہ

اعلٰی کا معنی ہے سب سے بلند، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ اعلٰی'' کہتے ہیں۔

سورۂ اعلٰی سے متعلق 3 احادیث

(1)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور جمعہ کی نماز میں '' سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ''اور'' هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ '' پڑھا کرتے تھے اور جب عید جمعہ کے دن ہوتی تو دونوں نمازوں میں ان سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔[2]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وتر کی پہلی رکعت میں '' سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى '' دوسری رکعت میں '' قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ '' اور تیسری رکعت میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھا کرتے تھے۔[3]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الاعلی، ٤/٣٦٩.

2 ......مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، ص٤٣٥، الحدیث: ٦٢(٨٧٨).

3 ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فیما یقرأ به فی الوتر، ٢/١٠، الحدیث: ٤٦٢.

(3)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں ’’نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اس سورت ’’سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى‘‘ سے محبت فرماتے تھے۔[1]

سورۂ اعلیٰ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں ہر نقص وعیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، وحدانیت اور علم وحکمت پر دلالت کرنے والے آثار ذکر کئے گئے۔

(2)......یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے لئے قرآنِ مجید یاد کرنا آسان کر دیا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اسے کبھی نہیں بھولیں گے۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ آپ قرآنِ مجید کے ذریعے نصیحت فرمائیں اور یہ بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے وہ نصیحت مانے گا اور جو بڑا بد بخت ہے وہ آپ کی نصیحت قبول کرنے سے دور ہٹے گا۔

(4)......یہ فرمایا گیا کہ جس نے خود کو پاک کر لیا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نماز ادا کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح نہ دی تو وہ کامیاب ہو گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ خود کو پاک کرنے والوں کا اپنی مراد کو پہنچنا اور آخرت کا بہتر ہونا قرآنِ مجید سے پہلے نازل ہونے والے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے صحیفوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔

سورۂ طارق کے ساتھ مناسبت

سورۂ اعلیٰ کی اپنے سے ماقبل سورت ’’طارق‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں انسان کی تخلیق اور نباتات سے متعلق کلام کیا گیا ہے۔[2]

---

1 ......مسند امام احمد، ومن مسند علیّ بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه، ۱/۲۰۶، الحدیث: ۷۴۲.

2 ......تناسق الدّرر، سورة الاعلی، ص۱۳۵-۱۳۶.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے بلند ہے۔

﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى: اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے بلند ہے۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس بات کو بیان فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ، صفات میں ، اَسماء میں ، اَفعال میں اور اَحکام میں ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اور پاک جگہوں میں عزت واحترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ [1]

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اسے اپنے سجدے میں داخل کر دو۔ [3] یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہو۔

الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾

---

1 ......جلالين مع صاوی، الاعلى، تحت الآية: ١، ٦/٢٣٤٨.

2 ......مدارك، الاعلى، تحت الآية: ١، ص١٣٤٠.

3 ......ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل فی ركوعه وسجوده، ١/٣٣٠، الحديث: ٨٦٩.

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے پیدا کرکے ٹھیک بنایا۔

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى: جس نے پیدا کرکے ٹھیک بنایا۔﴾ یعنی اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرو جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب فرمائی جو پیدا کرنے والے کے علم وحکمت پر دلالت کرتی ہے۔[1]

آیت ''اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... چھوٹی بڑی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اپنی اس شان کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍۚ-وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا۔

(2)...... ہر چیز کو پیدا فرمانے میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر مختلف چیزوں کو پیدا

---

1 ...... مدارک، الاعلی، تحت الآیۃ: ۲، ص ۱۳٤۰.

2 ...... انعام: ۱۰۱.

3 ...... رعد: ۱٦.

4 ...... فرقان: ۲.

کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اور ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔ حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللّٰہ ہر شے پر خوب قادر ہے اور یہ کہ اللّٰہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔

وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۪ۙ (۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے اندازے پر رکھا پھر راہ دکھائی۔

﴿وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى: اور جس نے اندازے پر رکھا پھر راہ دکھائی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اس رب عَزَّوَجَلَّ

1 ......ذاریات: ٤٩.

2 ......طلاق: ١٢.

3 ......ملك: ٢.

کے نام کی پاکی بیان کرو جس نے تمام مخلوقات میں سے ہر مخلوق کو اس کی ذات اور صفات میں صحیح اندازے پر رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، ستاروں، عَناصر، مَعادن، نباتات، حیوانات اور انسانوں کو مخصوص جسامت عطا کی اور ان میں سے ہر ایک کے باقی رہنے کی مدت مُعَیَّن اندازے پر رکھی اور ان کی صفات، رنگ، ذائقے، بو، حسن، قباحت، سعادت، بدبختی، ہدایت اور گمراہی کی مقدار خاص اندازے پر رکھی، اور راہ دکھانے کے بارے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی برائی اور سعادت و بدبختی کے راستے دکھا دیئے۔ (1)

انسان اچھا یا برا راستہ چننے کا اختیار رکھتا ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو راستے دکھا دیئے ہیں اور ان راستوں میں سے کسی ایک کو چن لینے پر اسے ایک طرح کا اختیار بھی دے دیا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﳓ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی منی سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔ بیشک ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (اب) یا شکر گزار ہے اور یا ناشکری کرنے والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (3)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی۔ بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہوگیا۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الاعلی، تحت الآیة: ۳، ۱۲۹/۱۱، ملتقطاً.

2 ......دھر: ۲-۳.

3 ......شمس: ۷-۱۰.

زیرِ تفسیر آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس رب عَزَّوَجَلَّ کے نام کی پاکی بیان کرو جس نے ہر مخلوق کی غذا اور روزی مقدر کی اور انسانوں کو ان کی غذاؤں، دواؤں اور ان کے دُنْیَوی اُمور کی ان چیزوں کی طرف راہ دی جن میں ان کی مَصلحت ہے اور درندوں، پرندوں اور حشراتُ الارض کو ان کے مَعاش اور ان کی ضروریات کا راستہ دکھایا۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی ہر مخلوق کو اس کی روزی کا راستہ کس طرح دکھایا ہے اس کا نظارہ اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو اپنی مقررہ روزی حاصل کرتے دیکھ کر کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس رہنمائی کے عجائبات ہر جگہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ حیوانات میں اس موضوع پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے امام دمیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''حیاتُ الحیوان'' کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اسے خشک سیاہ کردیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اسے خشک سیاہ کردیا۔

﴿وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى: اور جس نے چارہ نکالا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت کے ساتھ زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اور طرح طرح کی گھاس پیدا کی جسے جانور چرتے ہیں، پھر اس کا سرسبز ہونا ختم کر کے اسے خشک سیاہ کردیا۔ (2)

دنیا اور اس کی نعمتوں کا حال

ان آیات میں سرسبز چارے کا جو حال بیان کیا گیا کہ شروع میں سرسبز اور بعد میں خشک ہو کر سیاہ، بے کار ہو جاتا ہے یہی حال دنیا اور اس کی نعمتوں کا بھی ہے کہ یہ اگرچہ سبزے کی طرح خوشنما نظر آتی ہیں لیکن یہ بہت جلد فنا ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دُنْیَوی زندگی کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

1 ......جمل، الاعلی، تحت الآیۃ: ۳، ۸/۲۹۷.

2 ......روح البیان، الاعلی، تحت الآیۃ: ۴-۵، ۱۰/۴۰۵، طبری، الاعلی، تحت الآیۃ: ۴-۵، ۱۲/۵۴۳-۵۴۴، ملتقطاً.

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا کی زندگی کی مثال تو اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہوکر نکلیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی خوبصورتی پکڑلی اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ (اب) وہ اس فصل پر قادر ہیں تو رات یا دن کے وقت ہمارا حکم آیا تو ہم نے اسے ایسی کٹی ہوئی کھیتی کردیا گویا وہ کل وہاں پر موجود ہی نہ تھی۔ ہم غور کرنے والوں کیلئے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

اور جو لوگ آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طلبگار ہیں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖؗ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ

1 ……یونس: ٢٤۔
2 ……ھود: ١٥، ١٦۔

سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (1)

مذموم، مردود ہوکر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دنیا کی قلیل زندگی میں کھو جانے اور اس کی فانی نعمتوں میں مست ہو کر اپنی آخرت کو بھول جانے سے محفوظ فرمائے اور ہر مسلمان کو اپنی آخرت بہتر کرنے کی فکر اور سوچ عطا فرمائے اور آخرت سنوارنے کے لئے تیاری کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

1 ......بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹۔ 2 ......فاطر: ۵۔ 3 ......لقمان: ۳۳۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہ بھولو گے۔

﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى :اب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہ بھولو گے۔﴾ جب حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام وحی لے کر نازل ہوتے تو وہ ابھی آیت کا آخری حصہ پڑھ کر فارغ نہیں ہوتے تھے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِس اندیشے سے اُس آیت کا ابتدائی حصہ پڑھنا شروع کر دیتے کہ کہیں بھول نہ جائیں، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے تمہیں قرآن پڑھائیں گے تو جو کچھ آپ کے سامنے پڑھا جائے گا آپ اسے نہیں بھولیں گے۔ (1)

تفسیرِ جمل میں ہے کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بشارت ہے کہ آپ کو قرآنِ پاک حفظ کرنے کی نعمت کسی محنت کے بغیر عطا ہوئی ہے اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی اور عظیم کتاب کسی محنت و مشقت اور تکرار کے بغیر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حفظ ہو گئی۔ (2)

آیت ''سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى'' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 6 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... علم اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(2)...... حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں کہ انہیں اللّٰہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔

(3)...... حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استاذ نہیں بلکہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے پیغام اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچانے پر مامور ہیں۔

(4)...... حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم بہت اعلیٰ ہے۔

(5)...... مخلوق میں سے کوئی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے برابر عالم نہیں ہے۔

(6)...... انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہونے والی بھول بھی اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور اس میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں، جیسے سارے عالَم کا ظہور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ایک نسیان کی برکت سے ہے، لہٰذا

1 ......خازن، الاعلی، تحت الآية: ٦، ٤/٣٧٠.

2 ......جمل، الاعلی، تحت الآية: ٦، ٨/٢٩٨، ملخصاً.

ہماری اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھول میں بڑا فرق ہے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰی ؕ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو اللّٰہ چاہے بیشک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جو اللّٰہ چاہے بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔

﴿ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: مگر جو اللّٰہ چاہے۔﴾ اس اِستثناء کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 4 قول درج ذیل ہیں،

(1)......یہ اِستثناء تَبَرُّک کے لئے ہے، حقیقت میں حاصل نہیں ہوا اور جب اللّٰہ تعالٰی نے پڑھا دیا تو اس کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کوئی چیز نہیں بھولے۔

(2)......اس استثناء سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو کوئی چیز بھلانا چاہے تو وہ اس پر قدرت رکھتا ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَ لَىٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو ہم جو آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اسے لے جاتے۔

اور ہمیں یقین ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے ایسا نہیں چاہا۔

(3)......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ (قرآنِ مجید میں سے) جو کچھ پڑھیں گے اس میں سے کچھ نہ بھولیں گے البتہ جس آیت کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی خود چاہے گا وہ آپ کو بھلا دے گا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللّٰہ تعالٰی اس آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ فرما دے گا۔ یاد رہے کہ جن آیتوں کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوئے ہیں وہ تمام آیتیں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نہیں بھولے بلکہ ان میں سے جن آیتوں کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی نے چاہا انہیں آپ کے دل سے اٹھا لیا۔

1 ......بنی اسرائیل: ۸٦.

(4)……یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں بھولنے سے معروف معنی مراد ہوں یعنی عارضی طور پر بھول جانا، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قرآن مجید میں سے کچھ نہ بھولیں گے البتہ جو اللہ تعالیٰ خود چاہے وہ بھول جائیں گے، پھر وہ چیز ہمیشہ کے لئے بھولی نہ رہے گی بلکہ بعد میں یاد آ جائے گی۔ اس معنی کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کسی آیت کو بھول جانے کا ذکر ہے اور ان سے یہ واضح ہوتا ہے بعض مواقع پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (عارضی طور پر) کچھ آیات بھولے تھے اور آپ کا یہ بھولنا امت کے بھولنے کی طرح نہیں ہے۔[1]

﴿ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰى: بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔﴾ اس آیت کی ایک **تفسیر** یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے ہیں **اللہ** تعالیٰ اسے جانتا ہے اور آپ کے دل میں جو قرآن بھول جانے کا خوف ہے اسے بھی جانتا ہے، لہٰذا آپ اسے بھول جانے کا خوف نہ کریں، یہ ہمارے ذمۂ کرم پر ہے کہ آپ قرآن نہ بھولیں۔[2]

دوسری **تفسیر** یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ بندوں کے ظاہری افعال اور ان کے اقوال جانتا ہے اور ان کے پوشیدہ اقوال اور افعال سے بھی خبر دار ہے۔[3]

ظاہر و باطن دونوں کو درست رکھنا چاہئے

اس سے **معلوم** ہوا کہ انسان کو اپنا ظاہر بھی ٹھیک کرنا چاہئے اور اپنا باطن بھی درست رکھنا چاہئے کیونکہ **اللہ** تعالیٰ اس کے ہر ظاہری، باطنی قول اور فعل سے باخبر ہے، جیسا کہ ہمارے ظاہری اور پوشیدہ اعمال کے بارے میں ایک اور مقام پر **اللہ** تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ[4]

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے اور وہ تمہارے سب کام جانتا ہے۔

---

1 ……تفسیر کبیر، الاعلی، تحت الآیۃ: ۷، ۱۱/۱۳۱، روح البیان، الاعلی، تحت الآیۃ: ۷، ۱۰/۴۰۶، روح المعانی، الاعلی، تحت الآیۃ: ۷، ۱۵/۴۴۴-۴۴۵، ملتقطاً۔

2 ……تفسیر کبیر، الاعلی، تحت الآیۃ: ۷، ۱۱/۱۳۱۔

3 ……تفسیر سمرقندی، الاعلی، تحت الآیۃ: ۷، ۳/۴۷۰۔

4 ……انعام: ۳۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَاؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں تو کیا جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امان سے آئے گا۔تم جو چاہو کرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین معاملے کو اچھا کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملے کو کافی ہو گا اور جس نے اپنے باطن کی اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست کر دے گا۔ (3)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے باطن کو سنوارنے کی بھرپور کوشش کرے اور اس کے لئے یہ دعا بھی مانگا کرے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ دعا سکھائی ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرے ظاہر کو نیک و صالح بنا دے۔ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے وہ اچھا گھربار، مال اولاد، جو نہ گمراہ ہو اور نہ گمراہ گر ہو مانگتا ہوں جو تو لوگوں کو دیتا ہے۔ (4)

1 ……انبیاء: ۱۱۰.

2 ……حم السجدۃ: ۴۰.

3 ……جامع صغیر، حرف المیم، ص۵۰۸، الحدیث: ۸۳۳۹.

4 ……ترمذی، احادیث شتی، ۱۲۳-باب، ۵/۳۳۹، الحدیث: ۳۵۹۷.

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کردیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم تمہارے لئے آسانی کا سامان کردیں گے۔

﴿وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى: اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کردیں گے۔﴾ اس آیت کا ایک **معنی** یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کو اس طریقے کی توفیق دیں گے جس سے آپ کے لئے وحی کو یاد کرنا آسان اور سہل ہو جائے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ ہم آپ کو ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا کریں گے جس سے جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ ہم آپ پر وحی کا نازل ہونا آسان کردیں گے تاکہ آپ سہولت کے ساتھ وحی یاد کرسکیں، اسے جان سکیں اور اس پر عمل کرسکیں۔ **چوتھا معنی** یہ ہے کہ ہم آپ پر آسان شرعی احکام اور قوانین نازل کریں گے (اور ان پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار نہ ہوگا)۔ (1)

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت فائدہ دے۔

﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى: تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت فائدہ دے۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر نصیحت فائدہ دے اور کچھ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں تو آپ اس قرآنِ مجید سے نصیحت فرمائیں۔

نصیحت فائدہ دے یا نہ دے، بہر حال نصیحت کرنے کا حکم ہے

یاد رہے کہ یہاں نصیحت کرنے میں جو نصیحت فائدہ دینے کی شرط لگائی گئی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر نصیحت

(1)......تفسیر کبیر، الاعلی، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۱۳۲، مدارک، الاعلی، تحت الآیۃ: ۸، ص۱۳۴۱، ملتقطاً۔

فائدہ نہ دے تو نصیحت نہ کی جائے بلکہ نصیحت فائدہ دے یا نہ دے دونوں صورتوں میں نصیحت کرنے کا حکم ہے کیونکہ قرآنِ پاک کی آیات میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور یہ آیت بھی انہیں آیات میں سے ہے اور قرآنِ پاک میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، جیسے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﳓ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کافروں کی طرف سے اَذِیَّت پہنچنے کا خوف نہ ہو تو نمازوں میں قصر نہیں کر سکتے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سفر کے دوران چاہے امن ہو یا خوف دونوں صورتوں میں (4 رکعت والی) نمازوں میں قصر کی جائے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں۔

اس ممانعت کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ بدکاری سے بچنا نہ چاہتی ہوں تو تم انہیں بدکاری پر مجبور کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہر صورت انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰى ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔ اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ پھر نہ اس میں مرے اور نہ جئے۔

1 ...... النساء: ۱۰۱۔

2 ...... نور: ۳۳۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب وہ نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔ اور نصیحت سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا۔

﴿سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى: عنقریب وہ نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، عنقریب آپ کی نصیحت وہ مانے گا جو اللّٰہ تعالٰی سے اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے اور آپ کی نصیحت سے وہ دور ہوگا اور اس نصیحت کو قبول نہیں کرے گا جو آپ کا دشمن بن کر بڑا بدبخت کافر ہے، جیسے ولید بن مغیرہ اور ابوجہل وغیرہ اور وہ بدبخت کافر جہنم کی سب سے بڑی آگ میں جائے گا، پھر وہ نہ اس میں مرے گا کہ مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکے اور نہ ایسا جینا جئے گا جس سے کچھ بھی آرام پا سکے۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نصیحت کو تسلیم کرتا ہے وہ خشیتِ الٰہی کے زیور سے آراستہ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگا۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى: بیشک جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگا۔﴾ اس آیت میں لفظ ”تَزَكّٰى“ کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد خود کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کے لئے طہارت حاصل کرنا ہے۔ اس صورت میں اس آیت سے نماز کے لئے وضو اور غسل کرنا ثابت ہوتا ہے۔ **تیسرا قول** یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ ادا کر کے مال کو پاک کرنا مراد ہے، اس صورت میں یہ آیت زکوٰۃ فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ [2] لیکن اس آیت کے زکوٰۃ سے متعلق ہونے پر اِشکال ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے جبکہ زکوٰۃ کا حکم مدینہ

---

1 ......مدارک، الاعلی، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۳، ص ۱۳۴۱، روح البیان، الاعلی، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۳، ۱۰/۴۰۸-۴۰۹، ملتقطاً۔

2 ......تفسیرات احمدیہ، الاعلی، ص ۷۴۰.

منورہ میں نازل ہوا۔

صوفیاء کے نزدیک تزکیہ کا مطلب

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تحریر فرمایا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک تزکیہ کا (مطلب) دل (کو) برے عقیدے، برے خیالات (اور) تصورِ غیر سے پاک کرنا ہے۔ دل کی صفائی یا وہبی ہے یا کسبی یا عطائی۔ وہبی تزکیہ پیدائشی ہوتا ہے، کسبی اپنے اعمال سے (جبکہ) عطائی کسی کی نظر سے، جیسے بادل اور سورج دور رہتے ہوئے بھی گندی زمین کو پاک کر دیتے ہیں، ایسے ہی اللہ والوں کی نظر دور سے بھی گندے دلوں کو پاک کر دیتی ہے۔ (1)

وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ(۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

﴿وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى: اور اس نے اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔﴾ یعنی اور اس نے نماز شروع کرنے کی تکبیر کہہ کر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ اس آیت سے نماز شروع کرنے کی تکبیر ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نماز کا حصہ نہیں ہے کیونکہ نماز کا اس پر عطف کیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے نماز شروع کرنا جائز ہے۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ''تَزَكّٰى'' سے صدقۂ فطر دینا اور رب کا نام لینے سے عیدگاہ کے راستے میں تکبیریں کہنا اور نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔ (2)

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا٘(۱۶) وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰىؕ(۱۷) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰىۙ(۱۸) صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى۠(۱۹)

ع ۱۴ / ۱۹

1 ......نور العرفان، الاعلی، تحت الآیۃ: ۱۴، ص ۹۷۷۔

2 ......مدارك، الاعلی، تحت الآية: ۱۵، ص ۱۳۴۱، تفسیرات احمدیه، الاعلی، ص ۷۴۰، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔ بیشک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ بیشک یہ بات ضرور اگلے صحیفوں میں ہے۔ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا: بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فانی سے بہتر ہے اور اے لوگو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہو اسی لئے تم وہ عمل نہیں کرتے جو وہاں کام آئیں گے۔ بیشک پاکی حاصل کرنے والوں کے کامیاب ہونے اور آخرت کے بہتر ہونے کی بات قرآنِ پاک سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہونے والے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بات تمام صحیفوں میں موجود ہے اور انہی میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفے بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''دنیا چونکہ ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کا کھانا، پینا، عورتیں، دنیا کی لذتیں اور اس کی رنگینیاں ہمیں جلد دیدی گئیں جبکہ آخرت ہماری نظروں سے غائب ہے، اس لئے جو چیز ہمیں جلد مل رہی ہے ہم اسے پسند کرنے لگ گئے اور جو بعد میں ملے گی اسے ہم نے چھوڑ دیا۔ [1]

دُنْیَوی زندگی کی لذتوں میں کھو کر آخرت کو نہ بھلا دیا جائے

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دُنْیَوی زندگی کی فانی لذتوں، رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھو کر اپنی آخرت کو نہ بھول جائے بلکہ وہ اپنی سانسوں کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارے اور

1 ......خازن، الاعلی، تحت الآیة: ۱۶-۱۹، ۴/۳۷۱، مدارك، الاعلی، تحت الآیة: ۱۶-۱۹، ص ۱۳۴۱، ملتقطاً.

آخرت میں جنت کی دائمی نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش کرے جبکہ فی زمانہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنی دنیا بہتر بنانے میں ایسی مصروف ہے کہ اسے اپنی آخرت کی کوئی فکر نہیں۔ دنیا اور آخرت کے بارے میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت والا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ زمین پر نہیں چلے تاکہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کیلئے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

لہٰذا اے بندے!

وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ

---

1 ......انعام: ۳۲۔ 2 ......یوسف: ۱۰۹۔ 3 ......بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹۔

اِلَیۡكَ وَ لَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ [1]

بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی فانی نعمتوں اور بہت جلد ختم ہوجانے والی لذتوں میں کھونے سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی آخرت کی فکر کرنے اور اسے بہتر بنانے کے لئے خوب کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

﴿وَ الۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔﴾ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے کہ وہاں کی نعمتیں ہر اعتبار سے دنیا کی نعمتوں سے افضل ہیں اور ان کے حصول میں کوئی تکلیف و مشقت نہ ہوگی اور استعمال میں کوئی بیماری وغیرہ نہ ہوگی اور باقی رہنے والی اس طرح ہیں کہ کبھی فنا نہ ہوں گی۔

1 ……قصص: ٧٧.

سُورَةُ الْغَاشِيَة

سورۂ غاشیہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ غاشیہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **26** آیتیں ہیں۔

''غاشیہ'' نام رکھنے کی وجہ

غاشیہ کا معنی ہے چھا جانے والی چیز، اور اس کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ غاشیہ'' کہتے ہیں۔

سورۂ غاشیہ سے متعلق حدیث

حضرت ضحاک بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف خط لکھ کر پوچھا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ کے ساتھ کونسی سورت کی تلاوت فرماتے تھے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کی نماز میں ''**هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ**'' کی تلاوت فرماتے تھے۔[2]

سورۂ غاشیہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد بیان کئے گئے ہیں اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

1 ......خازن، تفسير سورة الغاشية، ٤/٣٧١.

2 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى القراءة فى الصلاة يوم الجمعة، ٢/٢٤، الحديث: ١١١٩.

(1)......اس کی ابتداء میں قیامت کی ہولناکیاں، کفار کی بدبختی، مسلمانوں کی خوش بختی، اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قدرت اور علم وحکمت پر اونٹ کی تخلیق، آسمان کی بلندی، پہاڑوں کو زمین میں نَصب کرنے اور زمین کو بچھانے کے ذریعے اِستدلال کیا گیا ہے۔

(3)......اس سورت کے آخر میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ آپ کی ذمہ داری صرف نصیحت کر دینا ہے کسی کو مسلمان کر کے ہی چھوڑنا آپ کی ذمہ داری نہیں اور یہ بتایا گیا کہ جو کفر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بڑا عذاب دے گا اور قیامت کے دن سب لوگ حساب اور جزا کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

سورۂ اعلیٰ کے ساتھ مناسبت

سورۂ غاشیہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''اعلیٰ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اعلیٰ میں مسلمانوں، کافروں، جنت اور جہنم کے اوصاف اِجمالی طور پر بیان ہوئے اور سورۂ غاشیہ میں ان چیزوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ؕ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔

1......تناسق الدّرر، سورة الغاشية، ص١٣٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آچکی۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ: بیشک تمہارے پاس آچکی۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب ہے کہ اے دو عالَم کے سردار! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے پاس ایسی مصیبت کی خبر آچکی جو چھا جانے والی ہے۔ اس سے مراد قیامت ہے جس کی شدّتیں اور ہولناکیاں ہر چیز پر چھا جائیں گی۔ [1] یونہی اس دن کافروں کے دلوں پر غشی اور چہروں پر سیاہی چھا جائے گی جبکہ فرمانبردار مسلمانوں کے دلوں پر خوشی اور چہروں پر روشنی چھا جائے گی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت سے چہرے اس دن ذلیل ورسوا ہوں گے۔

﴿وُجُوْهٌ: کتنے ہی منہ۔﴾ قیامت کی خبر کا تذکرہ کرنے کے بعد یہاں ان اَحوال کا بیان کیا گیا ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے چنانچہ بہت سے چہرے جو دنیا میں اللہ والوں کے رُوبرُو اکڑتے تھے، وہاں ہر طرح ذلیل ہوں گے، قبروں سے سر کے بل چل کر محشر میں پہنچیں گے، وہاں منہ کالے، دونوں ہاتھ بندھے ہوئے اور گلے میں طوق ہوگا، ہر دروازے پر بھیک مانگیں گے مگر دھتکارے جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کام کریں مشقت جھیلیں۔ جائیں بھڑکتی آگ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کام کرنے والے، مشقتیں برداشت کرنے والے۔ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

[1] ...روح البیان، الغاشیة، تحت الآیة: ١، ١٠/٤١٢، مدارك، الغاشیة، تحت الآیة: ١، ص١٣٤٢، خازن، الغاشیة، تحت الآیة: ١، ٤/٣٧١.

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: کام کرنے والے، مشقتیں برداشت کرنے والے۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو دینِ اسلام پر نہ تھے، بت پرست تھے یا کتابی کافر جیسے راہب اور پجاری کہ اُنہوں نے اپنی طرف سے عبادت وریاضت کے نام پر محنتیں بھی اُٹھائیں، مشقتیں بھی جھیلیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں جائیں گے۔[1] یونہی جوگی، سادھو لوگ کہ دنیا چھوڑتے، لذتوں سے منہ موڑتے اور تکالیف اٹھاتے ہیں مگر آخرت میں کوئی صِلہ نہیں اور یونہی بدمذہبوں کی اپنے باطل عقائد کے تحفُّظ وترویج میں کوششیں کرنا اور کتابیں لکھنا وغیرہا سب بے فائدہ رہیں گی کیونکہ آخرت میں ثواب اور نجات کا مدار دامنِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وابستگی پر ہے اور وہ انہیں نصیب نہیں۔ بغیر روح جسم بے کار اور بغیر ایمان عبادت برباد۔ اور اگر آیت میں مشقت سے مراد آخرت کی مشقت ہے تو یہ اُس مشقت کو اس لئے اٹھائیں گے کیونکہ انہوں نے کفر کے مقابلے میں ایمان کو اختیار نہیں کیا اور روزہ رمضان، گرمیوں کے حج اور جہاد کی تپشیں نہ جھیلیں، لہٰذا اس آگ کی گرمی جھیلنا پڑے گی جو دنیا کی آگ سے ستر گنا تیز ہے۔ اور مشقت کی صورت قیامت کے دن اس طرح ہوگی کہ وہ آگ کے پہاڑ پر چڑھیں گے، اتریں گے۔ جس مال سے زکوۃ نہ دی ہوگی، اس سونے چاندی کے پترے بنا کر ان کی پسلیاں، پیشانیاں، داغی جائیں گی، ان کے جانور ان کے بدن میں سینگ گھونپیں گے اور انہیں پاؤں سے روندیں گے۔ یہاں مشقت کی چند صورتیں بیان ہوئیں، ان کے علاوہ نجانے وہ لوگ کیسی کیسی مشقت اٹھائیں گے۔

تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ﴿٥﴾ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ﴿٦﴾ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں۔ ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے۔ کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

[1]……خازن، الغاشية، تحت الآية: ٣، ٤/ ٣٧١-٣٧٢.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں شدید گرم چشمے سے پلایا جائے گا۔ ان کے لیے کانٹے دار گھاس کے سوا کوئی کھانا نہیں ۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دے گا۔

﴿**تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ:** انہیں شدید گرم چشمے سے پلایا جائے گا۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنمیوں کو جب پیاس لگے گی تو انہیں گرم چشموں کا پانی پلایا جائے گا جوان کے اندرونی حصوں کو جلا کر رکھ دے گا اور کھانے میں انہیں کانٹوں کی خوراک دی جائے گی جو پیٹ میں آگ لگا دے گی۔

یاد رہے کہ قیامت کے دن عذاب مختلف طرح کا ہوگا اور جن لوگوں کو عذاب دیا جائے گا اُن کے بہت سے طبقے ہوں گے ،بعض کو زَقُّوم (تھوہڑ کا درخت) کھانے کو دیا جائے گا اور بعض کو غِسْلِیْن یعنی دوزخیوں کی پیپ اور بعض کو آگ کے کانٹے کھانے کو دیئے جائیں گے۔ انہی مختلف اَقسام کی وجہ سے قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر جہنمیوں کے کھانے کیلئے مختلف اَشیاء بیان کی گئی ہیں۔

نیز آیت نمبر 6 میں ضریع کا لفظ ہے۔ ضریع عرب میں ایک خاردار زہریلی گھاس ہے، جو جانور کے پیٹ میں آگ سی لگا دیتی ہے، نہایت بدمزہ اور سخت نقصان دِہ ہوتی ہے۔ کفار کے ساتھ اس خوراک کی مناسبت یہ ہے کہ چونکہ کفار دنیا میں سُود، سود، جوئے وغیرہ حرام کمائیوں کی پروانہ کرتے تھے اور شریعت کی پابندیاں توڑ کر کھاتے تھے، اس لئے انہیں یہ کھانے دیئے جائیں گے۔

﴿**لَا یُسْمِنُ:** جو نہ موٹا کرے۔﴾ یعنی اُن سے غذا کا نفع حاصل نہ ہوگا کیونکہ غذا کے دو ہی فائدے ہیں ایک یہ کہ بھوک کی تکلیف دور کرے، دوسرا یہ کہ بدن کو طاقت پہنچائے اور فَربہ کرے تو یہ دونوں وصف جہنمیوں کے کھانے میں نہیں بلکہ وہ کھانا تو حقیقت میں شدید عذاب کی ایک قسم ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت سے چہرے اس دن چین سے ہوں گے۔

﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌ: بہت سے چہرے اس دن چین سے ہوں گے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے لئے وعیدیں بیان کی گئیں اور اب یہاں سے ایمان والوں کے اَحوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے عیش وخوشی میں اور نعمت وکرامت میں ہوں گے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت میں پرہیزگار مومنین چین میں ہوں گے، نہ انہیں سورج کی گرمی ستائے گی، نہ زمین کی تپش، نہ انہیں خوف ہوگا نہ غم، نہ رب عَزَّوَجَلَّ کا عتاب ہو، نہ فرشتوں کی لعن طعن، نہ قیامت کی گھبراہٹ، کیونکہ یہ حضرات دنیا میں خدا عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے بے چین رہے اور دنیا میں خوفِ خدا کی بے چینی قیامت کے چین کا ذریعہ ہے۔

لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۙ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اپنی کوشش پر راضی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی کوشش پر راضی ہوں گے۔

﴿لِسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ: اپنی کوشش پر راضی ہوں گے۔﴾ یعنی قیامت کے دن جب مسلمان اپنا مرتبہ اور ثواب دیکھیں گے تو وہ دنیا میں کئے جانے والے اپنے نیک اعمال پر راضی اور خوش ہوں گے۔ [1] اور حقیقتاً نیکیوں پر خوش ہونے کا وقت بھی قیامت ہی ہے کیونکہ اپنے انجام کی خبر نہیں، لہٰذا جب محشر میں اعمال کی مقبولیت دیکھیں گے تو خوش ہوں گے یونہی مومنوں کے نیک اعمال نہایت اچھی شکلوں میں ان کے ساتھ ہوں گے، جن کو دیکھ کر انہیں دلی شادمانی ہوگی۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾

وقف لازم

1 ......مدارك، الغاشية، تحت الآية: ۹، ص۱۳٤۳.

ترجمۂ کنزالایمان: بلند باغ میں۔ کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلند باغ میں۔ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس میں جاری چشمے ہوں گے۔ اس میں بلند تخت ہوں گے۔

﴿فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ: بلند باغ میں۔﴾ نیک اعمال کرنے والے جنت میں ہوں گے جو کہ شان کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور مکان وجگہ کے لحاظ سے بھی اونچی ہے۔[1] مومنوں اور بلند جنت میں مناسبت یہ ہے کہ چونکہ مومن دنیا میں عاجز و مسکین بن کر رہے، تکبر اور غرور سے دور رہے، اس کے عِوَض رب تعالیٰ انہیں بلندی اور شان عطا فرما دے گا۔

﴿لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً: اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔﴾ جنّتی لوگ جنت میں نہ تو ناجائز بات سنیں گے جیسے جھوٹ، غیبت اور نہ ہی تکلیف دِہ باتیں جیسے لعن طعن اور تشنیع۔ یونہی جنّتی نہ کوئی بے فائدہ بات سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات اور نہ دوزخیوں کی چیخ پکار جس سے ان کے عیش و آرام اور لذّت و راحت میں خَلَل آئے۔ اس آیت سے اشارتاً یہ بھی سمجھایا گیا کہ بیہودہ باتوں سے بچنا نیک لوگوں کا شیوہ ہے جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی فضیلت کے طور پر اسے بیان فرمایا۔

﴿فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ: اس میں بلند تخت ہوں گے۔﴾ جنت میں ایسے بلند تخت ہوں گے جن کی بلندی سو گز ہوگی مگر جب جنّتی ان پر چڑھنا یا ان سے اترنا چاہیں گے تو وہ تخت خود بخود اوپر یا نیچے آ جائیں گے۔[2]

وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

---

1 ......خازن، الغاشية، تحت الآية: ١٠، ٤/٣٧٢.

2 ......روح البيان، الغاشية، تحت الآية: ١٣، ١٠/٤١٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رکھے ہوئے گلاس ہوں گے۔ اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ اور عمدہ قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔

﴿ وَ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ: اور رکھے ہوئے گلاس ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ چشموں کے کناروں پر ترتیب سے گلاس رکھے ہوئے ہوں گے جن کی ترتیب کا حسن اور صفائی دیکھنے سے بھی لذت حاصل ہوگی جیسے اگر کسی کے خوبصورت کچن میں جائیں جہاں ہر چیز نہایت ترتیب اور نفاست سے رکھی ہو تو اس منظر سے ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جنتی جب اُن گلاسوں سے دودھ، شہد، شراب وغیرہا پینا چاہیں گے تو وہ انہیں خود ہی بھرے ہوئے ملیں گے۔ کوزے تو چشموں کے کنارے چنے ہوئے ہوں گے جبکہ ان کے گھروں کا منظر بھی قابلِ دید ہوگا کہ وہاں قالین بچھے ہوں گے جو بہت آرام دہ اور نہایت ہی خوشنما ہوں گے اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔

یہاں جداگانہ عرض ہے کہ گھر کی اَشیاء کا نفاست وصفائی اور ترتیب سے ہونا ایک عمدہ خوبی ہے لہٰذا گھروں میں جو اشیاء موجود ہوں انہیں ترتیب اور ڈھنگ سے رکھنا چاہیے۔

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وقفة

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے۔

﴿ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ: تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے۔﴾ اس سورت میں جنت کی نعمتوں کا ذکر سن کر کفار نے تعجب کیا اور انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے کارخانۂ قدرت اور عجائباتِ عالَم میں نظر کرنے کی ہدایت فرمائی کہ وہ دیکھیں، غور کریں اور سمجھیں کہ جس قادر حکیم نے دنیا میں ایسی عجیب وغریب چیزیں پیدا کی ہیں، اس کی قدرت سے جنتی نعمتوں کا پیدا فرمانا کس طرح قابلِ تعجب اور لائقِ انکار ہوسکتا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا یہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ

کیسا بنایا گیا ہے۔

اونٹ میں اللہ تعالٰی کی قدرت کے عجائبات

اونٹ قدرت کی عجیب صنعت ہے اور اس میں چند چیزیں بہت عجیب ہیں،

(1)...... جانور زینت کے لئے پالے جاتے ہیں، یا کھیتی باڑی کے لئے، یا بوجھ لادنے، یا سواری کے لئے، یا دودھ یا گوشت کے لئے، اونٹ میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔

(2)...... یہ ریت کا جہاز ہے اور یہ کانٹے اور معمولی چیزوں کو کھا کر گزارہ کر لیتا ہے اور دس پندرہ دن بغیر کھانے پانی کے نکال لیتا ہے۔

(3)...... اونٹ میں اطاعت اور عشق کمال درجے کا ہے، چنانچہ ایک بچہ اس کو جہاں چاہے لے جائے اور حُدی کے اَشعار سن کر ایسی مستی میں آتا ہے کہ طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا کر بہت زیادہ راستہ طے کر لیتا ہے۔[1]

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا۔ اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو، کیسا اونچا کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیا گیا ہے۔

﴿وَ اِلَى السَّمَآءِ: اور آسمان کو۔﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ نے آسمان کو اس طور پر نہیں دیکھا جس کا وہ دن رات مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ستونوں اور کسی سہارے کے بغیر کیسا اونچا کیا گیا ہے۔[2]

﴿وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ: اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیا گیا ہے۔﴾ یعنی کیا کافروں نے ان پہاڑوں کو نہیں دیکھا جنہیں زمین میں نَصب کر دیا گیا کہ نہ وہ ہوا سے اڑتے ہیں اور نہ زلزلہ سے گرتے ہیں بلکہ زمین کیلئے سہارا اور اس کیلئے میخوں کے قائم مقام ہیں۔ نیز انسانوں کیلئے ہزار ہا فوائد پر مشتمل ہیں چنانچہ ان میں سے لعل، ہیرے، مَعدنیات،

1 ......خازن، الغاشية، تحت الآية: ١٧، ٤/٣٧٣، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الغاشية، تحت الآية: ١٨، ١٠/٤١٧.

چشمے دریا وغیرہ ہزار ہا قسم کی چیزیں نکلتی ہیں۔

روحانی پہاڑ

صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ روحانی پہاڑ ہیں جو کبھی راہِ حق سے نہیں بھٹکتے، اپنے معتقدین کو قائم رکھتے ہیں، ایمان وعرفان کے سرچشمے ہیں، اَسرارِ الٰہیہ کے خزانے اِن سے برآمد ہوتے ہیں جن کا سلسلہ تا قیامت قائم رہے گا۔

وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی ہے۔

﴿ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ: اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی ہے۔﴾ یعنی جس زمین پر کافر چلتے پھرتے ہیں، کیا اس کی طرف انہوں نے یوں نہیں دیکھا کہ یہ کیسے پانی پر بچھائی گئی ہے۔ اگر یہ انصاف کی نگاہ سے ان شاہکاروں کو دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے کی طرف کوئی راہ نہ پاتے۔

یاد رہے کہ اگر زمین کی ساخت اور اس کے فوائد واَسرار لکھنے بیٹھیں تو شاید ہزاروں کتابوں میں بھی نہ سما سکیں۔ اسی ایک زمین کے متعلق جدید علوم کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے جیسے علمِ جغرافیہ اور علمِ اَرضیات کی مختلف شاخیں۔ بظاہر ساری زمین یکساں ہے مگر اس میں بے حد تنوُّع ہے۔ پاک وہند کی سرزمین اور طرح کی ہے اور عرب کی سرزمین اور طرح کی۔ کہیں سے سونا نکلتا ہے، کہیں سے تیل اور کہیں سے دیگر دھاتیں۔ ایسے ہی انسان بظاہر یکساں ہیں مگر درحقیقت بہت مختلف ہیں، کسی دل سے گندگی نکلتی ہے اور کسی سے معرفتِ الٰہی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

فَذَكِّرْ ﵻ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم نصیحت کرو تم تو نصیحت کرنے والے ہی ہو۔

﴿ فَذَكِّرْ: تو تم نصیحت کرو۔ ﴾ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اوراس کی قدرت کے دلائل بیان فرما کر لوگوں کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو۔ اِس آیت میں اَوّلین خطاب تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہے لیکن آپ کے وسیلے سے سب مسلمانوں کو خطاب ہے کہ جو سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ دوسروں کو سمجھائے۔

جدید علوم کو حاصل کرنا نفع بخش ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جدید علوم کا حاصل کرنا نہایت نفع بخش ہے کہ مثلاً مذکورہ بالا آیات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے صرف وہی چار آیتیں دہرا کر تو نہیں سمجھایا جائے بلکہ غور وفکر کے بعد جو مَعارِف واَسرار اور حکمتیں سمجھ آئیں گی ان کو بیان کر کے سمجھایا جائے گا اور اِن حکمتوں کو سمجھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ مذکورہ چیزوں کے متعلقہ جدید علوم ہیں تو اگر انہیں سمجھ اور سیکھ لیا جائے تو عام آدمی کی بنسبت زیادہ اچھے طریقے سے قدرتِ الٰہی کا بیان کیا جا سکتا ہے۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم کچھ ان پر کڑوڑا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کچھ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔

﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ: تم کچھ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں مسلمان کر کے ہی چھوڑیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احسن طریقے سے پہنچا دینا آپ کا کام ہے۔اس کے بعد اگر سارے لوگ کافر رہیں تو آپ کا کچھ نہیں بگڑتا جیسے اگر سورج سے کوئی روشنی نہ لے یا بادل

سے فیض نہ لے تو اس سے سورج یا بادل کا نقصان نہیں ہے۔ یا آیت کا یہ مطلب ہے کہ آپ انہیں جبراً مسلمان نہ کریں بلکہ اسلام کی تعلیمات پہنچا کر قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ان پر چھوڑ دیں۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

ع ۲۶ النصف ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔ تو اسے اللّٰہ بڑا عذاب دے گا۔ بیشک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔ پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں جس نے منہ پھیرا اور کفر کیا۔ تو اسے اللّٰہ بہت بڑا عذاب دے گا۔ بیشک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے۔ پھر بیشک ہم پر ہی ان کا حساب (لینا) ہے۔

﴿ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ: ہاں جس نے منہ پھیرا اور کفر کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، انہیں مسلمان کر کے چھوڑنا یا مجبور کر کے مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ پیغام پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی تو آپ کے سمجھانے اور نصیحت فرمانے کے بعد جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفر کرے تو اللّٰہ تعالٰی اسے آخرت میں بڑا عذاب دے گا کہ اسے جہنم میں داخل کرے گا کیونکہ مرنے کے بعد انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور حشر کے میدان میں ان کا حساب بھی ہم نے ہی لینا ہے۔

یاد رہے کہ کفار کے لئے بہت سے عذاب ہیں: نزع کے وقت، قبر میں، محشر میں اور جہنم میں، ان سب میں بڑا عذاب دوزخ کا ہے، باقی اس کے مقابلے میں چھوٹے ہیں کیونکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے، اس میں سخت رسوائی بھی ہے، اس میں ہر طرح کا عذاب ہے: کھانے، پینے، رہنے سہنے، زہریلے جانور سب کا عذاب، ان وجوہات سے اسے بڑا عذاب کہا گیا۔

سُوۡرَۃُ الفَجۡر

سورۂ فجر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **30** آیتیں ہیں۔

''فجر'' نام رکھنے کی وجہ

فجر کا معنی ہے صبح، اور اس سورت کی پہلی آیت میں فجر کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فجر'' کہتے ہیں۔

سورۂ فجر کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پانچ عظمت والی اَشیاء کی قسم بیان کر کے کفار کو سمجھایا گیا ہے اور سمجھانے کے لئے گزشتہ اَقوام کا اپنی قوت و طاقت کے باوجود عذابِ الٰہی کا شکار ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......غافلوں کی غفلت، ان کی فطرت اور کردار کا بیان ہے۔

(2)......برائیوں کی جڑ یعنی مال کی محبت اور اس کے اثرات کا تذکرہ ہے۔

(3)......پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذابِ الٰہی کی شدّت کا بیان ہے۔

(4)......آخر میں مخلصین ومومنین کے انعام واکرام کا ذکر ہے۔

سورۂ غاشیہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ فجر کی اپنے سے ماقبل سورت ''غاشیہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں وعدہ اور وعید کا

بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الْفَجْرِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَیَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس صبح کی قسم۔اور دس راتوں کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صبح کی قسم۔اور دس راتوں کی۔

﴿ وَ الْفَجْرِ: صبح کی قسم۔﴾ اس صبح سے مراد یا تو یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے، یا یکم ذی الحجہ کی جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں جن میں بطورِ خاص حج کے ایام آتے ہیں، یا عیدالاضحیٰ کی صبح مراد ہے کہ یہ وہ صبح ہے جس میں حج کے اہم رکن طوافِ زیارت کا وقت شروع ہوتا ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہر دن کی صبح ہے کیونکہ وہ رات کے گزرنے، روشنی کے ظاہر ہونے اور تمام جانداروں کے رزق کی طلب کے لئے مُنتشر ہونے کا وقت ہے اور یہ وقت مُردوں کے قبروں سے اُٹھنے کے وقت کے ساتھ مشابہت و مناسبت رکھتا ہے۔ (1)

﴿ وَ لَیَالٍ عَشْرٍ: اور دس راتوں کی۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ان سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ زمانہ حج کے اعمال میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔ (2)

1 ......خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۷۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۷۴.

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے فضائل

حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، یہاں ان میں سے دو فضائل ملاحظہ ہوں چنانچہ

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں کے مقابلے میں کسی دن کا عمل زیادہ محبوب نہیں۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں جہاد بھی نہیں، البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا، پھر ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ ہوا (یعنی شہید ہوگیا تو اس کا یہ عمل افضل ہے)۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سے کوئی دن ذی الحجہ کے دس دنوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں، ان میں سے (ممنوع دنوں کے علاوہ) ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہ بھی مروی ہے کہ آیت میں مذکور ان راتوں سے رمضان کے آخری عشرے کی راتیں مراد ہیں کیونکہ ان میں (اعتکاف مسنون ہے اور انہی راتوں میں) لیلۃ القدر آتی ہے۔[3]

رمضان کے آخری عشرے کی اہمیت

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے آخری عشرے میں خاص طور پر اعتکاف فرماتے، اس کی طاق راتوں میں شبِ قدر تلاش کرنے کی ترغیب دیتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خوب جدوجہد فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور فرمایا کرتے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔[4]

---

1 ......ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی ایام العشر، ۲/۱۹۱، الحدیث: ۷۵۷.

2 ......ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی ایام العشر، ۲/۱۹۱، الحدیث: ۷۵۸.

3 ......خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۳۷۴.

4 ......بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحرّی لیلۃ القدر فی الوتر... الخ، ۱/۶۶۲، الحدیث: ۲۰۲۰.

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جد وجہد کرتے تھے۔[1]

بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت میں مذکوران راتوں سے مراد محرم الحرام کے پہلے عشرے کی دس راتیں ہیں (کہ ان دس دنوں میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے) اور اس عشرے میں عاشوراء کا دن بھی ہے۔[2]

عاشورہ کے فضائل

یہاں عاشوراء کے دو فضائل بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھے ہوئے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ ایک عظمت والا دن ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں **اللہ** تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو اس دن (شکرانے کے طور پر) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے روزہ رکھا۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مُوافقت کرنے میں تم سے زیادہ حقدار ہوں، چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔[3]

(2)......حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے **اللہ** تعالیٰ پر گمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔[4]

نوٹ: یاد رہے کہ جو عاشوراء کے دن روزہ رکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ 9 محرم یا 11 محرم کا روزہ بھی رکھے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی (اس طرح) مخالفت کرو کہ اس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا

---

1 ......مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر فی شهر رمضان، ص۵۹۹، الحدیث: ۸(۱۱۷۵).

2 ......خازن، الفجر، تحت الآیة: ۲، ۳۷۴/۴.

3 ......بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۶۵۶/۱، الحدیث: ۲۰۰۴.

4 ......مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب ثلاثة ایام من کل شهر... الخ، ص۵۸۹، الحدیث: ۱۹۶(۱۱۶۲).

روزہ رکھو۔[1]

وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۚ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جُفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب چل دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب وہ چل پڑے۔

﴿وَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ: اور جفت اور طاق کی۔﴾ جفت اور طاق سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے متعدد اَقوال ہیں، ان میں سے چار اَقوال درج ذیل ہیں،

(1)...... جفت سے مراد ذوالحجہ کی 10 تاریخ جس دن حج کے اہم اَفعال سرانجام دیئے جاتے ہیں اور طاق سے مراد 9 تاریخ جس دن میدانِ عرفات میں حج ہوتا ہے۔ اس دن کی فضیلت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، اللّٰہ (اپنے بندوں سے) قریب ہوتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں۔[2]

(2)...... جفت سے مراد مخلوق اور طاق سے مراد اللّٰہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسے حدیثِ مبارک میں ہے: بیشک اللّٰہ تعالیٰ وِتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔[3]

(3)...... ہر چیز کے جفت اور طاق کی قسم ہے گویا جملہ مخلوقاتِ الٰہی کی قسم ہے۔

(4)...... جفت سے مراد 2 اور 4 رکعت والی نمازیں اور طاق سے مراد 3 رکعت والی نماز یعنی مغرب ہے۔[4]

﴿وَ الَّیْلِ اِذَا یَسْرِ: اور رات کی جب وہ چل پڑے۔﴾ رات کے چلنے سے مراد ہے کہ گزرنے لگے۔ اس رات سے

1...... مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن العباس... الخ، ۱/۵۱۸، الحدیث: ۲۱۵۴.

2...... مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ، ص۷۰۳، الحدیث: ۴۳۶(۱۳۴۸).

3...... مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، ص۱۴۳۹، الحدیث: ۵(۲۶۷۷).

4...... خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۳۷۴، مدارک، الفجر، تحت الآیۃ: ۳، ص۱۳۴۵، ملتقطاً.

مراد کیا ہے؟ اس بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے خاص مُزدلفہ کی رات مراد ہے جس میں بندگانِ خدا طاعتِ الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں بلکہ اس رات اور مقامِ مزدلفہ کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْۚ وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے۔

نیز حدیثِ مبارک میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عرفات سے مُزدلفہ میں تشریف لائے، یہاں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، جب صبح ہوئی تو اُس وقت اذان و اقامت کے ساتھ نمازِ فجر پڑھی، پھر قَصْواء اونٹنی پر سوار ہو کر مَشْعَرِ حرام میں آئے اور قبلہ کی جانب منہ کر کے دعا، تکبیر و تہلیل اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کرنے میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اُجالا ہو گیا اور طلوعِ آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ ہوئے۔[2]

بعض علماء کے بقول یہ رات حاجیوں کیلئے شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔

آیت میں مذکور رات کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے شبِ قدر مراد ہے جس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جو ثواب کی کثرت کے لئے مخصوص ہے اور جس کے بارے میں خود قرآنِ پاک کی پوری سورت موجود ہے۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے عام رات یعنی ہر رات مراد ہے کہ رات بذاتِ خود بہت سے عجائبات و اَسرار پر مشتمل ہے۔

هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍؕ ۝۵

1 ……بقرہ: ١٩٨.

2 ……مسلم، كتاب الحج، باب حجّة النبي صلّى اللّٰه عليه وسلم، ص٦٣٤، الحديث: ١٤٧(١٢١٨).

ترجمۂ کنزالایمان: کیوں اس میں عقل مند کے لیے قسم ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس قسم میں عقلمند کے لیے قسم ہے؟

﴿ هَلۡ فِیۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ: کیا اس قسم میں عقلمند کے لیے قسم ہے؟﴾ گزشتہ آیات میں پانچ قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان کے بارے میں فرمایا کہ بیشک یہ مذکورہ بالا چیزیں عقل والوں کے نزدیک ایسی عظمت رکھتی ہیں کہ خبروں کو اُن کے ساتھ مُؤَکَّد کرنا بہت مناسب ہے۔ اِن ساری قسموں کا جواب یہ ہے کہ کافر کو ضرور عذاب دیا جائے گا۔ اِس جوابِ قسم پر اگلی آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ كَیۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۙ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا۔ وہ اِرَم حد سے زیادہ طول والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ اِرَم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے۔

﴿ اَلَمۡ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ متعدد قسموں کے بعد جوابِ قسم یہ تھا کہ کافروں کو عذاب دیا جائے گا۔ کافروں کا آخرت کا عذاب تو قطعی ہے البتہ بارہا دنیا میں انہیں عذاب دیا گیا چنانچہ اسی کی مثالوں کے طور پر یہاں سے متعدد قوموں کے عذابات کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے اصل مقصود اہلِ مکہ اور دیگر کفار کو خوف دلانا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا تم نے قومِ عاد کو نہیں دیکھا۔ قومِ عاد کی دو قسمیں ہیں: (1) عادِ اُولیٰ، (2) عادِ اُخریٰ۔ یہاں عادِ اُولیٰ مراد ہے جن کے قد بہت دراز تھے، انہیں عادِ اِرم بھی کہتے ہیں۔ کفار کو سمجھایا گیا کہ عادِ اُولیٰ جن کی عمریں بہت زیادہ اور قد بہت طویل تھے اور وہ خود نہایت قوی و توانا تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو یہ کافر اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے کیوں بے خوف ہیں۔

الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۙ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

﴿ اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ: کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔﴾ قومِ عاد کی قوت وطاقت اور قد وقامت کے بارے میں بہت کچھ مروی ہے جس میں بہت کچھ اسرائیلی روایات میں سے ہے لیکن یہ بات قطعی ہے جو قرآن میں بیان کی گئی کہ وہ غیر معمولی قوت وطاقت اور قد کاٹھ والے تھے۔

شداد کا بنایا ہوا شہر

زور وقوت اور طویل قامت میں عاد کے بیٹوں میں سے شداد بھی ہے جس نے دنیا پر بادشاہت کی اور تمام بادشاہ اس کے مطیع ہوگئے اور اُس نے جنت کا ذکر سن کر سرکشی کے طور پر دنیا میں جنت بنانی چاہی اور اس ارادے سے ایک شہرِ عظیم بنایا جس کے محل سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے اور زَبَرجَد اور یاقوت کے ستون اس کی عمارتوں میں نَصب ہوئے اور ایسے ہی فرش مکانوں اور رستوں میں بنائے گئے، سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے، ہر محل کے گرد جواہرات پر نہریں جاری کی گئیں، قسم قسم کے درخت حُسنِ تزئین کے ساتھ لگائے گئے، جب یہ شہر مکمل ہوا تو شداد بادشاہ اپنے اَعیانِ سلطنت کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوا، جب ایک منزل فاصلہ باقی رہا تو آسمان سے ایک ہَولناک آواز آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

حضرتِ امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن قلابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صحرائے عدن میں اپنے گمے ہوئے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس شہر میں پہنچے اور اس کی تمام زیب وزینت دیکھی اور کوئی رہنے بسنے والا نہ پایا، تھوڑے سے جواہرات وہاں سے لے کر چلے آئے، یہ خبر حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی تو اُنہوں نے انہیں بلا کر حال دریافت کیا، اُنہوں نے تمام قصہ سنایا تو حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر ہے؟ اُنہوں نے فرمایا ہاں جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے، یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا اور وہ سب عذابِ الٰہی سے ہلاک ہوگئے ان میں سے کوئی باقی نہ رہا

اور آپ کے زمانہ میں ایک مسلمان سرخ رنگ والا ، نیلی آنکھوں والا ، چھوٹے قد کا جس کی ابرو پر ایک تل ہوگا اپنے اونٹ کی تلاش میں اس شہر میں داخل ہوگا ، پھر حضرت عبداللہ بن قلابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر فرمایا بخدا وہ شخص یہی ہے۔[1]

وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون کہ چو میخا کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ثمود (کے ساتھ) جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون (کے ساتھ) جو میخوں والا تھا۔

﴿وَ ثَمُوْدَ: اور ثمود۔﴾ یعنی کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے قومِ ثمود کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے اپنی قوت وطاقت سے پہاڑ کاٹ کر مضبوط مکانات تعمیر کئے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ قومِ ثمود قومِ عاد کے چچا زاد تھے، حجاز و شام کے درمیان آباد تھے، حِجر سے وادیٔ قُریٰ تک بہت سے بڑے بڑے بڑے شہر آباد کئے تھے، سنگتراشی میں استاذ تھے، بہت قد آور اور مالدار تھے۔ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان میں نبی ہو کر تشریف لائے اور آپ کی مخالفت کی وجہ سے کفارِ ثمود ہلاک ہوئے۔

﴿وَ فِرْعَوْنَ: اور فرعون۔﴾ یعنی کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے فرعون کے ساتھ کیا کیا جو میخوں میں گاڑ کر سزائیں دینے والا تھا۔ فرعون نے جس کو سزا دینا ہوتی اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتا یا ہاتھ پاؤں میں ہی میخیں گاڑ دیتا تھا۔

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

[1] ……خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۳۷۵، ۳۷۶.

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔ تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔ تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا۔

﴿اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ: جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔﴾ اب اوپر بیان کردہ قومِ عاد، قومِ ثمود، فرعون کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور مَعصِیَت و گمراہی میں انتہا کو پہنچے اور عَبْدِیَّت کی حد سے گزر گئے کہ فرعون نے تو بندگی کی حد سے گزر کر خدائی کا دعویٰ کر دیا نیز انہوں نے کفر، قتل اور ظلم کے ذریعے زمین میں فساد برپا کیا تو ان کا جو انجام ہوا وہ اگلی آیت میں مذکور ہوا کہ ان پر اللّٰہ تعالیٰ نے عذاب کا کوڑا برسایا اور مختلف طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کر دیا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارا رب یقیناً دیکھ رہا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ: بیشک تمہارا رب یقیناً دیکھ رہا ہے۔﴾ اس آیت میں گزشتہ قوموں کا اَحوال ہوسکتا ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ تھے بلکہ ان کا ہر حال اللّٰہ تعالیٰ پر کھلا ہوا تھا اور انہیں ان کی حرکات کی وجہ سے ہی عذاب دیا گیا اور یونہی موجودہ اور آئندہ کے سارے لوگ بھی اللّٰہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہیں کہ ان میں سے کوئی اللّٰہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں اور ہر ایک کا ہر عمل، ہر حال، ہر حرکت اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ

اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بہرحال آدمی کو جب اس کا رب آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور بہرحال جب (اللہ) بندے کو آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ: تو بہرحال آدمی۔﴾ یہاں سے انسان کی آزمائش کا بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو مال و دولت اور نعمت و عزت دے کر بھی آزماتا ہے اور واپس لے کر بھی آزماتا ہے۔ اس میں مومن مخلص اور مطیع و فرمانبردار تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے کہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور مصیبت پر صبر، لیکن غافل اور جاہل کا طرزِ عمل اس کے برخلاف ہوتا ہے کہ اگر اسے نعمت و عزت کے ذریعے آزمایا جائے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اُسے اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان قرار دینے کی بجائے اپنا حق سمجھتا ہے اور اپنا کمال قرار دیتا ہے اور اِس دُنْیَوی مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ اُسے رزق کی تنگی میں مبتلا کر کے یا دوسری تکالیف کے ذریعے آزماتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کرتا ہے اور ہر ایک کے سامنے جا کر واویلا کرتا ہے اور مال و دولت کی اس کمی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مَرْدُوْدِیَّت کی علامت سمجھتا ہے۔ یہ تمام کا تمام طرزِ عمل حقیقی مسلمان کی شان کے برخلاف ہے کہ سچے مسلمان کو اگر مال و دولت اور عزت ملتی ہے تو وہ اسے اپنا ذاتی اِستحقاق قرار دینے کی بجائے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا فضل قرار دیتا ہے اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو اسے اپنے گناہوں کا نتیجہ یا خدائی آزمائش قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ یونہی سچے مسلمان مال و دولت کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت اور قلت کو مَرْدُوْدِیَّت کی دلیل نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مقبولیت کا معیار

تقویٰ ہے اور مردودیت کا سبب نافرمانی ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں جو طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے یہ حقیقتاً کفار کا ہے لیکن افسوس کہ آج کل کے بہت سے نام نہاد مسلمان بھی غیر مسلموں کی دُنْیَوی ترقی سے مرعوب ہو کر ایسی سوچ بنا لیتے ہیں کہ اگر کفار مردود ہیں تو اتنی نعمت و ترقی میں کیوں ہیں اور اگر مسلمان مقبول ہیں تو اتنی ذلت و پستی میں کیوں ہیں حالانکہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلمان کی موجودہ پستی اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ ترکِ اسلام کی وجہ سے ہے یعنی اسلامی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے ہے اور کفار کی ترقی ان کے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ زندگی گزارنے کی جو حقیقی اسلامی تعلیمات ہیں ان میں بہت ساری چیزوں پر عمل کی وجہ سے ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

﴿ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ: ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ عزت و ذلت کا معیار وہ ہرگز نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے کہ عزت، دولت کی وجہ سے اور ذلت، غربت کی وجہ سے ہوتی ہے، مال و دولت کی یہ تقسیم تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کبھی کسی حکمت سے دشمن کو دولت دے دیتا ہے اور کبھی مخلص بندے کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اصل عزت و ذلت کا معیار طاعت و مَعصِیَت پر ہے لیکن کفار اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور یونہی ان کے جاہل مُقَلِّد بھی اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو ذلیل ہے وہ وہ نہیں جو مال کی کمی کا شکار ہے بلکہ اللہ

تعالیٰ کے ہاں تمہاری ذلت کا سبب یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور دولت مند ہونے کے باوجود اُن کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کرتے اور انہیں اُن کے حقوق نہیں دیتے جن کے وہ وارث ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ امیہ بن خلف کے پاس قدامہ بن مظعون یتیم تھے وہ انہیں ان کا حق نہیں دیتا تھا، اس پر یہ آیتِ مبارک نازل ہوئی۔ [1]

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ: اور تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔﴾ یعنی تمہاری ذلت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تم خود بھی کھانے کی خیرات نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی رغبت نہیں دیتے بلکہ اس سے روکتے ہو۔

وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّاۙ(۱۹) وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّاؕ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔ اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میراث کا سارا مال جمع کرکے کھاجاتے ہو۔ اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔

﴿وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا: اور میراث کا سارا مال جمع کرکے کھاجاتے ہو۔﴾ یہاں کفار کی تیسری خرابی اور ذلت کا بیان ہے کہ تم میراث کا مال کھاجاتے ہو اور حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے اور عورتوں اور بچوں کو وراثت کا حصہ نہیں دیتے بلکہ اُن کے حصے خود کھاجاتے ہو، جاہلیّت میں یہی دستور تھا۔

اس بیان کردہ ظلم میں بہت سی صورتیں داخل ہیں اور فی زمانہ جو چچا تایا قسم کے لوگ یتیم بھتیجوں کے مال پر قبضہ کرلیتے ہیں یا روٹین میں جو بہنوں، بیٹیوں یا پوتیوں کو وراثت نہیں دی جاتی وہ بھی اسی میں داخل ہے کہ شدید حرام ہے۔

﴿وَ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا: اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔﴾ یہاں کفار کی ذلت اور چوتھی خصلت بیان کی گئی ہے اور یہ حقیقت میں بقیہ جملہ اَمراض کی جڑ اور بنیاد ہے اور وہ ہے مال اور دنیا کی محبت۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو کہ اس کو خرچ کرنا ہی نہیں چاہتے اور اسی سبب سے تیموں کی عزت نہیں کرتے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے، دوسروں کو صدقہ وخیرات کی ترغیب نہیں دیتے بلکہ دوسروں کا مال کھاجاتے ہو، ان کی

[1] ......خازن، الفجر، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/۳۷۷-۳۷۸۔

زمین، جائیداد، مال، وراثت اور ملکیت پر قبضے کرتے ہو بلکہ اسی سبب سے قتل وغارتگری کرتے ہو۔ الغرض فساد کی جڑ یعنی مال کی محبت کی وجہ سے ہر طرح کا بگاڑ پیدا کرتے ہو۔

مال کی محبت انتہائی تباہ کُن ہے

مال کی محبت نہایت تباہ کن ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں اس کی بکثرت مذمت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کردیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کردیا گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

---

1 ......ال عمران: ١٤.
2 ......هود: ١٥.
3 ......شوری: ٢٠.

اور ارشاد فرمایا:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ(۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ(۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ(۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَؕ(۴) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِؕ(۵) لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَۙ(۶) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِۙ(۷) ثُمَّ لَتُسْــٴَـلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اور اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر ابنِ آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو (اس کے باوجود) وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس تیسری سونے کی وادی (بھی) ہو، ابنِ آدم کا پیٹ مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہو جس سے میدان بھر جائے تو وہ ضرور چاہے گا کہ اُس کے پاس اور مال ہو اور آدمی کی آنکھ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دینار و درہم کے بندے نیز ریشمی چادروں اور اونی کپڑوں کے بندے ہلاک ہوئے کیونکہ اگر یہ چیزیں انہیں دے دی جائیں تو وہ راضی ہو گئے اور اگر نہ دی جائیں تو وہ راضی نہیں ہوتے۔ [4]

البتہ یہاں یہ یاد رہے کہ آیت میں فرمایا گیا کہ تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ

1 ......تکاثر: ۱-۸۔

2 ......مسند ابی یعلی، مسند عائشة رضی اللّٰہ عنہا، ۴/۸۲، الحدیث: ۴۴۴۳.

3 ......بخاری، کتاب الرّقاق، باب ما یتّقی من فتنة المال، ۴/۲۲۹، الحدیث: ۶۴۳۷.

4 ......بخاری، کتاب الرّقاق، باب ما یتّقی من فتنة المال، ۴/۲۲۸، الحدیث: ۶۴۳۵.

مال کی محبت مُطلقاً بری نہیں بلکہ بہت گہری محبت بری ہے۔ گہری محبت کی کئی صورتیں ہیں: جہاں خرچ کرنا ضروری ہے وہاں بھی خرچ نہ کرے، حلال وحرام میں تمیز باقی نہ رکھے، سوتے جاگتے مال حاصل کرنے کی فکر میں رہے، مال کی طلب میں آخرت سے بے پرواہ اور اللہ ورسول سے غافل ہوجائے، مال طلبی میں فرائض وواجبات ترک کردے، وغیرہا۔

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّاۙ(۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔

﴿ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا: ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔﴾ یہاں سے قیامت آنے پر جو ہولناک واقعات رونما ہوں گے ان کا بیان کیا گیا ہے چنانچہ وہاں کے تفصیلی واقعات کتبِ اَحادیث بلکہ خود قرآنِ پاک میں موجود ہیں جیسے سورۂ تکویر، سورۂ انفطار، سورۃ القیامہ، سورۂ زلزال وغیرہ میں وہ اَحوال موجود ہیں۔ یہاں فرمایا گیا کہ زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے گی اور اس پر پہاڑ اور عمارت کسی چیز کا نام ونشان نہ رہے گا، نہ کوئی پہاڑ، نہ غار، نہ عمارت، نہ پلازے، نہ پل نہ کچھ اور یہ سب کچھ پہلے نَفْخے کے وقت ہوگا جبکہ دوسرے نَفْخہ پر زمین لوہے کی طرح سخت اور میدہ کی روٹی کی طرح چکنی وصاف ہوجائے گی۔

وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّاۚ(۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار در قطار (آئیں گے)۔

﴿ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا: اور تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار در قطار۔﴾ یہاں قیامت

کا دوسرا منظر بیان فرمایا گیا کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار در قطار آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے آنے کا بیان مُتشابہات میں سے ہے کہ اس کے لغوی معنی معلوم ہیں لیکن حقیقی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور علماءِ تاویل کے اعتبار سے رب عَزَّوَجَلَّ کے آنے سے مراد اس کے اَحکام کا آنا ہے، کیونکہ یہ قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ آنے جانے اور اس جیسے تمام عوارض سے پاک ہے، وہ مکان سے مُنَزَّہ ہے۔ اور حکمِ الٰہی آنے سے مراد حساب وکتاب کا حکم، اور لوگوں کا فیصلہ ہے یعنی قیامت کے دن یہ احکام آئیں گے اور جہاں تک فرشتوں کے آنے کا تعلق ہے تو میدانِ محشر میں ہر آسمان کے فرشتوں کی علیحدہ قطار یا دوزخ کے ہر طبقہ اور جنت کے تمام طبقوں کی علیحدہ قطاریں یا مُقرّب فرشتوں یا اور اَقسام کے فرشتوں کی علیحدہ علیحدہ قطاریں ہوں گی۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں۔ کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن جہنم لائی جائے گی، اس دن آدمی سوچے گا اور اب اس کے لئے سوچنے کا وقت کہاں؟ وہ کہے گا: اے کاش کہ میں نے اپنی زندگی میں (کوئی نیکی) آگے بھیجی ہوتی۔

﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ: اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔﴾ قیامت کے دن جہنم کو لائے جانے کا منظر بڑا ہولناک ہے چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے جمع ہو کر اس کو کھینچیں گے اور وہ جوش وغضب میں ہوگی یہاں تک کہ فرشتے اس کو عرش کے بائیں جانب لائیں گے، اس روز سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے، سوائے حضور پُرنور، حبیبِ خدا، سیّدِ انبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ”یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ“ فرماتے ہوں گے، جہنم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کرے گی کہ اے سیّدِ عالَم!

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا میرا کیا واسطہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر حرام کر دیا ہے۔[1] اس دن انسان سوچے گا اور اپنی غلطیوں، لغزشوں، خطاؤں اور گناہوں کو سمجھے گا لیکن وہ وقت سوچنے کا نہیں ہوگا اور اس وقت کا سوچنا سمجھنا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور اس سوچنے سے صرف حسرت حاصل ہوگی اور اسی وجہ سے قیامت کا ایک نام یَوْمُ الْحَسْرَۃِ یعنی حسرت کا دن بھی ہے۔

﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ: وہ کہے گا: اے کاش کہ میں نے اپنی زندگی میں (کوئی نیکی) آگے بھیجی ہوتی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کہے گا کہ اے کاش! میں نے اپنی زندگی میں کوئی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ یہاں زندگی سے مراد یا دنیوی زندگی ہے یا اُخروی زندگی، پہلی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ کاش میں دُنْیوی زندگی میں کچھ نیکیاں کما کر آگے بھیج دیتا۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ کاش میں نے اس دائمی زندگی کے لئے کچھ بھیج دیا ہوتا، ساری عمر فانی زندگی کے لئے کمائی کی اور خدا کو یاد نہ کیا۔ کفار کے لئے یہ پچھتانا بھی عذاب ہوگا، دنیا میں نیکوکار مومن کا نادم ہونا درجات کی ترقی کا سبب ہے اور گنہگار مومن کا پچھتانا توبہ ہے مگر کافر کا قیامت میں پچھتانا محض عذاب ہے۔

فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔ اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا۔ اور اس کے باندھنے کی طرح کوئی نہ باندھے گا۔

﴿فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ: تو اس دن اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا شدید اور سخت عذاب کوئی نہ دے سکے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گرفت اور قید کی طرح کوئی باندھ سکے گا کہ اللہ تعالیٰ آگ کی بیڑیوں میں باندھ کر، آگ کے گھر میں، آگ کے کوڑوں اور دیگر چیزوں کا عذاب دے گا۔

1 ……قرطبی، الفجر، تحت الآیۃ: ۲۳، ۱۰/۳۹، الجزء العشرون۔

يٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔

﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ: اے اطمینان والی جان۔﴾ کفار کے عذاب اور انجام کو بیان کرنے کے بعد اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کی زندگی اللہ تعالٰی پر سچے ایمان اور اطاعت وعبادت میں گزری، یادِ الٰہی جن کے دلوں کا قرار تھا اور ذکرِ خدا سے جن کے دلوں کو سکون ملتا تھا، جو ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہے اور اللہ تعالٰی کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم واطاعت خم کرتے رہے۔ ان حضرات سے موت کے وقت کہا جائے گا: اے اطمینان والی جان! اور ایک قول کے مطابق یہ کلام آخرت میں ہوگا۔

﴿ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ: اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔﴾ مخلص مومن سے کہا جائے گا کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹنے سے مراد اس کی رحمت، قرب اور حضوری میں حاضر ہونا ہے۔

انسانی نفس کے تین درجے

یادرہے کہ نفسِ انسانی کے تین درجے ہیں: نفسِ اَمّارہ: جو انسان کو برائی کی رغبت دیتا ہے۔ نفسِ لَوّامہ: جو گنہگار کو گناہ کے بعد ملامت کر کے توبہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ نفسِ مُطْمَئِنّہ: جو بندگانِ خدا کو ذکرِ خدا سے سکون پہنچاتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ دنیا میں اللہ تعالٰی کی بھیجی ہوئی مصیبتوں پر صابر اور راحتوں پر شاکر رہ کر راضی برضا رہے اور ہر حال میں اللہ تعالٰی کی رضا کے طلبگار رہے تو اللہ تعالٰی بھی ان کے تھوڑے عمل پر ان سے راضی ہوتا ہے اور اپنے انعامات سے ان کو راضی کرتا ہے۔

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں آ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ: پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔﴿ نفسِ مُطْمَئِنَّہ کو خاص بندگانِ خدا کے گروہ میں شامل ہوکر جنت میں داخل ہونے کا فرمایا جائے گا۔ اس آیت میں نیک لوگوں کی مَعِیَّت وقرب کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے نیک بندوں کی مَعِیَّت میں جانے کا فرمایا اور پھر جنت میں داخل ہونے کا فرمایا اور یہ حقیقت ہے کہ نیکوں کی صحبت اصلاحِ قلب اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

سُوۡرَةُ الۡبَلَدِ

سورۂ بلد کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ بلد مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 20 آیتیں ہیں۔

''بلد'' نام رکھنے کی وجہ

بلد کا معنی ہے شہر، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر مکہ کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بلد'' کہتے ہیں۔

سورۂ بلد کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انسان کی سعادت اور بدبختی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے شہرِ مکہ کی، حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ہے۔

(2)......بری جگہ اور بری نیت سے مال خرچ کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

(3)......یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں اور اس کے سامنے اچھائی اور برائی دونوں کے راستے واضح کر دیئے ہیں اب اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے اپنے لئے جس

1......خازن، تفسیر سورة البلد، ۳۷۹/٤.

راستے کو چاہے چن لے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں مال خرچ کرنے کے مَصارف بیان کئے گئے اور یہ بتایا گیا کہ ان جگہوں پر مال خرچ کرنے والا اگر ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی نصیحتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں تو وہ عرش کی دائیں جانب ہوں گے اور ان کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، نیز یہ بیان کیا گیا کہ کافروں کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی۔

سورۂ فجر کے ساتھ مناسبت

سورۂ بلد کی اپنے سے ماقبل سورت ''فجر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ فجر میں مال کی محبت، وراثت کا سارا مال ہڑپ کر جانے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی طرف راغب نہ کرنے کی مذمت بیان کی گئی اور سورۂ بلد میں یہ بتایا گیا ہے کہ مالدار شخص کو اپنا مال کن کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے اس شہر کی قسم۔ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے اِس شہر کی قسم۔ جبکہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

---

1 ......تناسق الدّرر، سورة البلد، ص۱۳۷.

﴿لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ: مجھے اِس شہر کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اِس شہر مکہ کی قسم! جبکہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

مکہ مکرمہ کے فضائل

یہاں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فضیلت کی وجہ سے اس کی قَسم ارشاد فرمائی اور مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرم اور امن والی جگہ بنایا اور اس میں موجود مسجد کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔

اس مسجد کو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے قبلہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرلو۔

اور اس میں موجود مقامِ ابراہیم کے بارے میں مسلمانوں کو حکم دیا:

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

اور لوگوں کو خانہ کعبہ کا حج کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اور خانہ کعبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

1 ......ال عمران: ٩٦، ٩٧۔ 2 ......بقرہ: ١٤٤۔ 3 ......بقرہ: ١٢٥۔ 4 ......ال عمران: ٩٧۔

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا[1] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔

اور سورۂ بلد کی دوسری آیت میں گویا کہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مکہ مکرمہ کو یہ عظمت آپ کے وہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔[2]

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''علماء فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ اور کسی نبی کی رسالت کی قَسم یاد نہ فرمائی اور سورۂ مبارکہ ''لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ(۱) وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' اس میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انتہائی تعظیم و تکریم کا بیان ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے قسم کو اس شہر سے جس کا نام ''بلدِ حرام'' اور ''بلدِ امین'' ہے، مُقَیَّد فرمایا ہے اور جب سے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس مبارک شہر میں نزولِ اِجلال فرمایا تب سے اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شہر معزز و مکرم ہو گیا اور اسی مقام سے یہ مثال مشہور ہوئی کہ ''شَرَفُ الْمَكَانِ بِالْمَكِيْنِ'' یعنی مکان کی بزرگی اس میں رہنے والے سے ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم یاد فرمانا اس چیز کا شرف اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے اور دیگر اَشیاء کے مقابلے میں اس چیز کو ممتاز کرنے کے لئے ہے جو لوگوں کے درمیان موجود ہے تاکہ لوگ جان سکیں کہ یہ چیز انتہائی عظمت و شرافت والی ہے۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں،

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

مدینہ منورہ کے فضائل

اور جب اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے تو اس مقام کو کیا کیا عظمتیں حاصل ہوئیں، ان میں سے 7 عظمتیں ملاحظہ ہوں،

---

1 ......بقرہ: ۱۲۵.

2 ......تفسیر کبیر، البلد، تحت الآیۃ: ۲، ۱۱/۱۶٤.

3 ......مدارج النبوہ، باب سوم دربیان فضل و شرافت، ۱/۶۵۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے اور وہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔[1]

(2)......حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام ''طابہ'' رکھا ہے۔[2]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ منورہ کے دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان کی جگہ کو میری زبان سے حرم قرار دیا گیا ہے۔[3]

(4)......حضرت سہل بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دستِ اقدس سے مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''بے شک یہ حرم ہے اور امن کا گہوارہ ہے۔[4]

(5)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ میں نازل فرما۔[5]

(6)......حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔[6]

(7)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو مدینہ منورہ میں موت آ سکے تو اسے یہاں ہی مرنا چاہئے، کیونکہ میں یہاں مرنے والوں کی (خاص طور پر) شفاعت کروں گا۔[7]

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب فضل المدینة وانّها تنفی الناس، ۱/۶۱۷، الحدیث: ۱۸۷۱.

2 ......مسلم، کتاب الحج، باب المدینة تنفی شرارها، ص۷۱۷، الحدیث: ۴۹۱(۱۳۸۵).

3 ......بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینة، ۱/۶۱۶، الحدیث: ۱۸۶۹.

4 ......معجم الکبیر، باب السین، یسیر بن عمرو عن سهل بن حنیف، ۶/۹۲، الحدیث: ۵۶۱۱.

5 ......بخاری، کتاب فضائل المدینة، ۱۱-باب، ۱/۶۲۰، الحدیث: ۱۸۸۵.

6 ......بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل ما بین القبر والمنبر، ۱/۴۰۲، الحدیث: ۱۱۹۵.

7 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة، ۵/۴۸۳، الحدیث: ۳۹۴۳.

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند　　سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور باپ کی قسم اور اس کی اولاد کی۔ یقیناً بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

﴿وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ: اور باپ کی قسم اور اس کی اولاد کی۔﴾ اس آیت کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہاں باپ سے مراد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور ان کی اولاد سے مراد حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور چونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی بالواسطہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے اولاد کی قسم میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں باپ سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور اولاد سے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ذُرِّیَّت مراد ہے، اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ یہاں والد سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اولاد سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت مراد ہے۔[1] اس کی تائید حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں، میں تمہیں (تمہارے دینی معاملات) سکھاتا ہوں۔[2]

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ: یقیناً بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔﴾ اللّٰہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قسم یاد کر کے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی

1 ......روح البیان، البلد، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۴۳۴۔

2 ......نسائی، کتاب الطهارة، باب النّهی عن الاستطابة بالرّوث، ص ۱۰، الحدیث: ۴۰۔

کو مشقت میں رہتا پیدا کیا کہ وہ حمل کے دوران ایک تنگ و تاریک مکان میں رہے، ولادت کے وقت تکلیف اُٹھائے، دودھ پینے، دودھ چھوڑنے، مَعاش کے حصول اور زندگی و موت کی مشقتوں کو برداشت کرے۔[1]

مَصائب اور تکالیف میں بے شمار حکمتیں ہیں

یاد رہے کہ ان مَصائب اور تکالیف میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، ہمارا نفسِ اَمّارہ مست گھوڑا ہے، اگر اس کے منہ میں ان تکالیف کی لگام نہ ہو تو یہ ہمیں ہلاک کر دے گا کیونکہ ان تکالیف کی لگام کے باوجود انسان کا حال یہ ہے کہ ظلم اور قتل و غارت گری انسان نے کی، چوری ڈکیتی کی وارداتوں کا مُرتکب انسان ہوا، فحاشی وعُریانی کے سیلاب انسان نے بہائے، نبوت کا جھوٹا دعویٰ حتّٰی کہ خدائی تک کا دعویٰ انسان نے کیا اور اگر ان تکالیف کی لگام ہٹالی جائے تو انسان کا جو حال ہوگا وہ تصوُّر سے بالاتر ہے۔

وقف لازم

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا۔ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا۔ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال ختم کر دیا۔ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا۔

﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوالاشد اُسید بن کَلدہ کے بارے میں نازل ہوئی، یہ انتہائی مضبوط اور طاقتور شخص تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ چمڑہ پاؤں کے نیچے دبالیتا اور اعلان کرتا کہ کون اس چمڑے کو میرے پاؤں کے نیچے سے نکالے گا، چنانچہ دس

[1] ......خازن، البلد، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۳۸۰.

دس آدمی اس چمڑے کو کھینچتے رہتے یہاں تک کہ وہ چمڑہ تو پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا لیکن جتنا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتا وہ ہرگز نہ نکل سکتا تھا اور ایک یہ قول ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ کافر اپنی قوت پر غرور کرتا اور مسلمانوں کو کمزور سمجھتا ہے، یہ کس گمان میں پڑا ہوا ہے اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتا جو کہ قادر برحق ہے۔[1]

﴿یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا: کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال ختم کردیا۔﴾ یہاں سے اس کافر کا قول ذکر کیا گیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کافر کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت اور دشمنی میں (لوگوں کو دیدے کر) ڈھیروں مال ختم کردیا (تاکہ وہ لوگ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تکلیف پہنچائیں۔) کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ اسے اللّٰہ تعالیٰ نے نہیں دیکھا اور اللّٰہ تعالیٰ اس سے سوال نہیں کرے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کس کام پر خرچ کیا، ایسا ہرگز نہیں، اللّٰہ تعالیٰ اس کی خبیث نیت اور باطنی فساد سے باخبر ہے اور وہ اسے اس کی سزا دے گا۔[2]

بُری نیت سے اور بُری جگہ پر مال خرچ کرنے کا انجام

اس سے معلوم ہوا کہ بری نیت سے اور بری جگہ پر مال خرچ کرنے کا انجام بہت سخت ہے، اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو رشوت کے ذریعے دنیا کا عہدہ اور منصب حاصل کرنے لئے اور شادی کی ناجائز رسموں کو پورا کرنے کے لئے بے تحاشہ مال خرچ کرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی درس حاصل کریں کہ جو ظاہری طور پر تو نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کررہے ہیں لیکن ان کی نیت یہ ہے کہ اس عمل سے لوگ ان کی واہ واہ کریں اور لوگوں میں ان کی نیک نامی مشہور ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے درج ذیل دو اَحادیث میں بھی بڑی عبرت ہے، چنانچہ

(1)...... حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن انسان اپنے رب کی بارگاہ سے اس وقت تک قدم نہ ہٹا سکے گا جب تک اس سے ان پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے (1) اس کی زندگی کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں گزارا۔ (2) اس

---

1 ...... ابو سعود، البلد، تحت الآية: ٥، ٥/٨٧٣، مدارك، البلد، تحت الآية: ٥، ص١٣٤٩، ملتقطاً.

2 ...... خازن، البلد، تحت الآية: ٦-٧، ٤/٣٨٠، روح البيان، البلد، تحت الآية: ٦-٧، ١٠/٤٣٥، ملتقطاً.

کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں صَرف کیا۔ (4،3) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے مال کمایا اور کہاں پر خرچ کیا۔ (5) اس کے علم کے بارے میں کہ اس نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔[1]

(2)......حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا اور جس نے ریاکاری کرتے ہوئے صدقہ کیا تو اس نے شرک کیا۔[2]

اللّٰہ تعالٰی ایسے لوگوں کے حال پر رحم فرمائے اور انہیں اپنی بگڑی عادتیں اور خراب حالات درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ﴿۹﴾ وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ۔ اور اسے دو اُبھری چیزوں کی راہ بتائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے۔

﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالٰی نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس کافر کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم نے اس کافر کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور کیا ہم نے اسے زبان نہ دی جس سے وہ بولتا ہے اور اپنے دِل کی بات بیان میں لاتا ہے اور کیا ہم نے اسے دو ہونٹ نہ دیئے جن سے وہ اپنے منہ کو بند کرتا ہے اور بات کرنے، کھانے پینے اور پھونکنے میں اُن سے کام لیتا ہے اور کیا ہم نے اسے ماں کے دودھ سے بھرے پستانوں کی

1 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب فی القیامة، ٤/١٨٨، الحدیث: ٢٤٢٤.

2 ......شعب الایمان، الخامس والاربعون من شعب الایمان... الخ، ٥/٣٣٧، الحدیث: ٦٨٤٤.

راہ نہ بتائی کہ پیدا ہونے کے بعد وہ اُن سے دودھ پیتا اور غذا حاصل کرتا رہا۔[1]

زبان کی اہمیت اور اس کی حفاظت کی ترغیب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا کی اور اس میں گفتگو کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کی اور اس نعمت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ذریعے انسان کلام کرتا اور اپنے دل کی بات بیان کرتا ہے، اس کے ذریعے معاملات سرانجام دیتا اور کھانے والی چیزوں کے ذائقے معلوم کرتا ہے اور اگر انسان کی زبان نہ ہوتی یا زبان تو ہوتی لیکن اس میں گفتگو کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو انسان کو اپنے معاملات سرانجام دینے کے لئے اشارے اور تحریر کا سہارا لینا پڑتا اور اس سے جو دشواری ہوتی اس کا اندازہ گفتگو کرنے کی صلاحیت سے محروم لوگوں کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ اچھی اور نیک باتوں کے علاوہ انسان کم کلام کیا کرے اور فضول و بے فائدہ کلام نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو زبان کو منہ کے اندر رکھا اور اس کے آگے دو ایسے ہونٹ بنا دیئے جنہیں کھولے بغیر کلام ممکن نہیں، اس میں یہی حکمت ہے تاکہ بندہ اپنے ہونٹوں کو بند کر کے ان سے کلام نہ کر سکنے پر مدد حاصل کرے۔[2]

اور بکثرت اَحادیث میں زبان کی حفاظت کرنے کی ترغیب اور خاموش رہنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 5 اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور تمہیں تمہارا گھر کافی رہے اور اپنی خطاؤں پر رو‎ؤ۔[3]

(2)......حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

---

1 ......خازن، البلد، تحت الآية: ۸-۱۰، ۳۸۰/۴، مدارك، البلد، تحت الآية: ۸-۱۰، ص ۱۳۵۰، جمل، البلد، تحت الآية: ۸-۱۰، ۳۲۵/۸-۳۲۶، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، البلد، تحت الآية: ۹، ۴۳۶/۱۰.

3 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان، ۱۸۲/۴، الحديث: ۲۴۱۴، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثاني، ۱۹۳/۲، الحديث: ۴۸۳۷.

’’جب انسان صبح کرتا ہے تو سارے اَعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں ’’ہمارے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈر کہ ہم تیرے ساتھ ہیں، تو سیدھی رہے گی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم ٹیڑھے ہوں گے۔[1]

(3)......حضرت سفیان بن عبداللّٰہ ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جن چیزوں کا آپ مجھ پر خوف کرتے ہیں ان میں زیادہ خطرناک کیا چیز ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: یہ (یعنی تمہاری زبان سب سے زیادہ خطرناک ہے)۔[2]

(4)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو خاموش رہا نجات پا گیا۔[3]

(5)......حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’انسان کا خاموشی پر ثابت رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔[4]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں زبان جیسی عظیم نعمت کی اہمیت کو سمجھنے، اس نعمت کے ملنے پر اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے، فضول اور بیکار باتوں اور ناجائز کلام سے اس کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ: اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے۔﴾ یہاں آیت میں ’’نَجْدَیْن‘‘ کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے ماں کی دونوں چھاتیاں مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے اچھائی اور برائی کے دو راستے مراد ہیں جو جنت یا جہنم تک پہنچاتے ہیں۔[5]

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۳، الحدیث: ۲۴۱۵.
2 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۴، الحدیث: ۲۴۱۸.
3 ......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه عنهما، ۲/۵۵۱، الحدیث: ۶۴۹۱.
4 ......مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشّتم، الفصل الثالث، ۲/۱۹۷، الحدیث: ۴۸۶۵.
5 ......مدارک، البلد، تحت الآیة: ۱۰، ص ۱۳۵۰.

ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے تأمُّل گھاٹی میں نہ کودا۔ اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔ یا بھوک کے دن کھانا دینا۔ رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین مسکین کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔ یا بھوک کے دن میں کھانا دینا۔ رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین مسکین کو۔

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ : پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا۔﴾ یعنی جب اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر اور وافر ہیں تو اس پر لازم تھا کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے لیکن اس نے نیک اعمال کر کے ان جلیل اور عظیم نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا۔ یہاں نیک اعمال کرنے کو گھاٹی میں کودنے سے اس مناسبت کی وجہ سے تعبیر کیا گیا کہ جس طرح گھاٹی میں چلنا اس پر دشوار ہے اسی طرح نیکیوں کے راستے پر چلنا نفس پر دشوار ہے۔[(1)]

﴿ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ : اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے اور اس میں کودنا کیا ہے، وہ گھاٹی اور اس میں کودنا یہ ہے **(1)** کسی بندے کی گردن غلامی سے چھڑانا۔ یہ عمل خواہ اس طرح ہو کہ کسی غلام کو آزاد کر دے یا اس طرح ہو کہ مُکاتَب غلام کو اتنا مال دیدے جس سے وہ آزادی حاصل کر سکے یا کسی غلام کو آزاد کرانے میں مدد کرے یا کسی قیدی یا قرض دار کو رہا کرانے میں ان کی مدد کرے۔ نیز اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک اعمال اختیار کر کے اپنی گردن آخرت کے عذاب سے چھڑائے۔ **(2)** قحط اور تنگی کے دن رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا دینا جو کہ انتہائی تنگ دست اور مصیبت زدہ ہو، نہ اس کے پاس اوڑھنے کے لئے کچھ ہو اور نہ بچھانے کے لئے کچھ ہو، کیونکہ قحط کے دنوں میں مال نکالنا نفس پر بہت شاق اور اجرِ عظیم ملنے کا سبب ہوتا ہے۔[(2)]

---

1 ......ابو سعود، البلد، تحت الآية: ۱۱، ۵/۸۷۴، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، البلد، تحت الآية: ۱۲-۱۶، ۱۰/۴۳۷-۴۳۸، خازن، البلد، تحت الآية: ۱۲-۱۶، ۴/۳۸۰-۳۸۱، ملتقطاً.

غلام آزاد کرنے یا آزادی میں اس کی مدد کرنے کے فضائل

غلام آزاد کرنے یا آزادی میں اس کی مدد کرنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کردیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے غلام آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے آزاد کردے گا۔ [1]

اور حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی۔ [2]

اور حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''افضل صدقہ یہ ہے کہ گردن چھڑانے میں سفارش کی جائے۔ [3]

بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانے کے فضائل

بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اُسے رحیقِ مختوم (یعنی جنت کی سربند شراب) پلائے گا۔ [4]

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مغفرت لازم کردینے والی چیزوں میں سے بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا ہے۔ [5]

یتیم کی کفالت اور اس کے ساتھ احسان کرنے کے فضائل

یتیم کی کفالت کرنے، اس کے ساتھ احسان کرنے اور اسے کھانا کھلانے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضرت

1 ......بخاری، کتاب العتق، باب فی العتق وفضله، ۲/۱۵۰، الحدیث: ۲۵۱۷.

2 ......دارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیره، ۴/۴۰، الحدیث: ۳۹۳۹.

3 ......شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۶/۱۲۴، الحدیث: ۷۶۸۳.

4 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ۱۸-باب، ۴/۲۰۴، الحدیث: ۲۴۵۷.

5 ......مستدرك، کتاب التفسیر، تفسیر سورة البلد، اطعام المسلم السغبان... الخ، ۳/۳۷۲، الحدیث: ۳۹۹۰.

سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''جو شخص یتیم کی کفالت کرے وہ یتیم اسی گھر کا ہو یا غیر کا، میں اور وہ دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔ (1)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں سب سے برا وہ گھر ہے، جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (2)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''جو شخص یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے، اللہ تعالٰی اس کے لیے ضرور جنت واجب کردے گا مگر جبکہ ایسا گناہ کیا ہو جس کی مغفرت نہ ہو۔ (3)

مسکین کی مدد کرنے اور اسے کھانا کھلانے کے فضائل

مسکین کی مدد کرنے اور اس کو کھانا کھلانے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا جہاد میں سَعی کرنے والے اور بے تھکے مسلسل شب بیداری کرنے والے اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی مثل ہے۔ (4)

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک لقمہ روٹی اور ایک مُٹھی خرما اور اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے۔ اُن کی وجہ سے اللہ تعالٰی تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ (1) صاحبِ خانہ کو جس نے حکم دیا۔ (2) بیوی کو جو کہ اسے تیار کرتی ہے۔ (3) خادم کو جو کہ مسکین کو دے کر آتا ہے، پھر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حمد ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ...... بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۳/۴۹۷، الحدیث: ۵۳۰۴، مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الاحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم، ص۱۵۹۲، الحدیث: ۴۲(۲۹۸۳).

2 ...... ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۴/۱۹۳، الحدیث: ۳۶۷۹.

3 ...... مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، الفصل الثانی، ۲/۲۱۴، الحدیث: ۴۹۷۵.

4 ...... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الاحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم، ص۱۵۹۲، الحدیث: ۴۱(۲۹۸۲).

کے لیے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا۔ [1]

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہو اُن سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔ یہ دہنی طرف والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر یہ ان میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی نصیحتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں۔ یہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: پھر ان میں سے ہو جو ایمان لائے۔﴾ یعنی یہ تمام عمل اُس وقت مقبول ہیں اور اُسی صورت یہ اعمال کرنے والے کے بارے کہا جائے گا کہ وہ گھاٹی میں کودا کہ جب یہ اعمال کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں گناہوں سے باز رہنے اور عبادات بجالانے اور ان مشقتوں کو برداشت کرنے پر صبر کی نصیحتیں کیں جن میں مومن مبتلا ہوں اور انہوں نے آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں کہ مومنین ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں اور اگر وہ ایمان دار نہیں تو اس کے لئے کچھ نہیں بلکہ اس کے سب عمل بیکار ہیں۔ [2]

ایمان کے بغیر نیک جگہ پر مال خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملے گا

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر اچھی جگہوں پر مال خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ ایمان قبول کرنے کے بعد جو مال راہِ خدا میں خرچ کیا جائے گا اسی کا ثواب ملے گا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۸۹/۴، الحديث: ۵۳۰۹.

2 ......خازن، البلد، تحت الآية: ۱۷، ۳۸۱/۴، مدارك، البلد، تحت الآية: ۱۷، ص ۱۳۵۰، ملتقطاً.

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے صدقات قبول کئے جانے سے یہ بات مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔

لہٰذا جو کافر یہ چاہتا ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور نیک اعمال کرنے پر ثواب ملے تو اسے چاہئے کہ پہلے توحید و رسالت پر ایمان لائے اور اس کے بعد مال خرچ کرے اور دیگر نیک اعمال کرے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب حاصل ہو۔

﴿اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ: یہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔﴾ یعنی جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں یہ دائیں طرف والے ہیں جنہیں ان کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں صبر کی نصیحتیں اور مہربانی کی تاکیدیں کرنے والے مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام، رتبہ اور درجہ بہت بلند ہے۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

ع ۱ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے۔ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہی بائیں طرف والے ہیں۔ ان پر ہر طرف سے بند

---

1 ......توبہ: ۵٤.

2 ......روح البیان، البلد، تحت الآیة: ۱۸، ۱۰/۴۳۹.

کی ہوئی آگ ہوگی۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا: اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں طرف والے ہیں کہ انہیں ان کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کے بائیں جانب سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی کہ نہ اس میں باہر سے ہوا آ سکے گی اور نہ اندر سے دھواں باہر جا سکے گا۔ [1]

1 ……روح البیان، البلد، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ۱۰/۴۳۹-۴۴۰.

سُوْرَةُ الشَّمْس

سورۂ شمس کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ شمس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **15** آیتیں ہیں۔

''شمس'' نام رکھنے کی وجہ

سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں سورج کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ شمس'' کہتے ہیں۔

سورۂ شمس سے متعلق اَحادیث

(1)......حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عشاء کی نماز میں ''وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا'' اور اس کے مشابہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔[2]

(2)......حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں فجر کی نماز پڑھائی تو اس میں '' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا '' اور '' وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ '' کی تلاوت فرمائی۔[3]

سورۂ شمس کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون لوگوں کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دینا اور گناہ کرنے سے ڈرانا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

---

1 ......خازن، تفسير سورة الشّمس، ٣٨١/٤.

2 ......ترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء في القراءة في صلاة العشاء، ٣٣٣/١، الحديث: ٣٠٩.

3 ......معجم الكبير، شريك بن عبد الله النخعي عن سماك، ٢٣١/٢، الحديث: ١٩٥٨.

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، دن، رات، آسمان، زمین، انسانوں کے نفس اور اپنی ذات کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔

(2)......کفارِ مکہ کے سامنے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جس طرح حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے وہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے تو اسی طرح سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے انہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

سورۂ بلد کے ساتھ مناسبت

سورۂ شمس کی اپنے سے ماقبل سورت ''بلد'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ بلد کے آخر میں بتایا گیا کہ کفار کو آخرت میں جہنم کی سزا دی جائے گی اور اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ بعض کفار کو دنیا میں بھی سزا دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا ﴿۱﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔

﴿وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا: سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔﴾ یعنی سورج کی قسم جبکہ اس کی روشنی ظاہر ہو۔ اس سورت

میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی عظمت اور معبود ہونے میں اپنی وحدانیّت کا اظہار کرنے کے لئے متعدد چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ مخلوق کے عظیم مَنافع وابستہ ہیں اور ان میں غور وفکر کر کے ہر انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیّت کے بارے میں جان سکتا ہے۔[1]

﴿وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا: اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔﴾ یعنی چاند کی قسم جب وہ سورج غروب ہونے کے بعد نکل آئے۔

وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۪ۙ(۳) وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰىهَا ۪ۙ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کی جب اسے چمکائے۔ اور رات کی جب اسے چھپائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دن کی جب وہ سورج کو چمکائے۔ اور رات کی جب وہ سورج کو چھپا دے۔

﴿وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا: اور دن کی جب وہ سورج کو چمکائے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دن کی قسم جب وہ سورج کو خوب واضح کر دے۔ کیونکہ دن سورج کے نور کا نام ہے تو جتنا دن زیادہ روشن ہوگا اتنا ہی سورج کا ظہور زیادہ ہوگا کیونکہ اثر کی قوت اور اس کا کمال اثر کرنے والے کی قوت اور کمال پر دلالت کرتا ہے لہٰذا دن سورج کو ظاہر کر دیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ دن کی قسم جب دن دنیا کو یا زمین کو روشن کر دے یا رات کی تاریکی کو دور کر دے۔[2]

﴿وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰىهَا: اور رات کی جب وہ سورج کو چھپا دے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ رات کی قسم جب وہ سورج کو چھپا دے اور آسمان کے کنارے ظلمت و تاریکی سے بھر جائیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رات کی قسم کہ جب رات دنیا کو چھپائے۔

یہاں تک جو چار چیزیں بیان ہوئیں یہ سب در حقیقت سورج کے چار اوصاف ہیں کیونکہ سورج کے وجود سے ہی دن ہوتا ہے اور روشنی خوب واضح ہو جاتی ہے اور سورج کے غروب ہونے سے ہی رات ہوتی ہے اور اس کے

[1] ……خازن، الشّمس، تحت الآية: ۱، ۳۸۱/۴، صاوی، الشّمس، تحت الآية: ۱، ۲۳۶۹/۶، تفسير کبير، الشّمس، تحت الآية: ۱، ۱۷۳/۱۱، ملتقطاً.

[2] ……تفسير کبير، الشّمس، تحت الآية: ۳، ۱۷۴/۱۱-۱۷۵، خازن، الشّمس، تحت الآية: ۳، ۳۸۱/۴، ملتقطاً.

بعد چاند نکل آتا ہے اور جو شخص سورج میں تھوڑا سا بھی غور کرے گا اور دل کی آنکھ سے اس کی بناوٹ اور تخلیق وغیرہ کا مشاہدہ کرے گا تو وہ اس کے خالق کی عظمت کو جان لے گا۔ [1]

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین کی اور اس کے پھیلانے والے کی قسم۔

﴿**وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا: اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم۔**﴾ یعنی آسمان کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے انتہائی بڑا اور نہایت بلند بنایا ہے اور اسے بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ [2]

﴿**وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا: اور زمین کی اور اس کے پھیلانے والے کی قسم۔**﴾ یعنی زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے پانی پر پھیلایا تاکہ زمین پر موجود جانداروں کے لئے اس پر زندگی گزارنا ممکن ہو۔ [3]

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی۔

﴿**وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ

1 ......خازن، الشّمس، تحت الآية: ٤، ٤/٣٨١-٣٨٢، تفسير كبير، الشّمس، تحت الآية: ٤، ١١/١٧٥، ملتقطاً.
2 ......روح البيان، الشّمس، تحت الآية: ٥، ١٠/٤٤٢.
3 ......روح البيان، الشّمس، تحت الآية: ٦، ١٠/٤٤٢، ملخصاً.

یہ ہے کہ جان کی اور اس کی قسم جس نے اسے ٹھیک بنایا اور اسے کثیر قوتیں عطا فرمائیں جیسے بولنے کی قوت، سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت اور فکر، خیال، علم، فہم سب کچھ عطا فرمایا پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی اور اچھائی برائی، نیکی اور گناہ سے اسے باخبر کر دیا اور نیک و بد کے بارے میں بتادیا۔[1]

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک دعا

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (تلاوت کرتے ہوئے) ان آیات "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۪ۙ(۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا" پر پہنچتے تو رک جاتے، پھر فرماتے "اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا" یعنی اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما، اس کو پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولیٰ ہے۔[2]

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ(۹) وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ؕ(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچا جس نے اُسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا: بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں چند چیزوں کی قسمیں ذکر کر کے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا کہ بیشک جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور بیشک جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔[3]

نفس کو برائیوں سے پاک کرنا کامیابی کا ذریعہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنا کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ اور اپنے نفس کو گناہوں

1......خازن، الشّمس، تحت الآیة: ۷-۸، ۴/۳۸۲.
2......معجم الکبیر، عمرو بن دینار عن ابن عباس، ۱۱/۸۷، الحدیث: ۱۱۱۹۱، روح البیان، الشّمس، تحت الآیة: ۸، ۱۰/۴۴۳.
3......جلالین مع صاوی، الشّمس، تحت الآیة: ۹-۱۰، ۶/۲۳۷۰.

میں چھپا دینا ناکامی کا سبب ہے اور نفس برائیوں سے اسی وقت پاک ہوسکتا ہے جب اللّٰہ تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی جائے اور اطاعت کرنے والوں کے بارے اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللّٰہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

لہٰذا جو شخص حقیقی کامیابی حاصل کرنا اور ناکامی سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اللّٰہ تعالٰی اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرکے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔ تو ان سے اللّٰہ کے رسول نے فرمایا اللّٰہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کردی۔ اور اس کے پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جس وقت ان کا سب سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ تو

1 ……النور: ۵۲.

2 ……احزاب: ۷۱.

اللّٰہ کے رسول نے ان سے فرمایا: اللّٰہ کی اونٹنی اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر ان کی بستی کو برابر کردیا۔ اور اسے ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا: قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کئی قسموں سے اطاعت گزار کی کامیابی اور نافرمان کی ناکامی کو بیان کیا گیا، اب یہاں اللّٰہ تعالٰی نے اپنے ایک رسول اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا ہے تاکہ کفارِ مکہ پر واضح ہوجائے کہ جس طرح حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ان کی قوم ہلاک کردی گئی تو اسی طرح رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے انہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 4 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے اپنے رسول حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس وقت جھٹلایا جب ان کا سب سے بڑا بدبخت آدمی قدار بن سالف ان سب کی مرضی سے اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو اللّٰہ تعالٰی کے رسول حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: تم اللّٰہ تعالٰی کی اونٹنی کے درپے ہونے سے بچو اور جو دن اس کے لئے پانی پینے کا مقرر ہے اس دن پانی نہ لو تاکہ تم پر عذاب نہ آئے۔ تو انہوں نے حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا، پھر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے، ان کے اس گناہ کے سبب تباہی ڈال کر اور ان کی بستی کو برابر کرکے سب کو ہلاک کردیا اور ان میں سے کوئی باقی نہ بچا اور اللّٰہ تعالٰی کو ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں جیسا بادشاہوں کو ہوتا ہے کیونکہ وہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ جو چاہے کرے اور کسی کو اس کے آگے دَم مارنے کی مجال نہیں۔ [1]

﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا: اور اسے ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔﴾ بعض مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان میں سے کسی کا خوف نہیں کہ عذاب نازل ہونے کے بعد وہ انہیں ایذا پہنچا سکے۔ [2]

1 ......صاوی، الشّمس، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۵، ۲۳۷۰/۶-۲۳۷۱، ابو سعود، الشّمس، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۵، ۸۷۵/۵-۸۷۶، خازن، الشّمس، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۵، ۳۸۲/۴-۳۸۳، ملتقطاً۔

2 ......خازن، الشّمس، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳۸۳/۴۔

سُوْرَةُ اللَّيْل

سورۂ لیل کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ لَیل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **21** آیتیں ہیں۔

''لَیل'' نام رکھنے کی وجہ

رات کو عربی میں لَیل کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ لَیل'' کہتے ہیں۔

سورۂ لَیل سے متعلق حدیث

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ظہر کی نماز میں '' **وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی** '' پڑھا کرتے تھے۔(1)

سورۂ لَیل کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انسان کے عمل اور آخرت میں اس کی جزاء کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں رات، دن اور مذکر و مؤنث کو پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کی قسم ذکر کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ اے لوگو! بیشک تمہارے اعمال جداگانہ ہیں کہ کوئی جنت کے لئے عمل کرتا ہے اور کوئی جہنم کے

---

(1)......سنن نسائی، کتاب الافتتاح، القراءة فی الرکعتین الاولیین من صلاة العصر، ص ١٧٠، الحدیث: ٩٧٧.

لئے عمل کرتا ہے۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے، ممنوع وحرام کاموں سے بچنے والے اور دینِ اسلام کو سچا ماننے والے کی فضیلت بیان کی گئی اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والے، ثواب اور آخرت سے بے پرواہ بننے والے اور دینِ اسلام کو جھٹلانے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے۔

(3)......یہ بتایا گیا کہ ہدایت دینا اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور وہی دنیا وآخرت کا مالک ہے۔

(4)......اللّٰہ تعالیٰ نے نارِ جہنم کے عذاب سے ڈرایا اور بتایا کہ یہ عذاب اسے ملے گا جس نے قرآنِ مجید اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں یہ بیان کیا گیا کہ جس نے کسی کا بدلہ اتارنے اور ریاکاری ونمائش کے طور پر مال خرچ نہیں کیا بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی حاصل کرنے کے ارادے سے مال خرچ کیا تو اِسے اُس آگ سے دور رکھا جائے گا اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کے بے پناہ انعامات پر خوش ہو جائے گا۔ ان آیات کا مِصداق حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

سورۂ شمس کے ساتھ مناسبت

سورۂ لیل کی اپنے سے ماقبل سورت ''شمس'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ شمس میں بتایا گیا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا اور اس سورت میں وہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے انسان کو کامیابی حاصل ہوتی ہے اور جن کی وجہ سے وہ ناکامی کا سامنا کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰۤى ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی جب چمکے۔ اور اس کی جس نے نرو مادہ بنائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔ اور دن کی جب وہ روشن ہو۔ اور مذکر اور مؤنث کو پیدا کرنے والے کی۔

﴿وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى: رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ رات کی قسم جب وہ جہان پر اپنی تاریکی سے چھا جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے رات کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ وہ ساری مخلوق کے سکون کا وقت ہے اور رات میں ہر جاندار اپنے ٹھکانے پر آتا ہے اور اس میں مخلوق حرکت و بے قراری سے پُرسکون ہوتی ہے اور ان پر نیند چھا جاتی ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے بدنوں کے لئے راحت اور ان کی اَرواح کے لئے غذا بنایا ہے اور اس وقت اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول بندے سچی نیاز مندی کے ساتھ مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔ (1)

﴿وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى: اور دن کی جب وہ روشن ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور دن کی قسم جب وہ چمکے اور رات کے اندھیرے کو دور کردے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے دن کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ وہ رات کی تاریکی دور ہونے کا، سونے والوں کے بیدار ہونے کا، جانداروں کے حرکت کرنے کا اور مَعاش کی طلب میں مشغول ہونے کا وقت ہے۔ (2)

رات اور دن، اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں

یاد رہے کہ رات اور دن اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں اور اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں، چنانچہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات

1 ……خازن، واللّيل، تحت الآية: ١، ٤/٣٨٣، تفسير كبير، اللّيل، تحت الآية: ١، ١١/١٨١، روح البيان، اللّيل، تحت الآية: ١، ١٠/٤٤٧، ملتقطاً.

2 ……مدارك، اللّيل، تحت الآية: ٢، ص١٣٥٤، تفسير كبير، اللّيل، تحت الآية: ٢، ١١/١٨١، ملتقطاً.

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (1)

بنائی تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو آنکھیں کھولنے والا بنایا بیشک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا کیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کردیا۔

اسی طرح رات کے بعد دن کا آنا اور دن کے بعد رات کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اگر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رہے تو مخلوق کے لئے اپنی معاشی ضروریات پورا کرنا ممکن نہ رہے گا اور اگر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رہے تو مخلوق کا چین، سکون اور راحت ختم ہو جائے گی۔ عقلمند لوگ اس میں بھی غور کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی بنادے تو اللہ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے گا تو کیا تم سنتے نہیں؟ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن ہی بنا دے تو اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات

1 ......یونس: ٦٧.
2 ......بنی اسرائیل: ١٢.
3 ......النور: ٤٤.

تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [1] لے آئے جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى: اور مذکر اور مؤنث کو پیدا کرنے والے کی۔﴾ یعنی اس عظیم قدرت والے قادر کی قسم! جو ایک ہی پانی سے مذکر اور مؤنث پیدا کرنے پر قادر ہے۔[2]

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰىؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰىۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰىۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىؕ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔ تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کردیں گے۔اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا۔اور سب سے اچھی کو جھٹلایا۔تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہاری کوشش ضرور مختلف قسم کی ہے۔تو بہرحال وہ جس نے دیا اور پرہیزگار بنا۔ اور سب سے اچھی راہ کو سچا مانا۔تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے۔اور رہا وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا۔اور سب سے اچھی راہ کو جھٹلایا۔تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے۔

﴿اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى: بیشک تمہاری کوشش ضرور مختلف قسم کی ہے۔﴾ شانِ نزول: اُمیہ بن خلف حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جو کہ اس کی غلامی میں تھے، دین سے مُنْحَرِف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا اور انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا۔ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں اور اس حال میں بھی ایمان کا کلمہ اُن کی زبان پر جاری ہے تو آپ رَضِیَ

1 ......قصص: ۷۱، ۷۲.

2 ......خازن، واللّیل، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۳۸۳.

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اُمیہ سے فرمایا ''اے بدنصیب! تو ایک خدا پرست پر ایسی سختیاں کر رہا ہے۔ اُس نے کہا: آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہے تو اسے خرید لیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے مہنگی قیمت پر اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللّٰه تعالیٰ نے رات، دن اور اپنی ذات کی قسم ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی کوشش اور اُمیہ کی کوشش مختلف ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اللّٰه تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور امیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔ [1]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ لکھتے ہیں: امام قفال رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ یہ سورت اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے مسلمانوں پر اپنا مال خرچ کرنے اور امیہ بن خلف کے بخل اور اللّٰه تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے البتہ اس کے معانی تمام لوگوں کو عام ہیں۔ [2] چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 6 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک تمہارے اعمال جداگانہ ہیں کہ کوئی اطاعت کر کے جنت کے لئے عمل کرتا ہے اور کوئی نافرمانی کر کے جہنم کے لئے عمل کرتا ہے تو وہ شخص جس نے اپنا مال راہِ خدا میں دیا اور اللّٰه تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور ممنوع و حرام چیزوں سے بچ کر پرہیزگار بنا اور سب سے اچھی اسلام کی راہ کو سچا مانا تو بہت جلد ہم اسے جنت کے لئے آسانی مہیا کر دیں گے اور اسے ایسی خصلت کی توفیق دیں گے جو اس کے لئے آسانی اور راحت کا سبب ہو اور وہ ایسے عمل کرے جن سے اس کا رب عَزَّوَجَلَّ راضی ہو، اور وہ شخص جس نے بخل کیا اور اپنا مال نیک کاموں میں خرچ نہ کیا اور اللّٰه تعالیٰ کے حق ادا نہ کئے اور ثواب اور آخرت کی نعمت سے بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی اسلام کی راہ کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے ایسی خصلت مہیا کر دیں گے جو اس کے لئے دشواری اور شدت کا سبب ہو اور اسے جہنم میں پہنچا دے۔ [3]

آیت '' اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰى '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

1 ......تفسیر بغوی، اللّیل، تحت الآیۃ: ٤، ٤/٤٦٢، روح البیان، اللّیل، تحت الآیۃ: ٢٠، ١٠/٤٥١، **خزائن العرفان، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۰، ص۱۱۰۷۔**

2 ......تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ اللّیل، ١١/١٨١.

3 ......جلالین، واللّیل، تحت الآیۃ: ٤-١٠، ص٥٠١، خازن، واللّیل، تحت الآیۃ: ٤-١٠، ٤/٣٨٣، مدارك، اللّیل، تحت الآیۃ: ٤-١٠، ص١٣٥٤، ملتقطاً.

(1)......حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ برحق مومن، صحابی اور بڑے متقی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کفار سے مختلف قرار دیا۔

(2)......تمام انسان یکساں نہیں ہیں بلکہ مومن اور کافر، متقی اور فاسق، دنیادار اور دیندار مختلف ہیں، ان کے اعمال اور ان کی کوششیں جداگانہ ہیں۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی کامیاب ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًاؕ لَا یَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى٘ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَ قِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے؟ یہ برابر نہیں ہیں۔ بہرحال جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں مہمانی کے طور پر رہنے کے باغات ہیں۔ اور وہ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے (کیا) ان کی زندگی اور موت برابر ہوگی؟ وہ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

1......حشر: ۲۰۔ 2......سجدہ: ۱۸۔۲۰۔ 3......جاثیہ: ۲۱۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘-اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا کردیں گے؟

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے، حرام کاموں سے بچنے اور دینِ اسلام کو سچا ماننے کے فضائل

آیت نمبر 5 اور 6 میں تین نیک کاموں کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا، (1) اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا، (2) ممنوع و حرام کاموں سے بچنا، (3) دینِ اسلام کو سچا ماننا۔ اس مناسبت سے یہاں ان نیک کاموں کے فضائل ملاحظہ ہوں، چنانچہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے حوالے سے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ-وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ-وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللّٰہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللّٰہ وسعت والا، علم والا ہے۔

اور ممنوع و حرام کاموں سے بچنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۙ-لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان

(1) ……ص:۲۸۔ (2) ……بقرہ:۲۶۱۔ (3) ……النساء:۳۱۔

الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰىۚ(۳۱) اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (1)

کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔ وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل (کی صورت میں) تھے تو تم خود اپنی جانوں کی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار رہا۔

اور دینِ اسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًاؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور وہ ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

1 ……نجم: ۳۱، ۳۲.
2 ……ال عمران: ۱۹.
3 ……النساء: ۱۲۵.
4 ……اعراف: ۱۵۷.

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(۵۴) وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرلو کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے، حرام و ناجائز اور ممنوع کاموں سے بچنے کی اور دینِ اسلام پر اِستقامت کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بخل کرنے، آخرت سے بے پرواہ بننے اور دینِ اسلام کو جھٹلانے کی وعیدیں

آیت نمبر 8 اور 9 میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والے، ثواب اور آخرت سے بے پرواہ بننے والے اور دینِ اسلام کو جھٹلانے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے۔ اس مناسبت سے یہاں ان برے کاموں سے متعلق چند وعیدیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

---

1 ......زمر: ۵۴، ۵۵.

2 ......سورۃ محمد: ۳۸.

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ-بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ-سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ثواب اور آخرت سے بے پرواہ بننے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤىۙ(۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰىؕ(۷) اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔ بیشک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ(۱۵) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ﳲ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اور دینِ اسلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور

1 ......اٰل عمران: ۱۸۰.

2 ......العلق: ۶-۸.

3 ......ھود: ۱۵، ۱۶.

مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (1)

دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُوَ يُدۡعٰۤى اِلَى الۡاِسۡلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے سے بچنے، اپنی آخرت کی پرواہ اور فکر کرنے اور دینِ اسلام کو مانتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰى ۚ ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَالۡاُوۡلٰى ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا مال اُسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب وہ ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اسے کام نہ آئے گا۔ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔

﴿وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى: اور جب ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اسے کام نہ آئے گا۔﴾ یعنی جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کر رہا ہے وہ جب مر کر قبر میں جائے گا یا جہنم کی گہرائی میں پہنچے گا تو اس کا مال اللہ

1 ......اٰل عمران: ۸۵۔

2 ......صف: ۷۔

تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں اسے کچھ کام نہ آئے گا۔[1]

﴿اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى: بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ہی ذمہ ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ حق اور باطل کی راہوں کو واضح کر دینا، حق پر دلائل قائم کرنا اور احکام بیان فرمانا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔[2]

دوسرا معنی یہ ہے کہ جو ہم سے ہدایت طلب کرے اور ہدایت طلب کرنے میں کوشش کرے تو اسے ہدایت دینا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا [3] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔[4]

﴿وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى: اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بے شک تم یہ بات جانتے ہو کہ آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور پتھروں اور دیگر چیزوں سے بنے ہوئے جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو وہ نہ آخرت کے مالک ہیں نہ دنیا کے مالک ہیں تو تم آخرت اور دنیا کے مالک کی عبادت چھوڑ کر اُن بتوں کی عبادت کیسے کرنے لگ گئے جو آخرت اور دنیا میں سے کسی چیز کے مالک نہیں حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم بھی ہے۔[5]

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور ہم ان میں سے جو چیز جسے چاہیں عطا کریں لہٰذا دنیا اور آخرت کی سعادتیں ہم سے ہی طلب کی جائیں۔[6]

دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری کے لئے دعا مانگنی چاہئے

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا کی بہتری کے لئے یا صرف آخرت کی بہتری کے لئے دعا نہیں مانگنی چاہئے

1 ......روح البیان، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۰/۴۴۹، مدارک، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۱، ص۱۳۵۴، ملتقطاً.

2 ......خازن، واللّیل، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۳۸۴، مدارک، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۳۵۴، ملتقطاً.

3 ......عنکبوت: ۶۹.

4 ......تاویلات اهل السنه، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۴۷۱.

5 ......تاویلات اهل السنه، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۳، ۵/۴۷۱.

6 ......تفسیر کبیر، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/۱۸۶.

بلکہ دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری کے لئے دعا مانگنی چاہئے، جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں کے لئے ان کے کمائے ہوئے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے ''رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ'' اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔[2]

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا جائز ہے

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے دین اور دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے دین اور دنیا کی بھلائیاں دے سکتے ہیں اور یہاں ہم صرف صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سیرت میں موجود اس کی بے شمار مثالوں میں سے چند مثالیں اِختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے دین یا دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا شرک ہرگز نہیں بلکہ یہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ

جب حضرت ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت میں ان کی رفاقت مانگی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں جنت میں اپنی رفاقت عطا کر دی۔[3]

1 ......بقرہ: ۲۰۰-۲۰۲.

2 ......بخاری، کتاب الدّعوات، باب قول النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃ، ۲۱۴/۴، الحدیث: ۶۳۸۹.

3 ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحثّ علیہ، ص۲۵۲، الحدیث: ۲۲۶(۴۸۹).

حضرت عکاشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بے حساب جنت میں جانے والوں میں شامل کردے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اے عکاشہ! تو انہی میں سے ہے۔ (1)

اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا آخرت کی بھلائی طلب کرنا تو اپنی جگہ، جب کھجور کے ایک تنے سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھے اس باغ میں لوٹادوں جہاں تُو تھا اور اگر تُو چاہے تو میں تجھے جنت میں بودوں تاکہ جنت میں تیرے پھل اللہ تعالیٰ کے اولیاء کھائیں اور اس نے عرض کی کہ: مجھے جنت میں لگادیں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں نے ایسا کردیا (یعنی تجھے جنت میں لگادیا)۔ (2)

غزوۂ خیبر کے موقع پر جب حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پنڈلی پر چوٹ لگ گئی اور وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی پنڈلی کو درست کردیا۔ (3)

اور مدینہ منورہ میں رہنے والوں نے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے قحط کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روضۂ انور کی چھت میں روشندان بنانے کا حکم دیا اور جب روشندان بنایا گیا تو اس قدر بارش برسی کہ گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے تازے ہوگئے۔ (4)

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اُس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔ نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

---

1 ……مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة...الخ، ص۱۳۷، الحدیث: ۳۷٤(۲۲۰).

2 ……سنن دارمی، المقدمة، باب ما اکرم اللّٰه النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم بحنین المنبر، ۱/۲۹، الحدیث: ۳۲.

3 ……بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ۳/۸۳، الحدیث: ٤۲۰٦.

4 ……سنن دارمی، المقدمة، باب ما اکرم اللّٰه تعالی نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم بعد موته، ۱/۵٦، الحدیث: ۹۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میں تمہیں اس آگ سے ڈرا چکا جو بھڑک رہی ہے۔ اس میں بڑا بدبخت ہی داخل ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى: تو میں تمہیں اس آگ سے ڈرا چکا جو بھڑک رہی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! میں تمہیں اِس قرآن کے ذریعے اُس آگ سے ڈراتا ہوں جو بھڑک رہی ہے، اس میں بڑا بدبخت ہی ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر داخل ہوگا اور بڑا بدبخت وہ ہے جس نے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے اس نے منہ پھیرا۔[1]

وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت جلد اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عنقریب سب سے بڑے پرہیزگار کو اس آگ سے دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اسے پاکیزگی ملے۔

﴿وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى: اور عنقریب سب سے بڑے پرہیزگار کو اس آگ سے دور رکھا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اور سب سے بڑے پرہیزگار کو اس بھڑکتی آگ سے دور رکھا جائے گا اور سب سے بڑا پرہیزگار وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال ریاکاری اور نمائش کے طور پر خرچ نہیں کرتا بلکہ اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ اسے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی ملے۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل

امام علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے

1 ......روح البيان، الّليل، تحت الآية: ١٤-١٦، ١٠/٤٥٠، مدارك، الّليل، تحت الآية: ١٤-١٦، ص١٣٥٥، جلالين، الّليل، تحت الآية: ١٤-١٦، ص٥٠١، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الّليل، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١٣٥٥.

پرہیزگار سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ (1)

اس سے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے 6 فضائل معلوم ہوئے،

(1)......دنیا میں ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا۔

(2)......انہیں جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا۔

(3)......جہنم سے دور رکھے جانے میں ان کے لئے جنتی ہونے کی بشارت ہے۔

(4)......سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت میں سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

(5)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے تمام صدقات وخیرات قبول ہیں۔

(6)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہر صدقے میں اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے جس کی گواہی ربِ تعالیٰ دے رہا ہے۔

نوٹ: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی افضلیّت سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیسویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے رسالہ ''اَلزُّلَالُ الْاَنْقٰی مِنْ بَحْرِ سَبْقَۃِ الْاَتْقٰی'' (حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی افضلیّت کا بیان) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

❶......خازن، واللّیل، تحت الآیۃ: ۱۹، ۴/۳۸۴۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جانا ہو۔ صرف اپنے سب سے بلند شان والے رب کی رضا تلاش کرنے کے لئے۔ اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جانا ہو۔﴾ شانِ نزول: جب حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ حضرتِ صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو اُنہوں نے اتنی مہنگی قیمت دے کر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فعل محض اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ اُن پر حضرتِ بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔[1]

یاد رہے کہ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کو اُن کے اسلام کی وجہ سے خرید کر آزاد کیا جیسے حضرت عامر بن فُہیرہ، حضرت اُمِّ عُمیس اور حضرت زہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ۔

﴿وَلَسَوْفَ یَرْضٰى: اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا۔﴾ یعنی بیشک قریب ہے کہ وہ اُس نعمت و کرم سے خوش ہو جائے گا جو اللّٰہ تعالیٰ ان کو جنت میں عطا فرمائے گا۔[2]

اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مقام

اس سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان اور اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

---

1 ......خازن، والّیل، تحت الآیۃ: ۱۹-۲۰، ۴/۳۸۵.

2 ......خازن، والّیل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۴/۳۸۵.

3 ......والضحی: ۵.

اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے فرمایا:

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہوجائے گا۔

طرزِ کلام دونوں مقبولوں سے یکساں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔[1]

[1]...... حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مبارک سیرت کے بارے میں جاننے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''عاشقِ اکبر'' اور المدینۃ العلمیہ کی کتاب ''فیضانِ صدیق اکبر'' کا مطالعہ فرمائیں۔

سُوْرَةُ الضُّحٰى

سورۂ وَالضُّحٰى کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ **وَالضُّحٰى** مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **11** آیتیں ہیں۔

''وَالضُّحٰى'' نام رکھنے کی وجہ

چاشت کے وقت کو عربی میں ''ضُحٰی'' کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاشت کے وقت کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ **وَالضُّحٰى**'' کہتے ہیں۔

سورۂ وَالضُّحٰى کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شخصیت کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے چڑھتے دن اور رات کی قَسم ذکر کر کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کئے گئے کفار کے اعتراض کا جواب دیا۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ آپ کے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بچپن میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعامات فرمائے وہ بیان کئے گئے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں یتیم پر سختی کرنے اور سائل کو جھڑکنے سے منع کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ لَیل کے ساتھ مناسبت

سورۂ وَالضُّحٰی کی اپنے سے ماقبل سورت ''لَیل'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ لَیل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر کفار کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چاشت کی قسم۔ اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: چڑھتے دن کے وقت کی قسم۔ اور رات کی جب وہ ڈھانپ دے۔

﴿وَالضُّحٰى: چڑھتے دن کے وقت کی قسم۔﴾ اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفار نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو اُن کے رب عَزَّوَجَلَّ نے چھوڑ دیا اور ناپسند جانا ہے، اس پر سورۂ وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''ضُحٰی'' سے وہ وقت مراد ہے جس وقت سورج بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَام کو اپنے کلام سے مشرف کیا اور اسی وقت جادوگر سجدے میں گرے، اور بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ''ضُحٰی'' سے پورا دن مراد ہے۔(1)

چاشت کی نماز کے 3 فضائل

اس آیت میں چاشت کا ذکر ہے اس مناسبت سے یہاں چاشت کی نماز کے 3 فضائل ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اَللہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔(2)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔(3)

(3)......حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں وہ غافل لوگوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار رکعت پڑھے گا وہ عبادت گزار لوگوں میں لکھا جائے گا اور جو چھ رکعت پڑھے گا اس دن (اللہ تعالٰی کی طرف سے) اُس کی کفایت کی جائے گی اور جو آٹھ رکعت پڑھے تو اللہ تعالٰی اسے فرمانبردار لوگوں میں لکھے گا اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اللہ تعالٰی اُس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات ایسا نہیں جس میں اللہ تعالٰی بندوں پر احسان اور صدقہ نہ کرے اور اس بندے سے بڑھ کر کسی پر (اللہ تعالٰی نے) احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔(4)

چاشت کی نماز سے متعلق دو شرعی مسائل

یہاں چاشت کی نماز سے متعلق دو شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں،

1 ......تفسیر بغوی، الضّحی، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۶۵، مدارک، الضّحی، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۳۵۶، ملتقطاً.

2 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضّحی... الخ، ص۳۶۳، الحدیث: ۸۴(۷۲۰).

3 ......ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی صلاۃ الضّحی، ۲/۱۷، الحدیث: ۴۷۲.

4 ......الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، الترغیب فی صلاۃ الضّحی، ۱/۳۱۸، الحدیث: ۱۰۱۱.

(1)......چاشت کی نماز مُستحب ہے اور اس کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

(2)......اس کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال یعنی نصفُ النّہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔[1]

﴿ **وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰى**: اور رات کی جب وہ ڈھانپ دے۔﴾ یعنی رات کی قسم جب وہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو ڈھانپ دے۔ امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں **اللّٰہ** تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام فرمایا اور رات سے معراج کی رات مراد ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے جمالِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نور کی طرف اشارہ ہے اور رات سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عنبرین گیسو کی طرف اشارہ ہے۔[2] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا۔

﴿ **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى**: تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا۔﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''(کفار کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے) حق جَلَّ وَعَلَا نے فرمایا: ''**وَ الضُّحٰى ﴿۱﴾ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰى**'' قسم ہے دن چڑھے کی، اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے، یا قسم اے محبوب! تیرے روئے روشن کی، اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے ''**مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى**'' نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔'' اور یہ اَشقیاء (بدبخت) بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر (یعنی رحمت) ہے، اس مہر

---

1 ......بہار شریعت، حصہ چہارم، ۱/۶۷۵-۶۷۶۔

2 ......روح البیان، الضحی، تحت الآیۃ: ۲، ۱۰/۴۵۳۔

(یعنی رحمت) ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں، اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں، مگر یہ خبر نہیں کہ ’’ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ‘‘ بے شک آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔‘‘ وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں، نہ کسی بشر یا ملک کے خطرے میں آئیں، جن کا اِجمال یہ ہے ’’ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ‘‘ قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔‘‘ اس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو (اے پیارے حبیب!) تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے اَحوال انہوں نے نہ دیکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظرِ عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے، ’’ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾ وَ وَجَدَكَ عَآىٕلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ‘‘ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ اور تمہیں حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔ تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔ اور منگتا کو نہ جھڑکو۔ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (1)

کفار کے اعتراض سے معلوم ہوا کہ کفار اس بات کو جان گئے تھے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ اگر انہیں یہ بات معلوم نہ ہوتی تو وہ اس طرح کا اعتراض نہ کرتے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی طرف سے بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا ہے کیونکہ اگر قرآنِ مجید نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی طرف سے بنایا ہوا کلام ہوتا تو آپ کا کلام مسلسل جاری رہتا اور اس میں وقفہ نہ آتا اور اس طرح کفار کو یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے چھوڑ دیا اور ناپسند کیا ہے۔

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾

1 ...... فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۶۵-۱۶۶، ملخصاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

﴿ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى: اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔﴾ مفسرین نے اس آیت کا ایک معنی یہ بیان کیا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک تمارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود، حوضِ کوثر اور وہ بھلائی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تمام اَنبیاء ورُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر مُقدّم ہونا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت کا تمام اُمتوں پر گواہ ہونا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

نیز مفسرین نے اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے اَحوال آپ کے لئے گزشتہ سے بہتر و برتر ہیں گویا کہ حق تعالٰی کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ہر آنے والی گھڑی میں آپ کے مَراتب ترقیوں میں رہیں گے۔ (1)

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک قریب ہے کہ آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

(1)......مدارك، الضّحی، تحت الآية: ٤، ص١٣٥٦، تفسير كبير، الضّحی، تحت الآية: ٤، ١١/١٩٣، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ وعدۂ کریمہ اُن نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے کمالِ نفس، اَوّلین و آخرین کے علوم، ظہورِ اَمر، دین کی سربلندی اور وہ فتوحات جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد مبارک میں ہوئیں اور جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے زمانے میں ہوئیں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت کا عام ہونا، اسلام کا مشرق و مغرب میں پھیل جانا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمت کا تمام امتوں سے بہترین ہونا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ کرامات و کمالات جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور یہ وعدہ آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شفاعتِ عامہ و خاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔ (1)

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا پڑھی:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ-فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ-وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی یہ دعا پڑھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ-وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔

---

1 ...... روح البیان، الضّحی، تحت الآیۃ: ٥، ١٠/٤٥٥، خازن، الضّحی، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٣٨٦، ملتقطاً.

2 ...... ابراهیم: ٣٦.

3 ...... مائده: ١١٨.

تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دونوں دستِ مبارک اُٹھا کر اُمت کے حق میں رو کر دُعا فرمائی اور عرض کیا ''اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ'' اے اللہ میری امت میری امت۔ اللہ تعالٰی نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جاؤ۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہے؟ حضرت جبریل نے حکم کے مطابق حاضر ہو کر دریافت کیا تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں تمام حال بتایا اور غمِ اُمت کا اظہار کیا۔ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کے قلب مبارک کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔ [1]

ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ [2]

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''آیتِ کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالٰی وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور اَحادیثِ شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ اُمت بخش دیئے جائیں تو آیت واَحادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی شفاعت مقبول اور حسبِ مرضیٔ مبارک گنہگارانِ اُمت بخشے جائیں گے۔ سُبْحَانَ اللہ! کیا رتبۂ عُلیا ہے کہ جس پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے کے لئے تمام مُقَرَّبین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اُٹھاتے ہیں وہ اس حبیبِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ [3]

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالَم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ... الخ، ص ۱۳۰، الحدیث: ۳۴۶(۲۰۲).

2 ......مدارك، الضحی، تحت الآیۃ: ۵، ص ۱۳۵٦.

3 ......خزائن العرفان، الضّحٰی، تحت الآیۃ: ۵، ص ۱۱۰۹۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى۪ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى: کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔﴾ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے بَطن میں تھے اور حمل شریف دو ماہ کا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے والد صاحب نے مدینہ شریف میں وفات پائی اور نہ کچھ مال چھوڑا نہ کوئی جگہ چھوڑی، ان کی وفات کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کی ذمہ داری آپ کے دادا عبد المُطّلب نے سنبھالی، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی اور جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دادا عبد المُطّلب نے بھی وفات پائی، اُنہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابو طالب کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت ونگرانی کی وصیت کی جو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حقیقی چچا تھا، ابو طالب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں سرگرم رہا یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے نبوت کا اعلان فرمایا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ یتیم کا مطلب ہے یکتا و بے نظیر، جیسے کہا جاتا ہے ''دُرِّ یتیم'' اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عزت و شرافت میں یکتا و بے نظیر پایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مقامِ قرب میں جگہ دی اور اپنی حفاظت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے اندر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پرورش فرمائی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت و رسالت اور اپنا چنا ہوا بندہ ہونے کے ساتھ مشرف کیا۔[1]

---

1 ......خازن، الضّحی، تحت الآیة: ۶، ۳۸۶/۴، جمل، الضّحی، تحت الآیة: ۶، ۳۴۷/۸، روح البیان، الضّحی، تحت الآیة: ۶، ۴۵۶/۱۰-۴۵۷، ملتقطاً.

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

﴿وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى: اور اس نے تمہیں اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی اور غیب کے اَسرار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کھول دیئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ما کان وما یکون کے علوم عطا کئے اور اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی خبر بھی نہیں رکھتے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آپ کی ذات وصفات اور مَراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب اَنبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت سے پہلے بھی اور نبوت سے بعد بھی شرک، کفر اور تمام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صفات کی ہمیشہ سے معرفت رکھتے ہیں۔ (1)

وَ وَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

---

1 ......خازن، الضحی، تحت الآیۃ: ۷، ۳۸۶/۴-۳۸۷، خزائن العرفان، الضحی، تحت الآیۃ: ۷، ص۱۱۰۹۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے تمہیں حاجت مند پایا تو غنی کردیا۔

﴿وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى: اور اس نے تمہیں حاجت مند پایا تو غنی کردیا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاجت مند پایا تو حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مال (پھر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مال، پھر حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مال) اور پھر غنیمت کے مال کے ذریعے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غنی کردیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاجت مند پایا تو قناعت کی دولت عطا فرما کر غنی کردیا۔ [1]

تین خوش نصیب حضرات

اس آیت کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

حقیقی طور پر مالدار کون ہے؟

آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر مالدار وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت سے نوازا ہے۔ یہاں اسی سے متعلق دو اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مالداری کثرتِ مال سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقی مالداری نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔‘‘ [2]

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اسلام قبول کیا اور جسے ضرورت کے مطابق روزی دی گئی اور جسے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں پر قناعت کرنے والا بنا دیا جو اسے دی گئی ہیں تو اس نے کامیابی حاصل کرلی۔‘‘ [3]

---

1 ......خازن، الضحی، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۳۸۷.

2 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۴/۲۳۳، الحدیث: ۶۴۴۶.

3 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ص۵۲۴، الحدیث: ۱۲۵(۱۰۵۴).

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قناعت کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے، امین۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْؕ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۔

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ: تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۔﴾ دورِ جاہلیّت میں یتیموں کے بارے میں اہلِ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ان کے مالوں پر قبضہ کر لیتے، ان پر دباؤ ڈالتے اور ان کے حقوق کے معاملے میں ان کے ساتھ زیادتی کیا کرتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ فرمائیے گا۔ (1)

یتیموں سے متعلق دینِ اسلام کا اعزاز

دینِ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے یتیموں کے حقوق واضح کئے، ان کے چھینے ہوئے حق انہیں واپس دلائے اور عرصۂ دراز سے یتیموں پر جاری ظلم وستم کا خاتمہ کیا۔ یتیموں کے بارے میں دینِ اسلام نے مسلمانوں کو کیسی عمدہ تعلیم دی ہے اس کی کچھ جھلک ملاحظہ ہو۔

(1)......یتیموں کے مال کے بارے میں حکم، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا(۵) وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْۚ وَ لَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان

(1)......خازن، الضحی، تحت الآیة: ۹، ۴/۳۸۷.

تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا [1]

کے مال ان کے حوالے کردواوران کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہوتو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کروتو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملاکر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جوظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

(2)......یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں حکم: چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں وہ بہت اچھا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور وہ بہت برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ [4]

(3)......یتیم کی کفالت کرنے کی ترغیب: چنانچہ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں اور یتیم کو پالنے والا (وہ یتیم خواہ اپنا ہو یا غیر کا) جنت میں اس طرح ہوں

1 ......النساء: ۵، ۶۔

2 ......النساء: ۲۔

3 ......النساء: ۱۰۔

4 ......ابن ماجه، كتاب الادب، باب حق اليتيم، ۴/۱۹۳، الحديث: ۳۶۷۹۔

گے (یہ فرما کر) آپ نے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی۔[1]

سرِ دست یتیموں کے بارے میں اسلام کی یہ تین تعلیمات ذکر کی ہیں اور یتیموں کے متعلق اسلام کے مزید احکامات جاننے کے لئے سورۂ نساء کی ابتدائی آیات کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْؕ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔

﴿وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ: اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کے درِ دولت پر کوئی سوالی آ کر کچھ مانگے تو اسے کسی بھی صورت جھڑکنا نہیں بلکہ اسے کچھ دے دیں یا حسنِ اَخلاق اور نرمی کے ساتھ اس کے سامنے نہ دینے کا عذر بیان کر دیں۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ رحیم ہو | سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے

اور فرماتے ہیں:

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے | سرکار میں نہ ''لا'' ہے نہ حاجت ''اگر'' کی ہے

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس شان کی کچھ جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ

(1)......غارِ ثور میں حضرت صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر زہر کا اثر دور کر دیا۔

---

1 ......بخاري، كتاب الطلاق، باب اللعان، ٤٩٧/٣، الحديث: ٥٣٠٤.

2 ......خازن، الضحى، تحت الآية: ١٠، ٣٨٨/٤، مدارك، الضحى، تحت الآية: ١٠، ص١٣٥٧، ملتقطاً.

(2)......غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت معوذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا کٹا ہوا بازو لے کے حاضر ہوئے تو سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دَہَنِ اَقدس سے مبارک لعاب لگا کر اسے جوڑ دیا۔

(3)......غزوۂ اُحد میں تیر لگنے سے حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ نکل گئی اور وہ اپنی نکلی ہوئی آنکھ لے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو گئے تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لعابِ دہن لگا کر ان کی آنکھ کو درست کر دیا۔

(4)......غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے آشوبِ چشم کی شکایت کی تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر ان کی بیماری دور کر دی۔

(5)......اسی غزوہ کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی زخمی پنڈلی لے کر حاضر ہوئے تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے لعابِ دہن سے اسے درست کر دیا۔

(6)......حضرت عبد اللّٰہ بن عتیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا دستِ اَقدس پھیر کر ان کی ٹانگ کو درست کر دیا۔

(7)......ایک موقع پر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے پانی ختم ہو جانے پر فریاد کی تو انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے۔

یہ تو دُنْیَوی عطاؤں کی چند مثالیں بیان کی ہیں اور اب اُخروی عطا کے بارے میں سنئے، چنانچہ

(8)......حضرت ربیعہ اور حضرت عکاشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے جنت مانگی تو اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں جنت دے دی۔

(9)......کھجور کے ایک تنے نے عرض کی کہ مجھے جنت میں بو دیا جائے تو سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے جنت میں بو دیا۔

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں صرف انسان ہی فریاد نہیں کرتے تھے بلکہ جانور بھی اپنی فریادیں عرض کر کے اپنی دادرسی کرواتے تھے، چنانچہ

(10)......ایک اونٹ نے کام زیادہ ہونے اور چارہ کم ہونے کی فریاد کی تو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

نے اس کی دادرسی کر دی۔

(11)......ایک شکاری کی قید میں موجود ہرنی نے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے جانے کی اِلتجاء کی تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی اِلتجاء پوری کر دی۔

الغرض دو عالَم کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سوال کر کے اپنی منہ مانگی مرادیں پانے والوں کی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ اگر ان سب کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اور فرماتے ہیں:

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سائل سے طالبِ علم مراد ہے لہٰذا اس کا اِکرام کرنا چاہیے اور جو اس کی حاجت ہو اسے پورا کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ تُرش روئی اور بد خُلقی سے نہیں پیش آنا چاہئے۔[1]

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔﴾ یہاں نعمت سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمائیں اور وہ نعمتیں بھی مراد ہیں جن کا اللّٰہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے وعدہ فرمایا ہے اور نعمتوں کا چرچا کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کو بیان کرنا شکر

1 ......خازن، الضحی، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۳۸۸۔

گزاری ہے۔[1]

آیت ’’ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......مسلمانوں کو اپنی صورت وسیرت اسلامی رکھنی چاہیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت یعنی اسلام کا اظہار ہے۔

(2)......میلاد شریف، گیارہویں شریف اور بزرگانِ دین کا عرس منانا بہترین اعمال ہیں کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور میلاد وعرس میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا چرچا ہے۔

(3)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت گوئی بہترین عبادت ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک اوصاف ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کی بلندی سے امت کی شان بھی بلند ہوتی ہے تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف وکمالات کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا کرنا ہے۔

---

1 ......روح البيان، الضحى، تحت الآية: ١١، ١٠/٤٥٩.

سُوْرَۃُ الم نشرح

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **8** آیتیں ہیں۔

”اَلَمْ نَشْرَحْ“ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کے تین نام ہیں **(1)** سورۂ شرح۔ **(2)** سورۂ اِنشراح۔ **(3)** سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، اور یہ تینوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شخصیت اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ مبارکہ پر کلام کیا گیا ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا کی گئی نعمتیں بیان کی گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر ہدایت، معرفت، نصیحت، نبوت اور علم وحکمت کے لئے آپ کے سینۂ اَقدس کو کشادہ اور وسیع کر دیا اور شفاعت قبول کئے جانے والا بنا کر آپ کے اوپر سے امت کے گناہوں کے غم کا وہ بوجھ دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑی تھی اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(2)......مشکلات ومَصائب کے بعد آسانیاں عطا کرنے کا وعدہ فرمایا گیا۔

(3)......اس سورت کے آخر میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخرت کے لئے دعا

---

[1]......خازن، تفسیر سورۃ الم نشرح، ٤/٣٨٨.

کرنے اور اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔

نوٹ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس سورۂ مبارکہ کی 445 صفحات پر مشتمل ایک تفسیر لکھی ہے جس کا عربی نام ''اَلْکَلَامُ الْاَوْضَحُ فِیْ تَفْسِیْرِ اَلَمْ نَشْرَحْ'' اور اردو نام ''انوارِ جمال مصطفٰی'' ہے۔ 8 آیات پر مشتمل اس سورت کی 445 صفحات تک پھیلی ہوئی اُس تفسیر کو پڑھ کر قرآنِ پاک کی جامعیّت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔(1)

سورۂ وَالضُّحٰی کے ساتھ مناسبت

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کی اپنے سے ماقبل سورت ''وَالضُّحٰی'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں بیان فرمائی ہیں جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمائی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے تمہارے لئے سینہ کشادہ نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ: کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟ ﴾ اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے

(1) ...... یہ کتاب ''انوارِ جمال مصطفٰی'' کے نام سے شبیر برادرز سے اور ''الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح'' کے نام سے ضیاء الدین پبلیکیشنز سے طبع ہو چکی ہے۔

کہ ایک روز سرورِعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، تو نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل ہونے کا شرف عطا فرمایا، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے سرفراز کیا، حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند مکان جنت تک رسائی دی، پہاڑوں اور لوہے کو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرمانبردار کر دیا، جِنّات، انسان اور تمام حیوانات حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تابع کر دیئے، تو مجھے کس شرف اور کرامت سے خاص فرمایا ہے؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں گویا کہ ارشاد فرمایا گیا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کی خاطر ہم نے آپ کا سینہ علم وحکمت اور معرفت کے نور سے کھول دیا تاکہ مُناجات کی لذّت، امت کا غم، اپنی بارگاہ میں حاضری کا ذوق اور آخرت کے گھر کا شوق آپ کے دل میں سما جائے، آسمانی وحی کو اٹھانا آپ کے دل پر آسان ہو جائے، اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رغبت دینے کی تبلیغ کرنے پر آنے والے مَصائب کو برداشت کر سکے اور ان خوبیوں اور کرامتوں کی بدولت آپ کو وہ مقام حاصل ہو کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خلیل ہونے کو اس سے کچھ نسبت نہ رہے اور اگر ہم نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف عطا کیا اور حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بلند مکان تک رسائی عطا کی ہے تو آپ کو اس غم سے نجات دی جو آپ کی پُشت پر بہت بھاری تھا اور آپ کو لامکاں میں بلا کر اپنے دیدار سے مشرف کیا یہاں تک کہ ہم میں اور آپ میں (ہماری شایانِ شان) دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور آسمانوں کی پوری سلطنت میں آپ کی قربت اور منزلت کا شہرہ ہو گیا۔ اگر ہم نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دنیا کی چند چیزوں پر حکومت بخشی ہے تو آپ کو عالَمِ عُلْوِی یعنی آسمانوں پر قدرت دی ہے کہ وہاں کے فرشتے خادموں کی طرح آپ کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں اور آپ کے سپاہیوں کی طرح آپ کے دشمنوں سے لڑتے ہیں اور آسمانوں میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپ کی نبوت و رسالت سے واقف نہ ہو اور آپ کے حکم سے اِنحراف کرے۔(1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1)……روح البیان، الم نشرح، تحت الآیة: ۱، ۱۰/٤٦٥، الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، ص۱۴، ملتقطاً۔

اصالتِ کُل، امامتِ کل، سیادتِ کل، امارتِ کل	حکومتِ کل، ولایتِ کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے
فرشتے خِدَم رسول حَشَم تمامِ امم غُلامِ کرم	وجود وعدم حدوث وقِدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
یہ طور کجا سپہر تو کیا کہ عرشِ عُلا بھی دور رہا	جہت سے وراوصال ملا یہ رفعتِ شاں تمہارے لئے

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی خاطر آپ کے سینۂ اقدس کو ہدایت، معرفت، نصیحت، نبوت اور علم وحکمت کے لئے کشادہ اور وسیع کر دیا یہاں تک کہ عالَمِ غیب اور عالَمِ شہادت اس کی وسعت میں سما گئے اور جسمانی تعلقات روحانی اَنوار کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علومِ لدُنّیہ، حِکَمِ الٰہیہ، معارفِ ربّانیہ اور حقائقِ رحمانیہ آپ کے سینۂ پاک میں جلوہ نُما ہوئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ظاہری طور پر سینۂ مبارک کا کھلنا مراد ہے۔ اَحادیث میں مذکور ہے کہ ظاہری طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سینۂ مبارک کا کھلنا بھی بار ہا ہوا، جیسے عمر مبارک کی ابتداء میں سینۂ اَقدس کھلا، نزولِ وحی کی ابتداء کے وقت اور شبِ معراج سینہ مبارک کھلا اور اس کی شکل یہ تھی کہ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے سینۂ پاک کو چاک کر کے قلب مبارک نکالا اور زریں طشت میں آبِ زمزم سے غسل دیا اور نور وحکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ (1)

آیت '' اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ '' سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......دنیا کی حقارت اور آخرت کے کمال کے علم سے سینے کا کھل جانا اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللّٰہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ، بہت ہی تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ زبردستی

1 ......خزائن العرفان، الم نشرح، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۱۱۰، خازن، الم نشرح، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۸۸، روح البیان، الم نشرح، تحت الآیۃ: ۱، ۱۰/۴۶۱-۴۶۲، ملتقطاً۔

2 ......انعام: ۱۲۵۔

آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اس کھولنے سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’اس سے مراد وہ نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کا دل کھل جاتا ہے۔ عرض کی گئی: کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ ارشاد فرمایا: ’’ہاں، (اس کی تین علامتیں ہیں) **(1)** آخرت کی طرف رغبت **(2)** دنیا سے نفرت، اور **(3)** موت سے پہلے آخرت کی تیاری۔ [1]

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالیٰ کے ایسے حبیب ہیں کہ **اللہ** تعالیٰ نے بن مانگے ان کا مقدس سینہ ہدایت اور معرفت کے لئے کھول کر انہیں یہ نعمت عطا کر دی۔

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہارے اوپر سے تمہارا بوجھ اتار دیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

﴿ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ: اور ہم نے تمہارے اوپر سے تمہارا بوجھ اتار دیا۔﴾ اس بوجھ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے وہ غم مراد ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رہتا تھا۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ اس بوجھ سے اُمت کے گناہوں کا غم مراد ہے جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کو شفاعت قبول کئے جانے والا بنا کر غم کا وہ بوجھ دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی۔ [2]

---

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، ما ذکر عن نبیّنا صلی اللّٰه علیه وسلم فی الزهد، ۱۲٦/۸، الحدیث: ۱٤.

2 ......تفسیر کبیر، الم نشرح، تحت الآیة ۲-۳، ۲۰۷/۱۱-۲۰۸، خازن، الم نشرح، تحت الآیة ۲-۳، ۳۸۸/٤-۳۸۹، خزائن العرفان، الم نشرح، تحت الآیۃ: ۳، ص۱۱۱۰، ملتقطاً۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا غمِ اُمّت

کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کتنا غم ہوتا تھا اِس کا اندازہ اُس آیت سے لگایا جاسکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ہو سکتا ہے کہ تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کو ختم کردو۔

اور امت کے بارے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کیا حال تھا اِس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اور اس حدیث سے بھی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآنِ پاک میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس قول کی تلاوت فرمائی:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو جو میرے پیچھے چلے تو بیشک وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ قول ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے

1 ......کھف:٦.

2 ......توبہ:١٢٨.

3 ......ابراھیم:٣٦.

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [1] بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔

تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر گریہ طاری ہو گیا اور اپنے دستِ اَقدس اٹھا کر دعا کی ''اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے فرمایا ''اے جبریل! میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جاؤ، تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو کہ انہیں کیا چیز رُلا رہی ہے۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا تو انہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی عرض معروض کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے فرمایا: تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ''اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ'' آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو غمگین نہ کریں گے۔ [2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جانِ برادر! تو نے کبھی سنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفتِ صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں (یعنی ناراض) ہو اور اس کی مَحو (یعنی ختم کرنے) کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان وکانِ احسان، جس کے جمالِ جہاں آراء کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامۂ قدرت (یعنی تقدیر کے قلم) نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا، کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالَم کا بار اٹھالیا، کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں مُنْہَمِک اور لَہْو ولعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب و روز گریاں و مَلول۔

شب، کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے مَوقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست خوابِ ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی (چادر) میں دراز،

1 ......المائدہ: ۱۱۸۔

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامّتہ... الخ، ص ۱۳۰، الحدیث: ۳۴۶ (۲۰۲)۔

ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت وآسائش کو چھوڑ، خواب وآرام سے منہ موڑ، جبینِ نیاز آستانۂ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما، اور ان کے تمام جسموں کو آتشِ دوزخ سے بچا۔

جب وہ جانِ راحت کانِ رأفت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا، آہستہ آہستہ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملکِ قہار کا سامنا، عالَم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ کچھ جواب نہ پائیں گے۔ اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سرِ اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہو کر ''يَا رَبِّ اُمَّتِيْ'' فرمائیں گے۔ (تو ایسے محبوب، غم خوار اور غمگسار آقا کی سچی فضیلتوں کو مٹانا اور دن رات ان کے اوصاف کی نفی کی فکر میں رہنا اور ان کی اطاعت سے منہ موڑنا اور ان کی نافرمانی پر کمر بستہ ہونا کتنی بڑی ناانصافی ہے)۔[1]

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ: اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ ﴾ مفسرین نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ذکر بلند ہونے کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(1)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا مخلوق پر لازم کر دیا ہے حتّٰی کہ کسی کا اللّٰہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کی

[1]......فتاوی رضویہ، ۳۰/۷۱۶-۷۱۷۔

وحدانیت کا اقرار کرنا اور اس کی عبادت کرنا اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لے آئے اور ان کی اطاعت نہ کرنے لگے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [1]

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرے، ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بے کار ہے اور وہ کافر ہی رہے گا۔

(2)......حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اذان میں، اقامت میں، نماز میں، تشہد میں، خطبے میں اور کثیر مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے اس آیت کے بارے میں دریافت فرمایا تو اُنہوں نے عرض کی: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔

اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا، ہر خطیب اور ہر تشہد پڑھنے والا ''اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے ساتھ ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پکارتا ہے۔

---

1 ......النساء: ۸۰۔

2 ......النساء: ٦٥۔

(3)……رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی طرف ان کے نام کی نسبت کی ہے اور نبوت ورسالت کے وصف کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کیا جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ان کے اَسماء کے ساتھ کیا ہے۔

(4)……سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ [1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت سے متعلق فرماتے ہیں: یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نامِ نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے مَنابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار واَحجار، آہُو وسوسمار (یعنی ہرن اور گوہ) ودیگر جاندار واطفالِ شیر خوار ومعبودانِ کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبان فصیح وبیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اَکنافِ عالَم میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا غلغلہ ہوگا، جز (سوائے) اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا، مسبحانِ ملاءِ اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح وتقدیس میں مصروف کروں گا اُدھر تمہارے محمود، درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش وکرسی ہفت اوراقِ سدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولُوا الْعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح وستائش اور جمالِ صورت وکمالِ سیرت ایسی تشریح وتوضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالَم اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مُطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار

[1]……تاویلات اهل السنه، الشرح، تحت الآية: ٤، ٥/٤٨٢، تفسير بغوى، الشرح، تحت الآية: ٤، ٤/٤٦٩، ملتقطاً.

اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اوران کی خوبی روز بروز مترقی رہی۔ (1)

رفعتِ ذکر ہے تیرا حصّہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح وثنا کرتے ہیں

اورفرماتے ہیں:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

مِٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللّٰہ تعالیٰ تیرا

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا: تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو شدت اورسختی آپ کفار کے مقابلے میں برداشت فرمارہے ہیں، اس کے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ مشرکین رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو فقر کی وجہ سے عار دلاتے تھے یہاں تک کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ گمان ہوا کہ مسلمانوں کی تنگدستی ان کفار کے اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ ہے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کی باتوں سے غمزدہ نہ ہوں عنقریب تنگدستی کی یہ دشواری ختم ہوجائے گی۔ (2)

---

1 ……فتاوی رضویہ، ۳۰/۷۱۸-۷۱۹۔

2 ……مدارك، الشرح، تحت الآية: ٦، ص ١٣٥٨، خازن، الم نشرح، تحت الآية: ٦، ٤/٣٨٩، ملتقطاً.

مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہئے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی مشکل، مصیبت یا دشواری کے آجانے کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ سے مشکل اور مصیبت دور ہو جانے اور دشواری آسان ہو جانے کی امید رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے، اللّٰہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد آسانی مل جائے گی۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَاؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، جلد ہی اللّٰہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاؕ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک دشواری کے ساتھ اور آسانی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا: بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔﴾ اس آیت کو دوبارہ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک تنگی کے بعد دو سہولتیں اور آسانیاں ہیں۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اپنے کاشانۂ اقدس سے) خوشی اور سُرور کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا ''ایک تنگی دو آسانیوں پر ہر گز غالب نہیں آئے گی، تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ [2]

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْۙ ﴿۷﴾

1 ......طلاق: ۷۔

2 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة الم نشرح، ۳/۳۸۰، الحديث: ۴۰۰۴.

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب تم فارغ ہو تو خوب کوشش کرو۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ: تو جب تم فارغ ہو تو خوب کوشش کرو۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آخرت کے لئے دعا کرنے میں محنت کریں کیونکہ نماز کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ اس آیت میں مذکور دعا کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے کونسی دعا مراد ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے وہ دعا مراد ہے جو نماز کے آخر میں نماز کے اندر مانگی جاتی ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے وہ دعا مراد ہے جو سلام پھیرنے کے بعد مانگی جاتی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ مخلوق کو دین کی دعوت دینے سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ (1)

آیت ’’فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... نماز کے بعد خاص طور پر اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ نماز کے بعد کی گئی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

(2)...... بندے کو فارغ نہیں رہنا چاہئے اور نہ ہی کسی ایسے کام میں مشغول ہونا چاہئے جس کا کوئی دینی یا دُنْیَوی فائدہ نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اسے فائدہ نہ دے۔ (2)

(3)...... جو خطیب، واعظ اور مُبَلِّغ حضرات رات گئے تک مَحافل اور اجتماعات میں عوامُ النّاس کے سامنے خطاب، تقریر اور بیان کرتے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ وہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس کہ فی زمانہ ایسے حضرات کی ایک تعداد ایسی ہے کہ جو آدھی رات بلکہ اس سے بعد تک بھی محافل اور اجتماعات میں اپنے خطاب، تقریر اور بیان کرنے کے معاملے میں تو انتہائی چست نظر آتے ہیں اور ان کے

---

1 ......مدارك، الشرح، تحت الآية: ٧، ص ١٣٥٩، ملخصاً.

2 ......ترمذی، كتاب الزهد، ١١-باب، ٤/١٤٢، الحديث: ٢٣٢٤.

خطاب میں جوش اور ولولہ نمایاں نظر آتا ہے، جماعت چھوڑنے، نماز قضا کرنے یا بالکل ہی نہ پڑھنے کی سزاؤں پر مشتمل آیات واَحادیث رورو کر سنا رہے ہوتے ہیں لیکن اس سے فارغ ہونے کے بعد نماز کے معاملے میں ان کی اپنی سستی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ فجر کی نماز جماعت کے بغیر یا قضا کر کے پڑھتے ہیں اور دیگر نمازوں کی ادائیگی میں بھی انتہائی سستی سے کام لیتے ہیں۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ ان آیات اور اَحادیث کو پڑھ کر اپنی عملی حالت اور اس کی جزاء کے بارے میں خود ہی غور کر لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

اور ارشاد فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اور حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے۔ جہنمی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے تم تو ہم کو نیکی کی دعوت دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے (اور تم یہاں عذاب میں مبتلاء ہو)! وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کی دعوت دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود برے کام کرتا تھا۔[3]

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

1 ......صف: ۲، ۳۔

2 ......بقرہ: ٤٤۔

3 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانّها مخلوقة، ٢/٣٩٦، الحديث: ٣٢٦٧۔

ارشادفرمایا:''شبِ معراج میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، جب بھی ان کو کاٹا جاتا تو وہ دوبارہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا۔میں نے پوچھا: اے جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کی دعوت دیتے تھے لیکن اپنی جانوں کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے، کیا وہ عقل نہیں رکھتے تھے۔ (1)

وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت رکھو۔

﴿وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ: اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت رکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خاص طور پر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رغبت رکھیں، اسی کے فضل کے طالب رہیں اور اسی پر توکُّل کریں۔ (2)

اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنے اور اس کا فضل مانگنے کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (3) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ اللہ تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے۔ (4)

1 ......مسند ابو يعلى، مسند انس بن مالك، ما اسنده علىّ بن زيد عن انس، ۳/۳۷۰، الحديث: ۳۹۷۹.

2 ......مدارك، الشرح، تحت الآية: ۸، ص۱۳۵۹.

3 ......ابراهيم: ۱۱.

4 ......ترمذى، احاديث شتى، باب فى انتظار الفرج وغير ذلك، ۵/۳۳۳، الحديث: ۳۵۸۲.

سُوْرَةُ التِّيْن

سورۂ وَالتِّیْنِ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ وَالتِّیْن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

رکوع اورآیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **8** آیتیں ہیں۔

’’وَالتِّیْنِ‘‘ نام رکھنے کی وجہ

انجیر کو عربی میں اَلتِّیْنُ کہتے ہیں، اوراس سورت کی پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ وَالتِّیْن‘‘ کہتے ہیں۔

سورۂ وَالتِّیْنِ سے متعلق حدیث

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عشاء کی نماز میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ’’وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ‘‘ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ اچھی آواز کے ساتھ قراءت کرتے ہوئے کسی کو نہیں سنا۔ [2]

سورۂ وَالتِّیْنِ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انسان اوراس کے عقیدے سے متعلق کلام کیا گیا ہے اوراس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، مبارک پہاڑ طورِ سینا اورامن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھا

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ والتین، ۴/۳۹۰.

2 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الماھر بالقرآن... الخ، ۴/۵۹۳، الحدیث: ۷۵۴۶.

کرارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کوسب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ اگر آدمی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار نہیں کیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق نہ کی تو اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود مانا، اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کی اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہاء ثواب ہے۔

(3)......اس سورت کے آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزاء کا انکار کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کے ساتھ مناسبت

سورۂ وَالتِّيْنِ کی اپنے سے ماقبل سورت ''اَلَمْ نَشْرَحْ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ میں تخلیق اور خُلق کے اعتبار سے سب سے کامل انسان کی شخصیت اور سیرتِ مبارکہ بیان کی گئی اور اس سورت میں نوعِ انسانی کا حال بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انجیر کی قسم اور زیتون ۔ اور طورِ سینا ۔ اور اس امان والے شہر کی ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انجیر کی قسم اور زیتون کی ۔ اور طورِ سینا کی ۔ اور اس امن والے شہر کی ۔

﴿وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ: انجیر کی قسم اور زیتون کی۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان چیزوں میں ایسے فوائد اور منافع موجود ہیں جو ان کے خالق، رب تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے انجیر انتہائی عمدہ میوہ ہے جس میں فُضلہ نہیں اور یہ بہت جلد ہضم ہونے والا، زیادہ نفع والا، قبض دور کر دینے والا، مثانے میں موجود ریت اور پتھری نکال دینے والا، جگر اور تلی میں پھنسی گندے مواد کی گانٹھ کو کھول دینے والا، بدن کو فربہ کرنے والا اور بلغم کو چھانٹنے والا ہے جبکہ زیتون ایک مبارک درخت ہے، اس کا تیل روشنی کے کام لایا جاتا ہے، سالن کی طرح کھایا بھی جاتا ہے اور یہ وصف دنیا کے کسی تیل میں نہیں، اس کا درخت خشک پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے جن میں چکنائی کا نام ونشان نہیں، بغیر خدمت کے پرورش پاتا ہے اور ہزاروں برس باقی رہتا ہے۔[1]

انجیر اور زیتون کے بارے میں اَحادیث

انجیر کے بارے میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''انجیر کھاؤ، اگر میں کہوں کہ یہ وہ پھل ہے جو کہ جنت سے نازل ہوا ہے تو کہہ سکتا ہوں کیونکہ جنت کے پھل میں گٹھلی نہیں ہوتی تو اسے کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو ختم کرتا اور گنٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔[2]

اور زیتون کے بارے میں ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''برکت والے درخت زیتون کی مسواک بہت اچھی ہے کیونکہ یہ منہ کو خوشبودار کرتی اور اس کی بدبو زائل کرتی ہے، یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مسواک ہے۔[4]

1 ......خازن، والتین، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۹۰، روح البیان، التین، تحت الآیۃ: ۱، ۱۰/۴۶۶-۴۶۷، ملتقطاً.

2 ......مسند فردوس، باب الکاف، ۳/۲۴۳، الحدیث: ۴۷۱۶.

3 ......مؤمنون: ۲۰.

4 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۲۰۱، الحدیث: ۶۷۸.

﴿وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ: اور طورِ سینا کی۔﴾ طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے مشرف فرمایا اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے اور اس جگہ کو سینا اس کے خوش مَنظر ہونے یا مبارک ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک طورِ سینا سے مراد خوش منظر یا مبارک پہاڑ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک ہر اس پہاڑ کو طورِ سینا کہتے ہیں جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ اور مقام کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ نسبت حاصل ہو جائے وہ جگہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظمت والی ہو جاتی ہے۔

﴿وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ: اور اس امن والے شہر کی۔﴾ یعنی اور اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم! امام عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’انجیر، زیتون، طورِ سینا اور مکہ مکرمہ کی قسم ذکر فرمانے سے ان بابرکت مقامات کی عظمت و شرافت ظاہر ہوئی اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے ان مقامات پر رہنے کی وجہ سے ظاہر ہونے والی خیر و برکت واضح ہوئی، چنانچہ جس جگہ انجیر اور زیتون اُگتا ہے وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہجرت گاہ ہے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت اور پرورش بھی اسی جگہ ہوئی۔ طور وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ندا دی گئی اور مکہ مکرمہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی، اسی شہر میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اور اسی شہر میں خانہ کعبہ ہے (جس کی طرف منہ کر کے پوری دنیا کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں)۔ [2]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔

1 ......تفسير كبير، التين، تحت الآية: ٢، ١١/٢١١-٢١٢.

2 ......مدارك، التين، تحت الآية: ٣، ص ١٣٦٠.

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ: بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، طور سینا اور شہر مکہ کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا، اس کے اَعضاء میں مناسبت رکھی، اسے جانوروں کی طرح جھکا ہوا نہیں بلکہ سیدھی قامت والا بنایا، اسے جانوروں کی طرح منہ سے پکڑ کر نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھانے والا بنایا اور اسے علم، فہم، عقل، تمیز اور باتیں کرنے کی صلاحیت سے مُزَیَّن کیا۔(1)

اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ

اگر انسان اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تخلیق میں غور کرے تو اس پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسنِ صوری اور حسنِ معنوی کی کیسی کیسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اور اس چیز میں جتنا زیادہ غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی اور اس عظیم نعمت کو بہت اچھی طرح سمجھ جائے گا۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے ہر نیچی سے نیچی سی حالت کی طرف پھیر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ: پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا کرنے کے بعد اسے بڑھاپے کی طرف پھیر دیا اور اس وقت بدن کمزور، اَعضاء ناکارہ، عقل ناقص، پُشت خم اور بال سفید ہو جاتے ہیں، جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں اور وہ اپنی ضروریات انجام دینے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب اس نے اچھی شکل وصورت کی شکر گزاری نہ کی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جما

1 ......خازن، والتين، تحت الآية: ٤، ٤/٣٩١، مدارك، التين، تحت الآية: ٤، ص١٣٦٠، ملتقطاً.

رہا اور ایمان نہ لایا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے جہنم کے سب سے نچلے دَرکات کو اس کا ٹھکانا کر دیا۔[1]

آیت ”ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)......اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کمر بستہ ہونے کے لئے بڑھاپے کو منتخب کرنا عقلمندی نہیں کیونکہ بڑھاپے میں عبادت کے لئے اَعضاء میں وہ طاقت باقی نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسانی شکل وصورت کی جو نعمت عطا کی ہے اس کا شکر کرتے ہوئے ہمیں اس کی نافرمانی کرنے سے بچنا چاہئے۔

(3)...... پیدائش کے بعد طاقت اور قوت دینا اور اس کے بعد کمزوری کی طرف لوٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو ذات اس چیز پر قادر ہے وہ ہماری موت کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِؕ-اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو خلقت و بناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں، تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْؕ-وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْۚ-وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اُٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے

---

1 ......خازن، والتين، تحت الآية: ٥، ٣٩١/٤، مدارك، التين، تحت الآية: ٥، ص ١٣٦٠-١٣٦١، ملتقطاً.

2 ......يس: ٦٨.

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا [1]

ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍؕ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: **مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔**﴾ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے اگرچہ بڑھاپے کی کمزوری کے باعث وہ جوانی کی طرح کثیر عبادات بجا نہ لاسکے اور ان کے عمل کم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے انہیں وہی اجر ملے گا جو جوانی اور قوت کے زمانہ میں عمل کرنے سے ملتا تھا اور ان کے اتنے ہی عمل لکھے جائیں گے جتنے جوانی میں لکھے جاتے تھے اور جہنم کے سب سے نچلے دَرکات ان کا ٹھکانہ نہ ہوگا۔[2]

اسی طرح کا معاملہ ایک حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان بندہ جب بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اس کے لئے ان اعمال کا ثواب لکھا جائے گا جو وہ تندرست اور مقیم ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا (لیکن بیماری یا سفر کی وجہ سے نہ کر پایا)۔[3]

1 ......حج: ۵.

2 ......خازن، والتین، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۳۹۱، مدارک، التین، تحت الآیۃ: ۶، ص۱۳۶۱، ملتقطاً.

3 ......مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۷/۱۷۷، الحدیث: ۱۹۷۷۴.

آیت ’’اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)......ایمان، اعمال پر مقدم ہے اور ایمان کے بغیر کوئی نیکی درست نہیں۔

(2)......لمبی عمر ملنا اور اعمال کا نیک ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرت ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’ایک اَعرابی نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’وہ شخص سب سے بہتر ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہوں۔ اس نے عرض کی: لوگوں میں سب سے برا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’وہ شخص سب سے برا ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔ (1)

فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو اب کون سی چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟

﴿فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ: تو اب کونسی چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے۔﴾ یعنی اے کافر انسان! کیا تو نے اپنی صورت میں، اپنی تخلیق کی ابتداء میں، اپنی جوانی اور بڑھاپے میں غور نہیں کیا تاکہ تو یہ کہہ دیتا کہ جو ذات ان چیزوں پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور مجھ سے میرے اعمال کا حساب لے اور اس قطعی دلیل اور روشن حجت کے بعد اب کونسی چیز تجھے انصاف کے دن کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی یہ قدرتیں دیکھنے کے باوجود کیوں مرنے کے بعد اٹھائے جانے، قیامت کے دن حساب ہونے اور اعمال کی جزا ملنے کا انکار کرتا ہے۔ (2)

---

1 ......ترمذی، کتاب الزھد، ۲۲-باب منه، ۱۴۸/۴، الحدیث: ۲۳۳۷.

2 ......خازن، والتین، تحت الآیة: ۷، ۳۹۱/۴، ملخصاً.

﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ: کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟﴾ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو سورۂ ''وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ'' پڑھتے ہوئے ''اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ'' پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے ''بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذَالِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ'' یعنی کیوں نہیں، یقیناً ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔[1]

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة والتین، ۵/۲۳۰، الحدیث: ۳۳۵۸.

سُوْرَةُ العَلَق

سورۂ علق کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ علق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی پہلی پانچ آیتیں ”مَالَمْ یَعْلَمْ“ تک غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 19 آیتیں ہیں۔

”علق“ نام رکھنے کی وجہ

خون کے لوتھڑے کو عربی میں ”علق“ کہتے ہیں، اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اس کی مناسبت سے اسے ”سورۂ علق“ کہتے ہیں۔ اس سورت کا ایک نام ”سورۂ اِقراء“ بھی ہے اور یہ نام اس کی پہلی آیت کے شروع میں موجود لفظ ”اِقْرَاْ“ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورۂ علق کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں ابوجہل کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بیان کی گئی کہ اسے کمزوری سے قوت کی طرف منتقل فرمایا۔

(2)......قراءت اور کتابت کی فضیلت بیان کی گئی۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور مال و دولت کی وجہ سے تکبر کرتا ہے۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة العلق، ٣٩١/٤، جلالین، سورة اقرأ، ص٥٠٣.

(4)......اللہ تعالٰی کی اطاعت کرنے اور نماز پڑھنے سے روکنے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی۔

(5)......اس سورت کے آخر میں ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی اور اس کی دھمکیوں کا جواب دیا گیا اور اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ آپ اس کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں۔

سورۂ وَالتِّیْنِ کے ساتھ مناسبت

سورۂ علق کی اپنے سے ماقبل سورت ''وَالتِّیْنِ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ وَالتِّیْنِ میں انسان کی تخلیق کی صورت بیان کی گئی کہ اللہ تعالٰی نے اسے سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا اور اس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بتایا گیا ہے کہ اسے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ: اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں ''رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَلْوَت

پسند ہو گئے اور غارِ حرا میں جانے لگے اور کاشانۂ اَقدس کی طرف لوٹنے سے پہلے وہاں کئی کئی راتیں ٹھہر کر عبادت کرتے اور (اتنا عرصہ وہاں رہنے کے لئے) کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے جاتے، پھر حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف لوٹتے اور وہ اسی طرح کھانے کا بندوبست کر دیا کرتیں یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس حق آ گیا جب کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غارِ حرا میں تھے یعنی فرشتے نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: پڑھئے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں "میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر بڑے زور سے دبایا، پھر چھوڑتے ہوئے کہا: پڑھئے۔ میں نے کہا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر دوبارہ بڑے زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھئے۔ میں نے کہا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

ترجمۂ کنزالعرفان: اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ [1]

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نام کا ذکر کرو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی طرف جو قرآن نازل کیا گیا اسے اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتے ہوئے پڑھو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ [2]

تلاوت کرنے سے پہلے "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھنے کا شرعی حکم

یاد رہے کہ سورت کی ابتداء میں بسم اللّٰہ پڑھنا سنت، ورنہ مُستحب ہے اور اگر تلاوت کرنے والا جو آیت پڑھنا چاہتا ہے اس کی ابتداء میں ضمیر اللّٰہ تعالٰی کی طرف راجع ہے، جیسے "هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" تو اس صورت

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الوحی، ۳-باب، ۷/۱، الحدیث: ۳، مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص۹۴، الحدیث: ۲۵۲(۱۶۰).

2 ......خازن، العلق، تحت الآیۃ: ۱، ۳۹۳/۴، قرطبی، العلق، تحت الآیۃ: ۱، ۸۵/۱۰، الجزء العشرون، ملتقطاً.

میں اَعُوْذُ بِاللّٰہ پڑھنے کے بعد بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا تاکید کے ساتھ مستحب ہے، اگر تلاوت کرنے والا تلاوت کے درمیان میں کوئی دُنْیَوی کام کرے تو اعوذ باللّٰہ اور بسم اللّٰہ پھر پڑھ لے اور اگر اس نے دینی کام کیا مثلاً سلام یا اذان کا جواب دیا یا سُبْحَانَ اللّٰہ اور کلمۂ طیبہ وغیرہ اَذکار پڑھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہ پھر پڑھنا اس کے ذمے نہیں۔[1]

اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔

﴿ اِقْرَاْ: پڑھو۔﴾ دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لئے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قراءت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور اُمت کی تعلیم کے لئے پڑھیے۔[2]

﴿ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ: اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ سب کریموں سے زیادہ کرم والا ہے، وہ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا اور ان کی نافرمانیوں پر حلم فرماتا ہے، وہ اپنی نعمتوں کا انکار کرنے اور اپنے ساتھ کفر کرنے کے باوجود انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔[3]

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

---

1 ...... بہار شریعت، حصہ سوم، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، ۱/۵۵۰-۵۵۱، ملخصاً۔

2 ...... خازن، العلق، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۳۹۳.

3 ...... مدارك، العلق، تحت الآیۃ: ۳، ص۱۳۶۲.

﴿اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔﴾ یعنی وہ رب عَزَّوَجَلَّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا جس کے ذریعے غائب اُمور کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔[1]

کتابت کی فضیلت

اس آیت سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے مَنافع اور فوائد ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں، ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں، اگر کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’علم کو قید کرلو۔ میں نے عرض کی: اسے قید کرنا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’علم کو لکھ لینا (اسے قید کرنا ہے)۔[3]

﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ: انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد اَشیاء کے ناموں کا علم ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[4] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ تعالٰی نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مراد ہیں کہ انہیں اللّٰہ تعالٰی نے تمام اَشیاء کے علوم عطا فرمائے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ

---

1 ......خازن، العلق، تحت الآية: ٤، ٣٩٣/٤.

2 ......خازن، العلق، تحت الآية: ٤، ٣٩٣/٤.

3 ......مستدرك، كتاب العلم، قيّدوا العلم بالكتاب، ٣٠٣/١، الحديث: ٣٦٩.

4 ......بقرہ: ٣١.

عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا[1] نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔[2]

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۙ(۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ(۷) اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے۔ اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔ بیشک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى: ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے۔﴾ ابوجہل کو کچھ مال ہاتھ آ گیا تو اس نے لباس، سواری اور کھانے پینے میں تَکَلُّفات شروع کر دیئے اور اس کا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں فرمایا کہ ہاں ہاں، بیشک آدمی اس بنا پر سرکشی کرتا ہے کہ مال و دولت کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ سمجھ لیا، اے انسان! تجھے یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے تو تیری سرکشی و نافرمانی اور غرور و تکبر کا انجام عذاب ہوگا۔[3]

سورۂ علق کی آیت نمبر 6 تا 8 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......مخلوق میں سے کوئی لمحہ بھر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں اور پوری مخلوق اپنی ہر حرکت اور سکون میں

1......النساء: ۱۱۳.

2......تفسیر بغوی، العلق، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۴۷۵، ملخصاً.

3......صاوی، العلق، تحت الآیۃ: ۶-۸، ۶/۲۳۹۴، خازن، العلق، تحت الآیۃ: ۶-۸، ۴/۳۹۳-۳۹۴، مدارك، العلق، تحت الآیۃ: ۶-۸، ص۱۳۶۲-۱۳۶۳، ملتقطاً.

اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے۔

(2)......دنیا کی محبت اور مال پر تکبر غفلت کا سبب ہے۔ حضرت عون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے (1) علم والا۔ (2) دنیا والا۔ مگر دونوں برابر نہیں، علم والا تو اللّٰہ تعالٰی کی رضا مندی بڑھا لیتا ہے اور دنیا والا سرکشی میں بڑھ جاتا ہے۔ پھر حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۙ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اور دوسرے (یعنی علم والے) کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ [2]

(3)......مال و دولت اور منصب پر تکبر و غرور کرتے ہوئے جو لوگ اللّٰہ تعالٰی کے احکامات پر عمل نہیں کرتے ان کا انجام بہت برا ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى ۙ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ۝

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیتیں بھی ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئیں، ابو جہل نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھنے سے منع کیا اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر

---

1 ......فاطر: ۲۸.

2 ......دارمی، المقدمة، باب فی فضل العلم والعالم، ۱/۱۰۸، الحدیث: ۳۳۲.

میں اُنہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (مَعَاذَاللّٰہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ ایک مرتبہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل اسی فاسد ارادے سے آیا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب پہنچ کر الٹے پاؤں ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے (ایسے) پیچھے بھاگا (جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اعضاء کانپنے لگے۔) لوگوں نے اس سے کہا: تجھے کیا ہوا ہے؟ ابوجہل کہنے لگا: میرے اور محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور دہشت ناک پرندے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا عُضْو عُضْو جدا کر ڈالتے۔ [1]

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو میرے کامل بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔

اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت اور نماز پڑھنے سے روکنے کی وعید

بعض مفسرین فرماتے ہیں: اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللّٰہ تعالٰی کی اطاعت کرنے اور نماز پڑھنے سے روکے۔ [2]

ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ۬ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللّٰہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللّٰہ کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ انہیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

---

1 ......خازن، العلق، تحت الآية: ١٠، ٣٩٤/٤، مسلم، كتاب صفة القيامة و الجنة و النار، باب قوله: انّ الانسان ليطغى ... الخ، ص١٥٠٣، الحديث: ٣٨(٢٧٩٧).

2 ......خازن، العلق، تحت الآية: ٩-١٠، ٣٩٤/٤.

3 ......بقره: ١١٤.

یاد رہے کہ اس میں وہ صورتیں داخل نہیں جن میں کسی کو نماز پڑھنے یا عبادت کرنے سے روکنا جائز ہے جیسے غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنے والے کو روکنا، مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے والے کو روکنا، شوہر کا اپنی بیوی کو نفل نماز پڑھنے، نفلی روزہ اور نفلی اعتکاف کرنے سے روکنا وغیرہ۔ یونہی مالک غلام کو، اور اجیرِ خاص کو نوافل سے روک سکتا ہے۔ مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کراہت کے وقت نماز پڑھنے لگے، تو اسے نماز سے نہ روکو، بعد میں مسئلہ سمجھا دو، تا کہ اس آیت کی زد میں نہ آجاؤ۔ مزید یہ کہ اور بھی کچھ لوگوں کو مسجد سے روکا جاسکتا ہے جیسے ناسمجھ بچہ، یا دیوانہ کو جسے پیشاب پاخانہ کی تمیز نہ ہو، جس کے منہ سے کچے پیاز یا لہسن یا حُقّہ کی بو آرہی ہو، جس کے جسم پر بدبودار زخم ہو، وہ بدمذہب جس کے مسجد میں آنے سے فساد ہو۔

اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔ یا پرہیز گاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔ یا پرہیز گاری کا حکم دیتا (تو کیا ہی اچھا تھا)۔

﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى: بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ذرا دیکھو تو اگر نماز سے روکنے والا وہ کافر ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو پرہیز گاری کا حکم دیتا تو وہ کتنے بلند مراتب حاصل کرتا۔[1] اگر ابو جہل ایمان قبول کر لیتا تو اسے یہ مراتب ملتے کہ وہ مومن ہوتا، پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیدار سے صحابی بن جاتا، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا عزیز ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جاتا، بیتُ اللہ شریف میں رہتا تھا اس لئے ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ پاتا، وہ قوم کا سردار تھا اور اس کی وجہ سے اس کے ماتحت لوگ بھی ایمان لے آتے تو ان سب کا ثواب بھی اسے ملتا۔

سورۂ علق کی آیت نمبر 11 اور 12 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

[1] ...... تفسیر کبیر، العلق، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۲، ۱۱/۲۲۲۔

(1)...... گزشتہ لوگوں کی سرکشی میں غور کرنے سے بھی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

(2)...... نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ والوں کو ایمان کے ذریعہ جو درجے نصیب ہو سکتے تھے وہ بعد والوں کے لئے ممکن نہیں۔

(3)...... بڑا بدنصیب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اچھا موقعہ دے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ہم ضرور پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی جھوٹی خطا کار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا (تو کیا حال ہوگا)۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے۔

﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى: بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ذرا دیکھو تو، اگر اس کافر نے (مرتے دم تک) آپ کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان لانے سے منہ پھیرا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ کیا ابوجہل کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو دیکھ رہا ہے تو وہ اسے اس کی جزا دے گا، ہاں ہاں اگر وہ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینے اور انہیں جھٹلانے سے باز نہ آیا تو ضرور ہم اسے پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ جھوٹے اور خطا کار شخص کی پیشانی ہے۔ (1)

---

1 ...... خازن، العلق، تحت الآیة: ۱۳-۱۶، ۴/۳۹۴، ملخصاً۔

سورۂ علق کی آیت نمبر 13 تا 16 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا بدلہ خود لیتا ہے۔

(2)......اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے کام اپنی طرف منسوب فرماتا ہے جیسے پیشانی کے بالوں سے گھسیٹنا فرشتوں کا کام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم گھسیٹیں گے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے چاہیے کہ اپنی مجلس کو پکارے۔ ہم (بھی) جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے۔

﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ: تو اسے چاہیے کہ اپنی مجلس کو پکارے۔﴾ شانِ نزول: جب ابوجہل نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نماز سے منع کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کو سختی سے جھڑک دیا، اِس پر اُس نے کہا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں، خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلے میں نوجوان، سواروں اور پیدلوں سے اس جنگل کو بھر دوں گا، آپ جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ ابوجہل اپنی مجلس والوں کو پکار لینے کی دھمکی لگا رہا ہے تو اسے چاہیے کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں اپنی مدد کیلئے اپنی مجلس کو پکارے، اگر اس نے ایسا کیا تو ہم بھی جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت ان میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ابوجہل اپنی مجلس کو بلاتا تو فرشتے اسے اعلانیہ طور پر گرفتار کر لیتے۔''[2]

1 ......خازن، العلق، تحت الآیة: ۱۷-۱۸، ۳۹۴/٤، تفسیر کبیر، العلق، تحت الآیة: ۱۷-۱۸، ۲۲۶/۱۱، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، ۲۳۰/۵، الحدیث: ۳۳۵۹.

سورۂ علق کی آیت نمبر 17 اور 18 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ آپ کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کہ ابوجہل نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھمکی لگائی کہ وہ اپنی مجلس کے لوگوں کو بلالے گا تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ نہ فرمایا کہ ہم صحابہ کی جماعت کو بلالیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم زبانیہ فرشتوں کو بلالیں گے۔

(2)......نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کی فوج آنے کو تیار ہے ورنہ کفار کی ہلاکت کے لئے تو ایک ہی فرشتہ کافی ہے۔

(3)......امر کا ہر صیغہ وجوب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اور چیزوں کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے یہاں امر کا صیغہ تو ہے لیکن وجوب کے لئے نہیں بلکہ اظہارِ غضب کے لئے ہے۔

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ ۩ السجدۃ

ع ۱۹/۲۱ السجدۃ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہوجاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار! تم اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہوجاؤ۔

﴿ **كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ: خبردار! تم اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور قریب ہوجاؤ۔** ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ نماز کے معاملے میں اس کافر کی بات نہ مانیں اور نماز پڑھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہوجائیں۔ (1)

آیت ”وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

1......خازن، العلق، تحت الآیۃ: ۱۹، ۴/۳۹۴۔

(1)......حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عبادتیں سَیِّئات کی معافی کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ہیں۔

(2)......سجدہ بہترین عبادت ہے کہ اس میں بندہ زمین پر اپنا سر رکھ کر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے، اسی لئے ہر رکعت میں سجدے دو ہیں۔

(3)......سجدے میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو۔''[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا لازم ہے۔

---

[1]......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، ص ۲۵۰، الحدیث: ۲۱۵(۴۸۲).

سُوْرَةُ الْقَدْر

سورۂ قدر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قدر مدنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **5** آیتیں ہیں۔

''قدر'' نام رکھنے کی وجہ

قدر کے بہت سے معنی ہیں البتہ یہاں قدر سے عظمت وشرافت مراد ہے، اور چونکہ اس سورت میں لیلۃ القدر کی شان بیان کی گئی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قدر'' کہتے ہیں۔

سورۂ قدر کے مضامین

اس سورت میں قرآنِ مجید نازل ہونے کے ابتدائی زمانے کے بارے میں بتایا گیا اور جس رات میں قرآن مجید نازل ہوا اس کی فضیلت بیان کی گئی کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام **اللہ** تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں اور یہ رات صبح طلوع ہونے تک سراسر سلامتی والی ہے۔

سورۂ علق کے ساتھ مناسبت

سورۂ قدر کی اپنے سے ماقبل سورت ''علق'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ علق میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا تھا کہ آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نام سے قرآن پڑھئے جس نے پیدا کیا اور اس سورت میں قرآنِ مجید نازل ہونے کی ابتداء کا زمانہ بتایا گیا کہ اسے عظمت وشرافت والی رات لیلۃُ القدر میں نازل کیا گیا۔

1 ......خازن، تفسیر سورة القدر، ۳۹۵/۴.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿ۖ۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا۔

﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ: بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا۔﴾ یعنی بے شک ہم نے اس قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یکبارگی شبِ قدر میں نازل کیا۔

شبِ قدر کے فضائل

شبِ قدر شرف و برکت والی رات ہے، اس کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے اَحکام نافذ کئے جاتے ہیں اور فرشتوں کو سال بھر کے کاموں اور خدمات پر مامور کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی دیگر راتوں پر شرافت وقدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں نیک اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ (1)

اَحادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

(1) ......خازن، القدر، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۳۹۵.

’’جس نے اس رات میں ایمان اوراخلاص کے ساتھ شب بیداری کرکے عبادت کی تواللہ تعالیٰ اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ بخش دیتا ہے۔‘‘[1]

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا’’بے شک تمہارے پاس یہ مہینہ آیا ہے اوراس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جوشخص اس رات سے محروم رہ گیا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہااور محروم وہی رہے گا جس کی قسمت میں محرومی ہے۔[2]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ رات عبادت میں گزارے اور اس رات میں کثرت سے اِستغفار کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے تو اس رات میں مَیں کیا کہوں؟ ارشادفرمایا: تم کہو’’ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ‘‘ اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا، کرم کرنے والا ہے، تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے تو میرے گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔[3]

نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ’’اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ کونسی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس رات میں یہ دعا بکثرت مانگوں گی’’ اے اللہ میں تجھ سے مغفرت اور عافیت کا سوال کرتی ہوں۔[4]

شبِ قدر سال میں ایک مرتبہ آتی ہے

یادرہے کہ سال بھرمیں شبِ قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور کثیر روایات سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شبِ قدر ہوتی ہے اور یہی حضرتِ امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے۔[5]

شبِ قدر کو پوشیدہ رکھے جانے کی وجوہات

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شبِ قدر کو چند وجوہ کی بناء پر پوشیدہ

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب قیام لیلۃ القدر من الایمان، ۱/۲۵، الحدیث: ۳۵.

2 ......ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، ۲/۲۹۸، الحدیث: ۱۶۴۴.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ۸۴-باب، ۵/۳۰۶، الحدیث: ۳۵۲۴.

4 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، الدعاء با العافیۃ، ۷/۲۷، الحدیث: ۸.

5 ......مدارک، القدر، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۳۶۴.

رکھا ہے۔

(1)......جس طرح دیگر اَشیاء کو پوشیدہ رکھا، مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رضا کو اطاعتوں میں پوشیدہ فرمایا تا کہ بندے ہر اطاعت میں رغبت حاصل کریں۔ اپنے غضب کو گناہوں میں پوشیدہ فرمایا تا کہ ہر گناہ سے بچتے رہیں۔ اپنے ولی کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ سب کی تعظیم کریں۔ دعاء کی قبولیت کو دعاؤں میں پوشیدہ رکھا تا کہ وہ سب دعاؤں میں مبالغہ کریں۔ اسمِ اعظم کو اَسماء میں پوشیدہ رکھا تا کہ وہ سب اَسماء کی تعظیم کریں۔ اور نمازِ وُسطیٰ کو نمازوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ تمام نمازوں کی پابندی کریں۔ توبہ کی قبولیت کو پوشیدہ رکھا تا کہ بندہ توبہ کی تمام اَقسام پر ہمیشگی اختیار کرے اور موت کا وقت پوشیدہ رکھا تا کہ بندہ خوف کھاتا رہے، اسی طرح شبِ قدر کو بھی پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

(2)......گویا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ''اگر میں شبِ قدر کو مُعَیَّن کر دیتا اور یہ کہ میں گناہ پر تیری جرأت کو بھی جانتا ہوں تو اگر کبھی شہوت تجھے اس رات میں گناہ کے کنارے لا چھوڑتی اور تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا تو تیرا اس رات کو جاننے کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی کے ساتھ گناہ کرنے سے زیادہ سخت ہوتا۔ پس اِس وجہ سے میں نے اسے پوشیدہ رکھا۔

(3)......گویا کہ ارشاد فرمایا میں نے اس رات کو پوشیدہ رکھا تا کہ شرعی احکام کا پابند بندہ اس رات کی طلب میں محنت کرے اور اس محنت کا ثواب کمائے۔

(4)......جب بندے کو شبِ قدر کا یقین حاصل نہ ہوگا تو وہ رمضان کی ہر رات میں اس امید پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں کوشش کرے گا کہ ہوسکتا ہے کہ یہی رات شبِ قدر ہو۔[1]

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِؕ ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍؕ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم نے کیا جانا کیا شبِ قدر۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تجھے کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

1......تفسیر کبیر، القدر، تحت الآیة: ۱، ۱۱/ ۲۲۹-۲۳۰.

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ: شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔﴾ یہاں سے شبِ قدر کے عظیم فضائل بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ شبِ قدر کی ایک فضیلت یہ ہے کہ شبِ قدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شبِ قدر سے خالی ہوں اور اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔(1)

ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات

حضرت مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار مہینے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کیا، مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ﴿خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔(2)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ نے میری امت کو شبِ قدر کا تحفہ عطا فرمایا اور ان سے پہلے اور کسی کو یہ رات عطا نہیں فرمائی۔(3)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ اللّٰہ تعالیٰ کا اپنے حبیب (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر کرم ہے کہ آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے اُمتی شبِ قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی اُمت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔(4)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے، ایک یہ کہ بزرگ چیزوں سے نسبت بڑی ہی مفید ہے کہ شبِ قدر کی یہ فضیلت قرآن کی نسبت سے ہے، اصحابِ کہف کے کتے کو ان بزرگوں سے منسوب ہو کر دائمی زندگی، عزت نصیب ہوئی، دوسرا یہ کہ تمام آسمانی کتابوں سے قرآن شریف افضل

1 ......خازن، القدر، تحت الآية: ٣، ٤/٣٩٧، مدارك، القدر، تحت الآية: ٣، ص ١٣٦٤، ملتقطاً.

2 ......سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر، ٤/٥٠٥، الحديث: ٨٥٢٢.

3 ......مسند فردوس، باب الالف، ١/١٧٣، الحديث: ٦٤٧.

4 ......خزائن العرفان، القدر، تحت الآية: ٣، ص ١١١٣۔

ہے کیونکہ توراۃ وانجیل کی تاریخِ نزول کو یہ عظمت نہ ملی۔ (1)

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْۚ-مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ﱡ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔ یہ رات صبح طلوع ہونے تک سلامتی ہے۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا: اس رات میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں۔﴾ شبِ قدر کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہر اس کام کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لئے مقرر فرمایا ہے آسمان سے زمین کی طرف اترتے ہیں اور جو بندہ کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے اسے سلام کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا و اِستغفار کرتے ہیں۔ (2)

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب شبِ قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیل عَلَیْهِ السَّلَام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو۔ (3)

﴿سَلٰمٌ ﱡ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ: یہ رات صبح طلوع ہونے تک سلامتی ہے۔﴾ شبِ قدر کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ یہ رات صبح طلوع ہونے تک سراسر بلاؤں اور آفتوں سے سلامتی والی ہے۔ (4)

1 ......نور العرفان، القدر، تحت الآیۃ: ۳، ص۹۹۰۔

2 ......خازن، القدر، تحت الآية: ٤، ٣٩٧/٤-٣٩٨ ملتقطاً.

3 ......شعب الايمان، الباب الثالث والعشرون من شعب الايمان... الخ، في ليلة العيد و يومها، ٣٤٣/٣، الحديث: ٣٧١٧.

4 ......خازن، القدر، تحت الآية: ٥، ٣٩٨/٤، مدارك، القدر، تحت الآية: ٥، ص١٣٦٤، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الْبَيِّنَة

سورۂ بَیِّنَہ کا تعارف

مقامِ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک روایت یہ ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **8** آیتیں ہیں۔

'' بَیِّنَہ '' نام رکھنے کی وجہ

بینہ کا معنی ہے روشن اور بہت واضح دلیل، اس سورت کی پہلی آیت کے آخر میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بَیِّنَہ'' کہتے ہیں۔

سورۂ بَیِّنَہ سے متعلق حدیث

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورت ''لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا'' پڑھوں۔ حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں۔ (یہ سن کر) حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔[2]

سورۂ بَیِّنَہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ......خازن، تفسیر سورة البيّنة، ٣٩٨/٤.

2 ......بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ٥٦٢/٢، الحديث: ٣٨٠٩.

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت سے متعلق مَوقف بیان کیا گیا ہے اوراس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......یہودیوں،عیسائیوں اور مجوسیوں کے مذہب کا باطل ہونا بیان فرمایا گیا۔

(2)...... یہ بتایا گیا کہ اہلِ کتاب میں دین کے معاملے میں پھوٹ کس وقت پڑی اور تورات وانجیل میں انہیں دیئے گئے اَحکام بیان کئے گئے۔

(3)......کافروں کا انجام بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اچھے کام کئے تو وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں،اس کے بعدان کی جزاء بیان کی گئی۔

سورۂ قدر کے ساتھ مناسبت

سورۂ بینہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''قدر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قدر میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ شبِ قدر میں قرآن مجید نازل فرمایا اوراس سورت میں یہ بیان کیا گیا کہ کتابی کافر یہودی اور عیسائی اورمشرک اس وقت تک اپنا دین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آجائے،تو گویا کہ اس سورت میں قرآنِ مجید نازل کرنے کی علت اوروجہ بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ مُنْفَكِّیْنَ حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ۙ(۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کتابی کافر اور مشرک (اپنا دین) چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

﴿لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ مُنْفَكِّیْنَ: کتابی کافر اور مشرک (اپنا دین) چھوڑنے والے نہ تھے۔﴾ یعنی کتابی کافر یہودی اور عیسائی اور مشرک بت پرست اپنا دین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جلوہ افروز نہ ہوں کیونکہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم اپنا دین چھوڑنے والے نہیں جب تک کہ وہ نبی تشریف فرما نہ ہوں جن کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے اور جب وہ نبی تشریف لائے اور انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اُن میں سے کچھ لوگ اِن پر ایمان لائے اور کچھ نے اِن کے ساتھ کفر کیا۔[1]

سورۂ بَیِّنَہ کی آیت نمبر 1 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... اگرچہ اہلِ کتاب اور مشرکین سب ہی کافر ہیں مگر چونکہ اہلِ کتاب کو کسی پیغمبر اور کتاب سے نسبت ہے اس لئے ان کے اَحکام نرم ہیں اور اگر یہ ایمان قبول کریں تو انہیں دگنا ثواب ملتا ہے، جب کتاب اور پیغمبر سے نسبت کفار کو اتنا فائدہ دے دیتی ہے تو جس مومن کو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن سے خصوصی نسبت ہو جائے تو اس کا کیا عالَم ہوگا۔

(2)...... حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسی قوم کو درست فرمایا کہ جس کی اصلاح بظاہر ناممکن تھی۔

(3)...... آسمانی کتابوں پر عمل ان کے مَنسوخ ہونے سے پہلے ہدایت تھا اور ان کے منسوخ ہونے کے بعد ان پر عمل گمراہی ہو گیا۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۟ۙ﴿۲﴾ فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾

---

1 ......خازن، البيّنة، تحت الآية: ١، ٤/٣٩٨، صاوی، البيّنة، تحت الآية: ١، ٦/٣-٢٤٠٤-٢٤٠٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کون وہ اللّٰہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یعنی) اللّٰہ کا رسول جو پاک صحیفوں کی تلاوت فرماتا ہے۔ان صحیفوں میں سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ: (یعنی) اللّٰہ کا رسول۔﴾ یعنی وہ روشن دلیل اللّٰہ تعالیٰ کے انتہائی شاندار رسول ہیں جو کہ سب صحیفوں کے مضامین کی جامع پاک کتاب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔[1]

قرآنِ مجید ہرطرح سے پاک ہے کہ پاک جگہ سے پاک فرشتوں کے ذریعے پاک نبی پر آیا، پھر ہمیشہ پاک زبانوں، پاک سینوں، پاک ہاتھوں میں رہے گا، نیز ملاوٹ اور ردوبدل سے محفوظ ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاوت معجزہ ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مخلوق میں سے کسی سے سیکھے بغیر قرآن پڑھا اور پڑھایا، سمجھا اور سمجھایا جبکہ ہماری تلاوت معجزہ نہیں کیونکہ ہم حافظ، قاری اور عالم وغیرہ سے قرآنِ پاک کی تلاوت، قرآت، اس کے اَحکام اور اَسرار سیکھتے ہیں۔

﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ: ان صحیفوں میں سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔﴾ یعنی ان صحیفوں میں حق اور عدل کی سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو درستی اور اصلاح پر دلالت کرتی ہیں۔[2]

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے (آپس میں) تفرقہ نہ ڈالا مگر اس کے بعد کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس آچکی تھی۔

1 ......خازن، البیّنة، تحت الآیة: ۲، ۳۹۹/۴.

2 ...... مدارک، البیّنة، تحت الآیة: ۳، ص۱۳۶۶، سمرقندی، البیّنة، تحت الآیة: ۳، ۴۹۹/۳، ملتقطاً.

﴿ وَمَاتَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ :اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں۔﴾ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پہلے سے تو سب اس بات پر متفق تھے کہ جب وہ نبی تشریف لائیں گے جن کی بشارت دی گئی ہے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن جب وہ نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جلوہ افروز ہوئے تو ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے بعض آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور بعض نے حسد اور عناد کی وجہ سے کفر اختیار کیا۔[1]

وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ؕ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے، ہر باطل سے جدا ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

﴿ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ :اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں۔﴾ یہاں سے یہ بیان کیا جارہا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو تورات وانجیل میں کیا حکم دیا گیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو تورات اور انجیل میں تو یہی حکم ہوا کہ تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے پیروکار ہوکر اخلاص کے ساتھ اور شرک ونفاق سے دور رہ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور فرض نماز کو اس کے اَوقات میں قائم کریں اور ان کے مالوں میں جو زکوٰۃ فرض ہوا سے دیں یہ سیدھا دین ہے۔[2]

آیت ” وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ “ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

1 ......خازن، البيّنة، تحت الآية: ٤، ٣٩٩/٤، مدارك، البيّنة، تحت الآية: ٤، ص١٣٦٦، ملتقطاً.

2 ......خازن، البيّنة، تحت الآية: ٥، ٣٩٩/٤، مدارك، البيّنة، تحت الآية: ٥، ص١٣٦٦، ملتقطاً.

(1)......کفار اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اسلام قبول کر کے اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

(2)......دین میں عقائد اور اعمال دونوں ہی ضروری ہیں۔

(3)......وہی عمل مقبول ہے جس میں خالص اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت کی گئی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک اللّٰہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا کرتا ہے۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ(۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اہلِ کتاب میں سے جو کافر ہوئے وہ اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: بیشک اہلِ کتاب میں سے جو کافر ہوئے۔﴾ اس سے پہلے کافروں کا دُنْیَوی حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے کافروں کا اُخروی حال بیان کیا جارہا ہے اور اہلِ کتاب کے ساتھ مشرکوں کا ذکر اس لئے کیا گیا تا کہ انہیں یہ وہم نہ ہو کہ آیت میں بیان کیا گیا حکم صرف اہلِ کتاب کے ساتھ خاص ہے۔[2]

آیت ’’اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں:

1......مسلم، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله... الخ، ص۱۳۸۷، الحديث: ۳٤(۲۵٦٤).

2......روح البيان، البينة، تحت الآية: ٦، ١٠/٤٨٩.

(1)......اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جو اللّٰہ تعالیٰ کو مانتے اور اس کی عبادت تو کرتے تھے لیکن انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کو نہ مانا اور ان کی عزت وتوقیر نہ کی تو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا بلکہ یہاں تو مشرکین سے پہلے اُن کے عذاب کا ذکر کیا۔

(2)......کافر چاہے کتابی ہو یا مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا اگرچہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے عذاب کی نَوعیّت جدا ہو۔

(3)......کفر جہنم میں داخل ہونے کا یقینی سبب ہے۔

(4)......کافر اگرچہ کتنی ہی بڑی کوئی خدمت انجام دے رہا ہو وہ بدتر ہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ: وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو وہ فرشتوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ تمام مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو حضرات نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہوئے وہ تمام فرشتوں سے افضل ہیں جبکہ فرشتوں میں جو رسول ہیں وہ اولیاء اور علماء سے افضل ہیں (اور اولیاء و علماء عام فرشتوں سے افضل ہیں) جبکہ عام فرشتے گناہگار مومنین سے افضل ہیں کیونکہ فرشتے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔[1]

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

1......روح البيان، البينة، تحت الآية: ٧، ١٠/٤٩٠، شرح فقه اكبر، ص١١٨، ملتقطاً.

خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿٨﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللّٰہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللّٰہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کا صلہ ان کے رب کے پاس۔﴾ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کا صلہ ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوا اور وہ اُس کے کرم اور اس کی عطا سے راضی ہوئے، یہ عظیم بشارت اس کے لیے ہے جو دنیا میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ [1]

آیت ’’جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... دنیا کی نعمتیں نیک لوگوں کی حقیقی جزا نہیں اگرچہ اللّٰہ تعالیٰ نیکیوں کے صدقے اِن سے بھی نواز دے۔

(2)...... دنیا منزل ہے اور جنت اصلی مقام ہے۔

(3)...... جزا کے لئے جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ وہاں سے نکلنا ہے اور نہ موت کا آنا ہے۔

(4)...... ہر ولی اور بزرگ کو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہہ سکتے ہیں، یہ لفظ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ سے خاص نہیں۔ اس آیت میں یہ مضمون صاف موجود ہے۔

---

1 ...... خازن، البينة، تحت الآية: ٨، ٤/٠٠ ٤، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الزِّلْزَال

سورۂ زِلزال کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ زِلزال مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **8** آیتیں ہیں۔

''زِلزال'' نام رکھنے کی وجہ

زِلزال کا معنی ہے ہلا دینا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ زِلزال'' کہتے ہیں۔

سورۂ زِلزال کے فضائل

(1)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سورۂ ''اِذَا زُلْزِلَتْ'' آدھے قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ''قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔[2]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو سورۂ زلزال پڑھے تو یہ اس کے لئے نصف قرآن کے برابر ہوگی، جو سورۂ کافرون پڑھے تو یہ اس کے لئے چوتھائی قرآن کے برابر اور سورۂ اخلاص کا پڑھنا تہائی قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کے برابر ہے۔[3]

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الزّلزلۃ، ٤/٤٠٠.

2 ......ترمذی، کتاب فضائل القران، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص و فی سورۃ اذا زلزلت، ٤/٤٠٩، الحدیث: ٢٩٠٣.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القران، باب ما جاء فی اذا زلزلت، ٤/٤٠٩، الحدیث: ٢٩٠٢.

سورۂ زِلزال کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کی ہَولناکیوں اور سختیوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت قائم ہوتے وقت کی چند علامات بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ قیامت کے دن زمین اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کا وہ سب کچھ بیان کر دے گی جو اس پر انہوں نے کیا ہوگا۔

(2)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ مختلف حالتوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور جس نے ذرہ بھر نیکی یا گناہ کیا ہوگا تو وہ اسے دیکھے گا۔

سورۂ بَیِّنَہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ زِلزال کی اپنے سے ماقبل سورت ''بَیِّنَہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ بَیِّنَہ کے آخر میں بیان کیا گیا کہ کافروں کی سزا جہنم ہے اور نیک مسلمانوں کی جزا جنت اور اس سورت میں یہ سزا و جزا ملنے کا وقت بتایا گیا ہے۔[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

1......تناسق الدرر، سورة الزّلزلة، ص۱٤۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسے اس کا تھرتھرانا طے ہے۔

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا: جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسے اس کا تھرتھرانا طے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب زمین اپنے زلزلے کے ساتھ تھرتھرا دی جائے گی اور زمین پر کوئی درخت، کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا حتّٰی کہ زلزلے کی شدت سے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ زمین کا یہ تھرتھرانا اس وقت ہوگا جب قیامت نزدیک ہوگی یا قیامت کے دن زمین تھرتھرائے گی۔ (1)

قیامت کا زلزلہ کتنا ہولناک ہے اس کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔

وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔ اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔ اور آدمی کہے گا: اسے کیا ہوا؟

﴿وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا: اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔﴾ یعنی جب زمین اپنے اندر موجود خزانے اور مردے سب نکال کر باہر پھینک دے گی۔ یاد رہے انسان اور جنّات بوجھ والے وجود ہیں جب تک زمین کے اوپر

---

1 ......خازن، الزّلزلة، تحت الآية: ۱، ۴/۴۰۰۔

2 ......حج: ۱، ۲۔

موجود ہیں تو وہ زمین پر بوجھ ہیں اور جب زمین کے اندر ہوں تو زمین کے لئے بوجھ ہیں اسی وجہ سے انسانوں اور جنّات کو ثَقَلَین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مردہ ہوں یا زندہ زمین ان کا بوجھ اٹھاتی ہے۔[(1)]

زمین کے اس عمل کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ[(2)]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب زمین کو دراز کردیا جائے گا۔ اور جو کچھ اس میں ہے زمین اسے (باہر) ڈال دے گی اور خالی ہوجائے گی۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گی اور اسے یہی لائق ہے۔ اے انسان! بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’زمین سونے چاندی کے ستونوں جیسے اپنے جگر پارے اگل دے گی، قاتل دیکھ کر کہے گا کہ اسی (مال) کی وجہ سے تو میں نے قتل کیا تھا، رشتہ داری توڑنے والا کہے گا: اسی وجہ سے تو میں نے رشتہ داری توڑی تھی، چور دیکھ کر کہے گا کہ اسی مال کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر سب اس مال کو چھوڑ دیں گے اور کوئی اس میں سے کچھ نہیں لے گا۔[(3)]

﴿وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا: اور آدمی کہے گا: اسے کیا ہوا؟﴾ یعنی اس زلزلے کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے وہ حیرت سے کہیں گے: زمین کو کیا ہوا کہ ایسی مُضطَرِب ہوئی اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا اس نے سب باہر پھینک دیا۔[(4)]

یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

---

1 ......مدارك، الزّلزلة، تحت الآية: ۲، ص۱۳۶۸، خازن، الزّلزلة، تحت الآية: ۲، ۴/۴۰۰-۴۰۱، ملتقطاً.

2 ......انشقاق: ۳-۶.

3 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة قبل ان لا يوجد من يقبلها، ص۵۰۵، الحديث: ۶۲(۱۰۱۳).

4 ......روح البيان، الزّلزلة، تحت الآية: ۳، ۱۰/۴۹۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

﴿یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا: اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ اُمور واقع ہوں گے تو اس دن زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی وہ سب بیان کرے گی اور اس سے مقصود یہ ہوگا کہ زمین نافرمانوں سے شکوہ کر سکے اور فرمانبرداروں کا شکریہ ادا کر سکے، چنانچہ وہ یہ کہے گی کہ ''فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی، فلاں نے زکوۃ دی، فلاں نے روزے رکھے اور فلاں نے حج کیا جبکہ فلاں نے کفر کیا، فلاں نے زنا کیا، فلاں نے چوری کی، فلاں نے ظلم کیا حتّٰی کہ کافر (یہ سن کر) تمنا کرے گا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔[1]

ہمارے اعمال کے گواہ

اس سے معلوم ہوا کہ زمین ہمارے اعمال پر گواہ ہے اور قیامت کے دن یہ ہمارے سامنے ہمارے اعمال بیان کر دے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت ''یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا'' تلاوت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا ''تم جانتے ہو کہ اس (زمین) کی خبریں کیا ہیں؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زیادہ جانتے ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر مرد و عورت پر اس کے ان اعمال کی گواہی دے گی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کئے، وہ کہے گی: اِس نے فلاں دن یہ عمل کیا اور اُس نے فلان دن یہ عمل کیا، یہی اس کی خبریں ہیں۔[2]

لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ گناہ کرتے وقت زمین سے محتاط رہے۔ حضرت ربیعہ جرشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''زمین سے محتاط رہو کہ یہ تمہاری اصل ہے اور جو کوئی اس پر اچھا یا برا عمل کرے گا یہ اس کی خبر دے گی۔[3]

1 ......خازن، الزّلزلة، تحت الآية: ٤-٥، ٤٠١/٤، تفسير كبير، الزّلزلة، تحت الآية: ٤، ٢٥٥/١١، ملتقطاً.

2 ......ترمذی، كتاب صفة القيامة و الرقائق و الورع، ٧-باب منه، ١٩٤/٤، الحديث: ٢٤٣٧.

3 ......معجم الكبير، باب الراء، ربيعة بن الغاز الجرشي... الخ، ٦٥/٥، الحديث: ٤٥٩٦.

اسی طرح ہمارے اَعضاء جن سے ہم گناہ کرتے ہیں، یہ بھی ہمارے اَعمال پر گواہ ہیں اور قیامت کے دن یہ وہ سب اعمال بیان کر دیں گے جو ان سے کئے گئے ہوں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ جب اپنے کان، آنکھ، دل، زبان، ہاتھ اور پاؤں سے کوئی گناہ کرنے لگے تو وہ یہ بات پیشِ نظر رکھے کہ قیامت کے دن یہی اَعضاء اِس کے اُس گناہ کی گواہی دیں گے۔

یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

﴿یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا: اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ حساب کی جگہ پر پیش ہونے کے بعد وہاں سے کئی راہیں ہو کر لوٹیں گے، کوئی دائیں طرف سے ہو کر جنت کی طرف جائے گا اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر دوزخ کی طرف جائے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزاء دکھائی جائے۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ جس دن وہ اُمور واقع ہوں گے جن کا ذکر کیا گیا تو اس دن لوگ اپنی قبروں سے حساب کی جگہ کی طرف

❶……بنی اسرائیل:۳۶.

❷……نور:۲٤.

مختلف حالتوں میں لوٹیں گے کہ کسی کا چہرہ سفید ہوگا اور کسی کا چہرہ سیاہ ہوگا، کوئی سوار ہوگا اور کوئی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا پیدل ہوگا، کوئی امن کی حالت میں ہوگا اور کوئی خوفزدہ ہوگا تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ [1]

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

﴿ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ: اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر مومن اور کافر کو قیامت کے دن اس کے نیک اور برے اعمال دکھائے جائیں گے، مومن کو اس کی نیکیاں اور برائیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ برائیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے ضائع ہو چکیں اور برائیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی برائیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی برائی نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلی آیت مومنین کے بارے میں ہے اور یہ آیت کفار کے بارے میں ہے۔ [2]

نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد اور گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ

---

1 ......خازن، الزّلزلة، تحت الآیة: ۶، ۴۰۱/۴، روح البیان، الزّلزلة، تحت الآیة: ۶، ۴۹۳/۱۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزّلزلة، تحت الآیة: ۸، ۴۰۱/۴، مدارك، الزلزلة، تحت الآیة: ۸، ص۱۳۶۸، ملتقطاً.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بندہ کبھی اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کہتا ہے اور اُس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا (یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک نہایت معمولی ہوتی ہیں) اللّٰہ تعالیٰ اُس (بات) کی وجہ سے اس کے بہت سے درجے بلند کرتا ہے اور کبھی اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اُس کا خیال بھی نہیں کرتا اِس (بات) کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے۔[1]

1 ......بخاری، کتاب الرّقاق، باب حفظ اللسان، ٤/٢٤١، الحدیث: ٦٤٧٨.

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰت

سورۂ عادِیات کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ عادِیات حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کے مطابق مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **11** آیتیں ہیں۔

''عادِیات'' نام رکھنے کی وجہ

مجاہدین کے ان گھوڑوں کو عادِیات کہتے ہیں جنہیں وہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے ان گھوڑوں کی قَسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عادِیات'' کہتے ہیں۔

سورۂ عادِیات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انسان کے ناشکرا ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالٰی نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری اور انکار کرتا ہے اور وہ اپنے اس عمل پر خود بھی گواہ ہے۔

(2)......اس سورت کے آخر میں مال کی محبت میں مضبوط اور اللہ تعالٰی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کمزور انسان کی مذمت بیان کی گئی اور وہ اعمال کرنے کی ترغیب دی گئی جو قیامت کے دن اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حساب دیتے وقت

1 ......خازن، تفسیر سورة العاديات، ٤/٤٠٢.

کام آئیں گے۔

سورۂ زِلزال کے ساتھ مناسبت

سورۂ عادِیات کی اپنے سے ماقبل سورت ’’زِلزال‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ زِلزال کے آخر میں نیکی اور گناہ کی جزا بیان کی گئی اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے اور آخرت میں لئے جانے والے حساب کی تیاری نہ کرنے پر انسان کی سرزنش کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًاۙ(۱) فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًاۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر سم مار کر پتھروں سے چنگاریاں نکالنے والوں کی۔

﴿ وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا: ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ ﴾ اس آیت میں جن گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی ان سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے آوازیں نکلتی ہیں۔[1]

آیت ’’وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کیا پیارے نکتے بیان فرمائے کہ آیت سے معلوم ہوا،

1 ......ابو سعود، العاديات، تحت الآية: ۱، ۵/۸۹۶۔

(1)......غازیوں کی شان بہت اعلیٰ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے ان کے گھوڑوں کی قَسم ارشاد فرمائی۔

(2)......جب غازی کے گھوڑے نے اپنی پشت پر غازی کو لیا تو اس گھوڑے کی شان اونچی ہوگئی،تو جب حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہجرت کی رات سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے کندھے پر لیا،حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صہباء کے مقام میں اپنے زانو پر سلایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سر مبارک اپنے سینہ پر لیا بلکہ وہ آمنہ خاتون اور حلیمہ دائی جنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی گودوں میں کھلایا ان کی کیا شان ہوگی۔

(3)......یہ کہ جب غازی کے گھوڑے کی سانس برکت والی ہے،کہ اس کی قَسم ارشاد ہوئی،تو ذاکر کی سانس بھی برکت والی ہے،جس سے شفا ہوتی ہے۔

﴿فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا: پھر سم مار کر پتھروں سے چنگاریاں نکالنے والوں کی۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ’’اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔‘‘[1]

مقبولوں سے دور کی نسبت بھی عزت کا سبب ہے

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ غازی کے گھوڑے کے سم سے اس پتھر اور شعلے کو نسبت ہوئی تو یہ **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا پیارا ہوگیا کہ **اللہ** تعالیٰ نے اس کا بھی قسم میں ذکر فرمایا،اس سے معلوم ہوا کہ مقبولوں سے دور کی نسبت بھی عزت کا سبب ہے۔

فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں

[1]......تفسیر کبیر، العادیات، تحت الآیۃ: ۲، ۱۱/۲۵۹۔

جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر صبح کے وقت غارت کردینے والوں کی۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں۔

﴿فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا: پھر صبح کے وقت غارت کردینے والوں کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان گھوڑوں کی قسم جو صبح کے وقت اسلام کے دشمنوں پر حملہ کردیتے ہیں، پھر اس وقت دوڑتے ہوئے غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جاتے ہیں۔

مجاہدین جب اسلام کے کسی دشمن پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو رات بھر سفر کرتے اور صبح کے وقت حملہ کردیتے اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ رات کے وقت اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے اور جس وقت وہ حملہ کرتے اس وقت لوگ غافل اور جنگ کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ [1]

سورۂ عادِیات کی آیت نمبر 3 تا 5 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... صبح کے وقت عموماً جہاد بابرکت ہے بلکہ اس وقت کئے جانے والے ہر دینی اور دُنْیَوی کام میں برکت ہوتی ہے۔

(2)...... جہاد کے وقت گھوڑوں کے دوڑنے سے جو غبار اڑتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اڑنے والا غبار ہے۔

(3)...... دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جانا بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔ اور بیشک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

---

[1]...... تفسیر کبیر، العادیات، تحت الآیۃ: ۳، ۱۱/۲۶۰، قرطبی، العادیات، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۱۱۴، الجزء العشرون، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک انسان ضرور اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور بیشک وہ اس بات پر ضرور خود گواہ ہے۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ: بیشک انسان ضرور اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے غازیوں کے گھوڑوں کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا: بیشک انسان اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا بڑا ناشکرا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''ناشکرے سے مراد وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مکر جاتا ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ناشکرے سے مراد گناہگار انسان ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ انسان ہے جو مصیبتوں کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے۔ (1)

﴿وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ: اور بیشک وہ اس بات پر ضرور خود گواہ ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بیشک وہ انسان ناشکرا ہونے پر خود اپنے عمل سے گواہ ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ناشکرے ہونے پر خود گواہ ہے۔ (2)

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌؕ (۸) اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِۙ (۹) وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِۙ (۱۰) اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ۠ (۱۱)

ع ۱۱ ۲۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ مال کی چاہت میں ضرور کرّا ہے۔ تو کیا نہیں جانتا جب اُٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔ اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے۔ بے شک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ مال کی محبت میں ضرور بہت شدید ہے۔ تو کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟ اور جو سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی۔ بیشک ان کا رب اس دن ان کی یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے۔

﴿وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ: اور بیشک وہ مال کی محبت میں ضرور بہت شدید ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک انسان مال کی محبت اور اس کی طلب میں تو بہت مضبوط اور طاقتور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی

---

1 ......خازن، العادیات، تحت الآیة: ٦، ٤/٢/٤٠٢.

2 ......خازن، العادیات، تحت الآیة: ٧، ٤/٢/٤٠٢.

عبادت کرنے اوراس کی نعمتوں کا شکرادا کرنے کیلئے کمزور ہے تو کیا مال کی محبت میں مبتلا وہ انسان نہیں جانتا کہ جب وہ مردے اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اورانہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور جو حقیقت سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نیک اور برے اعمال کا بدلہ دے گا ، بے شک ان کا رب عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن جو کہ فیصلے کا دن ہے ان کے اعمال ، ان کی نیتوں اوران کی اطاعت و نافرمانی کی خوب خبر رکھنے والا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے ہے ۔(1)

نور العرفان میں ہے: غافل انسان مال کی محبت کی وجہ سے سخت دل ہے کیونکہ مال کی محبت سختیِ دل کا باعث ہے، جیسے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت نرمیِ دل کا سبب ہے دیکھو یزید، فرعون، شداد، جانوروں سے زیادہ سخت دل تھے، محض محبت مال سے یا غافل انسان مال کی محبت میں سخت دل ہے، دین میں نرم (یعنی دین میں سختی برداشت نہیں کرتے)، اسی لئے عام طور پر لوگ دنیا کے لئے وہ مشقتیں جھیل لیتے ہیں جو دین کے لئے نہیں جھیلتے ،

مال سے محبت کی چار صورتیں

خیال رہے کہ محبتِ مال چار طرح کی ہے: (1) حُبِّ ایمانی جیسے حج وغیرہ کے لئے مال کی چاہت ، (2) حُبِّ نفسانی جیسے اپنے آرام وراحت کے لئے مال سے رغبت ، (3) حُبِّ طُغیانی جیسے محض جمع کرنے اور چھوڑ جانے کے لئے مال سے محبت ، (4) حُبِّ شیطانی یعنی گناہ وسرکشی کے لئے مال کی محبت ۔ یہاں آخری دو محبتیں مراد ہیں، پہلی قسم کی محبت عبادت ہے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا۔ ''اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ '' حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جہاد کے گھوڑوں سے بڑی محبت تھی، چونکہ مال بہت خیر کا ذریعہ ہے، اسی لئے اسے خیر فرمایا گیا۔ صوفیاء کے نزدیک نعمت سے ایسی محبت بری ہے جو دل کو بھر دے کہ مُنعِم کی محبت کی جگہ نہ رہے، وہی یہاں مراد ہے، اندرونِ دل صرف یار کی محبت ہو، وہاں اَغیار نہ ہوں ، باقی محبتیں دل کے باہر رہیں، کشتی پانی میں رہے سلامت ہے، اگر پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جائے گی ۔

1 ......تفسیر کبیر، العادیات، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۲۶۲، سمرقندی، العادیات، تحت الآیۃ: ۸-۱۱، ۳/۵۰۳-۵۰۴، مدارک، العادیات، تحت الآیۃ: ۸-۱۱، ص۱۳۶۹، ملتقطاً.

سُوۡرَۃُ الۡقَارِعَۃ

سورۂ قارعہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قارعہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 11 آیتیں ہیں۔

''قارِعہ'' نام رکھنے کی وجہ

قارعہ کا معنی ہے دل دہلا دینے والی، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قارِعہ'' کہتے ہیں۔

سورۂ قارعہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت کی ہَولناکیاں بیان کی گئی ہیں اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ قیامت کی دہشت اور سختی سے تمام لوگوں کے دل دہل جائیں گے اور میدانِ قیامت میں لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دُھنی ہوئی اون کے ریزوں کی طرح اڑیں گے۔

(2)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ جس کی نیکیوں کا ترازو بھاری ہوگا وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا ترازو ہلکا پڑے گا تو اس کا ٹھکانا شعلے مارتی آگ ہاوِیہ ہوگا جس میں انتہا کی سوزش اور تیزی ہے۔

---

[1]......خازن، تفسير سورة القارعة، ٤٠٣/٤.

سورۂ عادِیات کے ساتھ مناسبت

سورۂ قارِعہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''عادِیات'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ عادِیات کے آخر میں قیامت کے اوصاف بیان کئے گئے اور سورۂ قارِعہ میں قیامت کی ہَولناکیاں بیان کی گئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دل دہلانے والی۔ کیا وہ دہلانے والی۔ اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ دل دہلا دینے والی۔ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟

﴿ **اَلۡقَارِعَۃُ: وہ دل دہلا دینے والی۔** ﴾ قارِعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کی دہشت، ہَولناکی اور سختی سے (تمام انسانوں کے) دل دہل جائیں گے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آواز کی وجہ سے قیامت کو ''قارِعہ'' کہتے ہیں کیونکہ جب وہ صُور میں پھونک ماریں گے تو ان کی پھونک کی آواز کی شدت سے تمام مخلوق مرجائے گی۔ (1)

﴿ **وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ: اور تجھے کیا معلوم کہ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟** ﴾ علامہ احمد صاوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی

1 ......خازن، القارعة، تحت الآية: ۱، ۴/۳، ۴۰۳.

عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ قیامت کی ہولناکی، شدت اور دہشت کو ہماری طرف سے آنے والی وحی کے ذریعے ہی جان سکتے ہیں۔ تو یہاں وحی کے بغیر قیامت کی ہولناکی کے علم کی نفی ہے (نہ کہ مطلق علم کی نفی ہے)۔ (1)

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جس دن آدمی پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔

﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ: جس دن آدمی پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔﴾ یعنی جس طرح پروانے شعلے پر گرتے وقت مُنْتَشِر ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ایک جہت مُعَیَّن نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک دوسرے کے خلاف جہت سے جاتا ہے یہی حال قیامت کے دن مخلوق کے اِنْتِشار کا ہوگا کہ جب انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو وہ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح مُنْتَشِر ہوں گے اور ہر ایک دوسرے کے خلاف جہت کی طرف جا رہا ہوگا۔ (2)

یاد رہے کہ اس آیت میں قبروں سے اٹھتے وقت مخلوق کے اِنْتِشار کو پھیلے ہوئے پروانوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ ان آیات:

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔ (تو) ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوں گی۔ قبروں سے یوں نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں۔

میں مخلوق کی کثرت کی وجہ سے انہیں پھیلی ہوئی ٹڈیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

---

1 ......صاوی، القارعة، تحت الآية: ۳، ۶/۲۴۱۳.

2 ......خازن، القارعة، تحت الآية: ۴، ۴/۴۰۳.

3 ......قمر: ۶، ۷.

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پہاڑ ہوں گے جیسے دُھنکی اون۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے۔

﴿ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ:اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے۔﴾ یعنی دل دہلا دینے والی قیامت کی ہَولناکی اور دہشت سے بلند و بالا اور مضبوط ترین پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ ریزہ ریزہ ہوکر ہوا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح رنگ برنگی اُون کے ریزے دُھنتے وقت ہوا میں اڑتے ہیں تو اس وقت کمزور انسان کا حال کیا ہوگا!(1)

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَةٌ ۠﴿۱۱﴾

ع ١١ | ٢٦

ترجمۂ کنزالایمان: تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں۔ وہ تو من مانتے عیش میں ہیں۔ اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں۔ وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔ اور تو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی۔ ایک آگ شعلے مارتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بہر حال جس کے ترازو بھاری ہوں گے۔ وہ تو پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ اور بہر حال جس کے ترازو ہلکے پڑیں گے۔ تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ ایک شعلے مارتی آگ ہے۔

1 ......خازن، القارعة، تحت الآية: ٥، ٤/٤٠٣، روح البيان، القارعة، تحت الآية: ٥، ١٠/٥٠٠، ملتقطاً.

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ: تو بہر حال جس کے ترازو بھاری ہوں گے۔﴾ قیامت کا حال ذکر کرنے کے بعد یہاں سے قیامت کے دن مخلوق کی دو قسمیں بیان فرمائی گئیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے جس کی نیکیوں کے ترازو بھاری ہوں گے اور اس کے وزن دار نیک عمل زیادہ ہوں گے وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کے ترازو اس وجہ سے ہلکے پڑیں گے کہ وہ باطل کی پیروی کیا کرتا تھا تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ وہ ایک شعلے مارتی آگ ہے جس میں انتہا کی سوزش اور تیزی ہے۔

اعمال کا وزن کئے جانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن مومن کی نیکیاں اچھی صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی، اگر وہ غالب ہوئیں تو اس کے لئے جنت ہے اور کافر کی برائیاں بدترین صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی اور اس کی تول ہلکی پڑے گی کیونکہ کفار کے اعمال باطل ہیں ان کا کچھ وزن نہیں تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف مومنوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو جس مومن کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوئیں وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوئے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اپنے گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دے گا جبکہ کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ [2]

البتہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل کر دے گا۔

---

1 ......کهف:۱۰۵.

2 ......خازن، القارعة، تحت الآية: ٦-١٠، ٤/٤٠٣، مدارك، القارعة، تحت الآية: ٦-١٠، ص١٣٧٠، ملتقطاً.

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے۔

(1)......قیامت کے دن میزان قائم کیا جانا اور اعمال کا وزن ہونا حق ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﰳالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

---

[1]......اعراف: ۸، ۹۔

سُوْرَۃُ التَّکَاثُر

سورۂ تکاثُر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ تکاثُر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **8** آیتیں ہیں۔

''تکاثُر'' نام رکھنے کی وجہ

تکاثُر کا معنی ہے مال، اولاد اور خادموں کی کثرت پر فخر کرنا۔اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تکاثر'' کہتے ہیں۔

سورۂ تکاثر کے فضائل

(1)......حضرت **عبداللہ بن عمر** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **نبی اکرم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کرے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ ارشاد فرمایا'' کیا تم میں کوئی (روزانہ) ''**اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ**'' پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ (یعنی یہ سورت پڑھنا ثواب میں ایک ہزار آیتیں پڑھنے کے برابر ہے)۔[2]

(2)......حضرت **جریر بن عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''میں تمہارے سامنے سورت ''**اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ**'' پڑھنے لگا ہوں تو (اسے سن کر) جو روپڑا تو اس کے لئے جنت ہے۔آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ سورت پڑھی تو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ رو پڑے اور بعض کو رونا

1......خازن، تفسیر سورۃ التّکاثر، ۴/۴۰۳۔

2......مستدرک، کتاب فضائل القرآن، ذکر فضائل سور... الخ، الهاکم التّکاثر تعدل الف آیۃ، ۲/۲۷۶، الحدیث: ۲۱۲۷۔

نہیں آیا۔ جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو رونا نہیں آیا تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے بہت کوشش کی لیکن رونے پر قادر نہیں ہو سکے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں دوبارہ تمہارے سامنے وہ سورت پڑھتا ہوں تو جو رو پڑا اس کے لئے جنت ہے اور جسے رونا نہ آئے تو وہ رونے جیسی صورت بنا لے۔(1)

سورۂ تکاثُر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں فقط دنیا کی بہتری کے لئے عمل کرنے کی مذمت بیان کی گئی اور آخرت کے لئے تیاری نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدا میں بتایا گیا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے لوگوں کو آخرت کی تیاری سے غافل کر دیا ہے اور یہ حرص ان کی دلوں میں رہی یہاں تک کہ انہیں موت آگئی۔

(2)...... یہ بیان کیا گیا کہ نزع کے وقت زیادہ مال جمع کرنے کی حرص رکھنے والوں کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا اور اگر وہ اس کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال سے کبھی محبت نہ رکھتے۔

(3)......اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا کہ مرنے کے بعد مال کی حرص رکھنے والے ضرور جہنم کو دیکھیں اور قیامت کے دن لوگوں سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

سورۂ قارِعہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ تکاثُر کی اپنے سے ماقبل سورت ’’قارِعہ‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قارِعہ میں قیامت کی بعض ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور اس سورت میں جہنم کا مستحق ہونے کی وجہ بیان کی گئی کہ لوگ دنیا میں مشغول ہو کر دین سے دور ہو جائیں گے اور گناہ کرنے لگیں گے جس کی وجہ سے انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی البکاء عند قراءة القرآن، ۲/۳۶۳، الحدیث: ۲۰۵۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ(۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ: زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے اور اپنے مال اور اولاد پر فخر کرنے نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل کردیا۔[1]

کثرتِ مال کی حرص کی مذمت

اس سے معلوم ہوا کہ کثرتِ مال کی حرص اور اس پر اور اولاد پر فخر کا اظہار کرنا مذموم ہے اور اس میں مبتلا ہو کر آدمی اُخروی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر و غرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسے ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی ہے) اور

1 ......جلالین، التّکاثر، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۰۵۔

2 ......حدید: ۲۰۔

دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْۚ-وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۴) اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌؕ-وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ(۱۵) فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْؕ-وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہی ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے۔ تو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور حکم مانو اور راہِ خدا میں خرچ کرو یہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہوگا اور جسے اس کے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور حضرت مُطَرِّف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ’’اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ‘‘ کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’ابنِ آدم کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، اے ابنِ آدم: تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کردیا، یا پہن کر بوسیدہ کردیا، یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

1 ......منافقون: ۹.

2 ......تغابن: ۱۴-۱۶.

3 ......مسلم، كتاب الزّهد و الرّقائق، ص۱۵۸۲، الحديث: ۳-(۲۹۵۸).

''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، اس کے لئے تو اس کے مال سے صرف تین چیزیں ہیں (1) جو اس نے کھا کر فنا کر دیا۔ (2) جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا۔ (3) جو کسی کو دے کر (آخرت کے لئے) ذخیرہ کرلیا۔ اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' خدا کی قسم! مجھے تمہارے غریب ہو جانے کا ڈر نہیں ہے، مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ نہ ہو جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی، پھر تم اس میں رغبت کر جاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے اور یہ تمہیں ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مال و اَسباب کی کثرت سے مالداری نہیں ہوتی بلکہ (اصل) مالداری تو دل کا غنی ہونا ہے، خدا کی قسم! مجھے تمہارے بارے میں محتاجی کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تمہارے بارے اس بات کا خوف ہے کہ تم کثرتِ مال کی ہوس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ [3]

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ ان بکریوں کو اس سے زیادہ خراب نہیں کرتے جتنا مال اور عزت کی حرص انسان کے دین کو خراب کر دیتی ہے۔ [4]

اللّٰہ تعالٰی سب مسلمانوں کو مال کی حرص اور ہوس سے محفوظ فرمائے، آمین۔

﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ: یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔﴾ یعنی کثرتِ مال کی حرص تمہارے دل میں رہی یہاں تک کہ تمہیں موت آ گئی اور تم قبروں میں دفن ہو گئے۔ [5]

---

1 ......مسلم، کتاب الزّھد و الرّقائق، ص۱۵۸۲، الحدیث: ٤-(۲۹۵۹).

2 ......بخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب الجزیة و الموادعة مع اھل الذّمة و الحرب، ۳٦۳/۲، الحدیث: ۳۱۵۸.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه، ٦٤٥/۳، الحدیث: ۱۰۹۵۸.

4 ......ترمذی، کتاب الزّھد، ٤۳-باب، ۱٦٦/٤، الحدیث: ۲۳۸۳.

5 ......خازن، التّکاثر، تحت الآیة: ۲، ٤/٤۰٤.

مال اور اولاد کی حقیقت

یاد رہے جس مال کے زیادہ ہونے کی حرص کی جاتی ہے اور جس اولاد پر فخر وغرور کا اظہار کیا جاتا ہے ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اس وقت تک انسان کے ساتھ رہتے ہیں جب تک اس کے جسم میں روح باقی ہے اور جیسے ہی روح اس کے تن سے جدا ہوتی ہے اور اسے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو وہ مال اور اولاد اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور قبر میں اس کے ساتھ صرف اس کا عمل جاتا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ مال زیادہ ہونے کی حرص کرنے اور اپنی اولاد پر فخر وغرور کرنے کی بجائے نیک اعمال زیادہ کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ قبر میں اس کے بہترین ساتھی ہوں۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور ایک (اس کے ساتھ) رہ جاتی ہے۔ اس کے اہلِ خانہ، مال اور عمل ساتھ جاتے ہیں، اہلِ خانہ اور مال لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔'' (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، ایک دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے دریافت فرمایا ''تم جانتے ہو کہ تمہاری، تمہارے اہل وعیال، مال اور اَعمال کی مثال کیسی ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''تمہاری، تمہارے اہل وعیال، مال اور اعمال کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے تین بھائی ہوں، جب اس کی موت کا وقت قریب آئے تو وہ اپنے تینوں بھائیوں کو بلائے اور ایک سے کہے: تم میری حالت دیکھ رہے ہو، یہ بتاؤ کہ تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟ وہ جواب دے: میں تمہارے لئے اتنا کر سکتا ہوں کہ فی الحال تمہاری تیمار داری کروں، تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری حاجات اور ضروریات کو پورا کروں، پھر جب تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہیں غسل دے کر کفن پہناؤں اور لوگوں کے ساتھ مل کر تمہارا جنازہ اٹھاؤں کہ کبھی میں کندھا دوں اور کبھی اور شخص، جب (تمہیں دفن کر کے) واپس آؤں تو جو کوئی تمہارے بارے میں پوچھے اس کے سامنے تمہاری بھلائی ہی بیان کروں۔ یہ بھائی درحقیقت اس شخص کے اہل وعیال ہیں۔ یہ فرمانے کے بعد حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے پوچھا: اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم اس میں کوئی بھلائی نہیں

(1)......بخاری، کتاب الرّقاق، باب سکرات الموت، ٤/٢٥٠، الحدیث: ٦٥١٤.

پاتے۔اس کے بعد ارشاد فرمایا’’پھر وہ اپنے دوسرے بھائی سے کہے:تم بھی میری حالت دیکھ رہے ہو،تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟تو وہ جواب میں کہے:میں اس وقت تک تمہارا ساتھ دوں گا جب تک تم زندہ ہو،جونہی تم دنیا سے رخصت ہوگئے تو ہمارے راستے جدا جدا ہو جائیں گے کیونکہ تم قبر میں پہنچ جاؤ گے اور میں یہیں دنیا میں رہ جاؤں گا۔یہ بھائی اصل میں اس شخص کا مال ہے،اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ!صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،ہم اسے بھی اچھا نہیں سمجھتے۔حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مزید ارشاد فرمایا’’پھر وہ شخص اپنے تیسرے بھائی سے کہے:یقیناً تم بھی میری حالت دیکھ رہے ہو اور تم نے میرے اہل وعیال اور مال کا جواب بھی سن لیا ہے،بتاؤ تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟وہ اُسے تسلی دیتے ہوئے کہے:میرے بھائی، میں تو قبر میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہیں وحشت سے بچاؤں گا اور جب حساب کا دن آئے گا تو میں تیرے میزان میں جا بیٹھوں گا اور اسے وزن دار کر دوں گا۔یہ اس کا عمل ہے،اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی:یارسولَ اللہ!صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،یہ تو بہت اچھا دوست ہے۔رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا’’حقیقت یہی ہے۔(1)

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۠﴿۸﴾

ع ١ ٨ ٢٧

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔بیشک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔پھر بیشک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

1 ......كنز العمّال،حرف الميم،كتاب الموت،قسم الافعال،ذيل الموت،٣١٨/٨،الجزء الخامس عشر،الحديث:٤٢٩٧٤.

ترجمۂ کنزالعرفان: ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔ پھر یقیناً تم جلد جان جاؤ گے۔ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)۔ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! ہاں ہاں اب نزع کے وقت کثرتِ مال کی حرص اور اولاد پر فخر وغرور کرنے کے برے نتیجے کو جلد جان جاؤ گے، پھر یقیناً تم قبروں میں جلد جان جاؤ گے، یقیناً اگر تم مال کی حرص کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال کی حرص میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔ بیشک تم مرنے کے بعد ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے، پھر بیشک ضرور قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی تھیں جیسے صحت، فراغت، امن، عیش اور مال وغیرہ جن سے تم دنیا میں لذتیں اُٹھاتے تھے اور ان کے بارے میں یہ پوچھا جائے گا کہ یہ چیزیں کس کام میں خرچ کیں؟ ان کا کیا شکر ادا کیا؟ اور ان نعمتوں کا شکر ترک کرنے پر انہیں عذاب کیا جائے گا۔[1]

قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا

اس سورت کی آیت نمبر 8 سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا چاہے وہ نعمت جسمانی ہو یا روحانی، ضرورت کی ہو، یا عیش وراحت کی حتّٰی کہ ٹھنڈے پانی، درخت کے سائے اور راحت کی نیند کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا[2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

1 ......خازن، التّكاثر، تحت الآية: ۳-۸، ٤/٤٠٤، مدارك، التّكاثر، تحت الآية: ۳-۸، ص۱۳۷۱، جلالين، التكاثر، تحت الآية: ۳-۸، ص٥٠٦، ملتقطاً.

2 ......بنی اسرائیل: ۳٦.

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، جب یہ آیت ’’ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ‘‘ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم سے کس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا (حالانکہ) ہمارے پاس تو صرف یہی دو سیاہ چیزیں (یعنی کھجور اور پانی) ہیں، دشمن حاضر ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں؟ ارشاد فرمایا ’’عنقریب ایسا ہی ہوگا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نعمت کے بارے میں سوال ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں جسمانی صحت نہ دی اور ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا؟ (2)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتّٰی کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (1) اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی۔ (2) اس کی جوانی کے بارے میں کہ کس کام میں گزری۔ (3، 4) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ (5) اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا۔ (3)

اللہ تعالٰی ہر مسلمان کو اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ دعا مانگا کرے:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (4)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور میں وہ کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

---

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ الھاکم التکاثر، ۵/۲۳۵، الحدیث: ۳۳۶۸.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ الھاکم التکاثر، ۵/۲۳۶، الحدیث: ۳۳۶۹.

3 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ و الرقائق و الورع، باب فی القیامۃ، ۴/۱۸۸، الحدیث: ۲۴۲۴.

4 ......احقاف: ۱۵.

سُوْرَةُ الْعَصْر

سورۂ عصر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ عصر جمہور مفسرین کے نزدیک مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **3** آیتیں ہیں۔

’’عصر‘‘ نام رکھنے کی وجہ

عربی میں زمانے کو عصر کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ’’سورۂ عصر‘‘ کے نام سے مَوسوم کیا گیا۔

سورۂ عصر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں انسانی زندگی کا دستور بیان کیا گیا ہے اور اس میں زمانے کی قسم کھا کر بتا دیا گیا کہ اسلام قبول کر کے نیک اعمال کرنے والے، ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرنے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنے والے کے علاوہ آدمی ضرور نقصان میں ہے کیونکہ اس کی عمر لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی چلی جارہی ہے۔

سورۂ تکاثُر کے ساتھ مناسبت

سورۂ عصر کی اپنے سے ماقبل سورت ’’تکاثُر‘‘ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ تکاثُر میں دُنْیَوی اُمور میں حد سے زیادہ مشغولیت اور آخرت کی تیاری سے غفلت مذموم ہے اور اس سورت میں وہ چیز بیان کی گئی ہے جس میں انسان کو مشغول ہونا چاہئے۔

---

[1] ……خازن، تفسير سورة العصر، ٤/٥، ٤٠٤.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

ع ۱ | ۲۸

ترجمۂ کنزالایمان: اس زمانۂ محبوب کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمانے کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور خسارے میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

﴿وَ الۡعَصۡرِ: زمانے کی قسم۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظ ''عصر'' کے بارے میں مفسرین کا **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے زمانہ مراد ہے اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے اور اس میں احوال کا تبدیل ہونا دیکھنے والے کے لئے عبرت کا سبب ہوتا ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اس کی وحدانیّت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہاں آیت میں زمانے کی قسم مراد ہو۔**دوسرا قول** یہ ہے کہ ''عصر'' اس وقت کو بھی کہتے ہیں جو سورج غروب سے پہلے ہوتا ہے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ نقصان اٹھانے والے کے بارے میں اس وقت کی قسم یاد فرمائی گئی ہو جیسا کہ نفع اٹھانے والے کے بارے میں ''ضُحٰی'' یعنی چاشت کے وقت کی قسم ذکر فرمائی گئی۔**تیسرا قول** یہ ہے کہ ''عصر'' سے نمازِ عصر مراد ہوسکتی ہے جو کہ دن کی عبادتوں میں سب سے آخری عبادت ہے اور اس کی فضیلت کی وجہ سے یہاں اس کی قسم ارشاد

فرمائی گئی ہو۔ **چوتھا قول** یہ ہے اور اسی کی طرف دل جھکتا ہے کہ یہاں زمانے سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مخصوص زمانہ مراد ہے جو کہ بڑی خیر و برکت کا زمانہ ہے، تو جس طرح اللّٰہ تعالیٰ نے ''لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مسکن و مکان کی قسم یاد فرمائی ہے اور جس طرح ''لَعَمْرُكَ'' فرما کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر شریف کی قسم یاد فرمائی تو اسی طرح یہاں ''وَالْعَصْرِ'' فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے کی قسم ارشاد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا شہر سب شہروں سے افضل اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر مبارک سب کی عمروں سے افضل ہے۔ (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ: بیشک آدمی ضرور خسارے میں ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے قسم ذکر کر کے فرمایا کہ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے کہ اس کی عمر جو اس کا سرمایہ اور اصل پونجی ہے وہ ہر دم کم ہو رہی ہے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو ایمان اور نیک عمل کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو ان تکلیفوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کی وصیت کی جو دین کی راہ میں انہیں پیش آئیں تو یہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے خسارے میں نہیں بلکہ نفع پانے والے ہیں کیونکہ ان کی جتنی عمر گزری وہ نیکی اور طاعت میں گزری ہے۔ (2)

اسی طرح ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں

---

1 ......خازن، العصر، تحت الآية: ١، ٤/٤٠٥، صاوی، والعصر، تحت الآية: ١، ٦/٢٤١٩، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، العصر، تحت الآية: ٢-٣، ١٠/٥٠٥-٥٠٦، خازن، العصر، تحت الآية: ٢-٣، ٤/٤٠٥، ملتقطاً.

وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ-اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ [1]

خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی ۔تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

سورۂ عصر کی آیت نمبر 2 اور 3 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان آیات سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......انسان کی زندگی اس کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اس سرمائے سے وہ اُسی صورت میں نفع اٹھا سکتا ہے جب وہ اِسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں خرچ کرے اور اگر وہ یہ سرمایہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے، اس کی نافرمانی کرنے اور گناہوں میں خرچ کرتا رہا تو اسے کوئی نفع نہ ہو گا بلکہ بہت بڑا نقصان اٹھائے گا، لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں مصروف ہو جائے۔

(2)......انسان کی زندگی کا جو حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرے وہ سب سے بہتر ہے۔

(3)......دنیا سے اِعراض کرنا اور آخرت کی طلب میں اور اس سے محبت کرنے میں مشغول ہونا انسان کے لئے سعادت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا [2]

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

سورۂ عصر کی آیت نمبر 3 سے معلوم ہونے والے مسائل

نور العرفان میں ہے کہ اس آیت سے کئی مسئلے معلوم ہوئے **ایک** یہ کہ پہلے خود نیک بنے، پھر دوسروں کو ہدایت کرے جیسا کہ آیت میں ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ **دوسرے** یہ کہ ہمیشہ تبلیغ کرے جیسا کہ **وَتَوَاصَوْا** کے

1 ......فاطر:۲۹، ۳۰.

2 ......بنی اسرائیل:۱۹.

اِطلاق سے معلوم ہوا۔ **تیسرے** یہ کہ ہر مسلمان کو مُبَلِّغ ہونا چاہیے، جسے جو مسئلہ صحیح طور پر معلوم ہو، وہ لوگوں کو بتا دے، صرف علما پر تبلیغ نہیں، جیسا کہ وَ تَوَاصَوْا کے فاعل کے عموم سے پتہ لگا۔ **چوتھے** یہ کہ ہر حال میں تبلیغ کرے، صرف جلسہ یا اسٹیج پر مَوقوف نہ ہو۔ **پانچویں** یہ کہ نماز روزے کی طرح تبلیغ بھی ضروری ہے۔ **چھٹے** یہ کہ عوام دل و زبان سے اور علماء زبان و قلم سے جبکہ حُکّام زور و طاقت سے تبلیغ کریں اور اصل یہ کہ ہر کوئی اپنی حسبِ اِستطاعت نیکی کی دعوت عام کرنے کی کوشش کرے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَة

سورۂ ھُمَزَہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ ھُمَزَہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **9** آیتیں ہیں۔

''ھُمَزَہ'' نام رکھنے کی وجہ

ھُمَزَہ کا معنی ہے لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ھُمَزَہ'' کہتے ہیں۔

سورۂ ھُمَزَہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں غیبت کرنے والے اور منہ پر عیب نکالنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتدا میں غیبت کرنے والے اور عیب نکالنے والے کے لئے آخرت میں شدید عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

(2)......ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دنیا کا مال جمع کرنے کے ایسے حریص ہیں جیسے انہوں نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ بتایا گیا کہ انہیں جہنم کے اس دَرَکَہ (یعنی طبقے) میں پھینکا جائے گا جہاں آگ ان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی۔

سورۂ عصر کے ساتھ مناسبت

سورۂ ھُمَزَہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''عصر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ عصر میں بتایا گیا تھا کہ نیک

اعمال کرنے والے مسلمانوں کے علاوہ ہر انسان خسارے میں ہے اور اس سورت میں اس شخص کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جو آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

﴿وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ: اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔﴾ یہ آیتیں ان کفار کے بارے میں نازل ہوئیں جو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ پر اعتراضات کرتے تھے اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے، جیسے اَخنس بن شُریق، اُمیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ اور اس آیت میں مذکور حکم ہر غیبت کرنے والے کے لئے عام ہے۔[(1)]

غیبت اور عیب جوئی کی مذمت

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان

1 ......جلالین، الھمزۃ، تحت الآیۃ: ۱، ص۵۰۶، مدارک، الھمزۃ، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۳۷۳، ملتقطاً.

الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ [1]

کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

اور حضرتِ انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں معراج کی رات ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو اپنے چہروں اور سینوں کو تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی غیبت کرتے) تھے اور ان کی عزت خراب کرتے تھے۔ [2]

حضرت راشد بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’معراج کی رات میں ایسی عورتوں اور مَردوں کے پاس سے گزرا جو اپنی چھاتیوں کے ساتھ لٹک رہے تھے، تو میں نے پوچھا: اے جبرئیل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ منہ پر عیب لگانے والے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے ہیں اور ان کے بارے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ’’وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ‘‘ اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں غیبت اور عیب جوئی جیسے مذموم اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

---

1 ……حجرات: ١٢.

2 ……ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ٣٥٣/٤، الحدیث: ٤٨٧٨.

3 ……شعب الایمان، الرابع و الاربعون من شعب الایمان ... الخ، فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید ... الخ، ٣٠٩/٥، الحدیث: ٦٧٥٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے مال جوڑا اور اسے گن گن کر رکھا۔

﴿اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ: جس نے مال جوڑا اور اسے گن گن کر رکھا۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ مال جوڑنا اور گن گن کر رکھنا لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے مذموم اَوصاف پیدا ہونے کا ایک سبب ہے، ہمارے معاشرے میں مالدار لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اس مرض میں بری طرح مبتلا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

مال جمع کرنے اور گن گن کر رکھنے کی مذموم صورتیں

یاد رہے کہ مال جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا چند صورتوں میں برا ہے، (1) حرام ذرائع سے مال جمع کیا جائے۔ (2) جمع شدہ مال سے شرعی حقوق ادا نہ کئے جائیں۔ (3) مال جمع کرنے میں ایسا مشغول ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔ (4) اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنے کی بجائے صرف مال کو آفات دور کرنے کا ذریعہ سمجھا جائے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ۖ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ع

ع ۹ / ۲۹

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔ اور تو نے کیا جانا کیا روندنے والی۔ اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ بیشک وہ ان پر بند کردی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے (دنیا میں) ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، وہ ضرور ضرور چورا چورا کردینے

والی میں پھینکا جائے گا۔اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چوراچورا کردینے والی کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ بیشک وہ ان پر بند کردی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔

﴿یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ: وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے (دنیا میں) ہمیشہ رکھے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے، پیٹھ پیچھے برائی کرنے، مال جوڑنے اور گن گن کر رکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا اور مرنے نہیں دے گا جس کی وجہ سے وہ مال کی محبت میں مست ہے اور نیک عمل کی طرف مائل نہیں ہوتا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ ضرور ضرور جہنم کے چوراچورا کردینے والے طبقے میں پھینکا جائے گا جہاں آگ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چوراچورا کردینے والی کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو کبھی سرد نہیں ہوتی اور اس کا وصف یہ ہے کہ وہ جسم کے ظاہری حصے کو بھی جلائے گی اور جسم کے اندر بھی پہنچے گی اور دِلوں کو بھی جلائے گی۔ بیشک انہیں آگ میں ڈال کر دروازے بند کردیئے جائیں گے اور دروازوں کی بندش آتشیں لوہے کے ستونوں سے مضبوط کردی جائے گی تاکہ کبھی دروازہ نہ کھلے اور بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ دروازے بند کرکے آتشیں ستونوں سے اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں گے۔ (1)

جہنم کی آگ دوسری آگوں کی طرح نہیں

سورۂ هُمَزَہ کی آیت نمبر 6 سے معلوم ہوا کہ جہنم کی آگ دوسری آگ کی طرح نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جہنم کی آگ ہزار برس بھڑکائی گئی یہاں تک کہ وہ سُرخ ہوگئی، پھر ہزار برس بھڑکائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس بھڑکائی گئی حتّٰی کہ وہ سیاہ ہوگئی، تو اب وہ سیاہ اور اندھیری ہے۔ (2)

﴿اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ: وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔﴾ دل ایسی چیز ہیں جن میں ذراسی گرمی برداشت کرنے کی تاب نہیں تو جب جہنم کی آگ ان پر چڑھ جائے گی اور موت آئے گی نہیں تو اس وقت کیا حال ہوگا اور دلوں کو جلانا اس لئے ہے کہ وہ کفر، باطل عقائد اور فاسد نیتوں کے مقام ہیں۔ (3)

1 ......خازن، الهمزة، تحت الآية: ۳-۹، ۴/۴۰۶، ملخصاً.

2 ......ترمذی، كتاب صفة جهنم، ۸-باب، ۴/۲۶۶، الحديث: ۲۶۰۰.

3 ......خازن، الهمزة، تحت الآية: ۷، ۴/۴۰۶-۴۰۷، مدارك، الهمزة، تحت الآية: ۷، ص۱۳۷۳، ملتقطاً.

سُوْرَةُ الفِيْل

سورۂ فیل کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ فیل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 5 آیتیں ہیں۔

''فیل'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں ہاتھی والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فیل'' کہتے ہیں۔

سورۂ فیل کے مضامین

اس سورت میں یمن کے بادشاہ ابرہہ کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس نے اپنی قوت اور مال پر بھروسہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج پر اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندے بھیجے جنہوں نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے اور انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

سورۂ ھُمَزَہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ فیل کی اپنے سے ماقبل سورت ''ھُمَزَہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ھُمَزَہ میں بتایا گیا تھا کہ منہ پر عیب نکالنے والے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے کافروں نے جو مال جمع کیا تھا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا اور اس سورت میں اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ابرہہ جو کہ مال و دولت، طاقت وقوت اور جاہ و حشمت میں کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھا، جب وہ کعبہ شریف پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کمزور اور چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے اسے ہلاک کر دیا اور ان کا مال، تعداد اور قوت انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

1 ......خازن، تفسیر سورة الفيل، ٤/٤٠٧.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِؕ(۱) اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍۙ(۲) وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَۙ(۳) تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍﭪ(۴) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۠(۵)

ع۱ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا اس نے ان کے مکرو فریب کو تباہی میں نہ ڈالا۔ اور ان پر فوج در فوج پرندے بھیجے۔ جو انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تھے۔ تو انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا۔

﴿ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ ﴾ اس سورت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن اور حبشہ کے بادشاہ ابرہہ نے جب حج کے موسم میں لوگوں کو بیتُ اللہ کا حج کرنے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو اُس نے اِس غرض سے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا کہ حج کرنے والے مکہ مکرمہ جانے کی بجائے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں۔

عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ جب ابرہہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اسے بہت طیش آیا اور اُس نے قسم کھائی کہ وہ کعبۂ مُعَظّمہ کو گرا دے گا، چنانچہ وہ اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر چلا۔ اس لشکر میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان کا پیش رَو ایک بڑے جسم والا کوہ پیکر ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اس نے اہلِ مکہ کے جانور قید کر لئے اور ان میں حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھا کر پوچھا کہ آپ کس مقصد سے یہاں آئے ہیں اور آپ کا کیا مطالبہ ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا مطالبہ یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیئے جائیں۔ ابرہہ نے کہا: مجھے آپ کی بات سن کر بہت تعجب ہوا ہے کہ میں اس خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لئے یہاں آیا ہوں جو آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا مُعَظّم و محترم مقام ہے، آپ اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں اس لئے انہی کے بارے میں کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ یہ سن کر ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے، حضرت عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہو جائیں، چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر آپ بھی اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اس وقت محمود نامی ہاتھی کی حالت یہ تھی کہ جب اسے کسی اور طرف چلاتے تو چلتا تھا لیکن جب کعبہ کی طرف اس کا رُخ کرتے تو وہ بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر سمندر کی جانب سے پرندوں کی فوجیں بھیجیں اور ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں دو دونوں پاؤں میں اور ایک چونچ میں تھی، وہ پرندے آئے اور کنکر کے پتھروں سے انہیں مارنے لگے، چنانچہ جس شخص پر وہ پرندہ سنگریزہ چھوڑتا تو وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکلتا ہوا، جسم کو چیر کر ہاتھی میں سے گزرتا ہوا زمین پر پہنچ جاتا اور ہر سنگریزے پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس سنگریزے سے اسے ہلاک کیا گیا، اس طرح ان پرندوں نے ابرہہ کے لشکریوں کو جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ جس سال یہ واقعہ رونما ہوا اسی سال سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت ہوئی۔ (1)

1 ......خازن، الفيل، تحت الآية: ١-٥، ٤/٧-٤٠٤١٠، ملخصاً.

سُوْرَةُ قُرَيْش

سورۂ قریش کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قریش زیادہ صحیح قول کے مطابق مکیہ ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **4** آیتیں ہیں۔

''قریش'' نام رکھنے کی وجہ

قریش ایک قبیلے کا نام ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قریش'' کہا جاتا ہے۔

سورۂ قریش کے مضامین

اس سورت میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو تجارت کے لئے ہر سال میں دو سفر کرنے کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اس لئے انہیں چاہئے کہ بتوں کی بجائے اس رب تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں کئی قسم کے خوف سے امن عطا کیا۔

سورۂ فیل کے ساتھ مناسبت

سورۂ قریش کی اپنے سے ماقبل سورت ''فیل'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں، چنانچہ سورۂ فیل میں یہ نعمت یاد دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن ابرہہ کو ہلاک کیا جو کعبہ معظّمہ کو گرانے آیا تھا اور سورۂ قریش میں یہ نعمت یاد دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں تجارت کرنے کی رغبت پیدا فرمائی اور سردی، گرمی کے موسم میں انہیں دوسرے شہروں میں تجارت کے لئے سفر کرنے پر تیار کیا۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة قریش، ۴/ ۴۱۰.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ﴿۲﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ﴿۳﴾ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ﴿۵﴾ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

ع ۳۱

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔ ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا۔ تو انہیں چاہیے اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے۔ انہیں سردی اور گرمی دونوں کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے۔ تو انہیں اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن بخشا۔

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ: قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے۔﴾ اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان میں سے ایک ظاہری نعمت یہ ہے کہ اُس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈالی، چنانچہ قریش تجارت کے لئے سردی کے موسم میں یمن کا اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ انہیں اہلِ حرم کہتے تھے اور اُن کی عزت و حرمت کرتے تھے۔ یہ امن کے ساتھ تجارتیں کرتے، ان تجارتوں سے فائدے اُٹھاتے اور مکہ مکرمہ جہاں نہ کھیتی ہے اور نہ معاش کے اسباب، وہاں رہائش رکھنے کیلئے مسلسل سرمایہ پہنچاتے، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ظاہر ہے اور یہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے کعبہ معظمہ کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں ان سفروں کے ذریعے بھوک کی اس

حالت میں کھانا دیا جس میں وہ ان سفروں سے پہلے اپنے وطن میں کھیتی نہ ہونے کے باعث مبتلا تھے اور انہیں حرم شریف کے سبب اور مکہ والے ہونے کی وجہ سے خوف سے امن بخشا کہ کوئی ان کے ساتھ مزاحمت نہیں کرتا حالانکہ ان کے اَطراف اور قرب وجوار میں قتل و غارت گری ہوتی رہتی ہے، قافلے لٹتے ہیں اور مسافر مارے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ خوف سے امن بخشنے سے مراد یہ ہے کہ انہیں جذام کے مرض سے امن دیا کہ ان کے شہر میں انہیں جذام کا مرض نہ ہوگا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت سے انہیں عظیم خوف سے امان عطا فرمائی۔ [1]

قریش کا تعارف

قریش اس قبیلے کا نام ہے جس میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ ہوئی۔ اس قبیلے کے اس نام کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آباؤ اَجداد میں سے ایک باکمال ہستی فِہر بن مالک ہیں، ان کا لقب ''قریش'' ہے اور ان کی اولاد ''قریشی'' یا ''قریش'' کہلاتی ہے۔ فِہر بن مالک ''قریش'' اس لئے کہلاتے ہیں کہ ''قریش'' ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے اور وہ سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے، یہ جانور تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب ہی رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا اور چونکہ فِہر بن مالک اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر عرب کے تمام قبائل پر غالب تھے اس لئے تمام عرب والے ان کو ''قریش'' کے لقب سے پکارنے لگے۔ [2]

قریش کے بارے میں اَحادیث

یہاں قریش سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ سے قریش کو چن لیا اور

1 ......خازن، قريش، تحت الآية: ١-٤، ٤/ ٤١٠-٤١٢.

2 ......زرقاني على المواهب، المقصد الاوّل في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ١/ ١٤٣-١٤٥، سیرتِ مصطفٰی، ص۵۱-۵۲۔

قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیِّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’لوگ اس معاملۂ حکمرانی میں قریش کے تابع ہیں کہ مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور کافران کے کافروں کے تابع ہیں۔[2]

(3)......حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خلافت قریش میں رہے گی جب تک یہ دین کے محافظ رہیں اور جو کوئی ان سے عداوت رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ گرائے گا۔[3]

سورۂ قریش کی آیت نمبر 3 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......کفار بھی شرعی عبادات کے مُکَلَّف ہیں کہ ایمان لائیں اور عبادت کریں۔

(2)......کفر کی حالت میں کوئی نیکی، صحیح عبادت نہیں کیونکہ کفارِ مکہ طواف، حج، عمرہ اور حاجیوں کی خدمت کرتے تھے، مگر انہیں کالعدم قرار دیا گیا۔

(3)......کعبہ مُعَظَّمہ عظمت وجلال والے رب تعالیٰ کی ذات کا مَظْہَر ہے۔

(4)......اللہ تعالیٰ اگرچہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا رب ہے لیکن اس کی رُبُوبِیَّت کو اس کی اعلیٰ مخلوق کی طرف منسوب کرنا چاہیے، جیسے یوں کہنا چاہئے اے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رب! اے کعبہ معظّمہ کے رب!

لوگوں کو سہولت دینا اور معاشرے میں امن قائم کرنا اسلام کی بنیادی ترجیح اور خصوصیت ہے

آیت نمبر 4 میں بھوک کی حالت میں کھانا دیئے جانے اور خوف کی حالت میں امن دیئے جانے کا ذکر ہے، یاد رہے کہ بھوک اور خوف دو ایسی چیزیں ہیں جو معاشرے میں گناہوں اور بدکاریوں کی تعداد میں اضافہ کرنے، جرائم کی شرح بڑھانے، بے امنی اور بدسکونی پھیلانے میں انتہائی اہم اور مرکزی کردار ادا کرتی ہیں جبکہ بھوک کا ختم ہونا اور خوف کا دور ہو جانا معاشرے میں پاکیزہ ماحول اور امن وامان کی فضا قائم کرنے میں بہت بڑے معاون ہیں۔ اسے

1......مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ص۱۲۴۹، الحدیث: ۱(۲۲۷۶).

2......بخاری، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالی: یا ایّھا الناس... الخ، ۲/۴۷۳، الحدیث: ۳۴۹۵.

3......بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، ۲/۴۷۴، الحدیث: ۳۵۰۰.

دوسرے انداز میں یوں سمجھ لیجئے کہ جہاں لوگوں کو سہولیات دی جاتی ہیں اور ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے خاطر خواہ انتظامات ہوتے ہیں وہاں گناہوں اور بدکاریوں کی شرح کم ہوگی اور جہاں امن وامان قائم ہے وہاں جرائم کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوگی اور لوگ پُرسکون زندگی بسر کریں گے۔اگر موجودہ دور میں عالمی سطح پر لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ چیز واضح ہوگی کہ ان میں زنا، چوری، ڈاکے، لوٹ مار، چھینا جھپٹی، قتل وغارت گری، بے امنی، بدسکونی، بے چینی اور ان کے علاوہ طرح طرح کے جرموں ، گناہوں اور خوفوں کے عام ہونے کا بنیادی سبب بھوک ختم کرنے کے قابلِ قدر ذرائع کا نہ ہونا، زندگی گزارنے کے لئے بنیادی سہولیات سے محروم ہونا اور امن وامان قائم کرنے کے لئے ضروری انتظامات کا نہ ہونا ہے اور دینِ اسلام کے احکامات اور تعلیمات پر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روشن دن سے زیادہ صاف نظر آئے گی لوگوں کی بھوک کو ختم کرنا، انہیں سہولیات فراہم کرنا، پاکیزہ معاشرے کا قیام اور امن قائم کرنا اسلام کی بنیادی ترجیحات اور خصوصیات میں سے ہے، جیسے دینِ اسلام میں مالدار مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی اور بعض اعمال پر صدقات دینے کا حکم دیا گیا اور ان کا حق داران لوگوں کو ٹھہرایا گیا جو انتہائی ضرورت مند ہیں اور فقیری و مسکینی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں تا کہ ان کی ضرورت پوری ہونے اور فقر و مسکینی دور ہونے کا باقاعدہ انتظام ہو۔

اگر آج بھی لوگ دینِ اسلام کے احکام پر صحیح طریقے سے عمل کرنا شروع کر دیں اور اس کی تعلیمات کو اپنے اوپر نافذ کر لیں تو یہ دنیا میں بھی زندگی کی بنیادی اور ضروری سہولیات پالیں گے، پاکیزہ اور پر امن معاشرے میں زندگی بسر کرنے لگیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخرت میں بھی چین، سکون، راحتوں، نعمتوں اور آسائشوں میں ہمیشہ کے لئے زندگی گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کے احکام اور اس کی تعلیمات پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سُوۡرَۃُ الۡمَاعُوۡن

سورۂ ماعون کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ ماعون مکیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سورت آدھی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور آدھی عبداللّٰہ بن اُبی سلول منافق کے بارے میں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **7** آیتیں ہیں۔

''ماعون'' نام رکھنے کی وجہ

ماعون کا معنی ہے استعمال کی معمولی چیز، اور اس سورت کی آخری آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ماعون'' کہتے ہیں۔

سورۂ ماعون کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں کافروں اور منافقوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں ان کافروں کی مذمت کی گئی جو حساب اور جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں، یتیم کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔

(2)......آخری آیات میں ان منافقوں کی مذمت کی گئی جو لوگوں کے سامنے نمازی بنتے اور تنہائی میں نمازیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کے سامنے بھی جو نمازیں ادا کرتے ان سے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کو یہ دکھانا مقصود ہوتا تھا کہ ہم بھی نمازی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایک بری خصلت یہ تھی کہ اگر ان سے کوئی استعمال کی

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الماعون، ۴/۴۱۲.

معمولی چیز مانگتا تو وہ اسے منع کر دیتے تھے۔

سورۂ قریش کے ساتھ مناسبت

سورۂ ماعون کی اپنے سے ماقبل سورت ''قریش'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قریش میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قریش میں خانہ کعبہ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا اور اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی جو سستی اور کاہلی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ؕ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔﴾ **شانِ نزول:** اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں **ایک قول** یہ ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، وہ قیامت کے دن کا انکار کرتا تھا اور برے کام بھی کیا کرتا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، مروی ہے کہ ابوجہل نے ایک یتیم کی پرورش کی ذمہ داری لی، ایک دن وہ یتیم ننگے بدن اس کے پاس آیا اور اپنے مال میں سے کچھ طلب کیا، اُس نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے کہا کہ تم محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے پاس جاؤ وہ تمہاری سفارش کر دیں گے، اس سے ان لوگوں کا مقصد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑانا تھا لیکن یتیم کو یہ چیز معلوم نہ تھی، چنانچہ وہ یتیم تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی فریاد پیش کی اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کبھی کسی محتاج کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس یتیم کے ساتھ ابوجہل کے پاس گئے، اس نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور فوراً یتیم کا مال اس کے حوالے کر دیا۔ یہ دیکھ کر قبیلہ قریش کے لوگوں نے اسے عار دلایا اور کہا کہ تو اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ ابوجہل نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں اپنے دین سے پھرا نہیں، اصل بات یہ ہے کہ میں نے اُن کی دائیں اور بائیں طرف ایک نیزہ دیکھا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو یہ نیزہ مجھے پھاڑ ڈالے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت کسی خاص آدمی کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نیک اعمال کرنا اور ممنوعات سے رکنا ثواب میں رغبت اور عذاب کے ڈر سے ہوتا ہے تو جب وہ قیامت کا ہی منکر ہو گا تو وہ نفسانی خواہشات اور لذتوں میں سے کچھ نہ چھوڑے گا، اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کا انکار کفر اور گناہوں کی تمام اَقسام کی بنیاد کی طرح ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انسان! کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جو دلائل واضح ہونے کے باوجود حساب اور جزا کا انکار کرتا ہے، اگر نہیں پہچانتے تو سنو: یہ وہ شخص ہے جو اپنے کفر کی وجہ سے یتیم کو دھکے دیتا، ڈانٹتا اور مارتا ہے اور اس کے ساتھ ظلم کرتے ہوئے اس کا حق اور اس کا مال اسے نہیں دیتا اور اپنے انتہا درجے کے بخل، دل کی سختی اور کمینے پن کی وجہ سے مسکین کو کھانا نہیں دیتا اور نہ ہی وہ کسی اور کو یتیم کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ اس عمل پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہیں رکھتا، اگر وہ جزا پر ایمان لاتا اور وعید پر یقین رکھتا تو اس سے یہ اَفعال صادر نہ ہوتے۔ (1)

(1)……تفسیر کبیر، الماعون، تحت الآیۃ: ۱-۳، ۱۱/۳۰۱-۳۰۳، خازن، الماعون، تحت الآیۃ: ۱-۳، ۴/۴۱۲، ملتقطاً۔

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۟ۙ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

﴿فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ: پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔﴾ یعنی دین کو جھٹلانے والے شخص کا اخلاقی حال یہ ہے کہ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

یتیموں کے ساتھ کفار کا سلوک اور ان کے بارے میں اسلام کی تعلیمات

اس آیت میں کفار کا یتیموں کے ساتھ سلوک بیان کیا گیا جبکہ اس کے مقابلے یتیموں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات ملاحظہ کیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ یتیموں کے سرپرستوں سے ارشاد فرماتا ہے:

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ۪ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا

(1) ……النساء:۲۔
(2) ……النساء:۵۔

وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا [1] — شکار ہوتے۔ تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ-وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمانوں میں بہترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔[3]

اور حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی یتیم کے سر پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہاتھ پھیرے تو اس کے لیے ہر اس بال کے عِوَض نیکیاں ہوں گی جس پر اس کا ہاتھ پھرے اور جو اپنے پاس رہنے والے یتیم لڑکے یا یتیم لڑکی سے بھلائی کرے تو جنت میں مَیں اور وہ ان کی طرح ہوں گے، اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی دو انگلیاں ملائیں۔[4]

کفار کے طرزِ عمل اور اسلام کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو اِقدامات دینِ اسلام نے کئے اور جو احکامات دینِ اسلام نے دیئے ان کی مثال کسی اور دین میں نہیں مل سکتی۔

وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ(۳)

---

1 ......النساء: ۹.

2 ......النساء: ۱۰.

3 ......ابن ماجه، کتاب الادب، باب حقّ الیتیم، ۴/۱۹۳، الحدیث: ۳۶۷۹.

4 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامة الباهلی... الخ، ۸/۳۰۰، الحدیث: ۲۲۳۴۷.

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ: اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔﴾ یعنی دین کو جھٹلانے والے کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں اور دیگر مالداروں کو اس بات کی ترغیب نہیں دیتا کہ وہ مسکین کو کھانا دیں۔ [1]

مسکین کے ساتھ کفار کا طرزِ عمل اور دینِ اسلام کی تعلیمات

اس آیت میں مسکین سے کفار کا سلوک بیان کیا گیا، اب مسکین کے بارے میں اسلام کی تعلیمات ملاحظہ ہوں، اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ٘ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللّٰہ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا(۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اللّٰہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں خاص اللّٰہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسکین لوگ جنت میں مالداروں سے چالیس برس پہلے جائیں گے، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، مسکین کو خالی نہ پھیرو اگرچہ کھجور کی قاش ہی ہو اسے دے دو۔ اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، مسکینوں سے محبت کرو، انہیں قریب رکھو تاکہ اللّٰہ تعالیٰ قیامت میں تمہیں قریب کر دے۔ [4]

---

1 ……روح البیان، الماعون، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۵۲۲.

2 ……روم: ۳۸.

3 ……دھر: ۸، ۹.

4 ……ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء انّ فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم، ۴/۱۵۷، الحدیث: ۲۳۵۹.

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ: تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے۔﴾ یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ اس سے مراد منافقین ہیں کہ جب وہ لوگ تنہا ہوتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اس کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور جب وہ لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں تو نمازی بنتے، اپنے آپ کو نمازی ظاہر کرتے اور انہیں دکھانے کے لئے اُٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ نماز سے غافل ہیں۔ (1)

نماز سے غفلت برتنے والوں کا انجام

نماز سے غافل رہنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ جہنم کی خوفناک وادی غی سے جاملیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ ۚ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ

1 ......مدارك، الماعون، تحت الآية: ٤-٥، ص١٣٧٧.

2 ......مريم: ٥٩.

وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا [1]

کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللّٰہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

یاد رہے کہ نماز سے **غفلت کرنے** یعنی کبھی نماز پڑھ لینے اور کبھی چھوڑ دینے سے بھی بچنا ضروری ہے اور یہ خاص منافقوں کا وصف ہے اور نماز میں **غفلت کرنا** یعنی نماز کے دوران دیگر کاموں کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگ جانا یا شیطان کے وسوسوں کو قبول کر لینا وغیرہ اس سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اگرچہ اس کی شناعت یعنی برائی کم ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ: جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔﴾ نماز سے غفلت کی چند صورتیں ہیں، جیسے پابندی سے نہ پڑھنا، صحیح وقت پر نہ پڑھنا، فرائض و واجبات کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا، شرعی عذر کے بغیر با جماعت نہ پڑھنا، نماز کی پرواہ نہ کرنا، تنہائی میں قضا کر دینا اور لوگوں کے سامنے پڑھ لینا وغیرہ، یہ سب صورتیں وعید میں داخل ہیں جبکہ شوق سے نہ پڑھنا، سمجھ بوجھ کر ادا نہ کرنا، توجہ سے نہ پڑھنا بھی نماز سے غفلت میں داخل ہے البتہ یہ صورتیں اس وعید میں داخل نہیں جو ماقبل آیت میں بیان ہوئی ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ: وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔﴾ یعنی منافقین فرائض کی ادائیگی اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ [2]

ریاکاری کی تعریف اور اس کی مذمت

ریاکاری کی تعریف یہ ہے کہ اپنے عمل کو اس ارادے سے ظاہر کرنا کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی عبادت گزاری

1 ...... النساء: ۱۴۲، ۱۴۳.

2 ...... مدارک، الماعون، تحت الآية: ۶، ص ۱۳۷۷.

کی تعریف کریں۔ [1]

کثیر اَحادیث میں ریاکاری کی مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے دو اَحادیث ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم لوگ مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا'' میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جس کا مسیح دجال سے بھی زیادہ میرے نزدیک تم پر خوف ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ارشاد فرمایا'' وہ شرکِ خفی ہے، آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس وجہ سے طویل کرتا ہے کہ دوسرا شخص اسے نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔ [2]

(2)......حضرت ابو سعید بن ابو فضالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' جب اللّٰہ تعالٰی تمام اَوّلین و آخرین کو اس دن میں جمع فرمائے گا جس میں شک نہیں، تو ایک مُنادی ندا کرے گا، جس نے کوئی کام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کیا اور اس میں کسی کو شریک کر لیا وہ اپنے عمل کا ثواب اسی شریک سے طلب کرے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی شرک سے بالکل بے نیاز ہے۔ [3]

یاد رہے کہ اپنی نیت کو درست رکھتے ہوئے فرض عبادات کی بجا آوری اِعلانیہ کرنی چاہئے تاکہ لوگ فرض عبادات چھوڑنے کی اس پر تہمت نہ لگائیں اور نفلی عبادات پوشیدہ کرنی چاہئیں کیونکہ ان میں تہمت لگنے کا اندیشہ نہیں۔

ع ۳۲

وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۠ (۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برتنے کی معمولی چیزیں بھی نہیں دیتے۔

﴿وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ: اور برتنے کی معمولی چیزیں بھی نہیں دیتے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں خالق کے ساتھ منافقین

1......قرطبی، الماعون، تحت الآیة: ٦، ١٠/١٥٤، الجزء العشرون.

2......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الریاء والسمعة، ٤/٤٧٠، الحدیث: ٤٢٠٤.

3......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الکهف، ٥/١٠٥، الحدیث: ٣١٦٥.

کا معاملہ بیان کیا گیا اب یہاں سے مخلوق کے ساتھ ان کا طرزِ عمل بیان کیا جارہا ہے کہ اگر ان سے برتنے کی کوئی معمولی چیز جیسے سوئی، ہنڈیہ یا پیالہ وغیرہ مانگے تو بخل کرتے ہوئے اسے نہیں دیتے۔[1]

گھروں میں استعمال کی معمولی چیزیں حاجت سے زیادہ رکھیں

علماء فرماتے ہیں: مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیز اپنی حاجت سے زیادہ رکھے جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریۃً دیا کرے۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سی چیز ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟ ارشاد فرمایا ''پانی، نمک اور آگ۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، پانی کو تو ہم سمجھ گئے، مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا: اے حمیراء! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، جس نے کسی کو آگ دی اس نے گویا اس آگ سے پکا ہوا سارا کھانا خیرات کیا اور جس نے کسی کو نمک دیا اس نے گویا سارا وہ کھانا خیرات کیا جسے اس نمک نے لذیذ بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی وہاں پلایا جہاں پانی عام ملتا ہو اس نے گویا غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو وہاں ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو اس نے گویا اسے زندگی بخشی۔[3]

---

1 ......جلالین، الماعون، تحت الآیۃ: ۷، ص۵۰۷.

2 ......خازن، الماعون، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۴۱۳.

3 ......ابن ماجه، کتاب الرهون، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث، ۳/۱۷۷، الحدیث: ۲۴۷۴.

سُوْرَۃُ الْکَوْثَر

سورۂ کوثر کا تعارف

مقامِ نزول

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''سورۂ کوثر جمہور مفسرین کے نزدیک مکیہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک مدنیہ ہے۔ [1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **3** آیتیں ہیں۔

''کوثر'' نام رکھنے کی وجہ

کوثر سے دنیا اور آخرت کی بے شمار خوبیاں مراد ہیں اور جنت کی ایک نہر کا نام بھی کوثر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ کوثر'' کہتے ہیں۔

سورۂ کوثر کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں **اللہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مِدحت بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

(1)......اس کی پہلی آیت میں **اللہ** تعالیٰ کے اس فضل و احسان کا بیان ہے جو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فرمایا۔

(2)......دوسری آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا گیا کہ **اللہ** تعالیٰ کے فضل و احسان کے شکریے میں نماز پڑھتے رہیں اور قربانی کریں۔

(3)......تیسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو **اللہ** تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دشمن ہے وہی ہر خیر سے

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الکوثر، ٤/٤١٣.

محروم ہے۔

سورۂ ماعون کے ساتھ مناسبت

سورۂ کوثر کی اپنے سے ماقبل سورت ''ماعون'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ ماعون میں کافروں اور منافقوں کی جوصفات بیان کی گئیں ان کے مقابلے میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَوصاف سورۂ کوثر میں بیان کئے گئے۔(1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ(۲) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۠(۳)

ع ۲۲

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جوتمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جوتمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

﴿ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ ﴾ کوثر کی تفسیر میں مفسرین

(1)......تفسیر کبیر، الکوثر، تحت الآیۃ: ۱، ۱۱/۳۰۷۔

کے مختلف اَقوال ہیں، ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور کثیر فضائل عنایت کر کے تمہیں تمام مخلوق پر افضل کیا، آپ کو حسنِ ظاہر بھی دیا حسنِ باطن بھی عطا کیا، نسبِ عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، امت کی کثرت بھی، دین کے دشمنوں پر غلبہ بھی، فتوحات کی کثرت بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں عطا کیں جن کی انتہا نہیں۔ [1]

آیت ”اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے 5 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......**اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کوثر عطا کر دی ہے کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ ہم آپ کو کوثر عطا کریں گے بلکہ یہ فرمایا کہ بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی۔

(2)......**اللّٰہ** تعالیٰ کی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ عطا ان کے نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات کی وجہ سے ہے جو شانِ محبوبیّت کی صورت ہے کیونکہ یہاں یہ فرمایا ”اَعْطَیْنٰكَ“ ہم نے آپ کو عطا فرمائی، یہ نہیں فرمایا کہ ”اَعْطَیْنَا الرَّسُوْلَ“ یا ”اَعْطَیْنَا النَّبِیَّ“۔

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ عطا کسی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان پر یہ عطا **اللّٰہ** تعالیٰ کے عظیم فضل اور احسان کی وجہ سے ہے کیونکہ یہاں عطا کا ذکر پہلے ہوا اور عبادت کا ذکر بعد میں ہوا۔

(4)......**اللّٰہ** تعالیٰ نے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے تو آپ جسے چاہیں جو چاہیں عطا کر سکتے ہیں۔

(5)......سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مِدحت خود رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ　　ساری کثرت پاتے یہ ہیں
ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا　　پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

اور فرماتے ہیں:

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضور　　تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسولُ اللّٰہ کی

[1] ......خازن، الكوثر، تحت الآية: ١، ٤/٤١٣-٤١٤ ملتقطاً.

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں جہان کی بے شمار بھلائیاں عطا کی ہیں اور آپ کو وہ خاص رتبہ عطا کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کیا، تو آپ اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کے لیے نماز پڑھتے رہیں جس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو، کوثر عطا کر کے عزت و شرافت دی تاکہ بتوں کے پجاری ذلیل ہوں اور بتوں کے نام پر ذبح کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لئے اور اس کے نام پر قربانی کریں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔[1]

﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ: بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔﴾ شانِ نزول: جب سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فرزند حضرت قاسم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو اَبتر یعنی نسل ختم ہو جانے والا کہا اور یہ کہا کہ اب اُن کی نسل نہیں رہی، ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا اور یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا اس پر یہ سورۂ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کفار کا بالغ رد فرمایا اور اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک تمہارا دشمن ہی ہر بھلائی سے محروم ہے نہ کہ آپ، کیونکہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کی پیروی کرنے والوں سے دنیا بھر جائے گی، آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا، قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے اور آخرت میں آپ کے لئے وہ کچھ ہے جس کا کوئی وصف بیان ہی نہیں کرسکتا تو جس کی یہ شان ہے وہ اَبتر کہاں ہوا، بے نام و نشان اور ہر بھلائی سے محروم تو آپ کے دشمن ہیں۔[2]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس سورت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادۂ سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے انتقالِ پُر ملال پر حضور کو اَبتر یعنی نسل بُریدہ کہا۔ حق جَلَّ وَعَلَا نے فرمایا: "اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ" بیشک ہم نے تمہیں خیرِ کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعتِ ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں صاحبِ اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، اور تمہاری ثنا کا ڈنکا تو

1 ......مدارك، الكوثر، تحت الآية: ٢، ص١٣٧٨، خازن، الكوثر، تحت الآية: ٢، ٤/٤١٦-٤١٧، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الكوثر، تحت الآية: ٣، ص١٣٧٨، خازن، الكوثر، تحت الآية: ٣، ٤/٤١٧، ملتقطاً.

قیامِ قیامت تک اَکنافِ عالَم واطرافِ جہاں میں بجے گا اور تمہارے نامِ نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اَطباقِ فلک آفاقِ زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقاء سے بقائے عالَم مَربوط رہے گی اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں اور تم سا مہربان ان کے لیے کوئی نہیں، بلکہ حقیقتِ کار کو نظر کیجئے تو تمام عالَم تمہاری اولادِ معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمہارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لیے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے تو یوں کہتے: ''یَا ابْنِیْ صُوْرَۃً وَّاَبَایَ مَعْنًی'' اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اس کی یہ عنایتِ بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اَشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ'' رب کے شکرانہ میں اس کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ ''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ'' جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو وہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، وہی اُس کے دشمن ہو جائیں گے اور تمہارے دینِ حق میں آکر بوجہ اختلافِ دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی ونفرین کے ساتھ لیا جائے گا، اور روزِ قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ تعالٰی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مقام اتنا بلند ہے کہ ان کے گستاخ کو اس کی گستاخی کا جواب خود رب تعالٰی دیتا ہے۔

---

1 ..... فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۱۶۷-۱۶۸۔

سُوْرَةُ الْكَافِرُوْن

سورۂ کافرون کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ کافرون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **6** آیتیں ہیں۔

''کافرون'' نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ کافرون'' کہتے ہیں۔

سورۂ کافرون کے فضائل

(1)......حضرت فروہ بن نوفل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت نوفل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''تم ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' پڑھ کر سویا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بَری کرتی ہے۔''[2]

(2)......حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے سورت ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' پڑھی تو گویا کہ اس نے قرآنِ مجید کے چوتھائی حصے کی تلاوت کی۔''[3]

سورۂ کافرون کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ میں مشرکوں کے عمل سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور کافروں کی اس امید کو ختم کر دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے دین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں کبھی ان سے سمجھوتہ کریں گے۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورۃ قل یا أیّہا الکافرون، ۴۱۷/۴۔

2 ......ابو داؤد، کتاب الادب، ابواب النوم، باب ما یقال عند النوم، ۴۰۷/۴، الحدیث: ۵۰۵۵۔

3 ......معجم صغیر، باب الالف، من اسمہ: احمد، ص ۶۱، الجزء الاول۔

سورۂ کوثر کے ساتھ مناسبت

سورۂ کافرون کی اپنے سے ماقبل سورت ''کوثر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ کوثر میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور سورۂ کافرون میں یہ حکم دیا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کافروں کو مُخاطَب کر کے یہ اعلان فرما دیں کہ میں صرف اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں گا اور جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو میں ان کی (کبھی بھی) پوجا نہیں کروں گا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَ لِیَ دِیْنِ ۝۶

ع ۳۲

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کافرو۔ نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔ اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ! اے کافرو!۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم پوجتے ہو۔ اور تم اس کی عبادت کرنے

1 ......تناسق الدرر، سورة الكافرون، ص ١٤٥.

والے نہیں جس کی میں عبادت کرتا ہوں ۔اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جسے تم نے پوجا۔اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں ۔تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ: تم فرماؤ! اے کافرو!۔﴾ **شانِ نزول:** قریش کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ آپ ہمارے دین کی پیروی کیجئے ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے۔ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا ’’اس بات سے اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کروں ۔کفار کہنے لگے: تو آپ ایسا کیجئے کہ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیجئے ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے ،وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ گفتگو کی تھی ۔حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اَذِیَّتیں پہنچانا شروع کر دیں ۔یاد رہے کہ اس آیت میں وہ کفار مراد ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں ایمان سے محروم تھے اور کفر پر ہی مرنے والے تھے۔(1)

سورۂ کافرون کے شانِ نزول سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......کفار سے دینی صلح حرام بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔

(2)......کفار کے بتوں اور ان کے مذہبی اَیّام کی قابلِ تعظیم سمجھتے ہوئے ان کی تعظیم کرنا کفر ہے۔

(3)......مومن کے دل میں کفار کی ہیبت نہیں ہونی چاہیے۔

(4)......کفار کو شرعی عذر کے بغیر اچھے القاب سے یاد نہ کیا جائے۔

(5)......کافر کو بوقتِ ضرورت موقع محل کی مناسبت سے کافر کہنا درست بلکہ اسلوبِ قرآنی کے موافق ہے۔

1......خازن، قل یا ایھا الکافرون، ۴/۴۱۷-۴۱۸۔

﴿وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ: اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جسے تم نے پوجا۔﴾ اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:
(1) انسان دُنْیَوی معاملات میں نرم ہو، مگر دین میں انتہائی مضبوط ہو، تاکہ کفار اس سے مایوس ہوں۔ (2) حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے مستقبل کی خبر تھی کہ وہ کبھی کفر، شرک اور فسق نہیں کر سکتے۔ (3) مسلمان کو چاہیے کہ اپنے بارے میں کفار کو مایوس کر دے کہ وہ اسے دین سے پھیر سکیں۔

﴿وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ: اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو لوگوں کے اچھے برے خاتمہ کی خبر دی ہے کہ کون کفر پر مرے گا اور کسے ایمان پر موت آئے گی کیونکہ یہاں کلام ان کفار سے ہو رہا ہے جو کفر پر مرنے والے تھے۔

﴿لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ: تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔﴾ یعنی تمہارے لئے تمہارا کفر اور میرے لئے میری توحید اور میرا اخلاص ہے۔ اس کلام سے مقصود کفار کو ڈرانا ہے نہ کہ ان کے کفر سے راضی ہونا۔[1]

1 ……خازن، الکافرون، تحت الآیۃ: ٦، ٤/٤١٨.

سُوْرَةُ النَّصر

سورۂ نصر کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ نصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 3 آیتیں ہیں۔

''نصر'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں مدد کو نصر کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نصر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ نصر کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتحِ مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ عنقریب لوگ گروہ در گروہ دینِ اسلام میں داخل ہوں گے اور آخری آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کی تعریف اور پاکی بیان کرتے رہنے اور امت کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔

سورۂ کافرون کے ساتھ مناسبت

سورۂ نصر کی اپنے سے ماقبل سورت ''کافرون'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ کافرون میں یہ بتایا گیا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس دین کی دعوت دیتے ہیں وہ کافروں کے دین کے خلاف ہے اور اس سورت میں خبر دی گئی ہے کہ کافروں کا دین مٹ جائے گا اور دینِ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[1] ......خازن، تفسير سورة النصر، ٤/٤١٨.

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ(۱) وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ(۲) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؔؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔ اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔﴾ اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کے پاس اللہ تعالٰی کی مدد اور فتح آئے اور تم لوگوں کو دیکھو کہ پہلے وہ ایک ایک دو دو کر کے اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور اب وہ اللہ تعالٰی کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اس وقت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرنا اور اس سے اپنی امت کے لئے بخشش چاہنا، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت میں فتح سے اسلام کی عام فتوحات مراد ہیں یا خاص فتحِ مکہ مراد ہے۔[1]

[1]......خازن، النّصر، تحت الآية: ۱-۳، ٤/٤٢٣-٤٢٤، مدارك، النّصر، تحت الآية: ۱-۳، ص ۱۳۸۰، ملتقطاً.

سورۂ نصر کی آیت نمبر 2 سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 6 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کی تعداد پانچ یا سات نہیں بلکہ ہزاروں میں ہے۔

(2)......فتحِ مکہ کے موقع پر اور فتحِ مکہ کے بعد ایمان لانے والوں کا ایمان قبول ہوا، اس میں حضرت ابوسفیان، حضرتِ امیرِ معاویہ اور حضرتِ وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سب ہی شامل ہیں۔

(3)...... یہ لوگ بعد میں بھی دین پر قائم رہے کیونکہ ان کا دین میں داخل ہونا اس آیت سے ثابت ہے، لیکن دین سے نکل جانا کسی دلیل سے ثابت نہیں، نیز اگر یہ لوگ مُرتد ہونے والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو اس شاندار طریقہ سے بیان نہ فرماتا۔

(4)......اس آیت میں غیبی خبر دی گئی ہے۔ یہ غیبی خبر فتحِ مکہ کے موقع پر پوری ہوئی اور لوگ مختلف جگہوں سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی کے شوق میں گروہ در گروہ چلے آتے اور شرفِ اسلام سے مشرف ہوتے جاتے تھے۔

(5)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی زندگی کی خبر تھی کہ فتحِ مکہ اور ان واقعات کو بغیر دیکھے ختم نہ ہوگی۔

(6)......رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں بڑی سعادت مندی یہ تھی کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا جائے۔

﴿ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ: تو اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو۔﴾ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ'' کی بہت کثرت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے مروی ہے کہ یہ سورت حِجّۃُ الوداع میں مِنیٰ کے مقام پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد آیت ''اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِیۡنَكُمۡ'' نازل ہوئی، اس کے نازل ہونے کے بعد 80 دن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دنیا میں تشریف رکھی، پھر آیۂ ''اَلۡكَلٰلَةِ'' نازل ہوئی، اس کے بعد حضورِ اَقدس

صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ 50 دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔ پھر آیت ”وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ“ نازل ہوئی، اس کے بعد حضورِ اکرم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ 21 دن یا 7 دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔[1]

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب رسولِ کریم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیا میں زیادہ عرصہ تشریف نہ رکھیں گے، چنانچہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ سورت سن کر اسی خیال سے روئے۔ مروی ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں فرمایا ”ایک بندے کو اللّٰہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی ملاقات قبول فرمائے، اس بندہ نے اللّٰہ تعالیٰ کی ملاقات اختیار کر لی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ پر ہماری جانیں، ہمارے مال، ہمارے آباء اور ہماری اولادیں سب قربان ہیں۔[2]

---

1 ......جلالین مع جمل، النصر، تحت الآیۃ: ٣، ٤٢٦/٨.

2 ......تفسیر کبیر، النّصر، تحت الآیۃ: ٣، ٣٤٦/١١، روح البیان، النّصر، تحت الآیۃ: ٣، ٥٣١/١٠، مدارک، النّصر، تحت الآیۃ: ٣، ص ١٣٨٠، ملتقطاً.

سُوۡرَۃُ اللَّهَب

سورۂ لہب کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ ابی لہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **5** آیتیں ہیں۔

''لہب'' نام رکھنے کی وجہ

لہب کا معنی ہے آگ کا شعلہ، عبدالمُطّلب کا ایک بیٹا عبدالعُزّٰی جو کہ بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا اس کی کنیت ابولہب ہے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ''**اَبِیۡ لَهَبٍ**'' موجود ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ابی لہب یا سورۂ لہب کہتے ہیں۔

سورۂ لہب کا شانِ نزول

جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی تو ہر طرف سے لوگ آئے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن سے اپنے صدق و امانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا: ''**اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ**'' اس پر ابولہب نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا، اس پر یہ سورت شریف نازل ہوئی اور **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے جواب دیا۔[2] اس سورۂ مبارکہ کے شانِ نزول سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللّٰہ** تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گستاخوں کو **اللّٰہ** تعالیٰ نے خود جواب دیا بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دشمنانِ خدا کو جواب دہی سنتِ رسول ہے،

---

1 ......خازن، تفسیر سورة ابی لهب، ٤/٤٢٤.

2 ......خازن، ابولهب، تحت الآية: ١، ٤/٤٢٤.

اور دشمنانِ رسول کو جواب دینا سنتِ الٰہیہ ہے۔

(2)......جس قسم کی بکواس کفار نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کی کہ مَعَاذَ اللّٰہ آپ تباہ ہوجائیں، اسی قسم کا جواب اللّٰہ تعالیٰ نے دیا اور خبیثوں کو اس انجام تک بھی پہنچایا، یہ بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبوبیّت کی دلیل ہے۔

(3)......قرآنِ کریم نے تمام مجرموں کی سزائیں بیان فرمائیں، جن میں سب سے زیادہ سخت سزا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گستاخ کی ہے کہ قرآنِ کریم نے اس کے متعلق کبھی فرمایا، زَنِیْم یعنی ''بدکاری کی پیداوار'' اور کبھی فرمایا، اَبْتَر یعنی خیر سے کٹا ہوا اور محروم اور کبھی فرمایا تَبَّتْ یَدَا، تباہ ہو جائے اور کبھی فرمایا۔ ''لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ'' اللّٰہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یونہی جیسے انعام حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ادب اور تعظیم پر دیئے گئے، ایسے کسی اور عبادت پر نہ دیئے گئے۔

(5)......بڑی شرافت، عزت و نسب والے اور مال والے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت سے ذلیل و خوار ہو گئے، تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

سورۂ لہب کے مضامین

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دشمنی رکھنے اور انہیں ایذا پہنچانے کی وجہ سے ابولہب دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گا اور آخرت میں اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اسی طرح اس کی بیوی بھی اس عذاب میں اس کے ساتھ ہو گی کیونکہ وہ اس دشمنی میں اس کی مددگار تھی۔

سورۂ نصر کے ساتھ مناسبت

سورۂ لہب کی اپنے سے ماقبل سورت ''نصر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نصر میں اطاعت گزاروں کی جزاء بیان کی گئی کہ انہیں دنیا میں مدد اور فتح حاصل ہو گی اور آخرت میں عظیم ثواب ملے گا اور اس سورت میں نافرمانوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوجائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

﴿تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوجائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔﴾ ابولہب کا نام عبدالعزّٰی ہے، یہ عبدالمطّلب کا بیٹا اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چچا تھا، بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا، اِسی لئے اس کی کُنیت ابولہب ہے اور اسی کنیت سے وہ مشہور تھا۔ اس کے بیٹوں عتبہ اور عُتَیبہ کے نکاح میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھیں، اس سورت کے نزول کے بعد ابولہب نے ان صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی، عتبہ کا واقعہ بھی بڑا عبرتناک ہے کہ اس نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہزادی کو طلاق دینے کے ساتھ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گستاخی بھی کی جس پر سرورِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے لئے ہلاکت کی دعا کی، چنانچہ ایک سفر میں بڑی حفاظتوں کا انتظام کر لینے کے باوجود ایک شیر نے اسے پھاڑ ڈالا۔

آیت میں ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہونے سے مراد اس کی ذات کی ہلاکت ہے اور آیتِ مبارکہ میں ابولہب کی ہلاکت کی پیشین گوئی کی گئی چنانچہ وہ بدترین موت مرا اور وہ جنگِ بدر کے ایک ہفتے بعد کالے دانے کی بیماری سے مرا، جسے عرب میں عدسہ کہتے ہیں، اہلِ عرب اسے مُتَعَدّی بیماری سمجھ کر اس سے بہت بچتے تھے، اس لئے تین دن تک اس مردود کی لاش پڑی رہی، پھول پھٹ کر بدبو دینے لگی، تب اجرت دے کر مزدوروں سے پھنکوائی گئی۔ (1)

1 ……روح البیان، المسد، تحت الآیۃ: ۲، ۱۰/۵۳۴۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔ اب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

﴿مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ: اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔﴾ مروی ہے کہ ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہنے لگا کہ جو کچھ میرے بھتیجے کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں اپنی جان کے لئے اپنے مال و اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اس آیت میں اس کا رد فرمایا گیا کہ یہ خیال غلط ہے اس وقت کوئی چیز کام آنے والی نہیں۔ [1]

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: اب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔﴾ یعنی ابولہب قیامت کے بعد دوزخ میں داخل ہوکر آگ کا عذاب پائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ ابولہب کا دوزخی ہونا یقینی ہے۔

وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔

﴿وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے۔﴾ اُمِّ جمیل بنتِ حرب بن اُمیہ ابوسفیان کی بہن جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نہایت عناد اور عداوت رکھتی تھی اور بہت دولتمند اور بڑے گھرانے کی عورت ہونے کے باوجود رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت میں اِس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ خود اپنے سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے راستہ میں ڈالتی تا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

[1] ......مدارک، المسد، تحت الآیۃ: ۲، ص ۱۳۸۱، خزائن العرفان، اللّھب، تحت الآیۃ: ۲، ص ۱۱۲۴۔

وَسَلَّمَ کواورآپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کوایذا وتکلیف ہواورحضورِاقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایذارسانی اس کواتنی پیاری تھی کہ وہ اس کام میں کسی دوسرے سے مدد لینا بھی گوارانہ کرتی تھی۔ (1)

﴿فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔﴾ اُمِّ جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسی ہوتی جس سے وہ کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی۔ایک دن یہ بوجھ اٹھا کرلا رہی تھی کہ تھک کر آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی ایک فرشتے نے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا، وہ گرا اور اُمِّ جمیل کو رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مرگئی۔ (2)

اِس گستاخ، خبیث نے دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھا اور آخرت میں بھی عذاب میں جائے گی۔آخرت میں آگ کی زنجیریں اس کے گلے میں ہوں گی اور جہنم کی لکڑیوں کا گٹھا اس کی پشت پر لدا ہوا ہوگا۔

---

1 ......بیضاوی، المسد، تحت الآیۃ: ٤، ٥/٥٤٥، خازن، ابولهب، تحت الآیۃ: ٤، ٤/٤٢٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، ابو لهب، تحت الآیۃ: ٥، ٤/٤٢٥.

سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

سورۂ اِخلاص کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اِخلاص ایک قول کے مطابق مکی اور ایک قول کے مطابق مدنی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں **1** رکوع، **4** آیتیں ہیں۔

''سورۂ اِخلاص'' کے اَسماء اور ان کی وجہِ تَسْمِیَہ

مفسرین نے اس سورت کے تقریباً **20** نام ذکر کئے ہیں ان میں سے **4** نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

(1)......اس سورت میں اللّٰہ تعالیٰ کی خالص توحید کا بیان ہے، اس وجہ سے اسے ''سورۂ اِخلاص'' کہتے ہیں۔

(2)......اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے بری اور ہر شریک سے پاک ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تنزیہہ'' کہتے ہیں۔

(3)......جس نے اس سورت سے تعلق رکھا وہ غیروں سے الگ ہوجاتا ہے اس لئے اسے ''سورۂ تجرید'' کہتے ہیں۔

(4)......اسے پڑھنے والا جہنم سے نجات پاجاتا ہے اس بنا پر اسے ''سورۂ نجات'' کہتے ہیں۔ (2)

سورۂ اِخلاص کے فضائل

اَحادیث میں اس سورت کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے تین اَحادیث اور ایک وظیفہ یہاں درج ذیل ہے۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ وہ رات میں قرآن مجید کا تہائی حصہ پڑھ لے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ

1 ......خازن، تفسیر سورۃ الاخلاص، ٤/٤٢٥.

2 ......صاوی، سورۃ الاخلاص، ٦/٢٤٤٩-٢٤٥٠، ملتقطاً.

کو یہ بات مشکل معلوم ہوئی اورانہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (1)

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو ایک لشکر میں روانہ کیا، وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو (سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کے بعد) سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔ جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ بات ذکر کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے ارشاد فرمایا: ’’اس سے پوچھو کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اس وجہ سے میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اسے بتادو کہ اللہ تعالٰی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (2)

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، ایک شخص نے سیِّد عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی کہ ’’مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ ارشاد فرمایا ’’اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔ (3)

(4)......تفسیر صاوی میں لکھا ہے کہ جو شخص گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرے اور اگر گھر خالی ہو تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سلام کرے اور ایک بار **قُلْ هُوَ اللّٰهُ** پڑھ لیا کرے تو اِنْ شَآءَ اللہ فقر و فاقہ سے محفوظ رہے گا (4) اور یہ بہت مُجَرَّب عمل ہے۔

سورۂ اخلاص کا شانِ نزول

اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے **اللہ رَبُّ الْعِزَّت** کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے، کوئی کہتا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نسب کیا ہے؟ کوئی کہتا تھا کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے؟ کس چیز کا ہے؟ کسی نے کہا، وہ کیا کھاتا ہے؟ کیا پیتا ہے؟ رَبُوبِیَّت اس نے کس سے ورثہ میں پائی؟ اور اس کا کون وارث ہوگا؟ ان کے جواب میں اللہ تعالٰی نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنی ذات و

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل ھو اللّٰہ احد، ۴۰۷/۳، الحدیث: ۵۰۱۵.

2 ......بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ۵۳۱/۴، الحدیث: ۷۳۷۵.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص، ۴۱۳/۴، الحدیث: ۲۹۱۰.

4 ......صاوی، سورۃ الاخلاص، ۲۴۵۰/۶، ملخصاً.

صفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی اور جاہلانہ خیالات و اَوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے اَنوار کے بیان سے مَحْو کر دیا۔[1]

سورۂ اخلاص کے مضامین

اس سورت میں اسلام کے سب سے اہم عقیدے اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت کو بیان کیا گیا ہے، نیز اللّٰہ تعالٰی کے صفاتِ کمال کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کا ذکر اور عیسائیوں اور مشرکوں کا رد کیا گیا ہے۔

سورۂ ابولہب کے ساتھ مناسبت

سورۂ اخلاص کی اپنے سے ماقبل سورت ''لہب'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی آیات کے آخر کا وزن ایک جیسا ہے۔[2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ﳔ وَ لَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

ع ۲۸

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ اللّٰہ ہے وہ ایک ہے۔ اللّٰہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

1 ......خازن، الاخلاص، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۲۶، ملخصاً۔

2 ......تناسق الدرر، سورۃ الاخلاص، ص۱۴۶۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور کوئی اس کے برابر نہیں۔

﴿ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: تم فرماؤ: وہ اللہ ایک ہے۔** ﴾ عرب میں کفار کی بہت سی قسمیں تھی، دہریہ، مشرک، اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر اور اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ماننے والے وغیرہ، اس سورت میں ان سب کی تردید ہے، " **هُوَ اللّٰهُ** " فرمانے میں دہریوں کی تردید ہے۔ " **اَحَدٌ** " فرمانے میں مشرکین کا مکمل رد ہے اور اگلی آیات میں بقیہ کفار کا رد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی رُبُوبِیَّت اور اُلوہِیَّت میں عظمت و کمال کی صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ اس کی نہ کوئی مثل ہے، نہ نظیر اور نہ شبیہ، اس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿ **اَللّٰهُ الصَّمَدُ: اللہ بے نیاز ہے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ کھائے، نہ پیئے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کسی کام میں کسی کا حاجت مند نہیں۔

﴿ **لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ: نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔** ﴾ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے یونہی وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا کیونکہ وہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور پیدا ہونا اس چیز کی صفت ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر وجود میں آئے۔ اس میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کی تردید ہے۔ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں کہتے تھے، یہودی حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔

﴿ **وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: اور کوئی اس کے برابر نہیں۔** ﴾ یعنی نہ ذات میں نہ صفات میں، کیونکہ وہ واجب ہے، خالق ہے، باقی سب ممکن، مخلوق اور حادث ہیں۔ اس کی صفات ذاتی قدیم، غیر محدود ہیں جبکہ مخلوق کی صفات عطائی، حادث اور محدود ہیں۔

سُوۡرَةُ الفَلَق

سورۂ فلق کا تعارف

مقامِ نزول

ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فَلَق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے (کیونکہ اس کے شانِ نزول سے اسی کی تائید ہوتی ہے)۔[1]

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 5 آیتیں ہیں۔

''فلق'' نام رکھنے کی وجہ

فلق کے کئی معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد ''صبح'' ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فلق'' کہتے ہیں۔

سورۂ فلق اور سورۂ والنّاس کے فضائل

اَحادیث میں سورۂ فَلَق اور سورۂ والنّاس کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 3 فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل نہیں دیکھی گئی، (وہ آیتیں) قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ (سورت کے آخر تک) اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ (سورت کے آخر تک) ہیں۔[2]

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جِنّات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ فَلَق اور سورۂ وَالنّاس نازل ہوئیں، پھر آپ نے ان سورتوں

1......خازن، تفسیر سورة الفلق، ٤/٤٢٨.

2......مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة المعوّذتين، ص٤٠٦، الحديث: ٢٦٤(٨١٤).

کو پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ (دیگر وظائف) کو چھوڑ دیا۔[1]

(3)......حضرت عابس جُہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جو (شریر جِنّات اور نظرِ بد سے) اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں (آپ ضرور بتائیے۔) ارشاد فرمایا: ''وہ کلمات یہ دونوں سورتیں ہیں: (1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ (2) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔[2]

سورۂ فلق اور سورۃُ النّاس کا شانِ نزول

یہ سورت اور سورۃُ النّاس جو اس کے بعد ہے اس وقت نازل ہوئی جب کہ لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جسمِ مبارک اور ظاہری اَعضا پر اس کا اثر ہوا، البتہ دل، عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند دنوں بعد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور انہوں نے عرض کی: ایک یہودی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بھیجا اور انہوں نے کنوئیں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے سے کھجور کے درخت کے نرم حصے سے بنی ہوئی تھیلی برآمد ہوئی جس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ موئے مبارک جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پُتلہ تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکالا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، پانچ سورۂ فلق میں اور چھ سورۂ ناس میں۔ ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بالکل تندرست ہو گئے۔[3]

---

1 ......ترمذی، کتاب الطّب، باب ماجاء فی الرّقیة بالمعوّذتین، ٤/١٣، الحدیث: ٢٠٦٥.

2 ......سنن نسائی، کتاب الاستعاذة، ١-باب، ص٨٦٢، الحدیث: ٥٤٤٢.

3 ......خازن، الفلق، تحت الآیة: ١، ٤/٤٢٨-٤٢٩، ملخصاً.

تعویذات اور عملیات سے متعلق ایک شرعی مسئلہ

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ وہ تعویذ اور عملیات جن میں کفر یا شرک کا کوئی کلمہ نہ ہو جائز ہیں، خاص کر وہ عمل جو آیاتِ قرآنیہ سے کئے جائیں یا اَحادیث میں وارد ہوئے ہوں۔[1] حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اَسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی۔[2]

سورۂ فلق اور سورۃُ النّاس کے شانِ نزول سے حاصل ہونے والی معلومات

اس سورت اور اس کے شانِ نزول سے 4 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... جادو اور اس کی تاثیر حق ہے۔

(2)...... نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے، جیسے تلوار، تیر اور نیزہ کا، یہ اثر شانِ نبوت کے خلاف نہیں ہاں ایسا اثر نہیں ہوسکتا کہ جس سے نبوت کے متعلقہ اُمور میں خَلَل آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں جادوگر بالآخر اس لئے فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزے کا مقابلہ تھا ورنہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا کہ ان کو خیال ہوا کہ یہ لاٹھیاں رسیاں چل رہی ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے۔

یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خیال پر بھی یہی اثر ہوا تھا۔

(3)...... جادو کو دور کرنے میں سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں خصوصی تاثیر ہے۔

(4)...... جادو ٹونہ اور عملیات واثرات اور بیماریوں کو ختم کرنے کیلئے قرآنِ پاک کی سورتوں اور آیتوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور خود بخاری شریف میں سورۂ فاتحہ کو اس مقصد کیلئے استعمال کرنے کا بیان موجود ہے۔[4]

---

1 ......خازن، الفلق، تحت الآیة: ۱، ٤/٤٢٩.

2 ......ترمذی، کتاب الطّب، باب ما جاء فی الرّقیة من العین، ٤/١٣، الحدیث: ٢٠٦٦.

3 ......طٰہٰ: ٦٦.

4 ......صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الکتاب، ٣/٤٠٤، الحدیث: ٥٠٠٧.

سورۂ فلق کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ میں تمام مخلوق کے شر سے، رات کے اندھیرے کے شر سے، جادوگروں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

سورۂ اِخلاص کے ساتھ مناسبت

سورۂ فلق کی اپنے سے ماقبل سورت ''اخلاص'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں وہ ان سے پاک اور بری ہے اور ان دونوں سورتوں میں بتایا گیا کہ دنیا میں موجود ہر شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، اسی طرح ان شَیاطین، جِنّات اور انسانوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

ع ۱ / ۳۸

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔ اور حسد والے

کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔اس کی تمام مخلوق کے شر سے۔اور سخت اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں۔اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ: تم فرماؤ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ ﴾ پناہ مانگنے میں اللہ تعالیٰ کا اس وصف ''صبح کے رب'' کے ساتھ ذکر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ صبح پیدا کر کے رات کی تاریکی دور فرماتا ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پناہ چاہنے والے سے وہ حالات دور فرما دے جن سے اسے خوف ہو، نیز جس طرح تاریک رات میں آدمی صبح طلوع ہونے کا انتظار کرتا ہے اسی طرح خوف زدہ آدمی امن اور راحت کا منتظر رہتا ہے۔اس کے علاوہ صبح مجبور و لاچار لوگوں کی دعاؤں کا اور ان کے قبول ہونے کا وقت ہے تو اس آیت سے مراد یہ ہوئی کہ جس وقت کرب اور غم والوں کو آسانیاں دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں، میں اُس وقت کو پیدا کرنے والے کی پناہ چاہتا ہوں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ''فلق'' جہنم میں ایک وادی ہے۔[1]

﴿ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: اس کی تمام مخلوق کے شر سے۔ ﴾ اس آیت میں ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، خواہ جاندار ہو یا بے جان، مُکلَّف ہو یا غیر مُکلَّف اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں مخلوق سے مراد خاص ابلیس ہے جس سے بدتر مخلوق میں کوئی نہیں۔[2]

﴿ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ: اور سخت اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ ﴾ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند کی طرف نظر کر کے ان سے فرمایا، اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ، یہ جب ڈوب جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔[3] اس سے مراد مہینے کی آخری راتیں ہیں جب چاند چھپ جاتا ہے تو جادو کے وہ عمل جو بیمار کرنے کے لئے ہیں اسی وقت میں

1 ......خازن، الفلق، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۲۹-۴۳۰.

2 ......خازن، الفلق، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۴۳۰.

3 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المعوّذتین، ۵/۲۴۰، الحدیث: ۳۳۷۷.

کئے جاتے ہیں۔[1]

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ: اوران عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں۔﴾ یعنی جادو گر عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو ڈوروں میں گرہ لگا لگا کران میں جادو کے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہیں، جیسا کہ لبید کی لڑکیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کرنے کیلئے کیا تھا۔[2]

تعویذات سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ

یاد رہے کہ ناجائز کاموں کیلئے تعویذ گنڈے ناجائز و حرام ہیں جبکہ جائز مقصد کیلئے گنڈے بنانا اوران پر گرہ لگانا، قرآن مجید کی آیات یا اللّٰہ تعالیٰ کے اَسماء پڑھ کر دم کرنا، جائز ہے۔ جمہور صحابۂ کرام اور تابعین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسی پر ہیں۔[3] اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عملِ مبارک اور ارشاد سے بھی یہ چیز ثابت ہے، چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مُعَوِّذات (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔[4]

اور حضرت عبید بن رفاعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت اَسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹوں کو بہت جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں کچھ پڑھ کے ان پر دم کر دیا کروں؟ ارشاد فرمایا ’’ہاں، کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاسکتی تو نظر ضرور اس سے سبقت لے جاتی۔[5]

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ: اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔﴾ حسد والا وہ ہے جو دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرے۔ یہاں حاسد سے بطورِ خاص یہودی مراد ہیں جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے

---

1 ……خازن، الفلق، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۴۳۰.

2 ……بغوی، الفلق، تحت الآیۃ: ۴، ۴/۵۱۷.

3 ……خازن، الفلق، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۲۹ ملتقطاً.

4 ……مسلم، کتاب السلام، باب رقیۃ المریض بالمعوّذات والنفث، ص۱۲۰۵، الحدیث: ۵۰(۲۱۹۲).

5 ……ترمذی، کتاب الطّب، باب ماجاء فی الرّقیۃ من العین، ۴/۱۳، الحدیث: ۲۰۶۶.

حسد کرتے تھے یا خاص لبید بن اعصم یہودی ہے۔[1] اور عمومی طور پر ہر حاسد سے پناہ کیلئے یہ آیت ِمبارکہ کافی ہے۔ حسد بدترین صفت ہے اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں ابلیس سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے۔ حسد کے مقابلے میں رَشک ہوتا ہے اور وہ یہ ہے جس میں اپنے لئے بھی اسی نعمت کی تمنا ہوتی ہے جو دوسرے کے پاس ہے لیکن دوسرے سے چھن جانے کی تمنا اس میں نہیں ہوتی۔ اس سورتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جادو اور حسد بدترین جرائم ہیں کہ عام شروں کے بعد ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا۔

1 ......خازن، الفلق، تحت الآیۃ: ۵، ۴/ ۴۳۰۔

سُوْرَةُ النَّاسِ

سورۂ النّاس کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ النّاس زیادہ صحیح قول کے مطابق مدنی ہے۔ (1)

رکوع اور آیات کی تعداد

اس سورت میں 1 رکوع، 6 آیتیں ہیں۔

''اَلنَّاس'' نام رکھنے کی وجہ

عربی میں انسانوں کو''اَلنَّاسُ'' کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے''سورۂ النّاس'' کہتے ہیں۔

سورۂ النّاس کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ میں ان جِنّات اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

سورۂ فلق کے ساتھ مناسبت

سورۂ النّاس کی اپنے سے ماقبل سورت'' فلق '' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ فلق میں ظاہری شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی تھی اور اس سورت میں خفیہ شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

1 ......خازن، تفسير سورة النّاس، ٤/٤٣٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔ سب لوگوں کا بادشاہ۔ سب لوگوں کا خدا۔ اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ جن اور آدمی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کہو: میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ تمام لوگوں کا بادشاہ۔ تمام لوگوں کا معبود۔ بار بار وسوسے ڈالنے والے، چھپ جانے والے کے شر سے (پناہ لیتا ہوں)۔ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ: تم کہو: میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔﴾ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ انسان اشرفُ المخلوقات ہے، اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔(1)

انسان کی عظمت وشرافت

اس سے انسان کی عظمت وشرافت بھی معلوم ہوئی کہ بطورِ خاص اللہ تعالیٰ نے اپنی رُبُوبِیَّت کی نسبت اُس کی طرف فرمائی۔ علماء نے یہاں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اس سورت میں پانچ مرتبہ لفظ "اَلنَّاس" آیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ انسان بچپن میں صرف پرورش ہی پاتا ہے، اس لئے سب سے پہلے **"رَبِّ النَّاسْ"** یعنی رُبُوبِیَّت والی

1 ......خازن، النّاس، تحت الآية: ۱، ٤/۴۳۰.

صفت کا ذکر فرمایا۔ جبکہ انسان جوانی میں مست ہو کر بے راہ ہو جاتا ہے، اس وقت اس پر قانونی گرفت کی ضرورت ہے، اس لئے یہاں ” مَلِكِ النَّاسِ “ یعنی لوگوں کا بادشاہ فرمایا، اور چونکہ انسان بڑھاپے میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے، اس لئے تیسری جگہ اللہ تعالٰی کی صفتِ اُلوہیّت اور معبودیّت کا ذکر فرمایا یعنی ”اِلٰهِ النَّاسِ “۔ چوتھی جگہ اَلنَّاس سے صالحین مراد ہو سکتے ہیں کہ شیطان عموماً انہیں ہی وسوسوں کے ذریعے عبادت سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور پانچویں جگہ اَلنَّاس سے مراد شر پسند اور فسادی لوگ ہو سکتے ہیں کہ وہاں لوگوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

﴿مَلِكِ النَّاسِ: تمام لوگوں کا بادشاہ۔﴾ یعنی ان کے کاموں کی تدبیر فرمانے والا ہے اور سب کا حقیقی حاکم و مالک کہ دنیا میں بھی کسی کو حکومت و ملکیّت ملے تو اسی کی عطا سے ملتی ہے۔

﴿اِلٰهِ النَّاسِ: تمام لوگوں کا معبود۔﴾ معبود ہونا اسی کے ساتھ خاص ہے اور سارے لوگوں کا حقیقی معبود وہی ہے۔

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ: بار بار وسوسے ڈالنے والے، چھپ جانے والے کے شر سے۔﴾ اس سے مراد شیطان ہے اور یہ اس کی عادت ہے کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو اس کے دِل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ تعالٰی کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دبک رہتا ہے اور ہٹ جاتا ہے۔

وسوسہ اور اِلہام میں فرق

یاد رہے کہ برے خیال کو وسوسہ کہا جاتا ہے جبکہ اچھے خیالات کو اِلہام۔ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا اس پر لَا حَوْل پڑھنی چاہیے، اور اِلہام فرشتے کے ذریعے اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے، اس لئے اس پر اللہ تعالٰی کا شکر کرنا چاہیے۔ نفسِ اَمّارہ کے غلبہ میں وسوسے زیادہ ہوتے ہیں جبکہ نفسِ مُطْمَئِنّہ کے غلبہ میں اِلہام زیادہ۔ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا یعنی وہ ہمیں دیکھتا ہے اور ہم اسے نہیں دیکھتے، لہٰذا اس طاقت والے رب عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو، جو اسے دیکھتا ہے، اور وہ رب عَزَّوَجَلَّ کو نہیں دیکھتا۔ قوی دشمن سے قوی رب عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔

﴿اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ: وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔﴾ یعنی شیطان زبان و آواز سے نہیں بہکاتا، بلکہ براہ راست دل میں اثر ڈالتا ہے، بری چیز کو اچھی کر دکھاتا ہے۔ خود دشمن ہے مگر دوستی کے لباس میں آتا ہے، پھر جیسا انسان ہو ویسا ہی اسے وسوسہ ڈالتا ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ: جنوں اور انسانوں میں سے۔﴾ یہ بیان ہے وسوسے ڈالنے والے شیطان کا کہ وہ جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی جیسے شَیاطینِ جن انسانوں کو وسوسے میں ڈالتے ہیں ایسے ہی شیاطینِ انسان بھی ناصح بن کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں پھر اگر آدمی ان وسوسوں کو مانتا ہے تو اس کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ خوب گمراہ کرتے ہیں اور اگر اس سے متنفر ہوتا ہے تو ہٹ جاتے ہیں اور دبک رہتے ہیں۔

جنوں اور انسانوں کے شَیاطین سے پناہ مانگیں

آدمی کو چاہئے کہ جنوں کے شَیاطین کے شر سے بھی پناہ مانگے اور انسانوں کے شیاطین کے شر سے بھی۔ اس سلسلے میں یہاں ایک مفید وظیفہ پیشِ خدمت ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رات کے وقت جب بستر مبارک پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں دستِ مبارک جمع فرما کر ان میں دم کرتے اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں کو سر مبارک سے لے کر تمام جسمِ اَقدس پر پھیرتے جہاں تک دستِ مبارک پہنچ سکتے، یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔ (1)

حضرت عبداللّٰہ بن خبیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور اس وقت اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ آکر ہمیں نماز پڑھائیں، پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا ''پڑھو! میں نے عرض کی: کیا پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: ''صبح شام تین تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھو، ان کی تلاوت کرنا تمہیں ہر بری چیز سے بچائے گا۔ (2)

اللّٰہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تفسیر کو عوام اور خواص سبھی مسلمانوں کے لئے نفع بخش اور فائدہ مند بنائے اور اسے مسلمانوں کی اعتقادی، علمی اور عملی اصلاح کا بہترین ذریعہ بنائے اور اس کے صدقے میری، میرے والدین، میرے عزیز رشتہ داروں، اساتذہ کرام، دوست اَحباب، دیگر متعلقین اور معاونین کی بے حساب بخشش و مغفرت فرمائے۔ اٰمین ثم اٰمین۔

1 ......بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوّذات، ٣/٤٠٧، الحديث: ٥٠١٧.

2 ......سنن نسائي، كتاب الاستعاذة، ١-باب، ص٨٦٢، الحديث: ٥٤٣٨.

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تاویلات اهل السنّة	امام ابو منصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیر ثعلبی	ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی نیسابوری، متوفی ۴۲۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
5	النكت والعيون	ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی بصری، متوفی ۴۵۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
6	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسیرِ مدارک	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
12	البحرُ المحيط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
13	تفسیر ابن کثیر	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
14	تفسیر جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۳ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی

15	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
16	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
17	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
18	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملاّ جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
19	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح	رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان، متوفی ۱۲۹۷ھ	ضیاء الدین پبلیکیشنز، کراچی
24	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
25	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	موطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	مصنف عبد الرزاق	ابوبکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
3	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
6	بخاری	امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
8	ابن ماجه	امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

9	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
11	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
12	سنن الکبری	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ
13	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
14	مسند شاشی	امام ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی، متوفی ۳۳۵ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورہ ۱۴۱۴ھ
15	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
16	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
17	معجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
18	دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
19	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
20	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
21	مسند الشھاب	امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
22	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
23	سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
25	الفردوس بماثور الخطاب	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
26	شرح السنۃ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
27	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
28	ابن عساکر	ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
29	الترغیب و الترھیب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

30	الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
31	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
32	جامع العلوم والحكم	عبد الرحمن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المكتبة الفيصلية، مكة المكرمه
33	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
34	جامع صغير	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
35	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	عمدة القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور
3	نزہۃ القاری	مفتی شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۱ھ	فرید بک سٹال، لاہور ۱۴۲۱ھ

كتب العقائد

1	شرح المقاصد	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	عالم الکتب، بیروت ۱۴۱۹ھ
2	شرح فقه اكبر	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی

كتب الفقه

1	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
2	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
3	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

كتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ

2	التوبیخ والتنبیه	ابو محمد عبد اللہ بن محمد معروف بابی الشیخ اصبہانی، متوفی ۳۶۹ھ	ملکتبة التوعية الاسلاميہ، ۱۴۰۸ھ
3	قوت القلوب	ابو طالب محمد بن علی مکی، متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند ۱۴۲۳ھ
4	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
5	کیمیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
6	منهاج العابدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسة السيروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
7	تنبيه المغترين	عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
8	الزواجر عن اقتراف الكبائر	احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب السيرة

1	الشفا	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
2	سيرت حلبيه	ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
3	مدارج النبوة	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	شرح الزرقانی علی المواهب	محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
5	سیرتِ مصطفیٰ	شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الكتب المتفرقة

1	الجامع لاخلاق الراوى	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار ابن جوزی، بیروت ۱۴۳۳ھ
2	عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
3	الاصابة فی تمييز الصحابة	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
4	تاريخ الخلفاء	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ، کراچی

ضمنی فہرست

اَحکامُ القرآن وفقہی مسائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

قربِ الٰہی کے حصول کا افضل ترین ذریعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہ نے فرمایا: میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی: سب سے افضل وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعے مقرب بندے تیری بارگاہ میں قرب حاصل کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے احمد! میرے کلام (قرآنِ کریم) کے ذریعے۔ عرض کی: یارب! سمجھ کر (تلاوت کرنے سے) یا بغیر سمجھے (تلاوت کرنے سے)؟ ارشاد فرمایا: (دونوں طرح، خواہ وہ) سمجھ کر (تلاوت کریں) یا بغیر سمجھے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الاول فی فضل القرآن واھلہ... الخ، ۱/۳٦٤)

ISBN 978-969-631-881-1
0126256
MAKTABA TUL MADINAH
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net